ذٰلِكَ الْكِتٰبُ لَا رَيْبَ فِيْهِ

تفسیر الحسنات

علامہ ابو الحسنات سید محمد احمد قادری رحمۃ اللہ علیہ

پارہ

۱۶ - ۲۰

ضیاء القرآن پبلی کیشنز
لاہور - کراچی
پاکستان

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ذٰلِكَ الْكِتٰبُ لَا رَيْبَ فِيْهِ

تفسیر الحسنات

جلد چہارم

علامہ ابوالحسنات سید محمد احمد قادری رحمۃ اللہ علیہ

پارہ

۱۶ تا ۲۰

ضیاء القرآن پبلی کیشنز

لاہور - کراچی - پاکستان

نام کتاب	تفسیر الحسنات (جلد چہارم)
مفسر	علامہ ابوالحسنات سید محمد احمد قادری رحمۃ اللہ علیہ
ناشر	محمد حفیظ البرکات شاہ، ضیاء القرآن پبلی کیشنز لاہور
ایڈیشن	بار ہفتم
تاریخ اشاعت	جنوری 2014ء
تعداد	ایک ہزار
کمپیوٹر کوڈ	QT24

ملنے کے پتے

ضیاء القرآن پبلی کیشنز

داتا دربار روڈ، لاہور۔ 37221953 فیکس:۔ 042-37238010

9۔ الکریم مارکیٹ، اردو بازار، لاہور۔ 37247350-37225085

14۔ انفال سنٹر، اردو بازار، کراچی

فون:۔ 32630411-32212011-021-32210212

e-mail:- info@zia-ul-quran.com

Website:- www.ziaulquran.com

جامعہ حسنات العلوم کے تمام اراکین تہہ دل سے محترم سلیم شاہد صاحب، والدین وعزیز واقارب (مبشر الیکٹرک سٹور نشتر روڈ لاہور) کے مشکور ہیں کہ انہوں نے تفسیر الحسنات کے سلسلہ میں جامعہ حسنات العلوم کے ساتھ تعاون کیا اللہ تعالیٰ عزوجل اپنے حبیب پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صدقہ میں ان کی اس کاوش کو قبول فرمائے۔ آمین۔ دعا گو

ناظم اعلیٰ جامع حسنات العلوم

الحاج عبدالقیوم قادری اشرفی

فہرست مضامین

تقریظ

منجانب استاد العلماء شیخ الحدیث مفتی ابو العلا محمد عبد اللہ قادری اشرفی رضوی برکاتی
ناظم دار العلوم جامعہ حنیفہ رجسٹرڈ قصور، پاکستان

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

حامدا و مصلیاً و مسلماً

1۔ امابعد: "تفسیر الحسنات" حقیقت میں ایک جامع اور مدلل اور مفصل تفسیر ہے جو مسلک حقہ اہل سنت والجماعۃ کی باحسن وجوہ اور باکمل طرق! صحیح معنوں میں ترجمان ہے۔ میں نے بفضلہٖ تعالیٰ بنظر غور و تبصرہ اس کا مطالعہ اور مشاہدہ اور معائنہ کیا تفسیر کی جہت اور حیثیت سے اس کو کامل اور مکمل اور اکمل پایا اور مسائل اختلافیہ کے حل میں احسن انداز یہ ہوتا ہے کہ دلائل مسلک حقہ کی بھرمار کردی ہے کہ خصم کو لب کشائی کی مجال نہیں اور دوبارہ کسی اعتراض کی گنجائش نہیں۔

2۔ بکرم اللہ العزیز! ہر مسئلہ کو علم کی روشنی میں بیان کیا گیا ہے۔ علامہ السید میر شریف علیہ الرحمۃ اور علامہ سعد التفتازانی علیہ الرحمۃ کی طرح ہر بحث کو شرح وسط۔ تحقیق و تدقیق اور توضیح و تلویح، تنقیح و توشیح، تزئین و تکمیل سے بیان کیا ہے۔ نیز منطقیانہ فلسفیانہ طریق کا مظاہرہ کیا گیا ہے۔ غرضیکہ دلائل منقولات کے ساتھ ساتھ دلائل معقولات کو بھی پیش کیا گیا ہے جس سے مخاطبین اور سامعین اور قارئین حضرات کو علمی چاشنی کا ذوق حاصل ہوتا ہے۔

3۔ تفسیر الحسنات میں میں نے خصوصی چیز یہ دیکھی ہے کہ عنوان اور معنون۔ موضوع اور بحث دعویٰ اور دلائل کلام اور نتیجہ میں تقریب تام کو ملحوظ رکھا گیا ہے مجھے کہیں بھی اجمال اور اشکال اور اخفاء اور اشتباہ نظر نہیں آیا۔

4۔ مفسر لبیب محقق نجیب علامہ ابو الحسنات (علیہ الرحمۃ) مسئلہ توحید باری، صداقت نبوت اور مسئلہ علم غیب، مسئلہ میلاد النبی، مبحث ختم نبوت، مسئلہ معراج النبی (جسمانی) مسئلہ حدوث ارواح، رویت باری للنبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فی لیلۃ المعراج سماع موتی، حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم۔ ورد مذاہب باطلہ وغیرہا اور مہتم بالشان مسائل اور موضوعات کے حل میں مفسر قرآن مجدد دوزمان علامہ "امام رازی" علیہ الرحمۃ کی عکاسی فرمارہے ہیں جو آپ کے رازیٔ وقت ہونے کی بین دلیل ہے۔

5۔ نظم قرآن (الفاظ قرآن) کے نفس معانی! بامحاورہ پیش کرنے کے لئے علم ادب (لغات عرب) مقولات فصحاء عدنان و بلغاء قحطان اور عرب العرباء اور مسلم شعرائے عرب کے کلام سے استناد و استشہاد و استنباط فرمایا گیا ہے۔

6۔ تفسیر الحسنات! فاضل مفسر حبر مدقق، جید محقق علامہ ابو الحسنات السید محمد احمد الشاہ قادری اشرفی نور اللہ مرقدہ بانوارہ القدسیہ نے تنہائی و تاریکی کے مقام پر تصور صدیق اور تصدیق رسول کے ساتھ لکھی ہے بلکہ میں یوں محسوس کررہا ہوں کہ الحاضر عند المدرک کے اعلیٰ مفہوم عین الیقین اور حق الیقین کے مراتب کو ملحوظ رکھتے ہوئے حضوریٔ صدیق اور حضوریٔ رسول میں یہ تفسیر لکھی گئی ہے۔

مولای صل وسلم دائما ابدا علی حبیبک خیر الخلق کلهم

7۔ پھر امتیازی حیثیت یہ کہ اس تفسیر الحسنات پر حضرت علام امین الحسنات کشاف الدقائق صاحبزادہ السید خلیل احمد شاہ صاحب قادری اشرفی دامت برکاتہم العالیہ مہتمم ادارہ جامعہ حسنات العلوم وخطیب پاکستان مرکزی جامع مسجد وزیرخاں لاہور نے مہتمم بالشان حاشیہ انیقہ جمیلہ جلیلہ کفیلہ ثمینہ لگا کر الولد سر لابیہ کی حقیقت کا اظہار فرمایا اور اس تفسیر کی علمی وجاہت اور تحقیقی مقام کو اور زیادہ حسن وجمال اور زیبائش وکمال بخشا۔

8۔ مولیٰ تعالیٰ اپنے محبوب کے صدقہ جلیلہ میں ان کو دین ودنیا میں مقام علیا عطا فرمائے اور ان کے علم وعمل، امر وعمر۔ عظمت وجلالت کرامت وشرافت، عزت ووقار اعزاز واقرار عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین بحرمۃ النبی الکریم صلی اللہ علیہ وسلم فقط والسلام۔

ذوالمجد والاحترام سلمکم الرحمن الی یوم القیام

المقرظ فقیر ابوالعلاء محمد عبداللہ قادری اشرفی خادم الحدیث والافتاء وناظم دارالعلوم جامعہ حنفیہ رجسٹرڈ قصور پاکستان۔

اظہار تشکر

تفسیر الحسنات بآیات بینات کے سلسلہ میں میرے جن مخلص کرم فرماؤں نے میرے ساتھ بھرپور تعاون کیا ان میں فاضل جلیل حضرت علامہ قاری پروفیسر محمد مشتاق احمد صاحب قادری نقشبندی ایم اے نے تمام جلدوں کی نظر ثانی اور آخری جلد کے پاروں کے مرتب کرنے میں کامل تعاون فرمایا اللہ تعالیٰ جزائے خیر دے آمین۔

استاذ العلماء فاضل جلیل حضرت علامہ عبدالغنی صاحب عثمانی نے بڑی کاوش اور محنت سے تمام جلدوں کی تصحیح کا کام انجام دیا۔ آخری جلد کے پاروں کی کتابت کے اخراجات میں میرے کرم فرما الحاج چوہدری عبداللطیف صاحب محترم ملک خلیل احمد صاحب اشرفی، الحاج محمد افضال صاحب اور الحاج محمد ارشد صاحب نعیم نے تعاون فرمایا اللہ تعالیٰ اپنے حبیب پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقہ میں ان کی خدمت قبول فرمائے اور سرمائے آخرت بنائے۔

جلد اول تا پانچویں جلد کے پاروں کی کتابت کے اخراجات میں جناب الحاج عبدالرشید صاحب ارشد مرحوم جناب الحاج سید ناصر علی صاحب شمس مرحوم، جناب الحاج محمد امین صاحب مرحوم، جناب الحاج محمد ابراہیم صاحب اشرفی جناب صوفی بشیر احمد صاحب نے تعاون فرمایا۔ محترم جناب صاحبزادہ حفیظ البرکات شاہ صاحب مکتبہ ضیاء القرآن نے طباعت و اشاعت کا انتظام کر کے تعاون فرمایا اللہ تعالیٰ قبول فرمائے اور اس تعاون کو سرمائے آخرت بنائے اور اس تفسیر کو عوام وخواص کے لئے فیوضات وبرکات سے نوازے۔

آمین بحرمت النبی الامین صلی اللہ علیہ وسلم

فقیر قادری امین الحسنات خلیل احمد قادری اشرفی

خطیب جامع مسجد وزیرخاں وامیر جامعہ حسنات العلوم لاہور

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

الحمدلله القديم الذی ارسل الی خلقه من عظيم الاقدار سهاما و حكم عليهم بالموت والفناء فلم يترک الموت لاحد منهم دماما وشتت بها ذم اللذات شملا وفرق نظاما فتركوا الحلائل ارامل والاولاد ايتامًا۔ احمده سبحانه و تعالٰی واشكره شكرا انال به فضلا و انعاما واشهد ان لااله الا الله وحده لاشريک له شهادة من شهدها نال بها عزا و كراما واشهد ان سيدنا ونبينا مولانا محمدا عبده ورسوله الذی كان يشفی بريقه الشريف اسقاما وزلاما صلی الله عليه وعلٰی اله وصحبه وازواجه واحبائه و علماء امته اجمعين۔

اما بعد: فقیر حقیر درماندۂ نفس شریر ابوالحسنات قادری خطیب مسجد وزیر خان صدر مرکزی جمعیۃ العلماء پاکستان خلف حضرت امام اہل سنت ماحی بدعت حامی سنت محدث اعظم فقیہ اتم مولانا سید ابومحمد دیدار علی حنفی قادری نقشبندی رضوی نوراللہ مرقدہ امیر حزب الاحناف زمانۂ تحریک ختم نبوت میں جبکہ اپنے رفقاء کے ساتھ ۲۶، ۲۷ فروری ۱۹۵۳ء کی درمیانی شب کو کراچی میں رات کے تین بجے ناظم الدین حکومت نے سیکورٹی ایکٹ کے ماتحت گرفتار کر کے ایک سال کے لئے کراچی جیل میں نظر بند کر دیا تو خیال آیا کہ اس اسیری کے لیل ونہار خدمت دین میں ہی گزار لئے جائیں۔ چنانچہ کافی غور وخوض کے بعد فیصلہ کیا کہ دور حاضر میں احناف کے لئے کوئی مفصل مدلل جامع تفسیر قرآن کریم اردو میں عوام کے سامنے پیش نہیں ہو سکی لہٰذا مجھے اس دور فرصت میں اس کام کو انجام دینا چاہئے۔

لیکن چونکہ ہمیں سی کلاس میں رکھا گیا تھا اور یہ کام بھی معمولی نہ تھا اس وجہ سے قید وبند کے دو تین ماہ اسی شش وپنج، لیت ولعل میں گذر گئے۔ ادھر لخت جگر نور بصر اعز الاخص حکیم سید محمد خلیل احمد قادری صانه الله عن شر حاسد اذا حسد بھی لاہور میں جامع مسجد وزیر خاں سے تحریک کی قیادت کرتے ہوئے شاہی قلعہ لاہور میں ایسے مخفی ہوئے کہ ان کی موت وحیات سے بھی لاعلمی رہی حتیٰ کہ مختلف افواہوں اور پریشان کن خبروں سے پریشانی میں اضافہ ہوتا رہا اور تفسیر کا کام شروع نہ ہو سکا۔ بالآخر کراچی جیل سے ہم کو بمعہ رفقاء سکھر جیل میں منتقل کر دیا گیا جہاں ۱۲۵ ڈگری گرمی پڑ رہی تھی۔ آخرش فقیر نے عزم صمیم کے ماتحت اس کام کو شروع کر دیا اور اس کا نام تفسیر الحسنات بآیات بینات خلاصه تفسير آيات باقوال حسنات رکھا گیا۔ ایک سال کے بعد جس میں بفضلہ تعالیٰ آٹھ پارے مکمل کر لئے گئے تھے۔ لاہور میں انکوائری کے سلسلہ میں آنا پڑا اور لاہور ہائی کورٹ نے ہیبس کارپس کے ذریعہ ہماری نظر بندی کو حبس بیجا قرار دے کر ہم کو بمعہ رفقاء رہا کر دیا۔ میں نے بعد رہائی بھی اس فریضہ کو جاری رکھا اور باوجود پریشانیوں کے بحمدہ تعالیٰ اس وقت چوبیس پارے مکمل کر چکا ہوں۔ بارگاہ ایزدی میں دست بدعا ہوں کہ مولا کریم اس اہم کام کو پورا کرے اور مقبول عام فرمائے۔

آمین بحرمۃ النبی الامین

فقیر قادری ابوالحسنات سید محمد احمد قادری

روز نامہ ''امروز'' لاہور کا تفسیر الحسنات پر تبصرہ

تفسیر الحسنات بآیات بینات

مفسر: حضرۃ علامہ ابوالحسنات سید محمد احمد قادری (نوراللہ مرقدہ)

ناشر: مرکزی دارالتبلیغ اہل سنت، مکتبۂ حسنات اکبری گیٹ، لاہور

حضرت علامہ سید محمد احمد قادری علیہ الرحمۃ کی ذات گرامی اپنے علم وفضل، زہد وتقویٰ اور اعلاء کلمۃ الحق کے لئے نہ صرف اندرون ملک بلکہ عالم اسلام میں بھی کسی تفصیلی تعارف کی محتاج نہیں ہے۔ ایسی گرانمایہ شخصیتیں بطور نعمت اللہ کی طرف کسی قوم یا ملک کو عطا کی جاتی ہیں جن کی زندگی کا ایک ایک لمحہ دوسروں کے لئے عمل اور روشنی کا ایک مینارہ ہوتا ہے مولانا ابوالحسنات قادری علیہ الرحمۃ عالم قرآن وحدیث ہی نہ تھے بلکہ عامل بالقرآن وعالم بالحدیث بھی تھے ان میں ایک سرفروش مجاہد کی خو بھی کام کررہی تھی دین حق کی تبلیغ واشاعت میں انہوں نے ہر نوع کی سختیاں اٹھائیں اور تحریک ختم نبوت (۱۹۵۳ء) کے دوران قید خانے کی صعوبتوں کو بھی خندہ پیشانی اور صبر سے لبیک کہا۔ مولانا مرحوم عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی دولت سے بھی سرشار تھے اور اتباع سنت میں فرد فرید، زیر تبصرہ قرآن پاک کی تفسیر حضرت مرحوم نے دور اسیری ہی میں قلمبند فرمائی اور ایک سال کے اندر اندر اٹھارہ پاروں کی تفسیر مکمل کرلی۔ رہائی کے بعد بھی یہ پاکیزہ شغل جاری رہا۔ یہاں تک کہ اللہ نے حضرت مولانا علیہ الرحمۃ کے قلم سے قرآن کریم کی یہ بے مثل نوری تفسیر تیار کرادی۔

پہلی جلد پانچ پاروں کی تفسیر پر مشتمل ہے اور اس کی بڑی خوبی یہ ہے کہ اہل علم کے ساتھ ساتھ کم تعلیم یافتہ افراد بھی اسے آسانی سے سمجھ سکتے ہیں اور اپنے اپنے ظرف وذوق کے مطابق نفع حاصل کرسکتے ہیں۔ اہل علم حضرات کے لئے یہ تفسیر علم کا ایک خزینہ ہے۔ مفسر نے ہر آیت اور ہر لفظ کا اردو ترجمہ کیا اور پھر عام فہم سلیس انداز میں اس کی تشریح فرمائی۔ اس جامع تفسیر میں تحقیق وحل لغات، شان نزول، تاریخی واقعات، اقوال مفسرین، معارف قرآن، فضائل اور تمام سورتوں کے خواص نہایت جامعیت، اختصار اور حسن عبارت سے تحریر کئے گئے ہیں۔

سُوْرَۃُ مَرْیَم پ ۱۶

فَقَدْ اَخْرَجَ الطِّبْرَانِیُّ وَاَبُوْ نُعَیْمَ وَالدَّیْلَمِیُّ مِنْ طَرِیْقِ اَبِیْ بَکْرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ اَبِیْ مَرْیَمَ قَالَ اَتَیْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقُلْتُ وُلِدَتْ لِیَ اللَّیْلَۃَ جَارِیَۃٌ فَقَالَ وَاللَّیْلَۃَ اُنْزِلَتْ عَلَیَّ سُوْرَۃُ مَرْیَمَ۔

”طبرانی، ابونعیم اور دیلمی نے نقل کی ہے ابومریم غسانی اپنے والد سے وہ اپنے دادا سے روایت فرماتے ہیں کہ میں حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا آج رات میرے ہاں لڑکی ہوئی ہے تو حضور ﷺ نے فرمایا اور آج ہی رات ہم پر سورۂ مریم نازل ہوئی ہے۔“

اور مقاتل فرماتے ہیں کہ یہ سورۂ مبارکہ مکہ میں نازل ہوئی۔ مگر اس میں سے آیت سجدہ جو ہے وہ مدینہ میں نازل ہوئی۔

یہ سورۃ بعد ہجرت حبشہ نازل ہوئی۔

اور تفسیر اتقان میں ہے کہ وَاِنْ مِّنْکُمْ اِلَّا وَارِدُھَا مکی نہیں ہے۔

اس میں عراقی اور شامیوں کے نزدیک ۹۸ آیات ہیں۔

اور مکیوں کے نزدیک ۹۹ آیات ہیں۔

اور مدنیوں میں دونوں قول ہیں۔

اور سورۂ کہف کے ساتھ اس کی ترتیب کی وجہ یہ ہے کہ اس میں جیسے حالات عجیبہ ہیں ایسے ہی اس میں بھی عجیب حالات ہیں۔

جیسے قصۂ ولادت یحییٰ علیہ السلام اور قصۂ ولادت عیسیٰ علیہ السلام۔

اس لئے اسے سورۂ کہف کے ساتھ بیان کیا۔

ایک قول ہے کہ اصحاب کہف قبل قیامت زندہ ہو کر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول پر شہادت دیں گے۔

بقول جمہور یہ سورۂ مبارکہ مکی ہے اس سورۂ مبارکہ میں ۹۸ آیات اور ۶ رکوع ہیں اور ۷۸۰ کلمات اور ان سورتوں میں جو کچھ بیان ہے اس سے مقصد یہ ہے کہ خدا پرستوں پر ہمیشہ دُنیا و آخرت میں اللہ تعالیٰ کی مہربانی اور عنایت ہوا کرتی ہے وہ اپنے مخلصین کو مستجاب الدعوات بناتا ہے۔ اس سورۂ مبارکہ میں پہلا تذکرہ

حضرت زکریا علیہ السلام کا ہے یہ شہر یروشلم کے رہنے والے بنی اسرائیل میں بیت المقدس کے امام اور نبی تھے۔

یہ اس زمانہ میں نبی ہوئے جب یہود کی سلطنت ختم ہو چکی تھی اور شاہان روم ان پر حکمران تھے اور ان کا ایک نائب یہاں ہوا کرتا تھا جس کا نام ہیرودلیس تھا۔ یہ نام ان کا خاندانی تھا۔

اور ہیرودلیس یہودیوں میں سے نہیں تھا بلکہ غیر قبائل سے تھا۔

بیت المقدس کئی بربادیوں کے بعد از سر نو بطرز سابق تعمیر ہوا تھا۔ اس میں متعدد کمرے اور کئی ایک منزلیں تھیں اور دو منزلیں مکانات بھی تھے۔

حضرت زکریا علیہ السلام معمر اور ضعیف ہو چکے تھے ان کی بیوی الشیع حضرت مریم کی خالہ تھیں اور بانجھ تھیں۔ حضرت زکریا علیہ السلام کو اولاد نہ ہونے کی وجہ سے اپنی قوم اور اقارب کا خوف ہوا کہ وہ ملت اسلامیہ کی اتباع نہ کریں گے اس لئے

آپ نے بارگاہ حق عزوجل میں اولاد کی دعا فرمائی۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

بامحاورہ ترجمہ پہلا رکوع۔سورۂ مریم۔پ ۱۶

كٓهٰيٰعٓصٓ ﴿۱﴾ ذِكْرُ رَحْمَتِ رَبِّكَ عَبْدَهٗ زَكَرِيَّا ﴿۲﴾ اِذْ نَادٰى رَبَّهٗ نِدَآءً خَفِيًّا ﴿۳﴾

كٓهٰيٰعٓصٓ۔ یہ ذکر ہے تیرے رب کی رحمت کا جو اس کے بندہ زکریا پر ہوئی جب اس نے پکارا اپنے رب کو خفیہ آواز سے۔

قَالَ رَبِّ اِنِّيْ وَهَنَ الْعَظْمُ مِنِّيْ وَاشْتَعَلَ الرَّاْسُ شَيْبًا وَّلَمْ اَكُنْۢ بِدُعَآئِكَ رَبِّ شَقِيًّا ﴿۴﴾

کہا اے میرے رب میرے بدن کی ہڈیاں نرم ہو گئیں اور چمک پڑا سر پر بڑھاپا اور نہیں میں تجھ سے مانگ کر اے میرے رب محروم۔

وَاِنِّيْ خِفْتُ الْمَوَالِيَ مِنْ وَّرَآءِيْ وَكَانَتِ امْرَاَتِيْ عَاقِرًا فَهَبْ لِيْ مِنْ لَّدُنْكَ وَلِيًّا ﴿۵﴾

اور میں اپنے بعد ڈرتا ہوں اقارب سے اور میری بیوی بانجھ ہے تو بخش دے مجھے اپنی رحمت سے ایک وارث۔

يَّرِثُنِيْ وَيَرِثُ مِنْ اٰلِ يَعْقُوْبَ ۖ وَاجْعَلْهُ رَبِّ رَضِيًّا ﴿۶﴾

جو میرا وارث ہو اور آل یعقوب کا وارث ہو اور بنا دے اسے میرے رب مقبول۔

يٰزَكَرِيَّآ اِنَّا نُبَشِّرُكَ بِغُلٰمِ ِۨاسْمُهٗ يَحْيٰى ۙ لَمْ نَجْعَلْ لَّهٗ مِنْ قَبْلُ سَمِيًّا ﴿۷﴾

(تو ہم نے فرمایا) اے زکریا ہم بشارت دیتے ہیں تمہیں ایک لڑکے کی جس کا نام یحیٰی ہے نہیں کیا اس سے پہلے اس نام کا۔

قَالَ رَبِّ اَنّٰى يَكُوْنُ لِيْ غُلٰمٌ وَّكَانَتِ امْرَاَتِيْ عَاقِرًا وَّقَدْ بَلَغْتُ مِنَ الْكِبَرِ عِتِيًّا ﴿۸﴾

عرض کی اے میرے رب کہاں سے میرے لڑکا ہو گا جبکہ میری بیوی بانجھ ہے اور پہنچ چکا میں بڑھاپے سے سوک جانے کی حالت کو۔

قَالَ كَذٰلِكَ ۚ قَالَ رَبُّكَ هُوَ عَلَيَّ هَيِّنٌ وَّقَدْ خَلَقْتُكَ مِنْ قَبْلُ وَلَمْ تَكُ شَيْئًا ﴿۹﴾

فرمایا ایسا ہی ہو گا۔ فرمایا تمہارے رب کو آسان ہے اور تمہیں اس سے پہلے پیدا کیا جبکہ تم کچھ نہ تھے۔

قَالَ رَبِّ اجْعَلْ لِّيْ اٰيَةً ۭ قَالَ اٰيَتُكَ اَلَّا تُكَلِّمَ النَّاسَ ثَلٰثَ لَيَالٍ سَوِيًّا ﴿۱۰﴾

عرض کی اے میرے رب کر میرے لئے کوئی نشانی فرمایا تیرے لئے یہ نشانی ہے کہ نہ بول سکو گے برابر تین دن رات۔

فَخَرَجَ عَلٰى قَوْمِهٖ مِنَ الْمِحْرَابِ فَاَوْحٰى اِلَيْهِمْ اَنْ سَبِّحُوْا بُكْرَةً وَّعَشِيًّا ﴿۱۱﴾

تو نکلے قوم پر عبادت گاہ سے تو وحی کی انہیں کہ تسبیح کرو اپنے رب کی صبح شام۔

يٰيَحْيٰى خُذِ الْكِتٰبَ بِقُوَّةٍ ۭ وَاٰتَيْنٰهُ الْحُكْمَ صَبِيًّا ﴿۱۲﴾

(جب یحیٰی پیدا ہو گئے) فرمایا اے یحیٰی کتاب قوت سے پکڑو اور دی ہم نے انہیں نبوت بچپن میں۔

وَّحَنَانًا مِّنْ لَّدُنَّا وَزَكٰوةً ؕ وَكَانَ تَقِيًّا ﴿۱۳﴾ وَّبَرًّۢا بِوَالِدَيْهِ وَلَمْ يَكُنْ جَبَّارًا عَصِيًّا ﴿۱۴﴾	اپنی رحمت سے اور بھی رحمت کی اور وہ ڈرنے والا تھا اور بھلائی کرنے والا ماں باپ سے اور نہیں تھا وہ جابر و سرکش۔
وَسَلٰمٌ عَلَيْهِ يَوْمَ وُلِدَ وَيَوْمَ يَمُوْتُ وَيَوْمَ يُبْعَثُ حَيًّا ﴿۱۵﴾	اور سلام اس پر جب پیدا ہوا اور جب انتقال کرے اور جب زندہ اٹھے۔

حل لغات رکوع اول ۔ سورۃ مریم ۔ پ ۱۶

كٓهٰيٰعٓصٓ	ذِكْرُ۔ یہ ذکر ہے	رَحْمَتِ۔ رحمت	رَبِّكَ۔ تیرے رب کا
عَبْدَهٗ۔ اپنے بندے	زَكَرِيَّا۔ زکریا پر	اِذْ۔ جب	نَادٰى۔ پکارا اس نے
رَبَّهٗ۔ اپنے رب کو	نِدَآءً۔ پکارنا	خَفِيًّا۔ آہستہ	قَالَ۔ کہا
رَبِّ۔ اے میرے رب	اِنِّيْ۔ بے شک میں	وَهَنَ۔ کمزور ہو گئیں	الْعَظْمُ۔ ہڈیاں
مِنِّيْ۔ میری	وَاشْتَعَلَ۔ اور سفید ہو گیا	الرَّاْسُ۔ سر	شَيْبًا۔ بڑھاپے سے
وَّلَمْ۔ اور نہیں	اَكُنْۢ۔ ہوں میں	بِدُعَآئِكَ۔ تیری پکار سے	رَبِّ۔ اے میرے رب
شَقِيًّا۔ بد بخت	وَاِنِّيْ۔ اور بے شک میں	خِفْتُ۔ ڈرتا ہوں	الْمَوَالِيَ۔ وارثوں سے
مِنْ وَّرَآءِيْ۔ اپنے پیچھے	وَكَانَتِ۔ اور ہے	امْرَاَتِيْ۔ میری عورت	عَاقِرًا۔ بانجھ
فَهَبْ۔ تو عنایت کر	لِيْ۔ مجھے	مِنْ لَّدُنْكَ۔ اپنی طرف سے	وَلِيًّا۔ وارث جو
يَّرِثُنِيْ۔ وارث بنے میرا	وَيَرِثُ۔ اور وارث ہو	مِنْ اٰلِ يَعْقُوْبَ۔ یعقوب کے گھرانے کا	
وَاجْعَلْهُ۔ اور بنا اسے	رَبِّ۔ اے میرے رب	رَضِيًّا۔ پسندیدہ	يٰ۔ اے
زَكَرِيَّآ۔ زکریا	اِنَّا۔ بے شک ہم	نُبَشِّرُكَ۔ خوشخبری دیتے ہیں تجھے	
بِغُلٰمِ۔ ایک لڑکے کی	اسْمُهٗ۔ کہ نام اس کا	يَحْيٰى۔ یحیٰی ہے	لَمْ نَجْعَلْ۔ نہیں بنایا ہم نے
لَّهٗ۔ اس کا	مِنْ قَبْلُ۔ اس سے پہلے	سَمِيًّا۔ کوئی ہم نام	قَالَ۔ کہا
رَبِّ۔ اے میرے رب	اَنّٰى۔ کیسے	يَكُوْنُ۔ ہوگا	لِيْ۔ میرے ہاں
غُلٰمٌ۔ لڑکا	وَّكَانَتِ۔ اور ہے	امْرَاَتِيْ۔ میری عورت	عَاقِرًا۔ بانجھ
وَّقَدْ۔ اور بے شک	بَلَغْتُ۔ میں پہنچا	مِنَ الْكِبَرِ۔ بڑھاپے	عِتِيًّا۔ انتہائی کو
قَالَ۔ کہا	كَذٰلِكَ۔ اسی طرح	قَالَ۔ کہا	رَبُّكَ۔ تیرے رب نے
هُوَ۔ وہ	عَلَيَّ۔ مجھ پر	هَيِّنٌ۔ آسان ہے	وَّقَدْ۔ اور بے شک
خَلَقْتُكَ۔ میں نے پیدا کیا تجھے	مِنْ قَبْلُ۔ پہلے اس سے	وَلَمْ۔ اور نہ	تَكُ۔ تھا تو
شَيْئًا۔ کوئی چیز	قَالَ۔ کہا	رَبِّ۔ اے میرے رب	اجْعَلْ۔ بنا
لِّيْ۔ میرے لئے	اٰيَةً۔ نشانی کوئی	قَالَ۔ کہا	اٰيَتُكَ۔ تیری نشانی

اَلَّا۔ یہ ہے کہ	تُکَلِّمَ۔ نہ بول سکے گا تو	النَّاسَ۔ لوگوں سے	ثَلٰثَ۔ تین
لَیَالٍ۔ راتیں	سَوِیًّا۔ برابر	فَخَرَجَ۔ تو نکلا	عَلٰی۔ اوپر
قَوْمِہٖ۔ اپنی قوم کے	مِنَ الْمِحْرَابِ۔ عبادت گاہ سے		فَاَوْحٰی۔ تو اشارہ کیا
اِلَیْھِمْ۔ ان کی طرف	اَنْ۔ یہ کہ	سَبِّحُوْا۔ تسبیح کرو	بُکْرَۃً۔ صبح
وَّعَشِیًّا۔ اور شام	یٰیَحْیٰی۔ اے یحیٰ	خُذِ۔ پکڑ	الْکِتٰبَ۔ کتاب
بِقُوَّۃٍ۔ قوت سے	وَاٰتَیْنٰہُ۔ اور دی ہم نے اس کو	الْحُکْمَ۔ نبوت	صَبِیًّا۔ بچپن میں
وَّحَنَانًا۔ اور نرم دل	مِّنْ لَّدُنَّا۔ ہماری طرف سے	وَزَکٰوۃً۔ اور پاکباز	وَکَانَ۔ اور تھا
تَقِیًّا۔ پرہیزگار	وَّبَرًّا۔ اور نیکی کرنے والا	بِوَالِدَیْہِ۔ اپنے ماں باپ سے	وَلَمْ۔ اور نہیں
یَکُنْ۔ تھا	جَبَّارًا۔ سرکش، سختی والا	عَصِیًّا۔ نافرمان	وَسَلٰمٌ۔ اور سلام ہے
عَلَیْہِ۔ اس پر	یَوْمَ۔ جس دن	وُلِدَ۔ پیدا ہوا	وَیَوْمَ۔ اور جس دن
یَمُوْتُ۔ مرے گا	وَیَوْمَ۔ اور جس دن	یُبْعَثُ۔ اٹھایا جائے گا	حَیًّا۔ زندہ کرکے

مختصر تفسیر اردو رکوع اول۔ سورۂ مریم۔ پ ۱۶

کٓھٰیٰعٓصٓ۔ یہ حروف مقطعات کہلاتے ہیں ان کے متعلق ہم پہلے بھی بتا چکے ہیں کہ ان کی مراد حقیقی اللہ تعالیٰ جانتا ہے یا جس ہستی پاک پر یہ کلام پاک نازل ہوا وہ جانتی ہے۔

لیکن معنی تاویلی جسے ہم پہلے اس قسم کی آیتوں کے بیان کر چکے ہیں وہ یہاں بھی بیان کرتے ہیں۔ ورنہ **اللہ اعلم بمرادہ** کہنا ہی صحیح ہے۔

چنانچہ ابن مردویہ کلبی سے راوی ہیں کہ ان سے ان حروف کے معنی دریافت کئے گئے تو انہوں نے ابو صالح سے اور انہوں نے ام ہانی سے بیان کیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس کے معنی یہ ہیں: کَافٍ۔ ھَادٍ۔ عالمٌ۔ صَادِقٌ۔ اللہ کافی۔ ہادی۔ عالم۔ صادق ہے۔

اور اس میں روایات مختلف ہیں چنانچہ ابن عباس نے فرمایا:

کٓ سے مراد کریم ہے اور ہا سے مراد ہادی ہے اور یا سے مراد حکیم ہے اور عین سے مراد عالم ہے اور صٓ سے مراد صادق۔

ایک روایت میں ہے کہ

کٓ سے مراد کبیر ہے ہا سے مراد ہادی۔ الف سے مراد امین ہے اور عٓ سے مراد عزیز صٓ سے مراد صادق ہے۔

اور ایک روایت میں ہے کہ

وہ قسم ہیں جو اللہ تعالیٰ نے فرمائیں اپنے اسماء حسنیٰ سے۔

ایک روایت میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

کٓھٰیٰعٓصٓ۔ اور یٰسٓ اور حٰمٓ اور مثل اس کے جہاں جہاں ایسے مقطعات ہیں وہ سب اسماء اعظم ہیں اللہ تبارک و تعالیٰ کے اور ان سے ذات واجب تعالیٰ شانہ کی موانست حاصل ہوتی ہے۔

چنانچہ عثمان بن سعید الدارمی اور ابن ماجہ ابن جریر میں فاطمہ بنت علی کرم اللہ وجہہ سے روایت ہے۔ قَالَتْ کَانَ عَلِیٌّ کَرَّمَ اللّٰہُ وَجْھَہٗ یَقُوْلُ یَا کٓھٰیٰعٓصٓ اِغْفِرْلِیْ۔

حضرت مولاء کائنات سیدنا علی کرم اللہ وجہہ فرمایا کرتے تھے اے کٓھٰیٰعٓصٓ مجھے بخش دے۔

سیدنا ابن مسعود سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا کٓھٰیٰعٓصٓ یہ ہجا مقطع ہے۔

کاف سے ملک ہا سے اللہ یا اور عین سے عزیز صاد سے مصور مراد ہے۔

اور محمد بن کعب سے ایسا ہی مروی ہے مگر انہوں نے ص کے متعلق کچھ نہ فرمایا وَقَالَ الصَّادُ مِنَ الصَّمَدِ اور صاد سے مراد صمد لیا۔

بہر حال اس میں جو معنی مضمر ہیں اور جو علم حقیقی ہے اس پر آلوسی بھی یہی فرماتے ہیں:

وَفَوَّضَ الْبَعْضُ عِلْمَ حَقِیْقَتِہٖ ذَالِکَ اِلٰی حَضْرَۃِ عَلَّامِ الْغُیُوْبِ۔ اور یہ بحث سورۂ بقرہ کے ابتداء میں گزر چکی وہاں دیکھنی چاہئے۔ آگے ارشاد ہے:

"ذِکْرُ رَحْمَتِ رَبِّکَ عَبْدَہٗ زَکَرِیَّا۔ یہ ذکر ہے تمہارے رب کی اس رحمت کا جو اپنے بندے زکریا پر کی۔"

اور وہ رحمت جو حضرت زکریا علیہ السلام پر کی وہ یہ ہے کہ ان کی دعا فوراً قبول ہوئی اور اس قبولیت پر جب علامت طلب کی تو وہ بھی ظاہر فرمادی جیسا کہ آگے کے مضمون سے ظاہر ہوگا تو وہ رحمت حضرت زکریا علیہ السلام پر کیا ہوئی جبکہ انہوں نے اپنے رب عزوجل کے حضور دعا کی جس کا تذکرہ فرمایا جاتا ہے۔

"اِذْ نَادٰی رَبَّہٗ نِدَآءً خَفِیًّا ③ جب وہ پکارا اپنے رب کو آہستہ۔"

تاکہ خفا کی وجہ سے ریا بھی نہ رہے اور ایسی دعا اخلاص سے معمور ہو۔

ایک قول یہ ہے کہ آپ کا نداء خفی میں دعا مانگنا اس وجہ میں تھا کہ اس وقت آپ کی عمر پچھتر سال یا اس سے بھی زائد ہو چکی تھی چنانچہ آلوسی فرماتے ہیں:

کَانَ سِنُّہٗ حِیْنَئِذٍ سِتِّیْنَ سَنَۃً وَقِیْلَ خَمْسًا وَسِتِّیْنَ وَقِیْلَ سَبْعِیْنَ وَقِیْلَ خَمْسًا وَّسَبْعِیْنَ وَقِیْلَ ثَمَانِیْنَ وَقِیْلَ خَمْسًا وَثَمَانِیْنَ وَقِیْلَ اِثْنَتَیْنِ وَتِسْعِیْنَ وَقِیْلَ تِسْعًا وَتِسْعِیْنَ وَقِیْلَ مِائَۃً وَعِشْرِیْنَ۔ وَھُوَ اَوْفَقُ بِالتَّعْلِیْلِ الْمَذْکُوْرِ۔

آپ کی عمر مبارک میں نو قول ہیں:

"ایک قول ہے کہ اس وقت آپ کی عمر مبارک ساٹھ سال کی تھی۔

ایک قول ہے کہ پینسٹھ سال کی تھی۔

ایک قول ہے کہ ستر سال کی عمر تھی۔

ایک قول ہے کہ پچھتر سال کی تھی۔

ایک قول ہے کہ اسی سال کی عمر تھی۔

ایک قول ہے کہ پچاسی سال کی تھی۔

ایک قول ہے کہ بانوے سال عمر تھی۔
ایک قول ہے کہ ننانوے سال تھی۔
اور ایک قول ہے کہ ایک سو بیس سال کی عمر تھی یہ زیادہ اوفق معلوم ہوتی ہے۔

تو اس پیرانہ سالی میں اولاد کا طلب کرنا اس امر کا احتمال رکھتا ہے کہ عوام اس پر استہزاء اور ملامت کریں گے تو اس خیال سے بھی آپ نے مخفی طور پر دعا کی۔

ایک قول یہ ہے کہ ضعف پیری سے آپ کی آواز ہی ضعیف ہوگئی تھی۔ کما فی الخازن و المدارک

اس وقت آپ نے بارگاہ رب العزت میں عرض کیا جس کا ذکر فرمایا:

"قَالَ رَبِّ إِنِّي وَهَنَ الْعَظْمُ مِنِّي وَاشْتَعَلَ الرَّأْسُ شَيْبًا وَلَمْ أَكُنْ بِدُعَائِكَ رَبِّ شَقِيًّا۔ عرض کی اے میرے رب میری ہڈی کمزور ہوگئی اور سر سے بڑھاپا مشتعل ہوگیا اور نہیں ہوں میں تجھ سے طلب کرنے میں نامراد۔"

یعنی دعا میں آپ نے عرض کیا کہ پیرانہ سالی کا ضعف اپنی غایت کو پہنچ گیا ہے۔ حتیٰ کہ ہڈی جو جسم میں مضبوط عضو ہے اس میں بھی وہن یعنی سستی کمزوری ہوگئی ہے اور بڑھاپے کا رنگ سپید مشتعل ہو چکا ہے۔ یعنی سر سفید ہوگیا ہے۔

لیکن باوجود ان تمام مایوس کن اسباب کے میں تیری بارگاہ سے مایوس ہو کر نامراد نہیں ہوسکتا تو نے میری دعا ہمیشہ قبول کی ہے اور تو نے مجھے مستجاب الدعوات کیا ہے۔

اور اس دعا کی مجھے یوں ضرورت پیش آئی کہ مجھے میرے چچازادوں سے اچھی امید نہیں وہ شرپسند لوگ ہیں اگر میرا ولی قریب مجھے نہ ملا تو خطرہ ہے کہ وہ دین وملت میں میرے بعد رخنہ اندازی کریں گے اس لئے کہ بنی اسرائیل سے ایسا ہی مشاہدہ میں آیا ہے۔ چنانچہ عرض کیا:

"وَإِنِّي خِفْتُ الْمَوَالِيَ مِنْ وَرَائِي وَكَانَتِ امْرَأَتِي عَاقِرًا فَهَبْ لِي مِنْ لَدُنْكَ وَلِيًّا يَرِثُنِي وَيَرِثُ مِنْ آلِ يَعْقُوبَ وَاجْعَلْهُ رَبِّ رَضِيًّا۔ اور مجھے خوف ہے اپنے قرابتیوں سے اپنے بعد اور میری عورت بانجھ ہے تو بخش مجھے اپنے پاس سے کوئی ایسا ولی (جو میرا کام اٹھا لے) اور میرا وارث اور اولاد یعقوب کا وارث ہو اور کردے اے میرے رب پسندیدہ"۔

یعنی مجھے اپنے اقربا کا خوف ہے جیسا پہلے بیان ہو چکا اور اسباب ظاہر یہ ہیں کہ میری بیوی بھی عاقرہ یعنی بانجھ ہیں تو اب تو اپنی رحمت اور خزانۂ غیب سے ایسی اولاد دے جو میرے علم کی حامل ہو اور تیرے فضل سے اسے رحمت ونبوت عطا ہو۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی دعا مستجاب فرمائی اور فرمایا:

"يَا زَكَرِيَّا إِنَّا نُبَشِّرُكَ بِغُلَامٍ اسْمُهُ يَحْيَىٰ لَمْ نَجْعَلْ لَهُ مِنْ قَبْلُ سَمِيًّا اے زکریا ہم تمہیں بشارت دیتے ہیں ایک لڑکے کی جس کا نام یحییٰ ہے نہیں کیا اس سے پہلے اس نام والا کوئی۔"

اجابت دعا کا در کھلا اور حضرت زکریا علیہ السلام کو ایک صاحبزادے کی بشارت ملی اور ان کا نام بھی یحییٰ فرما دیا گیا اور یہ بھی بتا دیا کہ یہ نام پہلا ہی نام ہے۔ یحییٰ بھی پہلے نبی ہیں اور اس نام کے یہی ایک نبی ہیں یعنی یحییٰ نام والے یہی ایک ہیں اگرچہ ان سے پہلے بنی اسرائیل میں بڑے بڑے اولوالعزم نبی آچکے ہیں لیکن باعتبار اسم یحییٰ یہی ایک ہیں۔

تو اس بشارت پر آپ نے بارگاہ میں باعتبار ماحول عرض کیا نہ کہ بطریق استبعاد یعنی قدرت الٰہی اپنا کرشمہ قدرت جوانی

دوبارہ عطا فرما کر دکھائے گا۔ یا اسی حالت میں اپنی شان کا مظاہرہ ہوگا۔ چنانچہ آپ نے عرض کیا۔
"قَالَ رَبِّ اَنّٰى يَكُوْنُ لِيْ غُلٰمٌ وَّ كَانَتِ امْرَاَتِيْ عَاقِرًا وَّ قَدْ بَلَغْتُ مِنَ الْكِبَرِ عِتِيًّا۔ عرض کیا اے میرے رب کہاں سے ہوگا میرے لڑکا جبکہ میری بیوی عاقرہ یعنی بانجھ ہے اور میں پہنچ چکا کبیر السن ہو کر جانے کی حد کو۔"

عتی پر آلوسی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: وَالْعِتِيّ من عَتى يَعْتُوا اَلْيُبْسُ وَالضُّحُوْلُ فِي الْمَفَاصِلِ وَالْعِظَامِ عِتِي۔ عتی یعتو سے خشکی کے معنی میں مستعمل ہے اور مفاصل وعظام کے ڈھیلے ہونے کا مفہوم دیتا ہے۔ گویا یہ عرض کیا کہ الٰہی تیری بشارت صحیح اس لئے کہ تو سچا ہے لیکن ظاہر اسباب کے لحاظ سے مجھے بتا کہ کیسے لڑکا ہوگا جب کہ میں پیرانہ سالی کی وجہ سے نحیف ونزار ہوں اور میری بیوی پہلے ہی سے عاقرہ یعنی بانجھ ہیں تو ارشاد ہو:

"قَالَ كَذٰلِكَ ۚ - ذَكَرَ ابْنَهٗ۔ ایسا ہی ہوگا۔"

اور تمہیں دونوں سے لڑکا پیدا فرمانا ہم منظور فرما چکے ہیں اور اس پر تمہیں تعجب بھی نہیں کرنا چاہئے چنانچہ فرمایا جاتا ہے:
"قَالَ رَبُّكَ هُوَ عَلَيَّ هَيِّنٌ وَّ قَدْ خَلَقْتُكَ مِنْ قَبْلُ وَ لَمْ تَكُ شَيْـًٔا۔ فرمایا تیرے رب نے کہ وہ مجھ پر آسان ہے اور میں نے اس سے پہلے تجھے اس وقت بنایا جب تو کچھ بھی نہ تھا۔"

اور الحق یہ ناقابل انکار حقیقت ہے کہ اس نے معدوم کو موجود کر دیا جو ایک قطرہ سے انسان بنانے ایک خشخاش کے دانہ کے برابر بیج سے زبردست درخت بنا دینے پر قادر ہے اسے پیرانہ سالی باپ اور عقیمہ ماں سے اولاد پیدا کر دینا کیوں دشوار ہو۔ تو اپنے اطمینان قلبی کے لئے عرض کیا:

"قَالَ رَبِّ اجْعَلْ لِّيْۤ اٰيَةً ؕ۔ الٰہی مجھے کوئی نشانی دے دے۔"

جس سے میں اپنی بیوی کے حاملہ ہونے کو سمجھ لوں اور مطمئن ہو جاؤں۔ تو فرمایا:
"قَالَ اٰيَتُكَ اَلَّا تُكَلِّمَ النَّاسَ ثَلٰثَ لَيَالٍ سَوِيًّا۔ فرمایا تیرے لئے یہ نشان ہے کہ تو تین رات دن لوگوں سے کلام نہ کر سکے گا بھلا چنگا ہو کر۔" اس سے اس شریعت میں روزہ رکھنا مراد ہے۔

یعنی کسی قسم کے مرض سے نہیں بلکہ تندرست رہتے ہوئے آپ کلام نہ کر سکیں گے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ آپ تین رات دن لوگوں سے کلام کرنے پر قادر نہ ہو سکے۔ البتہ جب ذکر الٰہی عزوجل کرنا چاہتے تو زبان کھل جاتی۔

سَوِيًّا کے معنی آلوسی رحمہ اللہ لکھتے ہیں حَالٌ مِّنْ فَاعِلِ تُكَلِّمَ مُفِيْدٌ لِكَوْنِ اِنْتِفَاءِ التَّكَلُّمِ بِطَرِيْقِ الْاِعْجَازِ وَخَرْقِ الْعَادَةِ لَا لِاِعْتِقَالِ اللِّسَانِ بِمَرَضٍ اَیْ يَتَعَذَّرُ عَلَيْكَ تَكْلِيْمَهُمْ وَلَا تُطِيْقُهٗ حَالَ كَوْنِكَ سَوِيَّ الْخَلْقِ سَلِيْمَ الْجَوَارِحِ مَابِكَ مِنْ شَيْءٍ بُكْمٌ وَلَا خَرَسٌ۔

اعجاز وخرق عادت سے انتفاء تکلم زکریا علیہ السلام تھا اور یہ عدم تکلم کسی مرض یا گونگے پن سے نہ تھا۔ چنانچہ اسی پر جمہور ہیں۔

اور ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بھی ایسا ہی مروی ہے چنانچہ فرماتے ہیں۔ سَوِيًّا عَائِدٌ اِلَى اللَّيَالِيْ اَیْ كَامِلَاتٍ مُّسْتَوِيَاتٍ۔ سویا کے معنی ہیں مکمل تین رات دن کلام نہ کر سکے۔ اس کے بعد

"فَخَرَجَ عَلٰى قَوْمِهٖ مِنَ الْمِحْرَابِ تو نکلے آپ اپنی قوم پر محراب سے۔"

محراب سے مراد مصلیٰ یعنی جائے عبادت ہے۔

اور ابن زید رحمہ اللہ محراب کے معنی غرفہ یعنی کھڑکی کے کرتے ہیں۔

اور طبرسی رحمہ اللہ مجلس اشراف بتاتے ہیں۔ یعنی شہ نشین

اور محراب کی اصل بھی عبادت فرما کر وجہ تسمیہ لکھتے ہیں:

اِنَّ الْعَابِدَ كَالْمُحَارِبِ لِلشَّيْطَانِ فِيْهِ۔ " اس لئے کہ عابد محاربہ اور جنگ کرتا ہے شیطان سے اس لئے اسے محراب کہا گیا۔"

بہر حال اس وقت باہر تشریف لائے جب قوم آپ کے ساتھ نماز کے لئے منتظر تھی۔

" فَاَوْحٰۤى اِلَيْهِمْ تو آپ نے انہیں اشارہ سے فرمایا۔"

اَوْحٰى۔ اس جگہ اَوْمَا کے معنی میں ہے یعنی اَوْمَا وَاَشَارَ۔ آپ نے اشارہ سے حکم دیا کہ

" اَنْ سَبِّحُوْا بُكْرَةً وَّعَشِيًّا۔ کہ تم لوگ صبح و شام عبادت کرتے رہو۔"

عکرمہ رحمہ اللہ کہتے ہیں۔ كَتَبَ عَلٰى وَرَقَةٍ وَجَاءَ اِطْلَاقُ الْوَحْيِ عَلَى الْكِتَابَةِ فِيْ كَلَامِ الْعَرَبِ۔

" آپ نے لکھ کر حکم دیا اس لئے کہ اَوْحٰى کا اطلاق لکھنے پر بھی آتا ہے۔"

اور سَبِّحُوْا پر آلوسی رحمہ اللہ فرماتے ہیں وَالْمُرَادُ بِالتَّسْبِيْحِ الصَّلٰوةُ مَجَازًا بِعَلَاقَةِ الْاِشْتِمَالِ وَهُوَ الْمَرْوِيُّ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ وَقَتَادَةَ وَجَمَاعَةٍ وَبُكْرَةً وَّعَشِيًّا ظَرْفَا زَمَانٍ لَهٗ۔ بکرۃ وعشیاً ظرف زمانی ہے عبادت کے لئے اور تسبیح سے مراد نماز ہے۔

اور ابن ابی حاتم ابو العالیہ سے راوی ہیں کہ هِيَ صَلٰوةُ الْفَجْرِ وَصَلٰوةُ الْعَصْرِ کہ وہ فجر کی اور عصر کی نماز تھی۔

اور صاحب تحریر و تحبیر فرماتے ہیں میرے خیال میں اس کے ایک معنی لطیف ہیں وہ یہ کہ تسبیح کے ساتھ تخصیص کے یہ معنی ہیں کہ جب کوئی امر عجیب دیکھتا ہے تو سبحان اللہ۔ سبحان الخالق جل جلالہ کہتا ہے تو جب دیکھا کہ ایک کبیر السن اور عاقرہ سے یہ ولادت ہوئی تو خود حضرت زکریا علیہ السلام نے بھی تسبیح فرمائی اور لوگوں کو بھی تسبیح کا حکم دیا۔

تو انہیں تسبیح فرمانے کا حکم اس بنا پر ہوا کہ انہوں نے یہ عجیب شان دیکھی۔ اس کے بعد منجانب اللہ ارشاد ہوا۔ جب حضرت یحییٰ پیدا ہو چکے اور کچھ عمر پا گئے تو فرمایا:

" يٰيَحْيٰى خُذِ الْكِتٰبَ بِقُوَّةٍ۔ اے یحییٰ کتاب کو قوت سے تھام لو۔"

یعنی توریت۔ ابن عطیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس پر اجماع ہے۔ اس لئے کہ انجیل اس وقت موجود ہی نہ تھی یا اس سے مراد صحف ابراہیم علیہ السلام ہیں۔

چنانچہ آپ کو طفولیت میں ہی حکم یعنی حکمت اور فہم و دانائی اور حنان یعنی نرم دل اور زکوٰۃ یعنی طہارت ظاہری و باطنی عطا کی گئی۔ جس کا ذکر آگے ہے۔

" وَاٰتَيْنٰهُ الْحُكْمَ صَبِيًّا ﴿۱۲﴾ وَّحَنَانًا مِّنْ لَّدُنَّا وَزَكٰوةً ؕ وَكَانَ تَقِيًّا ﴿۱۳﴾ وَّبَرًّۢا بِوَالِدَيْهِ وَلَمْ يَكُنْ جَبَّارًا عَصِيًّا۔ اور دیا ہم نے یحییٰ کو حکمت اور فہم و دانائی بچپن میں ہی اور وَّحَنَانًا نرم دل اور زَكٰوةً طہارت ظاہری و باطنی اپنی

رحمت سے اور تھا یحییٰ پرہیزگار اور والدین کے ساتھ بھلائی کرنے والا اور نہ تھا وہ جبار سرکش و نافرمان۔"

یہ اوصاف حمیدہ آیۂ کریمہ میں حضرت یحییٰ علیہ السلام کے بیان فرمائے گئے جو انہیں ایام طفولیت میں ہی عطا کئے گئے۔

صاحب حکمت، حنان نہایت مہربان رقیق القلب۔ زکوۃ ظاہر و باطن میں پاک اور ستھرے تقی۔ پرہیزگار خدا ترس۔

والدین کے فرمانبردار اور جبار و سرکش نہ تھے۔ عصی نافرمان نہ تھے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا آپ کو فہم و ذکاء اور عبادت نفلی سات سال کی عمر میں حاصل تھی۔

دوسری روایت میں مرفوعاً ہے کہ قَالَ الْغِلْمَانُ يَحْيَى بْنَ زَكَرِيَّا اِذْهَبْ بِنَا نَلْعَبُ فَقَالَ اَللَّعِبِ خُلِقْنَا اِذْهَبُوْا نُصَلِّيْ۔ "بچوں نے حضرت یحییٰ سے کہا ہمارے ساتھ آؤ تاکہ کھیلیں تو آپ نے فرمایا کیا کھیل کے لئے ہم پیدا کئے گئے ہیں چلو نماز پڑھیں۔"

چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: "وَسَلٰمٌ عَلَيْهِ يَوْمَ وُلِدَ وَيَوْمَ يَمُوْتُ وَيَوْمَ يُبْعَثُ حَيًّا۔ اور سلام اس پر جس دن وہ پیدا ہوا اور جس دن مرے گا اور جس دن زندہ ہو کر اٹھے گا۔"

پھر اس میں اختلاف ہے کہ آپ کو نبوت کس عمر میں ملی؟ اس پر فرماتے ہیں کہ

اکثر انبیاء کرام کو چالیس سال کی عمر میں نبوت ملی قَالُوْا اُوْتِيَهَا وَهُوَ ابْنُ سَبْعِ سِنِيْنَ۔ حضرت یحییٰ علیہ السلام کو نبوت سات سالہ عمر میں ملی۔

یا تین سال کی عمر میں عطا ہوئی۔

یا دو سال کی عمر میں آپ نبی ہوئے۔

پھر اس امر کی تصریح کی گئی کہ وَسَلٰمٌ عَلَيْهِ کے معنی بقول طبری رحمہ اللہ امان ہے اللہ تعالیٰ کی طرف سے۔

يَوْمَ وُلِدَ۔ سے اس امر کی امان کہ شیطان مثل عام بنی آدم وقت ولادت شریک نہ ہو سکا۔

وَيَوْمَ يَمُوْتُ۔ سے وحشت فراق دنیا اور ہول عذاب قبر سے امن مراد ہے۔

وَيَوْمَ يُبْعَثُ حَيًّا۔ سے امن ہول قیامت اور امن عذاب نار مراد ہے۔

علامہ حسن رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

اِنَّ عِيْسٰى وَيَحْيٰى عَلَيْهِمَا السَّلَامُ اِلْتَقَيَا وَهُمَا اِبْنَا الْخَالَةِ فَقَالَ يَحْيٰى لِعِيْسٰى عَلَيْهِ السَّلَامُ اُدْعُ اللّٰهَ تَعَالٰى لِيْ فَاَنْتَ خَيْرٌ مِّنِّيْ فَقَالَ لَهٗ عِيْسٰى بَلْ اَنْتَ اُدْعُ لِيْ فَاَنْتَ خَيْرٌ مِنِّيْ سَلَّمَ تَعَالٰى عَلَيْكَ وَاِنَّمَا سَلَّمْتُ عَلٰى نَفْسِيْ۔

"حضرت عیسیٰ و یحییٰ علیہما السلام کی ملاقات ہوئی یہ دونوں خالہ زاد بھائی تھے تو حضرت یحییٰ علیہ السلام نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے کہا آپ میرے لئے دعا فرمائیں اس لئے کہ آپ مجھ سے افضل ہیں۔"

تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا بلکہ آپ میرے لئے دعا کریں کہ آپ مجھ سے بہتر ہیں آپ پر اللہ نے سلام فرمایا اور میں نے وَالسَّلٰمُ عَلَيَّ کہہ کر اپنے اوپر خود سلام کیا۔

بہر حال اس سے ہر دو نبیوں علیہما السلام کا اخلاص ظاہر ہے۔
دوسرے حضرت عیسیٰ علیہ السلام حضرت یحییٰ علیہ السلام سے عمر میں چھوٹے تھے جس کا مفصل واقعہ آئندہ رکوع میں آرہا ہے۔

بامحاورہ ترجمہ دوسرا رکوع-سورۂ مریم-پ ۱۶

دربیان ولادت عیسیٰ علیہ السلام

وَ اذْكُرْ فِي الْكِتٰبِ مَرْيَمَ ۘ اِذِ انْتَبَذَتْ مِنْ اَهْلِهَا مَكَانًا شَرْقِيًّا ﴿۱۶﴾	اور ذکر فرمائیں کتاب میں مریم کا جب الگ جگہ اپنے گھر والوں سے مشرق کی طرف گئی۔
فَاتَّخَذَتْ مِنْ دُوْنِهِمْ حِجَابًا ۫ فَاَرْسَلْنَآ اِلَيْهَا رُوْحَنَا فَتَمَثَّلَ لَهَا بَشَرًا سَوِيًّا ﴿۱۷﴾	تو ان سے ادھر پردہ کر لیا تو بھیجا ہم نے اس کی طرف روح الامین کو۔ تو وہ آدمی کے مثل اس کے سامنے ظاہر ہوا۔
قَالَتْ اِنِّيْٓ اَعُوْذُ بِالرَّحْمٰنِ مِنْكَ اِنْ كُنْتَ تَقِيًّا ﴿۱۸﴾	بولی میں تجھ سے پناہ مانگتی ہوں رحمٰن کی اگر ہے تو خدا سے ڈرنے والا۔
قَالَ اِنَّمَآ اَنَا رَسُوْلُ رَبِّكِ ۖ لِاَهَبَ لَكِ غُلٰمًا زَكِيًّا ﴿۱۹﴾	بولا میں تیرے رب کا بھیجا ہوا ہوں تاکہ میں تجھے ایک ستھرا بیٹا دوں۔
قَالَتْ اَنّٰى يَكُوْنُ لِيْ غُلٰمٌ وَّلَمْ يَمْسَسْنِيْ بَشَرٌ وَّلَمْ اَكُ بَغِيًّا ﴿۲۰﴾	بولی میرے لڑکا کہاں سے ہوگا حالانکہ نہیں ہاتھ لگایا مجھے کسی آدمی نے اور نہ میں بدکار ہوں۔
قَالَ كَذٰلِكِ ۚ قَالَ رَبُّكِ هُوَ عَلَيَّ هَيِّنٌ ۚ وَلِنَجْعَلَهٗٓ اٰيَةً لِّلنَّاسِ وَرَحْمَةً مِّنَّا ۚ وَكَانَ اَمْرًا مَّقْضِيًّا ﴿۲۱﴾	کہا ایسا ہی ہے کہا تیرے رب نے کہ یہ مجھے آسان ہے اور اس لئے کہ ہم اسے نشانی کریں لوگوں کے لئے اور اپنی رحمت اور یہ کام ہونے والا ہے۔
فَحَمَلَتْهُ فَانْتَبَذَتْ بِهٖ مَكَانًا قَصِيًّا ﴿۲۲﴾	تو حاملہ ہو گئیں تو اسے لئے ہوئے ایک دور کی جگہ چلی گئیں۔
فَاَجَآءَهَا الْمَخَاضُ اِلٰى جِذْعِ النَّخْلَةِ ۚ قَالَتْ يٰلَيْتَنِيْ مِتُّ قَبْلَ هٰذَا وَكُنْتُ نَسْيًا مَّنْسِيًّا ﴿۲۳﴾	تو اسے آ گیا جننے کا درد ایک کھجور کی جڑ میں بولی ہائے میں مر گئی ہوتی اس سے پہلے اور ہو جاتی بھولی بسری۔
فَنَادٰىهَا مِنْ تَحْتِهَآ اَلَّا تَحْزَنِيْ قَدْ جَعَلَ رَبُّكِ تَحْتَكِ سَرِيًّا ﴿۲۴﴾	تو اسے ہم نے اس کے تلے سے پکارا یہ کہ غم نہ کر بیشک تیرے رب نے تیرے نیچے نہر جاری کی ہے۔
وَهُزِّيْٓ اِلَيْكِ بِجِذْعِ النَّخْلَةِ تُسٰقِطْ عَلَيْكِ رُطَبًا جَنِيًّا ﴿۲۵﴾	اور ہلا اپنی طرف جڑ کھجور کی گرائے گی تم پر تازہ پکی کھجوریں۔

فَكُلِي وَاشْرَبِي وَقَرِّي عَيْنًا ۚ فَإِمَّا تَرَيِنَّ مِنَ الْبَشَرِ أَحَدًا ۙ فَقُولِي إِنِّي نَذَرْتُ لِلرَّحْمَٰنِ صَوْمًا فَلَنْ أُكَلِّمَ الْيَوْمَ إِنْسِيًّا ﴿٢٦﴾

تو کھا اور پی اور ٹھنڈی رکھ آنکھ پھر اگر تو کسی آدمی کو دیکھے تو کہہ دینا میں نے نذر مانی ہے رحمٰن کے لئے روزے کی تو آج ہرگز کسی آدمی سے بات نہ کروں گی۔

فَأَتَتْ بِهِ قَوْمَهَا تَحْمِلُهُ ۖ قَالُوا يَا مَرْيَمُ لَقَدْ جِئْتِ شَيْئًا فَرِيًّا ﴿٢٧﴾

تو آئی اسے گود میں لئے قوم میں بولے اے مریم تو بہت بری بات لائی۔

يَا أُخْتَ هَارُونَ مَا كَانَ أَبُوكِ امْرَأَ سَوْءٍ وَمَا كَانَتْ أُمُّكِ بَغِيًّا ﴿٢٨﴾

اے ہارون کی بہن نہیں تھا تیرا باپ برا آدمی اور نہ تیری ماں بدکار تھی۔

فَأَشَارَتْ إِلَيْهِ ۖ قَالُوا كَيْفَ نُكَلِّمُ مَنْ كَانَ فِي الْمَهْدِ صَبِيًّا ﴿٢٩﴾

تو مریم نے بچے کی طرف اشارہ کیا بولے ہم کیسے بات کریں اس سے جو پالنے میں بچہ ہے۔

قَالَ إِنِّي عَبْدُ اللَّهِ آتَانِيَ الْكِتَابَ وَجَعَلَنِي نَبِيًّا ﴿٣٠﴾

کہا اس بچے نے میں اللہ کا بندہ ہوں دی ہے اس نے مجھے کتاب اور کیا ہے مجھے نبی غیبی خبر دینے والا۔

وَجَعَلَنِي مُبَارَكًا أَيْنَ مَا كُنْتُ وَأَوْصَانِي بِالصَّلَاةِ وَالزَّكَاةِ مَا دُمْتُ حَيًّا ﴿٣١﴾

اور کیا ہے مجھے برکت والا جہاں بھی میں ہوں اور حکم دیا ہے مجھے نماز و زکوٰۃ کا جب تک زندہ رہوں۔

وَبَرًّا بِوَالِدَتِي وَلَمْ يَجْعَلْنِي جَبَّارًا شَقِيًّا ﴿٣٢﴾

اور اپنی ماں کے ساتھ حسن سلوک کروں اور نہیں کیا مجھے جابر بدبخت۔

وَالسَّلَامُ عَلَيَّ يَوْمَ وُلِدْتُ وَيَوْمَ أَمُوتُ وَيَوْمَ أُبْعَثُ حَيًّا ﴿٣٣﴾

اور سلامتی ہے مجھ پر جس دن میں پیدا ہوا اور جس دن مروں اور جس دن زندہ اٹھایا جاؤں۔

ذَٰلِكَ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ ۚ قَوْلَ الْحَقِّ الَّذِي فِيهِ يَمْتَرُونَ ﴿٣٤﴾

یہ ہے عیسیٰ مریم کا بیٹا وہ حق بات جس میں شک کرتے ہیں۔

مَا كَانَ لِلَّهِ أَنْ يَتَّخِذَ مِنْ وَلَدٍ ۖ سُبْحَانَهُ ۚ إِذَا قَضَىٰ أَمْرًا فَإِنَّمَا يَقُولُ لَهُ كُنْ فَيَكُونُ ﴿٣٥﴾

نہیں زیبا اللہ کو کہ کسی کو اپنا بیٹا بنائے پاک ہے وہ جب کسی کام کا حکم فرمائے تو صرف فرماتا ہے اسے ہو جا تو وہ ہو جاتی ہے۔

وَإِنَّ اللَّهَ رَبِّي وَرَبُّكُمْ فَاعْبُدُوهُ ۚ هَٰذَا صِرَاطٌ مُسْتَقِيمٌ ﴿٣٦﴾

اور بے شک اللہ میرا اور تمہارا رب ہے تو پوجو اسی کو یہ راہ سیدھی ہے۔

فَاخْتَلَفَ الْأَحْزَابُ مِنْ بَيْنِهِمْ ۖ فَوَيْلٌ لِلَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ مَشْهَدِ يَوْمٍ عَظِيمٍ ﴿٣٧﴾

تو مختلف ہو گئیں جماعتیں آپس میں تو خرابی ہے انہیں جو کافر ہوئے ایک بڑے دن کی حاضری سے۔

أَسْمِعْ بِهِمْ وَأَبْصِرْ يَوْمَ يَأْتُونَنَا ۖ لَٰكِنِ الظَّالِمُونَ الْيَوْمَ فِي ضَلَالٍ مُبِينٍ ﴿٣٨﴾

کتنا سنیں گے اور کتنا دیکھیں گے جس دن آئیں گے ہمارے حضور مگر ظالم کھلی گمراہی میں ہیں آج کے دن۔

وَاَنْذِرْهُمْ یَوْمَ الْحَسْرَةِ اِذْ قُضِیَ الْاَمْرُ ۘ وَهُمْ فِیْ غَفْلَةٍ وَّهُمْ لَا یُؤْمِنُوْنَ ۝۳۹
اور ڈر سناؤ انہیں حسرت والے دن سے جب فیصلہ ہو چکے گا اور وہ غفلت میں ہیں اور وہ ایمان نہیں لاتے۔

اِنَّا نَحْنُ نَرِثُ الْاَرْضَ وَمَنْ عَلَیْهَا وَاِلَیْنَا یُرْجَعُوْنَ ۝۴۰ ع
بے شک ہم وارث ہیں زمین کے اور جو کچھ اس پر ہے اور وہ ہماری طرف پھریں گے۔

حل لغات دوسرا رکوع - سورۂ مریم - پ ۱۶

وَاذْکُرْ۔ اور ذکر کر	فِی الْکِتٰبِ۔ کتاب میں	مَرْیَمَ۔ مریم کا	اِذِ۔ جب
اِنْتَبَذَتْ۔ الگ ہوگئی وہ	مِنْ اَهْلِهَا۔ اپنے گھر والوں سے		مَکَانًا۔ جگہ
شَرْقِیًّا۔ مشرقی میں	فَاتَّخَذَتْ۔ تو بنالیا اس نے		مِنْ دُوْنِهِمْ۔ ان کے آگے
حِجَابًا۔ پردہ	فَاَرْسَلْنَآ۔ تو بھیجا ہم نے	اِلَیْهَا۔ اس کی طرف	رُوْحَنَا۔ اپنی روح کو
فَتَمَثَّلَ۔ تو شکل اختیار کی اس نے		لَهَا۔ اس کے لئے	بَشَرًا۔ آدمی
سَوِیًّا۔ تندرست کی	قَالَتْ۔ بولی	اِنِّیْٓ۔ بے شک میں	اَعُوْذُ۔ پناہ لیتی ہوں
بِالرَّحْمٰنِ۔ رحمٰن کی	مِنْکَ۔ تجھ سے	اِنْ۔ اگر	کُنْتَ۔ ہے تو
تَقِیًّا۔ پرہیزگار	قَالَ۔ کہا	اِنَّمَآ۔ سوائے اس کے نہیں	اَنَا۔ میں
رَسُوْلُ۔ ایلچی ہوں	رَبِّكِ۔ تیرے رب کا	لِاَهَبَ۔ تاکہ دوں میں	لَكِ۔ تجھے
غُلٰمًا۔ ایک لڑکا	زَکِیًّا۔ پاکیزہ	قَالَتْ۔ بولی	اَنّٰی۔ کیسے
یَکُوْنُ۔ ہوگا	لِیْ۔ میرے ہاں	غُلٰمٌ۔ لڑکا	وَّلَمْ۔ اور نہیں
یَمْسَسْنِیْ۔ چھوا مجھے	بَشَرٌ۔ کسی آدمی نے	وَّلَمْ۔ اور نہیں	اَكُ۔ ہوں میں
بَغِیًّا۔ بدکار	قَالَ۔ کہا	کَذٰلِكِ۔ ایسا ہی	قَالَ۔ کہا ہے
رَبُّكِ۔ تیرے رب نے	هُوَ۔ کہ وہ	عَلَیَّ۔ مجھ پر	هَیِّنٌ۔ آسان ہے
وَلِنَجْعَلَهٗٓ۔ اور تاکہ بنائیں ہم اس کو		اٰیَةً۔ نشانی	لِّلنَّاسِ۔ لوگوں کے لئے
وَرَحْمَةً۔ اور رحمت	مِّنَّا۔ ہماری طرف	وَکَانَ۔ اور ہے	اَمْرًا۔ کام
مَّقْضِیًّا۔ فیصلہ شدہ	فَحَمَلَتْهُ۔ تو اٹھایا اس نے اسے		فَانْتَبَذَتْ بِهٖ۔ تو الگ ہوگئی
اس کے ساتھ	مَکَانًا۔ جگہ	قَصِیًّا۔ دور میں	فَاَجَآءَهَا۔ تو لے آیا اسے
الْمَخَاضُ۔ جننے کا درد	اِلٰی۔ طرف	جِذْعِ۔ تنے	النَّخْلَةِ۔ کھجور کی
قَالَتْ۔ بولی	یٰلَیْتَنِیْ۔ ہائے افسوس	مِتُّ۔ مرجاتی میں	قَبْلَ۔ پہلے
هٰذَا۔ اس سے	وَکُنْتُ۔ اور ہوجاتی میں	نَسْیًا۔ بھولی	مَّنْسِیًّا۔ بھلائی
فَنَادٰىهَا۔ تو آواز دی اسے	مِنْ تَحْتِهَآ۔ اس کے نیچے سے	اَلَّا۔ یہ کہ	تَحْزَنِیْ۔ نہ غم کھا

قَدْ۔ بیشک	جَعَلَ۔ بنایا ہے	رَبُّكِ۔ تیرے رب نے	تَحْتَكِ۔ تیرے نیچے
سَرِيًّا۔ چشمہ	وَهُزِّيْٓ۔ اور ہلا	اِلَيْكِ۔ اپنی طرف	بِجِذْعِ۔ تنہ
النَّخْلَةِ۔ کھجور کا	تُسٰقِطْ۔ گرائے گی	عَلَيْكِ۔ تجھ پر	رُطَبًا۔ کھجوریں
جَنِيًّا۔ تازہ	فَكُلِيْ۔ تو کھا	وَاشْرَبِيْ۔ اور پی	وَقَرِّيْ۔ اور ٹھنڈی کر
عَيْنًا۔ آنکھ	فَاِمَّا۔ پھر اگر	تَرَيِنَّ۔ تو دیکھے	مِنَ الْبَشَرِ۔ آدمی
اَحَدًا۔ کوئی بھی	فَقُوْلِيْٓ۔ تو کہہ	اِنِّيْ۔ بے شک میں نے	نَذَرْتُ۔ نذر مانی ہے
لِلرَّحْمٰنِ۔ اللہ کے لئے	صَوْمًا۔ روزے کی	فَلَنْ۔ تو کبھی نہ	اُكَلِّمَ۔ بولوں گی میں
الْيَوْمَ۔ آج	اِنْسِيًّا۔ کسی انسان سے	فَاَتَتْ۔ تو لائی	بِهٖ۔ اس کو
قَوْمَهَا۔ اپنی قوم کے پاس	تَحْمِلُهٗ۔ اٹھا کر	قَالُوْا۔ بولے	يٰمَرْيَمُ۔ اے مریم
لَقَدْ۔ بے شک	جِئْتِ۔ لائی تو	شَيْـًٔا۔ چیز	فَرِيًّا۔ بڑی عجیب
يٰٓاُخْتَ۔ اے بہن	هٰرُوْنَ۔ ہارون کی	مَا كَانَ۔ نہیں تھا	اَبُوْكِ۔ تیرا باپ
امْرَاَ۔ آدمی	سَوْءٍ۔ برا	وَّمَا۔ اور نہیں	كَانَتْ۔ تھی
اُمُّكِ۔ تیری ماں	بَغِيًّا۔ بدکار	فَاَشَارَتْ۔ تو اشارہ کیا	اِلَيْهِ۔ اس کی طرف
قَالُوْا۔ بولے	كَيْفَ۔ کیسے	نُكَلِّمُ۔ کلام کریں ہم	مَنْ۔ اس سے جو
كَانَ۔ ہے	فِي الْمَهْدِ۔ پالنے میں	صَبِيًّا۔ بچہ	قَالَ۔ اس نے کہا
اِنِّيْ۔ بے شک میں	عَبْدُ۔ بندہ ہوں	اللّٰهِ۔ اللہ کا	اٰتٰىنِيَ۔ دی اس نے مجھے
الْكِتٰبَ۔ کتاب	وَجَعَلَنِيْ۔ اور بنایا مجھے	نَبِيًّا۔ نبی	وَّجَعَلَنِيْ۔ اور بنایا مجھے
مُبٰرَكًا۔ برکت والا	اَيْنَ مَا۔ جہاں بھی	كُنْتُ۔ ہوں	وَ اَوْصٰنِيْ۔ اور حکم دیا اس
نے مجھے	بِالصَّلٰوةِ۔ نماز	وَالزَّكٰوةِ۔ اور زکوۃ کا	مَا دُمْتُ۔ جب تک رہوں میں
حَيًّا۔ زندہ	وَّبَرًّا۔ اور نیکی کرنے والا	بِوَالِدَتِيْ۔ اپنی ماں سے	وَلَمْ۔ اور نہیں
يَجْعَلْنِيْ۔ بنایا اس نے مجھے	جَبَّارًا۔ سرکش	شَقِيًّا۔ بدبخت	وَالسَّلٰمُ۔ اور سلامتی ہے
عَلَيَّ۔ مجھ پر	يَوْمَ۔ جس دن	وُلِدْتُّ۔ میں پیدا ہوا	وَيَوْمَ۔ اور جس دن
اَمُوْتُ۔ میں مروں گا	وَيَوْمَ۔ اور جس دن	اُبْعَثُ۔ اٹھایا جاؤں	حَيًّا۔ زندہ
ذٰلِكَ۔ یہ ہے	عِيْسَى۔ عیسیٰ	ابْنُ۔ بیٹا	مَرْيَمَ۔ مریم کا
قَوْلَ۔ بات	الْحَقِّ۔ سچی	الَّذِيْ۔ وہ کہ	فِيْهِ۔ اس میں
يَمْتَرُوْنَ۔ شک کرتے ہیں	مَا۔ نہیں	كَانَ۔ ہو	لِلّٰهِ۔ اللہ کی شان
اَنْ۔ یہ کہ	يَّتَّخِذَ۔ بنائے	مِنْ وَّلَدٍ۔ اولاد	سُبْحٰنَهٗ۔ وہ پاک ہے
اِذَا۔ جب	قَضٰٓى۔ فیصلہ کرتا ہے	اَمْرًا۔ کسی کام کا	فَاِنَّمَا۔ تو صرف

يَقُوْلُ۔کہہ دیتا ہے	لَهٗ۔اس کو	كُنْ۔ہو جا	فَيَكُوْنُ۔تو وہ ہو جاتی ہے
وَاِنَّ۔اور بے شک	اللّٰهَ۔اللہ ہی	رَبِّيْ۔میرا رب ہے	وَرَبُّكُمْ۔اور تمہارا رب بھی
فَاعْبُدُوْهُ۔تو اسی کو پوجو	هٰذَا۔یہ	صِرَاطٌ۔رستہ ہے	مُّسْتَقِيْمٌ۔سیدھا
فَاخْتَلَفَ۔تو اختلاف کیا	الْاَحْزَابُ۔لشکروں نے	مِنْۢ بَيْنِهِمْ۔ان میں سے	فَوَيْلٌ۔تو ہلاکت ہے
لِّلَّذِيْنَ۔ان کے لئے	كَفَرُوْا۔جو کافر ہیں	مِنْ مَّشْهَدِ۔حاضر ہونے سے	
يَوْمٍ۔دن	عَظِيْمٍ۔بڑے میں	اَسْمِعْ۔کتنا سنیں گے	بِهِمْ۔وہ
وَاَبْصِرْ۔اور کتنا دیکھیں گے	يَوْمَ۔جس دن	يَاْتُوْنَنَا۔آئیں گے ہمارے پاس	
لٰكِنِ۔لیکن	الظّٰلِمُوْنَ۔ظالم	الْيَوْمَ۔آج کے دن	فِيْ ضَلٰلٍ۔گمراہی
مُّبِيْنٍ۔ظاہر میں ہیں	وَاَنْذِرْهُمْ۔اور ڈراان کو	يَوْمَ۔دن	الْحَسْرَةِ۔حسرت سے
اِذْ۔جبکہ	قُضِيَ۔فیصلہ کیا جائے گا	الْاَمْرُ۔کام کا	وَهُمْ۔اور وہ
فِيْ غَفْلَةٍ۔غفلت میں ہیں	وَّهُمْ۔اور وہ	لَا يُؤْمِنُوْنَ۔نہیں ایمان لاتے	اِنَّا۔بے شک
نَحْنُ۔ہم	نَرِثُ۔وارث ہیں	الْاَرْضَ۔زمین کے	وَمَنْ۔اور جو
عَلَيْهَا۔اس پر ہے	وَاِلَيْنَا۔اور ہماری طرف ہی	يُرْجَعُوْنَ۔لوٹائے جائیں گے	

مختصر تفسیر اردو دوسرا رکوع۔سورۂ مریم۔پ ۱۶

اس سورۂ مبارکہ میں پہلا تذکرہ حضرت زکریا علیہ السلام کی دعا کا ہے اور حضرت یحییٰ علیہ السلام کی ولادت کا حال بیان کیا گیا ہے۔

دوسرا تذکرہ حضرت مریم علیہا السلام کی ولادت اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی معجزانہ ولادت کا ہے۔

تیسرا تذکرہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا ہے۔

چوتھا ذکر حضرت موسیٰ علیہ السلام کا ہے۔

پانچواں ذکر حضرت اسماعیل علیہ السلام کا ہے۔

اور چھٹا ذکر حضرت ادریس علیہ السلام کا ہے۔

پانچویں رکوع میں ان ناخلفوں کا اعتقاد بیان کیا گیا ہے جو عموماً منکرین حشر ونشر تھے۔

چھٹے رکوع میں بھی انہی کے معتقدات باطلہ کا رد ہے۔

حضرت یحییٰ علیہ السلام کی ولادت اور ان کے تورع وتقویٰ کی بحث اس سے پہلے رکوع میں بیان ہو چکی ہے۔

اب حضرت مریم علیہا السلام کا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا تذکرہ ہے۔

اس رکوع میں بیان کو جس شان سے شروع کر کے ختم کیا ہے اس میں قریب قریب تمام حکمتیں مضمر ہیں۔ اور جو جو فتنے ظہور پذیر ہونے والے تھے سب ہی اس میں اشارۃً بیان کر دیا ہے۔

تفسیر رکوع دوم ۔ سورۃ مریم ۔ پ ۱۶

"وَاذْكُرْ فِي الْكِتٰبِ مَرْيَمَ ۔ اور بیان فرمائیے (اے محبوب) کتاب میں سے مریم کا قصہ۔"

اس قصہ کا ابتدائی حصہ یہاں نہیں بیان کیا گیا۔ بلکہ سورۂ آل عمران میں اس کا تذکرہ فرمایا گیا ہے۔ اِذْ قَالَتِ امْرَاَتُ عِمْرٰنَ رَبِّ اِنِّیْ نَذَرْتُ لَكَ مَا فِیْ بَطْنِیْ مُحَرَّرًا فَتَقَبَّلْ مِنِّیْ ۚ اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ۔ اور اس کی تفسیر اسی جگہ بیان ہو چکی ہے وہاں یہ امر واضح کیا گیا ہے کہ عمران دو ہیں:

ایک عمران بن یصہر بن ناہث بن لاوی بن یعقوب ہیں یہ تو حضرت موسیٰ و ہارون علیہما السلام کے والد ہیں۔

دوسرے عمران بن ماثان ہیں یہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی والدہ مریم کے والد ہیں اور ان دونوں عمرانوں میں ایک ہزار آٹھ سو برس کا فاصلہ ہے۔

اور اس آیۂ کریمہ میں دوسرے عمران کا ذکر ہے اور ان کی بیوی صاحبہ کا نام حنہ تھا جو فاقوذا کی بیٹی اور حضرت مریم کی والدہ ہیں۔

عمران ثانی کی بیوی حضرت حنہ بڑی نیک تھیں اور حضرت زکریا علیہ السلام کی سالی تھیں انہوں نے نذر مانی تھی کہ یہ جو میرا حمل ہے اگر اس سے لڑکا ہوا تو میں تیری بارگاہ میں نذر کروں گی۔

ایسی نذریں یہود میں قدیم سے مروج تھیں۔

چنانچہ حضرت داؤد علیہ السلام کے عہد سے پہلے صمویل علیہ السلام کو بھی ان کی والدہ نے خدا عزوجل کے لئے نذر مانا تھا اور حسب دستور عبادت خانہ میں انہیں چڑھا دیا تھا۔

اب منت تو حضرت حنہ نے مان لی لیکن جب لڑکی جنی یعنی حضرت مریم پیدا ہوئیں تو آپ کو افسوس ہوا کہ اب میں لڑکی کو بیت المقدس کی خدمت کے لئے کیسے چڑھاؤں۔ چنانچہ اسی کا ذکر قرآن کریم میں ہے:

فَلَمَّا وَضَعَتْهَا قَالَتْ رَبِّ اِنِّیْ وَضَعْتُهَاۤ اُنْثٰی ؕ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا وَضَعَتْ ؕ وَلَیْسَ الذَّكَرُ كَالْاُنْثٰی ۚ وَاِنِّیْ سَمَّیْتُهَا مَرْیَمَ وَاِنِّیْۤ اُعِیْذُهَا بِكَ وَذُرِّیَّتَهَا مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ۔

"تو جب اسے جنا بولی اے میرے رب یہ تو میں نے لڑکی جنی ہے اور اللہ کو خوب علم ہے جو کچھ وہ جنی اور وہ لڑکا جو اس نے مانگا اس لڑکی جیسا نہیں اور میں نے اس کا نام مریم رکھا ہے (اور مریم کے معنی عابدہ ہیں) اور میں اسے اور اس کی اولاد کو تیری پناہ میں دیتی ہوں راندے ہوئے شیطان سے۔"

اس کے یہ معنی ہیں کہ اگرچہ یہ لڑکی ہے مگر فضل الٰہی عزوجل سے یہ فرزند سے زیادہ فضیلت رکھنے والی ہے۔ اور حقیقت بھی یہی تھی اس لئے کہ حضرت مریم علیہا السلام اپنے زمانہ کی عورتوں میں سب سے اجمل اور افضل تھیں اور اللہ تعالیٰ نے لڑکے کی جگہ حضرت مریم کو ہی قبول فرما لیا چنانچہ ارشاد ہے:

فَتَقَبَّلَهَا رَبُّهَا بِقَبُوْلٍ حَسَنٍ وَّاَنْۢبَتَهَا نَبَاتًا حَسَنًا ۙ وَّكَفَّلَهَا زَكَرِیَّا۔ "تو اسے اللہ نے قبول فرمایا قبول حسن کے ساتھ اور اسے پروان چڑھایا اور حضرت زکریا علیہ السلام کی نگہبانی میں دیا گیا۔" كُلَّمَا دَخَلَ عَلَیْهَا زَكَرِیَّا الْمِحْرَابَ ۙ وَجَدَ عِنْدَهَا رِزْقًا۔ "تو جب زکریا اس کے پاس اس کی عبادت گاہ میں جاتے اس کے پاس نیا رزق پاتے۔" كُلَّمَا

دَخَلَ عَلَيْهَا زَكَرِيَّا الْمِحْرَابَ وَجَدَ عِنْدَهَا رِزْقًا۔ ’’کہا زکریا نے اے مریم یہ تیرے پاس کہاں سے آیا تو فرمایا وہ اللہ کے پاس سے ہے۔‘‘

مختصر یہ کہ حضرت حنہ نے کپڑے میں لپیٹ کر بیت المقدس میں احبار کے سامنے رکھ دیا اور احبار حضرت ہارون علیہ السلام کی اولاد میں سے تھے اور بیت المقدس میں ان کا منصب ایسا تھا جیسا کہ کعبہ شریف میں حجبہ کا ہے۔

حضرت مریم ان کے امام اور صاحب قربان کی صاحبزادی تھیں اور ان کا خاندان بنی اسرائیل میں بہت اعلیٰ مرتبہ تھا اور یہ گھرانہ اہل علم کا مسلم تھا۔

یہ احبار ستائیس ہوتے تھے۔ جب حضرت مریم کو اس خاندان سے نذر میں آتے دیکھا سب نے ان کی کفالت کرنے کی رغبت کی۔

حضرت زکریا علیہ السلام نے فرمایا میں اس لڑکی کا سب سے زیادہ حقدار ہوں کیونکہ ان کی خالہ میری بیوی ہیں۔ غرضکہ قرعہ اندازی پر فیصلہ ٹھہرا آخرش قرعہ میں بھی حضرت زکریا علیہ السلام کا نام آیا۔

حضرت زکریا علیہ السلام یعنی حضرت مریم کے خالو نے ان کی پرورش شروع کی۔

ایک روایت میں ہے کہ حضرت مریم کی نشو ونما ایک دن میں اتنی ہوتی تھی جیسی عام نشو ونما ایک سال میں ہو۔

حضرت زکریا علیہ السلام نے حضرت مریم کے لئے بیت المقدس کے مکانات میں سے ایک مکان علیحدہ تجویز کر دیا اور وقت پر کھانا پانی پہنچانے لگے۔

چنانچہ ایک بار حضرت زکریا علیہ السلام جب ان کے پاس گئے تو دیکھا مریم کے آگے بے فصل کے میوے، بے موسم کے پھل رکھے ہوئے ہیں۔ تعجب سے پوچھا بیٹی یہ کہاں سے تمہیں ملا۔

حضرت مریم نے جواب دیا مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ۔ اللہ کی طرف سے یہ آئے ہیں۔

چنانچہ دیکھ کر اسی وقت حضرت زکریا علیہ السلام نے اپنے لئے بھی بے موسمی اولاد کے لئے دعا کی۔ جس کا قصہ بیان ہو چکا۔

آخرش جب حضرت مریم جوان ہو گئیں اور عمر مبارک دس سال یا تیرہ سال ہو گئی جس کے متعلق علامہ آلوسی فرماتے ہیں:

وَاخْتَلَفُوْا فِيْ سِنِّهَا اِذْ ذَاكَ فَقِيْلَ ثَلَاثَ عَشَرَةَ سَنَةً۔ تیرہ سال کی عمر تھی۔

وَعَنْ وَهْبٍ وَّ مُجَاهِدٍ خَمْسَ عَشَرَةَ سَنَةً۔ پندرہ سال کی عمر تھی۔

وَقِيْلَ اَرْبَعَ عَشَرَةَ سَنَةً۔ چودہ سال کا بھی قول ہے۔

وَ قِيْلَ اِثْنَا عَشَرَ سَنَةً۔ بارہ سال کا بھی قول ہے۔

وَقِيْلَ عَشْرَ سِنِيْنَ۔ اور ایک قول دس سال کا ہے۔

وَقَدْ كَانَتْ حَاضَتْ حَيْضَتَيْنِ قَبْلَ اَنْ تَحْمِلَ۔ اور حمل سے قبل دو حیض ہو چکے تھے۔

وَ حَكَى مُحَمَّدُ بْنُ الْهَيْصَمِ رَئِيْسُ الْهَيْصَمِيَّةِ مِنَ الْكَرَامِيَّةِ اَنَّهَا لَمْ تَكُنْ حَاضَتْ بَعْدُ۔ محمد بن الہیصم طبقہ کرامیہ والے سے حکایت ہے کہ اس کے بعد آپ حائضہ نہیں ہوئیں۔

وَقِيْلَ اِنَّهَا عَلَيْهَا السَّلَامُ لَمْ تَكُنْ تَحِيْضُ اَصْلاً بَلْ كَانَتْ مُطَهَّرَةً مِّنَ الْحَيْضِ۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ آپ قطعاً حائضہ نہیں ہوئیں بلکہ آپ حیض سے پاک رہیں۔

"اِذِ انْتَبَذَتْ مِنْ اَهْلِهَا مَكَانًا شَرْقِيًّا۔ جب الگ ہوگئیں اپنے گھر والوں سے شرقی مکان کی طرف۔"

آلوسی رحمہ اللہ فرماتے ہیں اَيْ اِعْتَزَلَتْ وَانْفَرَدَتْ مِنْ اَهْلِهَا وَاَتَتْ مَكَانًا شَرْقِيًّا مِنْ بَيْتِ الْمَقْدِسِ اَوْ مِنْ دَارِهَا لِتَتَخَلّٰى هُنَاكَ لِلْعِبَادَةِ۔ یعنی وہ تنہا ہوئیں اپنے رشتہ والوں سے اور تشریف لائیں شرقی مکان میں بیت المقدس سے یا اپنے گھر سے تاکہ تخلیہ حاصل کریں عبادت کے لئے۔

وَ قِيْلَ قَعَدَتْ فِيْ مَشْرُفَةٍ لِتَغْتَسِلَ مِنَ الْحَيْضِ بِحَجْبَةٍ بِحَائِطٍ اَوْ بِجَبَلٍ عَلٰى مَارُوِيَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَوْ بِثَوْبٍ۔ ایک قول ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ہے وہ بیٹھیں ایک بلند جگہ تاکہ حیض سے غسل کریں اور دیوار کا پردہ لیں یا پہاڑ کا یا کپڑے کا حجاب بنائیں۔

اور عیسائیوں کا قبلہ بھی اسی وجہ میں ہوا یعنی شرق میں۔ چنانچہ فرماتے ہیں:

اَخْرَجَ ابْنُ اَبِيْ حَاتِمٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ اَهْلَ الْكِتٰبِ كُتِبَ عَلَيْهِمُ الصَّلٰوةُ اِلَى الْبَيْتِ وَالْحَجُّ اِلَيْهِ وَمَا صَرَفَهُمْ عَنْهُ اِلَّا قِيْلُ رَبِّكَ فَانْتَبَذَتْ مِنْ اَهْلِهَا مَكَانًا شَرْقِيًّا فَلِذٰلِكَ صَلُّوْا قِبَلَ مَطْلَعِ الشَّمْسِ۔

اہل کتاب کی نماز بھی اور حج بھی بیت المقدس کی طرف مقرر ہوا اور جس چیز نے انہیں اس طرف سے پھیرا وہ اِنْتِبَاذ مِنْ اَهْلِهَا ہے یعنی تنہائی حاصل کرنا حضرت مریم کا اسی وجہ میں وہ سورج طلوع ہونے کے رخ نماز پڑھتے ہیں۔ آگے ارشاد ہے:

"فَاتَّخَذَتْ مِنْ دُوْنِهِمْ حِجَابًا ۚ فَاَرْسَلْنَاۤ اِلَيْهَا رُوْحَنَا فَتَمَثَّلَ لَهَا بَشَرًا سَوِيًّا۔ تو کیا مریم نے ان سے پردہ اور ہم نے بھیجا اس کی طرف اپنا روح القدس کو کہ وہ اس کے سامنے ایک تندرست جوان کی شکل ظاہر ہوا۔"

یہ جبریل امین تھے حضرت مریم ایک اجنبی انسان کو سامنے دیکھ کر گھبرائیں اس لئے کہ آپ نہایت پاک دامن تھیں اور بولیں:

"قَالَتْ اِنِّيْۤ اَعُوْذُ بِالرَّحْمٰنِ مِنْكَ اِنْ كُنْتَ تَقِيًّا۔ بولیں میں پناہ مانگتی ہوں رحمٰن کی تجھ سے اگر تو ہے خدا سے ڈرنے والا۔"

تو روح الامین بولے میں صرف مثل بہ بشریت ہوں اور بولا:

"قَالَ اِنَّمَاۤ اَنَا رَسُوْلُ رَبِّكِ ۖ لِاَهَبَ لَكِ غُلٰمًا زَكِيًّا۔ میں تو تمہارے رب کا فرستادہ ہوں تاکہ میں تجھے ایک ستھرا بیٹا دوں۔"

گویا یہاں یہ بھی بتا دیا کہ اللہ جس سے چاہے بیٹا دلوا دے ولی، غوث، قطب اپنی طاقت سے نہیں دے سکتے مگر اللہ چاہے تو دے سکتے ہیں جس طرح حضرت روح الامین بحکم رب العالمین حاضر ہوئے۔ اور لِاَهَبَ لَكِ غُلٰمًا زَكِيًّا فرمایا۔ جس کے معنی یہ ہوتے ہیں کہ بحکم الٰہی عزوجل آنے والا بخشنے کے فعل کو اپنی طرف منسوب کرنے کا مجاز ہے۔

اگرچہ حقیقتاً وہ دینا اس دینے والے کے قبضہ میں ہرگز نہیں مگر جب دینے کی طاقت اللہ تعالیٰ دے دے تو وہ لِاَهَبَ لَكِ کہنے کا مجاز ہوتا ہے جیسا کہ آیت کریمہ میں فرمایا گیا۔ آگے ارشاد ہے:

"قَالَتْ اَنّٰى یَكُوْنُ لِیْ غُلٰمٌ وَّ لَمْ یَمْسَسْنِیْ بَشَرٌ وَّ لَمْ اَكُ بَغِیًّا۔ مریم بولیں میرے لڑکا کہاں سے ہوگا مجھے تو کسی آدمی نے ہاتھ نہ لگایا اور میں بدکار بھی نہیں۔"

حضرت مریم کو یہ بات سن کر سخت حیرت ہوئی اور فرمایا میرے لڑکا کیونکر ہوسکتا ہے میرا نہ کسی سے نکاح ہوا اور نہ میں بدچلن ہوں۔

بَغِیّ – هِیَ الزَّانِیَةُ الَّتِیْ تَبْتَغِی الرِّجَالَ – بغیّ اس عورت کو کہتے ہیں جو زانیہ ہو اور مردوں کو چاہے۔ قَالَ الْمُبَرِّدُ اَصْلُهٗ بَغُوِیٌّ وَقَالَ ابْنُ الْجُنِّیْ بَغِیٌّ فَعِیْلٌ وَلَمَّا كَانَ الْبِغَاءُ غَالِبًا فِی النِّسَاءِ دُوْنَ الرِّجَالِ۔ بغی عورات زانیہ کو ہی کہتے ہیں مردوں کو نہیں۔ آگے ارشاد ہے:

"قَالَ كَذٰلِكِ ۚ قَالَ رَبُّكِ هُوَ عَلَیَّ هَیِّنٌ ۚ وَ لِنَجْعَلَهٗۤ اٰیَةً لِّلنَّاسِ وَ رَحْمَةً مِّنَّا ۚ وَ كَانَ اَمْرًا مَّقْضِیًّا۔ (جبریل بولے) یونہی ہے۔ فرمایا ہے تیرے رب نے کہ یہ مجھے آسان ہے اور یہ کہ نشان بنائیں ہم اسے لوگوں کے لئے اور رحمت اپنی طرف سے اور ہو چکا ہے یہ معاملہ طے شدہ۔"

اس آیت میں اس امر کا اظہار فرمایا گیا کہ عیسیٰ بن مریم کے متعلق ان کی امت میں ایک قوم ناصرہ کی رہنے والی نصرانی ہوگئی جو انہیں اس معجزانہ ولادت کی وجہ سے خدا یا خدا کا بیٹا کہنے لگی ان پر ان کا کتم عدم سے منصہ شہود پر آنا اس امر کی دلیل اور نشانی ہوگی کہ یہ جب مخلوق ہیں تو مخلوق خدا نہیں ہوسکتا اور اللہ تعالیٰ کی ذات قدیم کی تجزی محال ہے اس بنا پر یہ خدا کے بیٹے بھی نہیں ہوسکتے اس لئے کہ اگر عیسیٰ علیہ السلام کو بیٹا مانا جائے تو حضرت مریم کو خدا کی بیوی ماننا لازم ہوگا۔ معاذ اللہ

قصیدہ آمالی میں خوب لکھا ہے۔

وَ مُسْتَغْنٍ اِلٰهِیْ عَنْ نِّسَآءٍ . وَ اَوْلَادٍ اِنَاثٍ وَالرِّجَالِ

اور مدعیان کذاب ایسے بھی ہونے والے ہیں جو اپنے کو مسیح موعود کہیں گے ان کے لئے بھی وَ لِنَجْعَلَهٗۤ اٰیَةً لِّلنَّاسِ ہم نے لوگوں کے واسطے نشانی رکھ دی ہے کہ مسیح موعود وہ ہے جو صرف والدہ سے متولد ہوا ہے تو جو مدعی کذاب مسیح موعود ہونے کا دعویٰ کرے اس سے اس نشانی کو پیش کر کے پوچھو کہ تیرا باپ ہے یا نہیں اگر تو باپ اور ماں کے جوڑے سے پیدا ہوا ہے تو مفتری کذاب ہے۔ قرآن کریم نے عیسیٰ علیہ السلام کا محض والدہ سے پیدا کرنا اسی حکمت کے ماتحت منظور فرمایا کہ لوگوں کے لئے قیامت تک نشانی رہے۔

اور ماں باپ سے نکلنے والا دہقانی بادیہ نشین اپنے مراق میں اگر دعویٰ کر بھی بیٹھے تو لوگ سمجھ لیں کہ یہ جھوٹا مفتری مراقی کذاب احمق ہے اور

وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَ خَاتَمَ النَّبِیّٖنَ – رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِیْنَ – اَكْرَمُ الْمُكْرَمِیْنَ۔ سے اول اور آخر باپ والا مسیح موعود ہونے میں اس نشانی کے مقابل نہ آسکے۔ آگے ارشاد ہے:

"فَحَمَلَتْهُ فَانْتَبَذَتْ بِهٖ مَكَانًا قَصِیًّا۔ تو مریم حاملہ ہوگئیں اور اسے لئے علیحدہ ہوگئیں ایک دور جگہ۔"

تو جبریل نے ان کے گریبان میں دم کر دیا اور وہ حاملہ ہوگئیں۔

تو حضرت مریم وہاں سے چلیں اور لوگوں سے علیحدہ ہو کر ایک مقام پر جارہی ہیں۔

تواریخ سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت مریم کا چچازاد بھائی یوسف حضرت مریم کو معہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام بخوف یہود اور ہیرددوس جس نے حضرت یحییٰ علیہ السلام کو شہید کر دیا تھا مصر لے گئے اور ہیرددوس کے مرنے تک وہیں رہے پھر ہیرددوس کے مرنے کے بعد ایک گاؤں ناصرہ آ گئے۔

یہاں کے لوگ آپ کے متبع ہوئے اور انہیں اسی وجہ سے نصرانی کہا جاتا ہے۔

کیونکہ یہاں آپ نے اہل قریہ کو وعظ و پند کرنی شروع کر دی تھی اور معجزات بھی پیش کئے جوق در جوق لوگ آنے لگے اور آپ کے حبالۂ بیعت میں داخل ہونے لگے۔

آخرش یہود کو حسد ہوا انہوں نے اس عہد کے حاکم کو کہا یہ قیصر کا باغی ہے۔ چنانچہ آپ کی گرفتاری ہوئی اور سزائے بغاوت پر سولی کا حکم ہو گیا۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو ان کے مکر سے محفوظ کیا اور زندہ و سالم آسمان پر اٹھا لیا اور سولی پر آپ کی شباہت کا ایک شخص کر دیا گیا وَلٰكِنْ شُبِّهَ لَهُمْ اسی کی طرف ارشاد ہے اسے سولی دے دی گئی۔ اور جناب تعالیٰ شانہ نے فرما دیا:

وَمَا قَتَلُوْهُ وَمَا صَلَبُوْهُ وَلٰكِنْ شُبِّهَ لَهُمْ۔ وہ نہ قتل ہوئے نہ سولی دیئے گئے لیکن ایک انہیں میں سے شبہ پر سولی دے دیا گیا اور وَمَا قَتَلُوْهُ يَقِيْنًا بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ وہ یقیناً قتل نہ ہوئے بلکہ اللہ نے انہیں اپنی طرف اٹھا لیا۔

آپ کے رفع الی السماء کے بعد حضرت مریم کا انتقال ہو گیا اور حضرت یحییٰ علیہ السلام حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے روبرو ہی ہیرددوس کے ظلم سے شہید ہو چکے تھے۔ مختصر بیان کے بعد ارشاد ہے۔

"فَاَجَآءَهَا الْمَخَاضُ اِلٰى جِذْعِ النَّخْلَةِ ۚ قَالَتْ يٰلَيْتَنِيْ مِتُّ قَبْلَ هٰذَا وَكُنْتُ نَسْيًا مَّنْسِيًّا۔ تو اسے لے آیا جننے کا درد ایک کھجور کے تنہ کی طرف تو بولیں کاش میں اس سے پہلے مر جاتی اور بھولی بسری ہو جاتی۔"

فَاَجَآءَهَا کی تحقیق یہ ہے۔ فَاَجَاءَ يُقَالُ جَاءَ وَاَجَاءَ لُغَتَانِ بِمَعْنٰى وَاحِدٍ اَیْ اَلْجَاءَ هَا وَاضْطَرَّهَا اَلْمَخَاضُ مَصْدَرٌ وَهُوَ بِمَعْنَى الْوَلَادَةِ عِنْدَ الْجَمْهُوْرِ بِفَتْحِ الْمِيْمِ وَقُرِئَ بِكَسْرِهَا

اَجَاءَ اور جَاءَ دونوں لغت ایک معنی میں مستعمل ہیں اس کے معنی مضطرب کرنے کے ہوتے ہیں۔

مخاض مصدر ہے اور وہ بمعنی ولادت آتا ہے جمہور کے نزدیک اور مخاض بفتح میم ہے اور بکسر میم بھی پڑھا گیا ہے۔

آپ کی مدت حمل میں بھی اختلاف ہے چنانچہ آلوسی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: وَكَذَا اخْتَلَفُوْا فِيْ مُدَّةِ حَمْلِهَا۔ جیسے حیض کے متعلق اختلاف ہے ایسا ہی حمل میں بھی اختلاف ہے۔

فَفِيْ رِوَايَةٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّهَا تِسْعَةُ اَشْهُرٍ كَمَا فِيْ سَائِرِ النِّسَاءِ۔ بقول ابن عباس نو مہینہ بعد وضع ہوا جیسا کہ عام عورتوں کا ہوتا ہے۔

وَفِيْ رِوَايَةٍ اُخْرٰى عَنْهُ اَنَّهَا كَانَتْ سَاعَةً وَاحِدَةً كَمَا حَمَلَتْهُ نَبَذَتْهُ۔ ایک روایت ہے کہ حمل اور وضع حمل میں ایک گھنٹہ گزرا۔

اس پر یہ دلیل بھی پیش کی گئی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

اِنَّ مَثَلَ عِيْسٰى عِنْدَ اللّٰهِ كَمَثَلِ اٰدَمَ ؕ خَلَقَهٗ مِنْ تُرَابٍ ثُمَّ قَالَ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ ۔ فَاِنَّهٗ ظَاهِرٌ فِيْ اَنَّهٗ

عَزَّوَجَلَّ قَالَ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ فَلَا يُتَصَوَّرُ فِيْهِ مُدَّةُ الْحَمْلِ۔ عیسیٰ کی مثال اللہ کے نزدیک مثل آدم کے ہے اسے مٹی سے پیدا کیا اور کہا ہو جا تو وہ ہو گیا۔ چنانچہ ظاہر ہے کہ اللہ عزوجل نے عیسیٰ علیہ السلام کو بھی فرمایا ہو جا تو وہ ہو گئے اس میں مدت حمل متصور نہیں ہو سکتی۔

اس کے علاوہ اور بھی اختلافی قول ہیں۔

عطا ابو العالیہ اور ضحاک رحمہم اللہ کہتے ہیں کہ سات مہینہ مدت حمل رہی۔

ایک قول ہے چھ ماہ مدت رہی۔

اور ایک قول وہی ہے کہ حَمَلَتْهُ فِيْ سَاعَةٍ وَّوَضَعَتْهُ فِيْ سَاعَةٍ حِيْنَ زَالَتِ الشَّمْسُ مِنْ يَوْمِهَا۔ ایک ساعت میں حمل ہوا اور ایک ساعت میں صورت بنی اور ایک ساعت میں وضع حمل ہوا جبکہ سورج ڈھل رہا تھا ایک ہی دن میں۔

بہر حال قرآن کریم آپ کے حمل وولادت کو معجزانہ صورت میں خارق عادت دکھا رہا ہے اس بنا پر حمل ووضع علی الفور ہی تسلیم کرنا سیاق مضمون کے مقتضا کے تحت صحیح معلوم ہوتا ہے۔

اور یہ امر بھی قابل غور ہے کہ کلام الٰہی میں آیت کا اطلاق اس جگہ عموماً فرمایا گیا ہے جہاں محض اظہار قدرت کاملہ مقصود ہو اور اسباب ظاہری کے علاوہ جب کوئی امر دکھایا گیا ہو۔ چنانچہ اصحاب کہف کے کہف پر ناقۂ صالح علیہ السلام پر یا ولادت عیسیٰ علیہ السلام پر۔

پھر آدم علیہ السلام سے مسیح علیہ السلام کو تشبیہ دینا اسی وجہ میں معلوم ہوتا ہے کہ وہ بغیر ماں باپ پیدا ہوئے اور یہ بغیر باپ تو ان کی ولادت بھی معجزانہ انداز پر ہی ہوئی ہوگی۔ عام طریقہ عادیہ سے مختلف ہونی ضروری ہے کیونکہ لِنَجْعَلَهٗۤ اٰيَةً لِّلنَّاسِ فرمایا گیا ہے۔

”فَنَادٰىهَا مِنْ تَحْتِهَاۤ اَلَّا تَحْزَنِيْ قَدْ جَعَلَ رَبُّكِ تَحْتَكِ سَرِيًّا۔ تو آواز دی (فرشتہ نے) کہ گھبراؤ نہیں کر دی ہے تمہارے رب نے تمہارے نیچے نہر یا چشمہ۔“

سَرِيًّا۔ اَلسَّرِيُّ – النَّهْرُ الصَّغِيْرُ وَالْجَدْوَلُ لِاَنَّ الْمَاءَ يَسْرِيْ فِيْهَا۔ سری، چھوٹی نہر کو اور جدول کو کہتے ہیں اس لئے کہ پانی اس پر چلتا ہے۔

یہ بھی ایک آیت آیات الٰہی سے تھی کہ جنگل میں چشمہ جاری فرما کر منگل فرما دیا اور فرمایا۔

”وَهُزِّيْۤ اِلَيْكِ بِجِذْعِ النَّخْلَةِ تُسٰقِطْ عَلَيْكِ رُطَبًا جَنِيًّا ﴿۲۵﴾ فَكُلِيْ وَاشْرَبِيْ وَقَرِّيْ عَيْنًا۔ اور جھکاؤ اپنی طرف ڈالی کھجور کی گرائے گی تم پر تازہ کھجور تو کھاؤ اور پیو اور آنکھ ٹھنڈی کرو۔“

وَالْهَزُّ تَحْرِيْكٌ يَمِيْنًا وَّشِمَالًا۔ عربی میں ہز دائیں بائیں ہلانے کو کہتے ہیں۔

رطب۔ جنی تازہ پکی کھجور کو کہتے ہیں۔ رطب تازہ، جنی، صالح، عمدہ کے معنی میں آتا ہے۔

وَقَرِّيْ عَيْنًا۔ اَيْ مَا يَسُرُّ النَّفْسَ سَكَنَتْ اِلَيْهِ مِنَ النَّظَرِ۔ جب دیکھے تو اس سے دل خوش ہو اور آنکھوں میں سکون آئے اور یہ اولاد پر مستعمل ہوتا ہے جیسے قرۃ العین بیٹے کو کہتے ہیں۔

اس میں حضرت مریم کو تسکین دی گئی ہے جو ایسی ولادت سے آپ محزون ہوئی تھیں اس کا ازالہ کیا گیا۔ اب آگے اس

خطرہ کا ازالہ کیا گیا ہے جو قوم دیکھ کر کہتی۔ چنانچہ فرمایا:

"فَاِمَّا تَرَیِنَّ مِنَ الْبَشَرِ اَحَدًا فَقُوْلِیْٓ اِنِّیْ نَذَرْتُ لِلرَّحْمٰنِ صَوْمًا فَلَنْ اُكَلِّمَ الْیَوْمَ اِنْسِیًّا۔ تو اگر تو کسی آدمی کو دیکھے اور وہ اس بچے کے متعلق دریافت کرے تو کہہ دینا میں نے آج نذر مانی ہے روزے کی اللہ کے لئے تو آج کے دن میں ہرگز کسی سے بات نہ کروں گی۔

عہد موسیٰ و عیسیٰ علیہما السلام میں بولنے اور کلام کرنے کا بھی روزہ ہوتا تھا۔ ہماری شریعت میں کھانے پینے اور مجامعت کرنے کا روزہ ہے اور بولنے اور کلام کرنے کا روزہ منسوخ ہو گیا اور حضرت مریم کو سکوت کی نذر ماننے کا اس لئے حکم دیا گیا تا کہ ایک نشانی یہ بھی معجزانہ ظاہر ہو جائے کہ شیر خوارگی میں کلام حضرت عیسیٰ علیہ السلام فرمائیں۔

آپ کے بعد جو اپنے کو مسیح موعود کہے وہ اپنی پیدائش کے بعد مہد مادر میں کلام کرنے کی شہادت بھی پیش کرے اور جو ایام رضاعت میں عام بچوں کی کیفیت میں رہا ہو وہ اپنے دعویٰ میں مسیح کذاب ہے وہ اس سے زیادہ وقعت نہیں رکھتا اور اس کے متبع متبعین کذاب ہی ہو سکتے ہیں۔

دوسری یہ حکمت بھی تھی کہ مہد مادر میں خود کلام فرمانے سے حجت قویہ قائم ہو جائے اور جو تہمت حضرت مریم علیہا السلام پر لگانے والے لگا رہے تھے اس کا ازالہ ہو جائے۔

چنانچہ آپ نے قوم کو اشارے سے فرما دیا کہ میں کلام نہیں کروں گی۔ اس لئے کہ میں نے اللہ کے لئے روزہ کی نیت کر رکھی ہے۔

اس کے بعد کیا ہوا وہ ارشاد ہے:

"فَاَتَتْ بِهٖ قَوْمَهَا تَحْمِلُهٗ قَالُوْا یٰمَرْیَمُ لَقَدْ جِئْتِ شَیْئًا فَرِیًّا ﴿۲۷﴾ یٰٓاُخْتَ هٰرُوْنَ مَا كَانَ اَبُوْكِ امْرَاَ سَوْءٍ وَّمَا كَانَتْ اُمُّكِ بَغِیًّا۔ تو لائیں اسے قوم کے سامنے گود میں لے کر بولے اے مریم بے شک تم بہت بری بات لائیں اے ہارون کی بہن تیرا باپ برا آدمی نہ تھا اور تیری ماں بھی بدچلن نہ تھی۔"

جب لوگوں نے حضرت مریم کی گود میں بچہ دیکھا تو روئے اور نہایت غمگین ہوئے کیونکہ حضرت مریم صالحین کے گھرانہ سے تھیں اور ہارون یہ نام یا تو حضرت مریم کے بھائی کا ہے یا بنی اسرائیل میں کوئی نہایت بزرگ اور صالح تھا جس کے تقویٰ اور پرہیزگاری سے تشبیہ دینے کے لئے ان لوگوں نے حضرت مریم کو ہارون کی بہن کہا۔

یا حضرت ہارون موسیٰ علیہ السلام کے بھائی کی طرف نسبت کی۔ مگر یہ محض بنی اسرائیل ہونے کی وجہ میں نسبت ہو سکتی ہے اس لئے کہ ان کا زمانہ بہت بعید ہے۔ ان میں اور ان میں ہزار برس کا فرق ہے مگر چونکہ انہی کی نسل سے حضرت مریم تھیں۔ اس وجہ میں اخت ہارون کہہ دیا جیسا عرب کا محاورہ ہے کہ بنی تمیم کو اخا تمیم کہتے ہیں۔ چاند کو ابن اللیل بولتے ہیں۔ مسافر کو ابن السبیل۔ اخ العرب عرب برادری کو بولتے ہیں اور اخا ہمدان۔

اور بغی کے معنی زانیہ کے ہیں اور فریاً کے معنی عجیب کے ہیں۔ آگے ارشاد ہے:

"فَاَشَارَتْ اِلَیْهِ قَالُوْا كَیْفَ نُكَلِّمُ مَنْ كَانَ فِی الْمَهْدِ صَبِیًّا۔ تو مریم نے ادھر اشارہ کر دیا بولے ہم کیسے اس سے بات کریں جو پالنے میں بچہ ہے۔"

جب حضرت مریم نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف اشارہ کیا کہ جو کچھ پوچھنا چاہتے ہو ان سے پوچھو تو اس پر قوم کے لوگوں کو غصہ آیا اور کہنے لگے کہ ہم اس بچہ سے کیسے بات کریں جو مہد یعنی گود میں شیر خوار ہے اور مہد و سریر اس کو بھی کہتے ہیں جس پر بچہ لٹایا جائے اور طفل رضیع یا شیر خوار سے کلام کرنا امور عادیہ کے خلاف ہے اس لئے انہوں نے استبعاد عقلی مانا اور اس جواب سے تعجب میں رہ گئے۔ لیکن یہ بھی معجزانہ شان حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تھی کہ آپ نے دودھ پینا چھوڑا اور اپنے بائیں ہاتھ پر ٹیک لگا کر قوم کی طرف بہ انداز خطیبانہ داہنے دست مبارک سے اشارہ فرماتے ہوئے اس طرح کلام شروع فرمایا حیث قال اللہ تبارک و تعالیٰ۔

"قَالَ اِنِّیْ عَبْدُ اللّٰهِ ﳴ اٰتٰىنِیَ الْكِتٰبَ وَ جَعَلَنِیْ نَبِیًّا ﭫ وَّ جَعَلَنِیْ مُبٰرَكًا اَیْنَ مَا كُنْتُ ۪ وَ اَوْصٰنِیْ بِالصَّلٰوةِ وَ الزَّكٰوةِ مَا دُمْتُ حَیًّا ﭪ وَّ بَرًّۢا بِوَالِدَتِیْ ٘ وَ لَمْ یَجْعَلْنِیْ جَبَّارًا شَقِیًّا۔ (حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے) فرمایا میں اللہ کا بندہ ہوں اس نے مجھے کتاب دی اور مجھے غیب کی خبریں بتانے والا (نبی) کیا اور اس نے مجھے برکت والا کیا میں کہیں بھی ہوں اور مجھے تاکید کی ہے نماز اور زکوٰۃ کی جب تک جیوں اور اپنی ماں سے حسن سلوک کرنے والا رہوں اور نہیں کیا مجھے سخت بدبخت جابر۔"

اس کلام سے قوم کی نظر میں حضرت مریم بری ہو گئیں اور آپ کی طہارت کا یقین ہو گیا یہ فرما کر حضرت عیسیٰ علیہ السلام خاموش ہو گئے اور پھر کلام نہ فرمایا حتیٰ کہ آپ اس عمر کو پہنچے جس میں بچے بولنے لگتے ہیں (خازن)۔

علامہ آلوسی رحمہ اللہ روح المعانی میں فرماتے ہیں:

رُوِیَ اَنَّهٗ عَلَیْهِ السَّلَامُ كَانَ یَرْضَعُ فَلَمَّا سَمِعَ مَا قَالُوْا تَرَكَ الرَّضَاعَ وَاَقْبَلَ عَلَیْهِمْ بِوَجْهِهٖ وَ اتَّكَاَ عَلٰى یَسَارِهٖ فَقَالَ مَا قَالَ۔ آپ دودھ پی رہے تھے جب آپ نے سنا جو انہوں نے کہا تو آپ نے چھاتیاں چھوڑیں اور قوم کی طرف متوجہ ہوئے اور اپنی بائیں طرف تکیہ لگا کر فرمایا جو مذکور ہو چکا۔

اسی روایت میں ہے کہ حضرت زکریا علیہ السلام نے جب بولنا چاہا تو سب سے اول اپنی عبودیت ظاہر کی اور یہ سالکین مسالک کے مقامات کا مقتضی ہے اور عیسیٰ علیہ السلام کے بولنے میں اس امر کا رد تھا کہ جو عیسیٰ علیہ السلام کی ربوبیت کا گمان کرتا ہے اور جو حضرت مریم کو متہم کرتا ہے انہیں واضح کر دیا جائے کہ جسے اللہ تعالیٰ اپنا رسول چنے وہ مطہر و اطہر اور معصوم ہوتا ہے۔ اور یہ کلام فرمانا مسلمان سے ہے کہ اس کے ذریعہ شان مریم علیہا السلام ظاہر ہوئی۔ (روح المعانی)

آپ کی تواضع و انکسار کی یہ شان تھی کہ یَاْكُلُ الشَّجَرَ وَیَلْبَسُ الشَّعْرَ وَیَجْلِسُ عَلَى التُّرَابِ وَلَمْ یَتَّخِذْ مَسْكَنًا وَكَانَ عَلَیْهِ السَّلَامُ یَقُوْلُ سَلُوْنِیْ فَاِنِّیْ لَیِّنُ الْقَلْبِ صَغِیْرٌ فِیْ نَفْسِیْ۔ درخت سے نوش فرماتے تھے کملی پہنتے تھے زمین پر بیٹھتے آپ نے کوئی مکان نہ بنایا اس پر یہ غنیٰ تھا کہ آپ فرمایا کرتے مانگو مجھ سے کہ میں نرم دل صغیر سنی سے ہوں۔

"وَ السَّلٰمُ عَلَیَّ یَوْمَ وُلِدْتُّ وَ یَوْمَ اَمُوْتُ وَ یَوْمَ اُبْعَثُ حَیًّا۔ اور سلامتی ہے مجھ پر جس دن میں پیدا ہوا اور جس دن مروں اور جس دن زندہ اٹھایا جاؤں۔"

گویا یہ بتایا گیا ہے کہ جس ہستی کو یہود ساحر کذاب کہتے ہیں (معاذ اللہ) اور نصاریٰ خدا اور خدا کا بیٹا اور بعض ثَالِثُ

ٹھہرالیا مان رہے ہیں وہ ولادت سے وفات اور بعثت تک صاحب برکت اللہ عزوجل کے مقرب بندے اور مخلوق ہیں۔ آگے ارشاد ہوتا ہے:

"ذٰلِكَ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ ۚ قَوْلَ الْحَقِّ الَّذِيْ فِيْهِ يَمْتَرُوْنَ ۞ مَا كَانَ لِلّٰهِ اَنْ يَّتَّخِذَ مِنْ وَّلَدٍ ۙ سُبْحٰنَهٗ ؕ اِذَا قَضٰۤى اَمْرًا فَاِنَّمَا يَقُوْلُ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ ۞ وَ اِنَّ اللّٰهَ رَبِّيْ وَ رَبُّكُمْ فَاعْبُدُوْهُ ؕ هٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِيْمٌ

یہ ہیں عیسیٰ مریم کے صاحبزادے اس سچی بات میں شک کرتے ہیں۔ اللہ کو لائق نہیں کہ کسی کو اپنا بچہ بنائے۔ پاکی ہے اس کو جب کسی کام کا حکم فرماتا ہے تو یہ کہ اسے فرماتا ہے ہوجا تو وہ فوراً ہوجاتی ہے اور (فرمایا عیسیٰ علیہ السلام نے) بیشک اللہ میرا رب اور تمہارا رب ہے تو اسی کو پوجو یہ راہ سیدھی ہے۔"

اب ارشاد ہوا کہ یہ ہیں وہ عیسیٰ علیہ السلام جن کے متعلق یہودی کیا کیا بکتے ہیں اور نصرانی کیا کیا کہہ رہے ہیں اور سچ بات میں شک کرکے مذبذب ہو رہے ہیں اور ابنیت ماں کی طرف منسوب کرکے یہ بھی بتادیا کہ یہ ابن مریم ہیں وَاَطْلَقَهٗ عَلَيْهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ بِمَعْنَى اَنَّهٗ خُلِقَ بِقَوْلِ كُنْ فَيَكُوْنُ مِنْ غَيْرِ اَبٍ۔ ابن مریم کا اطلاق کرکے واضح کردیا کہ وہ حکم کن سے پیدا ہوئے بلا باپ کے۔

جس میں تم افتراء کر رہے ہو۔ یمترون کے معنی اَیْ يَشُكُّوْنَ اَوْيَنَازِعُوْنَ فَيَقُوْلُ الْيَهُوْدُ هُوَ سَاحِرٌ وَ حَاشَاهُ وَ يَقُوْلُ النَّصَارٰى ابْنُ اللّٰهِ سُبْحَانَ اللّٰهِ عَمَّا يَقُوْلُوْنَ۔ شک کرتے ہیں آپس میں جھگڑتے ہیں یہودی کہتے ہیں وہ ساحر ہیں معاذ اللہ اور نصاریٰ ابن اللہ کہتے ہیں حالانکہ ایسی صفتوں سے اللہ عزوجل بلند ہے۔

پھر خود ہی جواب دیا کہ مَا كَانَ لِلّٰهِ اَنْ يَّتَّخِذَ مِنْ وَّلَدٍ ۙ سُبْحٰنَهٗ۔ اللہ تعالیٰ کو یہ لائق ہی نہیں کہ کسی کو بیٹا مانے وہ ایسی باتوں سے پاک ہے وہ جب حکم کرتا ہے کسی بات کا تو یہی فرماتا ہے کہ ہوجا تو وہ اسی وقت ہوجاتا ہے۔

اب عیسیٰ علیہ السلام کا قول بیان ہوتا ہے کہ آپ نے فرمایا۔

"بیشک اللہ میرا رب اور تمہارا رب ہے۔"

ایک قول ہے کہ یہ مخاطبہ سید المخاطبین سے ہے یعنی ارشاد ہے قُلْ يَا مُحَمَّدُ اِنَّ اللّٰهَ رَبِّيْ وَرَبُّكُمْ فَاعْبُدُوْهُ ؕ هٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِيْمٌ۔ اے محبوب اعلان فرمادیجئے کہ میرا تمہارا رب ایک اللہ ہے۔ اسی کو پوجو یہ سیدھا راستہ ہے: جس پر چلنے والا گمراہ نہیں ہوسکتا۔ اس کے بعد اختلاف کا تذکرہ ہے۔ جیسا کہ ارشاد ہوا۔

"فَاخْتَلَفَ الْاَحْزَابُ مِنْ بَيْنِهِمْ ۚ فَوَيْلٌ لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ مَّشْهَدِ يَوْمٍ عَظِيْمٍ۔ تو جماعتیں آپس میں مختلف ہوگئیں تو خرابی ہے کافروں کے لئے بڑے دن کی حاضری سے۔"

یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے معاملہ میں نصاریٰ کے اندر کئی فرقے ہوگئے۔

ایک یعقوبیہ ہے جو کہتا ہے کہ عیسیٰ ہی خدا ہے جو زمین پر اترا اور پھر آسمان پر چڑھ گیا۔

ایک نسطوریہ ہے ان کا قول ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام خدا کے بیٹے ہیں اللہ نے جب تک چاہا زمین پر رکھا جب چاہا اٹھالیا۔ اور انہیں میں ایک فرقہ ملکانیہ ہے جو کہتا ہے کہ وہ اللہ کے بندے مخلوق ہیں نبی ہیں۔ یہ آج کل نہیں ہیں یہ موحد و مومن

تھے۔(مدارک)

اور مَّشْهَدِ يَوْمٍ عَظِيمٍ سے مراد قیامت کا دن ہے۔اس کے بعد ارشاد ہے:

"اَسْمِعْ بِهِمْ وَاَبْصِرْ يَوْمَ يَاْتُوْنَنَا لٰكِنِ الظّٰلِمُوْنَ الْيَوْمَ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ۞ وَاَنْذِرْهُمْ يَوْمَ الْحَسْرَةِ اِذْ قُضِيَ الْاَمْرُ وَهُمْ فِيْ غَفْلَةٍ وَّهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ ۞ اِنَّا نَحْنُ نَرِثُ الْاَرْضَ وَمَنْ عَلَيْهَا وَاِلَيْنَا يُرْجَعُوْنَ۔ کہاں تک سنیں گے اور کتنا دیکھیں گے جس دن ہمارے پاس حاضر ہوں گے مگر آج کے دن ظالم کھلی گمراہی میں ہیں اور انہیں ڈر سنائیے حسرت والے دن کا جب سب کام کا فیصلہ ہو چکے گا اور وہ غفلت میں ہیں اور ایمان نہیں لاتے بے شک ہم مالک ہیں زمین اور اس کے اوپر کی ہر چیز کے اور وہ ہماری ہی طرف پھیرے جائیں گے۔"

اَسْمِعْ بِهِمْ وَاَبْصِرْ۔ پر آلوسی رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔ تَعْجِيْبٌ مِنْ حِدَّةِ سَمْعِهِمْ وَ اَبْصَارِهِمْ يَوْمَئِذٍ وَ مَعْنَاهُ اِسْمَاعَهُمْ وَ اِبْصَارَهُمْ يَوْمَ يَاْتُوْنَنَا لِلْحِسَابِ وَالْجَزَاءِ اَیْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ۔ یہ ان کی گرمی ساعت و بصارت پر تعجب کے طور پر ارشاد ہے۔آج اس کے معنی اسماع و ابصار کے ہیں۔یعنی اس دن سن لیں گے جب حساب روز جزا کے لئے قیامت کو آئیں گے۔

اور بعض نے کہا اَسْمِعْ بِهِمْ وَاَبْصِرْ معناً دونوں تعجب کے صیغہ ہیں جو لفظاً امر کے صیغہ ہیں یعنی مَا اَسْمَعَهُمْ وَمَا اَبْصَرَهُمْ بِهِمْ یعنی آپ کتنا سنائیں گے اور کتنا دکھائیں گے قیامت کے دن انہیں سب نظر آ جائے گا۔

تو فَوَيْلٌ لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ مَّشْهَدِ يَوْمٍ عَظِيمٍ فرما کر اَسْمِعْ بِهِمْ وَاَبْصِرْ اس لئے فرمایا کہ منکروں کو بڑے دن یعنی قیامت کی حاضری میں بڑی تباہی ہے۔اس دن ان کی وہ آنکھیں جو آج اندھی ہیں اور وہ کان جو آج بہرے ہیں یہاں تو ان کے ظاہر و باطن سب اندھے بہرے ہیں۔

اس دن خوب آنکھیں بھی کھل جائیں گی اور کان بھی۔وہاں دیکھ کر حسرت ہی حسرت ہوگی۔

چنانچہ یہی مضمون سورۂ قٓ میں بھی ہے لَقَدْ كُنْتَ فِيْ غَفْلَةٍ مِّنْ هٰذَا فَكَشَفْنَا عَنْكَ غِطَآءَكَ فَبَصَرُكَ الْيَوْمَ حَدِيْدٌ۔بے شک تو اس سے غفلت میں تھا تو ہم نے تجھ پر سے پردہ اٹھایا تو آج تیری نگاہ تیز ہے۔

اس کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ارشاد ہے۔"وَاَنْذِرْهُمْ يَوْمَ الْحَسْرَةِ۔انہیں اے محبوب ڈراؤ حسرت کے دن سے۔" یوم حسرت کی مزید توضیح فرمائی گئی۔ اِذْ قُضِيَ الْاَمْرُ وَهُمْ فِيْ غَفْلَةٍ وَّهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ۔ جب سب کام کا فیصلہ ہو چکا ہوگا اور وہ غفلت میں ہیں اور وہ ایمان نہیں لاتے۔"

کہ یکا یک ان کے لئے عذاب کا حکم دیا جائے گا اس لئے کہ دنیا میں غفلت میں رہ کر جب عذاب سے چونک پڑیں گے تو وہ ان کے لئے یوم حسرت ہوگا۔

آخر فیصلہ فرمایا جاتا ہے۔

"اِنَّا نَحْنُ نَرِثُ الْاَرْضَ وَمَنْ عَلَيْهَا وَاِلَيْنَا يُرْجَعُوْنَ۔ بیشک ہم وارث ہیں زمین کے اور جو اس پر ہے اور ہماری طرف ہی سب کو پلٹنا ہے۔"

چنانچہ حدیث میں ہے کہ انسان اپنی آرزوؤں کو پورا کرنے میں محو ہوتا ہے کہ یکا یک اجل آ جاتی ہے تو اسے حسرت

ہوتی ہے اور کہتا ہے لَوْلَآ اَخَّرْتَنِیْٓ اِلٰٓی اَجَلٍ قَرِیْبٍ ۙ فَاَصَّدَّقَ وَاَكُنْ مِّنَ الصّٰلِحِیْنَ۔ کیوں نہ مؤخر کیا مجھے ایک تھوڑی مدت کو کہ میں صدقہ دیتا تو صبر کی تصدیق کرتا اور نیکوں میں ہو جاتا۔

بہر حال دنیا میں دنیادار جو کچھ دنیا سے حاصل کرتا ہے سب یہیں رہ جاتا ہے اور وارث حقیقی اللہ تبارک وتعالیٰ ہی ہوتا ہے۔

بامحاورہ ترجمہ تیسرا رکوع۔سورۂ مریم۔پ ۱۶

وَاذْكُرْ فِی الْكِتٰبِ اِبْرٰهِیْمَ ۬ؕ اِنَّهٗ كَانَ صِدِّیْقًا نَّبِیًّا ﴿۴۱﴾	اور ذکر فرمایئے کتاب میں ابراہیم کا بے شک وہ صدیق تھا نبی غیب کی خبریں بتاتا۔
اِذْ قَالَ لِاَبِیْهِ یٰۤاَبَتِ لِمَ تَعْبُدُ مَا لَا یَسْمَعُ وَلَا یُبْصِرُ وَلَا یُغْنِیْ عَنْكَ شَیْـًٔا ﴿۴۲﴾	جب کہا اس نے اپنے باپ سے اے میرے باپ کیوں ایسے کو پوجتا ہے جو سنے نہ دیکھے اور کچھ تیرے کام نہ آئے۔
یٰۤاَبَتِ اِنِّیْ قَدْ جَآءَنِیْ مِنَ الْعِلْمِ مَا لَمْ یَاْتِكَ فَاتَّبِعْنِیْۤ اَهْدِكَ صِرَاطًا سَوِیًّا ﴿۴۳﴾	اے میرے باپ بیشک آیا میرے پاس وہ علم جو نہیں آیا تجھے تو تو میری اتباع کر میں ہدایت کروں گا تجھے سیدھے راستے کی۔
یٰۤاَبَتِ لَا تَعْبُدِ الشَّیْطٰنَ ؕ اِنَّ الشَّیْطٰنَ كَانَ لِلرَّحْمٰنِ عَصِیًّا ﴿۴۴﴾	اے میرے باپ نہ پوج شیطان کو بیشک شیطان ہے رحمٰن کا نافرمان۔
یٰۤاَبَتِ اِنِّیْۤ اَخَافُ اَنْ یَّمَسَّكَ عَذَابٌ مِّنَ الرَّحْمٰنِ فَتَكُوْنَ لِلشَّیْطٰنِ وَلِیًّا ﴿۴۵﴾	اے میرے باپ میں ڈرتا ہوں اس سے کہ پہنچے تجھے رحمٰن کا عذاب تو تو ہو جائے شیطان کا رفیق۔
قَالَ اَرَاغِبٌ اَنْتَ عَنْ اٰلِهَتِیْ یٰۤاِبْرٰهِیْمُ ۚ لَئِنْ لَّمْ تَنْتَهِ لَاَرْجُمَنَّكَ وَاهْجُرْنِیْ مَلِیًّا ﴿۴۶﴾	بولا اس کا باپ کیا تو میرے خداؤں سے تنفر کرتا ہے اے ابراہیم بے شک اگر تو باز نہ آیا تو خود تجھ پر پتھراؤ کروں گا اور مجھ سے ایک زمانہ کے لئے علیحدہ ہو جا۔
قَالَ سَلٰمٌ عَلَیْكَ ۚ سَاَسْتَغْفِرُ لَكَ رَبِّیْ ؕ اِنَّهٗ كَانَ بِیْ حَفِیًّا ﴿۴۷﴾	فرمایا ابراہیم نے بس اب سلام ہے تجھے قریب ہے کہ میں تیرے لئے اپنے رب سے بخشش مانگوں بیشک وہ مجھ پر مہربان ہے۔
وَاَعْتَزِلُكُمْ وَمَا تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَاَدْعُوْا رَبِّیْ ۖ عَسٰۤی اَلَّاۤ اَكُوْنَ بِدُعَآءِ رَبِّیْ شَقِیًّا ﴿۴۸﴾	اور میں کنارہ کش ہو جاؤں گا تم سے اور جس کو تم اللہ کے سوا پکارتے ہو اور میں اپنے رب کو پوجوں گا قریب ہے کہ میں نہ بنوں اپنے رب کی پوجا سے بدبخت۔
فَلَمَّا اعْتَزَلَهُمْ وَمَا یَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ۙ وَهَبْنَا لَهٗۤ اِسْحٰقَ وَیَعْقُوْبَ ؕ وَكُلًّا جَعَلْنَا نَبِیًّا ﴿۴۹﴾	تو جب کنارہ کش ہوا ان سے اور جنہیں وہ پوجتے تھے اللہ کے سوا تو ہم نے اسے اسحاق و یعقوب دیئے اور ہر ایک کو کیا ہم نے نبی غیب بتانے والا۔

وَ وَهَبْنَا لَهُمْ مِّنْ رَّحْمَتِنَا وَ جَعَلْنَا لَهُمْ لِسَانَ صِدْقٍ عَلِيًّا ۝

اور ہم نے بخشی انہیں اپنی رحمت اور کی ان کے لئے سچی ناموری اور بلندی

حل لغات تیسرا رکوع - سورۂ مریم - پ ۱۶

وَاذْكُرْ۔اور ذکر کرو	فِي الْكِتٰبِ۔کتاب میں	اِبْرٰهِيْمَ۔ابراہیم کا	اِنَّهٗ۔بے شک وہ
كَانَ۔تھا	صِدِّيْقًا۔صدیق	نَّبِيًّا۔نبی	اِذْ۔جب
قَالَ۔کہا	لِاَبِيْهِ۔اپنے باپ سے	يٰۤاَبَتِ۔اے میرے باپ	لِمَ۔کیوں
تَعْبُدُ۔پوجتا ہے تو	مَا لَا۔اس کو کہ نہ	يَسْمَعُ۔سنے	وَلَا۔اور نہ
يُبْصِرُ۔دیکھے	وَلَا۔اور نہ	يُغْنِيْ۔کام آئے	عَنْكَ۔تیرے
شَيْـًٔا۔کچھ بھی	يٰۤاَبَتِ۔اے میرے باپ	اِنِّيْ۔بیشک	قَدْ۔یقیناً
جَآءَنِيْ۔آیا میرے پاس	مِنَ الْعِلْمِ۔وہ علم	مَا لَمْ۔جو نہیں	يَاْتِكَ۔آیا تیرے پاس
فَاتَّبِعْنِيْۤ۔تو تو پیروی کر میری	اَهْدِكَ۔دکھاؤں گا میں تجھے	صِرَاطًا۔راستہ	سَوِيًّا۔سیدھا
يٰۤاَبَتِ۔اے میرے باپ	لَا تَعْبُدِ۔نہ پوجا کر	الشَّيْطٰنَ۔شیطان کی	اِنَّ۔بے شک
الشَّيْطٰنَ۔شیطان	كَانَ۔ہے	لِلرَّحْمٰنِ۔رحمٰن کا	عَصِيًّا۔نافرمان
يٰۤاَبَتِ۔اے میرے باپ	اِنِّيْۤ۔میں	اَخَافُ۔ڈرتا ہوں	اَنْ۔یہ کہ
يَّمَسَّكَ۔پہنچے تجھ کو	عَذَابٌ۔عذاب	مِّنَ الرَّحْمٰنِ۔رحمٰن سے	فَتَكُوْنَ۔تو ہو جائے تو
لِلشَّيْطٰنِ۔شیطان کا	وَلِيًّا۔ساتھی	قَالَ۔بولا	اَرَاغِبٌ۔کیا تو منہ پھیرتا ہے
اَنْتَ۔خود آپ	عَنْ اٰلِهَتِيْ۔میرے خداؤں سے		يٰۤاِ۔اے
اِبْرٰهِيْمُ۔ابراہیم	لَئِنْ۔اگر	لَّمْ۔نہ	تَنْتَهِ۔باز آیا تو
لَاَرْجُمَنَّكَ۔تو میں پتھراؤ کروں گا تجھ پر		وَاهْجُرْنِيْ۔اور چھوڑ مجھے	مَلِيًّا۔ایک مدت
قَالَ۔کہا	سَلٰمٌ۔سلام ہو	عَلَيْكَ۔تجھ پر	سَاَسْتَغْفِرُ۔جلدی بخشش
مانگوں گا میں	لَكَ۔تیرے لئے	رَبِّيْ۔اپنے رب سے	اِنَّهٗ۔بے شک وہ
كَانَ۔ہو	بِيْ۔مجھ پر	حَفِيًّا۔مہربان	وَ۔اور
اَعْتَزِلُكُمْ۔میں چھوڑ دوں گا تم کو		وَمَا۔اور ان کو	تَدْعُوْنَ۔جو پکارتے ہو
مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ۔اللہ کے سوا	وَاَدْعُوْا۔اور میں پکاروں گا	رَبِّيْ۔اپنے رب کو	عَسٰۤى۔قریب ہے
اَلَّاۤ۔یہ کہ	اَكُوْنَ۔نہ ہوں میں	بِدُعَآءِ۔ساتھ پکار	رَبِّيْ۔اپنے رب کے
شَقِيًّا۔بدبخت	فَلَمَّا۔پھر جب	اعْتَزَلَهُمْ۔چھوڑ دیا ان کو	وَمَا۔اور جس کی
يَعْبُدُوْنَ۔وہ پوجا کرتے تھے		مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ۔اللہ کے سوا تو	وَهَبْنَا۔عطا کیا ہم نے

ہو جاتا ہوں۔

اور حَفِیًّا پر کہتے ہیں قَالَ الْکِسَائِیُّ حَفِیَ بِیْ حَفَایَۃً اَیْ اِعْتَنٰی بِیْ وَ بَالَغَ فِیَّ وَ قَدْ یَجِیْئُ بِمَعْنَی الْمُسْتَقْصِیْ فِی السُّوَالِ وَ مِنْہُ قَوْلُہٗ تَعَالٰی کَانَ بِیْ حَفِیًّا۔

اب تفسیر آیات عرض ہے۔

"وَاذْکُرْ فِی الْکِتٰبِ اِبْرٰھِیْمَ ۬ؕ اِنَّہٗ کَانَ صِدِّیْقًا نَّبِیًّا۔ اور ذکر فرمائیں کتاب میں ابراہیم کا بے شک وہ صدیق نبی غیب کی خبریں بتانے والا تھا۔"

یعنی حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کا تذکرہ قرآن کریم میں سے انہیں سنایئے وہ صدیق اور نبی تھے۔

صدیق کے معنی کثیر الصدق بھی ہیں اور مفسرین کے نزدیک کثیر التصدیق مراد ہے۔ یعنی جو اللہ تعالیٰ اور اس کی وحدانیت اور اس کے انبیاء و رسل علیہم السلام اور بعث بعد الموت کی تصدیق کرے اور احکام الٰہی بجالائے وہ صدیق ہے۔

اور نبی۔ نبأ سے مشتق ہے جو خبر کے معنی میں مستعمل ہے جیسے عَنِ النَّبَاِ الْعَظِیْمِ وغیرہ قُلْ ھُوَ نَبَؤٌا عَظِیْمٌ قرآن کریم میں ارشاد ہے۔

تو نبی کے معنی خبر دینے والا ہوئے اور خبر مفید للمخبر وہی ہے جو سامع سے غائب ہو جس سے سامع بے خبر ہو تو وہ یقیناً سامع سے غیب میں ہوئی تو نبیا کے معنی یقیناً یہ ہوئے کہ غیب کی خبر بتانے والا۔ جنت، دوزخ، حور، غلمان، حشر، نشر، عذاب قبر، قیامت، مدارج جنت، قبض روح، درود ملائکہ و نزول کرام کاتبین یہ سب غیب ہیں ان کی خبریں نبی کے ہی ذریعہ ہم تک پہنچیں۔ بنابراین نبی کے معنی وہ صحیح ہیں جو ہم نے بیان کئے۔ اس کے بعد چار باتیں حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بیان فرمائیں۔ چنانچہ ارشاد ہے:

"اِذْ قَالَ لِاَبِیْہِ یٰۤاَبَتِ لِمَ تَعْبُدُ مَا لَا یَسْمَعُ وَ لَا یُبْصِرُ وَ لَا یُغْنِیْ عَنْکَ شَیْئًا۔ جب کہا اپنے باپ سے اے میرے باپ کیوں اس چیز کو پوجتا ہے جو نہ سنے نہ دیکھے اور نہ کچھ تیرے کام آئے۔"

یہ پہلی ہدایت ہے جو آپ نے آزر کو فرمائی اس میں عقلی دلیل سے واضح کیا کہ پوجا اس کی کرنی چاہیئے جو سننے والا سمیع ہو اور دیکھنے والا بصیر ہو اور اس کے پکارنے اور اس سے مانگنے میں وہ دینے والا اور دعا قبول کرنے والا ہو۔

اور یہ حقیقت بھی ہے کہ عبادت، معبود کی غایت تعظیم ہے اس کا وہی مستحق ہو سکتا ہے جو اوصاف کمال اور ولی نعم ہو نہ کہ بت جیسی ناکارہ مخلوق۔ خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ ہی واحد ہے اور وہی لاشریک لہ ہے اس کے سوا کوئی مستحق عبادت نہیں۔

دوسری ہدایت یہ فرمائی:

"یٰۤاَبَتِ اِنِّیْ قَدْ جَآءَنِیْ مِنَ الْعِلْمِ مَا لَمْ یَاْتِکَ فَاتَّبِعْنِیْۤ اَھْدِکَ صِرَاطًا سَوِیًّا۔ اے میرے باپ بے شک میرے پاس وہ علم آیا ہے جو تیرے پاس نہیں آیا تو تجھے میرے پیچھے چلنا چاہئے تاکہ میں تجھے سیدھی راہ دکھاؤں۔"

آپ نے فرمایا مجھے معرفت الٰہی حاصل ہے تو میرا اتباع کر اور میرا دین قبول کر جس سے تو قرب الٰہی حاصل کر کے منزل مقصود تک پہنچ سکے۔

تیسری ہدایت یہ فرمائی:

لَہٗٓ۔اس کو	اِسْحٰقَ۔اسحاق	وَيَعْقُوْبَ۔اور یعقوب	وَكُلًّا۔اور ہر ایک کو
جَعَلْنَا۔بنایا ہم نے	نَبِيًّا۔نبی	وَوَهَبْنَا۔اور دی ہم نے	لَهُمْ۔ان کو
مِّنْ رَّحْمَتِنَا۔اپنی رحمت سے		وَجَعَلْنَا۔اور بنائی ہم نے	لَهُمْ۔ان کے لئے
لِسَانَ۔زبان	صِدْقٍ۔سچی	عَلِيًّا۔بلند	

مختصر تفسیر اردو تیسرا رکوع ۔ سورۃ مریم ۔ پ ۱۶

اس رکوع میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کا تذکرہ ہے جس میں ان کی ثابت قدمی اور خدا پرستی کا نقشہ دکھایا ہے جبکہ آپ ابتداء شباب ہی سے بت پرستی سے متنفر تھے اور اپنے باپ کو بھی اس سے منع فرماتے تھے۔حتیٰ کہ جب باپ نہ مانے تو آپ نے حِسبۃً للہ اپنے شفیق باپ کی مرافقت ترک کردی اگر چہ محبت پدری کے ماتحت آپ نے اس کے لئے استغفار کی اور وعدہ کیا کہ میں تیرے لئے دعا ضرور کروں گا۔

پھر مہاجرت فرمائی اس حق پرستی اور محبت الٰہی عزوجل کے صلہ میں اللہ تعالیٰ نے آپ کو اسحاق علیہ السلام جیسا فرزند عطا فرمایا اور اسحاق علیہ السلام سے یعقوب علیہ السلام جیسا پوتا بخشا۔علاوہ برایں اور بہت سی صفتوں سے نوازا۔

لِسَانَ صِدْقٍ عَلِيًّا کا منصب بھی بخشا تا کہ لوگ آپ کی صفت وثنا کرتے رہیں اور لسان صدق اور ثناء حسن اور ذکر جمیل یہ سب زبان سے متعلق ہیں اسی وجہ میں لِسَانَ صِدْقٍ فرمایا۔

اور آپ کی دعا بھی۔ وَاجْعَلْ لِّيْ لِسَانَ صِدْقٍ عَلِيًّا تھی۔چنانچہ وہی آپ کو ملی۔

جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ آج تک تخمیناً دوثلث سے زیادہ بنی آدم آپ کو اپنا پیشوا مانتے ہیں۔

یہودی عیسائی بھی آپ علیہ السلام کو بزرگ مان کر یاد کرتے ہیں اور مسلمان پنج وقتہ نمازوں میں جب اپنے آقا سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھتے ہیں وہاں اسی درود میں انہیں اور ان کی آل کو بھی شامل رکھتے ہیں۔

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰى اٰلِ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰى سَيِّدِنَا اِبْرَاهِيْمَ وَ عَلٰى اٰلِ سَيِّدِنَا اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ۔ یہ وہ درود ہے جو نمازوں کے فرائض سے لے کر نوافل تک میں ماثور و معمول ہے اس میں آل کہہ کر حضرت اسحٰق و اسمٰعیل و یعقوب علیہم السلام سب کو بھی شریک کیا جاتا ہے۔

چنانچہ حضرت حق تعالیٰ شانہ عرب کے مشرکین کو بھی مِلَّةَ اَبِيْكُمْ اِبْرٰهِيْمَ ؕ هُوَ سَمّٰىكُمُ الْمُسْلِمِيْنَ فرما کر ہدایت فرماتا ہے کہ تم باپ دادا کی تقلید میں شرک نہ کرو بلکہ حضرت ابراہیم علیہ السلام جنہیں تم بھی اپنا بزرگ مانتے ہو ان کی تقلید کرو اور چونکہ انہوں نے خلاف توحید اپنے باپ کو دیکھ کر علیحدگی اختیار کی تم بھی بہ تقلید ابراہیم علیہ السلام اپنے باپ دادا کو چھوڑ دو اور ابراہیم علیہ السلام اور ان کی اولاد اسحٰق و یعقوب و اسمٰعیل کا اتباع کرو۔

اگر چہ ایک مدت تک حضرت ابراہیم علیہ السلام نے باپ کے لئے استغفار کا وعدہ کیا اور اس کے مطابق بخشش طلب کی مگر جب معلوم ہوا کہ اس بخشش طلب کرنے میں اللہ عزوجل راضی نہیں تو پھر آپ نے محبت الٰہی عزوجل کے مقابلہ میں باپ کی محبت سے تبری ظاہر کردی۔

اس رکوع میں لفظ حَفِيّ آیا ہے اِنَّهٗ كَانَ بِيْ حَفِيًّا اس کے معنی کسائی فرماتے ہیں اَوْ لَا اَعْتَزِلُ یعنی میں تجھ سے الگ

''یٰۤاَبَتِ لَا تَعْبُدِ الشَّیْطٰنَ ؕ اِنَّ الشَّیْطٰنَ كَانَ لِلرَّحْمٰنِ عَصِیًّا۔ اے میرے باپ شیطان کا پجاری نہ بن۔ بے شک شیطان رحمٰن کا نافرمان ہے۔''

اس میں فرمایا ابا جان شیطان کی فرمانبرداری کر کے کفر وشرک میں مبتلا نہ ہو کہ وہ اللہ تعالیٰ کا نافرمان ہے۔ چوتھی نصیحت یہ فرمائی:

''یٰۤاَبَتِ اِنِّیْۤ اَخَافُ اَنْ یَّمَسَّكَ عَذَابٌ مِّنَ الرَّحْمٰنِ فَتَكُوْنَ لِلشَّیْطٰنِ وَلِیًّا۔ اے میرے باپ میں ڈرتا ہوں اس سے کہ تجھے کوئی رحمٰن کا عذاب پہنچے اور تو رفیق شیطان بنے۔''

یعنی لعنت وعذاب میں اس کا ساتھی ہو۔ اس لطف آمیز نصیحت اور دلپذیر ہدایت سے آزر نے نفع نہ اٹھایا بلکہ اس کے خلاف بولا:

''قَالَ اَرَاغِبٌ اَنْتَ عَنْ اٰلِهَتِیْ یٰۤاِبْرٰهِیْمُ ۚ لَىٕنْ لَّمْ تَنْتَهِ لَاَرْجُمَنَّكَ وَ اهْجُرْنِیْ مَلِیًّا۔ بولا (آزر) کیا منحرف ہے تو میرے خداؤں سے اے ابراہیم بے شک اگر تو باز نہ آیا تو میں تجھے پتھراؤ کروں گا تو مجھ سے زمانہ دراز تک علیحدہ ہو جا۔''

مَلِیًّا۔ پر آلوسی رحمہ اللہ دھراً طویلاً فرماتے ہیں اور حسن ومجاہد رحمہم اللہ اور ایک جماعت اس معنی کی حامی ہے۔ سدی کہتے ہیں ابداً ہمیشہ کے معنی ہیں۔ اور ملوان اللیل والنہار کے معنی کے اعتبار سے ہیشگی کے ہی معنی میں مستعمل ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ آزر بجائے قبول ہدایت اور برانگیختہ ہو گیا اور صاف کہہ دیا کہ بتوں کی مخالفت اور ان کو برا کہنے اور ان کے عیوب نکالنے سے اگر تم باز نہ آئے تو مجھ سے دور ہو جاؤ تا کہ تم میرے ہاتھ اور زبان سے امن میں رہو۔ اس کے جواب میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی طرف سے سلام متارکہ ہوا اور آپ نے جواب دیا:

''قَالَ سَلٰمٌ عَلَیْكَ ۚ سَاَسْتَغْفِرُ لَكَ رَبِّیْ ؕ اِنَّهٗ كَانَ بِیْ حَفِیًّا۔ فرمایا بس اب سلام ہے تجھے قریب ہے کہ میں تیرے لئے اپنے رب سے بخشش طلب کروں بے شک وہ مجھ پر مہربان ہے۔''

حَفِیًّا پر آلوسی رحمہ اللہ فرماتے ہیں بَلِیْغًا فِی الْبِرِّ وَالْاِکْرَامِ یُقَالُ حَفٰی بِہٖ اِذَا اعْتَنٰی بِاِکْرَامِہٖ۔ یعنی آپ نے فرمایا کہ اللہ کے حضور میں تیرے حق میں توفیق توبہ کی دعا کروں گا تا کہ تیری بخشش ہو۔

اس کے بعد آپ نے شہر بابل کی طرف ہجرت فرمائی اور شام میں تشریف لے آئے۔ چنانچہ ارشاد ہے کہ

''وَ اَعْتَزِلُكُمْ وَ مَا تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَ اَدْعُوْا رَبِّیْ ۖ٘ عَسٰۤى اَلَّاۤ اَكُوْنَ بِدُعَآءِ رَبِّیْ شَقِیًّا۔ اور میں تم سے علیحدہ ہو کر ایک کنارے ہو جاؤں گا تم سے اور ان سے جنہیں اللہ کے سوا تم پوجتے ہو اور میں اپنے ہی رب کو پوجوں گا قریب ہے کہ میں اپنے رب کی بندگی سے بدبخت وشقی نہ ہوں گا۔''

شقی محاورہ میں خائب اور ضائع السعی کو کہتے ہیں اور اعتزال تباعد کے معنی میں مستعمل ہے جس کے حاصل معنی مہاجرت اور علیحدگی کے ہیں۔

رُوِیَ اَنَّہٗ عَلَیْہِ السَّلَامُ ھَاجَرَ اِلَی الشَّامِ وَ قِیْلَ اِلٰی حَرَّانَ وَ ھُوَ قَرِیْبٌ مِنْ ذَالِکَ وَ کَانُوْا بِاَرْضِ کُوْثَا وَ فِیْ ھِجْرَتِہٖ ھٰذِہٖ تَزَوَّجَ سَارَۃَ وَلَقِیَ الْجَبَّارَ الَّذِیْ اَخْدَمَ سَارَۃَ ھَاجَرَ۔ مروی ہے کہ حضرت

ابراہیم علیہ السلام نے شام کی طرف ہجرت فرمائی اور اس کے قریب مقام حران میں قیام کیا جو شام سے قریب ہے اور اس ہجرت میں حضرت سارہ سے عقد ہوا تھا۔ چنانچہ آپ ظالم جابر حاکم کے ساتھ ملے جس نے ہاجرہ کو سارہ کی خدمت کے لئے دیا۔ الختصر یہ رشتہ ہوا اور وہاں سے ہجرت فرمائی۔

اور بوقت ہجرت تعریضاً فرمادیا کہ جیسے تم بتوں کی پوجا کر کے بدنصیب ہوئے خدا کے پرستار کے لئے یہ بدبختی نہیں ہو سکتی اس لئے کہ اس کا پوجنے والا الشقی اور ضائع السعی اور محروم نہیں ہوسکتا۔ اب آگے ارشاد ہے:

"فَلَمَّا اعْتَزَلَهُمْ وَمَا يَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ۙ وَهَبْنَا لَهٗۤ اِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ ؕ وَكُلًّا جَعَلْنَا نَبِيًّا ﴿۴۹﴾ وَوَهَبْنَا لَهُمْ مِّنْ رَّحْمَتِنَا وَجَعَلْنَا لَهُمْ لِسَانَ صِدْقٍ عَلِيًّا۔ تو جب ان سے اور ان کے معبودوں سے کنارہ کر گیا اللہ کے سوا ہم نے اسے اسحاق اور یعقوب عطا فرمائے اور ہر ایک کو کیا ہم نے نبی (غیب) کی خبریں بتانے والا۔"

یعنی جب آپ ارض مقدسہ کی طرف ہجرت فرما کر آزر سے علیحدہ ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے آپ کو حضرت اسحاق علیہ السلام اور حضرت یعقوب علیہ السلام عطا فرمائے اور ہر ایک کو نبی بنایا اور نبی کے معنی میں چوں کہ غیبی خبر دینا مضمر ہے بنا برایں دونوں غیب دان اور غیب بتانے والے ہوئے۔

اس میں اس طرف اشارہ ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی عمر مبارک کبیر السنی تک پہنچ چکی تھی لیکن باوجود درازی عمر کے آپ کو فرزند ہی نہ ملا بلکہ آپ نے پوتے یعنی حضرت یعقوب علیہ السلام کو بھی دیکھا۔

اس آیۂ کریمہ میں یہ بھی بتا دیا گیا کہ اللہ عزوجل کے لئے ہجرت کرنے والا اور اپنا گھر بار چھوڑنے والا محروم نہیں رہتا بلکہ اسے دنیا میں بھی جزا ملتی ہے جیسی کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو کہ اللہ تعالیٰ نے بیٹا اور پوتا عطا فرمایا اور دوسرے مقام پر تو اور بھی وضاحت ہے کہ مہاجر فی اللہ پر ہمارا احسان خاص ہوتا ہے اور دشمنوں کی ملکیتیں اللہ عزوجل مہاجرین کو عطا فرماتا ہے۔

چنانچہ پارۂ بستم کے چوتھے رکوع میں ہے۔

اِنَّ فِرْعَوْنَ عَلَا فِي الْاَرْضِ وَجَعَلَ اَهْلَهَا شِيَعًا يَّسْتَضْعِفُ طَآئِفَةً مِّنْهُمْ يُذَبِّحُ اَبْنَآءَهُمْ وَيَسْتَحْيٖ نِسَآءَهُمْ ؕ اِنَّهٗ كَانَ مِنَ الْمُفْسِدِيْنَ ﴿۴﴾ وَنُرِيْدُ اَنْ نَّمُنَّ عَلَى الَّذِيْنَ اسْتُضْعِفُوْا فِي الْاَرْضِ وَنَجْعَلَهُمْ اَئِمَّةً وَّنَجْعَلَهُمُ الْوٰرِثِيْنَ ﴿۵﴾ وَنُمَكِّنَ لَهُمْ فِي الْاَرْضِ۔

بے شک فرعون نے زمین میں غلبہ پایا اور اس کے رہنے والوں کو اپنا تابع بنایا ان میں ایک گروہ کو کمزور دیکھ کر ان کے بیٹوں کو ذبح کرتا اور ان کی عورتوں کو زندہ رکھتا بے شک وہ فسادی تھا۔ اور ہم چاہتے تھے کہ ان کمزوروں پر احسان فرمائیں اور انہیں پیشوا بنائیں اور ان کی ملک و مال کا انہیں کو وارث بنائیں اور انہیں زمین پر قبضہ دیں۔

اور وَوَهَبْنَا لَهُمْ مِّنْ رَّحْمَتِنَا کا مفہوم یہ ہے کہ اتنی رحمت فرمائی کہ اموال و اولاد بکثرت عطا کئے۔

اور وَجَعَلْنَا لَهُمْ لِسَانَ صِدْقٍ عَلِيًّا سے یہ مراد ہے کہ ان کی مقبولیت اتنی عام کی گئی کہ ہر دین والا، مسلمان ہو خواہ یہودی، عیسائی ہو یا نصرانی سب ان کی ثناء کرتے ہیں اور مسلمانوں کو تو نمازوں میں بھی ان پر سلام ان کی آل پر درود پڑھنے کا حکم ہے کما مرّ۔

رُوِیَ اَنَّهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ لَمَّا قَصَدَ الشَّامَ اَتٰى اَوَّلًا حَرَّانَ وَ تَزَوَّجَ سَارَةَ وَ وَلَدَتْ لَهٗ اِسْحٰقَ وَوُلِدَ

لِاِسْحٰقَ یَعْقُوْبُ۔ روایت ہے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جب شام کا قصد کیا تو اول مقام حران تشریف لائے اور حضرت نے سارہ علیہا السلام سے عقد کیا آپ سے حضرت اسحاق ہوئے اور ان سے حضرت یعقوب علیہ السلام پیدا ہوئے۔

وَ قَالَ الْکَلْبِیُّ عَلٰی تَفْسِیْرِ وَوَهَبْنَا لَهُمْ مِّنْ رَّحْمَتِنَا هِیَ الْمَالُ وَالْوَلَدُ۔ وَوَهَبْنَا لَهُمْ مِّنْ رَّحْمَتِنَا سے مراد مال و اولاد ہے۔

وَ قِیْلَ هُوَ الْکِتَابُ۔ اور ایک قول ہے کہ اس سے مراد صحف ابراہیم ہیں۔

اور وَ جَعَلْنَا لَهُمْ لِسَانَ صِدْقٍ عَلِیًّا۔ پر آلوسی فرماتے ہیں تَفْتَخِرُ بِهِمُ النَّاسُ وَ یُثْنُوْنَ عَلَیْهِمْ۔ اس کا مطلب اول بیان ہو چکا۔

بامحاورہ ترجمہ چوتھا رکوع۔ سورۂ مریم۔ پ ١٦

وَاذْكُرْ فِي الْكِتٰبِ مُوْسٰىٓ اِنَّهٗ كَانَ مُخْلَصًا وَّكَانَ رَسُوْلًا نَّبِيًّا ﴿٥١﴾

اور ذکر فرمایئے موسیٰ کا کتاب میں بے شک وہ چنا ہوا تھا اور تھا وہ رسول نبی غیب بتانے والا

وَنَادَيْنٰهُ مِنْ جَانِبِ الطُّوْرِ الْاَيْمَنِ وَقَرَّبْنٰهُ نَجِيًّا ﴿٥٢﴾

اور ہم نے اسے ندا فرمائی طور کی دائیں جانب سے اور قریب کیا اسے اپنا راز رکھنے کو

وَوَهَبْنَا لَهٗ مِنْ رَّحْمَتِنَآ اَخَاهُ هٰرُوْنَ نَبِيًّا ﴿٥٣﴾

اور عطا کیا ہم نے اسے اپنی رحمت سے اس کا بھائی ہارون نبی غیب کی خبریں بتانے والا

وَاذْكُرْ فِي الْكِتٰبِ اِسْمٰعِيْلَ اِنَّهٗ كَانَ صَادِقَ الْوَعْدِ وَكَانَ رَسُوْلًا نَّبِيًّا ﴿٥٤﴾

اور ذکر فرمایئے کتاب میں اسمٰعیل کا بے شک وہ تھا وعدہ کا سچا اور تھا وہ رسول نبی غیب بتانے والا

وَكَانَ يَاْمُرُ اَهْلَهٗ بِالصَّلٰوةِ وَالزَّكٰوةِ وَكَانَ عِنْدَ رَبِّهٖ مَرْضِيًّا ﴿٥٥﴾

اور تھا وہ اپنے گھر والوں کو حکم کرتا نماز کا اور زکوٰۃ کا اور تھا اس کے رب کے نزدیک پسندیدہ

وَاذْكُرْ فِي الْكِتٰبِ اِدْرِيْسَ اِنَّهٗ كَانَ صِدِّيْقًا نَّبِيًّا ﴿٥٦﴾

اور ذکر فرمایئے کتاب میں ادریس کا بے شک وہ تھا صدیق نبی غیب کی خبریں بتانے والا

وَّرَفَعْنٰهُ مَكَانًا عَلِيًّا ﴿٥٧﴾

اور بلند کیا ہم نے اس کا مکان

اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ مِنْ ذُرِّيَّةِ اٰدَمَ وَمِمَّنْ حَمَلْنَا مَعَ نُوْحٍ وَّمِنْ ذُرِّيَّةِ اِبْرٰهِيْمَ وَاِسْرَآءِيْلَ وَمِمَّنْ هَدَيْنَا وَاجْتَبَيْنَا اِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِمْ اٰيٰتُ الرَّحْمٰنِ خَرُّوْا سُجَّدًا وَّبُكِيًّا ﴿٥٨﴾

یہ وہ ہیں جن پر اللہ نے کیا انعام غیب کی خبریں بتانے والوں سے ذریت سے آدم کے اور ان میں جنہیں ہم نے نوح کے ساتھ سوار کیا تھا اور اولاد سے ابراہیم و یعقوب کے اور ان میں سے جنہیں ہم نے ہدایت کی اور چن لیا۔ جب پڑھی جائیں ان پر آیتیں رحمٰن کی گر پڑتے ہیں سجدے کرتے

فَخَلَفَ مِنْۢ بَعْدِهِمْ خَلْفٌ اَضَاعُوا الصَّلٰوةَ وَ اتَّبَعُوا الشَّهَوٰتِ فَسَوْفَ يَلْقَوْنَ غَيًّا ﴿۵۹﴾

تو ان کے بعد ان کی جگہ وہ ناخلف ہوئے جنہوں نے ضائع کیں نمازیں اور متبع ہوئے خواہشوں کے تو عنقریب ملیں گے دوزخ کے جنگل غی میں

اِلَّا مَنْ تَابَ وَ اٰمَنَ وَ عَمِلَ صَالِحًا فَاُولٰٓئِكَ يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ وَلَا يُظْلَمُوْنَ شَيْـًٔا ﴿۶۰﴾

مگر جو تائب ہوئے اور ایمان لائے اور اچھے کام کئے تو یہ ہیں کہ داخل ہوں گے جنت میں اور ان پر کچھ بھی ظلم نہ ہوگا۔

جَنّٰتِ عَدْنِ ِالَّتِيْ وَعَدَ الرَّحْمٰنُ عِبَادَهٗ بِالْغَيْبِ ؕ اِنَّهٗ كَانَ وَعْدُهٗ مَاْتِيًّا ﴿۶۱﴾

بسنے والے باغ وہ جن کا وعدہ رحمٰن نے کیا بندوں سے غائبانہ بے شک ہے اس کا وعدہ آنے والا

لَا يَسْمَعُوْنَ فِيْهَا لَغْوًا اِلَّا سَلٰمًا ؕ وَلَهُمْ رِزْقُهُمْ فِيْهَا بُكْرَةً وَّعَشِيًّا ﴿۶۲﴾

نہیں سنیں گے اس میں کوئی لغو بات مگر سلام اور انہیں اس میں ان کا رزق ہے صبح و شام

تِلْكَ الْجَنَّةُ الَّتِيْ نُوْرِثُ مِنْ عِبَادِنَا مَنْ كَانَ تَقِيًّا ﴿۶۳﴾

یہ وہ باغ ہیں جس کا وارث ہم کریں گے اپنے بندوں سے انہیں جو پرہیز گار ہیں

وَمَا نَتَنَزَّلُ اِلَّا بِاَمْرِ رَبِّكَ ۚ لَهٗ مَا بَيْنَ اَيْدِيْنَا وَمَا خَلْفَنَا وَمَا بَيْنَ ذٰلِكَ ۚ وَمَا كَانَ رَبُّكَ نَسِيًّا ﴿۶۴﴾

اور بولے جبریل ہم نہیں اترتے مگر حضور کے رب کے حکم سے اس کا ہے جو ہمارے آگے ہے اور جو پیچھے اور اس کے مابین ہے اور نہیں تمہارا رب بھولنے والا

رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا فَاعْبُدْهُ وَاصْطَبِرْ لِعِبَادَتِهٖ ؕ هَلْ تَعْلَمُ لَهٗ سَمِيًّا ﴿۶۵﴾

رب ہے آسمانوں اور زمین کا اور جو شے اس کے بیچ میں ہے تو اسے ہی پوجو اور اس کی بندگی میں ثابت رہو کیا جانتے ہو اس کے نام کا دوسرا

حل لغات چوتھا رکوع-سورۃ مریم-پ ۱۶

وَاذْكُرْ-اور ذکر کرو فِي الْكِتٰبِ-کتاب میں مُوْسٰٓى-موسیٰ کا اِنَّهٗ-بے شک وہ
كَانَ-تھا مُخْلَصًا-خالص وَّكَانَ-اور تھا رَسُوْلًا-رسول
نَّبِيًّا-نبی وَنَادَيْنٰهُ-اور پکارا ہم نے اس کو مِنْ جَانِبِ-جانب
الطُّوْرِ-طور کی الْاَيْمَنِ-دائیں سے وَقَرَّبْنٰهُ-اور قریب کیا ہم نے
نَجِيًّا-سرگوشی کرتے ہوئے وَوَهَبْنَا-اور بخشا ہم نے لَهٗ-اس کو مِنْ رَّحْمَتِنَآ-اپنی رحمت
سے اَخَاهُ-اس کا بھائی هٰرُوْنَ-ہارون نَبِيًّا-نبی بنا کر
وَاذْكُرْ-اور ذکر کرو فِي الْكِتٰبِ-کتاب میں اِسْمٰعِيْلَ-اسمٰعیل کا اِنَّهٗ-بے شک وہ
كَانَ-تھا صَادِقَ-سچا الْوَعْدِ-وعدے کا وَكَانَ-اور تھا
رَسُوْلًا-رسول نَّبِيًّا-نبی وَكَانَ-اور تھا يَاْمُرُ-حکم کرتا

اَهْلَهٗ۔اپنے گھر والوں کو　بِالصَّلٰوةِ۔نماز　وَالزَّكٰوةِ۔اور زکوٰۃ کا　وَكَانَ۔اور تھا
عِنْدَ۔نزدیک　رَبِّهٖ۔اپنے رب کے　مَرْضِيًّا۔پسندیدہ　وَاذْكُرْ۔اور ذکر کرو
فِي الْكِتٰبِ۔کتاب میں　اِدْرِيْسَ۔ادریس کا　اِنَّهٗ۔بےشک وہ　كَانَ۔تھا
صِدِّيْقًا۔سچا　نَّبِيًّا۔نبی　وَّرَفَعْنٰهُ۔اور اٹھایا ہم نے اس کو
مَكَانًا۔جگہ　عَلِيًّا۔بلند میں　اُولٰٓئِكَ۔یہ لوگ　الَّذِيْنَ۔وہ جو
اَنْعَمَ۔انعام کیا　اللّٰهُ۔اللہ نے　عَلَيْهِمْ۔ان پر　مِّنَ النَّبِيّٖنَ۔نبیوں سے
مِنْ ذُرِّيَّةِ۔اولاد　اٰدَمَ۔آدم سے　وَمِمَّنْ۔اور ان سے جو　حَمَلْنَا۔اٹھائے ہم نے
مَعَ۔ساتھ　نُوْحٍ۔نوح کے　وَّمِنْ ذُرِّيَّةِ۔اور اولاد　اِبْرٰهِيْمَ۔ابراہیم
وَاِسْرَآءِيْلَ۔اور یعقوب سے　وَمِمَّنْ۔اور ان سے　هَدَيْنَا۔جو ہدایت دی ہم نے　وَاجْتَبَيْنَا۔اور چن لیا
اِذَا۔جب　تُتْلٰى۔پڑھی جاتی ہیں　عَلَيْهِمْ۔ان پر　اٰيٰتُ۔آیتیں
الرَّحْمٰنِ۔رحمٰن کی　خَرُّوْا۔گر پڑتے ہیں　سُجَّدًا۔سجدہ کرتے　وَّبُكِيًّا۔اور روتے ہوئے
فَخَلَفَ۔تو پیچھے آئے　مِنْۢ بَعْدِهِمْ۔ان کے بعد　خَلْفٌ۔نالائق　اَضَاعُوا۔ضائع کیں انہوں
نے　الصَّلٰوةَ۔نمازیں　وَاتَّبَعُوا۔اور پیروی کی　الشَّهَوٰتِ۔خواہشوں کی
فَسَوْفَ۔تو جلدی　يَلْقَوْنَ۔ملیں گے　غَيًّا۔غی کو　اِلَّا۔مگر
مَنْ۔جس نے　تَابَ۔توبہ کی　وَاٰمَنَ۔اور ایمان لایا　وَعَمِلَ۔اور عمل کئے
صَالِحًا۔اچھے　فَاُولٰٓئِكَ۔تو یہ لوگ　يَدْخُلُوْنَ۔داخل ہوں گے　الْجَنَّةَ۔جنت میں
وَلَا۔اور نہ　يُظْلَمُوْنَ۔ظلم کئے جائیں گے　شَيْـًٔا۔کچھ بھی　جَنّٰتِ۔باغ
عَدْنِ۔ہمیشہ کے　الَّتِيْ۔وہ جو　وَعَدَ۔وعدہ کیا　الرَّحْمٰنُ۔رحمٰن نے
عِبَادَهٗ۔اپنے بندوں سے　بِالْغَيْبِ۔غیب سے　اِنَّهٗ۔بیشک وہ　كَانَ۔ہے
وَعْدُهٗ۔اس کا وعدہ　مَاْتِيًّا۔آنے والا　لَا يَسْمَعُوْنَ۔نہ سنیں گے　فِيْهَا۔اس میں
لَغْوًا۔بیہودہ بات　اِلَّا۔مگر　سَلٰمًا۔سلام　وَلَهُمْ۔اور ان کے لئے
رِزْقُهُمْ۔ان کا رزق ہے　فِيْهَا۔اس میں　بُكْرَةً۔صبح　وَّعَشِيًّا۔اور شام
تِلْكَ۔یہ　الْجَنَّةُ۔جنت　الَّتِيْ۔وہ ہے　نُوْرِثُ۔کہ ہم وارث
بناتے ہیں　مِنْ عِبَادِنَا۔ہم اپنے بندوں میں سے　مَنْ۔اس کو جو
كَانَ۔ہو　تَقِيًّا۔پرہیزگار　وَمَا۔اور نہیں　نَتَنَزَّلُ۔اترتے ہم
اِلَّا۔مگر　بِاَمْرِ۔ساتھ حکم　رَبِّكَ۔رب تیرے کے　لَهٗ۔اسی کا ہے
مَا۔جو　بَيْنَ۔ہمارے　اَيْدِيْنَا۔آگے ہے　وَمَا۔اور جو
خَلْفَنَا۔ہمارے پیچھے ہے　وَمَا۔اور جو　بَيْنَ۔درمیان　ذٰلِكَ۔اس کے ہے

وَمَا۔اور نہیں	كَانَ۔ہے	رَبُّكَ۔تیرا رب	نَسِيًّا۔بھولنے والا
رَبُّ۔رب ہے	السَّمٰوٰتِ۔آسمانوں کا	وَالْاَرْضِ۔اور زمین کا	وَمَا۔اور جو
بَيْنَهُمَا۔ان کے درمیان ہے	فَاعْبُدْهُ۔تو عبادت کر اس کی	وَاصْطَبِرْ۔اور صبر کر	لِعِبَادَتِهٖ۔اس کی عبادت پر
هَلْ۔کیا	تَعْلَمُ۔جانتا ہے تو	لَهٗ۔اس کا	سَمِيًّا۔کوئی ہم نام

مختصر تفسیر اردو چوتھا رکوع۔سورۃ مریم۔پ ۱۶

"وَاذْكُرْ فِي الْكِتٰبِ مُوْسٰى ۘ اِنَّهٗ كَانَ مُخْلَصًا وَّكَانَ رَسُوْلًا نَّبِيًّا ﴿۵۱﴾ وَنَادَيْنٰهُ مِنْ جَانِبِ الطُّوْرِ الْاَيْمَنِ وَقَرَّبْنٰهُ نَجِيًّا۔اور ذکر فرمائیں کتاب میں موسیٰ کا بیشک وہ چنا ہوا تھا اور تھا وہ رسول نبی غیب کی خبریں بتانے والا اور اسے ہم نے ندا فرمائی طور کی داہنی جانب سے اور اسے قریب کیا ہم نے اپنا راز کہنے کو۔"

قصہ زکریا علیہ السلام اور ولادت یحییٰ علیہ السلام کے بعد حضرت مریم علیہا السلام کا ذکر فرما کر چوتھا قصہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا بیان ہو رہا ہے۔

موسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے کوہ طور پر پکارا اور فرمایا اِنِّيْٓ اَنَا اللّٰهُ۔میں خدا ہوں اس کی تفصیل آئندہ کسی رکوع میں آئے گی۔بہر حال طور پر موسیٰ علیہ السلام کو کلام فرما کر مشرف کیا اس کو مفصل سورۂ شعراء میں پڑھیں وہاں تین چار رکوع میں آپ ہی کا تذکرہ ہے یہاں تو مختصراً اس رکوع میں موسیٰ علیہ السلام سے کلام فرمانے اور آپ کے بڑے بھائی حضرت ہارون علیہ السلام کو آپ کی مدد کے لئے نبوت عطا فرمانے اور حضرت اسمٰعیل ذبیح اللہ علیہ السلام جو سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے صاحبزادے ہیں ان کی فضیلت اور ان کے صادق الوعد ہونے اور ان کے رسول و نبی ہونے کا ذکر فرما کر چھٹا قصہ حضرت ادریس علیہ السلام کا ہے جو حضرت نوح علیہ السلام کے پردادا تھے جن کا شجرۂ نسب یہ ہے نوح بن لمک بن متوشلخ بن حنوک یا اخنوخ۔

اخنوخ حضرت ادریس علیہ السلام کا اسم گرامی ہے اور ادریس لقب اس وجہ میں ہوا کہ صحف سماوی کا درس آپ نے بکثرت دیا اور آپ کی صداقت پر سند صدیق لگائی اور آپ کو نبی بھی کیا۔گویا سورۂ مریم میں چوتھے رکوع میں چند نبیوں علیہم السلام کے ذکر فرمائے گئے۔

اب تفسیر آیت ملاحظہ ہو۔اس رکوع میں اول حضرت موسیٰ علیہ السلام کا ذکر فرما کر بتایا اِنَّهٗ كَانَ مُخْلَصًا وَّكَانَ رَسُوْلًا نَّبِيًّا۔وہ موحد اور ایسے موحد تھے کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت میں شائبۂ شرک اور ریا نہ آنے دیتے تھے۔اور وہ رسول تھے اللہ کی طرف سے مخلوق کے لئے تبلیغ احکام فرمانے کو اور نبیاً فرما کر یہ بتایا کہ بہت سے رسولوں علیہم السلام سے رفیع القدر یا تمام لوگوں میں رفیع القدر تھے۔چنانچہ آلوسی رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔

فَالنَّبِيُّ مِنَ النُّبُوَةِ بِمَعْنَى الرِّفْعَةِ۔تو نبی نبوہ سے بمعنی رفعت و بلندی متصف کیا گیا۔

وَيَجُوْزُ اَنْ يَكُوْنَ مِنَ النَّبَا وَاَصْلُهٗ نَبِيٌّ اَيِ الْمُنْبِئُ عَنِ اللّٰهِ تَعَالٰى بِالتَّوْحِيْدِ وَالشَّرَائِعِ۔اور یہ بھی جائز ہے اگر ہو نبا سے اور اس کی اصل نبیٔ ہے یعنی خبر دینے اور متنبہ کرنے والا اللہ تعالیٰ کی طرف سے احکام توحید والشرائع کے۔

وَحَكَى الْاَزْهَرِيُّ عَنِ الْكِسَائِيِّ اَنَّ النَّبِيَّ الطَّرِيْقُ وَالْاَنْبِيَاءُ طُرُقُ الْهُدٰى۔ازہری کسائی سے ناقل

ہیں کہ نبی بمعنی طریق ہے اور انبیاء ہدایت کے طریقے والوں کو کہتے ہیں۔

وَ لِذَالِکَ قَالَ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَسْتُ بِنَبِیِّ اللّٰهِ تَعَالٰی بِالْهَمْزَةِ وَلٰکِنْ نَبِیُّ اللّٰهِ تَعَالٰی۔ میں نبیٔ سے نبی نہیں لیکن اللہ کا نبی ہوں۔

بِنَاءً عَلٰی اَنَّ الْمُرَادَ اَرْسَلَهُ اللّٰهُ تَعَالٰی اِلَی الْخَلْقِ فَاَنْبَأَ هُمْ عَنْهُ سُبْحَانَهٗ۔ اس بنا پر اس سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مخلوق کی طرف انبیاء کو بھیجا تو وہ اللہ تعالیٰ کے عطا کردہ امور سے امت کو مطلع فرماتے ہیں۔

''وَنَادَیْنٰهُ مِنْ جَانِبِ الطُّوْرِ الْاَیْمَنِ۔ اور ہم نے اسے ندا دی طور کے داہنے رخ سے۔''

اَلطُّوْرُ جَبَلٌ بَیْنَ مِصْرَ وَمَدْیَنَ وَالْاَیْمَنُ صِفَةٌ لِجَانِبٍ لِقَوْلِهٖ تَعَالٰی فِیْ اٰیَةٍ اُخْرٰی جَانِبِ الطُّوْرِ الْاَیْمَنِ اَیْ نَادَیْنَاهُ مِنْ نَاحِیَةِ الْیُمْنٰی مِنَ الْیَمِیْنِ الْمُقَابِلِ لِلْیَسَارِ۔ طور ایک پہاڑ ہے مصر و مدین کے مابین اور ایمن اس پہاڑ کی ایک جانب کی صفت ہے گویا فرمایا ہے کہ ہم نے موسیٰ علیہ السلام کو داہنے رخ سے ندا دی جو بائیں رخ کے مقابل تھی۔

''وَقَرَّبْنٰهُ نَجِیًّا۔ اور اسے ہم نے قریب کیا نَجِیًّا بروزن فعیل ہے بمعنی مفاعل جیسے جلیس بمعنی مجالس آتا ہے۔ جو رازداری کے معنی میں آتا ہے۔

فَقَدْ اَخْرَجَ سَعِیْدُ بْنُ مَنْصُوْرٍ وَابْنُ الْمُنْذِرِ وَابْنُ اَبِیْ حَاتِمٍ عَنْ سَعِیْدِ بْنِ جُبَیْرٍ اَنَّ جِبْرَائِیْلَ عَلَیْهِ السَّلَامُ اَرْدَفَهٗ حَتّٰی سَمِعَ صَرِیْرَ الْقَلَمِ وَالتَّوْرَاةُ تُکْتَبُ لَهٗ اَیْ کِتَابَةً ثَانِیَةً۔

جب موسیٰ علیہ السلام کو قرب خاص ملا تو جبرائیل علیہ السلام ان کے ردیف یعنی پیچھے سوار تھے حتیٰ کہ آپ نے صریر قلم کی آوازیں سنیں اس وقت توریت دوبارہ لکھی جا رہی تھی۔

گویا یہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے مرتبہ کی معراج تھی نہ وہ معراج جو ہمارے حضور ﷺ کی تھی۔ آگے ارشاد ہے:

''وَوَهَبْنَا لَهٗ مِنْ رَّحْمَتِنَآ اَخَاهُ هٰرُوْنَ نَبِیًّا۔ اور بخشا ہم نے موسیٰ علیہ السلام کو اپنی رحمت سے ان کے بھائی ہارون بوجہ دعاء موسیٰ علیہ السلام جو انہوں نے بارگاہ الٰہی میں کی تھی۔

وَاجْعَلْ لِّیْ وَزِیْرًا مِّنْ اَهْلِیْ هٰرُوْنَ اَخِی اشْدُدْ بِهٖٓ اَزْرِیْ۔ لِاَنَّ هٰرُوْنَ کَانَ اَکْبَرَ مِنْ مُّوْسٰی عَلَیْهِ السَّلَامُ سِنًّا۔ اس لئے کہ ہارون علیہ السلام موسیٰ علیہ السلام سے از روئے عمر بڑے تھے اور وہ بہ حیثیت وزیر حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ملے اور انہیں بھی نبی بنایا گیا۔

پھر حضرت اسماعیل علیہ السلام کا ذکر علیحدہ فرمایا۔

''وَاذْکُرْ فِی الْکِتٰبِ اِسْمٰعِیْلَ۔ اور ذکر فرمایئے کتاب میں اسمٰعیل کا۔''

جمہور کے نزدیک یہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے صاحبزادے ہیں اور یہی صحیح ہے اور آپ کا تذکرہ حضرت ابراہیم اور آپ کے بھائی سے علیحدہ فرمانا ابراز کمال اور اعتناء بالامر کی وجہ میں ہے۔

وَ قِیْلَ اِنَّهٗ اِسْمَاعِیْلُ بْنُ حِزْقِیْلَ بَعَثَهُ اللّٰهُ اِلٰی قَوْمِهٖ۔ ایک قول یہ ہے کہ یہ اسمٰعیل بن حزقیل علیہ السلام ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے اپنی قوم کی طرف مبعوث فرمایا۔

لیکن قول اول صحیح ہے۔

"اِنَّهٗ كَانَ صَادِقَ الْوَعْدِ وَ كَانَ رَسُوْلًا نَّبِیًّا۔ بے شک وہ وعدے کے سچے تھے اور وہ رسول اور غیب بتانے والے نبی تھے۔"

چنانچہ آپ کے صادق الوعد ہونے پر بعض احادیث میں ہے اِنَّهٗ وَعَدَ رَجُلًا اَنْ یُّقِیْمَ الْمَكَانَ فَغَابَ عَنْهُ حَوْلًا فَلَمَّا جَاءَهٗ قَالَ لَهٗ مَا بَرِحْتَ مِنْ مَّكَانِكَ فَقَالَ لَا وَاللّٰهِ مَا كُنْتُ لِاُخْلِفَ مَوْعِدِیْ۔ ایک شخص سے آپ نے وعدہ فرمایا کہ میں یہاں ٹھہرتا ہوں وہ آپ سے رخصت ہو کر ایک سال تک واپس نہ آیا۔ جب وہ آیا تو اس نے حضرت اسماعیل علیہ السلام سے عرض کیا آپ یہاں سے ہٹے ہی نہیں آپ نے فرمایا نہیں اس لئے کہ میں وعدہ خلاف نہیں۔

وَ قِیْلَ غَابَ عَنْهُ اِثْنَیْ عَشَرَ یَوْمًا۔ ایک قول ہے کہ بارہ روز وہ واپس نہ آیا۔

وَ عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ یَوْمًا وَ اللَّیْلَةَ۔ ایک رات ایک دن۔

اس آیت کریمہ سے ثابت ہوتا ہے کہ رسول کے لئے لازم نہیں کہ وہ صاحب شریعت ہو اور اولاد ابراہیم علیہ السلام اپنی شریعت پر تھے۔ اس لئے آپ کی شان میں رَسُوْلًا نَّبِیًّا فرمایا گیا۔ كَذَا فِیْ رُوْحِ الْمَعَانِیْ۔

"وَ كَانَ یَاْمُرُ اَهْلَهٗ بِالصَّلٰوةِ وَ الزَّكٰوةِ ۪ وَ كَانَ عِنْدَ رَبِّهٖ مَرْضِیًّا۔ اور تھا وہ حکم کرنے والا اپنے گھر والوں کو نماز اور زکوٰۃ کا اور تھا وہ اپنے رب کے حضور پسندیدہ۔"

قَالَ الْحَسَنُ الْمُرَادُ بِاَهْلِهٖ اُمَّتُهٗ اَیْ اُمَّةُ الْاِجَابَةِ لِكَوْنِ النَّبِیِّ بِمَنْزَلَةِ الْاَبِ لِاُمَّتِهٖ كَانَ یَاْمُرُ اَهْلَهٗ۔ سے مراد امت اجابت ہے یعنی وہ امتی جو ایمان لا چکے تھے۔ اس لئے کہ نبی بمنزلہ والد کے ہوتا ہے۔

پانچواں قصہ اسماعیل علیہ السلام کا بیان فرما کر چھٹا تذکرہ حضرت ادریس علیہ السلام کا فرمایا جاتا ہے۔

"وَ اذْكُرْ فِی الْكِتٰبِ اِدْرِیْسَ۔ اور ذکر فرمائیے کتاب میں ادریس کا۔"

یہ قبل نوح علیہ السلام نبی گزرے ہیں اور ان میں اور نوح علیہ السلام میں بروایت مستدرک عن بن عباس ایک ہزار سال کا تفاوت ہے اور یہ اخنوخ ہیں۔

كَمَا قَالَ الْاٰلُوْسِیُّ هُوَ نَبِیٌّ قَبْلَ نُوْحٍ وَ بَیْنَهُمَا عَلٰی مَا فِی الْمُسْتَدْرِكِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَلْفُ سَنَةٍ وَ هُوَ اُخْنُوْخُ۔

اور ان کا شجرۂ نسب یہ ہے اخنوخ بن یرد بن مہلائیل بن انوش بن قینان بن شیث بن آدم علیہ السلام۔

اور وہب بن منبہ رحمہ اللہ سے ہے اِنَّهٗ جَدُّ نُوْحٍ عَلَیْهِ السَّلَامُ وَ الْمَشْهُوْرُ اَنَّهٗ جَدُّ اَبِیْهِ فَاِنَّهٗ ابْنُ اللَّمِكِ بْنِ مَتُوْشَلَخَ بْنِ اُخْنُوْخَ۔

اور ادریس علیہ السلام ہی وہ ہیں جنہوں نے سب سے پہلے نجوم اور حساب میں نظر فرمائی اور اللہ تعالیٰ نے معجزات سے آپ کو نوازا۔ اور آپ ہی سب سے پہلے وہ ہیں۔

جس نے قلم سے لکھا اور کپڑے سیے اور آپ ہی فن خطاطی کے موجد ہیں۔

وَ كَانُوْا قَبْلُ یَلْبَسُوْنَ الْجُلُوْدَ۔ آپ سے پہلے لوگ کھالیں پہنا کرتے تھے۔

اور بعد آدم آپ ہی پہلے رسول ہیں وَ قَدْ اَنْزَلَ اللّٰهُ عَلَيْهِ ثَلَاثِيْنَ صَحِيْفَةً۔ آپ پر اللہ تعالیٰ نے تیس صحیفے نازل فرمائے۔

وَ اَوَّلُ مَنِ اتَّخَذَ الْمَوَازِيْنَ وَالْمَكَايِيْلَ وَالْاَسْلِحَةَ فَقَاتَلَ بَنِيْ قَابِيْلَ۔ اور سب سے پہلے آپ ہی نے ترازو ایجاد کی۔ پیمانے بنائے اور اسلحہ بھی آپ ہی نے ایجاد کئے اور بنی قابیل سے آپ ہی نے مقاتلہ کیا۔

"اِنَّهٗ كَانَ صِدِّيْقًا نَّبِيًّا ﴿٥٦﴾ وَّ رَفَعْنٰهُ مَكَانًا عَلِيًّا۔ وہ صدیق اور نبی تھے اور ہم نے انہیں مکان رفیع پر اٹھایا۔"

رَفَعْنٰهُ مَكَانًا عَلِيًّا۔ سے مراد شرف نبوت بھی ہوسکتا ہے اور تقرب خاص بھی۔

کعب، حسن اور جبائی اور ابو مسلم عن انس وابی سعید الخدری و کعب و مجاہد کہتے ہیں رَفَعْنَاهُ اِلَى السَّمَاءِ الرَّابِعَةِ۔ آپ کو چوتھے آسمان پر اٹھالیا۔

وَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ والضَّحَّاكِ اَلسَّمَاءِ السَّادِسَةُ۔ ابن عباس اور ضحاک چھٹے آسمان پر اٹھایا جانا فرماتے ہیں۔

وَ عَنِ الْحَسَنِ اَلْجَنَّةُ لَاشَيْءَ اَعْلَا مِنَ الْجَنَّةِ۔ حسن فرماتے ہیں اس سے مراد جنت ہے اس لئے کہ اس سے اعلیٰ کچھ نہیں۔

اور اس پر نابغہ جعدی کا واقعہ لاتے ہیں اِنَّهٗ لَمَّا اَنْشَدَ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الشِّعْرَ الَّذِيْ اٰخِرُهٗ۔

بَلَغْنَا السَّمَاءَ مَجْدُنَا وَ سَنَاؤُنَا   وَ اِنَّا لَنَرْجُوْا فَوْقَ ذَالِکَ مَظْهَرَا

جب انہوں نے حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کو اشعار سنائے تو آخری شعر جب یہ پڑھا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

اِلٰى اَيْنَ الْمَظْهَرُ يَا اَبَا لَيْلٰى قَالَ اِلَى الْجَنَّةِ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ۔ ابو لیلیٰ وہ کہاں تک مظہر ہے؟ عرض کی حضور جنت تک۔

قَالَ اَجَلْ اِنْ شَاءَ اللّٰهُ تَعَالٰى۔ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بے شک اگر اللہ چاہے۔

وَ عَنْ قَتَادَةَ اَنَّهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ لَيَعْبُدُ اللّٰهَ مَعَ الْمَلٰئِكَةِ عَلَيْهِمُ السَّلَامُ فِي السَّمَآءِ السَّابِعَةِ وَيَرْتَعُ تَارَةً فِي الْجَنَّةِ حَيْثُ شَاءَ۔

قتادہ کہتے ہیں کہ ادریس علیہ السلام ملائکہ علیہم السلام کے ساتھ ساتویں آسمان میں عبادت کررہے ہیں اور کبھی کبھی جنت کے پھل جہاں سے چاہیں کھاتے ہیں۔ اور کتب الٰہیہ کی کثرت درس وتدریس کے باعث آپ کا نام ادریس ہوا۔

آپ کے آسمان پر اٹھانے کا سبب یہ ہے۔

حضرت کعب احبار رضی اللہ عنہ وغیرہ سے مروی ہے کہ حضرت ادریس علیہ السلام نے ایک روز ملک الموت سے فرمایا میں موت کا مزہ چکھنا چاہتا ہوں۔ تم میری روح قبض کرو انہوں نے تعمیل حکم کی اور بعد قبض روح اسی وقت لوٹا دی۔ آپ نے زندہ ہوکر فرمایا اب مجھے جہنم دکھاؤ تاکہ خوف اس سے زیادہ ہو۔ چنانچہ ملک الموت نے مالک جہنم کو دروازہ کھولنے کا حکم دیا اور فرمایا ہم اس پر سے گزرنا چاہتے ہیں۔ پھر آپ نے ملک الموت سے فرمایا اب مجھے جنت دکھادو وہ آپ کو جنت میں لے گئے

آپ اس میں داخل ہوئے۔ تھوڑی دیر بعد ملک الموت نے عرض کی اب تشریف لے چلیں۔ فرمایا میں یہاں سے اب کہیں نہ جاؤں گا۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے كُلُّ نَفْسٍ ذَآىِٕقَةُ الْمَوْتِ تو میں موت کا مزہ چکھ چکا ہوں۔

اور فرمایا ہے وَاِنْ مِّنْكُمْ اِلَّا وَارِدُهَا۔ ہر شخص تم میں سے جہنم پر گزرے گا۔ یہ بھی ہو گیا۔

اور اب میں جنت میں ہوں اور جنت میں آنے کے بعد وعدہ ہے وَّمَا هُمْ مِّنْهَا بِمُخْرَجِیْنَ وہ جنت سے نکالے نہ جائیں گے۔ لہٰذا اب تم مجھے کیسے نکال سکتے ہو۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ملک الموت کو اطلاع دی گئی کہ ادریس نے جو کچھ کیا وہ میرے ہی اذن سے کیا اب انہیں جنت میں چھوڑ دو یہ اس میں رہیں چنانچہ آپ وہیں آج تک آباد ہیں۔ یہ قصہ مفصل بعبارت طویل آلوسی رحمہ اللہ نے روح المعانی میں نقل کیا ہے۔

اس قصہ میں حضرت ملک الموت کی وسعت علم ونظر اور تصرف کا بھی ایک واقعہ ہے جو ہمیں اس نتیجہ پر پہنچاتا ہے کہ جب ایک اس فرشتہ کی یہ وسعت علم ونظر ہے تو اللہ تعالیٰ نے اپنے نبیوں علیہم السلام کو کتنی وسعت علم عطا کی ہوگی اور جب نبیوں علیہم السلام کی وسعت علم اتنی ہوگی تو نبی الانبیاء جناب مصطفیٰ ﷺ کی وسعت علم کتنی ہوگی چنانچہ آلوسی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

فَقَالَ لَهُ (اِدْرِیْسُ) اِنَّکَ مَعِیَ هٰذِهِ الْمُدَّةَ لَمْ تَقْبِضْ رُوْحَ اَحَدِ الْخَلْقِ قَالَ بَلٰی اِنِّیْ مَعَکَ وَاِنِّیْ اَقْبِضُ نَفْسَ مَنْ اُمِرْتُ بِقَبْضِ نَفْسِهٖ فِیْ مَشَارِقِ الْاَرْضِ وَ مَغَارِبِهَا وَمَا الدُّنْیَا کُلُّهَا عِنْدِیْ اِلَّا کَمَائِدَةٍ بَیْنَ یَدَیِ الرَّجُلِ یَتَنَاوَلُ مِنْهَا مَاشَاءَ مِنْهُ۔ اس کے بعد پھر دوزخ جنت میں جانے کا واقعہ ہے جو مذکور ہو چکا۔

عبارت بالا کا ترجمہ یہ ہے:

حضرت ادریس علیہ السلام نے ملک الموت کو فرمایا کہ تم اس مدت تک ہمارے ساتھ رہے اس میں تم نے کوئی روح قبض نہیں کی ملک الموت نے عرض کی کیوں نہیں میں آپ کی معیت میں رہ کر بھی روح قبض کرتا رہا ہوں جس کا مجھے حکم ملا مشرق و مغرب سے اور دنیا ہمارے سامنے ساری مثل ایک دستر خوان ہے جو آدمی کے آگے بچھا ہوا ہوتا ہے۔

کہ اس میں سے جو چاہے اٹھائے۔ اسی طرح میں اگرچہ آپ کے حضور حاضر رہا مگر تمام عالم مثل دستر خوان میرے سامنے نہیں تھا بلکہ اس پر میرا تصرف بھی تھا اور اب بھی ہے۔

پھر حضرت ادریس علیہ السلام نے فرمایا یَا مَلَکَ الْمَوْتِ اَسْاَلُکَ بِالَّذِیْ اَحْیَیْتَنِیْ لَهٗ وَفِیْهِ اِلَّا قُضِیَتْ لِیْ اَسْاَلُکَهَا — فَقَالَ سَلْنِیْ یَا نَبِیَّ اللّٰهِ فَقَالَ اُحِبُّ اَنْ تُذِیْقَنِی الْمَوْتَ ثُمَّ تَرُدَّ عَلَیَّ رُوْحِیْ اِلَی اٰخِرِهٖ۔ یہ کہ آپ نے ملک الموت سے فرمایا کہ میں چاہتا ہوں کہ مجھے موت کا ذائقہ چکھا کر پھر میری روح مجھ پر واپس کر اس کے بعد جو کچھ ہوا وہ مذکور ہو چکا۔

آلوسی رحمہ اللہ فرماتے ہیں وَاللّٰهُ تَعَالٰی اَعْلَمُ بِصِحَّتِهٖ وَهٰذَا الرَّفْعُ لِاِقْتِضَائِهٖ عُلُوَّ الشَّانِ وَرَفْعَةِ الْقَدْرِ۔ اس کی صحت حال کو اللہ تعالیٰ ہی خوب جانتا ہے بظاہر یہ رفع علو شان اور رفعت مکان کے اقتضاء کے لحاظ سے تھا۔

ورنہ مجرد رفع مکان عالی کی طرف حسی طور پر کچھ نہیں ہے اس لئے کہ

فَالنَّارُ يَعْلُوْهَا الدُّخَانُ وَ رُبَّمَا يَعْلُو الْغُبَارُ عَمَائِمَ الْفُرْسَانِ

آگ کی بلندی سے دھواں اونچا ہو جاتا ہے اور اکثر غبار گھوڑے سواریوں کی پگڑیوں سے اونچا چلا جاتا ہے۔ آگے ارشاد ہے۔

"اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ مِنْ ذُرِّيَّةِ اٰدَمَ ۗ وَمِمَّنْ حَمَلْنَا مَعَ نُوْحٍ۔ یہ ہیں وہ جن پر اللہ نے احسان فرمایا غیب دان نبیوں میں سے اولاد آدم علیہ السلام سے اور ان میں سے جن کو سوار کیا تھا ہم نے نوح کے ساتھ۔"

خلاصہ یہ ہوا کہ یہی وہ لوگ ہیں جنہیں ہم نے دینی نعمتوں اور دنیوی فنون سے نوازا۔

اور علاوہ ادریس علیہ السلام کے کہ وہ حضرت نوح علیہ السلام سے قبل تھے مگر ابراہیم علیہ السلام بالاجماع ذریت سام بن نوح علیہ السلام ہیں۔

"وَمِنْ ذُرِّيَّةِ اِبْرٰهِيْمَ وَاِسْرَآءِيْلَ ۫ وَمِمَّنْ هَدَيْنَا وَاجْتَبَيْنَا ؕ اِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِمْ اٰيٰتُ الرَّحْمٰنِ خَرُّوْا سُجَّدًا وَّبُكِيًّا۔ اور ذریت ابراہیم اور یعقوب کی اولادیں سے اور ان میں سے جنہیں ہم نے راہ دکھائی اور چن لیا ان کو جب ان پر پڑھی جائیں آیتیں رحمٰن کی تو گر پڑتے اور روتے ہیں۔"

یعنی حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اولاد اور اسرائیل یعنی یعقوب علیہ السلام کی اولاد سے، حضرت اسماعیل اور حضرت اسحاق اور حضرت یعقوب حضرت موسیٰ حضرت ہارون حضرت زکریا حضرت یحییٰ حضرت عیسیٰ صلوات اللہ علیہم وسلامہ جنہیں اللہ تعالیٰ نے شرح شریعت اور کشف حقیقت کے لئے چن لیا اور ان کا خشوع وخضوع اتنا بڑھا ہوا تھا کہ جب ان پر آیات الٰہیہ عزوجل پڑھی جاتیں تو خشوع میں روتے اور خضوع وخوف سے سجدے میں گر جاتے تھے۔

اس آیت کریمہ سے استحباب سجدہ پر استدلال کیا ہے تلاوت آیات سجدہ پر۔

وَ قَدْ اَخْرَجَ اِبْنُ مَاجَةَ وَاِسْحٰقُ بْنُ رَاهُوَيْهِ وَالْبَزَّارُ فِيْ مُسْنَدَيْهِمَا مِنْ حَدِيْثِ سَعْدِ بْنِ اَبِيْ وَقَّاصٍ مَرْفُوْعاً اُتْلُوا الْقُرْاٰنَ وَابْكُوْا فَاِنْ لَّمْ تَبْكُوْا فَتَبَاكُوْا – وَ قِيْلَ اَلْمُرَادُ مِنَ السَّجْدَةِ سُجُوْدُ التِّلَاوَةِ۔

سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ مرفوعاً فرماتے ہیں کہ قرآن کریم پڑھتے ہوئے رونا چاہئے۔ اگر رونا نہ آئے تو رونے کی صورت بنانا چاہئے۔

ایک قول ہے کہ اس آیۂ کریمہ میں سجدہ سے مراد سجود تلاوت ہیں۔

وَ نَقَلَ جَلَالُ السُّيُوْطِيُّ عَنِ الرَّازِيِّ اَنَّهُ اِسْتَدَلَّ بِالْاٰيَةِ عَلٰى وُجُوْبِ سُجُوْدِ التِّلَاوَةِ۔ اس آیت سے وجوب سجدۂ تلاوت پر استدلال کیا ہے۔

اور آیات سجدہ میں ساجد کو چاہئے کہ سجدہ میں مفہوم آیت کے مطابق دعا کرے چنانچہ خَرُّوْا سُجَّدًا وَّبُكِيًّا پر سجدہ کرتے وقت یہ دعا پڑھے:

اَللّٰهُمَّ اجْعَلْنِیْ مِنْ عِبَادِکَ الْمُنْعَمُ عَلَیْهِمِ الْمُهْتَدِیْنَ السَّاجِدِیْنَ لَکَ الْبَاکِیْنَ عِنْدَ تِلَاوَةِ اٰیٰتِکَ۔

اور آیات اسراء میں سجدہ پر یہ پڑھے:

اَللّٰهُمَّ اجْعَلْنِیْ مِنَ الْبَاکِیْنَ اِلَیْکَ الْخَاشِعِیْنَ لَکَ۔

اور آیات تنزیل سجدہ میں یہ پڑھے:

اَللّٰهُمَّ اجْعَلْنِیْ مِنَ السَّاجِدِیْنَ لِوَجْهِکَ الْمُسَبِّحِیْنَ بِحَمْدِکَ وَرَحْمَتِکَ وَ اَعُوْذُ بِکَ مِنْ اَنْ اَکُوْنَ مِنَ الْمُسْتَکْبِرِیْنَ۔

اس کے بعد عذاب یہود و نصاریٰ کے متعلق ہے:

’’فَخَلَفَ مِنْۢ بَعْدِهِمْ خَلْفٌ اَضَاعُوا الصَّلٰوةَ وَ اتَّبَعُوا الشَّهَوٰتِ فَسَوْفَ یَلْقَوْنَ غَیًّا ﴿۵۹﴾ اِلَّا مَنْ تَابَ وَ اٰمَنَ وَ عَمِلَ صَالِحًا فَاُولٰٓىٕكَ یَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ وَ لَا یُظْلَمُوْنَ شَیْــٴًـا ﴿۶۰﴾ جَنّٰتِ عَدْنِ الَّتِیْ وَعَدَ الرَّحْمٰنُ عِبَادَهٗ بِالْغَیْبِ ؕ اِنَّهٗ كَانَ وَعْدُهٗ مَاْتِیًّا۔

تو ان کے بعد ان کی جگہ وہ ناخلف آئے جنہوں نے نمازیں ضائع کیں اور اپنی خواہشوں کے پیرو ہوئے تو عنقریب وہ غی سے ملیں گے مگر جو تائب ہوئے اور ایمان لائے اور اچھے کام کئے تو یہ لوگ جنت میں جائیں گے اور ان پر ظلم نہ ہوگا کچھ بھی بسنے والے باغ جن کا وعدہ رحمٰن نے اپنے بندوں سے غائبانہ فرمایا بے شک اس کا وعدہ آنے والا ہے۔‘‘

قرآنی محاورہ میں غی جہنم کے ایک جنگل کا نام ہے۔ چنانچہ ابن جریر اور طبرانی رحمہم اللہ حدیث امامہ سے مرفوعاً راوی ہیں کہ

اِنَّهٗ نَهْرٌ فِیْ اَسْفَلِ جَهَنَّمَ یَسِیْلُ فِیْهِ صَدِیْدُ اَهْلِ النَّارِ – وَ فِیْهِ لَوْ اَنَّ صَخْرَةً زِنَةَ عَشْرَ عَشْرَاذَاتٍ قُذِفَ بِهَا مِنْ شَفِیْرِ جَهَنَّمَ مَا بَلَغَتْ قَعْرَهَا سَبْعِیْنَ خَرِیْفاً ثُمَّ تَنْتَهِیْ اِلٰی غَیٍّ۔

یہ اسفل جہنم میں ایک نہر ہے جس میں جہنمیوں کی پیپ بہتی ہے اس میں اگر ایک بھاری پتھر بھی پھینکا جائے تو ستر خریف پر عبور کر کے پھر غی تک پہنچے۔

ایک جماعت سے مروی ہے بطریق ابن مسعود رضی اللہ عنہ اِنَّهٗ قَالَ:

اَلْغَیُّ نَهْرٌ اَوْ وَادٍ فِیْ جَهَنَّمَ مِنْ قَیْحٍ بَعِیْدِ الْقَعْرِ خَبِیْثِ الطَّعْمِ یُقْذَفُ فِیْهِ الَّذِیْنَ یَتَّبِعُوْنَ الشَّهَوَاتِ۔ غی ایک نہر یا جنگل ہے۔ جہنم میں گندگی کا بہت گہرا خبیث الطعم اس میں وہ ڈالے جائیں گے جو شہوات کے پیچھے لگنے والے ہیں۔

وَ حَکَی الْکِرْمَانِیُّ اَنَّهٗ اٰبَارٌ فِیْ جَهَنَّمَ یَسِیْلُ اِلَیْهَا الصَّدِیْدُ وَالْقَیْحُ۔ وہ کنویں ہیں جہنم میں جس میں گندگی اور رراد پیپ بہتی ہے۔

اور ابن ابی حاتم قتادہ رحمہما اللہ سے راوی ہیں۔

اِنَّ الْغَیَّ السُّوْءُ۔ غی نام ہے سخت سے سخت تکلیف کا۔

جَنّٰتِ عَدْنٍ۔ بدل ہے جنت سے بدل البعض۔

یعنی وہ باغ وہ جنت جس میں خوشگوار رہنا ہو۔
تو آٹھوں جنت کی قسموں میں یہ جنت سب سے بہتر و افضل ہوگی۔
مَاْتِیًّا- اَیْ یَاْتِیْهِ مَنْ وَعَدَ لَهٗ لَا مُحَالَةَ وَقِیْلَ مَاتِیًّا مَفْعُوْلٌ بِمَعْنٰی فَاعِلٍ اَیْ اٰتِیًا۔ یعنی ضرور آنے والا جس کے لئے وعدہ کیا جائے لامحالہ۔
اور ایک قول ہے کہ ماتیا مفعول بمعنی فاعل ہے یعنی ضرور آنے والا۔ تفسیر آیت یہ ہے۔
یعنی آیہ متلوہ میں ارشاد ہوا کہ یہود و نصاریٰ وغیرہ ان ہستیوں کے بعد ایسے ناخلف نکلے کہ شہوات کی اتباع میں انہوں نے نمازیں ضائع کر ڈالیں چنانچہ آلوسی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس میں محض یہود و نصاریٰ ہی نہیں آتے۔ بلکہ اِنَّ فِیْ قَوْمٍ مُّسْلِمِیْنَ مِنْ هٰذِهِ الْاُمَّةِ مَرْوِیٌّ عَنْ مُجَاهِدٍ وَقَتَادَةَ وَ عَطَا وَغَیْرِهِمْ۔
اس میں آج کا مسلمان بھی داخل ہے جیسے کہ مجاہد اور قتادہ اور عطا رحمہم اللہ وغیرہ سے مروی ہے۔
قَالُوْا اِنَّهُمْ یَاْتُوْنَ عِنْدَ ذَهَابِ الصَّالِحِیْنَ یَتَبَادَرُوْنَ بِالزِّنَا یَنْزُوْ بَعْضُهُمْ عَلٰی بَعْضٍ فِی الْاَزِقَّةِ كَالْاَنْعَامِ لَا یَسْتَحْیُوْنَ مِنَ النَّاسِ وَلَا یَخَافُوْنَ مِنَ اللّٰهِ تَعَالٰی۔
فرمایا وہ صلحاء امت کے بعد دوڑنے لگ گئے زنا اور بدکاری کی طرف اور ان میں سے بعض بعض پر بدکاری میں جانوروں کی مثل ہو گئے اور لوگوں سے حیا بھی نہ رہی اور خوف خدا بھی جاتا رہا۔
وَاتَّبَعُوا الشَّهَوٰتِ۔ اور منہمک ہو گئے معاصی میں۔
وَ فِی الْبَحْرِ - الشَّهَوَاتُ عَامٌّ فِیْ كُلِّ مُشْتَهًی یُشْغِلُ عَنِ الصَّلٰوةِ وَعَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ تَعَالٰی۔ شہوات ہر اس مشتہی کو کہا جائے گا جو نماز سے غافل کر دے۔ اللہ کے ذکر کو بھلا دے۔
عام اس سے کہ وہ سینما ہو یا ٹی پارٹی۔ گلگشت ہو یا تاش یا شطرنج کی بازی۔ گانا بجانا ہو یا آتش بازی یا مثل اس کے لغویات۔
اور یہود و نصاریٰ کے لئے اگر رکھا جائے تو بھی صحیح ہے۔
اس کے بعد استثنیٰ فرمایا گیا تاکہ معلوم ہو جائے کہ فساق و فجار بدکردار سیہ کار حتیٰ کہ یہود و نصاریٰ اور جمیع اشرار اگر توبہ کر کے نیک عمل کی طرف جھک جائیں اور ایمان صحیح کر لیں تو وہ جنت کے حق دار ہیں اور انہیں پھر بھی سزا دینا چونکہ ظلم ہے لہٰذا ہمارا وعدہ ہے کہ ان پر ظلم نہ ہوگا بلکہ جنت اور جنت بھی وہ جنت جو ہمیشہ کے لئے خوش گوار ہو، انہیں ملے گی۔ یہ غائبانہ وعدہ یقیناً پورا ہوگا۔ آگے اس کی صفت ارشاد ہے:
"لَا یَسْمَعُوْنَ فِیْهَا لَغْوًا اِلَّا سَلٰمًا ؕ وَلَهُمْ رِزْقُهُمْ فِیْهَا بُكْرَةً وَّعَشِیًّا۔ نہ سنیں گے وہ اس جنت میں کوئی لغویات مگر سلام ہی سلام اور ان کے لئے ان کا رزق ہے صبح و شام"۔
یعنی جیسے حیات دنیا میں کسی کی برائی بھلائی۔ کسی پر الزام کسی کے خلاف بکواس کسی کو سب و شتم یہ اس جنت میں تم نہ سنو گے مگر سلامتی کی باتیں۔ دل خوش کن گفتگو اور ملائکہ علیہم السلام بھی آپس میں سلام سلام ہی کرتے رہتے ہیں اور ان کے لئے رزق ہے صبح و شام۔ یہ جو فرمایا وہ ہمارے سمجھنے کے لئے ورنہ جنت میں صبح و شام نہیں وہاں کے نوری اوقات ہوں گے۔ طلوع

غروب دنیا میں ہے۔

یا اس سے یہ مراد ہے کہ جس نعمت کو جب چاہیں حاصل کریں وہ وہاں محنت و مشقت نہیں پائیں گے تو دن کی مقدار سے دوبار جنتیوں کے آگے ان کے لئے دستر خوان لگے گا۔ ویسے مَا تَشْتَهِيهِ الْاَنْفُسُ وَتَلَذُّ الْاَعْيُنُ۔ وہاں حاصل ہے۔

اَخْرَجَ ابْنُ الْمُنْذِرِ عَنْ يَحْيٰى بْنِ كَثِيْرٍ قَالَ كَانَتِ الْعَرَبُ فِيْ زَمَانِهَا اِنَّمَا لَهَا اُكْلَةٌ وَاحِدَةٌ فَمَنْ اَصَابَ اُكْلَتَيْنِ سُمِّيَ فُلَانُ النَّاعِمُ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ تَعَالٰى هٰذَا يُرَغِّبُ عِبَادَهٗ فِيْمَا عِنْدَهٗ وَرُوِيَ نَحْوَذَا لِكَ عَنِ الْحَسَنِ۔

وَقِيْلَ اَلْمُرَادُ دَوَامُ رِزْقِهِمْ وَدَوْرُهٗ وَاِلَّا فَلَيْسَ فِي الْجَنَّةِ بُكْرَةٌ وَّلَا عَشِيٌّ لٰكِنْ جَاءَ فِيْ بَعْضِ الْاٰثَارِ اِنَّ اَهْلَ الْجَنَّةِ يَعْرِفُوْنَ مِقْدَارَ اللَّيْلِ بِاِرْخَاءِ الْحُجُبِ وَاِغْلَاقِ الْاَبْوَابِ وَيَعْرِفُوْنَ مِقْدَارَ النَّهَارِ بِرَفْعِ الْحِجَابِ وَفَتْحِ الْاَبْوَابِ۔

خلاصہ ترجمہ یہ ہے کہ عرب اپنے زمانہ میں ایک وقت کھانے کا رکھتے تھے اور جو دو وقت کا کھانا مقرر کرتا اسے ناعم یعنی فراخ دست اور نعمتوں والا کہتے تھے تو اللہ تعالیٰ نے ان کے مذاق کے مطابق بُكْرَةً وَّعَشِيًّا فرمایا تاکہ انہیں رغبت ہو۔

اور حسن رحمہ اللہ سے بھی ایسا ہی مروی ہے۔

اور ایک قول ہے کہ بُكْرَةً وَّعَشِيًّا کی مراد رزق دوام ہے ورنہ جنت میں صبح و شام نہیں۔

بعض احادیث سے ثابت ہوتا ہے کہ اہل جنت مقدار لیل ونہار جانیں گے رفع حجاب و فتح ابواب سے۔

وَاَخْرَجَ الْحَكِيْمُ التِّرْمِذِيُّ فِيْ نَوَادِرِ الْاُصُوْلِ مِنْ طَرِيْقِ اَبَانَ عَنِ الْحَسَنِ وَاَبِيْ قِلَابَةَ قَالَا جَاءَ رَجُلٌ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ هَلْ فِي الْجَنَّةِ مِنْ لَيْلٍ قَالَ وَمَا هَيَّجَكَ عَلٰى هٰذَا قَالَ سَمِعْتُ اللّٰهَ تَعَالٰى يَذْكُرُ فِي الْكِتَابِ وَلَهُمْ رِزْقُهُمْ فِيْهَا بُكْرَةً وَّعَشِيًّا فَقُلْتُ اللَّيْلُ مِنَ الْبُكْرَةِ وَالْعَشِيِّ فَقَالَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْسَ هُنَاكَ لَيْلٌ وَاِنَّمَا هُوَ ضَوْءٌ وَنُوْرٌ يَرِدُ الْغُدُوُّ عَلَى الرَّوَاحِ وَالرَّوَاحُ عَلَى الْغُدُوِّ وَتَاْتِيْهِمْ طَرَفُ الْهَدَايَا مِنَ اللّٰهِ تَعَالٰى لِمَوَاقِيْتِ الصَّلٰوةِ الَّتِيْ كَانُوْا يُصَلُّوْنَ فِيْهَا فِي الدُّنْيَا وَتُسَلِّمُ عَلَيْهِمُ الْمَلٰئِكَةُ عَلَيْهِمُ السَّلَامُ۔

نوادر الاصول میں حکیم ترمذی سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک شخص حاضر آیا اور عرض کی کیا جنت میں رات بھی ہوگی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ خیال تجھے کیوں آیا عرض کیا قرآن کریم میں ہے وَلَهُمْ رِزْقُهُمْ فِيْهَا بُكْرَةً وَّعَشِيًّا تو مجھے خیال ہوا کہ صبح تو رات کے ساتھ ہوتی ہے۔

تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہاں رات نہیں بلکہ ضو اور نور کی تبدیلی سے رات دن ہوں گے اور یہ بھی اس لئے کہ جنت میں اوقات نماز پر جنتی لوگوں کو تحفے تحائف ملا کریں گے۔

اور اس پر ملائکہ علیہم السلام سلام بھیجیں گے۔

آگے ارشاد ہے:

"تِلْكَ الْجَنَّةُ الَّتِيْ نُوْرِثُ مِنْ عِبَادِنَا مَنْ كَانَ تَقِيًّا۔ یہ وہ باغ ہے جس کا وارث اپنے بندوں میں سے اسے

کریں گے جو پرہیزگار ہے"۔

اَخْرَجَ ابْنُ اَبِی حَاتِمٍ عَنِ ابْنِ شَوْذُبٍ قَالَ لَیْسَ مِنْ اَحَدٍ اِلَّا وَلَهٗ فِی الْجَنَّةِ مَنْزِلٌ وَّ اَزْوَاجٌ فَاِذَا كَانَ یَوْمُ الْقِیَامَةِ وَرَّثَ اللّٰهُ تَعَالٰی الْمُؤْمِنَ كَذَا وَ كَذَا مَنْزِلاً مِّنْ مَنَازِلِ الْكُفَّارِ وَذَالِكَ قَوْلُهٗ تَعَالٰی تِلْكَ الْجَنَّةُ الَّتِیْ نُوْرِثُ مِنْ عِبَادِنَا۔

کوئی ایسا نہیں جس کے لئے جنت میں مکان نہ ہو اور ان کے لئے بیویاں نہ ہوں تو جب قیامت ہوگی تو اللہ تعالیٰ مومنین کو ان کے مقامات عطا فرما کر کفار کے نام کے منازل بھی انہیں عطا فرمائے گا اور تِلْكَ الْجَنَّةُ الَّتِیْ نُوْرِثُ مِنْ عِبَادِنَا میں یہی ارشاد مقصود ہے۔

اس روایت پر آلوسی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

اِنْ صَحَّ فِیْهِ اَثَرٌ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَعَلَی الْعَیْنِ وَالرَّاْسِ وَاِلَّا فَقَدْ قِیْلَ عَلَیْهِ اِنَّهٗ ضَعِیْفٌ۔ اگر یہ روایت حضور سے ہے تو سر آنکھوں پر ورنہ اس کے ضعیف ہونے پر بھی کہا گیا ہے۔

مختصر یہ کہ تِلْكَ الْجَنَّةُ الَّتِیْ سے مراد جنت عدن ہے جس کا وعدہ من جانب الرحمٰن ہے وہ متقی اور پرہیزگار نیکوکار بندوں کے لئے ہے۔

اور غیر متقی سیہ کار بداعمال کے لئے بھی جنت ہے بشرطیکہ وہ ایمان وتقویٰ میں پورا ہو جائے حیث قال وَوَعْدُ غَیْرِ الْمُؤْمِنِ التَّقِیِّ مَشْرُوْطٌ بِالْاِیْمَانِ وَالتَّقْوٰی۔

آگے ارشاد ہے جس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے جبریل علیہ السلام کا جواب ہے:

"وَمَا نَتَنَزَّلُ اِلَّا بِاَمْرِ رَبِّكَ ۚ لَهٗ مَا بَیْنَ اَیْدِیْنَا وَمَا خَلْفَنَا وَمَا بَیْنَ ذٰلِكَ ۚ وَمَا كَانَ رَبُّكَ نَسِیًّا ﴿۶۴﴾ رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَیْنَهُمَا فَاعْبُدْهُ وَاصْطَبِرْ لِعِبَادَتِهٖ ۭ هَلْ تَعْلَمُ لَهٗ سَمِیًّا۔

(اور جبریل علیہ السلام نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا) ہم نہیں اترتے مگر آپ کے رب کے حکم سے اسی کا ہے جو ہمارے آگے ہے اور جو ہمارے پیچھے ہے اور جو اس کے درمیان ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا رب بھولنے والا نہیں۔ وہ رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ہے اور مالک ہے جو کچھ اس کے بیچ میں ہے سب کا تو اسی کی پوجا کرو اور بندگی پر قائم رہو کیا اس کے نام کا دوسرا جانتے ہو۔"

اس کا شان نزول ترمذی ونسائی اور بخاری شریف میں ہے حضرت ابن عباس راوی ہیں کہ حضور علیہ السلام ﷺ نے جبریل علیہ السلام سے فرمایا مَا یَمْنَعُكَ اَنْ تَزُوْرَنَا اَكْثَرَ مِمَّا تَزُوْرُنَا۔ کیا وجہ ہے کہ آپ ہمارے پاس زیادہ نہیں آتے؟

تو یہ آیۂ کریمہ نازل ہوئی جس میں جبریل علیہ السلام کی طرف سے جواب دیا گیا۔

آلوسی رحمہ اللہ فرماتے ہیں اس آیت میں قول جبریل علیہ السلام بطور حکایت بیان فرمایا فَقَدْ رُوِیَ اَنَّهُ اِحْتَبَسَ عَنْهُ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ اَیَّامًا حِیْنَ سُئِلَ عَنْ قِصَّةِ اَصْحَابِ الْكَهْفِ وَذِی الْقَرْنَیْنِ وَالرُّوْحِ فَلَمْ یَدْرِ عَلَیْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ كَیْفَ یُجِیْبُ حَتّٰی حَزِنَ وَاشْتَدَّ عَلَیْهِ ذَالِكَ وَقَالَ الْمُشْرِكُوْنَ اِنَّ رَبَّهٗ وَدَعَهٗ وَقَلَاهُ فَلَمَّا نَزَلَ قَالَ لَهٗ عَلَیْهِ السَّلَامُ یَا جِبْرِیْلُ اِحْتَبَسْتَ عَنِّیْ حَتّٰی سَاءَ ظَنِّیْ وَاشْتَقْتُ

اِلَیْکَ قَالَ اِنِّیْ کُنْتُ اَشْوَقُ وَلٰکِنِّیْ عَبْدٌ مَّامُوْرٌ اِذَا بُعِثْتُ نَزَلْتُ وَاِذَا حُبِسْتُ اِحْتَبَسْتُ۔

روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر چند دن وحی روکی گئی جب قصہ اصحاب کہف اور ذوالقرنین اور روح کا سوال کیا گیا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم انتظار شدید میں غمگین ہوئے اور مشرکین بکنے لگے کہ ان کے رب نے انہیں چھوڑ دیا تو جب نازل ہوئے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جبریل علیہ السلام! بہت دن آپ رکے رہے حتیٰ کہ میرا گمان کچھ اور ہو گیا جبریل علیہ السلام نے عرض کی حضور صلی اللہ علیہ وسلم مجھے خود بہت زیادہ شوق حاضری تھا لیکن میں عبد مامور ہوں جب حکم ملتا ہے حاضر آتا ہوں اور جب نہیں ملتا نہیں آ سکتا۔

اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت کریمہ نازل فرمائی۔

جس میں بتایا گیا کہ تمام اماکن عالم کا وہی مالک ہے اور ہم اس کے حکم کے بغیر نقل و حرکت کے مجاز نہیں اور وہ غفلت و نسیان سے منزہ ہے۔

"فَاعْبُدْهُ۔ یَعْنِیْ فَاَقْبِلْ عَلٰی عِبَادَتِهٖ۔ اسی کی پوجا کی طرف جھکے رہو۔"

وَ اصْطَبِرْ۔ عَلٰی مَشَاقِّهَا وَلَا تَحْزَنْ بِاِبْطَاءِ الْوَحْیِ وَکَلَامِ الْکَفَرَةِ فَاِنَّهٗ سُبْحَانَهٗ یُرَاقِبُکَ وَیُرَاعِیْکَ وَیُلْطِفُ بِکَ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَةِ۔ اور اس میں اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرو اور اس کی مشیت و مرضی پر راضی رہو اور آپ کو چاہئے کہ وحی کے رکنے سے غمگین نہ ہوں اور کفار کی بکواس کی پرواہ نہ کریں اس لئے کہ اللہ تعالیٰ آپ کو اپنی حفاظت میں رکھنے والا اور آپ پر لطف خاص دنیا و آخرت میں فرمانے والا ہے۔

بامحاورہ ترجمہ پانچواں رکوع - سورۂ مریم - پ ۱۶

وَ یَقُوْلُ الْاِنْسَانُ ءَ اِذَا مَا مِتُّ لَسَوْفَ اُخْرَجُ حَیًّا ﴿۶۶﴾	اور کہتا ہے آدمی کیا جب میں مر جاؤں گا تو ضرور عنقریب نکالا جاؤں گا زندہ
اَوَلَا یَذْكُرُ الْاِنْسَانُ اَنَّا خَلَقْنٰهُ مِنْ قَبْلُ وَلَمْ یَكُ شَیْــٴًـا ﴿۶۷﴾	کیا یاد نہیں آدمی کو کہ ہم نے پیدا کیا اس سے پہلے حالانکہ وہ کچھ نہ تھا
فَوَ رَبِّكَ لَنَحْشُرَنَّهُمْ وَ الشَّیٰطِیْنَ ثُمَّ لَنُحْضِرَنَّهُمْ حَوْلَ جَهَنَّمَ جِثِیًّا ﴿۶۸﴾	تو قسم ہے تمہارے رب کی ہم ضرور انہیں محشور کریں گے اور شیطانوں کو سب کو حاضر کریں گے جہنم کے گرد مجموعی طور پر گھٹنوں کے بل
ثُمَّ لَنَنْزِعَنَّ مِنْ كُلِّ شِیْعَةٍ اَیُّهُمْ اَشَدُّ عَلَى الرَّحْمٰنِ عِتِیًّا ﴿۶۹﴾	پھر نکالیں گے ہم ہر جماعت سے جو سخت ہوگا رحمٰن سے نافرمانی کرنے والا
ثُمَّ لَنَحْنُ اَعْلَمُ بِالَّذِیْنَ هُمْ اَوْلٰى بِهَا صِلِیًّا ﴿۷۰﴾	پھر ہم خوب جانتے ہیں انہیں جو زیادہ اس آگ میں پہنچنے کے لائق ہے
وَ اِنْ مِّنْكُمْ اِلَّا وَارِدُهَا كَانَ عَلٰى رَبِّكَ حَتْمًا	اور نہیں تم میں سے کوئی مگر دوزخ سے گزرے گا یہ ہے

مَّقْضِيًّا ﴿٧١﴾

ثُمَّ نُنَجِّي الَّذِينَ اتَّقَوا وَّنَذَرُ الظّٰلِمِينَ فِيهَا جِثِيًّا ﴿٧٢﴾

وَ اِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِمْ اٰيٰتُنَا بَيِّنٰتٍ قَالَ الَّذِينَ كَفَرُوْا لِلَّذِينَ اٰمَنُوْٓا ۙ اَيُّ الْفَرِيْقَيْنِ خَيْرٌ مَّقَامًا وَّ اَحْسَنُ نَدِيًّا ﴿٧٣﴾

وَكَمْ اَهْلَكْنَا قَبْلَهُمْ مِّنْ قَرْنٍ هُمْ اَحْسَنُ اَثَاثًا وَّرِءْيًا ﴿٧٤﴾

قُلْ مَنْ كَانَ فِي الضَّلٰلَةِ فَلْيَمْدُدْ لَهُ الرَّحْمٰنُ مَدًّا ۚ حَتّٰٓى اِذَا رَاَوْا مَا يُوْعَدُوْنَ اِمَّا الْعَذَابَ وَ اِمَّا السَّاعَةَ ؕ فَسَيَعْلَمُوْنَ مَنْ هُوَ شَرٌّ مَّكَانًا وَّ اَضْعَفُ جُنْدًا ﴿٧٥﴾

وَيَزِيْدُ اللّٰهُ الَّذِينَ اهْتَدَوْا هُدًى ؕ وَالْبٰقِيٰتُ الصّٰلِحٰتُ خَيْرٌ عِنْدَ رَبِّكَ ثَوَابًا وَّ خَيْرٌ مَّرَدًّا ﴿٧٦﴾

اَفَرَءَيْتَ الَّذِي كَفَرَ بِاٰيٰتِنَا وَ قَالَ لَاُوْتَيَنَّ مَالًا وَّوَلَدًا ﴿٧٧﴾ ط

اَطَّلَعَ الْغَيْبَ اَمِ اتَّخَذَ عِنْدَ الرَّحْمٰنِ عَهْدًا ﴿٧٨﴾ لا

كَلَّا ؕ سَنَكْتُبُ مَا يَقُوْلُ وَ نَمُدُّ لَهُ مِنَ الْعَذَابِ مَدًّا ﴿٧٩﴾ لا

وَّنَرِثُهُ مَا يَقُوْلُ وَيَاْتِيْنَا فَرْدًا ﴿٨٠﴾

وَ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اٰلِهَةً لِّيَكُوْنُوْا لَهُمْ عِزًّا ﴿٨١﴾ لا

كَلَّا ؕ سَيَكْفُرُوْنَ بِعِبَادَتِهِمْ وَيَكُوْنُوْنَ عَلَيْهِمْ ضِدًّا ﴿٨٢﴾

تمہارے رب کا قطعی فیصلہ

پھر نجات دیں گے ہم ڈر والوں کو اور چھوڑ دیں گے ہم ظالموں کو اس آگ میں گھٹنوں کے بل

اور جب پڑھی جاتی ہیں ان پر ہماری آیتیں کہتے ہیں وہ جو کافر ہیں ان سے جو ایمان لائے کون سے گروہ کا بہتر مقام اور اچھی مجلس ہے

اور کتنے ہلاک کر دیئے ہم نے ان سے پہلے گروہ وہ بہتر تھے سامان اور نمود میں

فرما دیجئے جو ہے گمراہی میں تو ڈھیل دیتا ہے رحمٰن اسے خوب ڈھیل۔ یہاں تک کہ جب وہ دیکھیں اسے جس کا انہیں وعدہ دیا جاتا ہے یا تو عذاب یا قیامت تو اب جان لیں گے کہ کس کا برا مقام ہے اور کس کی فوج کمزور ہے

اور ہدایت زیادہ کرتا ہے اس کی اللہ جس نے ہدایت پائی صحیح ہدایت اور باقی رہنے والی نیک باتوں کا بہتر ہے تیرے رب کے پاس ثواب اور بہتر انجام ہے

تو کیا تم نے دیکھا اسے جو منکر ہوا ہماری آیتوں کا اور کہتا ہے مجھے ضرور ملے گا مال اور اولاد

کیا نوشتۂ غیب دیکھ آیا ہے یا لے چکا ہے رحمٰن کے پاس سے عہد

ہرگز نہیں عنقریب ہم لکھ رکھیں گے جو وہ کہتا ہے اور لمبا کریں گے ہم اس کے لئے عذاب ہے لمبا

اور ہم ہی وارث ہوں گے اس کے جو وہ کہتا ہے اور آئے گا ہمارے پاس تنہا

اور بنائے انہوں نے اللہ کے سوا بہت سے معبود تا کہ وہ عزت والا ہو

ہرگز نہیں عنقریب منکر ہوں گے ان کی پوجا سے اور ہو جائیں گے ان کے مخالف

حل لغات پانچواں رکوع - سورۃ مریم - پ ۱۶

وَيَقُوْلُ۔ اور کہتا ہے — الْاِنْسَانُ۔ انسان — ءَاِذَا مَا۔ کیا جبکہ — مِتُّ۔ میں مر جاؤں گا
لَسَوْفَ۔ تو جلدی — اُخْرَجُ۔ نکالا جاؤں گا — حَيًّا۔ زندہ کر کے — اَوَلَا۔ کیا نہیں
يَذْكُرُ۔ یاد کرتا — الْاِنْسَانُ۔ انسان — اَنَّا۔ کہ ہم نے — خَلَقْنٰهُ۔ پیدا کیا اسے
مِنْ قَبْلُ۔ پہلے — وَلَمْ۔ اور نہیں — يَكُ۔ تھا — شَيْئًا۔ کوئی چیز
فَوَرَبِّكَ۔ تو قسم ہے تیرے رب کی — لَنَحْشُرَنَّهُمْ۔ ضرور ہم اکٹھا کریں گے ان کو
وَالشَّيٰطِيْنَ۔ اور شیطانوں کو — ثُمَّ۔ پھر — لَنُحْضِرَنَّهُمْ۔ حاضر کریں گے ہم ان کو
حَوْلَ۔ گرد — جَهَنَّمَ۔ جہنم کے — جِثِيًّا۔ زانو کے بل گرے ہوئے
ثُمَّ۔ پھر — لَنَنْزِعَنَّ۔ ہم ضرور کھینچ لیں گے — مِنْ كُلِّ۔ ہر ایک
شِيْعَةٍ۔ فرقے سے — اَيُّهُمْ۔ کہ کون سا ان کا — اَشَدُّ۔ زیادہ سخت ہے — عَلَى۔ اوپر
الرَّحْمٰنِ۔ رحمٰن کے — عِتِيًّا۔ سرکشی میں — ثُمَّ۔ پھر — لَنَحْنُ۔ ہم
اَعْلَمُ۔ خوب جانتے ہیں — بِالَّذِيْنَ۔ ان کو — هُمْ۔ کہ وہ — اَوْلٰى۔ زیادہ حقدار ہیں
بِهَا۔ اس میں — صِلِيًّا۔ داخل ہونے کے — وَاِنْ۔ اور نہیں ہے — مِّنْكُمْ۔ تم میں سے کوئی
اِلَّا۔ مگر — وَارِدُهَا۔ گزرنے والا اس پر — كَانَ۔ ہے — عَلٰى۔ اوپر
رَبِّكَ۔ تیرے رب کے — حَتْمًا۔ فیصلہ — مَّقْضِيًّا۔ کیا گیا — ثُمَّ۔ پھر
نُنَجِّي۔ نجات دیں گے ہم — الَّذِيْنَ۔ ان کو جو — اتَّقَوْا۔ پرہیزگار ہوئے — وَّنَذَرُ۔ اور چھوڑیں گے ہم
الظّٰلِمِيْنَ۔ ظالموں کو — فِيْهَا۔ اس میں — جِثِيًّا۔ زانو کے بل گرے ہوئے۔ وَاِذَا۔ اور جب
تُتْلٰى۔ پڑھی جاتی ہیں — عَلَيْهِمْ۔ ان پر — اٰيٰتُنَا۔ ہماری آیتیں — بَيِّنٰتٍ۔ ظاہر
قَالَ۔ کہا — الَّذِيْنَ۔ انہوں نے جو — كَفَرُوْا۔ کافر ہوئے — لِلَّذِيْنَ۔ ان کو جو
اٰمَنُوْٓا۔ ایمان لائے — اَيُّ۔ کون سا — الْفَرِيْقَيْنِ۔ دو فرقوں میں سے — خَيْرٌ۔ بہتر ہے
مَّقَامًا۔ جگہ میں — وَّاَحْسَنُ۔ اور اچھا ہے — نَدِيًّا۔ مجلس میں — وَكَمْ۔ اور کتنے
اَهْلَكْنَا۔ ہلاک کیے ہم نے — قَبْلَهُمْ۔ ان سے پہلے — مِّنْ قَرْنٍ۔ کتنے زمانے — هُمْ۔ وہ
اَحْسَنُ۔ اچھا ہے — اَثَاثًا۔ سامان — وَّرِءْيًا۔ اور آرائش میں — قُلْ۔ کہہ
مَنْ۔ جو — كَانَ۔ ہے — فِي الضَّلٰلَةِ۔ گمراہی میں — فَلْيَمْدُدْ۔ تو ڈھیل دے
لَهُ۔ اسے — الرَّحْمٰنُ۔ رحمٰن — مَدًّا۔ ڈھیل دینا — حَتّٰى۔ یہاں تک کہ
اِذَا۔ جب — رَاَوْا۔ دیکھیں گے — مَا۔ جو — يُوْعَدُوْنَ۔ وعدہ دیے جاتے ہیں
اِمَّا۔ یا تو — الْعَذَابَ۔ عذاب — وَاِمَّا۔ اور یا — السَّاعَةَ۔ قیامت
فَسَيَعْلَمُوْنَ۔ تو جلدی جان لیں گے — مَنْ۔ کہ کون ہے — هُوَ۔ وہ

شَرٌّ۔ برا	مَّكَانًا۔ جگہ میں	وَّاَضْعَفُ۔ اور کمزور	جُنْدًا۔ لشکر میں
وَيَزِيْدُ۔ اور زیادہ کرتا ہے	اللّٰهُ۔ اللہ	الَّذِيْنَ۔ ان کو جنہوں نے	اهْتَدَوْا۔ ہدایت پائی
هُدًى۔ ہدایت	وَالْبٰقِيٰتُ۔ اور باقی رہنے والی	الصّٰلِحٰتُ۔ نیکیاں	خَيْرٌ۔ بہتر ہیں
عِنْدَ۔ نزدیک	رَبِّكَ۔ تیرے رب کے	ثَوَابًا۔ ثواب میں	وَّخَيْرٌ۔ اور بہتر ہیں
مَّرَدًّا۔ انجام میں	اَفَرَءَيْتَ۔ کیا دیکھا تو نے	الَّذِيْ۔ اس کو جس نے	كَفَرَ۔ کفر کیا
بِاٰيٰتِنَا۔ ہماری آیتوں کا	وَقَالَ۔ اور کہا	لَاُوْتَيَنَّ۔ میں دیا جاؤں گا ضرور ضرور	
مَالًا۔ مال	وَّوَلَدًا۔ اور اولاد	اَطَّلَعَ۔ کیا جھانکا اس نے	الْغَيْبَ۔ غیب کو
اَمِ۔ یا	اتَّخَذَ۔ پکڑا	عِنْدَ۔ نزدیک	الرَّحْمٰنِ۔ رحمٰن کے
عَهْدًا۔ عہد	كَلَّا۔ ہرگز نہیں	سَنَكْتُبُ۔ جلدی لکھیں گے ہم	مَا۔ جو
يَقُوْلُ۔ کہتا ہے	وَنَمُدُّ۔ اور لمبا کریں گے ہم	لَهٗ۔ اس کے لئے	مِنَ الْعَذَابِ۔ عذاب
مَدًّا۔ لمبا	وَّنَرِثُهٗ۔ اور وارث ہوں گے ہم اس کے		مَا۔ جو
يَقُوْلُ۔ کہتا ہے	وَيَاْتِيْنَا۔ اور آئے گا ہمارے پاس		فَرْدًا۔ اکیلا
وَاتَّخَذُوْا۔ اور بنائے انہوں نے	مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ۔ سوائے اللہ کے		اٰلِهَةً۔ معبود
لِّيَكُوْنُوْا۔ تاکہ ہوں	لَهُمْ۔ ان کے لئے	عِزًّا۔ غلبے کا سبب	كَلَّا۔ ہرگز نہیں
سَيَكْفُرُوْنَ۔ جلدی انکار کریں گے		بِعِبَادَتِهِمْ۔ ان کی عبادت کا	وَيَكُوْنُوْنَ۔ اور ہوں گے
عَلَيْهِمْ۔ ان کے	ضِدًّا۔ مخالف		

مختصر تفسیر اردو پانچواں رکوع۔ سورۂ مریم۔ پ ۱۶

"وَيَقُوْلُ الْاِنْسَانُ ءَاِذَا مَا مِتُّ لَسَوْفَ اُخْرَجُ حَيًّا ﴿٦٦﴾ اَوَلَا يَذْكُرُ الْاِنْسَانُ اَنَّا خَلَقْنٰهُ مِنْ قَبْلُ وَلَمْ يَكُ شَيْئًا۔ اور کہتا ہے آدمی کیا جب میں مر جاؤں گا تو عنقریب ضرور زندہ اٹھایا جاؤں گا۔ کیا آدمی کو یاد نہیں کہ ہم نے اسے پیدا کیا اس سے پہلے حالانکہ وہ کچھ نہ تھا۔"

یہ قول ان انسان نما حیوانوں کا نقل فرمایا گیا جو موت کے بعد زندہ کئے جانے کے منکر تھے جیسے امیہ بن خلف، ولید بن مغیرہ، ان کے رد میں یہ ارشاد ہوا اور یہی اس کا شان نزول ہے۔

چنانچہ جواب میں ارشاد ہوا اَوَلَا يَذْكُرُ الْاِنْسَانُ کیا انسان کو یاد نہیں کہ اسے ایسے حال میں پیدا کیا جبکہ وہ کچھ بھی نہ تھا تو جو معدوم کو موجود کر دینے پر قادر ہے وہ خدا مردہ کو زندہ کر دینے پر کیوں قادر نہ ہوگا۔

اور ابن منذر ابن جریج رحمہما اللہ سے راوی ہیں کہ یہ آیت کریمہ عاص بن وائل کے عقیدۂ فاسدہ کے رد میں نازل ہوئی۔

وَعَنْ عَطَاءٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّهَا نَزَلَتْ فِي الْوَلِيْدِ بْنِ الْمُغِيْرَةِ۔ یہ آیت ولید بن مغیرہ کے معاملہ میں نازل ہوئی۔

وَقِيْلَ فِيْ اَبِيْ جَهْلٍ۔ ایک قول ہے کہ یہ ابو جہل کے حق میں نازل ہوئی۔

وَ عَنِ الْکَلْبِیِّ اَنَّھَا فِی اُبَیِّ بْنِ خَلْفٍ اَخَذَ عَظْمًا بَالِیًا فَجَعَلَ یُفَتِّتُہٗ بِیَدِہٖ وَیُذْرِیْہِ فِی الرِّیَاحِ وَیَقُوْلُ زَعَمَ فُلَانٌ اِنَّا نُبْعَثُ بَعْدَ اَنْ نَّمُوْتَ وَنَکُوْنَ مِثْلَ ھٰذَا۔

ابی بن خلف ایک بوسیدہ ہڈی ہاتھوں سے ملتا ہوا آیا اور اس کا بور ہوا میں اڑا کر کہنے لگا فلاں کا گمان ہے کہ ہم اس حالت میں خاک ہونے کے بعد پھر زندہ ہوں گے۔

تو اس کا جواب وَیَقُوْلُ الْاِنْسَانُ ءَاِذَا مَامِتُّ لَسَوْفَ اُخْرَجُ حَیًّا میں دیا گیا۔

ایک قول ہے کہ اَلْاِنْسَانُ فرما کر کافروں کی جماعت مراد لی ہے جو بعث بعد الموت کے منکر تھے۔

بعض مفسرین کے نزدیک الف لام الانسان میں جنسی ہے جو جنس انسان کے لئے مستعمل ہے پھر مشرکین منکرین بعث کو جو جواب دیا وہ یہ ہے۔

" اَوَلَا یَذْکُرُ الْاِنْسَانُ اَنَّا خَلَقْنٰهُ مِنْ قَبْلُ وَلَمْ یَکُ شَیْـًٔا۔ کیا انسان کو یاد نہیں کہ ہم نے اسے پیدا فرمایا اس حال میں کہ وہ نہ رتیع تھا نہ کچھ تھا۔"

یعنی جب ہم کتم عدم سے منصہ شہود پر لانے پر قدرت رکھتے ہیں تو تمہارے مٹی ہو جانے کے بعد تمہیں پیدا کر دینے پر کیوں قادر نہ ہوں۔

ظاہر مثال یوں سمجھی جا سکتی ہے کہ وجود شے سے موجود کرنا آسان ہے معدوم کو وجود میں لانے سے۔

اب آگے اپنے ربوبیت عالیہ کی اقسام کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف مضاف فرما کر تفخیم شان مصطفیٰ کے لئے فرمایا۔

" فَوَرَبِّكَ۔ اے محبوب تیرے رب کی قسم۔"

یہاں شان ربوبیت کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف مضاف فرمانا اس امر کے اظہار کے لئے نہیں کہ اللہ تعالیٰ صرف حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ہی رب ہے بلکہ وہ تو رب العالمین ہے لیکن رفع منزلت سید اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے اپنی ربوبیت صرف اور صرف حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف مضاف فرمائی تاکہ عظمت ذات مصطفیٰ واضح ہو جائے۔

" لَنَحْشُرَنَّھُمْ۔ اَیْ لَنَجْمَعَنَّ الْقَائِلِیْنَ۔ ضرور ہم اس قسم کی بکواس کرنے والوں کو جمع کریں گے۔"

" وَالشَّیٰطِیْنَ ثُمَّ لَنُحْضِرَنَّھُمْ حَوْلَ جَھَنَّمَ جِثِیًّا۔ اور جمع کریں گے انہیں بھی جو شیاطین ان کافروں کو ایسے خیالات پر پختہ کرتے رہتے ہیں اور مومنین بھی محشور ہوں گے جن کے دلوں میں وہ شیطان تو سوس پیدا کرتا رہا تھا۔"

چنانچہ صحیحین میں ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مَا مِنْکُمْ مِّنْ اَحَدٍ اِلَّا وُکِّلَ بِہٖ قَرِیْنُہٗ مِنَ الْجِنِّ قَالُوْا وَاِیَّاکَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ قَالَ وَاِیَّایَ اِلَّا اَنَّ اللّٰہَ تَعَالٰی اَعَانَنِیْ عَلَیْہِ فَاَسْلَمَ فَلَا یَاْمُرُنِیْ اِلَّا بِخَیْرٍ۔ تم سے کوئی نہیں مگر شیطان تمہارا قرین ہے۔ صحابہ علیہم رضوان نے عرض کیا کیا حضور ﷺ کا قرین بھی شیطان ہے۔ فرمایا ہاں مگر اللہ تعالیٰ نے میری مدد فرمائی اور وہ اسلام لے آیا تو مجھے کچھ نہیں کہتا مگر بھلی بات۔

اس آیہ کریمہ میں محشور کرنے کی خبر کے ساتھ حَوْلَ جَھَنَّمَ جِثِیًّا فرمایا ہے۔

اس کے معنی آلوسی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

بَارِکِیْنَ عَلَی الرُّکَبِ۔ یعنی جِثِیًّا کہتے ہیں گھٹنوں کے بل چلنے کو۔

اور اس کی اصل جُثُووا ہے دو واؤ کے ساتھ تو اجتماع واوین ثقیل تھے بعد ضمہ کے تو ثا کو تخفیف کے لئے کسرہ دیا اور پہلی واؤ کو ی سے بدل دیا اور ی کو ی میں مدغم کر دیا اور جیم کو باتباع مابعد کسرہ دے دیا تو جِثِیًّا ہو گیا۔

علامہ راغب رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ یہ کفار کا حال ہوگا کہ وہ ذلیل ہو کر گھٹنوں کے بل آئیں گے اور کھڑے ہونے کی ان میں طاقت نہ ہوگی۔

بعض کا یہ خیال ہے کہ اِنَّ الْمُحَاسَبَةَ تَكُوْنُ حَوْلَ جَهَنَّمَ فَيَجْثُوْنَ لِمُخَاصَمَةِ بَعْضِهِمْ بَعْضًا ثُمَّ يَتَبَرَّأُ بَعْضُهُمْ مِنْ بَعْضٍ۔ محاسبہ کفار سے جہنم کے گرد ہوگا تو وہ آپس میں ایک دوسرے سے مخاصمہ کرنے میں گھٹنوں کے بل گریں گے اور ایک دوسرے سے تبری کرتا ہوگا۔

سدی رحمہ اللہ کہتے ہیں يَجْثُوْنَ لِضِيْقِ الْمَكَانِ بِهِمْ۔ جگہ کی تنگی سے وہ گھٹنوں کے بل گریں گے۔

"ثُمَّ لَنَنْزِعَنَّ مِنْ كُلِّ شِيْعَةٍ اَيُّهُمْ اَشَدُّ عَلَى الرَّحْمٰنِ عِتِيًّا۔ پھر ہم ضرور نکالیں گے ہر جماعت سے جو بھی ہوگا رحمٰن پر سختی سے منکر۔"

عِتِی۔ عربی میں بیباک اور بے خوف کو کہتے ہیں اور یہ بیبا کی مشرکین ومنکرین میں ہوگی۔

اِنَّ قَوْلَهٗ تَعَالٰى اَشَدُّ عِتِيًّا تُفِيْضُ اِشْتِرَاكَ الْكُلِّ فِى الْعَتِيِّ بَلْ فِىْ اَشَدِّيَّتِهٖ وَهُوَلَا يُنَاسِبُ الْمُؤْمِنِيْنَ۔ اشد عتیاً کا مقتضی اشتراک کل پر ہے عتی میں جو سخت ترین اور بے خوف تھے دنیا میں یہ مومنین کی شان نہیں ہو سکتی۔

"ثُمَّ لَنَحْنُ اَعْلَمُ بِالَّذِيْنَ هُمْ اَوْلٰى بِهَا صِلِيًّا۔ پھر ہم خوب جانتے ہیں کہ اس آگ میں بھوننے کے لائق زیادہ کون ہے۔"

صِلِيًّا۔ پر آلوسی رحمہ اللہ فرماتے ہیں ثُمَّ لَنَحْنُ اَعْلَمُ بِتَصْلِيَةِ هٰؤُلَاءِ وَهُمْ اَوْلٰى بِالصَّلْيِ مِنْ سَائِرِ الصَّالِيْنَ وَدَرَكَاتُهُمْ اَسْفَلُ وَعَذَابُهُمْ اَشَدُّ۔ یعنی ہم جانتے ہیں بھوننے جھلنے کے قابل لوگوں کو اگر چہ آگ میں جھلسیں گے سب کو منکر ان کے درجات ہوں گے سب سے نیچے اور ان کا عذاب سخت سے سخت ہوگا۔

راغب رحمہ اللہ کہتے ہیں۔ يُقَالُ صَلٰى بِالنَّارِ اَىْ بَلِىَ۔ یہ محاورہ میں صلی بالنار جھلنے بھوننے کے معنی دیتا ہے کلبی رحمہ اللہ صلی کے معنی دخول فی النار کے لیتے ہیں۔

"وَاِنْ مِّنْكُمْ اِلَّا وَارِدُهَا ۚ كَانَ عَلٰى رَبِّكَ حَتْمًا مَّقْضِيًّا اَىْ مَا مِنْكُمْ۔ ان نافیہ سے فرمایا تم میں کوئی نہیں مگر گزرے گا جہنم سے، ہے یہ تمہارے رب کا قطعی فیصلہ۔"

جیسے دوسری جگہ ارشاد ہوا۔ اِنَّكُمْ وَمَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ حَصَبُ جَهَنَّمَ ؕ اَنْتُمْ لَهَا وٰرِدُوْنَ۔ تم اور جسے تم پوجتے ہو اللہ کے سوا حَصَب یعنی ایندھن ہیں جہنم کے۔ تم ضرور اس میں وارد ہو گے۔

اس میں کلام ہے کہ اِنْ مِّنْكُمْ عام ہے تو کیا کافر اور مومن سب داخل ہوں گے اس پر علامہ آلوسی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

اَخْرَجَ اَحْمَدُ وَالْحَكِيْمُ التِّرْمِذِيُّ وَابْنُ الْمُنْذِرِ وَالْحَاكِمُ وَصَحَّحَهٗ وَجَمَاعَةٌ عَنْ اَبِىْ سُمَيَّةَ قَالَ اِخْتَلَفْنَا فِى الْوُرُوْدِ فَقَالَ بَعْضُنَا لَا يَدْخُلُهَا مُؤْمِنٌ وَقَالَ اٰخَرُ يَدْخُلُوْنَهَا جَمِيْعًا ثُمَّ يُنَجِّى اللّٰهُ تَعَالَى الَّذِيْنَ اتَّقَوْا فَلَقِيْتُ جَابِرَ بْنَ عَبْدِاللّٰهِ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُ فَذَكَرْتُ لَهٗ فَقَالَ وَاَهْوٰى بِاِصْبَعَيْهِ اِلَى

اُذُنَیْہِ صُمَّتَا اِنْ لَّمْ اَکُنْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَایَبْقٰی بَرٌّوَلَا فَاجِرٌ اِلَّا دَخَلَھَا فَتَکُوْنُ عَلَی الْمُؤْمِنِ بَرْدًا وَّ سَلَامًا کَمَا کَانَتْ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ عَلَیْہِ السَّلَامُ حَتّٰی اِنَّ لِلنَّارِ ضَجِیْجًا مِنْ بَرْدِھِمْ ثُمَّ یُنَجِّی اللّٰہُ تَعَالٰی الَّذِیْنَ اتَّقَوْا۔

اس میں اختلاف ہے کہ ورود جہنم میں سب کا ہے یا نہیں ایک جماعت اس طرف ہے کہ مومن اس میں داخل نہ ہوں گے اور دوسری جماعت اس طرف ہے کہ سب داخل ہوں گے پھر اللہ تعالیٰ مومنین متقین کو نجات دے گا۔

پھر ابوسمیہ فرماتے ہیں کہ میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے ملا اور یہ تذکرہ کیا تو آپ نے انگلیاں کانوں پر رکھ کر فرمایا کہ میں نے بایں صورت حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے نہیں سنا مگر یہ کہ آپ نے فرمایا نیک و بد کوئی نہیں مگر جہنم پر سے گزرے گا تو مومن پر جہنم بردوسلام ہو جائے گا جیسے حضرت ابراہیم خلیل علیہ السلام پر ہوا حتیٰ کہ جہنم میں برودت کی آواز پیدا ہو جائے گی پھر اللہ تعالیٰ نیکوں کو اس سے نجات دے گا۔

اور امام رازی رحمہ اللہ نے اپنی تفسیر میں اس دخول کے متعدد فوائد نقل فرمائے ہیں اور عبد بن حمید اور ابن الانباری بیہقی میں حسن سے راوی ہیں کہ اَلْوُرُوْدُ وَالْمُرُوْرُ عَلَیْھَا مِنْ غَیْرِ دُخُوْلٍ۔ ورود سے مراد محض مرور ہے نہ کہ دخول۔

اور ایک روایت سے ثابت ہوتا ہے کہ مرور علی النار ایسا ہوگا کہ جنت میں داخل ہونے کے بعد سوال کریں گے کہ الٰہی وعدہ حتمی تھا کہ جہنم سے گزرے بغیر کوئی جنت میں نہ جائے گا لیکن ہم تو جنت میں آ گئے اور جہنم ہمیں نہ ملا حَیْثُ قَالَ۔

عَنِ الْخَالِدِ بْنِ مَعْدَانَ قَالَ اِذَا دَخَلَ اَھْلُ الْجَنَّہِ الْجَنَّۃِ قَالُوْا رَبَّنَا اَلَمْ تَعِدْنَا اَنْ نَرِدَ النَّارَ قَالَ بَلٰی وَلٰکِنَّکُمْ مَرَرْتُمْ عَلَیْھَا وَھِیَ خَامِدَۃٌ۔ جب جنتی جنت میں داخل ہو جائیں گے تو عرض کریں گے الٰہی کیا تیرا وعدہ نہ تھا کہ ہمیں جہنم سے گزارے گا۔ ارشاد ہوگا بے شک وعدہ تھا مگر جب تم اس پر سے گزرے تو سرد ہوگئی تھی۔

اور ایک روایت میں ہے ابن امیہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اِنَّہٗ تَقُوْلُ النَّارُ لِلْمُؤْمِنِ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ جُزْ یَا مُؤْمِنُ فَقَدْ اَطْفَأَ نُوْرُکَ لَھَبِیْ۔ آگ مومن سے بعالم حال کہے گی قیامت کے دن جلدی گزر جا اے مومن تحقیق تیرے نور نے میرے اشتعال کو سرد کر دیا۔

اور ابن ابی حاتم زید رحمہما اللہ سے راوی ہیں اِنَّہٗ قَالَ فِی الْاٰیَۃِ وُرُوْدُ الْمُسْلِمِیْنَ الْمُرُوْرُ عَلَی الْجَسَرِ بَیْنَ ظَھْرَانَیْھَا وَوُرُوْدُ الْمُشْرِکِیْنَ اَنْ یَّدْخُلُوْھَا۔ آیہ کریمہ پر فرمایا مومنین کا ورود مرور ہوگا جہنم کے پل سے اور ورود مشرکین یہ ہے کہ وہ جہنم میں داخل ہوں گے۔

حَتْمًا مَّقْضِیًّا۔ کے معنی آلوسی رحمہ اللہ کرتے ہیں اَمْرًا وَاجِبًا قُضِیَ بِوُقُوْعِہٖ اَلْبَتَّۃَ۔ یعنی لازمی امر ہے کہ ایسا ہوگا جس کا حکم ہو چکا ہے۔

"ثُمَّ نُنَجِّی الَّذِیْنَ اتَّقَوْا وَّنَذَرُ الظّٰلِمِیْنَ فِیْھَا جِثِیًّا۔ پھر ہم نجات دیں گے پرہیز گاروں کو اور ڈالیں گے ہم ظالموں کو اس جہنم میں گھٹنوں کے بل۔"

آلوسی فرماتے ہیں عَلٰی رُکَبِھِمْ کَمَا رُوِیَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ وَ مُجَاھِدٍ وَقَتَادَۃَ وَابْنِ زَیْدٍ۔ وَ ھٰذِہِ الْاٰیَۃُ ظَاھِرَۃٌ عِنْدِیْ فِیْ اَنَّ الْمُرَادَ بِالْوُرُوْدِ الدُّخُوْلُ فَکَاَنَّہٗ قِیْلَ نُنَجِّی ھٰٓؤُلَاءِ وَنَتْرُکُ

هٰؤُلَاءِ عَلٰى حَالِهِمُ الَّذِیْ اُحْضِرُوْا فِیْهِ جَاثِیْنَ وَلَا بُدَّ عَلٰى هٰذَا مِنْ اَنْ یَكُوْنَ التَّقْدِیْرُ فِیْ حَوَالِیْهَا۔اھ

یہ آیت بظاہر میرے نزدیک یہ فرماتی ہے کہ یہاں ورود سے مراد دخول ہے۔

تو گویا یہ فرمایا گیا ہے کہ پرہیز گار نجات پائیں گے اور یہ مشرکین اپنے حال پر جہنم میں گھٹنوں کے بل جہنم میں چھوڑ دیئے جائیں گے اور یہی بات لابدی ہے کہ وہ اس میں رہیں۔

گویا مومن و مشرک میں امتیاز اس طریقہ سے کیا جائے۔

علامہ راغب رحمہ اللہ نَذَرُ الظّٰلِمِیْنَ پر محاورہ فرماتے ہیں:

یُقَالُ فُلَانٌ یَذَرُ الشَّیْءَ اَیْ یَقْذِفُهٗ لِقِلَّةِ اِعْتِدَادِهٖ بِهٖ۔ جب کہا جاتا ہے فلاں نے چھوڑ دی فلاں شے اس کے معنی یہی ہوتے ہیں کہ اسے پھینک دیا۔

تو نَذَرُ الظّٰلِمِیْنَ کے معنی ہوئے اور پھینک دیں گے ہم ظالموں مشرکوں کو جہنم میں جِثِیًّا گھٹنوں کے بل۔

چنانچہ علامہ طیبی طیب اللہ ثراہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

وَالَّذِیْ تَقْتَضِیْهِ الْاٰثَارُ الْوَارِدَةُ فِیْ عُصَاةِ الْمُؤْمِنِیْنَ اَنْ یُّقَالَ اِنَّ التَّنْجِیَةَ الْمَذْكُوْرَةَ لَیْسَتْ دَفْعِیَّةً بَلْ یَحْصِلُ اَوَّلًا فَاَوَّلًا عَلٰى حَسْبِ قُوَّةِ التَّقْوٰى وَضُعْفِهَا حَتّٰى یَخْرُجَ مِنَ النَّارِ مَنْ فِیْ قَلْبِهٖ وَزْنُ ذَرَّةٍ مِّنْ خَیْرٍ وَذَالِكَ بَعْدَ الْعَذَابِ حَسْبَ مَعْصِیَةٍ۔

عصاۃ مومنین کے لئے جو آثار و احادیث وارد ہیں ان سے واضح ہوتا ہے کہ حسب معصیت عذاب اول درجہ دوسرے درجہ پر ہوگا اور حسب قوت تقویٰ وضعف تقویٰ حتیٰ کہ جہنم سے ہر وہ نجات پائے گا جس کے دل میں ذرہ بھر بھی نیکی ہوگی اور ایسا گناہوں کے حساب سے عذاب کے بعد ہوگا۔

"وَاِذَا تُتْلٰى عَلَیْهِمْ اٰیٰتُنَا بَیِّنٰتٍ قَالَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا لِلَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا ۙ اَیُّ الْفَرِیْقَیْنِ خَیْرٌ مَّقَامًا وَّ اَحْسَنُ نَدِیًّا۔ اور جب ان پر پڑھی جاتی ہیں ہماری کھلی آیتیں کہتے ہیں وہ جو کافر ہیں ان سے جو مسلمان ہیں کون سا فریق ہے جس کا مقام اچھا اور بہتر مجلس ہے۔"

نَدِیًّا کا ترجمہ آلوسی رحمہ اللہ کرتے ہیں اَیْ مَجْلِسًا وَّ مُجْتَمَعًا یعنی بیٹھنے کی جگہ اور جمع ہونے کا مقام۔

اور بحر میں ہے هُوَ الْمَجْلِسُ الَّذِیْ یُجْتَمَعُ فِیْهِ لِحَادِثَةٍ اَوْ مَشْوَرَةٍ۔ ندی اس مجلس کو کہتے ہیں جہاں کسی حادثہ کی وجہ میں یا مشورہ کے لئے جمع ہوں۔

خلاصہ یہ کہ كَاَنَّهُمْ قَالُوْا لَوْ كُنْتُمْ عَلَى الْحَقِّ وَكُنَّا عَلَى الْبَاطِلِ كَانَ حَالُكُمْ فِی الدُّنْیَا اَحْسَنُ وَاَطْیَبُ مِنْ حَالِنَا لِاَنَّ الْحَكِیْمَ لَا یَلِیْقُ بِهٖ اَنْ یُّوْقِعَ اَوْلِیَاءَهُ الْمُخْلَصِیْنَ فِی الْعَذَابِ وَالذُّلِّ وَاعداءه الْمُعْرِضِیْنَ عَنْ خِدْمَتِهٖ فِی الْعِزِّ وَالرَّاحَةِ - لٰكِنَّ الْكُفَّارَ كَانُوْا فِی النِّعْمَةِ وَالرَّاحَةِ وَالْمُؤْمِنِیْنَ كَانُوْا بِعَكْسِ ذَالِكَ فَعُلِمَ اَنَّ الْحَقَّ لَیْسَ مَعَ الْمُؤْمِنِیْنَ وَهٰذَا مَعَ ظُهُوْرِ اَنَّهٗ قِیَاسٌ عَقِیْمٌ نَاشِیٌٔ مِنْ رَاْیٍ سَقِیْمٍ نَقَضَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى وَاَبْطَلَهٗ بِقَوْلِهٖ سُبْحَانَهٗ۔

گویا کفار نے کہا اگر تم حق پر ہوتے اور ہم باطل پر تو تمہارا حال دنیا میں ہمارے حال سے بہتر ہوتا۔ اور دنیا میں تم ہم

سے افضل ہوتے اس لئے کہ حکیم کو یہ لائق وزیبا نہیں کہ وہ اپنے دوستوں کو عذاب اور ذلت میں رکھے اور اس کے وہ دشمن جو اس کی اطاعت سے معرض ومنحرف ہیں انہیں عزت اور راحت دے اور ظاہر ہے کہ کفار نعمت وراحت میں ہیں اور مومنین کا حال اس کے برعکس ہے تو اس سے جانا گیا کہ حق مومنین کے ساتھ نہیں اور یہ بیان مشرکین وکفار کا ان کی رائے سقیم کی وجہ سے تھا۔ اسی وجہ میں ان کے دعویٰ کا ابطال آئندہ آیات میں اس طرح فرمایا گیا۔

"وَكَمْ اَهْلَكْنَا قَبْلَهُمْ مِّنْ قَرْنٍ هُمْ اَحْسَنُ اَثَاثًا وَّرِءْيًا۔ اور ہم نے ہلاک کردیں سنگتیں ان سے پہلے کہ وہ ان سے بھی زیادہ ساز وسامان اور نمود میں بہتر تھیں۔"

تو محض دنیاوی وسعت پر پھول کر خدا عزوجل کو بھولنے والے جاہل ہیں۔ وہ عاد وثمود اور ان کی مثل اقوام کو دیکھیں کہ ان کا مال ومنال سب رکھا رہ گیا تو جسے وہ نعمت وعزت راحت وفرحت جان رہے ہیں یہ غلط ہے۔ اس لئے کہ یہاں کی نعمت یہاں کا مال یہاں کی عزت یہاں کی دولت یہاں کی حکومت سب بے ثبات ہے۔

قَرْنٍ۔ عربی میں زمانہ کی آبادی کو کہتے ہیں۔

اور اثاث عربی میں متاع بیت فرش وفروش اور لباس کو کہتے ہیں۔

رِءْيًا۔ رئی سے ہے المنظر۔ یعنی نام ونمود کے معنی میں مستعمل ہے اور بعض نے نضارت اور حسن کے معنی میں بھی استعمال کیا۔ چنانچہ دنیاوی زیب وزینت عیش وعشرت کو باطل قرار دے کر ارشاد ہے:

"قُلْ مَنْ كَانَ فِي الضَّلٰلَةِ فَلْيَمْدُدْ لَهُ الرَّحْمٰنُ مَدًّا ۚ حَتّٰٓى اِذَا رَاَوْا مَا يُوْعَدُوْنَ اِمَّا الْعَذَابَ وَ اِمَّا السَّاعَةَ ؕ فَسَيَعْلَمُوْنَ مَنْ هُوَ شَرٌّ مَّكَانًا وَّ اَضْعَفُ جُنْدًا۔ فرمادیجئے جو گمراہی میں ہو تو اسے رحمٰن کی طرف سے خوب ڈھیل دی جائے گی حتیٰ کہ جب وہ دیکھیں گے وہ چیز جس کا وعدہ دیا گیا یا عذاب یا قیامت تو عنقریب جان لیں گے کہ کس کا مقام خراب اور برا از شر ہے اور کس کی فوج کمزور ہے۔"

اس میں ان کے فخر وتکبر کا جواب ہے اور بتایا گیا ہے کہ جو تمہارے ساز وسامان تمہارے لشکر اور زیبائش ہے سب فانی ہیں تمہیں عنقریب معلوم ہو جائے گا ابھی ہم تمہیں آزادی دیتے ہیں۔

مَدًّا۔ کے اصل معنی امہال ہیں یعنی ڈھیل دینا یا رسی دراز کرنا۔

تو جب عذاب یا قیامت دیکھیں گے تو کہیں گے يٰلَيْتَنَآ اَطَعْنَا اللّٰهَ وَاَطَعْنَا الرَّسُوْلَا کاش ہم بھی اطاعت کرتے اللہ اور اس کے رسول کی اس کے ساتھ ہدایت یافتہ مومنین کے لئے فرمایا:

"وَ يَزِيْدُ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اهْتَدَوْا هُدًى ؕ وَ الْبٰقِيٰتُ الصّٰلِحٰتُ خَيْرٌ عِنْدَ رَبِّكَ ثَوَابًا وَّ خَيْرٌ مَّرَدًّا۔ اور بڑھائے گا اللہ انہیں جنہوں نے ہدایت پائی ان کی ہدایت اور باقی رہنے والی نیکیاں بہترین ہیں تیرے رب کے پاس بہتر ثواب اور بہتر انجام ہیں۔

مَّرَدًّا۔ کے معنی مرجعاً کے ہیں یعنی لوٹنے، پلٹ کر جانے کا مقام یا نعیم مقیم۔

اس لئے ایک مقام پر فرمایا اَذٰلِكَ خَيْرٌ اَمْ جَنَّةُ الْخُلْدِ الَّتِيْ وُعِدَ الْمُتَّقُوْنَ۔ یہ نعیم مقیم بہتر ہے یا یہ دنیاوی زیب و زینت جو پلک جھپکنے پر فنا ہو جاتی ہے۔

اور باقیات صالحات نیک اعمال صدقات وخیرات یہ اجر و ثواب میں بہترین ہیں اور اللہ تعالیٰ کے یہاں جمع ہیں اور ان کا انجام وعاقبت بھلا ہے۔

"اَفَرَءَیْتَ الَّذِیْ كَفَرَ بِاٰیٰتِنَا وَقَالَ لَاُوْتَیَنَّ مَالًا وَّوَلَدًا۔ تو کیا تم نے اسے دیکھا جو ہماری آیتوں سے منکر ہوا اور کہتا ہے مجھے ضرور ملے گا مال واولاد۔"

شان نزول آیۂ کریمہ

اَخْرَجَ الْبُخَارِیُّ وَ مُسْلِمٌ وَالتِّرْمِذِیُّ وَالطَّبَرَانِیُّ وَابْنُ حِبَّانَ وَغَیْرُهُمْ عَنْ خَبَّابِ بْنِ الْاَرَتِّ قَالَ كُنْتُ رَجُلًا قَیْنًا وَ كَانَ لِیْ عَلَی الْعَاصِ بْنِ وَائِلٍ دَیْنٌ فَاَتَیْتُهٗ اَتَقَاضَاهُ فَقَالَ لَا وَاللّٰهِ لَا اَقْضِیْكَ حَتّٰی تَكْفُرَ بِمُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْتُ لَا وَاللّٰهِ لَا اَكْفُرُ بِمُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ حَتّٰی تَمُوْتَ ثُمَّ تُبْعَثَ قَالَ فَاِنِّیْ اِذَا مِتُّ ثُمَّ بُعِثْتُ جِئْتَنِیْ وَلِیْ ثَمَّ مَالٌ وَوَلَدٌ فَاُعْطِیْكَ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ تَعَالٰی اَفَرَءَیْتَ الَّذِیْ كَفَرَ بِاٰیٰتِنَا۔

بخاری و مسلم اور ترمذی اور طبرانی اور ابن حبان وغیرہ رحمہم اللہ خباب بن الارت رضی اللہ عنہ کی یہ روایت بیان کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا کہ میں زمانۂ جاہلیت میں عاص بن وائل کا قرض خواہ تھا جب میں اس کے پاس تقاضا کو گیا تو عاص نے کہا میں تمہارا قرض ادا نہ کروں گا جب تک تم سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے منحرف نہ ہو جاؤ اور کفر اختیار نہ کرو۔

حضرت خباب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے اسے جواب دیا کہ ایسا ہرگز نہ ہوگا حتیٰ کہ تو مر جائے اور مرنے کے بعد زندہ ہو کر اٹھے۔ عاص کہنے لگا کیا میں مرنے کے بعد پھر زندہ ہو کر اٹھوں گا۔ حضرت خباب نے فرمایا ہاں۔ تو عاص بولا تو پھر مجھے چھوڑ و حتیٰ کہ میں مر جاؤں اور مرنے کے بعد پھر زندہ ہوں اور مجھے مال واولاد ملے جب ہی تمہارا قرض ادا کروں گا۔ اس پر یہ آیۂ کریمہ نازل ہوئی اور ارشاد ہوا:

"اَطَّلَعَ الْغَیْبَ اَمِ اتَّخَذَ عِنْدَ الرَّحْمٰنِ عَهْدًا ﴿۷۸﴾ كَلَّا سَنَكْتُبُ مَا یَقُوْلُ وَ نَمُدُّ لَهٗ مِنَ الْعَذَابِ مَدًّا ﴿۷۹﴾ وَّ نَرِثُهٗ مَا یَقُوْلُ وَ یَاْتِیْنَا فَرْدًا ﴿۸۰﴾ وَ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اٰلِهَةً لِّیَكُوْنُوْا لَهُمْ عِزًّا ﴿۸۱﴾ كَلَّا سَیَكْفُرُوْنَ بِعِبَادَتِهِمْ وَ یَكُوْنُوْنَ عَلَیْهِمْ ضِدًّا ﴿۸۲﴾۔

کیا غیب پر مطلع ہو چکا ہے یا رحمٰن سے کوئی عہد لے چکا ہے۔ ہرگز نہیں۔ اب عنقریب ہم لکھ رکھیں گے جو وہ کہتا ہے اور اسے خوب لمبا عذاب دیں گے اور وارث ہوں گے ہم ان چیزوں کے جو وہ کہہ رہا ہے اور آئے گا ہمارے پاس تنہا۔ اور انہوں نے اللہ کے سوا اور خدا بنائے تاکہ ہوں وہ اس کے لئے زور اور عزت دینے والے۔ ہرگز نہیں عنقریب منکر ہوں گے ان کی عبادت سے اور ہو جائیں گے ان کے مخالف۔"

اَطَّلَعَ الْغَیْبَ۔ یعنی کیا وہ غیب سے مطلع ہو گیا ہے اور اس نے لوح محفوظ کا معائنہ کر لیا ہے۔ یہ رد ہے عاص بن وائل کے دعویٰ کا جو اس نے کہا تھا کہ مر کر جب اٹھوں گا تو مجھے مال بھی ملے گا اور اولاد بھی تو كَلَّا فرما کر اسے زجر فرمائی اور دعویٰ کا رد کیا گیا۔

اور قرآن کریم میں لفظ كَلَّا یہاں پہلی بار لایا گیا ہے۔

اور تمام قرآن کریم میں یہ لفظ تینتیس جگہ آیا ہے۔

فراء کہتا ہے یہ کَلَّا چار طرح استعمال ہوا ہے۔

پہلا یہ کہ **ما یحسن الوقف علیہ و یحسن الابتداء بہ** یعنی جس پر وقف مستحسن رکھا گیا اور ابتداء اس پر مستحسن رکھی گئی۔

یہ تمام قرآن پاک میں دس جگہ ہے:

۱- اَمِ اتَّخَذَ عِنْدَ الرَّحْمٰنِ عَهْدًا ﴿۷۸﴾ كَلَّا۔
۲- لِّيَكُوْنُوْا لَهُمْ عِزًّا ﴿۸۱﴾ كَلَّا۔
۳- لَعَلِّيْٓ اَعْمَلُ صَالِحًا فِيْمَا تَرَكْتُ كَلَّا۔
۴- الَّذِيْنَ اَلْحَقْتُمْ بِهٖ شُرَكَآءَ كَلَّا۔
۵- اَنْ يُّدْخَلَ جَنَّةَ نَعِيْمٍ ﴿۳۸﴾ كَلَّا۔
۶- اَنْ اَزِيْدَ ﴿۱۵﴾ كَلَّا۔
۷- صُحُفًا مُّنَشَّرَةً ﴿۵۲﴾ كَلَّا۔
۸- رَبِّيْٓ اَهَانَنِ ﴿۱۶﴾ كَلَّا۔
۹- اَنَّ مَالَهٗٓ اَخْلَدَهٗ ﴿۳﴾ كَلَّا۔
۱۰- ثُمَّ يُنْجِيْهِ ﴿۱۴﴾ كَلَّا۔

ان تمام مقامات پر رد قول ماقبل فرمایا گیا اور تنبیہ وزجر کیا گیا۔

دوسری قسم یہ ہے کہ **یحسن الوقف علیہ و یحسن الابتداء بہ**۔ اس پر وقف تو مستحسن رکھا گیا مگر اس پر ابتداء کلام مستحسن نہ رکھا۔ یہ تمام قرآن کریم میں دو جگہ ہے۔

۱- فَاَخَافُ اَنْ يَّقْتُلُوْنِ ﴿۱۴﴾ قَالَ كَلَّا۔
۲- اِنَّا لَمُدْرَكُوْنَ ﴿۶۱﴾ قَالَ كَلَّا۔

تیسری قسم یہ ہے کہ **یحسن الابتداء بہ ولا یحسن الوقف علیہ**۔ ابتداء اس سے مستحسن رکھی گئی مگر اس پر وقف مستحسن نہ رکھا۔

یہ تمام کلام پاک میں 19 جگہ آیا ہے۔

۱- كَلَّآ اِنَّهَا تَذْكِرَةٌ ﴿۱۱﴾ فَمَنْ شَآءَ ذَكَرَهٗ۔
۲- كَلَّا وَالْقَمَرِ ﴿۳۲﴾ وَالَّيْلِ اِذْ اَدْبَرَ ﴿۳۳﴾ وَالصُّبْحِ اِذَآ اَسْفَرَ۔
۳- كَلَّا بَلْ تُكَذِّبُوْنَ بِالدِّيْنِ۔
۴- كَلَّآ اِذَا بَلَغَتِ التَّرَاقِيَ ﴿۲۶﴾ وَقِيْلَ مَنْ ٜ رَاقٍ۔
۵- كَلَّا لَا وَزَرَ۔

۶- كَلَّا بَلْ تُحِبُّوْنَ الْعَاجِلَةَ۔

۷- كَلَّا سَيَعْلَمُوْنَ ۝ ثُمَّ كَلَّا سَيَعْلَمُوْنَ۔

۸- كَلَّا لَمَّا يَقْضِ مَآ اَمَرَهٗ۔

۹- كَلَّا بَلْ ٚ رَانَ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ مَّا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ۔

۱۰- كَلَّآ اِنَّ كِتٰبَ الْفُجَّارِ لَفِيْ سِجِّيْنٍ۔

۱۱- كَلَّآ اِنَّ كِتٰبَ الْاَبْرَارِ لَفِيْ عِلِّيِّيْنَ۔

۱۲- كَلَّآ اِنَّهُمْ عَنْ رَّبِّهِمْ يَوْمَئِذٍ لَّمَحْجُوْبُوْنَ۔

۱۳- كَلَّا بَلْ لَّا تُكْرِمُوْنَ الْيَتِيْمَ۔

۱۴- كَلَّآ اِذَا دُكَّتِ الْاَرْضُ دَكًّا دَكًّا۔

۱۵- كَلَّآ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَيَطْغٰى۔

۱۶ كَلَّا لَئِنْ لَّمْ يَنْتَهِ ۙ لَنَسْفَعًۢا بِالنَّاصِيَةِ۔

۱۷- كَلَّا ؕ لَا تُطِعْهُ وَاسْجُدْ وَاقْتَرِبْ۔

۱۸- كَلَّا سَوْفَ تَعْلَمُوْنَ۔

۱۹- كَلَّا لَوْ تَعْلَمُوْنَ عِلْمَ الْيَقِيْنِ۔

اور چوتھی قسم یہ ہے کہ ما لا یحسن فی شیء من الامرین جس میں دونوں میں سے یعنی ابتداء اور وقف سے کسی کو مستحسن نہ رکھا گیا۔ یہ دو جگہ ہے۔

۱- ثُمَّ كَلَّا سَوْفَ تَعْلَمُوْنَ۔

۲- ثُمَّ كَلَّا سَيَعْلَمُوْنَ۔

اس میں وقف ثم پر مستحسن نہ رکھا۔

یہ کل مقامات تینتیس ہیں۔

اس کے بعد سَنَكْتُبُ مَا يَقُوْلُ فرما کر ظاہر کیا کہ ہم عنقریب ظاہر فرما دیں گے جو وہ کہتا ہے کہ مجھے اس وقت مال و اولاد ملے گی۔ اور فرمایا:

''وَنَمُدُّ لَهٗ مِنَ الْعَذَابِ مَدًّا ۝'' مَكَانَ مَا يَدَّعِيْهِ لِنَفْسِهٖ مِنَ الْاِمْدَادِ بِالْمَالِ وَالْوَلَدِ اَیْ نُطَوِّلُهٗ مِنَ الْعَذَابِ مَا يَسْتَحِقُّهٗ اَوْ نَزِيْدُ عَذَابَهٗ وَ نُضَاعِفُ لَهٗ مِنَ الْمَدِّ وَيُقَالُ مَدَّهٗ وَاَمَدَّهٗ۔

یعنی اس کا عذاب طویل کریں گے اور دو چند سزا دیں گے۔

''وَّنَرِثُهٗ مَا يَقُوْلُ'' اَیْ نَسْلُبُ ذَالِكَ وَنَاْخُذُ بِمَوْتِهٖ اَخْذَ الْوَارِثِ مَا يَرِثُهٗ۔ یعنی جو اس کا خیال ہے اسے ہم سلب فرمائیں گے اور اس کی موت کے بعد اس کا سب ورثہ سلب کر لیں گے۔

''وَيَاْتِيْنَا فَرْدًا'' لائیں گے ہم اسے تن تنہا۔ لَا يَصْحَبُهٗ مَالٌ وَّلَا وَلَدٌ۔ نہ اس کے ساتھ مال ہوگا نہ اولاد۔ اور

یہ قول اس امر پر مبنی ہے کہ

لَا تَوَالُدَ فِي الْجَنَّةِ۔ کہ جنت میں توالد نہ ہوگا۔

وَ قَدْ اَخْرَجَ جَمَاعَةٌ مِّنْ اَهْلِ السُّنَّةِ مِنْ قَوْلِهٖ قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَلَنَا فِيْهَا اَزْوَاجٌ اَوْ مِنْهُنَّ مُصْلِحَاتٌ قَالَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلْمُصْلِحَاتُ لِلْمُصْلِحِيْنَ تُلَذِّذُوْنَهُنَّ وَيُلَذِّذُوْنَكُمْ مِثْلَ لَذَّاتِكُمْ فِي الدُّنْيَا غَيْرَ اَنْ لَّا تَوَالُدَ۔

راوی کہتے ہیں میں نے عرض کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم جنت میں ہماری بیویاں ہوں گی اور ان سے اولادیں بھی ہوں گی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مصلحات مصلحین کے لئے ہوں گی اور ان سے لذت حاصل ہوگی اور وہ تم سے لذت لیں گی جیسے دنیا میں حاصل کرتے ہو مگر توالد و تناسل نہ ہوگا۔

اور حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ سے ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اِنَّ اَهْلَ الْجَنَّةِ لَا يَكُوْنُ لَهُمْ وَلَدٌ۔ جنتیوں کی اولاد نہ ہوگی۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے ہے قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلْمُؤْمِنُ اِذَا اشْتَهَى الْوَلَدَ فِي الْجَنَّةِ كَانَ حَمْلُهٗ وَوَضْعُهٗ وَسِنُّهٗ فِيْ سَاعَةٍ وَّاحِدَةٍ كَمَا يَشْتَهِيْ۔

جنت میں مومن جب اولاد کی خواہش کرے گا تو اس کا حمل اور وضع حمل اور عمر ایک ساعت میں پورا ہو جائے گا اور وہ جیسی اولاد چاہے گا وہ ملے گی۔ (روح المعانی)

ان احادیث سے واضح ہوا کہ مَا تَشْتَهِيْهِ الْاَنْفُسُ وَتَلَذُّ الْاَعْيُنُ کے ماتحت جو کچھ جنت میں جنتی چاہے گا۔ وہ اس کو ضرور ملے گا۔ حتیٰ کہ کاشتکار اگر کھیتی کرنا چاہے گا تو بلا مشقت اسے کھیتی حاصل ہو جائے گی آگے ارشاد ہے:

"وَاتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اٰلِهَةً لِّيَكُوْنُوْا لَهُمْ عِزًّا ﴿۸۱﴾ كَلَّا ؕ سَيَكْفُرُوْنَ بِعِبَادَتِهِمْ وَيَكُوْنُوْنَ عَلَيْهِمْ ضِدًّا ﴿۸۲﴾۔

اور اللہ کے سوا انہوں نے جو اور خدا بنائے اور بتوں کو پوجنے لگے تا کہ انہیں ان کے ذریعہ حمایت حاصل ہو۔ ہرگز نہیں۔ عنقریب وہ ان کی بندگی سے خود منکر و منحرف ہو جائیں گے اور ان کی مخالفت کریں گے۔"

چنانچہ بروز قیامت یہ پرستاران اصنام ان پتھروں اور بتوں پر خود لعنت کریں گے اور بتوں کو اللہ تعالیٰ بولنے کی قوت دے گا وہ بھی اپنے پرستاروں کو ملازمت کریں گے اور بارگاہ حق میں کہیں گے کہ یا رب انہیں اس باطل پرستی کے بدلے عذاب دے۔

چنانچہ آلوسی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اَيْ سَتَجْحَدُ الْاٰلِهَةُ عِبَادَةَ اُولٰئِكَ الْكَفَرَةِ اِيَّاهَا وَيُنْطِقُ اللّٰهُ تَعَالٰى مَنْ لَّمْ يَكُنْ نَاطِقًا مِّنْهَا فَتَقُوْلُ جَمِيْعًا مَّا عَبَدْتُّمُوْنَا۔

اور قرآن کریم میں ہے۔ وَاِذَا رَاَ الَّذِيْنَ اَشْرَكُوْا شُرَكَآءَهُمْ قَالُوْا رَبَّنَا هٰۤؤُلَآءِ شُرَكَآؤُنَا الَّذِيْنَ كُنَّا نَدْعُوْا مِنْ دُوْنِكَ ۚ فَاَلْقَوْا اِلَيْهِمُ الْقَوْلَ اِنَّكُمْ لَكٰذِبُوْنَ۔

بامحاورہ ترجمہ چھٹا رکوع۔سورہ مریم۔پ ۱۶

اَلَمْ تَرَ اَنَّآ اَرْسَلْنَا الشَّيٰطِيْنَ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ — کیا تم نے نہ دیکھا کہ ہم نے بھیجے شیاطین کافروں پر کہ وہ

تَؤُزُّهُمْ اَزًّا ﴿٨٣﴾
انہیں خوب ابھارتے ہیں عصیان شعاری پر

فَلَا تَعْجَلْ عَلَيْهِمْ ۭ اِنَّمَا نَعُدُّ لَهُمْ عَدًّا ﴿٨٤﴾
تو تم جلدی نہ کرو ان پر ہم تو ان کی گنتی پوری کرتے ہیں

يَوْمَ نَحْشُرُ الْمُتَّقِيْنَ اِلَى الرَّحْمٰنِ وَفْدًا ﴿٨٥﴾
جس دن محشور کریں گے ہم پرہیزگاروں کو رحمٰن کی طرف مہمان بنا کر

وَّنَسُوْقُ الْمُجْرِمِيْنَ اِلٰى جَهَنَّمَ وِرْدًا ﴿٨٦﴾
اور ہانکیں گے ہم مجرموں کو جہنم کی طرف پیاسا

لَا يَمْلِكُوْنَ الشَّفَاعَةَ اِلَّا مَنِ اتَّخَذَ عِنْدَ الرَّحْمٰنِ عَهْدًا ﴿٨٧﴾
نہیں مالک شفاعت کا کوئی مگر وہی جنہوں نے رحمٰن سے عہد کر رکھا ہے

وَقَالُوا اتَّخَذَ الرَّحْمٰنُ وَلَدًا ﴿٨٨﴾
اور بولے کافر رحمٰن نے اولاد بنالی

لَقَدْ جِئْتُمْ شَيْـًٔا اِدًّا ﴿٨٩﴾
بے شک تم لائے ہو بھاری بات

تَكَادُ السَّمٰوٰتُ يَتَفَطَّرْنَ مِنْهُ وَتَنْشَقُّ الْاَرْضُ وَتَخِرُّ الْجِبَالُ هَدًّا ﴿٩٠﴾
قریب ہے کہ آسمان پھٹ پڑیں اس سے اور زمین شق ہو جائے اور پہاڑ گر جائیں دہل کر

اَنْ دَعَوْا لِلرَّحْمٰنِ وَلَدًا ﴿٩١﴾
اس پر کہ انہوں نے دعویٰ کیا رحمٰن کی اولاد کا

وَمَا يَنْۢبَغِيْ لِلرَّحْمٰنِ اَنْ يَّتَّخِذَ وَلَدًا ﴿٩٢﴾
اور نہیں زیبا رحمٰن کو کہ اولاد اختیار کرے

اِنْ كُلُّ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اِلَّآ اٰتِي الرَّحْمٰنِ عَبْدًا ﴿٩٣﴾
نہیں کوئی آسمان اور زمین میں مگر حاضر ہوں گے رحمٰن کے حضور بندے ہو کر

لَقَدْ اَحْصٰىهُمْ وَعَدَّهُمْ عَدًّا ﴿٩٤﴾
بے شک وہ ان کا شمار جانتا ہے اور اس نے گن رکھا ہے ایک ایک کر کے

وَكُلُّهُمْ اٰتِيْهِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فَرْدًا ﴿٩٥﴾
اور ہر ایک ان کا آئے گا قیامت کے روز تنہا

اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ سَيَجْعَلُ لَهُمُ الرَّحْمٰنُ وُدًّا ﴿٩٦﴾
بے شک وہ جو ایمان لائے اور نیک عمل کئے عنقریب ان کے لئے کرے گا رحمٰن محبت کرنے والا

فَاِنَّمَا يَسَّرْنٰهُ بِلِسَانِكَ لِتُبَشِّرَ بِهِ الْمُتَّقِيْنَ وَتُنْذِرَ بِهٖ قَوْمًا لُّدًّا ﴿٩٧﴾
تو ہم نے آسان کیا یہ قرآن تمہاری زبان میں کہ تم خوشخبری دو پرہیزگاروں کو اور ڈراؤ اس سے جھگڑالووں کو

وَكَمْ اَهْلَكْنَا قَبْلَهُمْ مِّنْ قَرْنٍ ۭ هَلْ تُحِسُّ مِنْهُمْ مِّنْ اَحَدٍ اَوْ تَسْمَعُ لَهُمْ رِكْزًا ﴿٩٨﴾
اور کتنے ہم نے ہلاک کئے ان سے پہلے زمانہ والے کیا تم ان میں سے کسی کو دیکھتے ہو یا ان کی بھنک سنتے ہو

حل لغات چھٹا رکوع۔ سورۂ مریم۔ پ ۱۶

اَلَمْ۔ کیا نہ — تَرَ۔ دیکھا تو نے — اَنَّآ۔ کہ ہم نے — اَرْسَلْنَا۔ بھیجا
الشَّیٰطِیْنَ۔ شیطانوں کو — عَلَی الْکٰفِرِیْنَ۔ کافروں پر کہ — تَؤُزُّھُمْ۔ ابھارتا ہے ان کو
اَزًّا۔ ابھارنا — فَلَا۔ تو نہ — تَعْجَلْ۔ جلدی کر — عَلَیْھِمْ۔ ان پر

إِنَّمَا۔سوائے اس کے نہیں	نَعُدُّ۔گنتے ہیں	لَهُمْ۔ہم ان کو	عَدًّا۔گننا
يَوْمَ۔جس دن	نَحْشُرُ۔اکٹھا کریں گے ہم	الْمُتَّقِينَ۔پرہیزگاروں کو	إِلَى الرَّحْمٰنِ۔طرف رحمٰن کی
وَفْدًا۔مہمان بنا کر	وَنَسُوقُ۔اور ہانکیں گے ہم	الْمُجْرِمِينَ۔مجرموں کو	إِلَى۔طرف
جَهَنَّمَ۔جہنم کی	وِرْدًا۔پیاسے	لَا يَمْلِكُونَ۔نہیں اختیار رکھتے	الشَّفَاعَةَ۔سفارش کا
إِلَّا۔مگر	مَنِ۔جس نے	اتَّخَذَ۔پکڑا	عِنْدَ۔نزدیک
الرَّحْمٰنِ۔رحمٰن کے	عَهْدًا۔عہد	وَقَالُوا۔اور بولے	اتَّخَذَ۔بنائی
الرَّحْمٰنُ۔رحمٰن نے	وَلَدًا۔اولاد	لَقَدْ۔بے شک	جِئْتُمْ۔لائے تم
شَيْئًا۔چیز	إِدًّا۔بھاری	تَكَادُ۔قریب ہے	السَّمٰوٰتُ۔آسمان
يَتَفَطَّرْنَ۔پھٹ جائیں	مِنْهُ۔اس سے	وَتَنْشَقُّ۔اور شق ہوجائے	الْأَرْضُ۔زمین
وَتَخِرُّ۔اور گر پڑیں	الْجِبَالُ۔پہاڑ	هَدًّا۔کانپ کر	أَنْ۔یہ کہ
دَعَوْا۔پکارا انہوں نے	لِلرَّحْمٰنِ۔رحمٰن کے لئے	وَلَدًا۔بیٹا	وَمَا۔اور نہیں
يَنْبَغِي۔لائق	لِلرَّحْمٰنِ۔رحمٰن کو	أَنْ۔یہ کہ	يَتَّخِذَ۔پکڑے
وَلَدًا۔اولاد	إِنْ۔نہیں ہے	كُلُّ۔ہر ایک	مَنْ۔جو
فِي السَّمٰوٰتِ۔آسمانوں	وَالْأَرْضِ۔اور زمین میں ہے	إِلَّا۔مگر	اٰتِي۔آنے والا ہے
الرَّحْمٰنِ۔رحمٰن کے پاس	عَبْدًا۔بندے ہو کر	لَقَدْ۔بے شک	أَحْصٰهُمْ۔اس نے گنا ان کو
وَعَدَّهُمْ۔اور شمار کیا	عَدًّا۔شمار کرنا	وَكُلُّهُمْ۔اور وہ سارے	اٰتِيهِ۔آئیں گے اس کے پاس
يَوْمَ۔دن	الْقِيٰمَةِ۔قیامت کے	فَرْدًا۔تنہا	إِنَّ۔بے شک
الَّذِينَ۔وہ جو	اٰمَنُوا۔ایمان لائے	وَعَمِلُوا۔اور کام کئے	الصّٰلِحٰتِ۔اچھے
سَيَجْعَلُ۔جلدی بنائے گا	لَهُمُ۔ان کے لئے	الرَّحْمٰنُ۔رحمٰن	وُدًّا۔محبت کرنے والا
فَإِنَّمَا۔سوائے اس کے نہیں	يَسَّرْنٰهُ۔آسان کیا اس کو ہم نے		بِلِسَانِكَ۔تیری زبان میں
لِتُبَشِّرَ۔کہ تو خوشخبری دے	بِهِ۔اس کے ساتھ	الْمُتَّقِينَ۔پرہیزگاروں کو	وَتُنْذِرَ۔اور ڈرائے
بِهِ۔اس کے ساتھ	قَوْمًا۔قوم	لُدًّا۔جھگڑالو کو	وَكَمْ۔اور کتنے
أَهْلَكْنَا۔ہم نے ہلاک کئے	قَبْلَهُمْ۔ان سے پہلے	مِنْ قَرْنٍ۔زمانے	هَلْ۔کیا
تُحِسُّ۔محسوس کرتا ہے	مِنْهُمْ۔ان سے	مِنْ أَحَدٍ۔کسی کو	أَوْ۔یا
تَسْمَعُ۔سنتا ہے	لَهُمْ۔ان کے لئے	رِكْزًا۔کوئی آہٹ	

مختصر تفسیر اردو چھٹا رکوع۔سورۂ مریم۔پ ۱۶

اس آخری رکوع میں چند لغات نادر ہیں۔تفسیر سے قبل مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ان کا حل پیش کر دیا جائے۔

تَؤُزُّهُمْ أَزًّا۔تُهَيِّجُهُمْ عَلَى الْمَعَاصِي تَهْيِيْجًا شَدِيْدًا بِأَنْوَاعِ التَّسْوِيْلَاتِ وَالْوَسَاوِسِ۔برانگیختہ

کرتے ہیں انہیں شدید انگیخت کے ساتھ۔

اِنَّمَا نَعُدُّ لَهُمْ عَدًّا۔ نَعُدُّهَا عَدًّا۔ اَیْ قَلِیْلَةً۔ كَمَا قِیْلَ دَرَاهِمَ مَعْدُوْدَةً۔ ان کی قلیل عمر گنی ہوئی ہے جیسے دَرَاهِمَ مَعْدُوْدَةً کے معنی قلیل وذلیل رقم کے ہیں۔

وَفْدًا۔ اَیْ رُكْبَانًا كَمَا قَالَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هَلِ الْوَفْدُ اِلَّا الرَّكْبُ۔ سوار۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وفد نہیں مگر سوار۔ 6

وِرْدًا۔ اَیْ عِطَاشًا۔ پیاسے کے معنی میں مستعمل ہے۔

اِدًّا۔ قَالَ الرَّاغِبُ اَلْاَدُّ الْمُنْكَرُ۔ نہایت بری بات اَلْخِطَابُ عَنْ كَمَالِ السُّخْطِ وَشِدَّةِ الْغَضَبِ۔ انتہائی غضب وشدت سے مخاطبہ کرتے وقت بولتے ہیں۔

هَدًّا۔ تَخِرُّ۔ مَهْدُوْدَةً۔ منہدم ہونا۔ گرنا۔

اَحْصٰىهُمْ۔ حَصَرَهُمْ وَاَحَاطَ بِهِمْ۔ نگاہ میں رکھنا اور ان پر محیط ہونا۔

وَعَدَّهُمْ عَدًّا۔ اَیْ عَدَّ اَشْخَاصَهُمْ وَاَنْفَاسَهُمْ وَاَفْعَالَهُمْ۔ نگاہ میں رکھنا ان کی حرکات اور سانس اور افعال کو۔

فَرْدًا۔ اَیْ مُنْفَرِدًا۔ تنہا۔ اکیلا۔

وُدًّا۔ اَیْ مَوَدَّةً فِی الْقُلُوْبِ۔ دلوں میں محبت پیدا کرنا۔

قَوْمًا لُّدًّا۔ قَالَ الرَّاغِبُ اَلْخَصِمُ الشَّدِیْدُ وَ عَنْ قَتَادَةَ اَللُّدَدُ۔ ذُو الْجَدَلِ۔ جھگڑالو اور سخت مخالف۔

هَلْ تُحِسُّ مِنْهُمْ۔ هَلْ بِمَعْنٰى مَا۔ یعنی نہیں مَا تَشْعُرُ بِاَحَدٍ مِنْهُمْ۔ نہیں دیکھتا تم میں سے انہیں کوئی۔

رِكْزًا۔ اَیْ صَوْتًا خَفِیًّا۔ ہلکی بھنک یا کسکساہٹ۔

"اَلَمْ تَرَ اَنَّاۤ اَرْسَلْنَا الشَّیٰطِیْنَ عَلَى الْكٰفِرِیْنَ تَؤُزُّهُمْ اَزًّا ﴿۸۳﴾ فَلَا تَعْجَلْ عَلَیْهِمْ ؕ اِنَّمَا نَعُدُّ لَهُمْ عَدًّا ﴿۸۴﴾۔

اے محبوب کیا نہ دیکھا آپ نے کہ ہم نے شیطان بھیجے کافروں پر جو ابھارتے ہیں انہیں پوری طرح کفر و معصیت پر تو آپ ان پر عجلت نہ فرمائیں ہم نے ان کی قلیل مدت عمر گن رکھی ہے۔"

• تَؤُزُّهُمْ اَزًّا پر علامہ آلوسی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

شیاطین ان پر مسلط کر دیئے ہیں کہ تُغْرِیْهِمْ وَ تُهَیِّجُهُمْ عَلَى الْمَعَاصِیْ تَهْیِیْجًا شَدِیْدًا بِاَنْوَاعِ التَّسْوِیْلَاتِ وَالْوَسَاوِسِ۔ انہیں ابھارتے رہتے ہیں معاصی کے لئے پورا ابھارنا انواع وساوس کے ساتھ۔

فَاِنَّ الْاَزَّ وَالْهَزَّ وَالْاِسْتِفْزَازَ اَخَوَاتٌ مَعْنَاهَا شِدَّةُ الْاِزْعَاجِ۔ از اور ہز اور استفزاز یہ مترادف المعنی ہیں جو سختی سے ابھارنے کے معنی دیتے ہیں۔

وَ فِیْهَا تَسْلِیَةٌ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ۔ اور اس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی دی گئی ہے کہ ان کے انکار اور تشدد پر آپ پرواہ نہ فرمائیں ان کی زندگی کی ساعتیں ہم گن رہے ہیں عنقریب یہ ہلاک ہوں گے۔

اِنَّمَا نَعُدُّ لَهُمْ عَدًّا۔ بَیَانُ اِقْتِرَابِ هِلَاكِهِمْ فَاِنَّهٗ لَمْ یَبْقَ لَهُمُ الْاَیَّامُ وَاَنْفَاسٌ نَعُدُّهَا عَدًّا اَیْ قَلِیْلَةً كَمَا فِیْ قَوْلِهٖ تَعَالٰى دَرَاهِمَ مَعْدُوْدَةً۔ ہم ان کی ساعتیں گن رہے ہیں عنقریب ان کی ہلاکت ہوگی کچھ دن باقی ہیں۔

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْهُمَا اَنَّهُ كَانَ اِذَا قَرَأَ هٰذِهِ الْاٰیَةَ بَكٰی۔ آپ جب یہ آیت کریمہ تلاوت فرماتے تو رو پڑتے۔

ابن سماک رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ وہ مامون کے پاس تھے تو جب یہ آیت کریمہ پڑھی تو مامون نے کہا جب سانس بھی گنے ہوئے ہیں اور ان میں کچھ بھی سانس بڑھ نہیں سکتے تو پھر عمر بڑھانے کی آرزو کرنا بے معنی ہے۔ کسی نے خوب کہا ہے:

اِنَّ الْحَبِیْبَ مِنَ الْاَحْبَابِ مُخْتَلَسٌ　لَایَمْنَعُ الْمَوْتَ بَوَّابٌ وَلَا حَرَسٌ
وَ كَیْفَ یَفْرَحُ بِالدُّنْیَا وَلَذَّتِهَا　فَتًی یُعَدُّ عَلَیْهِ اللَّفْظُ وَالنَّفَسُ

دوست دوستوں سے مل جل کر بیٹھے ہوتے ہیں کہ وہ موت کو چوکیدار اور نگران سے نہیں روک سکتے پھر کیوں دنیا اور اس کی لذتوں سے خوش ہو جبکہ ایک جوان کی زندگی کی گھڑیاں گنی ہوئی ہیں۔

بقول شاعر

غنیمت جان رل مل کے بیٹھنے کو !　جدائی کی گھڑی سر پر کھڑی ہے

خلاصہ یہ کہ اِنَّمَا نَعُدُّ اَعْمَالَهُمْ لِنُجَازِیَهُمْ عَلَیْهَا۔ ان کے عمل گنے ہوئے ہیں تاکہ ہم انہیں ان کے اعمال کا بدلہ دیں۔

"یَوْمَ نَحْشُرُ الْمُتَّقِیْنَ اِلَی الرَّحْمٰنِ وَفْدًا۔ جس دن ہم محشور کریں گے پرہیزگاروں کو رحمٰن کی طرف سواریوں پر۔"

وفد کے معنی رکبان کے ہیں یعنی سوار۔ كَمَا اَخْرَجَهُ جَمَاعَةٌ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْهُمَا۔

وَاَخْرَجَ ابْنُ اَبِی الدُّنْیَا فِیْ صِفَةِ الْجَنَّةِ وَابْنُ اَبِیْ حَاتِمٍ وَابْنُ مَرْدَوَیْهِ مِنْ طُرُقٍ عَنْ عَلِیٍّ كَرَّمَ اللّٰہُ وَجْهَهُ قَالَ سَاَلْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ عَنْ هٰذِهِ الْاٰیَةِ فَقُلْتُ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ هَلِ الْوَفْدُ اِلَّا الرَّكْبُ فَقَالَ عَلَیْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ۔

وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِهٖ اِنَّهُمْ اِذَا خَرَجُوْا مِنْ قُبُوْرِهِمْ اُسْتُقْبِلُوْا بِنُوْقٍ بِیْضٍ لَهَا اَجْنِحَةٌ وَ عَلَیْهَا رِحَالُ الذَّهَبِ شُرُكُ نِعَالِهِمْ نُوْرٌ یَتَلَاْلَاُ كُلُّ خُطْوَةٍ مِّنْهَا مِثْلُ مَدِّ الْبَصَرِ وَیَنْتَهُوْنَ اِلٰی بَابِ الْجَنَّةِ۔ اَلْحَدِیْثُ۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں کہ میں نے عرض کیا حضور! صلی اللہ علیک وسلم وفد رکب ہی ہے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

قسم ہے اس ذات اقدس کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے مومنین جب قبروں سے نکلیں گے تو سفید چمکتے براق کی طرف جائیں گے جن کے بازو ہوں گے اور ان پر سونے کے جھول ہوں گے ان کے سموں سے نور پھیلتا ہوگا منتہائے نظر تک حتیٰ کہ وہ جنت میں پہنچیں گے۔

وَاَصْلُ الْوَفْدِ جَمْعُ وَافِدٍ كَالْوُفُوْدِ وَالْاَوْفَادِ وَالْوَفْدُ مِنْ وَفَدَ اِلَیْهِ وَ عَلَیْهِ یَفِدُ وَفْدًا وَّ وُفُوْدًا وَّ وِفَادَةً وَّاِفَادَةً۔ قَدِمَ۔ آنے کے معنی میں مستعمل ہے۔

"وَّنَسُوْقُ الْمُجْرِمِیْنَ اِلٰی جَهَنَّمَ وِرْدًا۔ اور ہانکیں گے ہم مجرموں مشرکوں کو جہنم کی طرف پیاسا۔"

وِرْدًا۔ بمعنی عطاش یعنی پیاسے کے ہیں۔

اور صحیحین میں ابن عباس رضی اللہ عنہما سے جنتی طائفہ کے متعلق چند احادیث ہیں جن سے واضح ہوتا ہے کہ بلاحساب
کتاب جن کا داخلہ ہوگا ان کی علیحدہ علیحدہ شانیں ہیں۔

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُمَا قَالَ خَرَجَ اِلَیْنَا رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ذَاتَ یَوْمٍ
فَقَالَ عُرِضَتْ عَلَیَّ الْاُمَمُ۔
یَمُرُّ النَّبِیُّ مَعَہٗ رَجُلٌ۔
وَالنَّبِیُّ مَعَہٗ رَجُلَانِ۔
وَالنَّبِیُّ لَیْسَ مَعَہٗ اَحَدٌ۔
وَالنَّبِیُّ مَعَہُ الرَّھْطُ۔
فَرَاَیْتُ سَوَادًا کَثِیْرًا فَرَجَوْتُ اَنْ یَکُوْنَ اُمَّتِیْ فَقِیْلَ ھٰذَا مُوْسٰی وَقَوْمُہٗ۔
ثُمَّ قِیْلَ اُنْظُرْ فَرَاَیْتُ سَوَادًا کَثِیْرًا فَقِیْلَ ھٰؤُلَاءِ اُمَّتُکَ وَ مَعَ ھٰؤُلَاءِ سَبْعُوْنَ اَلْفًا یَدْخُلُوْنَ الْجَنَّۃَ
بِغَیْرِ حِسَابٍ۔
فَتَفَرَّقَ النَّاسُ وَلَمْ یُبَیِّنْ لَھُمْ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَتَذَاکَرَ اَصْحَابُہٗ فَقَالُوْا اَمَّا نَحْنُ
فَوُلِدْنَا فِی الشِّرْکِ وَلٰکِنْ قَدْ اٰمَنَّا بِاللّٰہِ تَعَالٰی وَرَسُوْلِہٖ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ھٰؤُلَاءِ اَبْنَاؤُنَا فَقَالَ
رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ھُمُ الَّذِیْنَ لَا یَسْتَرِقُوْنَ وَلَا یَکْتَوُوْنَ وَلَا یَتَطَیَّرُوْنَ وَ عَلٰی رَبِّھِمْ
یَتَوَکَّلُوْنَ۔ اَلْحَدِیْثُ۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم ایک دن ہم پر جلوہ افروز ہوئے تو فرمایا مجھ پر امتیں پیش کی گئیں۔
تو نبی تشریف لے جا رہے تھے اور ان کے ساتھ ایک امتی تھا۔
اور نبی جا رہے تھے ان کے ساتھ دو امتی تھے۔
اور نبی جا رہے تھے مگر ان کے ساتھ کوئی امتی نہ تھا۔
اور نبی جا رہے تھے ان کے ساتھ ایک جماعت تھی۔
کہ میں نے ایک بہت بڑی جماعت دیکھی تو میں نے خیال کیا کہ شاید یہ میری امت ہے تو مجھے کہا گیا کہ یہ موسیٰ علیہ
السلام اور ان کی امت ہے۔
پھر مجھے کہا گیا ملاحظہ فرمایئے تو میں نے ایک بڑی جماعت دیکھی اور مجھے کہا گیا یہ آپ کی امت ہے اور ان کے ساتھ
ستر ہزار وہ ہیں جو جنت میں بلاحساب داخل ہوں گے۔
پھر لوگ متفرق ہو گئے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ ظاہر نہ فرمایا کہ وہ ستر ہزار کون ہوں گے۔
پھر صحابہ علیہم رضوان میں ان کا مذاکرہ ہو رہا تھا کہ ہم وہ ہیں کہ شرک میں ہماری پیدائش ہوئی البتہ ہم حضور صلی اللہ علیہ
وسلم پر ایمان لا کر اللہ تعالیٰ کو ماننے والے ہیں اور یہ ہماری اولاد ہے۔
تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ وہ لوگ ہیں جو نجوم کے ذریعہ استراق نہیں کرتے اور آئندہ کے حالات نہیں نکالتے

اور طیرہ یعنی چھوت چھات نہیں مانتے اور اپنے رب پر بھروسہ رکھتے ہیں۔ الی آخر الحدیث۔

اور ترمذی میں ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے ہے:

قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ وَعَدَنِيْ رَبِّيْ اَنْ يُدْخِلَ الْجَنَّةَ مِنْ اُمَّتِيْ سَبْعِيْنَ اَلْفًالَا حِسَابَ عَلَيْهِمْ وَلَا عَذَابَ مَعَ كُلِّ اَلْفٍ سَبْعِيْنَ اَلْفًا وَثَلَاثُ حَثَيَاتٍ مِّنْ حَثَيَاتِ رَبِّيْ۔

فرماتے ہیں میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا کہ میرے رب نے مجھ سے وعدہ فرمایا کہ جنت میں میری امت سے ستر ہزار ایسے داخل ہوں گے جن سے نہ حساب ہوگا نہ عذاب اور ہر ہزار کے ساتھ ستر ہزار علیحدہ ہیں اور تین انجھلے (مشت بھر) اور جنت میں جائیں گے۔ اللہ تعالیٰ کے انجھلوں میں سے۔ انجھلا اردو میں وہی ہے جسے پنجابی میں بک کہتے ہیں۔

اس پر بروایت عمر رضی اللہ عنہ واضح کیا ہے کہ بک یعنی انجھلا اللہ تعالیٰ کا وہ ہے جس کا توازن اور اندازہ نہیں کیا جاسکتا۔

قَالَ هِشَامٌ هٰذَا مِنَ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ لَا يُدْرٰى مَا عَدَدُهٗ۔

بعض اخبار میں مذکور ہے کہ من یدخل الجنة بغیر حساب۔ وہ کوئی جو بلا حساب جنت میں جائیں گے وہ یہ ہیں:

۱- حَامِدِيْنَ اللّٰهَ تَعَالٰى فِي السَّرَّآءِ وَالضَّرَّآءِ اللہ کی حمد خوشی وغم میں کرنے والے۔

۲- وَالَّذِيْنَ تَتَجَافٰى جُنُوْبُهُمْ عَنِ الْمَضَاجِعِ۔ اور وہ جن کے پہلو خواب گاہوں سے علیحدہ رہیں۔

۳- وَالَّذِيْنَ لَا تُلْهِيْهِمْ تِجَارَةٌ وَّلَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ۔ اور وہ جنہیں تجارت اور بیع اللہ کی یاد سے غافل نہ کرے۔

۴- وَالَّذِيْنَ يَمُوْتُ فِيْ طَرِيْقِ مَكَّةَ ذَاهِبًا اَوْ رَاجِعًا۔ اور وہ جو مکہ آتا یا جاتا مرے۔

۵- وَطَالِبُ الْعِلْمِ۔ اور طالب علم دین۔

۶- وَالْمَرْاَةُ الْمُطِيْعَةُ لِزَوْجِهَا۔ اور وہ عورت جو اپنے خاوند کی مطیع ہو۔

۷- وَالْوَلَدُ الْبَارُّ بِوَالِدَيْهِ۔ اور وہ اولاد جو والدین کی فرمانبردار ہو۔

۸- وَالرَّحِيْمِ الصَّبُوْرِ۔ اور رحم کرنے والا۔ مصائب پر صبر کرنے والا۔ (مبحث الشفاعت)

"لَا يَمْلِكُوْنَ الشَّفَاعَةَ اِلَّا مَنِ اتَّخَذَ عِنْدَ الرَّحْمٰنِ عَهْدًا۔ کوئی شفاعت کے مالک نہیں مگر وہ جنہوں نے رحمان کے پاس سے عہد لے لیا ہے۔"

اس کے یہ معنی ہیں لَا يَمْلِكُ الْعِبَادُ اَنْ يَّشْفَعُوْا لِغَيْرِهِمْ اِلَّا مَنِ اتَّصَفَ مِنْهُمْ بِمَا يَسْتَاهِلُ مَعَهٗ اَنْ يُّشْفَعَ وَهُوَ الْمُرَادُ بِالْعَهْدِ۔ وَفَسَّرَهُ ابْنُ عَبَّاسٍ بِشَهَادَةِ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَالتَّبَرِّيْ مِنَ الْحَوْلِ وَالْقُوَّةِ عَدَمُ رَجَاءِ اَحَدٍ اِلَّا اللّٰهُ تَعَالٰى۔

بندوں میں سے کوئی مجاز و مختار نہیں کہ کسی کی سفارش کر سکے۔

مگر جو ان میں سے اہل ہو وہ شفاعت کرے گا اور اس سے مراد عہد ہے اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کی تفسیر سید المفسرین ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمائی:

کہ وہ اہل ہے جو لا اله الا الله کی شہادت کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی میں طاقت وقوت بالذات نہ مانے۔

اور مَنْ ذَا الَّذِيْ يَشْفَعُ عِنْدَهٗٓ اِلَّا بِاِذْنِهٖ میں بھی استثناء ہے یعنی کون ہے وہ جو سفارش کرے اللہ تعالیٰ کے حضور مگر

اس کی اجازت سے ایک شفاعت تو یہ ہے جو بعد اذن حاصل ہو۔ اور دوسری شفاعت وہ ہے جس کے متعلق ارشاد ہے:
وَلَا تَنْفَعُ الشَّفَاعَةُ عِنْدَهٗٓ اِلَّا لِمَنْ اَذِنَ لَهٗ۔ اور نہیں نفع دے گی شفاعت اس کے حضور مگر اس کی جسے اذن مل چکا ہے جیسے ہمارے حضور سید یوم النشور علیہ السلام کہ اول سے ہی ماذون بالشفاعت ہیں اور اولیاء، انبیاء، اصفیا، حفاظ و علماء حتیٰ کہ شیر خوار اطفال رضیع حتیٰ کہ ساقط شدہ بچے ان کی شفاعت بھی مفید ہوگی مگر بعد اذن الٰہی عزوجل۔ چنانچہ احادیث سے ثابت ہے کہ باب شفاعت اس وقت تک نہ کھلے جب تک حضور ﷺ جلوہ آرائے مسند شفاعت نہ ہوں۔ (حدیث)

اعلیٰ حضرت مجدد مائۃ حاضرہ قدس سرہ نے ایک حدیث کا مضمون شعر میں فرمایا ہے وھو ھذا۔

خلیل و نجی مسیح و صفی سبھی سے کہی کہیں نہ بنی
یہ بے خبری کہ خلق پھری کہاں سے کہاں تمہارے لئے

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ الرَّجُلَ مِنْ اُمَّتِيْ لَيَشْفَعُ لِلْفِئَامِ مِنَ النَّاسِ فَيَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ بِشَفَاعَتِهٖ وَاِنَّ الرَّجُلَ لَيَشْفَعُ لِلرَّجُلِ وَاَهْلِ بَيْتِهٖ فَيَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ بِشَفَاعَتِهٖ۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری امت کا ایک آدمی جماعتوں کو سفارش کر کے جنت میں لے جائے اور ایک آدمی، آدمی کی سفارش کرے اور اس کے گھر والوں کی اور ان کی بخشش کرا کر جنت میں لے جائے۔

اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے تو آیہ کریمہ عَسٰٓى اَنْ يَّبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا نازل ہو چکی ہے۔

اب آگے یہود و نصاریٰ اور کفار عرب کا ذکر فرمایا جاتا ہے۔

"وَقَالُوا اتَّخَذَ الرَّحْمٰنُ وَلَدًا۔ اور بولے نصاریٰ و یہودی کہ رحمٰن نے اولاد پکڑی۔"

یہ تذکرہ ہے یہود و نصاریٰ کا کہ یہود نے حضرت عزیر علیہ السلام کو ابن اللہ کہا اور نصاریٰ نے عیسیٰ علیہ السلام کو ابن اللہ کہا اور ملائکہ علیہم السلام کو بنات اللہ قرار دیا تَعَالٰى شَاْنُهٗ عَمَّا يَقُوْلُوْنَ عُلُوًّا كَبِيْرًا۔

حالانکہ عِبَادٌ مُّكْرَمُوْنَ فرما کر یہ ثابت فرما دیا گیا کہ جو بندے ہیں وہ بیٹے نہیں ہو سکتے چنانچہ اس کے جواب میں کمال سخط و شدت غضب کا اظہار ہے حَيْثُ قَالَ۔

"لَقَدْ جِئْتُمْ شَيْـًٔا اِدًّا ﴿۸۹﴾ تَكَادُ السَّمٰوٰتُ يَتَفَطَّرْنَ مِنْهُ وَتَنْشَقُّ الْاَرْضُ وَتَخِرُّ الْجِبَالُ هَدًّا ﴿۹۰﴾ اَنْ دَعَوْا لِلرَّحْمٰنِ وَلَدًا۔ بے شک تم لائے ہماری طرف زبردست بری بات۔ قریب ہے کہ آسمان ان باتوں سے پھٹ پڑے اور زمین شق ہو جائے اور پہاڑ منہدم ہو جائیں تمہاری اس بکواس پر کہ اللہ کی اولاد ہے۔"

اس میں جِئْتُمْ شَيْـًٔا اِدًّا فرما کر ان کے قول کا ابطال فرمایا گیا اور مخاطبہ میں کمال سخط اور شدت غضب سے ان کے قول پر تشنیع و تقبیح فرمائی اور ان کی نہایت ووقاحت اور جرأت پر اظہار ناراضگی فرمایا گیا اس لئے کہ اِدًّا کے معنی منکر کے ہیں یا اِدًّا امر عجیب یا منکر شدید پر بولا جاتا ہے۔

پھر تَكَادُ السَّمٰوٰتُ يَتَفَطَّرْنَ مِنْهُ فرما کر اور بھی نفرت کا مظاہرہ فرما دیا اور وَتَنْشَقُّ الْاَرْضُ وَتَخِرُّ الْجِبَالُ هَدًّا سے اس کی وضاحت کر دی گئی۔

پھر حدیث ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بھی آسمان و زمین کے متعلق واضح ہوتا ہے کہ وہ حساس ہیں۔ اَخْرَجَ اِبْنُ جَرِیْرٍ وَابْنُ الْمُنْذِرِ وَابْنُ اَبِیْ حَاتِمٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمَا قَالَ الشِّرْکُ فَزِعَتْ مِنْہُ السَّمٰوٰاتُ وَالْاَرْضُ وَالْجِبَالُ وَجَمِیْعُ الْخَلَائِقِ اِلَّا الثَّقَلَیْنِ وَکَوْنُ اَنْ یَزُلْنَ مِنْہُ تَعْظِیْمًا لِلّٰہِ تَعَالٰی وَ فِیْہِ اِثْبَاتُ الْفَھْمِ لِتِلْکَ الْاَجْرَامِ وَالْاَجْسَامِ لَائِقٌ بِھِنَّ۔

فرماتے ہیں شرک سے آسمان اور زمین اور پہاڑ اور جمیع مخلوقات گھبراتی ہیں سوائے ثقلین کے اور قریب ہے کہ وہ متزلزل ہو جائیں اللہ تعالیٰ کی تعظیم میں اور اس میں اس امر کا ثبوت ہے کہ انہیں باوجود اجرام و اجسام ہونے کے فہم ہے جتنا ان کے لائق ہے۔

اور در منثور میں آیہ کریمہ پر ابن منصور اور ابن مبارک اور ابن ابی شیبہ اور ابوالشیخ اور ابن ابی حاتم سے اور طبرانی و بیہقی سے شعب الایمان میں طریق عون سے عبداللہ بن مسعود کی روایت ہے قَالَ اِنَّ الْجَبَلَ لَیُنَادِی الْجَبَلَ بِاِسْمِہٖ یَا فُلَانُ ھَلْ مَرَّبِکَ الْیَوْمَ اَحَدٌ ذَاکِرٌ لِلّٰہِ تَعَالٰی فَاِذَا قَالَ نَعَمْ اِسْتَبْشَرَ۔

ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ پہاڑ پہاڑ کو نام لے کر پکارتا ہے اے فلاں! کیا آج کوئی تجھ پر سے ذاکر الٰہی گزرا تو اگر وہ کہتا ہے ہاں تو وہ خوشی مناتا ہے۔

اور اس پر قرآنی دلیل لائے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

تُسَبِّحُ لَهُ السَّمٰوٰتُ السَّبْعُ وَالْاَرْضُ وَمَنْ فِيْهِنَّ ؕ وَاِنْ مِّنْ شَيْءٍ اِلَّا يُسَبِّحُ بِحَمْدِهٖ۔ چنانچہ ابن الصلت بھی باوجود کافر ہونے کے کہہ گیا:

وَ فِیْ کُلِّ شَیْءٍ لَّہٗ اٰیَۃٌ تَدُلُّ عَلٰی اَنَّہٗ وَاحِدٌ

اور جو اللہ تعالیٰ کی اولاد کا عقیدہ رکھتا ہے وہ کیا یہ سمجھتا ہے کہ وہ ذات خالق قادر علیم حکیم ہے اور جو خالق ہے وہ مخلوق کو بیٹا کیسے بنا سکتا ہے جو قادر ہے وہ مقدور کو اولاد کیونکر کہہ سکتی ہے معبود کا ولد عابد کیسے ہو سکتا ہے۔ تَعٰلٰی عَمَّا یَصِفُوْنَ۔ (روح المعانی) چنانچہ

"اَنْ دَعَوْا لِلرَّحْمٰنِ وَلَدًا" فرمایا۔ یعنی تمہارے اس کہنے سے، کہ اللہ کی اولاد ہے، آسمان و زمین لرز رہے ہیں۔

"وَمَا يَنْۢبَغِيْ لِلرَّحْمٰنِ اَنْ يَّتَّخِذَ وَلَدًا ﴿۹۲﴾ ۔ اور رحمٰن کو زیبا ہی نہیں کہ وہ اولاد پکڑے۔" اس لئے کہ

"اِنْ كُلُّ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اِلَّآ اٰتِي الرَّحْمٰنِ عَبْدًا ﴿۹۳﴾ لَقَدْ اَحْصٰىهُمْ وَعَدَّهُمْ عَدًّا۔ جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہیں وہ سب رحمٰن کے حضور بندے ہیں اور وہ گنے ہوئے ہیں۔"

اور ارشاد ہے وَاِنْ مِّنْ شَيْءٍ اِلَّا يُسَبِّحُ بِحَمْدِهٖ وَلٰكِنْ لَّا تَفْقَهُوْنَ تَسْبِيْحَهُمْ۔ کوئی چیز نہیں مگر تسبیح اور حمد کرتی ہے اللہ تعالیٰ کی مگر تم اس تسبیح کو سمجھ نہیں سکتے۔

اِنْ كُلُّ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ۔ اَیْ مَا مِنْھُمْ اَحَدٌ مِّنَ الْمَلٰئِکَۃِ وَالثَّقَلَیْنِ۔ یعنی کوئی نہیں ملائکہ سے اور ثقلین سے۔

اِلَّا اٰتِی الرَّحْمٰنِ عَبْدًا اَیْ اِلَّا وَھُوَ مَمْلُوْکٌ لَّہٗ تَعَالٰی یَاْوِیْ اِلَیْہِ عَزَّوَجَلَّ بِالْعُبُوْدِیَّۃِ وَ الْاِنْقِیَادِ

لِقَضَائِهٖ وَقَدْرِهٖ سُبْحٰنَهٗ وَتَعَالٰی۔ مگر آئے گا رحمٰن کے حضور بندہ ہو کر یعنی وہ مملوک ہوگا اور آئے گا اللہ تعالیٰ کے حضور عبودیت کے ساتھ اور تسلیم کرتا ہوا اس کی قضا وقدر کو۔

لَقَدْ اَحْصٰىهُمْ وَعَدَّهُمْ عَدًّا ﴿۹۴﴾ ۔ حَصَرَهُمْ وَاَحَاطَ بِهِمْ بِحَيْثُ لَايَكَادُ يَخْرُجُ اَحَدٌ مِّنْهُمْ مِنْ حِيْطَةِ عِلْمِهٖ وَ قَبْضَةِ قُدْرَتِهٖ جَلَّ جَلَالُهٗ۔ اَیْ عَدَّ اَشْخَاصَهُمْ وَاَنْفَاسَهُمْ وَاَفْعَالَهُمْ فَاِنَّ كُلَّ شَیْءٍ عِنْدَهٗ تَعَالٰی بِمِقْدَارٍ۔ انہیں محصور کر رکھا ہے اور ان کا احاطہ ایسے طور پر ہے کہ ممکن نہیں کہ کوئی نکل سکے مخلوق میں سے اس کے حیطۂ علم و قبضۂ قدرت سے اور گنے ہوئے ہیں ان کی ذاتیں اور سانس اور افعال تو یقیناً ہر شے اس کے حضور ایک مقدار میں ہے۔

وَكُلُّهُمْ اٰتِيْهِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فَرْدًا ﴿۹۵﴾ ۔ اَیْ مُنْفَرِدًا مِّنَ الْاَتْبَاعِ وَالْاَنْصَارِ مُنْقَطِعًا اِلَيْهِ تَعَالٰی غَايَةَ الْاِنْقِطَاعِ مُحْتَاجًا اِلٰی اِعَانَتِهٖ وَرَحْمَتِهٖ عَزَّوَجَلَّ فَكَيْفَ يُجَانِسُهٗ وَيُنَاسِبُهٗ يَتَّخِذُهٗ وَلَدًا۔
اور سب اس کے حضور تنہا اور منفرد آئیں گے اپنے اتباع وانصار سے منقطع اور قطعی منقطع ہو کر اللہ تعالیٰ کی رحمت واعانت کے محتاج ہو کر تو کس طرح مجانست ومناسبت ہوگی کہ وہ اولاد پکڑے اور اپنا شریک بنائے۔ تَعَالٰی عَمَّا يَقُوْلُ الظّٰلِمُوْنَ عُلُوًّا كَبِيْرًا۔

ایک قول یہ ہے کہ آیۂ کریمہ کا مفہوم یوں ہے:

اَیْ كُلُّ وَاحِدٍ مِّنْ اَهْلِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ الْعَابِدِيْنَ وَالْمَعْبُوْدِيْنَ اٰتِيْهِ عَزَّوَجَلَّ مُنْفَرِدًا عَنِ الْاٰخَرِ فَيَنْفَرِدُ الْعَابِدُوْنَ عَنِ الْاٰلِهَةِ زَعَمُوْا اَنَّهَا اَنْصَارٌ وَ شُفَعَاءُ وَالْمَعْبُوْدُوْنَ عَنِ الْاَتْبَاعِ الَّذِيْنَ عَبَدُوْهُمْ وَذٰلِكَ يَقْتَضِیْ عَدَمَ النَّفْعِ وَ يَنْتَفِی بِذَالِكَ الْمُجَانَسَةُ لِمَنْ بِيَدِهٖ مَلَكُوْتُ كُلِّ شَیْءٍ تَبَارَكَ وَتَعَالٰی۔

یعنی ہر ایک اہل سماوات وارض خواہ وہ عابد ہوں خواہ معبود سب تنہا ایک دوسرے سے علیحدہ ہوں اور وہ عابد جو اپنے دنیاوی معبودوں کو گمان کرتے تھے کہ یہ ہمارے مددگار اور شفیع ہیں ان سے علیحدہ ہو کر آئیں اور وہ اتباع جنہیں پوجتے تھے علیحدہ ہوں۔

اس سے واضح ہو جائے گا کہ ان سے نفع نہیں حاصل ہوا اور یہ امر بھی منتفی ہوگا کہ ذات ملک الملک کے ساتھ مجانست قطعاً نہیں۔

آگے مومنین رحمہم اللہ کا تذکرہ حسب اسلوب بیان قرآن فرمایا جاتا ہے۔

"اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ سَيَجْعَلُ لَهُمُ الرَّحْمٰنُ وُدًّا۔ بے شک وہ جو ایمان لائے اور نیک عمل کئے عنقریب کرے گا رحمٰن ان کے لئے چاہنے والے۔"

آلوسی رحمہ اللہ فرماتے ہیں اَیْ مَوَدَّةً فِی الْقُلُوْبِ لِاِيْمَانِهِمْ وَعَمَلِهِمُ الصَّالِحِ وَالْمَشْهُوْرُ اَنَّ ذَالِكَ الْجَعْلَ فِی الدُّنْيَا۔ یعنی لوگوں کے دلوں میں ان کے ایمان اور عمل صالح کی وجہ سے محبت ہوگی اور مشہور قول یہ ہے کہ یہ دنیا میں مومنین کے لئے کیا جائے گا۔

بخاری ومسلم، ترمذی، عبد بن حمید وغیرہ رحمہم اللہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے راوی ہیں۔ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی

اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا اَحَبَّ اللّٰہُ تَعَالٰی عَبْدًا انَادٰی جِبْرَئِیْلَ اِنِّیْ قَدْ اَحْبَبْتُ فُلَانًا فَاَحِبَّہٗ فَیُنَادِیْ فِی السَّمَاءِ ثُمَّ تَنْزِلُ لَہُ الْمَحَبَّۃُ فِی الْاَرْضِ ذٰلِکَ قَوْلُہٗ تَعَالٰی۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب اللہ کسی بندے کو محبوب بناتا ہے جبریل علیہ السلام کو ارشاد ہوتا ہے میں نے فلاں بندے کو محبوب بنایا تو تو بھی اسے محبوب رکھ تو آسمانوں میں ندا دی جاتی ہے پھر اس کے لئے محبت زمین پر نازل ہوتی ہے۔ یہ ہے آیہ کریمہ سَیَجْعَلُ لَھُمُ الرَّحْمٰنُ وُدًّا۔

شانِ نزول آیہ کریمہ یہ ہے

ذُکِرَ اَنَّ الْاٰیَۃَ نَزَلَتْ فِی الْمُھَاجِرِیْنَ اِلَی الْحَبْشَۃِ مَعَ جَعْفَرِ بْنِ اَبِیْ طَالِبٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ وَعَدَ سُبْحٰنَہٗ اَنْ یَجْعَلَ لَھُمْ مَحَبَّۃً فِیْ قَلْبِ النَّجَاشِیِّ۔

یہ آیہ کریمہ مہاجرین حبشہ کی شان میں اتری ہے جبکہ وہ حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے ساتھ ہجرت کر رہے تھے تو اللہ تعالیٰ نے وعدہ فرمایا کہ ان کی محبت قلب نجاشی میں ڈال دی جائے گی۔

وَ اَخْرَجَ اِبْنُ جَرِیْرٍ وَابْنُ الْمُنْذِرِ وَابْنُ مَرْدَوَیْہِ عَنْ عَبْدِالرَّحْمٰنِ بْنِ عَوْفٍ اَنَّہٗ لَمَّا ھَاجَرَ اِلَی الْمَدِیْنَۃِ وَجَدَ فِیْ نَفْسِہٖ عَلٰی فِرَاقِ اَصْحَابِہٖ بِمَکَّۃَ مِنْھُمْ شَیْبَۃُ بْنُ رَبِیْعَۃَ وَ عُتْبَۃُ بْنُ رَبِیْعَۃَ وَ اُمَیَّۃُ بْنُ خَلْفٍ فَاَنْزَلَ اللّٰہُ ھٰذِہِ الْاٰیَۃَ۔

جب مہاجرین نے مدینہ منورہ کو ہجرت کی تو ان کے فراق کا اثر شیبہ، عتبہ اور امیہ کے دل میں پیدا ہوا۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

اور جبائی رحمہ اللہ اس طرف گئے کہ اس آیت کا نتیجہ آخرت میں ملے گا کہ جنت میں تمام اہل جنت بھائی بھائی ہوں گے اور آمنے سامنے تخت نشین ہوں گے۔

ایک قول یہ ہے کہ سب کی نیکیاں سب کے سامنے کم زیادہ پیش ہوں گی اور ان میں کسی قسم کا شک نہ ہوگا۔

"فَاِنَّمَا یَسَّرْنٰہُ بِلِسَانِکَ لِتُبَشِّرَ بِہِ الْمُتَّقِیْنَ وَ تُنْذِرَ بِہٖ قَوْمًا لُّدًّا۔ تو ہم نے یہ قرآن کریم اے محبوب آپ کی زبان میں نازل فرما کر آسان کیا تا کہ آپ اس سے پرہیز گاروں کو بشارت دیں اور جھگڑالو، ضدی ہٹیلی قوم کو ڈرائیں۔"

قَوْمًا لُّدًّا سے مراد عاند جاحد مراد ہے وَاللُّدُّ جَمْعُ الْاَلَدِّ وَھُوَ کَمَا قَالَ الرَّاغِبُ اَلْخَصْمُ الشَّدِیْدُ۔ لُد کی جمع الد ہے۔ وہ سخت جھگڑالو ہے۔

"وَکَمْ اَھْلَکْنَا قَبْلَھُمْ مِّنْ قَرْنٍ ؕ ھَلْ تُحِسُّ مِنْھُمْ مِّنْ اَحَدٍ اَوْ تَسْمَعُ لَھُمْ رِکْزًا۔ یعنی ہم نے بہت سے لوگ ان سے پہلے ہلاک کر ڈالے جن کے وجود کو تم محسوس بھی نہیں کرتے اور ان کی بھنبھناہٹ بھی نہیں سنتے۔"

رِکْزًا۔ اَیْ صَوْتًا خَفِیًّا۔ باریک آواز کے معنی میں مستعمل ہے ھَلْ تُحِسُّ اَیْ مَا تَشْعُرُ بِاَحَدٍ مِّنْھُمْ۔ یعنی انہیں ان میں سے کسی کا شعور بھی نہیں۔

سُوْرة طٰهٰ

متعلقات سورة

اس سورۂ مبارکہ کو سورۂ کلیم بھی کہتے ہیں۔ کما ذکر السخاوی فی جمال القرآن۔

اسے مکی بتاتے ہیں کما اخرجه ابن مردویه عن ابن عباس و ابن الزبیر رضی الله عنهم۔

اور بعض نے فَاصْبِرْ عَلٰى مَا يَقُوْلُوْنَ کو اس سے مستثنٰی رکھا ہے۔

اور جلال الدین سیوطی اس کے بعد کی آیت کو مستثنٰی قرار دیتے ہیں اور اس پر بزار اور ابو یعلیٰ کی یہ روایت پیش کرتے ہیں۔ جو ابو رافع سے مروی ہے:

قَالَ اَضَافَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ضَيْفًا فَاَرْسَلَنِيْ اِلٰى رَجُلٍ مِّنَ الْيَهُوْدِ اَنْ اَسْلِفْنِيْ دَقِيْقًا اِلٰى هِلَالِ رَجَبَ فَقَالَ لَا اِلَّا بِرَهْنٍ فَاَتَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَخْبَرْتُهٗ فَقَالَ اَمَا وَاللّٰهِ اِنِّيْ لَاَمِيْنٌ فِي السَّمَاءِ اَمِيْنٌ فِي الْاَرْضِ فَلَمْ اَخْرُجْ مِنْ عِنْدِهٖ حَتّٰى نَزَلَتْ هٰذِهِ الْاٰيَةُ وَلَا تَمُدَّنَّ عَيْنَيْكَ اِلٰى مَا مَتَّعْنَا بِهٖٓ اَزْوَاجًا مِّنْهُمْ الْاٰيَةَ۔

ابو رافع فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے کچھ مہمان آئے تو مجھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک آدمی کے پاس آٹا لینے بھیجا اور رجب تک کا قرض کہا۔ یہودی بولا یوں نہیں مگر رہن کے ذریعہ میں دونگا میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اس کی خبر دی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قسم بخدا ہم آسمان اور زمین میں امین ہیں ابھی میں وہاں سے نہ اٹھا تھا کہ یہ آیت کریمہ نازل ہوئی لَا تَمُدَّنَّ عَيْنَيْكَ اِلٰى مَا مَتَّعْنَا بِهٖٓ اَزْوَاجًا مِّنْهُمْ الخ

اسی بنا پر علامہ دوانی ایک سو چوبیس آیتیں شامی اور پینتیس آیتیں کوفی اور چار آیتیں حجازی بتاتے ہیں اور دو آیتیں بصری کہتے ہیں۔

تو گویا سورہ طٰہٰ کی ۱۶۰، آیتیں ہیں اور آٹھ رکوع۔

اور چونکہ سورۂ مریم میں اور قصص میں انبیاء علیہم السلام کا تذکرہ بسط و اختصار سے بیان کیا گیا ہے جیسے حضرت زکریا، یحیٰ، عیسیٰ علیہم السلام کا ذکر ہو چکا یا جیسے ابراہیم علیہ السلام کا ذکر اور اجمالاً موسیٰ علیہ السلام کا بھی تذکرہ ہوا۔

تو اس سورۂ مبارکہ میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ذکر کو ذرا بسط سے بیان کیا گیا تا کہ اجمال کی تصریح ہو جائے۔

اور سورۂ مریم کا افتتاح جس طرح حروف مقطعات سے کیا تھا اسی طرح سورہ طٰہٰ کو بھی مقطعات سے شروع کیا ہے۔

اور بقول ابن عباس رضی اللہ عنہما یہ سورۂ مبارکہ سورۂ مریم کے بعد ہی نازل ہوئی ہے۔

اس کی فضیلت میں دارمی، ابن خزیمہ، طبرانی، بیہقی، توحید، اوسط، شعب الایمان میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے راوی ہیں:

قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰهَ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى قَرَاَ طٰهٰ وَيٰسٓ قَبْلَ اَنْ يَّخْلُقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِاَلْفَيْ عَامٍ فَلَمَّا سَمِعَتِ الْمَلٰٓئِكَةُ قَالَتْ طُوْبٰى لِاُمَّةٍ يَنْزِلُ عَلَيْهَا هٰذَا وَ طُوْبٰى لِاَجْوَافٍ تَحْمِلُ هٰذَا وَطُوْبٰى لِاَلْسِنَةٍ تَتَكَلَّمُ بِهٰذَا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے زمین وآسمان کی تخلیق سے دو ہزار سال قبل طٰہٰ اور یٰسٓ کی قرأت فرمائی جب ملائکہ نے اس قرأت کو سنا تو کہنے لگے اس امت کو مبارک جس پر یہ سورتیں نازل ہوں اور سینوں کو مبارک جن میں یہ سورتیں محفوظ ہوں اور ان زبانوں کو مبارک جو ان مبارک سورتوں کو پڑھیں۔

اور حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تمام قرآن اہل جنت سے اٹھالیا جائے گا تو وہ قرآن سے کچھ نہ پڑھیں گے مگر سورۂ طٰہٰ اور یٰسٓ کہ یہ دونوں سورتیں جنت میں بھی پڑھیں گے۔

آیات شامی، کوفی، بصری، مکی، مدنی کی تحقیق

جو آیتیں اور سورتیں مکہ میں نازل ہوئی انہیں مکیہ کہتے ہیں۔

جو آیتیں مدینہ میں نازل ہوئیں وہ مدنیہ کہلاتی ہیں۔

اور بعض نے یہ اصطلاح مقرر کی ہے کہ

جو کچھ ہجرت سے پہلے نازل ہوا خواہ وہ مکہ میں یا طائف میں اترا ہو خواہ کسی اور جگہ وہ سب مکی ہیں۔

اور جو بعد ہجرت نازل ہوا خواہ وہ مدینہ میں اترا یا قبا یا راستہ میں یا خیبر میں یا تبوک میں یا سفر میں وہ سب مدنی ہے۔

متاخرین نے قرآن کریم کی ہر سورۃ کے اول اس کا بیان لکھ دیا ہے کہ یہ مکی ہے یا مدنی اور اس کی اس قدر آیات ہیں۔

پھر موسم سرما میں نازل ہوئی یا گرما میں صبح نازل ہوئی یا شام کو، دن میں آئی یا رات میں، سفر میں اتری یا حضر میں اس کی تصریح کچھ ضروری نہیں تھی۔ لیکن بعض محدثین نے آیات صیفی وشتائی۔ لیلی ونہاری، سفری وحضری کو بھی جداگانہ بیان کردیا ہے۔

غرضکہ نزول آیات وسور کی ترتیب اصلی قرار دینے کے لئے ہر رمضان میں جبریل علیہ السلام حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں دور کرنے کے لئے حاضر آتے اور آخری رمضان میں دوبار دور فرمایا تاکہ نزول قرآن کی تقدیم وتاخیر کو درست کر دیا جائے۔

چنانچہ آپ نے ایسا ہی کیا اور لوح محفوظ کے مطابق قرآن کریم کو ترتیب فرمادیا جو آج تک اہل اسلام میں موجود ہے اور قیامت تک رہے گا کما فی تفسیر الاتقان۔

قرآن مجید میں کل ۱۱۴ سورتیں ہیں۔

اور آیات کی تعداد میں اہل کوفہ، اہل شام اور اہل بصرہ اور اہل مکہ اور اہل مدینہ کا اختلاف ہے۔

اس کی وجہ صرف یہ ہے کہ جس گروہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو وقف فرماتے دیکھا انہوں نے اسے آیت سمجھ لیا اور جس گروہ نے وصل کرتے دیکھا انہوں نے دونوں کو ایک آیت سمجھ لیا۔

اسی وجہ میں اہل کوفہ کے نزدیک چھ ہزار دو سو چھتیس آیتیں ہیں۔ مدنیوں کے نزدیک ۶۲۱۴ آیتیں ہیں اکثر کے نزدیک ۶۶۶۶ آیتیں ہیں۔

متاخرین نے ہر آیات پر کہیں شامی کہیں کوفی لکھ دیا ہے اس کے یہ معنی نہیں کہ یہ آیت کوفہ یا شام میں نازل ہوئی ہے۔

بلکہ اس سے مراد یہ ہے کہ علماء کوفہ نے اسے آیت مانا اور علماء شام نے اسے آیت کہا ہے اور یہی کچھ بصرہ وغیرہ سے مراد ہے۔

چنانچہ ''ۃ'' یہ پانچ آیتوں کی علامت ہے جو کوفیوں اور بصریوں کے نزدیک یا صرف کوفیوں کے نزدیک ہیں۔

''ع'' سے عشرہ مراد ہے یہ علامت دس آیتوں کی ہے جیسے ''ۃ'' سے خمسہ مراد لیا گیا۔

''عب''۔ میں ''ع'' سے عشرہ اور ''ب'' سے بصرہ مراد ہے یعنی بصریوں کے نزدیک دس آیتیں۔

''خب'' سے ختم اور ''ب'' سے بصرہ مراد ہے یعنی بصریوں کے نزدیک پانچ آیتیں یہاں ختم ہیں۔

''تب'' سے مراد یہ ہے کہ یہ آیت بصریین کے نزدیک ہے ''ت'' آیت کی ''ب'' بصریین کی۔

''لب'' لا لیس کا گویا یہ بتانا مقصود ہے کہ یہاں اہل بصرہ آیت نہیں مانتے (انتہی مختصراً)۔

اب طٰہٰ میں ''ط'' اور ہ اور الف ہے۔

اس کے تاویلی معنی تو ویسے ہی کئے جا سکتے ہیں جیسے ہم نے سورۂ بقرہ کے شروع میں کئے ہیں۔ یعنی ''ط'' کے عدد نو اور ''ہ'' کے عدد ۵ جمع چودہ ہوئے۔

اور چودہ تاریخ کا چاند کامل ہوتا ہے تو اس پر باب الاشارہ میں علامہ آلوسی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

قِیْلَ طٰهٰ فِی الْحِسَابِ اَرْبَعَةَ عَشَرَ وَهُوَ اِشَارَةٌ اِلٰی مَرْتَبَةِ الْبَدْرِیَّةِ فَکَاَنَّهٗ قِیْلَ یَا بَدْرَ سَمَاءِ عَالَمِ الْاِمْکَانِ۔ طٰہٰ کے چودہ عدد ہوتے ہیں اس میں اشارہ ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مرتبہ بدریت کی طرف گویا کہا گیا اے سماء عالم امکان کے چاند!

علاوہ اس کے اور بھی چند توجیہ فرماتے ہیں حَیْثُ قَالَ:

طٰهٰ۔ یَا طَاهِرًا یَا هَادِیًا اِلَیْنَا۔ اے ہمارے جلوہ کے ساتھ پاک اور ہماری طرف ہدایت فرمانے والے محبوب!

اَوْ یَا طَائِفَ کَعْبَةِ الْاَحَدِیَّةِ فِیْ حَرَمِ الْهُوِیَّةِ وَ هَادِی الْاَنْفُسِ الزَّکِیَّةِ اِلٰی مَقَامَاتِ الْعَلِیَّةِ۔ اس کا یہ بھی مفہوم ہو سکتا ہے اے طائف کعبہ احدیت حرم ہویت میں اور اے ہادی نفس زکی عالی مقامات کی طرف!

وَ قِیْلَ اِنَّ ط لِکَوْنِهَا بِحِسَابِ الْجُمَلِ تِسْعَةٌ وَاِذَا جُمِعَ مَا انْطَوَتْ عَلَیْهِ مِنَ الْاَعْدَادِ اَعْنِیْ وَاحِدٌ وَالْاِثْنَیْنِ وَالثَّلَاثَةِ وَ هٰکَذَا اِلَی التِّسْعَةِ بَلَغَ خَمْسَةٌ وَاَرْبَعِیْنَ – اِشَارَةٌ اِلٰی اٰدَمَ لِاَنَّ اَعْدَادَ حُرُوْفِهٖ کَذٰلِکَ وہ لِکَوْنِهَا بِحِسَابِ الْجُمَلِ خَمْسَةٌ وَمَا انْطَوَتْ عَلَیْهِ مِنَ الْاَعْدَادِ تَبْلُغُ خَمْسَةَ عَشَرَ اِشَارَةٌ اِلٰی حَوًّا بِلَا هَمْزَةٍ وَالْاِشَارَةُ بِمَجْمُوْعِ الْاَمْرَیْنِ اِلٰی اَنَّهٗ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَبُو الْخَلِیْقَةِ۔

فَکَاَنَّهٗ قِیْلَ یَا مَنْ تَکَوَّنَتْ مِنْهُ الْخَلِیْقَةُ وَقَدْ اَشَارَ اِلٰی ذٰلِکَ الْعَارِفُ بْنُ الْفَارِضِ قُدِّسَ سِرُّهٗ بِقَوْلِهٖ عَلٰی لِسَانِ الْحَقِیْقَةِ الْمُحَمَّدِیَّةِ۔

وَاِنِّیْ وَاِنْ کُنْتُ بْنُ اٰدَمَ صُوْرَةً　　فَلِیْ مِنْهُ مَعْنٰی شَاهِدٌ بِاَبُوَّتِیْ

وَقَالَ فِیْ ذٰلِکَ الشَّیْخُ عَبْدُالْغَنِیِّ نَابَلْسِیُّ عَلَیْهِ الرَّحْمَةُ۔

طٰهٰ النَّبِیُّ تَکُوِّنَتْ مِنْ نُوْرِهٖ　　کُلُّ الْبَرِیَّةِ ثُمَّ لَوْ تَرَکَ الْقَطَا

الف ندا کا اور چاند سے استعارہ ذات اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات کا کیا گیا ہے۔ تو گویا فرمایا گیا اے ماہ کامل!

علاوہ ازیں آلوسی رحمہ اللہ اس پر لکھتے ہیں کہ
قَالَ السُّدِّی اَلْمَعْنٰی یَا فُلَانُ۔ اس کے معنی ہیں اے فلان!
وَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ۔ ابن عباس بھی یہی فرماتے ہیں۔
حسن، جبیر، عطا، عکرمہ، مجاہد سے کہتے ہیں اِنَّ الْمَعْنٰی یَا رَجُلُ۔ اس کے معنی ''اے مرد کامل'' کے ہیں۔
اس میں اختلاف ہے کہ یہ لغت نبطی ہے یا حبشی، عبرانی ہے یا سریانی، بعض کہتے ہیں یہ لغت عکل سے ہے اور بعض نے کہا یہ لغت عک سے ہے۔
اور کلبی کہتے ہیں اگر لغت عک میں یا رجل پکارا جائے تو جواب نہ ملے گا حتیٰ کہ طاہا کہا جائے اور طبری نے اس پر متمم بن نویرہ کا قول بھی کیا ہے۔

دَعَوْتُ بِطَاهَا فِی الْقِتَالِ فَلَمْ یُجِبْ　　فَخِفْتُ عَلَیْهِ اَنْ یَکُوْنَ مَوَائِلًا

اور ابن منذر اور ابن مردویہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ اِنَّهٗ قَسَمٌ اَقْسَمَ اللّٰهُ تَعَالٰی بِهٖ وَ هُوَ مِنْ اَسْمَائِهٖ سُبْحٰنَهٗ۔ یہ قسم ہے اللہ تعالیٰ نے اپنے اسماء سے قسم یاد فرمائی۔
اور ابو جعفر کہتے ہیں اِنَّهٗ مِنْ اَسْمَاءِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ۔ یہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اسماء مبارک سے ہے۔
اور ایک جماعت قراء جیسے ابو حنیفہ، حسن، عکرمہ ورش طٰہٰ کو بفتح طاو سکون ہا پڑھتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم ہوا ہے اَنْ یَّطَاَ الْاَرْضَ بِقَدَمَیْهِ۔ کہ آپ اپنے دونوں پائے اقدس سے زمین کھوندیں۔
چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جب نماز کو قیام فرماتے تو ایک پیر پر قیام فرمایا کرتے تو اللہ تعالیٰ نے طٰہٰ فرمایا کہ دونوں قدموں پر قیام فرمائیں۔
اس سورۃ میں ۸ رکوع، ایک سو پینتیس (۱۳۵) آیات، ۱۶۴۱ کلمات اور ۵۲۴۲ حروف ہیں۔
اب اس کے بعد رکوع شروع ہے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو رحم کرنے والا مہربان ہے

بامحاورہ ترجمہ پہلا رکوع ۔ سورۂ طٰہٰ ۔ پ ۱۶

طٰهٰ ﴿۱﴾ مَاۤ اَنْزَلْنَا عَلَیْكَ الْقُرْاٰنَ لِتَشْقٰۤی ﴿۲﴾
اے ماہ کامل نہ اتارا ہم پر قرآن اس لئے کہ تم مشقت میں پڑو

اِلَّا تَذْكِرَةً لِّمَنْ یَّخْشٰی ﴿۳﴾
مگر نصیحت اسے جو ڈرے

تَنْزِیْلًا مِّمَّنْ خَلَقَ الْاَرْضَ وَ السَّمٰوٰتِ الْعُلٰی ﴿۴﴾
اتارا ہوا اس کا جس نے پیدا کیا زمین کو اور بلند آسمانوں کو

اَلرَّحْمٰنُ عَلَی الْعَرْشِ اسْتَوٰی ﴿۵﴾
وہ رحمٰن ہے عرش پر استواء فرمانے والا (جیسا کہ اس کی شایان شان ہے)

لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا وَمَا تَحْتَ الثَّرٰى ﴿۶﴾	اسی کا ہے جو آسمانوں اور زمین میں ہے اور جو ان کے بیچ میں ہے اور جو اس گیلی مٹی کے نیچے ہے
وَ اِنْ تَجْهَرْ بِالْقَوْلِ فَاِنَّهٗ يَعْلَمُ السِّرَّ وَ اَخْفٰى ﴿۷﴾	اور اگر تو پکار کر بات کہے تو وہ جانتا ہے بھید اور زیادہ پوشیدہ
اَللّٰهُ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ؕ لَهُ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى ﴿۸﴾	اللہ ہے نہیں کوئی معبود مگر وہی اسی کے ہیں نام اچھے
وَهَلْ اَتٰىكَ حَدِيْثُ مُوْسٰى ﴿۹﴾	اور کیا تمہیں آئی خبر موسیٰ کی
اِذْ رَاٰ نَارًا فَقَالَ لِاَهْلِهِ امْكُثُوْۤا اِنِّيْۤ اٰنَسْتُ نَارًا لَّعَلِّيْۤ اٰتِيْكُمْ مِّنْهَا بِقَبَسٍ اَوْ اَجِدُ عَلَى النَّارِ هُدًى ﴿۱۰﴾	جب اس نے ایک آگ دیکھی تو بولا اپنی بیوی سے ٹھہرو مجھے ایک آگ نظر آرہی ہے شاید میں لاسکوں اس میں سے کوئی چنگاری یا پاؤں آگ پر راہ
فَلَمَّاۤ اَتٰىهَا نُوْدِيَ يٰمُوْسٰى ؕ ﴿۱۱﴾	تو جب آئے اس کے پاس تو ندا دی گئی اے موسیٰ
اِنِّيْۤ اَنَا رَبُّكَ فَاخْلَعْ نَعْلَيْكَ ۚ اِنَّكَ بِالْوَادِ الْمُقَدَّسِ طُوًى ؕ ﴿۱۲﴾	اے موسیٰ میں تیرا رب ہوں تو تم اتار ڈالو جوتیاں بے شک تم پاک جنگل طوی میں ہو
وَاَنَا اخْتَرْتُكَ فَاسْتَمِعْ لِمَا يُوْحٰى ﴿۱۳﴾	اور ہم نے تمہیں پسند کیا تو اب سنو جو تمہیں وحی ہو
اِنَّنِيْۤ اَنَا اللّٰهُ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّاۤ اَنَا فَاعْبُدْنِيْ ۙ وَ اَقِمِ الصَّلٰوةَ لِذِكْرِيْ ﴿۱۴﴾	بے شک میں اللہ ہوں میرے سوا کوئی معبود نہیں تو مجھے پوجو اور قائم رکھ نماز میری یاد کے لئے
اِنَّ السَّاعَةَ اٰتِيَةٌ اَكَادُ اُخْفِيْهَا لِتُجْزٰى كُلُّ نَفْسٍ بِمَا تَسْعٰى ﴿۱۵﴾	بے شک قیامت آنے والی ہے ممکن تھا کہ میں اسے چھپا تا سب سے تا کہ ہر جان اپنی کوشش کا بدلہ پائے
فَلَا يَصُدَّنَّكَ عَنْهَا مَنْ لَّا يُؤْمِنُ بِهَا وَاتَّبَعَ هَوٰىهُ فَتَرْدٰى ﴿۱۶﴾	تو نہ روکے تجھے اس سے جو ایمان نہیں لاتا اور پیرو ہوا اپنی خواہش کا تو وہ ہلاک ہوگا
وَمَا تِلْكَ بِيَمِيْنِكَ يٰمُوْسٰى ﴿۱۷﴾	اور کیا ہے یہ تیرے سیدھے ہاتھ میں اے موسیٰ
قَالَ هِيَ عَصَايَ ۚ اَتَوَكَّؤُا عَلَيْهَا وَاَهُشُّ بِهَا عَلٰى غَنَمِيْ وَلِيَ فِيْهَا مَاٰرِبُ اُخْرٰى ﴿۱۸﴾	عرض کی یہ میرا عصا ہے میں اس پر تکیہ لگا تا ہوں اور جھاڑتا ہوں اس سے اپنی بکریوں پر اور میرے اس میں اور بھی کام ہیں
قَالَ اَلْقِهَا يٰمُوْسٰى ﴿۱۹﴾	فرمایا ڈال دے اسے اے موسیٰ
فَاَلْقٰىهَا فَاِذَا هِيَ حَيَّةٌ تَسْعٰى ﴿۲۰﴾	تو ڈال دیا اس نے تو وہ دوڑتا ہوا سانپ ہو گیا
قَالَ خُذْهَا وَ لَا تَخَفْ ٝ سَنُعِيْدُهَا سِيْرَتَهَا الْاُوْلٰى ﴿۲۱﴾	فرمایا پکڑ لے اور نہ خوف کر کہ عنقریب ہم اسے لوٹا دیں گے پہلی حالت میں
وَاضْمُمْ يَدَكَ اِلٰى جَنَاحِكَ تَخْرُجْ بَيْضَآءَ مِنْ	اور ملا اپنا ہاتھ طرف اپنے بازو کے خوب سپید نکلے گا بلا

غَيْرِ سُوْٓءٍ اٰيَةً اُخْرٰى ﴿۲۲﴾ کسی مرض کے دوسری نشانی

لِنُرِيَكَ مِنْ اٰيٰتِنَا الْكُبْرٰى ﴿۲۳﴾ تاکہ ہم دکھائیں تجھے اپنی نشانیاں بڑی بڑی

اِذْهَبْ اِلٰى فِرْعَوْنَ اِنَّهٗ طَغٰى ﴿۲۴﴾ جا فرعون کی طرف بے شک اس نے سرکشی کی

حل لغات پہلا رکوع-سورۃ طٰہٰ-پ ۱۶

طٰهٰ	مَآ-نہیں	اَنْزَلْنَا-اتارا ہم نے	عَلَيْكَ-تجھ پر
الْقُرْاٰنَ-قرآن	لِتَشْقٰٓى-کہ تو مشقت اٹھائے	اِلَّا-مگر	تَذْكِرَةً-نصیحت
لِّمَنْ-اس کے لئے جو	يَّخْشٰى-ڈرے	تَنْزِيْلًا-اتارا گیا ہے	مِّمَّنْ-اس اللہ سے جس نے
خَلَقَ-پیدا کیا	الْاَرْضَ-زمین	وَالسَّمٰوٰتِ-اور آسمانوں	الْعُلٰى-بلند کو
اَلرَّحْمٰنُ-رحمٰن نے	عَلَى-اوپر	الْعَرْشِ-عرش کے	اسْتَوٰى-قرار پکڑا
لَهٗ-اسی کا ہے	مَا-جو	فِي-بیچ	السَّمٰوٰتِ-آسمانوں کے ہے
وَمَا-اور جو	فِي-بیچ	الْاَرْضِ-زمین کے ہے	وَمَا-اور جو
بَيْنَهُمَا-ان کے درمیان ہے	وَمَا-اور جو	تَحْتَ-نیچے	الثَّرٰى-گیلی مٹی کے ہے
وَاِنْ-اور اگر	تَجْهَرْ-ظاہر کرے تو	بِالْقَوْلِ-بات	فَاِنَّهٗ-تو بے شک وہ
يَعْلَمُ-جانتا ہے	السِّرَّ-پوشیدہ	وَاَخْفٰى-اور بہت آہستہ کو	اَللّٰهُ-اللہ
لَآ اِلٰهَ-نہیں کوئی معبود	اِلَّا-مگر	هُوَ-وہی	لَهُ-اس کے
الْاَسْمَآءُ-نام ہیں	الْحُسْنٰى-اچھے	وَهَلْ-اور کیا	اَتٰىكَ-آئی تیرے پاس
حَدِيْثُ-بات	مُوْسٰى-موسیٰ کی	اِذْ-جب	رَاٰى-اس نے دیکھی
نَارًا-آگ	فَقَالَ-تو کہا	لِاَهْلِهِ-اپنی بیوی سے	امْكُثُوْٓا-ٹھہرو
اِنِّيْٓ-بے شک میں نے	اٰنَسْتُ-دیکھی ہے	نَارًا-آگ	لَّعَلِّيْٓ-تاکہ میں
اٰتِيْكُمْ-لاؤں تمہارے پاس	مِّنْهَا-اس سے	بِقَبَسٍ-انگارا	اَوْ-یا
اَجِدُ-پاؤں میں	عَلَى-اوپر	النَّارِ-آگ کے	هُدًى-رستہ
فَلَمَّآ-پھر جب	اَتٰىهَا-آیا اس کے پاس	نُوْدِيَ-پکارا گیا	يٰمُوْسٰى-اے موسیٰ
اِنِّيْٓ-بے شک	اَنَا-میں	رَبُّكَ-تیرا رب ہوں	فَاخْلَعْ-سو اتار لے
نَعْلَيْكَ-اپنی جوتیاں	اِنَّكَ-بے شک تو	بِالْوَادِ-جنگل	الْمُقَدَّسِ-پاک
طُوًى-طویٰ میں ہے	وَاَنَا-اور میں نے	اخْتَرْتُكَ-چن لیا تجھے (نبوت کے لئے)	
فَاسْتَمِعْ-تو سن	لِمَا-وہ جو	يُوْحٰى-وحی کی جاتی ہے	اِنَّنِيْٓ-بے شک
اَنَا-میں	اَللّٰهُ-اللہ ہوں	لَآ اِلٰهَ-نہیں معبود	اِلَّآ-مگر
اَنَا-میں	فَاعْبُدْنِيْ-سو تو عبادت کر میری	وَاَقِمِ-اور قائم کر	الصَّلٰوةَ-نماز کو

لِذِکْرِیْ۔ میری یاد کے لئے	اِنَّ۔ بے شک	السَّاعَةَ۔ قیامت	اٰتِیَةٌ۔ آنے والی ہے
اَکَادُ۔ قریب ہے کہ میں	اُخْفِیْهَا۔ چھپاؤں اسے	لِتُجْزٰی۔ تاکہ بدلہ دیا جائے	کُلُّ۔ ہر
نَفْسٍ۔ آدمی	بِمَا۔ جو	تَسْعٰی۔ اس نے کوشش کی	فَلَا۔ تو نہ
یَصُدَّنَّكَ۔ روک دے تجھ کو	عَنْهَا۔ اس سے	مَنْ لَّا۔ وہ جو نہیں	یُؤْمِنُ۔ ایمان لاتا
بِهَا۔ اس پر	وَاتَّبَعَ۔ اور پیروی کی	هَوٰىهُ۔ اپنی خواہش کی	فَتَرْدٰی۔ تو تجھے تردد میں
نہ ڈالے	وَمَا۔ اور کیا ہے	تِلْكَ۔ یہ	بِیَمِیْنِكَ۔ تیرے دائیں
ہاتھ میں	یٰمُوْسٰی۔ اے موسیٰ	قَالَ۔ کہا	هِیَ۔ یہ
عَصَایَ۔ میری لاٹھی ہے	اَتَوَکَّؤُا۔ ٹیک لگاتا ہوں میں	عَلَیْهَا۔ اس پر	وَاَهُشُّ۔ اور پتے جھاڑتا ہوں
بِهَا۔ اس کے ساتھ	عَلٰی۔ اوپر	غَنَمِیْ۔ اپنی بکریوں کے	وَلِیَ۔ اور میرے
فِیْهَا۔ اس میں	مَاٰرِبُ۔ فائدے ہیں	اُخْرٰی۔ اور بھی	قَالَ۔ فرمایا
اَلْقِهَا۔ ڈال دے اس کو	یٰمُوْسٰی۔ اے موسیٰ	فَاَلْقٰهَا۔ تو ڈال دیا اس نے اس کو	
فَاِذَا۔ تو ناگہاں	هِیَ۔ وہ	حَیَّةٌ۔ سانپ تھا	تَسْعٰی۔ دوڑتا ہوا
قَالَ۔ فرمایا	خُذْهَا۔ پکڑ اس کو	وَلَا۔ اور نہ	تَخَفْ۔ ڈر
سَنُعِیْدُهَا۔ جلدی لوٹائیں گے ہم اس کو		سِیْرَتَهَا۔ اس کی حالت	الْاُوْلٰی۔ پہلی میں
وَاضْمُمْ۔ اور ملا	یَدَكَ۔ اپنا ہاتھ	اِلٰی۔ طرف	جَنَاحِكَ۔ اپنے بازو کی
تَخْرُجْ۔ نکلے گا	بَیْضَآءَ۔ سفید	مِنْ غَیْرِ۔ بغیر کسی	سُوْٓءٍ۔ تکلیف کے
اٰیَةً۔ یہ نشانی ہے	اُخْرٰی۔ دوسری	لِنُرِیَكَ۔ تاکہ دکھائیں ہم تجھ کو	
مِنْ اٰیٰتِنَا۔ اپنی نشانیاں	الْکُبْرٰی۔ بڑی بڑی	اِذْهَبْ۔ جا	اِلٰی۔ طرف
فِرْعَوْنَ۔ فرعون کی	اِنَّهٗ۔ بے شک اس نے	طَغٰی۔ سرکشی کی	

مختصر تفسیر اردو پہلا رکوع۔ سورۂ طٰهٰ۔ پ ۱۶

"طٰهٰ ﴿۱﴾ مَآ اَنْزَلْنَا عَلَیْكَ الْقُرْاٰنَ لِتَشْقٰٓی ﴿۲﴾ اِلَّا تَذْکِرَةً لِّمَنْ یَّخْشٰی۔ اے ماہ کامل! ہم نے نہیں اتارا تم پر یہ قرآن کریم کہ تم مشقت میں پڑو۔ مگر یہ اس کے لئے نصیحت ہے جو ڈرے۔"

اس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے تسلیہ ہے۔ تو گویا مقصد ارشاد یہ ہوا:

مَا اَنْزَلْنَا عَلَیْکَ لِتَتْعَبَ بِالْمُبَالَغَةِ فِیْ مُکَابَدَةِ الشَّدَائِدِ فِیْ مُقَاوَلَةِ الْعُتَاةِ وَ مُجَاوَرَةِ الطُّغَاةِ وَ فَرْطِ التَّاَسُّفِ عَلٰی کُفْرِهِمْ بِهٖ وَالتَّحَسُّرِ عَلٰی اَنْ یُؤْمِنُوْا بِهٖ کَقَوْلِهٖ تَعَالٰی فَلَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفْسَكَ عَلٰٓی اٰثَارِهِمْ بَلْ لِتُبَلِّغَ وَ تُذَکِّرَ وَقَدْ فَعَلْتَ فَلَا عَلَیْکَ اِنْ لَّمْ یُؤْمِنُوْا وَغَیْرِ ذَالِکَ۔

خلاصہ یہ ہوا کہ یہ قرآن آپ پر اس لئے نازل نہیں کیا کہ آپ محنت میں پڑ جائیں اور جو ایمان نہ لائے ان کے افسوس میں رہیں اور اسی آرزو میں لیل و نہار گزار دیں کہ یہ سب ایمان لائیں بلکہ آپ پر تبلیغ حکم ہے اور یہ آپ فرما چکے اب آپ کے

ذمہ نہیں کہ وہ ایمان ہی لائیں۔

اگر ایمان قبول نہ کریں تو عذاب پائیں گے۔ چنانچہ ابن مردویہ رحمہ اللہ علی کرم اللہ وجہہ سے اس کا مفہوم اسی طرح بیان فرماتے ہیں جو سابقہ مفہوم کے ہی موافق ہے۔

اَیْ مَا اَنْزَلْنَا عَلَیْکَ لِتَتْعَبَ نَفْسَکَ وَ حَمْلَهَا عَلَی الرِّیَاضَاتِ الشَّاقَّةِ وَالشَّدَائِدِ الْقَادِحَةِ وَمَا بُعِثْتَ اِلَّا بِالْحَنِیْفِیَّةِ السَّمْحَةِ ۔ یہ قرآن اس لئے نازل نہیں کیا کہ آپ مشقت کرتے کرتے اپنی جان ہلاک فرمائیں اور ریاضات شاقہ میں پڑیں آپ کو نرم اور صاف دین کے ساتھ مبعوث کیا ہے۔

مقاتل رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ ابوجہل اور نضر بن حارث اور مطعم نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کی جبکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو کثرت عبادت کی طرف مائل پایا کہ **اِنَّکَ لَتَشْقٰی بِتَرْکِ دِیْنِنَا وَاِنَّ الْقُرْاٰنَ اُنْزِلَ عَلَیْکَ لِتَشْقٰی بِهٖ فَرَدَّ اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِمْ ذَالِکَ** ۔ یا ماہ کامل **مَا اَنْزَلْنَاهُ عَلَیْکَ کَمَا قَالُوْا** ۔ کہ یہ قرآن آپ پر مشقت میں ڈالنے کو نازل ہوا اور آپ ہمارا دین چھوڑ کر مشقت میں پڑ گئے تو اللہ تعالیٰ نے ان کا رد فرمایا کہ ہم نے یہ قرآن تم پر اس لئے نازل نہیں کیا جیسا کہ ابوجہل اور نضر بن حارث بک رہے ہیں۔

اور تشقٰی ۔ شقاء سے ہے اور شقاء عربی محاورہ میں ضد سعادت کی جگہ مستعمل ہے یعنی مشکل اور سختی اور محنت کی جگہ اس لغت کا استعمال ہوتا ہے۔

تو خلاصہ مفہوم آیت یہ ہوا کہ

اے ماہ کامل! محبوب عالم! ہم نے تم پر یہ قرآن اس لئے نازل نہیں فرمایا کہ تم مشقت میں پڑو اور تمام شب قیام کی تکلیف برداشت کرو۔

چنانچہ شان نزول میں ہے کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم عبادت الٰہی عزوجل میں اتنی جہد فرماتے کہ تمام شب قیام میں گزارتے حتیٰ کہ پائے اقدس متورم ہو جاتے۔

اس پر یہ آیۂ کریمہ نازل ہوئی اور روح الامین نے بحکم رب العالمین حاضر ہو کر عرض کیا کہ آپ اپنے نفس پاک کو بھی کچھ راحت دیں اس لئے کہ **عَلَیْکَ لِنَفْسِکَ حَقٌّ** ۔ آپ پر آپ کی جان کا بھی حق ہے۔

ایک قول یہ ہے کہ جب حضور سید یوم النشور صلی اللہ علیہ وسلم کفار کے کفر اور ان کے ایمان سے محروم رہنے پر بہ غایت متاسف و متحسر رہتے تھے اور خاطر اقدس میں اس سبب سے رنج و ملال رہا کرتا تھا تو اللہ تعالیٰ نے اس آیت کریمہ میں ارشاد فرمایا کہ اے محبوب! آپ رنج و ملال کی کوفت نہ اٹھائیں یہ قرآن کریم آپ کو مشقت میں ڈالنے اور رنج و حسرت میں رکھنے کے لئے نازل نہیں ہوا۔

"**اِلَّا تَذْكِرَةً لِّمَنْ یَّخْشٰی** ۔ مگر یہ نصیحت ہے اس کے لئے جو خوف و خشیت رکھتا ہو۔"

وہ اس سے متمتع ہوگا اور ہدایت پائے گا۔

"**تَنْزِیْلًا مِّمَّنْ خَلَقَ الْاَرْضَ وَالسَّمٰوٰتِ الْعُلٰی ۝ اَلرَّحْمٰنُ عَلَی الْعَرْشِ اسْتَوٰی ۝ لَهٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ وَمَا بَیْنَهُمَا وَمَا تَحْتَ الثَّرٰی** ۔ اتارا ہوا ہے اس کا جس نے بنائے زمین اور بلند آسمان اور رحمٰن نے عرش

پر استواء فرمایا جیسا اس کی شان کے لائق ہے۔ اسی کا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے اور جو کچھ ان کے مابین ہے اور جو کچھ اس گیلی مٹی کے نیچے ہے۔

تعریف عرش

وَالْعَرْشُ فِی اللُّغَةِ سَرِیْرُ الْمَلِکِ۔ عرش لغت میں تخت شاہی کو کہتے ہیں۔

وَ فِی الشَّرْعِ سَرِیْرٌ ذُوْقَوَائِمِ لَهٗ حَمَلَةٌ مِّنَ الْمَلٰئِكَةِ عَلَیْهِمُ السَّلَامُ فَوْقَ السَّمٰوٰتِ مِثْلَ الْقُبَّةِ وَیَدُلُّ عَلٰی اَنَّ لَهٗ قَوَائِمٌ۔

کَمَا اَخْرَجَاهُ فِی الصَّحِیْحَیْنِ عَنْ اَبِیْ سَعِیْدٍ قَالَ جَاءَ رَجُلٌ مِّنَ الْیَهُوْدِ اِلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَدْ لُطِمَ وَجْهُهٗ فَقَالَ یَا مُحَمَّدُ رَجُلٌ مِّنْ اَصْحَابِکَ قَدْ لَطَمَ وَجْهِیْ فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اُدْعُوْهُ فَقَالَ لِمَ لَطَمْتَ وَجْهَهٗ فَقَالَ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنِّیْ مَرَرْتُ بِالسُّوْقِ وَهُوَ یَقُوْلُ وَالَّذِیْ اصْطَفٰی مُوْسٰی عَلَی الْبَشَرِ۔

فَقُلْتُ یَا خَبِیْثُ وَعَلٰی مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَاَخَذَتْنِیْ غَضْبَةٌ فَلَطَمْتُهٗ۔

فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَا تُخَیِّرُوْا بَیْنَ الْاَنْبِیَاءِ فَاِنَّ النَّاسَ یُصْعَقُوْنَ وَاَکُوْنَ اَوَّلَ مَنْ یُفِیْقُ فَاِذَا اَنَا بِمُوْسٰی عَلَیْهِ السَّلَامُ اٰخِذٌ بِقَائِمَةٍ مِّنْ قَوَائِمِ الْعَرْشِ فَلَا اَدْرِیْ اَفَاقَ قَبْلِیْ اَمْ جُوْزِیَ بِصَعْقَةِ الطُّوْرِ۔

وَ عَلٰی اَنَّ لَهٗ حَمَلَةٌ مِّنَ الْمَلٰئِكَةِ عَلَیْهِمُ السَّلَامُ قَوْلُهٗ تَعَالٰی اَلَّذِیْنَ یَحْمِلُوْنَ الْعَرْشَ وَمَنْ حَوْلَهٗ یُسَبِّحُوْنَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ وَیُؤْمِنُوْنَ بِهٖ

اور عرش اصطلاح شرع میں وہ تخت ہے جس کے پائے ہیں اور اسے حاملان عرش ملائکہ علیہم السلام آسمانوں کے اوپر مثل قبہ اٹھائے ہوئے ہیں۔

اور اس پر صحیحین کی وہ حدیث دلیل لاتے ہیں جو حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک یہودی بارگاہ رسالت ﷺ میں حاضر ہوا جس کے منہ پر طمانچہ لگا ہوا تھا۔

اس نے عرض کیا حضور! صلی اللہ علیک وسلم آپ کے ایک صحابی نے میرے منہ پر طمانچہ مارا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا اسے بلاؤ۔ چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تو نے اس کے طمانچہ کیوں مارا۔

عرض کیا حضور! صلی اللہ علیک وسلم میں بازار سے گزر رہا تھا کہ یہ کہہ رہا تھا اس ذات کی قسم جس نے موسیٰ علیہ السلام کو بشر میں برگزیدہ کیا۔

میں نے کہا او خبیث! کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر برگزیدہ کیا تو اس نے مجھے غضب ناک ہو کر پکڑا تو میں نے اس کے طمانچہ مار دیا۔

تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا انبیاء میں فضیلتیں نہ دیا کرو اس لئے کہ لوگ جب ہول محشر میں ہوں تو میں سب سے اول لوگوں کی خبر گیری کرنے آؤں تو میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کو عرش کا پایہ پکڑے ہوئے دیکھوں گا۔

میں نہیں جانتا کہ یہ مقام انہیں اس وقت سے پہلے مل چکا ہوگا یا صاعقہ طور کے بعد عطا ہوا ہوگا اور اس عرش پر حاملان عرش ہیں جیسا کہ قرآن کریم میں ارشاد ہے:

اَلَّذِیْنَ یَحْمِلُوْنَ الْعَرْشَ وَمَنْ حَوْلَهٗ یُسَبِّحُوْنَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ وَیُؤْمِنُوْنَ بِهٖ۔

وَمَا رَوَاهُ اَبُوْدَاوُدَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهٗ قَالَ اُذِنَ لِیْ اَنْ اُحَدِّثَ عَنْ مَلَکٍ مِنْ مَّلٰئِکَةِ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ مِنْ حَمَلَةِ الْعَرْشِ اِنَّ مَا بَیْنَ اُذُنَیْهِ اِلٰی عَاتِقِهٖ مَسِیْرَةُ سَبْعِ مِائَةِ سَنَةٍ وَعَلٰی اَنَّهٗ فَوْقَ السَّمٰوٰتِ مِثْلَ الْقُبَّةِ۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے اجازت دی گئی کہ میں حملۂ عرش کے اس فرشتہ سے گفتگو کرلوں جس کے دونوں کانوں کے درمیان کندھے تک سات سو برس کی بعد مسافت ہے اور آسمانوں سے اوپر وہ مثل قبہ عرش کو اٹھائے ہوئے ہیں۔

اور امیہ بن ابی الصلت کے اشعار میں بھی صفت عرش یہی بیان ہوئی ہے۔

مَجِّدُوا اللّٰهَ فَهُوَ لِلْمَجْدِ اَهْلٌ   رَبُّنَا فِی السَّمَاءِ اَمْسٰی کَبِیْرًا

بِالْبِنَاءِ الْعَالِی الَّذِیْ بِهِ النَّا   سُ وَسَوّٰی فَوْقَ السَّمَاءِ سَرِیْرًا

شُرُجَعًا لَاقِیًا لَهٗ طَرَفُ الْعَ   یْنِ تَرٰی حَوْلَهُ الْمَلَائِکَ صُوْرًا

شرجعاً۔یَعْنِیْ عَالِیًا۔صوراً جَمْعُ اَلصُّوَرِ وَهُوَ الْمَائِلُ الْعُنُقِ لِنَظْرِهٖ اِلَی الْعُلُوِّ۔

اللہ تعالیٰ کی حمد کرو کہ وہ حمد کا اہل ہے۔ ہمارا رب ہے آسمانوں میں سب سے بڑا۔

بلند عمارت ایسی کہ لوگ اس بلندی کو نہ پہنچ سکیں جس نے آسمانوں پر استواء فرمایا تخت تک۔

اتنا بلند کہ آنکھ اس کے معائنہ سے معذور اور تو دیکھے گا اس کے گرد ملائکہ کی صورتیں ہیں۔

اور ایک جماعت اہل کلام کی اس طرف ہے کہ

وہ مستدیر ہے اور ہر جانب سے عالم پر محیط ہے اور وہ محدود الجہات اور اکثر نے اسی کو فلک اطلس اور فلک تاسع کہا ہے۔

اور ایک قول کسی حبر کا ہے کہ اَلْعَرْشُ کِنَایَةٌ عَنِ الْمُلْکِ وَالسُّلْطَانِ۔عرش کنایہ ہے مملکت اور حکومت سے۔

اس پر بعض محققین نے کہا کہ یہ صریح تحریف کلام الٰہی ہے۔ اس لئے کہ وَیَحْمِلُ عَرْشَ رَبِّکَ فَوْقَهُمْ یَوْمَئِذٍ ثَمٰنِیَةٌ۔قرآن پاک میں ارشاد ہوا۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا فَاِذَا اَنَا بِمُوْسٰی اٰخِذٌ بِقَائِمَةٍ مِّنْ قَوَائِمِ الْعَرْشِ وَهُوَ یَقُوْلُ اٰخِذٌ بِقَائِمَةٍ مِّنْ قَوَائِمِ الْمُلْکِ۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حدیث میں فرمایا کہ میں نے موسیٰ علیہ السلام کو دیکھا کہ عرش کا پایا پکڑے ہوئے تھے تو کیا اس کے معنی یہ ہوں گے کہ ملک کا ایک پایا پکڑے ہوئے تھے۔

اور وَیَحْمِلُ عَرْشَ رَبِّکَ فَوْقَهُمْ یَوْمَئِذٍ ثَمٰنِیَةٌ کے معنی بھی یہی ہوں گے کہ ملائکہ علیہم السلام اللہ تعالیٰ کی مملکت اس دن اٹھائے ہوئے ہوں گے۔

اور یہ جو حدیث میں ہے کہ اِهْتَزَّ عَرْشُ الرَّحْمٰنِ لِمَوْتِ سَعْدِ بْنِ مُعَاذٍ۔تو اس کے معنی بھی یہی لئے جائیں گے کہ مملکت رحمٰن اور سلطنت ہل گئی۔

حالانکہ یہ مراد ہرگز نہیں اور نہ کوئی ایسا کہہ سکتا ہے جسے ادنیٰ فہم وذوق ہوگا۔ (روح المعانی)

یہ قول بھی تو صرف ایک حبر کا ہے اس پر تو یقین اہل کتاب ہی کر سکتے ہیں ہمیں اس سے کیا تعلق ہو سکتا ہے۔

البتہ ہمارا عقیدہ یہ ہو سکتا ہے جو ابن ابی شیبہ نے اپنی کتاب صفۃ العرش میں لکھا اور حاکم نے اپنی مستدرک میں شرط شیخین پر سعید بن جبیر سے اور ابن عباس سے نقل کیا قَالَ الْكُرْسِيُّ مَوْضَعُ الْقَدَمَيْنِ وَالْعَرْشُ لَا يُقَدِّرُ قَدْرَهُ إِلَّا اللّٰهُ تَعَالٰى۔ کرسی موضع قدمین ہے اور عرش اس کی مقدار کوئی نہیں بتا سکتا مگر اللہ تعالیٰ۔

تَعْرِيفُ اِسْتِوَاء عَلَى الْعَرْشِ

وَالْإِسْتِوَاءُ عَلَى الشَّيْءِ جَاءَ بِمَعْنَى الْإِرْتِفَاعِ وَالْعُلُوِّ عَلَيْهِ۔ اور استواء علی العرش بمعنی ارتفاع اور علو آیا ہے۔

و بمعنى الاستقرار كما في قوله تعالىٰ وَاسْتَوَتْ عَلَى الْجُودِيِّ۔ لِتَسْتَوٗا عَلٰى ظُهُوْرِهٖ۔ یہ استواء ذات واجب تعالیٰ شانہ کے لئے محال ہے۔

تو یہاں استواء بمعنی استیلاء ہی مانا جا سکتا ہے جیسے محاورہ میں بولتے ہیں اِسْتَوَاء بَشْرٌ عَلَى الْعِرَاقِ۔ وَتُعُقِّبَ بِاَنَّ الْإِسْتِيلَاءَ مَعْنَاهُ حُصُوْلُ الْغَلَبَةِ بَعْدَ الْعِجْزِ وَذَالِكَ مُحَالٌ فِيْ حَقِّهٖ تَعَالٰى۔ ایسا استیلاء وغلبہ بعد عجز کے ہوتا ہے اور یہ حق تعالیٰ شانہ کے لئے محال ہے۔

چنانچہ علامہ فخر الدین رازی رحمہ اللہ نے اس استحالہ کو اس طرح اٹھایا ہے کہ۔

استیلاء کی تفسیر اقتدار فرمائی۔ چنانچہ فرمایا اِذَا فُسِّرَ الْإِسْتِيلَاءُ بِالْإِقْتِدَارِ زَالَتْ هٰذِهِ الْمَطَاعِنُ بِالْكُلِّيَّةِ۔

علامہ زمخشری رحمہ اللہ فرماتے ہیں لَمَّا كَانَ الْإِسْتِوَاءُ عَلَى الْعَرْشِ وَهُوَ سَرِيْرُ الْمَلِكِ لَا يَحْصِلُ إِلَّا مَعَ الْمُلْكِ جَعَلُوْهِ كِنَايَةً عَنِ الْمُلْكِ فَقَالُوا اِسْتَوٰى فُلَانٌ عَلَى الْعَرْشِ يُرِيْدُوْنَ مَلِكَ وَ اِنْ لَمْ يَقْعُدْ عَلَى الْعَرْشِ اَلْبَتَّةَ۔

استواء علی العرش۔ تخت نشینی کے معنی میں آتا ہے اگرچہ وہ تخت پر قطعاً نہ بیٹھا ہو۔ یہ ایسے ہی محاورہ ہے جیسے يَدُ فُلَانٍ مَبْسُوْطَةٌ۔ و يَدُ فُلَانٍ مَغْلُوْلَةٌ۔ کہہ کر جواد و بخیل مراد لیتے ہیں۔

علامہ زمخشری رحمہ اللہ نے امام غزالی رحمہ اللہ سے سوال کیا کہ اِسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ کے کیا معنی ہیں تو آپ نے منظوم جواب دیا جو یہ ہے:

حكاية طريفه

رُوِيَ اَنَّ الزَّمَخْشَرِيَّ سَاَلَ الْإِمَامَ الْغَزَالِيَّ بِقَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى اَلرَّحْمٰنُ عَلَى الْعَرْشِ اسْتَوٰى فَاَجَابَ بِقَوْلِهٖ۔ اَشْعَار

قُلْ لِمَنْ يَّفْهَمُ عَنِّيْ مَا اَقُوْلُ ۔۔۔ اُتْرُكِ الْبَحْثَ قَدْ اَشْرَحُ بِطُوْلٍ

ثُمَّ سِرٌّ غَامِضٌ مِنْ دُوْنِهٖ ۔۔۔ قَصُرَتْ وَاللّٰهِ اَعْنَاقُ الْفُحُوْلِ

اَنْتَ لَا تَعْرِفُ اِيَّاكَ وَلَا تَدْرِیْ مَنْ اَنْتَ وَلَا كَيْفَ الْوُصُوْلُ
لَا وَلَا تَدْرِیْ صِفَاتًا رُكِّبَتْ فِيْكَ حَارَتْ فِیْ خَفَايَاهَا الْعُقُوْلُ
اَيْنَ مِنْكَ الرُّوْحُ فِیْ جَوْهَرِهَا هَلْ تَرَاهَا اَوْ تَرٰى كَيْفَ تَجُوْلُ
هٰذِهِ الْاَنْفَاسُ قَدْ تَحْصُرُهَا لَا وَلَا تَدْرِیْ مَتٰى عَنْكَ تَزُوْلُ
تَاكُلُ الْخُبْزَ وَلَا تَعْرِفُهٗ كَيْفَ يَجْرِیْ فِيْكَ اَمْ كَيْفَ تَبُوْلُ
فِاِذَا كَانَتْ طَوَايَاكَ الَّتِیْ بَيْنَ جَنْبَيْكَ بِهَا اَنْتَ الْجَهُوْلُ
كَيْفَ تَدْرِیْ مَنْ عَلَى الْعَرْشِ اسْتَوٰى لَاتَقُلْ كَيْفَ اسْتَوٰى كَيْفَ الْوَصُوْلُ
فَهُوَ لَا كَيْفَ وَلَا اَيْنَ لَهٗ هُوَ رَبُّ الْكَيْفِ وَالْكَيْفُ يَحُوْلُ
وَهُوَ فَوْقَ الْفَوْقِ لَا فَوْقَ لَهٗ وَ هُوَ فِیْ كُلِّ النَّوَاحِیْ لَا يَزُوْلُ
جَلَّ ذَاتًا وَّ صِفَاتًا وَ عَلَا وَ تَعَالٰى رَبُّنَا عَمَّا تَقُوْلُ

اور قاضی ابو العلا صاعد بن محمد رحمہ اللہ نے اپنی کتاب الاعتقاد میں حضرت امام ابو یوسف اور امام ابو حنیفہ رحمہم اللہ کا قول نقل کر کے فیصلہ ہی کر دیا۔

اِنَّهٗ قَالَ لَا يَنْبَغِیْ لِاَحَدٍ اَنْ يَّنْطِقَ فِی اللّٰهِ تَعَالٰى بِشَیْءٍ مِّنْ ذَاتِهٖ وَلٰكِنْ يَصِفُهٗ بِمَا وَ صَفَ سُبْحٰنَهٗ بِهٖ نَفْسَهٗ وَلَا يَقُوْلُ بِرَاْيِهٖ شَيْئًا تَبَارَكَ اللّٰهُ تَعَالٰى رَبُّ الْعَالَمِيْنَ۔

کسی کو بھی یہ جائز نہیں کہ اللہ تعالیٰ کی صفات پر اپنی طرف سے کچھ کلام کرے۔

بلکہ اس کی صفت اتنی ہی کرے جتنی اللہ تعالیٰ نے خود فرمائی اور اپنی رائے سے کچھ نہ کہے اس لئے کہ وہ برکت والی ذات بلند و بالا ہے اور تمام عالموں کا رب ہے۔

علامہ آلوسی رحمہ اللہ نے بحث استواء پر مبسوط لکھا ہے ہم اس کا خلاصہ عرض کر دیتے ہیں۔

اسْتَوٰی۔ قَالَ ثَعْلَبُ وَالزَّجَاجُ اَلْاِسْتِوَاءُ الْاِقْبَالُ عَلَى الشَّیْءِ وَ قِيْلَ هُوَ كِنَايَةٌ عَنِ الْعِزِّ وَ الْمُلْكِ وَ السُّلْطَانِ۔

وَاَمَّا الْاِسْتِوَاءُ بِمَعْنٰى اِسْتَقَرَّ فَلَمْ يَثْبُتْ وَالْاَرْجَحُ اِسْتِوَاءٌ يَلِيْقُ بِهٖ صفاته تَعَالٰى وَ كَيْفِيَّةٌ مَجْهُوْلَةٌ۔

عَلَى الْعَرْشِ اسْتَوٰی پر آریوں نے بھی بہت سے اعتراضات گھڑے اور اس سے اللہ تعالیٰ کو مجسم قرار دے کر عرش پر متمکن بتاتے ہیں۔

اور یہ عقیدہ ذات واجب تعالیٰ شانہ کی تقدیس کے خلاف ہے۔

اور مفسرین کے اقوال پر غور کئے بغیر ایسے خیالات فاسدہ کاسدہ پیدا ہوتے ہیں۔

غرضکہ جملہ مفسرین اَلرَّحْمٰنُ عَلَى الْعَرْشِ اسْتَوٰی پر استوی مان کر بھی لکھتے ہیں کہ حق تعالیٰ کا اسْتَوٰی عَلَى الْعَرْشِ صحیح ہے لیکن اس کی کیفیت مجہول ہے ہم اس استوی کی کوئی نوعیت بیان کرنے سے قاصر ہیں۔

تو آیت کریمہ کے یہ معنی ہوئے کہ رحمٰن نے عرش پر استوی فرمایا جیسا اس کی شان کے شایان ہے۔

نہ وہ استویٰ جو اس کی شان کے خلاف ہے۔
متاخرین کہتے ہیں کہ عرش سے مراد کوئی لکڑی یا سونے چاندی کا تخت نہیں کہ معاذ اللہ اس پر اللہ تعالیٰ بیٹھا ہو وہ اس سے منزہ و مبرا ہے بلکہ اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ سے کنایہ ہے تخت حکومت کا جس پر وہ مسلط و متصرف ہے۔
اس نے مخلوق کو پیدا کیا آسمان و زمین سب بنائے پھر ان پر حکومت و تصرف فرمایا ان کی تدبیر و ترتیب کی۔
اور عرش سے مراد وہ آسمان لیا جاتا ہے جو سب کے اوپر اور سب کو محیط ہو جس نے عالم ناسوت کا احاطہ کر لیا ہے۔
پھر اس کے اوپر عالم ملکوت و ناسوت اور لاہوت ہے جہاں ملائکہ مقربین ہیں اور سب سے وراء الوراء ہے۔ اسے شریعت نے بطور کنایہ بادشاہ کا تخت بتا کر اس کے حضور میں ملائکہ کی حاضری اور آٹھ فرشتوں کا اسے سر پر اٹھائے ہوئے رہنے سے تعبیر کیا ہے۔
اور در حقیقت یہ ایسے باریک اسرار و استعارے ہیں کہ ان کی حقیقت اللہ تعالیٰ اور اس کے حبیب پاک سید لولاک صلی اللہ علیہ وسلم ہی جانتے ہیں ان پر ظاہر الفاظ لے کر اعتراضات کرنا الحاد و زندقہ ہے۔

دفتر تمام گشت بپایاں رسید عمر ما ہم چناں در اول وصف تو ماندہ ایم

"وَمَا بَيْنَهُمَا وَمَا تَحْتَ الثَّرٰى۔"

ثریٰ پر آلوسی رحمہ اللہ فرماتے ہیں اَیْ مَا تَحْتَ الْاَرْضِ السَّابِعَةِ۔ ثریٰ ساتویں طبقہ ارضیہ کے نیچے کا حصہ ہے۔
مَا رُوِیَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ وَاَخْرَجَهُ ابْنُ اَبِیْ حَاتِمٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ كَعْبٍ وَاَخْرَجَ عَنِ السُّدِّیِّ اَنَّهُ الصَّخْرَةُ الَّتِیْ تَحْتَ الْاَرْضِ السَّابِعَةِ وَهِیَ صَخْرَةٌ خَضْرَاءُ۔ وہ ایک صخرہ ہے ساتویں زمین کے نیچے سبز رنگ کا۔
وَاَخْرَجَ اَبُوْيَعْلٰى عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سُئِلَ مَا تَحْتَ الْاَرْضِ قَالَ الْمَاءُ قِيْلَ فَمَا تَحْتَ الْمَاءِ قَالَ ظُلْمَةٌ قِيْلَ فَمَا تَحْتَ الظُّلْمَةِ قَالَ الْهَوَاءُ قِيْلَ فَمَا تَحْتَ الْهَوَاءِ قَالَ الثَّرٰى قِيْلَ فَمَا تَحْتَ الثَّرٰى قَالَ انْقَطَعَ عِلْمُ الْمَخْلُوْقِيْنَ عِنْدَ عِلْمِ الْخَالِقِ۔
حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال ہوا کہ زمین کے نیچے کیا ہے؟
فرمایا پانی۔ عرض کیا پانی کے نیچے کیا ہے؟
فرمایا ظلمت۔ عرض کیا ظلمت کے نیچے کیا ہے؟
فرمایا ہوا۔ عرض کیا ہوا کے نیچے کیا ہے؟
فرمایا ثریٰ۔ عرض کیا ثریٰ کے نیچے کیا ہے؟
فرمایا مخلوق کا علم خالق کے علم تک منقطع ہو گیا۔
ایک طویل حدیث ابن مردویہ رحمہ اللہ سے ہے اس میں ثریٰ کی تعریف فرمائی گئی۔ اَلثَّرٰى اَلتُّرَابُ النَّدٰى۔ ثریٰ گیلی مٹی ہے جو لَمْ يَصِرْ طِيْنًا۔ جو کیچڑ نہیں ہوتی۔
"وَاِنْ تَجْهَرْ بِالْقَوْلِ فَاِنَّهٗ يَعْلَمُ السِّرَّ وَاَخْفٰى۔ اور اگر تو پکار کر بات کہے تو وہ سر و خفی اور اخفی کو بھی جانتا ہے۔"
وَاِنْ تَجْهَرْ۔ میں مخاطبہ تمام کائنات سے ہے اور بحر میں ہے کہ یہ خطاب حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے اور اس سے

مراد امت مرحومہ ہے اور بعض نے اس خطاب کو عام رکھا ہے گویا ارشاد ہے: **ان ترفع صوتک ایھا الانسان بِالْقَوْلِ فَاِنَّهٗ یَعْلَمُ السِّرَّ وَاَخْفٰی**۔ اگر تو اے انسان آواز بلند سے پکارے تو بھی وہ جانتا ہے۔ **ای ما اسررته الی غیرک و لم ترفع صوتک بہ**۔ اگر تو مخفی رکھے اور بھید میں رکھے تو بھی وہ جانتا ہے۔

سر۔ عربی میں بھید کو کہتے ہیں اور بھید وہ ہے جسے آدمی پوشیدہ رکھتا اور چھپاتا ہے اور اس سے زیادہ پوشیدہ وہ ہے جسے انسان کرنے والا ہوتا ہے مگر وہ خود بھی نہیں جانتا اور اس سے ابھی اس کا ارادہ بھی متعلق نہیں ہوا اور اس کے خیال میں وہ کام نہیں آیا۔

ایک قول یہ ہے کہ بھید اس کو کہتے ہیں جسے انسان چھپاتا ہے اور اس سے زیادہ اخفی وہ وسوسہ ہے جو اس کے دل میں پیدا ہوتا ہے۔

ایک قول یہ ہے کہ بھید اسے کہتے ہیں جسے بندہ اور اس کا رب جانے اور کوئی نہ جانے اس سے زیادہ اخفی وہ اسرار ربانی ہیں جنہیں اللہ ہی جانتا ہے اور بندہ بھی نہیں جانتا۔

قاضی بیضاوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ

یہاں قول سے مراد ذکر الٰہی ہے یا دعا اور اس میں اس امر کو واضح فرمایا کہ دعا میں جہر اللہ تعالیٰ کو سنانے کے لئے نہیں ہوتا بلکہ ذکر الٰہی کو نفس میں راسخ کرنے اور اسے غیر کے ساتھ مشغول ہونے سے روکنے کے لئے ہوتا ہے۔

"اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ؕ لَهُ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰی۔ اللہ وہ ہے کہ اس کے سوا کوئی معبود نہیں اس کے لئے ہیں سب اچھے نام۔"

وہ ذات مستجمع جمیع صفات واحد بالذات ہے اور اسماء وصفات محض عبارات ہیں اور تعدد عبارات تعدد معنی کو مقتضی نہیں ہوتا۔ بعینہٖ تعدد عبارات سے اس کی توحید ذاتی توحید میں رہے گی تعدد عبارات سے توحید ذات کے معنی میں تعدد لازم نہیں آسکتا۔

"وَهَلْ اَتٰىكَ حَدِیْثُ مُوْسٰی۔ اور کیا تمہیں موسیٰ کی خبر آئی۔"

اس میں استفہام تقریری ہے اور ایک قول ہے کہ ہل بمعنی قد ہے اور بعض نے کہا استفہام انکاری ہے۔

بہرکیف قصہ موسیٰ علیہ السلام کا علم حضور ﷺ کو تھا اسی وجہ میں اجمالاً اور اختصاراً واقعہ بیان فرمایا جارہا ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم تفصیل سے اسے ظاہر فرمارہے ہیں۔

كَمَا رُوِیَ اَنَّ مُوْسٰی عَلَیْهِ السَّلَامُ اِسْتَاذَنَ شُعَیْبًا عَلَیْهِ السَّلَامُ فِی الْخُرُوْجِ مِنْ مَدْیَنَ اِلٰی مِصْرَ لِزِیَارَةِ اُمِّهٖ وَاَخِیْهِ وَقَدْ طَالَتْ مُدَّةُ جَنَایَتِهٖ بِمِصْرَ وَرَجَا خَفَاهُ اَمْرَهٗ فَاَذِنَ لَهٗ۔

وَكَانَ عَلَیْهِ السَّلَامُ رَجُلًا غَیُوْرًا فَخَرَجَ بِاَهْلِهٖ وَلَمْ یَصْحَبْ رُفْقَةً لِئَلَّاتُرٰی اِمْرَاَتُهٗ وَكَانَتْ عَلٰی اَتَانٍ وَعَلٰی ظَهْرِهَا جَوَالِقٌ فِیْهَا اَثَاثُ الْبَیْتِ وَ مَعَهٗ غَنَمٌ لَّهٗ وَاَخَذَ عَلَیْهِ السَّلَامُ عَلٰی غَیْرِ الطَّرِیْقِ مَخَافَةً مِّنْ مُلُوْكِ الشَّامِ فَلَمَّا وَافٰی وَادِیْ طُوٰی وَ هُوَ بِالْجَانِبِ الْغَرْبِیِّ مِنَ الطُّوْرِ وُلِدَ لَهٗ اِبْنٌ فِیْ لَیْلَةٍ مُّظْلِمَةٍ شَاتِیَةٍ مُثَلَّجَةٍ وَكَانَتْ لَیْلَةُ الْجُمُعَةِ وَقَدْ ضَلَّ الطَّرِیْقَ وَتَفَرَّقَتْ مَاشِیَتُهٗ وَلَا مَاءَ عِنْدَهٗ

وَقَدَحَ فَصْلُهٗ زَنْدُهٗ فَبَيْنَمَا هُوَ كَذَالِكَ اِذْرَاٰى نَارًا عَلٰى يَسَارِ الطَّرِيْقِ مِنْ جَانِبِ الطُّوْرِ۔

موسیٰ علیہ السلام مدین سے مصر کی طرف بہ اجازت حضرت شعیب علیہ السلام اپنی والدہ ماجدہ حضرت یوحانز اور اپنے بھائی حضرت ہارون سے ملنے کے لئے روانہ ہوئے آپ اس واقعہ کی طرف سے مدت مدید گزر جانے کی وجہ سے، بے فکر ہو چکے تھے جو مصر میں داروغہ مطبخ فرعون کے طمانچہ مارا تھا اور وہ بقضائے الٰہی عزوجل مر گیا تھا۔

آپ کے اہل بیت بھی ہمراہ تھے اور شاہان شام کے اندیشہ سے راہ چھوڑ کر جنگل جنگل قطع مسافت کر رہے تھے آپ کے ساتھ ایک گدھی تھی اس کی پشت پر جولقین یعنی زنبیلیں تھیں جس میں اثاث البیت تھا اور ایک بکری بھی آپ کے ساتھ تھی۔

گزرتے گزرتے جب آپ وادی طویٰ میں آئے تو آپ کی بیوی صاحبہ جو حاملہ تھی ان کو دردزہ شروع ہو گیا۔

اور آخرش جانب غربی میں جاتے ہوئے رات کے وقت سردی میں جب کہ برف پڑ رہی تھی اور اندھیری رات تھی۔

شب جمعہ کو صاحبزادے پیدا ہوئے اور آپ کو ایک درخت سے آگ چمکتی نظر آئی اس کا ذکر فرمایا جاتا ہے:

"اِذْ رَاٰ نَارًا فَقَالَ لِاَهْلِهِ امْكُثُوْٓا اِنِّیْٓ اٰنَسْتُ نَارًا لَّعَلِّیْٓ اٰتِیْكُمْ مِّنْهَا بِقَبَسٍ اَوْ اَجِدُ عَلَى النَّارِ هُدًى

جب دیکھی روشن آگ تو کہا اپنی بیوی سے ٹھہرو مجھے ایک آگ نظر پڑی ہے۔ شاید میں تمہارے لئے اس میں سے کوئی چنگاری لاؤں یا آگ پر راستہ پاؤں۔"

امْكُثُوْٓا۔ يَعْنِىْ اَقِيْمُوْا مَكَانَكُمْ۔ یہ امر ہے۔ اب اس خطاب میں ایک قول تو یہ ہے کہ بیوی، بچہ اور خادم کے لئے جمع کے صیغہ میں مخاطبہ فرمایا مافوق الاثنین چونکہ جمع ہوتا ہے اس لئے امْكُثُوْٓا فرمایا۔

اور ایک قول یہ ہے کہ صرف بیوی صاحبہ کو ہی فرمایا اور جمع کے صیغہ سے مخاطبہ تفخیم کے لئے ہے۔

اِنِّیْٓ اٰنَسْتُ نَارًا۔ کے یہ معنی ہیں کہ اَبْصَرْتُهَا اِبْصَارًا بَيِّنًا لَا شُبْهَةَ فِيْهِ وَمِنْ ذَالِكَ اَنْسَانُ الْعَيْنِ وَالْاِنْسُ خِلَافُ الْجِنِّ۔ میں نے دیکھا ہے آگ کو کھلم کھلا روشن طریقہ سے جس میں کوئی شبہ نہیں اور اس سے انسان آنکھ کی پتلی کو بھی کہتے ہیں اور انس جنس جن کے خلاف ہے۔

وَ قِيْلَ الْاِيْنَاسُ خَاصٌّ بِاِبْصَارِ مَا يُؤَنَّسُ بِهٖ۔ ایک قول یہ ہے کہ ایناس مخصوص آنکھ کے معائنہ کا ترجمہ دیتا ہے۔

وَ قِيْلَ بِمَعْنَى الْوِجْدَانِ۔ ایک قول ہے کہ اٰنَسْتُ بمعنی وجدان ہے۔

"لَّعَلِّیْٓ اٰتِیْكُمْ مِّنْهَا۔" اَىْ اٰجِيْئُكُمْ مِّنَ النَّارِ۔ میں لاتا ہوں تمہارے لئے اس آگ سے۔"

بِقَبَسٍ۔ بِشُعْلَةٍ مُّقْتَبَسَةٍ تَكُوْنُ عَلٰى رَاْسِ عُوْدٍ۔ یعنی لکڑی کے کنارے جو چنگاری ہوتی ہے وہ مقتبسہ ہوتی ہے یعنی چنی ہوئی۔

"اَوْ اَجِدُ عَلَى النَّارِ هُدًى۔ هَادِيًا يَدُلُّنِىْ عَلَى الطَّرِيْقِ۔ یا پاؤں گا وہاں سے آگ کے لئے راہ یعنی وہاں ایسا کوئی مل جائے گا جو آگ کا راستہ اور ہمارا بھولا ہوا راستہ بتا دے گا۔"

اس لئے کہ جنگل جاتے آپ راستہ بھول گئے تھے۔ كَمَا قَالَ الْاٰلُوْسِىْ عَنِ الزُّجَاجِ اِنَّ الْمُرَادَ هَادِيًا يُدُلُّنِىْ عَلَى الْمَاءِ فَاِنَّهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَدْضَلَّ عَنِ الْمَاءِ۔

"فَلَمَّآ اَتٰهَا۔ پھر جب آیا آگ کے پاس۔"

فِیْ بَعْضِ الرِّوَایَاتِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ فِیْ شَجَرَةِ عُنَّابٍ خَضْرَاءَ۔ وہ آگ آپ نے عناب کے سرسبز درخت میں دیکھی تھی۔

وَاَخْرَجَ الْاِمَامُ اَحْمَدُ فِی الزُّھْدِ وَعَبْدُ بْنُ حُمَیْدٍ وَابْنُ الْمُنْذِرِ وَابْنُ اَبِیْ حَاتِمٍ عَنْ وَھْبِ بْنِ مُنَبِّہٍ قَالَ لَمَّا رَاٰی مُوْسٰی عَلَیْہِ السَّلَامُ النَّارَ اِنْطَلَقَ یَسِیْرُ حَتّٰی وَقَفَ مِنْھَا قَرِیْبًا فَاِذَا ھُوَ بِنَارٍ عَظِیْمَةٍ تَفُوْرُ مِنْ وَرَقِ شَجَرَةٍ خَضْرَاءَ شَدِیْدَةِ الْخُضْرَةِ۔

آپ نے وہاں ایک درخت سرسبز وشاداب دیکھا جو اوپر سے نیچے تک نہایت روشن تھا۔ آپ کو ندا فرمائی گئی کما قال اللہ تعالیٰ۔

"نُوْدِیَ یٰمُوْسٰی ﴿۱۱﴾ اِنِّیْۤ اَنَا رَبُّكَ فَاخْلَعْ نَعْلَیْكَ ۚ اِنَّكَ بِالْوَادِ الْمُقَدَّسِ طُوًى۔ اے موسیٰ بے شک میں تیرا رب ہوں تو تو اپنے جوتے اتار ڈال بے شک تو پاک جنگل طویٰ میں ہے۔"

جوتے اتارنے کا حکم تعلیم تواضع اور احترام وادی اور خاک طویٰ سے برکت لینے کے لئے تھا۔ طویٰ اس وادی مقدس کا نام ہے جہاں یہ واقعہ ہوا۔ آلوسی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

فَقَدْ رُوِیَ اَنَّہٗ عَلَیْہِ السَّلَامُ لَمَّا نُوْدِیَ یَا مُوْسٰی قَالَ عَلَیْہِ السَّلَامُ مَنِ الْمُتَکَلِّمُ فَقَالَ تَعَالٰی اَنَا رَبُّکَ فَوَسْوَسَ اِلَیْہِ اِبْلِیْسُ اللَّعِیْنُ لَعَلَّکَ تَسْمَعُ کَلَامَ الشَّیْطَانِ فَقَالَ عَلَیْہِ السَّلَامُ اَنَا عَرَفْتُ اَنَّہٗ کَلَامُ اللّٰہِ تَعَالٰی بِاَنِّیْ اَسْمَعُہٗ مِنْ جَمِیْعِ الْجِھَاتِ بِجَمِیْعِ الْاَعْضَاءِ۔

موسیٰ علیہ السلام کو جب ندا ہوئی یا موسیٰ تو آپ نے کہا یہ کون بولنے والا ہے تو باری تعالیٰ عزاسمہ نے فرمایا میں تیرا رب ہوں تو شیطان لعین نے تو سوس کرنا چاہا کہ شاید آپ یہ آواز شیطانی سن رہے ہیں تو آپ نے فرمایا میں جانتا ہوں کہ یہ کلام یقیناً اللہ تعالیٰ کا ہے اس لئے کہ یہ ندا میں اپنے ہر بن مو سے سن رہا ہوں اور اس ندا کے لئے میری قوت سامعہ ایسی عام ہوئی کہ تمام جسم کان بن گیا ہے۔

موسیٰ علیہ السلام کا کلیم اللہ کے خطاب سے مشہور ہونے کا باعث۔

اَخْرَجَ اَحْمَدُ وَغَیْرُہٗ عَنْ وَھْبٍ اَنَّہٗ عَلَیْہِ السَّلَامُ لَمَّا اشْتَدَّ عَلَیْہِ الْھَوْلُ نُوْدِیَ مِنَ الشَّجَرَةِ فَقِیْلَ یَا مُوْسٰی فَاَجَابَ سَرِیْعًا وَ مَا یَدْرِیْ مَنْ دَعَاہُ وَمَا کَانَتْ سُرْعَةُ اِجَابَتِہٖ اِلَّا اِسْتِیْنَاسًا بِالْاُنْسِ فَقَالَ لَبَّیْکَ مِرَارًا اِنِّیْ لَاَسْمَعُ صَوْتَکَ وَاَحِسُّ حِسَّکَ وَلَا اَرٰی مَکَانَکَ فَاَیْنَ اَنْتَ۔

جب موسیٰ علیہ السلام پر اس آگ کے عجیب وغریب طور پر نظر آنے سے خوف طاری ہو گیا تو آپ کو مخاطب کیا گیا یٰمُوْسٰی۔

تو آپ نے گھبرا کر جلدی سے جواب دیا اور آپ یہ نہ جان سکے کہ آپ کو پکارنے والا کون ہے اور جلدی سے آپ کا جواب دینا غایت محبت میں تھا چنانچہ آپ نے چند بار لبیک، لبیک، لبیک کہہ کر عرض کیا میں یقیناً تیری آواز سن رہا ہوں مگر تیرا مقام میں نہیں دیکھ سکا تو مجھے بتا دے تو کہاں ہے۔

قَالَ اَنَا فَوْقَکَ وَمَعَکَ وَاَمَامَکَ وَ خَلْفَکَ وَاَقْرَبُ اِلَیْکَ مِنْ نَّفْسِکَ۔ فرمایا میں تیرے اوپر

اور تیرے ساتھ اور تیرے آگے اور پیچھے ہوں اور میں تیرے قریب تیری جان سے بھی زیادہ ہوں۔

فَلَمَّا سَمِعَ هٰذَا مُوْسٰى عَلَيْهِ السَّلَامُ عَلِمَ اَنَّهٗ لَا يَنْبَغِىْ ذَالِكَ اِلَّا لِلّٰهِ تَعَالٰى فَاَتْقَنَ بِهٖ۔

تو جب موسیٰ علیہ السلام نے یہ سنا تو جان لیا کہ ان صفات کے ساتھ سوا اللہ تعالیٰ کے اور کون متصف ہوسکتا ہے تو یقین کر کے عرض کیا:

اَنْتَ يَا اِلٰهِىْ فَكَلَامَكَ اَسْمَعُ اَمْ رَسُوْلِكَ قَالَ بَلْ اَنَا الَّذِىْ اُكَلِّمُكَ - وَ لَا يَخْفٰى تَخْرِيْجُ هٰذَا الْاَثَرِ عَلٰى مَذْهَبِ السَّلَفِ وَ مَذْهِبِ الصُّوْفِيَةِ۔

اے میرے رب تو ہے تو میں کلام جو سن رہا ہوں وہ تیرا ہے یا تیرے بھیجے ہوئے فرشتہ کا تو جواب ملا نہیں بلکہ میں ہی وہ ہوں جو تجھ سے کلام کر رہا ہوں اور اس اثر کی تخریج میں کوئی اخفاء نہیں ہوسکتا تھا یعنی مذہب سلف صالحین اور صوفیاء کا ہے۔

آگے فرماتے ہیں ثُمَّ اِنَّ هٰذَا الْاَثَرَ ظَاهِرٌ فِىْ اَنَّ مُوْسٰى عَلَيْهِ السَّلَامُ سَمِعَ الْكَلَامَ اللَّفْظِىَّ مِنْهُ تَعَالٰى بِلَاوَاسِطَةٍ وَلِذَا اُخْتُصَّ عَلَيْهِ السَّلَامُ بِاِسْمِ الْكَلِيْمِ وَ هُوَ مَذْهَبُ جَمَاعَةٍ مِّنْ اَهْلِ السُّنَّةِ۔

پھر اس اثر سے ظاہر ہوتا ہے کہ موسیٰ علیہ السلام کلام لفظی بلا واسطہ سننے کے قابل ہو گئے اور اسی وجہ سے آپ کلیم اللہ کے نام سے مختص ہو گئے یہی مذہب ایک جماعت اہل سنت کا ہے۔

"فَاخْلَعْ نَعْلَيْكَ" خلع نعل کی حکمت اول بیان ہو چکی۔

مزید برآں مندرجہ ذیل حدیث حسن ومجاہد اور سعید بن جبیر وابن جریج رحمہم اللہ سے بھی مروی ہے:

اِنَّهُمَا كَانَتَا مِنْ جِلْدِ بَقَرَةٍ ذُكِّيَتْ وَلٰكِنْ اُمِرَ عَلَيْهِ السَّلَامُ بِخَلْعِهَا لِيُبَاشِرَ بِقَدَمَيْهِ اَرْضَ فَتُصِيْبُهٗ بَرَكَةُ الْوَادِى الْمُقَدَّسِ۔

نعلین مبارک گاؤ کی رنگی ہوئی کھال کی تھیں جوتی اتار کر ننگے پیر چلنے میں یہ حکمت تھی کہ وادی مقدس کی زمین آپ کے قدموں کو اپنی برکت دے۔

"وَاَنَا اخْتَرْتُكَ فَاسْتَمِعْ لِمَا يُوْحٰى ﴿۱۳﴾ اِنَّنِىْٓ اَنَا اللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنَا فَاعْبُدْنِىْ ۙ وَاَقِمِ الصَّلٰوةَ لِذِكْرِىْ ﴿۱۴﴾ اِنَّ السَّاعَةَ اٰتِيَةٌ اَكَادُ اُخْفِيْهَا لِتُجْزٰى كُلُّ نَفْسٍۢ بِمَا تَسْعٰى ﴿۱۵﴾ ۔

اور میں نے تجھے پسند فرمایا تو سن جو تجھے وحی ہوتی ہے۔ بے شک میں ہی ہوں اللہ میرے سوا کوئی معبود نہیں مگر تو بندگی کر میری اور قائم رکھ نماز میری یاد کے لئے بے شک قیامت آنے والی ہے ممکن تھا کہ میں اسے سب سے پوشیدہ رکھتا تاکہ بدلہ پائے ہر جان اپنی کوشش کا۔"

اَنَا اخْتَرْتُكَ۔ فرما کر حضرت موسیٰ علیہ السلام کو بشارت دی گئی کہ میں نے تجھے تیری قوم میں سے نبوت ورسالت کے لئے اور شرف کلام سے مشرف فرمانے کو پسند کر لیا ہے۔ اب میرے احکام وحی کے ذریعہ سنو۔

"وَاَقِمِ الصَّلٰوةَ لِذِكْرِىْ۔ اور نماز قائم رکھو میری یاد کے لئے۔"

تاکہ تم مجھے یاد کرو اور اس یاد میں اخلاص اور میری رضا مقصود ہو اور ریا کا اس میں قطعی دخل نہ ہو۔

دوسری صورت معنی کی یہ ہوسکتی ہے کہ اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ نماز قائم رکھو تاکہ میں تمہیں اپنی رحمت سے یاد کروں۔

آلوسی رحمہ اللہ فرماتے ہیں خُصَّتِ الصَّلٰوۃُ بِالذِّکْرِ وَاُفْرِدَتْ بِالْاَمْرِ مَعَ اِنْدِرَاجِھَا فِی الْاَمْرِ بِالْعِبَادَۃِ لِفَضْلِھَا وَ اِنَافَتِھَا عَلٰی سَائِرِ الْعِبَادَاتِ بِمَا نِیطَتْ بِہٖ مِنْ ذِکْرِ الْمَعْبُوْدِ وَشُغْلِ الْقَلْبِ وَاللِّسَانِ بِذِکْرِہٖ وَقَدْ سَمَّاھَا اللّٰہُ تَعَالٰی اِیْمَانًا فِیْ قَوْلِہٖ سُبْحَانَہٗ مَا کَانَ اللّٰہُ لِیُضِیْعَ اِیْمَانَکُمْ وَاخْتَلَفَ الْعُلَمَاءُ فِیْ کُفْرِ تَارِکِھَا کَسْلًا کَمَا فُصِّلَ فِیْ مَحَلِّہٖ۔

وَاَقِمِ الصَّلٰوۃَ لِذِکْرِیْ میں نماز کو ذکر کر کے ساتھ مخصوص فرما کر امر میں اقرار فرمایا با آنکہ امر میں عبادت عام ہے اس کی وجہ عبادت نماز کی فضیلت ظاہر کرنا مقصود تھی تمام عبادتوں پر کہ اس میں ذکر معبود حقیقی اور دل اور زبان کا اس کے ذکر میں مشغول رکھنا ہے یہی وجہ ہے کہ اس نماز کا نام اللہ تعالیٰ نے ایمان بھی رکھا ہے جیسے کہ فرمایا مَا کَانَ اللّٰہُ لِیُضِیْعَ اِیْمَانَکُمْ اور علماء میں اس پر اختلاف ہے کہ تارک نماز کسل کی وجہ سے اگر ہو تو وہ کافر ہے یا نہیں۔

چنانچہ لِذِکْرِیْ کے لام کو ابو جعفر لام وقتیہ یا تعلیلیہ فرما کر بتاتے ہیں وَالْمُرَادُ اَقِمِ الصَّلٰوۃَ عِنْدَ ذِکْرِھَا اَوْ لِاَجْلِ تَذَکُّرِھَا۔

"اِنَّ السَّاعَۃَ اٰتِیَۃٌ اَکَادُ اُخْفِیْھَا۔ بے شک قیامت آنے والی ہے قریب ہے کہ میں اسے چھپا رکھوں۔"

گویا یہ فرمایا کہ اگر عبادت پنجگانہ ادا کرتے رہے تو قیامت کے دن ذلت سے محفوظ رہو گے۔ یہ بات ہم مخفی رکھتے ہیں۔

"لِتُجْزٰی کُلُّ نَفْسٍۭ بِمَا تَسْعٰی ۔ تاکہ ہر جان کو اس کے عمل کا بدلہ دیا جائے۔"

چنانچہ اَلْمُرَادُ الْاِخْبَارُ بِاَنَّ السَّاعَۃَ اٰتِیَۃٌ وَاَنَّ اللّٰہَ تَعَالٰی یُخْفِیْ وَقْتَ اِتْیَانِھَا۔ بیان ساعت فرما کر اللہ تعالیٰ نے اس کے آنے کا وقت مخفی رکھا۔

اب حضرت موسیٰ علیہ السلام سے مخاطبہ ہے بعض نے کہا یہ مخاطبہ ہمارے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے الفاظ میں اور باعتبار معنی تمام امت سے مخاطبہ ہے حیث قال۔

"فَلَا یَصُدَّنَّکَ عَنْھَا مَنْ لَّا یُؤْمِنُ بِھَا وَاتَّبَعَ ھَوٰىہُ فَتَرْدٰی۔ تو ہرگز تجھے اس کے ماننے سے وہ باز نہ رکھے جو اس پر ایمان نہیں لاتا اور اپنی خواہش کے پیچھے چلا تو تو ہلاک ہو جائے۔"

صاحب مدارک کہتے ہیں کہ یہ خطاب بظاہر حضرت موسیٰ علیہ السلام سے ہے اور مراد اس سے امت موسیٰ علیہ السلام ہے۔ یعنی جو قیامت پر ایمان نہ لائے تو وہ یقیناً ہلاک ہوگا۔ فَتَرْدٰی کے معنی فتھلک ہیں یعنی تو ہلاک ہوگا۔

اس کے بعد اصل قصہ موسیٰ علیہ السلام شروع ہے۔ چنانچہ ارشاد ہے:

"وَمَا تِلْکَ بِیَمِیْنِکَ یٰمُوْسٰی۔ اور کیا ہے یہ تیرے سیدھے ہاتھ میں اے موسیٰ۔"

اس سوال میں یہ حکمت تھی کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنے عصا کو دیکھ لیں اور ان کے دل میں یہ بات راسخ ہو جائے کہ یہ یقیناً عصا ہے تاکہ جب وہ سانپ کی شکل میں قدرت الٰہیہ سے آئے تو آپ کی خاطر اقدس پر کوئی پریشانی نہ ہو۔

بعض نے اس سوال کی حکمت یہ بیان کی ہے کہ آپ مانوس ہو جائیں تاکہ مہابت مکالمت سے خائف نہ ہوں۔ (مدارک)

آلوسی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ عصا حضرت شعیب علیہ السلام کے پاس تھا آپ نے بکریاں چرانے کو حضرت موسیٰ علیہ السلام کو دیا تھا اور یہ آدم علیہ السلام اپنے ساتھ جنت سے لائے تھے جب آپ اترے تھے اور یہ شجر آس کا تھا۔

وہب رحمہ اللہ کہتے ہیں یہ عوسج کا تھا اور یہ دس گز شرعی لمبا تھا۔ آپ کے قد کے مطابق اور اس کے اوپر کی سمت دو شاخ تھیں اور اس کا نام نبعہ تھا کما روی عن مقاتل۔

ایک قول ہے کہ بارہ ذراع لمبا تھا تو آپ نے جواب میں عرض کیا:

"قَالَ هِيَ عَصَايَ ۚ أَتَوَكَّؤُا عَلَيْهَا وَأَهُشُّ بِهَا عَلٰى غَنَمِي وَلِيَ فِيهَا مَآرِبُ أُخْرٰى۔ یہ میرا عصا ہے۔ میں اس پر تکیہ لگاتا ہوں اور اس سے اپنی بکریوں پر پتے جھاڑتا ہوں اور میرے اس میں اور بھی کام ہیں۔"

مثل توشہ اور پانی اٹھانے۔ موذی جانوروں کو دفع کرنے اور دشمن سے محاربہ میں مقابلہ کرنے۔ یہ محامد آپ نے بطریق شکر نعمت بیان کئے۔

هَشَّ يَهُشُّ هَشَاشَةً اِذَا مَالَ اَیْ اُمِیْلُ بِهَا عَلٰی غَنَمِیْ بِمَا یُصْلِحُهَا مِنَ السُّوْقِ وَاِسْقَاطِ الْوَرَقِ لِتَاْكُلَهٗ – هَشَّ الْوَرَقُ وَالْكَلَاءُ وَالنَّبَاتُ اِذَا جَفَّ – كَمَا قَالَ اَبُو النَّسْفِیْ۔

هَشَّ يَهُشُّ هَشَاشَةً۔ محاورہ میں ڈالی جھکانے اور جانور کے کھانے کو پتہ گرانے میں مستعمل ہے۔ تاکہ وہ کھا سکے اور هَشَّ الْوَرَقُ جب بولتے ہیں جب چارہ گھاس خشک ہو جائے اور اسے جھاڑا جائے۔

جب موسیٰ علیہ السلام اس عصا کے فوائد تحدیث نعمت کے طور پر عرض کر چکے تو حکم ہوا:

"قَالَ اَلْقِهَا يٰمُوْسٰى۔ فرمایا اے موسیٰ اسے ڈال دو۔"

لِتَرٰی مِنْ شَاْنِهَا مَا تَرٰی وَالْاِلْقَاءُ الطَّرْحُ عَلَى الْاَرْضِ۔ تاکہ ہماری شیون قدرت کا معائنہ کرو۔ عربی محاورہ میں القاء پھینکنے کو کہتے ہیں جو زمین پر پھینکا جائے۔

"فَاَلْقٰهَا فَاِذَا هِيَ حَيَّةٌ تَسْعٰى۔ تو موسیٰ نے وہ ڈال دیا زمین پر تو اچانک وہ سانپ دوڑنے والا ہو گیا۔"

موسیٰ علیہ السلام نے بہ تعمیل حکم جب اسے زمین پر ڈالا تو وہ عصا جو ہاتھ میں رہتا اور راستے کام آتا تھا۔ اب اچانک وہ ایک ہیبت ناک اژدھا بن گیا۔ یہ دیکھ کر آپ کو خوف آیا تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ارشاد ہوا اے موسیٰ۔

"قَالَ خُذْهَا وَلَا تَخَفْ ٚ سَنُعِيْدُهَا سِيْرَتَهَا الْاُوْلٰى۔ فرمایا اسے اٹھا لے اور خوف نہ کر ہم اسے پھر پہلی طرح کر دیں گے۔"

اس لئے کہ یہ معجزہ جو موسیٰ علیہ السلام کے ہاتھ سے ظاہر ہوا اس کا فاعل حقیقی وہی رب تعالیٰ شانہ تھا تو گویا یہ فرمایا کہ اسے ہم نے اژدھا بنا کر تمہیں دکھایا ہے ہم ہی اسے واپس پہلی صورت میں کر دیں گے۔ یہ سنتے ہی حضرت موسیٰ علیہ السلام کا وہ خوف جو باقتضاء بشریت تھا جاتا رہا اور آپ نے اس کے منہ میں اپنا دست اقدس ڈال دیا اور وہ مثل سابق عصا بن گیا۔ پھر ارشاد ہوا:

"وَاضْمُمْ يَدَكَ اِلٰى جَنَاحِكَ تَخْرُجْ بَيْضَآءَ مِنْ غَيْرِ سُوْٓءٍ اٰيَةً اُخْرٰى۔ اور اپنا ہاتھ اپنے بازو سے ملا۔"

یعنی کف دست راست بائیں بازو سے بغل کے نیچے ملا کر نکال لے" تو آفتاب کی طرح چمکتا نگاہوں کو خیرہ کرتا سپید بغیر

کسی مرض کے نکلے گا یہ دوسرا معجزہ اور نشانی ہے۔"

یہ کس لئے دو معجزے مخصوص عطا ہوئے فرماتے ہیں:

"لِنُرِيَكَ مِنْ اٰيٰتِنَا الْكُبْرٰى ۚ اِذْهَبْ اِلٰى فِرْعَوْنَ اِنَّهٗ طَغٰى۔ تاکہ ہم تمہیں اپنی بڑی بڑی نشانیاں دکھائیں۔ فرعون کی طرف جا (اور رسولوں کی طرح اسے تبلیغ کر) اس نے سر اٹھایا ہے۔"

یعنی کفر و سرکشی میں حد سے گزر گیا ہے اور خدائی کا دعویٰ کر رہا ہے۔ اس کے سامنے یہ معجزات پیش فرما کر اسے نگونسار بنایئے اور دعوت حق دیجئے۔

خلاصہ یہ ہے کہ اس رکوع میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اصول دین تعلیم فرمائے۔

اول اِنَّنِيْٓ اَنَا اللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنَا۔ میں ہی ایک اللہ ہوں میرے سوا کوئی پوجنے کے لائق نہیں۔ یہ توحید خالص کی تعلیم ہے۔

دوسرے فَاعْبُدْنِيْ۔ تو میری ہی عبادت کرنا۔ عبادت عام ہے ذکر ہو یا مراقبہ، دعا ہو یا استمداد حاجات میں ندا ہو۔ زکوٰۃ مفروضہ ہو یا خیرات وصدقات، یا صلوٰۃ مفروضہ یا تہجد یا حج یہ احکام عشرہ تھے جن کی بابت تاکید پر تاکید ہوئی۔

تیسرے وَاَقِمِ الصَّلٰوةَ لِذِكْرِيْ۔

چوتھے اِنَّ السَّاعَةَ اٰتِيَةٌ اَكَادُ اُخْفِيْهَا لِتُجْزٰى كُلُّ نَفْسٍۭ بِمَا تَسْعٰى ۔ قیامت ضرور قائم ہونے والی ہے جسے میں مخفی رکھنا چاہتا ہوں اور اس کا سال اور وقت مقررہ نہیں بتاتا۔ تاکہ خدا پرستوں کو ہر وقت کھٹکا لگا رہے۔

اس میں شریعت وعبادت کے حکم کے بعد قیامت کی خبر دینا اس بات پر تنبیہ ہے کہ یہ غیب کا کام نہیں۔ اس کے ثمرات اور ثواب دوسری زندگانی میں جو جاودانی ہے ضرور ملیں گے۔

پانچویں فَلَا يَصُدَّنَّكَ اس پر قائم رہنا کسی جبار منکر، نفس کے مرید کے اثر اور روک سے باز نہ آنا یہ استقامت اور ثابت قدمی ہے جو دین کے لئے ضروری ہے۔

اور یہ تاکید اس لئے بھی موسیٰ علیہ السلام کو ضروری تھی کہ انہیں ایک جبار مغرور دنیا پرست کے پاس پیغام لے کر جانا تھا جسے فرعون کہا جاتا تھا۔

اس کے بعد اس کے پاس پہنچنے کی تمہید شروع فرمائی اور ارشاد فرمایا:

"وَمَا تِلْكَ بِيَمِيْنِكَ يٰمُوْسٰى۔ یہ تمہارے سیدھے ہاتھ میں کیا ہے اے موسیٰ۔"

یہ تو ناقابل انکار حقیقت ہے کہ اللہ تعالیٰ کو علم تھا کہ وہ کیا ہے اور وہ جب علام الغیوب ہے تو وہ علام حضور تو بطریق اولیٰ ہونا ہی چاہئے۔ لیکن چونکہ اس عصا میں معجزہ دینا تھا اس لئے اول پوچھ کر انہیں اس امر کا یقین دلایا کہ وہ محض عصا ہونے کے باوجود اژدھا بھی بنے گا۔

چنانچہ آپ نے اس کا نام عصا بتا کر عرض کیا اَتَوَكَّؤُا عَلَيْهَا وَاَهُشُّ بِهَا عَلٰى غَنَمِيْ وَلِيَ فِيْهَا مَاٰرِبُ اُخْرٰى۔ اس سے تکیہ بھی لگالیتا ہوں۔ بکری کو پتے بھی جھاڑ لیتا ہوں اور ایسے ایسے بہت سے کام لیتا ہوں۔

حکم ہوا اَلْقِهَا يٰمُوْسٰى۔ موسیٰ اسے زمین پر ڈال دو آپ نے بہ تعمیل حکم ڈال دیا فَاِذَا هِيَ حَيَّةٌ تَسْعٰى۔ تو وہ پھن پھناتا

سانپ ہوگیا اور باقتضائے بشریت حضرت موسیٰ علیہ السلام ڈر گئے تو ارشاد ہوا:

"خُذْهَا وَلَا تَخَفْ سَنُعِيدُهَا سِيرَتَهَا الْأُولَىٰ۔ اسے پکڑ لو اور بالکل خوف نہ کرو ہم اسے پہلی ہی صورت میں لوٹا دیں گے۔"

چنانچہ آپ نے اٹھالیا تو وہ عصا کا عصا رہ گیا۔ یہ ایک معجزہ تھا جو ملا۔ پھر فرمایا:

"وَاضْمُمْ يَدَكَ إِلَىٰ جَنَاحِكَ تَخْرُجْ بَيْضَاءَ مِنْ غَيْرِ سُوءٍ آيَةً أُخْرَىٰ۔ اپنی بغل میں اپنا ہاتھ دبا کر نکالو تو بغیر کسی تکلیف کے سفید براق آفتاب کی طرح چمکتا ہوا نکلے گا یہ دوسرا معجزہ ہے۔"

آپ کی صداقت نبوت کے یہ دو نشان ہیں پہلے میں شان جبروتی کا اظہار ہے جو فرعون جیسے سرکش کے لئے لازمی تھا۔ اور دوسرے میں روشنی اور ہدایت کی طرف اشارہ ہے جو مقصود انبیاء علیہم السلام ہے۔

اس کے بعد حکم دیا گیا کہ اب فرعون کی طرف جایئے وہ بہت سرکش ہوگیا ہے۔

جب حضرت موسیٰ کلیم اللہ علیہ السلام اپنے رب عزوجل سے ہم کلام ہو کر شرف نبوت پا چکے تو آپ نے چار چیزیں اللہ تبارک وتعالیٰ سے طلب کیں۔ جس کا خلاصہ آئندہ رکوع میں مذکور ہے۔

بامحاورہ ترجمہ دوسرا رکوع ۔ سورۂ طٰہٰ ۔ پ ۱۶

قَالَ رَبِّ اشْرَحْ لِي صَدْرِي ﴿٢٥﴾	عرض کی اے میرے رب میرے لئے کھول دے میرا سینہ
وَيَسِّرْ لِي أَمْرِي ﴿٢٦﴾	اور آسان کر میرے لئے میرا کام
وَاحْلُلْ عُقْدَةً مِنْ لِسَانِي ﴿٢٧﴾	اور کھول دے گرہ میری زبان کی
يَفْقَهُوا قَوْلِي ﴿٢٨﴾	کہ وہ سمجھیں میری بات
وَاجْعَلْ لِي وَزِيرًا مِنْ أَهْلِي ﴿٢٩﴾	اور کردے میرا وزیر میرے گھر والوں سے
هَارُونَ أَخِي ﴿٣٠﴾	میرا بھائی ہارون
اشْدُدْ بِهِ أَزْرِي ﴿٣١﴾	کہ مضبوط ہو اس سے میری کمر
وَأَشْرِكْهُ فِي أَمْرِي ﴿٣٢﴾	اور شریک کر اسے میرے کام میں
كَيْ نُسَبِّحَكَ كَثِيرًا ﴿٣٣﴾	تاکہ ہم تیری تسبیح بکثرت بولیں
وَنَذْكُرَكَ كَثِيرًا ﴿٣٤﴾	اور ہم یاد کریں تیری کثرت سے
إِنَّكَ كُنْتَ بِنَا بَصِيرًا ﴿٣٥﴾	بے شک تو ہی ہمارا نگران ہے
قَالَ قَدْ أُوتِيتَ سُؤْلَكَ يَا مُوسَىٰ ﴿٣٦﴾	فرمایا دی گئی تیری مانگ تجھے اے موسیٰ
وَلَقَدْ مَنَنَّا عَلَيْكَ مَرَّةً أُخْرَىٰ ﴿٣٧﴾	اور بے شک احسان فرمایا ہم نے تجھ پر دوسری بار
إِذْ أَوْحَيْنَا إِلَىٰ أُمِّكَ مَا يُوحَىٰ ﴿٣٨﴾	جب وحی کی ہم نے تیری ماں کو بطور الہام
أَنِ اقْذِفِيهِ فِي التَّابُوتِ فَاقْذِفِيهِ فِي الْيَمِّ فَلْيُلْقِهِ الْيَمُّ بِالسَّاحِلِ يَأْخُذْهُ عَدُوٌّ لِي وَعَدُوٌّ	یہ کہ رکھ اس بچے کو صندوق میں تو ڈال اسے دریا میں تو ڈالے دریا اسے کنارہ پر کہ اٹھا لے اسے میرا دشمن اور اس

لَهٗ ؕ

کا دشمن

وَاَلْقَیْتُ عَلَیْكَ مَحَبَّةً مِّنِّیْ ۚ۬

اور ڈالی میں نے تجھ پر اپنی محبت اپنی طرف سے

وَلِتُصْنَعَ عَلٰى عَیْنِیْ ﴿۳۹﴾

اور اس لئے کہ تیار ہو تو ہماری نگرانی میں

اِذْ تَمْشِیْۤ اُخْتُكَ فَتَقُوْلُ هَلْ اَدُلُّكُمْ عَلٰى مَنْ یَّكْفُلُهٗ ؕ

جب چلی تیری بہن تو بولی کیا میں تمہیں وہ لوگ بتادوں جو اس بچہ کی پرورش کرسکیں گے

فَرَجَعْنٰكَ اِلٰۤى اُمِّكَ كَیْ تَقَرَّ عَیْنُهَا وَلَا تَحْزَنَ ؕ۬

تو لوٹایا ہم نے تجھے تیری ماں کی طرف تاکہ اس کی آنکھ ٹھنڈی ہو اور غم نہ کر

وَقَتَلْتَ نَفْسًا فَنَجَّیْنٰكَ مِنَ الْغَمِّ وَفَتَنّٰكَ فُتُوْنًا ۫

اور قتل کی تو نے ایک جان تو ہم نے تجھے نجات دی غم سے اور امتحان ہوا تیرا پورا

فَلَبِثْتَ سِنِیْنَ فِیْۤ اَهْلِ مَدْیَنَ ۙ۬ ثُمَّ جِئْتَ عَلٰى قَدَرٍ یّٰمُوْسٰى ﴿۴۰﴾

تو تو کئی برس مدین والوں میں رہا پھر تو آیا ایک ٹھہرائے ہوئے وعدہ پر اے موسیٰ

وَاصْطَنَعْتُكَ لِنَفْسِیْ ﴿۴۱﴾

اور میں نے تجھے بنایا خاص اپنے لئے

اِذْهَبْ اَنْتَ وَاَخُوْكَ بِاٰیٰتِیْ وَلَا تَنِیَا فِیْ ذِكْرِیْ ﴿۴۲﴾

جا تو اور تیرا بھائی میری نشانیوں کے ساتھ اور نہ سستی کرنا میری یاد میں

اِذْهَبَاۤ اِلٰى فِرْعَوْنَ اِنَّهٗ طَغٰى ﴿۴۳﴾

جاؤ دونوں فرعون کی طرف بیشک اس نے سرکشی کی ہے۔

فَقُوْلَا لَهٗ قَوْلًا لَّیِّنًا لَّعَلَّهٗ یَتَذَكَّرُ اَوْ یَخْشٰى ﴿۴۴﴾

تو کہنا اس سے نرم بات اس امید پر کہ شاید وہ دھیان کرے یا ڈرے

قَالَا رَبَّنَاۤ اِنَّنَا نَخَافُ اَنْ یَّفْرُطَ عَلَیْنَاۤ اَوْ اَنْ یَّطْغٰى ﴿۴۵﴾

دونوں نے عرض کی اے ہمارے رب بے شک ہم ڈرتے ہیں کہ وہ ہم پر زیادتی کرے یا شرارت اٹھائے

قَالَ لَا تَخَافَاۤ اِنَّنِیْ مَعَكُمَاۤ اَسْمَعُ وَاَرٰى ﴿۴۶﴾

فرمایا نہ ڈرو میں تمہارے ساتھ ہوں سنتا اور دیکھتا ہوں

فَاْتِیٰهُ فَقُوْلَاۤ اِنَّا رَسُوْلَا رَبِّكَ فَاَرْسِلْ مَعَنَا بَنِیْۤ اِسْرَآءِیْلَ ۙ۬

تو اس کے پاس جاؤ اور اس سے کہو جا کر ہم تیرے رب کے بھیجے ہوئے ہیں تو بھیج بنی اسرائیل کو ہمارے ساتھ

وَلَا تُعَذِّبْهُمْ ؕ قَدْ جِئْنٰكَ بِاٰیَةٍ مِّنْ رَّبِّكَ ؕ وَالسَّلٰمُ عَلٰى مَنِ اتَّبَعَ الْهُدٰى ﴿۴۷﴾

اور انہیں تکلیف نہ دے بے شک ہم لائے ہیں نشانی تیرے رب کی طرف سے اور سلام اسے جو پیرو ہوا ہدایت کا

اِنَّا قَدْ اُوْحِیَ اِلَیْنَاۤ اَنَّ الْعَذَابَ عَلٰى مَنْ كَذَّبَ وَتَوَلّٰى ﴿۴۸﴾

بے شک ہماری طرف وحی ہوئی کہ عذاب اس پر ہے جو جھٹلائے اور منہ پھیرے

قَالَ فَمَنْ رَّبُّكُمَا یٰمُوْسٰى ﴿۴۹﴾

بولا کون ہے تمہارا رب اے موسیٰ

قَالَ رَبُّنَا الَّذِیْٓ اَعْطٰی كُلَّ شَیْءٍ خَلْقَهٗ ثُمَّ هَدٰی ﴿۵۰﴾

کہا ہمارا رب وہ ہے جس نے ہر چیز کو اس کے لائق صورت دی پھر راہ دکھائی

قَالَ فَمَا بَالُ الْقُرُوْنِ الْاُوْلٰی ﴿۵۱﴾

بولا تو اگلی سنگتوں کا کیا حال ہے

قَالَ عِلْمُهَا عِنْدَ رَبِّیْ فِیْ كِتٰبٍ ۚ لَا یَضِلُّ رَبِّیْ وَلَا یَنْسَی ﴿۵۲﴾

فرمایا اس کا علم میرے رب کے پاس ہے ایک کتاب میں میرا رب نہ بہکے نہ بھولے

الَّذِیْ جَعَلَ لَكُمُ الْاَرْضَ مَهْدًا وَّ سَلَكَ لَكُمْ فِیْهَا سُبُلًا وَّ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً ؕ فَاَخْرَجْنَا بِهٖٓ اَزْوَاجًا مِّنْ نَّبَاتٍ شَتّٰی ﴿۵۳﴾

وہ جس نے کیا تمہارے لئے زمین کو بچھونا اور چلائیں تمہارے لئے راہیں اور اتارا آسمان سے پانی تو نکالے ہم نے اس سے جوڑے قسم قسم کی سبزیوں سے

كُلُوْا وَارْعَوْا اَنْعَامَكُمْ ؕ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ لِّاُولِی النُّهٰی ﴿۵۴﴾

کھاؤ اور چراؤ مویشیوں کو بے شک اس میں نشانیاں ہیں عقل والوں کو۔

حل لغات دوسرا رکوع ۔ سورۂ طٰہٰ ۔ پ ۱۶

قَالَ۔کہا	رَبِّ۔اے میرے رب	اشْرَحْ۔کھول دے	لِیْ۔میرے لئے
صَدْرِیْ۔میرا سینہ	وَیَسِّرْ۔اور آسان کر	لِیْٓ۔میرے لئے	اَمْرِیْ۔میرا کام
وَاحْلُلْ۔اور کھول دے	عُقْدَةً۔گرہ	مِّنْ لِّسَانِیْ۔میری زبان کی	یَفْقَهُوْا۔کہ سمجھیں وہ
قَوْلِیْ۔میری بات	وَاجْعَلْ۔اور بنا	لِّیْ۔میرے لئے	وَزِیْرًا۔وزیر
مِّنْ اَهْلِیْ۔میرے گھر والوں میں سے		هٰرُوْنَ۔ہارون	اَخِی۔میرے بھائی کو
اشْدُدْ۔مضبوط کر	بِهٖٓ۔اس کے ساتھ	اَزْرِیْ۔میری پشت	وَاَشْرِكْهُ۔اور شریک کر اس کو
فِیْٓ اَمْرِیْ۔میرے کام میں	كَیْ۔تاکہ	نُسَبِّحَكَ۔تسبیح کریں ہم تیری	كَثِیْرًا۔بہت
وَّنَذْكُرَكَ۔اور یاد کریں تجھے	كَثِیْرًا۔بہت	اِنَّكَ۔بے شک تو	كُنْتَ۔ہے
بِنَا۔ہم کو	بَصِیْرًا۔دیکھنے والا	قَالَ۔کہا	قَدْ۔بے شک
اُوْتِیْتَ۔تو دیا گیا	سُؤْلَكَ۔اپنا سوال	یٰمُوْسٰی۔اے موسیٰ	وَلَقَدْ۔اور بے شک
مَنَنَّا۔احسان کیا ہم نے	عَلَیْكَ۔تجھ پر	مَرَّةً۔ایک مرتبہ	اُخْرٰٓی۔اور
اِذْ۔جب	اَوْحَیْنَآ۔وحی کی ہم نے	اِلٰٓی۔طرف	اُمِّكَ۔ماں تیری کی
مَا۔جو	یُوْحٰٓی۔وحی کی گئی	اَنِ۔یہ کہ	اقْذِفِیْهِ۔ڈال اس کو
فِی التَّابُوْتِ۔صندوق میں	فَاقْذِفِیْهِ۔پھر ڈال اس کو	فِی الْیَمِّ۔دریا میں	فَلْیُلْقِهِ۔پھر ڈال لے اسے
الْیَمُّ۔دریا	بِالسَّاحِلِ۔کنارے پر	یَاْخُذْهُ۔پکڑے گا اس کو	عَدُوٌّ۔دشمن
لِّیْ۔میرا	وَعَدُوٌّ۔اور دشمن	لَّهٗ۔اس کا	وَاَلْقَیْتُ۔اور ڈالی میں نے
عَلَیْكَ۔تجھ پر	مَحَبَّةً۔محبت	مِّنِّیْ۔اپنی طرف سے	وَلِتُصْنَعَ۔اور تاکہ تیری

پرورش ہو عَلٰی عَیْنِیْ۔میری نگرانی میں اِذْ۔جب تَمْشِیْٓ۔چلتی تھی
اُخْتُكَ۔تیری بہن فَتَقُوْلُ۔تو کہتی تھی هَلْ۔کیا اَدُلُّكُمْ۔بتاؤں میں تم کو
عَلٰی۔وہ مَنْ۔جو یَّكْفُلُهٗ۔پرورش کرے اس کی فَرَجَعْنٰكَ۔تو لوٹایا ہم نے
تجھ کو اِلٰٓی۔طرف اُمِّكَ۔ماں تیری کی كَیْ۔تاکہ
تَقَرَّ۔ٹھنڈی رہیں عَیْنُهَا۔اس کی آنکھیں وَلَا۔اور نہ تَحْزَنَ۔غم کھائے
وَقَتَلْتَ۔اور قتل کیا تو نے نَفْسًا۔ایک جان کو فَنَجَّیْنٰكَ۔تو نجات دی ہم نے تجھ کو
مِنَ الْغَمِّ۔غم سے وَفَتَنّٰكَ۔اور آزمایا ہم نے تجھ کو فُتُوْنًا۔آزمانا
فَلَبِثْتَ۔تو ٹھہرا تو سِنِیْنَ۔کئی سال فِیْٓ۔بیچ اَهْلِ مَدْیَنَ۔مدین والوں کے
ثُمَّ۔پھر جِئْتَ۔آیا تو عَلٰی۔اوپر قَدَرٍ۔اندازے کے
یٰمُوْسٰی۔اے موسیٰ وَاصْطَنَعْتُكَ۔اور میں نے چن لیا تجھ کو لِنَفْسِیْ۔اپنے لئے
اِذْهَبْ۔جا اَنْتَ۔تو وَاَخُوْكَ۔اور تیرا بھائی بِاٰیٰتِیْ۔میری آیتوں کے ساتھ
وَلَا۔اور نہ تَنِیَا۔سستی کرنا فِیْ ذِكْرِیْ۔میری یاد میں اِذْهَبَآ۔جاؤ
اِلٰی۔طرف فِرْعَوْنَ۔فرعون کی اِنَّهٗ۔بے شک اس نے طَغٰی۔سرکشی کی
فَقُوْلَا۔تو کہو لَهٗ۔اس کو قَوْلًا۔بات لَّیِّنًا۔نرم
لَّعَلَّهٗ۔شاید کہ وہ یَتَذَكَّرُ۔نصیحت پکڑے اَوْ۔یا یَخْشٰی۔ڈرے
قَالَا۔بولے رَبَّنَآ۔اے ہمارے رب اِنَّنَا۔بے شک ہم نَخَافُ۔ڈرتے ہیں
اَنْ۔یہ کہ یَّفْرُطَ۔زیادتی کرے عَلَیْنَآ۔ہم پر اَوْ۔یا
اَنْ۔یہ کہ یَّطْغٰی۔سرکشی کرے قَالَ۔فرمایا لَا تَخَافَآ۔نہ ڈرو
اِنَّنِیْ۔بے شک میں مَعَكُمَآ۔تمہارے ساتھ ہوں اَسْمَعُ۔میں سنتا وَاَرٰی۔اور دیکھتا ہوں
فَاْتِیٰهُ۔تو جاؤ اس کے پاس فَقُوْلَآ۔پھر کہو اِنَّا۔بے شک ہم رَسُوْلَا۔رسول ہیں
رَبِّكَ۔تیرے رب کے فَاَرْسِلْ۔تو بھیج دے مَعَنَا۔ہمارے ساتھ بَنِیْٓ۔بنی
اِسْرَآءِیْلَ۔اسرائیل کو وَلَا۔اور نہ تُعَذِّبْهُمْ۔سزا دے ان کو قَدْ۔بے شک
جِئْنٰكَ۔لائے ہم تیرے پاس بِاٰیَةٍ۔نشانی مِّنْ رَّبِّكَ۔تیرے رب سے
وَالسَّلٰمُ۔اور سلامتی عَلٰی۔اوپر مَنِ۔اس کے ہے جو اتَّبَعَ۔پیروی کرے
الْهُدٰی۔ہدایت کی اِنَّا۔بے شک قَدْ۔تحقیق اُوْحِیَ۔وحی کی گئی
اِلَیْنَآ۔ہماری طرف اَنَّ۔بے شک الْعَذَابَ۔عذاب عَلٰی۔اوپر
مَنْ۔اس کے ہے جو كَذَّبَ۔جھٹلائے وَتَوَلّٰی۔اور منہ پھیرے قَالَ۔بولا
فَمَنْ۔پھر کون ہے رَّبُّكُمَا۔رب تم دونوں کا یٰمُوْسٰی۔اے موسیٰ قَالَ۔کہا

رَبُّنَا۔ ہمارارب	الَّذِیۡٓ۔ وہ ہے جس نے	اَعۡطٰی۔ دی	کُلَّ۔ ہر
شَیۡءٍ۔ چیز کو	خَلۡقَهٗ۔ اس کی پیدائش	ثُمَّ۔ پھر	هَدٰی۔ راہنمائی کی
قَالَ۔ بولا	فَمَا۔ پھر کیا	بَالُ۔ حال ہے	الۡقُرُوۡنِ۔ زمانوں
الۡاُوۡلٰی۔ اگلوں کا	قَالَ۔ فرمایا	عِلۡمُهَا۔ اس کا علم	عِنۡدَ۔ نزدیک
رَبِّیۡ۔ رب میرے کے ہے	فِیۡ کِتٰبٍ۔ کتاب میں	لَا یَضِلُّ۔ نہیں بہکتا	رَبِّیۡ۔ میرارب
وَلَا۔ اورنہیں	یَنۡسٰی۔ بھولتا	الَّذِیۡ۔ وہ جس نے	جَعَلَ۔ بنایا
لَکُمُ۔ تمہارے لئے	الۡاَرۡضَ۔ زمین کو	مَهۡدًا۔ بچھونا	وَّسَلَکَ۔ اور چلائے
لَکُمۡ۔ تمہارے لئے	فِیۡهَا۔ اس میں	سُبُلًا۔ رستے	وَّاَنۡزَلَ۔ اوراتارا
مِنَ السَّمَآءِ۔ آسمان سے	مَآءً۔ پانی	فَاَخۡرَجۡنَا۔ تو نکالے ہم نے	بِهٖۤ۔ اس کے ساتھ
اَزۡوَاجًا۔ جوڑے	مِّنۡ نَّبَاتٍ۔ سبزی	شَتّٰی۔ مختلف کے	کُلُوۡا۔ کھاؤ
وَارۡعَوۡا۔ اور چراؤ	اَنۡعَامَکُمۡ۔ اپنے مویشیوں کو	اِنَّ۔ بے شک	فِیۡ ذٰلِکَ۔ اس میں
لَاٰیٰتٍ۔ البتہ نشانیاں ہیں	لِّاُولِی النُّهٰی۔ عقل مندوں کے لئے		

خلاصہ مفہوم رکوع دوم

جب حضرت موسیٰ علیہ السلام شرف ہم کلامی سے مشرف ہو چکے اور آپ کو دو معجزے مقابلہ فرعون کے لئے خاص عطا کئے گئے تو آپ نے اللہ تعالیٰ سے چار چیزیں طلب کیں:

اول رَبِّ اشۡرَحۡ لِیۡ صَدۡرِیۡ۔ یعنی شرح صدر۔ اس لئے کہ نبی کو اصلاح عالم فرمانے میں انواع واقسام کی سختیاں اٹھانی پڑتی ہیں۔ روحانی احکام کی تعلیم اور اخلاق حمیدہ کی ترغیب دینا اور دنیاوی تجمل کو اس کی نظر میں حقیر ثابت کرنا ہوتا ہے ان امور کی قوت کے لئے شرح صدر کی حاجت ہوتی ہے تا کہ اس کے دل سے حجاب ظلمانی اٹھ جائیں اور ہر کام اسے آسان ہو جائے۔ چنانچہ رَبِّ اشۡرَحۡ لِیۡ صَدۡرِیۡ کی تشریح میں وَیَسِّرۡ لِیۡۤ اَمۡرِیۡ۔ بھی ہے۔ کہ آسان کر دے مجھ پر میرا کام۔

دوسرا مطالبہ وَاحۡلُلۡ عُقۡدَةً مِّنۡ لِّسَانِیۡ تھا۔ یہ دعا ظاہری اصلاح واستعداد کی تھی۔ پہلی دعاء باطن سے تعلق رکھتی ہے یہ ظاہر سے تعلق رکھی ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی زبان مبارک میں لکنت تھی۔

بعض کہتے ہیں یہ لکنت پیدائشی تھی۔

بعض کہتے ہیں بچپن میں آپ کھیلتے ہوئے فرعون کو لکڑی مار بیٹھے۔

ایک قول ہے کہ اس کی داڑھی جو موتیوں سے پرتھی نوچ ڈالی اس پر فرعون کو شبہ پیدا ہوا کہ یہ بچہ ضرور وہی ہے جس کی منجموں نے خبر دی ہے کہ وہ تیری ہلاکت اور تیری سلطنت کے غارت کا موجب ہوگا۔

چنانچہ اس نے سیاف کو بلا کر قتل کا حکم دے دیا کہ اس کی بیوی حضرت آسیہ بنت مزاحم نے سفارش کر کے روکا اور کہا بچہ ہے اس پر ایسا ہی شبہ ہے تو نبی یاقوت اور آگ میں تمیز رکھتا ہے اور بچہ آگ اور یاقوت میں تفریق نہیں کر سکتا۔

چنانچہ ایک طرف آگ رکھی گئی ایک طرف یاقوت رکھ دیئے اور موسیٰ علیہ السلام کو چھوڑا گیا آپ اپنی جبلت نبوت کے ماتحت یاقوت کی طرف چلے کہ روح الامین نے آپ کو آگ کی طرف کر دیا اور آپ کے ہاتھ میں ایک انگارہ دے دیا جس سے ہاتھ جلا اور منہ میں حرکات اطفال کے مطابق دے دیا جس سے زبان جل گئی اس سے یہ لکنت تھی بہر حال لکنت ضرور تھی وہ کیسے ہی تھی۔ حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ شہزادہ گلگوں قبا، سید الشہداء امام حسین شہید کربلا کے دہن اقدس میں بھی لکنت تھی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اِنَّهٗ وَرِثَهَا مِنْ عَمِّهٖ مُوْسٰى عَلَيْهِ السَّلَامُ۔ یہ انہیں ورثہ ملا ہے اپنے چچا موسیٰ علیہ السلام کا۔ كَمَا قَالَ الْآلُوْسِيُّ فِي رُوحِ الْمَعَانِي۔

تیسرا سوال تھا وَاجْعَلْ لِّيْ وَزِيْرًا مِّنْ اَهْلِيْ ﴿۲۹﴾ هٰرُوْنَ اَخِي ﴿۳۰﴾ اشْدُدْ بِهٖۤ اَزْرِيْ۔ کر دے میرا وزیر میرے اہل میں سے ہارون میرے بھائی کو اشْدُدْ بِهٖۤ اَزْرِيْ یہ اس کی تشریح ہے کہ بھائی کے وزیر ہونے سے میری قوت بازو بڑھ جائے گی۔

چوتھی عرض یہ تھی وَاَشْرِكْهُ فِيْۤ اَمْرِيْ۔ اور ہارون کو مرتبۂ نبوت بھی عطا فرما دے تاکہ وہ میرے معاملات میں شریک بن سکے۔

ان چاروں مطالبات کو اللہ تعالیٰ نے منظور فرما کر بشارت دی کہ

قَدْ اُوْتِيْتَ سُؤْلَكَ يٰمُوْسٰى۔ موسیٰ تمہارے چاروں سوال پورے کر دیئے گئے۔

اور یہ ہمارا احسان دوبارہ ہے۔

پہلا احسان وہ جبکہ تم فرعون کے گھر پرورش پارہے تھے اور ہم آپ کے نگران تھے اس کے بعد آپ کی والدہ کو جو الہام ہوا جسے وحی فرمایا اس لئے کہ وحی رویا بھی ہوتی ہے اور وحی الہام بھی ہوتی ہے۔ جو نبی اور غیر نبی میں مشترک ہوتی ہے اور وحی پیام و مکالمہ حق کی صورت میں ہوتی ہے وہ مختص ہے خاص انبیاء کرام کے لئے۔

چنانچہ اِذْ اَوْحَيْنَاۤ سے لے کر وَاصْطَنَعْتُكَ لِنَفْسِيْ تک وہی بیان ہے اور تفصیل کے ساتھ ولادت موسیٰ علیہ السلام اور فرعون کے محل میں پرورش پانا اور ایک قبطی کو مار کر مدین کو چلا جانا اور وہاں شادی ہونا اس حال کو ہم مفصل سورہ بقرہ میں بیان کر چکے ہیں جو پہلے پارہ کے چوتھے رکوع سے شروع ہے۔

یہاں بعد ولادت سے صندوق میں بند کرنا اور دریا میں ڈالنا اور فرعون کے ہاتھ آجانا وغیرہ کا بیان ہے جو بالتفصیل اس رکوع کی تفسیر میں آرہا ہے اب تفسیر رکوع دوم ملاحظہ فرمائیں۔

مختصر تفسیر اردو دوسرا رکوع ۔ سورۂ طٰهٰ ۔ پ ۱۶

"قَالَ رَبِّ اشْرَحْ لِيْ صَدْرِيْ ﴿۲۵﴾ وَيَسِّرْ لِيْۤ اَمْرِيْ ﴿۲۶﴾ وَاحْلُلْ عُقْدَةً مِّنْ لِّسَانِيْ ﴿۲۷﴾ يَفْقَهُوْا قَوْلِيْ ﴿۲۸﴾ وَاجْعَلْ لِّيْ وَزِيْرًا مِّنْ اَهْلِيْ ﴿۲۹﴾ هٰرُوْنَ اَخِي ﴿۳۰﴾ اشْدُدْ بِهٖۤ اَزْرِيْ ﴿۳۱﴾ وَاَشْرِكْهُ فِيْۤ اَمْرِيْ ﴿۳۲﴾ كَيْ نُسَبِّحَكَ كَثِيْرًا ﴿۳۳﴾ وَّنَذْكُرَكَ كَثِيْرًا ﴿۳۴﴾ اِنَّكَ كُنْتَ بِنَا بَصِيْرًا ﴿۳۵﴾۔

عرض کیا موسیٰ علیہ السلام نے اے میرے رب کھول دے میرے لئے میرا سینہ اور آسان کر دے میرا کام اور کھول دے گرہ میری زبان سے کہ وہ میرا کلام سمجھ سکیں اور کر دے میرے لئے وزیر میرے اہل میں سے ہارون میرے بھائی کو مضبوط کر

اس سے میری کمر اور شریک کردے اسے میرے کام میں تا کہ تیری تسبیح کافی کریں اور تیری یاد کافی کریں اور تو ہمارا نگران ہے۔"
حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جب جان لیا کہ امر ذہاب فرعون کی طرف جو ہوا ہے وہ معمولی کام نہیں بلکہ ایک زبردست فریضہ ہے اس کے ادا کرنے کے لئے شرح صدر مقدم ہے اور عقد لسان کا کھلنا ضروری ہے ورنہ لکنت کی حالت میں میری گفتگو عوام کیسے سمجھ سکیں گے۔
علامہ راغب رحمہ اللہ کہتے ہیں اصلُ الشرحِ البسطُ شرح اصل میں کھلنے اور کشادہ ہونے کو کہتے ہیں وَشَرْحُ الصَّدْرِ بَسْطُهُ بِنُوْرٍ اِلٰهِيٍّ وَ سَكِيْنَةٍ مِّنْ جِهَةِ اللّٰهِ تَعَالٰى وَ رُوْحٍ مِّنْهُ عَزَّوَجَلَّ اور شرح صدر کشادگی ہے نور الٰہی سے اور اطمینان وسکون ہے منجانب اللہ تعالیٰ اور روح وریحان من اللہ عز وجل ہے۔
"چنانچہ حضرت کلیم اللہ علیہ السلام کی یہ عرض کہ اے میرے رب میرے لئے میرا سینہ کھول دے"۔ اور اسے حمل بار نبوت ورسالت کے لئے وسیع فرمادے اور میرے لئے میرا کام آسان کردے۔"
"وَاحْلُلْ عُقْدَةً مِّنْ لِّسَانِيْ۔ اور میری زبان کی گرہ کھول دے۔"
جو خورد سالی میں آگ کا انگارہ منہ میں رکھ لینے سے پڑ گئی ہے۔ اس کا واقعہ یہ ہے کہ بچپن میں آپ ایک روز فرعون کی گود میں تھے اور برسر دربار وہ خدائی تعلیاں مار رہا تھا آپ نے اس کی داڑھی پکڑ کر اس کے منہ پر زور سے طمانچہ مارا کہ اس کا منہ پھر گیا اس پر وہ غضب ناک ہوا اور آپ کے قتل کا حکم دے دیا حضرت آسیہ جو اس کی بیوی تھیں بولیں بادشاہ یہ بے سمجھ بچہ ہے اسے تیری باتوں سے کیا تعلق اگر چاہے تو تجربہ کرلے۔
چنانچہ ایک طشت میں آگ اور ایک طشت میں یاقوت سرخ آپ کے سامنے رکھ دیئے آپ نے یاقوت لینے چاہے مگر فرشتہ نے آپ کا ہاتھ انگاروں پر رکھ دیا اور ایک انگارہ آپ کے منہ میں دے دیا اور آپ کی زبان مبارک جل گئی اسی کی وجہ سے لکنت پیدا ہوگئی آپ نے وَاحْلُلْ عُقْدَةً مِّنْ لِّسَانِيْ میں اسی لکنت کے لئے عرض کیا تھا۔
اور اس کا فائدہ عرض کیا "يَفْقَهُوْا قَوْلِيْ تا کہ وہ میری بات سمجھیں۔"
"وَاجْعَلْ لِّيْ وَزِيْرًا مِّنْ اَهْلِيْ ﴿۲۹﴾ هٰرُوْنَ اَخِي ﴿۳۰﴾ اشْدُدْ بِهٖٓ اَزْرِيْ ﴿۳۱﴾ وَ اَشْرِكْهُ فِيْٓ اَمْرِيْ ﴿۳۲﴾ كَيْ نُسَبِّحَكَ كَثِيْرًا ﴿۳۳﴾ وَّ نَذْكُرَكَ كَثِيْرًا ﴿۳۴﴾ اِنَّكَ كُنْتَ بِنَا بَصِيْرًا۔ اور کردے میرے لئے ایک وزیر میرے گھر والوں میں سے ہارون میرے بھائی کو تا کہ میری کمر مضبوط کردے اور اسے میرے کام میں شریک کرتا کہ ہم تیری تسبیح کثرت سے کریں اور تیری یاد کثرت سے کریں بے شک تو ہمارا نگران ہے۔"
حضرت ہارون علیہ السلام کو عہدۂ وزارت کے لئے اس وجہ میں مانگا کہ وزیر معاون اور معتمد ہوتا ہے اور کلام میں شریک آپ جب ہی ہوسکتے تھے جبکہ خود بھی مسند آراء نبوت ہوتے اس لئے عرض کیا کہ انہیں میرے امور نبوت وتبلیغ رسالت میں میرا معاون بنادے۔ تا کہ پھر ہم نمازوں میں اور خارج نماز تیری تسبیح کثرت سے کریں اور تیری یاد بھی بکثرت کریں اور تو ہمارے احوال کا عالم ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ نے حضرت کلیم اللہ علیہ السلام کے سوال پر ارشاد فرمایا:
"قَالَ قَدْ اُوْتِيْتَ سُؤْلَكَ يٰمُوْسٰى۔ ہم نے تیرا سوال پورا کیا اور جو تم نے مانگا وہ دیا اے موسیٰ" (علیک السلام)
یعنی ہارون کو نبی اور وزیر بھی کیا اور عقدۂ لسان بھی کھول دیا۔ شرح صدر بھی فرمادیا اور یہ چار مطالبہ ہی نہیں بلکہ۔

''وَلَقَدْ مَنَنَّا عَلَيْكَ مَرَّةً أُخْرٰى۔ یقیناً ہم نے تم پر ایک بار اور بھی احسان فرمایا تھا۔''

اور وہ یہ کہ

''اِذْ اَوْحَيْنَآ اِلٰٓى اُمِّكَ مَا يُوْحٰٓى۔ جب ہم نے تیری ماں کو الہام کیا جو الہام کیا۔''

جب یوحانذ آپ کی والدہ کو خوف ہوا کہ فرعون جہاں اور لڑکے قتل کروا رہا ہے وہ آپ کو بھی ضرور قتل کر دے گا۔

''اِذْ اَوْحَيْنَآ اِلٰٓى اُمِّكَ مَا يُوْحٰٓى۔ جب الہام کیا ہم نے تمہاری ماں کو جو الہام کیا۔''

وَالْمُرَادُ بِالْاِيْحَاءِ عِنْدَ الْجَمْهُوْرِ مَا كَانَ بِالْهَامٍ كَمَا فِيْ قَوْلِهٖ تَعَالٰى وَاَوْحٰى رَبُّكَ اِلَى النَّحْلِ۔ اور اَوْحٰى سے یہاں مراد عند الجمہور وہ ایحاء ہے جو دل میں بطور الہام القا ہو جیسا دوسری جگہ ارشاد باری تعالیٰ ہے وَاَوْحٰى رَبُّكَ اِلَى النَّحْلِ۔ یہاں القاء فی القلب مراد ہے جو مکھیوں کے دل میں ڈال دیا گیا کہ وہ اپنے گھر پہاڑوں اور اونچے جنگل کے درختوں میں بنائیں۔

بہر حال وحی کا جہاں استعمال غیر نبی کے لئے ہو وہاں سے مراد دل میں ڈالنا۔ القاء کرنا یا کشف فرمانا یا خواب میں بتانا ہے اور جہاں نبی کے لئے وحی کا لفظ استعمال ہو وہ قطعاً وحی ہے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ کے نام کی تحقیق

وَاخْتُلِفَ فِيْ اِسْمِ اُمِّهٖ عَلَيْهِ السَّلَامُ۔ آپ کی والدہ ماجدہ کے نام میں اختلاف ہے۔

وَالْمَشْهُوْرُ اَنَّهٗ يُوْحَانَذْ۔ مشہور قول یہی ہے کہ آپ کا نام یوحانذ تھا۔

وَ فِي الْاَتْقَانِ هِيَ مِحْيَانَةُ بِنْتُ يَصْهَرَ بْنِ لَاوِیْ۔ تفسیر اتقان میں ہے کہ آپ کا نام محیانہ بنت یصہر بن لاوی ہے۔

وَ قِيْلَ بَارْخَا۔ ایک قول ہے کہ ارخا نام تھا۔

وَ قِيْلَ بَاذْخَتُ۔ ایک قول ہے کہ باذخت نام ہے۔

وَمَا اشْتَهَرَ مِنْ خَاصِيَّتِهٖ فَتْحُ الْاَقْفَالِ بِهٖ بَعْدَ رِيَاضَةٍ مَّخْصُوْصَةٍ لَّهٗ مِمَّا تَجِدُ فِيْهِ اَثْرًا وَلَعَلَّهٗ حَدِيْثُ خُرَافَةٍ۔ اور یہ جو مشہور ہے کہ اس نام کی خاصیت یہ ہے کہ اگر اس کی زکوٰۃ دے دی جائے تو اس نام سے قفل کھل جاتے ہیں اس کے متعلق ہم نے کوئی اثر نہ پایا بلکہ ہمارا گمان تو یہ ہے کہ شاید یہ حدیث لغو ہی ہے۔

''اَنِ اقْذِفِيْهِ فِي التَّابُوْتِ فَاقْذِفِيْهِ فِي الْيَمِّ فَلْيُلْقِهِ الْيَمُّ بِالسَّاحِلِ يَاْخُذْهُ عَدُوٌّ لِّيْ وَعَدُوٌّ لَّهٗ ؕ۔ کہ اس بچے کو صندوق میں رکھ کر اس صندوق کو دریا میں ڈال دے تو وہ دریا اسے کنارہ پر ڈالے (تاکہ) اسے وہ پکڑ لے جو میرا دشمن اور اس کا دشمن ہے۔''

اقْذِفِيْ سے مراد القاء اور طرح ہے یعنی صندوق ڈالنا اور صندوق کو دریا میں پھینکنا مراد ہے۔

بحر میں ہے کہ يَمّ هُوَ اِسْمٌ لِلْبَحْرِ الْعَذْبِ – وَ قِيْلَ اِسْمٌ لِلنِّيْلِ۔ یم میٹھے پانی کے دریا پر بولتے ہیں اور ایک قول ہے کہ یہ دریائے نیل کا نام ہے۔

اور عَدُوٌّ لِّيْ وَعَدُوٌّ لَّهٗ ؕ سے مراد حضرت جل مجدہٗ وعز اسمہٗ اور موسیٰ علیہ السلام ہیں۔ اس لئے کہ فرعون توحید کا دشمن

اور مخالف تھا۔ ستارہ پرست قوم میں تھا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کا اس لئے دشمن اور مخالف تھا کہ آپ دعوت توحید دینے کے لئے مبعوث ہوئے اور یہ شان قدرت دکھانی مقصود تھی کہ دشمن کی گود میں مبلغ توحید کی پرورش کرائی جائے۔ چنانچہ ارشاد ہے:

''وَ اَلْقَیْتُ عَلَیْكَ مَحَبَّةً مِّنِّیْ۔ اور ڈال دی میں نے تجھ پر اپنی طرف سے محبت۔''

حضرت سید المفسرین ابن عباس فرماتے ہیں کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے محبوب بنایا اور اپنا محبوب بنا کر خلق کا محبوب کر دیا۔

اس لئے کہ جسے اللہ تعالیٰ اپنی محبوبیت سے نوازتا ہے اس کی محبت خلائق کے دلوں میں پیدا ہو جاتی ہے چنانچہ حدیث شریف میں ہے۔

تو یہی شان حضرت موسیٰ علیہ السلام کی تھی کہ جو آپ کو دیکھتا آپ پر فریفتہ ہو جاتا۔

قتادہ رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی آنکھوں میں کچھ ایسی کشش اور ملاحت تھی جسے دیکھ کر ہر دیکھنے والا فریفتہ ہو جاتا اور اس کے دل میں آپ کی محبت جوش زن ہو جاتی۔

صندوق کا بنانا اور اس کی کیفیت اور اسے دریا سے باہر نکالنے کا حال

رُوِیَ اُمُّهٗ عَلَیْهِ السَّلَامُ حِیْنَ اُوْحِیَ اِلَیْهَا مَا اُوْحِیَ جَعَلَتْهُ فِیْ تَابُوْتٍ مِّنْ خَشَبٍ وَقِیْلَ مِنْ بروی عَمِلَهٗ مُؤْمِنُ اٰلِ فِرْعَوْنَ وَسَدَّتْ خُرُوْقَهٗ وَ فَرَشَتْ نِطَعًا – وَ قِیْلَ قطا مملوجا فَسَدَّتْ فَمَهٗ وَ جَصَّصَتْهُ وَقَیَّرَتْهُ وَاَلْقَتْهُ فِی الْیَمِّ فَبَیْنَمَا فِرْعَوْنُ فِیْ مَوْضِعٍ یُّشْرِفُ عَلَی النِّیْلِ وَامْرَاَتُهٗ مَعَهٗ اِذْرَاٰی التَّابُوْتَ عِنْدَ السَّاحِلِ فَاَمَرَ بِهٖ فَفُتِحَ فَاِذَا صَبِیٌّ اَصْبَحُ النَّاسِ وَجْهًا فَاَحَبَّهٗ هُوَ وَامْرَاَتُهٗ حُبًّا شَدِیْدًا۔

روایت ہے کہ جب آپ کی والدہ کو الہام ہوا جو ہوا تو آپ کا لکڑی کا صندوق ایک فرعون کے آدمی سے بنوایا اور اس کی درزیں بند کیں اور اس میں روئی وغیرہ بچھا کر نرم کیا اور اس کا منہ بند کر کے چونہ کی ٹیپ کر دی اور پھر اسے دریا میں ڈال دیا۔ جب یہ صندوق بہتا جا رہا تھا تو فرعون اور اس کی بیوی آسیہ ایک بلند جگہ دریا کے کنارے بیٹھے ہوئے تھے۔ جب یہ صندوق نظر پڑا کہ ساحل دریا پر آ گیا ہے اس نے حکم دیا کہ اسے لے کر کھولا جائے تو اس میں ایک نہایت حسین و جمیل بچہ چندے آفتاب چندے ماہتاب نظر آیا۔

اور چار نظریں ہوتے ہی فرعون اور اس کی بیوی آپ پر فریفتہ اور شیدا ہو گئے۔

وَ قِیْلَ اِنَّ التَّابُوْتَ جَاءَ فِی الْمَاءِ اِلَی الْمَشْرَبَةِ الَّتِیْ كَانَتْ جَوَارِیْ امْرَاَةِ فِرْعَوْنَ یَسْتَقِیْنَ مِنْهَا الْمَاءَ فَاَخَذْنَ التَّابُوْتَ وَ جِئْنَ بِهٖ اِلَیْهَا وَهُنَّ یَحْسِبْنَ اَنَّ فِیْهِ مَالًا فَلَمَّا فَتَحْنَهٗ رَاَتْهُ عَلَیْهِ السَّلَامُ فَاَحَبَّتْهُ وَاَعْلَمَتْ فِرْعَوْنَ وَطَلَبَتْ مِنْهُ اَنْ یَّتَّخِذَهٗ وَلَدًا وَّ قَالَتْ قُرَّتُ عَیْنٍ لِّیْ وَ لَكَ ؕ لَا تَقْتُلُوْهُ فَقَالَ لَهَا یَكُوْنُ لَكِ وَاَمَّا اَنَا فَلَا حَاجَةَ لِیْ فِیْهِ۔

ایک قول یہ ہے کہ جب تابوت پانی میں بہتا ہوا اس ساحل پر آیا جو حضرت آسیہ فرعون کی بیوی کے ہمسایہ عورتوں کا گھاٹ تھا جہاں سے وہ پانی لیا کرتی تھیں تو انہوں نے وہ تابوت پکڑ لیا اور اسے لے کر آسیہ کے پاس آئیں ان کا یہ گمان تھا کہ اس میں مال ہے جب کھولا تو اس میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کو پایا جیسے ہی آسیہ کی نظر آپ پر پڑی تو سو جان سے فریفتہ ہو

گئی۔ جب فرعون کو معلوم ہوا تو اس نے وہ صندوق منگوایا۔ حضرت آسیہ نے فرعون سے کہا کہ اسے متبنیٰ کر لے اور کہا یہ تیری اور میری آنکھوں کی ٹھنڈک اور روشنی ہے اسے قتل نہ کرا۔

فرعون بولا یہ تیری ہی آنکھ کی ٹھنڈک ہے۔ رہا میں تو مجھے بیٹا بنا کر رکھنے کی حاجت نہیں۔

یہاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جیسا کہ نسائی اور ایک جماعت محدثین نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے:

وَالَّذِیْ یُحْلَفُ بِهٖ لَوْ اَقَرَّ فِرْعَوْنُ بِاَنْ یَّكُوْنَ قُرَّةُ عَیْنٍ لَّهٗ كَمَا قَالَتْ اِمْرَاَتُهٗ لَهَدَاهُ اللّٰهُ تَعَالٰی بِهٖ كَمَا هَدٰی بِهٖ اِمْرَاَتَهٗ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ حَرَّمَهٗ ذَالِكَ۔

اگر فرعون بھی اقرار کر لیتا کہ یہ میرے لئے بھی قرۃ العین ہے جیسے اس کی بیوی نے کہا تو ضرور اللہ تعالیٰ اسے ہدایت عطا فرما دیتا جس طرح حضرت آسیہ کو ہدایت ہوئی۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے اس پر ہدایت حرام فرما دی تھی۔ اور **سَوَآءٌ عَلَیْهِمْ ءَاَنْذَرْتَهُمْ اَمْ لَمْ تُنْذِرْهُمْ لَا یُؤْمِنُوْنَ** پوری طرح سے متحقق ہو چکا تھا۔

اس کے علاوہ اور بھی چند روایتیں علامہ آلوسی رحمہ اللہ نے نقل فرمائیں جو بخوف طوالت نہیں لکھی گئیں آگے ارشاد ہے:

"**وَلِتُصْنَعَ عَلٰی عَیْنِیْ**۔ اور اس لئے کہ تو میری نگرانی میں پروان چڑھے۔"

یعنی حفاظت الٰہی عزوجل میں خانہ عدو کے اندر حضرت موسیٰ علیہ السلام کی پرورش ہو۔ عربی محاورہ میں تصنع استعارہ تمثیلیہ ہے محافظت سے۔

اور ایک قول ہے الصنع الاحسان۔ بعض نے کہا صنع بمعنی احسان ہے۔

علامہ نحاس کہتے ہیں **یُقَالُ صَنَعْتُ الْفَرَسَ اِذَا اَحْسَنْتَ اِلَیْهِ** جب گھوڑے کو اچھی طرح سدھایا جائے اور اس کی اچھی پرورش ہو تو **صَنَعْتُ الْفَرَسَ** کہتے ہیں۔ اب آگے اس حفاظت کا نظام اور حسن انتظام ظاہر فرمایا چنانچہ ارشاد ہے:

"**اِذْ تَمْشِیْۤ اُخْتُكَ**۔ جب چلی تیری بہن۔"

قَالَ الْحَوْفِیُّ وَغَیْرُهٗ عَلٰی اَنَّ الْمُرَادَ بِهٖ وَقْتٌ وَقَعَ فِیْهِ مَشْیُ الْاُخْتِ وَمَا تَرَتَّبَ عَلَیْهِ مِنَ الْقَوْلِ وَالتَّرَجُّعِ اِلٰی اُمِّهَا وَتَرْبِیَتِهَا لَهٗ بِالْحَنُوِّ وَ هُوَ الْمِصْدَاقُ لِقَوْلِهٖ تَعَالٰی وَ لِتُصْنَعَ عَلٰی عَیْنِیْ اِذْلَا شَفَقَةَ اَعْظَمُ مِنْ شَفَقَةِ الْاُمِّ۔

علامہ حوفی وغیرہ فرماتے ہیں اس سے وہ واقعہ ہی مراد ہے جبکہ حضرت کلیم اللہ کو صندوق میں رکھ کر دریا میں چھوڑا تو آپ کی بہن کنارے کنارے دریا کے اسے دیکھتی چلیں اور وہاں جب دایہ کی تلاش شروع ہوئی تو آپ نے فرمایا۔

"**فَتَقُوْلُ هَلْ اَدُلُّكُمْ عَلٰی مَنْ یَّكْفُلُهٗ** کہا کیا میں بتاؤں جو اس بچہ کی پرورش کرے۔"

یہ آپ کی بہن نے کہا تھا اور آپ کی بہن کا نام مریم تھا۔ یہ اس غرض سے اس تابوت کے پیچھے چلتی تھیں کہ اپنے بھائی کا پتہ رکھیں کہ وہ کس کے ہاتھ آئے۔ چنانچہ آپ نے دیکھا کہ وہ صندوق فرعون کے ہاتھ آ گیا اور وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لئے دودھ پلانے والی دایاں تلاش کر رہا ہے اب تک جتنی دودھ پلانے والی دایاں آئیں آپ نے کسی کی چھاتی کو منہ نہ لگایا تو آپ کی بہن نے اس کی پریشانی بھی محسوس فرمائی تو اسے کہا **هَلْ اَدُلُّكُمْ عَلٰی مَنْ یَّكْفُلُهٗ** کیا میں بتا دوں جو اس بچہ کی پرورش

کر سکے چنانچہ اس واقعہ کو تفصیل کے ساتھ آلوسی صاحب روح المعانی اس طرح تحریر فرماتے ہیں:

اَخْرَجَ جَمَاعَةٌ مِّنْ خَبَرٍ طَوِيْلٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا۔

اِنَّ اٰسِيَةَ حِيْنَ اَخْرَجَتْ مُوْسٰى عَلَيْهِ السَّلَامُ مِنَ التَّابُوْتِ وَاسْتَوْهَبَتْهُ مِنْ فِرْعَوْنَ فَوَهَبَهُ لَهَا اَرْسَلَتْ اِلٰى مَنْ حَوْلَهَا مِنْ كُلِّ امْرَأَةٍ لَهَا لَبَنٌ لِتَخْتَارَ لَهُ ظِئْرًا فَلَمْ يَقْبَلْ ثَدْىَ وَاحِدَةٍ مِّنْهُنَّ حَتّٰى اَشْفَقَتْ اَنْ يَمْتَنِعَ مِنَ اللَّبَنِ فَيَمُوْتَ فَاَحْزَنَهَا ذَالِكَ فَاَمَرَتْ لَهُ فَاُخْرِجَ اِلَى السُّوْقِ۔ الخ

(مکمل ترجمہ یہ ہے) جب حضرت آسیہ نے موسیٰ علیہ السلام کو تابوت سے نکالا اور فرعون سے ان کی جان بخشی چاہی اور فرعون نے انہیں حضرت آسیہ کو دے دیا تو آسیہ نے شہر کی دودھ والیاں جمع کیں تا کہ ان میں سے کسی کا دودھ آپ قبول فرمائیں تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کسی کا دودھ قبول نہ فرمایا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ان پر دوسری عورتوں کا دودھ حرام کر دیا تھا۔

یہ حال دیکھ کر آسیہ خائف ہوئیں کہ جب یہ کسی کا دودھ نہیں لیتے تو آخر یہ مر جائیں گے۔

تو اس حال کی خبر آپ نے فرعون کو دی تو اس نے آپ کو بازار میں بھیجا لوگ جمع ہو گئے ان کی عورتیں اپنا اپنا دودھ دینے کو آ گئیں مگر آپ نے کسی کا دودھ نہ لیا (اور اس کا سبب قرآن کریم میں موجود ہے حیث قال وَحَرَّمْنَا عَلَيْهِ الْمَرَاضِعَ)

ادھر آپ کی والدہ والہانہ صبح اٹھیں اور مریم ہمشیرہ موسیٰ علیہ السلام سے کہنے لگیں بیٹی تم اس تابوت کے پیچھے جاؤ اور معلوم کرو شاید کسی کو معلوم ہوا ہو کہ وہ بچہ زندہ ہے یا کسی جانور نے اسے کھا لیا۔ پورا پتہ کر کے آؤ۔

اور آپ وہ بات بھول گئیں جو الہاماً اللہ تعالیٰ نے ان سے وعدہ کیا تھا (اِنَّا رَآدُّوْهُ اِلَيْكِ) تو آپ نے یعنی موسیٰ علیہ السلام کی بہن نے ان کے پاس پہنچ کر خوشی سے کہا میں تمہیں ایسا گھرانہ بتاتی ہوں جو اس بچے کو پرورش کرے گا اور وہ اس کا خیر خواہ ہوگا۔

تو فرعون نے ان کو پکڑ لیا اور کہا تو نے کیسے یقین کر لیا کہ وہ گھرانہ خیر اندیش ہے اور آپ پر شک کیا اس گفتگو پر آپ نے فرمایا:

میں نے جو کہا ہے وہ بادشاہ کی رضا جوئی کے لئے کہا ہے اور اس میں میری طرف سے خیر خواہی کے سوا اور کچھ نہیں ہے تو درباریوں نے آپ کو چھوڑ دیا اور اس گھر کا پتہ پوچھا۔

"فَرَجَعْنٰكَ اِلٰٓى اُمِّكَ كَىْ تَقَرَّ عَيْنُهَا وَلَا تَحْزَنَ۔ تو واپس کیا ہم نے تمہیں تمہاری والدہ کے پاس کہ ٹھنڈی ہو اس کی آنکھ اپنے نور عین سے اور غم نہ کرے۔"

حضرت مریم ہمشیرہ موسیٰ علیہ السلام انہیں ساتھ لے کر ام موسیٰ علیہ السلام کے پاس آ گئیں۔

چنانچہ وہ لوگ حضرت یوحانذ کو ہمراہ لے کر پہنچے۔

آخر ش جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ان کی گود میں ڈالا تو آپ اپنی والدہ کی چھاتیوں کی طرف دیکھنے لگے جب آپ نے چھاتی منہ میں دی تو موسیٰ علیہ السلام چسکی لینے لگے حتیٰ کہ آپ کی کونچ بھر گئی اور آپ خوش خوش نظر آئے۔

تو حضرت آسیہ کو خوشخبری دی گئی کہ ہم نے آپ کے بچے کی دایہ کو پا لیا ہے۔ آسیہ نے آپ کو بلایا اور دیکھا کہ موسیٰ علیہ السلام اس کی گود میں خوش ہیں۔

حضرت آسیہ نے فرمایا تم یہاں رہو اور دودھ پلاؤ اس میرے نور چشم کو۔ اس لئے کہ مجھے اس سے زیادہ کوئی محبوب نہیں ہے۔

حضرت یوحانذ نے فرمایا میں گھر چھوڑ کر یہاں نہیں رہ سکتی اگر آپ کو گوارا ہو تو یہ بچہ میرے حوالہ کر دیں میں اسے لے جاؤں گی اور اپنے گھر میں اس کی نگرانی کروں گی۔

اور اگر یہ منظور نہیں تو میں اپنا گھر نہیں چھوڑ سکتی۔

پھر آپ کو وہ وعدۂ حق یاد آیا جو اللہ تعالیٰ نے فرمایا تھا اِنَّا رَآدُّوْهُ اِلَيْكِ وَجَاعِلُوْهُ مِنَ الْمُرْسَلِيْنَ۔

تو حضرت آسیہ پر حضرت موسیٰ علیہ السلام کی اتنی مفارقت بھی گوارا نہ تھی۔

اور حضرت یوحانذ ام موسیٰ علیہ السلام کو یقین تھا کہ اِنَّا رَآدُّوْهُ وعدۂ الٰہی ہے یہ ضرور پورا ہوگا۔

چنانچہ وہ مع موسیٰ علیہ السلام اپنے گھر آئیں اور اللہ تعالیٰ نے آپ کی نشو و نما کا اس طرح کا نظام فرمایا۔

فَلَمَّا تَرَعْرَعَ۔ یعنی جب آپ جوان ہونے پر آئے تو حضرت آسیہ نے فرمایا میرے لخت جگر کو مجھے دکھا چنانچہ ایک روز مقرر کیا کہ اس دن میں لے کر آؤں گی۔

حضرت آسیہ نے اس دن کے لئے خزانچی اور پاسبان (قہارمہ پاسبان کو کہتے ہیں۔ قہرمہ اس کا واحد قہارمہ جمع ہے) سب کو حکم دیا کہ جب حضرت یوحانذ آئیں تو سب کا فرض ہے کہ ان کے سامنے ہدایا اور تحائف کے ساتھ آنا۔

چنانچہ سب تحفہ تحائف لے کر منتظر قدوم موسیٰ علیہ السلام تھے۔

مختصر یہ کہ آپ موسیٰ علیہ السلام کو لے کر آئیں اور حضرت آسیہ نے بھی رضاعت کا معاوضہ کافی پیش کر دیا۔

پھر آپ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو لے کر فرعون کے پاس آئیں۔ فرعون نے آپ کو گود میں لیا کہ آپ نے اس کی داڑھی (جو موتیوں سے بھری ہوئی تھی) پکڑ کر کھینچی۔

پھر سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے دریافت کیا کہ وَفَتَنّٰكَ فُتُوْنًا کا کیا مطلب ہے۔

آپ نے فرمایا یہ قصہ بہت طویل ہے۔

اس کے بعد آپ کا فرعون کی داڑھی کھینچنا۔ پھر آپ کے طمانچہ سے بنی اسرائیل کے آدمی کا مر جانا اور داڑھی کھینچنے پر فرعون کا غضب ناک ہونا اور آپ کے قتل کا حکم دینا۔

پھر حضرت آسیہ کی سفارش پر انگارے اور یاقوت سامنے رکھنا۔ پھر قتل قبطی پر آپ کا مدین کی طرف آنا اور حضرت شعیب علیہ السلام کے پاس پہنچنا۔ پھر حضرت شعیب کا اِنِّيْٓ اُرِيْدُ اَنْ اُنْكِحَكَ اِحْدَى ابْنَتَيَّ هٰتَيْنِ عَلٰٓى اَنْ تَاْجُرَنِيْ ثَمٰنِيَ حِجَجٍ۔ فرمانا۔ پھر ایک صاحبزادی سے عقد ہونا سب کچھ بیان فرمایا (کمافی روح المعانی)

آگے فرمایا ثُمَّ عَوْدُهٗ اِلٰى مِصْرَ وَاِخْطَاءُ الطَّرِيْقِ فِي اللَّيْلَةِ الْمُظْلِمَةِ وَتَفَرُّقُ غَنَمٍ فِيْهَا۔ پھر آپ کا مصر کی طرف لوٹنا اور راستہ بھول جانا اندھیری رات میں اور بکریوں کا منتشر ہونا۔ یہ بیان فرما کر ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا هٰذِهٖ مِنَ الْفُتُوْنِ يَا ابْنَ جُبَيْرٍ۔ یہ ہیں وہ فتنے اے ابن جبیر آگے ارشاد ہے:

”وَقَتَلْتَ نَفْسًا فَنَجَّيْنٰكَ مِنَ الْغَمِّ وَفَتَنّٰكَ فُتُوْنًا۔ اور قتل کر دیا تم نے ایک جان کو تو ہم نے تمہیں نجات دی غم

سے اور تمہیں خوب امتحان میں ڈالا۔"

سید المفسرین فرماتے ہیں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی عمر مبارک ابھی بارہ سال کی تھی کہ ایک قبطی آپ کے عقیدت کیش سبطی کو بیگار میں پکڑ کر اس کی لکڑیوں کا گٹھا جبراً لادر ہا تھا۔ فَاسْتَغَاثَهُ الَّذِي مِنْ شِيعَتِهِ۔ تو اس نے آپ سے استغاثہ کیا۔ آپ نے اس کی حمایت کی اور فرمایا لکڑیاں اس کی ہیں تجھے کوئی حق نہیں کہ بلا وجہ چھینے۔

وہ کہنے لگا میں شاہی داروغہ ہوں مجھے حق ہے کہ میں لکڑیاں لے لوں۔

آپ کو غصہ آیا اور اس غیر منصفانہ طریق عمل پر آپ نے اس کے طمانچہ مار دیا۔ اسے بھلا ایک پیغمبر کلیم اللہ ہونے والے کے طمانچہ کی کہاں برداشت ہوتی وہ مر گیا۔

باری تعالیٰ فرماتے ہیں: "فَنَجَّيْنٰكَ مِنَ الْغَمِّ تو ہم نے تمہیں نجات دی غم سے۔"

یعنی فکروں محنتوں میں ڈال کر خلاصی بخشی اور آپ کو شہر مدین کی راہ دکھا دی۔ مدین مصر سے آٹھ منزل دور ایک شہر ہے۔ جس میں حضرت شعیب علیہ السلام رہتے تھے تو جب آپ مدین میں تشریف لے آئے اور حضرت شعیب علیہ السلام سے ملاقات ہوئی جس کا مفصل قصہ سورۂ قصص میں آئے گا۔ جب حضرت شعیب علیہ السلام نے سب قصہ سنا تو فرمایا تھا لَا تَخَفْ نَجَوْتَ مِنَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ۔ (قصص رکوع سوم)

"فَلَبِثْتَ سِنِيْنَ فِيْٓ اَهْلِ مَدْيَنَ ۙ ثُمَّ جِئْتَ عَلٰى قَدَرٍ يّٰمُوْسٰى ﴿۴۰﴾ وَاصْطَنَعْتُكَ لِنَفْسِيْ ﴿۴۱﴾ اِذْهَبْ اَنْتَ وَاَخُوْكَ بِاٰيٰتِيْ وَلَا تَنِيَا فِيْ ذِكْرِيْ ﴿۴۲﴾ اِذْهَبَآ اِلٰى فِرْعَوْنَ اِنَّهٗ طَغٰى۔ تو تم رہے کئی سال مدین میں پھر آئے تم ایک مقررہ وعدے پر اے موسیٰ (علیہ السلام) اور ہم نے تمہیں خاص اپنے لئے بنایا جاؤ تم اور تمہارا بھائی میری نشانیوں کے ساتھ اور میری یاد میں سستی نہ کرنا جاؤ دونوں فرعون کی طرف بے شک اس نے سر اٹھایا ہے۔"

مدین میں حضرت موسیٰ علیہ السلام حضرت شعیب علیہ السلام کے پاس کئی سال رہے حتیٰ کہ حضرت شعیب علیہ السلام نے آٹھ سال خدمت لینے کے معاوضہ میں اپنی صاحبزادی حضرت صفورا (رضی اللہ عنہا) سے نکاح کر دیا۔

"ثُمَّ جِئْتَ عَلٰى قَدَرٍ يّٰمُوْسٰى۔ یعنی اپنی وحی آنے کی عمر میں آپ وہاں آئے جہاں اِنِّيْٓ اَنَا رَبُّكَ فَاخْلَعْ نَعْلَيْكَ کی بشارت دی گئی تھی اور وہ مقرر عمر چالیسواں سال ہے۔

یہ وہ سن ہے کہ انبیاء کرام کی طرف اس ہی سن میں وحی ہوتی رہی ہے اور وَاصْطَنَعْتُكَ لِنَفْسِيْ یعنی ہم نے تمہیں اپنی وحی و رسالت کے لئے بنایا ہے تاکہ میری مشیت اور محبت پر آپ کا تصرف ہو اور میری محبت پر آپ قائم رہیں اور آپ میرے اور مخلوق کے مابین واسطہ بنیں میرا خطاب پہنچانے میں اور میری نشانیاں یعنی معجزات لے کر آپ دونوں بھائی فرعون کی طرف جائیں اس نے بہت سرکشی کی ہے۔

آپ کے مدین میں قیام کی مدت میں چند قول ہیں:

وَ هِيَ فِيْمَا قِيْلَ عَشْرَ سِنِيْنَ۔ ایک قول سے دس سال مدت قیام ہے۔

وَ قَالَ وَهْبٌ ثَمَانٌ وَّ عِشْرُوْنَ سَنَةً اَقَامَ فِيْ عَشْرٍ مِّنْهَا يَرْعٰى غَنَمَ شُعَيْبٍ عَلَيْهِ السَّلَامُ مَهْرًا لِاِبْنَتِهٖ وَ فِيْ ثَمَانَ عَشَرَةَ مَعَ زَوْجَتِهٖ وَوُلِدَ لَهٗ فِيْهَا وَ هُوَ الْاَوْفَقُ بِكَوْنِهٖ عَلَيْهِ السَّلَامُ نَبِيَّ عَلٰى رَاْسِ

الْاَرْبَعِیْنَ۔

اِذَا قُلْنَا بِاَنَّ سِنَّهٗ عَلَیْهِ السَّلَامُ حِیْنَ خَرَجَ اِلٰی مَدْیَنَ اِثْنَتَا عَشَرَةَ سَنَةً وَ مَدْیَنُ بَلَدُ شُعَیْبٍ عَلَیْهِ السَّلَامُ عَلٰی ثَمَانِ مَرَاحِلَ مِنْ مِّصْرَ۔

دس سال آپ مدین میں مقیم رہے۔

اور وہب رحمہ اللہ فرماتے ہیں اٹھائیس سال مدین میں قیام فرمایا۔ اس میں دس سال بکریاں چرائیں شعیب علیہ السلام کی صاحبزادی حضرت صفورا کے مہر میں جیسا کہ قرآن کریم میں ہے۔ (سورہ قصص)

اِنِّیْۤ اُرِیْدُ اَنْ اُنْكِحَكَ اِحْدَى ابْنَتَیَّ هٰتَیْنِ عَلٰۤى اَنْ تَاْجُرَنِیْ ثَمٰنِیَ حِجَجٍۚ فَاِنْ اَتْمَمْتَ عَشْرًا فَمِنْ عِنْدِكَ۔ (رکوع ۳)

اور وہب رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اٹھارہ سال اپنی بیوی حضرت صفورا کے ساتھ مدین میں رہے اور وہاں ہی بچہ ہوا تو بارہ سال اور دس سال بائیس سال یہ ہوئے اور اٹھارہ سال بیوی کے ساتھ رہے کل چالیس سال ہوئے اور یہی وہ سال عموماً ہوتا ہے جس میں نبوت سے سرفراز فرمایا جائے۔

چنانچہ آلوسی رحمہ اللہ فرماتے ہیں ہم کہہ چکے ہیں کہ مدین کی طرف آپ بارہ سال کی عمر میں روانہ ہوئے تھے اور مدین شہر ہے حضرت شعیب علیہ السلام کا جو آٹھ منزل پر ہے مصر سے آگے ارشاد ہے جس میں طریق تبلیغ کی تعلیم ہے۔

"فَقُوْلَا لَهٗ قَوْلًا لَّیِّنًا لَّعَلَّهٗ یَتَذَكَّرُ اَوْ یَخْشٰى۔ تو کہنا اس سے نرم بات شاید کہ وہ نصیحت پکڑے یا خائف ہو جائے۔"

یعنی فرعون سے نرم طریقہ سے نصیحت کی باتیں کرنا اور یہ حکم اس لئے تھا کہ فرعون نے آپ کے عہد طفولیت میں خدمت کی تھی۔

بعض مفسرین فرماتے ہیں کہ نرم کلام سے مراد یہ ہے کہ اس سے آپ وعدہ فرمائیں کہ وہ ایمان قبول کرے گا تو تمام عمر جوان رہے گا کبھی شیب یعنی پیری اس پر مسلط نہ ہوگی اور اس کے مرتے دم تک اس کی سلطنت باقی رہے گی اور کھانے پینے اور نکاح کی لذتیں تادم مرگ اس سے سلب نہ ہوں گی اور بعد موت جنت میں داخل ہو کر جملہ انعمہ واطعمہ اور حور و غلمان میں رہے گا۔

فرعون نے جب یہ باتیں حضرت موسیٰ علیہ السلام سے سنیں تو بہت خوش ہوا۔

چنانچہ علامہ آلوسی رحمہ اللہ مذکورہ روایت کو مولائے کائنات شیر خدا اسد اللہ اور ابن عباس اور سفیان ثوری اور آپ کے ساتھ چار اور ہیں جن سے یہ روایت مروی ہے ابوالولید، ابومصعب، ابوالعباس، ابومرہ فرماتے ہیں: عَدَاهُ شَبَابًا لَا یَهْرِمُ بَعْدَهٗ وَمُلْكًا لَا یُنْزَعُ مِنْهُ اِلَّا بِالْمَوْتِ وَاَنْ یَبْقٰی لَهٗ لَذَّةُ الْمَطْعَمِ وَالْمَشْرَبِ وَالْمَنْكَحِ اِلٰی حِیْنِ مَوْتِهٖ۔

دوسری روایت میں حسن سے یہ اور زیادہ ہے قُوْلَا لَهٗ اِنَّ لَکَ رَبًّا وَاِنَّ لَکَ ...... وَاِنَّ بَیْنَ یَدَیْکَ جَنَّةً وَ نَارًا فَاٰمِنْ بِاللّٰهِ تَعَالٰی یُدْخِلْکَ الْجَنَّةَ وَ یَقِیْکَ عَذَابَ النَّارِ۔ ایک علیحدہ روایت میں ہے۔

فرعون آمادہ ہو چکا تھا کہ ایمان لے آئے لیکن چونکہ وہ کوئی کام بغیر مشورہ ہامان کے نہیں کرتا تھا اس وجہ میں ہامان کے انتظار میں رہا جب وہ آ گیا تو فرعون نے کہا کہ موسیٰ یہ یہ وعدہ کر رہے ہیں میرا خیال ہے کہ میں ان پر ایمان لے آؤں۔

ہامان کہنے لگا فرعون میں تو تجھے عقل مند سمجھتا تھا لیکن آج ظاہر ہوا کہ تو قطعی بے وقوف ہے اور سفلہ خوش پوشاک ہے تو عابد بن رہا ہے با آنکہ آج تو معبود ہے تو جو آج رب ہے اب بندہ بننا چاہتا ہے۔

فرعون نے کہا تو ٹھیک کہتا ہے۔

صحبت صالح ترا صالح کند صحبت طالح ترا طالح کند

حضور سید یوم النشور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہی ارشاد ہے۔ لِلصُّحْبَةِ تَاَثُّرٌ وَلَوْ كَانَ سَاعَةً۔ صحبت کی تاثیر ہوتی ہے اگر چہ ایک ساعت ہی کیوں نہ ہو۔

بہر حال صحبت ہامان نے اسے مردود کا مردود ہی رکھا۔

اب اللہ تعالیٰ کی طرف سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو حکم ہوا کہ وہ حضرت ہارون کے پاس آئیں اور ہارون علیہ السلام پہلے ہی مصر میں تھے۔

ادھر حضرت ہارون کو وحی کی گئی کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام سے ملیں چنانچہ آپ نے ایک منزل چل کر موسیٰ علیہ السلام کا استقبال کیا اور جو وحی آپ کی طرف ہوئی تھی اس سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو مطلع کیا۔

ایک خاص لغت لَعَلَّ کا حل

ذَهَبَ اِلَيْهِ جَمَاعَةٌ مِّنْهُمُ الْاَخْفَشُ وَالْكِسَائِيُّ بَلْ حَكَى الْبَغَوِيُّ عَنِ الْوَاقِدِيِّ اَنَّ جَمِيْعَ مَا فِي الْقُرْاٰنِ مِنْ لَعَلَّ فَاِنَّهَا لِلتَّعْلِيْلِ اِلَّا قَوْلَهٗ تَعَالٰى لَعَلَّكُمْ تَخْلُدُوْنَ فَاِنَّهَا لِلتَّشْبِيْهِ كَمَا فِي صَحِيْحِ الْبُخَارِيِّ۔

لعل کے معنی میں ایک جماعت اسی طرف ہے ان میں سے اخفش، کسائی اور بغوی، واقدی کہتے ہیں کہ تمام قرآن کریم میں جہاں لعل آیا ہے وہ تعلیل کے لئے ہے سوا ایک جگہ کے لَعَلَّكُمْ تَخْلُدُوْنَ کہ یہاں تشبیہ کے لئے ہے جیسا کہ صحیح بخاری میں ہے۔

حالانکہ نحویوں نے لعل کو ترجی کے لئے مانا ہے

جیسا کہ بحر میں ہے اِنَّهَا لِلتَّرَجِّيْ۔

وَ قِيْلَ اِنَّ التَّرَجِّيَ مَجَازٌ عَنْ مُطْلَقِ الطَّلَبِ وَ هُوَرَاجِعٌ اِلَيْهِ عَزَّوَجَلَّ وَالَّذِيْ لَا يُصِحُّ مِنْهُ سُبْحٰنَهٗ هُوَ التَّرَجِّيْ حَقِيْقَةً وَالْمُحَقِّقُوْنَ عَلَى الْاَوَّلِ۔

بحر میں ہے کہ ترجی کے لئے لعل مجازاً مطلق طلب کے لئے ہے اور اللہ تعالیٰ کی طرف بھی راجع ہے لیکن اللہ تعالیٰ کے لئے صحیح یہ ہے وہ ترجی جو بہ معنی حقیقی ہے اور محققین پہلے قول پر متفق ہیں۔

وَاَخْرَجَ اِبْنُ اَبِيْ حَاتِمٍ مِنْ طَرِيْقِ السُّدِّيْ عَنْ اَبِيْ مَالِكٍ قَالَ لَعَلَّ فِي الْقُرْاٰنِ بِمَعْنٰى كَيْ غَيْرَ اٰيَةٍ فِي الشُّعَرَآءِ لَعَلَّكُمْ تَخْلُدُوْنَ - فَاِنَّ الْمَعْنٰى كَاَنَّكُمْ تَخْلُدُوْنَ۔

قرآن کریم میں لعل بمعنی کی یعنی تاکہ کے معنی میں ہے سوا آیت شعراء کے لَعَلَّكُمْ تَخْلُدُوْنَ یہ تشبیہ کے لئے ہے یعنی یہاں معنی

كَاَنَّكُمْ تَخْلُدُوْنَ کے ہیں۔

اور فرعون کے لئے خشیۃ وہدایت کا نفع ہی اس کی تقدیر میں نہ تھا حتیٰ کہ غرق کے وقت آمنت کہنا بھی اس کے حق میں مفید نہ ہوا۔ آگے ارشاد ہے:

”قَالَا رَبَّنَآ اِنَّنَا نَخَافُ اَنْ يَّفْرُطَ عَلَيْنَآ اَوْ اَنْ يَّطْغٰى موسیٰ وہارون نے عرض کیا اے رب ہمارے ہم خائف ہیں کہ وہ ہم پر زیادتی کرے یا شرارت سے پیش آئے۔“

یعنی ہم تو اسے نرمی سے تبلیغ کریں گے لیکن اگر وہ ہم پر زیادتی کرے یا شرارت سے پیش آئے تو ہمارے لئے کیا حکم ہے جبکہ ہم معجزات دکھانے بھی نہ پائیں۔

فرط۔ عربی میں کہتے ہیں مسابقت اور جلدی کو محاورہ میں بولتے ہیں فَرَسِيْ فَارِطٌ يَسْبِقُ الْخَيْلَ۔ میرا گھوڑا تمام گھوڑوں سے سبقت لے گیا۔

اَوْ اَنْ يَّطْغٰى۔ وَالْمُرَادُ اَوْ اَنْ يَزْدَادَ طُغْيَانًا۔ اِلٰى اَنْ يَّقُوْلَ فِيْ شَانِكَ مَا لَا يَنْبَغِيْ لِكَمَالِ جُرْاَتِهٖ وَ قَسَارَتِهٖ۔ اس سے مراد یہ ہے کہ اس کی سرکشی اور زیادہ بڑھ جائے گی۔ حتیٰ کہ وہ تیری شان میں ناگفتہ بہ بکواس کر بیٹھے اپنی جرأت سے۔ تو اس کے جواب میں تسلی کی گئی اور ارشاد ہوا:

”قَالَ لَا تَخَافَآ اِنَّنِيْ مَعَكُمَآ اَسْمَعُ وَاَرٰى۔ فرمایا نہ ڈرو میں تمہارے ساتھ ہوں سنتا اور دیکھتا ہوں۔“

یعنی حضرت موسیٰ علیہ السلام کو تسلی دیتے ہوئے اطمینان دلایا کہ میری مدد تمہارے ساتھ ہے اور وَاللّٰهُ خَيْرُ النّٰصِرِيْنَ۔ اور ہر حال میں اس کے قول کو سنتا ہوں اور اس کے افعال کو دیکھتا ہوں۔

آلوسی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

فَاَجَابَهُمْ سُبْحٰنَهٗ بِقَوْلِهٖ اِنَّنِيْ مَعَكُمَآ اَسْمَعُ وَاَرٰى اَیْ اَسْمَعُ كَلَامَكُمَا فَاُسَخِّرُهٗ لِلْاِسْتِمَاعِ وَاَرٰى اَفْعَالَهٗ فَلَا اَتْرُكُهٗ يَفْعَلُ بِكُمَا مَاتَكْرَهَانِهٖ۔

علامہ زمخشری رحمہ اللہ فرماتے ہیں: كَاَنَّهٗ قِيْلَ اَنَا حَافِظٌ لَكُمَا وَنَاصِرٌ وَ سَامِعٌ مُبْصِرٌ وَاِذَا كَانَ الْحَافِظُ وَالنَّاصِرُ كَذٰلِكَ تَمَّ الْحِفْظُ۔

گویا یہ فرمایا گیا ہم تم دونوں کے محافظ و ناصر ہیں اور سنتے دیکھتے ہیں اور حافظ و ناصر ایسا ہو تو محافظت مکمل ہو گئی چنانچہ ارشاد ہوا کہ بے خوف ہو کر جاؤ۔ کما قال تعالیٰ:

”فَاْتِيٰهُ فَقُوْلَآ اِنَّا رَسُوْلَا رَبِّكَ فَاَرْسِلْ مَعَنَا بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ ۙ وَلَا تُعَذِّبْهُمْ ۭ قَدْ جِئْنٰكَ بِاٰيَةٍ مِّنْ رَّبِّكَ ۭ وَالسَّلٰمُ عَلٰي مَنِ اتَّبَعَ الْهُدٰى ۝ اِنَّا قَدْ اُوْحِيَ اِلَيْنَآ اَنَّ الْعَذَابَ عَلٰي مَنْ كَذَّبَ وَتَوَلّٰى ۝“

تو اس کے پاس جاؤ اور کہو ہم تیرے رب کے بھیجے ہوئے ہیں تو چھوڑ دے ہمارے ساتھ بنی اسرائیل کو یعنی اولاد یعقوب کو اور انہیں تکلیف نہ دے بے شک ہم تیرے پاس آئے ہیں تیرے رب کی طرف سے نشانیوں کے ساتھ اور سلام اسے جو ہدایت کی پیروی کرے بے شک ہماری طرف وحی ہوئی ہے کہ عذاب اس پر ہے جو جھٹلائے اور انحراف کرے۔“

یعنی فرعون کے پاس جا کر کہو کہ حضرت یعقوب علیہ السلام کی اولاد جو بنی اسرائیل ہے انہیں اپنی بندگی اور اسیری سے رہا

کردے اور ہمارے ساتھ ملک شام بھیج دے اور اس سے محنت ومشقت کے سخت کام لینے سے باز آ۔

علامہ آلوسی رحمہ اللہ روح المعانی میں فرماتے ہیں۔ کہ بنی اسرائیل قوم قبط کی غلامی میں رکھے گئے تھے وہ ان سے خدمتیں لیتے۔ محنت شاقہ کراتے۔ گڑھے کھدواتے پتھر اٹھواتے اور اولاد نرینہ قتل کر دیتے اور عورتوں سے خدمتیں لیتے اور آپ کا پہلے بنی اسرائیل کو طلب کرنا اور قوم طاغی کے متعلق کچھ نہ فرمانا یہ ایک طرح کی تدریج تھی۔

دوسرے مومنین کی خلاصی کافروں کے قبضہ سے مقدم رکھی کہ وہ اہم تھی دعوت کفار سے۔

اور اس سے یہ بھی ثابت ہوا کہ بنی اسرائیل ایمان لائے ہوئے تھے موسیٰ علیہ السلام پر باطنی طور سے یا وہ کسی نبی کو ماننے والے تھے انبیاء کرام میں سے۔

اور اول ان کی رہائی کا مطالبہ کرنا اس امر کی دلیل ہے کہ مومنین کی خلاصی دعوت کفار پر بہر حال مقدم ہے۔

چنانچہ آپ نے قبطیوں میں تبلیغ اول نہیں فرمائی بلکہ سبطیوں کو جو بنی اسرائیل تھے اپنے ساتھ ملک شام لے جانے کا مطالبہ کیا۔

اور وَ السَّلٰمُ عَلٰی مَنِ اتَّبَعَ الْهُدٰی سے یہ مراد ہے کہ عذاب سے دارین میں سلامتی اسی کو ہے جو ہدایت مانے اور اتباع کرے۔

اور ہم تیرے پاس یونہی نہیں آئے ہیں بلکہ ہمارے پاس معجزات وآیات الٰہی ہیں جو ہماری تصدیق نبوت کرتی ہیں اور ہمیں بتایا گیا ہے کہ عذاب الٰہی کا وہی مورد ہے جو آیات بینات کا مشاہدہ کر کے بھی جھٹلائے اور اَنَا رَبُّكُمُ الْاَعْلٰی کی رٹ لگاتا رہے اور حق سے منحرف ہو۔

تو فرعون نے کہا وہ کیا معجزات ہیں تو فَاَلْقٰی عَصَاهُ فَاِذَا هِیَ ثُعْبَانٌ مُّبِیْنٌ ۚ وَّ نَزَعَ یَدَهٗ فَاِذَا هِیَ بَیْضَآءُ لِلنّٰظِرِیْنَ۔ آپ نے اپنا عصا ڈال دیا وہ خونخوار اژدھا بن کر پھن پھنانے لگا۔ پھر آپ نے اپنا دست اقدس اٹھایا وہ اتنا روشن تھا کہ آنکھیں چندھیا گئیں۔

اس پر فرعون نے سوال کیا جس کا ذکر آیات میں ہے:

"قَالَ فَمَنْ رَّبُّكُمَا یٰمُوْسٰی ﴿۴۹﴾ قَالَ رَبُّنَا الَّذِیْۤ اَعْطٰی كُلَّ شَیْءٍ خَلْقَهٗ ثُمَّ هَدٰی۔ فرعون بولا آپ کا کون رب ہے اے موسیٰ۔ تو موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا ہمارا رب وہ ہے جس نے ہر شے کو اس کے لائق صورت دی پھر راہ دکھائی۔"

یعنی وہ خالق مطلق وہ ہے جس نے ہر عضو کو اس کے مطابق بنا کر قوت بخشی۔ ہاتھ کو پکڑنے کی، پاؤں کو چلنے کی، زبان کو بولنے کی، آنکھ کو دیکھنے کی، کان کو سننے کی قوت بخشی پھر اسے راہ دکھائی یعنی معرفت اشیاء عطا فرما کر حیات دنیا اور سعادت آخرت بخشی جسے انسان سمجھ کر اپنے رب کا شکر گزار بندہ بنتا ہے۔ تو پھر فرعون بولا:

"قَالَ فَمَا بَالُ الْقُرُوْنِ الْاُوْلٰی۔ بولا تو پہلی سنگتوں کا کیا حال ہے۔"

یعنی جو امتیں آپ سے پہلے گزر چکی ہیں جیسے قوم نوح قوم عاد قوم ثمود جو سب کی سب بت پرست تھیں اور مرنے کے بعد اٹھائے جانے کی منکر تھیں ان پر عذاب ہوا یا کیا۔

اس کا جواب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے باوجود اس کے کہ ان کو ان کا علم تھا لیکن اس کا جواب ان کے ذمہ لازم نہ تھا

اس لئے آپ نے اسے علم اللہ کے سپرد کر کے فرمایا۔ چنانچہ ارشاد ہے:

''قَالَ عِلْمُهَا عِنْدَ رَبِّىْ فِىْ كِتٰبٍ ۚ لَا يَضِلُّ رَبِّىْ وَلَا يَنْسَى ﴿٥٢﴾ الَّذِىْ جَعَلَ لَكُمُ الْاَرْضَ مَهْدًا وَّسَلَكَ لَكُمْ فِيْهَا سُبُلًا وَّاَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً ۗ فَاَخْرَجْنَا بِهٖٓ اَزْوَاجًا مِّنْ نَّبَاتٍ شَتّٰى ﴿٥٣﴾ كُلُوْا وَارْعَوْا اَنْعَامَكُمْ ۗ اِنَّ فِىْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّاُولِى النُّهٰى ﴿٥٤﴾۔

فرمایا موسیٰ علیہ السلام نے کہ ان کا علم میرے پاس نہیں بلکہ میرے رب کے پاس ایک کتاب میں ہے یعنی لوح محفوظ میں ان کے تمام احوال مکتوب ہیں اور بروز قیامت انہیں ان کے اعمال کی پوری پوری سزا و جزا ملے گی۔

''وہ رب تعالیٰ شانہ وہ میرا رب ہے کہ نہ بہکے نہ بھولے۔''

یہاں تک حضرت موسیٰ علیہ السلام کا جواب ختم ہو گیا اب اللہ تعالیٰ کی طرف سے اہل مکہ کو ارشاد ہے جو اس جواب کا تتمہ ہے۔ حیث قال۔

''الَّذِىْ جَعَلَ لَكُمُ الْاَرْضَ مَهْدًا۔ وہ جس نے تمہارے لئے زمین کو بچھونا بنایا اور تمہارے لئے اس میں چلتی راہیں رکھیں اور اس نے پانی نازل کیا تو ہم نے اس سے طرح طرح کے سبزے کے جوڑے نکالے۔'' یعنی انواع و اقسام کے سبزے مختلف رنگوں طرح طرح کی خوشبوؤں کے پھول اگائے۔

''تم کھاؤ اور اپنے مویشیوں کو چراؤ بے شک اس میں نشانیاں ہیں عقل والوں کے لئے'' یعنی وہ سبزے تمہارے لئے بھی ہیں اور تمہارے مویشیوں کا چارہ بھی ہیں۔

یہاں كُلُوْا فرما کر امر اباحت فرمایا اور اس میں تذکیر نعمت بھی ہے۔

زجاج رحمہ اللہ کہتے ہیں دَعَتِ الدَّابَةُ رَعْيًا وَ رَعَاهَا صَاحِبُهَا رِعَايَةً اِذَا اَسَامَهَا وَ سَرَحَهَا وَ اَرَاحَهَا۔ یہ لازم و متعدی دونوں طرح استعمال ہوتا ہے۔ رَعَتِ الدَّابَةُ۔ جانور نے چرا اور رعاها خیال رکھا اس کا جبکہ اس کے خورد و نوش اور آرام کو ملحوظ رکھا جائے۔

نُهٰى۔ جَمْعُ نُهْيَةٍ بِضَمِّ نُوْنٍ سُمِّىَ بِهِ الْعَقْلُ لِيَنْهٰى عَنْ اِتِّبَاعِ الْبَاطِلِ وَارْتِكَابِ الْقَبِيْحِ۔ یہ عقل کی جگہ مستعمل ہے کہ وہ اتباع باطل سے روکتی اور ارتکاب قبیح سے منع کرتی ہے۔

بامحاورہ ترجمہ تیسرا رکوع - سورۂ طٰہٰ - پ ١٦

مِنْهَا خَلَقْنٰكُمْ وَفِيْهَا نُعِيْدُكُمْ وَمِنْهَا نُخْرِجُكُمْ تَارَةً اُخْرٰى ﴿٥٥﴾	اسی زمین سے ہم نے تمہیں پیدا کیا اور اسی میں تمہیں لوٹائیں گے اور نکالیں گے اس سے تمہیں دوبارہ
وَلَقَدْ اَرَيْنٰهُ اٰيٰتِنَا كُلَّهَا فَكَذَّبَ وَاَبٰى ﴿٥٦﴾	اور بے شک دکھائیں ہم نے اسے اپنی ساری نشانیاں تو اس نے جھٹلایا اور نہ مانا
قَالَ اَجِئْتَنَا لِتُخْرِجَنَا مِنْ اَرْضِنَا بِسِحْرِكَ يٰمُوْسٰى ﴿٥٧﴾	بولا کیا تم آئے ہو ہمارے پاس تا کہ ہمیں نکال دو ہماری زمین سے اپنے جادو کے ذریعہ اے موسیٰ

فَلَنَاْتِیَنَّكَ بِسِحْرٍ مِّثْلِهٖ فَاجْعَلْ بَیْنَنَا وَ بَیْنَكَ مَوْعِدًا لَّا نُخْلِفُهٗ نَحْنُ وَ لَاۤ اَنْتَ مَكَانًا سُوًى ﴿۵۸﴾

تو ہم بھی ضرور لائیں گے تمہارے آگے ایسا ہی جادو تو کر تو ہم میں اور اپنے میں ایک وعدہ جس سے نہ خلاف کر سکیں ہم اور تم ایک ہموار جگہ کے لئے

قَالَ مَوْعِدُكُمْ یَوْمُ الزِّیْنَةِ وَ اَنْ یُّحْشَرَ النَّاسُ ضُحًى ﴿۵۹﴾

فرمایا موسیٰ نے تمہارا وعدہ میلے کا دن ہے اور یہ کہ جمع ہو جائیں لوگ دن چڑھے

فَتَوَلّٰى فِرْعَوْنُ فَجَمَعَ كَیْدَهٗ ثُمَّ اَتٰى ﴿۶۰﴾

تو فرعون لوٹ کر گیا اور اپنے مکر جمع کئے پھر آیا

قَالَ لَهُمْ مُّوْسٰى وَیْلَكُمْ لَا تَفْتَرُوْا عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا فَیُسْحِتَكُمْ بِعَذَابٍ ۚ وَ قَدْ خَابَ مَنِ افْتَرٰى ﴿۶۱﴾

ان سے فرمایا موسیٰ نے تمہیں خرابی ہو نہ افتراء کرو اللہ پر جھوٹا تو وہ ہلاک کر دے تمہیں عذاب سے اور یقیناً وہ نامراد ہوا جس نے افترا کیا

فَتَنَازَعُوْۤا اَمْرَهُمْ بَیْنَهُمْ وَ اَسَرُّوا النَّجْوٰى ﴿۶۲﴾

تو تنازع کرنے لگے اپنے کام میں اور پوشیدہ مشورہ کیا

قَالُوْۤا اِنْ هٰذٰىنِ لَسٰحِرٰنِ یُرِیْدٰنِ اَنْ یُّخْرِجٰكُمْ مِّنْ اَرْضِكُمْ بِسِحْرِهِمَا وَ یَذْهَبَا بِطَرِیْقَتِكُمُ الْمُثْلٰى ﴿۶۳﴾

بولے بے شک دونوں ضرور جادوگر ہیں یہ چاہتے ہیں یہ کہ نکال دیں تمہیں تمہاری زمین سے جادو کے ذریعے اور لے جائیں تمہارا اچھا دین

فَاَجْمِعُوْا كَیْدَكُمْ ثُمَّ ائْتُوْا صَفًّا ۚ وَ قَدْ اَفْلَحَ الْیَوْمَ مَنِ اسْتَعْلٰى ﴿۶۴﴾

تو جمع کر لو پکا کر کے اپنا مکر پھر صف بستہ آؤ۔ اور یقیناً وہی مراد کو پہنچا جو غالب رہا

قَالُوْا یٰمُوْسٰۤى اِمَّاۤ اَنْ تُلْقِیَ وَ اِمَّاۤ اَنْ نَّكُوْنَ اَوَّلَ مَنْ اَلْقٰى ﴿۶۵﴾

بولے اے موسیٰ یا تو تم ڈالو اور یا یہ کہ ہم ڈالیں اول

قَالَ بَلْ اَلْقُوْا ۚ فَاِذَا حِبَالُهُمْ وَ عِصِیُّهُمْ یُخَیَّلُ اِلَیْهِ مِنْ سِحْرِهِمْ اَنَّهَا تَسْعٰى ﴿۶۶﴾

فرمایا موسیٰ نے بلکہ تم ڈالو تو ان کی رسیاں اور لاٹھیاں ان کے خیال میں ان کے جادو سے دوڑتی معلوم ہوئیں

فَاَوْجَسَ فِیْ نَفْسِهٖ خِیْفَةً مُّوْسٰى ﴿۶۷﴾

تو اپنے جی میں موسیٰ نے خوف محسوس کیا

قُلْنَا لَا تَخَفْ اِنَّكَ اَنْتَ الْاَعْلٰى ﴿۶۸﴾

ہم نے فرمایا ڈر نہیں بے شک تو ہی بلند رہے گا

وَ اَلْقِ مَا فِیْ یَمِیْنِكَ تَلْقَفْ مَا صَنَعُوْا ؕ اِنَّمَا صَنَعُوْا كَیْدُ سٰحِرٍ ؕ وَ لَا یُفْلِحُ السّٰحِرُ حَیْثُ اَتٰى ﴿۶۹﴾

اور ڈال دے جو تیرے سیدھے ہاتھ میں ہے نگل جائے جو انہوں نے بنایا ہے وہ بنا کر نہیں لائے مگر جادو کا فریب اور نہیں بھلا ہوگا جادوگر کا کہیں سے آئے

فَاُلْقِیَ السَّحَرَةُ سُجَّدًا قَالُوْۤا اٰمَنَّا بِرَبِّ هٰرُوْنَ وَ مُوْسٰى ﴿۷۰﴾

تو گر گئے سب جادوگر سجدہ کرتے ہوئے۔ بولے ایمان لائے ہم رب ہارون و موسیٰ پر

قَالَ اٰمَنْتُمْ لَهٗ قَبْلَ اَنْ اٰذَنَ لَكُمْ ؕ اِنَّهٗ لَكَبِیْرُكُمُ الَّذِیْ عَلَّمَكُمُ السِّحْرَ ۚ فَلَاُقَطِّعَنَّ اَیْدِیَكُمْ وَ

بولا فرعون تم ایمان لائے اس پر میری اجازت سے پہلے بے شک یہ تمہارا وہ بڑا ہے جس نے سکھایا تمہیں

اَرْجُلَكُمْ مِّنْ خِلَافٍ وَّ لَاُوصَلِّبَنَّكُمْ فِيْ جُذُوْعِ النَّخْلِ ۫ وَلَتَعْلَمُنَّ اَيُّنَآ اَشَدُّ عَذَابًا وَّ اَبْقٰى ﴿۷۱﴾

جادو تو ضرور میں قطع کروں گا تمہارے ہاتھ اور پیر مختلف رخ سے اور ضرور تمہیں کھجور کے جھنڈ پر سولی دوں گا اور ضرور تم جان لو گے کہ ہم میں کس کا عذاب سخت ہے اور دیرپا

قَالُوْا لَنْ نُّؤْثِرَكَ عَلٰى مَا جَآءَنَا مِنَ الْبَيِّنٰتِ وَ الَّذِيْ فَطَرَنَا فَاقْضِ مَآ اَنْتَ قَاضٍ ؕ اِنَّمَا تَقْضِيْ هٰذِهِ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا ﴿۷۲﴾

بولے ہم ہرگز تجھے ترجیح نہ دیں گے اس پر جو آئیں ہمارے پاس روشن دلیلوں سے اور ہمیں قسم اس کی جس نے ہمیں پیدا کیا تو تو فیصلہ دے جو دینا چاہے سوا اس کے نہیں تیرا فیصلہ کیا ہوگا کہ حیات دنیا میں تو کر سکے گا

اِنَّآ اٰمَنَّا بِرَبِّنَا لِيَغْفِرَ لَنَا خَطٰيٰنَا وَمَآ اَكْرَهْتَنَا عَلَيْهِ مِنَ السِّحْرِ ؕ وَاللّٰهُ خَيْرٌ وَّ اَبْقٰى ﴿۷۳﴾

ہم ایمان لائے ہیں اپنے اس رب پر جو بخش دے گا ہمیں ہماری خطائیں اور جو تو نے ہمیں مجبور کیا جادو کرنے پر اور اللہ بہتر ہے اور ہمیشہ باقی ہے

اِنَّهٗ مَنْ يَّاْتِ رَبَّهٗ مُجْرِمًا فَاِنَّ لَهٗ جَهَنَّمَ ؕ لَا يَمُوْتُ فِيْهَا وَلَا يَحْيٰى ﴿۷۴﴾

بے شک جو آئے اپنے رب کے حضور مجرم ہو کر تو بے شک اس کے لئے جہنم ہے جس میں نہ مرے گا نہ زندہ رہے گا

وَمَنْ يَّاْتِهٖ مُؤْمِنًا قَدْ عَمِلَ الصّٰلِحٰتِ فَاُولٰٓئِكَ لَهُمُ الدَّرَجٰتُ الْعُلٰى ﴿۷۵﴾

اور جو آئے اس پر ایمان کے ساتھ اور نیک عمل کرے تو یہ وہ ہیں جن کے لئے درجے ہیں بلند

جَنّٰتُ عَدْنٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ؕ وَذٰلِكَ جَزٰٓؤُا مَنْ تَزَكّٰى ﴿۷۶﴾

بسنے والے باغ جن کے نیچے نہریں رواں ہیں ہمیشہ ان میں رہیں اور یہ بدلہ ہے اس کا جو پاک ہو

حل لغات تیسرا رکوع ـ سورۃ طٰہٰ ـ پ ۱۶

مِنْهَا ـ اسی سے
خَلَقْنٰكُمْ ـ پیدا کیا ہم نے تم کو
وَفِيْهَا ـ اور اسی میں
نُعِيْدُكُمْ ـ لوٹائیں گے ہم تم کو
وَمِنْهَا ـ اور اسی سے
نُخْرِجُكُمْ ـ نکالیں گے ہم تم کو
تَارَةً ـ ایک بار
اُخْرٰى ـ اور
وَلَقَدْ ـ اور بے شک
اَرَيْنٰهُ ـ دکھائیں ہم نے اس کو
اٰيٰتِنَا ـ اپنی آیتیں
كُلَّهَا ـ ساری
فَكَذَّبَ ـ تو اس نے جھٹلایا
وَاَبٰى ـ اور انکار کیا
قَالَ ـ بولا
اَجِئْتَنَا ـ کیا آیا ہے تو ہمارے پاس
لِتُخْرِجَنَا ـ تا کہ نکالے تو ہم کو
مِنْ اَرْضِنَا ـ ہماری زمین سے
بِسِحْرِكَ ـ اپنے جادو کے ساتھ
يٰمُوْسٰى ـ اے موسیٰ
فَلَنَاْتِيَنَّكَ ـ تو ضرور لائیں گے ہم تیرے مقابل
بِسِحْرٍ ـ جادو
مِّثْلِهٖ ـ اسی جیسا
فَاجْعَلْ ـ تو کر
بَيْنَنَا ـ ہمارے
وَبَيْنَكَ ـ اور اپنے درمیان
مَوْعِدًا ـ وعدہ
لَّا نُخْلِفُهٗ ـ نہ خلاف کریں اس کا

نَحْنُ۔ہم	وَلَآ۔اور نہ	اَنْتَ۔تو	مَكَانًا۔جگہ ہو
سُوًى۔درمیان	قَالَ۔فرمایا	مَوْعِدُكُمْ۔تمہارا وعدہ	يَوْمُ۔دن ہے
الزِّيْنَةِ۔میلے کا	وَاَنْ۔اور یہ کہ	يُّحْشَرَ۔اکٹھے کئے جائیں	النَّاسُ۔لوگ
ضُحًى۔چاشت کے وقت	فَتَوَلّٰى۔پھر منہ پھیرا	فِرْعَوْنُ۔فرعون نے	فَجَمَعَ۔پھر جمع کیا
كَيْدَهٗ۔اپنا مکر	ثُمَّ۔پھر	اَتٰى۔آیا	قَالَ۔کہا
لَهُمْ۔ان کو	مُّوْسٰى۔موسیٰ نے	وَيْلَكُمْ۔تم پر افسوس	لَا تَفْتَرُوْا۔نہ باندھو
عَلَى۔اوپر	اللّٰهِ۔اللہ کے	كَذِبًا۔جھوٹ	فَيُسْحِتَكُمْ۔وہ برباد کردے گا
تم کو	بِعَذَابٍ۔ساتھ عذاب کے	وَقَدْ۔اور بے شک	خَابَ۔نامراد ہو
مَنِ۔جس نے	افْتَرٰى۔جھوٹ باندھا	فَتَنَازَعُوْٓا۔تو وہ جھگڑے	اَمْرَهُمْ۔اپنے کام میں
بَيْنَهُمْ۔آپس میں	وَاَسَرُّوا۔اور پوشیدہ کیا انہوں نے		النَّجْوٰى۔مشورہ
قَالُوْٓا۔بولے	اِنْ۔بے شک	هٰذٰنِ۔یہ دونوں	لَسٰحِرٰنِ۔یقیناً جادوگر ہیں
يُرِيْدٰنِ۔چاہتے ہیں	اَنْ۔یہ کہ	يُّخْرِجٰكُمْ۔نکالیں تم کو	مِّنْ اَرْضِكُمْ۔تمہاری زمین سے
بِسِحْرِهِمَا۔اپنے جادو سے	وَيَذْهَبَا۔اور لے جائیں	بِطَرِيْقَتِكُمُ۔تمہارا طریقہ	الْمُثْلٰى۔اچھا
فَاَجْمِعُوْا۔تو جمع کرو	كَيْدَكُمْ۔اپنے مکر	ثُمَّ۔پھر	ائْتُوْا۔آجاؤ
صَفًّا۔صف باندھ کر	وَقَدْ۔اور بے شک	اَفْلَحَ۔کامیاب ہوا	الْيَوْمَ۔آج
مَنِ۔جو	اسْتَعْلٰى۔غالب آیا	قَالُوْا۔بولے	يٰمُوْسٰٓى۔اے موسیٰ
اِمَّآ۔یا	اَنْ۔یہ کہ	تُلْقِيَ۔تو ڈالے	وَاِمَّآ۔اور یا
اَنْ۔یہ کہ	نَّكُوْنَ۔ہم ہوں	اَوَّلَ۔پہلے	مَنْ۔وہ جو
اَلْقٰى۔ڈالیں	قَالَ۔فرمایا	بَلْ۔بلکہ	اَلْقُوْا۔ڈالو
فَاِذَا۔تو ناگہاں	حِبَالُهُمْ۔ان کی رسیاں	وَعِصِيُّهُمْ۔اور ان کی لاٹھیاں	يُخَيَّلُ۔خیال ہوتا
اِلَيْهِ۔موسیٰ کو	مِنْ سِحْرِهِمْ۔ان کے جادو سے		اَنَّهَا۔کہ وہ
تَسْعٰى۔دوڑتی ہیں	فَاَوْجَسَ۔تو چھپایا	فِيْ نَفْسِهٖ۔اپنے دل میں	خِيْفَةً۔ڈر
مُّوْسٰى۔موسیٰ نے	قُلْنَا۔ہم نے کہا	لَا تَخَفْ۔نہ ڈر	اِنَّكَ۔یقیناً تو
اَنْتَ۔تو ہی	الْاَعْلٰى۔غالب ہے	وَاَلْقِ۔اور ڈال	مَا۔جو
فِيْ يَمِيْنِكَ۔تیرے دائیں ہاتھ میں ہے		تَلْقَفْ۔نگل جائے گا	مَا۔جو
صَنَعُوْا۔بنایا انہوں نے	اِنَّمَا۔سوا اس کے نہیں	صَنَعُوْا۔بنایا انہوں نے	كَيْدُ۔مکر
سٰحِرٍ۔جادوگر کا	وَلَا۔اور نہیں	يُفْلِحُ۔کامیاب ہوتا	السَّاحِرُ۔جادوگر
حَيْثُ۔جہاں بھی	اَتٰى۔آئے	فَاُلْقِيَ۔تو گر گئے	السَّحَرَةُ۔جادوگر

سُجَّدًا۔سجدے میں	قَالُوْٓا۔بولے	اٰمَنَّا۔ایمان لائے ہم	بِرَبِّ۔ساتھ رب
هٰرُوْنَ۔ہارون	وَمُوْسٰی۔اور موسیٰ کے	قَالَ۔بولا	اٰمَنْتُمْ۔ایمان لائے تم
لَهٗ۔اس پر	قَبْلَ۔پہلے	اَنْ۔اس سے	اٰذَنَ۔کہ اجازت دوں میں
لَكُمْ۔تم کو	اِنَّهٗ۔بے شک وہ	لَكَبِیْرُكُمُ۔تمہارا بڑا ہے	الَّذِیْ۔وہ جس نے
عَلَّمَكُمُ۔سکھایا تم کو	السِّحْرَ۔جادو	فَلَاُقَطِّعَنَّ۔تو ضرور کاٹوں گا میں	
اَیْدِیَكُمْ۔تمہارے ہاتھ	وَاَرْجُلَكُمْ۔اور تمہارے پاؤں		مِّنْ خِلَافٍ۔الٹ سے
وَّلَاُوصَلِّبَنَّكُمْ۔اور ضرور سولی دوں گا میں تمہیں		فِیْ جُذُوْعِ النَّخْلِ۔کھجور کے تنوں پر	
وَلَتَعْلَمُنَّ۔اور ضرور جان لوگے تم		اَیُّنَآ۔کہ کون ہم میں سے	اَشَدُّ۔زیادہ سخت ہے
عَذَابًا۔عذاب میں	وَّاَبْقٰی۔اور زیادہ باقی رہنے والا		قَالُوْا۔بولے
لَنْ۔ہرگز نہ	نُّؤْثِرَكَ۔ترجیح دیں گے تجھ کو		عَلٰی۔اوپر
مَا۔اس کے جو	جَآءَنَا۔آیا ہمارے پاس	مِنَ الْبَیِّنٰتِ۔کھلے نشانات سے	
وَالَّذِیْ۔قسم اس کی جس نے	فَطَرَنَا۔ہمیں پیدا کیا	فَاقْضِ۔تو تو فیصلہ کر	مَآ۔جو
اَنْتَ۔تو	قَاضٍ۔فیصلہ کرنے والا ہے	اِنَّمَا۔سوائے اس کے نہیں	تَقْضِیْ۔فیصلہ کرے گا تو
هٰذِهِ۔اس	الْحَیٰوةَ۔زندگی	الدُّنْیَا۔دنیا کا	اِنَّآ۔بے شک ہم
اٰمَنَّا۔ایمان لائے	بِرَبِّنَا۔اپنے رب پر	لِیَغْفِرَ۔تاکہ بخشے	لَنَا۔ہم کو
خَطٰیٰنَا۔ہمارے گناہ	وَمَآ۔اور جو	اَكْرَهْتَنَا۔مجبور کیا تو نے ہم کو	
عَلَیْهِ۔اس پر	مِنَ السِّحْرِ۔جادو سے	وَاللّٰهُ۔اور اللہ	خَیْرٌ۔بہتر ہے
وَّاَبْقٰی۔اور باقی رہنے والا	اِنَّهٗ۔بے شک	مَنْ۔جو	یَّاْتِ۔آیا
رَبَّهٗ۔اپنے رب کے پاس	مُجْرِمًا۔مجرم ہو کر	فَاِنَّ۔تو بے شک	لَهٗ۔اس کے لئے
جَهَنَّمَ۔دوزخ ہے	لَا یَمُوْتُ۔نہ مرے گا	فِیْهَا۔اس میں	وَلَا۔اور نہ
یَحْیٰی۔زندہ رہے گا	وَمَنْ۔اور جو	یَّاْتِهٖ۔آیا اس کے پاس	مُؤْمِنًا۔مومن ہو کر
قَدْ۔بے شک	عَمِلَ۔عمل کئے اس نے	الصّٰلِحٰتِ۔اچھے	فَاُولٰٓئِكَ۔تو یہ لوگ
لَهُمُ۔ان کے لئے	الدَّرَجٰتُ۔درجے ہیں	الْعُلٰی۔بلند	جَنّٰتُ۔باغ ہیں
عَدْنٍ۔بسنے کے	تَجْرِیْ۔چلتی ہیں	مِنْ تَحْتِهَا۔اس کے نیچے	الْاَنْهٰرُ۔نہریں
خٰلِدِیْنَ۔ہمیشہ رہنے والے ہیں		فِیْهَا۔اس میں	وَذٰلِكَ۔اور یہ
جَزٰٓؤُا۔بدلہ ہے	مَنْ۔اس کا جو	تَزَكّٰی۔پاک ہوا	

مختصر تفسیر اردو تیسرا رکوع ۔ سورۂ طٰہٰ ۔ پ ۱۶

"مِنْهَا خَلَقْنٰكُمْ وَفِیْهَا نُعِیْدُكُمْ وَمِنْهَا نُخْرِجُكُمْ تَارَةً اُخْرٰی ﴿۵۵﴾ وَلَقَدْ اَرَیْنٰهُ اٰیٰتِنَا كُلَّهَا فَكَذَّبَ وَ

آیٰی۔اسی زمین سے ہم نے تمہیں پیدا فرمایا اور اسی میں تمہیں لوٹائیں گے اور اسی میں تمہیں دوبارہ نکالیں گے اور بے شک ہم نے فرعون کو اپنی سب نشانیاں دکھائیں تو اس نے جھٹلایا اور انکاری ہوا۔"

یعنی تمہارے جد اعلیٰ حضرت آدم صفی اللہ علیہ السلام کو اس مٹی سے پیدا کر کے تمہاری موت کے بعد دفن کے وقت اسی میں لوٹایا اور بروز قیامت اسی زمین سے تمہیں ہم زندہ کر کے نکالیں گے۔اور فرعون لعین کو ہم نے موسیٰ کلیم اللہ علیہ السلام کے ذریعہ نو معجزات دکھائے مگر اس سرکش نے انہیں جادو کہا اور انکاری ہو گیا اور کہنے لگا:

"قَالَ اَجِئْتَنَا لِتُخْرِجَنَا مِنْ اَرْضِنَا بِسِحْرِكَ يٰمُوْسٰى ﴿۵۷﴾ فَلَنَاْتِيَنَّكَ بِسِحْرٍ مِّثْلِهٖ فَاجْعَلْ بَيْنَنَا وَبَيْنَكَ مَوْعِدًا لَّا نُخْلِفُهٗ نَحْنُ وَلَآ اَنْتَ مَكَانًا سُوًى ﴿۵۸﴾۔

بولا کیا تم لائے ہو یہ ہمارے لئے اس واسطے کہ ہمیں نکال دو ہماری زمین سے اپنے جادو کے ذریعے اے موسیٰ۔تو ضرور ہم بھی تمہارے مقابلہ میں ویسا ہی جادو لائیں گے تو کرلو ہم میں اور اپنے میں ایک وعدہ جس سے نہ ہم خلاف کریں اور نہ تم ایک ہموار میدان میں۔"

فرعون مشاہدۂ معجزات سے ایمان قبول کرنے کی بجائے کہنے لگا ہم یہ سمجھتے ہیں کہ یہ سب کچھ تم نے جادو سے جو کیا ہے وہ اس لئے کیا ہے کہ ہمیں تم مصر کی سرزمین سے نکال کر اپنا قبضہ اور حکومت جتانا چاہتے ہو تا کہ تم یہاں کے بادشاہ بن جاؤ۔

لہٰذا اب ہمیں بھی آپ کا مقابلہ کرنا ہے ہم بھی جادوگر جمع کرتے ہیں اس کے لئے ایک دن قطعی مقرر کرلو کہ اس دن کوئی وعدہ کے خلاف نہ ہو تم بھی آجاؤ اور ہم بھی آجائیں اور یہ مقابلہ میدان میں ہوگا۔

آپ نے خیال فرمایا کہ یہ خبیث معجزہ کو جادو خیال کر رہا ہے۔لہٰذا اس مقابلہ کے لئے وہ دن رکھا جائے جو ان میں ان کی شوکت و زینت کا خاص دن ہو۔جس میں اطراف و جوانب کے لوگ بھی جمع ہوں تا کہ حق و باطل سب پر منکشف ہو جائے۔چنانچہ فرعونیوں کا ایک دن عام میلہ کا آتا تھا جسے یہ يَوْمُ الزِّيْنَةِ کہتے تھے۔یہ ان کی عید کا خاص دن ہوتا تھا۔چنانچہ آپ نے فرمایا۔

"قَالَ مَوْعِدُكُمْ يَوْمُ الزِّيْنَةِ وَاَنْ يُّحْشَرَ النَّاسُ ضُحًى۔فرمایا موسیٰ نے تمہارا وعدہ میلے کا دن ہے اور یہ مقابلہ اس دن روشن دن میں ہو اور لوگ دن چڑھے جمع کر لئے جائیں۔"

چنانچہ دن مقرر ہو گیا۔سید المفسرین ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں اتفاق سے یہ میلہ کا دن دسویں محرم کو تھا اور شنبہ کا دن تھا چنانچہ

"فَتَوَلّٰى فِرْعَوْنُ فَجَمَعَ كَيْدَهٗ ثُمَّ اَتٰى۔تو فرعون واپس ہوا تو اپنے مکر یعنی جادوگر جمع کر لئے اور انہیں ساتھ لے کر یوم مقررہ پر آ گیا۔"

اور خوب روشن دن میں اس مقابلہ کی ٹھہر گئی۔

جادوگروں نے اپنے بیر منانے شروع کئے۔پونا چمیاری بھیروں کی دہائی دینی شروع کی تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا۔

"قَالَ لَهُمْ مُّوْسٰى وَيْلَكُمْ لَا تَفْتَرُوْا عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا فَيُسْحِتَكُمْ بِعَذَابٍ ۚ وَقَدْ خَابَ مَنِ افْتَرٰى۔فرمایا ان

سے موسیٰ نے تمہیں خرابی ہو اللہ پر جھوٹ نہ باندھو۔"
اور کسی کو اس کا شریک نہ بناؤ کہ "وہ تمہیں عذاب سے ہلاک کر دے گا اور بے شک نامراد رہا جس نے اللہ تعالیٰ پر افتراء کیا۔"

یہ ہدایت کا کلام سن کر ان میں سے ایک جماعت جادوگروں کی کہنے لگی یہ باتیں جادوگر نہیں کہہ سکتا۔ اسے تو اللہ کے سوا کس کس کو اپنا حقیقی معاون ماننا ہوتا ہے اور یہ ایسے خیال سے روکتے ہیں اور ایک گروہ کہنے لگا ابھی تو یہ ہمیں ہمارے جیسے جادوگر نظر آتے ہیں غرضیکہ ان میں دو گروہ ہو گئے۔ اس کا ذکر فرمایا جاتا ہے:

"فَتَنَازَعُوْٓا اَمْرَهُمْ بَيْنَهُمْ وَ اَسَرُّوا النَّجْوٰى ﴿۶۲﴾ قَالُوْٓا اِنْ هٰذٰنِ لَسٰحِرٰنِ يُرِيْدٰنِ اَنْ يُّخْرِجٰكُمْ مِّنْ اَرْضِكُمْ بِسِحْرِهِمَا وَ يَذْهَبَا بِطَرِيْقَتِكُمُ الْمُثْلٰى ﴿۶۳﴾ ۔

"تو ان میں مختلف ہو گئے ان کے خیال" یعنی حضرت موسیٰ علیہ السلام کے معاملہ میں کسی کا خیال ہوا کہ ساحر ہیں کسی نے کہا ایسی باتیں جادوگر نہیں کہہ سکتا۔

"وَ اَسَرُّوا النَّجْوٰى۔ اور اپنے مشورے چھپ کر کرنے لگے۔"

"قَالُوْٓا اِنْ هٰذٰنِ لَسٰحِرٰنِ۔ بولے یہ دونوں ضرور جادوگر ہیں۔"

یعنی حضرت موسیٰ و ہارون علیہما السلام۔

"يُرِيْدٰنِ اَنْ يُّخْرِجٰكُمْ مِّنْ اَرْضِكُمْ بِسِحْرِهِمَا۔ چاہتے ہیں یہ کہ نکال دیں تمہیں تمہاری زمین سے اپنے سحر کے ذریعہ۔"

یعنی مصر سے تمہیں نکال کر یہ دونوں یہاں کے تاجدار بن جائیں اور اپنا پیرو کر لیں۔

"وَ يَذْهَبَا بِطَرِيْقَتِكُمُ الْمُثْلٰى۔ اور تمہارا اچھا دین لے جائیں۔"

یعنی وہ مذہب جس پر تم ہو اور وہ تمام مذاہب سے افضل ہے۔ یہ مقولہ قوم فرعون کے ارباب منصب کا تھا حَيْثُ قَالَ الآلُوْسِي۔

وَكَاَنَّهُمْ اَرَادُوْا بِهٰؤُلَاءِ الْوُجُوْهِ اَلْوُجُوْهُ مِنْ قَوْمِ فِرْعَوْنَ اَرْبَابُ الْمَنَاصِبِ وَاَصْحَابُ التَّصَرُّفِ وَالْمَرَاتِبِ وَيَكُوْنُوْا قَدْ حَذَّرُوْهُمْ بِالْاِخْرَاجِ مِنْ اَوْطَانِهِمْ۔

چنانچہ انہیں وطن سے نکالے جانے کا خوف دلا کر جادوگروں کو برانگیختہ کیا اور کہا:

"فَاَجْمِعُوْا كَيْدَكُمْ ثُمَّ ائْتُوْا صَفًّا۔ تو تم اپنے داؤں پکے کر لو پھر پرا باندھ کر ان دونوں کے مقابل آؤ۔"

"وَقَدْ اَفْلَحَ الْيَوْمَ مَنِ اسْتَعْلٰى۔ اور یقیناً آج وہی کامیاب ہو گا جو غالب آجائے۔"

قِيْلَ كَانُوْا سَبْعِيْنَ اَلْفًا مَعَ كُلٍّ مِّنْهُمْ حَبْلٌ وَّ عَصَا وَاَقْبَلُوْا عَلَيْهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ اِقْبَالَةً وَّاحِدَةً۔

ساحروں کی تعداد پر ایک قول تو یہ ہے کہ وہ ستر ہزار تھے اور ہر ایک رسی اور عصا لے کر حضرت موسیٰ علیہ السلام پر آئے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام تن تنہا بہ نفس نفیس ان کے مقابل تھے۔

○ ایک قول ہے کہ كَانُوْا اِثْنَيْنِ وَسَبْعِيْنَ سَاحِرًا اِثْنَانِ مِنَ الْقِبْطِ وَالْبَاقِيْ مِنْ بَنِيْ اِسْرَائِيْلَ۔ وہ بہتر

جادوگر تھے دو قوم قبط سے اور باقی بنی اسرائیل سے۔

ایک قول ہے کہ تِسعُ مِائَةِ ثَلٰثُمَائَةِ مِّنَ الْفُرسِ وَثَلٰثُمِائَةِ مِّنَ الرُّوْمِ وَ ثَلٰثُمِائَةِ مِّنَ الْاَسْكَنْدرِيَّةِ نو سو تھے۔ تین سو سوار تین سو رومی تین سو اسکندریہ کے۔

ایک قول ہے کہ خَمْسَةَ عَشَرَ اَلْفًا۔ پندرہ ہزار تھے۔

ایک قول ہے بِضْعَةٌ وَّ ثَلاثِيْنَ اَلْفًا۔ کچھ اور تیس ہزار تھے۔

اختلاف روایات پر آلوسی رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔

وَلَا يَخْفٰى حَالُ الْاَخْبَارِ فِيْ ذَالِكَ وَالْقَلْبُ لَا تَمِيْلُ اِلَى الْمُبَالَغَةِ – وَاللّٰهُ تَعَالٰى اَعْلَمُ۔

اور اخبارات کا حال مخفی نہیں خبریں خبریں ہی ہوتی ہیں اور دل مبالغہ کی طرف مائل نہیں ہوتا اور حقیقت حال کا علم اللہ تعالیٰ کو ہے۔

بہر کیف یہ مقابلہ ضرور ہوا عام اس سے کہ ستر ہزار سے ہوا یا بہتر سے یا نو سو سے ہوا یا پندرہ ہزار سے یا چند اور تیس ہزار سے بہر حال ہوا ضرور۔

لہٰذا اختلاف اخبار کی بنا پر منصوص قطعی کا انکار نہیں ہو سکتا اور وہ منصوص قطعی یہ ہے کہ حضرت کلیم اللہ بحکم حضرت حق جل و علا فرعون کی طرف مع حضرت ہارون علیہ السلام تشریف لائے اور اس نے آپ سے مقابلہ کرنے کی تاریخ مانگی اور اس دن مقابلہ ضرور ہوا اور جادوگر ایمان لائے۔ سجدے میں گرے اور جادوگروں میں جس طبقہ کو یہ یقین ہو چکا تھا کہ موسیٰ علیہ السلام جادوگر نہیں بلکہ مرسل الٰہی ہیں انہوں نے بوقت مقابلہ ادب ملحوظ رکھا اور اول اجازت طلب کی جیسا کہ ارشاد ہے:

"قَالُوْا يٰمُوْسٰٓى اِمَّآ اَنْ تُلْقِيَ وَ اِمَّآ اَنْ نَّكُوْنَ اَوَّلَ مَنْ اَلْقٰى۔ جادوگر بولے اے موسیٰ یا تو آپ ڈالیں (اپنا عصا) یا ہم پہلے ڈالیں۔"

یعنی اگر حضرت حکم دیں تو ہم اپنا سامان جو پھیلا ہوا ہے اس پر منتر ڈالیں یا حضور اپنا معجزہ ظاہر فرمائیں۔ جیسی حضرت کی رائے عالی ہو۔ یہ ساحروں نے ادباً عرض کیا تھا اور اس ادب کی برکت تھی کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں دولت ایمان عطا فرمائی۔ اس واقعہ کو تفصیل سے آگے ان شاء اللہ بیان کیا جائے گا۔ آپ نے جواب دیا:

"قَالَ بَلْ اَلْقُوْا ۚ فَاِذَا حِبَالُهُمْ وَعِصِيُّهُمْ يُخَيَّلُ اِلَيْهِ مِنْ سِحْرِهِمْ اَنَّهَا تَسْعٰى۔ فرمایا بلکہ تمہیں ڈالو۔"

اور ابتداء ان کی طرف سے ہونے کی اجازت حضرت کلیم اللہ نے اس لئے دی کہ جادو کے مکر و کید اول وہ ظاہر کر چکیں اس کے بعد جب بینہ قاہرہ کا ظہور ہوگا تو وہ ان کے تمام باطل چھانٹ دے گا اس سے دیکھنے والوں کو بصیرت و عبرت حاصل ہوگی۔

"تو انہوں نے اپنے منتر پھونکے تو وہ رسیاں اور لاٹھیاں ان کے جادو کے منتروں سے ان کے خیال میں دوڑتی معلوم ہوئیں۔" اور نظر بندی اتنی مستولی ہوئی کہ۔

"فَاَوْجَسَ فِيْ نَفْسِهٖ خِيْفَةً مُّوْسٰى۔ موسیٰ علیہ السلام نے بھی اپنے جی میں خوف محسوس فرمایا۔"

کہ ارشاد ہوا۔

"قُلْنَا لَا تَخَفْ اِنَّكَ اَنْتَ الْاَعْلٰى ﴿۶۸﴾ وَاَلْقِ مَا فِيْ يَمِيْنِكَ تَلْقَفْ مَا صَنَعُوْا ؕ اِنَّمَا صَنَعُوْا كَيْدُ سٰحِرٍ ؕ وَلَا

یُفْلِحُ السَّاحِرُ حَیْثُ اَتٰی۔ ہم نے فرمایا موسیٰ نہ ڈرو بے شک تم ہی بلند و بالا رہو گے۔ اور ڈال دو جو تمہارے سیدھے ہاتھ میں ہے نگل جائے گا جو انہوں نے بنایا ہے وہ کچھ نہیں جو بنایا ہے وہ مکر ہے جادوگر کا اور جادوگر فلاح نہیں پا سکتا جیسے بھی سامنے آئے۔"

اس وقت حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ملاحظہ فرمایا کہ میدان سانپوں اژدھوں سے بھر گیا ہے اور میلوں تک میدان میں سانپ ہی سانپ دوڑ رہے ہیں اور دیکھنے والے اس باطل نظر بندی سے مسحور ہیں کہ فرمان الٰہی عزوجل آیا:

"وَ اَلْقِ مَا فِیْ یَمِیْنِكَ تَلْقَفْ مَا صَنَعُوْا ؕ اِنَّمَا صَنَعُوْا كَیْدُ سٰحِرٍ ؕ وَ لَا یُفْلِحُ السَّاحِرُ حَیْثُ اَتٰی۔ جو عصا آپ کے سیدھے ہاتھ میں ہے ڈال دیجئے۔ نگل جائے گا ان کی نظر بندی کے کرتب کو۔ جز ایں نیست کہ وہ دھوکہ جادوگر کا ہے اور جادوگر کسی صورت سے مقابل آئے کامیاب نہیں ہو سکتا۔"

چنانچہ آپ نے اپنا عصا مبارک ڈال دیا اس نے تمام جادو کے فریب کا لقمہ کر لیا اور لوگ اس منظر سے اتنے خائف ہوئے کہ سراسیمہ و پریشان ہو گئے۔

آخرش آپ نے اسے پکڑ لیا تو وہ عصا کا عصا ہی تھا۔

یہ دیکھ کر جادوگروں کو یقین ہو گیا کہ یہ قطعاً جادو نہیں بلکہ معجزہ ہے اور ایسا معجزہ ہے کہ جس کا جادو مقابلہ نہیں کر سکتا۔

اللہ اللہ! حق حق ہی ہوتا ہے اب ساحروں کا یہ حال تھا کہ جہاں کفر و شرک کی حمایت میں رسیاں لکڑیاں پھیلائے ہوئے تھے یہ شان حق نما دیکھتے ہی سب سر بسجود ہو گئے چنانچہ ارشاد ہے:

"فَاُلْقِیَ السَّحَرَةُ سُجَّدًا قَالُوْۤا اٰمَنَّا بِرَبِّ هٰرُوْنَ وَ مُوْسٰی۔ تو سب سجدے میں گرا دیے گئے اور کہنے لگے ہم ایمان لائے رب ہارون و موسیٰ (علیہما السلام) پر۔"

ایک روایت ہے کہ اس سجدہ میں انہیں جنت اور دوزخ کا مشاہدہ کرایا گیا انہوں نے جنت میں اپنے مقامات بھی دیکھ لئے تاکہ ان کا ایمان کسی مصیبت و ایذاء اور امتحان سے متزلزل نہ ہو۔ آگے ارشاد ہے:

"قَالَ اٰمَنْتُمْ لَهٗ قَبْلَ اَنْ اٰذَنَ لَكُمْ ؕ اِنَّهٗ لَكَبِیْرُكُمُ الَّذِیْ عَلَّمَكُمُ السِّحْرَ ۚ فَلَاُقَطِّعَنَّ اَیْدِیَكُمْ وَ اَرْجُلَكُمْ مِّنْ خِلَافٍ وَّ لَاُوصَلِّبَنَّكُمْ فِیْ جُذُوْعِ النَّخْلِ ۫ وَ لَتَعْلَمُنَّ اَیُّنَاۤ اَشَدُّ عَذَابًا وَّ اَبْقٰی۔ بولا فرعون تم ایمان تو لائے ان پر میری اجازت سے قبل (مگر میں بھی سمجھ گیا ہوں) کہ بے شک وہ تمہارا بڑا ہے جس نے تم سب کو جادو سکھایا تو مجھے بھی قسم ہے میں ضرور تمہارے ایک طرف کے ہاتھ اور دوسری طرف کے پاؤں کاٹوں گا اور تمہیں کھجور کے جھنڈ پر سولی چڑھاؤں گا اور ضرور تم جان لو گے کہ ہم میں کس کا عذاب سخت اور دیرپا ہے۔"

فرعون بجائے ایمان لانے کے اس گمراہی میں پڑا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے متعلق کہنے لگا کہ تم سب کا بڑا یہ ہے اور یہ تمہارا استاد کامل ہے اور معاذ اللہ تم نے گویا پہلے ملی بھگت کر رکھی تھی۔ اب تم میرے ہاتھ سے بچ کر کہاں جا سکتے ہو۔ میں تمہارے ایک طرف سے ہاتھ اور دوسری طرف سے پیر کاٹوں گا اور تمہارے لئے سولی کھجور کے جھنڈ تجویز کروں گا تاکہ تم سمجھ سکو کہ جس خدا کو تم نے مانا ہے اس کا عذاب سخت ہے یا میرا۔ یہ متکبرانہ طور پر اس نے بکواس کی۔ اس پر جادوگروں نے کہا۔ فرعون! تیرا دماغ خراب ہو گیا ہے تو نے دیکھا نہیں کہ ید بیضا اور عصائے موسیٰ علیہ السلام کی حقانیت نے باطل کو باطل

کر دکھلایا اور اپنی حقانیت اس شان سے دکھائی کہ عصا نے اژدھا بن کر رسیوں لکڑیوں کو لقمہ کر لیا اگر وہ جادو ہوتا تو ان کا وجود باقی رہنا ضروری تھا۔

لیکن ان کا وجود ہی نہ رہنا اس امر کی دلیل ہے کہ وہ قطعی معجزہ تھا اور یہ تیری بد دماغی ہے کہ اتنی کھلی نشانی دیکھنے کے بعد بھی تو انہیں جادوگروں کا معلم کہتا ہے۔

اور تیرا یہ ڈراوا دینا کہ ہاتھ پیر کاٹ کر کھجور پر سولی دے گا اس کا ہم پر اب کچھ اثر نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ ہمیں موسیٰ علیہ السلام کے رب نے ہماری آخرت کی منزلیں دکھادی ہیں چنانچہ سب نے جو کہا وہ اللہ تعالیٰ بتاتا ہے:

”قَالُوْا لَنْ نُّؤْثِرَكَ عَلٰى مَا جَآءَنَا مِنَ الْبَیِّنٰتِ وَ الَّذِیْ فَطَرَنَا فَاقْضِ مَاۤ اَنْتَ قَاضٍؕ اِنَّمَا تَقْضِیْ هٰذِهِ الْحَیٰوةَ الدُّنْیَاؕ ﴿۷۲﴾ اِنَّاۤ اٰمَنَّا بِرَبِّنَا لِیَغْفِرَ لَنَا خَطٰیٰنَا وَ مَاۤ اَكْرَهْتَنَا عَلَیْهِ مِنَ السِّحْرِؕ وَ اللّٰهُ خَیْرٌ وَّ اَبْقٰى ﴿۷۳﴾ اِنَّهٗ مَنْ یَّاْتِ رَبَّهٗ مُجْرِمًا فَاِنَّ لَهٗ جَهَنَّمَؕ لَا یَمُوْتُ فِیْهَا وَ لَا یَحْیٰى ﴿۷۴﴾ وَ مَنْ یَّاْتِهٖ مُؤْمِنًا قَدْ عَمِلَ الصّٰلِحٰتِ فَاُولٰٓىٕكَ لَهُمُ الدَّرَجٰتُ الْعُلٰىۙ ﴿۷۵﴾ جَنّٰتُ عَدْنٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِیْنَ فِیْهَاؕ وَ ذٰلِكَ جَزٰٓؤُا مَنْ تَزَكّٰى ﴿۷۶﴾۔

تائب جادوگر بولے فرعون ہم ہرگز تجھے ترجیح نہ دیں گے ان روشن دلیلوں پر جو ہمارے پاس آئیں ہمیں قسم ہے اس کی جس نے ہمیں پیدا کیا تو کر جو کرنا چاہتا ہے (ہمارے قدم اب استقامت علی الحق سے نہیں ڈگمگا سکتے) ہاں تیرا بس چل سکتا ہے اور جو کچھ تو حکم دے سکتا ہے دنیا کی زندگی تک دے سکتا ہے۔ ہم بے شک اپنے رب پر ایمان لائے ہیں کہ وہ ہماری خطائیں بخش دے اور وہ جو تو نے ہمیں مجبور کیا جادو پر اور اللہ بہتر ہے اور ہمیشہ باقی رہنے والا اس کے حضور جو مجرم بن کر حاضر آئے تو ضرور اس کے لئے جہنم ہے جس میں نہ مرے نہ جیے۔

اور جو اس کے حضور ایمان کے ساتھ آئے اور اچھے عمل کرنے تو اسے وہ بلند درجے عطا فرماتا ہے بسنے والے باغ جن کے نیچے نہریں رواں ہیں ہمیشہ ان میں رہیں اور یہ بدلہ ہے اس شخص کا جو گناہوں سے ستھرا ہوا۔“

مِنَ الْبَیِّنٰتِ سے مراد ید بیضا اور عصا ہے یعنی انہوں نے فرعون کو جواب دیا کہ تو جو چاہے کر ہمیں اس کی پرواہ نہیں اس لئے کہ ہم نے توبہ کے بعد سجدہ میں سب کچھ دیکھ لیا اور کھلا معجزہ ید بیضا اور عصا تھا۔

جو تیرے دل میں ہو وہ حکم دے اور ہمیں مصیبتوں میں ڈال لے۔ تیری کرنی حیات دنیا تک ہے آگے تیری مجال ہی نہیں۔ آخرت میں تجھے ذلت ہے اور ہمیں عزت۔ دنیا میں تیرا قبضہ ہے اس کی ہمیں پرواہ نہیں۔

ایک روایت ہے کہ جب جادوگروں کو فرعون نے موسیٰ علیہ السلام کے مقابلہ کے لئے بلایا تو انہوں نے کہا ہم موسیٰ کو سویا ہوا دیکھنا چاہتے ہیں۔

چنانچہ انہوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو سوتا ہوا پایا اور دیکھا کہ عصائے مبارک پہرہ دے رہا ہے۔

جادوگروں نے فرعون سے کہا کہ وہ جادوگر نہیں ہیں اس لئے کہ جادوگر جب سو جاتا ہے تو اس کا جادو بھی سو جاتا ہے۔ اور یہ سوئے ہوئے تھے مگر ان کا عصا ان کی محافظت کر رہا تھا۔

لیکن فرعون اپنی ضد پر جما رہا اور انہیں جادو کی تیاری کرنے پر مجبور کیا اس حال کو یہاں بیان کیا اِنَّاۤ اٰمَنَّا بِرَبِّنَا

لِيَغْفِرَ لَنَا خَطٰيٰنَا وَمَا اَكْرَهْتَنَا عَلَيْهِ مِنَ السِّحْرِ ؕ

آگے انہوں نے کہا وہ غفار وستار فرمانبرداروں کو اجر دے گا۔ نافرمانوں پر عذاب فرمائے گا۔

یعنی جس کا ایمان پر خاتمہ ہوا اسے کوئی خطرۂ آخرت نہیں۔

اور جو کفر میں ہلاک ہوا اس کے لئے عذاب سے رستگاری نہیں۔

آخرش ان پر جو جو سختیاں کیں ان تمام کوائف کا مفصل نقشہ علامہ آلوسی اس طرح بیان فرماتے ہیں۔ وھو ھذا۔

وَجَاءَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّهُمَا لَمَّا اُمِرَا بِاِيْتَانِهِ وَ قَوْلِ مَا ذُكِرَ لَهٗ جَاءَ ا جَمِيْعًا اِلٰى بَابِهٖ مَا قَامَا حِيْنًا لَا يُؤْذَنُ لَهُمَا بَعْدَ حِجَابٍ شَدِيْدٍ فَدَخَلَا وَكَانَ مَا قَصَّ اللّٰهُ تَعَالٰى۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ جب موسیٰ وہارون علیہما السلام کو فرعون کے پاس آنے کا حکم ہوا اور فَقُوْلَا لَهٗ قَوْلًا لَّيِّنًا کا حکم بھی ملا تو دونوں جمع ہو کر اس کے دروازے پر تشریف لائے اور بہت دیر منتظر رہے مگر اس نے اجازت نہ دی۔ آخرش بہت سے حجاب کے بعد اجازت دی تو آپ داخل ہوئے پھر وہ کچھ ہوا جس کا تذکرہ قرآن کریم میں ہے۔

وَ اَخْرَجَ اَحْمَدُ وَغَيْرُهٗ عَنْ وَهْبِ بْنِ مُنَبِّهٍ اَنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى لَمَّا اَمَرَ مُوْسٰى عَلَيْهِ السَّلَامُ بِمَا اَمَرَ اَقْبَلَ اِلٰى فِرْعَوْنَ فِيْ مَدِيْنَةٍ قَدْ جَعَلَ حَوْلَهَا الْاَسَدَ فِيْ غَيْضَةٍ۔ (الخ بطولہ)

(پوری روایت کا مفصل ترجمہ)

وہب بن منبہ رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ جب موسیٰ علیہ السلام کو من جانب اللہ حکم ہوا تو آپ فرعون کی طرف اس گاؤں میں تشریف لائے جس کے گرداگرد فرعون نے پالتو شیر رکھ چھوڑے تھے اور ان کے نگران ان پر جو تھے وہ جس پر حملہ کا اشارہ کرتے یہ اسے کھا جاتے۔

اور اس گاؤں کے چار دروازے چھوٹے تھے اور ایک دروازہ بڑا تھا۔ موسیٰ علیہ السلام بڑے دروازے سے داخل ہوئے اور فرعون دیکھ رہا تھا تو جب شیروں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو دیکھا تو لومڑیوں کی طرح وہ چیخنے لگے۔ شیروں کے نگرانوں نے انہیں خوفزدہ آواز سے روکا۔

مختصر یہ کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام دروازۂ شاہی پر پہنچ گئے اور عصا مبارک سے دروازہ کھٹکھٹایا اس وقت جبہ اونی اور سروانی زیب تن فرمائی ہوئی تھی۔

دربان نے جب دیکھا آپ کی اس جرأت پر تعجب کیا اور آگے جانے سے روک دیا اور کہا تمہیں معلوم ہے کس کے دروازے کو تم نے کھٹکھٹایا ہے یہ دروازہ آپ کے سردار کا ہے۔

موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا تو اور میں اور فرعون ادنیٰ غلام ہیں میرے رب کے اور وہ میرا ناصر و مددگار ہے آخر دربان نے اپنے قریب کے درباری کو خبر دی اس نے اگلے کو اسی طرح ستر دربانوں تک اطلاع پہنچائی گئی اور یہ دربان وہ تھے جن کے تحت حکم ایک ایک لشکر تھا۔

مختصر یہ کہ فرعون تک خبر پہنچ گئی اس نے کہا اچھا اسے میرے سامنے لاؤ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام اس کے سامنے پہنچے دیکھتے ہی کہنے لگا ہاں میں نے تمہیں جان لیا۔

آپ نے فرمایا ہاں کیا جان لیا وہ بتا۔

کہنے لگا اَلَمۡ نُرَبِّكَ فِیۡنَا وَلِیۡدًا۔ کیا میں نے تمہیں بچپن میں پرورش نہیں کیا۔

یہ سن کر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے رد فرمایا اور کہا تو کیا پرورش کرتا میرے رب نے تجھ سے خدمت لی ورنہ تو کیا پرورش کرتا اس پر فرعون کو غصہ آ گیا حکم دیا انہیں پکڑ لو۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے دربانوں کے پکڑنے کو آنے سے پہلے اپنا عصاء مبارک ڈال دیا وہ ایک اژدھا خونخوار ہو کر پھن پھنانے لگا۔

یہ دیکھ کر حاضرین دربار ایک پر ایک گرتے پڑتے اپنے ہی پیروں سے پہلے کو کھوندتے ہوئے بھاگ پڑے اس بھگدڑ اور سراسیمگی میں پچیس ہزار آدمی مر گئے۔

اور فرعون اپنا خدائی دعویٰ بھول کر بھاگا اور گھر میں پناہ لی۔

اور وہاں سے کہلایا کہ میرے آپ کے درمیان ایک مدت مقرر ہو جائے تاکہ اس دن آپ سے جادوگروں کا مقابلہ ہو جائے۔

آپ نے فرمایا میں مدت مقرر نہیں کرتا تو ہی مقرر کر۔

آخر وحی آئی کہ موسیٰ وقت مقرر کر لو۔ اور اس سے فرمادو کہ تو وقت مقرر کر۔

فرعون نے چالیس دن مقرر کئے لیکن ہر روز چالیس بار رائے بدلتا رہا۔

اور موسیٰ علیہ السلام اس بستی سے باہر تشریف لے آئے جب ان شیروں کے پاس سے گزرے تو وہ دم ہلا کر مشایعت کرنے والوں کی طرح آپ کو ادب سے رخصت کرتے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرعون کو توبہ کی تلقین کی اور جنت کا وعدہ کیا تھا۔ جس کا ہم اول ذکر کر چکے ہیں۔

چنانچہ فرعون نے حضرت آسیہ سے مشورہ کیا انہوں نے فرمایا آدمی کو ہر بات کا رد کرنا نہیں چاہئے بعض مشورہ مفید بھی ہوتا ہے۔

فرعون عادی تھا مشورہ ہامان پر چلنے کا اس نے ہامان سے استشارہ کیا۔ ہامان سنتے ہی چڑ گیا اور کہنے لگا فرعون میں تو اپنے خیال میں تجھے عقل والا جانتا تھا۔ بھلا سوچ تو سہی آج مالک ہو کر مملوک بننا گوارہ کرے گا۔ رب ہو کر مربوب بننا پسند کرے گا۔ خبردار ہرگز موسیٰ کی بات پر ملتفت نہ ہو۔ چنانچہ فرعون اپنی اسی خباثت پر جما رہا۔

وہب بن منبہ رحمہ اللہ کی روایت کا پورا ترجمہ ختم ہوا اب آگے ملاحظہ کریں۔

اس واقعہ میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کو نبوت میں مقدم رکھنا اس امر کی دلیل ہے کہ فضیلت تابع سن و عمر نہیں یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے جسے مختص فرمائے وہی افضل ہے۔

چنانچہ حضرت موسیٰ علیہ اسلام عمر میں حضرت ہارون علیہ السلام سے چھوٹے ہیں لیکن فضیلت میں حضرت ہارون سے بلند ہیں۔ حیث قال الآلوسی۔

وَ فِیۡ تَقۡدِیۡمِ مُوۡسٰی عَلَیۡهِ السَّلَامُ مَعَ اَنَّهٗ اَصۡغَرُ سِنًّا عَلٰی هٰرُوۡنَ عَلَیۡهِ السَّلَامُ مَعَ اَنَّهُ الۡاَکۡبَرُ

عَلٰی اَنَّ الْفَضْلَ غَیْرُ تَابِعٍ لِلسِّنِّ فَاللّٰهُ تَعَالٰی یَخْتَصُّ بِفَضْلِهٖ مَنْ یَّشَاءُ۔

اور عصا مبارک حضرت موسیٰ علیہ السلام نے خودنہیں ڈالا بلکہ فرعون کے مطالبہ پر ڈالا تھا چنانچہ علامہ آلوسی فرماتے ہیں:

وَلَقَدْ اَرَیْنٰهُ اٰیٰتِنَا حِیْنَ قَالَ لِمُوْسٰی عَلَیْهِ السَّلَامُ اِنْ كُنْتَ جِئْتَ بِاٰیَةٍ فَاْتِ بِهَاۤ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِیْنَ ﴿۱۰۶﴾ فَاَلْقٰی عَصَاهُ فَاِذَا هِیَ ثُعْبَانٌ مُّبِیْنٌ ﴿۱۰۷﴾ وَّنَزَعَ یَدَهٗ فَاِذَا هِیَ بَیْضَآءُ لِلنّٰظِرِیْنَ ﴿۱۰۸﴾۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے" بے شک ہم نے اسے دکھائیں اپنی نشانیاں۔" جب فرعون نے موسیٰ علیہ السلام سے کہا" اگر آپ نشانیوں کے ساتھ آئے ہیں تو لایئے وہ نشان دکھایئے اگر فی الواقع سچے ہیں۔

تو حضرت کلیم اللہ نے اپنا عصا ڈال دیا تو وہ اژدھا بن کر پھن پھنا اٹھا۔

اور بغل سے ہاتھ نکالا تو وہ سفید چمکتا ہوا تھا دیکھنے والوں کے لئے۔"

چنانچہ روایت ہے کہ۔

اِنَّهٗ عَلَیْهِ السَّلَامُ لَمَّا اَلْقَاهَا اِنْقَلَبَتْ ثُعْبَانًا اَشْعَرَ فَاغِرٌ فَاهُ بَیْنَ لَحْیَیْهِ ثَمَانُوْنَ ذِرَاعًا وَضَعَ لَحْیَهُ الْاَسْفَلَ عَلَی الْاَرْضِ وَالْاَعْلٰی عَلٰی سُوْرِ الْقَصْرِ فَتَوَجَّهَ نَحْوَ فِرْعَوْنَ فَهَرِبَ وَاَحْدَثَ فَانْهَزَمَ النَّاسُ مُزْدَحِمِیْنَ فَمَاتَ مِنْهُمْ خَمْسَةٌ وَّ عِشْرُوْنَ اَلْفًا مِّنْ قَوْمِهٖ فَصَاحَ فِرْعَوْنُ یَا مُوْسٰی اَنْشُدُكَ بِالَّذِیْ اَرْسَلَكَ اِلَّا اَخَذْتَهٗ فَاَخَذَهٗ فَعَادَ عَصًا۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جب عصا مبارک ڈالا وہ عصا سے اژدھا بن گیا اور اس کے دونوں جبڑوں کے درمیان اسی گز کا فاصلہ تھا اس نے ایک جبڑا زمین میں گاڑ دیا اور اوپر کا جبڑہ فرعون کے محل کے کنگروں پر رکھ دیا فرعون کی طرف دیکھا تو فرعون گوز مارتا ہوا بھاگا۔ اور لوگ اژدحام کے ساتھ جو سراسیمگی میں بھاگے تو ان میں سے پچیس ہزار مر گئے۔

تو فرعون چیخا اے موسیٰ تمہیں اس کی ذات کی قسم جس نے تمہیں مبعوث فرمایا ہے اسے پکڑ لیجئے آپ نے فوراً پکڑ لیا تو وہ عصا ہو کر آپ کے دست حق پرست میں آگیا۔ پھر جو ہوا وہ پہلے بیان کر دیا گیا ہے۔

ایک روایت میں ہے کہ اِنَّهَا اِنْقَلَبَتْ حَیَّةً اِرْتَفَعَتْ فِی السَّمَاءِ قَدْرَ مِیْلٍ ثُمَّ انْحَطَّتْ مُقْبِلَةً نَحْوَ فِرْعَوْنَ وَ جَعَلَتْ تَقُوْلُ یَا مُوْسٰی مُرْنِیْ بِمَا شِئْتَ وَ یَقُوْلُ فِرْعَوْنُ اَنْشُدُكَ۔ الخ

وہ عصا سانپ بن کر ایک میل آسمان کی طرف اڑا پھر فرعون کی طرف اترا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام سے عرض کرنے لگا۔ موسیٰ جو آپ چاہیں حکم دیں۔ اس کے بعد فرعون بدحواس ہو کر قسم دے کر عرض پیرا ہوا کہ پکڑ لیجئے اس کو۔

اور وَلَقَدْ اَرَیْنٰهُ اٰیٰتِنَا سے مراد آیات موسیٰ علیہ السلام التسع۔ وَلَقَدْ اَرَیْنٰهُ اٰیٰتِنَا سے مراد وہ نو معجزات ہیں جو آپ کو عطا ہوئے۔ وہ معجزات

فلق بحر، نتق الجبل، حجر الذی انفجرت منها العیون ہیں وہ عصا کا اژدھا ہونا، ید بیضا کا ظہور، دریا کا پھٹ جانا، پہاڑ اٹھا کر ان پر رکھ دینا اور پتھر سے بارہ چشمے جاری ہونا وغیرہ ہیں۔

اور نَحْنُ وَلَاۤ اَنْتَ مَكَانًا سُوًی پر ابن ابی حاتم زید سے راوی ہیں اَیْ مَكَانًا مُسْتَوِیًا مِّنَ الْاَرْضِ لَا وَعْرَ فِیْهِ وَلَا جَبَلَ وَلَا اَكَمَةَ وَلَا مُطْمَئِنَّ بِحَیْثُ یَسْتَتِرُ الْحَاضِرِیْنَ فِیْهِ۔

مَكَانًا سُوًى۔ سے مراد ایسا میدان ہے کہ جس میں نہ گڑھا ہو نہ پہاڑ نہ ٹیلا نہ وہاں چھپنے کی کوئی جگہ ہو کہ اس میں وہاں آئے ہوئے لوگ چھپ سکیں۔

اور قَالَ مَوْعِدُكُمْ يَوْمُ الزِّيْنَةِ هُوَ يَوْمُ عِيْدٍ كَانَ لَهُمْ فِيْ كُلِّ عَامٍ يَتَزَيَّنُوْنَ فِيْهِ وَ يُزَيِّنُوْنَ اَسْوَاقَهُمْ كَمَا رُوِيَ عَنْ مُجَاهِدٍ وَقَتَادَةَ وَ قِيْلَ يَوْمُ النَّيْرُوْزِ وَكَانَ رَأْسُ سَنَتِهِمْ۔

قَالَ مَوْعِدُكُمْ يَوْمُ الزِّيْنَةِ۔ سے مراد ان کی عید کا روز تھا جو ہر سال وہ منایا کرتے تھے اس میں لباس فاخرہ سے مزین ہو کر آتے اور بازاروں کو مزین کرتے جیسا کہ مجاہد وقتادہ روایت کرتے ہیں۔

اور ایک قول یہ ہے کہ وہ دن نوروز کا تھا جو ہر سال کے شروع میں آتا تھا۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں اِنَّهٗ يَوْمُ عَاشُوْرَاءَ۔ وہ عشرۂ محرم کا دن تھا۔ چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اس دن کو یوم الزینۃ فرمایا۔ حیث قال۔

مَنْ صَامَ يَوْمَ الزِّيْنَةِ اَدْرَكَ مَا فَاتَهٗ مِنْ صِيَامِ تِلْكَ السَّنَةِ وَمَنْ تَصَدَّقَ يَوْمَئِذٍ بِصَدَقَةٍ اَدْرَكَ مَا فَاتَهٗ مِنْ صَدَقَةِ تِلْكَ السَّنَةِ۔ جو یوم زینت میں روزہ رکھے گا یعنی عشرہ کے دن تو وہ پالے گا جو اس سال کے روزوں کی فضیلت کھو چکا ہے اور جو صدقہ دے اس دن کوئی صدقہ وہ پالے گا جو صدقات کا ثواب کھو چکا ہے اس سال سے۔

فَاَوْجَسَ فِيْ نَفْسِهٖ خِيْفَةً مُّوْسٰى۔ ایجاس عربی میں اخفاء کو کہتے ہیں وَالْخِيْفَةُ الْخَوْفُ۔ خیفہ خوف ہے۔

تَلْقَفْ مَا صَنَعُوْا ؕ۔ یہ لقف سے ہے اس کے معنی نَالَهٗ۔ یعنی لے گا۔ ہاتھ سے یا منہ سے۔

اٰمَنَّا بِرَبِّ هٰرُوْنَ وَمُوْسٰى۔ میں ہارون کو موسیٰ پر مقدم اس لئے کیا کہ جادوگروں کو علم تھا کہ ہارون عمر میں موسیٰ سے بڑے ہیں كَمَا فِيْ شَرْحِ الْمِفْتَاحِ اِنَّ مُوْسٰى اَكْبَرُ مِنْ هَارُوْنَ سَهْوٌ۔ یہ صاحب شرح المفتاح کی بھول ہے جو انہوں نے ہارون سے موسیٰ کو عمر میں زیادہ بتایا۔

لَنْ نُّؤْثِرَكَ۔ يَعْنِيْ لَنْ نَخْتَارَكَ بِالْاِيْمَانِ۔ ہم تجھے ایمان کے مقابل اختیار نہ کریں گے۔

وَالَّذِيْ فَطَرَنَا۔ اَيْ اَبْدَعَنَا وَاَوْجَدَنَا۔ یعنی جس نے ہمیں پیدا کیا اور ایجاد فرمایا۔

بامحاورہ ترجمہ چوتھا رکوع ۔ سورۂ طٰہٰ ۔ پ ۱۶

وَلَقَدْ اَوْحَيْنَآ اِلٰى مُوْسٰٓى ۙ اَنْ اَسْرِ بِعِبَادِيْ فَاضْرِبْ لَهُمْ طَرِيْقًا فِي الْبَحْرِ يَبَسًا ۙ لَّا تَخٰفُ دَرَكًا وَّلَا تَخْشٰى ﴿۷۷﴾

اور بے شک ہم نے وحی کی موسیٰ کو کہ راتوں رات چل میرے بندوں کو لے کر اور مار ان کے لئے عصا کہ راستہ نکلے دریا میں خشک تجھے ڈر نہ ہوگا کہ فرعون آ لے اور نہ خطرہ

فَاَتْبَعَهُمْ فِرْعَوْنُ بِجُنُوْدِهٖ فَغَشِيَهُمْ مِّنَ الْيَمِّ مَا غَشِيَهُمْ ؕ ﴿۷۸﴾

تو ان کے پیچھے لگا فرعون مع لشکر کے اور انہیں گھیر لیا دریا نے جیسا کہ ڈھانپ لیا

وَاَضَلَّ فِرْعَوْنُ قَوْمَهٗ وَمَا هَدٰى ﴿۷۹﴾

اور گمراہ کیا فرعون نے اپنی قوم کو اور راہ پر نہ چھوڑا

يَٰبَنِيٓ إِسۡرَٰٓءِيلَ قَدۡ أَنجَيۡنَٰكُم مِّنۡ عَدُوِّكُمۡ وَوَٰعَدۡنَٰكُمۡ جَانِبَ ٱلطُّورِ ٱلۡأَيۡمَنَ وَنَزَّلۡنَا عَلَيۡكُمُ ٱلۡمَنَّ وَٱلسَّلۡوَىٰ ﴿٨٠﴾

اے بنی اسرائیل بے شک ہم نے نجات دی تمہیں تمہارے دشمن سے اور وعدہ کیا ہم نے طور کی داہنی طرف اور اتارا ہم نے تم پر من اور سلویٰ

كُلُواْ مِن طَيِّبَٰتِ مَا رَزَقۡنَٰكُمۡ وَلَا تَطۡغَوۡاْ فِيهِ فَيَحِلَّ عَلَيۡكُمۡ غَضَبِيۖ وَمَن يَحۡلِلۡ عَلَيۡهِ غَضَبِي فَقَدۡ هَوَىٰ ﴿٨١﴾

کھاؤ پاک جو ہم نے تمہیں روزی دی اور اس میں زیادتی نہ کرو کہ تم پر اترے میرا غضب اور جس پر میرا غضب اترا وہ بے شک گمراہ ہوا۔

وَإِنِّي لَغَفَّارٞ لِّمَن تَابَ وَءَامَنَ وَعَمِلَ صَٰلِحٗا ثُمَّ ٱهۡتَدَىٰ ﴿٨٢﴾

اور بے شک میں بخشنے والا ہوں اسے جو توبہ کرے اور ایمان لائے اور نیک عمل کرے پھر ہدایت پر رہے

وَمَآ أَعۡجَلَكَ عَن قَوۡمِكَ يَٰمُوسَىٰ ﴿٨٣﴾

اور کس وجہ سے تو نے جلدی کی اپنی قوم سے اے موسیٰ

قَالَ هُمۡ أُوْلَآءِ عَلَىٰٓ أَثَرِي وَعَجِلۡتُ إِلَيۡكَ رَبِّ لِتَرۡضَىٰ ﴿٨٤﴾

عرض کی وہ یہ ہیں میرے پیچھے اور جلدی کی میں نے تیری طرف اے میرے رب تاکہ تو راضی ہو

قَالَ فَإِنَّا قَدۡ فَتَنَّا قَوۡمَكَ مِنۢ بَعۡدِكَ وَأَضَلَّهُمُ ٱلسَّامِرِيُّ ﴿٨٥﴾

فرمایا تو ہم نے تیرے آنے کے بعد تیری قوم کو امتحان میں ڈالا اور گمراہ کیا انہیں سامری نے

فَرَجَعَ مُوسَىٰٓ إِلَىٰ قَوۡمِهِۦ غَضۡبَٰنَ أَسِفٗاۚ قَالَ يَٰقَوۡمِ أَلَمۡ يَعِدۡكُمۡ رَبُّكُمۡ وَعۡدًا حَسَنًاۚ أَفَطَالَ عَلَيۡكُمُ ٱلۡعَهۡدُ أَمۡ أَرَدتُّمۡ أَن يَحِلَّ عَلَيۡكُمۡ غَضَبٞ مِّن رَّبِّكُمۡ فَأَخۡلَفۡتُم مَّوۡعِدِي ﴿٨٦﴾

تو پلٹے موسیٰ قوم کی طرف غصہ سے افسوس کرتے فرمایا اے میری قوم کیا تم سے تمہارے رب نے اچھا وعدہ نہ کیا تھا کیا تم پر طویل ہو گیا تھا عہد یا تم نے چاہا یہ کہ اترے تم پر غضب تمہارے رب کا تو تم نے وعدہ خلافی کی

قَالُواْ مَآ أَخۡلَفۡنَا مَوۡعِدَكَ بِمَلۡكِنَا وَلَٰكِنَّا حُمِّلۡنَآ أَوۡزَارٗا مِّن زِينَةِ ٱلۡقَوۡمِ فَقَذَفۡنَٰهَا فَكَذَٰلِكَ أَلۡقَى ٱلسَّامِرِيُّ ﴿٨٧﴾

بولے ہم نے آپ کا وعدہ اپنے اختیار سے خلاف نہ کیا لیکن ہم سے کچھ بوجھ اٹھوائے گئے اس قوم کے زیورات کے تو ہم نے اسے پھینک دیا پھر اسی طرح سامری نے ڈال دیا۔

فَأَخۡرَجَ لَهُمۡ عِجۡلٗا جَسَدٗا لَّهُۥ خُوَارٞ فَقَالُواْ هَٰذَآ إِلَٰهُكُمۡ وَإِلَٰهُ مُوسَىٰ فَنَسِيَ ﴿٨٨﴾

تو اس نے نکالا ان کے لئے بچھڑا بے جان اس میں گائے کے بولنے کی آواز تھی تو کہا یہ ہے تمہارا معبود اور موسیٰ کا خدا تو ہم بھول گئے

أَفَلَا يَرَوۡنَ أَلَّا يَرۡجِعُ إِلَيۡهِمۡ قَوۡلٗا وَلَا يَمۡلِكُ لَهُمۡ ضَرّٗا وَلَا نَفۡعٗا ﴿٨٩﴾

کیا نہیں دیکھتے کہ انہیں کسی بات کا جواب نہیں دیتا اور ان کے کسی برے بھلے کا اختیار نہیں رکھتا

حل لغات چوتھا رکوع۔سورۂ طٰہٰ۔پ ۱۶

وَلَقَدْ۔اور بے شک	اَوْحَيْنَآ۔وحی کی ہم نے	اِلٰى۔طرف	مُوْسٰى۔موسیٰ کی
اَنْ۔یہ کہ	اَسْرِ۔رات کو لے جا	بِعِبَادِيْ۔میرے بندوں کو	فَاضْرِبْ۔تو مار
لَهُمْ۔ان کے لئے	طَرِيْقًا۔راستہ	فِي الْبَحْرِ۔سمندر میں	يَبَسًا۔خشک
لَا تَخٰفُ۔نہ ڈرے تو	دَرَكًا۔پالینے سے	وَلَا۔اور نہ	تَخْشٰى۔خوف کھائے
فَاَتْبَعَهُمْ۔تو پیچھے لگا ان کے	فِرْعَوْنُ۔فرعون	بِجُنُوْدِهٖ۔اپنا لشکر لے کر	فَغَشِيَهُمْ۔تو ڈھانپ لیا ان کو
مِّنَ الْيَمِّ۔سمندر سے	مَا۔جس نے	غَشِيَهُمْ۔ڈھانپا	وَاَضَلَّ۔اور گمراہ کیا
فِرْعَوْنُ۔فرعون نے	قَوْمَهٗ۔اپنی قوم کو	وَمَا۔اور نہ	هَدٰى۔ہدایت دی
يٰبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ۔اے بنی اسرائیل		قَدْ۔بے شک	اَنْجَيْنٰكُمْ۔نجات دی ہم
نے تم کو	مِّنْ عَدُوِّكُمْ۔تمہارے دشمن سے		وَ وٰعَدْنٰكُمْ۔اور وعدہ دیا
ہم نے تم کو	جَانِبَ۔جانب	الطُّوْرِ۔طور کی	الْاَيْمَنَ۔دائیں
وَنَزَّلْنَا۔اور اتارا ہم نے	عَلَيْكُمُ۔تم پر	الْمَنَّ۔من	وَالسَّلْوٰى۔اور سلویٰ
كُلُوْا۔کھاؤ	مِنْ طَيِّبٰتِ۔پاکیزہ	مَا۔جو	رَزَقْنٰكُمْ۔رزق دیا ہم نے
تم کو	وَلَا۔اور نہ	تَطْغَوْا۔زیادتی کرو	فِيْهِ۔اس میں
فَيَحِلَّ۔کہ اترے گا	عَلَيْكُمْ۔تم پر	غَضَبِيْ۔میرا غضب	وَمَنْ۔اور جس پر
يَّحْلِلْ۔اترے	عَلَيْهِ۔اس پر	غَضَبِيْ۔میرا غضب	فَقَدْ۔سو بے شک
هَوٰى۔گر گیا	وَاِنِّيْ۔اور یقیناً میں	لَغَفَّارٌ۔بخشنے والا ہوں	لِّمَنْ۔اس کو جو
تَابَ۔تائب ہوا	وَاٰمَنَ۔اور ایمان لایا	وَعَمِلَ۔اور عمل کئے	صَالِحًا۔اچھے
ثُمَّ۔پھر	اهْتَدٰى۔ہدایت پائی	وَمَآ۔اور کیا چیز	اَعْجَلَكَ۔جلدی لائی تجھے
عَنْ قَوْمِكَ۔تیری قوم سے	يٰمُوْسٰى۔اے موسیٰ	قَالَ۔کہا	هُمْ۔وہ
اُولَآءِ۔یہ ہیں	عَلٰٓى اَثَرِيْ۔میرے پیچھے	وَعَجِلْتُ۔اور جلدی کی میں نے	
اِلَيْكَ۔تیری طرف	رَبِّ۔اے میرے رب	لِتَرْضٰى۔کہ تو راضی ہو	قَالَ۔فرمایا
فَاِنَّا۔ہم نے	قَدْ۔بے شک	فَتَنَّا۔آزمایا ہم نے	قَوْمَكَ۔تیری قوم کو
مِنْۢ بَعْدِكَ۔تیرے بعد	وَاَضَلَّهُمُ۔اور گمراہ کیا ان کو	السَّامِرِيُّ۔سامری نے	فَرَجَعَ۔تو لوٹے
مُوْسٰٓى۔موسیٰ	اِلٰى۔طرف	قَوْمِهٖ۔اپنی قوم کے	غَضْبَانَ۔غصے میں
اَسِفًا۔افسوس کھاتے	قَالَ۔کہا	يٰقَوْمِ۔اے میری قوم	اَلَمْ۔کیا نہ
يَعِدْكُمْ۔وعدہ دیا تم کو	رَبُّكُمْ۔تمہارے رب نے	وَعْدًا۔وعدہ	حَسَنًا۔اچھا
اَفَطَالَ۔کیا پھر لمبی ہوئی	عَلَيْكُمُ۔تم پر	الْعَهْدُ۔مدت	اَمْ۔یا

اَرَدْتُّمْ۔چاہا تم نے	اَنْ۔یہ کہ	یَّحِلَّ۔اترے	عَلَیْکُمْ۔تم پر
غَضَبٌ۔غضب	مِّنْ رَّبِّکُمْ۔تمہارے رب کا	فَاَخْلَفْتُمْ۔تو خلاف کیا تم نے	مَّوْعِدِیْ۔میرے وعدے کا
قَالُوْا۔بولے	مَآ۔نہیں	اَخْلَفْنَا۔خلاف کیا ہم نے	مَوْعِدَكَ۔تیرے وعدے کا
بِمَلْکِنَا۔اپنے اختیار سے	وَلٰکِنَّا۔اور لیکن	حُمِّلْنَآ۔اٹھوائے گئے ہم	اَوْزَارًا۔بوجھ
مِّنْ زِیْنَةِ الْقَوْمِ۔قوم کی زینت کا		فَقَذَفْنٰهَا۔تو ڈالا ہم نے اس کو	
فَكَذٰلِكَ۔اور اسی طرح	اَلْقَى۔ڈالا	السَّامِرِیُّ۔سامری نے	فَاَخْرَجَ۔تو نکالا
لَهُمْ۔ان کے لئے	عِجْلًا۔بچھڑے کا	جَسَدًا۔جسم	لَّهٗ۔اس کی
خُوَارٌ۔آواز تھی گائے کی	فَقَالُوْا۔تو بولے	هٰذَآ۔یہ	اِلٰهُكُمْ۔تمہارا خدا ہے
وَاِلٰهُ۔اور خدا ہے	مُوْسٰى۔موسیٰ کا	فَنَسِیَ۔سو وہ بھول گیا	اَفَلَا۔کیا پھر نہیں
یَرَوْنَ۔دیکھتے	اَلَّا۔کہ وہ نہیں	یَرْجِعُ۔لوٹاتا	اِلَیْهِمْ۔ان کی طرف
قَوْلًا۔بات	وَّلَا۔اور نہیں	یَمْلِكُ۔مالک ہے	لَهُمْ۔ان کے لئے
ضَرًّا۔تکلیف کا	وَّلَا۔اور نہ	نَفْعًا۔نفع کا	

مختصر تفسیر اردو چوتھا رکوع۔سورۂ طٰہٰ۔پ ۱۶

”وَلَقَدْ اَوْحَیْنَآ اِلٰى مُوْسٰۤى ﳔ اَنْ اَسْرِ بِعِبَادِیْ فَاضْرِبْ لَهُمْ طَرِیْقًا فِی الْبَحْرِ یَبَسًا ۙ لَّا تَخٰفُ دَرَكًا وَّلَا تَخْشٰى۔اور بے شک ہم نے وحی کی موسیٰ کی طرف یہ کہ راتوں رات میرے بندوں کو لے کر روانہ ہو اور ان کے لئے دریا میں عصا مار کر خشک راستہ نکال دے۔تمہیں ڈرنا نہیں چاہئے کہ فرعون تمہارا ادراک کر کے تمہیں آلے اور کوئی خطرہ نہ کرو۔“

وحی کی تحقیق ہم اول کر چکے ہیں۔اَنْ اَسْرِ۔اسری کے مبحث میں مفصل بتا آئے ہیں۔سورۂ بنی اسرائیل میں دیکھو کہ اسری عربی میں راتوں رات سفر کرنے کو کہتے ہیں۔

طَرِیْقًا۔اضرب کا مفعول بہ ہے۔اصل عبارت یہ بنتی ہے اِضْرِبِ الْبَحْرَ لِیَصِیْرَ لَهُمْ طَرِیْقاً۔دریا میں مار تا کہ ان کے لئے راستہ ہو جائے۔

یَبَسًا۔کے معنی یا بسًا کے ہیں یعنی خشک۔اور یہ چونکہ باعتبار اسباط متعدد تھے تو ان کے لئے ایک راستہ کافی نہ تھا چنانچہ بارہ راستے آپ نے عصا مار کر بنا دیئے۔

قاموس میں ہے اَلْیَبَسُ بِالْاِسْکَانِ مَا کَانَ اَصْلُهٗ رَطْبًا فَجَفَّ۔یبس سکون باء کے ساتھ وہاں بولتے ہیں جہاں اول تری ہو پھر خشکی آئے۔

وَاَمَّا طَرِیْقُ مُوْسٰى عَلَیْهِ السَّلَامُ فِی الْبَحْرِ فَاِنَّهٗ لَمْ یُعْهَدْ طَرِیْقًا لَا رَطْبًا وَلَا یَابِسًا۔

وَرُوِیَ اَنَّ مُوْسٰى عَلَیْهِ السَّلَامُ لَمَّا ضَرَبَ الْبَحْرَ وَانْفَلَقَ حَتّٰى صَارَتْ فِیْهِ طُرُقٌ بَعَثَ اللّٰهُ تَعَالٰى رِیْحَ الصَّبَا فَجَفَّفَ تِلْکَ الطُّرُقَ حَتّٰى یَبِسَتْ۔ایک روایت ہے کہ موسیٰ علیہ السلام نے جب عصا مارا دریا

میں اور وہ پھٹا حتیٰ کہ اس میں راستے بن گئے تو اللہ تعالیٰ نے باد صبا کو بھیجا اس نے ان راستوں کو خشک کر دیا۔

اور یہ وحی مصر میں ہوئی کہ راتوں رات مصر سے نکل جاؤ۔ اور بحر قلزم جب راہ میں آئے تو اسے عصا مار کر پھاڑ دو اس میں راستے بن جائیں گے۔

واقعہ یوں ہے جو اجمالاً بیان فرمایا گیا

کہ جادوگر مغلوب ہو گئے اور آیات مفصلات یعنی طوفان، جراد، قمل، ضفادع، دم وغیرہ ان پر رونما ہوئے یہ حالات بیس سال میں پورے ہوئے۔ اسے مفصل دیکھنا ہو تو سورۂ اعراف کے بارہویں رکوع کے نصف سے اکیسویں رکوع کی تفسیر تک میں دیکھیں۔ اعراف نویں پارہ میں ہے یہاں اجمالاً اسے دہرایا گیا ہے۔

چنانچہ اَنِ اضْرِبْ بِّعَصَاكَ الْبَحْرَ۔ اسی دریا میں عصا مارنے کا تذکرہ ہے۔

لَّا تَخٰفُ دَرَكًا وَّلَا تَخْشٰى۔ درک کے معنی زجاج۔ ابوحیوۃ، طلحہ، اعمش رحمہم اللہ فرماتے ہیں دَرْكًا بِسُكُوْنِ الرَّاءِ وَ هُوَ اِسْمٌ مِّنَ الْاِدْرَاكِ اَىِ اللُّحُوْقَ كَالدَّرْكِ بِالتَّحْرِيْكِ۔ درک بسکون راء یہ اسم ادراک سے ہے جس کے معنی لحوق کے ہیں یعنی ملنے کے۔

اور راغب رحمہ اللہ کہتے ہیں اَلدَّرْكُ بِالتَّحْرِيْكِ فِى الْاٰيَةِ مَا يَلْحَقُ الْاِنْسَانَ مَنْ تَبِعَهٗ۔ درک جیسا کہ آیت میں ہے یہ وہ ملنا ہے جو انسان کسی کا تعاقب کر کے ملے۔ تو لَّا تَخٰفُ دَرَكًا کے یہاں یہ معنی ہوں گے اَىْ لَا تَخَافُ تَبِعَهٗ۔ تمہیں اس کا تعاقب خوفزدہ نہ کرے۔

وَالْجُمْهُوْرُ عَلَى الْاَوَّلِ اَىْ لَا تَخَافُ اَنْ يُّدْرِكَكُمْ فِرْعَوْنُ وَجُنُوْدُهٗ مِنْ خَلْفِكُمْ۔ جمہور اس کے یہی معنی کرتے ہیں کہ تمہیں خوف نہ ہو اس کا کہ فرعون اور اس کا لشکر تمہیں آ لے تمہارے پیچھے سے۔

وَّلَا تَخْشٰى۔ اور نہ ہو تمہیں اس کا خطرہ۔ اَنْ يُّغْرِقَكُمُ الْبَحْرُ مِنْ قُدَّامِكُمْ۔ اس کا کہ دریا تمہیں غرق نہ کر دے۔

''فَاَتْبَعَهُمْ فِرْعَوْنُ بِجُنُوْدِهٖ فَغَشِيَهُمْ مِّنَ الْيَمِّ مَا غَشِيَهُمْ ﴿٧٨﴾ وَاَضَلَّ فِرْعَوْنُ قَوْمَهٗ وَمَا هَدٰى۔ تو پیچھے لگا فرعون اپنے لشکر کے ساتھ تو انہیں دریا نے ڈھانپ لیا جیسے ڈھانپ لیا اور فرعون نے گمراہ کیا اپنی قوم کو اور راہ نہ دکھائی۔''

آلوسی رحمہ اللہ فرماتے ہیں اَىْ تَبِعَهُمْ وَ مَعَهٗ جُنُوْدُهٗ عَلٰى اَنِ اتَّبَعَ۔ یعنی جب فرعون کو معلوم ہوا کہ موسیٰ علیہ السلام ستر ہزار امتیوں کو لے کر روانہ ہو گئے تو فرعون بھی اپنے لشکر کے ساتھ چند لاکھ قبطیوں کو لے کر چلا۔

ایک روایت ہے کہ اول روانگی کا حکم ہوا پھر جب ساحل پر آئے تو پیچھے سے فرعونی لشکر آتا نظر آیا تو اس وقت فَاضْرِبْ لَهُمْ طَرِيْقًا وحی ہوئی۔

رُوِىَ اَنَّ مُوْسٰى عَلَيْهِ السَّلَامُ خَرَجَ بِهِمْ اَوَّلَ اللَّيْلِ يُرِيْدُ الْقُلْزَمَ وَ كَانُوْا قَدِ اسْتَعَارُوْا مِنْ قَوْمِ فِرْعَوْنَ الْحُلِىَّ وَالدَّوَابَّ لِعِيْدٍ يَّخْرُجُوْنَ اِلَيْهِ وَكَانُوْا سِتَّمِائَةِ اَلْفٍ وَ ثَلَاثَةَ الْاٰفٍ وَّنَيِّفًا لَيْسَ فِيْهِمْ اِبْنُ سِتِّيْنَ وَلَا عِشْرِيْنَ۔

کہ جب موسیٰ علیہ السلام اول رات بارادہ قلزم معہ اپنی جماعت بنی اسرائیل کے چلے تو انہوں نے قوم فرعون سے زیور اور سواریاں عید منانے کے لئے عاریتاً مانگی تھیں تو انہیں جب معلوم ہوا تو یہ چھ لاکھ تین ہزار کے اجتماع کے تعاقب میں چلا اور

اس جماعت میں ساٹھ سے کم اور بیس سے زیادہ عمر کے لوگ تھے۔

ایک قول ہے کہ یہ چھ لاکھ ستر ہزار قبطی تھے۔

اور اپنے ساتھ جسد یوسف علیہ السلام بھی نکال کر لے چلے تھے۔ اس لئے کہ ان کا معاہدہ تھا کہ جب یہ ہجرت کریں گے تو جسد یوسف علیہ السلام اپنے ساتھ لے جائیں گے۔

اور قبر یوسف علیہ السلام کی انہیں خبر نہ تھی تو ایک بڑھیا نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے وعدہ لیا کہ جنت میں مجھے اپنے ساتھ لیں گے۔ اور اس نے قبر کا پتہ بتایا۔ مختصر یہ کہ

فرعون کو اس کی خبر ملی تو اس نے لشکر جمع کیا اور ستر ہزار سوار آگے آگے دوڑائے۔

بعض روایتوں میں ہے کہ سات لاکھ سوار تھے۔

بعض کہتے ہیں پانچ لاکھ اور دس ہزار سوار تھے جو بنی اسرائیل کھوج لینے چلے۔

حتیٰ کہ انہوں نے آلیا۔ یہ دیکھ کر بنی اسرائیل گھبرائے تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنا عصا دریا میں مارا تو اس میں بارہ راستے پھٹ گئے اور بنی اسرائیل کی جمعیت دوسرے کنارے نکل گئی۔

اور فرعون ایک خوبصورت گھوڑے پر جسے حصان کہتے ہیں آگے آگے تھا اور لشکر پیچھے پیچھے تو سب نے دریا دیکھا کہ اس میں راستے بنے ہوئے ہیں لوگوں کو اس پر تعجب ہوا فَقَالَ فِرْعَوْنُ لَهُمْ اِنَّمَا انْفَلَقَ مِنْ هَيْبَتِيْ۔ یہ دریا میرے رعب و داب سے پھٹا ہے۔

تو سب سے پہلے فرعون حصان پر اس راستے میں اترا اور اس کے آگے آگے روح الامین ایک چالاک اور تیز گھوڑی پر جا رہے تھے کہ آپ نے ملائکہ کو آواز دی جو تینتیس تھے اور حکم دیا کہ آجاؤ۔ چنانچہ وہ آ گئے۔ اور جب بنی اسرائیل معہ موسیٰ علیہ السلام صحیح و سالم پار ہو گئے اور فرعون معہ لشکر وسط قلزم میں پہنچا تو فَغَشِيَهُمْ مِّنَ الْيَمِّ مَا غَشِيَهُمْ تو گھیر لیا دریا کی موجوں نے جو گھیرا اَیْ عَلَابِهِمْ وَغَمَرَهُمْ مَّا غَمَرَهُمْ پانی ان کے سر سے کھیل گیا۔

غرضکہ تمام کا تمام غرق دریا ہو گیا اور فرعون کی لاش ساحل پر موج نے پھینک دی۔ جیسا کہ ارشاد ہے فَالْيَوْمَ نُنَجِّيْكَ بِبَدَنِكَ لِتَكُوْنَ لِمَنْ خَلْفَكَ اٰيَةً۔

اور اس میں یہ حکمت بھی تھی کہ بقیہ بندگان فرعون کو اس امر کا یقین ہی نہ تھا کہ فرعون غرق دریا ہو سکتا ہے اس لئے کہ وہ ان کا خدا تھا۔

جب انہوں نے لاش دیکھ لی تو یقین ہوا کہ اس نے ہمیں بھی گمراہ کیا۔ چنانچہ ارشاد ہے:

”وَاَضَلَّ فِرْعَوْنُ قَوْمَهٗ وَمَا هَدٰى۔ اور گمراہ کیا فرعون نے اپنی قوم کو اور راہ نہ دکھائی۔“

يَعْنِىْ سَلَكَ بِهِمْ مَسْلَكًا اَدَّاهُمْ اِلَى الْخُسْرَانِ فِى الدِّيْنِ وَالدُّنْيَا مَعًا حَيْثُ اُغْرِقُوْا فَاُدْخِلُوْا نَارًا۔ یعنی فرعون انہیں ایسے راستے لے گیا جو انہیں نقصان و خسران دینی و دنیاوی میں ڈالنے والا تھا جیسے کہ دنیا میں غرق ہوئے اور آخرت میں جہنم میں گئے۔

اب آگے اللہ تعالیٰ بنی اسرائیل کو مخاطب فرما کر اپنے احسانات کا ذکر فرماتا ہے۔ چنانچہ ارشاد ہے:

"یٰبَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ قَدْ اَنْجَیْنٰكُمْ مِّنْ عَدُوِّكُمْ وَ وٰعَدْنٰكُمْ جَانِبَ الطُّوْرِ الْاَیْمَنَ وَ نَزَّلْنَا عَلَیْكُمُ الْمَنَّ وَ السَّلْوٰى ﴿۸۰﴾ كُلُوْا مِنْ طَیِّبٰتِ مَا رَزَقْنٰكُمْ وَ لَا تَطْغَوْا فِیْهِ فَیَحِلَّ عَلَیْكُمْ غَضَبِیْ ۚ وَ مَنْ یَّحْلِلْ عَلَیْهِ غَضَبِیْ فَقَدْ هَوٰى ﴿۸۱﴾ وَ اِنِّیْ لَغَفَّارٌ لِّمَنْ تَابَ وَ اٰمَنَ وَ عَمِلَ صَالِحًا ثُمَّ اهْتَدٰى ﴿۸۲﴾ -

اے بنی اسرائیل بے شک ہم نے تمہیں نجات دی تمہارے دشمن سے اور وعدہ کیا ہم نے تم سے طور کی داہنی طرف کا اور تم پر من وسلویٰ اتارا کھاؤ جو پاک چیزیں ہم نے تمہیں روزی دیں اور اس میں زیادتی نہ کرو کہ میرا تم پر غضب اترے اور جس پر میرا غضب اترا بے شک وہ گرا اور ذلیل ہوا اور بے شک میں بہت بخشنے والا ہوں اسے جو توبہ کرے اور ایمان لائے اور اچھا کام کرے پھر ہدایت پر رہے۔"

نجات دشمن سے دلانا فرعون اور اس کی قوم قبط سے ہے جو انہیں سخت عذاب دیتے ان کی اولاد نرینہ قتل کرتے لڑکیاں زندہ رکھتے۔

اور وعدہ طور کی داہنی جانب دینا یہ تھا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو توریت عطا ہوگی جس پر عمل کیا جائے جب آپ مصر سے شام تشریف لائے اور مقام تیہ میں جو لق ودق وادی میں ہے جہاں کوئی ذریعہ روزی کا نہ تھا وہاں من وسلویٰ نازل فرمایا۔

منجد میں ہے۔ اَلْمَنُّ۔ مَنُّ بَنِیْ اِسْرَائِیْلَ هُوَ الَّذِیْ اَنْزَلَهُ اللّٰهُ بِاُعْجُوْبَةٍ فِی الْعِبْرِیَّةِ لِیَقْتَاتُوْا بِهٖ۔ بنی اسرائیل پر جو من نازل ہوا وہ اللہ تعالیٰ نے جنگل میں عجیب طریقہ پر نازل فرمایا جس سے وہ غذا وغیرہ حاصل کرتے تھے۔

آلوسی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: مَنّ۔ اَلتُّرَنْجَبِیْنُ وَ السَّمَانِیُّ۔ سمانی پر صاحب منجد لکھتے ہیں:

اَلسُّمَانِیُّ نَوْعٌ مِّنَ الطُّیُوْرِ الْقَوَاطِعِ لِلْوَاحِدِ وَهُوَ الْمَعْرُوْفُ فِیْ بِلَادِ الشَّامِ بِالْفَرِیِّ۔ سمانی ایک قسم کا پرندہ ہے جو بلاد شام میں فری کے نام سے مشہور ہے۔

حَیْثُ كَانَ یَنْزِلُ عَلَیْهِمُ الْمَنُّ وَ هُمْ فِی التِّیْهِ مِثْلَ الثَّلْجِ مِنَ الْفَجْرِ اِلَی الطُّلُوْعِ لِكُلِّ اِنْسَانٍ صَاعٌ وَ یَبْعَثُ الْجَنُوْبُ عَلَیْهِمُ السَّمَانِیَّ فَیَاخُذُ الْوَاحِدُ مِنْهُمْ مَا یَكْفِیْهِ۔ من اس جنگل میں جسے تیہ کہا جاتا ہے برف کی طرح صبح سے آفتاب کے طلوع تک اتنا برستا کہ ہر انسان کے لئے ایک صاع جمع ہو جاتا اور صاع آدھ پاؤ کم دو سیر یا تین چھٹانک دو سیر وزن کو کہتے ہیں۔

اور شام کے وقت سمانی بٹیر کی طرح کا پرندہ ہے جو اڑ کر آتا اور ان کی ضرورت کے موافق وہ اسے پکڑ لیتے۔

اور صاحب تفسیر حقانی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

جب ان لق ودق بیابانوں میں کھانے کو کچھ نہ ملا تو خدا نے بنی اسرائیل پر من کو جو ایک قسم کی شیرینی اور خوش ذائقہ چیز ترنجبین کی مانند تھی جس کی تودوں پر روٹیاں پکا پکا کر کھاتے تھے۔

اور سلویٰ کو یعنی بٹیریں جو از خود رات کو ان کے خیموں میں آگرتی تھیں نازل کیا۔ اور ارشاد ہوا:

"كُلُوْا مِنْ طَیِّبٰتِ مَا رَزَقْنٰكُمْ۔ کھاؤ پاک چیزوں سے جو ہم نے تمہیں روزی دی۔"

اَیْ مِنْ لَذَائِذِهٖ اَوْ حَلَالَاتِهٖ۔ یعنی حلال لذتیں اور حلال چیزیں کھاؤ۔

"وَ لَا تَطْغَوْا اَیْ فِیْمَا رَزَقْنٰكُمْ۔ اور زیادتی نہ کرو اس میں جو ہم نے تمہیں روزی دی وہ زیادتی یہی کہ اس میں

سے بچا کر نہ رکھو۔ وَ قِیْلَ لَا تَدَّخِرُوْا۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں اَیْ لَا یَظْلِمْ بَعْضُکُمْ بَعْضاً فَیَاخُذُہٗ مِنْ صَاحِبِہٖ بِغَیْرِ حَقٍّ۔ آپس میں بعض تمہارا بعض پر ظلم کر کے بغیر حق کسی کا حق نہ دبائے اگر ایسا کیا تو

"فَیَحِلَّ عَلَیْکُمْ غَضَبِیْ۔ تو تم پر میرا غضب حلال ہو جائے گا۔ یا حلول کرے گا یا اترے گا۔"

وَاَصْلُہٗ مِنَ الْحُلُوْلِ ثُمَّ اسْتُعِیْرَ لِغَیْرِھَا وَ شَاعَ۔

"وَمَنْ یَّحْلِلْ عَلَیْہِ غَضَبِیْ فَقَدْ ھَوٰی۔ وَاَصْلُہُ الْوُقُوْعُ مِنْ عُلُوٍّ کَالْجَبَلِ ثُمَّ اسْتُعْمِلَ فِی الْھِلَاکِ۔

اور جس پر میرا غضب اترا بے شک وہ گرا یعنی ہلاک ہوا اور اصل میں بلندی سے گرنے میں یہ لغت تھا پھر اس کا استعمال اہل زبان نے ہلاکت کے معنی میں کرنا شروع کر دیا۔

وَ قِیْلَ اَیْ وَقَعَ فِی الْھَاوِیَۃِ وَاِلَیْہِ ذَھَبَ الزُّجَاجُ۔ اور ایک قول میں اس کے معنی ہیں ہاویہ جہنم میں گرا اور اسی طرف زجاج بھی گئے۔

وَ فِیْ بَعْضِ الْاٰثَارِ اِنَّ جَھَنَّمَ قَصْرًا یُرْمٰی الْکَافِرَ مِنْ اَعْلَاہُ فَیَھْوِیْ فِیْ جَھَنَّمَ اَرْبَعِیْنَ خَرِیْفًا قَبْلَ اَنْ یَّبْلُغَ الصَّلْصَالَ فَذٰلِکَ قَوْلُہٗ تَعَالٰی فَقَدْ ھَوٰی۔

بعض احادیث میں ہے کہ جہنم میں ایک مکان ہے جس میں کافر اوپر سے پھینکا جائے گا تو وہ جہنم میں چالیس خریف گہرا گرے گا قبل اس کے کہ اسے صلصال حمیم پہنچیں یہ ہے منشاء کلام الٰہی فَقَدْ ھَوٰی کا۔

"وَاِنِّیْ لَغَفَّارٌ لِّمَنْ تَابَ وَاٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا ثُمَّ اهْتَدٰی ﴿۸۲﴾ ۔"

آلوسی رحمہ اللہ فرماتے ہیں وَاِنِّیْ لَغَفَّارٌ – کَثِیْرُ الْمَغْفِرَۃِ لِمَنْ تَابَ مِنَ الشِّرْکِ عَلٰی مَا رُوِیَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ وَ قِیْلَ مِنْہُ وَ مِنَ الْمَعَاصِیَ الَّتِیْ مِنْ جُمْلَتِھَا الطُّغْیَانُ فِیْمَا رُزِقَ وَاٰمَنَ بِمَا یَجِبُ الْاِیْمَانُ بِہٖ وَاقْتَصَرَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمَا فِیْمَا یُرْوٰی عَنْہُ عَلٰی ذِکْرِ الْاِیْمَانِ بِاللّٰہِ تَعَالٰی وَ عَمِلَ صَالِحًا اَیْ عَمَلًا مُّسْتَقِیْمًا عِنْدَ الشَّرْعِ ثُمَّ اهْتَدٰی اَیْ لَزِمَ الْھُدٰی وَاسْتَقَامَ عَلَیْہِ اِلَی الْمُوَافَاۃِ۔

اور میں بہت بخشنے والا ہوں اسے جس نے شرک سے توبہ کی جیسا کہ ابن عباس فرماتے ہیں۔

اور ایک قول ہے شرک اور گناہوں سے توبہ کی اور ایمان لایا ہر اس چیز پر جو ایمان لانے کے لئے ضروری و واجب ہے۔

یا بقول ثانی اللہ تعالیٰ پر ایمان لایا اور نیک عمل کئے شریعت مطہرہ پر قائم رہ کر جیسے فرض، سنت، نوافل۔

ثُمَّ اهْتَدٰی۔ پھر ہدایت اپنے لئے لازم کر لی اور اس پر استقامت کی۔

اب آگے وہ واقعہ بیان ہوتا ہے جو ستر آدمیوں کے ساتھ موسیٰ علیہ السلام توریت لینے تشریف لے گئے اور طور پر آ کر کلام الٰہی کے شوق میں ان سے آگے بڑھ گئے اور انہیں پیچھے چھوڑ دیا اور فرمایا تم میرے پیچھے پیچھے چلے آؤ۔ اس پر باری تعالیٰ عزاسمہ کی طرف سے ارشاد ہوا تھا:

"وَمَآ اَعْجَلَکَ عَنْ قَوْمِکَ یٰمُوْسٰی ﴿۸۳﴾ قَالَ ھُمْ اُولَآءِ عَلٰٓی اَثَرِیْ وَعَجِلْتُ اِلَیْکَ رَبِّ لِتَرْضٰی اور کس چیز نے تجھے جلدی کرائی اپنی قوم سے اے موسیٰ۔ عرض کی وہ یہ ہیں میرے پیچھے اور میں جلدی کر کے تیری طرف یوں حاضر ہوا

اے میرے رب تا کہ تو راضی ہو۔"

صاحب مدارک رحمہ اللہ اس آیت کریمہ سے اجتہاد کی مشروعیت ثابت کرتے ہیں اس لئے کہ موسیٰ علیہ السلام کو وعدہ دیا گیا تھا طور پر حاضر ہونے کا معہ منتخبہ امراء کے اور آپ ان سے آگے نکل آئے۔ جب فرمایا گیا کہ تم نے عجلت کیوں کی تو عرض کیا تیری رضا حاصل کرنے کو تو یہ موسیٰ علیہ السلام کا اجتہاد تھا۔ اور اگر اجتہاد مشروع نہ ہوتا تو موسیٰ علیہ السلام ایسا نہ کرتے۔

آگے جو ارشاد ہے اس میں بھی اس اجتہاد کا رد نہیں بلکہ بنی اسرائیل میں فتنہ برپا ہونے کی خبر دی گئی ہے۔

"قَالَ فَاِنَّا قَدْ فَتَنَّا قَوْمَكَ مِنْۢ بَعْدِكَ وَ اَضَلَّهُمُ السَّامِرِيُّ ﴿۸۵﴾ فَرَجَعَ مُوْسٰۤى اِلٰى قَوْمِهٖ غَضْبَانَ اَسِفًا۔

فرمایا ہم نے تیری قوم کو فتنہ میں ڈالا اور انہیں سامری نے گمراہ کر دیا تو موسیٰ علیہ السلام پلٹے قوم کی طرف غضب ناک اور افسوس کرتے۔"

یعنی اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو سامری کی فتنہ پردازی سے مطلع فرما دیا اور بتا دیا کہ آپ کے آنے کے بعد سامری نے فتنہ برپا کیا اور وہ یہ کہ ان کے لئے ایک بچھڑے کا مجسمہ نکال کر قوم کو اس کی عبادت کی دعوت دی۔

وَ قِيْلَ قَالَ لَهُمْ بَعْدَ اَنْ غَابَ مُوْسٰى عَلَيْهِ السَّلَامُ عَنْهُمْ عِشْرِيْنَ لَيْلَةً اَنَّهٗ قَدْ كَمُلَتِ الْاَرْبَعُوْنَ فَجَعَلَ الْعِشْرِيْنَ مَعَ اَيَّامِهَا اَرْبَعِيْنَ لَيْلَةً وَ لَيْسَ مِنْ مُّوْسٰى عَيْنٌ وَّلَا اَثَرٌ وَلَيْسَ اِخْلَافُهٗ مِيْعَادَكُمْ اِلَّا لِمَا مَعَكُمْ مِنْ حُلِيِّ الْقَوْمِ وَ هُوَ حَرَامٌ عَلَيْكُمْ فَجَمَعُوْهُ وَ كَانَ مِنْ اَمْرِ الْعِجْلِ مَا كَانَ۔

روایت ہے کہ جب موسیٰ علیہ السلام کوہ طور پر تشریف لے گئے بیس راتیں گزریں تو سامری نے قوم سے کہا کہ چالیس پورے ہو گئے اور بیس رات کے ساتھ بیس دن ملا کر چالیس رات بتا دیں اور کہہ دیا کہ موسیٰ تو طور پر گئے اور ان کی میعاد بھی پوری ہو گئی اس کی وجہ صرف یہ ہے کہ تمہارے ساتھ قوم کے زیورات ہیں اور وہ تم پر حرام ہیں لہٰذا وہ جمع کرو اس کے بعد بچھڑا ڈھالنے کا واقعہ ہوا۔

اور سبطی چھ لاکھ جو تھے ان میں صرف بارہ ہزار وہ تھے جنہوں نے بچھڑا نہیں پوجا۔

گویا باری تعالیٰ کی طرف سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو یہ فرمایا گیا کہ موسیٰ تمہیں عجلت کر کے آگے نہ آنا چاہئے تھا اس لئے کہ تمہاری قوم ابھی نئی نئی تمہاری متبع ہوئی تھی اور وہ احمق اور بے وقوف اتنی ہے کہ مکر شیطانی ان پر مستولی ہو جاتا ہے۔

چنانچہ جس قوم پر آپ اپنے بھائی ہارون کو خلیفہ کر کے آئے ہیں وہ فتنہ میں مبتلا ہو گئی اور سامری نے انہیں گمراہ کر دیا۔

تحقیق سامری

کہ یہ کون تھا اور کہاں کا رہنے والا تھا۔

سامری کا نام موسیٰ بن ظفر تھا۔

اس میں ایک قول ہے کہ منجا نام تھا۔

اس کی پیدائش کا واقعہ یہ ہے جو ابن جریر رحمہ اللہ، ابن عباس رضی اللہ عنہما سے راوی ہیں۔

اِنَّ اُمَّهٗ حِيْنَ خَافَتْ اَنْ يُذْبَحَ خَلَّفَتْهُ فِيْ غَارٍ وَاَطْبَقَتْ عَلَيْهِ فَكَانَ جِبْرِيْلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ يَاْتِيْهِ فَيَغْذُوْهُ بِاَصَابِعِهٖ فِيْ وَاحِدِهٖ لَبَنًا وَ فِي الْاُخْرٰى عَسَلًا وَ فِي الْاُخْرٰى سَمَنًا وَ لَمْ يَزَلْ يَغْذُوْهُ حَتّٰى نَشَاَ

اس رکوع میں چند نادر لغات آئے ہیں اول انہیں سمجھ لینا ضروری ہے۔

يَنْسِفُهَا رَبِّيْ۔ يَذَرُهَا قَاعًا صَفْصَفًا۔ لَّا تَرٰى فِيْهَا عِوَجًا۔ وَّلَآ اَمْتًا۔ خَشَعَتِ الْاَصْوَاتُ۔ لَا تَسْمَعُ اِلَّا هَمْسًا۔ وَعَنَتِ الْوُجُوْهُ۔ ظُلْمًا وَّلَا هَضْمًا۔

يَنْسِفُهَا۔ يَجْعَلُهَا سُبْحَانَهٗ كَالرَّمْلِ ثُمَّ يُرْسِلُ عَلَيْهَا الرِّيَاحَ فَتُفَرِّقُهَا وَالْفَاءُ لِلْمُسَارَعَةِ اِلٰى اِزَالَةِ مَا فِيْ ذِهْنِ السَّائِلِ مِنْ بَقَاءِ الْجِبَالِ۔ یعنی اللہ تعالیٰ انہیں مثل ریت کے کردے گا۔ پھر ہوا بھیج کر انہیں اڑا دے گا۔ یہاں جواب کے موقع پر فَقُلْ۔ فاء تعقیب سے اس لئے فرمایا کہ ذہن سائل بقاء جبال پر قائم نہ رہے۔ مزید تفصیل تفسیر میں آئے گی۔

اور **يَذَرُهَا۔** یعنی ان پہاڑوں کے ظاہر اجسام اجزاء سافلہ کے ساتھ باقی رہیں گے۔

قَاعًا۔ مسطح ہوجائے گا۔ لِاَنَّ الْجِبَالَ اِذَا سُوِّيَتْ وَجُعِلَ سَطْحُهَا مُسَاوِيًا سُطُوْحَ اَجْزَاءِ الْاَرْضِ فَقَدْ جُعِلَ الْكُلُّ سَطْحًا وَّاحِدًا۔ اس لئے کہ جب پہاڑ برابر کر دیئے جائیں اور ان کی سطح سطح اجزاء ارض سے مساوی ہو جائے تو سب سطح ایک شکل ہوجائیں۔

ایک قول ہے کہ قاع۔ سہل یعنی گڑھوں کو کہتے ہیں کہ وہ بھی مساوی ہوجائیں۔

جوہری کہتا ہے اَلْمُسْتَوِيْ مِنَ الْاَرْضِ۔ قاع زمین کے ساتھ مستوی ہونے کو کہتے ہیں۔

ابن اعرابی رحمہ اللہ کہتے ہیں اَلْاَرْضُ الْمَلْسَاءُ لَا نَبَاتَ فِيْهَا وَلَا بِنَاءَ۔ بنجر زمین کو قاع کہتے ہیں جس پر نہ گھاس ہو اور نہ کوئی عمارت۔

مکی رحمہ اللہ کہتے ہیں اِنَّهُ الْمَكَانُ الْمُنْكَشِفُ۔ کھلا میدان قاع کہلاتا ہے۔

ایک قول ہے اَلْمُسْتَوِيُ الصَّلْبُ مِنَ الْاَرْضِ۔ سخت زمین ہموار کو قاع کہتے ہیں وَ جَمْعُهٗ اَقْوُعٌ وَاَقْوَاعٌ وَ قِيْعَانٌ۔

صَفْصَفًا۔ اَلْاَرْضُ الْمُسْتَوِيَةُ الْمَلْسَاءُ كَاَنَّ اَجْزَائَهٗ صَفٌّ وَاحِدٌ مِّنْ كُلِّ جِهَةٍ۔ وہ ہموار زمین جو بنجر ہو اور ہر طرف سے برابر ہو۔

ایک قول ہے اَلْاَرْضُ الَّتِيْ لَا نَبَاتَ فِيْهَا۔ وہ زمین جس پر گھاس نہ ہو۔

ابن عباس اور مجاہد رضی اللہ عنہما کہتے ہیں جُعِلَ الْقَاعُ وَالصَّفْصَفُ بِمَعْنًى وَاحِدٍ وَ هُوَ الْمُسْتَوِيْ۔ قاع اور صفصف کے ایک معنی ہیں وہ اس زمین کو کہتے ہیں جس پر سبزہ نہ ہو۔

لَّا تَرٰى فِيْهَا عِوَجًا۔ نہ دیکھے گا تو اس میں نشیب و فراز۔ عوج کجی کے معنی دیتا ہے۔ نیچی اونچی زمین میں چونکہ کجی ہوتی ہے اس لئے اس کے حاصل معنی نشیب و فراز کے ہیں۔

وَّلَآ اَمْتًا۔ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عِوَجًا مَيْلًا وَلَا اَمْتًا اَثَرًا مِثْلَ الشِّرَاكِ۔ عوج کسی طرف جھکا ہوا ہونا اور امتاً ایک تسمہ برابر بھی کجی نہ ہونا۔

ایک روایت میں ہے عِوَجًا وَلَا اَدَبًا وَ لَا اَمْتًا رَاَيْتَهٗ۔ نہ جنگل رہیں نہ نہریں۔

کہ وہ ہمیں توریت عطا فرمائے گا جس میں ہدایت اور نور ہے جو ہزار سورتوں پر مشتمل ہے اور ہر سورت ایک ہزار آیت کی ہے۔

"اَفَطَالَ عَلَيْكُمُ الْعَهْدُ اَمْ اَرَدْتُّمْ اَنْ يَّحِلَّ عَلَيْكُمْ غَضَبٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ فَاَخْلَفْتُمْ مَّوْعِدِیْ۔ کیا تم پر لمبی گزری وعدہ کی مدت یا تم نے چاہا کہ تم پر تمہارے رب کا غضب اترے تو تم نے میرا وعدہ خلاف کیا۔"

اور تم نے وہ ظلم کیا جسے شرک کہتے ہیں۔ اور گائے پوجنے لگ گئے تمہارا وعدہ تو مجھ سے یہ تھا کہ تم میرے حکم کی اطاعت کرتے ہوئے میرے دین پر قائم رہو گے۔

آلوسی رحمہ اللہ فرماتے ہیں اَفَطَالَ عَلَيْكُمُ الزَّمَانُ فَنَسِيتُمْ بِسَبَبِ ذَالِکَ فَاَخْلَفْتُمْ وَعْدَ كُمْ اِيَّایَ بِالثُّبَاتِ عَلٰی دِيْنِیْ اِلٰی اَنْ اَرْجِعَ مِنَ الْمِيْقَاتِ نِسْيَانًا اَوْ تَعَمَّدْتُمْ فِعْلَ مَا يَكُوْنُ سَبَبًا لِحُلُوْلِ غَضَبِ رَبِّكُمْ عَلَيْكُمْ فَاَخْلَفْتُمْ وَعْدَ كُمْ اِيَّایَ بِذَالِکَ عَمَدًا۔

تو اس پر انہوں نے عرض کیا:

"قَالُوْا مَاۤ اَخْلَفْنَا مَوْعِدَكَ بِمَلْكِنَا وَ لٰكِنَّا حُمِّلْنَاۤ اَوْزَارًا مِّنْ زِيْنَةِ الْقَوْمِ فَقَذَفْنٰهَا فَكَذٰلِكَ اَلْقَى السَّامِرِیُّ۔ بولے ہم نے آپ کا وعدہ اپنے اختیار سے خلاف نہ کیا لیکن ہم سے کچھ بوجھ اٹھوائے گئے اس قوم کے زیورات کے تو ہم نے انہیں ڈال دیا تو ایسے ہی ڈال دیا سامری نے۔"

مَلْكِنَا کے معنی سُلْطَانِنَا آلوسی کرتے ہیں اور فرماتے ہیں اِنَّ الْمُلْکَ بِالضَّمِّ وَالْفَتْحِ وَالْكَسْرِ بِمَعْنٰی مِلْكِنَا۔ بفتح میم، بکسر میم، بضم میم تینوں صورتوں میں ایک ہی معنی دیتا ہے یعنی اپنا اختیار وارادہ۔

- وَلٰكِنَّا حُمِّلْنَاۤ اَوْزَارًا مِّنْ زِيْنَةِ الْقَوْمِ میں لٰكِنَّا اِسْتِدْرَاکٌ عَمَّا سَبَقَ اَوْ اِعْتِذَارٌ عَمَّا فَعَلُوْا کے لئے ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ

قبطیوں سے بنی اسرائیل نے عاریتاً زیور لیا اور یوم زینت کی رسم جسے وہ عید کہتے تھے پوری کرنے کے بہانے مصر سے نکلنے سے پہلے یہ کام کیا جیسا کہ ہم پہلے ذکر کر چکے ہیں۔

ایک قول ہے کہ انہوں نے شادی کے بہانہ زیورات مانگے تھے۔

پھر جب آل فرعون یعنی قبطی غرق بحیرہ قلزم ہو گئے تو یہ سب سامان غنیمت کے طور پر ان کے پاس تھا اور اس سے پہلے غنائم ان پر حلال نہ تھے۔

چنانچہ ظاہر حدیث سے ثابت ہے اِنَّ الْغَنَائِمَ سَوَاءٌ كَانَتْ مِنَ الْمَنْقُوْلَاتِ اَمْ لَا لَمْ تَحِلَّ لِاَحَدٍ قَبْلَ نَبِيِّنَا صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔ غنائم عام اس سے کہ منقولات سے ہوں یا نہ ہرگز کسی کو حلال نہ تھے ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے قبل۔

لیکن ایک روایت ہے کہ موسیٰ علیہ السلام نے بنی اسرائیل کو یہ زیور مستعار لینے کا حکم دیا تھا اور وہ زیورات مستعاران کے پاس تھے۔ اسی بنا پر انہوں نے حُمِّلْنَاۤ اَوْزَارًا مِّنْ زِيْنَةِ الْقَوْمِ کہا۔

اس کا فیصلہ اس روایت سے ہوتا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ان کی سواریاں استعارۃً مانگنے کو فرمایا تھا چنانچہ

انہوں نے بہ تعمیل حکم وہ حاصل کیں اور انہیں پر سوار ہو کر مصر سے نکلے۔

وَ قَدْ يُقَالُ إِنَّ اَمْوَالَ الْقِبْطِ مُطْلَقًا بَعْدَ هِلَاكِهِمْ كَانَتْ حَلَالًا عَلَيْهِمْ كَمَا يَقْتَضِيْهِ ظَاهِرُ قَوْلِهٖ تَعَالٰى كَمْ تَرَكُوْا مِنْ جَنّٰتٍ وَّ عُيُوْنٍ وَّ كُنُوْزٍ وَّ مَقَامٍ كَرِيْمٍ كَذٰلِكَ ۚ وَ اَوْرَثْنٰهَا بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ قبطیوں کے اموال ان کی ہلاکت کے بعد مطلقاً بنی اسرائیل پر حلال تھے کہ آیہ کریمہ کے دلالۃ النص سے ظاہر ہے۔ كَمْ تَرَكُوْا الخ کتنے چھوڑے قوم قبط نے باغیچے اور چشمے اور خزانے اور عزت والے مقام ایسے ہی ہوا اور وارث کیا ہم نے ان کا بنی اسرائیل کو۔

اور زیورات کے متعلق بھی ارشاد ہے وَ اتَّخَذَ قَوْمُ مُوْسٰى مِنْۢ بَعْدِهٖ مِنْ حُلِيِّهِمْ عِجْلًا جَسَدًا۔ اور لیا قوم موسیٰ نے موسیٰ کے بعد ان کے زیوروں سے ایک بچھڑے کا مجسمہ۔

اس میں اقتضاءً واضح ہوتا ہے کہ زیورات ملکیت بنی اسرائیل تھے۔

اور اس مخصوص صورت کے ماتحت وہ حدیث، جس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے اُحِلَّتْ لِيَ الْغَنَائِمُ وَلَمْ تَحِلَّ لِاَحَدٍ قَبْلِيْ، منافی نہیں۔

اس سے یہ مراد ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اُحِلَّتْ لِيَ الْغَنَائِمُ عَلٰى اَيِّ وَجْهٍ كَانَتْ وَلَمْ تَحِلَّ كَذٰلِكَ لِاَحَدٍ قَبْلِيْ۔ اسی وجہ میں اسے اوزار کے نام سے بنی اسرائیل نے ظاہر کیا غنیمت نہیں بتایا۔ اور اسے حرام سمجھنا سامری کے گمراہ کرنے یا اپنی جہالت کی بنا پر تھا۔

پھر ان کا اس شبہ میں سامری کے بہکانے سے پڑنا خود ایک گناہ تھا اس لئے کہ احادیث سے یہ بھی ثابت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کی حلت کا حکم حضرت ہارون علیہ السلام کی زبان سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے تشریف لے جانے کے بعد دلوایا تھا حیث قال آلالوسی۔

وَ قَدْ جَاءَ فِيْ بَعْضِ الْاَخْبَارِ مَا يَدُلُّ عَلٰى اَنَّ اللّٰهَ سُبْحَانَهٗ بَيَّنَ حُكْمَهٗ عَلٰى لِسَانِ هٰرُوْنَ عَلَيْهِ السَّلَامُ بَعْدَ ذَهَابِ مُوْسٰى عَلَيْهِ السَّلَامُ۔ تو

"فَقَذَفْنٰهَا فَكَذٰلِكَ اَلْقَى السَّامِرِيُّ۔ ہم نے اسے ڈال دیا اور ایسے ہی سامری نے بھی ڈال دیا۔"

اب رہا یہ سوال کہ وہ کہاں ڈالا اس پر آلوسی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

اَيْ طَرَحْنَاهَا فِي النَّارِ كَمَا تَدُلُّ عَلَيْهِ الْاَخْبَارُ۔ یعنی اسے ہم نے آگ میں ڈال دیا اور سامری نے بھی ڈال دیا مَا كَانَ مَعَهٗ مِنْهَا جو کچھ اس زیور سے اس کے پاس تھا۔

اور آگ میں ڈالنے کی تجویز سامری نے پیش کی تھی اور پہلے اس نے بچھڑے کا سانچہ ٹھپہ ایک جگہ دبا دیا تھا اِنَّهٗ قَالَ لَهُمْ اِنَّمَا تَاَخَّرَ مُوْسٰى عَلَيْهِ السَّلَامُ عَنْكُمْ لِمَا مَعَكُمْ مِّنْ حُلِيِّ الْقَوْمِ وَ هُوَ حَرَامٌ عَلَيْكُمْ فَالرَّاْيُ اَنْ نَّحْفِرَ حَفِيْرَةً وَ نُسَجِّرَ فِيْهَا نَارًا وَنَقْذِفَ فِيْهَا مَا مَعَنَا فَفَعَلُوْا وَ كَانَ صَنَعَ فِي الْحَفِيْرَةِ قَالِبَ عِجْلٍ۔ بنی اسرائیل کو سامری نے کہا موسیٰ علیہ السلام اسی وجہ سے تشریف نہیں لائے کہ قوم کے زیورات تمہارے پاس ابھی تک ہیں اور وہ تم پر حرام ہیں میری رائے یہ ہے کہ ہم ایک گڑھا کھود دیں اور اس میں آگ جلائیں اور اس آگ میں جو کچھ ہمارے ساتھ

عَیْنٌ وَلَا اَثَرٌ۔

وَلَقَدْ فَعَلَ عَلَیْہِ السَّلَامُ مَا اَقْسَمَ عَلَیْہِ۔اور حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ایسا ہی کیا جیسی قسم فرمائی تھی۔

اور جب آپ سامری کے فتنہ کو مٹا چکے تو بنی اسرائیل سے مخاطبہ فرمایا:

"اِنَّمَآ اِلٰھُکُمُ اللّٰہُ الَّذِیْ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ ؕ وَسِعَ کُلَّ شَیْءٍ عِلْمًا تمہارا معبود تو وہی ہے جو اللہ ہے جس کے سوا کسی کی بندگی نہیں وسیع ہے ہر شے پر اس کا علم۔"

یعنی تمہارا وہ معبود جو مستحق عبادت ہے وہ اللہ عزوجل ہے ایک ہے۔اس کا کوئی شریک نہیں اور اس کا علم ہر شے کو محیط ہے۔

اس کے بعد جملہ مستانفہ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب فرما کر ارشاد ہے:

"کَذٰلِکَ نَقُصُّ عَلَیْکَ مِنْ اَنْۢبَآءِ مَا قَدْ سَبَقَ ۚ وَقَدْ اٰتَیْنٰکَ مِنْ لَّدُنَّا ذِکْرًا ﴿۹۹﴾ مَنْ اَعْرَضَ عَنْہُ فَاِنَّہٗ یَحْمِلُ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ وِزْرًا ﴿۱۰۰﴾ خٰلِدِیْنَ فِیْہِ ؕ وَسَآءَ لَھُمْ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ حِمْلًا ﴿۱۰۱﴾ یَّوْمَ یُنْفَخُ فِی الصُّوْرِ وَنَحْشُرُ الْمُجْرِمِیْنَ یَوْمَئِذٍ زُرْقًا ﴿۱۰۲﴾ یَّتَخَافَتُوْنَ بَیْنَھُمْ اِنْ لَّبِثْتُمْ اِلَّا عَشْرًا ﴿۱۰۳﴾ نَحْنُ اَعْلَمُ بِمَا یَقُوْلُوْنَ اِذْ یَقُوْلُ اَمْثَلُھُمْ طَرِیْقَۃً اِنْ لَّبِثْتُمْ اِلَّا یَوْمًا ﴿۱۰۴﴾۔

ہم ایسے ہی آپ کے سامنے خبریں گزشتہ سناتے ہیں اور ہم نے آپ کو اے محبوب اپنے پاس سے ایک ذکر عطا فرمایا۔جو اس سے منحرف ہو تو وہ بے شک اپنے گناہوں کا بوجھ قیامت کے دن اٹھائے گا اور ہمیشہ اس میں رہے اور بہت برا ہے قیامت کے دن وہ بوجھ۔جس دن صور پھونکا جائے گا اور محشور کریں گے ہم مجرموں کو اس دن ان کی آنکھیں نیلی ہوں گی۔اور آپس میں چپکے چپکے کہتے ہوں گے ہم تم دنیا میں دس دن سے زائد نہ رہے۔ہم خوب جانتے ہیں جو وہ کہیں گے جب کہ ان میں سب سے تیز رائے دینے والا کہے گا کہ تم صرف ایک دن ہی رہے تھے۔"

یعنی قرآن کریم وہ ذکر عظیم ہے کہ اس میں تمام قصص ماضیہ کا بیان ہے اور وہ ہم نے اے محبوب آپ کی طرف اپنے پاس سے نازل کیا ہے اس میں نجات اور برکتیں ہیں تو جو اس سے منحرف ہو اور ایمان نہ لائے اور اس کی ہدایتوں سے فائدہ نہ اٹھائے اس پر اس کے گناہ کا بوجھ اور بہت بھاری بوجھ ہوگا اور وہ ہمیشہ اس پر رہے گا۔

جب نفخ صور ثانی فرما کر ہم سب کو محشور کریں گے اور مجرمین سراسیمگی سے کالا منہ لئے نیلی آنکھوں سے اہوال قیامت سے خوفزدہ دنیا کی عارضی عیش یاد کر کے کہیں گے کہ ہم دنیا میں دس دن سے زائد نہ رہے۔

بعض مفسرین فرماتے ہیں کہ وہ احوال قیامت سے خوفزدہ ہو کر دنیا کے قیام کی مدت بھول جائیں گے اور کہیں گے ہم تو اب تک ایک دن دنیا میں رہے۔

یَتَخَافَتُوْنَ بَیْنَھُمْ کے معنی یُخْفِضُوْنَ اَصْوَاتَھُمْ۔آہستہ آہستہ کہیں گے۔

بامحاورہ ترجمہ چھٹا رکوع۔سورۂ طٰہٰ۔پ ۱۶

وَیَسْـَٔلُوْنَکَ عَنِ الْجِبَالِ فَقُلْ یَنْسِفُھَا رَبِّیْ نَسْفًا ﴿۱۰۵﴾	اور پوچھتے ہیں آپ سے پہاڑوں کو فرما دیجئے ریزہ ریزہ کر دے گا انہیں میرا رب اڑا کر

اور بعض مفسرین نے یہ بھی کہا کہ جبریل علیہ السلام کے لئے رسول کا اطلاق قرآن کریم میں نہیں اس لئے اس سے جبریل مراد نہیں ہو سکتے یہ صحیح نہیں اس لئے کہ اِنَّهٗ لَقَوۡلُ رَسُوۡلٍ كَرِيۡمٍ میں رسول کریم کا اطلاق جبریل علیہ السلام پر ہو چکا ہے۔

بہر حال اس نے یہ فتنہ برپا کر کے بنی اسرائیل کو فتنہ میں ڈال دیا تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اسے توبیخ فرماتے ہوئے اس کے لئے دو سزائیں تجویز کیں ایک حیات دنیا میں دوسری عقبیٰ میں اس کا آگے ذکر فرمایا گیا۔

"قَالَ فَاذۡهَبۡ فَاِنَّ لَكَ فِى الۡحَيٰوةِ اَنۡ تَقُوۡلَ لَا مِسَاسَ ۖ وَاِنَّ لَكَ مَوۡعِدًا لَّنۡ تُخۡلَفَهٗ۔ فرمایا موسیٰ علیہ السلام نے اب تو چلتا ہوا اب تیرے لئے حیوٰۃ دنیا میں یہ سزا ہے تو کہتا رہے مجھے کوئی نہ چھوئے اور بے شک تیرے لئے ایک وعدہ کا وقت ہے جو خلاف نہ ہوگا۔"

یعنی دنیا میں اب تو ایسا راندہ ہوا رہے گا کہ تجھ سے جو بھی ملے گا وہ بخار اور شدید بخار میں مبتلا ہو جائے گا اور اس کے ساتھ تجھے بھی سخت بخار ہو جائے گا لہٰذا پکارتا رہ کہ مجھ سے کوئی نہ ملے۔ اس لئے کہ اب تجھ سے ملنا ملاقات کرنا اور مکالمت خرید و فروخت ہر شے حرام ہے چنانچہ سامری جنگل میں یہی شور مچاتا پھرتا تھا کہ مجھ سے کوئی چھو نہ جائے۔ آخر ش وحشیوں اور درندوں میں بقیہ زندگی نہایت تلخ گزار رہا تھا۔ اور آخرت کا عذاب بعد میں علیحدہ ہے۔

چنانچہ علامہ ابوالسعو درحمہ اللہ فرماتے ہیں:

اَیْ اِنَّ لَکَ مُدَّةَ حَيَاتِکَ اَنْ تُفَارِقَ النَّاسَ مُفَارَقَةً كُلِّيَّةً لٰكِنْ بِحَسْبِ الْاِخْتِيَارِ بِمُوْجِبِ التَّكْلِيْفِ بَلْ بِحَسْبِ الْاِضْطِرَارِ الْمُلْجِئِ اِلَيْهَا وَ ذٰلِکَ اَنَّهٗ تَعَالٰى رَمَاهُ بِدَاءٍ عُقَامٍ لَايَكَادُ يَمَسُّ اَحَدًا اَوْ يَمَسُّهٗ اَحَدٌ كَائِناً مَنْ كَانَ اِلَّا حُمَّ مِنْ سَاعَتِهٖ حُمًّى شَدِيْدَةً فَتَحَامَى النَّاسَ وَ تَحَامُوْهُ وَكَانَ يَصِيْحُ بِاَقْصٰى صَوْتِهٖ لَا مِسَاسَ وَ حُرِّمَ عَلَيْهِمْ مُلَاقَاتُهٗ وَ مُكَالَمَتُهٗ وَ مُوَاكَلَتُهٗ وَ مُبَايَعَتُهٗ وَ غَيْرُ ذٰلِکَ مِمَّا يَعْتَادُ جَرْيَانُهٗ فِيْمَا بَيْنَ النَّاسِ مِنَ الْمُعَامَلَاتِ وَ صَارَ بَيْنَ النَّاسِ اَوْحَشَ مِنَ الْقَاتِلِ اِلَى الْحَرَمِ وَ مِنَ الْوَحْشِ النَّافِرِ فِى الْبَيْدَاءِ۔

(اس عبارت کا ترجمہ اوپر گزر چکا ہے۔)

چنانچہ کسی شاعر نے بھی اسے مثال میں بیان کیا:

فَاَصْبَحَ ذٰلِکَ كَالسَّامِرِيِّ اِذْ قَالَ مُوْسٰى لَهٗ لَا مِسَاسَ

اور مساس کی لغوی تحقیق یہ ہے۔ وَالْمِسَاسُ مَصْدَرُ مَاسَّ كَقِتَالٍ مَصْدَرُ قَاتِلٍ وَ هُوَ مَنْفِيٌّ بِلَاءِ الَّتِىْ لِنَفْيِ الْجِنْسِ وَاُرِيْدَ بِالنَّفْيِ النَّهْيُ اَیْ لَا تَمَسَّنِىْ وَلَا اَمَسُّکَ۔

وَاِنَّ لَكَ مَوۡعِدًا لَّنۡ تُخۡلَفَهٗ ۚ کے یہ معنی ہیں کہ لَنْ يُخْلِفَکَ اللّٰهُ تَعَالٰى ذَالِکَ الْوَعْدَ۔ اللہ تعالیٰ کبھی آخرت کے عذاب کے وعدہ کے خلاف نہ فرمائے گا۔ آگے ارشاد ہے۔

"وَانْظُرۡ اِلٰٓى اِلٰهِكَ الَّذِىۡ ظَلۡتَ عَلَيۡهِ عَاكِفًا ؕ لَنُحَرِّقَنَّهٗ ثُمَّ لَنَنۡسِفَنَّهٗ فِى الۡيَمِّ نَسۡفًا۔ اور دیکھ اپنے معبود کو جس کے اوپر آسن مارے بیٹھا رہتا ہے قسم بہ خدا ہم ضرور اسے جلائیں گے پھر ریزہ ریزہ کر کے دریا میں بہائیں گے۔"

لَنَنۡسِفَنَّهٗ۔ اَیْ لَنُذْرِيَنَّهٗ فِى الْيَمِّ نَسْفًا — مَصْدَرٌ مُّؤَكِّدٌ اَیْ لَنَفْعَلَنَّ بِهٖ ذَالِکَ بِحَيْثُ لَايَبْقٰى مِنْهُ

قَالَ يَبْنَؤُمَّ لَا تَأْخُذْ بِلِحْيَتِي وَلَا بِرَأْسِي ۚ إِنِّي خَشِيتُ أَنْ تَقُولَ فَرَّقْتَ بَيْنَ بَنِي إِسْرَاءِيلَ وَلَمْ تَرْقُبْ قَوْلِي ﴿٩٤﴾

تم نے میرے حکم کی نافرمانی کی
ہارون نے کہا اے میری ماں جائے نہ پکڑ میری داڑھی اور میرے سر کے بال مجھے ڈر ہوا کہ تم کہو گے تو نے بنی اسرائیل میں تفرقہ ڈال دیا اور نہ انتظار کیا تو نے میرے حکم کا

قَالَ فَمَا خَطْبُكَ يَسَامِرِيُّ ﴿٩٥﴾

فرمایا موسیٰ نے اب تیرا کیا حال ہے اے سامری۔

قَالَ بَصُرْتُ بِمَا لَمْ يَبْصُرُوا بِهِ فَقَبَضْتُ قَبْضَةً مِّنْ أَثَرِ الرَّسُولِ فَنَبَذْتُهَا وَكَذَٰلِكَ سَوَّلَتْ لِي نَفْسِي ﴿٩٦﴾

بولا میں نے وہ دیکھا جو لوگوں نے نہ دیکھا تو میں نے ایک مٹھی فرشتہ کے نشان سے پکڑی تو اسے ڈال دیا میں نے اور میرے دل میں یہی اچھا معلوم ہوا

قَالَ فَاذْهَبْ فَإِنَّ لَكَ فِي الْحَيَوٰةِ أَنْ تَقُولَ لَا مِسَاسَ ۖ وَإِنَّ لَكَ مَوْعِدًا لَّنْ تُخْلَفَهُ ۖ وَانْظُرْ إِلَىٰ إِلَٰهِكَ الَّذِي ظَلْتَ عَلَيْهِ عَاكِفًا ۖ لَّنُحَرِّقَنَّهُ ثُمَّ لَنَنْسِفَنَّهُ فِي الْيَمِّ نَسْفًا ﴿٩٧﴾

فرمایا موسیٰ نے تو چلتا بن اب تیرے لئے دنیا کی زندگی میں یہ ہے کہ تو کہے مجھے چھو نہ جائے اور بے شک تیرے لئے ایک وعدہ کا وقت ہے جو ہرگز خلاف نہ ہوگا اور دیکھ طرف اپنے معبود کی جس کا تو پڑی دے رہا ہے۔ قسم بخدا ہم اسے جلائیں گے پھر اسے ریزہ ریزہ کر کے دریا میں بہادیں گے

إِنَّمَا إِلَٰهُكُمُ اللَّهُ الَّذِي لَا إِلَٰهَ إِلَّا هُوَ ۚ وَسِعَ كُلَّ شَيْءٍ عِلْمًا ﴿٩٨﴾

تمہارا معبود تو وہی ہے جو اللہ ہے جس کے سوا کسی کی بندگی نہیں ہر شے پر وسیع ہے اس کا علم

كَذَٰلِكَ نَقُصُّ عَلَيْكَ مِنْ أَنْبَاءِ مَا قَدْ سَبَقَ ۚ وَقَدْ آتَيْنَاكَ مِنْ لَّدُنَّا ذِكْرًا ﴿٩٩﴾

ایسے ہی ہم بیان فرماتے ہیں تم پر پچھلی خبریں جو گزر چکیں اور بے شک دیا ہم نے تمہیں اپنے پاس سے ایک ذکر

مَنْ أَعْرَضَ عَنْهُ فَإِنَّهُ يَحْمِلُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وِزْرًا ﴿١٠٠﴾

جو منحرف ہوا اس سے تو بے شک وہ قیامت کے دن اٹھائے گا اپنا بوجھ

خَالِدِينَ فِيهِ ۖ وَسَاءَ لَهُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ حِمْلًا ﴿١٠١﴾

ہمیشہ اس میں رہے اور بہت برا ہے قیامت کے دن کا وہ بوجھ

يَوْمَ يُنْفَخُ فِي الصُّورِ وَنَحْشُرُ الْمُجْرِمِينَ يَوْمَئِذٍ زُرْقًا ﴿١٠٢﴾

جس دن پھونکا جائے صور اور اٹھائیں ہم مجرموں کو اس دن وہ نیلی آنکھ والے ہوں گے

يَتَخَافَتُونَ بَيْنَهُمْ إِنْ لَّبِثْتُمْ إِلَّا عَشْرًا ﴿١٠٣﴾

خفیہ آپس میں کہتے ہوں گے ہم تو دنیا میں نہ رہے مگر دس رات دن

نَحْنُ اَعْلَمُ بِمَا يَقُوْلُوْنَ اِذْ يَقُوْلُ اَمْثَلُهُمْ طَرِيْقَةً اِنْ لَّبِثْتُمْ اِلَّا يَوْمًا ﴿۱۰۴﴾

ہم خوب جانتے ہیں جو وہ کہیں گے جبکہ کہے ان میں بہتر رائے والا اتم نہ ٹھہرے مگر ایک دن

حل لغات پانچواں رکوع - سورۂ طٰہٰ - پ ۱۶

وَلَقَدْ۔ اور بے شک	قَالَ۔ کہا	لَهُمْ۔ ان کو	هٰرُوْنُ۔ ہارون نے
مِنْ قَبْلُ۔ پہلے	يٰقَوْمِ۔ اے میری قوم	اِنَّمَا۔ یقیناً	فُتِنْتُمْ۔ تم فتنہ میں پڑے
بِهٖ۔ اس کے ساتھ	وَاِنَّ۔ اور بے شک	رَبَّكُمُ۔ تمہارا رب	الرَّحْمٰنُ۔ بخشنے والا ہے
فَاتَّبِعُوْنِيْ۔ تو تم میری پیروی کرو		وَاَطِيْعُوْٓا۔ اور اطاعت کرو	اَمْرِيْ۔ میرے حکم کی
قَالُوْا۔ بولے	لَنْ۔ ہرگز نہ	نَّبْرَحَ۔ ٹلیں گے ہم	عَلَيْهِ۔ اس پر
عٰكِفِيْنَ۔ بیٹھے رہیں گے	حَتّٰى۔ یہاں تک کہ	يَرْجِعَ۔ لوٹے	اِلَيْنَا۔ ہماری طرف
مُوْسٰى۔ موسیٰ	قَالَ۔ فرمایا	يٰهٰرُوْنُ۔ اے ہارون	مَا۔ کس نے
مَنَعَكَ۔ روکا تجھ کو	اِذْ۔ جب	رَاَيْتَهُمْ۔ دیکھا تم نے ان کو	ضَلُّوْٓا۔ کہ وہ گمراہ ہوئے
اَلَّا۔ کیا نہ	تَتَّبِعَنِ۔ پیروی کی تو نے میری		اَفَعَصَيْتَ۔ کیا نافرمانی کی
تو نے	اَمْرِيْ۔ میرے حکم کی	قَالَ۔ فرمایا	يَبْنَؤُمَّ۔ اے میری ماں
کے بیٹے	لَا تَاْخُذْ۔ نہ پکڑ	بِلِحْيَتِيْ۔ میری داڑھی	وَلَا۔ اور نہ
بِرَاْسِيْ۔ میرا سر	اِنِّيْ۔ بے شک میں	خَشِيْتُ۔ ڈرا	اَنْ۔ یہ کہ
تَقُوْلَ۔ تو کہے کہ	فَرَّقْتَ۔ تفرقہ ڈال دیا تو نے	بَيْنَ۔ درمیان	بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ۔ بنی
اسرائیل کے	وَلَمْ۔ اور نہ	تَرْقُبْ۔ انتظار کیا تو نے	قَوْلِيْ۔ میرے حکم کا
قَالَ۔ فرمایا	فَمَا۔ پھر کیا	خَطْبُكَ۔ حال ہے تیرا	يٰسَامِرِيُّ۔ اے سامری
قَالَ۔ بولا	بَصُرْتُ۔ میں نے دیکھا	بِمَا۔ وہ کچھ جو	لَمْ۔ نہ
يَبْصُرُوْا۔ دیکھا انہوں نے	بِهٖ۔ اس کو	فَقَبَضْتُ۔ تو پکڑی میں نے	قَبْضَةً۔ ایک مٹھی
مِّنْ اَثَرِ۔ نشان قدم	الرَّسُوْلِ۔ رسول سے	فَنَبَذْتُهَا۔ تو میں نے ڈال دیا اس کو	
وَكَذٰلِكَ۔ اور اسی طرح	سَوَّلَتْ۔ اچھا جانا	لِيْ۔ میرے لئے	نَفْسِيْ۔ میرے نفس نے
قَالَ۔ فرمایا	فَاذْهَبْ۔ جا	فَاِنَّ۔ بے شک	لَكَ۔ تیرے لئے
فِي الْحَيٰوةِ۔ زندگی میں	اَنْ۔ یہ کہ	تَقُوْلَ۔ کہے تو	لَا مِسَاسَ۔ نہ چھونا
وَاِنَّ لَكَ۔ اور یقیناً تیرے لئے	مَوْعِدًا۔ وعدہ ہے	لَّنْ۔ ہرگز نہ تو	تُخْلَفَهٗ۔ خلاف پائے گا اسے
وَانْظُرْ۔ اور دیکھ تو	اِلٰٓى۔ طرف	اِلٰهِكَ۔ اپنے معبود کی	الَّذِيْ۔ وہ جو
ظَلْتَ۔ رہا تو	عَلَيْهِ۔ اس پر	عَاكِفًا۔ دھرنا مارتا	لَنُحَرِّقَنَّهٗ۔ ہم جلا دیں گے

پھر حضرت ہارون علیہ السلام ان سے علیحدہ ہو گئے اور ان کے ساتھ بارہ ہزار وہ بھی چلے گئے جنہوں نے بچھڑا نہ پوجا۔
جب حضرت موسیٰ علیہ السلام طور سے واپس تشریف لائے تو آپ نے ان کی سرنائی قرنائی اور رقص وشہنائی کی آواز سن کر فرمایا۔
یہ فتنہ کی آواز ہے یہ لوگ اس ڈھلے ہوئے بچھڑے کے گرد ناچتے اور گاتے بجاتے تھے۔ آپ نے اپنے ہمراہی ستر آدمیوں کے ساتھ وہاں پہنچ کر سب سے پہلے حضرت ہارون علیہ السلام پر غیرت دینی میں عتاب کیا اور آپ کے سر کے بال اپنے داہنے ہاتھ میں اور داڑھی بائیں ہاتھ میں پکڑ کر کھینچی جیسا کہ دوسری جگہ مفصل ذکر ہے وَاَخَذَ بِرَاْسِ اَخِیْهِ یَجُرُّهٗۤ اِلَیْهِ۔ اور فرمایا جب تم نے انہیں گمراہی میں دیکھا تھا تو تم میری طرف کیوں نہ آ گئے۔
حضرت ہارون علیہ السلام نے عذر کیا اور کہا بھائی جان میں اس سے خائف ہوا کہ تم آ کر یہ کہتے کہ بنی اسرائیل میں تو نے تفرقہ ڈال دیا اور میرے آنے کا انتظار نہ کیا۔
پھر موسیٰ علیہ السلام سامری کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا تو نے یہ کیا کیا وہ بولا مجھے جبریل گھوڑے پر نظر آئے میں نے ان کے گھوڑے کے سم کی مٹی لے کر اس بچھڑے میں ڈال دی تھی۔ کیونکہ وہ فرس حیات تھا میرے خیال میں یہی آیا چنانچہ وہ بولنے لگا۔
حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا اچھا اب تیرے بچھڑے کو ریزہ ریزہ کر کے دریا میں ڈالوں گا لَنَنْسِفَنَّهٗ فِی الْیَمِّ نَسْفًا۔ کا یہی مفہوم ہے اور تیری یہ سزا ہے کہ تو سب سے دور اور رسوا رہے گا جو تیرے پاس آئے گا اسے بھی اور تجھے بھی بخار چڑھ جائے گا۔
اور اس تکلیف سے تو خود ہی منادی کرتا پھرے گا لَا مِسَاسَ۔ مجھے کوئی ہاتھ نہ لگائے۔ اور میرے پاس کوئی نہ آئے۔
وَاِنَّ لَكَ مَوْعِدًا لَّنْ تُخْلَفَهٗ۔ اور آخرت کی سزا تیرے لئے علیحدہ ایک وقت معین پر ہوگی جس کے خلاف نہ ہوگا۔
اور پھر مخاطب کر کے فرمایا تمہارا معبود تو اللہ ہے جس کا علم ہر شے پر محیط ہے۔ یہ تو رکوع پنجم کی تفسیر کا خلاصہ ہے۔ آخر میں ارشاد ہوا اسی طرح اے محبوب ہم گزشتہ لوگوں کے قصہ آپ کو سناتے ہیں اور ہم نے آپ کو اپنی طرف سے ذکر یعنی قرآن عطا فرمایا۔ تو جو اس سے انحراف کرے اور منہ پھیرے وہ قیامت کے دن اپنی گٹھڑی آپ اٹھائے گا۔
اور جس دن صور پھونکا جائے گا اور یہ زندہ محشور ہوں گے تو ان پر ایسی سراسیمگی طاری ہوگی کہ آنکھیں نیلی پڑ جائیں گی اور دنیا میں جو سالہا سال عیش اڑائے تھے وہ انہیں دس دن کے برابر سمجھیں گے بلکہ ان کے زیادہ سمجھدار تو ایک دن کے برابر جانیں گے اب ہر آیت کی علیحدہ تفسیر ملاحظہ ہو۔
جب حضرت ہارون علیہ السلام نے انہیں سامری کے فتنے سے مطلع فرما کر فَاتَّبِعُوْنِیْ وَاَطِیْعُوْۤا اَمْرِیْ فرمایا تو بنی اسرائیل نہ مانے اور صاف جواب دیا۔
"قَالُوْا لَنْ نَّبْرَحَ عَلَیْهِ عٰكِفِیْنَ حَتّٰى یَرْجِعَ اِلَیْنَا مُوْسٰى۔ بولے ہم تو اب اسی بچھڑے کی عبادت پر قائم رہیں گے حتیٰ کہ ہماری طرف موسیٰ لوٹ کر آئیں۔"
گویا سامری نے جو انہیں کہہ دیا تھا هٰذَاۤ اِلٰهُكُمْ وَاِلٰهُ مُوْسٰى فَنَسِیَ کہ یہ تمہارا اور موسیٰ کا معبود ہے اور موسیٰ معاذ اللہ بھول گئے ہیں۔

اس کو	ثُمَّ۔ پھر	لَنَنْسِفَنَّهٗ۔ ضرور بہادیں گے اس کو	
فِي الْيَمِّ۔ دریا میں	نَسْفًا۔ بہانا	اِنَّمَآ۔ سوائے اس کے نہیں	اِلٰهُكُمُ۔ تمہارا معبود
اللّٰهُ۔ اللہ ہے	الَّذِيْ۔ وہ کہ	لَآ اِلٰهَ۔ نہیں کوئی معبود	اِلَّا۔ مگر
هُوَ۔ وہی	وَسِعَ۔ گھیرا اس نے	كُلَّ۔ ہر	شَيْءٍ۔ چیز کو
عِلْمًا۔ علم سے	كَذٰلِكَ۔ اسی طرح	نَقُصُّ۔ بیان کرتے ہیں ہم	عَلَيْكَ۔ تجھ پر
مِنْ اَنْۢبَآءِ۔ خبریں	مَا۔ جو	قَدْ۔ ضرور	سَبَقَ۔ پہلے گزر چکیں
وَقَدْ۔ اور بے شک	اٰتَيْنٰكَ۔ دیا ہم نے تجھے	مِنْ لَّدُنَّا۔ اپنے پاس سے	ذِكْرًا۔ قرآن
مَنْ۔ جو	اَعْرَضَ۔ منہ پھیرے گا	عَنْهُ۔ اس سے	فَاِنَّهٗ۔ تو وہ
يَحْمِلُ۔ اٹھائے گا	يَوْمَ۔ دن	الْقِيٰمَةِ۔ قیامت کے	وِزْرًا۔ بوجھ
خٰلِدِيْنَ۔ ہمیشہ رہیں	فِيْهِ۔ اس میں	وَسَآءَ۔ اور برا ہے	لَهُمْ۔ ان کے لئے
يَوْمَ۔ دن	الْقِيٰمَةِ۔ قیامت کے	حِمْلًا۔ بوجھ	يَّوْمَ۔ جس دن
يُنْفَخُ۔ پھونکا جائے گا	فِي الصُّوْرِ۔ صور میں	وَنَحْشُرُ۔ اور اکٹھا کریں گے ہم	
الْمُجْرِمِيْنَ۔ مجرموں کو	يَوْمَئِذٍ۔ اس دن	زُرْقًا۔ نیلی آنکھوں والے	يَّتَخَافَتُوْنَ۔ آہستہ بولیں گے
بَيْنَهُمْ۔ آپس میں	اِنْ۔ نہیں	لَّبِثْتُمْ۔ ٹھہرے تم	اِلَّا۔ مگر
عَشْرًا۔ دس روز	نَحْنُ۔ ہم	اَعْلَمُ۔ اچھا جانتے ہیں	بِمَا۔ جو
يَقُوْلُوْنَ۔ وہ کہیں گے	اِذْ۔ جب	يَقُوْلُ۔ کہے گا	اَمْثَلُهُمْ۔ بہتر ان کا
طَرِيْقَةً۔ راہ میں	اِنْ۔ نہیں	لَّبِثْتُمْ۔ ٹھہرے تم	اِلَّا۔ مگر
يَوْمًا۔ ایک دن			

مختصر تفسیر اردو پانچواں رکوع۔ سورۂ طٰہٰ۔ پ ۱۶

"وَ لَقَدْ قَالَ لَهُمْ هٰرُوْنُ مِنْ قَبْلُ يٰقَوْمِ اِنَّمَا فُتِنْتُمْ بِهٖ ۚ وَ اِنَّ رَبَّكُمُ الرَّحْمٰنُ فَاتَّبِعُوْنِيْ وَ اَطِيْعُوْۤا اَمْرِيْ ۝ ۔ اور بے شک فرمایا ان سے ہارون نے اس سے قبل کہ اے میری قوم ضرور ہے کہ تم اس کے سبب فتنے میں مبتلا ہو گئے اور بے شک تمہارا رب رحمٰن ہے تو میرے حکم کی پیروی کرو اور میرا حکم مانو۔"

آیۂ کریمہ میں جملہ قسمیہ موکدہ سے بیان شروع فرمایا گیا گویا ارشاد ہے:

وَ بِاللّٰهِ لَقَدْ نَصَحَ لَهُمْ هٰرُوْنُ وَ نَبَّهَهُمْ عَلٰى كُنْهِ الْاَمْرِ مِنْ قَبْلِ رُجُوْعِ مُوْسٰى عَلَيْهِ السَّلَامُ اِلَيْهِمْ۔ یعنی بہ قسم ارشاد ہے کہ بے شک ہارون علیہ السلام نے قوم کو ہدایت فرمائی اور حکم کی کنہ سے مطلع کر دیا۔ موسیٰ علیہ السلام کے تشریف لانے سے قبل اور گوسالہ پرستی سے روکا تھا اور سمجھا دیا تھا مگر وہ نہ مانے۔

اب تمام رکوع کا خلاصہ اول سمجھ لینا ضروری ہے اس کے بعد ہر آیت کے ماتحت تفسیر ہوگی۔

اس بیان پر ان کے دل میں یہ بیچ گیا تھا کہ جب موسیٰ علیہ السلام تشریف لائیں گے تو اس بچھڑے کی پوجا پر متفق ہو جائیں گے۔ معاذ اللہ۔

علامہ طیبی فرماتے ہیں کہ یہ جواب ان کے حمق سے تھا اور راست روی کے خلاف۔ چنانچہ ان کا یہ جواب سن کر بعض احادیث سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت ہارون علیہ السلام ان سے علیحدہ ہو گئے اور ان کی معیت میں بارہ ہزار بنی اسرائیل بھی آ گئے جنہوں نے بچھڑا پوجنا گوارہ نہ کیا۔ اس کے بعد حضرت موسیٰ علیہ السلام جب میقات سے واپس تشریف لائے تو فرمایا:

"قَالَ يٰهٰرُوْنُ مَا مَنَعَكَ اِذْ رَاَيْتَهُمْ ضَلُّوْۤا ﴿۹۲﴾ اَلَّا تَتَّبِعَنِ ؕ اَفَعَصَيْتَ اَمْرِيْ۔ اے ہارون کس چیز نے تمہیں روکا جبکہ تم نے انہیں گمراہ دیکھا تھا اس امر سے کہ تم میرے پیچھے آ جاتے کیا تم نے میرے حکم کی نافرمانی کی۔" ابو حیان رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

اَنْ يَّكُوْنَ الْمَعْنٰى مَا مَنَعَكَ مِنْ اَنْ تَلْحَقَنِيْ اِلٰى جَبَلِ الطُّوْرِ بِمَنْ اٰمَنَ مِنْ بَنِيْ اِسْرَائِيْلَ۔ اس کے معنی یہ ہیں کہ موسیٰ علیہ السلام نے حضرت ہارون علیہ السلام سے فرمایا کہ تم میرے پاس جبل طور پر معہ اس جماعت بنی اسرائیل کیوں نہ آ گئے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ چونکہ حضرت ہارون مصریوں کے محبوب اور رئیس تھے اور موسیٰ علیہ السلام جانتے تھے کہ رئیس محبوب کی مفارقت قوم کے دلوں پر بہت شاق گزرا کرتی ہے اس وجہ میں فرمایا کہ تم علی الفور ان سے علیحدہ کیوں نہ ہو گئے کہ ان کے لئے وہ زجر و توبیخ کا کام کرتا اسی لئے میں سمجھا کر گیا تھا۔

اُخْلُفْنِيْ فِيْ قَوْمِيْ وَاَصْلِحْ وَلَا تَتَّبِعْ سَبِيْلَ الْمُفْسِدِيْنَ۔ تو تم نے میری نافرمانی کی تو حضرت ہارون علیہ السلام نے جواب دیا:

"قَالَ يَبْنَؤُمَّ لَا تَاْخُذْ بِلِحْيَتِيْ وَلَا بِرَاْسِيْ۔ فرمایا اے میری ماں جائے میری داڑھی اور سر کے بال نہ پکڑو۔"

رُوِيَ اَنَّهٗ اَخَذَ شَعْرَ رَاْسِهٖ بِيَمِيْنِهٖ وَ لِحْيَتَهٗ بِشِمَالِهٖ۔ آپ نے غصہ میں دائیں ہاتھ سے سر کے بال اور بائیں ہاتھ سے داڑھی پکڑ رکھی تھی اس لئے کہ كَانَ عَلَيْهِ السَّلَامُ حَدِيْدًا مُتَصَلِّبًا غَضُوْبًا لِلّٰهِ تَعَالٰى۔ آپ شرعی امور میں بہت سخت متصلب اور غضب ناک تھے تو جب قوم کا وہ حال دیکھا تو اسی کو مغضوب بنانا تھا جس پر زور تھا اور وہ ماں جایا بھائی ہو سکتا تھا۔ وَ غَلَبَ عَلٰى ظَنِّهٖ تَقْصِيْرُ هَارُوْنَ عَلَيْهِ السَّلَامُ۔ اور موسیٰ علیہ السلام کے گمان میں حضرت ہارون علیہ السلام کا قصور تھا وَ اِنْ لَّمْ يَخْرُجْ عَنْ دَائِرَةِ الْعِصْمَةِ الثَّابِتَةِ لِلْاَنْبِيَاءِ عَلَيْهِمُ السَّلَامُ۔ اگرچہ یہ قصور ایسا نہ تھا جو موسیٰ علیہ السلام نے گمان کیا کہ وہ ہارون علیہ السلام کو دائرہ عصمت سے بھی خارج کر دیتا جو انبیاء کرام کے لئے ثابت ہے بلکہ تادیبا یہ اقدام موسیٰ علیہ السلام کی طرف سے تھا۔

چنانچہ حضرت ہارون علیہ السلام نے معذرت میں فرمادیا:

"اِنِّيْ خَشِيْتُ اَنْ تَقُوْلَ فَرَّقْتَ بَيْنَ بَنِيْۤ اِسْرَآءِيْلَ وَلَمْ تَرْقُبْ قَوْلِيْ مجھے یہ خوف ہوا کہ تم کہتے کہ تو نے بنی اسرائیل میں تفرقہ ڈال دیا اور میرے حکم کا انتظار نہ کیا۔"

حَيْثُ قَالَ الْاٰلُوْسِيُّ اَيْ خَشِيْتُ اَنْ تَقُوْلَ فَرَّقْتَ بَيْنَهُمْ غَيْرَ مُرَاعٍ قَوْلِيْ۔

اس کے بعد آپ سامری کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا:

"قَالَ فَمَا خَطْبُكَ يٰسَامِرِيُّ۔ تو تیرا کیا حال ہے اے سامری۔" اور تو نے یہ شرارت کیوں کی تو وہ بولا:

"قَالَ بَصُرْتُ بِمَا لَمْ يَبْصُرُوْا بِهٖ۔ کہنے لگا عَلِمْتُ بِمَا لَمْ يَعْلَمْهُ الْقَوْمُ وَ فَطِنْتُ بِمَا لَمْ يَفْطِنُوْا لَهٗ۔ میں نے وہ جانا جو قوم نہیں جان سکی اور میرا گمان ادھر گیا جس طرف قوم کا گمان نہ گیا۔"

"فَقَبَضْتُ قَبْضَةً مِّنْ اَثَرِ الرَّسُوْلِ۔ وَاَثَرِ الْفَرَسِ التُّرَابَ الَّذِیْ تَحْتَ حَافِرِهٖ۔ تو میں ایک مٹھی جبریل کے گھوڑے کے سم کے نیچے سے اٹھالایا۔ اَیْ اَلْقَيْتُهَا فِي الْحُلِيِّ الْمُذَابِ وَ قِيْلَ فِيْ جَوْفِ الْعِجْلِ۔ تو میں نے وہ پگھلے ہوئے زیور میں ڈال دی ایک قول ہے کہ وہ میں نے بچھڑے کے سانچہ میں ڈال دی۔ فَكَانَ مَاكَانَ۔ تو وہ ہوگیا جو ہوگیا۔

ابن جریر ابن عباس رضی اللہ عنہما سے راوی ہیں:

رَاٰى جِبْرَئِيْلَ عَلَيْهِ السَّلَامُ يَوْمَ فَلْقِ الْبَحْرِ عَلٰى فَرَسِهٖ فَعَرَفَهٗ لِمَا اَنَّهٗ كَانَ يَغْذُوْهُ صَغِيْرًا حِيْنَ خَافَتْ عَلَيْهِ اُمُّهٗ فَاَلْقَتْهُ فِيْ غَارٍ فَاَخَذَ قَبْضَةً مِّنْ تَحْتِ حَافِرِ الْفَرَسِ وَاُلْقِيَ فِيْ رَوْعِهٖ اِنَّهٗ لَايُلْقِيْهَا عَلٰى شَيْءٍ فَيَقُوْلُ كُنْ كَذَا اِلَّا كَانَ۔

دریا پھٹنے والے دن سامری نے جبریل علیہ السلام کو گھوڑے پر سوار دیکھا تو اس نے پہچان لیا کہ یہ وہی ہیں جو میرے لئے میری صغرسنی میں غذا دیتے تھے جبکہ اس کی ماں نے اس کے مارے جانے کے خوف سے ایک غار میں ڈال دیا تھا جس کا مفصل حال اول ہم بیان کر چکے ہیں۔

تو اس نے اس گھوڑے کے سم کی خاک اٹھالی اور اس کے دل میں القاء ہوا کہ یہ خاک کسی شے پر ڈال کر کہا جائے کہ یہ ہوجا تو وہ وہی شے ہوجائے گی۔

وَ عَنْ عَلِيٍّ كَرَّمَ اللّٰهُ وَجْهَهٗ اَنَّهٗ رَاٰهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ رَاكِبًا عَلٰى فَرَسٍ حِيْنَ جَاءَ لِيَذْهَبَ بِمُوْسٰى عَلَيْهِ السَّلَامُ اِلَى الْمِيْقَاتِ وَلَمْ يَرَهٗ اَحَدٌ غَيْرُهٗ مِنْ قَوْمِ مُوْسٰى عَلَيْهِ السَّلَامُ فَاَخَذَ مِنْ مَّوْطِئِ فَرَسِهٖ قَبْضَةً مِّنَ التُّرَابِ۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے بھی ایسا ہی مروی ہے۔

وَ فِي بَعْضِ الْاٰثَارِ اَنَّهٗ رَاٰهُ كُلَّمَا رَفَعَ الْفَرَسُ يَدَيْهِ اَوْ رِجْلَيْهِ عَلَى التُّرَابِ الْيَبْسِ يَخْرُجُ النَّبَاتُ فَعَرَفَ اَنَّ لَهٗ شَاْنٌ فَاَخَذَ مِنْ مَّوْطِئِهٖ حَفْنَةً وَ ذَالِكَ قَوْلُهٗ تَعَالٰى فَقَبَضْتُ قَبْضَةً مِّنْ اَثَرِ الرَّسُوْلِ۔

بعض احادیث سے ثابت ہے کہ سامری نے دیکھا کہ جب جبریل علیہ السلام کا گھوڑا اگلے اور پچھلے قدم اٹھاتا تو خشک مٹی سے گھاس اگ آتا اس نے سمجھ لیا کہ اس میں شان حیات ہے اسی کا تذکرہ آیہ کریمہ میں ہے۔

فَقَبَضْتُ قَبْضَةً مِّنْ اَثَرِ الرَّسُوْلِ۔ یعنی میں نے جبریل کے گھوڑے کے سم کی مٹی اٹھالی اور وہ اس میں ڈال دی اور یہ کام میں نے بلا کسی کے مشورہ کے کیا تھا۔ جیسا کہ آگے ذکر ہے۔

"وَكَذٰلِكَ سَوَّلَتْ لِيْ نَفْسِيْ۔ ایسا ہی میرے جی میں آیا اور میرے گمان میں اچھا معلوم ہوا۔"

فَوَعِزَّتِکَ مَا اَضَلَّ قَوْمِیْ اَحَدٌ غَیْرُکَ قَالَ صَدَقْتَ یَا حَکِیْمَ الْحُکَمَاءِ لَا یَنْبَغِیْ لِحَکِیْمٍ اَنْ یَکُوْنَ اَحْکَمُ مِنْکَ۔

موسیٰ علیہ السلام جب اپنے رب کے حضور مشغول مناجات تھے تو آپ نے اپنی پشت کی طرف سے کچھ آوازیں سنیں۔ عرض کیا الٰہی میں کچھ آوازیں سن رہا ہوں۔ ارشاد ہوا موسیٰ تمہاری قوم گمراہ ہوگئی عرض کیا الٰہی اسے کس نے گمراہ کیا؟ فرمایا سامری نے عرض کیا وہ کس طرح؟ ارشاد ہوا اس نے ایک بچھڑا ڈھالا جس میں آواز بچھڑے کی ہے۔ عرض کیا الٰہی یہ بچھڑا تو سامری نے ڈھالا لیکن اس میں آواز کی روح کس نے ڈالی؟ فرمایا ہم نے۔ موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا الٰہی تیری عزت و جلال کی قسم۔ میری قوم کو کوئی گمراہ کرنے والا نہیں مگر جب تو چاہے۔

ارشاد ہوا اے حکیم الحکماء تو نے سچ کہا اور یہ فیصلہ تو ہی کر سکتا تھا۔

''فَقَالُوْا هٰذَاۤ اِلٰهُكُمْ وَ اِلٰهُ مُوْسٰى ۙ۬ فَنَسِیَ۔ تو سامری بولا خدا تو یہ ہے تمہارا اور موسیٰ کا وہ بھول گئے۔''

یَعْنِیْ فَغَفَلَ عَنْهُ مُوْسٰی وَ ذَهَبَ یَطْلُبُهٗ فِی الطُّوْرِ۔ معاذ اللہ موسیٰ خدا کو ڈھونڈنے طور پر گئے اور خدا یہاں بول رہا ہے لہٰذا تم اسے پوجو۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں فَاَظْهَرَ السَّامِرِیُّ النِّفَاقَ فَتَرَکَ مَا کَانَ فِیْهِ مِنْ اِسْرَارِ الْکُفْرِ۔ اب سامری نے اپنا نفاق ظاہر کیا اور کفر پر جو پردے ڈال رکھے تھے سب اٹھا دیئے اور قوم چوں کہ حدیث الایمان اور قدیم الشرک تھی اس کی پوجا کی طرف جھک گئی۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

''اَفَلَا یَرَوْنَ اَلَّا یَرْجِعُ اِلَیْهِمْ قَوْلًا ۙ۬ وَّ لَا یَمْلِكُ لَهُمْ ضَرًّا وَّ لَا نَفْعًا۔ تو کیا وہ نہیں دیکھتے کہ وہ بچھڑا انہیں کسی بات کا جواب نہیں دے سکتا اور وہ ان کے برے بھلے کا قطعاً مالک نہیں۔''

یعنی بقول ان کے موسیٰ تو اپنے معبود کو بھول گئے اور بچھڑے کو یہاں چھوڑ کر طور پر آ گئے لیکن یہ بچھڑا ہی سامری نے قوم سے پجوایا وہ کسی قسم کے نفع وضرر میں متصرف بھی ہے؟ اور کیا انہیں جواب بھی دے سکتا ہے؟ اور جو خود اپنی مکھی بھی نہ اڑا سکے وہ کسی کے نفع وضرر کا کیسے مالک ہو سکتا ہے۔

بامحاورہ ترجمہ پانچواں رکوع ۔ سورۂ طٰہٰ ۔ پ ۱۶

وَ لَقَدْ قَالَ لَهُمْ هٰرُوْنُ مِنْ قَبْلُ یٰقَوْمِ اِنَّمَا فُتِنْتُمْ بِهٖ ۚ وَ اِنَّ رَبَّكُمُ الرَّحْمٰنُ فَاتَّبِعُوْنِیْ وَ اَطِیْعُوْۤا اَمْرِیْ ﴿۹۰﴾	اور بے شک فرما دیا تھا ہارون نے اس سے قبل ان کو کہ اے میری قوم یوں ہی ہے کہ تم فتنے میں پڑے اس کے سبب اور بے شک تمہارا رب رحمٰن ہے تو میری پیروی کرو اور اطاعت کرو میرے حکم کی
قَالُوْا لَنْ نَّبْرَحَ عَلَیْهِ عٰكِفِیْنَ حَتّٰى یَرْجِعَ اِلَیْنَا مُوْسٰى ﴿۹۱﴾	بولے ہم تو اسی حال میں ہمیشہ رہیں گے حتیٰ کہ لوٹ کر آئیں ہماری طرف موسیٰ
قَالَ یٰهٰرُوْنُ مَا مَنَعَكَ اِذْ رَاَیْتَهُمْ ضَلُّوْۤا ﴿۹۲﴾ اَلَّا تَتَّبِعَنِ ؕ اَفَعَصَیْتَ اَمْرِیْ ﴿۹۳﴾	فرمایا موسیٰ نے اے ہارون کس چیز نے تمہیں روکا جب دیکھا تم نے انہیں گمراہ ہوتے کہ میرے پیچھے آتے تو کیا

زیور ہے ڈال دیں چنانچہ سب نے ایسا ہی کیا اور سامری پہلے سے اس گڑھے کی جگہ بچھڑے کا قالب بنا چکا تھا۔

جبریل علیہ السلام کے مرکب (سواری) کے سم کی خاک کا قصہ

وَقَدْ اَخْرَجَ ابْنُ اِسْحٰقَ وَ ابْنُ جَرِيْرٍ وَ ابْنُ اَبِیْ حَاتِمٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا اَنَّهٗ لَمَّا فَصَلَ مُوْسٰى عَلَيْهِ السَّلَامُ اِلٰى رَبِّهٖ سُبْحٰنَهٗ قَالَ لَهُمْ هٰرُوْنُ عَلَيْهِ السَّلَامُ اِنَّكُمْ قَدْ حُمِّلْتُمْ اَوْزَارًا اَمِنْ زِيْنَةِ الْقَوْمِ اَیْ فِرْعَوْنَ وَ اَمْتِعَتِهٖ وَ حُلِيًّا فَتَطَهَّرُوْا مِنْهَا فَاِنَّهَا رِجْسٌ وَاَوْقَدَ لَهُمْ نَارًا فَقَالَ لَهُمُ اقْذِفُوْا مَا مَعَكُمْ مِنْ ذَالِكَ فِيْهَا فَجَعَلُوْا يَاْتُوْنَ بِمَا مَعَهُمْ فَيَقْذِفُوْنَهٗ فِيْهَا فَجَاءَ السَّامِرِیُّ وَ مَعَهٗ تُرَابٌ مِّنْ اَثَرِ حَافِرِ فَرَسِ جِبْرِيْلَ عَلَيْهِ السَّلَامُ وَاَقْبَلَ اِلَى النَّارِ فَقَالَ لِهٰرُوْنَ عَلَيْهِ السَّلَامُ يَا نَبِیَّ اللّٰهِ اُلْقِیْ مَا فِیْ يَدِیْ فَقَالَ نَعَمْ وَلَا يَظُنُّ هَارُوْنُ عَلَيْهِ السَّلَامُ اِلَّا اَنَّهٗ كَبَعْضِ مَا جَاءَ بِهٖ غَيْرُهٗ مِنْ ذَالِكَ الْحُلِيِّ وَالْاَمْتِعَةِ فَقَذَفَهٗ فِيْهَا فَقَالَ كُنْ عِجْلًا جَسَدًا لَّهٗ خُوَارٌ فَكَانَ لِلْبَلَاءِ وَالْفِتْنَةِ۔

یعنی جب حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنے رب کے حضور طور کی طرف روانہ ہوئے تو حضرت ہارون علیہ السلام نے قوم کو فرمایا تم جو بوجھ زینت قوم کا فرعون کی قوم سے لائے ہو زیور اور دوسرے سامان اس سے پاک ہو جاؤ کہ وہ رجس ہے۔ اور آگ دہکائی پھر فرمایا:

''اس میں سب کچھ ڈال دو'' تو بنی اسرائیل لاتے تھے اور اس میں ڈال رہے تھے کہ سامری بھی وہ مٹی ہمراہ لایا جو اس نے جبریل علیہ السلام کے گھوڑے کے سم کی اٹھائی تھی اور آگ کی طرف چلا اور حضرت ہارون علیہ السلام سے عرض کی یا نبی اللہ! میرے ہاتھ میں جو ہے وہ بھی ڈال دوں؟

آپ نے فرمایا ہاں اور حضرت ہارون علیہ السلام کو یہ گمان بھی نہ تھا کہ اس میں کچھ دھوکہ ہے بلکہ آپ یہی سمجھ رہے تھے کہ جیسے اور لوگ اپنے اپنے زیورات لا رہے ہیں یہ بھی اپنے حصہ کا زیور اور سامان لایا ہے اور آگ میں ڈال رہا ہے۔ چنانچہ ڈال کا پکارا بچھڑا ہو جا مجسمہ کی صورت میں کہ آواز دے۔ تو یہ بلا اور فتنہ تھا جس کی ابتداء یوں ہوئی۔

ایک قول یہ بھی ہے کہ حضرت ہارون علیہ السلام نے موسیٰ علیہ السلام کے تشریف لے جانے کے بعد وہ زیورات جمع کرا کر رکھ دیئے اور فرمایا موسیٰ علیہ السلام جب تشریف لائیں گے تو جیسا وہ حکم دیں گے اس پر عمل کیا جائے گا۔

ایک روایت یہ ہے کہ سامری نے اسے گلا کر بچھڑا ڈھال دیا اور اس میں کچھ ایسے سوراخ رکھے کہ ہوا کے آنے جانے پر آواز پیدا ہوتی تھی۔

اور خوار چونکہ بچھڑے کی آواز کو کہتے ہیں تو وہ آواز بچھڑے کی سی آتی تھی۔

اور ابن مردویہ کعب بن مالک سے راوی ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى لَمَّا وَعَدَ مُوْسٰى عَلَيْهِ السَّلَامُ اَنْ يُّكَلِّمَهٗ خَرَجَ لِلْوَقْتِ الَّذِیْ وَعَدَهٗ فَبَيْنَمَا هُوَ يُنَاجِیْ رَبَّهٗ اِذْ سَمِعَ خَلْفَهٗ صَوْتًا فَقَالَ اِلٰهِیْ اِنِّیْ اَسْمَعُ خَلْفِیْ صَوْتًا قَالَ لَعَلَّ قَوْمَكَ ضَلُّوْا قَالَ اِلٰهِیْ مَنْ اَضَلَّهُمْ قَالَ اَضَلَّهُمُ السَّامِرِیُّ قَالَ فِيْمَ اَضَلَّهُمْ قَالَ صَاغَ لَهُمْ عِجْلًا جَسَدًا لَّهٗ خُوَارٌ قَالَ اِلٰهِیْ هٰذَا السَّامِرِیُّ صَاغَ لَهُمُ الْعِجْلَ فَمَنْ نَفَخَ فِيْهِ الرُّوْحَ حَتّٰى صَارَ لَهٗ خُوَارٌ قَالَ اَنَا قَالَ

فَيَذَرُهَا قَاعًا صَفْصَفًا ﴿١٠٦﴾ لَّا تَرَىٰ فِيهَا عِوَجًا وَلَا أَمْتًا ﴿١٠٧﴾ يَوْمَئِذٍ يَتَّبِعُونَ الدَّاعِيَ لَا عِوَجَ لَهُ ۖ وَخَشَعَتِ الْأَصْوَاتُ لِلرَّحْمَٰنِ فَلَا تَسْمَعُ إِلَّا هَمْسًا ﴿١٠٨﴾

تو چھوڑ دے گا اسے بنجر زمین مساوی السطح کہ تو اس میں نیچا اونچا نہ دیکھے گا
اس دن پیچھے دوڑیں گے پکارنے والے کے کہ اس میں کجی نہ ہوگی اور خوفزدہ ہوں گی آوازیں رحمٰن کے حضور تو تو نہ سنے گا مگر بھنبھناہٹ

يَوْمَئِذٍ لَّا تَنفَعُ الشَّفَاعَةُ إِلَّا مَنْ أَذِنَ لَهُ الرَّحْمَٰنُ وَرَضِيَ لَهُ قَوْلًا ﴿١٠٩﴾

اس دن نہ فائدہ دے گی کسی کی سفارش مگر اس کی جسے رحمٰن نے اذن دے دیا اور اس کی بات پسند کی

يَعْلَمُ مَا بَيْنَ أَيْدِيهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ وَلَا يُحِيطُونَ بِهِ عِلْمًا ﴿١١٠﴾

وہ جانتا ہے جو کچھ ان کے آگے ہے اور جو کچھ ان کے پیچھے اور ان کا علم اس پر محیط نہیں ہوسکتا

وَعَنَتِ الْوُجُوهُ لِلْحَيِّ الْقَيُّومِ ۖ وَقَدْ خَابَ مَنْ حَمَلَ ظُلْمًا ﴿١١١﴾

اور جھک جائیں گے سب منہ اس زندہ قائم رکھنے والے کے حضور اور بے شک نامراد رہا جس نے ظلم کا بوجھ اٹھایا

وَمَن يَعْمَلْ مِنَ الصَّالِحَاتِ وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَلَا يَخَافُ ظُلْمًا وَلَا هَضْمًا ﴿١١٢﴾

اور جس نے نیک عمل کئے اور وہ مومن تھا تو نہیں خوف اسے زیادتی کا اور نہ خوف ہے اسے نقصان کا

وَكَذَٰلِكَ أَنزَلْنَاهُ قُرْآنًا عَرَبِيًّا وَصَرَّفْنَا فِيهِ مِنَ الْوَعِيدِ لَعَلَّهُمْ يَتَّقُونَ أَوْ يُحْدِثُ لَهُمْ ذِكْرًا ﴿١١٣﴾

اور ایسے ہی ہم نے اتارا قرآن عربی اور طرح طرح کے اس میں عذاب کے وعدے دیئے تاکہ وہ پرہیزگار بنیں یا پیدا ہو ان کے دلوں میں سوچ

فَتَعَالَى اللَّهُ الْمَلِكُ الْحَقُّ ۗ وَلَا تَعْجَلْ بِالْقُرْآنِ مِن قَبْلِ أَن يُقْضَىٰ إِلَيْكَ وَحْيُهُ ۖ وَقُل رَّبِّ زِدْنِي عِلْمًا ﴿١١٤﴾

تو سب سے بلند ہے اللہ، سچا بادشاہ اور جلدی نہ کیا کیجئے قرآن میں اس سے قبل کہ پوری ہو جائے آپ پر وحی اور عرض کرتے رہیں میرے رب زیادہ کر مجھے علم

وَلَقَدْ عَهِدْنَا إِلَىٰ آدَمَ مِن قَبْلُ فَنَسِيَ وَلَمْ نَجِدْ لَهُ عَزْمًا ﴿١١٥﴾

اور بے شک ہم نے تاکیدی حکم دیا تھا آدم کو اس سے پہلے تو وہ بھول گیا اور ہم نے اس کا قصد نہ پایا

حل لغات چھٹا رکوع ـ سورۂ طٰہٰ ـ پ ١٦

وَيَسْأَلُونَكَ ـ اور پوچھتے ہیں آپ سے
عَنِ الْجِبَالِ ـ پہاڑوں کے متعلق
فَقُلْ ـ آپ کہیں
يَنسِفُهَا ـ اڑا دے گا ان کو
رَبِّي ـ میرا رب
نَسْفًا ـ اڑا دینا
فَيَذَرُهَا ـ پھر چھوڑ دے گا اس کو
قَاعًا ـ میدان
صَفْصَفًا ـ صاف
لَّا تَرَىٰ ـ نہ دیکھے گا تو
فِيهَا ـ اس میں
عِوَجًا ـ گہرائی
وَلَا ـ اور نہ
أَمْتًا ـ ٹیلہ
يَوْمَئِذٍ ـ اس دن
يَتَّبِعُونَ ـ پیچھے لگیں گے
الدَّاعِيَ ـ پکارنے والے کے
لَا ـ نہیں ہوگی
عِوَجَ ـ کوئی ٹیڑھ
لَهُ ـ اس میں

وَخَشَعَتِ۔اور خوفزدہ ہوں گی　الْاَصْوَاتُ۔آوازیں　لِلرَّحْمٰنِ۔رحمٰن کے حضور

فَلَا۔پھر نہ　تَسْمَعُ۔سنے گا تو　اِلَّا۔مگر　هَمْسًا۔بھنبھناہٹ

111　یَوْمَئِذٍ۔اس دن　لَّا تَنْفَعُ۔نہ نفع دے گی　الشَّفَاعَةُ۔سفارش　اِلَّا۔مگر

مَنْ۔جو آدمی کہ　اَذِنَ۔اجازت دے　لَهُ۔اس کو　الرَّحْمٰنُ۔رحمٰن

وَرَضِيَ۔اور پسند کرے　لَهٗ۔اس کے لئے　قَوْلًا۔بولنا　يَعْلَمُ۔جانتا ہے

مَا۔جو　بَيْنَ۔ان کے　اَيْدِيْهِمْ۔آگے ہے　وَمَا۔اور جو

خَلْفَهُمْ۔ان کے پیچھے ہے　وَلَا۔اور نہیں　يُحِيْطُوْنَ۔گھیرتے　بِهٖ۔اس کو

عِلْمًا۔علم سے　وَعَنَتِ۔اور جھک جائیں گے　الْوُجُوْهُ۔چہرے　لِلْحَيِّ۔زندہ

الْقَيُّوْمِ۔قائم رکھنے والے کے لئے　وَقَدْ۔اور بے شک　خَابَ۔نامراد ہوا

مَنْ۔جس نے　حَمَلَ۔اٹھایا　ظُلْمًا۔ظلم　وَمَنْ۔اور جو

يَّعْمَلْ۔عمل کرے　مِنَ الصّٰلِحٰتِ۔نیکیوں والے　وَهُوَ۔اور وہ

مُؤْمِنٌ۔مومن ہو　فَلَا۔تو نہ　يَخٰفُ۔ڈرے گا　ظُلْمًا۔ظلم سے

وَّلَا۔اور نہ　هَضْمًا۔نقصان سے　وَكَذٰلِكَ۔اور ایسے ہی　اَنْزَلْنٰهُ۔اتارا ہم نے اس کو

قُرْاٰنًا۔قرآن　عَرَبِيًّا۔عربی　وَّصَرَّفْنَا۔اور طرح طرح سے بیان کئے ہم نے

فِيْهِ۔اس میں　مِنَ الْوَعِيْدِ۔عذاب کے وعدے　لَعَلَّهُمْ۔تا کہ وہ

يَتَّقُوْنَ۔پرہیزگار ہوں　اَوْ۔یا　يُحْدِثُ۔پیدا ہو　لَهُمْ۔ان کے لئے

ذِكْرًا۔سوچ　فَتَعٰلَى۔تو بلند ہے　اللّٰهُ۔اللہ　الْمَلِكُ۔بادشاہ

الْحَقُّ۔سچا　وَلَا۔اور نہ　تَعْجَلْ۔جلدی کر　بِالْقُرْاٰنِ۔قرآن میں

مِنْ قَبْلِ۔پہلے　اَنْ۔اس سے کہ　يُّقْضٰۤى۔پوری کی جائے　اِلَيْكَ۔آپ کی طرف

وَحْيُهٗ۔اس کی وحی　وَقُلْ۔اور کہہ　رَّبِّ۔اے میرے رب　زِدْنِيْ۔زیادہ کر مجھے

عِلْمًا۔علم میں　وَلَقَدْ۔اور بے شک　عَهِدْنَاۤ۔عہد کیا ہم نے　اِلٰۤى۔طرف

اٰدَمَ۔آدم کی　مِنْ قَبْلُ۔پہلے سے　فَنَسِيَ۔تو وہ بھول گیا　وَلَمْ۔اور نہ

نَجِدْ۔پایا ہم نے　لَهٗ۔اس کا　عَزْمًا۔ارادہ

مختصر تفسیر اردو چھٹا رکوع ۔ سورۃ طٰہٰ ۔ پ ۱۶

"وَيَسْــَٔلُوْنَكَ عَنِ الْجِبَالِ فَقُلْ يَنْسِفُهَا رَبِّيْ نَسْفًا ﴿۱۰۵﴾ فَيَذَرُهَا قَاعًا صَفْصَفًا ﴿۱۰۶﴾ لَّا تَرٰى فِيْهَا عِوَجًا وَّلَاۤ اَمْتًا۔ اور آپ سے سوال کرتے ہیں پہاڑوں کے متعلق۔ فرما دیجئے ریزہ ریزہ کر دے گا انہیں میرا رب ریزہ کی صورت میں۔ تو چھوڑے گا انہیں چٹیل ہموار کہ نہ دیکھے گا تو اس میں کوئی بھی نشیب و فراز۔"

اس کی پیدائش کے موقع پر جب اس کی ماں کو اس امر کا خوف ہوا کہ یہ بھی ذبح کر دیا جائے گا تو اسے ایک غار میں ڈال کر اس کا منہ بند کر آئی۔

تو حضرت روح الامین تشریف لائے اور اپنی انگلیوں سے اسے غذا پہنچائی۔ چنانچہ

ایک انگلی سے دودھ۔

دوسری سے شہد۔

تیسری سے گھی اسے پہنچتا رہا حتیٰ کہ یہ پل پل کر جوان ہو گیا۔

ایک قول ہے کہ سامری نے فتنہ برپا کرنے کا ارادہ کر لیا تھا کہ جب موسیٰ علیہ السلام جائیں گے تو یہ فتنہ اٹھائے گا۔

وَ كَانَ عَظِيْمًا مِنْ عُظَمَاءِ بَنِيْ اِسْرَائِيْلَ مِنْ قَبِيْلَةٍ تُعْرَفُ بِالسَّامِرَةِ وَ هُمْ اِلٰى هٰذِهِ الْغَايَةِ فِي الشَّامِ يُعْرَفُوْنَ بِالسَّامِرِيِّيْنَ۔

یہ بنی اسرائیل کے سرداروں میں سے ایک سردار تھا ایک قبیلہ کا جو سامرہ کے نام سے مشہور تھا۔

اور وہ اسی وجہ سے شام میں سامریین کے نام سے مشہور ہیں۔

ایک قول ہے کہ وہ خالہ زاد بھائی تھا موسیٰ علیہ السلام کا۔

ایک قول ہے کہ یہ پھوپھی زاد بھائی تھا۔

ایک قول ہے کہ یہ کرمان کا حکیم تھا۔

ایک قول ہے کہ وہ اہل باجرما سے تھا یہ ایک قریہ ہے مصر کے قریب۔

یا موصل کے گاؤں میں سے کوئی گاؤں ہے۔

ایک قول ہے کہ وہ قوم قبط سے تھا اور موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ بظاہر ایمان لا کر مصر سے نکلا تھا۔

ایک قول ہے کہ یہ گائے پوجنے والوں میں سے تھا جو مصر میں تھے۔ پھر یہ بنی اسرائیل میں بظاہر داخل ہو گیا اور دل میں وہی گوسالہ پرستی کا جذبہ تھا۔

چنانچہ اس کے متعلق کسی شاعر نے بھی کہا ہے:

فَمُوْسَى الَّذِيْ رَبَّاهُ جِبْرِيْلُ كَافِرٌ		وَ مُوْسَى الَّذِيْ رَبَّاهُ فِرْعَوْنُ مُرْسَلٌ

ایک موسیٰ وہ ہے جسے جبریل نے پرورش کیا اور وہ کافر ہے اور ایک موسیٰ وہ ہے جسے فرعون نے پرورش کیا اور وہ اللہ کا رسول ہے۔

جمہور کا قول اس کے متعلق یہ ہے کہ یہ منافق تھا۔ بظاہر ایماندار اور بباطن کافر۔

"فَرَجَعَ مُوْسٰۤى اِلٰى قَوْمِهٖ غَضْبَانَ اَسِفًا۔ تو پلٹے موسیٰ اپنی قوم کی طرف غضب ناک اور افسوس کرتے ہوئے۔"

جب چالیس راتیں ذوالقعدہ اور عشرۂ ذی الحجہ کی پوری ہو گئیں۔

"قَالَ يٰقَوْمِ اَلَمْ يَعِدْكُمْ رَبُّكُمْ وَعْدًا حَسَنًا۔ فرمایا اے قوم کیا وعدہ تم سے تمہارے رب نے اچھا وعدہ نہ فرمایا تھا۔"

قتادہ رحمہ اللہ کہتے ہیں۔ عِوَجًا صَدْعًا وَلَا اَمْتًا اَكَمَةً۔عوج بمعنی گڑھا امتا بمعنی ٹیلہ ہے۔
ایک قول ہے کہ اَلْاَمْتُ الشُّقُوْقُ۔امت زمین میں درز نہ ہونے کو کہتے ہیں۔
خَشَعَتِ۔خوفزدہ آواز کے معنی دیتا ہے۔
لَا تَسْمَعُ اِلَّا هَمْسًا۔نہ سنے تو مگر بھنبھناہٹ اَیْ صَوْتًا خَفِيًّا خَافِتًا۔
هَمْس بِقِرَاءَةِ اُبَیّ یہ معنی دیتا ہے فَلَا يَنْطِقُوْنَ اِلَّا هَمْسًا۔وہ بول نہ سکیں گے مگر نہایت مخفی طور پر۔
ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں هُوَ تَحْرِيْكُ الشِّفَاءِ بِغَيْرِ نُطْقٍ۔ہونٹوں کا حرکت کرنا بغیر بولنے کے۔
وَعَنَتِ الْوُجُوْهُ۔اَیْ ذَلَّتْ وَ خَضَعَتْ سِيْئَتْ وُجُوْهُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا۔چہروں کا ذلیل ہونا یا سیاہ ہونا یعنی کفار کے منہ کالے ہو جائیں گے۔
ظُلْمًا وَّلَا هَضْمًا۔ظلم ثواب مستحق کو روکنا۔وعدہ کے خلاف کرنا۔اور ہضم۔کسی کے بدلہ میں کمی کر دینا۔ اَیْ نَقَصْتُ مِنْهُ۔
ابن عباس رضی اللہ عنہما اور مجاہد رحمہ اللہ کہتے ہیں اِنَّ الْمَعْنٰى فَلَا يَخَافُ اَنْ يُظْلَمَ فَيُزَادَ فِیْ سَيِّئَاتِهٖ وَلَا اَنْ يُهْضَمَ فَيُنْقَصَ مِنْ حَسَنَاتِهٖ۔اس کے یہ معنی ہیں کہ وہاں اس کا خوف نہ ہوگا کہ اس پر ظلم کیا جائے کہ اس کے گناہ بڑھا دیئے جائیں یا ہضم کہ اس کی نیکیاں کم کر دی جائیں۔
وَصَرَّفْنَا فِيْهِ۔اَیْ كَرَّرْنَا فِيْهِ بَعْضَ الْوَعِيْدِ۔بار بار بیان کرتے ہیں طرح طرح سے۔

خلاصہ مفہوم و تفسیر چھٹا رکوع ۔سورۂ طٰہٰ۔پ ۱۶

سید المفسرین ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ اس آیہ کریمہ کا شان نزول قبیلہ بنی ثقیف کے آدمی کے متعلق ہے۔اس نے حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں یہ سوال پیش کیا کہ بروز قیامت سب پر انقلاب آئے گا تو ان پہاڑوں کا کیا ہوگا۔اس پر ارشاد ہوا۔
”وَيَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الْجِبَالِ۔اے محبوب آپ سے پہاڑوں کے متعلق سوال کرتے ہیں۔“
کہ قیامت کے دن ان کا کیا حال ہوگا تو فوراً جواب دیجئے کہ میرا رب انہیں ریتا کر کے ہوا سے اڑا دے گا اور زمین قاع صفصف رہ جائے گی یعنی بنجر مسطح اور ایسی مسطح کہ لَا تَرٰى فِيْهَا عِوَجًا وَّلَا اَمْتًا تمہیں اس میں نشیب و فراز اور شقاق وغیرہ قطعاً نہ ملے گا۔
اس کے بعد اہوال قیامت کا احوال بیان فرمایا گیا کہ اس روز بجز اس کے جسے شفاعت کا اذن مل چکا ہو اور اس کی بات پسندیدۂ حق ہوگی کسی کو شفاعت و سفارش کرنے کا مجاز نہ ہوگا۔خواہ وہ فرضی گھڑے ہوئے بت ہوں جن کے متعلق وہ عقیدہ رکھتے اور کہتے ہیں هٰٓؤُلَآءِ شُفَعَآؤُنَا عِنْدَ اللّٰهِ نہیں پوجتے ہیں۔
اور اسے ہر ایک کا اگلا پچھلا حال معلوم ہے اس کے علم کا مساوی نہ کسی کا علم وہی جانتا ہے کہ میدان حشر میں شفاعت و سفارش کرنے والا کون ہوگا۔وہ دن وہ ہوگا کہ بڑے بڑے کجکلاہ متکبروں کی گردنیں اس کے حضور جھکی ہوں گی۔اور ظالم و مشرک کا اپنے کفر و شرک کے باعث کالا منہ ہوگا۔نیک اعمال والے نیکوکاروں کو ان کے عملوں کا پورا پورا بدلہ ملے گا۔

وہاں ظلم کے ماتحت بغیر کی ہوئی برائی کسی کے ذمہ نہ لگے گی اور نہ کسی کی نیکیوں میں کمی کی جائے گی پھر اللہ تعالیٰ کی طرف سے حضور علیہ السلام کو ارشاد ہے کہ ایسے ہی ہماری طرف سے گزشتہ اقوام کے حالات اے محبوب آپ پر طرح طرح کے عنوانات سے عربی میں قرآن کے ذریعہ بیان ہوئے ہیں۔

اور اس قرآن پاک کے دو وصف ہیں ایک عربی زبان میں ہے تا کہ قوم عرب سمجھ سکے دوسرے صَرَّفْنَا فِيْهِ مِنَ الْوَعِيْدِ اس میں طرح طرح سے مواعید بیان ہوا ہے تا کہ لوگ پرہیزگاری اختیار کریں یا سمجھ بوجھ ان میں پیدا ہو۔

اس کے بعد ذات واجب تعالیٰ شانہ کی علو مرتبت اور ازلیت و ابدیت اور سچی ملکیت کا اظہار فرمایا گیا پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو وحی ہو جانے سے قبل تلاوت کلام پاک سے روکا گیا جیسا کہ انتیسویں پارہ کی سورۃ قیامہ میں بھی ارشاد ہوا ہے لَا تُحَرِّكْ بِهٖ لِسَانَكَ لِتَعْجَلَ بِهٖ۔

پھر قرآن کریم میں ساتویں رکوع کے اندر چھٹی بار حضرت آدم صفی اللہ علیہ السلام کے قصہ کو بیان فرمایا جس میں سجدہ کی بحث ہے۔ وہ رکوع ہفتم میں بیان ہوگی۔

مختصر تفسیر اردو چھٹا رکوع ۔ سورۃ طٰہٰ ۔ پ ١٦

"وَيَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الْجِبَالِ فَقُلْ يَنْسِفُهَا رَبِّيْ نَسْفًا ﴿١٠٥﴾ فَيَذَرُهَا قَاعًا صَفْصَفًا ﴿١٠٦﴾ لَّا تَرٰى فِيْهَا عِوَجًا وَّلَاۤ اَمْتًا۔ اور پوچھتے ہیں آپ سے پہاڑوں کو تو فرما دیجئے ریزہ ریزہ کر دے گا انہیں میرا رب ریتے کی شکل میں تو چھوڑے گا انہیں پٹ پر میدان ہموار کہ نہ دیکھے گا تو اس میں کوئی نشیب و فراز نہ کوئی شقاق۔"

یہ سوال کرنے والے منکرین بعث و نشر تھے قریش سے جیسا کہ ابن المنذر را ابن جریج سے راوی ہیں قَالُوْا عَلٰى سَبِيْلِ الْاِسْتِهْزَاءِ كَيْفَ يَفْعَلُ رَبُّكَ بِالْجِبَالِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ۔ بطریق استہزاء حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ آپ کا رب قیامت کے روز پہاڑوں کا کیا کرے گا۔

وَ قِيْلَ جَمَاعَةٌ مِّنْ ثَقِيْفٍ۔ ایک قول ہے کہ قبیلہ بنی ثقیف کی ایک جماعت نے یہ سوال کیا تھا۔

وَ قِيْلَ اُنَاسٌ مِّنَ الْمُؤْمِنِيْنَ۔ ایک قول ہے کہ مومنین کی ہی ایک جماعت نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ استفسار کیا تھا۔

تو ارشاد ہوا فَقُلْ يَنْسِفُهَا رَبِّيْ نَسْفًا۔ يَجْعَلُهَا سُبْحٰنَهٗ كَالرَّمْلِ ثُمَّ يُرْسِلُ عَلَيْهَا الرِّيَاحَ فَتُفَرِّقُهَا۔ فرما دیجئے اللہ تعالیٰ اسے مثل رمل کر دے گا پھر اس پر ایک ہوا بھیجے گا کہ وہ اس سے اڑ کر ریزہ ریزہ ہو جائیں گے۔

اور فَقُلْ۔ فاء تعقیب سے اس لئے فرمایا کہ فاء تعقیب مسارعت کے لئے آتی ہے تا کہ ذہن سائل میں بقاء جبال کا جو تصور تھا وہ زائل ہو جائے۔

بِنَاءً عَلٰى ظَنِّ اَنَّ ذَالِكَ مِنْ تَوَابِعِ عَدَمِ الْحَشْرِ اَلَا تَرٰى اَنَّ مُنْكِرِى الْحَشْرِ يَقُوْلُوْنَ بِعَدَمِ تَبَدُّلِ هٰذَا النِّظَامِ الْمُشَاهَدِ فِى الْاَرْضِ وَالسَّمٰوَاتِ۔ یہ اس بناء پر ہے کہ مشرکین عدم حشر کے معتقد تھے اور منکرین حشر کہتے تھے کہ زمین و آسمان میں جو نظام ہے یہ متبدل نہیں ہوگا۔ تو اس کا جواب بعجلت دینا منظور ہوا اس لئے فاء تعقیب سے جواب ہوا اور نہ

يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ۔ پر بغیر فاء تعقیب جواب ہوا قُلْ فِيْهِمَآ اِثْمٌ كَبِيْرٌ۔

اور وَيَسْـَٔلُوْنَكَ مَاذَا يُنْفِقُوْنَ۔ قُلِ الْعَفْوَ۔ میں بھی بلا فاء تعقیب جواب ہوا۔

اور يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الْاَنْفَالِ ؕ قُلِ الْاَنْفَالُ لِلّٰهِ وَالرَّسُوْلِ۔ میں بھی فاء تعقیب نہیں۔

اور وَيَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الْيَتٰمٰى ؕ قُلْ اِصْلَاحٌ لَّهُمْ خَيْرٌ۔ میں بھی ایسا ہی ہے۔

اور يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الْاَهِلَّةِ ؕ قُلْ هِيَ مَوَاقِيْتُ لِلنَّاسِ۔

اور يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الرُّوْحِ ؕ قُلِ الرُّوْحُ مِنْ اَمْرِ رَبِّيْ۔

اور يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ السَّاعَةِ اَيَّانَ مُرْسٰىهَا ؕ فِيْمَ اَنْتَ مِنْ ذِكْرٰىهَا۔

چونکہ مسئلہ قیامت امہات مسائل واصول دین سے تھا تو لازم ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا جائے کہ علی الفور جواب دیں۔ تو فاء تعقیب کے ساتھ عطف فرما کر گویا ارشاد ہوا۔

يَا مُحَمَّدُ اَجِبْ عَنْ هٰذَا السُّوَالِ فِي الْحَالِ مِنْ غَيْرِ تَاخِيْرٍ لِاَنَّ الْقَوْمَ يَعْتَقِدُ بِقِدَمِهَا اَوْ وُجُوْبِ بَقَائِهَا وَ هُوَ كُفْرٌ۔ اے محبوب اس سوال کا جواب بلا تاخیر ابھی دیجئے اس لئے کہ قوم ان کی قدامت اور وجوب بقاء کی معتقد ہے اور یہ کفر ہے۔

فَوَجَبَ اَنْ يَكُوْنَ مُمْكِنًا فِيْ حَقِّ كُلِّ الْجَبَلِ فَلَيْسَ بِقَدِيْمٍ وَلَا وَاجِبِ الْوُجُوْدِ لِاَنَّ الْقَدِيْمَ لَا يَجُوْزُ عَلَيْهِ التَّغَيُّرُ وَالنَّسَفُ۔ تو اس جواب کے بعد لازم ہوگا کہ مانیں کہ ممکن کا اطلاق ہو ہر ایک پہاڑ پر اور وہ نہ قدیم ہے نہ واجب الوجود اس لئے کہ قدیم وہ ہے جس پر تغیر اور نسف جائز نہ ہو (روح المعانی)

"فَيَذَرُهَا قَاعًا صَفْصَفًا ﴿۱۰۶﴾ لَّا تَرٰى فِيْهَا عِوَجًا وَّلَآ اَمْتًا۔ اس پہاڑ کو پٹ پڑ میدان کر کے چھوڑے گا کہ تو نہ دیکھے گا اس میں نشیب وفراز نہ شقاق۔"

"يَوْمَئِذٍ يَّتَّبِعُوْنَ الدَّاعِيَ لَا عِوَجَ لَهٗ۔ اس دن پیچھے دوڑیں گے پکارنے والے کے اس میں کجی نہ ہوگی۔"

یعنی جس دن پہاڑ ریزہ ریزہ ہو جائیں گے اور داعی سے مراد داعی اللہ عزوجل ہے جو محشر کی طرف بلائے گا اور وہ حضرت اسرافیل علیہ السلام ہیں جو صور منہ میں لئے کھڑے ہیں اور لوگوں کو نفخہ ثانیہ کے بعد پکاریں گے صخرہ بیت المقدس پر اور ندا دیں گے اے گلی ہوئی ہڈیو اور سوکھی ہوئی کھال اور منتشر گوشت آ جاؤ۔ رب العزت کی پیشی میں تو سب اس آواز سے جمع ہو کر حاضر ہو جائیں۔ حیث قال آلالوسی۔

وَالْمُرَادُ بِالدَّاعِيْ دَاعِي اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ اِلَى الْمَحْشَرِ وَ هُوَ اِسْرَافِيْلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ يَضَعُ الصُّوْرَ فِيْ فِيْهِ وَ يَدْعُو النَّاسَ عِنْدَ النَّفْخَةِ الثَّانِيَةِ قَائِمًا عَلٰى صَخْرَةِ بَيْتِ الْمُقَدَّسِ وَ يَقُوْلُ اَيَّتُهَا الْعِظَامُ الْبَالِيَةُ وَالْجُلُوْدُ الْمُتَمَزِّقَةُ وَاللُّحُوْمُ الْمُتَفَرِّقَةُ هَلُمُّوْا اِلَى الْعَرْضِ اِلَى الرَّحْمٰنِ فَيَقْبَلُوْنَ مِنْ كُلِّ صَوْبٍ اِلٰى صَوْتِهٖ۔

وَ اَخْرَجَ ابْنُ اَبِيْ حَاتِمٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ كَعْبٍ الْقُرَظِيِّ قَالَ يَحْشُرُ اللّٰهُ تَعَالَى النَّاسَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فِيْ ظُلْمَةٍ تُطْوَى السَّمَاءُ وَتَتَنَاثَرُ النُّجُوْمُ وَيَذْهَبُ الشَّمْسُ وَالْقَمَرُ وَ يُنَادِيْ مُنَادٍ فَيَتْبَعُ

النَّاسُ يُؤْمُوْنَهُ فَذٰلِكَ قَوْلُهُ تَعَالٰى يَوْمَئِذٍ يَتَّبِعُوْنَ الدَّاعِيَ۔

لوگ بروز قیامت اندھیرے میں محشور ہوں گے جب آسمان لپیٹ دیئے جائیں ستارے جھڑ پڑیں، سورج اور چاند جاتے رہیں اور منادی ندا دے تو سب لوگ آواز کے پیچھے چل پڑیں یہ ہے يَوْمَئِذٍ يَّتَّبِعُوْنَ الدَّاعِيَ کا مطلب۔

اور لَا عِوَجَ لَهٗ کے معنی اس میں کجی نہ ہوگی يَعْنِي اَيْ لِلدَّاعِيْ عَلٰى مَعْنٰى لَا يَعُوْجُ لَهٗ مَدْعُوٌّ وَلَا يَعْدِلُ عَنْهُ۔ یعنی پکارنے والے کی ندا پر کوئی کجی نہ کرے گا اور نافرمان نہ ہوگا۔

"وَخَشَعَتِ الْاَصْوَاتُ لِلرَّحْمٰنِ فَلَا تَسْمَعُ اِلَّا هَمْسًا۔ اور خوفزدہ ہو جائیں آوازیں رحمٰن کے حضور اور اتنی پست کہ سنی ہی نہ جائے مگر ہمس یعنی گنگناہٹ۔"

هَمْسًا پر آلوسی رحمہ اللہ فرماتے ہیں اَيْ صَوْتًا خَفِيًّا خَافِتًا وہ آواز جو انتہادرجہ کی ہلکی ہو۔

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ هُوَ تَحْرِيْكُ الشِّفَاءِ بِغَيْرِ نُطْقٍ۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں ہمس محض جنبش لب کو کہا جاتا ہے جس میں آواز نہ ہو۔

فَالْمَعْنٰى سَكَتَ اَصْوَاتُهُمْ وَ انْقَطَعَتْ كَلِمَاتُهُمْ فَلَمْ يُسْمَعْ مِنْهُمْ اِلَّا خَفْقُ اَقْدَامِهِمْ۔ تو خلاصہ معنٰی یہ ہوئے کہ آوازیں ٹھہر جائیں اور کلمات منقطع ہو جائیں تو کچھ نہ سنا جائے مگر قدموں کی کسکساہٹ۔ (روح المعانی)

"يَوْمَئِذٍ لَّا تَنْفَعُ الشَّفَاعَةُ اِلَّا مَنْ اَذِنَ لَهُ الرَّحْمٰنُ وَرَضِيَ لَهٗ قَوْلًا۔ اس دن کسی کی سفارش وشفاعت نفع نہ دے مگر اس کی جسے اذن دے دیا ہو رحمٰن نے اور راضی ہو گیا ہو اس کی بات سے۔"

وَالْمُرَادُ لَا تَنْفَعُ الشَّفَاعَةُ مِنَ الشُّفَعَاءِ اَحَدًا اِلَّا مَنْ اَذِنَ فِي الشَّفَاعَةِ لَهُ الرَّحْمٰنُ وَ رَضِيَ لَهٗ قَوْلًا اَيْ وَرَضِيَ لِاَجَلِهٖ قَوْلَ الشَّافِعِ اَوْرَضِيَ قَوْلَ الشَّافِعِ لِاَجَلِهٖ۔ اس سے یہ مراد ہے کہ کسی بت یا بھوت یا جن کی سفارش اس دن نفع نہ دے گی جنہیں مشرکین اپنا سفارشی مانے ہوئے ہیں سوا ان کے جنہیں اللہ تعالیٰ ماذون بالشفاعت قرار دے دے۔ جیسا کہ پہلے پاروں میں ارشاد ہو چکا ہے۔ مَنْ ذَا الَّذِيْ يَشْفَعُ عِنْدَهٗٓ اِلَّا بِاِذْنِهٖ۔ اور وَلَا تَنْفَعُ الشَّفَاعَةُ عِنْدَهٗٓ اِلَّا لِمَنْ اَذِنَ لَهٗ وغیرہ۔

تو جس کا قول اللہ تعالیٰ نے پسند فرما لیا جیسے انبیاء کرام علیہم السلام اور سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم یا اولیاء عظام، غوث، قطب، ابدال، اوتاد یا علماء باعمل یا حفاظ قرآن وغیرہ۔

لیکن یہ بھی اس وقت شفاعت میں مفید ہوں گے جب شفیع المذنبین خاتم النبیین رحمۃ للعالمین شفاعت بالوجاہت کے لئے جلوہ افروز ہوں اور علم شفاعت اٹھائیں ورنہ کسی کی مجال ہی نہ ہوگی کہ کسی کے لئے کوئی شفاعت کی ہمت کر سکے۔

چنانچہ سید المفسرین ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں وَ حَاصِلُ الْمَعْنٰى عَلَيْهِ لَا تَنْفَعُ الشَّفَاعَةُ اَحَدًا اِلَّا مَنْ اَذِنَ الرَّحْمٰنُ فِيْ اَنْ يُّشْفَعَ لَهٗ وَ كَانَ مُؤْمِنًا۔ خلاصہ معنی یہ ہیں کہ کسی کی سفارش نفع نہ دے گی مگر جسے اللہ تعالیٰ اجازت دے کہ اس کی سفارش کی جائے اور ہو وہ مومن ورنہ فَمَا تَنْفَعُهُمْ شَفَاعَةُ الشّٰفِعِيْنَ آ چکا ہے۔ سفارش کرنے والوں کی سفارش انہیں نفع نہ دے گی۔

حکایت عجیب العبرت

میدان حشر میں جب سب پر سراسیمگی و پریشانی طاری ہو اور انبیاء کرام اپنے منابر نوری پر جلوہ افروز ہو کر بھی شان جبروتی سے لرزاں ہوں اور رَبِّ سَلِّمْ سَلِّمْ کہہ رہے ہوں تو ایک جماعت مومنین اٹھے اور سب سے پہلے ابوالبشر صفی اللہ علیہ السلام کے حضور حاضر آ کر عرض کریں کہ

"حضور! اللہ نے آپ کو صفی اور ابوالبشر فرمایا ہے ذرا بارگاہ حق میں صرف یہ درخواست کریں کہ جس کے حق میں جو فیصلہ دینا ہے وہ دے دیا جائے۔ دبدہ میں جانوں پر بن گئی ہے۔"

تو حضرت ابوالبشر فرمائیں اِذْهَبُوْا اِلٰی غَیْرِیْ کسی اور کے پاس جاؤ میں نے ایسا غضب وجلال اس سے پہلے نہیں دیکھا میں آج کچھ نہیں کر سکتا۔

پھر یہ وفد خلیل اللہ، نجی اللہ، کلیم اللہ علیہم السلام سب کی خدمت میں جائے اور سب سے یہی جواب اِذْهَبُوْا اِلٰی غَیْرِیْ۔ سن کر روح اللہ علیہ السلام کے حضور آئے وہ فرمائیں تم کہاں بھٹک رہے ہو تمہیں معلوم نہیں کہ آج کوئی شفاعت نہیں کر سکتا۔ سوائے تاجدار شفاعت جناب مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے کہ وہی آج محشر میں سب کے دولہا ہیں۔

ہم تو براتی ہیں اگر وہ علم شفاعت اٹھائیں تو ابھی سب کی بگڑی بن جاتی ہے تم ادھر جاؤ اور عرض کرو۔

چنانچہ شفیع المذنبین خاتم النبیین رحمۃ للعالمین انیس الفقراء والمساکین محبوب رب العالمین کے حضور یہ وفد پہنچے اور عرض کرے کہ حضور جانوں پر بن گئی ہے اب ہمارا سہارا کہیں نہیں رہا۔ حضور دستگیری فرمائیں۔

تو سرکار ابد قرار رحمت دوعالم تاجدار عرب وعجم ان کی فریاد سنتے ہی ارشاد فرمائیں اَنَا لَهَا اَنَا لَهَا۔ ہاں ہم اس کام کے لئے ہیں۔

اس کے بعد حضور سراپا نور باوجود ماذون شفاعت ہونے کے غایت ادب ملحوظ فرماتے ہوئے عرش الٰہی کے سامنے رب کے حضور سجدہ فرمائیں کہ دریائے رحمت جوش زن ہو اور ارشاد باری ہو۔

یَا مُحَمَّدُ اِرْفَعْ رَأْسَکَ سَلْ تُعْطَهْ وَاشْفَعْ تُشَفَّعْ

اے محبوب سر مبارک اٹھائیں اور مانگئے آپ دیئے جائیں گے شفاعت منظور ہوگی آپ شفاعت کریں۔

اس کے بعد پھر شفاعت کے حقوق قائم ہوں اور ہر ایک اپنے اپنے وابستگان کی شفاعت کے لئے بارگاہ رحمت پناہ میں معروضات پیش کرے۔

چنانچہ پھر تو اطفال رضیع بھی اپنے والدین کی سفارش کریں بلکہ ساقط شدہ بچہ بھی بارگاہ حق میں مچل جائے اور والدین کی بخشش مانگے تو ارشاد ہو اَیُّهَا السِّقْطُ الْجَاحِدُ اِذْهَبْ بِاَبَوَیْکَ۔ اے ساقط شدہ ضدی بچے جا اپنے والدین کو لے جا۔ اعلیٰ حضرت نے خوب فرمایا

خلیل ونجی مسیح وصفی سبھی سے کہی کہیں بھی نہ بنی ۔۔۔ یہ بے خبری کہ خلق پھرے کہاں کہاں تمہارے لئے

جامی رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ محشر میں سیہ کاران امت بارگاہ رحمت میں عرض کریں۔

ما ہمہ تشنہ لبانیم و توئی آب حیات ۔۔۔ لطف فرما کہ ز حد میگذرد تشنہ لبی

آگے ارشاد ہے۔

''یَعْلَمُ مَا بَیْنَ اَیْدِیْهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ وَلَا یُحِیْطُوْنَ بِهٖ عِلْمًا۔ وہی جانتا ہے جو ان کے آگے ہے اور جو کچھ ان کے پیچھے ہے اور نہیں احاطہ کر سکتا کسی کا علم اسے۔''

یعنی تمام کائنات کا علم ذات الٰہی عزوجل کا احاطہ نہیں کر سکتا اس کی ذات کا ادراک علوم کائنات کی رسائی سے برتر ہے اپنے اسماء وصفات میں اور آثار قدرت وشیون حکمت سے پہچانا جاتا ہے۔ چنانچہ کسی عارف نے ذات واجب تعالیٰ شانہ کی صفت ایک رباعی میں خوب بیان کی:

کجا در یابد او را عقل چالاک — کہ او بالا تر است از حد ادراک
نظر کن اندر اسماء و صفاتش — کہ واقف نیست کس از کنہ ذاتش

صاحب قصیدہ بدء الامالی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

یَرَاهُ الْمُؤْمِنُوْنَ بِغَیْرِ کَیْفٍ — وَ اِدْرَاکٍ وَّ ضَرْبٍ مِّنْ مِّثَالٍ

اس ذات ستودہ صفات کو قیامت کے دن اہل ایمان بلا کیف اور بلا احاطہ ادراک اور بغیر مثال دیکھیں گے۔

بعض مفسرین نے اس آیہ کریمہ کا یہ مفہوم بیان کیا کہ

علوم خلق معلومات الٰہیہ کا احاطہ نہیں کر سکتے۔ معنی کے اعتبار سے یہ بھی وہی مفہوم ہے جو پہلے بیان ہو چکا۔

''وَعَنَتِ الْوُجُوْهُ لِلْحَیِّ الْقَیُّوْمِ ؕ وَقَدْ خَابَ مَنْ حَمَلَ ظُلْمًا۔ اور سب منہ جھک جائیں گے اس زندہ قائم رکھنے والے کے حضور اور بے شک نامراد رہا جس نے بوجھ اٹھایا ظلم کا۔''

ابن عباس رضی اللہ عنہما اس کی تفسیر میں فرماتے ہیں جس نے شرک کیا وہ نقصان وخسران میں رہا اور وَالظُّلْمُ الشِّرْکُ اور ظلم سے مراد شرک ہے اور جو اس ظلم کے بوجھ اٹھائے ہوئے موقف قیامت میں آئے اس سے بڑھ کر نامراد کون ہو سکتا ہے عَنَتِ الْوُجُوْهُ کے معنی آلوسی رحمہ اللہ کرتے ہیں اَیْ ذَلَّتْ وَ خَضَعَتْ۔ خُضُوْعُ الْعَنَاةِ۔ یعنی بہت سے چہرے ذلیل ہوں گے اور شان جبار سے خائف۔

بعض نے کہا سِیْئَتْ وَجُوْهُ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا۔ کالے منہ ہو جائیں گے کافروں کے۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں وَ قَدْ خَابَ اَیْ خَسِرَ مَنْ اَشْرَکَ بِاللّٰهِ وَلَمْ یَتُبْ۔ وہ ٹوٹے میں رہا جس نے شرک کیا اور توبہ نہ کی۔

آگے بموجب اسلوب بیان قرآن اب صالحین کا تذکرہ فرمایا گیا۔

''وَمَنْ یَّعْمَلْ مِنَ الصّٰلِحٰتِ وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَلَا یَخٰفُ ظُلْمًا وَّ لَا هَضْمًا۔ اور جو نیک عمل کرے اور ہو وہ مومن تو اسے نہ گناہ کی زیادتی کا خوف ہوگا اور نہ نیکی میں کمی کا۔''

اس آیت کریمہ سے ثابت ہوا کہ اعمال صالحہ طاعت واتباع سب کی قبولیت مشروط بایمان ہے اگر ایمان نہیں تو کوئی عمل صالح موجب اجر نہیں اور بغیر ایمان ہر عمل رائیگاں اور بے کار ہے۔

''وَکَذٰلِکَ اَنْزَلْنٰهُ قُرْاٰنًا عَرَبِیًّا وَّ صَرَّفْنَا فِیْهِ مِنَ الْوَعِیْدِ لَعَلَّهُمْ یَتَّقُوْنَ اَوْ یُحْدِثُ لَهُمْ ذِکْرًا ﴿۱۱۳﴾

فَتَعٰلَى اللّٰهُ الْمَلِكُ الْحَقُّ۔ اور ایسے ہی ہم نے اتارا قرآن کریم عربی میں اور بار بار دہرایا ہم نے وعیدوں کو تاکہ وہ پرہیزگار ہوں یا ان کے دلوں میں یاد پیدا ہو تو سب سے بلند ہے اللہ سچا بادشاہ۔''

یعنی قرآن کا عربی میں نازل ہونا اور مکرر سہ کرر عذاب کے وعدے دہرانا اسی لئے ہے کہ ان کو نیکیوں کی رغبت ہو اور بدی اور نافرمانیوں سے منافرت اور وہ پند پذیر ہوں اور نصیحت حاصل کریں اور وہ ذات مستجمع جمیع صفات وذات ہے جو اصل مالک اور سب سے بلند و بالا سچا بادشاہ ہے اس کے سب محتاج ہیں۔

''وَلَا تَعْجَلْ بِالْقُرْاٰنِ مِنْ قَبْلِ اَنْ یُّقْضٰۤى اِلَیْكَ وَحْیُهٗ٘ وَقُلْ رَّبِّ زِدْنِیْ عِلْمًا۔ اور قرآن میں عجلت نہ فرمائیں جب تک اس کی وحی پوری نہ ہو لے اور آپ تو یہی عرض کریں کہ اے میرے رب میرا علم زیادہ کر۔''

اس آیت کریمہ پر ایک بزرگ بے علم نے ایسی عجیب تفسیر بیان کی جو مجھے تو بہت پسند آئی۔ لیکن بلا ثبوت اسے تسلیم کر لینا بھی مشکل تھا اور ان حضرت کے پاس دو ایک تفسیروں کے نام تھے اور غالبًا انہوں نے وہ دیکھی نہ تھیں۔ بہر حال اختراع مبارک اور عقیدت کی افراط سے مملو تھا ناظرین کی تفکہ طبع کے لئے نقل کرتا ہوں۔

وہ فرمانے لگے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو نزول سے قبل قرآن آتا تھا۔ چنانچہ جبریل جب وحی لاتے اور حضور کے سامنے اس کا ٹکڑا سناتے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم آگے پڑھنے لگ جاتے تو جبریل امین گھبرائے کہ یہ عجیب وغریب بندۂ محبوب ہے جسے سب کچھ آتا ہے اور اللہ تعالیٰ وہی وحی کے ذریعہ بھیجتا ہے جسے یہ پہلے سے ہی جانتے ہیں۔

آخرش جبریل نے بارگاہ حق میں عرض کیا ارشاد ہوا جبریل تیرے وجود سے قبل وہ ہمارا نبی تھا اور اب خاتم النبیین ہے اسے ہمارے تمام علوم پر عبور ہے وہ صرف قرآن ہی نہیں جانتا بلکہ اسے تو ماعبر و ماغبر کا علم ہے۔ طوبیٰ کا پتہ نہیں ہلتا مگر اسے علم ہوتا ہے زمین کا ذرہ نہیں چمکتا مگر وہ جانتا ہے اسے ہم نے علم ما کان و ما یکون دیا ہے۔

لیکن تمہاری دلجوئی کے لئے ہم انہیں حکم دیتے ہیں کہ جب تک وحی پوری نہ ہولے آپ قرآن پڑھنے میں عجلت نہ فرمایا کریں چنانچہ یہی اس آیۂ کریمہ کا شان نزول ہے۔

مریدوں کی طرف سے آواز اٹھی حق حق حضور۔ یہ تو مولوی بے چارہ جان ہی نہیں سکتا یہ حضور ﷺ کے علم باطنی کا فیض ہے۔

مجھ سے نہ رہا گیا میں نے نہایت ادب سے عرض کیا حضرت یہ روایت کس تفسیر میں ہے؟

تو حضرت فرمانے لگے تعجب ہے تم مولوی ہو کر بے خبر ہو۔ کنز الدقائق اور بیضاوی میں موجود ہے یہ جواب سن کر نہایت درجہ مایوسی کے ساتھ وہاں سے رخصت ہو گیا۔

اب اس روایت میں بعض باتیں وہ ہیں جن کی اصل ہے اور بعض بالکل بے اصل محض اختراعی ہیں۔ لیکن جہالت کا بھلا ہو اور جاہل متوسلین کا بول بالا کہ وہ داد دینے والے اور وہ داد لینے والے۔

بہر حال یہ روایت ہم نے کسی معتبر اور غیر معتبر کتاب میں کہیں نہیں دیکھی خدا کرے کہ ہو اور کوئی ہمیں بھی اس کا ماخذ بتا دے۔

ہماری نظر میں جو شان نزول ہے وہ یہ ہے کہ

جب حضرت روح الامین علیہ السلام قرآن کریم لے کر حاضر دربار رسالت ہوتے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان کے ساتھ ساتھ پڑھتے اور جلدی فرماتے تاکہ خوب یاد ہو جائے اس پر یہ آیۂ کریمہ نازل ہوئی۔ جس میں فرمایا گیا کہ آپ مشقت

میں نہ پڑیں۔

اور یہی حکم سورہ قیامہ انتیسویں پارہ میں بھی آیا لَا تُحَرِّكْ بِهٖ لِسَانَكَ لِتَعْجَلَ بِهٖ ﴿۱۶﴾ اِنَّ عَلَيْنَا جَمْعَهٗ وَقُرْاٰنَهٗ۔ اس میں جمع قرآن اور اس کے پڑھانے کا ذمہ خود لے کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی دی ہے چنانچہ علامہ آلوسی رحمہ اللہ بھی یہی فرمارہے ہیں۔ حیث قال۔

وَ كَانَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا اُلْقِىَ عَلَيْهِ جِبْرِيْلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ الْقُرْاٰنَ يَتْبَعُهٗ عِنْدَ تَلَفُّظِ كُلِّ حَرْفٍ وَ كُلِّ كَلِمَةٍ خَوْفًا اَنْ يَسْمَعَهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ وَ لَمْ يَحْفَظْهُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَنُهِىَ عَلَيْهِ السَّلَامُ عَنْ ذَالِكَ اِذْ رُبَمَا يُشْغِلُ التَّلَفُّظُ بِكَلِمَةٍ عَنْ سِمَاعِ مَا بَعْدَهَا وَنَزَلَ عَلَيْهِ اَيْضًا لَا تُحَرِّكْ بِهٖ لِسَانَكَ لِتَعْجَلَ بِهِ الْاٰيَةَ وَاُمِرَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِاسْتِفَاضَةِ الْعِلْمِ وَاسْتِزَادَتِهٖ مِنْهُ وَ قِيْلَ قُلْ رَّبِّ زِدْنِىْ عِلْمًا اَىْ سَلِ اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ بَدَلَ الْاِشْتِمَالِ زِيَادَةَ الْعِلْمِ مُطْلَقًا۔

بلکہ اس آیت کریمہ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی فضیلت علم پر استدلال کیا گیا اس لئے کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو علم کے زیادہ ہونے کے سوال کی تلقین فرمائی گئی تو یقیناً وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو حاصل بھی ہوا کما قال الالوسی۔

وَاسْتَدَلَّ بِالْاٰيَةِ عَلٰى فَضْلِ الْعِلْمِ حَيْثُ اُمِرَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِطَلَبِ زِيَادَتِهٖ۔

چنانچہ ترمذی، ابن ماجہ حضرت ابو ہریرہ سے راوی ہیں قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اَللّٰهُمَّ انْفَعْنِىْ بِمَا عَلَّمْتَنِىْ وَ عَلِّمْنِىْ مَا يَنْفَعُنِىْ وَ زِدْنِىْ عِلْمًا وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ عَلٰى كُلِّ حَالٍ۔ حضور یہ دعا فرمایا کرتے تھے۔

اور سعید بن منصور عبد بن حمید ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے راوی ہیں کہ یہ دعا حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا کرتے تھے۔ اَللّٰهُمَّ زِدْنِىْ اِيْمَانًا وَفِقْهًا وَ يَقِيْنًا وَّ عِلْمًا۔ اور یہ فضیلت علم اور زیادتی علم کے لئے اظہر ہے۔ نَسْاَلُ اللّٰهَ تَعَالٰى اَنْ يَرْزُقَنَا الزِّيَادَةَ فِيْهِ وَيُوَفِّقَنَا لِلْعَمَلِ بِمَا يَقْتَضِيْهِ۔ آگے ارشاد ہے:

"وَلَقَدْ عَهِدْنَآ اِلٰٓى اٰدَمَ مِنْ قَبْلُ فَنَسِىَ وَلَمْ نَجِدْ لَهٗ عَزْمًا۔ اور بے شک ہم نے تاکیدی حکم دیا تھا آدم کو تو وہ بھول گیا اور ہم نے اس کا قصد نہ پایا۔"

یعنی شجر ممنوعہ کے پاس نہ جانے کا حکم وَلَا تَقْرَبَا هٰذِهِ الشَّجَرَةَ میں دیا تھا مگر وہ بھول گئے اور بھول معاف ہوتی ہے۔ البتہ اگر ہم ان کے عزم پاتے تو وہ قصور ہوتا۔ لہٰذا آپ کی ذات کے متعلق اکل شجر ممنوعہ پر قصور کا الزام لگانا قرآن کریم کی مخالفت ہے۔

بامحاورہ ترجمہ ساتواں رکوع ۔ سورۃ طٰہٰ ۔ پ ۱۶

وَ اِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوْٓا اِلَّآ اِبْلِيْسَ ؕ اَبٰى ﴿۱۱۶﴾ فَقُلْنَا يٰٓاٰدَمُ اِنَّ هٰذَا عَدُوٌّ لَّكَ وَ لِزَوْجِكَ فَلَا يُخْرِجَنَّكُمَا مِنَ الْجَنَّةِ فَتَشْقٰى ﴿۱۱۷﴾

اور یاد کیجئے اے محبوب جب ہم نے فرمایا ملائکہ کو کہ آدم کو سجدہ کرو تو سب سجدہ میں گر گئے مگر ابلیس اس نے نہ مانا تو ہم نے کہا اے آدم بے شک یہ تیرا اور تیری بیوی کا دشمن ہے تو وہ تمہیں جنت سے نہ نکلوادے سو تم مشقت میں پڑو

إِنَّ لَكَ أَلَّا تَجُوعَ فِيهَا وَلَا تَعْرَىٰ ﴿١١٨﴾

بے شک تیرے لئے وہ مقام ہے کہ نہ تو بھوکا ہو اس میں اور نہ ننگا

وَأَنَّكَ لَا تَظْمَأُ فِيهَا وَلَا تَضْحَىٰ ﴿١١٩﴾

اور یہ کہ تجھے نہ پیاس لگے اس میں نہ دھوپ

فَوَسْوَسَ إِلَيْهِ الشَّيْطَانُ قَالَ يَا آدَمُ هَلْ أَدُلُّكَ عَلَىٰ شَجَرَةِ الْخُلْدِ وَمُلْكٍ لَا يَبْلَىٰ ﴿١٢٠﴾

تو وسوسہ دیا اسے شیطان نے کہا اے آدم کیا میں بتا دوں تمہیں ہمیشگی والا درخت اور وہ مملکت کہ پرانی نہ پڑے

فَأَكَلَا مِنْهَا فَبَدَتْ لَهُمَا سَوْآتُهُمَا وَطَفِقَا يَخْصِفَانِ عَلَيْهِمَا مِنْ وَرَقِ الْجَنَّةِ ۚ وَعَصَىٰ آدَمُ رَبَّهُ فَغَوَىٰ ﴿١٢١﴾

تو کھا لیا دونوں نے اس سے تو کھل گئیں ان کے لئے شرم کی چیزیں اور چپکانے لگے اپنے اوپر جنت کے پتے اور لغزش کی آدم نے اپنے رب سے تو جو چاہا تھا اس کی راہ نہ پائی

ثُمَّ اجْتَبَاهُ رَبُّهُ فَتَابَ عَلَيْهِ وَهَدَىٰ ﴿١٢٢﴾

سو چن لیا اسے اس کے رب نے تو رجوع فرمایا اس پر اپنی رحمت سے اور راہ دی اپنے قرب کی

قَالَ اهْبِطَا مِنْهَا جَمِيعًا ۖ بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ ۖ فَإِمَّا يَأْتِيَنَّكُمْ مِنِّي هُدًى فَمَنِ اتَّبَعَ هُدَايَ فَلَا يَضِلُّ وَلَا يَشْقَىٰ ﴿١٢٣﴾

فرمایا اترو تم دونوں جنت سے یکبارگی تم میں بعض تمہارا بعض کا دشمن ہے تو اگر تمہیں آئے میری طرف سے ہدایت تو جو پیروی کرے میری ہدایت کی وہ نہ بہکے گا اور نہ بدبخت ہوگا

وَمَنْ أَعْرَضَ عَنْ ذِكْرِي فَإِنَّ لَهُ مَعِيشَةً ضَنْكًا وَنَحْشُرُهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ أَعْمَىٰ ﴿١٢٤﴾

اور جو انحراف کرے میرے ذکر سے تو بے شک اس کے تنگ معاش ہے اور ہم اسے محشور کریں گے دن قیامت کے اندھا

قَالَ رَبِّ لِمَ حَشَرْتَنِي أَعْمَىٰ وَقَدْ كُنْتُ بَصِيرًا ﴿١٢٥﴾

کہے گا اے میرے رب مجھے کیوں اندھا اٹھایا میں تو آنکھ والا تھا

قَالَ كَذَٰلِكَ أَتَتْكَ آيَاتُنَا فَنَسِيتَهَا ۖ وَكَذَٰلِكَ الْيَوْمَ تُنْسَىٰ ﴿١٢٦﴾

فرمائے یونہی آئیں تیرے پاس ہماری نشانیاں تو بھلایا تو نے انہیں ایسے ہی آج کے دن تو بھلایا گیا

وَكَذَٰلِكَ نَجْزِي مَنْ أَسْرَفَ وَلَمْ يُؤْمِنْ بِآيَاتِ رَبِّهِ ۚ وَلَعَذَابُ الْآخِرَةِ أَشَدُّ وَأَبْقَىٰ ﴿١٢٧﴾

اور ایسے ہی بدلہ دیتے ہیں ہم جو حد سے بڑھے اور ایمان نہ لائے اپنے رب کی آیتوں پر اور بے شک عذاب آخرت سخت تر اور دیرپا ہے

أَفَلَمْ يَهْدِ لَهُمْ كَمْ أَهْلَكْنَا قَبْلَهُمْ مِنَ الْقُرُونِ يَمْشُونَ فِي مَسَاكِنِهِمْ ۗ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَاتٍ لِأُولِي النُّهَىٰ ﴿١٢٨﴾

تو کیا اس سے راہ نہ ملی انہیں کہ ہم نے کتنی بستیاں ہلاک کر دیں ان سے پہلے کہ یہ چلتے ہیں ان کے بسنے کی جگہ بے شک اس میں نشانیاں ہیں عقل والوں کو

حل لغات ساتواں رکوع - سورۂ طٰہٰ - پ ۱۶

وَاِذْ۔ اور جب　قُلْنَا۔ کہا ہم نے　لِلْمَلٰٓئِكَةِ۔ فرشتوں کو　اسْجُدُوْا۔ سجدہ کرو
لِاٰدَمَ۔ آدم کو　فَسَجَدُوْٓا۔ تو سجدہ کیا سب نے　اِلَّآ۔ مگر
اِبْلِيْسَ۔ ابلیس نے　اَبٰى۔ انکار کیا　فَقُلْنَا۔ تو کہا ہم نے　يٰٓاٰدَمُ۔ اے آدم
اِنَّ۔ بے شک　هٰذَا۔ یہ　عَدُوٌّ۔ دشمن ہے　لَّكَ۔ تیرا
وَلِزَوْجِكَ۔ اور تیری بیوی کا　فَلَا۔ تو نہ　يُخْرِجَنَّكُمَا۔ نکال دے تم دونوں کو
مِنَ الْجَنَّةِ۔ جنت سے　فَتَشْقٰى۔ سو تو مشقت میں پڑے گا　اِنَّ۔ بے شک
لَكَ۔ تیرے لئے ہے کہ　اَلَّا۔ تو نہ　تَجُوْعَ۔ بھوکا رہے　فِيْهَا۔ اس میں
وَلَا۔ اور نہ　تَعْرٰى۔ ننگا　وَاَنَّكَ۔ اور بے شک تو　لَا تَظْمَؤُا۔ نہ پیاسا ہوگا
فِيْهَا۔ اس میں　وَلَا۔ اور نہ　تَضْحٰى۔ دھوپ کھائے گا　فَوَسْوَسَ۔ تو وسوسہ ڈالا
اِلَيْهِ۔ اس کو　الشَّيْطٰنُ۔ شیطان نے　قَالَ۔ کہا　يٰٓاٰدَمُ۔ اے آدم
هَلْ۔ کیا　اَدُلُّكَ۔ بتاؤں میں تجھے　عَلٰى شَجَرَةِ الْخُلْدِ۔ ہمیشگی کا درخت
وَمُلْكٍ۔ اور ایسا ملک　لَّا يَبْلٰى۔ جو نہ پرانا ہو　فَاَكَلَا۔ تو کھالیا دونوں نے　مِنْهَا۔ اس سے
فَبَدَتْ۔ تو ظاہر ہوگئیں　لَهُمَا۔ ان کے لئے　سَوْاٰتُهُمَا۔ ان کی شرم گاہیں　وَطَفِقَا۔ اور شروع ہوئے
يَخْصِفٰنِ۔ لپیٹنے لگے　عَلَيْهِمَا۔ ان پر　مِنْ وَّرَقِ۔ پتے　الْجَنَّةِ۔ جنت کے
وَعَصٰٓى۔ اور نافرمانی کی　اٰدَمُ۔ آدم نے　رَبَّهٗ۔ اپنے رب کی　فَغَوٰى۔ تو وہ بہک گیا
ثُمَّ۔ پھر　اجْتَبٰهُ۔ چن لیا اس کو　رَبُّهٗ۔ اس کے رب نے　فَتَابَ۔ تو پھر آیا
عَلَيْهِ۔ اس پر　وَهَدٰى۔ اور راہ دکھائی　قَالَ۔ کہا　اهْبِطَا۔ اتر جاؤ
مِنْهَا۔ اس سے　جَمِيْعًا۔ سب　بَعْضُكُمْ۔ بعض تمہارا　لِبَعْضٍ۔ بعض کا
عَدُوٌّ۔ دشمن ہے　فَاِمَّا۔ پھر اگر　يَاْتِيَنَّكُمْ۔ آئے تمہارے پاس
مِّنِّيْ۔ میری طرف سے　هُدًى۔ ہدایت　فَمَنِ۔ پھر جو　اتَّبَعَ۔ پیروی کرے
هُدَايَ۔ میری ہدایت کی　فَلَا۔ تو نہ　يَضِلُّ۔ گمراہ ہوگا　وَلَا۔ اور نہ
يَشْقٰى۔ بدبخت　وَمَنْ۔ اور جو　اَعْرَضَ۔ منہ پھیرے گا　عَنْ ذِكْرِيْ۔ میری یاد سے
فَاِنَّ۔ تو بے شک　لَهٗ۔ اس کے لئے　مَعِيْشَةً۔ معیشت ہے　ضَنْكًا۔ تنگ
وَّنَحْشُرُهٗ۔ اور اکٹھا کریں گے اسے　يَوْمَ۔ دن　الْقِيٰمَةِ۔ قیامت کے
اَعْمٰى۔ اندھا　قَالَ۔ کہے گا　رَبِّ۔ اے میرے رب　لِمَ۔ کیوں
حَشَرْتَنِيْٓ۔ اٹھایا تو نے مجھے　اَعْمٰى۔ اندھا　وَقَدْ۔ اور بے شک　كُنْتُ۔ میں تھا
بَصِيْرًا۔ دیکھنے والا　قَالَ۔ کہے گا　كَذٰلِكَ۔ اسی طرح　اَتَتْكَ۔ آئیں تیرے پاس

اٰیٰتُنَا۔ ہماری آیتیں	فَنَسِیْتَهَا۔ سو تو بھول گیا ان کو	وَكَذٰلِكَ۔ اور اسی طرح	اَلْیَوْمَ۔ آج
تُنْسٰی۔ تو بھلایا جائے گا	وَكَذٰلِكَ۔ اور اسی طرح	نَجْزِیْ۔ بدلہ دیتے ہیں ہم	مَنْ۔ اس کو جو
اَسْرَفَ۔ حد سے بڑھے	وَلَمْ۔ اور نہ	یُؤْمِنْۢ۔ ایمان لائے	بِاٰیٰتِ۔ آیات
بِرَبِّهٖ۔ اپنے رب کی پر	وَلَعَذَابُ۔ اور یقیناً عذاب	الْاٰخِرَةِ۔ آخرت کا	اَشَدُّ۔ بہت سخت
وَاَبْقٰی۔ اور دیرپا ہے	اَفَلَمْ۔ کیا نہیں	یَهْدِ۔ راہنمائی کی	لَهُمْ۔ ان کی کہ
كَمْ۔ کتنے	اَهْلَكْنَا۔ ہلاک کئے ہم نے	قَبْلَهُمْ۔ ان سے پہلے	مِّنَ الْقُرُوْنِ۔ زمانے
یَمْشُوْنَ۔ چلتے ہیں وہ	فِیْ مَسٰكِنِهِمْ۔ ان کے گھروں میں		اِنَّ۔ بے شک
فِیْ ذٰلِكَ۔ اس میں	لَاٰیٰتٍ۔ البتہ نشانیاں ہیں	لِّاُولِی النُّهٰی۔ عقل مندوں کے لئے	

خلاصہ تفسیر ساتواں رکوع ۔ سورۂ طٰہٰ ۔ پ ۱۶

یہاں چھٹی بار حضرت آدم صفی علیہ السلام کا قصہ بطور تمہید لایا گیا جو ایک جملہ کے لئے بیان ہوا ہے اور وہ جملہ جو مقصود بالذات ہے یہ ہے فَاِمَّا یَاْتِیَنَّكُمْ مِّنِّیْ هُدًى ۙ فَمَنِ اتَّبَعَ هُدَایَ۔

تمہید اس طرح فرمائی گئی وَاِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓىِٕكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ اور یاد کیجئے وہ وقت جبکہ ہم نے بنی آدم کے جدامجد کے لئے فرشتوں کو سجدہ کا حکم دیا تھا اور آدم صفی کو تاج خلافت سے نوازا۔

چنانچہ سب فرشتوں نے سجدہ کیا مگر ابلیس نے انکار کیا۔ پھر ہم نے آدم کو ایک ایسے باغ میں رہنے کو جگہ دی جہاں کھانے پینے اور لباس کا سب کچھ انتظام تھا اور ہر قسم کی مشقتوں سے وہ محفوظ تھے۔

اور ساتھ ہی ہم نے کہہ دیا تھا کہ اس خبیث سے خبردار رہنا یہ تم دونوں کا دشمن ہے اس کے کہنے میں اگر تم آگئے تو ہمیشہ کی مصیبت تمہارے سر پڑ جائے گی اور اس باغ جنت سے تمہیں نکلنا پڑے گا اور پھر خراب خستہ ہو جاؤ گے۔

آخرش وہ خبیث کسی طرح روپ بدل کر ان کے پاس پہنچ ہی گیا اور ناصح مشفق بن کر آدم علیہ السلام کے دل میں وسوسہ ڈالا کہ اگر تم اس عیش و راحت میں ہمیشہ رہنا چاہتے ہو تو میں تمہیں اس باغ میں ایسا درخت بتا دیتا ہوں جس کے کھانے سے ہمیشہ زندہ رہو اور بے زوال سلطنت کے تم مالک رہو۔

ورنہ اگرچہ اللہ تعالیٰ نے تم پر کرم کیا ہے مگر تمہاری حیات دوام نہیں اور تمہارے ہمیشہ رہنے کا بھی کوئی ذمہ نہیں ہے۔

اور یہ درخت وہ ہے جس کا نام شجرۃ الخلد ہے۔ اور اسی کے کھانے سے تمہیں منع کیا ہے تاکہ جب چاہے تمہیں نکال سکے۔

اور اگر یہ پھل کھا لو گے تو اللہ تعالیٰ اپنے وعدہ کے مطابق تمہیں ہمیشہ ہی اس میں رکھے گا۔

تو ارشاد ہے کہ ہم نے اول ہی آدم سے عہد لیا تھا کہ یہ شجر ممنوعہ ہے اس کے کھانے کے بعد انسان اس جگہ رہنے کا اہل ہی نہیں رہتا۔ مگر فَنَسِیَ آدم بھول گئے اور ہمیشہ رہنے کا خیال غالب آگیا تو لَمْ نَجِدْ لَهٗ عَزْمًا ہم نے ان میں استقامت و مضبوطی نہیں پائی۔ یا بھولنے کی وجہ سے جو کچھ ہوا وہ ہوا۔ اس میں ان کا کوئی عزم و ارادہ نہ تھا۔

قتادہ رحمہ اللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے راوی ہیں اِنَّ الْمَعْنٰی لَمْ نَجِدْ لَهٗ عَزْمًا عَلٰی اَكْلِ الشَّجَرَةِ۔ یعنی درخت کا پھل کھانے کا ارادہ نہ تھا۔

اور ایک قول ہے جو ابن زید رضی اللہ عنہ سے مروی ہے اِنَّ الْمَعْنٰی لَمْ نَجِدْ لَهٗ عَزْمًا عَلَی الذَّنْبِ فَاِنَّهٗ عَلَیْهِ السَّلَامُ اَخْطَاَ النِّعْمَةَ۔

تو لَمْ نَجِدْ لَهٗ عَزْمًا فرما کر اس طرف اشارہ فرمایا گیا کہ بنی آدم اسی وجہ میں کمزور طبیعت اور بھول جانے والا واقع ہوا ہے۔

غرضیکہ آدم و حوا اور شیطان سب کے سب اس باغ سے نکالے گئے اور فرمادیا گیا کہ بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ کہ تم میں ہر ایک دوسرے کا دشمن رہے گا۔ پھر آدم علیہ السلام نے توبہ کی اور بارگاہ مغفرت میں روئے تو توبہ قبول ہوئی اور پھر سرفرازی بخشی گئی اور ارشاد ہوا کہ تمہاری اولاد کے پاس ہماری طرف سے ہدایت آیا کرے گی۔ رسولوں کے ذریعہ اور کتابوں سے پھر اس ہدایت پر جو چلے گا وہ کامیاب ہوگا اور شقاوت و بدبختی سے محفوظ رہے گا۔

اور جو اس ہدایت و ذکر کے قبول سے انحراف کرے گا اسے دو سزائیں ہیں ایک دنیا میں فَاِنَّ لَهٗ مَعِیْشَةً ضَنْكًا کہ اس کی معیشت تنگ ہوگی۔ ضَنْكًا کے معنی تنگی کے ہیں۔ جیسے مَنْزِلٌ ضَنْكٌ وَ عَیْشٌ ضَنْكٌ یعنی اس کی دنیاوی زندگی تنگ ہوگی۔

اگرچہ بظاہر کافر و منحرف مال و منال جاہ و جلال میں ہوتا ہے لیکن اس میں حرص و آز کا جرثومہ اتنا غالب ہوتا ہے کہ اس کے حصول مال میں فکر وسیع ہوتی ہے۔

کاسۂ چشم حریصاں پر نہ شد　　تا صدف قانع نہ شد پر در نہ شد

حضرت شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

گفت چشم تنگ دنیا دار را　　یا قناعت پر کند یا خاک گور

اور مومن کو حصول دنیا سے آزادی ہوتی ہے وہ قناعت پر قوت لایموت حاصل کرتا ہے باقی تمام تر فکر آخرت کے ساتھ وابستہ ہوتی ہے۔ اسی لئے فرمایا اَلدُّنْیَا سِجْنُ الْمُؤْمِنِ وَ جَنَّةُ الْكَافِرِ۔

اس لئے عارف کامل حافظ شیرازی رحمہ اللہ کہہ گئے

حجاب چہرۂ جاں مے شود غبار تنم　　خوشا دمے کہ ازیں چہرہ پردہ برفگنم
چنیں قفس نہ سزاء من خوش الحان ست　　روم بگلشن رضواں کہ مرغ آں چمنم

اور پہلی قومیں بھی اسی قسم کے انحراف کی وجہ میں ہلاک کی گئیں۔ جس کی معاش دنیا بے فکری سے ہے اور حلال کی اسے پرواہ نہیں اسے بروز قیامت اندھا اٹھایا جائے گا۔ پھر وہ عرض کرے گا الٰہی میں تو انکھیارہ تھا مجھے اندھا کیوں اٹھایا؟

تو جواب ملے گا دنیا میں تو ہمارے احکام سے اندھا تھا اب یہاں ہم تجھے ایسے حال میں محشور کر رہے ہیں کہ تو کسمپرسی کے عالم میں رہے۔ اب تفسیر رکوع بہ تفصیل آیات ملاحظہ کریں۔

مختصر تفسیر اردو ساتواں رکوع۔ سورۃ طٰہٰ۔ پ ۱۶

"وَ اِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓىٕكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوْۤا اِلَّاۤ اِبْلِیْسَؕ اَبٰى ﴿۱۱۶﴾ فَقُلْنَا یٰۤاٰدَمُ اِنَّ هٰذَا عَدُوٌّ لَّكَ وَ لِزَوْجِكَ فَلَا یُخْرِجَنَّكُمَا مِنَ الْجَنَّةِ فَتَشْقٰى ﴿۱۱۷﴾ اِنَّ لَكَ اَلَّا تَجُوْعَ فِیْهَا وَ لَا تَعْرٰى ﴿۱۱۸﴾ وَ اَنَّكَ لَا تَظْمَؤُا فِیْهَا وَ لَا تَضْحٰى ﴿۱۱۹﴾ ۔ اور یاد فرمائیے وہ وقت جب ہم نے فرشتوں کو فرمایا کہ آدم علیہ السلام کو سجدہ کرو تو سب سجدہ میں گر گئے مگر ابلیس

اس نے انکار کیا تو ہم نے فرمایا اے آدم بے شک یہ تیرا اور تیری بیوی کا دشمن ہے تو کہیں تم دونوں کے جنت سے نکلنے کا یہی موجب نہ ہو تو تم مشقت میں پڑو (یہاں تو) تمہارے لئے یہ ہے کہ نہ بھوکے رہو نہ ننگے اور یہ کہ تمہیں اس جنت میں نہ پیاس لگے نہ دھوپ۔"

یہ چھٹی بار قصۂ آدم علیہ السلام کا بیان شروع ہے اس میں کیفیت نسیان اور فقدان عزم واستقلال کا تذکرہ ہے۔

اور اذ منصوب علی المفعولیت فرما کر مضمر طور پر لایا گیا۔ اس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب فرما کر ارشاد ہے۔

یَعْنِی اُذْكُرْ یَا مُحَمَّدُ وَقْتَ قَوْلِنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ الخ اے محبوب وہ وقت یاد فرمایئے جب ہم نے ملائکہ کو فرمایا کہ سجدہ کرو آدم کو تو سب سجدہ میں گر گئے مگر ابلیس نے انکار کیا۔

اَبٰی۔ جملہ مستانفہ ہے اور ابا انکار کے معنی میں مستعمل ہے۔

اور مفعول محذوف اگر مانا جائے تو یہ معنی ہوں گے اَبَی السُّجُوْدَ۔ سجدہ سے انکار کیا۔

تو ہم نے اس کے انکار کے بعد آدم کو ناصحانہ طور پر فرمایا کہ اے آدم جسے آپ نے امتثال امر میں مخالف دیکھا یہ تمہارا اور تمہاری بیوی کا دشمن ہے اور ابلیس کو حضرت آدم وحوا علیہما السلام سے عداوت کی وجوہ میں اختلاف ہے۔ چنانچہ آلوسی رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔

وَاخْتُلِفَ فِیْ سَبَبِ الْعَدَاوَةِ فَقِیْلَ مُجَرَّدُ الْحَسَدِ وَ هُوَ لَعَنَهُ اللّٰهُ تَعَالٰی وَ لَعَنَ اَتْبَاعَهٗ اَوَّلُ مَنْ حَسَدَ۔

ایک قول تو یہ ہے کہ اسے بلاوجہ حسد ہوا اور وہ اللہ کی رحمت سے بعید ہونے والا تھا اور اس کی پیروؤں پر بھی اللہ کی لعنت ہو اور اول جس نے حسد کیا وہ یہی خبیث تھا اسی لئے اس کا نام ابلیس ہوا یہ ابلس سے ہے ابلس مایوس کو کہتے ہیں۔

دوسرا قول یہ ہے کَوْنُهٗ شَیْخًا جَاهِلًا وَ کَوْنُ اٰدَمَ عَلَیْهِ السَّلَامُ شَابًّا عَالِمًا وَالشَّیْخُ الْجَاهِلُ یَکُوْنُ اَبَدًا عَدُوًّا لِلشَّابِّ الْعَالِمِ بَلِ الْجَاهِلُ مُطْلَقًا عَدُوٌّ لِلْعَالِمِ كَذٰلِکَ کَمَا قِیْلَ عَنْ عَلِیٍّ کَرَّمَ اللّٰهُ وَجْهَهٗ وَالْجَاهِلُوْنَ لِاَهْلِ الْعِلْمِ اَعْدَاءٌ۔

اس کا بڈھا ہو کر جاہل ہونا اور آدم علیہ السلام کا جوان عالم ہونا موجب عداوت تھا اس لئے کہ شیخ جاہل ہمیشہ جوان عالم کا دشمن ہوتا ہے بلکہ مطلقاً جاہل دشمن ہوتا ہے عالم کا جیسا کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا کہ جاہل لوگ ہمیشہ علماء کے دشمن ہوتے ہیں۔

تیسرا قول یہ ہے کہ تَنَافِی الْاَصْلَیْنِ فَاِنَّ اللَّعِیْنَ خُلِقَ مِنْ نَّارٍ وَ اٰدَمَ عَلَیْهِ السَّلَامُ خُلِقَ مِنْ طِیْنٍ وَ حَوَّاءَ خُلِقَتْ مِنْهُ۔ وَ قَدْ ذَكَرَ جَمِیْعًا ذَالِکَ الْاِمَامُ الرَّازِیْ۔

اصل میں منافات تھی اس لئے کہ ابلیس لعین آگ سے پیدا ہوا اور آدم علیہ السلام مٹی سے اور حضرت حوا آدم علیہ السلام سے۔ یہ ہر سہ اقوال امام فخر الدین رازی رحمہ اللہ نے بیان کئے۔ آگے ارشاد ہوا کہ

"فَلَا یُخْرِجَنَّكُمَا مِنَ الْجَنَّةِ فَتَشْقٰی۔ یہ تم دونوں کو جنت سے نہ نکلوا دے تو تم مشقت میں پڑ جاؤ گے۔"

اس کے یہ معنی ہیں فَلَا یَکُوْنَنَّ سَبَبًا لِاِخْرَاجِکُمَا مِنَ الْجَنَّةِ۔ کہیں یہی خبیث سبب نہ بن جائے تمہارے جنت سے نکلنے کا تو تم مشقت میں پڑ جاؤ گے یَعْنِیْ فَتَعَبْ بِمَتَاعِبِ الدُّنْیَا وَ هِیَ لَا تَکَادُ تُحْصٰی۔

کہیں یہ خبیث ہی سبب نہ بن جائے تمہارے جنت سے نکلنے کا تو تم مصیبت خانہ دنیا میں محنت و مشقت میں پڑ جاؤ جس کی گنتی اور شمار نہیں ہو سکتا۔

"اِنَّ لَكَ اَلَّا تَجُوْعَ فِيْهَا وَ لَا تَعْرٰى۔ یہاں تو تمہارے لئے یہ انعام ہے کہ نہ بھوک لگے نہ ننگے رہو وَ اَنَّكَ لَا تَظْمَؤُا فِيْهَا وَ لَا تَضْحٰى اور یہاں تمہارے لئے یہ کرم ہے کہ نہ پیاس لگے اس میں نہ دھوپ۔"

ظَمًا۔ کہتے ہیں شدت کی پیاس کو۔ اور لَا تَضْحٰى۔ یعنی لَا تُصِيْبُكَ الشَّمْسُ۔ تمہیں سورج کی تیزی نہیں لگتی۔ چنانچہ عمرو بن ربیعہ کہتا ہے۔

رَاَتْ رَجُلًا رُبَمَا اِذَا الشَّمْسُ عَارَضَتْ　　فَيَضْحٰى وَ اَمَّا بِالْعَشِيِّ فَيَخْصَرُ

اور اس جگہ جسے جنت کہا گیا اول حضرت آدم صفی کو معہ حوا کے رہنے کا حکم ہوا اور شجر ممنوعہ سے احتراز کا بھی حکم ہو چکا تھا۔ كَمَا فِيْ قَوْلِهٖ تَعَالٰى وَ يٰۤاٰدَمُ اسْكُنْ اَنْتَ وَ زَوْجُكَ الْجَنَّةَ فَكُلَا مِنْ حَيْثُ شِئْتُمَا وَ لَا تَقْرَبَا هٰذِهِ الشَّجَرَةَ فَتَكُوْنَا مِنَ الظّٰلِمِيْنَ۔ اے آدم رہ تو اور تیری بیوی جنت میں اور دونوں رچتا بچتا کھاؤ جہاں سے چاہو جو کچھ چاہو اور اس درخت کے قریب بھی نہ جانا نہیں تو تم اپنے اوپر ظلم کرنے والے ہو جاؤ گے۔

تو اس کا اثر انسان پر یہ ہوا کہ اَلْاِنْسَانُ حَرِيْصٌ فِيْمَا مُنِعَ اسے جس چیز سے روکا جائے اس کی طرف حریص ہوتا ہے۔ اور حقیقت میں بات یہ تھی کہ یہ سارا انتظام ید قدرت کر چکی تھی۔ کیونکہ

عالم دنیا کی آبادی ہبوط آدم صفی پر موقوف رکھی گئی تھی۔ لیکن نوشتہ قدرت ہمیشہ مخفی ہوتا ہے اسی وجہ میں جو ہونا تھا وہ ہوا اور اس کا علم صرف اور صرف اسی عالم الغیوب کو تھا۔ اسی وجہ میں جنت سے تشریف لانا آدم و حوا کو بار گزرا اگر جانتے کہ ہمارے ہی قدوم میمنت لزوم پر دنیا کی آبادی موقوف ہے اور پروگرام علم اللہ میں ہے تو آدم و حوا غمگین ہی کیوں ہوتے۔

بہانہ تو سوس شیطان کا بنا اور آنا علم اللہ میں مقدر تھا۔ دوسرے دنیائے دنی مقام رنج و محن ہے اس لئے رنج و آلام بھی ہونے تھے۔ مہاجرت و مواصلت کے نقشے بھی ملاحظہ فرمانے تھے۔ مذوقات وصل اور جرعات فصل کے ذائقہ سے بھی واقف ہونا تھا چنانچہ اس پروگرام کی تکمیل اس طرح فرمائی گئی کہ

"فَوَسْوَسَ اِلَيْهِ الشَّيْطٰنُ قَالَ يٰۤاٰدَمُ هَلْ اَدُلُّكَ عَلٰى شَجَرَةِ الْخُلْدِ وَ مُلْكٍ لَّا يَبْلٰى تو شیطان نے ان کے اندر وسوسہ ڈالا اور کہا اے آدم کیا میں تمہیں بتا دوں ہمیشہ رہنے والا درخت اور وہ سلطنت جو پرانی نہ پڑے۔"

وسوسہ پر راغب رحمہ اللہ کہتے ہیں اَلْوَسْوَسَةُ الْخَطْرَةُ الرَّدِيْئَةُ وَ اَصْلُهَا مِنَ الْوَسْوَاسِ وَ هُوَ صَوْتُ الْحُلِيِّ وَ الْهَمْسُ الْخَفِيُّ۔ وسوسہ خطرہ ردیہ کو کہتے ہیں اور اس کی اصل وسواس ہے اور وہ زیورات کی جھنکار اور کسکساہٹ باریک سے باریک ہے۔

علامہ لیث کے نزدیک اَلْوَسْوَسَةُ حَدِيْثُ النَّفْسِ وَ الْفِعْلُ۔ وسوسہ دل میں بات کرنا ہے اور کسی فعل کی طرف متوجہ ہونا۔

وَ ذَكَرَ غَيْرُ وَاحِدٍ اَنَّ وَسْوَسَ فِعْلٌ لَازِمٌ مَاخُوْذٌ مِنَ الْوَسْوَسَةِ وَ هِيَ حِكَايَةُ صَوْتٍ كَوَلْوَلَةِ الثَّكْلٰى وَ عَوْعَةِ الذِّئْبِ وَ قَوْقَةِ الدُّجَاجَةِ۔

اور اکثر کے نزدیک وسوس فعل لازم ہے جو وسوسہ سے ماخوذ ہے اور وہ بچہ گم ہونے کے غم میں مجموعی آواز ہے یا بھیڑیا کا پکارنا یا مرغی کا کٹ کٹ کرنا ہے۔

"قَالَ یٰۤاٰدَمُ هَلْ اَدُلُّكَ عَلٰى شَجَرَةِ الْخُلْدِ نَادَاهُ بِاسْمِهٖ ثُمَّ عَرَضَ عَلٰى سَبِيْلِ الْاِسْتِفْهَامِ الَّذِیْ يُشْعِرُ بِالنُّصْحِ۔ پکارا اور آدم علیہ السلام کے نام سے ندا دے کر بطریق استفہام ایسے بولا کہ وہ خیر خواہ معلوم ہوا۔ اور بولا وہ شجرۂ خلد ہے۔

مَنْ اَكَلَ مِنْهَا خَلَدَ وَلَمْ يَمُتْ اَصْلًا سَوَاءٌ كَانَ عَلٰى حَالِهٖ اَوْ بِاَنْ يَّكُوْنَ مَلَكًا لِقَوْلِهٖ تَعَالٰى اِلَّاۤ اَنْ تَكُوْنَا مَلَكَيْنِ اَوْ تَكُوْنَا مِنَ الْخٰلِدِيْنَ۔ جو اسے کھائے ہمیشہ زندہ رہتا ہے اور کبھی نہیں مرتا۔ عام اس سے کہ وہ اپنے حال پر رہے یا فرشتہ ہو جائے جیسا کہ قرآن کریم میں ہے۔ مگر یہ کہ تم دونوں فرشتے بن جاؤ یا تم ہمیشہ رہو۔

"وَمُلْكٍ لَّا يَبْلٰى۔" کے معنی یہ ہیں لَا يَفْنِیْ وَلَا يَصِيْرُ بَالِيًا خَلَقًا۔ کبھی فنا نہ ہو یا کبھی بوسیدہ اپنی پیدائشی کیفیت سے نہ ہو۔

پھر کیا ہوا اس کا تذکرہ فرمایا جاتا ہے

"فَاَكَلَا مِنْهَا فَبَدَتْ لَهُمَا سَوْاٰتُهُمَا وَطَفِقَا يَخْصِفٰنِ عَلَيْهِمَا مِنْ وَّرَقِ الْجَنَّةِ" ۔ تو کھالیا دونوں نے اس سے تو کھل گئے ان کے پردہ پوش لباس اور طَفِقَا لَزِمَ اور لازم کیا اپنے لئے يَخْصِفٰنِ۔ یہ خَصَفَ خَصْفًا وَاَخْصَفَ وَاخْتَصَفَ سے ہے۔ النَّعْلَ اَطْبَقَ عَلَيْهَا مِثْلَهَا وَ خَرَزَهَا بِالْمِخْصَفِ الشَّیْءَ عَلَى الشَّیْءِ اَلْصَقَهٗ۔ حاصل معنی پتہ پر پتہ رکھ کر بدن پر چپکانا۔ چنانچہ آیۂ کریمہ کے یہ معنی ہوئے۔ "اور اپنے اوپر چپکانے لگے جنت کے پتے۔"

"وَعَصٰۤى اٰدَمُ رَبَّهٗ فَغَوٰى۔ اور لغزش کی آدم نے اپنے رب کے حکم میں تو جو چاہا تھا اس سے وہ بہک گئے۔"

یعنی آپ نے چاہا تو یہ تھا کہ حیات خلد مل جائے وہ نہ ملی يَعْنِیْ ضَلَّ عَنْ مَطْلُوْبِهِ الَّذِیْ هُوَ الْخُلُوْدُ۔ اور غَوٰی کے معنی ہوئے اَیْ فَسَدَ عَلَيْهِ عَيْشُهٗ تو آپ کا جنت میں رہنا ختم ہو گیا جو عیش یہاں حاصل تھا اس میں فساد آ گیا۔ كَمَا قَالَ الْاٰلُوْسِیُّ غَوٰی اَیْ فَسَدَ عَلَيْهِ عَيْشُهٗ۔

خلاصہ مسئلہ اکل شجرۃ الممنوعۃ

اَلْمَفْهُوْمُ مِنْ كَلَامِ الْاِمَامِ فَاِنْ كَانَ صُدُوْرُهٗ بَعْدَ الْبِعْثَةِ تَعَمُّدًا مِنْ غَيْرِ نِسْيَانٍ وَلَا تَاوِيْلٍ اَشْكَلَ عَلٰى مَا اتَّفَقَ عَلَيْهِ الْمُحَقِّقُوْنَ وَالْاَئِمَّةُ الْمُتْقِنُوْنَ مِنْ وُجُوْبِ عِصْمَةِ الْاَنْبِيَاءِ بَعْدَ الْبِعْثَةِ عَنْ صُدُوْرِ مِثْلِ ذٰلِكَ مِنْهُمْ۔

خلاصہ مفہوم یہ ہے کہ اگر یہ اکل شجرہ بعد البعثت قصداً ہو جس میں کوئی نسیان اور تاویل نہ ہو تحقیق یہ ہے کہ محققین اور ائمہ مجتہدین وجوب عصمت انبیاء علیہم السلام بعد البعثۃ تسلیم کرنے کی بناء پر اسے ناجائز اور مشکل فرماتے ہیں۔ البتہ یہ عقیدہ خوارج کا ہے جو خود گمراہ ہیں۔

اور اگر اسے سہو و نسیان تسلیم کیا جائے تو آیۂ کریمہ سے یہ عقیدہ منطبق ہو جاتا ہے جیسا کہ ارشاد ہے: فَنَسِیَ وَلَمْ

نَجِدْ لَهٗ عَزْمًا۔

وَالْاَحْوَطُ نَظْرًا اِلٰى مَقَامِ اٰدَمَ عَلَيْهِ السَّلَامُ اَنْ يُقَالَ اِنَّ صُدُوْرَهٗ مَا ذُكِرَ مِنْهُ كَانَ قَبْلَ النُّبُوَّةِ وَكَانَ سَهْوًا۔ اور بہتر تاویل منصب آدم صفی علیہ السلام کو ملحوظ رکھتے ہوئے یہ ہے کہ کہا جائے کہ اکل شجرہ جس کا ذکر ہو چکا وہ قبل نبوت تھا اور وہ سہواً ہی تھا۔

اور بیہقی شعب الایمان میں حضرت ابو عبد اللہ مغربی سے راوی ہیں تَفَكَّرَ اِبْرَاهِيْمُ فِيْ شَانِ اٰدَمَ عَلَيْهِمَا السَّلَامُ فَقَالَ يَا رَبِّ خَلَقْتَهٗ بِيَدِكَ وَ نَفَخْتَ فِيْهِ مِنْ رُوْحِكَ وَ اَسْجَدْتَّ لَهٗ مَلٰٓئِكَتَكَ ثُمَّ بِذَنْبٍ وَاحِدٍ مَلَاْتَ اَفْوَاهَ النَّاسِ مِنْ ذِكْرِ مَعْصِيَتِهٖ فَاَوْحَى اللّٰهُ تَعَالٰى اِلَيْهِ يَا اِبْرَاهِيْمُ اَمَا عَلِمْتَ اَنَّ مُخَالَفَةَ الْحَبِيْبِ عَلَى الْحَبِيْبِ شَدِيْدَةٌ۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے شان آدم علیہ السلام پر غور فرما کر عرض کیا الٰہی تو نے آدم کو اپنے ید قدرت سے پیدا فرمایا اور اس میں اپنی طرف سے نفخ روح کیا اور اپنے ملائکہ کو اس کی طرف سجدہ کے لئے جھکایا پھر محض ایک لغزش کی بناء پر لوگوں کی زبان پر معصیت کا چرچا کروا دیا تو اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو وحی فرمائی اے ابراہیم کیا تمہیں معلوم نہیں کہ حبیب کی مخالفت حبیب پر کتنی شدید ہوتی ہے۔

تو اس سے علو شان آدم اور فضیلت وعظمت ثابت ہوتی ہے اور حَسَنَاتُ الْاَبْرَارِ سَيِّئَاتُ الْمُقَرَّبِيْنَ بھی فرمان رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم ہے کسی نے خوب کہا ہے

جن کے رتبے ہیں سوا ان کو سوا مشکل ہے

آخر محاکمہ فرماتے ہیں لَا يَنْبَغِيْ لِاَحَدٍ اَنْ يَنْسِبَ اِلَيْهِ الْعِصْيَانَ۔ بہر حال آج کسی کو نہیں چاہئے کہ حضرت صفی اللہ علیہ السلام کی ذات کی طرف انتساب کیا جائے کہ اس سے اہانت نبی لازم آتی ہے اور وہ کفر ہے۔ یہ واقعہ جو کچھ ہوا وہ محض قضا وقدر کے مقتضا سے تھا اور اس میں وہی حکمت تھی جو ہم اول بیان کر آئے ہیں اس لئے سب کچھ فرما کر سب کچھ محو کیا جا رہا ہے اور ارشاد ہے۔

"ثُمَّ اجْتَبٰهُ رَبُّهٗ فَتَابَ عَلَيْهِ وَهَدٰى۔ پھر چن لیا اسے اس کے رب نے تو اپنی رحمت سے اس پر رجوع فرمایا اور راہ دکھائی۔"

اس پر آلوسی رحمہ اللہ فرماتے ہیں اَيْ اِصْطَفَاهُ سُبْحَانَهٗ وَ قَرَّبَهٗ اِلَيْهِ بِاَكْمَلِ التَّوْبَةِ وَالتَّوْفِيْقِ لَهَا۔ اللہ تعالیٰ نے پھر انہیں برگزیدہ بنا کر اپنا قرب خاص عطا فرمایا اور توبہ کی توفیق دی۔

اِجْتَبَى الشَّيْءَ جَبَاهُ لِنَفْسِهٖ اَيْ جَمَعَهٗ۔ محاورہ ہے کہ چن لی فلاں چیز یعنی مخصوص کر لی اپنے لئے یعنی جمع کر لیا اسے

"فَتَابَ عَلَيْهِ۔" اَيْ رَجَعَ عَلَيْهِ بِالرَّحْمَةِ وَ قَبِلَ تَوْبَتَهٗ حِيْنَ تَابَ وَذَالِكَ حِيْنَ قَالَ هُوَ ذَا وَجْهُهٗ رَبَّنَا ظَلَمْنَآ اَنْفُسَنَا ٚ وَاِنْ لَّمْ تَغْفِرْ لَنَا وَتَرْحَمْنَا لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ۔ فَتَابَ عَلَيْهِ کے یہ معنی ہیں کہ رجوع فرمایا اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت سے اور توبہ قبول کی جب آپ نے توبہ کی اور یہ وہ وقت تھا جب آپ نے معہ حوا کے بارگاہ حق میں عرض کیا۔ رَبَّنَا ظَلَمْنَآ اَنْفُسَنَا ٚ وَاِنْ لَّمْ تَغْفِرْ لَنَا وَتَرْحَمْنَا لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ۔

"وَ هَدٰی۔" اِلَی الثُّبَاتِ عَلَی التَّوْبَةِ وَالتَّمَسُّکِ بِمَا یَرْضَی الْمَوْلٰی سُبْحٰنَهٗ وَ تَعَالٰی۔ یعنی راہ دکھائی توبہ پر ثابت رہنے کی اور جس سے اللہ تعالیٰ راضی ہو اس پر تمسک کرنے کی۔

وَالنَّیْسَا بُوْرِیُّ فَسَّرَ الْاِجْتِبَاءَ بِالْاِخْتِیَارِ لِلرِّسَالَةِ۔ نیشاپوری نے تفسیر کی کہ الاجتباء اختیار رسالت کے لئے اختیار فرمانے کو کہتے ہیں۔

وَجَعَلَ الْاٰیَةَ دَلِیْلًا عَلٰی اَنَّ مَاجَرٰی کَانَ قَبْلَ الْبِعْثَةِ۔ اور اس آیۂ کریمہ کو اس امر کی دلیل فرمایا کہ جو کچھ واقعہ ہوا وہ بعثت سے قبل کا تھا۔

اس کے بعد استیناف فرما کر بتایا گیا

اکل شجرۂ ممنوعہ کے بعد کیا ہوا فرمایا گیا ہم نے حکم دیا کہ زمین پر جاؤ اس میں ہمارا زبردست پروگرام مضمر ہے چنانچہ ارشاد ہوا:

"قَالَ اهْبِطَا مِنْهَا جَمِیْعًۢا بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ ۚ فَاِمَّا یَاْتِیَنَّكُمْ مِّنِّیْ هُدًى ۙ فَمَنِ اتَّبَعَ هُدَایَ فَلَا یَضِلُّ وَلَا یَشْقٰى۔ فرمایا اترو تم دونوں اس جنت سے یکبارگی بعض تمہارا بعض کا دشمن ہے تو اگر آئے میری طرف سے تم سب کو ہدایت تو جو اتباع کرے ہدایت کا تو وہ نہ بہکے نہ بدبخت ہو۔"

اهْبِطَا۔ کے معنی اَنْزِلَا کے ہیں یَعْنِیْ اَنْزِلَا مِنَ الْجَنَّةِ اِلَی الْاَرْضِ مُجْتَمِعِیْنَ۔ یعنی اترو تم دونوں جنت سے زمین کی طرف۔

وَ قِیْلَ الْخِطَابُ لَهٗ عَلَیْهِ السَّلَامُ لِاِبْلِیْسَ عَلَیْهِ اللَّعْنَةُ فَاِنَّهٗ دَخَلَ الْجَنَّةَ بَعْدَ مَا قِیْلَ لَهٗ اُخْرُجْ مِنْهَا فَاِنَّکَ رَجِیْمٌ لِلْوَسْوَسَةِ۔ یہ خطاب حضرت آدم علیہ السلام اور ابلیس علیہ اللعنۃ کے لئے ہوا اس لئے کہ وہ جنت میں داخل ہو گیا تھا وسوسہ ڈالنے کے لئے بعد اس کے کہ اسے حکم جنت سے خارج ہونے کا ہو چکا تھا۔

"بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ ۚ۔ بعض تمہارا بعض کا دشمن ہے۔"

لِمَا اَنَّهُمَا اَصْلُ الذُّرِّیَّةِ وَ مَنْشَأُ الْاَوْلَادِ فَالتَّعَادِیْ فِی الْحَقِیْقَةِ بَیْنَ اَوْلَادِهِمَا۔ اس لئے کہ دونوں سے ذریت پیدا ہونی تھی اور یہ عداوت درحقیقت دونوں کی اولاد میں تھی۔

دوسری عداوت کی وجہ آدم علیہ السلام اور ابلیس لعین کی ظاہر تھی جو بیان ہو چکی۔

"فَاِمَّا یَاْتِیَنَّكُمْ مِّنِّیْ هُدًى ۙ۔ تو اگر تم سب کو آئے میری طرف سے ہدایت۔"

یَعْنِیْ بِنَبِیٍّ اُرْسِلُهٗ اِلَیْکُمْ وَ کِتَابٍ اُنْزِلُهٗ عَلَیْکُمْ۔ یعنی نبی اور کتاب کے ذریعہ جو تمہیں بھیجے جائیں تو فَمَنِ اتَّبَعَ هُدَایَ فَلَا یَضِلُّ وَلَا یَشْقٰى۔ تو جو پیروی کرے میری ہدایت کی وہ نہ بہکے نہ بدبخت ہو۔"

دنیا اور آخرت میں اس لئے کہ دنیا میں بھٹکنے کا نتیجہ آخرت سے محفوظ رہے گا۔ جیسا کہ ابن ابی شیبہ اور عبد بن حمید اور ابن ابی حاتم اور حاکم رحمہم اللہ نے روایت کیا اور بیہقی نے شعب الایمان میں اس کی تصحیح کی۔ بطریق ابن عباس رضی اللہ عنہما۔

قَالَ اَجَارَ اللّٰهُ تَعَالٰی تَابِعَ الْقُرْاٰنِ مِنْ اَنْ یَّضِلَّ فِی الدُّنْیَا اَوْ یَشْقٰی فِی الْاٰخِرَةِ ثُمَّ قَرَأَ الْاٰیَةَ۔ اللہ تعالیٰ نے ذمہ لیا تابع قرآن کا کہ وہ بچے گا گمراہ ہونے سے دنیا میں اور بدبختی سے آخرت میں۔

دوسری حدیث مرفوع میں ہے مَنِ اتَّبَعَ كِتَابَ اللّٰهِ هَدَاهُ اللّٰهُ تَعَالٰى مِنَ الضَّلَالَةِ فِى الدُّنْيَا وَوَقَاهُ سُوْءَ الْحِسَابِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ۔ جو کتاب اللہ کا متبع ہو اللہ اسے ہدایت دیتا ہے گمراہی سے دنیا میں اور سوء حساب سے محفوظ رہتا ہے قیامت میں۔ اور جو ذکر الٰہی سے اعراض وانحراف کرے اس کے لئے یہ وعید ہے۔ حیث قال۔

"وَمَنْ اَعْرَضَ عَنْ ذِكْرِىْ فَاِنَّ لَهٗ مَعِيْشَةً ضَنْكًا وَّنَحْشُرُهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اَعْمٰى ﴿۱۲۴﴾ قَالَ رَبِّ لِمَ حَشَرْتَنِىْٓ اَعْمٰى وَقَدْ كُنْتُ بَصِيْرًا۔ اور جو اعراض کرے میری یاد سے تو بے شک اس کے لئے زندگی میں تنگی ہے اور وہ محشور ہوگا قیامت کے دن اندھا تو کہے گا اے میرے رب مجھے کیوں اٹھایا تو نے اندھا حالانکہ تھا میں تو آنکھ والا۔"

معیشت ضنک کا ترجمہ ضَيِّقَةً شَدِيْدَةً سخت تنگ۔ اور یہ تنگی معاش دنیا میں ہوگی رُوِىَ ذَالِكَ عَنْ عَطَاءٍ وَابْنِ جُبَيْرٍ وَ وَجْهُ ضِيْقِ مَعِيْشَةِ الْكَافِرِ الْمُعْرِضِ فِى الدُّنْيَا اِنَّهٗ شَدِيْدُ الْحِرْصِ عَلَى الدُّنْيَا۔ تنگی معاش کی توجیہ عطا نے یہ کی کہ اس سے مراد کافر کی زندگی دنیاوی میں اس لئے کہ وہ دنیا کے لئے شدید الحرص ہوتا ہے۔

وَقَالَ بَعْضُهُمْ اِنَّ تِلْكَ الْمَعِيْشَةَ لَهٗ فِى الْقَبْرِ بِاَنْ يُّعَذَّبَ فِيْهِ۔ بعض کہتے ہیں یہ معیشت ضنک عذاب قبر ہے۔

اور ابن مسعود اور ابو سعید خدری، ابو صالح اور ربیع اور سدی اور مجاہد بحر میں ابن عباس رضی اللہ عنہما سے راوی ہیں کہ یہ آیت اسود بن عبد الاسد مخزومی کے حق میں نازل ہوئی اور وَالْمُرَادُ ضَغْطَةُ الْقَبْرِ حَتّٰى تَخْتَلِفَ اِلَيْهِ اَضْلَاعُهٗ۔ اس سے مراد ضغطہ قبر ہے حتیٰ کہ اس کی پسلیاں ادھر سے ادھر ہو جائیں گی۔

اور ابن ابی الدنیا ذکر موت میں مرفوعاً اور حکیم ترمذی اور ابو یعلی اور ابن جریر اور ابن المنذر اور ابن ابی حاتم اور ابن حبان اور ابن مردویہ حضرت ابو ہریرہ سے راوی ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اَلْمُؤْمِنُ فِىْ قَبْرِهٖ فِىْ رَوْضَةٍ خَضْرَاءَ وَيُرَحَّبُ لَهٗ – قَبْرُهٗ سَبْعِيْنَ ذِرَاعًا وَ يَضِيْئُ حَتّٰى يَكُوْنَ كَالْقَمَرِ لَيْلَةَ الْبَدْرِ – هَلْ تَدْرُوْنَ فِيْمَ اُنْزِلَتْ فَاِنَّ لَهٗ مَعِيْشَةً ضَنْكًا قَالُوْا اَللّٰهُ وَ رَسُوْلُهٗ اَعْلَمُ قَالَ عَذَابُ الْكَافِرِ فِىْ قَبْرِهٖ يُسَلَّطُ عَلَيْهِ تِسْعَةٌ وَّ تِسْعِيْنَ تِنِّيْنًا – هَلْ تَدْرُوْنَ مَا التِّنِّيْنُ – تِسْعَةٌ وَ تِسْعُوْنَ حَيَّةً لِكُلِّ حَيَّةٍ سَبْعَةُ رُءُوْسٍ يَخْدُشُوْنَهٗ وَ يَلْسَعُوْنَهٗ وَ يَنْفُخُوْنَ فِىْ جِسْمِهٖ اِلٰى يَوْمِ يُبْعَثُوْنَ۔

مومن اپنی قبر میں سرسبز باغیچہ میں ہوگا اور اسے مرحبا کی آوازیں ستر گز سے آتی ہوں گی اور اس کی قبر چودھویں کے چاند کی طرح روشن ہوگی۔ تمہیں معلوم ہے فَاِنَّ لَهٗ مَعِيْشَةً ضَنْكًا کس لئے نازل ہوئی۔ صحابہ نے عرض کیا اللہ اور اس کا رسول ہی جانتا ہے۔ فرمایا یہ کافر کا عذاب ہے اس کی قبر میں اس پر ننانوے تنین مسلط ہوں گے۔ تمہیں معلوم ہے تنین کیا ہیں؟ یہ ننانوے سانپ ہوں گے ہر سانپ کے سات سر ہوں گے وہ اسے نوچیں، منہ سے بکٹے بھریں اور پھونکیں ماریں گے اس کے جسم میں قیامت تک۔

اس کے علاوہ اور بھی احادیث علامہ آلوسی رحمہ اللہ نے نقل کی ہیں جو اس مضمون کی حامل ہیں۔

"وَّنَحْشُرُهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اَعْمٰى۔ اور اٹھائیں ہم اسے اندھا۔"

جیسا کہ دوسری جگہ ارشاد ہوا وَنَحْشُرُهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ عَلٰى وُجُوْهِهِمْ عُمْيًا وَّ بُكْمًا وَّ صُمًّا۔ قیامت کے دن اسے ہم اندھا، گونگا، بہرا اٹھائیں گے۔ تو وہ عرض کرے گا:

"قَالَ رَبِّ لِمَ حَشَرْتَنِیْٓ اَعْمٰی وَقَدْ كُنْتُ بَصِیْرًا۔ الٰہی مجھے اندھا کس لئے محشور فرمایا حالانکہ میں آنکھ والا تھا"

تو ارشاد ہوگا:

"قَالَ كَذٰلِكَ اَتَتْكَ اٰیٰتُنَا فَنَسِیْتَهَا ۚ وَكَذٰلِكَ الْیَوْمَ تُنْسٰی۔ ارشاد فرمائے اللہ تعالیٰ ایسے ہی ہماری آیتیں تیرے پاس آئیں تو تو نے انہیں بھلا دیا ایسے ہی آج کے دن ہم نے تجھے بھلایا اور اندھا اٹھایا ہے۔"

خلاصہ یہ کہ دنیا میں تو ہماری آیتوں پر ایمان نہ لایا اور ہمارے احکام نسیاً منسیاً کئے ایسے ہی آج ہم تجھے نسیاً منسیاً کرتے ہیں اب آگ میں جلتا رہ۔

"وَكَذٰلِكَ نَجْزِیْ مَنْ اَسْرَفَ وَلَمْ یُؤْمِنْۢ بِاٰیٰتِ رَبِّهٖ ؕ وَلَعَذَابُ الْاٰخِرَةِ اَشَدُّ وَاَبْقٰی۔ اور ایسا ہی ہم بدلہ دیتے ہیں اسے جو اسراف کرے اور حد سے بڑھ جائے اور ہماری آیتوں پر ایمان نہ آئے اور بے شک آخرت کا عذاب سب سے سخت تر اور دیرپا ہے۔"

یعنی جو رسولوں کی نہ مانے اور خواہشات نفسانیہ کی پیروی میں حد سے گزر جائے اس کا یہی بدلہ ہے۔

"اَفَلَمْ یَهْدِ لَهُمْ كَمْ اَهْلَكْنَا قَبْلَهُمْ مِّنَ الْقُرُوْنِ یَمْشُوْنَ فِیْ مَسٰكِنِهِمْ ؕ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ لِّاُولِی النُّهٰی ﴿۱۲۸﴾ ۔ تو کیا انہیں اس سے راہ نہ ملی کہ ہم نے ان سے پہلے کتنی قومیں ہلاک کر دیں کہ یہ اہل مکہ ان کے بسنے کی جگہوں میں چلتے پھرتے ہیں بے شک اس میں نشانیاں ہیں عقل والوں کو۔"

نُھٰی۔ روکنے والی۔ چونکہ عقل برے کام سے روکتی ہے بنابراں تغلیباً اس کے معنی عقل لئے گئے۔

اور وہ قومیں قرون سالفہ کی اصحاب، جو ثمود و لوط وغیرہ ہیں جن کے مساکن کے کھنڈرات آج تک ان پر مرثیہ خوان ہیں اور اہل مکہ جب شام وغیرہ کا سفر کرتے ہیں تو ان کے اماکن و مساکن کے کھنڈرات دیکھتے ہیں اگر عقل ہو تو عبرت حاصل کریں مگر پتھروں کے ساتھ سر پھوڑتے اور ان کی پوجا کرتے تھے اُولٰٓئِكَ كَالْاَنْعَامِ بَلْ هُمْ اَضَلُّ۔ یہی لوگ تھے۔

بامحاورہ ترجمہ آٹھواں رکوع ۔ سورۂ طٰہٰ ۔ پ ۱۶

وَلَوْلَا كَلِمَةٌ سَبَقَتْ مِنْ رَّبِّكَ لَكَانَ لِزَامًا وَّ اَجَلٌ مُّسَمًّی ﴿۱۲۹﴾ ؕ

اور اگر بات تمہارے رب کی مسابقت نہ کر چکی ہوتی تو ضرور لازم ہو جاتا ان پر عذاب اگر مدت مقررہ نہ ہوتی

فَاصْبِرْ عَلٰی مَا یَقُوْلُوْنَ وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ قَبْلَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ وَقَبْلَ غُرُوْبِهَا ۚ وَمِنْ اٰنَآئِ الَّیْلِ فَسَبِّحْ وَاَطْرَافَ النَّهَارِ لَعَلَّكَ تَرْضٰی ﴿۱۳۰﴾

تو صبر کرو اس پر جو وہ کہتے ہیں اور تسبیح کرتے رہو اور پاکی بولتے رہو اپنے رب کی سورج چمکنے سے پہلے اور اس کے ڈوبنے سے قبل اور رات کی گھڑیوں میں تسبیح کرو اور دن کے کناروں میں تاکہ تم راضی ہو

وَلَا تَمُدَّنَّ عَیْنَیْكَ اِلٰی مَا مَتَّعْنَا بِهٖٓ اَزْوَاجًا مِّنْهُمْ زَهْرَةَ الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا ۙ لِنَفْتِنَهُمْ فِیْهِ ؕ وَرِزْقُ رَبِّكَ خَیْرٌ وَّاَبْقٰی ﴿۱۳۱﴾

اور اے سننے والے اپنی آنکھیں دراز نہ کر اس طرف جو ہم نے تمتع کے لئے کافروں کو دیا جوڑوں سے تازگی دنیا کی تاکہ اس کے سبب فتنے میں پڑیں اور تیرے رب کا رزق بہتر ہے اور ہمیشہ رہنے والا

وَاْمُرْ اَهْلَكَ بِالصَّلٰوةِ وَاصْطَبِرْ عَلَيْهَا ۖ لَا نَسْئَلُكَ رِزْقًا ۖ نَحْنُ نَرْزُقُكَ ۗ وَالْعَاقِبَةُ لِلتَّقْوٰى ﴿۱۳۲﴾

اور حکم کر اپنے گھر والوں کو نماز کا اور خود اس پر قائم رہ ہم تجھ سے نہیں مانگتے رزق ہم تمہیں رزق دیتے ہیں اور انجام پرہیزگاروں کے لئے ہے

وَقَالُوْا لَوْلَا يَاْتِيْنَا بِاٰيَةٍ مِّنْ رَّبِّهٖ ۗ اَوَلَمْ تَاْتِهِمْ بَيِّنَةُ مَا فِي الصُّحُفِ الْاُوْلٰى ﴿۱۳۳﴾

اور کافر بولے کہ کیوں نہیں لاتے ہمارے پاس کوئی نشانی اپنے رب کی کیا اس میں اس کا بیان نہ آیا جو اگلے صحیفوں میں ہے

وَلَوْ اَنَّا اَهْلَكْنٰهُمْ بِعَذَابٍ مِّنْ قَبْلِهٖ لَقَالُوْا رَبَّنَا لَوْلَا اَرْسَلْتَ اِلَيْنَا رَسُوْلًا فَنَتَّبِعَ اٰيٰتِكَ مِنْ قَبْلِ اَنْ نَّذِلَّ وَنَخْزٰى ﴿۱۳۴﴾

اور اگر ہم انہیں ہلاک کر دیتے کسی عذاب سے رسول کے آنے سے پہلے تو ضرور کہتے اے ہمارے رب کیوں نہ بھیجا تو نے ہماری طرف کوئی رسول کہ پیروی کرتے ہم تیرے حکم کی قبل اس کے کہ ہم ذلیل ہوتے اور رسوا

قُلْ كُلٌّ مُّتَرَبِّصٌ فَتَرَبَّصُوْا ۚ فَسَتَعْلَمُوْنَ مَنْ اَصْحٰبُ الصِّرَاطِ السَّوِيِّ وَمَنِ اهْتَدٰى ﴿۱۳۵﴾

فرما دیجئے سب راہ دیکھ رہے ہیں تو تم بھی راہ دیکھو تو عنقریب جان لو گے کہ کون سیدھی راہ والے ہیں اور کس نے راہ پائی

حل لغات آٹھواں رکوع - سورۂ طٰہٰ - پ ۱۶

وَلَوْلَا۔اور اگر نہ ہوتی	كَلِمَةٌ۔بات جو	سَبَقَتْ۔پہلے گزر چکی	مِنْ رَّبِّكَ۔تیرے رب سے
لَكَانَ۔تو ہوتا	لِزَامًا۔لازم ہونے والا	وَّاَجَلٌ۔اور مدت	مُّسَمًّى۔مقرر
فَاصْبِرْ۔تو صبر کرو	عَلٰى مَا۔اس پر جو	يَقُوْلُوْنَ۔کہتے ہیں	وَسَبِّحْ۔اور تسبیح بیان کر
بِحَمْدِ۔ساتھ حمد	رَبِّكَ۔اپنے رب کے	قَبْلَ۔پہلے	طُلُوْعِ۔چڑھنے
الشَّمْسِ۔سورج کے	وَقَبْلَ۔اور پہلے	غُرُوْبِهَا۔اس کے غروب ہونے کے	
وَمِنْ اٰنَآئِ۔اور گھڑیوں	الَّيْلِ۔رات میں	فَسَبِّحْ۔تسبیح بول	وَاَطْرَافَ۔اور کنارے
النَّهَارِ۔دن میں	لَعَلَّكَ۔تاکہ تو	تَرْضٰى۔راضی ہو	وَلَا۔اور نہ
تَمُدَّنَّ۔دراز کر	عَيْنَيْكَ۔اپنی آنکھیں	اِلٰى۔طرف	مَا۔اس کی جو
مَتَّعْنَا۔فائدہ دیا ہم نے	بِهٖ۔اس کے ساتھ	اَزْوَاجًا۔جوڑے	مِّنْهُمْ۔ان سے
زَهْرَةَ۔تازگی	الْحَيٰوةِ۔زندگی	الدُّنْيَا۔دنیا کی	لِنَفْتِنَهُمْ۔تاکہ ہم ان کو
آزمائیں	فِيْهِ۔اس میں	وَرِزْقُ۔اور رزق	رَبِّكَ۔تیرے رب کا
خَيْرٌ۔بہتر ہے	وَّاَبْقٰى۔اور پائیدار	وَاْمُرْ۔اور حکم دے	اَهْلَكَ۔اپنے گھر والوں کو
بِالصَّلٰوةِ۔نماز کا	وَاصْطَبِرْ۔اور صبر کر	عَلَيْهَا۔اس پر	لَا نَسْئَلُكَ۔نہیں مانگتے ہم
تجھ سے	رِزْقًا۔رزق	نَحْنُ۔ہم	نَرْزُقُكَ۔رزق دیتے ہیں

تجھ کو	وَالْعَاقِبَةُ۔ اور انجام	لِلتَّقْوٰی۔ پرہیزگاری کا ہے	وَقَالُوْا۔ اور بولے
لَوْلَا۔ کیوں نہیں	یَاْتِیْنَا۔ لاتا ہمارے پاس	بِاٰیَةٍ۔ کوئی نشانی	مِّنْ رَّبِّهٖ۔ اپنے رب سے
اَوَلَمْ۔ کیا نہیں	تَاْتِهِمْ۔ آئی ان کے پاس	بَیِّنَةُ۔ دلیل	مَا۔ جو
فِی الصُّحُفِ الْاُوْلٰی۔ پہلے صحیفوں میں ہے		وَلَوْ۔ اور اگر	اَنَّآ۔ ہم
اَهْلَكْنٰهُمْ۔ ہلاک کر دیتے ان کو		بِعَذَابٍ۔ عذاب سے	مِّنْ قَبْلِهٖ۔ اس سے پہلے
لَقَالُوْا۔ تو کہتے	رَبَّنَا۔ اے ہمارے رب	لَوْلَآ۔ کیوں نہ	اَرْسَلْتَ۔ بھیجا تو نے
اِلَیْنَا۔ ہماری طرف	رَسُوْلًا۔ رسول	فَنَتَّبِعَ۔ ہم پیروی کرتے	اٰیٰتِكَ۔ تیری آیتوں کی
مِنْ قَبْلِ۔ پہلے	اَنْ۔ اس سے کہ	نَّذِلَّ۔ ہم ذلیل ہوتے	وَنَخْزٰی۔ اور رسوا
قُلْ۔ کہہ	كُلٌّ۔ ہر ایک	مُّتَرَبِّصٌ۔ انتظار کرنے والا ہے	
فَتَرَبَّصُوْا۔ تو انتظار کرو	فَسَتَعْلَمُوْنَ۔ تو جلدی جان لو گے تم		مَنْ۔ کون ہے
اَصْحٰبُ الصِّرَاطِ السَّوِیِّ۔ سیدھی راہ والا		وَمَنِ۔ اور کس نے	اهْتَدٰی۔ ہدایت پائی

خلاصہ تفسیر آٹھواں رکوع۔ سورۂ طٰهٰ۔ پ ۱۶

امم ماضیہ کی ہلاکت کی نظیر پیش فرمائی۔ ارشاد ہے:

کہ اگر نوشتۂ قضا و قدر یہ نہ ہوتا کہ ہم انہیں ایک مقررہ وقت تک دنیا میں رکھیں گے تو ان پر بھی ویسے ہی عذاب آجاتے اور یہ اسی طرح ہلاک کر دیئے جاتے جیسے ثمود و عاد و قوم لوط وغیرہ ہلاک ہوئیں۔

اگر اے محبوب یہ عبرت حاصل نہیں کرتے اور ہدایت پر نہیں آتے تو صبر فرمایئے اور آخرت کی تیاری کرتے رہیئے تاکہ وہاں سب خوش وقت رہیں۔ فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ سے مراد اکثر علماء کے نزدیک نماز پنجگانہ ہے۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں قبل طلوع الشمس سے مراد نماز فجر ہے۔

اور قبل غروبها سے مراد ظہر و عصر ہے۔

اور وَمِنْ اٰنَآئِ الَّیْلِ سے مغرب و عشاء مراد ہے۔

اور ایک قول ہے کہ مِنْ اٰنَآئِ الَّیْلِ سے مراد مغرب و عشا ہے تو اَطْرَافَ النَّهَارِ سے فجر و مغرب مراد ہے۔

جیسے حٰفِظُوْا عَلَی الصَّلَوٰتِ وَالصَّلٰوةِ الْوُسْطٰی سے مراد عصر ہے۔

اور وَلَا تَمُدَّنَّ عَیْنَیْكَ۔ المد۔ دراز کردن و کشیدن ہیں اور اس سے مراد رغبت اور حسرت کے ساتھ کسی کی نعمت پر نظر ڈالنے کے ہیں تو مخاطبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے فرما کر حکم امت کو دیا جاتا ہے۔

اور توشۂ عقبیٰ کی تیاری کی تعلیم نماز پنجگانہ اور عبادت نافلہ سے دی گئی۔

اس لئے کہ دنیا کے اسباب و آرائش و تجمل جو کفار دنیاداروں کو دیئے گئے ہیں۔ مکان، عمدہ لباس، حسین عورتیں، سواریاں، عیش و عشرت کے لوازمات ان کی طرف نظر ڈالنے کی ممانعت کی گئی کیونکہ یہ سب فتنہ ہیں ان کے ذریعہ جب ان کا امتحان ہوتا ہے تو فیل ہو جاتے ہیں اور حرص و آز دنیا پر اتنی غالب آتی ہے کہ آخرت کا انہیں خیال بھی نہیں رہتا۔ آخرش جب

یہاں سے جاتے ہیں تو خالی ہاتھ ہوتے ہیں۔ اس وقت ان کی روح کو سخت صدمہ ہوتا ہے۔ بلکہ ”چشمش نگران است کہ ملکش بدست دگران است“

اور حیات دنیا کی عیش وعشرت چند روزہ میں پھول کر خدا کو بھی بھول جاتے ہیں۔ ظلم وستم، بے انصافی، نا ہنجاری، بدکاری وغیرہ معاصی میں مبتلا ہوتے ہیں۔ ہمارے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی چشم حق بین میں یہ سب ہیچ تھا۔ مگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے خطاب فرما کر اوروں کو سنانا اس لئے مناسب تھا کہ سننے والا سمجھ سکے کہ اس ہستی سے ایسا مخاطبہ جسے ان چیزوں کی طرف کبھی التفات نہ ہوا خاص اہمیت رکھتا ہے۔

تو سمجھ دار پھر اس طرف نظر اٹھا کر بھی نہ دیکھے گا۔ حرص ورغبت وحسرت کا تو ذکر ہی کیا ہے۔

پھر وَاْمُرْ اَهْلَكَ بِالصَّلٰوةِ وَاصْطَبِرْ عَلَيْهَا بھی اس وجہ سے فرمایا کہ حکم کی اہمیت ذہن نشین ہو جائے کہ جب معصوم، محبوب سید عالم مالک رقاب امم سید الکل فی الکل ہادی سبل صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ شان تخاطب ہے تو ما وشما تو کسی شمار میں ہی نہیں ہو سکتے۔ حکم کے تیور اس کی اہمیت واضح کر رہے ہیں وَاْمُرْ اَهْلَكَ بِالصَّلٰوةِ وَاصْطَبِرْ عَلَيْهَا یعنی اپنے گھر والوں کو حکم نماز دو اور دَاوِمْ عَلَيْهَا اور خود اس پر مداومت کرو اور صبر بھی مداومت کا مجاز مرسل ہے۔

پھر ارشاد ہوا لَا نَسْئَلُكَ رِزْقًا۔ اس سے تمہارا رزق کم نہ ہوگا اس لئے کہ نَحْنُ نَرْزُقُكَ رزق تو ہم دیتے ہیں اور انجام کار پرہیز گاری میں ہے۔

اور مشرکین کا یہ کہنا کہ یہ اپنے رب کے پاس سے کوئی نشانی کیوں نہیں لاتے یہ ان کی محض بکواس ہے کیا صحف سماویہ سابقہ انہوں نے نہ دیکھے۔

اور اگر ہم نشانی دکھاتے اور عذاب نازل فرما دیتے رسول کی بعثت سے پہلے تو بھی کہتے کہ اگر اللہ ہمیں رسول کے ذریعہ احکام پہنچاتا تو ہم ذلیل وخوار ہونے سے پہلے ان کی پیروی کر لیتے۔

فرما دیجئے ایسے ہی ہر ایک انتظار یہ جملے کہتا رہا تم بھی انتظار کرو عنقریب تمہیں معلوم ہو جائے گا کہ کون صراط مستقیم پر ہے اور ہدایت یافتہ گمراہی سے بچا ہوا۔

مختصر تفسیر اردو آٹھواں رکوع - سورۂ طٰہٰ - پ ۱۶

”وَلَوْلَا كَلِمَةٌ سَبَقَتْ مِنْ رَّبِّكَ لَكَانَ لِزَامًا وَّاَجَلٌ مُّسَمًّى ﴿۱۲۹﴾ فَاصْبِرْ عَلٰى مَا يَقُوْلُوْنَ وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ قَبْلَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ وَقَبْلَ غُرُوْبِهَا ۚ وَمِنْ اٰنَآئِ الَّيْلِ فَسَبِّحْ وَاَطْرَافَ النَّهَارِ لَعَلَّكَ تَرْضٰى ﴿۱۳۰﴾ ۔ اور اگر حکم مسابقت نہ کر چکا ہوتا تمہارے رب کا تو ضرور ہو جاتا تا لازم انہیں عذاب اگر نہ ہوتا ایک میعاد مقررہ کا وعدہ تو صبر فرمایئے ان کی باتوں پر اور تسبیح کرتے رہو اپنے رب کی حمد کے ساتھ آفتاب کے طلوع سے پہلے اور آفتاب کے غروب سے پہلے اور رات کی گھڑیوں میں اور دن کے کناروں پر تا کہ تم راضی ہو۔“

یعنی اگر قضاء وقدر میں یہ فیصلہ نہ ہو گیا ہوتا اور امت محمد یہ ﷺ کے عذاب میں ایک وقت معین تک تاخیر ہو گی تو ان پر عذاب لازم ہو جاتا اور امم سابقہ کی طرح یہ بھی ہلاک کر دیئے جاتے۔ چنانچہ علامہ آلوسی رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔ وَالْكَلِمَةُ السَّابِقَةُ هِيَ الْعِدَةُ بِتَاخِيْرِ الْعَذَابِ الْاِسْتِيْصَالِ عَنْ هٰذِهِ الْاُمَّةِ۔ یہ یا تو اکرام ہے حضور ﷺ کا جیسا کہ فرمایا

وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَاَنْتَ فِيهِمْ۔ یا ان کی نسل سے ایمان لانے والے پیدا کرنے مقدر تھے۔ بہر حال وَلَوْلَا كَلِمَةٌ سَبَقَتْ کا مفہوم مدت مقررہ تک عذاب میں تاخیر ہے۔

اِمَّا اِكْرَاماً لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَمَا يُشْعِرُ بِهِ التَّعَرُّضُ بِعُنْوَانِ الرُّبُوْبِيَّةِ مَعَ الْاِضَافَةِ اِلٰى ضَمِيْرِهٖ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَوْلُهٗ تَعَالٰى وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَاَنْتَ فِيهِمْ۔

اَوْ لِاَنَّ مِنْ نَّسْلِهِمْ مَنْ يُّؤْمِنُ۔

اَوْلِحِكْمَةٍ اُخْرٰى اَللّٰهُ تَعَالٰى اَعْلَمُ بِهَا – اَیْ لَوْلَا الْكَلِمَةُ السَّابِقَةُ وَالْعِدَةُ بِتَاخِيْرِ الْعَذَابِ – اَیْ لَازِمًا لِهٰؤُلَاءِ الْكَفَرَةِ بِحَيْثُ لَايَتَاَخَّرُ عَنْ جَنَايَاتِهِمْ سَاعَةً۔

''لَكَانَ لِزَامًا''۔ تو یقیناً ان پر لازم ہو جاتا عذاب دنیا ہی میں۔

''وَّاَجَلٌ مُّسَمًّى۔'' اگر نہ مقرر ہوتی ایک مدت معین یعنی قیامت کا دن۔ اَیْ لَوْلَا اَجَلٌ مُّسَمًّى لِعَذَابِهِمْ وَهُوَ يَوْمُ الْقِيَامَةِ۔

بعض کے نزدیک اجل مسمی سے مراد یوم بدر ہے۔ لیکن بدر میں ان کا استیصال تو نہیں ہوا اس لئے کہ بدر کے ہی انتقام پر احد کی تیاری کر کے ابوسفیان دوسو سواروں کا دستہ لے کر خفیہ طور پر مدینہ منورہ کی طرف چلا تھا۔ خلاصہ واقعہ یہ ہے کہ

جب دشت بدر میں کفار کو باوجود کثرت تعداد اور قوت کے حضور سید عالم ﷺ کے نہتے، کمزور، روزہ دار، ناتواں جان بازوں کے ہاتھ ہزیمت و شکست کا منہ دیکھنا پڑا اور اپنی آتش انتقام میں جلنے لگے۔ اس لئے کہ ستر سورما قریش کے یہاں واصل جہنم ہوئے تھے۔

اس دن مکہ کا کوئی گھر ایسا نہ تھا جس میں ماتم نہ ہو آخر قریش نے ابوسفیان بن حرب اموی کو اپنا رئیس منتخب کیا۔ اس نے عرب کی پرانی رسم کے مطابق قسم کھائی کہ جب تک مقتولین بدر کا بدلہ نہ لوں گا سر میں تیل نہ ڈالوں گا۔ اور قریش کو جمع کر کے تلقین کی کہ بدر کے مقتولین پر ماتم و نوحہ محض لغو ہے بلکہ ان کا کام یہ ہے کہ ہمت نہ ہاریں اور شکست کے بعد اپنے حوصلہ کو اور بلند کریں۔ جنگ کے لئے سر بکف تیار ہوں۔

چنانچہ مکہ میں بجائے نوحہ و فغاں کے جنگ کی تیاریاں شروع ہو گئیں۔ اور ابوسفیان اپنے دوسو سواروں کے دستے کے ساتھ مدینہ پہنچا انہیں مدینہ سے باہر ٹھہرایا خود ابن مشکم کے یہاں شب باش رہا۔ یہ یہودی قبیلہ بنی نضیر کا تھا۔ اس سے مدینہ کے مسلمانوں کے حوصلے اسے معلوم ہو چکے تھے۔ اہل مدینہ پر حملہ کی ہمت نہ پڑی مدینہ سے تین میل ورے عریض نامی ایک قریہ تھا اس پر حملہ کر دیا تا کہ قسم پوری ہو جائے۔ اس حملہ میں سعید بن عمرو انصاری شہید ہو گئے۔

اس قریہ کے مکانات اور گھاس کے ذخائر سب جلا ڈالے۔

جب اس کی خبر حضور ﷺ تک پہنچی دوسو سوار جان نثار ہمراہ لے کر خود حضور ﷺ مدینہ سے نکلے ابوسفیان معہ اپنے ساتھیوں کے پہلے ہی نکل چکا تھا اور جب اسے تعاقب کا علم ہوا تو سر پر پاؤں رکھ کر سراسیمہ بھاگ پڑا اور راستہ میں جو ستو آٹا اپنے کھانے کو لایا تھا پھینکتا چلا گیا۔

تعاقب کرنے والے مسلمان اسے اٹھالائے اسی وجہ میں اس غزوہ کا نام ہی غزوۂ سویق ہو گیا۔ اس لئے کہ سویق ستو کو

کہتے ہیں۔انتہی مختصراً۔

غرضیکہ بدر کے بعد مشرکین کی اگرچہ کمر ٹوٹ گئی تھی مگر ان کا استیصال نہیں ہوا تھا۔

اس کے بعد ۳ھ مطابق ۶۲۴ء میں تین ہزار شتر سوار دو سو گھوڑے سوار سات سو زرہ پوش پیادوں کی جمعیت سے ابوسفیان مدینہ منورہ پر حملہ کرنے کو آیا تھا جسے غزوۂ احد کہا جاتا ہے۔

اس جنگ میں مسلمانوں کے لشکر کی کل تعداد معہ ابن ابی منافق کے تین سو آدمیوں کے ایک ہزار تھی جس میں سے عین وقت پر ابن ابی نے دھوکہ دیا اور اپنے آدمیوں کو لے کر واپس چلا گیا۔ جان بازان اسلام اب سات سو رہ گئے تھے۔ غرضیکہ یہ مقابلہ بدر کے بعد ہوا۔ اس جنگ میں مشرکین کی حمایت میں حضرت خالد بن ولید بھی تھے۔

بہر حال وقت معہودہ اور اجل مسمی سے مراد یوم قیامت ہی صحیح معلوم ہوتا ہے۔ اور بطور تسلیہ حضور کو ارشاد ہوا۔

"فَاصْبِرْ عَلٰى مَا يَقُوْلُوْنَ مِنْ كَلِمَاتِ الْكُفْرِ۔ تو کفار کی بکواس پر آپ صبر فرمائیں۔"

اس لئے کہ فَاِنَّ عِلْمَهٗ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِاَنَّهُمْ يُعَذَّبُوْنَ۔ حضور کو اس امر کا علم تھا کہ ان پر عذاب آنا ہے اور لامحالہ یہ ہلاک ہوں گے تو اس کے بعد فرمایا:

"وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ قَبْلَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ وَقَبْلَ غُرُوْبِهَا ۚ وَمِنْ اٰنَآئِ الَّيْلِ فَسَبِّحْ وَاَطْرَافَ النَّهَارِ لَعَلَّكَ تَرْضٰى۔ اور تسبیح اور حمد اپنے رب کی کرو طلوع شمس سے پہلے اور غروب شمس سے پہلے اور رات کے اوقات میں تسبیح کرو اور دن کے کناروں پر تاکہ تم راضی ہو۔"

قبل طلوع شمس ظاہر ہے کہ نماز فجر ہی ہو سکتی ہے۔ اور فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ کی تفسیر آلوسی رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔ اَیْ صَلِّ وَاَنْتَ حَامِدٌ لِرَبِّکَ عَزَّوَجَلَّ۔ یعنی قبل طلوع شمس نماز پڑھو قَبْلَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ اَیْ صَلٰوةَ الْفَجْرِ۔

اور قبل غروب سے مراد نماز ظہر و عصر ہے۔

وَ قَدْ اَخْرَجَ تَفْسِيْرَ التَّسْبِيْحِ فِيْ هٰذَيْنِ الْوَقْتَيْنِ بِمَا ذَكَرَ الطِّبْرَانِيُّ وَابْنُ عَسَاكِرَ وَابْنُ مَرْدَوَيْهِ عَنْ جَرِيْرٍ مَرْفُوْعًا اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔

وَاَخْرَجَ الْحَاكِمُ عَنْ فُضَالَةَ بْنِ وَهْبِنِ اللَّيْثِيِّ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَهٗ حَافِظْ عَلَى الْعَصْرَيْنِ قُلْتُ وَمَا الْعَصْرَانِ قَالَ صَلٰوةٌ قَبْلَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ وَقَبْلَ غُرُوْبِهَا ۚ۔

مرفوع حدیث سے ثابت ہے کہ فضالہ بن وہب لیثی کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عصرین کی حفاظت کر میں نے عرض کیا حضور عصرین کیا ہیں فرمایا ایک نماز طلوع آفتاب سے قبل کی یعنی فجر اور ایک غروب سے قبل یعنی عصر۔

وَ قِيْلَ الْمُرَادُ بِالتَّسْبِيْحِ قَبْلَ غُرُوْبِهَا صَلَاتَا الظُّهْرِ وَالْعَصْرِ لِاَنَّ وَقْتَ كُلٍّ مِنْهُمَا قَبْلَ غُرُوْبِهَا وَ بَعْدَ زَوَالِهَا وَ جَمَعَهُمَا لِمُنَاسَبَةِ قَوْلِهٖ تَعَالٰى قَبْلَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ وَاَنْتَ تَعْلَمُ اَنَّ قَبْلَ الْغُرُوْبِ وَاِنْ كَانَ بِاِعْتِبَارِ مَعْنَى اللُّغَوِيِّ صَادِقًا عَلٰى وَقْتِ الظُّهْرِ وَ وَقْتِ الْعَصْرِ۔

ایک قول یہ ہے کہ تسبیح سے مراد قبل غروب دونوں نمازیں ظہر و عصر ہیں اس لئے کہ دونوں کا وقت قبل غروب ہی ہے اور ظہر کا بعد زوال ہے اور دونوں اس مناسبت سے جمع کی گئیں کہ قبل طلوع میں فجر کی نماز آ گئی اور تو جانتا ہے کہ قبل غروب باعتبار

معنی لغوی ظہر وعصر ہی ہے۔ ان میں سے ایک دن کے زوال کے بعد دوسری قبل غروب ہے۔

''وَمِنْ اٰنَآئِ الَّیْلِ فَسَبِّحْ۔ اور رات کی گھڑیوں میں اس کی تسبیح کرو۔'' یعنی مغرب وعشا کی نمازیں پڑھو۔

آناء جمع انی وانو کی ہے اور اِناء بکسر ہمزہ برتن کے معنی دیتا ہے۔

اور راغب رحمہ اللہ فرماتے ہیں انا بالکسر بھی وقت کے معنی میں مستعمل ہے جیسے فرمایا غَیْرَ نَاظِرِیْنَ اِنَاهُ اَیْ وَقْتَهٗ۔ نہ دیکھنے والے اس کے وقت کو۔

ثُمَّ یُقَالُ اٰنَیْتُ الشَّیْءَ اِیْنَاءً اَیْ اَخَّرْتُهٗ عَنْ اَوَانِهٖ وَ تَاَنَّیْتُ تَاَخَّرْتُ۔

وَ فِی الْمِصْبَاحِ اٰنَیْتُهٗ بِالْفَتْحِ وَالْمَدِّ اَخَّرْتُهٗ وَالْاِسْمُ اَنَاءٌ بِوَزْنِ سَلَامٍ مَنْصُوْبٌ عَلَی الظَّرْفِیَّةِ۔

''فَسَبِّحْ'' اَیْ قُمْ بَعْضَ اٰنَاءِ اللَّیْلِ۔ تو قیام کرو بعض اوقات شب میں۔

وَالْمُرَادُ مِنَ التَّسْبِیْحِ فِیْ بَعْضِ اٰنَاءِ اللَّیْلِ صَلٰوةُ الْمَغْرِبِ وَصَلٰوةُ الْعِشَاءِ۔ اور تسبیح سے مراد بعض اوقات شب میں صلوۃ مغرب اور صلوۃ عشاء ہے۔

''وَاَطْرَافَ النَّهَارِ'' ـ عَلٰی مَا اَخْرَجَ ابْنُ جَرِیْرٍ وَ ابْنُ الْمُنْذِرِ عَنْ قَتَادَةَ صَلٰوةُ الظُّهْرِ۔ اور دن کے کناروں میں اس کے متعلق ابن جریر اور ابن منذر کہتے ہیں کہ قتادہ کے نزدیک اس سے مراد نماز ظہر ہے۔

''لَعَلَّكَ تَرْضٰی'' ـ تا کہ تم راضی ہو۔ اَیْ سَبِّحْ فِیْ هٰذِهِ الْاَوْقَاتِ رِجَاءً اَنْ تَنَالَ عِنْدَهٗ تَعَالٰی مَا تَرْضٰی بِهٖ نَفْسُكَ مِنَ الثَّوَابِ -- وَالْمُرَادُ لَعَلَّكَ تَرْضٰی فِی الدُّنْیَا بِحُصُوْلِ الظَّفَرِ وَانْتِشَارِ اَمْرِ الدَّعْوَةِ۔

خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے فضل وعطا اور اس کے انعام واکرام سے یہ ہے کہ آپ کو شفیع امت بنا کر تمہاری شفاعت منظور فرمائی گئی اور بروز قیامت تمہیں بخشش امت کے ساتھ راضی فرمایا جائے جیسے وعدہ کیا گیا وَلَسَوْفَ یُعْطِیْكَ رَبُّكَ فَتَرْضٰی۔

اللہ تعالیٰ کا اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ وعدہ کریمہ وَلَسَوْفَ یُعْطِیْكَ رَبُّكَ فَتَرْضٰی ان نعمتوں کو بھی شامل ہے جو آپ کو دنیا میں عطا فرمائیں۔

جیسے کمال نفس اور علوم اولین وآخرین اور غلبۂ کفار پر اور اعلائے کلمہ حق اور فتوحات عامہ جو عہد مبارک میں ہوئیں اور عہد خلفائے راشدین میں اور تا قیامت مسلمانوں کو ہوتی رہیں گی اور حضور ﷺ کی دعوت عام ہونا۔ وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا كَآفَّةً لِّلنَّاسِ بَشِیْرًا وَّنَذِیْرًا۔ اور آپ کی تعلیم کے بعد اسلام کا مشارق ومغارب میں پھیلنا اور آپ کی امت کا خیر الامم ہونا۔

اور آخرت کی عزت وعظمت کو بھی شامل ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو شفاعت عام وخاص کا مختار بنایا مقام محمود پر فائز کیا۔

مسلم شریف میں ہے کہ ایک روز حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دست اقدس اٹھا کر اپنی امت کے لئے روتے ہوئے دعا فرمائی اور عرض کیا۔ اَللّٰهُمَّ اُمَّتِیْ اُمَّتِیْ تو جبریل امین کو حکم ہوا کہ ہمارے محبوب کے حضور حاضر ہو کر رونے کا سبب معلوم کرے چنانچہ جبریل علیہ السلام حاضر ہوئے۔ سبب معلوم کرنا چاہا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے امت کے غم کا اظہار فرمایا۔ جبریل نے حاضر آ کر قصہ پیش کیا۔ باآنکہ اللہ تعالیٰ علیم وخبیر ہے۔

لیکن اس استفسار میں حکمت یہ تھی کہ جبریل علیہ السلام پر بھی منصب تقرب مصطفیٰ ﷺ واضح ہو جائے پھر حکم ہوا کہ جا اور میرے حبیب کو بشارت دے کہ آپ امت کے لئے غم نہ کریں وَلَسَوْفَ یُعْطِیْكَ رَبُّكَ فَتَرْضٰی جب تک تم راضی نہ ہو

جاؤ ہم بروز قیامت بس ہی نہ کریں گے۔

اس بشارت کوسن کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خوش ہو کر فرمایا: اِذًا لَا اَرْضٰی وَوَاحِدٌ مِّنْ اُمَّتِیْ فِی النَّارِ۔ اب میں بھی راضی نہ ہوں اگر ایک امتی بھی جہنم میں رہا۔

آگے ارشاد ہے جس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے مخاطبہ ہے اور حکم امت کے لئے ہے۔

"وَلَا تَمُدَّنَّ عَیْنَیْكَ اِلٰی مَا مَتَّعْنَا بِهٖۤ اَزْوَاجًا مِّنْهُمْ زَهْرَةَ الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا۔ اور اے سننے والے اپنی آنکھیں للچائی ہوئی دراز نہ کر اس کی طرف جو ہم نے کافروں مرد وعورت کو برتنے کے لئے دی یہ صرف حسین دنیا کی تازگی ہے۔"

یعنی انواع واقسام کی فراخیاں اور وسعتیں جو کفار یہود و نصاریٰ، گبر و ترسا کو دنیوی ساز و سامان سے دی ہیں ان پر تمہاری للچائی ہوئی حسرت بھری نظریں نہ پڑیں اس لئے کہ وہ صرف اور صرف دنیا کی تازگی اور خوشحالی ہے۔

حسن بصری رضی اللہ عنہ نے فرمایا مومن کو چاہئے کہ دنیاوی طمطراق نہ دیکھے بلکہ یہ دیکھے کہ اس پر معصیت کی ذلت اس کی گردن کو دبا رہی ہے۔

اسی وجہ میں دوسری جگہ فرمایا کہ

وَلَوْلَاۤ اَنْ یَّكُوْنَ النَّاسُ اُمَّةً وَّاحِدَةً لَّجَعَلْنَا لِمَنْ یَّكْفُرُ بِالرَّحْمٰنِ لِبُیُوْتِهِمْ سُقُفًا مِّنْ فِضَّةٍ وَّمَعَارِجَ عَلَیْهَا یَظْهَرُوْنَ ﴿۳۳﴾ وَلِبُیُوْتِهِمْ اَبْوَابًا وَّسُرُرًا عَلَیْهَا یَتَّكِـُٔوْنَ ﴿۳۴﴾ وَزُخْرُفًا ؕ وَاِنْ كُلُّ ذٰلِكَ لَمَّا مَتَاعُ الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا ؕ وَالْاٰخِرَةُ عِنْدَ رَبِّكَ لِلْمُتَّقِیْنَ ﴿۳۵﴾۔

اور اگر یہ نہ ہوتا کہ سب لوگ ایک دین پر ہو جائیں اور کافروں کی عیش اور فراخی کو دیکھ کر سب کافر ہو جائیں تو ہم ضرور رحمٰن کے منکروں کے لئے چاندی کی سیڑھیاں اور چھتیں بناتے جن پر چڑھتے اور ان کے گھروں کے لئے چاندی کے دروازے اور چاندی کے تخت جن پر وہ تکیہ لگاتے اور انواع واقسام کی دنیاوی آرائش دیتے اگرچہ دنیا اور اس کے سامان کی حقیقت یہ ہے کہ وہ سریعۃ الزوال ہے اور یہ جو کچھ ہے حسین دنیا کا اسباب ہے اور ابدی ودوامی باقی رہنے والی نعمتیں تمہارے رب کے پاس پرہیزگاروں کے لئے ہیں۔

آلوسی رحمۃ اللہ فرماتے ہیں وَلَا تَمُدَّنَّ عَیْنَیْكَ میں۔

وَ قِیْلَ الْخِطَابُ لَهٗ عَلَیْهِ السَّلَامُ وَالْمُرَادُ اُمَّتُهٗ لِاَنَّهٗ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ كَانَ اَبْعَدَ شَیْءٍ عَنْ اِطَالَةِ النَّظْرِ اِلٰی زِیْنَةِ الدُّنْیَا وَ زَخَارِفِهَا وَاَعْلَقُ بِمَا عِنْدَ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ مِنْ كُلِّ وَاحِدٍ وَ هُوَ عَلَیْهِ السَّلَامُ الْقَائِلُ اَلدُّنْیَا مَلْعُوْنَةٌ مَلْعُوْنٌ مَا فِیْهَا اِلَّا مَا اُرِیْدَ بِهٖ وَجْهُ اللّٰهِ تَعَالٰی۔

اس آیت کریمہ میں خطاب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے ہے لیکن مراد حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی امت ہے۔ اس لئے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم دنیا کی طرف سے بہت بعید تھے اور زینت دنیا اور اس کی آسائشوں کو پسند نہیں فرماتے تھے بلکہ فرماتے تھے دنیا ملعون ہے اور جو کچھ اس میں ہے وہ بھی ملعون ہے مگر جو دنیا میں رہ کر اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ رہے وہ محبوب ہے۔

"زَهْرَةَ الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا۔ تازگی ہے محض حیات دنیا کی۔"

پھر کچھ نہیں اور اس دنیا کی فراخی کا نتیجہ یہ ہے یہ جتنی فراخ ہوتی ہے اتنا ہی اس کا صاحب سرکش وطاغی ولاغی ہو جاتا ہے

حتیٰ کہ سزائے آخرت کا سزاوار ہوتا ہے اسی لئے فرمایا:

"لِنَفْتِنَهُمْ فِيهِ ؕ وَرِزْقُ رَبِّكَ خَيْرٌ وَّ اَبْقٰى۔ تاکہ ان وسعت دنیا کی وجہ سے ہم اسے فتنہ میں ڈالیں۔ اور اسے سرکش اور باغی وطاغی بنادیں۔ اور تیرے رب کا رزق سب سے بہتر ہے اور ہمیشہ باقی رہنے والا۔"

لہٰذا مومن کو چاہئے کہ وہ کام کرے جس کا ہم آپ کو حکم دیں اور وہ یہ ہے کہ

"وَاْمُرْ اَهْلَكَ بِالصَّلٰوةِ وَاصْطَبِرْ عَلَيْهَا ؕ لَا نَسْئَلُكَ رِزْقًا ؕ نَحْنُ نَرْزُقُكَ ؕ وَالْعَاقِبَةُ لِلتَّقْوٰى۔ یعنی حکم دیجئے اپنے گھر والوں کو نماز کا اور خود اس کی مداومت فرمائیے لَا نَسْئَلُكَ رِزْقًا ؕ ہم تم سے کچھ روزی نہیں مانگتے بلکہ ہم تمہیں رزق دیتے ہیں اور انجام کار کی بھلائی پرہیزگاروں کو ہے۔"

یعنی مداومت علی الصلوٰۃ تمہیں تمہاری روزی میں نقصان نہیں دے گی اس لئے کہ رزق دینا تو ہمارا کام ہے۔ بلکہ حقیقت تو یہ ہے کہ تنگی معاش میں نماز ہی فراخی رزق کا موجب ہوتی ہے۔ علامہ آلوسی رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔

اِنَّ الصَّلٰوةَ مُطْلَقًا تَكُوْنُ لِاِدْرَارِ الرِّزْقِ وَ كَشْفِ الْهَمِّ۔ نماز مطلقاً رزق نازل کرنے اور غم مٹانے کا موجب ہوتی ہے۔

حضرت ابو عبید اور سعید بن منصور اور ابن المنذر اور طبرانی اوسط میں اور ابو نعیم حلیہ میں اور بیہقی شعب الایمان میں بسند صحیح عبداللہ بن سلام سے راوی ہیں۔

قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا نَزَلَتْ بِاَهْلِهٖ شِدَّةٌ اَوْ ضِيْقٌ اَمَرَهُمْ بِالصَّلٰوةِ وَتَلَا وَاْمُرْ اَهْلَكَ بِالصَّلٰوةِ۔ جب کوئی خانگی سختی تواتر سے آتی یا مشکل حائل ہوتی تو حضور ﷺ اپنے گھر والوں کو نماز پڑھواتے۔ اور یہ آیت کریمہ تلاوت فرماتے۔

وَكَانَتِ الْاَنْبِيَاءُ عَلَيْهِمُ السَّلَامُ اِذَا نَزَلَ بِهِمْ اَمْرٌ فَزَعُوْا اِلَى الصَّلٰوةِ۔ انبیاء کرام پر جب کوئی امر لاحق ہوتا تو وہ نماز کی طرف رجوع کرتے۔ اسی لئے ارشاد ہوا۔

"وَالْعَاقِبَةُ لِلتَّقْوٰى۔ اور انجام کی بھلائی پرہیزگاروں کو ہے۔"

اب مشرکین کے اس لایعنی مطالبے یا اعتراض کا رد ہے جو وہ حاسدانہ طور پر کرتے تھے۔

"وَقَالُوْا لَوْلَا يَاْتِيْنَا بِاٰيَةٍ مِّنْ رَّبِّهٖ ؕ اَوَلَمْ تَاْتِهِمْ بَيِّنَةُ مَا فِي الصُّحُفِ الْاُوْلٰى۔ اور بولے کافر یہ اپنے رب کے پاس سے کوئی نشانی کیوں نہیں لاتے۔"

یعنی مشرکین بکتے تھے کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم ایسی کوئی نشانی کیوں نہیں لاتے جو ان کی صدق نبوت کی دلیل ہو۔ باآنکہ ان کی آنکھوں نے بے گنتی معجزات دیکھے، شق قمر، نطق حجر، سلک شجر وغیرہ وغیرہ نکلی آنکھ کی صحت، ٹوٹی پنڈلی کی بحالی، کٹے ہوئے بازو کی درستی، مردہ گوہ کی زبان سے کلمہ شہادت، انگشت ہائے مبارک سے پانی کے چشموں کا اجراء الیٰ غیر النہایہ۔

چاند شق ہو، پیڑ بولیں، جانور سجدے کریں
بارک اللہ مرجع عالم یہی سرکار ہیں!

تو باری تعالیٰ کی طرف سے اجمالی جواب بے نیازانہ طرز سے دے دیا گیا۔ چنانچہ ارشاد ہوا۔

"اَوَلَمْ تَاْتِهِمْ بَيِّنَةُ مَا فِي الصُّحُفِ الْاُوْلٰى۔ اور کیا نہیں ہوا روشن بیان معجزات کا جو پہلے صحیفوں میں گزر گیا۔"

یعنی سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم پر قرآن کا ایسی شان سے نزول کہ بلغاء وفصحاء وادباء وخطبا حیران رہ گئے اس سے بڑا معجزہ اور کیا چاہتے ہو کہ ایک امی اور ایسے امی کہ آج تک کسی استاد کے آگے نہ گئے اور آپ نے کلام ایسا پیش کیا کہ دنیا نے دنیا میں دنیا کے آگے عاجزی سے گردنیں جھکا دیں۔

صحف سابقہ میں آپ کی تشریف آوری کی بشارت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا تاج تمام انبیاء علیہم السلام سے بلند و بالا و اعلیٰ فرمایا گیا۔ اس کے باوجود بھی لَوْلَا يَأْتِينَا بِآيَةٍ۔ کی رٹ لگاتے رہنا حسد وحقد وبخل وعناد ہے۔ اس کی سزا کا تمہیں انتظار ہے یا انقلابات کی انتظار ہے تو ہم زیادہ انتظار نہ کراتے مگر اس وجہ سے ہمارا عذاب رکا ہوا ہے کہ کہیں یہ نہ کہہ دو کہ اگر ہم پر رسول آتا تو ہم ضرور پیروی کرتے چنانچہ ارشاد ہے:

"وَلَوْ أَنَّا أَهْلَكْنَاهُم بِعَذَابٍ مِّن قَبْلِهِ لَقَالُوا رَبَّنَا لَوْلَا أَرْسَلْتَ إِلَيْنَا رَسُولًا فَنَتَّبِعَ آيَاتِكَ مِن قَبْلِ أَن نَّذِلَّ وَنَخْزَىٰ۔ اور اگر ہم انہیں کسی عذاب سے ہلاک کر دیتے رسول کے آنے سے پہلے تو روز قیامت وہ کہتے اے ہمارے رب تو نے ہماری طرف کیوں نہ بھیجا کوئی رسول کہ ہم تیری آیتوں پر چلتے قبل اس کے کہ ذلیل ورسوا ہوتے۔"

اس کا جواب اور مشرکین کے اس خیال کا رد کہ وہ کہتے تھے ہم زمانہ کے حوادثات اور انقلاب کے منتظر ہیں جب مسلمانوں پر وہ آئیں گے تو اپنے آپ ہی ان کا قصہ ختم ہو جائے گا۔ اس کے جواب میں ارشاد ہوا کہ جیسے تم انتظار کر رہے ہو مسلمان بھی منتظر ہیں اس دن تمہیں معلوم ہو جائے گا کہ کون راہ راست پر ہے اور ہدایت یافتہ۔ چنانچہ ارشاد ہے:

"قُلْ كُلٌّ مُّتَرَبِّصٌ فَتَرَبَّصُوا ۖ فَسَتَعْلَمُونَ مَنْ أَصْحَابُ الصِّرَاطِ السَّوِيِّ وَمَنِ اهْتَدَىٰ۔ فرما دیجئے سب منتظر ہیں تو تم بھی انتظار کرو۔" تربص کے معنی انتظار کے ہیں۔ "تو عنقریب جان لو گے کہ کون اہل صراط مستقیم ہیں اور کون گمراہی سے ہدایت کی طرف آیا۔

حکم الٰہی عزوجل نافذ ہونے کی دیر ہے جب قیامت قائم ہو جائے گی تو سب کھل جائے گا اور تمہیں کہنا پڑے گا يَا لَيْتَنَا أَطَعْنَا اللَّهَ وَأَطَعْنَا الرَّسُولَا۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ عَلٰى اِحْسَانِهٖ

سولہواں پارہ پایہ تکمیل کو پہنچا

اللہ تعالیٰ اپنے پیارے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقے اپنی بارگاہ میں قبول فرمائے۔ آمین۔ بحرمت نبی الامین صلی اللہ علیہ وسلم

فقیر قادری

امین الحسنات سید خلیل احمد قادری الاشرفی

پارہ نمبر ۱۷

سورۂ اَنبِیَاء

اس سورۂ مبارکہ میں ایک سو بارہ آیات ہیں اور سات رکوع اور ایک ہزار ایک سو چھیاسی کلمے اور چار ہزار آٹھ سو نوے حرف ہیں۔

بامحاورہ ترجمہ پہلا رکوع - سورۂ انبیاء - پ ۱۷

اِقْتَرَبَ لِلنَّاسِ حِسَابُهُمْ وَ هُمْ فِيْ غَفْلَةٍ مُّعْرِضُوْنَ ۝۱

نزدیک ہے لوگوں کا حساب اور وہ غفلت میں منہ پھیرے ہوئے ہیں

مَا يَاْتِيْهِمْ مِّنْ ذِكْرٍ مِّنْ رَّبِّهِمْ مُّحْدَثٍ اِلَّا اسْتَمَعُوْهُ وَ هُمْ يَلْعَبُوْنَ ۝۲

نہیں آتی ان کے پاس کوئی نصیحت ان کے رب کی طرف سے مگر اسے سنتے ہیں کھیل بناتے

لَاهِيَةً قُلُوْبُهُمْ ؕ وَ اَسَرُّوا النَّجْوَى ۖ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا ۖ هَلْ هٰذَاۤ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ ۚ اَفَتَاْتُوْنَ السِّحْرَ وَ اَنْتُمْ تُبْصِرُوْنَ ۝۳

ان کے دل لہو ولعب میں ہیں اور خفیہ مشوروں میں یہ ظالم کہتے ہیں کیا ہیں یہ مگر تم ہی جیسے بشر تو کیا جادو کی طرف دیدہ ودانستہ جاتے ہو

قٰلَ رَبِّيْ يَعْلَمُ الْقَوْلَ فِي السَّمَآءِ وَ الْاَرْضِ ۫ وَ هُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ۝۴

نبی نے فرمایا میرا رب جانتا ہے ہر بات کو آسمان اور زمین میں اور وہ سننے والا جاننے والا ہے

بَلْ قَالُوْۤا اَضْغَاثُ اَحْلَامٍۭ بَلِ افْتَرٰىهُ بَلْ هُوَ شَاعِرٌ ۚۖ فَلْيَاْتِنَا بِاٰيَةٍ كَمَاۤ اُرْسِلَ الْاَوَّلُوْنَ ۝۵

بلکہ بولے پریشان خواب ہیں بلکہ محض وہ گھڑنت ہیں بلکہ وہ شاعر ہے تو لائے ہمارے پاس کوئی نشانی جیسے پہلے رسول لائے

مَاۤ اٰمَنَتْ قَبْلَهُمْ مِّنْ قَرْيَةٍ اَهْلَكْنٰهَا ۚ اَفَهُمْ يُؤْمِنُوْنَ ۝۶

نہیں ایمان لائی ان سے پہلے کوئی بستی جسے ہم نے ہلاک کیا تو کیا یہ ایمان لائیں گے

وَ مَاۤ اَرْسَلْنَا قَبْلَكَ اِلَّا رِجَالًا نُّوْحِيْۤ اِلَيْهِمْ فَسْـَٔلُوْۤا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ۝۷

اور نہیں بھیجے ہم نے آپ سے پہلے مگر مرد جسے وحی کی ہم نے ان کی طرف تو پوچھ لو علم والوں سے اگر تم خود نہیں جانتے

وَ مَا جَعَلْنٰهُمْ جَسَدًا لَّا يَاْكُلُوْنَ الطَّعَامَ وَ مَا كَانُوْا خٰلِدِيْنَ ۝۸

اور نہیں کیا ہم نے انہیں خالی بدن کہ نہ کھائیں کھانا اور نہ رہے وہ دنیا میں ہمیشہ

ثُمَّ صَدَقْنٰهُمُ الْوَعْدَ فَاَنْجَيْنٰهُمْ وَ مَنْ نَّشَآءُ وَ اَهْلَكْنَا الْمُسْرِفِيْنَ ۝۹

پھر ہم نے سچا کر دکھایا وعدہ تو انہیں نجات دی اور جسے چاہا ہم نے اور ہلاک کیا ہم نے حد سے بڑھنے والوں کو

لَقَدْ اَنْزَلْنَاۤ اِلَيْكُمْ كِتٰبًا فِيْهِ ذِكْرُكُمْ ؕ اَفَلَا

بے شک نازل کیا ہم نے تمہاری طرف قرآن کریم جس

تَعْقِلُوْنَ ۝۱۰ میں تمہارے لئے نصیحت ہے تو کیا تمہیں عقل نہیں

حل لغات رکوع اول۔سورۂ انبیاء۔پ ۱۷

اِقْتَرَبَ۔قریب آگیا لِلنَّاسِ۔لوگوں کے لئے حِسَابُهُمْ۔ان کا حساب وَهُمْ۔اور وہ
فِيْ غَفْلَةٍ۔غفلت میں مُّعْرِضُوْنَ۔منہ پھیرنے والے ہیں مَا۔نہیں
يَاْتِيْهِمْ۔آتا ان کے پاس مِّنْ ذِكْرٍ۔کوئی ذکر مِّنْ رَّبِّهِمْ۔ان کے رب سے
مُّحْدَثٍ۔نیا اِلَّا۔مگر اسْتَمَعُوْهُ۔سنتے ہیں وہ اس کو
وَهُمْ۔اور وہ يَلْعَبُوْنَ۔کھیلتے ہیں لَاهِيَةً۔کھیلتے ہیں قُلُوْبُهُمْ۔ان کے دل
وَاَسَرُّوا۔اور چھپایا النَّجْوَى۔مشورہ الَّذِيْنَ۔انہوں نے ظَلَمُوْا۔جو ظالم ہیں
هَلْ هٰذَآ۔نہیں یہ اِلَّا۔مگر بَشَرٌ۔آدمی ہے مِّثْلُكُمْ۔تمہارے جیسا
اَفَتَاْتُوْنَ۔کیا آتے ہو تم السِّحْرَ۔جادو کو وَاَنْتُمْ۔اور تم تُبْصِرُوْنَ۔دیکھتے ہو
قٰلَ۔فرمایا رَبِّيْ۔میرا رب يَعْلَمُ۔جانتا ہے الْقَوْلَ۔بات
فِي السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ۔آسمان اور زمین میں وَهُوَ۔اور وہ ہے السَّمِيْعُ۔سننے والا
الْعَلِيْمُ۔جاننے والا بَلْ۔بلکہ قَالُوْٓا۔بولے اَضْغَاثُ۔پریشان
اَحْلَامٍ۔خیال ہیں بَلِ۔بلکہ افْتَرٰىهُ۔بنالایا ہے اس کو بَلْ۔بلکہ
هُوَ۔وہ شَاعِرٌ۔شاعر ہے فَلْيَاْتِنَا۔چاہئے کہ لائے بِاٰيَةٍ۔کوئی نشانی
كَمَآ۔جیسے اُرْسِلَ۔بھیجے گئے الْاَوَّلُوْنَ۔پہلے مَآ۔نہ
اٰمَنَتْ۔ایمان لائی قَبْلَهُمْ۔ان سے پہلے مِّنْ قَرْيَةٍ۔کوئی بستی اَهْلَكْنٰهَا۔جو ہلاک کیا ہم
نے اس کو اَفَهُمْ۔کیا وہ يُؤْمِنُوْنَ۔ایمان لائیں گے وَمَآ۔اور نہیں
اَرْسَلْنَا۔بھیجا ہم نے قَبْلَكَ۔تجھ سے پہلے اِلَّا۔مگر رِجَالًا۔مردوں کو
نُّوْحِيْٓ۔وحی کرتے ہم اِلَيْهِمْ۔ان کی طرف فَسْئَلُوْٓا۔تو پوچھو اَهْلَ الذِّكْرِ۔علم والوں سے
اِنْ۔اگر كُنْتُمْ۔ہو تم لَا تَعْلَمُوْنَ۔نہ جانتے وَمَا۔اور نہ
جَعَلْنٰهُمْ۔بنایا ہم نے ان کو جَسَدًا۔وجود کہ لَّا يَاْكُلُوْنَ۔نہ کھاتے ہوں الطَّعَامَ۔کھانا
وَمَا۔اور نہ كَانُوْا۔ہوئے وہ خٰلِدِيْنَ۔ہمیشہ رہنے والے ثُمَّ۔پھر
صَدَقْنٰهُمُ۔سچا کردیا ہم نے ان سے الْوَعْدَ۔وعدہ فَاَنْجَيْنٰهُمْ۔پھر نجات دی ہم
نے ان کو وَمَنْ۔اور جسے نَّشَآءُ۔چاہا ہم نے وَاَهْلَكْنَا۔اور ہلاک کیا
ہم نے الْمُسْرِفِيْنَ۔زیادتی کرنے والوں کو لَقَدْ۔بے شک
اَنْزَلْنَآ۔اتاری ہم نے اِلَيْكُمْ۔تمہاری طرف كِتٰبًا۔کتاب فِيْهِ۔اس میں ہے

ذِكْرُكُمْ۔ تمہارا ذکر اَفَلَا۔ کیا نہیں تَعْقِلُوْنَ۔ سمجھتے تم

مختصر خلاصہ تفسیر رکوع اول۔ سورۂ انبیاء۔ پ ۱۷

13B

اس سورۂ مبارکہ میں بیشتر توحید و نبوت اور عالم آخرت کا بیان ہے اور انبیاء کرام علیہم السلام کے عبرت ناک تذکرے ہیں اور نافرمان اُمتوں کا انجام دکھایا ہے۔ بروز قیامت بارگاہ قاضی حقیقی میں حساب دینے کی حاضری کا تذکرہ ہے چنانچہ ارشاد ہے:

"اِقْتَرَبَ لِلنَّاسِ حِسَابُهُمْ وَ هُمْ فِيْ غَفْلَةٍ مُّعْرِضُوْنَ ۝ مَا يَاْتِيْهِمْ مِّنْ ذِكْرٍ مِّنْ رَّبِّهِمْ مُّحْدَثٍ اِلَّا اسْتَمَعُوْهُ وَ هُمْ يَلْعَبُوْنَ ۝ لَاهِيَةً قُلُوْبُهُمْ ؕ وَ اَسَرُّوا النَّجْوَى ۖ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا ۖ هَلْ هٰذَاۤ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ ۚ اَفَتَاْتُوْنَ السِّحْرَ وَ اَنْتُمْ تُبْصِرُوْنَ۔ نزدیک ہے لوگوں کا حساب اور وہ غفلت میں منہ پھیرے ہوئے ہیں۔ نہیں آتی ان کے پاس کوئی نصیحت ان کے رب کی طرف سے مگر اسے سنتے ہیں کھیل بناتے ہوئے۔ ان کے دل لہو ولعب میں ہیں اور خفیہ مشورہ میں ظالم کہتے ہیں کیا یہ ہیں مگر ہمارے جیسے بشر تو کیا جادو کی طرف دیدہ و دانستہ جاتے ہو۔"

حساب اعمال کا وقت قیامت کو ہے اور اسے بایں اعتبار قریب بتایا کہ ہر آنے والی چیز دن بدن قریب ہوتی جاتی ہے اور جانے والی دن بدن بعید ہوتی ہے۔

مَا اَقْرَبَ مَا هُوَ اٰتٍ وَمَا اَبْعَدَ مَا هُوَ فَاتٍ

شان نزول آیہ کریمہ یہ ہے کہ منکرین بعث مرنے کے بعد زندہ ہو کر اٹھنا نہیں مانتے تھے اس لئے اقترب گزرے ہوئے زمانہ کے اعتبار سے فرمایا اس لئے کہ آنے والا دن قریب ہوتا جاتا ہے اس سے عبرت حاصل کرنی چاہئے اور آنے والے وقت کے لئے کچھ تیاری کرنی لازمی ہے مگر مشرکین ہیں کہ احکام سن کر مذاق بناتے ہیں ان کے دل کھیل میں منہمک ہیں۔

"وَ اَسَرُّوا النَّجْوَى ۖ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا ۖ۔ ظالموں نے آپس میں خفیہ مشورت کی اور بولے۔"

"هَلْ هٰذَاۤ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ ۚ۔ یہ کون ہے ایک تمہیں جیسے بشر ہیں۔"

اس مشورت کو مخفی رکھنے میں کافی مبالغہ کیا گیا۔ مگر اللہ تعالیٰ نے ان کا راز فاش کر دیا کہ وہ حبیب کے متعلق کہتے ہیں کہ یہ بشر نہیں تو کیا ہیں اور یہ مشرکوں کا ایک طریقہ تھا کہ لوگوں کے دل میں یہ بات جما دیتے کہ وہ تم جیسے ہی بشر ہیں ان پر ایمان لانا کیا معنی رکھتا ہے۔

لیکن یہ بات مشرکین علانیہ کہتے ڈرتے تھے۔

آج وہ دور ہے کہ بشریت مصطفیٰ کو موضوع تقریر بنا کر علانیہ کہتے ہیں کہ ہمارے جیسے بشر ہیں۔

حالانکہ حقیقت بھی یہی ہے کہ بشریت بغیر نبوت کسی جن وغیرہ کو نہیں ملتی۔ مگر یہ کہنا کہ ہمارے جیسے بشر ہیں یہ جہالت خالص ہے۔ اگر ہر بشر مورد وحی اور مہبط جبریل علیہ السلام ہو سکتا ہے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے جیسے بشر ہیں ورنہ نقش و نگار بشریت میں نور ذات حق، ذات مصطفیٰ ہے اور اس سے زائد بحث فضول اور گمراہی ہے۔ جامی کہتے ہیں:

تو جان پاکی سر بسر نے آب و خاک اے نازنیں
واللہ زجاں ہم پاک تر روحی فداک اے نازنیں

"اَفَتَاْتُوْنَ السِّحْرَ وَ اَنْتُمْ تُبْصِرُوْنَ ۝۔ کیا تم جادو کے پاس جاتے ہو دیدہ و دانستہ۔"

یعنی مشرکین زبانی طور پر معجزات وکمالات نبوت کو جادو سے تعبیر کرتے تھے۔ حالانکہ دل میں سمجھتے تھے کہ جو جادو ہے وہ اور ہے اور جو معجزہ ہے اس کی شان اور ہے اور یہ بھی سمجھتے تھے کہ ہمارے کہنے سے لوگ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے منحرف نہیں ہو سکیں گے اور کیسے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات میں اپنی مماثل بشریت کو تسلیم کر سکیں گے۔ یہ خفیہ باتیں انہوں نے کیں اور جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا تو تعجب میں رہ گئے کہ یہ گفتگو حضور صلی اللہ علیہ وسلم تک کیسے پہنچی۔ چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا جواب آگے مذکور ہے۔

"قٰلَ رَبِّیْ یَعْلَمُ الْقَوْلَ فِی السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ ۫ وَهُوَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ۔ نبی نے فرمایا میرا رب جانتا ہے ہر بات کو آسمانوں سے اور زمین سے اور وہ سننے والا جاننے والا ہے۔"

اس سے کچھ مخفی نہیں تم چھپ کر مشورہ کرو یا علانیہ ہر چیز اس پر منکشف ہے۔ اور اس کلام دائمی کا مقابلہ جب نہ کر سکے تو دوسرا حربہ اختیار کیا وہ یہ کہ اس کلام پاک کو پریشان خواب اور من گھڑت بتانے لگے اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو شاعر کہنے لگے اور باوجود براہین ساطعہ قاطعہ دیکھ لینے کے نشان طلب کرنے لگے۔ چنانچہ ارشاد ہے:

"بَلْ قَالُوْۤا اَضْغَاثُ اَحْلَامٍۭ بَلِ افْتَرٰىهُ بَلْ هُوَ شَاعِرٌ ۚۖ فَلْیَاْتِنَا بِاٰیَةٍ كَمَاۤ اُرْسِلَ الْاَوَّلُوْنَ۔ بلکہ بولے پریشان خواب ہیں بلکہ من گھڑت مضمون ہے بلکہ یہ شاعر ہیں تو ہمارے پاس کوئی نشانی لائیں۔ جیسے اگلے رسول لے کر بھیجے گئے۔"

گویا جب قرآن کریم کی بلاغت وفصاحت سے یہ پریشان ہوئے اور ملک کے مایہ ناز بلغاء، فصحاء، خطباء، ادباء اتنے عاجز ومتحیر ہوئے کہ اس کے مقابل دو چار آیتیں بھی اس کے مثل نہ لا سکے تو انہوں نے چند باتیں قرآن کریم کے متعلق گھڑیں۔

اور بولے حضور صلی اللہ علیہ وسلم اسے کلام الٰہی اور وحی سمجھ گئے ہیں درحقیقت یہ دل سے نکالی ہوئی باتیں ہیں جسے پریشان خواب سے زیادہ تعبیر نہیں دی جاسکتی پھر سوچا یہ تو چسپاں نہیں ہوتی اس پر لوگ کہہ دیں گے تم بھی دل سے اتار کر لاؤ تو یہ الزام چھوڑ کر کہنے لگے۔

یہ بشر ہیں اور ہمارے جیسے ہیں پھر خیال ہوا کہ ان کی بشریت اپنے مماثل ہم کہیں گے تو لوگ کہیں گے کہ پھر تم ان کے کلام کا مقابلہ کرو اس لئے کہ وہ بھی بشر اور تم بھی بشر ہو چنانچہ اس سے بھی مایوس ہوئے تو پھر بولے کہ یہ شاعر ہے۔

غرضیکہ انواع واقسام کی باتیں بناتے رہے اور خود ہی ان پر قائم نہ رہ سکے اور ایسا حال عموماً کذاب و باطل فرق ضالہ مضلہ کا رہا ہے۔

آخر جب ان تمام پہلوؤں پر خود ہی جم نہ سکے تو آخر میں بولے اچھا پہلے رسولوں کی طرح یہ بھی کوئی نشانی نہیں لاتے حالانکہ یہ ان کا اندھا پن تھا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہزار ہا معجزات انہیں دکھا دیئے۔

شق قمر، سلک شجر، رجعت شمس، ابراء اکمہ، شکستہ ہڈی جوڑنا، کٹا ہاتھ اس کی جگہ واپس کر دینا، امساک باراں میں جل تھل کر دینا، ایک لوٹا پانی سے تمام قافلہ کو انگلیوں سے چشمہ بہا کے سیراب کرنا۔ مری گوہ کا زندہ ہو کر کلمہ پڑھنا، کنکریوں کا ابو جہل کی مٹھی میں کلمہ پڑھنا وغیرہ وغیرہ۔

پھر بھی یہی رٹ لگائے جانا فَلْیَاْتِنَا بِاٰیَةٍ یہ ان کے حسد وحقد اور عداوت وجحد پر ہونے کی باتیں تھیں چنانچہ جواب دیا کہ

مَآ اٰمَنَتْ قَبْلَهُمْ مِّنْ قَرْيَةٍ اَهْلَكْنٰهَا ۚ اَفَهُمْ يُؤْمِنُوْنَ۔ نہیں ایمان لائیں بستیاں ان سے پہلے بھی جنہیں ہم نے ہلاک کیا تو کیا یہ ایمان لے آئیں گے۔''

یعنی ان سے پہلے لوگوں کے پاس نشانیاں آئیں اور وہ پھر بھی ایمان نہ لائے اور تکذیب ہی کرتے رہے آخر ہلاک کر دیئے گئے تو یہ نشانیاں دیکھ کر ایمان لے آئیں گے با آنکہ ان کی سرکشی ان سے بھی زیادہ ہے اس میں ان کے سابقہ بکواسوں کا رد ہے اور بتایا ہے کہ انبیاء کرام کا صورت بشری میں ظہور فرمانا منافی نبوت سے نہیں بلکہ تمام انبیاء کرام صورت بشری میں ہی جلوہ افروز ہوئے ہیں۔

''وَمَآ اَرْسَلْنَا قَبْلَكَ اِلَّا رِجَالًا نُّوْحِيْٓ اِلَيْهِمْ فَسْئَلُوْٓا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ۝ وَمَا جَعَلْنٰهُمْ جَسَدًا لَّا يَاْكُلُوْنَ الطَّعَامَ وَمَا كَانُوْا خٰلِدِيْنَ۔ اور نہیں بھیجے ہم نے تم سے پہلے مگر مرد جنہیں ہم نے وحی فرمائی تو اے (منکرو) علم والوں سے پوچھو اگر تمہیں علم نہیں اور ہم نے انہیں خالی بدن نہ بنایا کہ کھانا نہ کھائیں اور نہ وہ دنیا میں ہمیشہ رہیں۔

اس لئے کہ جاہل ناواقف کو چارہ ہی نہیں کہ واقف سے دریافت کرے اور مرض جہل کا علاج بھی یہی ہے کہ جاننے والے سے سوال کرے اور اس کی تعلیم پر عالم ہو۔

اِفَادَۂ مَزِید

اس آیہ کریمہ سے تقلید کا وجوب ثابت ہوتا ہے اس لئے کہ فَسْئَلُوْٓا امر ہے اور امر وجوبی ہے جو اہل علم سے پوچھنے اور معلوم کرنے کی طرف تکلف کرتا ہے اور فرمایا دریافت کرو کہ اللہ کے رسولوں کا ظہور صورت بشری میں ہوا یا نہیں اس سے تمہارا تردد ختم ہو جائے گا۔ پھر ارشاد ہوا۔

''ثُمَّ صَدَقْنٰهُمُ الْوَعْدَ فَاَنْجَيْنٰهُمْ وَمَنْ نَّشَآءُ وَاَهْلَكْنَا الْمُسْرِفِيْنَ۔ پھر سچا کر دکھایا ہم نے اپنا وعدہ تو نجات دی ہم نے انہیں اور جن کو چاہا اور ہلاک کیا ہم نے حد سے بڑھنے والوں کو۔''

یعنی انبیاء کرام کے ماننے والوں کو نجات دی اور مکذبین کو ہلاک کر دیا۔ آگے قریش کو مخاطب فرما کر ارشاد ہے:

''لَقَدْ اَنْزَلْنَآ اِلَيْكُمْ كِتٰبًا فِيْهِ ذِكْرُكُمْ ۭ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ۔ بے شک ہم نے تمہاری طرف (اے گروہ قریش) وہ کتاب اتاری جس میں تمہارا تذکرہ ہے تو کیا تمہیں عقل نہیں۔''

یعنی اگر عقل رکھتے ہو تو اس پر عمل کرو یہ کتاب تمہاری زبان میں ہے۔

دوسرے پہلو پر یہ معنی ہو سکتے ہیں کہ اس میں تمہارے لئے نصیحت ہے۔

تیسرے یہ معنی بنتے ہیں کہ اس میں تمہارے دینی و دنیوی امور اور ضروریات کا بیان ہے تو عقل سے کام لو اور ایمان لا کر عزت و کرامت اور سعادت حاصل کرو۔

بامحاورہ ترجمہ دوسرا رکوع - سورۂ انبیاء - پ ۱۷

وَكَمْ قَصَمْنَا مِنْ قَرْيَةٍ كَانَتْ ظَالِمَةً وَّاَنْشَاْنَا — اور کتنی تباہ کر دیں ہم نے بستیاں کہ وہ زیادتی کرنے والی

بَعْدَهَا قَوْمًا اٰخَرِيْنَ ۝۱۱

تھیں اور پیدا کی ان کے بعد ہم نے دوسری قوم

فَلَمَّآ اَحَسُّوْا بَاْسَنَآ اِذَا هُمْ مِّنْهَا يَرْكُضُوْنَ ۝۱۲

تو جب انہوں نے محسوس کیا ہمارا عذاب جبھی وہ اس سے بھاگنے لگے

لَا تَرْكُضُوْا وَارْجِعُوْٓا اِلٰى مَآ اُتْرِفْتُمْ فِيْهِ وَمَسٰكِنِكُمْ لَعَلَّكُمْ تُسْـَٔلُوْنَ ۝۱۳

نہ بھاگو اور لوٹ آؤ طرف ان آسائشوں کی جو تمہیں دی گئی تھیں اور اپنے مکانوں کی طرف تا کہ تم پوچھے جاؤ

قَالُوْا يٰوَيْلَنَآ اِنَّا كُنَّا ظٰلِمِيْنَ ۝۱۴

بولے اے افسوس ہم ہی تھے ظلم کرنے والے

فَمَا زَالَتْ تِّلْكَ دَعْوٰىهُمْ حَتّٰى جَعَلْنٰهُمْ حَصِيْدًا خٰمِدِيْنَ ۝۱۵

تو وہ اسی حال میں پکارتے رہے حتیٰ کہ ہم نے کردیا انہیں کاٹا ہوا بجھا ہوا

وَمَا خَلَقْنَا السَّمَآءَ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا لٰعِبِيْنَ ۝۱۶

اور نہیں بنایا ہم نے آسمان اور زمین اور جو کچھ اس میں ہے عبث

لَوْ اَرَدْنَآ اَنْ نَّتَّخِذَ لَهْوًا لَّاتَّخَذْنٰهُ مِنْ لَّدُنَّآ ۖ اِنْ كُنَّا فٰعِلِيْنَ ۝۱۷

اگر ہم چاہتے کہ اسے کھیل بنائیں تو بناتے اپنی طرف سے اپنے اختیار سے اگر ہمیں کرنا ہوتا

بَلْ نَقْذِفُ بِالْحَقِّ عَلَى الْبَاطِلِ فَيَدْمَغُهٗ فَاِذَا هُوَ زَاهِقٌ ۭ وَلَكُمُ الْوَيْلُ مِمَّا تَصِفُوْنَ ۝۱۸

بلکہ ہم حق کو باطل پر پھینک مارتے ہیں تو وہ اس کا بھیجا نکال دیتا ہے تو جبھی وہ پٹ کر رہ جاتا ہے اور تمہارے لئے خرابی ہے ان باتوں سے جو بناتے ہو

وَلَهٗ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ وَمَنْ عِنْدَهٗ لَا يَسْتَكْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِهٖ وَلَا يَسْتَحْسِرُوْنَ ۝۱۹

اور اسی کے ہیں جو آسمانوں اور زمین میں ہیں اور جو اس کے پاس والے ہیں اس کی عبادت سے تکبر نہیں کرتے اور نہ تھکیں

يُسَبِّحُوْنَ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ لَا يَفْتُرُوْنَ ۝۲۰

پاکی بولتے ہیں رات دن اور سستی نہیں کرتے

اَمِ اتَّخَذُوْٓا اٰلِهَةً مِّنَ الْاَرْضِ هُمْ يُنْشِرُوْنَ ۝۲۱

کیا انہوں نے بنائے خدا زمین میں کہ وہ کچھ پیدا کریں

لَوْ كَانَ فِيْهِمَآ اٰلِهَةٌ اِلَّا اللّٰهُ لَفَسَدَتَا ۚ فَسُبْحٰنَ اللّٰهِ رَبِّ الْعَرْشِ عَمَّا يَصِفُوْنَ ۝۲۲

اگر ہوتے زمین و آسمان میں خدا اللہ کے سوا تو ضرور وہ تباہ ہوجاتے تو پاکی ہے اللہ کو جو رب عرش ہے ان باتوں سے جو یہ بناتے ہیں

لَا يُسْـَٔلُ عَمَّا يَفْعَلُ وَهُمْ يُسْـَٔلُوْنَ ۝۲۳

اس سے نہیں پوچھا جاتا جو وہ کرے اور ان سے پوچھا جائے گا

اَمِ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهٖٓ اٰلِهَةً ۭ قُلْ هَاتُوْا بُرْهَانَكُمْ ۚ هٰذَا ذِكْرُ مَنْ مَّعِيَ وَذِكْرُ مَنْ قَبْلِيْ ۭ

کیا اس کے سوا اور خدا بنا رکھے ہیں فرما دیجئے لاؤ اپنی دلیل یہ قرآن ذکر ہے میرا معیت والوں کا اور ذکر ان کا

بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ۙ الْحَقَّ فَهُمْ مُّعْرِضُوْنَ ﴿۲۴﴾	جو مجھ سے پہلے ہیں بلکہ اکثر ان میں حق نہیں جانتے تو وہ منحرف ہیں
وَمَاۤ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا نُوْحِیْۤ اِلَيْهِ اَنَّهٗ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّاۤ اَنَا فَاعْبُدُوْنِ ﴿۲۵﴾	اور نہ بھیجا ہم نے تم سے پہلے کوئی رسول مگر وحی فرماتے ہیں اسے کہ میرے سوا کوئی معبود نہیں تو مجھ ہی کو پوجو
وَقَالُوا اتَّخَذَ الرَّحْمٰنُ وَلَدًا سُبْحٰنَهٗ ؕ بَلْ عِبَادٌ مُّكْرَمُوْنَ ﴿۲۶﴾	اور بولے رحمٰن نے بیٹا اختیار کیا پاک وہ بلکہ وہ بندے عزت والے ہیں
لَا يَسْبِقُوْنَهٗ بِالْقَوْلِ وَهُمْ بِاَمْرِهٖ يَعْمَلُوْنَ ﴿۲۷﴾	نہیں سبقت کرتے وہ کسی بات میں اس سے اور وہ اس کے حکم پر عامل ہیں
يَعْلَمُ مَا بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ وَلَا يَشْفَعُوْنَ ۙ اِلَّا لِمَنِ ارْتَضٰى وَهُمْ مِّنْ خَشْيَتِهٖ مُشْفِقُوْنَ ﴿۲۸﴾	وہ جانتا ہے جو ان کے آگے ہے اور جو ان کے پیچھے اور شفاعت نہیں کرتے مگر اس کی جسے وہ پسند کرے اور وہ خائف ہیں اس سے
وَمَنْ يَّقُلْ مِنْهُمْ اِنِّیْۤ اِلٰهٌ مِّنْ دُوْنِهٖ فَذٰلِكَ نَجْزِيْهِ جَهَنَّمَ ؕ كَذٰلِكَ نَجْزِی الظّٰلِمِيْنَ ﴿۲۹﴾	اور جو کہے ان سے میں اللہ ہوں اس کے سوا تو ہم اسے سزا جہنم کی دیں گے ہم ایسی سزا دیتے ہیں ظالموں کو

حل لغات دوسرا رکوع ۔ سورۂ انبیاء ۔ پ ۱۷

وَكَمْ ۔ اور کتنی	قَصَمْنَا ۔ ہلاک کیں ہم نے	مِنْ قَرْيَةٍ ۔ بستیاں	كَانَتْ ۔ جو تھیں
ظَالِمَةً ۔ ظالم	وَّاَنْشَاْنَا ۔ اور پیدا کیں ہم نے		بَعْدَهَا ۔ اس کے بعد
قَوْمًا ۔ قومیں	اٰخَرِيْنَ ۔ دوسری	فَلَمَّاۤ ۔ پھر جب	اَحَسُّوْا ۔ محسوس کیا انہوں نے
بَاْسَنَاۤ ۔ ہمارا عذاب تو	اِذَا ۔ ناگہاں	هُمْ ۔ وہ	مِّنْهَا ۔ اس سے
يَرْكُضُوْنَ ۔ بھاگنے لگے	لَا تَرْكُضُوْا ۔ نہ بھاگو	وَارْجِعُوْۤا ۔ اور لوٹ آؤ	اِلٰى مَاۤ ۔ طرف اس کی جو
اُتْرِفْتُمْ فِيْهِ ۔ دولت دیئے گئے تم	وَمَسٰكِنِكُمْ ۔ اور اپنے گھروں کی طرف		لَعَلَّكُمْ ۔ تاکہ تم
تُسْئَلُوْنَ ۔ پوچھے جاؤ	قَالُوْا ۔ بولے	يٰوَيْلَنَاۤ ۔ اے افسوس	اِنَّا ۔ بے شک
كُنَّا ۔ ہم ہی تھے	ظٰلِمِيْنَ ۔ ظالم	فَمَا زَالَتْ ۔ تو ہمیشہ رہی	تِلْكَ ۔ یہ
دَعْوٰىهُمْ ۔ ان کی پکار	حَتّٰى ۔ یہاں تک کہ	جَعَلْنٰهُمْ ۔ کردیا ہم نے ان کو	حَصِيْدًا ۔ کٹے ہوئے
خٰمِدِيْنَ ۔ بجھے ہوئے	وَمَا ۔ اور نہیں	خَلَقْنَا ۔ پیدا کیا ہم نے	السَّمَآءَ ۔ آسمان کو
وَالْاَرْضَ ۔ اور زمین کو	وَمَا ۔ اور جو	بَيْنَهُمَا ۔ ان کے درمیان ہے	لٰعِبِيْنَ ۔ کھیل
لَوْ ۔ اگر	اَرَدْنَاۤ ۔ چاہتے ہم	اَنْ ۔ یہ کہ	نَّتَّخِذَ ۔ بنائیں ہم
لَهْوًا ۔ کھیل	لَّاتَّخَذْنٰهُ ۔ تو بناتے ہم اس کو	مِنْ لَّدُنَّاۤ ۔ اپنی طرف سے	اِنْ ۔ بے شک

كُنَّا۔ہم ہیں فٰعِلِيْنَ۔کرنے والے بَلْ۔بلکہ نَقْذِفُ۔ڈالتے ہیں ہم

بِالْحَقِّ۔حق کو عَلَى۔اوپر الْبَاطِلِ۔باطل کے فَيَدْمَغُهٗ۔تو وہ اس کا بھیجا

نکال دیتا ہے فَاِذَا۔تو ناگہاں هُوَ۔وہ زَاهِقٌ۔برباد ہو جاتا ہے

وَلَكُمُ۔اور تم پر الْوَيْلُ۔افسوس ہے مِمَّا۔اس سے جو تَصِفُوْنَ۔تم بیان کرتے ہو

وَلَهٗ۔اور اسی کا ہے مَنْ۔جو فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ۔آسمانوں اور زمین میں ہے

وَمَنْ۔اور جو عِنْدَهٗ۔اس کے پاس ہیں لَا يَسْتَكْبِرُوْنَ۔نہیں تکبر کرتے

عَنْ عِبَادَتِهٖ۔اس کی عبادت سے وَلَا۔اور نہیں يَسْتَحْسِرُوْنَ۔تھکتے

يُسَبِّحُوْنَ۔تسبیح بیان کرتے ہیں الَّيْلَ۔رات وَالنَّهَارَ۔اور دن

لَا يَفْتُرُوْنَ۔نہیں کمی کرتے اَمِ۔کیا اتَّخَذُوْٓا۔بنائے انہوں نے

اٰلِهَةً۔خدا دوسرا مِّنَ الْاَرْضِ۔زمین سے هُمْ۔کہ وہ يُنْشِرُوْنَ۔پیدا کرتے ہیں

لَوْ كَانَ۔اگر ہوتے فِيْهِمَآ۔ان میں اٰلِهَةٌ۔خدا دو اِلَّا۔سوائے

اللّٰهُ۔اللہ کے لَفَسَدَتَا۔تو بگڑ جاتے فَسُبْحٰنَ۔تو پاک ہے اللّٰهِ۔اللہ

رَبِّ۔رب الْعَرْشِ۔عرش کا عَمَّا۔اس سے جو يَصِفُوْنَ۔بیان کرتے ہیں

لَا يُسْئَلُ۔نہیں پوچھا جاتا عَمَّا۔اس سے جو يَفْعَلُ۔کرتا ہے وَهُمْ۔اور وہ

يُسْئَلُوْنَ۔پوچھے جائیں گے اَمِ۔کیا اتَّخَذُوْا۔بنائے انہوں نے مِنْ دُوْنِهٖٓ۔اس کے سوا

اٰلِهَةً۔خدا قُلْ۔کہہ هَاتُوْا۔تو لے آؤ بُرْهَانَكُمْ۔اپنی دلیل

هٰذَا۔یہ ذِكْرُ۔ذکر ہے مَنْ۔ان کا جو مَّعِيَ۔میرے ساتھ ہیں

وَذِكْرُ۔اور ذکر ہے مَنْ قَبْلِيْ۔ان کا جو مجھ سے پہلے ہیں بَلْ۔بلکہ

اَكْثَرُهُمْ۔اکثر ان کے لَا يَعْلَمُوْنَ۔نہیں جانتے الْحَقَّ۔حق کو فَهُمْ۔تو وہ

مُّعْرِضُوْنَ۔منہ پھیرتے ہیں وَمَآ۔اور نہیں اَرْسَلْنَا۔بھیجا ہم نے مِنْ قَبْلِكَ۔تجھ سے پہلے

مِنْ رَّسُوْلٍ۔کوئی رسول اِلَّا۔مگر نُوْحِيْٓ۔وحی کرتے ہم اِلَيْهِ۔اسی کی طرف

اَنَّهٗ۔کہ بے شک لَآ اِلٰهَ۔نہیں کوئی معبود اِلَّآ اَنَا۔مگر میں فَاعْبُدُوْنِ۔تو عبادت کرو

میری وَقَالُوا اتَّخَذَ۔اور بولے بنالی الرَّحْمٰنُ۔رحمٰن نے

وَلَدًا۔اولاد سُبْحٰنَهٗ۔پاک ہے وہ بَلْ۔بلکہ عِبَادٌ۔بندے ہیں

مُّكْرَمُوْنَ۔عزت والے لَا يَسْبِقُوْنَهٗ۔نہیں آگے بڑھتے اس سے بِالْقَوْلِ۔بات میں

وَهُمْ۔اور وہ بِاَمْرِهٖ۔اس کے حکم کی يَعْمَلُوْنَ۔تعمیل کرتے ہیں يَعْلَمُ۔جانتا ہے

مَا۔جو بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ۔ان کے آگے ہے وَمَا۔اور جو

خَلْفَهُمْ۔ان کے پیچھے ہے وَلَا۔اور نہیں يَشْفَعُوْنَ۔سفارش کرتے اِلَّا۔مگر

لِمَنِ۔ اس کی جسے ارْتَضٰی۔ وہ پسند کرے وَهُمْ۔ اور وہ مِّنْ خَشْيَتِهٖ۔ اس کے ڈر سے مُشْفِقُوْنَ۔ خوفزدہ ہیں وَمَنْ۔ اور جو يَّقُلْ۔ کہے

مِنْهُمْ۔ ان میں سے کہ اِنِّیْٓ۔ میں اِلٰهٌ۔ خدا ہوں مِّنْ دُوْنِهٖ۔ اس کے سوا

فَذٰلِكَ۔ تو یہ نَجْزِيْهِ۔ بدلہ دیں گے ہم اسے جَهَنَّمَ۔ جہنم کا

كَذٰلِكَ۔ اسی طرح نَجْزِی۔ بدلہ دیتے ہیں ہم الظّٰلِمِيْنَ۔ ظالموں کو

خلاصہ تفسیر دوسرا رکوع۔ سورۂ انبیاء۔ پ ۱۷

وَكَمْ قَصَمْنَا۔ تفسیر کشاف میں ہے کہ قصم اس طرح توڑنے کو کہتے ہیں کہ ریزہ ریزہ ہو جائے بخلاف کسر و قضم کے کہ وہ محض توڑنے کے معنی دیتا ہے۔

پہلے رکوع میں ارشاد ہوا تھا کہ ہم نے مسرفین کو ہلاک کر دیا اب پھر اس کی تشریح فرمائی گئی کہ وہ مسرفین کون تھے اور ان کی عادت واطوار کیا تھے اور وہ کس طرح ہلاک ہوئے۔

تا کہ مشرکین کو معلوم ہو جائے کہ وہ انہیں کی طرح کافر و بدکار تھے۔

اور یہ سمجھ سکیں کہ جیسے ان پر عذاب آیا اور جیسے وہ ہلاک ہوئے ان پر بھی وہی آنا ہے لہٰذا یہ ڈریں۔

چنانچہ ارشاد ہوا۔

وَكَمْ قَصَمْنَا مِنْ قَرْيَةٍ۔ ہم نے بہت سے شہر اور آبادیاں برباد و ہلاک کر دیں جن کے رہنے والے ظالم اور بدکار تھے اور ان کی جگہ دوسری نئی قوم آباد کر دی۔

چنانچہ جب یہ غارت ہونے والی قوم نے عذاب آتا محسوس کیا اور انبیاء کرام نے جو علامتیں بیان فرمائی تھیں وہ نظر آنے لگیں تو وہ اس سے بھاگنے کے لئے تیار ہوئے۔

اُرْكُضْ۔ عربی میں ایڑ لگانے کو کہتے ہیں جیسے حضرت ایوب علیہ السلام کو اُرْكُضْ بِرِجْلِكَ فرمایا تھا کہ اپنے پائے اقدس سے ایڑ لگائیں۔

تو جب انہیں عذاب آتا نظر آیا تو اپنی سواریوں پر سوار ہو کر انہیں ایڑ مار کر اپنے شہر و دیار و مساکن اور سامان عیش سب چھوڑ کر بھاگے۔

یارکض سے مراد ان کا بسرعت بھاگنا بیان کیا گیا ہے تو ارشاد ہوا اور فرشتہ عذاب نے کہا:

لَا تَرْكُضُوْا۔ بھاگتے کیوں ہو اب تم بچ نہیں سکتے لہٰذا وَارْجِعُوْٓا اِلٰى مَآ اُتْرِفْتُمْ فِيْهِ وَمَسٰكِنِكُمْ لَعَلَّكُمْ تُسْـَٔلُوْنَ ﴿۱۳﴾۔ اپنے مساکن و باغات اور نعمتوں کی طرف ہی واپس لوٹو جہاں تمہارے زن و فرزند اور محبوب عورتیں ہیں۔ جہاں تمہاری عیاشی اور رنگ رلیاں منانے کے اڈے ہیں تا کہ تم ان تمام چیزوں کو بچشم حسرت دیکھو اور اس حسرت اور مان کی دنیا میں جان دو۔

چنانچہ ارشاد ہے: فَمَا زَالَتْ تِّلْكَ دَعْوٰىهُمْ حَتّٰى جَعَلْنٰهُمْ حَصِيْدًا خٰمِدِيْنَ تو وہ ایسی حالت میں پکار رہے تھے کہ ہلاک ہو گئے۔ اس وقت پکار کیا رہے تھے اسے فرمایا کہ وہ کہہ رہے تھے اِنَّا كُنَّا ظٰلِمِيْنَ۔ اے افسوس ہم ظالم تھے۔

لیکن اب ان کا پکارنا بیکار تھا آخرش بولتے اور پکارتے پکارتے ہلاک ہو گئے۔

دَعْوٰىهُمْ۔ دعویٰ مصدر ہے یعنی الدعوۃ پکارنا جیسے اہل جنت کی شان میں بھی فرمایا وَ اٰخِرُ دَعْوَاهُمْ اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ۔

حَصِيْدًا۔ کٹی ہوئی کھیتی کو کہتے ہیں۔ یعنی محصود

اور خٰمِدِيْنَ۔ الخمود بجھنا۔

یعنی ان کو ہم نے ایسا کر دیا جیسے کھیتی کٹی ہوئی یا انہیں بجھا دیا جب آگ لگ چکی ہو تو خاک بجھادی جاتی ہے۔

خلاصہ یہ کہ انہیں ایسا برباد کر دیا کہ گویا تھے ہی نہیں۔

اس بستی کے متعلق جس کا ذکر اس رکوع میں ہے مفسرین کے مختلف اقوال ہیں۔

ایک قول ہے کہ حضور اور سحول یمن کے دوشہر تھے جہاں کا کپڑا نہایت اعلیٰ مشہور تھا، اس پر عذاب آیا۔

ایک قول ہے کہ ملک شام میں سدوم وغیرہ قوم لوط کی بستیاں مراد ہیں۔

علامہ آلوسی رحمہ اللہ فرماتے ہیں اَخْرَجَ ابْنُ الْمُنْذِرِ وَغَيْرُهُ عَنِ الْكَلْبِيِّ اَنَّهَا حُضُوْرُ قَرْيَةٌ بِالْيَمَنِ۔ وَ اَخْرَجَ ابْنُ مَرْدَوَيْهِ مِنْ طَرِيْقِهٖ عَنْ اَبِيْ صَالِحٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّهٗ قَالَ بَعَثَ اللّٰهُ تَعَالٰى نَبِيًّا مِنْ حِمْيَرَ يُقَالُ لَهٗ شُعَيْبٌ۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت شعیب علیہ السلام کو قوم حمیر پر مبعوث فرمایا۔ جس بستی میں یہ تشریف لائے اس کا نام حضور تھا وہاں کے رہنے والے عرب تھے انہوں نے اپنے نبی کی تکذیب کی حتیٰ کہ ایک شخص نے بڑھ کر انہیں قتل کر دیا تو اللہ تعالیٰ نے ان پر بخت نصر بابلی کو مسلط کیا اس نے انہیں قتل کیا اور گرفتار کیا حتیٰ کہ ان کا کوئی آدمی اور ان کے اسباب عشرت کا کچھ باقی نہ رہا تو یہ بستی چھوڑ کر بھاگے تو ملائکہ علیہم السلام نے ان سے بطور طنز کہا لَا تَرْكُضُوْا وَارْجِعُوْٓا اِلٰى مَآ اُتْرِفْتُمْ فِيْهِ وَمَسٰكِنِكُمْ لَعَلَّكُمْ تُسْـَٔلُوْنَ ﴿۱۳﴾۔

پھر ارشاد ہے وَمَا خَلَقْنَا السَّمَآءَ وَالْاَرْضَ۔ مشرکین اور ان کے حمایتیوں کا یہ خیال تھا کہ انسان اور دیگر چیزیں آپ ہی پیدا ہوتی ہیں اور آپ ہی مٹ جاتی ہیں خدا کو انسان کے نیک وبد سے کیا غرض اور بعثت انبیاء کی اسے کیا حاجت۔

پھر جو کوئی قوم یا شہر برباد ہوا یا ہوتا ہے اس میں گناہ وثواب کو کیا دخل یہ سب اسباب ارضی وسماوی سے ہے اس کا جواب دیا گیا کہ آسمان وزمین اور ان کے اندر کی کائنات از خود تو پیدا ہو ہی نہیں سکتی بلکہ سب کے لئے ایک علت وسبب ہوتا ہے اور اس کی بحث کرتے کرتے بہر حال آخری مرحلہ میں پہنچ کر اللہ تعالیٰ کو ماننا پڑے گا۔ چنانچہ فرمایا کہ

جب ان سب کے ہم خالق ہیں تو باوجود اس علم وحکمت کے ہم نے ان چیزوں کو عبث اور بیکار تو پیدا کیا ہی نہیں بلکہ ہر مخلوق سے ایک غایت مطلوب ہے پھر جن اشیاء کو فی الجملہ اس غایت اور کمال کو حاصل کرنے کا اختیار بھی دیا گیا ہے۔

پھر وہ اختیار جو ملا ہے اسے کام میں نہ لائیں۔ جیسے خلقت انسانی کا مقصد وحید معرفت حق اور عبادت ودیگر مصالح ہیں جیسے صاف فرمادیا گیا وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ۔

تو جب مقصد تخلیق کی طرف التفات نہ کریں گے تو نکمے کہلائیں گے اور نکمی چیز کا جو حشر ہوتا ہے وہ اس کا بھی ہونا ضروری

ہے جیسے سرسبز وشاداب درخت کا مقصد تخلیق نزہت اور سایہ اور ہوا ہے اگر یہ خشک ہو کر پتے گرادے تو اس کا کاٹنا ضروری ہو جاتا ہے تا کہ اس کی جگہ دوسری شاخ پیدا ہو اور یہی فلسفہ وَ یَسْتَبْدِلْ قَوْمًا غَیْرَكُمْ کا ہے۔ اور یہی مطلب وَّ اَنْشَاْنَا بَعْدَهَا قَوْمًا اٰخَرِیْنَ کا ہے۔

اور ہر اسباب ارضی وسماوی وہ بھی سب ہمارے ہاتھ میں ہیں۔ اسباب کا پیدا کرنا ہمارا ہی کام ہے۔ خواہ وہ بربادی و ہلاکت کے لئے ہوں خواہ سعادت کے لئے۔ اس لئے کہ ہم خالق کل مالک کل اور رازق کل ہیں۔

اگر ہمیں دنیا پیدا کرنے سے کھیل تماشہ دکھانا ہی منظور ہوتا تو لَّاتَّخَذْنٰهُ مِنْ لَّدُنَّاۤ تو ہم ہی اپنی طرف سے کرتے اس لئے کہ مجردات اور نورانیات جو ہمارے اسرار ربوبیت کا نمونہ ہیں کیا کم تھیں۔ بلکہ انبیاء ورسل بھیجنے سے ہماری حکمت ہی یہ تھی کہ توہمات باطلہ عاطلہ مٹیں اور حق غالب آئے۔ چنانچہ اس مضمون کو ایک خاص خوبی سے ادا فرمایا کہ باطل کو مٹی کے خام برتن سے تشبیہ دی اور حق کو سخت پتھر سے کہ جب اسے اس برتن پر پھینک ماریں تو وہ فوراً ٹوٹ کر ریزہ ریزہ ہو جاتا ہے اور حق غالب آجاتا ہے چنانچہ فرمایا بَلْ نَقْذِفُ بِالْحَقِّ عَلَى الْبَاطِلِ فَیَدْمَغُهٗ فَاِذَا هُوَ زَاهِقٌ۔

اور اے منکرو مشرکو! وَلَكُمُ الْوَیْلُ مِمَّا تَصِفُوْنَ تم جو کہتے پھرتے ہو اس سے تمہیں خرابی ہے۔ وہ بیانات مشرکین کیا تھے یہ کہ فرشتے خداعزوجل کی بیٹیاں ہیں اور عیسیٰ علیہ السلام خداعزوجل کے بیٹے حضرت عزیر علیہ السلام کے متعلق یہود کا واہمہ تھا کہ وہ بھی خدا کے بیٹے ہیں اس کا ابطال فرمایا گیا چنانچہ ارشاد ہوا:

وَلَهٗ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ۔ زمین وآسمان میں جو کچھ بھی ہے اسی کی ملک ہے پھر اسے بیٹے کی کیا حاجت ہے اور جو اس کے پاس یعنی ملائکہ ہیں تو وہ خود رات دن ہماری عبادت کرتے ہیں، تھکتے نہیں اور تکبر بھی نہیں کرتے پھر اس کی بیٹیاں کیونکر ہیں۔

وہ تو ایسے جہل مرکب ہیں کہ زمین کی اشیاء کو انہوں نے خدا بنا لیا ہے اَمِ اتَّخَذُوْۤا اٰلِهَةً مِّنَ الْاَرْضِ هُمْ یُنْشِرُوْنَ۔ لیکن ان سے یہ بھی تو کوئی پوچھے کہ جنہیں خدا بنا رکھا ہے کیا وہ کسی کو زندہ کر سکے یا وہ کر سکتے ہیں۔

اس کے بعد صاف دلیل بیان فرمائی جسے اصولی برہان قاطع کہتے ہیں۔

لَوْ كَانَ فِیْهِمَاۤ اٰلِهَةٌ اِلَّا اللّٰهُ لَفَسَدَتَا۔ اگر اللہ کے سوا آسمان وزمین میں دو خدا ہوتے تو آپس میں جھگڑ کر فنا ہو جاتے اور نہ آسمان رہتے نہ زمین۔ فَسُبْحٰنَ اللّٰهِ رَبِّ الْعَرْشِ عَمَّا یَصِفُوْنَ۔ پس اللہ تعالیٰ کے وجہ کریم کو پاکی ہے جو رب عرش مجید ہے جسے کوئی پوچھ نہیں سکتا کہ کیا کر رہا ہے اور وہ پوچھے گا۔ وہ مذموم باتوں سے پاک ہے۔ آگے ارشاد ہوتا ہے: لَا یُسْئَلُ عَمَّا یَفْعَلُ وَهُمْ یُسْئَلُوْنَ۔ اس سے نہیں پوچھا جاتا جو وہ کرے اور ان سے پوچھا جائے گا۔ اَمِ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهٖۤ اٰلِهَةً۔ کیا انہوں نے اللہ تعالیٰ کے سوا اور معبود بنا رکھے ہیں۔ اس کا رد اس طرح پر فرمایا۔

قُلْ هَاتُوْا بُرْهَانَكُمْ۔ فرما دیجئے لاؤ تم اپنی کوئی دلیل اور اگر کوئی دلیل نہیں تو مان لو کہ یہ تمہارا او ہم اور فاسد خیال ہے۔

دوسرا رد اس طرح کیا هٰذَا ذِكْرُ مَنْ مَّعِیَ وَذِكْرُ مَنْ قَبْلِیْ کہ اگر تمہارے پاس دلیل عقلی نہیں ہے تو نقل پیش کرو۔ نقلی دلیل کتاب الٰہی ہے جو یہ ہے اور اس میں میری معیت والوں کا ذکر ہے اور جو مجھ سے پہلے گزرے ان کا تذکرہ ہے تم بھی اگر لاسکتے ہو تو لاؤ۔

موجودہ کتاب قرآن کریم ہے اور مجھ سے پہلے لوگوں کا تذکرہ توریت، انجیل، زبور اور صحف انبیاء میں سے کسی میں بھی اپنے معبودوں کا حال سنا دو۔

بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ۙ الْحَقَّ فَهُمْ مُّعْرِضُوْنَ۔ اکثر ان کے وہ ہیں جو حق کو نہیں جانتے اور منحرف ہوتے پھر رہے ہیں۔

وَمَاۤ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا نُوْحِیْۤ اِلَیْهِ اَنَّهٗ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّاۤ اَنَا فَاعْبُدُوْنِ۔ اے محبوب آپ سے پہلے جس قدر انبیاء ہم نے بھیجے ہیں سب کی طرف یہی وحی کی گئی کہ میرے سوا کوئی معبود نہیں ہے تو میری ہی عبادت کرو۔

عرب میں قبیلہ خزاعہ کے لوگ یہ عقیدہ رکھتے تھے کہ فرشتے اللہ تعالیٰ کی معاذ اللہ بیٹیاں ہیں۔ چنانچہ فرمایا:

وَقَالُوا اتَّخَذَ الرَّحْمٰنُ وَلَدًا سُبْحٰنَهٗ۔ مشرکین کہتے ہیں کہ اللہ نے بیٹا بنا لیا پاک ہے وہ ایسی باتوں سے۔ بَلْ عِبَادٌ مُّكْرَمُوْنَ۔ البتہ جنہیں خدا کی اولاد کہتے ہیں وہ عزت والے بندے ہیں مگر حکم کے اتنے پابند ہیں کہ

لَا يَسْبِقُوْنَهٗ بِالْقَوْلِ وَهُمْ بِاَمْرِهٖ يَعْمَلُوْنَ۔ اپنی طرف سے جملہ بھی نہیں کہتے جو حکم ملتا ہے اس پر عمل کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ ان کے آگے پیچھے کو جانتا ہے اور وہ شفاعت بھی اس کی کریں گے جس کے حق میں اللہ تعالیٰ کی مرضی پائیں گے۔

وَهُمْ مِّنْ خَشْيَتِهٖ مُشْفِقُوْنَ۔ اور وہ اس کے جلال سے خائف رہتے ہیں اور جو کہے میں خدا ہوں اللہ کے سوا تو اسے جہنم کی سزا دی جائے گی اور ہم ہر ظالم و مشرک کو ایسی ہی سزا دیتے ہیں۔

مختصر تفسیر اردو دوسرا رکوع - سورۂ انبیاء - پ ۱۷

''وَكَمْ قَصَمْنَا مِنْ قَرْيَةٍ كَانَتْ ظَالِمَةً وَّاَنْشَاْنَا بَعْدَهَا قَوْمًا اٰخَرِيْنَ۔ اور کتنی بستیاں ہم نے توڑ پھوڑ دیں کہ وہ ظالم و مشرک تھیں اور پیدا کی ہم نے ان کے بعد دوسری قوم۔''

اس آیہ کریمہ کا شان نزول یہ ہے جو علامہ آلوسی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

وَ فِي الْبَحْرِ اَنَّ هٰؤُلَاءِ كَانُوا بِحَضُوْرَ وَاِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى بَعَثَ اِلَيْهِمْ نَبِيًّا فَقَتَلُوْهُ فَسَلَّطَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ بُخْتَنَصَرَ كَمَا سَلَّطَ عَلَى اَهْلِ بَيْتِ الْمُقَدَّسِ بَعَثَ اِلَيْهِمْ جَيْشًا فَهَزَمُوْهُ ثُمَّ بَعَثَ اِلَيْهِمْ اٰخَرَ فَهَزَمُوْهُ فَخَرَجَ اِلَيْهِمْ بِنَفْسِهٖ فَهَزَمَهُمْ وَقَتَلَهُمْ۔

وَ عَنْ بَعْضِهِمْ اَنَّهٗ كَانَ اِسْمُ هٰذَا النَّبِيِّ مُوْسٰى بْنَ مِيْشَا۔

وَعَنِ ابْنِ وَهْبٍ اَنَّ الْاٰيَةَ فِيْ قَرْيَتَيْنِ بِالْيَمَنِ اِحْدَاهُمَا حَضُوْرُ وَالْاٰخَرُ قِلَابَةٌ بَطَرَ اَهْلُهَا فَاَهْلَكَهُمُ اللّٰهُ تَعَالٰى عَلٰى يَدِ بُخْتَ نَصَرَ۔

یہ لوگ قریہ حضور کے تھے ان میں اللہ تعالیٰ نے نبی مبعوث فرمایا ان سرکشوں نے انہیں شہید کر دیا تو اللہ تعالیٰ نے ان پر بخت نصر بابلی کو مسلط کیا جیسے اہل بیت المقدس پر مسلط کیا تھا۔

بخت نصر نے ان پر ایک لشکر بھیجا انہوں نے اسے بھگا دیا پھر دوسرا بھیجا اسے بھی بھگا دیا پھر خود بخت نصر بابلی لشکر لے کر ان پر آیا تو انہیں بھگایا اور قتل کیا۔

بعض روایتوں میں یہ ہے کہ یہ نبی موسیٰ بن میشا علیہ السلام تھے۔

ابن وہب رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ یہ آیت دو قریوں کے حق میں نازل ہوئی جو یمن میں تھے ایک کا نام حضور اور دوسری کا نام قلابہ تھا یہاں کے لوگ نہایت بدچلن آوارہ ہو گئے تھے تو اللہ تعالیٰ نے انہیں بخت نصر بابلی کے ہاتھوں ہلاک کیا۔

ایک روایت ابن منذر وغیرہ میں کلبی سے ہے کہ اِنَّهَا حَضُوْرُ قَرْيَةٌ بِالْيَمَنِ۔ یہ قریہ یمن میں تھا اس کا نام حضور تھا۔

وَاَخْرَجَ ابْنُ مَرْدَوَيْهِ مِنْ طَرِيْقِهِ عَنْ اَبِيْ صَالِحٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّهُ قَالَ بَعَثَ اللّٰهُ تَعَالٰى نَبِيًّا مِنْ حِمْيَرَ يُقَالُ لَهُ شُعَيْبٌ فَوَثَبَ اِلَيْهِ عَبْدٌ فَضَرَبَهُ بِعَصًا فَسَارَ اِلَيْهِمْ بُخْت نَصر فَقَاتَلَهُمْ فَقَتَلَهُمْ حَتّٰى لَمْ يَبْقَ مِنْهُمْ شَيْءٌ وَ فِيْهِمْ اَنْزَلَ اللّٰهُ تَعَالٰى وَكَمْ قَصَمْنَا الاٰيَة۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حمیر سے ایک نبی مبعوث فرمائے جن کا نام شعیب تھا تو ایک غلام ان کے مقابل آ کودا اور اس نے اپنی لاٹھی سے انہیں شہید کر ڈالا۔

تو ان پر بخت نصر بابلی نے چڑھائی کی اور مقاتلہ کیا حتیٰ کہ مارتے مارتے ان میں سے کچھ نہ چھوڑا انہیں کے حق میں وَ كَمْ قَصَمْنَا آیہ کریمہ نازل ہوئی۔

وَالْقَوْلُ بِاَنَّهَا مِنْ قَبِيْلِ قَوْلِكَ كَمْ اَخَذْتُ مِنْ دَرَاهِمِ زَيْدٍ۔

جیسے کہا جائے كَمْ اَخَذْتُ مِنْ دَرَاهِمِ زَيْدٍ جس کے معنی یہ ہوتے ہیں کہ کتنے درہم زید نے لے لئے۔ وَكَمْ قَصَمْنَا اسی قبیل سے ہے۔

وَّاَنْشَاْنَا بَعْدَهَا قَوْمًا اٰخَرِيْنَ اَيْ لَيْسُوْا مِنْهُمْ فِيْ شَيْءٍ تَنْبِيْهٌ عَلٰى اِسْتِيْصَالِ الْاَوَّلِيْنَ۔ اور پیدا کی ہے ان کے بعد دوسری قوم یعنی ان میں سے استیصال کے بعد کچھ نہ رہا اس کے بعد دوسری نئی قوم پیدا کی۔ اب اس کی تفصیل بیان فرمائی جاتی ہے۔

"فَلَمَّاۤ اَحَسُّوْا بَاْسَنَاۤ اِذَا هُمْ مِّنْهَا يَرْكُضُوْنَ۔ تو جب محسوس کیا انہوں نے ہمارا عذاب۔"

"وَالْاِحْسَاسُ الْاِدْرَاكُ بِالْحَاسَّةِ اَيْ فَلَمَّا اَدْرَكُوْا بِحَاسَّتِهِمْ عَذَابَنَا الشَّدِيْدَ۔ احساس ادراک بالحاستہ کو کہتے ہیں یعنی جب انہوں نے اپنی حس میں پالیا ہمارا سخت عذاب۔"

"اِذَا هُمْ مِّنْهَا يَرْكُضُوْنَ۔ تو وہ اچانک بھاگنے لگے اس قریہ سے۔"

وَ رَكَضَ مِنْ بَابِ قَتَلَ بِمَعْنٰى ضَرْبِ الدَّابَّةِ بِرِجْلِهٖ وَ هُوَ مُتَعَدٍّ بِمِنْ وَقَدْ يَرِدُ لَازِمًا كَرَكَضَ الْفَرَسُ بِمَعْنٰى جَرٰى - رَكَضَ الْفَرَسَ۔ گھوڑے کو ایڑ لگانے کے وقت بولتے ہیں۔

وَالرَّكْضُ هٰهُنَا كِنَايَةٌ عَنِ الْهَرَبِ اَيْ فَاِذَا هُمْ يَهْرَبُوْنَ مُسْرِعِيْنَ رَاكِضِيْنَ دَوَابَّهُمْ۔ رکض یہاں بھاگنے کے معنی میں ہیں یعنی وہ جلدی جلدی ایڑ لگا کر اپنی سواریاں دوڑا رہے تھے۔ تو ان کی اس حالت پر ملائکہ عذاب نے بر سبیل استہزاء کہا:

"لَا تَرْكُضُوْا وَارْجِعُوْۤا اِلٰى مَاۤ اُتْرِفْتُمْ فِيْهِ وَ مَسٰكِنِكُمْ لَعَلَّكُمْ تُسْئَلُوْنَ۔ اے ظالمو اب نہ بھاگو لوٹ آؤ اپنے تلذذ و نعمت کی طرف۔"

اُتْرِفْتُمْ کے معنی کثرت نعمت کے ہیں یعنی اپنے عیش و آرام کی جگہ چھوڑ کر نہ بھاگو اور ان گھروں کو چھوڑ کر کہاں جا

رہے ہو جن پر تم فخر کرتے تھے۔شاید تم سے تمہاری اماکن ومساکن اور نعمت ودولت حسین عورت محبوب فرزندوزن کے متعلق پوچھا جائے تو وہ یہی کہتے ہوئے بھاگے۔

"قَالُوْا یٰوَیْلَنَاۤ اِنَّا كُنَّا ظٰلِمِیْنَ۔ بولے ہائے افسوس ہم ہی ظالم تھے۔"

اَیْ بِاٰیَاتِ اللّٰهِ مُسْتَوْجِبِیْنَ لِلْعَذَابِ۔اللہ کی آیتوں کے انکار سے مستوجب عذاب ہو گئے۔

"فَمَا زَالَتْ تِّلْكَ دَعْوٰىهُمْ حَتّٰى جَعَلْنٰهُمْ حَصِیْدًا خٰمِدِیْنَ۔تو وہ پکارتے ہی رہے اور ان کے پکارتے حصید وخامد ہو گئے۔"

حَصِیْدٌ بِمَنْزِلَةِ النَّبَاتِ الْمَحْصُوْدِ۔گویا کاٹے ہوئے کھیت کا چارہ بن کر رہ گئے۔

یا خٰمِدِیْنَ۔آگ لگنے کے بعد جب اس کی راکھ ٹھنڈی ہو جاتی ہے ایسے وہ ہو گئے۔

صاحب کشاف رحمہ اللہ کہتے ہیں اَیْ جَعَلْنَاهُمْ مِثْلَ الْحَصِیْدِ كَمَا تَقُوْلُ جَعَلْنَاهُمْ رَمَادًا اَیْ مِثْلَ الرَّمَادِ۔یعنی وہ حصید کی طرح کٹے ہوئے چارہ کی شکل یا راکھ کی صورت ہو گئے۔

"وَمَا خَلَقْنَا السَّمَآءَ وَالْاَرْضَ وَمَا بَیْنَهُمَا لٰعِبِیْنَ۔اور نہیں پیدا کئے ہم نے آسمان اور زمین اور جو کچھ ان میں ہے عبث اور کھیل۔"

اَیْ مَا سَوَّیْنَا هٰذَا السَّقْفَ الْمَرْفُوْعَ وَهٰذَا الْمِهَادَ الْمَوْضُوْعَ وَمَا بَیْنَهُمَا مِنْ اَصْنَافِ الْخَلَائِقِ مَنْعُوْتَةً بِضُرُوْبِ الْبَدَائِعِ وَالْعَجَائِبِ الَّتِیْ تُسَوِّی الْجَبَابِرَةُ سُقُوْفَهُمْ وَ فُرُشَهُمْ وَ سَائِرَ ذَخَارِفِهِمْ اللَّهْوَ وَاللَّعِبَ وَاِنَّمَا سَوَّیْنَاهَا لِلْفَوَائِدِ الدِّیْنِیَّةِ وَالْحِكَمِ الرَّبَّانِیَّةِ كَاَنَّ تَكُوْنُ سَبَبًا لِلْاِعْتِبَارِ وَدَلِیْلًا لِلْمَعْرِفَةِ مَعَ مَنَافِعِ لَا تُحْصٰی وَ حِكَمٍ تُسْتَقْصٰی۔

آلوسی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ آیہ کریمہ کا مفہوم یہ ہے کہ ہم نے یہ بلند چھت اور بچھونا زمین کا اور جو کچھ اس میں انواع واقسام کی مخلوق ہے جس میں ہمارے بدائع صنائع اور عجائبات ہیں یہ سب ہم نے فضول اور عبث نہیں بنائے جیسے جابر حکام اور کجکلاہ حکمران، بیکار بلند چھتیں اور انواع واقسام کے فرش فروش اور اسباب عیش وعشرت بناتے ہیں جن کا فائدہ سوالہو لعب کچھ نہیں ہوتا۔

ہم نے جو کچھ بنایا ہے وہ فوائد دینیہ کے لئے اور ان سے حکمت ربانیہ کے سمجھنے کے لئے بنایا ہے تاکہ ان تمام مکونات سے عبرت ہو اور یہ سب دلیل معرفت الٰہی ہوں اور ان سے بے گنتی بے شمار منافع حاصل ہوں اور ان سے حکمتیں بے شمار نظر آئیں۔

وَ حَاصِلُهٗ مَا خَلَقْنَا ذَالِكَ خَالِیًا عَنِ الْحِكَمِ وَالْمَصَالِحِ۔خلاصہ یہ ہے کہ ہم نے یہ جو کچھ بنایا ہے یہ حکم وعبر اور مصالح سے خالی نہیں ہے۔

"لَوْ اَرَدْنَاۤ اَنْ نَّتَّخِذَ لَهْوًا لَّاتَّخَذْنٰهُ مِنْ لَّدُنَّاۤ اِنْ كُنَّا فٰعِلِیْنَ۔اگر ہم چاہتے کوئی بہلاوا اور کھیل تو اپنے پاس سے اختیار کرتے اگر ہمیں کرنا ہوتا۔"

وَ جَعَلَ حَاصِلَ الْمَعْنٰی اَنَّا لَوْ اَرَدْنَا ذَالِكَ لَا تَّخَذْنَا فَاِنَّا قَادِرُوْنَ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ اِلَّا اَنَّا لَمْ نُرِدْهُ لِاَنَّ الْحِكْمَةَ صَارِفَةٌ عَنْهُ۔خلاصہ یہ کہ ہم اس پر بھی قادر تھے اگر چاہتے تو ایسا بھی کر سکتے تھے کہ سب کچھ لہو ولعب ہی ہو

مگر ہماری مشیت کا ہرگز یہ اقتضا نہیں اس لئے کہ عبث اور فضول حکمت الٰہی کے خلاف ہے اس واسطے کہ فِعْلُ الْحَكِيْمِ لَايَخْلُوْ عَنِ الْحِكْمَةِ۔ حکیم مطلق کا کوئی فعل خالی از حکمت نہیں ہوتا۔

گویا تحت قدرت الٰہی عزوجل یہ بھی ہے کہ وہ لہو پیدا کر دے۔ قاضی بیضاوی رحمۃ اللہ علیہ نے اسی وجہ میں فرمایا اِنَّ اِتِّخَاذَا اللَّهْوِ دَاخِلٌ تَحْتَ الْقُدْرَةِ۔

لیکن متکلمین نے فرمایا اِنَّهٗ مُمْتَنِعٌ عَلَيْهِ تَعَالٰى اِمْتِنَاعًا ذَاتِيًّا وَالْمُمْتَنِعُ لَا يُصْلِحُ مُتَعَلِّقًا لِلْقُدْرَةِ۔ یعنی لہو ولعب بنابریں اعتبار خلق وخالق خیر والشر ہے اور باعتبار فعل اس کا ہر فعل حکمت سے خالی نہیں اور جو فعل متعلق بہ حکمت ہو وہ لہو ولعب نہیں ہوسکتا۔ اور لہو ولعب کا خالق اللہ تعالیٰ ہے لیکن اس کی ذات سے ممتنع ہے اور ممتنع میں صلاحیت نہیں کہ وہ متعلق قدرت ہو۔

تو اس بیان میں مقصود ان اوہام باطلہ کا رد ہے جو یہود ونصاریٰ کے توہمات میں تھے کہ عزیز ابن اللہ ہیں۔ ملائکہ اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں ہیں۔ مسیح ابن مریم خدا کے بیٹے ہیں اور حضرت مریم خدا کی بیوی ہیں۔ ان سب کا رد اس طرح فرمایا کہ اَللَّهْوُ طَلَبُ التَّرْوِيْحِ عَنِ النَّفْسِ ثُمَّ الْمَرْاَۃُ تُسَمّٰى لَهْوًا وَكَذَا الْوَلَدُ لِاَنَّهٗ يَسْتَرِيْحُ بِكُلٍّ مِّنْهُمَا وَلِهٰذَا يُقَالُ لِاِمْرَاَةِ الرَّجُلِ وَوَلَدِهٖ رَيْحَانَتَاهُ وَالْمَعْنٰى لَوْاَرَدْنَا اَنْ نَّتَّخِذَ اِمْرَاَةً ذَاتَ لَهْوٍ اَوْ وَلَدًا وَاللَّهْوُ لَاتَّخَذْنَا مِنْ لَّدُنَّا اَیْ مِمَّا نَصْطَفِيْهِ وَ نَخْتَارُهٗ مِمَّا نَشَاءُ كَقَوْلِهٖ تَعَالٰى لَوْ اَرَادَ اللّٰهُ اَنْ یَّتَّخِذَ وَلَدًا لَّاصْطَفٰى مِمَّا يَخْلُقُ مَا يَشَآءُ۔

وَقَالَ الْمُفَسِّرُوْنَ اَیْ مِنَ الْحُوْرِ الْعِيْنِ۔

وَ هٰذَا رَدٌّ لِقَوْلِ الْيَهُوْدِ فِیْ عُزَيْرٍ وَقَوْلِ النَّصَارٰى فِی الْمَسِيْحِ وَاُمِّهٖ مِنْ كَوْنِهٖ عَلَيْهِ السَّلَامُ وَلَدًا وَكَوْنُهَا صَاحِبَةً وَ مَعْنٰى مِنْ لَّدُنَّا مِنْ عِنْدِنَا بِحَيْثُ لَا يَجْرِیْ لِاَحَدٍ فِيْهِ تَصَرُّفٌ لِاَنَّ وَلَدَ الرَّجُلِ وَزَوْجَتَهٗ يَكُوْنَانِ عِنْدَهٗ لَاعِنْدَ غَيْرِهٖ اِنْتَهٰى ۔ فَافْهَمْ۔

چنانچہ آگے ارشاد فرمایا:

"بَلْ نَقْذِفُ بِالْحَقِّ عَلَى الْبَاطِلِ فَيَدْمَغُهٗ فَاِذَا هُوَ زَاهِقٌ ؕ وَلَكُمُ الْوَيْلُ مِمَّا تَصِفُوْنَ ﴿۱۸﴾ وَلَهٗ مَنْ فِى السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ وَمَنْ عِنْدَهٗ لَا يَسْتَكْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِهٖ وَلَا يَسْتَحْسِرُوْنَ ﴿۱۹﴾ يُسَبِّحُوْنَ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ لَا يَفْتُرُوْنَ ﴿۲۰﴾ -

بلکہ ہم حق کو باطل پر پھینک مارتے ہیں تو وہ اس کا بھیجا نکال دیتا ہے تو وہ فوراً مٹ جاتا ہے اور تمہارے لئے خرابی ہے ان باتوں سے جو تم بناتے ہو اور اسی کی ملک ہیں جتنے آسمانوں اور زمین میں ہیں اور اس کے پاس والے اس کی عبادت سے تکبر نہیں کرتے اور نہ تھکتے ہیں۔ پاکی بولتے ہیں اس کی صبح وشام اور سستی نہیں کرتے۔"

قَذْف۔ اَصْلُ الْقَذْفِ الرَّمْیُ الْبَعِيْدُ۔ كَمَا قَالَ الرَّاغِبُ وَهُوَ مُسْتَلْزِمٌ لِصَلَابَةِ الرَّمْیِ وَقَدْ اُسْتُعِيْرَ لِلْاِيْرَادِ اَیْ نُوْرِدُ الْحَقَّ عَلَى الْبَاطِلِ۔ قذف کہتے ہیں دور سے مارنے کو۔ راغب رحمہ اللہ کہتے ہیں اس مارنے میں صلابت اور سختی مستلزم ہے اور استعارۃً اس کے معنی وارد کرنے کے لئے گئے یعنی ہم حق وارد کرتے ہیں باطل پر۔

مجاہد رحمہ اللہ کہتے ہیں: اِنَّ الْحَقَّ الْقُرْاٰنُ وَالْبَاطِلَ الشَّیْطَانُ۔ حق قرآن کریم ہے اور باطل شیطان رجیم ہے۔
وَ قِیْلَ اَلْحَقُّ الْحُجَّۃُ وَالْبَاطِلُ شِبْھُھُمْ۔ ایک قول ہے کہ حق حجت الٰہی ہے اور باطل شبہات کفار۔
"فَیَدْمَغُہٗ" اَیْ یَمْحَقُہٗ بِالْکُلِّیَّۃِ کَمَا فَعَلْنَا بِاَھْلِ الْقُرَی الْمُحْکَمَۃِ۔ وَاَصْلُ الدَّمْغِ کَسْرُ الشَّیْءِ الرَّخْوِ الْاَجْوَفِ وَقَدْ اُسْتُعِیْرَ لِلْمَحْقِ۔ یدمغہ کے معنی بالکل مٹانے کے ہیں جیسے اہل قریہ سے ہم نے کہا کہ مٹا دیا۔ اور دمغ محاورہ میں کسی پولی چیز کے توڑنے کو کہتے ہیں اور اس کے استعاری معنے مٹانے کے لئے گئے ہیں۔
"فَاِذَا ھُوَ زَاھِقٌ" اَیْ ذَاھِبٌ بِالْکُلِّیَّۃِ یعنی جانے والا کلیۃً۔
اِذَا۔ فجائیہ ہے بمعنی اچانک۔
"وَلَکُمُ الْوَیْلُ مِمَّا تَصِفُوْنَ" وَعِیْدٌ لِقُرَیْشٍ اَوْ لِجَمِیْعِ الْکُفَّارِ مِنَ الْعَرَبِ۔ یہ قریش یا تمام کفار مکہ کے لئے وعید شدید ہے۔
وَیْلٌ۔ مُسْتَقَرٌّ لَّکُمْ۔ اَلْوَیْلُ الْھِلَاکُ۔ مستقر کفار ویل ہے اور ویل ہلاکت کو کہتے ہیں۔ یعنی اللہ تعالیٰ کے لئے جو ایسی باتیں بناتے ہو جو اس کے لائق نہیں اس کے بدلہ میں تمہیں ہلاکت ہے۔
اور "وَلَہٗ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اور اس کی ملک ہے جو آسمان اور زمین میں ہے۔"
"وَمَنْ عِنْدَہٗ" وَ ھُمُ الْمَلٰئِکَۃُ مُطْلَقًا عَلَیْھِمُ السَّلَامُ۔ اور جو اس کے پاس ہیں۔ اس سے مطلقاً ملائکہ علیہم السلام مراد ہیں۔
اور یہ عندیت شرف ہے نہ کہ عندیت مکان وَالْمُرَادُ بِالْعِنْدِیَّۃِ عِنْدِیَّۃُ الشَّرْفِ لَا عِنْدِیَّۃُ الْمَکَانِ۔
"لَا یَسْتَکْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِہٖ۔ وہ اللہ کی عبادت کے مقابل اپنے کو بڑا نہیں سمجھتے۔"
وَلَا یَسْتَحْسِرُوْنَ۔ اور وہ نہیں تھکتے۔ اَیْ لَا یَکِلُّوْنَ وَلَا یَتْعَبُوْنَ یُقَالُ حَسَرَ الْبَعِیْرُ وَاسْتَحْسَرَ کَلَّ وَ تَعِبَ۔ محاورہ میں بولتے ہیں حَسَرَ الْبَعِیْرُ اونٹ تھک گیا۔
"یُسَبِّحُوْنَ الَّیْلَ وَالنَّھَارَ لَا یَفْتُرُوْنَ۔ تسبیح کرتے ہیں رات دن سستی نہیں کرتے۔"
وَالْمَعْنٰی یُنَزِّھُوْنَ اللّٰہَ تَعَالٰی وَ یُعَظِّمُوْنَہٗ وَ یُمَجِّدُوْنَہٗ فِیْ کُلِّ الْاَوْقَاتِ لَا یَتَخَلَّلُ تَسْبِیْحُھُمْ فَتْرَۃً اَصْلًا بِفَرَاغٍ اَوْ شُغْلٍ اٰخَرَ۔ وہ ملائکہ عظمت شان اور مجد حق ہر آن اور ہر لحہ کرتے ہیں ان کی تسبیح و تہلیل میں زمانہ کا تخلل واقع نہیں ہوتا۔
جیسے عیسیٰ علیہ السلام اور حضور سید انام صلی اللہ علیہ وسلم کے مابین زمانہ فترۃ واقع ہوا یعنی وہ زمانہ جس میں نبی تشریف فرما نہ رہے۔ گویا خالی زمانہ تو لَا یَفْتُرُوْنَ کے معنی یہ ہوئے کہ تسبیح و تہلیل کرتے کرتے وہ سست نہیں ہوتے تو جو سست بھی نہ ہو وہ ترک تسبیح کیسے کر سکتا ہے۔ یعنی ان کی تسبیح و تہلیل ایسی ہے جیسے انسان کا سانس کہ کسی وقت رکتا ہی نہیں۔ اب آگے ارشاد ہے:
"اَمِ اتَّخَذُوْا اٰلِھَۃً مِّنَ الْاَرْضِ ھُمْ یُنْشِرُوْنَ۔ کیا انہوں نے خدا بنالئے زمین سے تو کیا وہ کچھ پیدا بھی کر سکتے ہیں۔"
یعنی مشرکین نے خدا زمین سے بنائے ہیں یعنی جواہر ارضیہ سے یعنی سونے چاندی سے یا پتھروں سے تو کیا وہ کچھ پیدا

بھی کرتے ہیں۔ظاہر ہے جب وہ خود بے جان اور جماد محض ہیں وہ کسی چیز کے آفریدگار کیوں کر ہو سکتے ہیں۔خود بے جان ہو کر کسی کو جان دینا کیوں کر مسلم ہو تو ایسے کو معبود ٹھہرانا کتنا کھلا باطل ہے اللہ عزوجل تو وہی ہو سکتا ہے جو ہر ممکن پر قادر ہو اور جو خود ہی جماد اور بے حس ہو وہ الہ کیونکر ہو سکتا ہے۔

يُنْشِرُوْنَ۔ کے معنی پر قَالَ قُطْرُبُ هُوَ بِمَعْنٰى يَخْلُقُوْنَ وَ يُنْشِرُوْنَ يَبْعَثُوْنَ هُوَ الْمَشْهُوْرُ وَ عَلَيْهِ الْجَمْهُوْرُ۔يُنْشِرُوْنَ کے معنی قطرب کے نزدیک پیدا کرنے کے ہیں اور يَبْعَثُوْنَ مر کر اٹھانے کے معنی مشہور ہیں جس پر جمہور کا اتفاق ہے۔

اس کے بعد اب وہ آیۂ کریمہ بیان ہو رہی ہے جسے ارباب کلام برہان تمانع کہتے ہیں۔

”لَوْ كَانَ فِيْهِمَاۤ اٰلِهَةٌ اِلَّا اللّٰهُ لَفَسَدَتَا ۚ فَسُبْحٰنَ اللّٰهِ رَبِّ الْعَرْشِ عَمَّا يَصِفُوْنَ۔اگر آسمان وزمین میں اللہ کے سوا اور خدا ہوتے تو ضرور وہ تباہ ہو جاتے تو پاکی ہے اللہ عرش کے مالک کو ان صفتوں سے جو مشرک بیان کرتے ہیں۔

آلوسی رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔اِبْطَالٌ لِتَعَدُّدِ الْاِلٰهِ۔وَ ضَمِيْرُ فِيْهِمَا لِلسَّمَآءِ وَالْاَرْضِ وَالْمُرَادُ بِهِمَا الْعَالَمُ كُلُّهٗ عَلْوِيَّةٌ وَ سِفْلِيَّةٌ۔اس آیۂ کریمہ میں تعدد الہ کا ابطال ہے اور ضمیر ”فِيْهِمَا“ جو ہے وہ آسمان اور زمین کے لئے ہے اور اس سے تمام عالم مراد ہے علوی ہو یا سفلی۔

علامہ طیبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں اِنَّهٗ ظَرْفٌ لَا لِاٰلِهَةٍ عَلٰى حَدِّ قَوْلِهٖ تَعَالٰى وَهُوَ الَّذِيْ فِي السَّمَآءِ اِلٰهٌ وَّفِي الْاَرْضِ اِلٰهٌ وَقَوْلُهٗ سُبْحٰنَهٗ وَهُوَ اللّٰهُ فِي السَّمٰوٰتِ وَفِي الْاَرْضِ۔اس میں آسمان وزمین فرما کر ظرف قرار دیا ایک الہ کے لئے جیسے فرمایا وہ ذات وہ ہے کہ آسمان کا بھی خدا ہے اور زمین کا بھی خدا ہے۔

اور فرمایا وہ اللہ وہ ہے کہ آسمانوں اور زمین میں ایک خدا ہے۔

اور شرح مقاصد میں اس کی تشریح یوں کی گئی:

وَهٰذَا الْبُرْهَانُ يُسَمّٰى بُرْهَانُ التَّمَانُعِ وَاِلَيْهِ الْاِشَارَةُ بِقَوْلِهٖ تَعَالٰى لَوْ كَانَ فِيْهِمَاۤ اٰلِهَةٌ اِلَّا اللّٰهُ۔اس آیۂ کریمہ کو برہان تمانع کے نام سے موسوم کیا گیا اور اسی طرف اشارہ ہے لَوْ كَانَ فِيْهِمَاۤ اٰلِهَةٌ اِلَّا اللّٰهُ لَفَسَدَتَا میں۔

تو اس کی تقریر اس طرح ہے اِنَّهٗ لَوْ تَعَدَّدَتِ الْاِلٰهُ لَكَانَ بَيْنَهُمَا التَّنَازُعُ وَالتَّغَالُبُ۔اس لئے کہ اگر خدا سے وہ خدا مراد لئے جائیں جن کے بت پرست معتقد ہیں تو فساد عالم کا لزوم ظاہر ہے کیونکہ وہ جمادات ہیں اور تدبیر عالم پر اصلاً قدرت نہیں رکھتے۔

اور اگر تعمیم کی جائے تو بھی لزوم فساد یقینی ہے کیونکہ اگر دو خدا فرض کئے جائیں تو وہ دو حال سے خالی نہیں ہوں گے۔

یا وہ دونوں متفق ہوں گے۔

یا مختلف۔

اگر دونوں شے واحد پر متفق ہوئے تو لازم آئے گا کہ ایک چیز دونوں کے مقدور میں ہو اور دونوں کی قدرت سے ظہور میں آئے اور یہ محال ہے۔

اور اگر مختلف ہوئے تو ایک شے کے متعلق دونوں کے ارادے یا معاً واقع ہوں گے بلکہ ایک ہی وقت میں موجود و معدوم ہو جائیں گے۔ اس لئے کہ ایک وجود کی طرف ہوگا تو دوسرا عدم کی طرف تو بنانے والا بنائے گا اور بگاڑنے والا اسی بنی ہوئی کو مٹائے گا تو لَفَسَدَتَا۔ لازمی طور پر فساد ہوگا۔

14ا

یا دونوں کے ارادے واقع نہ ہوں اور شے نہ موجود ہو نہ معدوم۔

یا ایک کا ارادہ واقع ہو دوسرے کا واقع نہ ہو یہ تمام صورتیں محال ہیں۔

تو ثابت ہوا کہ دونوں کے ماننے کے بعد فساد بہر تقدیر لازم ہے۔

اور یہ توحید کا نہایت قوی برہان ہے۔

اس بحث کو روح المعانی اور تفسیر کبیر میں نہایت بسط سے بیان کیا ہے اور آئمہ کلام کی کتابوں میں وضاحت سے یہ بحث کی گئی ہے۔ یہاں ہم نے ناظرین کے ذہن کے محدود ہونے کو ملحوظ رکھ کر انتشار کے خوف سے اختصار کو ہی مناسب تصور کیا۔

فَسُبْحٰنَ اللّٰهِ رَبِّ الْعَرْشِ عَمَّا يَصِفُوْنَ۔ اَیْ نَزِّهُوْهُ اَكْمَلَ تَنْزِيْهٍ عَنْ اَنْ يَكُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ تَعَالٰى اٰلِهَةٌ كَمَا يَزْعُمُوْنَ۔ کامل تنزیہ ہے اس واجب الوجود کو اس کے سوا دوسرے خدا ہونے سے۔

"لَا يُسْـَٔلُ عَمَّا يَفْعَلُ وَهُمْ يُسْـَٔلُوْنَ۔ وہ ایسا قادر و مختار ہے کہ اس سے کوئی نہیں پوچھ سکتا جو چاہے کرے اور ان کے بنائے ہوئے خدا پوچھے جائیں گے۔"

حتیٰ کہ مسیح علیہ السلام سے سوال ہوگا ءَاَنْتَ قُلْتَ لِلنَّاسِ اتَّخِذُوْنِيْ وَاُمِّيَ اِلٰهَيْنِ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ تو آپ علی الفور بارگاہ حق میں تبری عرض کریں گے۔

اور جو مالک حقیقی ہے اس سے سوال کرنے والا کون ہوسکتا ہے وہ جسے چاہے عزت دے جسے چاہے ذلت دے جسے چاہے سعید کرے جسے چاہے شقی وہ سب پر مختار اور حاکم ہے اس پر کوئی مختار اور حاکم نہیں جو اس سے پوچھ سکے۔

اسی بنا پر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيَظْلِمَهُمْ وَلٰكِنْ كَانُوْٓا اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا فَمَنْ وَجَدَ خَيْرًا فَلْيَحْمَدِ اللّٰهَ وَمَنْ وَجَدَ غَيْرَ ذَالِكَ فَلَا يَلُوْمَنَّ اِلَّا نَفْسَهٗ۔ جو تم میں سے بھلائی پائے اسے چاہئے کہ اللہ تعالیٰ کا شکر کرے اور جو اس کے خلاف پائے تو وہ اپنے نفس ہی کو ملامت کرے۔

"اَمِ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهٖٓ اٰلِهَةً ۭ قُلْ هَاتُوْا بُرْهَانَكُمْ۔ کیا اللہ کے سوا اور خدا بنا رکھے ہیں فرما دیجئے لاؤ اپنی دلیل۔"

یہ بطریق استفہام توبیخاً فرمایا کہ اللہ کے سوا انہوں نے اور خدا بنا رکھے ہیں تو اے حبیب آپ ان مشرکین سے فرمائیں کہ تم اپنے ان باطل دعوؤں پر کوئی دلیل دے کر حجت قائم کرو خواہ وہ عقلی دلیل ہو یا نقلی لیکن تم اچھی طرح جانتے ہو کہ تمہارے پاس نہ دلیل عقلی ہے نہ نقلی۔

اس لئے کہ براہین عقلیہ تمہارے ابطال میں ہیں اور نقلی یوں نہیں کہ تمام کتب سماویہ میں توحید الٰہی کا بیان ہے اور سب میں شرک کے ابطال پر دلائل موجود ہیں۔

"هٰذَا ذِكْرُ مَنْ مَّعِيَ وَذِكْرُ مَنْ قَبْلِيْ ۭ بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ۙ الْحَقَّ فَهُمْ مُّعْرِضُوْنَ۔ یہ قرآن ذکر ہے میرے معیت والوں کا اور مجھ سے پہلوں کا تذکرہ بلکہ اکثر ان کے حق کو نہیں جانتے اور وہ منحرف ہیں۔"

معیت والوں سے مراد حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی امت ہے قرآن کریم میں اس کا ذکر اس طرح ہے کہ انہیں اس اطاعت کا کیا اجر ملے گا اور انحراف و نافرمانی پر کیا سزا ملے گی۔ اور ذِكْرُ مَنْ قَبْلِيْ سے مراد انبیاء سابقہ کی امتوں کا حال ہے کہ ان کے ساتھ دنیا میں کیا ہوا اور آخرت میں کیا کیا جائے گا۔

اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ الْحَقَّ۔ سے مراد احکام و آیات پر غور و تامل نہ کرنا ہے اور انحراف سے مراد ایمان نہ لانا ہے جو ان کے لئے لازمی تھا۔

علامہ آلوسی رحمہ اللہ روح المعانی میں فرماتے ہیں جو ہمارے مضمون کا مؤید ہے۔

هَاتُوْا بُرْهَانَكُمْ۔ عَلٰى مَا تَدَّعُوْنَهٗ مِنْ جِهَةِ الْعَقْلِ الصَّرِيْحِ اَوِ النَّقْلِ الصَّحِيْحِ فَاِنَّهٗ لَا يُصِحُّ الْقَوْلُ بِمِثْلِ ذَالِكَ مِنْ غَيْرِ دَلِيْلٍ۔

هٰذَا ذِكْرُ مَنْ مَّعِيَ وَذِكْرُ مَنْ قَبْلِيْ اِنَارَةٌ لِبُرْهَانِهٖ وَاِشَارَةٌ اِلٰى اَنَّهٗ مِمَّا نَطَقَتْ بِهِ الْكُتُبُ الْاِلٰهِيَّةُ قَاطِبَةً۔

اَىْ هٰذَا الْوَحْىُ الْوَارِدُ فِىْ شَاْنِ التَّوْحِيْدِ الْمُتَضَمِّنُ لِلْبُرْهَانِ الْقَاطِعِ ذِكْرَ اُمَّتِىْ وَ عِظَتَهُمْ وَذِكْرَ الْاُمَمِ السَّالِفَةِ فَاَقِيْمُوْا اَنْتُمْ اَيْضًا بُرْهَانَكُمْ۔

پھر آگے مزید وضاحت فرماتے ہیں۔

وَ قِيْلَ الْمُرَادُ بِالذِّكْرِ الْكِتَابُ اَىْ هٰذَا كِتَابٌ اُنْزِلَ عَلٰى اُمَّتِىْ وَهٰذَا كِتَابٌ اُنْزِلَ عَلٰى اُمَمِ الْاَنْبِيَاءِ عَلَيْهِمُ السَّلَامُ مِنَ الْكُتُبِ الثَّلَاثَةِ وَالصُّحُفِ فَرَاجِعُوْهَا وَانْظُرُوْا هَلْ فِىْ وَاحِدٍ مِنْهَا غَيْرَ الْاَمْرِ بِالتَّوْحِيْدِ وَالنَّهْىِ عَنِ الْاِشْرَاكِ فَفِيْهِ بِتَكْذِيْبِهِمْ۔

"وَقَالُوا اتَّخَذَ الرَّحْمٰنُ وَلَدًا سُبْحٰنَهٗ"

اَخْرَجَ ابْنُ الْمُنْذِرِ وَابْنُ اَبِىْ حَاتِمٍ عَنْ قَتَادَةَ قَالَتِ الْيَهُوْدُ اِنَّ اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ صَاهَرَ الْجِنَّ فَكَانَتْ مِنْهُمُ الْمَلٰئِكَةُ۔

وَالْاٰيَةُ مُشْنِعَةٌ عَلٰى كُلِّ مَنْ نَسَبَ اِلَيْهِ سُبْحَانَهٗ ذَالِكَ كَالنَّصَارٰى الْقَائِلِيْنَ عِيْسَى ابْنُ اللّٰهِ وَالْيَهُوْدِ الْقَائِلِيْنَ عُزَيْرُ ابْنُ اللّٰهِ تَعَالَى اللّٰهِ عَمَّا يَقُوْلُوْنَ عُلُوًّا كَبِيْرًا۔

اب آگے جو آیتیں آ رہی ہیں یہ بنی خزاعہ کے متعلق ہیں جو ملائکہ کو خدا کی بیٹیاں کہتے تھے۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

"وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا نُوْحِيْٓ اِلَيْهِ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنَا فَاعْبُدُوْنِ ﴿۲۵﴾ وَقَالُوا اتَّخَذَ الرَّحْمٰنُ وَلَدًا سُبْحٰنَهٗ ؕ بَلْ عِبَادٌ مُّكْرَمُوْنَ ﴿۲۶﴾ لَا يَسْبِقُوْنَهٗ بِالْقَوْلِ وَهُمْ بِاَمْرِهٖ يَعْمَلُوْنَ ﴿۲۷﴾۔

اور نہیں بھیجا ہم نے تم سے پہلے کوئی رسول مگر ہم نے اسے وحی کی کہ نہیں کوئی سوا میرے تو مجھی کو پوجو۔ اور مشرک بولے رحمٰن نے بیٹا اختیار کیا پاک ہے ایسی باتوں سے بلکہ بندے ہیں عزت والے۔ نہیں سبقت کرتے اس سے کسی بات میں اور وہ اسی کے حکم پر کاربند ہیں۔"

سابقہ انبیاء کرام میں اور عزیر و عیسیٰ تمام انبیاء علیہم السلام کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے توحید کی وحی آئی۔ ان جاہلوں نے انہیں

خداعزوجل کا بیٹا اور ملائکہ علیہم السلام کوخدا کی بیٹیاں قرار دیا اس کا رد فرمایا کہ بیٹا بیٹی سے اللہ تعالیٰ کی ذات منزہ اور مبرا ہے۔ البتہ جنہیں یہ اللہ کا بیٹا کہہ کراپنی عاقبت خراب کررہے ہیں وہ اللہ کے مقرب بندے اور اس کے مطیع ہیں کہ جو کچھ انہوں نے کیا اور جو کچھ آئندہ کریں گے وہ حکم الٰہی کے ماتحت ہوا تھا اور ہوگا۔اور ذات واجب تعالیٰ شانہ علام الغیوب اس شان سے ہے کہ

''یَعْلَمُ مَا بَیْنَ اَیْدِیْهِمْ وَ مَا خَلْفَهُمْ وَ لَا یَشْفَعُوْنَ ۙ اِلَّا لِمَنِ ارْتَضٰى وَ هُمْ مِّنْ خَشْیَتِهٖ مُشْفِقُوْنَ۔ وہ جانتا ہے جوان کے آگے ہے اور جوان کے پیچھے ہے اور وہ سفارش بھی نہیں کرتے مگر اس کے لئے جسے اللہ تعالیٰ پسند فرمائے اور وہ سب اس کے خوف سے ڈر رہے ہیں۔''

یعنی انبیاء کرام اگرچہ شفاعت کے منصب پر ہیں لیکن اطاعت الٰہی عزوجل میں اتنے جھکے ہوئے ہیں کہ بلا رضاء حق کسی کے لئے شفاعت وسفارش کی بھی جرأت نہیں کرتے اور اس کے جباری وقہاری کی شان سے وہ خائف رہتے ہیں۔

''وَ مَنْ یَّقُلْ مِنْهُمْ اِنِّیْۤ اِلٰهٌ مِّنْ دُوْنِهٖ فَذٰلِكَ نَجْزِیْهِ جَهَنَّمَ ؕ كَذٰلِكَ نَجْزِی الظّٰلِمِیْنَ۔ اور جو کہے ان میں سے کہ میں اللہ کے سوا معبود ہوں تو اسے ہم جہنم کی جزا دیں گے ہم ایسی ہی سزا دیتے ہیں ظالم مشرکوں کو۔''

یہ کہنے والا نمرود وفرعون، ہامان وقارون، شداد وشیطان ہے جو اپنی عبادت کی طرف دعوت دیتا ہے۔ملائکہ یا انبیاء کرام علیہم السلام میں سے کوئی نہیں جو ایسا دعویٰ کرتا۔

بامحاورہ ترجمہ تیسرا رکوع-سورۂ انبیاء-پ ۱۷

اَوَ لَمْ یَرَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْۤا اَنَّ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ كَانَتَا رَتْقًا فَفَتَقْنٰهُمَا ؕ وَ جَعَلْنَا مِنَ الْمَآءِ كُلَّ شَیْءٍ حَیٍّ ؕ اَفَلَا یُؤْمِنُوْنَ ﴿۳۰﴾	کیا نہ دیکھا انہوں نے جو کافر ہیں کہ آسمان اور زمین بند تھے تو ہم نے انہیں کھولا اور کیا ہم نے پانی سے ہر شے کو زندہ تو کیوں نہیں ایمان لاتے
وَ جَعَلْنَا فِی الْاَرْضِ رَوَاسِیَ اَنْ تَمِیْدَ بِهِمْ ۪ وَ جَعَلْنَا فِیْهَا فِجَاجًا سُبُلًا لَّعَلَّهُمْ یَهْتَدُوْنَ ﴿۳۱﴾	اور بنائے ہم نے زمین میں لنگر کہ ان کی وجہ سے نہ کانپے اور کردیں ہم نے زمین میں کشادہ راہیں تاکہ وہ راہ پائیں
وَ جَعَلْنَا السَّمَآءَ سَقْفًا مَّحْفُوْظًا ۚۖ وَّ هُمْ عَنْ اٰیٰتِهَا مُعْرِضُوْنَ ﴿۳۲﴾	اور کیا ہم نے آسمان کو چھت محفوظ اور وہ اس کی نشانیوں سے منحرف ہیں
وَ هُوَ الَّذِیْ خَلَقَ الَّیْلَ وَ النَّهَارَ وَ الشَّمْسَ وَ الْقَمَرَ ؕ كُلٌّ فِیْ فَلَكٍ یَّسْبَحُوْنَ ﴿۳۳﴾	اور وہ اللہ وہ ہے جس نے بنائے رات دن اور سورج اور چاند ہر ایک ایک دائرہ میں تیر رہا ہے
وَ مَا جَعَلْنَا لِبَشَرٍ مِّنْ قَبْلِكَ الْخُلْدَ ؕ اَفَاۡىِٕنْ مِّتَّ فَهُمُ الْخٰلِدُوْنَ ﴿۳۴﴾	اور نہیں کیا ہم نے کسی بشر کو تم سے پہلے ہمیشہ دنیا میں رہنے والا تو کیا تم انتقال فرماؤ تو کیا وہ ہمیشہ رہیں گے
كُلُّ نَفْسٍ ذَآىِٕقَةُ الْمَوْتِ ؕ وَ نَبْلُوْكُمْ بِالشَّرِّ وَ الْخَیْرِ فِتْنَةً ؕ وَ اِلَیْنَا تُرْجَعُوْنَ ﴿۳۵﴾	ہر جان کو ذائقہ چکھنا ہے موت کا اور ہم آزمائش کرتے ہیں تمہاری برائی اور بھلائی سے جانچنے کو اور ہماری طرف ہی تمہیں لوٹنا ہے

وَ اِذَا رَاٰكَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْۤا اِنْ يَّتَّخِذُوْنَكَ اِلَّا هُزُوًا ؕ اَهٰذَا الَّذِيْ يَذْكُرُ اٰلِهَتَكُمْ ۚ وَ هُمْ بِذِكْرِ الرَّحْمٰنِ هُمْ كٰفِرُوْنَ ﴿۳۶﴾

اور جب دیکھتے ہیں تمہیں وہ جو کافر ہیں تو نہیں بناتے تم کو مگر تمسخر کیا یہ ہیں وہ جو ذکر کرتے ہیں تمہارے خداؤں کا اور وہ رحمٰن کی یاد سے منکر ہیں

خُلِقَ الْاِنْسَانُ مِنْ عَجَلٍ ؕ سَاُورِيْكُمْ اٰيٰتِيْ فَلَا تَسْتَعْجِلُوْنِ ﴿۳۷﴾

آدمی پیدا کیا گیا جلد باز عنقریب میں تمہیں اپنی نشانیاں دکھاؤں گا مجھ سے جلد بازی نہ کرو

وَ يَقُوْلُوْنَ مَتٰى هٰذَا الْوَعْدُ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿۳۸﴾

اور کہتے ہیں کب یہ وعدہ آئے گا اگر تم سچے ہو

لَوْ يَعْلَمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا حِيْنَ لَا يَكُفُّوْنَ عَنْ وُّجُوْهِهِمُ النَّارَ وَ لَا عَنْ ظُهُوْرِهِمْ وَ لَا هُمْ يُنْصَرُوْنَ ﴿۳۹﴾

کسی طرح کافر جانتے اس وقت کو جب نہ روک سکیں گے اپنے مونہوں سے آگ اور نہ اپنی پیٹھوں سے اور نہ وہ مدد کئے جائیں

بَلْ تَاْتِيْهِمْ بَغْتَةً فَتَبْهَتُهُمْ فَلَا يَسْتَطِيْعُوْنَ رَدَّهَا وَ لَا هُمْ يُنْظَرُوْنَ ﴿۴۰﴾

بلکہ وہ ان پر اچانک آئے گی تو انہیں مبہوت کر دے گی اور نہ وہ پھیر سکیں گے اور نہ انہیں مہلت دی جائے

وَ لَقَدِ اسْتُهْزِئَ بِرُسُلٍ مِّنْ قَبْلِكَ فَحَاقَ بِالَّذِيْنَ سَخِرُوْا مِنْهُمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ ﴿۴۱﴾ ع

اور بے شک استہزاء کیا گیا رسولوں کا آپ سے پہلے تو گھیر لیا مسخری کرنے والوں کو ان کے استہزاء نے

حل لغات تیسرا رکوع - سورۃ انبیاء - پ ۱۷

اَوَلَمْ۔ کیا نہ	يَرَ۔ دیکھا	الَّذِيْنَ۔ انہوں نے جو	كَفَرُوْۤا۔ کافر ہیں
اَنَّ۔ کہ بے شک	السَّمٰوٰتِ۔ آسمان	وَالْاَرْضَ۔ اور زمین	كَانَتَا۔ تھے دونوں
رَتْقًا۔ بند	فَفَتَقْنٰهُمَا۔ تو ہم نے ان کو جدا کر دیا		وَجَعَلْنَا۔ اور کیا ہم نے
مِنَ الْمَآءِ۔ پانی سے	كُلَّ۔ ہر	شَيْءٍ۔ شے کو	حَيٍّ۔ زندہ
اَفَلَا۔ کیا نہیں	يُؤْمِنُوْنَ۔ ایمان لاتے	وَجَعَلْنَا۔ اور بنایا ہم نے	فِي الْاَرْضِ۔ زمین میں
رَوَاسِيَ۔ میخیں	اَنْ۔ یہ کہ	تَمِيْدَ بِهِمْ۔ نہ کانپیں ان سے	وَجَعَلْنَا۔ اور کر دیں ہم نے
فِيْهَا۔ اس میں	فِجَاجًا۔ گلیاں	سُبُلًا۔ راہیں	
لَعَلَّهُمْ۔ تا کہ وہ	يَهْتَدُوْنَ۔ راہ پائیں	وَجَعَلْنَا۔ اور بنایا ہم نے	السَّمَآءَ۔ آسمان کو
سَقْفًا۔ چھت	مَّحْفُوْظًا۔ محفوظ	وَّهُمْ۔ اور وہ	عَنْ اٰيٰتِهَا۔ ہماری آیتوں سے
مُعْرِضُوْنَ۔ منہ پھیرنے والے ہیں		وَهُوَ۔ اور وہ	الَّذِيْ۔ وہ ہے جس نے
خَلَقَ۔ پیدا کیا	الَّيْلَ۔ رات کو	وَالنَّهَارَ۔ اور دن کو	وَالشَّمْسَ۔ اور سورج کو
وَالْقَمَرَ۔ اور چاند کو	كُلٌّ۔ ہر ایک	فِيْ فَلَكٍ۔ آسمان میں	يَّسْبَحُوْنَ۔ تیرتے ہیں

وَمَا۔ اور نہیں جَعَلْنَا۔ بنایا ہم نے لِبَشَرٍ۔ کسی آدمی کے لئے مِّنْ قَبْلِكَ۔ تجھ سے پہلے
الْخُلْدَ۔ ہمیشہ رہنا اَفَاۡئِنْ۔ کیا اگر مِّتَّ۔ تو مر جائے فَهُمُ۔ تو وہ
الْخٰلِدُوْنَ۔ ہمیشہ رہیں گے كُلُّ۔ ہر نَفْسٍ۔ جان ذَآئِقَةُ۔ چکھنے والی ہے
الْمَوْتِ۔ موت کو وَنَبْلُوْكُمْ۔ اور آزماتے ہیں ہم تم کو بِالشَّرِّ۔ برائی
وَالْخَيْرِ۔ اور بھلائی سے فِتْنَةً۔ آزمانا وَاِلَيْنَا۔ اور ہماری طرف تُرْجَعُوْنَ۔ پھیرے جاؤ
گے تم وَاِذَا۔ اور جب رَاٰكَ۔ دیکھتے ہیں تجھے الَّذِيْنَ۔ وہ جو
كَفَرُوْٓا۔ کافر ہیں اِنْ۔ نہیں يَّتَّخِذُوْنَكَ۔ پکڑتے وہ آپ کو
اِلَّا۔ مگر هُزُوًا۔ تمسخر اَهٰذَا۔ کیا یہ الَّذِيْ۔ وہ ہے جو
يَذْكُرُ۔ ذکر کرتا ہے اٰلِهَتَكُمْ۔ تمہارے خداؤں کا وَهُمْ۔ اور وہ
بِذِكْرِ۔ ذکر الرَّحْمٰنِ۔ رحمٰن سے هُمْ۔ وہ كٰفِرُوْنَ۔ منکر ہیں
خُلِقَ۔ پیدا کیا گیا الْاِنْسَانُ۔ انسان مِنْ عَجَلٍ۔ جلد باز سَاُورِيْكُمْ۔ عنقریب دکھاؤں
گا میں تمہیں اٰيٰتِيْ۔ اپنی آیتیں فَلَا۔ تو نہ تَسْتَعْجِلُوْنِ۔ جلدی کرو تم
وَيَقُوْلُوْنَ۔ اور کہتے ہیں مَتٰى۔ کب ہے هٰذَا۔ یہ الْوَعْدُ۔ وعدہ
اِنْ۔ اگر كُنْتُمْ۔ ہو تم صٰدِقِيْنَ۔ سچے لَوْ يَعْلَمُ۔ اگر جانیں
الَّذِيْنَ۔ وہ جو كَفَرُوْا۔ کافر ہیں حِيْنَ۔ جب لَا يَكُفُّوْنَ۔ نہ روک سکیں گے
عَنْ وُّجُوْهِهِمُ۔ اپنے چہروں سے النَّارَ۔ آگ وَلَا۔ اور نہ
عَنْ ظُهُوْرِهِمْ۔ اپنی پیٹھوں سے وَلَا۔ اور نہ هُمْ۔ وہ
يُنْصَرُوْنَ۔ مدد دیئے جائیں بَلْ۔ بلکہ تَاْتِيْهِمْ۔ آئے گی ان کے پاس
بَغْتَةً۔ اچانک فَتَبْهَتُهُمْ۔ تو پریشان کر دے گی ان کو فَلَا۔ پھر نہ
يَسْتَطِيْعُوْنَ۔ وہ طاقت رکھیں گے رَدَّهَا۔ اس کو واپس کرنے کی وَلَا۔ اور نہ
هُمْ۔ وہ يُنْظَرُوْنَ۔ مہلت دیئے جائیں وَلَقَدِ۔ اور بے شک
اسْتُهْزِئَ۔ ٹھٹھا کیا گیا بِرُسُلٍ۔ رسولوں سے مِّنْ قَبْلِكَ۔ تجھ سے پہلے فَحَاقَ۔ تو گھیر لیا
بِالَّذِيْنَ۔ ان کو جنہوں نے سَخِرُوْا۔ ٹھٹھا کیا تھا مِنْهُمْ۔ ان سے مَّا۔ جو
كَانُوْا۔ تھے وہ بِهٖ۔ اس کو يَسْتَهْزِءُوْنَ۔ ٹھٹھا کرتے

خلاصہ تفسیر تیسرا رکوع۔ سورۂ انبیاء۔ پ ۱۷

اس رکوع سے اول مشرکین کے اوہام باطلہ کا رد کیا تھا۔ اس رکوع میں انہیں جو تعدد الٰہ کے قائل تھے اور مخلوق میں سے کسی کو ابن اللہ بناتے یا بنات اللہ کہتے تھے دلائل کی روشنی میں بتایا جاتا ہے تا کہ ان پر غور کے بعد ان پر مدعا ثابت ہو جائے۔ چنانچہ اَوَلَمْ يَرَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا فرما کر خطاب کیا پھر فرمایا اَنَّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ كَانَتَا رَتْقًا۔ رتق کرنا۔ بند

ہونا۔ فَفَتَقْنٰهُمَا ؕ۔ فتق بالفتح۔ جدا کرنا۔ کھولنا ہے۔

چنانچہ مفسرین نے اس کے معنی چند طریقہ سے بیان کئے ہیں۔ مگر سید المفسرین ابن عباس اور حسن بصری اور اکثر مفسرین اس کے معنی یہ کرتے ہیں کہ آسمانوں کا بند ہونا مینہ کا ان پر نہ برسنا اور زمین کا بند ہونا اس سے سبزہ پیدا نہ ہونا ہے۔

اور آسمان کا کھلنا بارش ہے اور زمین کا کھلنا سبزہ اگنا ہے۔

تو فرمایا گیا کہ یہ کافر کیا نہیں دیکھ چکے بلکہ موسم صیف وشتا میں دیکھتے رہتے ہیں کہ بارش نہیں ہوتی زمین خاک اڑانے لگتی ہے گویا آسمان اور زمین بند ہوتے ہیں پھر اللہ تعالیٰ اپنی قدرت کاملہ سے انہیں کھولتا ہے ادھر بارش آتی ہے ادھر ہر قسم کا سبزہ اگتا ہے۔

بعض کا خیال ہے کہ ان آیات میں ابتداء آفرینش عالم کی طرف اشارہ ہے۔ جیسا کہ قرآن کریم میں کئی جگہ بیان کیا گیا ہے۔

یہاں جمالاً بیان فرمایا کہ ابتھر سب ایک جگہ جمع تھا یعنی آسمانوں اور زمین کا مادہ مجتمع تھا اس میں سے ہم نے آسمان جدا کر دیئے اور زمین جدا بنا دی۔

یعنی اس میں سے آسمان بنا کر زمین بنائی۔ پھر زمین کی مخلوقات حیوانات، نباتات کو زندہ کیا۔ کُلَّ شَیْءٍ سے بھی مراد مخلوقات ہے۔ اور یہی ایک قسم کی حیات ہے اگر غور کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ جمادات کا انعقاد بھی پانی سے ہی ہوا ہے اور ان کا اپنی صورت نوعیہ پر قائم ہونا یہ ان کی حیات ہے۔ چنانچہ اس کے بعد فرمایا:

"وَجَعَلْنَا مِنَ الْمَآءِ كُلَّ شَیْءٍ حَیٍّ ؕ"

صاحب تفسیر کشاف رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ جَعَلْنَا یا تو مفعول کی طرف متعدی ہوگا یا دونوں کی طرف۔

پہلی صورت میں یہ معنی ہوں گے کہ ہم نے ہر حیوان کو پانی سے پیدا کیا جیسا کہ اور جگہ بھی ارشاد ہو چکا ہے۔

وَ اللّٰهُ خَلَقَ ذُرِّیَّةً مِّنْ مَّاءٍ۔ اس ماء سے مراد یا نطفہ ہے جس سے حیوانات پیدا ہوتے ہیں اور نطفہ بھی ایک قسم کا پانی ہے۔ یا انہیں پانی کی احتیاج ہوتی ہے۔ اس کے بغیر زندگی نہیں اس لئے ان کی زندگی کو پانی کی طرف منسوب کیا جیسے فرمایا۔ خُلِقَ الْاِنْسَانُ مِنْ عَجَلٍ۔ انسان میں جلدی ہونے کو جلدی سے پیدا ہونے کے ساتھ تعبیر کیا۔ یہ عربی محاورہ میں بولا جاتا ہے۔

دوسری صورت میں یہ معنی ہوں گے وَجَعَلْنَا مِنَ الْمَآءِ كُلَّ شَیْءٍ حَیٍّ ؕ

اَیْ بِسَبَبِ الْمَآءِ۔ ہر جاندار کو پانی سے زندہ کیا ہے مِنَ الْمَآءِ مفہوم ثانی كُلَّ شَیْءٍ۔ موصوف حَیٍّ۔ صفت مجموعہ مفعول اول۔ مفعول ثانی کا مقدم کرنا اہتمام شان کی وجہ سے ہوگا۔

اور بعض نے حَیًّا بالنصب بھی پڑھا ہے۔ انہوں نے اسے كُلَّ کی صفت قرار دی ہوگی جس کے معنی یہ ہوں گے کہ کل شے جو حی ہے اسے پانی سے پیدا کیا ہے۔

یا یہ مفعول ثانی ہوگا تو یہ معنی ہوں گے کہ ہر ایک شے کو پانی سے زندہ کیا۔

اس صورت میں ہر شے سے مراد حیوان یا نباتات ہوں گے۔

دفع دخل مقدر

اگر یہ شبہ کسی کے دل میں پیدا ہو کہ جن آگ سے پیدا ہوئے اور فرشتے نور سے خَلَقَهٗ مِنْ تُرَابٍ۔ آدم علیہ السلام کے متعلق ہے۔ پھر حضرت مسیح علیہ السلام گارے سے پرند بنا کر اس میں پھونک مارتے وہ اڑنے لگتا تھا تو ثابت ہوا کہ سب جاندار پانی سے پیدا نہیں ہوئے۔

اس کا یہ جواب ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اَوَلَمْ یَرَ فرما کر اشیائے مرئی کی تخصیص فرمائی ہے اور جو نہیں نظر ہی نہیں آتیں وہ اس میں شامل نہیں۔

تو یہ اکثریت پر فرمایا گیا جسے محاورہ میں تغلیبا کلیہ کہہ دیتے ہیں۔

اور وَجَعَلْنَا فِی الْاَرْضِ رَوَاسِیَ اَنْ تَمِیْدَ بِهِمْ۔ کے معنی یہ ہیں کَیْ لَا تَمِیْدَ۔ یہاں لا عدم التباس کی وجہ سے حذف کر دیا گیا۔ راسیہ زمین میں گڑی ہوئی شے کو کہتے ہیں اس کی جمع رواسی ہے جس سے مراد پہاڑ ہیں جو کرۂ ارضی پر جمے ہوئے ہیں اگر یہ نہ ہوتے اور ہوا پانی کی طرح سبک اور خفیف ہوتی تو (زمین) متحرک رہتی پھر اس پر مکان و مکین دونوں نہ رہتے یہ بہت بڑا انعام الٰہی عزوجل ہے۔

وَجَعَلْنَا فِیْهَا فِجَاجًا سُبُلًا لَّعَلَّهُمْ یَهْتَدُوْنَ۔ زمین میں تمہارے راہ پانے کو کشادہ راستے رکھے اگر اس کے برعکس سخت اور ناہموار اور دشوار گزار ہی تمام زمین ہوتی جیسے پہاڑ ہیں تو دنیا اس سہولت اور آرام و آسائش سے نہ بستی۔

اَلْفَجُّ۔ اَلطَّرِیْقُ الْوَاسِعُ۔ فج کی جمع فجاج ہے۔ کشادہ راستے کو کہتے ہیں۔

وَجَعَلْنَا السَّمَآءَ سَقْفًا مَّحْفُوْظًا۔ میں آسمان کو چھت سے فوقیت کے لحاظ سے فرمایا اب رہا اس کا محفوظ ہونا۔ یہ چند وجوہ سے ہے۔

ایک یہ کہ وہ گرنے اور بوسیدہ ہونے سے محفوظ ہے۔ گھروں کی چھتوں کی طرح نہیں۔ چنانچہ دوسری جگہ فرمایا: وَ یُمْسِكُ السَّمَآءَ اَنْ تَقَعَ عَلَی الْاَرْضِ اِلَّا بِاِذْنِهٖ

دوسرے وہ شیاطین کی آمد و شد سے محفوظ ہے جیسے فرمایا: وَحَفِظْنٰهَا مِنْ كُلِّ شَیْطٰنٍ رَّجِیْمٍ

تیسرے زمین گویا آنگن ہے اور آسمان چھت اس طرح یہ ایک محفوظ گھر ہے جس میں روشنی کے لئے آفتاب و ماہتاب کی قندیلیں ہیں اور اسی طرح ثوابت و سیارے۔

تو اس گھر میں جتنے مہمان ہیں سب اس کی نعمت کھا پی رہے ہیں تو ایسا وسیع گھر کس نے بنایا پھر آسمان کی گردش سے صدہا انقلابات ایسے ہیں جو اللہ تعالیٰ کے خاص نشان ہیں جو اس کی سطوت و جبروت پر دلالت کرتے ہیں یہ کافر غور نہیں کرتے بلکہ وَهُمْ عَنْ اٰیٰتِهَا مُعْرِضُوْنَ وہ ہماری نشانیوں سے انحراف ہی میں لیل و نہار گزار رہے ہیں۔

حقیقت یہ ہے کہ اگر انسان تھوڑی دیر بھی ان عجائبات قدرت پر غور کرے جو اس نے آسمانوں میں رکھی ہیں تو صاف معلوم ہو جائے گا کہ اس پردۂ زنگاری میں کوئی فَعَّالٌ لِّمَا یُرِیْدُ نہ معلوم کیا کیا کار پردازیاں کر رہا ہے چنانچہ خود یہاں بھی ارشاد ہے جس سے چند نشانیاں ظاہر ہوتی ہیں وَهُوَ الَّذِیْ خَلَقَ الَّیْلَ وَالنَّهَارَ وَالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ ؕ كُلٌّ فِیْ فَلَكٍ یَّسْبَحُوْنَ ﴿۳۳﴾۔

اللہ تعالیٰ کی وہ ذات ہے جس نے رات اور دن اور سورج اور چاند پیدا فرمائے جو اپنے اپنے دائرے میں تیر رہے ہیں اور

یہ کافران سے سبق عبرت نہیں لیتے اور اعراض کرتے ہیں۔ اول تو رات دن کا آگے پیچھے آنا جانا اس میں بے شمار فوائد ہیں۔ رات سونے کے لئے دن کام کرنے کے لئے رات تھکے دماغ کو تازہ کرنے کے لئے دن تلاش معاش کے واسطے۔

رات میں پھلوں کی نشو ونما دن میں ان کا پکنا اس کے علاوہ ہزار ہا فوائد ہیں۔

ایسے ہی ماہتاب کا گھٹنا بڑھنا، طلوع وغروب ہونا اس میں تواریخ اور تقویم عمر مرتب ہوتی ہے۔ دنوں کے حساب بنتے ہیں۔

حکمائے قدیم کی ایک بڑی جماعت اس امر کو تسلیم کر چکی ہے کہ

آسمان سات ہیں اور آفتاب چوتھے آسمان پر ہے اور ماہتاب پہلے آسمان پر اور ان کی گردشیں گردش فلک کے ساتھ ہیں۔ پھر فلک الافلاک کی گردش ان افلاک میں مختلف حرکات پیدا کرتی ہے۔ انہیں حرکات کا اثر ہے کہ کہیں سردی کہیں گرمی کہیں مرطوب ہوا کہیں خشک پھر

فلک کو سب ہے سلیقہ ستم شعاری میں
کوئی معشوق ہے اس پردۂ زنگاری میں

پھر آفتاب و ماہتاب اور دیگر ارکان بیان فرما کر پھر انبیاء علیہم السلام سے لے کر تمام مخلوق کا ہمیشہ دنیا میں رہنا نہ رہنا بیان فرماتے ہوئے اصل کائنات، علت تخلیق عالم، موجب تکوین آدم ﷺ کی شان ارفع کا مظاہرہ فرمایا۔ چنانچہ ارشاد ہوا:

وَمَا جَعَلْنَا لِبَشَرٍ مِّنْ قَبْلِكَ الْخُلْدَ ۖ أَفَإِنْ مِّتَّ فَهُمُ الْخٰلِدُوْنَ۔ اور نہیں ہم نے آپ سے پہلے کسی بشر کو ہمیشہ دنیا میں قیام کیا۔ اے محبوب آپ کو تو دنیا سے رحلت فرمانا ہوا اور وہ سب ہمیشہ دنیا میں رہ جائیں۔ یعنی تمام انبیاء کرام کا دنیا میں ورود آپ کا صدقہ ہے۔ آپ علت تکوین عالم اور سبب تخلیق آدم ہیں اور سب معلول ہیں تو وجود معلول وجود علت پر موقوف ہے تو جب علت ہی نہ رہے تو معلولات کیسے رہ سکتے ہیں۔ بالفاظ دیگر گویا یہ فرمایا کہ آپ دولہا ہیں کائنات کے اور تمام براتی تو دولہا ہی جب نہ رہیں تو براتی کیسے رہ سکتے ہیں۔

تو یہ غافلین عذاب اور مفتونین دنیا بجائے اس کے کہ ہمارے حبیب کا اتباع کریں ہر وقت تمسخر اور استہزاء کرتے رہتے ہیں اور بار بار مَتٰى هٰذَا الْوَعْدُ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ کی رٹ لگا رہے ہیں کہ وہ وعدہ کب پورا ہوگا اگر سچے ہو تو جلدی قیامت لاؤ تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

”سَاُورِيْكُمْ اٰيٰتِيْ فَلَا تَسْتَعْجِلُوْنِ۔ عنقریب میں اپنی نشانیاں تمہیں دکھاؤں گا جلدی نہ کرو۔“

اس وقت ان کے منہ جھلس رہے ہوں گے یہ اپنے منہ بچانے کی بھی استطاعت نہیں رکھیں گے اور نہ ان کی طرف سے مدد ہوگی۔

اور یہ عذاب اچانک ان پر آئے گا۔

رہا ان کا استہزاء کرنا یہ نئی بات نہیں آپ سے پہلے رسولوں کا بھی اے محبوب استہزاء ہوتا رہا ہے لیکن ان کے استہزاء نے انہیں کو گھیر لیا اور ہلاک کر دیا۔

مختصر تفسیر اردو تیسرا رکوع -سورۂ انبیاء- پ ۱۷

''اَوَلَمْ يَرَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَنَّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ كَانَتَا رَتْقًا فَفَتَقْنٰهُمَا ؕ وَجَعَلْنَا مِنَ الْمَآءِ كُلَّ شَيْءٍ حَيٍّ ؕ اَفَلَا يُؤْمِنُوْنَ۔ کیا نہ دیکھا انہوں نے جو کافر ہیں کہ آسمان و زمین بند تھے تو ہم نے انہیں کھولا اور بنائی ہم نے ہر جاندار شے پانی سے تو کیا وہ ایمان نہ لائیں گے۔''

بند ہونے کے دو معنی ہو سکتے ہیں۔

یا یہ کہ زمین و آسمان ایک صورت میں ملے ہوئے تھے ان میں رتق یعنی تفاصل پیدا کیا اور انہیں کھولا۔

یا یہ معنی ہیں کہ آسمان بایں معنی بند تھا کہ وہ برستا نہ تھا اور زمین بایں معنی بند تھی کہ اس میں سبزہ نہ اگتا تھا۔

تو آسمان کا کھولنا بایں معنی ہوا کہ اس سے بارش کی اور زمین کا کھولنا بایں معنی ہوا کہ اس میں سبزہ اگایا۔

رتق اور فتق کے لغوی معنی بند ہونے اور کھلنے کے ہیں تفصیل آگے آئے گی۔

''وَجَعَلْنَا مِنَ الْمَآءِ كُلَّ شَيْءٍ حَيٍّ'' کے یہ معنی ہیں کہ پانی کو ہر جاندار شے کے لئے حیات کا سبب بنایا۔

بعض نے کہا ہر جاندار پانی سے پیدا کیا ہوا ہے۔

بعض کے نزدیک پانی سے نطفہ مراد ہے جس سے جاندار کی پیداوار ہے۔

چنانچہ علامہ آلوسی رحمہ اللہ بھی یہی فرماتے ہیں:

اَوَلَمْ يَرَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا تَجْهِيْلٌ لَهُمْ بِتَقْصِيْرِهِمْ عَنِ التَّدَبُّرِ فِي الْاٰيَاتِ التَّكْوِيْنِيَّةِ الدَّالَّةِ عَلٰى عَظِيْمِ قُدْرَتِهٖ وَتَصَرُّفِهٖ وَكَوْنِ جَمِيْعِ مَاسِوَاهُ مَقْهُوْرًا تَحْتَ مَلَكُوْتِهٖ عَلٰى وَجْهٍ يَنْتَفِعُوْنَ بِهٖ وَيَعْلَمُوْنَ اِنَّ مَنْ كَانَ كَذٰلِكَ لَا يَنْبَغِيْ اَنْ يُعْدَلَ عَنْ عِبَادَتِهٖ اِلٰى عِبَادَةِ حَجَرٍ اَوْ نَحْوِهٖ مِمَّا لَا يَضُرُّ وَلَا يَنْفَعُ وَالرُّؤْيَةُ قَلْبِيَّةٌ اَيْ اَلَمْ يَتَفَكَّرُوْا وَلَمْ يَعْلَمُوْا۔

آیات کریمہ میں مشرکین کی مقہور تدبیر کی تجہیل ہے جو آیات تکوینیہ کی طرف خیال نہیں کرتے جو صاف قدرت قادر کی عظمت و تصرف پر دال ہے اور صاف واضح کرتی ہے سوائے ذات قادر سب اس کی قدرت کے آگے مقہور ہیں اور سب اسی ذات سے منتفع ہیں اور وہ اچھی طرح جانتے ہیں کہ جب قدرت قادر علی الاطلاق اس عظمت و جبروت والی ہے تو انہیں ایسا نہیں چاہئے کہ واجب الوجود اور پتھر دونوں کو برابر معبود ٹھہرائیں اور مثل اس کے ماسوائے حق جنہیں معبود سمجھ رہے ہیں وہ نفع وضرر کے مالک نہیں ہیں۔

اس لئے اَوَلَمْ يَرَوْا میں رویت قلبی مراد ہے جس کے یہ معنی ہیں کہ کیا یہ غور نہیں کرتے اور نہیں سمجھتے کہ

''اَنَّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ كَانَتَا رَتْقًا فَفَتَقْنٰهُمَا۔ آسمان اور زمین دونوں رتق تھے تو ہم نے ان میں فتق فرمایا۔''

اَيْ ذَاتَيْ رَتْقٍ وَهُوَ فِي الْاَصْلِ الضَّمُّ وَالْاِلْتِحَامُ خِلْقَةً كَانَ اَمْ صَنْعَةً وَمِنْهُ الرَّتْقَاءُ الْمُلْتَحِمَةُ مَحَلُّ الْجِمَاعِ۔ یعنی ملے ہوئے تھے وہ۔ اصل میں ضم اور التحام کے معنی میں مستعمل ہے اور ضم و التحام ملنے کو کہتے ہیں۔ پیدائش میں ہوں یا بنانے میں۔ اور اس سے رتقاء ملتحمہ محل جماع میں بھی مستعمل ہے۔

فَفَتَقْنٰهُمَا اُرِيْدَ بِالْفَتْقِ وَاَصْلُهُ الْفَصْلُ۔ یہاں ارادہ فتق سے جدا کرنے کا ہے فرمایا جیسے فَاطِرِ السَّمٰوٰتِ وَ

الْاَرْضِ فرمایا۔ بِنَاءً عَلٰی اَنَّ الْفَطْرَ الشَّقُّ۔ اس لئے کہ فطر بمعنی پھاڑنا اور چیرنا ہے۔

علامہ کورانی رحمہ اللہ اپنی تالیف جلاء الفہوم میں اس کے معنی معدوم کے بھی کرتے ہیں تو اس صورت میں اس کے معنی یہ ہوں گے اَلَمْ یَعْلَمُوْا اَنَّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ كَانَتَا مَعْدُوْمَتَیْنِ فَاَوْجَدْنٰهُمَا۔ آسمان وزمین دونوں کتم عدم میں تھے تو ہم نے انہیں منصہ شہود پر لاکر ظاہر فرمایا۔

وَجَاءَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا فِیْ رِوَایَةِ عِكْرِمَةَ وَالْحَسَنِ وَ قَتَادَةَ وَابْنِ جُبَیْرٍ اَنَّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ كَانَتَا شَیْئًا وَاحِدًا مُلْتَزِقَتَیْنِ فَفَصَّلَ اللّٰهُ تَعَالٰی بَیْنَهُمَا وَرَفَعَ السَّمَاءَ اِلٰی حَیْثُ هِیَ وَاَقَرَّ الْاَرْضَ۔

آسمان اور زمین ایک تھے ملے ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے انہیں علیحدہ علیحدہ کیا اور آسمان کو اتنا بلند کیا جتنا کہ اب ہے اور زمین کو قائم فرمایا۔

وَ قَالَ كَعْبٌ خَلَقَ اللّٰهُ تَعَالٰی السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ مُلْتَصِقَتَیْنِ ثُمَّ خَلَقَ رِیْحًا فَتَوَسَّطَهُمَا فَفَتَقَتْهُمَا۔ کعب احبار فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے زمین و آسمان ملے ہوئے پیدا فرمائے پھر ہوا پیدا کی اس نے دونوں کے مابین حلول کیا تو دونوں علیحدہ علیحدہ ہو گئے۔

وَ عَنِ الْحَسَنِ خَلَقَ اللّٰهُ تَعَالٰی الْاَرْضَ فِیْ مَوْضِعِ بَیْتِ الْمُقَدَّسِ كَهَیْئَةِ عَلَیْهَا دُخَانٌ مُلْتَصِقٌ بِهَا ثُمَّ اَصْعَدَ الدُّخَانَ وَ خَلَقَ مِنْهُ السَّمٰوَاتِ وَاَمْسَكَ الْفِهْرَ فِیْ مَوْضِعِهَا وَبَسَطَ مِنْهَا الْاَرْضَ وَ ذٰلِكَ قَوْلُهٗ تَعَالٰی كَانَتَا رَتْقًا فَفَتَقْنٰهُمَا فَجَعَلَ سَبْعَ سَمٰوَاتٍ وَكَذٰلِكَ الْاَرْضُ كَانَتْ مُرْتَقَةً طَبَقَةً وَاحِدَةً فَفَتَقْنٰهَا فَجَعَلَ سَبْعَ اَرْضِیْنَ۔

اللہ تعالیٰ نے زمین بیت المقدس میں مثل پتھر کے مکان کے پیدا فرمائی اس پر دھواں تھا جو اس چٹان سے ملا ہوا تھا پھر اس دھویں کو اڑا کر آسمان بنایا اور اس چٹان کو پھیلا کر اس سے زمین بنائی تو سات آسمان بنا کر ایسے ہی زمین ایک طبق تھی اس کے بھی سات طبقے فرمائے۔

"وَجَعَلْنَا مِنَ الْمَآءِ كُلَّ شَیْءٍ حَیٍّ" یہاں جَعَلْنَا کے معنی خَلَقْنَا کے ہیں۔ اور پیدا کیا ہم نے۔ تو خلاصہ معنی یہ ہوئے۔ خَلَقْنَا مِنَ الْمَاءِ كُلَّ حَیَوَانٍ۔ یعنی ہر جاندار کو ہم نے پانی سے پیدا فرمایا۔

قتادہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

اَلْمَعْنٰی خَلَقْنَا كُلَّ نَامٍ مِّنَ الْمَاءِ فَیَدْخُلُ النَّبَاتُ وَیُرَادُ بِالْحَیٰوةِ النُّمُوُّ۔ خلاصہ معنی یہ ہیں کہ ہر بڑھنے والی چیز پانی سے پیدا فرمائی تو اس میں نباتات بھی داخل ہیں اور حیات سے مراد نمو یعنی بڑھنا ہیں۔

اور قطرب اور ایک جماعت اس طرف ہے اَلْمُرَادُ بِالْمَاءِ النُّطْفَةُ وَلَا بُدَّ مِنَ التَّخْصِیْصِ بِمَا سِوَی الْمَلٰٓئِكَةِ عَلَیْهِمُ السَّلَامُ وَالْجِنِّ اَیْضًا۔ پانی سے مراد نطفہ ہے اور لازمی طور پر یہاں ملائکہ اور جنوں کے علاوہ یہ پیداوار فرمائی گئی۔

اَفَلَا یُؤْمِنُوْنَ۔ تو یہ کیوں ایمان نہیں لاتے یَعْنِیْ یَعْلَمُوْنَ ذٰلِكَ فَلَا یُؤْمِنُوْنَ یہ جان بوجھ کر ایمان کیوں

نہیں لاتے۔

"وَجَعَلْنَا فِي الْاَرْضِ رَوَاسِيَ اَنْ تَمِيْدَ بِهِمْ۔ اور کیں ہم نے زمین میں میخیں۔"

اَیْ جِبَالًا ثَوَابِتَ جَمْعُ رَاسِيَةٍ مِنْ رَسَا الشَّيْءُ اِذَا ثَبَتَ وَرَسَخَ۔ یعنی پہاڑوں کو ہم نے قائم کیا۔ لنگر یا میخ کی طرح رواسی راسیہ کی جمع ہے۔ رَسَا الشَّيْءُ عرف میں جب بولتے ہیں جب کہ اسے قائم اور مضبوط کر دیں۔

"اَنْ تَمِيْدَ بِهِمْ۔ یہ کہ حرکت نہ کرے۔" اَیْ كِرَاهَةَ اَنْ تَتَحَرَّكَ وَ تَضْطَرِبَ بِهِمْ۔

"وَجَعَلْنَا فِيْهَا فِجَاجًا سُبُلًا لَّعَلَّهُمْ يَهْتَدُوْنَ۔ اور بنائے ہم نے اس زمین میں میدان اور راستے تا کہ وہ راہ پائیں۔"

فِجَاج۔ فج کی جمع ہے راغب رحمہ اللہ کہتے ہیں دو پہاڑوں کے درمیانی میدان کو فج کہتے ہیں۔

زجاج رحمہ اللہ کے نزدیک ہر دو پہاڑوں کے مابین جو راستہ ہو وہ فج ہے۔

بعض کہتے ہیں ہر مطلق میدان فج ہے عام اس سے کہ دو پہاڑوں کے مابین ہو یا نہ ہو۔

"سُبُلًا۔" دوسری جگہ سورہ نوح میں بھی ارشاد ہے۔ لِّتَسْلُكُوْا مِنْهَا سُبُلًا فِجَاجًا۔ دونوں میں فرق صرف یہ ہے کہ اگر کشادہ ہو تو سبل ہے اور گلی کی صورت میں ہو تو فج ہے جیسے فرمایا مِنْ كُلِّ فَجٍّ عَمِيْقٍ۔ گہری گلیوں سے۔

"لَّعَلَّهُمْ يَهْتَدُوْنَ۔ تا کہ ہماری کمال قدرت کا معائنہ کر کے راہ پائیں۔"

"وَجَعَلْنَا السَّمَآءَ سَقْفًا مَّحْفُوْظًا۔ اور ہم نے آسمان کو بنایا محفوظ چھت۔"

کہ اتنے طویل زمانہ میں اس پر کوئی تبدل و تغیر نہیں آیا اور وَلَا يُنَافِيْهِ اَنَّهَا تُطْوٰى يَوْمَ الْقِيَامَةِ كَطَيِّ السِّجِلِّ لِلْكُتُبِ۔ اور آسمان کے پھٹنے کی خبر اس سقف محفوظ کے منافی نہیں اس لئے کہ جب تک یہ ہے محفوظ ہے جب لپیٹا جائے گا جب اور کیفیت ہوگی۔

فراء کے نزدیک سقف محفوظ سے مراد استراق سمع بالرجوم شیاطین جب اڑ کر گفتگو ملائکہ کو چرانا چاہتے ہیں تو انہیں رجم کیا جاتا ہے۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَظَرَ اِلَى السَّمَاءِ فَقَالَ اِنَّ السَّمَاءَ سَقْفٌ مَّرْفُوْعٌ وَ مَوْجٌ مَّكْفُوْفٌ تَجْرِيْ كَمَا يَجْرِي السَّهْمُ مَحْفُوْظَةٌ مِّنَ الشَّيَاطِيْنِ۔

"وَّهُمْ عَنْ اٰيٰتِهَا مُعْرِضُوْنَ۔ اور مشرک ہماری ان نشانیوں سے منحرف ہیں۔"

یعنی آسمانی کائنات۔ سورج۔ ستارے۔ چاند اور اپنے اپنے دائروں میں ان کی حرکات کی کیفیت اور اپنے اپنے مطالع سے ان کا طلوع و غروب اور ان کے احوال و عجائبات جو صانع مطلق کے وجود اور ان کی وحدت و کمال قدرت و حکمت پر دلالت کرتے ہیں کفار ان سب سے انحراف و اعراض کرتے ہیں اور ان دلائل قدرت سے وجود باری کا اعتراف نہیں کرتے۔

حَيْثُ قَالَ الْاٰلُوْسِيُّ:

بِاَنَّهٗ لَمَّا كَانَ كُلُّ وَاحِدٍ مِّمَّا فِيْهَا كَافِيًا فِي الدَّلَائِلِ عَلٰى وُجُوْدِ الصَّانِعِ وَصِفَاتِ كَمَا لِهٖ۔

"وَهُوَ الَّذِيْ خَلَقَ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ وَالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ كُلٌّ فِيْ فَلَكٍ يَّسْبَحُوْنَ۔ اور وہی خدا قہار ہے جس نے

بنائے رات اور دن اور سورج اور چاند ہر ایک ایک دائرہ میں پھر رہا ہے۔"

رات اس لئے بنائی کہ اس میں آرام کریں۔ سکون لیں۔ تھکا دماغ بحال کریں اور دن اس لئے کہ اس میں تلاش معاش ہو اور اپنے لوازمات حیات حاصل کریں پھر اتنا مضبوط نظام کہ لَا الشَّمْسُ يَنْۢبَغِيْ لَهَآ اَنْ تُدْرِكَ الْقَمَرَ۔ سورج چاند کو نہیں پکڑ سکتا۔

اب اگلی آیت کا شان نزول یہ ہے کہ

دشمنان رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم اپنے ضلال وعناد میں یہ کہتے تھے کہ ہم حوادث زمانہ کے منتظر ہیں عنقریب وہ وقت آئے گا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوگی اور یہ سب نظام درہم برہم ہو جائے گا اس کا جواب دیا گیا کہ

"وَ مَا جَعَلْنَا لِبَشَرٍ مِّنْ قَبْلِكَ الْخُلْدَ ۭ اَفَا۟ىِٕنْ مِّتَّ فَهُمُ الْخٰلِدُوْنَ ۝ كُلُّ نَفْسٍ ذَآىِٕقَةُ الْمَوْتِ ۭ وَ نَبْلُوْكُمْ بِالشَّرِّ وَ الْخَيْرِ فِتْنَةً ۭ وَ اِلَيْنَا تُرْجَعُوْنَ۔ اور نہیں کیا ہم نے تم سے پہلے کسی بشر کو ہمیشہ دنیا میں رہنا تو کیا تم اگر دنیا سے انتقال فرماؤ گے تو یہ رہ جائیں گے۔ ہر جان کو موت کا ذائقہ چکھنا ہے اور ہم تمہاری آزمائش کرتے ہیں برائی اور بھلائی سے جانچنے کو اور پھر ہماری طرف لوٹ کر آنا ہے۔"

خلد سے مراد خلود اور بقاء ہے دنیا میں جو حکمت تکوینیہ کے خلاف ہے اور اسی طرح حکمت تشریعیہ کے بھی مخالف ہے۔

وَقِيْلَ اَلْخُلْدُ الْمُكْثُ الطَّوِيْلُ۔ ایک قول ہے کہ خلد سے مراد بہت لمبی عمر تک دنیا میں رہنا ہے۔

اور اس آیہ کریمہ سے استدلال کرتے ہوئے حیات خضر کو بھی بعض نہیں مانتے اگرچہ اس پر بحث بھی کی گئی ہے اور استدلال کو صحیح قرار نہیں دیا ہے اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے قانون تکوینیہ اور حکمت شرعیہ کے ماتحت اکثریہ فرمایا ہے اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ اس کلیہ سے اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کاملہ سے بھی ہاتھ اٹھا لیا۔ باوجود قانون حکمت وتکوین کے وہ قادر علی الاطلاق ہے۔

چنانچہ حضرت ادریس علیہ السلام عیسیٰ علیہ السلام کا آسمان پر زندہ اٹھانا بھی حکمت تکوینیہ سے بالاتر تھا لیکن ایسا ہوا اور اس نے کیا اس پر کسی کو اعتراض کی مجال نہیں۔ آگے ارشاد ہے:

"اَفَا۟ىِٕنْ مِّتَّ فَهُمُ الْخٰلِدُوْنَ۔ کیا آپ کے انتقال کے یہ منتظر ہیں اور انہیں ہمیشہ دنیا میں رہنا ہے۔"

كَاَنَّهٗ قِيْلَ اَفَا۟ىِٕنْ مِّتَّ فَهُمُ الْخٰلِدُوْنَ حَتّٰى يَشْتَمُوْا بِمَوْتِكَ۔ گویا یہ فرمایا کہ اے محبوب آپ کے انتقال کا یہ جب انتظار کریں جبکہ خود ہمیشہ دنیا میں رہیں انہیں بھی اسی راستے جانا ہے تو باتیں بنانا اور بغلیں بجانا لغو ہے۔ اس پر امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے خوب فرمایا:

تَمَنّٰى رِجَالٌ اَنْ اَمُوْتَ وَاِنْ اَمُتْ فَتِلْكَ سَبِيْلٌ لَّسْتُ فِيْهَا بِاَوْحَدٖ
فَقُلْ لِلَّذِيْ يَبْغِيْ خِلَافَ الَّذِيْ مَضٰى تَزَوَّدْ لِاُخْرٰى مِثْلِهَا فَكَانَ قَدٖ

لوگ میرے مرنے کی آرزو کرتے ہیں اگر میں مرگیا تو یہ وہ راستہ ہے کہ اس میں میں ہی تنہا جانے والا نہیں کہو اسے جو چاہتا ہے خلاف اس کے جو گزرا۔ جمع کرلے آخرت کے لئے مثل اس کے کہ اسے بھی وہ ہی راہ ہے۔ چنانچہ آگے فرمایا:

"كُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ۔ ہر جان کو موت کا مزہ چکھنا ہے۔"

یہ برہان ہے ان پر جو اپنے خلود اور دوسروں کے انتقال کے منتظر ہیں۔ گویا وَمَا جَعَلْنَا لِبَشَرٍ مِّنْ قَبْلِكَ الْخُلْدَ۔ پر تاکیداً ارشاد ہوا۔

اور موت شیخ اشعری کے نزدیک اس کیفیت وجودی کا نام ہے جو حیات کے متضاد ہو حیث قال۔

وَالْمَوْتُ عِنْدَ الشَّيْخِ الْاَشْعَرِيِّ كَيْفِيَّةٌ وُجُوْدِيَّةٌ تُضَادُّ الْحَيَاةَ۔

اور علامہ اسفرائنی فرماتے ہیں اِنَّهٗ عَدَمُ الْحَيٰوةِ عَمَّا مِنْ شَانَهِ الْحَيٰوةُ بِالْفِعْلِ فَيَكُوْنُ عَدَمُ تِلْكَ الْحَيٰوةِ كَمَا فِي الْعَمٰى الطَّارِئُ عَلَى الْبَصَرِ لَا مُطْلَقُ الْعَمٰى فَلَايَلْزَمُ كَوْنُ عَدَمِ الْحَيَاةِ عَنِ الْجَنِيْنِ عِنْدَ اِسْتِعْدَادِهٖ لِلْحَيَاةِ مَوْتاً۔ وہ حیات کا عدم ہے شان حیات سے بالفعل تو ایسی حیات کا عدم ایسا ہے جیسے بصر پر عمی کا طاری ہو جانا نہ کہ مطلق عمی تو عدم حیات لازم نہیں آتی جبکہ اس جنین میں استعداد حیات ہوتی ہے جو ابھی شکم مادر میں ہے۔

وَ عَنِ الْاُسْتَاذِ اَنَّ الْمُرَادَ بِالْمَوْتِ الْاٰخِرَةُ وَالْحَيَاتِ الدُّنْيَا۔ استاذ سے ایک قول ہے کہ موت سے مراد آخرت ہے اور حیات سے مراد دنیا ہے۔

اور افاضل فلاسفہ کے نزدیک موت کیا ہے اِنَّهٗ تَعَطُّلُ الْقُوٰى لِاِنْطِفَاءِ الْحَرَارَةِ الْغَرِيْزِيَّةِ الَّتِيْ هِيَ اٰلَتُهَا فَاِنْ كَانَ ذَالِكَ لِاِنْطِفَاءِ الرُّطُوْبَةِ الْغَرِيْزِيَّةِ فَهُوَ الْمَوْتُ الطَّبْعِيُّ وَاِلَّا فَهُوَ الْغَيْرُ الطَّبْعِيِّ۔ وَالنَّاسُ لَا يَعْرِفُوْنَ مِنَ الْمَوْتِ اِلَّا اِنْقِطَاعُ تَعَلُّقِ الرُّوْحِ بِالْبَدْنِ التَّعَلُّقُ الْمَخْصُوْصُ وَ مُفَارَقَتُهَا اِيَّاهُ۔

موت نام ہے قویٰ کے معطل ہونے کا بہ سبب انطفاء حرارت غریزی جو آلہ حیات ہے تو اگر یہ انقطاع رطوبت غریزیہ کا ہو تو وہ موت طبعی ہے ورنہ غیر طبعی۔

اور عامۃ الناس موت کو صرف اس طرح جانتے ہیں کہ اگر انقطاع تعلق روح بدن سے ہو جائے تو موت ہے ورنہ حیات ہے۔

پھر اس امر میں بھی اختلاف ہے کہ ہر زندہ کے لئے موت ہے یا نہیں مثلاً ملائکہ اور حوران بہشتی کے تو اس پر بعض نے تو کہا اِنَّ الْكُلَّ يَمُوْتُوْنَ وَلَوْ لَحْظَةً لِقَوْلِهٖ تَعَالٰى كُلُّ شَيْءٍ هَالِكٌ اِلَّا وَجْهَهٗ۔ سب کو مرنا ہے اگر چہ وہ ایک لحظہ اور آن کے لئے ہی کیوں نہ ہو بہ سبب فرمان الٰہی كُلُّ شَيْءٍ هَالِكٌ اِلَّا وَجْهَهٗ کے۔

بعض کہتے ہیں اِنَّهُمْ لَا يَمُوْتُوْنَ لِدَلَالَةِ بَعْضِ الْاَخْبَارِ عَلٰى ذَالِكَ۔ ملائکہ اور حور نہیں مریں گے بدلیل اخبار جو اس پر وارد ہیں۔

اور وَنُفِخَ فِي الصُّوْرِ فَصَعِقَ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِي الْاَرْضِ اِلَّا مَنْ شَآءَ اللّٰهُ۔ یہاں صعق کے متعلق کہتے ہیں۔ كُلُّ صَعْقٍ مَوْتٌ۔ ہر صعق موت ہے تو آسمان زمین میں جو بھی ہے وہ ضرور موت پائے گا۔ چنانچہ انبیاء کرام کا مرتبہ چونکہ ملائکہ سے بلند ہے ان کی موت پر اعلیٰ حضرت بریلوی فرماتے ہیں۔ منقول از حدائق بخشش۔

انبیاء کو بھی اجل آنی ہے
مگر ایسی کہ فقط آنی ہے

پھر مثل سابق دینی حیات جسمانی ہے

علامہ آلوسی رحمہ اللہ نے اس پر بہت لمبی بحث کی ہے بقدر ضرورت ہم نے مختصر پر اکتفا کیا ہے۔ آگے ارشاد ہے:

"وَنَبْلُوْكُمْ بِالشَّرِّ وَالْخَيْرِ فِتْنَةً ۭ وَاِلَيْنَا تُرْجَعُوْنَ۔ اور ہم تمہاری آزمائش کرتے ہیں برائی اور بھلائی سے جانچنے کو اور ہماری ہی طرف لوٹنا ہے۔"

اور ہم آزمائش کرتے ہیں شر و خیر سے یعنی راحت و تکلیف تندرستی و بیماری اور ناداری اور دولتمندی سے نفع اور نقصان سے تاکہ ظاہر ہو جائے کہ صبر کے موقع پر تم کیسے رہے صبر کیا یا نہیں اور شکر کے مدارج میں تمہارا کیا مقام ہے اور جب تم ہماری طرف لوٹو گے تو تمہیں جزا سزا مل جائے گی۔

خیر و شر پر علامہ آلوسی رحمہ اللہ چند قول نقل کرتے ہیں:

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّهُمَا الشِّدَّةُ وَالرَّخَاءُ۔ خیر و شر سے مراد سختی اور فراخی ہے۔

وَ قَالَ الضَّحَّاكُ اَلْفَقْرُ وَالْمَرَضُ وَالْغِنٰى وَالصِّحَّةُ۔ خیر و شر سے مراد تنگ دستی اور بیماری اور وسعت و غنی اور صحت ہے۔

علامہ راغب رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے بندوں کے لئے کبھی آسانیاں رکھیں تاکہ شکر کریں اور کبھی مضار و تکالیف رکھیں تاکہ وہ صبر کریں۔

تو منح و کرم اور محنت و بلا دونوں امتحان ہیں۔

جب منح و کرم ہو تو اس کا امتحان ہوتا ہے کہ شاکر رہتا ہے یا دولت کی خوشی میں پھول کر ہم کو بھول جاتا ہے۔

اور محنت و بلا میں وہ صبر کرتا ہے یا کفور مبین ہو جاتا ہے۔

اور اگر دیکھا جائے تو محنت و بلا کے مقابل منح و کرم اعظم بلا ہے۔

چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں بُلِيْنَا بِالضَّرَّاءِ فَصَبَرْنَا وَبُلِيْنَا بِالسَّرَّآءِ فَلَمْ نَصْبِرْ تکلیف میں جب ہمارا امتحان ہو تو ہم صبر کرتے ہیں اور فراخی و وسعت میں ہمارا امتحان ہو تو صبر نہیں کرتے۔

چنانچہ حضرت اسد اللہ شیر خدا کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں مَنْ وُسِّعَ عَلَيْهِ دُنْيَاهُ فَلَمْ يَعْلَمْ اَنَّهٗ قَدْ مُكِرَ بِهٖ فَهُوَ مَخْدُوْعٌ عَنْ عَقْلِهٖ۔ جس پر دنیا وسیع ہو اور وہ نہیں جانتا کہ وہ دھوکے میں ہے تو اس کی عقل مخدوع ہے آگے ارشاد ہے:

"وَاِذَا رَاٰكَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِنْ يَّتَّخِذُوْنَكَ اِلَّا هُزُوًا ۭ اَهٰذَا الَّذِيْ يَذْكُرُ اٰلِهَتَكُمْ ۚ وَهُمْ بِذِكْرِ الرَّحْمٰنِ هُمْ كٰفِرُوْنَ ۝ خُلِقَ الْاِنْسَانُ مِنْ عَجَلٍ ۭ سَاُورِيْكُمْ اٰيٰتِيْ فَلَا تَسْتَعْجِلُوْنِ ۝ وَيَقُوْلُوْنَ مَتٰى هٰذَا الْوَعْدُ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ۝۔

اور جب دیکھتے ہیں آپ کو کافر تو آپ کے ساتھ مذاق بناتے ہیں (اور بکتے ہیں) کیا یہی وہ ہیں جو تمہارے خداؤں کو برا کہتے ہیں اور وہ رحمٰن کی یاد سے منکر ہیں۔ آدمی بنایا گیا ہے جلد باز اب میں عنقریب تمہیں اپنی نشانیاں دکھاؤں گا تو جلد بازی نہ کرو اور کہتے ہیں کب ہوگا یہ وعدہ اگر تم سچے ہو۔"

ان آیات میں پہلی آیت ابو جہل کے حال پر آئینہ داری فرماتی ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ حضور ﷺ تشریف لے جا رہے

تھے تو ابوجہل نے دیکھا اور ہنسنے لگا۔ پھر بولا بنی عبد مناف کے نبی ہیں پھر آپس میں بکواس کرنے لگا کہ ہم رحمٰن کو تو نہیں جانتے اس جہل وضلال پر مبتلا ہونے کے باوجود وہ آپ سے تمسخر کرتے ہیں شرماتے اور سوچتے نہیں کہ یہ تمسخر انہیں اپنے حال پر کرنا چاہئے کہ پتھروں درختوں اور اللہ کے بندوں کو معبود بنائے ہوئے ہیں۔

اور دوسری آیت خُلِقَ الْاِنْسَانُ مِنْ عَجَلٍ نضر بن حارث کے جواب میں ہے یہ کہتا تھا کہ عذاب جب واقعہ میں آنا ہے تو جلدی کیوں نہیں آتا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر کہتا کہ اگر آپ کی پیش گوئی صحیح ہے۔ تو مَتٰی هٰذَا الْوَعْدُ۔ کب تک وہ پوری ہوگی۔

اس پر ارشاد ہوا کہ انسان جلد باز ہی بنایا گیا ہے۔ ہم عنقریب انہیں دنیا میں اول اپنا عذاب دکھائیں گے چنانچہ بدر کا منظر ان کی نظر کے سامنے آ گیا۔

اور جلدی نہ کرو آخرت کا عذاب بھی عنقریب آیا ہی سمجھو۔

آلوسی رحمہ اللہ فرماتے ہیں وَ سَبَبُ نُزُوْلِ الْاٰیَةِ عَلٰی مَا اَخْرَجَ ابْنُ اَبِیْ حَاتِمٍ عَنِ السُّدِیْ اَنَّهٗ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَرَّ عَلٰی اَبِیْ سُفْیَانَ وَ اَبِیْ جَهْلٍ وَ هُمَا یَتَحَدَّثَانِ فَلَمَّا رَاٰهُ اَبُوْجَهْلٍ ضَحِکَ وَقَالَ لِاَبِیْ سُفْیَانَ هٰذَا نَبِیُّ بَنِیْ عَبْدِ مَنَافٍ فَغَضِبَ اَبُوْ سُفْیَانَ فَقَالَ مَا تُنْکِرُ اَنْ یَکُوْنَ لِبَنِیْ عَبْدِ مَنَافٍ نَبِیٌّ فَسَمِعَهَا النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَرَجَعَ اِلٰی اَبِیْ جَهْلٍ فَوَقَعَ بِهٖ وَ خَوَّفَهٗ وَقَالَ مَا اَرَاکَ مُنْتَهِیًا حَتّٰی یُصِیْبَکَ مَا اَصَابَ عَمَّکَ الْوَلِیْدَ بْنَ الْمُغِیْرَةِ وَقَالَ لِاَبِیْ سُفْیَانَ اَمَا اِنَّکَ لَمْ تَقُلْ مَا قُلْتَ اِلَّا حَمِیَّةً وَاَنَا اَرٰی اَنْ اَنْقَلِبَ لَایُثْلِجُ لِکَوْنِ هٰذَا سَبَبًا۔

اور یہ بھی کہا گیا کہ خُلِقَ الْاِنْسَانُ سے مراد نضر بن حارث ہے اور یہ آیت اسی کے حق میں نازل ہوئی جب اِسْتَعْجَلَ الْعَذَابَ بِقَوْلِهٖ اللّٰهُمَّ اِنْ کَانَ هٰذَا هُوَ الْحَقَّ مِنْ عِنْدِكَ فَاَمْطِرْ عَلَیْنَا حِجَارَةً مِّنَ السَّمَآءِ اَوِ ائْتِنَا بِعَذَابٍ اَلِیْمٍ۔ جبکہ اس نے عذاب مانگنے میں عجلت کی اور کہا الٰہی اگر یہ سچے ہیں تیری طرف سے تو برسا دے ہم پر پتھر آسمان سے یا لا کوئی دردناک عذاب۔

وَ قِیْلَ الْعَجَلُ الطِّیْنُ بِلُغَةِ حِمْیَرَ ۔ وَاَنْشَدَ اَبُو عُبَیْدَةَ لِبَعْضِهِمْ۔

اَلنَّبْعُ فِی الصَّخْرَةِ الصَّمَّاءِ مُنْبَتَةٌ ۔ وَالنَّخْلُ مُنْبَتَةٌ فِی الْمَاءِ وَالْعَجَلِ

چشمہ ٹھوس چٹان سے نکلتا ہے اور درخت کا نکلنا پانی اور کیچڑ میں سے ہے۔

تو محاورۂ حمیر سے عجل کے معنی کیچڑ کے ہیں۔

علامہ طیبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں یَکُوْنُ الْقَصْدُ عَلَیْهِ تَحْقِیْرُ شَانِ جِنْسِ الْاِنْسَانِ تَتْمِیْمًا لِمَعْنَی التَّهْدِیْدِ۔ علامہ طیبی فرماتے ہیں کہ اس میں انسان کی تحقیر شان مقصود ہے اور اس طرح اتمام تہدید فرمایا گیا چنانچہ فرمایا:

"سَاُورِیْکُمْ اٰیٰتِیْ فَلَا تَسْتَعْجِلُوْنِ۔ وَالْخِطَابُ لِلْکَفَرَةِ الْمُسْتَعْجِلِیْنَ۔" عنقریب تمہیں اپنی نشانیاں دکھاؤں گا جلدی نہ کرو۔" اس میں ان کافروں کو خطاب ہے جو عذاب آنے میں جلدی کرتے تھے۔

وَ تِلْکَ الْاِرَاءَةُ فِی الْاٰخِرَةِ۔ اور یہ دکھانا آخرت میں ہوگا۔

وَ قِیْلَ فِیْهَا وَ فِی الدُّنْیَا۔ایک قول ہے کہ دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی انہیں دکھایا جائے گا۔

"وَیَقُوْلُوْنَ مَتٰی هٰذَا الْوَعْدُ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ۔" اَیْ وَقْتَ وُقُوْعِ السَّاعَةِ الْمَوْعُوْدِ بِهَا وَ كَانُوْا یَقُوْلُوْنَ ذَالِکَ اسْتِعْجَالًا بِمَجِیْئِهٖ بِطَرِیْقِ الْاِسْتِهْزَاءِ وَالْاِنْكَارِ۔اور کہتے ہیں کب ہوگا یہ وعدہ پورا اگر تم سچے ہو۔"یعنی عذاب قیامت جس کا وعدہ ہے وہ کب آئے گی اور یہ کہنا ان کا استعجالا بطریق استہزاء اور انکار کے تھا چنانچہ اس کا جواب دیا گیا:

"لَوْ یَعْلَمُ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا حِیْنَ لَا یَكُفُّوْنَ عَنْ وُّجُوْهِهِمُ النَّارَ وَلَا عَنْ ظُهُوْرِهِمْ وَلَا هُمْ یُنْصَرُوْنَ ﴿۳۹﴾ ۔اگر جان لیتے کافر اس وقت کو جب کہ نہ روک سکیں گے اپنے چہروں سے آگ اور نہ اپنی پشت سے اور نہ وہ مدد کئے جائیں گے۔"

یعنی اگر یہ کافر و منکرین اس عذاب کی کیفیت جان لیتے تو کفر پر قائم ہی نہ رہتے اور عذاب میں بھی جلدی نہ کرتے یہ عجلت اپنی جہالت کی بناء پر کر رہے ہیں وَهُوَ الْوَقْتُ الَّذِیْ تُحِیْطُ بِهِمُ النَّارُ فِیْهِ مِنْ كُلِّ جَانِبٍ وَ تَخْصِیْصُ الْوُجُوْهِ وَالظُّهُوْرِ بِالذِّكْرِ بِمَعْنَی الْقُدَّامِ وَالْخَلْفِ لِكَوْنِهِمَا اَشْهَرَ الْجَوَانِبِ وَاسْتِلْزَامِ الْاِحَاطَةِ بِهِمَا۔

وہ ایسا وقت ہوگا کہ گھیر لے گی انہیں آگ ہر جانب سے اور ذکر میں تخصیص چہرے اور پشت کی بہ معنی آگے پیچھے ہیں اس وجہ میں منہ اور پشت جانب مشہور ہے اور اس سے احاطہ مستلزم ہے اس کے بعد اس عذاب کے آنے کا حال فرمایا جاتا ہے۔

"بَلْ تَاْتِیْهِمْ بَغْتَةً فَتَبْهَتُهُمْ فَلَا یَسْتَطِیْعُوْنَ رَدَّهَا وَلَا هُمْ یُنْظَرُوْنَ۔(وہ اس عذاب کا وقت پوچھ رہے ہیں) بلکہ وہ ان کے پاس اچانک آئے گا اور ایسا آئے گا کہ انہیں مبہوت اور بدحواس اور متحیّر کردے گا۔کہ ان میں کوئی اسے رد کرنے کی قوت نہ رکھیں گے اور نہ انہیں مہلت دی جائے گی۔

بَغْتَةً کے معنی فَجَاءَةً ہیں۔اور فجاءۃ اچانک بے خبری میں آنے کو کہتے ہیں۔

فَتَبْهَتُهُمْ کے معنی تُدْهِشُهُمْ وَ تُحَیِّرُهُمْ کے ہیں تو انہیں مبہوت اور بدحواس اور متحیّر کردے گا۔

وَلَا هُمْ یُنْظَرُوْنَ اَیْ لَا یُمْهَلُوْنَ لِیَسْتَرِیْحُوْا طَرْفَةَ عَیْنٍ۔لَا هُمْ یُنْظَرُوْنَ کے معنی نہ ڈھیل دیئے جائیں گے یعنی پلک جھپکنے کی مدت بھی انہیں استراحت و آرام نہ ملے گا جیسے دنیا میں مہلت ملی ہوئی ہے تو جہ کے لئے۔

اس کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی دی جاتی ہے ان کے استہزاء اور جھٹلانے پر چنانچہ ارشاد ہے:

"وَلَقَدِ اسْتُهْزِئَ بِرُسُلٍ مِّنْ قَبْلِكَ فَحَاقَ بِالَّذِیْنَ سَخِرُوْا مِنْهُمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ یَسْتَهْزِءُوْنَ۔اور بے شک آپ سے قبل اگلے رسولوں کے ساتھ بھی استہزاء کیا گیا تو گھیر لیا انہیں ان کے استہزاء نے انہی کو۔"

حَاقَ کے معنی اَحَاطَ یا حَلَّ کے ہیں یعنی گھیر لیا گیا ان پر عذاب۔ وَ الْحَیْقُ مَا یَشْتَمِلُ عَلَی الْاِنْسَانِ مِنْ مَكْرُوْهٍ فِعْلِهٖ۔ضیق وہ ہے جو انسان پر تکلیف کی صورت میں اس کے فعل کے بدلے میں ہو۔

خلاصہ معنی یہ ہیں

اَیْ فَنَزَلَ بِهِمْ جَزَاءُ اِسْتِهْزَائِهِمْ عَلٰی بِنَاءِ ظُهُوْرِ الْاَعْمَالِ۔یعنی ان پر بدلہ استہزاء کا عذاب کی صورت میں نمودار ہوگیا۔

بامحاورہ ترجمہ چوتھا رکوع - سورۂ انبیاء - پ ١٧

قُلْ مَنْ يَّكْلَؤُكُمْ بِالَّيْلِ وَالنَّهَارِ مِنَ الرَّحْمٰنِ ؕ بَلْ هُمْ عَنْ ذِكْرِ رَبِّهِمْ مُّعْرِضُوْنَ ﴿۴۲﴾

اے محبوب انہیں فرمایئے کہ کون نگہبانی کرتا ہے تمہاری رات دن رحمٰن سے بلکہ وہ اپنے رب کی یاد سے منحرف ہیں

اَمْ لَهُمْ اٰلِهَةٌ تَمْنَعُهُمْ مِّنْ دُوْنِنَا ؕ لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ نَصْرَ اَنْفُسِهِمْ وَلَا هُمْ مِّنَّا يُصْحَبُوْنَ ﴿۴۳﴾

کیا ان کے چند خدا ہیں جو روکتے ہیں ان سے ہمارا عذاب حالانکہ وہ اپنی جان بھی نہیں بچا سکتے اور نہ وہ ہماری طرف سے اس کی یاری کریں

بَلْ مَتَّعْنَا هٰۤؤُلَآءِ وَاٰبَآءَهُمْ حَتّٰى طَالَ عَلَيْهِمُ الْعُمُرُ ؕ اَفَلَا يَرَوْنَ اَنَّا نَاْتِى الْاَرْضَ نَنْقُصُهَا مِنْ اَطْرَافِهَا ؕ اَفَهُمُ الْغٰلِبُوْنَ ﴿۴۴﴾

بلکہ ہم نے متمتع کیا ان کو اور ان کے باپ دادوں کو حتیٰ کہ دراز کی ان پر عمر ان کی کیا نہیں دیکھتے کہ ہم لا رہے ہیں زمین کو گھٹاتے ہوئے اس کے کناروں سے یعنی مسلمانوں کو فتح دے رہے ہیں تو کیا وہ غالب ہوں گے

قُلْ اِنَّمَاۤ اُنْذِرُكُمْ بِالْوَحْىِ ۖؗ وَلَا يَسْمَعُ الصُّمُّ الدُّعَآءَ اِذَا مَا يُنْذَرُوْنَ ﴿۴۵﴾

فرما دیجئے کہ میں تو صرف تمہیں ڈراتا ہوں وحی سے اور نہیں سنتے بہرے آواز جب ڈرائے جائیں

وَلَئِنْ مَّسَّتْهُمْ نَفْحَةٌ مِّنْ عَذَابِ رَبِّكَ لَيَقُوْلُنَّ يٰوَيْلَنَاۤ اِنَّا كُنَّا ظٰلِمِيْنَ ﴿۴۶﴾

اور اگر چھو جائے انہیں ہوا عذاب کی تمہارے رب کی طرف سے تو یقیناً کہیں ہائے خرابی ہم بے شک ظالم تھے

وَنَضَعُ الْمَوَازِيْنَ الْقِسْطَ لِيَوْمِ الْقِيٰمَةِ فَلَا تُظْلَمُ نَفْسٌ شَيْـًٔا ؕ وَاِنْ كَانَ مِثْقَالَ حَبَّةٍ مِّنْ خَرْدَلٍ اَتَيْنَا بِهَا ؕ وَكَفٰى بِنَا حٰسِبِيْنَ ﴿۴۷﴾

اور رکھیں گے ہم عدل کی ترازوئیں بروز قیامت تو کسی جان پر کچھ ظلم نہ ہوگا اور اگر چہ ہو رائی کے دانے کے برابر تو ہم لائیں گے اسے اور ہم کافی ہیں حساب کو

وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسٰى وَهٰرُوْنَ الْفُرْقَانَ وَضِيَآءً وَّذِكْرًا لِّلْمُتَّقِيْنَ ﴿۴۸﴾

اور بے شک دیا ہم نے موسیٰ اور ہارون کو فیصلہ اور روشنی اور نصیحت ان پرہیزگاروں کو

الَّذِيْنَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَيْبِ وَهُمْ مِّنَ السَّاعَةِ مُشْفِقُوْنَ ﴿۴۹﴾

جو ڈرتے ہیں اپنے رب سے بغیر دیکھے اور وہ قیامت سے خوفزدہ ہیں

وَهٰذَا ذِكْرٌ مُّبٰرَكٌ اَنْزَلْنٰهُ ؕ اَفَاَنْتُمْ لَهٗ مُنْكِرُوْنَ ﴿۵۰﴾

اور یہ ہے ذکر برکت والا کہ ہم نے اتارا تو کیا تم اس سے منکر ہو

حل لغات چوتھا رکوع - سورۂ انبیاء - پ ١٧

قُلْ - کہہ
مَنْ - کون
يَكْلَؤُكُمْ - نگہبانی کرتا ہے تمہاری
بِالَّيْلِ - رات
وَالنَّهَارِ - اور دن
مِنَ الرَّحْمٰنِ - رحمٰن سے
بَلْ - بلکہ
هُمْ - وہ
عَنْ ذِكْرِ - یاد
رَبِّهِمْ - اپنے رب سے
مُّعْرِضُوْنَ - منہ پھیرنے

15B

والے ہیں　اَمۡ۔کیا　لَهُمۡ۔ان کے　اٰلِهَةٌ۔خدا ہیں

تَمۡنَعُهُمۡ۔جو بچائیں ان کو　مِّنۡ دُوۡنِنَا۔ہمارے سوا　لَا يَسۡتَطِيۡعُوۡنَ۔نہیں طاقت رکھتے وہ

نَصۡرَ اَنۡفُسِهِمۡ۔اپنی جانوں کی مدد کی　وَلَا۔اور نہ　هُمۡ۔وہ

مِّنَّا۔ہم سے　يُصۡحَبُوۡنَ۔یاری کئے جائیں　بَلۡ۔بلکہ　مَتَّعۡنَا۔فائدہ دیا ہم نے

هٰٓؤُلَآءِ۔ان کو　وَاٰبَآءَهُمۡ۔اور ان کے باپوں کو　حَتّٰى۔یہاں تک کہ

طَالَ۔لمبی ہوگئی　عَلَيۡهِمُ۔ان پر　الۡعُمُرُ۔عمر　اَفَلَا۔کیا نہیں

يَرَوۡنَ۔دیکھتے کہ　اَنَّا۔ہم　نَاۡتِى۔آتے ہیں　الۡاَرۡضَ۔زمین کو

نَنۡقُصُهَا۔کم کرتے ہیں ہم اس کو　مِنۡ اَطۡرَافِهَا۔اس کے کناروں سے

اَفَهُمُ۔کیا وہ　الۡغٰلِبُوۡنَ۔غالب ہوں گے　قُلۡ۔کہہ　اِنَّمَآ۔سوائے اس کے نہیں

اُنۡذِرُكُمۡ۔ڈراتا ہوں میں تمہیں　بِالۡوَحۡىِ۔وحی سے　وَلَا۔اور نہیں

يَسۡمَعُ۔سنتا　الصُّمُّ۔بہرا　الدُّعَآءَ۔پکار　اِذَا مَا۔جبکہ وہ

يُنۡذَرُوۡنَ۔ڈرائے جائیں　وَلَئِنۡ۔اور اگر　مَّسَّتۡهُمۡ۔پہنچے ان کو　نَفۡحَةٌ۔لپک

مِّنۡ عَذَابِ۔عذاب　رَبِّكَ۔تیرے رب کی　لَيَقُوۡلُنَّ۔تو ضرور کہیں گے　يٰوَيۡلَنَآ۔ہائے افسوس

اِنَّا۔بے شک　كُنَّا۔ہم ہی　ظٰلِمِيۡنَ۔ظالم تھے　وَنَضَعُ۔اور رکھیں گے ہم

الۡمَوَازِيۡنَ۔ترازو　الۡقِسۡطَ۔انصاف کی　لِيَوۡمِ۔دن　الۡقِيٰمَةِ۔قیامت کے

فَلَا تُظۡلَمُ۔تو نہ ظلم کیا جائے گا　نَفۡسٌ۔کوئی آدمی　شَيۡـًٔا۔کچھ بھی　وَاِنۡ۔اور اگرچہ

كَانَ۔ہو　مِثۡقَالَ۔برابر　حَبَّةٍ۔ایک دانہ　مِّنۡ خَرۡدَلٍ۔رائی کے

اَتَيۡنَا۔تو لائیں گے ہم　بِهَا۔اس کو　وَكَفٰى۔اور کافی ہیں　بِنَا۔ہم

حٰسِبِيۡنَ۔حساب لینے والے　وَلَقَدۡ۔اور بے شک　اٰتَيۡنَا۔دیے ہم نے　مُوۡسٰى۔موسیٰ

وَهٰرُوۡنَ۔اور ہارون کو　الۡفُرۡقَانَ۔معجزے　وَضِيَآءً۔اور روشنی　وَّذِكۡرًا۔اور نصیحت

لِّلۡمُتَّقِيۡنَ۔پرہیزگاروں کے لئے　الَّذِيۡنَ۔وہ جو　يَخۡشَوۡنَ۔ڈرتے ہیں

رَبَّهُمۡ۔اپنے رب سے　بِالۡغَيۡبِ۔غیب سے　وَهُمۡ۔اور وہ　مِّنَ السَّاعَةِ۔قیامت سے

مُشۡفِقُوۡنَ۔خوفزدہ ہیں　وَهٰذَا۔اور یہ　ذِكۡرٌ۔ذکر ہے　مُّبٰرَكٌ۔برکت والا

اَنۡزَلۡنٰهُ۔اتارا ہم نے اس کو　اَفَاَنۡتُمۡ۔کیا تم　لَهٗ۔اس کے　مُنۡكِرُوۡنَ۔منکر ہو

خلاصہ تفسیر چوتھا رکوع۔سورۃ انبیاء۔پ ۱۷

يَكۡلَؤُكُمۡ۔اَىۡ يَحۡفَظُكُمۡ مِنَ الرَّحۡمٰنِ مِنۡ بَاۡسِهٖ۔يُصۡحَبُوۡنَ بِقَوۡلِ مَازِنِيّ اَصۡبَحَتِ الرَّجُلَ اِذَا مَنَعۡتَهٗ۔سے ہے یہاں صحبت کے معنی نہیں۔

بعض کا قول ہے کہ اگر صحبت کے معنی یہاں لئے جائیں تو نصرت و معونت کے معنی میں لیا جائے گا۔

خلاصہ

پہلے رکوع میں عذاب کا آگے پیچھے سے محیط ہونا فرمایا تھا جسے کفار روکنے کی استطاعت نہیں رکھیں گے۔اب فرمایا کہ اگر دنیا میں بھی رات دن میں ان پر کوئی بلا نازل ہو جائے تو اسے بھی یہ کب روک سکتے ہیں۔بجز رحمٰن ورحیم کے کہیں ان کا کوئی محافظ نہیں ہوسکتا تو ان سے پوچھئے کہ

مَنۡ یَّکۡلَؤُکُمۡ۔یَعۡنِیۡ مَنۡ یَحۡفَظُکُمۡ مِنَ الرَّحۡمٰنِ مِنۡ بَاۡسِهٖ۔کوئی نگہبانی کرنے والا ہے عذاب رحمٰن سے تمہاری اوراس کا تمہیں بھی اقرار ہے کہ ہرعذاب سے نجات دینے والا اللہ ہی ہے۔

اور رحمٰن کے ساتھ اپنی ذات پاک کا تعارف کرانے میں اس طرف بھی اشارہ ہے کہ محافظت محض اقتضاء رحمت سے ہے ورنہ تمہارے اعمال تو ایسے نہیں ہیں۔

دوسرے یہ بھی ظاہر فرمانا مقصود ہے کہ جنہیں تم پوجتے ہو ان میں کون ہے جو ہماری بھیجی بلا کو روک سکے۔

پھر اس امر کا اظہار فرمایا گیا کہ جنہیں تم پوج رہے ہو وہ تو اپنی حفاظت بھی کرنے کے قابل نہیں۔

تو ثابت ہوا کہ یہ جو کچھ کررہے ہیں دیدہ ودانستہ کررہے ہیں گویا بَلۡ هُمۡ عَنۡ ذِكۡرِ رَبِّهِمۡ مُّعۡرِضُوۡنَ۔ہماری یاد سے اعراض وانحراف کررہے ہیں۔

پھر اس کی وجہ بھی بیان فرمائی گئی کہ ان کا یہ اعراض وتمرد کچھ نہیں بلکہ بات یہ ہے کہ ہم نے اس دار دنیا میں جس کا آنگن اور صحن زمین ہے جس کی چھت آسمان ہے جس کی قندیلیں چاند اور سورج ہیں۔ان کی پشتہا پشت کو اپنے فضل وکرم سے انواع واقسام کی نعمتوں سے متمتع کیا جن سے تمتع حاصل کرتے کرتے یہ لوگ یہ سمجھنے لگ گئے کہ یہ سب کچھ ہمارے مساعی اور جدوجہد کا نتیجہ ہے اور ہمیشہ سے یہ نظام ایسے ہی چل رہا ہے اور اسی طرح چلتا رہے گا۔غرضیکہ ہماری نعمتیں کھا کر مست ومغرور ہوگئے ہیں۔

تو اب ہم انہیں مٹادیں گے اور اپنے پرہیزگار بندوں کو غالب کریں گے اور اس پر آگے ارشاد ہوا:

اَفَلَا یَرَوۡنَ اَنَّا نَاۡتِی الۡاَرۡضَ نَنۡقُصُهَا مِنۡ اَطۡرَافِهَا۔جس کے خلاصہ معنی یہی ہیں کہ متمردین ومشرکین جو عذاب مانگ رہے ہیں اور عجلت کررہے ہیں یہ نہیں دیکھتے کہ سرزمین عرب کو ہم نے اس کے کناروں سے کم کرنا شروع کردیا ہے حتیٰ کہ مکہ معظمہ کے اردگرد دور دور تک بڑے بڑے سرکش مررہے ہیں اور اسلام ترقی کررہا ہے زمین سے کفر وضلالت کم ہوتی جارہی ہے اسلام پھیل رہا ہے۔

سید المفسرین ابن عباس اور مقاتل وکلبی علیہم رضوان کہتے ہیں نَنۡقُصُهَا سے مراد اسلام کے لئے شہروں کا فتح ہونا ہے۔

عکرمہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں لوگوں کے مرنے سے بستیوں کا برباد ہونا مراد ہے۔

اور ہر دو اقوال میں پہلے قول کو ترجیح ہے۔

لیکن ایک شبہ یہ ضرور پیدا ہوتا ہے کہ

اگر یہ سورہ مکی ہے تو جہاد بعد ہجرت فرض ہوا ہے اور زمین کفر میں کمی بلا جہاد نہیں ہوسکتی۔

تو نَنۡقُصُهَا مِنۡ اَطۡرَافِهَا کیونکر صحیح ہوگا اس کا جواب علامہ سیوطی نے اتقان میں یہ دیا ہے کہ یہ آیات مدنی ہیں۔

ایک بات یہ بھی واضح ہے کہ اگر معہ ان آیتوں کے تمام سورت مکی ہی ہو تو کیا اشکال ہے اس لئے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم جب مکہ میں تھے اور ہجرت سے پہلے دور میں اسلام مدینہ اور نواح مدینہ میں پھیل چکا تھا حتیٰ کہ حبشہ میں نجاشی کا اسلام اور دیگر قبائل کا مسلمان ہو جانا قبل ہجرت ثابت ہے تو زمین کفر، اسلام سے ترقی اور کفر سے تنزل میں آرہی تھی۔ آگے ارشاد ہے:

کہ اے محبوب آپ فرما دیں کہ میں جو کچھ کہتا ہوں اپنی طرف سے نہیں کہتا۔ قُلْ اِنَّمَاۤ اُنْذِرُكُمْ بِالْوَحْیِ میں تمہیں جو ڈراتا ہوں وہ وحی الٰہی کے ذریعے ہے جو تمہارا منعم حقیقی ہے اور جو بہرے ہیں ان کے کان حق نوش وحق نیوش نہیں وہ حق کی آواز جب سننا ہی نہ چاہیں تو انہیں پیام خوف سننا ہی میسر نہیں۔ وہ بہرے بایں معنی ہیں کہ کان رکھتے ہیں مگر گوش قبول سے کام نہیں لیتے اور عمداً بہرے بنے ہوئے ہیں۔

وَلَىٕنْ مَّسَّتْهُمْ نَفْحَةٌ مِّنْ عَذَابِ رَبِّكَ۔ نفحہ عربی محاورہ میں نرم ہوا کو کہتے ہیں تو اس کے حاصل معنی یہ ہوئے کہ وَ لَىٕنْ مَّسَّتْهُمْ شَیْءٌ قَلِیْلٌ مِّنْ عَذَابِ اللّٰهِ اور اگر انہیں تھوڑا سا بھی عذاب چھو جائے تو کہنے لگیں یٰوَیْلَنَاۤ اِنَّا كُنَّا ظٰلِمِیْنَ۔ ہائے خرابی ہم ظالم تھے۔

وَنَضَعُ الْمَوَازِیْنَ الْقِسْطَ۔ موازین، میزان کی جمع ہے اور میزان ترازو کو کہتے ہیں۔

اور قسط اگر چہ مفرد ہے مگر مصدر ہے اور مصدر جمع کی صفت ہو سکتا ہے۔

گویا فرمایا کہ قیامت کے روز جب ہم ترازوئیں انصاف کی رکھیں گے۔ قسط عدل وانصاف کو کہتے ہیں تو اس ترازو میں ایسا عدل ہوگا کہ کسی پر رائی برابر ظلم نہ ہو۔

مجاہد، ضحاک، قتادہ رحمہم اللہ کہتے ہیں کہ ترازو تشبیہ کے لئے فرمایا ہے حقیقت میں عمل تولنے کی ترازو نہیں بلکہ اس سے یہ مراد ہے کہ ہر ایک کا حساب انصاف سے ہوگا۔

ابن جریر رحمہ اللہ بھی ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ایسا ہی کہتے ہیں۔

البتہ ائمہ سلف فرماتے ہیں کہ لفظ کے جب تک معنی حقیقی بن سکیں مجاز کی طرف جانے کی حاجت نہیں۔

لہٰذا اگر اعمال کے توازن کے لئے ترازو ہی قائم کی جائے تو مستبعد نہیں البتہ یہ صحیح ہے کہ وہ ترازو ایسی نہیں جو دنیا میں ہوتی ہے بلکہ توازن اعمال کے لئے اللہ تعالیٰ کی میزان اس کے مناسب ہوگی جسے علام الغیوب ہی جانتا ہے۔

مختصر تفسیر اردو چوتھا رکوع۔ سورۂ انبیاء۔ پ ۱۷

"قُلْ مَنْ یَّكْلَؤُكُمْ بِالَّیْلِ وَالنَّهَارِ مِنَ الرَّحْمٰنِؕ بَلْ هُمْ عَنْ ذِكْرِ رَبِّهِمْ مُّعْرِضُوْنَ۔ فرما دیجئے کون تمہاری نگہبانی شبانہ روز کرتا ہے رحمٰن سے بَلْ هُمْ عَنْ ذِكْرِ رَبِّهِمْ مُّعْرِضُوْنَ۔ اَمْ لَهُمْ اٰلِهَةٌ تَمْنَعُهُمْ مِّنْ دُوْنِنَاؕ لَا یَسْتَطِیْعُوْنَ نَصْرَ اَنْفُسِهِمْ وَلَا هُمْ مِّنَّا یُصْحَبُوْنَ۔ بلکہ وہ اپنے رب کی یاد سے منحرف ہیں کیا ان کے کچھ خدا ہیں جو انہیں ہم سے بچاتے ہیں حالانکہ وہ اپنی جانیں بھی نہیں بچا سکتے اور نہ ہماری طرف سے ان کی مدد ہو۔"

قُلْ۔ یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم ہے کہ مشرکین ومنکرین سے پوچھیں جو استہزاء کرتے پھرتے ہیں کہ مَنْ یَّكْلَؤُكُمْ اَیْ یَحْفَظُكُمْ۔ جو تمہاری حفاظت ونگہبانی کرتا ہے بِالَّیْلِ وَالنَّهَارِ مِنَ الرَّحْمٰنِؕ اَیْ مِنْ بَاْسِهٖ بِقَرِیْنَةِ الْحِفْظِ۔ شبانہ روز عذاب رحمٰن سے اور رات کو مقدم اس لئے کیا کہ مصائب وآرام اکثر وبیشتر رات میں ہوتے ہیں اور عذاب بھی

رات کے کسی حصہ میں آتے ہیں اور مِنَ الرَّحْمٰنِ۔ رحمانیت کے ساتھ اس لئے فرمایا کہ وہ ہوش کریں اور سمجھیں کہ حفاظت ان کے لئے اگر ہوتی ہے تو رحمت حق تعالیٰ سے ہوتی ہے ورنہ وہ اس حفاظت کے متعلق نہیں ہیں۔

''بَلْ هُمْ عَنْ ذِكْرِ رَبِّهِمْ مُّعْرِضُوْنَ۔ بلکہ وہ اپنے رب کی یاد سے منحرف ہیں۔''

اور اس انحراف ہی کی وجہ سے ان کے دل عذاب الٰہی سے بے خوف ہیں اور اس انحراف کی بناء پر وہ اپنے محافظ حقیقی کو نہیں پہنچانتے۔

''اَمْ لَهُمْ اٰلِهَةٌ تَمْنَعُهُمْ مِّنْ دُوْنِنَا۔ کیا ان کے چند معبود ہیں جو انہیں ان کے خیال میں بچائے ہوئے ہیں ہمارے سوا ہم سے۔'' حالانکہ وہ

''لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ نَصْرَ اَنْفُسِهِمْ۔ اتنی استطاعت بھی نہیں رکھتے کہ اپنی جانوں کو بھی بچا سکیں۔''

''وَ لَا هُمْ مِّنَّا يُصْحَبُوْنَ۔ کے معنی آلوسی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: وَيَدْفَعُوْا عَنْهَا مَا يَنْزِلُ بِهَا وَ لَا هُمْ مِنَّا يُصْحَبُوْنَ بِنَصْرٍ اَوْ بِمَنْ يَدْفَعُ عَنْهُمْ ذَالِكَ مِنْ جِهَتِنَا فَهُمْ فِيْ غَايَةِ الْعِجْزِ۔ اور نہ انہیں وہاں وہ ملیں جن کی صحبت ان کی مدد کر سکے اور وہ ان کے ذریعہ بلا و مصیبت کو دفع کر سکیں تو وہ غایت عجز اور مجبوری میں ہوں گے۔

سید المفسرین ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں اِنَّهَا لِلْكَفَرَةِ عَلٰى مَعْنٰى لَا يَسْتَطِيْعُ الْكُفَّارُ نَصْرَ اَنْفُسِهِمْ بِاٰلِهَتِهِمْ وَلَا يَصْحَبُهُمْ نَصْرٌ مِّنْ جِهَتِنَا۔ یہ حال کفار کا ہوگا کہ وہ اپنی جانوں کی بھی مدد نہ کر سکیں گے اور نہ اپنے معبودوں کی مدد انہیں کچھ فائدہ دے سکے گی یہ ان کی غلط فہمی کی بنا ہے کہ

''بَلْ مَتَّعْنَا هٰۤؤُلَآءِ وَاٰبَآءَهُمْ حَتّٰى طَالَ عَلَيْهِمُ الْعُمُرُ۔ ہم نے انہیں اور ان کے آباء واجداد کو دنیاوی نعمتوں سے متمتع کیا حتیٰ کہ ان کی عمریں بھی دراز کیں۔''

تو یہ اس ورطہ تو ہم باطل کا شکار ہو گئے کہ ہمیشہ دنیا میں ہم اسی طرح رہیں گے اور ہماری صحت جسمانی اور عمارات بدن میں بھی کوئی فرق نہیں آئے گا اور اسی گمان میں وہ اعراض عن الحق کرنے لگ گئے اور خواہشات نفسانی کے پیرو بن گئے۔

چنانچہ آلوسی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

وَاعْلَمْ اَنَّهُمْ اَنَّمَا وَقَعُوْا فِيْ وَرْطَةِ ذَالِكَ التَّوَهُّمِ الْبَاطِلِ بِسَبَبِ اَنَّا مَتَّعْنَاهُمْ بِمَا يَشْتَهُوْنَ حَتّٰى طَالَتْ بِهِمْ اَعْمَارُهُمْ وَ اَبْدَانُهُمْ بِالْحَيٰوةِ فَحَسِبُوْا اَنَّ ذَالِكَ يَدُوْمُ فَاغْتَرُّوْا وَاَعْرَضُوْا عَنِ الْحَقِّ وَاَحَبُّوْا مَا سَوَّلَتْ لَهُمْ اَنْفُسُهُمْ۔

''اَفَلَا يَرَوْنَ اَنَّا نَاْتِي الْاَرْضَ نَنْقُصُهَا مِنْ اَطْرَافِهَا ؕ اَفَهُمُ الْغٰلِبُوْنَ ۝۴۴۔''

اَیْ اَلَا يَنْظُرُوْنَ فَلَا يَرَوْنَ اَنَّا نَاْتِي الْاَرْضَ اَیْ اَرْضَ الْكَفَرَةِ اَوْ اَرْضَهُمْ نَنْقُصُهَا مِنْ اَطْرَافِهَا بِتَسْلِيْطِ الْمُسْلِمِيْنَ عَلَيْهَا وَ كَانَ الْاَصْلُ يَاْتِيْ جُيُوْشُ الْمُسْلِمِيْنَ۔

یعنی کیا وہ نہیں دیکھتے اور انہیں نظر نہیں آتا کہ زمین کفر یا کافروں کی بستیاں اپنے کناروں سے مسلمین کے تسلط سے کم ہوتی جا رہی ہیں اور ان کی بنیاد یہ ہے کہ مسلمانوں کے لشکر چاروں طرف سے بڑھتے ہی چلے جا رہے ہیں۔

پھر یہ بحث آتی ہے کہ یہ سورۃ مدینہ میں جہاد فرض ہونے کے بعد نازل ہوئی یا قبل فرضیت جہاد مکہ میں تو ظاہر ہے کہ سورۃ

مبارکہ مکیہ ہے اور جہاد بعد میں فرض ہوا۔ اس کا ایک جواب تو ہم خلاصہ تفسیر میں دے چکے ہیں۔ اور دوسرا جواب یہ ہے کہ

اِنَّ الْمُرَادَ نَنْقُصُهَا بِاِذْهَابِ بَرْكَتِهَا كَمَا جَاءَ فِيْ رِوَايَةٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ۔

اَوْ بِتَخْزِيْبِ قُرَاهَا وَ مَوْتِ اَهْلِهَا كَمَا رُوِيَ عَنْ عِكْرِمَةَ۔

وَ قِيْلَ نَنْقُصُهَا بِمَوْتِ الْعُلَمَاءِ۔

بقول ابن عباس اس سے مراد برکت کا ختم ہو جانا ہے اور

بقول عکرمہ اس کا مطلب بستیوں کی تباہی اور ان کے باشندوں کی ہلاکت ہے

ایک قول ہے کہ اس سے مراد علماء کی موت ہے۔

تیسرا جواب یہ ہے کہ نَنْقُصُهَا سے مراد ان میں سے برکت کا چلا جانا ہے جیسے ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ اس سے مراد ان کی بستیوں کا خراب ہونا اور اس کے رہنے والوں کی موت ہے جیسے کہ حضرت عکرمہ سے مروی ہے کہ ان کے یعنی یہود و نصاریٰ کے علماء کی موت مراد ہے آگے ارشاد ہے:

"اَفَهُمُ الْغٰلِبُوْنَ۔" عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ وَالْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُرَادُ اِنْكَارُ تَرْتِيْبِ الْعَالِيَةِ عَلٰى مَا ذُكِرَ مِنْ نَقْصِ اَرْضِ الْكَفَرَةِ بِتَسْلِيْطِ الْمُؤْمِنِيْنَ عَلَيْهَا۔

"کیا وہ غالب آسکتے ہیں۔" اللہ کے رسول اور مومنین پر۔ گویا تعریضاً ارشاد ہے کہ کیا تم اس وہم میں ہو کہ مسلمانوں پر غالب آسکو گے۔ پھر صاف ارشاد فرمانے کا حکم حضور کو ہو رہا ہے۔ جس میں ان سنتے ہوؤں کو بہرا فرمایا گیا۔

"قُلْ اِنَّمَآ اُنْذِرُكُمْ بِالْوَحْيِ ۖ وَلَا يَسْمَعُ الصُّمُّ الدُّعَآءَ اِذَا مَا يُنْذَرُوْنَ۔ فرما دیجئے میں تو تمہیں ڈرسناتا ہوں وحی الٰہی کے ذریعہ اور تم بہرے ہو آوازۂ حق سننے سے جب تمہیں ڈرسنایا جائے۔"

اس پر آلوسی فرماتے ہیں اُمِرَ عَلَيْهِ السَّلَامُ بِاَنْ يَقُوْلَ لَهُمْ اِنَّمَآ اُنْذِرُكُمْ مَّا تَسْتَعْجِلُوْنَهٗ مِنَ السَّاعَةِ بِالْوَحْيِ الصَّادِقِ النَّاطِقِ بِاِتْيَانِهَا وَ فَظَاعَتِهٖ مَا فِيْهَا مِنَ الْاَهْوَالِ اَيْ اِنَّمَا شَانِيْ اَنْ اُنْذِرَكُمْ بِالْاِخْبَارِ بِذٰلِكَ لَا بِاِتْيَانِ بِهَا فَاِنَّهٗ مُزَاحِمٌ لِلْحِكْمَةِ التَّكْوِيْنِيَّةِ وَالتَّشْرِيْعِيَّةِ فَاِنَّ الْاِيْمَانَ بُرْهَانِيٌّ لَا عَيَانِيٌّ۔

یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا گیا کہ وہ فرمادیں کہ میں تمہیں جو ڈرسنا رہا ہوں جس کی تم عجلت کرتے ہو قیامت کے متعلق وہ سچی وحی بولنے والی ہے اس کا ثبوت اسی وحی سے ہے اور جو کچھ اس میں تمہارے لئے ذلت ہیں اور جو خوف ہیں اور میری شان تو یہ ہے کہ میں تمہیں اس کی خبر سے ڈراؤں اور بتاؤں کہ وہ حکمت تکوینیہ سے رکی ہوئی ہے اور یہ وعدۂ الٰہی شرعی کے تحت ابھی نہیں آئی اور ہمارا ایمان برہانی ہے نہ کہ عیانی۔

اور تمہارا بہرا پن ہدایت اور انذار سننے میں ہے اس سے تم نفع نہیں اٹھاتے بہروں کی طرح سننے سے قاصر ہو جب تمہیں ڈرسنایا جاتا ہے لیکن یہ بھی یاد رکھو کہ

"وَلَئِنْ مَّسَّتْهُمْ نَفْحَةٌ مِّنْ عَذَابِ رَبِّكَ لَيَقُوْلُنَّ يٰوَيْلَنَآ اِنَّا كُنَّا ظٰلِمِيْنَ۔ اگر انہیں عذاب کی ہوا بھی چھو جائے تمہارے رب کی طرف سے تو ضرور کہیں گے ہائے خرابی ہماری بے شک ہم ظالم تھے۔"

کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بات پر کان نہ لگایا اور اس پر ایمان نہ لائے آلوسی رحمہ اللہ اس پر فرماتے ہیں:

اَیْ وَبِاللّٰهِ لَئِنْ مَّسَّتْهُمْ اَدْنٰى شَيْءٍ مِّنْ عَذَابِهٖ تَعَالٰى۔ یعنی قسم ہے اگر انہیں ادنیٰ حصہ بھی عذاب الٰہی کا چھو جائے لَیَقُوْلُنَّ یٰوَیْلَنَآ اِنَّا كُنَّا ظٰلِمِیْنَ۔

وَمَا فِي النَّفْحَةِ مِنْ مَّعْنَى النَّزَارَةِ فَاِنَّ اَصْلَهٗ هُبُوْبُ رَائِحَةِ الشَّيْءِ وَيُقَالُ نَفَحَتْهُ الدَّابَّةُ ضَرَبَتْهُ بِجَدِّ حَافِرِهَا۔ ہوا کی ہلکی صورت میں سکنا یا سواری کو ہلکی ایڑ سے ہانکنا۔ بہر حال نفحہ ہلکی ہوا کو کہتے ہیں۔ پھر یہ مس آخرت میں ہوگا یا دنیا میں اس پر دو قول ہیں۔

ثُمَّ الظَّاهِرُ اِنَّ هٰذَا الْمَسَّ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ۔ پھر یہ ظاہر ہے کہ یہ مس قیامت کے دن ہوگا۔

"وَنَضَعُ الْمَوَازِيْنَ الْقِسْطَ لِيَوْمِ الْقِيٰمَةِ فَلَا تُظْلَمُ نَفْسٌ شَيْئًا ؕ وَاِنْ كَانَ مِثْقَالَ حَبَّةٍ مِّنْ خَرْدَلٍ اَتَيْنَا بِهَا ؕ وَكَفٰى بِنَا حٰسِبِيْنَ۔ اور رکھیں گے ہم ترازوئے عدل میں قیامت کے دن تو کسی جان پر کچھ ظلم نہ ہوگا اگر چہ ہو کوئی عمل رائی کے دانہ برابر تو ہم اسے لے آئیں گے اور ہم کافی ہیں حساب کرنے میں۔"

آلوسی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اَیْ وَ نُحْضِرُ الْمَوَازِيْنَ الْعَادِلَةَ الَّتِيْ تُوْزَنُ بِهَا صَحَائِفُ الْاَعْمَالِ كَمَا يَقْتَضِيْ بِذٰلِكَ حَدِيْثُ السِّجِلَّاتِ وَالْبِطَاقَةِ الَّتِيْ ذَكَرَهٗ مُسْلِمٌ وَغَيْرُهٗ۔

اس کے معنی یہ ہیں کہ عدل کی ترازوئیں قائم کی جائیں گی جس میں اعمال نامہ وزن کئے جائیں گے جیسا کہ مسلم وغیرہ سے مسجلات عمل کے توازن کا ذکر ہے۔

اَوْ نَفْسُ الْاَعْمَالِ بِالنَّفْسِ۔ اعمال کا ظہور وزن کے معنی میں استعمال کیا گیا کہ بعض اعمال چمکتے دمکتے ہوں گے جیسے حسنات ابرار اور بعض تاریک ہوں گے جیسے سیئات۔

اور میزان کو جمع کر کے موازین فرمانے کی یہ حکمت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لِكُلِّ اُمَّةٍ مِيْزَانٌ ہر امت کے لئے ایک ترازوئے عمل ہوگی۔ ایک موقعہ پر فرمایا لِلْمُؤْمِنِ مَوَازِيْنُ بِعَدَدِ خَيْرَاتِهٖ وَاَنْوَاعِ حَسَنَاتِهٖ ہر مومن کی ترازو ہوگی اس کی نیکیوں اور انواع حسنات کے اعتبار سے۔

وَالْاَصَحُّ الْاَشْهَرُ اَنَّهٗ مِيْزَانٌ وَاحِدٌ لِجَمِيْعِ الْاُمَمِ وَلِجَمِيْعِ الْاَعْمَالِ۔ اور مشہور صحیح قول یہی ہے کہ تمام امتوں اور عملوں کی ایک میزان ہوگی۔

وَاَنْكَرَ الْمُعْتَزِلَةُ الْمِيْزَانَ بِالْمَعْنَى الْحَقِيْقِيِّ وَقَالُوْا يَجِبُ اَنْ يُحْمَلَ مَا وَرَدَ فِي الْقُرْاٰنِ مِنْ ذٰلِكَ عَلٰى رِعَايَةِ الْعَدْلِ وَالْاِنْصَافِ وَ وَضْعُ الْمَوَازِيْنِ عِنْدَهُمْ تَمْثِيْلٌ لَا اِرْصَادُ الْحِسَابِ السَّوِيِّ وَالْجَزَاءُ عَلٰى حَسْبِ الْاَعْمَالِ۔

معتزلہ اس سے انکار کرتے ہیں کہ میزان کو بمعنی حقیقی مانا جائے وہ کہتے ہیں جو قرآن کریم میں وارد ہوا ہے وہ برعایت عدل وانصاف میزان سے تعبیر کیا گیا ہے۔

اور وضع موازین ان کے نزدیک ایسے ہی ہے کہ حساب کی آخری میزان اور سزا و جزا کا آخری فیصلہ بحسب عمل ہو۔
لیکن ضحاک، قتادہ، مجاہد اور اعمش رحمہم اللہ کہتے ہیں وَلَا دَاعِيَ اِلَى الْعُدُوْلِ عَنِ الظَّاهِرِ کوئی وجہ جیہ نہیں کہ ہم ظاہر معنی کے خلاف جا کر بلا وجہ معنی تاویلی پر عمل کریں۔ جبکہ ظاہر معنی بھی ہو سکتے ہیں۔

اور افراد قسط کو جمع کرنا جائز ہے۔ چنانچہ فرماتے ہیں وَاِفْرَادُ الْقِسْطِ صِفَةُ الْجَمْعِ لِاَنَّهٗ مَصْدَرٌ وَوُصِفَ بِهٖ مُبَالَغَةً اور افراد قسط جمع کی صفت ہے کیونکہ وہ مصدر ہے اور مبالغہ کے ساتھ متصف ہے لہٰذا وہ موازین کی صفت ہوسکتا ہے جیسا کہ ہم اول لکھ چکے ہیں۔

فَلَا تُظْلَمُ نَفْسٌ شَيْئًا مِّنَ الظُّلْمِ فَلَا يُنْقَصُ ثَوَابُهَا الْمَوْعُوْدُ وَلَا يُزَادُ عَذَابُهَا الْمَعْهُوْدُ۔ اور علامہ قرطبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

اَلْمِيْزَانُ حَقٌّ وَلَا يَكُوْنُ فِيْ حَقِّ كُلِّ اَحَدٍ بِدَلِيْلِ الْحَدِيْثِ الصَّحِيْحِ فَيُقَالُ يَا مُحَمَّدُ اَدْخِلِ الْجَنَّةَ مِنْ اُمَّتِكَ مَنْ لَا حِسَابَ عَلَيْهِ مِنَ الْبَابِ الْاَيْمَنِ اَلْحَدِيْثَ۔

میزان حق ہے لیکن ہر مومن کے لئے میزن پر تو ازن عمل نہیں جیسا کہ صحیح حدیث میں ہے کہ بروز قیامت ارشاد ہوگا اے محبوب! جنت میں اپنی امت کے ان لوگوں کو لے جائیں جن پر حساب نہیں ہے جنت کے باب ایمن سے۔

پھر انبیاء کرام بھی بلا حساب ہی داخل جنت ہوں گے۔

اور قرآن کریم میں بھی ارشاد ہے: يُعْرَفُ الْمُجْرِمُوْنَ بِسِيْمٰهُمْ فَيُؤْخَذُ بِالنَّوَاصِيْ وَالْاَقْدَامِ مجرم پہچانے جائیں گے اپنی پیشانیوں سے تو وہ پکڑے جائیں گے چوٹیوں اور قدموں سے۔

پھر ارشاد ہے: فَلَا نُقِيْمُ لَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَزْنًا۔

اور پھر ارشاد ہے: وَقَدِمْنَآ اِلٰى مَا عَمِلُوْا مِنْ عَمَلٍ فَجَعَلْنٰهُ هَبَآءً مَّنْثُوْرًا۔

وَاِنَّمَا يَبْقَى الْوَزْنُ لِمَنْ شَاءَ اللّٰهُ سُبْحٰنَهٗ مِنَ الْفَرِيْقَيْنِ۔ وزن تو قائم ہوگا مگر اس کے عمل کا جسے اللہ تعالیٰ چاہے۔

وَذَكَرَ الْقَاضِيْ مُنْذِرُ بْنُ سَعِيْدِنِ الْبَلُوْطِيُّ اَنَّ اَهْلَ الصَّبْرِ لَا تُوْزَنُ اَعْمَالُهُمْ وَاِنَّمَا يُصَبُّ لَهُمُ الْاَجْرُ صَبًّا۔ اہل صبر کے اعمال وزن نہ کئے جائیں گے بلکہ ان پر اجر و ثواب کا انصباب رحمت سے ہوگا۔

وَ ظَوَاهِرُ اَكْثَرِ الْاٰيَاتِ وَالْاَحَادِيْثِ تَقْتَضِيْ وَزْنَ اَعْمَالِ الْكُفَّارِ۔ اور اکثر آیات واحادیث کا ظاہر مقتضیٰ یہ ہے کہ اعمال کفار کا وزن ہوگا باقی کا جسے اللہ تعالیٰ چاہے۔

"وَاِنْ كَانَ مِثْقَالَ حَبَّةٍ مِّنْ خَرْدَلٍ اَتَيْنَا بِهَا ؕ وَكَفٰى بِنَا حٰسِبِيْنَ۔ اَيِ الْعَمَلَ الْمَدْلُوْلَ عَلَيْهِ بِوَضْعِ الْمِيْزَانِ فَلَا تُظْلَمُ جَزَاءُ عَمَلٍ مِّنَ الْاَعْمَالِ مِثْقَالَ حَبَّةٍ مِّنْ خَرْدَلٍ وَالْمُرَادُ وَاِنْ كَانَ فِيْ غَايَةِ الْقِلَّةِ وَالْحِقَارَةِ فَاِنَّ حَبَّةَ الْخَرْدَلِ مَثَلٌ فِي الصِّغَرِ۔

"اگر چہ وہ عمل رائی کے دانہ کے برابر ہو ہم لے آئیں گے اسے اور حساب کے لئے ہم کافی ہیں۔" یعنی ہر عمل میزان میں رکھا جائے گا اور اس کا بدلہ دینے میں رائی کے برابر بھی ظلم نہ ہوگا جس کے صاف معنی ہیں کہ وہ عمل کتنا ہی قلیل وذلیل کیوں نہ ہو اس لئے کہ رائی کے دانہ صغر میں مثل ہے۔

"وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسٰى وَهٰرُوْنَ الْفُرْقَانَ وَضِيَآءً وَّذِكْرًا لِّلْمُتَّقِيْنَ ﴿۴۸﴾ الَّذِيْنَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَيْبِ وَهُمْ مِّنَ السَّاعَةِ مُشْفِقُوْنَ ﴿۴۹﴾ وَهٰذَا ذِكْرٌ مُّبٰرَكٌ اَنْزَلْنٰهُ ؕ اَفَاَنْتُمْ لَهٗ مُنْكِرُوْنَ۔ اور بے شک ہم نے دیا موسیٰ و

ہارون کو فیصلہ دینے والا قانون اور روشنی اور پرہیز گاروں کو نصیحت۔ وہ جو اپنے رب سے بن دیکھے ڈرتے ہیں اور وہ قیامت سے خوفزدہ ہیں اور یہ ہے ذکر برکت والا کہ ہم نے اتارا تو کیا تم اس کے منکر ہو۔"

حضرت موسیٰ وہارون علیہما السلام کو توریت عطا فرمائی جو حق و باطل میں تفریق کرنے والی ہے۔ اور ایمان کے لئے روشنی جس سے راہ نجات نظر آتی ہے پرہیز گاروں کو اور وہ اس سے پند پذیر ہوتے ہیں اور امور دین کا علم حاصل کرتے ہیں اور یہ قرآن کریم مبارک ذکر ہے جو اپنے حبیب پاک صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل فرمایا جو کثیر الخیر ہے اور مومنین کے لئے اس میں برکتیں ہیں تو تعجب ہے کہ تم اس قرآن سے بھی منکر ہو۔

بامحاورہ ترجمہ پانچواں رکوع۔ سورۂ انبیاء۔ پ ۱۷

وَلَقَدْ اٰتَیْنَاۤ اِبْرٰهِیْمَ رُشْدَهٗ مِنْ قَبْلُ وَكُنَّا بِهٖ عٰلِمِیْنَ ﴿۵۱﴾	اور بے شک عطا کی ہم نے ابراہیم کو نیک راہ پہلے اس سے اور ہم تھے اس سے خبردار
اِذْ قَالَ لِاَبِیْهِ وَقَوْمِهٖ مَا هٰذِهِ التَّمَاثِیْلُ الَّتِیْۤ اَنْتُمْ لَهَا عٰكِفُوْنَ ﴿۵۲﴾	جب کہا اس نے اپنے باپ اور قوم سے کیا ہیں یہ مورتیں جن کے آگے تم آسن مارے ہوئے ہو
قَالُوْا وَجَدْنَاۤ اٰبَآءَنَا لَهَا عٰبِدِیْنَ ﴿۵۳﴾	بولے پایا ہم نے اپنے آباء واجداد کو ان کی پوجا کرتے
قَالَ لَقَدْ كُنْتُمْ اَنْتُمْ وَ اٰبَآؤُكُمْ فِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ ﴿۵۴﴾	کہا بے شک تم اور تمہارے باپ دادا سب کھلی ہوئی گمراہی میں ہو
قَالُوْۤا اَجِئْتَنَا بِالْحَقِّ اَمْ اَنْتَ مِنَ اللّٰعِبِیْنَ ﴿۵۵﴾	بولے کیا تم لائے ہو ہمارے پاس حق یا یوں ہی تم کھیل رہے ہو
قَالَ بَلْ رَّبُّكُمْ رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ الَّذِیْ فَطَرَهُنَّ ﳲ وَاَنَا عَلٰی ذٰلِكُمْ مِّنَ الشّٰهِدِیْنَ ﴿۵۶﴾	کہا بلکہ تمہارا رب وہ ہے جو رب سماوات اور ارض ہے جس نے انہیں پیدا کیا اور میں اوپر اس کے گواہ ہوں
وَ تَاللّٰهِ لَاَكِیْدَنَّ اَصْنَامَكُمْ بَعْدَ اَنْ تُوَلُّوْا مُدْبِرِیْنَ ﴿۵۷﴾	اور مجھے قسم ہے اللہ کی کہ میں خفیہ تدبیر کروں گا تمہارے بتوں سے بعد اس کے کہ تم پیٹھ پھیرو
فَجَعَلَهُمْ جُذٰذًا اِلَّا كَبِیْرًا لَّهُمْ لَعَلَّهُمْ اِلَیْهِ یَرْجِعُوْنَ ﴿۵۸﴾	تو کر دیا ان کو چورا مگر اس کو جو ان سب کا بڑا تھا شاید کہ وہ اس سے کچھ پوچھیں
قَالُوْا مَنْ فَعَلَ هٰذَا بِاٰلِهَتِنَاۤ اِنَّهٗ لَمِنَ الظّٰلِمِیْنَ ﴿۵۹﴾	بولے کس نے کیا ہمارے خداؤں کے ساتھ یہ کام بے شک وہ ظالموں میں سے ہے
قَالُوْا سَمِعْنَا فَتًی یَّذْكُرُهُمْ یُقَالُ لَهٗۤ اِبْرٰهِیْمُ ﴿۶۰﴾	بولے ہم نے سنا ہے کہ ایک جوان کو جو انہیں برا کہتا ہے جسے ابراہیم کہتے ہیں
قَالُوْا فَاْتُوْا بِهٖ عَلٰۤی اَعْیُنِ النَّاسِ لَعَلَّهُمْ یَشْهَدُوْنَ ﴿۶۱﴾	بولے تو اسے لاؤ لوگوں کے سامنے کہ وہ گواہی دیں

قَالُوٓا ءَاَنْتَ فَعَلْتَ هٰذَا بِاٰلِهَتِنَا يٰٓاِبْرٰهِيْمُ ﴿٦٢﴾

بولے کیا تم نے کیا ہے یہ کام ہمارے خداؤں کے ساتھ اے ابراہیم

قَالَ بَلْ فَعَلَهٗ كَبِيْرُهُمْ هٰذَا فَسْـَٔلُوْهُمْ اِنْ كَانُوْا يَنْطِقُوْنَ ﴿٦٣﴾

فرمایا بلکہ ان کے بڑے نے کیا ہوگا یہ پوچھو ان سے اگر ہیں وہ بولنے والے

فَرَجَعُوْٓا اِلٰٓى اَنْفُسِهِمْ فَقَالُوْٓا اِنَّكُمْ اَنْتُمُ الظّٰلِمُوْنَ ﴿٦٤﴾

تو لوٹے اپنے جی میں (شرمندہ) اور کہنے لگے بے شک تم ہی ظالم ہو

ثُمَّ نُكِسُوْا عَلٰى رُءُوْسِهِمْ لَقَدْ عَلِمْتَ مَا هٰٓؤُلَآءِ يَنْطِقُوْنَ ﴿٦٥﴾

پھر اپنے سروں کے بل اوندھائے گئے کہ بے شک تمہیں خود معلوم ہے کہ یہ بولنے والے نہیں

قَالَ اَفَتَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَنْفَعُكُمْ شَيْـًٔا وَّلَا يَضُرُّكُمْ ﴿٦٦﴾

فرمایا ابراہیم نے کیا اللہ کے سوا ایسے کو پوجتے ہو جو تمہیں کچھ نفع نہ دے سکے اور نہ تمہیں نقصان پہنچا سکے تف ہے

اُفٍّ لَّكُمْ وَلِمَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ﴿٦٧﴾

تم پر اور ان بتوں پر جنہیں اللہ کے سوا پوجتے ہو تو کیا نہیں عقل سے کام لیتے

قَالُوْا حَرِّقُوْهُ وَانْصُرُوْٓا اٰلِهَتَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ فٰعِلِيْنَ ﴿٦٨﴾

بولے نمرودی جلا ڈالو ابراہیم کو اور اپنے خداؤں کی مدد کرو اگر ہو تم کچھ کرنے والے

قُلْنَا يٰنَارُ كُوْنِيْ بَرْدًا وَّسَلٰمًا عَلٰٓى اِبْرٰهِيْمَ ﴿٦٩﴾

فرمایا ہم نے اے آگ ہو جا سرد اور سلامتی والی ابراہیم پر

وَاَرَادُوْا بِهٖ كَيْدًا فَجَعَلْنٰهُمُ الْاَخْسَرِيْنَ ﴿٧٠﴾

اور انہوں نے چاہا مکر کرنا تو کر دیا ہم نے انہیں زیاں کار

وَنَجَّيْنٰهُ وَلُوْطًا اِلَى الْاَرْضِ الَّتِيْ بٰرَكْنَا فِيْهَا لِلْعٰلَمِيْنَ ﴿٧١﴾

اور نجات دی ہم نے ابراہیم کو اور لوط کو اس زمین کی طرف جس میں ہم نے برکت رکھی جہاں والوں کے لئے

وَوَهَبْنَا لَهٗٓ اِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ نَافِلَةً وَكُلًّا جَعَلْنَا صٰلِحِيْنَ ﴿٧٢﴾

اور بخشا ہم نے ابراہیم کو اسحاق اور یعقوب پوتا اور ہم نے ان سب کو اپنے قرب خاص کا سزاوار بنایا

وَجَعَلْنٰهُمْ اَئِمَّةً يَّهْدُوْنَ بِاَمْرِنَا وَاَوْحَيْنَآ اِلَيْهِمْ فِعْلَ الْخَيْرٰتِ وَاِقَامَ الصَّلٰوةِ وَاِيْتَآءَ الزَّكٰوةِ وَكَانُوْا لَنَا عٰبِدِيْنَ ﴿٧٣﴾

اور بنایا ہم نے ان کو امام کہ ہمارے حکم سے بلاتے ہیں اور وحی کی ہم نے ان کی طرف اچھے کام کرنے اور نماز قائم رکھنے اور زکوٰۃ دینے کی اور تھے وہ ہمارے عابدین سے

وَلُوْطًا اٰتَيْنٰهُ حُكْمًا وَّعِلْمًا وَّنَجَّيْنٰهُ مِنَ الْقَرْيَةِ الَّتِيْ كَانَتْ تَّعْمَلُ الْخَبٰٓئِثَ اِنَّهُمْ كَانُوْا قَوْمَ سَوْءٍ فٰسِقِيْنَ ﴿٧٤﴾

اور لوط کو ہم نے حکومت اور علم دیا اور اسے اس بستی سے نجات بخشی جو گندے کام کرتی تھی بے شک وہ بری قوم بے حکم والی تھی

وَاَدْخَلْنٰهُ فِيْ رَحْمَتِنَا اِنَّهٗ مِنَ الصّٰلِحِيْنَ ﴿٧٥﴾

اور داخل کیا ہم نے اسے اپنی رحمت میں بے شک وہ

صالحین سے تھے

حل لغات پانچواں رکوع - سورۃ انبیاء - پ ۱۷

وَلَقَدْ۔ اور بے شک	اٰتَیْنَآ۔ دی ہم نے	اِبْرٰهِیْمَ۔ ابراہیم کو	رُشْدَهٗ۔ اس کی بھلائی
مِنْ قَبْلُ۔ اس سے پہلے	وَكُنَّا۔ اور تھے ہم	بِهٖ۔ اس کو	عٰلِمِیْنَ۔ جاننے والے
اِذْ۔ جب	قَالَ۔ کہا اس نے	لِاَبِیْهِ۔ اپنے باپ	وَقَوْمِهٖ۔ اور اپنی قوم کو
مَا هٰذِهِ۔ کیا ہیں یہ	التَّمَاثِیْلُ۔ مورتیاں	الَّتِیْٓ۔ جو	اَنْتُمْ۔ تم
لَهَا۔ ان پر	عٰكِفُوْنَ۔ دھرنا مارے ہو	قَالُوْا۔ بولے	وَجَدْنَآ۔ ہم نے پایا
اٰبَآءَنَا۔ اپنے باپوں کو	لَهَا۔ ان کی	عٰبِدِیْنَ۔ پوجا کرتے	قَالَ۔ کہا
لَقَدْ۔ بے شک	كُنْتُمْ۔ تھے	اَنْتُمْ۔ تم	وَاٰبَآؤُكُمْ۔ اور تمہارے باپ
فِیْ ضَلٰلٍ۔ گمراہی	مُّبِیْنٍ۔ ظاہر میں	قَالُوْٓا۔ بولے	اَجِئْتَنَا۔ کیا لایا تو ہمارے
پاس	بِالْحَقِّ۔ حق	اَمْ۔ یا ہے	اَنْتَ۔ تو
مِنَ اللّٰعِبِیْنَ۔ کھیلنے والوں میں سے		قَالَ۔ کہا	بَلْ۔ بلکہ
رَّبُّكُمْ۔ تمہارا رب	رَبُّ۔ رب ہے	السَّمٰوٰتِ۔ آسمانوں	وَالْاَرْضِ۔ اور زمین کا
الَّذِیْ۔ جس نے	فَطَرَهُنَّ۔ ان کو پیدا کیا	وَاَنَا۔ اور میں	عَلٰی۔ اوپر
ذٰلِكُمْ۔ اس کے	مِّنَ الشّٰهِدِیْنَ۔ گواہوں سے ہوں		وَتَاللّٰهِ۔ اور اللہ کی قسم
لَاَكِیْدَنَّ۔ ضرور تدبیر کروں گا		اَصْنَامَكُمْ۔ تمہارے بتوں سے	
بَعْدَ۔ بعد	اَنْ۔ اس کے کہ	تُوَلُّوْا۔ پھرو تم	مُدْبِرِیْنَ۔ پیٹھ دے کر
فَجَعَلَهُمْ۔ تو کر دیا ان کو	جُذٰذًا۔ ٹکڑے	اِلَّا۔ مگر	كَبِیْرًا۔ بڑا
لَّهُمْ۔ ان کا	لَعَلَّهُمْ۔ تاکہ وہ	اِلَیْهِ۔ اس کی طرف	یَرْجِعُوْنَ۔ لوٹیں
قَالُوْا۔ بولے	مَنْ۔ کس نے	فَعَلَ۔ کیا	هٰذَا۔ یہ
بِاٰلِهَتِنَآ۔ ہمارے خداؤں سے		اِنَّهٗ۔ بے شک وہ	لَمِنَ الظّٰلِمِیْنَ۔ ظالموں
سے ہے	قَالُوْا۔ بولے	سَمِعْنَا۔ ہم نے سنا ہے	فَتًی۔ ایک جوان
یَّذْكُرُهُمْ۔ جو ان کا ذکر کرتا ہے		یُقَالُ۔ کہا جاتا ہے	لَهٗٓ۔ اس کو
اِبْرٰهِیْمُ۔ ابراہیم	قَالُوْا۔ کہنے لگے	فَاْتُوْا۔ لاؤ	بِهٖ۔ اس کو
عَلٰٓی۔ اوپر	اَعْیُنِ النَّاسِ۔ بندوں کی مجلس کے		لَعَلَّهُمْ۔ تاکہ وہ
یَشْهَدُوْنَ۔ گواہ رہیں	قَالُوْٓا۔ کہنے لگے	ءَاَنْتَ۔ کیا تو نے	فَعَلْتَ۔ کیا ہے
هٰذَا۔ یہ	بِاٰلِهَتِنَا۔ ہمارے خداؤں سے		یٰٓاِبْرٰهِیْمُ۔ اے ابراہیم

قَالَ۔فرمایا بَلْ۔بلکہ فَعَلَهٗ۔کیا ہے یہ كَبِيْرُهُمْ۔ان کا بڑا ہے
هٰذَا۔یہ فَسْـَٔلُوْهُمْ۔تو پوچھو ان سے اِنْ۔اگر كَانُوْا۔ہیں وہ
يَنْطِقُوْنَ۔بولتے فَرَجَعُوْٓا۔تو لوٹے اِلٰٓى۔طرف اَنْفُسِهِمْ۔اپنی جانوں کی
فَقَالُوْٓا۔تو کہنے لگے اِنَّكُمْ۔بے شک اَنْتُمُ۔تم ہی الظّٰلِمُوْنَ۔ظالم ہو
ثُمَّ۔پھر نُكِسُوْا۔الٹائے گئے عَلٰى رُءُوْسِهِمْ۔اپنے سروں پر لَقَدْ۔بے شک
عَلِمْتَ۔تو جانتا ہے مَا۔نہیں هٰٓؤُلَآءِ۔یہ يَنْطِقُوْنَ۔بولتے
قَالَ۔فرمایا اَفَتَعْبُدُوْنَ۔کیا پوجتے ہو مِنْ دُوْنِ۔سوا اللّٰهِ۔اللہ کے
مَا۔جو لَا۔نہیں يَنْفَعُكُمْ۔نفع دے تمہیں شَيْـًٔا۔کچھ بھی
وَّلَا۔اور نہ يَضُرُّكُمْ۔نقصان دے تمہیں اُفٍّ۔تف ہے لَّكُمْ۔تم پر
وَلِمَا۔اور ان پر تَعْبُدُوْنَ۔پوجتے ہو تم مِنْ دُوْنِ۔سوا اللّٰهِ۔اللہ
اَفَلَا۔کیا نہیں تَعْقِلُوْنَ۔تم سوچتے قَالُوْا۔بولے حَرِّقُوْهُ۔جلا دو اس کو
وَانْصُرُوْٓا۔اور مدد کرو اٰلِهَتَكُمْ۔اپنے خداؤں کی اِنْ۔اگر كُنْتُمْ۔ہو تم
فٰعِلِيْنَ۔کرنے والے قُلْنَا۔ہم نے فرمایا يٰنَارُ۔اے آگ كُوْنِيْ۔ہو جا
بَرْدًا۔ٹھنڈی وَّسَلٰمًا۔اور سلامتی والی عَلٰٓى۔اوپر اِبْرٰهِيْمَ۔ابراہیم کے
وَاَرَادُوْا۔اور ارادہ کیا انہوں نے بِهٖ۔اس سے كَيْدًا۔تدبیر کرنے کا
فَجَعَلْنٰهُمُ۔تو کر دیا ہم نے ان کو الْاَخْسَرِيْنَ۔خسارے والے
وَنَجَّيْنٰهُ۔اور نجات دی ہم نے اس کو وَلُوْطًا۔اور لوط کو اِلَى الْاَرْضِ الَّتِيْ۔اس
زمین کی طرف کہ بٰرَكْنَا۔برکت رکھی ہم نے فِيْهَا۔اس میں لِلْعٰلَمِيْنَ۔جہان والوں کیلئے
وَوَهَبْنَا۔اور عطا کیا ہم نے لَهٗٓ۔اس کو اِسْحٰقَ۔اسحاق وَيَعْقُوْبَ۔اور یعقوب
نَافِلَةً۔پوتا وَكُلًّا۔اور ہر ایک کو جَعَلْنَا۔بنایا ہم نے صٰلِحِيْنَ۔نیکوکار
وَجَعَلْنٰهُمْ۔اور بنایا ہم نے ان کو اَىِٕمَّةً۔امام يَّهْدُوْنَ۔ہدایت دیتے
بِاَمْرِنَا۔ہمارے حکم سے وَاَوْحَيْنَآ۔اور وحی کی ہم نے اِلَيْهِمْ۔ان کی طرف فِعْلَ۔کام
الْخَيْرٰتِ۔بھلائی کے وَاِقَامَ۔اور قائم کرنا الصَّلٰوةِ۔نماز کا وَاِيْتَآءَ۔اور دینا
الزَّكٰوةِ۔زکوٰۃ کا وَكَانُوْا۔اور تھے وہ لَنَا۔ہماری عٰبِدِيْنَ۔عبادت کرتے
وَلُوْطًا۔اور لوط اٰتَيْنٰهُ۔دیا ہم نے اس کو حُكْمًا۔حکم وَّعِلْمًا۔اور علم
وَّنَجَّيْنٰهُ۔اور نجات دی ہم نے اس کو مِنَ الْقَرْيَةِ الَّتِيْ۔اس بستی سے
كَانَتْ۔کہ تھی وہ تَّعْمَلُ۔کام کرتی الْخَبٰٓىِٕثَ۔گندے اِنَّهُمْ۔بے شک وہ
كَانُوْا۔تھے قَوْمَ سَوْءٍ۔بری قوم فٰسِقِيْنَ۔بدکردار وَاَدْخَلْنٰهُ۔اور داخل کیا ہم

نے اس کو فِیْ رَحْمَتِنَا۔ اپنی رحمت میں اِنَّهٗ۔ بے شک وہ مِنَ الصّٰلِحِیْنَ۔ نیکوں سے تھا

خلاصہ تفسیر پانچواں رکوع - سورۂ انبیاء - پ ۱۷

قرآن کریم میں یہ دوسری بار حضرت ابراہیم علیہ السلام کا تذکرہ فرمایا گیا ہے اس میں اس امر کو واضح کیا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنی ابتداء عمر سے ہی موحد تھے اور آپ اپنی قوم سے بت پرستی کی تحقیر فرمایا کرتے تھے۔

حتیٰ کہ جب وہ اپنی مفروضہ عید کے لئے جنگل کو نکل گئے تو آپ نے ان کے بت خانہ کے چھوٹے بتوں کو توڑ ڈالا اور بڑے بت کے ہاتھ میں ہتھوڑا دے دیا تا کہ اگر بات چھڑے تو فرما سکیں کہ ان کے بڑے بت سے پوچھو اور جب وہ جواب دینے سے قاصر رہے گا تو وہ خود ذلیل ہو جائیں گے۔

مختصر یہ کہ جب وہ لا جواب ہو گئے اور ان پر بے جان کو معبود ماننا اور جہالت کرنا ثابت ہو گیا تو وہ غضب ناک ہو گئے تو آگ میں جلانا تجویز کیا۔

پھر رحمت الٰہی عزوجل نے جو ہمیشہ اللہ تعالیٰ کے پاک باز بندوں کے ساتھ رہتی ہے آپ کی معاونت کی اور آگ کو سرد کر دیا تو وہ سخت خجل اور منفعل ہوئے۔

اس میں مشرکین مکہ سے تعریض بھی ہے کہ تم کیسے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے فرزند ہو انہوں نے بت شکنی فرمائی تھی اور تم وہی بت پرستی پر جمے ہوئے ہو اگر باپ دادا کی تقلید میں پائنا بول رہے ہو تو یہ بھی غلط ہے تمہارے جد امجد تو بت شکن تھے اور تم بت پرست ہو تو رکوع کے شروع پر ارشاد ہوا۔

وَلَقَدْ اٰتَیْنَاۤ اِبْرٰهِیْمَ رُشْدَهٗ مِنْ قَبْلُ۔ یہاں رشد سے مراد نبوت ہے جس پر كُنَّا بِهٖ عٰلِمِیْنَ کا قرینہ دلالت کرتا ہے۔

رشد پر مفسرین کے چند قول ہیں:

ایک قول ہے کہ رشد سے مراد نور ہدایت ہے یا باطنی روشنی ہے جس میں نبوت بھی آ گئی اور مِنْ قَبْلُ سے مراد موسیٰ علیہ السلام سے پیشتر ہے۔

بعض کا قول ہے کہ رشد سے مراد حضرت ابراہیم علیہ السلام کا غار میں پوشیدہ پرورش پانے کا جو زمانہ تھا انہیں ایام میں آثار رشد ان میں نمایاں تھے۔

تماثیل۔ جمع تمثال کی ہے خواہ وہ آدمی کی ہو یا حیوان یا کسی چیز کی صورت جسم دار ہو خواہ وہ پیتل کی ہو خواہ لوہے، پتھر، لکڑی کی ہو جسے ہندی میں مورت کہتے ہیں۔

حالات حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام

آپ شہر بابل یا اہواز کے باشندے تھے۔ اس عہد میں صابیوں کا مذہب مروج تھا جو ستاروں اور دیگر پیکر نورانی کی پرستش کیا کرتے تھے بعضوں کے مطابق ان کی مورتیں بنا کر ان کی پرستش کیا کرتے تھے۔ خاص بابل شہر میں اس قوم کا ایک

عالیشان مندر تھا جس کی بلندی اور دیگر عمارات کا حال سن کر حیرت ہوتی تھی۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام لڑکپن سے ہونہار اور موحد قوم کے پیش رو ہونے والے علم الٰہی عزوجل میں مقرر ہو چکے تھے انہیں بت پرستی سے فطرتاً نفرت تھی۔

چنانچہ باپ اور اقارب سے اس معاملہ میں مناظرے ہونے لگے۔

آپ نے سب سے پہلے ستاروں کے طلوع وغروب سے ان کی الوہیت باطل کر کے قوم کو الزام دیا اور یہ بھی فرما دیا کہ میں تمہارے معبودوں کو بھی ٹھیک کر دوں گا۔

چنانچہ جب سب لوگ شہر سے باہر اپنی رواجی عید منانے چلے گئے اور آپ اِنِّیْ سَقِیْمٌ فرما کر بہانہ مرض سے رہ گئے اور موقعہ پا کر ان کے بت خانہ میں جا کر ان کے چھوٹے چھوٹے بتوں کو توڑ دیا اور ایک بت جو سب سے بڑا تھا اسے نہ توڑا۔

جب قوم کے لوگ اپنے میلے سے واپس آئے تو اپنے معبودوں کا یہ حال دیکھ کر طیش میں آئے۔ تحقیقات کے بعد معلوم ہوا کہ یہ کام ابراہیم علیہ السلام نے کیا ہے۔

اس لئے کہ وہی ساری قوم میں ان کی اہانت کرتے اور انہیں بنظر حقارت دیکھا کرتے تھے قرینہ سے سب نے سمجھ لیا کہ یہ کام انہی کا ہے لیکن قومی مجلس میں آپ کو بلا کر سوال کرنا باقی تھا چنانچہ وہ بھی کیا اور آپ سے سب کے سامنے پوچھا کہ یہ کام کس کا ہے۔

آپ نے فرمایا تمہارے عقیدہ میں یہ تمہارے معبود ہر قسم کی قدرت رکھتے ہیں لہٰذا انہیں سے دریافت کرو کہ یہ کام کس کا ہے اگر جواب دیں تو ٹھیک ہے اور اگر جواب دینے پر بھی قدرت نہ رکھیں تو اتنا سمجھ لو کہ جنہیں کسی نے توڑ ڈالا اور وہ کچھ نہ کر سکے تو انہیں معبود ماننا کس عقل سے ہے۔

یا یوں ہی سمجھ لو کہ ان میں باہمی جھگڑا ہوا ہوگا تو بڑے نے چھوٹوں کو توڑ دیا ہوگا۔

اس جواب سے وہ اور بھی نادم اور اپنے جی میں خجل اور شرمندہ ہوئے۔

اور بجائے اس کے کہ حق کو مانتے آپس میں عناد وحسد کی آگ میں جل کر مشورہ کیا کہ انہیں آگ میں جلا دو اس لئے کہ اس قوم کی وحشت و بربریت میں جرم کی سزا یہی ہوتی تھی کہ آگ میں ڈال کر جلا دیتے تھے۔

لیکن ان کا یہ مقصد بھی پورا نہ ہوا۔ اور اللہ تعالیٰ نے آگ کو گلزار کر دیا اور آپ صحیح وسلامت اس آگ سے نکل آئے۔

اس معجز نما شان کو دیکھ کر انہیں اور بھی حیرت ہوئی۔

ہاران حضرت ابراہیم علیہ السلام کا حقیقی بھائی تھا اور

حضرت لوط علیہ السلام اس کے بیٹے تھے۔ ہاران اپنے باپ تارو کے روبرو جسے آزر بھی کہتے ہیں وطن ہی میں مر گیا تھا۔

اور حضرت ابراہیم علیہ السلام بحکم رب العالمین وہاں سے ہجرت فرما کر روانہ ہو گئے۔

اور حضرت لوط علیہ السلام جو حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بھتیجے تھے اور آپ پر ایمان لا چکے تھے آپ ہی کے ساتھ روانہ ہو گئے۔

جب ملک شام میں آئے تو دیکھا یہاں اللہ تعالیٰ نے پھلوں پھولوں اور انہار و اثمار اور ہر قسم کی شادابی اس سرزمین میں

رکھی ہے۔

یہاں اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اسحاق علیہ السلام جیسا فرزند عطا فرمایا اور پھر حضرت اسحاق علیہ السلام سے حضرت یعقوب علیہ السلام عطا ہوئے جنہیں نافلہ فرمایا ہے یعنی نفع میں اس لئے کہ آپ کی التجا بیٹے کے لئے تھی تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے بیٹا بھی ملا اور پوتا بھی۔

اور پھر ان کی نسل سے انبیاء علیہم السلام اور برگزیدہ لوگ پیدا ہوئے یہ درحقیقت دنیا میں خدا پرستی کا نتیجہ تھا۔

اور لوط علیہ السلام کو اس گندی جھیل کے پاس رہنے کا حکم ہوا جہاں کی آبادی قوم سدوم اور عمورہ وغیرہ سے تھی یہ بڑی ناپاک قوم تھی جس میں لواطت کا خاص عیب تھا۔

ان پر غضب الٰہی عزوجل نازل ہوا اور ہلاک کی گئی اور لوط علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے وہاں سے سلامت نکال لیا۔ اب تفسیر مختصر اردو ملاحظہ ہو۔

مختصر تفسیر اردو پانچواں رکوع ۔ سورۂ انبیاء ۔ پ ۱۷

"وَلَقَدْ اٰتَيْنَآ اِبْرٰهِيْمَ رُشْدَهٗ مِنْ قَبْلُ وَكُنَّا بِهٖ عٰلِمِيْنَ۔ اور بے شک ہم نے عطا فرمائی ابراہیم کو اس کی نیک راہ اور ہم اس سے خبردار تھے۔"

یعنی حضرت ابراہیم علیہ السلام قبل بلوغ ہی نیک راہ پر تھے اور بت پرستی وغیرہ کو پسند نہیں فرماتے تھے اور ہم نے انہیں جان لیا تھا کہ وہ ہدایت و نبوت کے اہل ہیں۔

آلوسی رحمہ اللہ اس کی تفسیر میں فرماتے ہیں وَلَقَدْ اٰتَيْنَا اِبْرَاهِيْمَ رُشْدَهٗ اَیِ الرُّشْدَ اللَّائِقَ بِهٖ وَ بِاَمْثَالِهٖ مِنَ الْمُرْسَلِ الْكِبَارِ وَهُوَ الرُّشْدُ الْكَامِلُ اَعْنِی الْاِهْتِدَاءَ اِلٰی وُجُوْهِ الصَّلَاحِ فِی الدِّيْنِ وَالدُّنْيَا بِالنَّوَامِيْسِ الْاِلٰهِيَّةِ وَ قِيْلَ الصُّحُفُ وَ قِيْلَ الْحِكْمَةُ وَ قِيْلَ التَّوْفِيْقُ لِلْخَيْرِ صَغِيْرًا۔

مِنْ قَبْلُ اَیْ مِنْ مُوْسٰی وَ هٰرُوْنَ وَ قِيْلَ مِنْ قَبْلِ الْبُلُوْغِ حِيْنَ خَرَجَ مِنَ السِّرْبِ ۔ وَ قِيْلَ مِنْ قَبْلِ اَنْ يُوْلَدَ حِيْنَ كَانَ فِیْ صُلْبِ اٰدَمَ عَلَيْهِ السَّلَامُ وَ قِيْلَ مِنْ قَبْلِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کو رشد عطا ہونے کے چار معنی ہو سکتے ہیں۔

اول وہ رشد جو آپ کے لائق تھا یا آپ کے مثل انبیاء و مرسل کبار کو ملا اور یہ رشد کامل ہے جس سے مراد صلاحیت کے ساتھ ہدایت دین و دنیا میں تعلیم الٰہی عزوجل کے مطابق۔

دوسرا قول ہے کہ رشد سے مراد صحیفوں کا عطا فرمانا ہے۔

تیسرا قول ہے کہ رشد سے مراد حکمت عطا ہونا ہے۔

چوتھا قول ہے کہ رشد سے مراد بھلائیوں کی توفیق عطا ہونا۔

مِنْ قَبْلُ۔ جو فرمایا اس سے بھی چار پہلو مراد ہیں۔

اول موسیٰ و ہارون علیہما السلام سے قبل

دوسرا قول ہے کہ اس سے مراد قبل بلوغ ہے جبکہ آپ غار سے باہر تشریف لائے۔

تیسرا قول ہے کہ آپ کی ولادت سے قبل ہی آپ کو رشد عطا ہو چکا تھا جب کہ آپ ابھی صلب آدم علیہ السلام میں تھے۔

چوتھا قول ہے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے قبل ہی آپ رشد پر تھے۔

اور ایک قول یہ بھی ہو سکتا ہے کہ یہ اس طرف کنایہ ہے جو آپ کے آگ میں ڈالنے کے وقت حضرت روح الامین علیہ السلام نے عرض کیا تھا۔ سَلْ مِنْ رَّبِّکَ۔ حضور اگر آپ ہماری مدد نہیں چاہتے تو آپ رب سے ہی مدد طلب کیجئے تو آپ نے فرمایا تھا عِلْمُهٗ بِحَالِیْ یُغْنِیْ عَنْ سُوَالِیْ اسے میرے حال کا علم ہے اور وہ میرے سوال سے مستغنی ہے۔

"اِذْ قَالَ لِاَبِیْهِ وَ قَوْمِهٖ مَا هٰذِهِ التَّمَاثِیْلُ الَّتِیْۤ اَنْتُمْ لَهَا عٰكِفُوْنَ۔ جب فرمایا آپ نے اپنے باپ اور قوم کو کہ کیا ہیں یہ مورتیں جن کے آگے آسن مارے بیٹھے ہو۔"

اَوْرَدَ عَلَیْهِ السَّلَامُ مَا هٰذِهِ الْاَصْنَامُ اِلَّا اَنَّهٗ عَبَّرَ عَنْهَا بِالتَّمَاثِیْلِ تَحْقِیْرًا لِشَانِهَا فَاِنَّ التِّمْثَالَ الصُّوْرَةُ الْمَصْنُوْعَةُ مُشَبَّهَةً لِمَخْلُوْقٍ مِنْ مَخْلُوْقَاتِ اللّٰهِ تَعَالٰی۔ حضرت کا مقصد اس سے ان کے بتوں کی مخالفت تھی مگر تماثیل سے تعبیر بغرض تحقیر فرمائی اس لئے کہ تمثال بنی ہوئی مورت کو کہتے ہیں جو مشابہ مخلوق الٰہی ہوں۔

وَ كَانَتْ عَلٰی مَا قِیْلَ صُوَرُ الرِّجَالِ یَعْتَقِدُوْنَ فِیْهِمْ وَقَدِ انْقَرَضُوْا وَ قِیْلَ كَانَتْ صُوَرُ الْكَوَاكِبِ صَنَعُوْهَا حَسْبَمَا تَخَیَّلُوْا۔ اور یہ مورتیں ان آدمیوں کی تھیں یعنی ان کی صورتوں پر ہوتی تھیں جن سے یہ عقیدہ رکھتے تھے اور ان کی شباہت پر تراشی ہوئی تھیں جو پہلے گزر چکے تھے۔

اور ایک قول ہے کہ ستاروں کی تصویریں تھیں وہ اپنے خیال کے مطابق بنا کر پوجتے تھے خواہ پتھر کی ہوں یا کسی اور دھات کی۔

وَالْعُكُوْفُ الْاِقْبَالُ عَلَی الشَّیْءِ وَ مُلَازَمَتُهٗ عَلٰی سَبِیْلِ التَّعْظِیْمِ لَهٗ۔ عکوف عربی میں کسی شے کے سامنے جانا۔ اور بر سبیل تعظیم اس کے سامنے بیٹھنے کو کہتے ہیں اس کے خلاصہ معنی یہ ہوتے ہیں عَاكِفُوْنَ عَلٰی عِبَادَتِهَا۔ اس کی عبادت پر جم کر بیٹھنا اس کو ہندی میں آسن مار کر بیٹھنا کہتے ہیں۔ اس کا جواب انہوں نے یہ دیا:

"قَالُوْا وَجَدْنَاۤ اٰبَآءَنَا لَهَا عٰبِدِیْنَ ﴿۵۳﴾ قَالَ لَقَدْ كُنْتُمْ اَنْتُمْ وَ اٰبَآؤُكُمْ فِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ۔ بولے ہم نے اپنے باپ دادا کو انہیں کی عبادت کرتے پایا۔" تو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اس کا ابطال فرمایا۔ "فرمایا بے شک تم اور تمہارے باپ دادا کھلی گمراہی میں تھے۔"

اس پر آپ کی قوم بولی:

"قَالُوْۤا اَجِئْتَنَا بِالْحَقِّ اَمْ اَنْتَ مِنَ اللّٰعِبِیْنَ۔ بولے کیا تم ہمارے پاس حق لائے ہو یا یوں ہی ہم سے کھیلتے ہو۔"

اس لئے کہ ان کے گمان میں وہ اپنے طریقہ کو گمراہی نہیں جانتے تھے اور اس طریقہ سے انکار کرنے کو بری بات سمجھتے تھے اس لئے انہوں نے حضرت ابراہیم علیہ السلام سے عرض کیا کہ آپ جو مخالفت کر رہے ہیں کیا واقعی یہ صحیح ہے یا یوں ہی کھیل کے طور پر کہہ رہے ہیں اس کا جواب آپ نے جم کر دیا اور فرمایا:

"قَالَ بَلْ رَّبُّكُمْ رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ الَّذِیْ فَطَرَهُنَّ ۖ وَ اَنَا عَلٰی ذٰلِكُمْ مِّنَ الشّٰهِدِیْنَ ﴿۵۶﴾ وَ تَاللّٰهِ لَاَكِیْدَنَّ اَصْنَامَكُمْ بَعْدَ اَنْ تُوَلُّوْا مُدْبِرِیْنَ ﴿۵۷﴾۔

فرمایا (میں مذاق اور کھیل نہیں کرتا) بلکہ تمہیں بتاتا ہوں کہ تمہارا رب رب سماوات اور رب ارض ہے اور وہ وہ ہے جس نے زمین آسمان بنائے اور میں اس پر گواہوں میں سے ہوں اور مجھے قسم میرے اللہ کی میں ضرور خفیہ تدبیر کروں گا تمہارے بتوں سے بعد اس کے کہ تم واپس جاؤ پیٹھ پھیر کر۔''

یعنی آپ نے جواب میں حضرت ملک علام کی ربوبیت اور الوہیت کا اظہار فرمایا اور انہیں بتایا کہ زمین وآسمان کا خالق وہ ایک ہے اور میں اس کی شہادت دیتا ہوں اور تمہارے بتوں کی حقیقت جب تم اپنے میلے سے واپس آؤ گے تو واضح کردوں گا۔

میلے کا واقعہ یہ ہے کہ اس قوم کا سالانہ ایک میلہ لگتا تھا جس کے لئے یہ سب مل کر جنگل میں جاتے اور صبح سے شام تک وہاں لہو ولعب میں مشغول رہتے تھے پھر واپس آتے ہوئے مندروں میں جا کر پوجا پاٹ کر کے پھر اپنے اپنے گھروں میں جایا کرتے تھے۔

چنانچہ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ان کی ایک جماعت سے بتوں کے معاملہ میں مناظرہ کیا تو ان لوگوں نے کہا کہ کل ہماری عید ہے آپ وہاں چلیں دیکھیں کہ ہمارے دین اور طریقے میں کیسی پر لطف بہاریں ہیں۔ چنانچہ جب میلے کا دن آیا اور آپ سے میلے میں چلنے کو کہا تو آپ عذر کر کے رہ گئے جس کا ذکر فَنَظَرَ نَظْرَةً فِي النُّجُوْمِ ﴿۸۸﴾ فَقَالَ اِنِّيْ سَقِيْمٌ۔ سورہ صٰفٰت میں ہے۔

جب وہ لوگ چلے گئے اور کمزور ضعیف لوگ آہستہ آہستہ جا رہے تھے تو آپ نے انہیں فرمایا تَاللّٰهِ لَاَكِيْدَنَّ اَصْنَامَكُمْ۔ خدا کی قسم میں تمہارے بتوں سے خفیہ تدبیر کروں گا۔

اسے بعض نے سنا اور بعض اپنی دھن میں چلے گئے اور حضرت سیدنا ابراہیم علیہ السلام بت خانہ کی طرف تشریف لائے اور ''فَجَعَلَهُمْ جُذٰذًا اِلَّا كَبِيْرًا لَّهُمْ لَعَلَّهُمْ اِلَيْهِ يَرْجِعُوْنَ۔ تو کیا ان کو پاش پاش مگر ایک بت کو جو ان سب سے بڑا تھا کہ شاید وہ اس کی طرف رجوع کریں اور پوچھیں۔''

اسے سالم رکھا اور اس کے ہاتھ میں تیشہ یا ہتھوڑا دے دیا یا اس کے کندھے پر رکھ دیا اور تشریف لے آئے۔

علامہ آلوسی رحمہ اللہ فرماتے ہیں وَتَاللّٰهِ لَاَكِيْدَنَّ اَصْنَامَكُمْ۔ قسم بہ خدا میں کوشش کروں گے تمہارے بتوں کے توڑنے میں اَیْ لَاَجْتَهِدَنَّ فِيْ كَسْرِهَا ۔ وَاَصْلُ الْكَيْدِ الْاِحْتِيَالُ فِيْ اِيْجَادِ مَا يَضُرُّ مَعَ اَظْهَرَ خِلَافَهٗ۔ کید اصل میں اس حیلہ کو کہتے ہیں جس کے ذریعہ نقصان پہنچ سکے۔

مَا رُوِیَ عَنْ قَتَادَةَ اَنَّهٗ قَالَ اِنَّهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالَ ذَالِکَ مِنْ حَيْثُ لَا يَسْمَعُوْنَ وَ قِيْلَ سَمِعَهٗ رَجُلٌ وَاحِدٌ مِّنْهُمْ۔

وَ قِيْلَ قَوْمٌ مِّنْ ضَعَفَتِهِمْ مِمَّنْ كَانَ يَسِيْرُ فِيْ اٰخِرِ النَّاسِ يَوْمَ خَرَجُوْا اِلَى الْعِيْدِ وَكَانَتِ الْاَصْنَامُ سَبْعِيْنَ وَ قِيْلَ اثْنَيْنِ وَ سَبْعِيْنَ۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے لَاَكِيْدَنَّ اَصْنَامَكُمْ ایسے طریقہ سے فرمایا کہ کوئی نہ سن سکے۔

ایک قول ہے کہ یہ جملہ ان کی قوم کے ایک آدمی نے سن لیا تھا۔

ایک قول ہے کہ آپ کی قوم کے ضعیف آدمی جو آہستہ آہستہ میلے کو جا رہے تھے انہوں نے سن لیا تھا۔

اور یہ بت مندر میں ستر تھے اور ایک قول ہے کہ بہتر تھے۔

فَوَلَّوْا فَاَتٰی اِبْرَاهِیْمُ عَلَیْهِ السَّلَامُ الْاَصْنَامَ فَجَعَلَهُمْ جُذٰذًا اَیْ قِطَعًا۔ وہ میلے میں گئے اور ابراہیم علیہ السلام بتوں کی طرف تشریف لائے اور انہیں ٹکڑے ٹکڑے کر دیا۔ جذاد کے معنی قطع کرنے کے ہیں۔

168

اور ابن محیض ابن مقسم اور ابو حیوۃ و حمید اور اعمش رحمہم اللہ کی روایت میں جذاد بکسر جیم ہے اور ابن ہنیک ابن عباس اور ابو اسحاق علیہم رضوان جذاد بفتح جیم اور بضم جیم بتاتے ہیں۔

روایت ہے کہ آذر قوم کے ساتھ عید کے لئے نکلا تو پہلے مندر میں آ کر بتوں کو سجدہ کیا اور ان میں بھوگ رکھ کر چلا تا کہ جب واپس آئے تو اس بھوگ کو تبرکا تقسیم کرے اور ابراہیم علیہ السلام بھی اس کے ساتھ تھے کہ راستہ میں بیٹھ گئے اور فرمایا اِنِّیْ سَقِیْمٌ مجھے تکلیف ہے جب سب چلے گئے تو آپ مندر میں بتوں پر تشریف لائے اور سب کو توڑ ڈالا۔

پھر ایک بڑا بت تھا جو مندر کے دروازے پر تھا اور سونے کا تھا اس کی آنکھیں ہیرے کی تھیں جو رات میں خوب روشن ہوتی تھیں آپ نے سب بت تو تیشہ سے توڑ ڈالے جو آپ کے ہاتھ میں تھا مگر یہ بڑا بت سالم رکھا اس کے گلے میں یا ہاتھ میں وہ تیشہ لٹکا دیا۔

چنانچہ علامہ آلوسی رحمہ اللہ بھی یہی قصہ سناتے ہیں:

رُوِیَ اَنَّ اٰزَرَ خَرَجَ بِهٖ فِیْ عِیْدٍ لَّهُمْ فَبَدَءُ وْا بِبَیْتِ الْاَصْنَامِ فَدَخَلُوْا فَسَجَدُوْا لَهَا وَ وَضَعُوْا بَیْنَهَا طَعَامًا خَرَجُوْا بِهٖ مَعَهُمْ وَ قَالُوْا اِلٰی اَنْ نَّرْجِعَ بَرَكَةُ الْاٰلِهَةِ عَلٰی طَعَامِنَا فَذَهَبُوْا فَلَمَّا كَانَ اِبْرَاهِیْمُ عَلَیْهِ السَّلَامُ فِی الطَّرِیْقِ ثَنٰی عَزْمَهٗ عَنِ الْمَسِیْرِ مَعَهُمْ فَقَعَدَ وَقَالَ اِنِّیْ سَقِیْمٌ فَدَخَلَ عَلَی الْاَصْنَامِ وَهِیَ مُصْطَفَّةٌ وَ ثَمَّ صَنَمٌ عَظِیْمٌ مُّسْتَقْبِلَ الْبَابِ وَكَانَ مِنْ ذَهَبٍ وَ فِیْ عَیْنَیْهِ جَوْهَرَتَانِ تَضِیْئَانِ بِاللَّیْلِ فَكَسَرَا لْكُلَّ بِفَاسٍ كَانَ فِیْ یَدِهٖ وَلَمْ یُبْقِ اِلَّا بِكَبِیْرٍ وَ عَلَّقَ الْفَاسَ فِیْ عُنُقِهٖ وَ قِیْلَ فِیْ یَدِهٖ۔

"لَعَلَّهُمْ اِلَیْهِ یَرْجِعُوْنَ۔ تا کہ وہ لوٹیں۔"

اَیْ یَرْجِعُوْنَ اِلٰی اِبْرَاهِیْمَ عَلَیْهِ السَّلَامُ لَا اِلٰی غَیْرِهٖ۔ یعنی وہ بتوں کی یہ حالت دیکھ کر دین ابراہیم علیہ السلام کی طرف لوٹ آئیں۔

ایک قول ہے اَلضَّمِیْرُ لِلّٰهِ تَعَالٰی اَیْ لَعَلَّهُمْ اِلَیْهِ یَرْجِعُوْنَ اِلَی اللّٰهِ تَعَالٰی وَ تَوْحِیْدِهٖ ۔ لَعَلَّهُمْ اِلَیْهِ یَرْجِعُوْنَ کی ضمیر اللہ تعالیٰ کی طرف ہے یعنی شاید وہ لوٹ آئیں اللہ تعالیٰ کی طرف اور اس کی توحید کی جانب۔

"قَالُوْا مَنْ فَعَلَ هٰذَا بِاٰلِهَتِنَآ اِنَّهٗ لَمِنَ الظّٰلِمِیْنَ۔ بولے یہ کام جس نے ہمارے خداؤں سے کیا بے شک وہ ظالموں سے ہے۔"

یعنی بے جا کام کرنے والا اس لئے کہ وَالظُّلْمُ بِمَعْنٰی وَضْعُ الشَّیْءِ فِیْ غَیْرِ مَوْضِعِهٖ۔ ظلم غیر موضع پر شے رکھنے کو کہتے ہیں۔ تو مشرکین کے نزدیک بتوں کے ساتھ یہ کام بے مناسب تھا اس وجہ میں انہوں نے ایسے کام کرنے والے کو ظالم کہا۔

"قَالُوْا سَمِعْنَا فَتًی یَّذْكُرُهُمْ یُقَالُ لَهٗۤ اِبْرٰهِیْمُ۔ ان میں کے بعض بولے ہم نے ایک جوان کو کہتے سنا ہے ان

بتوں کی مخالفت میں اس کا نام ابراہیم ہے۔"

وہ کہہ رہا تھا لَاَكِيْدَنَّ اَصْنَامَكُمْ بَعْدَ اَنْ تُوَلُّوْا مُدْبِرِيْنَ۔ میں ضرور تمہارے بتوں کے ساتھ خاص طور پر خفیہ تدبیر کر کے برا چاہوں گا جب تم میلے میں جاؤ گے۔

"قَالُوْا فَاْتُوْا بِهٖ عَلٰۤى اَعْيُنِ النَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَشْهَدُوْنَ ۝ بولے تو اسے لاؤ لوگوں کے روبرو تا کہ شہادت دیں کہ یہی وہ ہے۔"

چنانچہ آپ کو لایا گیا اور کہا:

"قَالُوْۤا ءَاَنْتَ فَعَلْتَ هٰذَا بِاٰلِهَتِنَا يٰۤاِبْرٰهِيْمُ۔ بولے کیا تو نے ہی کیا ہے یہ ہمارے خداؤں کے ساتھ اے ابراہیم۔"

"قَالَ بَلْ فَعَلَهٗ ۖ كَبِيْرُهُمْ هٰذَا فَسْـَٔلُوْهُمْ اِنْ كَانُوْا يَنْطِقُوْنَ۔ فرمایا بلکہ یہ کیا ہے ان کے بڑے نے تو پوچھو ان سے اگر وہ بولنے پر قادر ہیں۔"

اس پر آلوسی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: وَ قَدْ سَلَکَ عَلَيْهِ السَّلَامُ فِي الْجَوَابِ مَسْلَكًا تَعْرِيْضِيًّا يُؤَدِّيْ بِهٖ اِلٰى مَقْصَدِهِ الَّذِيْ هُوَ اِلْزَامُهُمُ الْحُجَّةَ عَلَى اَلْطَفِ وَجْهٍ وَاَحْسَنِهٖ يَحْمِلُهُمْ عَلَى التَّاَمُّلِ فِيْ شَانِ اٰلِهَتِهِمْ مَعَ مَا فِيْهِ مِنَ التَّرَقِّيْ مِنَ الْكِذْبِ فَقَدْ اَبْرَزَ الْكَبِيْرَ قَوْلًا فِيْ مَعْرَضِ الْمُبَاشِرِ لِلْفِعْلِ بِاِسْنَادِهٖ اِلَيْهِ كَمَا اَبْرَزَهٗ فِيْ ذَالِکَ الْمَعْرَضِ فِعْلًا يَجْعَلُ الْفَاسَ فِيْ عُنُقِهٖ اَوْ فِيْ يَدِهٖ۔

قوم کے سوال پر سیدنا خلیل علیہ السلام نے جواب میں تعریضی پہلو اس شان کا اختیار فرمایا جس سے نہایت لطیف طریقہ کا الزام تھا اور نہایت حسین پہلو تھا ان کے خداؤں کی شان عجز کے اظہار کا کہ تیشہ بتوں کے بڑے بت کی گردن یا ہاتھ میں ہے اور تم سوال مجھ سے کر رہے ہو۔ گویا یہ فرمایا فَعَلَهٗ هٰذَا الْكَبِيْرُ عَلٰى مُقْتَضٰى مَذْهَبِكُمْ تمہارے مذہب کے مطابق یہ کام اس بڑے خدا نے کیا ہے اس لئے کہ هٰذَا غَضِبَ اَنْ يُعْبَدَ مَعَهٗ هٰذِهٖ وَ هُوَ اَكْبَرُ مِنْهَا۔ یہ غصہ ہو گیا تھا تمہاری اس بات پر کہ اس کے ہوتے تم اوروں کو پوج رہے ہو حالانکہ یہ سب سے بڑا ہے۔

اس میں انہیں تنبیہ بھی تھی کہ اللہ تعالیٰ کا غضب تم پر کیوں نہ آئے جب کہ تم اس کا شریک بتوں کو بنا رہے ہو۔

اب اگر یہ بول سکتا ہے تو اس سے پوچھو کہ واقعہ کیا ہے۔

دوسرا پہلو جواب یہ بھی تھا اَلْوَقْفُ عَلٰى كَبِيْرِهِمْ وَاَرَادَ بِهٖ عَلَيْهِ السَّلَامُ نَفْسَهٗ لِاَنَّ الْاِنْسَانَ اَكْبَرُ مِنْ كُلِّ صَنَمٍ۔ کہ بڑائی کا لحاظ ہی اگر کیا جائے تو حضرت خلیل علیہ السلام نے اپنی ہی طرف اشارہ فرمایا اس لئے کہ انسان ہر بت سے بڑا ہے۔ اگر چہ اس توجیہ کو آلوسی نے پسند نہیں کیا۔ لیکن یہ امر واقعہ ہے کہ انسان سب سے افضل ہے۔

"فَرَجَعُوْۤا اِلٰۤى اَنْفُسِهِمْ فَقَالُوْۤا اِنَّكُمْ اَنْتُمُ الظّٰلِمُوْنَ ۝"

فَتَفَكَّرُوْا وَتَدَبَّرُوْا وَتَذَكَّرُوْا اِنَّ مَا لَا يَقْدِرُ عَلٰى دَفْعِ الْمَضَرَّةِ عَنْ نَفْسِهٖ وَلَا عَلَى الْاِضْرَارِ بِمَنْ كَسَرَهٗ بِوَجْهٍ مِّنَ الْوُجُوْهِ يَسْتَحِيْلُ اَنْ يَّقْدِرَ عَلٰى دَفْعِ مَضَرَّةٍ عَنْ غَيْرِهٖ اَوْ جَلْبِ مَنْفَعَةٍ لَّهٗ فَكَيْفَ يَسْتَحِقُّ اَنْ يَّكُوْنَ مَعْبُوْدًا۔ تو وہ دل میں بولے اور دل ہی دل میں سوچنے لگے اور تدبر و تذکر کے ساتھ سوچنے

بیٹھے کہ جو دفع مضرت اپنی جان کے لئے بھی نہ کر سکے اور جو اسے نقصان پہنچے اس سے بدلہ لینے پر بھی قادر نہ ہو اور کسی طریقہ پر وہ انتقام کی قوت نہ رکھے اور کسی سے منفعت پر قادر نہ ہو وہ کیسے اس امر کا مستحق ہو سکتا ہے کہ اسے معبود بنایا جائے اور اس کی پرستش کی جائے چنانچہ وہ بول پڑے اور آپس میں ایک دوسرے کو کہہ بیٹھے جیسے قرآن کریم ان الفاظ میں ناطق ہے:

"فَقَالُوْٓا اِنَّكُمْ اَنْتُمُ الظّٰلِمُوْنَ ۝"

اَیْ قَالَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ فِیْمَا بَیْنَهُمْ اِنَّكُمْ اَنْتُمُ الظَّالِمُوْنَ اَیْ بِعِبَادَةِ مَالَا یَنْطِقُ۔ یعنی آپس میں ایک دوسرے سے کہنے پر مجبور ہو گیا کہ بے شک تم ہی بے جا کام کر رہے ہو کہ اسے معبود بنا رہے ہو جو بول لینے پر بھی قادر نہیں۔

"ثُمَّ نُكِسُوْا عَلٰی رُءُوْسِهِمْ ۚ لَقَدْ عَلِمْتَ مَا هٰٓؤُلَآءِ یَنْطِقُوْنَ پھر اوندھائے گئے اپنے سروں کے بل کہ تمہیں خوب علم ہے کہ یہ بولنے پر قادر نہیں۔"

یعنی کلمہ حق کہہ کر گو اعتراف حقیقت پر ان کے سر جھکے لیکن ان کی بدبختی ان پر سوار ہوئی اور وہ کفر کی طرف پلٹے اور بے جا مجادلہ و مکابرہ حضرت خلیل اللہ علیہ السلام سے کرنے پر آمادہ ہوئے۔

اور آج تک عموماً ایسا ہی ہوتا رہا ہے کہ

باطل جماعت جب اپنا پلہ ہلکا دیکھتی اور اپنے کو لاجواب پاتی ہے تو بجائے تسلیم کرنے کے ٹھوک بندی کی طرف اس کا میلان و رجحان ہوتا ہے جس کا نتیجہ فوجداری اور ضمانتوں تک ہوتا ہے۔ پھر مقدمہ بازی میں فریقین مدتوں خراب حال اور شکستہ مآل ہوتے ہیں۔

اس بنا پر امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے موجودہ دور کے مناظرہ کو حرام فرمایا اس لئے کہ حق کی حمایت کی بجائے اور تسلیم صدق کی جگہ اپنی اپنی پارٹیوں کی جنبہ داری غالب آجاتی ہے۔

ورنہ مناظرہ نام ہے حق و باطل میں بہ نظر انصاف غور کرنے کا۔ جس سے جدھر حق نظر آئے ادھر جھک جانا۔ اہل نظر اصحاب بصیرت کے لئے لازمی ہو جاتا ہے۔

آج مناظرہ کی بجائے مکابرہ و مجادلہ ہوتا ہے جس کا نتیجہ احقاق حق قطعی نہیں ہوتا بلکہ فساد بین المسلمین بڑھ جاتا ہے۔

لہٰذا دور موجودہ میں مہذب و معتدل پیرایہ سے تقریر و تحریر ہی بہتر ہے مناظرہ کے نام سے مجادلہ اور مکابرہ کا اکھاڑا قائم کرنا قرین عقل نہیں۔

تبلیغ میں مبلغ کو شائستہ بیان شستہ زبان سلجھے ہوئے بیان کا مالک ہونا چاہیئے تاکہ سنانے والے کا دامن گندہ ذہنی سے پاک رہے اور سننے والے کا خیال صحیح اور صریح دلائل کا حامل ہو سکے۔

اور یہی سنت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام ہے

چنانچہ آپ کی طرف سے جو خطابت قوم کو ہوئی اس میں شستگی، شائستگی کے تمام پہلو ملحوظ تھے جیسا کہ آئندہ مضمون سے واضح ہوگا کہ آپ نے قوم کے آگے کس شان سے دلائل عقلی رکھے۔

اول نکس کی مفصل بحث سمجھ لیں۔

اَصْلُ النَّكْسِ قَلْبُ الشَّیْءِ بِحَیْثُ یَصِیْرُ اَعْلَاهُ اَسْفَلَهُ۔ نکس اصل میں کسی شے کے بدلنے کو کہتے ہیں اس

حیثیت سے کہ اعلیٰ اسفل ہو جائے۔

وَقَدْ يُسْتَعْمَلُ النَّكْسُ لُغَةً فِيْ مُطْلَقِ قَلْبِ الشَّيْءِ مِنْ حَالٍ اِلٰى حَالٍ اُخْرٰى وَ بِذِكْرِ الرَّاْسِ لِلتَّصْوِيْرِ وَالتَّقْبِيْحِ۔ اور کبھی نکس لغوی حیثیت سے مطلق ایسی جگہ استعمال ہوتا ہے جہاں کسی شے کو ایک حال سے دوسرے حال پر بدلیں اور سر کا ذکر تصویر حال اور تقبیح مآل کے لئے کیا گیا۔

اور علامہ زمخشری رحمہ اللہ نکس سے تین قسم کے معنی مراد لیتے ہیں۔

اول رجوع فکر مستقیمہ صالحہ سے اپنے ظلم نفس اور فکر کاسد میں غور کی طرف کرنا اور اصلاح کی طرف آنا۔

دوسرے جدال سے رجوع کر کے باطل کا ترک کر دینا۔

تیسرے نکس بمعنی مبالغہ استعمال ہو اور خجالت سے سر جھکا دینے میں اس کو لیا جائے۔

جیسے حضرت خلیل اللہ علیہ السلام کے الزام دینے پر وہ خجل ہو کر دل میں غور و تدبر کرنے لگے کہ فی الواقع جس میں قوۃ نطق بھی نہیں اور اپنے مقابل سے طاقت مقاومت نہیں رکھتا اور مخالف کو ضرر اور موافق کو نفع بھی نہیں پہنچا سکتا وہ معبود کیونکر ہو سکتا ہے۔

حضرت خلیل اللہ علیہ السلام نے ان کی خجالت محسوس فرما کر اپنے دلائل پر اور زور دیا چنانچہ اس کا تذکرہ قرآن کریم اس طرح فرماتا ہے:

"قَالَ اَفَتَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَنْفَعُكُمْ شَيْـًٔا وَّ لَا يَضُرُّكُمْ ﴿٦٦﴾ اُفٍّ لَّكُمْ وَ لِمَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ؕ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ﴿٦٧﴾۔"

يَعْنِيْ قَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ لَهُمْ اَفَتَعْبُدُوْنَ اَيْ تَعْلَمُوْنَ ذَالِكَ فَتَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَيْ مُجَاوِزِيْنَ عِبَادَتَهٗ تَعَالٰى مَا لَا يَنْفَعُكُمْ شَيْئًا مِنَ النَّفْعِ شَيْءٌ وَلَا يَضُرُّكُمْ فَاِنَّ الْعِلْمَ بِحَالَةِ الْمُنَافِيَةِ لِلْاُلُوْهِيَّةِ فَمَا يُوْجِبُ الْاِجْتِنَابَ عَنْ عِبَادَتِهٖ قَطْعًا اُفٍّ لَّكُمْ وَلِمَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ تَضَجُّرٌ مِنْهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ مِنْ اِصْرَارِهِمْ عَلَى الْبَاطِلِ بَعْدَ اِنْقِطَاعِ الْعُذْرِ وَ وُضُوْحِ الْحَقِّ۔

یعنی حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ان صنم پرستوں کو فرمایا کہ کیا تم اللہ کے سوا پوجتے ہو اور جانتے ہو کہ یہ بے حس جماد ہیں۔ یعنی اللہ تعالیٰ کی عبادت سے تجاوز کر کے ان اشیاء کی پوجا کرتے ہو جو ذرہ بھر تمہیں نفع نہ دے سکیں اور ان کے ترک کر دینے پر وہ کچھ نقصان نہ پہنچا سکیں تو اس کا تمہیں علم ہے کہ ان کی کیفیت منافی الوہیت ہے اور ایسی حالت ہے کہ جس سے عقلاً اجتناب لازم آتا ہے تو تم پر افسوس ہے کہ ان حالات کے جاننے کے باوجود بھی تم ان کی پوجا پر مصر ہو اور باطل کی پرستش کرتے ہو۔

وَ اَصْلُ اُفٍّ صَوْتُ الْمُتَضَجِّرِ مِنْ اِسْتِقْذَارِ شَيْءٍ۔ اف اس آواز کا نام ہے جو کسی گندی چیز سے بچنے کے موقع پر نکالی جاتی ہے۔

اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ اَيْ اَلَا تَتَفَكَّرُوْنَ فَلَا تَعْقِلُوْنَ قُبْحَ صَنِيْعِكُمْ۔ کیا تم فکر اور غور سے کام نہیں لیتے اپنی ان قبیح حرکات پر۔

تو جب جواب دینے سے عاجز آ گئے اور اپنے افعال قبیحہ شنیعہ رذیلہ کی صحت پر حجت قائم نہ کر سکے اور حیلہ سازی کی راہیں ان پر بند ہو گئیں اور مبہوت ہو کر رہ گئے تو آپس میں ضد و کد کے ماتحت تجاویز شروع کیں چنانچہ قرآن کریم میں ارشاد ہے:

"قَالُوْا حَرِّقُوْهُ وَانْصُرُوْٓا اٰلِهَتَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ فٰعِلِیْنَ۔ بولے آپس میں انہیں جلا ڈالو اور انتقام میں اپنے خداؤں کی مدد کرو اگر کچھ کرنا چاہتے ہو۔"

اس تجویز پر نمرود بن کنعان بن سنجاریب بن نمروذ بن کوس بن حام بن نوح علیہ السلام سب سے پہلے راضی ہوا۔

اور ابن جریر مجاہد سے راوی ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما پر حضرت مجاہد نے یہ آیت تلاوت کی تو آپ نے فرمایا اَتَدْرِیْ یَا مُجَاهِدُ مَنِ الَّذِیْ اَشَارَ بِحَرِیْقِ اِبْرَاهِیْمَ عَلَیْهِ السَّلَامُ بِالنَّارِ قُلْتُ لَا قَالَ رَجُلٌ مِّنْ اَعْرَابِ فَارِسَ یَعْنِی الْاَكْرَادَ۔

مجاہد تم جانتے ہو وہ کون تھا جس نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے لئے آگ میں جلانے کی تجویز پیش کی تھی؟ فرماتے ہیں میں نے عرض کیا نہیں تو فرمایا وہ ایک آدمی اعراب فارس سے تھا جو قبیلہ کرد سے متعلق تھا۔

علامہ محمود شکری اس کی تعلیقات پر لکھتے ہیں:

هٰذَا ظَاهِرٌ فِیْ اَنَّ الْاَكْرَادَ مِنَ الْفَارِسِ وَ قَدْ ذَهَبَ كَثِیْرٌ اِلٰی اَنَّهُمْ مِّنَ الْعَرَبِ وَ ذُكِرَ اَنَّ مِنْهُمْ اَبَا مَیْمُوْنَ جَابَانَ مِنَ الصَّحَابَةِ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمْ۔

یہ تو ظاہر ہے کہ کرد فارسی قوم میں سے ہیں لیکن اکثر اس طرف گئے ہیں کہ وہ عرب قوم سے تھا اور اسے حضرت ابا میمون صحابی سے نقل کیا گیا۔

اور جس شخص نے ایسا کیا اور نار نمرودی کی رائے دی اللہ تعالیٰ نے اسے زمین میں دھنسا دیا اور دھنستا ہی رہے گا قیامت تک اور اس کا نام

عَلٰی مَا اَخْرَجَ ابْنُ جَرِیْرٍ وَ ابْنُ اَبِیْ حَاتِمٍ عَنْ شُعَیْبِ نِ الْجَبَّارِیْ ۔ هَیْوَنُ وَ قِیْلَ هَدِیْرٌ وَ فِی الْبَحْرِ اَنَّهُمْ ذَكَرُوْا لَهٗ اِسْمًا مُخْتَلِفًا فِیْهِ لَا یُوْقَفُ مِنْهُ عَلٰی حَقِیْقَتِهٖ۔

ابن جریر اور ابن ابی حاتم کہتے ہیں کہ اس کا نام ہیون اور بروایت ثانی ہدیر تھا۔

اور بحر میں ہے کہ اس کے نام پر مختلف روایات ہیں ایک نام صحیح نہیں مل سکا۔

مکمل و مفصل حالات احراق خلیل اللہ علیہ السلام

رُوِیَ اَنَّهُمْ حِیْنَ هَمُّوْا بِاِحْرَاقِهٖ حَبَسُوْهُ ثُمَّ بَنَوْا بَیْتًا كَالْحَظِیْرَةِ بِكُوْثٰی قَرْیَةٌ مِنْ قُرَی الْاَنْبَاطِ فِیْ حُدُوْدِ بَابِلَ فِی الْعِرَاقِ وَذَالِكَ قَوْلُهٗ تَعَالٰی قَالُوا ابْنُوْا لَهٗ بُنْیَانًا فَاَلْقُوْهُ فِی الْجَحِیْمِ۔

جب قوم نمرود حضرت خلیل اللہ علیہ السلام کے جلانے اور آگ میں ڈالنے کے لئے آمادہ ہو گئی تو انہوں نے حضرت خلیل کو قید کر لیا پھر ایک مکان مثل حظیرہ کے مقام کوثی میں بنایا یہ ایک قریہ ہے جو انباط کے قریوں سے ہے اور انباط حدود بابل میں عراق کے قریب ہے۔

اسی واقعہ کو قرآن کریم میں فرمایا گیا ایک جگہ فَاَلْقُوْهُ فِی الْجَحِیْمِ تک فرمایا گیا ہے قَالُوا ابْنُوْا لَهٗ بُنْیَانًا فَاَلْقُوْهُ فِی الْجَحِیْمِ۔ بولے سب بناؤ اس کے لئے ایک مکان تو ڈال دو انہیں آگ میں اور اس کے آگے اسی رکوع میں ارشاد ہے وَ اَرَادُوْا بِهٖ كَیْدًا فَجَعَلْنٰهُمُ الْاَخْسَرِیْنَ۔ خلاصہ واقعہ اول پڑھ لیں پھر اصل روایت نقل کی جائے گی۔

نمرود اور اس کی قوم حضرت خلیل علیہ السلام کے جلانے پر متفق ہوگئی اور انہوں نے آپ کو ایک مکان میں قید کر دیا اور قریہ کوث یا کوثی میں ایک عمارت تعمیر کی جس میں چالیس دن تک لکڑیاں جمع کیں اور ایسی زبردست آگ جلائی کہ اس کی تپش سے ہوا میں پرواز کرنے والے پرند بھی جل کر گر جاتے تھے۔

پھر آپ کو آگ میں ڈالنے کی تدبیر شیطان نے بتائی کہ منجنیق قائم کیا جائے جسے اردو میں گوپیا کہتے ہیں اس میں آپ کو باندھ کر آگ کی طرف پھینکا اس حالت میں آپ کی زبان مبارک پر حَسْبِیَ اللّٰهُ وَ نِعْمَ الْوَكِیْلُ جاری تھا۔

ملأ اعلی میں اس منظر خونی سے کھل بلی تھی۔ ملائکہ بارگاہ بے نیاز میں عرض کر رہے تھے الٰہی تیری زمین میں یہی ایک بندہ ہے جو تیری پرستش کرتا ہے اور وہی صرف تیری اطاعت کی وجہ سے جلایا جارہا ہے لہٰذا ہمیں اجازت دے کہ اس کی مدد کریں۔

حضرت بے نیاز کی طرف سے انہیں اجازت ملی اور حکم ہوا کہ اگر وہ تم میں سے کسی کی مدد چاہے تو جاؤ مدد کرو اور اگر وہ میرے سوا کسی کی اعانت نہ چاہے تو میں اس کی حالت جانتا ہوں اور میں ہی اس کا معاون ہوں تو میرے اور ابراہیم کے معاملہ میں دخل نہ دو۔

وہ یقیناً میرا خلیل ہے اور میرا کوئی خلیل اس کے سوا نہیں اور میں اس کا معبود ہوں میرے سوا اس کا کوئی معبود نہیں۔

غرضکہ اول خازن ریاح حاضر آیا پھر خازن میاہ آیا اجازت طلب کی آگ کے بجھا دینے اور اس کو اڑا دینے کی۔ خلیل علیہ السلام نے انہیں فرمایا لَا حَاجَةَ لِیْ اِلَیْكُمْ حَسْبِیَ اللّٰهُ وَ نِعْمَ الْوَكِیْلُ مجھے تمہاری مدد کی حاجت نہیں میرے لئے میرا اللہ جل وعلا کافی ہے اور وہ میرا بہترین وکیل ہے۔

اصل عبارت روح المعانی یہ ہے:

فَجَمَعُوْا لَهٗ اَصْلَابَ الْحَطَبِ مِنْ اَصْنَافِ الْخَشَبِ مُدَّةَ اَرْبَعِیْنَ یَوْمًا فَاَوْقَدُوْا نَارًا عَظِیْمَةً لَا یَكَادُ یَمُرُّ عَلَیْهَا طَائِرٌ فِیْ اَقْصَی الْجَوِّ شِدَّةً وَهَجُهَا فَلَمْ یَعْلَمُوْا كَیْفَ یُلْقُوْنَهٗ عَلَیْهِ السَّلَامُ فِیْهَا فَاَتٰی اَبْلِیْسُ وَ عَلَّمَهُمْ عَمَلَ الْمِنْجَنِیْقِ مُقَیَّدًا مَغْلُوْلًا فَصَاحَتْ مَلَائِكَةُ السَّمَاءِ وَالْاَرْضِ اِلٰهَنَا مَا فِیْ اَرْضِكَ اَحَدٌ یَعْبُدُكَ غَیْرَ اِبْرَاهِیْمَ عَلَیْهِ السَّلَامُ وَاِنَّهٗ یُحْرَقُ فِیْكَ فَاْذَنْ لَنَا فِیْ نُصْرَتِهٖ فَقَالَ جَلَّ وَ عَلَا اِنِ اسْتَغَاثَ بِاَحَدٍ مِّنْكُمْ فَلْیَنْصُرْهُ وَاِنْ لَمْ یَدْعُ غَیْرِیْ فَاَنَا اَعْلَمُ بِهٖ وَاَنَا وَ لِیُّهٗ فَخَلُّوْا بَیْنِیْ وَ بَیْنَهٗ فَاِنَّهٗ خَلِیْلِیْ لَیْسَ لِیْ خَلِیْلٌ غَیْرُهٗ وَاَنَا اِلٰهُهٗ لَیْسَ لَهٗ اِلٰهٌ غَیْرِیْ ۔ فَاَتَاهُ خَازِنُ الرِّیَاحِ وَ خَازِنُ الْمِیَاهِ یَسْتَاْذِنَانِهٖ فِیْ اِعْدَامِ النَّارِ فَقَالَ عَلَیْهِ السَّلَامُ لَاحَاجَةَ لِیْ اِلَیْكُمْ حَسْبِیَ اللّٰهُ وَ نِعْمَ الْوَكِیْلُ۔

حضرت کعب رحمہ اللہ راوی ہیں جب آپ کو مضبوط باندھ دیا تا کہ آگ میں ڈالیں تو حضرت خلیل اللہ علیہ السلام کی زبان پر لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ سُبْحٰنَكَ لَكَ الْحَمْدُ وَلَكَ الْمُلْكُ لَا شَرِیْكَ لَكَ جاری تھا۔

پھر آپ کو آگ میں پھینکا تو حضرت جبریل امین علیہ السلام حاضر ہوئے اور عرض کیا یَا اِبْرَاهِیْمُ اَلَكَ حَاجَةٌ

اے ابراہیم آپ کچھ چاہتے ہیں تو آپ نے فرمایا اَمَّا اِلَیْکَ فَلَا۔ حاجت تو ہے مگر تجھ سے نہیں تو جبریل علیہ السلام نے عرض کیا فَاسْأَلْ رَبَّکَ تو آپ اپنے رب سے سوال کیجئے فَقَالَ حَسْبِیْ مِنْ سُؤَالِیْ عِلْمُهٗ بِحَالِیْ۔ تو فرمایا وہ میرے سوال سے مستغنی ہے اور اسے میرے حال کا سب علم ہے۔

بعض روایتوں میں ہے اِنَّ الْوَزْغَ وَالْبَغْلَ وَالْخَطَّافَ وَالضِّفْدَعَ وَالْعَضْرَفُوْطَ کَانَ یَنْفُخُ فِی النَّارِ۔ کہ گرگٹ جسے بوقلمون بھی کہتے ہیں اور خچر اور چگاڈر اور مینڈک وغیرہ نے آگ دھکانے میں پھونک ماری تھی واللہ اعلم بحقیقۃ الحال۔

اس کے بعد پھر کیا ہوا اس کے متعلق علیحدہ علیحدہ روایتیں ہیں

فَلَمَّا وَصَلَ عَلَیْهِ السَّلَامُ الْحَظِیْرَةَ جَعَلَهَا اللّٰهُ بِبَرَکَةِ قَوْلِهٖ رَوْضَةً۔ جب آپ اس مکان میں پہنچے جہاں آگ دہک رہی تھی تو اللہ تعالیٰ نے اسے آپ کی دعا کی برکت سے باغیچہ بنا دیا۔ یہی اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

"قُلْنَا یٰنَارُ کُوْنِیْ بَرْدًا وَّسَلٰمًا عَلٰٓی اِبْرٰهِیْمَ۔ ہم نے فرمایا اے آگ ہو جا سرد اور سلامتی والی ابراہیم پر۔"

اَیْ کُوْنِیْ ذَاتَ بَرْدٍ وَسَلَامٍ اَیْ اَبْرِدِیْ بَرْدًا غَیْرَ ضَارٍّ وَلِذَا قَالَ عَلِیٌّ کَرَّمَ اللّٰهُ وَجْهَهٗ فِیْمَا اَخْرَجَهٗ عَنْهُ اَحْمَدُ وَغَیْرُهٗ لَوْلَمْ یَقُلْ سُبْحٰنَهٗ وَسَلَامًا تَقْتُلُهٗ بَرْدُهَا۔ آگ کو حکم رب العزت ہوا کہ اے آگ ٹھنڈی ہو اور سلامتی سے ہو یعنی سرد غیر مضرت رساں ہو۔ اس پر حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا اگر اللہ تعالیٰ وَسَلَامًا نہ فرماتا تو یقیناً سردی آپ کو ہلاک کر دیتی۔

رُوِیَ اَنَّ الْمَلٰئِکَةَ عَلَیْهِمُ السَّلَامُ اَخَذُوْا بِضَبْعَیْ اِبْرَاهِیْمَ عَلَیْهِ السَّلَامُ فَاَقْعَدُوْهُ عَلَی الْاَرْضِ فَاِذَا عَیْنُ مَاءٍ عَذْبٍ وَ وَرْدٌ اَحْمَرُ وَ نَرْجِسٌ وَلَمْ تُحْرِقِ النَّارُ اِلَّا وَثَاقَهٗ۔

روایت ہے کہ ملائکہ علیہم السلام آپ کا بازو تھامے ہوئے تھے تو انہوں نے زمین پر آپ کو بٹھا دیا کہ یک لخت شیریں چشمہ ابلنے لگا اور گلاب اور نرگس کے پھول کھل گئے اور آپ کے بندھن آگ نے جلا ڈالے اور آپ پر کچھ اثر نہ ہوا۔

حضرت کعب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں آگ میں چالیس دن رہے یا پچاس دن رہے۔

وَ قَالَ عَلَیْهِ السَّلَامُ مَا کُنْتُ اَطْیَبَ عَیْشًا مِنْ اِذْ کُنْتُ فِیْهَا۔ حضرت خلیل علیہ السلام فرماتے ہیں پاکیزہ عیش کبھی مجھے وہ حاصل نہ ہوا جیسا کہ ان چالیس یا پچاس دنوں میں حاصل ہوا۔

وَ بَعَثَ اللّٰهُ مَلَکَ الظِّلِّ فِیْ صُوْرَةِ اِبْرَاهِیْمَ عَلَیْهِمَا السَّلَامُ یُؤَنِّسُهٗ قَالُوْا وَ بَعَثَ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ جِبْرِیْلَ عَلَیْهِ السَّلَامُ بِقَمِیْصٍ مِّنْ حَرِیْرِ الْجَنَّةِ وَطَنْفَسَةٍ فَاَلْبَسَهُ الْقَمِیْصَ وَاَقْعَدَهٗ عَلَی الطُّنْفَسَةِ وَقَعَدَ مَعَهٗ یُحَدِّثُهٗ۔

ابن اسحاق رحمہ اللہ فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ نے ایک فرشتہ بھیجا جس کا نام ملک الظل تھا اور وہ شبیہ خلیل اللہ علیہما السلام میں تھا تا کہ آپ اس سے مانوس رہیں اور روح الامین علیہ السلام کو جنت کی ریشمی قمیص اور کرسی کے ساتھ بھیجا آپ نے حضرت کو وہ قمیص پہنا دیا اور آپ کو کرسی پر بٹھا دیا اور پھر جبریل آپ سے باتیں کرتے رہے۔

وَقَالَ جِبْرِیْلُ عَلَیْهِ السَّلَامُ یَا اِبْرَاهِیْمُ اِنَّ رَبَّکَ یَقُوْلُ اَمَا عَلِمْتَ اَنَّ النَّارَ لَا تَضُرُّ اَحْبَابِیْ۔ پھر

حضرت جبریل علیہ السلام نے بشارت دی کہ اے ابراہیم آپ کا رب فرماتا ہے کہ کیا تمہیں معلوم نہیں کہ آگ میرے دوستوں کو نقصان نہیں پہنچاتی۔

ثُمَّ اَشْرَفَ نَمْرُوْدُ وَنَظَرَ مِنْ صَرْحٍ لَّهٗ۔ پھر نمرود اس منارہ پر چڑھا جو اس نے آپ کے اس منظر کو دیکھنے کے لئے بنوایا تھا اور آپ کو دیکھنے لگا تو نظر آیا کہ آپ ایک باغیچہ میں تشریف فرما ہیں اور ایک فرشتہ آپ کے پاس ہے اور آگ کی لپٹیں چاروں طرف ہیں تو

نمرود گھبرا کر پکارا یَا اِبْرَاهِیْمُ کَبِیْرٌ اِلٰهُکَ الَّذِیْ بَلَغَتْ قُدْرَتُهٗ۔ اے ابراہیم تمہارا رب بھی بڑی قوت والا ہے جس کی قدرت تم تک پہنچی۔ اور آگ کے اور تمہارے درمیان حائل ہوئی۔

ابراہیم کیا تم اس کی بھی طاقت رکھتے ہو کہ اس آگ سے نکل آؤ آپ نے فرمایا ہاں نمرود بولا کیا آپ اس سے خائف ہیں کہ اگر آپ اس باغیچہ میں سو جائیں تو یہ آگ نقصان دے گی فرمایا نہیں۔

تو نمرود نے کہا تو اچھا اٹھ کر آگ سے نکل کر دکھائیں۔

آپ اٹھے اور خراماں خراماں باہر تشریف لے آئے تو نمرود آپ کے سامنے آیا اور پوچھنے لگا ابراہیم وہ کون تھا جو آپ کا ہم شبیہ آپ کے پہلو میں بیٹھا تھا۔

فرمایا وہ فرشتہ تھا جسے ملک الظل کہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اسے میرے پاس موانست کے لئے بھیجا تھا۔

نمرود کہنے لگا ابراہیم میں بھی آپ کے رب سے تقرب چاہتا ہوں کہ میں نے اس کی یہ قوت وقدرت دیکھی اور میں اس کے نام پر چار ہزار گائیں قربان کروں گا۔

تو حضرت ابراہیم خلیل علیہ السلام نے فرمایا اِنَّهٗ لَا یَقْبَلُ اللّٰهُ مِنْکَ مَا کُنْتَ عَلٰی دِیْنِکَ حَتّٰی تُفَارِقَهٗ وَ تَرْجِعَ اِلٰی دِیْنِیْ۔ اللہ تعالیٰ ہرگز قبول نہ فرمائے گا جب تک تو اپنا دین چھوڑ کر میرے دین پر نہ لوٹ آئے۔

تو نمرود کہنے لگا لَا اَسْتَطِیْعُ تَرْکَ مُلْکِیْ وَ لٰکِنْ سَوْفَ اَذْبَحُهَا لَهٗ فَذَبَحَهَا۔ مجھ میں یہ ہمت تو نہیں کہ میں اپنا ملک ترک کر دوں لیکن یہ قربانی ضرور دوں گا۔ چنانچہ اس نے وہ گائیں قربان کیں۔ اور ابراہیم علیہ السلام کی طرف سے اس نے ہاتھ روک لیا۔

وَ کَانَ اِبْرَاهِیْمُ عَلَیْهِ السَّلَامُ اِذْ ذَاکَ ابْنُ سِتَّةَ عَشَرَ۔ اس وقت حضرت ابراہیم علیہ السلام سولہ سالہ عمر میں تھے۔

بعض روایتوں میں ہے کہ جب نمرودیوں نے دیکھا کہ حضرت خلیل اللہ علیہ السلام پر آتش گلزار ہوگئی ہے تو وہ کہنے لگے یہ جادو ہے تو انہوں نے ایک بڈھے کو اس آگ میں پھینکا تو وہ علی الفور جل کر خاک سیاہ ہوگیا۔

اخیر میں فرماتے ہیں علاوہ اس کے بہت سی روایتیں قصہ خلیل اللہ میں ہیں۔

لیکن وَالَّذِیْ صَحَّ هُوَ مَا ذَکَرَهٗ تَعَالٰی مِنْ اَنَّهٗ عَلَیْهِ السَّلَامُ اُلْقِیَ فِی النَّارِ فَجَعَلَهَا اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ عَلَیْهِ السَّلَامُ بَرْدًا وَّ سَلَامًا۔ وہ واقعہ صحیح اور قطعی صحیح ہے جو اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں ذکر فرمایا کہ آپ آتش نمرود میں ڈالے گئے اور اللہ تعالیٰ نے اس آگ کو بردوسلام کر دیا۔

اور یہ بھی ناقابل انکار حقیقت ہے کہ اللہ تعالیٰ میں یہ قدرت ہے کہ دفع اذیٰ جس کے لئے چاہے فرمادے جیسے سمندر کیڑے کے لئے اللہ تعالیٰ نے آگ میں ہی حیات رکھی ہے۔

چنانچہ آلوسی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ خلیل اللہ علیہ السلام پر آگ کا بردوسلام ہو جانا اعظم خوارق سے ہے **وَ قِيْلَ كَانَتْ عَلٰى حَالِهَا لٰكِنَّهٗ سُبْحٰنَهٗ جَلَّتْ قُدْرَتُهٗ دَفَعَ اَذَا هَا لِمَا تَرٰى فِي السَّمَنْدَرِ كَمَا يُشْعِرُ بِهٖ قَوْلُهٗ تَعَالٰى عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ۔**

اور اس قسم کے خوارق عادات امورامت محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام میں بطور کرامت بہ اتباع نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم میں ظاہر ہوئے ہیں اور ان کا مشاہدہ بعض منتسبین حضرت ولی کامل شیخ احمد رفاعی قدس سرہ سے ہوا ہے۔

پھر اکثر فساق وفجار بھی ایسا کرتے ہیں اور وہ اسے جادو بتاتے ہیں پھر وہ منتر جو پڑھے جاتے ہیں ان میں بعض کفر خالص ہوتے ہیں بعض محض الفاظ مجہولہ بے معنیٰ کہتے ہوئے آگ میں چلے جاتے ہیں۔ اور بعض نے بتایا کہ وہ یہ الفاظ کہتے ہیں:

تَلْسَفُ تَلْسَفُ هَيْفُ هَيْفُ اَعُوْذُ بِكَلِمَاتِ اللّٰهِ تَعَالَى التَّامَّةِ مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ اَقْسَمْتُ عَلَيْكِ يَااَيَّتُهَا النَّارُ۔ اور اگر تلوار وغیرہ کا مقابلہ کرتے ہیں تو کہتے ہیں **اَيُّهَا السَّلَاحُ بِحَقِّ حَيٍّ حَيٍّ وَ نُوْرِ يَحْيٰ وَ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ تَضُرِّيْ۔** یا دوسروں کے لئے ہو تو کہتے ہیں **لَا تَضُرُّ غُلَامَ الطَّرِيْقَةِ۔**

حالانکہ شیخ احمد رفاعی رحمہ اللہ کے زمانہ میں یہ باتیں نہ تھیں چنانچہ اب بھی اکثر اس خاندان کے بزرگ متبع سنت ہیں اور اس قسم کے مظنہ بدعت سے مجتنب ہیں۔

اور اکثر وہ ہیں کہ دخول نار کے وقت کچھ نہیں پڑھتے صرف یہ کرتے ہیں کہ جب آگ دہک جاتی ہے تو دف بجاتے ہوئے یہ پکارتے جاتے ہیں **يَا شَيْخ اَحْمَدُ يَا رَفَاعِيْ** اور آگ میں گھس جاتے ہیں اور ان پر آگ اثر نہیں کرتی۔

اسی قسم کے معائنہ سے اکثر عقیدت مند ہو جاتے ہیں حالانکہ یہ استدراج وابتلاء ہے۔

اور اکثر دوائیں اس قسم کی ہوتی ہیں کہ انہیں جہاں لگا لیا جائے وہاں آگ اثر نہیں کرتی جیسے مینڈک کی چربی وغیرہ۔

بہر حال معجزانہ شان خاص ہوتی ہے اور شعبدات علیحدہ ہیں۔

"**وَاَرَادُوْا بِهٖ كَيْدًا فَجَعَلْنٰهُمُ الْاَخْسَرِيْنَ۔** اور انہوں نے زبردست مکر حضرت خلیل کے لئے چاہا تھا تو ہم نے انہیں نقصان اٹھانے والوں سے بھی زیادہ نقصان میں کر دیا۔"

اور اس قوم پر مچھر مسلط کر دیئے کہ جو ان کا گوشت اور خون کھا پی گئے اور انہیں ایسا ذلیل کیا کہ نمرود پر ایک مچھر ایسا مسلط کیا کہ اس کی جان ہی لے کر ٹلا لعنہ اللہ تعالیٰ۔ آگے ارشاد ہے:

"**وَنَجَّيْنٰهُ وَلُوْطًا اِلَى الْاَرْضِ الَّتِيْ بٰرَكْنَا فِيْهَا لِلْعٰلَمِيْنَ ﴿۷۱﴾ وَوَهَبْنَا لَهٗۤ اِسْحٰقَ ؕ وَيَعْقُوْبَ نَافِلَةً ؕ وَكُلًّا جَعَلْنَا صٰلِحِيْنَ ﴿۷۲﴾ وَجَعَلْنٰهُمْ اَئِمَّةً يَّهْدُوْنَ بِاَمْرِنَا وَاَوْحَيْنَاۤ اِلَيْهِمْ فِعْلَ الْخَيْرٰتِ وَاِقَامَ الصَّلٰوةِ وَاِيْتَآءَ الزَّكٰوةِ ۚ وَكَانُوْا لَنَا عٰبِدِيْنَ ﴿۷۳﴾۔**

اور نجات دی ہم نے اسے اور لوط کو اس زمین کی طرف جس میں ہم نے برکت رکھی جہان والوں کے لئے اور عطا فرمایا

ہم نے ابراہیم کو اسحاق اور یعقوب پوتا اور ہم نے سب کو بنایا صالح اور ہم نے کیا انہیں امام کہ ہدایت کریں ہمارے حکم کی اور ہم نے وحی کی انہیں اچھے کام کرنے کی اور نماز قائم رکھنے کی اور زکوٰۃ دینے کی اور وہ ہماری بندگی کرنے والے تھے۔“

یعنی حضرت ابراہیم علیہ السلام اور ان کے بھتیجے ہاران کے فرزند حضرت لوط علیہ السلام انہیں دونوں کو نمرود اور ان کی قوم سے نجات دی۔

اِلَی الْاَرْضِ الَّتِیْ بٰرَکْنَا فِیْهَا۔ سے مراد ارض شام ہے۔

ایک قول ہے کہ ارض مکہ مراد ہے۔

ایک قول ہے کہ ارض مصر مراد ہے لیکن صحیح قول پہلا ہے۔

اس کی توصیف برکت سے اس لئے بھی صحیح ہے کہ زمین شام میں اکثر انبیاء علیہم السلام مبعوث ہوئے اور وہاں سے پھر منتشر ہو کر اپنی شریعتیں جاری کیں جو مبادی کمالات و خیرات تھیں اور جن سے منافع دینی و دنیوی حاصل ہوئے۔ چنانچہ علامہ آلوسی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

اِنَّهٗ عَلَیْهِ السَّلَامُ خَرَجَ مِنَ الْعِرَاقِ وَ مَعَهٗ لُوْطٌ وَ سَارَةُ بِنْتُ عَمِّهٖ هَارَانَ الْاَكْبَرِ وَقَدْ كَانَا مُؤْمِنَیْنِ بِهٖ عَلَیْهِ السَّلَامُ یَلْتَمِسُ الْفِرَارَ بِدِیْنِهٖ فَنَزَلَ حَرَّانَ فَمَكَثَ بِهَا مَا شَاءَ اللّٰهُ تَعَالٰی۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام جب عراق سے نکلے تو آپ کے ساتھ حضرت لوط اور سارہ بنت ہاران الاکبر تھے اور یہ دونوں حضرت ابراہیم علیہ السلام پر ایمان لا چکے تھے۔ ہاران حضرت ابراہیم علیہ السلام کے چچا تھے تو یہ دونوں اپنے دین کی محافظت کے لئے یہاں سے نکل کر جانا چاہتے تھے۔ چنانچہ یہ حران میں جا کر ٹھہرے اور جب تک خدا نے چاہا وہاں رہے۔

وَ زَعَمَ بَعْضُهُمْ اَنَّ سَارَةَ بِنْتُ مَلِكِ حَرَّانَ تَزَوَّجَهَا عَلَیْهِ السَّلَامُ هُنَاكَ وَ شَرَطَ اَبُوْهَا اَنْ لَّا یُغَیِّرَهَا عَنْ دِیْنِهَا ۔ وَالصَّحِیْحُ الْاَوَّلُ۔

ثُمَّ قَدِمَ مِصْرَ ثُمَّ خَرَجَ مِنْهَا اِلَی الشَّامِ فَنَزَلَ السَّبْعَ فِیْ اَرْضِ فَلَسْطِیْنَ ۔ وَ نَزَلَ لُوْطٌ بِالْمُؤْتَفِكَةِ عَلٰی مَسِیْرَةِ یَوْمٍ وَّ لَیْلَةٍ مِّنَ السَّبْعِ اَوْ اَقْرَبُ۔

پھر آپ مصر تشریف لائے پھر مصر سے شام میں مقام سبع میں آ گئے جو فلسطین کی زمین میں ہے اور لوط علیہ السلام مؤتفکہ میں مقیم ہوئے جو سبع سے ایک دن رات کے بعد مسافت پر ہے۔

پھر آپ کی دعا کے بموجب حضرت اسحاق عطا کئے گئے۔

اور حضرت اسحاق کو حضرت یعقوب ملے جو ابراہیم علیہ السلام کے پوتے تھے یہ نافلہ اس وجہ سے ہوئے کہ اللہ تعالیٰ کی بخشش اور زائد بخشش ہوئی۔

اور كُلًّا جَعَلْنَا صٰلِحِیْنَ سے مراد حضرت ابراہیم اور لوط اور اسحاق و یعقوب علیہم السلام ہیں۔

اور صالحین سے مراد بِاَنْ وَفَّقْنَاهُمْ لِلصَّلَاحِ فِی الدِّیْنِ وَالدُّنْیَا فَصَارُوْا كَامِلِیْنَ یعنی انہیں اللہ نے صلاحیت دی دین و دنیا کی اور وہ کاملین سے ہوئے۔

یہ صالحین بمعنی حقیقی صالحین ہیں اور بقیہ صالحین ظاہر ہے کہ کون ہیں اور کیسے ہیں۔

اور وَجَعَلْنٰهُمْ اَىِٕمَّةً اور ہم نے انہیں امام بنایا کہ امور دین میں ان کی اقتدا کی جائے۔ یَّهْدُوْنَ اور راہ پائیں حق کی طرف بِاَمْرِنَا ہمارے مرسلین سے حکم لے کر۔

"وَاَوْحَیْنَاۤ اِلَیْهِمْ فِعْلَ الْخَیْرٰتِ۔ اور انہیں ہم نے وحی کی اچھے کام کرنے کی۔"

"وَاِقَامَ الصَّلٰوةِ وَاِیْتَآءَ الزَّكٰوةِ۔ اور نماز قائم رکھنے اور زکوٰۃ دینے کی۔"

اس سے یہ امر بھی واضح ہو گیا کہ امم سابقہ میں بھی نماز اور زکوٰۃ تھی۔ جیسے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی امت پر فرض ہے اور وہ سب ہمارے پرستار تھے۔

"وَلُوْطًا اٰتَیْنٰهُ حُكْمًا وَّعِلْمًا وَّنَجَّیْنٰهُ مِنَ الْقَرْیَةِ الَّتِیْ كَانَتْ تَّعْمَلُ الْخَبٰٓىِٕثَؕ اِنَّهُمْ كَانُوْا قَوْمَ سَوْءٍ فٰسِقِیْنَ ﴿۷۴﴾ وَاَدْخَلْنٰهُ فِیْ رَحْمَتِنَاؕ اِنَّهٗ مِنَ الصّٰلِحِیْنَ۔ اور لوط کو ہم نے عطا کی حکومت اور علم دیا اور اسے اس بستی سے نجات دی جو گندے کام کرتی تھی بے شک وہ برے لوگ فاسق تھے اور ہم نے لوط کو اپنی رحمت میں داخل کیا بے شک وہ صالحین سے تھا۔"

وہ بستی جس میں گندے کام کرنے والی قوم تھی اس کا نام سدوم تھا۔

حدیث میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا فَقَدْ اَخْرَجَ اِسْحٰقُ بْنُ بَشِیْرٍ وَ الْخَطِیْبُ وَابْنُ عَسَاكِرٍ عَنِ الْحَسَنِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ عَشْرُ خِصَالٍ عَمِلَتْهَا قَوْمُ لُوْطٍ بِهَا اُهْلِكُوْا۔ دس خصلتیں قوم لوط میں تھیں جس کی وجہ سے وہ ہلاک کی گئی۔

۱- اِتْیَانُ الرِّجَالِ بَعْضُهُمْ بَعْضًا۔ یعنی اغلام بازی اور لواطت۔
۲- وَ رَمْیُهُمْ بِالْجَلَاهِقِ وَالْخَذْفِ۔ غلہ بازی یا ٹھیکریاں مارنا۔
۳- وَ لَعْبُهُمْ بِالْحَمَامِ۔ کبوتر بازی۔
۴- وَضَرْبُ الدُّفُوْفِ۔ دف طبلہ بجانا۔
۵- وَ شُرْبُ الْخُمُوْرِ۔ شراب نوشی۔
۶- وَ قَصُّ اللِّحْیَةِ۔ داڑھی چھوٹی کرنا جسے خشخاشی کہتے ہیں۔
۷- وَ طُوْلُ الشَّارِبِ۔ مونچھیں دراز کرنا۔
۸- وَالصَّفْرُ۔ منہ سے سیٹی بجانا۔
۹- وَالتَّصْفِیْقُ۔ صفقہ ہاتھ پر ہاتھ مار کر تالیاں بجانا۔
۱۰- وَ لِبَاسُ الْحَرِیْرِ۔ ریشم پہننا۔

وَ تَزِیْدُهَا اُمَّتِیْ بِخُلَّةٍ اِتْیَانُ النِّسَاءِ بَعْضُهُنَّ بَعْضًا۔ اور اس سے زائد میری امت میں چپٹی کا بھی عیب ہوگا۔

بامحاورہ ترجمہ چھٹا رکوع - سورۂ انبیاء - پ ۱۷

وَنُوْحًا اِذْ نَادٰى مِنْ قَبْلُ فَاسْتَجَبْنَا لَهٗ فَنَجَّیْنٰهُ وَاَهْلَهٗ مِنَ الْكَرْبِ الْعَظِیْمِ ﴿۷۶﴾

اور نوح جب اس نے پکارا اس سے پہلے تو ہم نے اس کی دعا قبول فرمائی تو ہم نے اس کو اور اس کے گھر والوں کو

بڑی مصیبت سے نجات دی

وَنَصَرْنٰهُ مِنَ الْقَوْمِ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا ؕ اِنَّهُمْ كَانُوْا قَوْمَ سَوْءٍ فَاَغْرَقْنٰهُمْ اَجْمَعِيْنَ ﴿۷۷﴾

اور مدد کی ہم نے اس کی اس قوم کے مقابل جنہوں نے ہماری آیتوں کو جھٹلایا بے شک وہ بدکردار قوم تھی تو ہم نے ان سب کو غرق کردیا

وَدَاوٗدَ وَسُلَيْمٰنَ اِذْ يَحْكُمٰنِ فِي الْحَرْثِ اِذْ نَفَشَتْ فِيْهِ غَنَمُ الْقَوْمِ ۚ وَكُنَّا لِحُكْمِهِمْ شٰهِدِيْنَ ﴿۷۸﴾

اور داؤد اور سلیمان جب فیصلہ کر رہے تھے ایک کھیتی کے متعلق کہ اس کو قوم کی بکریاں چر کر اجاڑ گئی تھیں اور ہم ان کے فیصلے کے نگران تھے

فَفَهَّمْنٰهَا سُلَيْمٰنَ ۚ وَكُلًّا اٰتَيْنَا حُكْمًا وَّعِلْمًا ؗ وَّسَخَّرْنَا مَعَ دَاوٗدَ الْجِبَالَ يُسَبِّحْنَ وَالطَّيْرَ ؕ وَكُنَّا فٰعِلِيْنَ ﴿۷۹﴾

تو ہم نے وہ فیصلہ سلیمان کو سمجھایا اور ہر ایک کو ہم نے حکمت اور علم عطا کیا اور ہم نے فرمانبردار بنائے داؤد کے لئے پہاڑ وہ پہاڑ اور پرندے تسبیحات کہتے اور یہ ہمارے کام تھے

وَعَلَّمْنٰهُ صَنْعَةَ لَبُوْسٍ لَّكُمْ لِتُحْصِنَكُمْ مِّنْۢ بَاْسِكُمْ ۚ فَهَلْ اَنْتُمْ شٰكِرُوْنَ ﴿۸۰﴾

اور ہم نے سکھائی اس کو صنعت اسلحہ سازی کی تا کہ بچائے تمہیں تمہاری لڑائی سے تو کیا تم شکر و کرو گے

وَلِسُلَيْمٰنَ الرِّيْحَ عَاصِفَةً تَجْرِيْ بِاَمْرِهٖۤ اِلَى الْاَرْضِ الَّتِيْ بٰرَكْنَا فِيْهَا ؕ وَكُنَّا بِكُلِّ شَيْءٍ عٰلِمِيْنَ ﴿۸۱﴾

اور سلیمان کے تابع کی تیز ہوا وہ چلتی تھی ان کے حکم سے اس زمین کی طرف جس میں ہم نے برکت رکھی اور ہم ہر چیز کو جاننے والے ہیں

وَمِنَ الشَّيٰطِيْنِ مَنْ يَّغُوْصُوْنَ لَهٗ وَيَعْمَلُوْنَ عَمَلًا دُوْنَ ذٰلِكَ ۚ وَكُنَّا لَهُمْ حٰفِظِيْنَ ﴿۸۲﴾

اور جنوں میں سے کچھ وہ تھے جو اس کے لئے غوطہ لگاتے اور اس کے علاوہ اور کام بھی کرتے تھے اور ہم ان کی حفاظت کرنے والے تھے

وَاَيُّوْبَ اِذْ نَادٰى رَبَّهٗۤ اَنِّيْ مَسَّنِيَ الضُّرُّ وَاَنْتَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِيْنَ ﴿۸۳﴾

اور ایوب جب اس نے اپنے رب کو پکارا کہ مجھے تکلیف پہنچی ہے اور تو سب سے زیادہ رحم کرنے والا ہے

فَاسْتَجَبْنَا لَهٗ فَكَشَفْنَا مَا بِهٖ مِنْ ضُرٍّ وَّاٰتَيْنٰهُ اَهْلَهٗ وَمِثْلَهُمْ مَّعَهُمْ رَحْمَةً مِّنْ عِنْدِنَا وَذِكْرٰى لِلْعٰبِدِيْنَ ﴿۸۴﴾

تو ہم نے اس کی دعا قبول کی اور اس کی تکلیف کو دور کردیا اور ہم نے اسے اس کے گھر والے اور ان کے ساتھ اتنے اور عطا کئے اپنے پاس سے رحمت فرما کر اور بندگی والوں کے لئے نصیحت

وَاِسْمٰعِيْلَ وَاِدْرِيْسَ وَذَا الْكِفْلِ ؕ كُلٌّ مِّنَ الصّٰبِرِيْنَ ﴿۸۵﴾

اور اسمٰعیل اور ادریس اور ذوالکفل کو (یاد کرو) وہ سب صبر والے تھے

وَاَدْخَلْنٰهُمْ فِيْ رَحْمَتِنَا ؕ اِنَّهُمْ مِّنَ الصّٰلِحِيْنَ ﴿۸۶﴾

اور انہیں ہم نے اپنی رحمت میں داخل کیا بے شک وہ

ہمارے قرب خاص کے سزاواروں میں ہیں

وَذَا النُّوْنِ اِذْ ذَّهَبَ مُغَاضِبًا فَظَنَّ اَنْ لَّنْ نَّقْدِرَ عَلَيْهِ فَنَادٰى فِي الظُّلُمٰتِ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحٰنَكَ ۖ اِنِّيْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ ﴿٨٧﴾

اور ذوالنون کو (یاد کرو) جب چلا غصہ میں بھرا ہوا تو گمان کیا کہ ہم اس پر تنگی نہ کریں گے اور اندھیروں میں پکارا کوئی معبود نہیں سوا تیرے پاکی ہے تجھ کو بے شک مجھ سے بے جا ہوا

فَاسْتَجَبْنَا لَهٗ ۙ وَنَجَّيْنٰهُ مِنَ الْغَمِّ ۭ وَكَذٰلِكَ نُـْجِي الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿٨٨﴾

تو ہم نے اس کی پکار سن لی اور اسے غم سے نجات بخشی اور ایسے ہی نجات دیں گے مسلمانوں کو

وَزَكَرِيَّآ اِذْ نَادٰى رَبَّهٗ رَبِّ لَا تَذَرْنِيْ فَرْدًا وَّاَنْتَ خَيْرُ الْوٰرِثِيْنَ ﴿٨٩﴾

اور زکریا کو جب اس نے اپنے رب کو پکارا اے میرے رب مجھے اکیلا نہ چھوڑ اور تو سب سے بہتر وارث ہے

فَاسْتَجَبْنَا لَهٗ ۡ وَوَهَبْنَا لَهٗ يَحْيٰى وَاَصْلَحْنَا لَهٗ زَوْجَهٗ ۭ اِنَّهُمْ كَانُوْا يُسٰرِعُوْنَ فِي الْخَيْرٰتِ وَيَدْعُوْنَنَا رَغَبًا وَّرَهَبًا ۭ وَكَانُوْا لَنَا خٰشِعِيْنَ ﴿٩٠﴾

تو ہم نے اس کی دعا قبول کی اور اسے یحییٰ عطا فرمایا اور اس کے لئے اس کی بی بی سنواری بے شک وہ بھلے کاموں میں جلدی کرتے تھے اور ہمیں پکارتے تھے امید اور خوف سے اور ہمارے حضور گڑگڑاتے تھے

وَالَّتِيْٓ اَحْصَنَتْ فَرْجَهَا فَنَفَخْنَا فِيْهَا مِنْ رُّوْحِنَا وَجَعَلْنٰهَا وَابْنَهَآ اٰيَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ ﴿٩١﴾

اور اس عورت کو جس نے اپنی پارسائی نگاہ رکھی تو ہم نے اس میں اپنی روح پھونکی اور اسے اور اس کے بیٹے کو سارے جہان کے لئے نشانی بنایا

اِنَّ هٰذِهٖٓ اُمَّتُكُمْ اُمَّةً وَّاحِدَةً ڮ وَّاَنَا رَبُّكُمْ فَاعْبُدُوْنِ ﴿٩٢﴾

بے شک تمہارا دین یہ ایک ہی دین ہے اور میں تمہارا رب ہوں تو میری عبادت کرو

وَتَقَطَّعُوْٓا اَمْرَهُمْ بَيْنَهُمْ ۭ كُلٌّ اِلَيْنَا رٰجِعُوْنَ ﴿٩٣﴾

اور اوروں نے اپنے کام آپس میں ٹکڑے ٹکڑے کر لئے سب کو ہماری طرف پھرنا ہے

حل لغات چھٹا رکوع ۔ سورۃ انبیاء ۔ پ ۱۷

وَنُوْحًا ۔ اور نوح کو　اِذْ ۔ جب　نَادٰى ۔ اس نے پکارا　مِنْ قَبْلُ ۔ اس سے پہلے
فَاسْتَجَبْنَا ۔ تو ہم نے قبول کی　لَهٗ ۔ اس کی (دعا)　فَنَجَّيْنٰهُ ۔ تو ہم نے نجات دی اس کو
وَاَهْلَهٗ ۔ اور اس کے گھر والوں کو　مِنَ الْكَرْبِ ۔ مصیبت　الْعَظِيْمِ ۔ بڑی سے
وَنَصَرْنٰهُ ۔ تو ہم نے مدد کی اس کی　مِنَ الْقَوْمِ ۔ اس قوم سے　الَّذِيْنَ ۔ جنہوں نے
كَذَّبُوْا ۔ جھٹلایا　بِاٰيٰتِنَا ۔ ہماری آیتوں کو　اِنَّهُمْ ۔ بے شک وہ　كَانُوْا ۔ تھے
قَوْمَ ۔ قوم　سَوْءٍ ۔ بری　فَاَغْرَقْنٰهُمْ ۔ تو ہم نے غرق کر دیا ان کو
اَجْمَعِيْنَ ۔ سب کو　وَدَاوٗدَ ۔ اور داود　وَسُلَيْمٰنَ ۔ اور سلیمان　اِذْ ۔ جب

يَحْكُمٰنِ۔ فیصلہ کررہے تھے فِي الْحَرْثِ۔ ایک کھیتی میں اِذْ۔ جبکہ نَفَشَتْ۔ رات کو چرگئیں
فِيْهِ۔ اس میں غَنَمُ۔ بکریاں الْقَوْمِ۔ قوم کی وَكُنَّا۔ اور تھے ہم
لِحُكْمِهِمْ۔ ان کے فیصلے پر شٰهِدِيْنَ۔ گواہ فَفَهَّمْنٰهَا۔ تو ہم نے سمجھایا وہ مقدمہ
سُلَيْمٰنَ۔ سلیمان کو وَكُلًّا۔ اور ہر ایک کو اٰتَيْنَا۔ دی ہم نے حُكْمًا۔ حکمت
وَّعِلْمًا۔ اور علم وَّسَخَّرْنَا۔ اور فرمانبردار کئے ہم نے مَعَ۔ ساتھ
دَاوٗدَ۔ داؤد کے الْجِبَالَ۔ پہاڑ يُسَبِّحْنَ۔ تسبیح کہتے وَالطَّيْرَ۔ اور پرندے
وَكُنَّا۔ اور تھے ہم فٰعِلِيْنَ۔ کرنے والے وَعَلَّمْنٰهُ اور سکھائی ہم نے اس کو
صَنْعَةَ۔ صنعت لَبُوْسٍ۔ لباس کی لَّكُمْ۔ تمہارے لئے لِتُحْصِنَكُمْ۔ تاکہ بچائے تم کو
مِّنْۢ بَاْسِكُمْ۔ تمہاری لڑائی سے فَهَلْ۔ تو کیا اَنْتُمْ۔ تم
شٰكِرُوْنَ۔ شکر کرنے والے ہو وَلِسُلَيْمٰنَ۔ اور سلیمان کیلئے الرِّيْحَ۔ ہوا
عَاصِفَةً۔ تیز (مسخر کی) تَجْرِيْ۔ وہ چلتی بِاَمْرِهٖٓ۔ اس کے حکم سے اِلَى الْاَرْضِ الَّتِيْ۔ اس
زمین کی طرف بٰرَكْنَا۔ کہ برکت رکھی ہم نے فِيْهَا۔ اس میں وَكُنَّا۔ اور تھے ہم
بِكُلِّ۔ ہر شَيْءٍ۔ چیز کو عٰلِمِيْنَ۔ جاننے والے وَ مِنَ الشَّيٰطِيْنِ۔ اور
شیطانوں میں سے مَنْ۔ وہ بھی تھے جو يَّغُوْصُوْنَ۔ غوطہ لگاتے لَهٗ۔ اس کے لئے
وَيَعْمَلُوْنَ۔ اور کرتے عَمَلًا۔ کام دُوْنَ۔ سوائے ذٰلِكَ۔ اس کے بھی
وَكُنَّا۔ اور تھے ہم لَهُمْ۔ ان کی حٰفِظِيْنَ۔ حفاظت کرتے وَاَيُّوْبَ۔ اور ایوب
اِذْ۔ جب نَادٰى۔ پکارا رَبَّهٗٓ۔ اپنے رب کو اَنِّيْ۔ بےشک
مَسَّنِيَ۔ پہنچی مجھے الضُّرُّ۔ تکلیف وَاَنْتَ۔ اور تو اَرْحَمُ۔ بہت رحم کرنے
والا ہے الرّٰحِمِيْنَ۔ رحم کرنے والوں سے فَاسْتَجَبْنَا۔ تو قبول کی ہم نے
لَهٗ۔ اس کی دعا فَكَشَفْنَا۔ تو دور کی ہم نے مَا بِهٖ۔ جو اسے مِنْ ضُرٍّ۔ تکلیف تھی
وَّاٰتَيْنٰهُ۔ اور دیئے ہم نے اس کو اَهْلَهٗ۔ اس کے گھروالے وَمِثْلَهُمْ۔ اور ان کی مثل
مَّعَهُمْ۔ ان کے ساتھ رَحْمَةً۔ رحمت مِّنْ عِنْدِنَا۔ ہماری طرف سے
وَذِكْرٰى۔ اور نصیحت لِلْعٰبِدِيْنَ۔ عبادت گزاروں کو وَاِسْمٰعِيْلَ۔ اور اسماعیل وَاِدْرِيْسَ۔ اور ادریس
وَذَا الْكِفْلِ۔ اور ذوالکفل كُلٌّ۔ سب مِّنَ الصّٰبِرِيْنَ۔ صبر کرنے والوں سے تھے
وَاَدْخَلْنٰهُمْ۔ اور داخل کیا ہم نے ان کو فِيْ رَحْمَتِنَا۔ اپنی رحمت سے اِنَّهُمْ۔ بےشک وہ
مِّنَ الصّٰلِحِيْنَ۔ نیک لوگوں سے تھے وَذَا النُّوْنِ۔ اور ذوالنون کو اِذْ۔ جب
ذَّهَبَ۔ وہ گیا مُغَاضِبًا۔ غصہ کی حالت میں فَظَنَّ۔ تو اس نے خیال کیا اَنْ۔ یہ کہ
لَّنْ نَّقْدِرَ۔ ہرگز نہ تنگی ڈالیں گے ہم عَلَيْهِ۔ اس پر فَنَادٰى۔ تو پکارا

فِي الظُّلُمٰتِ۔ اندھیروں میں اَنْ۔ یہ کہ لَآ اِلٰهَ۔ نہیں کوئی معبود اِلَّآ۔ مگر
اَنْتَ۔ تو سُبْحٰنَكَ۔ پاک ہے تو اِنِّيْ۔ بے شک میں ہی كُنْتُ۔ تھا
مِنَ الظّٰلِمِيْنَ۔ ظالموں میں سے فَاسْتَجَبْنَا۔ تو قبول کی ہم نے لَهٗ۔ اس کی دعا
وَنَجَّيْنٰهُ۔ اور نجات دی ہم نے اس کو مِنَ الْغَمِّ۔ غم سے وَكَذٰلِكَ۔ اور اسی طرح
نُـْجِي۔ نجات دیں گے ہم الْمُؤْمِنِيْنَ۔ مومنوں کو وَزَكَرِيَّآ۔ اور زکریا اِذْ۔ جب
نَادٰى۔ پکارا اس نے رَبَّهٗ۔ اپنے رب کو رَبِّ۔ اے میرے رب لَا تَذَرْنِيْ۔ نہ چھوڑ مجھے
فَرْدًا۔ اکیلا وَّاَنْتَ۔ اور تو ہے خَيْرُ۔ بہتر الْوٰرِثِيْنَ۔ وارث
فَاسْتَجَبْنَا۔ تو ہم نے قبول کیا لَهٗ۔ اس کی دعا کو وَوَهَبْنَا۔ اور عطا کیا ہم نے لَهٗ۔ اس کو
يَحْيٰى۔ یحییٰ وَاَصْلَحْنَا۔ اور درست کیا ہم نے لَهٗ۔ اس کے لئے
زَوْجَهٗ۔ اس کی بیوی کو اِنَّهُمْ۔ بے شک وہ كَانُوْا۔ تھے يُسٰرِعُوْنَ۔ جلدی کرتے
فِي الْخَيْرٰتِ۔ نیکیوں میں وَيَدْعُوْنَنَا۔ اور پکارتے تھے ہمیں رَغَبًا۔ امید
وَّرَهَبًا۔ اور خوف سے وَكَانُوْا۔ اور تھے وہ لَنَا۔ ہم سے خٰشِعِيْنَ۔ ڈرنے والے
وَالَّتِيْٓ۔ اور وہ عورت جس نے اَحْصَنَتْ۔ بچایا فَرْجَهَا۔ اپنی شرم گاہ کو
فَنَفَخْنَا۔ تو پھونکی ہم نے فِيْهَا۔ اس میں مِنْ رُّوْحِنَا۔ اپنی روح وَجَعَلْنٰهَا۔ اور بنایا ہم
نے اس کو وَابْنَهَآ۔ اور اس کے بیٹے کو اٰيَةً۔ نشانی لِّلْعٰلَمِيْنَ۔ جہان والوں
کے لئے اِنَّ۔ بے شک هٰذِهٖٓ۔ یہ اُمَّتُكُمْ۔ تمہاری امت
اُمَّةً۔ امت وَّاحِدَةً۔ ایک ہے وَّاَنَا۔ اور میں رَبُّكُمْ۔ تمہارا رب ہوں
فَاعْبُدُوْنِ۔ تو عبادت کرو میری وَتَقَطَّعُوْٓا۔ اور ٹکڑے کیا انہوں نے
اَمْرَهُمْ۔ اپنا کام بَيْنَهُمْ۔ آپس میں كُلٌّ۔ سب ہی اِلَيْنَا۔ ہماری طرف
رٰجِعُوْنَ۔ رجوع کرنے والے ہیں

خلاصہ تفسیر چھٹا رکوع۔ سورۃ انبیاء۔ پ ۱۷

یہ تیسرا قصہ حضرت نوح علیہ السلام کا ہے جس کا خلاصہ یہ ہے۔

جب آپ کی قوم نے آپ کو تکلیفیں پہنچائیں تو انہوں نے رب تعالیٰ شانہ کے حضور کرب عظیم کی حالت میں پکارا جب آپ کی قوم نے آپ کو تکلیفیں پہنچائیں تو اللہ تعالیٰ نے انہیں اور ان کے کنبے کے متبعین کو کشتی کے ذریعہ اس بلائے عظیم سے نجات دی اور سرکش و باغی و طاغی قوم کو اپنے قہر سے پانی میں غرق کر دیا۔

چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ قصہ سنا کر تسلی دی گئی ہے کہ آپ سے پہلی امتوں نے اپنے انبیاء علیہم السلام کو ایسی ایسی تکلیفیں دی ہیں کہ غضب الٰہی عزوجل ان پر ٹوٹ پڑا اور وہ اس عذاب میں پکڑے گئے۔ آپ کے مخالفین اس مہلت اور تاخیر

وتعویق عذاب سے بے خوف نہ ہوں۔

پھر چوتھا قصہ حضرت داؤد اور سلیمان علیہما السلام کا بیان فرما کر یہ دکھلایا ہے کہ حضرت خلیل علیہ السلام کی نسل سے ایسے ایسے برگزیدہ اور صاحب تخت وتاج پیدا ہوئے اور یہ سب کچھ ان کی خدا پرستی کا پھل تھا۔

دوسرے یہ کہ کفار قریش اپنی تھوڑی سی آسودگی پر جو غرور اور سرکشی کرتے ہیں یہ ان کی کم ظرفی ہے انہیں حضرت داؤد و سلیمان علیہما السلام کو دیکھنا چاہئے کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں اتنی حکومت وثروت بخشی تھی کہ ہوا، پہاڑ، جن وشیاطین ان کے زیر حکومت تھے لیکن باوجود اس کے وہ خدا ترس اور خدا پرست تھے اور انصاف کے محور پر قائم تھے۔ جس کی ادنیٰ نظیر یہ ہے کہ

داؤد علیہ السلام سے باوجود نبی ہونے کے ایک فیصلہ میں لغزش ہوئی جو بکریوں کے کھیت میں نقصان کر دینے کے متعلق تھا۔ لیکن حضرت سلیمان علیہ السلام کے کہنے کو مان گئے۔

اور سلیمان علیہ السلام باوجود اس کے کہ حضرت داؤد علیہ السلام کے صاحبزادے تھے لیکن غلط فیصلہ پر باپ کی پیروی نہ کی اور صاف جتا دیا کہ یہ فیصلہ غلط ہے۔

تو ان مشرکین مکہ کو کیا ہو گیا کہ اپنے جاہل باپوں کے پیچھے لگے ہوئے ہیں اور ہوش نہیں کرتے۔ پھر آگے بکریوں کے چرنے کا قصہ فرمایا گیا۔

اِذْ نَفَشَتْ فِيْهِ غَنَمُ الْقَوْمِ۔ سے شروع ہوا۔

ابن سکیت رحمہ اللہ کہتے ہیں نفش عربی محاورہ میں بغیر چرواہے کے بکریوں کا چرنا ہے۔

یہ قصہ ابن مسعود، مقاتل رحمہما اللہ نے اس طرح نقل کیا ہے کہ

حضرت داؤد علیہ السلام کے عہد حکومت میں ایک رات کسی چرواہے کی بے خبری میں بکریاں کسی کے انگور کے کھیت میں جا پڑیں بکریوں نے بیل چر لی اور انگوری خوشے خراب کر دیئے۔

صبح یہ مقدمہ حضرت داؤد علیہ السلام کے سامنے آیا۔ حضرت نے اس کے نقصان کا تخمینہ کرایا تو اس بکریوں کی مالیت سارے کھیت کی مالیت کے برابر ہوئی۔

آپ نے تمام بکریاں انگور والے کے سپرد کرا دیں۔

فریقین جب باہر آئے تو حضرت داؤد علیہ السلام کے فیصلے کی بابت سلیمان علیہ السلام نے پوچھا فیصلہ سن کر آپ نے فرمایا کہ فریقین کے حق میں اس سے بہتر اور فیصلہ ہونا چاہئے تھا۔

یہ خبر حضرت داؤد علیہ السلام کو پہنچی تو آپ نے علی الفور حضرت سلیمان کو بلا کر فرمایا کہ اس سے بہتر فیصلہ کیا ہو سکتا تھا۔

سلیمان علیہ السلام نے عرض کیا اس سے بہتر میری رائے میں یہ فیصلہ تھا کہ کھیت والے کو بکریاں دے کر حکم دیا جاتا کہ جب تک تیرا کھیت صحیح ہو کر اپنی حالت پر نہ آ جائے ان کی اون اور ان کا دودھ تو استعمال کر اور بکری والا اس کے کھیت کی درستی کرے حتیٰ کہ وہ کھیت جب صحیح ہو جائے تو بکریاں بکری والے کو واپس مل جائیں اور کھیت کھیت والے کے سپرد ہو۔

اس پر فریقین نے بھی اظہار رضامندی کیا اور حضرت داؤد علیہ السلام بھی بہت خوش ہوئے۔

آگے چل کر ان انعامات کا تذکرہ کیا گیا ہے جو منجانب اللہ عزوجل حضرت داؤد علیہ السلام کو عطا ہوئے۔

پہاڑوں اور پرندوں کا آپ کے ساتھ تسبیح کرنا۔

مقاتل رحمہ اللہ راوی ہیں کہ جب حضرت داؤد علیہ السلام جنگل میں تلاوت زبور فرماتے اور روتے تو آپ کے ساتھ پہاڑ اور پرند بھی تسبیح کرتے۔

17B

کلبی رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ تسبیح کی ہمنوائی سے یہ مطلب ہے کہ پہاڑ آپ کی تسبیح سے گونج جاتے اور پرندے پرے باندھ کر آپ کے گرد جمع ہو کر حمد وثنا کرتے تھے۔

داؤد علیہ السلام کو لوہا نرم کر کے زرہ بنانی سکھائی آپ سے پہلے زرہ بنانا کوئی نہ جانتا تھا حرب وجدال میں اس زرہ سے بہت مدد حاصل ہوئی۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو یہ نعمت داؤد علیہ السلام کے ذریعہ عطا فرمائی۔

آج کل کی دماغی اختراع میں توپ، مشین گن، ایٹم بم، ٹینک اور کیا کیا ایجاد ہوئے جو تمام کے تمام انسان کو ہلاک کرنے والے ہیں لیکن انسان کی محافظت کی کوئی چیز ایجاد نہ ہوسکی۔

اس لئے ارشاد ہوا صَنْعَةَ لَبُوْسٍ لَّكُمْ لِتُحْصِنَكُمْ ہم نے زرہ بنانا سکھایا تا کہ تم محفوظ رہ سکو اور خدا تعالیٰ کا شکر کرو۔

پھر سلیمان علیہ السلام کے متعلق جو نعمتیں ہیں ان کا ذکر ہے۔

وَلِسُلَيْمٰنَ الرِّيْحَ عَاصِفَةً۔ ہم نے سلیمان کے لئے ریح مسخر کی جس سے اپنی مرضی کے مطابق ملک شام کی سیر فرماتے تھے۔ سورۂ صٓ میں اسی نعمت کا تذکرہ دوسرے الفاظ میں فرمایا فَسَخَّرْنَا لَهُ الرِّيْحَ تَجْرِيْ بِاَمْرِهٖ رُخَآءً حَيْثُ اَصَابَ ﴿۳۶﴾ وَالشَّيٰطِيْنَ كُلَّ بَنَّآءٍ وَّغَوَّاصٍ ﴿۳۷﴾ وَّاٰخَرِيْنَ مُقَرَّنِيْنَ فِي الْاَصْفَادِ۔ اور سبا میں فرمایا وَلِسُلَيْمٰنَ الرِّيْحَ غُدُوُّهَا شَهْرٌ وَّرَوَاحُهَا شَهْرٌ۔ سلیمان کے لئے ہم نے ہوا تابع کردی تھی جس کی صبح وشام کی رفتار ایک ماہ کا راستہ تھا۔

سورۂ صٓ میں ہوا کو نرم بتایا اور سورۂ انبیاء میں تند وتیز دکھایا جس کا خلاصہ یہ ہے کہ ہوا تیز ہی تھی لیکن اگر مرضی سلیمان ہو تو نرم بھی ہو جاتی تھی۔ جس میں آپ کو تکلیف نہ ہو۔

ان آیات میں یہ تذکرہ نہیں کہ آپ اس ہوا پر کس قسم کی سواری پر جاتے تھے۔

وہ کوئی تخت تھا جس پر تنہا تشریف فرما ہوتے تھے یا معہ مصاحبین اور وزراء کے جاتے تھے ایک ماہ کا راستہ کیسے صبح وشام طے ہوتا تھا۔ مقام اصطخر یا کسی مشرقی صوبہ سے سوار ہو کر دوپہر تک شام اور خاص یروشلم کیسے پہنچتے تھے۔

یہ کیفیت سفر مفسرین اسلام اور مؤرخین یہود میں مشہور اور مسلم ہے جس میں تذکرہ ہے کہ اس تخت کے چار کونوں پر وزراء اور بیچ میں آپ جلوہ افروز ہوتے تھے۔

علاوہ بریں اہل اسلام معجزے اور کرامت کو حق مانتے چلے آرہے ہیں بنا برایں آپ کی معجزانہ سواری ایسی ہو جیسے مفسرین ومؤرخین کا کہنا ہے تو عقلاً ممنوع یا محال نہیں۔

پھر یہ بھی ناقابل انکار حقیقت ہے کہ سلیمان علیہ السلام نبی تھے اور نبی سے شان معجزانہ کا ظہور قطعی اور یقینی ہے انبیاء کرام سے ہر زمانہ میں عجائب وغرائب کا ظہور ہوتا رہا ہے۔

اور موجدین نے مادیات سے ایسے ایسے عجیب وغریب صنائع اختراع کئے کہ ان کے اب تذکرے دور از عقل اور محض

افسانہ بن کررہ گئے ہیں۔

آج ایروپلین اور اس پر گریسن فورس اور مشین گن اور بم نائیٹروجن وائرلیس سے دنیا کے اس کنارے کی خبر اس کنارہ پر حاصل کرنا تمام ممالک سے دوسرے ممالک میں مقررین کی تقاریر، خطباء کے خطبہ، گویوں کے گانے براڈ کاسٹ ہونا گھروں میں بیٹھ کر ریڈیو کے ذریعہ تمام آوازیں جہاں سے چاہیں اور جہاں کی چاہیں سن لینا یہ بھی شاید ایک دور ایسا آئے کہ افسانہ کے طور پر سن کر مستبعد قرار دینا پڑے یا اتنی ترقی ہو جائے کہ اسے دقیانوسی ایجاد قرار دے دیا جائے۔

جیسے بیل گاڑی سے ترقی ہوئی تو ٹانگہ، فٹن، وکٹوریا نظر آنے لگیں۔ اس سے ترقی ہوئی تو سائیکل نے محوِ حیرت کر دیا۔ پھر اس سے ترقی ہوئی تو سائیکل وغیرہ لغو نظر آنے لگے۔ موٹر سائیکل سامنے آ گئی۔ ٹانگہ، فٹن، بیل گاڑی، رتھ، بہل، سگو دقیانوسی ایجاد ہو گئے اب موٹر کاریں نظر میں جچ گئیں۔

آئندہ معلوم نہیں کیا کیا یہ آنکھیں دیکھیں گی یا پہلی چیزوں کے دیکھنے کو ترسیں گی۔

بہر حال حضرت سلیمان علیہ السلام کی ہوائی سواری کا نقشہ آج ایروپلین میں کچھ نظر آتا ہے۔ اس میں بھی لاسلکی پیام و کلام ہے۔ پائیلٹ بتاتا جاتا ہے کہ اب ہم زمین سے اتنی بلندی پر پرواز کر رہے ہیں ہوا کا یہ حال ہے وغیرہ وغیرہ۔

تو اگر حضرت سلیمان علیہ السلام کو ہر آبادی کا کلام فرداً فرداً ایک ایک کی گفتگو مسموع ہو گئی تو اس میں کوئی استبعاد عقلی نہیں۔

پھر جو لوگ معجزات و خرق عادات کو قصہ کہانی کہہ کر محض افسانہ کا درجہ دے دیتے ہیں وہ اپنی موجودہ ایجادات سے تو انکار کی جرأت نہیں کر سکتے۔

لیکن معجزۂ سلیمانی کے متعلق انہیں جب کہیں سے تاویلی پہلو نہ ملا تو کتاب السلاطین کے پانچویں باب سے ایک افسانہ نکال کر معجزہ سے انکار کی جرأت کر ڈالی اور صاف کہہ دیا کہ قرآن تو صرف ہوا مسخر ہونا ہی بتاتا ہے۔

اور سلیمان علیہ السلام کا ایک جہازی بیڑہ تھا جسے جیرام شہر صور کے بادشاہ نے بیت المقدس کی تعمیر کے لئے لکڑیاں لانے کو بنایا تھا اور تَجْرِیْ بِاَمْرِهٖ رُخَآءً میں اسی طرف اشارہ ہے۔ اس لئے کہ لبنان کی طرف سے سمندر کی راہ سے وہ بیڑا یروشلم کی طرف آیا کرتا تھا۔

اور قَالَتْ نَمْلَةٌ يّٰۤاَيُّهَا النَّمْلُ ادْخُلُوْا مَسٰكِنَكُمْ ۚ لَا يَحْطِمَنَّكُمْ سُلَيْمٰنُ وَ جُنُوْدُهٗ ۙ وَ هُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ کی طرف سے بالکل آنکھیں بند کر لیں۔

پھر وَ مِنَ الْجِنِّ مَنْ يَّعْمَلُ بَيْنَ يَدَيْهِ بِاِذْنِ رَبِّهٖ میں جو شیاطین یعنی جنوں کا تذکرہ ہے کہ یہ سب حضرت سلیمان علیہ السلام کے تابع تھے اور ان کی سرکشی کی وجہ میں انہیں بیڑیوں میں قید کر رکھا تھا۔ اور ان میں بہت سے جنوں کو مختلف کاموں پر لگا رکھا تھا۔ بعض کو سمندر میں غوطہ لگا کر موتی نکالنے کی خدمت پر مامور کیا ہوا تھا۔ یہ تمام تذکرہ سورۂ سبا میں موجود ہے۔

اور یہ قوم محض قدرت خداوندی عزوجل سے سلیمان علیہ السلام کے قبضہ میں تھی۔ چنانچہ ارشاد ہے وَ كُنَّا لَهُمْ حٰفِظِيْنَ۔ اور یہ حقیقت ہے کہ قوم جن آتشی مخلوق ہے۔ اسی وجہ سے وہ انسان سے قوی ہے اور ان کا قدرت خداوندی عزوجل سے کسی بابرکت انسان کے قبضہ میں آکر اس کے حکم کے مطابق کام کرنا مستبعد نہیں۔

پھر عاملین کاملین کے عجائبات ایسے ایسے نادر ہیں کہ عقل ماننے میں تأمل کرتی ہے لیکن صحیح روایات کا کہاں تک رد کیا جائے چنانچہ ہم بعض عجائبات معتبر روایات سے پیش کرتے ہیں جسے امام اہل سنت مجدد ملیۃ حاضرہ اعلیٰ حضرت قدس سرہ نے اپنی شاہکار تصنیف ''الدولۃ المکیۃ'' میں نقل فرمایا۔

اس میں بسط زمان پر عارف جامی قدس سرہ السامی سے تتمہ روایات پر بغرض افہام عوام فرماتے ہیں کہ بسط زمان کی قوت بعض اولیاء کرام کو حاصل ہو جاتی ہے تو برسہا برس کے کام لمحہ بھر میں کر لیتے ہیں چنانچہ حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی رحمہ اللہ کا ایک قصہ نقل فرماتے ہیں۔

اِنَّهٗ كَانَ لِشَيْخِ الشُّيُوْخِ ابْنِ سَكِيْنَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ مُرِيْدٌ صَائِغٌ وَكَانَتْ وَظِيْفَتُهٗ اَنْ يَذْهَبَ بِسَجَّادَاتِ الصُّوْفِيَّةِ اِلَى الْمَسْجِدِ الْجَامِعِ وَ يَبْسُطَهَا فَاِذَا صُلِّيَتِ الْجُمُعَةُ جَاءَ بِهَا اِلَى الْخَانْقَاهِ۔الخ

پوری طرح مفصل ترجمہ

میزان کبریٰ میں عبدالوہاب شعرانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ عارف نامی سید عبدالرحمٰن جامی بسط زمان کے دلائل بیان کرتے ہوئے شیخ شہاب الدین سہروردی رحمۃ اللہ علیہ کی ایک روایت نقل فرماتے ہیں کہ

ان کے زمانہ میں شیخ الشیوخ حضرت ابن سکینہ رحمۃ اللہ علیہ کے ایک مرید رنگریز تھے ان کے ذمہ یہ خدمت تھی کہ صوفیاء کرام کے لئے جمعہ کے روز جامع مسجد میں جانمازیں لے جا کر بچھائیں اور جب وہ فارغ ہو جائیں تو تمام مصلے خانقاہ میں واپس لا کر محفوظ کر دیں۔

ایک جمعہ کا واقعہ ہے کہ مصلے جمع کر کے انہیں باندھ کر مسجد میں لے جا رہے تھے کہ جمعہ کے غسل کے لئے دجلہ پر آئے اور کپڑے اتار کر غوطہ مارا جب سر نکالا تو اس جگہ کے علاوہ کہیں اور تھے پوچھا یہ کیا جگہ ہے بتایا گیا یہ مصر ہے سخت متعجب ہو کر باہر نکلے تہ بند سے ہی شہر کی طرف آئے اور ایک رنگریز کی دکان دیکھ کر کھڑے ہو گئے اس رنگریز نے فراست سے جانا کہ شاید یہ بھی رنگریز ہے پوچھنے پر تصدیق ہو گئی کہ یہ رنگریزی کے فن کا ماہر ہے۔

دکاندار نے اسے احترام سے بٹھایا اور اپنے ساتھ گھر لے گیا اور اپنی لڑکی کا اس کے ساتھ عقد کر دیا۔ اس سے سات سال میں تین بچے ہوئے کہ

ایک روز دجلہ پر آیا اور غوطہ لگایا سر نکالا تو اپنے کو اسی مقام پر دجلہ کے پایا جہاں سے وہ مصر آیا تھا۔ اور سات سال گزار کر دریا پر نہانے آیا تو اس کے کپڑے ساحل پر ویسے ہی رکھے ہوئے تھے اس نے وہ کپڑے پہنے اور خانقاہ کی طرف آیا تو مصلوں کا وہی حال پایا جیسا کہ اس نے لپیٹا تھا۔

اور اس کے ساتھی کہنے لگے جلدی چلو کہ بعض لوگ جامع مسجد جا چکے ہیں یہ مصلے لے کر مسجد پہنچے نماز جمعہ پڑھی پھر خانقاہ پر آئے پھر جلدی جلدی گھر پہنچے تو بیوی کہنے لگیں آپ کے وہ مہمان کہاں ہیں جن کے لئے مچھلی آپ نے تلوائی تھی میں نے مچھلی تل رکھی ہے یہ ان مہمانوں کو ساتھ لے کر آئے اور مچھلی کھائی۔

پھر اپنے شیخ کی خدمت میں حاضر آ کر سب قصہ سنایا اور عرض کیا مصر میں سات سال گزار کر آیا ہوں وہاں میرے بچے بھی ہیں۔ حضرت ابن سکینہ رحمہ اللہ نے حکم دیا کہ مصر جا کر بیوی بچے لے آئے۔

چنانچہ یہ گئے وہاں سے معہ بیوی بچوں کے واپس آئے تو حضرت ابن سکینہ رحمہ اللہ نے تصدیق فرمائی اور پوچھا جس دن تو دجلہ سے مصر پہنچا تھا اس دن تیرے دل میں کیا وسوسہ تھا۔ عرض کیا حضور کَانَ مِقْدَارُهٗ خَمْسِیْنَ اَلْفَ سَنَةٍ سے میرے دل میں خلجان واقع ہو گیا تھا۔

حضرت ابن سکینہ رحمہ اللہ نے فرمایا یہ اللہ تعالیٰ کی رحمت تھی کہ تیرا خلجان دفع فرما دیا اور تیرے ایمان کو صحیح کر دیا اسے بسط زمان کہتے ہیں جس پر اللہ تعالیٰ چاہے بسط زمان فرما دیتا ہے اور جس پر اللہ تعالیٰ چاہے قبض زمان کر دیتا ہے۔

پھر اس قسم کی دوسری حکایت فتوحات میں ہے کہ ایک جوہری اپنے گھر سے آٹا گوندھ کر تنور پر آیا اور اسے غسل جب کرنا تھا آٹا دے کر نیل پر آیا غوطہ لگایا سر نکالا تو سب بھول گیا اور دیکھا کہ وہ بغداد میں ہے۔ یہاں اس نے نکاح کیا اور چھ سال بغداد رہا بچے ہوئے پھر ایک دن دریا پر آیا غسل کیا کہ واپس نیل پر اپنے کو پایا اور کپڑے پہن کر تنور پر آیا اور روٹیاں لے کر گھر آ گیا۔

جب چند ماہ گزر گئے تو بغداد والی بیوی معہ بچوں کے آئی اور جوہری کا گھر پوچھتے پوچھتے آ پہنچی۔ جوہری نے اسے دیکھتے ہی پہچان لیا۔ پہلی بیوی متعجب ہو کر کہنے لگی تم نے یہ عقد کب کیا تھا جوہری نے کہا چھ سال گزرے یہ دونوں روایتیں نفحات الانس فارسی سے نقل کی گئیں۔

ایسے ایسے چند عجیب وغریب واقعات اور بھی ہیں جو سبع سنابل وغیرہ سے منقول ہیں۔

منجملہ اس کے عہد سلطان ہمایوں کا ایک قصہ سیمیاوی کا بھی نقل کیا ہے جو شمس آباد میں ہوا کہ وہاں ایک شخص سیمیاوی تھا جو لوگوں کو عجائبات دکھایا کرتا تھا۔

ایک روز شیخ احمد فرملی اور شیخ احمد استاذ جو وہاں کے اجلہ علماء سے تھے دونوں اس کے پاس تشریف لے گئے اور فرمایا لوگوں کو عجائبات دکھاتا ہے ہمیں بھی کچھ دکھا اس نے انہیں بٹھایا۔

اور ایک سرکنڈا جسے پنجابی میں کانا کہتے ہیں لے کر اسے دروازہ کی طرح زمین میں گاڑ دیا اور کہا کہ حضرت فرملی آپ اس میں سے داخل ہوں۔

جب آپ نے اس سرکنڈے کے دائرہ میں قدم رکھا ان کے ذہن سے سب نسیا منسیا ہو گیا اور خیال میں آیا کہ میں گجرات جانے کے لئے گھر سے چلا ہوں۔ مختصر یہ کہ طے مراحل وقطع منازل کرتے کرتے ایک مدت بعد گجرات آ گئے۔ یہاں ایک باغ نظر آیا آپ نے اس سے کچھ پھل چنے تھے کہ اچانک مالی آ گیا اس نے چیخنا شروع کیا کہ یہ باغ یہاں کے حاکم کا ہے تم نے بلا اجازت یہ پھل کیوں لئے آخر گرفتار کر لیا اور حاکم کے روبرو پیش کر دیا حاکم نے اپنی فراست سے سمجھا کہ یہ شریف آدمی ہیں۔

مالی کو دھمکایا۔ زجر وتوبیخ کیا اور حضرت شیخ فرملی رحمہ اللہ سے پوچھا آپ کون ہیں کہاں سے آئے ہیں۔

حضرت فرملی رحمہ اللہ نے کہا میں ایک مسافر ہوں، فرملی ہوں۔ اس وقت میرا وطن قنوج ہے ادھر میں اس غرض سے آیا ہوں کہ ملازمت کروں۔ حاکم گجرات خوش ہوا اور کہا آپ میری مصاحبت میں رہیں آپ کو دو گھوڑے پیش کئے اور کھانا مقرر کر دیا مکان رہنے کو دے دیا۔

چنانچہ شیخ وہاں برسوں رہے اور نکاح بھی کیا اولاد بھی ہوئی اور سلطانی مصاحبوں میں رہے ایک روز شکار یا پولو کے لئے

بادشاہ کے ساتھ نکلے تو یہاں پانچ سال گزر چکے تھے حتیٰ کہ اب آپ کے بال بھی سفید ہو چکے تھے کہ اچانک گھوڑے پر سے آپ کو وہی سرکنڈا نظر آیا اس میں سے چند قدم آگے بڑھے کہ شیخ احمد استاذ رحمہ اللہ نظر آئے انہوں نے معانقہ کر کے پوچھا آپ گجرات کب آئے۔

استاذ نے فرمایا کیسی گجرات، ہم تو شمس آباد میں ہیں۔ سیمیاوی کے گھر آئے تھے اور ابھی آپ اس سرکنڈے کے دروازے میں گئے تھے اور ابھی واپس آئے ہو۔ تو فرلی کو یاد آیا۔ پھر اپنے کو دیکھنے لگے تو ویسے ہی عنفوان شباب میں تھے۔

پھر ابریز شریف میں بھی ایسا ہی عجیب وغریب قصہ مذکور ہے۔ انتہی مختصراً

بہر حال یہ سب ایسے امور ہیں جن کے تسلیم کرنے کے لئے عقل آسانی سے تیار نہیں ہوتی۔ لیکن یہ سب کتابیں معتبر اور اتنی صحیح ہیں کہ اس کے مؤلفین پر گمان بھی ممکن نہیں۔

بہر حال یہ واقعات ہوں یا کرامات ومعجزات روشنی جدید کی تاریکیوں کی نابینا سفہاء الاحلام مادہ پرست افراد تو نہ مانے ہیں نہ مانیں گے۔

ایک گریجویٹوں ابناء فرنگ کے سرا اور سردار نے تو اتنی سختی سے تاویلات رکیکہ پر زور دیا کہ يَاأَيُّهَا النَّمْلُ ادْخُلُوا کو بھی کہہ دیا کہ یہ ایک قوم تھی جس کا نام نمل تھا۔ عام اس سے کہ تاریخ وسیر میں نمل کسی قوم کا نام بھی نہ ملا ہو لیکن اسی تحریر پر مٹنا مرنا انگریزی زدہ افراد کے لئے لازمی ہے۔ با آنکہ انہیں انگلش زدہ افراد میں بڑے بڑے انگریزی خواں ایسے بھی ایمانی قوت کے شیر ہیں انہوں نے ان اندھوں کی آنکھوں میں تاریخی دلائل کا سرمہ ڈالا اور سمجھایا کہ آنکھیں کھول کر اس سرمہ کے ذریعہ روشنی پیدا کرو۔

ان میں سید سلیمان صاحب تاریخ رحمۃ للعالمین ہیں۔ اکبر الٰہ آبادی ہیں۔ اور ایسے ایسے بہت ہیں۔

لیکن جن کی آنکھوں میں نیچریت اور دہریت والحاد کے جالے چھا گئے ہیں وہ یہی کہہ رہے ہیں کہ

حضرت سلیمان علیہ السلام کی حکومت نہر فرات سے لے کر زمین فلسطین تک تھی ادھر مصر کی سرحد تک تھی اور دریا کے اس پار تفسح سے لے کر غرہ تک کے تمام حکمران تاجدار اور رؤسا آپ کے باجگذار تھے اور اس کی سند کتاب السلاطین کے چوتھے باب سے لیتے ہیں۔

اور جنوں کے چونکہ ماننے میں عقل کے ماتے تامل کرتے ہیں اس لئے کہ اس کی توجیہ اس طرح کرتے ہیں کہ قوم عمالقہ کو اس کی سرکشی، تنومندی اور قوت کی وجہ سے کبھی جن کبھی شیاطین کے نام سے تعبیر کیا جاتا ہے جیسے آج کل بھی سرکش بدمعاش آدمی کو شیطان اور نہایت طاقتور انسان کو جن کہہ دیتے ہیں اسی طرح اس زمانہ کے قوی ہیکل آدمی کو جن اور بدمعاش کو شیطان کہتے تھے۔

اللہ عزوجل ہدایت دے اور عقل کے ناخون کاٹ دے تو انہیں یہ حقیقت تو غالباً ماننی پڑے گی کہ ایک اصل مسمیٰ ہوتا ہے اور ایک مشبہ بہ مسمیٰ۔ تو کیا جب بولا جاتا ہے کہ فلاں تو دیو ہے فلاں تو جن ہے فلاں بڑا شیطان ہے تو لوگ اسے اصل دیو یا جن یا شیطان سمجھ لیتے ہیں۔

ارباب معانی کے یہاں اسی وجہ میں معنی لازمہ بینہ کی تعریف میں مسمی کا نام لینے سے اس کا تصور ذہن میں آنا لکھتے ہیں۔

مثلاً جب آگ کہا جائے تو ذہن اس کی حرارت وتمازت کا نقشہ قبول کر لے اسے معنی لازمہ کہا جاتا ہے۔ جب برف کا نام لیا جائے تو اس کی برودت ذہن متحضر کر لے اس کو معنی لازمہ کہتے ہیں۔

چنانچہ حدیث میں بھی ایسی تشبیہات موجود ہیں جیسے ایک عورت اپنے خاوند کی تعریف کرتے ہوئے کہتی ہے:

زَوْجِیْ كَلَيْلِ تِهَامَةِ لَا هَامَةِ وَلَا ثَامَةِ لَا حَرٍّ وَلَا قَرٍّ

میرا خاوند مثل تہامہ کی رات کے معتدل ہے نہ موت ہے نہ بالکل برف نہ آگ ہے نہ ٹھنڈک۔

زَیْدٌ اَسَدٌ ۔ زَیْدٌ کَرِیْمٌ ۔ زید شیر ہے اس کے یہ معنی کوئی نہیں لیتا کہ اس کی دم بھی ہے اور گوشت نوچنے کے ناخن بھی ہیں بلکہ محض جرأت اور شجاعت کے موقعہ پر شیر سے تشبیہ دیتے ہیں اور زید مثل راد پیپ کے ہے یعنی صفائی پسند نہیں۔

فلاں گندہ دہن ہے یعنی بدزبان ہے اسی طرح جب کہا جاتا ہے کہ فلاں دیو ہے فلاں جن ہے تو تنومند مراد لی جاتی ہے۔ فلاں شیطان ہے اس سے شرارت مراد لیتے ہیں۔ نہ یہ کہ جن شیطان بھی ایسے ہی ہیں جسے عنقا۔ عنقا کے متعلق مناطقہ نے تصریح کی ہے کہ وہ معلوم الاسم معدوم الجسم ہے۔

مگر جن شیطان وغیرہ معلوم الاسم معدوم الجسم نہیں ہے بلکہ آتشی مخلوق انسانی عام نظروں سے مخفی ہے۔

آگے پانچواں حصہ حضرت ایوب علیہ السلام کا ہے۔

اس میں اس امر کو دکھایا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے پاکباز بندوں کو ابتلاء ومصائب سے آزما کر عوام کو دکھایا جاتا ہے کہ یہ وہ مقربین خاص محبین ذی اختصاص ہیں کہ ہر بلا ومصیبت پر بھی محور شکر واطاعت سے ان کی قدم متزلزل نہیں ہوتے۔

چنانچہ اِنَّهٗ كَانَ عَبْدًا شَكُوْرًا ۔ آپ کی تعریف میں فرمایا گیا۔

آپ ایسے راسخ العقیدہ اور ثابت قدم تھے کہ

مال واسباب سب تباہ ہوا فقیر ہو گئے تو بھی شکر گزار رہے۔

تمام اولاد بیٹے بیٹیاں دفعۃً دب کر انتقال کر گئے تو بھی سجدہ شکر ادا کرتے رہے۔

پھر خود پر شیطان نے کرموں کی شکل میں تسلط کیا تو بھی شکر ہی کرتے رہے۔

قوم نے فیصلہ دیا کہ یہ نبی نہیں ہیں۔ اگر نبی ہوتے تو یہ مرض لاحق نہ ہوتا بستی سے نکال دیا تب بھی شکر گزار رہے۔

جنگل میں ایک جھونپڑی میں مقیم رہ کر بھی شکر گزار رہے۔

اس واقعہ کو بائیبل کی کتاب ایوب میں بھی بیان کیا ہے اور اسلامی روایات میں بھی بیان کیا ہے۔ کہ

شیطان لعین نے بارگاہ حق تعالیٰ میں عرض کیا کہ ایوب علیہ السلام کو اِنَّهٗ كَانَ عَبْدًا شَكُوْرًا ۔ جو فرمایا ہے اس کی وجہ صرف یہ ہے کہ انہیں تو نے تمام نعمتوں سے نوازا ہے۔ پھر شکر گزار کیوں نہ ہو۔ بات تو جب ہے کہ ان پر مصائب وآلام لائیں اور پھر شکر گزار رہیں اور حرف شکایت زبان پر نہ لائیں تو میں بھی مان لوں گا کہ بے شک وہ عبد شکور وصبور ہیں۔

اس ذات بے نیاز نے اپنے شاکر وصابر کے امتحان دلانے کے لئے اس لعین کو اختیار دے دیا کہ تجھ سے جو کچھ ہو سکتا ہے وہ کر دیکھ میرا بندہ جو صابر ہے وہ صابر ہی رہے گا۔

آپ کے سات صاحبزادے اور تین صاحبزادیاں تھیں کہ اچانک شیطان نے ایک دعوت میں ان پر چھت گرا دی وہ

سب شہید ہو گئے۔

آپ کی ملک میں سات ہزار بھیڑیں

تین ہزار اونٹ

پانچ سو جوڑی بیل

اور پانچ سو گدھیاں تھیں

ایک روز ایسا ہوا کہ ملک سبا کے لوگ آ پڑے اور سب چھین کر لے گئے اور آدمی مارے گئے جو باقی بچے ان پر آگ کا شعلہ آسمان سے آیا جس سے بچے ہوئے سب ہلاک ہو گئے۔

پھر ایک زور کی آندھی آئی جس نے تمام مکان اڑا دیئے۔

اور ان تمام حالات کی خبر ایک ہی وقت میں حضرت ایوب علیہ السلام کو ملی آپ نے سن کر سجدۂ شکر ادا فرمایا اور فرمایا میں شکم مادر سے ننگا آیا تھا اور قبر میں ننگا ہی جاؤں گا جس نے دیا تھا اسی نے لے لیا اس پر شکوہ کیسا ناشکری کیسی۔

شیطان نے اپنی حسد ورزی سے کہا کہ مال و منال ہی گیا ہے اس پر وہ شکر کیوں نہ کریں تندرستی ہزار نعمت ہے یہ بھی چھن جائے تو دیکھیں پھر صبر و شکر کیسے کرتے ہیں۔

ارشاد ہوا جا جسمانی صحت پر بھی تجھے جو کرنا ہے وہ کر لے میرا شاکر و صابر بندہ صابر و شاکر ہی رہے گا۔

چنانچہ شیطانی تسلط نے آپ کی صحت جسمانی پر بھی اثر ڈالا تمام بدن ایسا معلوم ہونے لگا کہ خارش سے خراب ہو گیا ہے۔ شیطان کی ذریت کیڑوں کی شکل میں جسم پر پھیلی۔ لوگوں کے طعن و تشنیع علیحدہ شروع ہوئی آخر ایک دن آپ نے بارگاہ حق میں رو کر عرض کیا جس کا ذکر قرآن کریم میں ہے:

وَاَیُّوۡبَ اِذۡ نَادٰی رَبَّهٗۤ اَنِّیۡ مَسَّنِیَ الضُّرُّ وَاَنۡتَ اَرۡحَمُ الرّٰحِمِیۡنَ۔

اور وَاذۡكُرۡ عَبۡدَنَاۤ اَیُّوۡبَ ۘ اِذۡ نَادٰی رَبَّهٗۤ اَنِّیۡ مَسَّنِیَ الشَّیۡطٰنُ بِنُصۡبٍ وَّعَذَابٍ۔

پھر اللہ تعالیٰ نے آپ پر رحمت فرمائی اور پہلی دولت و ثروت و نعمت سے دوگنی دولت و نعمت عطا فرما دی وَاٰتَیۡنٰهُ اَهۡلَهٗ وَمِثۡلَهُمۡ مَّعَهُمۡ میں اسی طرف اشارہ ہے۔

مقاتل، قتادہ، ابن عباس اور ابن مسعود علیہم رضوان فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے پہلا ہلاک شدہ کنبہ زندہ کیا اور سات بیٹے تین بیٹیاں اور عطا فرمائیں۔

عکرمہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں وَمِثۡلَهُمۡ مَّعَهُمۡ رَحۡمَةً مِّنَّا کے یہ معنی ہیں کہ ہر نعمت اولاد بیوی مال و منال بھیڑ، گائے، بیل، باغ و بہار سب دو چند عطا کیا۔

اس کے بعد آپ ایک سو چالیس سال زندہ رہے اپنی چار پشت دیکھیں یہ مضمون کتاب ایوب کے باب ۴۲ درس ۱۰ تا ۱۶ میں ہے۔

حضرت ایوب علیہ السلام کس زمانہ میں تھے اس میں بھی اختلاف ہے۔

وہب بن منبہ رحمہ اللہ کا قول ہے کہ حضرت رومی تھے انوص آپ کے والد کا نام تھا وہ عیص کے بیٹے تھے جو حضرت

اسحاق علیہ السلام کی نسل سے تھے۔

اور آپ کی بیوی حضرت یوسف علیہ السلام کی حقیقی پوتی تھیں جن کا نام رحمہ تھا۔

چونکہ عرب میں بنی اسماعیل جا کر بس گئے تھے اور حضرت ایوب علیہ السلام کی ان سے بہت قریب قرابت تھی اور آپ ان کے ہم زبان بھی تھے اس سے خیال کیا گیا ہے کہ آپ بھی عرب میں ہی مبعوث ہوئے تھے۔ لیکن یہ متعین نہیں ہو سکا کہ عرب کی کس بستی میں تھے۔

آپ کے ایام ابتلاء و مصائب میں بھی اختلاف ہے کسی نے سات برس بتائے کسی نے کم اور کسی نے زیادہ بھی لکھے ہیں چونکہ اس وقت کی تاریخ مکمل نہ تھی بنابریں اس سے زیادہ تحقیق مشکل ہے۔

صاحب معالم وَتِلْكَ حُجَّتُنَآ اٰتَيْنٰهَآ اِبْرٰهِيْمَ عَلٰى قَوْمِهٖ کی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ ایوب علیہ السلام رومی تھے اور تیسری پشت میں عیص بن اسحاق علیہ السلام سے جا ملتے ہیں۔

اور صاحب انوار التنزیل سورۂ صٓ میں وَاذْكُرْ عَبْدَنَآ اَيُّوْبَ کی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ ایوب حضرت اسحاق علیہ السلام کے پوتے اور عیص کے بیٹے ہیں۔

بعض حضرت لوط علیہ السلام کا نواسہ لکھتے ہیں۔

اس کے بعد اللہ تعالیٰ حضرت اسماعیل اور ادریس اور ذوالکفل علیہم السلام کا ذکر فرما کر ارشاد فرماتا ہے کہ ہر ایک ان میں سے صابر تھا ان پر بھی مصائب و محن آئے۔ اور حضرت اسماعیل اور حضرت ادریس کے حالات تو اپنے موقع پر آئیں گے۔

البتہ حضرت ذوالکفل علیہ السلام کا تعارف یہاں ضروری معلوم ہوتا ہے۔

حضرت زجاج رحمہ اللہ کہتے ہیں کفل حصہ کو بھی کہتے ہیں اور اس کپڑے کو بھی جو اونٹ کے پٹھوں پر ڈالتے ہیں۔

بہر حال اس میں مختلف بیان ہیں کہ آپ کو ذوالکفل کیوں کہا گیا۔

بعض کہتے ہیں ذوالکفل سے مراد حضرت زکریا علیہ السلام ہیں۔

بعض کا خیال ہے کہ حضرت یوشع علیہ السلام کو ہی ذوالکفل کہا گیا۔

اور اس قول میں باعتبار سند قوت معلوم ہوتی ہے کہ آپ کو الیاس علیہ السلام مانا جائے۔

آپ کو ذوالکفل کہنے کی وجہ یہ ہے کہ

آپ نے بنی اسرائیل کا تکفل اپنے ذمہ لے لیا تھا۔

آپ غربا و مساکین کا تکفل فرمایا کرتے تھے۔

اس وجہ میں اس لقب سے مشہور ہو گئے۔

بعض کہتے ہیں کہ اس سے مراد با ہو ہے جو حضرت الیسع کے حکم سے بنی اسرائیل کا بادشاہ ہوا تھا جس نے بنی اسرائیل کی بت پرستی دور کی اور اس کا تکفل اس نے کیا تھا۔

یہ نیک بندہ تھا، بادشاہ تھا، نبی نہیں تھا۔

آگے حضرت ذوالنون علیہ السلام کا نواں قصہ ہے جو حضرت یونس علیہ السلام ہی ہیں۔

نون مچھلی کو کہتے ہیں۔ کیونکہ مچھلی نے آپ کو نگل لیا تھا اس لئے آپ کو ذوالنون کہا جانے لگا۔

اِذْ ذَّهَبَ مُغَاضِبًا۔ جب وہ غصہ ہو کر گئے قوم سے نہ کہ اللہ تعالیٰ عزاسمہ سے۔

فَظَنَّ اَنْ لَّنْ نَّقْدِرَ عَلَيْهِ۔ یہاں ظن بمعنی القضا ہے۔ یعنی حضرت یونس علیہ السلام کو یہ گمان ہوا کہ قوم پر من جانب اللہ سختی نہ ہوگی تو آپ قوم کو چھوڑ کر چلے گئے۔ اس کا مختصر حال یہ ہے کہ

آپ شہر نینوئی کی طرف بھیجے گئے تھے۔ یہاں کے لوگ بت پرست بدکار تھے انہوں نے جب حضرت یونس علیہ السلام کی ہدایت قبول نہ کی تو آپ نے عذاب الٰہی عزوجل ان پر نازل ہونے کی خبر دی اور بغیر حکم الٰہی عزوجل آپ نے اس عذاب کا وقت بھی مقرر فرما دیا۔

وہاں کے لوگوں کو جب آثار عذاب معلوم ہونے لگے تو سب مل کر صحرا کی طرف نکل گئے اور اللہ تعالیٰ کے حضور گریہ و زاری کے ساتھ توبہ کرنا شروع کر دی جس سے وہ عذاب ٹل گیا۔

حضرت یونس علیہ السلام نے جو وقت عذاب کا فرمایا تھا اس وقت عذاب نہ آنے سے آپ کو شرمندگی ہوئی اور اسی شرم میں آپ وہاں سے چل نکلے راستہ میں دریا حائل تھا۔ آپ اول کشتی میں آئے پھر کشتی سے دریا میں کود پڑے اور مچھلی نے لقمہ کر لیا۔

مچھلی کی شکمی اندھیریوں میں جب آپ پھنس گئے اور فِي الظُّلُمٰتِ جمع کے صیغہ میں فرمانے کی یہ وجہ ہے کہ ایک تو مچھلی کے پیٹ کا اندھیرا، دوسرا دریائے شور کا اندھیرا، تیسرا رات کا اندھیرا۔

اور مِنَ الظّٰلِمِيْنَ فرمانے کی وجہ یہ ہے کہ آپ کا اپنے رب عزوجل کے حضور عجز ظاہر کرنا تھا ورنہ درحقیقت نبی اس سے معصوم ہوتے ہیں مفصل حال اصل تفسیر میں آئے گا۔

پھر وَزَكَرِيَّآ فرما کر دسواں قصہ حضرت زکریا علیہ السلام کا ہے جس میں اولاد کی دعا کی اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو یحییٰ علیہ السلام فرزند بخشے۔

اور وَالَّتِيْٓ اَحْصَنَتْ فَرْجَهَا میں گیارہواں قصہ حضرت مریم علیہا السلام کا ہے وَجَعَلْنٰهَا وَابْنَهَآ اٰيَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ۔ میں تصریح ہے کہ مسیح علیہ السلام بغیر باپ کے پیدا ہوئے جس میں قدرت حق کا اظہار تھا۔

اس کے بعد اہل اسلام کو فرمایا اِنَّ هٰذِهٖٓ اُمَّتُكُمْ اُمَّةً وَّاحِدَةً

جس پر صاحب کشاف رحمہ اللہ کہتے ہیں امت بمعنی ملتا ہے یہ بمعنی ملت اسلام ہے جس پر تم قائم ہو اور تمہیں اس پر قائم رہنا چاہئے یہی وہ ملت ہے جسے ملت واحدہ سے تعبیر کیا گیا۔

اس میں گویا یہ ہدایت مضمر ہے کہ تم میں اختلاف نہ ہونا چاہئے اور میں ہی تمہارا معبود ہوں سو تم میری ہی عبادت کرو۔

ایک قول میں اس امر کی تصریح ہے کہ اس سے مراد تمام انبیاء کرام ہیں کہ یہ سب ایک اصول پر قائم تھے۔

مختصر تفسیر اردو چھٹا رکوع۔ سورۂ انبیاء۔ پ ۱۷

"وَنُوْحًا اِذْ نَادٰى مِنْ قَبْلُ فَاسْتَجَبْنَا لَهٗ فَنَجَّيْنٰهُ وَاَهْلَهٗ مِنَ الْكَرْبِ الْعَظِيْمِ ۝ وَنَصَرْنٰهُ مِنَ الْقَوْمِ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا ؕ اِنَّهُمْ كَانُوْا قَوْمَ سَوْءٍ فَاَغْرَقْنٰهُمْ اَجْمَعِيْنَ ۝۔

اور نوح کو جب اس نے پہلے ان سے ہمیں پکارا تو ہم نے اس کی دعا قبول کی اور اسے اور اس کے گھر والوں کو زبردست

سختی سے نجات بخشی اور مدد دی ہم نے اس قوم پر جنہوں نے ہماری آیتیں جھٹلائیں بے شک وہ برے لوگ تھے تو ہم نے ان سب کو غرق کر دیا۔"

آلوسی رحمہ اللہ اس پر فرماتے ہیں اَیْ وَاذْکُرْ نُوْحًا وَ نَبَأَہٗ عَلَیْہِ السَّلَامُ۔ یعنی حضرت نوح علیہ السلام کا تذکرہ یاد فرمائیے۔

ایک قول میں ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے قصۂ ابراہیم علیہ السلام کا بیان فرما دیا تو وہ ابو العرب تھے تو اس کے بعد قصہ ابو البشر جو ابو الثانی ہیں بیان فرمانا ضروری تھا۔

حضرت آدم علیہ السلام اب اول ہیں اور حضرت نوح علیہ السلام اب ثانی ہیں یعنی طوفان کے بعد جو پیدا ہوئے وہ آپ کی ذریت ہی تھی۔

آپ کا شجرۂ نسب یہ ہے

آپ متوشلخ بادشاہ کے بیٹے ہیں۔

اور متوشلخ اخنوخ یعنی ادریس علیہ السلام کا بیٹا تھا۔

اور آپ نے تمام انبیاء کرام میں طویل عمر پائی۔

مستدرک میں نوح کی وجہ تسمیہ کثرت بکا لکھی ہے۔

اور جوالیقی رحمہ اللہ کہتے ہیں لفظ نوح اعجمی ہے جو معرب کر لیا گیا ہے

کرمانی رحمہ اللہ کہتے ہیں اس کے معنی سریانی میں ساکن کے ہیں۔

اور اِذْ نَادٰی یَعْنِیْ دَعَا اللّٰہَ تَعَالٰی آپ اپنے رب کو پکارے اَنِّیْ مَغْلُوْبٌ فَانْتَصِرْ میں دشمنوں میں مغلوب ہوں میری مدد فرما اور عرض کیا رَبِّ لَا تَذَرْ عَلَی الْاَرْضِ مِنَ الْکٰفِرِیْنَ دَیَّارًا۔ الٰہی ان کافروں میں کسی کو زمین پر چلتا نہ چھوڑ۔ مِنْ قَبْلُ۔ یعنی جن کا ذکر ہم کر چکے ہیں ان سے پہلے۔ تو

"فَاسْتَجَبْنَا لَہٗ۔" دُعَاءَہٗ۔ تو ہم نے ان کی دعا قبول فرمائی۔

فَنَجَّیْنٰہُ وَاَھْلَہٗ مِنَ الْکَرْبِ الْعَظِیْمِ تو نجات دی ہم نے انہیں اور اہل ان کے کو کرب عظیم سے اور وہ طوفان تھا یا اذیت قوم وَاَصْلُ الْکَرْبِ الْغَمُّ الشَّدِیْدُ۔ کرب شدید غم کو کہتے ہیں۔

وَنَصَرْنٰہُ مِنَ الْقَوْمِ الَّذِیْنَ کَذَّبُوْا بِاٰیٰتِنَا۔ اور ہم نے مدد کی نوح کی اس قوم سے جس نے جھٹلایا ہماری آیتوں کو وَنَصَرْنٰہُ کے معنی حَمَیْنَاہُ مِنْھُمْ بِاِھْلَاکِھِمْ ہیں یعنی محفوظ کر لیا ہم نے نوح کو ان سرکشوں سے انہیں ہلاک کر کے۔

بعض نے نصرت کے معنی اعانت کے لئے ہیں۔

اِنَّھُمْ کَانُوْا قَوْمَ سَوْءٍ۔ بے شک وہ بری قوم تھی مُنْھَمِکِیْنَ فِی الشَّرِّ۔ شرارت میں منہمک تھی۔

فَاَغْرَقْنٰھُمْ اَجْمَعِیْنَ۔ تو غرق کر دیا ہم نے سب کو۔ اس لئے کہ تکذیب حق اور انہماک فی الشر کا نتیجہ تو ہلاکت ہی ہے۔

"وَدَاوٗدَ وَسُلَیْمٰنَ اِذْ یَحْکُمٰنِ فِی الْحَرْثِ۔ اور داؤد اور سلیمان کا قصہ یاد کرو جب وہ فیصلہ دیتے تھے ایک کھیتی کے جھگڑے کا۔"

یعنی حضرت داؤد بن ایشا بن عوبر بن باعر بن سلمون بن نحشون بن عمر بن یارب بن حضرون بن فارض بن یہودا بن یعقوب علیہ السلام کا تذکرہ یاد دلایا گیا ہے۔

حضرت کعب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ سرخ رنگ، بڑا سر، گورا جسم، پوری داڑھی والے، گھونگھریالے بال رکھتے تھے اور آپ کی آواز نہایت دلکش تھی۔

اللہ تعالیٰ نے آپ میں نبوت وملک اور سلطنت جمع فرمائے تھے کما قال آلوسی فی روح المعانی۔

اَحْمَرُ الْوَجْهِ ، بَسِيْطُ الرَّأْسِ ، اَبْيَضُ الْجِسْمِ ، طَوِيْلُ اللِّحْيَةِ فِيْهَا جُعُوْدَةٌ حَسَنُ الصَّوْتِ وَ جُمِعَ لَهُ بَيْنَ النُّبُوَّةِ وَالْمُلْكِ۔

وَ نَقَلَ النَّوَوِيُّ عَنْ اَهْلِ التَّارِيْخِ اِنَّهُ عَاشَ مِائَةَ سَنَةٍ وَ مُدَّةُ مُلْكِهٖ اَرْبَعُوْنَ سَنَةً وَكَانَ لَهُ اِثْنَا عَشَرَ اِبْنًا وَ سُلَيْمَانُ عَلَيْهِ السَّلَامُ اَحَدُ اَبْنَائِهٖ وَ كَانَ عَلَيْهِ السَّلَامُ يُشَاوِرُ فِيْ كَثِيْرٍ مِّنْ اُمُوْرِهٖ مَعَ صِغَرِ سِنِّهٖ لِوُفُوْرِ عَقْلِهٖ وَ عِلْمِهٖ۔

نووی ارباب تاریخ سے ناقل ہیں کہ آپ کی عمر مبارک سو سال ہوئی اور آپ کی سلطنت چالیس سال رہی آپ کے بارہ صاحبزادے تھے ان میں حضرت سلیمان علیہ السلام بھی ایک صاحبزادے تھے جن سے حضرت داؤد علیہ السلام اپنے امور مملکت میں مشورہ لیا کرتے تھے باآنکہ آپ صغیر السن تھے اس لئے کہ صغرسنی میں آپ کا علم اور عقل کا وفور تھا۔

اور آپ بھی بقول کعب سرخ وسفید جسیم ووسیم، حسین وضیع، خاشع متواضع تھے آپ کو اللہ عزوجل نے سلطنت تیرہ سال کی عمر میں عطا کی اور آپ کا انتقال ترپن سال میں ہو گیا۔

اِذْ يَحْكُمٰنِ فِي الْحَرْثِ۔ سے مراد وہ مقدمہ ہے جس کا فیصلہ پہلے حضرت داؤد علیہ السلام نے دیا پھر حضرت سلیمان علیہ السلام کے مشورہ سے اس فیصلہ کو بدلا جس کی تفصیل آگے آتی ہے۔

ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ یہ مقدمہ انگور کے باغ کے متعلق تھا۔

بعض کہتے ہیں کہ حرث مطلق کھیت کو کہتے ہیں۔

"اِذْ نَفَشَتْ فِيْهِ غَنَمُ الْقَوْمِ ۚ وَكُنَّا لِحُكْمِهِمْ شٰهِدِيْنَ۔ جب پڑ گئیں رات میں بکریاں لوگوں کی اور ہم ان کے فیصلہ کے وقت موجود تھے۔"

نفش عربی محاورہ میں بغیر چرواہے کے رات میں بکریوں کے چرنے کو کہتے ہیں وَ كَانَ اَصْلُهُ الْاِنْتِشَارُ وَالتَّفَرُّقُ اَيْ اِذَا تَفَرَّقَتْ۔

واقعہ یہ ہے کہ عہد داؤد میں ایک قوم کی بکریاں بغیر چرواہے کی نگرانی کے کسی کھیت میں پڑ گئیں عام اس سے کہ وہ انگور کی بیلوں کا کھیت تھا یا کسی اور چیز کا۔ وہ چر گئیں اور انگور وغیرہ خراب کر گئیں۔

یہ مقدمہ حضرت داؤد علیہ السلام کے پیش ہوا آپ نے فیصلہ میں یہ تجویز کیا کہ بکریاں کھیتی والے کو دے دی جائیں اس لئے کہ نقصان اس کھیت کا بکریوں کی مالیت کے برابر تھا۔

چنانچہ آلوسی رحمہ اللہ اس واقعہ کو اس طرح بیان فرماتے ہیں۔

اَنْ دَخَلَ عَلٰی دَاوٗدَ عَلَیْهِ السَّلَامُ رَجُلَانِ فَقَالَ اَحَدُهُمَا اَنَّ غَنَمَ هٰذَا دَخَلَتْ فِیْ حَرْثِیْ لَیْلًا فَاَفْسَدَتْهُ فَقَضٰی لَهٗ بِالْغَنَمِ فَخَرَجَا فَمَرَّا عَلٰی سُلَیْمَانَ وَکَانَ یَجْلِسُ عَلَی الْبَابِ الَّذِیْ یَخْرُجُ مِنْهُ الْخُصُوْمُ۔

فَقَالَ کَیْفَ قَضٰی بَیْنَکُمَا اَبِیْ ۔ فَاَخْبَرَاهُ۔

فَقَالَ غَیْرَ هٰذَا اَرْفَقُ بِالْجَانِبَیْنِ فَسَمِعَهٗ دَاوٗدُ عَلَیْهِ السَّلَامُ فَدَعَاهُ فَقَالَ لَهٗ بِحَقِّ النُّبُوَّةِ وَالْاُبُوَّةِ اِلَّا اَخْبَرْتَنِیْ بِالَّذِیْ هُوَ اَرْفَقُ۔

فَقَالَ اَرٰی اَنْ تَدْفَعَ الْغَنَمَ اِلٰی صَاحِبِ الْاَرْضِ یَنْتَفِعُ بِدَرِّهَا وَ نَسْلِهَا وَ صُوْفِهَا وَالْحَرْثَ اِلٰی صَاحِبِ الْغَنَمِ لِیَقُوْمَ عَلَیْهِ حَتّٰی یَعُوْدَ کَمَا کَانَ ثُمَّ لِیَتَرَادَّا۔

فَقَالَ الْقَضَاءُ مَا قَضَیْتَ وَاَمْضَی الْحُکْمَ بِذٰلِکَ وَکَانَ عُمْرُهٗ اِذْ ذَاکَ اِحْدٰی عَشْرَةَ سَنَةً وَ مَالَ کَثِیْرٌ اِلٰی اَنَّ حُکْمَهُمَا عَلَیْهِمَا السَّلَامُ کَانَ بِالْاِجْتِهَادِ وَ هُوَ جَائِزٌ عَلَی الْاَنْبِیَآءِ عَلَیْهِمُ السَّلَامُ کَمَا بُیِّنَ فِی الْاُصُوْلِ۔

حضرت داؤد علیہ السلام کی خدمت میں دو آدمی حاضر آئے ان میں سے ایک بولا کہ اس شخص کی بکریوں نے میرے کھیت میں داخل ہو کر رات کے وقت تمام کھیتی خراب کر ڈالی۔

آپ نے فیصلہ دیا کہ بکریاں کھیتی والے کو دے دی جائیں اس لئے کہ اس کا نقصان بکریوں کی قیمت کے برابر تھا فیصلہ سن کر دونوں فریق باہر آئے تو راہ میں حضرت سلیمان علیہ السلام دروازہ پر تشریف فرما تھے آپ نے فرمایا تم دونوں میں اباجان نے کیا فیصلہ دیا۔

انہوں نے سب فیصلہ سنایا۔ حضرت سلیمان علیہ السلام نے فرمایا اس کے علاوہ اگر اور فیصلہ کوئی ہوتا تو زیادہ مفید ہوتا۔

یہ خبر حضرت داؤد علیہ السلام کو پہنچی تو آپ نے فرمایا سلیمان کو بلاؤ جب آپ حاضر ہوئے تو فرمایا بیٹا تمہاری رائے میں کیا فیصلہ ہونا مناسب تھا۔

سلیمان علیہ السلام نے عرض کی میری رائے میں بکریاں کھیتی والے کو دے دی جائیں کہ وہ ان کا دودھ پئے، اون اور بچوں سے فائدہ اٹھائے اور کھیتی بکری والے کے ذمہ کی جائے کہ وہ اسے درست کرے جب کھیتی اپنی اصلی حالت میں آجائے تو وہ کھیتی کھیتی والے کے سپرد کر دی جائے اور بکریاں بکری والے کو واپس کر دی جائیں۔

داؤد علیہ السلام نے فرمایا فیصلہ یہی ہے اس وقت آپ کی عمر مبارک گیارہ سال کی تھی۔ اور حضرت داؤد علیہ السلام کا آپ کی طرف اتنا میلان ہو گیا کہ وہ فیصلہ میں ان کا مشورہ لیتے۔

یہ فیصلہ حضرت داؤد علیہ السلام نے اجتہاداً سنایا تھا اور یہ اجتہاد انبیاء علیہم السلام کو جائز تھا چنانچہ اصول میں واضح کیا جا چکا ہے۔

درحقیقت فیصلہ داؤد علیہ السلام اور تجویز سلیمان علیہ السلام دونوں اجتہادی تھے۔

مجاہد رحمہ اللہ کہتے ہیں فیصلہ داؤدی اس مسئلہ کا حکم تھا اور تجویز سلیمانی میں صورت صلح کی تھی۔

اس لئے فرمایا کہ وَكُلًّا اٰتَيْنَا حُكْمًا وَّ عِلْمًا۔ اور دونوں کو ہم نے حکومت وعلم عطا فرمایا کہ اجتہاد وطریق دونوں جانتے تھے۔

اسی بناء پر یہ شرعی مسئلہ ہے کہ جن علماء کو اجتہاد کی اہلیت حاصل ہو انہیں ان امور میں اجتہاد کا حق ہے جن میں وہ کتاب و سنت کا حکم نہ پائیں۔ پھر اگر اجتہاد میں خطا بھی ہو جائے تو بھی ان پر مواخذہ نہیں۔
بخاری ومسلم کی حدیث ہے کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب حکم کرنے والا اجتہاد کے ساتھ حکم کرے اور اس میں وہ مصیب ہو تو اس کے لئے دو اجر ہیں اور اگر اجتہاد میں خطا واقع ہو جائے تو ایک اجر ہے چنانچہ فرمایا:
"فَفَهَّمْنٰهَا سُلَيْمٰنَ ۚ وَكُلًّا اٰتَيْنَا حُكْمًا وَّ عِلْمًا۔ ہم نے وہ معاملہ سلیمان کو سمجھا دیا اور دونوں کو ہم نے حکومت وعلم عطا فرمایا" آگے ارشاد ہے:
"وَّسَخَّرْنَا مَعَ دَاوٗدَ الْجِبَالَ يُسَبِّحْنَ وَ الطَّيْرَ ۭ وَكُنَّا فٰعِلِيْنَ ۝ وَعَلَّمْنٰهُ صَنْعَةَ لَبُوْسٍ لَّكُمْ لِتُحْصِنَكُمْ مِّنْۢ بَاْسِكُمْ ۚ فَهَلْ اَنْتُمْ شٰكِرُوْنَ۔ اور مسخر فرما دیئے ہم نے داؤد کے ساتھ پہاڑ کہ تسبیح کرتے اور پرندے اور یہ ہمارے کام تھے اور ہم نے سکھائی اسے ایک پہناوے کی صنعت کہ بچائے تمہیں تمہاری لڑائی میں تو کیا تم شکر گزاری کرو گے۔"
اور حضرت داؤد علیہ السلام کے ساتھ پہاڑوں کے پتھر اور پرندے آپ کے ساتھ ہمنوا ہو کر تسبیح کرتے اور زرہ سازی ہم نے حضرت داؤد علیہ السلام کو سکھائی اس سے پہلے لوہے کی زرہ بنانا کوئی نہ جانتا تھا وَ اَلَنَّا لَهُ الْحَدِيْدَ اسی وجہ میں دوسری جگہ فرمایا کہ ہم نے داؤد علیہ السلام کے لئے لوہا نرم کیا۔
علامہ آلوسی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: وَّسَخَّرْنَا مَعَ دَاوٗدَ الْجِبَالَ شُرُوْعٌ فِيْ بَيَانِ مَا يَخْتَصُّ بِكُلٍّ مِّنْهُمَا عَلَيْهِمَا السَّلَامُ مِنْ كِرَامَاتِهٖ تَعَالٰى يُسَبِّحْنَ يُقَدِّسْنَ اللّٰهَ تَعَالٰى بِلِسَانِ الْقَالِ كَمَا سَبَّحَ الْحَصَا فِيْ كَفِّ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَ سَمِعَهُ النَّاسُ وَكَانَ عِنْدَ الْاَكْثَرِيْنَ يَقُوْلُ سُبْحٰنَ اللّٰهِ تَعَالٰى وَكَانَ دَاوٗدُ عَلَيْهِ السَّلَامُ وَحْدَهٗ يَسْمَعُهٗ عَلٰى مَا قَالَ يَحْيَى بْنُ سَلَامٍ۔
وَ قِيْلَ يَسْمَعُهٗ كُلُّ اَحَدٍ۔
وَ قِيْلَ بِصَوْتٍ يَظْهَرُ لَهٗ مِنْ جَانِبِهَا۔
یعنی داؤد علیہ السلام کے لئے پہاڑ مسخر کئے ہم نے یہ اس بیان کا شروع ہے جو آپ کے لئے اللہ تعالیٰ نے مختص فرمایا آپ کے اعزاز میں زبانی قال سے پہاڑ تسبیح وتقدیس کرتے ہیں جیسے کنکریاں دست مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم میں تسبیح کرتی تھیں اور لوگ اس تسبیح کو سنتے تھے اور اکثر کا قول ہے کہ وہ سبحان اللہ تعالیٰ کہتی تھیں۔
اور حضرت داؤد علیہ السلام کے ساتھ جو پہاڑ تسبیح کرتے تھے بقول یحییٰ بن سلام رحمہ اللہ وہ تسبیح صرف حضرت داؤد علیہ السلام ہی سنتے تھے۔
ایک قول یہ بھی ہے کہ اس تسبیح کو ہر ایک سنتا تھا۔
اور ایک قول ہے کہ آپ کے پہلو والے سنتے تھے۔
اور بعض نے کہا يُسَبِّحْنَ کے معنی يَسِرْنَ مِنَ السِّبَاحَةِ۔ يُسَبِّحْنَ کے معنی ساتھ چلنے کے ہیں یعنی اسے سباحت

سے لیا گیا اور یہ سب اللہ تعالیٰ کا ہی کرشمہ قدرت تھا۔

آگے ارشاد ہے:

"وَعَلَّمْنٰهُ صَنْعَةَ لَبُوْسٍ" اَیْ عَمَلَ الدِّرْعِ وَاَصْلُهٗ کُلُّ مَا یُلْبَسُ۔ "اور سکھایا اس کو ہم نے زرہ بنانا۔
لبوس محاورہ میں ہر اس لباس کو کہتے ہیں جو پہنا جائے۔

وَ قِیْلَ هُوَ اِسْمٌ لِلسَّلَاحِ کُلِّهٖ کَانَ دِرْعًا اَوْ غَیْرَهٗ۔ ایک قول ہے کہ لبوس نام ہے ہر سلاح کا عام اس سے کہ وہ زرہ ہو یا کچھ اور

قتادہ رحمہ اللہ کہتے ہیں کَانَ الدُّرُوْعُ قَبْلَ ذَالِکَ صَفَائِحُ فَاَوَّلُ مَنْ سَرَّدَهَا وَ حَلَّقَهَا دَاوٗدُ عَلَیْهِ السَّلَامُ۔ پہلے زرہیں پتھروں کی ہوتی تھیں تو اول جس نے اسے بنا اور کڑیاں بنائیں وہ حضرت داؤد علیہ السلام ہیں۔

ایک روایت ہے اِنَّهٗ نَزَلَ مَلَکَانِ مِنَ السَّمَاءِ فَمَرَّا بِهٖ عَلَیْهِ السَّلَامُ فَقَالَ اَحَدُهُمَا لِلْاٰخَرِ نِعْمَ الرَّجُلُ دَاوٗدُ اِلَّا اَنَّهٗ یَاْکُلُ مِنْ بَیْتِ الْمَالِ فَسَاَلَ اللّٰهَ تَعَالٰی اَنْ یَرْزُقَهٗ مِنْ کَسْبِهٖ فَاَلَنَّ لَهُ الْحَدِیْدَ فَصَنَعَ مِنْهُ الدِّرْعَ۔ دو فرشتے آسمان سے اترے اور دونوں حضرت داؤد علیہ السلام کے پاس سے گزرے تو ایک دوسرے سے کہنے لگا۔ داؤد بہت اچھے آدمی ہیں مگر یہ بیت المال سے کھاتے ہیں تو آپ نے باری تعالیٰ سے دعا کی کہ وہ کسب حلال سے روزی عطا فرمائے تو اللہ تعالیٰ نے آپ کے لئے لوہا نرم فرمایا جس سے آپ زرہ بناتے۔

لِتُحْصِنَکُمْ تا کہ وہ زرہ تمہاری حفاظت کرے مِّنْۢ بَاْسِکُمْ۔ قِیْلَ اَیْ مِنْ حَرْبِ عَدُوِّکُمْ۔ دشمن کے مقابلہ میں اَیْ مِنْ اٰلَةِ بَاْسِکُمْ کَالسَّیْفِ۔ یعنی تکلیف دینے والے آلہ سے جیسے تلوار سے۔

"فَهَلْ اَنْتُمْ شٰکِرُوْنَ۔ تو کیا تم شکر گزار ہو گے۔"

"وَلِسُلَیْمٰنَ الرِّیْحَ عَاصِفَةً تَجْرِیْ بِاَمْرِهٖۤ اِلَی الْاَرْضِ الَّتِیْ بٰرَکْنَا فِیْهَا ؕ وَکُنَّا بِکُلِّ شَیْءٍ عٰلِمِیْنَ۔ اور سلیمان کے لئے تیز ہوا مسخر کردی کہ اس کے حکم سے چلتی تھی اس زمین کی طرف جس میں ہم نے برکت رکھی ہے اور ہم ہر شے جاننے والے ہیں۔"

اس پر آلوسی رحمہ اللہ فرماتے ہیں اَیْ فَسَخَّرْنَا لَهُ الرِّیْحَ فَاِنَّ تَسْخِیْرَ مَا سُخِّرَ لَهٗ عَلَیْهِ السَّلَامُ کَانَ بِطَرِیْقِ الْاِنْقِیَادِ وَالْکُلِّیِّ لَهٗ وَالْاِمْتِثَالِ بِاَمْرِهٖ وَنَهْیِهٖ۔ یعنی ہم نے سلیمان علیہ السلام کے لئے ہوا مسخر کی۔ اس لئے کہ یہ تسخیر جو آپ کے لئے ہوئی وہ بطریق انقیاد کلی تھی آپ کے حکم کے ماتحت چلنے اور ٹھہرنے میں تھی۔

عَاصِفَةً۔ باوجود اس کے تیز و تند چلتی تھی۔

اور یہ تیزی کی صفت دوسرے بیان کے منافی نہیں جیسے فرمایا فَسَخَّرْنَا لَهُ الرِّیْحَ کبری بِاَمْرِهٖ رُخَاءً اس لئے کہ اس کا تیز و تند ہونا اور شدید الهبوب ہونا اس لئے تھا کہ قطع مسافت بعیدہ تھوڑی سی مدت میں کر سکے اور رُخَاءً کے معنی طیبة لینة کے ہیں تو فی نفسہا عاصف اور شدید الهبوب تھی اور طیبة لینة باعتبار ذہاب تھی جاتے وقت اور بصورت ایاب یعنی واپسی کے وقت سریع و شدید تھی۔ چنانچہ تَجْرِیْ بِاَمْرِهٖ رُخَآءً اس کا عاصف ورخاء ہونا بامر سلیمان علیہ السلام تھا۔
چنانچہ فرماتے ہیں اَیْ بِمَشِیَّتِهٖ وَ عَلٰی وَ فْقِ اِرَادَتِهٖ گویا وہ ہوا آپ کی مرضی کے ماتحت نرم و شدید چلتی تھی۔

جیسے حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی درخت کو اپنی طرف آنے کا حکم دیتے تو وہ بموجب حکم حاضر آتا تھا۔

سَلَکَ الشَّجَرُ نَطَقَ الْحَجَرُ شَقَّ الْقَمَرُ بِاِشَارَتِهٖ

اسی طرح اس زمین کی طرف جس میں اللہ تعالیٰ نے برکتیں رکھی تھیں۔ یعنی ملک شام

ابن عساکر سدی سے راوی ہیں وَ کَانَ عَلَیْهِ السَّلَامُ مَسْکَنُهٗ فِیْهَا وَالْمُرَادُ اَنَّهَا تَجْرِیْ بِاَمْرِهٖ اِلَی الشَّامِ رَوَاحًا سَارَتْ بِهٖ مِنْهَا بُکْرَةً۔ حضرت سلیمان علیہ السلام کا مسکن شام تھا تو آیۂ کریمہ میں یہ مراد ہے کہ وہ ہوائی سواری آپ کے حکم سے شام کی طرف شام کے وقت روانہ ہوتی اور صبح کے وقت وہاں سے چلتی تھی۔

وَ قِیْلَ کَانَ مَسْکَنُهٗ اِصْطَخر وَکَانَ عَلَیْهِ السَّلَامُ یَرْکَبُ الرِّیْحَ مِنْهَا فَتَجْرِیْ بِاَمْرِهٖ اِلَی الشَّامِ۔
ایک قول ہے کہ آپ کا مسکن اصطخر تھا اور آپ ہوا پر سوار ہو کر ہوا کو حکم دے کر شام کی طرف روانہ ہوتے۔

ثُمَّ الظَّاهِرُ اَنَّ الْمُرَادَ بِالرِّیْحِ هٰذَا الْعَنْصَرُ الْمَعْرُوْفُ الْعَالَمِ بِجَمِیْعِ اَصْنَافِهِ الْمَشْهُوْرَةِ وَ قِیْلَ الْمُرَادُ بِهَا الصَّبَا۔ ریح سے ظاہر مراد یہی عنصر ہے جو مشہور ہے اور بعض نے کہا اس سے مراد ریح صبا ہے۔

سلیمانی سواری کی کیفیت روایات کتب سیر سے

فِیْ بَعْضِ الْاَخْبَارِ مَا ظَاهِرُهٗ ذَالِکَ۔

فَعَنْ مُقَاتِلٍ اَنَّهٗ قَالَ نَسَجَتْ لِسُلَیْمَانَ عَلَیْهِ السَّلَامُ الشَّیَاطِیْنُ بَسَاطًا مِّنْ ذَهَبٍ وَ اَبْرِیْسَم فَرْسَخًا فِیْ فَرْسَخٍ وَ وَضَعَتْ لَهٗ مِنْبَرًا مِّنْ ذَهَبٍ یَقْعُدُ عَلَیْهِ وَحَوْلَهٗ کَرَاسِیٌّ مِنْ ذَهَبٍ یَقْعُدُ عَلَیْهِ الْاَنْبِیَاءُ عَلَیْهِمُ السَّلَامُ وَ کَرَاسِیٌّ مِنْ فِضَّةٍ یَقْعُدُ عَلَیْهَا الْعُلَمَاءُ وَ حَوْلَهُمْ سَائِرُ النَّاسِ وَ حَوْلَ النَّاسِ الْجِنُّ وَالشَّیَاطِیْنُ وَالطَّیْرُ تَظِلُّهٗ مِنَ الشَّمْسِ وَ تَرْفَعُ رِیْحُ الصَّبَا الْبَسَاطَ مَسِیْرَةَ شَهْرٍ مِنَ الصَّبَاحِ اِلَی الرَّوَاحِ وَ مِنَ الرَّوَاحِ اِلَی الصَّبَاحِ۔

مقاتل رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ شیاطین نے ایک چادر بنی سونے اور ریشم کے تاروں سے مربع ایک فرسخ کی عریض و طویل اس کے بیچ میں ایک سونے کا منبر حضرت سلیمان علیہ السلام کے لئے رکھا اور اس کے گرد سونے کی کرسیاں رکھیں جس پر انبیاء کرام تشریف فرما ہوتے اور چاندی کی کرسیاں لگاتے جس پر علماء بیٹھتے اور ان کے گرد تمام لوگ اور جن و شیاطین ہوتے اور پرند پر ملا کر سورج سے سایہ کرتے۔

پھر باد صبا اس چادر کو اٹھا کر صبح کی سیر میں ایک ماہ کی بعد مسافت تک لے جاتی اور ایسے ہی شام کی سیر میں ایک ماہ کے بعد مسافت طے کرتی۔

بعض اوقات اس چادر کے ذریعہ آپ سیر فرماتے اور بعض دفعہ ایسا بھی ہوتا کہ آپ کا ایک مرکب لکڑی کا تھا جس میں ایک ہزار رکن تھے اور ہر رکن میں ایک ہزار گھر بنے ہوئے تھے۔

تو آپ کے ساتھ جن و انس سوار ہوتے اور ہر رکن میں ایک ہزار شیاطین ہوتے جو اس مرکب کو اوپر اٹھاتے پھر ہوا آتی جو نرم نرم طریقہ سے لے کر چلتی تو جو دیکھتا اسے نظر آتا کہ لشکر اور فوج آپ کو سایہ کئے جا رہا ہے حیث قال۔

اِبْنُ اَبِیْ حَاتِمٍ عَنِ ابْنِ زَیْدٍ اَنَّهٗ قَالَ لِسُلَیْمَانَ عَلَیْهِ السَّلَامُ مَرْکَبٌ مِّنْ خَشَبٍ وَ کَانَ فِیْهِ اَلْفُ

رُكْنٍ فِيْ كُلِّ رُكْنٍ اَلْفُ بَيْتٍ يَرْكَبُ مَعَهٗ فِيْهِ الْجِنُّ وَالْاِنْسُ تَحْتَ كُلِّ رُكْنٍ اَلْفُ شَيْطَانٍ يَرْفَعُوْنَ ذَالِكَ الْمَرْكَبَ فَاِذَا ارْتَفَعَ اَتَتِ الرِّيْحُ الرُّخَاءُ فَسَارَتْ بِهٖ فَسَارُوْا مَعَهٗ فَلَا يَدْرِى الْقَوْمُ اِلَّا وَقَدْ اَظَلَّهُمْ مِنْهُ الْجُيُوْشُ وَالْجُنُوْدُ۔

اور یہ اکرام اللہ تعالیٰ نے حضرت سلیمان علیہ السلام کو تسخیر ریاح سے یوں فرمایا کہ آپ نے گھوڑوں کے ملاحظہ میں انہاک فرماتے ہوئے عصر کے وقت کو تنگ کر دیا حتیٰ کہ عصر کی نماز فوت ہوگئی تو آپ نے تمام قیمتی گھوڑے ذبح کر ڈالے۔

تو اللہ تعالیٰ نے اس کے معاوضہ میں اس سے بہتر سواری عطا فرمائی جو سریع السیر اور راحت بخش تھی۔ چنانچہ علامہ آلوسی رحمہ اللہ حسن بصری رضی اللہ عنہ سے اس طرح نقل فرماتے ہیں:

اِنَّ اِكْرَامَ اللّٰهِ تَعَالٰى لِسُلَيْمَانَ عَلَيْهِ السَّلَامُ بِتَسْخِيْرِ الرِّيْحِ لَمَّا فَعَلَ بِالْخَيْلِ حِيْنَ فَاتَتْهُ بِسَبَبِهَا صَلٰوةُ الْعَصْرِ وَذَالِكَ اَنَّهٗ تَرَكَهَا لِلّٰهِ تَعَالٰى فَعَوَّضَهُ اللّٰهُ سُبْحَانَهٗ خَيْرًا مِّنْهَا مِنْ حَيْثُ السُّرْعَةِ مَعَ الرَّاحَةِ۔

اس کے بعد اپنے زمانہ کے اعتبار سے فرماتے ہیں کہ سلیمان علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے وہ سواری دی جس میں سرعت و راحت دونوں تھیں۔

آج اہل لندن اپنی جانیں ہلاک کر رہے ہیں اور ایسی کشتی کی ایجاد میں محو ہیں جو ہوا میں اڑے اور جہاں وہ چاہیں لے جائیں اور اس میں بخارات محتبس کر کے غبارہ کی شکل میں بنانا چاہ رہے ہیں آخر میں فرماتے ہیں وَلَا اَظُنُّهٗ يَتِمُّ حَسْبَ اِرَادَتِهِمْ۔ میرا گمان ہے کہ شاید وہ ارادہ میں کامیاب نہ ہوں۔

اَقُوْلُ وَبِاللّٰهِ التَّوْفِيْقُ

آج اگر آلوسی ہوتے تو دیکھتے کہ مَنْ جَدَّ وَجَدَ کے اصول کے مطابق آج اہالیان لنڈن کامیاب ہوگئے اور انہوں نے آج ایروپلین بنالیا جس میں ہوا کے اندر جہاں چاہیں اڑ کر پہنچ جاتے ہیں۔ اور یہ كُنَّا بِهٖ عٰلِمِيْنَ کا ظہور ہے۔ یعنی اس کے معنی یہ ہیں فَمَا اَعْطَيْنَاهُ مَا اَعْطَيْنَاهُ اِلَّا لِمَا نَعْلَمُهٗ مِنَ الْحِكْمَةِ یعنی ہم نہیں دیتے کسی کو جو کچھ دیتے ہیں وہ حکمت سے سکھا دیتے ہیں۔

تاکہ جو لوگ کرامت و معجزہ کے منکر ہیں وہ سمجھ سکیں کہ جب مادی قوتوں سے یہ کام کیا جا سکتا ہے اور کر لیا گیا تو روحانیات کی قوتوں سے بطریقہ اولیٰ ہو سکتا ہے اور ہوا۔

آگے ارشاد ہے:

"وَمِنَ الشَّيٰطِيْنِ مَنْ يَّغُوْصُوْنَ لَهٗ وَيَعْمَلُوْنَ عَمَلًا دُوْنَ ذٰلِكَ ۚ وَكُنَّا لَهُمْ حٰفِظِيْنَ۔ اور شیطانوں میں سے وہ بھی تھے جو غوطہ لگاتے اس کے لئے اور کام کرتے اس کے سوا اور ہم ان کے خود نگران تھے۔"

بعض شیاطین وہ بھی مسخر تھے جو سمندر کی گہرائیوں میں غوطہ لگا کر آپ کے لئے جواہرات نکال کر لاتے اور اس کے علاوہ عجیب عجیب صنعتیں، عمارتیں، محل، برتن، شیشے کے ظروف اور اشیاء صابون وغیرہ بناتے اور چونکہ شیاطین تھے تو ان کی نگرانی اللہ تعالیٰ فرماتا تا کہ وہ سرکشی نہ کر سکیں۔

يَغُوْصُوْنَ۔ غوص سے ہے وَالْغَوْصُ الدُّخُوْلُ تَحْتَ الْمَاءِ وَاِخْرَاجُ شَیْءٍ مِّنْهُ۔ غوص پانی کے نیچے جا کر غوطہ لگا کر کسی شے کے لانے کو کہتے ہیں۔

وَ قَدْ کَانَ عَلَیْهِ السَّلَامُ یَاْمُرُهُمْ فَیَغُوْصُوْنَ فِی الْبِحَارِ وَ یَسْتَخْرِجُوْنَ لَهٗ مِنْ نَفَائِسِهٖ۔ حضرت سلیمان علیہ السلام انہیں غوطہ لگانے کا حکم فرماتے تو وہ سمندروں میں غوطہ زنی کرتے اور عجیب وغریب ونفیس موتی اور جواہرات نکال کر لاتے۔

وَ یَعْمَلُوْنَ عَمَلًا دُوْنَ ذٰلِكَ۔ اس کے علاوہ اور کام بھی کرتے۔ شہر تعمیر کرنا، باغات بنانا اور مثل اس کے بہت سے صنائع عجیبہ ان سے بنوائے جاتے جیسا کہ دوسری جگہ ارشاد ہے:

یَعْمَلُوْنَ لَهٗ مَا یَشَآءُ مِنْ مَّحَارِیْبَ وَ تَمَاثِیْلَ وَ جِفَانٍ کَالْجَوَابِ وَ قُدُوْرٍ رّٰسِیٰتٍ۔ وہ عمل کرتے جو حضرت سلیمان علیہ السلام چاہتے عمارتوں کی محرابیں، محراب کی جمع مَّحَارِیْبَ ہے اور مناظر، تَمَاثِیْلَ، تمثال کی جمع ہے وَ جِفَانٍ اور لگن کَالْجَوَابِ مثل حوضوں کے اور لنگر دار دیگیں۔

علاوہ اس کے اَنَّ الْحَمَّامَ وَالنُّوْرَةَ وَالطَّاحُوْنَ وَالْقَوَارِیْرَ وَالصَّابُوْنَ مِنْ اَعْمَالِهِمْ۔ غسل خانے، نورہ یعنی بال اڑانے کا پاؤڈر، طاحون چکیاں اور شیشے کے گلاس بوتلیں، صابن سازی یہ بھی ان کے کام تھے۔

اور قدیم صنعت سے صابون ہے۔ چنانچہ قِیْلَ وُجِدَ فِیْ کُتُبِ هَرْمَسَ وَ اَنْدُوْخِیَا وَ قِیْلَ مِنْ صَنَاعَةِ بُقْرَاطَ وَ جَالِیْنُوْسَ وَ قِیْلَ هُوَ مِنْ صَنَاعَةِ الْفَارَابِیْ وَ اَوَّلُ مَا صَنَعَهٗ فِیْ دِمِشْقَ الشَّامِ۔

کہا جاتا ہے کہ صابون کے نسخے ہرمس اور اندوخیا کی کتابوں سے ملے۔

ایک قول ہے کہ یہ بقراط اور جالینوس کی ایجاد ہے۔

ایک قول ہے کہ اس کا موجد ابونصر فارابی ہے اور سب سے پہلے یہ دمشق اور شام میں بنایا گیا۔

وَالشَّیَاطِیْنُ اَجْسَامٌ لَطِیْفَةٌ نَارِیَةٌ عَاقِلَةٌ وَ حُصُوْلُ الْقُدْرَةِ عَلَی الْاَعْمَالِ الشَّاقَّةِ فِی الْجِسْمِ اللَّطِیْفِ غَیْرُ مُسْتَبْعَدٍ فَاِنَّ ذَالِکَ نَظِیْرُ قَلْعِ الْهَوَاءِ الْاَجْسَامَ الثَّقِیْلَةَ۔

اور شیاطین چونکہ اجسام لطیفہ ناریہ عاقلہ تھے اور انہیں اعمال شاقہ پورے کرنے کی قدرت تھی اس لئے کہ جسم لطیف سے شاق سے شاق کام ہو جانا مستبعد نہیں چنانچہ ہوا پر اجسام ثقلیہ کا قلع آسان ہے۔

جبائی رحمہ اللہ کہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان شیاطین کو اجسام کثیفہ خصوصیت سے عطا فرمائے اور یہ حضرت سلیمان علیہ السلام کا معجزہ تھا جب آپ وفات پا گئے تو انہیں اپنی خلقت اول میں تبدیل کر دیا۔

اور یہ ظاہر ہے کہ شیاطین جو مسخر تھے وہ کافر تھے لِاَنَّ لَفْظَ الشَّیَاطِیْنِ اَکْثَرُ اِطْلَاقًا عَلَیْهِمْ اس لئے کہ شیاطین کا اطلاق کفار اجنہ پر ہی ہوتا ہے۔

اور اس کی تائید وَ کُنَّا لَهُمْ حٰفِظِیْنَ سے بھی ہوتی ہے اَیْ مِنْ اَنْ یَّزِیْغُوْا عَنْ اَمْرِهٖ وَیُفْسِدُوْا یعنی اللہ تعالیٰ نے ان پر اپنی نگرانی اس لئے فرمائی کہ کہیں وہ اپنے کفر کی وجہ سے حکم سلیمان علیہ السلام سے سرتابی نہ کر سکیں اور نظام میں فساد نہ ڈال سکیں۔ آگے ارشاد ہے:

"وَاَیُّوْبَ اِذْ نَادٰی رَبَّهٗۤ اَنِّیْ مَسَّنِیَ الضُّرُّ وَاَنْتَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِیْنَ۔ اور یاد فرمائیں واقعہ ایوب جب اس نے اپنے رب کو پکارا کہ مجھے پہنچی تکلیف اور تو بہت مہربانوں سے بڑھ کر مہربان ہے۔"

حضرت ایوب علیہ السلام حضرت اسحاق علیہ السلام کی اولاد میں سے ہیں۔

ارباب لغت نے تصریح کی ہے کہ اَلضَّرُّ بِالْفَتْحِ شَائِعٌ فِیْ کُلِّ ضَرَرٍ وَّ بِالضَّمِّ خَاصٌّ بِمَا فِی النَّفْسِ مِنْ مَرَضٍ وَّ هُزَالٍ وَ نَحْوِهِمَا۔ ضاد کی فتح سے ضر عام ہے ہر تکلیف کے لئے اور ضاد کے ضمہ سے خاص ہو جاتا ہے جو اپنی جان میں مرض اور کمزوری ہو۔

اور واوٗ حالیہ سے عطف فرما کر اَنْتَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِیْنَ فرما کر یہ عرض کرنا مقصود تھا کہ اَنْتَ اَعْظَمُ رَحْمَةً مِّنْ کُلِّ مَنْ یُّتَّصَفُ بِالرَّحْمَةِ وَاِلَّا فَلَا رَاحِمَ فِی الْحَقِیْقَةِ سِوَاهُ جَلَّ شَانُهٗ وَ عَلَاهُ۔ تو ہی سب سے بڑا رحیم ہے اس سے جو بھی متصف بالرحمۃ ہے ورنہ حقیقتاً سوائے تیرے کوئی رحم کرنے والا نہیں ہے۔ بروایت ابن جریر

آپ کا شجرۂ نسب یہ ہے

ایوب بن اموص بن زراح بن عیص بن اسحاق علیہ السلام

اور ابن عساکر رحمہ اللہ سے مروی ہے اِنَّ اُمَّهٗ بِنْتُ لُوْطٍ عَلَیْهِ السَّلَامُ وَاِنَّ اَبَاهُ مِمَّنْ اٰمَنَ بِاِبْرَاهِیْمَ عَلَیْهِ السَّلَامُ۔ آپ کی والدہ لوط علیہ السلام کی بیٹی تھیں اور آپ کے والد حضرت ابراہیم علیہ السلام پر ایمان لانے والوں سے تھے۔

اسی بناء پر کہا گیا کہ آپ حضرت موسیٰ علیہ السلام سے پہلے تھے۔

وَقَالَ ابْنُ جَرِیْرٍ کَانَ بَعْدَ شُعَیْبٍ عَلَیْهِ السَّلَامُ۔ ابن جریر کہتے ہیں کہ آپ حضرت شعیب علیہ السلام کے بعد ہوئے۔

وَ قَالَ ابْنُ خَیْثَمَةَ کَانَ بَعْدَ سُلَیْمَانَ عَلَیْهِ السَّلَامُ۔ ابن خیثمہ کہتے ہیں کہ آپ حضرت سلیمان علیہ السلام کے بعد ہوئے۔

وَاَخْرَجَ ابْنُ سَعْدٍ عَنِ الْکَلْبِیِّ قَالَ اَوَّلُ نَبِیٍّ بُعِثَ اِدْرِیْسُ ثُمَّ نُوْحٌ ثُمَّ اِبْرَاهِیْمُ ثُمَّ اِسْمٰعِیْلُ وَ اِسْحٰقُ ثُمَّ یَعْقُوْبُ ثُمَّ یُوْسُفُ ثُمَّ لُوْطٌ ثُمَّ هُوْدٌ ثُمَّ صَالِحٌ ثُمَّ شُعَیْبٌ ثُمَّ مُوْسٰی وَ هٰرُوْنُ ثُمَّ اِلْیَاسُ ثُمَّ الْیَسَعُ ثُمَّ یُوْنُسُ ثُمَّ اَیُّوْبُ عَلَیْهِمُ السَّلَامُ۔

وَقَالَ ابْنُ اِسْحٰقَ اَلصَّحِیْحُ اِنَّهٗ کَانَ مِنْ بَنِیْ اِسْرَائِیْلَ وَلَمْ یَصِحَّ فِیْ نَسَبِهٖ شَیْءٌ اِلَّا اَنَّ اِسْمَ اَبِیْهِ اَمُوْصُ۔ صحیح یہ ہے کہ آپ بنی اسرائیل سے تھے اور آپ کے نسب میں صرف اتنا محقق ہوا ہے کہ آپ کے والد کا نام اموص ہے۔

آپ کا حلیہ مبارک

وَ کَانَ عَلَیْهِ السَّلَامُ عَلٰی مَا اَخْرَجَ الْحَاکِمُ مِنْ طَرِیْقِ سَمُرَةَ عَنْ کَعْبٍ۔

طَوِیْلًا جَعْدَ الشَّعْرِ وَاسِعَ الْعَیْنَیْنِ حَسَنَ الْخُلْقِ قَصِیْرَ الْعُنُقِ عَرِیْضَ الصَّدْرِ غَلِیْظَ السَّاقَیْنِ

وَالسَّاعِدَيْنِ وَكَانَ قَدِ اصْطَفَاهُ اللّٰهُ تَعَالٰى وَبَسَطَ عَلَيْهِ الدُّنْيَا وَ كَثَّرَ اَهْلَهُ وَ مَالَهُ فَكَانَ لَهُ سَبْعَةُ بَنِيْنَ وَ سَبْعُ بَنَاتٍ وَلَهُ اَصْنَافُ الْبَهَائِمِ وَ خَمْسُ مِائَةِ فَدَّانٍ يَتْبَعُهَا خَمْسُ مِائَةِ عَبْدٍ لِكُلِّ عَبْدٍ اِمْرَاَةٌ وَوَلَدٌ فَابْتَلَاهُ اللّٰهُ تَعَالٰى بِذَهَابِ وَلَدِهٖ بِهَدْمِ بَيْتٍ عَلَيْهِمْ وَ بِذَهَابِ اَمْوَالِهٖ وَبِالْمَرَضِ فِيْ بَدَنِهٖ ثَمَانِيَ عَشْرَةَ سَنَةً اَوْ ثَلَاثَ عَشَرَ سَنَةً اَوْ سَبْعًا وَ سَبْعَةَ اَشْهُرٍ وَ سَبْعَةَ اَيَّامٍ وَ سَبْعَ سَاعَاتٍ اَوْ ثَلَاثَ سِنِيْنَ۔

آپ طویل القامت گھونگریالے بال والے کشادہ آنکھوں والے تھے۔

نہایت خلیق درمیانہ گردن، چوڑا سینہ بھری ہوئی پنڈلیاں اور بازو والے تھے۔

آپ کو اللہ تعالیٰ نے اپنا نبی بنایا اور آپ پر دنیا کشادہ کی۔ اہل و مال بکثرت عطا فرمایا۔

آپ کے سات صاحبزادے سات صاحبزادیاں تھیں اور مویشیوں میں سے سب قسم کے جانور آپ کے پاس تھے۔

اور پانچ سو خدام کاشت کاری اور کھیت کیاری کرنے والے تھے۔

اور ہر کے تحت پانچ سو غلام تھے ہر غلام کے بیوی بچے تھے۔

کہ اللہ تعالیٰ نے امتحان میں ڈالکر یک لخت بیوی بچے ایک مکان کی چھت گرا کر ہلاک کر دیئے جس کی تفصیل ہم اول بیان کر چکے ہیں۔

اور مال و متاع تمام ضائع کر کے مرض بدن میں اٹھارہ سال مبتلا کیا۔

یا تیرہ سال یا سات سال سات مہینہ سات دن سات ساعت۔

یا تین سال۔

اور آپ کی عمر مبارک اس وقت ستر سال کی تھی۔

ایک قول ہے کہ اسی سال تھی۔

اور بعض نے اس سے بھی زیادہ عمر بتائی ہے۔

اور آپ کی تمام عمر بروایت طبرانی ترانوے سال کی تھی۔

اور بعض روایات سے اس سے بھی زائد تھی۔

اور آپ کی وہ بیوی جو ایام ابتلا میں آپ کی خدمت کرتی رہیں وہ ماخہ بنت میشا بن یوسف علیہ السلام تھیں یا رحمہ بنت افراثیم بن یوسف تھی۔

انہوں نے ایک روز حضرت ایوب علیہ السلام سے عرض کیا:

لَوْ دَعَوْتَ اللّٰهَ تَعَالٰى۔ اگر آپ اللہ تعالیٰ سے دعا شفاء فرمائیں تو اللہ ضرور قبول فرمائے۔

فَقَالَ كَمْ كَانَتْ مُدَّةُ الرَّخَاءِ فَذَكَرَتْ مُدَّةً كَثِيْرَةً۔ آپ نے فرمایا آرام کی کتنی مدت تھی بیوی نے اس کی کافی مدت ظاہر کی۔

ایک روایت میں ہے کہ اسی سال بتائی۔ آپ نے فرمایا:

اَسْتَحْيِيْ مِنَ اللّٰهِ تَعَالٰى اَنْ اَدْعُوَهٗ وَ مَا بَلَغْتُ مِنْ بَلَائِيْ مُدَّةَ رَخَائِيْ۔ مجھے شرم آتی ہے اللہ تعالیٰ سے کہ

میں اس سے عرض کروں حالانکہ میری مدت بلا مدت وسعت کے برابر نہیں پہنچی۔

ایک روایت میں ہے کہ ابلیس علیہ اللعنۃ آپ کی بیوی کے پاس آیا ایک حکمران کی ہیئت میں اور کہنے لگا: اَنَا اِلٰہُ الْاَرْضِ فَعَلْتُ بِزَوْجِکِ مَا فَعَلْتُ لِاَنَّہٗ تَرَکَنِیْ وَ عَبَدَ اِلٰہَ السَّمَآءِ فَلَوْ سَجَدَ لِیْ سَجْدَۃً رَدَدْتُ عَلَیْہِ وَ عَلَیْکِ جَمِیْعَ مَا اَخَذْتُ مِنْکُمَا۔

میں زمین کا خدا ہوں تیرے خاوند کے ساتھ جو کچھ ہوا وہ میں نے کیا ہے اس لئے کہ اس نے مجھے چھوڑ کر آسمان کے خدا کی پرستش شروع کر دی ہے اگر وہ مجھے سجدہ کرلے تو میں سب کچھ اسے واپس کردوں جو میں نے تم دونوں سے لیا ہے۔

ایک روایت میں ہے کہ اس نے کہا اگر مجھے ایک سجدہ ایوب کرلیں تو میں ضرور ان کا مال اور ان کی اولاد سب واپس کر دوں اور تیرے خاوند کو شفا بخش دوں۔

تو حضرت رحمۃ یا ماخہ بنت میثا ایوب علیہ السلام کے پاس آئیں آپ بیت المقدس کے ایک کناسہ میں تھے (کناسہ اس مقام کو کہتے ہیں جہاں بھیڑ بکریاں بند کی جاتی ہیں یعنی باڑہ) کہ وہاں کوئی آپ کے قریب نہ جاتا تھا اور یہ سب قصہ سنایا۔

حضرت ایوب علیہ السلام نے سن کر فرمایا شاید تم بھی کسی امتحان میں مبتلا ہونے والی ہو یہ شیطانی باتیں ہیں اگر اللہ تعالیٰ نے مجھے شفا بخش دی تو میں تمہیں سو کوڑوں کی سزا دوں گا اور اب مجھ پر حرام ہے کہ تمہارے لائے ہوئے کھانے پینے سے کچھ کھاؤں۔

پھر آپ نے ان کو جھڑک کر نکال دیا اور تنہا اس کناسہ میں رہے کوئی آپ کا وہاں نہ نگران تھا نہ خبر گیر اسی حال میں آپ سجدہ میں گرے اور عرض کیا:

رَبِّ اَنِّیْ مَسَّنِیَ الضُّرُّ وَ اَنْتَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِیْنَ

اے میرے رب مجھے تکلیف پہنچی ہے اور تو سب رحم والوں سے بڑا رحم کرنے والا ہے۔

ابن عساکر حسن سے راوی ہیں کہ حضرت ایوب علیہ السلام اسی حال میں تھے کہ دو آدمی گزرے اور کہنے لگے اگر اللہ تعالیٰ ان کی حاجت اور سوال کو پورا کرتا تو یہ اس حال کو نہ پہنچتے۔ یہ جملہ سن کر آپ نے سخت محسوس کیا اور جناب باری میں عرض کیا رَبِّ اَنِّیْ مَسَّنِیَ الضُّرُّ۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً مروی ہے کہ آپ ایک بار جھکنے لگے کہ نماز میں رکوع کریں تو آپ نہ جھک سکے اس وقت آپ نے رَبِّ اَنِّیْ مَسَّنِیَ الضُّرُّ عرض کیا۔

نبی کسی ایسے مرض میں ہرگز مبتلا نہیں ہوتا جس سے لوگوں کو نفرت ہو یا وہ کسی کا محتاج ہو۔ جیسے پھوڑے پھنسی، مواد کا بہنا، کیڑوں کا پڑنا، نابینا ہونا، لیکن عارضی امتحان میں ایسا ہو تو مستبعد نہیں جیسے حضرت یعقوب علیہ السلام کی آنکھوں میں بیاض آجانا یا جیسے حضرت ایوب علیہ السلام کا امتحان میں ابتلا۔

چنانچہ ابن جریر وہب بن منبہ سے ناقل ہیں قَالَ کَانَ یَخْرُجُ فِیْ بَدَنِہٖ مِثْلُ ثَدْیِ النِّسَآءِ ثُمَّ یَتَفَقَّأُ۔ آپ کے جسم پر ایسے دنبل بنتے جو عورتوں کی چھاتیوں جیسے ہوتے پھر وہ پھوٹ کر مواد دیتے۔

وَ اَخْرَجَ اَحْمَدُ فِی الزُّھْدِ عَنِ الْحَسَنِ اَنَّہٗ قَالَ مَا کَانَ بَقِیَ مِنْ اَیُّوْبَ عَلَیْہِ السَّلَامُ اِلَّا عَیْنَاہُ وَ

قَلْبُهُ وَ لِسَانُهُ فَكَانَتِ الدَّوَابُّ تَخْتَلِفُ فِيْ جَسَدِهٖ۔ آپ کے جسم مبارک میں سے سوا آنکھ اور دل اور زبان کے کوئی حصہ خالی نہ تھا اس پر کیڑے ادھر ادھر جسم پر پھرتے۔

وَاَخْرَجَ اَبُوْ نُعَيْمٍ وَابْنُ عَسَاكِرَ عَنْهُ اَنَّ الدُّوْدَةَ لَتَقَعُ مِنْ جَسَدِ اَيُّوْبَ عَلَيْهِ السَّلَامُ فَيُعِيْدُهَا اِلٰى مَكَانِهَا وَيَقُوْلُ كُلِيْ مِنْ رِزْقِ اللّٰهِ تَعَالٰى۔ جب کوئی کیڑا اجسد اطہر سے گرجاتا آپ اسے اٹھا کر وہیں رکھ دیتے جہاں سے گرا ہوتا اور فرماتے کھا اللہ کے رزق سے۔

ثُمَّ اِنَّهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ لَمَّا سَجَدَ فَقَالَ ذَالِكَ فَقِيْلَ لَهُ ارْفَعْ رَأْسَكَ فَقَدِ اسْتُجِيْبَ لَكَ اُرْكُضْ بِرِجْلِكَ فَرَكَضَ فَنَبَعَتْ مِنْ تَحْتِهٖ عَيْنُ مَآءٍ فَاغْتَسَلَ مِنْهَا فَلَمْ يَبْقَ فِيْ ظَاهِرِ بَدَنِهٖ دَابَّةٌ اِلَّا وَلَا جَرَاحَةٌ اِلَّا بَرِئَتْ۔

پھر جب ایوب علیہ السلام نے سجدہ کیا تو ارشاد ہوا ایوب سر اٹھایئے آپ کی دعا قبول ہوگئی اپنا پائے مبارک ماریئے چنانچہ آپ نے پائے اقدس مارا تو پیر کے نیچے سے ایک چشمہ گرم جاری ہوا آپ نے غسل فرمایا تو تمام بدن پر نہ کوئی کیڑا تھا نہ زخم انار کے دانہ کی طرح جسم مبارک ہوگیا۔

ثُمَّ رَكَضَ مَرَّةً اُخْرٰى فَنَبَعَتْ عَيْنٌ اُخْرٰى فَشَرِبَ مِنْهَا فَلَمْ يَبْقَ فِيْ جَوْفِهٖ دَاءٌ اِلَّا خَرَجَ وَ عَادَ صَحِيْحًا وَ رَجَعَ اِلَيْهِ شَبَابُهُ وَ جَمَالُهُ وَ ذَالِكَ قَوْلُهُ تَعَالٰى۔

پھر آپ نے دوبارہ پائے اقدس مارا تو سرد چشمہ جاری ہوگیا اس سے آپ نے پیا تو اندرون جسم سے سب تکلیف نکل گئی اور پھر سے آپ تندرست ہوگئے اور آپ کا شباب و جمال لوٹ آیا اس پر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

"فَاسْتَجَبْنَا لَهٗ فَكَشَفْنَا مَا بِهٖ مِنْ ضُرٍّ۔ ہم نے ایوب کی دعا قبول کی اور جو اسے تکلیف تھی وہ کھول دی۔"

اور آپ کو اللہ تعالیٰ نے حلیۂ اصطفاء سے نواز کر مقام بلند عطا فرمادیا اور آپ کی بیوی کو اس کا علم نہ تھا وہ آپ کی طرف سے اسی مرض کا گمان کر رہی تھیں۔

تو ان کے دل میں رقت آئی اور اپنے دل میں کہنے لگیں اگرچہ ایوب علیہ السلام نے مجھے دھتکار کر نکال دیا سہی لیکن اگر میں بھی ان کی پرواہ نہ کروں گی تو وہ بھوکوں مرجائیں گے اور انہیں کوئی درندہ کھا جائے گا مجھے چاہئے کہ میں ان کی خبر لوں۔

چنانچہ وہ کناسہ پر آئیں اور آپ کو وہاں نہ پایا اب یہ ادھر ادھر پھرنے لگیں اور وہ زار و قطار رو رہی تھیں اور لوگوں سے پوچھنے لگیں۔ اور اس سے خائف ہوئیں کہ ایوب علیہ السلام کہاں گئے۔

آخرش خود ایوب علیہ السلام نے انہیں بلا کر فرمایا مَا تُرِيْدِيْنَ يَا اَمَةَ اللّٰهِ اے اللہ کی بندی تو کیا چاہتی ہے؟ وہ رونے لگیں اور کہا اس کناسہ میں ایک مریض تھا میں اس کی تلاش میں ہوں۔ آپ نے فرمایا تیرا اس سے کیا تعلق تھا تو آپ پھر روئیں اور فرمایا بَعْلِيْ وہ میرا خاوند تھا۔

حضرت نے فرمایا اَتَعْرِفِيْنَهٗ اِذَا رَأَيْتِهٖ تو کیا تو اسے پہچان لے گی اگر دیکھے گی۔

وہ کہنے لگیں وَ هَلْ يَخْفٰى عَلَيَّ۔ ان کا کیا مجھ سے چھپا ہوا ہے۔

فَتَبَسَّمَ تو حضرت ایوب علیہ السلام متبسم ہوئے اور فرمایا اَنَا ذَالِكَ میں وہی ہوں فَعَرَفَتْهُ بِضِحْكِهٖ فَاعْتَنَقَتْهُ

تو آپ کے تبسم سے انہوں نے پہچانا اور معانق ہو گئیں۔ آگے ارشاد ہے:

"وَ اٰتَیْنٰهُ اَهْلَهٗ وَ مِثْلَهُمْ مَّعَهُمْ رَحْمَةً مِّنْ عِنْدِنَا وَ ذِكْرٰى لِلْعٰبِدِیْنَ۔ اور عطا فرمائے ہم نے اس کے گھر والے اور مثل ان کے اتنے ہی اور عطا کیے رحمت سے اپنی طرف سے اور نصیحت عبادت کرنے والوں کے لئے۔"

اس آیہ کریمہ کے متعلق حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا گیا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا رَدَّ اللّٰهُ تَعَالٰى اِمْرَاَتَهٗ اِلَیْهِ وَ زَادَ فِیْ شَبَابِهَا حَتّٰى وَلَدَتْ لَهٗ سِتًّا وَّ عِشْرِیْنَ ذَكَرًا۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کی بیوی عطا کی اور عمر شباب لوٹا دی یہاں تک کہ چھبیس لڑکے ان سے ہوئے۔

ابن مسعود، حسن اور قتادہ سے ہے اِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى اَحْیٰى لَهٗ اَوْلَادَهُ الَّذِیْنَ هَلَكُوْا فِیْ بَلَائِهٖ وَ اُوْتِیَ مِثْلَهُمْ فِی الدُّنْیَا۔ اللہ تعالیٰ نے وہ اولاد بھی زندہ فرمائی جو ابتلا میں ہلاک ہو گئی تھی اور اتنی ہی اور دنیا میں بخشی۔

اور ایک حدیث میں ہے اِنَّهٗ عَلَیْهِ السَّلَامُ كَانَ لَهٗ اَنْدَرَانِ اَنْدَرٌ لِلْقَمْحِ وَ اَنْدَرٌ لِلشَّعِیْرِ فَبَعَثَ اللّٰهُ سَحَابَتَیْنِ فَاَفْرَغَتْ اِحْدَاهُمَا فِیْ اَنْدَرِ الْقَمْحِ الذَّهَبَ حَتّٰى فَاضَ وَ اَفْرَغَتِ الْاُخْرٰى فِیْ اَنْدَرِ الشَّعِیْرِ الْوَرَقَ حَتّٰى فَاضَ۔

حضرت ایوب علیہ السلام کے دو میدان کھلیان کے تھے ایک گندم اور ایک جو کا اللہ تعالیٰ نے دو ابر بھیجے جن سے گندم کے کھیت میں سونے کی گندم برسی اور جو کے کھیت میں چاندی برسی۔ اور وہ دونوں کھیت سونے چاندی سے بھر گئے۔

ایک روایت میں ہے کہ بَیْنَمَا اَیُّوْبُ عَلَیْهِ السَّلَامُ یَغْتَسِلُ عُرْیَانًا خَرَّ عَلَیْهِ الْجَرَادُ مِنْ ذَهَبٍ فَجَعَلَ اَیُّوْبُ عَلَیْهِ السَّلَامُ یَحْثِیْ فِیْ ثَوْبِهٖ فَنَادَاهُ رَبُّهٗ سُبْحٰنَهٗ یَا اَیُّوْبُ اَلَمْ اَكُنْ اَغْنَیْتُكَ عَمَّا تَرٰى قَالَ بَلٰى وَ عِزَّتِكَ لٰكِنْ لَا غِنَیً بِیْ عَنْ بَرَكَتِكَ ۔ وَ عَاشَ عَلَیْهِ السَّلَامُ بَعْدَ الْخَلَاصِ مِنَ الْبَلَاءِ عَلٰى مَارُوِیَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا سَبْعِیْنَ سَنَةً۔

ایوب علیہ السلام غسل فرما رہے تھے کہ آپ پر سونے کی ٹڈیاں گریں تو حضرت ایوب علیہ السلام انجھلے بھر بھر کر کپڑے میں ڈال رہے تھے تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ندا ہوئی اے ایوب کیا ہم نے تمہیں غنی نہیں کر دیا اس سے جو تم دیکھ رہے ہو عرض کی بے شک اے میرے رب تیری عزت وجلال کی قسم لیکن میں تیری برکت سے بے نیاز ہونا نہیں چاہتا۔

اس کے بعد حضرت ایوب علیہ السلام ستر سال زندہ رہے۔

یہ ہے رَحْمَةً مِّنْ عِنْدِنَا کا مفہوم وَ ذِكْرٰى لِلْعٰبِدِیْنَ سے مراد اللہ تعالیٰ کے ماننے اور اس کی عبادت کرنے والوں کو ایسی ہدایت ہے کہ اسے پوجنے والے اس طرح رحمت سے متمتع ہوتے ہیں۔ آگے ارشاد ہے:

"وَ اِسْمٰعِیْلَ وَ اِدْرِیْسَ وَ ذَا الْكِفْلِ۔ اور یاد فرمائیں قصہ اسماعیل اور ادریس اور ذوالکفل کو۔"

یہاں حضرت ذوالکفل کا تذکرہ سلک انبیاء کرام سے منسلک فرمایا حالانکہ اس میں مختلف روایات ہیں اور نام میں بھی اختلاف ہے۔

فَقِیْلَ بِشْرٌ وَ هُوَ ابْنُ اَیُّوْبَ عَلَیْهِ السَّلَامُ بَعَثَهُ اللّٰهُ نَبِیًّا بَعْدَ اَبِیْهِ وَ سَمَّاهُ ذَا الْكِفْلِ وَ اَمَرَهٗ سُبْحَانَهٗ بِالدُّعَاءِ اِلَى التَّوْحِیْدِ وَ كَانَ مُقِیْمًا بِالشَّامِ عُمْرَهٗ وَ مَاتَ وَ هُوَ ابْنُ خَمْسٍ وَّ سَبْعِیْنَ سَنَةً وَ اَوْصٰى

اِلَی ابْنِہٖ عَیْدَانَ ثُمَّ بَعَثَ اللّٰہُ شُعَیْبًا۔

ایک قول ہے کہ یہ بشر تھے اور ایوب علیہ السلام کے صاحبزادے ہیں اللہ نے انہیں بعد ایوب علیہ السلام نبی کیا اور ان کا نام ذوالکفل رکھا اور انہیں توحید الٰہی کی طرف دعوت دینے کا حکم تھا اور آپ تمام عمر شام میں رہے آپ کا انتقال پچھتر سال کی عمر میں ہوا اور آپ نے اپنے بیٹے عیدان کو توحید کی وصیت کی ان کے بعد حضرت شعیب کو اللہ تعالیٰ نے مبعوث فرمایا۔

دوسرا قول: وَاَخْرَجَ ذَالِکَ الْحَاکِمُ عَنْ وَھْبٍ ۔ وَ قِیْلَ ھُوَ اِلْیَاسُ بْنُ یَاسِیْنَ بْنِ فَنْحَاصَ بْنِ عَیْزَارَ بْنِ ھٰرُوْنَ اَخِیْ مُوْسٰی بْنِ عِمْرَانَ عَلَیْھِمُ السَّلَامُ۔ ذوالکفل الیاس بن یاسین بن فنحاص بن عیزار بن ہارون برادر موسیٰ بن عمران علیہم السلام ہیں۔

تیسرا قول: وَ قِیْلَ یُوْشَعُ بْنُ نُوْنٍ وَ قِیْلَ اسْمُہٗ ذُوالْکِفْلِ۔ وہ یوشع بن نون ہیں کہا گیا ہے کہ انہیں کا نام ذوالکفل ہے۔

چوتھا قول: وَ قِیْلَ ھُوَ زَکَرِیَّا۔ ذوالکفل حضرت زکریا علیہ السلام کو ہی کہا گیا ہے یہ سب روایتیں کرمانی نے عجائب میں بیان کیں۔

پانچواں قول: وَ قِیْلَ ھُوَ الْیَسَعُ بْنُ اُخْطُوْبَ بْنِ الْعُجُوْزِ۔ ذوالکفل حضرت الیسع بن اخطوب بن عجوز ہیں۔

چھٹا قول: وَ زَعَمَتِ الْیَھُوْدُ اَنَّہٗ حِزْقِیَالُ وَجَاءَ تْہُ النُّبُوَّۃُ وَ ھُوَ وَسَطُ سَبْیِ بُخْتَ نَصَرَ عَلٰی نَھْرِ خُوْبَارَ۔ یہ اسرائیلی روایت ہے اور یہود کا گمان ہے کہ وہ حزقیل علیہ السلام ہیں جو نبی تھے اور جنہیں بخت نصر نے بابل میں نہر خوبار میں روکا تھا۔

ساتواں قول: ابو موسیٰ اشعری سے ہے اور مجاہد بھی اسی طرف ہیں کہ لَمْ یَکُنْ نَبِیًّا وَ کَانَ عَبْدًا صَالِحًا اِسْتَخْلَفَہُ الْیَسَعُ۔ ذوالکفل نبی نہیں تھے یہ ایک نیک آدمی تھے اور یہ خلیفہ حضرت الیسع ہیں۔

آٹھواں قول: اَخْرَجَ ابْنُ جَرِیْرٍ وَابْنُ اَبِیْ حَاتِمٍ عَنْ مُجَاھِدٍ اَلْیَسَعُ عَلَیْہِ السَّلَامُ بِشَرْطِ اَنْ یَصُوْمَ النَّھَارَ وَ یَقُوْمَ اللَّیْلَ وَلَا یَغْضَبَ فَفَعَلَ وَلَمْ یَذْکُرْ مُجَاھِدٌ اِسْمَہٗ۔ حضرت الیسع نے اس شرط پر اپنا نائب ذوالکفل کو کیا کہ صائم النہار اور قائم اللیل رہیں اور کسی پر غصہ نہ کریں تو آپ نے ایسا ہی کیا اور مجاہد نے نام کا ذکر نہیں کیا۔

نواں قول: اَخْرَجَ ابْنُ اَبِیْ حَاتِمٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّہٗ قَالَ کَانَ قَاضِیًا فِیْ بَنِیْ اِسْرَائِیْلَ فَحَضَرَہُ الْمَوْتُ فَقَالَ مَنْ یَقُوْمُ مَقَامِیْ عَلٰی اَنْ لَّا یَغْضَبَ فَقَالَ رَجُلٌ اَنَا یُسَمّٰی ذُوالْکِفْلِ ۔ الخ۔ بنی اسرائیل میں ایک قاضی تھے جب ان کے انتقال کا وقت آیا تو انہوں نے کہا میری جگہ کون قائم ہوتا ہے تو ایک شخص جس کا نام ذوالکفل تھا اس شرط کے ساتھ قائم ہوئے کہ وہ غضب ناک نہ ہوں گے۔

دسواں قول: اُخْرِجَ عَنِ ابْنِ حُجَیْرَۃِ الْاَکْبَرِ کَانَ مَلِکٌ مِنْ مُلُوْکِ بَنِیْ اِسْرَائِیْلَ فَحَضَرَتْہُ الْوَفَاۃُ فَاَتَاہُ رَءُوْسُ بَنِیْ اِسْرَائِیْلَ فَقَالُوا اسْتَخْلِفْ عَلَیْنَا مَلِکًا نَفْزَعُ اِلَیْہِ فَقَالَ مَنْ تَکَفَّلَ لِیْ بِثَلَاثٍ فَاُدَفِعُ اِلَیْہِ مُلْکِیْ فَلَمْ یَتَکَلَّمْ اِلَّا فَتیً مِّنَ الْقَوْمِ قَالَ اَنَا فَقَالَ اجْلِسْ ثُمَّ قَالَھَا ثَانِیَۃً فَلَمْ یَتَکَلَّمْ اَحَدٌ اِلَّا الْفَتٰی فَقَالَ تَکَفَّلْ لِیْ بِثَلَاثٍ وَ اُوْلٰئِکَ مُلْکِیْ تَقُوْمُ اللَّیْلَ فَلَا تَرْقُدُ وَ تَصُوْمُ فَلَا تُفْطِرُ وَ تَحْکُمُ فَلَا

تَغْضَبْ قَالَ نَعَمْ قَالَ وَ لِّيْتُكَ مُلْكِيْ۔

ایک بادشاہ بنی اسرائیل میں سے تھا جب اس کی موت کا وقت آیا تو سرداران بنی اسرائیل اس کے پاس آئے اور کہنے لگے ہمارے لئے کوئی اپنا خلیفہ مقرر کردے اس نے کہا جو تین باتوں کا ذمہ لے اسے میں اپنے ملک پر مقرر کردوں گا۔ اس پر کوئی نہ بولا سوائے ایک جوان کے اس نے کہا میں ذمہ لیتا ہوں اس نے اسے بیٹھنے کا حکم دیا اور دوبارہ پھر وہی شرطیں پیش کیں تو کوئی نہ بولا مگر وہی جوان تو بادشاہ نے کہا وہ تین شرطیں یہ ہیں جن پر میں اپنے ملک پر متولی کروں گا۔

قائم اللیل رہنا ہوگا رات میں قطعاً نہ سونا ہوگا۔

صائم الدہر ہونا ہوگا۔ دن میں کھانا قطعاً نہ ہو۔

اور قوم کے فیصلہ کرنے میں غضب ناک نہ ہو۔

جوان بولا مجھے منظور ہے۔ بادشاہ نے کہا میں نے اپنی مملکت کا تجھے متولی کیا۔ یہ ہیں ذوالکفل اور کفل کفالت سے ہے یا حصہ سے یا دو چند لینے سے۔ یہاں یہ نام اس بناء پر رکھا گیا کہ انہوں نے ہر سہ شرائط کا ذمہ پورا کیا۔

اور جس نے حضرت زکریا علیہ السلام کو ذوالکفل کہا وہ اس بناء پر کہ آپ نے حضرت مریم علیہا السلام کی کفالت کا ذمہ لیا تھا۔

سب روایتیں نقل فرما کر آلوسی رحمہ اللہ فرماتے ہیں فِيْ تَسْمِيَةِ ذِى الْكِفْلِ اَقْوَالٌ مُّضْطَرِبَةٌ لَا تُصِحُّ وَاللّٰهُ تَعَالٰى اَعْلَمُ۔ یعنی شخصے ع شد پریشاں خواب من از کثرت تعبیر ہا۔ آگے ارشاد ہے:

"كُلٌّ مِّنَ الصّٰلِحِيْنَ۔ یعنی ہر ایک ان میں سے صالح تھا۔"

یعنی شدائد و تکالیف وابتلا کی برداشت میں۔

"وَ اَدْخَلْنٰهُمْ فِيْ رَحْمَتِنَا ؕ اِنَّهُمْ مِّنَ الصّٰلِحِيْنَ۔ اور انہیں ہم نے اپنی رحمت میں داخل کیا کہ وہ صالحین میں سے تھے۔"

یعنی وہ کامل تھے صلاح اور عصمت میں ذنوب سے۔ اس کے بعد حضرت ذوالنون کا تذکرہ ہے۔

"وَذَاالنُّوْنِ۔" يَعْنِيْ اُذْكُرْ صَاحِبَ الْحُوْتِ يُوْنُسَ عَلَيْهِ السَّلَامُ ابْنَ مَتّٰى وَ هُوَ اِسْمُ اَبِيْهِ عَلٰى مَا فِيْ صَحِيْحِ الْبُخَارِيِّ وَ غَيْرِهَا۔ اور یاد کیجئے ذکر صاحب حوت یونس بن متی علیہ السلام کو یہ نام متی حضرت یونس علیہ السلام کے والد کا ہے جیسا کہ صحیح بخاری وغیرہ میں ہے۔"

وَالْيَهُوْدُ قَالُوْا بِمَا تَقَدَّمَ اِلَّا اَنَّهُمْ سَمُّوْهُ يُوْنَهْ ابْنُ بِيْتَا وَبَعْضُهُمْ يَقُوْلُ يُوْنَانَ ابْنُ اَمَاتِيْ وَالنُّوْنُ الْحُوْتُ كَمَا فِي الْقَامُوْسِ۔ اور یہود مذکورہ ناموں میں کہتے ہیں یونس بن متی کی جگہ یونہ ابن بیتا اور بعض کہتے ہیں یونان ابن اماتی اور نون مچھلی کو کہتے ہیں جیسا کہ قاموس میں ہے۔

"اِذْ ذَّهَبَ مُغَاضِبًا۔" اَىْ غَضْبَانَ عَلٰى قَوْمِهٖ۔ اپنی قوم سے ناراض ہو کر گئے۔

وَ قِيْلَ غَضْبَانَ عَلَى الْمَلِكِ حِزْقِيْلَ۔ ایک قول میں ہے کہ آپ ملک حزقیل سے غضب ناک ہو کر گئے۔

ابن عساکرابن عباس رضی اللہ عنہما سے فرماتے ہیں:

كَانَ يُوْنُسُ وَقَوْمُهٗ يَسْكُنُوْنَ فَلَسْطِيْنَ فَغَزَاهُمْ مَلِكٌ وَ سَبٰى مِنْهُمْ تِسْعَةَ اَسْبَاطٍ وَ نِصْفًا فَاَوْحَى اللّٰهُ تَعَالٰى اِلٰى شَعْيَا النَّبِيِّ اَنِ اذْهَبْ اِلٰى حِزْقِيْلَ الْمَلِكِ وَقُلْ لَهٗ يُوَجِّهُ خَمْسَةً مِّنَ الْاَنْبِيَاءِ لِقِتَالِ هٰذَا الْمَلِكِ وَوَجِّهْ يُوْنُسَ بْنَ مَتّٰى فَاِنَّهٗ قَوِيٌّ اَمِيْنٌ فَدَعَاهُ الْمَلِكُ (اِلٰى اٰخِرِهٖ)۔

اب مفصل ترجمہ ملاحظہ فرمائیں۔

یونس علیہ السلام اور آپ کی قوم فلسطین میں رہتے تھے تو ایک بادشاہ نے ان پر چڑھائی کی اور بنی اسرائیل کے نو قبیلے پورے اور دسواں آدھا قیدی بنا کر اپنے ساتھ لے گیا۔

تو اللہ تعالیٰ نے شعیا نبی کی طرف وحی فرمائی کہ بادشاہ حزقیل کے پاس جاؤ اور اسے حکم دو کہ اس بادشاہ سے لڑائی کرنے کے لئے ایک ایسا لشکر روانہ کرے جس میں پانچ نبی بھی ہوں اور شعیا نے کہا کہ یونس بن متی کو ان میں ضرور شامل کرو کہ وہ طاقت ور اور امین ہے۔

تو بادشاہ نے یونس علیہ السلام کو بلایا اور لشکر کشی کا حکم دیا تو آپ نے فرمایا کیا اللہ تعالیٰ نے آپ کو میرے متعلق حکم دیا ہے؟ بادشاہ نے کہا نہیں۔ آپ نے فرمایا کیا اللہ تعالیٰ نے میرا نام لیا ہے تو اس نے کہا نہیں تو یونس علیہ السلام نے فرمایا یہاں میرے علاوہ اور بھی کافی نبی ہیں۔

جب بادشاہ نے زیادہ اصرار کیا تو آپ غصے کی حالت میں وہاں سے نکل آئے۔ آپ بحیرۂ روم پر آئے تو یہاں انہوں نے دیکھا کچھ لوگ کشتی میں بیٹھ کر روانہ ہونے والے ہیں آپ بھی ان کے ساتھ سوار ہو گئے جب گہرے سمندر میں پہنچے تو کشتی ہچکولے کھانے لگی اور غرق ہونے کے آثار نظر آنے لگے۔

تو ملاحوں نے کہا ہمارے ساتھ کوئی اپنے مالک سے بھاگا ہوا بے فرمان غلام ہے اور ہمارا یہ طریقہ ہے کہ جب ہم پر ایسی مصیبت آتی ہے تو ہم قرعہ ڈالتے ہیں پھر جس کے نام قرعہ نکلے ہم اس کو سمندر میں پھینک دیتے ہیں کہ ایک آدمی کا غرق ہو جانا ساری کشتی کے غرق ہونے سے بہتر ہے۔

پھر انہوں نے تین مرتبہ قرعہ ڈالا تو تینوں مرتبہ حضرت یونس علیہ السلام کے نام نکلا تو آپ نے فرمایا میں ہی نافرمان اور بھاگا ہوا غلام ہوں تو آپ سمندر میں کود گئے ایک مچھلی نے آ کر ان کو نگل لیا تو اللہ تعالیٰ نے اس کی طرف وحی کی کہ ان کو ذرہ بھر بھی تکلیف نہ دینا ہم نے تیرا پیٹ ان کا قید خانہ بنایا ہے یہ تیرا کھانا نہیں ہیں۔

پھر اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس کے پیٹ سے نجات دی اور اس نے آپ کو کنارے پر اگل دیا۔ آپ کی کھال بہت نرم ہو چکی تھی اللہ تعالیٰ نے کدو کی بیل آپ پر اگا دی آپ اس کے سایہ میں رہتے اور پھل کھاتے۔ پھر جب بیل خشک ہو گئی تو آپ غم ناک ہوئے تو وحی ہوئی کہ آپ کو ایک درخت کا غم تو ہوا لیکن وہ ایک لاکھ یا اس سے بھی زائد بندے جو دشمن کی قید میں ہیں ان کا آپ کو کچھ نہ ہوا اور آپ ان کی رہائی کے لئے گئے کہ وہ بھی آرام پاتے۔

مختصر یہ کہ آپ کو حکم ہوا کہ اپنی قوم کی طرف جائیں۔ اس میں ارباب سیر نے بہت مختلف روایات لکھی ہیں آخر اس میں سب متفق ہیں کہ قوم آپ پر ایمان لائی اور جس عذاب سے آپ نے انہیں خوف دلایا تھا۔ وہ رک گیا اور سب کی توبہ قبول ہوئی۔

روایات اسرائیل سے پتہ چلتا ہے کہ آپ نینوی تشریف لائے اور یہاں آپ کی تبلیغ ہوئی اس تذکرہ کو اجمالاً فرمایا گیا۔

"فَظَنَّ اَنْ لَّنْ نَّقْدِرَ عَلَیْهِ۔" کے معنی یہ ہیں کہ یونس یہ سمجھے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اب قوم پر عذاب نہیں آئے گا تو ارشاد ہے اس نے سمجھا کہ ہم اس پر تنگی نہ کریں گے تو آخر خود شکم ماہی میں چلے گئے۔

"فَنَادٰی فِی الظُّلُمٰتِ اَنْ لَّاۤ اِلٰهَ اِلَّاۤ اَنْتَ سُبْحٰنَكَ ۖ اِنِّیْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِیْنَ۔ تو پکارا اندھیریوں میں کہ نہیں کوئی معبود سوا تیرے پاکی ہے تیری وجہ منیر کو بے شک میں بے جا طریق پر چلا۔"

"فَاسْتَجَبْنَا لَهٗ ۙ وَنَجَّیْنٰهُ مِنَ الْغَمِّ ؕ وَكَذٰلِكَ نُـْۨجِی الْمُؤْمِنِیْنَ۔ تو ہم نے اس کی پکار سن لی اور اسے غم سے نجات دی۔" یعنی مچھلی کو حکم دیا کہ وہ یونس علیہ السلام کو کنارہ دریا پر اگل دے چنانچہ اس نے اگل دیا۔

"وَكَذٰلِكَ نُـْۨجِی الْمُؤْمِنِیْنَ۔ اور ہم ایسے ہی مومنین کو نجات دیتے ہیں۔"

اگر وہ ہمارے حضور فریاد کریں ہر قسم کی تکلیف اور مصیبتوں سے۔

علامہ آلوسی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: دَعْوَةُ ذِی النُّوْنِ اِذْ هُوَ فِیْ بَطْنِ الْحُوْتِ لَّاۤ اِلٰهَ اِلَّاۤ اَنْتَ سُبْحٰنَكَ ۖ اِنِّیْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِیْنَ لَمْ یَدْعُ بِهَا مُسْلِمٌ رَبَّهٗ فِیْ شَیْءٍ قَطُّ اِلَّا اسْتَجَابَ لَهٗ۔ حضرت ذوالنون کی شکم ماہی میں جو دعا تھی وہ لَّاۤ اِلٰهَ اِلَّاۤ اَنْتَ سُبْحٰنَكَ ۖ اِنِّیْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِیْنَ تھی اس کا فائدہ قیامت تک یہ ہے کہ کوئی مسلمان اس آیت کریمہ کے ساتھ دعا نہیں کرتا مگر ضرور قبول ہوتی ہے۔

"وَزَكَرِیَّاۤ اِذْ نَادٰی رَبَّهٗ رَبِّ لَا تَذَرْنِیْ فَرْدًا وَّاَنْتَ خَیْرُ الْوٰرِثِیْنَ ﴿۸۹﴾ فَاسْتَجَبْنَا لَهٗ ۫ وَوَهَبْنَا لَهٗ یَحْیٰی وَاَصْلَحْنَا لَهٗ زَوْجَهٗ ؕ اِنَّهُمْ كَانُوْا یُسٰرِعُوْنَ فِی الْخَیْرٰتِ وَیَدْعُوْنَنَا رَغَبًا وَّرَهَبًا ؕ وَكَانُوْا لَنَا خٰشِعِیْنَ ﴿۹۰﴾"

اور زکریا کا قصہ یاد کیجئے جب کہ وہ پکارا اپنے رب کو اے میرے رب مجھے اکیلا نہ چھوڑ اور تو سب سے بہتر وارث ہے تو ہم نے اس کی دعا قبول کی اور اسے یحییٰ عطا فرمایا اور اس کے لئے اس کی بیوی سنواری بے شک وہ بھلے کاموں میں جلدی کرتے اور ہمیں امید اور خوف سے پکارتے اور ہمارے حضور گڑگڑاتے تھے۔"

یعنی حضرت زکریا علیہ السلام نے اپنی دعا میں اللہ تعالیٰ سے اولاد طلب کی تو اللہ تعالیٰ نے آپ کو حضرت یحییٰ علیہ السلام جیسے صاحبزادے عطا فرمائے۔ حالانکہ آپ کی بیوی آئسہ ہو چکی تھی۔ لیکن انہیں اس کی صلاحیت پیدا فرمائی کہ بچہ ہو۔

"وَالَّتِیْۤ اَحْصَنَتْ فَرْجَهَا فَنَفَخْنَا فِیْهَا مِنْ رُّوْحِنَا وَجَعَلْنٰهَا وَابْنَهَاۤ اٰیَةً لِّلْعٰلَمِیْنَ ﴿۹۱﴾ اِنَّ هٰذِهٖۤ اُمَّتُكُمْ اُمَّةً وَّاحِدَةً ۖؗ وَّاَنَا رَبُّكُمْ فَاعْبُدُوْنِ ﴿۹۲﴾ وَتَقَطَّعُوْۤا اَمْرَهُمْ بَیْنَهُمْ ؕ كُلٌّ اِلَیْنَا رٰجِعُوْنَ ﴿۹۳﴾۔

اور وہ خاتون جس نے اپنی پارسائی کو نگاہ رکھا تو ہم نے اس میں اپنی روح پھونکی اور اسے اور اس کے بیٹے کو تمام عالم کے لئے نشانی بنایا بے شک یہ دین تمہارا ایک ہی دین ہے اور میں تمہارا رب ہوں تو میری ہی عبادت کرو اور اوروں نے اپنے کام آپس میں ٹکڑے کر لئے سب کو ہماری طرف لوٹ کر آنا ہے۔"

یعنی حضرت مریم جنہیں اللہ تعالیٰ نے ایسا پاک دامن رکھا کہ بغیر مرد کے مس کے آپ سے عیسیٰ علیہ السلام پیدا ہوئے اور اسی صورت خاص میں صرف ماں سے عیسیٰ علیہ السلام کا پیدا فرمانا یہ تمام جہان کے لئے ایک ایسی علامت بنا دی کہ جو مدعی مسیحیت نظر آئے قوم اس کی تصدیق و تکذیب آسانی سے کر سکے گی جب وہ دعویٰ مسیح موعود ہونے کا کرے۔ عام اس سے کہ

قادیاں ہو یا یونان یا مہدی سوڈانی اسے یہ دیکھو اس کا باپ ہے یا نہیں اگر باپ ہے تو وہ جھوٹا ہے دجال ہے۔ مفتری ہے کذاب ہے اور اگر صرف ماں سے ہے تو لوگ خود ہی فیصلہ کر سکیں گے کہ یہ محض والدہ سے اپنے کو کیسے کہہ رہا ہے۔

یہ درجۂ رفیع تو صرف اور صرف حضرت مسیح موعود کو ہی عطا ہوا کہ معجزانہ ولادت ہوئی اور قوم ورطۂ حیرت میں پڑنے کے بعد مطمئن بھی ہوگئی اور آج تک آپ کو بنظر عظمت دنیا جہان دیکھ رہا ہے اس کے بعد وحدت اسلامی کی تعلیم دے کر ارشاد ہے کہ یہود و نصاریٰ نے سب سے پہلے دین کے ٹکڑے کئے۔

آج جو اہل سنت متبع مصطفیٰ ہو کر دین کے ٹکڑے کرے۔ پرویز کی طرح حدیث مصطفیٰ کے خلاف آواز اٹھائے۔ چکڑالوی کی طرح قرآن پر ہی دار و مدار مذہب قائم کرے حضور ﷺ کے بعد بے انتہا نبی تسلیم کرے۔ خاتمیت کا منکر ہو۔ نماز روزہ حج زکوٰۃ کو ملا کی رسم بتائے اس قسم کے سب فرقے مرتد اور اسلام کے دشمن ہیں انہیں روز قیامت اس کی سزا ملے گی۔

بامحاورہ ترجمہ ساتواں رکوع - سورۃ انبیاء - پ ۱۷

فَمَنْ يَّعْمَلْ مِنَ الصّٰلِحٰتِ وَ هُوَ مُؤْمِنٌ فَلَا كُفْرَانَ لِسَعْيِهٖ ۚ وَ اِنَّا لَهٗ كٰتِبُوْنَ ﴿۹۴﴾	تو جو عمل کرے نیک اور ہو وہ مومن تو اس کی کوشش رائیگاں نہیں اور ہم اسے لکھ رہے ہیں۔
وَحَرٰمٌ عَلٰى قَرْيَةٍ اَهْلَكْنٰهَاۤ اَنَّهُمْ لَا يَرْجِعُوْنَ ﴿۹۵﴾	اور حرام ہے اس بستی پر جسے ہم نے ہلاک کیا یقیناً وہ واپس نہ آئے گی
حَتّٰۤى اِذَا فُتِحَتْ يَاْجُوْجُ وَ مَاْجُوْجُ وَ هُمْ مِّنْ كُلِّ حَدَبٍ يَّنْسِلُوْنَ ﴿۹۶﴾	حتیٰ کہ جب کھولے جائیں گے یاجوج و ماجوج اور وہ ہر بلندی سے لڑھکتے ہوں گے
وَ اقْتَرَبَ الْوَعْدُ الْحَقُّ فَاِذَا هِيَ شَاخِصَةٌ اَبْصَارُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ؕ يٰوَيْلَنَا قَدْ كُنَّا فِيْ غَفْلَةٍ مِّنْ هٰذَا بَلْ كُنَّا ظٰلِمِيْنَ ﴿۹۷﴾	اور قریب آیا وعدہ سچا تو جبھی آنکھیں پھٹی رہ جائیں گی کافروں کی کہ ہائے افسوس بے شک ہم اس سے غفلت میں تھے بلکہ ہم ظالم تھے
اِنَّكُمْ وَ مَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ حَصَبُ جَهَنَّمَ ؕ اَنْتُمْ لَهَا وٰرِدُوْنَ ﴿۹۸﴾	تم اور جو پوجتے ہو اللہ کے سوا سب جہنم کے ایندھن ہو تمہیں اس میں جانا ہے
لَوْ كَانَ هٰۤؤُلَآءِ اٰلِهَةً مَّا وَرَدُوْهَا ؕ وَ كُلٌّ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ﴿۹۹﴾	اگر ہوتے یہ خدا تو جہنم میں نہ جاتے اور ان سب کو اس میں ہمیشہ رہنا ہے
لَهُمْ فِيْهَا زَفِيْرٌ وَّ هُمْ فِيْهَا لَا يَسْمَعُوْنَ ﴿۱۰۰﴾	وہ اس میں رینگیں گے اور وہ اس میں کچھ بھی نہ سن سکیں گے
اِنَّ الَّذِيْنَ سَبَقَتْ لَهُمْ مِّنَّا الْحُسْنٰۤى ۙ اُولٰٓئِكَ عَنْهَا مُبْعَدُوْنَ ۙ﴿۱۰۱﴾	اور وہ جن کے لئے ہمارا وعدہ بھلائی کا ہے یہ اس سے دور رکھے جائیں گے
لَا يَسْمَعُوْنَ حَسِيْسَهَا ۚ وَ هُمْ فِيْ مَا اشْتَهَتْ اَنْفُسُهُمْ خٰلِدُوْنَ ﴿۱۰۲﴾	نہیں سنیں گے وہ اس کی کسکساہٹ اور وہ اپنی من مانی خواہشات میں رہیں گے ہمیشہ
لَا يَحْزُنُهُمُ الْفَزَعُ الْاَكْبَرُ وَ تَتَلَقّٰىهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ ؕ	نہیں غم میں ڈالے گی انہیں بڑی گھبراہٹ اور ملیں گے انہیں

هٰذَا يَوْمُكُمُ الَّذِيْ كُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ ﴿۱۰۳﴾	فرشتے پیشوائی میں یہ ہے تمہارا دن جس کا تم وعدہ دیے گئے
يَوْمَ نَطْوِي السَّمَآءَ كَطَيِّ السِّجِلِّ لِلْكُتُبِ ۗ كَمَا بَدَاْنَآ اَوَّلَ خَلْقٍ نُّعِيْدُهٗ ۗ وَعْدًا عَلَيْنَا ۗ اِنَّا كُنَّا فٰعِلِيْنَ ﴿۱۰۴﴾	وہ دن جب ہم آسمان لپیٹیں گے جیسے لپیٹتا ہے سجل نامہ اعمال کو جیسے پہلے بنایا تھا پیدائش میں لوٹا دیں گے ہم وعدہ ہے ہمارے ذمہ ہم ہیں کرنے والے
وَلَقَدْ كَتَبْنَا فِي الزَّبُوْرِ مِنْۢ بَعْدِ الذِّكْرِ اَنَّ الْاَرْضَ يَرِثُهَا عِبَادِيَ الصّٰلِحُوْنَ ﴿۱۰۵﴾	اور بے شک لکھا ہم نے زبور میں نصیحت کے بعد کہ اس زمین کے وارث میرے نیک بندے ہوں گے
اِنَّ فِيْ هٰذَا لَبَلٰغًا لِّقَوْمٍ عٰبِدِيْنَ ﴿۱۰۶﴾	بے شک یہ قرآن کافی ہے عبادت والوں کو
وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ ﴿۱۰۷﴾	اور ہم نے تمہیں نہ بھیجا مگر رحمت سارے جہان کی
قُلْ اِنَّمَا يُوْحٰٓى اِلَيَّ اَنَّمَآ اِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ۚ فَهَلْ اَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ ﴿۱۰۸﴾	فرما دیجئے مجھے تو یہی وحی ہوتی ہے کہ تمہارا خدا ایک اللہ ہے تو کیا تم مسلمان ہوتے ہو
فَاِنْ تَوَلَّوْا فَقُلْ اٰذَنْتُكُمْ عَلٰى سَوَآءٍ ۗ وَاِنْ اَدْرِيْٓ اَقَرِيْبٌ اَمْ بَعِيْدٌ مَّا تُوْعَدُوْنَ ﴿۱۰۹﴾	تو اگر انحراف کریں تو فرما دو کہ میں نے تمہیں برابر کا اعلان لڑائی میں دے دیا اور میں نہیں جانتا کہ قریب ہو یا بعید جس کا تم سے وعدہ ہے
اِنَّهٗ يَعْلَمُ الْجَهْرَ مِنَ الْقَوْلِ وَيَعْلَمُ مَا تَكْتُمُوْنَ ﴿۱۱۰﴾	بے شک وہ جانتا ہے پکار والی آواز اور جانتا ہے جو پوشیدہ رکھتے ہو
وَاِنْ اَدْرِيْ لَعَلَّهٗ فِتْنَةٌ لَّكُمْ وَمَتَاعٌ اِلٰى حِيْنٍ ﴿۱۱۱﴾	اور میں نہیں جانتا شاید وہ فتنہ اور متاع ہو ایک مدت کو
قٰلَ رَبِّ احْكُمْ بِالْحَقِّ ۗ وَرَبُّنَا الرَّحْمٰنُ الْمُسْتَعَانُ عَلٰى مَا تَصِفُوْنَ ﴿۱۱۲﴾	عرض کی نبی نے اے میرے رب فیصلہ کر دے حق اور میں اپنے رب رحمٰن ہی کی مدد چاہتا ہوں ان باتوں پر جو کرتے ہو

حل لغات ساتواں رکوع ۔ سورۂ انبیاء ۔ پ ۱۷

فَمَنْ ۔ جو کوئی	يَّعْمَلْ ۔ عمل کرے	مِنَ الصّٰلِحٰتِ ۔ نیک	وَهُوَ ۔ اور وہ
مُؤْمِنٌ ۔ مومن ہو	فَلَا ۔ تو نہیں	كُفْرَانَ ۔ بے قدری	لِسَعْيِهٖ ۔ اس کی کوشش کی
وَاِنَّا ۔ اور ہم	لَهٗ ۔ اس کو	كٰتِبُوْنَ ۔ لکھنے والے ہیں	وَحَرٰمٌ ۔ اور حرام ہے
عَلٰى ۔ اوپر	قَرْيَةٍ ۔ بستی والوں کے	اَهْلَكْنٰهَآ ۔ کہ ہلاک کیا ہم نے اس کو	
اَنَّهُمْ ۔ بے شک وہ	لَا يَرْجِعُوْنَ ۔ نہیں لوٹ کر آئیں گے		حَتّٰٓى ۔ یہاں تک کہ
اِذَا ۔ جب	فُتِحَتْ ۔ کھولے جائیں گے	يَاْجُوْجُ ۔ یاجوج	وَمَاْجُوْجُ ۔ اور ماجوج
وَهُمْ ۔ اور وہ	مِّنْ ۔ ہر	كُلِّ ۔ ایک	حَدَبٍ ۔ ٹیلے سے
يَّنْسِلُوْنَ ۔ لڑھکتے ہوں گے	وَاقْتَرَبَ ۔ اور قریب آیا	الْوَعْدُ ۔ وعدہ	الْحَقُّ ۔ سچا

فَاِذَا۔تو اچانک ۔ هِيَ۔وہ ۔ شَاخِصَةٌ۔پھٹی ہوں گی ۔ اَبْصَارُ۔آنکھیں
الَّذِيْنَ۔ان کی ۔ كَفَرُوْا۔جو کافر ہیں ۔ يٰوَيْلَنَا۔ہائے افسوس ۔ قَدْ۔بے شک
كُنَّا۔ہم تھے ۔ فِيْ۔بیچ ۔ غَفْلَةٍ۔غفلت کے ۔ مِّنْ هٰذَا۔اس سے
بَلْ۔بلکہ ۔ كُنَّا۔ہم تھے ۔ ظٰلِمِيْنَ۔ظالم ۔ اِنَّكُمْ۔بے شک تم
وَمَا۔اور جن کی ۔ تَعْبُدُوْنَ۔عبادت کرتے ہو تم ۔ مِنْ دُوْنِ۔سوائے ۔ اللّٰهِ۔اللہ کے
حَصَبُ۔ایندھن ہو ۔ جَهَنَّمَ۔جہنم کا ۔ اَنْتُمْ۔تم ۔ لَهَا۔اس میں
وٰرِدُوْنَ۔داخل ہو گے ۔ لَوْ۔اگر ۔ كَانَ۔ہوتے ۔ هٰٓؤُلَآءِ۔یہ
اٰلِهَةً۔خدا ۔ مَّا۔تو نہ ۔ وَرَدُوْهَا۔داخل ہوتے اس میں
وَكُلٌّ۔اور سب ۔ فِيْهَا۔اس میں ۔ خٰلِدُوْنَ۔ہمیشہ رہیں گے ۔ لَهُمْ۔ان کے لئے ہوگی
فِيْهَا۔اس میں ۔ زَفِيْرٌ۔گدھے کی آواز ۔ وَّهُمْ۔اور وہ ۔ فِيْهَا۔اس میں
لَا يَسْمَعُوْنَ۔نہ سنیں گے ۔ اِنَّ۔بے شک ۔ الَّذِيْنَ۔وہ جو ۔ سَبَقَتْ۔پہلے ہو چکی
لَهُمْ۔ان کے لئے ۔ مِّنَّا۔ہم سے ۔ الْحُسْنٰٓى۔بھلائی ۔ اُولٰٓئِكَ۔یہ لوگ
عَنْهَا۔اس سے ۔ مُبْعَدُوْنَ۔دور رہیں گے ۔ لَا يَسْمَعُوْنَ۔نہ سنیں گے ۔ حَسِيْسَهَا۔اس کی آہٹ
وَهُمْ۔اور وہ ۔ فِيْ۔بیچ ۔ مَا۔اس کے جو ۔ اشْتَهَتْ۔چاہیں گی
اَنْفُسُهُمْ۔ان کی جانیں ۔ خٰلِدُوْنَ۔ہمیشہ رہیں گے ۔ لَا يَحْزُنُهُمُ۔نہ غمناک کرے گی ان کو
الْفَزَعُ۔گھبراہٹ ۔ الْاَكْبَرُ۔بڑی ۔ وَتَتَلَقّٰىهُمُ۔اور استقبال کریں گے ان کا
الْمَلٰٓئِكَةُ۔فرشتے ۔ هٰذَا۔یہ ۔ يَوْمُكُمُ۔تمہارا وہ دن ہے ۔ الَّذِيْ كُنْتُمْ۔جو
تُوْعَدُوْنَ۔تم وعدے دیئے گئے ۔ يَوْمَ۔جس دن ۔ نَطْوِي۔لپیٹیں گے ہم
السَّمَآءَ۔آسمان کو ۔ كَطَيِّ۔مانند لپیٹنے ۔ السِّجِلِّ۔نامہ نویس کے ۔ لِلْكُتُبِ۔کتابوں کو
كَمَا۔جیسے ۔ بَدَاْنَآ۔شروع کی ہم نے ۔ اَوَّلَ۔پہلی ۔ خَلْقٍ۔پیدائش
نُّعِيْدُهٗ۔لوٹائیں گے ہم اس کو ۔ وَعْدًا۔وعدہ ہے ۔ عَلَيْنَا۔ہم پر ۔ اِنَّا۔بے شک
كُنَّا۔ہم ہی تھے ۔ فٰعِلِيْنَ۔کرنے والے ۔ وَلَقَدْ۔اور بے شک ۔ كَتَبْنَا۔لکھا ہم نے
فِي الزَّبُوْرِ۔زبور میں ۔ مِنْ بَعْدِ۔بعد ۔ الذِّكْرِ۔نصیحت کے ۔ اَنَّ۔بے شک
الْاَرْضَ۔زمین ۔ يَرِثُهَا۔وارث ہوں گے اس کے ۔ عِبَادِيَ۔میرے بندے
الصّٰلِحُوْنَ۔نیک ۔ اِنَّ۔بے شک ۔ فِيْ۔بیچ ۔ هٰذَا۔اس کے
لَبَلٰغًا۔تبلیغ ہے ۔ لِّقَوْمٍ۔واسطے قوم ۔ عٰبِدِيْنَ۔عبادت گزار کے ۔ وَمَآ۔اور نہیں
اَرْسَلْنٰكَ۔بھیجا ہم نے تجھ کو ۔ اِلَّا۔مگر ۔ رَحْمَةً۔رحمت
لِّلْعٰلَمِيْنَ۔واسطے جہان کے ۔ قُلْ۔کہہ ۔ اِنَّمَا۔سوائے اس کے نہیں ۔ يُوْحٰٓى۔وحی کی گئی

اِلَیَّ۔ میری طرف	اَنَّمَآ۔ صرف یہ بات ہے	اِلٰھُکُمْ۔ کہ تمہارا معبود	اِلٰہٌ۔ معبود ہے
وَّاحِدٌ۔ ایک	فَھَلْ۔ تو کیا	اَنْتُمْ۔ تم	مُّسْلِمُوْنَ۔ ماننے والے ہو
فَاِنْ۔ پھر اگر	تَوَلَّوْا۔ منہ پھیریں	فَقُلْ۔ تو کہہ	اٰذَنْتُکُمْ۔ اطلاع دی میں
نے تم کو	عَلٰی۔ اوپر	سَوَآءٍ۔ برابری کے	وَاِنْ۔ اور نہیں
اَدْرِیْٓ۔ جانتا میں	اَقَرِیْبٌ۔ کیا قریب ہے	اَمْ۔ یا	بَعِیْدٌ۔ دور ہے
مَّا۔ جو	تُوْعَدُوْنَ۔ تم وعدہ دیئے جاتے ہو		اِنَّہٗ۔ بے شک وہ
یَعْلَمُ۔ جانتا ہے	الْجَھْرَ۔ ظاہر	مِنَ الْقَوْلِ۔ بات کو	وَیَعْلَمُ۔ اور جانتا ہے
مَا۔ جو	تَکْتُمُوْنَ۔ تم چھپاتے ہو	وَاِنْ۔ اور نہیں	اَدْرِیْ۔ جانتا میں
لَعَلَّہٗ۔ شاید وہ	فِتْنَۃٌ۔ آزمائش ہو	لَّکُمْ۔ تمہارے لئے	وَمَتَاعٌ۔ اور سامان
اِلٰی۔ طرف	حِیْنٍ۔ ایک مدت کے	قٰلَ۔ کہا	رَبِّ۔ اے میرے رب
احْکُمْ۔ فیصلہ کردے	بِالْحَقِّ۔ حق کے ساتھ	وَرَبُّنَا۔ اور ہمارا رب	الرَّحْمٰنُ۔ رحمٰن ہی
الْمُسْتَعَانُ۔ مدد چاہا گیا ہے		عَلٰی مَا۔ اس پر جو	تَصِفُوْنَ۔ تم بیان کرتے ہو

خلاصہ تفسیر ساتواں رکوع۔ سورۂ انبیاء۔ پ ۱۷

رکوع شروع ہوتا ہے فَمَنْ یَّعْمَلْ مِنَ الصّٰلِحٰتِ وَھُوَ مُؤْمِنٌ فَلَا کُفْرَانَ لِسَعْیِہٖ وَاِنَّا لَہٗ کٰتِبُوْنَ اس رکوع میں۔

شَاخِصَۃٌ۔ حَصَبُ۔ زَفِیْرٌ۔ حَسِیْسَھَا۔ فَزَعُ اَکْبَرُ۔ حِزْب۔ نَطْوِی۔ یَنْسِلُوْنَ۔ طَیِّ السِّجِلِّ۔ خاص نادر لغت ہیں۔

شَخَصَ شُخُوْصًا الشَّیْءُ اِرْتَفَعَ۔ کسی شے کا اونچا ہونا شَاخِصَۃٌ اَبْصَارُ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا۔ آنکھیں پتھرا جائیں گی کافروں کی یا پھٹی کی پھٹی رہ جائیں گی۔

حَصَبُ۔ اَلْحِجَارَۃُ الصِّغَارَۃُ اَوْکُلُّ مَا یُرْمٰی فِی النَّارِ۔ کنکر، پتھر، لکڑی اور ہر وہ چیز جو آگ میں ڈالی جائے۔

زَفِیْرٌ۔ ھُوَصَوْتُ نَفَسِ الْمَغْمُوْمِ یَخْرُجُ مِنْ اَقْصَی الْجَوْفِ۔ مغموم کے سانس کے ساتھ جو آواز جوف بطن سے نکلے۔

راغب رحمہ اللہ کہتے ہیں۔ اَصْلُ الزَّفْرِ تَرْدِیْدُ النَّفْسِ حَتّٰی تَنْفُخَ مِنْہُ الضُّلُوْعُ۔ دم گھٹنے میں جو آواز پیدا ہوتی ہے اسے زفیر کہتے ہیں۔

حَسِیْس۔ صَوْتُھَا الَّذِیْ یُحَسُّ مِنْ حَرْکَتِھَا۔ گھسنے کھسکنے سے جو آواز پیدا ہوتی ہے اسے کسکساہٹ کہتے ہیں یا آہٹ۔

فَزَعٌ۔ گھبراہٹ۔ فَزَعَ فَزْعًا۔ خَافَ۔ خوف اور اس کی گھبراہٹ۔

حَدَبٌ۔ ضِدُّ قَعْرٍ۔ گڑھے کے خلاف ابھرا ہوا جسے ٹیلہ کہتے ہیں۔

نَطْوِی۔ طَوٰی یَطْوِیْ لپیٹنا۔

یَنْسِلُوْنَ۔ یَسْرَعُوْنَ۔ جلدی کرنا وَاَصْلُ النَّسْلَانِ الْخَطْوُ مَعَ الْاِسْرَاعِ۔ تیز قدم چلنا۔

سِجِلٌّ۔ کِتَابُ الْعُهُوْدِ۔ اعمال نامہ وَ قِیْلَ اِنَّ السِّجِلَّ اِسْمُ مَلَکٍ۔ ایک فرشتہ کا نام ہے۔ بعض نے کہا وہ موکل ہے۔ حَیْثُ قَالَ اِنَّهٗ مُوَکَّلٌ بِالصُّحُفِ فَاِذَا مَاتَ الْاِنْسَانُ رُفِعَ کِتَابُهٗ اِلَیْهِ فَطَوَاهُ وَرَفَعَهٗ اِلَی الْقِیٰمَةِ۔ یہ وہ موکل ہے جسے محافظ دفتر کہا جاسکتا ہے جب انسان مر جاتا ہے تو اس کا اعمال نامہ اس کے پاس آتا ہے وہ اسے لپیٹ کر قیامت کے دن کے لئے رکھ دیتا ہے۔

اب خلاصہ تفسیر پڑھیے

فَمَنْ یَّعْمَلْ مِنَ الصّٰلِحٰتِ وَهُوَ مُؤْمِنٌ۔ جو کوئی نیک عمل کرے اور ہو وہ ایمان والا اس کی سعی کا بدلا ضرور ملے گا۔

وَحَرٰمٌ عَلٰی قَرْیَةٍ۔ یہاں خبر مقدم کر کے فرمایا کہ جس بستی کو ہم نے ہلاک کر دیا اَنَّهُمْ لَا یَرْجِعُوْنَ مبتدا موخر کر کے فرمایا وہ کبھی دنیا میں لوٹ کر نہ آئیں گے۔

اور بعض نے لا کو زائد نہیں مانا اس صورت میں یہ معنی ہوں گے کہ ان کا واپس لوٹنا حرام ہے۔

حَتّٰۤی اِذَا فُتِحَتْ یَاْجُوْجُ وَمَاْجُوْجُ۔ حتیٰ کہ جب کھول دیئے جائیں یاجوج وماجوج۔ ان کی تحقیق ہم سورۂ کہف میں بالتفصیل بیان کر چکے ہیں اور جب وعدۂ قیامت قریب آجائے اور ان کے گروہ بلندیوں سے پے در پے اترنا شروع ہوں۔

وَهُمْ مِّنْ کُلِّ حَدَبٍ یَّنْسِلُوْنَ ﴿۹۶﴾ وَاقْتَرَبَ الْوَعْدُ الْحَقُّ فَاِذَا هِیَ شَاخِصَةٌ اَبْصَارُ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا۔ تو قیامت کا وعدۂ حق قریب آجائے تو کافروں کی آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ جائیں اور پکاریں یٰوَیْلَنَا قَدْ کُنَّا فِیْ غَفْلَةٍ مِّنْ هٰذَا بَلْ کُنَّا ظٰلِمِیْنَ۔ اے افسوس ہم تو غفلت میں ہی رہے بلکہ ہم پورے ظالم نکلے۔

یہاں سے منکرین معاد کے لئے مسئلہ معاد شروع فرمایا ہے اور بتایا ہے کہ

انبیاء ومرسلین سلام اللہ علیہم اجمعین دنیا میں گمراہوں کی رہنمائی کے لئے آئے تاکہ وہ عذاب آخرت اور نعم باقیہ کی اطلاع دیں اور بتائیں کہ دنیا ایک معین وقت تک تمہارے تمتع حاصل کرنے کو ہے پھر یہ فنا ہو جائے گی۔

اور اس کے فنا ہونے کی ابتداء خروج یاجوج وماجوج سے ہے اس کے بعد وعدۂ قیامت بہت قریب آجائے گا اور قیامت قائم ہو جائے گی۔ آج تم انکار کرلو استہزاء کرلو ہمارے انبیاء ومرسلین کی تکذیب کرلو اس وقت کی ہیبت وہول دیکھ کر تمہاری آنکھیں پتھرا جائیں گی یا حیرت میں کھلی کی کھلی رہ جائیں گی۔

پھر تم خود اقرار کرو گے اور کہو گے یٰوَیْلَنَا قَدْ کُنَّا فِیْ غَفْلَةٍ مِّنْ هٰذَا بَلْ کُنَّا ظٰلِمِیْنَ۔ ہائے خرابی ہم اپنی شہوت پرستی میں غافل رہے بلکہ ہم ظالم ہی تھے۔

اور تم معہ اپنے حجر ومدر معبودوں کے جہنم کے ایندھن ہو گے اور جہنم میں داخل ہو جاؤ گے۔

لَوْ کَانَ هٰۤؤُلَآءِ اٰلِهَةً مَّا وَرَدُوْهَا ؕ وَکُلٌّ فِیْهَا خٰلِدُوْنَ۔ اگر تمہارے معبود پتھر بت جماد واقع میں خدا ہوتے تو ہمیشہ کے لئے جہنم میں نہ جاتے۔

البتہ بعض ہمارے عباد مکرمون کو بھی جو تم نے خدا بنا رکھا ہے وہ تمہارے ملامت کریں گے اور تمہارے باطل عقیدہ کو

مردود قرار دیں گے جیسے یہود کے عزیر علیہ السلام اور نصاریٰ کے عیسیٰ علیہ السلام اور جو ملائکہ علیہم السلام کو معبود بنا رہے ہیں وہ سب تمہارے عقائد باطلہ فاسدہ کاسدہ رذیلہ خبیثہ کا رد کریں گے اور تم ہمیشہ کے لئے جہنم میں جاؤ گے۔

لَهُمْ فِيهَا زَفِيرٌ وَّهُمْ فِيهَا لَا يَسْمَعُوْنَ۔ ان کے لئے جہنم میں جو شور ہوگا وہ بھی نہ سن سکیں گے۔ بے شک وہ جن کے لئے ہماری طرف سے بہتری مسابقت کر چکی ہے وہ اس جہنم سے دور رہیں گے اور جہنمیوں کے حال کی بھنک بھی وہ نہ سنیں گے اور اپنی من مانی نعمتوں اور خاطر خواہ عیشوں میں ہمیشہ رہیں گے نہیں پریشان کرے گی انہیں وہ حشر کی گھبراہٹ اور فرشتے ان سے ملیں گے اور کہیں گے کہ یہ تمہارا وہ دن ہے جس کا تم سے وعدہ تھا۔

اس کے بعد قیامت کے قائم ہونے کا نقشہ کھینچا گیا جس میں ارشاد ہے:

يَوْمَ نَطْوِي السَّمَآءَ كَطَيِّ السِّجِلِّ لِلْكُتُبِ۔ جس دن ہم لپیٹیں گے آسمانوں کو مثل لپیٹنے کاغذ کے مٹھے کے۔

یہاں سجل کے متعلق بعض اس طرف گئے ہیں کہ یہ وہ مؤکل فرشتہ ہے جس کے پاس اعمال نامے سب لوگوں کے ہوں گے۔

كَمَا بَدَأْنَآ أَوَّلَ خَلْقٍ نُّعِيْدُهٗ۔ جیسے ہم نے اول پیدا وار کی تھی اسی طرح سب کو دوبارہ پیدا کریں گے اور یہ وعدہ ہمیں پورا کرنا ہے اور ہم ضرور ایسا کریں گے۔ آگے ارشاد ہے:

وَلَقَدْ كَتَبْنَا فِي الزَّبُوْرِ۔ اس پر سعید بن جبیر، مجاہد اور کلبی و مقاتل اور ابن زید علیہم رضوان کہتے ہیں کہ زبور سے مراد وہ کتابیں ہیں جو دنیا میں انبیاء و رسل پر نازل ہوئیں اور ذکر سے مراد لوح محفوظ ہے جہاں سے نقل ہو کر وہ کتابیں آئیں گویا یہ ارشاد ہے کہ ہم نے کتب منزلہ اور لوح محفوظ میں لکھ دیا ہے کہ زمین کے وارث ہمارے نیک بندے ہوں گے اور زمین سے مراد جنت ہے جس میں بجز نیک بندوں کے کوئی وارث نہ ہوگا۔

اور قتادہ و شعبی کے نزدیک زبور سے قرآن کریم مراد ہے اور ذکر سے توریت مراد ہے۔

بعض اس طرف گئے کہ زبور سے مراد ہی زبور ہے جو حضرت داؤد علیہ السلام پر نازل ہوئی تھی اور ذکر سے قرآن کریم مراد ہے۔

اور بعض أَنَّ الْأَرْضَ يَرِثُهَا عِبَادِيَ الصّٰلِحُوْنَ میں زمین سے مراد دنیا کی حکومت کہتے ہیں اور حکومت سے غلبۂ اسلام مقصود ہے۔

بعض کہتے ہیں کہ ارض سے مراد بیت المقدس اور شام ہے چنانچہ قیصر و کسریٰ کی سلطنتیں مومنین کے قبضہ میں آئیں۔

آج نہ عِبَادِيَ الصّٰلِحُوْنَ ہیں نہ غلبہ مسلمانوں کا ہے۔

اس کے بعد صاف ارشاد ہے کہ منکروں کو فرما دیجئے:

"قُلْ إِنَّمَا يُوْحٰى إِلَيَّ أَنَّمَآ إِلٰهُكُمْ إِلٰهٌ وَّاحِدٌ ۚ فَهَلْ أَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ۔ مجھے تو یہی وحی ہوتی ہے کہ تمہارا خدا ایک ہے تو کیا تم مسلمان ہوتے ہو اور اس کی وحدانیت مانتے ہو۔"

"فَإِنْ تَوَلَّوْا فَقُلْ اٰذَنْتُكُمْ عَلٰى سَوَآءٍ ۭ وَإِنْ أَدْرِيْٓ أَقَرِيْبٌ أَمْ بَعِيْدٌ مَّا تُوْعَدُوْنَ ﴿۱۰۹﴾ اور اگر انحراف کریں تو فرما دیجئے میں تم سے برابر مقابلہ کا اعلان کرتا ہوں اور میں نہیں جانتا کہ تمہارا اقریب پورا ہوگا یا دیر میں۔" نہ مجھے اس

کی ضرورت کہ میں تمہاری خاطر بتاؤں۔

وہ اللہ تعالیٰ علانیہ وخفیہ سب کا عالم ہے اور میں نہیں جانتا کہ شاید یہ تمہارا امتحان ہے اور چند روزہ تمتع ایک مدت کے لئے۔اس بے نیازانہ جواب کے بعد حضور بارگاہ میں عرض پیرا ہوئے جس کا تذکرہ فرمایا گیا۔ 19B

قٰلَ رَبِّ احْكُمْ بِالْحَقِّ ؕ وَرَبُّنَا الرَّحْمٰنُ الْمُسْتَعَانُ عَلٰى مَا تَصِفُوْنَ۔ عرض کی اے میرے رب ان کے انحراف وسرکشی کا حق حق فیصلہ فرمادے اور میرا رب رحمٰن ومددگار ہے تمہاری بکواسوں پر، یعنی تم پر لازماً بلا آئے گی اور تم پچھتاؤ گے۔

مختصر تفسیر اردو ساتواں رکوع - سورۂ انبیاء - پ ۱۷

"فَمَنْ يَّعْمَلْ مِنَ الصّٰلِحٰتِ وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَلَا كُفْرَانَ لِسَعْيِهٖ ۚ وَاِنَّا لَهٗ كٰتِبُوْنَ۔ تو جو بھی عمل نیک کرے اور وہ مومن ہو تو اس کے عمل رائیگاں نہ ہوں گے اور ہم وہ اس کے لئے لکھنے والے ہیں۔"

اس میں من تبعیضیہ ہے جس کے یہ معنی ہوئے کہ جزاء عمل صالح خواہ بعض ہوں یا تمام بشرطیکہ عمل کرنے والا مومن ہو اس لئے کہ عمل صالح کافر ومشرک بھی کرسکتا ہے لیکن اگر وہ مومن وموحد نہ ہو تو اس کے لئے ارشاد فَلَنْ يُّقْبَلَ مِنْ اَحَدِهِمْ مِّلْءُ الْاَرْضِ ذَهَبًا وَّلَوِ افْتَدٰى بِهٖ۔ روئے زمین سونے سے بھر کر بھی اگر وہ خیرات کرے جو عمل صالح ہے تو وہ ہرگز قبول نہ کیا جائے گا۔

اس سے معلوم ہوا کہ صالحات سے مقدم صلاحیت ایمان ہے ورنہ تمام صالحات کالعدم ہیں اول ایمان واجب ہے پھر اعمال کی قدر وقیمت ایمان کے صحیح ہونے کے بعد۔

فَلَا كُفْرَانَ لِسَعْيِهٖ۔ ارشاد ہے جس کے معنی ہیں لَا حِرْمَانَ لِثَوَابِ عَمَلِهٖ یعنی پھر وہ اپنے عمل کے بدلے سے محروم نہیں ہوگا وَاِنَّا لَهٗ كٰتِبُوْنَ۔ اَیْ لِسَعْیِهٖ مُثْبِتُوْنَ فِیْ صَحِیْفَةِ عَمَلِهٖ بِوَجْهٍ مَّا۔ یعنی اس کی سعی ہمارے یہاں صحیفۂ اعمال میں بہر صورت موجود ہوگی۔

چنانچہ آلوسی رحمہ اللہ فرماتے ہیں وَاسْتَدَلَّ بِالْاٰیَةِ عَلٰی اَنَّ قَبُوْلَ الْعَمَلِ الصَّالِحِ مُطْلَقًا مَشْرُوْطٌ بِالْاِیْمَانِ۔ اس آیت کریمہ سے یہ استدلال کیا ہے کہ قبول عمل صالح مطلقاً مشروط بالایمان ہے۔ آگے ارشاد ہے:

"وَحَرٰمٌ عَلٰى قَرْيَةٍ" اَیْ عَلٰی اَهْلِ قَرْیَةٍ۔ "اور حرام ہے ہر بستی پر۔" "اَهْلَكْنٰهَاۤ اَنَّهُمْ لَا يَرْجِعُوْنَ۔ جسے ہم نے ہلاک کیا وہ لوٹ کر آنے والی نہیں۔"

راغب رحمہ اللہ کہتے ہیں اَلْحَرَامُ الْمَمْنُوْعُ مِنْهُ۔ حرام اسے کہتے ہیں جو ممنوع ہو اس کی پانچ صورتیں ہیں۔

اِمَّا بِنَسْخِهٖ۔ یا وہ ممنوع ہو اللہ تعالیٰ کی طرف سے کہ واپس آنا ممنوع کردیا ہو۔

اِمَّا بِمَنْعٍ قَهْرِیٍّ۔ یا اللہ تعالیٰ کے قہر سے وہ ممنوع ہو۔

اِمَّا بِمَنْعٍ مِنْ جِهَةِ الْعَقْلِ۔ یا ہلاک ہونے کے محال عقلی ہو۔

اَوْ مِنْ جِهَةِ الشَّرْعِ۔ یا قانون شرع میں اس کا واپس آنا ممنوع ہو۔

اَوْ مِنْ جِهَةِ مَنْ يُّرْتَسَمُ اَمْرُهٗ۔ یا اس کے لئے مرتسم ہو چکا ہے کہ وہ حکماً نہیں آسکتا جیسے مفسرین نے اس کے یہ

معنی بھی کئے ہیں کہ جس بستی کو ہم نے ہلاک کیا ان کا شرک وکفر سے واپس آنا محال ہے یہ معنی بر ایں تقدیر ہوں گے کہ لا کو زائد قرار دیا جائے۔

اور اگر لا زائد نہ مانا جائے تو یہ معنی ہوں گے کہ دار آخرت میں ان کا زندہ نہ ہونا ناممکن ہے اس میں منکرین بعثت کے دعاوی کا ابطال ہے اور اوپر جو ارشاد ہے کُلٌّ اِلَیۡنَا رٰجِعُوۡنَ اور لَا کُفۡرَانَ لِسَعۡیِهٖ یہ اس کی تاکید ہے (تفسیر کبیر)

چنانچہ آلوسی رحمہ اللہ فرماتے ہیں لَا فِی الْمَنْفِیِّ اَیْ مُمْتَنِعٌ اَلْبَتَّةَ عَدَمُ رُجُوْعِهِمْ اِلَیْنَا لِلْجَزَاءِ۔ لا نفی کا اس لئے لایا گیا کہ یہ معنی محقق ہو جائیں کہ یقیناً ان کا عدم رجوع الی الآخرت جزاء عمل کے لئے ممتنع ہے یعنی لازمی طور پر انہیں آنا ہے لِاَنَّهُمَ الْمُنْكِرُوْنَ لِلْبَعْثِ وَالرُّجُوْعِ اس لئے کہ کفار بعثت اور رجوع الے اللہ کے منکر تھے۔

اور مقاتل رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ اس کے یہ معنی ہیں لَا یَرْجِعُوْنَ اِلَی الدُّنْیَا۔ دنیا میں واپس نہ آئیں گے۔

اَهۡلَكۡنٰهَاۤ۔ جسے ہم نے ہلاک کیا یا اس کی ہلاکت مقدر ہے یا ہم نے اس کی ہلاکت کا حکم دے دیا ہے۔

”حَتّٰۤی اِذَا فُتِحَتۡ یَاۡجُوۡجُ وَمَاۡجُوۡجُ وَهُمۡ مِّنۡ كُلِّ حَدَبٍ یَّنۡسِلُوۡنَ۔ حتیٰ کہ جب کھولے جائیں یاجوج و ماجوج اور وہ ہر بلندی سے پے در پے اترتے ہوں گے۔“

گویا ارشاد ہے کہ وہ اپنی بے دینی اور تمرد میں ہی ہوں گے سد یاجوج و ماجوج (جس کا مفصل تذکرہ ہم سورۂ کہف میں بیان کر چکے ہیں) جب کھل جائے اور انہیں آنے کا رستہ مل جائے۔

ایک قول ہے کہ یہ قوم انسان کی ہی جنس کے ہیں۔ ان میں چھوٹے بڑے قد والے لوگ ہیں یہ لوگ شرار الناس قوم ہیں۔

”مِّنۡ كُلِّ حَدَبٍ یَّنۡسِلُوۡنَ۔ ہر بلندی پہاڑوں ٹیلوں سے اتر آئیں گے۔“

یَّنۡسِلُوۡنَ۔ اَیْ یَسْرَعُوْنَ۔ تیز تیز قدم چل کر جلدی جلدی اتریں گے۔

وَاَصْلُ النَّسَلَانِ بِفَتْحَتَیْنِ مُقَارَبَةُ الْخَطْوِمَعَ الْاِسْرَاعِ۔ قدم پر قدم رکھتے ہوئے تیزی سے آنے کو نسلان کہتے ہیں۔

”وَاقۡتَرَبَ الۡوَعۡدُ الۡحَقُّ۔ اَیْ قَرُبَ۔ قریب آگیا سچا وعدہ۔“

اور یہ وعدۂ حق مابعد نفخہ ثانی اور بعث اور حساب اور بدلہ اعمال کے بعد ہوگا۔

”فَاِذَا هِیَ شَاخِصَةٌ اَبۡصَارُ الَّذِیۡنَ كَفَرُوۡا۔ تو اچانک آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ جائیں گی کافروں کی۔“

قیامت کے ہول اور خوف سے اور کہیں گے۔ یہاں اذا مفاجات کے معنی میں ہے جیسے اِذَا هُمۡ یَقۡنَطُوۡنَ بھی دوسری جگہ ارشاد ہے۔ پھر اس سراسیمگی اور پریشانی میں وہ پکاریں گے:

”یٰوَیۡلَنَا قَدۡ كُنَّا فِیۡ غَفۡلَةٍ مِّنۡ هٰذَا بَلۡ كُنَّا ظٰلِمِیۡنَ۔ ہائے خرابی بے شک ہم دنیا میں غفلت میں تھے بلکہ ہم ظالم تھے۔“

کہ ہم نے انبیاء ومرسلین کی بات نہ مانی اور انہیں جھٹلاتے رہے چنانچہ ارشاد ہے۔

”اِنَّكُمۡ وَمَا تَعۡبُدُوۡنَ مِنۡ دُوۡنِ اللّٰهِ حَصَبُ جَهَنَّمَ ؕ اَنۡتُمۡ لَهَا وٰرِدُوۡنَ ﴿۹۸﴾۔ بے شک تم اور جو چیزیں تم پوجتے ہو سب جہنم کے ایندھن ہو تمہیں اس میں جانا ہے۔“

یہاں مَا اور مَنْ کا لطیف فرق واضح ہے۔ اس لئے کہ مشرک بتوں، پتھروں اور درختوں کے ہی پجاری تھے اور یہود عزیر علیہ السلام کو خدا مانتے اور نصاریٰ عیسیٰ علیہ السلام کو ابن اللہ اور اللہ ماننے والے تھے جن کے حق میں دوسرے مقام پر بَلْ عِبَادٌ مُّكْرَمُوْنَ فرمایا ہے۔

تو یہاں اگر مَنْ استعمال ہوتا تو حصب جہنم ہونے میں سب داخل ہوتے اس لئے یہ بلاغت کلام ہے کہ مَا تَعْبُدُوْنَ فرمایا جس سے واضح ہو جائے کہ جماد و بے جان پتھر، درخت جنہیں یہ پوج رہے ہیں وہ ان کے ساتھ جہنم میں بہ غرض تذلیل ڈالے جائیں گے۔

اور انبیاء و رسل علیہم السلام کی زبان سے وہاں انہیں ملامت کرائی جائے گی وہ ان کے ایسے باطل معتقدات کا رد کریں گے۔ اور انہیں فرما دیا بَلْ عِبَادٌ مُّكْرَمُوْنَ۔ وہ ہمارے عزت والے بندے ہیں وہ حصب جہنم نہیں۔

چنانچہ آلوسی فرماتے ہیں کہ لایعقل جماد کو جہنم میں ان کے ساتھ ڈال دیا جائے گا کہ وہ بے حس ہیں بے عقل ہیں۔ فَلَا يَرِدُ اَنَّ عِيْسٰى وَ عُزَيْرًا وَالْمَلٰئِكَةَ عَلَيْهِمُ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَبَدُوْهُمْ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ تَعَالٰى جَلَّ جَلَالُهٗ۔

چنانچہ مشہور ہے کہ عبداللہ بن زبعری قرشی نے قبل اسلام حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر یہی اعتراض کیا تھا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا يَا غُلَامُ مَا اَجْهَلَكَ بِلُغَةِ قَوْمِكَ لِاَنِّيْ قُلْتُ وَمَا تَعْبُدُوْنَ وَمَا لِمَا لَمْ يَعْقِلْ وَلَمْ اَقُلْ وَمَنْ تَعْبُدُوْنَ۔

حضور پر ابن زبعری نے اعتراض کیا کہ خدا کے سوا جو پوجے جاتے ہیں کیا وہ سب جہنم کے ایندھن ہیں۔ تو حضور نے فرمایا اے لڑکے! کیا تو اپنی قوم کے محاورہ سے بھی جاہل ہے میں نے تو مَا تَعْبُدُوْنَ کہا ہے اور مَا ہمیشہ جماد لایعقل پر استعمال ہوتا ہے میں نے من تعبدون تو نہیں کہا تھا بلکہ مَا تَعْبُدُوْنَ کہا ہے اور ظاہر ہے کہ ما کا اطلاق لایعقل اور غیر ذی روح پر ہوتا ہے۔

تو بت، حجر و مدر اور شجر کے لئے حَصَبُ جَهَنَّمَ فرمانا محقق ہوا۔ اور جن نبیوں علیہم السلام کی جو قوم پرستار ہے وہ جہنمی ہے اور جنہیں پوج رہے ہیں وہ اس سے بری ہونے کی وجہ میں جہنم سے مبرا ہیں۔

آیہ کریمہ کا شان نزول یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ایک روز کعبہ معظّمہ میں تشریف لائے اس وقت قریش کے سردار حطیم میں جمع تھے اور کعبہ معظّمہ کے گرد تین سو ساٹھ بت نصب تھے کہ نضر بن حارث حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے آیا اور بولا کہ یہ علی الاطلاق سب کو جہنم کا ایندھن بنایا گیا تو یہود و نصاریٰ عزیر و عیسیٰ کو پوجتے ہیں اور قبیلہ بنو خزاعہ ملائکہ کو پوجنے والا ہے تو کیا یہ بھی اسی حکم میں ہیں۔

اس کا جواب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے من اور ما کی بحث سے واضح فرما کر اسے ساکت کر دیا اور آیت کریمہ اِنَّكُمْ وَمَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ حَصَبُ جَهَنَّمَ۔ تلاوت فرمائی کہ تم اللہ کے سوا جو کچھ پوجتے ہو وہ سب جہنم کے ایندھن ہیں۔

اس پر عبداللہ بن زبعری آیا۔

اسے ولید بن مغیرہ نے اس گفتگو کی خبر دی وہ کہنے لگا قسم بخدا اگر میں ہوتا تو ضرور حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھتا کہ جس کو لوگ اللہ کے سوا پوجتے ہیں کیا وہ سب جہنم کے ایندھن ہیں۔

اس پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو لوگوں نے مدعو کیا اور ابن زبعری نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ جس جس کو لوگ اللہ کے سوا پوجتے ہیں کیا وہ سب جہنم کے ایندھن ہیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہاں۔

تو ابن زبعری بولا یہود عزیر کو پوجتے ہیں نصاریٰ عیسیٰ علیہ السلام کی پرستش کرتے ہیں اور بنی ملیح یعنی قبیلہ بنی خزاعہ ملائکہ کو پوجتے ہیں۔

اس پر اللہ تعالیٰ نے جواب دیا اِنَّ الَّذِیۡنَ سَبَقَتۡ لَهُمۡ مِّنَّا الۡحُسۡنٰۤی الخ یعنی عزیر اور مسیح اور ملائکہ وہ ہیں جن کے لئے بھلائی کا وعدہ ہو چکا ہے اور وہ جہنم سے دور رکھے گئے ہیں۔

اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہود و نصاریٰ وغیرہ درحقیقت شیطان کو پوجتے ہیں اس لئے کہ اس کے توسوس اور اتباع میں عزیر و مسیح کو وہ معبود بناتے تھے حالانکہ انہوں نے اپنا اور ان کا معبود ایک اللہ تعالیٰ ہی کو بتایا تھا۔

ان جوابوں کے بعد ابن زبعری کو مجال دم زدن نہ رہی اور وہ ساکت ہو گیا اور درحقیقت اس کا اعتراض مبنی بر عناد تھا۔

پھر مَا عربی زبان میں غیر ذوی العقول کے لئے مستعمل ہے اور وہ یہ سمجھتا تھا لیکن اپنی جہالت اور اندھے پن سے معترض تھا جو اہل زبان پر واضح و لائح تھا۔ آگے جو ارشاد ہے:

”لَوۡ كَانَ هٰۤؤُلَآءِ اٰلِهَةً مَّا وَرَدُوۡهَا ؕ وَكُلٌّ فِيۡهَا خٰلِدُوۡنَ۔ اس پر آلوسی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

كَمَا تَزۡعُمُوۡنَ اَيُّهَا الۡعَابِدُوۡنَ اِيَّاهَا مَا وَرَدُوۡهَا۔ یعنی اے پوجنے والو غیر خدا کو اگر فی الواقع یہ خدا ہوتے تو جہنم میں نہ جاتے۔ چنانچہ اَلشَّيَاطِيۡنُ الَّتِيۡ تُعۡبَدُ دَاخِلَةٌ فِيۡ حُكۡمِ النَّصِّ۔ شیاطین حکم نص سے اس میں داخل ہیں۔ یا اس سے مراد وہ تمام بت ہیں جو پوجے جاتے ہیں۔

”لَهُمۡ فِيۡهَا زَفِيۡرٌ وَّهُمۡ فِيۡهَا لَا يَسۡمَعُوۡنَ۔ ان کے لئے ان میں رینگنا ہے اور اس جہنم میں کچھ نہ سنیں گے۔“

یعنی جہنم کے شدت جوش و خروش کی وجہ سے انہیں کچھ مسموع نہ ہوگا۔

حضرت ابن مسعود فرماتے ہیں جب جہنم میں وہ لوگ رہ جائیں گے جنہیں اس میں ہمیشہ رہنا ہے تو وہ آگ کے آہنی صندوقوں میں بند کئے جائیں گے اور وہ صندوق دوسرے صندوقوں میں اور پھر ان پر ایک اور آہنی صندوق رکھ کر ان میں آگ کی میخیں جڑ دی جائیں گی تو وہ کچھ نہ سنیں گے اور نہ کوئی دیکھے گا۔

حَيۡثُ قَالَ ابۡنُ جَرِيۡرٍ وَ جَمَاعَةٌ عَنِ ابۡنِ مَسۡعُوۡدٍ اَنَّهٗ قَالَ اِذَا بَقِيَ فِي النَّارِ مَنۡ يَخۡلُدُ فِيۡهَا جَعَلُوۡا تَوَابِيۡتَ مِنۡ حَدِيۡدٍ فِيۡهَا مَسَامِيۡرُ مِّنۡ حَدِيۡدٍ ثُمَّ جُعِلَتۡ تِلۡكَ التَّوَابِيۡتُ فِيۡ تَوَابِيۡتَ مِّنۡ حَدِيۡدٍ ثُمَّ قُذِفُوۡا فِيۡ اَسۡفَلِ الۡجَحِيۡمِ فَمَا يَرٰى اَحَدُهُمۡ اَنَّهٗ يُعَذَّبُ فِي النَّارِ۔

اب جنتیوں کا ذکر فرمایا۔

”اِنَّ الَّذِيۡنَ سَبَقَتۡ لَهُمۡ مِّنَّا الۡحُسۡنٰۤى ۙ اُولٰٓئِكَ عَنۡهَا مُبۡعَدُوۡنَ۔ بے شک وہ جن کے لئے ہمارا وعدہ بھلائی کا پہلے ہو چکا وہ جہنم سے دور رکھے گئے ہیں۔“

اس میں اہل ایمان کو بشارت ہے۔ حضرت مولائے کائنات سیدنا علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

اَنَا مِنْهُمْ وَ اَبُوْبَكْرٍ عُمَرُ مِنْهُمْ وَ عُثْمَانُ مِنْهُمْ وَالزُّبَيْرُ مِنْهُمْ وَ طَلْحَةُ مِنْهُمْ وَ سَعْدُ وَ عَبْدُالرَّحْمٰنِ مِنْهُمْ كَذَا رَاَيْتُهٗ فِي الدُّرِّ الْمَنْثُوْرِ وَرَاَيْتُ فِيْ غَيْرِهٖ عَدَّ الْعَشْرَةَ الْمُبَشَّرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ اَجْمَعِيْنَ۔

فرمایا میں ان میں سے ہوں اور ابوبکر و عمر و عثمان و طلحہ و زبیر اور سعد اور عبدالرحمٰن بن عوف بھی ان میں سے ہیں ایسا ہی در منثور میں ہے اور دوسری کتابوں میں عشرہ مبشرہ تمام گنائے گئے ہیں رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین۔

اور اُولٰٓئِكَ عَنْهَا مُبْعَدُوْنَ۔ یہ اس سے دور رہیں گے لِاَنَّهُمْ فِي الْجَنَّةِ وَ شَتَّانَ بَيْنَهَا وَ بَيْنَ النَّارِ۔ اس لئے کہ جنت اور جہنم میں بعد بہت ہوگا۔

”لَا يَسْمَعُوْنَ حَسِيْسَهَا ۚ وَهُمْ فِيْ مَا اشْتَهَتْ اَنْفُسُهُمْ خٰلِدُوْنَ۔ وہ اس کی بھنک بھی نہ سنیں گے اور وہ اپنی من مانی خواہشوں میں ہمیشہ رہیں گے۔“

یعنی جنتی ہمیشہ تنعم میں رہیں گے اور منازل جنت میں ان تک ان کی زفیر و شہیق کی آوازیں نہیں پہنچیں گی۔

”لَا يَحْزُنُهُمُ الْفَزَعُ الْاَكْبَرُ وَتَتَلَقّٰىهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ ؕ هٰذَا يَوْمُكُمُ الَّذِيْ كُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ۔ انہیں غمگین نہ کریں گی وہ سب سے بڑی گھبراہٹ اور فرشتے ان کی پیشوائی کریں گے اور (کہیں گے) یہ ہے تمہارا وہ دن جس کا تم سے وعدہ تھا۔“

فزع اکبر سے نفخہ صور ثانی مراد ہے اور ملائکہ علیہم السلام کی ملاقات اور پیشوائی قبروں سے نکلتے وقت ہوگی وہ مبارکباد دیتے، تہنیت پیش کرتے اور کہتے ہوئے ملیں گے کہ یہ وہ دن ہے جس کی بشارت تمہیں دی گئی تھی۔

آلوسی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ اس بشارت کی طرف اشارہ ہے جو ارشاد ہوا ہے نَحْنُ اَوْلِيٰٓؤُكُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَفِي الْاٰخِرَةِ۔

ایک قول ہے تَتَلَقّٰهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ عِنْدَ بَابِ الْجَنَّةِ بِالْهَدَايَا اَوْ بِالسَّلَامِ۔ ملائکہ دروازۂ جنت پر مبارک سلامت کہتے ملیں گے۔

اب نقشۂ قیامت یا مبادیات ساعت کا بیان شروع فرمایا جاتا ہے۔

”يَوْمَ نَطْوِي السَّمَآءَ كَطَيِّ السِّجِلِّ لِلْكُتُبِ ؕ كَمَا بَدَاْنَآ اَوَّلَ خَلْقٍ نُّعِيْدُهٗ ؕ وَعْدًا عَلَيْنَا ؕ اِنَّا كُنَّا فٰعِلِيْنَ۔ جس دن لپیٹیں گے ہم آسمان کو جیسے کاغذ کا مٹھا لپیٹتے ہیں یا جیسے سجل فرشتہ نامۂ اعمال کو لپیٹتا ہے جیسے پہلے اسے بنایا تھا وہی پھر کر دیں گے یہ وعدہ ہمارے ذمہ ہے ہمیں اسے ضرور کرنا ہے۔“

اَلطَّيُّ۔ ضِدُّ النَّشْرِ۔ بکھری ہوئی چیز کو مجتمع کرنے کے موقع پر کہتے ہیں۔ طی

وَ قِيْلَ الْاِفْنَاءُ وَالدِّرَاسَةُ۔ ایک قول ہے کہ طی کے معنی فنا کرنے اور مٹانے کے ہیں۔

كَطَيِّ السِّجِلِّ۔ وَ هُوَا لصَّحِيْفَةُ عَلٰى مَا اَخْرَجَ ابْنُ جَرِيْرٍ وَ غَيْرُهٗ عَنْ مُجَاهِدٍ وَ نَسَبَهٗ فِيْ مَجْمَعِ الْبَيَانِ اِلَى ابْنِ عَبَّاسٍ وَقَتَادَةَ وَالْكَلْبِيِّ۔ كَطَيِّ السِّجِلِّ سے مراد اعمال نامہ کی طرح لپیٹنے کے ہیں۔

ایک قول ہے کہ اس سے مراد صحیفۂ عہد ہے۔

وَ قِيْلَ هُوَ فِي الْاَصْلِ حَجَرٌ يُكْتَبُ فِيْهِ ثُمَّ سُمِّيَ بِهٖ كُلُّ مَا يُكْتَبُ فِيْهِ مِنْ قِرْطَاسٍ۔

ایک قول ہے کہ سجل ایک پتھر ہے جس پر سب کچھ لکھا جاتا ہے۔ پھر سجل ہر اس کاغذ کو بھی کہا گیا ہے جس پر کچھ لکھا ہوا ہو۔

وَ اَخرَجَ عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ عَنْ عَلِيٍّ كَرَّمَ اللّٰهُ وَجْهَهٗ اِنَّ السِّجِلَّ اِسْمُ مَلَكٍ۔ سجل ایک فرشتے کا نام ہے۔

وَاَخرَجَ ابْنُ جَرِيْرٍ وَ غَيْرُهٗ عَنِ السُّدِّيِّ نَحْوَهٗ اِلَّا اَنَّهٗ قَالَ اِنَّهٗ مُوَكَّلٌ بِالصُّحُفِ فَاِذَا مَاتَ الْاِنْسَانُ دُفِعَ كِتَابُهٗ اِلَيْهِ فَطَوَاهُ وَرَفَعَهٗ اِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ۔ وہ ایک مؤکل فرشتہ ہے جو تمام صحیفوں کا محافظ ہے۔ جب انسان مرجاتا ہے تو اس کا اعمال نامہ اسے مل جاتا ہے وہ لپیٹ کر قیامت کے دن کے لئے رکھ دیتا ہے۔

" كَمَا بَدَاْنَآ اَوَّلَ خَلْقٍ نُّعِيْدُهٗ۔ یعنی ہم نے جیسے پہلے عدم سے منصۂ شہود پر ظاہر کیا تھا ویسے ہی معدوم کرنے کے بعد پھر پیدا کریں گے۔"

قَالَ الطَّالَقَانِيُّ مَذْهَبُ الْاَكْثَرِيْنَ اَنَّ اللّٰهَ سُبْحَانَهٗ يُعْدِمُ لِذَوَاتِ بِالْكُلِّيَّةِ ثُمَّ يُعِيْدُهَا وَ هُوَ قَوْلُ اَهْلِ السُّنَّةِ۔ اہل سنت اور اکثر کا مذہب یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ تمام ذوات کو معدوم فرما کر پھر زندہ فرمائے گا۔

وَ قَالَ بَعْضُهُمُ الْحَقُّ وُقُوْعُ الْاَمْرَيْنِ جَمِيْعًا اِعَادَةُ مَا انْعَدَمَ بِعَيْنِهٖ وَ اِعَادَةُ مَا تَفَرَّقَ بِاَعْرَاضِهٖ۔ الحق اس میں کوئی شک نہیں کہ قدرت الٰہی کے تحت دونوں باتیں ہیں معدوم بالکلیہ فرما کر بھی وہ لوٹا سکتا ہے اور انعدام اعراض کے بعد بھی لوٹانے پر قادر ہے۔

وَ اَنْتَ تَعْلَمُ اَنَّ الْاَخْبَارَ صَحَّتْ بِبَقَاءِ عَجْبِ الذَّنْبِ مِنَ الْاِنْسَانِ فَاِعَادَةُ الْاِنْسَانِ لَيْسَتْ كَبَدْئِهٖ وَ كَذَا رُوِيَ اَنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى عَزَّوَجَلَّ حَرَّمَ عَلَى الْاَرْضِ اَجْسَادَ الْاَنْبِيَاءِ وَ هُوَ حَدِيْثٌ حَسَنٌ عِنْدَ ابْنِ الْعَرَبِيِّ وَ قَالَ غَيْرُهٗ صَحِيْحٌ۔

اور یہ تو جانتا ہے کہ بہت سی احادیث سے ثابت ہے کہ عجب الذنب میت کی باقی رہتی ہے تو انسان کا واپس لوٹنا اول تخلیق کے مقابل آسان ہوا۔

ایسا ہی احادیث میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے زمین پر اجساد انبیاء علیہم السلام حرام فرما دیئے ہیں اور یہ حدیث ابن عربی کے نزدیک حسن ہے اور ان کے سوا اوروں نے صحیح مانا ہے۔

وَ جَاءَ نَحْوَ ذَالِكَ فِي الْمُؤَذِّنِيْنَ احْتِسَابًا وَ حَدِيْثُهُمْ فِي الطَّبْرَانِيِّ۔ اور ایسا ہی مؤذنین کے بارے میں ان کے اجر میں بھی آیا ہے یہ حدیثیں طبرانی میں ہیں۔

وَ رَجَّحَ كَوْنَ الْمُرَادِ نُعِيْدُ مِثْلَ الَّذِيْ بَدَاْنَاهُ فِيْ اَوَّلِ خَلْقٍ بِمَا اَخْرَجَهٗ ابْنُ جَرِيْرٍ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ دَخَلَ عَلَيَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَ عِنْدِيْ عَجُوْزٌ مِنْ بَنِيْ عَامِرٍ فَقَالَ مَنْ هٰذِهِ الْعَجُوْزُ يَا عَائِشَةُ فَقُلْتُ اِحْدٰى خَالَاتِيْ فَقَالَتْ اُدْعُ اللّٰهَ تَعَالٰى اَنْ يُدْخِلَنِيَ الْجَنَّةَ فَقَالَ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ اِنَّ الْجَنَّةَ لَا يَدْخُلُهَا الْعَجُزُ فَاَخَذَ الْعَجُوْزَ مَا اَخَذَهَا فَقَالَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى يُنْشِئُهُنَّ خَلْقًا غَيْرَ خَلْقِهِنَّ ثُمَّ قَالَ تُحْشَرُوْنَ حُفَاةً عُرَاةً غُلْفًا فَقَالَتْ حَاشَ لِلّٰهِ مِنْ ذَالِكَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَلٰى اِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى قَالَ كَمَا بَدَاْنَا اَوَّلَ

خَلْقٍ نُعِیْدُهٗ۔

اور نُعِیْدُہٗ کے مفہوم کو ابتدائی تخلیق معنی میں لینا یوں قابل ترجیح ہے جسے ابن جریر رحمہ اللہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں۔ صدیقہ نے فرمایا میرے یہاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور میرے پاس ایک بڑھیا قبیلہ بنی عامر کی بیٹھی ہوئی تھیں تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ بڑھیا کون ہیں۔

میں نے عرض کیا میری خالاؤں میں سے ایک ہیں۔

تو بڑی بی نے عرض کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم دعا فرمائیں کہ اللہ مجھے جنت میں داخل کرے۔

تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جنت میں تو یقیناً بڑھیا داخل نہ ہوں گی۔

تو یہ سن کر اس پر جو گزری سو گزری۔

تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ اس حالت کے علاوہ نئی تخلیق فرمائے گا۔ پھر فرمایا تم سب میدان محشر میں ننگی محشور ہوگی۔

تو بڑی بی حاش للہ کہنے لگی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یقیناً ایسا ہی ہوگا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: كَمَا بَدَاْنَاۤ اَوَّلَ خَلْقٍ نُّعِیْدُهٗ جیسے پہلے پیدا کیا تھا ہم نے ایسے ہی محشور ہونا ہے۔

"وَعْدًا عَلَیْنَا ؕ اِنَّا كُنَّا فٰعِلِیْنَ۔ یہ وعدہ ہمارے ذمہ ہے ہم ضرور ایسا ہی کریں گے۔"

اس پر آلوسی رحمہ اللہ تفسیر فرماتے ہیں: تَوَعُّدًا لَازِمًا عَلَیْنَا اَلْبَتَّةَ۔ یہ وعدہ لازم ہے ہمارے اوپر اور ہم ایسا کریں گے۔ آگے ارشاد ہے:

"وَلَقَدْ كَتَبْنَا فِی الزَّبُوْرِ۔ اور بے شک لکھا ہم نے زبور میں۔"

اس پر چند قول ہیں:

اَلظَّاهِرُ اَنَّهٗ زَبُوْرُ دَاوٗدَ عَلَیْهِ السَّلَامُ وَرُوِیَ ذَالِکَ عَنِ الشَّعْبِیِّ۔ ظاہر معنی کے اعتبار سے تو زبور وہی ہے جو حضرت داوٗد علیہ السلام پر نازل ہوئی اور یہ معنی شعبی نے فرمائے۔

وَ اَخْرَجَ ابْنُ جَرِیْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّهُ الْكُتُبُ وَالذِّكْرُ فِیْ قَوْلِهٖ تَعَالٰی مِنْ بَعْدِ الذِّكْرِ التَّوْرَاةُ وَرُوِیَ تَفْسِیْرُهٗ بِذٰلِکَ عَنِ الضَّحَّاکِ اَیْضًا۔

زبور سے کتب منزلہ مراد ہیں اور ذکر سے توریت۔

وَ قَالَ فِی الزَّبُوْرِ الْكُتُبُ مِنْ بَعْدِ التَّوْرَاةِ۔ ایک قول ہے کہ توریت کے بعد کی کتب منزلہ مراد ہیں۔

وَ اَخْرَجَ عَنِ ابْنِ جُبَیْرٍ اَنَّ الذِّكْرَ التَّوْرَاةُ وَالزَّبُوْرُ الْقُرْاٰنُ۔ ابن جبیر کہتے ہیں ذکر سے توریت مراد ہے اور زبور سے قرآن کریم۔

وَ اَخْرَجَ عَنِ ابْنِ زَیْدٍ اَنَّ الزَّبُوْرَ الْكُتُبُ الَّتِیْ اُنْزِلَتْ عَلَی الْاَنْبِیَاءِ عَلَیْهِمُ السَّلَامُ وَالذِّكْرُ اُمُّ الْكِتَابِ الَّذِیْ یُكْتَبُ فِیْهِ الْاَشْیَاءُ قَبْلَ ذَالِکَ وَ هُوَ اللَّوْحُ الْمَحْفُوْظُ كَذَا فِیْ بَعْضِ الْاٰثَارِ۔ زبور سے مراد وہ کتب منزلہ ہیں جو انبیاء علیہم السلام پر اتریں اور ذکر سے مراد وہ ام الکتاب ہے جن میں ان سے قبل لکھا گیا اور وہ لوح

محفوظ ہے جیسا کہ بعض احادیث سے ثابت ہے۔

"اَنَّ الْاَرْضَ یَرِثُهَا عِبَادِیَ الصّٰلِحُوْنَ۔ بے شک زمین کے وارث میرے صالح بندے ہیں۔"

اس پر علامہ آلوسی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

اَخْرَجَ ابْنُ جَرِیْرٍ وَابْنُ اَبِیْ حَاتِمٍ وَغَیْرُهُمَا عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ الْمُرَادَ بِالْاَرْضِ اَرْضُ الْجَنَّةِ۔

ارض سے مراد ارض جنت ہے۔

قَالَ الْاِمَامُ وَ یُؤَیِّدُهٗ قَوْلُهٗ تَعَالٰی وَاَوْرَثَنَا الْاَرْضَ نَتَبَوَّاُ مِنَ الْجَنَّةِ حَیْثُ نَشَآءُ۔ دوسرا قول جو ہے اس کی تائید آیہ کریمہ سے بھی ہوتی ہے کہ وَاَوْرَثَنَا الْاَرْضَ الخ۔

وَ اَنَّهَا الْاَرْضُ الَّتِیْ تَخْتَصُّ بِهَا الصَّالِحُوْنَ لِاَنَّهَا لَهُمْ خُلِقَتْ۔ اور وہ زمین وہ ہے جو صالحون کے لئے مختص ہے اس لئے کہ وہ صالحین کے لئے ہی پیدا کی گئی ہے اور وہ یقیناً جنت میں ہے۔

نوٹ

دور موجودہ میں جو صالحین کی ایک جماعت بنی ہوئی ہے یہ بشارت ان کے لئے معلوم نہیں ہوتی۔ اس لئے کہ وہ بنے ہوئے صالحین ہیں یہ بشارت ان کے لئے ہے جو حقیقتاً صالحین سے ہیں۔ انہیں سیاسیات اور پولیٹیکل معاملات سے کچھ واسطہ نہیں ہوگا وہ صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کے حضور جھکے ہوئے ہوں گے۔

یہ صالح جماعت نام نہاد صالح ہے اسے دین اور ارباب دین سے خدا کرے واسطہ ہو جائے تا کہ بمعنیٰ حقیقی صالحین بن جائیں اور ہم جیسے مسلمان تو محض مسلمان ہیں ورنہ ہمیں ان حقیقی صلحاء سے دور کا بھی واسطہ نہیں ہے مگر

اُحِبُّ الصَّالِحِیْنَ وَلَسْتُ مِنْهُمْ لَعَلَّ اللّٰهَ یَرْزُقُنِیْ صَلَاحًا

اور ایک روایت میں ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ہے:

اِنَّ الْمُرَادَ بِهَا اَرْضُ الدُّنْیَا یَرِثُهَا الْمُؤْمِنُوْنَ وَیَسْتَوْلُوْنَ عَلَیْهَا وَ هُوَ قَوْلُ الْكَلْبِیِّ وَاَیَّدَ بِقَوْلِهٖ تَعَالٰی لَیَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِی الْاَرْضِ۔ اس سے مراد زمین دنیا ہے جو مومنین کے ورثہ میں آئے گی اور وہ اس پر مستولی ہوں گے یہ کلبی کا قول ہے اور اس کی تائید آیہ کریمہ لَیَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِی الْاَرْضِ سے لیتے ہیں۔

وَاَخْرَجَ اَبُوْمُسْلِمٍ وَاَبُوْدَاوٗدَ وَالتِّرْمِذِیُّ عَنْ ثَوْبَانَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰی زَوٰی لِیَ الْاَرْضَ فَرَاَیْتُ مَشَارِقَهَا وَ مَغَارِبَهَا وَاِنَّ اُمَّتِیْ سَیَبْلُغُ مُلْكُهَا مَا زُوِیَ لِیْ۔

ابوداؤد اور ترمذی میں حضرت ثوبان رحمہ اللہ سے ایک حدیث ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بے شک اللہ تعالیٰ نے میرے آگے زمین لپیٹی تو میں دیکھ رہا ہوں اس کے مشرق و مغرب کو اور بے شک میرے امتی قریب ہے کہ وہاں تک اپنی مملکت پہنچائیں گے جہاں تک میرے لئے زمین لپیٹی۔

اس پر علامہ آلوسی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

وَ هٰذَا وَعْدٌ مِّنْهُ تَعَالٰی بِاِظْهَارِ الدِّیْنِ وَ اِعْزَازِ اَهْلِهٖ وَاِسْتِیْلَائِهِمْ عَلٰی اَكْبَرِ الْمَعْمُوْرَةِ الَّتِیْ یَكْثُرُ تَرَدُّدُ الْمُسَافِرِیْنَ اِلَیْهَا وَاِلَّا فَمِنَ الْاَرْضِ مَا لَمْ یَطَأْهَا الْمُسْلِمُوْنَ كَالْاَرْضِ الشَّهِیْرَةِ بِالدُّنْیَا

الْجَدِیْدَۃِ وَبِالْھِنْدِ الْغَرَبِیِّ۔

یہ وعدہ اللہ تعالیٰ کا غلبہ دین اور اعزاز مسلمین اور ان کے مستولی ہونے کا ہے جو اکثر آبادیوں پر ہوگا جہاں جہاں مسلمان وہاں سے گزریں یا اس زمین سے ہے جس پر مسلمان نہ پہنچے جیسے مشہور زمین دنیائے جدیدہ کی ہے یا ہند غربی کی۔ آگے ارشاد ہے:

"اِنَّ فِیْ ھٰذَا لَبَلٰغًا لِّقَوْمٍ عٰبِدِیْنَ۔ بے شک یہ قرآن کافی ہے عبادت والوں کو۔"

یعنی جو اس کا اتباع کریں اور اس کے مطابق عمل کریں وہ یقیناً جنت پائیں گے اور اپنی مراد کو پہنچیں گے۔

عبادت والوں سے، مراد تمام عبادات مکتوبہ ہیں اس پر چند قول ہیں:

اَخْرَجَ ابْنُ اَبِیْ حَاتِمٍ عَنِ الْحَسَنِ اِنَّھُمُ الَّذِیْنَ یُصَلُّوْنَ الصَّلٰوۃَ الْخَمْسَ بِالْجَمَاعَۃِ۔ ایک قول یہ ہے کہ اس سے مراد وہ لوگ ہیں جو صلوٰۃ خمسہ جماعت سے ادا کرنے والے ہیں۔

اَخْرَجَ ابْنُ مَرْدَوَیْہِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَرَأَ ذَالِکَ فَقَالَ ھِیَ الصَّلٰوۃُ الْخَمْسُ فِی الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ جَمَاعَۃً۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے یہ آیت تلاوت فرما کر سوال کیا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ نماز پنجگانہ مسجد حرام میں بہ جماعت ادا کرنا ہے۔

"وَمَآ اَرْسَلْنٰکَ اِلَّا رَحْمَۃً لِّلْعٰلَمِیْنَ۔ اور ہم نے تمہیں نہ بھیجا مگر رحمت سارے جہان کے لئے۔"

اس میں جن وانس مومن کافر سب شریک ہیں۔ اس پر آلوسی رحمہ اللہ نے سات قول نقل فرمائے ہیں:

قَالَ بَعْضُھُمْ اِنَّ الرَّحْمَۃَ فِیْ حَقِّ الْکُفَّارِ اَمْنُھُمْ بِبُعْضِہٖ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مِنَ الْخَسْفِ وَالْمَسْخِ وَالْقَذْفِ وَالْاِسْتِیْصَالِ۔

بعض نے کہا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس کا حق کفار میں رحمت ہونا بایں معنی ہے کہ انہیں خسف ومسخ اور قذف و استیصال سے امن ہوگیا اب وہ امم ماضیہ کی طرح اس مصیبت سے مامون ہیں۔

وَ اَخْرَجَ ذَالِکَ الطَّبْرَانِیُّ وَالْبَیْھَقِیُّ وَ جَمَاعَۃٌ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ۔

دوسرا قول وَ ذُکِرَ اَنَّھَا فِیْ حَقِّ الْمَلٰئِکَۃِ عَلَیْھِمُ السَّلَامُ الْاَمْنُ مِنْ نَحْوِمَا ابْتُلِیَ بِہٖ ھَارُوْتُ وَ مَارُوْتُ وَ اُیِّدَ بِمَا ذَکَرَہٗ صَاحِبُ الشِّفَا اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ لِجِبْرِیْلَ عَلَیْہِ السَّلَامُ ھَلْ اَصَابَکَ مِنْ ھٰذِہِ الرَّحْمَۃِ شَیْءٌ قَالَ نَعَمْ کُنْتُ اَخْشَی الْعَاقِبَۃَ فَاٰمَنْتُ بِثَنَاءِ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیَّ فِی الْقُرْاٰنِ بِقَوْلِہٖ سُبْحَانَہٗ ذِیْ قُوَّۃٍ عِنْدَ ذِی الْعَرْشِ مَکِیْنٍ۔

یہ حق ملائکہ علیہم السلام میں بھی امن ہے جیسے ہاروت و ماروت کا ابتلا ہوا اب نہیں ہوگا اور اس کی تائید پر جیسا کہ صاحب شفا نے نقل کیا یہ قول صادق آتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جبریل علیہ السلام کو فرمایا کہ کیا تمہیں بھی اس رحمت سے کچھ ملا عرض کیا جی ہاں مجھے اپنے انجام کی فکر تھی تو اللہ تعالیٰ نے میری تعریف میں ذِیْ قُوَّۃٍ عِنْدَ ذِی الْعَرْشِ مَکِیْنٍ مُّطَاعٍ ثَمَّ اَمِیْنٍ فرما کر مامون کر دیا۔

تیسرا قول یہ ہے وَ قِیْلَ الْمُرَادُ بِالْعَالَمِیْنَ جَمِیْعُ الْخَلَائِقِ مَا سِوَی اللّٰہِ تَعَالٰی وَ صِفَاتِہٖ جَلَّ شَانُہٗ۔

عالم سے مراد تمام مخلوقات ہے اس لئے کہ عالم ماسوی اللہ تعالیٰ اور صفات حق کے سوا سب کچھ مراد ہے۔

چوتھا قول وَ كَوْنُهُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَحْمَةً لِلْجَمِيْعِ بِاِعْتِبَارِ اَنَّهُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاسِطَةُ الْفَيْضِ الْاِلٰهِيِّ عَلَى الْمُمْكِنَاتِ عَلٰى حَسْبِ الْقَوَابِلِ وَلِذَا نُوْرُهُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَوَّلُ الْمَخْلُوْقَاتِ فَفِي الْخَبَرِ اَوَّلُ مَا خَلَقَ اللّٰهُ تَعَالٰى نُوْرَ نَبِيِّكَ يَا جَابِرُ۔

وَ جَاءَ، اَللّٰهُ تَعَالَى الْمُعْطِيْ وَاَنَا الْقَاسِمُ۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس کا تمام خلائق کے لئے رحمت ہونا بایں اعتبار ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم واسطۂ فیض الٰہی عزوجل ہیں تمام ممکنات پر بہ حسب قابلیت اسی وجہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا نور بھی اول مخلوقات ہے چنانچہ حدیث میں ہے کہ اول جسے پیدا فرمایا وہ تیرے نبی کا نور ہے اے جابر۔

اور حدیث میں آیا کہ اللہ عطا فرمانے والا ہے اور ہم تقسیم کرنے والے ہیں۔

پانچواں قول مفتاح السعادۃ لابن قیم میں ہے اَنَّهُ لَوْلَا النُّبُوَّاتُ لَمْ يَكُنْ فِي الْعَالَمِ عِلْمٌ نَافِعٌ اَلْبَتَّةَ وَلَا عَمَلٌ صَالِحٌ وَلَا صَلَاحٌ فِيْ مَعِيْشَةٍ وَلَا قِوَامٌ لِمَمْلُكَةٍ وَلَكَانَ النَّاسُ بِمَنْزِلَةِ الْبَهَائِمِ وَالسِّبَاعِ الْعَادِيَةِ وَالْكِلَابِ الضَّارِيَةِ الَّتِي يَعْدُوْ بَعْضُهَا عَلٰى بَعْضٍ۔ وَ كُلُّ خَيْرٍ فِي الْعَالَمِ فَمِنْ اٰثَارِ النُّبُوَّةِ وَ كُلُّ شَرٍّ وَقَعَ فِي الْعَالَمِ اَوْ سَيَقَعُ فَبِسَبَبِ خِفَاءِ اٰثَارِ النُّبُوَّةِ وَ دُرُوْسِهَا فَالْعَالَمُ جَسَدٌ رُوْحُهُ النُّبُوَّةُ وَلَا قِيَامَ لِلْجَسَدِ بِدُوْنِ رُوْحِهٖ۔

وَ لِهٰذَا اِذَا انْكَسَفَتْ شَمْسُ النُّبُوَّةِ مِنَ الْعَالَمِ وَلَمْ يَبْقَ فِي الْاَرْضِ شَيْءٌ مِّنْ اٰثَارِهَا اَلْبَتَّةَ اِنْشَقَّتْ سَمَاءُهٗ وَانْتَثَرَتْ كَوَاكِبُهٗ وَكُوِّرَتْ شَمْسُهٗ وَخَسَفَ قَمَرُهٗ وَ نُسِفَتْ جِبَالُهٗ وَزُلْزِلَتْ اَرْضُهٗ وَاُهْلِكَ مَنْ عَلَيْهَا فَلَا قِيَامَ لِلْعَالَمِ اِلَّا بِاٰثَارِ النُّبُوَّةِ۔

مفتاح السعادت میں ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ اگر نبوتیں نہ ہوتیں تو عالم میں کوئی علم نافع نہ ہوتا۔

کوئی عمل صالح نہ ہوتا۔

قطعاً صلاحیت معاش نہ رہتی۔

بالکل قوام مملکت نہ رہتا۔

اور لوگ چارپائے اور بہائم کی طرح اور کتوں کی طرح رہ جاتے کہ ایک دوسرے پر حملہ کرتے۔

اور ہر خیر عالم میں آثار نبوت سے ہے۔

اور ہر شر جو عالم میں واقع ہوا یا ہوگا وہ بہ سبب خفاء آثار نبوت کے ہے۔

اور درسہائے نبوت کے بند ہونے سے ہے۔

تو عالم جسم ہے اور اس کی روح نبوت ہے اور ظاہر ہے کہ قیام جسم ناممکن ہے بغیر روح کے۔

یہی وجہ ہے کہ جب نبوت کا سورج کائنات سے چھپ جائے گا اور نبوت کے آثار میں سے زمین میں قطعی طور پر کچھ باقی نہیں رہے گا تو آسمان پھٹ جائے گا ستارے جھڑ جائیں گے۔ سورج لپیٹ دیا جائے گا چاند بے نور کر دیا جائے گا پہاڑ

ریزہ ریزہ ہو جائیں گے زمین میں زلزلہ آئے گا تو جو زمین پر ہوں گے سب ہلاک ہو جائیں گے تو ثابت ہوا کہ عالم کا قیام آثار نبوت سے ہے۔ اور پھر آگے فرماتے ہیں۔

وَاِذَا سُلِّمَ هٰذَا عُلِمَ مِنْهُ بِوَاسَطَةِ كَوْنِهٖ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَكْمَلَ النَّبِيِّيْنَ ۔ وَمَا جَاءَ بِهٖ رَجُلٌ مِمَّا جَاءُ وْا بِهٖ عَلَيْهِمُ السَّلَامُ وَاِنْ لَمْ يَكُنْ فِي الْاُصُوْلِ اِخْتِلَافٌ وُجِدَ كَوْنُهٗ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَ السَّلَامُ اُرْسِلَ رَحْمَةً لِّلْعَالَمِيْنَ۔

جب یہ امر مسلم ہے کہ نظام عالم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس کے واسطہ سے ہے اس لئے آپ اکمل النبیین ہیں۔ شعر

وہ جو نہ تھے تو کچھ نہ تھا وہ جو نہ ہوں تو کچھ نہ ہو　　جان ہیں وہ جہان کی جان ہے تو جہان ہے

وَالَّذِي اخْتَارَهٗ اَنَّهٗ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّمَا بُعِثَ رَحْمَةً لِكُلِّ فَرْدٍ فَرْدٍ مِّنَ الْعَالَمِيْنَ فَمَلَائِكَتُهُمْ وَاِنْسُهُمْ وَجِنُّهُمْ وَلَا فَرْقَ بَيْنَ الْمُؤْمِنِ وَالْكَافِرِ مِنَ الْاِنْسِ وَالْجِنِّ فِيْ ذَالِكَ وَالرَّحْمَةُ مُتَفَاوِتَةٌ وَ لِبَعْضٍ مِّنَ الْعَالَمِيْنَ وَالْمُعَلّٰى وَالرَّقِيْبُ مِنْهَا۔

اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس ہر فرد مخلوق کے لئے رحمت مبعوث ہوئے ملائکہ علیہم السلام اور انس و جن سب کے لئے۔ اور شان رحمت سے مستفیض ہونے میں کافر مومن انس و جن میں کوئی فرق نہیں البتہ افاضہ رحمت میں تفاوت ہے جتنی رحمت کا جو مستحق ہے اتنی ہی رحمت اس پر ہے۔

چنانچہ اس پر ذیل کی حدیث ہماری دلیل ہے

مَا اَخْرَجَهٗ مُسْلِمٌ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قِيْلَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ادْعُ عَلَى الْمُشْرِكِيْنَ قَالَ اِنِّيْ لَمْ اُبْعَثْ لَعَّانًا وَاِنَّمَا بُعِثْتُ رَحْمَةً۔

عرض کیا گیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کفار پر بددعا فرمائیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں لعنت کرنے والا مبعوث نہیں ہوا میں تو سب کے لئے رحمت ہی بنا کر بھیجا گیا ہوں۔

دوسری حدیث میں بیہقی رحمہ اللہ دلائل سے نقل فرماتے ہیں عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ اِنَّمَا اَنَا رَحْمَةٌ مُّهْدَاةٌ۔ میں رحمت اور ہدایت ہی ہوں۔ آگے ارشاد ہے:

"قُلْ اِنَّمَا يُوْحٰٓى اِلَيَّ اَنَّمَآ اِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ۚ فَهَلْ اَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ۔ فرما دیجئے مجھے تو یہی وحی ہوتی ہے کہ تمہارا خدا نہیں مگر ایک اللہ تو کیا تم اسلام لاتے ہو۔"

وَالْمَعْنٰى مَا يُوْحٰى اِلَيَّ اِلَّا اِخْتِصَاصُ اللّٰهِ بِالْوَحْدَانِيَّةِ ۔ اس کے معنی یہ ہیں کہ مجھے وحی نہیں ہوئی مگر یہی کہ اللہ کی ذات پاک کی وحدانیت خصوصیت سے بیان ہو۔

"فَهَلْ اَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ۔ تو کیا تم اتباع کرو گے اس کا جو تم پر وحی ہوئی۔"

"فَاِنْ تَوَلَّوْا فَقُلْ اٰذَنْتُكُمْ عَلٰى سَوَآءٍ ۭ وَاِنْ اَدْرِيْٓ اَقَرِيْبٌ اَمْ بَعِيْدٌ مَّا تُوْعَدُوْنَ ﴿۱۰۹﴾ اِنَّهٗ يَعْلَمُ الْجَهْرَ مِنَ الْقَوْلِ وَيَعْلَمُ مَا تَكْتُمُوْنَ ﴿۱۱۰﴾ وَاِنْ اَدْرِيْ لَعَلَّهٗ فِتْنَةٌ لَّكُمْ وَمَتَاعٌ اِلٰى حِيْنٍ ﴿۱۱۱﴾ قٰلَ رَبِّ احْكُمْ بِالْحَقِّ ۭ

وَرَبُّنَا الرَّحْمٰنُ الْمُسْتَعَانُ عَلٰى مَا تَصِفُوْنَ ﴿۱۱۲﴾۔

تو اگر وہ انحراف کریں تو فرما دیجئے میں نے تمہیں برابری کے مقابلہ کا اعلان کر دیا اور میں نہیں جانتا کہ قریب ہے یا بعید تو تم سے وعدہ ہوا ہے۔ بے شک وہی جانتا ہے بات علانیہ اور مخفی اور میں کیا جانوں شاید وہ تمہارے لئے فتنہ ہو اور ایک وقت کے لئے تمتع۔ نبی نے عرض کی اے میرے رب فیصلہ فرما دے اور ہمارے رب رحمٰن ہی کی مدد درکار ہے ان باتوں پر جو تم بنا رہے ہو''۔ یعنی اگر وہ ایمان نہ لائیں اور اپنے انحراف پر جمے رہیں تو انہیں فرما دیجئے کہ جیسے چاہو مقابلہ کر لو۔

اور اِنْ نافیہ ہے یعنی کیوں بتاؤں کہ وہ عذاب جو تم پر آنے والا ہے کب آئے گا جلدی آئے گا یا دیر میں یعنی بغیر خدا کے بتائے محض عقل و قیاس سے میں کوئی بات نہیں کہا کرتا۔ یہاں درایت کے معنی اندازے اور قیاس کے ہیں اور اَدْرِیْ دریت سے ماخوذ ہے اور درایت پر لغت میں لکھا ہے کہ یہ شطن وفطن اور اٹکل اور قیاس کے موقعہ پر مستعمل ہے کذا فی الراغب ورد المختار۔

اس لئے یہاں اَدْرِیْ فرمایا تا کہ سمجھنے والا سمجھ سکے کہ یہاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا انکار علم سے نہیں بلکہ اٹکل و قیاس سے یہاں فرمانے پر انکار ہے۔ گویا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مشرکین کو جواب میں یہ فرمایا کہ میں اٹکل اور قیاس سے کوئی بات نہیں کہتا جو کہتا ہوں بہ اعلام الٰہی کہتا ہوں اور یہی معنی دوسری آیتوں میں بھی ہیں مَا كُنْتَ تَدْرِیْ مَا الْكِتٰبُ وَلَا الْاِیْمَانُ۔ اور مَآ اَدْرِیْ مَا یُفْعَلُ بِیْ وَلَا بِكُمْ۔

اور حدیث میں جو ارشاد ہے وَاللّٰهِ لَا اَدْرِیْ وَاللّٰهِ لَا اَدْرِیْ وَ اَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ مَا یُفْعَلُ بِیْ وَلَا بِكُمْ۔ وغیرہ میں یہی معنی مراد ہیں۔

گویا یہاں عقل و قیاس سے جاننے کی نفی ہے نہ کہ مطلق علم کی اور مطلق علم کی نفی ہو بھی نہیں سکتی جب کہ اسی رکوع میں وَ اقْتَرَبَ الْوَعْدُ الْحَقُّ بھی فرمایا جا چکا ہے۔

اِنَّهٗ یَعْلَمُ الْجَهْرَ مِنَ الْقَوْلِ۔ وہ تمہاری علانیہ باتیں جانتا ہے جو تم طعن دیتے ہو۔

وَیَعْلَمُ مَا تَكْتُمُوْنَ۔ وہ تمہاری خفیہ باتیں بھی جانتا ہے۔

وَاِنْ اَدْرِیْ۔ یہاں بھی اِنْ نافیہ ہے اور اَدْرِیْ بمعنی درایت ہے لَعَلَّهٗ فِتْنَةٌ لَّكُمْ شاید تمہارا حسد و عناد تمہارے امتحان میں ہو۔

اس کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم بارگاہ حق عزوجل میں عرض پیرا ہیں جس کا ذکر ہے۔

قٰلَ رَبِّ احْكُمْ۔ عرض کی اے میرے رب فیصلہ فرما دے حق حق اور میرے رب رحمٰن کی مدد درکار ہے تمہاری ان باتوں پر جو تم بناتے ہو۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ دعا قبول ہوئی اور بدر و حنین و احزاب میں وہ مبتلائے عذاب ہوئے۔

سُوْرَةُ الْحَجّ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

بامحاورہ ترجمہ پہلا رکوع - سورۂ حج - پ ۱۷

يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمْ ۚ اِنَّ زَلْزَلَةَ السَّاعَةِ شَیْءٌ عَظِیْمٌ ①

اے لوگو! ڈرو اپنے رب سے بے شک قیامت کا زلزلہ بڑی زبردست چیز ہے

يَوْمَ تَرَوْنَهَا تَذْهَلُ كُلُّ مُرْضِعَةٍ عَمَّاۤ اَرْضَعَتْ وَ تَضَعُ كُلُّ ذَاتِ حَمْلٍ حَمْلَهَا وَ تَرَى النَّاسَ سُكٰرٰى وَ مَا هُمْ بِسُكٰرٰى وَ لٰكِنَّ عَذَابَ اللّٰهِ شَدِیْدٌ ②

جس دن تم اسے دیکھو گے ہر دودھ پلانے والی اپنے دودھ پیتے کو بھول جائے گی اور ہر حمل والی اپنا حمل ڈال دے گی اور تو لوگوں کو دیکھے گا نشہ میں اور وہ نشہ میں نہ ہوں گے لیکن عذاب اللہ کا سخت ہوگا

وَ مِنَ النَّاسِ مَنْ یُّجَادِلُ فِی اللّٰهِ بِغَیْرِ عِلْمٍ وَّ یَتَّبِعُ كُلَّ شَیْطٰنٍ مَّرِیْدٍ ۙ③

اور بعض لوگ وہ ہیں جو اللہ کے معاملہ میں جھگڑتے ہیں بغیر علم کے اور متبع ہوتے ہیں ہر شیطان سرکش کے

كُتِبَ عَلَیْهِ اَنَّهٗ مَنْ تَوَلَّاهُ فَاَنَّهٗ یُضِلُّهٗ وَ یَهْدِیْهِ اِلٰى عَذَابِ السَّعِیْرِ ④

لکھ دیا اس پر جو اس سے دوستی کرے گا تو وہ ضرور اسے گمراہ کردے گا اور ہدایت کرے گا طرف عذاب جہنم کے

یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ اِنْ كُنْتُمْ فِیْ رَیْبٍ مِّنَ الْبَعْثِ فَاِنَّا خَلَقْنٰكُمْ مِّنْ تُرَابٍ ثُمَّ مِنْ نُّطْفَةٍ ثُمَّ مِنْ عَلَقَةٍ ثُمَّ مِنْ مُّضْغَةٍ مُّخَلَّقَةٍ وَّ غَیْرِ مُخَلَّقَةٍ لِّنُبَیِّنَ لَكُمْ ؕ وَ نُقِرُّ فِی الْاَرْحَامِ مَا نَشَآءُ اِلٰۤى اَجَلٍ مُّسَمًّى ثُمَّ نُخْرِجُكُمْ طِفْلًا ثُمَّ لِتَبْلُغُوْۤا اَشُدَّكُمْ ۚ وَ مِنْكُمْ مَّنْ یُّتَوَفّٰى وَ مِنْكُمْ مَّنْ یُّرَدُّ اِلٰۤى اَرْذَلِ الْعُمُرِ لِكَیْلَا یَعْلَمَ مِنْۢ بَعْدِ عِلْمٍ شَیْــٴًـا ؕ وَ تَرَى الْاَرْضَ هَامِدَةً فَاِذَاۤ اَنْزَلْنَا عَلَیْهَا الْمَآءَ اهْتَزَّتْ وَ رَبَتْ وَ اَنْۢبَتَتْ مِنْ كُلِّ زَوْجٍۭ بَهِیْجٍ ⑤

اے لوگو! اگر ہو تم شک میں مر کر اٹھنے سے تو ہم نے تمہیں پیدا کیا مٹی سے پھر پانی کی بوند سے پھر خون کی پھٹک سے پھر گوشت کی بوٹی سے نقشہ بنی اور بغیر نقشہ بنی تاکہ ہم ظاہر کریں تمہیں اپنی نشانیاں اور ہم ٹھہرائے رکھتے ہیں رحموں میں جو چاہیں ایک مقرر میعاد تک پھر نکالتے ہیں ہم تمہیں بچہ پھر تاکہ پہنچو تم اپنی جوانی کو اور تم میں سے وہ ہے جو مر جاتا ہے اور تم میں سے وہ ہے جو ڈالا جاتا ہے ذلیل عمر کی طرف تاکہ نہ جانے کچھ جاننے کے بعد اور دیکھے تو زمین کی طرف کہ مرجھائی ہوئی ہے تو جب اتارا ہم نے اس پر پانی تروتازہ ہوئی اور ابھر آئی اور اگا لائی ہر جوڑا رونق والا

ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ هُوَ الْحَقُّ وَ اَنَّهٗ یُحْیِ الْمَوْتٰى وَ اَنَّهٗ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ۙ⑥

یہ اس لئے کہ اللہ ہی حق ہے اور یہ کہ وہ زندہ کرے گا مردے اور یہ کہ وہ سب کچھ کرسکتا ہے

وَّ اَنَّ السَّاعَةَ اٰتِیَةٌ لَّا رَیْبَ فِیْهَا ۙ وَ اَنَّ اللّٰهَ

اور یہ کہ قیامت آنے والی ہے اس میں کچھ شک نہیں اور

یَّبْعَثُ مَنْ فِی الْقُبُوْرِ ۝۷

یہ کہ اللہ اٹھائے گا اسے جو قبروں میں ہے

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ یُّجَادِلُ فِی اللّٰهِ بِغَیْرِ عِلْمٍ وَّلَا هُدًی وَّلَا كِتٰبٍ مُّنِیْرٍ ۝۸

اور بعض آدمی وہ ہیں جو جھگڑتے ہیں اللہ کے بارے میں بغیر علم کے اور نہ کوئی دلیل کے اور نہ روشن نوشتہ کے

ثَانِیَ عِطْفِهٖ لِیُضِلَّ عَنْ سَبِیْلِ اللّٰهِ ؕ لَهٗ فِی الدُّنْیَا خِزْیٌ وَّ نُذِیْقُهٗ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ عَذَابَ الْحَرِیْقِ ۝۹

کندھے پھیرے ہوئے تا کہ اللہ کی راہ سے گمراہ ہو اس کے لئے دنیا میں رسوائی ہے اور چکھائیں ہم اسے قیامت کے دن عذاب آگ کا

ذٰلِكَ بِمَا قَدَّمَتْ یَدٰكَ وَ اَنَّ اللّٰهَ لَیْسَ بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِیْدِ ۝۱۰ؒ

یہ اس کا بدلہ ہے جو تیرے ہاتھوں نے بھیجا اور اللہ بندوں پر ظلم نہیں کرتا

حل لغات پہلا رکوع - سورۂ حج - پ ۱۷

یٰٓاَ۔اے	اَیُّھَا۔تمام	النَّاسُ۔لوگو	اتَّقُوْا۔ڈرو
رَبَّکُمْ۔اپنے رب سے	اِنَّ۔بےشک	زَلْزَلَةَ۔زلزلہ	السَّاعَةِ۔قیامت کا
شَیْءٌ۔چیز ہے	عَظِیْمٌ۔بہت بڑی	یَوْمَ۔جس دن	تَرَوْنَهَا۔دیکھو گے تم اس کو
تَذْهَلُ۔بھول جائے گی	كُلُّ۔ہر ایک	مُرْضِعَةٍ۔دودھ پلانے والی	عَمَّآ۔جس کو
اَرْضَعَتْ۔دودھ پلایا	وَ۔اور	تَضَعُ۔گرجائے گا	كُلُّ۔ہر ایک
ذَاتِ حَمْلٍ۔حمل والی	حَمْلَهَا۔اپنا حمل	وَ۔اور	تَرَی۔دیکھے گا تو
النَّاسَ۔لوگوں کو	سُكٰرٰی۔نشہ میں	وَ۔اور	مَا۔نہیں
هُمْ۔ہوں گے وہ	بِسُكٰرٰی۔نشہ میں	وَ۔اور	لٰكِنَّ۔لیکن
عَذَابَ۔عذاب	اللّٰهِ۔اللہ کا	شَدِیْدٌ۔سخت ہے	وَ۔اور
مِنَ النَّاسِ۔کچھ لوگ	مَنْ۔وہ ہیں	یُّجَادِلُ۔جو جھگڑتا ہے	فِی۔بیچ
اللّٰهِ۔اللہ کے	بِغَیْرِ۔بغیر	عِلْمٍ۔علم کے	وَّ۔اور
یَتَّبِعُ۔پیروی کرتا ہے	كُلَّ۔ہر ایک	شَیْطٰنٍ۔شیطان	مَّرِیْدٍ۔مردود
كُتِبَ۔لکھا گیا ہے	عَلَیْهِ۔اس پر	اَنَّهٗ۔کہ بےشک وہ	مَنْ۔جس سے
تَوَلَّاهُ۔دوستی کرے گا	فَاَنَّهٗ۔تو یقیناً وہ	یُضِلُّهٗ۔اسے گمراہ کرے گا	وَ۔اور
یَهْدِیْهِ۔راہ دکھائے گا اسے	اِلٰی۔طرف	عَذَابِ۔عذاب	السَّعِیْرِ۔دوزخ کی
یٰٓاَ۔اے	اَیُّھَا۔تمام	النَّاسُ۔لوگو	اِنْ۔اگر
كُنْتُمْ۔ہو تم	فِیْ۔بیچ	رَیْبٍ۔شک کے	مِّنَ الْبَعْثِ۔اٹھنے سے
فَاِنَّا۔تو ہم نے	خَلَقْنٰكُمْ۔پیدا کیا تم کو	مِّنْ تُرَابٍ۔مٹی سے	

ثُمَّ مِنْ۔ پھر　نُّطْفَةٍ۔ نطفہ سے　ثُمَّ۔ پھر　مِنْ عَلَقَةٍ۔ جمے ہوئے
خون سے　ثُمَّ۔ پھر　مِنْ مُّضْغَةٍ۔ گوشت کے لوتھڑے سے
مُّخَلَّقَةٍ۔ نقشہ بنے ہوئے　وَّ۔ اور　غَيْرِ۔ نہ　مُخَلَّقَةٍ۔ نقشہ بنے
لِّنُبَيِّنَ۔ تاکہ بیان کریں ہم　لَكُمْ۔ تمہارے لئے　وَ۔ اور　نُقِرُّ۔ ٹھہراتے ہیں ہم
فِي۔ بیچ　الْاَرْحَامِ۔ رحموں کے　مَا۔ جو　نَشَآءُ۔ ہم چاہیں
اِلٰٓى۔ طرف　اَجَلٍ۔ مدت　مُّسَمًّى۔ مقرر کے　ثُمَّ۔ پھر
نُخْرِجُكُمْ۔ نکالتے ہیں ہم تمہیں　طِفْلًا۔ بچہ　ثُمَّ۔ پھر
لِتَبْلُغُوْٓا۔ تاکہ تم پہنچو　اَشُدَّ۔ جوانی　كُمْ۔ اپنی کو　وَ۔ اور
مِنْكُمْ۔ بعض تم سے　مَّنْ۔ وہ ہے　يُّتَوَفّٰى۔ جو فوت کیا جاتا ہے　وَ۔ اور
مِنْكُمْ۔ بعض تم سے　مَّنْ۔ وہ ہے جو　يُّرَدُّ۔ لوٹایا جاتا ہے　اِلٰٓى۔ طرف
اَرْذَلِ۔ نکمی　الْعُمُرِ۔ عمر کے　لِكَيْلَا۔ تاکہ نہ　يَعْلَمَ۔ جانے
مِنْۢ بَعْدِ۔ بعد　عِلْمٍ۔ جاننے کے　شَيْــًٔا۔ کچھ بھی　وَ۔ اور
تَرَى۔ دیکھتا ہے　الْاَرْضَ۔ زمین کو　هَامِدَةً۔ مرجھائی ہوئی　فَاِذَآ۔ پھر جب
اَنْزَلْنَا۔ اتارتے ہیں ہم　عَلَيْهَا۔ اس پر　الْمَآءَ۔ پانی　اهْتَزَّتْ۔ تو حرکت کرتی ہے
وَ۔ اور　رَبَتْ۔ بڑھتی ہے　وَ۔ اور　اَنْۢبَتَتْ۔ اگاتی ہے
مِنْ كُلِّ۔ ہر ایک　زَوْجٍۢ۔ جوڑا　بَهِيْجٍ۔ بارونق　ذٰلِكَ۔ یہ
بِاَنَّ۔ اس لئے ہے کہ　اللّٰهَ۔ اللہ　هُوَ۔ وہی ہے　الْحَقُّ۔ سچا
وَ۔ اور　اَنَّهٗ۔ بے شک وہ　يُحْيِ۔ زندہ کرتا ہے　الْمَوْتٰى۔ مردوں کو
وَ۔ اور　اَنَّهٗ۔ بے شک وہ　عَلٰى۔ اوپر　كُلِّ۔ ہر
شَيْءٍ۔ چیز کے　قَدِيْرٌ۔ قادر ہے　وَ۔ اور　اَنَّ۔ بے شک
السَّاعَةَ۔ قیامت　اٰتِيَةٌ۔ آنے والی ہے　لَّا۔ نہیں　رَيْبَ۔ شک
فِيْهَا۔ اس میں　وَ۔ اور　اَنَّ۔ بے شک　اللّٰهَ۔ اللہ
يَبْعَثُ۔ اٹھائے گا　مَنْ۔ ان کو جو　فِي۔ بیچ　الْقُبُوْرِ۔ قبروں کے ہے
وَ۔ اور　مِنَ النَّاسِ۔ بعض لوگ　مَنْ۔ وہ ہے جو　يُّجَادِلُ۔ جھگڑتا ہے
فِي۔ بیچ　اللّٰهِ۔ اللہ کے　بِغَيْرِ۔ بغیر　عِلْمٍ۔ علم کے
وَ۔ اور　لَا۔ نہ　هُدًى۔ ہدایت کے　وَ۔ اور
لَا۔ نہ　كِتٰبٍ۔ کتاب　مُّنِيْرٍ۔ روشن کے　ثَانِيَ۔ پھیرنے والا
عِطْفِهٖ۔ اپنے پہلو کو　لِيُضِلَّ۔ تاکہ گمراہ کرے　عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ۔ اللہ کے رستہ سے

لَهٗ۔اس کے لئے	فِی۔بیچ	الدُّنْیَا۔دنیا کے	خِزْیٌ۔خواری ہے
وَّ۔اور	نُذِیْقُهٗ۔چکھائیں گے ہم اسے		یَوْمَ۔دن
الْقِیٰمَةِ۔قیامت کے	عَذَابَ۔عذاب	الْحَرِیْقِ۔جلنے کا	ذٰلِكَ۔یہ
بِمَا۔بدلہ اس کا ہے جو	قَدَّمَتْ۔آگے بھیجا	یَدٰكَ۔تیرے ہاتھ نے	وَ۔اور
اَنَّ۔بے شک	اللّٰهَ۔اللہ	لَیْسَ۔نہیں ہے	بِظَلَّامٍ۔ظلم کرنے والا
لِّلْعَبِیْدِ۔بندوں پر			

خلاصہ تفسیر پہلا رکوع۔سورۂ حج۔پ ۱۷

بقول ابن عباس رضی اللہ عنہما اور مجاہد رضی اللہ عنہ یہ سورۃ مکیہ ہے اس میں چند آیتیں مکی نہیں ہیں جو ھٰذٰنِ خَصْمٰنِ سے شروع ہوتی ہیں۔

اس سورۃ میں دس رکوع ۷۸ آیتیں ایک ہزار دوسوا کانوے کلمات اور پانچ ہزار پچھتر حروف ہیں۔

اَخْرَجَ ابْنُ مَرْدَوَیْهِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ وَ ابْنِ الزُّبَیْرِ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمْ اَنَّهَا نَزَلَتْ بِالْمَدِیْنَةِ۔حضرت ابن عباس اور ابن زبیر رضی اللہ عنہم کہتے ہیں کہ یہ سورۃ مدینہ میں نازل ہوئی اور یہی قول ضحاک رحمہ اللہ کا ہے۔

وَ قِیْلَ کُلُّهَا مَکِّیَّةٌ۔ایک قول ہے کہ تمام سورۃ مکیہ ہے۔

وَ اَخْرَجَ اَبُوْ جَعْفَرِنِ النَّحَّاسُ عَنْ مُجَاهِدٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّهَا مَکِّیَّةٌ سِوٰی ثَلٰثِ اٰیٰتٍ۔ایک قول ہے سوا تین آیات کے تمام سورت مکیہ ہے وہ تین آیتیں ھٰذٰنِ خَصْمٰنِ سے شروع ہیں۔یہ آیتیں مدینہ میں نازل ہوئیں۔

اور بقول ابن عباس رضی اللہ عنہما چار آیتیں ھٰذٰنِ خَصْمٰنِ سے۔عَذَابَ الْحَرِیْقِ تک مکی نہیں ہیں۔

وَاَخْرَجَ ابْنُ الْمُنْذِرِ عَنْ قَتَادَةَ اَنَّهَا مَدَنِیَّةٌ غَیْرَ اَرْبَعِ اٰیٰتٍ۔ وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ سے عَذَابُ یَوْمٍ عَقِیْمٍ تک یہ مکیہ ہیں۔

وَاَصَحُّ الْقَوْلِ اَنَّهَا مُخْتَلَطَةٌ فِیْهَا مَدَنِیٌّ وَ مَکِّیٌّ وَاِنِ اخْتُلِفَ فِی التَّعْیِیْنِ وَهُوَ قَوْلُ الْجُمْهُوْرِ وَعَدَدُ اٰیٰتِهَا ثَمَانٌ وَّ تِسْعُوْنَ فِی الْکُوْفِیِّ وَسَبْعٌ وَّتِسْعُوْنَ فِی الْمَکِّیِّ وَ خَمْسٌ وَّ تِسْعُوْنَ فِی الْبَصْرِیِّ وَ اَرْبَعٌ وَّ تِسْعُوْنَ فِی الشَّامِیِّ۔

اصح قول یہ ہے کہ اس میں آیات مختلط ہیں۔مدنی بھی ہیں اور مکی بھی ہیں اور ان کی تعیین میں اختلاف ہے یہی جمہور کا قول ہے۔

اور ان کی گنتی یوں کی گئی کہ ۹۸ آیات کوفی ہیں۔

۹۷ آیات مکی ہیں۔

۹۵ آیات بصری ہیں۔

۹۴ آیات شامی ہیں۔

اس کے فضائل میں احمد، ابوداؤد، ترمذی، ابن مردویہ، بیہقی اپنی سنن میں عقبہ بن عامر سے راوی ہیں کہ قَالَ قُلْتُ یَا

رَسُوْلَ اللّٰہِ اَفُضِّلَتْ سُوْرَۃُ الْحَجِّ عَلٰی سَائِرِ الْقُرْاٰنِ بِسَجْدَتَیْنِ قَالَ نَعَمْ فَمَنْ لَمْ یَسْجُدْ لَھُمَا فَلَا تَقْرَأْ ھُمَا۔ ابن عامر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ سورۃ حج تمام قرآن کریم میں دو سجدوں کے ساتھ فضیلت دی گئی ہے فرمایا ہاں تو جو دو سجدے نہ کرے وہ اس سورۃ کو نہ پڑھے۔

20B

وَالرِّوَایَاتُ فِیْ اَنَّ فِیْھَا سَجْدَتَیْنِ مُتَعَدِّدَۃٌ مَّذْکُوْرَۃٌ فِی الدُّرِّ الْمَنْثُوْرِ۔ دو سجدوں کی روایات درمنثور نے بھی بیان کی ہیں۔

مگر ابن ابی شیبہ نے عربان المجاشعی کی روایت میں ابن عباس سے کہا فِی الْحَجِّ سَجْدَۃٌ وَّاحِدَۃٌ وَھِیَ الْاَوَّلُ۔ اس کا پہلا سجدہ وَمَنْ یُّھِنِ اللّٰہُ فَمَالَہٗ مِنْ مُّکْرِمٍ والا سجدہ ہی احناف کی تحقیق میں ہے۔ اور آخری سجدہ یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا ارْکَعُوْا وَاسْجُدُوْا وَاعْبُدُوْا رَبَّکُمْ یہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کی تحقیق میں ہے احناف کے یہاں ثابت نہیں۔

خلاصہ تفسیر پہلا رکوع - سورۂ حج - پ ۱۷

علامہ قرطبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس سورۂ مبارکہ میں علوم خمسہ مذکور ہیں:

۱- آفرینش عالم کا بھی ذکر ہے۔

۲- معاد کا بھی بیان ہے۔

۳- احکام میں واقعات امم سابقہ کے عذاب وثواب کا بھی ذکر ہے۔

۴- مسئلہ رسالت بھی اس میں واضح کیا گیا ہے۔

۵- احکام بھی مذکور ہیں۔

ابن مبارک اور امام شافعی احمد واسحاق رحمہم اللہ کے نزدیک اس سورہ مبارکہ کے دونوں سجدے کرنے لازم ہیں۔ ابن عباس اور ابرہیم اور نخعی اور حضرت سفیان ثوری اور امام ہمام ابوحنیفہ النعمان رضی اللہ عنہم فرماتے ہیں کہ اس سورۂ مبارکہ میں پہلا سجدہ ہی ہے۔

سورۂ انبیاء کے خاتمہ پر مسئلہ معاد کا ذکر ہوا تھا۔ اس سورۂ مبارکہ میں اس سے ابتدا فرمائی گئی تا کہ انسان تقویٰ اور خدا ترسی اور عبادت کی طرف راغب ہو۔ اور اپنے دل میں خوف خدا پیدا کرے۔

اور جن انبیاء علیہم السلام کا تذکرہ سورہ انبیاء میں ہوا۔ سورہ حج کا بیان پڑھ کر اس کی تصدیق اور ان کی پیروی کرنے کی طرف رغبت پیدا ہو۔

اس لئے کہ دار آخرت کا مسئلہ اور اس عِلم کے مفید ومضر کام بغیر انبیاء کرام معلوم نہیں ہو سکتے۔

چنانچہ اس سورۃ میں اول ہی اس ہولناک واقعہ کی خبر ایک ہیبت ناک عنوان سے بیان فرمائی اور بیان سے قبل اللہ عزوجل سے ڈرنے کا حکم دیا اور فرمایا۔

"یٰٓاَیُّھَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّکُمْ۔ اے لوگوں اپنے رب سے ڈرو۔"

یہاں لفظ رب کا مقتضیٰ یہ ہے کہ اس مربی حقیقی سے ڈرنا اور اس کی اطاعت کرنا بندے پر لازم ہے جو ہر آن اور ہر لحظہ ہمارا رب ہے۔ اور ایک دن ہولناک آنے والا ہے اس کا تصور رکھتے ہوئے بھی ہمیں تقویٰ طہارت اور اطاعت کرنی لازم

ہے گویا

''اِنَّ زَلْزَلَةَ السَّاعَةِ شَيْءٌ عَظِيْمٌ۔ بے شک قیامت کا زلزلہ بہت بڑی چیز ہے'' سے یہ امر واضح ہوتا ہے کہ اس ہیبت ناک زلزلہ ساعت سے اگر کوئی امان کا ذریعہ ہے تو وہ تقویٰ ہی ہے۔

اس کے بعد ارشاد ہوا کہ یہ زلزلہ کس دن ہوگا اور لوگوں کا اس سے کیا حال ہوگا۔ جو يَوْمَ تَرَوْنَهَا سے شروع ہے جس میں بتایا کہ

اس روز حاملہ عورتوں کے حمل گر جائیں گے۔

اس روز دودھ پلانے والیاں باوجود اس کے کہ بچہ سے محبت خاص رکھتی ہیں لیکن اس پریشانی اور سراسیمگی و بدحواسی کی وجہ میں انہیں فراموش کردیں گی۔

اور لوگ اس سے متوحش ہو کر ایسے ہو جائیں گے جیسے بدمست نشہ والے ہوتے ہیں حالانکہ وہ نشہ نہ ہوگا بلکہ عذاب الٰہی عزوجل ہوگا۔

یہ کس دن ہوگا۔ فرمایا قیامت کے دن ہوگا۔ اور قیامت کب ہوگی جس دن صور پھونکا جائے گا۔

اور پہاڑ ایسے اڑتے ہوں گے جیسے روئی کے گالے۔

اور زمین لرز جائے گی۔

ہر ایک اپنی اپنی پریشانی میں ہوگا۔ سب آپا دھاپی میں بدحواس ہوں گے۔

اس سے قبل اہل ایمان میں سے روئے زمین پر کوئی باقی نہ رہے گا۔

شرار الناس، اشرار بدکردار ناہنجار ہی باقی رہ جائیں گے جو اس زلزلہ عظیم کا نقشہ دیکھیں گے۔

اس پر تمام دنیا نابود ہو جائے گی پھر نفخہ صور ثانی سے سب ایک جدید عالم کی شکل میں پیدا ہوں گے نیا آسمان نئی زمین بنے گی لوگ جی اٹھیں گے اور حشر برپا ہوگا اس حال کے متعلق

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يُّجَادِلُ فِي اللّٰهِ۔ مشرکین مکہ اور بعض بے ایمان اس معاملہ میں جھگڑتے ہیں کہ ایسا کیوں کر ہوگا اور جھگڑا کرنے والا جاہل ہے اس کے پاس اس کے ابطال پر کوئی بھی دلیل نہیں ہے۔ وہ محض توسوس شیطانی کا شکار ہے۔

ابن ابی حاتم ابی مالک سے راوی ہیں کہ یہ آیت کریمہ نضر بن حارث کے متعلق نازل ہوئی کہ وہ امر الٰہی اور قیامت کے متعلق جاہلانہ بحث وتمحیص کرتا اور قیامت سے انکار کرنے میں مصر تھا چنانچہ فرمایا:

وَّيَتَّبِعُ كُلَّ شَيْطٰنٍ مَّرِيْدٍ۔ کہ وہ شیطان سرکش کی پیروی میں مردود بارگاہ ہو چکا ہے اور اس حکم میں گمراہ اور گمراہ کنندہ سب داخل ہیں۔

اور ۲۱ سے یہ بھی واضح ہوا کہ اتباع شیطانی کا نتیجہ جہنم ہے اور اس سے جہنم کی راہ کی طرف ہی ہدایت ہوتی ہے۔

اس کے بعد اللہ تعالیٰ قیامت کے قائم ہونے پر دو دلیلیں قائم فرماتا ہے:

(۱) پہلی دلیل يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اِنْ كُنْتُمْ فِيْ رَيْبٍ مِّنَ الْبَعْثِ فَاِنَّا خَلَقْنٰكُمْ مِّنْ تُرَابٍ ثُمَّ مِنْ نُّطْفَةٍ الخ۔ اے غفلت شعارو اگر شک میں ہو اس میں کہ مر کر کیسے اٹھو گے تو ہم نے تمہیں مٹی بے جان سے پیدا کیا پھر قطرۂ منی سے بنایا اور وہ

غذاؤں سے بنتا ہے اور غذائیں مٹی سے پیدا ہوتی ہیں۔

پھر وہی نطفہ جو درحقیقت مٹی سے بنا اسے ہم نے خون کی پھٹک کی شکل دی پھر اس پھٹک کو ہم نے گوشت کیا پھر اس سے جس کو جیسا چاہا بنایا کسی کو ناقص الاعضاء بنایا اور کسی کو صحیح وسالم۔

غیر مخلقہ کے معنی یہ بھی ہو سکتے ہیں کہ اس مضغہ کا اخراج کر دیا جسے اسقاط کہتے ہیں اور مخلقہ کے معنی یہ کہ مکمل بنا کر پیدا کیا تو اصل تم سب کی مٹی ہی ہوئی۔

اس سے تم پر اظہر من الشمس ہو گیا کہ یہ ہماری کمال صنعت کا کرشمہ ہے۔

ہم نے طبیعت کو آلہ بنایا جس نے باختلاف حال اس مٹی سے بنے ہوئے نطفہ، خون، مضغہ سے کسی حصہ کو ہڈی کے لئے چھانٹا کسی کو اعصاب کے لئے کسی حصہ کو سر کے لئے کسی کو ہاتھ کے لئے غرضکہ آنکھ، ناک، کان وغیرہ بنا کر اسے مکمل بچہ کر کے شکم مادر سے باہر لائے۔ پھر ہماری ہی قدرت کے ماتحت وہ بچہ رہ کر ختم ہو کر یا جوان ہو کر یا ارذل عمر تک پہنچ کر بہر حال اسے مرنا اور مٹی میں ملنا ضروری ہے۔ تو جو قادر علی الاطلاق ان تمام کیفیات کی قدرت رکھتا ہے اسے تمارے رمیم وحمیم بن جانے کے بعد پھر زندہ کر دینا کیوں خلاف عقل ہے۔

(۲) دوسری دلیل وَتَرَى الْأَرْضَ هَامِدَةً الخ۔ تو دیکھتا ہے کہ زمین خشک بنجر ہوتی ہے اسے ہم اپنی قدرت سے سرسبز و شاداب کر دیتے ہیں۔ چند بوند پانی برسا کر خاک اڑانے والی زمین لہلہا اٹھتی ہے۔ گونا گوں جڑی بوٹیاں پھول اور پھل دینے لگتی ہے۔

تو کیا ہم ماء الحیات برسا کر انسان کو نباتات کی طرح دوبارہ پیدا نہیں کر سکتے اس کے بعد پھر انہیں بے ہودہ کالانعام کے مجادلہ اور ہٹ دھرمی کا جواب دیا گیا اور ارشاد ہوا:

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يُّجَادِلُ فِي اللّٰهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ وَّلَا هُدًى وَّلَا كِتٰبٍ مُّنِيْرٍ ﴿۸﴾ ثَانِيَ عِطْفِهٖ لِيُضِلَّ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ۔ یہ آیتیں نضر بن حارث اور ابو جہل کے متعلق اتریں۔ گویا یہ بتایا کہ انسان کسی مقصد پر جو حجت قائم کرتا ہے یا کوئی عقیدہ دل میں جماتا ہے تو وہ یا تو علم بدیہیات کے ذریعہ اس پر جمتا ہے یا استدلال ونظر سے مضبوط ہوتا ہے یا وحی والہام سے۔

پھر اگر تینوں ذریعہ اس کے پاس نہ ہوں اور وہ کسی امر میں جھگڑے تو یہ جہالت خالص اور محض نادانی ہے چنانچہ قرآن کریم میں مَنْ يُّجَادِلُ فِي اللّٰهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ فرما کر بدیہیات کے ذریعہ کا رد فرمایا اور وَّلَا هُدًى فرما کر نظریات کے ذریعہ کا فقدان ظاہر کیا اور وَلَا كِتٰبٍ مُّنِيْرٍ فرما کر الہام حق اور وحی سے انہیں محروم بتایا۔

پھر فرمایا جب ہر سہ ذرائع انہیں حاصل نہیں تو ان کا یہ انکار بے دلیل محض تکبر ونخوت حسد وعناد سے تھا۔ چنانچہ ثَانِيَ عِطْفِهٖ لِيُضِلَّ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ارشاد ہوا اس لئے کہ

ثَنَى الْعِطْفَ۔ محاورہ عربی میں تکبر اور عناد کے معنی میں مستعمل ہے پھر فرمایا اس تکبر ونخوت کی سزا کیا ہے۔

لَهُمْ فِي الدُّنْيَا خِزْيٌ۔ انہیں اللہ تعالیٰ دنیا میں بھی ذلیل ورسوا کرے گا۔

چنانچہ نضر بن حارث اور ابو جہل کس ذلت سے غزوۂ بدر میں کتوں کی طرح مارے گئے اور مرداروں کی طرح ان کی نعشیں قلیب بدر میں ڈلوادی گئیں۔ اسی طرح بقیہ سرکش بھی ذلیل ہوں گے اور پھر اسی پر بس نہیں ہو جائے گی بلکہ

وَنُذِيقُهُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ عَذَابَ الْحَرِيْقِ۔ قیامت کے دن بھی عذاب جہنم ہوگا۔

اور یہ ان کے کرتوتوں کی سزا ہے اور اللہ تعالیٰ کسی پر ظلم نہیں فرماتا۔

مختصر تفسیر اردو پہلا رکوع - سورہ حج - پ ۱۷

"یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمْ ۚ اِنَّ زَلْزَلَةَ السَّاعَةِ شَیْءٌ عَظِیْمٌ۔ اے لوگو ڈرو اپنے رب سے بے شک زلزلہ قیامت زبردست شے ہے۔

صاحب تفسیر نسفی رحمہ اللہ جلد ثالث میں آیت کریمہ کے ماتحت فرماتے ہیں:

اَمَرَ بَنِیْ اٰدَمَ بِالتَّقْوٰی ثُمَّ عَلَّلَ وُجُوْبَهَا عَلَیْهِمْ بِذِکْرِ السَّاعَةِ وَوَصَفَهَا بِاَهْوَلِ صِفَةٍ بِقَوْلِهٖ اِنَّ زَلْزَلَةَ السَّاعَةِ شَیْءٌ عَظِیْمٌ لِیَنْظُرُوْا اِلٰی تِلْکَ الصِّفَةِ بِبَصَائِرِ هِمْ وَ یَتَصَوَّرُوْهَا بِعُقُوْلِهِمْ۔ الخ

بنی آدم کو مخاطب فرما کر تقویٰ کا حکم دیا بعد اس کے وجوب کی علت ذکر ساعت اور اس کی ہولناکی کے ظاہر کرنے کے اور فرمایا بے شک قیامت کا زلزلہ زبردست شے ہے اور اس سے نجات سوائے تقویٰ کے کسی سے نہیں ہو سکتی۔

آلوسی رحمہ اللہ فرماتے ہیں وَالْمَاْمُوْرُبِهِ التَّقْوٰی هُوَ التَّجَنُّبُ عَنْ کُلِّ مَا یُؤْثِمُ مِنْ فِعْلٍ وَ تَرْکٍ۔ اس میں تقویٰ کے ساتھ بندے کو مامور کیا ہے مطلقاً اور تقویٰ نام ہے ہر گناہ سے تجنب کرنے کا۔

اور یہ زلزلہ بقول ابن عباس رضی اللہ عنہما نفخہ ثانیہ کے بعد ہوگا اس پر ایک طویل حدیث روح المعانی نے نقل کی۔

اَخْرَجَ اَحْمَدُ وَ سَعِیْدُ بْنُ مَنْصُوْرٍ وَ عَبْدُ بْنُ حُمَیْدٍ وَالنَّسَآئِیُّ وَالتِّرْمِذِیُّ وَالْحَاکِمُ وَصَحَّحَاهُ عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَیْنٍ قَالَ لَمَّا نَزَلَتْ یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمْ ۚ اِنَّ زَلْزَلَةَ السَّاعَةِ شَیْءٌ عَظِیْمٌ (الی) وَلٰکِنَّ عَذَابَ اللّٰهِ شَدِیْدٌ کَانَ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فِیْ سَفَرٍ (وَذَالِکَ فِیْ غَزْوَةِ بَنِی الْمُصْطَلَقِ) فَقَالَ اَتَدْرُوْنَ اَیَّ یَوْمٍ ذَالِکَ قَالُوا اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ اَعْلَمُ قَالَ ذَالِکَ یَوْمٌ یَقُوْلُ اللّٰهُ لِاٰدَمَ عَلَیْهِ السَّلَامُ ابْعَثْ بَعْثَ النَّارِ قَالَ یَا رَبِّ مَا بَعْثُ النَّارِ قَالَ مِنْ کُلِّ اَلْفٍ تِسْعُ مِائَةٍ وَ تِسْعَةٌ وَ تِسْعِیْنَ اِلَی النَّارِ وَوَاحِدٌ اِلَی الْجَنَّةِ فَاَنْشَاَ الْمُسْلِمُوْنَ یَبْکُوْنَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَارِبُوْا وَسَدِّدُوْا وَاَبْشِرُوْا فَاِنَّهَا لَمْ تَکُنْ نُبُوَّةٌ قَطُّ اِلَّا کَانَ بَیْنَ یَدَیْهَا جَاهِلِیَّةٌ فَتُؤْخَذُ الْعِدَّةُ مِنَ الْجَاهِلِیَّةِ فَاِنْ تَمَّتْ وَاِلَّا کُمِّلَتْ مِنَ الْمُنَافِقِیْنَ وَمَا مِثْلُکُمْ فِی الْاُمَمِ اِلَّا کَمِثْلِ الرَّقْمَةِ فِیْ ذِرَاعِ الدَّابَّةِ اَوْ کَالشَّامَّةِ فِیْ جَنْبِ الْبَعِیْرِ ثُمَّ قَالَ اِنِّیْ لَاَرْجُوْ اَنْ تَکُوْنُوْا نِصْفَ اَهْلِ الْجَنَّةِ فَکَبَّرُوْا ثُمَّ قَالَ اِنِّیْ لَاَرْجُوْ اَنْ تَکُوْنُوْا ثُلُثَ اَهْلِ الْجَنَّةِ فَکَبَّرُوْا ثُمَّ قَالَ اِنِّیْ لَاَرْجُوْ اَنْ تَکُوْنُوْا نِصْفَ اَهْلِ الْجَنَّةِ فَکَبَّرُوْا قَالَ وَلَا اَدْرِیْ قَالَ الثُّلُثَیْنِ اَمْ لَا وَحَدِیْثُ الْبَعْثِ مَذْکُوْرٌ فِی الصَّحِیْحَیْنِ۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت تلاوت فرما کر فرمایا کیا تم سمجھتے ہو یہ دن کب ہوگا۔ صحابہ نے عرض کیا اللہ اور اس کا رسول ہی جانیں اور یہ واقعہ غزوۂ بنی مصطلق میں جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اس وقت کا ہے۔

تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ دن وہ ہوگا جس دن اللہ تعالیٰ آدم علیہ السلام کو فرمائے گا۔ کہ جہنم کی طرف بھیجو آدم عرض کریں گے الٰہی جہنم کی طرف کیا بھیجنا ہے ارشاد ہوگا ہر ہزار سے نوسو ننانوے جہنم میں اور ایک جنت میں تو لوگ رونا شروع

ہو گئے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نہ روؤ اور قریب آؤ اور بشارت سنو۔

نبوت کے زمانہ سے دوسری نبوت تک درمیانی درجہ جاہلیت کا ہوگا وہ لوگ اس شمار سے جہنم میں جائیں گے اور اگر ان سے پورے نہ ہوں گے تو منافقین کی گنتی سے پورے کئے جائیں گے۔

اور تمہاری مثل کسی امت میں نہ ہوں گے مگر مثل کوہان اونٹ یا اقل قلیل حصہ کے یا مثل پائین روخ اونٹ کے پھر فرمایا مجھے امید ہے کہ تم آدھے تمام جنتیوں سے ہو تو لوگوں نے نعرۂ تکبیر لگایا پھر فرمایا میں امید کرتا ہوں کہ تم ثلث اہل جنت سے ہو اس پر لوگوں نے تکبیر کہی۔

راوی کہتے ہیں میرا خیال نہیں کہ دو ثلث اہل جنت کا بھی فرمایا۔ یہ حدیث صحیحین وغیرہ میں ہے۔

اور زلزلہ کے متعلق بہت سی حدیثیں وارد ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ وہ قیامت کے قائم ہونے سے قبل ہی ہوگا۔

زلزلہ کیوں آتا ہے؟

اس کے علل واسباب کیا ہیں؟ عَلٰی مَا رُوِیَ اَنَّ فِی الْاَرْضِ عُرُوْقًا تُنْبٰی اِلٰی جَبَلِ قَافٍ وَ هِیَ بِیَدِ مَلَکٍ (وَتَحْدُثُ هٰذِهِ الْحَرْکَةُ بِتَحْرِیْکِ مَلِکٍ) فَاِذَا اَرَادَ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ اَمْرًا اَمَرَهٗ اَنْ یُّحَرِّکَ عِرْقًا فَاِذَا حَرَّکَهٗ زُلْزِلَتِ الْاَرْضُ۔

زمین میں رگیں ہیں جو کوہ قاف پر منتہی ہوتی ہیں اور وہ ایک فرشتہ کے ہاتھ میں ہیں اور یہ حرکت فرشتہ دیتا ہے جب اللہ تعالیٰ ارادہ فرماتا ہے تو اس فرشتہ کو حکم ہوتا ہے جب وہ اس رگ کو حرکت دیتا ہے تو اس سے زمین متزلزل ہو جاتی ہے۔

اور فلاسفہ کہتے ہیں کہ

جب بخارات زمین میں محتبس ہو کر غلیظ ہو جاتے ہیں اور وہ مجاری زمین سے بوجہ غلظت وتکاثف نہیں نکل سکتے تو زور دیتے ہیں اس وجہ میں زمین ہل جاتی ہے۔

اور کبھی ایسا ہوتا ہے کہ وہ بخارات شدید غلیظ ہو کر جب نکلتے ہیں تو زمین دھنس بھی جاتی ہے اور اس سے آگ بھی نکل آتی ہے بوجہ شدید حرکت ان بخارات میں آگ لگ جاتی ہے کیونکہ اکثر بخارات دھنیت سے مخروج ہو جاتے ہیں اور کبھی ان بخارات میں اتنی قوت ہوتی ہے کہ وہ شق ارض کو ہلا دیتی ہے تو اس سے خوفناک آواز پیدا ہوتی ہے۔

تو اسباب زلزلہ حدیث سے بھی واضح ہیں اور فلاسفہ کا جو خیال ہے وہ بھی واضح ہے اس پر علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں اِذَا صَحَّ حَدِیْثٌ فِیْ بَیَانِ سَبَبِ الزَّلْزَلَةِ لَا یَنْبَغِی الْعَدُوْلُ عَنْهُ۔ جب صحیح حدیث سے اسباب زلزلہ ثابت ہو گئے تو ہمیں اس سے انکار کرنا زیبا نہیں۔

وَاِلَّا فَلَابَاْسَ بِالْقَوْلِ بِرَاْیِ الْفَلَاسَفَةِ فِیْ ذَالِکَ وَهُوَ لَا یُنَافِی الْقَوْلَ بِالْفَاعِلِ الْمُخْتَارِ۔

اور فلاسفہ کے قول کے مان لینے میں بھی کوئی حرج نہیں اس لئے کہ وہ بھی منافی قدرت مختار علی الاطلاق نہیں ہے۔ آگے ارشاد ہے:

”یَوْمَ تَرَوْنَهَا تَذْهَلُ كُلُّ مُرْضِعَةٍ عَمَّآ اَرْضَعَتْ۔ وہ دن وہ ہوگا کہ تم اسے دیکھو گے کہ ہر دودھ پلانے والی

اپنے دودھ پیتے کو بھول جائے گی۔"

وَالذُّهُوْلُ شُغْلٌ يُوْرِثُ حُزْنًا وَّ نِسْيَانًا۔ ذہول محاورہ عربی میں ایسے از خود رفتگی کو کہتے ہیں جس سے غم کے ساتھ نسیان بھی غالب ہو۔

آیہ کریمہ میں يَوْمَ تَرَوْنَهَا کے مخاطب ناظر عالم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں تو اللہ تعالیٰ اس امر کا اظہار فرما رہا ہے کہ وہ دن جس دن زلزلہ قیامت آئے گا اس سے سراسیمگی و بدحواسی سب پر طاری و ساری ہوگی۔ لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اس سے مستثنیٰ ہوگی۔ چنانچہ صاحب تفسیر نسفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

وَتَرَى النَّاسَ أَيُّهَا النَّاظِرُ سُكَارٰى عَلَى التَّشْبِيْهِ لِمَا شَاهَدُوْا بَسَاطَ الْعِزَّةِ وَسَلْطَنَةَ الْجَبَرُوْتِ وَسَرَادِقَ الْكِبْرِيَآءِ حَتّٰى قَالَ كُلُّ نَبِيٍّ نَفْسِيْ نَفْسِيْ۔

اے ناظر آپ لوگوں کو دیکھیں گے نشہ میں جبکہ وہ تخت عزت اور سلطنت حق و جبروت اور سرادق کبریائی کا مشاہدہ کریں گے حتیٰ کہ ہر نبی کی زبان پر نفسی نفسی ہوگا۔ مگر وہ ناظر و شاہد و مبشر و نذیر اور داعی الی اللہ باذنہ وہ سراج منیر اس سے محفوظ رہ کر تمام حال ملاحظہ فرمائیں گے۔ اور جن پر وہ ذہول طاری و ساری ہوگا ان کا پھر یہ حال ہوگا کہ

"وَتَضَعُ كُلُّ ذَاتِ حَمْلٍ حَمْلَهَا وَتَرَى النَّاسَ سُكٰرٰى وَمَا هُمْ بِسُكٰرٰى وَلٰكِنَّ عَذَابَ اللّٰهِ شَدِيْدٌ۔ اور ہر حاملہ اپنا حمل ڈال دے گی اور آپ لوگوں کو دیکھیں گے نشہ میں اور وہ نشہ نہ ہوگا لیکن یہ کہ اللہ کا عذاب سخت ہوگا۔"

اس کی تفسیر میں آلوسی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اَیْ تُلْقِیْ ذَاتُ جَنِیْنٍ جَنِیْنَهَا لِغَیْرِ تَمَامٍ۔ یعنی حاملہ کے پیٹ کے نامکمل بچے بھی گر جائیں گے۔

ذات حمل کی تعریف قاموس میں یہ ہے: اَلْحَمْلُ مَا یُحْمَلُ فِی الْبَطْنِ مِنَ الْوَلَدِ جَمْعُهٗ حِمَالٌ وَّاَحْمَالٌ وَ حَمَلَتِ الْمَرْاَةُ۔ حمل اسی کو کہتے ہیں جو پیٹ میں اولاد کا رہنا ہوتا ہے اس کی جمع حمال اور احمال ہے اور حَمَلَتِ الْمَرْاَةُ کے معنی عورت کا حاملہ ہونا ہے۔

علامہ آلوسی رحمہ اللہ بھی وَتَرَى النَّاسَ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے مخاطبہ ہونا فرماتے ہیں۔

وَ جَوَّزَ بَعْضُهُمْ كَوْنَ الْخِطَابِ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔ بعض نے اس میں تسلیم کیا ہے کہ یہ مخاطبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہو۔

اس کے بعد شان نزول بیان کر کے دلائل بعث بعد الموت بیان فرمائے جاتے ہیں۔ چنانچہ ارشاد ہے:

"وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يُّجَادِلُ فِي اللّٰهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ وَّيَتَّبِعُ كُلَّ شَيْطٰنٍ مَّرِيْدٍ۔ اور بعض لوگ وہ ہیں جو جھگڑتے ہیں اللہ کے معاملہ میں بغیر علم کے اور ہر سرکش شیطان کے متبع ہو جاتے ہیں۔"

آلوسی رحمہ اللہ فرماتے ہیں نَزَلَتْ كَمَا اَخْرَجَ ابْنُ اَبِيْ حَاتِمٍ عَنْ اَبِيْ مَالِكٍ رَّضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ فِي النَّضْرِ بْنِ الْحَارِثِ وَكَانَ جَدِلًا يَقُوْلُ الْمَلٰئِكَةُ عَلَيْهِمُ السَّلَامُ بَنَاتُ اللّٰهِ سُبْحٰنَهٗ وَالْقُرْاٰنُ اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ وَلَا يَقْدِرُ اللّٰهُ تَعَالٰى شَاْنُهٗ عَلٰى اِحْيَاءِ مَنْ بَلِيَ وَصَارَ تُرَابًا۔

یہ آیت نضر بن حارث کے بارے میں نازل ہوئی جو بڑا جھگڑالو تھا اور فرشتوں علیہم السلام کو خدا عز و جل کی بیٹیاں کہتا

اور قرآن کریم کو پرانے قصے بتاتا اور کہتا کہ اللہ تعالیٰ گل سڑ جانے کے بعد پھر زندہ کرنے پر قادر نہیں۔
وَ قِيلَ فِيْ اَبِيْ جَهْلٍ۔ بعض نے کہا یہ آیت ابوجہل کی مذمت میں اتری۔
وَ قِيلَ فِيْ اُبَيِّ بْنِ خَلْفٍ۔ ایک قول ہے کہ یہ ابی بن خلف کے متعلق نازل ہوئی کہ وہ عام طور پر ہر جائز ناجائز امور میں جھگڑتا رہتا تھا اور ہمیشہ صفات و افعال الٰہی عزوجل پر کج بحثی کیا کرتا تھا۔
تو ارشاد ہوا کہ بعض ان خبثاء میں سے اخبث ترین ایسے بھی ہیں کہ انہیں اللہ تعالیٰ کی قدرت میں بھی لایعنی بے معنی اعتراضات اور جھگڑنے میں مزہ آتا ہے۔ اور وہ ایسے ہی شیطان مرید (مردود و مطرود) کے پیرو ہو جاتے ہیں۔
مَرِيْد۔ عربی میں مُتَجَرِّدٌ لِلْفَسَادِ وَتَعَرِّیْ مِنَ الْخَيْرِ کو کہتے ہیں یعنی فساد کے لئے جو تنہا ہو اور بھلائیوں سے خالی ہو۔
اور شجرۃٌ مَرْدَاءُ۔ لَا وَرَقَ لَهَا۔ شجرۂ مرداء اس درخت کو کہتے ہیں جس میں پتے نہ ہوں۔ اور بالکل کورا جھنڈ ہو اور رَمْلَةٌ مَرْدَآءُ اِذَا لَمْ تُنْبِتْ شَيْئًا۔ رملۂ مرداء اس زمین کو کہتے ہیں جو بنجر ہو اور اس پر کچھ نہ اگے۔
اور اسی سے امرد ہے۔ امرد اس آدمی کو کہتے ہیں جو بالوں کے اگنے سے محروم ہو۔
زجاج رحمہ اللہ کہتے ہیں اَصْلُ الْمَرِيْدِ وَالْمَارِدِ الْمُرْتَفِعُ الْاَمْلَسُ وَ فِيْهِ مَعْنَى التَّجَرُّدِ وَالتَّعَرِّیْ وَالْمُرَادُ بِهٖ اِمَّا اِبْلِيْسُ وَ جُنُوْدُهٗ وَاِمَّا رَءُوْسَآءُ الْكَفَرَةِ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِلَى الْكُفْرِ۔ مرید اور مارد وہ ہے جو بے حیاء اور مایوسی میں تنہا اور یکہ و تاز ہو اور اس سے مراد یا ابلیس اور اس کا لشکر ہے یا رؤسائے کفار میں سے وہ جو اللہ کے سوا کفر کی لوگوں کو دعوت دیتے ہیں۔
"كُتِبَ عَلَيْهِ اَنَّهٗ مَنْ تَوَلَّاهُ فَاَنَّهٗ يُضِلُّهٗ وَ يَهْدِيْهِ اِلٰى عَذَابِ السَّعِيْرِ۔ جس پر لکھ دیا گیا ہے کہ جو اس کی دوستی کرے گا تو یہ ضرور اسے گمراہ کر دے گا اور اسے راہ دکھائے گا جہنم کے عذاب کی۔"
یہ توبیخ و زجر کے طور پر ارشاد ہے کہ جو ایسوں سے محبت رکھے گا گویا ارشاد ہے اَیْ كُتِبَ عَلَى الشَّيْطٰنِ اَیُّ اِنْسَانٍ مَنْ تَوَلَّاهُ اَیْ اتَّخَذَهٗ وَلِيًّا وَ تَبِعَهٗ يُهْلِكُه فَاِنَّهٗ يُضِلُّهٗ عَنْ طَرِيْقِ الْجَنَّةِ وَ ثَوَابِهَا وَ يَهْدِيْهِ اِلٰى طَرِيْقِ السَّعِيْرِ وَ عَذَابِهَا۔
یعنی یہ فیصلہ کر دیا گیا ہے کہ شیطان وہ راندۂ درگاہ ہے کہ جو اس سے محبت و رابطہ کرے گا اور اسے اپنا دوست بنا کر اس کا پیرو ہو گا وہ اسے ہلاک کر کے جنت کے راستے سے بھٹکا دے گا اور ثواب سے محروم کر کے اسے جہنم کی راہ پر لگا دے گا اور عذاب میں ڈال دے گا۔
اس کے بعد دلائل بعثت بیان ہوتے ہیں۔
"يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اِنْ كُنْتُمْ فِيْ رَيْبٍ مِّنَ الْبَعْثِ۔ اے غفلت شعار لوگو! اگر ہو تم شک میں مرنے کے بعد جی اٹھنے سے۔"
اس میں مخاطبۂ ناس کے ساتھ ان جھگڑالو کافروں سے ہے جو منکر بعث تھے۔ ریب عربی محاورہ میں شک کو کہتے ہیں اور اس عقیدہ کا اظہار دوسری جگہ بھی کیا گیا وَ اَنَّ اللّٰهَ يَبْعَثُ مَنْ فِي الْقُبُوْرِ۔ گویا فرمایا گیا کہ بعث بعد الموت یقینی قطعی،

اذعانی عقیدہ ہے اس میں تمہیں اگر شک ہے تو ہم دو دلیل عقلی تمہارے آگے رکھتے ہیں انہیں پڑھو، سوچو، سمجھو اور اپنی گمراہی چھوڑ دو وہ دو دلیل یہ ہیں:

(پہلی دلیل) "فَاِنَّا خَلَقْنٰكُمْ مِّنْ تُرَابٍ۔" فَانْظُرُوْا اِلٰى مَبْدَءِ خَلْقِكُمْ لِيَزُوْلَ رَيْبُكُمْ۔ تو ہم نے تمہیں مٹی سے پیدا کیا۔ یعنی تمہارا ابتداء تخلیق مٹی سے ہے۔ خواہ وہ منی یا نطفہ سے ہو خواہ وہ علقہ اور جمے ہوئے خون سے وہ مضغہ سے ہو یا قطعۂ گوشت سے۔ مخلق یعنی مکمل طور پر تمہیں بنایا یا غیر مخلق یعنی ناتمام ہی پیدا کیا۔

علامہ نسفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: يَعْنِيْ اِنِ ارْتَبْتُمْ فِي الْبَعْثِ فَمُزِيْلُ رَيْبِكُمْ اِنْ تَنْظُرُوْا فِيْ بَدْءِ خَلْقِكُمْ وَ قَدْ كُنْتُمْ فِي الْاِبْتِدَآءِ تُرَابًا وَّ مَآءً وَلَيْسَ سَبَبُ اِنْكَارِكُمُ الْبَعْثَ اِلَّا هٰذَا وَ هُوَ صَيْرُوْرَةُ الْخَلْقِ تُرَابًا وَّ مَآءً۔

اگر تم بعث بعد الموت میں شک کر رہے ہو تو تمہارا شک رفع کرنے کو یہی کافی ہے کہ تم اپنی ابتداء تخلیق کو دیکھو اس لئے کہ تم ابتداء میں مٹی اور پانی تھے اور سبب انکار سوائے اس کے اور کیا ہوسکتا ہے کہ تم اول بے جان جماد نہ ہو اور جب تم اول ہی جماد تھے تو جماد کو جس نے زندہ کیا وہی آج بھی بعد الموت تمہیں زندہ کرے گا۔ چنانچہ فرمایا:

فَاِنَّا خَلَقْنَاكُمْ اَیْ اٰبَآءَ كُمْ مِنْ تُرَابٍ ثُمَّ خُلِقْتُمْ مِنْ نُّطْفَةٍ ثُمَّ مِنْ عَلَقَةٍ اَیْ قِطْعَةِ دَمٍ جَامِدٍ ثُمَّ مِنْ مُّضْغَةٍ وَهِيَ لَحْمَةٌ صَغِيْرَةٌ قَدْرَمَا يُمْضَغُ مُخَلَّقَةٍ وَ غَيْرِ مُخَلَّقَةٍ اَلْمُخَلَّقَةُ الْمُسَوَّرَةُ الْمَلْسَآءُ مِنَ النُّقْصَانِ وَالْعَيْبِ كَاَنَّ اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ يَخْلُقُ الْمُضْغَةَ مُتَفَاوِتَةً مِنْهَا مَا هُوَ الْكَامِلُ الْخِلْقَةِ اَمْلَسُ مِنَ الْعُيُوْبِ وَ مِنْهَا مَا هُوَ عَلٰى عَكْسِ ذٰالِكَ لِتُبَيِّنَ لَكُمْ بِهٰذَا التَّدْرِيْجِ كَمَالُ قُدْرَتِنَا وَ حِكْمَتِنَا۔

یعنی ہم نے تمہیں پیدا کیا۔ یعنی تمہارے آباء واجداد کو مٹی سے بنایا پھر تم پیدا کئے گئے نطفہ سے پھر علقہ یعنی خون مکمل بلا کسی نقصان اور کمی بیشی کے اور غیر مخلق یا نامکمل تو یہ تدریجی شان ہمارے کمال قدرت وحکمت کی دلیل ہے۔

پھر یہ بھی سمجھ لینا چاہئے کہ نطفہ، علقہ، مضغہ ان سب کی پیداوار غذاؤں سے ہے اور غذائیں سب مٹی سے بنتی ہیں تو مٹی اصل انسان ہوئی اور علقہ اور مضغہ اس کی فرع۔

تو جب ہم نے مٹی سے سب کچھ بنادیا تو اب تمہارے مرجانے کے بعد دوبارہ تمہیں بنا لینے میں کون سا استبعاد عقل ہے اسی لئے فرمایا تھا:

"فَاِنَّا خَلَقْنٰكُمْ مِّنْ تُرَابٍ ثُمَّ مِنْ نُّطْفَةٍ ثُمَّ مِنْ عَلَقَةٍ ثُمَّ مِنْ مُّضْغَةٍ مُّخَلَّقَةٍ وَّ غَيْرِ مُخَلَّقَةٍ ثُمَّ نُخْرِجُكُمْ طِفْلًا ثُمَّ لِتَبْلُغُوْٓا اَشُدَّكُمْ ۚ وَمِنْكُمْ مَّنْ يُّتَوَفّٰى وَمِنْكُمْ مَّنْ يُّرَدُّ اِلٰٓى اَرْذَلِ الْعُمُرِ لِكَيْلَا يَعْلَمَ مِنْۢ بَعْدِ عِلْمٍ شَيْـًٔا" [1]۔

کہ ہم نے تمہیں پیدا فرمایا مٹی سے پھر نطفہ کے ماء صافی سے پھر علقہ سے یعنی جمے ہوئے بے جان خون سے پھر گوشت کے لوتھڑے سے مخلقہ مکمل یا غیر مخلقہ ناتمام پھر تمہیں نکالا بچہ بنا کر شکم مادر سے پھر تمہیں جوانی تک پہنچایا۔

عربی میں اشد کا لفظ کمال پر پہنچنے کو کہتے ہیں۔ چنانچہ آلوسی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اَشُدَّكُمْ اَیْ كَمَالَكُمْ فِي الْقُوَّةِ وَالْعَقْلِ وَالتَّشْخِيْرِ۔ اور قاموس میں ہے:

حَتّٰی یَبْلُغَ اَشُدَّهٗ اَیْ قُوَّتَهٗ وَ هُوَ مَا بَیْنَ ثَمَانِیْ عَشَرَةَ سَنَةً اِلٰی ثَلَاثِیْنَ ۔ حَتّٰی یَبْلُغَ اَشُدَّهٗ ۔کے معنی یہ ہیں کہ وہ اپنی قوت کو پہنچا اور یہ اٹھارہ سال سے تیس سال تک ہے۔

وَ مِنْكُمْ مَّنْ یُّتَوَفّٰى ۔ یہ بیان اقسام اخراج ہے جو رحم سے نکلنے میں ہوتا ہے۔ یعنی بعض تم میں سے پیدا ہوتے ہوئے اور بعض اٹھارہ تیس سال کے بعد مر جاتا ہے۔

وَ مِنْكُمْ مَّنْ یُّرَدُّ اِلٰۤى اَرْذَلِ الْعُمُرِ لِكَیْلَا یَعْلَمَ مِنْۢ بَعْدِ عِلْمٍ شَیْـًٔا ۔ اور بعض تم میں سے پہنچ جاتے ہیں بے کار عمر تک تا کہ وہ سب کچھ سمجھ بوجھ رکھتے ہوئے بالکل انجان بن کر کچھ نہ جانے جیسا کہ عام ذلیل عمر والے بڈھے ہو جاتے ہیں۔

پہلی دلیل مفصل بیان فرما کر اب دوسری دلیل بیان فرمائی جاتی ہے۔

وَ تَرَى الْاَرْضَ هَامِدَةً فَاِذَاۤ اَنْزَلْنَا عَلَیْهَا الْمَآءَ اهْتَزَّتْ وَ رَبَتْ وَ اَنْۢبَتَتْ مِنْ كُلِّ زَوْجٍۭ بَهِیْجٍ ۔ اور تم دیکھتے ہو زمین کو خشک مری ہوئی۔ محاورہ میں بولتے ہیں:

هَمَدَتِ الْاَرْضُ اِذَا یَبِسَتْ وَ دَرَسَتْ وَ هَمَدَ الثَّوْبُ اِذَا بَلِیَ وَاَصْلُهٗ مِنْ هَمَدَتِ النَّارُ اِذَا صَارتْ رَمَادًا ۔ جب زمین پوری طرح خشک ہو جائے وَدَرَسَتْ اور اس پر سبزہ کا اثر نہ رہے اور هَمَدَ الثَّوْبُ جب کپڑا گل جائے اور هَمَدَتْ اصل میں آگ پر بولتے ہیں جب وہ رماد (راکھ) ہو کر دہم جائے۔ آگے فرمایا:

فَاِذَاۤ اَنْزَلْنَا عَلَیْهَا الْمَآءَ ۔ تو ہم اس پر پانی برساتے ہیں جس سے اهْتَزَّتْ یعنی لہلہا کر سرسبز و شاداب ہو جاتی ہے وَرَبَتْ یعنی خوب سبزہ گنجان ہو جاتا ہے۔

وَ اَنْۢبَتَتْ مِنْ كُلِّ زَوْجٍۭ بَهِیْجٍ ۔ اور پیدا ہوتا ہے ہر قسم کا پھل پھول سبزہ خوش منظر۔ یہ دوسری دلیل بیان فرما کر ارشاد ہے:

ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ هُوَ الْحَقُّ وَ اَنَّهٗ یُحْیِ الْمَوْتٰى وَ اَنَّهٗ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ﴿۶﴾ وَّ اَنَّ السَّاعَةَ اٰتِیَةٌ لَّا رَیْبَ فِیْهَا ۙ وَ اَنَّ اللّٰهَ یَبْعَثُ مَنْ فِی الْقُبُوْرِ ﴿۷﴾ ۔

یہ دونوں دلیلیں اس پر ہیں کہ اللہ تبارک وتعالیٰ ایک ہے اور حق ہے اپنی ذات وصفات میں اور اسی کی یہ شان ہے کہ مردہ کو ماء الحیات ڈال کر یا جیسے چاہے زندہ کر سکتا ہے اور وہی ذات قادر علی الاطلاق ہے اور بے شک قیامت آئے گی اس میں کوئی شک نہیں اور بے شک اللہ اٹھائے گا انہیں زندہ کر کے جو قبروں میں ہیں۔

تو خلاصہ تفسیر کلام یہ ہوا کہ اِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰی هُوَ الْحَقُّ الثَّابِتُ الْمَوْجُوْدُ وَاَنَّهٗ قَادِرٌ عَلٰی اِحْیَآءِ الْمَوْتٰی عَلٰی كُلِّ مَقْدُوْرٍ وَاِنَّهٗ حَكِیْمٌ ۔ بے شک اللہ تعالیٰ ہی حق ثابت اور موجود ہے اور وہ احیاء موتی پر قادر ہے اور تمام مقدور پر قابض اور حکمت والا ہے۔

اور بعض نے کہا: اَلْمَعْنٰی ذَالِكَ لِیَعْلَمُوْا اَنَّ اللّٰهَ هُوَ الْحَقُّ وَ فِیْهِ تَلْوِیْحٌ اِلٰی مَعْنَی الْحَدِیْثِ الْقُدْسِیِّ الْمَشْهُوْرِ عَلَی الْاَلْسِنَةِ وَ فِیْ كُتُبِ الصُّوْفِیَّةِ وَاِنْ لَّمْ یَثْبُتْ عِنْدَ الْمُحَدِّثِیْنَ ۔ وَ هُوَ كُنْتُ كَنْزًا مُّخْفِیًّا فَاَحْبَبْتُ اَنْ اُعْرَفَ فَخَلَقْتُ الْخَلْقَ لِاُعْرَفَ ۔

اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْحَقُّ کے تلویحاً یہ معنی ہیں جو حدیث قدسی سے ثابت ہیں۔

یہ حدیث مشہور الالسنہ ہے اور صوفیائے کرام کی کتابوں سے ثابت ہے اگر چہ محدثین میں یہ ثابت نہیں ہے جو اللہ تعالیٰ نے فرمایا میں کنز مخفی تھا تو میں نے پسند کیا کہ میں پہچانا جاؤں تو میں نے مخلوق کو پیدا کیا تا کہ پہچانا جاؤں، تو یہ دلائل بھی اس لئے بیان فرمائے گئے کہ اسے لوگ جانیں۔ آگے ارشاد ہے:

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يُّجَادِلُ فِي اللّٰهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ وَّلَا هُدًى وَّلَا كِتٰبٍ مُّنِيْرٍ۔ اور بعض لوگ وہ ہیں کہ اللہ کے بارے میں جھگڑتے ہیں بغیر علم اور بلا دلیل اور بغیر نوشتہ روشن کے۔

یہ آیت کریمہ بروایت محمد بن کعب اخنس بن شریق کے بارے میں نازل ہوئی۔ اور بروایت ابن عباس ابوجہل کے متعلق اتری۔ اور اکثر کے نزدیک نضر بن حارث کی بابت نازل ہوئی۔

یہ خبثاء کفار وہ تھے جو اللہ تعالیٰ کی صفات میں جھگڑتے اور اس کی طرف ایسے اوصاف کی نسبت کرتے جو اس کے شایان شان نہ تھے۔

اس میں بتایا گیا کہ انسان کو کوئی بات بغیر علم اور دلیل کے نہیں کہنی چاہئے یا اس کے پاس وحی یا الہام ہو یہ تین باتیں جس کے پاس نہیں وہ یقیناً گمراہ یا باطل پرست ہے۔

یہاں بغیر علم سے مراد علم ضروری ہے۔

اور ہدیٰ سے مراد استدلال اور نظر صحیح ہے جو معرفت حق کی طرف ہدایت کرے۔

کتاب منیر سے مراد وحی ہے جو مظہر حق ہے۔

گویا یوں ارشاد ہوا کہ اَیْ يُجَادِلُ فِيْ شَانِهٖ تَعَالٰى مِنْ غَيْرِ تَمَسُّكٍ بِمُقَدَّمَةِ الضَّرُوْرِيَّةِ وَلَا بِحُجَّةٍ وَّلَا بِبُرْهَانٍ سَمْعِيٍّ۔ یہ جھگڑنے والے اللہ تعالیٰ کی شان میں بلا تمسک مقدمہ ضروریہ اور بغیر حجت اور برہان کے جھگڑتے ہیں۔

علامہ نسفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں مَنْ يُّجَادِلُ فِي اللّٰهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ ضَرُوْرِيٍّ وَّلَا هُدًى اَیْ اِسْتِدْلَالٍ لِاَنَّهٗ يَهْدِیْ اِلَى الْمَعْرِفَةِ وَلَا كِتَابٍ مُّنِيْرٍ اَیْ وَحْيٍ۔ وَالْعِلْمُ لِلْاِنْسَانِ مِنْ اَحَدِ هٰذِهِ الْوُجُوْهِ الثَّلَاثَةِ۔

یعنی جو جھگڑتے ہیں بغیر علم ضروری اور بلا استدلال کے جو معرفت کی ہدایت کرے یا بغیر وحی کے اس لئے کہ علم انسان کے لئے تینوں امور مذکورہ میں سے ایک پر موقوف ہیں۔

ثَانِيَ عِطْفِهٖ لِيُضِلَّ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ؕ لَهٗ فِي الدُّنْيَا خِزْيٌ وَّنُذِيْقُهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ عَذَابَ الْحَرِيْقِ ۝ ذٰلِكَ بِمَا قَدَّمَتْ يَدٰكَ وَاَنَّ اللّٰهَ لَيْسَ بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِيْدِ۔ حق سے اپنی گردن موڑے ہوئے ہے تا کہ اللہ کی راہ سے بھٹکا دے اس کے لئے دنیا میں رسوائی ہے اور بروز قیامت ہم اسے جلانے کا عذاب چکھائیں گے۔ یہ اس کا بدلہ ہے جو تیرے ہاتھوں نے آگے بھیجا اور اللہ بندوں پر ظلم نہیں کرتا۔

ثَانِيَ عِطْفِهٖ۔ کے معنی محاورہ میں لَاوِيًا بِجَانِبِهٖ کے ہیں ایک طرف گردن موڑ لینا۔ وَهُوَ كِنَايَةٌ عَنْ عَدَمِ قَبُوْلِهٖ یہ کنایہ قبول نہ کرنے کی طرف ہے۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما کے قول کے مطابق اس کے معنی متکبرانہ انکار کے ہیں۔

اور ضحاک رحمہ اللہ کے نزدیک کسی کے قول پر ناک چڑھانا ہیں۔

اور ابن جریر رحمہ اللہ کہتے ہیں حق سے اعراض کرنے کے معنی میں مستعمل ہے۔

اور قرأت حسن میں عِطْفِهٖ بفتح العین ہے۔ اَیْ مَانِعًا لِتَعَطُّفِهٖ وَتَرَحُّمِهٖ۔ یعنی تعطف وترحم سے روکنا مراد ہے۔

لِيُضِلَّ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ۔ تاکہ اللہ کی راہ سے گمراہ کرے۔

اس کے لئے دنیا میں رسوائی ہے چنانچہ بدر میں وہ ذلت وخواری سے مارے گئے۔ اور

وَّنُذِيْقُهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ۔ اور قیامت کے دن انہیں آگ کے عذاب کا ذائقہ چکھایا جائے گا۔

حَرِيْقٌ کے متعلق آلوسی رحمہ اللہ فرماتے ہیں یہ ایک طبقہ ہے طبقات جہنم سے۔

آخر میں فرمایا:

ذٰلِكَ بِمَا قَدَّمَتْ يَدٰكَ۔ یہ جو کچھ ہے وہ تیرے ہاتھوں کی کرتوت کا بدلہ ہے۔

وَاَنَّ اللّٰهَ لَيْسَ بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِيْدِ۔ اور بے شک اللہ بندے پر ظلم نہیں کرتا۔ بلکہ اس کی کرنی ہی اسے بھرتی ہوتی ہے۔

بامحاورہ ترجمہ دوسرا رکوع - سورۂ حج - پ ۱۷

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّعْبُدُ اللّٰهَ عَلٰى حَرْفٍ ۚ فَاِنْ اَصَابَهٗ خَيْرُ ۨ اطْمَاَنَّ بِهٖ ۚ وَاِنْ اَصَابَتْهُ فِتْنَةُ ۨ انْقَلَبَ عَلٰى وَجْهِهٖ ۚ خَسِرَ الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةَ ۭ ذٰلِكَ هُوَ الْخُسْرَانُ الْمُبِيْنُ ﴿۱۱﴾	اور بعض لوگ وہ ہیں کہ اللہ کو پوجتے ہیں ایک کنارہ پر اگر پہنچ گئی انہیں بھلائی تو مطمئن ہیں اس پر اور اگر پہنچا انہیں کوئی امتحان پلٹ جاتے ہیں اپنے منہ کے بل نقصان میں ہیں دنیا اور آخرت میں یہ ہے نقصان کھلا ہوا
يَدْعُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَضُرُّهٗ وَمَا لَا يَنْفَعُهٗ ۭ ذٰلِكَ هُوَ الضَّلٰلُ الْبَعِيْدُ ﴿۱۲﴾	پوجتے ہیں اللہ کے سوا اس چیز کو جو نہ نقصان دے سکے اور نہ نفع یہ ہے گمراہی دور کی
يَدْعُوْا لَمَنْ ضَرُّهٗٓ اَقْرَبُ مِنْ نَّفْعِهٖ ۭ لَبِئْسَ الْمَوْلٰى وَلَبِئْسَ الْعَشِيْرُ ﴿۱۳﴾	ایسے کو پوجتے ہیں جس سے نقصان قریب ہے نفع کے مقابل بے شک برا ہے دوست اور برا ہے رفیق
اِنَّ اللّٰهَ يُدْخِلُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ۭ اِنَّ اللّٰهَ يَفْعَلُ مَا يُرِيْدُ ﴿۱۴﴾	بے شک اللہ داخل کرے گا انہیں جو ایمان لائے اور نیک عمل کئے باغوں میں جن کے نیچے نہریں رواں ہیں بے شک اللہ کرتا ہے جو چاہے
مَنْ كَانَ يَظُنُّ اَنْ لَّنْ يَّنْصُرَهُ اللّٰهُ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ فَلْيَمْدُدْ بِسَبَبٍ اِلَى السَّمَاۗءِ ثُمَّ لْيَقْطَعْ فَلْيَنْظُرْ هَلْ يُذْهِبَنَّ كَيْدُهٗ مَا يَغِيْظُ ﴿۱۵﴾	جو یہ گمان کرتا ہو کہ نہیں مدد کرے گا اللہ دنیا میں اور آخرت میں تو اسے چاہئے کہ تانے آسمان کی طرف رسی پھر اپنے کو پھانسی دے پھر دیکھے کہ اس کا مکر کچھ لے گیا اس بات کو جس کا اسے غصہ ہے

وَكَذٰلِكَ اَنْزَلْنٰهُ اٰيٰتٍۢ بَيِّنٰتٍ ۙ وَّاَنَّ اللّٰهَ يَهْدِيْ مَنْ يُّرِيْدُ ﴿۱۶﴾

اور ایسے ہی اتارا ہم نے یہ قرآن روشن آیات اور بے شک راہ دکھاتا ہے جسے چاہے

اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَالَّذِيْنَ هَادُوْا وَالصّٰبِـِٕيْنَ وَالنَّصٰرٰى وَالْمَجُوْسَ وَالَّذِيْنَ اَشْرَكُوْٓا ۖ اِنَّ اللّٰهَ يَفْصِلُ بَيْنَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدٌ ﴿۱۷﴾

بے شک وہ جو ایمان لائے اور یہودی اور ستارہ پرست اور نصرانی اور آتش پرست اور وہ جو مشرک ہیں بے شک اللہ فیصلہ کرے گا ان میں قیامت کے دن بے شک اللہ ہر شے کا دیکھنے والا ہے

اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ يَسْجُدُ لَهٗ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِي الْاَرْضِ وَالشَّمْسُ وَالْقَمَرُ وَالنُّجُوْمُ وَالْجِبَالُ وَالشَّجَرُ وَالدَّوَاۗبُّ وَكَثِيْرٌ مِّنَ النَّاسِ ۭ وَكَثِيْرٌ حَقَّ عَلَيْهِ الْعَذَابُ ۭ وَمَنْ يُّهِنِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ مُّكْرِمٍ ۭ اِنَّ اللّٰهَ يَفْعَلُ مَا يَشَاۗءُ ﴿۱۸﴾

کیا نہ دیکھا تم نے کہ اللہ کے لئے سجدہ کرتے ہیں جو آسمانوں اور زمین میں ہیں اور سورج اور چاند اور تارے اور پہاڑ اور درخت اور چوپائے اور بہت سے آدمی اور بہت سے وہ ہیں جن پر عذاب مقرر ہو چکا ہے اور جسے اللہ ذلیل کرے اسے کوئی عزت دینے والا نہیں بے شک اللہ جو چاہے کرے

هٰذٰنِ خَصْمٰنِ اخْتَصَمُوْا فِيْ رَبِّهِمْ ۡ فَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا قُطِّعَتْ لَهُمْ ثِيَابٌ مِّنْ نَّارٍ ۭ يُصَبُّ مِنْ فَوْقِ رُءُوْسِهِمُ الْحَمِيْمُ ﴿۱۹﴾

یہ دو جھگڑالو ہیں اپنے رب کے معاملہ میں جو جھگڑتے ہیں تو جو کافر ہوئے ان کیلئے بیونتے گئے کپڑے آگ کے۔ ڈالا جائے گا ان کے سر پر گرم پانی کھولتا

يُصْهَرُ بِهٖ مَا فِيْ بُطُوْنِهِمْ وَالْجُلُوْدُ ﴿۲۰﴾ وَلَهُمْ مَّقَامِعُ مِنْ حَدِيْدٍ ﴿۲۱﴾

گل جائے گا اس سے جو ان کے پیٹوں میں ہے اور ان کی کھالیں اور ان کے لئے گرز لوہے کے ہیں

كُلَّمَآ اَرَادُوْٓا اَنْ يَّخْرُجُوْا مِنْهَا مِنْ غَمٍّ اُعِيْدُوْا فِيْهَا ۤ وَذُوْقُوْا عَذَابَ الْحَرِيْقِ ﴿۲۲﴾

جب چاہیں کہ نکلیں اس سے اس کی گھٹن کے سبب لوٹا دیئے جائیں گے اس میں اور حکم ہوگا کہ چکھو آگ کا عذاب

حل لغات دوسرا رکوع۔ سورۃ حج۔ پ ۱۷

وَ۔ اور	مِنَ النَّاسِ۔ بعض لوگ	مَنْ۔ ایسے ہیں جو	يَّعْبُدُ۔ عبادت کرتے ہیں
اللّٰهَ۔ اللہ کی	عَلٰی۔ اوپر	حَرْفٍ۔ کنارے کے	فَاِنْ۔ پھر اگر
اَصَابَهٗ۔ پہنچے اسے	خَيْرُ۔ بھلائی	اطْمَاَنَّ۔ تو مطمئن ہو جاتا ہے	
بِهٖ۔ اس سے	وَ۔ اور	اِنْ۔ اگر	اَصَابَتْهُ۔ پہنچے اسے
فِتْنَةٌ۔ آزمائش	انْقَلَبَ۔ پلٹ جاتا ہے	عَلٰی۔ اوپر	وَجْهِهٖ۔ اپنے چہرے کے
خَسِرَ۔ خسارہ اٹھایا	الدُّنْيَا۔ دنیا	وَ۔ اور	الْاٰخِرَةَ۔ آخرت کا

ذٰلِكَ۔یہ ہے	هُوَ۔وہ	الْخُسْرَانُ۔خسارہ	الْمُبِيْنُ۔ظاہر
يَدْعُوْا۔پکارتا ہے	مِنْ دُوْنِ۔سوا	اللّٰهِ۔اللہ کے	مَا۔اس کو جو
لَا۔نہ	يَضُرُّهٗ۔نقصان دے اسے	وَ۔اور	لَا۔نہ
يَنْفَعُهٗ۔نفع دے	ذٰلِكَ۔یہ ہے	هُوَ۔وہ	الضَّلٰلُ۔گمراہی
الْبَعِيْدُ۔دور کی	يَدْعُوْا۔پکارتا ہے	لَمَنْ۔اس کو	ضَرُّهٗۤ۔جس کا نقصان
اَقْرَبُ۔زیادہ قریب ہے	مِنْ نَّفْعِهٖ۔اس کے نفع سے	لَبِئْسَ۔برا ہے	الْمَوْلٰى۔دوست
وَ۔اور	لَبِئْسَ۔برا ہے	الْعَشِيْرُ۔رفیق	اِنَّ۔بے شک
اللّٰهَ۔اللہ	يُدْخِلُ۔داخل کرے گا	الَّذِيْنَ۔ان کو جو	اٰمَنُوْا۔ایمان لائے
وَ۔اور	عَمِلُوا۔عمل کئے	الصّٰلِحٰتِ۔اچھے	جَنّٰتٍ۔باغوں میں کہ
تَجْرِيْ۔رواں ہیں	مِنْ تَحْتِهَا۔ان کے نیچے	الْاَنْهٰرُ۔نہریں	اِنَّ۔بے شک
اللّٰهَ۔اللہ	يَفْعَلُ۔کرتا ہے	مَا۔جو	يُرِيْدُ۔چاہے
مَنْ۔جو	كَانَ۔ہے	يَظُنُّ۔گمان کرتا	اَنْ۔یہ کہ
لَّنْ۔ہرگز نہ	يَّنْصُرَهُ۔مدد کرے گا اس کی	اللّٰهُ۔اللہ	فِي۔بیچ
الدُّنْيَا۔دنیا	وَ۔اور	الْاٰخِرَةِ۔آخرت کے	فَلْيَمْدُدْ۔تو وہ لٹکائے
بِسَبَبٍ۔ایک رسی	اِلَى۔طرف	السَّمَآءِ۔آسمان کے	ثُمَّ۔پھر
لْيَقْطَعْ۔کاٹ دے	فَلْيَنْظُرْ۔پھر دیکھے	هَلْ۔کیا	يُذْهِبَنَّ۔لے جاتا ہے
كَيْدُهٗ۔اس کا مکر	مَا۔اس کو جسے	يَغِيْظُ۔غصہ کھاتا ہے	وَ۔اور
كَذٰلِكَ۔اسی طرح	اَنْزَلْنٰهُ۔اتارا ہم نے اس کو	اٰيٰتٍۭ۔آیتیں	بَيِّنٰتٍ۔کھلی کھلی
وَّ۔اور	اَنَّ۔بے شک	اللّٰهَ۔اللہ	يَهْدِيْ۔ہدایت دیتا ہے
مَنْ۔جسے	يُّرِيْدُ۔چاہے	اِنَّ۔بے شک	الَّذِيْنَ۔وہ جو
اٰمَنُوْا۔ایمان لائے	وَ۔اور	الَّذِيْنَ۔وہ جو	هَادُوْا۔یہودی ہوئے
وَ۔اور	الصّٰبِـِٕيْنَ۔ستارہ پرست	وَ۔اور	النَّصٰرٰى۔عیسائی
وَ۔اور	الْمَجُوْسَ۔آتش پرست	وَ۔اور	الَّذِيْنَ۔وہ جو
اَشْرَكُوْا۔مشرک ہیں	اِنَّ۔بے شک	اللّٰهَ۔اللہ	يَفْصِلُ۔فیصلہ کرے گا
بَيْنَهُمْ۔ان کے درمیان	يَوْمَ۔دن	الْقِيٰمَةِ۔قیامت کے	اِنَّ۔بے شک
اللّٰهَ۔اللہ	عَلٰى۔اوپر	كُلِّ۔ہر	شَيْءٍ۔شے کے
شَهِيْدٌ۔گواہ ہے	اَ۔کیا	لَمْ۔نہ	تَرَ۔دیکھا تو نے
اَنَّ۔بے شک	اللّٰهَ۔اللہ	يَسْجُدُ۔سجدہ کرتے ہیں	لَهٗ۔اس کو

مَنْ۔جو	فِیْ۔بیچ	السَّمٰوٰتِ۔آسمانوں کے ہیں	وَ۔اور
مَنْ۔جو	فِی۔بیچ	الْاَرْضِ۔زمین کے ہیں	وَ۔اور
الشَّمْسُ۔سورج	وَ۔اور	الْقَمَرُ۔چاند	وَ۔اور
النُّجُوْمُ۔ستارے	وَ۔اور	الْجِبَالُ۔پہاڑ	وَ۔اور
الشَّجَرُ۔درخت	وَ۔اور	الدَّوَآبُّ۔جانور	وَكَثِيْرٌ۔اور بہت سے
مِّنَ النَّاسِ۔لوگ بھی	وَ۔اور	كَثِيْرٌ۔بہت سے وہ ہیں کہ	حَقَّ۔حق ہوا
عَلَيْهِ۔ان پر	الْعَذَابُ۔عذاب	وَ۔اور	مَنْ۔جسے
يُّهِنِ۔ذلیل کرے	اللّٰهُ۔اللہ	فَمَا۔تو نہیں	لَهٗ۔اس کو
مِنْ مُّكْرِمٍ۔کوئی عزت دینے والا		اِنَّ۔بے شک	اللّٰهَ۔اللہ
يَفْعَلُ۔کرتا ہے	مَا۔جو	يَشَآءُ۔چاہے	هٰذٰنِ۔یہ
خَصْمٰنِ۔دو جھگڑنے والے ہیں		اخْتَصَمُوْا۔جو جھگڑے	فِیْ۔بیچ
رَبِّهِمْ۔اپنے رب کے	فَالَّذِيْنَ۔پھر وہ جو	كَفَرُوْا۔کافر ہوئے	قُطِّعَتْ۔کاٹے جائیں گے
لَهُمْ۔ان کے لئے	ثِيَابٌ۔کپڑے	مِّنْ نَّارٍ۔آگ کے	يُصَبُّ۔گرایا جائے گا
مِنْ فَوْقِ۔اوپر	رُءُوْسِهِمُ۔ان کے سروں کے		الْحَمِيْمُ۔گرم پانی
يُصْهَرُ۔گل جائے گا	بِهٖ۔اس کے ساتھ	مَا۔جو	فِیْ۔بیچ
بُطُوْنِهِمْ۔ان کے پیٹوں کے ہے		وَ۔اور	الْجُلُوْدُ۔چمڑے
وَ۔اور	لَهُمْ۔ان کے لئے	مَّقَامِعُ۔گرز ہیں	مِنْ حَدِيْدٍ۔لوہے کے
كُلَّمَآ۔جب بھی	اَرَادُوْٓا۔ارادہ کریں گے	اَنْ۔یہ کہ	يَّخْرُجُوْا۔نکل جائیں
مِنْهَا۔اس سے	مِنْ غَمٍّ۔گھٹن سے	اُعِيْدُوْا۔لوٹائے جائیں گے	فِيْهَا۔اس میں
وَ۔اور	ذُوْقُوْا۔چکھو	عَذَابَ۔عذاب	الْحَرِيْقِ۔جلنے کا

خلاصہ تفسیر دوسرا رکوع۔سورۂ حج۔پ ۱۷

عربی محاورہ میں حرف طرف کو کہتے ہیں اور کنایۃ اس کے معنی شک اور تردد کے ہیں۔

چونکہ انبیاء کرام علیہم السلام قیامت کے حالات بیان فرما کر انسان کو دار آخرت کی بھلائی دکھا کر اپنی طرف بلاتے تھے اور حماقت مآب بعض وہ تھے کہ دین اسلام کو دنیا کے فوائد حاصل کرنے کی غرض سے قبول کرتے اور ظاہر ہے کہ دنیا میں نفع و نقصان تو ہر حال میں ہوتا ہے۔

عہد رسالت ﷺ میں بھی بعض بے وقوف اسلام میں اس لئے داخل ہوئے کہ اگر اس میں آنے سے فائدہ ہوا تو مسلمان رہیں گے ورنہ مرتد ہو جائیں گے۔ان کی حقیقت اور ناعاقبت اندیشی اس رکوع میں ظاہر فرمائی گئی اور ارشاد ہوا وَ

مِنَ النَّاسِ مَنْ یَّعْبُدُ اللّٰهَ عَلٰی حَرْفٍ۔ بعض لوگوں میں سے وہ ہیں جو اللہ کی پرستاری کرتے ہیں ایک کنارے سے۔

بخاری میں ابن عباس رضی اللہ عنہما سے منقول ہے کہ مدینہ منورہ میں بھی ایسے لوگ تھے جو اسلام قبول کرتے اور فیصلہ کرتے کہ اگر اس کے لڑکا پیدا ہوا یا اس کے مویشی کے بچے ہو گئے تو یہ دین اچھا ہے اور اگر ایسا نہ ہوا تو پھر دین یہ اچھا نہیں۔ یہ ہے شان نزول اس آیت کریمہ کا۔

تو جب انسان پر بمقتضائے قضاوقدر مصیبت آتی ہے تو وہ خدا سے بھی منحرف ہو جاتا ہے جس کی وجہ سے دنیا بھی جاتی رہتی ہے اور دین بھی۔ ذٰلِكَ هُوَ الْخُسْرَانُ الْمُبِیْنُ یہ بہت بڑا نقصان وخسران ہے تو ایسا مذبذب ادھر سے ہٹ کر بتوں کی طرف جب رجوع ہوتا ہے اور ان کی پرستاری میں چڑھاوے بھوگ چڑھاتا ہے تو یہ اضاعت مال کے سوا اور کیا ہے ادھر بت پرستی کا وبال ونکال سر پر لیتا ہے تو یہ خسارہ پر خسارہ اور نقصان پر نقصان ہی ہے۔

ان پتھروں میں معبود ہونے کی اہلیت ہی کہاں ہے وہ نفع ونقصان کے مالک تو کہاں اپنی مکھی بھی اڑانے کی قوت نہیں رکھتے۔ تو ایسے جماد محض بے جان بے حسن جن کو پوجتے ہیں ضرر پر ضرر ہے۔

پھر منافقوں کی عبادت اور ان کے معبودوں کا حال بیان فرما کر سچے ایمانداروں کی عبادت کا حال بیان فرمایا گیا اور ان کے معبود حقیقی قادر علی الاطلاق کی صنعت بیان کی اور بشارت دی کہ وہ ایسے باغوں میں داخل کئے جائیں گے جن میں نہریں رواں ہیں اس کے بعد یہ بھی بتادیا کہ اللہ تعالیٰ جو چاہتا ہے کرتا ہے اور باطل معبودوں کو نفع وضرر کا کوئی اختیار نہیں۔

پھر فرمایا مَنْ كَانَ یَظُنُّ اَنْ لَّنْ یَّنْصُرَهُ اللّٰهُ جو منافق اس گمان باطل میں ہیں کہ اللہ تعالیٰ اگر مدد کرے تو اسے مانیں ورنہ بتوں کی طرف مائل ہو جائیں ان پر توبیخا ارشاد ہے کہ

ان سے جو کچھ ہو سکے کرلیں حتیٰ کہ فَلْیَمْدُدْ اِلَى السَّمَآءِ وہ رسی لٹکائیں سما کی طرف یہاں سماء سے مراد سماء البیت ہے یعنی گھر کی چھت میں رسی لٹکا کر پھانسی دے دیکھیں اور اس پر دیکھیں ان کا غصہ نکلتا ہے۔ گویا فرمایا کہ ہزار تدابیر کرلیں پھر بھی ان سے کچھ نہ ہو سکے گا۔

یہ معنی برایں تقدیر ہیں کہ ینصرہ کی ضمیر مَنْ کی طرف رجوع کی جائے جیسا کہ سیاق مضمون کا مقتضا ہے۔ لیکن ابن عباس، کلبی، مقاتل، ضحاک، قتادہ، ابن زید، سدی، فراء، زجاج رحمہم اللہ اس کی ضمیر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف رجوع کرتے ہیں۔ اس صورت میں یہ معنی ہوں گے کہ جو شخص یہ گمان کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی دنیا میں مدد فرما کر ان کا بول بالا نہ کرے گا اور اسی وجہ میں وہ متردد ہو کر اسلام قبول نہیں کرتا۔

چنانچہ مقاتل رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ یہ آیت قبیلہ غطفان اور بنی اسد کے چند لوگوں (کے حق) میں نازل ہوئی وہ کہتے تھے کہ ہمیں خوف ہے کہ شاید محمد ﷺ کی خدا مدد نہ کرے تو ایسی صورت میں ہم اپنے حلیفوں سے بھی گئے گزرے ہو جائیں گے۔

یا ان لوگوں کے حق میں یہ آیت نازل ہوئی جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے حسد رکھتے تھے انہیں توبیخا فرمایا کہ تم جیسے چاہو تدبیر کرلو اور داؤ چلا لو حتیٰ کہ رسی لٹکا کر اس سے گلا گھونٹ کر مر جاؤ یا رسی کے ذریعہ آسمان پر پہنچنے کی سعی کرلو لیکن تمہارا کچھ نہ بنے گا جو اللہ چاہے گا وہی ہوگا اس لئے کہ اِنَّ اللّٰهَ یَفْعَلُ مَا یُرِیْدُ

اور لْیَقْطَعْ کے یہ معنی بھی ہو سکتے ہیں۔ سبب عربی زبان میں رسی اور وسیلہ کے معنی میں مستعمل ہے۔

بعض کہتے ہیں کہ بعض لوگ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی فتوحات اور غلبہ میں جب تاخیر ہوتی تو وہ دل تنگ ہو جاتے اور ان پر بددلی غالب آجاتی تھی چنانچہ اس آیۂ کریمہ میں ان کی طرف اشارہ اور عتاب ہے۔ اور فرمایا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ جو چاہتا ہے جب چاہتا ہے کرتا ہے وہ تمہاری مرضی کے ماتحت نہیں۔

پھر تمام قرآن پاک کو آیات بینات فرما کر بتایا کہ ہم نے نازل کیا ہے رہی ہدایت سو وہ ہر ایک کے حصہ میں نہیں اللہ جسے چاہے ہدایت دے۔

دنیا میں چھ قسم کے فریق کا ذکر فرمایا۔ اول مسلمان جنہیں اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا کہا۔

دوسرے یہودی۔ تیسرے صابی یعنی ستارہ پرست۔ چوتھے نصاریٰ یعنی عیسائی پانچویں مجوسی یعنی آتش پرست چھٹے مشرکین۔

اور بتایا ہے کہ ہر ایک اپنے کو ہدایت پر کہتا ہے۔ مگر دراصل ہدایت پر وہی ہے جسے اللہ تعالیٰ نے ہدایت دی اور وہ اہل اسلام ہیں۔

رہی ان کی قیل وقال تو اس کا فیصلہ بروز قیامت اللہ تعالیٰ کرے گا اس سے کچھ بھی مخفی نہیں وہ سب کچھ جانتا ہے۔

مختصر تفسیر اردو دوسرا رکوع - سورۂ حج - پ ۱۷

''وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّعْبُدُ اللّٰهَ عَلٰى حَرْفٍ''

عَلٰى طَرَفٍ مِّنَ الدِّيْنِ لَا فِيْ وَسْطِهٖ وَ قَلْبِهٖ وَ هٰذَا مَثَلٌ لِّكَوْنِهِمْ عَلٰى قَلَقٍ وَّاضْطِرَابٍ فِيْ دِيْنِهِمْ لَاعَلٰى سُكُوْنٍ وَّطُمَانِيْنَةٍ۔ اور بعض وہ لوگ ہیں جو اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتے ہیں ایک پہلو سے یعنی دین کے ایک کنارہ سے نہ کہ دل سے اور یہ اس امر کی مثال ہے کہ ان کی عبادت کرنا قلق واضطراب سے ہو نہ کہ سکون واطمینان سے (نسفی)

آلوسی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: شُرُوْعٌ فِيْ حَالِ الْمُذَبْذَبِيْنَ یہ مذبذبین فی الاسلام کے حال کا شروع بیان ہے اَیْ وَ مِنْهُمْ مَّنْ يَّعْبُدُ اللّٰهَ كَائِنًا عَلٰى طَرَفٍ مِّنَ الدِّيْنِ لَا ثُبَاتَ لَهٗ بِهٖ كَالَّذِيْنَ يَكُوْنُ فِيْ طَرَفِ الْجَيْشِ فَاِنْ اَحَسَّ بِظَفَرٍ قَرَّ وَ اِلَّا فَرَّ۔ یعنی منافقین ومذبذبین میں سے ایسے بھی ہیں جو اللہ کی عبادت کو آتے ہیں دین کے ایک پہلو سے (حرف) کنارہ کو کہتے ہیں انہیں ثبات نہیں بلکہ وہ اس کی طرح اسلام میں آتے ہیں جیسے لشکر میں شریک ہونے والا ایک طرف آکر ملے تاکہ اگر وہ کامیابی دیکھے تو جمارہے اور اگر ناکامی نظر آئی تو فرار اختیار کرلے تو یہی حال ان منافقانہ مسلمان بننے والوں کا ہے۔

''فَاِنْ اَصَابَهٗ خَيْرُ ا۟طْمَاَنَّ بِهٖ ۚ وَاِنْ اَصَابَتْهُ فِتْنَةُ ا۟نْقَلَبَ عَلٰى وَجْهِهٖ ۚ خَسِرَ الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةَ ؕ ذٰلِكَ هُوَ الْخُسْرَانُ الْمُبِيْنُ ⑪ ۔

تو اگر پہنچے اسے بھلائی تو اسلام کے ساتھ مطمئن ہوتا ہے اور اگر پہنچے اسے کوئی امتحان والی بات تو وہ پلٹ جاتا ہے اپنے منہ کے بل نقصان وخسران میں ہے دنیا اور آخرت میں اور یہ ہے کھلا نقصان۔''

آیت کریمہ میں خیر سے مراد خیر دنیا ہے فراخی رزق، صحت اور اولاد وغیرہ یا جو کچھ اسے دنیا میں مطلوب ہو تو مسلمان ہونے کے بعد اگر اسے دنیاوی بھلائیاں حاصل ہوں تو مطمئن ہو کر اس پر ثابت قدم رہتا ہے۔ لیکن یہ ثابت قدمی مومنین کی

سی نہیں کہ وہ ایمان پر قائم ہونے کے بعد مذبذب ہی نہ ہوں۔

وَاِنْ اَصَابَتْهُ فِتْنَةُ ۔یعنی اگر اسے کوئی ایسی تکلیف پہنچے نقصان مال یا اضاعت اہل وعیال۔

21B

انْقَلَبَ عَلٰى وَجْهِهٖ تو پلٹ جاتا ہے منہ کے بل یعنی مرتد ہو کر اپنے پہلے دین پر آ کر کافر ہو جاتا ہے۔اس کے شان نزول پر چند روایتیں ہیں۔

چنانچہ بخاری شریف میں ہے اور ابن ابی حاتم اور ابن مردویہ بھی ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ناقل ہیں:

كَانَ الرَّجُلُ يَقْدِمُ الْمَدِيْنَةَ فَاِذَا وَلَدَتْ اِمْرَأَتُهٗ غُلَامًا وَ نَتَجَتْ خَيْلُهٗ قَالَ هٰذَا دِيْنٌ صَالِحٌ وَاِنْ لَّمْ تَلِدْهُ اِمْرَأَتُهٗ وَلَمْ تُنْتَجْ خَيْلُهٗ قَالَ هٰذَا دِيْنٌ سُوْءٌ۔

اعراب مدینہ ومنافقین کا یہ حال تھا کہ مدینہ منورہ آتے اسلام لاتے تو جب اس کی بیوی لڑکا جنتی اور گھوڑی بچھیرا ڈالتی تو کہتے یہ دین بڑا اچھا ہے اور اگر ایسا نہ ہوتا تو کہتے یہ دین برا ہے۔

اور ابن مردویہ رحمہ اللہ ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے راوی ہیں:

اَسْلَمَ رَجُلٌ مِّنَ الْيَهُوْدِ فَذَهَبَ بَصَرُهٗ وَمَالُهٗ وَوَلَدُهٗ فَتَشَآءَمَ مِنَ الْاِسْلَامِ فَاَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اَقِلْنِيْ فَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ اِنَّ الْاِسْلَامَ لَا يُقَالُ فَقَالَ لَمْ اَحْسِبْ مِنْ دِيْنِيْ هٰذَا خَيْرًا ذَهَبَ بَصَرِيْ وَمَالِيْ وَمَاتَ وَلَدِيْ فَقَالَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا يَهُوْدِيُّ اَلْاِسْلَامُ يَسْبِكُ الرِّجَالَ كَمَا تَسْبِكُ النَّارُ خَبَثَ الْحَدِيْدِ وَالذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ فَنَزَلَتْ هٰذِهِ الْاٰيَةُ۔

ایک یہودی اسلام لایا تو اس کی آنکھ جاتی رہی اور اس کا مال جاتا رہا اور اس کی اولاد مرگئی تو اس نے اسلام سے شگون بدلا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر آیا اور عرض کیا مجھ سے اسلام بدل لیجئے۔حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اسلام میں اقالہ اور تبدل نہیں۔یہودی بولا مجھے اسلام سے بھلائی حاصل نہیں ہوئی میری آنکھیں جاتی رہیں میرا مال جاتا رہا میری اولاد مرگئی۔حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے یہودی اسلام لوگوں کو اسی طرح ستھرا کر دیتا ہے جس طرح آگ لوہے چاندی اور سونے کے میل کچیل سے پاک کر دیتی ہے۔اس پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی اس حدیث کی تضعیف ابن حجر کرتے ہیں۔

ایک قول یہ ہے کہ یہ آیت شیبہ بن ربیعہ کے معاملہ میں نازل ہوئی یہ اسلام قبول کر چکا تھا غلبۂ اسلام سے قبل اور بعد غلبہ وہ مرتد ہو گیا تھا۔

اور حسن رحمہ اللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے راوی ہیں کہ یہ آیت عموماً منافقین کے حق میں نازل ہوئی۔

خَسِرَ الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةَ۔اس کے معنی آلوسی ابن حبان سے یہ کرتے ہیں فَقَدَ الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةَ وَضَيَّعَهُمَا حَيْثُ فَاتَهٗ مَا يَسُرُّهٗ فِيْهِمَا۔دنیا اور آخرت دونوں کھو چکے اور ضائع کر دیں جیسے ضائع کر دیا جو نہیں ملتا تھا۔

ذٰلِكَ هُوَ الْخُسْرَانُ الْمُبِيْنُ۔یہ ہے کھلا نقصان۔

يَدْعُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَضُرُّهٗ وَمَا لَا يَنْفَعُهٗ ۚ ذٰلِكَ هُوَ الضَّلٰلُ الْبَعِيْدُ۔اللہ کے سوا اسے پکارتے ہیں جو نہ نقصان پہنچا سکیں نہ نفع یہ بڑی دور کی گمراہی ہے۔

آلوسی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: كَوْنُ الْاٰيَةِ فِيْ اَحَدٍ مِّنَ الْيَهُوْدِ لَا نَّهُمْ لَا يَدْعُوْنَ الْاَصْنَامَ وَاِنْ اِتَّخَذُوْا

اَحْبَارَهُمْ وَرُهْبَانَهُمْ اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ۔ یہ آیت ایک یہودی کے متعلق نازل ہوئی اس لئے کہ قوم بت پرست نہ ہوتے ہوئے بھی احبار و رہبان کو اللہ عزوجل کے سوا اپنا رب مانتے تھے۔

اور بظاہر یہ امر واضح ہے کہ مشرکین کے مدعو اصنام تھے جو ایک جگہ قائم کئے ہوئے تھے ان میں سے کسی کو وہاں سے ہٹنے تک کی بھی طاقت نہیں تھی تو وہ نفع وضرر کسی کو کیا پہنچا سکتے تھے۔ اسی لئے فرمایا مَالَا يَنْفَعُهٗ وَلَا يَضُرُّهٗ۔

اور یہاں دعا سے مراد عبادت ہے۔ اَیْ يَعْبُدُ مُتَجَاوِزًا عِبَادَةَ اللّٰهِ تَعَالٰى مَا لَا يَضُرُّهٗ اِنْ لَّمْ يَعْبُدْهُ وَمَا لَا يَنْفَعُهٗ اِذَا عَبَدَهٗ۔ یعنی وہ اللہ تعالیٰ سے متجاوز ہو کر اس بے جان کی عبادت کرتے ہیں جنہیں اگر نہ پوجیں نقصان نہ پہنچا سکیں اور اگر پوجیں تو نفع نہ دیں۔

اور وَجُوِّزَ اَنْ يُّرَادَ بِالدُّعَآءِ النِّدَاءُ اَیْ يُنَادِیْ لِاَجَلِ تَخْلِيْصِهٖ مِمَّا اَصَابَهٗ مِنَ الْفِتْنَةِ جَمَادًا لَيْسَ مِنْ شَاْنِهِ الضَّرَرُ وَالنَّفْعُ۔

اور یہ بھی جائز مانا گیا کہ دعا سے مراد ندا ہو یعنی وہ پکارتے ہیں خلاصی فتنہ کے لئے جو انہیں پہنچا اور وہ جماد محض ہیں ان میں نفع وضرر کی کوئی صفت ہی نہیں تو ایسے کی پوجا پاٹ کرنا۔

ذٰلِكَ هُوَ الضَّلٰلُ الْبَعِيْدُ۔ یہ حق سے بعد اور گمراہی ہے۔ آگے ارشاد ہے۔

يَدْعُوْا لَمَنْ ضَرُّهٗۤ اَقْرَبُ مِنْ نَّفْعِهٖ۔ ایسے کو پوجتے ہیں جس کے نفع سے نقصان زیادہ قریب ہے۔

لَبِئْسَ الْمَوْلٰى وَلَبِئْسَ الْعَشِيْرُ۔ بے شک بہت برا ہے ان کا حمایتی اور بہت برا ہے ان کا رفیق۔

اس لئے کہ بے جان اور بے حس کی پوجا پاٹ میں اضاعت مال اور وقت ہے اور بروز قیامت جنہیں وہ لوگ هٰۤؤُلَآءِ شُفَعَآؤُنَا عِنْدَ اللّٰهِ۔ کہتے تھے وہ بروز قیامت ان کو پکار پکار کر تھک جائیں گے کہ آج ہمیں جہنم سے بچاؤ لیکن وہ کب سن سکتے تھے بلکہ مشرکین کے جہنم میں جانے کا سبب بنے نہ یہ ان کو پوجتے نہ وہ جہنم میں جاتے۔

اب بموجب اسلوب بیان قرآن کریم جہنمیوں کا تذکرہ فرما کر جنتیوں کا مقام بیان فرمایا جاتا ہے۔

اِنَّ اللّٰهَ يُدْخِلُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ؕ اِنَّ اللّٰهَ يَفْعَلُ مَا يُرِيْدُ۔ بے شک اللہ داخل فرمائے گا انہیں جو ایمان لائے اور نیک عمل کئے ان باغوں میں جن کے نیچے نہریں رواں ہیں بے شک اللہ جو چاہے وہ کرتا ہے۔

یہ مومنین کا حال بیان فرمایا گیا کہ وہ نعیم دائم میں ہوں گے وہ باغوں میں ہوں گے جن کے نیچے نہریں رواں ہوں جیسے نافرمان مشرک جہنم میں ہوں۔

اِنَّ اللّٰهَ يَفْعَلُ مَا يُرِيْدُ۔ اللہ جو چاہتا ہے کرتا ہے۔ چنانچہ جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیق کرنے والے ہیں انہیں جنت دے گا اور جو تکذیب کرنے والے ہیں انہیں جہنم میں ڈالے گا۔

اس کے بعد اپنے حبیب پاک سید لولاک صلی اللہ علیہ وسلم کی تسلی کے لئے ارشاد ہے کہ اِنَّ اللّٰهَ نَاصِرٌ لِّرَسُوْلِهٖ فِی الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ فَمَنْ ظَنَّ مِنْ اَعَادِيْهِ غَيْرَ ذٰلِكَ۔ بے شک اللہ تعالیٰ اپنے حبیب پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا ناصر ہے تو جو عداوت سے اس کے خلاف گمان رکھے اور کہے کہ اللہ اپنے رسول کا ناصر و مددگار نہیں حیث قال۔

مَنْ كَانَ يَظُنُّ اَنْ لَّنْ يَّنْصُرَهُ اللّٰهُ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ۔ جو منافق یا مشرک اس گمان میں ہے کہ اللہ اپنے رسول کی مدد نہیں کرے گا دنیا اور آخرت میں۔ (نسفی)

اس میں ضمیر يَّنْصُرَهُ کی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف ہے جیسا کہ ابن عباس، کلبی، مقاتل، ضحاک، قتادہ، ابن زید، سدی، فراء، زجاج سے مروی ہے۔ آلوسی

فَالْمَعْنٰی اَنَّهٗ تَعَالٰی نَاصِرٌ لِرَسُوْلِهٖ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الدُّنْيَا بِاِعْلَاءِ كَلِمَتِهٖ وَاِظْهَارِ دِيْنِهٖ وَ فِي الْاٰخِرَةِ بِاِعْلَاءِ دَرَجَتِهٖ وَاِدْخَالِ مَنْ صَدَّقَهٗ جَنَّاتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ وَالْاِنْتِقَامِ مِمَّنْ كَذَّبَهٗ وَاَذَاقَتَهٗ عَذَابَ الْحَرِيْقِ لَايَصْرِفُهٗ سُبْحٰنَهٗ عَنْ ذٰلِكَ صَارِفٌ وَلَا يُعْطِفُهٗ عَنْهُ عَاطِفٌ فَمَنْ كَانَ يَغِيْظُهٗ ذٰلِكَ مِنْ اَعَادِيْهِ وَحُسَّادِهٖ وَ يَظُنُّ اَنْ لَّنْ يَّفْعَلَهٗ تَعَالٰی بِسَبَبِ مُدَافَعَتِهٖ بِبَعْضِ الْاُمُوْرِ وَ مُبَاشَرَةِ مَا يَرَوْهُ مِنَ الْمَكَائِدِ فَلْيُبَالِغْ فِي اِسْتِفْرَاغِ الْمَعْبُوْدِ وَالتَّجَاوُزِ فِي الْجِدِّ كُلَّ جِدٍّ مَّعْهُوْدٍ فَقُصَارٰی اَمْرِهٖ خَيْبَةُ مَسَاعِيْهِ وَعُقْمِ مُقَدَّمَاتِهٖ وَ مَبَادِيْهِ وَبَقَآءِ مَا يَغِيْظُ عَلٰی حَالِهٖ وَدَوَامِ شَجْوِهٖ وَقَدْ وَقَعَ مَقَامُ هٰذَا بِحَزَاهَا۔ (روح المعانی)

صاحب روح المعانی فرماتے ہیں کہ آیہ کریمہ کے یہ معنی ہوئے کہ

اللہ تعالیٰ اپنے رسول ﷺ کا دنیا میں اعلاء کلمہ حق اور غلبۂ دین کے ساتھ ناصر ہے اور آخرت میں بلندیٔ درجات سے معاون ہے اور جو اس کی تصدیق کرے اسے اس جنت میں داخل فرمائے گا جس کے نیچے نہریں رواں ہیں اور اسی طرح ہی اپنے رسول کی مدد فرمائے گا کہ جو جھٹلانے والے ہیں انہیں عذاب نار کا ذائقہ چکھائے گا اور اس انتقام سے کوئی قوت اسے نہیں روک سکے گی اور نہ کوئی اسے امن دے سکتا ہے تو جو غیظ و غضب کی آگ سے جل کر عداوت و حسد کر کے یہ گمان کرے کہ اللہ تعالیٰ اپنے نبی کی طرف سے مدافعت نہیں کرے گا اسے چاہئے کہ اپنی پوری کوشش کرے تو اس کی سعی کا سب سے کم نتیجہ یہ ہوگا کہ اس کی کوشش رائیگاں جائے گی اور اس کے تمام مقدمات اور ان کے مبادی سب بے نتیجہ رہیں گے اور اس کا غصہ اپنے حال پر قائم رہے گا اور وہ ہمیشہ غمگین رہے گا۔

فَلْيَمْدُدْ بِسَبَبٍ اِلَى السَّمَآءِ۔ وہ کھینچے رسی اپنے گھر کی چھت میں۔ سبب عربی میں رسی کو کہتے ہیں۔

ثُمَّ لْيَقْطَعْ۔ پھر اس رسی سے گلے میں پھانسی دے۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں قَطَعَ اِذَا اخْتَنَقَ۔ قطع کے معنی پھانسی کے ہیں اور اس کی اصل قطع نفس ہے۔

فَلْيَنْظُرْ هَلْ يُذْهِبَنَّ كَيْدُهٗ مَا يَغِيْظُ۔ پھر دیکھے کہ اس کا مکر جس میں وہ جل رہا ہے ختم ہوا یا کہ نہیں۔

یہ محاورہ عربی کا ہے جب کسی کو سخت ناراضگی کا جواب دیا جائے تو فَلْيَمْدُدْ بِسَبَبٍ اِلَى السَّمَآءِ اور ثُمَّ لْيَقْطَعْ فَلْيَنْظُرْ هَلْ يُذْهِبَنَّ كَيْدُهٗ مَا يَغِيْظُ بولتے ہیں۔ آگے ارشاد ہے:

وَكَذٰلِكَ اَنْزَلْنٰهُ اٰيٰتٍۢ بَيِّنٰتٍ ۙ وَّاَنَّ اللّٰهَ يَهْدِيْ مَنْ يُّرِيْدُ۔ اور ایسے ہی ہم نے نازل فرمایا قرآن کریم جس میں دلائل واضح ہیں اور بے شک اللہ جسے چاہے ہدایت کرتا ہے۔

یعنی مثل اس کے حکم بالغ اور واضح تمام قرآن پاک میں دلائل واضحہ کے ساتھ نازل فرمایا۔ لیکن ہدایت دلائل واضحہ اور

آیات باہرہ پر موقوف نہیں بلکہ لِاَنَّ اللّٰهَ يَهْدِيْ بِهٖ اِبْتِدَآءً اَوْ يُثْبِتُ عَلَى الْهُدٰى اَوْيَزِيْدُ فِيْهِ مَنْ يُّرِيْدُ هِدَايَتَهٗ اَوْ ثُبَاتَهٗ اَوْ زِيَادَتَهٗ فِيْهَا۔ اللہ تعالیٰ جسے ہدایت اول ہی دے دے یا اس کو ہدایت پر قائم کر دے یا اس ہدایت میں زیادتی فرمادے جس کے لئے چاہے ورنہ نہیں۔ گویا یہ وہ نعمت عظمیٰ ہے کہ مبدأ فیاض کی طرف سے ودیعت ہوتی ہے۔

اس کے بعد پانچ مذاہب کا تذکرہ فرما کر ایک مذہب کو حق اور باقی کو باطل ظاہر فرمایا گیا ہے۔ چنانچہ ارشاد ہے کہ

اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَالَّذِيْنَ هَادُوْا وَالصّٰبِـِٕيْنَ وَالنَّصٰرٰى وَالْمَجُوْسَ وَالَّذِيْنَ اَشْرَكُوْۤا ۖ اِنَّ اللّٰهَ يَفْصِلُ بَيْنَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدٌ بے شک وہ جو ایمان لائے اور وہ جو یہودی ہوئے اور وہ جو ستارہ پرست ہوئے اور نصاریٰ اور آتش پرست اور وہ جنہوں نے شرک کیا بے شک اللہ فیصلہ کرے گا ان کے اندر بروز قیامت بے شک اللہ ہر شے سے واقف ہے۔

صاحب تفسیر نسفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اَلْاَدْيَانُ خَمْسَةٌ اَرْبَعَةٌ لِلشَّيْطَانِ وَوَاحِدٌ لِلرَّحْمٰنِ وَالصَّابِئُوْنَ نَوْعٌ مِّنَ النَّصَارٰى فَلَاتَكُوْنُ سِتَّةً۔

دین کل پانچ ہیں چار شیطانی اور ایک رحمانی اور صابئون نصاریٰ کی ایک قسم ہے لہٰذا چھ دین نہیں بلکہ پانچ ہیں۔

ایمان والے مسلمان اور یہ دین رحمانی ہے۔

اور یہودی اور صابئین و نصاریٰ اور مجوس اور مشرک۔ یہ چاروں دین شیطانی ہیں ان کے حق میں وعید شدید فرمائی اور ارشاد ہوا:

اِنَّ اللّٰهَ يَفْصِلُ بَيْنَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ۔ ان میں اور ایمان والوں میں بروز قیامت اللہ تعالیٰ خود فیصلہ فرمائے گا۔ اس لئے کہ

اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدٌ بے شک اللہ ہر شے کا عالم ہے اور ان کا حافظ ہے۔ لِهٰذَا فَلْيَنْتَظِرْ كُلُّ امْرِئٍ مُّعْتَقَدَهٗ۔ دیکھ لے گا ہر شخص اپنے اپنے اعتقادیات کی جزا و سزا۔ پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے بطور استفہام انکاری فرمایا گیا جس میں مذکورہ ادیان اربعہ کے عقائد کا بطلان فرمایا گیا اور ارشاد ہوا:

اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ يَسْجُدُ لَهٗ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِي الْاَرْضِ وَالشَّمْسُ وَالْقَمَرُ وَالنُّجُوْمُ وَالْجِبَالُ وَالشَّجَرُ وَالدَّوَآبُّ وَكَثِيْرٌ مِّنَ النَّاسِ۔ اے محبوب کیا آپ نے نہ دیکھا کہ اللہ کے لئے سجدہ کرتے ہیں جو آسمانوں میں ہیں اور جو زمین میں ہیں اور سورج اور چاند اور تارے اور پہاڑ اور درخت اور چار پائے اور بہت سے لوگ۔

حقیقت یہ ہے کہ یہ چار دین شیطانی جو ہیں ان میں سے کسی نے ہدایت نہ پائی چنانچہ کوئی آسمانوں پر اپنا معبود بنا بیٹھا اور چاند، سورج، ستاروں کا پرستار ہو گیا کوئی ملائکہ کا پجاری ہو گیا کوئی زمین پر پہاڑوں کے روڑے پتھر پوجنے لگا کوئی درختوں میں پیپل، تار ابن، تلسی جی مہاراج کا پجاری ہو گیا، کوئی گؤ ماتا اور بندر کو لنگور کو ہاتھی کو سانپ کو پوجنے لگ گیا۔ کوئی آگ کو یزدان کہہ بیٹھا اور اس کے برعکس اہرمن بنا بیٹھا تو یہ تمام اشیاء عالم گنا کر اپنے حبیب لبیب رحمت دو عالم، عالم ما کان و ما یکون سے مخاطبہ بطریق استفہام انکاری فرمایا اَلَمْ تَرَ۔ يَعْنِيْ اَلَمْ تَعْلَمْ يَا مُحَمَّدُ عِلْمًا يَقُوْمُ مَقَامَ الْعِيَانِ اَنَّ الْكُلَّ يَسْجُدُ لَهٗ وَكَثِيْرٌ مِّنَ النَّاسِ۔ اَیْ وَيَسْجُدُ لَهٗ كَثِيْرٌ مِّنَ النَّاسِ بِسُجُوْدِ طَاعَتِهٖ وَ عِبَادَتِهٖ۔

وَكَثِيْرٌ حَقَّ عَلَيْهِ الْعَذَابُ۔ یعنی اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کیا آپ کو ان اشیاء کا علم آنکھوں دیکھا نہیں۔ تو استفہام انکاری سے یہ معنی ہو گئے کہ آپ کو علم بالمشاہدہ ہے کہ مذکورہ اشیاء تمام کی تمام ہمیں سجدہ کرتی ہیں تو یہ شیطانی دین والے ساجدوں کے ساجد ہیں حالانکہ عقل سلیم کسی ساجد کو سجدہ کرنا گوارا نہیں کرتی بلکہ اسی کے لئے سجدہ منظور کرتی ہے جو مسجود عالم ہے کسی نے خوب کہا ہے:

نہ مروتم ان پر مضطر کہ یہ بت ہیں چند روزہ　　　تم اس خدا کو پوجو کہ جسے اجل نہ آئے

اور كَثِيْرٌ حَقَّ عَلَيْهِ الْعَذَابُ یعنی بہت سے وہ انسان ہیں جن پر عذاب مقرر و مقدر ہو چکا ہے یہ وہی ہیں جو اللہ تعالیٰ کے سوا غیر خدا کو جو مخلوق ہے سجدہ کرتے اور اسے پوجتے ہیں تو ان کے کفر کی وجہ میں ان پر عذاب مقرر ہو گیا۔

وَمَنْ يُّهِنِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ مُّكْرِمٍ ؕ اِنَّ اللّٰهَ يَفْعَلُ مَا يَشَآءُ ۝ؕ۱۸ ۔ جسے اللہ ذلیل فرمائے اسے کوئی عزت دینے والا نہیں بے شک اللہ کرتا ہے جو چاہتا ہے۔

علامہ آلوسی رحمہ اللہ وَالَّذِيْنَ هَادُوْا وَالصّٰبِئِيْنَ پر فرماتے ہیں: هُمْ عَلٰى مَا اَخْرَجَ ابْنُ جَرِيْرٍ وَغَيْرُهٗ عَنْ قَتَادَةَ قَوْمٌ يَّعْبُدُوْنَ الْمَلٰٓئِكَةَ وَيُصَلُّوْنَ اِلَى الْقِبْلَةِ وَيَقْرَءُوْنَ الزَّبُوْرَ۔ یہود اور صابی ایک قوم ہے کہ ملائکہ کی پرستش کرتی ہے اور قبلہ کی طرف نماز پڑھتی ہے اور زبور کی تلاوت کرتی ہے۔

اور قاموس میں ہے کہ یہ وہ قوم ہے جو اپنے زعم میں دین نوح نجی اللہ علیہ السلام پر ہے اور ان کا قبلہ شمال کی طرف ہے اور وہ نصف النہار کے وقت عبادت کرتی ہے۔

اور کتاب الملل والنحل للشہرستانی میں ہے کہ صابی عہد ابراہیم علیہ السلام سے ہیں اور ان کے مقابلہ میں حنفاء تھے اور وہ کہتے تھے کہ ہم معرفت الٰہی اور معرفت طاعت اور امر حق اور اس کے احکام میں واسطۂ روحانی کے محتاج ہیں نہ کہ جسمانی کے۔

اور جب واسطۂ روحانی سے اعیان حقائق کا عرفان میسر نہ ہوا تو یہ ہیکل کی طرف رجوع ہوئے اور ہیکل سے مراد سبع سیارات تھے یعنی قمر، عطارد، زہرہ، شمس، مریخ، مشتری اور زحل۔ اور اس کے ساتھ کچھ ثوابت کی طرف رجوع ہو گئے۔ چنانچہ صابیۂ رومی تو سیاروں کو ماننے لگے اور صابیۂ ہند ثوابت کی پوجا کرنے لگے۔ اور اکثر ہیاکل سے تنزل کر کے تصویر اشخاص کے پجاری بن گئے جو نہ سن سکتی ہیں نہ دیکھ سکتی ہیں تو ان میں ایک فرقہ تو عبدۃ الکواکب ہو گیا۔

اور دوسرا فرقہ عبدۃ الاصنام ہو گیا۔

اور ان دونوں فرقوں سے سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے مناظرہ فرما کر ان پر حجت قائم کی۔

اس فرقہ کا ظہور سنہ اول میں طمورث بادشاہ فارس کے زمانہ میں ہوا۔

اور صابیہ لفظ عربی ہے صبا سے جیسے منع اور کرم اور صبا وصبوا۔ یہ لوگ دین ابراہیم علیہ السلام سے نکل کر بے دین ہو گئے۔

وَالنَّصٰرٰى وَالْمَجُوْسَ۔ یہ بروایت قتادہ رحمہ اللہ قوم ہے جو سورج قمر اور آگ پوجتی ہے۔

ایک قول ہے کہ یہ قوم نصاریٰ سے نکل کر ٹاٹ کا لباس پہنتی ہے۔

ایک قول ہے کہ یہ وہ قوم ہے جس نے کچھ نصاریٰ کے اصول لئے اور یہود کے طریقے اور ان کا عقیدہ یہ ہے کہ عالم کے دو اصل ہیں نور و ظلمت۔

اور کتاب الملل والنحل میں ہے کہ یہ ایک جماعت یہود سے پہلے کی ہے اور نصاریٰ سے بھی قبل تھی اور یہ دین شریعت صابیہ سے بھی علیحدہ بنائے ہوئے تھے اور ان کے پاس کتاب سے مشابہ کچھ ہے (جسے ژند اور پاژند کہتے ہیں) اور یہ آگ کو معظم مانتے ہیں۔

اور ان کے آتش کدے مجوسیت کے بہت سے ہیں۔

پہلا آتش کدہ جسے افریدون نے بنایا وہ بیت ناریطوس ہے۔

دوسرا آتش کدہ بخارے میں ہے جسے بردسون کہتے ہیں۔

تیسرا بہمن نے آتش کدہ بنایا جو بجستان میں ہے جسے کرکو کہتے ہیں۔

چوتھا آتش کدہ اور بخارے میں ہے جسے قبادان کہتے ہیں۔

پانچواں آتش کدہ کونشہ کے نام سے ہے فارس اور اصفہان کے مابین جسے کیخسرو نے بنایا۔

چھٹا آتش کدہ بقومش کے نام سے ہے جسے جریر بھی کہتے ہیں۔

ساتواں آتش کدہ کیکدر ہے جو مشرقی چین میں ہے۔

آٹھواں آتش کدہ فارس میں ہے جسے بارجان کہتے ہیں اسے ارجان جد کشتاسف نے بنایا اور یہ تمام آتش کدے زردشت سے پہلے کے ہیں۔

پھر زردشت نے ایک آتش کدہ بنایا۔ کشتاسف کے بعد اس کا نام بنسیار رکھا اور اس کے لئے وہ آگ لایا جس کی ان کے یہاں بہت عظمت تھی اور وہ خوارزم میں تھی اسے دارا میں رکھا اور مجوس اس آتش کدہ کو تمام آتش کدوں سے زیادہ عظمت کی نظر سے دیکھتے ہیں اور جب افراسیاب نے ان پر چڑھائی کی تو اس آتش کدہ کو سجدہ بھی کرنے لگے۔

اور مشہور ہے کہ انوشیرواں وہی ہے جس نے اس آتش کدہ کو کارشان میں بدلا اور کچھ یہاں چھوڑ کر باقی کو بلاد روم میں دروازہ قسطنطنیہ پر رکھا۔

پھر گیارہواں آتش کدہ شابور بن ازدشیر نے بنایا۔

اب یہ سب آتش کدے ظہور امام مہدی علیہ الرحمۃ والرضوان تک رہیں گے۔

بارہواں آتش کدہ باسفیشا مدینۃ السلام کے قریب ہے یہ بوران بنت کسریٰ کا ہے۔

تیرہواں آتش کدہ ہند میں بھی ہے جسے مجوس بہت تعظیم کی نظر سے دیکھتے ہیں۔

ان کا یہ عقیدہ ہے کہ یہ آگ ہمیں جہنم کی آگ سے نجات دلائے گی اور یہ نہیں سمجھتے کہ یہی عقیدہ شاید عذاب کا موجب ہوگا۔

لفظ مجوس کی تحقیق

قاموس میں ہے کہ مجوس بروزن صبور۔ یہ ایک آدمی چھوٹے کانوں والا تھا اس نے یہ دین وضع کیا اور لوگوں کو اس کی طرف بلایا یہ نام مجوس معرب ہے میخ گوش سے۔

اور صحاح میں ہے مجوسیہ ایک مکھی ہے اس کی طرف ان کی نسبت ہے۔

اور بعض نے کہا کہ مجوس موگوش سے معرب ہے اور اس قوم کو موگوش اس لئے کہتے ہیں کہ یہ سر کے بال کانوں تک بڑھاتے تھے۔

اور بحر میں ہے کہ یہ قوم نجاست استعمال کرتی تھی تو نون کو میم سے بدل کر مجوس کرلیا ورنہ نجوس گندگی والی قوم تھی۔ آگے ارشاد ہے:

وَالَّذِيْنَ اَشْرَكُوْٓا ۔ اَلْمَشْهُوْرُ اِنَّهُمْ عَبَدَةُ الْاَوْثَانِ۔ بت پرستوں نجوم پرستوں سب کو مشرک کہتے ہیں۔

هٰذٰنِ خَصْمٰنِ اخْتَصَمُوْا فِيْ رَبِّهِمْ۔ یہ دونوں جھگڑتے ہیں اپنے رب کے معاملہ میں۔

آلوسی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: فَالْمُرَادُ بِهٰذَانِ فَرِيْقُ الْمُؤْمِنِيْنَ وَ فَرِيْقُ الْكَفَرَةِ الْمُنْقَسَمِ اِلَى الْفِرَقِ الْخَمْسِ۔ اس سے مراد مومنین کی جماعت اور پانچ فرقۂ کفار کے مابین جو مخاصمہ کرتے تھے وہ ہیں۔

چنانچہ ابن جریر اور ابن مردویہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اس کا شان نزول یہ بیان کرتے ہیں:

تَخَاصَمَتِ الْمُؤْمِنُوْنَ وَالْيَهُوْدُ فَقَالَتِ الْيَهُوْدُ نَحْنُ اَوْلٰى بِاللّٰهِ تَعَالٰى وَاَقْدَمُ مِنْكُمْ كِتَابًا وَّ نَبِيًّا قَبْلَ نَبِيِّكُمْ وَقَالَ الْمُؤْمِنُوْنَ نَحْنُ اَحَقُّ بِاللّٰهِ اٰمَنَّا بِمُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاٰمَنَّا بِنَبِيِّكُمْ وَبِمَا اَنْزَلَ اللّٰهُ تَعَالٰى مِنْ كِتَابٍ وَاَنْتُمْ تَعْرِفُوْنَ كِتَابَنَا وَنَبِيَّنَا ثُمَّ تَرَكْتُمُوْهُ وَ كَفَرْتُمْ بِهٖ حَسَدًا فَنَزَلَتْ۔

مسلمانوں اور یہود کے مابین مخاصمہ ہوا تو یہود بولے ہم اولیٰ ہیں ایمان میں اللہ تعالیٰ کے ساتھ اور از روئے کتاب بھی ہم مقدم ہیں اور باعتبار نبوت بھی ہم پہلے ہیں اس پر مسلمانوں نے جواب دیا کہ ہم زیادہ حقدار ہیں اللہ کی رحمت کے ہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائے اور تمہارے نبی صلی اللہ علی نبینا وعلیہ وسلم کو بھی ہم نے مانا اور اس پر ہمارا ایمان ہے جو تم پر اللہ تعالیٰ نے کتاب میں نازل کیا اور تم خوب جانتے ہو ہماری کتاب اور ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو پھر تم حسد وعناد سے سب سے منکر ہو کر کافر ہوئے ہو تو یہ آیۂ کریمہ نازل ہوئی۔

ایک روایت سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ آیت تین آدمیوں کے متعلق نازل ہوئی جو بدر والے دن مشرکوں کے مقابلہ کو نکلے حضرت حمزہ بن عبدالمطلب اور حضرت عبیدہ بن حارث اور حضرت علی بن ابی طالب رضوان اللہ علیہم اجمعین۔

ان کے مقابلہ میں مشرکین کی طرف سے عتبہ اور شیبہ ابنائے ربیعہ اور ولید بن عتبہ آئے اور ان کے مابین جو مخاصمہ ہوا اس کا ذکر فرمایا گیا۔ چنانچہ ارشاد ہے:

"فَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا قُطِّعَتْ لَهُمْ ثِيَابٌ مِّنْ نَّارٍ۔ تو جنہوں نے کفر کیا ان کے لئے بیونتے گئے کپڑے آگ کے۔"

جس کے معنی یہ ہیں کہ ان کے لئے جہنمی لباس تیار کیا گیا ہے اور قطع ثیاب استعارہ فرمایا گیا حقیقتاً قطع ثوب مراد نہیں بلکہ جہنمی لباس مراد ہے چنانچہ حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں اِنَّ هٰذَا الثِّيَابَ مِنْ نُّحَاسٍ مُّذَابٍ وَلَيْسَ شَيْءٌ حُمِيَ فِي النَّارِ اَشَدُّ حَرَارَةً مِّنْهُ فَلَيْسَتِ الثِّيَابُ مِنْ نَّفْسِ النَّارِ بَلْ مِنْ شَيْءٍ يُّشْبِهُهَا وَتَكُوْنُ هٰذَا الثِّيَابُ كِسْوَةً لَّهُمْ وَ مَا اَقْبَحَهَا كِسْوَةً۔

یہ کپڑے پگھلائے ہوئے تانبہ کے ہوں گے اور اس سے شدید ترین گرم کوئی لباس نہ ہوگا تو وہ آگ کے کپڑے نہ ہوں گے بلکہ آگ ہی لباس کے مشابہ ان پر محیط ہوگی۔ اس سے قبیح ترین اور کیا لباس ہوگا۔ چنانچہ اس کی مزید وضاحت فرمائی گئی۔

"يُصَبُّ مِنْ فَوْقِ رُءُوْسِهِمُ الْحَمِيْمُ۔ بہایا جائے گا ان کے سر پر کھولتا پانی۔"

ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: لَوْسَقَطَ مِنَ الْحَمِيْمِ نَفْطَةٌ عَلٰى جِبَالِ الدُّنْيَا لَاَذَابَتْهَا۔ اگر ماء حمیم کا ایک قطرہ دنیا کے پہاڑوں پر ڈالا جائے تو وہ سب کو پگھلا دے۔

يُصْهَرُ بِهٖ مَا فِيْ بُطُوْنِهِمْ وَالْجُلُوْدُ۔ گل جائے جو کچھ ان کے پیٹوں میں امعاء واحشاء سے ہو۔

يُصْهَرُ۔ کے معنی يُذَابُ کے ہیں اور يُذَابُ گل جانے کے معنی میں مستعمل ہے چنانچہ

عبد بن حمید اور ترمذی اور عبداللہ بن احمد زوائد الزہد میں اور ایک جماعت حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے راوی ہیں کہ اِنَّهٗ تَلَا هٰذِهِ الْاٰيَةَ فَقَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اِنَّ الْحَمِيْمَ يُصَبُّ عَلٰى رُءُ وْسِهِمْ فَيَنْفَذُ الْجُمْجُمَةَ حَتّٰى يَخْلُصَ اِلٰى جَوْفِهٖ فَيَسْلُتُ مَا فِيْ جَوْفِهٖ حَتّٰى يَمْرُقَ اِلٰى قَدَمَيْهِ وَهُوَ الصَّهْرُ ثُمَّ يُعَادُ كَمَا كَانَ۔

حضرت ابو ہریرہ نے یہ آیت تلاوت فرما کر فرمایا میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا کہ فرماتے تھے کھولتا پانی جہنمیوں کے سروں پر جب ڈالا جائے تو وہ دماغ تک نفوذ کر کے کھوپڑی کا مغز نکال دے حتیٰ کہ وہ جوف میں سے ہوتا ہوا پاؤں تک پہنچے اور سب کچھ گلا ڈالے پھر از سر نو ایسا ہی ہو جائے جیسا کہ تھا۔

يُصْهَرُ کے معنی يُنْضَجُ بھی کئے گئے ہیں یعنی پکا وے۔ اس پر عطف فرمایا۔

وَالْجُلُوْدُ۔ اور کھالیں بھی گلا دے۔ جلود جلد کی جمع ہے اور جلد کھال کو کہتے ہیں۔

وَلَهُمْ مَّقَامِعُ مِنْ حَدِيْدٍ۔ اور ان کے لئے گرز ہوں گے لوہے کے۔ مَّقَامِعُ جمع ہے اس کا مفرد مقمعہ ہے وَ حَقِيْقَتُهَا مَا يُقْمَعُ بِهٖ اَىْ يُكَفُّ بِعَنَفٍ۔ مقمعہ اس کو کہتے ہیں جس سے کوٹا جائے۔

وَ فِيْ مَجْمَعِ الْبَيَانِ هِيَ مَدَقَّةُ الرَّأْسِ مِنْ قَمَعَهٗ قَمْعًا اِذَا رَوَّعَهٗ۔ وہ سر کوٹنے کا آلہ ہے جس سے سر کو کچل دیا جائے۔

ضحاک وغیرہ نے مطارق ترجمہ کیا یعنی ہتھوڑے۔

بعض نے کہا وہ سیاط ہیں یعنی کوڑے اس کا واحد سوط ہے۔

چنانچہ حدیث میں بھی یہی مضمون لیا گیا حَيْثُ قَالَ لَوْ وُضِعَ مِقْمَعٌ مِّنْهَا فِى الْاَرْضِ ثُمَّ اجْتَمَعَ عَلَيْهِ الثَّقَلَانِ مَا اَقَلُّوْهُ مِنَ الْاَرْضِ۔ اگر ایک گرز زمین میں رکھا جائے اور ثقلین کو جمع کیا جائے تو زمین سے کچھ باقی نہ رہے۔

آگے ارشاد ہے:

كُلَّمَآ اَرَادُوْٓا اَنْ يَّخْرُجُوْا مِنْهَا مِنْ غَمٍّ اُعِيْدُوْا فِيْهَا ۗ وَذُوْقُوْا عَذَابَ الْحَرِيْقِ۔ جب گھٹن کے سبب اس میں سے نکلنا چاہیں شدت تکلیف سے اسی میں لوٹا دیئے جائیں اور حکم ہو چکھو عذاب جلانے والا۔

آلوسی فرماتے ہیں: اَىْ اَشْرَفُوْا عَلَى الْخُرُوْجِ مِنَ النَّارِ وَ دَنَوْا مِنْهُ حَسْبَمَا يُرْوٰى اَنَّهَا تَضْرِبُهُمْ بِلَهْبِهَا فَتَدْمَغُهُمْ فَاِذَا كَانُوْا فِيْ اَعْلَاهَا ضُرِبُوْا بِالْمَقَامِعِ فَهَوَوْا فِيْهَا سَبْعِيْنَ خَرِيْفًا۔ جب وہ ارادہ کریں گے آگ سے نکلنے کا تو شرارہ ہائے جہنم انہیں اٹھالیں جب وہ بلندی پر آئیں تو گرز مارے جائیں تو وہ اس میں ستر خریف

گہرائی میں چلے جائیں اور انہیں کہا جائے اب تم چکھتے رہو جہنم کا عذاب۔ اَعَاذَنَا اللّٰهُ تَعَالٰی مِنَ النَّارِ وَمِنْ غَضَبِ الْجَبَّارِ بِحُرْمَةِ سَیِّدِ الْاَبْرَارِ۔

بامحاورہ ترجمہ تیسرا رکوع۔ سورۂ حج۔ پ ۱۷

اِنَّ اللّٰهَ یُدْخِلُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ یُحَلَّوْنَ فِیْهَا مِنْ اَسَاوِرَ مِنْ ذَهَبٍ وَّ لُؤْلُؤًا ؕ وَ لِبَاسُهُمْ فِیْهَا حَرِیْرٌ ﴿۲۳﴾

بے شک اللہ داخل کرے گا ایمان والوں کو جنہوں نے نیک عمل کئے باغوں میں جن کے نیچے نہریں رواں ہیں پہنائے جائیں اس میں سونے کے کنگن اور موتی اور ان کا لباس ریشم ہو

وَ هُدُوْۤا اِلَى الطَّیِّبِ مِنَ الْقَوْلِ ۚۖ وَ هُدُوْۤا اِلٰی صِرَاطِ الْحَمِیْدِ ﴿۲۴﴾

اور ہدایت ہوئی انہیں پاکیزہ بات کی اور ہدایت ہوئی تعریف کی راہ کی

اِنَّ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا وَ یَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِیْلِ اللّٰهِ وَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ الَّذِیْ جَعَلْنٰهُ لِلنَّاسِ سَوَآءَ ۨالْعَاكِفُ فِیْهِ وَ الْبَادِ ؕ وَ مَنْ یُّرِدْ فِیْهِ بِاِلْحَادٍۭ بِظُلْمٍ نُّذِقْهُ مِنْ عَذَابٍ اَلِیْمٍ ﴿۲۵﴾

بے شک وہ جو کافر ہوئے اور روکا انہوں نے اللہ کی راہ سے اور مسجد حرام سے جسے ہم نے کیا سب لوگوں کے لئے برابر رہنے والے وہاں کے اور پردیسی اور جو چاہے اس میں الحاد و زیادتی سے، چکھائیں گے ہم اسے عذاب دردناک

حل لغات تیسرا رکوع۔ سورۂ حج۔ پ ۱۷

اِنَّ۔ بے شک	اللّٰهَ۔ اللہ	یُدْخِلُ۔ داخل کرے گا	الَّذِیْنَ۔ ان کو جو
اٰمَنُوْا۔ ایمان لائے	وَ۔ اور	عَمِلُوا۔ عمل کئے	الصّٰلِحٰتِ۔ اچھے
جَنّٰتٍ۔ باغوں میں	تَجْرِیْ۔ چلتی ہیں	مِنْ تَحْتِهَا۔ ان کے نیچے	الْاَنْهٰرُ۔ نہریں
یُحَلَّوْنَ۔ پہنائے جائیں گے		فِیْهَا۔ اس میں	مِنْ اَسَاوِرَ۔ کنگن
مِنْ ذَهَبٍ۔ سونے کے	وَّ۔ اور	لُؤْلُؤًا۔ موتی	وَ۔ اور
لِبَاسُهُمْ۔ ان کا لباس	فِیْهَا۔ اس میں	حَرِیْرٌ۔ ریشم ہوگا	وَ۔ اور
هُدُوْۤا۔ ہدایت کئے گئے	اِلَى۔ طرف	الطَّیِّبِ۔ پاکیزہ	مِنَ الْقَوْلِ۔ بات کی
وَ۔ اور	هُدُوْۤا۔ ہدایت کئے گئے	اِلٰی۔ طرف	صِرَاطِ۔ راہ
الْحَمِیْدِ۔ تعریف کئے گئے کی	اِنَّ۔ بے شک	الَّذِیْنَ۔ وہ جو	كَفَرُوْا۔ کافر ہوئے
وَ۔ اور	یَصُدُّوْنَ۔ روکتے ہیں	عَنْ سَبِیْلِ اللّٰهِ۔ اللہ کی راہ سے	
وَ۔ اور	الْمَسْجِدِ۔ مسجد	الْحَرَامِ۔ حرام سے	الَّذِیْ۔ وہ جو
جَعَلْنٰهُ۔ بنایا ہم نے اس کو	لِلنَّاسِ۔ لوگوں کے لئے	سَوَآءَ۔ برابر ہے	الْعَاكِفُ۔ رہنے والا

فِيْهِ۔ اس میں	وَ۔ اور	الْبَادِ۔ پردیسی	وَ۔ اور
مَنْ۔ جو	يُّرِدْ۔ ارادہ کرے	فِيْهِ۔ اس میں	بِاِلْحَادٍۭ۔ الحاد کا
بِظُلْمٍ۔ ظلم سے	نُّذِقْهُ۔ چکھائیں گے ہم اسے	مِنْ عَذَابٍ۔ عذاب	اَلِيْمٍ۔ دردناک

خلاصہ تفسیر تیسرا رکوع۔ سورۂ حج۔ پ ۱۷

اِنَّ اللّٰهَ يُدْخِلُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ يُحَلَّوْنَ فِيْهَا مِنْ اَسَاوِرَ مِنْ ذَهَبٍ وَّ لُؤْلُؤًا ؕ وَ لِبَاسُهُمْ فِيْهَا حَرِيْرٌ ﴿۲۳﴾ ۔

پہلے رکوع میں فَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا قُطِّعَتْ لَهُمْ ثِيَابٌ مِّنْ نَّارٍ الایۃ کافروں کے لئے جو تیاریاں ہیں ان کا ذکر فرمایا تو اسلوب بیان قرآن کے مطابق ان کی جزاوسزا کے بیان کے بعد ایمان والوں کا مقام بھی بیان کرنا لازمی تھا اس لئے کہ قرآن کریم میں تمام مواقعہ پر یہی طرز بیان رہا ہے کہ اگر اول اہل جنت کا بیان کیا گیا تو بعد میں اہل جہنم کا اور اگر اول اہل جہنم کا تو بعد میں اہل جنت کا ذکر ضرور کیا گیا۔

اس میں لف ونشر مرتب نہیں ہوتا کہ ایک ہی طور پر اول جہنمی بعد میں جنتیوں کا ذکر ہو یا پہلے جنتیوں کا ذکر کیا جائے بعد میں جہنمیوں کا۔ بلکہ ذکر دونوں فریق کا کرنا غیر مرتب طور پر لازمی ہوتا ہے۔ اسے لف ونشر غیر مرتب کہتے ہیں۔

چنانچہ اس اسلوب پر یہاں اب جنتیوں کا حال بتانا لازم تھا۔ اس لئے کہ پہلے رکوع میں جہنمیوں کے لباس جہنم قطع فرمانا ظاہر کیا گیا تھا۔

تو اب اہل جنت کا حال فرمایا کہ وہ بہشت میں داخل ہوں گے جن کے نیچے نہریں رواں ہیں اور وہ اس میں جڑاؤ زیورات اور موتیوں کی چیزیں ریشمی لباس کے ساتھ پہنیں گے۔

اور وَهُدُوْۤا اِلَى الطَّيِّبِ مِنَ الْقَوْلِ۔ اور ان کے اخلاق دنیاداروں کے سے ذلیل نہ ہوں گے۔ کہ ایک دوسرے کو سب وشتم کر کے اپنی یگانگت کا مظاہرہ کریں بلکہ اللہ تعالیٰ ان کے تمام خصائل رذیلہ سلب فرما کر انہیں اچھے اخلاق، شستہ کلام کی ہدایت فرمادے گا۔

بعض نے قول طیب سے کلمہ شہادت مراد لیا۔

بعض نے قرآن کریم فرمایا۔

اور وَهُدُوْۤا اِلٰى صِرَاطِ الْحَمِيْدِ سے اچھا راستہ اسلام مراد لیا۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اس سے جنت کی راہ مراد لی۔

بہر حال جنتی روحانی وجسمانی نعمتوں سے متمتع ہوں گے۔

اس کے بعد پھر نافرمان فرقہ کے چند اوصاف بیان کئے اور ارشاد ہوا۔

اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَ يَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ الایۃ۔ یہ عہد رسالت ﷺ کے کفار کا ذکر ہے جو کفر کے علاوہ اللہ عزوجل کے راستے بھی روکتے تھے اور جو اسلام لے آئے ان پر سخت ظلم وستم کرتے انہیں دین چھوڑنے

پر مجبور کرتے اور مسجد حرام یعنی کعبۃ اللہ سے بھی منع کرتے۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ یہ آیت ابوسفیان کے متعلق ہے کہ انہوں نے حدیبیہ کے سال مسلمانوں کو عمرہ سے روکا اور واقعہ حدیبیہ چونکہ اس آیت کریمہ کے نزول کے بعد ہوا ہے اس بنا پر یہ عام شرارتوں کی طرف ہی اشارہ ہے۔

اس کے بعد مسجد حرام پر مسلم حقوق کی مساوات ظاہر کی گئی کہ اس میں عاکف یعنی مقیم و متوطن اور باد یعنی مسافر سب کے حقوق مساوی ہیں۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ مکہ کی سکونت میں وہاں کے متوطن اور پردیسی سب مساوی الحقوق ہیں اور یہی مذہب قتادہ اور سعید بن جبیر رضی اللہ عنہما کا ہے بلکہ ان کے نزدیک تو باہر والوں سے اہل مکہ کے لئے مکانات کا کرایہ لینا بھی جائز نہیں اور وہاں کی زمین بیع کرنے کا بھی حق نہیں اور اسی پر ابن عمر، عمر بن عبدالعزیز اور امام ہمام ابوحنیفہ اور اسحاق حنظلی رحمہم اللہ کا اتفاق ہے۔ اس کی مزید توضیح تفسیر رکوع سوم میں ملاحظہ کریں۔ ان کی دلیل یہی آیۂ کریمہ ہے۔

اور بعض احادیث سے ثابت ہے کہ اس سے مراد مکہ معظمہ ہے۔ لیکن علماء محققین کہتے ہیں کہ اس سے مراد صرف اور صرف حرم ہے کہ وہ کسی کی ملکیت نہیں۔ اس میں ہر مقیم و مسافر عبادت اور ادائے نماز میں مساوی حق رکھتا ہے۔

اور مکہ کے مکانات کی بیع تو عہد رسالت مآب میں بھی ہوتی ہے اس بنا پر سَوَآءَ ۨالْعَاكِفُ فِيْهِ وَالْبَادِ اس کے متعلق مقیم اور مسافر برابر کے حقدار ہیں کہ شعائر کا احترام کریں۔

وَمَنْ يُّرِدْ فِيْهِ بِاِلْحَادٍ۔ الحاد لحد سے مشتق ہے اس کے معنی کجی کے ہیں اس پر چند قول ہیں:

بعض کے نزدیک اس سے شرک مراد ہے۔

بعض کے نزدیک حرم میں شکار کرنا ہے۔

بعض کہتے ہیں کسی کو مارنا یا ستانا۔

صحیح قول یہ ہے کہ عام ممنوعات مراد ہیں ان کے مرتکب کو وعید ہے۔

نُّذِقْهُ مِنْ عَذَابٍ اَلِيْمٍ۔ ہم اس کو دردناک عذاب کا ذائقہ چکھائیں گے۔

اس کے بعد مسجد حرام کی تعمیر اور اس کے احترام کا تذکرہ آئندہ رکوع میں بیان فرمایا جا رہا ہے۔

مختصر تفسیر اردو تیسرا رکوع - سورۂ حج - پ ۱۷

"اِنَّ اللّٰهَ يُدْخِلُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ يُحَلَّوْنَ فِيْهَا مِنْ اَسَاوِرَ مِنْ ذَهَبٍ وَّلُؤْلُؤًا ؕ وَلِبَاسُهُمْ فِيْهَا حَرِيْرٌ"۔ بے شک اللہ داخل فرمائے گا انہیں جو ایمان لائیں اور نیک عمل کریں باغوں میں جن کے نیچے نہریں رواں ہیں سجے ہوئے ہوں اس میں کنگنوں سے جو سونے کے اور موتیوں کے ہوں اور ان کا لباس ریشمی ہو۔

یہاں سے بیان حسن حال مومنین شروع ہے کفار کے سوء حال کا تذکرہ فرما کر۔ اس میں وہ مومنین جن کے اعمال صالحہ ہیں انہیں جنت کی بشارت دے کر ارشاد ہے يُحَلَّوْنَ فِيْهَا پہنائے جائیں اس جنت میں۔ یہ تحلیہ بالحلی ہے یعنی

تَحْلِیُهِمُ الْمَلٰٓئِكَةُ عَلَیْهِمُ السَّلَامُ بِاَمْرِهٖ تَعَالٰی۔ سجادیں فرشتے علیہم السلام باذن الٰہی جنتیوں کو زیورات سے مِنْ اَسَاوِرَ مِنْ ذَهَبٍ اَیْ یُحَلَّوْنَ حُلِیًّا اَوْ شَیْئًا مِّنْ اَسَاوِرَ۔ یہ مِن تبعیضیہ ہے یعنی جنتی آراستہ کئے جائیں جنت میں زیورات سے اور کچھ سونے کے کنگنوں سے۔

اور حلی محاورہ میں سجانے اور حسین بنانے کے معنی میں بھی مستعمل ہے۔ چنانچہ یُحَلّٰی اور اِسْتَحْسَنْتُهٗ اور یہ اصل میں حلاوت سے ہے جیسے مٹھاس اچھی معلوم ہوتی ہے ایسے ہی زیور بھی بھلا معلوم ہوتا ہے۔ اور

وَّلُؤْلُؤًا۔ عطف ہے محل اساور پر اس کے معنی یہ ہوں گے وَیُؤْتَوْنَ لُؤْلُؤًا۔ سنہری زیورات کے ساتھ موتی بھی دیے جائیں۔

یا خلاصہ معنی یوں سمجھے جائیں کہ زیورات موتیوں سے جڑے ہوئے اس لئے کہ اَسْوَارٌ قَدْ یَكُوْنُ مِنْ ذَهَبٍ مُّرَصَّعٍ بِلُؤْلُؤٍ وَقَدْ یَكُوْنُ مِنْ لُؤْلُؤٍ فَقَطْ۔ کنگن کبھی تو سونے کے موتیوں سے مرصع ہوتے ہیں اور کبھی فقط موتیوں کے ہوتے ہیں۔

لیکن جنت کے موتیوں کی چمک دمک ایسی ہوگی کہ اس سے مشرق و مغرب روشن ہو جائیں گے۔ (ترمذی)

اور وہ ریشم جو جنت میں حلال اور دنیا میں مردوں کو حرام ہے بھی انوکھی ہی شان کا ہوگا۔

وَلِبَاسُهُمْ فِیْهَا حَرِیْرٌ۔ اور ان کا لباس جنت میں ریشم ہوگا۔

چنانچہ نسائی اور ابن حبان ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے راوی ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مَنْ لَبِسَ الْحَرِیْرَ فِی الدُّنْیَا لَمْ یَلْبَسْهُ فِی الْاٰخِرَةِ وَاِنْ دَخَلَ الْجَنَّةَ لَبِسَهٗ اَهْلُ الْجَنَّةِ وَلَمْ یَلْبَسْهُ۔ جو دنیا میں ریشم پہنے گا آخرت میں اسے ریشم نہ ملے گا اگرچہ جنت میں داخل ہو جائے تو اور جنتی ریشم پہنیں گے لیکن یہ ہرگز ریشم نہ پہن سکے گا۔

اور ظاہر ہے کہ استعمال حریر مردوں کو حرام ہے اور اس کی تکفیر بھی کی گئی جو ریشم مردوں کے لئے حلال کرے اور بیہقی نے اپنی سنن میں بھی یہ حدیث نقل کی۔ آگے ارشاد ہے:

وَهُدُوْٓا اِلَی الطَّیِّبِ مِنَ الْقَوْلِ۔ اور وہ ہدایت کئے جائیں پاک قول کے ساتھ۔

یعنی جنت میں مہذب شستہ باتیں اہل جنت میں ہوں چنانچہ دنیا میں قول طیب کلمۂ طیبہ ہے یعنی لا اله الا الله۔ اور ابن عباس رضی اللہ عنہما نے وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ فرمایا۔ اور جنت میں اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ صَدَقَنَا وَعْدَهٗ وَاَوْرَثَنَا الْاَرْضَ نَتَبَوَّاُ مِنَ الْجَنَّةِ ہے۔ یعنی وہاں حمد اس طرح ہوگی۔

وَهُدُوْٓا اِلٰی صِرَاطِ الْحَمِیْدِ۔ اور وہ ہدایت کئے جائیں سراہے گئے راستہ کی طرف اَیِ الْمَحْمُوْدِ جِدًّا۔ اس پر چند قول ہیں:

وَالْمُرَادُ بِهِ الْاِسْلَامُ فَاِنَّهٗ صِرَاطٌ مَّحْمُوْدٌ۔ اس سے مراد اسلام ہے کہ وہ صراط محمود ہے۔

ایک قول ہے کہ وہ جنت ہے۔

ایک قول ہے اِنَّ الْمُرَادَ مِنَ الْحَمِیْدِ هُوَ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ اَلْمُسْتَحِقُّ لِذَاتِهٖ لِغَایَةِ الْحَمْدِ۔ حمید سے مراد اللہ تعالیٰ ہے کہ وہ مستحق غایت حمد ہے۔ آگے ارشاد ہے جس میں کفار کی کیفیت اور مسجد حرام کے حقوق بیان فرمائے ہیں۔

اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَ يَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ الَّذِيْ جَعَلْنٰهُ لِلنَّاسِ سَوَآءَ ۨ الْعَاكِفُ فِيْهِ وَ الْبَادِ۔ وہ لوگ جو کافر ہوئے اور جو روکتے ہیں اللہ کے راستے سے اور مسجد حرام سے جسے کیا لوگوں کے لئے برابر مقیم متوطن اور پردیسی کے لئے برابر۔

اس کے شان نزول میں سید المفسرین ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

نَزَلَتْ فِيْ اَبِيْ سُفْيَانَ بْنِ حَرْبٍ وَّ اَصْحَابِهٖ حِيْنَ صَدُّوْا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَ اَصْحَابَهٗ عَامَ الْحُدَيْبِيَّةِ عَنِ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ فَكَرِهَ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَ السَّلَامُ اَنْ يُّقَاتِلَهُمْ وَ كَانَ مُحْرِمًا بِعُمْرَةٍ ثُمَّ صَالَحُوْهُ عَلٰى اَنْ يَّعُوْدَ فِي الْعَامِ الْقَابِلِ۔

یہ آیت ابوسفیان بن حرب اور اس کی جماعت کے متعلق نازل ہوئی جبکہ انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام علیہم رضوان کو مقام حدیبیہ میں مسجد حرام سے روکا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ان سے مقاتلہ گوارا نہ ہوا اس لئے کہ آپ محرم تھے عمرہ کے لئے پھر ان سے مصالحت ہوگئی آئندہ سال کے لئے آنے پر۔

اور اس سے مراد مکہ معظمہ ہے حَيْثُ قَالَ وَالْمُرَادُ بِالْمَسْجِدِ الْحَرَامِ مَكَّةُ اور الَّذِيْ جَعَلْنٰهُ لِلنَّاسِ سَوَآءَ ۨ الْعَاكِفُ فِيْهِ وَ الْبَادِ۔ یعنی وہ مکہ مکرمہ وہ ہے کہ اسے ہم نے برابر کیا ہے مکی اور آفاقی کے لئے یعنی متوطن مقیم اور مسافر کے لئے اس میں حقوق مساوی ہیں۔

اور اس بنا پر بعض ائمہ نے اس آیت سے استشہاد کیا عدم جواز بیع مکانات مکہ کا اور کرایہ پر دینے کا اس لئے کہ یہاں حقوق سب کے مساوی ہیں۔

اور اس کی تصریح بعض احادیث سے ملتی ہے چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مَكَّةُ حَرَسَهَا اللّٰهُ تَعَالٰى لَا يَحِلُّ بَيْعُ رِبَاعِهَا وَلَا اِجَارَةُ بُيُوْتِهَا۔ مکہ اللہ نے حرام فرمایا اس میں مکانات کی فروخت حرام اور کرایہ مکانات کا لینا حرام ہے۔

پھر ابن لبابہ بیان کرتے ہیں کہ اہل مکہ کے مکانات بغیر دروازوں کے ہوتے تھے حتیٰ کہ چوریاں ہونے لگیں تو ایک شخص نے اپنے گھر کا دروازہ لگالیا اس پر عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اَتُغْلِقُ بَابًا فِيْ وَجْهِ حَاجِّ الْبَيْتِ فَقَالَ اِنَّمَا اَرَدْتُّ حِفْظَ مَتَاعِهِمْ مِنَ السَّرِقَةِ فَتَرَكَهٗ فَاتَّخَذَ النَّاسُ الْاَبْوَابَ۔

کیا تو حاجیوں کے لئے دروازہ بند کرتا ہے تو اس نے عرض کی میں نے تو ان کے سامان کی محافظت کی ہے تاکہ ان کی چوری نہ ہو تو حضرت فاروق نے اسے چھوڑ دیا تو پھر اور لوگوں نے بھی دروازے لگانے شروع کر دیئے۔

وَاَخْرَجَ ابْنُ مَاجَةَ وَابْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ عَنْ عَلْقَمَةَ ابْنِ نَضْلَةَ قَالَ تُوُفِّيَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَ اَبُوْبَكْرٍ وَ عُمَرُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا وَمَا فِيْهِ مِنْ رِبَاعِ مَكَّةَ اِلَّا مَنِ احْتَاجَ سَكَنَ وَمَنِ اسْتَغْنٰى اَسْكَنَ۔ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوئی تو ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما نے وہ مکانات جو مکہ میں تھے تنگ دستوں کو دے دیئے اور حاجت مند ان میں رہتے اور مال دار لوگ انہیں رکھتے۔

اور ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا جو مکہ معظمہ کے مکانات کا کرایہ کھائے اس نے اپنے پیٹ میں آگ بھری اس لئے کہ

مکہ کے اندر ہر آدمی برابر ہے انتفاع میں خواہ مسافر ہو یا مقیم۔

اس قسم کی اکثر روایتیں ہیں چنانچہ دارقطنی میں بھی ہے لیکن انہوں نے اتنا سہارا لیا کہ لَا بَأْسَ بِبَیْعِ بِنَاءِ مَکَّۃَ وَیُکْرَہُ بَیْعُ اَرْضِهَا۔ مکانات بیچنا جائز ہے لیکن زمین فروخت کرنا مکروہ ہے۔ پھر اس میں شوافع وغیرہ کے بہت سے اختلاف ہیں۔ حالانکہ مکہ مکرمہ میں زمین و مکان بیع ہوتے ہیں۔

بہرحال اقوال فقہاء سے بھی سہارا ملتا ہے چنانچہ تنویر الابصار شرح درالمختار میں ہے:

وَجَازَ بَیْعُ بُیُوْتِ مَکَّۃَ وَاَرْضِهَا بِلَا کِرَاهَۃٍ وَ بِهٖ قَالَ الشَّافِعِیُّ وَ بِهٖ یُفْتٰی ۔ عینی۔ روح المعانی۔ بیوت مکہ اور اس کی زمین بیچنا بلا کراہت جائز ہے اور اسی پر شافعی ہیں اور اسی پر فتویٰ ہے۔

اور مختارات النوازل میں ہے ہدایہ سے ہے لَا بَأْسَ بِبَیْعِ بِنَائِهَا وَ اِجَارَتِهَا لٰکِنْ فِی الزَّیْلَعِیِّ وَغَیْرِهٖ یُکْرَہُ اِجَارَتُهَا۔ مکانات بیچنا اور کرایہ پر دینا مکہ میں جائز ہے البتہ علامہ زیلعی رحمہ اللہ نے مکروہ فرمایا کرایہ کھانا مکانات کا۔

اس قسم کے اختلاف اقوال اور بہت سے ہیں۔

لیکن علامہ آلوسی رحمہ اللہ آخر میں فرماتے ہیں:

وَالَّذِیْ تَحَرَّا مِمَّا رَاَیْنَاہُ مِنْ اَکْثَرِ مُعْتَبَرَاتِ کُتُبِ سَادَاتِنَا الْحَنَفِیَّۃِ اَنَّ جَوَازَ بَیْعِ بِنَاءِ الْبُیُوْتِ مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ لِاَنَّهٗ مِلْکٌ لِّمَنْ بَنَاہُ کَمَنْ بَنٰی فِیْ اَرْضِ الْوَقْفِ بِاِذْنِ الْمُتَوَلِّیْ۔

اور جو کچھ اس کے متعلق معتبر کتب سادات حنفیہ سے ہم نے دیکھا اس میں جواز بیع بناء بیوت پر سب کا اتفاق ہے اس لئے کہ بناء بنانے والے کی وہ ملک ہے جیسے متولی کی اجازت سے ارض موقوفہ پر جو عمارت بنائی وہ اس کی ملک ہوتی ہے۔

اور شوافع یہ کہتے ہیں کہ

اِنَّ الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ فِی الْمَطَافِ وَالْعَاکِفُ فِی الْمُعْتَکَفِ لِلْعِبَادَ الْمَعْدُوْدِ مِنْ اَهْلِ الْمَسْجِدِ بِمُلَازَمَتِهٖ لَهٗ اَظْهَرُ۔ مسجد حرام مطاف میں ہے اور عاکف مقام اعتکاف میں مقررہ عبادت کے لئے ہوتا ہے تو اہل مسجد کے لئے ہے یہ ظاہر حکم ہے۔ تو

سَوَآءَ ۨالْعَاکِفُ فِیْهِ وَالْبَادِ سے مساوات مقیم و مسافر صرف مسجد حرام میں عبادت کے لئے ہے۔

پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ کے دن فرمایا:

مَنْ اَغْلَقَ بَابَهٗ فَهُوَ اٰمِنٌ وَ مَنْ دَارَ اَبِیْ سُفْیَانَ فَهُوَ اٰمِنٌ ۔ جو دروازہ بند کر لے وہ مامون ہے اور جو دار ابوسفیان میں داخل ہو جائے وہ امن میں ہے۔

وَ بِاَنَّهٗ قَدِ اشْتَرٰی عُمَرُ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ دَارَالسِّجْنِ اَتَرٰی اَنَّهٗ اشْتَرٰی مِنْ مَّالِکِیْهَا اَوْ غَیْرِ مَالِکِیْهَا۔ اور بیع و شریٰ اس لئے بھی جائز مانی جائے گی کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جیل خانہ کے لئے زمین خریدی تو کیا وہ مالک زمین سے لی یا نہیں۔

اب سوال یہ ہے کہ حد حرام کتنی ہے اس پر یہ رباعی کافی ہے۔ جو حدود حرم کی وسعتوں کو واضح کر رہی ہے چنانچہ وہ کہتا ہے۔

وَ لِلْحَرَمِ التَّحْدِیْدُ مِنْ اَرْضِ طِیْبَۃٍ ثَلَاثَۃُ اَمْیَالٍ اِذَا رُمْتَ اِتْقَانَهٗ

وَ سَبْعَةُ اَمْيَالٍ عِرَاقٌ وَّ طَائِفُ وَ جِدَّةُ عَشْرٌ ثُمَّ تِسْعٌ جِعِرَّانَهُ
وَ مِنْ يَمَنٍ سَبْعٌ بِتَقْدِيمِ سِينِهِ وَ قَدْ كُمِّلَتْ فَاشْكُرْ لِرَبِّكَ اِحْسَانَهُ

حدود ارض طیبہ سے حرم کی تین میل ہے۔

عراق اور طائف کی طرف سے سات میل

اور جدہ کی طرف سے دس میل

اور جعرانہ کی طرف سے نو میل

اور سمت یمن سے سات میل

اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حد مسجد حرام آخر مسعیٰ تک ہے۔

اور عبداللہ بن عمرو بن عاص فرماتے ہیں مسجد حرام کی بنیاد جو ابراہیم علیہ السلام نے رکھی وہ مروہ سے مخرج مسیل جیاد تک تھی۔

اور انہوں نے بتایا کہ مسجد حرام کا طول اس وقت چار سو چار ذراع تھا اور عرض تین سو ذراع اور ذراع ہمارے مروجہ گز سے گیارہ گرہ کا ہوتا ہے۔ اس حساب سے تین سو گز سے کم طول اور دو سو پچیس گز کے قریب عرض نکلتا ہے۔

اور موجودہ صورت میں مسجد حرام عہد رسالت مآب ﷺ میں نہ تھی۔ حرم کی دیواریں بھی نہ تھیں۔

جب فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا دور آیا تو مسجد حرام وسیع کی گئی۔ آپ نے اس کے گرد کے مکان خرید کئے، انہیں گرایا اور دیواریں بنوائیں لیکن یہ دیواریں مثل منڈیر کے چھوٹی تھیں قد آدم بھی نہ تھیں اور اس زمانہ میں چراغ حرم کی روشنی کے لئے ان دیواروں پر رکھے جاتے تھے۔

پھر جب عہد عثمان رضی اللہ عنہ آیا تو آپ نے اور مکانات گرد حرم کے خرید کئے اور حرم کو وسیع کیا۔

پھر عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ ۶۰ھ سے زائد کے بعد کے عہد میں اس میں کافی وسعت ہوگئی۔

اور آپ نے دار الرزاقی سات ہزار دینار میں خرید کر حرم میں داخل کئے۔

پھر اس کی تعمیر عبدالملک بن مروان رحمہ اللہ نے کی لیکن حرم کو بجائے بڑھانے کے دیواروں کو اونچا کر دیا اور ستون سنگین حجر رخام کے قائم کرائے۔

پھر عہد منصور میں شق شامی کی طرف وسعت دی گئی اور ستون سنگ رخام کے بڑھائے۔

پھر عہد مہدی میں دوبارہ تعمیر کی گئی اس وقت تک کعبہ مکرمہ حرم کی ایک سمت تھا اس نے اتنا صحن وسیع کیا کہ بیت اللہ وسط میں آگیا اور بہت سے مکانات خرید کر حرام میں داخل کئے کما ذکرہ النووی۔

اور عہد مہدی میں مصلے حنفی کے پیچھے دار الندوہ تھا اسے بھی حدود مسجد میں ملا دیا گیا۔

حتیٰ کہ جب عہد حکومت سلاطین آل عثمان آیا تو انہوں نے حرم کے تمام و کمال شان تعمیری کو مکمل کیا اس کے بعد آخر آیت رکوع میں ارشاد ہے:

وَمَنْ يُّرِدْ فِيْهِ بِاِلْحَادٍۢ بِظُلْمٍ نُّذِقْهُ مِنْ عَذَابٍ اَلِيْمٍ۔ اور جو الحاد چاہے اور ظلم کرے اسے ہم دردناک عذاب کا

ذائقہ دیں گے۔

الحاد کے معنی نافرمانی کے ہیں جو قصداً کی جائے۔

اور الحاد اصل میں حافر یعنی گڑھا کھودنے والوں کو کہتے ہیں۔

اور الحاد کے حاصل معنی مَیْلًا عَنِ الْحَقِّ اِلَی الْبَاطِلِ کے ہیں جو تمام معاصی پر بول سکتے ہیں۔

بعض نے کہا الحاد شرک ہے۔

اور الحاد لحد سے ہے ملحد لحد کھودنے والا ملحد جو لحد میں رکھا جائے۔

اس کا شان نزول بقول ابن عباس رضی اللہ عنہما یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے عبداللہ بن انیس کے ساتھ دو آدمیوں کو بھیجا تھا ان میں ایک مہاجر تھا اور دوسرا انصاری ان لوگوں نے اپنے اپنے نسب پر فخر کرنا شروع کیا۔ عبداللہ بن انیس کو غصہ آیا اس نے انصاری کو قتل کر دیا اور خود فرار ہو کر مکہ کی طرف بھاگ گیا اس پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی اور فرمایا وَمَنْ يُّرِدْ فِيْهِ بِاِلْحَادٍۭ بِظُلْمٍ نُّذِقْهُ مِنْ عَذَابٍ اَلِيْمٍ۔

بامحاورہ ترجمہ چوتھا رکوع - سورۂ حج - پ ۱۷

وَ اِذْ بَوَّاْنَا لِاِبْرٰهِيْمَ مَكَانَ الْبَيْتِ اَنْ لَّا تُشْرِكْ بِيْ شَيْـًٔا وَّ طَهِّرْ بَيْتِيَ لِلطَّآئِفِيْنَ وَ الْقَآئِمِيْنَ وَ الرُّكَّعِ السُّجُوْدِ ﴿۲۶﴾

اور یاد فرمایئے جبکہ ہم نے ٹھکانا کر دیا ابراہیم کا مکان بیت کو اور حکم دیا کہ نہ شریک کرنا میرا کسی کو اور میرا گھر ستھرا رکھو طواف والوں اور اعتکاف والوں اور رکوع سجدے کرنے والوں کے لئے

وَ اَذِّنْ فِي النَّاسِ بِالْحَجِّ يَاْتُوْكَ رِجَالًا وَّ عَلٰى كُلِّ ضَامِرٍ يَّاْتِيْنَ مِنْ كُلِّ فَجٍّ عَمِيْقٍ ﴿۲۷﴾

اور اعلان کر لوگوں میں حج کا آئیں گے لوگ پیادہ اور ہر دبلی اونٹنی پر آتی ہیں ہر دور کی راہ سے

لِّيَشْهَدُوْا مَنَافِعَ لَهُمْ وَ يَذْكُرُوا اسْمَ اللّٰهِ فِيْۤ اَيَّامٍ مَّعْلُوْمٰتٍ عَلٰى مَا رَزَقَهُمْ مِّنْۢ بَهِيْمَةِ الْاَنْعَامِ ۚ فَكُلُوْا مِنْهَا وَ اَطْعِمُوا الْبَآئِسَ الْفَقِيْرَ ﴿۲۸﴾

تا کہ وہ پائیں اپنا فائدہ اور اللہ کی یاد کریں جانے ہوئے دنوں میں اس پر کہ انہیں رزق دیا بے زبان چوپایوں کا تو کھاؤ ان میں سے اور کھلاؤ مصیبت زدہ محتاج کو

ثُمَّ لْيَقْضُوْا تَفَثَهُمْ وَ لْيُوْفُوْا نُذُوْرَهُمْ وَ لْيَطَّوَّفُوْا بِالْبَيْتِ الْعَتِيْقِ ﴿۲۹﴾

پھر اتاریں اپنا میل کچیل اور پوری کریں اپنی منتیں اور طواف کریں آزاد گھر کا

ذٰلِكَ ۗ وَ مَنْ يُّعَظِّمْ حُرُمٰتِ اللّٰهِ فَهُوَ خَيْرٌ لَّهٗ عِنْدَ رَبِّهٖ ؕ وَ اُحِلَّتْ لَكُمُ الْاَنْعَامُ اِلَّا مَا يُتْلٰى عَلَيْكُمْ فَاجْتَنِبُوا الرِّجْسَ مِنَ الْاَوْثَانِ وَ اجْتَنِبُوْا قَوْلَ الزُّوْرِ ﴿۳۰﴾

یہ ہے حکم اور جو تعظیم کرے اللہ کی حرمتوں کی تو وہ اس کے لئے اس کے رب کے یہاں بہتر ہے اور حلال کئے گئے تم پر چوپائے بے زبان مگر جو پڑھی جاتی ہے تم پر ممانعت تو بچو بتوں کی گندگی سے اور بچو جھوٹی بات سے

حُنَفَآءَ لِلّٰهِ غَيْرَ مُشْرِكِيْنَ بِهٖ ۭ وَمَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَكَاَنَّمَا خَرَّ مِنَ السَّمَآءِ فَتَخْطَفُهُ الطَّيْرُ اَوْ تَهْوِيْ بِهِ الرِّيْحُ فِيْ مَكَانٍ سَحِيْقٍ ﴿٣١﴾	ایک اللہ کے ہو کر کہ اس کا کسی کو ساجھی نہ کرو اور جو اللہ کا شریک کرے وہ گویا گرا آسمان سے کہ اسے اچک لے جاتے ہیں پرندے یا ہوا اسے کسی دور جگہ پھینکتی ہے
ذٰلِكَ ۤ وَمَنْ يُّعَظِّمْ شَعَآئِرَ اللّٰهِ فَاِنَّهَا مِنْ تَقْوَى الْقُلُوْبِ ﴿٣٢﴾	یہ ہے بات اور جو اللہ کے نشانوں کی تعظیم کرے تو یہ دلوں کی پرہیزگاری ہے
لَكُمْ فِيْهَا مَنَافِعُ اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى ثُمَّ مَحِلُّهَآ اِلَى الْبَيْتِ الْعَتِيْقِ ﴿٣٣﴾	تمہارے لئے اس میں فائدے ہیں ایک مقررہ مدت تک پھر پہنچنا ہے ان کا آزاد گھر تک

22

حل لغات چوتھا رکوع ۔ سورۂ حج ۔ پ ۱۷

وَ ۔ اور ۔ اِذْ ۔ جب ۔ بَوَّاْنَا ۔ جگہ دی ہم نے ۔ لِاِبْرٰهِيْمَ ۔ ابراہیم کو
مَكَانَ ۔ جگہ ۔ الْبَيْتِ ۔ بیت اللہ کی ۔ اَنْ ۔ یہ کہ ۔ لَّا ۔ نہ
تُشْرِكْ ۔ شریک بنا ۔ بِيْ ۔ میرے ساتھ ۔ شَيْئًا ۔ کسی کو ۔ وَّ ۔ اور
طَهِّرْ ۔ ستھرا کر ۔ بَيْتِيَ ۔ میرا گھر ۔ لِلطَّآئِفِيْنَ ۔ طواف کرنے والوں
وَ ۔ اور ۔ الْقَآئِمِيْنَ ۔ اعتکاف کرنے والوں ۔ وَ ۔ اور
الرُّكَّعِ ۔ رکوع کرنے والوں ۔ السُّجُوْدِ ۔ سجدہ کرنے والوں کے لئے ۔ وَ ۔ اور
اَذِّنْ ۔ آواز دے ۔ فِي ۔ بیچ ۔ النَّاسِ ۔ لوگوں کے ۔ بِالْحَجِّ ۔ حج کے لئے
يَاْتُوْكَ ۔ آئیں گے تیرے پاس ۔ رِجَالًا ۔ پیدل ۔ وَّ ۔ اور
عَلٰى ۔ اوپر ۔ كُلِّ ۔ ہر ایک ۔ ضَامِرٍ ۔ لاغر اونٹنی کے ۔ يَّاْتِيْنَ ۔ آئیں گی
مِنْ كُلِّ ۔ ہر ایک ۔ فَجٍّ ۔ راہ ۔ عَمِيْقٍ ۔ گہری کے ۔ لِّيَشْهَدُوْا ۔ تا کہ حاضر ہوں
مَنَافِعَ ۔ منافع ۔ لَهُمْ ۔ اپنے کو ۔ وَ ۔ اور ۔ يَذْكُرُوا ۔ یاد کریں
اسْمَ ۔ نام ۔ اللّٰهِ ۔ اللہ کا ۔ فِيْٓ ۔ بیچ ۔ اَيَّامٍ ۔ دنوں
مَّعْلُوْمٰتٍ ۔ مقرر کے ۔ عَلٰى ۔ اوپر ۔ مَا ۔ اس کے جو ۔ رَزَقَهُمْ ۔ ان کو رزق دیا
مِّنْۢ ۔ کچھ ۔ بَهِيْمَةِ ۔ چار پائے ۔ الْاَنْعَامِ ۔ جانوروں سے ۔ فَكُلُوْا ۔ تو کھاؤ
مِنْهَا ۔ اس سے ۔ وَ ۔ اور ۔ اَطْعِمُوا ۔ کھلاؤ ۔ الْبَآئِسَ ۔ بھوکے
الْفَقِيْرَ ۔ محتاج کو ۔ ثُمَّ ۔ پھر ۔ لْيَقْضُوْا ۔ چاہئے کہ دور کریں ۔ تَفَثَهُمْ ۔ اپنی میل کچیل
وَ ۔ اور ۔ لْيُوْفُوْا ۔ چاہئے کہ پورا کریں ۔ نُذُوْرَهُمْ ۔ اپنی نذریں ۔ وَ ۔ اور
لْيَطَّوَّفُوْا ۔ چاہئے کہ طواف کریں ۔ بِالْبَيْتِ ۔ گھر ۔ الْعَتِيْقِ ۔ آزاد کا
ذٰلِكَ ۔ یہ ہے ۔ وَ ۔ اور ۔ مَنْ ۔ جو ۔ يُّعَظِّمْ ۔ عزت کرے

حُرُمٰتِ۔نشانوں	اللّٰہِ۔اللہ کی	فَھُوَ۔تو وہ	خَیْرٌ۔بہتر ہے
لَّہٗ۔اس کے لئے	عِنْدَ۔نزدیک	رَبِّہٖ۔اس کے رب کے	وَ۔اور
اُحِلَّتْ۔حلال کئے گئے	لَکُمُ۔تمہارے لئے	الْاَنْعَامُ۔جانور	اِلَّا۔مگر
مَا۔جو	یُتْلٰی۔پڑھے جاتے ہیں	عَلَیْکُمْ۔تم پر	فَاجْتَنِبُوا۔تو بچو
الرِّجْسَ۔گندگی	مِنَ الْاَوْثَانِ۔بتوں کی سے	وَ۔اور	اجْتَنِبُوْا۔بچو
قَوْلَ۔بات	الزُّوْرِ۔جھوٹی سے	حُنَفَآءَ۔ایک رخ ہوکر	لِلّٰہِ۔اللہ کے لئے
غَیْرَ۔نہ	مُشْرِکِیْنَ۔شرک کرنے والے		بِہٖ۔اس کے ساتھ
وَ۔اور	مَنْ۔جو	یُّشْرِكْ۔شرک کرے	بِاللّٰہِ۔اللہ کے ساتھ
فَکَاَنَّمَا۔تو گویا	خَرَّ۔گر پڑا	مِنَ السَّمَآءِ۔آسمان سے	فَتَخْطَفُہُ۔پھر اچک لے
گئے اس کو	الطَّیْرُ۔پرندے	اَوْ۔اور یا	تَھْوِیْ۔گرادیں
بِہٖ۔اس کو	الرِّیْحُ۔ہوائیں	فِیْ۔بیچ	مَکَانٍ۔جگہ
سَحِیْقٍ۔گہری کے	ذٰلِکَ۔یہ ہے	وَ۔اور	مَنْ۔جو
یُّعَظِّمْ۔تعظیم کرے	شَعَآئِرَ۔نشانیوں	اللّٰہِ۔اللہ کی	فَاِنَّھَا۔تو وہ ہے
مِنْ تَقْوَی۔پرہیزگاری	الْقُلُوْبِ۔دلوں کی	لَکُمْ۔تمہارے	فِیْھَا۔اس میں
مَنَافِعُ۔فائدے ہیں	اِلٰٓی۔طرف	اَجَلٍ۔مدت	مُّسَمًّی۔مقرر کے
ثُمَّ۔پھر	مَحِلُّھَآ۔پہنچنا ہے اس کو	اِلٰی۔طرف	الْبَیْتِ۔گھر
الْعَتِیْقِ۔آزاد کی			

حلِ نادر لغات

اس رکوع میں نادر لغات یہ ہیں ان کی تصریح سمجھ لیں

بَوَّاْنَا۔محاورہ میں کہتے ہیں بَوَّاَہٗ مَنْزِلًا اِذَا اَنْزَلَہٗ فِیْہِ۔جب کسی مکان میں کسی کو ٹھہرائیں تو کہتے ہیں بعض نے مرجع کون سی جگہ کے لئے کئے۔

قَائِمِیْنَ۔مُقِیْمِیْنَ۔یعنی رہنے والے

طَائِفِیْنَ۔طَارِئِیْنَ۔جلدی پہنچنے والے۔یا طواف کرنے والے۔

رُکَّعِ السُّجُوْدِ۔رکوع وسجدہ کرنے والے

اَذِّنْ۔نَادِ فِیْھِمْ۔اعلان عام فرمادیں۔

ضَامِرٍ۔بَعِیْرٍ مَّھْزُوْلٍ۔ابل۔اونٹ اوراونٹنی اس کا اطلاق مذکرومؤنث پر عام ہے۔

کُلِّ فَجٍّ عَمِیْقٍ۔فج۔راستہ۔عمیق بعید۔

بَھِیْمَۃِ الْاَنْعَامِ۔چارپایہ۔انعام بے زبان۔

بَائِسَ۔ اَیِ الَّذِیْ اَصَابَہٗ بُؤْسٌ اَیْ شِدَّۃٌ۔ وہ جو تنگدستی کا پورا شکار ہو۔

فَقِیْر۔ محتاج۔

تَفَثَہُمْ۔ ھُوَ فِی الْاَصْلِ الْوَسْخُ وَالْقَذْرُ۔ اصل میں تفث میل کچیل کو کہتے ہیں۔

بَیْتِ الْعَتِیْقِ۔ اِنَّمَا سَمَّی اللّٰہُ بَیْتَ الْعَتِیْقِ لِاَنَّہٗ اَعْتَقَہٗ مِنَ الْجَبَابِرَۃِ فَلَمْ یَظْھَرْ عَلَیْہِ جَبَّارٌ قَطُّ۔ کعبہ معظمہ کا یہ نام اس لئے ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اسے ہر جابر سے آزاد کیا۔

فَاجْتَنِبُوا۔ بچو۔ یعنی پرہیز کرو۔

اَوْثَانِ۔ بتوں سے۔ وَثَنٌ کی جمع اَوْثَانٌ ہے۔

قَوْلَ الزُّوْرِ۔ جھوٹ بکواس۔

حُنَفَآءَ۔ مَائِلِیْنَ عَنْ کُلِّ دِیْنٍ زَائِغٍ اِلَی الدِّیْنِ مُخْلِصِیْنَ لَہٗ۔ منحرف ہونا ہر باطل دین سے دین حق کی طرف خالصاً للہ جھکنا۔

فَتَخْطَفُہُ الطَّیْرُ۔ اَصْلُ الْخَطْفِ الْاِخْتِلَاسُ بِسُرْعَۃٍ۔ جھپٹ کر اچک لینا پرندکا۔

تَھْوِیْ۔ گرا دینا یا اڑا کر پھینک دینا۔

مَکَانٍ سَحِیْقٍ۔ مَقَامٍ بَعِیْدٍ۔

مَحِلُّھَآ۔ مقام حل۔ جہاں قربانی کرتے ہیں۔

خلاصہ تفسیر چوتھا رکوع۔سورۂ حج۔پ ۱۷

وَاِذْ بَوَّاْنَا لِاِبْرٰھِیْمَ۔ سے تعمیر مسجد حرام اور اس کے احترام اور فرائض کا بیان شروع فرمایا۔

اس لئے کہ بیت اللہ جسے بیت عتیق اور کعبہ مکرمہ کہا جاتا ہے اس کے متعلق ارشاد ہے کہ اس گھر کی تعمیر کا حکم ابراہیم علیہ السلام کو ہم نے ہی دیا اور عبادت الٰہی کے لئے اس جگہ کو ہم نے ہی مخصوص فرمایا۔

تاکہ لوگ اطراف عالم سے آئیں اور اس کا طواف کریں اور معبود غیر مجسم پر اس طرح قربان ہوں جیسے پروانے شمع پر گرتے ہیں۔

اور اس کے چاروں طرف گول صفیں بنا کر کھڑے ہوں۔ نمازیں ادا کریں کبھی رکوع میں ہوں کبھی سجدہ میں اور اس گھر کو اصنام واوثان اور طاغوت کی نجاستوں سے پاک اور ستھرا رکھیں اس میں سوا واحد ذوالجلال کے غیر کی پرستش نہ ہو۔

اس میں کفار مکہ پر تعریض بھی ہے کہ تم ایسے نااہل مجاور کعبہ ہو کہ تم نے اس بیت عتیق کو خلاف منشاء رب کریم بت خانہ بنا ڈالا اور بتوں کی نجاست سے اسے گندہ کر دیا۔

حالانکہ ہم نے اپنے خلیل کے ذریعہ یہ حکم دیا تھا کہ وَاَذِّنْ فِی النَّاسِ بِالْحَجِّ۔ لوگوں کو اعلان کر دو حج کا تاکہ ہر سمت اور کوچہ سے تنگ گھاٹیوں سے یہاں آئیں چاہے پیادہ پا ہوں یا کمزور سواریوں پر۔

چنانچہ حضرت خلیل علیہ السلام نے عرفات کی گھاٹی پر چڑھ کر اعلان فرمایا۔ اس کے بعد سے یہ جشن خدا پرستی کی بنیاد قائم ہوئی۔ اگرچہ عرب کے جاہل اسے بت پرستی کا میلہ بناتے تھے مگر درحقیقت یہ جشن عبادت وتعظیم شائر ہے۔ آگے ارشاد ہے:

لِّيَشْهَدُوْا مَنَافِعَ لَهُمْ۔ چنانچہ حج میں منافع دو قسم کے ہیں:

ایک منفعت دنیا جس کے ذرائع حج کے ذریعہ بے شمار ہیں:

۱- تمام دنیا کے مسلمانوں کا ایک جگہ جمع ہونا، آپس میں میل جول بڑھنا ایک قوم کا دوسری قوم سے علم و ہنر حاصل کرنا، تجارتی ذرائع پیدا کرنا۔

۲- دور دراز کے صحیح صحیح حالات حاصل کرنا۔

۳- بیرونی ممالک کے لوگوں سے ربط وضبط پیدا کرنا۔

۴- قوت اجتماعیہ اور اخوت اسلامیہ و دینیہ کا استوار کرنا، اسلامی بلاک بنا کر ایک آواز پر لبیک کہنا۔

۵- سفر کا عادی ہونا، ریاضت و مشقت کا خوگر ہونا، بہت سے تجربات حاصل کرنا۔

دوسرے فوائد دینیہ بھی بے شمار حاصل ہوتے ہیں:

۱- لاکھوں خدا پرستوں کے اجتماع میں خاصان حق سے مل جانے کا امکان۔

۲- آسمانی سلطنت حقہ کا نمونہ آنکھوں سے دیکھنا۔

۳- باہمی صحبت صلحاء سے اپنے پر ان کے انوار و برکات منعکس کرانا۔

۴- سنت رئیس الموحدین سیدنا ابراہیم خطیب الانبیاء کی یادگار کا جلسہ دیکھنا۔

۵- خلیل اللہ علیہ السلام کی اتباع میں والہانہ لباس پہن کر عاشقانہ ہیئت میں تہلیل و تکبیر پہاڑوں اور ٹیلوں پر پکارنا۔ تلبیہ لَبَّيْكَ اَللّٰهُمَّ لَبَّيْكَ لَبَّيْكَ لَا شَرِيْكَ لَكَ لَبَّيْكَ اِنَّ الْحَمْدَ وَ النِّعْمَةَ لَكَ وَالْمُلْكَ لَا شَرِيْكَ لَكَ پکارتے پھرنا۔

۶- ان کے فرزند ذبیح اللہ علیہ السلام کی سنت ادا کرنے کو قربانی کرنا منیٰ میں پہنچنا۔

۷- سیدہ ہاجرہ علیہا السلام کی سنت ادا کرنے کو سعی صفا و مروہ کرنا۔

۸- شیطان رجیم پر سنت خلیل و ذبیح اور ہاجرہ ہجرت کشیدہ کے اتباع میں ہر سہ منارہ ہائے شیطانی پر رمی جمار کرنا۔

۹- حلق و قصر منیٰ میں کرانا۔

۱۰- دنیا میں دنیا کو دکھا دینا کہ دنیا میں بھی موحدین و متبعین کی ایک بڑی جماعت جو خاص سنت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیرو ہے اور اسی کی دنیا پر توحید و خدا پرستی کا ایک خاص ولولہ ہے۔

انہیں خصائص و فضائل کی طرف اجمالاً لِّيَشْهَدُوْا مَنَافِعَ لَهُمْ میں اشارہ ہے۔

اور بعض فضائل و فواضل کی طرف تفصیل سے بھی اشارہ فرمایا گیا جیسے فرمایا:

وَيَذْكُرُوا اسْمَ اللّٰهِ فِيْٓ اَيَّامٍ مَّعْلُوْمٰتٍ۔ چند معین دنوں میں اللہ کو یاد کریں اور

عَلٰى مَا رَزَقَهُمْ مِّنْۢ بَهِيْمَةِ الْاَنْعَامِ۔ بے زبان چار پایوں پر بھی اللہ کا نام لے کر ذبح کریں۔

چنانچہ ذبح میں بِسْمِ اللّٰهِ اللّٰهُ اَكْبَرُ ہی پڑھا جاتا ہے۔

اور قربانی کے ذبح میں اَللّٰهُمَّ مِنْكَ وَ اِلَيْكَ اور اِنَّ صَلَاتِيْ وَ نُسُكِيْ وَ مَحْيَايَ وَ مَمَاتِيْ لِلّٰهِ رَبِّ

الْعٰلَمِیْنَ ہے۔

بعض علماء فرماتے ہیں کہ

اَیَّامٍ مَّعْلُوْمٰتٍ سے مراد عشرۂ ذی الحجہ ہے۔

اور اَیَّامٍ مَّعْدُوْدٰتٍ سے ایام تشریق مراد ہیں۔ چنانچہ مجاہد، قتادہ، عطاء، حسن، سعید بن جبیر، ابن عباس رضی اللہ عنہم اسی طرف ہیں۔

اور امام ہمام حضرت ابوحنیفہ اور امام شافعی رضی اللہ عنہما بھی اس کے مؤید ہیں۔

پھر بَهِیْمَةِ فرمانے سے یہ مستفاد ہوتا تھا کہ چار پائے کی قربانی کا حکم ہے خواہ وہ بری ہو یا بحری لیکن الْاَنْعَامِ نے تعیین کردی کہ اونٹ، گائے، بیل، دنبہ، بکری، بکرا، بھیڑ، مینڈھا ہی قربانی ہو سکتے ہیں دوسرے جانور نہیں۔ (کشاف)

فَكُلُوْا مِنْهَا فرما کر رسم یہود کا ابطال فرما دیا وہ قربانی کے جانور سے کھانا حرام سمجھتے ہیں۔ ہمیں اس کی اجازت مل گئی اگرچہ یہ امر وجوبی نہیں بلکہ امر اباحت ہے۔

لہٰذا اگر کوئی تمام قربانی کا گوشت غرباء کو کھلا دے تو ممنوع نہیں۔

چنانچہ ہدی تمتع وقران میں سے خود بھی کھا سکتا ہے اور غرباء میں بھی تقسیم کر سکتا ہے۔

اس کے مستحسن احکام میں تصریح ہے کہ نصف خود کھائے نصف غرباء میں تقسیم کرے۔

بعض نے کہا تین حصہ کرے ایک حصہ اپنے لئے ایک احباب واقارب کے لئے اور ایک مساکین کے لئے۔

البتہ جو دم دیئے جاتے ہیں یعنی وہ قربانیاں جو نذر یا کفارات یا جنایات حج کے لئے کی جائیں ان میں سے بالاتفاق کھانا ممنوع ہے بلکہ تمام تصدق کر دیا جائے کہ وہ صرف مساکین کا حق ہے۔

حج کے فلسفہ میں چند امور اور بھی ہیں جو بغرض رفاہ ناظرین عرض ہیں۔

حج درحقیقت جیتے جی موت کا نقشہ پیش کرتا ہے۔

اول۔ گھر سے نکلنا۔

دوم۔ اولاد، مال ومنال سب چھوڑ کر چلنا گویا دنیا سے رخصت ہوتے ہوئے بھی سب ٹھاٹھ پڑا رہ جائے گا جب لاد چلے گا بنجارہ۔

سوم۔ یلملم کے محاذ سے احرام باندھنا گویا کفن بردوش ہو جانا یہ بھی موت ہی کے نقشہ کا معائنہ کرنا ہے۔

چہارم۔ حدود حرم میں ایام احرام کے اندر شکار، جماع وغیرہ مرغوبات کا ترک بھی ایسا ہی ہے جیسے مرنے کے بعد جملہ مرغوبات دنیا ختم ہو جاتے ہیں۔

پنجم۔ اس سفر میں زادِ راہ کا خاص خیال رکھنا ایسے ہی ہے جیسے مرنے کے بعد توشۂ عمل۔

ششم۔ میدان عرفات میں کھڑے ہونا عرصات محشر کی یاد تازہ کرنا ہے۔

ہفتم۔ قربانی کر کے احرام کھولنا محاسبہ محشر کی سرخروئی کا نقشہ ہے۔

ہشتم۔ نہانا، دھونا، حلق وقصر کرنا دخول جنت کا نمونہ دیکھنا ہے۔

نہم۔طواف وداع کے بعد واپس جدہ آنا۔عرصات محشر سے مغفور ہو کر باغ بہشت کی عیشوں کا نمونہ ہے۔

دہم۔واپسی کا سفر ختم کر کے اعزہ واقربا سے ملنا۔استقبال ہونا۔سَلٰمٌ عَلَیۡکُمۡ طِبۡتُمۡ فَادۡخُلُوۡهَا خٰلِدِیۡنَ کا نمونہ ہے۔چنانچہ ارشاد ہے:

ثُمَّ لۡیَقۡضُوۡا تَفَثَهُمۡ۔مبرد کہتے ہیں تفث کلام عرب میں ناپا کی کو کہتے ہیں۔تو بعد قربانی احرام کھولنے کے بعد حکم ہے نہاؤ،حجامت کراؤ،میل کچیل جسم سے دور کرو۔یہی اقضاء تفث ہے۔

وَلۡیُوۡفُوۡا نُذُوۡرَهُمۡ۔جو جو نذریں مانی ہیں وہ سب پوری کرو۔

وَلۡیَطَّوَّفُوۡا بِالۡبَیۡتِ الۡعَتِیۡقِ۔اس کے بعد منیٰ سے واپس آ کر طواف بیت اللہ کرو یہ طواف زیارت اور طواف افاضہ ہے اور یہ واجب ہے۔

اور اسے بیت عتیق پرانے گھر ہونے کے اعتبار سے بھی کہا گیا ہے کہ یہ گھر سب سے پہلے ابراہیم خلیل اللہ نے بنایا تھا۔

اس کے بعد ذٰلِکَ فرما کر وَمَنۡ یُّعَظِّمۡ حُرُمٰتِ اللّٰهِ فَهُوَ خَیۡرٌ لَّهٗ عِنۡدَ رَبِّهٖ فرمایا۔یہ سب کام کر کے محرمات سے رکے رہو اس لئے کہ جو محرمات سے باز رہے اس کے لئے بھلائیاں اللہ تعالیٰ کے پاس ہیں۔

پھر حکم ہوا:

وَاُحِلَّتۡ لَکُمُ الۡاَنۡعَامُ اِلَّا مَا یُتۡلٰی عَلَیۡکُمۡ۔تمہارے لئے سب چار پائے حلال ہیں انہیں ذبح کر کے کھا سکتے ہو مگر جو تفصیل ہم نے سورۂ مائدہ میں کی ہے وہ ممنوع ہیں۔اور وحشی جانوروں کا شکار بھی محرم کو جائز نہیں۔البتہ اگر غیر محرم شکار کر کے لائے تو کھانا جائز ہے۔

پھر ہدایات ہیں:

فَاجۡتَنِبُوا الرِّجۡسَ مِنَ الۡاَوۡثَانِ۔گندگی اور بت پرستی کی نجاست سے اجتناب کرو۔

وَاجۡتَنِبُوۡا قَوۡلَ الزُّوۡرِ۔جھوٹ اور لغو باتوں سے پرہیز کرو اس لئے کہ اب تم نئی زندگی میں آئے ہو اور جو کفر وشرک میں مبتلا ہو اور قول زور سے بھی مجتنب نہ رہے اس کی مثال فرمائی جاتی ہے۔

وَمَنۡ یُّشۡرِکۡ بِاللّٰهِ فَکَاَنَّمَا خَرَّ مِنَ السَّمَآءِ فَتَخۡطَفُهُ الطَّیۡرُ اَوۡ تَهۡوِیۡ بِهِ الرِّیۡحُ فِیۡ مَکَانٍ سَحِیۡقٍ۔جو اللہ کے ساتھ شریک کرے وہ گویا آسمان سے گرا اور اسے پرندے اچک لے گئے یا ہوا نے اڑا کر کسی دور جگہ پھینک دیا۔

مقام سحیق۔دور مقام کے معنی دیتا ہے آگے فرمایا جو شعائر الٰہی کی تعظیم کرے وہ دل کی پرہیز گاری ہے۔پھر ارشاد ہوا:

لَکُمۡ فِیۡهَا مَنَافِعُ اِلٰۤی اَجَلٍ مُّسَمًّی ثُمَّ مَحِلُّهَاۤ اِلَی الۡبَیۡتِ الۡعَتِیۡقِ۔یعنی وہ ہدی،اونٹنی،بیل،گائے،بکری میں تمہارے لئے منافع ہیں ایک مدت معین تک یعنی اس پر سوار ہو جانا اس کا دودھ پی لینا وغیرہ تمہیں جائز ہے حتیٰ کہ ذبح کے وقت وہ سب ختم ہو جاتا ہے۔آخری نفع اس کی کھال کا ہے جسے تم اپنے استعمال میں لا سکتے ہو یعنی مصلیٰ پوستین وغیرہ بنا سکتے ہو یا اللہ واسطے کسی کو دے سکتے ہو۔

لیکن قربانی کے جانور کا دودھ جو پیا جائے اس کی قیمت کا اندازہ کر کے صدقہ دینا چاہئے۔(ہدایہ)

باقی احکام حج وقربانی کے آئندہ رکوع میں بیان ہوں گے۔

مختصر تفسیر اردو چوتھا رکوع - سورۂ حج - پ ۱۷

وَاِذْ بَوَّاْنَا لِاِبْرٰهِیْمَ مَكَانَ الْبَیْتِ۔ اور یاد فرمایئے جب کہ ہم نے ابراہیم کو ٹھکانا دیا بیت اللہ میں آلوسی فرماتے ہیں:
اُذْكُرْ لِهٰؤُلَاءِ الْكَفَرَةِ الَّذِیْنَ یَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِیْلِ اللّٰهِ وَالْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَقْتَ جَعَلْنَا مَكَانَ الْبَیْتِ مُبَاءَةً بِجَدِّهِمْ اِبْرَاهِیْمَ عَلَیْهِ السَّلَامُ اَیْ مَرْجَعًا یُرْجِعُ اِلَیْهِ لِلْعَمَارَةِ وَالْعِبَادَةِ۔ اے محبوب وہ واقعہ یاد فرمایئے جبکہ کفار مکہ اللہ کے رستہ سے اور مسجد حرام سے روک رہے تھے اس وقت ہم نے مکان بیت کو ان کے جد ابراہیم علیہ السلام کے لئے مرجع بنایا اور آپ اس کی تعمیر کے لئے اور اس میں عبادت کرنے کو آئے۔

محاورہ میں بولتے ہیں جب کسی کو کسی مکان میں اتاریں تو بَوَّاْهُ مَنْزِلًا کہتے ہیں۔

زجاج رحمہ اللہ کہتے ہیں اَلْمَعْنٰی بَیَّنَّا لَهٗ مَكَانَ الْبَیْتِ لِیَبْنِیَهٗ وَیَكُوْنُ مُبَاءَةً لَّهٗ۔ اس کے معنی ہیں ظاہر کر دیا ہم نے ابراہیم علیہ السلام پر بیت اللہ کا مقام تا کہ وہ اس کی تعمیر کریں اور یہ ان کے لئے مباءۃ یعنی قیام گاہ ہو گی۔

اور لِاِبْرٰهِیْمَ جو فرمایا اس میں لام علت ہے اس کے معنی لِاَجَلِ اِبْرَاهِیْمَ ہوئے کہ یعنی ابراہیم علیہ السلام کے اعزاز میں یہ مقام انہیں عطا فرمایا۔ حَیْثُ قَالَ لَامُ الْعِلَّةِ اَیْ لِاَجَلِ اِبْرَاهِیْمَ اَیْ كِرَامَةً لَّهٗ۔

وَاَصْلُ الْبَیْتِ مَاوَی الْاِنْسَانِ بِاللَّیْلِ۔ بیت انسان کی شب باشی کے مقام کو کہتے ہیں۔

پھر رات کی قید نکال کر ہر قیام گاہ انسان کو بیت کہا جانے لگا۔

اس کی جمع بیوت اور ابیات ہوتی ہے لیکن مسکن کے لئے بیوت ہی جمع رکھی گئی اور ابیات اشعار کے لئے مختص ہے۔

اور یہ پتھروں اور مٹی سے بھی بن جاتا ہے اور صوف و وبر سے بھی بنایا جاتا ہے۔

اور یہاں بیت سے مراد بیت اللہ شریف ہے جسے کعبہ مکرمہ کہتے ہیں۔

بناء کعبہ کی مکمل تاریخ

کعبہ معظمہ پانچ بار تعمیر کیا گیا۔

اول:- ملائکہ علیہم السلام نے آدم علیہ السلام سے پہلے سرخ یاقوت کا بنایا ثُمَّ رُفِعَ ذٰلِكَ الْبِنَاءُ اِلَی السَّمَآءِ اَیَّامَ الطُّوْفَانِ۔ پھر یہ عمارت طوفان نوح علیہ السلام کے موقعہ پر آسمان کی طرف اٹھالی گئی۔

دوسری بار حضرت سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے تعمیر فرمایا لَمَّا اَمَرَهٗ بِبِنَآءِ الْبَیْتِ۔ جب کہ آپ کو تعمیر کعبہ کا حکم ہوا۔
لَمْ یَدْرِ اَیْنَ یَبْنِیْ۔ مگر آپ یہ نہیں جانتے تھے کہ کس طرح اور کس جگہ تعمیر کیا جائے فَاَرْسَلَ اللّٰهُ تَعَالٰی لَهُ الرِّیْحَ الْخُجُوْجَ فَكَشَفَ عَنْ رَسْمِ الْقَدِیْمِ۔ تو اللہ تعالیٰ نے ریح خجوج بھیجی اس نے اس کی بنیادیں کھول دیں۔

ریح خجوج اس شدید ہوا کو کہتے ہیں جو زمین کی مٹی اڑا دے۔ فَبَنٰی عَلَیْهِ۔ تو حضرت خلیل علیہ السلام نے انہی بنیادوں پر تعمیر فرمائی۔

ایک قول ہے کہ ایک ابر اس حد میں آ کر چھا گیا جس سے آپ نے تعمیر کیا۔

تیسری بار زمانۂ جاہلیت میں قریش نے تعمیر کیا اور اس زمانہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم جوان تھے چنانچہ تعمیر کرتے کرتے

جب حجر اسود رکھنے کا موقع آیا تو آپس میں جھگڑا ہو گیا۔
ہر قبیلہ یہ چاہتا تھا کہ ہمارا سردار حجر نصب کرے۔
آخرش اس پر فیصلہ ہوا کہ ان کے اندر وہ فیصلہ کرے جو صبح اس راہ سے پہلی بار نکلے۔
تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہی سب سے پہلے ان پر ظاہر ہوئے چنانچہ سب نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام پر فیصلہ موقوف کر دیا۔
حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی کملی بچھا کر اس پر حجر اسود رکھ کر فرمایا کہ تمام قبائل کے سردار اسے اٹھائیں۔ چنانچہ سب نے اٹھایا جب مقام پر پہنچے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دست اقدس سے اٹھا کر پتھر دیوار پر رکھ دیا اور یہ لوگ اس زمانہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو امین کہتے تھے۔
یہ زمانہ بعثت سے پندرہ سال قبل کا تھا۔
چوتھی بار بناء کعبہ عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کے عہد میں ہوئی۔
پانچویں بار حجاج کے دور میں تعمیر ہوئی اور یہ وہی عمارت ہے جو آج تک موجود ہے۔
اس کی بلندی سوا ستائیس ذراع ہے۔
اور ذراع چوبیس انگلی کا ہوتا ہے اور انگلی سات جو کی مقدار کی ہوتی ہے اور ایک جو سات بالوں کے برابر چوڑا ہوتا ہے۔
برذون کے بالوں سے اور برذون ترکی گھوڑے کو کہتے ہیں۔
اور بیت اللہ شریف کا طول زمین پر رکن یمانی سے رکن اسود تک پچیس ذراع ہے۔
اور ایسے ہی رکن یمانی اور رکن غربی تک پچیس ذراع ہے۔
اور رکن یمانی سے رکن اسود تک بیس ذراع ہے۔
اور دروازہ کا طول چھ ذراع ہے اور دس انگل۔
اور عرض چار ذراع۔
دروازہ دیوار مشرقی پر ہے اور وہ سال کی لکڑی کا ہے جس پر چاندی کا پترا چسپاں ہے۔
اور دروازہ کی بلندی مقام عتبہ یعنی دہلیز دروازہ زمین سے چار گز اور تین انگلی ہے۔
اور میزاب زر یعنی کعبہ شریف کی چھت کا پرنالہ وسط دیوار حجر میں ہے۔
اور ملتزم کا عرض دروازہ سے اور حجر کے مابین چار ذراع ہے۔
اور حجر اسود کی بلندی زمین سے سات انگلی کم تین ذراع ہے۔
اور حجر اسود کا عرض ایک بالشت اور چار انگلی ہے۔
اور مستجاد کا عرض رکن یمانی سے بند دروازہ پشت کعبہ تک ملتزم کے مقابل چار ذراع اور پانچ انگل ہے۔
باب مسدود کا عرض تین ذراع اور نصف ہے۔
اور اس کا طول پانچ ذراع سے کچھ زیادہ ہے۔

اور وہ حجر جسے حطیم کہتے ہیں اور حظیرہ یہ نصف دائرہ کی شکل میں ہے (یہ رکن عراقی اور شامی کے مابین ہے) اور ایک دیوار وہ جدار کعبہ کی ہے جو میزاب زر سے جدار حجر تک ہے سترہ گز اور آٹھ انگلی ہے۔

یہ تفصیل پیمائش امام حسین بن محمد ترمذی رحمہ اللہ نے اپنے رسالہ میں فرمائی۔ جسے علامہ آلوسی رحمہ اللہ نے بھی اپنی تفسیر روح المعانی میں نقل کیا۔ آگے ارشاد ہے:

اَنْ لَّا تُشْرِكْ بِيْ شَيْـًٔا۔ اور فرمایا کہ میرے ساتھ کچھ شرک نہ کریں۔ آیہ کریمہ کا ظاہر بتلا رہا ہے کہ یہ خطاب حضرت ابراہیم علیہ السلام سے ہے۔

ایک قول ہے کہ یہ خطاب حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے۔

وَّطَهِّرْ بَيْتِيَ لِلطَّآئِفِيْنَ وَالْقَآئِمِيْنَ وَالرُّكَّعِ السُّجُوْدِ۔ اور پاک کرو میرے گھر کو طواف کرنے والوں اور ٹھہرنے والوں اور رکوع و سجود کرنے والوں کے لئے۔

طہارت کی دو قسم ہیں حسی اور معنوی تو اس حکم میں دونوں طہارتوں کے لئے حکم ہے اَیْ طَهِّرْ بَيْتِيَ مِنَ الْاَوْثَانِ وَالْاَقْذَارِ لِمَنْ يَّطُوْفُ بِهٖ وَيُصَلِّيْ عِنْدَهٗ۔ یعنی میرا گھر بتوں کی نجاست معنوی اور ظاہری گندگیوں سے پاک رکھو ان کے لئے جو یہاں طواف کریں اور نماز پڑھیں۔

وَاَذِّنْ فِي النَّاسِ بِالْحَجِّ۔ اور اعلان کرو لوگوں میں حج کے لئے۔

چنانچہ ابن ابی شیبہ اپنی مصنف میں اور ابن جریر ابن منذر اور حاکم و بیہقی اپنی سنن میں ابن عباس سے راوی ہیں لَمَّا فَرَغَ اِبْرَاهِيْمُ عَلَيْهِ السَّلَامُ مِنْ بِنَاءِ الْبَيْتِ قَالَ رَبِّ قَدْ فَرَغْتُ فَقَالَ اَذِّنْ فِي النَّاسِ بِالْحَجِّ قَالَ يَا رَبِّ وَمَا يَبْلُغُ صَوْتِيْ قَالَ اَذِّنْ وَ عَلَيَّ الْبَلَاغُ قَالَ رَبِّ كَيْفَ اَقُوْلُ قَالَ قُلْ يَا اَيُّهَا النَّاسُ كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْحَجُّ اِلَى الْبَيْتِ الْعَتِيْقِ فَسَمِعَهٗ اَهْلُ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ اَلَا تَرٰى اَنَّهُمْ يَجِيْئُوْنَ مِنْ اَقْصَى الْبِلَادِ وَيُلَبُّوْنَ۔

جب خلیل اللہ علیہ السلام بناء بیت سے فارغ ہوئے تو عرض کی الٰہی میں تعمیر بیت سے فارغ ہو گیا تو ارشاد باری ہوا لوگوں میں حج کا اعلان کرو۔

عرض کی الٰہی میری آواز سب تک کیسے پہنچے گی؟

ارشاد ہوا تم اعلان کرو اس کا سب میں پہنچانا ہمارے ذمہ ہے۔

ابراہیم علیہ السلام نے عرض کی الٰہی کہوں کیا؟ ارشاد ہوا! فرمایئے اے لوگو تم پر اللہ تعالیٰ نے حج فرض فرمایا ہے بیت اللہ کا۔ تو اس اعلان کو اہل سماء و ارض نے سنا۔

کیا تم نہیں دیکھتے کہ تمام ملکوں سے لوگ تلبیہ کرتے اس آواز پر جمع ہوتے ہیں اور تلبیہ کہتے آتے ہیں اور تلبیہ یہ ہے:

اَللّٰهُمَّ لَبَّيْكَ لَبَّيْكَ لَا شَرِيْكَ لَكَ لَبَّيْكَ اِنَّ الْحَمْدَ وَالنِّعْمَةَ لَكَ وَالْمُلْكَ لَا شَرِيْكَ لَكَ۔

ایک روایت میں ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام جبل ابوقبیس پر چڑھے اور انگشت سبابہ کانوں میں ڈال کر اعلان فرمایا يَا اَيُّهَا النَّاسُ اِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى كَتَبَ عَلَيْكُمُ الْحَجَّ فَاَجِيْبُوْا رَبَّكُمْ۔ اے لوگو! اللہ تعالیٰ نے تم پر حج فرض فرمایا تو اس کا اتباع کرو فَاَجَابُوْهُ بِالتَّلْبِيَةِ فِيْ اَصْلَابِ الرِّجَالِ وَاَرْحَامِ النِّسَآءِ۔ تو قبول کیا تلبیہ کہتے ہوئے مردوں کی اصلاب میں

اور عورتوں کے رحموں میں۔

وَ اَوَّلُ مَنْ اَجَابَ اَهْلُ الْيَمَنِ۔ تو سب سے پہلے جس نے یہ آواز قبول کی وہ اہل یمن تھے۔ اور آج تک کوئی حاجی حج نہیں کرتا مگر وہی جس نے رحم مادر اور اصلاب میں نداء ابراہیم علیہ السلام قبول کر لی تھی قیامت تک۔

يَأْتُوكَ رِجَالًا وَّعَلٰى كُلِّ ضَامِرٍ يَّأْتِيْنَ مِنْ كُلِّ فَجٍّ عَمِيْقٍ آئیں گے آپ کے پاس پا پیادہ اور ہر دبلے کمزور اونٹوں پر آئیں ہر راستہ سے جو بعید ہو۔

رجال کے معنی راجل پیادہ پا چلنے والے کے ہیں اور ضامر مہزول کے معنی میں مستعمل ہے اور لفظ ضامر مذکر مؤنث دونوں پر مستعمل ہوتا ہے۔

آیہ کریمہ میں اول رجال یعنی پیادہ پا فرمایا اور بعد میں ضامر کہا اس سے علماء محققین نے استدلال فرمایا کہ اِنَّ الْمَشْیَ اَفْضَلُ۔ پیدل جانا افضل ہے۔

چنانچہ ابن سعد اور ابن مردویہ بحدیث مرفوع ناقل ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے میں نے سنا کہ فرماتے تھے۔ اِنَّ لِلْحَاجِّ الرَّاكِبِ بِكُلِّ خُطْوَةٍ تَخْطُوْهَا رَاحِلَتُهٗ سَبْعِيْنَ حَسَنَةً وَلِلْمَاشِيْ بِكُلِّ قَدَمٍ سَبْعُمِائَةِ حَسَنَةً مِنْ حَسَنَاتِ الْحَرَمِ قِيْلَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَمَا حَسَنَاتُ الْحَرَمِ قَالَ اَلْحَسَنَةُ مِائَةُ اَلْفِ حَسَنَةٍ۔ پیدل حاجیوں کو ہر قدم پر جوان کی سواری اٹھائے گی ستر نیکیاں ملتی ہیں اور پا پیادہ کے لئے ہر قدم پر سات سو نیکیاں حرم کی نیکیوں میں سے۔ عرض کیا گیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم حرم کی نیکیاں کیا ہیں۔ فرمایا ایک نیکی ایک لاکھ نیکیوں کے برابر ہے۔

اور ابن ابی شیبہ مجاہد سے راوی ہیں کہ اِنَّ اِبْرَاهِيْمَ وَاِسْمَاعِيْلَ عَلَيْهِمَا السَّلَامُ حَجًّا وَهُمَا مَاشِيَانِ۔ ابراہیم و اسماعیل علیہما السلام نے پیادہ پا حج کیا۔

مِنْ كُلِّ فَجٍّ عَمِيْقٍ۔ سے مراد بروایت ابن عباس پہاڑوں کی چوٹیاں عبور کر کے آنا اور تنگ و فراغ راہیں عبور کرنا ہے۔

لِّيَشْهَدُوْا مَنَافِعَ لَهُمْ وَيَذْكُرُوا اسْمَ اللّٰهِ فِيْٓ اَيَّامٍ مَّعْلُوْمٰتٍ عَلٰى مَا رَزَقَهُمْ مِّنْ بَهِيْمَةِ الْاَنْعَامِ۔ تاکہ وہ پائیں اپنا فائدہ معلوم دنوں میں اس پر کہ روزی دی اللہ نے انہیں بے زبان چوپائے۔

یعنی اپنے دنیوی منافع ہی اس عبادت کے ساتھ ایسے رکھے گئے ہیں کہ اور عبادتوں میں نہیں پائے جاتے اور عند الذبح اللہ کا نام لو یعنی بسم اللہ اللہ اکبر کہتے ہوئے اَللّٰهُمَّ مِنْكَ وَاِلَيْكَ کہہ کر ذبح کرو اور اَيَّامٍ مَّعْلُوْمٰتٍ جانے ہوئے دنوں سے مراد عشرہ ذی الحجہ ہے۔

علی بن عباس، حسن و قتادہ اسی طرف ہیں اور ہمارے امام ہمام ابوحنیفہ اور صاحبین کے نزدیک جانے ہوئے دن ایام نحر ہیں۔

اور صاحب تفسیر احمدی ملا جیون علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ اس سے مراد یوم عید ہے۔

عَلٰى مَا رَزَقَهُمْ مِّنْ بَهِيْمَةِ الْاَنْعَامِ۔ سے مراد اونٹ، گائے، بکری، بھیڑ، دنبہ، بھینس اور مینڈھا ہیں۔

فَكُلُوْا مِنْهَا وَاَطْعِمُوا الْبَآئِسَ الْفَقِيْرَ۔ تو کھاؤ ان میں سے اور کھلاؤ محتاج مصیبت زدہ فقیر کو۔

قربانی کے جانور کو ہدی کہتے ہیں یہ تطوعاً بھی ہوتی ہے اور وجوباً بھی پھر حج کا احرام تمتع بھی ہوتا ہے اور قران بھی۔ آیۃ

کریمہ میں ہر ہدی سے کھانے کی اجازت ہے۔

اس کے علاوہ جنایات حج کے دم ہیں ان کے گوشت سے کھانا ممنوع ہے جس کی تصریح خلاصہ میں بیان ہو چکی۔

(تفسیر احمدی)

ثُمَّ لْيَقْضُوا تَفَثَهُمْ وَلْيُوفُوا نُذُورَهُمْ وَلْيَطَّوَّفُوا بِالْبَيْتِ الْعَتِيقِ ﴿٢٩﴾ ذٰلِكَ ۚ وَمَنْ يُعَظِّمْ حُرُمٰتِ اللّٰهِ فَهُوَ خَيْرٌ لَّهُ عِنْدَ رَبِّهِ ۔ پھر اپنا میل کچیل اتاریں اور اپنی منتیں نذریں پوری کریں اور اس پرانے آزاد گھر کا طواف کریں یہ ہے حکم اور جو اللہ کی حرمتوں کی تعظیم کرے تو وہ اس کے لئے اس کے رب کے یہاں بھلا ہے۔

تفث کی تشریح اول بیان ہو چکی ہے یہاں اس سے مراد مونچھیں کتروانا ناخن اتروانا بغل اور موئے زہار اتارنا مراد ہے۔ جو حج کے بعد حلق وقصر کرا کے کیا جاتا ہے۔

اس کے بعد منیٰ سے آ کر طواف زیارت کرتے ہیں اسی طرف اس طواف کا اشارہ ہے باقی مسائل حج پوری تفصیل سے سورہ بقرہ پارہ دوم میں بیان ہو چکے ہیں مَنْ شَاءَ فَلْيَنْظُرْ۔

اور مَنْ يُعَظِّمْ شَعَآئِرَ اللّٰهِ سے مراد مناسک حج، بیت الحرام، مشعر حرام، شہر حرام، بلد حرام اور مسجد حرام ہے۔

اُحِلَّتْ لَكُمُ الْاَنْعَامُ اِلَّا مَا يُتْلٰى عَلَيْكُمْ فَاجْتَنِبُوا الرِّجْسَ مِنَ الْاَوْثَانِ وَاجْتَنِبُوْا قَوْلَ الزُّوْرِ ﴿٣٠﴾ حُنَفَآءَ لِلّٰهِ غَيْرَ مُشْرِكِيْنَ بِهٖ ۗ وَمَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَكَاَنَّمَا خَرَّ مِنَ السَّمَآءِ فَتَخْطَفُهُ الطَّيْرُ اَوْ تَهْوِيْ بِهِ الرِّيْحُ فِيْ مَكَانٍ سَحِيْقٍ ﴿٣١﴾ ذٰلِكَ ۚ وَمَنْ يُّعَظِّمْ شَعَآئِرَ اللّٰهِ فَاِنَّهَا مِنْ تَقْوَى الْقُلُوْبِ ﴿٣٢﴾ لَكُمْ فِيْهَا مَنَافِعُ اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى ثُمَّ مَحِلُّهَآ اِلَى الْبَيْتِ الْعَتِيْقِ ﴿٣٣﴾۔

اور حلال کئے گئے تمہارے لئے بے زبان چوپائے سوا ان کے جن کی ممانعت تم پر پڑھی جاتی ہے تو تم اجتناب کرو بتوں کی گندگی سے اور بچو جھوٹی بات سے ایک اللہ کے ہو کر اس کا ساجھی کسی کو نہ کرو اور جو اللہ کا شریک کرے وہ گویا گرا آسمان سے کہ پرندے اسے اچک لے جاتے ہیں یا ہوا اسے کسی دور جگہ پھینکتی ہے یہ ہے حکم اور جو اللہ کے نشانوں کی تعظیم کرے تو یہ دلوں کی پرہیزگاری ہے۔ تمہارے لئے چوپایوں میں فائدے ہیں ایک مقرر میعاد تک پھر ان کا پہنچنا ہے بیت عتیق تک۔

چوپایوں کی حلت بیان کر کے استثناء جو کیا گیا اس کی تفصیل سورہ مائدہ کی آیت کریمہ حُرِّمَتْ عَلَيْكُمْ میں بیان ہو چکی ہے۔

پھر بتوں کی پرستش کی نجاست جو بدترین گندگی ہے اس سے آلودہ ہونا حرام فرمایا اور جھوٹ بدترین اخلاقی مرض ہے دونوں سے بچنے کا حکم ہوا۔

پھر فرمایا ایمان کے بعد مشرک ہونا ایسا ہے جیسے کوئی آسمان سے گرے اور اس کی بوٹی بوٹی کر کے پرند کھا جاتے ہیں۔

خلاصہ یہ ہے کہ شرک ایسی بدترین حرکت ہے کہ مشرک اپنی جان کو ہلاکت میں ڈال دیتا ہے تو وہ ایمان کے بلند آسمان سے گویا ایسا گرا کہ اس کی خواہش نفسانی کے پرند اس کی بوٹی بوٹی کر کے منتشر کر دیتے ہیں اور شیطانی پرندے اسے وادیٔ ضلالت میں پھینکتے ہیں اور ہوا سے تشبیہ بھی اس صورت میں دی کہ بد کا انجام بدی ہوتا ہے۔

مَكَانٍ سَحِيْقٍ۔ بعید جگہ کو کہتے ہیں۔

آگے فرمایا یہ ہے حکم۔اور شعائر اللہ سے مراد ہدی اور بدنہ ہے اس کے متعلق حکم ہے سَمِّنُوْا ضَحَایَاکُمْ فَاِنَّهَا عَلَی الصِّرَاطِ مَطَایَاکُمْ۔تو قربانی کا جانور بدنہ یعنی گائے بیل ہو یا دنبہ خوبصورت فربہ ہونا تعظیم شعائر ہے۔

آلوسی رحمہ اللہ فرماتے ہیں وَ تَعْظِیْمُهَا اَنْ تَخْتَارَ حِسَانًا سِمَانًا غَالِیَةَ الْاَثْمَانِ۔شعائر کی تعظیم یہ ہے کہ ایسا جانور لے جو خوبصورت فربہ قیمتی ہو۔

اور شعائر کے متعلق زید بن اسلم رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اَلشَّعَائِرُ سِتٌّ ۔ اَلصَّفَا وَالْمَرْوَةُ وَالْبُدْنُ وَ الْجِمَارُ وَالْمَسْجِدُ الْحَرَامُ وَ عَرَفَةُ وَالرُّكْنُ وَتَعْظِیْمُهَا اِتْمَامُ مَا یُفْعَلُ بِهَا۔

شعائر چھ ہیں: صفا، مروہ اور ڈیل دار جانور اور رمی جمار اور مسجد حرام اور یوم عرفہ اور رکن اور ان کی تعظیم یہ ہے کہ جو یہاں کرنے کا حکم ہے وہ کیا جائے۔اور

لَكُمْ فِیْهَا مَنَافِعُ سے یہ مراد ہے کہ بوقت ضرورت ان پر سوار ہونا بھی ایک فائدہ ہے اور ان کا دودھ پینا بھی ایک فائدہ ہے۔

اِلٰۤی اَجَلٍ مُّسَمًّى سے یہ مراد ہے کہ ذبح کرنے تک یہ مفاد حاصل کئے جا سکتے ہیں۔

ثُمَّ مَحِلُّهَاۤ۔اس سے مراد حل ہے یعنی حرم شریف اور بیت عتیق یعنی کعبہ معظمہ کے قریب منیٰ میں جہاں ذبح کئے جاتے ہیں۔

بامحاورہ ترجمہ پانچواں رکوع۔سورۂ حج۔پ ۱۷

وَ لِكُلِّ اُمَّةٍ جَعَلْنَا مَنْسَكًا لِّیَذْكُرُوا اسْمَ اللّٰهِ عَلٰی مَا رَزَقَهُمْ مِّنْۢ بَهِیْمَةِ الْاَنْعَامِ ؕ فَاِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ فَلَهٗۤ اَسْلِمُوْا ؕ وَ بَشِّرِ الْمُخْبِتِیْنَ ﴿۳۴﴾

اور امت کے لئے کیا ہم نے ایک منسک یعنی قربانی تاکہ اللہ کا نام لیں اس پر جو رزق مقرر کیا بے زبان چوپایوں پر تو تمہارا خدا ایک ہی خدا ہے تو اسی کے حضور جھکو اور اے محبوب خوشخبری دو متواضعین کو

الَّذِیْنَ اِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ وَ جِلَتْ قُلُوْبُهُمْ وَ الصّٰبِرِیْنَ عَلٰی مَاۤ اَصَابَهُمْ وَ الْمُقِیْمِی الصَّلٰوةِ ۙ وَ مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ یُنْفِقُوْنَ ﴿۳۵﴾

وہ جو اللہ کے ذکر کرتے وقت دل سے ڈرتے ہیں اور ان صبر والوں کو کہ جن پر جو افتاد پڑے سہتے ہیں اور نماز قائم رکھنے والے اور جو رزق ہم دیں اس سے خرچ کرتے ہیں۔

وَ الْبُدْنَ جَعَلْنٰهَا لَكُمْ مِّنْ شَعَآىِٕرِ اللّٰهِ لَكُمْ فِیْهَا خَیْرٌ ۖۗ فَاذْكُرُوا اسْمَ اللّٰهِ عَلَیْهَا صَوَآفَّ ۚ فَاِذَا وَجَبَتْ جُنُوْبُهَا فَكُلُوْا مِنْهَا وَ اَطْعِمُوا الْقَانِعَ وَ الْمُعْتَرَّ ؕ كَذٰلِكَ سَخَّرْنٰهَا لَكُمْ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ﴿۳۶﴾

اور ڈیل دار جانور اونٹ گائے ہم نے کی تمہارے لئے اللہ کی نشانیوں سے تمہارے لئے ان میں بھلائی ہے تو یاد کرو نام اللہ کا اس پر ایک پاؤں باندھے اور تین پر کھڑے تو جب اس کی کروٹیں گر جائیں تو کھاؤ اس سے اور کھلاؤ صبر والے کو اور بھیک مانگنے والے کو یونہی ہم نے

انہیں مسخر کیا تا کہ تم شکرگزار بنو

لَنْ يَّنَالَ اللّٰهَ لُحُوْمُهَا وَلَا دِمَآؤُهَا وَلٰكِنْ يَّنَالُهُ التَّقْوٰى مِنْكُمْ ؕ كَذٰلِكَ سَخَّرَهَا لَكُمْ لِتُكَبِّرُوا اللّٰهَ عَلٰى مَا هَدٰىكُمْ ؕ وَبَشِّرِ الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۳۷﴾

ہرگز نہیں پہنچتا اللہ کو ان کا گوشت اور نہ خون لیکن پہنچتا ہے اسے تمہارا تقویٰ ایسے ہی مسخر کیا انہیں اللہ نے تا کہ بڑائی بیان کرو اللہ کی اس پر کہ تمہیں ہدایت دی اور نیکی والوں کو خوشخبری دو

اِنَّ اللّٰهَ يُدٰفِعُ عَنِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ كُلَّ خَوَّانٍ كَفُوْرٍ ﴿۳۸﴾

اور بے شک اللہ تعالیٰ دور فرماتا ہے بلائیں مسلمانوں سے بے شک دوست نہیں رکھتا ہر دغاباز اور ناشکرے کو

حل لغات پانچواں رکوع - سورۃ حج - پ ۱۷

وَ-اور	لِكُلِّ-واسطے ہر	اُمَّةٍ-امت کے	جَعَلْنَا-بنائی ہم نے
مَنْسَكًا-قربانی	لِّيَذْكُرُوا-تاکہ یادکریں	اسْمَ-نام	اللّٰهِ-اللہ کا
عَلٰى-اوپر	مَا-اس کے جو	رَزَقَهُمْ-رزق دیا ان کو	مِّنْ بَهِيْمَةِ-چوپائے
الْاَنْعَامِ-جانوروں سے	فَاِلٰهُكُمْ-سوتمہارا خدا	اِلٰهٌ-خدا ہے	وَّاحِدٌ-ایک
فَلَهٗ-تواسی کے لئے	اَسْلِمُوْا-جھکو	وَ-اور	بَشِّرِ-خوشخبری دو
الْمُخْبِتِيْنَ-تواضع کرنے والوں کو		الَّذِيْنَ-وہ کہ	اِذَا-جب
ذُكِرَ-ذکر کیا جاتا ہے	اللّٰهُ-اللہ کا تو	وَجِلَتْ-ڈرجاتے ہیں	قُلُوْبُهُمْ-ان کے دل
وَ-اور	الصّٰبِرِيْنَ-صبر کرنے والے		عَلٰى-اوپر
مَاۤ-اس کے جو	اَصَابَهُمْ-پہنچے ان کو	وَ-اور	الْمُقِيْمِي-قائم کرنے والے
الصَّلٰوةِ-نماز کو	وَ-اور	مِمَّا-اس سے جو	رَزَقْنٰهُمْ-رزق دیا ہم نے
ان کو	يُنْفِقُوْنَ-خرچ کرتے ہیں	وَ-اور	الْبُدْنَ-ڈیل جسم والے
جانور	جَعَلْنٰهَا-بنایا ہم نے اس کو		لَكُمْ-تمہارے لئے
مِّنْ شَعَآئِرِ اللّٰهِ-اللہ کی نشانیوں سے		لَكُمْ-تمہارے لئے	فِيْهَا-اس میں
خَيْرٌ-بھلائی ہے	فَاذْكُرُوا-تو یادکرو	اسْمَ-نام	اللّٰهِ-اللہ کا
عَلَيْهَا-اس پر	صَوَآفَّ-تین پاؤں پر کھڑے		فَاِذَا-پھر جب
وَجَبَتْ-گر پڑیں	جُنُوْبُهَا-اس کی کروٹیں	فَكُلُوْا-تو کھاؤ	مِنْهَا-اس سے
وَ-اور	اَطْعِمُوا-کھلاؤ	الْقَانِعَ-صبر والے کو	وَ-اور
الْمُعْتَرَّ-مانگنے والے کو	كَذٰلِكَ-اسی طرح	سَخَّرْنٰهَا-تابع کردیا ہم نے اس کو	
لَكُمْ-تمہارے لئے	لَعَلَّكُمْ-تاکہ تم	تَشْكُرُوْنَ-شکر کرو	لَنْ-ہرگز نہیں

یَنَالَ۔پہنچتا اللّٰہَ۔اللہ کو لُحُوْمُھَا۔اس کا گوشت وَ۔اور
لَا۔نہ دِمَآؤُھَا۔اس کا خون وَ۔اور لٰکِنْ۔لیکن
یَنَالُہُ۔پہنچتا ہے اس کو التَّقْوٰی۔تقویٰ مِنْکُمْ۔تم سے کَذٰلِکَ۔اسی طرح
سَخَّرَھَا۔تابع کیا اس کو لَکُمْ۔تمہارے لئے لِتُکَبِّرُوا۔تاکہ بڑائی بیان کرو تم
اللّٰہَ۔اللہ کی عَلٰی۔اوپر مَا۔اس کے جو ھَدٰی۔ہدایت دی
کُمْ۔تم کو وَ۔اور بَشِّرِ۔خوشخبری دے الْمُحْسِنِیْنَ۔نیکی کرنے والوں کو
إِنَّ۔بے شک اللّٰہَ۔اللہ یُدٰفِعُ۔دور کرتا ہے
عَنِ الَّذِیْنَ۔ان لوگوں سے جو اٰمَنُوْا۔ایمان لائے إِنَّ۔بے شک
اللّٰہَ۔اللہ لَا۔نہیں یُحِبُّ۔پسند کرتا کُلَّ۔ہر
خَوَّانٍ۔خیانت کار کَفُوْرٍ۔ناشکرے کو

حل نادر لغات

مَنْسَکًا وَالْمَنْسَکُ مَوْضَعُ النُّسُکِ – وَ فَسَّرَ مُجَاھِدٌ ھُنَا بِالذَّبْحِ وَاِرَاقَةِ الدِّمَآءِ۔منسک سے ذبح کرنے کی جگہ مراد ہے جہاں خون بہایا جائے۔

مُخْبِتِیْنَ ۔ اَلْمُخْبِتُوْنَ الْمُطْمَئِنُّوْنَ ۔ اَلْمُتَوَاضِعُوْنَ۔ایمان اطمینان سے لانے والے اور خدا کے حضور جھکنے والے۔

وَجِلَتْ : خَافَتْ۔خوف کریں۔

وَالْبُدْنَ۔ڈیل دار جانور۔جوہری رحمہ اللہ کہتے ہیں نَاقَةٌ اَوْ بَقَرَةٌ وَّ فِی الْقَامُوْسِ مِنَ الْاِبِلِ وَالْبَقَرِ۔

صَوَآفَّ۔اَیْ قَائِمَاتٌ قَدْ صُفِفْنَ اَیْدِیْھِنَّ وَاَرْجُلِھِنَّ۔تین پیر باندھ کر کھڑا کرنا۔

وَجَبَتْ جُنُوْبُھَا۔اَیْ سَقَطَتْ عَلَی الْاَرْضِ وَ ھِیَ کِنَایَةٌ عَنِ الْمَوْتِ۔جب وہ جانور زمین پر گر جائے یعنی مر جائے۔

قَانِعَ۔رَاضٍ بِمَا عِنْدَہٗ۔جو کچھ اس کے پاس ہو اس پر راضی رہنے والا۔

مُعْتَرَ۔بھکاری۔

یُدٰفِعُ۔دور فرماتا ہے تم پر سے بلائیں۔

خَوَّانٍ۔خائن۔خیانت کرنے والا۔

کَفُوْرٍ۔کفران نعمت کرنے والا۔

خلاصہ تفسیر پانچواں رکوع۔سورۂ حج۔پ ۱۷

عرب عوام جاہل محض کوتاہ اندیشی سے اعتراض کرتے تھے اور آج بھی عیسائی، ہنود معترض رہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کیا جانور ذبح کرنے پر ہی موقوف ہے جو ناحق جانوروں کو مارتے ہیں۔یہ نئی رسم صرف اسلام میں ہے۔

اس کا تحقیقی جواب اللہ تعالیٰ دو آیتوں میں دے رہا ہے۔ پہلا جواب رکوع کے شروع میں یہ ہے:

وَلِكُلِّ اُمَّةٍ جَعَلْنَا مَنْسَكًا لِّيَذْكُرُوا اسْمَ اللّٰهِ عَلٰى مَا رَزَقَهُمْ مِّنْ بَهِيْمَةِ الْاَنْعَامِ ۗ فَاِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ فَلَهٗ اَسْلِمُوْا ۗ۔

اس کا خلاصہ یہ ہے کہ تم سے پہلے بھی ہم نے ہر قوم کے لئے قربانی کی رسم اللہ تعالیٰ کا نام یاد کرنے کے لئے جاری کی ہے یہ آج کی نئی رسم نہیں ہے بلکہ حضرت موسیٰ اور یعقوب و اسحٰق و ابراہیم علیہم السلام کی شریعتوں میں بھی جاری تھیں چنانچہ آج بھی اہل کتاب میں پائی جاتی ہے اور ہنود میں بھی قربانیاں قدیم سے چلی آتی ہیں اور ظاہر ہے کہ رب حقیقی سب کا ایک ہے۔ ان کے گھریلو خدا جو یہ کفار کہتے ہیں وہ باطل ہیں۔ لہٰذا انہیں چاہئے کہ اللہ کے نام پر ہی قربانی کریں اور اسی کے فرمانبردار رہیں چنانچہ جنہیں بشارت کا حکم ہے انہیں مخبتین فرمایا اور اس کے آگے مخبتین کے اوصاف بیان کئے اور فرمایا کہ اے محبوب ان مخبتین کو بشارت دیجئے جن کے دل اللہ کی یاد سے کانپ جاتے ہیں اور سختیوں پر صبر کرتے ہیں اور

وَالصّٰبِرِيْنَ عَلٰى مَآ اَصَابَهُمْ سے اس کی تصریح فرمائی۔

وَالْمُقِيْمِي الصَّلٰوةِ۔ اور صفات مخبت یہ بھی ہے کہ نماز قائم رکھیں۔ اور

وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ۔ یہ بھی ان کی تیسری صفت ہے کہ وہ ہمارے دیئے میں سے ہماری راہ میں خرچ کریں اور اسی میں قربانی ہے چنانچہ آگے قربانی کا ذکر فرمایا۔

وَالْبُدْنَ جَعَلْنٰهَا لَكُمْ مِّنْ شَعَآئِرِ اللّٰهِ لَكُمْ فِيْهَا خَيْرٌ۔ وَالْبُدْنُ جَمْعُ بَدَنَةٍ۔ جیسے خَشَب اور خَشَبَۃ۔

اس میں امام شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ بدنہ سے مراد وہ اونٹ ہے جو قربانی کے لئے حرم کی طرف لے جایا جائے۔

اور اسے بدنہ بڑا بدن ہونے کی وجہ سے کہا جاتا ہے۔

امام مالک فرماتے ہیں کہ گائے بیل کو بھی بدنہ کہہ سکتے ہیں اور یہی مسلک امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کا ہے اگرچہ بکرا بکری، بھیڑ دنبہ، مینڈھا بھی قربانی میں جائز ہیں لیکن ان کے صغیر الجسم ہونے کی وجہ میں انہیں بدنہ نہیں کہہ سکتے۔ (کبیر)

یہاں بدنہ فرما کر اس سے مراد اونٹ ہی لیا ہے اس لئے کہ یہ جانور ہمارے لئے اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے ہے۔

اَفَلَا يَنْظُرُوْنَ اِلَى الْاِبِلِ كَيْفَ خُلِقَتْ۔ خصوصیت سے اسی کے لئے ارشاد ہوا۔

پھر یہ منشار الارض بھی ہے یعنی زمین کی کرزت۔

بارکش بھی ہے۔

عرب کا محبوب جانور ہے۔

تو محبوب ترین کی قربانی افضل ہے۔ دوسرے اس میں سات آدمی شریک ہو سکتے ہیں جیسے بیل گائے وغیرہ میں اس لئے لَكُمْ فِيْهَا خَيْرٌ فرمایا کہ اس میں تمہارے لئے بھلائیاں ہیں۔

فَاذْكُرُوا اسْمَ اللّٰهِ عَلَيْهَا صَوَآفَّ۔ تو اسے اللہ کا نام لے کر صواف یعنی اس کے تین پاؤں باندھ کر بسم اللہ اللہ اکبر کہو اس قربانی کو نحر کہتے ہیں۔

صاحب ہدایہ نے تصریح کی ہے کہ وَالْاَفْضَلُ فِي الْبُدْنِ النَّحْرُ وَ فِي الْبَقَرِ وَالْغَنَمِ الذَّبْحُ بدنہ یعنی اونٹ میں

نحر افضل ہے اور گائے بکری میں ذبح۔ چنانچہ قرآن کریم میں بھی فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ ارشاد ہے یعنی نحر کر۔
اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی ایسا ہی کہا چنانچہ
صحیح بخاری میں ہے کہ اونٹ اگر بٹھا کر بھی ذبح کرلے تو جائز ہے لیکن افضل نحر ہے کہ تین پاؤں باندھ کر نیزہ آگے مارا جائے پھر جب وہ گر جائے تو ذبح کرو۔ پھر جب جان نکل جائے بمعنی فَإِذَا وَجَبَتْ جُنُوبُهَا جبھی وہ زمین پر گر جائے وَجَبَتِ الْجُنُوبُ کے معنی زمین پر گر جانے کے ہیں وَجَبَتِ الْحَائِطُ وَجَبَتُهُ إِذَا سَقَطَتْ عَلَى الْأَرْضِ۔
فَكُلُوا مِنْهَا وَأَطْعِمُوا الْقَانِعَ وَالْمُعْتَرَّ۔ تو پھر اس سے کھاؤ اور کھلاؤ قانع اور معتر کو۔
قانع اس محتاج کو کہتے ہیں جو قناعت کرے اور لوگوں سے مانگتا نہ پھرے۔
معتر اس تنگدست فقیر کو کہتے ہیں جو مانگنے پر مضطر ہو جائے۔ آگے فرمایا كَذَٰلِكَ سَخَّرْنَاهَا لَكُمْ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ۔
اب دوسرا جواب مشرکین کے اعتراض پر یہ ہے:
لَنْ يَنَالَ اللَّهَ لُحُومُهَا وَلَا دِمَاؤُهَا وَلَٰكِنْ يَنَالُهُ التَّقْوَىٰ مِنْكُمْ۔ ہرگز نہیں پہنچتا اللہ کو ان قربانیوں کا گوشت نہ خون بلکہ اسے پہنچتا ہے تمہارا تقویٰ اور پرہیزگاری۔
معالم التنزیل میں اس آیۂ کریمہ کا شان نزول اس طرح لکھا ہے کہ ایام جاہلیت میں عرب قربانی کر کے اس کا گوشت اور خون بتوں کے آگے بھوگ چڑھاتے تھے اور خون اس بت کے مل دیتے تھے حتیٰ کہ دیوار ہائے کعبہ پر بھی خون مل دیتے تھے۔
اس کے رد میں ارشاد ہوا کہ یہ طریقہ ان کا باطل اور لغو ہے اللہ تعالیٰ کو قربانی کا خون اور گوشت مطلوب نہیں اور اسے نہیں پہنچتا البتہ تقویٰ اور اخلاص جو قربانی کر کے اپنی نیت میں قربان کنندہ رکھتا ہے وہ پہنچتا ہے۔
اس سے واضح ہوا کہ قربانی میں جو فلسفہ ہے وہ صرف یہ ہے کہ طبائع عوام اور خیال جہال کو اس کا درد محسوس ہوتا ہے کہ اتنے جانور ذبح کرنے کی بجائے اگر ان کی قیمت سے یتیم خانہ یا مسافر خانہ بن جاتا تو ہمارے ابنائے جنس کو کافی فائدہ پہنچ جاتا۔
تو فرمایا کہ محبت مال کے مقابلہ میں ہمارے متقی پرہیزگار اسی میں اپنے لئے سعادت سمجھتے ہیں کہ اپنے رب کے حکم کی تعمیل کر کے اپنی جان اور مال تک کو اس پر فدا کر دیں جانور مثل پروانہ کے شمع پر فدا ہو کر یہ کبھی نہیں سوچتا کہ اس سے کیا فائدہ ہوگا۔ سعدی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

اے مرغ سحر عشق ز پروانہ بیاموز　　کاں سوختہ را جان شد و آواز نیامد
ایں مدعیاں در طلبش بے خبراں اند　　کاں را کہ خبر شد خبرش باز نیامد

چنانچہ حقیقی قربانی تو وہ ہے جسے فنافی اللہ کہتے ہیں لیکن یہ خاصان حق کے لئے خاص ہے۔
ہمارے لئے یہی قائم مقام فنا ہے کہ اپنی محبوب ترین چیز اس کی راہ میں قربان کر دیں اور مادہ پرستوں کے جل میں نہ آئیں کہ وہ اسے بند کرنے میں ایڑی چوٹی کا زور لگا کر مالی مفاد ابنائے وطن میں حاصل کرنے کی فکر میں رہتے ہیں۔
انسان اگر غور سے دیکھے تو اس کی محبوب دنیا میں دو چیزیں خاص ہیں۔
اولاد اور مال۔ اولاد حضرت خلیل اللہ نے قربان کی اور یہ انہیں کے شایان شان کام تھا۔ ہمارے لئے اونٹ گائے بیل بکرا دنبہ ان کی ہی قربانی اتباع خلیل میں کافی قرار دیدی اور ارشاد ہوا:

كَذٰلِكَ سَخَّرَهَا لَكُمْ لِتُكَبِّرُوا اللّٰهَ عَلٰى مَا هَدٰىكُمْ ۗ وَبَشِّرِ الْمُحْسِنِيْنَ۔ اس لئے یہ جانور تمہارے لئے مسخر کر دیئے کہ ذبح یا نحر کے موقعہ پر اللہ کی تکبیر کرو اور اے محبوب ان نیک بندوں کو خوشخبری دے دو۔

آخر میں وعدہ فرمایا گیا کہ ہم ایمان والوں سے مصائب دفع کریں گے اور بے شک اللہ خائن ناشکروں کو پسند نہیں فرماتا۔

مختصر تفسیر اردو پانچواں رکوع - سورۂ حج - پ ۱۷

وَلِكُلِّ اُمَّةٍ جَعَلْنَا مَنْسَكًا۔ اور ہر امت کے لئے ہم نے ایک منسک رکھا۔

وَالْمَنْسَكُ مَوْضَعُ النُّسُكِ۔ منسک موضع نسک کو کہتے ہیں وَ فَسَّرَهٗ مُجَاهِدٌ هُنَا بِالذَّبْحِ وَاِرَاقَةِ الدِّمَاءِ عَلٰى وَجْهِ التَّقَرُّبِ اِلَيْهِ تَعَالٰى۔ مجاہد رحمہ اللہ منسک کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ ذبح کرنے کا مقام اور اللہ تعالیٰ کا تقرب حاصل کرنے کو خون بہانے کی جگہ کو منسک کہتے ہیں۔

اور اگرچہ اصل میں منسک مطلق عبادت کو کہتے ہیں لیکن یہ مشہور اعمال حج میں ہو گیا۔

فراء رحمہ اللہ کے نزدیک منسک اس مقام کو کہتے ہیں جہاں نیکی اور بھلائی کی جائے۔

بعض نے منسک کی تفسیر عید سے کی۔

قتادہ رحمہ اللہ کہتے ہیں منسک سے مراد حج ہے۔

ابن عرفہ رحمہ اللہ کے نزدیک منسک مذہب کے معنی میں مستعمل ہے۔

زمخشری رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ جو مجاہد رحمہ اللہ سے روایت ہے وہی اوفق ہے تو اس کے معنی یہ ہوں گے شَرَعَ لِكُلِّ اَهْلِ دِيْنٍ اَنْ يَّذْبَحُوْا لِلّٰهِ تَعَالٰى عَلٰى وَجْهِ التَّقَرُّبِ۔ اللہ تعالیٰ نے ہر دین والے کے لئے یہ مشروع کیا کہ وہ علیٰ وجہ التقرب اللہ تعالیٰ کے نام پر ذبح کرے۔

لِّيَذْكُرُوا اسْمَ اللّٰهِ عَلٰى مَا رَزَقَهُمْ مِّنْ بَهِيْمَةِ الْاَنْعَامِ۔ تاکہ نام لو اللہ تعالیٰ کا اس پر جو روزی کی ان کو چوپائے بے جان سے۔

وَ فِيْهِ تَنْبِيْهٌ عَلٰى اَنَّ الْقُرْبَانَ يَجِبُ اَنْ يَّكُوْنَ مِنَ الْاَنْعَامِ فَلَا يَجُوْزُ بِالْخَيْلِ وَنَحْوِهَا۔ بَهِيْمَةِ الْاَنْعَامِ فرما کر اس امر کی تنبیہ فرما دی کہ قربانی میں واجب ہے کہ انعام ہو گھوڑا گدھا قربانی میں جائز نہیں اور وحشی جانور ہرن سانبھر بارہ سنگا وغیرہ بھی نہیں۔

فَاِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ فَلَهٗٓ اَسْلِمُوْا۔ تو تمہارا خدا ایک ہی خدا ہے تو اسی کی طرف جھکو۔

یعنی غیر اللہ کے نام پر قربانی نہ کرو بلکہ اس ہی واحد قہار کے حضور جھکو اور اسی کے لئے منسک پورا کرو۔

وَبَشِّرِ الْمُخْبِتِيْنَ۔ اور مخبتین کو خوشخبری دو۔

یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے خطاب ہے۔ مخبت سے متعدد معنی مراد ہیں۔

اَلْمُخْبِتُوْنَ الْمُطْمَئِنُّوْنَ۔ مخبت مطمئن علی الایمان کو کہتے ہیں جیسا کہ مجاہد رحمہ اللہ کا قول ہے۔

اَلْمُخْبِتُوْنَ الْمُتَوَاضِعُوْنَ كَمَا رُوِيَ عَنِ الضَّحَّاكِ۔ مخبت متواضع کو کہتے ہیں جیسا کہ ضحاک کا قول ہے۔

وَ قَالَ عَمْرُو بْنُ اَوْسٍ هُمُ الَّذِیْنَ لَا یَظْلِمُوْنَ النَّاسَ۔ مخبت وہ ہیں جو لوگوں پر ظلم نہیں کرتے۔

وَ قَالَ سُفْیَانُ اَلرَّاضُوْنَ بِقَضَآءِ اللّٰهِ تَعَالٰی۔ مخبت وہ ہے جو راضی بقضاء الٰہی ہوں۔

وَ قَالَ الْکَلْبِیُّ هُمُ الْمُجْتَهِدُوْنَ فِی الْعِبَادَةِ۔ عبادت حق میں سعی و جہد کرنے والا مخبت ہے۔

وَاَصْلُهٗ کَمَا قَالَ الرَّاغِبُ نُزُوْلُ الْخَبْتِ وَ هُوَ الْمُطْمَئِنُّ مِنَ الْاَرْضِ۔ اور اس کی اصل جیسا کہ امام راغب رحمہ اللہ نے کہا مخبت وہ زمین ہے جو مطمئن ہو۔

اور اس جگہ مخبت سے مراد حاجی لینا مناسب موقع ہے۔

الَّذِیْنَ اِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ وَجِلَتْ قُلُوْبُهُمْ۔ وہ مخبت جن کے سامنے جب اللہ تعالیٰ کا ذکر کیا جائے تو ان کے دل ڈر جائیں۔ وَجِلَتْ کے معنی خَافَتْ ہیں۔ لِاِشْرَاقِ اَشِعَّةِ الْجَلَالِ عَلَیْهَا۔ یعنی ظہور تجلیات جلال سے خوف زدہ ہو کر ڈرنے والے۔

وَالصّٰبِرِیْنَ عَلٰی مَاۤ اَصَابَهُمْ مِنْ مَّشَاقِ التَّکَالِیْفِ وَ مَئُوْنَاتِ النَّوَائِبِ کَالْاَمْرَاضِ وَ الْمِحَنِ وَالْغُرْبَةِ عَنِ الْاَوْطَانِ۔ اور صبر کرنے والے اس پر جو انہیں پہنچیں تکالیف سے مثل امراض اور محنت کے اور مسافرت میں اپنے وطن سے علیحدہ ہو کر۔

وَالظَّاهِرُ اِنَّ الصَّبْرَ عَلَی الْمَکَارِهِ مُطْلَقًا۔ ہر قسم کے مکارہ اور تکالیف پر صبر کرنے والا صابر ہے۔

علامہ فخر الدین رازی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یَجِبُ الصَّبْرُ عَلٰی مَا کَانَ مِنْ قِبَلِ اللّٰهِ تَعَالٰی وَاَمَّا عَلٰی مَا یَکُوْنُ مِنْ قِبَلِ الظَّلَمَةِ فَغَیْرُ وَاجِبٍ بَلْ یَجِبُ دَفْعُهٗ عَلٰی مَنْ یُّمْکِنُهٗ ذَالِکَ وَلَوْ بِالْقِتَالِ۔ جو مصیبت منجانب اللہ آئے اس پر صبر کرنا واجب ہے اور جو کسی ظالم کے ظلم سے تکلیف پہنچے اس کا دفع کرنا واجب ہے اگرچہ مقاتلہ ہی کرنا پڑے۔

وَالْمُقِیْمِی الصَّلٰوةِ ۙ وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ یُنْفِقُوْنَ۔ اور نماز قائم رکھنے والے اور جو ہم روزی دیں اس سے خرچ کریں۔ یعنی نماز اس کے وقت پر قائم کرنے والے اور اللہ کی راہ میں دینے والے۔

مقیمی اصل میں مقیمین تھا۔ یہاں تخفیف کے لئے نون حذف کر دیا گیا۔ اور ابن مسعود اور اعمش قرأت میں وَ الْمُقِیْمِی الصَّلٰوةِ کی بجائے وَالْمُقِیْمِیْنَ الصَّلٰوةِ ہے۔ اور

مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ یُنْفِقُوْنَ۔ کے معنی وجوہ خیر میں اہداء ہدایا مراد ہیں۔ جیسے حاجی حج سے واپس آتے ہیں تو اپنے دوست احباب کے لئے تحفہ تحائف لاتے ہیں یا غرباء میں کھانا پینا تقسیم کرتے ہیں۔

وَالْبُدْنَ جَعَلْنٰهَا لَكُمْ مِّنْ شَعَآئِرِ اللّٰهِ لَكُمْ فِیْهَا خَیْرٌ۔ اور بدن کو ہم نے کیا تمہارے لئے اللہ کی نشانیاں تمہارے لئے اس میں بھلائی ہے۔ بدن جمع بدنہ کی ہے اور وہ بقول جوہری ناقہ اور بقرہ ہے جسے مکہ میں بطریق نحر ذبح کرتے ہیں۔

وَ فِی الْقَامُوْسِ هِیَ مِنَ الْاِبِلِ وَالْبَقَرِ کَالْاُضْحِیَةِ مِنَ الْغَنَمِ یُهْدٰی اِلٰی مَکَّةَ وَ تُطْلَقُ عَلَی الذَّکَرِ وَ الْاُنْثٰی وَ سُمِّیَتْ بِذٰلِکَ لِعُظْمِ بَدَنِهَا لِاَنَّهُمْ کَانُوْا یُسَمِّنُوْنَهَا ثُمَّ یُهْدُوْنَهَا۔

قاموس میں ہے کہ بدن اونٹ اور گائے ہے جیسے قربانی کے لئے بکرا بکری ہدیہ کرتے ہیں مکہ کو اور لفظ بدن نر اور مادہ دونوں پر استعمال ہوتا ہے اور اسے بدن بوجہ جسیم البدن ہونے کے کہا گیا اس لئے کہ وہ اسے اول فربہ کرتے ہیں پھر ہدیہ

کرتے ہیں۔

عبد بن حمید اور ابن منذر ابن عمر رضی اللہ عنہما سے راوی ہیں لَا تُعْلَمُ الْبُدْنُ اِلَّا مِنَ الْاِبِلِ وَ الْبَقَرِ ۔ بدن سے اونٹ اور گائے ہی سمجھی جاتی ہے۔

وَ فِیْ صَحِیْحِ مُسْلِمٍ عَنْ جَابِرٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْهُ كُنَّا نَنْحَرُ الْبَدَنَةَ عَنْ سَبْعَةٍ فَقِیْلَ وَالْبَقَرَةُ فَقَالَ وَ هَلْ هِیَ اِلَّا مِنَ الْبُدْنِ ۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ہم بدنہ کا نحر کرتے سات آدمیوں کی طرف سے۔ آپ کی خدمت میں عرض کیا گیا اور گائے بھی؟ تو فرمایا گائے بھی تو بدن سے ہے۔

اور ابو داوٗد رحمہ اللہ کی روایت بھی اس کی موید ہے عَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ الْبَدَنَةُ عَنْ سَبْعَةٍ وَ الْبَقَرَةُ عَنْ سَبْعَةٍ ۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اونٹ بھی سات کی طرف سے نحر ہوسکتا ہے اور گائے بھی سات کی طرف سے۔

وَالظَّاهِرُ اَنَّ اِسْتِعْمَالَ الْبَدَنَةِ فِیْمَا یَكُوْنُ مِنَ الْاِبِلِ اَكْثَرُ وَاِنْ كَانَ اَمْرًا لِاَجْزَاءٍ مُتَّحِدًا ۔ اور یہ ظاہر ہے کہ استعمال لفظ بدنہ عام طور پر اکثر اونٹ پر ہی ہوتا ہے اگرچہ امر شرعی میں اونٹ اور گائے دونوں اس میں متحد ہیں۔

لَكُمْ فِیْهَا خَیْرٌ ۔ جو فرمایا وہ ظاہر ہے اَیْ نَفْعٌ فِی الدُّنْیَا وَاَجْرٌ فِی الْاٰخِرَةِ ۔ یعنی دنیاوی نفع یہ ہے کہ سات پر سے فرض اتر جاتا ہے اور اخروی یہ کہ وہاں سب کو برابر ثواب ملے گا۔

فَاذْكُرُوا اسْمَ اللّٰهِ عَلَیْهَا صَوَآفَّ ۚ فَاِذَا وَجَبَتْ جُنُوْبُهَا فَكُلُوْا مِنْهَا وَ اَطْعِمُوا الْقَانِعَ وَ الْمُعْتَرَّ ؕ كَذٰلِكَ سَخَّرْنٰهَا لَكُمْ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ۔ تو ذکر کرو اللہ کا نام اس پر اس کے تین پیر باندھ کر تو جب وہ زمین پر گر پڑے اور مر جائے تو اس سے کھاؤ اور کھلاؤ بلا سوال قانع اور مضطر مسکین کو ایسے ہی مسخر کرتے ہیں ہم تمہارے لئے تاکہ تم شکر گزار بنو۔

یعنی ذکر اسم اللہ عزوجل یہ ہے کہ اسے ذبح کرتے وقت بِسْمِ اللّٰہِ اَللّٰہُ اَكْبَرُ اَللّٰهُمَّ مِنْكَ وَلَكَ کہے۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ہے کہ ذبح کے وقت اَللّٰہُ اَكْبَرُ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَكْبَرُ اَللّٰهُمَّ مِنْكَ وَ اِلَیْكَ کہے۔

اور صواف کے معنی آلوسی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اَیْ قَائِمَاتٍ قَدْ صُفِفْنَ اَیْدِیْهِنَّ وَاَرْجُلِهِنَّ فَهُوَ جَمْعُ صَافَّةٍ ۔ یعنی اونٹ کھڑا رکھ کر اس کے اگلے اور پچھلا ایک پاؤں باندھنا صواف ہے اور وہ جمع صافہ کی ہے۔

اور اعمش صواف کی بجائے صوافن نون جمع کے ساتھ کہتے ہیں۔

وَ هُوَ اِمَّا مِنْ صَفْنِ الرَّجُلِ اِذَا صُفَّ قَدَمَیْهِ فَیَكُوْنُ بِمَعْنٰی صَوَافَّ اَوْ مِنْ صِفْنِ الْفَرَسِ اِذَا قَامَ عَلٰی ثَلَاثٍ وَ طَرِیْفُ سُنْبُكِ الرَّابِعَةِ ۔ لِاَنَّ الْبُدَنَةَ عِنْدَ الذَّبْحِ یُعْقَلُ اِحْدٰی یَدَیْهَا فَتَقُوْمُ عَلٰی ثَلَاثٍ وَ عَقْلُهَا عِنْدَ النَّحْرِ سُنَّةٌ ۔ یعنی صفن فرس یہ ہے جب کہ وہ تین پیروں سے کھڑا کیا جائے لیکن اونٹ کو ذبح کے وقت باندھا جاتا ہے اور یہ ذبح میں سنت ہے۔

اَقُوْلُ

وَ بِاللّٰہِ التَّوْفِیْقُ ۔ جب کہ مجھے شرف زیارت حرم اور روضہ مقدس علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام ملا تو ہمارا قافلہ تیس چالیس

احباب لاہور کا تھا ہم نے منیٰ میں قربانیاں کیں اور اونٹ بھی قربانی کیا تو ہم نے دیکھا کہ بدو اونٹ لائے اور جو نکیل بندھی ہوئی تھی اسے جھٹکا دیا اونٹ چیختا چلاتا بیٹھ گیا۔ پھر ایک بالشت سے کچھ لمبی چھری ان کے پاس تھی اس سے اسے ذبح کر دیا۔ اور اس کا گوشت شاید پندرہ منٹ کے اندر مع کھال کے اس طرح حصہ بخرہ کیا گیا کہ ہمیں اس کی ایک بوٹی بھی میسر نہ آئی۔ آج عقل بعیر اور تصویف کی سنت قطعاً مروج نہیں۔

چنانچہ بخاری و مسلم میں ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے اَنَّهٗ رَاٰى رَجُلًا قَدْ اَنَاخَ بَدَنَتَهٗ وَ هُوَ يَنْحَرُهَا۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے ایک شخص کو دیکھا کہ اس نے اونٹ کا اناخ کیا یعنی اسے بٹھایا اور ذبح کر دیا تو آپ نے فرمایا مجھے پیر باندھ کر سنت محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کے مطابق ذبح کا حکم ہے اور اکثر بایاں پاؤں باندھنے کے حق میں ہیں۔

چنانچہ ابن ابی شیبہ ابن بسائط رضی اللہ عنہ سے راوی ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام بایاں پیر باندھ کر کھڑے ہوئے اونٹ کا نحر کرتے تھے۔

وَ اَخْرَجَ عَنِ الْحَسَنِ قِيْلَ لَهٗ كَيْفَ تُسْحَرُ الْبَدَنَةُ قَالَ تُعْقَلُ يَدُهُ الْيُسْرٰى اِذَا اُرِيْدَ نَحْرُهَا۔ حسن بصری رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا کیسے اونٹ کو ذبح کیا جائے فرمایا اس کا بایاں پاؤں باندھا جائے جب اس کا نحر چاہے۔

فَاِذَا وَجَبَتْ جُنُوْبُهَا۔ اَیْ سَقَطَتْ عَلَى الْاَرْضِ وَهُوَ كِنَايَةٌ عَنِ الْمَوْتِ۔ تو جب وہ لازم کر لے اپنے پہلو کو۔ یعنی جب وہ گر جائے زمین پر اس سے کنایہ اس کے ٹھنڈے ہونے سے ہے۔

فَكُلُوْا مِنْهَا۔ تو اس سے کھاؤ یعنی قربانی کرنے والے سے لے کر مستحقین فقراء غرباسب کھا سکتے ہیں۔

وَ اَطْعِمُوا الْقَانِعَ وَ الْمُعْتَرَّ۔ اور کھلاؤ قانع کو اور معتر کو۔

قَانِعَ اَیِ الرَّاضِ بِمَا عِنْدَهٗ وَ بِمَا يُعْطٰى مِنْ غَيْرِ مَسْئَلَةٍ۔ قانع وہ ہے جو راضی ہو اس پر جو اس کے پاس ہے یا جتنا اسے بلاسوال مل جائے۔

وَ الْمُعْتَرَّ۔ اَیِ الْمُعْتَرِضَ لِلسُّوَالِ۔ معتر وہ ہے جو سوال کر کے مانگتا ہو۔

وَ فِی الْهِدَايَةِ يَسْتَحِبُّ لَهٗ اَنْ يَّاكُلَ مِنْ هَدْیِ التَّطَوُّعِ وَ الْمُتْعَةِ وَ الْقِرَانِ وَ كَذَا يَسْتَحِبُّ اَنْ يَتَصَدَّقَ عَلَى الْوَجْهِ الَّذِیْ عُرِفَ فِی الضَّحَايَا۔

ہدایہ میں ہے کہ تمتع اور قران اور تطوع کی ہدی سے کھانا مستحب ہے اور قربانی سے لوگوں میں صدقہ دینا بھی مستحب ہے۔

كَذٰلِكَ سَخَّرْنٰهَا لَكُمْ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ۔ ایسے ہی ہم نے مسخر کئے جانور تمہارے لئے تا کہ تم شکر گزار بنو۔

آگے مشرکین کی رسوم کا رد فرمایا گیا کہ وہ بتوں پر جو قربانی کرتے اس کا خون دیوار کعبہ پر مل دیتے اور گوشت کو قطعاً نہ چھوتے تھے۔ اس پر ارشاد ہوا:

لَنْ يَّنَالَ اللّٰهَ لُحُوْمُهَا وَ لَا دِمَآؤُهَا وَ لٰكِنْ يَّنَالُهُ التَّقْوٰى مِنْكُمْ ؕ كَذٰلِكَ سَخَّرَهَا لَكُمْ لِتُكَبِّرُوا اللّٰهَ عَلٰى مَا هَدٰىكُمْ ؕ وَ بَشِّرِ الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۳۷﴾ اِنَّ اللّٰهَ يُدٰفِعُ عَنِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ كُلَّ خَوَّانٍ كَفُوْرٍ ﴿۳۸﴾۔

ہرگز نہیں پہنچتا اللہ کو ان کا گوشت اور نہ خون لیکن پہنچتا ہے اللہ کو تمہارا تقویٰ۔ ایسے ہی اللہ مسخر کرتا ہے ان چوپایوں کو تمہارے لئے تا کہ بڑائی بولو اللہ کی اس پر کہ تم کو ہدایت فرمائی (اور اے محبوب) بشارت دے دو نیکو کاروں کو۔ بے شک اللہ

ٹالتا ہے بلائیں ان سے جو ایمان والے ہیں بے شک اللہ دوست نہیں رکھتا دغا باز خائن ناشکرے کو۔

یعنی قربانی والے کی صرف نیت اور اخلاص اور پرہیزگاری ہماری رضا کی موجب ہے اس کا شان نزول یہ ہے کہ زمانہ جاہلیت میں کفار اپنی قربانیوں کے خون سے بیت اللہ شریف کی دیواریں رنگتے اور اسے سبب تقرب جانتے تھے اس پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔

اور شکرگزاروں کو اللہ تعالیٰ کی بڑائی بولنے کی تعلیم دیتا ہے اور بشارت ثواب اس کے بعد اعانت وحمایت کی بشارت دے کر فرماتا ہے کہ کفار جو خائن اور ناشکرے ہیں وہ اللہ کو پسند نہیں۔

بامحاورترجمہ چھٹا رکوع - سورۂ حج - پ ۱۷

أُذِنَ لِلَّذِينَ يُقَاتَلُونَ بِأَنَّهُمْ ظُلِمُوا ۚ وَإِنَّ اللَّهَ عَلَىٰ نَصْرِهِمْ لَقَدِيرٌ ﴿٣٩﴾

اجازت دی گئی انہیں جن سے کافر مقاتلہ کرتے ہیں اس وجہ میں کہ ان پر ظلم ہوا اور بے شک اللہ ان کی مدد پر ضرور قادر ہے

الَّذِينَ أُخْرِجُوا مِن دِيَارِهِم بِغَيْرِ حَقٍّ إِلَّا أَن يَقُولُوا رَبُّنَا اللَّهُ ۗ وَلَوْلَا دَفْعُ اللَّهِ النَّاسَ بَعْضَهُم بِبَعْضٍ لَّهُدِّمَتْ صَوَامِعُ وَبِيَعٌ وَصَلَوَاتٌ وَمَسَاجِدُ يُذْكَرُ فِيهَا اسْمُ اللَّهِ كَثِيرًا ۗ وَلَيَنصُرَنَّ اللَّهُ مَن يَنصُرُهُ ۗ إِنَّ اللَّهَ لَقَوِيٌّ عَزِيزٌ ﴿٤٠﴾

وہ جو اپنے گھروں سے نکالے گئے ناحق صرف اس وجہ مین کہ وہ کہتے ہیں ہمارا رب اللہ ہے اور اگر اللہ نہ دفع کرتا لوگوں کو ایک کو دوسرے سے تو ضرور ڈھا دیتے خانقاہیں اور گرجا اور کلیسے اور مسجدیں جن میں ذکر ہوتا ہے اللہ کا نام بہت اور بے شک اللہ ضرور مدد فرمائے گا اس کی جو اس کے دین کی مدد کرے بے شک اللہ قوت والا غالب ہے

الَّذِينَ إِن مَّكَّنَّاهُمْ فِي الْأَرْضِ أَقَامُوا الصَّلَاةَ وَآتَوُا الزَّكَاةَ وَأَمَرُوا بِالْمَعْرُوفِ وَنَهَوْا عَنِ الْمُنكَرِ ۗ وَلِلَّهِ عَاقِبَةُ الْأُمُورِ ﴿٤١﴾

وہ لوگ کہ اگر ہم انہیں زمین میں قابو دیتے تو نمازیں قائم رکھیں اور زکوٰۃ دیں اور حکم کریں معروف باتوں کا اور منع کریں برائی سے اور اللہ کے لئے ہے انجام کاموں کا

وَإِن يُكَذِّبُوكَ فَقَدْ كَذَّبَتْ قَبْلَهُمْ قَوْمُ نُوحٍ وَعَادٌ وَثَمُودُ ﴿٤٢﴾

اور اگر یہ جھٹلائیں تمہیں تو بے شک اس سے پہلے جھٹلا چکی ہے قوم نوح اور عاد وثمود

وَقَوْمُ إِبْرَاهِيمَ وَقَوْمُ لُوطٍ ﴿٤٣﴾ وَأَصْحَابُ مَدْيَنَ ۖ وَكُذِّبَ مُوسَىٰ فَأَمْلَيْتُ لِلْكَافِرِينَ ثُمَّ أَخَذْتُهُمْ ۖ فَكَيْفَ كَانَ نَكِيرِ ﴿٤٤﴾

اور قوم ابراہیم اور قوم لوط اور اصحاب مدین اور جھٹلائے گئے موسیٰ تو میں نے ڈھیل دی کافروں کو پھر انہیں پکڑا تو کیسا ہوا میرا عذاب

فَكَأَيِّن مِّن قَرْيَةٍ أَهْلَكْنَاهَا وَهِيَ ظَالِمَةٌ فَهِيَ خَاوِيَةٌ عَلَىٰ عُرُوشِهَا وَبِئْرٍ مُّعَطَّلَةٍ وَقَصْرٍ

اور کتنی بستیاں ہلاک کیں ہم نے کہ وہ ظالم تھیں تو وہ اوندھی پڑی ہیں اپنی چھتوں پر اور کتنے کنویں بے کار

مَّشِیْدٍ ﴿۴۵﴾

پڑے ہیں اور کتنے محل گچ کیے ہوئے

اَفَلَمْ یَسِیْرُوْا فِی الْاَرْضِ فَتَكُوْنَ لَهُمْ قُلُوْبٌ یَّعْقِلُوْنَ بِهَاۤ اَوْ اٰذَانٌ یَّسْمَعُوْنَ بِهَا ۚ فَاِنَّهَا لَا تَعْمَى الْاَبْصَارُ وَ لٰكِنْ تَعْمَى الْقُلُوْبُ الَّتِیْ فِی الصُّدُوْرِ ﴿۴۶﴾

کیا نہیں سیر کرتے زمین میں تو ہوں ان کے دل کہ سمجھیں یا کان جس سے سنیں تو یہ آنکھیں اندھی نہیں ہوتیں لیکن ان کے دل اندھے ہوتے ہیں جو سینوں میں ہیں

وَ یَسْتَعْجِلُوْنَكَ بِالْعَذَابِ وَ لَنْ یُّخْلِفَ اللّٰهُ وَعْدَهٗ ؕ وَ اِنَّ یَوْمًا عِنْدَ رَبِّكَ كَاَلْفِ سَنَةٍ مِّمَّا تَعُدُّوْنَ ﴿۴۷﴾

اور تم سے جلدی کرتے ہیں عذاب کی اور ہرگز خلاف نہ کرے گا اللہ اپنا وعدہ اور بے شک ایک دن تمہارے رب کے پاس ہے مثل ہزار برس کے جیسے تم لوگوں کی گنتی میں ہوتا ہے

وَ كَاَیِّنْ مِّنْ قَرْیَةٍ اَمْلَیْتُ لَهَا وَ هِیَ ظَالِمَةٌ ثُمَّ اَخَذْتُهَا ۚ وَ اِلَیَّ الْمَصِیْرُ ﴿۴۸﴾ ع

اور بہت سی بستیاں ہیں جنہیں ہم نے ڈھیل دی اور وہ ظالم تھیں اس پر پکڑا میں نے انہیں اور میری طرف ہی پلٹ کر آنا ہے

حل لغات رکوع چھٹا۔سورۂ حج۔پ ۱۷

اُذِنَ۔اجازت دی گئی	لِلَّذِیْنَ۔ان کو جن سے	یُقٰتَلُوْنَ۔لڑائی کی جاتی ہے	بِاَنَّهُمْ۔کہ وہ
ظُلِمُوْا۔ظلم کیے گئے	وَ۔اور	اِنَّ۔بے شک	اللّٰہَ۔اللہ
عَلٰی۔اوپر	نَصْرِهِمْ۔ان کی مدد کے	لَقَدِیْرٌ۔یقیناً قادر ہے	الَّذِیْنَ۔وہ جو
اُخْرِجُوْا۔نکالے گئے	مِنْ دِیَارِهِمْ۔اپنے گھروں سے		بِغَیْرِ۔بغیر
حَقٍّ۔حق کے	اِلَّآ۔مگر	اَنْ۔یہ کہ	یَّقُوْلُوْا۔انہوں نے کہا
رَبُّنَا۔ہمارا رب	اللّٰہُ۔اللہ ہے	وَ۔اور	لَوْلَا۔اگر نہ ہوتا
دَفْعُ۔روکنا	اللّٰہِ۔اللہ کا	النَّاسَ۔لوگوں کو	بَعْضَهُمْ۔ان کے بعض کو
بِبَعْضٍ۔بعض سے	لَّهُدِّمَتْ۔تو گرائی جاتیں	صَوَامِعُ۔خانقاہیں	وَ۔اور
بِیَعٌ۔گرجے	وَ۔اور	صَلَوٰتٌ۔کلیسے	وَ۔اور
مَسٰجِدُ۔مسجدیں	یُذْكَرُ۔جو ذکر کیا جاتا ہے	فِیْهَا۔ان میں	اسْمُ۔نام
اللّٰہِ۔اللہ کا	كَثِیْرًا۔بہت	وَ۔اور	لَیَنْصُرَنَّ۔ضرور مدد کرے گا
اللّٰہُ۔اللہ	مَنْ۔اس کی جو	یَّنْصُرُهٗ۔مدد کرے گا اس کی	اِنَّ۔بے شک
اللّٰہَ۔اللہ	لَقَوِیٌّ۔طاقتور ہے	عَزِیْزٌ۔غالب	اَلَّذِیْنَ۔وہ کہ
اِنْ۔اگر	مَّكَّنّٰهُمْ۔ہم جگہ دیں ان کو	فِی۔بیچ	الْاَرْضِ۔زمین کے

اَقَامُوا۔تو قائم کریں	الصَّلٰوۃَ۔نماز	وَ۔اور	اٰتَوُا۔دیں
الزَّکٰوۃَ۔زکوۃ	وَ۔اور	اَمَرُوْا۔حکم دیں	بِالْمَعْرُوْفِ۔نیکی کا
وَ۔اور	نَھَوْا۔روکیں	عَنِ الْمُنْكَرِ۔برائیوں سے	وَ۔اور
لِلّٰهِ۔اللہ کے لئے ہے	عَاقِبَةُ۔انجام	الْاُمُوْرِ۔کاموں کا	وَ۔اور
اِنْ۔اگر	یُّكَذِّبُوْ۔جھٹلائیں	كَ۔آپ کو	فَقَدْ۔تو بے شک
كَذَّبَتْ۔جھٹلایا	قَبْلَهُمْ۔ان سے پہلے	قَوْمُ۔قوم	نُوْحٍ۔نوح
وَ۔اور	عَادٌ۔عاد	وَ۔اور	ثَمُوْدُ۔ثمود نے
وَ۔اور	قَوْمُ۔قوم	اِبْرٰهِيْمَ۔ابراہیم	وَ۔اور
قَوْمُ۔قوم	لُوْطٍ۔لوط	وَاَصْحٰبُ۔اور اصحاب	مَدْيَنَ۔مدین نے
وَ۔اور	كُذِّبَ۔جھٹلائے گئے	مُوْسٰى۔موسیٰ	فَاَمْلَيْتُ۔ تو مہلت دی
میں نے	لِلْكٰفِرِيْنَ۔کافروں کو	ثُمَّ۔ پھر	اَخَذْتُهُمْ۔ میں نے پکڑا
ان کو	فَكَيْفَ۔تو کس طرح	كَانَ۔ہوا	نَكِيْرِ۔میرا انکار کرنا
فَكَاَيِّنْ۔تو کتنی ہی	مِّنْ قَرْيَةٍ۔بستیاں ہیں	اَهْلَكْنٰهَا۔کہ ہلاک کیا ہم نے ان کو	
وَ۔اور	هِيَ۔وہ	ظَالِمَةٌ۔ظالم تھیں	فَهِيَ۔تو وہ
خَاوِيَةٌ۔گری پڑی ہیں	عَلٰى۔اوپر	عُرُوْشِهَا۔اپنی چھتوں کے	وَ۔اور
بِئْرٍ۔کنویں	مُّعَطَّلَةٍ۔برباد شدہ	وَ۔اور	قَصْرٍ۔محل
مَّشِيْدٍ۔گچ کئے ہوئے	اَفَلَمْ۔کیا نہ	يَسِيْرُوْا۔پھرے وہ	فِي۔بیچ
الْاَرْضِ۔زمین کے	فَتَكُوْنَ۔تو ہوں	لَهُمْ۔ان کے	قُلُوْبٌ۔دل
يَّعْقِلُوْنَ۔جو سمجھیں	بِهَا۔ان کے ساتھ	اَوْ۔یا	اٰذَانٌ۔کان ہوں
يَّسْمَعُوْنَ۔جو سنیں	بِهَا۔ان کے ساتھ	فَاِنَّهَا۔تو بے شک	لَا۔نہیں
تَعْمَى۔اندھی ہوتیں	الْاَبْصَارُ۔آنکھیں	وَ۔اور	لٰكِنْ۔لیکن
تَعْمَى۔اندھے ہوتے ہیں	الْقُلُوْبُ۔دل	الَّتِيْ۔وہ جو	فِي۔بیچ
الصُّدُوْرِ۔سینوں کے ہیں	وَ۔اور	يَسْتَعْجِلُوْنَكَ۔جلدی کرتے ہیں آپ سے	
بِالْعَذَابِ۔عذاب کی	وَ۔اور	لَنْ۔ہرگز نہ	يُّخْلِفَ۔خلاف کرے گا
اللّٰهُ۔اللہ	وَعْدَهٗ۔اپنا وعدہ	وَ۔اور	اِنَّ۔بے شک
يَوْمًا۔ایک دن	عِنْدَ۔نزدیک	رَبِّكَ۔تیرے رب کے	كَاَلْفِ۔مثل ہزار
سَنَةٍ۔سال کے ہے	مِّمَّا۔اس سے جو	تَعُدُّوْنَ۔تم شمار کرتے ہو	وَ۔اور
كَاَيِّنْ۔کتنی ہی	مِّنْ قَرْيَةٍ۔بستیاں ہیں	اَمْلَيْتُ۔کہ میں نے مہلت دی	

لَهَا۔ ان کو　　وَ۔ اور　　هِيَ۔ وہ　　ظَالِمَةٌ۔ ظالم تھیں
ثُمَّ۔ پھر　　اَخَذْتُهَا۔ میں نے ان کو پکڑا　وَ۔ اور　　اِلَيَّ۔ میری طرف ہی
الْمَصِيْرُ۔ پھرنا ہے

نادر لغات

اُذِنَ۔ اَیْ رُخِّصَ۔ اجازت دی گئی۔

هُدِّمَتْ۔ تَهْدِيْمُ بِنَاءِ مُعَبَّدَاتٍ۔ عبادت خانے گرا دیئے جائیں۔

صَوَامِعُ۔ یہ صومعہ کی جمع ہے بروزن فَوْعَلَه۔ بناء مرتفع جدید الاعلیٰ۔ آہنی عمارت بلند۔ قتادہ رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ یہ صومعہ قبل اسلام مختص ہوتا تھا رہبان نصاریٰ کے لئے اور بعد میں مسلمانوں کے میذنہ کو بھی کہنے لگے۔ تفصیل تفسیر میں آئے گی۔

بِيَعٌ۔ بیع مصلائے نصاریٰ ہے اس میں رہبان کا تعلق نہیں۔

صَلَوٰتٌ۔ جمع صلوٰۃ کی ہے۔ یہ کنیسہ یہود ہے۔

اَصْحٰبُ مَدْيَنَ۔ یہ مخصوص وہ قوم ہے جس نے حضرت شعیب علیہ السلام کی شدت سے مخالفت کی۔

فَاَمْلَيْتُ۔ اَیْ فَاَمْهَلْتُهُمْ۔ مہلت دینے کے معنی میں آتا ہے۔

نَكِيْرِ۔ سزائے انکار۔

خَاوِيَةٌ۔ اوندھے پڑے ہوئے۔

عَلٰى عُرُوْشِهَا۔ چھتوں پر۔

بِئْرٍ مُّعَطَّلَةٍ۔ کنویں جن سے پانی لینے والا کوئی نہ ہو۔

قَصْرٍ مَّشِيْدٍ۔ وہ محل جو گچ سے تعمیر کر کے مستحکم و مضبوط بنایا گیا ہو۔

خلاصہ تفسیر چھٹا رکوع۔ سورۂ حج۔ پ ١٧

اُذِنَ لِلَّذِيْنَ يُقٰتَلُوْنَ بِاَنَّهُمْ ظُلِمُوْا۔ جب کفار قریش ظلم و ستم میں سب سے آگے بڑھ گئے اور مسلمان زخمی ہوئے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آنے لگے اور ان کی شکایات لائے اور اجازت مقابلہ مانگنے لگے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں ہجرت کا حکم دیا اور فرمایا جب تک مجھے اجازت نہ ہو میں مقابلہ کا حکم نہیں دے سکتا۔

آخرش مدینہ منورہ میں یہ آیۂ کریمہ نازل ہوئی۔ اجازت جہاد میں بعض کے نزدیک یہ پہلی آیت ہے۔

مقاتل کی تحقیق یہ ہے کہ یہ آیت کریمہ مکہ میں نازل ہوئی اور اس میں ان لوگوں کو اجازت دی گئی جو مشرکین کے ظلم و ستم سے تنگ آ کر ہجرت پر آمادہ تھے لیکن جب وہ مکہ سے نکلنا چاہتے تو کفار انہیں زبردستی روکتے چنانچہ آیت کریمہ میں اجازت جہاد کی وجہ۔

بِاَنَّهُمْ ظُلِمُوْا۔ بتائی گئی کہ یہ اجازت اس لئے ہے کہ ان پر ظلم کیا گیا اور وعدہ فرمایا کہ

وَاِنَّ اللّٰهَ عَلٰى نَصْرِهِمْ لَقَدِيْرٌ۔ اللہ ان کی مدد پر قادر ہے یعنی اللہ انہیں غالب کرے گا۔ چنانچہ اس کے بعد جب

مظلوم مسلمانوں نے تلوار سونتی تو مشرکین کو زیر کر دیا۔ اس کے بعد ان مسلمانوں کی کیفیت مظلومی کا اظہار فرمایا گیا۔

الَّذِیْنَ اُخْرِجُوْا مِنْ دِیَارِهِمْ بِغَیْرِ حَقٍّ اِلَّاۤ اَنْ یَّقُوْلُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ۔ جنہیں اجازت دی گئی ہے یہ وہ مظلوم ہیں جو ناحق اپنے گھروں سے نکالے گئے ان کا قصور ان کی اندھی نگاہوں میں یہی تھا کہ وہ اللہ کو اپنا رب کہتے تھے اور کسی غیر کو اللہ کا شریک نہیں مانتے تھے۔ آگے ارشاد ہے:

وَ لَوْ لَا دَفْعُ اللّٰهِ النَّاسَ بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ لَّهُدِّمَتْ صَوَامِعُ۔ اگر اللہ دفع نہ فرماتا مشرکین کے شر کو مومنین کے ہاتھوں تو یقیناً وہ منہدم کر دیتے سابقہ انبیاء علیہم السلام کے عبادت خانے جو صومعہ کے نام سے تھے۔ مجاہد اور ضحاک کے نزدیک صومعہ رہبان کے عبادت خانہ کو کہتے ہیں۔

وَ بِیَعٌ۔ یہ جمع بیعہ کی ہے نصاریٰ کے گرجوں کو کہتے تھے اور

صَلَوٰتٌ۔ یہود کی عبادت گاہ کا نام تھا اور

مَسٰجِدُ۔ مسلمانوں کی عبادت گاہ کو کہتے ہیں۔

تو یہ فرمایا کہ سابقہ نبیوں علیہم السلام کی عبادت گاہیں اور بعد کے نبیوں علیہم السلام کے عبادت خانے سب ہی منہدم کر دیتے لیکن اللہ عزوجل نے ان کا شر دفع فرمایا اور

وَ لَیَنْصُرَنَّ اللّٰهُ مَنْ یَّنْصُرُهٗ۔ اور اللہ اس کی مدد فرماتا ہے جو اللہ کی مدد کرے یعنی اس کے دین کی محافظت کرے۔

آگے ان دین کے مددگاروں کی صفت بیان فرمائی جاتی ہے۔ چنانچہ ارشاد ہے:

اِنَّ اللّٰهَ لَقَوِیٌّ عَزِیْزٌ۝ اَلَّذِیْنَ اِنْ مَّكَّنّٰهُمْ فِی الْاَرْضِ اَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَ اٰتَوُا الزَّكٰوةَ وَ اَمَرُوْا بِالْمَعْرُوْفِ وَ نَهَوْا عَنِ الْمُنْكَرِ ؕ وَ لِلّٰهِ عَاقِبَةُ الْاُمُوْرِ۔ بے شک اللہ قوت والا غالب ہے۔ وہ جنہیں اگر ہم زمین میں متمکن کر دیں تو نماز قائم رکھیں اور زکوٰۃ دیں اور نیک کاموں کا حکم کریں اور برائیوں سے روکیں اور اللہ کے لئے ہے انجام کاموں کا۔

اس آیت کریمہ میں ان مومنین کی صفات بیان فرمائیں کہ وہ زمین پر نماز پڑھیں، زکوٰۃ دیں، نیک کاموں کا حکم دیں اور برائیوں سے روکیں

خلاصہ یہ کہ جب اللہ عزوجل کہیں مسلمانوں کو غلبہ اور تسلط عطا فرمائے تو انہیں مذکورہ بالا کام کرنے چاہئیں نہ کہ ان مہاجرین کی طرح جو ہندوستان سے آ کر پاکستان میں سینما لہو ولعب میں پڑ گئے۔ جور وظلم و بدامنی پھیلانے لگے ایسے بداعمال کبھی چین سے نہیں رہ سکتے۔ یہ امور اللہ تعالیٰ نے بطور پیش گوئی بیان فرمائے۔

چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد خلفائے اربعہ علیہم رضوان نے دین الٰہی عزوجل کی مدد کی۔ جہاد کے مخالفوں کو سرنگوں کیا اس میں اللہ تعالیٰ نے ان کی مدد فرمائی انہیں ان کے اماکن پر مسلط فرمایا آخر میں ارشاد ہوا:

وَ لِلّٰهِ عَاقِبَةُ الْاُمُوْرِ۔ یعنی ہر معاملہ کا انجام اللہ تعالیٰ کے لئے ہے پھر مکذبین رسالت کی طرف سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی دی جاتی ہے۔

وَ اِنْ یُّكَذِّبُوْكَ فَقَدْ كَذَّبَتْ قَبْلَهُمْ قَوْمُ نُوْحٍ وَّ عَادٌ وَّ ثَمُوْدُ۝ وَ قَوْمُ اِبْرٰهِیْمَ وَ قَوْمُ لُوْطٍ۝ وَّ اَصْحٰبُ

مَدْيَنَ ۚ وَكُذِّبَ مُوسٰى فَاَمْلَيْتُ لِلْكٰفِرِيْنَ ثُمَّ اَخَذْتُهُمْ ۚ فَكَيْفَ كَانَ نَكِيْرِ۔ اور اگر اے محبوب تمہیں یہ جھٹلائیں تو نئی بات نہیں آپ سے پہلے بھی کافر تکذیب کرتے رہے ہیں جیسے قوم نوح اور عاد اور ثمود اور قوم ابراہیم اور قوم لوط اور اہل مدین اور موسیٰ بھی جھٹلائے گئے تو اول ہم نے اس قوم کو مہلت دی پھر گرفت کی تو دیکھو ان کا انجام عذاب سے کیا ہوا۔

فَكَاَيِّنْ مِّنْ قَرْيَةٍ اَهْلَكْنٰهَا وَهِيَ ظَالِمَةٌ فَهِيَ خَاوِيَةٌ عَلٰى عُرُوْشِهَا وَبِئْرٍ مُّعَطَّلَةٍ وَّقَصْرٍ مَّشِيْدٍ تو کتنی بستیاں ہم نے ہلاک کیں کہ وہ ظالم تھیں تو اوندھی پڑی ہیں اپنی چھتوں پر اور کتنے کنویں معطل پڑے ہیں کہ ان سے پانی لینے والا بھی کوئی نہیں اور سنگین عمارتیں مستحکم محل خالی پڑے ہوئے ہیں۔

مختصر تفسیر اردو چھٹا رکوع - سورۂ حج - پ ۱۷

اُذِنَ لِلَّذِيْنَ يُقٰتَلُوْنَ بِاَنَّهُمْ ظُلِمُوْا ۔ یعنی رخصت دی گئی انہیں کہ مقاتلہ کریں اس لئے کہ وہ ظلم کئے گئے۔

آلوسی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

اُذِنَ اَیْ رُخِّصَ لِلَّذِیْنَ یُقَاتَلُوْنَ اَیْ یُقَاتِلُهُمُ الْمُشْرِكُوْنَ بِاَنَّهُمْ ظُلِمُوْا اَیْ بِسَبَبِ اَنَّهُمْ ظُلِمُوْا. وَالْمُرَادُ بِالْمَوْصُوْلِ اَصْحَابُ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ الَّذِیْنَ فِیْ مَكَّةَ۔

فَقَدْ نَقَلَ الْوَاحِدِیُّ وَغَیْرُهٗ اَنَّ الْمُشْرِكِیْنَ كَانُوْا یُؤْذُوْنَهُمْ وَكَانُوْا یَاْتُوْنَ النَّبِیَّ عَلَیْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ بَیْنَ مَضْرُوْبٍ وَّ مَشْجُوْجٍ وَیَتَظَلَّمُوْنَ اِلَیْهِ صَلَوَاتُ اللّٰهِ تَعَالٰی وَسَلَامُهٗ عَلَیْهِمْ فَیَقُوْلُ لَهُمُ اصْبِرُوْا فَاِنِّیْ لَمْ اُوْمَرْ بِالْقِتَالِ حَتّٰی هَاجَرَ فَاُنْزِلَتْ هٰذِهِ الْاٰیَةُ ۔ وَ هِیَ اَوَّلُ اٰیَةٍ نَزَلَتْ فِی الْقِتَالِ بَعْدَ مَا نُهِیَ عَنْهُ فِیْ نَیِّفٍ وَّ سَبْعِیْنَ اٰیَةً عَلٰی مَا رَوَی الْحَاكِمُ فِی الْمُسْتَدْرَكِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا وَاَخْرَجَهٗ عَبْدُالرَّزَّاقِ وَ ابْنُ الْمُنْذِرِ عَنِ الزُّهْرِیِّ۔

اس اجازت کے حقدار وہ اصحاب نبی صلی اللہ علیہ وسلم تھے جو مکہ معظمہ میں تھے۔

واحدی وغیرہ کہتے ہیں کہ مشرکین مومنین کرام کو اذیتیں پہنچاتے تو وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں اس حال میں آتے کہ کوئی زخمی ہے کسی کا سر پھوڑا ہوا ہے اور کسی پر ظلم کی انتہا ہو جاتی اور وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت مقاتلہ مانگتے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم انہیں صبر کرنے کا حکم دے کر فرماتے کہ مجھے ابھی مقاتلہ کا حکم نہیں یہاں تک کہ ہجرت کروں تو یہ آیت کریمہ ہجرت کے بعد نازل ہوئی۔

اور یہ پہلی آیت ہے جو مشرکین سے مقاتلہ کی اجازت میں ستر سے زیادہ آیات ممانعت کے بعد نازل ہوئی۔

وَاَخْرَجَ ابْنُ جَرِیْرٍ عَنْ اَبِی الْعَالِیَةِ اِنَّ اَوَّلَ اٰیَةٍ نَزَلَتْ فِیْهِ ۔ وَقَاتِلُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ الَّذِیْنَ یُقَاتِلُوْنَكُمْ۔

ابوالعالیہ رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ جہاد میں پہلی آیت وَقَاتِلُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ الخ نازل ہوئی۔

وَ فِی الْاِكْلِیْلِ لِلْحَاكِمِ اِنَّ اَوَّلَ اٰیَةٍ نَزَلَتْ فِیْ ذَالِكَ اِنَّ اللّٰهَ اشْتَرٰی مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ اَنْفُسَهُمْ وَ اَمْوَالَهُمْ۔ پہلی آیت جہاد میں اِنَّ اللّٰهَ اشْتَرٰی نازل ہوئی۔

وَرَوَی الْبَیْهَقِیُّ فِی الدَّلَائِلِ وَجَمَاعَةٌ اَنَّهَا نَزَلَتْ فِیْ اُنَاسٍ مُّؤْمِنِیْنَ خَرَجُوْا مُهَاجِرِیْنَ مِنْ مَّكَّةَ اِلٰی

الْمَدِيْنَةِ فَاتَّبَعَهُمْ كُفَّارُ قُرَيْشٍ فَاذِنَ اللّٰهُ تَعَالٰى لَهُمْ فِي قِتَالِهِمْ۔ بیہقی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ آیت کریمہ ان لوگوں کے لئے نازل ہوئی جو مکہ سے ہجرت کر کے مدینہ منورہ کو جانے لگے تو کفار مکہ نے ان کا تعاقب کیا تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے اذن قتال ملا اور ارشاد ہوا:

وَ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى نَصْرِهِمْ لَقَدِيْرُ ۝ الَّذِيْنَ اُخْرِجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ بِغَيْرِ حَقٍّ اِلَّاۤ اَنْ يَّقُوْلُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ۔ اور بے شک اللہ ان کی مدد پر قادر ہے جنہیں (مشرکین) نکالتے ہیں ان کے گھروں سے ناحق صرف اس وجہ میں کہ وہ کہتے ہیں ہمارا رب اللہ ہے۔ علامہ آلوسی رحمہ اللہ اس پر فرماتے ہیں:

وَعَدَ لَهُمْ بِالنَّصْرِ ۔ وَتَصْرِيْحٌ بِاَنَّ الْمُرَادَ لَيْسَ مُجَرَّدُ تَخْلِيْصِهِمْ مِّنْ اَيْدِى الْمُشْرِكِيْنَ بَلْ تَغْلِيْبُهُمْ وَ اِظْهَارُهُمْ عَلَيْهِمْ۔ اللہ تعالیٰ نے مومنین سے مدد کا وعدہ فرمایا اور اس امر کی تصریح کی کہ اس مدد سے مجرد خلاصی مظالم مشرکین نہیں ہے بلکہ ان پر غالب آنا اور فتح یاب ہونا بھی ہے۔

الَّذِيْنَ اُخْرِجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ بِغَيْرِ حَقٍّ۔ وہ مظلوم جنہیں ان کے گھروں سے بلا وجہ نکالا گیا۔

اِلَّاۤ اَنْ يَّقُوْلُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ۔ صرف اس جرم پر کہ وہ (شرک سے مجتنب رہ کر) کہتے تھے کہ ہمارا رب اللہ تعالیٰ ہے۔

ان کے اخراج کی کوئی وجہ وجیہ نہیں تھی سوا اس کے کہ وہ کہتے تھے کہ ہم موحد ہیں ایک اللہ کو پوجیں گے۔ چنانچہ نابغہ کہتا ہے:

وَ لَا عَيْبَ فِيْهِمْ غَيْرَ اَنَّ سُيُوْفَهُمْ ۔۔۔ بِهِنَّ فُلُوْلٌ مِنْ قِرَاعِ الْكَتَائِبِ

یعنی ان میں کوئی عیب نہ تھا سوا اس کے کہ ان کی تلواریں چلتی ہیں اور جھنکاریں لشکروں کی۔

وَلَوْلَا دَفْعُ اللّٰهِ النَّاسَ بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ لَّهُدِّمَتْ صَوَامِعُ وَ بِيَعٌ۔ اگر اللہ دفع نہ فرماتا لوگوں کو مومنین سے تو منہدم کر دیئے جاتے صوامع اور بیعے۔ یعنی گرجے اور عبادت گاہیں۔

اس میں تحریض علی القتال ہے جس کی اجازت دی گئی۔

اور قیام شرائع اور متعبدات کی حفاظت کے لئے امم ماضیہ سے یہ سنت جاری ہے۔ گویا جیسا کہ اُذِنَ لِلَّذِيْنَ يُقٰتَلُوْنَ میں اجازت مقاتلہ دی گئی اسی کے مطابق حکم ہوا کہ مومنین مقاتلہ کریں اور اگر یہ حکم قتال نہ ملتا اور مومنین کو مشرکین پر تسلط عطا نہ ہوتا تو ہر زمانہ اور ہر وقت میں عبادت خانے منہدم ہوتے رہتے اس کے متعلق چند قول ہیں:

قِيْلَ الْمَعْنٰى لَوْلَا دَفْعُ اللّٰهِ بَعْضَ النَّاسِ بِبَعْضٍ بِتَسْلِيْطِ مُؤْمِنِ هٰذِهِ الْاُمَّةِ عَلٰى كُفَّارِهِمْ لَهُدِمَتِ الْمُتَعَبَّدَاتُ الْمَذْكُوْرَةُ اِلَّا اَنَّهُ تَعَالٰى سَلَّطَ الْمُؤْمِنِيْنَ عَلَى الْكَافِرِيْنَ فَبَقِيَتْ هٰذِهِ الْمُتَعَبَّدَاتُ بَعْضُهَا لِلْمُؤْمِنِيْنَ وَ بَعْضُهَا لِمَنْ فِيْ حِمَايَتِهِمْ مِنْ اَهْلِ الذِّمَّةِ۔

ایک قول ہے کہ آیہ کریمہ لَوْلَا دَفْعُ اللّٰهِ النَّاسَ بَعْضَهُمْ کے یہ معنی ہیں کہ اگر اللہ تعالیٰ بعض کو بعض آدمیوں سے اس امت کے مومنین کے تسلط کے ذریعہ کفار پر مسلط نہ فرماتا تو تمام معابد منہدم ہو جاتے مگر چونکہ اللہ تعالیٰ نے مومنین کو مسلط فرما دیا کفار پر، تو یہ معبد محفوظ رہ گئے جس میں مومنین کی عبادت گاہیں اور ذمیوں کے معبد ہیں جو مومنین کی حمایت سے بچے رہے۔

دوسرا قول: وَقَالَ قَوْمٌ اَیْ لَوْلَا دَفْعُ ظُلْمِ الظَّلَمَةِ بِعَدْلِ الْوُلَاةِ لَهُدِمَتْ صَوَامِعُ وَ بِيَعٌ وَ صَلَوَاتٌ۔ یعنی

اگر ظالموں کا ظلم دفع نہ کیا جاتا حکام کے ذریعے تو صومعے اور بیعے اور کنیسے گرا دیئے جاتے۔

تیسرا قول: اَیْ لَوْلَا دَفْعُ الْعَذَابِ عَنِ الْاَشْرَارِ بِدُعَاءِ الْاَخْیَارِ۔ اگر عذاب اشرار دعاء اخیار سے دفع نہ کیا جاتا تو صوامع اور بیعہ اور صلوات اور مساجد منہدم کر دیئے جاتے۔

چوتھا قول: قطرب کا یہ ہے اَیْ لَوْلَا الدَّفْعُ بِالْقِصَاصِ عَنِ النُّفُوْسِ۔ اگر قصاص کا قانون نہ ہوتا تو اشرار بے خوف ہو کر تمام عبادت خانے منہدم کر دیتے۔

صَوَامِعُ۔ صومعہ کی جمع ہے یہ لوہے کی بلند عمارت بنائی جاتی تھی۔

راغب رحمہ اللہ کہتے ہیں ہر بلند عمارت کو جو اوپر سے متصمع الرأس ہوا سے صومعہ کہتے ہیں وَ کَانَتْ قَبْلَ الْاِسْلَامِ۔

قتادہ رحمہ اللہ کہتے ہیں۔ مُخْتَصَّةٌ بِرُهْبَانِ النَّصَارٰی وَ بِعِبَادَةِ الصَّابِیَةِ ثُمَّ اسْتُعْمِلَتْ فِیْ مِئْذَنَةِ الْمُسْلِمِیْنَ۔ صومعہ رہبان نصاریٰ کے رہنے اور صابیہ کے عبادت کے لئے جو مکان ہوتا اسے کہتے تھے۔ پھر مسلمانوں کے اذان دینے کے منارہ کو بھی کہنے لگے۔

اور بِیَعٌ جس کا واحد بیعہ ہے یہ نصاریٰ کے مصلے کو کہتے ہیں چنانچہ فرمایا یُذْکَرُ فِیْهَا اسْمُ اللّٰهِ کَثِیْرًا۔ جس میں اللہ کا ذکر بہت کیا جاتا ہے۔

علامہ نسفی رحمہ اللہ نے اپنی تفسیر میں مختصر مگر جامع تصریح فرمائی وھو ہذا۔

لَّهُدِّمَتْ صَوَامِعُ وَ بِیَعٌ وَّ صَلَوٰتٌ وَّ مَسٰجِدُ اَیْ لَوْلَا اِظْهَارُهٗ وَ تَسْلِیْطُ الْمُسْلِمِیْنَ عَلَى الْکُفَّارِ بِالْمُجَاهَدَةِ لَاسْتَوْلَی الْمُشْرِکُوْنَ عَلٰۤی اَهْلِ الْمِلَلِ الْمُخْتَلِفَةِ فِیْ اَزْمِنَتِهِمْ وَعَلٰی مُتَعَبَّدَاتِهِمْ فَهَدَمُوْهَا وَلَمْ یَتْرُکُوْا لِنَصَارٰی بِیَعًا وَلَا لِرُهْبَانَ صَوَامِعَ وَلَا لِلْیَهُوْدِ صَلَوَاتٍ اَیْ کَنَائِسَ وَ سُمِّیَتِ الْکَنِیْسَةُ صَلٰوةً لِاَنَّهَا یُصَلّٰی فِیْهَا وَلَا لِلْمُسْلِمِیْنَ مَسَاجِدَ۔

یعنی اگر مسلمان غالب نہ کئے جاتے اور ان کا تسلط نہ ہوتا باقی کفار پر تو مشرکین مستولی ہو کر تمام ملل مختلفہ کے معابد منہدم کر دیں اور اپنے دور میں نہ نصاریٰ کے بیعہ چھوڑتے نہ رہبان کے صومعہ نہ یہود کے صلوات یعنی کنیسے اور کنیسے کو صلوات اس لئے کہا گیا کہ اس میں وہ عبادت کرتے تھے اور نہ مسجدیں جو مسلمانوں کی عبادت گاہیں ہیں۔ آگے ارشاد ہے:

وَلَیَنْصُرَنَّ اللّٰهُ مَنْ یَّنْصُرُهٗ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَقَوِیٌّ عَزِیْزٌ۔ اور ضرور اللہ مدد کرتا ہے اس کی جو اللہ کے دین کی مدد کرے بے شک اللہ قوت والا ہے اور غالب۔

یعنی اللہ تعالیٰ جو ارادہ فرمائے وہ کر سکتا ہے اور ایسا غالب ہے کہ اس کا ارادہ کوئی نہیں روک سکتا اور نہ اس کا عذاب دفع کرنے کی کسی میں طاقت ہے۔

اَلَّذِیْنَ اِنْ مَّکَّنّٰهُمْ فِی الْاَرْضِ اَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتَوُا الزَّکٰوةَ وَاَمَرُوْا بِالْمَعْرُوْفِ وَنَهَوْا عَنِ الْمُنْکَرِ ؕ وَ لِلّٰهِ عَاقِبَةُ الْاُمُوْرِ۔ وہ ایمان والے ہیں کہ اگر ہم انہیں متمکن کریں زمین میں نماز قائم کریں، زکوۃ دیں اور نیک کاموں کا حکم دیں منکرات سے منع کریں اور انجام کار اللہ کے لئے ہے۔

آلوسی رحمہ اللہ فرماتے ہیں وَالتَّمْکِیْنُ السَّلْطَنَةُ وَنَفَاذُ الْاَمْرِ۔ تمکین فی الارض سے مراد سلطنت اور نفاذ احکام کی

قوت ہے اور امر بالمعروف سے توحید کی تعمیم مراد ہے اور نہی عن المنکر سے مراد شرک سے روکنا ہے اور صلوٰۃ سے مراد فرائض پنجگانہ ہیں اور ایسے ہی زکوٰۃ سے مراد زکوٰۃ مفروضہ ہے۔

زید بن اسلم رحمہ اللہ فرماتے ہیں وَ فِیْهِ دَلِیْلٌ عَلٰی صِحَّةِ اَمْرِ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِیْنَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُمْ۔ اس آیت کریمہ میں خلافت خلفاء راشدین علیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہم منہاج النبوۃ ہونے کی دلیل ہے۔

اور حسن بصری اور ابو العالیہ رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ اس سے مراد امت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔

اور ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں اِنَّهُمُ الْمُهَاجِرُوْنَ وَالْاَنْصَارُ وَالتَّابِعُوْنَ۔ آیۂ کریمہ میں جن کی تعریف ہے وہ مہاجرین وانصار اور تابعین رضوان اللہ علیہم اجمعین ہیں اور آخر میں ارشاد ہوا کہ تمام امور کا انجام اللہ تعالیٰ کے لئے ہے۔

اس کے بعد مشرکین کی حسد ورزی اور عناد پروری پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی فرمائی جاتی ہے۔

وَ اِنْ یُّكَذِّبُوْكَ فَقَدْ كَذَّبَتْ قَبْلَهُمْ قَوْمُ نُوْحٍ وَّ عَادٌ وَّ ثَمُوْدُ ﴿۴۲﴾ وَ قَوْمُ اِبْرٰهِیْمَ وَ قَوْمُ لُوْطٍ ﴿۴۳﴾ وَّ اَصْحٰبُ مَدْیَنَ۔ اور اگر اے محبوب وہ آپ کو جھٹلائیں (تو یہ کوئی نئی بات نہیں ہے) ان سے پہلے نبی بھی جھٹلائے گئے۔ چنانچہ قوم نوح نے حضرت نوح علیہ السلام کی تکذیب کی اور قوم عاد اور قوم ثمود نے اپنے نبیوں کو جھٹلایا اور قوم ابراہیم اور قوم لوط اور اصحاب مدین نے تکذیب کی۔

علامہ آلوسی رحمہ اللہ فرماتے ہیں تَسْلِیَةٌ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ۔ اس آیت کریمہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو نظائر ماضیہ سنا کر تسلیہ کیا ہے۔ گویا یوں فرمایا گیا:

وَ اِنْ یُّكَذِّبْكَ قَوْمُكَ فَاعْلَمْ اَنَّكَ لَسْتَ بِاَوْحَدِیْ فِیْ ذَالِكَ فَقَدْ كَذَّبَتْ قَبْلَ تَكْذِیْبِ قَوْمِكَ اِیَّاكَ قَوْمُ نُوْحٍ وَّ عَادٌ وَّ ثَمُوْدُ ﴿۴۲﴾ وَ قَوْمُ اِبْرٰهِیْمَ وَ قَوْمُ لُوْطٍ ﴿۴۳﴾ وَّ اَصْحٰبُ مَدْیَنَ ۚ وَ كُذِّبَ مُوْسٰی فَاَمْلَیْتُ لِلْكٰفِرِیْنَ ثُمَّ اَخَذْتُهُمْ ۚ فَكَیْفَ كَانَ نَكِیْرِ ﴿۴۴﴾۔

اے محبوب اگر آپ کو آپ کی قوم جھٹلا رہی ہے تو آپ کو جاننا چاہئے کہ اس معاملہ میں آپ تنہا نہیں ہیں بلکہ آپ سے پہلے انبیاء کرام بھی جھٹلائے گئے۔ نوح علیہ السلام کو ان کی قوم نے جھٹلایا اور لوط علیہ السلام کو ان کی قوم نے۔ قوم عاد وثمود نے اپنے نبی کی تکذیب کی اور ابراہیم خلیل کو ان کی قوم نے جھٹلایا اور اہل مدین نے حضرت شعیب علیہ السلام کو اور حضرت موسیٰ علیہ السلام بھی اپنی قوم کی طرف سے جھٹلا دیئے گئے۔

فَاَمْلَیْتُ لِلْكٰفِرِیْنَ۔ اَیْ اَمْهَلْتُهُمْ۔ تو میں نے ان کو مہلت دی۔

ثُمَّ اَخَذْتُهُمْ۔ پھر ان کی گرفت کی اور ہر مکذب پکڑا گیا۔

فَكَیْفَ كَانَ نَكِیْرِ۔ تو کیسی رہی ہماری گرفت کہ ان کی تمام عیش وعشرت۔ مکان وباغات سب ختم ہو گئے۔ آگے ارشاد ہے:

فَكَاَیِّنْ مِّنْ قَرْیَةٍ اَهْلَكْنٰهَا وَ هِیَ ظَالِمَةٌ فَهِیَ خَاوِیَةٌ عَلٰی عُرُوْشِهَا وَ بِئْرٍ مُّعَطَّلَةٍ وَّ قَصْرٍ مَّشِیْدٍ اور کتنی بستیاں ہم نے ہلاک کر دیں کہ وہ ظالم تھیں تو اب وہ اوندھی پڑی ہیں اپنے گھروں کی چھتوں پر اور کتنے کنویں معطل پڑے ہیں اور کتنے مضبوط محل خالی پڑے ہوئے ہیں۔

خَاوِيَةٌ۔ خَوَاء سے ہے اس کے معنی یا تو گر جانے کے ہیں جیسے خَوِىَ النَّجْمُ بولتے ہیں جبکہ تارا گرتا ہے یا انہدام کے معنی میں ہے یا بمعنی خلو ہے جیسے خَوَتِ الدَّارُ بولتے ہیں۔ جبکہ وہ گھر اس کے رہنے والوں سے خالی ہو جائے اور خَوَى الْبَطْنُ کہتے ہیں جبکہ شکم کھانے سے خالی ہو۔

عُرُوْش۔ جمع عرش کی ہے۔ چھت کے معنی میں مستعمل ہے۔

وَبِئْرٍ مُّعَطَّلَةٍ۔ یعنی وہ کنویں جن سے پانی لینے والا نہ رہے۔

وَقَصْرٍ مَّشِيْدٍ۔ چونہ سے جو مکان پختہ بنے۔

حضرت کعب احبار رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: اِنَّ الْقَصْرَ بَنَاهُ عَادُ الثَّانِىْ۔ مضبوط محل کے بنانے کی رسم عاد ثانی کے زمانہ میں جاری ہوئی۔

اور ضحاک رحمہ اللہ کہتے ہیں: اِنَّ الْقَصْرَ عَلٰى قُلَّةِ جَبَلٍ بِحَضَرَ مَوْتَ وَالْبِيْرَ وَاَنَّ صَالِحًا عَلَيْهِ السَّلَامُ نَزَلَ عَلَيْهَا مَعَ اَرْبَعَةِ الْاٰفِ نَفَرٍ مِّمَّنْ اٰمَنَ بِهٖ وَ نَجَّاهُمُ اللّٰهُ مِنَ الْعَذَابِ وَ سُمِّيَتْ حَضَرَ مَوْتُ لِاَنَّ صَالِحًا عَلَيْهِ السَّلَامُ حِيْنَ حَضَرَهَا مَاتَ فَالظَّاهِرُ اَنَّ قَبْرَهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ هُنَاكَ وَ عِنْدَ الْبِيْرِ بَلْدَةٌ اِسْمُهَا حَاضُوْرَاءُ بَنَاهَا قَوْمُ صَالِحٍ وَاَمَّرُوْا عَلَيْهَا جَلْسَ بْنَ جَلَاسٍ وَاَقَامُوْا بِهَا زَمَانًا ثُمَّ كَفَرُوْا وَ عَبَدُوْا صَنَمًا وَاَرْسَلَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ حَنْظَلَةَ بْنَ صَفْوَانٍ نَبِيًّا فَقَتَلُوْهُ فِى السُّوْقِ فَاَهْلَكَهُمُ اللّٰهُ عَنْ اٰخِرِهِمْ وَ عَطَّلَ سُبْحَانَهٗ بِيْرَهُمْ وَ قَصْرَهُمْ۔

سب سے اول محل حضر موت کے پہاڑ کی چوٹی پر اور اس کے میدان میں کنواں بنایا گیا اور حضرت صالح علیہ السلام چار ہزار مومن امتیوں کے ساتھ یہاں تشریف لائے اور انہیں عذاب سے نجات دلائی اس جگہ کا نام حضر موت اس وجہ سے ہے کہ جب صالح علیہ السلام یہاں تشریف لائے تو آپ کا انتقال ہو گیا اور یہاں ہی آپ دفن ہوئے اور نیچے جہاں کنواں تھا اس جگہ ایک آبادی تھی جس کا نام حاضوراء تھا۔ یہ شہر قوم صالح نے بنایا اور اس کا حاکم جلس بن جلاس تھا یہ یہاں ایک مدت رہے پھر یہ قوم کافر ہو گئی اور بت پوجنے لگی پھر اللہ تعالیٰ نے ان کی طرف حنظلہ بن صفوان نبی مبعوث کئے انہیں اس قوم نے بازار میں شہید کر دیا تو اللہ تعالیٰ نے انہیں ایسا ہلاک کیا کہ ان کے محل اور کنویں سب ویران ہو گئے۔

اَفَلَمْ يَسِيْرُوْا فِى الْاَرْضِ فَتَكُوْنَ لَهُمْ قُلُوْبٌ يَّعْقِلُوْنَ بِهَاۤ اَوْ اٰذَانٌ يَّسْمَعُوْنَ بِهَا ۚ فَاِنَّهَا لَا تَعْمَى الْاَبْصَارُ وَلٰكِنْ تَعْمَى الْقُلُوْبُ الَّتِىْ فِى الصُّدُوْرِ۔ تو کیا نہیں سیر کی زمین میں کہ ہو جائیں ان کے دل سمجھ کے لائق یا کان سننے کے قابل تو یہ نہیں اندھی ہوتی آنکھیں لیکن اندھے ہوتے ہیں وہ دل جو سینوں کے اندر ہیں۔

یعنی کفار کو آمادہ کیا گیا کہ وہ زمین کی سیر کر کے کفار کے ان حالات کا مشاہدہ کریں کہ انبیاء کرام کی تکذیب کا کیا انجام ہوا اور اس سے یہ عبرت حاصل کریں اور پچھلی امتوں کے حالات اور ان کی ہلاکت اور ان کی بستیوں کی ویرانی دیکھ کر ہوش کریں لیکن ان کافروں کی ظاہری حس باطل نہیں ہوئی وہ ظاہری آنکھوں سے ہر چیز کو دیکھتے ہیں مگر دل کی بصارت سے اندھے ہو چکے ہیں اور دل کا اندھا ہونا ہی خطرناک ہے جس کے بعد وہ دین کی راہ پانے سے محروم ہیں۔

وَ يَسْتَعْجِلُوْنَكَ بِالْعَذَابِ وَ لَنْ يُّخْلِفَ اللّٰهُ وَعْدَهٗ ؕ وَ اِنَّ يَوْمًا عِنْدَ رَبِّكَ كَاَلْفِ سَنَةٍ مِّمَّا

تَعُدُّوْنَ ﴿۴۷﴾ وَكَاَيِّنْ مِّنْ قَرْيَةٍ اَمْلَيْتُ لَهَا وَهِيَ ظَالِمَةٌ ثُمَّ اَخَذْتُهَا ۚ وَاِلَيَّ الْمَصِيْرُ۔ اور یہ جلدی کرتے ہیں تم سے عذاب مانگنے میں اور اللہ ہرگز خلاف نہ کرے گا اپنا وعدہ اور بے شک تمہارے رب کے پاس ایک دن ہے جسے تم لوگوں کی گنتی میں ہزار برس کی برابری ہے اور کتنی بستیاں وہ ہیں جنہیں ہم نے مہلت دی با آنکہ وہ ظالم تھیں پھر انہیں میں نے پکڑا اور میری طرف پلٹ کر آنا ہے۔

یعنی کفار مکہ میں سے نضر بن حارث وغیرہ کی طرح بطور استہزاء جو جلدی کرتے ہیں عذاب کی انہیں فرما دیجئے کہ اللہ تعالیٰ کا وعدہ پورا ضرور ہوگا۔ چنانچہ وہ وعدہ بدر میں پورا ہو گیا اور آخرت کا عذاب ایسا ہے کہ ایک دن اس کا ہزار برس کے برابر ہوگا۔ اور انہیں لوٹ کر ہماری طرف ہی آنا ہے ہماری طرف سے جو مہلت مل رہی ہے اس سے بے فکر نہ ہو جائیں کسی شاعر نے خوب کہا ہے:

تَمَتَّعْ بِاَيَّامِ السُّرُوْرِ فَاِنَّهَا قِصَارٌ وَّ اَيَّامُ الْهُمُوْمِ طِوَالٌ

اس کا مفہوم اس شعر سے واضح ہے:

ایام مصیبت کے تو کاٹے نہیں کٹتے دن عیش کے گھڑیوں میں گزر جاتے ہیں کیسے

گویا اللہ تعالیٰ یوں ارشاد فرما رہا ہے۔

كَيْفَ تُنْكِرُوْنَ مَجِيْئَهٗ وَقَدْ سَبَقَ بِهِ الْوَعْدُ وَلَنْ يُّخْلِفَ اللّٰهُ وَعْدَهٗ فَلَابُدَّ مِنْ مَّجِيْئِهٖ حَتْمًا وَّ كَيْفَ تَسْتَعْجِلُوْنَ بِهٖ وَالْيَوْمُ الْوَاحِدُ مِنْ اَيَّامِ شِدَّتِهٖ يُرٰى كَاَلْفِ سَنَةٍ مِّمَّا تَعُدُّوْنَ۔

تم کس طرح اس عذاب کے آنے کے منکر ہو جبکہ اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہو چکا ہے تو اب لازمی طور پر وہ عذاب آنا ہے اور تم کیوں جلدی کر رہے ہو با آنکہ وہ ایک دن اپنی شدت میں تمہیں ایک ہزار برس کے برابر نظر آئے گا۔

بامحاورہ ترجمہ ساتواں رکوع - سورۂ حج - پ ۱۷

قُلْ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اِنَّمَآ اَنَا لَكُمْ نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ ﴿۴۹﴾ ۚ

فرما دیجئے کہ اے لوگو! میں تو تمہارے لئے صریح ڈرانے والا ہوں

فَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّ رِزْقٌ كَرِيْمٌ ﴿۵۰﴾

پھر جو ایمان لائے اور نیک عمل کرے ان کے لئے بخشش ہے اور عزت کا رزق

وَالَّذِيْنَ سَعَوْا فِيْٓ اٰيٰتِنَا مُعٰجِزِيْنَ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ الْجَحِيْمِ ﴿۵۱﴾

اور وہ جو کوشش کرے ہماری آیتوں میں عاجز کرنے کی وہ جہنم والے ہیں

وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَّسُوْلٍ وَّلَا نَبِيٍّ اِلَّآ اِذَا تَمَنّٰٓى اَلْقَى الشَّيْطٰنُ فِيْٓ اُمْنِيَّتِهٖ ۚ فَيَنْسَخُ اللّٰهُ مَا يُلْقِي الشَّيْطٰنُ ثُمَّ يُحْكِمُ اللّٰهُ اٰيٰتِهٖ ۗ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ﴿۵۲﴾ ۙ

اور نہیں بھیجے ہم نے آپ سے پہلے رسول اور نہ نبی مگر جب انہوں نے پڑھا تو ڈالا شیطان نے ان کے پڑھنے میں اپنی طرف سے کچھ تو مٹا دیا اللہ نے جو شیطان نے ڈالا پھر مضبوط فرما دیں اللہ نے اپنی آیتیں اور اللہ علم و حکمت والا ہے

لِّیَجْعَلَ مَا یُلْقِی الشَّیْطٰنُ فِتْنَۃً لِّلَّذِیْنَ فِیْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ وَّ الْقَاسِیَۃِ قُلُوْبُهُمْؕ وَ اِنَّ الظّٰلِمِیْنَ لَفِیْ شِقَاقٍۭ بَعِیْدٍۙ۝۵۳

تا کہ شیطان کے ڈالے ہوئے کر دے امتحان ان کے لئے جن کے دلوں میں بیماری ہے اور جن کے دل سخت ہیں اور بے شک ظالم لوگ انتہائی جھگڑالو ہیں

24E

وَّ لِیَعْلَمَ الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ اَنَّهُ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكَ فَیُؤْمِنُوْا بِهٖ فَتُخْبِتَ لَهٗ قُلُوْبُهُمْؕ وَ اِنَّ اللّٰهَ لَهَادِ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ۝۵۴

اور اس لئے کہ جان جائیں وہ جنہیں علم ملا ہے کہ وہ حق ہے تمہارے رب کی طرف سے تو ایمان لائیں اس پر تو جھک جائیں اس کے لئے ان کے دل اور بے شک اللہ ایمان والوں کو ہدایت کرتا ہے سیدھی راہ کی

وَ لَا یَزَالُ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا فِیْ مِرْیَةٍ مِّنْهُ حَتّٰى تَاْتِیَهُمُ السَّاعَةُ بَغْتَةً اَوْ یَاْتِیَهُمْ عَذَابُ یَوْمٍ عَقِیْمٍ۝۵۵

اور کافر ہمیشہ شک میں رہیں گے اس سے حتیٰ کہ آئے ان پر قیامت اچانک یا آئے ان پر عذاب اس دن کا جس کا انجام برا ہو

اَلْمُلْكُ یَوْمَىٕذٍ لِّلّٰهِؕ یَحْكُمُ بَیْنَهُمْؕ فَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فِیْ جَنّٰتِ النَّعِیْمِ۝۵۶

بادشاہی اس دن اللہ کی ہے فیصلہ دے گا ان میں تو جو ایمان لائے اور نیک عمل کئے وہ نعمتوں کے باغوں میں ہیں

وَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا وَ كَذَّبُوْا بِاٰیٰتِنَا فَاُولٰٓىٕكَ لَهُمْ عَذَابٌ مُّهِیْنٌ۝۵۷

اور وہ جو کافر ہوئے اور جھٹلایا ہماری آیتوں کو تو وہ ذلت کے عذاب میں ہیں

حل لغات ساتواں رکوع ۔ سورۂ حج ۔ پ ۱۷

قُلْ۔کہہ	یٰٓاَیُّھَا۔اے	اَلنَّاسُ۔لوگو	اِنَّمَآ۔اس کے سوا نہیں
اَنَا۔میں	لَکُمْ۔تمہارے لئے	نَذِیْرٌ۔ڈرانے والا ہوں	مُّبِیْنٌ۔کھلا کھلا
فَالَّذِیْنَ۔پھر وہ جو	اٰمَنُوْا۔ایمان لائے	وَ۔اور	عَمِلُوْا۔عمل کئے
الصّٰلِحٰتِ۔اچھے	لَھُمْ۔ان کے لئے	مَّغْفِرَۃٌ۔بخشش ہے	وَ۔اور
رِزْقٌ۔رزق	کَرِیْمٌ۔اچھا	وَ۔اور	الَّذِیْنَ۔وہ جو
سَعَوْا۔کوشش کرتے ہیں	فِیْ۔بیچ	اٰیٰتِنَا۔ہماری آیتوں کے	مُعٰجِزِیْنَ۔عاجز کرنے
والے	اُولٰٓئِکَ۔یہی لوگ ہیں	اَصْحٰبُ۔اصحاب	الْجَحِیْمِ۔جہنم
وَ۔اور	مَآ۔نہیں	اَرْسَلْنَا۔بھیجا ہم نے	مِنْ قَبْلِکَ۔تجھ سے پہلے
مِنْ رَّسُوْلٍ۔کوئی رسول	وَّ۔اور	لَا۔نہ کوئی	نَبِیٍّ۔نبی
اِلَّآ۔مگر	اِذَا۔جب	تَمَنّٰٓی۔اس نے پڑھا تو	اَلْقَی۔ڈال دیا
الشَّیْطٰنُ۔شیطان نے	فِیْ۔بیچ	اُمْنِیَّتِہٖ۔اس کی پڑھائی کے	فَیَنْسَخُ۔تو منسوخ کر
دیتا ہے	اللّٰہُ۔اللہ	مَا۔جو	یُلْقِی۔ڈالتا ہے

24B

الشَّيْطٰنُ۔شیطان	ثُمَّ۔پھر	يُحْكِمُ۔مضبوط کرتا ہے	اللّٰهُ۔اللہ
اٰيٰتِهٖ۔اپنی آیتیں	وَ۔اور	اللّٰهُ۔اللہ	عَلِيْمٌ۔جاننے والا
حَكِيْمٌ۔حکمت والا ہے	لِّيَجْعَلَ۔تاکہ بنائے	مَا۔جو	يُلْقِي۔ڈالتا ہے
الشَّيْطٰنُ۔شیطان	فِتْنَةً۔آزمائش	لِّلَّذِيْنَ۔ان کے لئے کہ	فِيْ۔بیچ
قُلُوْبِهِمْ۔ان کے دلوں کے	مَّرَضٌ۔بیماری ہے	وَّ۔اور	الْقَاسِيَةِ۔سخت ہیں
قُلُوْبُهُمْ۔جن کے دل	وَ۔اور	اِنَّ۔بے شک	الظّٰلِمِيْنَ۔ظالم
لَفِيْ۔یقیناً میں ہیں	شِقَاقٍ۔بدبختی	بَعِيْدٍ۔دور کی	وَّ۔اور
لِيَعْلَمَ۔جانتے ہیں	الَّذِيْنَ۔وہ جو	اُوْتُوا۔دیئے گئے	الْعِلْمَ۔علم
اَنَّهُ۔بے شک وہ	الْحَقُّ۔حق ہے	مِنْ رَّبِّكَ۔تیرے رب سے	فَيُؤْمِنُوْا ۔ تو وہ ایمان
لاتے ہیں	بِهٖ۔ساتھ اس کے	فَتُخْبِتَ۔تو جھک جاتے ہیں	
لَهٗ۔اس کے لئے	قُلُوْبُهُمْ۔ان کے دل	وَ۔اور	اِنَّ۔بے شک
اللّٰهَ۔اللہ	لَهَادِ۔ہدایت دینے والا ہے	الَّذِيْنَ۔ان کو جو	اٰمَنُوْٓا۔ایمان لائے
اِلٰى۔طرف	صِرَاطٍ۔راہ	مُّسْتَقِيْمٍ۔سیدھی کے	وَ۔اور
لَايَزَالُ۔ہمیشہ رہیں گے	الَّذِيْنَ۔وہ جو	كَفَرُوْا۔کافر ہوئے	فِيْ۔بیچ
مِرْيَةٍ۔شک کے	مِّنْهُ۔اس سے	حَتّٰى۔یہاں تک کہ	تَاْتِيَهُمُ۔آئے ان کے پاس
السَّاعَةُ۔قیامت	بَغْتَةً۔ناگہاں	اَوْ۔یا	يَاْتِيَهُمْ۔آئے ان کے پاس
عَذَابُ۔عذاب	يَوْمٍ۔دن	عَقِيْمٍ۔جڑ کاٹنے والے کا	اَلْمُلْكُ۔بادشاہی
يَوْمَئِذٍ۔اس دن	لِّلّٰهِ۔اللہ کی ہوگی	يَحْكُمُ۔فیصلہ کرے گا	بَيْنَهُمْ۔ان میں
فَالَّذِيْنَ۔تو وہ جو	اٰمَنُوْا۔ایمان لائے	وَ۔اور	عَمِلُوا۔عمل کئے
الصّٰلِحٰتِ۔اچھے	فِيْ۔بیچ	جَنّٰتِ۔باغوں	النَّعِيْمِ ۔ نعمت والوں کے
ہوں گے	وَ۔اور	الَّذِيْنَ۔وہ جو	كَفَرُوْا۔منکر ہوئے
وَ۔اور	كَذَّبُوْا۔جھٹلایا	بِاٰيٰتِنَا۔ہماری آیتوں کو	فَاُولٰٓئِكَ۔تو یہ لوگ ہیں
لَهُمْ۔ان کے لئے	عَذَابٌ۔عذاب ہے	مُّهِيْنٌ۔ذلیل کرنے والا	

خلاصہ تفسیر ساتواں رکوع۔سورۂ حج۔پ ۱۷

قُلْ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اِنَّمَآ اَنَا لَكُمْ نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ۔ پہلے رکوع میں مشرکین کے سرغنے نضر بن حارث جیسے عذاب میں جلدی کرتے اور استہزاء کرتے تھے اس کا جواب وَلَنْ يُّخْلِفَ اللّٰهُ وَعْدَهٗ میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے دے دیا گیا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ارشاد ہوا کہ انہیں فرما دیجئے کہ جس عذاب کا تمہیں وعدہ دیا ہے وہ منجانب اللہ ہے اور وہی اسے تم پر نازل کرے گا مجھ سے کیوں مطالبہ کرتے ہو میں تو تمہیں مطلع کرنے والا ہوں کہ جو نیک عمل کرے گا اس کی مغفرت ہوگی اور وہ

دنیا و آخرت میں عزت پائے گا اور جو احکام شریعت کی مخالفت کرے گا وہ جہنم میں جائے گا میں تو نذیر و بشیر ہوں۔

چنانچہ ایک بار حضور سید یوم النشور صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دکھایا گیا کہ آپ ہجرت فرما کر ایسے ملک میں تشریف لے گئے جہاں نخلستان ہے۔

اس خواب کی تعبیر میں واہمہ نے ملک یمامہ کی طرف ہجرت کی تعبیر تجویز کی۔ حالانکہ درحقیقت اس ملک سے مراد مدینہ منورہ تھا۔

ایسے ہی ایک خواب میں ظاہر ہوا کہ حلق وقصر کر کے حضور صلی اللہ علیہ وسلم مکہ معظمہ میں داخل ہوئے ہیں قوت واہمہ کی تعبیر سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو خیال ہوا کہ امسال ہی یہ واقعہ پیش آئے گا۔ حالانکہ کئی سال بعد اس خواب کی تعبیر سامنے آنا مقدر تھی۔

اس سے ضعیف الایمان اور کمزور عقیدہ والے آزمائش اور فتنے میں پڑ جاتے ہیں ان کے قدم محور صداقت سے ڈگمگا جاتے ہیں۔ لیکن راسخ العقیدہ اہل ایمان وایقان اس سے شبہ میں جانے کے بجائے ایمان پختہ کرتے اور خائف ہو جاتے ہیں۔

پھر اللہ تعالیٰ اس واہمہ کی آمیزش دور کر کے جو حق ہوتا ہے وہی واضح فرما دیتا ہے چنانچہ ارشاد ہے: فَيَنْسَخُ اللّٰهُ مَا يُلْقِي الشَّيْطٰنُ ثُمَّ يُحْكِمُ اللّٰهُ اٰيٰتِهٖ ۗ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ﴿۵۲﴾۔

آیات سے مراد وہی احکام حقہ ہیں جو رسول اور نبی پر القاء ہوتے ہیں اس سے آمیزش وہم دور فرما کر اسے صاف اور مستحکم کر دیتا ہے۔ باقی آیات کا مطلب صاف ہے۔

بعض نے کچھ احتیاط سے کام لیا تو یوں لکھ دیا کہ شیطان نے اثنائے قرأت میں یہ جملہ ملا دیا تھا۔

بعض کہتے ہیں کہ علامہ بیہقی نے اس روایت کے رد میں ایک رسالہ لکھا امام رازی اور صاحب مدارک اور قاضی بیضاوی رحمہم اللہ نے اس روایت کا ابطال فرمایا کہ یہ محض اسرائیلیات ہیں اور پادری لوگ اپنے تعصب کی بناء پر ایسی چیزوں کو خاص طور پر ہوا دیتے ہیں۔

غرضیکہ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ تک اسی بیان کا تتمہ ہے پھر اگلے رکوع میں وَالَّذِيْنَ هَاجَرُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ سے لے کر اِنَّ اللّٰهَ لَعَفُوٌّ غَفُوْرٌ تک اللہ کی راہ میں ہجرت کرنے والوں اور ظالموں کے ہاتھ سے شہید ہونے والوں کے درجات اخروی کا بیان ہے اور دنیا میں مجاہدین کے گروہ کی اعانت کا وعدہ ہے جس کی تفصیل آگے بیان ہوگی۔

مختصر تفسیر اردو ساتواں رکوع - سورۂ حج - پ ۱۷

قُلْ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اِنَّمَآ اَنَا لَكُمْ نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ۔ فرما دیجئے اے لوگو! میں تو تمہارے لئے کھلا نذیر ہوں۔ اس پر علامہ آلوسی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

اِنَّ الْمُرَادَ بِالنَّاسِ الْمُشْرِكُوْنَ فَاِنَّ الْحَدِيْثَ مَسُوْقٌ لَهُمْ فَكَاَنَّهُ قِيْلَ قُلْ يَا اَيُّهَا الْمُشْرِكُوْنَ الْمُسْتَعْجِلُوْنَ بِالْعَذَابِ اِنَّمَا اَنَا مُنْذِرٌ لَّكُمْ اِنْذَارًا بَيِّنًا بِمَا اُوْحِيَ اِلَيَّ مِنْ اَنْبَآءِ الْاُمَمِ الْمُهْلَكَةِ مِنْ غَيْرِ اَنْ يَّكُوْنَ لِيْ دَخْلٌ فِيْ اِتْيَانِ مَا تَسْتَعْجِلُوْنَ مِنَ الْعَذَابِ الْمَوْعُوْدِ حَتّٰى تَسْتَعْجِلُوْنَ بِهٖ۔

یہاں لفظ ناس سے جنہیں ندا دی گئی وہ مشرکین ہیں اس لئے کہ حدیث میں جو بیان ہے اس سے یہ مفہوم نکلتا ہے گویا

باری تعالیٰ عزاسمہ کی طرف سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ارشاد ہوا کہ آپ مشرکین کو فرما دیں کہ تم جو عذاب چاہنے میں جلدی کر رہے ہو سمجھ لو کہ وہ عذاب لانے والا میں نہیں ہوں بلکہ میں تو ڈرسنانے والا ہوں کھلے الفاظ میں جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے مجھے امم ماضیہ کی خبروں میں ان کی ہلاکت کے متعلق وحی کی گئی اور اس میں میرا دخل نہیں کہ جب تم جلدی کرو تو موعودہ عذاب تم پر نازل کردوں۔

البتہ وہ عذاب ضرور آئے گا جب اور جس وقت اللہ تعالیٰ چاہے گا انتظار کرو اور میں بھی انتظار کرتا ہوں اور بموجب اسلوب بیان قرآن اس کے بعد مومنین کی مغفرت اور عزت والے رزق کی بشارت فرمائی۔ چنانچہ ارشاد ہے:

فَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّ رِزْقٌ كَرِيْمٌ۔ اور وہ جو ایمان لائے اور نیک عمل کئے ان کے لئے بخشش ہے اور عزت والا رزق۔

گویا دونوں آیتوں میں دونوں فریق کی جزا و سزا بیان فرما دی اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ارشاد ہوا کہ اے محبوب ان کافروں کو فرما دیجئے کہ جو مصر علی الکفر ہے اس کی سزا یہ ہے اور جو ایمان لا کر نیک عمل کرے گا اس کی جزا یہ ہے۔

بعض محققین اس طرف گئے ہیں کہ ناس سے مراد مومن اور کافر دونوں ہیں اور اِنَّمَآ اَنَا لَكُمْ نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ میں یوم قیامت سے ڈرانا ہے اور احادیث میں بھی جو مضمون ہے ان سے ثابت ہوتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نذیر مبین ہیں۔ صحیحین میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اَنَا النَّذِيْرُ الْعُرْيَانُ میں کھلم کھلا تمہیں ڈرسنانے والا ہوں۔

اور مغفرت کے بعد رزق کریم جو فرمایا اس سے مراد جنت ہے اس لئے کہ مغفرت کے بعد ہی جنت ہے چنانچہ آلوسی رحمہ اللہ یہی کہتے ہیں: وَالْمُرَادُ بِالرِّزْقِ الْكَرِيْمِ هُنَا الْجَنَّةُ كَمَا يُشْعِرُ بِهٖ وُقُوْعُهٗ بَعْدَ الْمَغْفِرَةِ۔

اور کعب قرظی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: وَ كَذٰلِكَ فِيْ جَمِيْعِ الْقُرْاٰنِ عَلٰى مَا اَخْرَجَهُ ابْنُ اَبِيْ حَاتِمٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ كَعْبِ نِ الْقُرَظِيِّ فِيْ صِفَاتِ غَيْرِ الْاٰدَمِيِّيْنَ الْفَائِقِ۔ آگے ارشاد ہے:

وَالَّذِيْنَ سَعَوْا فِيْٓ اٰيٰتِنَا مُعٰجِزِيْنَ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ الْجَحِيْمِ۔ اور وہ جو کوشش کرتے ہیں ہماری آیتوں میں اَیْ بَذَلُوا الْجَهْدَ فِيْ اِبْطَالِهَا فَسَمُّوْهَا تَارَةً سِحْرًا وَّ تَارَةً شِعْرًا وَ تَارَةً اَسَاطِيْرَ الْاَوَّلِيْنَ۔ یعنی وہ لوگ جن کی تمام تر کوششیں اسی میں صرف ہوتی ہیں کہ وہ آیات الٰہی کا ابطال کریں کبھی اسے جادو کہیں کبھی شعر سے تشبیہ دیں کبھی کہہ دیں کہ پرانے قصہ کہانی ہیں اور اس قسم کی باتوں سے اپنے گمان میں یہ سمجھتے تھے کہ ہم ضرور کامیاب ہو جائیں گے۔

"یہ لوگ جہنم والے ہیں۔" سعی کے معنی ہیں اِسْرَاعٌ فِي الْمَشْيِ کے یعنی چلنے میں جلدی کرنا اور اس کا اطلاق افساد پر بھی ہوتا ہے یعنی فساد پھیلانا۔

چنانچہ محاورہ میں بولتے ہیں سَعٰى فِيْ اَمْرِ فُلَانٍ اِذَا اَصْلَحَهٗ اَوْ اَفْسَدَهٗ بِسَعْيِهٖ فِيْهِ فلاں شخص نے سعی کی فلاں کے معاملہ میں جبکہ وہ صلح کر دے یا فساد کرائے اپنی کوشش سے تو یہ عرف میں صلح اور فساد دونوں میں استعمال ہوتا ہے۔

اور مُعٰجِزِيْنَ پر صاحب لوامع فرماتے ہیں وَالْمُرَادُ هٰهُنَا ظَانِّيْنَ اَنَّهُمْ يُعْجِزُوْنَنَا۔ معاجزین سے مراد یہ ہے کہ انہیں اس امر کا گمان ہوتا ہے کہ وہ عاجز کرلیں گے اپنی فتنہ پروری سے۔

اور جحیم کے متعلق ایک قول یہ ہے کہ هُوَ اِسْمُ دَرَكَةٍ مِّنْ دَرَكَاتِ النَّارِ۔ جحیم جہنم کے درجوں میں سے ایک

درجہ کا نام ہے۔ آگے ارشاد ہے:

وَمَاۤ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَّسُوْلٍ وَّلَا نَبِیٍّ اِلَّاۤ اِذَا تَمَنّٰۤى اَلْقَى الشَّیْطٰنُ فِیْۤ اُمْنِیَّتِهٖ ۚ فَیَنْسَخُ اللّٰهُ مَا یُلْقِی الشَّیْطٰنُ۔ جتنے رسول یا نبی ہم نے بھیجے تم سے پہلے سب پر کبھی یہ واقعہ گزرا ہے کہ جب انہوں نے پڑھا تو شیطان نے ان کے پڑھنے میں کچھ اپنی طرف سے ملا دیا تو اللہ مٹا دیتا ہے اس شیطان کے ڈالے ہوئے کو۔"

وَمَاۤ اَرْسَلْنَا۔ میں ما نافیہ نہیں ہے۔ بلکہ موصولہ ہے اس ہی وجہ میں یہاں "اور جتنے رسول" ترجمہ کیا گیا ہے۔

اور مِنْ رَّسُوْلٍ وَّلَا نَبِیٍّ میں معطوف معطوف علیہ اس لئے کیا کہ نبی اور رسول میں فرق ہے۔ چنانچہ محقق قول یہی ہے کہ نبی عام ہے اور رسول خاص۔

بعض مفسرین کہتے ہیں کہ رسول واضع شریعت کو کہتے ہیں اور نبی حافظ و نگہبان کو۔

اس بحث پر علامہ آلوسی رحمہ اللہ نے روح المعانی میں متعدد اقوال نقل کئے ہیں چنانچہ فرماتے ہیں۔

وَ عَطْفُ نَبِیٍّ عَلٰی رَسُوْلٍ یَّدُلُّ عَلَی الْمُغَایَرَةِ بَیْنَهُمَا۔ نبی کا رسول پر عطف مغایرت پر دلالت کرتا ہے یعنی دونوں یکساں نہیں۔ چنانچہ فرماتے ہیں: اَنَّهٗ سُئِلَ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْاَنْبِیَآءِ فَقَالَ مِائَةُ اَلْفٍ وَّ اَرْبَعَةٌ وَّ عِشْرُوْنَ اَلْفًا۔ حضور ﷺ سے نبیوں کے متعلق سوال ہوا کہ وہ کتنے ہیں تو حضور نے فرمایا ایک لاکھ چوبیس ہزار۔ قِیْلَ فَکَمِ الرَّسُوْلُ قَالَ ثَلٰثُ مِائَةٍ وَّ ثَلٰثَةَ عَشَرَ جَمًّا غَفِیْرًا۔ عرض کیا گیا حضور رسول کتنے ہیں فرمایا تین سو تیرہ۔

اسے علامہ سیوطی رحمہ اللہ اور ابن راہویہ نے اپنی مسندوں میں حدیث ابوامامہ سے نقل کیا اور ابن حبان نے اپنی صحیح میں لکھا اور حاکم نے مستدرک میں حدیث ابی ذر سے روایت کیا۔

وَ زَعَمَ ابْنُ الْجَوْزِیِّ اَنَّهٗ مَوْضُوْعٌ وَّ لَیْسَ کَذٰلِکَ۔ اور صرف ابن جوزی نے اس کے موضوع ہونے کا گمان کیا۔ لیکن ایسا نہیں ہے جبکہ مستدرک نے حاکم اور ابن حبان اپنی صحیح میں ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت کر رہے ہیں اور علامہ سیوطی ابوامامہ سے روایت فرما رہے ہیں۔

ہاں یہ ہو سکتا ہے کہ اس کی سند میں کسی پہلو سے ضعف ہو۔ پھر ایک روایت میں تین سو پندرہ رسولوں کی بھی خبر ہے۔

اب وہ اختلافی اقوال سمجھ لیں جن سے نبی رسول کے فرق کی بحث صاف ہوتی ہے۔

اَلرَّسُوْلُ ذَکَرٌ حُرٌّ بَعَثَهُ اللّٰهُ تَعَالٰی بِشَرْعٍ جَدِیْدٍ یَدْعُو النَّاسَ اِلَیْهِ وَالنَّبِیُّ یَعُمُّهٗ وَ مَنْ بَعَثَهٗ لِتَقْرِیْرِ شَرْعٍ سَابِقٍ کَاَنْبِیَآءِ بَنِیْۤ اِسْرَائِیْلَ الَّذِیْنَ کَانُوْا بَیْنَ مُوْسٰی وَ عِیْسٰی عَلَیْهِمُ السَّلَامُ۔

رسول مرد اور آزاد ہوتا ہے جسے اللہ شریعت جدید کے ساتھ مبعوث فرماتا ہے اور وہ لوگوں کو اپنی طرف بلاتے ہیں۔

اور نبی عام ہے یعنی نبی وہ بھی ہے جو مبعوث ہو پہلے انبیاء کرام کی شریعت پر تقریر فرمانے کو جیسے انبیائے بنی اسرائیل جو حضرت موسیٰ اور عیسیٰ علیہم السلام کے درمیانی زمانہ میں مبعوث ہوئے۔

ایک قول یہ ہے کہ اَلرَّسُوْلُ ذَکَرٌ حُرٌّ بَعَثَهُ اللّٰهُ تَعَالٰی اِلٰی قَوْمٍ بِشَرْعٍ جَدِیْدٍ بِالنِّسْبَةِ اِلَیْهِمْ وَاِنْ لَّمْ یَکُنْ جَدِیْدًا فِیْ نَفْسِهٖ کَاِسْمٰعِیْلَ عَلَیْهِ السَّلَامُ اِذْ بُعِثَ لِجُرْهُمَ اَوَّلًا وَالنَّبِیُّ یَعُمُّهٗ وَ مَنْ بُعِثَ بِشَرْعٍ غَیْرِ جَدِیْدٍ کَذٰلِکَ۔

رسول مرد آزاد ہوتا ہے جسے اللہ تعالیٰ قوم کی طرف شریعت جدیدہ کے ساتھ ان کے ہی نسب سے بھیجتا ہے اگرچہ وہ فی نفسہٖ جدید نہ ہو جیسے حضرت اسماعیل علیہ السلام قبیلہ بنی جرہم سے اول مبعوث ہوئے اور نبی رسول کو بھی کہتے ہیں اور اس کو بھی جو نئی شریعت سے مبعوث نہ ہو۔

ایک قول یہ ہے کہ اَلرَّسُوْلُ ذَكَرٌ حُرٌّ لَهٗ تَبْلِيْغٌ فِي الْجُمْلَةِ وَاِنْ كَانَ بَيَانًا وَّ تَفْصِيْلًا لِشَرْعٍ سَابِقٍ وَالنَّبِيُّ مَنْ اُوْحِيَ اِلَيْهِ وَلَمْ يُؤْمَرْ بِتَبْلِيْغٍ اَصْلًا اَوْ اَعَمُّ مِنْهُ وَمِنَ الرَّسُوْلِ۔

رسول مرد آزاد ہوتا ہے اس کے ذمہ تبلیغ ہوتی ہے اگرچہ شرائع سابقہ کا بیان اور تفصیل ہی وہ کرے۔

اور نبی وہ ہے جس کی طرف وحی تو ہوتی ہے مگر اسے تبلیغ کا اصلاً حکم نہ ہو یا وہ عام ہو رسول اور نبی میں۔

ایک قول یہ ہے اَلرَّسُوْلُ مِنَ الْاَنْبِيَآءِ مَنْ جَمَعَ اِلَى الْمُعْجِزَةِ كِتَابًا مُّنَزَّلًا عَلَيْهِ وَالنَّبِيُّ غَيْرَ الرَّسُوْلِ مَنْ لَّا كِتَابَ لَهٗ۔ رسول انبیاء میں سے وہ ہے جو معجزہ اور کتاب کے ساتھ تشریف لائے اور نبی وہ جو صاحب کتاب نہ ہو۔

ایک قول یہ ہے کہ اَلرَّسُوْلُ مَنْ لَهٗ كِتَابٌ اَوْ نَسْخٌ فِي الْجُمْلَةِ وَالنَّبِيُّ مَنْ لَّا كِتَابَ لَهٗ وَلَا نَسْخٌ۔ رسول وہ ہے جس کے ساتھ کتاب ہو یا ناسخ شریعت سابقہ اور نبی وہ ہے جو صاحب کتاب بھی نہ ہو اور ناسخ شریعت سابقہ بھی نہ ہو۔

ایک قول امام رازی رحمہ اللہ نے جو نقل کیا وہ یہ ہے اَلرَّسُوْلُ مَنْ يَّاْتِيْهِ الْمَلَكُ عَلَيْهِ السَّلَامُ بِالْوَحْيِ يَقْظَةً وَّالنَّبِيُّ يُقَالُ لَهٗ وَلِمَنْ يُّوْحٰى اِلَيْهِ فِي الْمَنَامِ لَا غَيْرَ۔ رسول وہ ہے جس کے پاس فرشتہ بیداری کی حالت میں وحی لے کر آتا ہو اور نبی رسول کو بھی کہتے ہیں اور اسے بھی جس کے پاس وحی صرف خواب میں ہو۔

اور عرف شرع میں مشہور قول یہ ہے کہ اَنَّ النَّبِيَّ فِيْ عُرْفِ الشَّرْعِ اَعَمُّ مِنَ الرَّسُوْلِ فَاِنَّهٗ مَنْ اُوْحِيَ اِلَيْهِ سَوَآءٌ اُمِرَ بِالتَّبْلِيْغِ اَمْ لَا۔ نبی عرف شرع میں رسول سے عام ہے وہ وہ ہے جس کو وحی ہو عام اس سے کہ اسے تبلیغ کا حکم ہو یا نہ ہو۔

وَالرَّسُوْلُ مَنْ اُوْحِيَ اِلَيْهِ وَاُمِرَ بِالتَّبْلِيْغِ۔ اور رسول وہ ہے جسے وحی بھی ہو اور وہ تبلیغ کے لئے مامور بھی ہو۔

اِلَّآ اِذَا تَمَنّٰٓى مگر یہ کہ جب وہ پڑھے۔

تَمَنّٰى۔ کے معنی ابو مسلم رحمہ اللہ کے نزدیک نہایت تقدیر کے ہیں اور اسی سے مَنِيَّه ہے کہ وفات انسان کے اس وقت کو کہا جاتا ہے جو اس کے لئے اللہ تعالیٰ نے مقرر فرمایا اور اُمْنِيَّتِهٖ کے معنی علامہ راغب رحمہ اللہ فرماتے ہیں اَلصُّوْرَةُ الْحَاصِلَةُ فِي النَّفْسِ مِنَ التَّمَنِّيْ۔ وہ صورت حاصلہ جو نفس انسان میں ہو تمنی سے ہے۔

وَقَالَ غَيْرُ وَاحِدٍ اَلتَّمَنِّي الْقِرَاءَةُ وَكَذَا الْاُمْنِيَّةُ۔ اور اکثر کا قول یہ ہے کہ تمنی کے معنی قراءت کے ہیں اور ایسے ہی امنیہ ہے جیسے حضرت حسان رضی اللہ عنہ کے قول میں ہے:

تَمَنّٰى كِتَابَ اللّٰهِ اَوَّلَ لَيْلَةٍ   تَمَنّٰى دَاوٗدُ الزَّبُوْرَ عَلٰى رِسْلٍ

وہ (رسول) اللہ کی کتاب کو شروع رات میں پڑھتا ہے جیسا کہ داود (علیہ السلام) زبور کو ٹھہر ٹھہر کر پڑھتے تھے۔

آگے فرماتے ہیں: وَالْمُرَادُ بِذٰلِكَ هٰهُنَا عِنْدَ كَثِيْرِ الْقِرَاءَةُ — وَالْاٰيَةُ مَسُوْقَةٌ لِتَسْلِيَةِ النَّبِيِّ صَلّٰى

اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بِاَنَّ السَّعْیَ فِیْ اِبْطَالِ الْاٰیَاتِ اَمْرٌ مَّعْھُوْدٌ وَاَنَّہٗ سَعْیٌ مَّرْدُوْدٌ۔ اکثر کے نزدیک تمنی کا معنی قراءت ہے۔ آیت کے سیاق میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے تسلی ہے جس میں یہ فرمایا گیا کہ ابطال آیات میں امر معہود کے ماتحت یہ ان کی سعی ہے اور حقیقت یہ ہے کہ یہ سعی محض مردود ہے تو آیت کریمہ کے یہ معنی ہوں گے:

وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ رَسُوْلًا وَّ لَا نَبِیًّا اِلَّا وَحَالُہٗ اَنَّہٗ اِذَا قَرَأَ شَیْئًا مِّنَ الْاٰیَاتِ اَلْقَی الشَّیْطَانُ الشُّبَہَ وَالتَّخَیُّلَاتِ فِیْمَا یَقْرَءُ وْہُ عَلٰی اَوْلِیَآئِہٖ لِیُجَادِلُوْہُ بِالْبَاطِلِ وَیَرُدُّوْا مَاجَاءَ بِہٖ۔ اے محبوب آپ سے پہلے رسول اور نبی جو ہم نے بھیجے ان کے ساتھ ایسا ہوا کہ جب انہوں نے کسی آیت کی تلاوت کی تو شیطان نے اس میں شبہ اور تخیلات اپنے پیروؤں کے دل میں ڈال دیئے تا کہ وہ باطل پر مجادلہ کر کے جو حکم آیا ہے اس کا رد کریں۔

کما قال اللّٰہ تعالیٰ وَ اِنَّ الشَّیٰطِیْنَ لَیُوْحُوْنَ اِلٰٓی اَوْلِیٰٓئِهِمْ لِیُجَادِلُوْكُمْ بے شک شیاطین اپنے یاروں اور حمایتیوں کی طرف ایسا القاء کرتے ہیں جس کے ساتھ وہ تم سے مجادلہ کریں اور ارشاد ہے:

وَ كَذٰلِكَ جَعَلْنَا لِكُلِّ نَبِیٍّ عَدُوًّا شَیٰطِیْنَ الْاِنْسِ وَ الْجِنِّ یُوْحِیْ بَعْضُهُمْ اِلٰى بَعْضٍ زُخْرُفَ الْقَوْلِ غُرُوْرًا۔ ایسے ہی ہم نے ہر نبی کے لئے دشمن رکھے شیاطین انسانوں اور جنوں سے کہ وہ آپس میں خفیہ طور سے خرافات کی باتیں ڈالتے ہیں۔

چنانچہ ایسا ہی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ قراءت کے استماع پر وہ خباثت کرتے تھے جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حُرِّمَتْ عَلَیْكُمُ الْمَیْتَةُ۔ آیت کریمہ تلاوت فرمائی تو ان کا زخرف قول از روئے غرور و تکبر اور عناد و حسد یہ ہوا کہ کہنے لگے اِنَّہٗ یُحِلُّ ذَبِیْحَ نَفْسِہٖ وَیُحَرِّمُ ذَبِیْحَ اللّٰہِ۔ یہ عجیب بات ہے کہ اپنے ذبح کئے ہوئے کو حلال کہا جاتا ہے اور اللہ کے مارے ہوئے کو حرام بتایا جا رہا ہے یعنی مردار کو حرام کہتے ہیں اور چھری سے ذبح کر کے کھانا حلال بتاتے ہیں۔

اور بعض روایات میں ان کے اعتراضات میں سے یہ بھی ہے کہ جب مشرکین نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا اِنَّكُمْ وَمَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ حَصَبُ جَهَنَّمَ تو اڑانے لگے کہ اَنَّ عَیْسٰی عُبِدَ مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ وَالْمَلٰئِکَۃُ عَلَیْھِمُ السَّلَامُ عُبِدُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ تَعَالٰی۔ عیسیٰ بھی اللہ کے سوا پوجے جا رہے ہیں اور ملائکہ علیہم السلام بھی اللہ کے سوا پوجے جا رہے ہیں تو بموجب آیہ کریمہ معاذ اللہ یہ بھی جہنم کے حطب یعنی ایندھن ہوئے۔

فَیَنْسَخُ اللّٰهُ مَا یُلْقِی الشَّیْطٰنُ۔ تو اللہ تعالیٰ نے اسے باطل کر دیا جو شیطان نے ان کے دل میں ڈالا تھا ثُمَّ یُحْكِمُ اللّٰهُ اٰیٰتِهٖ پھر اللہ تعالیٰ نے محکم حکم انہیں دے دیا کہ ان کا پوجنا صرف پوجنے والے پر وبال ہے۔ وَاللّٰهُ عَلِیْمٌ حَكِیْمٌ۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ علیم و حکیم ہے اور جانتا ہے کہ یہ عباد مکرمون ہیں وہ ان کی پوجا سے بیزار ہیں البتہ مشرکین کے لئے یہ تو وسوسہ شیطانی بلا و امتحان ہے جس سے وہ مبتلائے عذاب ہوں گے۔ حیث قال۔

لِّیَجْعَلَ مَا یُلْقِی الشَّیْطٰنُ فِتْنَةً لِّلَّذِیْنَ فِیْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ وَّ الْقَاسِیَةِ قُلُوْبُهُمْ۔ تا کہ کر دے اللہ اس وسوسہ کو جو شیطان نے مشرکوں کے دل میں ڈالا عذاب و نکال ان کے حق میں جن کے دل بیمار ہیں اور جو سنگین دل ہیں۔ یعنی وہ کفار مجاہر جو علانیہ تعلیم اسلام و قرآن مجید کے مخالف ہیں۔

ایک قول ہے کہ اس سے مراد عامہ کفار اولین ہیں اور آخرین بھی اس وعید کے تحت ہیں سابقہ مشرکین میں ابو جہل، نضر

بن حارث، عتبہ بن ربیعہ وغیرہ ہیں اور آخرین میں تمام منافقین اسلام ہیں۔

وَاِنَّ الظّٰلِمِیْنَ لَفِیْ شِقَاقٍۭ بَعِیْدٍ۔ اور بے شک ظالم مشرکین اپنی عداوت شدیدہ میں انتہائی بعد میں ہیں۔

علامہ نسفی رحمہ اللہ اپنی تفسیر میں مختصر مگر واضح طور پر لِّیَجْعَلَ مَا یُلْقِی الشَّیْطٰنُ سے اول کے جملوں پر تفسیر فرماتے ہیں وھو ھذا۔

اِلَّاۤ اِذَا تَمَنّٰۤى۔ قَرَأَ۔ قَالَ حَسَّانٌ۔

تَمَنّٰی کِتَابَ اللّٰهِ اَوَّلَ لَیْلَةٍ تَمَنّٰی دَاوُدُ الزَّبُوْرَ عَلٰی رِسْلٍ

اَلْقَى الشَّیْطٰنُ فِیْۤ اُمْنِیَّتِهٖ تلاوتِهٖ۔ قَالُوْا اِنَّهٗ عَلَیْهِ السَّلَامُ کَانَ فِیْ نَادِیْ قَوْمِهٖ یَقْرَأُ وَالنَّجْمِ فَلَمَّا بَلَغَ قَوْلَهٗ تَعَالٰی وَمَنٰوةَ الثَّالِثَةَ الْاُخْرٰی جَرٰی عَلٰی لِسَانِهٖ۔

تِلْکَ الْغَرَانِیْقُ الْعُلٰی وَاِنَّ شَفَاعَتَهُنَّ لَتُرْتَجٰی

وَلَمْ یَفْطِنْ لَهٗ حَتّٰی اَدْرَکَهُ الْعِصْمَةُ فَتَنَبَّهَ عَلَیْهِ۔ وَقِیْلَ نَبَّهَهٗ جِبْرِیْلُ عَلَیْهِ السَّلَامُ فَاَخْبَرَهُمْ اِنَّ ذٰلِکَ کَانَ مِنَ الشَّیْطَانِ وَهٰذَا الْقَوْلُ غَیْرُ مَرْضِیٍّ لِاَنَّهٗ لَا یَخْلُوْا اِمَّا اَنْ یَتَکَلَّمَ النَّبِیُّ عَلَیْهِ السَّلَامُ عَمَدًا وَّ اِنَّهٗ لَا یَجُوْزُ لِاَنَّهٗ کُفْرٌ لِاَنَّهٗ بُعِثَ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ طَاعِنًا لِلْاَصْنَامِ لَامَادِحًا لَهَا۔

اِلَّاۤ اِذَا تَمَنّٰۤى۔ کے معنی ہوتے ہیں مگر جب پڑھا۔ چنانچہ حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کا شعر نظیر میں موجود ہے کہ وہ اول شب میں اللہ کی کتاب پڑھتا ہے جیسا کہ داؤد علیہ السلام ٹھہر ٹھہر کر توریت پڑھتے تھے اَلْقَى الشَّیْطٰنُ فِیْۤ اُمْنِیَّتِهٖ۔ یعنی شیطان نے ڈالا اپنا کلام ان کی تلاوت میں۔

اسرائیلیات والوں نے کہا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک جماعت میں اپنی قوم کے سورۃ نجم تلاوت فرمائی۔ تو جب آپ وَمَنٰوةَ الثَّالِثَةَ الْاُخْرٰی پر پہنچے تو معاذ اللہ حضور کی زبان مبارک پر تِلْکَ الْغَرَانِیْقُ الْعُلٰی وَاِنَّ شَفَاعَتَهُنَّ لَتُرْتَجٰی۔ جاری ہو گیا یعنی یہ بھی بلند و بالا ہیں اور ان کی شفاعت کی امید کی جا سکتی ہے اور یہ جملے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو (معاذ اللہ) محسوس ہی نہ ہوئے حتیٰ کہ آپ کی عصمت نبوت نے سنبھالا تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اس پر متنبہ ہوئے۔

اور ایک روایت ہے کہ روح القدس نے حاضر ہو کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو متنبہ کیا اور ان جملوں کی خبر دی کہ وہ یہ جملے شیطان نے آپ کی زبان مبارک سے نکلوائے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے قوم کو فرمایا کہ یہ جملے شیطانی تھے۔

لیکن یہ روایت کسی طرح قابل تسلیم نہیں ہو سکتی اس لئے کہ یہ فرمانا دو حال سے خالی نہیں۔ یا یہ کہ معاذ اللہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے قصداً ایسا فرمایا اور یہ خیال حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف کرنا کفر ہے اس لئے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم بتوں کی مذمت کے لئے مبعوث ہوئے نہ کہ ان کی مدحت کے لئے۔

دوسری صورت یہ ہو گی کہ معاذ اللہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے شیطان نے جبراً یہ کلمے نکلوائے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان جملوں کو نکالتے وقت مجبور تھے معاذ اللہ یہ بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات سے ممتنع ہے اس لئے کہ شیطان حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ یہ قدرت ہی نہیں رکھ سکتا جیسا کہ قرآن پاک میں خاصان امت کے حق میں ارشاد ہے: اِنَّ عِبَادِیْ لَیْسَ لَکَ عَلَیْهِمْ سُلْطٰنٌ۔ میرے خاص بندوں پر تجھے کوئی قدرت نہیں تو پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی

ذات سے عدم قدرت شیطان اولیٰ ہونی چاہئے۔ لہٰذا یہ روایت قطعاً زنادقہ کی گھڑی ہوئی ہے۔

اب ایک صورت اور ہو سکتی ہے کہ اَوْ جَرٰی ذٰلِکَ عَلٰی لِسَانِهٖ سَهْوًا وَّ غَفْلَةً وَّ هُوَ مَرْدُوْدٌ اَیْضًا۔ یہ جملے زبان فیض ترجمان پر معاذ اللہ سہواً جاری ہو گئے ہوں یہ احتمال بھی مردود ہے۔

لِاَنَّهٗ لَا یَجُوْزُ مِثْلَ هٰذِهِ الْغَفْلَةِ عَلَیْهِ فِیْ حَالِ تَبْلِیْغِ الْوَحْیِ وَلَوْ جَازَ ذٰلِکَ لَبَطَلَ الْاِعْتِمَادُ عَلٰی قَوْلِهٖ وَلِاَنَّهٗ تَعَالٰی قَالَ فِیْ صِفَةِ الْمُنَزَّلِ عَلَیْهِ لَّا یَاْتِیْهِ الْبَاطِلُ مِنْۢ بَیْنِ یَدَیْهِ وَلَا مِنْ خَلْفِهٖ وَقَالَ اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَ اِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ۔

اس لئے کہ نبی کے لئے اس قسم کی غفلت جائز نہیں اس حال میں جبکہ وہ مبلغ وحی ہو اور اگر معاذ اللہ جائز ہو تو پھر شریعت مطہرہ کا اعتماد باطل ہو جاتا ہے۔

علاوہ ازیں قرآن پاک میں ارشاد ہے: اِنَّهٗ لَكِتٰبٌ عَزِیْزٌ ﴿۴۱﴾ لَّا یَاْتِیْهِ الْبَاطِلُ مِنْۢ بَیْنِ یَدَیْهِ وَلَا مِنْ خَلْفِهٖ۔ بے شک یہ کتاب عزت والی ہے اس میں باطل آگے پیچھے سے نہیں آ سکتا اور ارشاد ہے: اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَ اِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ۔ بے شک ہم نے ہی اس کلام کو نازل فرمایا اور بے شک ہم ہی اس کے محافظ ہیں۔

آگے فرماتے ہیں کہ جب وجوہات مذکورہ کے ماتحت احتمالات مذکورہ باطل ہو گئے تو صرف ایک احتمال باقی رہ جاتا ہے۔

وَهُوَ اَنَّهٗ عَلَیْهِ السَّلَامُ سَكَتَ عِنْدَ قَوْلِهٖ تَعَالٰی "وَمَنٰوةَ الثَّالِثَةَ الْاُخْرٰی"۔ فَتَكَلَّمَ الشَّیْطَانُ بِهٰذِهِ الْكَلِمَاتِ مُتَّصِلًا بِقِرَاءَةِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَوَقَعَ عِنْدَ بَعْضِهِمْ اَنَّهٗ عَلَیْهِ السَّلَامُ هُوَ الَّذِیْ تَكَلَّمَ بِهَا فَیَكُوْنُ هٰذَا اِلْقَاءٌ فِیْ قِرَاءَةِ النَّبِیِّ عَلَیْهِ السَّلَامُ وَكَانَ الشَّیْطَانُ یَتَكَلَّمُ فِیْ زَمَنِ النَّبِیِّ عَلَیْهِ السَّلَامُ وَیُسْمَعُ كَلَامُهٗ فَقَدْ رُوِیَ اَنَّهٗ نَادٰی یَوْمَ اُحُدٍ اَلَا اِنَّ مُحَمَّدًا قَدْ قُتِلَ وَقَالَ یَوْمَ بَدْرٍ "لَا غَالِبَ لَكُمُ الْیَوْمَ مِنَ النَّاسِ وَاِنِّیْ جَارٌ لَّكُمْ" "فَیَنْسَخُ اللّٰهُ مَا یُلْقِی الشَّیْطٰنُ" اَیْ یُذْهِبُ بِهٖ وَیُبْطِلُهٗ وَیُخْبِرُ اَنَّهٗ مِنَ الشَّیْطَانِ "ثُمَّ یُحْكِمُ اللّٰهُ اٰیٰتِهٖ" اَیْ یُثْبِتُهَا وَیَحْفَظُهَا مِنْ لُحُوْقِ الزِّیَادَةِ مِنَ الشَّیْطَانِ "وَاللّٰهُ عَلِیْمٌ حَكِیْمٌ" بِمَا اَوْحٰی اِلٰی نَبِیِّهٖ وَبِقَصْدِ الشَّیْطَانِ حَكِیْمٌ لَا یَدَعُهٗ حَتّٰی یَكْشِفَهٗ وَیُزِیْلَهٗ۔

اور وہ یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم جب وَمَنٰوةَ الثَّالِثَةَ الْاُخْرٰی تلاوت فرماتے ہوئے ٹھہرے تو شیطان نے یہ کلمات حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی قرأت سے متصل کہنے شروع کر دیئے تِلْكَ الْغَرَانِیْقُ الْعُلٰی وَاِنَّ شَفَاعَتَهُنَّ لَتُرْتَجٰی۔

تو بعض کو شبہ پڑا کہ یہ (خرافات) بھی (معاذ اللہ) حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تلاوت کے ساتھ پڑھی ہیں تو یہ ہی وہ القاء فی القرأت ہے جسے فرمایا اِلَّاۤ اِذَا تَمَنّٰۤی اَلْقَى الشَّیْطٰنُ فِیْۤ اُمْنِیَّتِهٖ یعنی جب آپ تلاوت فرماتے ہیں تو شیطان آپ کی تلاوت میں اپنی آواز ڈال کر یہ کلمہ ڈال دیتا ہے۔

اور عہد رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم میں شیطان بولتا تھا اور لوگ اس کا کلام سنتے تھے چنانچہ واقعہ احد میں بھی وہ پکارا تھا اَلَا اِنَّ مُحَمَّدًا قَدْ قُتِلَ۔ خبردار رہو محمد صلی اللہ علیہ وسلم شہید ہو گئے اور بدر والے دن بھی اس ابلیس نے کہا تھا جس سے کفار کو جرأت ہو گئی تھی لَا غَالِبَ لَكُمُ الْیَوْمَ مِنَ النَّاسِ وَاِنِّیْ جَارٌ لَّكُمْ۔ آج تم پر کوئی لوگوں میں سے غالب نہیں آ سکتا اور

میں تمہارے ساتھ ہوں آخرش جب اس نے لشکر ملائکہ علیہم السلام نازل ہوتا دیکھا تو وہاں سے بھاگ پڑا اور بولا: اِنِّیۡۤ اَرٰی مَا لَا تَرَوۡنَ میں وہ دیکھ رہا ہوں جو تم نہیں دیکھ رہے اِنِّیۡ بَرِیۡٓءٌ مِّنۡکُمۡ میں تم سے اب علیحدہ ہوں۔

علامہ آلوسی رحمہ اللہ روح المعانی میں اس تاویل کو ترجیح دے رہے ہیں چنانچہ فرماتے ہیں:

وَ قِیۡلَ تَمَنّٰی قَرَأَ ۔ وَ اُمۡنِیَتِہٖ قِرَاءَ تِہٖ وَ مَا یُلۡقِی الشَّیۡطَانُ کَلِمَاتٍ تُشَابِہُ الۡوَحۡیَ یَتَکَلَّمُ بِھَا الشَّیۡطَانُ بِحَیۡثُ یَظُنُّ السَّامِعُ اَنَّھَا مِنۡ قِرَاءَ ۃِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَسَلَّمَ۔ تَمَنّٰی کے معنی قرأت کے ہیں یعنی پڑھا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اَلۡقَی الشَّیۡطٰنُ فِیۡۤ اُمۡنِیَّتِہٖ تو شیطان نے تلاوت کے ساتھ اپنی آواز ملا دی اور جو کچھ شیطان نے وہ کلمات ملائے جو مشابہ وحی تھے انہیں ایسی آواز سے اپنے حواریوں کے لئے پڑھا کہ سننے والے کو یہ گمان ہو گیا کہ یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہی پڑھ رہے ہیں اور اَلصَّوۡتُ یَشۡبِہُ الصَّوۡتَ کے اصول پر بھی یہ قرین عقل ہے۔

چنانچہ روایت ہے کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اَفَرَءَیۡتُمُ اللّٰتَ وَ الۡعُزّٰی ﴿۱۹﴾ وَ مَنٰوۃَ الثَّالِثَۃَ الۡاُخۡرٰی پڑھا تو شیطان نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے طرز تلاوت میں ایسے پڑھا کہ سننے والے کسی اور کا الحاقی کلام نہ سمجھ سکے اور یہ جملے پڑھ ڈالے تِلۡکَ الۡغَرَانِیۡقُ الۡعُلٰی وَاِنَّ شَفَاعَتَھُنَّ لَتُرۡتَجٰی تو مشرکین یہی سمجھے کہ یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز ہے تو سب خوش ہو گئے کہ اب تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمارے بتوں کو بھی مان لیا تو انہوں نے مسلمانوں کے ساتھ ہی سجدہ کیا۔ پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اعلان فرما دیا کہ یہ شیطانی آواز تھی میں نے ہرگز ایسا نہیں پڑھا۔

اور اس پر جو دوسری روایات اسرائیلی ہیں جس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سہو ونسیان منسوب کیا گیا ہے اس کے متعلق امام محمد بن اسحاق رحمہ اللہ جامع سیرۃ النبویہ فرماتے ہیں: ھٰذَا مِنۡ وَضۡعِ الزَّنَادِقَۃِ وَصَنَّفَ فِیۡ ذٰلِکَ کِتَابًا۔ یہ سب گھڑنت ہیں زنادقہ کے اور اس کے رد میں آپ نے ایک کتاب مستقل تصنیف کی۔

اور شیخ ابو منصور ماتریدی رحمہ اللہ اپنی کتاب قصص الاتقیاء میں فرماتے ہیں:

اَلصَّوَابُ اِنَّ قَوۡلَہٗ تِلۡکَ الۡغَرَانِیۡقُ الۡعُلٰی مِنۡ جُمۡلَۃِ اِیۡحَاءِ الشَّیۡطَانِ اِلٰی اَوۡلِیَائِہٖ مِنَ الزَّنَادِقَۃِ۔ صحیح یہ ہے کہ تلک الغرانیق العلی تمام شیطان کی خباثت کے جملے ہیں جو اس نے اپنے ہم نوا زندیقوں کو سنائے تھے۔

اور اس پر کافی بحث کی ہے جو بخوف طوالت نقل نہیں کی گئی مَنۡ شَآءَ فَلۡیَنۡظُرۡ فِیۡہِ۔

اور آلوسی رحمہ اللہ نے سات پہلو پیش کر کے جو اس روایت کا رد فرمایا ہے وہ ہر قسم کے شبہات کے دفع کے لئے کافی ہے۔ آگے ارشاد ہے:

فَیَنۡسَخُ اللّٰہُ مَا یُلۡقِی الشَّیۡطٰنُ۔ اللہ اسے باطل فرما دیتا ہے جو شیطان ان لوگوں کے دل میں ڈالتا ہے اور مطلع فرما دیتا ہے کہ یہ آواز شیطانی ہے۔

ثُمَّ یُحۡکِمُ اللّٰہُ اٰیٰتِہٖ۔ پھر محکم و مضبوط کر کے محفوظ کر دیتا ہے آیات قرآنی کو الحاق و زیادت شیطانی سے۔

وَاللّٰہُ عَلِیۡمٌ بِمَا اَوۡحٰی اِلٰی نَبِیِّہٖ وَبِقَصۡدِ الشَّیۡطَانِ۔ اور اللہ جانتا ہے جو وحی فرماتا ہے اپنے نبی کی طرف اور جو شیطان اس میں ارادہ کرتا ہے۔

حَکِیۡمٌ - لَا یَدَعُہٗ حَتّٰی یَکۡشِفَہٗ وَیُزِیۡلَہٗ۔ حکمت والا ہے نہیں چھوڑتا اس وسوسہ کو یہاں تک کہ اسے کھول دیتا

ہے اور باطل کا ازالہ فرما دیتا ہے اور یہ کام جو شیطان کرتا ہے اسے آلوسی رحمہ اللہ فرماتے ہیں اس کا نام ابیض ہے۔
اور وہ جو شیطان ڈالتا ہے اسے اس کے متبعین کے لئے فتنہ کر دیتا ہے جن کے دلوں میں بیماری ہے اور جن کے دل سخت ہیں اور بیشک ظالم لوگ اپنی عداوت ومخالفت میں حق سے بعید ہیں اس کے بعد ایمان والوں کے حق میں ارشاد ہے:

وَلِيَعْلَمَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ اَنَّهُ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكَ فَيُؤْمِنُوْا بِهٖ فَتُخْبِتَ لَهٗ قُلُوْبُهُمْ ؕ وَاِنَّ اللّٰهَ لَهَادِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ اور تا کہ جان لیں وہ جن کو علم عطا ہوا کہ وہ تمہارے رب کے پاس سے حق ہے تو اس پر ایمان لائیں اور جھک جائیں اس کے لئے ان کے دل اور بے شک ہدایت فرماتا ہے اللہ انہیں جو ایمان لائے سیدھی راہ کی۔

فَتُخْبِتَ۔ کا ترجمہ نسفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: فَتَطْمَئِنَّ۔ یعنی اطمینان حاصل کریں۔

اور آلوسی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: فَتُخْبِتَ لَهٗ قُلُوْبُهُمْ بِالْاِنْقِيَادِ وَالْخَشْيَةِ لِلْقُرْاٰنِ تو ان کے دل اتباع اور خوف کی طرف جھک جائیں قرآن کے لئے۔

یعنی علم والے جان لیں کہ قرآن کریم حق ہے اور منزل من اللہ ہے اور اس پر ایمان لا کر مطمئن ہوں ان کے دل یا ان کے دل جھک جائیں اتباع کی طرف اور خوف وخشیۃ سے قرآن کے پیرو ہوں اور ایمان والوں کو اللہ تعالیٰ تاویلات صحیح اور ایمان کامل کی ہدایت فرماتا ہے اور سیدھی راہ دکھاتا ہے۔ اب آگے ارشاد باری ہے:

وَلَا يَزَالُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فِيْ مِرْيَةٍ مِّنْهُ حَتّٰى تَاْتِيَهُمُ السَّاعَةُ بَغْتَةً اَوْ يَاْتِيَهُمْ عَذَابُ يَوْمٍ عَقِيْمٍ اور ہمیشہ کافر لوگ شک میں رہیں گے حتیٰ کہ ان پر قیامت اچانک آجائے یا آجائے ان پر ایسا عذاب جس میں کشادگی نہ ہو اور جس سے وہ نجات نہ پاسکیں۔

بَغْتَةً۔ کے معنی فَجَاءَةً ہیں یعنی اچانک بے خبری کے حال میں۔

عَذَابُ يَوْمٍ عَقِيْمٍ۔ یعنی وہ عذاب جو کبھی نہ ٹلے۔ یعنی بدر کی شکست سے کہ وہ عقیم تھی اس کی تعریف میں علامہ نسفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: عَنْ اَنْ يَّكُوْنَ لِلْكَافِرِيْنَ فِيْهِ فَرَجٌ اَوْ رَاحَةٌ۔ وہ دن جس دن کافروں کو کشادگی اور آرام نہ میسر آئے اور عقیم کے متعلق مختلف اقوال ہیں:

اَلْمُرَادُ بِيَوْمٍ عَقِيْمٍ يَوْمُ مَوْتِهِمْ۔ کفار کی ہلاکت کا دن مراد ہے۔

اَلْمُرَادُ بِهٖ يَوْمُ حَرْبٍ يُقْتَلُوْنَ فِيْهِ۔ وہ گھسان کا دن جس میں قتل وغارت ہوں۔

رِيْحٌ عَقِيْمٌ۔ اس ہوا کو کہتے ہیں جس میں نہ بارش ہو اور اس کے زور سے درخت قائم نہ رہیں۔ اب آگے ارشاد باری ہے:

اَلْمُلْكُ يَوْمَئِذٍ لِّلّٰهِ ؕ يَحْكُمُ بَيْنَهُمْ ؕ فَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فِيْ جَنّٰتِ النَّعِيْمِ ﴿۵۶﴾ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَكَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا فَاُولٰٓئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ۔ ملکیت اور سلطنت اس دن صرف اللہ ہی کی ہے وہ ان میں فیصلہ کرے گا تو جو ایمان لائے اور نیک عمل کئے وہ نعمتوں کے باغوں میں ہوں گے اور جو کافر ہوئے اور ہماری آیتوں کو جھٹلاتے رہے ان کے لئے عذاب ہے ذلت کا۔

یعنی آخر ارشاد ہوا کہ سلطنت قاہرہ اور استیلائے تامہ اس دن ان پر ظاہر ہوگا جب قیامت قائم ہو جائے گی اور تمام شک

ان کے رفع ہو جائیں گے اس وقت اللہ تعالیٰ ان میں محاکمہ فرما کر فیصلہ دے گا تو وہ مومن جماعت جن کے دلوں میں شک و شبہ نہیں ہے نعمتوں میں مقیم ہو جائے گی اور وہ کافر جو شک و شبہ کی بیماری میں ہی رہے وہ ذلت کے عذاب میں ہوں گے اس کے بعد اگلے رکوع میں مہاجرین فی سبیل اللہ کے مدارج علیا بتائے جا رہے ہیں۔

بامحاورہ ترجمہ آٹھواں رکوع ۔ سورۂ حج ۔ پ ۱۷

وَ الَّذِیْنَ هَاجَرُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ ثُمَّ قُتِلُوْۤا اَوْ مَاتُوْا لَیَرْزُقَنَّهُمُ اللّٰهُ رِزْقًا حَسَنًاؕ وَ اِنَّ اللّٰهَ لَهُوَ خَیْرُ الرّٰزِقِیْنَ ﴿۵۸﴾

اور وہ جنہوں نے ہجرت کی اللہ کی راہ میں پھر قتل ہوئے یا مر گئے تو ضرور اللہ انہیں روزی دے گا اچھی روزی اور بے شک اللہ بہترین روزی دینے والا ہے

لَیُدْخِلَنَّهُمْ مُّدْخَلًا یَّرْضَوْنَهٗؕ وَ اِنَّ اللّٰهَ لَعَلِیْمٌ حَلِیْمٌ ﴿۵۹﴾

ضرور داخل کرے گا انہیں اس جگہ جسے وہ پسند کریں اور بے شک اللہ علم و حکمت والا ہے

ذٰلِكَ ۚ وَ مَنْ عَاقَبَ بِمِثْلِ مَا عُوْقِبَ بِهٖ ثُمَّ بُغِیَ عَلَیْهِ لَیَنْصُرَنَّهُ اللّٰهُؕ اِنَّ اللّٰهَ لَعَفُوٌّ غَفُوْرٌ ﴿۶۰﴾

یہ ہے وہ بات اور جو بدلہ لے مثل اس کے کہ جتنی اسے تکلیف دی گئی تھی پھر اس پر زیادتی کی جائے تو بے شک اللہ اس کی مدد کرے گا۔ بے شک اللہ بخشنے والا معاف کرنے والا ہے

ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ یُوْلِجُ الَّیْلَ فِی النَّهَارِ وَ یُوْلِجُ النَّهَارَ فِی الَّیْلِ وَ اَنَّ اللّٰهَ سَمِیْعٌۢ بَصِیْرٌ ﴿۶۱﴾

یہ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ رات کو ڈالتا ہے دن کے حصہ میں اور دن کو ڈالتا ہے رات کے حصہ میں اور بے شک اللہ سنتا دیکھتا ہے

ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ هُوَ الْحَقُّ وَ اَنَّ مَا یَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ هُوَ الْبَاطِلُ وَ اَنَّ اللّٰهَ هُوَ الْعَلِیُّ الْكَبِیْرُ ﴿۶۲﴾

یہ اس لئے کہ اللہ حق ہے اور اس کے سوا جسے پوجتے ہیں وہی باطل ہے اور اس لئے کہ اللہ ہی بلندی اور بڑائی والا ہے

اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً٘ فَتُصْبِحُ الْاَرْضُ مُخْضَرَّةًؕ اِنَّ اللّٰهَ لَطِیْفٌ خَبِیْرٌ ﴿ۚ۶۳﴾

کیا نہ دیکھا تو نے کہ اللہ نے اتارا آسمان سے پانی تو صبح زمین ہری بھری ہو گئی بے شک اللہ باریک بین خبردار ہے

لَهٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَ مَا فِی الْاَرْضِؕ وَ اِنَّ اللّٰهَ لَهُوَ الْغَنِیُّ الْحَمِیْدُ ﴿۶۴﴾

اسی کے لئے ہے جو زمین اور آسمان میں ہے اور بے شک اللہ بے نیاز سب خوبیوں والا ہے

حل لغات آٹھواں رکوع ۔ سورۂ حج ۔ پ ۱۷

وَ ۔ اور	الَّذِیْنَ ۔ وہ جنہوں نے	هَاجَرُوْا ۔ ہجرت کی	فِیْ ۔ بیچ
سَبِیْلِ ۔ رستے	اللّٰهِ ۔ اللہ کے	ثُمَّ ۔ پھر	قُتِلُوْا ۔ قتل ہوئے
اَوْ ۔ یا	مَاتُوْا ۔ مرے	لَیَرْزُقَنَّهُمُ ۔ ضرور روزی دے گا ان کو	
اللّٰهُ ۔ اللہ	رِزْقًا ۔ روزی	حَسَنًا ۔ اچھی	وَ ۔ اور

إِنَّ۔ بے شک	اللّٰهَ۔ اللہ	لَهُوَ۔ وہ ہے	خَيْرُ۔ بہتر
الرّٰزِقِيْنَ۔ روزی دینے والا	لَيُدْخِلَنَّهُمْ۔ ضرور داخل کرے گا ان کو		مُّدْخَلًا۔ ایسی جگہ میں
يَّرْضَوْنَهٗ۔ پسند کریں گے جسے	وَ۔ اور	إِنَّ۔ بے شک	اللّٰهَ۔ اللہ
لَعَلِيْمٌ۔ جاننے والا	حَلِيْمٌ۔ حکمت والا ہے	ذٰلِكَ۔ یہ ہے	وَ۔ اور
مَنْ۔ جو	عَاقَبَ۔ بدلہ لے	بِمِثْلِ۔ مثل	مَا۔ اس کے جو
عُوْقِبَ۔ ظلم ہوا	بِهٖ۔ اس پر	ثُمَّ۔ پھر	بُغِيَ۔ زیادتی کی جائے
عَلَيْهِ۔ اس پر	لَيَنْصُرَنَّهُ۔ تو ضرور مدد کرے گا اس کی		اللّٰهُ۔ اللہ
إِنَّ۔ بے شک	اللّٰهَ۔ اللہ	لَعَفُوٌّ۔ معاف کرنے والا	غَفُوْرٌ۔ بخشنے والا
ذٰلِكَ۔ یہ اس لئے	بِأَنَّ۔ کہ بے شک	اللّٰهَ۔ اللہ	يُوْلِجُ۔ داخل کرتا ہے
الَّيْلَ۔ رات کو	فِي۔ بیچ	النَّهَارِ۔ دن کے	وَ۔ اور
يُوْلِجُ۔ داخل کرتا ہے	النَّهَارَ۔ دن کو	فِي۔ بیچ	الَّيْلِ۔ رات کے
وَ۔ اور	أَنَّ۔ بے شک	اللّٰهَ۔ اللہ	سَمِيْعٌ۔ سننے والا
بَصِيْرٌ۔ دیکھنے والا ہے	ذٰلِكَ۔ یہ اس لئے	بِأَنَّ۔ کہ بے شک	اللّٰهَ۔ اللہ
هُوَ۔ وہی ہے	الْحَقُّ۔ حق	وَ۔ اور	أَنَّ۔ بے شک
مَا۔ جنہیں	يَدْعُوْنَ۔ پکارتے ہیں	مِنْ دُوْنِهٖ۔ اس کے سوا	هُوَ۔ وہ ہی
الْبَاطِلُ۔ باطل ہے	وَ۔ اور	أَنَّ۔ بے شک	اللّٰهَ۔ اللہ
هُوَ۔ وہی ہے	الْعَلِيُّ۔ بلند	الْكَبِيْرُ۔ بڑا	أَلَمْ۔ کیا نہ
تَرَ۔ دیکھا تو نے	أَنَّ۔ کہ بے شک	اللّٰهَ۔ اللہ نے	أَنْزَلَ۔ اتارا
مِنَ السَّمَآءِ۔ آسمان سے	مَآءً۔ پانی	فَتُصْبِحُ۔ تو ہو گئی	الْأَرْضُ۔ زمین
مُخْضَرَّةً۔ سرسبز	إِنَّ۔ بے شک	اللّٰهَ۔ اللہ	لَطِيْفٌ۔ باریک بین
خَبِيْرٌ۔ خبردار ہے	لَهٗ۔ اسی کا ہے	مَا۔ جو	فِي۔ بیچ
السَّمٰوٰتِ۔ آسمانوں	وَ۔ اور	مَا۔ جو	فِي۔ بیچ
الْأَرْضِ۔ زمین کے ہے	وَ۔ اور	إِنَّ۔ بے شک	اللّٰهَ۔ اللہ
لَهُوَ۔ وہی ہے	الْغَنِيُّ۔ بے پروا	الْحَمِيْدُ۔ تعریف کیا گیا	

خلاصہ تفسیر آٹھواں رکوع ۔ سورۂ حج ۔ پ ۱۷

وَالَّذِيْنَ هَاجَرُوْا۔ فرما کر فضیلت خاص کے ساتھ ایک فریق کو مختص فرمایا۔ وَالَّذِيْنَ هَاجَرُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فرمایا یعنی وہ لوگ جو اپنے وطنوں سے جہاد کرنے کو نکلے ثُمَّ قُتِلُوْٓا پھر جہاد میں شہید ہو گئے أَوْ مَاتُوْا یا اپنی موت ہی مر گئے

لَيَرْزُقَنَّهُمُ اللّٰهُ رِزْقًا حَسَنًا۔ انہیں ضرور اللہ وہ روزی دے گا جو کبھی منقطع نہ ہو۔ رزق حسن پر علامہ نسفی فرماتے ہیں:
اَلرِّزْقُ الْحَسَنُ الَّذِیْ لَا یَنْقَطِعُ اَبَدًا وَّ اِنَّ اللّٰهَ لَهُوَ خَیْرُ الرّٰزِقِیْنَ۔ رزق حسن وہ ہے جو کبھی ختم نہ ہو۔ اور اللہ بہترین رزق دینے والا ہے کہ وہ روزی مخلوق کے لئے اس طرح پیدا فرمانے والا ہے کہ اس کی نظیر ہی نہیں۔ دنیا میں اہل دنیا کو روزی دینے والا ملول بھی ہو سکتا ہے روزی لینے والے کو ملال بھی ہو سکتا ہے لیکن خیر الرازقین اپنی مخلوق کو بلا ملال روزی پہنچاتا ہے اور دوست دشمن سب کا متکفل ہے

اے کریمے کہ از خزانۂ غیب گبر و ترسا وظیفہ خور داری
دوستاں را کجا کنی محروم تو کہ با دشمناں نظر داری

اب روزی کے ساتھ مسکن بھی چونکہ لازم تھا اس لئے فرمایا لَیُدْخِلَنَّهُمْ مُّدْخَلًا یَّرْضَوْنَهٗ۔ ضرور ہم ان کو ایسی جگہ میں داخل کریں گے جس سے وہ راضی رہیں اور وہ جنت ہی ہو سکتی ہے اس لئے وہاں سے زیادہ خوشی کا مقام کوئی اور ہو ہی نہیں سکتا کیونکہ وہاں مَا لَا عَیْنٌ رَأَتْ نعمتیں ہیں اور مَا تَشْتَهِیْهِ الْاَنْفُسُ وَتَلَذُّ الْاَعْیُنُ اشیاء ہیں۔

وَ اِنَّ اللّٰهَ لَعَلِیْمٌ حَلِیْمٌ۔ اور اللہ جانتا ہے ہر مجاہد کا حال جس نے اللہ کے لئے جان دی اور جو اس کے علاوہ میدان میں کسی غرض سے شریک ہوا اور اللہ جانتا ہے حلیم ہے اس کے لئے جو مقابلہ میں کسی سے عناد کے لئے آیا چنانچہ آیۂ کریمہ کا شان نزول ظاہر کرتا ہے کہ ایک جماعت صحابہ علیہم رضوان نے عرض کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے جہاد میں مقاتلہ کیا ہم انہیں جانتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ انہیں اس کا اجر دے گا اور ہم لوگوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت میں جہاد کیا ہے تو اگر ہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت میں مارے گئے تو ہمیں کیا اجر ملے گا تو اس پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔

ذٰلِكَ ۚ وَمَنْ عَاقَبَ بِمِثْلِ مَا عُوْقِبَ بِهٖ ثُمَّ بُغِیَ عَلَیْهِ لَیَنْصُرَنَّهُ اللّٰهُ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَعَفُوٌّ غَفُوْرٌ۔ یعنی بات یہ ہے کہ جو بدلا لے اتنا جتنی اسے تکلیف پہنچائی گئی تھی پھر زیادتی کی جائے اس پر تو بے شک اللہ اس کی مدد فرمائے گا یعنی کوئی مومن کسی مشرک سے اس کے ظلم کا بدلہ لے اور ظالم اول اسے بے وطن کر دے تو مظلوم کے ساتھ اللہ کی مدد ہو گی۔

شان نزول آیت یہ ہے کہ مشرکین نے ماہ محرم میں مسلمانوں پر حملہ کر دیا اور مسلمانوں نے حرمت محرم کا خیال کر کے ان سے لڑنا نہ چاہا لیکن مشرک باز نہ آئے اور قتال شروع کر دیا مسلمان ان کے مقابل جمے رہے تو اللہ تعالیٰ نے ان کی مدد فرمائی۔ یعنی مظلوم مسلمانوں کی اعانت ہوئی اس لئے کہ مشرکین ظالم تھے جو بے جا ظلم کر رہے تھے۔

اِنَّ اللّٰهَ لَعَفُوٌّ غَفُوْرٌ۔ بے شک اللہ معاف کرنے والا بخشنے والا ہے۔

یعنی گناہ کے آثار مٹانے والا اور انواع عیوب چھپانے والا جیسے ارشاد ہے: فَمَنْ عَفَا وَاَصْلَحَ فَاَجْرُهٗ عَلَى اللّٰهِ۔ جو معاف کر کے مصالحت کر لے تو اس کا اجر اللہ کے ذمہ ہے اور ارشاد ہے: وَاَنْ تَعْفُوْٓا اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰی اور اگر معافی دو تو یہ پرہیزگاری کے بہت قریب ہے۔ اور ان صفات عفو اور بخشش کا بیان فرما کر ارشاد ہوا:

ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ یُوْلِجُ الَّیْلَ فِی النَّهَارِ وَیُوْلِجُ النَّهَارَ فِی الَّیْلِ وَاَنَّ اللّٰهَ سَمِیْعٌۢ بَصِیْرٌ۔ یہ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ رات کو دن میں ملاتا ہے اور دن کو رات میں ڈالتا ہے اور یہ کہ اللہ تعالیٰ سننے والا اور دیکھنے والا ہے۔

یہ مثال اس لئے موزوں ہے کہ اس کی بے نیازی منکشف رہے وہاں ظالم و مظلوم کے معاملہ میں مومن و کافر کا امتیاز نہیں

اس لئے کہ اسلام میں کافر پر بھی ظلم ناروا ہے عدل اور انصاف میں بھی یہی شان ہے کہ اگر مقدمہ میں کافر سچا اور مومن جھوٹا ثابت ہو تو قاضی پر انصاف لازم ہے وہاں یہ دیکھنا صحیح نہیں کہ عدل میں اگر مسلمان کا نقصان یا تذلیل ہے تو بے انصافی روا ہو جائے اسی لئے آگے ارشاد ہے:

ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ هُوَ الْحَقُّ وَاَنَّ مَا يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ هُوَ الْبَاطِلُ وَاَنَّ اللّٰهَ هُوَ الْعَلِيُّ الْكَبِيْرُ۔ یہ بات اس لئے بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ ہی حق ہے اور اس کے سوا جسے پوجتے ہیں وہ باطل محض ہے اور یہ کہ اللہ تعالیٰ ہی بلند ہے اور وہی بڑائی والا ہے۔

اس آیت کریمہ میں اَنَّ اللّٰهَ هُوَ الْعَلِيُّ الْكَبِيْرُ کے ترجمہ سے بے ربط سیاق جو معنی لئے جاتے ہیں کہ اللہ علی ہے بڑا اور اس سے یعقوبیہ فرقہ جو استدلال کرتا ہے وہ بالکل بے معنی اور بے ربط ہے۔ چنانچہ علامہ آلوسی رحمہ اللہ بھی اس پر فرماتے ہیں: وَاَنَّ اللّٰهَ هُوَ الْعَلِيُّ الْكَبِيْرُ عَلٰى جَمِيْعِ الْاَشْيَآءِ عَنْ اَنْ يَكُوْنَ لَهٗ سُبْحٰنَهٗ شَرِيْكٌ لَا شَيْءَ اَعْلٰى مِنْهُ تَعَالٰى شَانًا وَاَكْبَرُ سُلْطَانًا۔ یعنی یہ کہ اللہ تعالیٰ ہی بلند و بالا ہے تمام اشیاء پر اس سے اس ذات کا کوئی شریک ہو یا اس سے سلطنت وحکومت میں بڑا ہو۔ اس کے بعد ارشاد ہوا:

اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَتُصْبِحُ الْاَرْضُ مُخْضَرَّةً ۭ اِنَّ اللّٰهَ لَطِيْفٌ خَبِيْرٌ ۝ لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ۭ وَاِنَّ اللّٰهَ لَهُوَ الْغَنِيُّ الْحَمِيْدُ۔ کیا تو نے نہ دیکھا کہ اللہ اتارتا ہے آسمان سے پانی تو صبح کو زمین ہری بھری ہو جاتی ہے بے شک اللہ پاک خبردار ہے اسی کا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے اور یہ کہ اللہ ہی غنی ہے اور تمام خوبیوں سے سراہا گیا۔

مختصر تفسیر اردو آٹھواں رکوع - سورۃ حج - پ ۱۷

وَالَّذِيْنَ هَاجَرُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ثُمَّ قُتِلُوْٓا اَوْ مَاتُوْا لَيَرْزُقَنَّهُمُ اللّٰهُ رِزْقًا حَسَنًا ۭ وَاِنَّ اللّٰهَ لَهُوَ خَيْرُ الرّٰزِقِيْنَ۔ اور وہ جنہوں نے اپنا وطن چھوڑا اللہ کی راہ میں پھر شہید ہوئے یا مر گئے انہیں ضرور اللہ رزق حسن عطا فرمائے گا اور بے شک اللہ بہترین رزاق ہے۔

هَاجَرُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ۔ سے جہاد مراد ہے اور قُتِلُوْٓا کے معنی شہید ہونے کے ہیں اور مَاتُوْا کے معنی بلا مجاہدہ میدان جہاد میں کسی مرض یا تکلیف سے مر جانے کے ہیں ان دونوں کے لئے وعدہ لام قسمیہ کے ساتھ فرمایا گیا کہ ہم ضرور اسے جو میدان جہاد سے برزخ میں آئے رزق حسن سے نوازیں گے اس کی تائید میں ابن ابی حاتم اور ابن مردویہ سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں:

قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ مَنْ مَّاتَ مُرَابِطًا اُجْرِيَ عَلَيْهِ الرِّزْقُ وَاَمِنَ مِنَ الْفَتَّانَيْنِ وَاقْرَءُوْا اِنْ شِئْتُمْ وَالَّذِيْنَ هَاجَرُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ الخ۔

یعنی حضرت سلمان نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا کہ جو سفر جہاد میں بھی مر جائے تو اسے اس مخصوص رزق کا اجر ملے گا اور وہ دونوں فتنوں سے امن میں رہے گا یعنی فتنۂ قبر اور فتنۂ حشر اور آیت مذکورہ تلاوت فرمائی۔

اور رزق حسن کی تعریف میں فرماتے ہیں وَالْمُرَادُ بِهٖ مَا لَا يَنْقَطِعُ اَبَدًا مِّنْ نَّعِيْمِ الْجَنَّةِ۔ اس سے مراد وہ

رزق ہے جو کبھی منقطع نہ ہو جنت کی نعمتوں سے۔

علامہ کلبی رحمہ اللہ کے نزدیک رزق حسن سے مراد غنیمت کا مال ہے۔

علامہ اصم رحمہ اللہ فرماتے ہیں: هُوَالْعِلْمُ وَالْفَهْمُ كَقَوْلِ شُعَيْبَ عَلَيْهِ السَّلَامُ وَرَزَقَنِيْ مِنْهُ رِزْقًا حَسَنًا۔ رزق حسن سے مراد علم وفہم ہے جیسے شعیب علیہ السلام نے فرمایا: وَرَزَقَنِيْ مِنْهُ رِزْقًا حَسَنًا اور مجھے اللہ نے رزق دیا رزق حسن اور وہ علم وفہم تھا۔

اس پر یہ ایراد لازم آتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے رزق حسن بدلہ قتل وموت مجاہد کا فرمایا ہے جو ہجرت کے بعد ہو تو یہ صحیح نہیں ہو سکتا کہ اسے دنیا میں تسلیم کیا جائے۔ بلکہ یقیناً وہ اجر آخرت میں ملے گا۔

البتہ آیۂ کریمہ میں اس امر کی ضرور تصریح ہے کہ مہاجر خواہ شہید ہو خواہ اپنی موت مرے اجر میں مساوی ہے چنانچہ شان نزول سے بھی یہ امر واضح ہوتا ہے۔

لَمَّا مَاتَ عُثْمَانُ بْنُ مَظْعُوْنٍ وَّ اَبُوْسَلْمَةَ بْنِ عَبْدِالْاَسَدِ قَالَ بَعْضُ النَّاسِ مَنْ قُتِلَ مِنَ الْمُهَاجِرِيْنَ اَفْضَلُ مِمَّنْ مَّاتَ حَتْفَ اَنْفِهٖ فَنَزَلَتِ الْاٰيَةُ مُسْتَوِيَةٌ بَيْنَهُمْ۔

جب حضرت عثمان بن مظعون اور ابوسلمہ بن عبدالاسد کا انتقال ہوا تو بعض لوگوں نے کہا کہ مہاجروں میں سے جو شہید ہوں وہ افضل ہیں ان سے جو اپنی موت مرے تو یہ آیت کریمہ نازل ہوئی جس سے دونوں کا اجر مساوی قرار پایا۔

ایک روایت میں شان نزول یہ ہے جو ایک جماعت صحابہ علیہم رضوان سے مروی ہے۔

قَالُوْا يَا نَبِيَّ اللّٰهِ هٰؤُلَآءِ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا قَدْ عَلِمْنَا مَا اَعْطَاهُمُ اللّٰهُ مِنَ الْخَيْرِ وَنَحْنُ نُجَاهِدُ مَعَكَ كَمَا جَاهَدُوْا فَمَا لَنَا اِنْ مِتْنَا مَعَكَ فَنَزَلَتْ۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے بعض صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے جو اصحاب شہید ہوئے ہم جانتے ہیں کہ ان کا اجر اللہ تعالیٰ کیا عطا فرمائے گا اور ہم جہادوں میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہیں گے لیکن اگر ہم آپ کے ساتھ رہے اور بغیر شہادت مر گئے تو آخرت میں ہمارے لئے کیا اجر ہے اس پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی وَالَّذِيْنَ هَاجَرُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ۔

اس لئے کہ وہ ذات جل وعلا اپنے بندوں کو بے حساب رزق دیتا ہے اور امام راغب رحمہ اللہ تو کہتے ہیں اَلرَّزَّاقُ لَا يُقَالُ اِلَّا لِلّٰهِ تَعَالٰى۔ رزاق کسی کو نہیں کہا جاتا سوائے اللہ تعالیٰ کے آگے ارشاد ہے:

لَيُدْخِلَنَّهُمْ مُّدْخَلًا يَّرْضَوْنَهٗ۔ ضرور انہیں داخل فرمائے گا ایسی جگہ جسے وہ کریں پسند۔ وَاِنَّ اللّٰهَ لَعَلِيْمٌ حَلِيْمٌ۔ اور بے شک اللہ علم وحلم والا ہے۔

یہاں مُّدْخَلًا اسم ظرف مکانی ہے جس سے مراد جنت ہے۔ ایک قول ہے کہ

هُوَ خَيْمَةٌ مِّنْ دُرَّةٍ بَيْضَآءَ لَا فَصْمَ فِيْهَا وَلَا وَصْمَ لَهَا سَبْعُوْنَ اَلْفُ مِصْرَاعٍ۔ وہ ایک خیمہ ہوگا سفید موتی کا نہ اس میں بال ہو نہ جوڑ اس کے ستر ہزار بسترے ہوں۔

يَرْضَوْنَهٗ لِمَا اَنَّهُمْ يَرَوْنَ اِذَا اُدْخِلُوْا مَا لَا عَيْنٌ رَاَتْ وَلَا اُذُنٌ سَمِعَتْ وَلَا خَطَرَ عَلٰى قَلْبِ بَشَرٍ۔ اس لئے کہ وہ جب داخل ہوں تو وہ نعمتیں انہیں ملیں کہ نہ کسی آنکھ نے وہ دیکھیں نہ کسی کان نے سنیں نہ کسی دل میں اس

کا خیال آیا۔

وَ اِنَّ اللّٰهَ لَعَلِيْمٌ حَلِيْمٌ۔ اور بے شک اللہ علم والا حلم والا ہے۔ یعنی عذاب کرنے میں دشمنان حق کے ساتھ عجلت نہیں فرماتا۔ آگے ارشاد ہے۔

ذٰلِكَ وَ مَنْ عَاقَبَ بِمِثْلِ مَا عُوْقِبَ بِهٖ ثُمَّ بُغِيَ عَلَيْهِ لَيَنْصُرَنَّهُ اللّٰهُ اِنَّ اللّٰهَ لَعَفُوٌّ غَفُوْرٌ۔ جو بدلہ لے (مسلمان ظلم کا کسی مشرک سے) تو جتنی تکلیف پہنچائی گئی تھی (اتنا ہی بدلہ لے) پھر اس پر زیادتی کی جائے (یعنی مشرک پھر زیادتی کرے اور مومن کو بے وطن کردے تو بے شک اللہ اس کی مدد فرمائے گا۔ اس کا شان نزول یہ ہے جو علامہ طیبی رحمہ اللہ نقل فرماتے ہیں:

اِنَّ الْاٰيَةَ نَزَلَتْ فِيْ قَوْمٍ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ لَقُوْا قَوْمًا مِّنَ الْمُسْلِمِيْنَ لِلَيْلَتَيْنِ لَقِيْتَا مِنَ الْمُحَرَّمِ فَقَالُوْا اِنَّ اَصْحَابَ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَكْرَهُوْنَ الْقِتَالَ فِي الشَّهْرِ الْحَرَامِ فَاحْمِلُوْا عَلَيْهِمْ فَنَاشَدَ مِنْهُمُ الْمُسْلِمُوْنَ بِاَنْ يَّكُفُّوْا عَنِ الْقِتَالِ فَاَبَوْا فَقَاتَلُوْهُمْ فَنَفَرَ الْمُسْلِمُوْنَ وَوَقَعَ فِيْ اَنْفُسِهِمْ شَيْئٌ مِّنَ الْقِتَالِ فِي الشَّهْرِ الْحَرَامِ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ تَعَالٰى هٰذِهِ الْاٰيَةَ۔

یہ آیت مشرکین کے معاملہ میں نازل ہوئی جو ماہ محرم کی آخری تاریخوں میں مسلمانوں پر حملہ آور ہوئے اور مسلمانوں نے ماہ محرم کی حرمت کے خیال سے لڑنا نہ چاہا لیکن مشرک نہ مانے اور انہوں نے مقاتلہ شروع کردیا مسلمان ان کے مقابلہ میں ثابت قدم رہے تو اللہ نے مسلمانوں کی مدد فرمائی۔ چنانچہ آخر آیت میں ارشاد ہے:

اِنَّ اللّٰهَ لَعَفُوٌّ غَفُوْرٌ۔ بے شک اللہ معاف کرنے والا بخشنے والا ہے۔ پھر ارشاد ہوا:

ذٰلِكَ۔ یہ اس لئے کہ بِاَنَّ اللّٰهَ يُوْلِجُ الَّيْلَ فِي النَّهَارِ وَيُوْلِجُ النَّهَارَ فِي الَّيْلِ وَاَنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌۢ بَصِيْرٌ۔ یہ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ ڈالتا ہے رات کو دن میں اور ڈالتا ہے دن کو رات میں اور یہ کہ اللہ سنتا دیکھتا ہے۔

یعنی اعانت مظلوم اس لئے ہے کہ اللہ تعالیٰ قادر علی الاطلاق ہے اور اس کی قدرت کی نشانیاں ظاہر ہیں۔ ایلاج کہتے ہیں کسی چیز کو کسی چیز میں ڈالنے کو

ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ هُوَ الْحَقُّ وَاَنَّ مَا يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ هُوَ الْبَاطِلُ وَاَنَّ اللّٰهَ هُوَ الْعَلِيُّ الْكَبِيْرُ۔ یہ اس لئے کہ اللہ ہی حق ہے اور اس کے سوا جسے پوجتے ہیں وہی باطل ہے اور یہ کہ اللہ ہی بلند اور بڑائی والا ہے۔

یعنی جو اپنی قدرت کاملہ سے کبھی دن کو بڑھانے کے لئے رات اس میں ڈالتا ہے اور کبھی رات بڑی کرنے کے لئے دن کو رات میں ڈال دیتا ہے وہی تمام قدرتوں کا مالک ہے اس کے سوا جنہیں یہ مشرک پوج رہے ہیں وہ باطل اور لغو ہے اور وہی علی یعنی بلندی والا اور کبیر یعنی بڑائی والا ہے۔

آلوسی وَاَنَّ اللّٰهَ هُوَ الْعَلِيُّ عَلٰى جَمِيْعِ الْاَشْيَاءِ الْكَبِيْرُ عَنْ اَنْ يَّكُوْنَ لَهٗ سُبْحٰنَهٗ شَرِيْكٌ لَا شَيْئَ اَعْلٰى مِنْهُ تَعَالٰى شَاْنًا وَّاَكْبَرُ سُلْطَانًا۔ تحریر فرما رہے ہیں۔ آگے ارشاد ہے:

اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَتُصْبِحُ الْاَرْضُ مُخْضَرَّةً اِنَّ اللّٰهَ لَطِيْفٌ خَبِيْرٌ۔ کیا نہ دیکھا تو نے کہ اللہ نے اتارا آسمان سے پانی تو صبح زمین ہری بھری ہوگئی بے شک اللہ مہربانی کا سلوک کرنے والا خبردار ہے۔

یعنی یہ قدرت بھی اس قادر قدیم کو ہی ہے کہ سوکھی روکھی زمین پر شب میں پانی برسائے اور صبح سرسبز وشاداب ہو جائے یہ دنیا میں کسی فرد کو قدرت نہیں۔

لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ؕ وَاِنَّ اللّٰهَ لَهُوَ الْغَنِيُّ الْحَمِيْدُ۔ اسی کی ملک ہے جو آسمانوں اور زمین میں ہے اور بے شک اللہ ہی بے نیاز سب خوبیوں والا سراہا گیا ہے۔

25B

یعنی کائنات کا ہر ذرہ ازروئے تخلیق وملک اور ازروئے تصرف اسی ذات واحد کے قبضہ میں ہے اور وہ ایسا غنی ہے کہ اس کی طرف فقر کا تصور بھی نہیں ہوسکتا اور ایسا حمید ہے کہ اس کی صفات اور افعال کی تعریف تمام مخلوق قالاً اور حالاً کر رہی ہے۔

بامحاورہ ترجمہ نواں رکوع - سورۂ حج - پ ۱۷

اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ سَخَّرَ لَكُمْ مَّا فِي الْاَرْضِ وَالْفُلْكَ تَجْرِيْ فِي الْبَحْرِ بِاَمْرِهٖ ؕ وَيُمْسِكُ السَّمَآءَ اَنْ تَقَعَ عَلَى الْاَرْضِ اِلَّا بِاِذْنِهٖ ؕ اِنَّ اللّٰهَ بِالنَّاسِ لَرَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ﴿۶۵﴾

کیا نہ دیکھا تو نے کہ اللہ نے مسخر کیا تمہارے لئے جو کچھ زمین میں ہے اور کشتی جو چلتی ہے دریا میں اس کے حکم سے اور روک رکھا ہے آسمانوں کو کہ زمین پر نہ گریں مگر اس کے حکم سے بے شک اللہ لوگوں پر بڑی مہر والا مہربان ہے

وَهُوَ الَّذِيْٓ اَحْيَاكُمْ ۫ ثُمَّ يُمِيْتُكُمْ ثُمَّ يُحْيِيْكُمْ ؕ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَكَفُوْرٌ ﴿۶۶﴾

اور وہی ہے جس نے تمہیں زندہ کیا پھر تمہیں مارے گا پھر تمہیں جلائے گا بے شک انسان ناشکرا ہے

لِكُلِّ اُمَّةٍ جَعَلْنَا مَنْسَكًا هُمْ نَاسِكُوْهُ فَلَا يُنَازِعُنَّكَ فِي الْاَمْرِ وَادْعُ اِلٰى رَبِّكَ ؕ اِنَّكَ لَعَلٰى هُدًى مُّسْتَقِيْمٍ ﴿۶۷﴾

ہر امت کے لئے ہم نے عبادت کے طریقے بنائے کہ وہ ان پر چلے تو ہرگز وہ جھگڑا نہ کریں تم سے اس معاملہ میں اور بلاؤ اپنے رب کی طرف بے شک تم سیدھی راہ پر ہو

وَاِنْ جٰدَلُوْكَ فَقُلِ اللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ﴿۶۸﴾

اور اگر وہ جھگڑیں تم سے تو کہہ دو اللہ تمہارے کام خوب جانتا ہے

اَللّٰهُ يَحْكُمُ بَيْنَكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فِيْمَا كُنْتُمْ فِيْهِ تَخْتَلِفُوْنَ ﴿۶۹﴾

اللہ تم میں فیصلہ کرے گا قیامت کے دن جس بات میں تم اختلاف کر رہے ہو

اَلَمْ تَعْلَمْ اَنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا فِي السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ ؕ اِنَّ ذٰلِكَ فِيْ كِتٰبٍ ؕ اِنَّ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرٌ ﴿۷۰﴾

کیا تو نے نہ جانا کہ بے شک اللہ جانتا ہے جو کچھ آسمان میں اور زمین میں ہے بے شک یہ سب کچھ ایک کتاب میں ہے بے شک یہ اللہ پر آسان ہے

وَيَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَمْ يُنَزِّلْ بِهٖ سُلْطٰنًا وَّمَا لَيْسَ لَهُمْ بِهٖ عِلْمٌ ؕ وَمَا لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ نَّصِيْرٍ ﴿۷۱﴾

اور پوجتے ہیں اللہ کے سوا جس کی سند اس نے نہ اتاری اور ایسوں کو جس کا خود انہیں علم نہیں اور نہیں ظالموں کا کوئی مددگار

وَ اِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِمْ اٰيٰتُنَا بَيِّنٰتٍ تَعْرِفُ فِيْ وُجُوْهِ الَّذِيْنَ كَفَرُوا الْمُنْكَرَ ؕ يَكَادُوْنَ يَسْطُوْنَ بِالَّذِيْنَ يَتْلُوْنَ عَلَيْهِمْ اٰيٰتِنَا ؕ قُلْ اَفَاُنَبِّئُكُمْ بِشَرٍّ مِّنْ ذٰلِكُمْ ؕ اَلنَّارُ ؕ وَعَدَهَا اللّٰهُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ؕ وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ ﴿۷۲﴾

اور جب پڑھی جاتی ہیں ان پر ہماری روشن آیتیں تو پہچانو گے ان کے چہروں پر جو کافر ہیں بگڑنے کے آثار قریب ہے کہ لپٹ پڑیں ان پر جو پڑھتے ہیں ان پر ہماری آیتیں فرما دیجئے کیا میں تمہیں بتا دوں جو شریر تر ہے اس سے وہ آگ ہے وعدہ کیا ہے اس کا اللہ نے انہیں جو کافر ہیں اور بری جگہ ہے پلٹنے کی

حل لغات نواں رکوع - سورۂ حج - پ ۱۷

اَلَمْ - کیا نہ	تَرَ - دیکھا تو نے	اَنَّ - بے شک	اللّٰهَ - اللہ نے
سَخَّرَ - تابع کیا	لَكُمْ - تمہارے لئے	مَّا - جو کچھ	فِي - بیچ
الْاَرْضِ - زمین کے ہے	وَ - اور	الْفُلْكَ - کشتی کو جو	تَجْرِيْ - چلتی ہے
فِي - بیچ	الْبَحْرِ - دریا کے	بِاَمْرِهٖ - اس کے حکم سے	وَ - اور
يُمْسِكُ - روکتا ہے	السَّمَآءَ - آسمان کو	اَنْ - کہ وہ	تَقَعَ - گر پڑے
عَلَى - اوپر	الْاَرْضِ - زمین کے	اِلَّا - مگر	بِاِذْنِهٖ - اس کے حکم سے
اِنَّ - بے شک	اللّٰهَ - اللہ	بِالنَّاسِ - لوگوں پر	لَرَءُوْفٌ - مہربان
رَّحِيْمٌ - رحم والا ہے	وَ - اور	هُوَ - وہ	الَّذِيْٓ - وہ ہے جس نے
اَحْيَا - زندہ کیا	كُمْ - تم کو	ثُمَّ - پھر	يُمِيْتُكُمْ - مارتا ہے تم کو
ثُمَّ - پھر	يُحْيِيْكُمْ - زندہ کرے گا تم کو	اِنَّ - بے شک	الْاِنْسَانَ - انسان
لَكَفُوْرٌ - ناشکرا ہے	لِكُلِّ - ہر ایک	اُمَّةٍ - امت کے لئے	جَعَلْنَا - بنائے ہم نے
مَنْسَكًا - عبادت کے طریقے کہ		هُمْ - وہ	نَاسِكُوْهُ - اس پر چلنے
والے ہیں	فَلَا - تو نہ	يُنَازِعُنَّكَ - جھگڑا کرے تجھ سے	
فِي - بیچ	الْاَمْرِ - اس معاملے کے	وَ - اور	ادْعُ - بلاؤ
اِلٰى - طرف	رَبِّكَ - رب اپنے کی	اِنَّكَ - بے شک تو	لَعَلٰى - اوپر
هُدًى - راہ	مُّسْتَقِيْمٍ - سیدھی کے ہے	وَ - اور	اِنْ - اگر
جٰدَلُوْكَ - جھگڑا کریں تجھ سے		فَقُلِ - تو کہو	اللّٰهُ - اللہ
اَعْلَمُ - جانتا ہے	بِمَا - جو	تَعْمَلُوْنَ - تم کرتے ہو	اَللّٰهُ - اللہ
يَحْكُمُ - فیصلہ کرے گا	بَيْنَكُمْ - تمہارے درمیان	يَوْمَ - دن	الْقِيٰمَةِ - قیامت کے
فِيْمَا - اس میں کہ	كُنْتُمْ - تھے تم	فِيْهِ - اس میں	تَخْتَلِفُوْنَ - جھگڑا کرتے

اَلَمْ-کیانہ	تَعْلَمْ-جاناتونے	اَنَّ-بےشک	اللّٰہَ-اللہ
یَعْلَمُ-جانتاہے	مَا-جو	فِي-بیچ	السَّمَآءِ-آسمان
وَ-اور	الْاَرْضِ-زمین کے ہے	اِنَّ-بےشک	ذٰلِكَ-یہ سب کچھ
فِي-بیچ	کِتٰبٍ-کتاب کے ہے	اِنَّ-بےشک	ذٰلِكَ-یہ
عَلَى-اوپر	اللّٰہِ-اللہ کے	یَسِیْرٌ-آسان ہے	وَ-اور
یَعْبُدُوْنَ-پوجتے ہیں	مِنْ دُوْنِ-سوا	اللّٰہِ-اللہ کے	مَا-جو
لَمْ-نہ	یُنَزِّلْ-اتاری	بِهٖ-اس کی	سُلْطٰنًا-کوئی دلیل
وَّ-اور	مَا-جو	لَیْسَ-نہیں	لَهُمْ-ان کو
بِهٖ-اس کا	عِلْمٌ-کوئی علم	وَ-اور	مَا-نہیں
لِلظّٰلِمِیْنَ-ظالموں کا	مِنْ نَّصِیْرٍ-کوئی مددگار	وَ-اور	اِذَا-جب
تُتْلٰى-پڑھی جاتی ہیں	عَلَیْهِمْ-ان پر	اٰیٰتُنَا-ہماری آیتیں	بَیِّنٰتٍ-کھلی کھلی
تَعْرِفُ-پہچانے گاتو	فِيْ-بیچ	وُجُوْهِ-چہروں	الَّذِیْنَ-ان کے
كَفَرُوا-جوکافر ہیں	الْمُنْكَرَ-برائی	یَكَادُوْنَ-قریب ہیں کہ	یَسْطُوْنَ-حملہ کردیں
بِالَّذِیْنَ-ان پر جو	یَتْلُوْنَ-پڑھتے ہیں	عَلَیْهِمْ-ان پر	اٰیٰتِنَا-ہماری آیتیں
قُلْ-کہو	اَفَاُنَبِّئُكُمْ-کیابتاؤں میں تمہیں		بِشَرٍّ-بری چیز
مِّنْ ذٰلِكُمْ-اس سے	اَلنَّارُ-وہ آگ ہے کہ	وَعَدَهَا-وعدہ کیااس کا	اللّٰہُ-اللہ نے
الَّذِیْنَ-ان سے جو	كَفَرُوْا-کافر ہیں	وَ-اور	بِئْسَ-براہے
الْمَصِیْرُ-ٹھکانہ			

خلاصہ تفسیر نواں رکوع-سورۂ حج-پ ۱۷

اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ سَخَّرَ لَكُمْ مَّا فِي الْاَرْضِ۔ کیا تونے نہ دیکھا کہ اللہ نے مسخر فرمایا تمہارے لئے جو کچھ زمین میں ہے جانور وغیرہ جن پر تم سوار ہوتے ہو اور جن سے تم کام لیتے ہو۔ وَالْفُلْكَ تَجْرِيْ فِي الْبَحْرِ بِاَمْرِهٖ اور کشتی کہ دریا میں اس کے حکم سے چلتی ہے یعنی تمہارے لئے اس کے چلانے کے واسطے ہوا اور پانی مسخر کیا وَیُمْسِكُ السَّمَآءَ اَنْ تَقَعَ عَلَى الْاَرْضِ اِلَّا بِاِذْنِهٖ ؕ اِنَّ اللّٰهَ بِالنَّاسِ لَرَءُوْفٌ رَّحِیْمٌ۔ اور وہ روکے ہوئے ہے آسمان کو کہ زمین پر نہ گر پڑے مگر اس کے حکم سے بے شک اللہ لوگوں پر بڑی مہر والا مہربان ہے کہ اس نے ان کے لئے منفعتوں کے دروازے کھولے اور طرح طرح کی مضرتوں سے ان کو محفوظ کیا۔

وَهُوَ الَّذِيْ اَحْيَاكُمْ ۫ ثُمَّ یُمِیْتُكُمْ ثُمَّ یُحْیِیْكُمْ ؕ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَكَفُوْرٌ۔ اور وہی ہے جس نے تم کو زندہ کیا پھر تمہیں موت دے گا پھر تمہیں زندہ کرے گا بے شک آدمی بڑا ناشکرا ہے۔ یعنی وہ ذات قادر بے جان نطفہ سے تمہیں پیدا فرما

کر پھر تمہاری عمر پوری ہو جانے پر تمہیں موت دے گا پھر تمہیں بعث ونشر ثواب وعذاب کے لئے زندہ فرمائے گا اور انسان باوجود ان تمام انعامات کے کفران نعمت کر کے اس کی عبادت واطاعت سے منہ پھیرتا ہے اور بے جان پتھروں کو پوجتا ہے۔

لِكُلِّ اُمَّةٍ جَعَلْنَا مَنْسَكًا هُمْ نَاسِكُوْهُ فَلَا يُنَازِعُنَّكَ فِي الْاَمْرِ وَادْعُ اِلٰى رَبِّكَ ؕ اِنَّكَ لَعَلٰى هُدًى مُّسْتَقِيْمٍ۔ ہر امت کے لئے ہم نے عبادت کے قاعدے بنائے ہیں کہ وہ ان پر چلیں اور عمل پیرا ہوں تو وہ ہرگز اس معاملہ میں آپ سے جھگڑا نہ کریں یعنی امور دین یا احکام ذبیحہ میں اپنی آرائیں نہ داخل کریں آیہ کریمہ کا شان نزول یہ ہے کہ

ارباب بدیل بن ورقاء اور بشیر بن سفیان اور یزید بن حنیس نے صحابہ کرام پر اعتراض کیا کہ ہمیں سمجھ میں نہیں آتا کہ جو جانور تم ذبح کرواسے حلال کہتے ہو اور جسے اللہ مارے اسے حرام سمجھتے ہو یعنی ذبیحہ حلال کہتے ہو اور مردار کو حرام کہتے ہو اس پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی اور ارشاد ہوا کہ احکام دین اور امور ذبح میں تم اپنی رائے داخل نہ کرو تو مورد آیت تو خاص ہوا لیکن اس کا حکم قیامت تک عام ہے۔

آج بھی تو احکام قربانی میں اقتصادیات کے مریض جیراجپوری سے لے کر پاکستان تک آوازیں اٹھا رہے ہیں کہ قربانی کر کے اتنا گوشت پوست ضائع کرنا ہماری سمجھ میں نہیں آتا ہمیں اس سے اقتصادی نقصان نظر آتا ہے ہمیں چاہئے کہ اس حکم میں ترمیم کرلیں اور قربانی کی بجائے اس کی رقم جمع کر کے کارخانہ، مسافر خانہ، یتیم خانہ بنائیں جس سے قوم فارغ البال ہو اور لاکھوں روپیہ جو بے کار ضائع ہوتا ہے وہ کسی مفید کام میں صرف ہو۔

اس پر ارشاد ہوتا ہے: لِكُلِّ اُمَّةٍ جَعَلْنَا مَنْسَكًا هُمْ نَاسِكُوْهُ فَلَا يُنَازِعُنَّكَ فِي الْاَمْرِ وَادْعُ اِلٰى رَبِّكَ۔ ان جاہلوں کو بتا دو کہ ہر امت کے لئے ہم نے عبادت کے قاعدے اور طریقے رکھے ہیں تا کہ وہ ان پر چلیں تو ہرگز وہ تم سے دینی معاملات میں جھگڑا نہ کریں اور آپ انہیں اپنے رب کی طرف بلاؤ بے شک تم سیدھی راہ پر ہو۔ یعنی وعدہ ایمان دے کر قبول اسلام کی طرف انہیں مائل کرو تا کہ وہ اپنے عقل کے خرلنگ پر سوار ہو کر راہ نہ بھٹکیں۔

چنانچہ عہد جاہلیت کے مشرک اسی عقل کج خرام کے تتبع میں گمراہ رہے اور آج چودھویں صدی کے بعض کج خرام پھر اسی عقل کی کج روی کا شکار ہو رہے ہیں۔

چنانچہ آج کل چند تہی دست بے مایہ علم افراد اہل علم کی صف میں کھڑے ہو کر پکار رہے ہیں اور اسلم جیراجپوری کی اتباع میں کہہ رہے ہیں کہ مروجہ قربانی قرآن کریم سے ہرگز ثابت نہیں بلکہ یہ محض ان احادیث سے ملاں نے پیش کی ہے جن کا جمع ہونا حضور کے بہت دن بعد ثابت ہوتا ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد جو جمع ہو اس کا اعتبار کس طرح کیا جا سکتا ہے۔

حالانکہ قرآن کریم بھی عہد رسالت میں موجودہ صورت میں جمع نہیں ہوا تھا بلکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ہی جمع ہوا ہے تو بموجب اصول بے وصول اس خیال کے انسان نما حیوان کو قرآن کریم سے بھی انکار کر دینا چاہئے پھر اس سے یہ سوال کرنا حق بجانب ہو کہ آپ جہاں احادیث کے منکر ہیں وہاں قرآن کے قرآن ہونے پر آپ اپنے پاس کیا دلیل رکھتے ہیں۔

اور اگر روایات متواترہ مشہورہ کے ماتحت قرآن کریم کو کتاب اللہ ماننے پر مجبور ہیں تو متواتر اور مشہور کی اصطلاح بھی انہیں لوگوں کی اختراع ہیں جنہوں نے صحیح اور حسن مشہور و متواتر، شاذ و غریب، مرفوع، معلق، متصل وغیرہ اصطلاحات مقرر کیں۔

یہ خالص بے انصافی اور ظلم ہے کہ مطلب براری کو انہیں کے اقوال کی مدد لے لی جائے اور جہاں اپنے مقصد کے خلاف

ان کی مصطلحات نظر آئیں انہیں چھوڑ دیا جائے۔ مزاج یہ تھا کہ جن کی اختراعی اصطلاحات واجب العمل نہ تھیں وہاں تمام واجب العمل نہ ہوتیں یہ خالص یہودیت ہے کہ اَفَتُؤْمِنُوْنَ بِبَعْضِ الْكِتٰبِ وَتَكْفُرُوْنَ بِبَعْضٍ۔ ان کا رویہ تھا۔ مسلم وہی ہے جو اصول پر عامل ہو اور اَسْلِمْ تَسْلَمْ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے جس سے صاف واضح ہوتا ہے کہ اصول وہ ہیں جو قرآن کریم فرمائے اور اس کی تصریح وتشریح زبان مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثناء سے ہمیں حاصل ہوتی ہے چنانچہ قرآن کریم نے اسلام میں داخل ہونے کے لئے فرمایا:

مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ۔ جس نے ہمارے اس رسول کی اطاعت کی اس نے اللہ کی اطاعت کی۔

اور یہ ناقابل انکار حقیقت ہے کہ اطاعت قول وفعل مطاع کا نام ہے اور مطاع عالم جناب مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور ان کا قول وفعل ہمیں ان کے فرمان سے یا صحابہ کرام کے ارشاد سے معلوم ہوا۔ اور اسی کا نام حدیث ہے۔

تو جب قرآن کریم نے ان کی اطاعت کو اطاعت حق فرما دیا تو ثابت ہو گیا کہ حدیث پر عمل کرنا ہی بعینہٖ عمل بالقرآن ہے۔

اور اس پر کلام رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے اپنے کلام معجز نظام میں غیر مبہم طور پر صاف فرما دیا کہ ان کا کلام میرا کلام ہے۔ وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى ۞ اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى ہمارا حبیب بولتا ہی نہیں کبھی اپنی خواہش سے اس لئے کہ اسے ہماری وحی ہوتی ہے اور اس کے ماتحت وہ بولتا ہے۔

اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی کو اسی وجہ سے معلم کتاب قرار دیا اور فرمایا وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ ہمارا حبیب انہیں کتاب وحکمت سکھاتا ہے۔

تو رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو معلم کتاب قرار دینے کے یہی معنی ہیں کہ بغیر بیان رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم اگر تم قرآن سمجھنا چاہو تو ناممکن ہے۔

بلکہ اہل زبان صحابہ کرام علیہم رضوان کے دور میں ارشاد ہوا: وَلَوْ رَدُّوْهُ اِلَى الرَّسُوْلِ وَاِلٰۤى اُولِي الْاَمْرِ مِنْهُمْ لَعَلِمَهُ الَّذِيْنَ يَسْتَنْۢبِطُوْنَهٗ مِنْهُمْ۔ انہیں اپنی رائے سے قرآن سمجھنا نہیں چاہئے بلکہ ہمارے احکام ہمارے رسول کی طرف لوٹائیں یا ان کی طرف احکام رسالت کو لوٹائیں جو ارباب حکم ہیں تاکہ وہ انہیں اس کا روئے سخن واضح کریں اور تم اس استنباط سے صحیح مفہوم سمجھ سکو۔

اور یہ ناقابل انکار حقیقت ہے کہ جس قانون کی تشریح دنیا میں موجود نہ ہو وہ قانون ہی کیا ہو سکتا ہے اور اس سے عامۃ الناس کیا فائدہ حاصل کر سکتے ہیں۔

تو خلاصہ کلام یہ نکلا کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم معلم کتاب ہیں اور ان کی پیروی ہر مسلمان پر فرض ہے ان کا بولنا وحی الٰہی عزوجل ہے ان کی اطاعت اللہ تعالیٰ کی اطاعت ہے ان کا فرمانا قرآن کریم کی تفسیر وتشریح ہے اور جب تک کلام کی تشریح حاصل نہ ہو وہ کلام مفید للعوام نہیں ہو سکتا۔

پھر اس حقیقت سے بھی کسی کو انکار نہیں کہ احادیث نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ واضعین وکاذبین کی روایات کاذبہ موضوعہ بھی کافی ہم تک پہنچیں لیکن یہ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ ہے کہ بے پناہ ظلمت وضع وکذب کے باوجود رسول معظم صلی اللہ علیہ وسلم کے فرامین میں چمک ودمک اہل بصیرت کی نگاہوں سے اوجھل نہ ہو سکی۔

ایک جماعت حق پرست نے اسے پرکھ لیا اور موضوع حدیث کو غیر موضوع سے اور صحیح حدیث کو ضعیف سے ممتاز کر کے رکھ دیا۔

اور کذب وافتراء کی تاریکیوں میں بھی اس نور مجسم کی ہدایت روز روشن کی طرح تابندہ رہیں۔

اور علم اسماء الرجال اور اصول حدیث سے ادنیٰ مس رکھنے والا اس بیان میں شک نہیں کر سکتا۔ راویان حدیث کی چھان بین اور شرائط صحت کی پابندی اور محدثین کرام کی احتیاط پر تفصیل سے بحث کی جائے تو ایک دفتر ضخیم بن جائے۔ یہاں بخوف طوالت اتنا ہی عرض کروں گا کہ محبوب عالم سید اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات وحرکات کی اداؤں کو محفوظ رکھنا قانون قدرت کے مطابق تھا اس لئے قدرت نے سیرت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے تحفظ کے لئے وہ انتظام کیا کہ پانچ لاکھ مومن مقدس متورع انسانوں کو ادائے محبوب کا نقشہ اتارنے کے لئے متعین کر دیا۔ اور اگر یہ کہہ دیا جائے کہ سابقہ آسمانی کتابوں کے محفوظ رکھنے کا وہ سامان مہیا نہیں کیا گیا جو سیرت رسول پاک کی حفاظت کے لئے اسباب پیدا کئے تو غلط نہیں۔

اس کی وجہ صرف یہی معلوم ہوتی ہے کہ تمام کتب سابقہ کی حقیقتیں بھی قرآن کریم میں رکھ دی گئی تھیں اور قرآن پاک پر عمل اس وقت تک ناممکن تھا جب تک معلم قرآن حبیب رحمان کی سیرت سامنے نہ ہو اس لئے سیرت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا تحفظ ضروری تھا اور جو قرآن لے کر صرف قرآن پر عمل پیرا ہونے کو دین قرار دے وہ درحقیقت قرآن کریم کا بھی مخالف ہے۔

اس لئے کہ قرآن پاک وَمَآ اٰتٰىكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ ۚ وَمَا نَهٰىكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا اعلان عام فرما کر ہر مسلمان کو اتباع مطلق رسول اکرم کی دعوت دے رہا ہے۔

تو جو حدیث کا انکار کرے اور مَا وَجَدْ نَاهُ فِيْ كِتَابِ اللّٰهِ کہہ کر اپنا دین مکمل کرنا چاہے وہ خالص بے دین منکر قرآن ہے۔ اقبال خوب کہہ گئے یہ وہی اقبال ہیں جن کے مطیع مطلق طلوع اسلام کے مدیر پرویز صاحب بنے ہوئے ہیں۔ فرماتے ہیں:

به مصطفیٰ برساں خویش را کہ دیں ہمہ اوست　　اگر بہ او نہ رسیدی تمام بولہبی است

پھر اس تقریر سے یہ نہ سمجھ لیا جائے کہ جب قرآن کا سمجھنا حدیث پر موقوف ہے تو قرآن حدیث کا محتاج قرار پائے گا یہ خیال خام محض خام ہے اس لئے کہ قرآن کریم محتاج حدیث نہیں بلکہ قرآن کریم پر عمل کرنے کے لئے ہم محتاج حدیث ہیں۔

اس لئے کہ کوئی قانون عمل کرنے والوں کا محتاج نہیں ہوتا بلکہ عمل کرنے والے قانون کے محتاج ہوتے ہیں جیسے معرفت الٰہی عزوجل رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے بغیر ممکن نہیں۔

تو اس کے یہ معنی ہرگز نہیں کہ اللہ تعالیٰ اپنی معرفت کرانے میں رسولوں علیہم السلام کا محتاج ہے بلکہ یہ حقیقت ہے کہ معرفت الٰہی عزوجل حاصل کرنے کے لئے ہم مرسلین عظام کے محتاج ہیں۔

حتیٰ کہ جبرا جپوری مذہب والے بھی اس امر کے تسلیم پر مجبور ہیں کہ جو حدیث موافق قرآن ہو وہ مانی جائے گی اور جو روایت نص قرآن کے خلاف ہو وہ نامقبول ہوگی۔ یہ اصول کے مطابق ہے ان کا قول ہم بھی اسے تسلیم کرتے ہیں کہ جو روایت خلاف نص ہو وہ یقیناً قابل قبول نہیں۔

لیکن اس امر کا تعین کیسے ہوگا کہ موافق قرآن کون سی حدیث ہے اور مخالف قرآن کون سی۔ اگر یہ کہا جائے کہ جس بات

کا ذکر قرآن میں نہیں اور حدیث میں ہے وہی مخالف قرآن کریم ہے تو یہ مفہوم قطعاً حتماً یقیناً غلط ہے۔

ہمارے اعتقاد میں حدیث نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم قرآن کریم کی تفسیر ہے اور ظاہر ہے کہ جس متن کی تفسیر وشرح انہیں الفاظ میں کر دی جائے جو متن میں تھے تو تفسیر بے معنی کے سوا اسے اور کیا کہا جائے گا۔

مثلاً متن میں ہو اَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ تو حدیث میں بھی یہی لفظ ہوں اَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ تو یہ تفسیر بے معنی ہی کہلائے گی۔

البتہ قرآن کریم میں اَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ ہو اور حدیث میں لَا تُقِيْمُوا الصَّلٰوةَ آئے تو یہ حدیث یقیناً مخالف قرآن قرار پائے گی اور اس پر عمل جائز نہ ہوگا۔

لیکن جب قرآن کریم اَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ فرمائے اور حدیث میں اس کی تفسیر یہ ہو کہ صَلُّوْا كَمَا رَاَيْتُمُوْنِيْ اُصَلِّيْ تو یہ یقیناً تفسیر کلام ہوگی۔

چنانچہ قرآن پاک نے اَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ فرمادیا اس کی تفسیر حدیث میں جب دیکھی گئی تو تمام تر تفصیلات احکام نماز بیان ہوگئیں۔

حدیث سے ثابت ہوا کہ صلوٰۃ کس وقت کتنی رکعت میں پڑھی جائے گی فجر کو کتنی ظہر عصر کو کتنی مغرب کو کتنی عشا کو کتنی۔

پھر اس نماز کا حلیہ کہ کیسے پڑھی جائے یہ حدیث سے معلوم ہوا اسی کو تفسیر متن کہا جاتا ہے۔ اسی طرح قربانی کا معاملہ ہے کہ قرآن کریم نے فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ فرمادیا۔ اب حدیث میں نحر کے معنی متحقق ہوئے ورنہ اصطلاح کے اعتبار سے تو نحر کے ایک معنی متحقق ہی نہیں ہو سکتے اس لئے کہ اَنْحَرْ کے معنی دو سجدوں کے درمیان ایسے بیٹھنا کہ سینہ ظاہر ہو جائے۔

دوسرے معنی نماز میں سینہ پر ہاتھ باندھنا۔

تیسرے معنی نماز میں رفع یدین کرنا۔

چوتھے معنی قربانی کرنا ہیں۔

اس پر علامہ رازی رحمہ اللہ نے جو بحث کی ہے اس سے صرف قربانی کے معنی راجح قرار پاتے ہیں چنانچہ فرماتے ہیں کہ اَنْحَرْ کے معنی عامہ مفسرین کے نزدیک قربانی کے ہیں اور یہ معنی پانچ وجوہ سے تمام معانی پر راجح ہیں۔

اول یہ کہ تمام قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے جہاں بھی نماز کا حکم فرمایا وہاں زکوٰۃ کا بھی ساتھ ہی حکم دیا اور آیہ کریمہ میں فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ بیان فرمانے میں یہی حکمت ہے کہ عبادت جانی کے ساتھ عبادت مالی بھی ہو تو زکوٰۃ بھی عبادت مالی ہے اور نحر یعنی قربانی بھی عبادت مالی ہے جو بمنزلہ زکوٰۃ ہے تو ثابت ہوا کہ نحر سے قربانی ہی معنی لینا افضل ہے۔

دوسری وجہ یہ ہے کہ مشرکین اپنے بتوں کے لئے صلوٰۃ و نحر کیا کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے دونوں کام اپنے لئے خاص فرمائے اور ظاہر ہے کہ وَانْحَرْ کے معنی قربانی نہ لئے جائیں تو اللہ تعالیٰ کے لئے یہ خاص عبادت ثابت نہ ہوگی۔

تیسری وجہ یہ کہ نماز میں سینہ پر ہاتھ باندھنا، رفع یدین وغیرہ کرنا یہ سب نماز کے آداب سے ہیں اور وَانْحَرْ فَصَلِّ کا معطوف ہے اور کسی شے کے بعض کا عطف۔ اس کے جمیع پر امر بعید ہے۔ لہٰذا وَانْحَرْ سے قربانی ہی مراد لینا ضروری ہوا تاکہ کلام الٰہی عزوجل میں یہ قباحت لازم نہ آئے۔

چوتھی وجہ یہ ہے کہ فَصَلِّ میں امر الٰہی عزوجل کی تعظیم اور وَانْحَرْ میں شفقت علیٰ خلق اللہ کی طرف اشارہ ہے اور یہ

حقوق عبودیت ان دو اصولوں سے خارج نہیں اس لئے کہ قربانی شفقۃ علیٰ خلق اللہ اور تعظیم ذات واجب تعالیٰ دونوں لوازمات عبدیت ہیں۔

پنجم یہ کہ لفظ نحر کا استعمال تمام معانی مذکورہ کی بہ نسبت قربانی کے معنی میں زیادہ مشہور ہے۔

پھر جلالین میں وَانْحَرْ پر نسکک ہے لکھا ہے:

صاوی حاشیہ جلالین میں بھی ایسا ہی ہے وَانْحَرْ نُسُكَكَ اَیْ هٰذَا یَاكَ وَضَحَایَاكَ۔

علامہ آلوسی رحمہ اللہ روح المعانی میں فرماتے ہیں اَلْمُرَادُ بِهَا صَلٰوةُ الْعِیْدِ وَبِالنَّحْرِ التَّضْحِیَةُ وَ الْاَكْثَرُوْنَ عَلٰی اَنَّ الْمُرَادَ بِالنَّحْرِ نَحْرُ الْاَضَاحِیْ۔ اکثر کے نزدیک نحر سے مروجہ قربانی مراد ہے۔

تو خلاصہ یہ نکلا کہ قرآن کریم میں فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ حکم موجود ہے اس کی تفسیر احادیث میں موجود ہے۔

پھر لطف یہ کہ منکرین حدیث بھی اپنی مطلب براری کے لئے مطلب کی حدیث لے کر باقی سے انکار کرتے ہیں۔ صحاح میں سے وہ حدیثیں پیش کرتے ہیں جس میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ سے اپنی قربانی کے جانور مکہ بھیجتے تھے۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت لاتے ہیں کہ سال حدیبیہ بہت سے اونٹ مکہ کو بھیجے اور یہ نہیں سمجھتے کہ یہ بھیجے ہوئے اونٹ جہاں مذکور ہیں وہاں اضحیہ اور ہدی کا فرق بھی واضح ہے۔

اور جو آیتیں سورہ مائدہ اور حج اور بقرہ میں ہیں ان میں ایام حج کی قربانیوں کا تذکرہ ہے اور یہ اضحیہ نہیں بلکہ ہدی ہے۔

ہدی اور اضحیہ میں جو فرق ہے اسے جب تک نہ سمجھ لیا جائے منکرین حدیث کے دام تزویر سے ایک عامی کا بچنا مشکل ہے۔

ہدی اصل میں اس جانور کو کہتے ہیں جو ذبح کے لئے کعبۃ اللہ کی طرف بھیجا جائے۔ پھر عربی محاورات میں اس لفظ کا اطلاق ہر اونٹ پر ہونے لگ گیا عام اس سے کہ وہ کعبہ بھیجا جائے یا نہ بھیجا جائے۔

مجمع البحار میں ہے: اَلْهَدِیَّةُ بِالتَّشْدِیْدِ كَالْهَدْیِ مُخَفَّفَةً وَهُوَ مَا یُهْدٰی اِلَی الْكَعْبَةِ لِیُنْحَرَ فَاُطْلِقَ عَلٰی جَمِیْعِ الْاِبِلِ وَاِنْ لَّمْ یَكُنْ هَدْیًا۔

اور اضحیہ لغت میں اس جانور کا نام ہے جو ایام اضحیٰ میں ذبح کیا جائے یہ تسمیہ از قبیل تَسْمِیَةُ الشَّیْیءِ بِاسْمِ وَقْتِهٖ ہے اور اصطلاح شرع میں اضحیہ ایسے حیوان مخصوص کے ذبح کو کہتے ہیں جو وقت مخصوص میں بہ نیت قربت ذبح کیا جائے۔

درمختار جلد اول میں ہے: اَلْاُضْحِیَةُ اِسْمٌ لِّمَا یُذْبَحُ اَیَّامُ الْاَضْحٰی مِنْ تَسْمِیَةِ الشَّیْءِ بِاِسْمِ وَقْتِهٖ وَشَرْعًا ذَبْحُ حَیْوَانٍ مَّخْصُوْصٍ بِنِیَّةِ الْقُرْبَةِ فِیْ وَقْتٍ مَّخْصُوْصٍ۔

اس تشریح سے واضح ہوا کہ ہدی کے مفہوم میں مکان مخصوص (الی الکعبۃ) معتبر ہے۔

اور اضحیہ میں مخصوص زمانہ ایام النحر ۱۰۔۱۱۔۱۲ ذی الحجہ کا اعتبار ہے۔ مروجہ قربانی اضحیہ ہے نہ کہ ہدی۔

منکرین حدیث جن آیتوں کو سند لاتے ہیں ان میں قربانی، دم احصار، دم تمتع یا دم جنایت کا ذکر ہے جسے بعض حالتوں میں ہدی بھی کہہ دیتے ہیں مگر اضحیہ نہیں کہہ سکتے۔

اور وہ قربانی جس کو اضحیہ کہا جاتا ہے اس کا ذکر ان آیات میں نہیں بلکہ سورہ کوثر میں ہے۔ فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ۔ اے محبوب نماز پڑھو اور قربانی کرو۔

چنانچہ قربانی کی حدیثوں میں کعبہ یا منیٰ لے جانے کا ذکر نہیں بلکہ جہاں ہو وہاں ہی قربانی کرنا ہے۔

ابن عمر فرماتے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم دس سال مدینہ میں رہے اور قربانی کرتے رہے اَقَامَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْمَدِيْنَةِ عَشْرَةَ سِنِيْنَ يُضَحِّيْ (ترمذی)۔

امام احمد اور ابن ماجہ زید بن دارم سے راوی ہیں کہ صحابہ نے عرض کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم یہ قربانیاں کیا ہیں فرمایا تمہارے باپ ابراہیم کی سنت ہے مَا هٰذِهِ الْاَضَاحِيْ قَالَ سُنَّةُ اَبِيْكُمْ اِبْرَاهِيْمَ۔

بخاری و مسلم براء بن عازب سے روایت کرتے ہیں کہ قربانی کے دن حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ میں ہمیں خطبہ دیا اور فرمایا قربانی کے دن ہمارا پہلا کام یہ ہے کہ ہم نماز پڑھیں پھر واپس آ کر قربانی کریں جس نے ایسا کیا وہ ہماری شریعت اور سنت کو پہنچ گیا اِنَّ اَوَّلَ مَا نَبْدَءُ بِهٖ فِيْ يَوْمِنَا هٰذَا اَنْ نُّصَلِّيَ ثُمَّ نَرْجِعَ فَنَنْحَرَ۔ بخاری۔ مشکوۃ شریف

اور جس نے نماز عید سے پہلے قربانی کر لی تو وہ اپنے اہل وعیال کے لئے گوشت حاصل کرنے کی نیت ہے قربانی سے اس کا کوئی تعلق نہیں۔

بخاری میں ابن عمر فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ میں عیدگاہ کے پاس اونٹ اور دوسرے جانور قربانی فرماتے تھے۔

بخاری و مسلم میں ہے حضرت جندب بن عبداللہ راوی ہیں کہ میں عید اضحیٰ کے دن حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر آیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز عید پڑھی تو ملاحظہ کیا کہ چند قربانیاں نماز سے قبل ہو چکی تھیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے نماز سے قبل قربانی کی اسے چاہئے پھر قربانی کرے۔ انتہی مختصراً

ان شاء اللہ تعالیٰ اس موضوع پر ایک رسالہ علیحدہ مرتب کر کے اس پر سیر حاصل بحث کی جائے گی۔ آگے ارشاد ہے:

وَ اِنْ جٰدَلُوْكَ فَقُلِ اللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ﴿۶۸﴾ اَللّٰهُ يَحْكُمُ بَيْنَكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فِيْمَا كُنْتُمْ فِيْهِ تَخْتَلِفُوْنَ۔ اور اگر وہ (باوجود آپ کی چشم پوشی کے بھی) آپ سے جھگڑیں تو فرما دیں اللہ تمہارے کرتوت خوب جانتا ہے اللہ ہی تم میں فیصلہ کرے گا قیامت کے دن جن باتوں میں تم اختلاف کر رہے ہو۔

اور کہتے پھرتے ہو کہ قربانی صرف مکہ میں ہونی چاہئے یا قربانی سے مالی نقصان ہوتا ہے بہتر یہ ہے کہ یہ رقم جمع کر کے کوئی کارخانہ بنایا جائے ان تمام امور کی حقیقت تم پر قیامت کے دن ظاہر ہو جائے گی۔

اَلَمْ تَعْلَمْ اَنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا فِي السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ ؕ اِنَّ ذٰلِكَ فِيْ كِتٰبٍ ؕ اِنَّ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرٌ۔ کیا تو نہیں جانتا کہ اللہ جانتا ہے جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے بے شک یہ سب کچھ ایک کتاب میں ہے (یعنی لوح محفوظ میں) بے شک یہ اللہ پر آسان ہے۔

اس کے بعد کفار کی جہالت پروری کا ذکر ہے کہ وہ ایسی چیز کی عبادت کرتے ہیں جو مستحق عبادت نہیں۔

چنانچہ ارشاد ہے:

وَيَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَمْ يُنَزِّلْ بِهٖ سُلْطٰنًا وَّ مَا لَيْسَ لَهُمْ بِهٖ عِلْمٌ ؕ وَمَا لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ نَّصِيْرٍ۔ اور مشرکین ایسوں کی پوجا کرتے ہیں (یعنی بتوں کی) جن کی کوئی سند اس نے نہ اتاری اور ایسوں کو پوجتے ہیں جن کا خود انہیں

کچھ علم نہیں (یعنی ان کے پاس ان کے ان افعال شنیعہ پر کوئی دلیل عقلی و نقلی نہیں محض جہالت و نادانی کا شکار ہو کر گمراہی کے گڑھے میں پڑے ہوئے ہیں) اور یہ مشرک ظالم ہیں ان کا کوئی مددگار نہیں جو انہیں عذاب الٰہی سے بچائے۔

وَ اِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِمْ اٰيٰتُنَا بَيِّنٰتٍ تَعْرِفُ فِيْ وُجُوْهِ الَّذِيْنَ كَفَرُوا الْمُنْكَرَ ؕ يَكَادُوْنَ يَسْطُوْنَ بِالَّذِيْنَ يَتْلُوْنَ عَلَيْهِمْ اٰيٰتِنَا ؕ قُلْ اَفَاُنَبِّئُكُمْ بِشَرٍّ مِّنْ ذٰلِكُمْ ؕ اَلنَّارُ ؕ وَعَدَهَا اللّٰهُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ؕ وَ بِئْسَ الْمَصِيْرُ ۔

اور جب پڑھی جائیں ان پر ہماری روشن آیتیں (یعنی قرآن کریم انہیں سنایا جائے) تو تم ان کے چہروں پر بگڑنے کے آثار دیکھو گے جو کافر ہیں قریب ہے کہ لپٹ پڑیں (یَسْطُوْنَ کے معنی بگڑنے کے ہیں) ان سے جو ہماری آیتیں پڑھتے ہیں۔ فرمادیجئے کہ کیا میں تمہیں بتادوں جو تمہارے اس حال سے بھی بدتر ہے (یعنی حق سننے سے جو تمہارے غیظ و غضب کی انتہا ہو جاتی ہے اس سے بھی بدتر ہے) وہ آگ ہے اس کا وعدہ اللہ نے کافروں کو دیا ہے اور وہ لوٹنے کی بری جگہ ہے۔

مختصر تفسیر اردو نواں رکوع - سورۂ حج - پ ۱۷

اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ سَخَّرَ لَكُمْ مَّا فِي الْاَرْضِ وَ الْفُلْكَ تَجْرِيْ فِي الْبَحْرِ بِاَمْرِهٖ ؕ وَ يُمْسِكُ السَّمَآءَ اَنْ تَقَعَ عَلَى الْاَرْضِ اِلَّا بِاِذْنِهٖ ؕ اِنَّ اللّٰهَ بِالنَّاسِ لَرَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ۔ کیا نہ دیکھا تو نے کہ اللہ نے مسخر کیا تمہارے لئے جو کچھ زمین میں ہے اور کشتی کہ چلتی ہے دریا میں اس کے حکم سے اور روکے ہوئے ہے آسمان کو کہ زمین پر نہ گر پڑے مگر اس کے حکم سے بے شک اللہ آدمیوں پر مہر والا مہربان ہے۔

اَلَمْ تَرَ۔ استفہام انکاری ہے۔ جس کے معنی ہوتے ہیں تم نے دیکھا کہ تمہارے لئے جو کچھ زمین کی چیزیں ہیں سب مسخر فرما دیں تاکہ تم جانوروں پر سوار ہو اور اس کے لوازمات پر قبضہ دیا کہ ہر کام میں جس کی ضرورت ہو وہ تمہارے لئے مسخر ہو اور کشتی کہ دریا میں چلتی ہے اور اس کے چلانے کے لئے ہوا اور پانی مسخر کیا تاکہ اس کے حکم سے اس کے چلنے میں تمہیں مدد ملے اور اللہ تعالیٰ لوگوں پر مہر والا اور مہربان ہے کہ اس نے ان کی منفعتوں کے دروازے کھول دیئے اور انواع و اقسام کی مضرتوں سے انہیں محفوظ کیا۔

وَ يُمْسِكُ السَّمَآءَ اَنْ تَقَعَ عَلَى الْاَرْضِ۔ اور روکے رکھا ہے آسمان کو کہ گر نہ پڑے زمین پر۔

آلوسی فرماتے ہیں: اَیْ وَيَمْنَعُ وُقُوْعَ السَّمَاءِ عَلَى الْاَرْضِ یعنی آسمان کو زمین پر گرنے سے روک رکھا ہے۔

راغب رحمہ اللہ کہتے ہیں: يُقَالُ اَمْسَكَ عَنْهُ كَذَا اَیْ مَنَعَهٗ۔ روکا اس کو یعنی اس کو گرنے سے روکا۔ قرآن کریم میں دوسرے مقام پر بھی یہی معنی لئے گئے ہیں۔

هَلْ هُنَّ مُمْسِكٰتُ رَحْمَتِهٖ۔ کیا وہ ہیں روکنے والے اس کی (اللہ کی) رحمت کو یہاں امساک بمعنی بخل ہے۔

اور زمخشری اور قاضی بیضاوی نے اپنی تفسیر میں آیۂ کریمہ اِنَّ اللّٰهَ يُمْسِكُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ اَنْ تَزُوْلَا۔ اللہ روکے ہوئے ہے آسمانوں اور زمین کو گرنے سے۔

اور فلاسفہ کے نزدیک آسمان نہ ثقیل ہے نہ خفیف

اور اسی وجہ میں ان کے زعم میں قبول حرکت مستقیمہ آسمان کے لئے محال ہے۔

اور اسی بنا پر مزاج سماوی پر بھی وہ کہتے ہیں کہ اِنَّهٗ لَا حَارٌّ وَّ لَا بَارِدٌ وَّ لَا رَطْبٌ وَّ لَا يَابِسٌ آسمان نہ حار ہے نہ بارد نہ رطب ہے نہ یابس اور اسی بنا پر قبول حرکت مستقیمہ آسمان کے لئے محال کہتے ہیں۔ اس مبحث پر آلوسی رحمہ اللہ نے روح المعانی میں مفصل بحث کی ہے مَنْ شَاءَ فَلْيَنْظُرْ فِيْهِ۔

اِلَّا بِاِذْنِهٖ فرمانا یہاں ضروری تھا کہ نَطْوِي السَّمَآءَ كَطَيِّ السِّجِلِّ لِلْكُتُبِ وغیرہ آیات بھی ہیں تو اِلَّا بِاِذْنِهٖ نے استثناء کر دیا کہ جب مشیت حق ہوگی تو وہ لپیٹ بھی لیا جائے گا۔

اور اِنَّ اللّٰهَ بِالنَّاسِ لَرَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ اس بنا پر ارشاد ہوا کہ اس میں بھی اللہ تعالیٰ کا بندوں پر احسان ہے کہ اس کے قائم کرنے سے اسباب معاش مہیا فرمائے اور ابواب منافع کھولے ہیں اس کے بعد ارشاد ہے:

وَهُوَ الَّذِيْٓ اَحْيَاكُمْ۔ وہی وہ ذات ہے جس نے تمہیں زندہ کیا۔

حالانکہ تم جماد عنصر تھے اور نطفہ کی شکل میں بے جان اور بے حرکت تھے اس نے تم پر یہ احسان کیا کہ تمہیں زندہ کیا۔ متحرک بنایا اسباب معاش پیدا کرنے کے قابل بنایا۔ لیکن اس سے یہ نہ سمجھ لینا کہ اب یہ حیات تمہاری دوامی ہے بلکہ کچھ مدت تمہیں زندہ رکھ کر باقتضاء ثم تراخی سے۔

ثُمَّ يُمِيْتُكُمْ۔ پھر موت دے گا تم کو۔

جب تمہاری مدت حیات پوری ہو جائے گی لیکن موت کے بعد یہ خیال نہ کر لینا کہ اب مرے ہی رہو گے نہیں بلکہ باقتضاء ثم پھر تم زندہ کئے جاؤ گے۔ چنانچہ ارشاد ہے:

ثُمَّ يُحْيِيْكُمْ۔ پھر تمہیں زندہ کرے گا۔

عِنْدَ الْبَعْثِ۔ یوم بعثت والے دن اور اس کے بعد ارشاد ہوا۔

اِنَّ الْاِنْسَانَ لَكَفُوْرٌ۔ بے شک انسان ہماری نعمتوں سے منکر اور ناشکرا ہے۔

آلوسی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اَلْمُرَادُ بِالْاِنْسَانِ الْكَافِرُ۔ اس سے مراد وہی انسان ہے جو نعمت الٰہی کا منکر ہو وَرُوِيَ ذٰلِكَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ وَ مُجَاهِدٍ۔

وَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَيْضًا اَنَّهٗ قَالَ هُوَ الْاَسْوَدُ بْنُ عَبْدِالْاَسَدِ وَّاَبُوْ جَهْلٍ وَ اُبَيُّ بْنُ خَلَفٍ۔ سید المفسرین ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: اِنَّ الْاِنْسَانَ لَكَفُوْرٌ سے مراد اسود بن عبدالاسد اور ابوجہل اور ابی بن خلف ہیں۔

اس کے بعد کلام مستانف بطریق زجر فرمایا گیا عہد رسالت صلی اللہ علیہ وسلم کے ان لوگوں کو جو اہل ادیان سماوی ہو کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے منازعت کرتے تھے۔ یعنی یہود و نصاریٰ چنانچہ فرمایا گیا:

لِكُلِّ اُمَّةٍ جَعَلْنَا مَنْسَكًا هُمْ نَاسِكُوْهُ فَلَا يُنَازِعُنَّكَ فِي الْاَمْرِ۔ ہر امت کے لئے ہم نے ایک منسک یعنی طریق عبادت رکھا ہے جس پر وہ عمل پیرا ہوں تو منازعت و مخاصمت نہ کریں امور دین میں یعنی ہم نے ہر امت کے لئے وضع کر دیا ہے ایک طریق عبادت یعنی ہر ایک کی شریعت مخصوص ہے۔ علامہ آلوسی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

تو حاصل معنی آیہ کریمہ کے یہ ہوئے کہ عَيَّنَّهَا. كُلَّ شَرِيْعَةٍ لِاُمَّةٍ مُّعَيَّنَةٍ مِّنَ الْاُمَمِ بِحَيْثُ لَا تَتَخَطّٰى اُمَّةٌ مِّنْهُمْ شَرِيْعَتَهَا الْمُعَيَّنَةَ لَهَا اِلٰى شَرِيْعَةٍ اُخْرٰى۔ ہم نے ہر شریعت میں معین کئے ہیں طریقے ہر امت معینہ کے لئے

کوئی امت اس سے خطا نہ کرے اپنی شریعت معینہ سے دوسری شریعت کے ساتھ۔

هُمْ نَاسِكُوْهُ۔ کہ وہ اس پر چلیں اور عامل ہوں۔

یہاں ایک امت تو وہ ہے جو مبعث موسیٰ علیہ السلام سے مبعث عیسیٰ علیہ السلام تک تھی ان کا منسک وہ تھا جو توریت میں انہیں بتایا وہ اس پر عامل تھے اور امت موجودہ مبعث سید اکرم سے لے کر قیامت تک امت واحدہ ہے ان کا منسک وہ ہے جو قرآن کریم میں ہے۔

اور مبعث عیسیٰ علیہ السلام سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مبعث تک وہ امت تھی جن کا منسک انجیل میں تھا وہ اس پر عامل تھے۔

تو حضور سید یوم النشور صلی اللہ علیہ وسلم کے مبعوث ہونے سے پہلے تو توریت وانجیل میں ان کا منسک تھا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے بعد ادیان سابقہ منسوخ ہو گئے تو اب سب کے لئے قرآن کریم سے ہی منسک حاصل کرنا تھا لیکن وہ انواع واقسام کے نزاع کرتے تھے تو ارشاد ہوا:

فَلَا يُنَازِعُنَّكَ فِي الْاَمْرِ۔ تو وہ نہ جھگڑیں تم سے احکام میں۔

نزع کے معنی جذب کے بھی ہیں اور ابن جنی رحمہ اللہ کہتے ہیں **فَلَا يَسْتَخِفَّنَّكَ عَنْ دِيْنِكَ اِلٰى اَدْيَانِهِمْ** تو نہ استخفاف کریں تمہارے دین کا اپنے دین کے مقابلہ میں۔

کشاف میں ہے **اِنَّ الْمَعْنٰى اُثْبُتْ فِيْ دِيْنِكَ ثُبَاتًا لَا يَطْمَعُوْنَ اَنْ يَجْذِبُوْكَ لِيُزِيْلُوْكَ**۔ اس کے معنی یہ ہیں کہ اپنے دین میں ثابت قدم رہو تا کہ وہ خیال ہی نہ کریں کہ تمہیں اپنی طرف جذب کریں اور تمہیں محور دین سے ہٹا دیں۔

اور منسک کے معنی عبادت کے ہیں۔

اور **فِي الْاَمْرِ** پر آلوسی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: **وَالْاَمْرُ الْمُتَنَازَعُ فِيْهِ اَمْرُ الذَّبَائِحِ لِمَا ذُكِرَ مِنْ اَنَّ الْاٰيَةَ نَزَلَتْ بِسَبَبِ قَوْلِ الْخُزَاعِيِّيْنَ بُدَيْلِ بْنِ وَرْقَاءَ وَبِشْرِ بْنِ سُفْيَانَ وَيَزِيْدَ بْنِ خُنَيْسٍ لِلْمُؤْمِنِيْنَ مَا لَكُمْ تَاْكُلُوْنَ مَا قَتَلْتُمْ وَلَا تَاْكُلُوْنَ مَا قَتَلَ اللّٰهُ**۔

امر متنازع ذبیحہ تھا جیسا کہ اول ذکر ہو چکا اور یہ آیۃ قبیلہ خزاعہ کے بدیل بن ورقاء اور بشر بن سفیان اور یزید بن خنیس کے واقع میں نازل ہوئی کہ وہ مسلمانوں سے کہتے تھے کہ تم اپنا ذبیحہ کھاتے ہو اور جسے اللہ مارے اسے نہیں کھاتے تو اس میں وہ مسلمانوں سے نزاع کرتے تھے۔ اس پر جواب دیا گیا:

لِكُلِّ اُمَّةٍ جَعَلْنَا مَنْسَكًا۔ جس کے یہ معنی ہوتے ہیں **لِكُلِّ اُمَّةٍ شَرِيْعَةٌ شَرَعْنَاهَا وَ اَعْلَمْنَاكَ بِهَا فَكَيْفَ يُنَازِعُوْنَ بِمَا لَيْسَ لَهٗ عَيْنٌ وَلَا اَثَرٌ فِيْهَا**۔ ہر امت کے لئے ایک شریعت ہے جسے ہم نے جاری کیا اور تمہیں ہم نے بتا دیا تو کیوں وہ ایسی بات میں جھگڑتے ہیں جن پر ان کی نظر ہے نہ ان کی باتوں کا کوئی اثر۔

ایک قول یہ ہے کہ **اَلْمَعْنٰى عَلَيْهِ لَا تَلْتَفِتْ اِلٰى نِزَاعِ الْمُشْرِكِيْنَ فِيْ اَمْرِ الذَّبَائِحِ فَاِنَّا جَعَلْنَا لِكُلِّ اُمَّةٍ مِّنْ اَهْلِ الْاَدْيَانِ ذَبْحًا هُمْ ذَابِحُوْهُ**۔ اس کے یہ معنی ہیں کہ مشرکوں کی باتوں پر التفات نہ کرو جو وہ امر ذبائح میں کرتے

ہیں اس لئے کہ ہم نے ہرامت کے لئے ان کے مذہب کے موافق ایک ذبح کا طریقہ رکھا جس پر وہ ذبح کرتے تھے۔

پھر آلوسی رحمہ اللہ حاصل معنی آیہ کریمہ کا یوں بتاتے ہیں: وَ حَاصِلُهُ لَا تَلْتَفِتُ اِلٰی ذٰلِکَ فَاِنَّ الذَّبحَ شَرْعٌ قَدِیْمٌ لِلْاُمَمِ غَیْرُ مُخْتَصٍ بِاُمَّتِکَ وَ هٰذَا مِمَّا لَا شَکَّ فِیْ صِحَّتِهٖ۔ حاصل مفہوم آیت یہ ہے کہ تم اس قربانی اور ذبح کے معاملہ میں اصلاً التفات نہ کرو اس لئے کہ ذبح قدیم سے مشروع ہے بلاخصوصیت کسی جماعت اورامت کے اور یہ وہ قانون ہے جس کی صحت میں کسی کو شک نہیں۔

البتہ جو لوگ اس سے بیزار ہو چکے ہیں وہ مثل اسلم جیراجپوری اور پرویز اور عبداللہ چکڑالوی تو وہ ایسی ایسی باتیں نکالتے ہیں جیسی زمانہ جاہلیت میں مشرکین نکالا کرتے تھے۔

چنانچہ انہیں اور کچھ بات نہ ملی تو اقتصادی سوال اٹھا کر لوگوں کے خیالات منتشر کرنے شروع کر دیئے اور ہدی لے جانی والی آیتوں کو قربانی پر منطبق کر ڈالا۔

نحر اور ہدی کا فرق عوام چونکہ سمجھ نہ سکتے تھے وہی مابہ النزاع بناڈالا اللہ عزوجل انہیں ہدایت دے آگے ارشاد ہے:

وَادْعُ اِلٰی رَبِّكَ ؕ اِنَّكَ لَعَلٰی هُدًی مُّسْتَقِیْمٍ۔ اوران جھگڑنے والوں کو اپنے رب کی طرف بلاؤ بے شک آپ طریقہ موصل الی الحق اور سیدھی راہ پر ہیں۔

وَاِنْ جٰدَلُوْكَ فَقُلِ اللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ۔ اور باوجود آپ کی چشم پوشی فرمانے کے بھی وہ آپ سے مجادلہ کریں تو فرما دیجئے اللہ خوب جانتا ہے تمہارے کرتوت۔

اس آیت کریمہ کا حکم آیات قتال سے منسوخ ہے۔

اَللّٰهُ یَحْكُمُ بَیْنَكُمْ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ فِیْمَا كُنْتُمْ فِیْهِ تَخْتَلِفُوْنَ۔ اللہ فیصلہ کرے گا تمہارے اندر بروز قیامت جس بات میں تم اختلاف کررہے ہو۔

اور اس دن پھر حقیقت منکشف ہو جائے گی۔ یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے تسلیہ فرمایا کہ آپ غمگین نہ ہوں ہم آپ کی مخاصمت کا قیامت کے دن فیصلہ کریں گے اس دن یہ پچھتائیں گے کہ ہم نے امور دین میں مسلمانوں سے رسولوں سے کیوں مخاصمہ کیا یٰلَیْتَنَاۤ اَطَعْنَا اللّٰهَ وَاَطَعْنَا الرَّسُوْلَا۔ کاش ہم اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کر لیتے اس کے بعد استینافاً مضمون ماقبل پر استفہام تقریری فرمایا گیا۔

اَلَمْ تَعْلَمْ اَنَّ اللّٰهَ یَعْلَمُ مَا فِی السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ ؕ اِنَّ ذٰلِكَ فِیْ كِتٰبٍ ؕ اِنَّ ذٰلِكَ عَلَی اللّٰهِ یَسِیْرٌ۔ وہ جانتے ہیں اور یقیناً جانتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ جانتا ہے جو کچھ آسمان اور زمین میں ہے (اس سے کچھ مخفی نہیں حتیٰ کہ اقوال کفار اور اعمال سب اس پر واضح ہیں) اور یہ سب کچھ اس کتاب میں ہے جو علم اللہ میں قیامت تک کا حال ہے۔

ابومسلم رحمہ اللہ کہتے ہیں اَلْمُرَادُ مِنَ الْكِتَابِ الْحِفْظُ وَالضَّبْطُ اَیْ اِنَّ ذٰلِکَ مَحْفُوْظٌ عِنْدَ اللّٰهِ تَعَالٰی۔ کتاب سے مراد حفظ وضبط ہے جو اللہ تعالیٰ کے علم میں ہے اور اِنَّ ذٰلِكَ عَلَی اللّٰهِ یَسِیْرٌ اور یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ پر آسان ہے کچھ مشکل نہیں۔ آگے مشرکین کی مذمت ہے:

وَیَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَمْ یُنَزِّلْ بِهٖ سُلْطٰنًا وَّ مَا لَیْسَ لَهُمْ بِهٖ عِلْمٌ ؕ وَمَا لِلظّٰلِمِیْنَ مِنْ نَّصِیْرٍ۔ اور

پوجتے ہیں اللہ کے سوا اسے جس کی کوئی سند اس نے نہ اتاری اور ان کے متعلق انہیں کچھ علم نہیں اور ظالم مشرکوں کا کوئی مددگار نہیں کہ وہ مشرک دین کے اندھے ہیں چنانچہ آگے ان کا تعصب ظاہر فرمایا اور ارشاد ہوا:

وَ اِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِمْ اٰيٰتُنَا بَيِّنٰتٍ تَعْرِفُ فِيْ وُجُوْهِ الَّذِيْنَ كَفَرُوا الْمُنْكَرَ ؕ يَكَادُوْنَ يَسْطُوْنَ بِالَّذِيْنَ يَتْلُوْنَ عَلَيْهِمْ اٰيٰتِنَا ؕ قُلْ اَفَاُنَبِّئُكُمْ بِشَرٍّ مِّنْ ذٰلِكُمْ ؕ اَلنَّارُ ؕ وَعَدَهَا اللّٰهُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ؕ وَ بِئْسَ الْمَصِيْرُ۔ اور جب ان پر ہماری روشن آیتیں پڑھی جائیں (اور قرآن کریم انہیں سنایا جائے) تو تم ان کے چہروں پر بگڑنے کے آثار دیکھو گے جنہوں نے کفر کیا قریب ہے کہ یَسْطُوْنَ لپٹ پڑیں ان کو جو ہماری آیتیں ان پر پڑھتے ہیں فرما دیجئے کیا میں تمہیں بتادوں تمہارے اس حال سے جو بدتر ہے اور وہ آگ ہے اللہ نے اس کا وعدہ دیا کافروں کو اور وہ بری جگہ ہے لوٹنے کی۔

یَسْطُوْنَ کے معنی آلوسی فرماتے ہیں: اَیْ یَثِبُوْنَ وَ یَبْطِشُوْنَ بِهِمْ مِّنْ فَرْطِ الْغَيْظِ وَ الْغَضَبِ۔

بامحاورہ ترجمہ دسواں رکوع - سورۂ حج - پ ۱۷

يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ ضُرِبَ مَثَلٌ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ ؕ اِنَّ الَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ لَنْ يَّخْلُقُوْا ذُبَابًا وَّ لَوِ اجْتَمَعُوْا لَهٗ ؕ وَ اِنْ يَّسْلُبْهُمُ الذُّبَابُ شَيْـًٔا لَّا يَسْتَنْقِذُوْهُ مِنْهُ ؕ ضَعُفَ الطَّالِبُ وَ الْمَطْلُوْبُ ﴿۷۳﴾

اے لوگو سنائی جاتی ہے تمہیں ایک مثال تو سنو کان لگا کر بے شک وہ جنہیں تم پوجتے ہو اللہ کے سوا ہرگز نہ بنا سکیں گے مکھی بھی اگرچہ سب جمع ہو کر آ جائیں اور اگر چھین لے ان سے مکھی کچھ تو اسے واپس نہ لے سکیں کتنا کمزور طالب و مطلوب ہے

مَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَقَوِيٌّ عَزِيْزٌ ﴿۷۴﴾

نہ جانیں اللہ کی قدر جیسے چاہئے تھی بے شک اللہ قوت والا غالب ہے

اَللّٰهُ يَصْطَفِيْ مِنَ الْمَلٰٓئِكَةِ رُسُلًا وَّ مِنَ النَّاسِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌۢ بَصِيْرٌ ﴿۷۵﴾

اللہ چن لیتا ہے فرشتوں سے رسول اور آدمیوں میں سے بے شک اللہ سنتا دیکھتا ہے

يَعْلَمُ مَا بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَ مَا خَلْفَهُمْ ؕ وَ اِلَى اللّٰهِ تُرْجَعُ الْاُمُوْرُ ﴿۷۶﴾

جانتا ہے جو ان کے آگے ہے اور جو پیچھے ہے اور سب کام اللہ ہی کی طرف رجوع ہیں

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا ارْكَعُوْا وَ اسْجُدُوْا وَ اعْبُدُوْا رَبَّكُمْ وَ افْعَلُوا الْخَيْرَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ﴿۷۷﴾

اے لوگوں جو ایمان لائے ہو رکوع کرو سجدہ کرو اور اپنے رب کو پوجو اور نیک کام کرو تا کہ تم فلاح پاؤ

وَ جَاهِدُوْا فِي اللّٰهِ حَقَّ جِهَادِهٖ ؕ هُوَ اجْتَبٰىكُمْ وَ مَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِي الدِّيْنِ مِنْ حَرَجٍ ؕ مِلَّةَ اَبِيْكُمْ اِبْرٰهِيْمَ ؕ هُوَ سَمّٰىكُمُ الْمُسْلِمِيْنَ ۙ۬ مِنْ قَبْلُ وَ فِيْ هٰذَا لِيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ شَهِيْدًا عَلَيْكُمْ وَ تَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ ۚۖ فَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَ اٰتُوا الزَّكٰوةَ وَ اعْتَصِمُوْا بِاللّٰهِ ؕ هُوَ

اور اللہ کی راہ میں جہاد کرو جیسا کہ حق ہے جہاد کا اس نے تمہیں پسند کیا اور نہیں کیا تم پر دین میں حرج کہ وہ دین ہے تمہارے باپ ابراہیم کا اللہ نے تمہارا نام رکھا مسلمان اگلی کتابوں میں اور اس قرآن میں تا کہ ہو رسول تمہارا گواہ تم پر اور ہو تم گواہ لوگوں پر تو نماز قائم رکھو اور زکوٰۃ دو اور اللہ کی رسی مضبوط تھام لو وہ تمہارا مولیٰ ہے تو کیا اچھا

مَوْلٰىكُمْ ۚ فَنِعْمَ الْمَوْلٰى وَنِعْمَ النَّصِيْرُ ﴿٧٨﴾ مولیٰ اور کتنا اچھا مددگار ہے

حل لغات دسواں رکوع - سورۂ حج - پ ۱۷

يٰٓاَيُّهَا۔اے	النَّاسُ۔لوگو	ضُرِبَ۔بیان کی جاتی ہے	مَثَلٌ۔ایک مثال
فَاسْتَمِعُوْا۔تو غور سے سنو	لَهٗ۔اس کو	اِنَّ۔بے شک	الَّذِيْنَ۔وہ جو
تَدْعُوْنَ۔پکارتے ہیں	مِنْ دُوْنِ۔سوا	اللّٰهِ۔اللہ کے	لَنْ۔ہرگز نہیں
يَّخْلُقُوْا۔پیدا کرسکتے	ذُبَابًا۔ایک مکھی	وَّ۔اور	لَوِ۔اگرچہ
اجْتَمَعُوْا۔اکٹھے ہوجائیں	لَهٗ۔اس کے لئے	وَ۔اور	اِنْ۔اگر
يَّسْلُبْهُمُ۔چھین لے جائے ان سے		الذُّبَابُ۔مکھی	شَيْئًا۔کوئی چیز
لَّا۔نہیں	يَسْتَنْقِذُوْهُ۔بچاسکتے اس کو		مِنْهُ۔اس سے
ضَعُفَ۔کمزور ہے	الطَّالِبُ۔طالب	وَ۔اور	الْمَطْلُوْبُ۔مطلوب
مَا۔نہ	قَدَرُوا۔قدر کی انہوں نے	اللّٰهَ۔اللہ کی	حَقَّ۔حق
قَدْرِهٖ۔اس کے قدر کا	اِنَّ۔بے شک	اللّٰهَ۔اللہ	لَقَوِيٌّ۔طاقتور
عَزِيْزٌ۔غالب ہے	اَللّٰهُ۔اللہ	يَصْطَفِيْ۔چن لیتا ہے	مِنَ الْمَلٰٓئِكَةِ۔فرشتوں سے
رُسُلًا۔رسول	وَّ۔اور	مِنَ النَّاسِ۔لوگوں سے	اِنَّ۔بے شک
اللّٰهَ۔اللہ	سَمِيْعٌۢ۔سنتا	بَصِيْرٌ۔جانتا ہے	يَعْلَمُ۔جانتا ہے
مَا۔جو	بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ۔ان کے آگے ہے		وَ۔اور
مَا۔جو	خَلْفَهُمْ۔ان کے پیچھے ہے	وَ۔اور	اِلَى۔طرف
اللّٰهِ۔اللہ کی	تُرْجَعُ۔لوٹائے جاتے ہیں	الْاُمُوْرُ۔سب کام	يٰٓاَيُّهَا۔اے
الَّذِيْنَ۔لوگو جو	اٰمَنُوا۔ایمان لائے ہو	ارْكَعُوْا۔رکوع کرو	وَ۔اور
اسْجُدُوْا۔سجدہ کرو	وَ۔اور	اعْبُدُوْا۔عبادت کرو	رَبَّكُمْ۔اپنے رب کی
وَ۔اور	افْعَلُوا۔کرو	الْخَيْرَ۔نیکی	لَعَلَّكُمْ۔تاکہ تم
تُفْلِحُوْنَ۔فلاح پاؤ	وَ۔اور	جَاهِدُوْا۔جہاد کرو	فِي۔بیچ راہ
اللّٰهِ۔اللہ کے	حَقَّ۔حق	جِهَادِهٖ۔جہاد کرنے کا	هُوَ۔اس نے
اجْتَبٰىكُمْ۔چن لیا تم کو		وَ۔اور	مَا۔نہیں
جَعَلَ۔بنائی	عَلَيْكُمْ۔تم پر	فِي۔بیچ	الدِّيْنِ۔دین کے
مِنْ حَرَجٍ۔کوئی تنگی	مِلَّةَ۔دین	اَبِيْكُمْ۔تمہارے باپ	اِبْرٰهِيْمَ۔ابراہیم کا
هُوَ۔اس نے	سَمّٰىكُمُ۔نام رکھا تمہارا	الْمُسْلِمِيْنَ۔مسلمان	مِنْ قَبْلُ۔پہلے بھی

وَ۔اور	فِیْ۔بیچ	ھٰذَا۔اس (قرآن) کے	لِیَکُوْنَ۔تاکہ ہو
الرَّسُوْلُ۔رسول	شَهِیْدًا۔گواہ	عَلَیْکُمْ۔تم پر	وَ۔اور
تَکُوْنُوْا۔ہو جاؤ تم	شُهَدَآءَ۔گواہ	عَلَی۔اوپر	النَّاسِ۔لوگوں کے
فَاَقِیْمُوا۔تو قائم کرو	الصَّلٰوۃَ۔نماز	وَ۔اور	اٰتُوا۔دو
الزَّکٰوۃَ۔زکوٰۃ	وَ۔اور	اعْتَصِمُوْا۔تھام لو	بِاللّٰهِ۔اللہ کی رسی کو
هُوَ۔وہ	مَوْلٰکُمْ۔تمہارا مولیٰ ہے	فَنِعْمَ۔تو اچھا ہے	الْمَوْلٰی۔مولیٰ
وَ۔اور	نِعْمَ۔اچھا ہے	النَّصِیْرُ۔مددگار	

خلاصہ مفہوم دسواں رکوع۔سورۂ حج۔پ ١٧

یٰٓاَیُّهَا النَّاسُ ضُرِبَ مَثَلٌ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ۔اس رکوع میں مشرکین کے معبودان باطلہ کا عجز مثال میں ظاہر فرمایا ہے۔ چنانچہ ارشاد ہے اے لوگو تمہارے سامنے ایک مثال دی جاتی ہے اسے سنو وہ مثل یہ ہے:

اِنَّ الَّذِیْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ لَنْ یَّخْلُقُوْا ذُبَابًا۔یعنی وہ تمہارے معبود جنہیں تم اللہ کے سوا پوجتے ہو وہ ہرگز مکھی بھی پیدا نہیں کر سکتے۔

اور ظاہر ہے کہ جسے پوجا جائے اس میں اتنی قدرت تو ہونی چاہئے کہ وہ کم از کم مکھی تو پیدا کر سکے لیکن وَّلَوِ اجْتَمَعُوْا لَهٗ اگر وہ سب جمع ہو کر بھی مکھی بنانا چاہیں تو نہ بنا سکیں گے۔

دوسری بات یہ ہے وَاِنْ یَّسْلُبْهُمُ الذُّبَابُ اگر مکھی ان سے کچھ لے اڑے تو وہ اس سے چھین بھی نہیں سکتے تو ضَعُفَ الطَّالِبُ وَالْمَطْلُوْبُ طالب و مطلوب دونوں ضعیف ہیں۔

ضحاک رحمہ اللہ کہتے ہیں طالب سے مراد ان کے پجاری ہیں اور مطلوب سے مراد وہ بت ہیں۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں طالب سے مراد مکھی ہے جو بتوں پر چڑھائے ہوئے میٹھے پر آ بیٹھی اور اس سے کچھ لے کر اڑ گئی اور مطلوب سے مراد وہ بت ہے۔

بعض کا قول ہے کہ یہاں مراد بالعکس ہے طالب بت ہے اور مطلوب مکھی۔

آلوسی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: وَالْاٰیَةُ وَاِنْ کَانَتْ نَازِلَةً فِی الْاَصْنَامِ فَقَدْ کَانُوْا کَمَا رُوِیَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا یُطْلُوْنَهَا بِالزَّعْفَرَانِ وَ رُءُوْسَهَا بِالْعَسَلِ وَ یَغْلُقُوْنَ عَلَیْهَا فَیَدْخُلُ الذُّبَابُ مِنَ الْکُوٰی فَیَاْکُلُهٗ۔

مشرکین زعفران بتوں پر طلا کرتے اور ان کے سر شہد سے تر کر کے دروازہ بت خانہ کا بند کر جاتے۔تو مکھی روشن دانوں میں سے گھس کر اسے کھاتی تھی۔

وَ قِیْلَ کَانُوْا یَضْمَخُوْنَهَا بِاَنْوَاعِ الطِّیْبِ فَکَانَ الذُّبَابُ یَذْهَبُ بِذٰلِکَ اِلَّا اَنَّ الْحُکْمَ عَامٌّ لِسَائِرِ الْمَعْبُوْدَاتِ الْبَاطِلَةِ۔مشرکین بتوں پر طرح طرح کی خوشبوئیں ملتے تو مکھی ان کو چوس جاتی مگر یہ کہ تمام معبودان باطلہ

کے لئے یہ حکم عام ہے۔

بہر حال دونوں کمزور اور ضعیف ہیں جو مکھی اڑانے کی قوۃ بھی نہ رکھیں اور مکھی اگر شیرہ میں پھنس جائے تو اڑ نہ سکے تو ایسے بے حس و بے جان جماد کی پوجا بے وقوفی بے عقلی نہیں تو کیا ہے۔

26B

آلوسی رحمہ اللہ یہی فرماتے ہیں: وَالطَّالِبُ عَابِدُ غَيْرِ اللّٰهِ تَعَالٰى وَالْمَطْلُوْبُ الْاٰلِهَةُ كَمَا رُوِيَ عَنِ السُّدِّيِّ وَالضَّحَّاكِ وَ كَوْنُ عَابِدِ ذٰلِكَ طَالِبًا لِدُعَائِهٖ اِيَّاهُ وَاعْتِقَادُهٗ نَفْعَهٗ وَضَعْفُهٗ لِطَلَبِهِ النَّفْعَ مِنْ غَيْرِ جِهَةٍ وَكَوْنُ الْاٰخِرِ مَطْلُوْبًا ظَاهِرًا كَضَعْفِهٖ۔

وَقِيْلَ الطَّالِبُ الذُّبَابُ لِطَلَبِ مَا يَسْلُبُهٗ عَنِ الْاٰلِهَةِ وَالْمَطْلُوْبُ الْاٰلِهَةُ عَلٰى مَعْنَى الْمَطْلُوْبِ فِيْهِ مَا يَسْلُبُهٗ۔

وَ اخْتَارَ الزَّمَخْشَرِيُّ اَنَّ الطَّالِبَ الْاَصْنَامُ وَالْمَطْلُوْبَ الذُّبَابُ۔ چنانچہ تاسفاً ارشاد ہوا کہ

مَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖ۔ درحقیقت یہ انسان نما حیوان اللہ کی قدر نہ جان سکے کہ

اِنَّ اللّٰهَ لَقَوِيٌّ عَزِيْزٌ۔ بے شک وہ قوت والا غالب ہے۔

اسے چھوڑ کر بتوں کی طرف مائل ہوتے ہیں باآنکہ بتوں کی حقیقت تو ان پر اظہر من الشمس تھی اب رہے وہ لوگ جو اللہ عزوجل کے برگزیدہ ہیں یعنی ملائکہ وانبیاء علیہم السلام انہیں بھی جو پوجتے ہیں اور معبود حقیقی کے برابر ان کے درجات مانتے ہیں ان سے حاجتیں مانگتے ہیں جیسے عیسائی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اور یہودی حضرت عزیر علیہ السلام کو اور ملائکہ علیہم السلام کو پوجتے ہیں۔ ہنود اپنے پرانے مرے کھروں کو، عرب کے مشرکین صائبین ملائکہ کو پوجتے تھے ان کی نسبت فرمایا:

اَللّٰهُ يَصْطَفِيْ مِنَ الْمَلٰٓئِكَةِ رُسُلًا وَّ مِنَ النَّاسِ۔ ملائکہ میں سے ہوں یا انسانوں میں اللہ نے جسے ممتاز فرمایا اور رسول بنایا ان کے متعلق یہ بھی تو خیال رکھنا ضروری ہے کہ اللہ کے بنائے ہوئے برگزیدہ ہیں وہ معبود نہیں بلکہ عابد ہیں وہ مسجود نہیں بلکہ ساجد ہیں پھر ان کے کمالات و معجزات اللہ تعالیٰ کے عطا کئے ہوئے ہیں تو جو اللہ کے برگزیدہ بندے ہیں وہ معبود کیسے ہوسکتے ہیں۔

چنانچہ لفظ رُسُلًا میں اشارہ ہے کہ ملائکہ علیہم السلام یا انسانوں میں جو بھی برگزیدہ اور مقدس ہستیاں ہیں وہ اللہ عزوجل کے بندے اور اس کے بھیجے ہوئے ہیں اور بھیجا ہوا معبود نہیں ہوسکتا۔

دوسرے یہ بھی اس تصریح سے واضح ہوا کہ رسول پیام الٰہی عزوجل بندوں کی طرف لانے والا ہوتا ہے اور اس پیام میں لوگوں کو بتاتا ہے کہ اللہ عزوجل کے سوا کسی کو معبود نہ بنانا تو پھر جو معبود ماسوی اللہ کو بنانے سے منع کرنے والے ہیں انہیں کو معبود بنانا جہالت نہیں تو کیا ہے۔ چنانچہ آگے فرمایا:

اِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌۢ بَصِيْرٌ۔ بے شک اللہ سنتا دیکھتا ہے۔

يَعْلَمُ مَا بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ ۗ وَاِلَى اللّٰهِ تُرْجَعُ الْاُمُوْرُ۔ اور وہ سب کچھ جانتا ہے جو ان کے آگے پیچھے ہے اور اسی کی طرف تمام کام لوٹنے والے ہیں۔

اس لئے کہ ہر بات کا منتہیٰ اللہ تعالیٰ کی طرف ہے اور ہر شے اسی کے قبضۂ قدرت میں ہے۔ اب بت پرستی اور شرک کی

مذمت فرما کر بعثت انبیاء کی تفصیل فرما کر ان اعمال کی طرف مائل کیا جارہا ہے جو فلاح ونجات کا موجب ہیں۔ چنانچہ ارشاد ہے:
يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا ارْكَعُوْا وَاسْجُدُوْا وَاعْبُدُوْا رَبَّكُمْ وَافْعَلُوا الْخَيْرَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ۔ اے ایمان والو اللہ کے لئے رکوع کرو اور سجدہ کرو اور اس کے علاوہ اور بھی عبادات نافلہ کرو اور نیکیاں کرو۔ صلہ رحمی، خیرات وصدقات وغیرہ مکارم اخلاق پر بھی کاربند ہوتا کہ تم فلاح پاؤ۔

یہی وہ آیت ہے جو اختلافی سجدہ والی ہے۔

ابن مبارک اور احمد واسحاق اور امام شافعی علیہم رضوان کے نزدیک یہاں سجدہ کرنا لازم ہے۔

اور حضرت سفیان ثوری اور امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہما کے نزدیک اس جگہ سجدہ تلاوت واجب نہیں۔ یہی مذہب جمہور حنفیہ کا ہے۔

اس کے بعد جہاد فی سبیل اللہ عزوجل کا حکم دے کر رکوع ختم فرمایا۔

وَجَاهِدُوْا فِي اللّٰهِ حَقَّ جِهَادِهٖ۔ اور جہاد اللہ کی راہ میں کرو۔

بعض مفسرین اس سے مراد دشمنان اسلام سے جنگ لیتے ہیں اور حَقَّ جِهَادِهٖ سے مراد نہایت کوشش اور جدوجہد مراد لیتے ہیں۔

بعض کے نزدیک جہاد لسانی اور جہاد بالسیف دونوں مراد ہیں اور جہاد ایسا ہو جس میں خوف ملامت دل میں نہ آئے۔

اور ارباب عرفان اس سے مراد مجاہدۂ نفس لیتے ہیں اور اسے جہاد اکبر کہتے ہیں پھر ارشاد ہوا:

هُوَ اجْتَبٰىكُمْ۔ اللہ تعالیٰ نے تمہیں سب امتوں سے ممتاز کیا۔

وَمَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِي الدِّيْنِ مِنْ حَرَجٍ ۭ مِلَّةَ اَبِيْكُمْ اِبْرٰهِيْمَ ۭ هُوَ سَمّٰىكُمُ الْمُسْلِمِيْنَ۔ اور تمہارے دین میں تم پر کوئی حرج اور تنگی نہیں رکھی یعنی کوئی گناہ ایسا نہیں جس کی معافی توبہ سے نہ ہو اور تمام فرائض بحد استطاعت تم پر رکھے گئے وضو نہ کرسکو تو تیمم کرلو قیام نہ کرسکو تو بیٹھ کر نماز پڑھو یہ دین تمہارے باپ ابراہیم کا ہے۔

اس میں مشرکین سے خطاب ہے کہ یہ دین ابراہیم ہے کوئی نیا مذہب نہیں۔

هُوَ سَمّٰىكُمُ الْمُسْلِمِيْنَ۔ اور انہوں نے تمہارا نام مسلمان رکھا تو اب تمہارا فرض ہے۔

فَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ۔ نماز عبادت جانی اور زکوٰۃ عبادت مالی میں سرگرم رہو۔

وَاعْتَصِمُوْا بِاللّٰهِ۔ ہر بات میں اللہ ہی کا بھروسہ رکھو اس لئے کہ

هُوَ مَوْلٰىكُمْ ۚ فَنِعْمَ الْمَوْلٰى وَنِعْمَ النَّصِيْرُ ۝۷۸ ۔ وہ تمہارا مالک وکارساز ہے اور تمہارا بہترین مددگار ہے۔

مختصر تفسیر اردو دسواں رکوع ۔ سورۂ حج ۔ پ ۱۷

يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ ضُرِبَ مَثَلٌ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ۔ اے لوگو ایک مثال تمہیں دی جاتی ہے اسے کان لگا کر سنو، اور غور سے سوچو وہ مثال یہ ہے:

اِنَّ الَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ۔ جنہیں تم پوجتے ہو اللہ کے سوا۔

ان کی بے چینی، بے بسی، عاجزی اور بے قدری کا یہ عالم ہے کہ وہ ہماری مخلوقات میں سے چھوٹی اور ذلیل مخلوق بھی پیدا نہیں کر سکتے۔

لَنْ یَّخْلُقُوْا ذُبَابًا وَّلَوِ اجْتَمَعُوْا لَهٗ۔ ہرگز نہ بنا سکیں گے ایک مکھی اگرچہ سب اس پر مجتمع ہو جائیں۔

تو عاقل ایسی چیز کو پوجنے کے لئے ہرگز آمادہ نہیں ہو سکتا اور ایک ذی عقل انسان کو یہ شایان شان بھی نہیں کہ ایسے مجبور محض اور بے جان عاجز کو معبود ٹھہرائے اور بتوں کا پجاری بنے اور انہیں الٰہ قرار دے ایسے کرنے والے جاہل اور عقل کے اندھے ہی ہو سکتے ہیں۔

وَاِنْ یَّسْلُبْهُمُ الذُّبَابُ شَیْــٴًـا۔ اور اگر کچھ چھین لے مکھی ان سے۔

یعنی بتوں پر یہ جاہل جو شہد اور زعفران وغیرہ ملتے ہیں ان پر مکھیاں بھنکتی ہیں اور ان کے سر اور منہ سے وہ شہد و زعفران لے جاتی ہیں تو ان بتوں میں اتنی بھی قوت نہیں کہ اسے بھی واپس لے سکیں۔

لَّا یَسْتَنْقِذُوْهُ مِنْهُ۔ اس سے نہیں چھڑا سکتے۔

استنقاذ چھڑانے کو کہتے ہیں تو ایسے بے بس اور بے چین کو خدا بنانا معبود ٹھہرانا کتنی جہالت اور بے عقلی کا فعل ہے درحقیقت بات یہ ہے کہ

ضَعُفَ الطَّالِبُ وَالْمَطْلُوْبُ۔ کمزور ہے طالب بھی اور مطلوب بھی۔

یہاں طالب سے مراد مشرک ہے اور مطلوب سے مراد بت ہے۔

یا طالب مکھی ہے جو بت سے زعفران اور شہد لے جاتی ہے اور مطلوب وہ بت ہے، جس سے مکھی وہ چھین لے جاتی ہے۔

اور بت اس کا کچھ بگاڑ نہیں سکتا اس کے بعد توبیخاً ارشاد ہے کہ اے جاہل مشرکو

مَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖ۔ تم نے اللہ کی قدر نہ جانی جیسے چاہئے تھی۔

اور اس کی عظمت شان نہ پہچانی اور ایسے جماد محض کو اس کے مقابلہ میں معبود ٹھہرایا جو مکھی سے بھی کمزور ہے۔ معبود وہی ہے جو اپنی قدرت کاملہ میں کامل ہے اور وہ اللہ ہی ہے۔

اِنَّ اللّٰهَ لَقَوِیٌّ عَزِیْزٌ ﴿۷۴﴾ اَللّٰهُ یَصْطَفِیْ مِنَ الْمَلٰٓئِكَةِ رُسُلًا وَّمِنَ النَّاسِ۔ بے شک اللہ قوت والا غالب ہے اور وہ اللہ چن لیتا ہے فرشتوں میں سے رسول اور آدمیوں میں سے۔

فرشتوں میں سے جبریل میکائیل وغیرہ ملائکہ علیہم السلام کے رسول چنے گئے اور آدمیوں میں سے حضرت خلیل خطیب الانبیاء اور موسیٰ کلیم اللہ، عیسیٰ روح اللہ اور حضرت سیدنا محمد رسول اللہ صلوات اللہ وسلامہ علیہم اجمعین۔

آیت کا شان نزول

کفار میں سے بعض اس عقیدہ کے مالک تھے کہ بشر رسول نہیں ہو سکتا اس کے رد میں ارشاد ہوا کہ اپنا رسول ملائکہ اور بشر میں سے ہی چنتے ہیں اور اس امر کا اظہار فرمایا کہ ہم مالک مطلق ہیں جسے چاہیں اپنا رسول بنائیں حتیٰ کہ خاتم الانبیاء کی بعثت کے بعد ہم نے یہ سلسلہ ختم فرما دیا اور اعلان کر دیا کہ

وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِیّٖنَ۔ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہی نہیں بلکہ ان پر نبوت ختم کر دی گئی ہے۔

چنانچہ خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی فرمایا: اَنَا خَاتَمُ النَّبِيِّيْنَ لَا نَبِيَّ بَعْدِيْ میں آخری نبی ہوں میرے بعد کوئی نبی نہیں۔

اِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌۢ بَصِيْرٌ ۝ يَعْلَمُ مَا بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ ۭ وَاِلَى اللّٰهِ تُرْجَعُ الْاُمُوْرُ۔ بے شک اللہ سنتا دیکھتا ہے۔ جانتا ہے جو ان کے آگے ہے اور جو ان کے پیچھے ہے اور سب کاموں کا رجوع اللہ کی طرف ہے۔

یعنی اللہ تعالیٰ ان کے آگے کے تمام معاملات جانتا ہے یعنی امور دنیا سے بھی واقف ہے اور ان کے پیچھے کے حالات بھی جانتا ہے یعنی امور آخرت بھی اس کے علم میں ہیں اور اسی کی طرف تمہارے اعمال نامے پیش ہونے ہیں۔

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا ارْكَعُوْا وَاسْجُدُوْا وَاعْبُدُوْا رَبَّكُمْ وَافْعَلُوا الْخَيْرَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ۔ اے ایمان والو رکوع کرو اور سجدہ کرو اور اپنے رب کو پوجو اور نیک کام کرو تاکہ تم فلاح پاؤ۔

چونکہ عہد اول میں نماز بلا رکوع و سجود تھی تو امت مرحومہ کو اس آیۂ کریمہ کے ذریعہ نماز کے اندر رکوع و سجود کی تعلیم دی اور فرمایا کہ یہ رکوع اور سجدہ خالص اللہ کے لئے ہونا چاہئے غیر خدا کے لئے یہ دونوں کام کسی نیت سے بھی جائز نہیں اگر رکوع سجدہ اللہ تعالیٰ کے لئے کرو گے تو کامیاب رہو گے۔

یہی وہ آیت ہے جس پر امام شافعی اور احمد سجدۂ تلاوت لازم فرماتے ہیں اور اس سورۃ میں دو سجدے اس اعتبار سے ہیں پہلا وَمَنْ يُّهِنِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ مُّكْرِمٍ ط پر اور دوسرا سجدہ عند الشافعی اس جگہ۔ لیکن ہمارے امام ہمام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ اور امام مالک رضی اللہ عنہ کے نزدیک یہ سجدہ نہیں تو اس اعتبار سے اس سورۃ میں بھی ایک ہی سجدہ ہوا آگے ارشاد ہے:

وَجَاهِدُوْا فِي اللّٰهِ حَقَّ جِهَادِهٖ ۭ هُوَ اجْتَبٰىكُمْ وَمَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِي الدِّيْنِ مِنْ حَرَجٍ۔ اور اللہ کی راہ میں جہاد کرو جیسا کہ حق ہے جہاد کرنے کا اس نے تمہیں چن لیا اور نہیں کی تم پر دین میں کچھ بھی تنگی۔

یعنی حق یہ کہ اعلاء کلمۃ الحق کے لئے خالص نیت سے جہاد کرو اللہ تعالیٰ نے تمہیں اپنے دین کے لئے چن لیا ہے تاکہ عبادت کرو اور تمہارے دین میں تنگی سختی اور شدت بھی نہیں رکھی بلکہ ہر عمل جو تم پر فرض کیا وہ مشروط باستطاعت وقدرت تم پر فرض کیا۔ قیام نماز میں کب فرض ہے جب تم میں استطاعت ہو۔

وضو جب فرض ہے جب استطاعت ہو ورنہ تیمّم کافی ہے۔

غسل جنابت کی استطاعت نہیں تو تیمّم سے پاک ہو سکتے ہو۔

سفر میں چار رکعت کی بجائے قصر کر لو یعنی دو رکعت ہی فرض ہیں۔

اور روزہ جو فرض تھا بحالت سفر نہ رکھنے میں گناہ نہیں بلکہ اس کی قضاء بعد میں ہو گی۔

اور انہیں فرما دیجئے کہ یہ دین نیا دین نہیں ہے بلکہ

مِلَّةَ اَبِيْكُمْ اِبْرٰهِيْمَ ۭ هُوَ سَمّٰىكُمُ الْمُسْلِمِيْنَ ڏ مِنْ قَبْلُ وَفِيْ هٰذَا لِيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ شَهِيْدًا عَلَيْكُمْ وَتَكُوْنُوْا شُهَدَاۗءَ عَلَى النَّاسِ۔ یہ دین تمہارے باپ ابراہیم کا ہے اس نے ہی تمہارا نام مسلمان رکھا ہے اگلی کتابوں میں اور اس قرآن میں تاکہ یہ رسول تمہارا نگہبان اور گواہ ہو اور تم گواہی دو اور لوگوں پر۔

یعنی دین محمدی میں داخل ہی وہ مسلمان ہے اور اسے ابراہیم علیہ السلام نے مسلمان کہا یا اللہ تعالیٰ نے اس کا نام مسلمان رکھا اور یہ نام پہلی کتابوں سے لے کر اس قرآن پاک تک سب میں موجود ہے اور تمہیں یہ شرف خاص حاصل ہے کہ تم بروز

قیامت شہادت دینے والوں میں ہوگے کہ تمہارے پاس اللہ تعالیٰ کا پیام پہنچا اور امم سابقہ پر ان کے مرسلین عظام نے پیام پہنچادیئے۔ یہ عزت وکرامت اللہ تعالیٰ نے تمہیں عطا فرمائی تو

فَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ وَاعْتَصِمُوْا بِاللّٰهِ ۭ هُوَ مَوْلٰىكُمْ ۚ فَنِعْمَ الْمَوْلٰى وَنِعْمَ النَّصِيْرُ۔ تو نماز قائم رکھو اور زکوٰۃ دو اور اللہ کی رسی مضبوط تھام لو وہ تمہارا مولیٰ ہے تو کتنا اچھا مولیٰ اور کتنا اچھا مددگار ہے۔

یعنی نماز پر مداومت کرو اور اعتصام بحبل اللہ کرو اور اس کے دین پر قائم رہو اور زکوٰۃ دیتے رہو جب تم صاحب نصاب ہو جاؤ یعنی ساڑھے باون تولہ چاندی یا ساڑھے سات تولہ سونا جب تمہاری ملکیت میں ایک سال رہ جائے اور قرض تمہارے اوپر نہ ہو تو اس کا چالیسواں حصہ کسی مسلمان کو ادا کرنا تم پر فرض ہے۔

آج ۳۱/ جولائی ۱۹۵۵ء مطابق یکم ذی الحجہ ۱۳۷۴ھ ہے آج یہ سورۃ مبارکہ ختم ہوئی بفضلہٖ تعالیٰ سترہواں پارہ اختتام پذیر ہوا۔ اللہ تعالیٰ اپنی بارگاہ میں قبول فرمائے۔ (آمین) بحرمت نبی الامین صلی اللہ علیہ وسلم

پارہ نمبر ۱۸

سُوْرَةُ الْمُؤْمِنُوْنَ مَكِّيَّةٌ

كَمَا اَخْرَجَ ابْنُ مَرْدَوَيْهِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ۔

وَ فِي الْبَحْرِ هِيَ مَكِّيَّةٌ بِلَا خِلَافٍ۔

وَاسْتُثْنِيَ مِنْهَا كَمَا فِي الْاِتْقَانِ قَوْلُهٗ تَعَالٰى حَتّٰۤى اِذَاۤ اَخَذْنَا مُتْرَفِيْهِمْ اِلٰى قَوْلِهٖ سُبْحٰنَهٗ مُبْلِسُوْنَ وَاسْتُشْكِلَ الْحُكْمُ عَلٰى مَا عَدَاهُ بِكَوْنِهٖ مَكِّيًّا لِمَا فِيْهِ مِنْ ذِكْرِ الزَّكٰوةِ وَ هِيَ اِنَّمَا فُرِضَتْ بِالْمَدِيْنَةِ۔

وَ هِيَ كَمَا فِي كِتَابِ عَدَدٍ لِلدَّوَانِيِّ وَمَجْمَعِ الْبَيَانِ لِلطَّبْرَسِيِّ مِائَةٌ وَ ثَمَانِيْ عَشَرَةَ اٰيَةً فِي الْكُوْفِيْ وَ مِائَةٌ وَسَبْعَ عَشَرَةَ اٰيَةً فِي الْبَاقِيْ۔

وَقَدْ مَدَحَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْعَشْرَ الْاَوَّلَ مِنْهَا۔

فَقَدْ اَخْرَجَ اَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِيُّ وَالنَّسَائِيُّ وَالْحَاكِمُ وَصَحَّحُوْهُ اَيْضًا فِي الْمُخْتَارَةِ وَ غَيْرُهُمْ عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ كَانَ اِذَا نَزَلَ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْوَحْيُ نَسْمَعُ عِنْدَ وَجْهِهٖ كَدَوِيِّ النَّحْلِ فَاُنْزِلَ عَلَيْهِ يَوْمًا فَمَكَثْنَا سَاعَةً فَسُرِّيَ عَنْهُ فَاسْتَقْبَلَ الْقِبْلَةَ فَرَفَعَ يَدَيْهِ فَقَالَ:

اَللّٰهُمَّ زِدْنَا وَلَا تَنْقُصْنَا وَاَكْرِمْنَا وَلَا تُهِنَّا وَاَعْطِنَا وَلَا تَحْرِمْنَا وَاٰثِرْنَا وَلَا تُؤْثِرْ عَلَيْنَا وَارْضَ عَنَّا وَاَرْضِنَا ثُمَّ قَالَ:

لَقَدْ اُنْزِلَتْ عَلَيَّ عَشْرُ اٰيَاتٍ مَنْ اَقَامَهُنَّ دَخَلَ الْجَنَّةَ ثُمَّ قَرَاَ۔

بامحاورہ ترجمہ پہلا رکوع - سورۃ مومنون - پ ۱۸

قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ ﴿۱﴾ الَّذِیْنَ هُمْ فِیْ صَلَاتِهِمْ خٰشِعُوْنَ ﴿۲﴾

بے شک مراد کو پہنچے ایمان والے جو اپنی نماز میں خشوع کرتے ہیں

وَالَّذِیْنَ هُمْ عَنِ اللَّغْوِ مُعْرِضُوْنَ ﴿۳﴾

اور وہ جو بیہودہ بات کی طرف سے اعراض کرتے ہیں

وَالَّذِیْنَ هُمْ لِلزَّكٰوةِ فٰعِلُوْنَ ﴿۴﴾

اور وہ جو زکوۃ دینے کا کام کرتے ہیں

وَالَّذِیْنَ هُمْ لِفُرُوْجِهِمْ حٰفِظُوْنَ ﴿۵﴾

اور وہ جو اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرتے ہیں

اِلَّا عَلٰۤى اَزْوَاجِهِمْ اَوْ مَا مَلَكَتْ اَیْمَانُهُمْ فَاِنَّهُمْ غَیْرُ مَلُوْمِیْنَ ﴿۶﴾

مگر اپنی بیویوں یا شرعی باندیوں پر جو ان کی ملک ہیں تو ان پر کوئی ملامت نہیں

فَمَنِ ابْتَغٰى وَرَآءَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓىِٕكَ هُمُ الْعٰدُوْنَ ﴿۷﴾

تو جو ان دو کے سوا کچھ اور چاہے تو وہی حد سے بڑھنے والے ہیں

وَالَّذِیْنَ هُمْ لِاَمٰنٰتِهِمْ وَعَهْدِهِمْ رٰعُوْنَ ﴿۸﴾

اور وہ جو اپنی امانتوں اور اپنے عہد کی رعایت کیا کرتے ہیں

وَالَّذِیْنَ هُمْ عَلٰى صَلَوٰتِهِمْ یُحَافِظُوْنَ ﴿۹﴾

اور وہ جو اپنی نمازوں کی حفاظت کرتے ہیں

اُولٰٓىِٕكَ هُمُ الْوٰرِثُوْنَ ﴿۱۰﴾ الَّذِیْنَ یَرِثُوْنَ الْفِرْدَوْسَ ؕ هُمْ فِیْهَا خٰلِدُوْنَ ﴿۱۱﴾

یہی لوگ ہیں جو وارث ہیں جو فردوس کی میراث پائیں گے وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے

وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ سُلٰلَةٍ مِّنْ طِیْنٍ ﴿۱۲﴾

اور بے شک ہم نے انسان کو بنایا خمیرہ شدہ مٹی سے

ثُمَّ جَعَلْنٰهُ نُطْفَةً فِیْ قَرَارٍ مَّكِیْنٍ ﴿۱۳﴾

پھر اسے کیا ہم نے نطفہ ایک مضبوط قرار گاہ میں

ثُمَّ خَلَقْنَا النُّطْفَةَ عَلَقَةً فَخَلَقْنَا الْعَلَقَةَ مُضْغَةً فَخَلَقْنَا الْمُضْغَةَ عِظٰمًا فَكَسَوْنَا الْعِظٰمَ لَحْمًا ۗ ثُمَّ اَنْشَاْنٰهُ خَلْقًا اٰخَرَ ؕ فَتَبٰرَكَ اللّٰهُ اَحْسَنُ الْخٰلِقِیْنَ ﴿۱۴﴾

پھر ہم نے اس نطفہ کو خون کی پھٹک کیا پھر پھٹک کو گوشت کی بوٹی بنایا پھر گوشت کی بوٹی کو ہڈیاں کیا پھر ہڈیوں کو گوشت پہنایا پھر اسے اٹھان دی ایک اور صورت میں تو بڑی برکت والا ہے اللہ سب سے بہتر بنانے والا

ثُمَّ اِنَّكُمْ بَعْدَ ذٰلِكَ لَمَیِّتُوْنَ ﴿۱۵﴾

پھر اس کے بعد تم ضرور مرنے والے ہو

ثُمَّ اِنَّكُمْ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ تُبْعَثُوْنَ ﴿۱۶﴾

پھر تم قیامت کے دن اٹھائے جاؤ گے

وَلَقَدْ خَلَقْنَا فَوْقَكُمْ سَبْعَ طَرَآىِٕقَ ۖ وَمَا كُنَّا عَنِ الْخَلْقِ غٰفِلِیْنَ ﴿۱۷﴾

اور بے شک ہم نے تمہارے اوپر سات راہیں بنائیں اور ہم خلق سے بے خبر نہیں

وَاَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَآءِ مَآءًۢ بِقَدَرٍ فَاَسْكَنّٰهُ فِی الْاَرْضِ ۖ وَاِنَّا عَلٰى ذَهَابٍۭ بِهٖ لَقٰدِرُوْنَ ﴿۱۸﴾

اور ہم نے آسمان سے پانی اتارا ایک اندازہ پر تو اسے زمین پر ٹھہرایا اور بے شک ہم اس کے لے جانے پر قادر ہیں

فَاَنْشَاْنَا لَكُمْ بِهٖ جَنّٰتٍ مِّنْ نَّخِیْلٍ وَّ اَعْنَابٍ ۘ لَكُمْ فِیْهَا فَوَاكِهُ كَثِیْرَةٌ وَّ مِنْهَا تَاْكُلُوْنَ ﴿۱۹﴾

تو اس سے ہم نے تمہارے لئے باغ پیدا کئے کھجوروں اور انگوروں کے تمہارے لئے اس میں بہت سے میوے ہیں اور ان میں سے کھاتے ہو

وَ شَجَرَةً تَخْرُجُ مِنْ طُوْرِ سَیْنَآءَ تَنْۢبُتُ بِالدُّهْنِ وَ صِبْغٍ لِّلْاٰكِلِیْنَ ﴿۲۰﴾

اور وہ پیڑ جو پیدا کیا طور سینا سے اُگتا ہے تیل کے ساتھ اور سالن کھانے والوں کے لئے

وَ اِنَّ لَكُمْ فِی الْاَنْعَامِ لَعِبْرَةً ؕ نُسْقِیْكُمْ مِّمَّا فِیْ بُطُوْنِهَا وَ لَكُمْ فِیْهَا مَنَافِعُ كَثِیْرَةٌ وَّ مِنْهَا تَاْكُلُوْنَ ﴿۲۱﴾

اور بے شک تمہارے لئے چوپایوں میں سمجھنے کا مقام ہے ہم تمہیں پلاتے ہیں اس میں سے جو ان کے پیٹ میں ہے اور تمہارے لئے اس میں بہت نفع ہے اور اس سے تم کھاتے ہو

وَ عَلَیْهَا وَ عَلَى الْفُلْكِ تُحْمَلُوْنَ ﴿۲۲﴾

اور ان پر اور کشتی پر سوار ہوتے ہو

حل لغات پہلا رکوع - سورۂ مومنون - پ ۱۸

قَدْ۔ بے شک	اَفْلَحَ۔ مراد پا گئے	الْمُؤْمِنُوْنَ۔ مومن	الَّذِیْنَ۔ وہ
هُمْ۔ جو	فِیْ۔ بیچ	صَلَاتِهِمْ۔ اپنی نمازوں کے	خٰشِعُوْنَ۔ ڈرتے ہیں
وَ۔ اور	الَّذِیْنَ۔ وہ	هُمْ۔ جو	عَنِ اللَّغْوِ۔ بیہودہ باتوں سے
مُعْرِضُوْنَ۔ منہ پھیرتے ہیں	وَ۔ اور	الَّذِیْنَ۔ وہ	هُمْ۔ جو
لِلزَّكٰوةِ۔ زکوٰۃ	فٰعِلُوْنَ۔ ادا کرتے ہیں	وَ۔ اور	الَّذِیْنَ۔ وہ
هُمْ۔ جو	لِفُرُوْجِهِمْ۔ اپنی شرم گاہوں کی	حٰفِظُوْنَ۔ حفاظت کرتے ہیں	اِلَّا۔ مگر
عَلٰۤى۔ اوپر	اَزْوَاجِهِمْ۔ اپنی بیویوں کے	اَوْ۔ یا	مَا۔ وہ جو
مَلَكَتْ۔ مالک ہیں	اَیْمَانُهُمْ۔ ان کے دائیں ہاتھ	فَاِنَّهُمْ۔ تو یقیناً وہ	غَیْرُ۔ نہیں ہیں
مَلُوْمِیْنَ۔ ملامت کئے گئے	فَمَنِ۔ تو جو	ابْتَغٰى۔ ڈھونڈے	وَرَآءَ۔ سوا
ذٰلِكَ۔ اس کے	فَاُولٰٓئِكَ۔ تو یہ	هُمُ۔ وہ ہیں	الْعٰدُوْنَ۔ حد سے بڑھنے والے
وَ۔ اور	الَّذِیْنَ۔ وہ	هُمْ۔ جو	لِاَمٰنٰتِهِمْ۔ اپنی امانتوں کی
وَ۔ اور	عَهْدِهِمْ۔ اپنے عہد کی	رٰعُوْنَ۔ رعایت کرتے ہیں	وَ۔ اور
الَّذِیْنَ هُمْ۔ وہ جو	عَلٰى۔ اوپر	صَلَوٰتِهِمْ۔ اپنی نمازوں کے	یُحَافِظُوْنَ۔ حفاظت کرتے
ہیں	اُولٰٓئِكَ۔ یہ ہی	هُمُ۔ وہ ہیں	الْوٰرِثُوْنَ۔ وارث
الَّذِیْنَ۔ وہ جو	یَرِثُوْنَ۔ وارث ہوں گے	الْفِرْدَوْسَ۔ فردوس کے	هُمْ۔ وہ
فِیْهَا۔ اس میں	خٰلِدُوْنَ۔ ہمیشہ رہیں گے	وَ۔ اور	لَقَدْ۔ بے شک

خَلَقْنَا۔ ہم نے پیدا کیا　الْاِنْسَانَ۔ انسان کو　مِنْ سُلٰلَةٍ۔ خمیر شدہ　مِّنْ طِيْنٍ۔ مٹی سے
ثُمَّ۔ پھر　جَعَلْنٰهُ۔ بنایا ہم نے اس کو　نُطْفَةً۔ نطفہ　فِيْ۔ بیچ
قَرَارٍ۔ جگہ　مَّكِيْنٍ۔ مضبوط کے　ثُمَّ۔ پھر　خَلَقْنَا۔ بنایا ہم نے
النُّطْفَةَ۔ نطفہ کو　عَلَقَةً۔ خون کی پھٹکی　فَخَلَقْنَا۔ پھر بنایا ہم نے　الْعَلَقَةَ۔ پھٹکی کو
مُضْغَةً۔ گوشت کی بوٹی　فَخَلَقْنَا۔ تو بنایا ہم نے　الْمُضْغَةَ۔ بوٹی کو　عِظٰمًا۔ ہڈیاں
فَكَسَوْنَا۔ تو پہنایا ہم نے　الْعِظٰمَ۔ ہڈیوں کو　لَحْمًا۔ گوشت　ثُمَّ۔ پھر
اَنْشَاْنٰهُ۔ ہم نے پیدا کیا اس کو　خَلْقًا۔ پیدائش　اٰخَرَ۔ نئی
فَتَبٰرَكَ۔ تو برکت والا ہے　اللّٰهُ۔ اللہ　اَحْسَنُ۔ بہتر　الْخٰلِقِيْنَ۔ پیدا کرنے والا
ثُمَّ۔ پھر　اِنَّكُمْ۔ یقینا تم　بَعْدَ۔ بعد　ذٰلِكَ۔ اس کے
لَمَيِّتُوْنَ۔ مرنے والے ہو　ثُمَّ۔ پھر　اِنَّكُمْ۔ یقینا تم　يَوْمَ۔ دن
الْقِيٰمَةِ۔ قیامت کے　تُبْعَثُوْنَ۔ اٹھائے جاؤ گے　وَ۔ اور　لَقَدْ۔ بے شک
خَلَقْنَا۔ ہم نے بنائے　فَوْقَكُمْ۔ تمہارے اوپر　سَبْعَ۔ سات　طَرَآئِقَ۔ راستے
وَ۔ اور　مَا۔ نہیں ہیں　كُنَّا۔ ہم　عَنِ الْخَلْقِ۔ مخلوق سے
غٰفِلِيْنَ۔ بے خبر　وَ۔ اور　اَنْزَلْنَا۔ اتارا ہم نے　مِنَ السَّمَآءِ۔ آسمان سے
مَآءً۔ پانی　بِقَدَرٍ۔ اندازے سے　فَاَسْكَنّٰهُ۔ تو ہم نے ٹھہرایا اس کو
فِي۔ بیچ　الْاَرْضِ۔ زمین کے　وَ۔ اور　اِنَّا۔ بے شک ہم
عَلٰى۔ اوپر　ذَهَابٍۭ۔ لے جانے　بِهٖ۔ اس کے کے　لَقٰدِرُوْنَ۔ البتہ قادر ہیں
فَاَنْشَاْنَا۔ پھر پیدا کیے ہم نے　لَكُمْ۔ تمہارے لئے　بِهٖ۔ اس کے ساتھ　جَنّٰتٍ۔ باغ
مِّنْ نَّخِيْلٍ۔ کھجوروں کے　وَّ۔ اور　اَعْنَابٍ۔ انگوروں سے　لَكُمْ۔ تمہارے لئے
فِيْهَا۔ اس میں　فَوَاكِهُ۔ پھل ہیں　كَثِيْرَةٌ۔ بہت　وَّ۔ اور
مِنْهَا۔ اس سے　تَاْكُلُوْنَ۔ تم کھاتے ہو　وَ۔ اور　شَجَرَةً۔ ایک درخت جو
تَخْرُجُ۔ نکلتا ہے　مِنْ طُوْرِ سَيْنَآءَ۔ طور سیناء سے　تَنْۢبُتُ۔ اگتا ہے
بِالدُّهْنِ۔ تیل کے ساتھ　وَ۔ اور　صِبْغٍ۔ سالن　لِّلْاٰكِلِيْنَ۔ کھانے والوں کیلئے
وَ۔ اور　اِنَّ۔ بے شک　لَكُمْ۔ تمہارے لئے　فِي۔ بیچ
الْاَنْعَامِ۔ چارپایوں کے　لَعِبْرَةً۔ عبرت ہے　نُسْقِيْكُمْ۔ پلاتے ہیں ہم تم کو　مِّمَّا۔ اس سے جو
فِيْ۔ بیچ　بُطُوْنِهَا۔ ان کے پیٹوں کے　وَ۔ اور　لَكُمْ۔ تمہارے لئے
فِيْهَا۔ اس میں　مَنَافِعُ۔ فائدے ہیں　كَثِيْرَةٌ۔ بہت　وَّ۔ اور
مِنْهَا۔ اس سے　تَاْكُلُوْنَ۔ تم کھاتے ہو　وَعَلَيْهَا۔ اور اس پر　وَعَلَى۔ اور اوپر

الْفُلْكِ۔ کشتیوں کے تُحْمَلُوْنَ۔ تم سوار ہوتے ہو

خلاصہ تفسیر پہلا رکوع۔ سورۃ مومنون۔ پ ۱۸

اس سورۃ کا نام سورۃ مومنون ہے۔

یہ سورۃ مکی ہے۔

اس سورۃ میں چھ رکوع اور ایک سو اٹھارہ آیتیں ہیں۔

پہلی سورۃ مبارکہ حج کے ساتھ سورۃ مومنون کا یہ ربط ہے کہ اس کے اخیر میں فرمایا گیا تھا کہ اے امت محمد صلی اللہ علیہ وسلم تمہیں اللہ نے برگزیدہ کیا تا کہ تم اور لوگوں پر دنیا اور آخرت میں نیکی بدی کی شہادت دو اور ہمارا رسول تمہاری شہادت دے گا۔ اور ظاہر ہے کہ شاہد کا عادل اور نیک ہونا ضروری ہے اگر وہ عادل نہ ہو تو اس کی شہادت ہی کیا۔ چنانچہ آخری آیہ میں سورۃ حج کے وَاعْتَصِمُوْا بِاللّٰهِ اور فَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ فرما کر اجمالاً اصولی حسنات بیان فرما دیئے اور سورۃ مومنون اول دس آیتوں میں اس اجمال کی پوری طرح تشریح کر دی گئی ہے۔

اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ علیہم رضوان کو فرما دیا کہ اس کی اول آیتوں پر جو قائم رہے وہ نجات یافتہ جنتی ہے اس حدیث کو احمد و ترمذی نے اور نسائی رحمہم اللہ نے بھی ذکر کیا۔

اور وہ دس آیتیں بیان فرمانے سے اول لفظ قد لا کر بشارت کو محقق فرمایا اور بشارت یہ دی کہ فلاح و کامرانی ہے اسے جو مندرجہ سات صفات اپنے میں پیدا کر کے مکارم اخلاق کا پیکر بن جائے۔ اس لئے کہ یہ سات صفتیں اصل الاصول مکارم اخلاق ہیں۔

ان میں ہی دنیا و آخرت کے متعلق حکمت نظری، عملی اور تہذیب اخلاق، سیاست مدن، تدبیر منزل سب مضمر ہیں۔

چنانچہ قَدْ اَفْلَحَ سے شروع فرما کر بشارت دی گئی کہ بے شک یقیناً کامیاب و فلاح یافتہ ہیں الْمُؤْمِنُوْنَ وہ ایمان والے یہاں ایمان کو پہلے لانے میں یہ حکمت ہے کہ تالی کلام اول یہ سمجھ لے کہ تمام نیکیوں کی جڑ ایمان ہے اور ایمان وہی ہے جو اللہ عزوجل اور اس کی صفات پر ہو اور اس کے ملائکہ پر ہو انبیاء و رسل پر ہو کتب اور آخرت پر ہو اور قدر جزا و خیر و شر پر ہو بعث بعد الموت پر ہو یعنی۔

اٰمَنْتُ بِاللّٰهِ وَ مَلٰٓئِكَتِهٖ وَ رُسُلِهٖ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَالْقَدْرِ خَيْرِهٖ وَ شَرِّهٖ مِنَ اللّٰهِ وَالْبَعْثِ بَعْدَ الْمَوْتِ۔ اور یہی حکمت نظریہ کا نچوڑ اور لب لباب ہے۔

الَّذِيْنَ هُمْ فِيْ صَلَاتِهِمْ خٰشِعُوْنَ۔ یہ حکمت عملی ہے اور مومن کی دوسری صفت ہے اور اس میں سب سے مقدم نماز ہے لیکن نماز بھی وہی نماز ہے جو خشوع و خضوع سے پڑھی جائے خشوع کے معنی مختلف ہیں۔

بعض کے نزدیک دل سے ڈرنا خشوع بتاتے ہیں۔

بعض کے نزدیک اعمال بالا رکان کا نام خشوع ہے بشرطیکہ سکون سے کھڑا ہو کر کسی طرف التفات نہ کرے کپڑے اور داڑھی یا کسی اور چیز سے نہ کھیلے۔

اور صحیح حدیثوں میں دونوں تعریفوں پر عمل پیرا رہنا خشوع قرار دیا ہے۔ آگے ارشاد ہے:

وَالَّذِیْنَ هُمْ عَنِ اللَّغْوِ مُعْرِضُوْنَ۔ تیسری صفت یہ ہے کہ مومن وہ ہیں جو لغو اور بیہودہ باتوں سے کنارہ کش رہیں اور اعراض کریں۔

لغو، حرام اور مکروہ اور اس مباح فعل کو بھی کہتے ہیں جس کی طرف انسان کو حاجت یا ضرورت نہ ہو جیسے ناچ رنگ شادی بیاہ کی فضول رسوم، آتشبازی وغیرہ۔ مزارات اولیاء کرام پر ناچ رنگ محرم میں تعزیہ ماتم وغیرہ وغیرہ۔

وَالَّذِیْنَ هُمْ لِلزَّكٰوةِ فٰعِلُوْنَ۔ یہ چوتھی صفت مومنین کی ہے کہ اپنے مال میں سے اللہ عزوجل کے لئے زکوٰۃ یعنی چالیسواں حصہ حولان حول کے بعد دینا اپنا ضروری کام سمجھتے ہیں۔

وَالَّذِیْنَ هُمْ لِفُرُوْجِهِمْ حٰفِظُوْنَ ۙ﴿۵﴾ اِلَّا عَلٰۤى اَزْوَاجِهِمْ اَوْ مَا مَلَكَتْ اَیْمَانُهُمْ اور وہ جو اپنی بیویوں اور شرعی لونڈیوں کے سوا سب سے اپنی شرم گاہیں محفوظ رکھتے ہیں۔ یہ چوتھی صفت مومنین کی ہے۔ آگے ارشاد ہے:

وَالَّذِیْنَ هُمْ لِاَمٰنٰتِهِمْ وَعَهْدِهِمْ رٰعُوْنَ۔ چھٹی صفت مومن کی یہ ہے کہ وہ اپنی امانت اور عہد کا بھی خیال رکھتے ہیں، امانت میں مال، آبرو بات سب کی حفاظت آ گئی۔ اور عہد میں عہد الٰہی عزوجل سے لے کر باہمی معاہدے آ گئے۔ آگے صفت واضح فرمائی۔

وَالَّذِیْنَ هُمْ عَلٰى صَلَوٰتِهِمْ یُحَافِظُوْنَ۔ اور یہ ساتویں صفت ہے کہ مومن اپنی نمازوں کی پابندیٔ وقت کے ساتھ محافظت کرتا ہے اس کے حق میں فرمایا گیا اُولٰٓىٕكَ هُمُ الْوٰرِثُوْنَ ۙ﴿۱۰﴾ الَّذِیْنَ یَرِثُوْنَ الْفِرْدَوْسَ ؕ هُمْ فِیْهَا خٰلِدُوْنَ۔
یعنی ان سات خصلتوں کا جو مالک ہے وہی اللہ کے فضل سے جنت کے تمام درجات پر وارث ہوگا جسے جنت الفردوس کہا جاتا ہے اور وراثت جنت کی بشارت کے ساتھ خلود کی بھی بشارت دی گئی۔

اس کے بعد منکرین حشر ونشر کا رد فرمایا جو کہتے تھے کہ مر کر زندہ ہونا محال ہے چنانچہ فرمایا:

وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ سُلٰلَةٍ مِّنْ طِیْنٍ۔ بے شک ہم نے انسان کو قطرۂ منی سے پیدا فرمایا جو وہ مٹی سے ہے اس لئے کہ وہ غذائیں جن سے منی بنتی ہے وہ مٹی سے پیدا ہوتی ہیں۔

ثُمَّ جَعَلْنٰهُ نُطْفَةً فِیْ قَرَارٍ مَّكِیْنٍ۔ پھر کیا ہم نے نطفہ کو ایک قرارگاہ یعنی رحم میں قائم کیا۔
ثُمَّ خَلَقْنَا النُّطْفَةَ عَلَقَةً۔ پھر بنایا ہم نے نطفہ کو خون کی پھٹک۔
فَخَلَقْنَا الْعَلَقَةَ مُضْغَةً۔ پھر کیا ہم نے اس مضغہ کو گوشت۔
فَخَلَقْنَا الْمُضْغَةَ عِظٰمًا۔ پھر کیا خون کی پھٹک کو ہڈیاں۔
فَكَسَوْنَا الْعِظٰمَ لَحْمًا۔ پھر پہنایا ہم نے ہڈیوں کو گوشت۔
ثُمَّ اَنْشَاْنٰهُ خَلْقًا اٰخَرَ۔ پھر پیدا کیا ہم نے اس کو نئی پیداوار میں۔
فَتَبٰرَكَ اللّٰهُ اَحْسَنُ الْخٰلِقِیْنَ۔ تو برکت والا ہے بہترین بنانے والا۔
ثُمَّ اِنَّكُمْ بَعْدَ ذٰلِكَ لَمَیِّتُوْنَ۔ پھر تمہیں اس کے بعد ضرور مرنا ہے۔
ثُمَّ اِنَّكُمْ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ تُبْعَثُوْنَ۔ پھر تم بروز قیامت اٹھائے جاؤ گے۔

گویا جواب میں منکرین کو فرمایا کہ بے جان نطفہ کے قطرہ سے تم کیسے بنے غور کرو کہ قطرہ منی خون میں ہم نے بدلا پھر خون کو علقہ ہم نے بنایا پھر علقہ کو مضغہ بنا کر پھر ہڈیاں پیدا کیں پٹھے بنائے ان سے ہاتھ پاؤں بنا کر ایک شکل انسانی بخشی پھر اس میں جان ڈالی پھر شکم مادر سے باہر لائے تو جو ایک بے جان قطرے سے سب کچھ کر سکتا ہے اور جلا کر پھر مار سکتا ہے تو اس مجسمہ کو مرنے کے بعد پھر زندہ کر دینا اس کے لئے کیا مشکل ہے۔ یہ تو دلائل النفس بیان فرمائے۔

اس کے بعد دلائل آفاق یعنی انسان سے علاوہ جو شواہد خالقیت ہیں وہ شروع کئے گئے۔ چنانچہ ارشاد ہوا:

وَلَقَدْ خَلَقْنَا فَوْقَكُمْ سَبْعَ طَرَآئِقَ ۖ وَمَا كُنَّا عَنِ الْخَلْقِ غٰفِلِيْنَ۔ اور بے شک ہم نے بنائے تم پر سات طرائق اور ہم نہ تھے ان کے بنانے سے بے خبر۔

طَرَآئِقَ۔ جمع طریقہ کی ہے۔ آسمانوں کو طرائق یا تو اس وجہ میں کہا گیا کہ ان میں ملائکہ کے آنے جانے کے راستے ہیں۔

یا سبع سیاروں کی چال کے راستے ہیں۔ اس وجہ میں طرائق کہا۔

یا تطارق کی وجہ میں طرائق فرمایا جس کے معنی تہ بہ تہ اوپر تلے ہونے کے ہیں۔

محاورہ میں طَارَقَ الرَّجُلُ نَعْلَيْهِ اِذَا اَطْبَقَ نَعْلًا عَلٰى نَعْلٍ وَطَارَقَ بَيْنَ الثَّوْبَيْنِ اِذَا لَبِسَ ثَوْبًا فَوْقَ ثَوْبٍ كَمَا قَالَ الْخَلِيْلُ وَالزُّجَاجُ وَالْفَرَّآءُ ۔ (کبیر) آگے ارشاد ہوا:

وَمَا كُنَّا عَنِ الْخَلْقِ غٰفِلِيْنَ۔ یعنی ہم نے اس تخلیق میں بے جوڑ تخلیق نہیں فرمائی بلکہ ہر تخلیق میں صدہا حکمتیں رکھی ہیں اور ابتداء سے لے کر انتہا تک ان کے تمام مصالح مدنظر رکھے گئے چنانچہ

وَاَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَآءِ مَآءًۢ بِقَدَرٍ فَاَسْكَنّٰهُ فِى الْاَرْضِ۔ اور ہم نے نازل کیا آسمانوں سے پانی ایک اندازہ کے ساتھ نہ کہ یوں ہی دہانہ کھول کر برسا دیا جاتا کہ دنیا غرقاب ہوتی۔

فَاَسْكَنّٰهُ فِى الْاَرْضِ ۖ وَاِنَّا عَلٰى ذَهَابٍۢ بِهٖ لَقٰدِرُوْنَ۔ پھر اس پانی کو زمین میں رکھا اگرچہ ہم اس پر بھی قادر ہیں کہ اس پانی کو لے جائیں۔ لیکن

فَاَنْشَاْنَا لَكُمْ بِهٖ جَنّٰتٍ مِّنْ نَّخِيْلٍ وَّاَعْنَابٍ ۘ لَكُمْ فِيْهَا فَوَاكِهُ كَثِيْرَةٌ وَّمِنْهَا تَاْكُلُوْنَ۔ ہم نے اس پانی سے تمہارے لئے باغیچے بنائے کھجور اور انگور کے تمہارے لئے اس میں بہت سے میوے ہیں اور اس سے تم کھاتے ہو۔

یعنی اس بارش کے پانی سے ہم نے باغ لگائے جس میں انواع واقسام کی جڑی بوٹیاں وغیرہ میوے پیدا کئے پھر کھجور و انگور تر و خشک میوے گرمی سردی میں تم کھاتے ہو۔

صاحب کشاف رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ مِنْهَا تَاْكُلُوْنَ کے یہ معنی ہیں کہ یہی باغ تمہاری معاش اور روزی کا بھی ایک ذریعہ ہیں اور

وَشَجَرَةً تَخْرُجُ مِنْ طُوْرِ سَيْنَآءَ تَنْۢبُتُ بِالدُّهْنِ وَصِبْغٍ لِّلْاٰكِلِيْنَ۔ اور ہم نے ہی زیتون کا درخت بھی پیدا کیا جو اکثر کوہ طور میں پیدا ہوتا ہے تیل کے ساتھ جو تیل اور ترکاری دیتا ہے کھانے والوں کو۔

یہاں شجرہ جنات پر معطوف ہے جس کے معنی یہ ہوئے کہ اَنْشَاْنَا لَكُمْ شَجَرَةً۔ اس درخت سے مراد زیتون ہے جو ہمیشہ کوہ طور میں پیدا ہوتا ہے اسی لئے تَخْرُجُ مِنْ طُوْرِ سَيْنَآءَ فرمایا۔

تفسیر کشاف میں ہے کہ طُوْرِ یا تو سَیْنَآءَ کی طرف مضاف ہے جسے سِیْنِیْنَ بھی کہتے ہیں یا طُوْرِ مضاف اور سَیْنَآءَ مضاف الیہ ہے دونوں مل کر ایک پہاڑ کے نام سے موسوم ہو گئے۔

تَنْۢبُتُ بِالدُّهْنِ۔ یعنی وہ پیدا ہوتا ہے اس میں تیل ہے۔

وَصِبْغٍ لِّلْاٰكِلِیْنَ۔ اور اس کے کھانے والوں کے لئے یہ سالن بھی ہے یہ اس لئے کہ زیتون کا تیل سب نہیں کھاتے اور جو کھاتے ہیں ان کے لئے یہ سالن ہے۔

اس کے بعد حیوانات کے اکل وشرب پر ارشاد ہے:

وَاِنَّ لَكُمْ فِی الْاَنْعَامِ لَعِبْرَةً ؕ نُسْقِیْكُمْ مِّمَّا فِیْ بُطُوْنِهَا وَلَكُمْ فِیْهَا مَنَافِعُ كَثِیْرَةٌ وَّ مِنْهَا تَاْكُلُوْنَ ﴿۲۱﴾ وَعَلَیْهَا وَعَلَى الْفُلْكِ تُحْمَلُوْنَ۔ اور بے شک تمہارے لئے چار پایوں میں بھی بہت سی عبرت ہے ان سے دودھ کے سوا تمہارے لئے اور بھی فوائد ہیں ان کے اون اور جلد سے بھی کام لیتے ہو اور انہیں تم کھاتے بھی ہو اور ان پر سواری کرتے ہو یا کشتیوں پر دریا عبور کرتے ہو۔

تو جو قادر ذوالجلال ان تمام کاموں کی قدرت رکھتا ہے وہ انسان کو مرنے کے بعد نئی زندگی نہیں دے سکتا تَعٰلٰى عَمَّا یَصِفُوْنَ۔

مختصر تفسیر اردو پہلا رکوع ۔سورۃ مومنون۔پ ۱۸

قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ۔ بے شک فلاح یافتہ ہیں مومن۔

وَالْفَلَاحُ الْفَوْزُ بِالْمُرَادِ۔ فلاح مراد کو پہنچنے کے معنی میں آتی ہے۔

ایک قول ہے اَلْبَقَآءُ فِی الْخَیْرِ۔ بھلائیوں میں رہنے کے معنی میں مستعمل ہے اور اِفْلَاح اس بھلائی میں داخل ہونا ہے۔

اور مومن وہ ہے جو مصدق ہو اس امر کا کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا دین حق ہے اور توحید ونبوت اور حشر جسمانی اور جزا وسزا حق ہیں چنانچہ علامہ آلوسی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"وَالْمُرَادُ بِالْمُؤْمِنِیْنَ قَبْلُ وَمَا یُصَدِّقُوْنَ بِمَا عُلِمَ ضَرُوْرَةً اَنَّهٗ مِنْ دِیْنِ نَبِیِّنَا صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مِنَ التَّوْحِیْدِ وَالنُّبُوَّةِ وَالْحَشْرِ الْجِسْمَانِیِّ وَالْجَزَآءِ وَنَظَائِرِهَا۔

اَلَّذِیْنَ هُمْ فِیْ صَلَاتِهِمْ خٰشِعُوْنَ۔ وہ جو اپنی نماز میں خشوع کرتے ہیں۔

یہ پہلی صفت مومن ہے۔ خشوع کی متعدد تعریفات ہیں۔

اَلْخُشُوْعُ ۔ اَلتَّذَلُّلُ مَعَ خَوْفٍ وَّ سُكُوْنٍ لِلْجَوَارِحِ۔ خشوع انتہاء تذلل اور خوف اور سکون اعضاء کو کہتے ہیں اسی وجہ میں سید المفسرین رضی اللہ عنہ کا قول ابن جریر وغیرہ نے نقل کیا خٰشِعُوْنَ خَائِفُوْنَ سَاكِنُوْنَ۔

مجاہد کہتے ہیں: اِنَّهٗ هٰهُنَا غَضُّ الْبَصَرِ وَ خَفْضُ الْجَنَاحِ۔ خشوع آنکھیں نیچی کر کے عاجزی سے جھکنے کے ہیں۔

مسلم بن یسار رحمہ اللہ کہتے ہیں تَنْكِیْسُ الرُّءُوْسِ۔ سر جھکانے کے معنی میں خشوع آتا ہے۔

حضرت شیر خدا علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں: تَرْکُ الْاِلْتِفَاتِ خُشُوْعٌ۔ خشوع ہر طرف سے التفات ترک کرنا ہے۔

ابوالدرداء رضی اللہ عنہ کہتے ہیں اِعْظَامُ الْمَقَامِ وَاِخْلَاصُ الْمَقَالِ وَالْیَقِیْنُ التَّامُ وَجَمْعُ الْاِهْتِمَامِ وَیَتْبَعُ ذٰلِکَ تَرْکُ الْاِلْتِفَاتِ وَهُوَ مِنَ الشَّیْطَانِ۔ خشوع نام ہے عظمت مقام ذات کے ساتھ اخلاص مقال حاصل کرنا اور پورے یقین سے تمام عظمتوں کا اہتمام کرنا اور اس کے ماتحت ترک التفات ہے کہ وہ شیطان کی طرف سے ہے۔

بخاری شریف میں حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے اور نسائی میں حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا سے ہے: قَالَتْ سَاَلْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْاِلْتِفَاتِ فِی الصَّلٰوةِ فَقَالَ هُوَ اِخْتِلَاسٌ یَّخْتَلِسُهُ الشَّیْطَانُ مِنْ صَلٰوةِ الْعَبْدِ۔ صدیقہ فرماتی ہیں میں نے حضور سے نماز میں التفات کے متعلق سوال کیا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ اختلاس شیطان ہے جو بندے کی نماز میں وسوسہ کے ذریعہ آتا ہے۔

وَاَخْرَجَ ابْنُ اَبِیْ شَیْبَةَ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ اَنَّهٗ قَالَ فِیْ مَرَضِهٖ اَقْعِدُوْنِیْ اَقْعِدُوْنِیْ فَاِنَّ عِنْدِیْ وَدِیْعَةً اَوْدَعَنِیْهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا یَلْتَفِتُ اَحَدُکُمْ فِیْ صَلٰوتِهٖ فَاِنْ کَانَ لَا بُدَّ فَاعِلًا فَفِیْ غَیْرِ مَا افْتَرَضَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَتَرْکُ الْعَبْثِ بِثِیَابِهٖ اَوْ شَیْءٍ مِّنْ جَسَدِهٖ وَ اِنْکَارُ مُنَافَاتِهٖ لِلْخُشُوْعِ مُکَابَرَةٌ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے اپنے مرض میں فرمایا مجھے بٹھاؤ مجھے بٹھاؤ اس لئے کہ میرے پاس ایک امانت ہے جو مجھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دی ہے۔

فرمایا تم میں سے اپنی نماز میں کوئی ادھر ادھر ملتفت نہ ہو اور اگر ضروری ہو تو فرائض سے علیحدہ ہو کر اور عبث اور بے کار حرکت کپڑوں سے یا اپنے جسم سے نہ کی جائے اور منافات شریعت سے انکار خشوع میں مکابرہ ہے۔

اور نوادر الاصول میں حکیم ترمذی حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے راوی ہیں اگرچہ اس کی سند ضعیف ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو نماز میں دیکھا کہ وہ اپنی داڑھی سے عبث حرکت کر رہا ہے تو حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: لَوْ خَشَعَ قَلْبُهٗ هٰذَا خَشَعَتْ جَوَارِحُهٗ وَتَرْکُ رَفْعِ الْبَصَرِ اِلَی السَّمَآءِ وَاِنْ کَانَ الْمُصَلِّیْ اَعْمٰی۔

اگر اس کا دل خاشع ہوتا تو اس کے اعضاء بھی خاشع ہوتے اور اپنی نظر آسمان کی طرف اٹھانے سے روکتا اگرچہ نمازی نابینا ہی کیوں نہ ہو۔ اور اس کی نہی وارد ہو چکی ہے۔

اور خشوع میں اختلاف ہے کہ فرائض صلوٰۃ سے ہے یا فضائل نماز سے تو صحیح یہی ہے کہ فرائض سے ہے۔

وَ فِی الْبَحْرِ نَقْلًا عَنِ التَّحْرِیْرِ اَنَّهٗ اُخْتُلِفَ فِی الْخُشُوْعِ هَلْ هُوَ مِنْ فَرَائِضِ الصَّلٰوةِ اَوْ مِنْ فَضَائِلِهَا وَ مُکَمِّلَاتِهَا عَلٰی قَوْلَیْنِ وَالصَّحِیْحُ الْاَوَّلُ ۔ وَمَحَلُّهُ الْقَلْبُ۔

اور احناف کے نزدیک یہ ہے جو علامہ ابن حجر نے منہاج اور اس کی شرح میں فرمایا:

وَ یُسَنُّ الْخُشُوْعُ فِیْ کُلِّ صَلٰوتِهٖ بِقَلْبِهٖ۔ اور مسنون ہر نماز میں دل سے خشوع ہے۔

اور اگر بلا خشوع نماز ہی نہ ہو تو باستثناء چند کے کسی کی بھی نماز نہ ہوگی۔

چنانچہ حدیث میں ہے جسے حاکم نے عبادہ بن صامت سے نقل کیا قَالَ یُوْشِکُ اَنْ تَدْخُلَ الْمَسْجِدَ فَلَا تَرٰی فِیْهِ رَجُلًا خَاشِعًا۔ فرمایا عنقریب وہ زمانہ آئے گا کہ تو مسجد میں داخل ہوگا تو کسی کو خاشع نہ پائے گا۔

وَ اَخْرَجَ ابْنُ اَبِیْ شَیْبَةَ وَ اَحْمَدُ فِی الزُّهْدِ وَالْحَاکِمُ وَصَحَّحَهٗ عَنْ حُذَیْفَةَ قَالَ اَوَّلُ مَا تَفْقِدُوْنَ مِنْ دِیْنِکُمُ الْخُشُوْعُ وَاٰخِرُ مَا تَفْقِدُوْنَ مِنْ دِیْنِکُمُ الصَّلٰوةُ الْاِسْلَامُ عُرْوَةٌ عُرْوَةٌ۔ الخ

اول جو چیز تمہارے دین سے گم ہوگی وہ خشوع ہے اور آخر جو تمہارے دین سے گم ہوگی وہ نماز ہے پھر کمزور اسلام ہی رہ جائے گا یہاں تک کہ عروہ عروہ رہ جائے۔

عربی میں عروہ اس درخت کو کہتے ہیں جس کے پتے گرمی میں گرنے کے قابل ہی نہ رہیں۔

اور عُرْوَةٌ مِّنْهُ اَیْ خُلُوٌّ۔ خالی رہ جائے۔ جیسا کہ دوسری حدیث میں آیا مَا یَبْقٰی مِنَ الْاِسْلَامِ اِلَّا رَسْمُهٗ وَمَا یَبْقٰی مِنَ الْاَعْمَالِ اِلَّا اِسْمُهٗ۔ اسلام محض نام کا رہ جائے اور اعمال محض اسم بن کر رہ جائیں آگے ارشاد ہے:

وَالَّذِیْنَ هُمْ عَنِ اللَّغْوِ مُعْرِضُوْنَ۔ اور وہ جو لغو سے اعراض کریں۔

سید المفسرین ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ لغو کی تفسیر باطل ہے۔ اور یہ لغا سے ہے اور لغا چڑیوں اور اس کی مثل پرندوں کی آواز کو کہتے ہیں۔

وَقَدْ یُسَمّٰی کُلُّ کَلَامٍ قَبِیْحٍ لَغْوًا۔ اور کبھی لغو ہر اس کلام کو کہا جاتا ہے جو قبیح ہو۔

مُعْرِضُوْنَ۔ اعراض کرتے ہیں۔ عام اوقات میں گو وہ لہو میں سے حال کے اندر بھی نہیں پڑتے آگے ارشاد ہے:

وَالَّذِیْنَ هُمْ لِلزَّکٰوةِ فٰعِلُوْنَ۔ اور وہ جو زکوٰۃ دینے کا کام کرتے ہیں۔

بظاہر یہ ہے کہ زکوٰۃ کے معنی مصدری یہاں مراد ہیں یعنی تزکیہ اس لئے کہ تزکیہ فعل سے متعلق ہے۔

اور دوسرے معنی یہ ہو سکتے ہیں کہ مقدار معین مزکی نکالے تو عبارت یوں بنے گی اَیْ لِاَدَآءِ الزَّکٰوةِ فَاعِلُوْنَ۔ یَعْنِیْ مُؤَدُّوْنَ۔ اس لئے کہ جب کہا جائے فَعَلْتُ الزَّکٰوةَ تو اس کے معنی ہوں گے اَدَّیْتُهَا تو اول عبادت بدنی کا اظہار اوصاف مومن میں فرمایا پھر عبادت مالی یعنی زکوٰۃ کا اظہار فرمایا۔

اور ابی مسلم رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اِنَّ الزَّکٰوةَ هٰهُنَا بِمَعْنَی الْعَمَلِ الصَّالِحِ کَمَا فِیْ قَوْلِهٖ تَعَالٰی خَیْرًا مِّنْهُ زَکٰوةً وَّاَقْرَبَ رُحْمًا وَاخْتَارَ الرَّاغِبُ اِنَّ الزَّکٰوةَ بِمَعْنَی الطَّهَارَةِ۔

اس جگہ زکوٰۃ بمعنی عمل صالح ہے جیسے قرآن کریم میں بھی ہے خَیْرًا مِّنْهُ زَکٰوةً وَّ اَقْرَبَ رُحْمًا۔ اور علامہ راغب رحمہ اللہ نے بھی یہی معنی لئے اور کہا تفسیر زکوٰۃ بمعنی عمل صالح ہے اور بمعنی طہارت ہے تو عبارت یوں بنی وَالَّذِیْنَ یَفْعَلُوْنَ مَا یَفْعَلُوْنَ مِنَ الْعِبَادَةِ لِیُزَکِّیَهُمُ اللّٰهُ تَعَالٰی اَوْلِیُزَکُّوْا اَنْفُسَهُمْ۔ وہ جو کچھ عبادتیں کرتے ہیں وہ اس غرض سے کرتے ہیں کہ اللہ انہیں پاک کردے یا وہ اپنے نفسوں کو پاک کرتے ہیں۔

اور اس کی تائید میں آیات کریمہ بھی ہیں قَدْ اَفْلَحَ مَنْ تَزَکّٰی ﴿۱۴﴾ وَ ذَکَرَ اسْمَ رَبِّهٖ فَصَلّٰی اور قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَکّٰىهَا۔ اس لئے قرآن کریم کی تفسیر قرآن کریم سے بھی ملتی ہے۔

اور یہ معنی اس وجہ سے بھی مناسب ہیں کہ یہ سورۃ مکی ہے اور زکوٰۃ مدینہ منورہ میں فرض ہوئی ہے۔ آگے ارشاد ہے:

وَالَّذِيْنَ هُمْ لِفُرُوْجِهِمْ حٰفِظُوْنَ ۙ اِلَّا عَلٰٓى اَزْوَاجِهِمْ اَوْ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُمْ اور وہ جو اپنی شرمگاہوں کی محافظت کرتے ہیں سوا اپنی بیویوں اور شرعی باندیوں کے۔ ایمان کی صفتوں میں عفت بھی ایک اہم صفت ہے۔

اگر چہ یہ بھی عَنِ اللَّغْوِ مُعْرِضُوْنَ میں آ گیا تھا لیکن اسے علیحدہ بیان فرمانے میں یہ حکمت ہے۔ کہ مقتضیات شہوت انسان کو قضاء شہوت کی طرف خصوصیت سے مائل کرتے ہیں اس لئے علیحدہ فرمایا جس کے یہ معنی ہوئے وَاِنَّهُمْ حَافِظُوْنَ لَهَا عَنِ ابْتِغَآءِ مُقْتَضَاهَا۔ مومنین مقتضیات شہوات کے اجبار پر محافظت بھی کرتے ہیں۔ مگر حَالَ كَوْنِهِمْ وَالِيْنَ وَقَوَّامِيْنَ عَلٰى اَزْوَاجِهِمْ۔ جبکہ وہ مالک وقوام ہوں اپنی بیوی یا شرعی باندی پر تو اس کا حکم یہ ہے۔

فَاِنَّهُمْ غَيْرُ مَلُوْمِيْنَ عَلٰى تَرْكِ حِفْظِهَا مِنْهُنَّ۔ اس پر وہ ملامت نہیں کئے جائیں گے ترک حفظ فروج میں۔ اس حکم میں جمع بَيْنَ الْاُخْتَيْنِ بھی داخل ہیں اگر چہ وہ باندی ہو یعنی شرعی لونڈی دو بہنیں ہوں تو ان میں سے ایک جائز ہے۔ اس کے بعد ارشاد ہوا فَاِنَّهُمْ غَيْرُ مَلُوْمِيْنَ۔ تو وہ اپنی ازواج واماء میں ملامت نہیں کئے جائیں گے۔

فَمَنِ ابْتَغٰى وَرَآءَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْعٰدُوْنَ۔ تو جو اس کے خلاف کرے وہی نافرمانی میں کامل ہے۔ آلوسی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

وَ يَدْخُلُ فِيْمَا وَرَآءَ ذَالِكَ الزِّنَا وَاللِّوَاطُ وَ مُوَاقَعَةُ الْبَهَآئِمِ فَقَالَ الْجَمْهُوْرُ وَ هُوَ دَاخِلٌ فِيْمَا وَرَآءَ ذٰلِكَ اَيْضًا فَيُحَرَّمُ ۔ يَعْنِيْ فَمَنِ ابْتَغٰى وَرَآءَ ذٰلِكَ میں زنا، لواطت اور جانوروں کے ساتھ افعال خلاف فطرت سب حرام ہیں اس پر جمہور کا اتفاق ہے۔

اور اسی آیت کریمہ سے حرمت متعہ بھی نکلتی ہے چنانچہ عبدالرزاق، ابوداؤد قاسم بن محمد رحمہم اللہ سے راوی ہیں اَنَّهُ سُئِلَ عَنِ الْمُتْعَةِ فَقَالَ هِيَ مُحَرَّمَةٌ فِيْ كِتَابِ اللّٰهِ تَعَالٰى وَتَلَا وَالَّذِيْنَ هُمْ لِفُرُوْجِهِمْ حٰفِظُوْنَ۔ آپ سے متعہ کے بارے میں سوال ہوا فرمایا وہ حرام ہے کتاب اللہ میں اور وَالَّذِيْنَ هُمْ لِفُرُوْجِهِمْ حٰفِظُوْنَ تلاوت فرمائی۔

اور اس پر یہ دلیل فرمائی: اِنَّ الْمُسْتَمْتَعَ بِهَا لَيْسَتْ مِلْكُ الْيَمِيْنِ وَلَا زَوْجَةٌ فَوَجَبَ اَنْ لَّا تَحِلَّ لَهٗ اَمَّا اِنَّهَا لَيْسَتْ مِلْكُ الْيَمِيْنِ فَظَاهِرٌ وَاَمَّا اِنَّهَا لَيْسَتْ زَوْجَةٌ لَّهٗ فَلِاَنَّهُمَا لَا يَتَوَارَثَانِ بِالْاِجْمَاعِ وَلَوْ كَانَتْ زَوْجَتُهٗ لَحَصَلَ التَّوَارُثُ لِقَوْلِهٖ تَعَالٰى وَلَكُمْ نِصْفُ مَا تَرَكَ اَزْوَاجُكُمْ اِنْ لَّمْ يَكُنْ لَّهُنَّ وَلَدٌ۔

علاوہ ازیں یہ امر واضح ہے کہ مستمتع اگر بعد متعہ مر جائے تو مستمتعہ کو میراث نہیں ملتی اور مستمتعہ کی اولاد بھی اسی طرح وارث نہیں بنتی جس طرح مزنیہ کی اولاد کو حصہ نہیں ملتا۔

تو واضح ہو گیا کہ متعہ بمنزلہ زنا ہے اگر زنا حلال ہوتا تو متعہ بھی حلال ہوتا اور جب ایسا نہیں تو متعہ بھی حلال نہیں۔ اس لئے کہ متعہ کر کے مستمتع مستمتعہ کو عرف میں بیوی نہیں کہتا اور اس سے ان اسرار کا قصد بھی نہیں ہوتا جو مشروعیت نکاح میں ہے توالد وتناسل اور بقاء نوع ملحوظ ہوتی ہے بلکہ مجرد قضاء وطر یعنی خواہش اور تسکین دغدغہ منی ہوتی ہے۔

كَمَا قَالَ الْاٰلُوْسِيُّ فِيْ رُوْحِ الْمَعَانِيْ ۔ اَلْاٰيَةُ ظَاهِرَةٌ فِيْ تَحْرِيْمِ الْمُتْعَةِ فَاِنَّ الْمُسْتَمْتَعَ بِهَا لَا يقَالُ لَهَا زَوْجَةٌ فِي الْعُرْفِ وَلَا يُقْصَدُ مِنْهَا مَا هُوَ السِّرُّ فِيْ مَشْرُوْعِيَّةِ النِّكَاحِ مِنَ التَّوَالُدِ وَالتَّنَاسُلِ

بِبَقَآءِ النَّوْعِ بَلْ مُجَرَّدُ قَضَآءِ الْوَطَرِ وَ تَسْكِيْنِ دَغْدَغَةِ الْمَنِيِّ وَ نَحْوِ ذٰلِکَ۔

اور صحیحین میں ہے: اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَرَّمَ الْمُتْعَةَ يَوْمَ خَيْبَرَ۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے متعہ یوم خیبر میں حرام فرمایا۔

اور مسلم شریف میں ہے: اِنَّهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ حَرَّمَهَا يَوْمَ الْفَتْحِ۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یوم فتح پر اس کی حرمت کا حکم صادر فرمایا۔

ان دونوں حدیثوں میں ابن ہمام یوں توفیق فرماتے ہیں۔

بِاَنَّهَا حُرِّمَتْ مَرَّتَيْنِ مَرَّةً يَوْمَ خَيْبَرَ وَمَرَّةً يَوْمَ الْفَتْحِ وَ ذٰلِکَ يَقْتَضِيْ اَنَّهَا كَانَتْ حَلَالًا قَبْلَ هٰذَيْنِ الْيَوْمَيْنِ۔ متعہ کی حرمت دوبار نافذ ہوئی یوم خیبر پر ایک بار اور فتح مکہ پر دوبارہ اور اس سے بھی اقتضاء ثابت ہوتا ہے کہ یہ ان دونوں سے قبل حلال تھا۔

وَرَوَى ابْنُ الْمُنْذِرِ وَابْنُ اَبِيْ حَاتِمٍ وَالْحَاكِمُ وَصَحَّحَهٗ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا۔

لَزِمَ اَنْ تَكُوْنَ مُحَرَّمَةً بِمَكَّةَ يَوْمَ نَزَلَتِ الْاٰيَةُ وَهُوَ قَبْلَ هٰذَيْنِ الْيَوْمَيْنِ فَتَكُوْنُ قَدْ حُرِّمَتْ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ۔ لازمی طور پر یہ ماننا پڑے گا کہ یہ حرمت مکہ معظمہ میں اس آیت کے نزول پر نافذ ہوئی۔ بالاتفاق

اور اس آیۂ کریمہ کا نزول خیبر و فتح مکہ سے قبل ہوا تو لازمی طور پر اس کی حرمت کے احکام تین بار نافذ ہوئے۔

اور صحیح مسلم کی حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ کسی موقعہ پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے استمتاع بالنساء کی اجازت دی تھی پھر حکم صریح حرمت کا دے دیا۔

حَيْثُ قَالَ فِيْ صَحِيْحِ مُسْلِمٍ عَنْهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ كُنْتُ اَذِنْتُ لَكُمْ فِي الْاِسْتِمْتَاعِ مِنَ النِّسَآءِ وَقَدْ حَرَّمَ اللّٰهُ تَعَالٰى ذٰلِکَ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں نے اجازت استمتاع بالنساء دی تھی لیکن اب اللہ تعالیٰ نے اسے قیامت تک حرام فرمادیا ہے۔

پھر ایک واقعہ علامہ حازمی رحمہ اللہ اپنی مسند میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت فرماتے ہیں: خَرَجْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلٰى غَزْوَةِ تَبُوْکَ حَتّٰى اِذَا كُنَّا عِنْدَ الْعَقْبَةِ مِمَّا يَلِي الشَّامَ جَاءَتْ نِسْوَةٌ فَذَكَرْنَا تَمَتُّعَنَا وَ هُنَّ يَطُفْنَ فِيْ رِحَالِنَا فَجَاءَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَنَظَرَ اِلَيْهِنَّ وَقَالَ مَنْ هٰؤُلَاءِ النِّسْوَةُ فَقُلْنَا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ نِسْوَةٌ تَمَتَّعْنَا مِنْهُنَّ فَغَضِبَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتّٰى اِحْمَرَّتْ وَجْنَتَاهُ وَ تَمَعَّرَ وَجْهُهٗ وَقَامَ فِيْنَا خَطِيْبًا فَحَمِدَ اللّٰهَ وَاَثْنٰى عَلَيْهِ ثُمَّ نَهٰى عَنِ الْمُتْعَةِ۔ فَتَوَادَعْنَا يَوْمَئِذٍ الرِّجَالُ وَ النِّسَاءُ وَلَمْ نَعُدْ وَلَا نَعُوْدُ اِلَيْهَا اَبَدًا۔

ہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ غزوۂ تبوک میں گئے حتیٰ کہ جب ہم ملک شام کے قریب ایک عقبہ پر پہنچے تو عورتیں آ گئیں ہم نے متعہ کا ذکر کیا تو وہ رضا مند ہوگئیں اور ہمارے رحال یعنی کجاووں میں آ گئیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے آ کر ان عورتوں کو ہمارے راحلوں میں ملاحظہ کیا تو فرمایا یہ کون سی عورتیں ہیں۔ ہم نے عرض کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم غیر عورتیں ہیں جن سے ہم نے متعہ کیا ہے۔ تو سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم اتنے غضب ناک ہوئے کہ رخسارۂ مبارک سرخ ہو گئے۔

وَ تَمَعَّرَ وَجْهُهٗ۔ اس پر منجد میں ہے۔ تَمَعَّرَ وَجْهُهٗ تَغَيَّرَ وَ عَلَتْهُ صُفْرَةٌ۔ چہرۂ اقدس پر تغیر آ گیا اور ہم میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ کے لئے کھڑے ہوئے اور حمد و ثناء کے بعد بیان میں متعہ سے منع فرمایا تو ہم نے عورتوں کو رخصت کر دیا۔ اس کے بعد ہم نے نہ ان کی طرف التفات کیا نہ وہ عورتیں کبھی ہماری طرف ملتفت ہوئیں۔

اور حضرت مولائے کائنات سیدنا علی کرم اللہ وجہہ سے بھی حرمت متعہ ثابت ہے۔

اور صحیح مسلم میں اجماع صحابہ علیہم رضوان اس پر ہے کہ متعہ حرام ہے۔

اور ایک روایت میں ابن عباس رضی اللہ عنہما سے حرمت متعہ پر رجوع ثابت ہے۔

اور بعض نے امام مالک رضی اللہ عنہ کی طرف بھی ایسی ہی روایت منسوب کی ہے جس پر آلوسی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

وَهُوَ افْتِرَاءٌ عَلَيْهِ۔ یہ افتراء محض ہے۔

اب زلق وغیرہ افعال مذمومہ کی تصریح بھی ضروری ہے۔

اس پر آلوسی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: مَا ذَكَرَهُ الْمَشَائِخُ مِنْ قَوْلِهٖ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔ مشائخ کرام نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان بتایا ہے۔

نَاكِحُ الْيَدِ مَلْعُوْنٌ۔ ہاتھ سے زلق کرنے والا ملعون ہے۔

وَ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَذَّبَ اللّٰهُ تَعَالٰى اُمَّةً كَانُوْا يَعْبَثُوْنَ بِمَذَاكِيْرِهِمْ۔ اللہ نے اس امت کو عذاب فرمایا جو اپنی شرمگاہوں کو عبث طریقہ مثل زلق وغیرہ کے استعمال کرتے تھے۔

وَ عَنْ عَطَاءٍ سَمِعْتُ قَوْمًا يُحْشَرُوْنَ وَاَيْدِيْهِمْ حُبَالٰى وَاَظُنُّ اَنَّهُمُ الَّذِيْنَ يَسْتَمْنُوْنَ بِاَيْدِيْهِمْ۔ ایک قوم عرصات محشر میں آئے گی کہ ان کے ہاتھ حاملہ ہوں گے اور فرماتے ہیں میرا گمان ہے وہ منی نکالنے والے ہیں اپنے ہاتھوں سے۔ اس کے بعد ارشاد ہے:

وَالَّذِيْنَ هُمْ لِاَمٰنٰتِهِمْ وَعَهْدِهِمْ رٰعُوْنَ۔ یعنی اور مومن وہ ہیں جو اپنی امانتوں اور عہد کی رعایت رکھیں۔ یعنی امانت اور عہد کی رعایت کریں۔

اصل میں رعی حیوانات کی محافظت پر مستعمل ہے چنانچہ راعی الغنم بکریوں کے نگران کو کہتے ہیں عام اس سے کہ چارہ کی محافظت کی جائے یا اس کی جان کی یا دشمن کے چرانے سے محافظت ہو۔

ثُمَّ اسْتُعْمِلَ فِي الْحِفْظِ مُطْلَقًا۔ پھر یہ مطلقاً ہر چیز کی نگرانی پر مستعمل ہونے لگ گیا۔

اور امانات۔ جمع ہے امانت کی یہ اصل میں مصدر ہے لیکن اس سے مراد وہ چیز لی جاتی ہے جو امانت رکھی جائے۔

اور ایسے ہی عہد بھی مصدر ہے اس سے مراد وہ امور ہیں جن کا عہد کیا جائے۔

اور آیت کریمہ اکثر مفسرین کے نزدیک عام ہے ہر قسم کی امانت اور ہر عہد کے لئے جو اللہ تعالیٰ سے ہو یا لوگوں سے جیسے تکالیف شرعیہ اور اموال مودعہ اور قسم اور نذر اور تمام عقود وغیرہ اس کے بعد ارشاد ہے:

وَالَّذِيْنَ هُمْ عَلٰى صَلَوٰتِهِمْ يُحَافِظُوْنَ۔ اور مومنین کی یہ شان بھی ہے کہ وہ اپنی نمازوں کی محافظت کرتے ہیں۔ یعنی فرائض پنجگانہ جیسا کہ ابن منذر ابو صالح اور عبد بن حمید رحمہم اللہ حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ سے راوی ہیں تَادِيَتُهَا

فِیْ اَوْقَاتِهَا بِشُرُوْطِهَا وَاِتْمَامِ رَكُوْعِهَا وَسُجُوْدِهَا وَسَائِرِ اَرْكَانِهَا۔ فرائض ان کے وقت میں ادا کریں اور رکوع و سجود اور تمام ارکان پورے کریں۔

چنانچہ حضرت قتادہ رحمہ اللہ اور ایک جماعت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے راوی ہیں:

اِنَّهٗ قِيْلَ لَهٗ اِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى يُكْثِرُ ذِكْرَ الصَّلٰوةِ فِى الْقُرْاٰنِ وَالَّذِيْنَ هُمْ عَلٰى صَلَاتِهِمْ دَآئِمُوْنَ. وَ الَّذِيْنَ هُمْ عَلٰى صَلَوٰتِهِمْ يُحَافِظُوْنَ قَالَ ذٰلِكَ فِىْ مَوَاقِيْتِهَا۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے عرض کیا گیا کہ اللہ تعالیٰ نے نماز کا ذکر قرآن کریم میں بہت فرمایا۔

وَالَّذِيْنَ هُمْ عَلٰى صَلَاتِهِمْ دَآئِمُوْنَ اور وَالَّذِيْنَ هُمْ عَلٰى صَلَوٰتِهِمْ يُحَافِظُوْنَ. آپ نے فرمایا یہ احکام فرائض کی ادائیگی پر ہیں کہ ہر فرض اپنے وقت پر ادا کیے جائیں۔

اور یہاں خشوع کو مقدم فرمایا نماز سے اس لئے کہ خشوع عبادت میں مقدم ہی ہے۔ فَاِنَّ الصَّلٰوةَ بِدُوْنِهٖ لَا صَلٰوةَ بِالْاِجْمَاعِ۔ اس لئے کہ نماز بلا خشوع ایسے ہے جیسے نماز نہ ہو بالا جماع۔ رومی علیہ الرحمہ نے اسی لئے فرمایا:

بر زباں تسبیح و در دل گاؤ خر   این چنیں تسبیح کے دارد اثر

زبان پر تسبیح ہو اور دل میں گائے اور گدھے کے خیالات ہوں تو ایسی تسبیح کیا اثر کرے گی۔

سعدی بھی فرما گئے:

شب چوں عقد نماز بر بندم   چہ خورد بامداد فرزندم

رات کو جب میں نماز کی نیت باندھتا ہوں تو خیال آتا ہے صبح میرا بچہ کیا کھائے گا۔

وَقَدْ قَالُوْا صَلٰوةٌ بِلَاخُشُوْعٍ جَسَدٌ بِلَارُوْحٍ۔ اور یہ بھی مشہور ہے کہ وہ نماز جو بلا خشوع ہو وہ ایسے ہے جیسے جسم بلا روح۔

یہ سات صفتیں مومنین کی بیان فرما کر ارشاد ہوا:

اُولٰٓئِكَ هُمُ الْوٰرِثُوْنَ ﴿١٠﴾ الَّذِيْنَ يَرِثُوْنَ الْفِرْدَوْسَ ؕ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ۔ یہ ہیں وہ مومنین جو وارث ہوں گے اس ورثہ کے جو فردوس ہے وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے۔

اُولٰٓئِكَ۔ میں باعتبار اتصاف مذکورہ اشارہ اس قسم کے مومنین کی طرف ہے کہ انہیں وہ بدلہ ملے گا جسے ہم ورثہ کے نام سے ظاہر فرما کر انہیں وارث فرمارہے ہیں یعنی ان صفات کے مومن وہ ہیں جو وارث ہوں رغائب اموال اور ذخائر اور اکرام کے اور یہاں يَرِثُوْنَ مومنین کی تفخیم کے لئے اور علو مکان کے اظہار کے لئے فرمایا اور فردوس وہ مقام ہے جو اعلی الجنان ہے اس سے اونچی جنت نہیں۔ چنانچہ عبد بن حمید اور ترمذی اس کے راوی ہیں۔

اور حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

اَنَّ الرُّبَيِّعَ بِنْتَ نَضْرٍ اَتَتِ الرَّسُوْلَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَكَانَ ابْنُهَا الْحَارِثُ بْنُ سُرَاقَةَ اُصِيْبَ يَوْمَ بَدْرٍ اَصَابَهٗ سَهْمٌ غَرْبٌ فَقَالَتْ اَخْبِرْنِىْ عَنْ حَارِثَةَ فَاِنْ كَانَ اَصَابَ الْجَنَّةَ اِحْتَسَبْتُ وَصَبَرْتُ وَاِنْ كَانَ لَمْ يُصِبِ الْجَنَّةَ اجْتَهَدْتُ فِى الدُّعَآءِ۔

حضرت ربیع بنت نضر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر آئیں ان کے صاحبزادے حارث بن سراقہ بدر میں کاری تیر سے زخمی ہو کر شہید ہو گئے تھے اور عرض کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم حارث کی مجھے خبر دیں اگر وہ جنت میں پہنچا تو میں ثواب کی امید پر صبر کروں اور اگر وہ جنت میں نہیں پہنچا تو میں اس کے لئے دعا میں کوشش کروں۔

تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اَیْ اُمَّ حَارِثٍ اِنَّھَا جَنَانٌ فِیْ جَنَّةٍ وَاِنَّ ابْنَکَ اَصَابَ الْفِرْدَوْسَ الْاَعْلٰی وَالْفِرْدَوْسُ رَبْوَةُ الْجَنَّةِ۔ جنت میں بہت سے باغیچے ہیں باغہائے جنت سے اور تمہارا بیٹا وہ تو فردوس اعلیٰ میں پہنچا اور فردوس اعلیٰ جنت کے ایک بلند مقام کو کہتے ہیں۔

سعید بن منصور اور ابن ماجہ اور ابن جریر اور ابن المنذر وغیرہ رحمہم اللہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے راوی ہیں کہ

قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا مِنْكُمْ مِّنْ اَحَدٍ اِلَّا وَلَهٗ مَنْزِلَانِ مَنْزِلٌ فِي الْجَنَّةِ وَمَنْزِلٌ فِي النَّارِ فَاِذَا مَاتَ فَدَخَلَ النَّارَ وَرِثَ اَهْلُ الْجَنَّةِ مَنْزِلَهٗ فَذٰلِکَ قَوْلُهٗ تَعَالٰی اُولٰٓئِكَ هُمُ الْوٰرِثُوْنَ۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم میں سے کوئی نہیں مگر اس کی دو منزل ہیں ایک منزل جنت میں اور ایک منزل جہنم میں تو جب کوئی مرتا ہے اور وہ جہنم میں داخل ہوتا ہے تو مومن اس کے جنتی مقام کو حاصل کر لیتا ہے۔ تو یہی اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

اُولٰٓئِكَ هُمُ الْوٰرِثُوْنَ۔

وَ قِیْلَ الْاِرْثُ اِسْتِعَارَةٌ لِّلْاِسْتِحْقَاقِ ۔ لِاَنَّ الْاِرْثَ اَقْوٰی اَسْبَابِ الْمِلْکِ۔ اور کہا گیا کہ ارث استعارہ ہے استحقاق کے لئے اس لئے کہ ارث اسباب ملک میں اقوی ہے۔

هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ۔ وہ اس فردوس میں ہمیشہ رہیں گے کبھی نہ نکالا جائیں گے۔

بعض نے کہا لَا یَمُوْتُوْنَ وَلَا یُخْرَجُوْنَ وہ فردوس میں داخل ہونے کے بعد نہ کبھی مریں اور نہ اس سے نکالے جائیں۔

اس کے بعد مشرکین کے اس عقیدہ کا رد ہے کہ مر کر زندہ ہونا محال ہے۔ چنانچہ ارشاد ہے:

وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ سُلٰلَةٍ مِّنْ طِيْنٍ ﴿۱۲﴾ ثُمَّ جَعَلْنٰهُ نُطْفَةً فِيْ قَرَارٍ مَّكِيْنٍ ﴿۱۳﴾ ثُمَّ خَلَقْنَا النُّطْفَةَ عَلَقَةً فَخَلَقْنَا الْعَلَقَةَ مُضْغَةً فَخَلَقْنَا الْمُضْغَةَ عِظٰمًا فَكَسَوْنَا الْعِظٰمَ لَحْمًا ثُمَّ اَنْشَاْنٰهُ خَلْقًا اٰخَرَ فَتَبٰرَكَ اللّٰهُ اَحْسَنُ الْخٰلِقِيْنَ ﴿۱۴﴾۔

اور بے شک ہم نے انسان کو تمام مٹیوں سے چن کر بنایا پھر اسے پانی کی بوند کیا ایک مضبوط ٹھہراؤ میں پھر کیا ہم نے اسے یعنی پانی کے قطرہ کو خون کی پھٹک پھر کیا اس خون کی پھٹک کو ایک گوشت کی بوٹی پھر گوشت کی بوٹی کو ہڈیاں بنایا پھر ان ہڈیوں کو گوشت پہنایا پھر اسے اور صورت میں اٹھان دی تو بڑی برکت والا ہے اللہ سب سے بہتر بنانے والا۔

علامہ نسفی رحمہ اللہ اپنی تفسیر نسفی میں فرماتے ہیں: یہاں انسان سے مراد حضرت آدم صفی اللہ علیہ السلام ہیں اور مِنْ سُلٰلَةٍ سے مراد وہ مٹی ہے جس سے آدم علیہ السلام کی تخلیق ہوئی جو خلاصہ اور چنی ہوئی مٹی ہے کیچڑ سے۔

اور ایک قول ہے کہ وہ مٹی جس سے آدم علیہ السلام کی تخلیق ہوئی وہ سلالہ تھی یعنی چنی ہوئی مٹی تھی۔ لِاَنَّهٗ سُلَّ مِنْ کُلِّ تُرْبَةٍ۔ اس لئے کہ وہ ہر مٹی سے چنی گئی۔

مِنْ سُلٰلَةٍ۔ میں من ابتداء کے لئے ہے اور مَنْ طِيْنٍ میں مَنْ بیان کے لئے ہے۔

پھر ثُمَّ جَعَلْنٰهُ یعنی پھر کیا ہم نے آدم کو یعنی ان کی نسل کو اس لئے کہ آدم علیہ السلام کا نطفہ نہیں ہوا جیسا کہ فرمایا: وَ بَدَاَ خَلْقَ الْاِنْسَانِ مِنْ طِيْنٍ ۚ ثُمَّ جَعَلَ نَسْلَهٗ مِنْ سُلٰلَةٍ مِّنْ مَّآءٍ مَّهِيْنٍ اور ابتداء کی ہم نے انسان کی مٹی سے پھر کیا اس کی نسل کو نطفہ سے۔

اور ایک قول یہ ہے کہ اَلْاِنْسَانُ بَنُوْ اٰدَمَ وَالسُّلَالَةُ النُّطْفَةُ وَالْعَرَبُ تُسَمِّي النُّطْفَةَ سُلَالَةً۔ انسان سے مراد بنی آدم ہے اور سلالۃ سے مراد نطفہ ہے اور عرب اپنے محاورہ میں نطفہ کو سلالہ کہتے ہیں تو گویا مقصود بیان یہ ہے۔

وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ سُلٰلَةٍ يَعْنِيْ مِنْ نُطْفَةٍ مَّسْلُوْلَةٍ مِّنْ طِيْنٍ اَيْ مَخْلُوْقٍ مِّنْ طِيْنٍ وَهُوَ اٰدَمُ عَلَيْهِ السَّلَامُ۔ یعنی ہم نے آدم علیہ السلام کو چنی ہوئی مٹی یعنی نطفہ سے جو چنا ہوا ہے مٹی سے یعنی وہ مٹی سے بنایا ہوا ہے اور اس سے مراد آدم علیہ السلام ہیں۔

اور نطفہ سے مراد ماء قلیل ہے فِيْ قَرَارٍ يَعْنِيْ مُسْتَقَرٍّ يَعْنِي الرَّحِمَ مَكِيْنٍ حَصِيْنٍ۔ محفوظ مقام پر اور وہ رحم ہے۔

ثُمَّ خَلَقْنَا النُّطْفَةَ يَعْنِيْ صَيَّرْنَاهَا عَلَقَةً قِطْعَةَ دَمٍ۔ پھر بنایا ہم نے نطفہ کو یعنی کیا ہم نے اسے علقہ یعنی جما ہوا خون۔

وَالْمَعْنٰى اَحَلْنَا النُّطْفَةَ الْبَيْضَآءَ عَلَقَةً حَمْرَاءَ۔ اس کے معنی یہ ہوئے کہ اس سپید نطفہ کے قطرہ کو ہم نے محلول کر دیا علقہ حمراء یعنی جما ہوا خون سرخ۔

فَخَلَقْنَا الْعَلَقَةَ مُضْغَةً اَيْ قَدْرَ مَا يُمْضَغُ۔ پھر بنایا ہم نے اس جمے ہوئے خون کو لوتھڑا گوشت کا۔

فَخَلَقْنَا الْمُضْغَةَ عِظٰمًا۔ فَصَيَّرْنَاهَا عِظَامًا۔ یعنی پھر کیا ہم نے اس گوشت کو ہڈیاں یعنی اس میں ہڈیاں بنائیں۔

فَكَسَوْنَا الْعِظٰمَ لَحْمًا يَعْنِيْ فَاَنْبَتْنَا عَلَيْهَا اللَّحْمَ فَصَارَ لَهَا كَاللِّبَاسِ۔ عِظٰمًا۔ یعنی ہم نے ان ہڈیوں پر گوشت چڑھایا تو وہ ہڈیوں پر مثل لباس کے چڑھ گیا۔

ثُمَّ اَنْشَاْنٰهُ خَلْقًا اٰخَرَ ۭ اَيْ خَلَقْنَا مُبَايِنًا لِّلْخَلْقِ الْاَوَّلِ حَيْثُ جَعَلَهٗ حَيَوَانًا وَّ كَانَ جَمَادًا وَّ نَاطِقًا وَّ سَمِيْعًا وَّ بَصِيْرًا۔ پھر پیدا کیا ہم نے اس گوشت منڈھے ہوئے پتلے کو ایسی پیدائش میں جو پہلی تخلیق کے بالکل مباین اور خلاف ہے۔

اس طرح کہ اسے حیوان کیا حالانکہ وہ بے جان جماد تھا اور بولنے والا اور سننے والا اور دیکھنے والا بنا دیا۔

فَتَبٰرَكَ اللّٰهُ اَحْسَنُ الْخٰلِقِيْنَ۔ تو وہ برکت والا ہے بہترین پیدا کرنے والا۔

روایت ہے کہ عبداللہ بن سعد بن ابی سرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا کاتب تھا تو وہ لکھتے لکھتے جب یہاں آیا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمانے سے پہلے ان کی زبان سے فَتَبٰرَكَ اللّٰهُ اَحْسَنُ الْخٰلِقِيْنَ۔ نکل گیا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہی لکھ دے اس لئے کہ آیت کے ساتھ ایسا ہی نازل ہوا ہے۔

اس پر عبداللہ بن ابی سرح کے دل میں وسوسہ آیا کہ اِنْ كَانَ مُحَمَّدٌ نَّبِيًّا يُّوْحٰى اِلَيْهِ فَاَنَا نَبِيٌّ يُّوْحٰى اِلَيَّ فَارْتَدَّ وَلَحِقَ بِمَكَّةَ ثُمَّ اَسْلَمَ يَوْمَ الْفَتْحِ۔ اگر حضور نبی ہیں اور انہیں وحی آتی ہے تو میں بھی نبی ہوں میری طرف بھی

وحی آتی ہے اور مرتد ہو گیا اور مشرکین مکہ سے جا ملا اور پھر دوبارہ فتح مکہ کے دن اسلام لایا۔

بعض کہتے ہیں کہ یہ روایت صحیح نہیں اس لئے کہ یہ ارتداد مدینہ میں ہوا اور اس سورۃ مبارکہ کا نزول مکہ میں ہوا ہے۔

ثُمَّ اِنَّكُمْ بَعْدَ ذٰلِكَ لَمَيِّتُوْنَ ﴿۱۵﴾ ثُمَّ اِنَّكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ تُبْعَثُوْنَ۔ پھر تم اس تخلیق کے بعد مرو گے پھر تم بروز قیامت اٹھائے جاؤ گے۔

یعنی تمہیں پیدا ہونے پر تو تعجب نہیں کہ ایک قطرہ سے تم میں کیا کیا انقلاب آئے اور مرنے کے بعد اٹھنے میں تعجب کر رہے ہو اور کہتے ہو:

ءَاِذَا مِتْنَا وَكُنَّا تُرَابًا ۚ ذٰلِكَ رَجْعٌۢ بَعِيْدٌ۔ جب ہم مر جائیں گے اور مٹی ہو جائیں گے تو یہ زندہ ہونا عقلاً بعید ہے۔ اور کہتے ہو:

مَنْ يُّحْيِ الْعِظَامَ وَهِيَ رَمِيْمٌ۔ کون ہمیں گلی ہڈیوں سے زندہ کرے گا تو جواب میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا تھا۔

قُلْ يُحْيِيْهَا الَّذِيْٓ اَنْشَاَهَآ اَوَّلَ مَرَّةٍ فرما دیجئے وہی زندہ کرے گا جس نے اول بار تمہیں قطرہ سے زندہ فرمایا۔ اس کے بعد دوسری دلیل عقلی بیان فرمائی۔

وَلَقَدْ خَلَقْنَا فَوْقَكُمْ سَبْعَ طَرَآئِقَ۔ اور یقیناً کیا ہم نے تمہارے اوپر سات طریقوں سے آسمان۔ طَرَائِق جَمْعُ طَرِيْقَةٍ وَهِيَ السَّمٰوَاتُ لِاَنَّهَا طُرُقٌ لِمَلٰئِكَةٍ۔ طرائق طریقہ کی جمع ہے اس لئے کہ آسمان سے ملائکہ کے آنے جانے کے راستے ہیں۔

وَمَا كُنَّا عَنِ الْخَلْقِ غٰفِلِيْنَ۔ اور نہیں ہم اس کی تخلیق سے بے خبر۔

كَاَنَّهٗ قَالَ خَلَقْنَا فَوْقَكُمْ وَمَا كُنَّا غَافِلِيْنَ عَنْ حِفْظِهَا۔ گویا یہ فرمایا ہم نے آسمانوں کو تمہارے اوپر پیدا فرمایا اور ہم اس کی محافظت سے بے خبر نہیں۔

وَاَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَآءِ مَآءًۢ بِقَدَرٍ فَاَسْكَنّٰهُ فِي الْاَرْضِ ۖ وَاِنَّا عَلٰى ذَهَابٍۭ بِهٖ لَقٰدِرُوْنَ۔ اور اتارا ہم نے آسمان سے پانی یعنی بارش اور روکا اسے ہم نے زمین میں مقدار معلوم کے ساتھ اور ہم اس کے لے جانے پر بھی قادر ہیں۔

یعنی بارش ہم نے نازل فرما کر اس سے ندی نالے جاری فرمائے حالانکہ یہ تمام پانی آسمان سے ہی نازل ہوتا ہے تو جس طرح ہم اسے ندی نالوں میں جاری فرما کر زمین سیراب فرماتے ہیں ایسے ہی اس پانی کو لے جانے اور باغیچوں کے سرسبز و شاداب کرنے پر بھی قادر ہیں اور

فَاَنْشَاْنَا لَكُمْ بِهٖ جَنّٰتٍ مِّنْ نَّخِيْلٍ وَّاَعْنَابٍ ۘ لَكُمْ فِيْهَا فَوَاكِهُ كَثِيْرَةٌ وَّمِنْهَا تَاْكُلُوْنَ۔ تو اس پانی سے پیدا فرماتے ہیں ہم باغ کھجوروں اور انگوروں کے تمہارے لئے اس میں بہت سے پھل ہیں جس سے تم کھاتے ہو۔

علامہ نسفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: وَ هٰذِهِ الْجَنَّاتُ وُجُوْهُ اَرْزَاقِكُمْ وَمَعَاشِكُمْ مِّنْهَا تُرْزَقُوْنَ وَتَعِيْشُوْنَ۔

یہ باغیچے سبب ہیں تمہارے رزقوں اور معاشوں کے ان سے تم رزق پاتے اور جیتے ہو۔

وَشَجَرَةً تَخْرُجُ مِنْ طُوْرِ سَيْنَآءَ تَنْۢبُتُ بِالدُّهْنِ وَصِبْغٍ لِّلْاٰكِلِيْنَ۔ اور وہ درخت جو طور سینا سے نکلتا ہے اور اس تیل کے ساتھ اگتا ہے جو ترکاری ہے کھانے والوں کو۔

اس کا عطف باغوں پر ہے اور وہ زیتون کا درخت مراد ہے اور طُوْرِ سَیْنَآءَ یا طُوْرِ سِیْنِیْنَ یہ طور کی طرف مضاف ہے اور وہ ایک مبارک بقعہ ہے جس کا نام سَیْنَآءَ یا سِیْنِیْنَ ہے یہ یا تو پہاڑ کا نام ہے اور یہ مضاف مضاف الیہ ہے جیسے امراء القیس۔

اور فلسطین کا ایک پہاڑ ہے۔ سَیْنَآءَ غیر منصرف ہے جو ہر حال میں مکسور السین ہے اور یہ صحراء کے وزن پر ہے۔

تَنْۢبُتُ بِالدُّهْنِ۔ پر زجاج رحمہ اللہ کہتے ہیں اَلْبَاءُ لِلْحَالِ اَیْ تَنْبُتُ وَ مَعَهَا الدُّهْنُ۔ اس میں باء حال کے لئے ہے اس کے معنی یہ ہوں گے کہ وہ زیتون کا درخت وہ ہے جس کے ساتھ تیل بھی اگتا ہے۔

وَصِبْغٍ لِّلْاٰكِلِیْنَ۔ اَیْ اِدَامٌ لَّهُمْ۔ یعنی کھانے والوں کے لئے وہ ترکاری ہے۔

قَالَ مُقَاتِلُ جَعَلَ اللّٰهُ تَعَالٰی فِیْ هٰذِهٖ اِدَامًا وَ دُهْنًا فَالْاِدَامُ الزَّیْتُوْنُ وَالدُّهْنُ الزَّیْتُ۔ مقاتل فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ نے اس درخت میں ترکاری اور تیل پیدا فرمائے ترکاری تو زیتون ہے جو اس میں پھل ہے۔ اور زیت وہ تیل ہے جو اس سے نکلتا ہے۔

وَ قِیْلَ هِیَ اَوَّلُ شَجَرَةٍ تَنْبُتُ بَعْدَ الطُّوْفَانِ وَ خُصَّ هٰذِهِ الْاَنْوَاعُ الثَّلٰثَةُ لِاَنَّهَا اَكْرَمُ الشَّجَرِ وَاَفْضَلُهَا وَ اَجْمَعُهَا لِلْمَنَافِعِ۔ کہتے ہیں کہ یہ اول درخت ہے جو طوفان نوح کے بعد پیدا ہوا اور اس میں تین خوبیاں خاص ہیں:

اول تمام درختوں سے یہ عزت والا ہے اور دوسرے سب درختوں سے افضل ہے اور تیسرے سب سے زائد اس میں منافع ہیں۔

یہ وہ درخت ہے کہ تمام درختوں سے اس کی عمر زائد ہے فَفِی التَّذْكِرَةِ اِنَّهَا تَدُوْمُ اَلْفَ عَامٍ۔ تذکرہ میں ہے کہ یہ درخت ایک ہزار سال تک عمر پاتا ہے۔

اور تفسیر خازن میں ہے تَبْقٰی ثَلَاثَةَ الْاٰفِ سَنَةً۔ تین ہزار سال تک اس کی عمر ہے (روح المعانی)

آگے ارشاد ہے:

وَ اِنَّ لَكُمْ فِی الْاَنْعَامِ لَعِبْرَةً ؕ نُسْقِیْكُمْ مِّمَّا فِیْ بُطُوْنِهَا وَ لَكُمْ فِیْهَا مَنَافِعُ كَثِیْرَةٌ وَّ مِنْهَا تَاْكُلُوْنَ ۝۲۱ وَ عَلَیْهَا وَ عَلَی الْفُلْكِ تُحْمَلُوْنَ۔ اور بے شک تمہارے لئے چوپایوں میں بھی عبرت ہے۔ پلاتے ہیں ہم تمہیں ان کے شکم سے اور تمہارے لئے اس میں بہت سے منافع ہیں اور اس سے تم کھاتے ہو اور ان پر اور کشتیوں پر سوار ہوتے ہو۔

انعام۔ نعم کی جمع ہے اس سے مراد اونٹ گائے بکری ہیں۔

اور نُسْقِیْكُمْ مِّمَّا فِیْ بُطُوْنِهَا۔ کے یہ معنی ہیں اَیْ نُخْرِجُ لَكُمْ مِّنْ بُطُوْنِهَا لَبَنًا سَائِغًا۔ نکالتے ہیں ہم تمہارے لئے ان کے شکموں سے دودھ صاف ستھرا۔

وَ لَكُمْ فِیْهَا مَنَافِعُ كَثِیْرَةٌ۔ یعنی سوائے دودھ کے تمہارے لئے ان میں اور بھی منافع بہت سے ہیں یعنی اون کھال وغیرہ بھی حاصل کرتے ہیں۔

وَ مِنْهَا تَاْكُلُوْنَ۔ اور ان کا گوشت بھی کھاتے ہو اور خشکی میں ان پر سواری بھی کرتے ہو اور دریا میں کشتی کے ذریعہ سفر

کرتے ہو۔

بامحاورہ ترجمہ دوسرا رکوع - سورۂ مومنون - پ ۱۸

وَ لَقَدْ اَرْسَلْنَا نُوْحًا اِلٰى قَوْمِهٖ فَقَالَ يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ ؕ اَفَلَا تَتَّقُوْنَ ﴿۲۳﴾	اور بے شک بھیجا ہم نے نوح کو ان کی قوم کی طرف تو کہا انہوں نے اے میری قوم اللہ کو پوجو نہیں تمہارا کوئی خدا اس کے سوا تو کیا تم ڈرتے نہیں
فَقَالَ الْمَلَؤُا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ قَوْمِهٖ مَا هٰذَاۤ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ ۙ يُرِيْدُ اَنْ يَّتَفَضَّلَ عَلَيْكُمْ ؕ وَ لَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَاَنْزَلَ مَلٰٓئِكَةً ۖۚ مَّا سَمِعْنَا بِهٰذَا فِيْۤ اٰبَآئِنَا الْاَوَّلِيْنَ ﴿۲۴﴾	تو بولے وہ سردار جو کافر تھے اس کی قوم سے یہ تو نہیں مگر ایک بشر ہے تم جیسا چاہتا ہے کہ تمہارا بڑا بنے اور اگر اللہ چاہتا تو ضرور اتارتا فرشتے نہیں سنا ہم نے یہ اپنے باپ دادا سے جو پہلے تھے
اِنْ هُوَ اِلَّا رَجُلٌۢ بِهٖ جِنَّةٌ فَتَرَبَّصُوْا بِهٖ حَتّٰى حِيْنٍ ﴿۲۵﴾	وہ تو نہیں مگر ایک آدمی ہے جنونی تو کچھ دن انتظار کرو کچھ زمانہ گزرے گا
قَالَ رَبِّ انْصُرْنِيْ بِمَا كَذَّبُوْنِ ﴿۲۶﴾	بولے نوح اے میرے رب میری مدد کر ان کے جھٹلانے پر
فَاَوْحَيْنَاۤ اِلَيْهِ اَنِ اصْنَعِ الْفُلْكَ بِاَعْيُنِنَا وَ وَحْيِنَا فَاِذَا جَآءَ اَمْرُنَا وَ فَارَ التَّنُّوْرُ ۙ فَاسْلُكْ فِيْهَا مِنْ كُلٍّ زَوْجَيْنِ اثْنَيْنِ وَ اَهْلَكَ اِلَّا مَنْ سَبَقَ عَلَيْهِ الْقَوْلُ مِنْهُمْ ۚ وَ لَا تُخَاطِبْنِيْ فِي الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا ۚ اِنَّهُمْ مُّغْرَقُوْنَ ﴿۲۷﴾	تو ہم نے وحی کی اس کی طرف کہ ایک کشتی بنا ہماری نگرانی میں اور ہماری وحی سے تو جب آئے ہمارا حکم اور تنور ابلے تو بٹھالے اس کشتی میں ہر جوڑے سے دو دو اور اپنے اہل کو مگر ان میں سے وہ جن پر بات پہلے پڑ چکی اور ان ظالموں کے معاملے میں مجھ سے مخاطبہ نہ کرنا یہ ضرور غرق کئے جائیں گے
فَاِذَا اسْتَوَيْتَ اَنْتَ وَ مَنْ مَّعَكَ عَلَى الْفُلْكِ فَقُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ نَجّٰىنَا مِنَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۲۸﴾	اور جب برابر بیٹھ جائے تو اور تیرے ساتھی کشتی میں تو کہہ سب خوبیاں اللہ کو جس نے ہمیں ان ظالموں سے نجات دی
وَ قُلْ رَّبِّ اَنْزِلْنِيْ مُنْزَلًا مُّبٰرَكًا وَّ اَنْتَ خَيْرُ الْمُنْزِلِيْنَ ﴿۲۹﴾	اور عرض کر اے میرے رب اتار مجھے برکت والی جگہ اور تو سب سے بہتر اتارنے والا ہے
اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ وَّ اِنْ كُنَّا لَمُبْتَلِيْنَ ﴿۳۰﴾	بے شک اس میں ضرور نشانیاں ہیں اور بے شک ہم ضرور جانچنے والے ہیں
ثُمَّ اَنْشَاْنَا مِنْۢ بَعْدِهِمْ قَرْنًا اٰخَرِيْنَ ﴿۳۱﴾	پھر ہم نے پیدا کئے ان کے بعد کئی زمانے دوسرے تو بھیجا

فَاَرْسَلْنَا فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ ؕ اَفَلَا تَتَّقُوْنَ ﴿۳۲﴾

ہم نے ان میں رسول ان سے کہ اللہ کی بندگی کرو نہیں تمہارا اس کے سوا کوئی معبود تو کیا تم نہیں ڈرتے

حل لغات دوسرا رکوع۔سورۂ مومنون۔پ ۱۸

وَ۔اور لَقَدْ۔بے شک اَرْسَلْنَا۔بھیجا ہم نے نُوْحًا۔نوح کو
اِلٰى۔طرف قَوْمِهٖ۔اس کی قوم کی فَقَالَ۔تو کہا يٰقَوْمِ۔اے میری قوم
اعْبُدُوا۔عبادت کرو اللّٰهَ۔اللہ کی مَا۔نہیں لَكُمْ۔تمہارے لئے
مِّنْ اِلٰهٍ۔کوئی معبود غَيْرُهٗ۔اس کے سوا اَفَلَا۔کیا نہیں تَتَّقُوْنَ۔تم ڈرتے
فَقَالَ۔تو کہا الْمَلَؤُا۔سرداروں نے الَّذِيْنَ۔جو كَفَرُوْا۔کافر تھے
مِنْ قَوْمِهٖ۔اس کی قوم میں سے مَا۔نہیں هٰذَآ۔یہ
اِلَّا۔مگر بَشَرٌ۔آدمی ہے مِّثْلُكُمْ۔مثل تمہاری يُرِيْدُ۔چاہتا ہے
اَنْ۔یہ کہ يَّتَفَضَّلَ۔بڑائی حاصل کرے عَلَيْكُمْ۔تم پر وَ۔اور
لَوْ۔اگر شَآءَ۔چاہتا اللّٰهُ۔اللہ لَاَنْزَلَ۔تو اتار دیتا
مَلٰٓئِكَةً۔فرشتے مَّا۔نہیں سَمِعْنَا۔سنا ہم نے بِهٰذَا۔یہ
فِيْٓ۔بیچ اٰبَآئِنَا۔اپنے باپ دادا الْاَوَّلِيْنَ۔پہلوں کے اِنْ۔نہیں
هُوَ۔وہ اِلَّا۔مگر رَجُلٌۢ۔ایک آدمی ہے بِهٖ۔کہ اس کو
جِنَّةٌ۔جنون ہے فَتَرَبَّصُوْا۔تو انتظار کرو بِهٖ۔اس کے متعلق حَتّٰى۔ایک
حِيْنٍ۔وقت تک قَالَ۔کہا رَبِّ۔اے میرے رب انْصُرْنِيْ۔مدد کر میری
بِمَا۔بدلہ اس کا كَذَّبُوْنِ۔جو مجھے انہوں نے جھٹلایا فَاَوْحَيْنَآ۔تو وحی کی ہم نے
اِلَيْهِ۔اس کی طرف اَنِ۔یہ کہ اصْنَعِ۔بنا الْفُلْكَ۔ایک کشتی
بِاَعْيُنِنَا۔ہماری نگرانی میں وَ۔اور وَحْيِنَا۔ہماری وحی کے مطابق فَاِذَا۔تو جب
جَآءَ۔آیا اَمْرُنَا۔ہمارا حکم وَ۔اور فَارَ۔جوش مارا
التَّنُّوْرُ۔تنور نے فَاسْلُكْ۔تو سوار کر فِيْهَا۔اس میں مِنْ كُلٍّ۔ہر چیز کے
زَوْجَيْنِ۔جوڑے اثْنَيْنِ۔دو دو وَ۔اور اَهْلَكَ۔اپنے گھر والوں کو بھی
اِلَّا۔مگر مَنْ۔جس پر سَبَقَ۔پہلے گزری عَلَيْهِ۔اس پر
الْقَوْلُ۔بات مِنْهُمْ۔ان میں سے وَ۔اور لَا۔نہ
تُخَاطِبْنِيْ۔مخاطب کر مجھے فِي۔بیچ الَّذِيْنَ۔ان کے جو ظَلَمُوْا۔ظالم ہیں
اِنَّهُمْ۔بے شک وہ مُّغْرَقُوْنَ۔غرق کئے جائیں گے فَاِذَا۔پھر جب اسْتَوَيْتَ۔برابر ہو جائے

اَنْتَ۔تو	وَ۔اور	مَنْ۔جو	مَّعَكَ۔تیرے ساتھ ہیں
عَلَى۔اوپر	الْفُلْكِ۔کشتی کے	فَقُلِ۔تو کہہ	الْحَمْدُ۔سب تعریف
لِلّٰهِ۔اللہ کے لئے ہیں	الَّذِیْ۔وہ جس نے	نَجّٰنَا۔نجات دی ہم کو	مِنَ الْقَوْمِ۔قوم
الظّٰلِمِیْنَ۔ظالم سے	وَ۔اور	قُلْ۔کہہ	رَّبِّ۔اے میرے رب
اَنْزِلْنِیْ۔مجھے اتار	مُنْزَلًا۔اتارنا	مُّبٰرَكًا۔برکت والا	وَّ۔اور
اَنْتَ۔تو ہے	خَیْرُ۔بہتر	الْمُنْزِلِیْنَ۔اتارنے والا	اِنَّ۔بے شک
فِیْ۔بیچ	ذٰلِكَ۔اس کے	لَاٰیٰتٍ۔نشانیاں ہیں	وَّ۔اور
اِنْ۔بے شک	كُنَّا۔ہم ہیں	لَمُبْتَلِیْنَ۔آزمانے والے	ثُمَّ۔پھر
اَنْشَاْنَا۔پیدا کئے ہم نے	مِنْۢ بَعْدِهِمْ۔ان کے بعد	قَرْنًا۔زمانے	اٰخَرِیْنَ۔اور
فَاَرْسَلْنَا۔تو بھیجے ہم نے	فِیْهِمْ۔ان میں	رَسُوْلًا۔رسول	مِّنْهُمْ۔ان میں سے
اَنِ۔یہ کہ	اعْبُدُوا۔عبادت کرو	اللّٰهَ۔اللہ کی	مَا۔نہیں
لَكُمْ۔تمہارے لئے	مِّنْ اِلٰهٍ۔کوئی معبود	غَیْرُهٗ۔سوا اس کے	اَفَلَا۔کیا نہیں
تَتَّقُوْنَ۔تم ڈرتے			

خلاصہ تفسیر دوسرا رکوع - سورۂ مومنون - پ ۱۸

وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا نُوْحًا اِلٰى قَوْمِهٖ فَقَالَ یٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَیْرُهٗ اَفَلَا تَتَّقُوْنَ۔ یہاں سے چند انبیائے کرام کے تذکرے شروع ہیں۔ ان اذکار سے مندرجہ ذیل امور ظاہر فرمانے مقصود ہیں۔

اول یہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی دی جائے کہ محبوب آج آپ کی قوم اگر آپ سے کج بحثیاں کر رہی ہے تو یہ نئی بات نہیں آپ سے پہلے نبیوں پر بھی لایعنی شبہات کرتی رہی ہے۔

دوسرے یہ کہ اللہ تعالیٰ نے ان انبیائے کرام کے ذریعہ بڑے بڑے معجزات ان کی صداقت پر ظاہر فرمائے اور جب بھی وہ نہ مانے تو آخرش ہلاک کر دیئے گئے اسی طرح آپ کے مخالف بھی اگر سیدھے نہ ہوئے تو ان کا بھی یہی حشر ہوگا۔

تیسرے یہ کہ سابقہ تمام انبیائے کرام توحید کی تعلیم دیتے رہے ہیں اور جو قوم اپنے آباء و اجداد کی تقلید میں بت پرستی کرتی رہی ہے وہ محض باطل اور لغو ہے۔

چوتھے یہ کہ اللہ تعالیٰ نے ہر قرن یعنی ہر زمانہ کی مخالفت کرنے والی جماعتوں کو ہلاک کر کے دوسری جماعت پیدا کی ہے اسی طرح اگر آپ کے مخالف باز نہ آئے تو ان کی ہلاکت کے بعد بھی دوسری قوم پیدا کی جائے گی۔

یہاں تذکار انبیاء میں سب سے پہلا قصہ حضرت نوح علیہ السلام کا ہے جس میں کلام سابق سے یہ ربط ہے کہ پہلے رکوع میں آسمان سے پانی اتارنے کا ذکر فرمایا اور ظاہر کیا کہ وہ رحمت تھا پھر رحمت کو زحمت کر دینا ہماری قدرت کاملہ کا کرشمہ ہے۔ جیسے قوم نوح کی ہلاکت اسی رحمت کے بعد زحمت کی صورت میں ہوئی یعنی وہی پانی جو بشر کی زندگی اور مرغزار کا موجب تھا وہی

پانی اس کی ہلاکت کا سبب ہو گیا۔

حضرت نوح علیہ السلام نے اپنی قوم کو اللہ تعالیٰ کی عبادت کی دعوت دی اور شرک سے روکا تو قوم کے سردار بولے یہ تو تم جیسے ہی بشر ہیں انہیں فضیلت کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ اگر ہماری ہدایت چاہتا تو فرشتے نازل کرتا ہمارا طریق عبادت وہی ہے جو ہمارے باپ دادا سے ہم نے دیکھا ہم نے ایک خدا کی عبادت کسی سے نہیں سنی ان کی باتیں خلاف عقل ہیں یہ دیوانے معلوم ہوتے ہیں یہ ہمیں کہتے ہیں کہ عذاب آئے گا لہٰذا انتظار کرو کہ کب آتا ہے اور آتا بھی ہے کہ نہیں۔

چونکہ یہ تمام شبہات بے بنیاد تھے ان کے جواب کی طرف التفات نہ کرتے ہوئے حضرت نوح علیہ السلام کی دعا کا ذکر فرمایا۔ اس پر کشتی بنانے کا حکم ملا جس میں متبعین کے جوڑے سوار ہوں مگر وہ جن کے بے ایمان ہونے پر تقدیر الٰہی سابقت کر چکی تھی جس میں ان کا بدبخت بیٹا کنعان بھی تھا سب کو غرق کر دیا۔ اس کی مفصل تشریح پہلے گزر چکی ہے اور فَارَ التَّنُّوْرُ کی تفسیر بھی بیان ہو چکی ہے۔

اس کے بعد دوسرا قصہ دوسرے رکوع میں بیان فرمایا جو تیسرے رکوع میں آئے گا۔ بعد کے جو نبی آئے انہوں نے بھی توحید کی دعوت دی۔

مختصر تفسیر اردو دوسرا رکوع - سورۂ مومنون - پ ۱۸

وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا نُوْحًا اِلٰى قَوْمِهٖ فَقَالَ يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ ؕ اَفَلَا تَتَّقُوْنَ۔ بے شک ہم نے بھیجا نوح (علیہ السلام) کو ان کی قوم کی طرف تو فرمایا انہوں نے اے میری قوم اللہ کی عبادت کرو نہیں تمہارا اس کے سوا کوئی معبود تو کیا تمہیں ڈر نہیں۔

حضرت نوح علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے ان کی قوم کی طرف مبعوث فرمایا۔ انہوں نے فرمایا اے میری قوم اللہ کی عبادت اور اسی کی توحید کا اعتراف کرو اس لئے کہ اس ایک وحدہ لاشریک لہ کے سوا کوئی پوجنے کے لائق نہیں۔

اَفَلَا تَتَّقُوْنَ۔ کے معنی یہ ہیں اَفَلَا تَخَافُوْنَ عُقُوْبَةَ اللّٰهِ الَّذِىْ هُوَ رَبُّكُمْ وَخَالِقُكُمْ اِذَا عَبَدْتُّمْ غَيْرَهٗ یعنی کیا تمہیں خوف نہیں عذاب الٰہی کا جو تمہارا رب اور خالق ہے جب تم اس کی پوجا کرتے ہو جو حقدار عبادت نہیں۔ نسفی

فَقَالَ الْمَلَؤُا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ قَوْمِهٖ مَا هٰذَآ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ ۙ يُرِيْدُ اَنْ يَّتَفَضَّلَ عَلَيْكُمْ۔ تو بولے سردار کافران کی قوم کے یہ تو نہیں مگر تم جیسا بشر ہے چاہتا ہے کہ تم پر بڑائی حاصل کرے۔ علامہ نسفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

اَىْ اَشْرَا فُهُمْ لِعَوَامِهِمْ مَا هٰذَا اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يَاْكُلُ وَ يَشْرَبُ يُرِيْدُ اَنْ يَّتَفَضَّلَ عَلَيْكُمْ اَىْ بِطَلَبِ الْفَضْلِ عَلَيْكُمْ۔

یعنی ان کے اشراف قوم عوام سے بولے یہ کوئی انوکھے نہیں مگر تمہارے جیسے بشر ہیں کھاتے بھی ہیں اور پیتے بھی ہیں یہ صرف اس لئے اپنی نبوت جتا رہے ہیں کہ تم پر بڑائی اور فضیلت حاصل کریں۔

وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَاَنْزَلَ مَلٰٓئِكَةً۔ اور اگر اللہ چاہتا تو ضرور فرشتے نازل کرتا۔

يَعْنِىْ وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ عِبَادَتَهٗ وَحْدَهٗ لَاَنْزَلَ مَلٰٓئِكَةً يُّبَلِّغُوْنَا ذٰلِكَ عَنْهُ عَزَّوَجَلَّ۔ اگر اللہ چاہتا اپنی

عبادت تنہا تو ضرور فرشتے نازل کرتا کہ وہ ہمیں اللہ کی عبادت کی تبلیغ کرتے نہ کہ یہ جو ہمارے جیسے بشر ہیں۔ روح المعانی
مَّا سَمِعْنَا بِهٰذَا فِيْٓ اٰبَآئِنَا الْاَوَّلِيْنَ۔ یہ طریقہ عبادت تو ہم نے اپنے پہلے باپ داداؤں میں بالکل نہیں سنا ہے۔
یعنی ان کی بعثت سے قبل ایسی توحید کی تعلیم ہم نے اپنے باپ دادا سے نہیں سنی جو حضرت نوح علیہ السلام سنا رہے ہیں لہٰذا ہمارے خیال میں
اِنْ هُوَ اِلَّا رَجُلٌۢ بِهٖ جِنَّةٌ فَتَرَبَّصُوْا بِهٖ حَتّٰى حِيْنٍ۔ یہ تو نہیں مگر ایک مجنون آدمی معلوم ہوتے ہیں تو کچھ دن صبر کرو۔
اِنْ هُوَ میں اِنْ نافیہ ہے مَا هُوَ نہیں وہ اِلَّا رَجُلٌۢ بِهٖ جِنَّةٌ مگر ایک آدمی ہے جسے جنون ہے معاذ اللہ تو تحمل اور صبر کرو
یہ قول منکرین کا ازروئے عناد و مکابرہ تھا اس لئے کہ هُمْ يَعْرِفُوْنَ اَنَّهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ اَرْجَحُ النَّاسِ عَقْلًا وَّاَصْدَقُهُمْ قَوْلًا۔ وہ دل سے جانتے تھے کہ حضرت نوح علیہ السلام عقل میں سب سے زیادہ عقیل تھے اور ازروئے کلام بہت سچے تھے۔

یا صائب الرائے۔ منجد میں ہے اَلرَّزِيْنُ اَصِيْلُ الرَّاْيِ۔ اس پر دوسری جگہ ارشاد ہے:
وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا نُوْحًا اِلٰى قَوْمِهٖ فَلَبِثَ فِيْهِمْ اَلْفَ سَنَةٍ اِلَّا خَمْسِيْنَ عَامًا۔ یعنی آپ نے قوم کو ساڑھے نو سو برس تبلیغ فرمائی۔ پھر ان کے عناد اور مکابرہ کی حد ہی نہ رہی اور اپنی اباطیل پر اڑے رہے تو ان کی ہلاکت کی دعا فرمائی اور کہا: رَّبِّ لَا تَذَرْ عَلَى الْاَرْضِ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ دَيَّارًا۔ الٰہی ان سرکشوں کو زمین پر چلتا نہ چھوڑ۔

اسی کو بطریق استیناف فرمایا گیا کہ حضرت نوح علیہ السلام نے ہم سے عرض کیا۔
قَالَ رَبِّ انْصُرْنِيْ بِمَا كَذَّبُوْنِ۔ الٰہی ان کی تکذیب پر میری مدد فرما۔
یعنی آپ نے گویا یوں عرض کیا: اُنْصُرْنِيْ بِالَّذِيْنَ كَذَّبُوْا لِيْ بِهٖ وَهُوَ الْعَذَابُ الَّذِيْ وَعَدْتُّهُمْ اِيَّاهُ۔ الٰہی ان لوگوں پر جو مجھے جھٹلا رہے ہیں میری مدد فرما اور وہ عذاب نازل کر جس کا ان کے لئے میں نے وعدہ کیا ہے اور کہا ہے: اِنِّيْٓ اَخَافُ عَلَيْكُمْ عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيْمٍ تو ارشاد ہوا۔
فَاَوْحَيْنَآ اِلَيْهِ اَنِ اصْنَعِ الْفُلْكَ بِاَعْيُنِنَا وَوَحْيِنَا۔ تو ہم نے وحی کی نوح علیہ السلام کی طرف کہ ہماری نگرانی میں ہماری وحی کے مطابق کشتی بنا۔

یعنی جیسے اس کی بنانے کی ترکیب ہم وحی کے ذریعہ تمہیں بتائیں ویسی کشتی تیار کرو۔
فَاِذَا جَآءَ اَمْرُنَا وَفَارَ التَّنُّوْرُ ۙ فَاسْلُكْ فِيْهَا مِنْ كُلٍّ زَوْجَيْنِ اثْنَيْنِ وَاَهْلَكَ اِلَّا مَنْ سَبَقَ عَلَيْهِ الْقَوْلُ مِنْهُمْ ۚ وَلَا تُخَاطِبْنِيْ فِي الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا ۚ اِنَّهُمْ مُّغْرَقُوْنَ۔ تو کشتی تیار ہونے کے بعد جب ہمارا حکم آئے اور تنور پانی سے ابل اٹھے تو داخل ہو کشتی میں ہر امت سے دو دو اور آپ کے اہل جو ایمان لائے ہیں مگر جس پر ہمارا فیصلہ مسابقت کر چکا۔ ان کے معاملہ میں ہم سے کوئی سفارش نہ کرنا جو ظالم اور مشرک ہیں بے شک وہ غرق ہوں گے۔
یہاں امر سے مراد عذاب ہے كما قال الآلوسی وَالْمُرَادُ بِالْاَمْرِ الْعَذَابُ كَمَا فِيْ قَوْلِهٖ تَعَالٰى لَا عَاصِمَ الْيَوْمَ مِنْ اَمْرِ اللّٰهِ۔ یہاں بھی امر اللہ سے مراد عذاب ہے۔

وَفَارَ التَّنُّوْرُ ۙ۔اور جوش میں آئے تنور رُوِیَ اَنَّهٗ قِيْلَ لَهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ اِذَا فَارَ التَّنُّوْرُ اِرْكَبْ اَنْتَ وَمَنْ مَّعَكَ وَكَانَ تَنُّوْرُ اٰدَمَ عَلَيْهِ السَّلَامُ فَصَارَ اِلٰى نُوْحٍ عَلَيْهِ السَّلَامُ فَلَمَّا نَبَعَ مِنْهُ الْمَآءُ اَخْبَرَتْهُ اِمْرَاَتُهٗ فَرَكِبُوْا۔

روایت ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام کو منجانب اللہ حکم ہو چکا تھا کہ جب تنور جوش میں آئے تو تم اور تمہارے ساتھی کشتی میں سوار ہو جائیں۔

اور یہ تنور حضرت آدم علیہ السلام کا تھا جو نوح علیہ السلام کو ملا تھا تو جب اس سے پانی ابلنے لگا۔آپ کی بیوی نے خبر دی تو سب کشتی میں سوار ہو گئے۔

یہ تنور کہاں تھا اس میں اختلاف ہے

فَقِيْلَ كَانَ فِيْ مَسْجِدِ الْكُوْفَةِ اَیْ فِیْ مَوْضَعِهٖ عَنْ يَمِيْنِ الدَّاخِلِ مِنْ بَابِ الْكُنْدَةِ الْيَوْمَ۔یہ تنور مسجد کوفہ میں تھا جو اندر کے حصہ میں داہنی طرف باب کندہ سے تھا۔

منجد میں ہے اَلْكُنْدَةُ الْقِطْعَةُ مِنَ الْجَبَلِ۔پہاڑ کے کنارہ کو کہتے ہیں۔

وَقِيْلَ كَانَ فِيْ عَيْنِ وَرْدَةَ مِنَ الشَّامِ۔بعض کے نزدیک شام میں عین وردہ میں تھا۔

وَ قِيْلَ بِالْجَزِيْرَةِ قَرِيْبًا مِّنَ الْمُوْصَلِ۔بعض نے کہا موصل کے قریب ایک جزیرہ میں تھا۔

وَ قِيْلَ التَّنُّوْرُ وَجْهُ الْاَرْضِ۔ایک قول ہے کہ تنور سے مراد زمین ہے۔

وَ عَنْ عَلِيٍّ كَرَّمَ اللّٰهُ وَجْهَهٗ اَنَّهٗ فَسَّرَ فَارَ التَّنُّوْرُ بِطَلْعِ الْفَجْرِ۔حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا فَارَ التَّنُّوْرُ سے مراد طلوع فجر ہے۔

فَاسْلُكْ فِيْهَا۔اَیْ اُدْخُلْ فِيْهَا۔محاورہ میں ہے سَلَكَ فِيْهِ اَیْ دَخَلَ فِيْهِ۔جیسا کہ قرآن پاک میں ہے مَاسَلَكَكُمْ فِيْ سَقَرَ۔اس کے معنی داخل ہونے کے ہیں یعنی ان سے سوال ہوگا کہ کس وجہ میں تمہیں جہنم میں داخل کیا۔تو آیہ کریمہ کے معنی یہ ہوئے:

اُسْلُكْ مِنْ كُلِّ اُمَّةِ الذَّكَرِ وَالْاُنْثٰى وَاحِدَيْنِ مَزْدُوْجَيْنِ رُوِیَ اَنَّهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ لَمْ يَحْمِلْ فِی الْفُلْكِ اِلَّا مَا يَلِدُ الْبَيْضَ وَاَمَّا مَا يَتَوَلَّدُ مِنَ الْعُفُوْنَاتِ كَالْبَقِّ وَالذُّبَابِ وَالدُّوْدِ فَلَمْ يَحْمِلْ شَيْئًا مِّنْهُ۔

داخل ہو جاؤ۔ہر ایک گروہ سے نر مادہ ایک ایک بے فکر ہو کر

روایت ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام اس وقت تک کشتی میں سوار نہ ہوئے جب تک جو انڈے کا بچہ تھا وہ بھی سوار نہ ہو گیا اور جو گندگی سے پیدا ہونے والے تھے جیسے مچھر مکھی اور کیڑے مکوڑے یہ کشتی میں سوار نہ ہوئے۔

وَاَهْلَكَ۔اور تیرے اہل سوار ہوں اس سے مراد امت اجابت ہے جس نے آپ پر ایمان لا کر آپ کا اتباع کیا۔

آگے ان کا استثناء فرمایا گیا جن کی گمراہی ازل سے متحقق تھی یا تخلیق دنیا سے پہلے ہی وہ لوح محفوظ میں کافر تھے۔چنانچہ ارشاد ہے:

اِلَّا مَنْ سَبَقَ عَلَيْهِ الْقَوْلُ مِنْهُمْ ۚ وَلَا تُخَاطِبْنِيْ فِي الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا ۚ اِنَّهُمْ مُّغْرَقُوْنَ۔مگر وہ جن پر ہمارا

فرمان مسابقت کر چکا ہے۔

وَلَا تُخَاطِبْنِیْ۔ یَعْنِیْ لَا تُکَلِّمْنِیْ فِیْهِمْ بِشَفَاعَةٍ وَّاِنْجَائِهِمْ مِنَ الْغَرَقِ۔ ان کے حق میں ہمارے حضور سفارش نہ کرنا جو ظالم کافر ہیں وہ یقیناً غرق کیے جائیں گے۔

یعنی بلا اذن الٰہی کسی کو شفاعت کا حق نہیں اور جن کے حق میں ہمارا حکم اول ہی معتوب ہونے کا ہو چکا ہے ان کے لئے تم ہرگز سفارش وشفاعت نہ کرنا کہ وہ غرق سے بچائے جائیں بلکہ وہ یقیناً غرق ہی کیے جائیں گے۔ اس کے بعد ارشاد ہے:

فَاِذَا اسْتَوَیْتَ اَنْتَ وَمَنْ مَّعَكَ عَلَى الْفُلْكِ فَقُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ نَجّٰىنَا مِنَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ۔ جب تم سب معہ اہل واتباع کے برابر سوار ہو جاؤ تو کہو تمام حمد اس کے وجہ منیر کو جس نے ہمیں نجات دی قوم مشرکین سے۔

اس لئے کہ نجات جب حاصل ہو جائے تو بندہ کے فرائض سے ہے کہ حمد الٰہی عز وجل کرے خواہ اپنی نجات پانے پر یا قوم ظالمین کی ہلاکت پر پھر ارشاد ہے:

وَقُلْ رَّبِّ اَنْزِلْنِیْ مُنْزَلًا مُّبٰرَكًا وَّاَنْتَ خَیْرُ الْمُنْزِلِیْنَ۔ اور یوں عرض کرواے میرے رب ہمیں اتار اس کشتی سے برکت والے مقام پر اور تو بہترین برکت والا اتارنے والا ہے۔

یہ دعا امت نوح علیہ السلام کو تعلیم دی گئی تھی لیکن امت محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کے لئے بھی یہ قیامت تک دعا مشروع ہے۔

اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ وَّاِنْ كُنَّا لَمُبْتَلِیْنَ ﴿۳۰﴾ ثُمَّ اَنْشَاْنَا مِنْۢ بَعْدِهِمْ قَرْنًا اٰخَرِیْنَ ﴿۳۱﴾ فَاَرْسَلْنَا فِیْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَیْرُهٗ ؕ اَفَلَا تَتَّقُوْنَ۔ اس طوفانی واقعہ میں اصحاب بصیرت کے لئے بڑی نشانیاں ہیں اور ہماری شان یہی ہے کہ ہم ایسی قوم کو ابتلاء ومصائب اور عذاب شدید میں مبتلا کرتے ہیں پھر ہم نے ہلاکت قوم نوح کے بعد دوسری سنگت قوم عاد اور ثمود پیدا کی تو بھیجا ہم نے ان میں ان کی برادری سے رسولوں کو یعنی حضرت ہود اور حضرت صالح علیہما السلام کو ان دونوں قوموں کا حال سورۂ اعراف اور ہود میں آ چکا۔

تو ان مرسلین کرام نے ہمارا پیام پہنچایا اور فرمایا اے قوم اللہ کی پوجا کرو اس کے سوا تمہارا کوئی خدا نہیں تو کیا تمہیں خوف نہیں۔

بامحاورہ ترجمہ تیسرا رکوع۔ سورۂ مومنون۔ پ ۱۸

وَقَالَ الْمَلَاُ مِنْ قَوْمِهِ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا وَكَذَّبُوْا بِلِقَآءِ الْاٰخِرَةِ وَاَتْرَفْنٰهُمْ فِی الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا ۙ مَا هٰذَاۤ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ ۙ یَاْكُلُ مِمَّا تَاْكُلُوْنَ مِنْهُ وَیَشْرَبُ مِمَّا تَشْرَبُوْنَ ﴿۳۳﴾

بولے سردار اس قوم کے جو کافر تھے اور جھٹلاتے تھے آخرت کی حاضری کو اور جنہیں دیا ہم نے انہیں دنیا کی زندگی میں نہیں یہ مگر تم جیسا بشر کھاتا ہے جو تم کھاتے ہو اس سے اور پیتا ہے جو تم پیتے ہو

وَلَىٕنْ اَطَعْتُمْ بَشَرًا مِّثْلَكُمْ اِنَّكُمْ اِذًا لَّخٰسِرُوْنَ ﴿۳۴﴾

اور اگر پیروی کی تم نے اپنے جیسے بشر کی تو بے شک تم ضرور نقصان میں ہو گے

أَيَعِدُكُمْ أَنَّكُمْ إِذَا مِتُّمْ وَكُنْتُمْ تُرَابًا وَّعِظَامًا أَنَّكُمْ مُّخْرَجُوْنَ ﴿۳۵﴾

کیا وعدہ دیتا ہے تمہیں کہ جب تم مر جاؤ گے اور ہو جاؤ گے مٹی اور ہڈیاں تو تم نکالے جاؤ گے

هَيْهَاتَ هَيْهَاتَ لِمَا تُوْعَدُوْنَ ﴿۳۶﴾

بعید ہے بعید ہے وہ جو تمہیں وعدہ دیا جاتا ہے

إِنْ هِيَ إِلَّا حَيَاتُنَا الدُّنْيَا نَمُوْتُ وَنَحْيَا وَمَا نَحْنُ بِمَبْعُوْثِيْنَ ﴿۳۷﴾

یہ تو نہیں مگر زندگی ہماری دنیا کی ہے کہ ہم مرتے جیتے ہیں اور نہیں ہمیں اٹھنا

إِنْ هُوَ إِلَّا رَجُلُ ۨافْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا وَّمَا نَحْنُ لَهٗ بِمُؤْمِنِيْنَ ﴿۳۸﴾

یہ نہیں مگر ایک آدمی ہے جس نے افتراء باندھا ہے اللہ پر جھوٹا اور ہم اس پر ایمان لانے والے نہیں

قَالَ رَبِّ انْصُرْنِيْ بِمَا كَذَّبُوْنِ ﴿۳۹﴾

عرض کی اے میرے رب میری مدد فرما اس پر کہ انہوں نے مجھے جھٹلایا

قَالَ عَمَّا قَلِيْلٍ لَّيُصْبِحُنَّ نٰدِمِيْنَ ﴿۴۰﴾

فرمایا اللہ نے کچھ دیر جاتی ہے کہ یہ صبح کریں گے ندامت کے ساتھ

فَأَخَذَتْهُمُ الصَّيْحَةُ بِالْحَقِّ فَجَعَلْنٰهُمْ غُثَآءً ۚ فَبُعْدًا لِّلْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۴۱﴾

تو انہیں آلیا چنگھاڑ نے جو حق تھی تو کر دیا ہم نے کوڑا تو دور ہوں ظالم لوگ

ثُمَّ أَنْشَأْنَا مِنْ بَعْدِهِمْ قُرُوْنًا اٰخَرِيْنَ ﴿۴۲﴾

پھر پیدا کیں ہم نے ان کے بعد اور قومیں

مَا تَسْبِقُ مِنْ أُمَّةٍ أَجَلَهَا وَمَا يَسْتَأْخِرُوْنَ ﴿۴۳﴾

نہیں پہلے جائے گی کوئی امت اپنے وقت سے اور نہ پیچھے

ثُمَّ أَرْسَلْنَا رُسُلَنَا تَتْرَا ۖ كُلَّمَا جَآءَ أُمَّةً رَّسُوْلُهَا كَذَّبُوْهُ فَأَتْبَعْنَا بَعْضَهُمْ بَعْضًا وَّجَعَلْنٰهُمْ أَحَادِيْثَ ۚ فَبُعْدًا لِّقَوْمٍ لَّا يُؤْمِنُوْنَ ﴿۴۴﴾

پھر بھیجے ہم نے اپنے رسول پے در پے جب کبھی آیا کسی امت کے پاس ان کا رسول تو جھٹلایا اسے تو ہم نے اگلوں سے پچھلے ملا دیئے اور انہیں ہم نے کر دیا افسانے تو بعد ہے انہیں جو بے ایمان ہیں

ثُمَّ أَرْسَلْنَا مُوْسٰى وَأَخَاهُ هٰرُوْنَ ۙ بِاٰيٰتِنَا وَسُلْطٰنٍ مُّبِيْنٍ ﴿۴۵﴾

پھر بھیجا ہم نے موسیٰ کو اور ان کے بھائی ہارون کو اپنی آیتوں کے ساتھ اور روشن سند دے کر

إِلٰى فِرْعَوْنَ وَمَلَا۟ئِهٖ فَاسْتَكْبَرُوْا وَكَانُوْا قَوْمًا عَالِيْنَ ﴿۴۶﴾

فرعون کی طرف اور اس کے درباریوں کی طرف تو تکبر کیا سب نے اور تھی وہ قوم سرکش

فَقَالُوْا أَنُؤْمِنُ لِبَشَرَيْنِ مِثْلِنَا وَقَوْمُهُمَا لَنَا عٰبِدُوْنَ ﴿۴۷﴾

تو بولے کیا ہم ایمان لائیں دو آدمیوں پر جو ہمارے جیسے ہیں اور ان کی قوم ہماری بندگی کرتی ہے

فَكَذَّبُوْهُمَا فَكَانُوْا مِنَ الْمُهْلَكِيْنَ ﴿۴۸﴾

تو جھٹلایا انہوں نے انہیں تو ہلاک شدہ ہو گئے

وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ لَعَلَّهُمْ يَهْتَدُوْنَ ﴿۴۹﴾

اور بے شک دی ہم نے موسیٰ کو کتاب تاکہ انہیں ہدایت ہو

وَ جَعَلْنَا ابْنَ مَرْيَمَ وَ أُمَّهٗۤ اٰيَةً وَّ اٰوَيْنٰهُمَاۤ اِلٰى رَبْوَةٍ ذَاتِ قَرَارٍ وَّ مَعِيْنٍ ۟ع

اور کیا ہم نے ابن مریم کو اور اس کی ماں کو نشانی اور انہیں ٹھکانا دیا ہم نے بلند زمین پر جو بسنے کے لائق ہے اور بہتے ہوئے پانیوں والی تھی

حل لغات تیسرا رکوع۔سورۂ مومنون۔پ ۱۸

وَ۔اور	قَالَ۔کہا	الْمَلَاُ۔سرداروں نے	مِنْ قَوْمِهٖ۔اس کی قوم سے
الَّذِيْنَ۔وہ جو	كَفَرُوْا۔کافر ہوئے	وَ۔اور	كَذَّبُوْا۔جھٹلایا
بِلِقَآءِ۔ملاقات	الْاٰخِرَةِ۔آخرت کو	وَ۔اور	اَتْرَفْنٰهُمْ۔دولت دی ہم
نے ان کو	فِي۔بیچ	الْحَيٰوةِ۔زندگی	الدُّنْيَا۔دنیا کے
مَا۔نہیں	هٰذَآ۔یہ	اِلَّا۔مگر	بَشَرٌ۔آدمی ہے
مِّثْلُكُمْ۔تمہارے جیسا	يَاْكُلُ۔کھاتا ہے	مِمَّا۔اس سے	تَاْكُلُوْنَ۔جو تم کھاتے ہو
مِنْهُ۔اس سے	وَ۔اور	يَشْرَبُ۔پیتا ہے	مِمَّا۔اس سے جو
تَشْرَبُوْنَ۔تم پیتے ہو	وَ۔اور	لَئِنْ۔اگر	اَطَعْتُمْ۔کہا مانا تم نے
بَشَرًا۔ایک آدمی	مِّثْلَكُمْ۔اپنے جیسے کا	اِنَّكُمْ۔تو یقیناً تم	اِذًا۔اس وقت
لَّخٰسِرُوْنَ۔گھاٹا اٹھانے والے ہو		اَ۔اور	يَعِدُكُمْ۔وعدہ دیتا ہے تم کو
اَنَّكُمْ۔کہ تم	اِذَا۔جب	مِتُّمْ۔مرجاؤ گے	وَ۔اور
كُنْتُمْ۔ہو جاؤ گے	تُرَابًا۔مٹی	وَّ۔اور	عِظَامًا۔ہڈیاں
اَنَّكُمْ۔بے شک تم	مُّخْرَجُوْنَ۔نکالے جاؤ گے	هَيْهَاتَ۔بعید ہے	هَيْهَاتَ۔بعید ہے
لِمَا۔جو	تُوْعَدُوْنَ۔وعدے دیئے جاتے ہو		اِنْ۔نہیں
هِيَ۔وہ	اِلَّا۔مگر	حَيَاتُنَا۔ہماری زندگی	الدُّنْيَا۔دنیا کی
نَمُوْتُ۔ہم مرتے ہیں	وَ۔اور	نَحْيَا۔جیتے ہیں	وَ۔اور
مَا۔نہیں	نَحْنُ۔ہم	بِمَبْعُوْثِيْنَ۔اٹھائے گئے	اِنْ۔نہیں
هُوَ۔وہ	اِلَّا۔مگر	رَجُلُ۔ایک آدمی ہے کہ	افْتَرٰى۔باندھا اس نے
عَلَى۔اوپر	اللّٰهِ۔اللہ کے	كَذِبًا۔جھوٹ	وَّ۔اور
مَا۔نہیں	نَحْنُ۔ہم	لَهٗ۔اس پر	بِمُؤْمِنِيْنَ۔ایمان لانے
والے	قَالَ۔کہا	رَبِّ۔اے میرے رب	انْصُرْنِيْ۔مدد کر میری
بِمَا۔جو	كَذَّبُوْنِ۔انہوں نے مجھے جھٹلایا		قَالَ۔فرمایا
عَمَّا۔تھوڑی	قَلِيْلٍ۔مدت کے بعد	لَّيُصْبِحُنَّ۔ہو جائیں گے	نٰدِمِيْنَ۔افسوس کرنے والے

فَاَخَذَتْھُمُ۔ تو پکڑا ان کو	الصَّیْحَۃُ۔ چنگھاڑ نے	بِالْحَقِّ۔ حق کے ساتھ	فَجَعَلْنٰھُمْ۔ تو بنایا ہم نے ان کو
غُثَآءً۔ کوڑا	فَبُعْدًا۔ تو دوری ہے	لِّلْقَوْمِ۔ قوم	الظّٰلِمِیْنَ۔ ظالم کو
ثُمَّ۔ پھر	اَنْشَاْنَا۔ پیدا کیا ہم نے	مِنْۢ بَعْدِھِمْ۔ ان کے پیچھے	قُرُوْنًا۔ زمانے
اٰخَرِیْنَ۔ دوسرے	مَا۔ نہیں	تَسْبِقُ۔ آگے بڑھتی	مِنْ اُمَّۃٍ۔ کوئی امت
اَجَلَھَا۔ اپنی مدت سے	وَ۔ اور	مَا۔ نہیں	یَسْتَاْخِرُوْنَ۔ پیچھے رہتے
ثُمَّ۔ پھر	اَرْسَلْنَا۔ بھیجے ہم نے	رُسُلَنَا۔ اپنے رسول	تَتْرَا۔ پے در پے
كُلَّمَا۔ جب بھی	جَآءَ۔ آیا	اُمَّۃً۔ کسی امت کے پاس	رَّسُوْلُھَا كَذَّبُوْہُ۔ اس کا
رسول تو جھٹلایا اس کو	فَاَتْبَعْنَا۔ تو پیچھے لگائے ہم نے	بَعْضَھُمْ۔ اس کے بعض	بَعْضًا۔ بعض کے
وَّ۔ اور	جَعَلْنٰھُمْ۔ بنایا ہم نے ان کو	اَحَادِیْثَ۔ داستانیں	فَبُعْدًا۔ تو دوری ہے
لِّقَوْمٍ۔ اس قوم کو جو	لَّا۔ نہیں	یُؤْمِنُوْنَ۔ ایمان لاتے	ثُمَّ۔ پھر
اَرْسَلْنَا۔ بھیجا ہم نے	مُوْسٰی۔ موسیٰ	وَ۔ اور	اَخَاہُ۔ اس کے بھائی
ھٰرُوْنَ۔ ہارون کو	بِاٰیٰتِنَا۔ اپنی آیتوں	وَ۔ اور	سُلْطٰنٍ۔ غلبے
مُّبِیْنٍ۔ ظاہر کے ساتھ	اِلٰی۔ طرف	فِرْعَوْنَ۔ فرعون	وَ۔ اور
مَلَا۟ئِهٖ۔ اس کے سرداروں کی		فَاسْتَكْبَرُوْا۔ تو تکبر کیا انہوں نے	
وَ۔ اور	كَانُوْا۔ تھے وہ	قَوْمًا۔ قوم	عَالِیْنَ۔ غلبہ کرنے والی
فَقَالُوْٓا۔ تو بولے	اَ۔ کیا	نُؤْمِنُ۔ ایمان لائیں ہم	لِبَشَرَیْنِ۔ دو آدمیوں
مِثْلِنَا۔ اپنے جیسوں پر	وَ۔ اور	قَوْمُھُمَا۔ ان کی قوم	لَنَا۔ ہماری
عٰبِدُوْنَ۔ خدمت کرنے والے ہیں		فَكَذَّبُوْھُمَا۔ تو جھٹلایا انہوں نے ان کو	
فَكَانُوْا۔ تو ہو گئے	مِنَ الْمُھْلَكِیْنَ۔ ہلاک ہونے والوں سے		وَ۔ اور
لَقَدْ۔ بے شک	اٰتَیْنَا۔ دی ہم نے	مُوْسَی۔ موسیٰ کو	الْكِتٰبَ۔ کتاب
لَعَلَّھُمْ۔ تا کہ	یَھْتَدُوْنَ۔ وہ راہ پائیں	وَ۔ اور	جَعَلْنَا۔ بنایا ہم نے
ابْنَ۔ بیٹے	مَرْیَمَ۔ مریم کو	وَ۔ اور	اُمَّہٗ۔ اس کی ماں کو
اٰیَۃً۔ نشانی	وَّ۔ اور	اٰوَیْنٰھُمَآ۔ جگہ دی ہم نے ان کو	
اِلٰی۔ طرف	رَبْوَۃٍ۔ ٹیلے کی	ذَاتِ قَرَارٍ۔ جو ٹھہرنے کی جگہ تھی	
وَّ۔ اور	مَعِیْنٍ۔ چشموں والی		

28ع

لغات نادرہ

مَلَاُ۔ سردار۔ درباری۔ اشراف قوم۔

اَتْرَفْنٰھُمْ۔ چین دیا ہم نے۔ فراخی دی۔

هَيْهَاتَ۔ اِسْمٌ لِبُعْدَ۔ بعید ہے۔ محال ہے۔ ناممکن ہے۔
الصَّيْحَةُ۔ چیخ چنگھاڑ۔
غُثَآءً كَغُثَاءِ السَّيْلِ۔ پرنالہ کا کوڑا۔ توڑی۔ بھس۔
قُرُوْنًا۔ جماعتیں۔
عَالِيْنَ۔ مُتَكَبِّرِيْنَ مُتَطَاوِلِيْنَ بِالْبَغْيِ وَالظُّلْمِ۔ بلندی پسند کرنے والے۔
تَتْرَا۔ متواتر سے ہے۔ یعنی ایک کے بعد ایک۔ پے در پے۔
رَبْوَةٍ۔ مَا ارْتَفَعَ مِنَ الْاَرْضِ دُوْنَ الْجَبَلِ۔ بلکہ زمین سے بلند علاوہ پہاڑ کے۔
اٰوَيْنٰهُمَآ۔ جَعَلْنٰهُمَا يَاوِيَان۔ پناہ دی ہم نے۔ ٹھہرایا ہم نے۔
ذَاتِ قَرَارٍ وَّمَعِيْنٍ۔ مُسْتَقَرٍّ مِنْ اَرْضٍ مُنْبَطِةٍ۔ اونچے مقام پر وسیع میدان۔ جہاں قدرتی چشمے جاری ہوں۔

خلاصہ تفسیر تیسرا رکوع ۔ سورۂ مومنون ۔ پ ۱۸

اس رکوع میں جو قصہ بیان ہوا ہے اس سے حضرت ہود یا صالح علیہما السلام مراد ہیں انہوں نے بھی اپنی قوم کو توحید اور خدا پرستی کا حکم دیا اور مرکر زندہ ہونے پر بھی ایمان لانے کا اعلان فرمایا اس پر ان کی قوم کے سردار جو آخرت کے منکر اور توحید سے کفر کرنے والے تھے اور انہیں اللہ تعالیٰ نے ترف یعنی دولت وثروت اور معاش میں وسعت دی تھی اور

اَتْرَفْنٰهُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا۔ فرمانے کی وجہ بھی یہی معلوم ہوئی ہے کہ آفات مال وتمول میں پہلی آفت یہی آتی ہے کہ متمول دنیا دار لوگ غرور وتکبر میں آ کر کسی کی بات آسانی سے قبول نہیں کرتے اور جو منہ میں آئے وہ بدہضمی کے ڈکاروں کے ساتھ انواع واقسام کے لایعنی اعتراضات وشبہات پیدا کیا کرتے ہیں چنانچہ ان کی قوم کے متمول یہ کہنے لگے۔

یہ تو ہمارے جیسے بشر ہیں۔
یہ تو جس طرح ہم کھاتے پیتے ہیں ویسے ہی کھاتے پیتے ہیں۔
یہ بھی وہی کھاتے ہیں جو ہم کھاتے ہیں۔
لہٰذا ایسے شخص کی پیروی کرنا اور اس کے حکم پر چلنا جو ہر پہلو سے بظاہر ہمارے جیسا ہے یقیناً نقصان وخسران میں پڑنا ہے۔

ان سفہاء حمقاء کے زعم باطل میں رسول نوع انسانی سے علیحدہ کچھ ہونا ضروری تھا۔
اور ان بیوقوفوں کو اس امر کا ناممکن ہونا یقینی تھا کہ مرجانے کے بعد ہڈی اور مٹی رہ جانے کے بعد دوبارہ زندگی ہو۔
وہ اسے اپنے ذہن باطل اور اپنے عقیدۂ عاطل میں محال جانتے تھے حالانکہ نطفہ کی مثال دے کر دلیل عقلی سے مرکر زندہ ہونا نہایت آسان ثابت کر دیا گیا جو سورۂ مومنون کے پہلے رکوع میں بیان ہو چکا۔
وہ کہتے تھے کہ جو مرکر بوسیدہ مٹی اور ہڈی کا زندہ ہونا کہتا ہے وہ عقل نہیں مانتی بنا بریں اس کے کسی قول کا ماننا بھی صحیح نہیں۔

ہماری زندگی صرف اور صرف دنیا کی زندگی ہے اس کے بعد پھر زندگی بتانے والا معاذ اللہ مفتری ہے ہم ہرگز ماننے کو تیار نہیں۔

تو نبی نے بارگاہ حق عزوجل میں دعا کی اور عرض کیا کہ میری مدد فرما۔

حکم الٰہی آیا کچھ وقت گزرتا ہے کہ ان کی جہالت کی تاریک شب صبح کی شکل میں آئے گی اور یہ نادم و شرمندہ ہوں گے۔ چنانچہ ان پر صبح کے وقت ایسا عذاب آیا کہ ایک ہی چنگھاڑ میں سب مر کر رہ گئے۔ پھر اس کے بعد متواتر جماعتیں پیدا ہوئیں۔ چنانچہ تَتْرَا جو فرمایا ہے اس کے معنی ہی متواتر قومیں پیدا ہونا اور ان میں رسولوں کا آنا ہی ہیں۔

اور یہ متواتر رسول جو آئے ان کی قوم پر مخالفت کی وجہ سے جو عذاب آئے ان کے وقت مقرر تھے اس سے آگے پیچھے کسی پر عذاب نہ آیا اس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی دی گئی ہے کہ جو آپ کے مخالف و معاند اور منکر ہیں ان کی بربادی و ہلاکت کا بھی ایک وقت مقرر ہے اس وقت تک آپ ان کی زیادتیاں برداشت فرمائیں علی الفور کسی مخالفت پر اس مخالف کو ہلاک کر دینا ہمارا طریقہ نہیں ہے۔

اس قوم کی ہلاکت کے بعد پے در پے رسول آتے رہے مگر یہ بھی مخالفت ہی کرتے رہے اور ہم بھی انہیں ہلاک کرتے رہے۔ حتیٰ کہ جن قوموں نے پہلی قوموں کی پیروی میں مخالفت کی انہیں ایسا ہلاک کیا کہ نابود ہو گئیں۔ وَجَعَلْنٰهُمْ اَحَادِيْثَ۔ ان کے قصے ہی رہ گئے۔

اس کے بعد حضرت موسیٰ و ہارون علیہما السلام کا اجمالاً تذکرہ فرمایا کہ انہیں سلطان مبین یعنی خاص معجزہ عصا عطا فرمایا اور آگے بتایا کہ عذاب و غرق کے بعد حضرت موسیٰ علیہ السلام بنی اسرائیل کو لے کر ملک شام روانہ ہوئے اور بحیرۂ قلزم کو عبور فرما کر اس میدان میں آئے جسے تیہ کہتے ہیں۔

پھر پانچواں قصہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضرت مریم کا بیان کرتے ہوئے فرمادیا کہ یہ دونوں ہمارے نشان ہیں۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام تو یوں نشان ہیں کہ وہ صرف ماں سے پیدا ہوئے۔

اور حضرت مریم کو بلا مرد آپ سے حضرت روح اللہ کی ولادت ہوئی۔ اور یہ مسئلہ ولادت بلا باپ اس آیت کریمہ سے صاف طور پر ثابت ہوتا ہے۔

اس سے یہود و نصاریٰ کو سمجھنا چاہئے تھا اس کے برعکس وہ حضرت کی جان کے دشمن ہو گئے۔ اور حضرت مریم کو بحالت صغر سنی آپ کو اپنے چچازاد بھائی یوسف نجار کے پاس ہیروڈوٹس حاکم کے خوف سے مصر لے کر جانا پڑا چنانچہ سالہا سال آپ وہیں رہے۔

یہاں دریائے نیل جاری ہے جسے ربوہ فرمایا وہ بلند جگہ ہے۔

بقول ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ وہ مقام رملہ ہے۔ بہر حال رَبْوَةٍ بلند ٹیلے کو کہتے ہیں اور ذَاتِ قَرَارٍ وَّمَعِيْنٍ سے مراد ٹھہرنے کی جگہ پانی کے قریب ہے۔

مختصر تفسیر اردو تیسرا رکوع - سورۂ مومنون - پ ۱۸

وَقَالَ الْمَلَاُ مِنْ قَوْمِهِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَكَذَّبُوْا بِلِقَآءِ الْاٰخِرَةِ وَاَتْرَفْنٰهُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۙ مَا هٰذَآ اِلَّا

بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ ۙ يَأْكُلُ مِمَّا تَأْكُلُونَ مِنْهُ وَيَشْرَبُ مِمَّا تَشْرَبُونَ ۝۳۳۔

اور بولے اس قوم کے سردار جو کافر تھے اور آخرت کے ملنے کو جھٹلاتے تھے اور ہم نے انہیں فراخی دی تھی دنیا کی زندگی میں کہ یہ تو نہیں مگر تمہارے جیسے ہی بشر ہیں کھاتے ہیں اسی میں سے جس سے تم کھاتے ہو اور پیتے ہیں وہی جو تم پیتے ہو۔

یعنی ان کی قوم کے کافر سردار جو متمول اور عیش وعشرت میں تھے اپنے نبی کی شان میں بولے کہ یہ نبی کیسے ہو سکتے ہیں یہ تو کھاتے پیتے ہیں اگر نبی ہوتے تو کھانے پینے سے مثل ملائکہ پاک ہوتے۔ یہ بد باطن اس قسم کے لایعنی اعتراضات کر کے اپنی قوم کو بھی اپنے ساتھ خراب کرتے تھے اور کمالات نبوت دیکھنے سے اندھے تھے۔ اس بناء پر بشر ہی کہتے رہے۔

حالانکہ نبی اگر بشر کے مثل نہ ہوتا تو بشروں کو تبلیغ کیوں کر کرتا۔ شرائط تبلیغ میں مجانست صوری وصوتی لازمی ہوتی ہے۔ ان کی نظریں انوار نبوت اور باطنی کمالات نہ دیکھ سکیں یہ ان کے عناد اور کفر اور گمراہی کی بنیادیں تھیں کہ انہوں نے اپنے انبیاء میں عیب دیکھے تو یہ دیکھے کہ

یہ ہمارے جیسے بشر ہیں ان کا بشری نقشہ ہمارے جیسا ہے۔

یہ ہماری طرح کھاتے پیتے ہیں۔

پھر بکتے بکتے یہاں تک بڑھے کہ اتباع کرنے والوں کو کہہ بیٹھے کہ

وَلَئِنْ أَطَعْتُم بَشَرًا مِّثْلَكُمْ إِنَّكُمْ إِذًا لَّخَاسِرُونَ۔ اگر تم کسی اپنے جیسے آدمی کی اطاعت کرو گے تو ضرور نقصان و خسران میں ہو گے۔

اس لئے کہ ہماری ہدایت اللہ چاہتا تو فرشتے نازل کر دیتا جیسا کہ اس سے پہلے رکوع میں ذکر ہے تو اپنے جیسے کی اطاعت نہیں کرنی چاہئے۔ پھر تم غور کرو کہ

أَيَعِدُكُمْ أَنَّكُمْ إِذَا مِتُّمْ وَكُنتُمْ تُرَابًا وَعِظَامًا أَنَّكُم مُّخْرَجُونَ ۝۳۵ هَيْهَاتَ هَيْهَاتَ لِمَا تُوعَدُونَ۔ کیا تمہیں یہ نبی بتاتا ہے کہ تم جب مر جاؤ گے اور مٹی اور ہڈیاں ہو جاؤ گے اس کے بعد پھر نکالے جاؤ گے کتنی بعید از عقل اور کتنی دور کی بات ہے جو تمہیں کہہ رہا ہے۔

يَعْنِيْ أَيَعِدُكُمْ أَنَّكُمْ مُخْرَجُوْنَ مِنْ قُبُوْرِكُمْ أَحْيَاءً كَمَا كُنْتُمْ أَوَّلًا إِذَا مِتُّمْ وَكُنْتُمْ تُرَابًا۔ کیا تم اپنی قبروں سے ایسے ہی زندہ نکلو گے جیسے اول تھے جب مر جاؤ گے اور مٹی ہو جاؤ گے۔ یہ ہماری سمجھ میں نہیں آتا ہم تو یہ سمجھتے ہیں کہ

إِنْ هِيَ إِلَّا حَيَاتُنَا الدُّنْيَا نَمُوتُ وَنَحْيَا وَمَا نَحْنُ بِمَبْعُوثِينَ۔ آگے کچھ نہیں بس یہی دنیا کی زندگی ہے کہ اس سے ہم مر جاتے ہیں اور پھر ہم اس موت کے بعد دوبارہ زندہ نہیں ہو سکتے۔

یعنی جب ہم موت کے بعد معدوم ہو جائیں گے پھر ہم دوبارہ مبعوث نہیں ہو سکتے۔ یعنی جب مرنے کے بعد مٹی ہو جائیں گے تو دوبارہ کیسے زندہ ہوں گے یہ بعید از عقل بات ہے ہاں یہ ضرور ہے کہ

إِنْ هُوَ إِلَّا رَجُلٌ افْتَرَىٰ عَلَى اللَّهِ كَذِبًا۔ یہ نہیں مگر ایسا آدمی ہے جو افتراء کرتا ہے اللہ پر جھوٹا اور کہتا ہے کہ وہ اللہ قادر وقیوم تمہیں دوبارہ زندہ اٹھائے گا لیکن یہ ہزار کہے ہم تو

وَمَا نَحْنُ لَهُ بِمُؤْمِنِينَ۔ ہم کبھی اس پر ایمان نہ لائیں گے۔

آخرش نبی علیہ السلام ان کی ہدایت سے مایوس ہو گئے تو

قَالَ رَبِّ انْصُرْنِیْ بِمَا كَذَّبُوْنِ ﴿۳۹﴾ قَالَ عَمَّا قَلِیْلٍ لَّیُصْبِحُنَّ نٰدِمِیْنَ۔ بارگاہ حق میں ان کے رسول نے عرض کی اے میرے رب میری مدد فرما ان کی تکذیب پر تو ارشاد الٰہی ہوا تھوڑی مدت گزرتی ہے کہ یہ صبح کریں گے ندامت کی حالت میں۔

یعنی ان کی مدت مہلت ختم ہونے کے بعد ان پر ایسی صبح آئے گی کہ یہ سب پچھتاتے ہوئے ہلاک ہو جائیں گے چنانچہ بموجب وعدہ

فَاَخَذَتْهُمُ الصَّیْحَةُ بِالْحَقِّ فَجَعَلْنٰهُمْ غُثَآءً ۚ فَبُعْدًا لِّلْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ۔ پکڑ لیا انہیں چنگھاڑ نے حق کی طرف سے تو ظالموں کو کوڑے کی صورت کر دیا تو بعد ہے رحمت حق سے ظالم لوگوں کو۔

غُثَآءً۔ عربی محاورہ میں پرنالہ کے کوڑے کو کہتے ہیں جو سوکھے پتے اور گلے سڑے تنکے بہا کر لاتا ہے۔ غُثَاءُ السَّیْلِ وَ هُوَ مَا یَحْمِلُهٗ مِنَ الْوَرَقِ وَالْعِیْدَانِ الْبَالِیَةِ۔

اور فَبُعْدًا۔ یہاں بعد ضد قرب کے معنی میں ہے اور ہلاکت کے معنی میں بھی مستعمل ہے اور صَیْحَه پر آلوسی رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔

اَیْ صَیْحَةُ جِبْرِیْلَ عَلَیْهِ السَّلَامُ صَاحَ بِهِمْ فَدَمَّرَهُمْ۔ آگے ارشاد ہے:

ثُمَّ اَنْشَاْنَا مِنْۢ بَعْدِهِمْ قُرُوْنًا اٰخَرِیْنَ۔ پھر ان کی ہلاکت کے بعد ہم نے چند جماعتیں پیدا فرمائیں۔ اکثر مفسرین کے نزدیک وہ جماعتیں قوم صالح اور قوم لوط اور قوم شعیب ہے۔ جن کے حالات پہلے بیان ہو چکے۔

مَا تَسْبِقُ مِنْ اُمَّةٍ اَجَلَهَا وَمَا یَسْتَاْخِرُوْنَ۔ نہیں مسابقت ہوتی کسی جماعت پر اس کی مدت سے قبل اور نہ مؤخر ہوتی ہے۔

یعنی عذاب کا جو وقت مقرر ہے اس سے مقدم و مؤخر نہیں ہو سکتا وقت پر ہی نزول عذاب ہوتا ہے تو مشرکین کا عذاب میں عجلت کرنا بیکار ہے۔

ثُمَّ اَرْسَلْنَا رُسُلَنَا تَتْرَا ؕ كُلَّمَا جَآءَ اُمَّةً رَّسُوْلُهَا كَذَّبُوْهُ فَاَتْبَعْنَا بَعْضَهُمْ بَعْضًا وَّجَعَلْنٰهُمْ اَحَادِیْثَ ۚ فَبُعْدًا لِّقَوْمٍ لَّا یُؤْمِنُوْنَ۔ پھر بھیجے ہم نے اپنے رسول متواتر جب بھی آیا کسی امت کے پاس اس کا رسول انہوں نے اس کی تکذیب کی تو ملا دیئے ہم نے اگلوں سے پچھلے اور انہیں کہانیاں کر ڈالا تو دوری ہے اس قوم کو جو ایمان نہیں لاتی۔

عربی عرف میں تَتْرَا۔ متواتر سے ہے۔

قاموس میں ہے ابوعلی رحمہ اللہ کہتے ہیں: اَلْمُتَوَاتَرَةُ اَنْ یُّتْبَعَ الْخَبَرُ الْخَبَرَ وَالْكِتَابُ الْكِتَابَ فَلَا یَكُوْنُ بَیْنَهُمَا فَصْلُ شَیْءٍ۔

اور صاحب بحر کہتے ہیں: اِنَّ الْمُتَوَاتَرَةَ التَّتَابُعُ بِغَیْرِ مُهْلَةٍ۔ بہر حال اس کے خلاصہ معنی متواتر کے ہی ہوتے ہیں۔

چنانچہ علامہ راغب رحمہ اللہ بھی مفردات میں یہی معنی مراد لیتے ہیں ثُمَّ اَرْسَلْنَا رُسُلَنَا مُتَوَاتِرِیْنَ۔

اور تَتْرَا ثلاثی مجرد وتر سے ہے تو واؤ کو خلاف قیاس ت سے بدل دیا جیسے تکلان کہ اصل میں وکلان تھا خلاف قیاس ت سے بدل کر تکلان کیا گیا۔ اور تجاہ اصل میں وجاہ تھا خلاف قیاس ت سے بدل دیا تجاہ ہو گیا۔

اور وَجَعَلْنٰهُمْ اَحَادِيْثَ کا مفہوم یہ ہے کہ اس قوم کو ایسا تباہ کیا کہ ان کے قصے ہی زبان زد عوام رہ گئے۔ چنانچہ لوگوں میں ان کے افسانے ہی باقی ہیں پھر ثُمَّ فرما کر تعقیب بالتراخی مراد لے کر ارشاد ہوا:

ثُمَّ اَرْسَلْنَا مُوْسٰى وَ اَخَاهُ هٰرُوْنَ ۙ بِاٰيٰتِنَا وَ سُلْطٰنٍ مُّبِيْنٍ ﴿۴۵﴾ اِلٰى فِرْعَوْنَ وَ مَلَا۟ئِهٖ فَاسْتَكْبَرُوْا وَ كَانُوْا قَوْمًا عَالِيْنَ۔ پھر کچھ تراخی سے بھیجا ہم نے موسیٰ کو اور ان کے بھائی ہارون کو اپنی آیتوں کے ساتھ اور واضح دلائل سے فرعون اور اس کے درباریوں کی طرف تو انہوں نے پیروی کرنے میں تکبر کیا اور وہ متکبر قوم سے تھے۔

یعنی ہم نے موسیٰ اور ان کے بھائی ہارون کو اپنی آیتوں کے ساتھ یہ آیتیں وہی نو معجزے تھے جن کی تفصیل اول بیان ہو چکی اور سُلْطٰنٍ مُّبِيْنٍ سے مراد حجت واضحہ یا مظہر حق رموز ہیں اور آپ کو چونکہ حکم ہوا تھا اِذْهَبْ اِلٰى فِرْعَوْنَ اِنَّهٗ طَغٰى۔ چنانچہ یہاں بھی اسی کا اظہار فرمایا کہ حضرت موسیٰ اور ان کے بھائی ہارون فرعون اور اس کے درباریوں کی طرف ہم نے بھیجے اور انہیں نو معجزے معہ عصا کے اور دلائل واضحہ اور حجج قاطعہ عطا فرمائے۔

تو جب اس کے درباریوں کو دعوت توحید و ایمان دی گئی تو انہوں نے اتباع کرنے میں تکبیر کیا چنانچہ سورہ نازعات میں اس کا تذکرہ آئے گا اِذْهَبْ اِلٰى فِرْعَوْنَ اِنَّهٗ طَغٰى ﴿۱۷﴾ فَقُلْ هَلْ لَّكَ اِلٰۤى اَنْ تَزَكّٰى ﴿۱۸﴾ وَ اَهْدِيَكَ اِلٰى رَبِّكَ فَتَخْشٰى ﴿۱۹﴾ فَاَرٰىهُ الْاٰيَةَ الْكُبْرٰى ﴿۲۰﴾۔ تو درباری تکبر میں مخمور اور بغاوت وظلم کے پتلے بولے۔

فَقَالُوْۤا اَنُؤْمِنُ لِبَشَرَيْنِ مِثْلِنَا وَ قَوْمُهُمَا لَنَا عٰبِدُوْنَ۔ کیا ہم اپنے جیسے بشر پر ایمان لائیں باآنکہ ان دونوں کی قوم ہماری خادم اور غلام ہے۔

راغب رحمہ اللہ کہتے ہیں اِنَّ الْعَابِدَ بِمَعْنَى الْخَادِمِ۔ عابد۔ خادم کے معنی میں مستعمل ہے۔ فَاِنَّ فِرْعَوْنَ كَانَ يَدَّعِي الْاِلٰهِيَّةَ فَادَّعٰى لِلنَّاسِ الْعِبَادَةَ۔ اور چونکہ فرعون الوہیت کا مدعی تھا تو لوگوں کو اپنی عبادت کی طرف بلاتا تھا۔

فَكَذَّبُوْهُمَا فَكَانُوْا مِنَ الْمُهْلَكِيْنَ۔ تو فرعونیوں نے حضرت موسیٰ اور ہارون علیہما السلام کو جھٹلایا تو وہ ہلاک ہو گئے۔

یعنی غرق بحر قلزم کر دیئے گئے۔ اس کی تفصیل پہلے گزر چکی کہ وہ کس طرح غرق ہوا اور اس کے اسباب کیا بنے۔

وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ لَعَلَّهُمْ يَهْتَدُوْنَ۔ اور بے شک ہم نے عطا فرمائی موسیٰ کو کتاب تا کہ وہ ہدایت پائیں۔

یعنی بعد ہلاکت فرعون اور نجات بنی اسرائیل کے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو کتاب یعنی توریت عطا فرمائی تا کہ طریق حق علمی و عملی انہیں حاصل ہو۔ اس سے ثابت ہو کہ بعد غرق فرعون اور نجات بنی اسرائیل توریت عطا فرمائی گئی۔

اور دوسری جگہ آیہ کریمہ بھی اس کی مؤید ہے حیث قال تعالیٰ وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ مِنْۢ بَعْدِ مَاۤ اَهْلَكْنَا الْقُرُوْنَ الْاُوْلٰى۔ اور قرون اولیٰ کی ہلاکت سے مراد فرعون سے قبل قوم نوح علیہ السلام اور قوم ہود ہے۔

وَ جَعَلْنَا ابْنَ مَرْيَمَ وَ اُمَّهٗۤ اٰيَةً وَّ اٰوَيْنٰهُمَاۤ اِلٰى رَبْوَةٍ ذَاتِ قَرَارٍ وَّ مَعِيْنٍ۔ اور کیا ہم نے ابن مریم اور ان کی والدہ کو نشانی اور انہیں ٹھکانا دیا ہم نے ایک بلند زمین پر جو بسنے کا مقام اور بہتے ہوئے پانیوں والی جگہ تھی۔

یعنی ابن مریم حضرت عیسیٰ روح اللہ علیہ السلام اور ان کی والدہ حضرت مریم علیہما السلام دونوں کو نشانی بنایا کہ ان سے بغیر

باپ کے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ولادت ہوئی اور یہ قیامت تک نشانی ہے کہ کوئی بغیر اس نشانی کے پورا دکھائے مسیح نہیں بن سکتا خواہ وہ کوئی ہو۔

اور آپ کی والدہ ماجدہ یوں نشانی ہیں کہ کنواری اور پاک بغیر خاوند کے روح اللہ کو جنی وہی ہیں۔ ولادت روح اللہ کا ذکر سورۂ مریم میں مفصل آچکا یہاں اس امر پر مہر تصدیق ثبت فرمائی گئی کہ یہ طریق ولادت نشانی بنایا گیا ہے۔

پھر کلام فی المہد دوسری نشانی ہوئی پھر احیاء موتی، ابراء اکمہ وابرص، تیسری نشانی اور بلا مسیس بشر ولادت روح اللہ یہ آپ کی والدہ کے لئے نشانی ہے۔

پھر قرآن کریم ہر مولود کو باپ کی طرف منسوب کرتا ہے سوائے حضرت روح اللہ کے کہ آپ کو ماں کی طرف منسوب کیا اور تمام اہل اسلام اس امر پر متفق ہیں اور سب کا اجماع ہے کہ اِنَّهٗ لَيْسَ لِمَرْيَمَ اِبْنٌ سِوٰى عِيْسٰى عَلَيْهِ السَّلَامُ۔ کہ حضرت مریم رضی اللہ عنہا کا کوئی بیٹا نہیں ہوا سوائے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے۔

اور یہ خیال فاسد کہ آپ کا عقد یوسف نجار سے ہوا اور تین بیٹے متولد ہوئے یہ صرف نصاریٰ کا زعم باطل ہے یا مرزائی جماعت کے فرضی نبی کا۔ علامہ آلوسی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

وَزَعَمَ بَعْضُ النَّصَارٰى قَاتَلَهُمُ اللّٰهُ تَعَالٰى اَنَّهَا بَعْدَ اَنْ وَلَدَتْ عِيْسٰى تَزَوَّجَتْ بِيُوْسُفَ النَّجَّارِ وَوَلَدَتْ مِنْهُ ثَلٰثَةَ اَبْنَاءَ۔ نصاریٰ قاتلہم اللہ تعالیٰ (اللہ انہیں تباہ کرے) کا یہ زعم باطل ہے کہ حضرت مریم نے بعد ولادت عیسیٰ علیہ السلام یوسف نجار سے عقد کر لیا تھا اور اس سے آپ کے تین بیٹے ہوئے۔ معاذ اللہ

البتہ بعض معتبر روایات اس طرف ضرور ہیں کہ اَنَّهَا كَانَتْ فِيْ حَالِ الصِّغْرِ خَطِيْبَةً بِيُوْسُفَ النَّجَّارِ وَعَقَدَ عَلَيْهَا وَلَمْ يَقْرَبْهَا وَلَمَّا رَاٰى حَمْلَهَا بِعِيْسٰى عَلَيْهِ السَّلَامُ هَمَّ بِتَخْلِيَتِهَا فَرَاٰى فِي الْمَنَامِ مَلَكًا اَوْقَفَهٗ عَلٰى حَقِيْقَةِ الْحَالِ فَلَمَّا وَلَدَتْ بَقِيَتْ عِنْدَهٗ مَعَ عِيْسٰى عَلَيْهِ السَّلَامُ فَجَعَلَ يُرَبِّيْهِ وَيَتَعَهَّدُهٗ مَعَ اَوْلَادِهٖ مِنْ زَوْجَةٍ غَيْرِهَا فَاَمَّا هِيَ فَلَمْ يَكُنْ يَقْرَبُهَا اَصْلًا وَالْمُسْلِمُوْنَ لَا يُسَلِّمُوْنَ اَنَّهَا كَانَتْ مَعْقُوْدًا عَلَيْهَا لِيُوْسُفَ وَيُسَلِّمُوْنَ اَنَّهَا كَانَتْ خَطِيْبَةً وَاَنَّهٗ تَعَهَّدَهَا وَتَعَهَّدَ عِيْسٰى عَلَيْهِ السَّلَامُ وَيَقُوْلُوْنَ كَانَ ذَالِكَ لِقَرَابَةٍ مِّنْهَا۔

یعنی اتنا صحیح معلوم ہوتا ہے کہ صغر سنی میں آپ مخطوبہ یوسف نجار تھیں حتیٰ کہ عقد بھی ہو گیا تھا۔ لیکن مقاربت قطعاً نہیں ہوئی اور جب یوسف نجار نے حمل کی صورت دیکھی تو وہ علیحدگی کی طرف مائل ہو گیا تو اس نے خواب میں ایک فرشتہ دیکھا جس نے حقیقت حال سے اسے واقف کیا۔

جب ولادت عیسیٰ علیہ السلام ہو گئی تو یوسف آپ کے پاس رہنے لگا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پرورش کرنے لگا اور اپنی دوسری بیوی سے جو اولادیں تھیں ان کے ساتھ پرورش کیا اور حضرت مریم سے قطعاً مقاربت نہیں ہوئی۔

اور اجماع مسلمین اس پر ہے کہ آپ اگر معقود تھیں یوسف کے ساتھ اور یوسف آپ کا قرابتی تھا لیکن اور تمام باتیں عیسائیوں کے افتراء ہیں۔ (روح المعانی)

اور ربوۃ اس مقام کو کہتے ہیں جو زمین سے مرتفع ہو اور پہاڑ نہ ہو۔ چنانچہ آلوسی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

رَبْوَۃٍ۔ھِیَ مَا ارْتَفَعَ مِنَ الْاَرْضِ دُوْنَ الْجَبَلِ۔

اور اس میں مختلف اقوال ہیں:

اَخْرَجَ وَکِیْعٌ وَابْنُ اَبِیْ شَیْبَۃَ وَابْنُ الْمُنْذِرِ وَابْنُ عَسَاکِرَ بِسَنَدٍ صَحِیْحٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّہٗ قَالَ فِیْ قَوْلِہٖ تَعَالٰی اِلٰی رَبْوَۃٍ اُنْبِئْنَا اَنَّھَا دَمِشْقُ۔ ربوہ میں ہمیں بتایا گیا ہے کہ وہ سرزمین دمشق میں ہے۔

وَاَخْرَجَ ابْنُ عَسَاکِرَ عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ سَلَامٍ وَ عَنْ یَزِیْدَ بْنِ شَجَرَۃَ الصَّحَابِیِّ وَعَنْ سَعِیْدِ بْنِ الْمُسَیَّبِ وَعَنْ قَتَادَۃَ عَنِ الْحَسَنِ اَنَّھُمْ قَالُوْا اَلرَّبْوَۃُ ھِیَ دَمِشْقُ۔ ربوہ دمشق کو کہتے ہیں۔

اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ربوہ فلسطین میں رملہ ہے۔

اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اَلرَّبْوَۃُ الرَّمْلَۃُ۔ ربوہ رملہ ہے۔

ضحاک رحمہ اللہ فرماتے ہیں ربوہ بیت المقدس ہے۔

قتادہ رحمہ اللہ بھی ربوہ بیت المقدس کو کہتے ہیں۔

اور ابن زید رحمہ اللہ کہتے ہیں اَلرَّبْوَۃُ مِصْرٌ۔ ربوہ ایک شہر کا نام ہے۔

زید بن اسلم رحمہ اللہ کہتے ہیں ھِیَ الْاِسْکَنْدَرِیَّۃُ۔ وہ اسکندریہ ہے۔

ایک قول ہے کہ مصر کی تمام بستیاں ربوہ یعنی بلندی پر ہیں اس لئے کہ دریائے نیل کی وجہ سے وہاں کی آبادیاں بلندی پر ہیں اور جو بستیاں نیچی ہیں وہ اکثر سیلاب سے غرق ہو جاتی ہیں۔

اور آپ کا ربوہ پر تشریف لانے کا سبب یہ ہوا کہ اس زمانہ کے بادشاہ قتل عیسیٰ علیہ السلام کے لئے پوری طرح آمادہ ہو چکا تھا تو آپ کی والدہ ماجدہ مذکورہ مقامات میں سے کسی مقام پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو لے کر تشریف لائیں۔ کما ذکر فی البحر۔

وَرَاَیْتُ فِیْ اِنْجِیْلِ مَتّٰی اَنَّ عِیْسٰی عَلَیْہِ السَّلَامُ لَمَّا وُلِدَ فِیْ بَیْتِ لَحْمٍ فِیْ اَیَّامِ ھَیْرُوْدُوْسَ وَافٰی جَمَاعَۃٌ مِّنَ الْمَجُوْسِ مِنَ الْمَشْرِقِ اِلٰی اُوْرُوْشَلَمَ یَقُوْلُوْنَ اَیْنَ الْمَوْلُوْدُ مَلِکُ الْیَھُوْدِ فَقَدْ رَاَیْنَا نَجْمَہٗ فِی الْمَشْرِقِ وَجِئْنَا لِنَسْجُدَ لَہٗ فَلَمَّا سَمِعَ ھَیْرُوْدُوْسُ اِضْطَرَبَ وَ جَمَعَ رُؤُسَاءَ الْکَھَنَۃِ اِلٰی اٰخِرِہٖ۔

مکمل و مفصل ترجمہ

انجیل متی میں ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام جب بیت لحم میں ہیروڈوس کے دور حکومت میں پیدا ہوئے تو مجوسیوں کی ایک جماعت مشرق کی طرف سے یروشلم میں آئی اور پوچھنے لگی یہود کا بادشاہ کہاں ہے جو ابھی پیدا ہوا ہے ہم نے اس کا ستارہ مشرق میں دیکھا ہے۔ اور ہم یہاں اس غرض سے آئے ہیں کہ ہم اسے سجدہ کریں۔

جب ہیروڈوس بادشاہ نے سنا تو وہ گھبرایا اور تمام کاہنوں کے سرداروں کو جمع کیا اور ان سے پوچھا کہ مسیح کہاں پیدا ہوں گے انہوں نے زائچہ دیکھ کر بتایا کہ وہ بیت لحم میں پیدا ہوں گے۔

تو ہیروڈوس نے خفیہ طور پر مجوسیوں کو بلایا اور خوب تحقیق کی کہ ان کا زمانۂ ولادت یہی ہے اس لئے ان کا ستارہ انہیں

ایام میں ظاہر ہوا ہے تو انہیں بیت لحم کی طرف بھیجا اور کہا خوب تحقیق کر کے اس بچے کو معلوم کرو۔ جب تمہیں یقین ہو جائے کہ وہ بچہ وہی ہے جسے تم نے پایا ہے تو مجھے خبر دو تا کہ میں بھی تمہارے ساتھ اسے سجدہ کروں۔

غرضکہ وہ گئے اور انہوں نے حضرت مریم علیہا السلام کے ساتھ انہیں پایا تو سب نے سجدہ کیا۔ پھر انہوں نے خواب میں معلوم کیا کہ انہیں منع کیا گیا ہے کہ ہیروڈوس کی طرف واپس نہ جائیں چنانچہ وہ نہ گئے بلکہ اور کسی بستی میں چلے گئے۔

ادھر یوسف نجار نے خواب دیکھا کہ کوئی فرشتہ کہہ رہا ہے کہ کھڑا ہو اور اس بچے کو مع اس کی والدہ کے لے کر مصر کی طرف بھاگ جا اور وہیں رہ جب تک میں تجھے حکم نہ دوں۔

اس لئے کہ ہیروڈوس اس بچے کے تجسس میں ہے تا کہ اسے قتل کر دے۔

غرضکہ یوسف اٹھا اور بچے کو مع اس کی والدہ کے لے کر راتوں رات روانہ ہو گیا حتیٰ کہ مصر پہنچ گیا اور ہیروڈوس کے مرنے تک وہیں رہا۔

جب وہ مر گیا تو یوسف نے وہی فرشتہ خواب میں دیکھا کہ کہہ رہا ہے اٹھ اور اپنے ساتھ بچے کو مع اس کی والدہ کے لے کر ارض اسرائیل میں جا اب ہیروڈوس مر گیا ہے جو اس کی جان کا دشمن تھا۔

اب یوسف دونوں کو لے کر ارض اسرائیل آ گیا تو جب وہ وہاں پہنچا اس نے سنا کہ ہیرودوس تو مر گیا مگر اس کا بیٹا ارشلاوس بادشاہ یہود ہو گیا ہے۔

تو یہ خائف ہوئے اور وہاں سے بھاگنے کا خیال کیا تو اسے خواب میں بشارت ہوئی کہ بھاگو نہیں چنانچہ وہ ایک آبادی میں ٹھہرے جسے ناصرہ کہتے ہیں۔ اس کے بعد علامہ آلوسی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اگر یہ قصہ انجیل متی کا صحیح ہے تو ظاہر ہے کہ ربوہ پنجاب وغیرہ میں نہیں ہو سکتا وہ تو ارض مصر میں تھا یا ناصرہ میں جو ملک شام میں ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

علامہ آلوسی کی عربی عبارت کا ترجمہ ختم ہوا۔ اور یہ ہے ربوہ کی تفصیل تحقیق۔ اس کے بعد جس کا جہاں جی چاہے ربوہ بنا لے۔

ما را چہ ازیں قصہ کہ گاؤ آمد و خر رفت

آگے ذَاتِ قَرَارٍ جو فرمایا اس کے معنی ہیں اَیْ مُسْتَقَرٌّ مِّنَ الْاَرْضِ مُنْبَسِطَةٌ وَالْمُرَادُ اَنَّهَا وَادٍ فَسِيْحٌ۔ یعنی ٹھہرنے کا مقام وسیع زمین میں وَمَاءٍ مَعِيْنٍ یعنی ماء جاری۔

بامحاورہ ترجمہ چوتھا رکوع - سورۂ مومنون - پ ۱۸

يٰٓاَيُّهَا الرُّسُلُ كُلُوْا مِنَ الطَّيِّبٰتِ وَ اعْمَلُوْا صَالِحًا ؕ اِنِّيْ بِمَا تَعْمَلُوْنَ عَلِيْمٌ ﴿۵۱﴾	اے رسولو! کھاؤ پاکیزہ چیزیں اور عمل صالح کرو میں جو کچھ تم کرتے ہو جانتا ہوں
وَ اِنَّ هٰذِهٖۤ اُمَّتُكُمْ اُمَّةً وَّاحِدَةً وَّ اَنَا رَبُّكُمْ فَاتَّقُوْنِ ﴿۵۲﴾	اور بے شک یہ تمہارا دین دین واحد ہے اور میں تمہارا رب ہوں تو مجھ سے ڈرو
فَتَقَطَّعُوْۤا اَمْرَهُمْ بَيْنَهُمْ زُبُرًا ؕ كُلُّ حِزْبٍۭ بِمَا لَدَيْهِمْ فَرِحُوْنَ ﴿۵۳﴾	تو ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالا اپنا کام انہوں نے ہر گروہ جو اس کے پاس ہے خوش ہے

فَذَرْهُمْ فِيْ غَمْرَتِهِمْ حَتّٰى حِيْنٍ ﴿۵۴﴾

تو تم چھوڑ دو انہیں ان کے نشہ میں ایک وقت تک

اَيَحْسَبُوْنَ اَنَّمَا نُمِدُّهُمْ بِهٖ مِنْ مَّالٍ وَّ بَنِيْنَ ﴿۵۵﴾

کیا یہ گمان کر رہے ہیں کہ جو ہم ان کی مدد کر رہے ہیں مال اور بیٹوں سے

نُسَارِعُ لَهُمْ فِي الْخَيْرٰتِ ؕ بَلْ لَّا يَشْعُرُوْنَ ﴿۵۶﴾

یہ جلدی ان کے لئے بھلائیاں ہیں بلکہ وہ بے شعور ہیں

اِنَّ الَّذِيْنَ هُمْ مِّنْ خَشْيَةِ رَبِّهِمْ مُّشْفِقُوْنَ ﴿۵۷﴾

بے شک وہ جو اپنے رب کے ڈر سے سہمے ہوئے ہیں

وَالَّذِيْنَ هُمْ بِاٰيٰتِ رَبِّهِمْ يُؤْمِنُوْنَ ﴿۵۸﴾

اور وہ جو اپنے رب کی آیتوں پر ایمان لاتے ہیں

وَالَّذِيْنَ هُمْ بِرَبِّهِمْ لَا يُشْرِكُوْنَ ﴿۵۹﴾

اور وہ جو اپنے رب کا کوئی شریک نہیں کرتے

وَالَّذِيْنَ يُؤْتُوْنَ مَآ اٰتَوْا وَّ قُلُوْبُهُمْ وَجِلَةٌ اَنَّهُمْ اِلٰى رَبِّهِمْ رٰجِعُوْنَ ﴿۶۰﴾

اور وہ جو دیتے ہیں جو کچھ دیں اور ان کے دل ڈر رہے ہیں اس لئے کہ انہیں اپنے رب کی طرف لوٹنا ہے

اُولٰٓئِكَ يُسٰرِعُوْنَ فِي الْخَيْرٰتِ وَ هُمْ لَهَا سٰبِقُوْنَ ﴿۶۱﴾

یہی ہیں وہ جو جلدی کرتے ہیں بھلائیوں میں اور وہی اس بھلائی کی طرف سبقت کرتے ہیں

وَ لَا نُكَلِّفُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا وَلَدَيْنَا كِتٰبٌ يَّنْطِقُ بِالْحَقِّ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ﴿۶۲﴾

اور نہیں تکلیف دیتے ہم کسی جان کو مگر اس کی وسعت قدرت تک اور ہمارے پاس ایک کتاب ہے جو حق بولتی ہے اور ان پر ظلم نہ ہوگا

بَلْ قُلُوْبُهُمْ فِيْ غَمْرَةٍ مِّنْ هٰذَا وَلَهُمْ اَعْمَالٌ مِّنْ دُوْنِ ذٰلِكَ هُمْ لَهَا عٰمِلُوْنَ ﴿۶۳﴾

بلکہ ان کے دل نشہ میں ہیں اس سے اور ان کے کام ان کاموں سے جدا ہیں جنہیں وہ کر رہے ہیں

حَتّٰٓى اِذَآ اَخَذْنَا مُتْرَفِيْهِمْ بِالْعَذَابِ اِذَا هُمْ يَجْــَٔرُوْنَ ﴿۶۴﴾

حتیٰ کہ جب ہم نے پکڑا ان کے امیروں کو عذاب میں تو وہ فریاد کرنے لگے

لَا تَجْــَٔرُوا الْيَوْمَ ۟ اِنَّكُمْ مِّنَّا لَا تُنْصَرُوْنَ ﴿۶۵﴾

آج فریاد نہ کرو تم ہماری طرف سے مدد نہ کئے جاؤ گے

قَدْ كَانَتْ اٰيٰتِيْ تُتْلٰى عَلَيْكُمْ فَكُنْتُمْ عَلٰٓى اَعْقَابِكُمْ تَنْكِصُوْنَ ﴿۶۶﴾

بے شک میری آیتیں پڑھی جاتی تھیں تم پر تو ہو تم اپنی ایڑیوں پر الٹے پلٹتے تھے

مُسْتَكْبِرِيْنَ ۖۗ بِهٖ سٰمِرًا تَهْجُرُوْنَ ﴿۶۷﴾

بڑائی مارتے خدمت حرم پر رات کو وہاں کہانیاں بکتے ہو، حق کو چھوڑ کر

اَفَلَمْ يَدَّبَّرُوا الْقَوْلَ اَمْ جَآءَهُمْ مَّا لَمْ يَاْتِ اٰبَآءَهُمُ الْاَوَّلِيْنَ ﴿۶۸﴾

کیا انہوں نے بات کو سوچا نہیں کیا ان کے پاس وہ آیا جو نہ آیا ان کے باپ دادا کے پاس

اَمْ لَمْ يَعْرِفُوْا رَسُوْلَهُمْ فَهُمْ لَهٗ مُنْكِرُوْنَ ﴿۶۹﴾

یا نہیں جانتے اپنے رسول کو تو وہ اسے بیگانہ سمجھ رہے ہیں

اَمْ يَقُوْلُوْنَ بِهٖ جِنَّةٌ ؕ بَلْ جَآءَهُمْ بِالْحَقِّ وَ اَكْثَرُهُمْ لِلْحَقِّ كٰرِهُوْنَ ﴿۷۰﴾

کیا کہتے ہیں اسے جنون ہے بلکہ لائے ان کے پاس حق اور اکثر ان کے حق سے کراہت کرتے ہیں

وَلَوِ اتَّبَعَ الْحَقُّ اَهْوَآءَهُمْ لَفَسَدَتِ السَّمٰوٰتُ وَ الْاَرْضُ وَ مَنْ فِيْهِنَّ ؕ بَلْ اَتَيْنٰهُمْ بِذِكْرِهِمْ فَهُمْ عَنْ ذِكْرِهِمْ مُّعْرِضُوْنَ ؕ﴿۷۱﴾

اور اگر پیروی کرتا حق ان کی خواہشوں کی تو تباہ ہو جاتے آسمان اور زمین اور جو ان میں ہیں بلکہ لائے ہم ان کے پاس وہ چیز جس میں ان کی ناموری تھی تو وہ اس ناموری سے ہی منہ پھیرے ہوئے ہیں

اَمْ تَسْـَٔلُهُمْ خَرْجًا فَخَرَاجُ رَبِّكَ خَيْرٌ ۖۗ وَّ هُوَ خَيْرُ الرّٰزِقِيْنَ ﴿۷۲﴾

کیا تم مانگتے ہو ان سے اپنا خرچ تو خرچ تمہارے رب کی طرف سے بہتر ہے اور وہ بہترین رزاق ہے

وَ اِنَّكَ لَتَدْعُوْهُمْ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ﴿۷۳﴾

اور بے شک تم انہیں بلاتے ہو سیدھی راہ کی طرف

وَ اِنَّ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ عَنِ الصِّرَاطِ لَنٰكِبُوْنَ ﴿۷۴﴾

اور بے شک جو نہ ایمان لائے آخرت پر وہ سیدھی راہ سے ضرور کترائے ہوئے ہیں

وَ لَوْ رَحِمْنٰهُمْ وَ كَشَفْنَا مَا بِهِمْ مِّنْ ضُرٍّ لَّلَجُّوْا فِيْ طُغْيَانِهِمْ يَعْمَهُوْنَ ﴿۷۵﴾

اور اگر ہم رحم کریں ان پر اور کھول دیں ہم وہ مصیبت تو ضرور ہٹ دھرمی کر کے اپنی سرکشی میں اندھے رہیں گے

وَ لَقَدْ اَخَذْنٰهُمْ بِالْعَذَابِ فَمَا اسْتَكَانُوْا لِرَبِّهِمْ وَ مَا يَتَضَرَّعُوْنَ ﴿۷۶﴾

اور بے شک ہم نے پکڑا انہیں عذاب میں تو نہ جھکے وہ اپنے رب کے لئے اور نہ تضرع وزاری کی

حَتّٰۤى اِذَا فَتَحْنَا عَلَيْهِمْ بَابًا ذَا عَذَابٍ شَدِيْدٍ اِذَا هُمْ فِيْهِ مُبْلِسُوْنَ ﴿۷۷﴾

حتیٰ کہ جب ہم نے کھولا ان پر دروازہ سخت عذاب کا تو وہ اب ناامید پڑے ہیں

حل لغات چوتھا رکوع ۔ سورۂ مومنون ۔ پ ۱۸

یٰۤاَیُّهَا ۔ اے	الرُّسُلُ ۔ رسولو	كُلُوْا ۔ کھاؤ	مِنَ الطَّيِّبٰتِ ۔ پاکیزہ چیزیں
وَ ۔ اور	اعْمَلُوْا ۔ عمل کرو	صَالِحًا ۔ نیک	اِنِّیْ ۔ بے شک میں
بِمَا ۔ اس سے جو	تَعْمَلُوْنَ ۔ کرتے ہو تم	عَلِیْمٌ ۔ خبردار ہوں	وَ ۔ اور
اِنَّ ۔ بے شک	هٰذِهٖۤ ۔ یہ	اُمَّتُكُمْ ۔ تمہاری امت	اُمَّةً ۔ امت ہے
وَّاحِدَةً ۔ ایک	وَّ ۔ اور	اَنَا ۔ میں	رَبُّكُمْ ۔ تمہارا رب ہوں
فَاتَّقُوْنِ ۔ تو مجھ سے ڈرو	فَتَقَطَّعُوْۤا ۔ تو ٹکڑے کر ڈالے انہوں نے		اَمْرَهُمْ ۔ اپنے کام کے
بَيْنَهُمْ ۔ آپس میں	زُبُرًا ۔ الگ الگ	كُلُّ ۔ ہر	حِزْبٍ ۔ فرقہ
بِمَا ۔ جو	لَدَيْهِمْ ۔ اس کے پاس ہے	فَرِحُوْنَ ۔ خوش ہے	فَذَرْهُمْ ۔ تو چھوڑ ان کو
فِیْ ۔ بیچ	غَمْرَتِهِمْ ۔ ان کی مستی کے	حَتّٰى ۔ ایک	حِیْنٍ ۔ وقت تک
اَ ۔ کیا	يَحْسَبُوْنَ ۔ خیال کرتے ہیں		اَنَّمَا ۔ بے شک
نُمِدُّهُمْ بِهٖ ۔ ہم مدد دیتے ہیں ان کو		مِنْ مَّالٍ ۔ مال	وَّ ۔ اور

بَنِيْنَ۔ بیٹوں سے نُسَارِعُ۔ جلدی کرتے ہیں ہم لَهُمْ۔ ان کے لئے
فِی۔ بیچ الْخَيْرٰتِ۔ بھلائیوں کے بَلْ۔ بلکہ لَّا۔ نہیں
يَشْعُرُوْنَ۔ سمجھتے اِنَّ۔ بے شک الَّذِيْنَ۔ وہ لوگ هُمْ۔ کہ وہ
مِّنْ خَشْيَةِ۔ ڈر رَبِّهِمْ۔ اپنے رب سے مُّشْفِقُوْنَ۔ ڈرتے ہیں وَ۔ اور
الَّذِيْنَ۔ وہ لوگ هُمْ۔ کہ وہ بِاٰيٰتِ۔ آیتوں رَبِّهِمْ۔ اپنے رب پر
يُؤْمِنُوْنَ۔ ایمان لاتے ہیں وَ۔ اور الَّذِيْنَ۔ وہ جو هُمْ۔ وہ
بِرَبِّهِمْ۔ اپنے رب کے ساتھ لَا۔ نہیں يُشْرِكُوْنَ۔ شریک کرتے وَ۔ اور
الَّذِيْنَ۔ وہ جو يُؤْتُوْنَ۔ دیتے ہیں مَآ۔ جو اٰتَوْا۔ دیتے ہیں
وَّ۔ اور قُلُوْبُهُمْ۔ ان کے دل وَجِلَةٌ۔ ڈرتے ہیں اَنَّهُمْ۔ بے شک وہ
اِلٰى۔ طرف رَبِّهِمْ۔ اپنے رب کی رٰجِعُوْنَ۔ لوٹنے والے ہیں اُولٰٓئِكَ۔ یہ لوگ
يُسٰرِعُوْنَ۔ دوڑتے ہیں فِی۔ بیچ الْخَيْرٰتِ۔ نیکیوں کے وَ۔ اور
هُمْ۔ وہ لَهَا۔ اس کے لئے سٰبِقُوْنَ۔ آگے بڑھنے والے ہیں
وَ۔ اور لَا۔ نہیں نُكَلِّفُ۔ تکلیف دیتے ہم نَفْسًا۔ کسی آدمی کو
اِلَّا۔ مگر وُسْعَهَا۔ اس کی طاقت بھر وَ۔ اور لَدَيْنَا۔ ہمارے پاس
كِتٰبٌ۔ کتاب ہے يَّنْطِقُ۔ جو بولتی ہے بِالْحَقِّ۔ حق کے ساتھ وَ۔ اور
هُمْ۔ وہ لَا۔ نہیں يُظْلَمُوْنَ۔ ظلم کئے جائیں گے
بَلْ۔ بلکہ قُلُوْبُهُمْ۔ ان کے دل فِیْ۔ بیچ غَمْرَةٍ۔ مستی کے ہیں
مِّنْ هٰذَا۔ اس سے وَ۔ اور لَهُمْ۔ ان کے لئے اَعْمَالٌ۔ کام ہیں
مِّنْ دُوْنِ۔ سوا ذٰلِكَ۔ اس کے هُمْ۔ وہ لَهَا۔ ان کو
عٰمِلُوْنَ۔ کرنے والے ہیں حَتّٰٓى۔ یہاں تک کہ اِذَآ۔ جب اَخَذْنَا۔ پکڑا ہم نے
مُتْرَفِيْهِمْ۔ ان کے امیروں کو بِالْعَذَابِ۔ عذاب میں اِذَا۔ تو ناگہاں
هُمْ۔ وہ يَجْــَٔرُوْنَ۔ چیخنے لگے لَا۔ نہ تَجْــَٔرُوا۔ چیخو
الْيَوْمَ۔ آج کے دن اِنَّكُمْ۔ بے شک تم مِّنَّا۔ ہم سے لَا۔ نہ
تُنْصَرُوْنَ۔ مدد کئے جاؤ گے قَدْ۔ بے شک كَانَتْ۔ تھیں اٰيٰتِیْ۔ میری آیتیں
تُتْلٰى۔ پڑھی جاتیں عَلَيْكُمْ۔ تم پر فَكُنْتُمْ۔ تو تھے تم عَلٰٓى۔ اوپر
اَعْقَابِكُمْ۔ اپنی ایڑیوں کے تَنْكِصُوْنَ۔ پھر جاتے مُسْتَكْبِرِيْنَ۔ تکبر کرتے ہوئے
بِهٖ۔ اس کے ساتھ سٰمِرًا۔ رات کو تَهْجُرُوْنَ۔ بکواس کرتے اَ۔ کیا
فَلَمْ۔ نہ يَدَّبَّرُوا۔ غور کیا انہوں نے الْقَوْلَ۔ بات پر اَمْ۔ یا

جَآءَهُمْ۔آیا ان کے پاس　مَّا۔جو　لَمْ۔نہ　یَاْتِ۔آیا
اٰبَآءَهُمُ۔ان کے باپ دادا　الْاَوَّلِیْنَ۔پہلوں پر　اَمْ۔یا　لَمْ۔نہ
یَعْرِفُوْا۔پہچانا انہوں نے　رَسُوْلَهُمْ۔اپنے رسول کو　فَهُمْ۔تو وہ　لَهٗ۔اس کے
مُنْكِرُوْنَ۔منکر ہیں　اَمْ۔کیا　یَقُوْلُوْنَ۔کہتے ہیں کہ　بِهٖ۔اس کو
جِنَّةٌ۔دیوانگی ہے　بَلْ۔بلکہ　جَآءَهُمْ۔آیا ان کے پاس　بِالْحَقِّ۔حق
وَ۔اور　اَكْثَرُهُمْ۔اکثر ان کے　لِلْحَقِّ۔حق کو　كٰرِهُوْنَ۔ناپسند کرتے ہیں
وَ۔اور　لَوِ۔اگر　اتَّبَعَ۔پیروی کرے　الْحَقُّ۔حق
اَهْوَآءَهُمْ۔ان کی خواہشوں کی　لَفَسَدَتِ۔تو بگڑ جائیں　السَّمٰوٰتُ۔آسمان
وَ۔اور　الْاَرْضُ۔زمین　وَ۔اور　مَنْ۔جو
فِیْهِنَّ۔ان میں ہے　بَلْ۔بلکہ　اَتَیْنٰهُمْ۔لائے ہم ان کے پاس
بِذِكْرِهِمْ۔ناموری　هُمْ۔ان کی　فَهُمْ۔تو وہ　عَنْ ذِكْرِهِمْ۔ناموری
هِمْ۔اپنی سے　مُّعْرِضُوْنَ۔منہ پھیرتے ہیں　اَمْ۔کیا
تَسْــَٔلُهُمْ۔مانگتا ہے تو ان سے　خَرْجًا۔خرچ　فَخَرَاجُ۔تو خرچ　رَبِّكَ۔تیرے رب کا
خَیْرٌ۔بہتر ہے　وَّ۔اور　هُوَ۔وہ　خَیْرُ۔بہتر ہے
الرّٰزِقِیْنَ۔رزق دینے والا　وَ۔اور　اِنَّكَ۔بے شک تو　لَتَدْعُوْهُمْ۔بلاتا ہے ان
کو یقیناً　اِلٰى۔طرف　صِرَاطٍ۔راہ　مُّسْتَقِیْمٍ۔سیدھی کے
وَ۔اور　اِنَّ۔بے شک　الَّذِیْنَ۔وہ جو　لَا۔نہیں
یُؤْمِنُوْنَ۔ایمان لاتے　بِالْاٰخِرَةِ۔قیامت پر　عَنِ الصِّرَاطِ۔وہ راہ سے　لَنٰكِبُوْنَ۔پھر جاتے ہیں
وَ۔اور　لَوْ۔اگر　رَحِمْنٰهُمْ۔ہم رحم کریں ان پر
وَ۔اور　كَشَفْنَا۔دور کریں ہم　مَا۔جو　بِهِمْ۔ان کو
مِّنْ ضُرٍّ۔تکلیف ہے　لَّلَجُّوْا۔تو داخل ہو جائیں　فِیْ۔بیچ　طُغْیَانِهِمْ۔اپنی سرکشی کے
یَعْمَهُوْنَ۔حیران پھرتے ہیں　وَ۔اور　لَقَدْ۔بے شک
اَخَذْنٰهُمْ۔ہم نے پکڑا ان کو　بِالْعَذَابِ۔عذاب میں　فَمَا۔تو نہ
اسْتَكَانُوْا۔جھکے وہ سامنے　لِرَبِّهِمْ۔اپنے رب کے　وَ۔اور　مَا۔نہ
یَتَضَرَّعُوْنَ۔زاری کی　حَتّٰۤى۔یہاں تک کہ　اِذَا۔جب　فَتَحْنَا۔ہم نے کھولا
عَلَیْهِمْ۔ان پر　بَابًا۔دروازہ　ذَا عَذَابٍ۔عذاب　شَدِیْدٍ۔سخت کا تو
اِذَا۔ناگہاں　هُمْ۔وہ　فِیْهِ۔اس میں　مُبْلِسُوْنَ۔ناامید تھے

لغات نادرہ

اِنَّ هٰذِهٖۤ اُمَّتُكُمْ۔ یعنی ملت وشریعت اُمَّتُكُمْ اَیْ مِلَّتُكُمْ وَ شَرِيْعَتُكُمْ۔

فَتَقَطَّعُوْۤا اَمْرَهُمْ۔ تو کاٹ ڈالے انہوں نے اَلْقَطْعُ التَّفَرُّقُ يَعْنِىْ فَتَفَرَّقُوْا وَتَحَزَّبُوْا فِىْ اَمْرِهِمْ۔

بَيْنَهُمْ زُبُرًا۔ جَمْعُ زَبُوْرٍ بِمَعْنٰى فِرْقَةٍ ۔ زُبْرَةٌ بِمَعْنٰى قِطْعَةٍ۔

فِىْ غَمْرَتِهِمْ۔ وَالْغَمْرَةُ الْمَاءُ الَّذِىْ يَغْمِرُ الْغَاصَةَ وَاَصْلُهَا مِنَ السَّتْرِ وَالْمُرَادُ بِهَا الْجِهَالَةُ۔

اَنَّمَا نُمِدُّهُمْ۔ اَیِ الَّذِىْ نُعْطِيْهِمْ اِيَّاهُ وَ نَجْعَلُهٗ مَدَدًا لَّهُمْ۔

مُّشْفِقُوْنَ۔ خائف ہیں۔

وَجِلَةٌ۔ خَائِفَةٌ۔

غَمْرَةٍ۔ غَمْرَةُ الْجِهَالَةَ۔

مُتْرَفِيْهِمْ۔ وَسِيْعُ الْمَالِ ۔ كَثِيْرُ النِّعَمِ ۔ اَلتَّرَفُ التَّوَسُّعُ فِى النِّعْمَةِ۔

يَجْـَٔرُوْنَ۔ اَلْجَوَارُ مِثْلُ الْخَوَارِ يُقَالُ جَارَا الثَّوْرُ۔ گاؤ کا رینکنا، یعنی چیخنا۔ بمعنی تضرع۔

تَنْكِصُوْنَ۔ تُعْرِضُوْنَ عَنْ سِمَاعِهَا۔ قبول کرنے اور سننے سے اعراض کرنا۔

سٰمِرًا تَهْجُرُوْنَ۔ قَالَ الرَّاغِبُ سَمَرٌ هُوَ سَوَادُ اللَّيْلِ۔ رات کی اندھیری ثُمَّ اُطْلِقَ عَلَى الْحَدِيْثِ بِاللَّيْلِ۔ رات میں کہانی کہنا۔

تَهْجُرُوْنَ۔ بہکی بہکی باتیں کرنا، یعنی ہذیانی کیفیت۔

بِهٖ جِنَّةٌ۔ جنون۔

بِذِكْرِهِمْ۔ فخر وشرف سے۔

مُّعْرِضُوْنَ۔ اعراض کرنا۔

خَرْجًا فَخَرَاجُ رَبِّكَ۔ خرچ۔ رزق۔

لَنٰكِبُوْنَ۔ لَعَادِلُوْنَ۔ یعنی منحرف۔

لَّلَجُّوْا۔ لَتَمَادُوْا لَجَاجَهُمْ فِيْمَا هُمْ عَلَيْهِ وَ فِيْهِ مِنَ الْبُعْدِ۔

فَمَا اسْتَكَانُوْا۔ فَمَا خَضَعُوْا۔ تو نہ جھکے

مُبْلِسُوْنَ۔ مُتَحَيِّرُوْنَ ۔ اٰيِسُوْنَ۔ بمعنی یاس وناامیدی۔

خلاصہ تفسیر چوتھا رکوع۔ سورہ مومنون۔ پ ۱۸

پہلے رکوعوں میں رسولوں کا ذکر فرما کر اب مشرکین کے اس اعتراض کا جواب دیا گیا جو وہ کہتے تھے کہ ان رسولوں میں ہم سے کیا فوقیت ہے جو ہم کھاتے پیتے ہیں یہ بھی وہی کھاتے پیتے ہیں یعنی یہ رسول ملائکہ کی مانند کیوں نہیں چنانچہ ارشاد ہے:

يٰۤاَيُّهَا الرُّسُلُ كُلُوْا مِنَ الطَّيِّبٰتِ وَاعْمَلُوْا صَالِحًا۔ اے میرے مرسلین کرام ان کی بکواس کی طرف التفات نہ کرو

اور طیب وحلال و پاک چیزیں کھاؤ ہم نے یہ سب نعمتیں تمہارے لئے اور تمہارے متبعین کے لئے پیدا کی ہیں اور گندی اشیاء سے جو حرام ہیں پرہیز رکھو وہ نہ کھاؤ اس لئے کہ مدار بزرگی پاک اور حلال چیزوں کے ترک میں نہیں۔ جیسا کہ بعض سمجھتے ہیں اور ان نعمتوں کا شکریہ ہے کہ

وَاعْمَلُوْا صَالِحًا ۭ اِنِّيْ بِمَا تَعْمَلُوْنَ عَلِيْمٌ۔ نیک کام کرتے رہو بے شک میں تمہارے افعال واعمال دیکھ رہا ہوں

پھر فرمایا:

اِنَّ هٰذِهٖٓ اُمَّتُكُمْ اُمَّةً وَّاحِدَةً وَّاَنَا رَبُّكُمْ فَاتَّقُوْنِ۔ اے رسولو! تم سب کا ایک ہی طریقہ ہے توحید الٰہی بھی ایک۔ طریق عبادت بھی ایک۔ معبود بھی ایک اسی طرح تم سب کی امتیں بھی ایک ہی ہیں تو تمہیں سب کو مجھ سے ہی ڈرنا چاہئے۔ بری باتوں سے پرہیز اور نیکی کی طرف سرعت یہ تمہارا کام ہے۔ لیکن انبیاء کرام کے بعد ان کی امتوں نے افراط وتفریط کر کے علیحدہ علیحدہ فرقے بنا ڈالے اور ہر فرقہ اپنے تراشیدہ خیالات پر خوش ہے۔ كُلُّ حِزْبٍۢ بِمَا لَدَيْهِمْ فَرِحُوْنَ۔

یہودی حضرت عزیز کو ابن اللہ کہہ کر بھی سمجھتے ہیں کہ ہم راہ راست پر ہیں نصاریٰ مسیح ابن مریم کو خدا یا ابن اللہ مان کر اپنے کو ہدایت پر جانتے ہیں مشرکین اور مجوس اپنے خیال فاسد اور وہم باطل کو حق سمجھے ہوئے ہیں تو ارشاد ہوا:

فَذَرْهُمْ فِيْ غَمْرَتِهِمْ حَتّٰى حِيْنٍ۔ انہیں ان کے حال پر ان کی جہالت اور گمراہی میں چھوڑ دیجئے ایک مدت تک ان کی غفلت کا دریا انہیں غلطاں وپیچاں رکھے گا۔

پھر جب اسلام اپنی پوری شوکت پر آئے گا اس وقت تہدید کے چابک سے انہیں ہوشیار کر دیا جائے گا۔

بعض کہتے ہیں موت یا عذاب الٰہی کے وقت تک انہیں چھوڑ دو پھر انہیں آپ معلوم ہو جائے گا اور ہر کافر کہے گا يٰلَيْتَنَآ اَطَعْنَا اللّٰهَ وَاَطَعْنَا الرَّسُوْلَا۔

بعض مشرکین اپنے ارادوں میں کامیاب ہو جانے کی وجہ ظاہر کرتے تھے کہ فلاں دیوتا فلاں دیوی کی ہم نے یہ بھینٹ چڑھائی تو ہمارا فلاں کام ہو گیا اس کا رد فرمایا گیا۔

اَيَحْسَبُوْنَ اَنَّمَا نُمِدُّهُمْ بِهٖ مِنْ مَّالٍ وَّبَنِيْنَ۔ کیا ان کا گمان یہ ہے کہ یہ مال اور اولاد سے جو ہم نے مدد فرمائی وہ ان کی سعی سے ملا۔

نُسَارِعُ لَهُمْ فِي الْخَيْرٰتِ ۭ بَلْ لَّا يَشْعُرُوْنَ۔ ہم ہی عجلت فرماتے ہیں بھلائیوں میں مگر وہ بے شعور ہیں۔

درحقیقت ہماری طرف سے ان پر رحمت ہوتی ہے جو

اِنَّ الَّذِيْنَ هُمْ مِّنْ خَشْيَةِ رَبِّهِمْ مُّشْفِقُوْنَ۔ جو لوگ اپنے رب سے ڈرتے ہیں۔

وَالَّذِيْنَ هُمْ بِاٰيٰتِ رَبِّهِمْ يُؤْمِنُوْنَ۔ اور جو اپنے رب کی آیتوں پر ایمان لاتے ہیں۔

وَالَّذِيْنَ هُمْ بِرَبِّهِمْ لَا يُشْرِكُوْنَ۔ اور جو اپنے رب کا شریک نہیں بناتے۔

وَالَّذِيْنَ يُؤْتُوْنَ مَآ اٰتَوْا وَّقُلُوْبُهُمْ وَجِلَةٌ اَنَّهُمْ اِلٰى رَبِّهِمْ رٰجِعُوْنَ۔ اور وہ جو اللہ کی راہ میں دیتے ہیں اور ان کے دل ڈرتے ہیں کہ ہمیں اللہ کی طرف جانا ہے۔

اُولٰٓئِكَ يُسٰرِعُوْنَ فِي الْخَيْرٰتِ وَهُمْ لَهَا سٰبِقُوْنَ۔ یہی وہ ہیں جو نیکی کی طرف سبقت کرتے ہیں اور وہ اس کے لئے آگے بڑھنے والے ہیں۔

یہ اہل ایمان کے چند اوصاف حمیدہ بیان فرما کر بشارت دی گئی کہ یہی لوگ نیکیوں میں مسابقت کرنے والے ہیں۔

پھر مخالفوں کو ڈرایا جاتا ہے اور اپنا کرم اول فرمایا جاتا ہے۔

وَلَا نُكَلِّفُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا وَلَدَيْنَا كِتٰبٌ يَّنْطِقُ بِالْحَقِّ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ۔ ہم کسی جان پر بوجھ نہیں ڈالتے مگر اس کی حد استطاعت تک اور ہمارے پاس وہ کتاب ہے جو سچ سچ بولتی ہے اور وہ ظلم نہیں کئے جائیں گے۔

بَلْ قُلُوْبُهُمْ فِيْ غَمْرَةٍ مِّنْ هٰذَا وَلَهُمْ اَعْمَالٌ مِّنْ دُوْنِ ذٰلِكَ هُمْ لَهَا عٰمِلُوْنَ۔ بلکہ یہ کمبخت منکرین ان نیکیوں میں پیچھے رہتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ ان نیکیوں میں سعی کرنا بے فائدہ ہے جو کچھ ہم کر رہے ہیں یہی ٹھیک ہے اور آخرت میں حساب کتاب کا یقین نہیں رکھتے حالانکہ

وَلَدَيْنَا كِتٰبٌ يَّنْطِقُ بِالْحَقِّ۔ ہمارے پاس سب لکھا ہوا ہے جو اس دن انہیں بتا دیا جائے گا اور ان پر ظلم نہ ہوگا۔ پھر آگے ارشاد ہے:

حَتّٰٓى اِذَآ اَخَذْنَا مُتْرَفِيْهِمْ بِالْعَذَابِ اِذَا هُمْ يَجْـَٔرُوْنَ۔ جب ہم گرفت کریں گے ان کے متمول مالداروں کی تو وہ چیخیں گے دہائی دیں گے تو انہیں فرمایا جائے گا۔

لَا تَجْـَٔرُوا الْيَوْمَ اِنَّكُمْ مِّنَّا لَا تُنْصَرُوْنَ۔ آج نہ چیخو اور دہائی نہ دو تم ہماری طرف سے مدد نہ کئے جاؤ گے۔

قَدْ كَانَتْ اٰيٰتِيْ تُتْلٰى عَلَيْكُمْ فَكُنْتُمْ عَلٰٓى اَعْقَابِكُمْ تَنْكِصُوْنَ۔ اس لئے کہ تم پر میری آیتیں پڑھی جاتی تھیں تو تم ایڑیوں کے بل لوٹ جاتے تھے۔

مُسْتَكْبِرِيْنَ بِهٖ سٰمِرًا تَهْجُرُوْنَ۔ اور تکبر کے ساتھ انہیں چھوڑ کر سمر یعنی رات کی کہانیوں میں مشغول ہو جاتے تھے۔

تَهْجُرُوْنَ۔ ہجر سے ہے۔ جدائی کے معنی دیتا ہے اور ہجر بفتح ہذیان کے معنی میں مستعمل ہے اور ہجر بضم کعبہ کے اردگرد بیٹھ کر قریش قصہ خوانی کرتے تھے اور قرآن کریم کی ہجو کرتے تھے۔ اس کے جواب میں کہتے ہیں:

اَفَلَمْ يَدَّبَّرُوا الْقَوْلَ اَمْ جَآءَهُمْ مَّا لَمْ يَاْتِ اٰبَآءَهُمُ الْاَوَّلِيْنَ۔ کیا وہ فرمان مصطفیٰ یا قرآن کریم پر تدبر و غور نہیں کرتے یا ان کے پاس ان کے آباء و اجداد نئی بات لائے ہیں جو پہلے انبیاء نہ لائے یا یہ کہ وہ رسول کے منصب سے ناواقف ہیں حالانکہ ہمارے حبیب سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو قبل اظہار نبوت سچا دیانت دار، خدا ترس جانتے تھے پھر وہ سوچیں کہ بعد اظہار نبوت انہیں کذب بیانی سے کیا غرض تھی۔

اَمْ لَمْ يَعْرِفُوْا رَسُوْلَهُمْ فَهُمْ لَهٗ مُنْكِرُوْنَ۔ یا وہ اپنے رسول سے انجان ہیں اور اس وجہ سے ان کے منکر ہیں۔ وہ تمہیں راست بازی، خدا ترسی کی تعلیم دے رہے ہیں اور دنیاوی تکالیف برداشت فرما کر آنے والی مصیبتوں سے تمہیں اطلاع دے رہے ہیں یہ باتیں بتانا کسی دیوانہ اور مجنون آدمی کا کام نہیں چنانچہ ارشاد ہے:

اَمْ يَقُوْلُوْنَ بِهٖ جِنَّةٌ۔ کیا کہتے ہیں انہیں جنون ہے۔

بَلْ جَآءَهُمْ بِالْحَقِّ وَاَكْثَرُهُمْ لِلْحَقِّ كٰرِهُوْنَ۔ بلکہ وہ تو ان کے پاس سچی بات لائے البتہ اکثر ان کے حق بات

سے کراہت کرتے ہیں۔

وَلَوِ اتَّبَعَ الْحَقُّ اَهْوَآءَهُمْ لَفَسَدَتِ السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ وَمَنْ فِيْهِنَّ ؕ بَلْ اَتَيْنٰهُمْ بِذِكْرِهِمْ فَهُمْ عَنْ ذِكْرِهِمْ مُّعْرِضُوْنَ۔ اور اگر حق ان کی خواہشات کا پیرو ہو جائے تو یقیناً آسمان اور زمین میں فساد آ جائے اور جو ان میں ہیں سب کے سب تباہ ہو جائیں بلکہ وہ حق جو ان کے پاس آیا وہ ان کی ناموری کو آیا کہ وہ بلندی حاصل کریں مگر وہ اس بھلے کے ساتھ ہی اعراض کر رہے ہیں۔

اَمْ تَسْئَلُهُمْ خَرْجًا فَخَرَاجُ رَبِّكَ خَيْرٌ ۖ وَّهُوَ خَيْرُ الرّٰزِقِيْنَ۔ انہیں سوچنا چاہئے کہ کیا وہ اس ہدایت پر ان سے کچھ طلب کرتا ہے بلکہ اِنْ اَجْرِيَ اِلَّا عَلَى اللّٰهِ ان کا اعلان ہے کہ ہماری اجرت اللہ تعالیٰ پر ہے۔ اور اللہ بہتر رزاق اور اجر دینے والا ہے اور حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو ارشاد خداوندی عزوجل ہوا:

وَاِنَّكَ لَتَدْعُوْهُمْ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ۔ اے محبوب آپ تو ان کو سیدھی راہ پر بلا رہے ہیں۔

وَاِنَّ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ عَنِ الصِّرَاطِ لَنٰكِبُوْنَ۔ اور وہ لوگ جو آخرت پر ایمان نہیں لاتے وہ سیدھی راہ سے منحرف ہیں۔

وَلَوْ رَحِمْنٰهُمْ وَكَشَفْنَا مَا بِهِمْ مِّنْ ضُرٍّ لَّلَجُّوْا فِيْ طُغْيَانِهِمْ يَعْمَهُوْنَ۔ اور اگر ہم ان پر رحم فرمائیں اور ان کی تکلیف دفع کر دیں تو بھی وہ اپنی گمراہی پر پڑے رہیں گے اور آخرت پر ایمان نہ لائیں گے۔

وَلَقَدْ اَخَذْنٰهُمْ بِالْعَذَابِ فَمَا اسْتَكَانُوْا لِرَبِّهِمْ وَمَا يَتَضَرَّعُوْنَ ﴿۷۶﴾ حَتّٰى اِذَا فَتَحْنَا عَلَيْهِمْ بَابًا ذَا عَذَابٍ شَدِيْدٍ اِذَا هُمْ فِيْهِ مُبْلِسُوْنَ۔ اور ہم نے پکڑا انہیں عذاب میں اور مکہ میں سات سال قحط ڈالا جس میں وہ چلا اٹھے کتے اور مردار تک کھانے کی نوبت آ گئی دہائی دینے لگے مگر فَمَا اسْتَكَانُوْا۔ اس پر بھی اپنے رب کی طرف نہ جھکے۔

اِسْتَكَانَ۔ اِسْتَفْعَلَ۔ کے وزن پر كَوْن سے ہے اس کے معنی یہ ہوئے اِنْتَقَلَ مِنْ كَوْنٍ اِلٰى كَوْنٍ۔

حَتّٰى اِذَا فَتَحْنَا عَلَيْهِمْ بَابًا ذَا عَذَابٍ شَدِيْدٍ اِذَا هُمْ فِيْهِ مُبْلِسُوْنَ۔ حتیٰ کہ جب دوسرا دروازہ سخت عذاب کا ہم نے کھولا تو وہ اور بھی ناامید ہی ہوئے۔

مُبْلِسُوْنَ۔ مِنَ الْاِبْلَاسِ وَ هُوَ الْيَاسُ۔ مُبْلِسُوْنَ۔ ابلاس سے ہے اور وہ مایوسی ہے۔

مختصر تفسیر اردو چوتھا رکوع ۔ سورۂ مومنون ۔ پ ۱۸

يٰۤاَيُّهَا الرُّسُلُ كُلُوْا مِنَ الطَّيِّبٰتِ وَاعْمَلُوْا صَالِحًا ؕ اِنِّيْ بِمَا تَعْمَلُوْنَ عَلِيْمٌ۔ اے رسولو! کھاؤ پاک چیزوں سے اور نیک عمل کرو میں جو کچھ تم کرتے ہو جانتا ہوں۔

اس آیت کریمہ میں انبیائے ورسل کو مخاطب فرما کر اباحت طیبات کا حکم نافذ فرمایا ہے اس لئے کہ طیب اشیاء کی اباحت شرع قدیم سے ہے اور وہ تمام انبیائے کرام میں جاری تھی۔ گویا رسول کو حکم دیا گیا كُلْ مِنَ الطَّيِّبٰتِ وَاعْمَلُوْا صَالِحًا۔ بعض نے کہا کہ اس میں نداء حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو ہے جیسا کہ حدیث مرسل میں حفص بن ابی جبلہ سے ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: يٰۤاَيُّهَا الرُّسُلُ الخ ذَاكَ عِيْسَى بْنِ مَرْيَمَ كَانَ يَاْكُلُ مِنْ غَزْلِ اُمِّهٖ۔ يٰۤاَيُّهَا الرُّسُلُ۔ میں صرف حضرت عیسیٰ علیہ السلام منادیٰ ہیں کہ وہ اپنی والدہ کا کاتا ہی کھاتے تھے۔

اور حسن و مجاہد اور قتادہ اور سدی اور کلبی رحمہم اللہ کہتے ہیں اِنَّهٗ نِدَاءٌ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَ خِطَابُهٗ. وَالْجَمْعُ لِلتَّعْظِيْمِ۔ یہ ندا صرف حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ہے اور اس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ہی مخاطبہ ہے اور جمع کے ساتھ جو ندا فرمائی وہ تعظیم کے لئے ہے۔

وَاعْمَلُوْا صَالِحًا۔ اور نیک عمل کرو۔

اس میں احمد زہد میں اور ابن ابی حاتم اور ابن مردویہ اور حاکم ام عبد اللہ اخت شداد بن اوس رضی اللہ عنہا سے راوی ہیں اَنَّهَا بَعَثَتْ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِقَدَحِ لَبَنٍ يَعْنِيْ عِنْدَ فُطْرِهٖ وَهُوَ صَائِمٌ فَرَدَّ اِلَيْهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ اَنّٰى لَكِ هٰذَا اللَّبَنُ قَالَتْ مِنْ شَاةٍ لِيْ فَرَدَّ اِلَيْهَا رَسُوْلُهَا اَنّٰى لَكِ الشَّاةُ فَقَالَتْ اِشْتَرَيْتُهَا مِنْ مَّالِيْ فَشَرِبَ مِنْهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ۔

شداد بن اوس کی بہن نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں دودھ کا پیالہ بھیجا کہ اس سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم افطار کریں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے واپس فرما دیا اور پوچھا یہ دودھ کہاں سے آیا آپ نے عرض کیا میری بکری کا دودھ ہے آپ نے پھر واپس کر دیا اور فرمایا بکری کہاں سے آئی عرض کی وہ میں نے خریدی تھی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دودھ نوش فرمایا۔

دوسرے دن ام عبد اللہ حاضر خدمت ہوئیں اور عرض کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم میں نے دودھ حاضر کیا تھا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے واپس فرما دیا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہمیں یہی حکم ہے کہ ہم پاک کے سوا کسی شے مشکوک کا استعمال نہ کریں اور سوا نیک عمل کے کوئی عمل نہ کریں۔

اور ایسا ہی مسلم اور ترمذی میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے: قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا اَيُّهَا النَّاسُ اِنَّ اللّٰهَ طَيِّبٌ لَّا يَقْبَلُ اِلَّا طَيِّبًا وَاِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى اَمَرَ الْمُؤْمِنِيْنَ بِمَا اَمَرَ بِهِ الْمُرْسَلِيْنَ فَقَالَ يٰۤاَيُّهَا الرُّسُلُ كُلُوْا مِنَ الطَّيِّبٰتِ وَاعْمَلُوْا صَالِحًا وَقَالَ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُلُوْا مِنْ طَيِّبٰتِ مَا رَزَقْنٰكُمْ ثُمَّ ذَكَرَ الرَّجُلَ يُطِيْلُ السَّفَرَ اَشْعَثَ اَغْبَرَ وَمَطْعَمُهٗ حَرَامٌ وَّ مَشْرَبُهٗ حَرَامٌ وَّ مَلْبَسُهٗ حَرَامٌ وَ غُذِيَ بِالْحَرَامِ يَمُدُّ يَدَيْهِ اِلَى السَّمَآءِ يَا رَبِّ يَا رَبِّ فَاَنّٰى يُسْتَجَابُ لِذٰلِكَ۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے لوگو! بے شک اللہ پاک ہے وہ پاک کے سوا کچھ قبول نہیں کرتا اور اللہ تعالیٰ نے مومنین کو وہی حکم فرمایا جو مرسلین کو حکم دیا پھر یہ دو آیتیں تلاوت فرمائیں يٰۤاَيُّهَا الرُّسُلُ كُلُوْا مِنَ الطَّيِّبٰتِ وَاعْمَلُوْا صَالِحًا۔ اور یہی حکم دیا۔ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُلُوْا مِنْ طَيِّبٰتِ مَا رَزَقْنٰكُمْ پھر فرمایا ایک شخص طویل سفر کرے اور غبار آلودہ بال اور کپڑے کر لے اور اس کا کھانا حرام ہو اور پینا حرام سے ہو اور اس کی نشو ونما حرام سے ہو اور وہ ہاتھ اٹھا کر آسمان کی طرف پکارے اے میرے رب اے میرے رب تو وہ کب مستجاب الدعوات ہوگا۔

اس لئے کہ احکام میں اکل حلال مقدم ہے کہ وہی معین عمل صالح ہے۔

چنانچہ بعض احادیث میں آیا اِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى لَا يَقْبَلُ عِبَادَةَ مَنْ فِيْ جَوْفِهٖ لُقْمَةٌ مِّنْ حَرَامٍ۔ بے شک اللہ اس شخص کی عبادت قبول نہیں فرمایا جس کے شکم میں لقمۂ حرام ہو۔

اور صحیح حدیث میں ہے اَيُّمَا لَحْمٍ نَبَتَ مِنْ سُحْتٍ فَالنَّارُ اَوْلٰى بِهٖ۔ جو گوشت رشوت ستانی سے بڑھے تو اس

کے لئے آگ ہی بہتر ہے یعنی وہ گوشت آگ میں جلنے والا ہے یا آگ کا مستحق ہے۔

اور اِنِّیْ بِمَا تَعْمَلُوْنَ عَلِیْمٌ۔ کا یہ معنی ہے کہ اللہ تعالیٰ تمہارے ظاہر اعمال اور باطن اعمال سب کا نگران ہے اور انہی اعمال کے مطابق تمہیں اجروز جرفرمائے گا۔ اس میں مخاطب انبیاء علیہم السلام ہیں اور اس سے مراد اتباع انبیاء ہیں۔

وَ اِنَّ هٰذِهٖۤ اُمَّتُكُمْ اُمَّةً وَّاحِدَةً وَّ اَنَا رَبُّكُمْ فَاتَّقُوْنِ۔

وَ اِنَّ هٰذِهٖۤ۔ اور بے شک یہ ملت وشریعت۔

اُمَّتُكُمْ۔ تمہاری ملت ہے اور تمہاری یہ شریعت ہے اور میں تمہارا رب وحدہ لاشریک ہوں۔

فَاتَّقُوْنِ۔ تو مجھ سے ہی ڈرو۔

جیسے مناطقہ صغریٰ کبریٰ مرتب کر کے بولتے ہیں اَلْعَالَمُ حَادِثٌ لِاَنَّهٗ مُتَغَیِّرٌ۔ وَ كُلُّ مُتَغَیِّرٍ حَادِثٌ فَالْعَالَمُ حَادِثٌ۔ ایسے ہی یہاں ارشاد ہوا کہ میں تمہارا رب ہوں اس لئے کہ قدیم ہوں اور جو قدیم ہے وہی رب ہے تو نتیجہ نکلا کہ رب قدیم ازلی وابدی ہے ایک ہے۔

فَتَقَطَّعُوْۤا اَمْرَهُمْ۔ تو قطع کردیئے انہوں نے اپنے کام۔

یَعْنِیْ فَتَفَرَّقُوْا وَ تَحَزَّبُوْا فِیْ اَمْرِهِمْ۔ انہوں نے تفریق وتخریب کرڈالی اپنے کام میں۔

بَیْنَهُمْ زُبُرًا۔ اَیْ قِطَعًا۔ زبر جمع زبور کی ہے اور زبر بمعنی قطع ہے اَیْ قَطَعُوْا اَیْ اَمْرَ دِیْنِهِمْ۔ یعنی امور دینیہ کو ٹکڑے ٹکڑے کرڈالا۔

كُلُّ حِزْبٍۭ بِمَا لَدَیْهِمْ فَرِحُوْنَ۔ ہر جماعت جس امر کو پسند کرچکی اس میں خوش ہے۔

یعنی جو بات جن کے رسوم میں ہے اسی پر وہ جمے ہوئے ہیں اور خیال کرتے ہیں کہ یہی اعتقاد صحیح ہے حیث قال الآلوسی:

وَالْمُرَادُ اِنَّهُمْ مُعْجِبُوْنَ بِهٖ مُعْتَقِدُوْنَ اَنَّهُ الْحَقُّ۔ یعنی وہ اس پر خوش ہیں اور عقیدہ رکھتے ہیں کہ یہی طریقہ حق ہے۔

فَذَرْهُمْ فِیْ غَمْرَتِهِمْ حَتّٰى حِیْنٍ۔ تو اے محبوب انہیں ان کی جہالت میں ایک مدت کے لئے چھوڑ دیجئے۔

یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے خطاب ہے کہ قریش نے جو امور دینیہ میں کتر بیونت کی ہے انہیں چھوڑ دیجئے۔

غَمْرَةٍ۔ عربی میں کہتے ہیں اَلْمَاءُ الَّذِیْ یَغْمِرُ الَّذِیْ یَغْمِرُ الْغَاصَّةَ وَاَصْلُهَا مِنَ السَّتْرِ وَالْمُرَادُ بِهَا الْجِهَالَةُ بَجَامِعِ الْغَلَبَةِ وَالْاِسْتِهْلَاكِ۔ غمرہ اس پانی کو کہتے ہیں جو ایک جگہ ٹھہرا رہے اور یہاں اس کے معنی آڑ ہیں اور اس سے مراد جہالت کفار ہے جس میں وہ مغلوب ہیں اور ہلاک ہورہے ہیں۔

حَتّٰى حِیْنٍ۔ ایک مدت مقررہ تک۔ اس سے مراد ان کا وہ قتل ہے جو بدر میں ہوا۔

مقاتل رحمہ اللہ کہتے ہیں اس سے مراد موت ہے جو کفر پر ہوئی جس کے بعد ان پر عذاب ہوا۔ آگے ارشاد ہے:

اَیَحْسَبُوْنَ اَنَّمَا نُمِدُّهُمْ بِهٖ مِنْ مَّالٍ وَّ بَنِیْنَ۔ کیا ان کا یہ گمان ہے کہ جو ہم مدد کریں انہیں اور عطا فرمائیں مال اور بیٹوں سے اس پر وہ سمجھتے ہیں کہ

نُسَارِعُ لَهُمْ فِي الْخَيْرٰتِ ؕ بَلْ لَّا يَشْعُرُوْنَ۔ جلدی کرتے ہیں ان کے لئے بھلائیوں میں بلکہ ان کو شعور نہیں ہے۔
یعنی یہ امر اور نہی تھی یعنی بتوں کی اعانت سے ان کے کام ہوتے ہیں یہ خیال ان کے محض جہالت ہیں انہیں شعور ہی نہیں اس لئے کہ وہ کالانعام حیوان ہیں انہیں محسن حقیقی کا شعور ہی نہیں وہ بتوں کی بھینٹوں پر ہی اپنی کارگزاری سمجھتے ہیں اس کے بعد ایمان والوں کی تعریف فرمائی۔

اِنَّ الَّذِيْنَ هُمْ مِّنْ خَشْيَةِ رَبِّهِمْ مُّشْفِقُوْنَ۔ بے شک وہ اللہ کے خوف سے جھکے ہوئے ہیں۔ اور سہمے ہوئے ہیں۔
وَالَّذِيْنَ هُمْ بِاٰيٰتِ رَبِّهِمْ يُؤْمِنُوْنَ۔ اور اپنے رب کی آیتوں پر وہ ایمان لائے۔ یعنی کتب الٰہی اور قرآن کریم پر ایمان لاتے ہیں۔

وَالَّذِيْنَ هُمْ بِرَبِّهِمْ لَا يُشْرِكُوْنَ۔ اور وہ اپنے رب کے ساتھ شرک نہیں کرتے۔ جیسے مشرکین کا طریقہ تھا۔
وَالَّذِيْنَ يُؤْتُوْنَ مَآ اٰتَوْا وَّقُلُوْبُهُمْ وَجِلَةٌ اَنَّهُمْ اِلٰى رَبِّهِمْ رٰجِعُوْنَ۔ اور وہ دیتے ہیں جو انہیں دولت ملے زکوٰۃ وصدقات سے اور ان کے دل ڈر رہے ہیں انہیں اپنے رب کی طرف پھرنا ہے۔
اُولٰٓئِكَ يُسٰرِعُوْنَ فِي الْخَيْرٰتِ وَهُمْ لَهَا سٰبِقُوْنَ۔ یہ لوگ بھلائیوں میں جلدی کرتے ہیں اور وہ اس کے لئے مسابقت کرتے ہیں۔
وَلَا نُكَلِّفُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا وَلَدَيْنَا كِتٰبٌ يَّنْطِقُ بِالْحَقِّ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ۔ اور ہم کسی جان پر بوجھ نہیں رکھتے مگر اس کی وسعت وطاقت بھر اور ہمارے پاس ایک کتاب ہے کہ حق بول دیتی ہے۔ یعنی اس میں سچ سچ تمام اعمال مندرج ہیں۔
وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ۔ اور وہ ظلم نہ کئے جائیں گے۔ یعنی نہ کسی کی نیکی گھٹائی جائے گی اور نہ کسی کی بدی بڑھائی جائے گی۔
اس کے بعد کفار کا تذکرہ ہے۔ چنانچہ ارشاد ہے:
بَلْ قُلُوْبُهُمْ فِيْ غَمْرَةٍ مِّنْ هٰذَا۔ بلکہ ان کے دل جہالت میں ہیں اس دین اور قرآن سے نسفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:
بَلْ قُلُوْبُ الْكَفَرَةِ فِيْ غَفْلَةٍ غَامِرَةٍ لَّهَا مِمَّا عَلَيْهِ هٰؤُلَآءِ الْمَوْصُوْفُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ۔ یعنی کافروں کے دل غفلت میں ٹھہرے ہوئے ہیں۔ مومنین کی صفات کو نہیں سمجھتے۔
وَلَهُمْ اَعْمَالٌ مِّنْ دُوْنِ ذٰلِكَ هُمْ لَهَا عٰمِلُوْنَ۔ اور ان کے عمل ان عملوں سے جدا ہیں جنہیں وہ کر رہے ہیں۔ یعنی جو صفات ایمان والوں کی بیان کی گئیں یہ ان سے اعمال میں بھی بالکل جدا ہیں۔
حَتّٰٓى اِذَآ اَخَذْنَا مُتْرَفِيْهِمْ بِالْعَذَابِ اِذَا هُمْ يَجْئَرُوْنَ۔ حتیٰ کہ ہم نے ان کے امیروں کو عذاب میں پکڑا تو وہ فریاد کرنے لگے۔
مُتْرَفِيْهِمْ پر آلوسی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اَلْمُتْرَفُ الْمُتَوَسِّعُ فِي النِّعْمَةِ۔ مالدار کے معنی میں اس کا استعمال ہے اور ان کے چیخنے اور دہائی دینے کا یہ جواب ہے۔
لَا تَجْئَرُوا الْيَوْمَ ۫ اِنَّكُمْ مِّنَّا لَا تُنْصَرُوْنَ۔ آج چیخوں پکاروں سے کام نہ چلے گا اور تم کو ہماری طرف سے مدد نہیں ملے گی۔

قَدْ كَانَتْ اٰيٰتِيْ تُتْلٰى عَلَيْكُمْ فَكُنْتُمْ عَلٰۤى اَعْقَابِكُمْ تَنْكِصُوْنَ ﴿۶۶﴾ مُسْتَكْبِرِيْنَ ۖۗ بِهٖ سٰمِرًا تَهْجُرُوْنَ۔ بے شک میری آیتیں یعنی قرآن مجید تم پر پڑھا گیا تو اپنی ایڑیوں کے بل الٹے پلٹے اور ان آیتوں کو نہ مانا اور ایمان نہ لائے۔ نکص اعراض کے معنی دیتا ہے۔

وَالنُّكُوْصُ الرُّجُوْعُ وَالْاَعْقَابُ جَمْعُ عَقْبٍ وَّ هُوَ مُؤْخِرَةُ الرِّجْلِ۔ نکوص رجوع کو کہتے ہیں اور اعقاب جمع ہے عقب کی اور وہ پیر کی پشت یعنی ایڑی ہے جو پلٹنا ایڑیوں کے بل انحراف واعراض ہی ہوا۔

مُسْتَكْبِرِيْنَ ۖۗ بِهٖ۔ تکبر کرتے ہوئے بیت اللہ کے ساتھ یعنی یہ تکبر رکھتے ہوئے پلٹے کہ ہم اہل حرم میں اور بیت اللہ کے ہمسایہ ہیں ہم پر کون غالب آسکتا ہے ہمیں کسی کا خوف وخطر نہیں۔

سٰمِرًا تَهْجُرُوْنَ۔ بیہودہ کہانیاں بکتے ہوئے حق کو چھوڑتے ہوئے۔

مشرکین مکہ کعبہ معظمہ کے گرد جمع ہو کر کہانیاں بکتے اور ان کہانیوں میں قرآن پاک پر طعن اور سحر اور شعر ہونے کا الزام لگاتے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں بے جا بکواس کرتے۔

سَمُر۔ عربی میں قصہ گوئی کو کہتے ہیں اور سامر اندھیری رات کو بھی کہتے ہیں۔

اور ہجر ہاء ہوز کے ساتھ بصورت فتح بمعنی قطع مستعمل ہے۔ اور ہجر بمعنی ہذیان بھی ہے۔ جیسے هَجَرَ الْمَرِيْضُ اس میں ہا اور ج دونوں مفتوح ہیں اور بضم ہا ہجر کلام قبیح کے معنی میں مستعمل ہے۔

اَفَلَمْ يَدَّبَّرُوا الْقَوْلَ اَمْ جَآءَهُمْ مَّا لَمْ يَاْتِ اٰبَآءَهُمُ الْاَوَّلِيْنَ۔ کیا انہوں نے بات کو سوچا نہیں یعنی قرآن کریم میں غور نہیں کیا اور اس کے اعجاز پر نظر نہ ڈالی جس سے انہیں معلوم ہوتا کہ یہ کلام حق ہے اس کی تصدیق لازم ہے اور جو کچھ اس میں ارشاد فرمایا گیا وہ سب حق اور واجب التسلیم ہے۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت وحقانیت پر دلائل واضحہ اس میں موجود ہیں۔

اَمْ جَآءَهُمْ مَّا لَمْ يَاْتِ اٰبَآءَهُمُ الْاَوَّلِيْنَ۔ کیا ان کے پاس آگیا وہ جو ان کے پہلے باپ دادا کے پاس نہ آیا تھا۔ یعنی رسول کا تشریف لانا ایسی انوکھی اور اچنبے کی بات نہیں ہے جو کبھی پہلے عہد میں ہوئی ہی نہ ہو اور وہ یہ کہہ سکیں کہ ہمیں خبر ہی نہ تھی کہ خدا کی طرف سے رسول بھی آیا کرتے ہیں کبھی پہلے کوئی رسول آیا ہوتا اور ہم نے اس کا تذکرہ سنا ہوتا تو ہم کیوں اس رسول کو نہ مانتے۔

یہ عذر کرنے کا موقعہ بھی نہیں ہے اور اس لئے کہ پہلی امتوں میں رسول علیہم السلام آچکے ہیں اور ان پر خدا عزوجل کی کتابیں نازل ہو چکی ہیں۔

اَمْ لَمْ يَعْرِفُوْا رَسُوْلَهُمْ فَهُمْ لَهٗ مُنْكِرُوْنَ۔ کیا انہوں نے اپنے رسول کو نہ پہچانا۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر شریف کے جملہ احوال نہ دیکھے۔ آپ کا نسب عالی آپ کی صداقت ودیانت اور وفور عقل اور حسن خلق، کمال حلم اور وفاء وکرم اور مروت وچشم پوشی، مکارم اخلاق، محاسن صفات اور بلا کسی استاذ کے علم میں کامل ہونا اور تمام عالم سے اعلم وفائق ہونا تم نے نہ دیکھا جن کی یہ ادنیٰ صفت ہے۔

امی و دقیقہ دان عالم بے سایہ و سائبان عالم

تو باوجود ان تمام امور کے جاننے کے وہ انہیں بیگانہ سمجھ رہے ہیں۔

اَمْ يَقُوْلُوْنَ بِهٖ جِنَّةٌ ؕ بَلْ جَآءَهُمْ بِالْحَقِّ وَاَكْثَرُهُمْ لِلْحَقِّ كٰرِهُوْنَ۔ کیا اس ہستی کو کہتے ہیں کہ انہیں جنون ہے بلکہ وہ تو ان کے پاس حق لائے اور ان میں اکثر کو حق برا لگتا ہے۔

بلکہ انہیں معلوم ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم جیسا دانا اور کامل العقل دوسرا دنیا میں دنیا نے نہ دیکھا اور وہ دین حق لائے۔ قرآن لائے جو توحید اور احکام دین پر مشتمل ہے۔ البتہ ان کی خواہشات نفسانیہ کے مخالف ضرور ہے اور یہی وجہ ہے کہ انہیں ہر حق بات سے نفرت ہے۔

وَلَوِ اتَّبَعَ الْحَقُّ اَهْوَآءَهُمْ لَفَسَدَتِ السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ وَمَنْ فِيْهِنَّ ؕ بَلْ اَتَيْنٰهُمْ بِذِكْرِهِمْ فَهُمْ عَنْ ذِكْرِهِمْ مُّعْرِضُوْنَ۔ اور اگر حق ان کی خواہشوں کی پیروی کرتا تو ضرور آسمان اور زمین اور جو کوئی ان میں ہیں سب تباہ ہو جاتے۔

حق سے مراد قرآن کریم ہے اور ان کی خواہشات کا اتباع یہ کہ قرآن کریم میں وہ مضامین مذکور ہوتے جن کی کفار خواہش کرتے ہیں جیسے ایک وحدہ لاشریک کی بجائے چند خداؤں کا وجود تسلیم کرنا اور خدا کے بیٹا بیٹیاں ماننا وغیرہ۔

بَلْ اَتَيْنٰهُمْ بِذِكْرِهِمْ فَهُمْ عَنْ ذِكْرِهِمْ مُّعْرِضُوْنَ۔ بلکہ ہم تو ان کے پاس وہ چیز لائے۔ یعنی قرآن کریم۔ جس میں ان کی ناموری تھی تو وہ اپنی عزت سے ہی منحرف ہیں۔ آلوسی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

وَالْمُرَادُ بِالذِّكْرِ الْقُرْاٰنُ الَّذِیْ هُوَ فَخْرُهُمْ وَشَرَفُهُمْ حَسْبَمَا يَنْطِقُ بِهٖ قَوْلُهٗ تَعَالٰى وَاِنَّهٗ لَذِكْرٌ لَّكَ وَلِقَوْمِكَ اَیْ بَلْ اَتَيْنَابِهِمْ بِفَخْرِهِمْ وَشَرَفِهِمُ الَّذِیْ كَانَ يَجِبُ عَلَيْهِمْ اَنْ يَّقْبَلُوْا عَلَيْهِ۔ ذکر سے مراد وہ قرآن کریم ہے جس میں ان کے لئے فخر و شرف ہے جیسا کہ قرآن کریم میں ارشاد ہے وَاِنَّهٗ لَذِكْرٌ لَّكَ وَلِقَوْمِكَ یعنی ہم نے تو ان کا فخر و شرف ایسی شان سے بیان فرمایا کہ ان پر لازم تھا کہ اسے قبول کرلیں۔ آگے ارشاد ہے:

اَمْ تَسْـَٔلُهُمْ خَرْجًا فَخَرَاجُ رَبِّكَ خَيْرٌ ۖ وَّهُوَ خَيْرُ الرّٰزِقِيْنَ ۝ وَاِنَّكَ لَتَدْعُوْهُمْ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ۔ کیا آپ ان سے کچھ اجرت طلب کرتے ہیں یعنی انہیں ہدایت کرنے اور راہ حق بتانے پر معاوضہ طلب فرماتے ہیں حالانکہ ایسا نہیں اور وہ کیا دے سکتے ہیں اگر آپ ان سے لینا چاہیں۔

فَخَرَاجُ رَبِّكَ خَيْرٌ ۖ وَّهُوَ خَيْرُ الرّٰزِقِيْنَ۔ تو تمہارے رب کی طرف سے جو معاوضہ اور اجر ہے وہ سب سے بہتر ہے اور وہ سب سے بہتر رزاق ہے۔

اور اس کا فضل آپ پر عظیم ہے اور جو جو نعمتیں اس نے آپ کو عطا فرمائیں وہ بہت کافی وافی ہیں تو آپ کو ان کی کیا پرواہ ہے پھر جب وہ آپ کے اوصاف و کمالات سے بھی واقف ہیں اور قرآن کریم کا اعجاز بھی ان کی نگاہوں میں ہے اور آپ ان سے تعلیم و ہدایت اور تبلیغ کا اجر و عوض بھی طلب نہیں فرماتے تو اب انہیں ایمان لانے میں کیا عذر ہو سکتا ہے سوا اس کے کہ

''بے شک آپ انہیں سیدھی راہ کی طرف دعوت دیتے ہیں۔'' تو ان پر لازم ہے کہ حق کی دعوت کو قبول کریں اور داخل اسلام ہو جائیں۔

وَاِنَّ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ عَنِ الصِّرَاطِ لَنٰكِبُوْنَ۔ اور بے شک جو آخرت پر ایمان نہیں لاتے ضرور وہ

سیدھی راہ سے بہکے اور منحرف ہیں۔ محاورہ ہے قَدْ نَكَبَ عَنِ الصِّرَاطِ۔ یعنی وہ راہ سے منحرف ہو گیا۔ آگے ارشاد ہے:
وَلَوْ رَحِمْنٰهُمْ وَكَشَفْنَا مَا بِهِمْ مِّنْ ضُرٍّ لَّلَجُّوْا فِیْ طُغْیَانِهِمْ یَعْمَهُوْنَ۔ اور اگر ہم ان پر رحم فرمائیں اور جو مصیبت ان پر پڑی ٹال دیں تو ضرور ہٹ دھرمی کریں گے اور اپنی سرکشی میں بہکتے رہیں گے۔

اِنَّ الْمُرَادَ بِالضُّرِّ الْقَحْطُ وَالْجُوْعُ الَّذِیْ اَصَابَهُمْ بِدُعَاءِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ۔ یعنی جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بددعا سے قریش سات برس کے قحط عظیم میں مبتلا ہوئے اور حالت بہت ابتر و خراب ہو گئی تو انہوں نے ابوسفیان کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بھیجا اور عرض کرایا کہ آپ رحمۃ للعالمین ہیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بے شک میں رحمۃ للعالمین ہوں۔

تو ابوسفیان نے کہا آپ نے بڑوں کو تو بدر میں تہ تیغ کر ڈالا اور جوان کی اولاد بچی اسے بددعا کر کے اس حال میں کر دیا کہ قحط کی وجہ سے فاقوں میں پریشان ہیں۔ بھوک میں ہڈیاں چاٹتے ہیں۔ مردار تک کھا رہے ہیں۔ میں آپ کو اللہ کی قسم دیتا ہوں اور خیرات کا واسطہ آپ اللہ سے دعا کریں کہ وہ ہم سے اس قحط کو دور فرمائے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا فرمائی قریش نے اس بلا سے نجات پائی اس کا تذکرہ ان آیتوں میں ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ہے:

وَقَدْ دَعَا عَلَیْهِمْ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ بِذٰلِكَ فِیْ مَكَّةَ یَوْمَ اَلْقٰى عَلَیْهِ الْمُشْرِكُوْنَ وَهُوَ قَائِمٌ یُّصَلِّیْ فِی الْبَیْتِ سَلٰى جَزُوْرٍ فَقَالَ اَللّٰهُمَّ اشْدُدْ وَطْاَتَكَ عَلٰى مُضَرَ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْهَا عَلَیْهِمْ سِنِیْنَ كَسِنِیْ یُوْسُفَ وَ دَعَا بِذٰلِكَ اَیْضًا بِالْمَدِیْنَةِ فَقَدْ رُوِیَ اَنَّهٗ عَلَیْهِ السَّلَامُ مَكَثَ شَهْرًا اِذَا رَفَعَ رَاْسَهٗ مِنَ الرَّكْعَةِ الثَّانِیَةِ مِنْ صَلٰوةِ الْفَجْرِ بَعْدَ قَوْلِهٖ سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ یَقُوْلُ اَللّٰهُمَّ اَنْجِ الْوَلِیْدَ بْنَ الْوَلِیْدِ وَسَلَمَةَ بْنَ هِشَامٍ وَعَیَّاشَ بْنَ اَبِیْ رَبِیْعَةَ وَالْمُسْتَضْعَفِیْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ بِمَكَّةَ اَللّٰهُمَّ اشْدُدْ وَطْاَتَكَ۔ الخ

سید المفسرین ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس قحط کی دعا مکہ میں فرمائی جس دن مشرکوں پر یہ بلا نازل کی گئی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم بیت اللہ کے پاس نماز میں کھڑے تھے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا کی الٰہی اپنی سختی قبیلہ مضر پر زیادہ کر الٰہی ان پر قحط ڈال یوسف علیہ السلام جیسا۔

اور یہی دعا مدینہ میں بھی فرمائی۔ چنانچہ روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ایک ماہ ٹھہرے کہ ایک روز رکعت ثانی میں صبح کی نماز میں سمع الله لمن حمده فرما کر دعا کی اللهم انج الوليد بن الوليد۔ الٰہی ولید بن ولید اور سلمہ بن ہشام اور عیاش بن ابی ربیعہ وغیرہ کو مشرکین سے نجات دے۔ ضعیف مومنین کو اور انہیں مکہ والوں سے بچالے الٰہی ان پر اپنی پکڑ عذاب سخت فرما۔

اور ایک روایت میں ہے جس کا ترجمہ ہم اوپر بیان کر چکے ہیں اَنَّ اَبَا سُفْیَانَ جَاءَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اَلَسْتَ تَزْعَمُ اَنَّكَ بُعِثْتَ رَحْمَةً لِّلْعَالَمِیْنَ فَقَدْ قَتَلْتَ الْاٰبَاءَ بِالسَّیْفِ وَالْاَبْنَاءَ بِالْجُوْعِ اِنَّكَ تَاْمُرُ بِصِلَةِ الرَّحِمِ وَاَنْتَ قَدْ قَطَعْتَ اَرْحَامَنَا۔ الخ

اور علامہ برہان الدین حلبی رحمہ اللہ اپنی سیرت میں فرماتے ہیں:

اَنَّ ثُمَامَةَ بْنَ اُثَالِ الحَنفِیَّ جَآءَ تْ بِهٖ اِلَی الْمَدِیْنَةِ سَرِیَّةُ مُحَمَّدِ بْنِ مَسْلَمَةَ حِیْنَ بَعَثَهٗ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِلٰی بَنِیْ بَکْرِ بْنِ کِلَابٍ فَاَسْلَمَ بَعْدَ اَنِ امْتَنَعَ مِنَ الْاِسْلَامِ ثَلٰثَةَ اَیَّامٍ ثُمَّ خَرَجَ مُعْتَمِرًا فَلَمَّا قَدِمَ بَطْنَ مَکَّةَ لَبّٰی وَهُوَ اَوَّلُ مَنْ دَخَلَهَا مُلَبِّیًا وَمِنْ هٰهُنَا قَالَ الْحَنَفِیُّ۔

وَمِنَّا الَّذِیْ لَبّٰی بِمَکَّةَ مُعْلِنًا بِرَغْمِ اَبِیْ سُفْیَانَ فِی الْاَشْهُرِ الْحُرُمِ

فَاَخَذَتْهُ قُرَیْشٌ فَقَالُوْا لَقَدِ اجْتَرَاْتَ عَلَیْنَا وَقَدْ صَبَوْتَ یَا ثُمَامَةُ قَالَ اَسْلَمْتُ وَ اتَّبَعْتُ خَیْرَ دِیْنٍ دِیْنِ مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَا یَصِلُ اِلَیْکُمْ حَبَّةٌ مِّنَ الْیَمَامَةِ وَکَانَتْ رِیْفًا لِاَهْلِ مَکَّةَ شَیْئًا حَتّٰی اَضَرَّبِهِمُ الْجُوْعُ وَاَکَلَتْ قُرَیْشُ الْعَلْهَزَ۔

فَکَتَبَ قُرَیْشٌ اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَلَسْتَ تَزْعَمُ اَنَّکَ بُعِثْتَ رَحْمَةً لِّلْعَالَمِیْنَ فَقَدْ قَتَلْتَ الْاٰبَآءَ بِالسَّیْفِ وَالْاَبْنَاءَ بِالْجُوْعِ اِنَّکَ تَاْمُرُ بِصِلَةِ الرَّحِمِ وَاَنْتَ قَدْ قَطَعْتَ اَرْحَامَنَا۔

فَکَتَبَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِلٰی ثُمَامَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ خَلِّ بَیْنَ قَوْمِیْ وَبَیْنَ مِیْرَتِهِمْ فَفَعَلَ۔

ثمامہ بن اثال حنفی مدینہ پر سریہ محمد بن مسلمہ کے مقابل آئے تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ سریہ بنی بکر بن کلاب پر بھیجا تھا تو ثمامہ اسلام لے آئے صرف تین دن مقابلہ کیا تھا اور اس کے بعد عمرہ کرنے مکہ مکرمہ آئے تو جب مکہ کے اندر پہنچے تو تلبیہ فرمایا اور یہ ثمامہ پہلے آدمی ہیں جنہوں نے مکہ معظمہ میں اول تلبیہ کیا اور اسی وقت کا یہ شعر ان کا مشہور ہے:

وَمِنَّا الَّذِیْ لَبّٰی بِمَکَّةَ مُعْلِنًا بِرَغْمِ اَبِیْ سُفْیَانَ فِی الْاَشْهُرِ الْحُرُمِ

(اور ہم ہی میں سے وہ آدمی ہے جس نے مکہ میں علی الاعلان تلبیہ کہا اور حرمت کے مہینوں میں تلبیہ کہہ کر ابوسفیان کو ذلیل کیا۔)

تو قریش نے آپ کو گھیر لیا اور کہا تم نے ہم پر جرأت کی با آنکہ تم تو اسلام کے خلاف تھے۔

ثمامہ نے فرمایا میں اسلام لایا اور بہترین دین دین محمد کا اتباع کیا۔ اب تمہیں یمامہ سے ایک دانہ بھی نہیں ملے گا اور ثمامہ اہل مکہ کے قریبی تھے۔ حتیٰ کہ مکہ والوں پر بھوک پڑی اور قحط اتنا مسلط ہوا کہ وہ گندگی کھانے پر مجبور ہو گئے۔

تو قریش نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف ایک عریضہ بھیجا جس میں لکھا کہ آپ کا گمان ہے کہ آپ رحمۃ للعالمین ہیں اور آپ نے ہمارے آباء تلوار سے کاٹ دیئے اور ان کی اولاد کو قحط سے ہلاک کر رہے ہیں۔ آپ تو صلہ رحمی کا حکم دینے والے ہیں اور خود قطع رحم فرما رہے ہیں۔

یہ نامہ پڑھ کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو رحم آ گیا اور ثمامہ کو حکم بھیج دیا کہ میری قوم میں جو رکاوٹ ڈالی ہے وہ ختم کر دو چنانچہ ثمامہ نے غلہ وغیرہ یمامہ سے ان پر کھول دیا۔

اس پر یہ آیات کریمہ نازل ہوئیں آگے ارشاد ہے:

وَلَقَدْ اَخَذْنٰهُمْ بِالْعَذَابِ فَمَا اسْتَکَانُوْا لِرَبِّهِمْ وَمَا یَتَضَرَّعُوْنَ۔ اور بے شک ہم نے انہیں عذاب میں پکڑا

تو بھی وہ نہ جھکے اپنے رب کے لئے اور تضرع نہ کی۔

استکانۃ کی تصریح ہم پہلے بیان کر چکے ہیں۔

حَتّٰۤى اِذَا فَتَحْنَا عَلَیْهِمْ بَابًا ذَا عَذَابٍ شَدِیْدٍ اِذَا هُمْ فِیْهِ مُبْلِسُوْنَ۔ حتیٰ کہ جب ہم نے عذاب شدید کا دروازہ کھول دیا تو وہ مایوس ہو کر بیٹھ گئے۔

مُبْلِسُوْنَ۔ مُتَحَیِّرُوْنَ۔ اٰیِسُوْنَ۔ کے معنی دیتا ہے یعنی تمام بھلائیوں سے مایوس ہو گئے جیسا کہ دوسری جگہ قرآن پاک میں ہے: وَیَوْمَ تَقُوْمُ السَّاعَةُ یُبْلِسُ الْمُجْرِمُوْنَ - لَا یُفَتَّرُ عَنْهُمْ وَهُمْ فِیْهِ مُبْلِسُوْنَ۔

بامحاورہ ترجمہ پانچواں رکوع - سورۂ مومنون - پ ۱۸

وَ هُوَ الَّذِیْۤ اَنْشَاَ لَكُمُ السَّمْعَ وَ الْاَبْصَارَ وَ الْاَفْـٕدَةَ ؕ قَلِیْلًا مَّا تَشْكُرُوْنَ ﴿۷۸﴾
اور وہی ہے جس نے بنائے تمہارے لئے کان اور آنکھیں اور دل بہت ہی کم ہیں تم میں شکر گزار

وَ هُوَ الَّذِیْ ذَرَاَكُمْ فِی الْاَرْضِ وَ اِلَیْهِ تُحْشَرُوْنَ ﴿۷۹﴾
اور وہی جس نے پھیلایا تمہیں زمین میں اور اسی کی طرف اٹھنا ہے

وَ هُوَ الَّذِیْ یُحْیٖ وَ یُمِیْتُ وَ لَهُ اخْتِلَافُ الَّیْلِ وَ النَّهَارِ ؕ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ﴿۸۰﴾
اور وہی ہے جو جلائے اور مارے اور اسی کے لئے ہے رات دن کی تبدیلیاں کیا تمہیں عقل نہیں

بَلْ قَالُوْا مِثْلَ مَا قَالَ الْاَوَّلُوْنَ ﴿۸۱﴾
بلکہ کہا انہوں نے وہی جو کہا پہلوں نے

قَالُوْۤا ءَاِذَا مِتْنَا وَ كُنَّا تُرَابًا وَّ عِظَامًا ءَاِنَّا لَمَبْعُوْثُوْنَ ﴿۸۲﴾
بولے کیا جب ہم مر جائیں گے اور مٹی ہو جائیں گے اور ہڈیاں تو کیا ہم اٹھائے جائیں گے

لَقَدْ وُعِدْنَا نَحْنُ وَ اٰبَآؤُنَا هٰذَا مِنْ قَبْلُ اِنْ هٰذَاۤ اِلَّاۤ اَسَاطِیْرُ الْاَوَّلِیْنَ ﴿۸۳﴾
بے شک یہ وعدہ ہم کو اور ہم سے پہلے ہمارے باپ دادا کو دیا گیا تو یہ نہیں مگر وہی اگلی داستانیں ہیں

قُلْ لِّمَنِ الْاَرْضُ وَ مَنْ فِیْهَاۤ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿۸۴﴾
فرما دیجئے کس کا ہے جو زمین میں ہے اور جو اس میں ہے اگر تم جانتے ہو

سَیَقُوْلُوْنَ لِلّٰهِ ؕ قُلْ اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ ﴿۸۵﴾
فوراً کہیں گے کہ اللہ کے لئے فرما دیجئے کیا تم نہیں سوچتے

قُلْ مَنْ رَّبُّ السَّمٰوٰتِ السَّبْعِ وَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِیْمِ ﴿۸۶﴾
فرما دیجئے کون ہے رب ساتوں آسمان کا اور مالک عرش عظیم کا

سَیَقُوْلُوْنَ لِلّٰهِ ؕ قُلْ اَفَلَا تَتَّقُوْنَ ﴿۸۷﴾
فوراً کہیں گے اللہ۔ فرمائیے تو کیوں نہیں ڈرتے

قُلْ مَنْۢ بِیَدِهٖ مَلَكُوْتُ كُلِّ شَیْءٍ وَّ هُوَ یُجِیْرُ وَ لَا یُجَارُ عَلَیْهِ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿۸۸﴾
فرما دیجئے کون ہے جس کے ہاتھ میں ہے ہر چیز کی ملکیت اور وہ پناہ دیتا ہے اور وہ پناہ نہیں لیتا اگر تم جانتے ہو

سَیَقُوْلُوْنَ لِلّٰهِ ؕ قُلْ فَاَنّٰى تُسْحَرُوْنَ ﴿۸۹﴾
فوراً کہیں گے اللہ ہی ہے فرمائیے تو پھر کس جادو میں مسحور ہو

بَلْ اَتَیْنٰهُمْ بِالْحَقِّ وَ اِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ ﴿۹۰﴾
بلکہ ہم لائے ان کے پاس حق اور بے شک وہ جھوٹے ہیں

مَا اتَّخَذَ اللّٰهُ مِنْ وَّلَدٍ وَّ مَا كَانَ مَعَهٗ مِنْ اِلٰهٍ اِذًا لَّذَهَبَ كُلُّ اِلٰهٍۭ بِمَا خَلَقَ وَ لَعَلَا بَعْضُهُمْ عَلٰى بَعْضٍ ؕ سُبْحٰنَ اللّٰهِ عَمَّا يَصِفُوْنَ ﴿۹۱﴾ عٰلِمِ الْغَيْبِ وَ الشَّهَادَةِ فَتَعٰلٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ﴿۹۲﴾

نہیں بنا لیا اللہ نے کوئی بچہ اور نہ اس کے ساتھ کوئی اور خدا ہے۔ یوں ہوتا تو لے جاتا ہر خدا اپنی مخلوق کو اور ضرور بلندی چاہتا ایک دوسرے پر پاک ہے وہ ان صفتوں سے جاننے والا ہے ہر نہاں اور عیاں کا بلندی ہے اسے ان کے شرک سے

حل لغات پانچواں رکوع-سورۂ مومنون-پ ۱۸

وَ-اور	هُوَ-وہ	الَّذِیْٓ-وہ ہے جس نے	اَنْشَاَ-پیدا کئے
لَكُمُ-تمہارے لئے	السَّمْعَ-کان	وَ-اور	الْاَبْصَارَ-آنکھیں
وَ-اور	الْاَفْئِدَةَ-دل	قَلِيْلًا-تھوڑے ہیں	مَّا-جو
تَشْكُرُوْنَ-شکر کرتے ہو تم	وَ-اور	هُوَ-وہ	الَّذِیْ-وہ ہے جس نے
ذَرَاَ-پھیلایا	كُمْ-تم کو	فِي-بیچ	الْاَرْضِ-زمین کے
وَ-اور	اِلَيْهِ-اس کی طرف	تُحْشَرُوْنَ-تم اکٹھے کئے جاؤ گے	
وَ-اور	هُوَ-وہ	الَّذِیْ-وہ ہے جو	يُحْيٖ-زندہ کرتا ہے
وَ-اور	يُمِيْتُ-مارتا ہے	وَ-اور	لَهُ-اسی کے لئے ہے
اخْتِلَافُ-تبدیلی	الَّيْلِ-رات	وَ-اور	النَّهَارِ-دن کی
اَ-کیا	فَلَا-پھر نہیں	تَعْقِلُوْنَ-سوچتے تم	بَلْ-بلکہ
قَالُوْا-کہنے لگے	مِثْلَ-مثل	مَا-اس کی جو	قَالَ-کہا
الْاَوَّلُوْنَ-پہلوں نے	قَالُوْٓا-کہنے لگے	ءَاِذَا-کیا جب	مِتْنَا-ہم مر جائیں گے
وَ-اور	كُنَّا-ہو جائیں گے	تُرَابًا-مٹی	وَّ-اور
عِظَامًا-ہڈیاں	ءَ-کیا	اِنَّا-ہم	لَمَبْعُوْثُوْنَ-اٹھائے جائیں گے
لَقَدْ-بے شک	وُعِدْنَا-وعدہ دیئے گئے ہیں	نَحْنُ-ہم	وَ-اور
اٰبَآؤُنَا-ہمارے باپ دادا	هٰذَا-اس کا	مِنْ قَبْلُ-پہلے سے	اِنْ-نہیں
هٰذَآ-یہ	اِلَّآ-مگر	اَسَاطِيْرُ-کہانیاں ہیں	الْاَوَّلِيْنَ-پہلوں کی
قُلْ-کہو	لِّمَنِ-کس کی ہے	الْاَرْضُ-زمین	وَ-اور
مَنْ-جو	فِيْهَآ-اس میں ہے	اِنْ-اگر	كُنْتُمْ-ہو تم
تَعْلَمُوْنَ-جانتے	سَيَقُوْلُوْنَ-جلدی کہیں گے	لِلّٰهِ-اللہ کی	قُلْ-کہہ
اَفَلَا-کیا پھر نہیں	تَذَكَّرُوْنَ-نصیحت پکڑتے تم	قُلْ-کہہ	مَنْ-کون ہے

رَبُّ۔رب	السَّمٰوٰتِ۔آسمانوں	السَّبْعِ۔ساتوں کا	وَ۔اور
رَبُّ۔رب	الْعَرْشِ۔عرش	الْعَظِيْمِ۔بڑے کا	سَيَقُوْلُوْنَ۔ضرور کہیں گے
لِلّٰهِ۔اللہ	قُلْ۔کہہ	اَ۔کیا	فَلَا۔پھر نہیں
تَتَّقُوْنَ۔تم ڈرتے ہو (اللہ سے)		قُلْ۔کہہ	مَنْ۔کون ہے جس کے
بِيَدِهٖ۔ہاتھ میں ہے	مَلَكُوْتُ۔ملکیت	كُلِّ۔ہر	شَيْءٍ۔چیز کی
وَّ۔اور	هُوَ۔وہ	يُجِيْرُ۔پناہ دیتا ہے	وَ۔اور
لَا۔نہیں	يُجَارُ۔پناہ دی جاتی	عَلَيْهِ۔اس کے خلاف	اِنْ۔اگر
كُنْتُمْ۔ہوتم	تَعْلَمُوْنَ۔جانتے	سَيَقُوْلُوْنَ۔ضرور کہیں گے	لِلّٰهِ۔اللہ کی
قُلْ۔کہو	فَاَنّٰى۔پھر کہاں	تُسْحَرُوْنَ۔جادو کئے جاتے ہو	بَلْ۔بلکہ
اَتَيْنٰهُمْ۔لائے ہم ان کے پاس	بِالْحَقِّ۔حق	وَ۔اور	اِنَّهُمْ۔بے شک وہ
لَكٰذِبُوْنَ۔جھوٹے ہیں	مَا۔نہیں	اتَّخَذَ۔بنائی	اللّٰهُ۔اللہ نے
مِنْ وَّلَدٍ۔کوئی اولاد	وَّ۔اور	مَا۔نہیں	كَانَ۔ہے
مَعَهٗ۔ساتھ اس کے	مِنْ اِلٰهٍ۔کوئی خدا	اِذًا۔تو اس وقت	لَّذَهَبَ۔لے جاتا
كُلُّ۔ہر	اِلٰهٍ۔خدا	بِمَا۔جو	خَلَقَ۔اس نے پیدا کیا
وَ۔اور	لَعَلَا۔ضرور چڑھائی کرتا	بَعْضُهُمْ۔بعض ان کا	عَلٰى۔اوپر
بَعْضٍ۔بعض کے	سُبْحٰنَ۔پاک ہے	اللّٰهِ۔اللہ	عَمَّا۔اس سے جو
يَصِفُوْنَ۔بیان کرتے ہیں	عٰلِمِ۔جاننے والا ہے	الْغَيْبِ۔غیب	وَ۔اور
الشَّهَادَةِ۔حاضر کا	فَتَعٰلٰى۔تو بلند ہے	عَمَّا۔اس سے جو	يُشْرِكُوْنَ۔شرک کرتے ہیں

خلاصہ تفسیر پانچواں رکوع۔سورۂ مومنون۔پ ۱۸

اس رکوع میں اول اللہ تعالیٰ اپنی نعمتوں کے ساتھ اپنا تعارف کراتا ہے اور فرماتا ہے:

وَهُوَ الَّذِيْٓ اَنْشَاَ لَكُمُ السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ وَالْاَفْـِٕدَةَ ؕ قَلِيْلًا مَّا تَشْكُرُوْنَ۔ اللہ تعالیٰ وہ ہے جس نے تمہارے لئے کان، آنکھ اور دل بنائے، تم بہت ہی کم شکرگزار رہو۔

کان اگر نہ دیئے جاتے تو تم سننے کی نعمت سے محروم رہ جاتے۔ آنکھ اگر نہ ملتی تو دنیا تمہارے لئے تاریک تھی۔ دل نہ ہوتا تو تم کچھ سمجھ ہی نہ سکتے۔ دینی دنیاوی منافع کا تمہیں علم ہی نہ ہوتا۔ اور تم میں شکرگزار بندے بہت ہی کم ہیں کہ تم نے ان نعمتوں کی قدر نہ جانی اور آنکھ کان دل سے فائدہ نہ اٹھایا اگر فائدہ اٹھاتے تو آیات الٰہی سن کر معرفت الٰہی حاصل کرتے اور اپنے منعم حقیقی کا حق پہچان کر شکرگزار بنتے اور نفع اٹھاتے۔ آگے دوسری نعمت بیان فرمائی اور ارشاد ہوا:

وَهُوَ الَّذِيْ ذَرَاَكُمْ فِي الْاَرْضِ وَاِلَيْهِ تُحْشَرُوْنَ۔ اور وہی اللہ ہے جس نے تمہیں زمین میں پھیلایا اور تمہیں اسی کی طرف اٹھنا ہے۔ قیامت کے دن۔ پھر تیسری نعمت ارشاد فرمائی اور ارشاد ہوا:

وَهُوَ الَّذِي يُحْيِي وَيُمِيتُ وَلَهُ اخْتِلَافُ اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ ۚ أَفَلَا تَعْقِلُونَ۔ اور وہی قادر علی الاطلاق ہے جو جلائے اور مارے اور اسی کے لئے ہیں رات دن کی تبدیلیاں تو کیا تمہیں عقل نہیں۔

یعنی بے جان قطرہ کو بڑھا کر جاندار بنانا اور جاندار بنا کر اشرف مخلوق کرنا پھر چڑھا بڑھا کر موت دے دینا یہ سب اسی کے قبضہ قدرت میں ہے جس سے تم بھٹکتے پھر رہے ہو پھر رات دن کی تبدیلی، تاریکی کے بعد روشنی، دن کے بعد رات پھر کبھی دن بڑا ہونا کبھی رات یہ سب اس کی قدرت کے کرشمے ہیں اگر تم عقل کی روشنی سے دیکھو ورنہ اوراق لیل ونہار گردان کرمثل بہائم وحمار مرنا ضرور ہے۔

یہ وہ نعمتیں ہیں جن پر انسان قدرت نہیں رکھتا۔ مگر باوجود ایسی بے مثل نعمتوں کے عطا کے تمہارے سرکش باغی کافر وہی کہتے ہیں جو پہلی ہلاک شدہ قومیں کہہ کر ہلاک ہوگئیں۔ چنانچہ ارشاد ہے:

بَلْ قَالُوا مِثْلَ مَا قَالَ الْأَوَّلُونَ۔ بلکہ یہ کافر بھی پہلے کافروں کی طرح کہتے ہیں وہ کیا کہتے تھے یہی کہ قَالُوا أَإِذَا مِتْنَا وَكُنَّا تُرَابًا وَعِظَامًا أَإِنَّا لَمَبْعُوثُونَ ﴿٨٢﴾ لَقَدْ وُعِدْنَا نَحْنُ وَآبَاؤُنَا هَٰذَا مِن قَبْلُ إِنْ هَٰذَا إِلَّا أَسَاطِيرُ الْأَوَّلِينَ۔ وہ بولے کیا جب ہم مرجائیں گے اور ہم مٹی اور ہڈیاں رہ جائیں گے کیا ہم پھر نکالے جائیں گے بے شک یہی وعدہ جو ہمیں دیا ہے ہم سے پہلے ہمارے باپ دادا کو دیا گیا اور یہ کچھ نہیں مگر وہی پرانی داستانیں ہیں۔

کفار کے اس خیال خام کا رد فرمانے کے لئے اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کو فرمایا کہ آپ ان سے چند سوالات فرمائیں چنانچہ فرمایا:

قُل لِّمَنِ الْأَرْضُ وَمَن فِيهَا إِن كُنتُمْ تَعْلَمُونَ۔ فرمائیے کس کی ملک ہے زمین اور جو کچھ اس میں ہے اگر تم جانتے ہو۔

سَيَقُولُونَ لِلَّهِ ۚ قُلْ أَفَلَا تَذَكَّرُونَ۔ فوراً کہیں گے کہ اللہ کا۔ اس لئے کہ بغیر اس کے کوئی جواب ہی نہیں اور مشرکین ویسے بھی اللہ تعالیٰ کی خالقیت کے مقر ہیں تو آپ فرمائیں پھر کیوں نہیں سوچتے اور ان سے سوال کیجئے۔

قُلْ مَن رَّبُّ السَّمَاوَاتِ السَّبْعِ وَرَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيمِ۔ فرمائیے کون ہے مالک ساتوں آسمانوں کا اور عرش عظیم کا۔

سَيَقُولُونَ لِلَّهِ۔ فوراً کہیں گے سب اللہ کے لئے ہے۔

قُلْ أَفَلَا تَتَّقُونَ۔ فرمائیے تو کیوں نہیں ڈرتے۔

اس لئے کہ جب ان کا بھی یہی عقیدہ ہے کہ جب وہی زمین اور آسمانوں اور سب کائنات کو ابتداً پیدا کرنے والا ہے تو پھر مرنے کے بعد زندہ کرنے پر وہ قادر کیوں نہیں۔ پھر ان سے دریافت فرمائیے۔

قُلْ مَن بِيَدِهِ مَلَكُوتُ كُلِّ شَيْءٍ وَهُوَ يُجِيرُ وَلَا يُجَارُ عَلَيْهِ إِن كُنتُمْ تَعْلَمُونَ۔ فرمائیں بتاؤ کس کے ہاتھ میں تمام اشیاء کا قابو ہے اور وہی پناہ دیتا ہے اور اس کے سوا کوئی پناہ نہیں دے سکتا اگر تم جانتے ہو یعنی حقیقی قدرت واختیار تمام عالم پر کس کا ہے۔

سَيَقُولُونَ لِلَّهِ۔ فوراً کہیں گے اللہ کا۔

قُلْ فَاَنّٰى تُسْحَرُوْنَ۔ آپ فرمائیں پھر کس جادو کے دھوکے میں مسحور ہو۔
یعنی کس شیطانی دھوکے میں ہو کہ توحید و طاعت الٰہی چھوڑ کر حق کو باطل سمجھ رہے ہو اس لئے کہ تم خود مقر ہو کہ قدرت حقیقی اسی واحد قہار کے ید قدرت میں ہے حتیٰ کہ وہی پناہ دیتا ہے اور اس کے سوا کوئی پناہ دہندہ نہیں تو جو پناہ دہندہ نہیں اس کی عبادت قطعاً غلط ہے پھر ارشاد ہے:

بَلْ اَتَیْنٰهُمْ بِالْحَقِّ وَ اِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ۔ بلکہ ہم ان کے پاس حق لائے اور وہ بے شک جھوٹے ہیں۔

مَا اتَّخَذَ اللّٰهُ مِنْ وَّلَدٍ وَّ مَا كَانَ مَعَهٗ مِنْ اِلٰهٍ اِذًا لَّذَهَبَ كُلُّ اِلٰهٍۭ بِمَا خَلَقَ وَ لَعَلَا بَعْضُهُمْ عَلٰى بَعْضٍ سُبْحٰنَ اللّٰهِ عَمَّا یَصِفُوْنَ ﴿۹۱﴾ عٰلِمِ الْغَیْبِ وَ الشَّهَادَةِ فَتَعٰلٰى عَمَّا یُشْرِكُوْنَ ﴿۹۲﴾۔

اللہ تعالیٰ کی نہ اولاد ہو سکتی نہ اس کا شریک۔ وہ اس سے منزہ ہے۔
اور اولاد وہی ہو سکتی ہے جو ہم جنس ہو۔
اور ہم جنس اپنی جنس کے مقابلہ میں اپنی برتری اور غلبہ چاہتا ہے۔
اس سے ثابت ہوا کہ دوسرا خدا ہونا باطل ہے۔
لَوْ كَانَ فِیْهِمَاۤ اٰلِهَةٌ اِلَّا اللّٰهُ لَفَسَدَتَا۔ اسے برہان تمانع کہتے ہیں۔

مختصر تفسیر اردو پانچوں رکوع - سورۂ مومنون - پ ۱۸

وَ هُوَ الَّذِیْۤ اَنْشَاَ لَكُمُ السَّمْعَ وَ الْاَبْصَارَ وَ الْاَفْـِٕدَةَ قَلِیْلًا مَّا تَشْكُرُوْنَ۔ اور وہی ذات قادر علی الاطلاق ہے جس نے پیدا فرمائے تمہارے لئے کان اور آنکھیں اور دل۔ تم میں بہت کم ہیں جو شکر کریں۔
اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے تین نعمتوں کا تذکرہ فرمایا۔ پہلے سماعت پھر بصارت پھر دل۔
ہر سہ نعمتوں میں سے سمع کو مقدم رکھنے میں یہ حکمت ہے کہ سماعت کے ذریعہ منافع زیادہ حاصل ہوتے ہیں اور اسے مفرد اس لئے کیا کہ وہ مصدر ہے اور مصدر کو جمع کرنا خلاف فصاحت ہے۔
بعض نے کہا اس کے افراد کی وجہ یہ ہے کہ سماعت ایک قسم کی مدرک کا ادراک کرتی ہے اور وہ صرف اصوات ہیں۔ بخلاف بصر کے کہ وہ ادراک کرتی ہے روشنیوں اور الوان واکوان اور اشکال وغیرہ سب کا۔
اور دل کا جمع بھی اس حکمت سے ہوا کہ وہ مدرک انواع شتی ہے تصورات اور تصدیقات سب اس سے ہی متعلق ہیں اور آیۂ کریمہ مشیر ہے دلیل حسی و عقلی کی طرف۔
بنا بریں سمع کا افراد اور بصر و فواد جمع ہی مناسب تھا۔
اب قَلِیْلًا مَّا تَشْكُرُوْنَ۔ اس لئے فرمایا کہ اور نعمتیں تو اتنی ہیں کہ وَ اِنْ تَعُدُّوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ لَا تُحْصُوْهَا فرما کر بتا دیا کہ تم ہماری نعمتوں کا احصاء و شمار نہیں کر سکتے۔
لیکن ان نعمتوں پر غور کرو تو تمہیں ظاہر و باہر ہو سکتا ہے کہ تمام نعمتیں اور ان کا سمجھنا انہیں تین نعمتوں پر موقوف ہے۔
اگر یہ تین نعمتیں نہ ہوں تو تمہارا جوہر عقل بھی بے کار ہو کر رہ جائے اس لئے کہ وہ عقل جو مملکت انسانی پر حکمران ہے اس کی کابینہ کے وزراء اعلیٰ یہی تین ہیں۔

سامعہ اگر بائیکاٹ کردے اور اپنے فرائض سے دستبردار ہو جائے تو عقل جو گورنر جنرل حکومت جسم ہے محض بیکار رہ جائے۔ مسموعات ہی وہ محکمہ ہے جس کے بھروسے عقل کی تمام اچھل کود ہے۔

اسی طرح باصرہ کا حال ہے کہ اس کی مدد اور تعاون کی بدولت ہی عقل مبصرات میں اپنے تصرفات کرتی ہے اگر یہ اپنا دروازہ بند کرلے تو عقل ٹٹولتی رہ جائے اور مملکت کے نظام میں اندھی بن کر خود بھی اندھی ہو جائے۔

یہی حال فؤاد کا ہے جسے دل کہتے ہیں اگر یہ حضرت محسوسات وتصورات اور تصدیقات میں اپنی رائے نہ دیں تو بے چاری عقل کوری عقل ہی رہ جائے۔ اور کچھ مملکت جسم وجسمانیات میں تصرف نہ کر سکے۔ چنانچہ علامہ آلوسی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ سمع وبصر اس لئے نعمت ہے۔

لِتَحُسُّوا بِهَا الْاٰيَاتِ التَّنْزِيْلِيَّةِ وَالتَّكْوِيْنِيَّةِ وَالْاَفْئِدَةَ لِتَتَفَكَّرُوْا بِهَا فِي الْاٰيَاتِ وَتَسْتَدِلُّوْا بِهَا اِلٰى غَيْرِ ذٰلِكَ مِنَ الْمَنَافِعِ وَ قَدَّمَ السَّمْعَ لِكَثْرَةِ مَنَافِعِهٖ وَاُفْرِدَ لِاَنَّهٗ مَصْدَرٌ فِي الْاَصْلِ وَلَمْ يَجْمَعْهُ الْفُصَحَاءُ فِي الْاَكْثَرِ۔

وَ قِيْلَ اُفْرِدَ لِاَنَّهٗ لَا يُدْرَكُ بِهٖ نَوْعٌ وَّاحِدٌ مِّنَ الْمُدْرَكَاتِ وَ هُوَ الْاَصْوَاتُ بِخِلَافِ الْبَصَرِ فَاِنَّهٗ يُدْرَكُ بِهِ الْاَضْوَاءُ وَالْاَلْوَانُ وَالْاَكْوَانُ وَالْاَشْكَالُ وَ بِخِلَافِ الْفُؤَادِ فَاِنَّهٗ يُدْرَكُ بِهٖ اَنْوَاعٌ شَتّٰى مِنَ التَّصَوُّرَاتِ وَالتَّصْدِيْقَاتِ وَ فِي الْاٰيَةِ اِشَارَةٌ اِلَى الدَّلِيْلِ الْحِسِّيِّ وَالْعَقْلِيِّ۔

قَلِيْلًا مَّا تَشْكُرُوْنَ۔ اَیْ شُكْرًا قَلِيْلًا تَشْكُرُوْنَ تِلْكَ النِّعَمَ الْجَلِيْلَةَ۔

اس کے بعد چوتھی نعمت کا ذکر فرمایا گیا حیث قال:

وَهُوَ الَّذِيْ ذَرَاَكُمْ فِي الْاَرْضِ وَاِلَيْهِ تُحْشَرُوْنَ۔ اور وہی ہے جس نے تمہیں زمین میں پھیلایا اور بعد مرنے کے تمہیں اسی طرف اٹھنا ہے۔

یعنی تم اس میں استبعاد عقلی سمجھے ہوئے ہو لیکن جب تمہیں زمین میں ہم نے پھیلایا اس وقت تمہاری عقل کیا کہتی تھی جب تم ایک قطرہ سے خون بنے پھر مضغہ بنے پھر ہڈیاں ہوئے اور پھر جاندار بن کر انسان کی شکل میں آگئے پھر تم جب مر جاؤ گے تو زندہ ہونا تمہارا ہماری قدرت سے کیوں باہر ہے۔

پھر پانچویں نعمت کا تذکرہ فرمایا جاتا ہے۔

وَهُوَ الَّذِيْ يُحْيٖ وَيُمِيْتُ وَلَهُ اخْتِلَافُ الَّيْلِ وَالنَّهَارِ ۭ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ۔ اور وہی ہے جو جلاتا ہے اور مارتا ہے اور اسی کے قبضہ قدرت میں لیل ونہار کا تغیر وتبدل ہے کیوں نہیں غور وفکر کرتے کیا بے عقل ہو۔

زندہ رکھنا اور موت دے دینا یہ تمہارے قبضۂ قدرت سے باہر ہے ایسے ہی رات دن کی تبدیلیاں پھر ان میں کبھی دن بڑا ہونا کبھی رات کا بڑا ہونا یہ بھی اللہ تعالیٰ کے ید قدرت میں ہے ان تمام شیون قدرت پر غور کرنے سے تمہیں واضح ہو سکتا ہے کہ اس قادر علی الاطلاق کے تحت قدرت جمیع ممکنات ہیں اور جس کے تحت قدرت جمیع ممکنات ہیں وہی معبود حقیقی الٰہ حقیقی ہو سکتا ہے۔

اس کے بعد ارشاد ہے کہ ان پانچوں نعمتوں کا جواب ان کے پاس کچھ نہیں۔

بَلْ قَالُوْا مِثْلَ مَا قَالَ الْاَوَّلُوْنَ۔ بلکہ وہ وہی کہیں گے جو ان کے پہلے آباء واجداد کہتے تھے۔

اس لئے کہ یہ بھی بے دین ہیں اور وہ بھی بے دین تھے اور بے دین اپنی بے دینی میں لا یعقل کالانعام ہی ہوتے ہیں۔

قَالُوْٓا ءَاِذَا مِتْنَا وَكُنَّا تُرَابًا وَّعِظَامًا ءَاِنَّا لَمَبْعُوْثُوْنَ ﴿۸۲﴾ لَقَدْ وُعِدْنَا نَحْنُ وَاٰبَآؤُنَا هٰذَا مِنْ قَبْلُ اِنْ هٰذَآ اِلَّآ اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ ﴿۸۳﴾۔

وہ بولے کیا جب ہم مر جائیں گے اور مٹی اور ہڈیاں ہو جائیں گے کیا ہم پھر اٹھائے جائیں گے۔ بے شک یہی وعدہ دیئے گئے ہم اور ہمارے باپ دادا پہلے یہ کچھ نہیں مگر پرانی کہانیاں ہیں۔

یہ انہوں نے اس بنا پر کہا کہ انبیاء کرام بعث بعد الموت کی پہلے بھی خبر دیتے رہے ہیں تو ان کے گمان باطل میں یہ محض اکاذیب کا مجموعہ تھا۔ اس پر حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو ارشاد ہوا:

قُلْ لِّمَنِ الْاَرْضُ وَمَنْ فِيْهَآ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ۔ ان سے فرمائیں اچھا یہ تو بتاؤ یہ زمین کس کی ہے اور جو کچھ اس میں ہے کس کا ہے اگر تم جانتے ہو۔

یعنی اگر تم اہل علم و عقل ہو اور سمجھ رکھتے ہو تو بتاؤ۔ تو ارشاد ہے:

سَيَقُوْلُوْنَ لِلّٰهِ ؕ۔ فوراً کہیں گے سب اللہ تعالیٰ کے لئے ہے۔

یعنی ان کی عقل بداہتہً مجبور و مضطر کر کے یہی جواب کہلائے گی کہ اللہ تعالیٰ کے سوا تو کوئی اور مالک نہیں ہے۔ تو اے محبوب پھر انہیں فرمایئے:

قُلْ اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ۔ تم کیوں نہیں نصیحت حاصل کرتے۔ پھر ان سے پوچھئے۔

قُلْ مَنْ رَّبُّ السَّمٰوٰتِ السَّبْعِ وَرَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ۔ اور فرمایئے کون رب سماوات سبعہ ہے اور کون رب ہے عرش عظیم کا۔ اس پر بھی

سَيَقُوْلُوْنَ لِلّٰهِ۔ فوراً بولیں گے یہ بھی سب اللہ کے لئے ہے۔ تو اس پر انہیں تو بیخاً فرمائیں:

قُلْ اَفَلَا تَتَّقُوْنَ۔ تو کیوں نہیں ڈرتے۔ پھر ارشاد ہوا:

قُلْ مَنْۢ بِيَدِهٖ مَلَكُوْتُ كُلِّ شَيْءٍ وَّهُوَ يُجِيْرُ وَلَا يُجَارُ عَلَيْهِ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ۔ فرمایئے کون ہے جس کے دست قدرت میں ملکیت ہے ہر شے کی اور وہی پناہ دیتا ہے اور نہیں پناہ دے سکتا اس سے کوئی اگر تم جانتے ہو۔ تو وہ

سَيَقُوْلُوْنَ لِلّٰهِ۔ فوراً کہیں گے یہ قدرت سوائے اللہ کے اور کسی کو نہیں۔ تو آپ انہیں فرمائیں:

قُلْ فَاَنّٰى تُسْحَرُوْنَ۔ تو پھر کہاں سے مسحور ہو کر دھوکے میں پڑے ہوئے ہو۔

مسحور مختل العقل کو کہتے ہیں۔ اس کے بعد محاکمہ فرما کر ارشاد ہے:

بَلْ اَتَيْنٰهُمْ بِالْحَقِّ وَاِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ۔ بلکہ لائے ہم ان کے پاس حق اور بے شک وہ جھوٹے ہیں۔

مَا اتَّخَذَ اللّٰهُ مِنْ وَّلَدٍ وَّمَا كَانَ مَعَهٗ مِنْ اِلٰهٍ اِذًا لَّذَهَبَ كُلُّ اِلٰهٍۭ بِمَا خَلَقَ وَلَعَلَا بَعْضُهُمْ عَلٰى بَعْضٍ ؕ سُبْحٰنَ اللّٰهِ عَمَّا يَصِفُوْنَ ﴿۹۱﴾ عٰلِمِ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ فَتَعٰلٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ﴿۹۲﴾۔

نہیں پکڑا اللہ نے کوئی بیٹا اور نہیں اس کے ساتھ کوئی معبود (اگر ایسا ہوتا) تو ضرور لے جاتا ہر خدا اسے جو اس نے پیدا کیا

اور ہر ایک دوسرے پر بلندی چاہتا پاک ہے اللہ تعالیٰ اس سے جو صفات بیان کرتے ہیں۔ غیب اور حاضر کا عالم ہے تو بلند ہے اس سے جو شرک کرتے ہیں۔

مشرکین و نصاریٰ اور یہودی حضرت حق سبحانہ و تعالیٰ پر افتراء کرتے تھے کہ اللہ تعالیٰ کی اولاد ہے اس کا رد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی نہ اولاد ہے اس لئے کہ اولاد باپ کی جنس سے ہوتی ہے اور اللہ تعالیٰ واجب الوجود ہے اپنی تمام صفات میں چنانچہ ارشاد ہے:

کہ اگر اللہ تعالیٰ کے ساتھ دوسرا خدا ہوتا تو وہ خدا اپنی مخلوق کو لے جاتا اور پہلے خدا سے اپنی بلندی چاہتا اور پہلا خدا اپنے کو غالب کرتا آخرش نتیجہ یہی ہوتا کہ عالم میں فساد واقع ہو جاتا۔ چنانچہ برہان تمانع کے طور پر ارشاد ہے:

لَوْ كَانَ فِيْهِمَآ اٰلِهَةٌ اِلَّا اللّٰهُ لَفَسَدَتَا۔ اگر ہوتے چند خدا سوا ایک وحدہ لاشریک لہ کے تو یقیناً سب کچھ فاسد ہوتا یعنی کچھ بھی نہ رہتا۔ آگے تنزیہ ذات واجب تعالیٰ پر مبالغۃً ارشاد ہوا:

سُبْحٰنَ اللّٰهِ عَمَّا يَصِفُوْنَ ﴿۹۱﴾۔ وہ پاک ہے ایسی صفتوں سے۔

عٰلِمِ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ فَتَعٰلٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ۔ وہ عالم ہے ہر نہاں اور عیاں کا تو بلند ہے اس کی ذات شرک وغیرہ سے۔

بامحاورہ ترجمہ چھٹا رکوع۔ سورۂ مومنون۔ پ ۱۸

قُلْ رَّبِّ اِمَّا تُرِيَنِّيْ مَا يُوْعَدُوْنَ ﴿۹۳﴾
عرض کیجئے اے میرے رب اگر تو مجھے دکھائے جو ان کو وعدہ دیا جاتا ہے

رَبِّ فَلَا تَجْعَلْنِيْ فِي الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۹۴﴾
تو اے میرے رب مجھے نہ کر اس ظالم قوم کے ساتھ

وَاِنَّا عَلٰٓى اَنْ نُّرِيَكَ مَا نَعِدُهُمْ لَقٰدِرُوْنَ ﴿۹۵﴾
اور بے شک ہم تمہیں دکھا دیں گے جو انہیں وعدہ دے رہے ہیں بے شک ہم قادر ہیں

اِدْفَعْ بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ السَّيِّئَةَ ۭ نَحْنُ اَعْلَمُ بِمَا يَصِفُوْنَ ﴿۹۶﴾
دفع کر ایسی بھلائی سے اس برائی کو ہم خوب جانتے ہیں جو یہ باتیں بناتے ہیں

وَقُلْ رَّبِّ اَعُوْذُ بِكَ مِنْ هَمَزٰتِ الشَّيٰطِيْنِ ﴿۹۷﴾
اور آپ عرض کریں اے میرے رب تیری پناہ مانگتا ہوں وسوسوں سے شیطانوں کے

وَاَعُوْذُ بِكَ رَبِّ اَنْ يَّحْضُرُوْنِ ﴿۹۸﴾
اور پناہ مانگتا ہوں تیری اے میرے رب کہ وہ میرے پاس آئیں

حَتّٰٓى اِذَا جَآءَ اَحَدَهُمُ الْمَوْتُ قَالَ رَبِّ ارْجِعُوْنِ ﴿۹۹﴾
حتیٰ کہ جب آئے ان میں کسی کو موت تو کہتا ہے اے میرے رب کاش مجھے واپس پھیر دے

لَعَلِّيْٓ اَعْمَلُ صَالِحًا فِيْمَا تَرَكْتُ كَلَّا ۭ اِنَّهَا كَلِمَةٌ هُوَ قَآئِلُهَا ۭ وَمِنْ وَّرَآئِهِمْ بَرْزَخٌ اِلٰى يَوْمِ يُبْعَثُوْنَ ﴿۱۰۰﴾
کہ نیک عمل کروں جو کچھ ترک کیا میں نے ہرگز نہیں وہ ایک بات ہے جو کہہ رہا ہے اور ان کے آگے ایک برزخ ہے اس دن تک جس میں اٹھائے جائیں گے

فَإِذَا نُفِخَ فِي الصُّورِ فَلَآ أَنسَابَ بَيْنَهُمْ يَوْمَئِذٍ وَلَا يَتَسَآءَلُونَ ﴿١٠١﴾

تو جب صور پھونکا جائے تو کوئی رشتے نہ رہیں اور نہ ایک دوسرے کی بات پوچھے جائیں

فَمَن ثَقُلَتْ مَوَازِينُهُ فَأُولَٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ ﴿١٠٢﴾

تو جن کی تولیں بھاری ہوئیں وہی مراد کو پہنچے

وَمَنْ خَفَّتْ مَوَازِينُهُ فَأُولَٰٓئِكَ الَّذِينَ خَسِرُوٓا أَنفُسَهُمْ فِي جَهَنَّمَ خَالِدُونَ ﴿١٠٣﴾

اور جن کی تولیں ہلکی پڑیں تو وہی ہیں جنہوں نے اپنی جانیں نقصان میں ڈالیں وہ ہمیشہ جہنم میں رہیں گے

تَلْفَحُ وُجُوهَهُمُ النَّارُ وَهُمْ فِيهَا كَالِحُونَ ﴿١٠٤﴾

لپیٹ مارے گی ان کے مونہوں پر اور وہ اس میں منہ چڑائے ہوں گے

أَلَمْ تَكُنْ آيَاتِي تُتْلَىٰ عَلَيْكُمْ فَكُنتُم بِهَا تُكَذِّبُونَ ﴿١٠٥﴾

کیا تم پر نہ پڑھی جاتی تھیں میری آیتیں تو تم انہیں جھٹلاتے تھے

قَالُوا رَبَّنَا غَلَبَتْ عَلَيْنَا شِقْوَتُنَا وَكُنَّا قَوْمًا ضَالِّينَ ﴿١٠٦﴾

کہیں گے اے ہمارے رب ہم پر ہماری بدبختی غالب آئی اور ہم گمراہ لوگ تھے

رَبَّنَا أَخْرِجْنَا مِنْهَا فَإِنْ عُدْنَا فَإِنَّا ظَالِمُونَ ﴿١٠٧﴾

اے ہمارے رب ہمیں نکال اس جہنم سے تو اگر ہم لوٹ کر وہی کریں تو بے شک ہم ظالم ہیں

قَالَ اخْسَئُوا فِيهَا وَلَا تُكَلِّمُونِ ﴿١٠٨﴾

رب تعالیٰ فرمائے دھتکارے پڑے رہو اس آگ میں اور مجھ سے بات نہ کرو

إِنَّهُ كَانَ فَرِيقٌ مِّنْ عِبَادِي يَقُولُونَ رَبَّنَا آمَنَّا فَاغْفِرْ لَنَا وَارْحَمْنَا وَأَنتَ خَيْرُ الرَّاحِمِينَ ﴿١٠٩﴾

بے شک تھا ایک گروہ میرے بندوں کا کہ کہتا تھا اے ہمارے رب ہم ایمان لائے تو ہمیں بخش دے اور ہم پر رحم کر اور تو بہترین رحم فرمانے والا ہے

فَاتَّخَذْتُمُوهُمْ سِخْرِيًّا حَتَّىٰ أَنسَوْكُمْ ذِكْرِي وَكُنتُم مِّنْهُمْ تَضْحَكُونَ ﴿١١٠﴾

تو تم نے انہیں مسخرا بنا لیا حتیٰ کہ بھول گئے میری یاد اور رہے تم ان سے مسخری کرتے۔ ٹھٹھا کرتے

إِنِّي جَزَيْتُهُمُ الْيَوْمَ بِمَا صَبَرُوٓا أَنَّهُمْ هُمُ الْفَائِزُونَ ﴿١١١﴾

بے شک آج میں بدلہ دوں گا انہیں ان کے صبر کا یہی کہ وہ کامیاب ہیں

قَالَ كَمْ لَبِثْتُمْ فِي الْأَرْضِ عَدَدَ سِنِينَ ﴿١١٢﴾

بولے ہم زمین میں کتنے ٹھہرے برسوں کی گنتی سے

قَالُوا لَبِثْنَا يَوْمًا أَوْ بَعْضَ يَوْمٍ فَاسْأَلِ الْعَادِّينَ ﴿١١٣﴾

بولے ہم ایک دن رہے یا دن کا کچھ حصہ تو پوچھو گننے والوں سے

قَالَ إِن لَّبِثْتُمْ إِلَّا قَلِيلًا لَّوْ أَنَّكُمْ كُنتُمْ تَعْلَمُونَ ﴿١١٤﴾

فرمایا تم نہ ٹھہرے تم مگر بہت اگر تمہیں علم ہوتا

أَفَحَسِبْتُمْ أَنَّمَا خَلَقْنَاكُمْ عَبَثًا وَأَنَّكُمْ إِلَيْنَا لَا

تو کیا اس گمان میں ہو کہ ہم نے تمہیں بے کار بنایا اور

تُرْجَعُوْنَ ﴿۱۱۵﴾	تمہیں ہماری طرف پھرنا نہیں
فَتَعٰلَى اللّٰهُ الْمَلِكُ الْحَقُّ ۚ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ رَبُّ الْعَرْشِ الْكَرِيْمِ ﴿۱۱۶﴾	تو بلند ہے اللہ سچا بادشاہ نہیں کوئی معبود مگر وہی عزت والے عرش کا مالک
وَمَنْ يَّدْعُ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ ۙ لَا بُرْهَانَ لَهٗ بِهٖ ۙ فَاِنَّمَا حِسَابُهٗ عِنْدَ رَبِّهٖ ۗ اِنَّهٗ لَا يُفْلِحُ الْكٰفِرُوْنَ ﴿۱۱۷﴾	اور جو پوجے اللہ کے ساتھ دوسرا معبود بلا دلیل تو اس کا حساب اس کے رب کے پاس بے شک نہیں چھٹکارا کافروں کو
وَ قُلْ رَّبِّ اغْفِرْ وَارْحَمْ وَ اَنْتَ خَيْرُ الرّٰحِمِيْنَ ﴿۱۱۸﴾ ع	اور آپ عرض کریں اے میرے رب بخش دے اور رحم فرما اور تو سب سے برتر رحم والا ہے

حل لغات چھٹا رکوع۔سورۃ مومنون۔پ ۱۸

قُلْ۔کہہ
رَّبِّ۔اے میرے رب
اِمَّا۔اگر
تُرِيَنِّيْ۔دکھائے تو مجھے
مَا۔جو
يُوْعَدُوْنَ۔وہ وعدے دیئے جاتے ہیں
رَبِّ۔تو اے میرے رب
فَلَا۔نہ
تَجْعَلْنِيْ۔کر مجھ کو
فِي۔بیچ
الْقَوْمِ۔قوم
الظّٰلِمِيْنَ۔ظالموں کے
وَ۔اور
اِنَّا۔بے شک ہم
عَلٰٓى۔اوپر
اَنْ۔اس کے کہ
نُّرِيَكَ۔دکھائیں تجھ کو
مَا۔جو
نَعِدُهُمْ۔وعدہ دیتے ہیں
ہم ان کو
لَقٰدِرُوْنَ۔البتہ قادر ہیں
اِدْفَعْ۔روک
بِالَّتِيْ۔ایسی چیز سے کہ
هِيَ۔وہ
اَحْسَنُ۔اچھی ہو
السَّيِّئَةَ۔برائی کو
نَحْنُ۔ہم
اَعْلَمُ۔خوب جانتے ہیں
بِمَا۔جو
يَصِفُوْنَ۔وہ بیان کرتے ہیں
وَ۔اور
قُلْ۔کہہ
رَّبِّ۔اے میرے رب
اَعُوْذُ۔میں پناہ لیتا ہوں
بِكَ۔تیری
مِنْ هَمَزٰتِ۔وساوس
الشَّيٰطِيْنِ۔شیطانوں سے
وَ۔اور
اَعُوْذُ۔پناہ لیتا ہوں
بِكَ۔تیری
رَّبِّ۔اے میرے رب
اَنْ۔یہ کہ
يَّحْضُرُوْنِ۔وہ حاضر ہوں میرے پاس
حَتّٰٓى۔یہاں تک کہ
اِذَا۔جب
جَآءَ۔آتی ہے
اَحَدَهُمُ۔ان میں سے ایک کو
الْمَوْتُ۔موت تو
قَالَ۔کہتا ہے
رَبِّ۔اے میرے رب
ارْجِعُوْنِ۔مجھے واپس کر
لَعَلِّيْٓ۔تاکہ میں
اَعْمَلُ۔عمل کروں
صَالِحًا۔نیک
فِيْمَا۔اس میں جو
تَرَكْتُ۔میں چھوڑ آیا
كَلَّا۔ہرگز نہیں
اِنَّهَا۔بے شک وہ
كَلِمَةٌ۔ایک بات ہے
هُوَ۔کہ وہ
قَآئِلُهَا۔کہنے والا ہے اس کو
وَ۔اور
مِنْ وَّرَآئِهِمْ۔ان کے پیچھے
بَرْزَخٌ۔پردہ ہے
اِلٰى۔طرف
يَوْمِ۔دن
يُبْعَثُوْنَ۔قیامت کی
فَاِذَا۔تو جب
نُفِخَ۔پھونکا جائے گا
فِي الصُّوْرِ۔قرناء
فَلَآ۔تو نہ
اَنْسَابَ۔نسب ہوگا
بَيْنَهُمْ۔ان کے درمیان
يَوْمَئِذٍ۔اس دن
وَّ۔اور

لَا۔نہ يَتَسَآءَلُوْنَ۔آپس میں پوچھیں گے فَمَنْ۔تو جس کا
ثَقُلَتْ۔بھاری ہوا مَوَازِيْنُهٗ۔وزن فَاُولٰٓئِكَ۔تو یہ لوگ هُمُ۔وہی ہیں
الْمُفْلِحُوْنَ۔مراد پانے والے وَ۔اور مَنْ۔جس کا خَفَّتْ۔ہلکا ہوا
مَوَازِيْنُهٗ۔تول فَاُولٰٓئِكَ۔تو یہی الَّذِيْنَ۔وہ ہیں جنھوں نے خَسِرُوْٓا۔خسارہ دیا
اَنْفُسَهُمْ۔اپنی جانوں کو فِيْ۔بیچ جَهَنَّمَ۔دوزخ کے خٰلِدُوْنَ۔ہمیشہ رہیں گے
تَلْفَحُ۔جھلس دے گی وُجُوْهَهُمُ۔ان کے چہروں کو النَّارُ۔آگ وَ۔اور
هُمْ۔وہ فِيْهَا۔اس میں كٰلِحُوْنَ۔بدشکل ہوں گے اَ۔کیا
لَمْ۔نہ تَكُنْ۔تھیں اٰيٰتِيْ۔میری آیتیں تُتْلٰى۔پڑھی جاتی
عَلَيْكُمْ۔تم پر فَكُنْتُمْ۔تو تھے تم بِهَا۔ان کو تُكَذِّبُوْنَ۔جھٹلاتے
قَالُوْا۔کہیں گے رَبَّنَا۔اے ہمارے رب غَلَبَتْ۔غالب آئی عَلَيْنَا۔ہم پر
شِقْوَتُنَا۔ہماری بدبختی وَ۔اور كُنَّا۔تھے ہم قَوْمًا۔قوم
ضَآلِّيْنَ۔گمراہ رَبَّنَآ۔اے ہمارے رب اَخْرِجْنَا۔نکال ہم کو مِنْهَا۔اس سے
فَاِنْ۔پھر اگر عُدْنَا۔دوبارہ کریں ہم فَاِنَّا۔تو ہم ظٰلِمُوْنَ۔ظالم ہوں گے
قَالَ۔فرمائے گا اخْسَئُوْا۔دھتکارے رہو فِيْهَا۔اس میں وَ۔اور
لَا۔نہ تُكَلِّمُوْنِ۔کلام کرو مجھ سے اِنَّهٗ۔بے شک كَانَ۔تھا
فَرِيْقٌ۔ایک فرقہ مِّنْ عِبَادِيْ۔میرے بندوں سے يَقُوْلُوْنَ۔کہتے تھے
رَبَّنَآ۔اے ہمارے رب اٰمَنَّا۔ہم ایمان لائے فَاغْفِرْ۔تو بخش لَنَا۔ہم کو
وَ۔اور ارْحَمْنَا۔رحم کر ہم پر وَ۔اور اَنْتَ۔تو
خَيْرُ۔سب سے زائد الرّٰحِمِيْنَ۔رحم کرنے والا ہے فَاتَّخَذْتُمُوْهُمْ۔تو پکڑا تم نے ان کو
سِخْرِيًّا۔ٹھٹھا حَتّٰى۔یہاں تک کہ اَنْسَوْ۔بھلایا كُمْ۔تم کو
ذِكْرِيْ۔میری یاد سے وَ۔اور كُنْتُمْ۔تھے تم مِّنْهُمْ۔ان سے
تَضْحَكُوْنَ۔ہنستے اِنِّيْ۔بے شک میں نے جَزَيْتُهُمُ۔بدلہ دیا ان کو الْيَوْمَ۔آج کے دن
بِمَا۔بدلہ صَبَرُوْٓا۔ان کے صبر کا اَنَّهُمْ۔بے شک وہ هُمُ۔وہی ہیں
الْفَآئِزُوْنَ۔کامیاب قٰلَ۔فرمائے گا كَمْ۔کتنا لَبِثْتُمْ۔ٹھہرے تم
فِيْ۔بیچ الْاَرْضِ۔زمین کے عَدَدَ۔گنتی سِنِيْنَ۔سالوں کی
قَالُوْا۔کہیں گے لَبِثْنَا۔ہم ٹھہرے يَوْمًا۔ایک دن اَوْ۔یا
بَعْضَ۔بعض حصہ يَوْمٍ۔دن کا فَسْئَلِ۔تو پوچھ الْعَآدِّيْنَ۔گنتی کرنے والوں سے
قٰلَ۔کہے گا اِنْ۔نہیں لَّبِثْتُمْ۔ٹھہرے تم اِلَّا۔مگر

قَلِیْلًا۔تھوڑا	لَّوْ۔کاش کہ	اَنَّکُمْ۔تم	کُنْتُمْ۔ہوتے
تَعْلَمُوْنَ۔جانتے	اَفَحَسِبْتُمْ۔کیا خیال کیا تم نے		اَنَّمَا۔کہ ہم نے
خَلَقْنٰکُمْ۔پیدا کیا تم کو	عَبَثًا۔بے فائدہ	وَّ۔اور	اَنَّکُمْ۔تم
اِلَیْنَا۔ہماری طرف	لَا۔نہ	تُرْجَعُوْنَ۔پھیرے جاؤ گے	فَتَعٰلَی۔تو بلند ہے
اللّٰہُ۔اللہ	الْمَلِكُ۔بادشاہ	الْحَقُّ۔سچا	لَآ۔نہیں
اِلٰهَ۔کوئی معبود	اِلَّا۔مگر	هُوَ۔وہی	رَبُّ۔رب
الْعَرْشِ۔عرش	الْكَرِيْمِ۔عزت والے	وَ۔اور	مَنْ۔جو
يَّدْعُ۔پکارے	مَعَ۔ساتھ	اللّٰهِ۔اللہ کے	اِلٰهًا۔معبود
اٰخَرَ۔دوسرا	لَا۔نہیں	بُرْهَانَ۔دلیل	لَهٗ۔اس کے لئے
بِهٖ۔اس کی	فَاِنَّمَا۔تو سوائے اس کے نہیں	حِسَابُهٗ۔اس کا حساب	عِنْدَ۔نزدیک
رَبِّهٖ۔اس کے رب کے	اِنَّهٗ۔بے شک	لَا۔نہیں	يُفْلِحُ۔کامیاب ہوتے
الْكٰفِرُوْنَ۔کافر	وَ۔اور	قُلْ۔کہہ	رَّبِّ۔اے میرے رب
اغْفِرْ۔بخش	وَ۔اور	ارْحَمْ۔رحم کر	وَّ۔اور
اَنْتَ۔تو	خَيْرُ۔بہتر	الرّٰحِمِيْنَ۔رحم کرنے والا ہے	

خلاصہ مفہوم چھٹا رکوع۔سورۂ مومنون۔پ ۱۸

قُلْ رَّبِّ اِمَّا تُرِيَنِّيْ مَا يُوْعَدُوْنَ۔آپ یہی فرمائیں کہ اے میرے رب اگر وہ عذاب جس کا ان کافروں کو وعدہ دیا گیا ہے دنیا میں ہی آنا ہے اور وہ مجھے دکھانا ہو تو

رَبِّ فَلَا تَجْعَلْنِيْ فِي الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ۔مجھے اے میرے رب ان ظالموں کے ساتھ نہ کرنا اور ان کا قرین نہ بنانا۔

یہ دعا حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کرنے کا حکم بہ طریق تواضع ہے جس سے اظہار عبدیت مقصود ہے ورنہ یہ نا قابل انکار حقیقت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کا قرین بنانا تو محال ہے اس لئے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہی نہیں تمام انبیاء کرام معصوم ہیں اور باوجود معصوم ہونے کے استغفار کرتے رہتے ہیں۔

اور یہ استغفار وہ اس حال میں کرتے ہیں کہ انہیں اپنی مغفرت اور اکرام الٰہی عزوجل کا یقینی علم ہوتا ہے تو یہ دعا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی قطعاً بطریق تواضع ہے اور بغرض اظہار عبدیت ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ بھی یہی فرما رہا ہے:

وَاِنَّا عَلٰۤى اَنْ نُّرِيَكَ مَا نَعِدُهُمْ لَقٰدِرُوْنَ۔اور بے شک ہم اس پر قادر ہیں کہ تمہیں دکھا دیں جو انہیں وعدے دے رہے ہیں (اگرچہ تمہیں محفوظ رکھیں کہ تمہاری ہستی مامون و محفوظ و معصوم ہے۔)

اس میں مشرکین کے اس خیال کا رد ہے جو عذاب موعود کے منکر ہی نہ تھے بلکہ اس کا استہزاء کرتے تھے انہیں بتایا گیا کہ اگر تم غور کرو تو سمجھ لو گے کہ جب اللہ تعالیٰ اس وعدہ کے پورا کرنے پر قادر ہے تو پھر وجہ انکار اور سبب استہزاء کیا ہے۔

البتہ نزول عذاب میں جو تاخیر و تعویق ہے وہ حکمت الٰہی کے ماتحت ہے۔

جو ایمان والے ہیں انہیں یقین ہے اور جن کی نسلیں ایمان لانے والی ہیں وہ پیدا ہولیں لہٰذا۔

اِدْفَعْ بِالَّتِیْ هِیَ اَحْسَنُ السَّیِّئَةَ ؕ نَحْنُ اَعْلَمُ بِمَا یَصِفُوْنَ۔ دفع فرمائیں اچھی بھلائی سے ان کی برائی کو یہ جملہ جمیلہ اپنے معنی میں بہت وسعت رکھتا ہے۔

اس کے معنی یہ بھی ہو سکتے ہیں کہ توحید کے ذریعہ شرک کی برائی دفع فرمائیں تو توحید بہتری ہے جس سے شرک جو برائی ہے دفع کیا جائے۔

دوسرے معنی یہ بھی ہو سکتے ہیں کہ طاعت و تقویٰ کو رواج دے کر معصیت و گناہ کی برائی دفع فرمائیں۔

تیسرے معنی یہ بھی ہو سکتے ہیں کہ اپنے مکارم اخلاق سے خطا کاروں کی اس طرح عفو و رحمت فرمائیں جس سے دین میں کوئی سستی نہ رہے۔

نَحْنُ اَعْلَمُ بِمَا یَصِفُوْنَ۔ ہم خوب جانتے ہیں جو یہ لوگ باتیں بناتے ہیں۔

اور اللہ جل وعلا اور اس کے رسول مجتبیٰ کی شان میں بکواس کرتے ہیں تو ہم اس کا انہیں بدلہ دیں گے اور اے محبوب آپ تو وَ قُلْ رَّبِّ اَعُوْذُ بِكَ مِنْ هَمَزٰتِ الشَّیٰطِیْنِ ﴿۹۷﴾ وَ اَعُوْذُ بِكَ رَبِّ اَنْ یَّحْضُرُوْنِ۔ یہی عرض کریں کہ اے میرے رب میں پناہ مانگتا ہوں تیری شیطانی وسوسوں سے جن کے ذریعہ وہ لوگوں کو فریب دے کر معاصی و گناہ کا مرتکب بناتا ہے۔ اور اے میرے رب میں پناہ لیتا ہوں تیری کہ وہ میرے پاس آئیں۔

حَتّٰۤى اِذَا جَآءَ اَحَدَهُمُ الْمَوْتُ قَالَ رَبِّ ارْجِعُوْنِ ﴿۹۹﴾ لَعَلِّیْۤ اَعْمَلُ صَالِحًا فِیْمَا تَرَكْتُ كَلَّا ؕ اِنَّهَا كَلِمَةٌ هُوَ قَآىٕلُهَا ؕ وَ مِنْ وَّرَآىٕهِمْ بَرْزَخٌ اِلٰى یَوْمِ یُبْعَثُوْنَ۔ حتیٰ کہ ان میں کسی کو موت جب آئے تو کہتا ہے اے میرے رب مجھے واپس پھیر دے۔ یعنی کافر اپنے مرنے کے وقت تک اس کفر و سرکشی اور تکذیب احکام رسول اور مخالفت حکم الٰہی اور مرنے کے بعد زندہ ہونے کے انکار پر مصر رہتا ہے اور جب بوقت مرگ جہنم میں اپنا مقام دیکھتا ہے اور وہ مقام بھی کہ اگر ایمان لے آتا تو اسے ملتا تو کہتا ہے اے میرے رب مجھے واپس دنیا میں پھیر دے۔

شاید اب میں کچھ نیک عمل کر سکوں جو میں نے چھوڑے تاکہ میں اپنے اعمال نیک بجالا کر اپنی تقصیرات کا تدارک کروں۔ اس پر اسے جواب ملے گا۔

كَلَّا۔ ہرگز نہیں یہ تو وہ بات ہے جو وہ اپنے منہ سے کہتا ہے۔ حسرت و ندامت کی بنا پر ورنہ اسے وہ کرنا ہے جو کر کے آیا ہے اور ایک برزخ ان کے آگے ہے اس دن تک جب یہ اٹھائے جائیں گے اور یہ برزخ ہی وہ ہے جو انہیں دنیا کی طرف واپس ہونے سے مانع ہے۔ (خازن)

بعض کے نزدیک وہ برزخ موت کے وقت سے بعثت کی مدت تک ہے۔

فَاِذَا نُفِخَ فِی الصُّوْرِ فَلَاۤ اَنْسَابَ بَیْنَهُمْ یَوْمَىٕذٍ وَّ لَا یَتَسَآءَلُوْنَ۔ تو جب صور پھونکا جائے تو نہ ان میں نسبی رشتہ رہیں گے اور نہ ایک دوسرے کی بات پوچھی جائے۔

نفخ صور سے مراد نفخ اولیٰ ہے اور نسب سے مراد وہی نسب ہیں جن پر یہ دنیا میں فخر کیا کرتے تھے اور آپس میں نسبی

تعلقات پر بحث کرتے تھے اس دن یہ سب منقطع ہو جائیں گے۔ قریش کو اوس پر اور اوس کو خزرج پر کوئی فخر نہ ہوگا۔ بلکہ

ذات بھانت نہ پوچھے کوئی - ہر کو بھجے سو ھر کا ہونے

اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰىكُمْ۔ کا وہاں ظہور ہوگا جو پرہیزگار اور اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والا ہے وہی عزت والا ہو گا چنانچہ ارشاد ہے:

فَمَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِيْنُهٗ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ۔ تو جن کے اعمال کا وزن بھاری ہوا وہی اپنی مراد کو پہنچے۔

وہاں ہر ایک اپنی اپنی مصیبت میں مبتلا ہوگا اور بعد حساب دوبارہ صور پھونکا جائے گا تو جس کے اعمال وزنی اور مقبول ہوں گے وہی کامیاب ہو کر فائز المرام ہوگا وہاں اعمال صالحہ اور نیکیاں دیکھی جائیں گی اور

وَمَنْ خَفَّتْ مَوَازِيْنُهٗ فَاُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ خَسِرُوْٓا اَنْفُسَهُمْ فِيْ جَهَنَّمَ خٰلِدُوْنَ۔ جس کے عمل کا وزن ہلکا رہا اور نیکیاں اسے وزنی نہ کر سکیں جیسے کفار کہ ان کے پاس اعمال صالحہ کا وزن نہ ہوگا۔ تو وہ وہی ہوں گے جو اپنی جانیں نقصان و خسران میں ڈالیں گے اور ہمیشہ جہنم میں رہیں گے۔

تَلْفَحُ وُجُوْهَهُمُ النَّارُ وَهُمْ فِيْهَا كٰلِحُوْنَ۔ لفح عربی میں آگ کی لپیٹ کو کہتے ہیں تو تَلْفَحُ کے معنی ہوئے جھلس دے گی ان کے منہ آگ۔

وَهُمْ فِيْهَا كٰلِحُوْنَ۔ کلح بسور وجہ کو کہتے ہیں جھلس جانے کے بعد چہرے پر جو آبلے پڑ جاتے ہیں یعنی ان کے منہ آگ جھلس دے گی اور وہ اس آگ میں آبلوں کی شدت سے مضطر ہوں گے۔

ترمذی شریف میں ہے کہ آگ انہیں بھون ڈالے گی اور اوپر کا ہونٹ تمدد سے سر کے نصف حصہ تک پہنچ جائے گا اور نیچے کا ہونٹ ناف تک لٹک جائے گا اور دانت ننگے کھلے کے کھلے رہ جائیں گے اس وقت انہیں کہا جائے گا:

اَلَمْ تَكُنْ اٰيٰتِيْ تُتْلٰى عَلَيْكُمْ فَكُنْتُمْ بِهَا تُكَذِّبُوْنَ۔ کیا تم پر میری آیتیں نہ پڑھی جاتی تھیں اور تم دنیا میں انہیں نہ جھٹلاتے تھے۔ اس پر وہ پکاریں اور عرض کریں:

قَالُوْا رَبَّنَا غَلَبَتْ عَلَيْنَا شِقْوَتُنَا وَكُنَّا قَوْمًا ضَآلِّيْنَ ﴿۱۰۶﴾ رَبَّنَآ اَخْرِجْنَا مِنْهَا فَاِنْ عُدْنَا فَاِنَّا ظٰلِمُوْنَ۔ اور کہیں اے ہمارے رب غالب آئی ہم پر ہماری بدبختی اور ہم گمراہ لوگ تھے اے رب ہمارے ہمیں دوزخ سے نکال دے پھر اگر ہم لوٹ کر وہی کام کریں تو ہم ظالم ہیں۔

حدیث میں ہے کہ دوزخی جہنم کے داروغہ کو چالیس برس تک پکارتے رہیں اس کے بعد وہ کہے پکارنا بیکار ہے جہنم میں پڑے رہو۔ پھر وہ رب العزت کو پکاریں اور کہیں اے ہمارے رب اب ہمیں دوزخ سے نکال یہ پکار ان کی دنیا کی عمر سے دو چند مدت تک ہو اس کے بعد انہیں وہ جواب ملے جو آئندہ آیات میں ہے۔ (خازن)

اور دنیا کی عمر کے متعلق ایک قول ہے کہ سات ہزار برس ہو۔

بعض نے کہا بارہ ہزار برس۔

بعض نے کہا تین لاکھ ساٹھ برس (منقول از تذکرہ قرطبی) واللہ تعالیٰ اعلم۔

قَالَ اخْسَـُٔوْا فِيْهَا وَلَا تُكَلِّمُوْنِ۔ فرمایا جائے گا دھتکارے ہوئے پڑے رہو اور مجھ سے بات نہ کرو۔ یہ جواب سن کر

ان کی امیدیں منقطع ہو جائیں گی اور یہ اہل جہنم کا آخری کلام ہوگا۔ اس کے بعد انہیں کلام کرنا نصیب نہ ہوگا۔ اور اسی حال میں وہ روتے چیختے ڈکراتے بھونکتے رہیں گے۔

مذکورہ آیات کفار قریش کے حق میں نازل ہوئیں یہ وہ خبثاء قوم تھے جو حضرت بلال حضرت عمار بن یاسر حضرت صہیب رومی حضرت خباب رضوان اللہ علیہم اجمعین اجلہ صحابہ کا محض اس وجہ میں تمسخر اڑاتے تھے کہ یہ فقراء صحابہ سے تھے اور دولت ایمان کے اعتبار سے اکرم و اعظم تھے۔ آگے ارشاد ہے جو خاصان بارگاہ کی فضیلت میں ہے۔

اِنَّهٗ كَانَ فَرِيْقٌ مِّنْ عِبَادِيْ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَآ اٰمَنَّا فَاغْفِرْ لَنَا وَ ارْحَمْنَا وَ اَنْتَ خَيْرُ الرّٰحِمِيْنَ ﴿۱۰۹﴾ فَاتَّخَذْتُمُوْهُمْ سِخْرِيًّا حَتّٰۤى اَنْسَوْكُمْ ذِكْرِيْ وَ كُنْتُمْ مِّنْهُمْ تَضْحَكُوْنَ ﴿۱۱۰﴾ اِنِّيْ جَزَيْتُهُمُ الْيَوْمَ بِمَا صَبَرُوْۤا اَنَّهُمْ هُمُ الْفَآىِٕزُوْنَ ﴿۱۱۱﴾۔

بے شک میرے بندوں کا ایک گروہ تھا جو کہتا تھا اے ہمارے رب ہم ایمان لائے تو ہمیں بخش دے اور ہم پر رحم فرما اور تو سب سے بہتر رحم کرنے والا ہے۔

تو تم نے ان سے ٹھٹھا کرنا شروع کر دیا حتیٰ کہ اس تمسخر کی وجہ سے میری یاد بھول گئے اور ایسے بے شعور ہوئے کہ تم اس استہزاء و تمسخر ہی میں رہے اور نہ سمجھ سکے کہ ان سے کتنی بڑی نعمت اللہ کی یاد میں چھن گئی۔ بے شک میں نے آج انہیں ان کے صبر کا بدلہ دیا کہ وہی کامیاب ہیں۔

آیہ متلوہ پر حضرت رومی قدس سرہ عجیب شان سے خاصان حق کے تصرف پر استدلال فرماتے ہیں کہ حَتّٰۤى اَنْسَوْكُمْ ذِكْرِيْ کے معنی یہ ہیں کہ جب میرے محبوبان خاص کا تم نے استہزاء کیا تو انہوں نے تمہیں نا اہل قرار دے کر نعمت ذکر سلب فرمالی اور تم استہزاء ہی کرتے رہے چنانچہ فرماتے ہیں:

چوں بہ تذکیر و بہ نسیاں قادر اند　　برہمہ دل ہائے خلقاں قاہر اند

اولیائے حق کو جب تذکیر و نسیاں پر قدرت عطا فرمائی گئی ہے تو ثابت ہوا کہ انہیں اللہ تعالیٰ نے مخلوقات کے دلوں پر تصرف کی قوت عطا فرمائی ہے۔

قٰلَ كَمْ لَبِثْتُمْ فِي الْاَرْضِ عَدَدَ سِنِيْنَ ﴿۱۱۲﴾ قَالُوْا لَبِثْنَا يَوْمًا اَوْ بَعْضَ يَوْمٍ فَسْـَٔلِ الْعَآدِّيْنَ۔ فرمائے گا اللہ تعالیٰ کفار سے تم زمین میں کتنے ٹھہرے یعنی دنیا اور قبر میں برسوں کی گنتی سے کہیں ہم ایک دن رہے یا دن کا کچھ حصہ۔ یہ جواب وہ اس وجہ میں دیں گے کہ اس دن کی دہشت اور عذاب کی ہیبت سے انہیں اپنا دنیا میں قیام یاد ہی نہ رہے گا۔ ارشاد ہوا کہ تم نہ ٹھہرے مگر تھوڑی مدت بہ نسبت آخرت۔

قٰلَ اِنْ لَّبِثْتُمْ اِلَّا قَلِيْلًا لَّوْ اَنَّكُمْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿۱۱۴﴾ اَفَحَسِبْتُمْ اَنَّمَا خَلَقْنٰكُمْ عَبَثًا وَّ اَنَّكُمْ اِلَيْنَا لَا تُرْجَعُوْنَ۔ کیا یہ گمان ہے تمہارا کہ ہم نے تمہیں بیکار بنایا اور تمہیں ہمارے حضور واپس نہیں آنا ہے۔

یعنی آخرت میں جزا و سزا کے لئے اٹھنا نہیں ہے یہ تمہارا خیال غلط ہے بلکہ تمہیں ہم نے دنیا میں عبادت کے لئے پیدا فرمایا تا کہ تم عبادت کر کے جب ہماری طرف آؤ تو تمہیں اس کی جزا دی جائے۔

فَتَعٰلَى اللّٰهُ الْمَلِكُ الْحَقُّ ۚ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ رَبُّ الْعَرْشِ الْكَرِيْمِ ﴿۱۱۶﴾ وَ مَنْ يَّدْعُ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ ۙ لَا بُرْهَانَ

لَهٗ بِهٖ ۙ فَاِنَّمَا حِسَابُهٗ عِنْدَ رَبِّهٖ ؕ اِنَّهٗ لَا یُفْلِحُ الْكٰفِرُوْنَ ﴿۱۱۷﴾ وَ قُلْ رَّبِّ اغْفِرْ وَ ارْحَمْ وَ اَنْتَ خَیْرُ الرّٰحِمِیْنَ ﴿۱۱۸﴾ ۔

تو بہت بلندی والا ہے اللہ سچا بادشاہ کوئی معبود نہیں سوا اس کے عزت والے عرش کا مالک اور جو اللہ کے ساتھ کسی دوسرے خدا کو پوجے بے دلیل اور سند کے یعنی غیر اللہ کی پرستش محض باطل اور بے سند ہے تو اس کا حساب اس کے رب کے یہاں ہے بے شک کافر فلاح یافتہ نہیں اور اے محبوب آپ تو یہی عرض کریں کہ اے میرے رب بخش دے ایمان والوں کو اور رحم فرما اور بے شک تو سب سے برتر رحم فرمانے والا ہے۔

مختصر تفسیر اردو چھٹا رکوع ۔ سورۂ مومنون ۔ پ ۱۸

قُلْ رَّبِّ اِمَّا تُرِیَنِّیْ مَا یُوْعَدُوْنَ ﴿۹۳﴾ رَبِّ فَلَا تَجْعَلْنِیْ فِی الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ ۔ اے محبوب آپ تو یہی عرض کریں کہ اے میرے رب اگر تو مجھے دکھائے جس کا وعدہ ان مشرکوں کو دیا جاتا ہے تو اے میرے رب نہ کرنا مجھے ظالم لوگوں میں۔

علامہ آلوسی رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔

اَیْ اِنْ كَانَ لَا بُدَّ مِنْ اَنْ تُرِیَنِّیْ اَیِ الَّذِیْ یُوْعَدُوْنَهٗ مِنَ الْعَذَابِ الدُّنْیَوِیِّ الْمُسْتَاصِلِ ۔ اس آیت کریمہ کا یہ مفہوم ہے کہ اگر ضروری یہی ہے کہ وہ عذاب دنیا میں دکھانا ہی ہے جس کا وعدہ ان مشرکوں کو دیا گیا ہے جو انہیں جڑ سے اکھاڑ پھینکے گا تو اے میرے رب مجھے ان ظالموں میں نہ کرنا۔

یہ حکم حضور ﷺ کو بغرض اظہار کمال عبودیت دیا گیا۔ ورنہ اِنَّهٗ عَلَیْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ فِیْ حِرْزٍ عَظِیْمٍ حضور اللہ تعالیٰ کے عظیم حرز و صیانت میں ہیں۔ قطع نظر اس کے تمام انبیاء علیہم السلام جب معصوم ہیں تو نبی الانبیاء علیہ التحیۃ والثنا تو بطریق اولیٰ معصوم و محفوظ اور مصون ہیں۔ تو یہ دعا محض اظہار ابتہال و تضرع اور شان عبودیت کے مظاہرہ کے لئے تعلیم دی گئی ورنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اس سے کوئی واسطہ ہی نہیں۔

وَ اِنَّا عَلٰۤى اَنْ نُّرِیَكَ مَا نَعِدُهُمْ لَقٰدِرُوْنَ ۔ اور ہم اس دکھانے پر جس کا وعدہ دیا گیا ہے بے شک قدرت رکھتے ہیں۔

یعنی وہ عذاب جس کا وعدہ مشرکین کو دیا ہے اس پر ہم قدرت رکھتے ہیں وَ لٰكِنَّا لَا نَفْعَلُ بَلْ نُؤَخِّرُهٗ عَنْهُمْ ۔ لیکن ہم ایسا نہیں کریں گے بلکہ اس عذاب کو ان سے مؤخر کریں گے لِعِلْمِنَا بِاَنَّ بَعْضَهُمْ اَوْ بَعْضَ اَعْقَابِهِمْ سَیُؤْمِنُوْنَ اَوْ لِاَنَّا لَا نُعَذِّبُهُمْ وَ اَنْتَ فِیْهِمْ ۔ اس لئے کہ ہم جانتے ہیں ان میں سے بعض وہ ہیں جو عنقریب ایمان لے آئیں گے یا ہم نے وعدہ فرمالیا ہے کہ مَا كَانَ اللّٰهُ لِیُعَذِّبَهُمْ وَ اَنْتَ فِیْهِمْ ہماری یہ شان نہیں کہ آپ جیسے رحمۃ للعالمین ان میں جلوہ افروز ہوں اور ہم ان پر عذاب کریں۔

اور ایک قول یہ ہے کہ اَرَاهُ سُبْحٰنَهٗ ذٰلِكَ وَهُوَ مَا اَصَابَهُمْ یَوْمَ بَدْرٍ اَوْ فَتْحِ مَكَّةَ ۔ بے شک اللہ تعالیٰ نے بدر میں اور فتح مکہ میں وہ عذاب مشرکین کو دکھادیا۔ آگے ارشاد ہے:

اِدْفَعْ بِالَّتِیْ هِیَ اَحْسَنُ السَّیِّئَةَ ۔ دفع فرمائیں ایسے طریقۂ احسن سے ان کی برائیوں کو۔ یعنی نیکیوں سے جو احسن الحسنات ہیں ان کی برائیوں کو دفع فرمادیجئے۔

اس پر مفسرین کے چند قول ہیں جو باعتبار مفہوم ایک ہیں اور بہ اعتبار الفاظ علیحدہ علیحدہ ہیں۔ چنانچہ آلوسی فرماتے ہیں:
وَ فِیْ ذٰلِکَ مِنَ الْحِثِّ لَهٗ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِلٰی مَا یَلِیْقُ بِشَانِهِ الْکَرِیْمِ مِنْ حُسْنِ الْاَخْلَاقِ مَا لَا یَخْفٰی۔ اس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دفع سیۂ کے لئے آمادہ کیا ہے اس شان سے جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شایان شان ہے حسن اخلاق سے جو مخفی نہیں۔

بعض نے کہا: اَلْمُفَاضَلَةُ بَیْنَ الْحَسَنَةِ وَالسَّیِّئَةِ عَلٰی مَعْنٰی اَنَّ الْحَسَنَةَ فِیْ بَابِ الْحَسَنَاتِ اَزْیَدُ مِنَ السَّیِّئَةِ فِیْ بَابِ السَّیِّئَاتِ۔ حسنات کو سیئات پر اس وجہ میں بھی فضیلت ہے کہ حسنہ باب حسنات سے بہت زیادہ ہے سیۂ کے مقابل جو باب سیئات سے ہے۔

ابن ابی حاتم اور ابونعیم حلیہ میں انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے راوی ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس آیہ کریمہ کی تفسیر میں فرمایا: یَقُوْلُ الرَّجُلُ لِاَخِیْهِ مَا لَیْسَ فِیْهِ فَیَقُوْلُ اِنْ کُنْتَ کَاذِبًا فَاَنَا اَسْاَلُ اللّٰهَ تَعَالٰی اَنْ یَغْفِرَلَکَ وَاِنْ کُنْتَ صَادِقًا فَاَنَا اَسْاَلُ اللّٰهَ تَعَالٰی اَنْ یَّغْفِرَلِیْ – اِدْفَعْ بِالَّتِیْ هِیَ اَحْسَنُ۔ کا یہ معنی ہے کہ آدمی اپنے بھائی کے متعلق وہ بات کہے جو اس میں نہیں ہے تو وہ کہے کہ اگر تو جھوٹا ہے تو میں اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں کہ وہ تجھے معاف کرے اور اگر تو سچا ہے تو میں اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں کہ وہ مجھے معاف کرے۔

اور ایک قول ہے کہ اَلَّتِیْ هِیَ اَحْسَنُ شَهَادَةُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَالسَّیِّئَةُ الشِّرْکُ۔ احسن یہ ہے کہ گواہی دے لا اله الا الله کی اور سیۂ شرک ہے۔

عطاء و ضحاک کے نزدیک اَلَّتِیْ هِیَ اَحْسَنُ سے مراد مہتر آدمی ہے اور سیۂ سے مراد فحش کاری۔

نَحْنُ اَعْلَمُ بِمَا یَصِفُوْنَ۔ ہم خوب جانتے ہیں جو وہ کہتے ہیں۔ یعنی آپ کے متعلق جو کچھ وہ کہتے ہیں اس کا ہمیں علم ہے۔ اس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلیہ فرمایا گیا کہ جو کچھ وہ کہہ رہے ہیں اس کا بدلہ ہم انہیں دیں گے۔

وَ قُلْ رَّبِّ اَعُوْذُ بِکَ مِنْ هَمَزٰتِ الشَّیٰطِیْنِ ﴿۹۷﴾ وَ اَعُوْذُ بِکَ رَبِّ اَنْ یَّحْضُرُوْنِ۔ اور آپ عرض کریں اے میرے رب میں تیری پناہ لیتا ہوں توسوس شیاطین سے اور تیری پناہ لیتا ہوں اے میرے رب ان کے میرے گرد آنے سے۔

ہمزات عربی میں وساوس کو کہتے ہیں یہ ہمزہ کی جمع ہے اور ہمز سختی اور دفع بالید کے معنی میں مستعمل ہے یعنی کسی چیز کو ہاتھ سے دفع کر دینا تو انسان کے نیک خیال کو شیطان اپنی قوۃ ہمز سے دفع کرتا ہے اس لئے اسے ہمز سے تعبیر کیا۔ اور ہمزات اس کی جمع یہاں یوں لائے تو اس سے وسوسے ہی مراد ہوتے ہیں اور اَنْ یَّحْضُرُوْنِ میں جو پناہ لینے کی تعلیم دی گئی ہے وہ اسلئے کہ نماز میں خنزب نامی شیطان اور وضو میں ولہان شیطان آ کر انواع و اقسام کے شبہات پیدا کرتا ہے۔ وضو میں کہتا ہے ابھی ہاتھ نہیں دھلا اور دھونا چاہئے ابھی منہ اچھی طرح نہیں دھلا اور دھونا چاہئے حتیٰ کہ ولہان زدہ کا وضو نماز کا وقت فوت ہو جانے تک بھی مکمل نہیں ہوتا۔

ایسے ہی خنزب نمازی کے دل میں وساوس پیدا کر کے محض تکبیر تحریمہ میں اتنے شبہات پیدا کر دیتا ہے کہ اللہ اکبر بار بار کہتے کہتے مقتدی کی ایک دو رکعت ضائع ہو جاتی ہیں کہیں شبہ ڈال دیتا ہے کہ اللہ کا ہمزہ ادا نہیں ہوا کہیں وہم پیدا کر دیتا ہے کہ اللہ کی ہ ادا نہیں ہوئی۔ غرضکہ خنزب زدہ نمازی بار بار نیت توڑتا ہے اور باندھتا ہے اسی میں اس کی ایک دو رکعت ضائع ہو جاتی

ہیں۔

اس کا علاج عدد سنت پر عمل رکھنا ہے

یعنی پہلی بار شبہ ہو دو بارہ نیت کر لے پھر شبہ ہو سہ بارہ پھر شبہ ہو لاحول پڑھ کر کہہ دے کہ میرا رب ہی قبول کرے گا۔

ایسے ہی وضو میں ایک بار دو بار تین بار تک اپنے عضو دھولے پھر کہہ دے میرا رب اسی کو قبول فرمائے گا۔

حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ استعاذہ میں یہ دعا پڑھی جائے۔

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِکَ مِنَ النَّزْعِ عِنْدَ النَّزْعِ

اور تعوذ اسی لئے مسنون ہے ہمزات شیاطین سے سوتے وقت چنانچہ ابوداؤد، نسائی، ترمذی عمرو بن شعیب سے وہ اپنے باپ سے وہ اپنے دادا سے راوی ہیں: قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یُعَلِّمُنَا کَلِمَاتٍ نَقُوْلُھُنَّ عِنْدَ النَّوْمِ مِنَ الْفَزَعِ۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں سونے کے وقت یہ جملہ پڑھنے کی تعلیم دی۔ بِسْمِ اللّٰہِ اَعُوْذُ بِکَلِمَاتِ اللّٰہِ التَّامَّاتِ مِنْ غَضَبِہٖ وَ عِقَابِہٖ وَ شَرِّ عِبَادِہٖ وَمِنْ ھَمَزَاتِ الشَّیَاطِیْنِ وَاَنْ یَّحْضُرُوْنِ۔ آگے ارشاد ہے:

”حتیٰ کہ جب ان میں سے کسی کو موت آجائے تو کہتا ہے اے میرے رب مجھے واپس کر دے تاکہ وہ نیک عمل کروں جو میں نے ترک کئے۔“

یعنی وہ ایمان قبول کروں جو میں ترک کر چکا تھا۔ آلوسی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اَیْ فِی الْاِیْمَانِ الَّذِیْ تَرَکْتُہٗ اور لَعَلَّ کے متعلق فرماتے ہیں: وَ لَعَلَّ لِلتَّرَجِّیْ وَ ھُوَ اِمَّا رَاجِعٌ لِلْعَمَلِ وَالْاِیْمَانِ لِعِلْمِہٖ بِعَدَمِ الرُّجُوْعِ اَوْ لِلْعَمَلِ فَقَطْ لِتَحْقِیْقِ اِیْمَانِہٖ۔ لعل ترجی کے لئے آتا ہے اور یہ یا تو عمل اور ایمان دونوں کی طرف راجع ہے بہ سبب اس علم کے کہ وہ رجوع الی الایمان نہیں ہوا تھا یا فقط عمل صالح کی طرف۔ فَقَدْ یُوْجَدُ تَحَقُّقُ اِیْمَانٍ لیکن ایمان کی بات متحقق ہے۔

علامہ بغوی واقدی سے راوی ہیں: اَنَّ جَمِیْعَ مَا فِی الْقُرْاٰنِ مِنْ لَعَلَّ فَاِنَّھَا لِلتَّعْلِیْلِ تمام قرآن کریم میں لَعَلَّ تعلیل کے لئے استعمال ہوا ہے اِلَّا لَعَلَّکُمْ تَخْلُدُوْنَ فَاِنَّھَا لِلتَّشْبِیْہِ مگر لَعَلَّکُمْ تَخْلُدُوْنَ میں تشبیہ کے لئے استعمال ہوا ہے۔

اور ابن ابی حاتم بطریق سدی ابی مالک سے راوی ہیں ثُمَّ اِنَّ طَلَبَ الرَّجْعَةِ لَیْسَ مِنْ خَوَاصِ الْکُفَّارِ۔ موت کے بعد طلب رجعت الی الدنیا کفار کے خواص سے نہیں ہے فَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَّضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمَا اَنَّ مَانِعَ الزَّکٰوةِ وَ تَارِکَ الْحَجِّ الْمُسْتَطِیْعِ یَسْأَلَانِ الرَّجْعَةَ عِنْدَ الْمَوْتِ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ہے کہ مانع زکوٰۃ اور تارکین حج استطاعت رکھنے والے اس رجعت الی الدنیا کی آرزو کریں گے موت کے وقت۔

دیلمی جابر بن عبداللہ سے راوی ہیں: قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَا حَضَرَ الْاِنْسَانَ الْوَفَاةُ یُجْمَعُ لَہٗ کُلُّ شَیْءٍ یَّمْنَعُہٗ عَنِ الْحَقِّ فَیَجْعَلُ بَیْنَ عَیْنَیْہِ فَعِنْدَ ذٰلِکَ یَقُوْلُ رَبِّ ارْجِعُوْنِ لَعَلِّیْٓ اَعْمَلُ صَالِحًا فِیْمَا تَرَکْتُ کَلَّا۔ دیلمی حضرت جابر سے راوی ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب انسان کی وفات کا وقت آتا ہے تو تمام نیکیاں جو اس نے ترک کی تھیں جمع کر کے اس کی آنکھوں کے سامنے پیش ہوں گی اس وقت وہ

حسرت سے کہے گا الٰہی مجھے واپس کرتا کہ میں یہ نیکیاں کروں جو میں نے چھوڑیں چنانچہ جواب ملے گا۔

كَلَّا ۭ اِنَّهَا كَلِمَةٌ هُوَ قَآىِٕلُهَا ۔ ہرگز نہیں یہ وہی کلمہ ہے جو وہ کہا کرتا تھا۔

یعنی کلا فرما کر رد فرمایا جائے گا اس کی طلب رجعت کا جواب وہ کہے گا رَبِّ ارْجِعُوْنِ اور اِنَّهَا كَلِمَةٌ سے یہ مراد ہے کہ استیلاء حسرت اور تسلط ندامت میں لازمی یہی کہنا ہوتا ہے۔

آلوسی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: وَ مَعْنٰى ذٰلِكَ اَنَّهٗ لَا يُجَابُ اِلَيْهَا وَلَا يُسْمَعُ مِنْهُ بِتَنْزِيْلِ الْاِجَابَةِ۔ اس کے یہ معنی ہیں کہ اس کی یہ آرزو قبول نہ کی جائے گی اور اس کی آواز نزول اجابت کے لئے نہ سنی جائے۔

وَ مِنْ وَّرَآىِٕهِمْ بَرْزَخٌ اِلٰى يَوْمِ يُبْعَثُوْنَ۔ اور اس کے آگے ایک آڑ ہے بعثت کے دن تک۔ جو انہیں دنیا کی طرف واپس ہونے سے مانع ہے اور وہ موت ہے (خازن)

بعض مفسرین نے فرمایا کہ برزخ سے مراد موت کے وقت سے بعثت تک کی مدت ہے۔ آلوسی فرماتے ہیں: مِنْ قُبُوْرِهِمْ وَهُوَ يَوْمُ الْقِيٰمَةِ – وَ هٰذَا تَعْلِيْقٌ لِرَجْعَتِهِمْ اِلَى الدُّنْيَا بِالْمُحَالِ كَتَعْلِيْقِ دُخُوْلِهِمُ الْجَنَّةَ بِقَوْلِهٖ سُبْحٰنَهٗ حَتّٰى يَلِجَ الْجَمَلُ فِيْ سَمِّ الْخِيَاطِ۔

یہ برزخ قبور سے قیامت تک کا ہے اور یہ تعلیق رجعت الی الدنیا محال ہے جیسے تعلیق دخول جنت پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اونٹ سوئی کے ناکے سے جیسے نہیں جا سکتا ویسے ہی جہنم والے جنت میں نہیں جا سکتے۔

اور ابن زید فرماتے ہیں: اِنَّ الْمُرَادَ مِنْ ورائهم حَاجِزٌ بَيْنَ الْمَوْتِ وَالْبَعْثِ فِي الْقِيَامَةِ مِنَ الْقُبُوْرِ بَاقٍ اِلٰى يَوْمِ يُبْعَثُوْنَ – مِنْ وَّرَآىِٕهِمْ بَرْزَخٌ۔ سے مراد وہ آڑ ہے جو موت اور بعثت کے مابین ہے یعنی قیامت میں دوبارہ زندہ ہونے کے دن تک کی مدت ہے۔ آگے ارشاد ہے:

فَاِذَا نُفِخَ فِي الصُّوْرِ۔ تو جب صور پھونکا جائے گا۔

یعنی پہلا نفخہ صور جسے نفخہ اولیٰ کہتے ہیں۔ چنانچہ سید المفسرین حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما یہی فرماتے ہیں:

آلوسی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: لِقِيَامِ السَّاعَةِ وَهِيَ النَّفْخَةُ الثَّانِيَةُ الَّتِيْ يَقَعُ عِنْدَهَا الْبَعْثُ وَالنُّشُوْرُ قیامت قائم ہونے کے لئے جو صور پھونکا جائے اور وہ نفخہ ثانیہ ہے جس کے ساتھ بعث و نشر ہو۔

فَلَآ اَنْسَابَ بَيْنَهُمْ يَوْمَىِٕذٍ وَّ لَا يَتَسَآءَلُوْنَ۔ تو ان میں نہ نسب اور رشتے رہیں اور نہ وہ ایک دوسرے کو آپس میں پوچھیں۔

یعنی جب نفخ صور ہو جائے تو بڑے بڑے سینوں پر فخر کرنے والے اتنے سراسیمہ و پریشان ہو جائیں کہ کوئی کسی کی بات بھی نہ پوچھے اور ان کے نسب اور تعلقات انہیں نفع نہ دے سکیں۔ خوف عظیم اور ہول قیامت کے سبب ہر ایک اپنی اپنی مصیبت میں ہو اور يَوْمَ يَفِرُّ الْمَرْءُ مِنْ اَخِيْهِ ۝ وَاُمِّهٖ وَاَبِيْهِ۔ کا ظہور ہو۔

اور ابن مبارک زہد میں اور ابن جریر اور ابن منذر اور ابن ابی حاتم اور ابو نعیم حلیہ میں اور ابن عساکر رحمہم اللہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے فرماتے ہیں: اِذَا كَانَ يَوْمُ الْقِيٰمَةِ جَمَعَ اللّٰهُ تَعَالَى الْاَوَّلِيْنَ وَ الْاٰخِرِيْنَ۔ جب قیامت قائم ہو جائے تو اللہ تعالیٰ اولین و آخرین کو جمع فرمائے۔

اور ایک روایت میں ہے: يُؤْخَذُ بِيَدِ الْعَبْدِ اَوْ لِاَمَةٍ يَوْمَ الْقِيَامَةِ عَلٰى رُءُوْسِ الْاَوَّلِيْنَ وَالْاٰخِرِيْنَ ثُمَّ يُنَادِيْ مُنَادٍ اَلَا اِنَّ هٰذَا فُلَانُ بْنُ فُلَانٍ فَمَنْ كَانَ لَهٗ حَقٌّ قِبَلَهٗ فَلْيَاْتِ اِلٰى حَقِّهٖ۔ بندہ یا بندی کا ہاتھ پکڑ کر بروز قیامت اولین و آخرین کے سامنے اعلان ہوگا کہ یہ فلاں، فلاں کا بیٹا ہے تو جس کسی کا کوئی حق اس کے ذمے ہو وہ اپنا حق پیش کرے۔

اور ایک روایت میں ہے: مَنْ لَهٗ مَظْلَمَةٌ فَلْيَجِئْ لِيَاْخُذَ حَقَّهٗ فَيَفْرَحُ وَاللّٰهِ الْمَرْءُ اَنْ يَكُوْنَ لَهٗ حَقٌّ عَلٰى وَالِدِهٖ اَوْ وَلَدِهٖ اَوْزَوْجَتِهٖ وَاِنْ كَانَ صَغِيْرًا۔ اعلان ہو کہ جس پر کوئی ظلم ہوا ہے وہ آئے تا کہ اپنا حق لے لے اس وقت آدمی خوش ہوں گے اس سے کہ ان کا حق باپ یا اولاد یا بیوی پر ہو اگر چہ وہ کم عمر ہی کیوں نہ ہو۔

تو قرآن کریم میں اس واقعہ پر فَاِذَا نُفِخَ فِي الصُّوْرِ فَلَآ اَنْسَابَ بَيْنَهُمْ فرمایا گیا اور یہ کافر و مومن سب کے لئے ہوگا۔

ایک قول سے یہ ضرور ثابت ہے کہ لَا يَنْفَعُ نَسَبٌ يَوْمَئِذٍ اِلَّا نَسَبُهٗ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کوئی نسب نفع نہ دے مگر نسب عالی جناب مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا۔

چنانچہ بزار اور طبرانی اور بیہقی اور ابونعیم اور حاکم عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے راوی ہیں کہ آپ نے فرمایا: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ كُلُّ سَبَبٍ وَّ نَسَبٍ مُنْقَطِعٌ يَوْمَ الْقِيَامَةِ اِلَّا سَبَبِيْ وَنَسَبِيْ۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تمام سبب و نسب بروز قیامت منقطع ہو جائیں مگر میرا سبب و نسب کہ وہ ضرور نفع دے گا۔

اور یہ سبب و نسب اِنَّمَا هُوَ بِالنِّسْبَةِ لِلْمُؤْمِنِيْنَ الَّذِيْنَ تَشَرَّفُوْا بِهٖ۔ یہ مخصوص ان مومنوں کے لئے ہے جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت با ایمان سے مشرف ہو چکے ہوں وَ اَمَّا الْكَافِرُ وَالْعِيَاذُ بِاللّٰهِ فَلَا نَفْعَ لَهٗ بِذٰلِكَ۔ لیکن کافر پناہ بخدا اسے اس سبب و نسب کا کوئی فائدہ نہیں۔

اور يَتَسَآءَلُوْنَ کا مفہوم یہ ہے کہ وَلَا يَسْاَلُ بَعْضُهُمْ بَعْضًا عَنْ حَالِهٖ بعض بعض کا حال بھی نہ پوچھیں گے اس لئے کہ وہ اپنی اپنی مصیبت میں مبتلا ہوں گے۔

وَ حُكِيَ عَنِ الْجُبَّائِيِّ اَنَّ الْمُرَادَ اِنَّهٗ لَا يُفْتَخَرُ يَوْمَئِذٍ بِالْاَنْسَابِ كَمَا يُفْتَخَرُ بِهَا فِي الدُّنْيَا وَاِنَّمَا يُفْتَخَرُ هُنَاكَ بِالْاَعْمَالِ وَالنَّجَاةِ مِنَ الْاَهْوَالِ فَحَيْثُ لَمْ يُفْتَخِرْ بِهَا ثَمَّتْ كَانَتْ كَاَنَّهَا لَمْ تَكُنْ۔ جبائی کہتے ہیں کہ فَلَآ اَنْسَابَ بَيْنَهُمْ سے یہ مراد ہے کہ اس دن انساب کے ساتھ فخر نہیں ہو سکے گا۔ جیسا کہ دنیا میں فخر کیا جاتا ہے کہ ہم اس خاندان سے ہیں ہمارا نسب اتنا بلند ہے ہم ایسے ہیں ہم ویسے ہیں بلکہ وہاں تو فخر اگر کیا جائے گا تو اعمال صالحہ اور اہوال قیامت سے نجات پر کیا جائے گا اور وہاں بس فخر والے ایسے ہو جائیں گے کہ گویا وہ کسی نسب میں نہیں تھے۔

بعض اس طرف گئے کہ اَنْ يَّكُوْنَ فِيْهِ صِفَةٌ مُقَدَّرَةٌ اَىْ فَلَا اَنْسَابَ نَافِعَةٌ۔ اس میں صفت مقدر ہے تو گویا یہ مفہوم ہے کہ کوئی نسب وہاں نفع نہ دے گا۔ البتہ نسب و سبب سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم۔

اور وَلَا يَتَسَآءَلُوْنَ کے معنی وہی ہیں کہ ہر ایک اپنی اپنی جان کی فکر میں کسی کا پرسان حال نہ ہوگا چنانچہ ارشاد ہے:

فَمَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِيْنُهٗ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ۔ تو جس کے اعمال کا وزن بھاری ہوگا وہ ہی فلاح یافتہ ہوگا۔

آلوسی اس آیت کریمہ پر فرماتے ہیں: اَىْ مَوْزُوْنًا حَسَنَاتُهٗ مِنَ الْعَقَائِدِ وَالْاَعْمَالِ۔ یعنی اس کی نیکیوں کا

وزن عقائد و اعمال سے اور مُفْلِحُوْنَ سے مراد اَلْفَائِزُوْنَ بِكُلِّ مَطْلُوْبٍ اَلنَّاجُوْنَ عَنْ كُلِّ مَهْرُوْبٍ کامیاب ہوں گے اپنے کل مطلوب پر اور نجات یافتہ ہیں ہر مصیبت سے۔

وَمَنْ خَفَّتْ مَوَازِيْنُهٗ فَاُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ خَسِرُوْٓا اَنْفُسَهُمْ فِيْ جَهَنَّمَ خٰلِدُوْنَ۔ اور جس کے وزن اعمال ہلکے ہوں گے وہ نقصان و خسران میں اپنی جانوں کو ہمیشہ جہنم میں ڈالیں گے۔

یعنی جس کے عمل حسنہ ہلکے اور اعمال سیئہ بھاری ہوں گے وہ ان میں سے ہوں گے جنہوں نے اپنی زندگی دنیا میں ضائع کی وہ جہنم میں ہمیشہ رہیں گے۔

تَلْفَحُ وُجُوْهَهُمُ النَّارُ وَهُمْ فِيْهَا كٰلِحُوْنَ۔ جھلسے ہوئے ہوں ان کے منہ آگ سے اور ہونٹ گل کر گرے ہوئے ہوں جہنم میں۔

وَاللَّفْحُ مِنْ لَهَبِ النَّارِ۔ لفح محاورہ عرب میں آگ کے شعلوں سے جھلسنے کو کہتے ہیں۔

اور چہرہ کو اس آگ میں مقدم رکھنے کی وجہ یہ ہے کہ یہ اشرف اعضاء ہے۔

اور كَلَحَ سے كَالِحُوْنَ ہے۔ اس کے معنی مُتَقَلِّصِي الشِّفَاءِ کے ہیں یعنی ہونٹ جھلس کر دانتوں کو ظاہر کر دے۔

اور بروایت ترمذی ابی سعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تُشْوِيْهِ النَّارُ فَتَقَلَّصُ شَفَتُهُ الْعُلْيَا حَتّٰى تَبْلُغَ وَ سَطَ رَاسِهٖ وَتَسْتَرْخِي الشَّفَةُ السُّفْلٰى حَتّٰى تَضْرِبَ سُرَّتَهٗ۔ آگ ایسا بھونے کہ اوپر کا ہونٹ سمٹ کر نصف سر پر چڑھ جائے اور نیچے کا ہونٹ لٹک کر ناف پر آپڑے۔

اَلَمْ تَكُنْ اٰيٰتِيْ تُتْلٰى عَلَيْكُمْ فَكُنْتُمْ بِهَا تُكَذِّبُوْنَ۔ کیا نہیں تھیں میری آیتیں جو تم پر پڑھی گئیں تو تم ان کی تکذیب ہی کرتے رہے۔

یہ اضمار قول ہے یعنی ان جہنمیوں کو توبیخاً اور تذکیراً ارشاد ہوگا کہ جس عذاب میں تم مبتلا ہو گئے اس کی وجہ تمہیں معلوم ہونی چاہئے کہ تم نے میری آیتوں کی تکذیب کی اور دنیا میں جھٹلاتے رہے۔ اس کی آج سزا تمہیں مل گئی ہے۔

قَالُوْا رَبَّنَا غَلَبَتْ عَلَيْنَا شِقْوَتُنَا وَكُنَّا قَوْمًا ضَآلِّيْنَ۔ کہیں گے اے ہمارے رب ہم پر ہماری بدبختی غالب آئی اور ہم گمراہ لوگ تھے۔

ترمذی شریف میں ایک حدیث ہے جس میں آئندہ آیہ کریمہ کے متعلق مذکور ہے کہ جہنمی لوگ داروغہ جہنم کو چالیس برس تک پکاریں گے تو وہ جواب دے گا کہ تم عبث پکار رہے ہو تمہیں ہمیشہ جہنم میں ہی رہنا ہے تو اللہ تعالیٰ کو پکاریں گے چنانچہ ارشاد ہے:

رَبَّنَآ اَخْرِجْنَا مِنْهَا فَاِنْ عُدْنَا فَاِنَّا ظٰلِمُوْنَ۔ اے ہمارے رب ہمیں اس جہنم سے نکال دے تو اگر ہم لوٹ کر ویسے ہی افعال کریں تو یقیناً ہم ظالم ہیں۔

یہ پکار ان کی دنیا کی عمر کے حساب سے دو چند عمر تک رہے۔ آخرش جواب ملے جو آئندہ آیت کریمہ میں ہے اور دنیا کی عمر کے متعلق چند قول ہیں:

بعض کے نزدیک سات ہزار سال۔

بعض کے نزدیک بارہ ہزار سال۔
بعض نے کہا ایک لاکھ ساٹھ ہزار سال (از تذکرہ قرطبی وخازن)
قَالَ اخْسَئُوْا فِیْهَا وَلَا تُكَلِّمُوْنِ۔ فرمائے گا اللہ تعالیٰ ذلت میں دھتکارے ہوئے پڑے رہو اور ہم سے بات نہ کرو۔
اس کے بعد ان کی امیدیں منقطع ہو جائیں گی۔

ابن ابی الدنیا صفۃ اہل النار میں حضرت حذیفہ بن الیمان رضی اللہ عنہ سے راوی ہیں کہ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰی اِذَا قَالَ لِاَهْلِ النَّارِ اِخْسَئُوْا فِیْهَا وَلَا تُكَلِّمُوْنِ عَادَ وُجُوْهُهُمْ قِطْعَةَ لَحْمٍ لَیْسَ فِیْهَا اَفْوَاهٌ وَلَا مَنَاخِرَ یَتَرَدَّدُ النَّفَسُ فِیْ اَجْوَافِهِمْ۔ جب اللہ تعالیٰ جہنمیوں کو اخْسَئُوْا فِیْهَا وَلَا تُكَلِّمُوْنِ فرمائے گا تو ان کے منہ ایک گوشت کے ٹکڑے کی صورت میں بدل جائیں گے اور ان میں نہ منہ ہوں گے نہ مناخر کہ جس سے وہ سانس لیں۔

اور طبرانی اور بیہقی مبحث بحث میں اور عبداللہ بن احمد زوائد الزاہد میں اور حاکم اور ایک جماعت حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص سے راوی ہیں کہ اِنَّ اَهْلَ جَهَنَّمَ یُنَادُوْنَ مَالِكًا لِیَقْضِ عَلَیْنَا رَبُّكَ فَیَذَرُهُمْ اَرْبَعِیْنَ عَامًا لَا یُجِیْبُهُمْ اِنَّكُمْ مّٰكِثُوْنَ۔ جہنمی مالک جہنم کو پکارتے رہیں گے کہ تمہارا رب ہم پر کوئی حکم فرمان تو دے تو وہ چالیس برس تک انہیں جواب نہ دے گا پھر جواب دے گا کہ تمہیں اسی آگ میں رہنا ہے۔

ثُمَّ یُنَادُوْنَ رَبَّهُمْ رَبَّنَا اَخْرِجْنَا مِنْهَا فَاِنْ عُدْنَا فَاِنَّا ظٰلِمُوْنَ فَیَذَرُهُمْ مِثْلَی الدُّنْیَا لَا یُجِیْبُهُمْ ثُمَّ یُجِیْبُهُمْ اِخْسَئُوْا فِیْهَا وَلَا تُكَلِّمُوْنِ۔ پھر وہ اپنے رب کے حضور پکاریں اور عرض کریں رَبَّنَاۤ اَخْرِجْنَا مِنْهَا فَاِنْ عُدْنَا فَاِنَّا ظٰلِمُوْنَ تو ان کی پرواہ نہ کی جائے دنیا کی دو چند زندگی کے برابر پھر انہیں جواب دیا جائے قَالَ اخْسَئُوْا فِیْهَا وَلَا تُكَلِّمُوْنِ۔ تو پھر وہ مایوس ہوں کہ کچھ نہ سنیں سوا زفیر وشہیق کے۔

اور سعید بن منصور اور ابن منذر وغیرہ محمد بن کعب سے راوی ہیں کہ لِاَهْلِ النَّارِ خَمْسُ دَعَوَاتٍ یُجِیْبُهُمُ اللّٰهُ تَعَالٰی فِیْ اَرْبَعَةٍ فَاِذَا كَانَتِ الْخَامِسَةُ لَمْ یَتَكَلَّمُوْا بَعْدَهَا اَبَدًا۔ جہنمی پانچ بار اپنے رب کو پکاریں گے چار بار انہیں جواب ملے جب پانچویں بار پکاریں گے تو اس کے بعد وہ قطعاً کلام کرنے پر قادر نہ رہیں گے۔

پہلی بار پکاریں رَبَّنَاۤ اَمَتَّنَا اثْنَتَیْنِ وَاَحْیَیْتَنَا اثْنَتَیْنِ فَاعْتَرَفْنَا بِذُنُوْبِنَا فَهَلْ اِلٰی خُرُوْجٍ مِّنْ سَبِیْلٍ۔ اے ہمارے رب ہمیں تو نے دو بار مارا اور دو بار زندہ کیا تو اب ہم اپنے قصور کے معترف ہیں تو کیا اب جہنم سے نکلنے کی کوئی راہ ہے۔

تو انہیں جواب ملے ذٰلِكُمْ بِاَنَّهٗۤ اِذَا دُعِیَ اللّٰهُ وَحْدَهٗ كَفَرْتُمْ ۚ وَاِنْ یُّشْرَكْ بِهٖ تُؤْمِنُوْا ؕ فَالْحُكْمُ لِلّٰهِ الْعَلِیِّ الْكَبِیْرِ۔ یہ سزا اسی کی ہے کہ جب تم بلائے گئے اللہ تعالیٰ کی وحدت کی طرف تو تم نے کفر کیا اور جب شرک کی دعوت دی گئی تو تم ایمان لائے تو آج حکم اللہ تعالیٰ کا ہے جو بلند و بالا ہے۔

پھر دوسری بار جہنمی پکاریں رَبَّنَاۤ اَبْصَرْنَا وَسَمِعْنَا فَارْجِعْنَا نَعْمَلْ صَالِحًا اِنَّا مُوْقِنُوْنَ۔ اے ہمارے رب ہم نے دیکھا اور سنا تو اب ہمیں پھیر دے دنیا کی طرف کہ نیک عمل کریں اب ہم نے یقین کر لیا۔

تو انہیں جواب ملے فَذُوْقُوْا بِمَا نَسِيْتُمْ لِقَآءَ يَوْمِكُمْ هٰذَا ۚ اِنَّا نَسِيْنٰكُمْ وَ ذُوْقُوْا عَذَابَ الْخُلْدِ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ۔ تو اب چکھو مزا اس کا جو تم نے بھلایا اس دن کی ملاقات کو آج ہم تمہیں بھولتے ہیں اور چکھو ہمیشگی کا عذاب جیسا تم کرتے تھے۔

تیسری بار جہنمی پکاریں رَبَّنَآ اَخِّرْنَآ اِلٰٓى اَجَلٍ قَرِيْبٍ ۙ نُّجِبْ دَعْوَتَكَ وَ نَتَّبِعِ الرُّسُلَ۔ اے ہمارے رب ایک مدت کے لئے اس عذاب کو موخر کرتا کہ ہم تیری دعوت قبول کریں اور مرسلین کرام کے متبع ہوں۔

تو انہیں جواب ملے اَوَلَمْ تَكُوْنُوْٓا اَقْسَمْتُمْ مِّنْ قَبْلُ مَا لَكُمْ مِّنْ زَوَالٍ۔ کیا تم قسمیں نہ کھاتے تھے کہ تمہیں کبھی زوال نہ آئے گا۔

پھر چوتھی بار عرض کریں رَبَّنَآ اَخْرِجْنَا نَعْمَلْ صَالِحًا غَيْرَ الَّذِيْ كُنَّا نَعْمَلُ۔ اے رب ہمارے ہمیں نکال کہ ہم نیک عمل کریں سوا ان عملوں کے جو ہم نے کیے۔

تو اس کا جواب اللہ تعالیٰ کی طرف سے ملے اَوَلَمْ نُعَمِّرْكُمْ مَّا يَتَذَكَّرُ فِيْهِ مَنْ تَذَكَّرَ وَ جَآءَكُمُ النَّذِيْرُ ؕ فَذُوْقُوْا فَمَا لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ نَّصِيْرٍ۔ کیا ہم نے تمہیں اتنی عمر نہ دی تھی کہ اس میں جو نصیحت حاصل کرنا چاہتا حاصل کر لیتا اور تمہارے پاس ڈرانے والے آئے تو اب سزا چکھو ظالموں کا کوئی بھی مددگار نہیں ہے۔

پانچویں بار آخری عرض یہ ہو رَبَّنَا غَلَبَتْ عَلَيْنَا شِقْوَتُنَا وَ كُنَّا قَوْمًا ضَآلِّيْنَ ﴿۱۰۶﴾ رَبَّنَآ اَخْرِجْنَا مِنْهَا فَاِنْ عُدْنَا فَاِنَّا ظٰلِمُوْنَ۔ اے ہمارے رب ہم پر ہماری بدبختی غالب آئی اور ہم گمراہ لوگ تھے۔ اے ہمارے رب ہمیں اس سے نکال اگر ہم پھر ویسے ہی کام کریں تو یقیناً ہم لوگ ظالم ہوں گے۔

تو اس کا جواب ملے اخْسَئُوْا فِيْهَا وَلَا تُكَلِّمُوْنِ۔ اپنی خسران میں دھتکارے پڑے رہو اور مجھ سے کلام نہ کرو۔

فَلَا يَتَكَلَّمُوْنَ بَعْدَهَا اَبَدًا۔ تو پھر اس کے بعد قطعاً کلام نہ کر سکیں۔ اور اس کے ساتھ ہی ارشاد ہو:

اِنَّهٗ كَانَ فَرِيْقٌ مِّنْ عِبَادِيْ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَآ اٰمَنَّا فَاغْفِرْ لَنَا وَ ارْحَمْنَا وَ اَنْتَ خَيْرُ الرّٰحِمِيْنَ۔ بے شک دنیا میں ایک جماعت میرے بندوں کی تھی جو کہتی تھی اے ہمارے رب ہم ایمان لائے تو ہمیں بخش دے اور رحم فرما بے شک تو خیر الراحمین ہے۔

یعنی وہ جماعت مومنین کی تھی۔

ایک قول ہے کہ وہ صحابہ کرام تھے۔

ایک قول ہے یہ اصحاب صفہ کی شان میں ہے۔ رضوان اللہ علیہم اجمعین۔

یہ اپنی دعاؤں میں جمع کا صیغہ لا کر سب کو دعا میں شریک رکھتے تھے اور اللہ کے خاص مقرب بندے تھے لیکن تم نے ان کی قدر نہ کی۔

فَاتَّخَذْتُمُوْهُمْ سِخْرِيًّا۔ تم نے ان سے تمسخر کیا یعنی كُنْتُمْ تَسْتَهْزِءُوْنَ بِالدَّاعِيْنَ۔ تم ان سے استہزاء کرتے رہے۔

حَتّٰٓى اَنْسَوْكُمْ ذِكْرِيْ وَ كُنْتُمْ مِّنْهُمْ تَضْحَكُوْنَ۔ حتیٰ کہ تم استہزاء و تمسخر میں اتنے مشغول ہوئے کہ میرا خوف عقاب

بھی بھول گئے اور ہنسی مذاق میں ہی پڑے رہے۔

حضرت جلال الدین رومی رحمہ اللہ اس آیہ کریمہ پر فرماتے ہیں کہ اس استہزاء و تمسخر نے اللہ کی یاد سے تمہیں غافل کر دیا۔ یا ان اولیاء کرام نے تمہیں نا اہل قرار دے کر ذکر الٰہی تمہارے دلوں سے بھلا دیا۔ چنانچہ دفتر سوم میں فرماتے ہیں:

چوں بہ تذکیر و بہ نسیاں قادر اند   بر ہمہ دلہائے خلقاں قاہر اند

اللہ کا ولی جب تذکیر و نسیان پر بعطاء الٰہی قادر ہے تو ثابت ہوا کہ مخلوق کے دلوں پر ان کی حکومت ہے۔

مولانا نانوی رحمہ اللہ بھی اپنی شرح میں یہی مضمون لکھ گئے ہیں۔

علامہ آلوسی رحمہ اللہ روح المعانی میں فرماتے ہیں: اِنَّمَا خَسَئْنَاكُمْ كَالْكَلْبِ وَلَمْ نُجِبْكُمْ اِذَا دَعَوْتُمْ لِاَنَّكُمْ اِسْتَهْزَأْتُمْ غَايَةَ الْاِسْتِهْزَآءِ بِاَوْلِيَائِيْ حِيْنَ دَعَوْا وَاسْتَمَرَّ ذَالِكَ مِنْكُمْ حَتّٰى نَسِيْتُمْ ذِكْرِيْ بِالْكُلِّيَّةِ لَمْ تَخَافُوْا عِقَابِيْ فَهٰذَا جَزَآءُ كُمْ۔

اِنِّیْ جَزَیْتُهُمُ الْیَوْمَ بِمَا صَبَرُوْۤا اَنَّهُمْ هُمُ الْفَآىٕزُوْنَ۔ بے شک میں انہیں آج کے دن بدلہ دوں گا اس صبر کا یہ کہ وہ کامیاب ہیں۔

یعنی مشرکین کے استہزاء واذیت پر انہوں نے صبر کیا اس کا بدلہ یہ ہے کہ آج وہ شادکام اور فائز المرام ہیں۔ اب اس کے بعد اللہ تعالیٰ کی طرف سے یا مالک جہنم کی جانب سے جہنمیوں سے سوال ہوا اور

قٰلَ كَمْ لَبِثْتُمْ فِی الْاَرْضِ عَدَدَ سِنِیْنَ۔ ارشاد ہو تم زمین میں برسوں کے حساب سے کتنے دن رہے جس پر تم پھر واپس جانے کے متمنی ہو تو عرض کریں:

قَالُوْا لَبِثْنَا یَوْمًا اَوْ بَعْضَ یَوْمٍ فَسْــٴَـلِ الْعَآدِّیْنَ۔ الٰہی ہم دنیا میں ایک دن یا دن کا کچھ حصہ رہے یہ اور رہنے والوں سے بھی پوچھ لے۔

یہ جواب ان کی سراسیمگی اور پریشانی کے اندر ہوا اور وہ قیام دنیا کی مدت بھول چکے ہوں تو اللہ تعالیٰ فرمائے:

قٰلَ اِنْ لَّبِثْتُمْ اِلَّا قَلِیْلًا لَّوْ اَنَّكُمْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ۔ فرمایا جائے تم نہیں ٹھہرے دنیا میں مگر کم اگر تم ہو جاننے والے۔

چنانچہ ایک حدیث مرفوع سے ثابت ہوتا ہے کہ دنیا کے تمام قیام کی مدت ایک دن ڈیڑھ دن جنتی جہنمی دونوں ہی تصور کریں گے اس پر باری عزاسمہ کی طرف سے جنتیوں کو بشارت اور جہنمیوں کو سزا سنائی جائے گی۔ حیث قال

اِنَّ اللّٰهَ اِذَا اَدْخَلَ اَهْلَ الْجَنَّةِ الْجَنَّةَ وَاَهْلَ النَّارِ النَّارَ قَالَ يَا اَهْلَ الْجَنَّةِ كَمْ لَبِثْتُمْ فِي الْاَرْضِ عَدَدَ سِنِيْنَ قَالُوْا لَبِثْنَا يَوْمًا اَوْ بَعْضَ يَوْمٍ قَالَ لَنِعْمَ مَا اَتْجَرْتُمْ فِيْ يَوْمٍ اَوْ بَعْضِ يَوْمٍ رَحْمَتِيْ وَرِضْوَانِيْ وَجَنَّتِيْ اُمْكُثُوْا فِيْهَا خَالِدِيْنَ مُخَلَّدِيْنَ۔

اللہ تعالیٰ جب جنتیوں کو جنت میں اور جہنمیوں کو جہنم میں داخل فرما دے تو ارشاد فرمائے گا اے جنت والو تم دنیا میں بحساب سنین و شہور کتنے دن رہے تو وہ عرض کریں ہم ایک دن یا دن کا کچھ حصہ رہے تو ارشاد ہوگا تمہارا یہ دنیا میں رہنا مبارک ہے جس پر میں تمہیں ڈیڑھ دن کا بدلہ دیتا ہوں میری رحمت و رضا کے ساتھ میری جنت میں رہو اور ہمیشہ ہمیشہ رہو۔

ثُمَّ يَقُوْلُ يَا اَهْلَ النَّارِ كَمْ لَبِثْتُمْ فِي الْاَرْضِ عَدَدَ سِنِيْنَ قَالُوْا لَبِثْنَا يَوْمًا اَوْ بَعْضَ يَوْمٍ فَيَقُوْلُ

بِئْسَمَا اَنجَزْتُمْ فِیْ یَوْمٍ اَوْ بَعْضِ یَوْمٍ نَارِیْ وَسَخَطِیْ اُمْکُثُوْا فِیْهَا خَالِدِیْنَ مُخَلَّدِیْنَ۔ پھر ارشاد ہوا اے جہنمیو! تم کتنے دن دنیا میں رہے برس اور دنوں کی گنتی سے وہ بولیں رہے ہم ایک دن یا دن کا کچھ حصہ رہے تو ارشاد ہو بری ہے وہ مدت جو تم نے ڈیڑھ دن یا ایک دن گزاری میری آگ اور میرے غضب میں رہو ہمیشہ ہمیش تک۔

اس کے بعد بہ انداز خطابت ارشاد ہے کہ تم دنیا میں رہ کر ہماری طرف آنے کا بھی خیال رکھو چنانچہ ارشاد ہے:

اَفَحَسِبْتُمْ اَنَّمَا خَلَقْنٰكُمْ عَبَثًا وَّ اَنَّكُمْ اِلَیْنَا لَا تُرْجَعُوْنَ۔ کیا تم اس گمان میں ہو کہ تمہیں ہم نے بلا حکمت بالفہ پیدا فرمایا ہے اور تم ہماری طرف بعثت کے بعد لوٹ کر نہ آؤ گے۔

یعنی تم دنیا میں بلا حکمت حقہ پیدا کئے گئے ہو اور اس گمان باطل میں پڑ کر تم یہ سمجھ چکے ہو کہ تمہیں ہماری طرف رجوع کر کے آنا ہی نہیں ہے بلکہ یاد رکھو فِعْلُ الْحَکِیْمِ لَا یَخْلُوْا عَنِ الْحِکْمَةِ۔ حکیم کا کوئی فعل عبث نہیں ہوتا اس کا ہر فعل پر از حکمت ہوتا ہے۔

چنانچہ علامہ آلوسی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یَعْنِیْ اَفَحَسِبْتُمْ ذَالِکَ وَ حَسِبْتُمْ اَنَّکُمْ لَا تُبْعَثُوْنَ۔ اس کے بعد استعظاماً ارشاد ہے:

فَتَعٰلَى اللّٰهُ الْمَلِكُ الْحَقُّ ۚ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ رَبُّ الْعَرْشِ الْكَرِیْمِ تو بلند و بالا ہے اللہ تعالیٰ سچا بادشاہ نہیں کوئی معبود مگر وہی جو رب ہے عرش کریم کا۔

آلوسی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اِسْتِعْظَامٌ لَّهٗ تَعَالٰی وَلِشُئُوْنِهٖ تَعَالٰی الَّتِیْ یُصَرِّفُ عَلَیْهَا عِبَادَهٗ جَلَّ وَعَلَا مِنَ الْبَلَآءِ وَالْاِعَادَةِ وَالْاَثَابَةِ وَالْعِقَابِ بِمُوْجِبِ الْحِکْمَةِ الْبَالِغَةِ اَیْ اِرْتَفَعَ سُبْحَانَهٗ بِذَاتِهٖ وَتَنَزَّهَ عَنْ مُمَاثَلَةِ الْمَخْلُوْقِیْنَ فِیْ ذَاتِهٖ وَصِفَاتِهٖ وَاَفْعَالِهٖ وَعَنْ خُلُوِّ اَفْعَالِهٖ عَنِ الْحِکَمِ وَالْمَصَالِحِ الْحَمِیْدَةِ مَلِکُ الْحَقُّ اَیِ الْحَقِیْقُ بِالْمَالِکِیَّةِ عَلَی الْاِطْلَاقِ اِیْجَادًا وَاِعْدَامًا بَدْاً وَّ اِعَادَةً اِحْیَآءً وَاِمَاتَةً عِقَابًا وَّ اِثَابَةً وَّ کُلُّ مَا سِوَاهُ مَمْلُوْکٌ مَقْهُوْرٌ تَحْتَ مَلَکُوْتِیَّتِهٖ۔

خلاصہ یہ کہ اس آیہ کریمہ میں اپنی عظمت شان کا مظاہرہ فرمایا ہے اور بتایا ہے کہ وہ ذات مماثلت مخلوقات سے منزہ ہے باعتبار ذات وصفات اور باعتبار افعال عذاب وثواب میں وہی مطلقاً مختار ہے اور اعدام وایجاد اسی کے تحت قدرت ہے وہی مارتا جلاتا ہے وہی معبود مطلق ہے اس کے سوا کسی کی عبادت کرنا شرک ہے اور وہی رب عرش کریم ہے۔

عرش عظیم کی تعریف

وَ هُوَ جِرْمٌ عَظِیْمٌ وَرَآءَ عَالَمِ الْاَجْسَامِ وَالْاَجْرَامِ وَ هُوَ اَعْظَمُهَا ۔ عرش عظیم ایک جرم عظیم ہے۔ عالم اجسام واجرام سے بالا اور وہ سب سے بڑا ہے۔ آگے ارشاد ہے:

وَمَنْ یَّدْعُ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ ۙ لَا بُرْهَانَ لَهٗ بِهٖ ۙ فَاِنَّمَا حِسَابُهٗ عِنْدَ رَبِّهٖ ؕ اِنَّهٗ لَا یُفْلِحُ الْكٰفِرُوْنَ ﴿۱۱۷﴾ وَقُلْ رَّبِّ اغْفِرْ وَارْحَمْ وَاَنْتَ خَیْرُ الرّٰحِمِیْنَ۔ اور جو پوجے اللہ کے ساتھ دوسرا معبود بلا دلیل تو اس کا بدلہ اور حساب اس کے رب کے پاس ہے بے شک وہ کافروں کو فلاح نہیں دیتا اور اے محبوب آپ فرمائیں اے میرے رب بخش اور رحم فرما اور تو بہترین رحم والا ہے۔

علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ آیہ کریمہ پرفرماتے ہیں: وَمَا اَلْطَفَ اِفْتِتَاحُ هٰذِهِ السُّوْرَةِ بِتَقْدِيْرِ فَلَاحِ الْمُؤْمِنِيْنَ وَاِيْرَادِ عَدَمِ فَلَاحِ الْكَافِرِيْنَ فِيْ اِخْتِتَامِهَا۔ اس سورۂ مبارکہ میں کیا لطیف شان سے افتتاح فرمایا فلاح مومنین کے ساتھ جیسا کہ ارشاد ہوا قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ اور عدم فلاح کافرین کا ایراد اختتام سورۃ میں کیا۔

فضائل آیات آخر سورۃ مبارکہ

حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو تعلیم دی کہ وہ اپنی نماز میں یہ آیتیں پڑھا کریں۔

بخاری و مسلم اور ترمذی اور نسائی اور ابن ماجہ اور ابن حبان نے حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے روایت کیا اِنَّهٗ قَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ عَلِّمْنِيْ دُعَاءً اَدْعُوْا فِيْ صَلَاتِيْ قَالَ قُلِ اللّٰهُمَّ اِنِّيْ ظَلَمْتُ نَفْسِيْ ظُلْمًا كَثِيْرًا وَّلَا يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اَنْتَ فَاغْفِرْلِيْ مَغْفِرَةً مِّنْ عِنْدِكَ وَارْحَمْنِيْ اِنَّكَ اَنْتَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ۔

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ مجھے کوئی ایسی دعا تعلیم فرمائیں جو میں نماز میں پڑھ لوں۔

تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مذکورہ دعا تعلیم فرمائی اور یہ التحیات و درود شریف کے بعد آخری قعدہ میں پڑھی جاتی ہے۔

اور قرأت میں اَفَحَسِبْتُمْ سے آخر سورۃ تک پڑھنے کا حکم دیا۔

یہ آیات دفع بلاء و مصیبت کے لئے عظیم النفع ہیں۔

اور بحالت سفر یہ آخر حصہ کی مداومت اَفَحَسِبْتُمْ سے آخر تک پڑھنا ہر مصیبت و تنگی کے دفع میں عجیب الاثر ہے۔

محمد بن ابراہیم الحرث اپنے والد سے راوی ہیں کہ ہمیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک سریہ میں بھیجا اور ہمیں حکم دیا کہ صبح و شام اَفَحَسِبْتُمْ سے آخر تک پڑھیں۔ تو ہم نے پڑھا۔ فَغَنِمْنَا وَ سَلِمْنَا تو ہم غنیمت کا مال بھی لائے اور سلامتی کے ساتھ واپس آئے۔

سورۃ النور

بامحاورہ ترجمہ پہلا رکوع۔سورۃ نور۔پ ۱۸

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو نہایت رحم والا مہربان ہے

سُوْرَةٌ اَنْزَلْنٰهَا وَفَرَضْنٰهَا وَاَنْزَلْنَا فِيْهَآ اٰيٰتٍۭ بَيِّنٰتٍ لَّعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ ۝۱

یہ ایک سورۃ ہے کہ نازل کی ہم نے اور فرض کئے ہم نے اس کے احکام اور نازل کیں ہم نے اس میں روشن آیتیں تاکہ تم نصیحت پکڑو

اَلزَّانِيَةُ وَالزَّانِيْ فَاجْلِدُوْا كُلَّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا مِائَةَ جَلْدَةٍ ۪ وَّلَا تَاْخُذْكُمْ بِهِمَا رَاْفَةٌ فِيْ دِيْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ۚ وَلْيَشْهَدْ عَذَابَهُمَا طَآئِفَةٌ مِّنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ۝۲

زانیہ عورت اور زانی مرد تو مارو اسے ہر ایک کو ان میں سے سو کوڑے اور نہ کرو ان پر ترس اللہ کے دین میں اگر ہو تم ایمان لائے ہوئے اللہ اور آخرت پر اور چاہئے کہ ان کی سزا کے وقت مسلمانوں کا ایک گروہ موجود ہو

اَلزَّانِيْ لَا يَنْكِحُ اِلَّا زَانِيَةً اَوْ مُشْرِكَةً ۘ وَّ الزَّانِيَةُ لَا يَنْكِحُهَاۤ اِلَّا زَانٍ اَوْ مُشْرِكٌ ۚ وَ حُرِّمَ ذٰلِكَ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ ③

زانی مرد نکاح نہ کرے مگر زانیہ عورت سے یا مشرکہ سے اور زانی عورت سے نہ نکاح کرے مگر زانی مرد یا مشرک اور یہ کام حرام ہے مومنین پر

وَ الَّذِيْنَ يَرْمُوْنَ الْمُحْصَنٰتِ ثُمَّ لَمْ يَاْتُوْا بِاَرْبَعَةِ شُهَدَآءَ فَاجْلِدُوْهُمْ ثَمٰنِيْنَ جَلْدَةً وَّ لَا تَقْبَلُوْا لَهُمْ شَهَادَةً اَبَدًا ۚ وَ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ④

اور وہ جو عیب لگائیں پارسا عورتوں پر پھر چار گواہ معائنہ والے نہ لائیں تو انہیں اسی اسی کوڑے لگاؤ اور ان کی کوئی گواہی نہ قبول کرو کبھی یہ فاسق ہیں

اِلَّا الَّذِيْنَ تَابُوْا مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ وَ اَصْلَحُوْا ۚ فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ⑤

مگر وہ جو توبہ کرلیں اس کے بعد اور اپنی اصلاح کرلیں تو اللہ بخشنے والا مہربان ہے

وَ الَّذِيْنَ يَرْمُوْنَ اَزْوَاجَهُمْ وَ لَمْ يَكُنْ لَّهُمْ شُهَدَآءُ اِلَّاۤ اَنْفُسُهُمْ فَشَهَادَةُ اَحَدِهِمْ اَرْبَعُ شَهٰدٰتٍۭ بِاللّٰهِ ۙ اِنَّهٗ لَمِنَ الصّٰدِقِيْنَ ⑥

اور وہ جو عیب لگائیں اپنی بیویوں کو اور ان کے پاس اپنے سوا گواہ نہ ہوں تو گواہی ان کی یہ ہے کہ چار بار گواہی دے اللہ کے نام سے کہ وہ سچا ہے

وَ الْخَامِسَةُ اَنَّ لَعْنَتَ اللّٰهِ عَلَيْهِ اِنْ كَانَ مِنَ الْكٰذِبِيْنَ ⑦

اور پانچویں بار یہ کہ اللہ کی لعنت اس پر اگر جھوٹا ہو

وَ يَدْرَؤُا عَنْهَا الْعَذَابَ اَنْ تَشْهَدَ اَرْبَعَ شَهٰدٰتٍۭ بِاللّٰهِ ۙ اِنَّهٗ لَمِنَ الْكٰذِبِيْنَ ⑧

اور سزا ٹالنے کو عورت یوں کہے کہ شہادت دیتی ہوں اللہ کی چار شہادت کہ مرد جھوٹا ہے

وَ الْخَامِسَةَ اَنَّ غَضَبَ اللّٰهِ عَلَيْهَاۤ اِنْ كَانَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ ⑨

اور پانچویں یہ کہ اللہ کا غضب اس پر اگر مرد سچا ہے

وَ لَوْ لَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَ رَحْمَتُهٗ وَ اَنَّ اللّٰهَ تَوَّابٌ حَكِيْمٌ ⑩

اور اگر نہ ہوتا فضل اللہ کا تم پر اور اس کی رحمت اور بے شک اللہ توبہ قبول فرماتا حکمت والا ہے

حل لغات پہلا رکوع۔ سورۃ نور۔ پ ۱۸

سُوْرَةٌ۔ یہ سورۃ ہے
اَنْزَلْنٰهَا۔ کہ ہم نے اسے اتارا
وَ۔ اور
فَرَضْنٰهَا۔ اس کے حکم فرض کئے
وَ۔ اور
اَنْزَلْنَا۔ اتاریں ہم نے
فِيْهَاۤ۔ اس میں
اٰيٰتٍۭ۔ آیتیں
بَيِّنٰتٍ۔ روشن
لَّعَلَّكُمْ۔ تاکہ تم
تَذَكَّرُوْنَ۔ نصیحت پکڑو
اَلزَّانِيَةُ۔ زنا کار عورت
وَ۔ اور
الزَّانِيْ۔ زنا کار مرد
فَاجْلِدُوْا۔ تو کوڑے لگاؤ
كُلَّ۔ ہر
وَاحِدٍ۔ ایک کو
مِّنْهُمَا۔ ان میں سے
مِائَةَ۔ سو
جَلْدَةٍ۔ کوڑے
وَّ۔ اور
لَا۔ نہ
تَاْخُذْ۔ پکڑے
كُمْ۔ تم کو
بِهِمَا۔ ان پر
رَاْفَةٌ۔ رحم
فِيْ۔ بیچ
دِيْنِ۔ دین
اللّٰهِ۔ اللہ کے
اِنْ۔ اگر

كُنْتُمْ-ہوتم   تُؤْمِنُوْنَ-ایمان رکھتے   بِاللّٰهِ-اللہ   وَ-اور
الْيَوْمِ-دن   الْاٰخِرِ-پچھلے پر   وَ-اور   لْيَشْهَدْ-حاضر ہوں
عَذَابَهُمَا-ان کی سزا کو   طَآئِفَةٌ-ایک گروہ   مِّنَ الْمُؤْمِنِيْنَ-ایمان والوں کا
اَلزَّانِيْ-زنا کار مرد   لَا-نہیں   يَنْكِحُ-نکاح کرتا   اِلَّا-مگر
زَانِيَةً-زنا کار عورت   اَوْ-یا   مُشْرِكَةً-مشرک عورت سے   وَّ-اور
الزَّانِيَةُ-زنا کار عورت   لَا-نہیں   يَنْكِحُهَآ-نکاح کرتا اس سے   اِلَّا-مگر
زَانٍ-زانی مرد   اَوْ-یا   مُشْرِكٌ-مشرک   وَ-اور
حُرِّمَ-حرام کیا گیا ہے   ذٰلِكَ-یہ   عَلَى-اوپر   الْمُؤْمِنِيْنَ-مومنوں کے
وَ-اور   الَّذِيْنَ-وہ جو   يَرْمُوْنَ-عیب لگائیں   الْمُحْصَنٰتِ-پاک عورتوں کو
ثُمَّ-پھر   لَمْ-نہ   يَاْتُوْا-لائیں   بِاَرْبَعَةِ-چار
شُهَدَآءَ-گواہ   فَاجْلِدُوْ-تو کوڑے مارو   هُمْ-ان کو   ثَمٰنِيْنَ-اسی
جَلْدَةً-کوڑے   وَّ-اور   لَا-نہ   تَقْبَلُوْا-قبول کرو
لَهُمْ-ان کی   شَهَادَةً-گواہی   اَبَدًا-کبھی بھی   وَ-اور
اُولٰٓئِكَ-یہی   هُمُ-وہ ہیں   الْفٰسِقُوْنَ-بدکردار لوگ   اِلَّا-مگر
الَّذِيْنَ-وہ جو   تَابُوْا-توبہ کریں   مِنْۢ بَعْدِ-پیچھے   ذٰلِكَ-اس کے
وَ-اور   اَصْلَحُوْا-درست ہوجائیں   فَاِنَّ-تو بے شک   اللّٰهَ-اللہ
غَفُوْرٌ-بخشنے والا   رَّحِيْمٌ-رحم کرنے والا ہے   وَ-اور   الَّذِيْنَ-وہ جو
يَرْمُوْنَ-عیب لگائیں   اَزْوَاجَهُمْ-اپنی بیویوں کو   وَ-اور   لَمْ-نہ
يَكُنْ-ہوں   لَّهُمْ-ان کے پاس   شُهَدَآءُ-گواہ   اِلَّآ-مگر
اَنْفُسُهُمْ-ان کی اپنی جانیں   فَشَهَادَةُ-تو گواہی ہے   اَحَدِهِمْ-ان کے ایک کی   اَرْبَعُ-چار
شَهٰدٰتٍ-گواہیاں   بِاللّٰهِ-اللہ کے نام سے   اِنَّهٗ-کہ بے شک وہ   لَمِنَ-ہے
الصّٰدِقِيْنَ-سچوں سے   وَ-اور   الْخَامِسَةُ-پانچویں بار   اَنَّ-بے شک
لَعْنَتَ-لعنت ہے   اللّٰهِ-اللہ کی   عَلَيْهِ-اس پر   اِنْ-اگر
كَانَ-ہے   مِنَ الْكٰذِبِيْنَ-جھوٹے لوگوں سے   وَ-اور
يَدْرَؤُا-ہٹائے گا   عَنْهَا-اس عورت سے   الْعَذَابَ-سزا کو   اَنْ-یہ کہ
تَشْهَدَ-وہ شہادت دے   اَرْبَعَ-چار   شَهٰدٰتٍۭ-شہادتیں   بِاللّٰهِ-اللہ کے نام سے
اِنَّهٗ-کہ بے شک وہ   لَمِنَ الْكٰذِبِيْنَ-جھوٹے لوگوں سے ہے   وَ-اور
الْخَامِسَةَ-پانچویں بار   اَنَّ-بے شک   غَضَبَ-غضب ہو   اللّٰهِ-اللہ کا

عَلَيْهَآ۔ اس پر	اِنْ۔ اگر	كَانَ۔ ہو وہ	مِنَ الصّٰدِقِيْنَ۔ سچے لوگوں سے
وَ۔ اور	لَوْلَا۔ اگر نہ ہوتا	فَضْلُ۔ فضل	
اللّٰهِ۔ اللہ کا	عَلَيْكُمْ۔ تم پر	وَ۔ اور	رَحْمَتُهٗ۔ اس کی رحمت
وَ۔ اور	اَنَّ۔ بے شک	اللّٰهَ۔ اللہ	تَوَّابٌ۔ توبہ قبول کرنے والا
حَكِيْمٌ۔ حکمت والا ہے			

سورۃ نور مدنیہ ہے۔ اس میں نو رکوع چونسٹھ آیتیں ہیں۔

علامہ آلوسی فرماتے ہیں مَدَنِيَّةٌ كَمَا اَخْرَجَ ابْنُ مَرْدَوَيْهِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ وَابْنَ الزُّبَيْرِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ۔ وَ حَكٰى اَبُوْحِبَّانَ الْاِجْمَاعَ عَلٰى مَدَنِيَّتِهَا وَلَمْ يَسْتَثْنِ الْكَثِيْرُ مِنْ اٰيِهَا شَيْئًا۔ اجماع اس کے مدنی ہونے پر ہے اور کسی آیت کا استثناء نہیں۔

اور قرطبی کہتے ہیں کہ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لِيَسْتَاْذِنْكُمُ الَّذِيْنَ سے آخر تک مکیہ ہے اور باسٹھ آیتیں مدنیہ ہیں۔

اور ایک قول ہے کہ چونسٹھ آیتیں سب مدنیہ ہیں۔

''وجہ اتصال بہ سورۃ مومنین''

اِنَّهٗ سُبْحٰنَهٗ وَتَعَالٰى لَمَّا قَالَ فِيْهَا وَالَّذِيْنَ هُمْ لِفُرُوْجِهِمْ حٰفِظُوْنَ۔ پہلی سورۃ میں جب اللہ تعالیٰ نے وَالَّذِيْنَ هُمْ لِفُرُوْجِهِمْ حٰفِظُوْنَ فرمایا تو ذَكَرَ فِيْ هٰذِهٖ اَحْكَامَ مَنْ لَّمْ يَحْفَظْ فَرْجَهٗ مِنَ الزَّانِيَةِ وَالزَّانِيْ۔ تو اس سورۃ مبارکہ میں اس کے احکام بیان فرمائے جو محافظت فروج زانیہ اور زانی کے متعلق ہیں۔

خلاصہ تفسیر پہلا رکوع ۔ سورۃ نور ۔ پ ۱۸

سُوْرَةٌ اَنْزَلْنٰهَا۔ فرما کر بتایا کہ یہ سورۃ ہم نے نازل فرمائی ہے اس میں کسی غیر کا دخل نہیں۔

فَرَضْنٰهَا۔ فرما کر بتایا کہ اس کے احکام ہم ہی نے فرض کئے ہیں نہ کہ کسی غیر نے۔

وَاَنْزَلْنَا فِيْهَاۤ اٰيٰتٍ بَيِّنٰتٍ سے یہ فرمایا کہ اس میں روشن آیتیں ہیں جو ہم نے نازل فرمائی ہیں جو احکام مفیدہ اس شان سے ہیں کہ ان کے مفید ہونے میں کسی کو بھی کلام نہیں بلکہ وہ اللہ تعالیٰ کی نشانیاں ہیں۔

لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ۔ فرما کر یہ بتایا کہ اس سے ہدایت قبول کریں عقل پکڑیں اس تمہید کے بعد احکام بیان کرنے شروع کئے۔

اَلزَّانِيَةُ وَالزَّانِيْ۔ زانیہ عورت اور زانی مرد انہیں۔

فَاجْلِدُوْا كُلَّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا مِائَةَ جَلْدَةٍ ۪ وَّلَا تَاْخُذْكُمْ بِهِمَا رَاْفَةٌ فِيْ دِيْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ۚ وَلْيَشْهَدْ عَذَابَهُمَا طَآئِفَةٌ مِّنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ۝۲۔

دونوں کو علیحدہ علیحدہ سو کوڑے مارو اور اس سزا میں اپنے دل میں ترس نہ آنے دو اگر اللہ اور آخرت پر ایمان رکھتے ہو اور یہ بھی ضروری ہے کہ اس سزا کے وقت ایک جماعت مؤمنین بھی حاضر رکھی جائے تا کہ وہ اسے دیکھ کر عبرت حاصل کرے۔

دوسرا قانون

اَلزَّانِیْ لَا یَنْکِحُ اِلَّا زَانِیَۃً اَوْ مُشْرِکَۃً۔ زانی بدنصیب اور ناپاک گروہ پاک عورتوں سے نکاح کے قابل نہیں وہ زانیہ سے یا مشرکہ سے نکاح کرے۔

وَّالزَّانِیَۃُ لَا یَنْکِحُھَآ اِلَّا زَانٍ اَوْ مُشْرِکٌ۔ اور زانیہ عورت نہ نکاح کرے مگر زانی یا مشرک سے۔

وَحُرِّمَ ذٰلِکَ عَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ۔ اور اس قسم کا رشتہ مومنین پر حرام ہو چکا ہے۔

تعریف زنا

زنا علمائے محققین کے نزدیک یہ ہے کہ مرد اپنا آلہ تناسل شرمگاہ زن غیر میں بلا عقد اور بے ایجاب وقبول داخل کرے اور پیشاب گاہ زن میں آلہ تناسل کے دخول کی قید اس لئے ہے کہ اس کے علاوہ انگلی یا لکڑی داخل کرنے سے زنا کی سزا لازم نہ آئے گی بلکہ اس پر تعزیر دینے کا قاضی مجاز ہے اس لئے کہ یہ ارتکاب بھی حرام اور بے حیائی ہے۔ کَذَا عِنْدَ اَبِیْ حَنِیْفَۃَ رَحِمَہُ اللّٰہُ۔

اور امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک وطی فی الدبر پر بھی یہی حکم ہے۔ ان کے یہاں زنا کی تعریف قضاء شہوت ہے اور حصول لذت تو جس طرح بھی دونوں باتیں حاصل ہوں وہ اسے زنا کہتے ہیں حتیٰ کہ چوپایہ کے ساتھ بھی اگر ایسا ہو تو ان کے نزدیک زنا لازم آئے گا۔

اور امام اعظم رحمہ اللہ کے نزدیک یہ نہیں۔

وہ فرماتے ہیں کہ لذت وقضاء شہوت اس راہ سے کرنا زنا ہے جو طبع سلیم میں مرغوب ہے۔ رہا طبائع خبیثہ کا رجحان اس پر بوجہ حرمت قضاء قاضی ہے خواہ وہ جلانا ہو خواہ چھت سے گرانا یا یونہی مار پیٹ کر چھوڑ دینا۔

زنا کے متعلق اسلام ہی مخالف نہیں ہے۔

بلکہ عقلاء کی جماعت بھی ادلہ عقلیہ سے اسے فحش اور بے حیائی کہتی ہے اور دیگر ادیان وملل میں بھی یہ برا سمجھا گیا ہے۔

اسلام میں تو قرآن پاک میں متعدد جگہ اس کی برائی فرمائی وَلَا تَقْرَبُوا الزِّنٰٓی اِنَّہٗ کَانَ فَاحِشَۃً ؕ وَسَآءَ سَبِیْلًا۔

یعنی زنا کے قریب بھی نہ جاؤ یہ بے حیائی اور فحش کاری اور بہت بری راہ ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تو اس سے مجتنب رہنے پر اتنی تاکید فرمائی کہ بدنیتی سے کسی عورت کو دیکھنا بھی زنا فرمایا۔

شہوت سے ہاتھ لگانے کو زنا بتایا۔ حتیٰ کہ ان میں کسی عورت کے ساتھ ایسا خیال کرنا بھی حرام قرار دیا اور اس فعل قبیح کی شامت پر

سینکڑوں بلاؤں کا نزول بتایا

دشمن کا غلبہ

رزق میں تنگی

عزت وہیبت کی بربادی

عمر میں کوتاہی

ملک و دولت کی بربادی

انواع واقسام کی بیماریوں کی تولید

روح پر تاریکی آنے سے مرنے کے بعد اندھیری اور عذاب آخرت آگ کی شکل میں ملنا

عوام میں مقہور ہونا

خواص کی نظروں میں اس سے تنفر

دعا کا بے اثر ہو جانا وغیرہ وغیرہ اثرات ونتائج ہیں۔

''حضرت موسیٰ علیہ السلام کی شریعت میں زنا کی سزا''

جان سے مار ڈالنا تھی۔ کتاب احبار باب بستم جملۂ عاشر توریت میں ہے:

''وہ جو دوسرے کی جورو یا اپنے پڑوسی کی جورو سے زنا کرے وہ دونوں قتل کئے جائیں۔''

اور 19 باب کے درس دوم میں ہے:

''غیر کی لونڈی غیر کی منگیتر کے ساتھ زنا کی سزا میں صرف کوڑے مارے جائیں۔''

اور جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پاس ایک زنا کار عورت کو مارنے کے لئے لائے تو آپ نے حد نہ ماری نہ حد مارنے کا حکم دیا اس لئے کہ عیسوی شریعت میں زنا پر کوئی حد نہیں اور شاید اسی اصل کے ماتحت انگریزی قانون میں زنا صرف شوہر دار عورت کے ساتھ مباشرت کرنے کا نام زنا رکھا گیا اور اس کی سزا بھی ہلکی سی رکھ دی گئی۔

اور نئی روشنی کی تاریکی کے ناتے اپنی عیش پرستی میں اسی کو پسند بھی کرتے ہیں۔

حالانکہ انجیل میں یہ واقعہ یُحَرِّفُوْنَ الْكَلِمَ عَنْ مَّوَاضِعِهٖ کے ماتحت ہی ہو سکتا ہے ورنہ ہم اصل انجیل میں اسے تسلیم کرنے کے لئے ہرگز تیار نہیں۔

چنانچہ قرآن کریم نے اس قسم کی تحریفات کو مٹانے کے لئے اول اَلزَّانِیَةُ وَالزَّانِیْ فَاجْلِدُوْا كُلَّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا مِائَةَ جَلْدَةٍ فرمایا اور تاکید کی کہ اس سزا میں ہرگز فروگذاشت اور نرمی اور ترس نہ ہو بلکہ یہ سزا عبرت دلانے کی غرض سے ایک جماعت مومنین کی موجودگی میں دی جائے۔

اس میں شک نہیں کہ ابتداء میں زنا کی سزا شادی شدہ کے لئے گھر میں موت آنے تک قید رکھنا تھی اور باکرہ غیر شادی شدہ کے لئے محض زجر و توبیخ۔ جیسا کہ ارشاد ہے:

وَالّٰتِیْ یَاْتِیْنَ الْفَاحِشَةَ مِنْ نِّسَآىٕكُمْ فَاسْتَشْهِدُوْا عَلَیْهِنَّ اَرْبَعَةً مِّنْكُمْ ۚ فَاِنْ شَهِدُوْا فَاَمْسِكُوْهُنَّ فِی الْبُیُوْتِ حَتّٰی یَتَوَفّٰىهُنَّ الْمَوْتُ اَوْ یَجْعَلَ اللّٰهُ لَهُنَّ سَبِیْلًا ﴿۱۵﴾ وَالَّذٰنِ یَاْتِیٰنِهَا مِنْكُمْ فَاٰذُوْهُمَا ۚ فَاِنْ تَابَا وَاَصْلَحَا فَاَعْرِضُوْا عَنْهُمَا ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ تَوَّابًا رَّحِیْمًا ﴿۱۶﴾۔

اسی طرح لونڈی غلام جو اس قسم کے فواحش کا ارتکاب کرتے تو انہیں جوتے مار کر طمانچے لگا کر چھوڑ دیا جاتا تھا۔

لیکن پھر یہ حکم بدل گیا۔ اور زبان مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثنا سے شادی شدہ کی سزا رجم یعنی سنگساری مقرر ہوئی اور غیر شادی شدہ کی سزا سو کوڑے رکھے گئے اور نفاذ حکم میں اللہ تعالیٰ نے ہمیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سپرد کیا جیسا کہ ارشاد ہے:

وَمَآ اٰتٰىكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ ۗ وَمَا نَهٰىكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا ۔ (جو تمہیں اللہ کا رسول دے اسے پکڑ لو اور جس سے تمہیں منع کرے اس سے باز آجاؤ) چنانچہ اس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہی ہمارے لئے واجب العمل ہے۔

اور باندی غلام کی سزائیں نصف بحکم قرآن حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بحال رکھیں چنانچہ ارشاد ہے بِفَاحِشَةٍ فَعَلَيْهِنَّ نِصْفُ مَا عَلَى الْمُحْصَنٰتِ مِنَ الْعَذَابِ۔

اور غلام کا یہی حکم ہے جو اسی آیت کریمہ پر قیاس کر کے قائم ہوا اور اس عموم کی تخصیص عام مخصوص البعض کے مطابق خبر احاد سے درست ہے۔

اسی وجہ میں جمہور اہل سنت متفق ہیں کہ جو مرد یا عورت محصن ہو یعنی عاقل بالغ ہو کر بحالت اسلام نکاح صحیح کر کے ایک بار بھی مباشرت کر چکا ہو پھر ایسے فعل شنیع کا مرتکب ہو تو ضرور سنگسار ہوگا چنانچہ ماعز اسلمی کا سنگسار کیا جانا بسند صحیح ثابت ہے جسے بخاری و مسلم نے روایت کیا۔

پھر یہ حکم حد تواتر تک پہنچ گیا ہے اور اس پر اجماع صحابہ منعقد ہو چکا ہے اور اسی وجہ میں غالباً وَلَا تَأْخُذْكُمْ بِهِمَا رَأْفَةٌ فِيْ دِيْنِ اللّٰهِ میں اشارۃ ارشاد ہوا۔

اور آیہ کریمہ اَلزَّانِيْ لَا يَنْكِحُ اِلَّا زَانِيَةً اَوْ مُشْرِكَةً ۫ وَّالزَّانِيَةُ لَا يَنْكِحُهَآ اِلَّا زَانٍ اَوْ مُشْرِكٌ ۚ وَحُرِّمَ ذٰلِكَ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ ۝۳ ۔

یہ حکم یا تو اس وجہ میں ہے کہ زانیہ بسا اوقات نیک مرد سے نکاح کی طرف راغب نہیں ہوتی۔

اور اگر آیۂ کریمہ کے الفاظ کو خبر تسلیم کیا جائے جیسا کہ سیاق سے ظاہر ہے تو یہ ایک عام دستور کا مذاکرہ ہوگا کہ بدکار کو بدکار یا مشرکہ عورت سے رغبت ہوتی ہے اور بدمعاش عورتوں کو تماش بین بدکار مردوں سے رغبت ہوتی ہے۔ اور یہ باہم اختلاط کرتے ہیں۔ اہل ایمان کے لئے یہ رغبت ممنوع و حرام ہے جیسا کہ سعید بن جبیر اور ابن عباس اور عکرمہ رضی اللہ عنہم نے فرمایا:

یا بالخصوص یہ آیت کریمہ ان کے حق میں ہے جن کے معاملہ میں اس کا شان نزول ہے۔

چنانچہ نسائی اور احمد روایت کرتے ہیں کہ ایک عورت جس کا نام مہزول تھا بدکار زانیہ تھی اس سے صحابی نے نکاح کرنا چاہا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت طلب کی تو اس سے نکاح کرنے کی ممانعت میں یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔

پھر چونکہ خصوصیت مورد سے بلا مخصص حکم خاص نہیں رہتا بلکہ عام ہوتا ہے بنابریں بعض ائمہ کے نزدیک زانیہ عورت سے نکاح ناجائز ہے۔

اور پارسا عورتوں سے بدکار مرد کا نکاح بھی ممنوع ہے لیکن صحیح توجیہ وہی ہے جو پہلے بیان ہو چکی اور بقصد تعطف زناکار عورتوں سے نکاح کرنا شرعاً جائز ہے۔

اور یہ تعامل عہد صحابہ میں رہا ہے۔

حتیٰ کہ زانی اپنی مزنیہ سے نکاح کر سکتا ہے۔

البتہ یہ علیحدہ بات ہے کہ فاحشہ عورت سے نکاح ناپسندیدہ ضرور ہے۔

اب قذف محصنات کا دوسرا حکم بھی اسی رکوع میں بیان ہوا۔ چنانچہ ارشاد ہے:
وَالَّذِيْنَ يَرْمُوْنَ الْمُحْصَنٰتِ۔ (اور وہ جو پارسا عورتوں پر تہمت لگائیں)
رمی پھینکنے کو کہتے ہیں یہ استعارہ قذف یعنی تہمت کے معنی میں استعمال ہوا اس لئے کہ تہمت لگانا ایک قسم کا پتھر مارنا ہے۔
اور اسی معنی میں قذف آتا ہے۔
اس آیت کریمہ میں یہ حکم ہے کہ جو کوئی کسی پارسا عورت پر تہمت زنا لگائے اور اس کے ثبوت میں چار گواہ متحد البیان نہ لا سکے تو اسے اسی درے کی سزا دی جائے گی۔
اور اس کی گواہی ہمیشہ کے لئے نامقبول ہوگی کہ وہ بوجہ فسق مردود الشہادۃ ہو چکا ہے مگر جب وہ توبہ کر لے اور نیک ہو جائے تو وہ داغ دھل جاتا ہے اس لئے کہ اللہ تعالیٰ بخشنے والا مہربان ہے۔
یہاں چند باتیں سمجھنی ضروری ہیں۔
اول یہ کہ محصنات۔ محصنہ کی جمع ہے یہ احصان سے ہے اور احصان پاکدامنی کو کہتے ہیں خواہ وہ عورت باکرہ ہو خواہ شادی شدہ اگر نیک پاک دامن ہے تو محصنہ ہے۔
اور آیہ کریمہ کا عموم بھی یہ چاہتا ہے کہ پاک دامن عورت خواہ مسلمہ مومنہ ہو خواہ کافرہ مشرکہ خواہ باندی ہو یا غریب، امیر ہو یا شریف القوم۔ لیکن فقہاء کرام نے احادیث و احکام مصطفوی پر غور کر کے احصان میں پانچ شرطیں مقرر فرمائیں۔
اسلام، عقل، بلوغ، حریت، عفت۔ اس لئے کہ اگر کافرہ پر تہمت لگائی گئی تو وہ پہلے ہی اسلام اور قانون اسلام سے منحرف ہے لہٰذا اس میں سزا نہیں بلکہ قاضی تعزیر کرے گا۔
لیکن امام زہری اور سعید بن مسیّب اور ابن ابی لیلیٰ رحمہم اللہ کے نزدیک کافرہ بھی اس میں شامل ہے۔ یعنی تہمت لگانے والا اگر ثبوت چار گواہوں سے نہ دے سکے تو کافرہ پر اسے اسی درے لگیں گے۔
باقی سب کے نزدیک دیوانی اور نابالغہ اور لونڈی بلکہ وہ زنا کار عورت جو تائب ہو چکی ہے اس پر تہمت لگانے پر قاضی کو عدم ثبوت میں تعزیر کرنے کا حق حاصل ہے۔
اگرچہ حد نہیں لگائی جائے گی اور اگرچہ آیہ کریمہ میں محض پاک دامن عورتوں پر تہمت لگانے کی سزا مذکور ہے لیکن جمہور کا اس پر اتفاق ہے کہ یہی سزا پارسا مرد پر تہمت لگانے میں بھی ہے۔
دوسرے وَالَّذِيْنَ يَرْمُوْنَ میں عموم حکم مان کر تسلیم کیا ہے کہ مسلمان ہو خواہ کافر عورت ہو خواہ مرد غلام ہو یا آزاد جو تہمت لگائے اس کو سزا دی جائے مگر یہاں بھی علماء نے لڑکے اور دیوانے کو بہ حکم حدیث نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم رُفِعَ الْقَلَمُ عَنْ ثَلَاثٍ مستثنیٰ رکھا اور ان سے حد اٹھائی البتہ قاضی کو مجاز ہے کہ وہ چاہے تو گوشمالی کر دے۔
تیسرے یہ کہ حکم آیت اپنے عموم کے اقتضاء سے یہی چاہتا تھا کہ جن پر جرم تہمت ثابت ہو سب کو یہی سزا دی جائے۔
مگر امام شافعی، امام ابوحنیفہ، امام مالک، امام ابو یوسف، امام محمد امام زفر وغیرہ رحمہم اللہ غلام یا لونڈی پر نصف سزا یعنی چالیس درے کا حکم دیتے ہیں تاکہ دوسری آیت کا خلاف لازم نہ آئے جس میں ارشاد ہے: فَاِذَآ اُحْصِنَّ فَاِنْ اَتَيْنَ بِفَاحِشَةٍ فَعَلَيْهِنَّ نِصْفُ مَا عَلَى الْمُحْصَنٰتِ مِنَ الْعَذَابِ۔ اس آیت کریمہ میں باندی کی سزا نصف تھی لہٰذا وہی

نصف ہر مقام پر رکھی گئی۔

اور امام جعفر بن محمد اپنے والد سے راوی ہیں کہ مولائے کائنات حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا بھی یہی فتویٰ ہے۔

اور بعض نے اس میں اختلاف کیا ہے جیسے امام اوزاعی اور عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما کہ وہ پوری سزا کے حق میں ہیں یہ محض اختلاف ہے جس سے مسئلہ مختلف فیہ ہو گیا۔

اِلَّا الَّذِیْنَ تَابُوْا مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ وَاَصْلَحُوْا۔ پر محققین کا اختلاف ہے۔

چنانچہ شعبی رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ یہ استثناء تمام پہلے جملوں سے ہے یعنی فَاجْلِدُوْهُمْ ثَمٰنِیْنَ جَلْدَةً اور لَا تَقْبَلُوْا لَهُمْ شَهَادَةً اَبَدًا۔ یعنی توبہ کے بعد نہ اسے اسی درے لگائے جائیں نہ وہ مردود الشہادۃ رہے نہ وہ فاسق ہے۔

اور ابن عباس اور عمر اور سعید بن جبیر مجاہد و عطا امام مالک و شافعی علیہم رضوان فرماتے ہیں یہ استثناء آخر کے دو جملوں سے ہے یعنی توبہ کے بعد وہ مقبول الشہادۃ ہو جائے گا اور وہ فاسق نہ رہے گا۔

علامہ نخعی اور امام ہمام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ یہ استثناء صرف اُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ سے ہے جس کا فائدہ یہ ہوگا کہ بعد توبہ وہ فاسق نہ رہے گا لیکن اس پر حد ضرور قائم ہوگی اور اَبَدًا وہ مردود الشہادۃ رہے گا۔ جیسے چوری یا دیگر جرائم توبہ کرنے سے عنداللہ معاف ہو جاتے ہیں۔

لیکن سزا دینا جو قاضی دیتا ہے بدستور رہتی ہے اور مردود الشہادۃ ہونا بھی سزا دینا ہے۔ یہ بدستور رہنی چاہئے۔

عام جرائم میں دو گواہ اور زنا میں چار گواہ کیوں رکھے گئے؟

اس کی دو وجہ بظاہر معلوم ہوتی ہیں:

اول تو پردہ پوشی اور اضاعت جان کی محافظت۔

دوسرے یہ جرم دو کے بغیر متحقق نہیں ہوتا لہٰذا دو گواہ عورت پر دو مرد پر ہونے چاہئیں۔ تو چار ہی ضروری ہوئے۔

تیسرا حکم اپنی بیوی پر تہمت لگانے کا ہے۔ چنانچہ ارشاد ہے:

وَالَّذِیْنَ یَرْمُوْنَ اَزْوَاجَهُمْ وَلَمْ یَكُنْ لَّهُمْ شُهَدَآءُ۔

جو اپنی بیوی پر زنا کی تہمت لگائے اور اسے چار گواہ نہ ملیں۔ تو یہاں بھی قیاس کا اقتضاء یہی تھا کہ اسی درے سے اسے سزا دی جائے مگر غیر عورت پر تہمت لگانا عداوۃً ہو سکتا ہے یا اسے رسوا کرنے کی غرض سے بھی ایسا کیا جا سکتا ہے۔

لیکن اپنی بیوی پر ایسا اتہام لگانے میں اس کی اپنی بھی رسوائی ہے اس لئے کوئی سلیم الفطرت اپنی بیوی پر اس قسم کے الزامات گوارہ نہیں کرتا۔

دوسرے ایسے موقع پر چار گواہ بہم پہنچانا بھی مشکل ہوتا ہے۔

بنابریں اس معاملہ میں دونوں کی رعایت ملحوظ رکھ کر ایک علیحدہ قانون پیش فرمایا اور اس کا نام رکھا۔

لعان

لعان کا حکم یہ ہے کہ اس کے بعد زوجین میں بینونت واقع ہو جاتی ہے اور نکاح نہیں رہتا اور کبھی اس مرد کو اس عورت سے نکاح جائز نہیں۔

اور جو اس حمل سے بچہ پیدا ہوگا جس پر لعان کیا گیا وہ اس مرد کا نہیں کہلائے گا۔

اور امام ہمام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کے نزدیک لعان ہی طلاق متصور ہوگی۔

اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک یہ فسخ نکاح کہلائے گا۔

امام مالک اور شافعی کے نزدیک لعان میں آزاد، غلام، مسلمان، ذمی سب پر ایک حکم ہے۔

زہری اور اوزاعی اور امام ابو حنیفہ علیہم رضوان فرماتے ہیں کہ لعان مسلمان آزاد میں محدود ہے یعنی جو اہل الشہادۃ ہو اور عورت کے قاذف پر حد قائم ہو سکتی ہو۔

بخاری و مسلم میں سہل بن سعد سے مروی ہے کہ عویمر نے عاصم بن عدی سے کہا کہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے حاضر خدمت ہو کر سوال کرے کہ اگر کوئی اپنی بیوی کے پاس کسی غیر مرد کو پائے تو کیا کرے اسے جان سے مار سکتا ہے یا نہیں؟

چنانچہ عاصم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر آئے اور سوال کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سوال کو کراہت کی نظر سے دیکھا اور کوئی جواب نہ دیا۔

عویمر کو جب کوئی جواب نہ ملا تو انہوں نے کہا اچھا میں خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کروں گا۔

چنانچہ عویمر نے سوال کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تیرے لئے یہ حکم آیا ہے۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس میں ائمہ کا اختلاف ہے کہ کس کے حق میں یہ آیتیں نازل ہوئیں۔

بعض کہتے ہیں عویمر کے حق میں یہ آیتیں نازل ہوئیں۔

بعض کہتے ہیں بلال بن امیہ کے حق میں اتریں۔

بعض کہتے ہیں پہلے بلال بن امیہ کا مقدمہ آیا پھر اسی وقت عویمر بھی یہ سوال لائے۔

رمی محصنہ کہتے ہیں کسی پر اتہام لگانے کو۔

اور وَالَّذِیْنَ یَرْمُوْنَ اَزْوَاجَهُمْ وَلَمْ یَكُنْ لَّهُمْ شُهَدَآءُ اِلَّاۤ اَنْفُسُهُمْ فَشَهَادَةُ اَحَدِهِمْ اَرْبَعُ شَهٰدٰتٍۭ بِاللّٰهِ ۙ اِنَّهٗ لَمِنَ الصّٰدِقِیْنَ۔ اور وہ جو اپنی بیویوں پر تہمت لگاتے ہیں اور ان کے لئے بجز اپنے کوئی گواہ نہیں تو ان کی شہادت یہی ہے کہ ہر ایک چار بار اللہ کی قسم کھائے اور کہے بے شک وہ (یعنی میں) سچا ہوں۔

وَالْخَامِسَةُ اَنَّ لَعْنَتَ اللّٰهِ عَلَیْهِ اِنْ كَانَ مِنَ الْكٰذِبِیْنَ۔ اور پانچویں بار یہ کہے کہ اس پر (یعنی مجھ پر) اللہ کی لعنت اگر میں جھوٹا ہوں۔

چونکہ اپنی بیوی پر بلا وجہ تہمت لگانا عادۃً ممکن نہیں اس لئے کہ اس میں اس کی اپنی بے عزتی ہوتی ہے اس پر اس وجہ میں اسی دروں کی بجائے یہ قسم رکھی گئی۔ اور یہ چار قسم بمنزلہ چار گواہ کے قرار دی گئی اور پانچویں بار اسے اپنے اوپر لعنت لینی ہوگی۔ تو اس قسم اور لعنت کے بعد مرد پر سے الزام تہمت اٹھ جائے گا اور اسی درے سے بچ جائے گا۔

اب رہی عورت تو اس کے لئے دو حکم ہیں۔

اول یہ کہ اگر وہ اقرار زنا کر لے تو سنگسار کی جائے گی۔

اور اگر وہ سنگساری سے بچنا چاہے تو یہ حکم ہے۔

وَيَدْرَؤُا عَنْهَا الْعَذَابَ اَنْ تَشْهَدَ اَرْبَعَ شَهٰدٰتٍ بِاللّٰهِ ۙ اِنَّهٗ لَمِنَ الْكٰذِبِيْنَ۔ اور دفع کرے عورت اپنے سے حکم رجم اس سے کہ اللہ کو گواہ کرے چار گواہوں سے کہ وہ یعنی اس کا خاوند جھوٹا ہے۔

وَالْخَامِسَةَ اَنَّ غَضَبَ اللّٰهِ عَلَيْهَاۤ اِنْ كَانَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ۔ اور پانچویں بار کہے کہ اللہ کا غضب اس پر (یعنی مجھ پر) اگر وہ مرد سچا ہے۔

اس کے بعد دونوں میں قاضی تفریق کردے گا اور یہ لعان ہی بمنزلہ طلاق ہوگا۔ یہ ہے خلاصہ حکم لعان کا۔ رکوع ختم۔

مختصر تفسیر اردو پہلا رکوع - سورۃ نور - پ ۱۸

سُوْرَةٌ۔ یہ مبتداء محذوف کی خبر ہے یعنی یہ سورۃ ہے۔

اَنْزَلْنٰهَا۔ جسے ہم نے نازل فرمایا۔ گویا ارشاد ہے: اَیْ مِمَّا یُتْلٰی عَلَیْکُمْ اَوْ فِیْمَا اَوْحَیْنَا اِلَیْکَ کہ جو کچھ تم پر آیات تلاوت کی گئیں اور جو کچھ اے محبوب آپ پر وحی ہوئی اس میں یہ سورۃ مبارکہ دستور و قانون اسلامی کی خصوصیت سے حامل ہے جس میں

وَفَرَضْنٰهَا۔ ہم نے احکام نازل کئے وَاَنْزَلْنَا فِيْهَاۤ اٰيٰتٍۭ بَيِّنٰتٍ لَّعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ اور اس میں روشن آیتیں نازل فرمائیں تا کہ تم نصیحت پکڑو۔

گویا فرمایا کہ اَنْزَلْنَا السُّوْرَةَ حَالَ كَوْنِهَا سُوْرَةً عَظِیْمَةً وَّ فَرَضْنَا اَحْكَامَهَا۔ ہم نے یہ سورۃ عظیمہ نازل فرمائی جس میں خاص احکام لازم و واجب فرمائے اور روشن طریقہ سے تفصیل بیان فرمائی۔ تا کہ تم ان احکام سے تعلیم و تذکیر حاصل کرو۔ اس کے بعد اول احکام زنا صادر ہوئے چنانچہ ارشاد ہے:

اَلزَّانِيَةُ وَالزَّانِيْ فَاجْلِدُوْا كُلَّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا مِائَةَ جَلْدَةٍ ۪ وَّلَا تَاْخُذْكُمْ بِهِمَا رَاْفَةٌ فِيْ دِيْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ۚ وَلْيَشْهَدْ عَذَابَهُمَا طَآئِفَةٌ مِّنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ۲۔

زانیہ عورت اور زانی مرد دونوں کو سو کوڑے علیحدہ علیحدہ مارو اور ان کی اس سزا میں اپنے دل میں کسی قسم کا ترس نہ کرو اگر تم اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتے ہو اور بوقت سزا لازم ہے کہ ایک جماعت مومنین وہاں حاضر رکھی جاوے۔

آلوسی رحمہ اللہ حکم سزا میں فرماتے ہیں: اَلَّتِیْ زَنَتْ وَالَّذِیْ زَنٰی فَاجْلِدُوْا۔ وہ عورت جو زنا کرائے اور وہ مرد جو زنا کرے دونوں کو سو کوڑے مارے جائیں۔

اس پر آلوسی طریقہ تعزیر پر تصریح فرماتے ہیں: فَاِنَّ الْاَخْبَارَ قَدْ دَلَّتْ عَلٰی اَنَّ الزَّانِیَةَ وَالزَّانِیَ یُضْرَبَانِ بِسَوْطٍ لَا عُقْدَةَ فِیْهِ وَلَا فَرْعَ لَهٗ ــ وَقِیْلَ اِنَّ كَوْنَ الْجَلْدِ بِسَوْطٍ كَذٰلِكَ كَانَ فِیْ زَمَنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ بِاِجْمَاعِ الصَّحَابَةِ۔

احادیث سے ثابت ہے کہ زانیہ اور زانی ایسے چابک سے مارے جاتے تھے کہ اس میں کوئی گرہ اور شاخیں نہ ہوتی تھیں۔

اور ایک قول ہے کہ جلد چابک سے کیا جاتا تھا یہی عہد فاروق رضی اللہ عنہ میں بہ اجماع ہوا۔ روح المعانی

وَ قِیْلَ اَمَّا قَبْلَهٗ فَكَانَ تَارَةً بِالْیَدِ وَ تَارَةً بِالنَّعْلِ وَتَارَةً بِالْجَرِیْدَةِ الرَّطْبَةِ وَ تَارَةً بِالْعَصَا۔

اور کہتے ہیں اس سے قبل جو سزائیں دی جاتی تھیں وہ کبھی ہاتھ سے کبھی جوتے سے کبھی ہری چھڑی (شاخ) سے اور کبھی

ڈنڈے سے۔

اور سزا دیتے وقت سوا پاجامہ کے کپڑے اتارے جائیں۔ اور پاجامہ ستر عورت کے لحاظ سے نہیں اتارا جائے گا۔

امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک سزا کے وقت اگر ایک یا دو قمیص ہوں تو نہ اتاری جائیں۔

وَرَوٰی عَبْدُالرَّزَّاقِ بِسَنَدِهٖ عَنْ عَلِیٍّ کَرَّمَ اللّٰهُ وَجْهَهٗ اَنَّهٗ اُتِیَ بِرَجُلٍ فِیْ حَدٍّ فَضَرَبَهٗ وَعَلَیْهِ کَسَآءٌ قُسْطَلَانِیٌّ۔ زمانہ علی کرم اللہ وجہہ میں ایک شخص حد میں گرفتار لایا گیا تو آپ نے اسے سزا دی ایسے حال میں کہ اس پر چادر تھی۔

اور عورت سے کپڑے جدا نہ کئے جائیں۔ اس لئے کہ ضرب کا حکم مطلقاً ہے لیکن کوٹ یا لبادہ اگر ہو تو وہ اتارا جائے۔

وَمِنْ هُنَا قَالَ اِذَا کَانَ مَنْ عَلَیْهِ الْحَدُّ ضَعِیْفُ الْخِلْقَةِ فَخِیْفَ عَلَیْهِ الْهِلَاکُ یُجْلَدُ جَلْدًا خَفِیْفًا۔ اور جس پر حد لازم ہوا گر وہ ضعیف ہے اور خوف ہلاک ہے تو اسے ہلکے چابک لگائے جائیں۔

وَ کَذَا قَالُوْا یُفَرَّقُ الضَّرْبُ عَلٰی اَعْضَاءِ الْمَحْدُوْدِ لِاَنَّ جَمْعَهٗ فِیْ عُضْوٍ قَدْ یُفْسِدُهٗ وَ رُبَّمَا یُفْضِیْ اِلَی الْهِلَاکِ۔ اور یہ بھی فرمایا کہ ضرب متفرق جگہ اعضاء محدود میں مارے اس لئے کہ ایک جگہ کی ضرب فساد جسم میں پیدا کرتی ہے اور اکثر ہلاکت تک پہنچا دیتی ہے۔

لِاَنَّ الْهِلَاکَ غَیْرُ مَطْلُوْبٍ۔ اس لئے کہ سزا میں ہلاک کرنا مقصود نہیں ہوتا۔

وَ یَنْبَغِیْ اَنْ یَّتَّقِیَ الْوَجْهَ وَالْمَذَاکِیْرَ۔ اور چاہئے کہ چہرہ کو ضرب سے بچائے اور مقامات ذکر و خصیتین وغیرہ کو بھی۔

لِمَارُوِیَ مَوْقُوْفًا عَنْ عَلِیٍّ کَرَّمَ اللّٰهُ وَجْهَهٗ اَنَّهٗ اُتِیَ بِرَجُلٍ سَکْرَانَ اَوْ فِیْ جَدٍّ فَقَالَ اضْرِبْ وَاَعْطِ کُلَّ عُضْوٍ حَقَّهٗ وَاتَّقِ الْوَجْهَ وَالْمَذَاکِیْرَ وَکَذَا الرَّأْسَ لِاَنَّهٗ مَجْمَعُ الْحَوَاسِ الْبَاطِنَةِ فَرُبَمَا یُفْسِدُ وَهُوَ الْهِلَاکُ۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی عدالت میں ایک نشہ میں مجرم لایا گیا یا سزا کے لئے پیش کیا گیا تو آپ نے حکم دیا کہ اسے مارو لیکن اعضاء کی محافظت رکھو اور منہ اور مقامات ذکر اور ایسے ہی سر بچاؤ اس لئے کہ وہ حواس باطنی کا خزانہ ہے تو اکثر اتنا فساد آجاتا ہے کہ ہلاکت تک نوبت آجائے۔

وَرُوِیَ عَنْهُ اَنَّهُ اسْتَثْنَی الْبَطْنَ وَالصَّدْرَ۔ اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے یہ بھی مروی ہے کہ ضرب دینے سے شکم اور سینہ بچایا جائے۔ اس لئے کہ

کَانَ الضَّرْبُ فِیْ زَمَانِهٖ کَالضَّرْبِ الَّذِیْ یَفْعَلُهٗ ظَلَمَةُ زَمَانِنَا۔ اس لئے کہ آپ کے زمانہ میں ایسی ضرب دی جاتی تھی جیسے ہمارے زمانہ کے ظالم دیتے ہیں۔

چنانچہ میں نے زمانہ حبس بجن میں جبکہ ہزار ہا جانبازان اسلام قید میں تھے دیکھا کہ ایک مرزائی آئی جی جیل نے فدائے ختم نبوت اسیر کو ٹکٹکی سے بندھوا کر ان بیدوں سے پٹوایا جو پانی میں بھیگی ہوئی تھیں اور اس نے چیر کران میں سیفٹی ریز رلگائے تھے۔ اس پر ہر ضرب کے ساتھ سرین کی بوٹیاں اڑ اڑ کر درختوں میں پناہ لیتی تھیں اور چیل کوؤں کی آغوش شکم میں چھپ جاتی

تھیں والعیاذ باللہ تعالیٰ۔

اس پر کبار صحابہ سیدنا عمر اور سیدنا علی اور ابن مسعود رضی اللہ عنہم سے مروی ہے اور حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے:

اِذَا ضَرَبَ اَحَدُكُمْ فَلْيَتَّقِ الْوَجْهَ۔ جب سزا دو تو چہرہ بچاؤ۔

پھر مرد کو کھڑے ہوئے کو سزا دی جائے اور عورت کو بٹھا کر۔

اور اگر مرد سزا کے وقت ضربوں کو روکے اور نہ ٹھہرے یا صبر نہ کرے تو اسے بضرورت باندھنے میں حرج نہیں خواہ کسی ستون سے باندھیں یا کسی اور چیز سے۔

اور زنا عرف لغت میں اور شرع میں کسے کہتے ہیں؟

مرد کا عورت کے ساتھ آگے کی طرف سے وطی کرنا بحالت غیر ملکیت اور اس میں دونوں کا عاقل اور بالغ ہونا شرط ہے اور یہ فعل عورت مرد میں مشترک ہے۔

اسی بناء پر لَاحَدَّ عَلَى الصَّبِيِّ وَالْمَجْنُوْنِ وَمَنْ اَكْرَهَهُ السُّلْطَانُ وَلَا عَلٰى مَنْ اَوْلَجَ فِيْ دُبُرٍ اَوْفِيْ فَرْجِ صَغِيْرَةٍ غَيْرِ مُشْتَهَاةٍ اَوْ مَيْتَةٍ اَوْ بَهِيْمَةٍ وَلَا عَلٰى مَنْ زَنٰى فِيْ دَارِالْحَرْبِ وَلَا عَلٰى مَنْ زَنٰى مَعَ شُبْهَةٍ۔ بچہ پر حد نہیں، مجنون پر نہیں اور نہ اس پر جسے اکراہ سلطانی سے زنا کرنا پڑے اور نہ اس پر حد ہے جو دبر میں ایلاج کرے نہ نابالغہ غیر مشتہاۃ سے زنا میں نہ مری ہوئی سے زنا کرنے پر نہ حیوان کے ساتھ ایسی بے حیائی کرنے پر حد ہے اور نہ اس پر حد ہے جو دارالحرب میں زنا کرے اور نہ اس پر کوئی حد ہے جو کسی شبہ میں زنا کرے۔

لیکن اس سے معترض یہ زبان طعن دراز نہیں کرسکتا کہ معاذ اللہ جب حد ہی نہیں تو یہ اسلام میں جائز ہے۔ یہاں یہ اصول سمجھ لینا ضروری ہے کہ جرم دو قسم کا ہے ایک وہ جس پر حد شریعت میں مقرر ہو۔ اور ایک جرم وہ ہے جس پر حد مقرر نہیں لیکن حرام ضرور ہے اور اس جرم پر قاضی تعزیر کرے گا خواہ جلا دے خواہ چھت سے گروا دے خواہ اسے پٹوائے۔

پھر یہ حکم جلد عام ہے محصنہ اور غیر محصنہ میں لیکن آلوسی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لٰكِنْ نُسِخَ فِيْ حَقِّ الْمُحْصَنِ قَطْعًا فَاِنَّ الْحُكْمَ فِيْ حَقِّهِ الرَّجْمُ وَيَكْفِيْنَا فِيْ تَعْيِيْنِ النَّاسِخِ الْقَطْعُ بِاَمْرِهٖ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالرَّجْمِ وَفِعْلِهٖ فِيْ زَمَانِهٖ عَلَيْهِ السَّلَامُ مَرَّاتٍ فَيَكُوْنُ مِنْ نَسْخِ الْكِتَابِ بِالسُّنَّةِ الْقَطْعِيَّةِ وَقَدْ اَجْمَعَ الصَّحَابَةُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَمَنْ تَقَدَّمَ مِنَ السَّلْفِ وَعُلَمَاءِ الْاُمَّةِ وَاَئِمَّةِ الْمُسْلِمِيْنَ عَلٰى اَنَّ الْمُحْصَنَ يُرْجَمُ بِالْحِجَارَةِ حَتّٰى يَمُوْتَ وَاِنْكَارُ الْخَوَارِجِ ذٰلِكَ بَاطِلٌ لِاَنَّهُمْ اِنْ اَنْكَرُوْا حُجِّيَّةَ اِجْمَاعِ الصَّحَابَةِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ فَجَهْلٌ مُّرَكَّبٌ وَاِنْ اَنْكَرُوْا وُقُوْعَهٗ مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِاِنْكَارِ هِمْ حُجِّيَّةَ خَبَرِ الْوَاحِدِ فَهُوَ بَعْدَ بُطْلَانِهٖ بِالدَّلِيْلِ لَيْسَ مِمَّا نَحْنُ فِيْهِ لِاَنَّ ثُبُوْتَ الرَّجْمِ مِنْهُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُتَوَاتِرَةُ الْمَعْنٰى كَشُجَاعَةِ عَلِيٍّ كَرَّمَ اللّٰهُ وَجْهَهٗ وَجُوْدِ حَاتِمٍ۔

لیکن یہ حکم جلد محصنہ یعنی شادی شدہ کے حق میں قطعاً منسوخ ہوگیا۔

اس لئے کہ اس کے حق میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے رجم کا حکم دیا ہے۔

اور ہمارے صرف اور صرف حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم قطعاً ناسخ حکم اول ہونے کو کافی ہے جبکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے محصنہ کو رجم کرنے کا حکم دیا اور اس پر عہد رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم پر چند بار عمل ہوا۔

تو یہ حکم ناسخ کتاب ہے اس لئے کہ یہ سنت قطعی ہے۔

پھر میں عرض کروں گا کہ یہ نسخ بھی کتاب اللہ سے ماننا پڑے گا جبکہ کتاب اللہ وَمَآ اٰتٰىكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهٰىكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا۔ فرما رہی ہے۔

اور اس پر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا اجماع منعقد ہو چکا ہے اور متقدمین سلف اور علماء امت اور ائمہ کرام سب متفق ہیں کہ محصنہ کو رجم پتھروں سے کیا جائے۔ حتیٰ کہ وہ مر جائے۔

البتہ خوارج کا فرقہ اس سے منکر ہے مگر وہ باطل ہے۔

اس لئے کہ وہ اگر انکار کر رہے ہیں حجیت اجماع صحابہ سے تو جہل مرکب ہے اور اگر اس سے انکاری نہیں کہ یہ واقعہ عہد رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم میں ہوا ہی نہیں اور خبر احاد اس میں حجت نہیں تو بغیر بطلان دلیل ہم کہیں گے کہ رجم والی احادیث کا ثبوت متواتر المعنی ہے جیسے شجاعت علی رضی اللہ عنہ اور جود حاتم متواتر المعنی ہے۔

آگے فرماتے ہیں کہ اگر یہی طریقہ تحقیق مان لیا جائے تو تمام مسلمانوں کے اعمال واجبہ جو بجز متواتر المعنی ثابت ہیں انہیں متواتر لفظاً بھی مانا گیا ہے اور ان پر عہد رسالت سے آج تک عمل چلا آ رہا ہے سب بے شمار ہو جائیں گے۔ البتہ جو صحابہ کرام اور عامہ مسلمین کی راہ سے منحرف ہو جائے وہ اپنی جہالت میں پڑا رہے چنانچہ آگے فرماتے ہیں:

وَ لِذَا حِيْنَ عَابُوْا عَلٰى عُمَرَ بْنِ عَبْدِالْعَزِيْزِ فِي الْقَوْمِ بِالرَّجْمِ مِنْ كَوْنِهٖ لَيْسَ فِيْ كِتَابِ اللّٰهِ تَعَالٰى اَلْزَمَهُمْ بِاَعْدَادِ الرَّكْعَاتِ وَمَقَادِيْرِ الزَّكٰوةِ فَقَالُوْا مِنْ فِعْلِهٖ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَعَامَّةِ الْمُسْلِمِيْنَ۔

ایسے جب عہد عمر بن عبدالعزیز میں اعتراض ہوا کہ رجم قرآن کریم میں نہیں تو آپ نے الزام دیا کہ صلوٰۃ پنجگانہ کی تعداد رکعات اور حولان حول کے بعد چالیسواں حصہ زکوٰۃ کا حکم بھی قرآن کریم میں نہیں تو انہوں نے کہا لیکن یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے تعامل کے ماتحت ہم پر فرض قطعی ہے اور اسی پر صحابہ کرام سے لے کر آج تک عامہ مسلمین کا عمل ہے۔

اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے پہلے فرما دیا تھا جو بخاری شریف میں مروی ہے:

خَشِيْتُ اَنْ يَّطُوْلَ بِالنَّاسِ زَمَانٌ حَتّٰى يَقُوْلَ قَائِلٌ لَا نَجِدُ الرَّجْمَ فِيْ كِتَابِ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ فَيُضِلُّوْا بِتَرْكِ فَرِيْضَةٍ اَنْزَلَهَا اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ اَلَا وَاِنَّ الرَّجْمَ حَقٌّ عَلٰى مَنْ زَنٰى وَقَدْ اُحْصِنَ اِذَا قَامَتِ الْبَيِّنَةُ اَوْ كَانَ الْحَبَلُ اَوِ الْاِعْتِرَافُ۔

حضرت عمر فرماتے ہیں کہ مجھے خوف ہے کہ زمانہ طویل ہو جائیں گے بعد لوگوں میں یہ چہ میگوئیاں ہونے لگیں اور کہنے والا کہہ بیٹھے کہ رجم کتاب اللہ میں ہم نہیں پاتے تو اس فرض کے ترک کی وجہ میں گمراہ ہوں گے جو اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا۔

خبردار رجم یقیناً حق ہے اس پر جو محصن ہو کر زنا کرے جبکہ اس پر بینہ قائم ہو جائے یا حمل حرام ثابت ہو یا وہ خود اعتراف زنا کرے۔

اور ابوداؤد شریف میں ہے: اَنَّهُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ خَطَبَ وَقَالَ اِنَّ اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ بَعَثَ مُحَمَّدًا صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْحَقِّ وَاَنْزَالَ عَلَيْهِ كِتَابًا فَكَانَ فِيْمَا اُنْزِلَ عَلَيْهِ ايَةَ الرَّجْمِ يَعْنِيْ بِهَا قَوْلَهُ تَعَالٰى۔

"اَلشَّيْخُ وَالشَّيْخَةُ اِذَا زَنَيَا فَارْجُمُوْهُمَا اَلْبَتَّةَ نَكَالًا مِّنَ اللّٰهِ وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ"

فَقَرَاْنَاهَا وَوَعَيْنَاهَا اِلٰى اَنْ قَالَ وَاِنِّيْ خَشِيْتُ اَنْ يَّطُوْلَ بِالنَّاسِ زَمَانٌ فَيَقُوْلَ قَائِلٌ لَا نَجِدُ الرَّجْمَ اَلْحَدِيْث بِمَطْرُقِهِ۔

اور ابوداؤد میں فاروق اعظم رضی اللہ عنہ سے ہے کہ آپ نے خطبہ دیا اور فرمایا بے شک اللہ عزوجل نے حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا اور آپ پر قرآن کریم نازل کیا اور اس میں جو کچھ اتارا اس میں آیات رجم بھی ہیں چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا الشیخ و الشیخة الی آخرہ۔

تو اسے ہم نے پڑھا اور یاد رکھا۔ آخر میں فرمایا میں ڈرتا ہوں کہ مرور زمانہ کے بعد کہنے والا کہے گا کہ ہم نے رجم قرآن کریم میں نہیں پایا۔ الی آخر الحدیث

اور فرمایا: لَوْلَا اَنْ يُّقَالَ اِنَّ عُمَرَ زَادَ فِي الْكِتَابِ لَكَتَبْتُهَا عَلٰى حَاشِيَةِ الْمُصْحَفِ الشَّرِيْفِ۔ اور اگر یہ نہ ہوتا کہ لوگ کہتے کہ عمر نے قرآن کریم میں یہ آیت بڑھا دی تو ضرور میں اسے حاشیہ مصحف پر لکھ دیتا۔

علامہ ابن ہمام رحمہ اللہ اس بحث کا فیصلہ یوں فرماتے ہیں:

اَلنَّاسِخُ السُّنَّةُ الْقَطْعِيَّةُ اَدَلُّ مِنْ كَوْنِ النَّاسِخِ مَاذُكِرَ مِنَ الْاٰيَةِ لِعَدَمِ الْقَطْعِ بِثُبُوْتِهَا قُرْاٰنًا ثُمَّ نُسِخَ تِلَاوَتُهَا وَاِنْ ذَكَرَهَا عُمَرُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ وَسَكَتَ النَّاسُ فَاِنَّ كَوْنَ الْاِجْمَاعِ السُّكُوْتِيِّ حُجَّةً مُخْتَلَفٌ فِيْهِ وَبِتَقْدِيْرِ حُجِّيَّتِهٖ لَا نَقْطَعُ بِاَنَّ جَمِيْعَ الْمُجْتَهِدِيْنَ مِنَ الصَّحَابَةِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ كَانُوْا اِذْ ذَاكَ حُضُوْرًا ثُمَّ لَا شَكَّ فِيْ اَنَّ الطَّرِيْقَ فِيْ ذٰلِكَ اِلٰى عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ ظَنِّيٌّ وَلِهٰذَا وَاللّٰهُ تَعَالٰى اَعْلَمُ۔

اس کے بعد علامہ آلوسی رحمہ اللہ روح المعانی میں فرماتے ہیں:

قَالَ عَلِيٌّ كَرَّمَ اللّٰهُ تَعَالٰى وَجْهَهُ حِيْنَ جَلَدَ شَرَاحَةَ ثُمَّ رَجَمَهَا جَلَدْتُّهَا بِكِتَابِ اللّٰهِ وَرَجَمْتُهَا بِسُنَّةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ وَلَمْ يُعَلِّلِ الرَّجْمَ بِالْقُرْاٰنِ الْمَنْسُوْخِ التِّلَاوَةِ۔ جب شراحہ کو حد لگائی گئی تو انہیں کوڑے مارے پھر رجم کیا تو کوڑے بموجب کتاب اللہ لگائے اور رجم بحکم محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا اور اس حدیث سے استدلال کیا جو ابوداؤد میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اَلثَّيِّبُ بِالثَّيِّبِ جَلْدُ مِائَةٍ وَّرَمْيٌ بِالْحِجَارَةِ۔

اور احناف کے نزدیک تحقیق یہ ہے کہ

لَا يُجْمَعُ بَيْنَ الرَّجْمِ وَالْجَلْدِ فِي الْمُحْصَنِ وَهُوَ قَوْلُ مَالِكٍ وَالشَّافِعِيِّ۔ رجم اور جلد محصنہ میں جمع نہ کئے جائیں۔

اور ان کی دلیل اس پر یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے محصنہ میں دونوں سزائیں جمع نہیں کیں بلکہ فرمایا اِذْهَبُوْا بِهٖ فَارْجُمُوْهُ۔ اسے لے جاؤ اور رجم کردو۔

دوسری حدیث ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت انیس کو حکم دیا کہ اس عورت سے پوچھو اگر یہ اقرار کرے تو فَارْجُمْهَا اسے رجم کرنا۔

اور حضرت ماعز کو اول تلقین کی گئی کہ وہ اپنا اعتراف بدل لیں لیکن وہ اقرار ہی کرتے رہے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اِذْهَبُوْا بِهٖ فَارْجُمُوْهُ۔ اسے لے جاؤ اور رجم کردو۔

اور ایسے واقعات حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں دو بار یا تین بار ہوئے تو کسی روایت سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جلد کے بعد رجم فرمایا بلکہ صرف رجم ہی کر دیا۔

اب یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے جلد کے بعد رجم کیوں کرایا تو اس پر آلوسی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اول وہ محصنہ نہ ثابت ہوئی ہو پھر جلد کرایا جا چکا تو محصنہ ہونا ثابت ہوا ہو تو رجم کا حکم دیا ہو۔ اس حکم کو کسی نے منظوم کیا ہے۔

شُرُوْطُ اِحْصَانٍ اَتَتْ سِتَّةٌ فَعُدَّهَا مِنَ النَّصِّ مُسْتَفْهِمَا
بُلُوْغٌ وَّ عَقْلٌ وَّ حُرِّيَّةٌ وَ رَابِعُهَا كَوْنُهٗ مُسْلِمَا
وَعَقْدٌ صَحِيْحٌ وَّ وَطْءٌ مُّبَاحٌ مَتٰى اخْتَلَّ شَرْطٌ فَلَنْ يُّرْجَمَا

محصنہ کے لئے چھ شرطیں ہیں جن سے رجم لازم آتا ہے بلوغ، عقل، حریت، اسلام، عقد صحیح، وطی مباح اگر ان میں سے کسی شرط میں اختلال واشتباہ ہو تو ہرگز رجم نہ کیا جائے۔

اور صحیحین میں عبداللہ بن عمر سے مروی ہے: اِنَّ الْيَهُوْدَ جَاءُوْا اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرُوْا لَهٗ اَنَّ اِمْرَاَةً مِّنْهُمْ وَرَجُلًا زَنَيَا فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا تَجِدُوْنَ فِي التَّوْرَاةِ فِيْ شَانِ الرَّجْمِ فَقَالُوْا نَفْضَحُهُمْ وَ يُجْلَدُوْنَ فَقَالَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ سَلَامٍ كَذَبْتُمْ فِيْمَا زَعَمْتُمْ اَنَّ فِيْهَا الرَّجْمُ فَاْتُوْا بِالتَّوْرَاةِ فَسَرَدُوْهَا فَوَضَعَ اَحَدُهُمْ يَعْنِيْ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ صُوْرِيَا يَدَهٗ عَلٰى اٰيَةِ الرَّجْمِ وَقَرَاَ مَا قَبْلَهَا وَمَا بَعْدَهَا فَقَالَ لَهٗ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ سَلَامٍ اِرْفَعْ يَدَكَ فَرَفَعَ يَدَهٗ فَاِذَا اٰيَةُ الرَّجْمِ فَقَالُوْا صَدَقَ يَا مُحَمَّدُ فَاَمَرَ بِهِمَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَرُجِمَا۔

یہودی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک مقدمہ لائے اور عرض کیا کہ ہماری قوم کی ایک عورت اور مرد نے زنا کیا ہے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم رجم کے بارے میں توریت میں کیا پاتے ہو۔ تو وہ کہنے لگے ذلیل ورسوا کرنا اور کوڑے مارنا ہے تو عبداللہ بن سلام نے فرمایا تمہارا خیال غلط ہے توریت میں رجم کا حکم ہے۔ لاؤ توریت چنانچہ لائی گئی اور اسے کھولا گیا تو ایک شخص نے جسے عبداللہ بن صوریا کہتے تھے اپنا ہاتھ آیت رجم پر رکھ کر اول اور آخر پڑھنا شروع کر دیا۔

حضرت ابن سلام نے فرمایا یہاں سے ہاتھ ہٹاؤ جب اس نے ہاتھ ہٹایا تو آیت رجم نظر آ گئی تو یہود بولے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سچ فرمایا پھر اسے رجم کا حکم دیا اور دونوں رجم کئے گئے۔

اس سے یہ امر بھی ثابت ہوا کہ ادیان وملل سابقہ میں بھی رجم محصنہ موجود تھا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس قانون کو بدستور قائم رکھا۔

دوسرے یہ مسئلہ بھی نکلا کہ عدالت شرعیہ میں اگر کوئی دوسرے مذہب کا مقدمہ آئے تو بموجب سنت سرور عالم صلی اللہ

علیہ وسلم قاضی کو انہی کے قانون کے مطابق فیصلہ دینا چاہئے آگے ارشاد ہے:

وَّ لَا تَاْخُذْكُمْ بِهِمَا رَاْفَةٌ فِيْ دِيْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَ الْيَوْمِ الْاٰخِرِ۔ اور نہ پکڑے تمہیں ان دونوں کے معاملہ میں لطف اور رحم اور شفقت دین کے حکم میں اگر تم ایمان لائے ہوئے ہو اللہ اور آخرت کے دن پر۔

اس آیت کریمہ سے چند احکام قاضی جج اور مجسٹریٹ اور ہر اس حاکم کے لئے مستنبط ہوتے ہیں جس کا تعلق فریقین کے اندر فیصلہ دینے کا ہے۔

اول یہ کہ ثبوت جرم کے بعد سفارش کرنا بھی ممنوع ہے اور حاکم کو سفارش قبول کرنا بھی حرام ہے۔ آلوسی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: قَالَ اَبُوْمِجْلَزٍ وَمُجَاهِدٌ وَّ عِكْرِمَةُ وَعَطَآءٌ اَلْمُرَادُ النَّهْيُ عَنْ اِسْقَاطِ الْحَدِّ بِنَحْوِ شَفَاعَةٍ۔ اس آیت کریمہ سے مراد سفارش کی ممانعت ہے ثبوت جرم کے بعد۔

اور ابن جریر اور ابن عمر رضی اللہ عنہما بھی یہی فرماتے ہیں: وَ فِيْ هٰذَا دَلِيْلٌ عَلٰى اَنَّهٗ لَا يَجُوْزُ الشَّفَاعَةُ فِيْ اِسْقَاطِ الْحَدِّ۔ اس آیت میں اس کی دلیل ہے کہ اسقاط حد میں شفاعت جائز نہیں۔

چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے محبوب غلام حضرت اسامہ بن زید کو فاطمہ بنت الاسود بن عبد الاسد مخزومیہ کے لئے ان کے قبیلہ والوں نے سفارش کے لئے بھیجا جبکہ اس پر کسی زیور یا تھیلی چرانے کا ثبوت ہو چکا تھا تو حضور نے حضرت اسامہ کو فرمایا:

اَتَشْفَعُ فِيْ حَدٍّ مِّنْ حُدُوْدِ اللّٰهِ تَعَالٰى ثُمَّ قَامَ فَخَطَبَ فَقَالَ اَيُّهَا النَّاسُ اِنَّمَا ضَلَّ مَنْ قَبْلَكُمْ اِنَّهُمْ كَانُوْا اِذَا سَرَقَ فِيْهِمُ الشَّرِيْفُ تَرَكُوْهُ وَاِذَا سَرَقَ الضَّعِيْفُ اَقَامُوْا عَلَيْهِ الْحَدَّ وَاَيْمُ اللّٰهِ تَعَالٰى لَوْ اَنَّ فَاطِمَةَ بِنْتَ مُحَمَّدٍ سَرَقَتْ وَحَاشَاهَا لَقَطَعْتُ يَدَهَا - وَكَمَا تَحْرُمُ الشَّفَاعَةُ يَحْرُمُ قَبُوْلُهَا۔

کیا تم حد میں سفارش کرتے ہو حدود اللہ پر پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے قیام فرما کر خطبہ دیا اور فرمایا اے لوگو تم سے پہلے جو گمراہ ہوئے کہ ان میں اگر کوئی شریف قوم چوری کرتا اسے چھوڑ دیتے اور اگر وہ جرم ضعیف پر آتا تو اس پر حد قائم کر دیتے اور قسم بخدا اگر فاطمہ بنت محمد بھی چوری کرے اگرچہ ایسا نہیں ہو سکتا تو میں ضرور اس کا بھی ہاتھ کاٹ دوں۔

حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ سے ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا: اِذَا بَلَغَ الْحَدُّ اِلَى الْاِمَامِ فَلَاعَفَا اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اِنْ عَفَا۔ جب امام کے سامنے معاملہ حد کو پہنچ جائے اور پھر بھی وہ مجرم کو معاف کر دے تو اللہ امام کو معاف نہ کرے گا۔

اور اِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَ الْيَوْمِ الْاٰخِرِ ۚ۔ تو بجا فرمایا جس کے معنی یہ ہوتے ہیں کہ آخرت اور اللہ تعالیٰ پر ایمان لانے والا ایسا کر ہی نہیں سکتا اور جو ایسا کرے اس کے ایمان میں ضعف وخلل ہے۔ پھر بوقت سزا یہ اور حکم تاکیدی فرمایا وَلْيَشْهَدْ عَذَابَهُمَا طَآئِفَةٌ مِّنَ الْمُؤْمِنِيْنَ۔ اور ضرور حاضر رکھوان کی سزا کے وقت ایک جماعت مومنین کی۔

تاکہ اسے ذلت حاصل ہو اور آئندہ ایسا فعل شنیع کرنے سے اجتناب کرے اور ہمیشہ کے لئے اسے عبرت حاصل ہو۔

اب طائفہ کا اطلاق کتنے آدمیوں پر ہو سکتا ہے اس کی تحقیق یہ ہے۔

ایک قول ہے جسے عبد بن حمید وغیرہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کرتے ہیں: اَلطَّآئِفَةُ الرَّجُلُ فِيْ قَوْمِهٖ۔ طائفہ ایک آدمی سے جتنے بھی زائد ہوں وہ طائفہ ہے۔

عطا، عکرمہ اور اسحٰق بن راہویہ رحمہم اللہ کہتے ہیں اِثْنَانِ فَصَاعِدًا۔ دو سے زائد جتنے بھی ہوں وہ طائفہ ہے۔

قتادہ اورزہری کہتے ہیں ثَلَاثَةٌ فَصَاعِدًا۔ تین سے زائد طائفہ ہیں۔

حسن فرماتے ہیں دس آدمی ہونے چاہئیں۔

امام شافعی اورزید کے نزدیک چار پر طائفہ کا اطلاق ہے۔

اورشرح بخاری میں امام شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ طائفہ کا تذکرہ قرآن کریم میں متعدد مقامات پر ہے اور ہر جگہ حسب موقع اس کی تعداد مقرر ہے۔

چنانچہ فَلَوْلَا نَفَرَ مِنْ كُلِّ فِرْقَةٍ مِّنْهُمْ طَآئِفَةٌ جوفرمایا ہے یہاں ایک سے لے کر زائد تک کے لئے ہے اور اسی سے وَلْيَشْهَدْ عَذَابَهُمَا طَآئِفَةٌ میں چارتک طائفہ کا اطلاق ہوسکتا ہے۔

اور فَلْتَقُمْ طَائِفَةٌ مِّنْهُمْ مَّعَكَ میں کم سے کم تین کا عدد طائفہ پر پورا ہوگا۔

لہٰذا بحسب قرینہ طائفہ کے لئے عدد متعین ہوگا کہیں ذلیل کرنے کے لئے ایک ہی کافی ہوتا ہے کہیں زیادہ کی ضرورت ہوتی ہے۔

وَالْحَقُّ اِنَّ الْمُرَادَ بِالطَّآئِفَةِ هٰهُنَا الْجَمَاعَةُ - يَحْصِلُ بِهِمُ التَّشْهِيْرُ وَالزَّجْرُ۔ صحیح یہ ہے کہ طائفہ سے مراد یہاں جماعت ہے جس کے ذریعہ تشہیر اورزجر ہوسکے۔

فَرُبَّ شَخْصٍ يَّحْصِلُ تَشْهِيْرُهٗ وَزَجْرُهٗ بِثَلَاثَةٍ وَاٰخَرُ لَا يَحْصِلُ تَشْهِيْرُهٗ بِعَشَرَةٍ وَّ لِلْعَاقِلِ بِالْاَرْبَعَةِ هٰهُنَا وَجْهٌ وَجِيْهٌ۔ بہت سے لوگ ایسے ہیں جنہیں تین آدمیوں سے بھی ذلت وزجر ہو جاتی ہے۔ اور بہت سے ایسے بھی ہیں جنہیں دس میں بھی ذلت حاصل نہیں ہوتی اور ایک سمجھدار کے لئے تو چار ہی کافی ہیں اور یہ توجیہ وجیہ معلوم ہوتی ہے۔

اَلزَّانِيْ لَا يَنْكِحُ اِلَّا زَانِيَةً اَوْ مُشْرِكَةً ۡ وَّالزَّانِيَةُ لَا يَنْكِحُهَآ اِلَّا زَانٍ اَوْ مُشْرِكٌ۔ زانی نہیں نکاح کرے گا مگر زانیہ ہی سے یا مشرکہ سے اور زانیہ عورت نہیں نکاح پسند کرے گی مگر زانی سے یا مشرک سے۔

اس میں تقبیح زانی اور تذلیل زانیہ کا اظہار فرمایا گیا۔ یعنی جب مرد زنا پر راضی ہوگیا تو اسے عفیفہ مومنہ اور پاک دامن سے نکاح کیسے گوارا ہوگا۔ ایسے ہی زانیہ جب غیر مرد سے بے حیا ہوکر زنا پر رضامند ہوگئی تو وہ ایک نیک مرد سے جو متورع اور متقی ہو کیونکہ نکاح کرنا پسند کرے گی اور ایک مرد کے ساتھ کس طرح عمر بسر کر سکے گی۔ مثل مشہور ہے چیچک اور بدچلن ہوکر نکلے بغیر نہیں رہ سکتی اور

کند ہم جنس باہم جنس پرواز کبوتر با کبوتر باز با باز!

عقلمندوں کا مقولہ ہے گویا ان دونوں کی تذلیل اور بدعادت کی تقبیح فرمانے کے لئے ارشاد ہوا۔ لہٰذا ایسے تعلقات جو مومنین پر حرام ہیں ان سے ایسی بدکار فاحشہ عورتیں کیسے راضی رہ سکتی ہیں۔

اوراس قسم کے فحش کار عورتیں اور مرد تماش بین کہلاتے ہیں اور تماش بین مرد تماش بین عورت کے سوا پارسا عفیفہ نیک پاک دامنوں کو پسند نہیں کرتے ایسے ہی اس قسم کی بدکار عورتیں نیک متورع متقی کو پسند نہیں کرتیں۔

چنانچہ تہذیب جدید کے مرد تہذیب قدیم کی عورتوں کو پسند نہیں کرتے اور اولڈ اور بے تہذیب اور بدسلیقہ اسی بنا پر کہتے

ہیں کہ وہ اَلغَافِلَاتُ الْمُوْمِنَات ہوتی ہیں نہ انہیں سرخی پاؤڈر کا شوق ہوتا ہے اور نہ اَلْکَاسِیَاتُ الْعَارِیَات بننے کی طرف میلان نہ سینما اور تماشوں میں جانے کی وہ شائق نہ ڈانس اور کلبوں سے انہیں تعلق تو ایسی سیدھی سادی خواتین پردہ نشین آج کل کے اپٹوڈیٹ جنٹلمین بابولوگوں کو بھی پسند نہیں ہیں۔

اور ایسی گریجویٹ لیڈیوں کو ذِیْ لِحْیَہ (داڑھیوں والے) مسلمان ملاں ہی نظر آتے ہیں ان سے وہ کب مانوس ہوسکتی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ان کا پسندیدہ وہی مرد ہوتا ہے جو انہیں روزانہ ہاتھ بغل میں لے کر واکنگ یعنی گلگشت کرائے بے پردہ پھرائے سینما لے جائے کلبوں کی سیر کرائے سوسائیٹیاں اٹینڈ کرائے ہر اپنے پرائے سے ملنے یارانہ گانٹھنے میں مانع نہ ہو اور یہ سب باتیں مومنین کے لئے حرام ہیں اسی لئے فرمایا:

وَحُرِّمَ ذٰلِكَ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ۔ بلکہ شریعت مطہرہ کے قانون میں تو وہ مرد جو عورت کی نگہداشت نہ رکھے اس کی بدکاریوں آزادمنشیوں سے چشم پوشی کرتا رہے دیوث یعنی بھڑوا کہلاتا ہے۔ تو مومن متورع اور تہذیب مغربی کے ڈھلے ہوئے انسانوں میں بون بعید ہے۔

ورنہ ویسے شریعت مطہرہ میں مشرکہ ہو یا زانیہ اگر توبہ کر کے اپنی اصلاح کر کے درست ہو جائے تو اس سے عقد ممنوع نہیں بشرطیکہ اس کے سابقہ چلن کی طرف سے یہ مطمئن ہو چکا ہو ورنہ ایسا عقد جس کا انجام خانہ آبادی کی بجائے بربادی ہو اس سے تجرد ہی بہتر ہے۔

چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے رشتہ کرنے والوں کے لئے فرمایا کہ تم نکاح کرتے وقت مال، جمال حسب اور دین دیکھتے ہو لہٰذا عَلَیْکَ بِذَاتِ الدِّیْنِ تَرِبَتْ یَدَاکَ۔ مال جمال بھی اگر ہو تو نور ہی نور مگر سب سے مقدم دین کو دیکھنا۔ تاکہ وہ حق زوج سمجھ سکے اور تم حق زوجہ ملحوظ رکھو اور وہ تمہاری رفیق عمر ثابت ہو سکے۔

رمی محصنہ کا قانون

وَالَّذِيْنَ يَرْمُوْنَ الْمُحْصَنٰتِ ثُمَّ لَمْ يَاْتُوْا بِاَرْبَعَةِ شُهَدَآءَ فَاجْلِدُوْهُمْ ثَمٰنِيْنَ جَلْدَةً وَّلَا تَقْبَلُوْا لَهُمْ شَهَادَةً اَبَدًا ۚ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ۔

اور جو پاک دامن عورتوں پر رمی کرے اور چار گواہ نہ لاسکیں تو انہیں اسی درے مارو اور آئندہ ان کی گواہی کبھی قبول نہ کرو۔ اور یہی لوگ اصل میں فاسق ہیں۔

رمی کے اصل معنی پھینکنے کے ہیں چونکہ پاک دامن پارسا عورت پر زنا کی تہمت لگانا بلاتحقیق بات پھینکنا ہے اس لئے اسے رمی سے تعبیر کیا گیا۔

اور محصنات احصان سے ماخوذ ہے اور احصان عربی میں عفت یعنی پاک دامنی کو کہتے ہیں۔

تو خلاصہ مفہوم منطوق آیت کریمہ یہ ہوا کہ جو ناعاقبت اندیش کسی پاک دامن عفیفہ پارسا عورت کو زنا کی تہمت لگائے اسے چاہئے کہ چار گواہ متحد البیان یعنی شہادت والے لائے اور اگر نہ لاسکے تو بے سمجھے سوچے کسی عفیفہ پارسا عورت کو متہم بالزنا کرنا معمولی بات نہیں اس کی سزا یہ ہے کہ اول تو اسے اسی درے لگائے جائیں۔

اس کے بعد دوسری سزا یہ ہے کہ اس کے بعد وہ ہمیشہ کے لئے ساقط العدالت کیا جائے یعنی وہ اگر گواہی دینے عدالت

میں آئے تو اس کی گواہی کبھی قبول نہ کی جائے اس لئے کہ وہ خود بے حکم لوگ ہیں جنہیں فاسق کہا جاتا ہے۔

اِلَّا الَّذِیْنَ تَابُوْا مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ وَ اَصْلَحُوْا ۚ فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ۔ مگر جو اس کے بعد توبہ کر کے اپنی عادت درست کر لے اور آئندہ ایسی بے احتیاطی نہ کرے تو اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

یعنی یہ چونکہ کفر نہیں بلکہ فسق و معصیت ہے تو اگر توبہ کر کے اپنی زبان و بیان کی اصلاح کر لے تو اسے جب اللہ عزوجل بھی معاف کرتا ہے تو بندوں کو بھی معاف کر دینا چاہئے۔

اور یہاں فاسق فرمانا بھی ایسے جملہ اور اتہام کی ناپسندیدگی کا اظہار فرمانے کو کہا گیا ہے گویا یہ ارشاد ہے کہ کسی پر اتہام لگانا ویسا ہی جرم ہے جیسے بدکاری کرنا لہٰذا توبیخاً ارشاد ہوا: وَ اُولٰٓىِٕكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ۔

اس کے بعد وہ خاوند جو اپنی بیوی کو ایسی بے حیائی میں دیکھے یا اتہام زنا لگائے تو اس کے لئے قانون ارشاد ہے۔

قانون لعان

وَ الَّذِیْنَ یَرْمُوْنَ اَزْوَاجَهُمْ وَ لَمْ یَكُنْ لَّهُمْ شُهَدَآءُ اِلَّاۤ اَنْفُسُهُمْ فَشَهَادَةُ اَحَدِهِمْ اَرْبَعُ شَهٰدٰتٍۭ بِاللّٰهِ ۙ اِنَّهٗ لَمِنَ الصّٰدِقِیْنَ ⑥ وَ الْخَامِسَةُ اَنَّ لَعْنَتَ اللّٰهِ عَلَیْهِ اِنْ كَانَ مِنَ الْكٰذِبِیْنَ ⑦۔

اور جو اپنی بیویوں پر رمی بالزنا کریں اور سوا اپنے ان کا کوئی گواہ نہ ہو تو اس کی شہادت یہی ہے کہ وہ چار بار خدا کی قسم کھا کر بیان کرے کہ بلاشک وہ اپنے دعویٰ میں سچا ہے اور پانچویں باریوں کہے کہ اگر وہ جھوٹا ہے تو اس پر اللہ کی لعنت ہو۔

اِلَّاۤ اَنْفُسُهُمْ۔ شُهَدَآءُ کا بدل ہے یا صفت ہے شُهَدَآءُ کی۔

اس صورت میں اِلَّاۤ کے معنی غیر کے ہوں گے۔

اور فَشَهَادَةُ اَحَدِهِمْ اَرْبَعُ شَهٰدٰتٍۭ بِاللّٰهِ میں فَشَهَادَةُ اَحَدِهِمْ مبتدا ہوگا اور اَرْبَعُ شَهٰدٰتٍۭ بِاللّٰهِ اس کی خبر۔ جو متعلق ہو شَهٰدٰتٍ کا۔

تو خلاصہ معنی یہ ہوئے کہ تہمت لگانے کے بعد اگر وہ گواہ نہ لا سکے تو اسے اسی درے سے بچنے کے لئے اس طرح چار قسم کھانی ہوں گی جو بمنزلہ چار گواہ تسلیم کی جائیں گی۔

چار بار وہ کہے خدا کی قسم میں اپنی بیوی کے زنا کی خبر میں سچا ہوں۔

اور پانچویں بار کہے کہ مجھ پر اللہ کی لعنت ہو اگر میں اپنے دعوے میں جھوٹا ہوں۔

مرد کے اس حلف کے بعد عورت کے لئے بھی حکم ہے تاکہ وہ رجم سے بچ جائے۔ چنانچہ ارشاد ہے:

وَ یَدْرَؤُا عَنْهَا الْعَذَابَ اَنْ تَشْهَدَ اَرْبَعَ شَهٰدٰتٍۭ بِاللّٰهِ ۙ اِنَّهٗ لَمِنَ الْكٰذِبِیْنَ ⑧ وَ الْخَامِسَةَ اَنَّ غَضَبَ اللّٰهِ عَلَیْهَاۤ اِنْ كَانَ مِنَ الصّٰدِقِیْنَ ⑨۔

اور دفع کرے اپنے سے سزا اور حد کو عورت اس طرح کہ وہ چار بار خدا کی قسم کھا کر کہے کہ یہ سراسر جھوٹا ہے اور پانچویں باریوں کہے کہ اگر یہ اس اتہام لگانے میں سچا ہے تو مجھ پر خدا کا غضب ہو۔

یَدْرَؤُا۔ دَرَأَ سے مشتق ہے اور درأ کے معنی دفع کرنے کے ہیں۔

جیسے قرآن کریم میں ارشاد ہے وَ اِذْ قَتَلْتُمْ نَفْسًا فَادّٰرَءْتُمْ فِیْهَا۔ اَیْ یَشْهَدُ الْخَامِسَةَ۔ وہ اپنے اوپر

حد زنا دفع کرنے کو چار بار خدا کی قسم کے ساتھ کہے کہ وہ قطعاً جھوٹا ہے اور پانچویں بار کہے کہ اگر وہ سچا ہے تو مجھ پر خدا کا غضب نازل ہو۔

اسے اصطلاح شریعت میں لعان کہتے ہیں اس قسم کی قسما قسمی ہو جانے کے بعد دونوں میں تفریق کرادی جائے گی اور طلاق بائنہ کی صورت کی طرح ہوگی جس کے بعد وہ اس خاوند کے نکاح میں نہ رہے گی۔ چنانچہ امام ابو یوسف رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اِذَا افْتَرَقَ الْمُتَلَاعِنَانِ فَلَا یَجْتَمِعَانِ اَبَدًا وَثَبَتَتْ بَیْنَهُمَا حُرْمَةٌ كَحُرْمَةِ الرَّضَاعِ وَبِهٖ قَالَتِ الْاَئِمَّةُ الثَّلَاثَةُ۔ جب لعان کرنے والے الگ الگ ہو جائیں گے تو پھر وہ کبھی اکٹھے نہ ہو سکیں گے اور ان میں دودھ کی حرمت جیسی حرمت ثابت ہو جائے گی۔ تینوں اماموں کا یہی مذہب ہے۔ آخر میں ارشاد ہے۔

وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَیْكُمْ وَرَحْمَتُهٗ وَاَنَّ اللّٰهَ تَوَّابٌ حَكِیْمٌ۔ اور اگر اللہ کا فضل تم پر نہ ہوتا اور وہ اللہ توبہ قبول کرنے والا نہ ہوتا تو تمہیں یہ پر از حکمت طریقہ نہ بتاتا یہ اس کا کرم اور فضل ہے۔

بامحاورہ ترجمہ دوسرا رکوع۔سورۃ نور۔پ ۱۸

اِنَّ الَّذِیْنَ جَآءُوْ بِالْاِفْكِ عُصْبَةٌ مِّنْكُمْ ؕ لَا تَحْسَبُوْهُ شَرًّا لَّكُمْ ؕ بَلْ هُوَ خَیْرٌ لَّكُمْ ؕ لِكُلِّ امْرِیٍٔ مِّنْهُمْ مَّا اكْتَسَبَ مِنَ الْاِثْمِ ۚ وَالَّذِیْ تَوَلّٰی كِبْرَهٗ مِنْهُمْ لَهٗ عَذَابٌ عَظِیْمٌ ﴿۱۱﴾

وہ جنہوں نے افترا باندھا تم ہی میں کا ایک گروہ ہے اسے برا گمان نہ کرو بلکہ وہ تمہارے لئے بہتر ہے ان میں ہر ایک کے لئے وہ گناہ ہے جو اس نے کمایا اور وہ جس نے اس میں بڑا حصہ لیا اس کے لئے عذاب عظیم ہے

لَوْلَاۤ اِذْ سَمِعْتُمُوْهُ ظَنَّ الْمُؤْمِنُوْنَ وَالْمُؤْمِنٰتُ بِاَنْفُسِهِمْ خَیْرًا ۙ وَّقَالُوْا هٰذَاۤ اِفْكٌ مُّبِیْنٌ ﴿۱۲﴾

کیوں نہ ہوا جب تم نے اسے سنا تو گمان کیا ہوتا مومن مردوں اور مومنہ عورتوں نے اپنے اوپر بھلائی کا اور کہہ دیتے یہ کھلا بہتان ہے

لَوْلَا جَآءُوْ عَلَیْهِ بِاَرْبَعَةِ شُهَدَآءَ ۚ فَاِذْ لَمْ یَاْتُوْا بِالشُّهَدَآءِ فَاُولٰٓىِٕكَ عِنْدَ اللّٰهِ هُمُ الْكٰذِبُوْنَ ﴿۱۳﴾

کیوں نہ لائے وہ اس پر چار گواہ تو جب گواہ نہ لائے تو یہی اللہ کے نزدیک جھوٹے ہیں

وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَیْكُمْ وَرَحْمَتُهٗ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَةِ لَمَسَّكُمْ فِیْ مَاۤ اَفَضْتُمْ فِیْهِ عَذَابٌ عَظِیْمٌ ﴿۱۴﴾

اور اگر اللہ کا فضل اور اس کی رحمت تم پر دنیا و آخرت میں نہ ہوتی تو ضرور پہنچتا تمہیں اس معاملہ میں جس کے چرچے کر رہے ہو سخت عذاب

اِذْ تَلَقَّوْنَهٗ بِاَلْسِنَتِكُمْ وَتَقُوْلُوْنَ بِاَفْوَاهِكُمْ مَّا لَیْسَ لَكُمْ بِهٖ عِلْمٌ وَّتَحْسَبُوْنَهٗ هَیِّنًا ۖ وَّهُوَ عِنْدَ اللّٰهِ عَظِیْمٌ ﴿۱۵﴾

جب تم لاتے تھے ایسی بات اپنی زبانوں پر اور اپنے منہ سے وہ نکالتے تھے جس کا تمہیں علم نہیں اور اسے آسان بات گمان کرتے تھے حالانکہ وہ اللہ کے نزدیک بڑی بات ہے

وَلَوْلَاۤ اِذْ سَمِعْتُمُوْهُ قُلْتُمْ مَّا یَكُوْنُ لَنَاۤ اَنْ نَّتَكَلَّمَ بِهٰذَا ۖ سُبْحٰنَكَ هٰذَا بُهْتَانٌ عَظِیْمٌ ﴿۱۶﴾

اور کیوں نہ ہوا جب تم نے سنا تھا کہا ہوتا ہمیں زیبا نہیں کہ ایسی بات کہیں حاشا وکلا یہ بڑا بہتان ہے

يَعِظُكُمُ اللّٰهُ اَنْ تَعُوْدُوْا لِمِثْلِهٖۤ اَبَدًا اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿۱۷﴾

اللہ تمہیں نصیحت کرتا ہے کہ اب پھر ایسی بات کبھی نہ کہنا اگر تم مومن ہو

وَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمُ الْاٰيٰتِ ؕ وَ اللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ﴿۱۸﴾

اور اللہ روشن بیان کرتا ہے تمہیں اپنی آیتیں اور اللہ جاننے والا حکمت والا ہے

اِنَّ الَّذِيْنَ يُحِبُّوْنَ اَنْ تَشِيْعَ الْفَاحِشَةُ فِي الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۙ

وہ لوگ جو چاہتے ہیں یہ کہ چرچا ہو بری بات کا ایمان والوں میں ان کے لئے دردناک عذاب ہے

فِي الدُّنْيَا وَ الْاٰخِرَةِ ؕ وَ اللّٰهُ يَعْلَمُ وَ اَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿۱۹﴾

دنیا اور آخرت میں اور اللہ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے

وَ لَوْ لَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَ رَحْمَتُهٗ وَ اَنَّ اللّٰهَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ﴿۲۰﴾

اور اگر نہ ہوتا تم پر اللہ کا فضل اور رحمت اور یہ کہ اللہ تم پر نہایت مہربان رحم والا ہے

حل لغات دوسرا رکوع۔ سورۃ نور۔ پ ۱۸

اِنَّ۔ بے شک	الَّذِيْنَ۔ وہ جو	جَآءُوْ۔ لائے	بِالْاِفْكِ۔ بہتان
عُصْبَةٌ۔ جماعت ہے	مِّنْكُمْ۔ تم میں سے	لَا۔ نہ	تَحْسَبُوْهُ۔ خیال کرو اسے
شَرًّا۔ برا	لَّكُمْ۔ اپنے لئے	بَلْ۔ بلکہ	هُوَ۔ وہ
خَيْرٌ۔ بہتر ہے	لَّكُمْ۔ تمہارے لئے	لِكُلِّ۔ ہر ایک	امْرِئٍ۔ آدمی کے لئے ہے
مِّنْهُمْ۔ ان میں سے	مَّا۔ جو	اكْتَسَبَ۔ اس نے کمایا	مِنَ الْاِثْمِ۔ گناہ
وَ۔ اور	الَّذِيْ۔ وہ جو	تَوَلّٰى۔ والی ہوا	كِبْرَهٗ۔ اس کے بڑے حصے کا
مِنْهُمْ۔ ان میں سے	لَهٗ۔ اس کے لئے	عَذَابٌ۔ عذاب ہے	عَظِيْمٌ۔ بڑا
لَوْلَآ۔ کیوں نہ ہوا کہ	اِذْ۔ جب	سَمِعْتُمُوْهُ۔ تم نے اسے سنا	ظَنَّ۔ تو خیال کیا
الْمُؤْمِنُوْنَ۔ مومن مردوں	وَ۔ اور	الْمُؤْمِنٰتُ۔ مومن عورتوں نے	بِاَنْفُسِهِمْ۔ اپنوں کے متعلق
خَيْرًا۔ بھلائی کا	وَّ۔ اور	قَالُوْا۔ کیوں نہ کہا	هٰذَآ۔ یہ
اِفْكٌ۔ بہتان ہے	مُّبِيْنٌ۔ کھلا ہوا	لَوْلَا۔ کیوں نہ	جَآءُوْ۔ لائے
عَلَيْهِ۔ اس پر	بِاَرْبَعَةِ۔ چار	شُهَدَآءَ۔ گواہ	فَاِذْ۔ پھر جب
لَمْ۔ نہ	يَاْتُوْا۔ لائے	بِالشُّهَدَآءِ۔ گواہ	فَاُولٰٓئِكَ۔ تو وہی
عِنْدَ۔ نزدیک	اللّٰهِ۔ اللہ کے	هُمُ۔ وہ ہیں	الْكٰذِبُوْنَ۔ جھوٹے
وَ۔ اور	لَوْلَا۔ اگر نہ ہوتا	فَضْلُ۔ فضل	اللّٰهِ۔ اللہ کا
عَلَيْكُمْ۔ تم پر	وَ۔ اور	رَحْمَتُهٗ۔ اس کی رحمت	فِيْ۔ بیچ
الدُّنْيَا۔ دنیا	وَ۔ اور	الْاٰخِرَةِ۔ آخرت کے	لَمَسَّكُمْ۔ تو پہنچتا تمہیں

فِيْمَآ۔اس میں جو	اَفَضْتُمْ۔مشغول ہوئے تم	فِيْهِ۔اس میں	عَذَابٌ۔عذاب
عَظِيْمٌ۔بہت بڑا	اِذْ۔جب	تَلَقَّوْنَهٗ۔تم اسے لیتے تھے	بِاَلْسِنَتِكُمْ۔اپنی زبانوں سے
وَ۔اور	تَقُوْلُوْنَ۔کہتے تھے	بِاَفْوَاهِكُمْ۔اپنے مونہوں سے	
مَّا۔جو	لَيْسَ۔نہیں	لَكُمْ۔تمہیں	بِهٖ۔اس کا
عِلْمٌ۔کوئی علم	وَّ۔اور	تَحْسَبُوْنَهٗ۔خیال کرتے تھے تم اس کو	
هَيِّنًا۔معمولی بات	وَّ۔اور	هُوَ۔وہ	عِنْدَ۔نزدیک
اللّٰهِ۔اللہ کے	عَظِيْمٌ۔بہت بڑی ہے	وَ۔اور	لَوْلَآ۔کیوں نہ ہوا
اِذْ۔جب	سَمِعْتُمُوْهُ۔تم نے اسے سنا	قُلْتُمْ۔کہا ہوتا تم نے	مَّا۔نہیں
يَكُوْنُ۔زیب دیتا	لَنَآ۔ہمیں	اَنْ۔کہ	نَّتَكَلَّمَ۔ہم کہیں
بِهٰذَا۔ایسی بات	سُبْحٰنَكَ۔تو پاک ہے	هٰذَا۔یہ	بُهْتَانٌ۔بہتان ہے
عَظِيْمٌ۔بہت بڑا	يَعِظُكُمُ۔نصیحت کرتا ہے تم کو	اللّٰهُ۔اللہ	اَنْ۔یہ کہ
تَعُوْدُوْا۔دوبارہ کرو	لِمِثْلِهٖٓ۔ایسا کام	اَبَدًا۔کبھی بھی	اِنْ۔اگر
كُنْتُمْ۔ہو تم	مُّؤْمِنِيْنَ۔ایمان والے	وَ۔اور	يُبَيِّنُ۔بیان کرتا ہے
اللّٰهُ۔اللہ	لَكُمْ۔تمہارے لئے	الْاٰيٰتِ۔آیتیں	وَ۔اور
اللّٰهُ۔اللہ ہے	عَلِيْمٌ۔جاننے والا	حَكِيْمٌ۔حکمت والا	اِنَّ۔بے شک
الَّذِيْنَ۔وہ جو	يُحِبُّوْنَ۔چاہتے ہیں	اَنْ۔یہ کہ	تَشِيْعَ۔پھیلے
الْفَاحِشَةُ۔بے حیائی	فِي۔بیچ	الَّذِيْنَ۔ان کے	اٰمَنُوْا۔جو مومن ہیں
لَهُمْ۔ان کے لئے	عَذَابٌ۔عذاب ہے	اَلِيْمٌ۔دردناک	فِي۔بیچ
الدُّنْيَا۔دنیا	وَ۔اور	الْاٰخِرَةِ۔آخرت کے	وَ۔اور
اللّٰهُ۔اللہ	يَعْلَمُ۔جانتا ہے	وَ۔اور	اَنْتُمْ۔تم
لَا۔نہیں	تَعْلَمُوْنَ۔جانتے	وَ۔اور	لَوْلَا۔اگر نہ ہوتا
فَضْلُ۔فضل	اللّٰهِ۔اللہ کا	عَلَيْكُمْ۔تم پر	وَ۔اور
رَحْمَتُهٗ۔اس کی رحمت	وَ۔اور	اَنَّ۔بے شک	اللّٰهَ۔اللہ
رَءُوْفٌ۔مہربان	رَّحِيْمٌ۔رحم والا ہے		

خلاصہ تفسیر دوسرا رکوع۔سورۃ نور۔پ ۱۸

اِفْك۔عربی میں بہتان کو کہتے ہیں۔

اور اس بڑے بہتان سے مراد جس کا ذکر اس رکوع میں اِنَّ الَّذِيْنَ جَآءُوْ بِالْاِفْكِ سے شروع ہے اس سے مراد وہ بہتان ہے جو حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا پر لگایا گیا۔

واقعہ یہ ہے کہ 5ھ میں غزوۂ بنی مصطلق سے واپسی کے وقت قافلہ مدینہ منورہ کے قریب ایک پڑاؤ پر ٹھہرا تو ام المومنین رضی اللہ عنہا قضاء حاجت کے لئے کسی گوشہ میں تشریف لے گئیں وہاں آپ کا ہار جو آپ مستعار لائی تھیں گر گیا۔ آپ اس کی تلاش میں مصروف رہیں اور قافلہ نے کوچ کر لیا۔

اس غزوہ میں غذائی قلت کی وجہ سے مجاہدین نہایت ہلکے پھلکے ہو گئے تھے اونٹ پر سیدہ کا ہودج رکھتے وقت کسی کو یہ خیال ہی نہ رہا کہ سیدہ کو معلوم کر لیتے اسی خیال میں رہے کہ آپ ہودج میں ہیں۔

آپ جب تشریف لائیں تو دیکھا قافلہ کوچ کر چکا ہے آپ نے خیال فرمایا کہ میری تلاش میں جو بھی آئے گا اول یہیں آئے گا تو مجھے یہیں بیٹھ جانا چاہئے چنانچہ آپ چادر لپیٹ کر وہاں ہی لیٹ گئیں۔

حضرت صفوان اس ڈیوٹی پر قافلہ میں تھے کہ قافلہ کے پیچھے پیچھے تشریف لائیں تا کہ گری پڑی چیز جو قافلہ کی ہو اسے اپنی نگرانی میں لاسکیں۔

غرضیکہ جب یہ یہاں آئے تو دیکھا ام المومنین قافلہ سے رہ گئیں ہیں آپ نے بہ آواز بلند استرجاع فرمایا یعنی اِنَّا لِلّٰهِ وَ اِنَّاۤ اِلَیْهِ رٰجِعُوْنَ کہا اور اپنی اونٹنی پر آپ کو سوار کیا اور نکیل تھامی اور خود پاپیادہ آگے آگے چلنے لگے۔

منافقین بدباطن نے اوہام فاسدہ کا سدہ پیدا کر کے آپ کے متعلق اتہامات گھڑنے شروع کر دیئے حتیٰ کہ بعض مسلمان بھی ان کے دام فریب میں آ گئے اور حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا کی شان میں کلمات بے جا کہہ بیٹھے۔ یہ واقعہ جب حضور ﷺ تک پہنچا۔ حضور ﷺ نے آپ کو آپ کے والد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ہاں بھیج دیا۔ آپ حضور ﷺ کی جدائی کے غم میں بیمار ہو گئیں اور مسلسل ایک ماہ بیمار رہیں ابھی آپ کے علم میں یہ بات نہیں آئی کہ حضور ﷺ نے مجھے باپ کے یہاں کیوں بھیجا اور منافقین آپ کی شان میں کیا کیا بکواس کر رہے ہیں اور یہ بات کتنی پھیل چکی ہے۔

ایک روز ام مسطح نے آپ کو اس سانحہ کی خبر دی۔

تو یہ سن کر آپ کا مرض اور بڑھ گیا اور اس صدمہ میں آپ کا یہ حال ہوا کہ کسی ساعت آپ کا آنسو نہ تھا اور نہ کسی لمحہ آپ کو نیند آئی اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم حضرت صدیق رضی اللہ عنہ سے گاہے گاہے پوچھتے کَیْفَ بِنْتُهٗ ان کا کیا حال ہے آپ اس کا جواب علالت کی اطلاع کے ساتھ دے دیتے۔

کہ ایک روز حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی آئی اور حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا کی پاکدامنی پر یہ آیتیں نازل ہوئیں۔

اس سے حضرت سیدہ کا شرف اور مرتبہ اللہ تعالیٰ نے اتنا بڑھایا کہ قرآن کریم میں آپ کی طہارت اور پاک دامنی منصوص ہو گئی۔ اب مسلمانوں میں سے جو بھی آپ کی طہارت و پاک دامنی پر شبہ کرے وہ مسلمان نہیں رہ سکتا۔

علاوہ اس کے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اس سے قبل بھی آپ کے پاک دامن ہونے پر اتنا یقین تھا کہ منبر پر قیام فرما کر بقسم اعلان فرمایا کہ مجھے اپنی بیوی صدیقہ کی پاک دامنی پر یقین ہے جس نے ان کی شان میں بدگوئی کی ہے اس کی طرف سے میرے حضور کون معذرت پیش کر سکتا ہے۔

اس پر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ منافقین بالیقین کذاب اور مفتری ہیں اور ام المومنین یقیناً پاک دامن ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم پاک کو مکھی بیٹھنے سے بھی محفوظ رکھا کہ وہ نجاستوں پر بیٹھتی ہے یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بدعورت کی صحبت سے محفوظ نہ رکھے۔

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے بھی اسی طرح آپ کی طہارت بیان فرمائی اور کہا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کا سایہ زمین پر نہ پڑنے دیا تا کہ وہ مقام جہاں آپ کا سایہ گرا کسی کے قدم نہ آئے۔ تو جو قادر مطلق آپ کے سایہ کو محفوظ رکھتا ہے یہ کیسے ممکن ہے کہ وہ آپ کے اہل کو محفوظ نہ فرمائے۔

حضرت علی شیر خدا اسد اللہ کرم اللہ وجہہ نے فرمایا کہ ایک جونک کا خون لگنے سے پروردگار عالم نے آپ کو نعلین اتار دینے کا حکم دیا تو جورب الارباب آپ کی نعلین شریف کی اتنی سی آلودگی کو گوارا نہ فرمائے ممکن نہیں کہ وہ آپ کے اہل کی آلودگی گوارا کرے۔

اس طرح بہت سے صحابہ اور صحابیات نے قسمیں کھائیں اور حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ دوسرے اجلہ صحابہ کے دل بھی حضرت ام المومنین رضی اللہ عنہا کی طرف سے مطمئن تھے۔

اس پر آیات بینات کے نزول نے حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا کا شرف وعزت اور زیادہ کر دیا۔

اور بدباطن و بدزبان اللہ عزوجل اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک جھوٹے اور ذلیل تھے اور ان پر سخت ترین مصائب آنے والے تھے۔

چنانچہ آیات کریمہ میں بھی لِكُلِّ امْرِئٍ مِّنْهُم مَّا اكْتَسَبَ مِنَ الْإِثْمِ۔ فرما کر ظاہر کر دیا کہ اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو اس کی سزا دے گا اور ام المومنین صدیقہ رضی اللہ عنہا کی براءت ظاہر فرمائے گا۔ چنانچہ اس معاملہ میں سیدہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی براءت میں اللہ تعالیٰ نے اٹھارہ آیتیں نازل فرمائیں۔

اور لِكُلِّ امْرِئٍ فرما کر اول بتایا کہ جس نے جتنا حصہ لیا اس کے عمل کی مقدار اسے سزا ملے گی۔

جس نے بہتان کا طوفان اٹھایا اسے اس کی سزا ہوگی۔

جس نے زبانی موافقت کی اسے اس کی۔

اور جو یہ اتہام سن کر ہنس پڑا وہ بھی ضرور سزا پائے گا۔

اور جو سن کر خاموش رہا اور اس نے اس کا رد نہ کیا وہ بھی مستحق سزا ہے۔

وَالَّذِي تَوَلَّىٰ كِبْرَهُ مِنْهُمْ لَهُ عَذَابٌ عَظِيمٌ۔ اور ان میں سے وہ جس نے اس کا بڑا حصہ لیا اس کے لئے بڑا عذاب ہے جیسے عبد اللہ بن ابی منافق کہ اس نے اس خبر کو بڑی ہوا دی۔

چنانچہ مروی ہے کہ آخرت میں عذاب ہوگا۔

اور ان اتہام تراشنے والوں کو بحکم رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم حد قائم کی گئی اور اسی اسی کوڑے لگائے گئے پھر ارشاد ہے:

لَوْلَا إِذْ سَمِعْتُمُوهُ ظَنَّ الْمُؤْمِنُونَ وَالْمُؤْمِنَاتُ بِأَنفُسِهِمْ خَيْرًا وَقَالُوا هَٰذَا إِفْكٌ مُّبِينٌ۔ کیوں نہ ہوا کہ جب تم نے ایسی بات سنی تھی کہ مسلمان مرد اور مسلمان عورتیں نیک گمان کرتے ہوئے کہتے کہ یہ کھلا ہوا بہتان ہے اس لئے کہ مسلمانوں کو بھی حکم ہے کہ وہ مسلمان کے ساتھ نیک گمان رکھیں اور إِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ إِثْمٌ بدگمانی معصیت ہے۔

بعض گمراہ بے باک یہ بھی لکھتے ہیں کہ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی اس معاملہ میں بدگمانی ہوگئی تھی معاذ اللہ وہ خالص مفتری وکذاب ہیں۔

یہ ایسا بدگمان ہے کہ عام مومنین کے لئے بھی جائز نہیں چہ جائے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ مومنین سے فرماتا ہے کہ۔

''تم نے نیک گمان کیوں نہ کیا۔'' بنابریں ناممکن اور محال ماننا پڑے گا کہ وہ ہستی جسے اللہ تعالیٰ نے عالم ما کان وما یکون بنا کر فرمایا ہو وَعَلَّمَكَ مَالَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ وہ اس واقعہ سے بے خبر ہو کر بدگمان ہو جائے۔ پھر احادیث سے واضح ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے منبر پر بہ قسم اعلان فرمایا کہ مجھے اپنی بیوی کی طرف سے کوئی بدگمانی نہیں میرا یقین اس کی طرف سے نیک ہے۔

تو ایسی بات ذات مصطفیٰ علیہ السلام کی طرف منسوب کرنا بڑی سیاہ باطنی ہے۔

چنانچہ بخاری شریف میں حدیث ہے کہ حضور سید یوم النشور صلی اللہ علیہ وسلم نے بہ قسم فرمایا کہ میں جانتا ہوں کہ میرے اہل یعنی صدیقہ رضی اللہ عنہا پاک ہیں۔ لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مرضی یہ تھی کہ براءت صدیقہ قرآن پاک سے ثابت ہو محض میری زبان سے نہ ہو۔ آخر ارشاد ہے۔ فرمایا:

فَاُولٰٓئِكَ عِنْدَ اللّٰهِ هُمُ الْكٰذِبُوْنَ۔ تو وہی اللہ کے نزدیک جھوٹے ہیں۔ پھر فرمایا:

سُبْحٰنَكَ هٰذَا بُهْتَانٌ عَظِیْمٌ۔ یعنی حاشا یہ زبردست افتراء و بہتان ہے۔

اور جو مسلمانوں میں بری بات کے چرچے پھیلانا پسند کرتے ہیں ان کے لئے دردناک عذاب ہے۔

پھر دوسرے رکوع میں جو اس کے بعد ہے فرمایا: اِنَّ الَّذِیْنَ یَرْمُوْنَ الْمُحْصَنٰتِ الْغٰفِلٰتِ الْمُؤْمِنٰتِ لُعِنُوْا فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَةِ وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِیْمٌ۔ وہ لوگ جو عیب لگاتے ہیں پاکدامن فحش کام اور فسق و فجور سے بے خبر خواتین پر جیسے ام المومنین صدیقہ۔

اور بقول ابن عباس رضی اللہ عنہما ازواج مطہرات رضی اللہ عنہم اجمعین۔

اور ایک قول کے مطابق ہر پارسا مومنہ پر جو تہمت لگائے ان پر لعنت ہے دنیا و آخرت میں۔

پھر فرمایا: یہ قاعدہ ہمیشہ یاد رکھو اَلْخَبِیْثٰتُ لِلْخَبِیْثِیْنَ وَالْخَبِیْثُوْنَ لِلْخَبِیْثٰتِ وَالطَّیِّبٰتُ لِلطَّیِّبِیْنَ وَالطَّیِّبُوْنَ لِلطَّیِّبٰتِ اُولٰٓئِكَ مُبَرَّءُوْنَ مِمَّا یَقُوْلُوْنَ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّرِزْقٌ كَرِیْمٌ۔ گندی عورتیں گندے مردوں کے لئے ہیں اور گندے مرد گندی عورتوں کے لئے اور پاک دامن عورتیں پاک دامن مردوں کے لئے ہیں اور پاک مرد پاک عورتوں کے لئے یہ مبرا و منزہ ہیں ان باتوں سے جو یہ منافق کہہ رہے ہیں ان کے لئے تو بخشش ہے اور عزت کی روزی۔

یہ ہے خلاصہ تفسیر اب آگے مفصل تفسیر ملاحظہ ہو۔

مختصر تفسیر اردو دوسرا رکوع۔ سورۃ نور۔ پ ۱۸

اِنَّ الَّذِیْنَ جَآءُوْ بِالْاِفْكِ عُصْبَةٌ مِّنْكُمْ لَا تَحْسَبُوْهُ شَرًّا لَّكُمْ۔ وہ لوگ جو زبردست تہمت لگائے تم میں کا ایک گروہ ہے اسے اپنے لئے برا نہ سمجھو بلکہ وہ بہتر ہے تمہارے لئے۔

یعنی وہ بات جو کذب وافتراء سے بھی زائد ہے وہ افک ہے اور اکثر نے اسے مطلقاً جھوٹ سے تعبیر کیا اور کسی نے افک بہتان کے معنی میں لیا۔ وَاَصْلُهٗ مِنَ الْاَفْكِ بِفَتْحٍ فَسُكُوْنٍ وَهُوَ الْقَلْبُ وَالصَّرْفُ لِاَنَّ الْكِذْبَ مَصْرُوْفٌ عَنِ الْوَجْهِ الَّذِیْ یَحِقُّ۔

اِفْكٌ۔ اصل میں پلٹنا اور پھرنا ہے اس لئے کہ کذب بھی پھیرنا ہے اصل حقیقت کو۔ وَالْمُرَادُ بِالْاِفْكِ مَا اُفِكَ بِهِ الصِّدِّيْقَةُ اُمُّ الْمُؤْمِنِيْنَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا وَاللَّامُ فِيْهِ لِلْعَهْدِ۔ اور اس رکوع میں افک پر الف لام معہود ذہنی لاکر مخصوص کیا گیا حضرت ام المومنین صدیقہ رضی اللہ عنہا کی طرف۔

تمام قرآن کریم میں اس لغت سے مشتق تین مقام پر الفاظ آئے ہیں۔

1۔ انتیسویں پارہ میں ہے: وَجَاءَ فِرْعَوْنُ وَمَنْ قَبْلَهٗ وَالْمُؤْتَفِكَاتُ بِالْخَاطِئَةِ۔ یہ قوم لوط کے قصہ میں ہے چونکہ اس کی بستیاں الٹ دی گئیں تھیں اس لئے انہیں موتفکات فرمایا گیا۔

2۔ اور دسویں پارہ میں ہے: وَقَوْمِ اِبْرٰهِيْمَ وَاَصْحٰبِ مَدْيَنَ وَالْمُؤْتَفِكٰتِ اس میں وہی الٹی ہوئی قوموں کا ذکر ہے۔

3۔ اور ستائیسویں پارہ میں ہے: وَالْمُؤْتَفِكَةَ اَهْوٰى ﴿۵۳﴾ فَغَشّٰىهَا مَا غَشّٰى۔ یہاں بھی یہی الٹ پلٹ ہونے کے معنی ہیں۔

اور یہاں بھی اسی مناسبت سے افک فرمایا جو جھوٹ کے معنی میں لایا گیا۔ اس لئے کہ جھوٹ میں بھی کسی چیز کا اصلیت سے مقلوب ہونا ہوتا ہے اور بہتان لگانے والے اس کی حقیقت کو پلٹ دیتے ہیں اس لئے اسے افک کہا گیا۔

اور ایسے بہتان وافتراء کی حقیقت جب منکشف ہو جاتی ہے تو وہ بہتر ہی ہوتی ہے۔ بنابریں ارشاد ہوا: لَا تَحْسَبُوْهُ شَرًّا لَّكُمْ اسے اپنے لئے برا خیال نہ کرو بَلْ هُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ بلکہ وہ تمہارے حق میں بہتر ہے کہ اس کی وجہ سے وہ عصبہ جو تم میں ہی ملے ہوئے ہیں پہچان لئے جائیں گے اور اپنے پرائے کو ہر کس وناکس جان لے گا۔

اس قصہ عظیم کی تفصیل بخاری شریف میں حضرت عروہ رضی اللہ عنہ سے اور حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا سے اس طرح آئی ہے:

حضرت صدیقہ ام المومنین رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم جب سفر کا ارادہ فرماتے تو ازواج مطہرات میں قرعہ اندازی فرماتے پھر جس بیوی کے نام قرعہ نکلتا اسے اپنے ہمراہ لے جاتے۔

آپ فرماتی ہیں کہ جب غزوۂ بنی مصطلق میں 5ھ کو حضور غزا فرمانے تشریف لے گئے تو قرعہ فال میرے نام پر آیا چنانچہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت میں روانہ ہوئی اور یہ سفر پردہ کا حکم نازل ہونے کے بعد واقع ہوا۔

تو میں اپنے ہودج میں سوار ہوگئی اور غزوہ کے مقام پر جا اتری۔ حتیٰ کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم غزوہ سے فارغ ہو کر واپس ہوئے اور ہم مدینہ منورہ کے ایک پڑاؤ پر اترے۔ رات گزاری صبح کے قریب قافلہ کی روانگی کا اعلان ہوا تو میں جنگل میں ایک گوشہ میں تھی آواز سن کر چلی اور لشکر میں پہنچ گئی جب میں اپنے ہودج کے پاس آئی تو میں نے دیکھا کہ میرا ہار گر گیا ہے میں اس کی تلاش میں مصروف رہی اور قافلہ والوں نے میرا ہودج اونٹ پر کس دیا اور وہ یہ خیال کرتے رہے کہ میں اس

ہودج میں ہوں اس لئے کہ اس سفر میں خواتین بہت ہلکی پھلکی ہو گئی تھیں۔
ان میں گوشت کا وزن نہیں رہا تھا کیونکہ ہم سب اس سفر میں ایک ایک لقمہ کھا کر قناعت کرتے تھے۔
تو ہودج کے ہلکے پن پر کسی کو بھی شبہ نہ ہوا کہ میں ہودج میں نہیں ہوں۔
پھر میں تو ویسے بھی جاریۃ حدیثۃ السن تھی یعنی کم عمر لڑکی تھی۔
غرضیکہ جب اونٹ ہانک دیئے گئے اور قافلہ کوچ کر گیا تو میں نے اپنا ہار پالیا اور جلدی سے اپنی منزل پر آئی تو یہاں سنسان میدان تھا کوئی آدمی اور آدم زاد موجود نہ تھا۔
میں نے سوچا کہ جب مجھے ہودج میں نہ پائیں گے تو اسی جگہ مجھے ڈھونڈنے والے آئیں گے میں وہاں ہی بیٹھ گئی کہ مجھے نیند غالب آئی اور میں سو گئی۔
پیچھے پیچھے قافلہ کے حضرت صفوان بن معطل سلمی ذکوانی آ رہے تھے جو قافلہ کی گری پڑی چیز کی نگرانی پر مقرر تھے انہیں پر چھائیں نظر آئی اور دیکھا کہ کوئی سو رہا ہے وہ قریب آئے تو انہوں نے پہچانا کہ میں ہوں اور انہوں نے مجھے آیات حجاب نازل ہونے سے پہلے دیکھا بھی تھا تو انہوں نے آواز سے اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّآ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ پڑھا ان کی آواز استرجاع سے میں جاگ اٹھی اور میں نے دوپٹہ سے بکل مار کر جلباب اوڑھ لیا۔
قسم بخدا انہوں نے مجھ سے کسی لفظ سے بھی کلام نہ کیا اور نہ میں نے استرجاع یعنی اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّآ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ کے سوا کچھ سنا اور انہوں نے اناخ ناقہ فرمایا یعنی اونٹ کو سواری کے لئے جھکایا اور ان کے ہاتھ کے سہارے میں ہودج میں چلی گئی اور وہ مجھے سوار کئے اونٹ کی نکیل تھامے آگے آگے چل دیئے۔
حتیٰ کہ ظہر کے وقت ہم لشکر سے آملے۔
پھر جسے ہلاک ہونا تھا بدگمانی میں ہلاک ہوا اور اس میں اتہام تراشی کرنے میں جو پیش پیش تھا وہ عبداللہ بن ابی بن سلول منافق تھا۔
پھر ہم مدینہ پہنچ گئے اور پھر میں اتفاقاً بیمار ہو گئی اور ایک مہینہ بیمار رہی اور لوگوں میں جو چرچے ہو رہے تھے ان کا مجھے کچھ علم نہ تھا۔ البتہ اتنا احساس ضرور تھا کہ میری طرف اس بیماری میں وہ الطاف و کرم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا نہیں تھا جو ہوا کرتا تھا میرے پہلے بیمار ہونے میں
اِنَّمَا يَدْخُلُ عَلَيَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَيُسَلِّمُ ثُمَّ يَقُوْلُ كَيْفَ تِيْكُمْ ثُمَّ يَنْصَرِفُ۔ سوا اس کے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم مجھ پر تشریف لاتے سلام کے بعد فرماتے تم کس حال میں ہو پھر واپس تشریف لے جاتے۔
فَذٰلِكَ الَّذِيْ يُرِيْبُنِيْ وَلَا اَشْعُرُ بِالشَّرِّ۔ بس یہ بات مجھ پر شاق تھی باقی مجھے اس فتنہ کی خبر بھی نہ تھی۔
حتیٰ کہ میں نہایت کمزور ہو گئی تو میرے ساتھ ایک روز ام مسطح ایک گوشہ کی طرف جہاں ہم قضاء حاجت کو جایا کرتے تھے اور ہم ہمیشہ رات ہی کو قضاء حاجت کے عادی تھے۔
اور یہ وہ زمانہ تھا کہ بیت الخلاء گھروں میں نہیں ہوتا تھا اور ہمارا طریقہ عرب کے طریقہ کے مطابق ہی تھا کہ مجھے وہاں

تک جانے میں تکلیف ہونے لگی اور گھر میں بیت الخلاء سے ہم اذیت پاتے تھے۔

غرضیکہ میں اور ام مسطح جو ابی رہم بن عبد مناف کی بیٹی تھیں اور ان کی والدہ بنت صخر بن عامر خالہ حضرت ابوبکر صدیق کی تھیں اور ان کے بیٹے مسطح بن اثاثہ تھے۔

تو میں اور ام مسطح گھر کی طرف فارغ ہو کر جب آنے لگے تو ام مسطح افسوس سے کہنے لگیں تَعِسَ مِسْطَح مسطح ہلاک ہو گیا۔

فَقُلْتُ لَهَا بِئْسَ مَا قُلْتِ اَتَسُبِّيْنَ رَجُلًا شَهِدَ بَدْرًا۔ تو میں نے انہیں کہا یہ آپ نے بری بات کہی بھلا آپ انہیں برا کہہ رہی ہیں جو بدر میں شریک رہے ہیں۔

تو ام مسطح نے کہا: اَیْ هَنْتَاهُ اَوَ لَمْ تَسْمَعِيْ مَا قَالَ اے بے خبر بھولی بالی! کیا تم نے وہ نہیں سنا جو اس نے کہا۔

فرماتی ہیں میں نے کہا وہ کیا بات ہے جو انہوں نے کہی فَاَخْبَرَ تْنِيْ بِقَوْلِ اَهْلِ الْاِفْكِ تو انہوں نے بہتان تراشوں کی بکواس سے مجھے مطلع کیا۔

فَازْدَدْتُ مَرَضًا عَلٰى مَرَضِيْ۔ یہ سن کر تو میرا مرض مرض پر شدت پکڑ گیا۔

جب میں گھر آ گئی اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور مجھ سے فرمایا: كَيْفَ تِيْكُمْ تمہاری طبیعت کیسی ہے۔

تو میں نے عرض کیا: اَتَاْذَنُ لِيْ اَنْ اٰتِيَ اَبَوَيَّ۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کیا مجھے اجازت ہے کہ میں اپنے ماں باپ کے ہاں چلی جاؤں۔

فرماتی ہیں یہ اجازت اس لئے بھی میں نے طلب کی تھی کہ ام مسطح کی خبر کی تصدیق ہو جائے۔

یعنی اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اجازت دے دی تو یقیناً وہ خبر صحیح ہے اور اگر اجازت نہ دی تو وہ خبر غلط ہے اس لئے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا تلطف میرے ساتھ اتنا تھا کہ مجھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنے سے علیحدہ ہونا پسند نہیں فرماتے تھے۔

فَاَذِنَ لِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَجِئْتُ اَبَوَيَّ فَقُلْتُ لِاُمِّيْ (هِيَ اُمُّ رُوْمَانَ زَيْنَبُ بِنْتُ وَهْمَانَ)۔ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے اپنے والد کے ہاں جانے کی اجازت دے دی میں اپنے باپ کے یہاں آ گئی تو میں نے اپنی والدہ ام رومان سے کہا:

يَا اُمَّتَاهُ مَا يَتَحَدَّثُ النَّاسُ۔ اماں جان! لوگ کیا باتیں سنا رہے ہیں؟

قَالَتْ يَا بُنَيَّةُ هَوِّنِيْ عَلَيْكِ فَوَ اللّٰهِ لَقَلَّمَا كَانَتْ اِمْرَاَةٌ قَطُّ وَضِيْئَةً عِنْدَ رَجُلٍ وَّ لَهَا ضَرَائِرُ اِلَّا يَكْثُرُوْنَ عَلَيْهَا۔ والدہ نے فرمایا: بیٹی یہ معمولی بات ہے قسم بخدا بہت کم عورتیں ہوں گی جو آدمی کی نظر میں وضیئہ ہوں اور عورت کے لئے بہت سے پہلو تکلیف دہ ہوتے ہیں۔

فرماتی ہیں اس پر میں نے کہا: سُبْحَانَ اللّٰهِ وَلَقَدْ تَحَدَّثَ النَّاسُ بِهٰذَا۔ سبحان اللہ یہ عجیب بات ہے کہ لوگوں میں میرے حق میں ایسی باتیں ہو رہی ہیں۔

فرماتی ہیں پھر میں رو پڑی اور اتنی روئی کہ رات سے صبح تک ہی روتی رہی اور میرا آنسو نہ رکا اور میری آنکھیں سرمہ

خواب سے مکتحل نہ ہوئیں حتیٰ کہ صبح تک رونا نہ رکا۔

ادھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اسد اللہ شیر خدا علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہہ کو بلایا اور حضرت اسامہ بن زید کو بھی طلب کیا۔ اور وحی آنے میں دیر ہوئی حضور صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کا حکم اپنے اہل کی جدائی میں چاہتے تھے۔ تو

فَاَمَّا اُسَامَةُ بْنُ زَيْدٍ فَاَشَارَ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ بَرِيَّةِ اَهْلِهٖ وَ بِالَّذِیْ يَعْلَمُ لَهُمْ فِیْ نَفْسِهٖ مِنَ الْوُدِّ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَهْلَكَ وَمَا نَعْلَمُ اِلَّا خَيْرًا۔ حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف بریت اہل کے لئے اشارہ کیا اور جوان کے دل میں احترام و محبت تھی اس کی بناء پر عرض کیا کہ حضور میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ پاک کے متعلق سوائے بھلائی کے اور کچھ نہیں جانتا۔

وَاَمَّا عَلِیُّ بْنُ اَبِیْ طَالِبٍ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ لَمْ يُضَيِّقِ اللّٰهُ عَلَيْكَ وَالنِّسَآءُ سِوَاهَا كَثِيْرٌ وَاِنْ تَسْأَلِ الْجَارِيَةَ تُصَدِّقْكَ۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے عرض کیا حضور! اللہ تعالیٰ ہرگز آپ پر اس سے زیادہ تنگی نہ فرمائے گا اور عورتیں ان کے سوا بہت ہیں۔ اگر آپ کسی بچے سے بھی اس معاملہ میں سوال فرمائیں گے تو وہ بھی تصدیق براءت کریں گے۔

فَدَعَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَرِيْرَةَ فَقَالَ اَیْ بَرِيْرَةُ هَلْ رَاَيْتِ مِنْ شَیْءٍ يُّرِيْبُكِ قَالَتْ بَرِيْرَةُ لَا وَالَّذِیْ بَعَثَكَ بِالْحَقِّ اِنْ رَاَيْتُ عَلَيْهَا اَمْرًا اَغْمِصُهٗ عَلَيْهَا اَكْثَرُ مِنْ اَنَّهَا جَارِيَةٌ حَدِيْثَةُ السِّنِّ تَنَامُ عَنْ عَجِيْنِ اَهْلِهَا فَتَاْتِی الدَّاجِنُ فَتَاْكُلُهٗ۔

پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت بریرہ کو بلا کر فرمایا اے بریرہ تم نے صدیقہ کی کوئی ایسی بات کبھی دیکھی جو تمہیں شک میں ڈالتی حضرت بریرہ نے عرض کیا اس ذات پاک کی قسم جس نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا میں نے کبھی شبہ میں ڈالنے والی بات نہیں دیکھی۔

ہاں یہ ضرور ہے کہ وہ ابھی الھڑ نوعمر ہیں **غَافِلَاتُ الْمُؤْمِنَاتِ** ہیں نشیب و فراز سے بے خبر ہیں آٹا گوندھتے سو جائیں کہ بکری آکر اسے کھا جائے۔

فَقَامَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاسْتَعْذَرَ يَوْمَئِذٍ مِّنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اُبَیِّ بْنِ سَلُوْلٍ۔ پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کھڑے ہو کر عبد اللہ بن ابی بن سلول کے متعلق فرمایا کون عذر پیش کرتا ہے اس کے حق میں آج کے دن۔ **وَ هُوَ عَلَى الْمِنْبَرِ** اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر تھے اور فرما رہے تھے:

يَا مَعْشَرَ الْمُسْلِمِيْنَ مَنْ يَّعْذِرُنِیْ مِنْ رَجُلٍ قَدْ بَلَغَنِیْ اَذَاهُ فِیْ اَهْلِ بَيْتِیْ – فَوَاللّٰهِ مَا عَلِمْتُ عَلٰى اَهْلِیْ اِلَّا خَيْرًا وَلَقَدْ ذَكَرُوْا رَجُلًا مَّا عَلِمْتُ عَلَيْهِ اِلَّا خَيْرًا وَّ مَا كَانَ يَدْخُلُ عَلٰى اَهْلِیْ اِلَّا مَعِیَ۔

اے مسلمانو! کون میرے آگے عذر کرتا ہے اس آدمی سے جس نے مجھے اذیت دی میرے اہل بیت کے معاملہ میں قسم بخدا میں اپنے اہل کے متعلق کچھ نہیں جانتا مگر نری نیکی اور بھلائی اور لوگ بھی یہی کہہ رہے ہیں کہ ہم بھلائی کے سوا کچھ نہیں جانتے اور (پردہ لازم ہونے کے قبل بھی) کوئی ان کے پاس نہ گیا مگر میرے ساتھ

فَقَامَ سَعْدُ بْنُ مُعَاذِنِ الْاَنْصَارِیُّ فَقَالَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اَنَا اَعْذِرُکَ مِنْہُ اِنْ کَانَ مِنَ الْاَوْسِ ضَرَبْتُ عُنُقَہٗ وَاِنْ کَانَ مِنْ اِخْوَانِنَا مِنَ الْخَزْرَجِ اَمَرْتَنَا اَمْرَ حَقٍّ فَفَعَلْنَا اَمْرَکَ۔

حضرت سعد بن معاذ انصاری کھڑے ہو گئے اور عرض کرنے کے لئے گویا ہوئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم میں عذر پیش کرتا ہوں اس شخص سے اگر وہ قبیلہ اوس سے ہے میں اس کی گردن ماردوں گا اور اگر وہ ہماری برادری خزرج سے ہے تو حکم دیجئے ہمیں ہم حکم کی تعمیل کریں گے۔

سیدہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

فَقَامَ سَعْدُ بْنُ عُبَادَۃَ وَھُوَ سَیِّدُ الْخَزْرَجِ وَکَانَ قَبْلَ ذَالِکَ رَجُلًا صَالِحًا وَلٰکِنِ احْتَمَلَتْہُ الْحَمِیَّۃُ فَقَالَ لِسَعْدِ بْنِ مُعَاذٍ کَذَبْتَ لَعَمْرُ اللّٰہِ لَا نَقْتُلُہٗ وَلَا تَقْدِرُ عَلٰی قَتْلِہٖ۔ تو سعد بن عبادہ جو قبیلہ خزرج کے سردار تھے کھڑے ہو گئے اگرچہ وہ اس سے قبل صالح آدمی تھے لیکن حمیت قبائلی نے انہیں برانگیختہ کر دیا کہنے لگے: سعد بن معاذ تم غلط کہتے ہو خدا کی قسم اسے ہم قتل نہ کریں گے اور تم بھی اس کے قتل پر قدرت نہیں رکھتے ہو۔

فَقَامَ اُسَیْدُ بْنُ حُضَیْرٍ وَھُوَ ابْنُ عَمِّ سَعْدِ بْنِ مُعَاذٍ فَقَالَ لِسَعْدِ بْنِ عُبَادَۃَ کَذَبْتَ لَعَمْرُ اللّٰہِ لَنَقْتُلَنَّہٗ فَاِنَّکَ مُنَافِقٌ تُجَادِلُ عَنِ الْمُنَافِقِیْنَ فَثَارَ الْحَیَّانِ مِنَ الْاَوْسِ وَالْخَزْرَجِ حَتّٰی ھَمُّوْا اَنْ یَّقْتَتِلُوْا وَرَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَائِمٌ عَلَی الْمِنْبَرِ فَلَمْ یَزَلْ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یُخَفِّضُھُمْ حَتّٰی سَکَتُوْا وَ سَکَتَ۔

تو حضرت اسید بن حضیر کھڑے ہو گئے یہ چچا کے بیٹے بھائی تھے سعد بن معاذ کے اور سعد بن عبادہ کو کہنے لگے خدا کی قسم تم غلط کہتے ہو ہم ضرور اسے قتل کریں گے اور تو منافق ہے منافقوں کی حمایت میں لڑتا ہے یہاں تک کہ اوس وخزرج میں گرما گرمی ہو گئی اور نوبت بایں جارسید کہ قتل پر آمادہ ہو گئے اور سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر جلوہ افروز تھے اور دونوں کو خاموش ہو جانے کے لئے دبا رہے تھے آخرش سب خاموش ہو گئے اور اسید بن حضیر بھی خاموش ہو گئے۔

سیدہ فرماتی ہیں: فَمَکَثْتُ یَوْمِیْ ذَالِکَ لَا یَرْقَأُ لِیْ دَمْعٌ وَلَا اَکْتَحِلُ بِنَوْمٍ۔ مجھے روتے دن گزر گیا اور میرے آنسو نہ تھمے اور میری آنکھیں سرمۂ خواب سے بھی مکتحل نہ ہوئیں یعنی میری نیند بھی اڑ گئی۔

آگے حضرت سیدہ ام المومنین صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ

میں دو رات اور ایک دن روتی رہی اور سوئی بھی نہیں اور میرے آنسو بھی نہ تھمے تو میرے والدین نے کہا کہ ایسا رونا کبھی کلیجہ نہ پھاڑ دے۔ غرضکہ میں رو رہی تھی اور میرے والدین میرے پاس تھے کہ انصار کی ایک عورت نے حاضری کی اجازت لی جب وہ آ گئی تو میرے ساتھ اس نے بھی رونا شروع کیا۔

ہم اسی حال میں تھے کہ رحمت عالم سید اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے آئے اور سَلَامٌ عَلَیْکِ کہہ کر قریب آ کر بیٹھ گئے۔

صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں جب سے یہ اتہام بازی ہوئی تھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما نہیں ہوئے لیکن آج تشریف ارزانی فرمائی اور وحی رکے ایک ماہ گزر چکا۔

اور میرے متعلق کوئی فیصلہ نہیں آیا۔

صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا تشریف لا کر رونق بخش ہونا اس امر کی شہادت تھا کہ میرے حق میں فیصلہ آئے گا۔ پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس طرح فرمایا:

اَمَّا بَعْدُ یَا عَائِشَۃُ فَاِنَّہٗ قَدْ بَلَغَ عَنْکِ کَذَا وَ کَذَا فَاِنْ کُنْتِ بَرِیْئَۃً فَسَیُبَرِّئُکِ اللّٰہُ وَ اِنْ کُنْتِ اَلْمَمْتِ بِذَنْبٍ فَاسْتَغْفِرِی اللّٰہَ وَتُوْبِیْ اِلَیْہِ فَاِنَّ الْعَبْدَ اِذَا اعْتَرَفَ بِذَنْبٍ ثُمَّ تَابَ اِلَی اللّٰہِ تَابَ اللّٰہُ عَلَیْہِ۔

بعد حمد الٰہی کے اے عائشہ مجھے تمہارے متعلق ایسے ایسے اتہامات کی خبر ملی ہے۔

لہٰذا اگر تم اس سے بری ہو تو عنقریب اللہ تعالیٰ تمہیں بری فرمادے گا۔

اور اگر تم کسی غلطی کی مرتکب ہو چکی ہو تو اللہ کے حضور استغفار کرو اس لئے کہ بندہ جب اعتراف گناہ کر کے اللہ کے حضور رجوع ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ بھی رجوع فرماتا ہے۔

یہاں اگر معاذ اللہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو سیدہ کی پاک دامنی کا یقین نہ ہوتا تو **فَاسْتَغْفِرِیْ** نہ فرماتے اس لئے کہ اس اتہام پر تو رجم تھا مگر چونکہ صدیقہ کی پاک دامنی یقینی تھی تو **فَاسْتَغْفِرِیْ** فرمایا۔

فرماتی ہیں جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا کلام پورا فرمالیا تو **قَلَصَ دَمْعِیْ حَتّٰی مَا اُحِسُّ مِنْہُ قَطْرَۃً** میرے آنسو رک گئے اور ایسے خشک ہوئے کہ مجھے آنسو کا ایک قطرہ بھی محسوس نہ ہوا۔

پھر میں نے اپنے والد سے عرض کیا آپ جواب دیں جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے تو آپ نے فرمایا: **وَاللّٰہِ مَا اَدْرِیْ مَا اَقُوْلُ لِرَسُوْلِ اللّٰہِ**۔ خدا کی قسم میں اللہ کے رسول کے سامنے کیا جواب دوں یہ میرے ادراک سے باہر ہے۔

فَقُلْتُ لِاُمِّیْ اَجِیْبِیْ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَتْ مَا اَدْرِیْ مَا اَقُوْلُ لِرَسُوْلِ اللّٰہِ۔ پھر میں نے اپنی والدہ سے عرض کیا کہ آپ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو جواب دیں وہ بولیں میں نہیں جانتی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کیا جواب دوں۔

فرماتی ہیں پھر میں نے ہمت کر کے کہا کہ:

اَنَا جَارِیَۃٌ حَدِیْثَۃُ السِّنِّ لَا اَقْرَاُ کَثِیْرًا مِّنَ الْقُرْاٰنِ اِنِّیْ وَاللّٰہِ لَقَدْ عَلِمْتُ اَنَّکُمْ سَمِعْتُمْ ھٰذَا الْحَدِیْثَ حَتّٰی اسْتَقَرَّ فِیْ اَنْفُسِکُمْ وَصَدَّقْتُمْ بِہٖ۔ میں ایک لڑکی نوعمر ہوں میں نے قرآن کریم بھی زیادہ نہیں پڑھا اور خدا کی قسم میں جانتی ہوں کہ تم نے یہ بہتان والی باتیں سنیں اور سنتے سنتے تمہارے دلوں میں وہ جم گئیں اور تم انہیں سچا سمجھ رہے ہو۔

فَلَئِنْ قُلْتُ لَکُمْ اِنِّیْ بَرِیْئَۃٌ وَاللّٰہُ یَعْلَمُ اَنِّیْ بَرِیْئَۃٌ لَا تُصَدِّقُوْنِیْ وَلَئِنِ اعْتَرَفْتُ لَکُمْ بِاَمْرٍ وَاللّٰہُ یَعْلَمُ اَنِّیْ مِنْہُ بَرِیْئَۃٌ فَتُصَدِّقُنِیْ وَاللّٰہِ لَا اَجِدُ لِیْ وَلَکُمْ مَثَلًا اِلَّا قَوْلَ اَبِیْ یُوْسُفَ فَصَبْرٌ جَمِیْلٌ ؕ وَاللّٰہُ الْمُسْتَعَانُ عَلٰی مَا تَصِفُوْنَ۔

تو اگر میں تمہیں کہوں کہ میں بری ہوں اور اللہ خوب جانتا ہے کہ میں اس اتہام سے بری ہوں تو تم میری تصدیق نہ کرو گے اور اگر میں اقرار کروں تم سے کسی امر کا تو اللہ جانتا ہے کہ میں اس اتہام سے بری ہوں تو تم تصدیق کرو گے۔

خدا کی قسم میں تمہارے اور اپنے مابین کوئی مثال نہیں پاتی سوا قول باپ حضرت یوسف علیہ السلام کے کہ انہوں نے فرمایا تھا: فَصَبْرٌ جَمِيلٌ ۖ وَاللّٰهُ الْمُسْتَعَانُ عَلٰى مَا تَصِفُوْنَ۔

اس کے بعد میں اپنے بستر پر پڑ گئی اور میں اس وقت بھی جانتی تھی کہ جب میں بری ہوں تو ضرور اللہ تعالیٰ مجھے بری فرمائے گا۔

وَلٰكِنْ مَا كُنْتُ اَظُنُّ اَنَّ اللّٰهَ مُنْزِلٌ فِيْ شَاْنِيْ وَحْيًا يُّتْلٰى وَلَشَاْنِيْ فِيْ نَفْسِيْ كَانَ اَحْقَرُ مِنْ اَنْ يَّتَكَلَّمَ اللّٰهُ فِيَّ بِاَمْرٍ يُّتْلٰى وَلٰكِنْ كُنْتُ اَرْجُوْ اَنْ يَّرٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي النَّوْمِ رُؤْيَا يُّبَرِّئُ اللّٰهُ بِهَا۔ لیکن میرا یہ ایمان نہ تھا کہ میرے معاملہ میں وحی متلو نازل ہوگی اس لئے کہ میں اپنے خیال میں حقیر تھی اس سے کہ اللہ تعالیٰ کلام فرمائے گا ایسے طریقہ سے کہ عام طور پر پڑھا جائے لیکن یہ امید ضرور تھی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں میری براءت فرما دے گا۔

فَوَاللّٰهِ مَا دَامَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَا خَرَجَ اَحَدٌ مِّنْ اَهْلِ الْبَيْتِ حَتّٰى اُنْزِلَ عَلَيْهِ۔ فرماتی ہیں قسم بخدا حضور صلی اللہ علیہ وسلم وہاں سے تشریف نہ لے گئے اور نہ گھر والوں میں سے کوئی باہر نکلا کہ آپ پر وحی نازل ہوئی۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشانی اقدس سے قطرات پسینہ کے ٹپکنے لگے جیسا کہ نزول وحی پر ہوا کرتا تھا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم خوش ہوئے۔

فَكَانَ اَوَّلُ كَلِمَةٍ تَكَلَّمَ بِهَا صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔ غرضکہ پھر پہلا کلمہ جس کے ساتھ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے ساتھ کلام فرمایا یہ تھا:

يَا عَائِشَةُ اَمَّا اللّٰهُ فَقَدْ بَرَّاَكِ۔ اے عائشہ اللہ نے تجھے بری کر دیا۔

تو میری والدہ نے مجھ سے کہا: قُوْمِيْ اِلَيْهِ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف کھڑی ہو جا تو میں نے کہا:

وَاللّٰهِ لَا اَقُوْمُ وَلَا اَحْمَدُ اِلَّا اللّٰهَ وَاَنْزَلَ اللّٰهُ اِنَّ الَّذِيْنَ جَآءُوْا بِالْاِفْكِ الْعَشْرَ الْاٰيَاتِ كُلَّهَا۔ خدا کی قسم میں کھڑی نہ ہوں گی اور نہ کسی کی حمد کروں گی سوا اپنے اللہ کریم کے کہ اس نے مجھے بری فرمایا اور دس آیتیں میری براءت میں اِنَّ الَّذِيْنَ جَآءُوْ بِالْاِفْكِ سے آخر تک نازل فرمائیں۔ آگے ارشاد ہے:

عُصْبَةٌ مِّنْكُمْ ۖ۔ ایک جماعت تم میں سے۔

علامہ نسفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: جَمَاعَةٌ مِّنَ الْعَشْرَةِ اِلٰى اَرْبَعِيْنَ – وَاعْصَوْصَبُوْا اِجْتَمَعُوْا وَهُمْ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ اُبَيٍّ رَاْسُ الْمُنَافِقِيْنَ وَزَيْدُ بْنُ رِفَاعَةَ وَحَسَّانُ بْنُ ثَابِتٍ وَ مِسْطَحُ بْنُ اَثَاثَةَ وَ حَمْنَةُ بِنْتُ جَحْشٍ وَمَنْ سَاعَدَهُمْ۔

مِنْكُمْ اَيْ مِنْ جَمَاعَةِ الْمُسْلِمِيْنَ وَهُمْ ظَنُّوْا اَنَّ الْاِفْكَ وَقَعَ مِنَ الْكُفَّارِ دُوْنَ مَنْ كَانَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ۔

عصبہ دس سے چالیس تک کی جماعت کو کہتے ہیں یہ مجتمع ہو گئے تھے۔ ان میں عبداللہ بن ابی راس المنافقین تھا اور زید بن رفاعہ اور حسان بن ثابت اور مسطح بن اثاثہ اور حمنہ بنت جحش اور کچھ ان کے حمایتی۔

مِّنۡکُمۡ سے مراد جماعت مسلمین ہے صحابہ کرام کا یہ گمان تھا کہ یہ اتہام کفار کی طرف سے اٹھا ہے نہ کہ مومنین کی جانب سے اس گمان کا رد فرمانے کو عُصۡبَةٌ مِّنۡکُمۡ فرمایا گیا۔

آلوسی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: وَقَدْ صَحَّ اَنَّ عَائِشَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهَا عَدَّتِ الْمُنَافِقَ - عَبْدَاللّٰهِ بْنَ اُبَیِّ بْنِ سَلُوْلِ وَحَمْنَةَ بِنْتَ جَحْشٍ اُخْتَ اُمِّ الْمُؤْمِنِیْنَ زَیْنَبَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهَا وَ زَوْجَةَ طَلْحَةَ بْنِ عُبَیْدِ اللّٰهِ وَمِسْطَحَ بْنَ اَثَاثَةَ وَحَسَّانَ بْنَ ثَابِتٍ۔

بہر حال بخاری کی روایت سے ثابت ہوتا ہے اَنَّهٗ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ لَمْ یَتَکَلَّمْ عَنْ صَمِیْمِ قَلْبٍ کہ حضرت حسان رضی اللہ عنہ نے دل سے یہ اتہام نہیں مانا اور زبان مبارک سے کوئی کلمہ استعمال نہ فرمایا۔

پھر بھی بعض روایات سے پتہ چلتا ہے کہ ابن ابی اور حسان اور مسطح پر حد لگائی گئی۔ کما فی المدارک

اور پھر آپ نے حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا کی شان میں یہ اشعار بھی فرمائے:

(1) حَصَانٌ رَزَانٌ مَا تَزَنُّ بِرِیْبَةٍ — وَ تُصْبِحُ غَرْثٰی مِنْ لُحُوْمِ الْغَوَافِلِ

(2) حَلِیْلَةُ خَیْرِ النَّاسِ دِیْنًا وَّ مَنْصَبًا — نَبِیِّ الْهُدٰی ذِی الْمَکْرُمَاتِ الْفَوَاضِلِ

(3) عَقِیْلَةُ حَیٍّ مِّنْ لُؤَیِّ بْنِ غَالِبٍ — کِرَامِ الْمَسَاعِیْ مَجْدُهُمْ غَیْرُ زَائِلٍ

(4) مُهَذَّبَةٌ قَدْ طَیَّبَ اللّٰهُ خِیْمَهَا — وَطَهَّرَهَا مِنْ کُلِّ سُوْءٍ وَّ بَاطِلٍ

(5) فَاِنْ کُنْتُ قَدْ قُلْتُ الَّذِیْ قَدْ زَعَمْتُمُوْا — فَلَا رَفَعَتْ سَوْطِیْ اِلَیَّ اَنَامِلِیْ

(6) وَ کَیْفَ وَوُدِّیْ مَا حَیِیْتُ وَ نُصْرَتِیْ — لِاٰلِ رَسُوْلِ اللّٰهِ زَیْنُ الْمَحَافِلِ

(7) لَهٗ رَتَبٌ عَالٍ عَلَی النَّاسِ کُلِّهِمْ — تَقَاصَرَ عَنْهُ سَوْرَةُ الْمُتَطَاوِلِ

(8) فَاِنَّ الَّذِیْ قَدْ قِیْلَ لَیْسَ بِلَائِطٍ — وَلٰکِنَّهٗ قَوْلُ امْرِیٍٔ بِیْ مَاحِلٍ

ترجمہ اشعار

(1) وہ پاک دامن اور پاکباز ہے جس پر کسی گناہ کا کوئی الزام نہیں ہے اور وہ بے خبر لوگوں کے گوشت سے ہمیشہ بھوکی رہتی ہے۔

(2) وہ بیوی ہے دین اور منصب کے لحاظ سے بہترین انسان کی جو اللہ کا نبی ہے اور تمام بہترین بزرگیوں کا مالک ہے۔

(3) وہ شریف ترین عورت ہے قبیلہ لوی بن غالب کی وہ جس کے سارے کام شرافت کے ہیں اور ان کی بزرگی ختم ہونے والی نہیں ہے۔

(4) وہ پاک کر دی گئی ہے اللہ نے اس کی طبیعت کو پاک بنایا ہے اور اسے ہر ایک برائی اور باطل سے پاک وصاف رکھا ہے۔

(5) جو بات تم نے میرے ذمے لگائی ہے کہ وہ میں نے کہی ہے اگر وہ سچ ہو تو خدا کرے میرے ہاتھ شل ہو جائیں اور میرا کوڑا میرے ہاتھ نہ پکڑ سکیں۔

(6) اور یہ کیسے ہوسکتا ہے جبکہ میری محبت اور میری مدد زندگی بھر تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے گھرانے کی مدح کے لئے ہے اور محفلوں کی زینت ہے۔

(7) وہ نبی جس کو تمام لوگوں پر بزرگی حاصل ہے اور دشمن کا حملہ وہاں تک پہنچنے سے قاصر ہے۔

(8) جو بات میرے متعلق کہی گئی ہے وہ صحیح نہیں ہے۔ لیکن وہ ایسے آدمی کی بات ہے جس نے میری چغلی کھائی ہے۔

اور حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا تَكْرِمُهُ بَعْدَ ذَالِكَ وَتَذْكُرُهُ بِخَيْرٍ۔ اور حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا ان کا احترام ان ابیات کے بعد کرتی تھیں اور ان کا ذکر اچھے الفاظ میں فرماتی تھیں۔

اور ابن سعد محمد بن سیرین سے راوی ہیں کہ جب حسان حاضر ہوتے حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا ان کے لئے تکیہ منگواتیں اور فرمایا کرتیں لَا تُؤْذُوْا حَسَّانًا فَاِنَّهٗ كَانَ يَنْصُرُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِلِسَانِهٖ۔ حسان کی مذمت کر کے انہیں ایذا نہ دو وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مدد اپنے کلام سے کرتے رہے ہیں۔

بلکہ طریق شعبی سے ابن جریر راوی ہیں: اَنَّهَا قَالَتْ مَا سَمِعْتُ بِشَيْءٍ اَحْسَنَ مِنْ شِعْرِ حَسَّانَ وَمَا تَمَثَّلْتُ بِهٖ اِلَّا رَجَوْتُ لَهُ الْجَنَّةَ قَوْلَهٗ لِاَبِیْ سُفْيَانَ ابْنِ الْحَارِثِ بْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ۔

حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا میں نے حسان کے شعروں سے بہتر کبھی کوئی شعر نہ سنا اور نہ اس کی مثال ملی میں امید کرتی ہوں ان کے لئے جنت کی ان اشعار کے صلہ میں جو ابوسفیان بن حارث کے جواب میں انہوں نے فرمائے:

(1) هَجَوْتَ مُحَمَّدًا فَاَجَبْتُ عَنْهُ ۔۔۔ وَ عِنْدَ اللّٰهِ فِیْ ذَاكَ الْجَزَاءُ

(2) فَاِنَّ اَبِیْ وَ وَالِدَتِیْ وَ عِرْضِیْ ۔۔۔ لِعِرْضِ مُحَمَّدٍ مِّنْكُمْ وِقَاءُ

(3) اَتَشْتِمُهٗ وَلَسْتَ لَهٗ بِكُفْوٍ ۔۔۔ فَشَرُّ كُمَا لِخَيْرِ كُمَا الْفِدَاءُ

(4) لِسَانِیْ صَارِمٌ لَا عَيْبَ فِيْهِ ۔۔۔ وَبَحْرِیْ لَا تُكَدِّرُهُ الدِّلَاءُ

ترجمہ اشعار

(1) تو نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجو کی ہے اور ان کی طرف سے میں جواب دیتا ہوں اور اس کا بدلہ اللہ کے پاس ہے۔

(2) میرا باپ میری ماں اور میری عزت سب کچھ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت پر قربان ہے۔

(3) کیا تو اسے گالی دیتا ہے؟ حالانکہ ان کے برابر کا نہیں تو جو تم دونوں میں سے برا ہے وہ تمہارے بہتر پر قربان ہو۔

(4) میری زبان تیز دھار تلوار ہے جس میں کوئی عیب نہیں ہے اور میرا سمندر اتنا گہرا ہے جس کو ڈول کی آمد و رفت مکدر نہیں کر سکتی۔

بہرحال ابن ابی تو وہ تھا جو بظاہر مسلمان تھا لیکن اندرونی طور پر اس کے کافر و منافق ہونے میں کوئی شبہ ہی نہیں اور لَا تَحْسَبُوْهُ شَرًّا لَّكُمْ ۭ بَلْ هُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ فرما کر جو مطمئن کیا کہ اس اتہام تراشی کو تم برا گمان نہ کرو بلکہ یہ تمہارے حق میں بہتر ہے۔

یہ سید المخاطبین حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی دی تھی اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہی صدیق اکبر، صدیقہ کو اور صفوان رضی اللہ عنہم اجمعین کو۔

چنانچہ ابن ابی حاتم اور طبرانی سعید بن جبیر علیہم رضوان سے راوی ہیں: اِنَّ الْخِطَابَ فِی الثَّانِیْ لِعَائِشَةَ وَ صَفْوَانَ۔ اس میں مرتبہ ثانی میں خطاب حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا کو ہے اور صفوان رضی اللہ عنہ کو۔

آلوسی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: وَالْمُرَادُ بَلْ هُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ خَيْرٌ عَظِيْمٌ لَّكُمْ لِنَيْلِكُمْ بِالصَّبْرِ عَلَيْهِ الثَّوَابَ الْعَظِيْمَ وَظُهُوْرِ كَرَامَتِكُمْ عَلَى اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ بِاِنْزَالِ مَا فِيْهِ تَعْظِيْمُ شَاْنِكُمْ وَ تَشْدِيْدُ الْوَعِيْدِ فِيْمَنْ تَكَلَّمَ بِمَا اَحْزَنَكُمْ۔

بَلْ هُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ۔ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی دی گئی ہے کہ اس میں آپ کے حق میں خیر عظیم ہے۔

اول یہ کہ اس اتہام پر صبر کیا اس کا اجر عظیم ملا۔

دوسرے سب پر اکرام و اعزاز صدیقہ ظاہر ہوا اللہ تعالیٰ کی طرف سے۔

تیسرے اس معاملہ میں اتہام پر صدیقہ ام المومنین رضی اللہ عنہا کی شان میں قرآن کریم کی آیات اور وہ بھی پوری دس۔ اور ایک روایت سے اٹھارہ نازل ہوئیں۔

چوتھے یہ کہ جس نے جتنا بھی حصہ لیا اسے اتنی ہی سزا کا وعید آیا جیسا کہ فرمایا:

لِكُلِّ امْرِئٍ مِّنْهُمْ مَّا اكْتَسَبَ مِنَ الْاِثْمِ۔ ہر ایک کو جتنا جس کے ذمہ گناہ ہے اس کی سزا ہوگی۔

چنانچہ آلوسی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اَیْ جَزَاءُ مَا اكْتَسَبَ ذَالِكَ بِقَدْرِ مَا خَاضَ فِيْهِ فَاِنَّ بَعْضَهُمْ تَكَلَّمَ وَ بَعْضَهُمْ ضَحِكَ كَالْمُعْجِبِ الرَّاضِیْ بِمَا سَمِعَ وَ بَعْضَهُمْ اَكْثَرُ وَ بَعْضَهُمْ اَقَلُّ۔

یعنی ہر ایک ماخوذ ہوگا جس نے سن کر اس میں خوض کیا۔

بعض نے یہ بات دوسروں سے کی۔

کوئی سن کر ہنس پڑا گویا ایسی بات سن کر اظہار رضامندی کیا اور رد نہ کیا۔

کسی نے کم جرم کیا کسی نے زیادہ کیا سب سزا پائیں گے۔

چنانچہ حضرت حسان رضی اللہ عنہ کی آنکھیں جاتی رہیں۔

حضرت ام المومنین صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: وَاَیُّ عَذَابٍ اَشَدُّ مِنَ الْعَمٰی۔ آنکھ چلی جانے سے زیادہ اور کیا عذاب ہے۔

اور بعض روایتوں میں ہے کہ ام المومنین صدیقہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا کہ عذاب الیم کے لحاظ سے حسان پر بھی عذاب تو لازمی ہے تو آپ نے فرمایا اَلَيْسَ اَصَابَهٗ عَذَابٌ عَظِيْمٌ اَلَيْسَ قَدْ ذَهَبَ بَصَرُهٗ کیا آنکھ چلی جانا عذاب عظیم نہیں وَلَسْعٌ بِالسَّيْفِ تَعْنِی الضَّرْبَةَ الَّتِیْ ضَرَبَهَا اِيَّاهُ صَفْوَانُ حِيْنَ بَلَغَهٗ عَنْهُ اَنَّهٗ يَتَكَلَّمُ فِیْ ذَالِكَ۔

اور قریب تھا کہ آپ کو صفوان قتل ہی کر دیتے۔ لیکن جب پہلی ضرب حسان پر صفوان نے ماری تو قیس بن شماس بیچ میں کود پڑے اور صفوان کے ہاتھ گردن پر موڑ دیئے اور حسان کو دار بنی الحرث بن خزرج میں لے گئے تو یہاں عبداللہ بن رواحہ موجود تھے آپ دیکھ کر بولے یہ کیا ہوا۔ قیس بن شماس بولے صفوان نے تیغ ماری تو عبداللہ بن رواحہ بولے کیا اس کا علم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ہوا قیس بولے نہیں۔ عبداللہ بن رواحہ نے کہا ضرور خبر کرو چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آ کر سب

قصہ عرض کیا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حسان اور صفوان کو بلایا۔ صفوان نے عرض کی حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہماری ہجو کر کے ہمیں ایذا دیتا تھا مجھے غصہ آ گیا میں نے تلوار ماردی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حسان کو فرمایا تم اسلام لانے کے بعد قوم میں ایسی باتیں کرتے ہو۔

پھر فرمایا اچھا حسان اب اس ضرب کو معاف کردو۔ حسان بولے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اختیار ہے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حسان کو بیر حاء عطا فرمادیا اور طلحہ بن سہیل نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں سیرین امۃ قبطیہ پیش کی تھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حسان کو وہ بخش دی اس سے حضرت عبدالرحمٰن بن حسان کی ولادت ہوئی۔ اس کے علاوہ اور بھی روایات ہیں انتہی مختصراً روح المعانی۔

وَالَّذِیْ تَوَلّٰی كِبْرَهٗ مِنْهُمْ لَهٗ عَذَابٌ عَظِیْمٌ۔ اور وہ جنہوں نے اس اتہام کو بڑھانا چاہا اس کے لئے زبردست عذاب ہے۔

اس سے مراد عبداللہ بن ابی بن سلول ہے اور حمنہ ہے۔ باقی حضرت حسان مسطح وغیرہ وَالَّذِیْ جَآءَ بِالصِّدْقِ وَ صَدَّقَ بِهٖۤ کے تحت معاف کردیئے گئے۔ ان کے لئے ارشاد ہوا وَخُضْتُمْ كَالَّذِیْ خَاضُوْا اس کے بعد ارشاد ہے۔

لَوْلَاۤ اِذْ سَمِعْتُمُوْهُ ظَنَّ الْمُؤْمِنُوْنَ وَالْمُؤْمِنٰتُ بِاَنْفُسِهِمْ خَیْرًا ۙ وَّ قَالُوْا هٰذَاۤ اِفْكٌ مُّبِیْنٌ

لَوْلَاۤ۔ کے معنی هَلَّا کے ہیں یعنی ارشاد ہے:

کیوں نہ ہوا جب سنا انہوں نے تو گمان کرتے مومن اور مومنات اپنے دل میں بھلا اور کہہ دیتے کہ بے شک یہ کھلا بہتان ہے۔

اس لئے کہ مومن اور مومنات کے لئے حسن ظن رکھنے کا حکم ہے اور اس لئے ایسے حادثات میں چار گواہ متحد البیان لانے لازم ہوتے ہیں ورنہ ان کا فرض ہے کہ ایسی ویسی سن کر کہہ دیں هٰذَاۤ اِفْكٌ مُّبِیْنٌ۔ یہ محض بہتان و افتراء ہے۔ اِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ اِثْمٌ وَّ لَا تَجَسَّسُوْا۔ اسی لئے حکم الٰہی ہے کہ بعض بدگمانی گناہ ہوتی ہے تو تم کسی کا تجسس نہ کرو۔ گویا حکم کا خلاصہ یہ ہوا کہ

كَانَ الْوَاجِبُ عَلَى الْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ اَنْ یَّظُنُّوْا اَوَّلَ مَا سَمِعُوْا ذَالِکَ الْاِفْکَ فَمَنِ اخْتَرَعَهٗ بِالذَّاتِ اَوْ بِالْوَاسِطَةِ مِنْ غَیْرِ تَلَعْثُمٍ وَتَرَدُّدٍ بِاَهْلِ مُتَّهَمٍ مِنْ اٰحَادِ الْمُؤْمِنِیْنَ وَ الْمُؤْمِنَاتِ خَیْرًا وَّ قَالُوْا هٰذَا اِفْکٌ مُّبِیْنٌ فَکَیْفَ بِاُمِّ الْمُؤْمِنِیْنَ حَلِیْلَةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ بِنْتِ الْمُهَاجِرِیْنَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا۔

کہ مومن اور مومنہ پر یہ واجب تھا کہ سنتے ہی کہہ دیتے کہ یہ کھلا افترا ہے جو اپنی طرف سے اختراع کیا یا بالواسطہ بلا کسی قسم کے تردد کے یہ تو عامۂ مومنین کے حق میں حکم ہے۔ پھر ام المومنین حلیلہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور مہاجرین کی صاحبزادی کے لئے تو بطریق اولیٰ یہی حکم تھا۔

پھر دوسری صورت قانون واضح فرمائی جو ہر مومن اور مومنہ کے لئے ہے:

لَوْلَا جَآءُوْ عَلَیْهِ بِاَرْبَعَةِ شُهَدَآءَ ۚ فَاِذْ لَمْ یَاْتُوْا بِالشُّهَدَآءِ فَاُولٰٓئِكَ عِنْدَ اللّٰهِ هُمُ الْكٰذِبُوْنَ کیوں نہ لائے وہ چار گواہ شرعی قانون کے مطابق تو جب چار گواہ نہ لائے تو یقیناً وہی اللہ کے نزدیک جھوٹے ہیں۔

یعنی عنداللہ تو وہ کاذب اور منافق تھے لیکن قانون شرعی کے مطابق بھی وہ جھوٹے ہیں کہ چار گواہ نہیں لا سکے اور ظاہر ہے کہ چار گواہ قذف محصنہ میں جو نہ لائے اس کے لئے قانون میں اسی کوڑے کی سزا ہے اور وہ ہمیشہ کے لئے ساقط العدالت ہے کبھی اس کی گواہی قبول نہیں البتہ توبہ سے آخرت کا عذاب معاف ہو جاتا ہے پھر ارشاد ہوا۔

وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَیْكُمْ وَرَحْمَتُهٗ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَةِ لَمَسَّكُمْ فِیْ مَآ اَفَضْتُمْ فِیْهِ عَذَابٌ عَظِیْمٌ۔ اگر اللہ کا فضل اور اس کی رحمت تم پر نہ ہوتا تو بہت تمہارے اس جہل پر عذاب عظیم آ جاتا۔

لیکن ابن ابی جو راس المنافقین ہے اس پر عذاب ہے اور مخلد فی الدرک الاسفل ہے آگ میں باقی جو اس کے بہکانے سے اس اتہام میں شبہ میں پڑے ان کی توبہ قبول ہے۔ چنانچہ ارشاد ہے:

اِذْ تَلَقَّوْنَهٗ بِاَلْسِنَتِكُمْ وَتَقُوْلُوْنَ بِاَفْوَاهِكُمْ مَّا لَیْسَ لَكُمْ بِهٖ عِلْمٌ وَّتَحْسَبُوْنَهٗ هَیِّنًا ۖ وَّهُوَ عِنْدَ اللّٰهِ عَظِیْمٌ۔ جب تم ایسی بات اپنی زبانوں پر ایک دوسرے سے سن کر لاتے تھے اور اپنے منہ سے وہ بہتان تراشتے تھے جس کا تمہیں علم نہیں اور اسے گمان کرتے تھے سہل حالانکہ وہ اللہ کے نزدیک زبردست بات تھی۔

یعنی تمہارا گمان تھا کہ افواہ اڑانا گناہ نہیں حالانکہ یہ جرم عظیم ہے۔ تمہیں تو یہ چاہئے تھا کہ ایسے بکواس سن کر فوراً کہنے والے کے منہ پر مار دیتے۔

تَلَقَّوْنَهٗ۔ لقی سے ہے یعنی جب ملتے تھے آپس میں منافقین سے اور وَلَقَ الْكَلَامَ بھی اس کے معنی میں یعنی جھوٹ اور لغو باتیں۔

حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا بھی یہی معنی کرتی ہیں۔ چنانچہ فرماتی ہیں اَلْوَلْقُ — اَلْكِذْبُ۔

اور ابن الانباری رحمہ اللہ کہتے ہیں: مَنْ وَلَقَ الْحَدِیْثَ اَنْشَأَهٗ وَاخْتَرَعَهٗ۔ بات گھڑ کر کہنا۔

اور عربی زبان میں تلقی۔ تلقف اور تلقن متقارب المعنی ہیں۔ البتہ تلقی بمعنی استقبال ہے اور تلقف بمعنی خطف اور بسرعت کسی چیز کا لینا ہے۔ تلقن بمعنی حذق اور مہارت مستعمل ہے۔ آگے ارشاد ہے:

وَلَوْلَآ اِذْ سَمِعْتُمُوْهُ قُلْتُمْ مَّا یَكُوْنُ لَنَآ اَنْ نَّتَكَلَّمَ بِهٰذَا ۖ سُبْحٰنَكَ هٰذَا بُهْتَانٌ عَظِیْمٌ۔ اور کیوں نہ ہوا جب تم نے یہ بہتان سنا تھا کہہ دیا ہوتا حاشا وکلا یہ بہتان عظیم ہے ہمیں ایسی بات میں ہمنوائی زیبا نہیں اس لئے کہ حرم نبوی جو ہماری ماں اور ام المومنین ہیں وہ فجور کی آلودگی سے ملوث ہوں اس لئے کہ کسی نبی کی بیوی بدکار نہیں ہو سکتی۔

اگر چہ وہ مبتلائے کفر بھی کیوں نہ ہو جیسے نوح علیہ السلام کی ایک بیوی کافرہ تھی۔ لوط علیہ السلام کی بیوی بھی کافرہ تھی لیکن بدکار نہیں اس لئے کہ بدکاری تو ایک ایسا فحش عمل ہے کہ اسے کفار بھی قابل نفرت جانتے ہیں۔ آخر میں ارشاد ہے:

یَعِظُكُمُ اللّٰهُ اَنْ تَعُوْدُوْا لِمِثْلِهٖٓ اَبَدًا اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ ﴿۱۷﴾ وَیُبَیِّنُ اللّٰهُ لَكُمُ الْاٰیٰتِ ۭ وَاللّٰهُ عَلِیْمٌ حَكِیْمٌ۔ اللہ تمہیں نصیحت فرماتا ہے کہ اب ایسے اتہامات میں شریک نہ ہونا اگر تم اللہ پر ایمان رکھتے ہو اور اللہ واضح آیتیں سناتا ہے اور اللہ علم و حکمت والا ہے۔

تا کہ مثل حسان و مسطح وغیرہ کے تم بھی تعزیر نہ پاؤ اور ابن ابی کی طرح مخلد فی النار نہ بنو۔ اب آخر میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے توبیخ ارشاد اور واضح ارشاد ہے:

اِنَّ الَّذِیْنَ یُحِبُّوْنَ اَنْ تَشِیْعَ الْفَاحِشَةُ فِی الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَهُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ فِی الدُّنْیَا وَ الْاٰخِرَةِ وَ اللّٰهُ یَعْلَمُ وَ اَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ۔ وہ لوگ جو پسند کرتے ہیں فحش باتوں کا چرچا کرنا ایمان والوں میں ان کے لئے عذاب دردناک ہے دنیا وآخرت میں اور حقیقت حال اللہ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے اور بات بھی یہی ہے کہ وہ علام الغیوب ہے۔

اس رکوع مبارک میں چند ذیل آیتیں سیدہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی براءت میں نازل ہوئیں۔

(1) اِنَّ الَّذِیْنَ جَآءُوْ بِالْاِفْكِ۔
(2) لَوْ لَاۤ اِذْ سَمِعْتُمُوْهُ ظَنَّ الْمُؤْمِنُوْنَ وَ الْمُؤْمِنٰتُ بِاَنْفُسِهِمْ خَیْرًا وَّ قَالُوْا هٰذَاۤ اِفْكٌ مُّبِیْنٌ ﴿۱۲﴾۔
(3) لَوْ لَا جَآءُوْ عَلَیْهِ بِاَرْبَعَةِ شُهَدَآءَ۔
(4) اِلٰی۔ فَاُولٰٓىٕكَ عِنْدَ اللّٰهِ هُمُ الْكٰذِبُوْنَ ﴿۱۳﴾۔
(5) وَ لَوْ لَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَیْكُمْ وَ رَحْمَتُهٗ فِی الدُّنْیَا وَ الْاٰخِرَةِ لَمَسَّكُمْ فِیْ مَاۤ اَفَضْتُمْ فِیْهِ عَذَابٌ عَظِیْمٌ ﴿۱۴﴾۔
(6) اِذْ تَلَقَّوْنَهٗ بِاَلْسِنَتِكُمْ
(7) لَوْ لَاۤ اِذْ سَمِعْتُمُوْهُ قُلْتُمْ مَّا یَكُوْنُ لَنَاۤ اَنْ نَّتَكَلَّمَ بِهٰذَا سُبْحٰنَكَ هٰذَا بُهْتَانٌ عَظِیْمٌ ﴿۱۶﴾۔
(8) اِنَّ الَّذِیْنَ یُحِبُّوْنَ اَنْ تَشِیْعَ الْفَاحِشَةُ۔
(9) یَعِظُكُمُ اللّٰهُ اَنْ تَعُوْدُوْا لِمِثْلِهٖۤ اَبَدًا۔
(10) لَهُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ فِی الدُّنْیَا وَ الْاٰخِرَةِ۔

اور کل آیتیں اٹھارہ ہیں باقی آئندہ رکوع میں آرہی ہیں۔

بامحاورہ ترجمہ تیسرا رکوع۔ سورۂ نور۔ پ ۱۸

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّیْطٰنِ وَ مَنْ یَّتَّبِعْ خُطُوٰتِ الشَّیْطٰنِ فَاِنَّهٗ یَاْمُرُ بِالْفَحْشَآءِ وَ الْمُنْكَرِ وَ لَوْ لَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَیْكُمْ وَ رَحْمَتُهٗ مَا زَكٰى مِنْكُمْ مِّنْ اَحَدٍ اَبَدًا وَّ لٰكِنَّ اللّٰهَ یُزَكِّیْ مَنْ یَّشَآءُ وَ اللّٰهُ سَمِیْعٌ عَلِیْمٌ ﴿۲۱﴾

اے ایمان والو! نہ پیروی کرو شیطان کی رفتار کی اور جو تتبع ہو شیطان کی چالوں کا تو وہ تو بے حیائی اور بری بات ہی بتائے گا اور اگر نہ ہوتا اللہ کا فضل تم پر اور رحمت اس کی تو نہ ستھرا رہتا تم میں سے کوئی کبھی لیکن اللہ ستھرا کر دیتا ہے جسے چاہے اور اللہ سنتا جانتا ہے۔

وَ لَا یَاْتَلِ اُولُوا الْفَضْلِ مِنْكُمْ وَ السَّعَةِ اَنْ یُّؤْتُوْۤا اُولِی الْقُرْبٰى وَ الْمَسٰكِیْنَ وَ الْمُهٰجِرِیْنَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ وَ لْیَعْفُوْا وَ لْیَصْفَحُوْا اَلَا تُحِبُّوْنَ اَنْ یَّغْفِرَ اللّٰهُ لَكُمْ وَ اللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ﴿۲۲﴾

اور نہ قسم کھائیں فضیلت والے تم میں سے اور گنجائش والے اس کی کہ دیں قرابت والوں اور مسکینوں اور ہجرت فی سبیل اللہ کرنے والوں کو اور چاہئے کہ معاف کریں اور درگزر کریں کیا تمہیں پسند نہیں کہ اللہ تمہیں

بخشنے اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے

اِنَّ الَّذِيْنَ يَرْمُوْنَ الْمُحْصَنٰتِ الْغٰفِلٰتِ الْمُؤْمِنٰتِ لُعِنُوْا فِي الدُّنْيَا وَ الْاٰخِرَةِ ۪ وَ لَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ۙ﴿۲۳﴾

بے شک وہ جو عیب لگاتے ہیں پاک دامن انجان ایمان والیوں پر ان پر لعنت ہے دنیا اور آخرت میں اور ان کے لئے بڑا عذاب ہے

يَّوْمَ تَشْهَدُ عَلَيْهِمْ اَلْسِنَتُهُمْ وَ اَيْدِيْهِمْ وَ اَرْجُلُهُمْ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۲۴﴾

جس دن گواہی دیں ان پر ان کی زبانیں اور ان کے ہاتھ اور ان کے پیر جو کچھ کرتے تھے

يَوْمَئِذٍ يُّوَفِّيْهِمُ اللّٰهُ دِيْنَهُمُ الْحَقَّ وَ يَعْلَمُوْنَ اَنَّ اللّٰهَ هُوَ الْحَقُّ الْمُبِيْنُ ﴿۲۵﴾

اس دن اللہ انہیں سچی سزا پوری دے گا اور جان لیں گے کہ اللہ ہی حق ہے ظاہر

اَلْخَبِيْثٰتُ لِلْخَبِيْثِيْنَ وَ الْخَبِيْثُوْنَ لِلْخَبِيْثٰتِ ۚ وَ الطَّيِّبٰتُ لِلطَّيِّبِيْنَ وَ الطَّيِّبُوْنَ لِلطَّيِّبٰتِ ۚ اُولٰٓئِكَ مُبَرَّءُوْنَ مِمَّا يَقُوْلُوْنَ ؕ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّ رِزْقٌ كَرِيْمٌ ﴿۲۶﴾

گندی عورتیں گندے مردوں کے لئے ہیں اور گندے مرد گندیوں کے لئے اور پاک عورتیں پاک مردوں کے لئے ہیں اور پاک مرد پاک عورتوں کے لئے یہ پاک ہیں ان باتوں سے جو کہہ رہے ہیں ان کے لئے بخشش ہے اور عزت کا رزق

حل لغات تیسرا رکوع۔سورۂ نور۔پ ۱۸

يَاَيُّهَا۔اے	الَّذِيْنَ۔لوگو جو	اٰمَنُوْا۔ایمان لائے ہو	لَا۔نہ
تَتَّبِعُوْا۔پیروی کرو	خُطُوٰتِ۔قدموں	الشَّيْطٰنِ۔شیطان کی	وَ۔اور
مَنْ۔جو	يَّتَّبِعْ۔پیروی کرے گا	خُطُوٰتِ۔قدموں	الشَّيْطٰنِ۔شیطان کی
فَاِنَّهٗ۔تو وہ	يَاْمُرُ۔حکم کرتا ہے	بِالْفَحْشَآءِ۔بے حیائی	وَ۔اور
الْمُنْكَرِ۔برائی کا	وَ۔اور	لَوْلَا۔اگر نہ ہوتا	فَضْلُ۔فضل
اللّٰهِ۔اللہ کا	عَلَيْكُمْ۔تم پر	وَ۔اور	رَحْمَتُهٗ۔اس کی رحمت
مَا۔نہ	زَكٰى۔پاک ہوتا	مِنْكُمْ۔تم میں سے	مِّنْ اَحَدٍ۔کوئی بھی
اَبَدًا۔کبھی	وَّ۔اور	لٰكِنَّ۔لیکن	اللّٰهَ۔اللہ
يُزَكِّيْ۔پاک کرتا ہے	مَنْ۔جسے	يَّشَآءُ۔چاہے	وَ۔اور
اللّٰهُ۔اللہ	سَمِيْعٌ۔سننے والا	عَلِيْمٌ۔جاننے والا ہے	وَ۔اور
لَا۔نہ	يَاْتَلِ۔قسم کھائیں	اُولُوا۔صاحب	الْفَضْلِ۔بزرگی
مِنْكُمْ۔تم میں سے	وَ۔اور	السَّعَةِ۔فراخی والے	اَنْ۔یہ کہ
يُّؤْتُوْٓا۔دیں	اُولِي۔صاحب	الْقُرْبٰى۔قرابت	وَ۔اور
الْمَسٰكِيْنَ۔مسکینوں	وَ۔اور	الْمُهٰجِرِيْنَ۔مہاجروں کو	فِيْ۔بیچ

سَبِيْلِ۔راہ	اللّٰهِ۔اللہ کے	وَ۔اور	لْيَعْفُوْا۔معاف کریں
وَ۔اور	لْيَصْفَحُوْا۔درگزر کریں	اَلَا۔کیا نہیں	تُحِبُّوْنَ۔پسند کرتے تم
اَنْ۔یہ کہ	يَّغْفِرَ۔بخشے	اللّٰهُ۔اللہ	لَكُمْ۔تم کو
وَ۔اور	اللّٰهُ۔اللہ	غَفُوْرٌ۔بخشنے والا	رَّحِيْمٌ۔مہربان ہے
اِنَّ۔بے شک	الَّذِيْنَ۔وہ جو	يَرْمُوْنَ۔عیب لگاتے ہیں	الْمُحْصَنٰتِ۔پاک دامن
الْغٰفِلٰتِ۔بے خبر	الْمُؤْمِنٰتِ۔مومن عورتوں کو	لُعِنُوْا۔لعنت کئے گئے	فِي۔بیچ
الدُّنْيَا۔دنیا	وَ۔اور	الْاٰخِرَةِ۔آخرت کے	وَ۔اور
لَهُمْ۔ان کے لئے	عَذَابٌ۔عذاب ہے	عَظِيْمٌ۔بہت بڑا	يَّوْمَ۔جس دن
تَشْهَدُ۔گواہی دیں گی	عَلَيْهِمْ۔ان پر	اَلْسِنَتُهُمْ۔ان کی زبانیں	وَ۔اور
اَيْدِيْهِمْ۔ان کے ہاتھ	وَ۔اور	اَرْجُلُهُمْ۔ان کے پاؤں	بِمَا۔اس کی
كَانُوْا۔جو وہ	يَعْمَلُوْنَ۔کرتے تھے	يَوْمَئِذٍ۔اس دن	يُّوَفِّيْهِمُ۔پورا دے گا ان کو
اللّٰهُ۔اللہ	دِيْنَهُمُ۔ان کا بدلہ	الْحَقَّ۔سچا	وَ۔اور
يَعْلَمُوْنَ۔جانتے ہیں	اَنَّ۔بے شک	اللّٰهَ۔اللہ	هُوَ۔وہی ہے
الْحَقُّ۔سچا	الْمُبِيْنُ۔ظاہر	اَلْخَبِيْثٰتُ۔گندی عورتیں	لِلْخَبِيْثِيْنَ۔گندے مردوں
کے لئے	وَ۔اور	الْخَبِيْثُوْنَ۔گندے مرد	لِلْخَبِيْثٰتِ۔گندی عورتوں
کے لئے	وَ۔اور	الطَّيِّبٰتُ۔پاک عورتیں	لِلطَّيِّبِيْنَ۔پاک مردوں
کے لئے	وَ۔اور	الطَّيِّبُوْنَ۔پاک مرد	لِلطَّيِّبٰتِ۔پاک عورتوں
کے لئے	اُولٰٓئِكَ۔یہ لوگ	مُبَرَّءُوْنَ۔پاک ہیں	مِمَّا۔اس سے
يَقُوْلُوْنَ۔جو وہ کہتے ہیں	لَهُمْ۔ان کے لئے	مَّغْفِرَةٌ۔بخشش ہے	وَّ۔اور
رِزْقٌ۔رزق	كَرِيْمٌ۔اچھا		

خلاصہ تفسیر تیسرا رکوع۔سورۂ نور۔پ ۱۸

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ۔اے ایمان والو شیطان کے قدم بقدم چلنے میں اتباع نہ کرو۔ یعنی وہ جو وسوسے تمہارے دلوں میں ڈالتا ہے اس کی پیروی نہ کرو اور ان کے ماتحت بہتان تراشنے والوں کی باتوں پر کان نہ لگاؤ۔ یہ گیارہویں آیت ہے۔جس میں حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا کی پاک دامنی بیان ہوئی اور فرمایا:

''جو اس کی پیروی میں چلے گا تو وہ تو تمہیں بے حیائی اور فحش باتوں میں لگائے گا۔''

''اور اگر اللہ کا فضل اور اس کی رحمت تم پر نہ ہوتی تو تم میں کوئی ستھرا نہ رہتا۔'' یعنی اللہ تعالیٰ اپنے فضل اور رحمت سے تمہیں توفیق توبہ اور حسن عمل کرا کر عفو و مغفرت فرماتا ہے اسی لئے فرمایا:

''لیکن وہی ستھرا کر دیتا ہے جسے چاہے اور اللہ سنتا جانتا ہے۔'' یعنی معصیت کے ارتکاب پر تمہاری توبہ قبول فرماتا ہے۔

وَلَا يَأْتَلِ أُولُوا الْفَضْلِ مِنْكُمْ وَالسَّعَةِ أَنْ يُؤْتُوا أُولِي الْقُرْبَىٰ وَالْمَسَاكِينَ وَالْمُهَاجِرِينَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ ۖ وَلْيَعْفُوا وَلْيَصْفَحُوا ۗ أَلَا تُحِبُّونَ أَنْ يَغْفِرَ اللَّهُ لَكُمْ ۗ وَاللَّهُ غَفُورٌ رَحِيمٌ ﴿٢٢﴾ ۔

اور نہ قسم کھائیں وہ جو تم میں فضیلت والے ہیں اور فراخ دست ہیں قرابت والوں اور مسکینوں اور مہاجرین فی سبیل اللہ کو نہ دینے کی اور چاہئے کہ معاف کریں اور درگزر کریں کیا تمہیں پسند نہیں کہ اللہ تمہاری بخشش فرمائے اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

وَلَا يَأْتَلِ۔ صیغہ واحد نہی ہے۔

یہ اصل میں لَا يَأْتَلِيُ تھا۔ ی حالت جزم میں گر گئی اور اس کی ماضی ائتلی بروزن اجتبی تھی باب افتعال میں لانے سے ائتلی ہوا جس کے معنی قسم کھانے کے ہوتے ہیں تو لَا يَأْتَلِ کے معنی لا یحلف ہوئے یعنی قسم نہ کھائے۔

آیہ کریمہ کا شان نزول یہ ہے کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے قسم کھائی تھی کہ مسطح کے ساتھ جو سلوک فرماتے تھے وہ بند کر دیں گے۔ أُولِي الْقُرْبَىٰ اس لئے فرمایا کہ مسطح آپ کی خالہ کے بیٹے نادار مہاجر تھے اور بدری بھی تھے ان کے خرچ کی کفالت حضرت صدیق رضی اللہ عنہ نے اپنے ذمہ لے رکھی تھی۔

شامت اعمال کہ آپ بھی ام المومنین صدیقہ رضی اللہ عنہا کے اوپر تہمت لگانے والوں میں مل گئے حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کو اس کا رنج ہوا کہ میں نے جس کے ساتھ سلوک کیا وہ میرے ساتھ ایسا نکلا۔ آپ نے قسم کھالی کہ اب میں مسطح کے ساتھ کسی قسم کا سلوک نہ کروں گا اس پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔

اور گویا ارشاد ہوا کہ صدیق رضی اللہ عنہ ہم نے تمہیں صاحب فضیلت علی الخلائق بعد الانبیاء فرمایا ہے اور تمہارا ہاتھ بھی فراخ کیا ہے۔ تم ایسا نہ کرو۔ قسم کا کفارہ دے کر مسطح کے ساتھ بدستور سلوک کرتے رہو۔

چنانچہ جب یہ آیت کریمہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے صدیق رضی اللہ عنہ کو سنائی تو حضرت صدیق رضی اللہ عنہ نے عرض کی کہ بے شک میں اس امر کو دوست رکھتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ میری مغفرت فرمائے اور اب میں وعدہ کرتا ہوں کہ مسطح کے ساتھ جو سلوک کرتا تھا اسے کبھی موقوف نہ کروں گا۔ چنانچہ آپ نے ان کا مقررہ وظیفہ دوبارہ پھر جاری کر دیا۔

اس آیت کریمہ سے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی اتنی فضیلت بڑھی کہ اللہ نے آپ کو أُولُوا الْفَضْلِ فرمایا۔

یہ بارہویں آیت ہے فضیلت صدیق رضی اللہ عنہ کے علاوہ فضائل ام المومنین صدیقہ رضی اللہ عنہا کے اس کے بعد تیرہویں آیت یہ ہے:

إِنَّ الَّذِينَ يَرْمُونَ الْمُحْصَنَاتِ الْغَافِلَاتِ الْمُؤْمِنَاتِ لُعِنُوا فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيمٌ ۔ بے شک وہ جو عیب لگاتے ہیں پاک دامن انجان بھولی بھالیوں مومنہ خواتین پر ان پر لعنت ہے دنیا اور آخرت میں اور ان کے لئے بڑا عذاب ہے۔

محصنہ اس خاتون کو کہتے ہیں جس کا بدکاری اور فجور کی طرف التفات ہی نہ ہو اور ان کے دل میں برا خیال بھی گزر نہ کرتا ہو۔

حضرت سید المفسرین ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں یہ ازواج مطہرات امہات المومنین کی صفت ہے۔

ایک قول یہ ہے کہ اس میں تمام ایماندار پاک دامن خواتین کی صفت ہے ان پر اتہام لگانے والا ملعون ہے اور اس کے

لئے عذاب عظیم کا وعید شدید ہے جو عبداللہ بن ابی بن سلول کو ہوگا کما فی الخازن۔ پھر ارشاد ہے:

یَّوْمَ تَشْهَدُ عَلَيْهِمْ اَلْسِنَتُهُمْ وَاَيْدِيْهِمْ وَاَرْجُلُهُمْ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۲۴﴾ يَوْمَئِذٍ يُّوَفِّيْهِمُ اللّٰهُ دِيْنَهُمُ الْحَقَّ وَيَعْلَمُوْنَ اَنَّ اللّٰهَ هُوَ الْحَقُّ الْمُبِيْنُ ﴿۲۵﴾۔

یہ آیت کریمہ چودھویں ہے جس سے واضح ہوتا ہے کہ ام المومنین صدیقہ رضی اللہ عنہا کے معاملہ میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے اتہام لگانے والوں پر وعید شدید اس شان کا ہے کہ قرآن کریم میں جس سختی سے عذاب کا وعید یہاں بیان ہوا اور کسی گناہ پر ایسا وعید شدید نہیں آیا چنانچہ آیہ کریمہ کا یہ ترجمہ ہے:

''جس دن (یعنی بروز قیامت) ان پر گواہی دیں گے ان کی زبانیں اور ان کے ہاتھ اور ان کے پاؤں جو کچھ کرتے رہے اس دن اللہ تعالیٰ انہیں ان کی سچی سزا پوری فرمائے گا اور وہ جان لیں گے کہ اللہ ہی حق مبین ہے۔''

زبانوں کا بولنا، گواہی دینا ان کے منہ پر مہر لگانے سے پہلے ہوگا۔ پھر تو اَلْيَوْمَ نَخْتِمُ عَلٰٓى اَفْوَاهِهِمْ کے منہ سربمہر ہوں گے اور اعضاء شہادت دیں گے جیسا کہ ارشاد ہے: وَتُكَلِّمُنَآ اَيْدِيْهِمْ وَتَشْهَدُ اَرْجُلُهُمْ چنانچہ ہر عضو کے ذریعہ جو کام دنیا میں کیا ہوگا وہی عضو اس کی گواہی دے گا۔

پھر اس دن وہ کفار جو دنیا میں اللہ تعالیٰ کے وعدوں پر شک کرتے تھے وہ اپنے اعمال کی سزا و جزا پا کر اس کے حق ہونے کا اعتراف کریں گے اگرچہ یہ اعتراف انہیں کچھ فائدہ نہ دے گا بہرحال اس میں بھی اتہام لگانے والوں پر تہدید ہے۔

اس کے بعد پندرہویں آیت کریمہ بیان ہوئی:

اَلْخَبِيْثٰتُ لِلْخَبِيْثِيْنَ وَالْخَبِيْثُوْنَ لِلْخَبِيْثٰتِ۔ خبیث گندی عورتیں گندے مردوں کے لئے ہیں اور گندے مرد گندی عورتوں کے لئے۔

جس کا واضح ولائح اور روشن مطلب ہے کہ

کند ہم جنس باہم جنس پرواز
کبوتر با کبوتر باز با باز

پھر سولہویں آیت میں ارشاد ہے:

وَالطَّيِّبٰتُ لِلطَّيِّبِيْنَ وَالطَّيِّبُوْنَ لِلطَّيِّبٰتِ۔ اور پاک خواتین پاک مردوں کے لئے ہیں اور پاک مرد پاک عورتوں کے لئے۔

اس میں ام المومنین صدیقہ رضی اللہ عنہا اور حضرت صفوان کی پاک دامنی واضح فرمائی گئی۔ پھر سترہویں آیت میں فیصلہ فرمایا:

اُولٰٓئِكَ مُبَرَّءُوْنَ مِمَّا يَقُوْلُوْنَ۔ یہ پاک ہیں مبرا ہیں ان باتوں سے جو یہ بک رہے ہیں۔

یعنی جو تہمت لگانے والے خباثت کر رہے ہیں وہ اس سے مبرا و منزہ ہیں۔

اور اٹھارہویں آیت میں ان کا مرتبہ اور احترام واضح فرما دیا۔

لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّرِزْقٌ كَرِيْمٌ ﴿۲۶﴾ ع ۔ ان کے لئے بخشش ہے اور عزت کی روزی۔

اس پر علامہ ابن تیمیہ نے "الصارم المسلول" میں ایک بحث کی ہے بغرض مفاد عامہ ناظرین مندرجہ ذیل سطور میں وہ بھی پیش ہے (منقول از صفحہ 571)

فَصل فِیْ حُکمِ سَبِّ اَزْوَاجِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

فصل۔حکم میں اس شخص کے جو ازواج مطہرات امہات المومنین کی شان میں گستاخی کرے۔

قاضی ابویعلی فرماتے ہیں: مَنْ قَذَفَ عَائِشَةَ مِمَّا بَرَّأَهَا اللّٰهُ مِنْهُ كَفَرَ۔ جو سیدہ صدیقہ رضی اللہ عنہا پر قذف یعنی اتہام رکھے باوجود اس کے کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں بری فرمایا وہ کافر ہے بلاخلاف اس پر اجماع عامہ صحابہ ومومنین کا ہے۔

اور حضرت امام مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جو حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو برا کہے اسے کوڑوں کی سزا دی جائے اور حضرت ام المومنین صدیقہ رضی اللہ عنہا کو برا کہنے والا قتل کیا جائے۔

اور اس پر آیت کریمہ۔ يَعِظُكُمُ اللّٰهُ اَنْ تَعُوْدُوْا لِمِثْلِهٖٓ اَبَدًا اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ۔ تلاوت فرمائی۔

حضرت ابوالسائب قاضی فرماتے ہیں: ایک دن قاضی حسن بن زید والی طبرستان کے حضور حاضر تھا۔ یہ کمبل پہن کر گزر فرماتے اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرتے تھے اور ہر سال بیس ہزار دینار مدینہ منورہ بھیجا کرتے تھے کہ وہ تمام صحابہ کرام کی اولاد میں تقسیم کیا جائے۔

آپ کے دربار میں ایک شخص حاضر تھا اس نے حضرت سیدہ ام المومنین صدیقہ رضی اللہ عنہا کی شان میں اتہام منافقین بیان کر کے کچھ قبیح الفاظ بک دیئے۔

تو آپ نے فوراً حکم دیا یَا غُلَامُ اِضْرِبْ عُنُقَهٗ اس کی گردن مار دے۔ تو حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی جماعت والوں نے عرض کیا هٰذَا رَجُلٌ مِّنْ شِيْعَتِنَا یہ آدمی ہماری جماعت کا ہے۔ آپ نے فرمایا معاذ اللہ هٰذَا رَجُلٌ طَعَنَ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى اَلْخَبِيْثٰتُ لِلْخَبِيْثِيْنَ وَ الْخَبِيْثُوْنَ لِلْخَبِيْثٰتِ وَ الطَّيِّبٰتُ لِلطَّيِّبِيْنَ وَالطَّيِّبُوْنَ لِلطَّيِّبٰتِ اُولٰٓئِكَ مُبَرَّءُوْنَ مِمَّا يَقُوْلُوْنَ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّرِزْقٌ كَرِيْمٌ ﴿۲۶﴾۔

فَاِنْ كَانَتْ عَائِشَةُ خَبِيْثَةً فَالنَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَبِيْثٌ (مَعَاذَ اللّٰهِ) فَهُوَ كَافِرٌ فَاضْرِبُوْا عُنُقَهٗ فَضَرَبُوْا عُنُقَهٗ وَاَنَا حَاضِرٌ۔

معاذ اللہ یہ شخص حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر طعن کر رہا ہے اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: اَلْخَبِيْثٰتُ الخ تو اگر صدیقہ رضی اللہ عنہا معاذ اللہ خبیث ہیں تو لازم آتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی معاذ اللہ ایسا ہی کہا جائے اور جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ایسا کہے وہ کافر بے ایمان مرتد ہے۔

لہٰذا ابھی اس کی گردن مارو۔ چنانچہ وہ قتل کر دیا گیا اور میں وہاں حاضر تھا۔

مختصر تفسیر اردو تیسرا رکوع۔سورۃ نور۔پ ۱۸

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ ۭ وَمَنْ يَّتَّبِعْ خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ فَاِنَّهٗ يَاْمُرُ بِالْفَحْشَاۗءِ وَالْمُنْكَرِ۔ اے ایمان والو نہ پیروی کرو شیطان کی چالوں کی اور جو شیطانی چالوں کی پیروی کرے گا تو وہ بے حیائی اور منکر باتوں کا ہی حکم کرے گا۔

علامہ آلوسی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: لَا تَسْلُكُوْا مَسَالِكَهٗ - وَالْكَلَامُ كِنَايَةٌ عَنْ اِتِّبَاعِ الشَّيْطَانِ وَامْتِثَالِ وَسَاوِسِهٖ فَكَاَنَّهٗ قِيْلَ لَا تَتَّبِعُوا الشَّيْطَانَ فِيْ شَيْءٍ مِّنَ الْاَفَاعِيْلِ الَّتِيْ مِنْ جُمْلَتِهَا اِشَاعَةُ الْفَاحِشَةِ وَّحُبِّهَا۔ یعنی شیطانی طریقہ پر نہ چلو اور یہ کنایہ ہے اتباع شیطان سے اور پیروی وساوس سے تو گویا یہ فرمایا گیا کہ شیطان کی پیروی کسی بات میں اپنے کاموں میں نہ کرو خلاصہ یہ کہ فواحش و بے حیائی کی اشاعت نہ کرو اور اسے پسند کرنے سے بچو۔

اور خطوات جمع ہے خطوہ کی یہ نام ہے اس حرکت کا جو دو قدموں کے مابین ہوتی ہے۔

اور مَنْ يَّتَّبِعْ خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ۔ چونکہ شیطان زبان سے آ کر کچھ نہیں کہتا تو جو اس کے وساوس کی پیروی کرے اسے وہ بے حیائی اور منکر افعال کے وسوسہ ڈال کر اسے انسان کے دل میں پسندیدہ کر دیتا ہے اس پر آلوسی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

كَاَنَّهٗ قِيْلَ مَنْ يَّتَّبِعِ الشَّيْطَانَ ارْتَكَبَ الْفَحْشَآءَ وَالْمُنْكَرَ فَاِنَّهٗ لَا يَاْمُرُ اِلَّا بِهِمَا وَمَنْ كَانَ كَذٰلِكَ لَا يَجُوْزُ اِتِّبَاعُهٗ وَطَاعَتُهٗ۔ گویا یہ فرمایا گیا کہ جو شیطان کا پیرو ہوا وہ ضرور فواحش اور منکرات کا مرتکب ہو گا اس لئے کہ وہ فحش و منکرات کے سوا کوئی وسوسہ ہی نہیں ڈالتا اور جب وہ ایسا ہی کرتا ہے تو اس کا اتباع اور اطاعت ناجائز ہے آگے ارشاد ہے:

وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهٗ مَا زَكٰى مِنْكُمْ مِّنْ اَحَدٍ اَبَدًا ۙ وَّلٰكِنَّ اللّٰهَ يُزَكِّيْ مَنْ يَّشَآءُ ۗ وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ۔ اور اگر نہ ہوا اللہ کا فضل تم پر اور اس کی رحمت تو نہ پاک ہوتا تم میں سے کوئی کبھی لیکن اللہ پاک فرما دیتا ہے جسے چاہے اور اللہ سنتا جانتا ہے۔

اس آیت کریمہ میں اس امر کا اظہار فرمایا ہے کہ گناہ کے بعد تم اس معصیت سے جو پاک ہو جاتے ہو تو یہ اللہ عزوجل کا فضل اور رحمت ہے اور یہی فضل اور رحمت کا اثر حدود میں ہے کہ سوا مرتد کے سب پر یہ طہارت حاوی ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے جس پر فضل ہو وہی اس توفیق کا رفیق ہو کر تائب ہوتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ سنتا جانتا ہے۔ جو کچھ تم کہتے ہو اور جو تمہارے دلوں میں ہوتا ہے۔

عَلِيْمٌ بِجَمِيْعِ الْمَعْلُوْمَاتِ الَّتِيْ مِنْ جُمْلَتِهَا نِيَّاتُهُمْ۔ وہی تمام معلومات کا علیم ہے جو تمہاری نیتوں میں ہے۔

وَلَا يَاْتَلِ اُولُوا الْفَضْلِ مِنْكُمْ وَالسَّعَةِ اَنْ يُّؤْتُوْٓا اُولِي الْقُرْبٰى وَالْمَسٰكِيْنَ وَالْمُهٰجِرِيْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۖ وَلْيَعْفُوْا وَلْيَصْفَحُوْا ۗ اَلَا تُحِبُّوْنَ اَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ لَكُمْ ۗ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۲۲﴾۔

اور نہ قسم کھائے تم میں دین کے اندر فضیلت والا اور مال میں فراخی والا کہ نہ دے قریبی کو اور مساکین کو اور مہاجرین فی سبیل اللہ کو اور چاہئے کہ معاف کرے اور درگزر کرے کیا وہ پسند نہیں کرتے کہ اللہ انہیں بخش دے اور بے شک اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

اس پر آلوسی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اَيْ لَا يَحْلِفْ اِفْتِعَالٌ مِّنَ الْاِلْيَةِ وَقَالَ اَبُوْ عُبَيْدَةَ وَاخْتَارَهٗ اَبُوْ مُسْلِمٍ اَيْ لَا يُقَصِّرُ مِنَ الْاَلْوِ بِوَزْنِ الدَّلْوِ اَوِ الْاَلُوِّ بِوَزْنِ الْعُتُوِّ - قِيْلَ وَالْاَوَّلُ اَوْفَقُ۔ یعنی نہ قسم کھائے۔ باب افتعال سے ہے یہ اِلْیہ سے مشتق ہے۔ اور ابوعبیدہ اور ابومسلم کہتے ہیں نہ کوتاہی کرے تو یاتل سے اَلْوٌ سے ہے بروزن دَلْوٌ یا اُلُوٌّ سے ہے بروزن عتو اور پہلا اشتقاق صحیح ہے۔

آیت کریمہ کا شان نزول

عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا وَ غَيْرِهَا - اَنَّ اَبَا بَكْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ حَلَفَ لَمَّا رَاٰى بَرَاءَةَ ابْنَتِهٖ اَنْ لَّا يُنْفِقَ عَلٰى مِسْطَحٍ شَيْئًا اَبَدًا وَكَانَ مِنْ فُقَرَآءِ الْمُهَاجِرِيْنَ الْاَوَّلِيْنَ الَّذِيْنَ شَهِدُوْا بَدْرًا وَكَانَ ابْنُ خَالَتِهٖ وَقِيْلَ ابْنُ اُخْتِهٖ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ فَنَزَلَتْ وَلَا يَاْتَلِ - وَ هٰذَا هُوَ الْمَشْهُوْرُ۔

حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے جب اپنی صاحبزادی کی براءت فیصلہ قرآن سے دیکھ لیا تو آپ نے قسم کھائی کہ اب مسطح کو کچھ نہ دیں گے اور کبھی ان کے ساتھ سلوک نہ کریں گے اور مسطح ان فقراء مہاجرین سے تھے جو اول ہجرت کر کے آئے اور بدر میں حاضر رہے اور حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کی خالہ کے بیٹے تھے یا بروایت دیگر بھانجے تھے رضی اللہ عنہ اور آپ ان کے کفیل تھے تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ آیت کریمہ نازل ہوئی اور یہی مشہور روایت ہے۔

اور محمد بن سیرین رحمہ اللہ سے دوسری روایت یہ ہے: اَنَّ اَبَابَكْرٍ حَلَفَ لَا يُنْفِقُ عَلٰى رَجُلَيْنِ كَانَا يَتِيْمَيْنِ فِيْ حَجْرِهٖ حَيْثُ خَاضَا فِيْ اَمْرِ عَائِشَةَ اَحَدُهُمَا مِسْطَحٌ - فَنَزَلَتْ۔

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے کھائی قسم کہ ان دو آدمیوں کو اب کچھ نہ دیں گے جو دونوں یتیم تھے۔ اور آپ کی زیر کفالت تھے جبکہ وہ دونوں بھی افک کے قصہ میں حضرت صدیقہ کے معاملہ میں سوچنے لگے۔ ان میں کے ایک مسطح تھے تو یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔

اور ابن عباس رضی اللہ عنہما اور ضحاک رحمہ اللہ سے یوں مروی ہے: اِنَّهٗ قَطَعَ جَمَاعَةٌ مِّنَ الْمُؤْمِنِيْنَ مِنْهُمْ اَبُوْبَكْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ مَنَافِعَهُمْ عَمَّنْ قَالَ فِي الْاِفْكِ وَقَالُوْا لَانَصِلُ مَنْ تَكَلَّمَ فِيْهِ فَنَزَلَتْ۔

ایک جماعت مومنین نے انقطاع کر لیا تھا۔ ان میں سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ بھی تھے ان لوگوں کو نفع پہنچانے سے جنہوں نے افک میں حصہ لیا اور کہا ہم ان کے ساتھ صلہ رحمی نہیں کریں گے جنہوں نے صدیقہ رضی اللہ عنہا کے معاملہ میں کچھ بھی کلام کیا تو یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔

اُولُوا الْفَضْلِ مِنْكُمْ۔ اَيِ الزِّيَادَةَ فِي الدِّيْنِ۔ یعنی اولوالفضل اسے فرمایا جو دین میں سب سے زیادہ تھے۔

وَالسَّعَةِ۔ اَيْ فِي الْمَالِ۔ اور جو فراخ دست ہیں مال کے اعتبار سے۔

اَنْ يُّؤْتُوْا۔ اَيْ عَلٰى اَنْ لَّا يُؤْتُوْا - اَوْ كِرَاهَةَ اَنْ يُّؤْتُوْا - اَوْ لَا يُقَصِّرُوْا فِيْ اَنْ يُّؤْتُوْا۔ یہ کہ نہ دیں۔ یا کراہت کریں دینے میں یا نہ کوتاہی کریں ان کے دینے میں جو

اُولِي الْقُرْبٰى۔ ہیں یعنی قرابت والے

وَالْمَسٰكِيْنَ۔ اور مسکینوں غریبوں کو

وَالْمُهٰجِرِيْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ۔ اور اللہ کی راہ میں ہجرت کرنے والوں کو۔

آلوسی فرماتے ہیں: اَنَّ الْاٰيَةَ نَزَلَتْ عَلَى الصَّحِيْحِ بِسَبَبِ حَلْفِ اَبِيْ بَكْرٍ اَنْ لَّا يُنْفِقَ عَلٰى مِسْطَحٍ۔ یہ آیت کریمہ بروایت صحیح حضرت صدیق کی قسم پر نازل ہوئی کہ انہوں نے مسطح پر خرچ کرنے کی قسم کھائی تھی۔

وَلْيَعْفُوْا مَا فَرَطَ مِنْهُمْ۔ اور چاہئے کہ معاف کریں جو مسطح سے زیادتی ہو گئی تھی۔

وَلْيَصْفَحُوْا۔ اور اغضاء بصر یعنی چشم پوشی کریں اور درگزریں۔

اَلَا تُحِبُّوْنَ اَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ لَكُمْ۔ کیا تم پسند نہیں کرتے یہ کہ اللہ تمہیں بخش دے۔

وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ۔ اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

وَصَحَّ اَنَّ اَبَا بَكْرٍ لَمَّا سَمِعَ الْاٰيَةَ قَالَ بَلٰى وَاللّٰهِ يَا رَبَّنَا اِنَّا لَنُحِبُّ اَنْ يُّغْفَرَ لَنَا وَاَعَادَ لَهٗ نَفَقَتَهٗ۔

اور بروایت صحیح مروی ہے کہ حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے جب یہ آیت کریمہ مسموع فرمائی تو کہا بے شک خدا کی قسم اے ہمارے رب ہم ضرور اسے محبوب رکھتے ہیں کہ ہم بخشے جائیں اور مسطح کا وظیفہ پھر دوبارہ جاری کر دیا۔

اور ابن ابی حاتم مقاتل سے جو روایت کرتے ہیں اس سے مسطح بری ثابت ہوتے ہیں۔

بَعْدَ اَنْ اَقْبَلَ مِسْطَحُ اِلٰى اَبِىْ بَكْرٍ مُّعْتَذِرًا فَقَالَ جَعَلَنِىَ اللّٰهُ تَعَالٰى فِدَاكَ وَالَّذِىْ اَنْزَلَ عَلٰى مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا قَذَفْتُهَا وَمَا تَكَلَّمْتُ بِشَىْءٍ مِمَّا قِيْلَ لَهَا اَىْ خَالِىْ فَقَالَ اَبُوْبَكْرٍ وَلٰكِنْ قَدْ ضَحِكْتَ وَاَعْجَبَكَ الَّذِىْ قِيْلَ فِيْهَا فَقَالَ مِسْطَحُ لَعَلَّهٗ يَكُوْنُ قَدْ كَانَ بَعْضُ ذَالِكَ۔

جب حضرت مسطح معذرت کرنے حضرت صدیق کی خدمت میں حاضر آئے تو عرض کیا صدیق اللہ مجھے آپ کی حمایت میں فدا کرے اور قسم ہے اس ذات کی جس نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر قرآن اتارا میں نے قذف یعنی تہمت حضرت سیدہ پر نہیں لگائی۔ اور میں نے کوئی جملہ بھی ان کی شان میں نہ کہا جو ماموں نے کہا تو حضرت صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا لیکن تم اس خبر کو سن کر ہنسے اور جو انہوں نے کہا اسے پسندیدہ کانوں سے سنا تو حضرت مسطح نے عرض کیا شاید ایسا ہوا ہو کہ میں بھی ہنس پڑا ہوں۔

اس آیت کریمہ سے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی فضیلت پر استدلال کیا گیا۔ حیث قال

وَاسْتَدَلَّ بِهَا عَلٰى فَضْلِ الصِّدِّيْقِ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُ لِاَنَّهٗ دَاخِلٌ فِىْ اُولِى الْفَضْلِ قَطْعًا لِاَنَّهٗ وَحْدَهٗ۔

اس آیت کریمہ سے حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کی فضیلت ثابت ہے اس لئے کہ اولی الفضل قطعاً صدیق ہی ہوئے اس لئے کہ آپ تنہا وہ تھے جو مسطح کی کفالت سے دستبردار ہوئے۔

اور اگر اولوالفضل میں جمع مانا جائے تو یہ جمع تعظیمی ہوگی۔ پھر بھی آپ ہی تنہا اس فضیلت کے حامل ہوئے۔

اب رہا یہ کہ آپ نے قسم جو کھائی اس پر کیا حکم ہے؟

قِيْلَ اَلْحَقُّ اِنَّ الْحَلْفَ عَلٰى تَرْكِ الطَّاعَةِ قَدْ يَكُوْنُ حَرَامًا وَقَدْ يَكُوْنُ مَكْرُوْهًا۔ صحیح یہ ہے کہ قسم ترک طاعت پر کبھی حرام ہے کبھی مکروہ۔

اور اس میں بحث ہے:

وَذَكَرَ جُمْهُوْرُ الْفُقَهَآءِ اَنَّهٗ اِذَا حَلَفَ عَلٰى يَمِيْنٍ فَرَاٰى غَيْرَهَا خَيْرًا مِنْهَا فَلْيَاْتِ الَّذِىْ هُوَ خَيْرٌ وَلْيُكَفِّرْ عَنْ يَمِيْنِهٖ۔ تمام فقہاء فرماتے ہیں کہ اگر قسم کھائی کسی امر پر تو اس کے بعد دوسری بات اس سے بہتر دیکھی تو اسے اختیار کرے جو بہتر ہے اور پہلی قسم کا کفارہ دس مسکینوں کا کھانا دے دے۔ چنانچہ حدیث میں ہے اِذَا حَلَفَ فَلْيَاْتِ الَّذِىْ هُوَ خَيْرٌ۔

اِنَّ الَّذِيْنَ يَرْمُوْنَ الْمُحْصَنٰتِ الْغٰفِلٰتِ الْمُؤْمِنٰتِ لُعِنُوْا فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ ۪ وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ۔
بے شک وہ جو محصنات کو متہم کرتے ہیں اور ان الھڑ بھولی بات مومنات پر اتہام لگاتے ہیں لعنت ہوانہیں دنیا و آخرت میں اور ان کے لئے بڑا عذاب ہے۔

یعنی وہ خواتین جن کے خیال میں بھی کبھی فسق و فجور نہ آیا ہو ان پر تہمت لگانے والے اور ان بھولی بھالی خواتین پر اتہام رکھنے والے دنیا و آخرت میں ملعون ہیں۔

آلوسی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: وَفَرَّعَ عَلَيْهِ كَوْنُ الْمُرَادِ بِذٰلِكَ عَائِشَةُ الصِّدِّيْقَةُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا۔ اس سے مراد حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا ہیں۔

اور ابن عباس اور ابن جبیر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں مورد خاص ہے لیکن حکم عام ہے اس لئے کہ اِنَّ رَمْيَهَا رَمْيٌ لِسَائِرِ اُمَّهَاتِ الْمُؤْمِنِيْنَ لِاِشْتِرَاكِ الْعَمَلِ۔ کہ سیدہ کے ساتھ رمی اور بہتان تراشی تمام امہات المومنین پر اتہام تراشی کے برابر ہے اس لئے کہ نزاہت وانتساب میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سب متفق ہیں۔

وَ ظَاهِرُهُ اَنْ لَّا يُقْبَلَ التَّوْبَةُ مَنْ قَذَفَ اِحْدَى الْاَزْوَاجِ الطَّاهِرَاتِ۔ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُنَّ اور ظاہر ہے کہ جو ازواج مطہرات میں سے کسی ایک پر رمی کرے اس کی توبہ قبول نہیں۔

اس لئے کہ آیہ کریمہ میں لُعِنُوْا فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ ۪ وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ۔ فرمایا آگے ارشاد ہے۔

يَّوْمَ تَشْهَدُ عَلَيْهِمْ اَلْسِنَتُهُمْ وَاَيْدِيْهِمْ وَاَرْجُلُهُمْ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ۔ جس دن گواہی دیں گی ان پر ان کی زبانیں اور ہاتھ اور پیر جو کچھ وہ کرتے تھے۔

يَعْنِيْ يُظْهِرُ مِنَ الْاَحْوَالِ وَالْاَهْوَالِ مَا لَا يُحِيْطُ بِهٖ نِطَاقُ الْمَقَالِ عَلٰى اَنَّ الْمَوْصُوْلَ الْمَذْكُوْرَ عِبَارَةٌ عَنْ جَمِيْعِ اَعْمَالِ السَّيِّئَةِ وَجِنَايَاتِهِمُ الْقَبِيْحَةِ لَا عَنْ جِنَايَاتِهِمُ الْمَعْهُوْدَةِ فَقَطْ۔ یعنی ان کے تمام احوال واہوال جس پر بیان انسانی احاطہ نہیں کرسکتا جو اس کے اعمال سیئہ اور معاصی قبیحہ سے ہوں گے سب ظاہر ہو جائیں گے۔

اور یہاں شہادت سے مراد یہ ہے کہ جوارح انسانی کو اللہ عز وجل بولنے کی قدرت عطا فرمادے گا تو ہر عضو سے جو جو کام کیا ہوگا وہ عضو ہی خود بتادے گا۔ بقول کیف مرحوم

دیا کسی نے نہ ساتھ میرا مجھی پہ چھدا خطاکار کہا
الگ الگ ہو گئے سب اعضا مصیبتوں میں پھنسا کے مجھ کو

اور اَلْيَوْمَ نَخْتِمُ عَلٰۤى اَفْوَاهِهِمْ وَتُكَلِّمُنَاۤ اَيْدِيْهِمْ وَتَشْهَدُ اَرْجُلُهُمْ بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ۔ کا یہی مقصد ہے کہ اَلْمُرَادُ مِنَ الْخَتْمِ عَلَى الْاَفْوَاهِ مَنْعُهُمْ عَنِ التَّكَلُّمِ بِالْاَلْسِنَةِ الَّتِيْ فِيْهَا۔ ختم افواہ پر یہ ہوگا کہ وہ بول نہ سکیں اور اول بولنے کے بعد ہوگا پھر زبانوں کے بجائے اعضاء و جوارح خود باذن الٰہی شہادت دیں گے کہ مجھ سے یہ کام لیا اور مجھ سے یہ کام۔

يَوْمَئِذٍ يُّوَفِّيْهِمُ اللّٰهُ دِيْنَهُمُ الْحَقَّ وَيَعْلَمُوْنَ اَنَّ اللّٰهَ هُوَ الْحَقُّ الْمُبِيْنُ۔ وہ وہ دن ہوگا کہ اللہ تعالیٰ پورا پورا دے گا جیسے فرمایا: كَمَا تَدِيْنُ تُدَانُ۔ جیسا کرے گا ویسا بھرے گا۔ تو یہ دینہم کے معنی یہ ہیں کہ اِذْ تَشْهَدُ عَلَيْهِمْ اَعْضَآءُ هُمْ

اَلْمَذْکُوْرَۃُ بِاَعْمَالِھِمُ الْقَبِیْحَۃِ یُعْطِیْھِمُ اللّٰہُ تَعَالٰی جَزَآءَ ھُمُ الْمُطَابِقَ بِمُقْتَضَی الْحِکْمَۃِ وَافِیًا تَامًّا۔
جب اس پر اعضا کی گواہی ہو جائے ان کے اعمال قبیحہ پر تو اللہ تعالیٰ اس کا بدلہ مطابق اقتضاء حکمت دے گا۔

وَیَعْلَمُوْنَ اَنَّ اللّٰہَ ھُوَ الْحَقُّ الْمُبِیْنُ۔ اور جان لیں گے وہ جو دنیا میں شبہ کرتے تھے جزاء اعمال پر کہ بے شک اللہ تعالیٰ حق مبین اور روشن حق ہے۔ اس لئے کہ مخلوق کے علم میں صفات حق تعالیٰ شانہ کا ہونا ضروری ہے۔ تو اس امر کا عقیدہ بھی ضروری ہوا کہ

اَنَّ فُجُوْرَ زَوْجَاتِ الْاَنْبِیَآءِ عَلَیْھِمُ السَّلَامُ مُخِلٌّ لِحِکْمَۃِ الْبِعْثَۃِ۔ فجور ازواج انبیاء علیہم السلام کو تسلیم کرنا اور ممکن سمجھنا مخل حکمت بعثت ہے۔ بنا بریں ان کے متعلق ایسا عقیدہ خلاف ایمان ہے۔

چنانچہ امام تقی الدین ابو العباس احمد بن شیخ عبد الحلیم بن مجد الدین عبد السلام بن عبد اللہ بن ابو القاسم الحرانی المعروف با بن تیمیہ نے ایک کتاب مسمی اَلصَّارِمُ الْمَسْلُوْلُ عَلٰی شَاتِمِ الرَّسُوْلِ اس وقت تالیف کی جبکہ غساق نصرانی حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم پر سب وشتم کرنے لگا تھا۔ وہ اس تالیف کے مقدمہ میں لکھتے ہیں:

اَمَّا بَعْدُ – فَاِنَّ اللّٰہَ ھَدَانَا بِنَبِیِّہٖ مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَاَخْرَجَنَا بِہٖ مِنَ الظُّلُمَاتِ اِلَی النُّوْرِ وَاٰتَانَا بِبَرْکَۃِ رِسَالَتِہٖ وَ یُمْنِ سَفَارَتِہٖ خَیْرَ الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃِ وَکَانَ مِنْ اَبْعَدِ بِالْمَنْزِلَۃِ الْعُلْیَا الَّتِیْ تَقَاصَرَتِ الْعُقُوْلُ وَالْاَلْسِنَۃُ عَنْ مَعْرِفَتِھَا وَ نَعْتِھَا۔ الخ

پھر اس میں علیحدہ علیحدہ مسائل مرتب کئے ہیں۔

اَلْمَسْئَلَۃُ الْاُوْلٰی فِیْ اَنَّ السَّابَّ یُقْتَلُ سَوَاءٌ کَانَ مُسْلِمًا اَوْ کَافِرًا۔

اَلْمَسْئَلَۃُ الثَّانِیَۃُ فِیْ حُکْمِہٖ اِذَا تَابَ۔

اِنَّ مَنْ سَبَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مِنْ مُّسْلِمٍ اَوْ کَافِرٍ فَاِنَّہٗ یَجِبُ قَتْلُہٗ۔

پھر اسی کتاب کے صفحہ ۵۷۱ پر فصل فِیْ حُکْمِ سَبِّ اَزْوَاجِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ہے۔
اس فصل میں وہ مضمون ہے جس کا تعلق اس رکوع سوم سورۂ نور سے ہے۔ لہٰذا اول ہم اس بحث کو ملخص کر کے لکھتے ہیں اور آخر میں رکوع سوم کی آخری دو آیتیں بیان کرتے ہیں۔

فَاَمَّا مَنْ سَبَّ اَزْوَاجَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَالَ الْقَاضِیْ اَبُوْ یَعْلٰی مَنْ قَذَفَ عَائِشَۃَ بِمَا بَرَّأَہُ اللّٰہُ مِنْہُ کَفَرَ بِلَا خِلَافٍ۔ جو ازواج نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو برا کہے تو قاضی ابو یعلی فرماتے ہیں جس نے اتہام رکھا صدیقہ رضی اللہ عنہا پر جسے اللہ تعالیٰ نے بری فرما دیا وہ کافر ہے بلا خلاف اور اس پر اجماع ہے۔

قَالَ اَبُو السَّائِبِ الْقَاضِیْ کُنْتُ یَوْمًا بِحَضْرَۃِ الْحَسَنِ بْنِ زَیْدٍ نِ الدَّاعِیْ بِطَبَرِسْتَانَ وَکَانَ یَلْبَسُ الصُّوْفَ وَیَاْمُرُ بِالْمَعْرُوْفِ وَیَنْھٰی عَنِ الْمُنْکَرِ وَیُوَجِّھُ فِیْ سَنَۃٍ بِعِشْرِیْنَ اَلْفَ دِیْنَارٍ اِلٰی مَدِیْنَۃِ السَّلَامِ یُفَرِّقُ عَلٰی سَائِرِ وُلْدِ الصَّحَابَۃِ وَکَانَ بِحَضْرَتِہٖ رَجُلٌ فَذَکَرَ عَائِشَۃَ بِذِکْرٍ قَبِیْحٍ مِّنَ الْفَاحِشَۃِ فَقَالَ یَا غُلَامُ اضْرِبْ عُنُقَہٗ فَقَالَ لَہُ الْعَلَوِیُّوْنَ ھٰذَا رَجُلٌ مِّنْ شِیْعَتِنَا فَقَالَ مَعَاذَ اللّٰہِ ھٰذَا رَجُلٌ طَعَنَ عَلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ۔

قاضی ابوسائب رحمہ اللہ فرماتے ہیں میں ایک دن حسن بن زید داعی طبرستان رضی اللہ عنہ کے پاس حاضر تھا یہ صوف پہنا کرتے اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر فرمایا کرتے تھے اور ہر سال بیس ہزار دینار مدینہ منورہ صحابہ کرام کی اولاد میں تقسیم کے لئے بھیجا کرتے تھے (جو آج کل کے حساب سے آٹھ لاکھ روپیہ تخمیناً ہوتا ہے)۔

آپ کی خدمت میں ایک شخص نے حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا کی شان میں الزام فحش لگا کر کچھ برائی کی آپ نے خادم کو حکم دیا اس کی گردن اڑا دے تو علویوں نے عرض کیا یہ ہماری جماعت کا آدمی ہے آپ نے فرمایا جو آدمی حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر طعن کرے وہ واجب القتل ہے۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

اَلْخَبِيْثٰتُ لِلْخَبِيْثِيْنَ وَالْخَبِيْثُوْنَ لِلْخَبِيْثٰتِ ۚ وَالطَّيِّبٰتُ لِلطَّيِّبِيْنَ وَالطَّيِّبُوْنَ لِلطَّيِّبٰتِ ۚ اُولٰٓئِكَ مُبَرَّءُوْنَ مِمَّا يَقُوْلُوْنَ ۖ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّرِزْقٌ كَرِيْمٌ ﴿۲۶﴾۔

خبیث عورتیں خبیث مردوں کے لئے ہیں اور خبیث مرد خبیث عورتوں کے لئے ہیں اور پاک عورتیں پاک مردوں کے لئے ہیں اور پاک مرد پاک عورتوں کے لئے ہیں یہ بری ہیں اس سے جو ان کی شان میں بکواس کر رہے ہیں ان کے لئے بخشش ہے اور عزت کی روزی۔

یہ اٹھارہ آیتیں ہیں جو سیدہ ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی براءت وطہارت میں نازل فرمائی گئیں۔ چنانچہ حسن بن زید رضی اللہ عنہ نے یہ آیتیں تلاوت فرما کر کہا:

فَاِنْ كَانَتْ عَائِشَةُ خَبِيْثَةً (مَعَاذَ اللّٰهِ) فَالنَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَبِيْثٌ (مَعَاذَ اللّٰهِ) فَهُوَ كَافِرٌ فَاضْرِبُوْا عُنُقَهٗ فَضَرَبُوْا عُنُقَهٗ وَاَنَا حَاضِرٌ۔ تو اگر صدیقہ رضی اللہ عنہا معاذ اللہ خبیثہ ہیں تو لازم آئے گا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم بھی ایسے ہی ہوں اعاذنا اللّٰہ تعالیٰ تو ایسی بکواس کرنے والا کافر ہے لہٰذا اڑا دو اس کی گردن چنانچہ وہ قتل کر دیا گیا۔

یہ نظیرہ قانونی طبرستان کے جج ہائیکورٹ کا ہے جسے شریعت میں قاضی کہتے ہیں اور محمد بن زید حسن بن زید رضی اللہ عنہما کی روایت ہے کہ عراق میں ایک شخص آیا جس نے صدیقہ رضی اللہ عنہا کی شان میں گستاخی کی آپ نے ڈنڈا اٹھا کر اس کے سر پر مارا وہ مر گیا۔ انتہیٰ مختصراً

علامہ آلوسی رحمہ اللہ آیات بینات پر فرماتے ہیں۔

كَلَامٌ مُّسْتَانَفٌ مُؤَسَّسٌ عَلَى السُّنَّةِ الْجَارِيَةِ فِيْمَا بَيْنَ الْخَلْقِ عَلٰى مُوْجِبِ اَنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى مَلِكًا يَّسُوْقُ الْاَهْلَ اِلَى الْاَهْلِ۔ یہ کلام مستانف ہے جو سنت جاریہ کے ساتھ مخلوق میں قائم ہے اس لئے کہ اللہ تعالیٰ بادشاہ ہے ہر اہل کو اہل کے ساتھ چلاتا ہے۔ اسی بنا پر کسی کا شعر ہے:

اِنَّ الطُّيُوْرَ عَلٰى اَشْبَاهِهَا تَقَعُ اَیِ الْخَبِيْثَاتُ مِنَ النِّسَآءِ

اَیِ الْخَبِيْثَاتُ مِنَ النِّسَآءِ مِنَ الرِّجَالِ اَیْ مُخْتَصَّاتٌ بِهِمْ لَايَتَجَاوَزُوْنَهُمْ اِلٰى غَيْرِهِمْ۔

یعنی خبیث عورتیں مختص ہیں خبیثوں کے لئے وہ اس سے غیر کی طرف متجاوز نہیں ہو سکتیں۔

وَالطَّيِّبَاتُ لِلطَّيِّبِيْنَ مِنْهُنَّ بِحَيْثُ لَا يَتَجَاوَزُوْنَهُنَّ اِلٰى مَنْ عَدَاهُنَّ وَ حَيْثُ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَطْيَبَ الْاَطْيَبِيْنَ وَخِيَرَةَ الْاَوَّلِيْنَ وَالْاٰخِرِيْنَ تَبَيَّنَ كَوْنُ الصِّدِّيْقَةِ رَضِيَ اللّٰهُ

عَنْهَا مِنْ اَطْيَبِ الطَّيِّبَاتِ بِالضَّرُوْرَةِ وَاتَّضَحَ بُطْلَانُ مَا قِيْلَ فِيْهَا مِنَ الْخُرَافَاتِ۔

خلاصہ یہ کہ حضور اطیب الاطیبین وخیر الاولین والآخرین ہیں تو آپ کی زوجہ پاک بھی اطیب الطیبات لازمی طور پر ہوئیں اور منافقین کی بکواس کا بطلان اس آیت کریمہ میں واضح طور پر ہو گیا بلکہ آگے اور مزید وضاحت فرمادی گئی۔

اُولٰٓئِکَ مُبَرَّءُوْنَ مِمَّا یَقُوْلُوْنَ۔ عَلٰی اَنَّ الْاِشَارَۃَ اِلٰی اَھْلِ الْبَیْتِ النَّبَوِیِّ رِجَالًا وَّ نِسَآءً وَّ یَدْخُلُ فِیْ ذَالِکَ الصِّدِّیْقَۃُ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھَا دُخُوْلًا اَوَّلِیًّا۔

یہ بری ہیں ان باتوں سے جو بکتے ہیں۔ اس میں اہل بیت اطہار نبوی کے مرد اور عورت سب داخل ہیں اور اس میں حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا سب سے پہلے مانی جائیں گی۔

ایک قول یہ ہے کہ اس آیت کریمہ میں اشارہ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم اور صدیقہ اور صفوان بن معطل رضی اللہ عنہما کی طرف ہے۔

اور فراء رحمہ اللہ کہتے ہیں: اِشَارَۃٌ اِلَی الصِّدِّیْقَۃِ وَالصَّفْوَانَ وَالْجَمْعُ یُطْلَقُ عَلٰی مَا زَادَ عَلَی الْوَاحِدِ۔ اس میں اشارہ صدیقہ اور صفوان رضی اللہ عنہما کی طرف ہے اس لئے کہ جمع ایک سے زائد پر بھی مانی جاتی ہے تو اس کے معنی یہ ہوئے اُولٰٓئِکَ مُنَزَّھُوْنَ مِمَّا یَقُوْلُہٗ اَھْلُ الْاِفْکِ فِیْ حَقِّھِمْ مِنَ الْاَکَاذِیْبِ الْبَاطِلَۃِ۔ یہ منزہ اور مبرا ہیں ہفوات منافقین اور اہل افک سے یہ سب اکاذیب باطلہ ہیں۔ آگے ارشاد ہے:

لَھُمْ مَّغْفِرَۃٌ وَّ رِزْقٌ کَرِیْمٌ۔ ان کے لئے مغفرت عظیمہ ہے۔ یہ اس لئے فرمایا کہ لَا یَخْلُوا الْبَشَرُ عَنْہُ مِنَ الذَّنْبِ وَ حَسَنَاتُ الْاَبْرَارِ سَیِّئَاتُ الْمُقَرَّبِیْنَ۔ باقتضاء بشریت انسان معصیت سے نہیں بچتا لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ابرار کی نیکیاں مقربین کی سیئات کے برابر ہیں تو اس سے واضح ہوا کہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے زیادہ مقرب کون ہوسکتا ہے اس لئے ان کی عام خطاؤں کی مغفرت بھی فرمادی گئی۔

وَرِزْقٌ کَرِیْمٌ۔ اور عزت کی روزی۔

ھُوَ الْجَنَّۃُ کَمَا قَالَہٗ اَکْثَرُ الْمُفَسِّرِیْنَ وَ یَشْھَدُ قَوْلُہٗ تَعَالٰی فِیْ سُوْرَۃِ الْاَحْزَابِ فِیْ اُمَّھَاتِ الْمُؤْمِنِیْنَ — وَ اَعْتَدْنَا لَھَا رِزْقًا کَرِیْمًا فَاِنَّ الْمُرَادَ بِہٖ ثَمَّتِ الْجَنَّۃُ بِقَرِیْنَۃِ اَعْتَدْنَا وَالْقُرْاٰنُ یُفَسِّرُ بَعْضُہٗ بَعْضًا وَ فِیْ ھٰذِہِ الْاٰیَاتِ مِنَ الدَّلَالَۃِ عَلٰی فَضْلِ الصِّدِّیْقَۃِ مَا فِیْھَا۔

رزق کریم سے مراد جنت ہے جیسا کہ امہات المومنین کے فضائل پر سورۃ احزاب میں وَاَعْتَدْنَا لَھَا رِزْقًا کَرِیْمًا فرمایا اور چونکہ قرآن کریم اپنی آیت کی تفسیر بعض آیتوں سے فرماتا ہے ایسے ہی اس کی تفسیر سورۃ احزاب میں فرمادی گئی اور اس آیت میں فضیلت صدیقہ خصوصیت سے واضح ہے۔

اگرچہ خبر غریب ہے جسے ابن نجار روایت کرتے ہیں اور حافظ سیوطی بھی درمنثور میں لکھتے ہیں۔ تاریخ بغداد میں ابن نجار کہتے ہیں: لیکن چونکہ دعا کے الفاظ قرین اجابت نظر آتے ہیں۔ لہٰذا بیان واقعہ کے ساتھ ایک دعا بغرض افادہ ناظرین نقل ہے۔

انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر تھا تاکہ براءت کی امید دلا کر ان کی آنکھیں ٹھنڈی کروں۔

اس وقت آپ رو رہی تھیں اور فرمارہی تھیں: هَجَرَتْنِیَ الْقَرِیْبُ وَالْبَعِیْدُ حَتّٰی هَجَرَتْنِیَ الْهِرَّةُ وَمَا عُرِضَ عَلَیَّ طَعَامٌ وَّ لَا شَرَابٌ فَكُنْتُ اَرْمُدُ وَاَنَا جَائِعَةٌ ظَامِئَةٌ فَرَاَیْتُ فِیْ مَنَامِیْ فَتًی فَقَالَ لِیْ مَالَكِ فَقُلْتُ حَزِیْنَةٌ مِّمَّا ذَكَرَ النَّاسُ فَقَالَ ادْعِیْ بِهٰذِهِ الدَّعَوَاتِ یُفَرِّجُ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْكِ فَقُلْتُ وَمَا هِیَ فَقَالَ قُوْلِیْ۔

یَا سَابِغَ النِّعَمِ وَ یَادَافِعَ النِّقَمِ وَ یَا فَارِجَ الْغَمَمِ وَیَا كَاشِفَ الظُّلَمِ یَا اَعْدَلَ مَنْ حَكَمَ یَا حَسْبَ مَنْ ظَلَمَ یَا وَلِیَّ مَنْ ظُلِمَ یَا اَوَّلُ بِلَا بَدَایَةٍ وَیَا اٰخِرُ بِلَانِهَایَةٍ یَّا مَنْ لَّهٗ اِسْمٌ بِلَا كُنْیَةٍ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ لِّیْ مِنْ اَمْرِیْ فَرَجًا وَّ مَخْرَجًا۔

قَالَتْ فَانْتَبَهْتُ وَاَنَارَیَّانَةٌ شَبْعَانَةٌ وَقَدْ اَنْزَلَ اللّٰهُ تَعَالٰی فَرَجِیْ وَ یُسَمّٰی هٰذَا الدُّعَاءُ دُعَاءَ الْفَرَجِ فَلْیَحْفَظْ وَلْیَسْتَعْمِلْ۔

مجھے میرے قریب وبعید نے چھوڑ دیا تھا حتیٰ کہ ہرہ نے بھی مجھے چھوڑ دیا تھا اور میرے لئے نہ کھانا آتا تھا نہ پانی تو میں لیٹ گئی اور بھوکی پیاسی تھی تو میں نے ایک جوان کو خواب میں دیکھا کہ وہ مجھ سے پوچھ رہا ہے صدیقہ کیا حال ہے؟

میں نے کہا غمگین ہوں ان باتوں سے جو لوگ کررہے ہیں۔

تو انہوں نے کہا یہ دعا پڑھو اللہ سب غم کھول دے گا۔

میں نے کہا وہ کیا ہے؟ تو انہوں نے یہ دعا بتائی۔

فرماتی ہیں کہ میں جاگی تو میں نے اپنے کو خوش وخرم پایا اور بھوک بھی نہیں رہی۔

پھر اللہ تعالیٰ نے میری مسرت کی دستیاب بنائی اور آیات تطہیر نازل فرمائیں۔

علامہ آلوسی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ دعا دعاء الفرج ہے اسے یاد رکھ اور استعمال کر۔

اس کے بعد حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ

عدو شود سبب خیر گر خدا خواہد

کا مظاہرہ یہ ہوا کہ میں اس معاملہ کے ساتھ اپنی ہم جنسوں پر فخر کرتی تھی۔ آپ سے سوال ہوا حضور وہ فخر کیا تھا۔ فرمایا جسے ابن ابی شیبہ رحمہ اللہ نقل کرتے ہیں:

اول تو یہ کہ نَزَلَ الْمَلَكُ بِصُوْرَتِیْ وَتَزَوَّجَنِیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لِسَبْعِ سِنِیْنَ وَ اُهْدِیْتُ لَهٗ لِتِسْعِ سِنِیْنَ۔

۱- اول فرشتہ میری تصویر کے ساتھ آپ کے پاس آیا۔

۲- دوسرے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے سات سال کی عمر میں عقد فرمایا اور نویں سال میں رخصت ہوئی۔

۳- تیسرے وَ تَزَوَّجَنِیْ بِكْرًا لَمْ یَشْرِكْهُ فِیَّ اَحَدٌ مِّنَ النَّاسِ۔ میرا عقد بحالت بکر ہوا۔

۴- چوتھے۔ وَاَتَاهُ الْوَحْیُ وَاَنَا وَاِیَّاهُ فِیْ لِحَافٍ وَّاحِدٍ۔ میں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم ایک جگہ ہوتے اور وحی آتی۔

۵- پانچویں۔ وَ كُنْتُ مِنْ اَحَبِّ النَّاسِ اِلَیْهِ۔ اور میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو محبوب ترین تھی۔

۶۔ چھٹے۔ وَ نَزَلَ فِیَّ اٰیَاتٌ مِّنَ الْقُرْاٰنِ کَادَتِ الْاُمَّۃُ تَھْلِکُ فِیْھِنَّ۔ میری شان میں اٹھارہ آیتیں قرآن کریم کی نازل ہوئیں جبکہ امت قریب بہ ہلاکت تھی ان اتہامات میں۔

۷۔ ساتویں۔ وَرَاَیْتُ جِبْرِیْلَ عَلَیْہِ السَّلَامُ وَلَمْ یَرَہٗ اَحَدٌ مِّنْ نِّسَآئِہٖ غَیْرِیْ۔ میں نے روح الامین کو دیکھا اور میرے سواازواج میں سے کسی نے نہ دیکھا۔

۸۔ آٹھویں۔ وَ قُبِضَ فِیْ بَیْتِیْ لَمْ یَلِہٖ اَحَدٌ غَیْرَ الْمَلَکِ وَاَنَا۔ اور میرے گھر میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے وفات پائی جبکہ میرے اور فرشتہ کے سوا کوئی قریب نہ تھا۔

۹۔ نویں۔ میری شان میں آسمان سے براءت آئی اور میں پاک تھی اس پاک ذات کے نزدیک۔

۱۰۔ دسویں۔ وَ لَقَدْ وُعِدْتُ مَغْفِرَۃً وَّ اَجْرًا عَظِیْمًا۔ مجھے مغفرت اور اجر عظیم کا وعدہ ہوا۔

بامحاورہ ترجمہ چوتھا رکوع ۔ سورۃ نور ۔ پ ۱۸

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَدْخُلُوْا بُیُوْتًا غَیْرَ بُیُوْتِكُمْ حَتّٰى تَسْتَاْنِسُوْا وَ تُسَلِّمُوْا عَلٰۤى اَهْلِهَاؕ ذٰلِكُمْ خَیْرٌ لَّكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ ﴿۲۷﴾

اے ایمان والو! نہ داخل ہو کسی گھر میں اپنے گھر کے سوا جب تک اجازت نہ لے لو اور سلام نہ کر لو اس گھر والے کو یہ تمہارے لئے بہتر ہے تاکہ تم سمجھ حاصل کرو

فَاِنْ لَّمْ تَجِدُوْا فِیْهَاۤ اَحَدًا فَلَا تَدْخُلُوْهَا حَتّٰى یُؤْذَنَ لَكُمْۚ وَ اِنْ قِیْلَ لَكُمُ ارْجِعُوْا فَارْجِعُوْا هُوَ اَزْكٰى لَكُمْؕ وَ اللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ عَلِیْمٌ ﴿۲۸﴾

تو اگر نہ پاؤ تم اس گھر میں کسی کو تو نہ داخل ہو اس میں جب تک تمہیں اجازت نہ ہو اور اگر کہا جائے تمہیں واپس جاؤ تو واپس ہو جاؤ یہ تمہارے لئے بہت ستھری بات ہے اور اللہ تمہارے کام جانتا ہے

لَیْسَ عَلَیْكُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَدْخُلُوْا بُیُوْتًا غَیْرَ مَسْكُوْنَةٍ فِیْهَا مَتَاعٌ لَّكُمْؕ وَ اللّٰهُ یَعْلَمُ مَا تُبْدُوْنَ وَ مَا تَكْتُمُوْنَ ﴿۲۹﴾

نہیں کوئی گناہ تم پر اگر داخل ہو ایسے گھروں میں جو کسی کے رہنے کے نہیں اور ان کے برتنے کا تمہیں اختیار ہے اور اللہ جانتا ہے جو تم ظاہر کرو اور جو چھپاتے رہو

قُلْ لِّلْمُؤْمِنِیْنَ یَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِهِمْ وَ یَحْفَظُوْا فُرُوْجَهُمْؕ ذٰلِكَ اَزْكٰى لَهُمْؕ اِنَّ اللّٰهَ خَبِیْرٌۢ بِمَا یَصْنَعُوْنَ ﴿۳۰﴾

فرمادیں مومن مردوں سے کہ اپنی نگاہیں نیچے رکھیں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں یہ ان کے لئے بہت ستھری بات ہے۔ بے شک اللہ خبردار ہے ان کے کاموں سے

وَ قُلْ لِّلْمُؤْمِنٰتِ یَغْضُضْنَ مِنْ اَبْصَارِهِنَّ وَ یَحْفَظْنَ فُرُوْجَهُنَّ وَ لَا یُبْدِیْنَ زِیْنَتَهُنَّ اِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَ لْیَضْرِبْنَ بِخُمُرِهِنَّ عَلٰى جُیُوْبِهِنَّ۪ وَ لَا یُبْدِیْنَ زِیْنَتَهُنَّ اِلَّا لِبُعُوْلَتِهِنَّ اَوْ اٰبَآىٕهِنَّ اَوْ اٰبَآءِ بُعُوْلَتِهِنَّ اَوْ اَبْنَآىٕهِنَّ اَوْ اَبْنَآءِ

اور فرما دیجئے مسلمان خواتین کو کہ اپنی نگاہیں نیچی رکھیں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں اور اپنا بناؤ سنگار نہ دکھائیں مگر جتنا خود ہی ظاہر ہو جائے اور مارے رہیں دوپٹہ کا بکل اپنے گریبانوں پر اور نہ ظاہر کریں اپنا سنگار مگر اپنے خاوندوں پر یا اپنے باپ دادا پر یا خسر پر یا اپنے

بُعُوْلَتِهِنَّ اَوْ اِخْوَانِهِنَّ اَوْ بَنِیْۤ اِخْوَانِهِنَّ اَوْ بَنِیْۤ اَخَوٰتِهِنَّ اَوْ نِسَآىٕهِنَّ اَوْ مَا مَلَكَتْ اَیْمَانُهُنَّ اَوِ التّٰبِعِیْنَ غَیْرِ اُولِی الْاِرْبَةِ مِنَ الرِّجَالِ اَوِ الطِّفْلِ الَّذِیْنَ لَمْ یَظْهَرُوْا عَلٰى عَوْرٰتِ النِّسَآءِ ۪ وَ لَا یَضْرِبْنَ بِاَرْجُلِهِنَّ لِیُعْلَمَ مَا یُخْفِیْنَ مِنْ زِیْنَتِهِنَّ ؕ وَ تُوْبُوْۤا اِلَى اللّٰهِ جَمِیْعًا اَیُّهَ الْمُؤْمِنُوْنَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ﴿۳۱﴾

بیٹے پر یا شوہر کے بیٹے پر یا اپنے بھائی پر یا اپنے بھتیجے پر یا اپنے بھانجے پر یا اپنی اسلامی عورتوں پر یا اپنی کنیزوں پر جو اپنی ملک ہوں یا نوکر بشرطیکہ وہ شہوت والے مرد نہ ہوں یا وہ بچے جنہیں عورتوں کی شرم کی چیزوں کا علم نہیں اور نہ ماریں اپنے پاؤں زور سے کہ ان کا چھپا ہوا جانا جائے سنگار سے اور توبہ کرو اے مسلمانو اللہ کی طرف تا کہ تم فلاح پاؤ۔

وَ اَنْكِحُوا الْاَیَامٰى مِنْكُمْ وَ الصّٰلِحِیْنَ مِنْ عِبَادِكُمْ وَ اِمَآىٕكُمْ ؕ اِنْ یَّكُوْنُوْا فُقَرَآءَ یُغْنِهِمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ ؕ وَ اللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِیْمٌ ﴿۳۲﴾

اور نکاح کردو اپنوں میں ان کا جو بے نکاح ہوں اور اپنے نیک بندوں اور کنیزوں کا اگر وہ فقیر ہوں تو اللہ غنی کردے گا اپنے فضل سے اور اللہ وسعت والا علم والا ہے

وَ لْیَسْتَعْفِفِ الَّذِیْنَ لَا یَجِدُوْنَ نِكَاحًا حَتّٰى یُغْنِیَهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ ؕ وَ الَّذِیْنَ یَبْتَغُوْنَ الْكِتٰبَ مِمَّا مَلَكَتْ اَیْمَانُكُمْ فَكَاتِبُوْهُمْ اِنْ عَلِمْتُمْ فِیْهِمْ خَیْرًا ۖۗ وَّ اٰتُوْهُمْ مِّنْ مَّالِ اللّٰهِ الَّذِیْۤ اٰتٰىكُمْ ؕ وَ لَا تُكْرِهُوْا فَتَیٰتِكُمْ عَلَى الْبِغَآءِ اِنْ اَرَدْنَ تَحَصُّنًا لِّتَبْتَغُوْا عَرَضَ الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا ؕ وَ مَنْ یُّكْرِهْهُّنَّ فَاِنَّ اللّٰهَ مِنْۢ بَعْدِ اِكْرَاهِهِنَّ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ﴿۳۳﴾

اور چاہئے کہ بچے رہیں وہ جو نکاح کا مقدور نہیں رکھتے حتی کہ غنی کر دے انہیں اللہ اپنے فضل سے اور تمہاری لونڈیاں جو یہ چاہیں کہ کچھ مال کمانے کی شرط پر انہیں آزادی لکھ دیں تو لکھ دو اگر تم جانتے ہو ان میں بھلائی اور مدد کرو ان کی اللہ کے مال سے جو تم کو دیا اور نہ مجبور کرو اپنی کنیزوں کو بدکاری پر اگر وہ بچنا چاہیں تا کہ تم دنیوی زندگی کا کچھ مال چاہو اور جو انہیں مجبور کرے گا تو بے شک ان کے اکراہ پر مجبوری کی حالت میں معاف کرنے والا مہربان ہے

وَ لَقَدْ اَنْزَلْنَاۤ اِلَیْكُمْ اٰیٰتٍ مُّبَیِّنٰتٍ وَّ مَثَلًا مِّنَ الَّذِیْنَ خَلَوْا مِنْ قَبْلِكُمْ وَ مَوْعِظَةً لِّلْمُتَّقِیْنَ ﴿۳۴﴾

اور بے شک ہم نے اتاریں روشن آیتیں اور مثالیں تمہاری طرف ان لوگوں کا بیان جو تم سے پہلے ہو گزرے اور ڈر والوں کے لئے نصیحت

حل لغات چوتھا رکوع ـ سورۃ نور ـ پ ۱۸

یٰۤاَیُّهَا ـ اے	الَّذِیْنَ ـ وہ جو	اٰمَنُوْا ـ ایمان لائے ہو	لَا ـ نہ
تَدْخُلُوْا ـ داخل ہو	بُیُوْتًا ـ گھروں میں	غَیْرَ ـ سوا	بُیُوْتِكُمْ ـ اپنے گھروں کے
حَتّٰى ـ یہاں تک کہ	تَسْتَاْنِسُوْا ـ اجازت لے لو	وَ ـ اور	تُسَلِّمُوْا ـ سلام کہو
عَلٰۤى ـ اوپر	اَهْلِهَا ـ اس کے رہنے والوں کے		ذٰلِكُمْ ـ یہ
خَیْرٌ ـ بہتر ہے	لَّكُمْ ـ تمہارے لئے	لَعَلَّكُمْ ـ تا کہ تم	تَذَكَّرُوْنَ ـ نصیحت پکڑو

فَإِنْ۔پھر اگر　لَّمْ۔نہ　تَجِدُوْا۔پاؤ　فِيْهَآ۔اس میں
اَحَدًا۔کسی کو　فَلَا۔تو نہ　تَدْخُلُوْ۔داخل ہو　هَا۔ان میں
حَتّٰى۔یہاں تک کہ　يُؤْذَنَ۔اجازت دی جائے　لَكُمْ۔تم کو　وَ۔اور
اِنْ۔اگر　قِيْلَ۔کہا جائے　لَكُمُ۔تم کو　ارْجِعُوْا۔واپس جاؤ
فَارْجِعُوْا۔تو واپس آجاؤ　هُوَ۔وہ　اَزْكٰى۔بہتر ہے　لَكُمْ۔تمہارے لئے
وَ۔اور　اللّٰهُ۔اللہ　بِمَا۔اس سے جو　تَعْمَلُوْنَ۔تم کرتے ہو
عَلِيْمٌ۔جاننے والا ہے　لَيْسَ۔نہیں ہے　عَلَيْكُمْ۔تم پر　جُنَاحٌ۔گناہ
اَنْ۔یہ کہ　تَدْخُلُوْا۔داخل ہو　بُيُوْتًا۔گھروں میں　غَيْرَ۔جو نہ
مَسْكُوْنَةٍ۔آباد ہوں　فِيْهَا۔اس میں　مَتَاعٌ۔سامان ہو　لَّكُمْ۔تمہارا
وَ۔اور　اللّٰهُ۔اللہ　يَعْلَمُ۔جانتا ہے　مَا۔جو
تُبْدُوْنَ۔تم ظاہر کرتے ہو　وَ۔اور　مَا۔جو　تَكْتُمُوْنَ۔چھپاتے ہو
قُلْ۔کہہ　لِّلْمُؤْمِنِيْنَ۔ایماندار مردوں کو　يَغُضُّوْا۔نیچی رکھیں　مِنْ اَبْصَارِ۔آنکھیں
هِمْ۔اپنی　وَ۔اور　يَحْفَظُوْا۔حفاظت کریں　فُرُوْجَهُمْ۔اپنی شرمگاہوں کی
ذٰلِكَ۔یہ　اَزْكٰى۔بہت ستھری بات ہے　لَهُمْ۔ان کے لئے　اِنَّ۔بے شک
اللّٰهَ۔اللہ　خَبِيْرٌ۔خبردار ہے　بِمَا۔اس سے جو　يَصْنَعُوْنَ۔کرتے ہیں
وَ۔اور　قُلْ۔کہہ　لِّلْمُؤْمِنٰتِ۔مومن عورتوں کو　يَغْضُضْنَ۔کہ نیچی رکھیں
مِنْ اَبْصَارِ۔نظریں　هِنَّ۔اپنی　وَ۔اور　يَحْفَظْنَ۔حفاظت کریں
فُرُوْجَهُنَّ۔اپنی شرمگاہوں کی　وَ۔اور　لَا۔نہ　يُبْدِيْنَ۔ظاہر کریں
زِيْنَتَهُنَّ۔اپنی زینت　اِلَّا۔مگر　مَا۔جو　ظَهَرَ۔ظاہر ہو
مِنْهَا۔اس سے　وَ۔اور　لْيَضْرِبْنَ۔چاہئے کہ لپیٹیں　بِخُمُرِهِنَّ۔اپنی چادریں
عَلٰى۔اوپر　جُيُوْبِهِنَّ۔اپنے گریبانوں کے　وَ۔اور
لَا۔نہ　يُبْدِيْنَ۔ظاہر کریں　زِيْنَتَهُنَّ۔اپنی زینت　اِلَّا۔مگر
لِبُعُوْلَتِهِنَّ۔اپنے خاوندوں کے لئے　اَوْ۔یا　اٰبَآئِهِنَّ۔اپنے باپوں کیلئے
اَوْ۔یا　اٰبَآءِ۔باپوں　بُعُوْلَتِهِنَّ۔اپنے خاوندوں کے لئے
اَوْ۔یا　اَبْنَآئِهِنَّ۔اپنے بیٹوں کے لئے　اَوْ۔یا
اَبْنَآءِ۔بیٹوں　بُعُوْلَتِهِنَّ۔اپنے خاوندوں کے لئے　اَوْ۔یا
اِخْوَانِهِنَّ۔اپنے بھائیوں کے لئے　اَوْ۔یا　بَنِيْٓ۔بیٹوں
اِخْوَانِهِنَّ۔اپنے بھائیوں کے لئے　اَوْ۔یا　بَنِيْٓ۔بیٹوں

اَخَوٰتِهِنَّ۔ اپنی بہنوں کے لئے　اَوْ۔ یا　نِسَآئِهِنَّ۔ اپنی عورتوں کیلئے
اَوْ۔ یا　مَا۔ جو　مَلَكَتْ۔ مالک ہیں　اَيْمَانُهُنَّ۔ ان کے ہاتھ
اَوِ۔ یا　التّٰبِعِيْنَ۔ پیچھے آنے والے　غَيْرِ۔ جو نہیں ہیں　اُولِي الْاِرْبَةِ۔ خواہش والے
مِنَ الرِّجَالِ۔ مردوں سے　اَوِ۔ یا　الطِّفْلِ۔ بچے　الَّذِيْنَ۔ وہ جو
لَمْ۔ نہیں　يَظْهَرُوْا۔ مطلع　عَلٰى۔ اوپر　عَوْرٰتِ۔ شرم والی
النِّسَآءِ۔ عورتوں کی باتوں پر　وَ۔ اور　لَا۔ نہ　يَضْرِبْنَ۔ ماریں
بِاَرْجُلِهِنَّ۔ اپنے پیر　لِيُعْلَمَ۔ کہ معلوم ہوجائے　مَا۔ جو　يُخْفِيْنَ۔ چھپاتی ہیں
مِنْ زِيْنَتِهِنَّ۔ اپنی زینت　وَ۔ اور　تُوْبُوْٓا۔ توبہ کرو　اِلَى۔ طرف
اللّٰهِ۔ اللہ کی　جَمِيْعًا۔ سب مل کر　اَيُّهَ۔ اے　الْمُؤْمِنُوْنَ۔ مومنو
لَعَلَّكُمْ۔ تاکہ تم　تُفْلِحُوْنَ۔ فلاح پاؤ　وَ۔ اور　اَنْكِحُوا۔ نکاح کرو
الْاَيَامٰى۔ غیر شادی شدہ کے　مِنْكُمْ۔ تم میں سے　وَ۔ اور　الصّٰلِحِيْنَ۔ نیک
مِنْ عِبَادِكُمْ۔ اپنے غلاموں　وَ۔ اور　اِمَآئِكُمْ۔ لونڈیوں کے　اِنْ۔ اگر
يَّكُوْنُوْا۔ ہیں وہ　فُقَرَآءَ۔ تنگدست　يُغْنِهِمُ۔ تو غنی کرے گا ان کو　اللّٰهُ۔ اللہ
مِنْ فَضْلِهٖ۔ اپنے فضل سے　وَ۔ اور　اللّٰهُ۔ اللہ　وَاسِعٌ۔ فراخی والا
عَلِيْمٌ۔ جاننے والا ہے　وَ۔ اور　لْيَسْتَعْفِفِ۔ چاہئے کہ بچیں　الَّذِيْنَ۔ وہ جو
لَا۔ نہیں　يَجِدُوْنَ۔ طاقت رکھتے　نِكَاحًا۔ نکاح کی　حَتّٰى۔ یہاں تک کہ
يُغْنِيَهُمُ۔ غنی کرے ان کو　اللّٰهُ۔ اللہ　مِنْ فَضْلِهٖ۔ اپنے فضل سے　وَ۔ اور
الَّذِيْنَ۔ وہ جو　يَبْتَغُوْنَ۔ چاہیں　الْكِتٰبَ۔ کتابت　مِمَّا۔ ان سے جو
مَلَكَتْ۔ مالک ہیں　اَيْمَانُكُمْ۔ تمہارے ہاتھ　فَكَاتِبُوْهُمْ۔ تو کتابت کروان سے
اِنْ۔ اگر　عَلِمْتُمْ۔ جانو تم　فِيْهِمْ۔ ان میں　خَيْرًا۔ بھلائی
وَّ۔ اور　اٰتُوْهُمْ۔ دو ان کو　مِّنْ مَّالِ۔ مال　اللّٰهِ۔ اللہ سے
الَّذِيْٓ۔ وہ جو　اٰتٰىكُمْ۔ اس نے دیا تم کو　وَ۔ اور　لَا۔ نہ
تُكْرِهُوْا۔ مجبور کرو　فَتَيٰتِكُمْ۔ اپنی لونڈیوں کو　عَلَى۔ اوپر　الْبِغَآءِ۔ بدکاری کے
اِنْ۔ اگر　اَرَدْنَ۔ چاہیں وہ　تَحَصُّنًا۔ بچنا　لِّتَبْتَغُوْا۔ تاکہ چاہو
عَرَضَ۔ سامان　الْحَيٰوةِ۔ زندگی　الدُّنْيَا۔ دنیا کا　وَ۔ اور
مَنْ۔ جو　يُّكْرِهْهُّنَّ۔ مجبور کرے ان کو　فَاِنَّ۔ تو بے شک　اللّٰهَ۔ اللہ
مِنْۢ بَعْدِ۔ بعد　اِكْرَاهِهِنَّ۔ ان کی مجبوری کے　غَفُوْرٌ۔ بخشنے والا
رَّحِيْمٌ۔ مہربان ہے　وَ۔ اور　لَقَدْ۔ بے شک　اَنْزَلْنَآ۔ ہم نے اتاریں

اِلَيْكُمْ۔ تمہاری طرف اٰيٰتٍ۔ آیتیں مُّبَيِّنٰتٍ۔ روشن وَّ۔ اور
مَثَلًا۔ مثالیں مِّنَ الَّذِيْنَ۔ ان لوگوں کی جو خَلَوْا۔ گزرے مِنْ قَبْلِكُمْ۔ تم سے پہلے
وَّ۔ اور مَوْعِظَةً۔ نصیحت لِّلْمُتَّقِيْنَ۔ پرہیزگاروں کے لئے

خلاصہ تفسیر چوتھا رکوع۔ سورۂ نور۔ پ ۱۸

اس سورۂ مبارکہ میں اول رکوع سے چوتھے رکوع تک نو حکم قانون اسلامی کے نافذ فرمائے ہیں
پہلے حکم میں زنا کی قباحت اَلزَّانِيْ لَا يَنْكِحُ اِلَّا زَانِيَةً سے بیان کی ہے اور اس فعل کے برے نتائج بیان فرمائے گئے۔
دوسرا حکم وَالَّذِيْنَ يَرْمُوْنَ الْمُحْصَنٰتِ ثُمَّ لَمْ يَاْتُوْا بِاَرْبَعَةِ شُهَدَآءَ میں تہمت زنا کی بابت ہے اور تہمت لگانے والے کی سزا فرمائی ہے۔

تیسرا حکم لعان ہے یعنی اپنی بیوی پر تہمت لگانے کے احکام ہیں۔

چوتھا حکم چوتھے رکوع میں بلا اجازت کسی کے گھر میں داخل ہونے کا۔

پانچواں حکم غض بصر ہے کہ غیر عورت کی طرف نظر نہ ڈالیں۔

چھٹا حکم عورتوں کے لئے ہے کہ وہ اپنی زینت اور بناؤ سنگار بھی غیر مرد پر ظاہر نہ کریں۔

ساتواں حکم وَاَنْكِحُوا الْاَيَامٰى کا ہے یعنی مجرد عورت اور مرد ضرور نکاح کر لیں۔

آٹھواں حکم کنیز سے کوئی رقم لینی مقرر کر کے اور آزادی لکھ دینا جسے مکاتبت اور مکاتبہ کہتے ہیں۔

نواں حکم وَلَا تُكْرِهُوْا فَتَيٰتِكُمْ عَلَى الْبِغَآءِ کنیز پر جبر کر کے زنا کرا کر مال حاصل کرنے کی ممانعت میں ہے۔

اس کے بعد پانچویں رکوع میں نور کی بحث ہے جو اپنی جگہ مفصل بیان ہوگی۔

چوتھے رکوع کی ملخص تفسیر یہ ہے:

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَدْخُلُوْا بُيُوْتًا غَيْرَ بُيُوْتِكُمْ حَتّٰى تَسْتَاْنِسُوْا وَتُسَلِّمُوْا عَلٰۤى اَهْلِهَا ؕ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ ﴿۲۷﴾۔

میں فرمایا گیا کہ اے ایمان والو اپنے گھروں کے سوا کسی گھر میں بغیر اجازت کے داخل نہ ہو یہ تمہارے لئے بہتر ہے تاکہ تم سمجھو۔

اس میں غَيْرَ بُيُوْتِكُمْ استثناء ہے بُيُوْتًا سے۔

تَسْتَاْنِسُوْا کے معنی تَسْتَاْذِنُوْا ہیں یہ استیناس سے ہے جو اِسْتِعْلَام کے معنی میں مستعمل ہے۔

محاورہ میں بولتے ہیں اٰنَسَ الشَّيْءَ اَبْصَرَهٗ وَاَعْلَمَهٗ وَ اَحَسَّ بِهٖ۔

یہی قاموس میں ہے۔

اس لئے کہ مستاذن اس امر کا علم چاہتا ہے کہ اسے داخلہ بیت کی اجازت ہے کہ نہیں۔

اور اگر اِسْتِيْنَاس سے ہی لیا جائے تو استیناس مخالف ہے استیحاش ہے فَاِنَّهٗ مُتَوَحِّشٌ اَنْ لَّا يُؤْذَنَ فَاِذَا اُذِنَ اِسْتَاْنَسَ۔ (بیضاوی)

تو اس کا ربط پہلے رکوع سے یہ ہوا کہ جب اللہ تعالیٰ نے زنا منع فرما دیا۔

اور رمی وقذف یعنی تہمت والزام کی بھی سخت ممانعت فرما دی تو ان باتوں سے بھی روکنا ضروری ہوا جن سے بدگمانی اور رمی وقذف کے اسباب ہوں۔

بنابریں اس کے اسباب میں سے ایک سبب یہ بھی تھا کہ کسی کے گھر میں بلا اذن واطلاع چلا جائے اس لئے کہ نہ معلوم گھر والا یا گھر والی کس حال میں ہے اگر یہ بلا اطلاع کسی کے گھر میں چلا گیا اور اسے کوئی بدگمانی پیدا ہوئی تو گواہ نہ ہونے کی صورت میں یہ مجرم ہوگا اور گواہ ہونے کی شکل میں جس کے گھر میں گیا اس پر مصیبت ڈالے گا۔ اس لئے اس فتنہ سے بچنے کے لئے باہمی ادب سکھایا کہ لَا تَدْخُلُوْا بُيُوْتًا غَيْرَ بُيُوْتِكُمْ حَتّٰى تَسْتَاْنِسُوْا اور اس کے ساتھ طریق استیذان واستیناس تعلیم فرمایا کہ وَ تُسَلِّمُوْا عَلٰٓى اَهْلِهَا اول اہل خانہ کو سلام دو۔ چنانچہ اس کا مسنون طریقہ یہ ہے کہ پہلے دروازہ پر سے السلام علیکم کہو۔

پھر احادیث سے ثابت ہے کہ تین بار اجازت لو اور اگر تیسری بار بھی اجازت نہ ملے تو یہ نہ کرے کہ وہیں جما کھڑا رہے۔ بلکہ واپس لوٹ جائے۔

اور اگر اندر سے تین بار کے بعد بھی جواب نہ ملے تو بھی واپس ہو جائے۔

چنانچہ حضرت عبداللہ بن قیس نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ حکم عام ہے اس گھر میں زنانہ ہو یا مردانہ کیونکہ یہ کسے معلوم ہے کہ مرد اندرون خانہ کس حال میں ہے اور کیا کر رہا ہے۔

اسی طرح جس گھر میں خواتین ہیں وہاں بھی عام اس سے کہ محرم ہوں یا نامحرم بلا اجازت جانا نہ چاہیے۔ اس لئے کہ گھروں میں عورتیں ایک حال میں نہیں رہتیں کبھی ننگے سر ہوتی ہیں کبھی بغیر قمیص ہوتی ہیں کبھی سوئی ہوتی ہیں تو محرم کو ننگے کھلے دیکھنا بہتر نہیں اور غیر کے لئے تو حرام ہے۔

عموماً ایسا ہوتا ہے کہ گھروں میں عورت نہاتی دھوتی ہوتی ہے اور بعض مواقع ایسے ہوتے ہیں کہ خاوند پر بھی بعض حالتیں دیکھنا نامناسب ہوتا ہے کہ وہ اس حالت کو دیکھ کر متنفر نہ ہو جائے جیسے آبدست یا نورہ وغیرہ۔

اسی لئے مطلق حکم دے کر فرمایا: ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ۔ یہ تمہارے لئے بہتر ہے تاکہ تم سمجھو اسی لئے کسی گھر میں جھانکنے تاکنے کی بھی ممانعت ہے۔ اس کے بعد غیر آباد گھر میں داخل ہونے کی اجازت دی گئی اور ارشاد ہوا۔

لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَدْخُلُوْا بُيُوْتًا غَيْرَ مَسْكُوْنَةٍ۔ تم پر گناہ نہیں اس میں کہ داخل ہو غیر آباد گھروں میں۔

یعنی جن گھروں میں کوئی بستا نہ ہو اس میں بلا استیذان داخل ہونا گناہ نہیں۔

غیر مسکونہ گھروں میں پانچ قول ہیں۔

۱۔ اول یہ کہ غیر مسکونہ مکان وہ ہے جسے سٹور کہتے ہیں کہ اس میں اسباب وغیرہ رکھا جاتا ہے اور اسے گودام بھی کہتے ہیں۔

۲۔ بعض نے کہا اس سے مسافر خانہ مراد ہے۔

۳۔ بعض کے نزدیک خرید وفروخت والا سٹور مراد ہے۔

۴۔ بعض نے کہا غیر مسکونہ سے غیر آباد و ویران مکان مراد ہے۔

۵۔ بعض نے کہا اس سے مراد حمام ہیں۔

مگر آیہ کریمہ میں حکم عام ہے بنابریں سٹور، گودام، دکان، ویران مکان، حمام سب کو حاوی ہے۔

لیکن جن مکانات میں اسباب تجارت ہوں وہاں بلا اجازت جانا ممنوع ہے۔ ہر کس و ناکس اس میں اگر داخل ہوا تو چوری اور ملک غیر میں تصرف کا مظنہ ہے لہٰذا وہاں بھی بلا اجازت داخلہ ممنوع ہے البتہ جو وہاں کا نگران یا مجازیا مالک ہے وہ بلا اطلاع جا سکتا ہے۔

قُلْ لِّلْمُؤْمِنِیْنَ یَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِهِمْ وَ یَحْفَظُوْا فُرُوْجَهُمْ۔ مومنین کو حکم دیجئے کہ وہ اپنی آنکھیں نیچے رکھیں اور اپنی شرمگاہ کی محافظت کریں۔

مِنْ اَبْصَارِهِمْ میں من تبعیضیہ ہے۔ لِاَنَّهٗ لَا یَلْزَمُ غَضُّ الْبَصَرِ بِالْکُلِّیَّةِ۔ یعنی بالکل آنکھ بند کرنے کا حکم نہیں ہے۔

بعض کے نزدیک من بیانیہ ہے جو بیان جنس کے لئے آیا ہے۔

بعض کے نزدیک من زائدہ ہے۔

چونکہ اسباب زنا میں مرد کا عورت کو اور عورت کا مرد کو دیکھنا ہے کہ نظر ہی تو سب سے بڑا سبب مظنہ زنا ہوتا ہے۔ چنانچہ کسی شاعر نے بھی خوب کہا ہے: ع

برق نگاہ یار مرا کام کر گئی

بنابریں مومنین کو ادب سکھایا گیا اور حکم ہوا یَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِهِمْ۔ غض بصر آنکھ بند کرنے کو کہتے ہیں یہاں مِنْ اَبْصَارِهِمْ فرما کر اس سے مراد آنکھیں نیچی رکھنا لئے گئے۔ یہ پانچواں حکم احکام رکوع چہارم کا ہے۔ اور اچانک اگر نظر پڑ جائے اسے معاف فرمایا۔

چنانچہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا: لَکَ الْاُوْلٰی وَ عَلَیْکَ الْاٰخِرَةُ پہلی نظر تو تجھے معاف ہے دوسری پر گرفت ہے۔

البتہ اپنی بیوی شرعی، کنیز، بیٹی، ماں، بہن، دادی، نانی محرمات کا دیکھنا ممنوع نہیں۔

اور اجنبی کی کنیز کے لئے حکم ہے کہ ناف سے گھٹنے تک نظر نہ ڈالے باقی کا مضائقہ نہیں۔

بعض نے کہا بازو سر وغیرہ جو عضو کام میں کھلنے کا احتمال ہے اس کا مضائقہ نہیں۔

امام اعظم سیدنا ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ صرف وہی اعضاء ان عورتوں کے دیکھنے جائز ہیں جو کنیز شرعی ہے جو عضو کام کاج کرتے کھل جائیں اس سے جو بعض نافہم سمجھ بیٹھے ہیں کہ پردہ میں چہرہ سینہ بازو ہاتھ مستثنیٰ ہیں یہ محض نافہمی اور جہالت خالص ہے۔

اور عورت کو حکم ہے کہ وہ اپنی شرمگاہ کی محافظت کرے یعنی حرام کاری سے اجتناب رکھے۔

آخر میں توبیخاً ارشاد ہے: وَاللّٰهُ خَبِیْرٌۢ بِمَا یَصْنَعُوْنَ۔ اللہ تمہارے ہر کوتوت سے باخبر ہے۔

پھر چھٹا حکم مومنات کے لئے ہے کہ وہ اپنی نگاہیں بند رکھیں یہاں بھی من تبعیضیہ کے ساتھ ارشاد ہے۔ جس کے معنی یہی ہوئے کہ نیچی نگاہ رکھیں اور حرام سے اپنے کو بچائیں اس کے ساتھ۔

چھٹا حکم یہ اور دیا کہ اپنے بناؤ سنگار بجز شوہر، سسر دادا، نانا، اپنے باپ بیٹے پوتے، بھائی، نواسے خاوند کے وہ بیٹے جو دوسری بیوی سے ہوں اور اس کے نواسے اور عورت کے بھائی عینی، علاتی، اخیافی، رضاعی عورت کے بھتیجے اور بھائیوں کی اولاد اور عورت کے بھانجے، بہن کی اولاد، گھر کی عورتیں، عورت کی مملوکہ کنیز، شرعی اور غلام اور گھر کے وہ خادم جو عورت کی طرف رغبت کرنے کے قابل نہ ہوں بوڑھے اور خواجہ سرا نابالغ لڑکے اور ایسے دیگر محرم کے علاوہ سب سے مخفی رکھیں۔

اب زینت تین قسم کی ہے

زینت ظاہری انگوٹھی اور لباس ہے۔

زینت خلقی میں ہاتھ منہ اور بعض کے نزدیک وہ اعضاء مراد ہیں جو زیورات سے آراستہ ہوتے ہیں۔

اس میں زینت خلقی لکھنا پڑھنا ہے ان سب کا بلاضرورت ظاہر کرنا ممنوع ہے۔

اِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا۔ میں استثنیٰ فرمایا گیا ظَهَرَ فرما کر۔ اس لئے کہ ظَهَرَ کے معنی ہیں جو خود بخود ظاہر ہو گیا جیسے قد برقع میں رہ کر بھی نہیں چھپ سکتا۔ جسمانیت فربہی اور دبلا پن یا چلتے چلتے پاؤں پھسلا اور عورت گر گئی تو اس میں جو ظاہر ہوا وہ بلا اختیار ہوا اس پر گناہ نہیں ورنہ اتنی تاکید کیوں فرمائی گئی کہ

وَلَا يَضْرِبْنَ بِاَرْجُلِهِنَّ لِيُعْلَمَ مَا يُخْفِيْنَ مِنْ زِيْنَتِهِنَّ۔ وہ پیر مار کر بھی نہ چلیں کہ ان کی آواز سے ان کے زیورات کی جھنکار جانی جائے جو پردہ سے بھی ظاہر ہو جاتی ہے۔

اور اَوْ نِسَآئِهِنَّ فرما کر کافرہ عورتوں سے بھی پردہ لازم کر دیا گیا یعنی اس عورت سے پردہ نہیں جو تم میں سے ہو یعنی مسلمان۔

اس کے بعد ساتواں حکم یہ ہے:

وَاَنْكِحُوا الْاَيَامٰى مِنْكُمْ وَالصّٰلِحِيْنَ مِنْ عِبَادِكُمْ۔ اور نکاح کرواے مسلمانو! جو تم میں سے مجرد ہیں خواہ عورت ہو یا مرد کتخدا ہو یا بیوہ لفظ ایامیٰ عام ہے جو سب کو شامل ہے۔ بشرطیکہ وہ تم میں سے ہو یعنی مسلمان ہو۔

اَیَامٰی۔ جمع ہے اَیِّم کی۔ ذکر ہو یا انثیٰ بکر ہو یا ثیبہ سب کے لئے شامل ہے۔

اور اَیَامٰی مقلوب ایائم ہے جیسے یتامیٰ۔ وَالصّٰلِحِيْنَ معطوف ہے اَیَامٰی پر۔

چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے نکاح کرنے کی اس طرح تاکید فرمائی:

يَا مَعْشَرَ الشَّبَابِ مَنِ اسْتَطَاعَ مِنْكُمُ الْبَاءَةَ فَلْيَتَزَوَّجْ فَاِنَّهٗ اَغَضُّ لِلْبَصَرِ وَ اَحْصَنُ لِلْفُرُوْجِ وَمَنْ لَّمْ يَسْتَطِعْ فَعَلَيْهِ بِالصَّوْمِ فَاِنَّهٗ لَهٗ وِجَاءٌ۔ (متفق علیہ)

اے جوانو! تم میں جو قوت رجولیت رکھے اسے چاہئے کہ نکاح کر لے کہ وہ آنکھ کو غیر سے روک دیتا ہے اور شرمگاہ کو محفوظ کر دیتا ہے۔

اور جو نکاح کی طاقت نہ رکھتا ہو اور اسے گناہ میں مبتلا ہونے کا خدشہ ہو تو وہ روزے رکھے کیونکہ روزہ قاطع شہوت ہے۔

اور فرمایا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے بعد مردوں کے لئے سخت فتنہ عورتوں سے زیادہ کوئی نہیں ہے۔ (متفق علیہ)

اور حدیث میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم سے وہ شخص کہ جس کے دین اور خلق سے تم خوش ہو نکاح کی

درخواست کرے تو نکاح کردو ورنہ زمین میں فتنہ وفساد سخت ہوگا۔ (نسائی، ابن ماجہ)

چنانچہ احکام نکاح میں تین صورتیں ہیں:

اولیٰ یہ کہ ایسا جوان ہو کہ بلا نکاح مرتکب زنا ہونے کا خوف ہو اور نکاح کرنے کی استطاعت بھی رکھتا ہو اس پر واجب ہے کہ نکاح کرے۔

اور اگر متوسط درجہ میں ہے اور مستطیع بھی تو نکاح مستحب ہے۔

اور اگر تنگی ترشی سے نکاح کر کے گزر کے قابل کما سکتا ہے تو جائز ہے۔

اور وَالصّٰلِحِيْنَ مِنْ عِبَادِكُمْ وَاِمَآئِكُمْ میں یہ حکم ہے کہ اپنے نیک غلام اور کنیزوں میں جسے نیک دیکھو ان کے بھی نکاح کردو اس لئے کہ نیک غلام اور کنیز ہی بعد نکاح اپنے آقا کی خدمت ملحوظ رکھ سکتے ہیں پھر آگے تسلی وتسکین کے طور پر فرمایا۔

اگر نکاح کرنے سے اس لئے خائف ہیں کہ فقر وفاقہ نہ ہو تو وہ اللہ پر بھروسہ کریں حَتّٰى يُغْنِيَهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ اللہ انہیں اپنے فضل سے غنی کردے گا۔

اب آٹھواں حکم یہ ہے کہ وَالَّذِيْنَ يَبْتَغُوْنَ الْكِتٰبَ مِمَّا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ فَكَاتِبُوْهُمْ اِنْ عَلِمْتُمْ فِيْهِمْ خَيْرًا۔ یعنی وہ غلام جو خدا کے فضل پر توکل کر کے اپنے مولیٰ سے براءت چاہے تو اگر ان میں بھلائی دیکھو تو کتابت کرلو۔ یعنی انہیں لکھ دو کہ اتنا روپیہ یا اتنا کام کر دینے کے بعد تو آزاد ہے۔

تو اس پر یہ حکم اور ہوا کہ اپنی مکاتبت کے ذمہ جو رقم مقرر کی ہے اس میں وَاٰتُوْهُمْ مِّنْ مَّالِ اللّٰهِ الَّذِيْٓ اٰتٰىكُمْ اور دو اسے یا معاف کردو اس مال سے جو اللہ نے تمہیں دیا ہے یعنی زکوٰۃ کی مد سے یا خیرات سے اس کا قرضہ کتابت ادا کر کے اس کی مدد کرو یہ تمہارے ثواب کا کام ہے۔

اس کے بعد نواں حکم یہ ہے جس کا تعلق عرب کے دور جاہلیت کے ایک رواج سے ہے وہ یہ کہ عرب کے جاہل اپنی لونڈیوں سے زنا کرواتے اور اس سے روپیہ کماتے تھے۔

چنانچہ مدینہ میں عبداللہ بن ابی منافق بھی ایسا ہی کیا کرتا تھا اس پر اسلام نے اس فعل کو بے حیائی قرار دیا اور مسلمانوں کو ممانعت فرمائی۔ چنانچہ ارشاد ہے:

وَلَا تُكْرِهُوْا فَتَيٰتِكُمْ عَلَى الْبِغَآءِ۔ اور انہیں مجبور نہ کرو زنا و حرام کاری پر اِنْ اَرَدْنَ تَحَصُّنًا اگر وہ پاک دامن رہنا چاہیں۔

نوٹ: یہاں اِنْ محض شرطیہ نہیں ہے جس میں پہلوئے مخالف لینا جائز ہو بلکہ یہ اِنْ شرطیہ علیٰ سبیل الغالب ہے جس کا مفہوم مخالف نہیں ہوتا۔ آخر میں تو بجا ارشاد ہے:

وَمَنْ يُّكْرِهْهُّنَّ فَاِنَّ اللّٰهَ مِنْۢ بَعْدِ اِكْرَاهِهِنَّ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ۔ اور جو انہیں اکراہاً ایسے فعل پر مجبور کرے گا تو ان کے لئے اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔ اس لئے کہ مجبور تھیں اور اکراہ واجبار کرنے والا ماخوذ ہوگا۔

مختصر تفسیر اردو چوتھا رکوع — سورۂ نور — پ ۱۸

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَدْخُلُوْا بُيُوْتًا غَيْرَ بُيُوْتِكُمْ حَتّٰى تَسْتَاْنِسُوْا وَتُسَلِّمُوْا عَلٰٓى اَهْلِهَا ۭ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ

لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ۔ اے ایمان والو نہ داخل ہو اپنے گھر کے سوا غیر کے گھروں میں جب تک اجازت نہ حاصل کرو اور اس گھر والے پر سلام نہ کرلو یہ تمہارے لئے بہتر ہے تاکہ تم سمجھو۔

استیناس پر آلوسی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: وَاسْتِعْمَالُ الْاِسْتِيْنَاسِ بِمَعْنَى الْاِسْتِيْذَانِ بِنَاءً عَلٰى اَنَّهُ اسْتِفْعَالٌ مِنْ اٰنَسَ الشَّيْءَ بِالْمَدِّ عَلِمَهٗ وَاَبْصَرَهٗ وَاِبْصَارَهٗ۔ استیناس باب استفعال سے ہے اور یہ بمعنی استیذان مستعمل ہے جیسے محاورہ میں کہتے ہیں اٰنَسَ الشَّيُّ جس کے معنی ہوتے ہیں اس شے کو دیکھ لیا اور جان لیا۔

اور یہ علم حاصل کرنے کا ایک طریق ہے تو استیناس استعلام ہے اور مستانس مستاذن۔ طالب علم ہر گھر کے اندر والے کا گویا مستکشف احوال ہے کہ اسے دخول بیت کی اجازت ہے یا نہیں۔

ایک قول یہ ہے کہ استیناس ضد استیحاش ہے اور وہ انس سے ہے یعنی وحشت ضد انس ہے۔

وَالْمُرَادُ بِهِ الْمَاذُوْنِيَّةُ۔ اس سے مراد ماذونیت ہے۔

فَكَاَنَّهٗ قِيْلَ حَتّٰى يُؤْذَنَ لَكُمْ۔ گویا فرمایا گیا غیر گھروں میں بلا اجازت داخل نہ ہو۔

وَ ذَهَبَ الطَّبْرِيُّ اِلٰى اَنَّ الْمَعْنٰى حَتّٰى تُؤْنِسُوْا اَهْلَ الْبَيْتِ مِنْ اَنْفُسِكُمْ بِالْاِسْتِيْذَانِ۔ علامہ طبری رحمہ اللہ اس طرف ہیں کہ حَتّٰى تَسْتَاْنِسُوْا کے معنی یہ ہیں کہ حَتّٰى تُؤْنِسُوْا جب تک موانست نہ حاصل کرو گھر والوں سے اجازت حاصل کر کے۔

پھر حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں: ہم نے عرض کیا یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مَا الْاِسْتِيْنَاسُ فَقَالَ يَتَكَلَّمُ الرَّجُلُ بِالتَّسْبِيْحَةِ وَالتَّكْبِيْرَةِ وَالتَّحْمِيْدَةِ يَتَنَحْنَحُ يُؤْذِنُ اَهْلَ الْبَيْتِ۔ استیناس کیا ہے؟ فرمایا: آدمی سبحان اللہ کہہ کر اللہ اکبر کہہ کر الحمد للہ کہہ کر کھنکار کر گھر والوں سے اجازت لے۔

اور ابن منذر مجاہد رضی اللہ عنہما سے راوی ہیں اَنَّهٗ قَالَ تَسْتَانِسُوْا تَنَحْنَحُوْا وَ تَنَحْنَحُوْا تَسْتَاْنِسُوْا کے معنی کھنکارنا۔ تنحم کرنا ہے۔

وَتُسَلِّمُوْا عَلٰٓى اَهْلِهَا۔ یعنی گھر والوں سے سلام کے ذریعہ اجازت داخلہ حاصل کرو۔

ترمذی شریف میں جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے: قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلسَّلَامُ قَبْلَ الْكَلَامِ۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: گفتگو سے قبل سلام ہونا چاہئے۔

اور ابن ابی شیبہ ابن وہب کتاب المجالس میں زید بن اسلم رحمہم اللہ سے راوی ہیں: قَالَ اَرْسَلَنِيْ اَبِيْ اِلَى ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا فَجِئْتُهٗ فَقُلْتُ أَ أَلِجُ فَقَالَ ادْخُلْ فَلَمَّا دَخَلْتُ قَالَ مَرْحَبًا بِابْنِ اَخِيْ لَا تَقُلْ أَ أَلِجُ وَلٰكِنْ قُلْ اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ فَاِذَا قِيْلَ وَعَلَيْكَ فَقُلْ أَ أَدْخُلُ فَاِذَا قَالُوْا ادْخُلْ فَادْخُلْ۔

فرماتے ہیں مجھے میرے والد نے حضرت ابن عمر کی خدمت میں بھیجا تو میں ان کے دروازے پر آیا اور بولا أَ أَلِجُ یعنی کیا میں اندر آ جاؤں مجھے فرمایا آ جاؤ جب میں گھر میں داخل ہو گیا فرمایا جیتے رہو اے بھتیجے اور أَ أَلِجُ نہ کہا کرو بلکہ السلام علیکم کہو جب تمہیں وعلیک السلام جواب مل جائے تو کہا کرو أَ أَدْخُلُ کیا میں اندر حاضر آؤں جب تمہیں اجازت ملے اور جواب میں اُدْخُلْ کہا جائے تو اندر آؤ۔

اور قاسم بن اصبغ اور ابن عبدالبر تمہید میں فرماتے ہیں ابن عباس رضی اللہ عنہما سے قَالَ اِسْتَاذَنَ عُمَرُ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ عَلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اَلسَّلَامُ عَلَیْكُمْ اَلسَّلَامُ عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ اَیَدْخُلُ عُمَرُ۔
حضرت عمر رضی اللہ عنہ جب بارگاہ رسالت صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر ہونا چاہتے تو فرماتے: اَلسَّلَامُ عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ اَلسَّلَامُ عَلَیْكُمْ۔ کیا عمر حاضر ہو جائے۔

اور بیہقی شعب الایمان میں اور ابن ابی حاتم قتادہ علیہم رضوان سے راوی ہیں: اِنَّهٗ قَالَ كَانَ یُقَالُ اَلْاِسْتِیْذَانُ ثَلَاثًا فَمَنْ لَّمْ یُؤْذَنْ لَهٗ فِیْهِنَّ فَلْیَرْجِعْ۔ فرماتے ہیں کہ اجازت تین بار لی جائے تو اگر اندر سے گھر والیاں اجازت نہ دیں تو چاہئے کہ واپس ہو جائے۔

اَمَّا الْاُوْلٰی فَیَسْمَعُ الْحَیُّ۔ پہلی بار کی اجازت کا یہ فائدہ ہوگا کہ سب سن لیں گے۔

وَ اَمَّا الثَّانِیَةُ فَیَاْخُذُوْا حِذْرَهُمْ۔ اور دوسری بار کی اجازت مانگنے میں یہ مصلحت ہے کہ اندر والے سنبھل کر بیٹھ جائیں گے۔

وَ اَمَّا الثَّالِثَةُ فَاِنْ شَآءُوْا اَجَابُوْا وَاِنْ شَاءُوْا رَدُّوْا۔ اور تیسری بار کا یہ فائدہ ہے کہ اگر گھر والے چاہیں تو اجازت دیں گے یا اگر چاہیں گے واپس کر دیں گے۔

اور امام مالک رضی اللہ عنہ نے موطا میں روایت کیا عطاء بن یسار رضی اللہ عنہ سے کہ اَنَّ رَجُلًا قَالَ لِلنَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَاَسْتَاذِنُ عَلٰی اُمِّیْ قَالَ نَعَمْ قَالَ لَیْسَ لَهَا خَادِمٌ غَیْرِیْ اَاَسْتَاذِنُ عَلَیْهَا كُلَّمَا دَخَلْتُ قَالَ اَتُحِبُّ اَنْ تَرَاهَا عُرْیَانَةً قَالَ الرَّجُلُ لَا قَالَ فَاسْتَاذِنْ عَلَیْهَا۔

- ایک شخص نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا اپنی ماں کے پاس جاتے ہوئے بھی اجازت لینی چاہئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہاں۔ اس نے عرض کی اگر میری والدہ کے پاس سوا میرے کوئی خادم نہ ہو تو بھی میں اجازت مانگوں جب بھی جاؤں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا تجھے یہ پسند ہے کہ اپنی ماں کو ننگا دیکھے عرض کیا نہیں فرمایا تو اجازت لے کر جایا کرو۔

حدیث طیبہ کی احتیاط غایت غیرت کی متحمل ہے فی الواقع تنہائی میں کیا معلوم کہ اس کی والدہ کس حال میں ہیں لہٰذا اجازت لے کر گھر میں جانا بلا اجازت جانے سے بہتر ہے۔

اسی بناء پر ابن جریر اور بیہقی حضرت ابن مسعود علیہم رضوان سے راوی ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:
عَلَیْكُمْ اَنْ تَسْتَاذِنُوْا عَلٰی اُمَّهَاتِكُمْ وَ اَخَوَاتِكُمْ۔ تم پر لازم ہے کہ ماں اور بہن کے پاس بھی جاؤ تو اجازت حاصل کرو۔

ابن ابی حاتم ام ایاس سے راوی ہیں فرماتی ہیں: كُنْتُ فِیْ اَرْبَعِ نِسْوَةٍ نَسْتَاذِنُ عَلٰی عَائِشَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهَا فَقُلْتُ نَدْخُلُ فَقَالَتْ لَا فَقَالَ وَاحِدٌ اَلسَّلَامُ عَلَیْكُمْ اَنَدْخُلُ قَالَتْ اُدْخُلُوْا ثُمَّ قَالَتْ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَدْخُلُوْا بُیُوْتًا غَیْرَ بُیُوْتِكُمْ حَتّٰى تَسْتَاْنِسُوْا وَ تُسَلِّمُوْا عَلٰۤى اَهْلِهَا
میں چار عورتوں میں سے ایک تھی کہ جب حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا کے حاضر آئی تو میں نے عرض کیا: کیا حاضر ہو

جاؤں تو فرمایا نہیں تو ایک نے عرض کیا: اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ اَنَدْخُلُ۔ السلام علیکم حضور کیا آجاؤں تو فرمایا آجاؤ پھر آیت کریمہ تلاوت کی يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَدْخُلُوْا بُيُوْتًا۔ الخ

اور بخاری و مسلم میں ہے: اِنَّمَا جُعِلَ الْاِسْتِيْذَانُ مِنْ اَجَلِ النَّظْرِ وَمِنْ هٰهُنَا لَا يَنْبَغِي النَّظْرُ فِيْ قَعْرِ الْبَيْتِ قَبْلَ الْاِسْتِيْذَانِ۔ اجازت لینی نگاہ ڈالنے کی ممانعت کی بناء پر ہے اسی وجہ میں تا کا جھانکی سوراخ یا درز سے اجازت سے پہلے نہیں چاہئے۔

اور علامہ طبرانی حضرت امام مالک رحمہما اللہ سے راوی ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مَنْ كَانَ يَشْهَدُ اَنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ فَلَا يَدْخُلُ عَلٰى اَهْلِ الْبَيْتِ حَتّٰى يَسْتَاذِنَ وَيُسَلِّمَ۔ جو مجھ پر کلمہ پڑھ کر ایمان لایا کہ میں اللہ کا رسول ہوں وہ نہ داخل ہو کسی گھر والے پر جب تک اجازت لے کر سلام نہ کرے۔

فَاِذَا نَظَرَ فِيْ قَعْرِ الْبَيْتِ فَقَدْ دَخَلَ۔ تو جب دیکھا کسی نے گھر کے جھروکے سے تو وہ گھر میں داخل ہو ہی گیا گویا جھانکنے تاکنے کی بھی ممانعت فرمادی گئی اور یہ اسلامی غیرت کی شان ہے۔

پھر ابوداؤد اور بخاری رحمہ اللہ ادب مفرد میں عبداللہ بن بشر رضی اللہ عنہ سے راوی ہیں کہ

اِذَا اَتٰى بَابَ قَوْمٍ لَمْ يَسْتَقْبِلِ الْبَابَ مِنْ تِلْقَآءِ وَجْهِهٖ وَلٰكِنْ مِّنْ رُكْنِهِ الْاَيْمَنِ اَوِ الْاَيْسَرِ وَيَقُوْلُ اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ۔ جب کسی کے دروازے پر آؤ تو ہرگز دروازے کے سامنے نہ کھڑے ہو بلکہ دائیں بائیں کھڑے ہو کر کہو السلام علیکم۔

صاحب ادب المفرد فرماتے ہیں کہ یہ حکم اس لئے تھا کہ اس زمانہ میں گھروں کے دروازے نہیں ہوتے تھے تو دروازے کے سامنے کھڑے ہونے سے گھر والوں پر نظر پڑنی یقینی تھی اس وجہ میں یہ حکم فرمایا گیا تھا۔ آگے ارشاد ہے:

ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ۔ یہ تمہارے حق میں بہتر ہے تاکہ تم سمجھو۔ یعنی ان پابندیوں میں تمہارے لئے بہت سے مفاد ہیں۔ اس کی تصریح علامہ آلوسی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

مِنَ الدُّخُوْلِ بَغْتَةً فَقَدْ كَانَ الرَّجُلُ مِنْهُمْ اِذَا اَرَادَ اَنْ يَّدْخُلَ بَيْتًا غَيْرَ بَيْتِهٖ يَقُوْلُ حُيِّيْتُمْ صَبَاحًا حُيِّيْتُمْ مَسَاءً فَرُبَمَا اَصَابَ الرَّجُلَ مَعَ امْرَاَتِهٖ فِيْ لِحَافٍ الخ فَافْهَمْ وَتَدَبَّرْ۔

فَاِنْ لَّمْ تَجِدُوْا فِيْهَاۤ اَحَدًا فَلَا تَدْخُلُوْهَا حَتّٰى يُؤْذَنَ لَكُمْ ۚ وَ اِنْ قِيْلَ لَكُمُ ارْجِعُوْا فَارْجِعُوْا هُوَ اَزْكٰى لَكُمْ ؕ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ عَلِيْمٌ۔ اگر اس گھر میں کسی کو نہ پاؤ تو داخل نہ ہو جب تک تمہیں اجازت نہ ملے اور اگر کہا جائے واپس جاؤ تو واپس ہو جاؤ یہ تمہارے حق میں بہترین ستھرائی ہے اور اللہ تعالیٰ خبردار ہے جو کچھ تم کرتے ہو۔

یعنی اگر گھر آدمیوں سے خالی پاؤ تو بھی داخل نہ ہو جب تک اس کے مالک سے اجازت نہ لے لو۔ اس لئے کہ اِنَّ الدُّخُوْلَ فِي الْبُيُوْتِ الْخَالِيَةِ مِنْ غَيْرِ اِذْنٍ سَبَبٌ لِّلْقِيْلِ وَالْقَالِ۔ اس لئے کہ خالی گھر میں بلا اجازت داخل ہونا سبب ہو جاتا ہے قیل وقال کا۔

وَ فِيْهِ تَصَرُّفٌ بِمِلْكِ الْغَيْرِ بِغَيْرِ رَضَاهُ۔ اور اس میں تصرف ملک غیر پر بلا رضاء صاحب خانہ لازم آتا ہے اور اس سے فتنہ و غضب پیدا ہونے کا مظنہ ہے۔ تو آیہ کریمہ کے یہ معنی ہوئے:

فَاِنْ لَّمْ تَجِدُوْا فِيْهَا اَحَدًا مِّنَ الْاٰذِنِيْنَ اَیْ مِمَّنْ يَّمْلِكُ الْاِذْنَ فَلَاتَدْخُلُوْهَا۔ کہ اگر تم اس گھر میں اجازت دینے والی یا اجازت دینے والا نہ پاؤ تو نہ داخل ہو۔

البتہ ایسے موقعہ پر داخلہ بلا اذن جائز ہے جبکہ ازالہ منکر کرنا ہو مثلاً آگ بجھانے کو، چور پکڑنے کو، چھت گر جائے تو اس کا مال محفوظ کرنے کو۔

وَ اِنْ قِيْلَ لَكُمُ ارْجِعُوْا فَارْجِعُوْا هُوَ اَزْكٰى لَكُمْ۔ اور اگر تمہیں کہہ دیا جائے واپس جاؤ تو واپس ہو جاؤ یہ واپسی تمہارے حق میں اطہر وازکی ہے۔

اور اس کے بعد بھی دروازہ پر قائم رہنا یہ دناءت اور رذالت ہے اور چلا جانا دیانت وامانت دین ودنیا میں نافع ہے۔

اور ایک صورت وقوف علی الباب کی ایسی بھی ہے کہ اس میں دناءت ورذالت نہیں ہوتی اور وہ جائز ہے جیسا کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے: اَنَّهٗ كَانَ يَاْتِیْ دُوْرَ الْاَنْصَارِ لِطَلَبِ الْحَدِيْثِ فَيَقْعُدُ عَلَى الْبَابِ وَلَا يَسْتَاْذِنُ حَتّٰى يَخْرُجَ اِلَيْهِ الرَّجُلُ فَاِذَا خَرَجَ وَرَاٰهُ قَالَ يَا ابْنَ عَمِّ رَسُوْلِ اللّٰهِ لَوْ اَخْبَرْتَنِیْ بِمَكَانِكَ فَيَقُوْلُ هٰكَذَا اُمِرْنَا اَنْ نَطْلُبَ الْعِلْمَ وَ كَاَنَّهٗ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ عَدَّ ذٰلِكَ مِنَ التَّوَاضُعِ وَهُوَ مِنْ اَقْوٰى اَسْبَابِ الْفُتُوْحِ لِطَالِبِ الْعِلْمِ وَقَدْ اَعْطَانِیَ اللّٰهُ تَعَالٰى نَصِيْبًا وَّافِيًا مِنْهُ فَكُنْتُ اَكْثَرُ التَّلَامِذَةِ تَوَاضُعًا وَخِدْمَةً لِلْمَشَائِخِ۔

آپ کی عادت تھی کہ کسی حدیث رسول کے معلوم کرنے کے لئے کسی انصاری کے گھر تشریف لاتے تو باب خانہ پر آ کر بیٹھ جاتے حتیٰ کہ جب بھی صاحب خانہ باہر آتے تو آپ ان سے وہ حدیث لیتے پھر جب گھر سے وہ باہر آتے اور آپ کو دروازہ پر دیکھتے تو کہتے اے نبی کے چچازاد اگر آپ مجھے مطلع فرما دیتے تو اس میں کیا حرج تھا۔

آپ جواب میں فرما دیتے ہمیں ایسا ہی حکم ہے کہ ہم اسی طرح علم حاصل کریں گویا سید المفسرین ابن عباس رضی اللہ عنہما کی اس تواضع اور انکساری نے ان پر اسباب علم اتنے مفتوح فرمائے کہ مشہور صحابہ علیہم رضوان میں ہو گئے اور آپ خود بھی یہی فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے اس طریقہ کی برکت سے بہت کچھ حصہ علم کا عطا فرمایا اور میں اپنے تلامذہ کے ساتھ اور مشائخ سے اسی تواضع اور انکسار میں رہا ہوں۔ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ۔

وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ عَلِيْمٌ۔ اور اللہ ہر عمل کو جانتا ہے۔

اس کے بعد غیر مسکونہ بیوت کی تصریح فرمائی جا رہی ہے:

لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَدْخُلُوْا بُيُوْتًا غَيْرَ مَسْكُوْنَةٍ فِيْهَا مَتَاعٌ لَّكُمْ ؕ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ مَا تُبْدُوْنَ وَمَا تَكْتُمُوْنَ۔ تم پر کوئی گناہ نہیں اگر داخل ہو جاؤ تم غیر مسکونہ گھروں میں یا گوداموں میں اور اللہ تمہارے کھلے اعمال اور خفیہ افعال کو جانتا ہے۔

یعنی غیر آباد گھروں میں بلا اجازت داخل ہو جانے پر گناہ نہیں جیسے جنگل میں بتارے، بارہ دریاں مسافران راہ گزروں کی ہوتی ہے جسے عربی محاورہ میں رباط، خانات، حوانیت، حمامات وغیرہ کہتے ہیں۔ یعنی مسافر خانے، سرائیں، بتارے، حمام، غسل خانے اس لئے کہ فَاِنَّهَا مُعَدَّةٌ لِمَصَالِحِ النَّاسِ كَافَّةً۔ اس لئے کہ وہ لوگوں کے آرام حاصل کرنے کی غرض

سے ہی بنائے جاتے ہیں اور فِيهَا مَتَاعٌ لَّكُمْ میں صفت بیوت بیان فرمائی جس سے نفی جناح محقق ہوتی ہے۔

یعنی یہ وہ مقامات ہیں جہاں سردی، گرمی اور محافظت سامان ہر کس و ناکس راہ گزر اور مسافر حاصل کر سکتا ہے لہٰذا فلا بَأْسَ بِدُخُولِهَا بِغَيْرِ اسْتِيذَانٍ مِنْ دَاخِلِيهَا مِنْ قَبْلُ۔ اس میں داخلہ بلا استیذان ممنوع نہیں خواہ تم سے پہلے مسافر اس میں موجود ہو اور آیت کریمہ کا شان نزول بھی اسی کا موید ہے۔

ابن ابی حاتم مقاتل سے راوی ہیں کہ جب آیۂ کریمہ يَآ أَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَدْخُلُوْا بُيُوْتًا۔ نازل ہوئی تو حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ فَكَيْفَ بِتُجَّارِ قُرَيْشٍ الَّذِيْنَ يَخْتَلِفُوْنَ مِنْ مَكَّةَ وَالْمَدِيْنَةِ وَالشَّامِ وَ بَيْتِ الْمُقَدَّسِ وَلَهُمْ بُيُوْتٌ مَّعْلُوْمَةٌ عَلَى الطَّرِيْقِ فَكَيْفَ يَسْتَاذِنُوْنَ وَ يُسَلِّمُوْنَ وَلَيْسَ فِيْهَا سُكَّانٌ فَرَخَّصَ سُبْحٰنَهٗ وَ تَعَالٰى فَاَنْزَلَ قَوْلَهٗ تَعَالٰى لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ۔

جب آیۂ کریمہ يَآ أَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَدْخُلُوْا بُيُوْتًا غَيْرَ بُيُوْتِكُمْ نازل ہوئی تو

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم تاجروں کے لئے کیسی ہوگی قریش عموماً مکہ، مدینہ، شام، بیت المقدس وغیرہ جاتے آتے ہیں اور ان کے لئے راستہ میں مکانات ہوتے ہیں جس میں وہ شب باش رہتے ہیں تو وہ کیسے اجازت لیں اور کس پر سلام کریں ان تباروں اور سراؤں میں کوئی بھی گھروں کا مالک نہیں ہوتا۔

تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے آیت کریمہ لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَدْخُلُوْا بُيُوْتًا غَيْرَ مَسْكُوْنَةٍ نازل ہوئی اور حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی مراد انہیں مکانوں سے تھی جو تبارے، مسافر خانہ وغیرہ ہوتے ہیں۔

اور غیر مسکونہ سے ابن حنفیہ مکہ کے غیر آباد ویران مکان مراد لیتے ہیں۔

اس کے بعد اب احکام پردہ شروع فرمائے گئے چنانچہ ارشاد ہوا:

قُلْ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ يَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِهِمْ وَيَحْفَظُوْا فُرُوْجَهُمْ ؕ ذٰلِكَ اَزْكٰى لَهُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌۢ بِمَا يَصْنَعُوْنَ۔

فرما دیجئے مومنین کو کہ اپنی نظریں نیچی رکھیں اور شرمگاہ کی محافظت کریں یہ ان کے لئے بڑی طہارت ہے بے شک اللہ تمہاری کرنیوں سے خبردار ہے۔

شان نزول

اس آیت کریمہ کا یہ ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں:

مَرَّ رَجُلٌ عَلٰى عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ طَرِيْقٍ مِّنْ طُرُقَاتِ الْمَدِيْنَةِ فَنَظَرَ اِلَى امْرَاَةٍ وَنَظَرَتْ اِلَيْهِ فَوَسْوَسَ لَهُمَا الشَّيْطَانُ اَنَّهٗ لَمْ يَنْظُرْ اَحَدٌ بِهِمَا اِلَى الْاٰخَرِ اِلَّا اِعْجَابًا بِهٖ فَبَيْنَمَا الرَّجُلُ يَمْشِيْ اِلٰى جَنْبِ حَائِطٍ وَ هُوَ يَنْظُرُ اِلَيْهَا اِذِ اسْتَقْبَلَهُ الْحَائِطُ فَشَقَّ اَنْفَهٗ فَقَالَ وَاللّٰهِ لَا اَغْسِلُ الدَّمَ حَتّٰى اٰتِيَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاُخْبِرُهٗ اَمْرِيْ فَاَتَاهُ فَقَصَّ عَلَيْهِ قِصَّتَهٗ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هٰذَا عُقُوْبَةُ ذَنْبِكَ وَاَنْزَلَ اللّٰهُ تَعَالٰى قُلْ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ يَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِهِمْ۔ الخ

ایک شخص عہد رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم میں مدینہ کی گلیوں میں سے کسی گلی میں گزرا تو اس کی نظر ایک عورت پر پڑی اور عورت نے اس کی طرف دیکھا دونوں کی نظریں چار ہوگئیں تو شیطانی توسوس غالب آیا اس لئے کہ اس نے اسے اور عورت

نے اسے جب دیکھا تھا تو بنظر شہوت واعجاب ہی دیکھا تھا۔

تو اب یہ مرد دیوار کے تلے پھرنے لگا اور اسے تانکتا رہا کہ جب وہ دیوار کے سامنے آیا تو اس کی ناک زخمی ہوگئی۔ مرد کہنے لگا قسم بخدا میں خون دھوئے بغیر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی عدالت میں جاتا ہوں چنانچہ وہ حاضر ہوا تو جس نے ناک توڑی تھی وہ بھی حاضر آیا اور اس نے میری سب حالت عرض کردی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ تیرے جرم کی سزا ہے۔

پھر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی اور ارشاد ہوا قُلْ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ يَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِهِمْ۔

چنانچہ ابوداؤد اور ترمذی وغیرہ میں حضرت بریدہ اسلمی رضی اللہ عنہ سے ایک حدیث ہے: قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَتْبِعِ النَّظْرَةَ النَّظْرَةَ فَاِنَّ لَكَ الْاُوْلٰى وَلَيْسَتْ لَكَ الْاٰخِرَةُ۔ نظر کے بعد نظر نہ ڈال اس لئے کہ پہلی تو تجھے معاف ہے اور دوسری نظر معاف نہیں۔

اسی وجہ میں اللہ تعالیٰ نے غض بصر سے حکم شروع فرمایا کہ اس سے ہی شر کا دروازہ وا ہوسکتا ہے اور حقیقت بھی یہی ہے فَاِنَّ النَّظْرَ بَابٌ اِلٰى كَثِيْرٍ مِّنَ الشُّرُوْرِ وَهُوَ بَرِيْدُ الزِّنَا وَرَائِدُ الْفُجُوْرِ۔ اس لئے کہ نظر ہی دروازہ ہے شروں کا اور وہی زنا کا مبدأ اور فجور کا بانی ہے چنانچہ شعراء عرب نے بھی اسی کو فساد کی جڑ کہا:

كُلُّ الْحَوَادِثِ مَبْدَاُهَا مِنَ النَّظْرِ وَ مُعْظَمُ النَّارِ مِنْ مُسْتَصْغِرِ الشَّرَرِ
وَالْمَرْءُ مَادَامَ ذَا عَيْنٍ يُقَلِّبُهَا فِيْ اَعْيُنِ الْعَيْنِ مَوْقُوْفٌ عَلَى الْخَطَرِ
كَمْ نَظْرَةٍ فَعَلَتْ فِيْ قَلْبِ فَاعِلِهَا فِعْلَ السِّهَامِ بِلَا قَوْسٍ وَّ لَا وَتَرٍ

یعنی تمام حوادث کا مبدأ نظر ہے۔ آگ چنگاری سے ہی شرارے دینے لگتی ہے۔

اور آدمی جب تک آنکھ رکھتا ہے الٹ پلٹ کرتا رہتا ہے اور اسی آنکھ کے اندر ہی تمام خطرات ہیں۔

بہت سی نگاہیں قلب انسان میں تیر کا کام دیتی ہیں بلا کمان اور تیر کے۔

اسی بناء پر کسی نے کہا ہے۔

بحیرتم کہ عجب تیر بے کماں زدۂ

غالب کہتا ہے:

کرے ہے قتل لگاوٹ میں تیرا رو دینا تری طرح کوئی تیغ نگاہ کو آب تو دے

اور يَحْفَظُوْا فُرُوْجَهُمْ سے مراد عَمَّا لَا يَحِلُّ لَهُمْ مِنَ الزِّنَا وَاللِّوَاطَةِ ہے۔

پھر آیت کریمہ کا طرز بیان بھی نظر کی اہمیت کو سب سے زیادہ واضح فرما رہا ہے چنانچہ غض بصر کا حکم مقدم کیا حفظ فروج سے اس میں صاف دلالت ہے کہ اَنَّ اَمْرَ النَّظْرِ اَوْسَعُ نگاہ کا فتنہ شدید تر ہے۔

ذٰلِكَ اَزْكٰى لَهُمْ۔ یہ ان کیلئے زیادہ ستھرا پن ہے۔

شک وشبہ کی گندگی سے اور انفع ترین ہے دین ودنیا میں اس لئے نظر ہی اول آمادۂ زنا کرتی ہے۔

اِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌۢ بِمَا يَصْنَعُوْنَ۔ بے شک اللہ خبردار ہے جو کچھ وہ کرتے ہیں۔

یعنی اس سے کچھ پوشیدہ نہیں وہ تمام حواس اور تحریک جوارح اور قصد ضمائر سب جانتا ہے۔

اس کے بعد وہی حکم خواتین مومنین کو ہے چنانچہ ارشاد ہے:

وَقُلْ لِّلْمُؤْمِنٰتِ يَغْضُضْنَ مِنْ اَبْصَارِهِنَّ وَيَحْفَظْنَ فُرُوْجَهُنَّ وَلَا يُبْدِيْنَ زِيْنَتَهُنَّ اِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا۔

اور مومنہ خواتین کو حکم دیجئے کہ وہ بھی اپنی آنکھیں نیچی رکھیں اور شرمگاہوں کی حفاظت کریں اور اپنا سنگار ظاہر نہ کریں مگر جو ظاہر ہو جائے۔

یعنی وہ بھی غیر مردوں کو نہ تاکیں چنانچہ زواجر میں علامہ ابن حجر مکی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

كَمَا يُحَرَّمُ نَظْرُ الرَّجُلِ لِلْمَرْاَةِ يُحَرَّمُ نَظْرُهَا اِلَيْهِ۔ جیسے مرد کو عورت کی طرف تاکنا حرام ہے عورت کو بھی مرد کی طرف تانکا جھانکی حرام ہے۔ وَلَوْ بِلَا شَهْوَةٍ وَّلَا خَوْفِ فِتْنَةٍ۔ اگرچہ یہ دیکھنا بلا شہوت ہی کیوں نہ ہو اور اگرچہ خوف فتنہ بھی نہ ہو تب بھی حرام ہے۔

چنانچہ ابوداؤد اور ترمذی اور نسائی اور بیہقی رحمہم اللہ کی سنن میں حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے: اَنَّهَا كَانَتْ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَ مَيْمُوْنَةُ قَالَتْ فَبَيْنَمَا نَحْنُ عِنْدَهٗ اَقْبَلَ ابْنُ اُمِّ مَكْتُوْمٍ فَدَخَلَ عَلَيْهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِحْتَجِبَا مِنْهُ فَقُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ هُوَ اَعْمٰى لَا يُبْصِرُ قَالَ اَفَعُمْيَاوَانِ اَنْتُمَا اَلَسْتُمَا تُبْصِرَانِهٖ۔

فرماتی ہیں کہ وہ اور حضرت میمونہ رضی اللہ عنہما حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھیں کہ حضرت ابن ام مکتوم حاضر ہوئے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا پردہ کرو۔ فرماتی ہیں میں نے عرض کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم وہ نابینا ہیں ہمیں نہیں دیکھ سکتے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا تم بھی اندھی ہو اور کیا تم بھی دیکھ نہیں سکتیں۔

اس سے استدلال کیا گیا ہے کہ مرد اور عورت دونوں پر ایک دوسرے کو دیکھنا حرام ہے مرد کو غیر عورت کا دیکھنا اور عورت کو غیر مرد کا دیکھنا حرام ہے۔

وَيَحْفَظْنَ فُرُوْجَهُنَّ۔ اور حفاظت کریں اپنی شرمگاہوں کی۔ ان باتوں سے جو انہیں حرام ہے مثل زنا وغیرہ کے۔

وَلَا يُبْدِيْنَ زِيْنَتَهُنَّ۔ اور اپنی زینت اور سنگار ظاہر نہ کرو۔

اَیْ مَا يُتَزَيَّنُ بِهٖ مِنَ الْحُلِيِّ وَ نَحْوِهٖ۔ جس سے وہ زینت حاصل کرتی ہیں وہ بھی ظاہر نہ کریں یعنی زیورات وغیرہ بھی نہ دکھائیں مثل انگوٹھی، سرمہ، خضاب اور فتخ یعنی نگینے کی انگوٹھی۔ ان کے دکھا دینے میں بعض نے کہا مضائقہ نہیں۔

لیکن ان زیورات کا دکھانا جو مخفی زینت میں داخل ہیں ممنوع ہے مثلاً سوار، خلخال، ابلج، قلادہ، اکلیل، وشاح، قرط کے یعنی کنگنی، خلخال پیروں میں مثل جھانجن کے، آبلہ کی طرح ابھرا ہوا زیور، ہار، تاج مکلل وشاح موتیوں کا ہار، قرط کان کی بالی، ان کے مخفی رکھنے میں مبالغہ کیا جائے۔ اس لئے کہ یہ ان مقامات کے زیور ہیں جن کو چھپانا ضروری ہے۔ لیکن

اِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا۔ میں بلا قصد اگر کھل جائے تو حرج نہیں۔ ذراع، ساق، عضد، عنق، راس، صدر، اذن ان کا ظاہر کر دینا ابداء زینت ہے یعنی بازو، پنڈلی، پہنچا گردن، سر، سینہ، کان، ایسے ہی یہ بھی اِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا کے تحت ہے۔ اگر بلا قصد ہو۔ بدلیل

اَنَّ النَّظْرَ اِلَيْهَا غَيْرُ مُلَابَسَةٍ لَهَا كَالنَّظْرِ اِلٰى سِوَارِ امْرَاَةٍ يُّبَاعُ فِي السُّوْقِ لَا مَقَالَ فِيْ حِلِّهٖ كَانَ

النَّظْرُ اِلَى الْمَوَاقِعِ اَنْفُسِهَا مُتَمَكِّنًا فِي الْحَضْرِ ثَابِتُ الْقَدَمِ فِي الْحُرْمَةِ شَاهِدًا عَلٰى اَنَّ النِّسَآءَ حَقُّهُنَّ اَنْ فِيْ يَكُنَّ سَتْرِهَا۔ (کشاف)

اوراس سے یہ لازم نہیں آتا کہ اجانب پر مَاظَهَرَ مِنْهَا پر نظر ڈالنا حرام نہیں۔ بلکہ اصل مسئلہ یہی ہے کہ كُلُّ بَدَنِ الْحُرَّةِ عَوْرَةٌ لَا يَحِلُّ لِغَيْرِ الزَّوْجِ وَالْمَحْرَمِ النَّظْرُ اِلٰى شَيْءٍ مِّنْهَا اِلَّا لِضَرُوْرَةٍ كَالْمُعَالَجَةِ وَنَحْوِهٖ۔ آزاد عورت کا تمام بدن عورت ہے سوا خاوند اور محرم کے اس کے کسی حصہ پر نظر کرنا جائز نہیں مگر بضرورت جیسے معالجہ میں یا شہادت کے معاملہ میں۔

اور علامہ زمخشری رحمہ اللہ مذہب امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ اس طرح نقل کرتے ہیں: اَنَّ مَوَاقِعَ الزِّيْنِ الظَّاهِرَةِ مِنَ الْوَجْهِ وَالْكَفَّيْنِ وَالْقَدَمَيْنِ لَيْسَتْ بِعَوْرَةٍ مُطْلَقًا فَلَا يَحْرُمُ النَّظْرُ اِلَيْهَا۔ مواقع زینت ظاہرہ میں چہرہ کے بعد سے ہتھیلیاں اور دونوں پیر عورت مطلقاً نہیں تو ان پر نظر بھی حرام نہیں۔

چنانچہ ابوداؤد، ابن مردویہ اور بیہقی رحمہم اللہ حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا سے راوی ہیں:

اَنَّ اَسْمَآءَ بِنْتَ اَبِيْ بَكْرٍ دَخَلَتْ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَعَلَيْهَا ثِيَابٌ رِقَاقٌ فَاَعْرَضَ عَنْهَا وَ قَالَ يَا اَسْمَآءُ اِنَّ الْمَرْاَةَ اِذَا بَلَغَتِ الْمَحِيْضَ لَمْ يُصْلِحْ اَنْ يُّرٰى مِنْهَا اِلَّا هٰذَا وَ اَشَارَ اِلٰى وَجْهِهٖ وَكَفَّيْهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔

حضرت اسماء بنت ابوبکر رضی اللہ عنہما حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں باریک لباس پہنے حاضر آئیں تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے منہ پھیر لیا اور فرمایا اے اسماء جب عورت بالغ ہو جائے تو بہتر نہیں کہ دیکھا جائے اس کی طرف مگر یہ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے چہرہ اور ہتھیلی کی طرف اشارہ فرمایا۔

اور ابن ابی شیبہ اور عبد بن حمید ابن عباس رضی اللہ عنہما سے راوی ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اِلَّا مَاظَهَرَ مِنْهَا کی تفسیر میں فرمایا: رَفْعَةُ الْوَجْهِ وَبَاطِنُ الْكَفِّ۔ چہرے کی جھلک اور ہتھیلی۔ روح المعانی

مزید تصریح اِلَّا مَاظَهَرَ مِنْهَا کی

اِلَّا مَاظَهَرَ مِنْهَا۔ لفظی ترجمہ سے یہی ثابت ہوتا ہے کہ مفہوم منطوق آیہ کریمہ کا یہی ہے کہ ہر چیز کے مخفی رکھنے کے حکم کے بعد ان چیزوں کا استثناء کیا گیا ہے جسے عورت چھپا نہیں سکتی اگر چہ وہ جلباب اور برقع میں ہی کیوں نہ ہو جیسے قد و قامت، جسم و جسامت، چال ڈھال۔

علاوہ ازیں عورت اپنی طرف سے پورا پردہ رکھنے کے باوجود بھی ایک موقع پر مجبور ہوتی ہے مثلاً چادر پڑی ہوئی ہے۔ قنات لگی ہوئی ہے ہوا کا تیز جھونکا آیا اور اس نے سب کچھ اڑا دیا یا قنات کو گرا دیا تو اس استثنیٰ میں یہ بھی داخل ہے ایسی مجبوری میں جو ظاہر ہو گیا اس پر گناہ نہیں۔

چنانچہ اِلَّا کے معنی مگر مَا کے معنی جو کچھ ہیں۔ ظَهَرَ۔ صیغہ ماضی ہے جس کے معنی ہوئے ظاہر ہوا تو مجموعی معنی اِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا کے یہ ہوئے مگر جو ظاہر ہوا اس زینت سے۔

یہ بلا اختیار واقعہ میں جو واقع ہو جائے نہ کہ گیسو سنوار کر بال کھول کر ربن کے ذریعہ پھندنے بنا کر ریشمی لباس سے آراستہ

ہو کر ہونٹوں پر لپ سٹک لگا کر چہرے پر پاؤڈر مل کر گلشت کرنے کے لئے باہر نکلنا بھی اس استثناء میں داخل ہے۔ معاذ اللہ پھر اس پر کلب میں جا کر ڈانس کرنے اور کیا کیا خرافات ہیں اس کا مرتکب ہونا مشروع ہو یہ سب تہذیب مغربی کے کرشمے ہیں۔ اقبال خوب کہہ گئے:

لڑکیاں پڑھ رہی ہیں انگریزی ! ! ڈھونڈ لی قوم نے فلاح کی راہ
یہ ڈرامہ دکھائے گا کیا سین پردہ اٹھنے کی منتظر ہے نگاہ !

یہ سب کچھ انگریز کی فسونگری کا نتیجہ ہے اس نے تعلیم تعلیم کا راگ الاپ کر ہندوستانی شریف زادیوں کو بدحواس کر کے انہیں یورپی سانچے میں ڈھال لیا اور متاع حیا وعفت وایمان پر ڈاکہ ڈال دیا پھر انہیں آزاد بنا کر یہ پینترا بدلا کہ اسمبلی کے حقوق ممبری مردوں کے بالمقابل دیدئے اور اعلان کر دیا کہ جہاں مرد ممبری لے سکتے ہیں وہاں خواتین بھی ممبر بن کر صدر بن سکتی ہیں منسٹر ہو سکتی ہیں مجسٹریٹ اور جج کی کرسی سنبھال سکتی ہیں۔

پس پھر کیا تھا مغربی نخلستان کی تیتریاں تو بن گئی تھیں۔ حرص وآز نے انہیں اڑا کر اسلامی ٹہنیوں سے آزاد ڈالیوں پر جا بٹھایا۔ اب تو ایک اڑان میں جرمنی، امریکہ پہنچنے لگیں اور اسلام کی حسین شبیہ کو مسخ کر کے ہندوستان کی لڑکیاں یورپین لیڈیوں کو پیچھے ہٹانے لگیں۔ اقبال کی دوربین نظر نے اسے بھانپ لیا تھا جب ہی وہ کہہ گیا۔

اٹھا کر پھینک دو باہر گلی میں! نئی تہذیب کے انڈے ہیں گندے
الیکشن، ممبری، کونسل، صدارت بنائے خوب آزادی کے پھندے

پھر احادیث میں بھی یہی پردہ کی اہمیت واضح ہے۔

ابوداؤد کتاب الجہاد حضرت شماس راوی ہیں کہ بارگاہ رسالت میں ایک نقاب پوش خاتون اپنے شہید صاحبزادہ کا حال دریافت کرنے آئیں تو ایک صحابی نے انہیں اس مصیبت میں بھی بانقاب دیکھ تعجب کیا۔ وہ خاتون بولی میں نے اپنا لخت جگر قربان کیا ہے لیکن الحمد للہ شرم وحیا میرے ہاتھ میں ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تمہارے فرزند کو ارجمندی ملی اسے دو شہیدوں کا اجر ملا۔

مسلم شریف میں حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ غزوۂ خندق سے ایک صحابی اپنے گھر پہنچے تو اپنی بیوی کو بے حجاب گھر سے باہر دیکھا آپ نے تیر سے انہیں مار دینے کا خیال فرمایا تو بیوی کہنے لگیں گھر میں بستر پر سانپ ہے اس کے خوف سے میں سراسیمگی میں بے حجاب ہوگئی اس عذر پر انہوں نے درگزر فرمایا۔

صحابیات خود حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی پردہ کرتی تھیں۔

ابوداؤد باب فی الخضاب النساء میں حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں ایک صحابیہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک خط پیش کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ مردانہ ہاتھ ہے یا زنانہ عورت عرض پیرا ہوئیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم زنانہ فرمایا تو نے مہندی کیوں نہیں لگائی۔

اس حدیث مبارک سے تین باتیں ثابت ہوئیں۔

اول یہ کہ صحابیات حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی پردہ کرتی تھیں۔

دوسرے یہ کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی پردہ کرنا شرعاً ضروری تھا تو استاد و پیر و مرشد سے بے پردگی کیسے روا ہو سکتی ہے۔

تیسرے یہ کہ عورت کو اپنے ہاتھ حنائی رکھنے چاہئیں اور مرد کو بلا حنا۔

بخاری و مسلم شریف میں ہے کہ حضرت ام المومنین سودہ بنت زمعہ کے والد کی ایک شرعی کنیز تھیں۔ اس سے عتبہ کے بھائی سعد اور سودہ کے بھائی عبد کے مابین ایک بچہ کے متعلق تنازعہ ہوا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فیصلہ دیا کہ اَلْوَلَدُ لِلْفِرَاشِ وَلِلْعَاهِرِ الْحَجَرُ۔ ولد صاحب فراش کے لئے ہے اور زانی کے لئے صرف پتھر ہیں۔

لیکن باوجود اس فیصلہ دینے کے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے محض شبہ کی بناء پر حضرت سودہ رضی اللہ عنہا کو اس بچے سے پردہ کرنے کا حکم دیا۔

بخاری شریف حضرت عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ام المومنین حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ حکم حجاب کے بعد ان کے رضاعی باپ کے فرزند حضرت افلح نے اندر آنے کی اجازت چاہی تو حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا نے حضور ﷺ سے استفتاء کیا۔ حضور ﷺ نے فرمایا افلح تمہارے رضاعی بھائی ہیں ان سے حجاب ضروری نہیں۔

مشکوۃ شریف میں ہے عورت سرتاپا عورت ہے۔

ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عورت سرتاپا عورت ہے جب وہ باہر نکلتی ہے تو شیطان اس کی تاک میں لگتا ہے۔

مشکوۃ۔ حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا غیروں میں آمد و رفت سے اجتناب کرو ایک صحابی نے عرض کیا اَلْحَمْوُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم جیٹھ دیور کے لئے کیا ارشاد ہے فرمایا اَلْحَمْوُ الْمَوْتُ جیٹھ دیور سے تو اتنا بچو جیسے موت سے بچتے ہو۔

اب ہم قرآن کریم سے احکام حجاب کی آیتیں یک جا نقل کرتے ہیں:

۱۔ غیر مرد سے گفتگو کرنی ہو تو عورت سختی اور کرختگی سے جواب دے: اِنِ اتَّقَيْتُنَّ فَلَا تَخْضَعْنَ بِالْقَوْلِ۔ اگر اللہ سے ڈرتی ہو تو بات کرنے میں نرمی اختیار نہ کرو۔ (پ ۲۲ ع ۱)

۲۔ گھروں میں عورتیں رہیں جہالت کے زمانہ کی طرح باہر نہ نکلیں وَقَرْنَ فِيْ بُيُوْتِكُنَّ وَلَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِيَّةِ الْاُوْلٰى۔ (پ ۲۲ ع ۱)

۳۔ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَدْخُلُوْا بُيُوْتًا غَيْرَ بُيُوْتِكُمْ حَتّٰى تَسْتَاْنِسُوْا وَتُسَلِّمُوْا عَلٰۤى اَهْلِهَا اے ایمان والو اپنے گھر کے سوا غیر کے گھر بلا اجازت و سلام کئے نہ داخل ہو۔ (پ ۱۸ ع ۱۰)

۴۔ قُلْ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ يَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِهِمْ وَيَحْفَظُوْا فُرُوْجَهُمْ مومنین کو حکم دیجئے کہ وہ اپنی نظریں نیچی رکھیں اور حرام سے مجتنب رہیں۔ (پ ۱۸ ع ۱۰)

۵۔ قُلْ لِّلْمُؤْمِنٰتِ يَغْضُضْنَ مِنْ اَبْصَارِهِنَّ وَيَحْفَظْنَ فُرُوْجَهُنَّ۔ مومنہ عورتوں کو حکم دیجئے کہ وہ نظریں نیچی رکھیں اور حرام سے اجتناب کریں۔ (پ ۱۸ ع ۱۰)

٦- وَلَا يُبْدِيْنَ زِيْنَتَهُنَّ اِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا ۔ اور اپنا سنگار نہ دکھائیں مگر جو خود بخود بلا اختیار ظاہر ہو جائے۔ (پ ١٨ ع ١٠)

٧- وَلْيَضْرِبْنَ بِخُمُرِهِنَّ عَلٰى جُيُوْبِهِنَّ ۠ وَلَا يُبْدِيْنَ زِيْنَتَهُنَّ ۔ اور بکل مار کر رہیں اپنے گریبانوں پر اور اپنا سنگار ظاہر نہ کریں۔ (پ ١٨ ع ١٠)

٨- وَلَا يَضْرِبْنَ بِاَرْجُلِهِنَّ لِيُعْلَمَ مَا يُخْفِيْنَ مِنْ زِيْنَتِهِنَّ ۔ اور زمین پر پاؤں مار کر نہ چلیں کہ جانا جائے ان کا زیور۔ (پ ١٨ ع ١٠)

٩- وَاِذَا سَاَلْتُمُوْهُنَّ مَتَاعًا فَسْـَٔلُوْهُنَّ مِنْ وَّرَآءِ حِجَابٍ ۔ اور اگر کوئی چیز طلب کریں تو پردہ سے طلب کریں۔ (پ ٢٢ ع ٤)

١٠- اپنی ہم مذہب عورت کے سوا کافرہ سے بھی پردہ کریں اَوْ نِسَآئِهِنَّ اپنی عورتوں سے پردہ نہ کریں۔ (پ ١٨ ع ١٠)

١١- يٰۤاَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ وَبَنٰتِكَ وَنِسَآءِ الْمُؤْمِنِيْنَ يُدْنِيْنَ عَلَيْهِنَّ مِنْ جَلَابِيْبِهِنَّ ۔ اے نبی اپنی بیویوں اور صاحبزادیوں اور مسلمانوں کی عورتوں کو حکم دیجئے کہ وہ اپنی جلباب (چادر) میں رہیں۔ (پ ٢٢ ع ٥)

احادیث میں بھی پردہ کی تاکید میں مندرجہ مضامین کی حدیثیں ہیں:

١- مصیبت کے موقعہ پر بھی برقع سنت صحابیات ہے۔

٢- امہات المومنین اور عام صحابیات پس پردہ لین دین کرتی تھیں۔

٣- ادنیٰ بے حجابی بھی صحابہ کو گوارا نہ تھی۔

٤- ہر نامحرم سے پردہ ضروری ہے۔

٥- منہ بولا رشتہ سے رشتہ دار نہیں ہو سکتا لہٰذا خواہ منہ بولا بھائی ہو یا اسلامی بیٹا اس سے پردہ لازم ہے۔

٦- نامحرم کو دیکھ کر ام المومنین نے چہرہ چھپالیا۔

٧- راستہ طے کرنے کو صرف ایک آنکھ کھولنے کی اجازت ہے۔

٨- مرد نابینا سے بھی پردہ ضروری ہے۔

٩- عورت سرتاپا عورت ہے لہٰذا اس کا مستور رہنا ضروری ہے۔

١٠- عورت جب گھر سے نکلتی ہے تو شیطان اس کی تاک میں جاتا ہے۔

آگے ارشاد ہے:

وَلْيَضْرِبْنَ بِخُمُرِهِنَّ عَلٰى جُيُوْبِهِنَّ ۠ وَلَا يُبْدِيْنَ زِيْنَتَهُنَّ اِلَّا لِبُعُوْلَتِهِنَّ اَوْ اٰبَآئِهِنَّ اَوْ اٰبَآءِ بُعُوْلَتِهِنَّ اَوْ اَبْنَآئِهِنَّ اَوْ اَبْنَآءِ بُعُوْلَتِهِنَّ اَوْ اِخْوَانِهِنَّ اَوْ بَنِيْۤ اِخْوَانِهِنَّ اَوْ بَنِيْۤ اَخَوٰتِهِنَّ اَوْ نِسَآئِهِنَّ اَوْ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُنَّ اَوِ التّٰبِعِيْنَ غَيْرِ اُولِي الْاِرْبَةِ مِنَ الرِّجَالِ اَوِ الطِّفْلِ الَّذِيْنَ لَمْ يَظْهَرُوْا عَلٰى عَوْرٰتِ النِّسَآءِ ۠ وَلَا يَضْرِبْنَ بِاَرْجُلِهِنَّ لِيُعْلَمَ مَا يُخْفِيْنَ مِنْ زِيْنَتِهِنَّ ؕ وَتُوْبُوْۤا اِلَى اللّٰهِ جَمِيْعًا اَيُّهَ الْمُؤْمِنُوْنَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ۝٣١

اور دوپٹے اپنے گریبانوں پر ڈالے رہیں اور اپنا سنگار ظاہر نہ کریں مگر اپنے شوہروں سے یا اپنے باپ سے یا شوہر کے

باپ سے یا اپنے بیٹے یا شوہروں کے بیٹے سے یا اپنے بھائی یا بھتیجے یا اپنے بھانجے سے یا اپنی دیندار عورتوں سے یا اپنی کنیزوں سے یا وہ نوکر جو شہوت والے نہ ہوں یا وہ بچے جنہیں عورتوں کی شرم کی چیزوں کی خبر نہ ہو ان سے۔

اور نہ مار کر چلیں اپنے پیر زمین پر کہ جانا جائے ان کا مخفی زیور اور توبہ کرو اللہ کی طرف اے ایمان والو سب کے سب تا کہ تم فلاح پاؤ۔

چنانچہ حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ کو فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے حکم بھیج دیا تھا کہ کفار اہل کتاب کی عورتوں سے مسلمان عورتیں پردہ کریں اور حمام میں مسلمان عورتیں مسلمان عورتوں کے ساتھ بھی برہنہ نہ ہوں۔

چنانچہ ابن منذر اور بیہقی اپنی سنن میں عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے راوی ہیں: اَنَّہٗ کَتَبَ اِلٰی اَبِیْ عُبَیْدَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ اَمَّا بَعْدُ فَاِنَّہٗ بَلَغَنِیْ اَنَّ نِسَآءً مِّنْ نِّسَآءِ الْمُسْلِمِیْنَ یَدْخُلْنَ الْحَمَّامَاتِ مَعَ نِسَآءِ اَھْلِ الشِّرْکِ فَانَہٗ مِنْ قِبَلِکَ عَنْ ذَالِکَ فَاِنَّہٗ لَا یَحِلُّ لِاِمْرَأَۃٍ تُؤْمِنُ بِاللّٰہِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ اَنْ تَنْظُرَ اِلٰی عَوْرَتِھَا اِلَّا مَنْ کَانَتْ مِنْ اَھْلِ مِلَّتِھَا۔

اور تابعین سے وہ لوگ مراد ہیں جو پیٹ پالنے کے لئے لوگوں میں پڑے رہتے ہیں اور انہیں عورت کی حاجت نہیں ہوتی۔

اور اِرْبَہ بروزن فعلہ اِرْب سے ماخوذ ہے۔ ارب کہتے ہیں حاجت اور حرص اور شہوت کو اربہ عورتوں کی خواہش رکھنے والے کو کہتے ہیں اور اَرْبَہ عقل اور اریب عقلمند کو کہتے ہیں۔

اور اَوِالطِّفْلِ الَّذِیْنَ لَمْ یَظْھَرُوْا میں طفل اگرچہ واحد ہے مگر جمع میں آ کر جنس کا فائدہ دیتا ہے۔

اور آیت کریمہ میں اس امر کی تاکید فرمائی گئی کہ گھر میں بھی پیر مار کر نہ چلیں کہ ان کے زیورات کی جھنکار سنی جائے اسی بنا پر بجتا زیور پہننا ممنوع ہوا۔ (تفسیر احمدی ملاجیون علیہ الرحمۃ)

اور جن سے پردہ نہیں وہ محرم ہیں ان کی تفصیل بیان فرمائی گئی۔ آگے حکم ہے:

وَاَنْکِحُوا الْاَیَامٰی مِنْکُمْ وَالصّٰلِحِیْنَ مِنْ عِبَادِکُمْ وَاِمَآئِکُمْ ؕ اِنْ یَّکُوْنُوْا فُقَرَآءَ یُغْنِھِمُ اللّٰہُ مِنْ فَضْلِہٖ ؕ وَاللّٰہُ وَاسِعٌ عَلِیْمٌ۔ اور نکاح کرو اپنوں میں ان کا جو بے نکاح ہوں اور اپنے نیک غلاموں اور کنیزوں کا اگر وہ فقیر ہوں تو اللہ اپنے فضل سے انہیں غنی کر دے گا اور اللہ وسعت والا علم والا ہے۔

یعنی تنگدست فقیر کا نکاح موجب غنا ہو سکتا ہے۔

یا نکاح کے بعد قانع ہو جائے تو تردد معاش سے بے نیاز ہو جائے گا۔

حدیث میں ہے کہ زوج زوجہ کے دور زق جمع ہو جانا فراخی ہے۔

اب ابداء زینت کی تصریح و تفسیر ملاحظہ ہو۔

اور اسی ضمن میں عورت کی تشریح آ جائے گی۔

اس لئے کہ مابہ النزاع پردہ دار اور پردہ در خواتین میں یہی دو چیز ہیں۔

منتہی الارب، عورت بالفتح اندام شرم مردم وَ ھُوَ مَا بَیْنَ السُّرَّۃِ اِلَی الرُّکْبَۃِ وہر چہ از دیدن آں شرم آید۔

عورت عربی زبان میں انسان کے اس حصہ جسم کو کہتے ہیں جس کے ظاہر کرتے شرم آئے اور اس کا دیکھنا دکھانا موجب عار وننگ ہو۔ چنانچہ مرد کی عورت زیر ناف سے گھٹنے تک ہے۔

اور عورت سرتاپا عورت ہے اس کا اظہار اغیار واجانب کے سامنے کرنا اہل شرم وحیا کے لئے موجب عار ہے۔

مفردات راغب اصفہانی۔ اَلْعَوْرَةُ سَوْءَةُ الْاِنْسَانِ وَ ذَالِکَ کِنَایَةٌ وَ اَصْلُهَا مِنَ الْعَارِ وَذَالِکَ یَلْحَقُ فِیْ ظُهُوْرِهٖ مِنَ الْعَارِ اَیِ الْمَذَمَّةِ وَ لِذٰلِکَ سُمِّیَ النِّسَآءُ عَوْرَةً۔ عورت انسان کی شرمگاہ کا نام ہے اور یہ عار سے مشتق ہے۔

اس لئے کہ اس کے ظاہر کرنے سے انسان کو عار لاحق ہوتی ہے اسی وجہ میں عام نسوانی طبقہ کا نام عورت رکھا گیا اور باوجود انتہائی آزادی کے ابھی تک مغرب زدہ برہنہ ہونے سے عار کرتے ہیں یہ فطرتاً ان پر اثر ہے ورنہ انگلینڈ میں تو ایک برہنہ پارٹی پیدا ہو چکی ہے۔

اسی طرح زینت عربی لغت میں اسباب آرائش کو کہتے ہیں۔ راغب اصفہانی رحمہ اللہ مفردات میں فرماتے ہیں۔ اور اس کی تین قسم کرتے ہیں۔

زینت نفس۔

زینت بدنی۔

زینت خارجی۔

زینت نفسی حسن کے لئے علم اور حسن اعتقاد ضروری ہے۔

زینت بدن کے لئے حسن وجمال خدوخال، قوت، موزوں قد ضروری ہے۔

زینت خارجی کے لئے مال وجاہ کی احتیاج ہے۔

اصل عبارت مفرادت کی یہ ہے:

وَالزِّیْنَةُ بِالْقَوْلِ الْمُجْمَلِ ثَلَاثٌ۔

زِیْنَةٌ نَفْسِیَّةٌ کَالْعِلْمِ وَالْاِعْتِقَادِ الْحَسَنَةِ۔

وَ زِیْنَةٌ بَدَنِیَّةٌ کَالْقُوَّةِ وَ طُوْلِ الْقَامَةِ۔

وَ زِیْنَةٌ خَارِجِیَّةٌ کَالْمَالِ وَالْجَاهِ۔

اور قرآن کریم میں وَلَا یُبْدِیْنَ زِیْنَتَهُنَّ۔ جو وارد ہے یہ صرف اور صرف خواتین کے لئے ہے۔

اور باختلاف صیغ اور مقامات پر بھی آتا ہے جیسے خُذُوْا زِیْنَتَکُمْ عِنْدَ کُلِّ مَسْجِدٍ۔

لیکن خواتین کی زینت کے متعلق حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

اَلزِّیْنَةُ زِیْنَتَانِ۔ زینت مخصوصہ بخواتین دو ہیں:

زِیْنَةٌ ظَاهِرَةٌ۔ زینت ظاہری۔

وَّ بَاطِنَةٌ۔ اور زینت باطنی۔

لَا یَرَاھَا اِلَّا الزَّوْجُ ۔نہ دیکھے اسے مگر خاوند۔

فَاَمَّا زِیْنَۃُ الظَّاھِرِ فَالثِّیَابُ ۔زینت ظاہری تو لباس وزیور وغیرہ ہے۔

وَ اَمَّا زِیْنَۃُ الْبَاطِنِ فَالْکُحْلُ وَالسِّوَارُ وَالْخَاتَمُ۔اور زینت باطنی کنگن، سرمہ، انگوٹھی ہے۔

اور ظاہر ہے کہ قرآن کریم میں حکم مطلق ہے وَلَا یُبْدِیْنَ زِیْنَتَھُنَّ۔

اور اصول ہے کہ اَلْمُطْلَقُ یَجْرِیْ عَلٰی اِطْلَاقِہٖ تو یہاں بیان عدم ابداء زینت مطلقاً ہے جو ہر سہ اقسام پر حاوی ہے۔

رجوع بہ آیہ کریمہ وَاَنْکِحُوا الْاَیَامٰی مِنْکُمْ

اس آیت کریمہ میں نکاح کے لئے حکم فرمایا گیا ہے تا کہ بقاءِ نوع میں معاونت ہو۔

اور اس سے قبل اللہ تعالیٰ کی طرف سے زجر فرمایا گیا سفاح اور زنا پر تا کہ نسب خراب نہ ہو اور آخرت کی سیاہ رُوئی سے حفاظت رہے۔اور انساب مخلوط نہ ہوں۔

اور ایم کی تحقیق نضر بن شمیل رحمہ اللہ کے نزدیک یہ ہے کُلُّ ذَکَرٍ لَا اُنْثٰی مَعَہٗ وَکُلُّ اُنْثٰی لَاذَکَرَ مَعَھَا بِکْرًا اَوْ ثَیِّبًا۔ ہر وہ مرد ایم ہے جس کے لئے انثیٰ نہ ہو اور ہر وہ انثیٰ ائم ہے جس کے ساتھ مرد نہ ہو بکر ہو یا ثیب۔

اور ایامیٰ اور یتامیٰ دونوں اصل میں ایائم اور یتائم تھے ان کے مقلوب ہونے کے بعد ایامیٰ اور یتامیٰ ہو گئے۔

اور ایامیٰ جمع ہے ایم کی اور ایم ہر اس مرد کو کہہ سکتے ہیں جس کے ساتھ عورت نہ ہو اور ہر اس عورت کو بھی ایم کہہ سکتے ہیں جس کا مرد نہ ہو چنانچہ شاعر بھی یہی مراد لیتا ہے:

فَاِنْ تَنْکِحِیْ اَنْکِحْ وَاِنْ تَتَاَیَّمِیْ وَاِنْ کُنْتِ اُخْتِیْ مِنْکُمْ اَیَایِمْ

اور ابی خفاف شرح کتاب سیبویہ لابی بکر الخفاف میں کہتے ہیں: اَلْاَیِّمُ الَّتِیْ لَا زَوْجَ لَھَا وَاَصْلُہٗ ھِیَ الَّتِیْ کَانَتْ مُتَزَوَّجَۃً فَفَقَدَتْ زَوْجَھَا ۔ ثُمَّ قِیْلَ فِی الْبِکْرِ مَجَازًا لِاَنَّھَا لَازَوْجَ لَھَا۔ایم وہ عورت ہے جس کا خاوند نہ ہو اور دراصل ایم اس عورت کو کہا جاتا تھا جو شادی شدہ ہو کر اپنا خاوند کھو چکی ہو پھر باکرہ پر بھی مجازاً بولنے لگ گئے۔اس لئے کہ اس کا بھی خاوند نہیں ہوتا۔

دیگر لغات میں بھی یہی تشریح ہے۔ایم عورت کا بغیر نکاح کئے رہنا۔

ایم بے خاوند عورت باکرہ ہو یا ثیبہ۔

اَیَامٰی۔جمع ہے ایم کی مرد بے عورت کنوارا ہو یا رنڈوا اور آزاد عورت کے معنی میں بھی مستعمل ہوتا ہے۔(بیان اللسان)

تبریزی شرح دیوان ابی تمام میں کہتا ہے: قَدْ کَثُرَ اسْتِعْمَالُ ھٰذِہِ الْکَلِمَۃِ فِی الرَّجُلِ اِذَا مَاتَتِ امْرَاَتُہٗ وَ فِی الْمَرْاَۃِ اِذَا مَاتَ زَوْجُھَا۔اس کلمہ کا استعمال مرد پر اس وقت ہوتا ہے جبکہ اس کی بیوی مر جائے اور عورت پر جب ہوتا ہے جبکہ اس کا خاوند نہ رہے۔

شماخ کہتا ہے:

یَقِرُّ لِعَیْنِیْ اَنْ اُحَدِّثَ اَنَّھَا وَ اِنْ لَّمْ اَنَلْھَا اَیِّمٌ لَّمْ تَزَوَّجِ

وَ الصّٰلِحِيْنَ مِنْ عِبَادِكُمْ وَ اِمَآىِٕكُمْ ؕ اِنْ يَّكُوْنُوْا فُقَرَآءَ يُغْنِهِمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ اور نیک لائق بندوں غلاموں کا اور اپنی کنیزوں کا اگر ہوں وہ غیر مستطیع فقیر تو غنی کر دے گا انہیں اللہ اپنے فضل سے۔ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ۔ اور اللہ وسعت والا علم والا ہے۔

یعنی ان سے نکاح کر دو جن میں صلاحیت نکاح ہو اور حقوق زوجہ پورے کرنے کی استطاعت بھی رکھتے ہوں۔

اس پر ایک تو یہ ہے کہ یہ حکم وجوبی ہے۔

اور ایک قول ہے کہ استحبابی ہے۔

اور علامہ ابوبکر رازی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ آیہ کریمہ میں نوعیت حکم پر چار احتمال نکلتے ہیں۔

اَحَدُهَا اِنَّ الْاِنْكَاحَ لَوْ كَانَ وَاجِبًا لَكَانَ النَّقْلُ بِفِعْلِهٖ مِنَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَ مِنَ السَّلْفِ مُسْتَفِيْضًا شَائِعًا لِعُمُوْمِ الْحَاجَةِ فَلَمَّا وَجَدْنَا عَصْرَهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ وَسَائِرَ الْاَعْصَارِ بَعْدَهٗ قَدْ كَانَتْ فِيْهِ اَيَامٰى مِنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَآءِ وَلَمْ يُنْكِرْ ذَالِكَ ثَبَتَ اَنَّهٗ لَمْ يَرِدْ بِالْاَمْرِ الْاِيْجَابَ۔

پہلا احتمال تو یہ ہے کہ نکاح کر دینا اگر واجب تھا تو ضرور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد سے اس کی نقل ہونی چاہئے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا کیا اور سلف میں یہ طریقہ شائع رہا تو جب عصر نبوت اور دیگر زمانوں میں ایسا نہیں ہوا اور بہت سے غیر شادی شدہ مرد و عورت تھے تو اس سے ہرگز انکار نہیں ہو سکتا کہ کسی زمانہ میں بھی اس حکم کو وجوب کا درجہ نہیں دیا گیا۔

وَ ثَانِيْهَا اَنَّهٗ اَجْمَعْنَا عَلٰى اَنَّ الْاَيِّمَ الثَّيِّبَ لَوْاَبَتِ التَّزْوِيْجَ لَمْ يَكُنْ لِلْوَلِيِّ اِجْبَارُهَا۔ دوسری بات یہ ہے کہ اس پر اجماع ہے کہ بے خاوند والی یا بے بیوی والا اگر نکاح سے انکار کر دے تو ولی پر اجبار لازم نہیں ہے۔

وَ ثَالِثُهَا اِتِّفَاقُ الْكُلِّ عَلٰى اَنَّهٗ لَمْ يَجِبْ عَلَى السَّيِّدِ تَزْوِيْجُ اَمَتِهٖ وَ عَبْدِهٖ فَيَقْتَضِيْ لِلْعَطْفِ عَدَمُ الْوُجُوْبِ فِي الْجَمِيْعِ۔ تیسرے اس پر سب کا اتفاق ہے کہ ولی پر یہ واجب نہیں کہ کنیز اور غلام کا عقد کرے تو ہر سہ امور میں عدم وجوب ثابت ہوا۔

وَ رَابِعُهَا اَنَّ اِسْمَ الْاَيَامٰى يَنْتَظِمُ الرِّجَالَ وَالنِّسَآءَ فَلَمَّا لَزِمَ فِي الرِّجَالِ تَزْوِيْجُهُمْ بِاِذْنِهِمْ لَزِمَ ذَالِكَ فِي النِّسَآءِ اِنْتَهٰى۔ اور چوتھی صورت یہ ہے کہ ایامی مرد و عورت دونوں پر استعمال ہوتا ہے تو جب مردوں میں تزویج ان کی اجازت کے بغیر نہیں تو لازمی طور پر یہی حکم عورتوں پر بھی ہوگا۔

اِنْ يَّكُوْنُوْا فُقَرَآءَ يُغْنِهِمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ ؕ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ۔ اگر ہوں وہ فقیر غیر مستطیع تو اللہ انہیں غنی کر دے گا اپنے فضل سے۔

آلوسی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اَلظَّاهِرُ اَنَّهٗ وَعْدٌ مِّنَ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ بِالْاِغْنَاءِ۔ آیہ کریمہ کا ظاہر یہی ہے کہ اللہ عزوجل وعدہ فرما رہا ہے ان کے غنی کر دینے کا جو بحالت فقر نکاح کر لیں۔

اور ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم رحمہم اللہ سید المفسرین ابن عباس رضی اللہ عنہما سے راوی ہیں: وَ لَا يَبْعُدُ اَنْ يَّكُوْنَ فِيْ ذَالِكَ سَدٌّ لِبَابِ التَّعَلُّلِ بِالْفَقْرِ وَ عَدَمُهٗ مَانِعًا مِّنَ الْمُنَاكَحَةِ۔ اور یہ اللہ کے فضل سے بعید نہیں کہ یہ نکاح سد باب فقر کر دے اور اس سے واضح ہوا کہ فقر مانع مناکحت نہیں۔

نہ یہ کہ جو فقیر نکاح کرلے وہ ضرور غنی ہو جائے اس لئے کہ اکثر فقراء وہ ہیں جنہوں نے نکاح کیا مگر انہیں غنا حاصل نہیں ہوا یہ ایسے ہے جیسے ارشاد ہے: وَ اِنْ خِفْتُمْ عَیْلَةً فَسَوْفَ یُغْنِیْكُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖۤ اِنْ شَآءَ۔ اگر تم خوف کرتے ہو غریب و محتاج ہونے سے تو عنقریب اللہ تمہیں غنی کردے گا اپنے فضل سے اگر چاہے۔

"اور اللہ غنی ذوسعۃ ہے اور علم والا ہے۔" یَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ یَّشَآءُ وَ یَقْدِرُ لَهٗ جس پر چاہے رزق فراخ کردے اور جس پر چاہے مقدار معین سے دے جیسے اس کی حکمت کا مقتضا ہو۔ کبھی کثرت مال کثرت عیال کے ساتھ ہوتی ہے کبھی اس کے برعکس وہ مسبب الاسباب ہے۔

عبدالرزاق، احمد، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ، ابن حبان، حاکم، بیہقی رحمہم اللہ اپنی سنن میں نقل فرماتے ہیں جس سے ثابت ہوتا ہے کہ فقیر کے لئے وعدہ غنی یقینی ہے۔

چنانچہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تین حق اللہ تعالیٰ نے بطور کرم اپنے ذمہ لئے ہیں حَیْثُ قَالَ ثَلَاثَةٌ حَقٌّ عَلَی اللّٰهِ تَعَالٰی عَوْنُهُمُ النَّاكِحُ یُرِیْدُ الْعَفَافَ وَ الْمُكَاتَبُ یُرِیْدُ الْاَدَاءَ وَ الْغَازِیْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ تَعَالٰی۔

جو نکاح چاہے پاک دامنی کے لئے اس کی مدد کرنے والا ہے۔

اور مکاتب غلام کی اعانت کرنے والا۔

مقروض کا قرضہ ادا کرنے والا۔ اور غازی فی سبیل اللہ۔

ان تینوں کے حقوق اجر اللہ تعالیٰ نے بطور کرم اپنے ذمہ لئے۔

وَ اَخْرَجَ الْخَطِیْبُ فِیْ تَارِیْخِهٖ عَنْ جَابِرٍ قَالَ جَآءَ رَجُلٌ اِلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَشْكُوْا اِلَیْهِ الْفَاقَةَ فَاَمَرَهٗ اَنْ یَّتَزَوَّجَ۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک شخص فقر و فاقہ کی شکایت لایا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے نکاح کرنے کا حکم دیا۔

ابن ابی حاتم رحمہ اللہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے راوی ہیں: قَالَ اَطِیْعُوا اللّٰهَ فِیْمَا اَمَرَكُمْ بِهٖ مِنَ النِّكَاحِ لِیُنْجِزَ لَكُمْ مَّا وَعَدَكُمْ مِّنَ الْغِنٰی قَالَ تَعَالٰی اِنْ یَّكُوْنُوْا فُقَرَآءَ یُغْنِهِمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم اتباع کرو جو اللہ کا حکم ہے نکاح کے معاملہ میں اللہ پورا فرمائے گا جو تم سے وعدہ فرمایا ہے جیسا کہ ارشاد ہوا اگر تم فقیر ہو تو اللہ اپنے فضل سے غنی فرمادے گا۔

عبدالرزاق اور ابن ابی شیبہ اپنی مصنف میں عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے راوی ہیں: اِبْتَغُوا الْغِنٰی فِی الْبَآئَةِ وَ فِیْ لَفْظٍ اِبْتَغُوا الْغِنٰی فِی النِّكَاحِ یَقُوْلُ اللّٰهُ تَعَالٰی اِنْ یَّكُوْنُوْا فُقَرَآءَ یُغْنِهِمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ غنا حاصل کرو نکاح میں کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے اگر تم فقیر ہو تو اللہ اپنے فضل سے غنی فرمادے گا۔

ثعلبی اور دیلمی ابن عباس رضی اللہ عنہما سے راوی ہیں: اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِلْتَمِسُوا الرِّزْقَ بِالنِّكَاحِ۔ رزق نکاح کے ذریعہ حاصل کرو۔

وَلْیَسْتَعْفِفِ الَّذِیْنَ لَا یَجِدُوْنَ نِكَاحًا حَتّٰی یُغْنِیَهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ۔ اور وہ عفت پاکدامنی میں رہے جو نکاح کا

اہل نہ ہو حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ اسے غنی کر دے اپنے فضل سے۔

آلوسی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اِرْشَادٌ لِلتَّالِقِیْنَ الْعَاجِزِیْنَ عَنْ مَبَادِی النِّکَاحِ وَاَسْبَابِہٖ اِلٰی مَا ھُوَ اَوْلٰی لَھُمْ وَاَحْرٰی لَھُمْ اَیْ وَلْیَجْتَھِدْ فِی الْعِفَّۃِ وَصَوْنِ النَّفْسِ۔ اس آیۂ کریمہ میں تالقین وعاجزین کے لئے حکم ہے یعنی کمزور غیر مستطیع جو نکاح نہ کر سکتے ہوں یا اس کا انصرام نہ کر سکتے ہوں انہیں چاہئے کہ نیک چلن رہیں اور اپنے نفس کی نگرانی کریں۔ وہ روزہ رکھیں، نماز نوافل وغیرہ کا شغل رکھیں۔

وَالَّذِیْنَ یَبْتَغُوْنَ الْکِتٰبَ مِمَّا مَلَکَتْ اَیْمَانُکُمْ فَکَاتِبُوْھُمْ اِنْ عَلِمْتُمْ فِیْھِمْ خَیْرًا ۖ وَّاٰتُوْھُمْ مِّنْ مَّالِ اللّٰهِ الَّذِیْٓ اٰتٰىکُمْ۔ اور وہ غلام کنیزیں جو مکاتب بننا چاہیں تو انہیں لکھ دو اور مکاتب بنالو اگر تم ان سے بھلائی سمجھتے ہو۔

اس آیت کریمہ میں احکام مکاتب ہیں۔

اس میں اگرچہ ہم پاکستانیوں کا کوئی حصہ نہیں کیونکہ نہ یہاں جہاد ہے نہ غنیمتیں اور یہ احکام ان لوگوں کے لئے ہیں جو جہاد سے مشرکین کے بیوی بچے لاتے اور ان میں ان کے لئے تصرفات جائز ہیں۔

لیکن چونکہ تفسیر کا سلسلہ اس بحث کو بھی چاہتا ہے لہٰذا اس پر بھی مختصراً لکھنا ضروری ہے۔

مکاتب اصطلاح شرع میں وہ غلام شرعی اور کنیزک ہے جو اپنے مالک سے تحریری معاہدہ کر لے کہ میں محنت مزدوری کر کے تمہیں اتنا روپیہ ادا کر دوں تو تم مجھے آزاد کر دینا اور مالک اس پر راضی ہو جائے یا اتنی خدمت کر دوں تو مجھے آزادی مل جائے گی ظاہر ہے کہ غلامی از بسکہ عذاب الیم ہے لہٰذا اس سے جو نجات چاہے اس کے لئے حکم ہے کہ جو اس عذاب سے نجات حاصل کرنا چاہے تو اس میں بخل نہ کریں بلکہ مکاتبت ہو جانے کے بعد خود بھی اس کی مدد کریں وَّاٰتُوْھُمْ مِّنْ مَّالِ اللّٰهِ الَّذِیْٓ اٰتٰىکُمْ کا یہی مقصد ہے یعنی اپنے پاس سے روپیہ دے کر اس سے نفع جو لیں وہ شرائط مکاتبت میں وضع کر کے اسے جلدی آزاد کر دیں۔

اِنْ عَلِمْتُمْ فِیْھِمْ خَیْرًا۔ کی شرط اس لئے ہے کہ اگر تم اسے بدوضع، چٹورا فضول خرچ بددیانت دیکھو تو اپنی رقم نہ پھنساؤ تو مکاتبت شرع مطہرہ میں امر مندوب و مستحسن ہے اس کی تصریحات کتب فقہ میں بہت کچھ ہیں مَنْ شَاءَ فَلْیَنْظُرْ۔

اس کے بعد اس برے رواج کا رد کیا گیا ہے جو زمانہ جاہلیت میں تھا۔ چنانچہ ارشاد ہے:

وَلَا تُکْرِھُوْا فَتَیٰتِکُمْ عَلَی الْبِغَآءِ اِنْ اَرَدْنَ تَحَصُّنًا لِّتَبْتَغُوْا عَرَضَ الْحَیٰوۃِ الدُّنْیَا ۭ وَمَنْ یُّکْرِھْھُّنَّ فَاِنَّ اللّٰهَ مِنْۢ بَعْدِ اِکْرَاهِهِنَّ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ۔ اور نہ جبر واکراہ کرو اپنی کنیزوں پر زنا کے لئے اگر وہ پاک دامن رہنا چاہیں کہ تم انہیں دنیاوی مفاد حاصل کرنے کی غرض سے حرام کاری پر مجبور کرو۔ اور جو انہیں مجبور کرے گا تو اللہ ان کے جبر واکراہ والے گناہ معاف کرنے والا ہے وہ مہربان ہے۔

اس آیت کریمہ میں اِنْ اَرَدْنَ تَحَصُّنًا سے ذرا دھوکہ سا نہ ہو کہ لونڈی کنیز از خود پاک دامن نہ رہنا چاہے تو اسے زنا اور حرام کاری کی راہ پر ڈال دینا جائز ہے اور اگر وہ خود پاک دامن رہنا چاہئے تو اکراہ و جبر نہ کرنا چاہئے۔

یہ طریقہ تفہیم محاورہ عرب کا ہے اس میں صورت وقوعی لازم نہیں ہوتی اور ظاہر ہے کہ جب کنیزک خود ہی آوارہ زانیہ ہے تو اس پر اجبار واکراہ کی ضرورت ہی کیوں ہو لہٰذا پاک دامن کنیزوں کے لئے ہی یہ حکم ہے۔

دوسرے اصول میں ہے کہ مضمون مخالف بلا صراحت لینا ہمارے لئے جائز بھی نہیں ہے تو یہاں کنیزوں کے مالکوں کو حکم کرنا مقصود ہے کہ وہ اپنے دنیوی مفاد کی خاطر ایسی بے حیائی نہ کریں اور

وَمَنْ يُّكْرِهْهُّنَّ فَاِنَّ اللّٰهَ مِنْۢ بَعْدِ اِكْرَاهِهِنَّ۔ میں نحوی قاعدہ کے مطابق دو صورتیں ہیں۔

اول یہ کہ مصدر کا استعمال کبھی مبنی للفاعل ہوتا ہے کبھی مبنی للمفعول بہ۔

پہلی صورت میں اِكْرَاهِهِنَّ کے معنی ہوں گے کہ مالک کے مجبور کرنے سے جو کنیز زنا کرائے اس پر گناہ نہیں۔

اور دوسری صورت میں مالک کی طرف سے لونڈی کا مجبور کیا جانا۔ دونوں صورتوں میں چونکہ اقدام مالک کی طرف سے ہے لہٰذا

فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ۔ اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔ آخر آیت میں ارشاد ہے۔

وَلَقَدْ اَنْزَلْنَاۤ اِلَيْكُمْ اٰيٰتٍ مُّبَيِّنٰتٍ وَّ مَثَلًا مِّنَ الَّذِيْنَ خَلَوْا مِنْ قَبْلِكُمْ وَمَوْعِظَةً لِّلْمُتَّقِيْنَ۔ اور بے شک ہم نے نازل کیں تمہاری طرف روشن آیتیں اور تم سے پہلے لوگوں کی مثالیں اور حالات اور پرہیزگاروں کے لئے نصیحتیں۔

تاکہ تم نصیحت حاصل کرو اور عبرت پکڑو۔

اکراہ علی الزنا کی رسم مشرکین مکہ میں تھی۔ چنانچہ آیت کریمہ کا شان نزول یہی ہے۔

مسلم ابوداؤد جابر علیہم رضوان سے راوی ہیں: اَنَّ جَارِيَةً لِعَبْدِاللّٰهِ بْنِ اُبَيِّ بْنِ سَلُوْلٍ يُقَالُ لَهَا مُسَيْكَةُ وَاُخْرٰى يُقَالُ لَهَا اُمَيْمَةُ كَانَ يُكْرِهُهُمَا عَلَى الزِّنَا فَشَكَتَا ذٰلِكَ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَنَزَلَتْ۔ عبداللہ بن ابی بن سلول منافق کے پاس دو کنیزیں تھیں مسیکہ اور امیمہ یہ دونوں زنا سے نفرت کرتی تھیں اور ابن سلول انہیں مجبور کرتا تھا انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں شکوہ کیا تو یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔

اور ابن ابی حاتم سدی رضی اللہ عنہما سے راوی ہیں کہ كَانَ لِعَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اُبَيِّ جَارِيَةٌ تُدْعٰى مُعَاذَةَ فَكَانَ اِذَا نَزَلَ ضَيْفٌ اَرْسَلَهَا لَهٗ لِيُوَاقِعَهَا اِرَادَةَ الثَّوَابِ مِنْهُ وَالْكِرَامَةِ لَهٗ فَاَقْبَلَتِ الْجَارِيَةُ اِلٰى اَبِيْ بَكْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ فَشَكَتْ ذٰلِكَ اِلَيْهِ فَذَكَرَهٗ اَبُوْبَكْرٍ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَمَرَهٗ بِقَبْضِهَا فَصَاحَ ابْنُ اُبَيِّ مَنْ يَّعْذِرُنَا مِنْ مُّحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَغْلِبُنَا عَلٰى مَمَالِيْكِنَا فَنَزَلَتْ۔

ابن ابی کی ایک لونڈی معاذہ تھی جسے اس نے اس کام کے لئے رکھا تھا کہ جب کوئی مہمان آتا تو اسے اس مہمان کے پاس بھیج دیتا تاکہ وہ اس سے زنا کرے اور اس سے وہ مہمان کا اکرام کرتا تھا تو یہ لونڈی حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں شکایت لے کر آئی حضرت صدیق رضی اللہ عنہ نے یہ واقعہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچایا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے روکنے کا حکم دیا۔ اس پر ابن ابی چیخا اور کہنے لگا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مقابلہ میں میری کون مدد کرتا ہے وہ ہمارے مملوکوں پر بھی ہاتھ ڈالنے لگ گئے اس وقت یہ آیت نازل ہوئی۔

ایک قول یہ ہے: وَ قِيْلَ لِهٰذَا اللَّعِيْنِ سِتُّ جَوَارٍ مُعَاذَةُ وَمُسَيْكَةُ وَاُمَيْمَةُ وَ عَمْرَةُ وَاَرْوٰى وَ قُتَيْلَةُ يُكْرِهُهُنَّ عَلَى الْبِغَآءِ وَضَرَبَ عَلَيْهِنَّ ضَرَائِبَ فَشَكَتْ ثِنْتَانِ مِنْهُنَّ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَنَزَلَتْ۔

اس لعین کی چھ کنیزیں تھیں معاذہ، مسیکہ، امیمہ، عمرہ، اروی، قتیلہ یہ نفرت کرتی تھیں زنا سے اور وہ انہیں مار بھی مارتا تھا تو ان میں سے دو لونڈیوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے شکایت کی تو یہ آیہ کریمہ نازل ہوئی۔

بامحاورہ ترجمہ پانچواں رکوع-سورۂ نور-پ ۱۸

اَللّٰهُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ ؕ مَثَلُ نُوْرِهٖ كَمِشْكٰوةٍ فِیْهَا مِصْبَاحٌ ؕ اَلْمِصْبَاحُ فِیْ زُجَاجَةٍ ؕ اَلزُّجَاجَةُ كَاَنَّهَا كَوْكَبٌ دُرِّیٌّ یُّوْقَدُ مِنْ شَجَرَةٍ مُّبٰرَكَةٍ زَیْتُوْنَةٍ لَّا شَرْقِیَّةٍ وَّ لَا غَرْبِیَّةٍ ۙ یَّكَادُ زَیْتُهَا یُضِیْٓءُ وَ لَوْ لَمْ تَمْسَسْهُ نَارٌ ؕ نُوْرٌ عَلٰى نُوْرٍ ؕ یَهْدِی اللّٰهُ لِنُوْرِهٖ مَنْ یَّشَآءُ ؕ وَ یَضْرِبُ اللّٰهُ الْاَمْثَالَ لِلنَّاسِ ؕ وَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمٌ ۙ﴿۳۵﴾

اللہ ہی روشن کرنے والا ہے آسمان اور زمین کو اس کے نور کی مثال یہ ہے جیسے ایک طاق اور اس میں ایک چراغ اور چراغ ایک شیشے کے گلوب میں اور وہ گلوب گویا ستارہ ہے موتی کا جو روشن ہے درخت سے زیتون کے جو نہ شرق میں ہے نہ غرب میں قریب ہے کہ اس کا تیل روشن ہوگا اگرچہ نہ چھوئے اسے آگ نور پر نور ہے ہدایت دیتا ہے اللہ اپنے نور کی طرف جسے چاہے اور مثالیں دیتا ہے لوگوں کو اور اللہ سب کچھ جانتا ہے

فِیْ بُیُوْتٍ اَذِنَ اللّٰهُ اَنْ تُرْفَعَ وَ یُذْكَرَ فِیْهَا اسْمُهٗ ۙ یُسَبِّحُ لَهٗ فِیْهَا بِالْغُدُوِّ وَ الْاٰصَالِ ۙ﴿۳۶﴾

ان گھروں میں جن کے بلند کرنے کا اللہ نے حکم دیا اور ان میں اس کا نام لیا جائے صبح وشام

رِجَالٌ ۙ لَّا تُلْهِیْهِمْ تِجَارَةٌ وَّ لَا بَیْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ وَ اِقَامِ الصَّلٰوةِ وَ اِیْتَآءِ الزَّكٰوةِ ۪ۙ یَخَافُوْنَ یَوْمًا تَتَقَلَّبُ فِیْهِ الْقُلُوْبُ وَ الْاَبْصَارُ ۙ﴿۳۷﴾

وہ لوگ جنہیں نہیں مشغول کر سکتا بیع وشراء اللہ کے ذکر سے اور نماز قائم رکھنے سے اور زکوٰۃ دینے سے ڈرتے ہیں اس دن سے جس میں الٹ پلٹ ہو جائیں گے دل اور آنکھیں

لِیَجْزِیَهُمُ اللّٰهُ اَحْسَنَ مَا عَمِلُوْا وَ یَزِیْدَهُمْ مِّنْ فَضْلِهٖ ؕ وَ اللّٰهُ یَرْزُقُ مَنْ یَّشَآءُ بِغَیْرِ حِسَابٍ ﴿۳۸﴾

تاکہ بدلہ دے انہیں اللہ سب سے بہتر عملوں کا اور زیادہ کرے انہیں انعام اپنے فضل سے اور اللہ روزی دیتا ہے جسے چاہے بے حساب

وَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْۤا اَعْمَالُهُمْ كَسَرَابٍۭ بِقِیْعَةٍ یَّحْسَبُهُ الظَّمْاٰنُ مَآءً ؕ حَتّٰۤى اِذَا جَآءَهٗ لَمْ یَجِدْهُ شَیْـًٔا وَّ وَجَدَ اللّٰهَ عِنْدَهٗ فَوَفّٰىهُ حِسَابَهٗ ؕ وَ اللّٰهُ سَرِیْعُ الْحِسَابِ ۙ﴿۳۹﴾

اور وہ جو کافر ہوئے ان کے عمل مثل ریتے کے ہیں جو کسی جنگل میں چمکے کہ گمان کرے پیاسا اسے پانی حتیٰ کہ جب آئے اس کے پاس نہ پائے اسے کچھ اور پائے اللہ تعالیٰ کو اپنے نزدیک تو پورا پورا اس کا حساب دے اور اللہ جلد حساب کرنے والا ہے

اَوْ كَظُلُمٰتٍ فِیْ بَحْرٍ لُّجِّیٍّ یَّغْشٰىهُ مَوْجٌ مِّنْ فَوْقِهٖ مَوْجٌ مِّنْ فَوْقِهٖ سَحَابٌ ؕ ظُلُمٰتٌۢ بَعْضُهَا فَوْقَ

یا جیسے اندھیریاں اس گہرے دریا میں کہ ڈھانپ رہے اسے موج پر موج اس کے اوپر بادل اندھیریاں ایسی کہ

368

بَعْضٍ اِذَآ اَخْرَجَ يَدَهٗ لَمْ يَكَدْ يَرٰىهَا وَمَنْ لَّمْ يَجْعَلِ اللّٰهُ لَهٗ نُوْرًا فَمَا لَهٗ مِنْ نُّوْرٍ ﴿۴۰﴾

ایک پر ایک جب اپنا ہاتھ نکالے تو نظر آتا معلوم نہ ہو اور جسے اللہ نور نہ دے اس کے لئے کہیں نور نہیں

حل لغات پانچواں رکوع - سورۂ نور - پ ۱۸

اَللّٰهُ - اللہ	نُوْرُ - نور ہے	السَّمٰوٰتِ - آسمانوں	وَ - اور
الْاَرْضِ - زمین کا	مَثَلُ - مثال	نُوْرِهٖ - اس کے نور کی	كَمِشْكٰوةٍ - جیسے طاق
فِيْهَا - اس میں ہو	مِصْبَاحٌ - چراغ	اَلْمِصْبَاحُ - چراغ ہو	فِيْ - بیچ
زُجَاجَةٍ - شیشہ کے	اَلزُّجَاجَةُ - شیشہ ہو	كَاَنَّهَا - گویا کہ وہ	كَوْكَبٌ - ستارہ ہے
دُرِّيٌّ - چمکتا	يُّوْقَدُ - جلایا جائے	مِنْ شَجَرَةٍ - درخت	مُّبٰرَكَةٍ - برکت والے
زَيْتُوْنَةٍ - زیتون سے جو	لَّا - نہ	شَرْقِيَّةٍ - شرقی ہو	وَّ - اور
لَا - نہ	غَرْبِيَّةٍ - غربی	يَّكَادُ - قریب ہے	زَيْتُهَا - اس کا تیل
يُضِيْٓءُ - روشنی دے	وَ - اور	لَوْ - اگرچہ	لَمْ - نہ
تَمْسَسْهُ - چھوئے اس کو	نَارٌ - آگ	نُوْرٌ - نور ہے	عَلٰى - اوپر
نُوْرٍ - نور کے	يَهْدِي - ہدایت دیتا ہے	اللّٰهُ - اللہ	لِنُوْرِهٖ - اپنے نور کی
مَنْ - جسے	يَّشَآءُ - چاہے	وَ - اور	يَضْرِبُ - بیان کرتا ہے
اللّٰهُ - اللہ	الْاَمْثَالَ - مثالیں	لِلنَّاسِ - لوگوں کے لئے	وَ - اور
اللّٰهُ - اللہ	بِكُلِّ - ہر	شَيْءٍ - چیز کو	عَلِيْمٌ - جانتا ہے
فِيْ - بیچ	بُيُوْتٍ - گھروں کے کہ	اَذِنَ - حکم دیا	اللّٰهُ - اللہ نے
اَنْ - یہ کہ	تُرْفَعَ - بلند کئے جائیں	وَ - اور	يُذْكَرَ - ذکر کیا جائے
فِيْهَا - اس میں	اسْمُهٗ - اس کا نام	يُسَبِّحُ - تسبیح کرتے ہیں	لَهٗ - اس کی
فِيْهَا - اس میں	بِالْغُدُوِّ - صبح	وَ - اور	الْاٰصَالِ - شام
رِجَالٌ - ایسے مرد کہ	لَّا - نہیں	تُلْهِيْهِمْ - غافل کرتی ان کو	تِجَارَةٌ - خرید و فروخت
وَّ - اور	لَا - نہ	بَيْعٌ - لین دین	عَنْ ذِكْرِ - یاد
اللّٰهِ - الٰہی سے	وَ - اور	اِقَامِ - قائم کرنے	الصَّلٰوةِ - نماز
وَ - اور	اِيْتَآءِ - دینے	الزَّكٰوةِ - زکوٰۃ سے	يَخَافُوْنَ - ڈرتے ہیں
يَوْمًا - اس دن سے کہ	تَتَقَلَّبُ - پھر جائیں گے	فِيْهِ - اس میں	الْقُلُوْبُ - دل
وَ - اور	الْاَبْصَارُ - آنکھیں	لِيَجْزِيَهُمُ - تا کہ بدلہ دے ان کو	
اللّٰهُ - اللہ	اَحْسَنَ - بہتر	مَا - اس کا جو	عَمِلُوْا - عمل کئے انہوں نے

وَ۔اور	یَزِیْدَ۔زیادہ دے گا	ھُمْ۔ان کو	مِّنْ فَضْلِہٖ۔اپنے فضل سے
وَ۔اور	اللّٰہُ۔اللہ	یَرْزُقُ۔رزق دیتا ہے	مَنْ۔جسے
یَّشَآءُ۔چاہے	بِغَیْرِ۔بغیر	حِسَابٍ۔حساب کے	وَ۔اور
الَّذِیْنَ۔وہ جو	کَفَرُوْٓا۔کافر ہوئے	اَعْمَالُھُمْ۔ان کے عمل	کَسَرَابٍ۔جیسے ریت
بِقِیْعَۃٍ۔جنگل میں	یَّحْسَبُہُ۔خیال کرتا ہے اسے	الظَّمْاٰنُ۔پیاسا	مَآءً۔پانی
حَتّٰٓی۔یہاں تک کہ	اِذَا۔جب	جَآءَہٗ۔اس کے پاس آیا	لَمْ۔نہ
یَجِدْہُ۔پایا اسے	شَیْئًا۔کچھ بھی	وَّ۔اور	وَجَدَ۔پایا
اللّٰہَ۔اللہ کو	عِنْدَہٗ۔اس کے پاس	فَوَفّٰىہُ۔تو پورا دے گا اس کو	حِسَابَہٗ۔اس کا حساب
وَ۔اور	اللّٰہُ۔اللہ	سَرِیْعُ۔جلدی	الْحِسَابِ۔حساب لینے والا ہے
اَوْ۔یا	کَظُلُمٰتٍ۔جیسے اندھیرے	فِیْ۔بیچ	بَحْرٍ۔سمندر
لُّجِّیٍّ۔گہرے کے کہ	یَّغْشٰىہُ۔ڈھانپے اس کو	مَوْجٌ۔موج	مِّنْ فَوْقِہٖ۔اس کے اوپر
مَوْجٌ۔موج ہے	مِّنْ فَوْقِہٖ۔اس کے اوپر	سَحَابٌ۔بادل ہے	ظُلُمٰتٌ۔اندھیرے ہیں
بَعْضُھَا۔بعض اس کے	فَوْقَ۔اوپر	بَعْضٍ۔بعض کے ہیں	اِذَآ۔جب
اَخْرَجَ۔نکالا	یَدَہٗ۔اپنا ہاتھ	لَمْ۔نہیں	یَکَدْ۔قریب کہ
یَرٰىھَا۔دیکھے اسے	وَ۔اور	مَنْ۔جس کے لئے	لَّمْ۔نہ
یَجْعَلِ۔بنائے	اللّٰہُ۔اللہ	لَہٗ۔اس کے لئے	نُوْرًا۔نور
فَمَا۔تو نہیں	لَہٗ۔اس کے لئے	مِنْ نُّوْرٍ۔کوئی نور	

خلاصہ تفسیر پانچواں رکوع۔سورۂ نور۔پ ۱۸

پہلے رکوع سے اس رکوع کا ربط یہ ہے کہ اس کے آخر میں ارشاد تھا کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے آیات بینات نازل فرمائیں تا کہ تم جہل کی تاریکیوں سے نکل کر علم کی روشنی میں آؤ۔

اب اس رکوع میں اپنے اوصاف انوار اور مناعت سید الابرار کا بیان شروع فرمایا اور بتایا کہ اَللّٰہُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ۔یعنی اللہ تعالیٰ منور سماوات وارض ہے۔

نور لغت میں اس کیفیت کو کہتے ہیں جو چاند، سورج اور آگ سے پیدا ہو کر زمین اور دیوار واشجار اور ذرہ ہائے زمین اور حجر ومدر کو روشن کر دیتا ہے۔

نور مصدر ہے اور معنی میں فاعل کی جگہ استعمال ہوتا ہے تو عبارت کی صورت یہ ہوئی: اَللّٰہُ مُنَوِّرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ۔ مَثَلُ نُوْرِہٖ۔اور اس کے نور کی مثال ایسے ہے کَمِشْکٰوۃٍ فِیْھَا مِصْبَاحٌ۔مشکوۃ اس طاق کو کہتے ہیں جو دیوار کے پار نہ ہو فِیْھَا مِصْبَاحٌ۔اس طاق میں چراغ ہے۔

مِصۡبَاحٌ۔ صبح کے چراغ کو کہتے ہیں اور چراغ اس لئے کہا کہ صبح کو چراغ میں روشنی ہوتی ہے۔

اَلۡمِصۡبَاحُ فِیۡ زُجَاجَةٍ۔ اور وہ صبح کا چراغ شیشے کی قندیل یا گلوب میں۔ زجاجہ شیشے کی قندیل ایسی جو شفاف ہو۔

اس میں دو لغت اور ہیں زَجاجہ اور زِجاجہ یعنی۔ بفتح زا اور بکسر زا۔ لیکن معنی میں تفاوت نہیں۔

اَلزُّجَاجَةُ كَاَنَّهَا كَوۡكَبٌ دُرِّیٌّ۔ یعنی وہ قندیل ایسی ہے گویا کہ ستارہ موتی کی طرح چمکتا ہوا جیسا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اِنَّكُمۡ لَتَرَوۡنَ اَهۡلَ الدَّرَجَاتِ الۡعُلٰی كَمَا تَرَوۡنَ الۡكَوۡكَبَ الدُّرِّیَ فِیۡ اُفُقِ السَّمَآءِ۔ بے شک تم اعلیٰ درجہ کے جنتیوں کو ایسے دیکھو گے جیسے تم چمکتا ہوا ستارہ افق سما پر دیکھتے ہو۔

دری میں ی نسبت کی ہے اور اس کی جمع دراری ہے۔

یُوۡقَدُ مِنۡ شَجَرَةٍ مُّبٰرَكَةٍ۔ روشن ہوتا ہے برکت والے شجر مبارکہ سے۔

یُوۡقَدُ۔ ایقاد سے ہے اور ایقاد کہتے ہیں چراغ یا آگ روشن کرنے کو۔ مِنۡ شَجَرَةٍ سے مراد مِنۡ زَیۡتِ شَجَرَةٍ ہے اور مُبَارَكَه بایں معنی ہے کہ مِنۡ زَیۡتِ شَجَرَةٍ مُّبَارَكَةٍ اَیۡ كَثِیۡرُ الۡمَنَافِعِ یعنی وہ درخت جس کا تیل بہت سا نفع دیتا ہے۔

اور زَیۡتُوۡنَةٍ۔ شجرہ کا بدل ہے یعنی درخت مبارک کیا ہے وہ زیتون ہے۔

لَّا شَرۡقِیَّةٍ وَّلَا غَرۡبِیَّةٍ۔ وہ زیتون کا درخت شرقی غربی نہیں ہے بلکہ ہر سمت اس کے فضائل کی روشنی ہے۔

یَّكَادُ زَیۡتُهَا یُضِیۡٓءُ وَلَوۡ لَمۡ تَمۡسَسۡهُ نَارٌ۔ (چونکہ یہ مثال ہے نور الٰہی عزوجل کی اور نور الٰہی عزوجل کو دنیا کا کوئی نور نہیں پاسکتا تو فرمایا) قریب ہے کہ وہ روشن ہو جائے اگرچہ اسے آگ نہ چھوئے۔

نُوۡرٌ عَلٰی نُوۡرٍ۔ یہ نور ایسا ہے کہ نور پر غالب ہے۔

یَهۡدِی اللّٰهُ لِنُوۡرِهٖ مَنۡ یَّشَآءُ ؕ وَیَضۡرِبُ اللّٰهُ الۡاَمۡثَالَ لِلنَّاسِ ؕ وَاللّٰهُ بِكُلِّ شَیۡءٍ عَلِیۡمٌ۔ راہ دکھاتا ہے اللہ تعالیٰ اپنے نور کی جسے چاہے اور اللہ بندوں کے لئے مثالیں دیتا ہے اور اللہ ہر شے کا عالم ہے۔

فِیۡ بُیُوۡتٍ اَذِنَ اللّٰهُ اَنۡ تُرۡفَعَ وَیُذۡكَرَ فِیۡهَا اسۡمُهٗ ۙ یُسَبِّحُ لَهٗ فِیۡهَا بِالۡغُدُوِّ وَالۡاٰصَالِ۔ وہ مصباح ایسے گھروں میں روشن ہے جن کے متعلق اللہ نے حکم دیا ہے کہ اس کی عظمت کی جائے اور اس میں خدا کا نام لے کر اس کی تسبیح ہو صبح و شام۔

یہ اشارہ ہے مساجد کے صبح و شام کی عبادت کی طرف۔

فِیۡ بُیُوۡتٍ۔ مِصۡبَاحٌ۔ سے متعلق ہے وَالتَّقۡدِیۡرُ كَمِشۡكٰوةٍ فِیۡهَا مِصۡبَاحٌ۔

بِالۡغُدُوِّ وَالۡاٰصَالِ۔ غدو مصدر ہے اور قاعدہ ہے کہ مصدر ہمیشہ مفرد ہی استعمال ہوتا ہے اس کے معنی ہیں دن کا ابتدائی حصہ۔

اٰصَالِ۔ جمع ہے اصل کی اور اصل۔ اصیل سے ہے اور اصیل کہتے ہیں دن کے پچھلے حصہ کو۔ مفسرین نے اس سے مراد فجر سے شام تک کی نمازیں مراد لی ہیں۔

رِجَالٌ ۙ لَّا تُلۡهِیۡهِمۡ تِجَارَةٌ وَّلَا بَیۡعٌ عَنۡ ذِكۡرِ اللّٰهِ وَاِقَامِ الصَّلٰوةِ وَاِیۡتَآءِ الزَّكٰوةِ۔ ایسے لوگ بھی ہیں جنہیں غافل نہیں کرتی کوئی سوداگری اور نہ بیع و شراء اللہ کی یاد سے اور نماز قائم رکھنے اور زکوۃ دینے سے۔

چنانچہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما ایک روز بازار مکہ میں تھے مسجد میں نماز کے لئے اقامت ہوئی آپ نے دیکھا کہ دکاندار دکانیں بند کر کے مسجد میں داخل ہو گئے۔ آپ نے فرمایا رِجَالٌ لَّا تُلْهِيهِمْ تِجَارَةٌ وَّلَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ ایسے ہی لوگوں کے حق میں ہے۔ اس لئے کہ وہ

يَخَافُوْنَ يَوْمًا تَتَقَلَّبُ فِيْهِ الْقُلُوْبُ وَالْاَبْصَارُ ﴿۳۷﴾ لِيَجْزِيَهُمُ اللّٰهُ اَحْسَنَ مَا عَمِلُوْا وَيَزِيْدَهُمْ مِّنْ فَضْلِهٖ ؕ وَاللّٰهُ يَرْزُقُ مَنْ يَّشَآءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ ﴿۳۸﴾

ڈرتے ہیں اس دن سے جس دن دل اور آنکھیں الٹ پلٹ ہوں گی تاکہ اللہ انہیں بدلہ دے ان کے سب سے بہتر عملوں کا اور اپنے فضل سے انہیں انعام زیادہ کرے اور اللہ دیتا ہے جسے چاہے بے حساب۔

یعنی وہ دن ایسا ہوگا کہ ہر دل الٹ رہا ہوگا اور ہر آنکھ پلٹی ہوئی ہوگی۔

وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْۤا اَعْمَالُهُمْ كَسَرَابٍۭ بِقِيْعَةٍ يَّحْسَبُهُ الظَّمْاٰنُ مَآءً ؕ حَتّٰۤى اِذَا جَآءَهٗ لَمْ يَجِدْهُ شَيْـًٔا وَّوَجَدَ اللّٰهَ عِنْدَهٗ فَوَفّٰىهُ حِسَابَهٗ ؕ وَاللّٰهُ سَرِيْعُ الْحِسَابِ ﴿۳۹﴾ۙ

اور جو کافر ہوئے ان کے اعمال ایسے ہیں جیسے دھوپ میں چمکتا ریتا کسی جنگل میں کہ پیاسا اسے پانی سمجھے حتیٰ کہ جب اس کے پاس آئے تو اسے کچھ نہ پائے اور اللہ کو اپنے قریب پائے تو اللہ اس کا حساب پورا پورا کر دے اور اللہ تعالیٰ بہت جلد حساب کرنے والا ہے۔

بِقِيْعَةٍ۔ اس میں کان محذوف ہے اور یہ قاع کی جمع ہے۔ جنگل بیابان کو کہتے ہیں اور ظمآن پیاسے کو اور سراب چمکتے ہوئے ریتے کو کہتے ہیں ایک مثال تو اعمال کفار کی یہ دی اور دوسری مثال یہ دی جا رہی ہے:

اَوْ كَظُلُمٰتٍ فِيْ بَحْرٍ لُّجِّيٍّ يَّغْشٰهُ مَوْجٌ مِّنْ فَوْقِهٖ مَوْجٌ مِّنْ فَوْقِهٖ سَحَابٌ ؕ ظُلُمٰتٌۢ بَعْضُهَا فَوْقَ بَعْضٍ۔ یا جیسے اندھیریاں سمندر کی گہرائیوں میں اور اس پر موج اور موج پر موج اس کے اوپر بادل ایسی اندھیریاں کہ ایک پر ایک گھری ہوئی۔

یعنی اول کافر نیکیوں کے بدلے پانی سمجھ کر چلا تو پانی کا نشان بھی نہ پایا پھر وہ کافر اپنے اعمال کو بھی نیکیاں تصور کر کے امیدوار ہوتا ہے کہ اس کا اجر مجھ سے بھی ملے گا۔

جب عرصات محشر میں پہنچے گا تو ثواب کے بدلے ایسے عذابوں کی ظلمتوں میں پھنسے گا کہ اسے اندوہ وغم کی ظلمتوں پر ظلمتیں گھیر لیں گی جیسے ایک اندھیرا قلزم کی گہرائی کا اس پر اور اندھیرا تراکم امواج معصیت کا پھر اور اندھیرا اس کی معصیت شعاری کا تو جو اس میں پھنس جائے گا وہ

اِذَاۤ اَخْرَجَ يَدَهٗ لَمْ يَكَدْ يَرٰىهَا ؕ وَمَنْ لَّمْ يَجْعَلِ اللّٰهُ لَهٗ نُوْرًا فَمَا لَهٗ مِنْ نُّوْرٍ۔ جب اپنا ہاتھ نکالے تو وہ ہاتھ بھی اسے نظر آتا نہ معلوم ہو اور جسے اللہ ایمان کا نور نہ دے اس کے لئے کوئی روشنی نہیں۔

ہاتھ سے تشبیہ اس لئے دی گئی کہ اعضاء میں یہ سب سے قریب اور جزو جسم ہے تو جب وہ بھی نظر سے نظر نہ آئے تو اور کوئی چیز کیوں کر نظر آ سکتی ہے۔

گویا یہ فرمایا کہ کافر اپنے اعتقاد باطل اور اقوال ناحق اور اعمال قبیحہ کی تاریکیوں میں ایسا گرفتار ہوگا جو مثال میں بیان کیا گیا۔

بعض مفسرین نے کہا کہ گہرے دریا سے مراد کافر کا دل ہے اور اس پر موجیں اس کا جہل اور شک و شبہ جو اس کے دل پر چھایا ہوا ہے اور بادلوں سے مراد خَتَمَ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ کی وہ مہر جو ان کے دلوں پر محیط ہے۔

لَمْ يَكَدْ يَرٰىهَا۔ کا دلفظاً منفی ہوتا ہے تو معناً مثبت اور اگر لفظاً مثبت ہوتا ہے تو معناً منفی۔ مثلاً وَمَا كَادُوْا يَفْعَلُوْنَ میں لفظاً منفی ہے لیکن بلحاظ معنی مثبت ہے۔

اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی فرمایا: كَادَ الْفَقْرُ اَنْ يَّكُوْنَ كُفْرًا یہاں لفظاً مثبت ہے مگر معناً منفی ہے اسی طرح لَمْ يَكَدْ يَرٰىهَا کے معنی ہیں اِنَّهٗ رَاٰهَا بے شک وہ دیکھ رہا ہے۔

اب ہم اول بحث نور پر پیش کرتے ہیں:

اَللّٰهُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ۔ نور عرف عام میں روشنی کو کہتے ہیں جو ایک عرض ہے اور قائم بالغیر اور یہ اجسام کو عارض ہوتا ہے جیسے آفتاب، کواکب، آگ اس معنی میں نور کا اطلاق واجب تعالیٰ شانہ پر جائز نہیں اس لئے کہ بموجب معنی عرفی وہ عرض ہے اور حادث اور قابل انقسام اور قائم بالغیر بنا بریں وہ الٰہ نہیں ہوسکتا۔

اس سے اس فرقہ کا بھی رد ہو گیا جو نور اعظم کو اللہ کہتے ہیں اور علماء بتاویل کہتے ہیں کہ نور بمعنی منور ہے کہ اس نے آسمانوں اور زمین کو آفتاب و ماہتاب اور کواکب اور انبیاء و صلحاء و ملائکہ سے منور کر دیا جیسا کہ ابی بن کعب اور حسن اور ابو العالیہ نے کہا۔

بعض اس طرف گئے کہ نور بمعنی مدبر السموات والارض ہے جیسے ایک فاضل مرشد کامل کو کہہ دیتے ہیں کہ وہ شہر کا نور ہے یعنی فلاں حاکم فلاں بزرگ مدبر مملکت ہے۔ چنانچہ شعراء بھی اس استعارہ کو استعمال کر چکے ہیں جریر کہتا ہے۔ ع

وَ اَنْتَ لَنَا نُوْرٌ وَّ غَيْثٌ وَّ عِصْمَةٌ۔

یہ تحقیق زجاج اور اصم کی ہے۔

سید المفسرین ابن عباس فرماتے ہیں نور بمعنی ہادی ہے کیونکہ نور سبب ہدایت ہے اور اللہ تعالیٰ آسمان و زمین والوں کا ہادی ہے۔

اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ نور کا اطلاق اس پر مبالغۃً ہو جیسے عادل کو عدل کہہ دیتے ہیں۔

حجۃ الاسلام امام غزالی رحمہ اللہ نے اس آیہ کریمہ کی تفسیر میں مشکوۃ الانوار ایک کتاب تالیف فرمائی ہے اس میں ثابت کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ حقیقۃً آسمانوں اور زمین کا نور ہے اور اس پر اس لفظ کا اطلاق حقیقتاً ہے نہ کہ مجازاً۔ پھر متعدد مقدمات قائم کر کے آخر میں لکھتے ہیں:

کہ وہ ذات پرنور وہ ذات ہے کہ ادراک عقلی و بصری سے ارفع و اشرف ہے اور عقل و بصر کا مقتضیٰ ظہور ہے اور خواص نور میں سے ظہور ہی اشرف ہے اس لئے ادراک عقلی و بصری سے نور بدرجہ اولیٰ اشرف و ارفع و اعلیٰ ہوا۔

پھر انوار عقلیہ کی دو قسم ہیں:

ایک وہ جو سلامت الاحوال کے واجبۃ الحصول ہیں یعنی تعلقات نظریہ عالم بالا آسمانوں سے بھی اوپر ہے جہاں عالم حسیات نہیں بلکہ عالم مجردات ہے مگر سلامۃ الاحوال کے وقت واجبۃ الحصول ہے۔

دوسری قسم ہے جسے مکتسبہ کہتے ہیں اس کے اکتساب علم میں کبھی غلطی بھی واقع ہو جاتی ہے اس لئے اس کے لئے ہادی و مرشد کی ضرورت ہوتی ہے اور اس میں کلام الٰہی اور فرامین رسالت پناہی سے زیادہ اور کوئی ہادی نہیں اسی لئے انہیں بھی نور کہا گیا جیسا کہ فرمایا:

قَدْ جَآءَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ نُوْرٌ وَّ كِتٰبٌ مُّبِیْنٌ۔ اور ملائکہ بھی نور کہلاتے ہیں اگرچہ مراتب کے اعتبار سے متفاوت ہیں جیسے ان میں نور اعظم وہ روح ہے جو تمام ارواح سے اعلیٰ اور معدن نور ہے۔

پھر یہ سب انوار حسیہ ہوں خواہ سفلیہ یعنی آگ کا نور ہو یا آفتاب و ماہتاب و کواکب کا یہ علویہ ہے یا انوار العقلیہ والسفلیہ ہوں جیسے انوار انبیاء و اولیاء یا علویہ ہوں جیسے ملائکہ۔ یہ سب کے سب فی حد ذاتہ ممکن ہیں اور جو ممکن فی حد ذاتہ ہے وہ حادث جائز الفنا ممکن التبدل والتغیر ہے اور جس کی یہ صفت ہو وہ معدوم ہیں۔

اس لئے کہ ان کا وجود عطا ہے اور وجود نور اور عدم ظلمت ہے۔

اس لئے کہ تمام ممکنات اپنی ذات میں مظلم ہیں اور نور فی حد ذاتہ وہی ہے جس کا وجود ذاتی ہو۔

ممکنات کا وجود اور ان کی صفات اور تمام معارف اللہ تعالیٰ کی طرف سے آئے ہیں۔

تو واضح ولائح ہو گیا اور روشن ہوا کہ نور مطلق وہی ایک ذات سبحنہ وتعالیٰ ہے اور اس کے غیر پر اس لفظ کا جو اطلاق ہوتا ہے وہ مجازاً ہے۔

کیونکہ ماسوی اللہ جو کچھ ہے من حیث ھو ھو ظلمت محصنہ ہے اس لئے کہ وہ من حیث ھو ھو عدم محض ہے بلکہ وہ انوار بھی حیث ھی ھی ظلمت ہیں۔

خلاصہ کلام یہ ہوا کہ اَللّٰهُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ فرمانے والا ہے نور حقیقی ہے اور ماسوا اس کے جس قدر انوار ہیں اسی کے نور لم یزل کے پرتو اور اسی ذات قدیم کے ظلال و پرتو وعکوس ہیں۔

مبحث ثانی

نور کی اضافت السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ کی طرف کیوں ہوئی؟

نور کو السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ کی طرف اس لئے مضاف فرمایا کہ آسمان و زمین انوار مجردہ اور مادیہ سے پر ہیں انوار مادیہ جیسے چاند، سورج ستارے اور ان کی روشنی آسمانوں میں بھی ہے اور زمین پر بھی یہی انوار منعکس ہیں جس کی وجہ میں الوان مختلفہ نظر آتے ہیں

اور انوار مجردہ سے عالم بالا پر ہے جنہیں ملائکہ کہتے ہیں۔

اور عالم سفلی میں انوار عقلیہ متعدد صورت میں موجود ہیں جو قوائے نباتیہ حیوانیہ اور انسانیہ کہلاتے ہیں اور نور انسانی سے تمام عالم سفلی کا نظام رکھا گیا اس لئے اسے خلیفة اللہ فی الارض کہا گیا۔

چنانچہ نور ملکی سے عالم علوی کا نظام قائم ہے اور نور انسانی سے عالم سفلی کا نظام چل رہا ہے۔

اور یہ ہر دو نور باہم مرتبط ہیں اور ان دونوں کا منتہیٰ اللہ جل شانہ کی طرف ہے اور وہی نور الانوار ہے اس لئے اَللّٰهُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ فرمایا گیا۔

مبحث سوم

مَثَلُ نُوْرِہٖ كَمِشْكٰوةٍ۔ فرما کر یہ تشبیہ کیوں دی گئی۔

اور اپنے نور کو مصباح فرمایا اور اسے مشکوٰۃ میں ظاہر کیا اور اسے زجاجہ کے اندر محدود کیا پھر اس کے لئے زیتون سے نسبت دی پھر زیتون کو لَّا شَرْقِیَّةٍ وَّلَا غَرْبِیَّةٍ فرمایا جس سے واضح ہوتا ہے کہ اس پر صبح و شام ہی شعاع نہیں پڑتی کہ وہ خام رہے اور خام کا تیل بھی خام ہی ہوتو یہ شجر میدان یا پہاڑ کی بلندی پر ہے اور تناور اور پختہ ہے اس کا تیل بھی عمدہ ہوتا ہے۔

اس سے یہ شبہ ہوتا ہے کہ یہ چیزیں بہ حیثیت مجموعی اللہ عزوجل کا نور ہیں۔ پھر کلام اس میں ہے کہ اللہ عزوجل کے نور سے کیا مراد ہے اس کے جواب میں۔

جمہور متکلمین یہ کہہ رہے ہیں کہ اس سے ہدایت مراد ہے تو اس کے یہ معنی نکلیں گے کہ اللہ کی ہدایت ظہور میں ایسی ہے جیسے کوئی چراغ ہو جس کی یہ صفات ہوں جو ہر صفت میں روشنی مصباح کو ترقی دے۔

اس مبحث میں پانچ قول ہیں وہو ہذا

سوال ہوسکتا ہے کہ مشکوٰۃ کی بجائے آفتاب سے تشبیہ کیوں نہ دی گئی اس کا جواب یہ ہے کہ

مقصد اس روشنی سے تشبیہ دینا تھا جو اندھیریوں میں سے ظاہر ہو۔

اس لئے کہ ہدایت ایک ایسی روشنی ہے جو شبہات کی اندھیریوں میں سے ظاہر ہوتی ہے۔

اور یہ مقصد چراغ کے ساتھ تشبیہ دینے سے ہی حاصل ہوسکتا تھا اس لئے کہ گمراہ کو ہر طرف سے جہالت کی اندھیریاں گھیرے ہوتی ہیں۔

برخلاف آفتاب کے کہ وہ جلوہ گر ہوتا ہے تو عالم اس کے نور سے معمور ہو جاتا ہے اور کوئی عظمت باقی نہیں رہتی۔

دوسرا قول یہ ہے کہ نور سے مراد قرآن کریم ہے جیسا کہ ارشاد ہے قَدْ جَآءَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ نُوْرٌ۔ یہ حسن وسفیان بن عیینہ اور زید بن اسلم رحمہم اللہ کا قول ہے۔

اور تیسرا قول عطا کا ہے وہ کہتے ہیں اس سے مراد حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں جن کی صفت سِرَاجًا مُّنِيْرًا ہے۔

اور چوتھا قول ابی بن کعب اور ابن عباس رضی اللہ عنہما کا ہے وہ کہتے ہیں کہ اس نور سے مراد وہ نور ہے جو قلب مومن میں ایمان و معرفت کے ساتھ روشن ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ نے ایمان کو نور اور کفر کو ظلمت سے تعبیر فرمایا ہے۔

پانچواں قول حجۃ الاسلام امام غزالی رحمہ اللہ کا ہے وہ فرماتے ہیں انسان کے قوائے مدرکہ پانچ ہیں۔

اول قوت حسیہ جو حواس خمسہ کو شامل ہے۔

دوسرے قوۃ عقلیہ جو حقائق کلیہ کا ادراک کرتی ہے۔

تیسرے قوت خیالیہ جو عقلیہ کے ساتھ کام کرتی ہے۔

چوتھے قوت فکریہ جو معارف عقلیہ میں ترکیب دے کر نامعلوم امور کو دریافت کرتی ہے۔

پانچویں قوت قدسیہ جو انبیاء و اولیاء کو حاصل ہے جس سے وہ اسرار غیبیہ اور لوائح ملکوتیہ کا معائنہ کرتے ہیں جس کی نسبت

ارشاد ہے وَلٰكِنْ جَعَلْنٰهُ نُوْرًا نَّهْدِيْ بِهٖ مَنْ نَّشَآءُ مِنْ عِبَادِنَا۔

یہ پانچوں وہ قوتیں ہیں جن کے ساتھ پانچ نوروں کو تشبیہ دی گئی۔

روح حساس کو كَمِشْكٰوةٍ سے۔

روح عقل کو مِصْبَاحٌ سے۔

روح فکر کو زُجَاجَةٍ سے۔

روح قدسی کو كَوْكَبٌ دُرِّيٌّ سے۔

قوت فالیہ کو مِنْ شَجَرَةٍ مُّبٰرَكَةٍ سے۔

حضرت کعب احبار رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مشکوٰۃ سے مراد سینۂ منور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔

اور زجاجہ سے مراد قلب اقدس صلی اللہ علیہ وسلم۔

اور مصباح سے مراد وہ نور نبوت ہے جو قلب پاک میں ہے۔

شجرہ مبارکہ شجرۂ ابراہیم علیہ السلام ہے جو نہ شرقی ہے نہ غربی بلکہ اس کا فیضان نبوت عام ہے۔

اور آپ کے نور نبوت پر صدہا لوگ خود بخود کہہ دیتے تھے کہ نبی برحق ہیں جیسا کہ زیتون کے تیل صافی میں سلگ اٹھنے کا مادہ تیار ہے وہ نور پر نور ہے۔ مقتبس از روح المعانی للآلوسی۔

اعلیٰ حضرت قدس سرہ نے خوب جمع کر کے ایک شعر میں فرمایا:

شمع دل، مشکوٰۃ تن، سینہ زجاجہ نور کا　　　تیری صورت کے لئے آیا ہے سورۂ نور کا

مختصر تفسیر اردو پانچواں رکوع - سورۂ نور - پ ۱۸

اَللّٰهُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ۔ اللہ ہی نور ہے آسمانوں اور زمین کا۔

آلوسی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اَلنُّوْرُ فِي اللُّغَةِ عَلٰى مَا قَالَ ابْنُ السِّكِّيْتِ الضِّيَآءُ وَ هٰذَا ظَاهِرٌ فِيْ عَدَمِ الْفَرْقِ بَيْنَ النُّوْرِ وَالضِّيَآءِ۔ نور لغت میں بقول ابن السکیت ضیاء یعنی روشنی کو کہتے ہیں اور اس تعریف کے بموجب ظاہر ہے کہ نور اور ضیاء میں کوئی فرق نہیں۔

چنانچہ امام سہیلی ورقہ کا شعر روض الانف میں نقل کرتے ہیں:

وَ يَظْهَرُ فِي الْبِلَادِ ضِيَاءُ نُوْرٍ　　يُقِيْمُ بِهِ الْبَرِيَّةُ اَنْ يَّمُوْجَا

اس شعر میں نور اور ضیاء کے معنی واضح کئے گئے ہیں کہ ضیاء وہ روشنی ہے جو نور سے منتشر ہوتی ہے۔ اور نور...... ہے۔

وَ فِي التَّنْزِيْلِ - فَلَمَّآ اَضَآءَتْ مَا حَوْلَهٗ ذَهَبَ اللّٰهُ بِنُوْرِهِمْ۔ اور ارشاد ہے:

هُوَ الَّذِيْ جَعَلَ الشَّمْسَ ضِيَآءً وَّالْقَمَرَ نُوْرًا اَنَّ نُوْرَ الْقَمَرِ لَا يَنْتَشِرُ عَنْهُ مَا يَنْتَشِرُ عَنِ الشَّمْسِ۔ اور قرآن کریم میں ہے۔ جب روشن ہو جاتا ہے ماحول لے جاتا ہے اللہ ان کا نور۔ اور ارشاد ہے وہی ذات ہے جس نے سورج کو روشن بنایا اور قمر کو نور کیا۔

اس لئے کہ نور قمر اتنا منتشر نہیں ہوتا جتنا نور شمس منتشر ہوتا ہے۔

اور فلاسفہ کہتے ہیں:

اَلضِّيَآءُ مَا يَكُوْنُ لِلشَّيْءِ مِنْ ذَاتِهٖ وَالنُّوْرُ مَا يُفِيْضُ عَلَيْهِ مِنْ مُقَابَلَةِ الْمُضِيْءِ۔ ضیاء وہ ہے جو اپنی ذات تک روشنی دے اور نور وہ ہے جو ہر اس شے کو روشن کرتا ہے جو اس کے مقابل آئے۔ اسی وجہ میں قرآن کریم میں هُوَ الَّذِیْ جَعَلَ الشَّمْسَ ضِیَآءً وَّ الْقَمَرَ نُوْرًا فرمایا گیا۔

اور مَثَلُ نُوْرِهٖ فرما کر اس امر کی تصریح کر دی: اِنَّ الْمُرَادَ بِالنُّوْرِ هٰهُنَا الْقُرْاٰنُ كَمَا فِيْ قَوْلِهٖ تَعَالٰى وَ اَنْزَلْنَاۤ اِلَيْكُمْ نُوْرًا مُّبِيْنًا۔

ایک قول ہے اَلْمُرَادُ بِهِ الْحَقُّ فَقَدْ جَاءَ اسْتِعَارَةُ النُّوْرِ كَاسْتِعَارَةِ الظُّلْمَةِ لِلْبَاطِلِ فِيْ قَوْلِهٖ تَعَالٰى اَللّٰهُ وَلِيُّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا يُخْرِجُهُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ اَیْ مِنْ اَنْوَاعِ الْبَاطِلِ اِلَى الْحَقِّ۔

یہاں نور سے مراد حق ہے جیسے استعارہ میں باطل کو ظلمت فرمایا اور قرآن کریم میں ارشاد ہوا اللہ ایمان والوں کا ناصر ہے انہیں ظلمت سے نکال کر نور ایمان کی طرف نکالتا ہے۔

ایک قول ہے: اَلْمُرَادُ بِهِ الْهُدٰى۔ نور سے مراد ہدایت ہے۔

ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور بیہقی رحمہم اللہ اسماء وصفات میں ابن عباس رضی اللہ عنہما سے راوی ہیں: اَنَّهٗ قَالَ مَثَلُ نُوْرِهٖ مَثَلُ هُدَاهُ فِيْ قَلْبِ الْمُؤْمِنِ۔ مثل نورہ میں مثال اس ہدایت کی ہے جو قلب مومن میں ہے۔

وَ قِيْلَ اَلْمُرَادُ بِهِ الْمَعَارِفُ وَالْعُلُوْمُ الَّتِيْ اَفَاضَهَا عَزَّوَجَلَّ عَلٰى قَلْبِ الْمُؤْمِنِ۔ نور کی مثال سے مراد وہی معارف وعلوم ہیں جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے قلب مومن پر افاضہ کئے جاتے ہیں۔

اور ایک قول ہے کہ اَلْمُرَادُ بِنُوْرِهٖ رَسُوْلُهٗ مُحَمَّدٌ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَدْ جَآءَ اِطْلَاقُ النُّوْرِ عَلَيْهِ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ فِيْ قَوْلِهٖ تَعَالٰى قَدْ جَآءَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ نُوْرٌ وَّ كِتٰبٌ مُّبِيْنٌ۔

اور بعض نے نورہ کی ضمیر کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف راجع کیا۔

بعض نے اس ضمیر کو قرآن کریم کی طرف راجع کیا۔

بعض نے ایمان کی طرف راجع بتایا۔

كَمِشْكٰوةٍ۔ یعنی اس کی صفت انارت وتنویر مثل نور مشکوٰۃ کے ہے اور مشکوٰۃ کوّہ بغیر طاق کو کہتے ہیں۔

اور مشکوٰۃ دراصل مشکوت تھا تو واؤ کو الف سے بدل دیا گیا اور ماقبل مفتوح کر دیا گیا۔ یوں مشکوۃ مشکوٰۃ ہو گیا۔

فِيْهَا مِصْبَاحٌ۔ یعنی اس میں چراغ روشن ہے۔

اَلْمِصْبَاحُ فِيْ زُجَاجَةٍ۔ اور وہ چراغ قندیل زجاجی میں ہے جو صافی اور چمکتا ہوا ہے۔

اَلزُّجَاجَةُ كَاَنَّهَا كَوْكَبٌ دُرِّيٌّ۔ اور وہ زجاجی قندیل ایسی ہے گویا کہ موتی کی طرح ستارہ ہے۔

يُّوْقَدُ مِنْ شَجَرَةٍ۔ روشن کیا جاتا ہے درخت سے۔

مُّبٰرَكَةٍ۔ اَیْ كَثِيْرُ الْمَنَافِعِ۔ یعنی کثیر المنافع اور اسے برکت والا فرما کر اس لئے توصیف کی کہ وہ ایسی زمین میں ہوتا ہے جسے اللہ تعالیٰ نے عالم سے زیادہ برکت دی۔

اورایک قول یہ بھی ہے کہ اس زمین کوستر انبیاء کرام سے برکت دی اورانہی میں ابراہیم علیہ السلام ہیں۔
زَیْتُوْنَۃٍ۔ یہ بدل ہے مِنْ شَجَرَۃٍ کا۔ چنانچہ زیتون کے فضائل میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فرامین پاک کافی ہیں۔
اَخْرَجَ عَبْدُ بْنُ حُمَیْدٍ فِیْ مُسْنَدِہٖ وَالتِّرْمِذِیُّ وَابْنُ مَاجَۃَ عَنْ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اِئْتَدِمُوْا بِالزَّیْتِ وَادَّھِنُوْا بِہٖ فَاِنَّہٗ مِنْ شَجَرَۃٍ مُّبَارَکَۃٍ۔ روغن زیتون سے ترکاری بناؤ اوراسے بدن پر ملو اس لئے کہ یہ شجرہ مبارکہ سے نکلتا ہے۔
وَ اَخْرَجَ الْبَیْھَقِیُّ عَنْ عَائِشَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھَا اَنَّھَا ذُکِرَ عِنْدَھَا الزَّیْتُ فَقَالَتْ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَاْمُرُاَنْ یُّؤْکَلَ وَیُدَّھَنَ وَیُسْعَطَ بِہٖ وَیَقُوْلُ اِنَّہٗ مِنْ شَجَرَۃٍ مُّبَارَکَۃٍ وَھُوَ فِیْ حَدِّ ذَاتِہٖ مَمْدُوْحٌ۔ حضرت ام المؤمنین صدیقہ رضی اللہ عنہا کے سامنے زیتون کے تیل کا تذکرہ ہوا تو آپ نے فرمایا حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے کہ اسے کھایا بھی جائے اور مالش بھی کی جائے اوراسے ناک میں سونگھا بھی جائے اور فرمایا یہ شجرہ مبارکہ سے ہے اور وہ اپنی ذات میں ممدوح ہے۔
ایک حدیث میں ہے: اِنَّہٗ مُصِحَّۃٌ مِّنَ الْبَاسُوْرِ۔ یہ تیل باسور کو بھی صحت دیتا ہے۔
وَذَکَرَ الْاَطِبَّاءُ مَنَافِعَ کَثِیْرَۃً۔ اور طبیبوں نے اس کے بہت سے منافع بیان کئے ہیں۔
وَ کَانَ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَاْکُلُ الْخُبْزَ بِہٖ وَاَکَلَ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ اللِّسَانَ مَطْبُوْخًا بِالشَّعِیْرِ وَ فِیْہِ الزَّیْتُ وَالتَّوَابِلُ۔
اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم روٹیاں روغن زیتون سے تناول فرماتے اور زبان اس میں تل کر جوڈال کر گرم مصالحہ ملا کر ثرید تناول فرماتے تھے۔
حسب موقعہ روغن زیتون کے خواص بھی مزید بیان کر دیں تو مناسب معلوم ہوتا ہے۔
یہ درخت اکثر شہروں میں پایا جاتا ہے اور طویل العمر ہوتا ہے اور اتنا طویل العمر ہوتا ہے کہ دوسرے درخت اس کی عمر کو نہیں پہنچتے۔ یہاں تک کہ یونانیوں نے جو زیتون لگائے تھے وہ اب تک فلسطین میں موجود ہیں۔
اور کہتے ہیں اس کی عمر ہزار سال کی ہے اور یہ چالیس سال کی عمر میں پھل دیتا ہے۔
یہ بستانی اور جنگلی ہوتا ہے۔ بستانی درخت بہت بڑا گھن دار ہوتا ہے اور اس کے پتے چکنے اور چمکدار اور سبز سبز ہوتے ہیں بمقابلہ جنگلی کے۔
اس میں گوند بھی ہوتا ہے جو سبزی مائل ہوتا ہے اور اس سے جو قطرات ٹپکتے ہیں وہ سقمونیا کی صورت میں جم کر مائل بسرخی ہو جاتے ہیں۔
اس کے پتے اور لکڑی دونوں سرد اور قابض ہیں۔
بعض کی تحقیق ہے کہ یہ درخت تمام درختوں سے زیادہ سرد وخشک اور قابض ہے۔
مگر اس کا پھل پکنے کے بعد گرم مائل بہ اعتدال ہوتا ہے۔
شیخ کے نزدیک پختہ پھل گرم اور خام بارد ہے۔

اس کے پتے کثرت عرق کو مانع ہیں یعنی جسے زیادہ پسینہ آتا ہوا سے پیس کر ملیں تو پسینہ کم کر دیتا ہے۔

اور اس کے پھل کو پیس کر چربی اور آرد گندم کے ساتھ ضماد کریں تو برص اظفار کو فائدہ مند ہے۔

اور شہد کے ساتھ اس کے کھلانے سے اورام حارہ کو مفید ہے۔

اور ضماد کرنے سے جمرہ اور شری اور جرب اور تر خارش کو مفید ہے۔

پکلاد کے لئے اور بثور کے واسطے بھی مفید ہے۔

قروح خبیثہ اور آتشک میں اس کا ضماد مفید ہے۔

جدری میں بھی یہ فائدہ دیتا ہے۔

غرضکہ جلے ہوئے کے لئے ضماد مفید ہے۔

داء الثعلب وداء الحبنہ وسعفہ میں اکسیر ہے۔

دافع نسیان ہے تقویت ذہن میں عجیب الاثر ہے۔

صداع شقیقہ میں مفید ہے۔

زکام اور نشف سیلان رطوبت اور کان بہنے میں اس کی خاکستر مفید ہے کرم گوش کو مفید ہے۔

امراض چشم میں اس کی خاکستر فائدہ مند ہے۔

باسور ریحی، دموی میں مفید ہے۔ انتہی مختصراً

درد دنداں میں اس کا جوشاندہ لے کر مضمضہ کریں۔

محرق اخلاط ردیہ ہے۔

عرق النساء میں مفید ہے۔

سڑے ہوئے زخموں سے رطوبت نکال کر بالکل خشکی لاتا ہے۔

رحم کے امراض میں اکسیر ہے۔

مدر حیض اور مخرج جنین ہے حمولاً استعمال کیا جاتا ہے۔

قولنج کھولتا ہے اس کا حقنہ بھی مفید ہے۔

مسہل ہے اگر ماء الشعیر میں پیا جائے۔

مہی ہے اگر بعد طعام نمک کے ساتھ کھایا جائے۔

اور سورۂ تین میں اس کی قسم فرمائی گئی حیث قال وَالتِّيْنِ وَالزَّيْتُوْنِ۔

لَّا شَرْقِيَّةٍ وَّلَا غَرْبِيَّةٍ۔ اَیْ ضَاحِیَةٌ لِلشَّمْسِ لَایَظِلُّهَا جَبَلٌ وَّلَا شَجَرٌ لَا یَحْجِبُهَا عَنْهَا شَیْءٌ مِّنْ حِیْنَ تَطْلُعُ اِلٰی اَنْ تَغْرُبَ۔ یعنی وہ سورج کے ساتھ ایسا روشن ہے کہ کوئی پہاڑ اسے سایہ نہیں کرتا اور کوئی درخت اسے نہیں ڈھانپتا، صبح سے غروب شمس تک سورج میں رہتا ہے۔

اس لئے کہ شرقی وغربی سمت میں زیتون تیل کم دیتا ہے چنانچہ شامی علاقہ مابین المشرق والمغرب ہے اور وہاں کا

زیتون سب سے اجود ہوتا ہے۔

اور ابو حیان رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ لَیْسَتْ فِیْ مَشْرَقَةٍ اَبَدًا اَیْ فِیْ مَوْضِعٍ لَا یُصِیْبُهٗ ظِلٌّ وَلَیْسَتْ فِیْ قَضَاةٍ اَبَدًا اَیْ فِیْ مَوْضِعٍ لَا تُصِیْبُهُ الشَّمْسُ وَحَاصِلُهٗ لَیْسَتِ الزَّیْتُوْنُ تُصِیْبُهَا شَمْسٌ خَاصَّةً وَّ لَا الظِّلُّ خَاصَّةً۔ خلاصہ مفہوم یہ ہے کہ زیتون نہ خصوصیت سے وہاں ہوتا ہے جہاں سورج ہی اپنی شعاعیں ڈالتا رہے اور نہ ایسی جگہ ہوتا ہے جہاں سایہ ہی ہمیشہ رہے۔

یَّكَادُ زَیْتُهَا یُضِیْٓءُ وَلَوْ لَمْ تَمْسَسْهُ نَارٌ۔ اس کا تیل قریب ہے کہ روشن ہو جائے اگرچہ اسے آگ مس نہ کرے۔

نُوْرٌ عَلٰی نُوْرٍ۔ یعنی وہ نور عظیم نور پر نور ہے۔ اس تشبیہ میں نور الٰہی بمعنی دلائل ہے اور اس پر نور قرآن کریم ہے۔ آلوسی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

وَ كَذَا اِذَا الْمُرَادُ تَشْبِیْهُ مَا نَوَّرَ اللّٰهُ تَعَالٰی بِهٖ قَلْبَ الْمُؤْمِنِ مِنَ الْمَعَارِفِ وَالْعُلُوْمِ بِنُوْرِهِ الْمِشْكٰوةِ الْمُنْبَثِّ فِیْهَا مِنْ مِّصْبَاحِهَا۔ اس نور سے مراد قلب مومن ہے جو معارف اور علوم سے مستنیر ہوتا ہے اور مشکوٰۃ وہ سینہ ہے جس میں وہ نور مستنیر ہو کر اسے روشن کر دیتا ہے۔

اور حواشی الطیبۃ الطیبہ میں ہے: اِنَّ الْمُرَادَ بِالنُّوْرِ الْهِدَایَةُ بِوَحْیٍ یُنْزِلُهٗ وَرَسُوْلُهٗ یَبْعَثُهٗ۔ نور سے مراد وہ ہدایت ہے جو وحی سے ہوتی ہے اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اسے پھیلاتے ہیں۔ اور اس مبحث میں بغایت طویل کلام کیے گئے ہیں چنانچہ ایک تحقیق یہ ہے کہ

اِنَّ الْمُشَبَّهَاتِ الْمُنَاسَبَةَ عَلٰی هٰذَا الْمَعْنٰی صَدْرُ الرَّسُوْلِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَ قَلْبُهُ الشَّرِیْفُ وَ اللَّطِیْفَةُ الرَّبَّانِیَّةُ فِیْهِ وَالْقُرْاٰنُ وَ مَا یَتَاَثَّرُ مِنْهُ الْقَلْبُ عِنْدَ اسْتِمْدَادِهٖ۔

تشبیہ مناسب یہاں اس معنی میں منتہی ہے کہ مشکوٰۃ سینہ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم ہو اور قلب شریف اور لطیفہ ربانیہ جس میں قرآن کریم اور اس کی مدد سے قلب اقدس متاثر ہوتا ہے وہ ہو۔ اور اس کو بعض نے یوں مفصل بیان کیا۔

وَالتَّفْصِیْلُ اَنَّهٗ شَبَّهَ صَدْرَهٗ عَلَیْهِ السَّلَامُ بِالْمِشْكٰوةِ۔ سینہ اقدس کو مشکوٰۃ سے تشبیہ دی گئی ہے لِاَنَّهٗ كَالْكُوَّةِ اس لئے کہ وہ مثل طاق کے ہے۔

فَمَنْ وَّجْهِهٖ یَقْتَبِسُ النُّوْرَ مِنَ الْقَلْبِ الْمُسْتَنِیْرِ۔ تو وہ نور حاصل کر رہا ہے قلب مستنیر سے قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی اَفَمَنْ شَرَحَ اللّٰهُ صَدْرَهٗ لِلْاِسْلَامِ فَهُوَ عَلٰی نُوْرٍ مِّنْ رَّبِّهٖ۔

اس کے بعد نقل فرماتے ہیں اور تائید کرتے ہیں۔

وَ هٰذَا التَّشْبِیْهُ صَحِیْحٌ قَدِ اشْتَهَرَ عَنْ جَمَاعَةٍ مِّنَ الْمُفَسِّرِیْنَ رَوٰی مُحْیُ السُّنَّةِ عَنْ كَعْبٍ هٰذَا مَثَلٌ ضَرَبَهُ اللّٰهُ تَعَالٰی لِنَبِیِّهٖ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَلْمِشْكٰوةُ صَدْرُهٗ وَالزُّجَاجَةُ قَلْبُهٗ وَالْمِصْبَاحُ فِیْهِ النُّبُوَّةُ وَالشَّجَرَةُ الْمُبَارَكَةُ شَجَرَةُ النُّبُوَّةِ۔

یہ تشبیہ صحیح ہے جو مفسرین کی جماعت میں مشہور ہے۔ محی السنۃ نے حضرت کعب سے نقل فرمایا یہ مثل جو اللہ تعالیٰ نے پیش کی وہ اللہ تعالیٰ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ہے۔

مشکوٰۃ سے سینہ انور مراد ہے۔ اور

زجاجہ سے قلب منور مراد ہے اور۔

مصباح سے وہ نبوت مراد ہے جو اس میں مستنیر ہے۔

اور شجرۂ مبارکہ سے شجر نبوت مراد ہے۔

امام اہل سنت اعلیٰ حضرت قدس سرہ نے اسی مضمون کو نظم فرمایا ہے:

شمع دل، مشکوٰۃ تن، سینہ زجاجہ نور کا تیری صورت کے لئے آیا ہے سورۂ نور کا

اور حقائق اسلمی میں ہے حضرت ابوسعید الخراز سے منقول ہے:

اَلْمِشْكٰوةُ جَوْفُ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔ مشکوٰۃ سے مراد شکم اقدس ہے۔

وَالزُّجَاجَةُ قَلْبُهُ الشَّرِيْفُ۔ زجاجہ سے مراد قلب انور ہے۔

وَالْمِصْبَاحُ النُّوْرُ الَّذِیْ فِيْهِ۔ مصباح سے مراد وہ نور ہے جو اس قلب منور میں ہے۔

وَ شَبَّهَ قَلْبَهٗ صَلَوَاتُ اللّٰهِ وَسَلَامُهٗ عَلَيْهِ بِالزُّجَاجَةِ الْمَنْعُوْتَهِ بِالْكَوْكَبِ الدُّرِّيِّ لِصَفَائِهٖ وَاِشْرَاقِهٖ وَخُلُوْصِهٖ عَنْ كَدُوْرَةِ الْهَوٰى وَلَوْثِ النَّفْسِ الْاَمَّارَةِ وَانْعِكَاسِ نُوْرِ اللَّطِيْفَةِ اِلَيْهِ وَثَبَتَ اللَّطِيْفَةُ الْقُدُسِيَّةُ الزَّهْرَةُ فِى الْقَلْبِ بِالْمِصْبَاحِ الثَّاقِبِ۔

اور قلب انور کو زجاجہ سے تشبیہ دے کر اس کی تعریف میں ستارہ اور موتی سے تشبیہ اس لئے دی کہ وہ مصفیٰ اور مجلی ہے اور ہر قسم کی کدورت سے اور ہوائے نفسانی سے پاک اور خالص ہے اور اس پر انعکاس نور لطیف کا ہے اور لطیفۂ قدسیہ اس قلب میں مصباح ثاقب کی طرح منور ہے۔

اور امام احمد رحمہ اللہ اپنی مسند میں حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے راوی ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قلبؔ چار ہیں اس میں قلب اجود مثل سراج جگمگا رہا ہے۔

اور قلب اجود قلب مومن ہے اور اس کا چراغ جو اس میں ہے وہ اس کا نور ہے۔

وَ شَبَّهَ نَفْسَ الْقُرْاٰنِ بِالشَّجَرَةِ الْمُبَارَكَةِ لِثُبَاتِ اَصْلِهَا وَتَشَعُّبِ فُرُوْعِهَا وَتَادِّيْهَا اِلٰى ثَمَرَاتٍ لَا نِهَايَةَ لَهَا۔ اور قرآن کریم کو شجرہ مبارکہ سے تشبیہ دی کہ اس کی جڑ قائم ہے اور اس کی فروع پھیلی ہوئی ہیں اور اس سے اتنے پھل آرہے ہیں کہ ان کی غایت ونہایت ہی نہیں۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے كَلِمَةً طَيِّبَةً كَشَجَرَةٍ طَيِّبَةٍ اَصْلُهَا ثَابِتٌ وَّ فَرْعُهَا فِي السَّمَآءِ ۝ تُؤْتِيْٓ اُكُلَهَا كُلَّ حِيْنٍۭ بِاِذْنِ رَبِّهَا۔ کلمہ طیبہ یعنی قرآن کریم مثل شجرہ طیبہ ہے اس کی جڑ مضبوط اور فرع آسمان میں اور اس کے پھل ہر آن اللہ کے حکم سے ملتے ہیں۔

ایک توجیہ یہ بھی کی گئی ہے کہ لَّا شَرْقِيَّةٍ وَّلَا غَرْبِيَّةٍ سے بقول ابن عباس رضی اللہ عنہما کوکب دری قلب انور صلی اللہ علیہ وسلم اور شجرۂ مبارکہ ابراہیم علیہ السلام ہیں۔

اور لَّا شَرْقِيَّةٍ وَّلَا غَرْبِيَّةٍ کے یہ معنی ہیں کہ اِنَّهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ لَيْسَ بِنَصْرَانِيٍّ فَيُصَلِّيْ نَحْوَ الْمَشْرِقِ

وَلَا يَهُوْدِيَّ فَيُصَلِّيْ نَحْوَالْمَغْرِبِ وَالزَّيْتُ الصَّافِيْ دِيْنُ اِبْرَاهِيْمَ عَلَيْهِ السَّلَامُ۔ کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نہ نصرانی تھے کہ سمت مشرق نماز پڑھتے اور نہ یہودی تھے کہ سمت مغرب سجدہ کرتے اور زیت صافی سے استعارہ ہے دین ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام سے۔

اور حقائق سلمی میں ہے: مَثَلُ نُوْرِهٖ فِيْ عَبْدِهِ الْمُخلَصِ وَالْمِشْكٰوةُ الْقَلْبُ وَالْمِصْبَاحُ النُّوْرُ الَّذِيْ قَذَفَ فِيْهِمْ – وَالْمَعْرِفَةُ تُضِيْءُ فِيْ قَلْبِ الْعَارِفِ بِنُوْرِ التَّوْفِيْقِ يُوْقَدُ مِنْ شَجَرَةٍ مُّبَارَكَةٍ يُضِيْءُ عَلٰى شَخْصٍ مُّبَارَكٍ تَتَبَيَّنُ اَنْوَارُ بَاطِنِهٖ عَلٰى اٰدَابِ ظَاهِرَةٍ وَ حُسْنُ مُعَامَلَتِهٖ زَيْتُوْنَةٌ لَّا شَرْقِيَّةٌ وَّ لَا غَرْبِيَّةٌ جَوْهَرَةٌ صَافِيَةٌ لَّا لَهَا حَظٌّ فِي الدُّنْيَا وَلَا فِي الْاٰخِرَةِ لِاِخْتِصَاصِهَا بِمُوَالَاةِ الْعَزِيْزِ الْغَفَّارِ۔

نور کی مثال عبد مخلص میں ہے اور مشکوٰۃ اس کا دل اور مصباح وہ نور جو اس کے دل میں ڈالا گیا اور جگمگاہٹ قلب عارف میں نور توفیق ہے۔ يُّوْقَدُ مِنْ شَجَرَةٍ مُّبٰرَكَةٍ وہ ایمانی چمک ہے جو برکت والے شخص مومن سے ظاہر ہوتی ہے۔ انوار باطن کے آداب ظاہرہ پر اور حسن معاملت سے اور لَّا شَرْقِيَّةٍ وَّلَا غَرْبِيَّةٍ سے اسے ایسا جوہر صافی فرمایا کہ اسے نہ دنیا سے دلچسپی ہوتی ہے نہ آخرت سے اس لئے کہ اسے اپنے جمیل حقیقی کی محبت کا اختصاص حاصل ہوتا ہے۔

اور فلسفہ الٰہیات والوں نے یوں وضاحت کی کہ یہ قوائے خمسہ کی طرف اشارہ ہے جو دراکہ ہیں معاش میں۔

اول قوت حساسہ جسے حس مشترک کہتے ہیں اَلَّذِيْ يُدْرِكُ الْمَحْسُوْسَاتِ بِجَوَاسِيْسِ الْحَوَاسِ الْخَمْسِ الظَّاهِرَةِ۔ یہ محسوسات کا ادراک حواس خمسہ کی مدد سے کرتا ہے۔

پھر قوۃ الخیالیہ اَلَّتِيْ تَحْفَظُ صُوَرَتِلْكَ الْمَحْسُوْسَاتِ لِتُعْرِضَهَا عَلَى الْقُوَّةِ الْعَقْلِيَّةِ مَتٰى شَآءَ۔ قوت خیالیہ وہ ہے جو محسوسات کی صورتیں قوت عقل کے ساتھ محفوظ رکھتی ہے جب چاہے۔

پھر قوت عقلیہ جو ہے مدرکہ ہے حقائق کلیہ کی اور اس کے ساتھ

قوت فکریہ جو ہے معارف عقلیہ کے ساتھ جب چاہے مدد دیتی ہے۔ تاکہ مجہولات کا علم حاصل کرے۔

پھر قوت قدسیہ وہ ہے جو انبیاء کرام کے لئے مختص ہے یا اولیاء عظام کے لئے اس کے ذریعہ لوائح غیب اور اسرار ملکوت متجلی ہوتی ہیں۔

اب ان پانچ قوتوں کے ساتھ یہ پانچوں مذکورہ مشابہت رکھتے ہیں۔

۱۔ قوت حساسہ کے ساتھ مشکوٰۃ۔ جس کا مقام جوف مقدم دماغ ہے وہ مثل طاق کے ہے اس میں حواس ظاہرہ ہوتے ہیں۔

۲۔ اور اسی لئے قوت خیالیہ کو زجاجہ سے تشبیہ دی گئی اس لئے کہ وہ صور مدرکہ کو قبول کرتی ہے۔

۳۔ اور قوت عقلیہ کو مصباح سے تشبیہ دی اس لئے کہ اس میں ادراکات اور معارف روشن ہوتے ہیں۔

۴۔ اور قوت فکریہ کو شجرۂ مبارکہ سے تشبیہ دی کہ اس کے ذریعہ نتائج کثیرہ منتج ہوتے ہیں۔

۵۔ اور قوت قدسیہ کو زیت سے تشبیہ دی جو بلا مس نار روشن ہے اور انبیاء کرام علیہم السلام اور اولیاء کو حاصل ہے۔

يَهْدِي اللّٰهُ لِنُوْرِهٖ مَنْ يَّشَآءُ۔ ہدایت کرتا ہے اپنے نور کی طرف جسے چاہے اور بلا مشیت الٰہی یہ مقام کسی کو حاصل نہیں۔ چنانچہ کسی شاعر نے بھی یہی کہا:

اِذَا لَمْ یَکُ التَّوْفِیْقُ عَوْنًا لِّطَالِبٍ طَرِیْقَ الْھُدٰی اَعْیَتْ عَلَیْہِ مَطَالِبُہٗ

وَیَضْرِبُ اللّٰہُ الْاَمْثَالَ لِلنَّاسِ ؕ وَاللّٰہُ بِکُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمٌ۔ اور مثالیں دیتا ہے اللہ لوگوں کے لئے اور اللہ ہر شے کا عالم ہے۔

فِیْ بُیُوْتٍ اَذِنَ اللّٰہُ اَنْ تُرْفَعَ وَیُذْکَرَ فِیْھَا اسْمُہٗ ۙ یُسَبِّحُ لَہٗ فِیْھَا بِالْغُدُوِّ وَالْاٰصَالِ۔ ان گھروں میں حکم دیا اللہ نے کہ بلند کیا جائے ان میں اللہ کا نام اور اس کی تسبیح کی جائے ان میں صبح و شام۔ علامہ آلوسی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

وَالْمُرَادُ بِالْبُیُوْتِ الْمَسَاجِدُ کُلُّھَا۔ فِیْ بُیُوْتٍ۔ میں بیوت سے مراد تمام مساجد عالم ہیں۔ کَمَا رُوِیَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ وَّقَتَادَۃَ وَمُجَاھِدٍ۔

وَ اَخْرَجَ ابْنُ اَبِیْ حَاتِمٍ عَنِ ابْنِ زَیْدٍ اَنَّہٗ قَالَ اِنَّمَا ھِیَ اَرْبَعُ مَسَاجِدَ لَمْ یَبْنِھِنَّ اِلَّا نَبِیٌّ اَلْکَعْبَۃُ بَنَاھَا اِبْرَاھِیْمُ وَاِسْمَاعِیْلُ عَلَیْھِمَا السَّلَامُ وَ بَیْتُ الْمُقَدَّسِ بَنَاہُ دَاوٗدُ وَ سُلَیْمَانُ عَلَیْھِمَا السَّلَامُ وَ مَسْجِدُ الْمَدِیْنَۃِ وَ مَسْجِدُ قُبَا بَنَاھُمَا رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ۔

ابن زید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ فی بیوت سے مراد چار مسجد ہیں جنہیں نبیوں نے تعمیر فرمایا۔

کعبہ معظمہ جسے ابراہیم واسماعیل علیہما السلام نے تعمیر کیا۔

بیت المقدس جسے داؤد وسلیمان علیہما السلام نے تعمیر فرمایا۔

مسجد مدینہ طیبہ جسے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے تعمیر فرمایا۔

مسجد قبا اسے بھی حضور سید یوم النشور صلی اللہ علیہ وسلم نے تعمیر فرمایا۔

ایک قول یہ بھی ہے جسے حضرت حسن بصری رحمہ اللہ سے نقل کیا:

اِنَّ الْمُرَادَ بِھَا بَیْتُ الْمُقَدَّسِ وَالْجَمْعُ مِنْ حَیْثُ اِنَّ فِیْہِ مَوَاضِعُ یَتَمَیَّزُ بَعْضُھَا عَنْ بَعْضٍ وَ ھُوَ خِلَافُ الظَّاھِرِ جِدًّا۔ فی بیوت سے مراد بیت المقدس ہے اور بیت کو جمع کر کے بیوت فرمانے کی وجہ یہ ہے کہ اس میں بہت سے ممتاز مواقع ہیں۔ لیکن یہ قطعاً خلاف ظاہر آیت ہے۔ اور ظاہر ہے کہ مواضع متعدد ممیز ہونے کے مفہوم منطوق آیت سے موافقت نہیں ہوتی لہٰذا خلاف ظاہر نص فرمانا صحیح ہے۔

ابن مردویہ رحمہ اللہ انس بن مالک رضی اللہ عنہ اور بریدہ رحمہ اللہ سے راوی ہیں: قَالَ قَرَأَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ھٰذِہِ الْاٰیَۃَ فِیْ بُیُوْتٍ۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے آیت فِیْ بُیُوْتٍ اَذِنَ اللّٰہُ اَنْ تُرْفَعَ تلاوت فرمائی فَقَامَ اِلَیْہِ عَلَیْہِ السَّلَامُ رَجُلٌ فَقَالَ اَیُّ بُیُوْتٍ ھٰذِہٖ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ فَقَالَ بُیُوْتُ الْاَنْبِیَآءِ۔ تو ایک صحابی نے عرض کیا کھڑے ہو کر یہ گھر کون سے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا انبیاء کے گھر۔

فَقَامَ اِلَیْہِ اَبُوْبَکْرٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ فَقَالَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ ھٰذَا الْبَیْتُ مِنْھَا لِبَیْتِ عَلِیٍّ وَّ فَاطِمَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمَا قَالَ نَعَمْ مِنْ اَفَاضِلِھَا۔ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان گھروں میں بیت علی کرم اللہ وجہہ اور بیت فاطمہ بھی ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہاں یہ اس سے زائد ہیں۔

اس پر علامہ آلوسی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

وَ هٰذَا اِنْ صَحَّ لَا یَنْبَغِی الْعَدُوْلُ عَنْهَا۔ یہ روایت اگر صحیح ہو تو اس سے انحراف مناسب نہیں۔ بلکہ ماننا چاہئے۔

اور ابن حبان رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ آیۂ کریمہ میں اطلاق ہے جو ان مساجد و بیوت پر صادق آتی ہے۔ جن میں نماز اور علم کا عمل واقع ہو اور اَذِنَ اللّٰهُ اَنْ تُرْفَعَ سے مراد حکم ہے اور تُرْفَعَ سے مراد تعظیم ہے تو اس کی عبارت یوں ہوئی: اَیْ اَمَرَ اللّٰهُ سُبْحَانَهٗ بِتَعْظِیْمِ قَدْرِهَا۔ اللہ کا حکم ہے کہ ان کی تعظیم ان کے مطابق کی جائے۔

اسی بناء پر ضحاک اور حسن نے فرمایا:

کہ جب مسجد ہی اس سے مراد لی گئی تو اس کے مطابق اس کی تعظیم بھی لازم ہوئی۔ کَصِیَانَتِهَا عَنْ دُخُوْلِ الْجُنُبِ وَالْحَآئِضِ وَالنُّفَسَآءِ وَلَوْ عَلٰی وَجْهِ الْعُبُوْرِ۔ جیسے اس میں جنبی کو داخلہ سے روکنا۔ حائضہ نفساء کو نہ جانے دینا اگرچہ عبور ہی کے لئے کیوں نہ ہو۔

آداب مسجد

حسب موقعہ آداب مسجد بھی یہاں بیان کر دینا مناسب معلوم ہوتا ہے۔

وَقَدْ قَالُوْا بِتَحْرِیْمِ ذَالِکَ۔ حرمت مساجد پر فقہاء نے فرمایا:

۱- مسجد میں جوتی یا خف اگر گندی ہے تو نہیں لے جا سکتا اِحْتِرَازًا عَنْ تَلْوِیْثِ الْمَسْجِدِ۔

۲- مسجد میں میت کا لے جانا بھی ممنوع ہے۔

۳- مسجد میں بچوں اور مجانین کا داخلہ حرام ہے اگر نجاست وغیرہ کا غلبہ ہو ورنہ مکروہ ضرور ہے۔

اَخْرَجَ اِبْنُ مَاجَةَ عَنْ وَاثِلَةَ بْنِ الْاَسْقَعِ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهٗ قَالَ جَنِّبُوْا مَسَاجِدَکُمْ صِبْیَانَکُمْ وَ مَجَانِیْنَکُمْ وَشِرَاءَ کُمْ وَبَیْعَکُمْ وَخُصُوْمَاتِکُمْ وَرَفْعِ اَصْوَاتِکُمْ وَاِقَامَةِ حُدُوْدِکُمْ وَسَلِّ سُیُوْفِکُمْ وَاتَّخِذُوْا عَلٰی اَبْوَابِهَا الْمَطَاهِرَ وَجَمِّرُوْهَا فِی الْجُمَعِ وَ مَنَعَ اِنْشَادَ الضَّالَّةِ وَاِنْشَادَ الْاَشْعَارِ۔

اپنی مسجدوں کو بچوں اور مجانین اور بیع و شراء اور جھگڑا لڑائی سے اور بلند آواز سے بولنے اور سزائیں دینے اور تلوار سونتے سے محفوظ رکھو اور مساجد کے دروازے پاک رکھو اور گمراہ باتیں نہ کرو اور شعر بازی نہ کرو۔

اس پر آلوسی فرماتے ہیں کہ شعر و شاعری کی ممانعت اس حد تک ہے جس میں ہجو مسلم یا تعریف شراب اور عورتوں کے مذاکرہ ہوں کہ یہ شرعاً مذموم ہے اور اگر مدح نبوت، صفات اسلام یا کردار کی اصلاح مکارم اخلاق کی تعلیم پر ہوں تو ممنوع نہیں۔

۴- مسجد میں جونک مارنا مار کر پھینکنا ممنوع ہے۔

۵- مسجد میں پیشاب کرنا ممنوع ہے اگرچہ کسی برتن ہی میں کیوں نہ کرے۔

۶- مسجد میں فصد کرانا ممنوع ہے (اشباہ والنظائر)

۷- مسجد میں تھوکنا ممنوع ہے۔

۸- مسجد میں وضو بھی ممنوع ہے اس لئے کہ یہ صفائی کے خلاف ہے (بدائع)

۹- مسجد میں رینٹھ سنک ڈالنا ممنوع ہے۔

۱۰- مسجد میں وطی اور مباشرت بھی ممنوع ہے۔

۱۱- مسجد میں بودار چیز لانا مثلاً پیاز لہسن گندنا اور مولی کھا کر آنا ممنوع ہے۔ چنانچہ

حدیث میں ہے: وَ قَدْ كَانَ الرَّجُلُ فِيْ زَمَانِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا وُجِدَ مِنْهُ رِيْحُ الثُّوْمِ يُؤْخَذُ بِيَدِهٖ وَ يُخْرَجُ اِلَى الْبَقِيْعِ۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں جب کسی آدمی کے پاس لہسن کی بو بھی پائی جاتی تو اس کا ہاتھ پکڑ کر اسے بقیع تک نکال دیتے تھے۔

۱۲- اور یہی حکم اس کا ہے جس کے کپڑوں میں بدبو ہو جیسے تیل فروش یا رنگریز یا کھال رنگنے والا وغیرہ انہیں صفوف میں پیچھے رکھا جائے گا بشرطیکہ وہ انہیں کپڑوں سے مسجد میں آئے جن میں بدبو ہو۔

۱۳- مسجد میں سونا، کھانا ممنوع ہے۔ البتہ عاکف اعتکاف کی مدت میں کھا سکتا ہے اور سو سکتا ہے۔

۱۴- مسجد میں دنیا کا کلام اور معصیت شعاری ممنوع ہے۔

۱۵- مسجد میں اِدھر سے اُدھر گزرنا اور اسے راستہ بنانا ممنوع ہے ابن ابی شیبہ رحمہ اللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے راوی ہیں کہ اِنَّ اتِّخَاذَهَا طَرِيْقًا مِنْ اَشْرَاطِ السَّاعَةِ۔

۱۶- وَ يَنْبَغِيْ اَنْ يَّكُوْنَ اِيْقَادُ الْقَنَادِيْلِ الْكَثِيْرَةِ فِيْهَا فِيْ لَيَالِيْ مَعْرُوْفَةٍ مِنَ السَّنَةِ كَلَيْلَةِ السَّابِعِ وَالْعِشْرِيْنَ مِنْ رَمَضَانَ۔ اور یہ چاہئے کہ قندیلیں کافی مسجد میں روشن کرے ان راتوں میں جو احادیث سے معروف ہیں جیسے ستائیسویں شب رمضان المبارک کی۔

اور اسے ایسے طریق سے غیر محتاط ہو کر کرنا کہ بچے جمع ہو جائیں اور فضول قسم کے لہو ولعب ہوں اور شور وغوغا کیا جائے یہ مسجد میں بدعت منکرہ ہے۔

۱۷- اور مسجد میں داخل ہو کر اول تحیۃ المسجد کی دو رکعتیں ادا کرنا مستحب ہے۔ چنانچہ ابن ابی شیبہ ابوقتادہ رحمہما اللہ سے راوی ہیں: اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَعْطُوا الْمَسَاجِدَ حَقَّهَا قِيْلَ وَمَا حَقُّهَا قَالَ رَكْعَتَانِ قَبْلَ اَنْ يَّجْلِسَ۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مسجدوں کو ان کا حق ادا کرو عرض کیا گیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم وہ کیا حق ہے فرمایا دو رکعت بیٹھنے سے پہلے ادا کی جائیں۔

۱۸- مساجد میں رفع صوت ممنوع ہے لیکن اگر تسبیح وتہلیل کے ساتھ ہو تو جائز ہے۔

۱۹- ابن عباس فرماتے ہیں کہ تسبیح سے مراد تو حید الٰہی ہے جیسے لا الہ الا اللہ۔

۲۰- مسجد میں قرآن کریم بہ آواز پڑھنا جائز ہے اگر دوسرے نمازیوں کی نماز میں مخل نہ ہو۔

اب غدو اور آصال کی تحقیق عرض ہے

غدو جمع غداۃ کی ہے جیسے فتاۃ۔ صبح کو کہتے ہیں۔

اور ایصال مصدر ہے جس کے معنی دخول کے ہیں وقت اصیل اور آصیل میں شام کو کہتے ہیں۔

چنانچہ صبح سے شام تک کی نمازوں کا اس میں حکم ہے۔

جیسا کہ ابن ابی شیبہ اور بیہقی رحمہما اللہ نے شعب الایمان میں روایت کیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اِنَّ

صَلٰوۃَ الضُّحٰی لَفِی الْقُرْاٰنِ وَمَا یَقُوْمُ عَلَیْھَا اِلَّا غَوَّاصٌ ثُمَّ تَلَا الْاٰیَۃَ حَتّٰی بَلَغَ الْاٰصَالَ۔ صلوٰۃ ضحیٰ قرآن کریم میں ہے اور جواس کے ساتھ مل جائیں حتیٰ کہ شام تک۔ (احمد، بیہقی)

بنا بریں صبح سے شام تک جو صلوٰۃ مکتوبہ ہیں سب پر اس کا حکم ہے۔

رِجَالٌ ۙ لَّا تُلْهِيْهِمْ تِجَارَةٌ وَّلَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ وَاِقَامِ الصَّلٰوةِ وَاِيْتَآءِ الزَّكٰوةِ۔ بہت سے وہ لوگ ہیں جنہیں مشغول نہیں کرتی تجارت اور خرید وفروخت اللہ کی تسبیح وتحمید سے اور نماز قائم رکھنے سے اور زکوٰۃ دینے سے۔

چنانچہ احمد اور بیہقی ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے راوی ہیں: عَنْ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ خَیْرُ مَسَاجِدِ النِّسَآءِ قَعْرُ بُیُوْتِھِنَّ۔ عورتوں کی افضل مسجدان کے گھروں کی گہرائی ہے۔ کہ وہاں بیع وشریٰ سے بچی رہیں۔

اس آیت کریمہ کے متعلق آلوسی فرماتے ہیں: نَزَلَتْ فِیْمَنْ فَرَغَ عَنِ الدُّنْیَا کَاَھْلِ الصُّفَّۃِ۔ یہ ان لوگوں کے حق میں نازل ہوئی ہے جو دُنیا سے فارغ ہو چکے ہیں جیسے اہل صفہ۔

اور اقامت صلوٰۃ سے مراد ہے اپنے وقت پر نماز قائم کرنا۔

اور ایتاء زکوٰۃ سے یہ مراد ہے جو فریضہ زکوٰۃ ان پر عائد ہو وہ مستحقین میں خرچ کرنے والے۔

يَخَافُوْنَ يَوْمًا تَتَقَلَّبُ فِيْهِ الْقُلُوْبُ وَالْاَبْصَارُ ﴿٣٧﴾ لِيَجْزِيَهُمُ اللّٰهُ اَحْسَنَ مَا عَمِلُوْا وَيَزِيْدَهُمْ مِّنْ فَضْلِهٖ ۭ وَاللّٰهُ يَرْزُقُ مَنْ يَّشَآءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ ﴿٣٨﴾۔

وہ ڈرتے ہیں اس دن سے جس دن میں دل اور آنکھیں الٹ پلٹ ہو جائیں گی تا کہ اللہ بدلہ دے ان کے عملوں کا اور زیادہ دے اپنے فضل سے اور اللہ روزی دیتا ہے جسے چاہے بلا حساب۔

یہ خوف دنیا میں ہے ان کے دلوں میں مرکوز ہوتا ہے کہ بروز قیامت کیا ہوگا چنانچہ یَوْمًا پر آلوسی فرماتے ہیں: وَالْمُرَادُ بِہٖ یَوْمُ الْقِیٰمَۃِ۔ اس سے مراد قیامت کا دن ہے اور تَتَقَلَّبُ فِيْهِ الْقُلُوْبُ وَالْاَبْصَارُ کے یہ معنی ہیں تَقَلُّبَ الْقُلُوْبُ وَالْاَبْصَارُ فِیْہِ اضْطِرَابُھَا وَ تَغَیُّرُھَا اَنْفُسُھَا فِیْہِ مِنَ الْھَوْلِ وَالْفَزَعِ کَمَا فِیْ قَوْلِہٖ تَعَالٰی وَاِذْ زَاغَتِ الْاَبْصَارُ وَبَلَغَتِ الْقُلُوْبُ الْحَنَاجِرَ۔

دل اور آنکھوں کا بحالت اضطراب پلٹنا اور ہول قیامت سے جانوں کا منہ کو آ جانا ہے جیسا کہ وَ اِذْ زَاغَتِ الْاَبْصَارُ۔ میں بھی ارشاد فرمایا۔

لِيَجْزِيَهُمُ اللّٰهُ اَحْسَنَ مَا عَمِلُوْا۔ تا کہ اس حال میں اللہ تعالیٰ بہترین عمل والوں کو ان کے بدلے عطا فرمائے۔

وَيَزِيْدَهُمْ مِّنْ فَضْلِهٖ۔ اور اپنے فضل سے زائد انعام دے جیسے مَنْ جَآءَ بِالسَّيِّئَةِ فَلَا يُجْزٰٓى اِلَّا مِثْلَهَا۔ حتیٰ کہ فِیْ سَبْعِ مِائَۃِ ضِعْفٍ سات سوضعف تک بخشش کا وعدہ ہے حَیْثُ قَالَ مَثَلُ الَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ كَمَثَلِ حَبَّةٍ اَنْۢبَتَتْ سَبْعَ سَنَابِلَ فِيْ كُلِّ سُنْۢبُلَةٍ مِّائَةُ حَبَّةٍ ۭ وَاللّٰهُ يُضٰعِفُ لِمَنْ يَّشَآءُ ۭ۔

اور آخر میں وَاللّٰهُ يَرْزُقُ مَنْ يَّشَآءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ فرما کر عطاء بے حساب کا وعدہ فرما دیا۔

پھر اسی پر عطف فرما کر کافروں کا نتیجہ اعمال ظاہر فرمایا چنانچہ ارشاد ہے۔

وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَعْمَالُهُمْ كَسَرَابٍۢ بِقِيْعَةٍ يَّحْسَبُهُ الظَّمْاٰنُ مَآءً۔ اور وہ جو کافر ہیں ان کے اعمال مثل ریت کے

ہوں گے۔ جو وہ صلہ رحمی اور سقایت حجاج اور تعمیر بیت الحرام اور غریبوں کی حمایت میں کرتے رہے، وہ ریتا قیع یعنی پٹ پڑ میدان میں ہو جسے ظمآن یعنی پیاسا پانی گمان کرے گا۔

حَتّٰۤى اِذَا جَآءَهٗ لَمْ يَجِدْهُ شَيْـًٔا وَّ وَجَدَ اللّٰهَ عِنْدَهٗ۔ حتیٰ کہ جب پیاس کی شدت میں اس ریتے میں آئے تو نہ پائے کچھ بھی اور اللہ تعالیٰ کو پائے یعنی عذاب الٰہی دیکھے۔

چنانچہ سدی اپنے غرائب میں راوی ہیں کہ صحابہ کرام سے روایت کیا: اِنَّ الْكُفَّارَ يُبْعَثُوْنَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وِرْدًا عِطَاشًا فَيَقُوْلُوْنَ اَيْنَ الْمَآءُ فَيُمَثَّلُ لَهُمْ سَرَابٌ فَيَحْسَبُوْنَهٗ مَآءً فَيَنْطَلِقُوْنَ اِلَيْهِ فَيَجِدُوْنَ اللّٰهَ تَعَالٰى فَيُوَفِّيْهِمْ حِسَابَهُمْ وَاللّٰهُ سَرِيْعُ الْحِسَابِ

کفار جب قیامت کے دن میدان میں آئیں اور پیاس کی شدت سے پریشان ہوں تو کہیں کہاں ہے پانی تو میدان کا ریتا پانی کی مثل سامنے ہو تو اسے وہ پانی گمان کریں اور اس کی طرف چلیں تو وہاں اللہ تعالیٰ کو پائیں۔ تو وہیں ان کا حساب پورا کر دیا جائے اور وہ بہت جلد حساب کرنے والا ہے۔

آیۂ کریمہ کا شان نزول عتبہ بن ربیعہ۔ ابن امیہ کے لئے ہے۔ یہ عابد تھا ٹاٹ کا لباس پہنتا تھا اور دین کی تلاش میں تھا زمانۂ جاہلیت میں پھر اس نے کفر کیا۔ اب دوسری مثال دی جاتی ہے۔

اَوْ كَظُلُمٰتٍ فِيْ بَحْرٍ لُّجِّيٍّ يَّغْشٰىهُ مَوْجٌ مِّنْ فَوْقِهٖ مَوْجٌ مِّنْ فَوْقِهٖ سَحَابٌ ؕ ظُلُمٰتٌۢ بَعْضُهَا فَوْقَ بَعْضٍ۔ اس کافر کا یہ حال ہو کہ ایسے ہو جیسے ایسے ظلمات میں کوئی پھنس جائے جو گہرے دریا میں ہو۔ لج عربی میں معظم ماء بحر کو کہتے ہیں اسے ڈھانپ لے موج اس دریا کی۔

پھر تراکم امواج یہ شان ہو کہ موج پر موج چڑھ رہی ہوں اوپر سے بادل گھرا ہوا ہو۔ ظلمتیں ایک پر ایک ہو کر ایسی تاریکی کر دے کہ

اِذَآ اَخْرَجَ يَدَهٗ لَمْ يَكَدْ يَرٰىهَا۔ جب وہ ہاتھ نکالے تو اپنا ہاتھ بھی نہ دیکھ سکے۔

اس کے اندر یکد کا دسے ہے اس کی تصریح خلاصہ تفسیر میں ہم کر چکے ہیں۔

وَمَنْ لَّمْ يَجْعَلِ اللّٰهُ لَهٗ نُوْرًا فَمَا لَهٗ مِنْ نُّوْرٍ۔ اور جس کے لئے اللہ تعالیٰ نے نور نہ رکھا تو اس کے لئے کوئی نور نہیں۔ یعنی جسے اللہ تعالیٰ کی طرف سے نور ہدایت و ایمان نہ ملے اس کے لئے کوئی نور مفید نہیں واللہ الہادی۔

بامحاورہ ترجمہ چھٹا رکوع ۔ سورۂ نور ۔ پ ۱۸

اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ يُسَبِّحُ لَهٗ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ وَالطَّيْرُ صٰٓفّٰتٍ ؕ كُلٌّ قَدْ عَلِمَ صَلَاتَهٗ وَتَسْبِيْحَهٗ ؕ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌۢ بِمَا يَفْعَلُوْنَ ﴿۴۱﴾

کیا نہ دیکھا تم نے کہ اللہ کی تسبیح کرتے ہیں جو آسمانوں اور زمین میں ہیں اور پرند پر پھیلائے سب نے جان رکھی ہے اپنی عبادت اور اپنی تسبیح اور اللہ ان کے کام جانتا ہے

وَ لِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ ۚ وَ اِلَى اللّٰهِ الْمَصِيْرُ ﴿۴۲﴾

اور اللہ کے لئے ملکیت آسمانوں اور زمین کی اور اللہ ہی کی طرف پھرنا ہے

أَلَمْ تَرَ أَنَّ اللّٰهَ يُزْجِي سَحَابًا ثُمَّ يُؤَلِّفُ بَيْنَهُ ثُمَّ يَجْعَلُهُ رُكَامًا فَتَرَى الْوَدْقَ يَخْرُجُ مِنْ خِلٰلِهِ ۚ وَيُنَزِّلُ مِنَ السَّمَآءِ مِنْ جِبَالٍ فِيهَا مِنْ بَرَدٍ فَيُصِيبُ بِهِ مَنْ يَّشَآءُ وَيَصْرِفُهُ عَنْ مَّنْ يَّشَآءُ ۖ يَكَادُ سَنَا بَرْقِهِ يَذْهَبُ بِالْأَبْصَارِ ﴿۴۳﴾

کیا نہ دیکھا تم نے کہ اللہ نرم نرم چلاتا ہے بادلوں کو پھر انہیں ملا دیتا ہے آپس میں پھر انہیں تہہ کرتا ہے پھر تو دیکھتا ہے مینہ کو کہ نکلتا ہے اس کے بیچ سے اور اترتا ہے آسمان سے ان پہاڑوں پر جن میں برف ہے اور اس کے اولے پہنچاتا ہے جسے چاہے اور پھیر دیتا ہے انہیں جس سے چاہے قریب ہے کہ اس کی چمک بجلی سے آنکھ لے جائے

يُقَلِّبُ اللّٰهُ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ ۖ إِنَّ فِي ذٰلِكَ لَعِبْرَةً لِّأُولِي الْأَبْصَارِ ﴿۴۴﴾

اللہ بدل دیتا ہے رات اور دن بے شک اس میں عبرت ہے آنکھ والوں کے لئے

وَاللّٰهُ خَلَقَ كُلَّ دَآبَّةٍ مِّنْ مَّآءٍ ۚ فَمِنْهُمْ مَّنْ يَّمْشِي عَلٰى بَطْنِهِ ۚ وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّمْشِي عَلٰى رِجْلَيْنِ ۚ وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّمْشِي عَلٰى أَرْبَعٍ ۖ يَخْلُقُ اللّٰهُ مَا يَشَآءُ ۖ إِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ﴿۴۵﴾

اور اللہ نے پیدا فرمایا ہر چلنے والا پانی سے تو ان میں کوئی چلتا ہے پیٹ کے بل اور ان میں کوئی چلتا ہے اپنے دو پیروں پر اور ان میں سے کوئی چلتا ہے چار پیروں سے بناتا ہے اللہ جسے چاہے بے شک اللہ ہر شے پر قادر ہے

لَقَدْ أَنْزَلْنَآ اٰيٰتٍ مُّبَيِّنٰتٍ ۖ وَاللّٰهُ يَهْدِي مَنْ يَّشَآءُ إِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيمٍ ﴿۴۶﴾

بے شک اتاریں ہم نے آیتیں صاف بیان کرنے والی اور اللہ دکھاتا ہے جسے چاہے سیدھی راہ

وَيَقُولُونَ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَبِالرَّسُولِ وَأَطَعْنَا ثُمَّ يَتَوَلّٰى فَرِيقٌ مِّنْهُمْ مِّنْ بَعْدِ ذٰلِكَ ۖ وَمَآ أُولٰٓئِكَ بِالْمُؤْمِنِينَ ﴿۴۷﴾

اور کہتے ہیں ہم ایمان لائے اللہ اور رسول پر اور اتباع کیا ہم نے پھر پلٹ جاتے ہیں ان میں سے ان کے فریق بعد اس کے اور وہ مسلمان نہیں

وَإِذَا دُعُوٓا إِلَى اللّٰهِ وَرَسُولِهِ لِيَحْكُمَ بَيْنَهُمْ إِذَا فَرِيقٌ مِّنْهُمْ مُّعْرِضُونَ ﴿۴۸﴾

اور جب بلائے جاتے ہیں اللہ اور اس کے رسول کی طرف کہ فیصلہ دے ان میں تو وہیں ان کا ایک فریق منہ پھیر لیتا ہے

وَإِنْ يَّكُنْ لَّهُمُ الْحَقُّ يَأْتُوٓا إِلَيْهِ مُذْعِنِينَ ﴿۴۹﴾

اور اگر ہو ان کے حق میں فیصلہ تو آئیں اس کی طرف مانتے ہوئے

أَفِي قُلُوبِهِمْ مَّرَضٌ أَمِ ارْتَابُوٓا أَمْ يَخَافُونَ أَنْ يَّحِيفَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ وَرَسُولُهُ ۚ بَلْ أُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُونَ ﴿۵۰﴾

کیا ان کے دل بیمار ہیں یا شک رکھتے ہیں یا ڈرتے ہیں اس سے کہ ظلم کرے اللہ اور اس کا رسول ان پر بلکہ وہ تو خود ہی ظالم ہیں

حل لغات چھٹا رکوع۔ سورۃ نور۔ پ ۱۸

اَلَمْ۔ کیا نہ | تَرَ۔ دیکھا تو نے کہ | اَنَّ۔ بے شک | اللّٰہَ۔ اللہ
یُسَبِّحُ۔ تسبیح کرتی ہے | لَهٗ۔ اس کی | مَنْ۔ جو کچھ | فِي۔ بیچ
السَّمٰوٰتِ۔ آسمانوں | وَ۔ اور | الْاَرْضِ۔ زمین کے ہے | وَ۔ اور
الطَّيْرُ۔ پرندے | صٰٓفّٰتٍ۔ پر پھیلائے ہوئے | كُلٌّ۔ ہر ایک نے | قَدْ۔ بے شک
عَلِمَ۔ جان لی | صَلَاتَهٗ۔ اپنی عبادت | وَ۔ اور | تَسْبِيْحَهٗ۔ اپنی تسبیح
وَ۔ اور | اللّٰهُ۔ اللہ | عَلِيْمٌ۔ جانتا ہے | بِمَا۔ جو کچھ
يَفْعَلُوْنَ۔ وہ کرتے ہیں | وَ۔ اور | لِلّٰهِ۔ اللہ ہی کی | مُلْكُ۔ بادشاہی ہے
السَّمٰوٰتِ۔ آسمانوں | وَ۔ اور | الْاَرْضِ۔ زمین کی | وَ۔ اور
اِلَى۔ طرف | اللّٰهِ۔ اللہ کی ہے | الْمَصِيْرُ۔ پھرنا | اَلَمْ۔ کیا نہ
تَرَ۔ دیکھا تو نے کہ | اَنَّ۔ بے شک | اللّٰهَ۔ اللہ | يُزْجِيْ۔ چلاتا ہے
سَحَابًا۔ بادل کو | ثُمَّ۔ پھر | يُؤَلِّفُ۔ ملاتا ہے | بَيْنَهٗ۔ اس کو آپس میں
ثُمَّ۔ پھر | يَجْعَلُهٗ۔ کرتا ہے اسے | رُكَامًا۔ تہہ بہ تہہ | فَتَرَى۔ پھر تو دیکھتا ہے
الْوَدْقَ۔ مینہ کو کہ | يَخْرُجُ۔ نکلتا ہے | مِنْ خِلٰلِهٖ۔ اس کے درمیان سے | وَ۔ اور
يُنَزِّلُ۔ اتارتا ہے | مِنَ السَّمَآءِ۔ آسمان سے | مِنْ جِبَالٍ۔ پہاڑوں پر | فِيْهَا۔ اس میں ہوتا ہے
مِنْۢ بَرَدٍ۔ ژالہ | فَيُصِيْبُ۔ پھر پہنچاتا ہے | بِهٖ۔ وہ | مَنْ۔ جسے
يَّشَآءُ۔ چاہے | وَ۔ اور | يَصْرِفُهٗ۔ پھیرتا ہے | عَنْ مَّنْ۔ جس سے
يَّشَآءُ۔ چاہے | يَكَادُ۔ قریب ہے | سَنَا۔ چمک | بَرْقِهٖ۔ اس کی بجلی کی
يَذْهَبُ۔ لے جائے | بِالْاَبْصَارِ۔ آنکھیں | يُقَلِّبُ۔ پھیرتا ہے | اللّٰهُ۔ اللہ
الَّيْلَ۔ رات | وَ۔ اور | النَّهَارَ۔ دن کو | اِنَّ۔ بے شک
فِيْ۔ بیچ | ذٰلِكَ۔ اس کے | لَعِبْرَةً۔ عبرت ہے | لِّاُولِي الْاَبْصَارِ۔ آنکھ
والوں کے لئے | وَ۔ اور | اللّٰهُ۔ اللہ نے | خَلَقَ۔ پیدا کیا
كُلَّ۔ ہر ایک | دَآبَّةٍ۔ جانور | مِّنْ مَّآءٍ۔ پانی سے | فَمِنْهُمْ۔ پھر ان میں سے
مَّنْ۔ وہ ہیں جو | يَّمْشِيْ۔ چلتا ہے | عَلٰى۔ اوپر | بَطْنِهٖ۔ اپنے پیٹ کے
وَ۔ اور | مِنْهُمْ۔ ان میں سے | مَّنْ۔ وہ بھی جو | يَّمْشِيْ۔ چلتا ہے
عَلٰى۔ اوپر | رِجْلَيْنِ۔ دو پیروں کے | وَ۔ اور | مِنْهُمْ۔ بعض ان میں سے
مَّنْ۔ وہ ہے جو | يَّمْشِيْ۔ چلتا ہے | عَلٰٓى۔ اوپر | اَرْبَعٍ۔ چار پاؤں کے
يَخْلُقُ۔ پیدا کرتا ہے | اللّٰهُ۔ اللہ | مَا۔ جو | يَشَآءُ۔ چاہے

اِنَّ۔ بے شک	اللّٰہَ۔ اللہ	عَلٰی۔ اوپر	کُلِّ۔ ہر
شَیْءٍ۔ چیز کے	قَدِیْرٌ۔ قادر ہے	لَقَدْ۔ بے شک	اَنْزَلْنَآ۔ ہم نے اتاریں
اٰیٰتٍ۔ آیتیں	مُّبَیِّنٰتٍ۔ ظاہر	وَ۔ اور	اللّٰہُ۔ اللہ
یَھْدِیْ۔ ہدایت دیتا ہے	مَنْ۔ جسے	یَّشَآءُ۔ چاہے	اِلٰی۔ طرف
صِرَاطٍ۔ راہ	مُّسْتَقِیْمٍ۔ سیدھی کے	وَ۔ اور	یَقُوْلُوْنَ۔ کہتے ہیں
اٰمَنَّا۔ ہم ایمان لائے	بِاللّٰہِ۔ اللہ	وَ۔ اور	بِالرَّسُوْلِ۔ رسول پر
وَ۔ اور	اَطَعْنَا۔ پیروی کی ہم نے	ثُمَّ۔ پھر	یَتَوَلّٰی۔ پھر جاتا ہے
فَرِیْقٌ۔ ایک فرقہ	مِّنْھُمْ۔ ان میں سے	مِّنْۢ بَعْدِ۔ بعد	ذٰلِکَ۔ اس کے
وَ۔ اور	مَآ۔ نہیں	اُولٰٓئِکَ۔ یہ	بِالْمُؤْمِنِیْنَ۔ ایمان والے
وَ۔ اور	اِذَا۔ جب	دُعُوْٓا۔ بلائے جاتے ہیں	اِلَی۔ طرف
اللّٰہِ۔ اللہ	وَ۔ اور	رَسُوْلِہٖ۔ اس کے رسول کی	لِیَحْکُمَ۔ تا کہ فیصلہ کرے
بَیْنَھُمْ۔ ان کے درمیان	اِذَا۔ تو ناگہاں	فَرِیْقٌ۔ ایک فرقہ	مِّنْھُمْ۔ ان میں سے
مُّعْرِضُوْنَ۔ منہ پھیرتے ہیں	وَ۔ اور	اِنْ۔ اگر	یَّکُنْ۔ ہو
لَّھُمُ۔ ان کے لئے	الْحَقُّ۔ حق	یَاْتُوْٓا۔ تو آئیں گے	اِلَیْہِ۔ اس کی طرف
مُذْعِنِیْنَ۔ سر جھکائے	اَ۔ کیا	فِیْ۔ بیچ	قُلُوْبِھِمْ۔ ان کے دلوں کے
مَّرَضٌ۔ بیماری ہے	اَمِ۔ یا	ارْتَابُوْٓا۔ شک کرتے ہیں	اَمْ۔ یا
یَخَافُوْنَ۔ ڈرتے ہیں	اَنْ۔ یہ کہ	یَّحِیْفَ۔ ظلم کرے گا	اللّٰہُ۔ اللہ
عَلَیْھِمْ۔ ان پر	وَ۔ اور	رَسُوْلُہٗ۔ اس کا رسول	بَلْ۔ بلکہ
اُولٰٓئِکَ۔ یہ لوگ	ھُمُ۔ وہی ہیں	الظّٰلِمُوْنَ۔ ظالم	

خلاصہ تفسیر چھٹا رکوع۔ سورۃ نور۔ پ ۱۸

اس رکوع میں وَالطَّیْرُ صٰٓفّٰتٍ کے یہ معنی ہیں طیر پرند صٰٓفّٰتٍ بَاسِطَاتِ اَجْنِحَتَھُنَّ اپنے پر پھیلائے ہوئے

یُزْجِیْ کے معنی ہیں سَوْقُہٗ بِرِفْقٍ۔ آہستہ آہستہ چلانا۔ ہانکنا۔

رُکَامًا۔ کے معنی ہیں مُتَرَا کِمًا بَعْضُہٗ فَوْقَ بَعْضٍ۔ ایک دوسرے پر چڑھتے ہوئے۔

وَدْق۔ اَلْمَطَرُ۔ یعنی بارش

بَرْد۔ برف

سَنَا۔ چمک

مُذْعِنِیْنَ۔ گردن جھکائے ہوئے آنا۔

اِرْتَابَ۔ شک کرنے والا۔

یَحِیْفَ۔ حق تلفی کرنے والا۔

ربط آیات:

مومنین کے دلوں کے انوار اور کافروں کی بداعتقادی کے ظلمات بیان فرما کر اس رکوع میں چند دلائل توحید بیان فرمائے جاتے ہیں۔ تاکہ غور کرنے کے بعد حق سبحانہ وتعالیٰ اور اس کی توحید کا نور قلوب مومنین پر متجلی ہو کر نور علیٰ نور ہو جائے۔ چنانچہ ارشاد ہے۔

اس رکوع میں اللہ تعالیٰ نے چار دلائل قدرت واضح فرمائے۔

(پہلی دلیل) جس کا خلاصہ یہ ہے کہ انسان ہی نہیں بلکہ جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے سب اس کی تسبیح وتہلیل بیان کرتے ہیں۔ آسمانوں میں ملائکہ اور روحانیت اور زمین میں انسان وحیوان اور حجر وشجر اور جو ہوا میں پرند پر کھولے ہوئے اڑ رہے ہیں سب اس کی تسبیح میں رطب اللسان ہیں۔ چنانچہ

اَلَمْ تَرَ۔ سے استفہام انکاری فرمایا گیا۔ گویا حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم سے ارشاد ہوا اَلَمْ تَعْلَمْ کیا آپ نہیں جانتے یعنی ضرور جانتے ہیں کہ

اَنَّ اللّٰهَ يُسَبِّحُ لَهٗ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ۔ اللہ کی تسبیح کرتے ہیں جو آسمانوں اور زمین میں ہیں۔ اگرچہ عوام کی آنکھیں دیکھنے اور کان سننے سے قاصر ہیں۔ لیکن جن کے ضمیر روشن ہیں جو انوار نبوت وولایت سے سرفراز ہیں وہ سنتے اور دیکھتے ہیں۔

وَالطَّيْرُ صٰٓفّٰتٍ۔ اور پرندے پر پھیلائے ہوئے۔

لیکن تسبیح مخلوق کے متعلق متکلمین کے نزدیک یہ فیصلہ ہے کہ تسبیح سے وجود خالق کل پر ہر شے کا دلالت کرنا مراد ہے جیسے کسی نے کہا:

ہر گیاہے کہ از زمیں روید وحدہ لا شریک لہ گوید

اور کسی نے بالفاظ دیگر کہا:

برگ درختاں سبز در نظر ہوشیار ہر ورقے دفتریست از معرفت کردگار

گویا ہر شے زبان حال سے اپنے خالق کی صفت کر رہی ہے کہ وہ خالق وہ ہے جو نقص سے منزہ اور اپنی صفات کمال اور نعوت جلال سے موصوف ہے اور یہ تسبیح بدلالت الحال ہے۔

بعض نے کہا ہر شے اپنی ایک خاص زبان رکھتی ہے جو اسے منجانب اللہ عطا ہوئی ہے اور ہر شے اپنی اپنی زبانوں میں تسبیح وتقدیس کرتی ہے چنانچہ جمادات اپنی زبان جمادی سے تسبیح کرتے ہیں اور اسے اولیائے کاملین نے بھی سنا ہے۔

اور حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا ابوجہل والا واقعہ تو اس پر شاہد عدل ہے جب کہ وہ چھ کنکریاں مٹھی میں لے کر آیا اور پکارا کہ آپ آسمانوں کی خبریں دیتے ہیں مجھے یہ تو بتا دیجئے کہ میری مٹھی میں کیا ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ تو معمولی بات ہے چھ کنکریاں تو مٹھی میں لایا ہے لیکن ان کنکریوں سے میری رسالت

اور اللہ تعالیٰ کی تسبیح بھی سن چنانچہ مثنوی شریف میں حضرت جلال الدین رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

گفت شش پارہ حجر در دست تست بشنو از ہر یک تو تسبیح درست

لا الہ گفت الا اللہ گفت گوہر احمد رسول اللہ سفت

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: وَلَقَدْ كُنَّا نَسْمَعُ تَسْبِيحَ الطَّعَامِ وَهُوَ يُؤْكَلُ۔ (بخاری) ہم کھانا کھاتے ہوئے کھانے کی تسبیح سنا کرتے تھے۔

اسی طرح نباتات اپنی زبان نباتاتی میں تسبیح کرتے ہیں۔ ستون حنانہ کا واقعہ مشہور ہے۔

یہ خرمے کا ایک تنہ تھا جو مسجد نبوی میں ستون کی جگہ تھا۔ سردار ابد قرار صلی اللہ علیہ وسلم اس کا سہارا لگا کر جمعہ میں خطبہ فرمایا کرتے تھے۔ چنانچہ آج بھی مسجد نبوی میں منبر کے پاس جو سنگین ستون ہے اس پر طغرا لکھا ہوا ہے "اُسْتُوَانَه حَنَّانَه"۔

بخاری شریف میں حدیث ہے۔ جس سے ثابت ہوتا ہے کہ جب صحابہ نے بہ منظوری سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم منبر بنایا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس پر جلوہ آرا ہوئے تو مہاجرت رسول میں وہ ستون رویا اور اس کا رونا حاضرین مجلس نے سنا۔ مثنوی شریف میں ہے:

استن حنانہ در ہجر رسول نالہ مے زد ہچو ارباب عقول

در تحیر ماندہ اصحاب رسول کز چہ مے نالد ستوں با عرض و طول

گفت پیغمبر چہ خواہی اے ستوں

مسندت من بودم از من تافتی بر سر منبر تو مسند ساختی!

باقی رہے حیوانات اور پرند و چرند سوان کے عجائبات تو اس امر کی صریح دلیل ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں خاص قسم کی گویائی اور ادراک عطا فرمایا ہے۔

چنانچہ حدیث میں بہت سے واقعات منقول ہیں اور عربی میں کسی نے یہ فضائل خوب جمع کئے ہیں:

سَلَّکَ الْشَجَرُ نَطَقَ الْحَجَرُ شَقَّ الْقَمَرَ بِاِشَارَتِهٖ

چنانچہ كُلٌّ قَدْ عَلِمَ صَلَاتَهٗ وَتَسْبِيْحَهٗ ط۔ ہر مخلوق نے یقیناً جان لی اپنی نماز اور اپنی تسبیح۔ یعنی فطری طور پر سب کو اپنے رب کی عبادت اور تسبیح آتی ہے۔

وَاللّٰهُ عَلِيْمٌۢ بِمَا يَفْعَلُوْنَ۔ اور وہ علیم جانتا ہے جو کچھ وہ کرتے ہیں۔ ان کا ظاہر باطن اس سے مخفی نہیں اس کے بعد مخلوق کے مبداء و معاد کو واضح فرمایا گیا۔

وَلِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ۔ اور اللہ تعالیٰ کے لئے ہے ملکیت آسمانوں اور زمین کی۔ یعنی ہر چیز کا وجود اس کی مشیت کے ساتھ ہے اور ہر شے اسی کے قبضۂ قدرت میں ہے اور یہی وجہ ہے کہ ہر شے اس کی تسبیح و تقدیس کرتی ہے اور وہی اس کا حقدار ہے۔

وَاِلَى اللّٰهِ الْمَصِيْرُ۔ اور تمام مخلوق کو اسی واجب تعالیٰ شانہ کی طرف واپس جانا ہے۔ اس سے بھی ثابت ہوا کہ اسی کی تقدیس و تسبیح ہر شے کرتی ہے اور ضروری ہے کہ آخر اسی کے پاس جانا ہے۔ خلاصہ یہ کہ یہ سب عالم اسی کا مسخر ہے اور اسی کے

اقتدار میں ہے یہ دعویٰ بدیہی ہے۔

اس سے یہ بھی ثابت ہوا کہ جو شے مسخر ومنقاد ہے وہ خدا نہیں۔ تو ثابت ہوا کہ موجودات میں وہی واجب الوجود ہے وہی لائق عبادت و پرستش ہے اور جو اس کے سوا غیر کے پرستار ہیں وہ ظلمات متراکمہ میں پھنسے ہوئے ہیں اور وہ ظلمات ان کے تخیلات باطلہ فاسدہ کاسدہ عاطلہ ہیں۔ پھر

دوسری دلیل شروع ہوئی:

اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ یُزْجِیْ سَحَابًا۔ کیا آپ نے نہ دیکھا یہ بھی استفہام انکاری ہے یعنی آپ دیکھتے ہیں کہ اللہ جل شانہ بادل کو چلاتا ہے۔

ثُمَّ یُؤَلِّفُ بَیْنَهٗ۔ پھر انہیں جو چھوٹے چھوٹے ٹکڑے ہوتے ہیں ملاتا ہے انہیں گھنگھور گھٹا بنا دیتا ہے۔

ثُمَّ یَجْعَلُهٗ رُكَامًا فَتَرَى الْوَدْقَ۔ پھر انہیں متراکم کر کے تم دیکھتے ہو کہ بارش برساتا ہے۔

یَخْرُجُ مِنْ خِلٰلِهٖ۔ جو انہیں کے بیچ میں سے برستی ہے پھر مزید حکمت بالغہ یہ کہ

وَ یُنَزِّلُ مِنَ السَّمَآءِ مِنْ جِبَالٍ فِیْهَا مِنْۢ بَرَدٍ۔ نازل کرتا ہے آسمان سے اور پہاڑوں سے برف برساتا ہے یعنی انہیں بادلوں سے جو پہاڑ کی مانند ہیں جس طرح مینہ برساتا ہے اسی طرح جسم جامد یعنی اولا بھی برسا دیتا ہے پھر اس پر اس کی قدرت کاملہ قابل غور ہے کہ

فَیُصِیْبُ بِهٖ مَنْ یَّشَآءُ۔ کہ وہ اولا پتھر کی طرح کسی کو لگ بھی جاتا ہے جسے اللہ چاہے۔

وَ یَصْرِفُهٗ عَنْ مَّنْ یَّشَآءُ۔ اور جس سے چاہے اسے پھیر دیتا ہے اور اس کی ضرب سے محفوظ رکھتا ہے۔

یَكَادُ سَنَا بَرْقِهٖ یَذْهَبُ بِالْاَبْصَارِ۔ قریب ہے کہ چمک اس کی آنکھیں لے جائے یعنی بجلی کی چکا چوند سے آنکھیں بند ہو جاتی ہیں یا آنکھ کی روشنی جاتی رہتی ہے۔

دکھانا یہ ہے کہ سرد اور تر جگہ سے جہاں اولے اور مینہ برستا ہے وہاں سے ہی بجلی کی آگ بھی ظاہر ہوتی ہے جو ایک عاقل فہیم ذکی کے لئے سبق ہے کہ اس قادر حکیم کی یہ سب جلوہ ریزیاں ہیں۔

پھر یہ بلاغت کلام کے تیور ہیں کہ قدرت کمال کا مظاہرہ فرمانے میں مینہ کی بحث کے اندر سارا سماں مینہ کا باندھ دیا۔ اور آگے فرمایا کہ ہمارے وجود اور قدرت کی یہ تیسری دلیل ہے:

یُقَلِّبُ اللّٰهُ الَّیْلَ وَ النَّهَارَ ؕ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَعِبْرَةً لِّاُولِی الْاَبْصَارِ۔ کہ اللہ تعالیٰ ہی رات اور دن کو بدلنے والا ہے یعنی دن سے رات اور رات سے دن ظاہر فرماتا ہے پھر اس کی مقداریں کم زیادہ کرتا ہے عام اس سے کہ وہ سیر شمس یا حرکت زمین سے ہو یا کسی اور طرح بہرکیف یہ حرکات بھی اسی کے ید قدرت میں ہیں اور اس میں اہل بصیرت کے لئے زبردست عبرت ہے۔ اس کے بعد چوتھی دلیل شیون تخلیق کے متعلق ہے چنانچہ ارشاد ہے:

وَ اللّٰهُ خَلَقَ كُلَّ دَآبَّةٍ مِّنْ مَّآءٍ۔ اور اللہ تعالیٰ نے ہر چلنے والے کو پانی سے پیدا فرمایا۔

فَمِنْهُمْ مَّنْ یَّمْشِیْ عَلٰی بَطْنِهٖ۔ پھر اس میں وہ بھی پیدا کیا جو اپنے پیٹ کے بل چل رہا ہے جیسے چوہا، مچھلی، سانپ، حشرات الارض کیڑے مکوڑے۔

وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّمْشِيْ عَلٰى رِجْلَيْنِ۔ اوران میں سے وہ بھی ہیں جودو پیروں سے چلتے ہیں جیسے انسان۔

وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّمْشِيْ عَلٰٓى اَرْبَعٍ۔ اور بعض ان میں سے وہ ہیں جو چار پیروں سے چلتے ہیں جیسے دابۃ الارض، گھوڑا، خچر، اونٹ، بیل، بکرا، گائے، ہرن، شیر، چیتا وغیرہ۔

يَخْلُقُ اللّٰهُ مَا يَشَآءُ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ یہ سب شان تخلیق ہے اس قادر و خالق اللہ کی جسے جیسا چاہا بنایا اور وہ ہر شے پر قادر ہے وہ نہ طبیعت کا محتاج ہے نہ مادہ کا۔

وَاللّٰهُ خَلَقَ كُلَّ دَآبَّةٍ مِّنْ مَّآءٍ سے ثابت ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہر چلنے والا پانی سے ہی پیدا فرمایا۔ لیکن مشاہدہ سے معلوم ہوتا ہے کہ بہت سی مخلوق پانی سے پیدا نہیں کی گئی جیسے

جن آگ سے پیدا فرمائے۔

ملائکہ نور سے تخلیق کئے گئے۔

آدم خاک سے۔

اور بہت سی چیزیں ہیں جو موادارضیہ سے پیدا کی گئی ہیں پھر خَلَقَ كُلَّ دَآبَّةٍ مِّنْ مَّآءٍ کیوں کر صحیح ہوسکتا ہے؟

اس کا جواب اول گرامر کے اصول سے یہ ہے کہ مِنْ مَّآءٍ صلہ ہے كُلَّ دَآبَّةٍ کا نہ کہ خَلَقَ کا تو ثابت ہوا کہ بیان ان کی تخلیق کا مقصود ہے جو پانی سے بنائے گئے۔ باقی کا بیان دوسری جگہ علیحدہ ہوگا۔

اور یہ بھی توجیہ ہوسکتی ہے کہ اصل جمیع مخلوقات کا پانی سے ہے۔ پھر اس سے عنصر بنائے گئے تو خواہ کسی عنصر سے بھی کوئی پیدا ہوگا مگر بالنسبت الی الاصل اُسے پانی سے ہی ماننا پڑے گا۔

اور یہ بھی کہا جاسکتا ہے کہ دابہ سے مراد زمین پر چلنے والا ہے اور اس کی پیداوار پانی سے بتائی ہے نہ کہ جن اور ملائکہ کہ وہ دابہ میں داخل نہیں۔

اور اس کی موید آیۂ کریمہ بھی ہے کہ مِنْ مَّآءٍ کو نکرہ لایا گیا اس نے یہ بتادیا کہ ہر نوع دابہ کو پانی سے مخلوق فرمایا ہے اور وہ پیٹ کے بل بھی چلنے والے ہیں جیسے سانپ بچھو وغیرہ۔

دو پاؤں سے بھی چلتے ہیں جیسے انسان۔

چار پیروں سے بھی چلتے ہیں جیسے گائے بیل، بھینس، اونٹ، دنبہ بکری وغیرہ۔

بعض وہ ہیں جن کا چلنا چار پیروں سے زائد پر ہے جیسے کنکھجورا تو اس کا تذکرہ فرما کر

يَخْلُقُ اللّٰهُ مَا يَشَآءُ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ فرمایا۔

آخر میں فرمادیا لَقَدْ اَنْزَلْنَآ اٰيٰتٍ مُّبَيِّنٰتٍ ؕ وَاللّٰهُ يَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ فرما کر مضمون ختم کر دیا۔

پھر دلائل اربع کے بعد جن سے انسان کا دل نور ابدی اور سرمدی سے مسرور ہو جاتا ہے۔

اب چند ان گمراہ ازلی کا ذکر شروع کیا گیا جو ظلمات میں پھنسے ہوئے ہیں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع سے جی چراتے اور حیلہ بہانہ بناتے ہیں۔

یہ چند منافق مدینہ منورہ کے رہنے والے تھے آئندہ آیات میں انہیں کی طرف روئے سخن ہے چنانچہ ارشاد باری ہے:

وَ یَقُوْلُوْنَ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَ بِالرَّسُوْلِ وَ اَطَعْنَا۔ اور یہ منافق کہتے ہیں کہ ہم ایمان لائے اللہ پر اور رسول پر یعنی یہ لوگ منہ سے تو ایمان اور فرمانبرداری کا اقرار کرتے ہیں لیکن یہ محض زبانی ایمان ہے اور تصدیق بالجنان نہیں یہی وجہ ہے کہ۔

ثُمَّ یَتَوَلّٰى فَرِیْقٌ مِّنْهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ ؕ وَ مَاۤ اُولٰٓىِٕكَ بِالْمُؤْمِنِیْنَ۔ پھر ان میں سے منحرف ہو جاتے ہیں بعد اس اقرار کے اور حقیقتاً یہ مومن نہیں ہیں۔ اور موقع امتحان پر منہ موڑ لیتے ہیں جو اس امر کی بین دلیل تھے کہ یہ درحقیقت مومن نہیں ہیں۔

وَ اِذَا دُعُوْۤا اِلَى اللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ لِیَحْكُمَ بَیْنَهُمْ اِذَا فَرِیْقٌ مِّنْهُمْ مُّعْرِضُوْنَ ﴿۴۸﴾ ۔ اور جب بلائے جاتے ہیں اللہ اور رسول کی طرف تا کہ ان کے مابین فیصلہ دیا جائے تو وہیں ان کا ایک فریق منہ پھیر لیتا ہے۔

اس واقعہ کی اصل مقاتل کی تحقیق میں یہ ہے کہ بشر منافق کا ایک یہودی سے مقدمہ ہوا اس میں یہودی حق پر تھا اور اس کا اصرار تھا کہ یہ مقدمہ کعب بن اشرف یہودی کے آگے پیش نہ ہو بلکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے یہاں دائر ہو اور بشر منافق یہ چاہتا تھا کہ کعب دغا باز راشی ہے وہاں پیش ہو کہ اس سے کچھ دے لے کر اپنے حق میں فیصلہ کرا لوں گا۔

یہودی کو اس امر کا یقین تھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فیصلہ فرمانے میں کسی کی رعایت نہ فرمائیں گے اور حق فیصلہ دیں گے اس لئے وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے یہاں مقدمہ کرنے پر مصر تھا۔

حضرت ضحاک فرماتے ہیں کہ مغیرہ بن وائل منافق اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے مابین ایک زمین پر تنازعہ ہوا۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ سے فیصلہ لیا جائے اور مغیرہ نے اس سے انکار کیا۔

اس پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی کہ ایمان کا جھوٹا دعویٰ کر کے نفاق کرتے ہیں۔ جھوٹی قسمیں کھا کر ویسے تو کہتے ہیں کہ ہم متبع اور مطیع ہیں مگر جب حکم ملتا ہے تو منحرف ہو جاتے ہیں۔ البتہ

وَ اِنْ یَّكُنْ لَّهُمُ الْحَقُّ یَاْتُوْۤا اِلَیْهِ مُذْعِنِیْنَ۔ اگر ہو انہیں کے حق میں فیصلہ تو آتے ہیں مُذْعِنِیْنَ۔ یعنی گردن جھکائے ہوئے۔ اس پر ارشاد ہے:

اَفِیْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ اَمِ ارْتَابُوْۤا اَمْ یَخَافُوْنَ اَنْ یَّحِیْفَ اللّٰهُ عَلَیْهِمْ وَ رَسُوْلُهٗ ؕ بَلْ اُولٰٓىِٕكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ۔ کیا ان کے دلوں میں مرض نفاق ہے یا اس شک میں پڑے ہوئے ہیں اور خوف کرتے ہیں کہ اللہ اور اس کا رسول حق تلفی کرے گا بلکہ درحقیقت وہی حق تلف کرنے والے ہیں اور ظالم ہیں۔

مختصر تفسیر اردو چھٹا رکوع ۔ سورۃ نور ۔ پ ۱۸

اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ یُسَبِّحُ لَهٗ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ وَ الطَّیْرُ صٰٓفّٰتٍ ؕ كُلٌّ قَدْ عَلِمَ صَلَاتَهٗ وَ تَسْبِیْحَهٗ ؕ وَ اللّٰهُ عَلِیْمٌۢ بِمَا یَفْعَلُوْنَ ﴿۴۱﴾ ۔

کیا نہ دیکھا تم نے اے محبوب کہ بے شک اللہ کی تسبیح کرتے ہیں جو کوئی آسمانوں اور زمین میں ہیں اور پرند پر پھیلائے سب نے جان لیا ہے اپنی نماز اور اپنی تسبیح کو اور اللہ ان کے اعمال کو جانتا ہے۔

وَ الطَّیْرُ صٰٓفّٰتٍ۔ مرفوع ہے اس لئے کہ اس کا عطف مَنْ پر ہے اور وہ بلحاظ یُسَبِّحُ کے فاعل ہونے کے مرفوع ہے اور

صافات طیر سے حال ہے یعنی عبارت یہ ہوئی: تُسَبِّحُهُ تَعَالٰی حَالَ كَوْنِهَا صَافَاتٍ اَجْنِحَتَهَا وہ طیر اللہ کی تسبیح پر پھیلائے کرتے ہیں۔

یہ مضمون مستانف ہے اس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے مخاطبہ ہے کہ آپ نے اپنے انوار نبوت کی روشنی میں ضرور ملاحظہ فرمالیا ہے کہ جو آسمانوں اور زمین میں ہیں سب ہماری تسبیح کر رہے ہیں اور سما اور فضاء ہوائیہ میں جو پرند ہیں وہ بھی پر پھیلائے ہماری تسبیح میں رطب اللسان ہیں اور سب نے اپنے اپنے طریقہ کی عبادت اور تسبیح جان رکھی ہے اور اللہ ان کے اعمال جانتا ہے۔

اب رہا یہ کہ یہ تسبیح زبان حال سے ہو رہی ہے یا حقیقتاً؟

اس کی تصریح ہم خلاصہ تفسیر میں بیان کر چکے ہیں۔

وَلِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ وَاِلَى اللّٰهِ الْمَصِيْرُ۔ اور ملکیت سماوی اور ارضی اللہ تعالیٰ کے لئے ہے اور اسی کی طرف سب کو لوٹنا ہے۔

اور جب تمام موجودات اسی کی تحت ملک و تصرف ہے تو وہی اس کا حقدار ہے کہ اسی کی عبادت ہو اور اسی کو پوجا جائے اس کی ہی تسبیح و تہلیل کی جاوے۔

اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ يُزْجِيْ سَحَابًا ثُمَّ يُؤَلِّفُ بَيْنَهٗ ثُمَّ يَجْعَلُهٗ رُكَامًا فَتَرَى الْوَدْقَ يَخْرُجُ مِنْ خِلٰلِهٖ۔ یہ دوسرا مخاطبہ ہے۔ کیا نہ دیکھا آپ نے اے محبوب کہ اللہ ہانکتا اور چلاتا ہے بادلوں کو پھر ملاتا ہے انہیں آپس میں انہیں پھر کر دیتا ہے ٹکڑے ٹکڑے تو دیکھتے ہیں آپ بارش کو کہ برستی ہے اس میں سے۔

عربی میں ازجاء کہتے ہیں کسی شے کو نرمی اور سہولت سے چلانے کو اور اسی سے يُزْجِيْ ہے تو چونکہ بادلوں کو نرم نرم چلایا جاتا ہے پھر ان میں تالیف ہوتی ہے کہ آپس میں ایک دوسرے سے ملیں پھر وہ متراکم ہوتے ہیں یعنی ایک پر ایک گھٹا آتی ہے پھر ودق یعنی مطر شدید یا ضعیف برسنے لگتا ہے تو ودق بارش کو محاورہ عربی میں کہا گیا۔

رکام۔ رکم سے ہے اس کے معنی ہیں ایک چیز کو ایک پر رکھنا۔

يَخْرُجُ مِنْ خِلٰلِهٖ۔ یعنی وہ بارش انہیں متراکم ابروں سے نکلتی ہے۔ پھر

وَيُنَزِّلُ مِنَ السَّمَآءِ مِنْ جِبَالٍ فِيْهَا مِنْۢ بَرَدٍ فَيُصِيْبُ بِهٖ مَنْ يَّشَآءُ وَيَصْرِفُهٗ عَنْ مَّنْ يَّشَآءُ ؕ۔ اور برساتا ہے انہیں بلند بادلوں سے پہاڑوں سے جو انہیں بادلوں میں ہیں برد اولے تو پہنچتے ہیں اسے جسے اللہ چاہے اور ہٹا دیتا ہے اس سے جسے چاہے۔

اس کے معنی یا تو یہ ہیں کہ جیسے زمین میں پتھر کے پہاڑ ہیں ایسے ہی آسمان میں برف کے پہاڑ ہیں جو اللہ تعالیٰ نے پیدا فرمائے اور یہ جو بارش میں اولے برستے ہیں اسی برفانی پہاڑی کے کنکر ہیں۔

یا یہ معنی ہیں کہ آسمان سے اولوں کے پہاڑ کے پہاڑ برسائے جاتے ہیں پھر یہ کسی کو لگ جاتے ہیں اور کوئی ان سے بچ جاتا ہے یہ بھی مشیت الٰہی پر موقوف ہے (مدارک)

بہر حال سَمَاء عربی میں كُلُّ مَا عَلَاكَ سَمَآءٌ جو کچھ ہم سے اوپر ہے وہ سما ہے۔ چنانچہ ایک روایت میں ہے: اِنَّ

اللّٰہَ تَعَالٰی خَلَقَ فِی السَّمَآءِ جِبَالاً مِّنْ بَرْدٍ کَمَا خَلَقَ فِی الْاَرْضِ جِبَالاً مِّنْ حَجَرٍ۔ اللہ تعالیٰ نے آسمان پر برف کے پہاڑ پیدا فرمائے ہیں جیسے زمین میں پتھر کے پہاڑ ہیں۔

اس پر فلاسفہ نے بہت طویل بحثیں کی ہیں جو ہم نے نظر انداز کر دی ہیں۔ آگے ارشاد ہے:

یَکَادُ سَنَا بَرْقِهٖ یَذْهَبُ بِالْاَبْصَارِ ﴿۴۳﴾ یُقَلِّبُ اللّٰهُ الَّیْلَ وَ النَّهَارَ ؕ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَعِبْرَةً لِّاُولِی الْاَبْصَارِ۔ قریب ہے کہ چمک اس بجلی کی لے جائے آنکھیں۔ اللہ ہی بدلتا ہے رات اور دن کو بے شک اس میں عبرت ہے نگاہ والوں کو۔

سَنَا عربی میں روشنی کو کہتے ہیں اور برق بجلی کو۔ تو بجلی کی روشنی اس کے حاصل معنی ہوئے۔ پھر اس کے بعد اپنی دوسری قدرت تخلیق کا مظاہرہ فرمایا گیا چنانچہ ارشاد ہوا:

وَ اللّٰهُ خَلَقَ كُلَّ دَآبَّةٍ مِّنْ مَّآءٍ ۚ فَمِنْهُمْ مَّنْ یَّمْشِیْ عَلٰی بَطْنِهٖ ۚ وَ مِنْهُمْ مَّنْ یَّمْشِیْ عَلٰی رِجْلَیْنِ ۚ وَ مِنْهُمْ مَّنْ یَّمْشِیْ عَلٰۤی اَرْبَعٍ ؕ یَخْلُقُ اللّٰهُ مَا یَشَآءُ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ﴿۴۵﴾

اور اللہ نے پیدا کیا ہر چلنے والا پانی سے تو ان میں کوئی پیٹ کے بل چلتا ہے۔

اور ان میں کوئی دو پاؤں پر چلتا ہے۔

اور ان میں کوئی چار پاؤں پر چلتا ہے۔

اللہ بناتا ہے جو چاہے بے شک اللہ ہر شے پر قادر ہے۔

پیٹ کے بل چلنے والے سانپ مچھلی اور کیڑے مکوڑے۔

دو پیروں پر چلنے والے جیسے انسان اور پرند۔

چار پیروں پر چلنے والے جیسے گائے، بیل، بھیڑ، بکری، درندے وغیرہ۔

آلوسی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: لِاَنَّ مِنَ الدَّوَابِّ مَا یَتَوَلَّدُ مِنْ نُّطْفَةٍ۔

وَ زَعَمَ بَعْضُهُمْ اَنَّهَا عَلَی الْاَوَّلِ لِزَامُکَ اَیْضًا بِنَاءً عَلٰی شُمُوْلِ الدَّآبَّةِ لِلْمَلٰئِكَةِ الْمَخْلُوْقِیْنَ مِنْ نُّوْرٍ۔ ملائکہ کی تخلیق پانی سے نہیں بلکہ نور سے ہے۔

وَ لِلْجِنِّ الْمَخْلُوْقِیْنَ مِنْ نَّارٍ۔ اور جن آگ سے پیدا ہوئے۔

وَ ادَّعٰی اَیْضًا اِنَّ مِنَ الْاِنْسِ مَنْ لَّمْ یُخْلَقْ مِنْ مَّآءٍ اَیْضًا وَ هُوَ اٰدَمُ وَ عِیْسٰی عَلَیْهِمَا السَّلَامُ فَاِنَّ الْاَوَّلَ خُلِقَ مِنْ تُرَابٍ وَ الثَّانِیْ خُلِقَ مِنْ رُوْحٍ۔ اور یہ بھی دعویٰ کیا گیا ہے کہ انس میں بھی وہ ہیں جو پانی سے نہیں پیدا ہوئے جیسے آدم علیہ السلام کہ ان کے لئے فرمایا خَلَقَهٗ مِنْ تُرَابٍ اور عیسیٰ علیہ السلام کہ ان کی تخلیق روح سے ہے۔

اس کا جواب ہم خلاصہ تفسیر میں دے چکے ہیں۔

دوسرا جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہر شے کی تخلیق پانی پر ہی موقوف رکھی ہے وَ جَعَلْنَا مِنَ الْمَآءِ كُلَّ شَیْءٍ حَیٍّ اسی لئے فرمایا تو ثابت ہوا کہ ابتداء ہر شے کی پانی پر ہے پھر خواہ وہ عنصر ناری ہو یا نوری ترابی ہو یا ہوائی یا روحی۔

بہر حال پانی پر حیات اشیاء کا موقوف ہونا ضروری ہے۔

لَقَدْ اَنْزَلْنَاۤ اٰیٰتٍ مُّبَیِّنٰتٍ ؕ وَ اللّٰهُ یَهْدِیْ مَنْ یَّشَآءُ اِلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ بے شک ہم نے روشن آیتیں نازل

فرمائیں اور اللہ جسے چاہے سیدھے راستہ کی راہ دکھاتا ہے۔

اس کے بعد اب ان گمراہوں کا ذکر شروع فرمایا جاتا ہے جنہیں سیدھی راہ دکھانا مشیت الٰہی عزوجل میں نہ تھا چنانچہ یہ آیتیں منافقین کے متعلق ہیں۔

وَ يَقُوْلُوْنَ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَ بِالرَّسُوْلِ وَ اَطَعْنَا ثُمَّ يَتَوَلّٰى فَرِيْقٌ مِّنْهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ ؕ وَ مَاۤ اُولٰٓئِكَ بِالْمُؤْمِنِيْنَ۔ اور کہتے ہیں ہم ایمان لائے اللہ اور رسول پر اور اطاعت کی ہم نے پھر منحرف ہو جاتا ہے ایک فریق ان میں سے بعد اس کہنے کے اور حقیقت یہ ہے کہ وہ مومن ہی نہیں ہیں۔

ابن منذر قتادہ رحمہما اللہ سے راوی ہیں: اِنَّهَا نَزَلَتْ فِي الْمُنَافِقِيْنَ۔ یہ آیتیں منافقین کے بارے میں نازل ہوئیں وَ رُوِیَ عَنِ الْحَسَنِ نَحْوَهٗ۔

وَ قِيْلَ نَزَلَتْ فِيْ بِشْرِنِ الْمُنَافِقِ دَعَاهُ يَهُوْدِيٌّ فِيْ خُصُوْمَتِهٖ بَيْنَهُمَا اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَدَعَا هُوَ الْيَهُوْدِيَّ اِلٰى كَعْبِ بْنِ الْاَشْرَفِ ثُمَّ تَحَاكَمَا اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَحَكَمَ لِلْيَهُوْدِيِّ فَلَمْ يَرْضَ الْمُنَافِقُ بِقَضَائِهٖ عَلَيْهِ السَّلَامُ وَقَالَ نَتَحَاكَمُ اِلٰى عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ فَلَمَّا ذَهَبَا اِلَيْهِ قَالَ لَهُ الْيَهُوْدِيُّ قَضٰى لِيَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمْ يَرْضَ بِقَضَائِهٖ فَقَالَ عُمَرُ لِلْمُنَافِقِ اَكَذٰلِكَ فَقَالَ نَعَمْ فَقَالَ مَكَانَكُمَا حَتّٰى اَخْرُجَ اِلَيْكُمَا فَدَخَلَ عُمَرُ بَيْتَهٗ وَ خَرَجَ بِسَيْفِهٖ فَضَرَبَ عُنُقَ ذٰلِكَ الْمُنَافِقِ حَتّٰى بَرِدَ وَ قَالَ هٰكَذَا اَقْضِيْ لِمَنْ لَّمْ يَرْضَ بِقَضَآءِ اللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ فَنَزَلَتْ۔

یہ آیت بشر منافق کے معاملہ میں نازل ہوئی اس کا مقدمہ ایک یہودی سے تھا تو یہودی اسے بارگاہ رسالت ﷺ میں لے جانا چاہتا تھا اور بشر منافق اس پر مصر تھا کہ کعب بن اشرف یہودی کے پاس یہ مقدمہ ہو۔ آخر دونوں بارگاہ رسالت میں آئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مقدمہ سن کر یہودی کے حق میں فیصلہ دے دیا۔ تو بشر منافق اس فیصلہ پر راضی نہ ہوا اور بولا اچھا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے پاس چل۔ یہودی نے کہا اچھا چل۔

جب وہاں دونوں پہنچے۔ یہودی نے کہا حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے حق میں فیصلہ دیا ہے لیکن یہ اس پر راضی نہیں ہوا حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بشر سے فرمایا کیا ایسا ہی ہے بشر نے کہا ہاں۔ آپ نے فرمایا اچھا اپنی جگہ ٹھہرو میں آتا ہوں۔ پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ گھر سے تلوار سونتے ہوئے تشریف لائے اور بشر کی گردن اڑا دی وہ فوراً ٹھنڈا ہو گیا اور مر گیا فرمایا میں ایسے فیصلہ دیتا ہوں اس کا جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فیصلہ پر راضی نہ ہوا اس وقت یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔

وَ قَالَ جِبْرِيْلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ اِنَّ عُمَرَ فَرَّقَ بَيْنَ الْحَقِّ وَالْبَاطِلِ فَسُمِّيَ لِذٰلِكَ الْفَارُوْقَ۔ اور روح الامین اسی وقت حاضر ہوئے اور عرض کیا عمر نے حق و باطل میں فرق کر دیا اسی لئے اب ان کا نام فاروق رکھا گیا۔

دوسرا شان نزول اس طرح ہے جسے ضحاک رحمہ اللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں: نَزَلَتْ فِي الْمُغِيْرَةِ بْنِ وَائِلٍ كَانَ بَيْنَهٗ وَبَيْنَ عَلِيٍّ كَرَّمَ اللّٰهُ وَجْهَهٗ خُصُوْمَةٌ فِيْ اَرْضٍ فَتَقَاسَمَا فَوَقَعَ لِعَلِيٍّ مَا لَا يُصِيْبُهُ الْمَآءُ اِلَّا بِمُشَقَّةٍ فَقَالَ الْمُغِيْرَةُ بِعْنِيْ اَرْضَكَ فَبَاعَهَا اِيَّاهُ وَتَقَابَضَا۔

مغیرہ بن وائل اور سیدنا مولا علی کرم اللہ وجہہ کے مابین ایک زمین کا مخاصمہ تھا۔ جب وہ تقسیم ہوئی تو سیدنا علی کرم اللہ وجہہ کو وہ حصہ ملا جس میں پانی محنت سے پہنچتا تھا۔ مغیرہ نے آپ سے عرض کیا یہ زمین مجھے بیچ دیجئے آپ نے اسے بیچ دی اس پر اس نے قبضہ کر لیا۔

فَقِيْلَ لِلْمُغِيْرَةِ اَخَذْتَ سَبْخَةً لَا يَنَالُهَا الْمَآءُ۔ تو مغیرہ کو لوگوں نے کہا تو نے وہ حصہ لیا جسے پانی نہیں پہنچتا۔

فَقَالَ لِعَلِيٍّ كَرَّمَ اللّٰهُ وَجْهَهُ اِقْبِضْ اَرْضَكَ فَاِنَّ مَا اشْتَرَيْتُهَا اِنْ رَضِيْتُهَا وَلَمْ اَرْضَهَا فَاِنَّ الْمَآءَ لَا يَنَالُهَا۔ مغیرہ نے حضرت امیر سے کہا اپنی زمین واپس لیجئے میں اسے نہیں خریدتا اور میں اس سے خوش نہیں اس لئے کہ اسے پانی نہیں پہنچتا۔

فَقَالَ عَلِيٌّ قَدِ اشْتَرَيْتَهَا وَرَضِيْتَهَا وَ قَبَضْتَهَا وَاَنْتَ تَعْرِفُ حَالَهَا لَا اَقْبَلُهَا مِنْكَ۔

حضرت امیر نے فرمایا تو نے اسے خریدا اور تو اس سے خوش تھا اس پر تو نے قبضہ کر لیا تجھے اس کا حال معلوم تھا اب میں اسے واپس نہیں کرتا۔

وَدَعَاهُ اِلٰى اَنْ يُّخَاصِمَهُ اِلَى الرَّسُوْلِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔ اور اسے فیصلہ کے لئے بارگاہ رسالت ﷺ میں جانے کے لئے فرمایا۔

فَقَالَ اَمَّا مُحَمَّدٌ فَلَسْتُ اٰتِيْهِ فَاِنَّهُ يُبْغِضُنِيْ وَاَنَا اَخَافُ اَنْ يَّحِيْفَ عَلَيَّ فَنَزَلَتْ۔ مغیرہ بولا میں تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس نہیں جاؤں گا اس لئے کہ وہ مجھ سے (معاذ اللہ) بغض رکھتے ہیں اور مجھے خوف ہے کہ وہ میری حق تلفی کر دیں گے تو یہ آیت نازل ہوئی اور فرمایا:

ثُمَّ يَتَوَلّٰى فَرِيْقٌ مِّنْهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ ؕ وَمَاۤ اُولٰٓئِكَ بِالْمُؤْمِنِيْنَ۔ اول اطاعت کا منافقانہ اقرار کرتے ہیں پھر ان میں کا ایک فریق اس اقرار کے بعد منحرف ہو جاتا ہے اور حقیقت حال یہ ہے کہ وہ مومن ہی نہیں ہے۔

وَاِذَا دُعُوْۤا اِلَى اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ لِيَحْكُمَ بَيْنَهُمْ اِذَا فَرِيْقٌ مِّنْهُمْ مُّعْرِضُوْنَ۔ اور جب بلایا جائے انہیں اللہ اور اس کے رسول کی طرف کہ فیصلہ دے وہ رسول ان میں تو جبھی ایک فریق ان سے اعراض و انحراف کرتا ہے۔

آلوسی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اس میں یحکم کی ضمیر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ہے۔

اور یہ بھی جائز ہے کہ ضمیر کو اس طرف ہی عائد کیا جائے جو سیاق کلام سے مستفاد ہوتا ہے تو اس میں اللہ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دونوں طرف ہو سکتی ہے لیکن حکم کا تعلق حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے اور اللہ تعالیٰ کی اس میں مشارکت تفخیم کے لئے ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم چونکہ فی الحقیقت حکم الٰہی ہے بنا بریں دونوں نام لینے ضروری تھے۔

جیسے دوسری جگہ ارشاد ہے يُخٰدِعُوْنَ اللّٰهَ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا۔ حالانکہ خدع اللہ تعالیٰ کے ساتھ ناممکن ہے۔

اِذَا فَرِيْقٌ مِّنْهُمْ مُّعْرِضُوْنَ۔ تو ایک فریق ان سے اعراض کرتا ہے باآنکہ وہ جانتا ہے بِاَنَّهُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَحْكُمُ اِلَّا بِالْحَقِّ۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم حق ہی فیصلہ دینے والے ہیں مگر منافقت انہیں اس اتباع سے روکتی ہے۔

وَاِنْ يَّكُنْ لَّهُمُ الْحَقُّ يَاْتُوْۤا اِلَيْهِ مُذْعِنِيْنَ۔ اور اگر معلوم ہو کہ انہیں کے حق میں فیصلہ ہوگا۔ تو متبع بن کر ادھر ہی

جھکے ہوئے آئیں۔اسی بنا پر فرمایا:

اَفِیْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ اَمِ ارْتَابُوْۤا اَمْ یَخَافُوْنَ اَنْ یَّحِیْفَ اللّٰهُ عَلَیْهِمْ وَ رَسُوْلُهٗ۔ کیا ان کے دلوں میں (نفاق کی) بیماری ہے یا شک میں ہیں یا اس امر سے خائف ہیں کہ اللہ اور اس کا رسول حق تلفی کرے گا۔

بَلْ اُولٰٓىِٕكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ۔ بلکہ یہی ظالم لوگ ہیں۔

بامحاورہ ترجمہ ساتواں رکوع-سورۃ نور-پ ۱۸

اِنَّمَا كَانَ قَوْلَ الْمُؤْمِنِیْنَ اِذَا دُعُوْۤا اِلَى اللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ لِیَحْكُمَ بَیْنَهُمْ اَنْ یَّقُوْلُوْا سَمِعْنَا وَ اَطَعْنَاؕ وَ اُولٰٓىِٕكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ﴿۵۱﴾

مسلمانوں کا قول تو یہی ہے کہ جب وہ بلائے جائیں اللہ اور رسول کی طرف تا کہ وہ فیصلہ فرمائے ان میں یہ کہیں ہم نے سنا اور پیروی کی اور یہی لوگ ہیں فلاح یافتہ

وَ مَنْ یُّطِعِ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ وَ یَخْشَ اللّٰهَ وَ یَتَّقْهِ فَاُولٰٓىِٕكَ هُمُ الْفَآىِٕزُوْنَ ﴿۵۲﴾

اور جو پیروی کرے اللہ اور اس کے رسول کی اور ڈرے اللہ سے اور پرہیز گاری کرے تو یہی لوگ کامیاب ہیں

وَ اَقْسَمُوْا بِاللّٰهِ جَهْدَ اَیْمَانِهِمْ لَىِٕنْ اَمَرْتَهُمْ لَیَخْرُجُنَّؕ قُلْ لَّا تُقْسِمُوْاۚ طَاعَةٌ مَّعْرُوْفَةٌؕ اِنَّ اللّٰهَ خَبِیْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ﴿۵۳﴾

اور قسم کھائی انہوں نے اور پختہ ہوئے اپنی حلف میں کہ اگر تم انہیں حکم دو تو ضرور نکلیں گے (جہاد کو) فرمادیجئے قسمیں نہ کھاؤ۔ اطاعت ہے شرع کے حکم کی بے شک اللہ تمہارے عملوں سے خبردار ہے

قُلْ اَطِیْعُوا اللّٰهَ وَ اَطِیْعُوا الرَّسُوْلَۚ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّمَا عَلَیْهِ مَا حُمِّلَ وَ عَلَیْكُمْ مَّا حُمِّلْتُمْؕ وَ اِنْ تُطِیْعُوْهُ تَهْتَدُوْاؕ وَ مَا عَلَى الرَّسُوْلِ اِلَّا الْبَلٰغُ الْمُبِیْنُ ﴿۵۴﴾

فرمادیجئے پیروی کرو اللہ کی اور پیروی کرو رسول کی تو اگر تم منحرف ہوئے تو سوا اس کے نہیں کہ جو رسول پر ہے وہ اس کے ذمہ ہے اور تم پر وہ ہے جو تمہارے ذمہ ہے اور اگر پیروی کی تم نے رسول کی ہدایت پا گئے اور رسول پر نہیں مگر پہنچانا حکم کا ہے

وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَیَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِی الْاَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ۪ وَ لَیُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِیْنَهُمُ الَّذِی ارْتَضٰى لَهُمْ وَ لَیُبَدِّلَنَّهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ خَوْفِهِمْ اَمْنًاؕ یَعْبُدُوْنَنِیْ لَا یُشْرِكُوْنَ بِیْ شَیْــٴًـاؕ وَ مَنْ كَفَرَ بَعْدَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓىِٕكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ﴿۵۵﴾

وعدہ کیا اللہ نے انہیں جو ایمان لائے تم میں سے اور نیک عمل کئے کہ ضرور انہیں زمین میں خلافت دے گا جیسے ان سے پہلوں کو دی اور ضرور انہیں متمکن کرے گا ان کا دین جس سے وہ راضی ہے اور ضرور ان کا خوف امن سے بدل دے گا میری عبادت کرو نہ شریک کرو میرے ساتھ کسی شے کو اور جو کفر کرے بعد اس کے وہی فاسق ہے

وَ اَقِیْمُوا الصَّلٰوةَ وَ اٰتُوا الزَّكٰوةَ وَ اَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ﴿۵۶﴾

اور نماز قائم کرو اور زکوٰۃ دو اور پیروی کرو رسول کی تا کہ تم رحم کئے جاؤ

لَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مُعْجِزِيْنَ فِي الْاَرْضِ ۚ وَمَاْوٰىهُمُ النَّارُ ۭ وَلَبِئْسَ الْمَصِيْرُ ﴿٥٧﴾

نہ گمان کریں جو کافر ہیں کہ وہ قبضہ سے نکل جائیں گے زمین میں ان کا ٹھکانہ جہنم ہے اور وہ یقیناً برا ٹھکانہ ہے

حل لغات ساتواں رکوع ۔ سورۃ نور ۔ پ ۱۸

اِنَّمَا۔سوا اس کے نہیں	كَانَ۔تھی	قَوْلَ۔بات	الْمُؤْمِنِيْنَ۔مومنوں کی
اِذَا۔جبکہ	دُعُوْٓا۔وہ بلائے گئے	اِلَى۔طرف	اللّٰهِ۔اللہ کی
وَ۔اور	رَسُوْلِهٖ۔اس کے رسول کی	لِيَحْكُمَ۔تاکہ فیصلہ کرے	بَيْنَهُمْ۔ان میں
اَنْ۔یہ کہ	يَّقُوْلُوْا۔کہیں	سَمِعْنَا۔ہم نے سنا	وَ۔اور
اَطَعْنَا۔مانا	وَ۔اور	اُولٰٓئِكَ۔یہ لوگ	هُمُ۔وہی ہیں
الْمُفْلِحُوْنَ۔فلاح پانے والے	وَ۔اور	مَنْ۔جو	يُّطِعِ۔پیروی کرے
اللّٰهَ۔اللہ کی	وَ۔اور	رَسُوْلَهٗ۔اس کے رسول کی	وَ۔اور
يَخْشَ۔ڈرے	اللّٰهَ۔اللہ سے	وَ۔اور	يَتَّقْهِ۔پرہیزگاری کرے
فَاُولٰٓئِكَ۔تو یہ لوگ	هُمُ۔وہی ہیں	الْفَآئِزُوْنَ۔کامیاب	وَ۔اور
اَقْسَمُوْا۔قسمیں کھائیں انہوں نے		بِاللّٰهِ۔اللہ کی	جَهْدَ۔مضبوط
اَيْمَانِهِمْ۔قسمیں اپنی	لَئِنْ۔اگر	اَمَرْتَهُمْ۔تو ان کو حکم دے	لَيَخْرُجُنَّ۔تو ضرور نکلیں
قُلْ۔فرمائیے	لَّا۔نہ	تُقْسِمُوْا۔قسمیں کھاؤ	طَاعَةٌ۔طاعت ہے
مَّعْرُوْفَةٌ۔حکم کے مطابق	اِنَّ۔بے شک	اللّٰهَ خَبِيْرٌۢ۔اللہ خبیر جانتا ہے	بِمَا۔اس کو جو
تَعْمَلُوْنَ۔تم کرتے ہو	قُلْ۔کہہ	اَطِيْعُوا۔کہا مانو	اللّٰهَ۔اللہ کا
وَ۔اور	اَطِيْعُوا۔کہا مانو	الرَّسُوْلَ۔رسول کا	فَاِنْ۔پھر اگر
تَوَلَّوْا۔پھر جائیں	فَاِنَّمَا۔تو بے شک	عَلَيْهِ۔اس پر ہے	مَا۔جو
حُمِّلَ۔اس کے ذمہ ہے	وَ۔اور	عَلَيْكُمْ۔تم پر ہے	مَّا۔جو
حُمِّلْتُمْ۔تمہارے ذمہ ہے	وَ۔اور	اِنْ۔اگر	تُطِيْعُوْهُ۔کہا مانو اس کا
تَهْتَدُوْا۔تو ہدایت پاؤ گے	وَ۔اور	مَا۔نہیں	عَلَى۔اوپر
الرَّسُوْلِ۔رسول کے	اِلَّا۔مگر	الْبَلٰغُ۔پہنچانا	الْمُبِيْنُ۔ظاہر
وَعَدَ۔وعدہ کیا	اللّٰهُ۔اللہ نے	الَّذِيْنَ۔ان سے جو	اٰمَنُوْا۔ایمان لائے
مِنْكُمْ۔تم میں سے	وَ۔اور	عَمِلُوا۔عمل کئے	الصّٰلِحٰتِ۔نیک
لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ۔ضرور خلیفہ بنائے گا ان کو		فِي۔بیچ	الْاَرْضِ۔زمین
كَمَا۔جیسے	اسْتَخْلَفَ۔خلیفے بنائے	الَّذِيْنَ۔وہ جو	مِنْ قَبْلِهِمْ۔ان سے پہلے تھے

وَ۔اور	لَیُمَکِّنَنَّ۔مضبوط کرے گا	لَهُمْ۔ان کے لئے	دِیْنَهُمُ۔ان کا دین
الَّذِی۔وہ جو	ارْتَضٰى۔اس نے پسند کیا	لَهُمْ۔ان کے لئے	وَ۔اور
لَیُبَدِّلَنَّهُمْ۔ضرور بدل دے گا ان کے لئے		مِّنْۢ بَعْدِ۔بعد	خَوْفِهِمْ۔ان کے خوف کے
اَمْنًا۔امن	یَعْبُدُوْنَنِیْ۔وہ میری عبادت کریں گے		لَا۔نہ
یُشْرِكُوْنَ۔شریک بنائیں گے	بِیْ۔میرا	شَیْــٴًـا۔کسی کو	وَ۔اور
مَنْ۔جو	كَفَرَ۔کفر کرے	بَعْدَ۔بعد	ذٰلِكَ۔اس کے
فَاُولٰٓىٕكَ۔تو یہی	هُمُ۔وہ ہیں جو	الْفٰسِقُوْنَ۔فاسق ہیں	وَ۔اور
اَقِیْمُوا۔قائم کرو	الصَّلٰوةَ۔نماز	وَ۔اور	اٰتُوا۔دو
الزَّكٰوةَ۔زکوٰۃ	وَ۔اور	اَطِیْعُوا۔کہا مانو	الرَّسُوْلَ۔رسول کا
لَعَلَّكُمْ۔تاکہ تم	تُرْحَمُوْنَ۔رحم کئے جاؤ	لَا۔نہ	تَحْسَبَنَّ۔خیال کر
الَّذِیْنَ۔ان کو جو	كَفَرُوْا۔کافر ہیں	مُعْجِزِیْنَ۔عاجز کرنے والے	فِی۔بیچ
الْاَرْضِ۔زمین کے	وَ۔اور	مَاْوٰىهُمُ۔ان کا ٹھکانہ	النَّارُ۔آگ ہے
وَ۔اور	لَبِئْسَ۔برا	الْمَصِیْرُ۔ٹھکانہ ہے	

خلاصہ تفسیر ساتواں رکوع۔سورۃ نور۔پ ۱۸

منافقین کا مرض نفاق اور وہم وارتیاب کی بیماری ظاہر فرما کر انہیں ظالم ثابت کرنے کے بعد اب اس رکوع میں ایمان والوں کی شان ظاہر فرمائی گئی۔ چنانچہ ارشاد ہے:

اِنَّمَا كَانَ قَوْلَ الْمُؤْمِنِیْنَ اِذَا دُعُوْۤا اِلَى اللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ لِیَحْكُمَ بَیْنَهُمْ اَنْ یَّقُوْلُوْا سَمِعْنَا وَ اَطَعْنَاؕ وَ اُولٰٓىٕكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ۝۵۱۔

یعنی ایمان والے وہ ہیں کہ جب وہ اللہ اور اس کے رسول کے پاس بلائے جائیں تاکہ ان میں فیصلہ دے تو وہ یہی کہیں سَمِعْنَا وَ اَطَعْنَا اور ایسا کہنے والے فلاح یافتہ ہیں۔

گویا یہ علامت مومن کی ہے کہ حکم خدا عزوجل اور رسول ﷺ کے آگے گردن جھکا دے اور ایسی علامت جس میں ہو گی وہ یقیناً مطیع ہے اور جو مطیع ہے وہ کامیاب ہے چنانچہ فرمایا:

وَ مَنْ یُّطِعِ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ وَ یَخْشَ اللّٰهَ وَ یَتَّقْهِ فَاُولٰٓىٕكَ هُمُ الْفَآىٕزُوْنَ۔ اور جو پیروی کرے اللہ اور اس کے رسول کی اور اللہ سے ڈرے اور پرہیزگاری کرے یہ فائز المرام ہے۔

یعنی حصر انفراد اِنَّمَا سے کر کے فرمایا کہ ایمان والوں کی یہ شان ہے کہ جب انہیں اللہ اور رسول کی طرف بلایا جائے یعنی کسی قسم کا حکم دیا جائے تو وہ بجائے حیلہ بہانہ تراشنے کے سَمِعْنَا وَ اَطَعْنَا ہی کہیں اور جو منافق ہیں وہ جھوٹی قسمیں کھا کر یقین دلانے کی کوشش کریں گے لیکن وہ جھوٹے ہی ہیں چنانچہ آگے ارشاد ہے:

وَ اَقْسَمُوْا بِاللّٰهِ جَهْدَ اَیْمَانِهِمْ لَىٕنْ اَمَرْتَهُمْ لَیَخْرُجُنَّؕ قُلْ لَّا تُقْسِمُوْاۚ طَاعَةٌ مَّعْرُوْفَةٌؕ اِنَّ اللّٰهَ خَبِیْرٌۢ

بِمَا تَعْمَلُوْنَ ﴿۵۳﴾۔

اور وہ قسم کھاتے ہیں اللہ کی پکی قسم کہ اگر آپ حکم دیں گے تو ہم گھربار چھوڑ کر نکل پڑیں گے یعنی ہم ہر حکم کی تعمیل کو حاضر ہیں۔فرمادیجئے قسمیں نہ کھاؤ قانون شرعی کے موافق اطاعت چاہئے بے شک اللہ خبردار ہے تمہارے کاموں سے۔

قُلْ اَطِیْعُوا اللّٰهَ وَ اَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ ۚ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّمَا عَلَیْهِ مَا حُمِّلَ وَ عَلَیْكُمْ مَّا حُمِّلْتُمْ ؕ وَ اِنْ تُطِیْعُوْهُ تَهْتَدُوْا ؕ وَ مَا عَلَى الرَّسُوْلِ اِلَّا الْبَلٰغُ الْمُبِیْنُ ﴿۵۴﴾۔

فرمادیجئے اطاعت کرو اللہ کی اور اطاعت کرو رسول کی تو اگر اس پر بھی وہ منحرف ہوں تو نبی پر تو وہی ہے جس کا وہ ذمہ دار ہے اور تم پر وہ ہے جو تمہارے ذمہ ہے اور اگر تم پیروی کرو ان کی تو ہدایت یافتہ ہو گے اور رسول پر بجز اس کے کچھ نہیں کہ وہ کھلم کھلا حکم پہنچادے۔

یعنی اگر تم نے دل سے پیروی کی تو تمہارے حق میں بہتر ہے اور اگر نہ مانو تو رسول کے ذمہ حکم مبین پہنچادینے کے سوا کچھ نہیں اس کے بعد ارشاد ہے:

وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَیَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِی الْاَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ۪ وَ لَیُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِیْنَهُمُ الَّذِی ارْتَضٰى لَهُمْ وَ لَیُبَدِّلَنَّهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ خَوْفِهِمْ اَمْنًا ؕ۔

وعدہ فرمایا ہے اللہ نے انہیں جو تم میں ایماندار ہیں اور نیک عمل کئے کہ ان کو ضرور ملک کی خلافت وحکومت عطا فرمائے گا جیسے کہ ان سے پہلوں کو عطا کی تھی اور ضرور انہیں مستحکم فرمائے گا ان کے لئے وہ دین جو ان کے لئے پسند کیا ہے اور ان کے خوف کو ضرور امن سے بدل دے گا۔

پہلے بیانوں میں اخروی کامیابی کا وعدہ دیا گیا اب دنیاوی کامیابی کا وعدہ دیتے ہیں۔خلافت وامامت اور زمین پر حکومت وشوکت کا وعدہ دیا گیا ہے لیکن یہ سب وعدے اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ کی شرط پر ہیں ایسے ہی دوسری جگہ ارشاد ہوا:

وَلَا تَهِنُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ۔تم سستی نہ کرو اور غمگین نہ ہو تم یقیناً بلند اور اعلیٰ رہو گے بشرطیکہ تم مومن ہو۔

آج ہم یہ وعدے تو تلاوت قرآن کے وقت پڑھتے ہیں لیکن یہ نہیں دیکھتے کہ وعدہ استخلاف اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ کی شرط پر ہے۔

اَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ کے ساتھ ہے۔

آہ آج ہم اپنی حالت زبوں پر سوا افسوس کے اور کیا کہیں۔کیا مومن اسی کو کہتے ہیں۔

جو اپنے بھائی کا خون حلال جانے۔

کیا مومن وہی ہے جو رشوت خواری کرے۔

کیا مومن کی یہی شان ہے کہ نماز بھی غائب اور روزہ بھی نذر شرب واکل۔

حج کو بھی جائے تو بلیک مارکیٹنگ کرے۔

داڑھی بھی رکھے تو لوگوں کو پھانسنے کے لئے۔

سینما بغیر شب خوابی حرام ہو۔
کلبوں کی شرکت بغیر نوالہ حلق سے اترنا مشکل ہو۔
ڈانس میں بیوی کو جب تک ساتھ نہ لے جائے شریف نہ کہلائے۔
جوئے کی آمدنی شیر مادر سے زیادہ محبوب ہو۔
حلال اسے سمجھا جائے جس میں آمدنی اور دولت بڑھے۔
سودخواری کے لئے حیلے ڈھونڈے جائیں۔
جھوٹ دھوکہ بازی کے بغیر عقلمند آدمی بے وقوف کہلائے۔
صَدَقَ نَبِیُّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ۔

بَلْ اَنْتُمْ کَثِیْرٌ وَلٰکِنَّکُمْ غُثَاءٌ کَغُثَاءِ السَّیْلِ۔ قرب قیامت کے زمانہ میں مسلمان آج سے بہت زیادہ ہوں گے لیکن جیسے پرنالہ کا بہا ہوا بھوسہ بیکار ہوتا ہے ویسے ہی اس زمانہ کا مسلمان بیکار ایمان ودیانت سے خالی محض بدشعار بداطوار رہ جائے گا۔ بنابراں سمجھ لو کہ لَیَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِی الْاَرْضِ ہمارے لئے نہیں ہے بلکہ ان کے لئے ہے جن سے وعدہ فرمایا۔

یَعْبُدُوْنَنِیْ لَا یُشْرِکُوْنَ بِیْ شَیْـًٔا۔ میری عبادت کریں میرے ساتھ کسی کو بھی شریک نہ بنائیں۔

وَمَنْ کَفَرَ بَعْدَ ذٰلِکَ فَاُولٰٓئِکَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ۔ اور جو اس کے بعد بھی نافرمانی کرے وہ یقیناً فاسق ہے پھر حکم ہے۔

وَاَقِیْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّکٰوةَ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ لَعَلَّکُمْ تُرْحَمُوْنَ۔ نماز قائم رکھو زکوٰۃ دیتے رہو اور ہمارے اس رسول کی پیروی کرو تا کہ تم رحم کئے جاؤ۔

لَا تَحْسَبَنَّ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا مُعْجِزِیْنَ فِی الْاَرْضِ ۚ وَمَاْوٰىهُمُ النَّارُ ؕ وَلَبِئْسَ الْمَصِیْرُ۔ یہ گمان نہ رکھنا کہ منکرین ملک میں اپنی فتنہ سازیوں سے ہم کو ہرادیں گے ان کا ٹھکانا تو آگ ہے اور وہ بہت ہی برا ٹھکانا ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ زمین پر اقتدار حاصل کر کے بنی اسرائیل کی طرح اگر اللہ اور اس کے رسول سے برگشتہ ہو گئے اور نماز و زکوٰۃ سب ترک کر دی اور ہمارے رسول کی اتباع کو چھوڑ دیا تو تم فلاح کی بجائے ہلاکت میں پڑ جاؤ گے شوکت وحکومت اور دبدبہ سب جاتا رہے گا۔

لَا تَحْسَبَنَّ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا۔ میں اگرچہ مومنین کو تسلی ہے لیکن مومنین کو تسلی دی گئی ہے کہ نہ کہ فساق وفجار موجودہ دور کے نام نہاد مسلمانوں کو۔

چنانچہ آیہ کریمہ کا شان نزول بھی اسی کا شاہد ہے۔

حاکم نے بہ سند صحیح اور طبرانی نے ابی بن کعب سے اس کا شان نزول یہ روایت کیا کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہجرت فرما کر مدینہ منورہ تشریف لائے تو تمام بر عرب دشمن تھا مسلمان ہر وقت دشمن کے خوف سے ہتھیار بند رہتے تھے۔

اور آرزو کرتے تھے کہ کبھی وہ دن بھی آئیں گے کہ ہم امن کی نیند سوئیں گے اور سوا اللہ تعالیٰ کے کسی کا خوف ہمیں مضطرنہ کرے گا اس پر ان کے لئے وعدہ آیا۔

وَلَیُبَدِّلَنَّهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ خَوْفِهِمْ اَمْنًا ؕ۔ چنانچہ جنگ احزاب کے بعد سے اللہ تعالیٰ نے مومنین کو غلبہ دیا۔ پھر عہد

صدیقی وفاروقی میں عرب ہی نہیں بلکہ روم وایران وغیرہ سرسبز وشاداب ملکوں پر تسلط ہو گیا۔
حتیٰ کہ عہد عثمانی وعہد علی میں بھی مسلمان فتح یاب ہوئے اور وہ فتوحات حاصل ہوئیں کہ صفحات تواریخ اس کی نظیر پیش کرنے سے قاصر ہیں۔

مختصر تفسیر اردو ساتوں رکوع - سورۃ نور - پ ۱۸

اِنَّمَا كَانَ قَوْلَ الْمُؤْمِنِیْنَ اِذَا دُعُوْۤا اِلَى اللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ لِیَحْكُمَ بَیْنَهُمْ اَنْ یَّقُوْلُوْا سَمِعْنَا وَ اَطَعْنَا۔ جز ایں نیست کہ قول مومنین یہی ہوتا ہے کہ جب بلائے جائیں وہ اللہ اور رسول کی طرف تا کہ وہ ان میں فیصلہ دے تو وہ کہیں سَمِعْنَا وَ اَطَعْنَا۔

آلوسی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: فَالْمَعْنٰى اِنَّمَا كَانَ مُطْلَقُ الْقَوْلِ الصَّادِرِ عَنِ الْمُؤْمِنِیْنَ اِذَا دُعُوْا اِلَى اللّٰهِ تَعَالٰى وَ رَسُوْلِهٖ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَیَحْكُمَ بَیْنَهُمْ وَ بَیْنَ خُصُوْمِهِمْ اَنْ یَّقُوْلُوْا سَمِعْنَا۔
یعنی آیت کریمہ کے یہ معنی ہوئے کہ مومنین کی زبان پر یہی قول رہنا چاہیے جب وہ بلائے جائیں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی طرف کہ ان میں فیصلہ دیں ان کی خصومتوں میں کہ سنا ہے ہم نے اور اطاعت کی ہم نے۔ یعنی ان کے لئے یہ طریق ادب لازم ہے۔

وَ اُولٰٓىٕكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ۔ ایسے ہی مومن فلاح یافتہ جنتی ہیں۔
وَ مَنْ یُّطِعِ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ وَ یَخْشَ اللّٰهَ وَ یَتَّقْهِ فَاُولٰٓىٕكَ هُمُ الْفَآىٕزُوْنَ۔ اور جو اطاعت کرے اللہ اور اس کے رسول کی اور ڈرے اللہ سے تو یہی لوگ کامیاب ہیں۔ جنت کے پانے اور اللہ کے راضی کرنے میں۔
وَ اَقْسَمُوْا بِاللّٰهِ جَهْدَ اَیْمَانِهِمْ لَىٕنْ اَمَرْتَهُمْ لَیَخْرُجُنَّ قُلْ لَّا تُقْسِمُوْا طَاعَةٌ مَّعْرُوْفَةٌ اِنَّ اللّٰهَ خَبِیْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ۔ اور انہوں نے قسم کھائی اللہ کی اپنی قسم میں حد کی کوشش کی کہ اگر تم انہیں حکم دو گے تو وہ ضرور نکل جائیں گے (جہاد کو) آپ فرما دیجئے قسمیں نہ کھاؤ (ہمیں تو) تمہاری فرمانبرداری علانیہ چاہیے اللہ تمہارے عملوں سے خبردار ہے۔
تمہاری زبانی اطاعت اور عملی قلبی مخالفت سب اس پر ظاہر و باہر ہے تمہاری منافقت بھی پوشیدہ نہیں اور ایمان والوں کا ایمان بھی اس سے مخفی نہیں آگے صاف صاف حکم دیا گیا:
قُلْ اَطِیْعُوا اللّٰهَ وَ اَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّمَا عَلَیْهِ مَا حُمِّلَ وَ عَلَیْكُمْ مَّا حُمِّلْتُمْ وَ اِنْ تُطِیْعُوْهُ تَهْتَدُوْا وَ مَا عَلَى الرَّسُوْلِ اِلَّا الْبَلٰغُ الْمُبِیْنُ ﴿۵۴﴾۔
فرما دیجئے پیروی کرو اللہ کی اور اطاعت کرو اس کے رسول کی تو اگر تم منہ پھیرو تو رسول کے ذمہ وہی ہے جو اس پر لازم کیا گیا اور تم پر وہ جو تم پر بوجھ رکھا گیا اور اگر رسول کی پیروی کرو گے تو ہدایت پاؤ گے اور رسول کے ذمہ نہیں مگر صاف پہنچا دینا۔
یعنی سچے دل سے بلا نفاق اطاعت الٰہی اور اتباع رسالت پناہی کرنا اور سچی نیت سے پیرو ہونا تم پر لازم ہے اس پر بھی اگر تم ہمارے رسول علیہ السلام سے انحرف کرو گے تو ان کا اس میں کچھ نقصان نہیں اس لئے کہ ان کے ذمہ اتنا ہی بوجھ تھا کہ وہ تمہیں پہنچا دیں اور حکم سنا دیں یہ انہوں نے اچھی طرح تم تک پہنچا دیا اور وہ اپنے فرض سے عہدہ برآ ہو چکے۔
ان کا کام یہ نہیں کہ وہ تمہارے پیچھے پیچھے لگے رہیں اور قدم قدم پر تمہاری نگرانی کریں پھر ہماری طرف سے اخروی اجر

پر وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ۔ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْفَآئِزُوْنَ۔ فرمادیا گیا مزید براں دنیاوی ترقی اور حشمت وشوکت کے لئے بھی ہماری طرف سے وعدہ ہے چنانچہ ارشاد ہے:

وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْاَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ۪ وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِيْنَهُمُ الَّذِي ارْتَضٰى لَهُمْ وَلَيُبَدِّلَنَّهُمْ مِّنْ بَعْدِ خَوْفِهِمْ اَمْنًا ؕ۔

وعدہ دیا اللہ نے ان کو جو تم میں سے ایمان لائے اور اچھے کام کئے کہ ضرور انہیں زمین میں خلافت دے گا جیسے ان سے پہلوں کو دی اور ضرور انہیں جمادے گا ان کے لئے اس دین پر جو ان کے لئے پسند فرمایا ہے اور ضرور ان کے اگلے خوف کو امن سے بدل دے گا۔

شان نزول

آیات کریمہ کا یہ ہے کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے نزول وحی کے بعد دس سال مکہ مکرمہ میں مع صحابہ علیہم رضوان قیام فرمایا اور کفار کی ایذاؤں اور ان کے جور وستم پر صبر کیا۔ پھر بحکم الٰہی عزوجل مدینہ منورہ کو ہجرت فرمائی اور منازل انصار کو اپنی سکونت سے سرفراز کیا لیکن قریش مکہ کو پھر بھی چین نہ آیا مکہ چھوڑ دینے کے باوجود اہل مکہ کی طرف سے روزانہ اعلان جنگ ہوتا رہا اور انواع واقسام کی دھمکیاں آتی رہیں۔

اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہر وقت ان کی طرف سے چاق وچوبند رہتے اور ہتھیاروں سے آراستہ ہوتے۔

ایک روز ایک صحابی بول پڑے کہ کبھی وہ ساعت بھی نصیب ہوگی کہ ہمیں امن میسر ہو اور ہر وقت ہتھیاروں کا بوجھ ہم سے اترے اس پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی اور ارشاد ہوا کہ

عنقریب تمہاری فرمانروائی ہوگی۔ تم حکمران ہو گے۔ خلافت، حکومت، امارات تمہیں ملے گی بشرطیکہ تم ایمان میں مضبوط اور اعمال صالحہ میں پختہ ہو جاؤ۔ چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پیش گوئی فرمائی کہ جس جس چیز پر لیل ونہار گزرے ہیں ان سب پر دین اسلام داخل ہوگا اور اس زمین پر پرچم اسلام لہرائے گا اور ویسی حکومت سے تمہیں سرفراز کیا جائے گا جیسی حکومتیں تم سے قبل داؤد علیہ السلام اور سلیمان علیہ السلام وغیرہ انبیاء عظام کو ملی تھیں۔

اور جیسی جبابرۂ مصر وشام کو ہلاک کر کے بنی اسرائیل کو متمکن کیا تھا اسی طرح تمہیں بھی حکومت وصولت اور شوکت و دبدبہ اور عظمت سے ملکوں کا فرمانروا بنایا جائے گا۔

خلاصہ یہ کہ دین کو تمام ادیان وملل پر غالب کیا جائے گا۔ چنانچہ سید نا زین العابدین رضی اللہ عنہ اپنے دور کی بابت فرماتے ہیں:

قُرْاٰنُهٗ بُرْهَانُنَا نَسْخًا لِلْاَدْيَانِ مَضَتْ   اِذْ جَآءَ نَا اَحْكَامُهٗ كُلُّ الصُّحُفِ صَارَ الْعَدَمْ

اور یہ وعدہ یا پیشگوئی پوری ہوئی۔

اور سرزمین عرب سے کفار مٹا دیئے گئے۔

مسلمانوں کا تسلط ایران وطہران مصر وشام، ترکستان ہندوسند تک ہوا۔

دریائے اطلانتک سے لے کر ہندوستان تک اسلام پھیلا۔

حتیٰ کہ مغرب سے لے کر مشرق تک کے ممالک پر اللہ عزوجل نے فتح دی۔

اکاسرہ کے ممالک وخزائن مسلمانوں کے قبضہ میں آئے۔

مسلمانوں کا رعب دنیا پر چھایا۔

عہد صدیقی اور عہد فاروقی سے لے کر عہد عثمانی واسد اللہی تک پرچم اسلام عالم میں لہرا گیا۔

اسی وجہ میں اس آیت کریمہ سے حضرت صدیق رضی اللہ عنہ اور ان کے بعد ہونے والے خلفائے راشدین علیہم رضوان کی خلافت ثابت ہوتی ہے۔

کیونکہ ان کے زمانہ حکومت میں ہی فتوحات عظیمہ ہوئیں کسریٰ وغیرہ کجکلاہ ملوک کے خزانے مسلمانوں کے قبضہ میں آئے اور امن وسکون اور تمکن فی الارض اور غلبۂ دین حاصل ہوا۔

ترمذی ابوداؤد میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میرے بعد خلافت تیس سال رہے گی پھر امراء ہوں گے۔

اسے دیکھا جائے تو تفصیل سے واضح ہو جاتا ہے۔

خلافت صدیقی رضی اللہ عنہ	دوسال تین ماہ
خلافت فاروقی رضی اللہ عنہ	دس سال چھ ماہ
خلافت عثمانی رضی اللہ عنہ	بارہ سال
خلافت علی کرم اللہ وجہہ	چار سال نو ماہ
خلافت حسن رضی اللہ عنہ	چھ ماہ (خازن)
میزان کل	تیس سال

آگے ارشاد ہے جس میں مومنین کو عام ہدایت ہے:

يَعْبُدُوْنَنِيْ لَا يُشْرِكُوْنَ بِيْ شَيْـًٔا ؕ وَمَنْ كَفَرَ بَعْدَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ۝ وَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ۝ -

میری عبادت کریں میرا شریک کسی کو بھی نہ ٹھہرائیں اور جو اس کے بعد ناشکری کرے تو وہی پکا فاسق ہے اور نماز قائم رکھو اور زکوٰۃ دو اور رسول کی فرمان برداری کرو تا کہ تم پر رحم کیا جائے۔

اس کے بعد اہل ایمان کو تسلی دی گئی چنانچہ ارشاد ہوا:

لَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مُعْجِزِيْنَ فِي الْاَرْضِ ۚ وَمَاْوٰىهُمُ النَّارُ ؕ وَلَبِئْسَ الْمَصِيْرُ۔ نہ گمان کریں کافر کہ وہ زمین میں مومنین کو زیر کرلیں گے ان کا ٹھکانہ آگ ہے اور یقیناً وہ برا ٹھکانا ہے۔

بامحاورہ ترجمہ آٹھواں رکوع - سورۃ نور - پ ۱۸

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لِيَسْتَاْذِنْكُمُ الَّذِيْنَ مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ وَالَّذِيْنَ لَمْ يَبْلُغُوا الْحُلُمَ مِنْكُمْ ثَلٰثَ مَرّٰتٍ ؕ مِنْ قَبْلِ صَلٰوةِ الْفَجْرِ وَحِيْنَ تَضَعُوْنَ	اے ایمان والو! چاہئے کہ تم سے اجازت لیں تمہارے مملوک غلام اور وہ جو تم میں ابھی جوانی کو نہ پہنچے تین وقت نماز فجر سے پہلے اور جب تم اپنے کپڑے اتار

ثِيَابَكُمْ مِّنَ الظَّهِيْرَةِ وَمِنْۢ بَعْدِ صَلٰوةِ الْعِشَآءِ ۛ ثَلٰثُ عَوْرٰتٍ لَّكُمْ ؕ لَيْسَ عَلَيْكُمْ وَلَا عَلَيْهِمْ جُنَاحٌۢ بَعْدَهُنَّ ؕ طَوّٰفُوْنَ عَلَيْكُمْ بَعْضُكُمْ عَلٰى بَعْضٍ ؕ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمُ الْاٰيٰتِ ؕ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ﴿۵۸﴾

وَاِذَا بَلَغَ الْاَطْفَالُ مِنْكُمُ الْحُلُمَ فَلْيَسْتَاْذِنُوْا كَمَا اسْتَاْذَنَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ؕ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ اٰيٰتِهٖ ؕ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ﴿۵۹﴾

وَالْقَوَاعِدُ مِنَ النِّسَآءِ الّٰتِيْ لَا يَرْجُوْنَ نِكَاحًا فَلَيْسَ عَلَيْهِنَّ جُنَاحٌ اَنْ يَّضَعْنَ ثِيَابَهُنَّ غَيْرَ مُتَبَرِّجٰتٍۭ بِزِيْنَةٍ ؕ وَاَنْ يَّسْتَعْفِفْنَ خَيْرٌ لَّهُنَّ ؕ وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ﴿۶۰﴾

لَيْسَ عَلَى الْاَعْمٰى حَرَجٌ وَّلَا عَلَى الْاَعْرَجِ حَرَجٌ وَّلَا عَلَى الْمَرِيْضِ حَرَجٌ وَّلَا عَلٰٓى اَنْفُسِكُمْ اَنْ تَاْكُلُوْا مِنْۢ بُيُوْتِكُمْ اَوْ بُيُوْتِ اٰبَآئِكُمْ اَوْ بُيُوْتِ اُمَّهٰتِكُمْ اَوْ بُيُوْتِ اِخْوَانِكُمْ اَوْ بُيُوْتِ اَخَوٰتِكُمْ اَوْ بُيُوْتِ اَعْمَامِكُمْ اَوْ بُيُوْتِ عَمّٰتِكُمْ اَوْ بُيُوْتِ اَخْوَالِكُمْ اَوْ بُيُوْتِ خٰلٰتِكُمْ اَوْ مَا مَلَكْتُمْ مَّفَاتِحَهٗۤ اَوْ صَدِيْقِكُمْ ؕ لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَاْكُلُوْا جَمِيْعًا اَوْ اَشْتَاتًا ؕ فَاِذَا دَخَلْتُمْ بُيُوْتًا فَسَلِّمُوْا عَلٰٓى اَنْفُسِكُمْ تَحِيَّةً مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ مُبٰرَكَةً طَيِّبَةً ؕ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمُ الْاٰيٰتِ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ ﴿۶۱﴾

رکھتے ہو دو پہر کو اور نماز عشاء کے بعد یہ تین وقت ہیں تمہاری شرم کے نہیں تم پر نہ ان پر گناہ ان وقتوں کے بعد آنے جانے والے ہیں تمہارے پاس بعض تمہارے بعض کو اللہ یونہی ظاہر فرماتا ہے تمہارے لئے آیتیں اور اللہ علم و حکمت والا ہے

اور جب تم میں لڑکے جوان ہو جائیں تو وہ بھی اجازت لیں جیسے اجازت لیتے ہیں ان سے پہلے ایسے ظاہر فرماتا ہے اللہ تمہارے لئے اپنی آیتیں اور اللہ علم و حکمت والا ہے

اور خانہ نشین بوڑھی عورتیں جو نکاح کے قابل نہیں ان پر کچھ گناہ نہیں کہ اپنے بالائی کپڑے اتار رکھیں۔ اپنی زینت ظاہر کئے بغیر اور یہ کہ اس سے بھی عفت مآب رہیں تو بہتر ہے اور اللہ سنتا جانتا ہے

نہیں اندھے پر پابندی اور نہ لنگڑے سے کوئی مضائقہ اور نہ بیمار پر روک ٹوک اور نہ آپس میں کسی پر کہ کھاؤ اپنی اولاد کے گھر یا اپنے باپ کے گھر یا گھر میں ماں کے یا گھر میں بھائیوں کے یا گھروں میں بہنوں کے یا گھروں میں چچاؤں کے یا گھروں میں پھوپھیوں کے یا گھروں میں ماموؤں کے یا گھروں میں خالاؤں کے یا جن کی ملک میں ہوں کنجیاں یا اپنے دوست کے یہاں نہیں تم پر گناہ اس میں کہ کھاؤ سب مذکورہ جگہوں میں یا جدا جدا تو جب داخل ہو کسی گھر میں تو سلام کرو اپنوں کو ملتے وقت کی اچھی دعا اللہ سے مبارک پاک ایسے ہی ظاہر کرتا ہے اللہ تمہارے لئے آیتیں تا کہ تمہیں سمجھ آئے

حل لغات چھٹا رکوع - سورۃ نور - پ ۱۸

يَاَيُّهَا - اے	الَّذِيْنَ - وہ جو	اٰمَنُوْا - ایمان لائے ہو	لِيَسْتَاْذِنْكُمْ - چاہئے کہ
اجازت لیں تم سے	الَّذِيْنَ - وہ جو	مَلَكَتْ - مالک ہیں	اَيْمَانُكُمْ - تمہارے ہاتھ
وَ - اور	الَّذِيْنَ - وہ جو	لَمْ - نہیں	يَبْلُغُوا - پہنچے

الْحُلُمَ۔جوانی کو مِنْكُمْ۔تم میں سے ثَلٰثَ۔تین مَرّٰتٍ۔وقتوں میں
مِنْ قَبْلِ۔پہلے صَلٰوةِ۔نماز الْفَجْرِ۔فجر سے وَ۔اور
حِيْنَ۔جب تَضَعُوْنَ۔اتارتے ہو تم ثِيَابَكُمْ۔اپنے کپڑے مِّنَ الظَّهِيْرَةِ ۔ دوپہر
کے وقت وَ۔اور مِنْۢ بَعْدِ۔بعد صَلٰوةِ۔نماز
الْعِشَآءِ۔عشاء کے ثَلٰثُ۔تین وقت ہیں عَوْرٰتٍ۔شرم کے لَّكُمْ۔تمہارے لئے
لَيْسَ۔نہیں ہے عَلَيْكُمْ۔تم پر وَ۔اور لَا۔نہ
عَلَيْهِمْ۔ان پر جُنَاحٌۢ۔گناہ بَعْدَهُنَّ۔ان کے بعد طَوّٰفُوْنَ ۔ پھرنے والے
ہیں وہ عَلَيْكُمْ۔تم پر بَعْضُكُمْ۔بعض تمہارے عَلٰى۔اوپر
بَعْضٍ۔بعض کے كَذٰلِكَ۔اسی طرح يُبَيِّنُ۔بیان کرتا ہے اللّٰهُ۔اللہ
لَكُمُ۔تمہارے لئے الْاٰيٰتِ۔آیتیں وَ۔اور اللّٰهُ۔اللہ
عَلِيْمٌ۔جاننے والا حَكِيْمٌ۔حکمت والا ہے وَ۔اور اِذَا۔جب
بَلَغَ۔جوان ہو جائیں الْاَطْفَالُ۔بچے مِنْكُمُ۔تم میں سے الْحُلُمَ۔جوانی کو
فَلْيَسْتَاْذِنُوْا۔تو وہ بھی اجازت لیں كَمَا۔جیسے اسْتَاْذَنَ۔اجازت لیتے ہیں
الَّذِيْنَ۔وہ جو مِنْ قَبْلِهِمْ۔ان سے پہلے ہیں كَذٰلِكَ۔اسی طرح
يُبَيِّنُ۔بیان کرتا ہے اللّٰهُ۔اللہ لَكُمْ۔تمہارے لئے اٰيٰتِهٖ۔اپنی آیتیں
وَ۔اور اللّٰهُ۔اللہ عَلِيْمٌ۔جاننے والا حَكِيْمٌ۔حکمت والا ہے
وَ۔اور الْقَوَاعِدُ۔خانہ نشین بوڑھی مِنَ النِّسَآءِ۔عورتیں الّٰتِيْ۔وہ جو
لَا۔نہیں يَرْجُوْنَ۔امید رکھتیں نِكَاحًا۔نکاح کی فَلَيْسَ۔تو نہیں ہے
عَلَيْهِنَّ۔ان پر جُنَاحٌ۔گناہ اَنْ۔یہ کہ يَّضَعْنَ۔اتار دیں غیر ضروری
ثِيَابَهُنَّ۔اپنے کپڑے غَيْرَ۔نہ مُتَبَرِّجٰتٍۭ۔ظاہر کرنے والی بِزِيْنَةٍ۔زینت کو
وَ۔اور اَنْ۔اگر يَّسْتَعْفِفْنَ۔وہ اس سے بھی بچیں تو
خَيْرٌ۔بہتر ہے لَّهُنَّ۔ان کے لئے وَ۔اور اللّٰهُ۔اللہ
سَمِيْعٌ۔سننے والا عَلِيْمٌ۔جاننے والا ہے لَيْسَ۔نہیں ہے عَلَى۔اوپر
الْاَعْمٰى۔نابینا کے حَرَجٌ۔کوئی تنگی وَّ۔اور لَا۔نہ
عَلَى۔اوپر الْاَعْرَجِ۔لنگڑے کے حَرَجٌ۔کوئی پابندی وَّ۔اور
لَا۔نہ عَلَى۔اوپر الْمَرِيْضِ۔بیمار کے حَرَجٌ۔کوئی مضائقہ
وَّ۔اور لَا۔نہ عَلٰۤى۔اوپر اَنْفُسِكُمْ۔تمہارے
اَنْ۔یہ کہ تَاْكُلُوْا۔کھاؤ تم مِنْۢ بُيُوْتِكُمْ۔اپنے گھروں سے

اَوْ۔یا	بُیُوْتِ۔گھروں	اٰبَآئِكُمْ۔اپنے باپوں سے	اَوْ۔یا
بُیُوْتِ۔گھروں	اُمَّھٰتِكُمْ۔اپنی ماؤں سے	اَوْ۔یا	بُیُوْتِ۔گھروں
اِخْوَانِكُمْ۔اپنے بھائیوں سے	اَوْ۔یا	بُیُوْتِ۔گھروں	اَخَوٰتِكُمْ۔اپنی بہنوں سے
اَوْ۔یا	بُیُوْتِ۔گھروں	اَعْمَامِكُمْ۔اپنے چچوں سے	اَوْ۔یا
بُیُوْتِ۔گھروں	عَمّٰتِكُمْ۔اپنی پھوپھیوں سے	اَوْ۔یا	بُیُوْتِ۔گھروں
اَخْوَالِكُمْ۔اپنے ماموؤں سے	اَوْ۔یا	بُیُوْتِ۔گھروں	خٰلٰتِكُمْ۔اپنی خالاؤں سے
اَوْ۔یا	مَا۔جو	مَلَكْتُمْ۔مالک ہوتم	مَّفَاتِحَهٗٓ۔ان کی کنجیوں کے
اَوْ۔یا	صَدِیْقِكُمْ۔اپنے دوست سے	لَیْسَ۔نہیں	عَلَیْكُمْ۔تم پر
جُنَاحٌ۔گناہ	اَنْ۔یہ کہ	تَاْكُلُوْا۔کھاؤتم	جَمِیْعًا۔اکٹھے
اَوْ۔یا	اَشْتَاتًا۔جدا جدا	فَاِذَا۔تو جب	دَخَلْتُمْ۔داخل ہوتم
بُیُوْتًا۔گھروں میں	فَسَلِّمُوْا۔تو سلام کہو	عَلٰٓی۔اوپر	اَنْفُسِكُمْ۔اپنے آدمیوں کے
تَحِیَّةً۔یہ تحفہ ہے	مِّنْ عِنْدِ۔نزدیک	اللّٰهِ۔اللہ سے	مُبٰرَكَةً۔برکت والا
طَیِّبَةً۔پاک	كَذٰلِكَ۔اسی طرح	یُبَیِّنُ۔بیان کرتا ہے	اللّٰهُ۔اللہ
لَكُمُ۔تمہارے لئے	الْاٰیٰتِ۔آیتیں	لَعَلَّكُمْ۔تاکہ تم	تَعْقِلُوْنَ۔سمجھو

خلاصہ تفسیر آٹھواں رکوع ۔سورۃ نور۔پ ۱۸

ثَلٰثَ مَرّٰتٍ ؕ ۔مرات سے مراد اوقات ہیں۔اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کی تفسیر اوقات ہی سے فرمائی ہے۔ دوسرے اوقات کو مرات سے تعبیر فرمانے کی وجہ یہ بھی ہے کہ وجوب استیذان یعنی اجازت حاصل کرنے کا وجوب ان ہی اوقات کے مقارن ہے اور وہ تین اوقات یہ ہیں:

مِنْ قَبْلِ صَلٰوةِ الْفَجْرِ۔یعنی اَحَدُھَا مِنْ قَبْلِ صَلٰوةِ الْفَجْرِ۔ایک وقت ان تین میں سے نماز فجر سے پہلے کا ہے۔

وَمِنَ الظَّهِیْرَةِ۔ظہیرہ اس شدت حرارت کو کہتے ہیں جو ٹھیک دوپہر کے وقت ہوتی ہے۔اس میں من بیانیہ ہے۔جس کے معنی حین ہیں۔

وَمِنْۢ بَعْدِ صَلٰوةِ الْعِشَآءِ ۛ۔اور تیسرا وقت نماز عشاء کے بعد کا ہے۔

ثَلٰثُ عَوْرٰتٍ لَّكُمْ ؕ ۔ثَلٰثُ عَوْرٰتٍ خبر ہے مبتداء محذوف کی اور لَّكُمْ ایک محذوف کے متعلق ہو کر ثَلٰثُ عَوْرٰتٍ کی صفت ہوا یعنی اَیْ كَائِنَةٌ لَكُمْ یہ جملہ مستانفہ ہے جو وجوب استیذان کی علت بیان کرنے کے لئے ہے۔

عَوْرٰتٍ۔جمع ہے عورت اور عورت کے اصلی معنی خلل کے ہیں۔

اسی سے اَعْوَرُ الْفَارِسِ – اَعْوَرُ الْمَكَانِ اور اَعْوَرُ ہے۔

اعور وہ جس کی آنکھ بھینگی ہو۔گھوڑے میں آنکھ کا عیب ہو تو اَعْوَرُ الْفَارِسِ کہتے ہیں مکان میں عیب کہنا ہو تو اَعْوَرُ

الْمَكَانِ، پھر عورت کا استعمال محاورہ عرب میں اس خلل پر زیادہ ہو گیا جو ایسی چیز میں واقع ہو جس سے حجاب کا اہتمام اور ستر کا نظام زیادہ ہوتا ہے۔

طَوّٰفُوْنَ عَلَیْكُمْ بَعْضُكُمْ عَلٰى بَعْضٍ۔ طوافون سے وہ لوگ مراد ہیں جن کی گھروں میں آمد و رفت زیادہ ہے جیسے غلام باندی اور اولاد وغیرہ۔

یہ طواف سے لیا گیا ہے اس کے معنی يَطُوْفُ بَعْضُكُمْ عَلٰى بَعْضٍ بِغَيْرِ اِذْنٍ ہوئے۔ ان سے مراد عام خدام خانہ ہیں۔

وَالْقَوَاعِدُ مِنَ النِّسَآءِ۔ قواعد ان عورتوں کو کہتے ہیں جو کبرسنی کی وجہ سے حیض اور جننے سے بیٹھ جائیں اور انہیں نکاح و جماع کی خواہش نہ رہے۔

یہ جمع ہے قاعد کی۔ محاورہ میں بولتے ہیں: اِمْرَأَةٌ قَاعِدٌ اِذَا قَعَدَتْ عَنِ الْحَيْضِ۔ قاعد جب حیض بند ہو جائے تو کہیں گے اور جب مطلق بیٹھنے کے معنی میں بولیں گے تو اِمْرَأَةٌ قَاعِدَةٌ بولا جائے گا۔

صَدِيْق۔ دوست کو کہتے ہیں اس کا استعمال واحد اور جمع میں یکساں ہوتا ہے اگرچہ اصدقاء اس کی جمع بھی ہے۔

اَشْتَات۔ جمع ہے شتت کی متفرق کے معنی ہیں۔

اس رکوع میں پہلا حکم یہ ہے کہ

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لِيَسْتَاْذِنْكُمُ الَّذِيْنَ مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ۔ اے ایمان والو! تمہارے مملوک یعنی شرعی لونڈی غلام جب گھر میں آئیں تو تین وقت ضرور اجازت لے کر آئیں اور

وَالَّذِيْنَ لَمْ يَبْلُغُوا الْحُلُمَ مِنْكُمْ۔ اور تم میں سے جو حد بلوغ کو ابھی نہیں پہنچے وہ بھی ان تین وقتوں میں اجازت لیں وہ تین وقت یہ ہیں۔

مِنْ قَبْلِ صَلٰوةِ الْفَجْرِ۔ فجر کی نماز سے پہلے۔

وَحِيْنَ تَضَعُوْنَ ثِيَابَكُمْ مِّنَ الظَّهِيْرَةِ۔ اور ٹھیک دو پہر کے وقت جب تم قیلولہ میں مصروف ہو۔

وَمِنْۢ بَعْدِ صَلٰوةِ الْعِشَآءِ۔ اور نماز عشاء کے بعد۔

ان تین وقتوں کی خاص پابندی کی وجہ یہ ہے کہ یہ اوقات آرام اور تخلیہ کے ہیں اور عموماً جب انسان آرام لیتا ہے تو بے تکلف ہو جاتا ہے اور کپڑے بھی اتار دیتا ہے تو خواہ مملوک غلام لونڈیاں ہوں خواہ نابالغ لڑکے ان سب سے حجاب ضروری ہے اسی لئے فرمایا۔

ثَلٰثُ عَوْرٰتٍ لَّكُمْ۔ یہ تین وقت تمہارے لئے خاص حجاب کے ہیں ان وقتوں میں جب داخل ہونا چاہو اول اجازت لے لیا کرو۔

ان اوقات کے سوا بلا اذن ان لوگوں کے چلے آنے میں گناہ نہیں اگرچہ افضل یہی ہے کہ جب آؤ کم از کم اطلاع دی جائے لیکن اگر بلا اذن بھی آجاؤ تو طَوّٰفُوْنَ عَلَيْكُمْ بَعْضُكُمْ عَلٰى بَعْضٍ ہر بار آنا جانا انہی کی وجہ میں گناہ نہیں ہے۔

دوسرا حکم یہ ہے:

وَ اِذَا بَلَغَ الْاَطْفَالُ مِنْكُمُ الْحُلُمَ فَلْيَسْتَاْذِنُوْا كَمَا اسْتَاْذَنَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ اور جب بچے تمہارے جوانی یعنی بلوغ پر آجائیں تو انہیں چاہئے کہ داخلہ کی اجازت لیں اسی طرح جیسے ان سے بڑے پہلے اجازت لے کر آتے تھے۔

تیسرا حکم ہے قواعد کا:

قواعد یعنی وہ عورتیں جو بوڑھی ہو چکی ہوں جنہیں حیض بھی نہ ہوتا ہو اور انہیں شادی کی خواہش بھی نہ ہو۔ ان کے لئے حکم ہے کہ یہ اگر اپنی چادر دوپٹہ اتار کر بیٹھ جائیں تو مضائقہ نہیں بشرطیکہ انہیں اپنی زینت اور بناؤ سنگھار دکھانا مقصود نہ ہو اور اگر وہ بھی احتیاط کریں تو مقتضائے عفت وعظمت یہی ہے اور ان کے لئے بہتر ہے وَالْقَوَاعِدُ مِنَ النِّسَآءِ الّٰتِيْ لَا يَرْجُوْنَ نِكَاحًا فَلَيْسَ عَلَيْهِنَّ جُنَاحٌ اَنْ يَّضَعْنَ ثِيَابَهُنَّ غَيْرَ مُتَبَرِّجٰتٍۭ بِزِيْنَةٍ ؕ وَاَنْ يَّسْتَعْفِفْنَ خَيْرٌ لَّهُنَّ ؕ۔

چوتھا حکم اندھے، لنگڑے بیمار کے لئے۔

اندھے لنگڑے مریض کے لئے مضائقہ نہیں اور نہ عموماً تم مسلمانوں کے لئے اس میں کچھ مضائقہ ہے کہ اپنے گھروں سے کھانا کھاؤ یا باپ کے گھر سے یا اپنی ماں کے گھر سے یا اپنے بھائیوں کے گھر سے یا اپنی بہنوں کے گھروں سے یا اپنے چچاؤں کے گھروں سے یا اپنی پھوپھیوں کے گھروں سے یا اپنے ماموؤں کے گھروں سے یا اپنی خالاؤں کے گھروں سے یا ان گھروں سے جن کی کنجیاں تمہارے اختیار اور قبضہ میں ہیں یا اپنے دوستوں کے گھروں سے۔

پھر اس میں بھی گناہ نہیں کہ سب مل کر کھاؤ یا الگ الگ لیکن طریقہ تہذیب یہ ہے کہ جب گھروں میں جانے لگو تو اپنے لوگوں کو سلام کرو یہ ایک دعا ہے جو اللہ تعالیٰ نے تمہیں تعلیم دی ہے برکت والی عمدہ

لَيْسَ عَلَى الْاَعْمٰى حَرَجٌ وَّلَا عَلَى الْاَعْرَجِ حَرَجٌ وَّلَا عَلَى الْمَرِيْضِ حَرَجٌ وَّلَا عَلٰٓى اَنْفُسِكُمْ اَنْ تَاْكُلُوْا مِنْۢ بُيُوْتِكُمْ اَوْ بُيُوْتِ اٰبَآئِكُمْ اَوْ بُيُوْتِ اُمَّهٰتِكُمْ اَوْ بُيُوْتِ اِخْوَانِكُمْ اَوْ بُيُوْتِ اَخَوٰتِكُمْ اَوْ بُيُوْتِ اَعْمَامِكُمْ اَوْ بُيُوْتِ عَمّٰتِكُمْ اَوْ بُيُوْتِ اَخْوَالِكُمْ اَوْ بُيُوْتِ خٰلٰتِكُمْ اَوْ مَا مَلَكْتُمْ مَّفَاتِحَهٗۤ اَوْ صَدِيْقِكُمْ ؕ لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَاْكُلُوْا جَمِيْعًا اَوْ اَشْتَاتًا ؕ فَاِذَا دَخَلْتُمْ بُيُوْتًا فَسَلِّمُوْا عَلٰٓى اَنْفُسِكُمْ تَحِيَّةً مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ مُبٰرَكَةً طَيِّبَةً ؕ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمُ الْاٰيٰتِ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ ﴿۶۱﴾۔

تفسیر کا خلاصہ تو بیان ہو چکا اب دوسرا خلاصہ ملاحظہ ہو۔

منجملہ اطاعت الٰہی اور پیروی رسالت پناہی کے احکام کے ایک حکم استیذان واجازت کا بھی ہے جو آداب انسانی اور تدبیر منزل کا ایک اہم جز ہے اور یہ وہ حکم ہے کہ قرآن کریم سے اول کسی الہامی کتاب میں اس کا ذکر نہیں آیا۔

اس حکم کا شان نزول حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی وجہ میں ہوا۔

سید المفسرین ابن عباس رضی اللہ عنہما راوی ہیں کہ ایک بار حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت فاروق کو بلانے ایک انصاری لڑکے کو بھیجا ظہیرہ یعنی دوپہر کا وقت تھا۔ حضرت فاروق رضی اللہ عنہ قیلولہ میں تھے یہ لڑکا بلا اطلاع گھر میں چلا گیا اور فاروق رضی اللہ عنہ کو جگایا آپ کا کپڑا نیند میں کچھ کھلا ہوا تھا۔

آپ کو خیال آیا کہ گھر میں داخل ہونے سے پہلے اگر اجازت لینے کی قید شرعاً آجائے تو اچھا ہو۔

آپ بارگاہ نبوت میں حاضر ہوئے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سب سے پہلے یہ احکام فاروق رضی اللہ عنہ کو سنائے۔

معالم میں حضرت مقاتل رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ اسماء بنت مرثد رضی اللہ عنہا کا ایک بڑا لڑکا تھا وہ اک بار گھر میں ایسے وقت داخل ہو گیا کہ آپ کو نا گوار محسوس ہوا اس نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ذکر کیا تو یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔

حکم کا خلاصہ یہ ہے کہ غیر مرد اور اجنبی جوانوں کے لئے تو پہلے اجازت لے کر آنے کا حکم ہو چکا تھا کَمَا قَالَ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَدْخُلُوْا بُیُوْتًا غَیْرَ بُیُوْتِكُمْ حَتّٰى تَسْتَاْنِسُوْا وَ تُسَلِّمُوْا عَلٰۤى اَهْلِهَا

اب رہے لڑکے بالے جو حد بلوغ تک نہیں پہنچے جن سے عادۃً پردہ نہیں کیا جاتا وہ اپنے گھر کے ہوں یا بیگانے۔

اور اسی طرح اپنے غلام شرعی اور باندیاں ان کے لئے بھی کوئی حکم نہیں آیا اور ان سے آنے جانے میں کوئی عار بھی نہیں کرتا کہ یہ خادم ہیں۔ انہیں بار بار آنا جانا پڑتا ہے۔ مگر پھر بھی بعض مواقع ایسے ہوتے ہیں کہ ان میں ان کا آنا جانا بھی پسند نہیں ہوتا۔

چنانچہ ان کے لئے بھی تین وقتوں میں حکم استیذان ہوا۔ صبح کی نماز سے قبل، دوپہر کے وقت جبکہ کپڑے اتار کر سوتے بیٹھتے ہیں اور عشاء کے بعد سوتے وقت اور اس سے قواعد مستثنیٰ ہیں۔

اور اس سلسلہ میں باہمی مواکلت و مشاربت کا بھی یہی حکم ہوا۔

عبدالرزاق مجاہد سے راوی ہیں کہ مسلمانوں میں دستور تھا کہ اپاہج، اندھے، لنگڑے بیمار کو کھانا کھلانے کے لئے اپنے کسی عزیز و اقارب کے لے جایا کرتے تھے اس پر بھی مومنین میں سے بعض متردد رہتے تھے کہ بیگانہ کو گھر میں لایا جائے۔

اس پر اجازت ہوئی کہ مذکورہ اپاہجوں کو مذکورہ گھروں میں لے جا کر کھلا دینے میں مضائقہ نہیں۔

مختصر تفسیر اردو آٹھواں رکوع - سورۃ نور - پ ۱۸

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لِیَسْتَاْذِنْكُمُ الَّذِیْنَ مَلَكَتْ اَیْمَانُكُمْ وَ الَّذِیْنَ لَمْ یَبْلُغُوا الْحُلُمَ مِنْكُمْ ثَلٰثَ مَرّٰتٍ مِنْ قَبْلِ صَلٰوةِ الْفَجْرِ وَ حِیْنَ تَضَعُوْنَ ثِیَابَكُمْ مِّنَ الظَّهِیْرَةِ وَ مِنْۢ بَعْدِ صَلٰوةِ الْعِشَآءِ ثَلٰثُ عَوْرٰتٍ لَّكُمْ لَیْسَ عَلَیْكُمْ وَ لَا عَلَیْهِمْ جُنَاحٌۢ بَعْدَهُنَّ۔

اے ایمان والو! چاہئے کہ تم سے اجازت لیں تمہارے مملوک غلام اور وہ جو ابھی تم میں جوانی کو نہ پہنچے تین وقت نماز صبح سے پہلے اور جب تم اپنے کپڑے اتار رکھتے ہو دوپہر کو اور نماز عشاء کے بعد یہ تین وقت تمہاری شرم و ستر کے ہیں ان تین کے بعد کچھ گناہ نہیں تم پر نہ ان پر۔

اس آیت کریمہ کا شان نزول یہ ہے: (روح المعانی)

رُوِیَ اَنَّ اَسْمَآءَ بِنْتَ اَبِی مَرْثَدٍ دَخَلَ عَلَیْهَا غُلَامٌ کَبِیْرٌ لَّهَا فِیْ وَقْتٍ کَرِهَتْ دُخُوْلَهٗ فَاَتَتْ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ اِنَّ خَدَمَنَا وَ غِلْمَانَنَا یَدْخُلُوْنَ عَلَیْنَا فِیْ حَالٍ نَکْرَهُهَا فَنَزَلَتْ۔ حضرت اسماء بنت ابی مرثد پر ان کا غلام جو جوان تھا ایسے وقت داخل ہوا کہ آپ کو اس کا آنا ناگوار گزرا آپ بارگاہ رسالت میں حاضر ہوئیں اور عرض کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے نوکر غلام ہم پر ایسی حالت میں آجاتے ہیں کہ ہمیں ناگوار ہوتا ہے تو یہ آیہ کریمہ نازل ہوئی۔

اور تفسیر اتقان سے آلوسی رحمہ اللہ ناقل ہیں: اِنَّ دُخُوْلَ سَبَبِ النُّزُوْلِ فِی الْحُکْمِ قَطْعِیٌّ۔ اس غلام کا داخل ہونا قطعاً سبب ہوا اس آیہ کریمہ کے نزول کا۔

دوسرا سبب نزول یہ ہے کہ

اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهِ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعَثَ وَقْتَ الظَّهِيْرَةِ اِلٰى عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ غُلَامًا مِّنَ الْاَنْصَارِ يُقَالُ لَهٗ مُدْلَجُ بْنُ عَمْرٍو وَّكَانَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ نَائِمًا فَدَقَّ عَلَيْهِ الْبَابَ وَدَخَلَ فَاسْتَيْقَظَ وَجَلَسَ فَانْكَشَفَ مِنْهُ شَيْءٌ فَقَالَ عُمَرُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ لَوَدِدْتُّ اَنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى نَهٰى اٰبَائَنَا وَ اَبْنَائَنَا وَخَدَمَنَا عَنِ الدُّخُوْلِ عَلَيْنَا فِيْ هٰذِهِ السَّاعَةِ اِلَّا بِاِذْنٍ – فَانْطَلَقَ مَعَهٗ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَوَجَدَ هٰذِهِ الْاٰيَةَ قَدْ نَزَلَتْ فَخَرَّ سَاجِدًا – وَ هٰذَا اَحَدُ مُوَافَقَاتِ رَاْيِهِ الصَّائِبِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ لِلْوَحْيِ۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دوپہر میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس ایک انصار کا لڑکا بھیجا جس کا نام مدلج بن عمرو تھا اس وقت آپ آرام فرما رہے تھے۔ مدلج نے دروازہ دھکا دے کر کھولا اور آپ کو جگا لیا آپ بیدار ہو گئے اس حالت میں آپ کا کچھ حصہ بدن منکشف ہو گیا آپ نے دل میں کہا کہ اگر ہمارے باپ بیٹے اور خدام کو ایسے وقتوں میں بلا اجازت آنے کی ممانعت کر دی جائے تو بہت اچھا ہو۔

پھر آپ مدلج کے ساتھ بارگاہ رسالت پناہ ﷺ میں حاضر آئے تو آپ نے یہ وحی آئی ہوئی پائی۔ تو آپ وہیں سر بسجود ہو گئے۔ یہ آیت منجملہ دیگر آیات کے ایک ہے جو آپ رضی اللہ عنہ کی صائب رائے سے موافق ہوئی۔

وَالَّذِيْنَ لَمْ يَبْلُغُوا الْحُلُمَ مِنْكُمْ ثَلٰثَ مَرّٰتٍ ۔ اور وہ جو ابھی بلوغ تک نہیں پہنچے ان کے لئے تین وقت ہیں۔

حُلُم پر آلوسی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: وَقَدْ اِتَّفَقَ الْفُقَهَآءُ عَلٰى اَنَّهٗ اِذَا احْتَلَمَ فَقَدْ بَلَغَ۔ فقہاء اس پر متفق ہیں کہ جب لڑکے کو احتلام ہونے لگے تو وہ بالغ ہے اور اس میں اختلاف ہے کہ عمر بلوغ کتنے سال میں آجاتی ہے۔

ایک قول ہے: اِذَا بَلَغَ خَمْسَ عَشَرَةَ سَنَةً وَّ لَمْ يَحْتَلِمْ۔ جب پندرہ سال کا ہو جائے اور احتلام نہ ہو تو بھی بالغ مانا جائے گا۔

امام ہمام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں پندرہ سال میں اگر احتلام نہ ہو تو بالغ نہیں حَتّٰى يَتِمَّ لَهٗ ثَمَانِيَ عَشَرَةَ سَنَةً۔ حتیٰ کہ اٹھارہ سال پورے ہو جائیں۔ یہی حکم لڑکی کا ہے کہ اِذَا لَمْ تَحْتَلِمْ اَوْ لَمْ تَحِضْ اَوْ لَمْ تَحْبَلْ لَا تَكُوْنُ بَالِغَةً عِنْدَهٗ حَتّٰى يَتِمَّ لَهَا سَبْعَةَ عَشَرَةَ سَنَةً۔ جب اسے احتلام یا حیض یا حمل نہ ہو تو وہ بالغ نہیں مانی جائے گی حتیٰ کہ سترہ سال کی ہو جائے۔

اور ویسے کبھی لڑکا بارہ سال میں اور لڑکی نو سال میں بھی بالغ ہو جاتی ہے حَيْثُ قَالَ قَدْ يَبْلُغُ الْغُلَامُ فِيْ اِثْنَيْ عَشَرَةَ سَنَةً وَقَدْ تَبْلُغُ الْجَارِيَةُ فِيْ تِسْعِ سِنِيْنَ۔

اور ثَلٰثَ مَرّٰتٍ سے مراد ثلاث اوقات ہیں۔ تین وقت رات میں اَلْاِسْتِيْذَانُ مِنْ قَبْلِ صَلٰوةِ الْفَجْرِ لِظُهُوْرِ اَنَّهٗ وَقْتُ الْقِيَامِ عَنِ الْمَضَاجِعِ وَطَرْحِ ثِيَابِ النَّوْمِ وَلَبْسِ ثِيَابِ الْيَقْظَةِ۔ فجر سے پہلے کا ایک وقت ہے کہ بستر سے اٹھنے کا ٹائم ہوتا ہے اور سونے کے کپڑے اتارنے اور جاگنے کا لباس پہننے کا موقعہ ہوتا ہے اور ایسے میں انکشاف عورت کا مظنہ ہے۔

دوسرا وقت دوپہر کا ہے کہ اس وقت بھی قیلولہ کرنے کے لئے کپڑے اتار کر سویا جاتا ہے۔

تیسرا وقت عشاء کے بعد کا ہے جس میں تجرد عن اللباس کیا جاتا ہے اور سونے کا لباس جسے نیوڈ اس کہتے ہیں ملبوس کیا جاتا ہے۔

ان اوقات کے علاوہ مملوک خدام اور کنیزوں کو داخل ہونے میں کوئی گناہ نہیں ہے یَعْنِیْ لَا حَرَجَ فِی الدُّخُوْلِ بِغَیْرِ اِسْتِیْذَان۔ بلا اجازت جانے آنے میں گناہ نہیں اس لئے کہ

طَوّٰفُوْنَ عَلَیْكُمْ بَعْضُكُمْ عَلٰى بَعْضٍ۔ یہ تو آنے جانے والے ہیں ان پر اس سے زیادہ پابندی تکلیف مالا یطاق ہے۔

كَذٰلِكَ یُبَیِّنُ اللّٰهُ لَكُمُ الْاٰیٰتِؕ وَ اللّٰهُ عَلِیْمٌ حَكِیْمٌ۔ اسی طرح ظاہر فرماتا ہے اللہ تعالیٰ تمہارے لئے اپنے احکام اور اللہ علم وحکمت والا ہے۔

اس کے بعد دوسرا حکم ارشاد ہے:

وَ اِذَا بَلَغَ الْاَطْفَالُ مِنْكُمُ الْحُلُمَ فَلْیَسْتَاْذِنُوْا كَمَا اسْتَاْذَنَ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِهِمْؕ كَذٰلِكَ یُبَیِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ اٰیٰتِهٖؕ وَ اللّٰهُ عَلِیْمٌ حَكِیْمٌ ﴿۵۹﴾۔

اور جب تمہارے بچے جوانی کو پہنچ جائیں تو وہ بھی ویسے ہی اجازت لیں جیسے ان سے پہلے بڑے اجازت لیتے ہیں ایسے ہی اللہ ظاہر فرماتا ہے تم پر اپنی آیتیں اور اللہ علم وحکمت والا ہے۔

بچے تو اجازت لینے کے پابند نہ تھے اس لئے ان کے ساتھ حلم یعنی بلوغ کی شرط ظاہر فرمائی کہ وہ جب بلوغ کو پہنچ جائیں تو اوقات ثلثہ مذکورہ میں وہ بھی اجازت لے کر آئیں چنانچہ یہ حکم واجب ہے۔

سعید بن منصور اور بخاری ادب المفرد میں اور ابن منذر ابن ابی حاتم ابن مردویہ عطار حمہم اللہ سے راوی ہیں:

اَنَّهٗ سَاَلَ ابْنَ عَبَّاسٍ رَّضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا اَاَسْتَاذِنُ عَلٰی اُخْتِیْ قَالَ نَعَمْ قُلْتُ اِنَّهَا فِیْ حَجْرِیْ وَاَنَا اُنْفِقُ عَلَیْهَا وَاِنَّهَا مَعِیْ فِی الْبَیْتِ اَاَسْتَاذِنُ عَلَیْهَا قَالَ نَعَمْ اِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰی یَقُوْلُ لِیَسْتَاْذِنْكُمُ الَّذِیْنَ مَلَكَتْ اَیْمَانُكُمْ وَالَّذِیْنَ لَمْ یَبْلُغُوا الْحُلُمَ فَلَمْ یَاْمُرْ هٰؤُلَاءِ بِالْاِسْتِیْذَانِ اِلَّا فِی الْعَوْرَاتِ الثَّلَاثِ فَالْاِذْنُ وَاجِبٌ عَلٰی خَلْقِ اللّٰهِ تَعَالٰی اَجْمَعِیْنَ۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے سوال ہوا کہ کیا میں اپنی بہن کے پاس جاؤں تو بھی اجازت لوں فرمایا ہاں۔

راوی کہتے ہیں میں نے کہا وہ میرے گھر میں ہے اور میں اس کے اخراجات کا کفیل ہوں کیا پھر بھی اجازت لوں؟ فرمایا ہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ضرور اجازت لو اور یہ اجازت لینا ان تین وقتوں پر ہے بلکہ ان تین وقتوں میں تمام لوگوں پر اجازت لینا واجب ہے۔

اب تیسرا حکم وَالْقَوَاعِدُ مِنَ النِّسَآءِ کا ہے

قواعد سے مراد عجائز ہیں اور یہ جمع ہے عجوزہ کی اور قواعد قاعد کی۔

قاعد عربی میں اسے کہتے ہیں جو بڑھیا ہو چکی ہو اِمْرَاَةٌ قَاعِدٌ قَعَدَتْ عَنِ الْحَیْضِ۔ عربی میں قاعد اس بڑھیا کو کہتے ہیں جو آئسہ ہو چکی ہو اور اس کا حیض آنا بند ہو چکا ہو۔ اس کی تعریف قرآن مجید اس طرح فرماتا ہے:

وَ الْقَوَاعِدُ مِنَ النِّسَآءِ الّٰتِیْ لَا یَرْجُوْنَ نِكَاحًا۔ اور قواعد عورتوں سے وہ جو نکاح کا خیال نہ کریں یَعْنِیْ لَا

يَطْمَعْنَ فِيْهِ بِكِبَرِهِنَّ۔ نکاح کی خواہش بوجہ کبرسنی نہ رکھیں۔ ان کے حق میں یہ حکم ہے کہ

فَلَيْسَ عَلَيْهِنَّ جُنَاحٌ اَنْ يَّضَعْنَ ثِيَابَهُنَّ۔ ان پر گناہ نہیں اس میں کہ وہ اپنے لباس ظاہری کو اتار رکھیں۔ آلوسی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

اَیِ الثِّيَابَ الظَّاهِرَةَ الَّتِیْ لَا يُفْضِیْ وَضْعُهَا اِلٰی كَشْفِ الْعَوْرَةِ كَالْجِلْبَابِ وَالرِّدَآءِ وَ الْقِنَاعِ الَّذِیْ فَوْقَ الْخِمَارِ۔ یعنی وہ کپڑے اوپر کے جن کے ہٹا دینے سے کشف عورت نہ ہو مثل برقع، چادر اور مقنع کے جو دوپٹہ کے اوپر ہوتا ہے اس لئے اس کی وضاحت کردی گئی۔

غَيْرَ مُتَبَرِّجٰتٍۭ بِزِيْنَةٍ۔ نہ ظاہر کرنے والی ہوں اپنی زینت۔

تبرج اصل میں یہ ہے کہ اپنی زینت ظاہر نہ کریں اَلتَّبَرُّجُ التَّكَلُّفُ فِیْ اِظْهَارِ مَا يُخْفٰی مِنْ قَوْلِهِمْ۔ تبرج اس تکلف کا نام ہے جس کے اظہار میں مخفی چیزیں کھلیں۔ محاورہ میں بولتے ہیں: سَفِيْنَةٌ بَارِجٌ لَا غِطَاءَ عَلَيْهَا۔ کشتی بارج ہے جبکہ اس پر پردہ نہ ہو۔

وَاَنْ يَّسْتَعْفِفْنَ خَيْرٌ لَّهُنَّ۔ اور اگر وہ عفت کی پابندی کریں تو بہتر ہے۔

وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ۔ اور اللہ سننے جاننے والا ہے۔

لَيْسَ عَلَى الْاَعْمٰی حَرَجٌ وَّلَا عَلَى الْاَعْرَجِ حَرَجٌ وَّلَا عَلَى الْمَرِيْضِ حَرَجٌ وَّلَا عَلٰۤی اَنْفُسِكُمْ اَنْ تَاْكُلُوْا مِنْۢ بُيُوْتِكُمْ۔ نہیں اندھے پر مضائقہ اور نہ لنگڑے پر مضائقہ اور نہ مریض پر مضائقہ اور نہ اپنے آپس والوں پر یہ کہ کھاؤ اپنے گھروں سے۔

زہراوی میں ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ناقل ہیں: اِنَّ هٰٓؤُلَآءِ الطَّوَائِفُ كَانُوْا يَتَحَرَّجُوْنَ مِنْ مُّوَاكَلَةِ الْاَصْحَابِ حَذَرًا مِّنْ اِسْتِقْذَارِ هِمْ اِيَّاهُمْ وَ خَوْفًا مِّنْ تَاَذِّيْهِمْ بِاَفْعَالِهِمْ وَاَوْضَاعِهِمْ فَنَزَلَتْ۔

آیہ کریمہ کا شان نزول یہ ہے کہ

عرب کے لوگ اندھے لنگڑے بیمار کے ساتھ کھانے میں کچھ تامل کرتے تھے کہ ان کے ساتھ کھانے میں احتیاط نہیں رہے گی تو اس پر آیہ کریمہ نازل ہوئی۔

وَ قِيْلَ كَانُوْا يَدْخُلُوْنَ عَلَى الرَّجُلِ لِطَلَبِ الطَّعَامِ فَاِذَا لَمْ يَكُنْ عِنْدَهٗ مَا يُطْعِمُهُمْ ذَهَبَ بِهِمْ اِلٰی بُيُوْتِ اٰبَائِهِمْ وَ اُمَّهَاتِهِمْ اَوْ اِلٰی بَعْضِ مَنْ سَمَّاهُمُ اللّٰهُ تَعَالٰی فِی الْاٰيَةِ الْكَرِيْمَةِ فَكَانُوْا يَتَحَرَّجُوْنَ مِنْ ذٰلِكَ وَيَقُوْلُوْنَ ذَهَبَ بِنَا اِلٰی بَيْتِ غَيْرِهٖ وَ لَعَلَّ اَهْلَهٗ كَارِهُوْنَ لِذٰلِكَ وَكَذَا كَانُوْا يَتَحَرَّجُوْنَ مِنَ الْاَكْلِ مِنْ اَمْوَالِ الَّذِيْنَ كَانُوْا اِذَا خَرَجُوْا اِلَى الْغَزْوِ وَخَلَّفُوْا هٰٓؤُلَآءِ الضُّعَفَاءَ فِیْ بُيُوْتِهِمْ وَ دَفَعُوْا اِلَيْهِمْ مَفَاتِحَهَا وَ اَذِنُوْا لَهُمْ اَنْ يَّاْكُلُوْا مِمَّا فِيْهَا مَخَافَةَ اَنْ لَّا يَكُوْنُوْا اِذْنُهُمْ عَنْ طِيْبِ نَفْسٍ مِّنْهُمْ وَكَانَ غَيْرُ هٰٓؤُلَآءِ اَيْضًا يَتَحَرَّجُوْنَ مِنَ الْاَكْلِ فِیْ بُيُوْتِ غَيْرِهِمْ۔

ایک قول یہ ہے کہ اپاہج کھانا کھانے کسی کے گھر آتے تو جب وہ اپنے گھر کھانا نہ پاتا تو انہیں ساتھ لے کر باپ یا ماں کے گھر جاتا یا جن کا تذکرہ آیت کریمہ میں ہے وہاں کسی گھر میں چلا جاتا تو وہ اپاہج اسے ناپسند کرتے اور کہتے کہ ہمیں اپنے گھر

کے علاوہ دوسرے گھر لے جایا گیا ممکن ہے کہ وہ ہمارے جانے سے کراہت کرتا ہو۔

ایسے ہی اکثر یہ ہوتا کہ جب کسی غزوہ میں جاتے تو ان لنگڑے اندھے بیماروں کو اپنے گھر میں محافظت کو چھوڑ جاتے اور گھر کی کنجیاں انہیں دے کر اجازت دے جاتے کہ اپنے کھانے پینے میں وہ گھر سے لے لیں تو یہ انہیں پسند نہ ہوتا بایں خیال کہ شاید یہ اجازت بطیب خاطر نہ دی ہو اور وہ اس گھر میں کھانے سے متردد ہوتے تھے تو یہ حکم نازل ہوا۔

39B

اور وَلَا عَلٰۤى اَنْفُسِكُمْ سے مراد اپنے قریبی رشتہ دار ہیں۔

تو اس حکم کا خلاصہ یہ نکلا۔

کہ اَنْ تَاْكُلُوْا مِنْۢ بُیُوْتِكُمْ ۔مِنْ مَّالِ اَوْلَادِ كُمْ وَ اَزْوَاجِكُمُ الَّذِیْنَ هُمْ فِیْ بُیُوْتِكُمْ وَ مِنْ جُمْلَةِ عَیَالِكُمْ ۔تم اپنے گھروں سے اپنی اولاد کے مال یا خاوندوں بیویوں کے پاس سے جو تمہارے گھر میں ہیں کھا سکتے ہو اور تمام عیال کے گھروں سے بھی خواہ وہ

اَوْ بُیُوْتِ اٰبَآىٕكُمْ اَوْ بُیُوْتِ اُمَّهٰتِكُمْ اَوْ بُیُوْتِ اِخْوَانِكُمْ اَوْ بُیُوْتِ اَخَوٰتِكُمْ اَوْ بُیُوْتِ اَعْمَامِكُمْ اَوْ بُیُوْتِ عَمّٰتِكُمْ اَوْ بُیُوْتِ اَخْوَالِكُمْ اَوْ بُیُوْتِ خٰلٰتِكُمْ اَوْ مَا مَلَكْتُمْ مَّفَاتِحَهٗۤ اَوْ صَدِیْقِكُمْ ؕ لَیْسَ عَلَیْكُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَاْكُلُوْا جَمِیْعًا اَوْ اَشْتَاتًا ؕ ۔

باپ کا گھر ہو یا ماں کا، بھائی کا گھر ہو یا بہن کا، چچا کا گھر ہو یا پھوپھی کا، ماموں کا گھر ہو یا خالہ کا، یا وہ جگہ جہاں کی کنجیاں تمہارے قبضہ میں ہوں یا دوست کا گھر اس میں تم پر گناہ نہیں کہ مل کر کھاؤ یا علیحدہ علیحدہ ہو کر۔

اشتات جمع ہے شت کی۔محاورہ میں بولتے ہیں اَمْرٌ شَتٌّ اَیْ مُتَفَرِّقٌ معاملہ متفرق ہو گیا تو یہاں اشتاتا کے معنی یہ ہوئے کہ مل جل کر کھاؤ یا متفرق۔اب داخل خانہ ہونے کے آداب تعلیم فرمائے گئے:

فَاِذَا دَخَلْتُمْ بُیُوْتًا فَسَلِّمُوْا عَلٰۤى اَنْفُسِكُمْ تَحِیَّةً مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ مُبٰرَكَةً طَیِّبَةً ؕ كَذٰلِكَ یُبَیِّنُ اللّٰهُ لَكُمُ الْاٰیٰتِ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ ﴿۶۱﴾ ۔

تو جب کسی گھر میں داخل ہو تو اپنوں پر سلام کرو اور اس کی حیات کے لئے اللہ سے دعا برکت حاصل کرنے اور پاکی لینے کے لئے ایسے ہی اللہ ظاہر فرماتا ہے تمہارے لئے آیتیں تا کہ تم سمجھ حاصل کرو۔

ابن منذر اور ابن ابی حاتم اور بیہقی رحمہم اللہ شعب الایمان میں ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اور عبدالرزاق حسن بصری رحمہما اللہ سے راوی ہیں اِنَّ الْمَعْنٰى فَلْیُسَلِّمْ بَعْضُكُمْ عَلٰى بَعْضٍ ۔اس کے یہ معنی ہیں کہ گھر میں داخل ہوتے ہوئے بعض بعض کو سلام کریں جیسے قرآن کریم میں فَاقْتُلُوْۤا اَنْفُسَكُمْ فرما کر یہی معنی مراد لئے کہ بعض بعض کو قتل کرو۔

وَ قِیْلَ الْمُرَادُ بِالسَّلَامِ عَلٰى اَهْلِهَا ۔ایک قول ہے کہ اس سے مراد سلام اہل خانہ کو کرنا ہے۔

لِاَنَّ الْمُسْلِمَ اِذَا رُدَّتْ تَحِیَّةٌ عَلَیْهِ فَكَاَنَّهٗ سَلَّمَ عَلٰى نَفْسِهٖ ۔اس لئے کہ مسلمان جب سلام کا جواب اکراماً و احتراماً دیتا ہے تو وہ گویا اپنی سلامتی چاہتا ہے۔

بعض نے کہا یہ حکم مسجد میں داخل ہونے کا ہے جب مسجد میں جائے اور کوئی نہ ملے تو کہنا چاہئے اَلسَّلَامُ عَلَیْنَا وَ عَلٰى عِبَادِ اللّٰهِ الصّٰلِحِیْنَ ۔

یہ مسئلہ شرعی ہے کہ خالی مکان میں داخل ہو تو وہاں کہے:
اَلسَّلَامُ عَلَی النَّبِیِّ وَ رَحْمَةُ اللّٰهِ تَعَالٰی وَ بَرَكَاتُهٗ اَلسَّلَامُ عَلَیْنَا وَ عَلٰی عِبَادِ اللّٰهِ الصَّالِحِیْنَ اَلسَّلَامُ عَلٰی اَهْلِ الْبَیْتِ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ۔

شفا شریف میں نخعی رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ جب مسجد میں کوئی نہ ہو تو کہے: اَلسَّلَامُ عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ۔

ملا علی قاری رحمہ اللہ شرح شفا میں فرماتے ہیں کہ خالی مکان میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر سلام عرض کرنا اس لئے ہے کہ رُوْحُ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ حَاضِرَةٌ فِیْ بُیُوْتِ اَهْلِ الْاِسْلَامِ۔ مسلمانوں کے گھروں میں روح اقدس جلوہ فرما ہوتی ہے۔

ایک قول یہ ہے کہ اس سے مراد مخاطبین کے گھر ہیں تو جب ایسے گھر میں جائے جہاں کوئی نہ ہو تو کہے اَلسَّلَامُ عَلَیْنَا مِنْ رَّبِّنَا۔

اور اگر وہاں گھر والے ہوں تو کہے اَلسَّلَامُ عَلَیْكُمْ تَحِیَّةً مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ مُبٰرَكَةً طَیِّبَةً۔

اور اگر کافر کے گھر ہو تو کہے وَالسَّلٰمُ عَلٰی مَنِ اتَّبَعَ الْهُدٰی۔

تَحِیَّةً مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ۔ پر آلوسی رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔ وَجَوَّزَ اَنْ یَّتَعَلَّقَ بِتَحِیَّةٍ فَاِنَّهَا طَلَبُ الْحَیَاةِ۔ تحیہ سے مراد طلب حیات ہے۔

مُبٰرَكَةً۔ یعنی بُوْرِكَ بِالْاَجْرِ۔ ثواب میں برکت دی جائے۔

طَیِّبَةً۔ یہ پاک طریقہ ہے۔

كَذٰلِكَ یُبَیِّنُ اللّٰهُ لَكُمُ الْاٰیٰتِ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ۔ ایسے ہی اللہ تعالیٰ ظاہر فرماتا ہے تمہارے لئے اپنی آیتیں تاکہ تمہیں سمجھ ہو۔

بامحاورہ ترجمہ نواں رکوع۔ سورۃ نور۔ پ ۱۸

اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَاِذَا كَانُوْا مَعَهٗ عَلٰۤی اَمْرٍ جَامِعٍ لَّمْ یَذْهَبُوْا حَتّٰی یَسْتَاْذِنُوْهُ ؕ اِنَّ الَّذِیْنَ یَسْتَاْذِنُوْنَكَ اُولٰٓىِٕكَ الَّذِیْنَ یُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ ۚ فَاِذَا اسْتَاْذَنُوْكَ لِبَعْضِ شَاْنِهِمْ فَاْذَنْ لِّمَنْ شِئْتَ مِنْهُمْ وَ اسْتَغْفِرْ لَهُمُ اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ﴿۶۲﴾

ایمان والے تو وہی ہیں جو اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لائے اور جب ہوئے رسول کے ساتھ کسی ایسے کام پر جمع ہوئے تو نہ جائیں جب تک اس سے اجازت نہ لے لیں بے شک وہ جو تم سے اجازت چاہتے ہیں یہی وہ ہیں جو ایمان لائے اللہ اور اس کے رسول پر تو جب وہ تم سے اجازت مانگیں کسی کام کے لئے تو ان میں سے جسے تم چاہو اجازت دے دو اور ان کے لئے بخشش مانگو اللہ سے بے شک اللہ بخشنے والا مہربان ہے

لَا تَجْعَلُوْا دُعَآءَ الرَّسُوْلِ بَیْنَكُمْ كَدُعَآءِ بَعْضِكُمْ بَعْضًا ؕ قَدْ یَعْلَمُ اللّٰهُ الَّذِیْنَ یَتَسَلَّلُوْنَ مِنْكُمْ لِوَاذًا ۚ فَلْیَحْذَرِ الَّذِیْنَ یُخَالِفُوْنَ عَنْ اَمْرِهٖۤ اَنْ تُصِیْبَهُمْ فِتْنَةٌ اَوْ یُصِیْبَهُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ ﴿۶۳﴾	نہ کرو رسول کے پکارنے کو آپس میں مثل پکارنے کے ایک دوسرے کو بے شک اللہ جانتا ہے جو تم میں چپکے نکل جاتے ہیں کسی چیز کی آڑ لے کر تو ڈریں وہ جو خلاف کرتے ہیں اس کے حکم کی کہیں نہ پہنچ جائے انہیں کوئی فتنہ یا ان پر دردناک عذاب پڑے
اَلَاۤ اِنَّ لِلّٰهِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ ؕ قَدْ یَعْلَمُ مَاۤ اَنْتُمْ عَلَیْهِ ؕ وَ یَوْمَ یُرْجَعُوْنَ اِلَیْهِ فَیُنَبِّئُهُمْ بِمَا عَمِلُوْا ؕ وَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمٌ ﴿۶۴﴾	خبردار بے شک اللہ کا ہے جو آسمانوں اور زمین میں ہے بے شک وہ جانتا ہے جس حال میں تم ہو اور اس دن کو جس میں پھیرے جاؤ گے اس کی طرف تو وہ بتا دے گا جو کچھ انہوں نے کیا اور اللہ سب کچھ جانتا ہے

حل لغات نواں رکوع - سورۃ نور - پ ۱۸

اِنَّمَا۔ اس کے سوا نہیں کہ	الْمُؤْمِنُوْنَ۔ مومن	الَّذِیْنَ۔ وہی ہیں جو	اٰمَنُوْا۔ ایمان لائے
بِاللّٰهِ۔ اللہ	وَ۔ اور	رَسُوْلِهٖ۔ اس کے رسول پر	وَ۔ اور
اِذَا۔ جب	كَانُوْا۔ ہوتے ہیں	مَعَهٗ۔ اس کے ساتھ	عَلٰۤی۔ اوپر
اَمْرٍ۔ کام	جَامِعٍ۔ اکٹھے کے تو	لَمْ۔ نہیں	یَذْهَبُوْا۔ جاتے
حَتّٰی۔ یہاں تک کہ	یَسْتَاْذِنُوْهُ۔ اجازت لیں آپ سے		اِنَّ۔ بے شک
الَّذِیْنَ۔ وہ جو	یَسْتَاْذِنُوْنَكَ۔ اجازت لیتے ہیں آپ سے		اُولٰٓىِٕكَ۔ یہی
الَّذِیْنَ۔ وہ ہیں جو	یُؤْمِنُوْنَ۔ ایمان رکھتے ہیں	بِاللّٰهِ۔ اللہ	وَ۔ اور
رَسُوْلِهٖ۔ اس کے رسول پر	فَاِذَا۔ تو جب	اسْتَاْذَنُوْكَ۔ اجازت مانگیں آپ سے	
لِبَعْضِ۔ اپنے بعض	شَاْنِهِمْ۔ کاموں کے لئے	فَاْذَنْ۔ تو اجازت دو	لِّمَنْ۔ جسے
شِئْتَ۔ چاہو تم	مِنْهُمْ۔ ان میں سے	وَ۔ اور	اسْتَغْفِرْ۔ بخشش مانگ
لَهُمُ۔ ان کے لئے	اللّٰهَ۔ اللہ سے	اِنَّ۔ بے شک	اللّٰهَ۔ اللہ
غَفُوْرٌ۔ بخشنے والا	رَّحِیْمٌ۔ مہربان ہے	لَا۔ نہ	تَجْعَلُوْا۔ کرو
دُعَآءَ۔ پکارنا	الرَّسُوْلِ۔ رسول کا	بَیْنَكُمْ۔ آپس میں	كَدُعَآءِ۔ مثل پکارنے
بَعْضِكُمْ۔ بعض تمہارے کا	بَعْضًا۔ بعض کو	قَدْ۔ بے شک	یَعْلَمُ۔ جانتا ہے
اللّٰهُ۔ اللہ	الَّذِیْنَ۔ ان کو جو	یَتَسَلَّلُوْنَ۔ کھسک جاتے ہیں	
مِنْكُمْ۔ تم میں سے	لِوَاذًا۔ چھپ کر	فَلْیَحْذَرِ۔ تو ڈریں	الَّذِیْنَ۔ وہ جو
یُخَالِفُوْنَ۔ مخالفت کرتے ہیں		عَنْ اَمْرِهٖۤ۔ آپ کے حکم کی	اَنْ۔ یہ کہ

تُصِيبَهُمْ۔ پہنچے ان کو	فِتْنَةٌ۔ کوئی فتنہ	اَوْ۔ یا	يُصِيبَهُمْ۔ پہنچے ان کو
عَذَابٌ۔ عذاب	اَلِيْمٌ۔ دردناک	اَلَآ۔ خبردار	اِنَّ۔ بے شک
لِلّٰهِ۔ اللہ ہی کا ہے	مَا۔ جو	فِي۔ بیچ	السَّمٰوٰتِ۔ آسمانوں
وَ۔ اور	الْاَرْضِ۔ زمین کے ہے	قَدْ۔ بے شک	يَعْلَمُ۔ جانتا ہے
مَآ۔ جو	اَنْتُمْ۔ تم ہو	عَلَيْهِ۔ اس پر	وَ۔ اور
يَوْمَ۔ جس دن	يُرْجَعُوْنَ۔ لوٹیں گے	اِلَيْهِ۔ اس کی طرف	فَيُنَبِّئُهُمْ۔ تو بتائے گا ان کو
بِمَا۔ جو	عَمِلُوْا۔ عمل کئے انہوں نے	وَ۔ اور	اللّٰهُ۔ اللہ
بِكُلِّ۔ ہر	شَيْءٍ۔ چیز کو	عَلِيْمٌ۔ جانتا ہے	

خلاصہ تفسیر نواں رکوع۔ سورۃ نور۔ پ ۱۸

تَسَلُّلُ۔ کہتے ہیں عربی میں جماعت کے اندر سے تدریجاً اور خفیہ نکلنے کو تو عبارت یوں ہوئی۔ يَعْلَمُ الَّذِيْنَ يَخْرُجُوْنَ مِنَ الْجَمَاعَةِ قَلِيْلًا قَلِيْلًا۔

لِوَاذًا۔ مصدر ہے باب مفاعلہ کا۔ اس کے معنی ہیں کسی کی آڑ لے کر نکل جانا۔ یعنی مُلَاوِذِيْنَ یا يَلُوْذُوْنَ لِوَاذًا۔

خلاصہ رکوع یہ ہے

اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتا ہے: سچے مسلمان تو وہی ہیں جو اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لائے ہیں اور جب کسی ایسی بات کے لئے جس میں لوگوں کے جمع ہونے کی ضرورت ہے ہمارے نبی کے پاس ہوتے ہیں اور جب تک ہمارے نبی سے اجازت نہ لیں مجلس سے اٹھ کر نہیں جاتے۔ اے محبوب جو لوگ ایسے مواقع پر تم سے اجازت لے لیتے ہیں حقیقت میں وہی لوگ سچے دل سے ایمان لانے والے ہیں۔

تو جب یہ لوگ اپنے کسی کام کے لئے تم سے اجازت طلب کریں تو آپ ان میں سے جسے چاہیں اجازت دے دیں اور اللہ کے حضور ان کی بخشش کی دعا بھی فرمائیں بے شک اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

اے ایمان والو! ہمارے نبی کو ایسے نہ پکارو جیسے آپس میں ایک دوسرے کو پکارتے ہو۔

اللہ انہیں خوب جانتا ہے جو تم میں سے چھپ کر خفیہ مجلس شوریٰ سے بے اجازت سٹک جاتے ہیں تو جو لوگ ہمارے رسول کے حکم کی مخالفت کرتے ہیں انہیں ڈرنا چاہئے کہ کہیں ان پر کوئی آفت نہ آجائے یا ان پر کوئی عذاب دردناک نہ پہنچے۔

خبردار رہو اللہ تعالیٰ کی ہی ملک ہے جو آسمانوں اور زمین میں ہے اور تمہاری ہر چال اللہ خوب جانتا ہے اور جس روز لوگ بروز قیامت لوٹائے جائیں گے تو جو عمل دنیا میں کرتے رہے اللہ تعالیٰ ان کے نیک و بد سب ان پر واضح کردے گا اور اللہ سب کچھ جانتا ہے۔

مختصر تفسیر اردو نواں رکوع۔ سورۃ نور۔ پ ۱۸

اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَاِذَا كَانُوْا مَعَهٗ عَلٰٓى اَمْرٍ جَامِعٍ لَّمْ يَذْهَبُوْا حَتّٰى يَسْتَاْذِنُوْهُ ؕ

اِنَّ الَّذِيْنَ يَسْتَاْذِنُوْنَكَ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ ۚ فَاِذَا اسْتَاْذَنُوْكَ لِبَعْضِ شَاْنِهِمْ فَاْذَنْ لِّمَنْ شِئْتَ مِنْهُمْ وَ اسْتَغْفِرْ لَهُمُ اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۶۲﴾ ۔

مومن تو وہی ہے جو اللہ اور اس کے رسول پر یقین لائے اور جب رسول کے پاس کسی ایسے کام میں حاضر ہوں جس کے لئے جمع کئے گئے ہوں تو نہ جائیں جب تک ان سے اجازت نہ لے لیں بے شک وہ جو تم سے اجازت طلب کر کے جاتے ہیں وہی ہیں جو اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لائے تو جب وہ تم سے اجازت طلب کریں اپنے کسی کام میں تو ان میں سے جسے چاہو اجازت دے دو اور ان کے لئے اللہ سے معافی طلب کرو بے شک اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

ابن اسحاق اور بیہقی دلائل میں عروہ اور محمد بن کعب قرظی سے روایت کرتے ہیں کہ غزوۂ احزاب کے ایام میں ابوسفیان قریش کے ساتھ چڑھ آیا تھا اور مرالظہر ان (جگہ) کے پاس اتر آیا ادھر قبیلہ غطفان نے جبل احد کے نیچے ڈیرے ڈال دیئے اور مدینہ منورہ کو گھیر لیا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اطلاع پاکر مدینہ کے گرد خندق کھودنے کا حکم دیا اور خود بھی بہ نفس نفیس اس میں شرکت کی اور مسلمان بھی شریک تھے لیکن منافقین نے پہلوتہی کی ذرا ذرا سی بات کا بہانہ کر کے بلا اجازت و اذن رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم چپکے سے چل دیتے تھے۔

برخلاف مسلمانوں کے کہ انہیں اگر ضرورت ہوتی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت لے کر جاتے اور اپنے کام سے فارغ ہو کر فوراً حاضر خدمت ہو جاتے۔ اس پر یہ آیہ کریمہ نازل ہوئی جس میں منافقین کی مذمت اور مومنین کی مدحت فرمائی گئی۔

امر جامع سے مراد وہ موقع خاص ہے جو اجتماع واجب کر دے۔ جمعہ، جماعت عیدین اور جنگ وغیرہ سب امر جامع ہیں۔ مجلس شوریٰ بھی اسی میں ہے اور اس استیذان کو بھی اگرچہ جائز فرمایا لیکن پسند نہیں کیا اسی وجہ میں تو ارشاد ہوا وَ اسْتَغْفِرْ لَهُمُ اللّٰهَ ان اجازت لے کر جانے والوں کے لئے بھی آپ ہم سے بخشش طلب کریں ہم بخشنے والے مہربان ہیں۔

علامہ آلوسی ان آیات کریمہ سے استناد فرماتے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت مطلقہ سے اور امیر اسلام اور فوجی افسر وغیرہ کی اطاعت پر۔ چنانچہ فرماتے ہیں:

دَلَالَةٌ عَلٰى اَنَّ مِلَاکَ ذَالِکَ کُلِّهٖ وَالْمُنْتَفَعُ بِتِلْکَ الْاٰیَاتِ جَمْعٌ مَنْ سَلَّمَ نَفْسَهٗ لِصَاحِبِ الشَّرِیْعَةِ صَلَوَاتُ اللّٰهُ تَعَالٰی وَ سَلَامُهٗ عَلَیْهِ کَالْمَیِّتِ بَیْنَ یَدَی الْغَاسِلِ لَا یَحْجِمُ وَلَا یَقْدِمُ دُوْنَ اِشَارَتِهٖ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ۔

یہ آیتیں اس حکم پر دلالت کرتی ہیں کہ مومن وہ ہے جو اپنی جان صاحب شریعت صلی اللہ علیہ وسلم کے سپرد کر دے اور ایسا ہو جائے جیسے میت غسال کے ہاتھ میں ہوتی ہے نہ ابھرے نہ آگے پیچھے ہو جب تک کہ سرکار ابد قرار صلی اللہ علیہ وسلم کا اشارہ نہ پائے۔

اس پر شیخ شہاب الحق والدین ابو حفص عمر سہروردی قدس سرہ باب ''سیر المرید مع الشیخ'' میں فرماتے ہیں: وَ نَبَّهَ بِذٰلِکَ اِنَّ کُلَّ مَا یَرْسِمُهٗ مِنْ اُمُوْرِ الدِّیْنِ فَهُوَ اَمْرٌ جَامِعٌ۔

اس میں متبعین و مومنین کو متنبہ کیا کہ تمام امور دین میں اتباع مطلق اپنے دل میں مرتسم کرنا چاہئے۔

شیخ الاسلام رحمہ اللہ فرماتے ہیں: جِیْءَ بِهٖ فِیْ اَوَاخِرِ الْاَحْکَامِ السَّابِقَةِ تَقْرِیْرًا لَّهَا وَ تَاکِیْدًا لِّوُجُوْبِ مُرَاعَاتِهَا وَ تَکْمِیْلًا لَّهَا بِبَیَانِ بَعْضٍ اٰخَرَ مِنْ جِنْسِهَا وَ اِنَّمَا ذَکَرَ الْاِیْمَانَ بِاللّٰهِ تَعَالٰی وَ رَسُوْلِهٖ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ صِلَةً لِّلْمَوْصُوْلِ الْوَاقِعِ۔

سورہ نور کے آخری احکام میں اس حکم کالانا تقریر وتاکید ہے اس امر کی کہ مومن پر اتباع مصطفیٰ علیہ السلام کی رعایت اور ان کے فرامین کی تکمیل لازم ہے اس لئے کہ ایمان لانے میں اللہ تعالیٰ نے اپنے ساتھ اپنے رسول پر ایمان لانا لازم رکھا۔

تو خلاصہ یہ نکلا کہ

محض لا الہ الا اللہ پڑھ لینے سے مومن نہیں ہوسکتا جب تک کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کہہ کر اپنا ایمان مکمل نہ کرے عَلٰۤی اَمْرٍ جَامِعٍ سے مراد بقول ضحاک رحمہ اللہ اور ابن سلام رحمہ اللہ یہ ہے: کُلُّ صَلٰوةٍ فِیْهَا خُطْبَةٌ کَالْجُمُعَةِ وَالْعِیْدَیْنِ وَالْاِسْتِسْقَآءِ۔

اور ابن جبیر کہتے ہیں: هُوَ الْجِهَادُ وَ صَلٰوةُ الْجُمُعَةِ وَالْعِیْدَیْنِ۔ اور اگرچہ آیہ کریمہ کا نزول غزوۂ خندق پر ہوا لیکن خصوص مورد خصوص حکم کو مستلزم نہیں بلکہ مورد خاص ہوتا ہے تو حکم عام ہوتا ہے لہٰذا اتباع شارع ہر امر جامع میں واجب ہوا۔

حَتّٰی یَسْتَاْذِنُوْهُ ؕ حتیٰ کہ حضور علیہ السلام سے اجازت نہ طلب کرے۔

جانے یا نبی کی بلا اجازت جانا علامت نفاق سے ہے اس سے ہی مومن اور منافق میں امتیاز ہوتا ہے۔ بلا اجازت جانے والا منافق، اجازت لے کر جانے والا مومن ہے۔ چنانچہ صاف تصریح فرمادی گئی۔

اِنَّ الَّذِیْنَ یَسْتَاْذِنُوْنَكَ اُولٰٓىِٕكَ الَّذِیْنَ یُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ بے شک وہ جو اے محبوب آپ سے اجازت لے کر جاتے ہیں یہی مومن ہیں جو اللہ اور رسول پر ایمان لائے۔

فَاِذَا اسْتَاْذَنُوْكَ لِبَعْضِ شَاْنِهِمْ فَاْذَنْ لِّمَنْ شِئْتَ مِنْهُمْ وَ اسْتَغْفِرْ لَهُمُ اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ تو جب آپ سے اجازت طلب کریں اپنی کسی ضرورت کے لئے تو آپ ان میں سے جسے چاہیں اجازت دے دیں اور ان کے لئے استغفار کریں بے شک اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

اس میں تفویض امر ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مرضی اور رائے پر یعنی جسے چاہیں اجازت دیں اور جسے چاہیں اجازت نہ دیں اِنَّ بَعْضَ الْاَحْکَامِ مُفَوَّضَةٌ اِلٰی رَأْیِهٖ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ۔ بعض احکام مفوض ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی رائے پر۔ اسی بنا پر اصولیوں نے استدلال کیا کہ اَنْ یُّفَوَّضَ الْحُکْمُ اِلَی الْمُجْتَهِدِ۔ حکم مجتہد کی رائے پر بنا موقوف ہونا چاہئے کیونکہ وہ بھی شریعت مطہرہ میں استنباط کرنے والا ہے۔ چنانچہ فرماتے ہیں کہ مجتہد جس چیز کا حکم دے یا منع کرے وہ صواب ہے۔

اور وَ اسْتَغْفِرْ لَهُمُ اللّٰهَ پر فرماتے ہیں: فَاِنَّ الْاِسْتِیْذَانَ وَاِنْ کَانَ لِعُذْرٍ قَوِیٍّ لَا یَخْلُوْا عَنْ شَائِبَةِ تَقْدِیْمِ اَمْرِ الدُّنْیَا عَلٰی اَمْرِ الْاٰخِرَةِ وَ تَقْدِیْمٌ لَّهُمْ لِلْمُبَادَرَةِ اِلٰی اَنَّ الْاِسْتِغْفَارَ لِلْمُسْتَاْذِنِیْنَ۔ اگرچہ اجازت حاصل کرنا مباح ہے اگرچہ وہ کسی عذر قوی کے ماتحت ہو لیکن اس میں یہ شائبہ ضرور ہے کہ امر دنیا کو امر آخرت پر مقدم رکھا گیا اس لئے وَ اسْتَغْفِرْ لَهُمُ اللّٰهَ فرمانے میں مبادرت کا حکم آیا کہ ان اجازت لینے والوں کے حق میں بخشش طلب فرمائیں۔

اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ۔ بے شک اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔ آگے شان حضرت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ظاہر فرمائی جارہی ہے۔

لَا تَجْعَلُوْا دُعَآءَ الرَّسُوْلِ بَيْنَكُمْ كَدُعَآءِ بَعْضِكُمْ بَعْضًا۔ نہ کرو رسول کے پکارنے کو آپس میں پکارنے کی طرح جیسے تم ایک دوسرے کو پکارتے ہو۔

اس لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جسے پکاریں اس پر تعمیل و اجابت واجب ہے اور قریب حاضر ہونے کے لئے اجازت طلب کی جائے اور اجازت ہی لے کر واپس ہو۔

مفسرین میں سے علامہ نسفی رحمہ اللہ نے یہ اور فرمایا: اَیْ اِذَا احْتَاجَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلَى اجْتِمَاعِكُمْ عِنْدَهٗ لِاَمْرٍ فَدَعَاكُمْ فَلَا تَقْرُبُوْا مِنْهُ اِلَّا بِاِذْنِهٖ وَ لَا تَقِيْسُوْا دُعَاءَهٗ اِيَّاكُمْ عَلٰى دُعَاءِ بَعْضِكُمْ بَعْضًا وَ رُجُوْعَكُمْ عَنِ الْمَجْمَعِ بِغَيْرِ اِذْنِ الدَّاعِیْ اَوْ لَا تَجْعَلُوْا تَسْمِيَتَهٗ وَ نِدَاءَهٗ بَيْنَكُمْ كَمَا يُسَمِّىْ بَعْضُكُمْ بَعْضًا وَيُنَادِيْهِ بِاسْمِهِ الَّذِیْ سَمَّاهُ بِهٖ اَبَوَاهُ فَلَا تَقُوْلُوْا يَا مُحَمَّدُ وَلٰكِنْ يَا نَبِیَّ اللّٰهِ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مَعَ التَّوْقِيْرِ وَالتَّعْظِيْمِ وَالصَّوْتِ الْمَخْفُوْضِ۔

جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم تمہیں بلانا چاہیں کسی کام کے لئے تو تم بلانے پر حاضر آؤ اور قریب نہ جاؤ جب تک اجازت نہ ہو اور اپنے آپس پر قیاس نہ کرو جیسے آپس میں ایک دوسرے کو بلاتے ہو اور آکر بلا اذن داعی چلے جاتے ہو۔

یا اس کے یہ معنی ہیں کہ ہمارے حبیب کا نام لے کر ایسے نہ پکارو جیسے ایک دوسرے کو پکار لیتے ہو یعنی تم یا محمد کہہ کر نہ پکارو بلکہ یا نبی اللہ یا رسول اللہ تعظیم و توقیر سے اور دبی ہوئی آواز سے پکارو۔

قَدْ يَعْلَمُ اللّٰهُ الَّذِيْنَ يَتَسَلَّلُوْنَ مِنْكُمْ لِوَاذًا ۚ فَلْيَحْذَرِ الَّذِيْنَ يُخَالِفُوْنَ عَنْ اَمْرِهٖۤ اَنْ تُصِيْبَهُمْ فِتْنَةٌ اَوْ يُصِيْبَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۶۳﴾ اَلَاۤ اِنَّ لِلّٰهِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ قَدْ يَعْلَمُ مَاۤ اَنْتُمْ عَلَيْهِ ؕ وَيَوْمَ يُرْجَعُوْنَ اِلَيْهِ فَيُنَبِّئُهُمْ بِمَا عَمِلُوْا ؕ وَاللّٰهُ بِكُلِّ شَیْءٍ عَلِيْمٌ ﴿۶۴﴾۔

بے شک اللہ جانتا ہے انہیں جو تم میں چپکے چھپاتے نکل جاتے ہیں کسی چیز کی آڑ لے کر۔ تو ڈریں وہ جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کے خلاف کرتے ہیں کہ انہیں کوئی مصیبت نہ پہنچے یا ان پر دردناک عذاب پڑے۔ خبردار رہو بے شک اللہ ہی کا ہے جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے بے شک وہ جانتا ہے جس حال پر تم ہو اور اس دن کو جس میں اس کی طرف پھیرے جائیں گے تو وہ انہیں بتا دے گا جو کچھ انہوں نے کیا اور اللہ سب کچھ جانتا ہے۔

اس آیت کریمہ کا شان نزول یہ ہے کہ منافقین پر جمعہ کے روز مسجد میں خطبہ سننا گراں گزرتا تھا۔ چنانچہ وہ چپکے چپکے کھسکنے کی ٹھانتے تھے یا کسی صحابی رضی اللہ عنہ کی آڑ لے کر سرکتے سرکتے مسجد سے نکل جاتے تھے اس پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔

اس میں يَتَسَلَّلُوْنَ اور لِوَاذًا دو لغت خاص ہیں جن کا سمجھنا ضروری ہے۔

يَتَسَلَّلُوْنَ۔ کے معنی نسفی رحمہ اللہ يَخْرُجُوْنَ قَلِيْلًا قَلِيْلًا کرتے ہیں۔

لِوَاذًا۔ حال ہے اَیْ مُلَاوِذِيْنَ اللِّوَاذُ الْمُلَاوَذَةُ وَاسْتِتَارُ بَعْضِهِمْ بِبَعْضٍ۔

آلوسی رحمہ اللہ روح المعانی میں فرماتے ہیں: وَالتَّسَلُّلُ الْخُرُوْجُ مِنَ الْبَيْنِ عَلَى التَّدْرِيْجِ وَالْخُفْيَةِ۔

آہستہ آہستہ مجمع میں سے پوشیدہ نکلنا۔

لِوَاذًا اَیْ مُلَاوَذَةً بِاَنْ یَّسْتَتِرَ بَعْضُهُمْ بِبَعْضٍ حَتّٰی یَخْرُجَ۔ کسی کی اوٹ لے کر گسنا حتیٰ کہ باہر نکل جانا۔

چنانچہ ابوداؤد مقاتل سے اپنی مراسیل میں فرماتے ہیں:

لَا یَخْرُجُ اَحَدٌ لِرُعَافٍ اَوْ اِحْدَاثٍ حَتّٰی یَسْتَاذِنَ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یُشِیْرُ اِلَیْهِ بِاِصْبَعِهِ الَّتِیْ تَلِی الْاِبْهَامَ فَیَاْذَنُ لَهُ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یُشِیْرُ اِلَیْهِ بِیَدِهٖ وَکَانَ مِنَ الْمَکَانِ مَنْ تَثْقُلُ عَلَیْهِ الْخُطْبَةُ وَالْجُلُوْسُ فِی الْمَسْجِدِ فَکَانَ اِذَا اسْتَاذَنَ رَجُلٌ مِّنَ الْمُسْلِمِیْنَ قَامَ الْمُنَافِقُ اِلٰی جَنْبِهٖ یَسْتَتِرُ بِهٖ حَتّٰی یَخْرُجَ – فَاَنْزَلَ اللّٰهُ تَعَالٰی۔ صحابہ کرام میں سے نکسیر یا قضاء حاجت کے لئے بھی نہ جاتا تھا جب تک کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت نہ لیتا۔

اور اجازت لینے کے لئے انگشت سبابہ یعنی کلمہ کی انگلی اور وسطیٰ یعنی بڑی انگلی سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف اشارہ کرتے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم دست اقدس سے انہیں اجازت عطا فرماتے اور منافقین جنہیں خطبہ اور مسجد کا قیام بار تھا، جب دیکھتے کہ فلاں صحابی جا رہے ہیں یہ ان کی اوٹ لے کر خفیہ خفیہ کھسکتا حتیٰ کہ نکل جاتا تو یہ آیت کریمہ نازل ہوئی اور اس میں ان کی مخادعت و منافقت کے لئے تسلل اور تلوذ استعمال فرمایا۔ اس کے بعد توبیخاً ارشاد ہوا:

فَلْیَحْذَرِ الَّذِیْنَ یُخَالِفُوْنَ عَنْ اَمْرِهٖۤ اَنْ تُصِیْبَهُمْ فِتْنَةٌ اَوْ یُصِیْبَهُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ۔ ان لوگوں کو ڈرنا چاہئے جو مخالفت حکم رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم کر رہے ہیں کہ کہیں انہیں کوئی مصیبت دنیا میں نہ آ جائے یا انہیں آخرت میں دردناک عذاب ہو۔

اَلَاۤ اِنَّ لِلّٰهِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ قَدْ یَعْلَمُ مَاۤ اَنْتُمْ عَلَیْهِ ؕ وَیَوْمَ یُرْجَعُوْنَ اِلَیْهِ فَیُنَبِّئُهُمْ بِمَا عَمِلُوْا ؕ وَاللّٰهُ بِکُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمٌ۔ خبردار رہو اللہ کا ہے جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے بے شک وہ جانتا ہے جس حال میں تم ہو اور اس دن کو جب تم واپس جاؤ گے تو تمہیں متنبہ فرمائے گا تمہارے عملوں کے نتیجہ سے اور اللہ سب کچھ جانتا ہے۔

سُوْرَةُ الْفُرْقَان

مکی ہے۔ ۷۷ آیات اور ۶ رکوع ہیں۔

جمہور کے نزدیک یہ سورت مکی ہے۔

سید المفسرین ابن عباس رضی اللہ عنہما اور قتادہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: تمام سورت مکی ہے مگر تین آیتیں مدینہ میں نازل ہوئی ہیں وَالَّذِیْنَ لَا یَدْعُوْنَ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا آخر سے وَکَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِیْمًا تک۔

اور ضحاک رحمہ اللہ کے نزدیک تمام سورت مدنی ہے مگر تَبٰرَکَ الَّذِیْ نَزَّلَ الْفُرْقَانَ سے وَّلَا نُشُوْرًا تک مکی ہے۔

رَبْطُ السُّوْرَةِ بِالسُّوْرَةِ الْاُوْلٰی

حق تعالیٰ شانہ نے سورۃ نور کے آخر میں مومنین پر اتباع الٰہی اور اطاعت رسالت پناہی کا حکم فرما کا متبعین احکام مصطفیٰ کی مدحت فرمائی اور منافقین و مخالفین پر توبیخ کی۔

تو اسی کی مناسبت سے اس سورۃ الفرقان میں اپنی بلندیٔ شان اور اپنی ذات وصفات وافعال کی شان بیان فرمائی اور مدحت سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم بیان کرتے ہوئے اتباع کی تاکید فرمائی۔ چنانچہ ارشاد ہوا:

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

بامحاورہ ترجمہ پہلا رکوع۔سورۃ فرقان۔پ ۱۸

تَبٰرَكَ الَّذِيۡ نَزَّلَ الۡفُرۡقَانَ عَلٰى عَبۡدِهٖ لِيَكُوۡنَ لِلۡعٰلَمِيۡنَ نَذِيۡرَا ۙ‏ ﴿۱﴾

برکت والا ہے وہ جس نے اتارا قرآن اپنے بندے پر تاکہ ہو تمام جہان کو ڈرسنانے والا

الَّذِىۡ لَهٗ مُلۡكُ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ وَلَمۡ يَتَّخِذۡ وَلَدًا وَّلَمۡ يَكُنۡ لَّهٗ شَرِيۡكٌ فِى الۡمُلۡكِ وَخَلَقَ كُلَّ شَىۡءٍ فَقَدَّرَهٗ تَقۡدِيۡرًا‏ ﴿۲﴾

وہ جس کے لئے ہے ملکیت آسمانوں اور زمین کی اور نہیں لیا اس نے بچہ اور نہیں اس کی ملکیت میں کوئی شریک اور پیدا کیا اس نے ہر شے کو ٹھیک اندازہ پر رکھ کر

وَاتَّخَذُوۡا مِنۡ دُوۡنِهٖۤ اٰلِهَةً لَّا يَخۡلُقُوۡنَ شَيۡـئًا وَّهُمۡ يُخۡلَقُوۡنَ وَلَا يَمۡلِكُوۡنَ لِاَنۡفُسِهِمۡ ضَرًّا وَّلَا نَفۡعًا وَّلَا يَمۡلِكُوۡنَ مَوۡتًا وَّلَا حَيٰوةً وَّلَا نُشُوۡرًا‏ ﴿۳﴾

اور پکڑے اس کے سوا بہت سے خدا لوگوں نے جو نہیں پیدا کر سکتے کچھ اور وہ خود پیدا کئے گئے ہیں اور نہیں مالک اپنی جانوں کے برے بھلے کے اور نہیں مالک موت کے اور نہ زندگی کے اور نہ پھر جی اٹھنے کے

وَقَالَ الَّذِيۡنَ كَفَرُوۡۤا اِنۡ هٰذَاۤ اِلَّاۤ اِفۡكُ ۨافۡتَـرٰٮهُ وَاَعَانَهٗ عَلَيۡهِ قَوۡمٌ اٰخَرُوۡنَ ۛۚ فَقَدۡ جَآءُوۡ ظُلۡمًا وَّزُوۡرًا ۛۚ‏ ﴿۴﴾

اور کافر بولے نہیں یہ مگر نرا بہتان جو انہوں نے گھڑا ہے اور اس پر اور لوگوں نے انہیں مدد دی ہے بے شک وہ ظالم اور جھوٹ پر ہیں

وَقَالُوۡۤا اَسَاطِيۡرُ الۡاَوَّلِيۡنَ اكۡتَتَبَهَا فَهِىَ تُمۡلٰى عَلَيۡهِ بُكۡرَةً وَّاَصِيۡلًا‏ ﴿۵﴾

اور بولے پہلی کہانیاں ہیں جو انہوں نے لکھ لی ہیں تو وہ ان پر صبح وشام پڑھی جاتی ہیں

قُلۡ اَنۡزَلَهُ الَّذِىۡ يَعۡلَمُ السِّرَّ فِى السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ ؕ اِنَّهٗ كَانَ غَفُوۡرًا رَّحِيۡمًا‏ ﴿۶﴾

فرمادیجئے اسے تو نازل کیا اس نے جو جانتا ہے خفیہ باتیں آسمانوں اور زمین کی بے شک وہ بخشنے والا مہربان ہے

وَقَالُوۡا مَالِ هٰذَا الرَّسُوۡلِ يَاۡكُلُ الطَّعَامَ وَيَمۡشِىۡ فِى الۡاَسۡوَاقِ ؕ لَوۡلَاۤ اُنۡزِلَ اِلَيۡهِ مَلَكٌ فَيَكُوۡنَ مَعَهٗ نَذِيۡرًا ۙ‏ ﴿۷﴾

اور بولے کیا ہوا اس رسول کو کہ کھاتا ہے کھانا اور چلتا ہے بازاروں میں کیوں نہ اتارا گیا اس کی طرف کوئی فرشتہ تو ہوتا اس کے ساتھ ڈرانے والا

اَوۡ يُلۡقٰٓى اِلَيۡهِ كَنۡزٌ اَوۡ تَكُوۡنُ لَهٗ جَنَّةٌ يَّاۡكُلُ مِنۡهَا ؕ وَقَالَ الظّٰلِمُوۡنَ اِنۡ تَتَّبِعُوۡنَ اِلَّا رَجُلًا مَّسۡحُوۡرًا‏ ﴿۸﴾ اُنۡظُرۡ كَيۡفَ ضَرَبُوۡا لَكَ الۡاَمۡثَالَ فَضَلُّوۡا فَلَا يَسۡتَطِيۡعُوۡنَ سَبِيۡلًا‏ ﴿۹﴾

یا ڈالا جاتا اس کی طرف خزانہ یا ہوتا اس کا باغ جس سے کھاتے اور بولے ظالم تم پیروی نہیں کرتے مگر ایک ایسے آدمی کی جو مسحور ہے۔ اے محبوب دیکھو کیسی مثالیں تمہارے لئے بنا رہے ہیں تو گمراہ ہوئے کہ اب کوئی راہ نہیں پاتے

حل لغات پہلا رکوع۔ سورۃ فرقان۔ پ ۱۸

تَبٰرَكَ۔ برکت والا ہے	الَّذِیْ۔ وہ جس نے	نَزَّلَ۔ اتارا	الْفُرْقَانَ۔ قرآن
عَلٰی۔ اوپر	عَبْدِهٖ۔ اپنے بندے کے	لِیَكُوْنَ۔ تاکہ ہو	لِلْعٰلَمِیْنَ۔ جہانوں کو
نَذِیْرًا۔ ڈرانے والا	الَّذِیْ۔ وہ کہ	لَهٗ۔ اس کی	مُلْكُ۔ بادشاہی ہے
السَّمٰوٰتِ۔ آسمانوں	وَ۔ اور	الْاَرْضِ۔ زمین میں	وَ۔ اور
لَمْ۔ نہیں	یَتَّخِذْ۔ پکڑی اس نے	وَلَدًا۔ اولاد	وَّ۔ اور
لَمْ۔ نہیں	یَكُنْ۔ ہے	لَّهٗ۔ اس کا	شَرِیْكٌ۔ کوئی شریک
فِی۔ بیچ	الْمُلْكِ۔ بادشاہی کے	وَ۔ اور	خَلَقَ۔ پیدا کیا
كُلَّ۔ ہر	شَیْءٍ۔ چیز کو	فَقَدَّرَهٗ۔ تو اندازہ کیا	تَقْدِیْرًا۔ ٹھیک
وَ۔ اور	اتَّخَذُوْا۔ بنائے انہوں نے	مِنْ دُوْنِهٖٓ۔ اس کے سوا	اٰلِهَةً۔ معبود کہ
لَّا۔ نہیں	یَخْلُقُوْنَ۔ پیدا کرتے	شَیْئًا۔ کچھ	وَّ۔ اور
هُمْ۔ وہ	یُخْلَقُوْنَ۔ پیدا کئے جاتے ہیں	وَ۔ اور	لَا۔ نہیں
یَمْلِكُوْنَ۔ مالک ہیں	لِاَنْفُسِهِمْ۔ اپنی جانوں کے	ضَرًّا۔ نقصان	وَّ۔ اور
لَا۔ نہ	نَفْعًا۔ نفع کے	وَّ۔ اور	لَا۔ نہیں
یَمْلِكُوْنَ۔ مالک ہیں	مَوْتًا۔ موت کے	وَّ۔ اور	لَا۔ نہ
حَیٰوةً۔ زندگی کے	وَّ۔ اور	لَا۔ نہ	نُشُوْرًا۔ اٹھنے کے
وَ۔ اور	قَالَ۔ کہا	الَّذِیْنَ۔ انہوں نے	كَفَرُوْٓا۔ جو کافر ہیں
اِنْ۔ نہیں	هٰذَآ۔ یہ	اِلَّآ۔ مگر	اِفْكٌ۔ بہتان
افْتَرٰىهُ۔ جو بنا لیا	وَ۔ اور	اَعَانَهٗ۔ مدد کی	عَلَیْهِ۔ اس پر
قَوْمٌ۔ قوم	اٰخَرُوْنَ۔ دوسری نے	فَقَدْ۔ تو بے شک	جَآءُوْ۔ لائے
ظُلْمًا۔ ظلم	وَّ۔ اور	زُوْرًا۔ جھوٹ	وَ۔ اور
قَالُوْٓا۔ بولے	اَسَاطِیْرُ۔ کہانیاں ہیں	الْاَوَّلِیْنَ۔ پہلوں کی	اكْتَتَبَهَا۔ جو لکھ لیا ان کو
فَهِیَ۔ تو وہ	تُمْلٰی۔ پڑھی جاتی ہیں	عَلَیْهِ۔ اس پر	بُكْرَةً۔ صبح
وَّ۔ اور	اَصِیْلًا۔ شام	قُلْ۔ کہہ	اَنْزَلَهُ۔ اتارا اس کو
الَّذِیْ۔ اس نے جو	یَعْلَمُ۔ جانتا ہے	السِّرَّ۔ پوشیدہ کو	فِی۔ بیچ
السَّمٰوٰتِ۔ آسمانوں	وَ۔ اور	الْاَرْضِ۔ زمین کے	اِنَّهٗ۔ بے شک وہ
كَانَ۔ ہے	غَفُوْرًا۔ بخشنے والا	رَّحِیْمًا۔ مہربان	وَ۔ اور

قَالُوْا۔ بولے	مَالِ۔ کیا ہے	هٰذَا۔ اس	الرَّسُوْلِ۔ رسول کو کہ
يَاْكُلُ۔ کھاتا ہے	الطَّعَامَ۔ کھانا	وَ۔ اور	يَمْشِيْ۔ چلتا ہے
فِي۔ بیچ	الْاَسْوَاقِ۔ بازاروں کے	لَوْلَآ۔ کیوں نہیں	اُنْزِلَ۔ اتارا گیا
اِلَيْهِ۔ اس کی طرف	مَلَكٌ۔ فرشتہ	فَيَكُوْنَ۔ کہ ہوتا	مَعَهٗ۔ ساتھ اس کے
نَذِيْرًا۔ ڈرانے والا	اَوْ۔ یا	يُلْقٰى۔ ڈالا جاتا	اِلَيْهِ۔ اس کی طرف
كَنْزٌ۔ خزانہ	اَوْ۔ یا	تَكُوْنُ۔ ہوتا	لَهٗ۔ اس کا
جَنَّةٌ۔ باغ	يَّاْكُلُ۔ کہ کھاتا	مِنْهَا۔ اس سے	وَ۔ اور
قَالَ۔ بولے	الظّٰلِمُوْنَ۔ ظالم	اِنْ۔ نہیں	تَتَّبِعُوْنَ۔ پیروی کرتے تم
اِلَّا۔ مگر	رَجُلًا۔ آدمی	مَّسْحُوْرًا۔ جادو شدہ کی	اُنْظُرْ۔ دیکھ
كَيْفَ۔ کیسے	ضَرَبُوْا۔ بیان کرتے ہیں	لَكَ۔ تیرے لئے	الْاَمْثَالَ۔ مثالیں
فَضَلُّوْا۔ تو گمراہ ہوئے	فَلَا۔ تو نہیں	يَسْتَطِيْعُوْنَ۔ طاقت رکھتے	سَبِيْلًا۔ راہ کی

خلاصہ تفسیر پہلا رکوع۔ سورۃ فرقان۔ پ ۱۸

تَبٰرَكَ الَّذِيْ نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلٰى عَبْدِهٖ: بڑا برکت والا ہے وہ جس نے اتارا قرآن کریم اپنے بندۂ خاص سید الانبیاء محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر۔

لِيَكُوْنَ لِلْعٰلَمِيْنَ نَذِيْرًا۔ تا کہ ہو وہ تمام عالموں کے لئے ڈر سنانے والا۔

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کا عموم ظاہر فرمایا اور بتایا کہ آپ تمام خلق کی طرف رسول بنائے گئے عام اس سے کہ وہ بشر ہوں یا جن یا ملائکہ یا دیگر مخلوقات سب آپ کی امت ہیں۔ اس لئے کہ عالمین ماسوی اللہ کے لئے ہے۔

بعض نے عالمین سے فرشتوں کو خارج مانا جیسے جلالین میں شیخ محلی سے اور تفسیر کبیر میں امام رازی سے اور شعب الایمان بیہقی سے مروی ہے لیکن یہ دعویٰ بلا دلیل ہے چنانچہ علامہ سبکی اور علامہ بلاذری اور ابن حزم اور امام سیوطی نے اس پر تعاقب فرمایا اور بتایا کہ رازی ماسویٰ اللہ کو عالم مانتے ہیں تو ملائکہ اس میں شامل ہیں انہیں عالم سے خارج کرنے کی کوئی وجہ وجیہ نہیں۔

علاوہ ازیں خود مسلم شریف میں حضور سید یوم النشور صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کی تصریح آ گئی حَيْثُ قَالَ اُرْسِلْتُ اِلَى الْخَلْقِ كَافَّةً۔ میں تمام مخلوق کی طرف رسول بنا کر بھیجا گیا۔ (روح المعانی)

پھر علی قاری نے مرقاۃ شرح مشکوٰۃ میں اس کی تصریح فرمائی اور کہا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت تمام موجودات عالم کی طرف ہے جن ہوں یا بشر ملائکہ ہوں یا حجر و مدر حیوانات ہوں یا نباتات جمادات ہوں یا شجریات۔

پھر اس مسئلہ کو مواہب لدنیہ میں حضرت امام قسطلانی نے شرح وبسط سے واضح اور روشن فرمایا ہے من شاء فلینظر۔

الَّذِيْ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَلَمْ يَتَّخِذْ وَلَدًا وَّلَمْ يَكُنْ لَّهٗ شَرِيْكٌ فِي الْمُلْكِ وَخَلَقَ كُلَّ شَيْءٍ

فَقَدَّرَهٗ تَقْدِيْرًا ﴿۲﴾۔

وہ جس کے لئے آسمانوں اور زمین کی بادشاہت ہے اور اس نے ہرگز کبھی بچہ نہ اختیار کیا اور اس کی مملکت وسلطنت میں اس کا کوئی ساجھی نہیں اس نے ہر چیز پیدا کر کے ٹھیک اندازہ پر رکھی۔

ان آیات میں یہود ونصاریٰ کے اعتقاد باطل کا اول رد ہے کہ جو ان کا خیال فاسد ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام خدا کے بیٹے ہیں یا حضرت عزیز بقول یہود خدا کے بیٹے ہیں معاذ اللہ اس کا رد نفی جحد بلم سے فرمایا کہ ہرگز ہرگز ایسا نہیں ہے۔

اور وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ شَرِيْكٌ فِى الْمُلْكِ۔ فرما کر بت پرستوں کا رد کیا اور وہاں بھی نفی جحد بلم سے فرما کر کہا کہ ہرگز ہرگز اس کی مملکت میں کوئی بت کوئی مورتی پاربتی ہو یا سیتا رام ہو یا کرشن مہادیو ہو یا کوئی اور بت یہ ہرگز ہمارے شریک نہیں بلکہ بتوں سے لے کر رام وکرشن اور جنہیں دیوتا یہ لوگ مان کر شریک حق جانتے ہیں یہ سب اس کے پیدا کئے ہوئے ہیں اور کائنات کی ہر شے اسی نے پیدا کی ہے اور وہ سب اس کے حضور عاجز اور بے قدرت ہیں اور ہر شے کی پیدائش ہماری ہی طرف سے ٹھیک اندازہ پر ہے۔ آگے ارشاد ہے:

وَاتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهٖۤ اٰلِهَةً لَّا يَخْلُقُوْنَ شَيْـًٔا وَّهُمْ يُخْلَقُوْنَ وَلَا يَمْلِكُوْنَ لِاَنْفُسِهِمْ ضَرًّا وَّلَا نَفْعًا وَّلَا يَمْلِكُوْنَ مَوْتًا وَّلَا حَيٰوةً وَّلَا نُشُوْرًا ﴿۳﴾۔

اور لوگوں نے اس کے سوا اور خدا پکڑے کہ وہ کچھ پیدا نہیں کر سکتے بلکہ وہ خود پیدا کئے ہوئے ہیں اور انہیں اپنی جانوں کے لئے برائی بھلائی کے حاصل کرنے کی قوت نہیں اور وہ نہ اپنے مرنے کا اختیار رکھتے ہیں نہ جینے کا نہ مرنے کے بعد اٹھنے کا۔

اللہ تعالیٰ کی قدرت کاملہ تو بے گنتی اور بے شمار ہیں لیکن یہاں چار قوتوں کے بیان پر ان سے مقابلہ فرمایا گیا۔

اول تخلیق اشیاء۔

دوم اختیار نفع وضرر۔

سوم اختیار موت وحیات۔

چہارم حشر کے دن نشر یعنی مار کر زندہ کرنا۔

گویا کہ فرمایا یہ لوگ جنہیں ہمارے سوا غیر کو خدا بنا بیٹھے ہیں وہ اپنی عقل سے سوچیں کہ وہ کس چیز کے پیدا کرنے والے ہیں جب کہ خود کتم عدم سے منصۂ شہود پر آئے انہیں ہم نے نیست سے ہست کیا ہم نے انہیں پیدا فرمایا جو مخلوق ہو وہ خالق کیسے ہو سکتا ہے۔

اور ہم نے ہی ان کے نفع اور نقصان کو اپنے قبضہ میں رکھا ہمارے سوا کوئی بالذات کسی کے نفع ونقصان کا مالک نہیں۔ عام اس سے کہ یہ جماد لایعقل بت ہوں یا انبیاء اولیاء شہداء ملائکہ جن میں جو قوت بھی ہے وہ ہماری طرف سے عطا کی گئی ہے۔

چنانچہ انبیاء کی جو قوتیں معجزۃ العقل ہیں وہ ہماری طرف سے انہیں ودیعت ہیں اور اس قوت کو معجزہ کہتے ہیں۔ اولیاء میں جو قوتیں قوت عقل سے بالا ہیں وہ ہماری عطا کردہ ہیں اسے کرامت کہتے ہیں۔

اور اگر مشرکین میں کوئی قوت ہو تو وہ بھی ہماری ہی دی ہوئی ہے کہ اس کی رسی ڈھیلی کریں اور پاپ کا گھڑ بھر دے اس کا نام معونت اور استدراج وارہاص ہے۔

دنیا میں کسی کو جلا کر پروان چڑھانا اور تنومند کو مارنا یہ ہمارے قبضہ میں ہے اور مرنے کے بعد زندہ کرنا یہ ہماری ہی قدرت میں ہے۔

لیکن ان مشرکین میں ان کا سرغنہ نضر بن حارث اور اس کے ہمنوا سب کچھ دیکھ کر بھی قرآن کریم جو ہمارا کلام ہے اس کی نسبت کہتے ہیں حیث قال:

وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِنْ هٰذَآ اِلَّآ اِفْكُ ِۨافْتَرٰىهُ وَاَعَانَهٗ عَلَيْهِ قَوْمٌ اٰخَرُوْنَ ۚ فَقَدْ جَآءُوْ ظُلْمًا وَّزُوْرًا ۚ وَقَالُوْٓا اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ اكْتَتَبَهَا فَهِيَ تُمْلٰى عَلَيْهِ بُكْرَةً وَّاَصِيْلًا ۔

اور کافر بولے یہ تو نہیں مگر ایک بہتان ہے جو انہوں نے گھڑ لیا ہے یعنی جناب سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے بنالیا ہے اور اسے اللہ تعالیٰ کا کلام کہہ کر پیش کر رہے ہیں (معاذ اللہ) اور اس پر مدد دیتے ہیں ہمنوا یعنی صحابہ کرام اور صدیق و فاروق و عثمان و علی رضوان اللہ علیہم اجمعین اور معاذ اللہ بے شک بے محل جھوٹ پر سب کچھ لائے ہیں۔ یعنی معاذ اللہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور اہل ایمان سب نے ایک سوسائٹی بنا کر افک مبین اور زور عظیم کی آواز اٹھائی ہے۔

یہ نضر بن حارث راس المشرکین اور منافقین کے اوہام باطلہ فاسدہ کاسدہ کے نظریات قرآن کریم کے متعلق تھے اور یہ کہتے تھے۔

فَقَدْ جَآءُوْ ظُلْمًا وَّزُوْرًا ۔ یہ زبردستی جھوٹ بنانے پر اتر آئے ہیں۔

اور سمجھتے تھے کہ یہودی جماعت سے عداس و یسار بھی ان کی تائید کرتے ہیں تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ یہ ظالم خود زور مہیا کرتے ہیں۔

وَقَالُوْٓا اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ اكْتَتَبَهَا فَهِيَ تُمْلٰى عَلَيْهِ بُكْرَةً وَّاَصِيْلًا ۔ اور مشرکین کہتے ہیں کہ (یہ) پرانی کہانیاں ہیں جو انہوں نے لکھ لی ہیں تو وہ ان پر صبح و شام پڑھی جاتی ہیں۔

املا کہتے ہیں لکھنے اور بول کر لکھوانے کو۔ بُكْرَةً وَّاَصِيْلًا کی تصریح ہم آخر رکوع نور میں کر چکے ہیں۔

ان حمقاء خبثاء عبد الجماد عبدۃ الاوثان مشرکین کے دماغ میں حسد و عناد کے ساتھ یہ چیز بھی بھری ہوئی تھی کہ یہ سب گھڑی ہوئی باتیں ہیں۔

اسی خبط نے متنبیوں کو ابھارا کہ جب ایک جماعت صنادید مشرکین یہ سمجھ رہے تھے تو ہم بھی تجربہ کریں شاید ایسا ہی ہو اور ہماری نبوت کا چرخہ بھی چل جائے۔ چنانچہ

مسیلمہ کذاب، اسود عنسی، محمد بن طومرث، حسن بن صباح حتیٰ کہ مرزا قادیانی یہ سب اسی خبط کے مارے ہوئے ہیں۔

چنانچہ ان کے اقوال و ہفوات رذیلہ بتا کر اب جواب دیا گیا:

قُلْ اَنْزَلَهُ الَّذِيْ يَعْلَمُ السِّرَّ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ اِنَّهٗ كَانَ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ۔ اے حبیب فرما دیجئے اسے تو (یعنی قرآن کریم کو) اس نے اتارا ہے جو آسمانوں اور زمین کی ہر چھپی بات کا جاننے والا ہے بے شک وہ بخشنے والا مہربان ہے۔

یہاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو فرمایا کہ انہیں فرما دیجئے کہ تمہارا وہم باطل محض خیال فاسد ہے یہ کلام پاک تو علوم غیبی پر مشتمل ہے اور یہی اس کی صداقت کی دلیل صریح ہے اور اس سے واضح ہو جاتا ہے کہ وہ یقیناً حضرت علام الغیوب کی طرف

سے ہے اور اس انکار پر منکرین کے لئے عذاب آ جاتا لیکن وہ ذات غفور رحیم ہے اس وجہ میں ان سرکشوں کو تعویق وتاخیر عذاب کی مہلت دیتا ہے اور عجلت نہیں فرماتا۔

دوسری وجہ یہ بھی ہے کہ عذاب میں عجلت کی وجہ یہ بھی ہوا کرتی ہے کہ ملزم کہیں ہاتھ سے نکل جائے یہاں یہ واہمہ تو قطعاً نہیں بلکہ

وَاِلَیْنَا تُرْجَعُوْنَ اور اِلَیْهِ تُرْجَعُوْنَ۔ خود ہی فرما دیا ہے کہ تمہیں کہیں بھاگنے کی تو گنجائش ہی نہیں بہرحال ہماری طرف ہی آنا ہے لہٰذا ہم عذاب میں تاخیر کرتے ہیں کہ شائد انہیں ہوش آ جائے اور تائب ہو جائیں ورنہ ہماری گرفت میں تمہیں مفر نہیں ہے پھر ان کے نظریات باطل کا رد فرمایا جاتا ہے کہ یہ ایسی لایعنی اور بے معنی بکواس کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ۔

۱- یہ رسول کیسا ہے جو کھاتا پیتا ہے۔ گویا رسول کو کھانا پینا نہیں چاہئے۔

۲- یہ رسول تو بازاروں میں چلتا پھرتا ہے یعنی ان کے گمان باطل میں وہ رسول نہیں ہو سکتا جو بازار میں چلے پھرے۔

۳- اس رسول کے ساتھ کوئی فرشتہ نازل نہیں ہوا۔ گویا پہلے رسولوں میں فرشتہ ساتھ آتا رہا ہے۔

۴- اس رسول کے ساتھ کوئی خزانہ نہیں، یعنی پہلے رسولوں کے ساتھ خزانہ ہوتا تھا۔

۵- اس رسول کے پاس کوئی باغ نہیں جس کا پھل کھایا جاتا۔ گویا پہلے رسول جو آیا اس کے ساتھ باغ ہوتا تھا جس کے پھل لوگ کھایا کرتے تھے۔

جس رسول میں یہ پانچوں باتیں نہیں وہ رسول نہیں بلکہ رجل مسحور ہے۔

یہ بے ہودہ بے معنی اعتراضات لایعنی اپنے ہم خیالوں میں کرتے تھے چنانچہ وہ کہتے تھے جس کا ذکر فرمایا گیا:

وَقَالُوْا مَالِ هٰذَا الرَّسُوْلِ یَاْكُلُ الطَّعَامَ وَ یَمْشِیْ فِی الْاَسْوَاقِ ؕ لَوْلَاۤ اُنْزِلَ اِلَیْهِ مَلَكٌ فَیَكُوْنَ مَعَهٗ نَذِیْرًا ۙ﴿۷﴾ اَوْ یُلْقٰۤى اِلَیْهِ كَنْزٌ اَوْ تَكُوْنُ لَهٗ جَنَّةٌ یَّاْكُلُ مِنْهَا ؕ وَ قَالَ الظّٰلِمُوْنَ اِنْ تَتَّبِعُوْنَ اِلَّا رَجُلًا مَّسْحُوْرًا ﴿۸﴾۔

اور مشرکین مکہ بولے اس رسول کا کیا حال ہے کہ
کھانا کھاتا ہے۔
اور بازاروں میں چلتا ہے۔
کیوں نہ اتارا گیا اس کے ساتھ کوئی فرشتہ کہ ان کے ساتھ ہوتا اور ڈر سناتا۔
یا غیب سے انہیں کوئی خزانہ مل جاتا۔
یا ان کا کوئی باغ ہوتا جس سے کھاتے۔
اور ظالموں نے کہا کہ تم پیروی نہیں کرتے مگر ایک ایسے شخص کی جس پر جادو ہوا ہے۔

گویا نبی کا طغرائے امتیاز ان کے ناقص ذہن اور باطل رائے میں یہ تھا کہ جو کھائے پیئے وہ نبی نہیں چنانچہ آدم صفی علیہ السلام سے لے کر حضرت عیسیٰ علیہ السلام تک اور آج تک جتنے نبی آئے ان کے نزدیک کوئی نبی ہی نہ تھا اس لئے کہ سب کھاتے پیتے اور بازار میں آتے جاتے رہے ہیں۔

پھر بولے اگر یہ بھی نہ ہوتا تو ان کی نبوت کی شہادت دینے اور قوم کو ڈرانے ان کے ساتھ کوئی فرشتہ آتا گویا ان کے نزدیک پہلے نبیوں کے ساتھ فرشتہ آتا رہا ہے۔

پھر اگر یہ بھی نہ ہوتا تو ان کے ساتھ خزانہ تو ضرور ہوتا تاکہ عیسائیوں مشرکوں آریوں کی طرح معاذ اللہ پیسہ تقسیم کر کے لوگوں کو اپنا ہم نوا بناتے حالانکہ عورت اور پیسہ ہی جب ذریعہ تبلیغ ہو جائے تو احقاق حق کی وہاں حاجت ہی نہیں ہوتی بلکہ تبلیغ کو غلط جان کر بھی عورت اور پیسہ کے لالچ میں لوگ گمراہ ہوتے رہے ہیں جو نبی کی شان سے بہت گرا ہوا طریقہ ہے۔

باغ سے پھل پھول تقسیم کرنے پر تبلیغ موقوف ہوتی تو نبی کو وَيُزَكِّيهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ نہ فرمایا جاتا اور ایسی تبلیغ کی جماعتیں خطرات کے مواقع پر ایمان والوں کی طرح جانبازی نہیں کیا کرتیں۔

اسی لئے اسلام نے وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ بِشَيْءٍ مِّنَ الْخَوْفِ وَالْجُوْعِ وَنَقْصٍ مِّنَ الْاَمْوَالِ وَالْاَنْفُسِ وَالثَّمَرٰتِ کا اعلان فرمایا کہ اگر ایمان کا جوہر ایقان کا نور لینا چاہتے ہو تو

خوف، جوع، نقص اموال، نقص انفس، نقص ثمرات فواد کے لئے تیار ہو کر اسلام میں آؤ۔ نہ کہ خزانہ، باغ اور فرشتہ کی آوازیں سن کر تَعَالَى اللّٰهُ عَمَّا يَصِفُوْنَ۔

چنانچہ جیسے پاگلوں کی بڑ کا جواب یہی ہوتا ہے کہ عقلاء سے کہہ دیا جاتا ہے کہ دیکھو یہ بے وقوف کیا بک رہے ہیں ایسے ہی ارشاد ہوا اور اپنے حبیب پاک کو فرمایا:

اُنْظُرْ كَيْفَ ضَرَبُوْا لَكَ الْاَمْثَالَ فَضَلُّوْا فَلَا يَسْتَطِيْعُوْنَ سَبِيْلًا۔ اے محبوب دیکھو یہ کیسی کیسی مثالیں آپ کے لئے بنا رہے ہیں تو یہ گمراہ ہوئے اور ایسے گمراہ کہ اب کوئی راہ نہیں پا سکتے۔

ہمیشہ قعر گمراہی میں رہیں گے اور ہدایت سے محروم اس لئے انہوں نے ہمارے حبیب پر لایعنی اور بے معنی اعتراضات کئے ہیں جن کا جواب ہم انہیں دیں گے۔

خلاصہ تفسیر اردو پہلا رکوع - سورۃ فرقان - پ ۱۸

تَبٰرَكَ الَّذِيْ نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلٰى عَبْدِهٖ لِيَكُوْنَ لِلْعٰلَمِيْنَ نَذِيْرًا ۙ۔ برکت والا ہے وہ جس نے نازل فرمایا قرآن اپنے بندے پر تاکہ ہو تم عالموں کے لئے ڈر سنانے والا۔

تَبٰرَكَ بروزن تفاعل ہے۔

اس کا مبدأ اشتقاق برکت ہے اور برکت کثرت خیر کے معنی میں آتا ہے۔ قرآن کریم کو آیہ کریمہ میں فرقان فرمایا اس لئے کہ فرقان کہتے ہیں فرق کرنے والے کو تو قرآن کریم کو فرقان اس لئے فرمایا کہ اس نے حق و باطل میں فرق کر دیا اور جدائی کر کے دکھا دیا اور یہ امتیاز موجب ہوا تمام عالموں کو ڈر سنانے کا موجب اس بنا پر فرمایا لِيَكُوْنَ تاکہ ہو وہ تمام عالموں کو ڈر سنانے والا۔

الَّذِيْ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَلَمْ يَتَّخِذْ وَلَدًا وَّلَمْ يَكُنْ لَّهٗ شَرِيْكٌ فِي الْمُلْكِ وَخَلَقَ كُلَّ شَيْءٍ فَقَدَّرَهٗ تَقْدِيْرًا ۝۲۔

یعنی وہ ذات وہ ہے جس کی ملکیت میں تمام آسمانوں اور زمین کی مملکت ہے اور وہ کوئی فرزند بھی نہیں رکھتا اور نہ اس کی

سلطنت میں کوئی شریک ہے اور اسی نے ہر چیز کو پیدا کیا اور ہر چیز کے لئے ایک مناسب اندازہ مقرر کر دیا۔

چنانچہ آدمی کی تخلیق میں ایک خاص وقت مقرر کیا کہ وہ ماں کے پیٹ میں رہے پھر ایک مدت مقرر کی کہ ماں کا دودھ پی کر پرورش پائے پھر دانت نکالے اور کھانے کی قوت دی پھر ایک مدت میں اس کے جسم و عقل کو ترقی دی حتیٰ کہ جوان ہو کر پروان چڑھا پھر تنزل کا دور آیا اعضاء میں کمزوری آئی حتیٰ کہ مر گیا قبر میں چلا گیا یہ سب فَقَدَّرَهٗ تَقْدِیْرًا کا ہی کرشمہ ہے۔

ایسے ہی دنیا کی ہر شے اور ہر کیفیت کے لئے ایک معین مقدار رکھی گئی اس سے ذرہ بھر کم یا زیادہ نہیں ہو سکتی۔

رائی گھٹے نہ تل بڑھے بن سائیں کی چاہ ؎ لَا تَتَحَرَّكُ ذَرَّةٌ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ

وَاتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهٖۤ اٰلِهَةً لَّا یَخْلُقُوْنَ شَیْـًٔا وَّ هُمْ یُخْلَقُوْنَ وَ لَا یَمْلِكُوْنَ لِاَنْفُسِهِمْ ضَرًّا وَّ لَا نَفْعًا وَّ لَا یَمْلِكُوْنَ مَوْتًا وَّ لَا حَیٰوةً وَّ لَا نُشُوْرًا ۝۳

اور کافروں نے خدا کے سوا اور معبود ٹھہرا لئے جو کسی کو پیدا نہیں کر سکتے بلکہ وہ خود پیدا کئے گئے ہیں اور نہ وہ اپنی جان کے لئے نفع و ضرر کے مالک ہیں اور نہ ان کے قبضہ میں موت و حیات ہے نہ مر کر پھر اٹھنا۔

یوں تو قدرت الٰہیہ عزوجل اتنی وسیع ہے کہ اس کا شمار انسان نہیں کر سکتا لیکن یہ چار باتیں جو فرمائیں ان سے ہی ایک ذی عقل خیال کر سکتا ہے کہ ان چار قوتوں کا جو مالک نہ ہو وہ کیسے خدا ہو سکتا ہے۔

اول کسی نابود کو وجود میں لانا معدوم کو ظاہر کرنا جسے شان تخلیق کہتے ہیں وہ سوا اللہ تعالیٰ کے کوئی نہیں کر سکتا تو جن میں یہ طاقت نہ ہو وہ خدا اور خالق نہیں ہو سکتا۔

دوسرے خالق کا وجود مخلوق سے اول ہونا ضروری ہے اسی وجہ میں اس ذات کو اول قدیم ازلی، ابدی، سرمدی کہا جاتا ہے اور ماسوا اللہ جو کچھ ہے وہ تو پیدا کی گئی ہے تو جو خود پیدا کی گئی ہو وہ خالق کیسے ہو سکتی ہے تو ثابت ہوا کہ مخلوق میں سے کسی کو خدا ماننا باطل ہے۔

تیسرے جب تک نفع و ضرر کے تمام اختیارات قبضہ میں نہ ہوں وہ کیسے مالک ہو سکتا ہے اور یہ قوت سوائے ذات واجب تعالیٰ شانہ غیر میں نہیں اور اگر ہو تو وہ بعطائے الٰہی عزوجل ہے پھر وہ قوت محدود ہے نہ کہ مطلق لہٰذا جس میں قوت نفع و ضرر مطلق ہے وہ خدا ہے۔

اسی لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس اعلان کی تعلیم دی گئی اور ارشاد ہوا قُلْ لَّاۤ اَمْلِكُ لِنَفْسِیْ ضَرًّا وَّ لَا نَفْعًا – اِلَّا مَاشَآءَ اللّٰهُ۔ اے حبیب فرما دیجئے کہ میں بالذات نفع و ضرر کا مطلقاً مالک نہیں مگر جتنا خدا نے چاہا تو ثابت ہوا کہ وہ معبود جو اپنی مکھی نہ اڑا سکتا ہو محض فرضی اور گھریلو معبود ہیں حقیقی معبود وہی ذات واجب الوجود ہے جسے اللہ تعالیٰ کہا جاتا ہے۔

چوتھے موت و حیات یہ بھی ایسی قوت ہے کہ اس پر بھی قبضہ صرف اور صرف اسی واجب تعالیٰ شانہ کا ہے۔ بندے میں غیر خدا میں اس کی قوت و طاقت نہیں اور اگر کسی کے ہاتھ سے کوئی ہلاک ہو گیا تو وہ بھی اسی تقدیر کے ماتحت ہے جو وَ قَدَّرَهٗ تَقْدِیْرًا سے ہے۔

پانچویں مرنے کے بعد نشر یہ بھی اسی حق تعالیٰ شانہ کے قبضہ میں ہے کوئی مر کر پھر زندہ اپنے اختیار سے نہیں ہو سکتا۔ خواہ

رام ہو یا کرشن۔

اور جنہیں مرنے کے بعد اللہ تعالیٰ نے ایسی زندگی میں رکھا جس کا ہمیں شعور نہیں وہ آج بھی زندہ ہیں انہیں کوئی مار نہیں سکتا جیسے انبیاء کرام یا شہداء عظام جن کی شان میں بَلْ اَحْيَآءٌ فرما کر وَّلٰكِنْ لَّا تَشْعُرُوْنَ فرمایا۔

اب اس کے بعد مشرکین مکہ کے اوہام باطلہ کا رد ہے جو وہ اپنی حسد ورزی کے ماتحت کہتے تھے حَيْثُ قَالَ تَعَالٰى۔

وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِنْ هٰذَآ اِلَّآ اِفْكُ ٱفْتَرٰىهُ وَاَعَانَهٗ عَلَيْهِ قَوْمٌ اٰخَرُوْنَ ۚ فَقَدْ جَآءُوْ ظُلْمًا وَّزُوْرًا ۝ ۔

کافر بولے یہ تو نہیں مگر نرا بہتان ہے جو گھڑ لیا ہے اور مدد کی اس کی اس پر دوسرے لوگوں نے بے شک یہ مشرک بڑے ظالم اور جھوٹ کے مرتکب ہوئے۔

علامہ آلوسی رحمہ اللہ روح المعانی میں فرماتے ہیں: يُرِيْدُوْنَ اَنَّهُ اخْتَرَعَهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَ لَمْ يُنْزَلْ عَلَيْهِ۔ اس قرآن کریم کے متعلق ان خبثاء کا یہ خیال تھا کہ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے نہیں اترا بلکہ جناب سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے خود بنالیا ہے اور اسے اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب کر دیا ہے۔

جس پر قرآن کریم میں ہی نظریات عقل کے ماتحت جواب دیا کہ اگر تمہارے خیال باطل میں یہ بات ہے تو تم اس سے بھی انکار نہیں کر سکتے کہ انسان کے کلام کا مقابلہ انسان کر سکتا ہے۔

دعبل اپنی بلاغت کے ساتھ میدان فصاحت میں اترا تو ابونو اس کے مقابلہ میں آ گیا۔ ابو العتاہیہ آیا تو اس کے مقابلہ کو دوسرے ابناء جنس آ گئے۔ فرزدق، ابو الفراس، امرأ القیس، ابو زید سروجی، متنبی، حماسہ یہ شہسواران میدان فصاحت گزرے ہیں لیکن ان کا جواب ان کے مقابل انہیں کے زمانہ میں آ گیا۔ مگر قرآن کریم نے ڈنکے کی چوٹ پر اعلان کیا قُلْ لَّئِنِ اجْتَمَعَتِ الْاِنْسُ وَالْجِنُّ عَلٰٓى اَنْ يَّاْتُوْا بِمِثْلِ هٰذَا الْقُرْاٰنِ لَا يَاْتُوْنَ بِمِثْلِهٖ وَلَوْ كَانَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ ظَهِيْرًا اور فَاْتُوْا بِسُوْرَةٍ مِّنْ مِّثْلِهٖ۔ لیکن آج تک کوئی مدعی سامنے نہ آیا اور اس کا مقابلہ نہ کر سکا بنا بریں ثابت ہوا کہ مشرکین کا یہ خیال باطل اور وہم کاسد ہی تھا۔ پھر

وَاَعَانَهٗ عَلَيْهِ قَوْمٌ اٰخَرُوْنَ۔ انہوں نے کہا ان کی اس کتاب کی اعانت دوسرے بھی کرنے کو کھڑے ہو گئے۔

اس میں یہود کے اہل کتاب مثل عداس یا عائش جو غلام آزاد شدہ حویطب بن عبد العزیٰ کے تھے انہیں کہتے ہیں یا یسار جو غلام آزاد شدہ علاء بن حضرمی کے تھے یا جبر مولیٰ عامر کے تھے یہ توریت کے عالم تھے اور مسلمان ہو گئے تھے ان کی تصدیق پر مشرکین بولے: وَ اَعَانَهٗ عَلَيْهِ قَوْمٌ اٰخَرُوْنَ۔ تو ارشاد ہوا سچی بات کے آگے ہر ایک جھکتا ہے مگر جو عناد و حسد کی بیماری میں مبتلا ہو وہ ایسے ہی الجھا رہتا ہے۔

فَقَدْ جَآءُوْ ظُلْمًا وَّزُوْرًا۔ اے محبوب یہ ظالم ظلم اور جھوٹ کے پلندے ہی لے کر آئے اور آتے رہیں گے۔ وَزُوْرًا کے معنی کذب عظیم ہیں۔

دوسرے مشرکین جب اس خیال پر کامیاب نہ ہوئے تو دوسرا شاخسانہ یہ اٹھایا اور بولے:

وَقَالُوْٓا اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ اكْتَتَبَهَا فَهِيَ تُمْلٰى عَلَيْهِ بُكْرَةً وَّاَصِيْلًا۔ یہ پرانی کہانیاں ہیں جسے انہوں نے لکھ لیا ہے اور وہی صبح و شام پڑھتے ہیں۔

اس پر بھی جب ان کی نہ چلی تو لایعنی پہلو نکالنے لگے اور بولے کہ یہ رسول کھاتا پیتا ہے یہ رسول بازاروں میں آتا جاتا ہے جس کا ذکر آگے آئے گا۔

پہلے تو ہمات کا جواب اللہ تعالیٰ نے زبان مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر یہ دیا:

قُلْ اَنْزَلَهُ الَّذِیْ یَعْلَمُ السِّرَّ فِی السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِؕ اِنَّهٗ كَانَ غَفُوْرًا رَّحِیْمًا۔ اے محبوب فرما دیجئے کہ یہ کلام پاک تو اس نے نازل فرمایا ہے جو آسمانوں اور زمین کی ہر خفیہ باتیں جانتا ہے بے شک وہ غفور رحیم ہے۔

ورنہ اس مخالفت پر تم کو کبھی کا ہلاک کر دیا ہوتا لیکن اپنی شان غفاری اور رحم کے اقتضاء سے وہ تمہارے عذاب میں تاخیر فرماتا ہے۔

پھر مشرکین نے ایک لایعنی پہلو اٹھایا:

وَ قَالُوْا مَالِ هٰذَا الرَّسُوْلِ یَاْكُلُ الطَّعَامَ وَ یَمْشِیْ فِی الْاَسْوَاقِؕ لَوْ لَاۤ اُنْزِلَ اِلَیْهِ مَلَكٌ فَیَكُوْنَ مَعَهٗ نَذِیْرًاۙ۝ اَوْ یُلْقٰۤى اِلَیْهِ كَنْزٌ اَوْ تَكُوْنُ لَهٗ جَنَّةٌ یَّاْكُلُ مِنْهَاؕ وَ قَالَ الظّٰلِمُوْنَ اِنْ تَتَّبِعُوْنَ اِلَّا رَجُلًا مَّسْحُوْرًا۝۸۔

اور مشرکین بولے کیا ہے اس رسول کا حال کہ کھاتا پیتا ہے اور بازاروں میں چلتا ہے کیوں نہ نازل ہوا اس کے ساتھ کوئی فرشتہ کہ ہوتا ڈرانے والا یا اتارا جاتا اس کی طرف خزانہ یا ہوتا اس کے لئے باغ کہ اس سے پھل کھاتا اور ظالم بولے تم پیروی نہیں کر رہے مگر ایک آدمی کی جس پر جادو ہوا ہے۔

اب مشرکین نے پانچ باتیں ایسی لایعنی پیش کیں جو اس سے قبل کسی نبی کے متعلق یہ ثابت نہیں کر سکتے تھے۔ مثلاً انہوں نے کہا یہ نبی کھاتا پیتا ہے تو اس سے پہلے ایک نبی بھی نہ بتا سکے جو کھاتا پیتا نہ تھا تو جب پہلے نبی بھی کھاتے پیتے تھے اور اب کھاتے پیتے نبی آئے تو کیا اشکال ہے۔

دوسرے انہوں نے کہا کہ یہ بازاروں میں پھرتا ہے تو کیا پہلے نبی بازاروں میں نہیں چلے اگر پہلے بھی بازاروں میں چلتے تھے اور نبی تھے تو ان کے اوپر اعتراضی پہلو کیا ہے۔

تیسرے اگر پہلے نبیوں کے ساتھ فرشتہ آتا رہا تھا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بھی آنا ضروری تھا اور اگر پہلے نبیوں کے ساتھ نہیں آیا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے فرشتے کی شرط لگانا محض عناد و حسد نہیں تو کیا ہے۔

چوتھے اگر سابقہ انبیاء کے لئے خزانہ آتا تھا تو یہ سوال صحیح ہے ورنہ یہ بھی حماقت ہی حماقت ہے۔

پانچویں باغ کا بھی یہی جواب ہے اگر کسی پہلے نبی کے ساتھ باغ ثابت ہو جائے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے باغ کا مطالبہ صحیح ہے ورنہ یہ بھی مجنونانہ بات ہے۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ ان کے مطالبات پر فرماتا ہے۔

اُنْظُرْ كَیْفَ ضَرَبُوْا لَكَ الْاَمْثَالَ فَضَلُّوْا فَلَا یَسْتَطِیْعُوْنَ سَبِیْلًا۔ اے محبوب دیکھئے یہ کیسی کیسی باتیں بناتے ہیں تو یہ ایسے گمراہ ہو گئے ہیں کہ انہیں راہ پر آنے کی سکت و ہمت ہی نہیں۔

بامحاورہ ترجمہ دوسرا رکوع - سورۃ فرقان - پ ۱۸

تَبٰرَكَ الَّذِيْٓ اِنْ شَآءَ جَعَلَ لَكَ خَيْرًا مِّنْ ذٰلِكَ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ۙ وَيَجْعَلْ لَّكَ قُصُوْرًا ﴿۱۰﴾

بڑی برکت والا ہے وہ کہ اگر چاہے تو تمہارے لئے کر دے بہتر اس سے باغیچے جن کے نیچے نہریں رواں ہوں اور کر دے تمہارے لئے اونچے اونچے محل

بَلْ كَذَّبُوْا بِالسَّاعَةِ ۣ وَاَعْتَدْنَا لِمَنْ كَذَّبَ بِالسَّاعَةِ سَعِيْرًا ﴿۱۱﴾

بلکہ یہ تو جھٹلاتے ہیں قیامت کو اور تیار رکھی ہے ہم نے اس کے لئے جو جھٹلائے قیامت کو بھڑکتی ہوئی آگ

اِذَا رَاَتْهُمْ مِّنْ مَّكَانٍۢ بَعِيْدٍ سَمِعُوْا لَهَا تَغَيُّظًا وَّزَفِيْرًا ﴿۱۲﴾

جب وہ دیکھے انہیں دور کی جگہ سے تو سنیں گے اس کا شور اور پکار

وَاِذَآ اُلْقُوْا مِنْهَا مَكَانًا ضَيِّقًا مُّقَرَّنِيْنَ دَعَوْا هُنَالِكَ ثُبُوْرًا ﴿۱۳﴾

اور جب ڈالے جائیں گے اس سے کسی جگہ تنگ میں زنجیروں میں جکڑے ہوئے تو وہاں موت مانگیں گے

لَا تَدْعُوا الْيَوْمَ ثُبُوْرًا وَّاحِدًا وَّادْعُوْا ثُبُوْرًا كَثِيْرًا ﴿۱۴﴾

فرمایا جائے گا نہ موت مانگو ایک بلکہ مانگو بہت سی موتیں

قُلْ اَذٰلِكَ خَيْرٌ اَمْ جَنَّةُ الْخُلْدِ الَّتِيْ وُعِدَ الْمُتَّقُوْنَ ۭ كَانَتْ لَهُمْ جَزَآءً وَّمَصِيْرًا ﴿۱۵﴾

فرما دیجئے کیا یہ بہتر ہے یا وہ ہیشگی کے باغ جن کا وعدہ پرہیزگاروں سے ہے۔ ہے وہ ان کا صلہ اور انجام

لَهُمْ فِيْهَا مَا يَشَآءُوْنَ خٰلِدِيْنَ ۭ كَانَ عَلٰى رَبِّكَ وَعْدًا مَّسْـُٔوْلًا ﴿۱۶﴾

ان کے لئے وہاں جو چاہیں نعمتیں ہیں ہمیشہ رہیں گے۔ ہے یہ تمہارے رب کے ذمہ وعدہ مانگا ہوا

وَيَوْمَ يَحْشُرُهُمْ وَمَا يَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ فَيَقُوْلُ ءَاَنْتُمْ اَضْلَلْتُمْ عِبَادِيْ هٰٓؤُلَآءِ اَمْ هُمْ ضَلُّوا السَّبِيْلَ ﴿۱۷﴾

اور جس دن جمع کرے انہیں اور جنہیں وہ پوجتے ہیں اللہ کے سوا تو فرمائے گا کیا تم ہی نے گمراہ کئے یہ میرے بندے یا خود ہی یہ گمراہ ہوئے

قَالُوْا سُبْحٰنَكَ مَا كَانَ يَنْۢبَغِيْ لَنَآ اَنْ نَّتَّخِذَ مِنْ دُوْنِكَ مِنْ اَوْلِيَآءَ وَلٰكِنْ مَّتَّعْتَهُمْ وَاٰبَآءَهُمْ حَتّٰى نَسُوا الذِّكْرَ ۚ وَكَانُوْا قَوْمًۢا بُوْرًا ﴿۱۸﴾

بولیں پاکی ہے تجھے ہمیں سزاوار نہ تھا کہ تیرے سوا کسی اور کو مولیٰ بنائیں لیکن تو نے انہیں مہلت دی اور ان کے باپ دادوں کو حتیٰ کہ تیری یاد بھول گئے اور یہ قوم ہلاک ہونے والی تھی

فَقَدْ كَذَّبُوْكُمْ بِمَا تَقُوْلُوْنَ ۙ فَمَا تَسْتَطِيْعُوْنَ صَرْفًا وَّلَا نَصْرًا ۚ وَمَنْ يَّظْلِمْ مِّنْكُمْ نُذِقْهُ عَذَابًا كَبِيْرًا ﴿۱۹﴾

تو اب تمہیں جھٹلا دیا تمہارے معبودوں نے جو تم کہتے تھے تو اب تم نہیں رکھتے طاقت عذاب پھیرنے کی نہ اپنی مدد کی اور جو تم میں ظالم ہے ہم اسے بڑا عذاب چکھائیں گے

وَمَآ اَرْسَلْنَا قَبْلَكَ مِنَ الْمُرْسَلِيْنَ اِلَّآ اِنَّهُمْ لَيَاْكُلُوْنَ الطَّعَامَ وَيَمْشُوْنَ فِي الْاَسْوَاقِ ۭ وَ

اور نہیں بھیجا ہم نے تم سے پہلے کسی رسول کو مگر وہ کھانا کھاتا اور چلتا تھا بازاروں میں اور کیا ہم نے تمہارے

جَعَلْنَا بَعْضَكُمْ لِبَعْضٍ فِتْنَةً ۭ اَتَصْبِرُوْنَ ۚ وَكَانَ رَبُّكَ بَصِیْرًا ۝۲۰ ع

بعض کو بعض کی جانچ کیا صبر کرو گے اور تمہارا رب دیکھتا ہے

حل لغات دوسرا رکوع - سورۃ فرقان - پ ۱۸

تَبٰرَكَ ـ برکت والا ہے	الَّذِیْٓ ـ وہ	اِنْ ـ اگر	شَآءَ ـ چاہے
جَعَلَ ـ بنادے	لَكَ ـ تیرے لئے	خَیْرًا ـ بہتر	مِّنْ ذٰلِكَ ـ اس سے
جَنّٰتٍ ـ باغ	تَجْرِیْ ـ چلتی ہوں	مِنْ تَحْتِهَا ـ ان کے نیچے	الْاَنْهٰرُ ـ نہریں
وَ ـ اور	یَجْعَلْ ـ بنائے	لَّكَ ـ تیرے لئے	قُصُوْرًا ـ محل
بَلْ ـ بلکہ	كَذَّبُوْا ـ جھٹلایا انہوں نے	بِالسَّاعَةِ ـ قیامت کو	وَ ـ اور
اَعْتَدْنَا ـ تیار کیا ہم نے	لِمَنْ ـ اس کے لئے جو	كَذَّبَ ـ جھٹلائے	بِالسَّاعَةِ ـ قیامت کو
سَعِیْرًا ـ بھڑکتی آگ	اِذَا ـ جب	رَاَتْهُمْ ـ دیکھے گی ان کو	مِّنْ مَّكَانٍ ـ جگہ
بَعِیْدٍ ـ دور سے تو	سَمِعُوْا ـ سنیں گے	لَهَا ـ اس کا	تَغَیُّظًا ـ جوش
وَّ ـ اور	زَفِیْرًا ـ آواز	وَ ـ اور	اِذَآ ـ جب
اُلْقُوْا ـ ڈالے جائیں	مِنْهَا ـ اس سے	مَكَانًا ـ جگہ	ضَیِّقًا ـ تنگ کے
مُّقَرَّنِیْنَ ـ جکڑے ہوئے	دَعَوْا ـ پکاریں گے	هُنَالِكَ ـ اس جگہ	ثُبُوْرًا ـ موت
لَا ـ نہ	تَدْعُوا ـ مانگو	الْیَوْمَ ـ آج	ثُبُوْرًا ـ موت
وَّاحِدًا ـ ایک	وَّ ـ اور	ادْعُوْا ـ مانگو	ثُبُوْرًا ـ موتیں
كَثِیْرًا ـ بہت	قُلْ ـ کہہ	ءَ ـ کیا	ذٰلِكَ ـ یہ
خَیْرٌ ـ بہتر ہے	اَمْ ـ یا	جَنَّةُ ـ جنت	الْخُلْدِ ـ ہمیشہ کا
الَّتِیْ ـ وہ جو	وُعِدَ ـ وعدے دیئے گئے	الْمُتَّقُوْنَ ـ پرہیزگار	كَانَتْ ـ ہے
لَهُمْ ـ ان کے لئے	جَزَآءً ـ بدلہ	وَّ ـ اور	مَصِیْرًا ـ جگہ
لَهُمْ ـ ان کے لئے ہے	فِیْهَا ـ اس میں	مَا ـ جو	یَشَآءُوْنَ ـ چاہیں
خٰلِدِیْنَ ـ ہمیشہ رہنے والے	كَانَ ـ ہے	عَلٰی ـ اوپر	رَبِّكَ ـ رب تیرے کے
وَعْدًا ـ وعدہ	مَّسْـُٔوْلًا ـ مانگا گیا	وَ ـ اور	یَوْمَ ـ جس دن
یَحْشُرُهُمْ ـ اکٹھا کرے گا ان کو	وَ ـ اور	مَا ـ جن کو وہ	یَعْبُدُوْنَ ـ پوجتے ہیں
مِنْ دُوْنِ ـ سوا	اللّٰهِ ـ اللہ کے	فَیَقُوْلُ ـ تو کہے گا	ءَ ـ کیا
اَنْتُمْ ـ تم نے	اَضْلَلْتُمْ ـ گمراہ کیا	عِبَادِیْ ـ میرے بندوں	هٰٓؤُلَآءِ ـ ان کو
اَمْ ـ یا	هُمْ ـ وہ	ضَلُّوا ـ گمراہ ہوئے	السَّبِیْلَ ـ راہ سے

قَالُوْا۔ کہیں گے	سُبْحٰنَكَ۔ تو پاک ہے	مَا۔ نہیں	كَانَ۔ ہے
يَنْۢبَغِيْ۔ لائق	لَنَآ۔ ہمارے لئے	اَنْ۔ یہ کہ	نَّتَّخِذَ۔ ہم پکڑیں
مِنْ دُوْنِكَ۔ تیرے سوا	مِنْ اَوْلِيَآءَ۔ کوئی دوست	وَ۔ اور	لٰكِنْ۔ لیکن
مَّتَّعْتَهُمْ۔ تونے فائدہ دیاان کو	وَ۔ اور	اٰبَآءَهُمْ۔ ان کے باپوں کو	حَتّٰى۔ یہاں تک
نَسُوا۔ بھول گئے	الذِّكْرَ۔ ذکر	وَ۔ اور	كَانُوْا۔ تھے وہ
قَوْمًا۔ قوم	بُوْرًا۔ ہلاک ہونے والی	فَقَدْ۔ تو بے شک	كَذَّبُوْكُمْ۔ جھٹلادیا انہوں نے تمہیں
بِمَا۔ جو	تَقُوْلُوْنَ۔ تم کہتے ہو	فَمَا۔ تو نہیں	تَسْتَطِيْعُوْنَ۔ طاقت
رکھتے تم	صَرْفًا۔ پھیرنے کی	وَّ۔ اور	لَا۔ نہ
نَصْرًا۔ مدد کرنے کی	وَ۔ اور	مَنْ۔ جو	يَّظْلِمْ۔ ظلم کرے
مِّنْكُمْ۔ تم میں سے	نُذِقْهُ۔ چکھائیں گے ہم اسے	عَذَابًا۔ عذاب	كَبِيْرًا۔ بڑا
وَ۔ اور	مَآ۔ نہیں	اَرْسَلْنَا۔ بھیجا ہم نے	قَبْلَكَ۔ آپ سے پہلے
مِنَ الْمُرْسَلِيْنَ۔ کوئی بھی پیغمبر		اِلَّآ۔ مگر	اِنَّهُمْ۔ وہ
لَيَاْكُلُوْنَ۔ کھاتے تھے	الطَّعَامَ۔ کھانا	وَ۔ اور	يَمْشُوْنَ۔ چلتے تھے
فِي۔ بیچ	الْاَسْوَاقِ۔ بازاروں کے	وَ۔ اور	جَعَلْنَا۔ کیا ہم نے
بَعْضَكُمْ۔ بعض تمہارے کو	لِبَعْضٍ۔ بعض کے لئے	فِتْنَةً۔ آزمائش	اَ۔ کیا
تَصْبِرُوْنَ۔ تم صبر کرتے ہو	وَ۔ اور	كَانَ۔ ہے	رَبُّكَ۔ تیرا رب
بَصِيْرًا۔ دیکھنے والا			

خلاصہ تفسیر دوسرا رکوع۔سورۃ فرقان۔پ ۱۸

تَبٰرَكَ الَّذِيْٓ اِنْ شَآءَ جَعَلَ لَكَ خَيْرًا مِّنْ ذٰلِكَ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ۙ وَيَجْعَلْ لَّكَ قُصُوْرًا۔ بڑی برکت والا ہے وہ اگر چاہے تو تمہارے لئے اس سے بہت بہتر کردے جنتیں جن کے نیچے نہریں رواں ہیں اور کرے تمہارے اونچے اونچے محل۔

قُصُوْر۔ قَصْر کی جمع ہے بلند محل کو کہتے ہیں۔

درحقیقت اس رکوع میں نضر بن حارث اور صنادید مکہ کے لایعنی اور بے معنی مطالبات کا رد ہے جو پہلے رکوع میں مذکورہ ہو چکے۔ گویا یہ فرمایا گیا کہ اللہ تعالیٰ قادر علی الاطلاق ہے یہ تو معمولی مطالبہ کر رہے ہیں لیکن اللہ تعالیٰ چاہے تو اس سے کہیں بہتر اور بلند مقامات عطا فرمانے پر قادر ہے لیکن یہ صرف یہی مطالبہ تو نہیں کر رہے ہے بلکہ

بَلْ كَذَّبُوْا بِالسَّاعَةِ ۠ وَاَعْتَدْنَا لِمَنْ كَذَّبَ بِالسَّاعَةِ سَعِيْرًا۔ یہ تو قیامت کو بھی جھٹلا رہے ہیں حالانکہ ہم نے ان کے لئے جو قیامت کو جھٹلا رہے ہیں سعیر تیار کر رکھا ہے۔

عربی میں سعیر شدید آگ کو کہتے ہیں یا احادیث میں سعیر نام ہے جہنم کے ایک طبقہ کا۔ جس کی یہ شان ہوگی کہ اِذَا رَاَتْهُمْ مِّنْ مَّكَانٍۭ بَعِیْدٍ سَمِعُوْا لَهَا تَغَیُّظًا وَّ زَفِیْرًا۔ جب وہ جہنم انہیں دیکھے گی دور سے تو دیکھتے ہی جوش مارے گی اور یہ اس کا جوش وخروش سنیں گے۔

تَغَیُّظ۔ شدت غضب کو کہتے ہیں۔ زفیر اس آواز کو کہتے ہیں جو پیٹ کے اندر سے سنی جاتی ہے۔ تو جہنم کے جوش وخروش کی آواز کو شدید الغضب انسان کی آواز سے تشبیہ دی گئی ہے۔

وَ اِذَاۤ اُلْقُوْا مِنْهَا مَكَانًا ضَیِّقًا مُّقَرَّنِیْنَ دَعَوْا هُنَالِكَ ثُبُوْرًا۔ اور جب وہ دوزخ کی کسی تنگ جگہ میں مشکیں کس کر ڈال دیئے جائیں گے تو وہاں موت ہی موت پکاریں گے۔

مُّقَرَّنِیْنَ۔ تقرین کہتے ہیں دو چیزوں کو ایک زنجیر میں جکڑ دینا۔ یعنی کفار شیاطین کے ساتھ ایک زنجیر میں کس دیئے جائیں گے۔

ثُبُوْرًا۔ عربی میں ہلاکت کو کہتے ہیں۔ اور جہنمیوں کی آواز ہوگی وَا ثُبُوْرَاهُ۔

اس پر فرشتے انہیں کہیں گے:

لَا تَدْعُوا الْیَوْمَ ثُبُوْرًا وَّاحِدًا وَّ ادْعُوْا ثُبُوْرًا كَثِیْرًا۔ نہ پکارو آج کے دن ایک ہلاکت اور پکارو بہت سی ہلاکتیں۔ ہلاکت پکارنے کے یہ معنی ہیں کہ جب آدمی سخت تکلیف میں مبتلا ہوتا ہے تو موت کی آرزو کرتا ہے اور اسے اپنے حق میں ایک قسم کی راحت سمجھتا ہے۔ جس طرح کہ دوزخیوں کا حال دوسری جگہ قرآن پاک میں اس طرح بیان کیا گیا:

كُلَّمَا نَضِجَتْ جُلُوْدُهُمْ بَدَّلْنٰهُمْ جُلُوْدًا غَیْرَهَا لِیَذُوْقُوا الْعَذَابَ۔ جب جہنمیوں کی کھالیں جل جل کر اور گلسڑ کر گر پڑیں تو نئی کھال انہیں بدل دی جائے تاکہ عذاب کا مزہ لیں۔ یہ بھی ان کے لئے ایک طرح کی موت ہے۔ تو گویا یہ فرمایا گیا کہ وَا ثُبُوْرَاهُ کہہ کر ایک موت کیوں پکارتے ہو بہت سی موتیں پکارو اس لئے کہ اب تمہاری مصیبتوں کا خاتمہ نہیں یہ تو ابدی ہے اور دوامی عذاب ہے۔ چنانچہ آگے فرمایا:

قُلْ اَذٰلِكَ خَیْرٌ اَمْ جَنَّةُ الْخُلْدِ الَّتِیْ وُعِدَ الْمُتَّقُوْنَ ؕ كَانَتْ لَهُمْ جَزَآءً وَّ مَصِیْرًا ﴿۱۵﴾ لَهُمْ فِیْهَا مَا یَشَآءُوْنَ خٰلِدِیْنَ ؕ كَانَ عَلٰی رَبِّكَ وَعْدًا مَّسْـُٔوْلًا ﴿۱۶﴾۔

اے محبوب آپ فرمائیں کہ یہ بہتر ہے (جسے دوزخ کہتے ہیں) یا ہمیشہ رہنے والا باغ (یعنی بہشت) جس کا وعدہ پرہیزگاروں کے ساتھ کیا گیا ہے وہ ہی ان کی نیکیوں کا صلہ اور ان کا آخری ٹھکانا ہے ان کے لئے اس میں سب کچھ ہوگا جو وہ چاہیں ہمیشہ یہ وہ وعدہ ہے جس کا ایفاء تمہارے رب نے اپنے ذمہ لیا جو وہ طلب کر سکتے ہیں اور کہہ سکتے ہیں رَبَّنَا اٰتِنَا مَا وَعَدْتَّنَا عَلٰی رُسُلِكَ وَ لَا تُخْزِنَا یَوْمَ الْقِیٰمَةِ اِنَّكَ لَا تُخْلِفُ الْمِیْعَادَ۔

وَعْدًا مَّسْـُٔوْلًا۔ کے یہی معنی ہیں کہ اللہ تعالیٰ اپنے ذمہ حق کرم لے کر فرماتا ہے کہ تم ہم سے دعا میں اس طرح کہہ سکتے ہو۔

وَ یَوْمَ یَحْشُرُهُمْ وَ مَا یَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ فَیَقُوْلُ ءَاَنْتُمْ اَضْلَلْتُمْ عِبَادِیْ هٰۤؤُلَآءِ اَمْ هُمْ ضَلُّوا السَّبِیْلَ ﴿۱۷﴾۔

جس دن اللہ تمام مشرکوں اور جنہیں وہ پوجتے ہیں سب کو محشور فرمائے تو کہے ان معبودوں کو کیا تم نے ہی گمراہ کیا میرے ان بندوں کو یا یہ خود راہ بھٹکے۔

یہ سوال ان سے بطور مقدمہ کہا جائے گا ورنہ وہ علام الغیوب ان کی مخفی حقیقتوں کا بھی جاننے والا ہے نہ ان کی کوئی بات چھپی رہ سکتی ہے۔ چنانچہ اس سوال کا جواب مشرکوں کے معبود اللہ تعالیٰ کی تسبیح کے ساتھ اس طرح دیں:

قَالُوْا سُبْحٰنَكَ مَا كَانَ يَنْۢبَغِيْ لَنَاۤ اَنْ نَّتَّخِذَ مِنْ دُوْنِكَ مِنْ اَوْلِيَآءَ وَ لٰكِنْ مَّتَّعْتَهُمْ وَ اٰبَآءَهُمْ حَتّٰى نَسُوا الذِّكْرَ ۚ وَ كَانُوْا قَوْمًۢا بُوْرًا ﴿۱۸﴾۔

عرض کریں الٰہی تیرے وجہ منیر کی پاکی ہے ہمیں نہیں تھا زیبا کہ ہم تیرے سوا دوسرے کارساز بناتے تو ان کا ہم کیونکر کارساز بننے کا دعویٰ کر سکتے تھے لیکن یہ بات ہے کہ تو نے انہیں اور ان کے آباء واجداد کو آسودگیاں دیں حتیٰ کہ وہ (عیش و عشرت کے نشے میں) تیری یاد بھلا بیٹھے اور یہ آپ ہی ہلاک والی قوم تھی۔

بُوْرًا صفت ہے قَوْمًا کی اور بور مصدر ہے جو بمعنی فاعل یہاں آیا ہے اس کے معنی ہوئے اَیْ قَوْمًا هَالِكِيْنَ یعنی ہلاک ہونے والی قوم۔ یا بور بائر کی جمع ہے جیسے عوذ عائذ کی معنی وہی ہلاک ہونے کے ہیں آگے ارشاد ہے:

فَقَدْ كَذَّبُوْكُمْ بِمَا تَقُوْلُوْنَ ۙ فَمَا تَسْتَطِيْعُوْنَ صَرْفًا وَّ لَا نَصْرًا۔ (اس پر باری تعالیٰ نے ارشاد فرمائے) تو یقیناً جھٹلایا تمہیں (تمہارے معبودوں نے) جو کچھ تم کہتے تھے تو اب تم نہ ہمارا عذاب اوپر سے ٹال سکتے ہو اور نہ کسی کی مدد لے سکتے ہو۔

اس آیت کریمہ سے ثابت ہوا کہ کسی کی مدد نہ لے سکنے والے مشرکین ہوں گے اور سیہ کاران امت اللہ عزوجل کے مقربوں کی مدد سے رحمت الٰہی عزوجل کے حقدار ہوں گے۔ اسی لئے اعلیٰ حضرت قدس سرہ نے فرمایا:

سب نے صف محشر میں دھتکار دیا ہم کو — اے بے کسوں کے آقا! اب تیری دہائی ہے

حضرت امام اہلسنت والد قبلہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں:

سنا ہے یوں تیری رحمت گنہگاروں کا حصہ ہے — میرا حصہ مجھے بھی کہ عصیاں کار میں بھی ہوں

وَ مَنْ يَّظْلِمْ مِّنْكُمْ نُذِقْهُ عَذَابًا كَبِيْرًا۔ توبیخاً ارشاد ہے۔ اور جو تم میں شرک اور ظلم کرے گا ہم اسے بڑے عذاب کا مزا چکھائیں گے۔

اس کے بعد نضر بن حارث اور رأس المشرکین جو صنادید قریش تھے جنہوں نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام پر اعتراض کیا تھا کہ یہ کھاتے پیتے ہیں۔ یہ بازاروں میں چلتے پھرتے ہیں۔ اب اس کا جواب دیا جا رہا ہے:

وَ مَاۤ اَرْسَلْنَا قَبْلَكَ مِنَ الْمُرْسَلِيْنَ اِلَّاۤ اِنَّهُمْ لَيَاْكُلُوْنَ الطَّعَامَ وَ يَمْشُوْنَ فِي الْاَسْوَاقِ ؕ وَ جَعَلْنَا بَعْضَكُمْ لِبَعْضٍ فِتْنَةً ؕ اَتَصْبِرُوْنَ ۚ وَ كَانَ رَبُّكَ بَصِيْرًا ﴿۲۰﴾۔

اے محبوب ہم نے کوئی رسول آپ سے پہلے نہ بھیجا مگر یہ سب کھانا کھاتے اور بازاوں میں چلتے تھے اور ہم نے تمہارے بعض کو بعض پر آزمائش کا ذریعہ رکھا۔ تو (اے مسلمانو) کیا اب تو صبر کرو گے (ان کی ایذاؤں پر) اور اے محبوب تمہارا رب دیکھ رہا ہے۔

دنیا میں اللہ تعالیٰ نے انبیاء کرام مبعوث فرمائے اور لوگوں کی حالتیں مختلف رکھیں۔ کسی کو ایمان عطا فرمایا کوئی کافر رہا کسی کو امیر کبیر کیا کوئی غریب و مفلس رہا یہ سب امتحان ہیں۔

اور انبیاء کرام کے ساتھ کوئی متبع ہے کوئی مطیع اس پر ان کا نافرمانوں کی نافرمانی پر صبر کرنا اور تبلیغ رسالت میں قائم رہنا امتحان ہے۔

امت کا امتحان یہ ہے کہ نبی کریم کی تعلیم پر کاربند ہو کر رسم و رواج سے اور امور بدعیہ سے مجتنب رہیں۔

امراء کبراء اور دولت مندوں کا امتحان یہ ہے کہ وہ غریبوں بے کسوں کی خبر گیری کریں۔

غربا و فقراء کا امتحان یہ ہے کہ جب امیر و دولت مند انہیں بہ نظر حقارت دیکھیں تو تنگ دل نہ ہوں اللہ کا شکر کریں۔

بہر حال دنیا دار المحن اور امتحان گاہ ہے ہر ایک یہاں کسی نہ کسی طرح امتحان میں ڈالا جاتا ہے۔ اور آخرت میں انہیں اعلیٰ مقام ملیں گے جو یہاں ثابت قدم رہے۔

مختصر تفسیر اردو دوسرا رکوع۔ سورۃ فرقان۔ پ ۱۸

تَبٰرَكَ الَّذِیْۤ اِنْ شَآءَ جَعَلَ لَكَ خَیْرًا مِّنْ ذٰلِكَ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ۙ وَ یَجْعَلْ لَّكَ قُصُوْرًا ۝۱۰۔

برکت والا ہے وہ اگر چاہے تو کر دے تمہارے لئے اس سے بہتر باغ جن کے نیچے نہریں رواں ہوں اور کر دے تمہارے لئے بلند محل۔

یہ مشرکین کے مطالبات لایعنی کا جواب ہے آلوسی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

اَیْ تَكَاثَرَ خَیْرُ الَّذِیْنِ اِنْ شَاءَ وَهَبَ لَکَ فِی الدُّنْیَا خَیْرًا لَّکَ مِمَّا اقْتَرَحُوْهُ وَهُوَ اَنْ یَّجْعَلَ لَکَ مِثْلَ مَا وَعَدَکَ فِی الْاٰخِرَةِ مِنَ الْجَنَّاتِ وَالْقُصُوْرِ كَذَا فِی الْكَشَّافِ۔

یعنی وہ ذات بڑی برکت والی ہے اگر چاہے تو آپ کو دنیا میں بخش دے جو بہتر ہو آپ کے لئے اس سے جو مشرکین کہہ رہے ہیں اور وہ یہ کہ دے آپ کے لئے وہی جس کا وعدہ آخرت میں باغ و قصور کا ہے ایسا ہی کشاف میں ہے۔

اور مشرکین انکار معاد بھی کرتے تھے چنانچہ اس کا رد فرمایا گیا اور ان کی سزا کا نقشہ بتایا۔

بَلْ كَذَّبُوْا بِالسَّاعَةِ ۚ وَ اَعْتَدْنَا لِمَنْ كَذَّبَ بِالسَّاعَةِ سَعِیْرًا۔ بلکہ جھٹلایا انہوں نے قیامت کو اور ہم نے تیار کیا ہے ان کے لئے جو قیامت کو جھٹلاتے ہیں دھکتی آگ کا عذاب۔

آلوسی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اَیْ هَیَّئْنَا لَهُمْ نَارًا عَظِیْمَةً شَدِیْدَةَ الْاِشْتِعَالِ شَاْنُهَا كَیْتَ وَ كَیْتَ بِسَبَبِ تَكْذِیْبِهِمْ بِهَا۔ یعنی تیار کی گئی ہے ان کے لئے وہ آگ جو زبردست شدت کے ساتھ مشتعل ہے جس کی شان ایسی ہے کہ اس سے ظاہر ہے بہ سبب ان کی تکذیب کے۔

صحیح بخاری میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے کہ فرمایا: قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی كَذَّبَنِی ابْنُ اٰدَمَ وَلَمْ یَكُنْ لَّهٗ ذٰلِکَ اِلٰی قَوْلِهٖ تَعَالٰی فَاَمَّا تَكْذِیْبُهٗ اِیَّایَ فَزَعَمَ اَنِّیْ لَا اَقْدِرُ اَنْ اُعِیْدَهٗ كَمَا كَانَ۔ (حدیث قدسی) اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ابن آدم نے مجھے جھٹلایا اور اسے ایسا نہ چاہئے تھا تو میرا جھٹلانا یہ حقیقت ہے کہ اِنَّ الْاِعَادَةَ اَهْوَنُ مِنَ الْاِبْدَاءِ۔ پھر دوبارہ بنانا اول بنانے سے زیادہ آسان ہے۔

اِذَا رَاَتْهُمْ مِّنْ مَّكَانٍۭ بَعِيْدٍ سَمِعُوْا لَهَا تَغَيُّظًا وَّ زَفِيْرًا۔ جب وہ جہنم انہیں دیکھے دور سے اتنا غضب ناک ہو کہ جہنمی اس کے غصہ کا جوش وخروش سنیں۔

چنانچہ دوسرے مقام پر بھی ارشاد ہے: يَوْمَ نَقُوْلُ لِجَهَنَّمَ هَلِ امْتَلَاْتِ وَ تَقُوْلُ هَلْ مِنْ مَّزِيْدٍ۔ جس دن ہم فرمائیں جہنم کو کیا تو بھر گیا تو وہ عرض کرے اس سے زائد چاہتا ہوں۔

چنانچہ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: (صحیح بخاری) شَكَتِ النَّارُ اِلٰى رَبِّهَا فَقَالَتْ رَبِّ فَاَكَلَ بَعْضِىْ بَعْضًا فَاَذِنَ لَهَا بِنَفَسَيْنِ نَفَسٌ فِى الشِّتَآءِ وَ نَفَسٌ فِى الصَّيْفِ۔ جہنم کی آگ نے بارگاہ حق میں شکوہ کیا کہ الٰہی مجھے تو میرے ہی بعض نے میرا بعض کھالیا تو اسے دو سانس لینے کی اجازت ہوئی ایک سانس سردی میں ایک سانس گرمی میں۔

چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے گرمی میں ظہر کی نماز سایہ ڈھلنے پر پڑھنے کا حکم دیتے ہوئے فرمایا کہ ظہر ٹھنڈی کر کے پڑھا کرو اس لئے کہ گرمی کی شدت جہنم کی سانس کی وجہ سے ہوتی ہے حَيْثُ قَالَ اَبْرِدُوْا بِالظُّهْرِ فَاِنَّ شِدَّةَ الْحَرِّ مِنْ فَيْحِ جَهَنَّمَ۔

اور حدیث کی حجت لازمی طور پر ماننی پڑتی ہے اس لئے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایت ہے کہ مجھ پر جھوٹ قصداً بولنے والا اپنی جگہ جہنم میں تلاش کرے۔ اس حدیث کو طبرانی ابن مردویہ رحمہ اللہ طریق مکحول سے ابوامامہ سے نقل کرتے ہیں:

قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ كَذَبَ عَلَيَّ مُتَعَمِّدًا فَلْيَتَبَوَّاْ مَقْعَدَهٗ مِنْ بَيْنِ عَيْنِ جَهَنَّمَ۔ پھر اس کے آگے راوی کہتے ہیں کہ عرض کیا گیا یا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هَلْ لِجَهَنَّمَ مِنْ عَيْنٍ قَالَ نَعَمْ اَمَا سَمِعْتُمُ اللّٰهَ تَعَالٰى يَقُوْلُ اِذَا رَاَتْهُمْ مِّنْ مَّكَانٍۭ بَعِيْدٍ فَهَلْ تَرَاهُمْ اِلَّا بِعَيْنَيْنِ كَانَ۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کیا جہنم کی آنکھیں ہوں گی فرمایا ہاں کیا تم نے فرمان الٰہی نہ سنا اِذَا رَاَتْهُمْ مِّنْ مَّكَانٍۭ بَعِيْدٍ۔ جب وہ دیکھے گا دور سے تو وہ دیکھنا آنکھوں سے ہے۔

اور مکان بعید کی مقدار میں تین قول ہیں۔

اول: هُوَ اَقْصٰى مَا يُمْكِنُ اَنْ يُّرٰى مِنْهُ۔ بعید یہ ہے کہ منتہائے نظر جہاں سے دیکھنا ممکن ہو۔

دوسرا قول ہے: اِنَّهٗ هٰهُنَا مَسِيْرَةُ خَمْسِ مِائَةِ عَامٍ۔ اس کا بعد پانچ سو برس کی مسافت ہو۔

تیسرا قول: آدم بن ایاس رحمہ اللہ اپنی تفسیر میں ابن عباس رضی اللہ عنہما سے راوی ہیں: اِنَّهٗ مَسِيْرَةُ سَنَةٍ۔ اس کا بعد ایک سال کی مسافت ہے۔

سَمِعُوْا لَهَا تَغَيُّظًا وَّ زَفِيْرًا۔ سنیں گے جہنمی اس کا غیظ وغضب۔

راغب رحمہ اللہ غیظ کی تعریف کرتے ہیں اَلْغَيْظُ اَشَدُّ الْغَضَبِ وَالتَّغَيُّظُ اِظْهَارُ الْغَيْظِ۔ غیظ سخت غضب کو کہتے ہیں اور تغیظ اس غضب کا اظہار ہے۔

زفیر پر کہتے ہیں: هُوَ اِخْرَاجُ النَّفَسِ بَعْدَ مُدَّةٍ۔ سانس کھینچ کر نکالنے کو زفیر کہتے ہیں كَمَا فِى الْقَامُوْسِ۔

راغب رحمہ اللہ مفردات میں لکھتے ہیں: هُوَ تَرْدِيْدُ النَّفَسِ حَتّٰى تَنْفُخَ الضُّلُوْعُ۔ سانس ایسی سختی میں نکالنا کہ

پسلیاں پھول جائیں زفیر ہے۔

پھر زفیر کی آواز کے اثر پر یہ حدیثیں شاہد ہیں:

ابن جریر، ابن ابی حاتم رحمہما اللہ اپنی صحیح سند سے سید المفسرین ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت فرماتے ہیں: اِنَّھَا تَزْفِرُ زَفْرَۃً لَّا یَبْقٰی اَحَدٌ اِلَّا خَافَ۔ اس کی زفیر ایسی ہیبت ناک ہو کہ سب ڈر جائیں۔

ابن منذر، ابن جریر عبید بن عمیر رحمہم اللہ سے راوی ہیں: قَالَ فِیْ قَوْلِہٖ سَمِعُوْا لَھَا - اِنَّ جَھَنَّمَ تَزْفِرُ زَفْرَۃً لَا یَبْقٰی مَلَکٌ مُّقَرَّبٌ وَّ لَا نَبِیٌّ مُّرْسَلٌ اِلَّا تَرْعَدُ فَرَائِصُہٗ حَتّٰی اِنَّ اِبْرَاھِیْمَ عَلَیْہِ السَّلَامُ لَیَجْثُوْا عَلٰی رُکْبَتَیْہِ وَ یَقُوْلُ یَا رَبِّ لَا اَسْئَلُکَ الْیَوْمَ اِلَّا نَفْسِیْ۔

جہنم پہلی بار جب سانس کھینچے گی تو کوئی مقرب فرشتہ اور نبی مرسل ایسا نہ ہوگا مگر لرز جائے گا اور پسلیاں کانپ اٹھیں گی حتیٰ کہ خلیل اللہ علیہ السلام گھٹنوں کے بل بیٹھ کر عرض کریں الٰہی میں کچھ نہیں چاہتا مگر اپنی امان۔

ابونعیم کعب سے راوی ہیں: قَالَ اِذَا کَانَ یَوْمُ الْقِیَامَۃِ جَمَعَ اللّٰہُ الْاَوَّلِیْنَ وَالْاٰخِرِیْنَ فِیْ صَعِیْدٍ وَّاحِدٍ فَنَزَلَتِ الْمَلٰٓئِکَۃُ صُفُوْفًا فَیَقُوْلُ اللّٰہُ تَعَالٰی لِجِبْرِیْلَ عَلَیْہِ السَّلَامُ ائْتِ بِجَھَنَّمَ فَیَاْتِیْ بِھَا تُقَادُ بِسَبْعِیْنَ اَلْفِ زِمَامٍ حَتّٰی اِذَا کَانَتْ مِنَ الْخَلَائِقِ عَلٰی قَدْرِ مِائَۃِ عَامٍ زَفَرَتْ زَفْرَۃً طَارَتْ لَھَا اَفْئِدَۃُ الْخَلَائِقِ۔

جب قیامت قائم ہوگی تو اللہ تعالیٰ اولین و آخرین کو ایک میدان میں جمع فرمائے گا پھر ملائکہ صف بصف نازل ہوں گے تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا جبریل علیہ السلام سے کہ جہنم پیش کرو تو جہنم ستر ہزار لگاموں میں پیش کی جائے گی اور مخلوق اس سے سو برس کی مسافت پر بعید ہوگی تو جب جہنم پہلا سانس کھینچے گی تو اس سے لوگوں کے کلیجے اڑنے لگیں گے۔

ثُمَّ زَفَرَتْ ثَانِیَۃً فَلَا یَبْقٰی مَلَکٌ مُّقَرَّبٌ وَّ لَا نَبِیٌّ مُّرْسَلٌ اِلَّا جَثَا لِرُکْبَتَیْہِ ثُمَّ تَزْفِرُ الثَّالِثَۃَ فَیَبْلُغُ الْقُلُوْبُ الْحَنَاجِرَ وَتَذْھَلُ الْعُقُوْلُ فَیَفْزَعُ کُلُّ امْرِئٍ اِلٰی عَمَلِہٖ۔

حَتّٰی اِنَّ اِبْرَاھِیْمَ عَلَیْہِ السَّلَامُ یَقُوْلُ بِخُلَّتِیْ لَا اَسْئَلُکَ اِلَّا نَفْسِیْ۔

وَ یَقُوْلُ مُوْسٰی عَلَیْہِ السَّلَامُ بِمُنَاجَاتِیْ لَا اَسْئَلُکَ اِلَّا نَفْسِیْ۔

وَ یَقُوْلُ عِیْسٰی عَلَیْہِ السَّلَامُ بِمَا اَکْرَمْتَنِیْ لَا اَسْئَلُکَ اِلَّا نَفْسِیْ - لَا اَسْئَلُکَ مَرْیَمَ الَّتِیْ وَلَدَتْنِیْ وَ مُحَمَّدٌ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ اُمَّتِیْ اُمَّتِیْ لَا اَسْئَلُکَ الْیَوْمَ نَفْسِیْ۔

فَیُجِیْبُ الْجَلِیْلُ جَلَّ جَلَالُہٗ اِنَّ اَوْلِیَائِیْ مِنْ اُمَّتِکَ لَا خَوْفٌ عَلَیْھِمْ وَلَاھُمْ یَحْزَنُوْنَ فَوَعِزَّتِیْ لَاُقِرَّنَّ عَیْنَیْکَ ثُمَّ تَقِفُ الْمَلٰٓئِکَۃُ عَلَیْھِمُ السَّلَامُ بَیْنَ یَدَیِ اللّٰہِ تَعَالٰی یَنْتَظِرُوْنَ مَا یُؤْمَرُوْنَ۔

پھر دوسرا سانس کھینچے تو کوئی مقرب فرشتہ اور نبی مرسل نہ ہو مگر گھٹنوں کے بل بیٹھ جائے۔

پھر تیسرا سانس کھینچے تو لوگوں کے کلیجے منہ کو آجائیں اور عقلیں پراگندہ ہو جائیں اور ہر ایک اپنے اپنے اعمال سے گھبرائے۔

حتیٰ کہ سیدنا ابراہیم علیہ السلام عرض کریں الٰہی میری شان خلت کا واسطہ میں آج تجھ سے اپنی امان چاہتا ہوں۔

اور موسیٰ علیہ السلام عرض کریں الٰہی میری مناجات کا واسطہ میں اپنی امان چاہتا ہوں۔

اور عیسیٰ علیہ السلام عرض کریں الٰہی ان اعزاز و اکرام کا واسطہ جو تو نے مجھے بخشا میں مریم کو نہیں مانگتا جس سے میں پیدا کیا گیا مگر اپنی جان کی امان چاہتا ہوں۔

اور رحمت دو عالم حبیب مکرم جناب محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم بارگاہ حق میں عرض پیرا ہوں الٰہی میری امت اور صرف میری امت مجھے مطلوب ہے۔

میں آج اپنی جان کے لئے کچھ طلب نہیں کرتا۔

تو رب جلیل جل جلالہ اپنے حبیب کو جواب دے گا میرے چہیتے محبوب تیری امت سے میرے دوست اس مرتبہ پر ہیں کہ انہیں کوئی خوف اور حزن نہیں ہے۔

محبوب میری عزت وجلال کی قسم میں ضرور آپ کی آنکھیں ٹھنڈی کروں گا۔

پھر ملائکہ علیہم السلام صف بستہ اللہ تعالیٰ کے حضور حاضر آ جائیں اور حکم کا انتظار کریں۔

وَ اِذَآ اُلْقُوْا مِنْهَا مَكَانًا ضَيِّقًا مُّقَرَّنِيْنَ دَعَوْا هُنَالِكَ ثُبُوْرًا ﴿۱۳﴾ لَا تَدْعُوا الْيَوْمَ ثُبُوْرًا وَّاحِدًا وَّ ادْعُوْا ثُبُوْرًا كَثِيْرًا ﴿۱۴﴾۔

اور جب ڈالے جائیں اس سے تنگ مکان میں زنجیر بستہ تو پکاریں اس وقت ہلاکت اور موت کو (فرشتے کہیں) آج ایک موت نہ پکارو بلکہ بہت سی موتیں مانگو۔

آلوسی رحمہ اللہ ثبور کے معنی فرماتے ہیں اَیْ هِلَاكًا كَمَا قَالَ الضَّحَّاكُ وَ قَتَادَةُ – دَعَوْا اَیْ نَادَوْا ذٰلِكَ فَقَالُوْا يَا ثُبُوْرَاهُ عَلٰى مَعْنٰى اُحْضُرْ۔

ثبور کے معنی ہلاکت ہیں بقول ضحاک اور قتادہ- دَعَوْا کے معنی پکارو ہیں یعنی یہ پکارو اور کہو یا ثُبُوْرًا یعنی اے موت آ جا۔ گویا وہ تمنا کریں گے کہ ہمیں موت آ جائے تا کہ اس بلائے عظیم سے نجات پائیں جو موت سے اشد ترین ہے۔ چنانچہ

احمد اور ابن ابی شیبہ اور عبد بن حمید اور بزار اور ابن منذر اور ابن ابی حاتم اور ابن مردویہ اور بیہقی رحمہم اللہ بسند صحیح حضرت انس رضی اللہ عنہ سے راوی ہیں: قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اَوَّلَ مَنْ يُّكْسٰى حُلَّةً مِّنَ النَّارِ اِبْلِيْسُ فَيَضَعُهَا عَلٰى حَاجِبَيْهِ وَيَسْحَبُهَا مِنْ خَلْفِهٖ وَ ذُرِّيَّتُهٗ مِنْ بَعْدِهٖ وَ هُوَ يُنَادِیْ يَا ثُبُوْرَاهُ وَ يَقُوْلُوْنَ يَا ثُبُوْرَهُمْ حَتّٰى يَقِفَ عَلَى النَّارِ فَيَقُوْلُ يَا ثُبُوْرَاهُ وَ يَقُوْلُوْنَ يَا ثُبُوْرَهُمْ اَلْحَدِيْثُ۔

حضرت نے فرمایا سب سے پہلے حلۂ نار جسے پہنایا جائے وہ شیطان ہو پھر اس کے پیچھے اس کی ذریت ہو تو وہ پکارے اے موت آ جا اور سب پکاریں اے موت آ حتیٰ کہ جہنم پر کھڑے ہوں اور یا ثبوراہ کہتے رہیں۔

ایک روایت میں ہے کہ اول جو موت مانگے وہ شیطان ہو پھر اس کے اتباع بھی پکاریں جو جن وانس سے ہوں اور ملائکہ ان کے موت مانگنے پر انہیں کہیں گے۔

لَا تَدْعُوا الْيَوْمَ ثُبُوْرًا وَّاحِدًا وَّ ادْعُوْا ثُبُوْرًا كَثِيْرًا۔ نہ پکارو آج کے دن ایک موت اور پکارے جاؤ بہت سی موتیں۔

لِتَنْبِيْهِهِمْ عَلٰى خُلُوْدِ عَذَابِهِمْ وَ اَنَّهُمْ لَا يُجَابُوْنَ۔ یہ انہیں تنبیہا کہا جائے گا کہ اب عذاب تمہیں دوامی

ہے اور تمہاری پکار نہیں سنی جائے گی۔ آگے ارشاد ہے:

قُلْ اَذٰلِكَ خَيْرٌ اَمْ جَنَّةُ الْخُلْدِ الَّتِيْ وُعِدَ الْمُتَّقُوْنَ ؕ كَانَتْ لَهُمْ جَزَآءً وَّ مَصِيْرًا۔ اے محبوب فرمائیں کیا یہ بہتر ہے یا وہ ہمیشگی کے باغ جس کا وعدہ پرہیزگاروں سے کیا گیا وہ ان کا صلہ اور انجام ہے۔

یعنی جس کا وعدہ پرہیزگاروں سے ہوا ان کی نعمتوں میں بھی خلود و دوام ہے جیسے تمہاری زحمتیں اور مصیبتیں ابدی ہیں یہ تمہاری بداعمالیوں کا بدلہ ہے اور وہ ان کی پرہیزگاریوں کا صلہ جس کی یہ شان ہے کہ

لَهُمْ فِيْهَا مَا يَشَآءُوْنَ خٰلِدِيْنَ ؕ كَانَ عَلٰى رَبِّكَ وَعْدًا مَّسْـُٔوْلًا۔ ان کے لئے ان باغوں میں منہ مانگی مرادیں ہیں جو ہمیشہ ہمیشہ کے لئے ہیں یہ وعدہ تمہارے رب کے ذمہ ہے مانگا ہوا۔

یعنی یہ وعدہ وہ ہے جو اللہ تعالیٰ نے ان کے مانگنے پر اپنے ذمہ کرم پر لیا ہے۔ انہوں نے عرض کیا تھا: رَبَّنَا اٰتِنَا مَا وَعَدْتَّنَا عَلٰى رُسُلِكَ وَلَا تُخْزِنَا يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اِنَّكَ لَا تُخْلِفُ الْمِيْعَادَ۔ اور بارگاہ حق میں ان کی دعا تھی: رَبَّنَآ اٰتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَّفِي الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ۔

اور سعید بن ہلال فرماتے ہیں کہ میں نے ابا حازم رضی اللہ عنہ سے سنا کہ فرماتے تھے: اِذَا كَانَ يَوْمُ الْقِيٰمَةِ يَقُوْلُ الْمُؤْمِنُوْنَ رَبَّنَا عَمِلْنَا بِمَا اَمَرْتَنَا فَانْجِزْلَنَا مَا وَعَدْتَّنَا فَذٰلِكَ قَوْلُهٗ تَعَالٰى وَعْدًا مَّسْئُوْلًا۔ جب قیامت ہو تو مومنین عرض کریں الٰہی ہم نے تیرے لئے عمل کیا تو نے حکم دیا تو اب ہمیں اس کا صلہ دے جو تو نے وعدہ فرمایا تھا تو یہ ہے جو فرمایا كَانَ عَلٰى رَبِّكَ وَعْدًا مَّسْـُٔوْلًا۔

اور ابن ابی حاتم طریق سعید سے راوی ہیں کہ محمد بن کعب قرظی فرماتے ہیں کہ اس آیہ کریمہ میں جو ارشاد ہے وہ یہ ہے کہ اِنَّ الْمَلٰئِكَةَ عَلَيْهِمُ السَّلَامُ تَسْاَلُ ذَالِكَ فِيْ قَوْلِهِمْ رَبَّنَا وَاَدْخِلْهُمْ جَنّٰتِ عَدْنِ الَّتِيْ وَعَدْتَّهُمْ فرشتے عرض کریں الٰہی انہیں جنت عدن میں داخل فرما جس کا تو نے وعدہ کیا تھا۔ آگے ارشاد ہے:

وَ يَوْمَ يَحْشُرُهُمْ وَ مَا يَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ فَيَقُوْلُ ءَاَنْتُمْ اَضْلَلْتُمْ عِبَادِيْ هٰٓؤُلَآءِ اَمْ هُمْ ضَلُّوا السَّبِيْلَ ﴿۱۷﴾۔

جس دن انہیں اور جنہیں وہ پوجتے ہیں اللہ کے سوا محشور کیا جائے تو اللہ تعالیٰ فرمائے کیا تم نے گمراہ کیا میرے ان بندوں کو یا وہ آپ ہی گمراہ ہوئے۔

اللہ کے سوا جنہیں پوجتے تھے وہ دو قسم تھے۔

ایک اصنام اور جماد

دوسرے انسان جنہیں عباد مکرمون فرمایا گیا جیسے عزیر و عیسیٰ علیہما السلام کہ انہیں بھی لوگ پوجتے تھے۔

ضحاک، عکرمہ اور کلبی کے نزدیک تو وہ اصنام ہیں جو اللہ تعالیٰ کی قوت و قدرت سے بولیں گے۔

بعض کہتے ہیں ان کا کلام زبان حال سے ہوگا۔

اور ایک جماعت جس میں مجاہد بھی ہیں اس طرف ہے اِنَّ الْمُرَادَ بِهِ الْمَلٰئِكَةُ وَ عِيْسٰى وَ عُزَيْرُ وَاَضْرَابُهُمْ مِّنَ الْعُقَلَآءِ الَّذِيْنَ عُبِدُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ سُبْحَانَهٗ وَ تَعَالٰى وَ هُوَ قَوْلُ الْمَجْهُوْرِ۔ اس سے مراد ملائکہ و عیسیٰ و عزیر

علیہم السلام اوران کی مثل عقلاء میں سے وہ سب ہیں جنہیں اللہ کے سواپوجا گیااور یہ جمہور کاقول ہے۔تو وہ سب عرض کریں:

قَالُوْا سُبْحٰنَكَ مَا كَانَ يَنْۢبَغِيْ لَنَآ اَنْ نَّتَّخِذَ مِنْ دُوْنِكَ مِنْ اَوْلِيَآءَ وَلٰكِنْ مَّتَّعْتَهُمْ وَاٰبَآءَهُمْ حَتّٰى نَسُوا الذِّكْرَ ۚ وَكَانُوْا قَوْمًۢا بُوْرًا ﴿۱۸﴾۔

سب عرض کریں اوران کے اس شرک سے تبری ظاہر کریں لِاَنَّهُمْ مَلٰئِكَتُهُ اَوْ اَنْبِيَآءُ مَعْصُوْمُوْنَ اَوْ اَوْلِيَآءُ عَنْ مِّثْلِ ذٰلِكَ مَحْفُوْظُوْنَ۔اس لئے کہ ملائکہ اورانبیاء تو معصوم ہیں اوروہ اولیاء جنہیں پوجا گیاوہ محفوظ ہیں۔

بہرحال وہ عرض کریں۔

سُبْحٰنَكَ۔الٰہی تیرے وجہ منیر کو پاکی ہے ہمیں زیبانہیں تھا کہ ہم تیرے سوا کسی کوکارساز ٹھہرائیں لیکن تو نے انہیں وسعت رزق دی ان کے آباءواجداد کوفراخی عطافرمائی دولت وعیش میں ایسے مدہوش ہوئے کہ تیری یاد بھول گئے۔

گویااس کے معنی یہ ہوئے:مَا يَنْبَغِيْ لَنَا اَنْ نَّحْسِبَ مِنْ بَعْضِ مَا يَقَعُ عَلَيْهِ اِسْمُ الْوَلَايَةِ فَضْلًا عَنِ الْكُلِّ فَاِنَّ الْوَلِيَّ قَدْ يَكُوْنُ مَعْبُوْدًا وَّ مَالِكًا نَاصِرًا وَّ مَخْدُوْمًا۔ہمیں یہ زیبانہیں کہ ہم گمان کریں ان کوجس پر اسم ولایت واقع ہوکہ وہ سب سے افضل ہیں اس لئے کہ ولی کبھی معبود حقیقی کوبھی کہتے ہیں(فَاِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْوَلِيُّ)کبھی مالک کے معنی میں اورناصر کے معنی میں بھی مستعمل ہے یامخدوم کے معنی بھی دیتا ہے۔

اب لٰکن استدراک کالاکران کابیان ظاہرفرمایاکہ

تونے انہیں اتنی وسعت وفراخی دے دی کہ بجائے اس کے کہ وہ تیراشکرنعمت بجالاتے وہ شہوات میں غرق ہوگئے اور اسی میں منہمک رہ کر

حَتّٰى نَسُوا الذِّكْرَ-اَيْ غَفَلُوْا عَنْ ذِكْرِكَ وَالْاِيْمَانِ بِكَ۔بھول گئے اورایسے غافل ہوئے کہ تیری یادتجھ پرایمان لانے کاخیال نہ لائے۔

وَكَانُوْا قَوْمًۢا بُوْرًا۔اور یہ تیرے علم میں پہلے ہی بوراتھے یعنی ہلاک ہونے والے۔

بورمصدرہے جوبمعنی فاعل مستعمل ہے۔

بعض نے ابن جریرمجاہدوغیرہ سے ابن عباس کی روایت نقل کی کہ نافع بن ازرق سے پوچھاتوانہوں نے کہالغت عمان میں ہلاک ہونے والے کے لئے مستعمل ہوتاہے۔

اورلغت یمن میں بھی یہی معنی ہیں۔

اورایک قول ہے کہ بورابمعنی فاسدین ہے یہ لغت ازدمیں ہے محاورہ میں بَارَتِ الْبَيْضَةُ بولتے ہیں جبکہ وہ فاسداور خراب ہوجائے۔

اورحسن کہتے ہیں ارض بوراس زمین کوکہتے ہیں جوبنجرہوجائے۔

ایک قول میں بورابمعنی عمیایعنی اندھاآتاہے یعنی اَعْمٰى عَنِ الْحَقِّ حق سے اندھے۔

اس سوال و جواب کے بعد حضرت علام الغیوب ان پر حجت قائم فرما کر مکالمہ فرماتے ہیں: قَدْ كَذَّبَكُمُ الْمَعْبُوْدُوْنَ اَيُّهَا الْكَفَرَةُ اے کافروتمہیں توتمہارے معبودوں نے جھٹلادیا اَنْ قُلْتُمْ اَنَّهُمْ اٰلِهَةٌ فَقَدْ كَذَّبُوْكُمْ تم

تو کہتے تھے کہ یہ تمہارے الٰہ ہیں تو انہوں نے تمہارے دعویٰ کی تکذیب کردی۔ چنانچہ ارشاد ہے:

فَقَدْ كَذَّبُوْكُمْ بِمَا تَقُوْلُوْنَ ۙ فَمَا تَسْتَطِيْعُوْنَ صَرْفًا وَّلَا نَصْرًا۔ تو بے شک تمہیں جھٹلا دیا جو کچھ تم کہتے تھے تو اب تم ہمارے عذاب کو نہیں ٹال سکتے اور نہ تمہیں مدد مل سکتی ہے۔

اس لئے کہ نصرت انبیاء و اولیاء کے حقدار عصیاں کاران امت ہیں نہ کہ منکرین بعث و نشر اور متکبرین و مشرکین نصر اءجمع ہے ناصر کی جیسے صحب جمع ہے صاحب کی۔

وَمَنْ يَّظْلِمْ مِّنْكُمْ نُذِقْهُ عَذَابًا كَبِيْرًا۔ اور جو کفر و شرک کرے تم میں سے اور اللہ کے سوا دوسروں کی پوجا کرے چکھائیں گے ہم آخرت میں اسے عذاب کبیر و شدید کا ذائقہ۔

ظلم سے مراد شرک ہے اس لئے کہ اِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيْمٌ فرمایا گیا ہے۔

اس کے بعد مشرکین کے ان اعتراضات کے جواب کی طرف رجوع فرمایا گیا جو نضر بن حارث وغیرہ نے کئے تھے جن کا ذکر اس سے پہلے رکوع میں ہو چکا۔ چنانچہ ارشاد ہے:

وَمَآ اَرْسَلْنَا قَبْلَكَ مِنَ الْمُرْسَلِيْنَ اِلَّآ اِنَّهُمْ لَيَاْكُلُوْنَ الطَّعَامَ وَيَمْشُوْنَ فِي الْاَسْوَاقِ۔ اے محبوب نہیں بھیجے ہم نے آپ سے پہلے رسول مگر وہ کھانا کھاتے اور بازاروں میں چلتے تھے۔

قِيْلَ هُوَ تَسْلِيَةٌ لَهٗ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ قَوْلِهِمْ مَالِ هٰذَا الرَّسُوْلِ يَاْكُلُ الطَّعَامَ وَ يَمْشِيْ فِي الْاَسْوَاقِ بِاَنَّ لَكَ فِيْ سَائِرِ الرُّسُلِ عَلَيْهِمُ السَّلَامُ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ فَاِنَّهُمْ كَانُوْا كَذٰلِكَ۔

ایک قول یہ ہے کہ اس طرح اللہ تعالیٰ کا فرمانا اپنے حبیب پاک کے لئے تسلی ہے کفار کے اس قول سے جو انہوں نے کہا کہ مَالِ هٰذَا الرَّسُوْلِ يَاْكُلُ الطَّعَامَ وَ يَمْشِيْ فِي الْاَسْوَاقِ تو اس طرح فرما کر بتایا کہ محبوب جیسے تمام انبیاء کرام کا اسوہ حسنہ تھا وہی آپ کا ہے وہ کھاتے بازاروں میں جاتے تھے آپ بھی کھاتے اور بازاروں میں جاتے ہیں اس پر جاہل اعتراض کرسکتا ہے یا حاسد و عناد۔

وَجَعَلْنَا بَعْضَكُمْ لِبَعْضٍ فِتْنَةً ؕ اَتَصْبِرُوْنَ ۚ وَكَانَ رَبُّكَ بَصِيْرًا۔ اور کیا ہم نے بعض تمہارے کو بعض کے لئے آزمائش کہ تم صبر کرتے ہو کہ نہیں اور تمہارا رب دیکھ رہا ہے۔

يَعْنِيْ وَجَعَلْنَا اَغْنِيَآءَ كُمْ اَيُّهَا النَّاسُ اِبْتِلَآءً لِفُقَرَاءِ كُمْ لِنَنْظُرَ اَتَصْبِرُوْنَ۔ تمہارے اغنیاء اے تنگدستو، فقیر و تمہاری آزمائش کے لئے ہیں ہم دیکھتے ہیں کہ تم فقر پر ان کے مقابلہ میں صبر کرتے ہو یا شکوۂ الٰہی زبان پر لاتے ہو۔

یہ آیات بروایت کلبی ابوجہل اور ولید بن مغیرہ عاص بن وائل وغیرہ کے حق میں نازل ہوئیں انہوں نے کہا تھا اگر ہم اسلام لے آئیں تو ہم سے پہلے عمار، صہیب، بلال اور فلاں فلاں وغیرہ جو ایمان لائے وہی حال ہمارا ہوگا۔

اس کا جواب دیا گیا کہ اسلام میں مال و دولت سے تبدیلی مذہب کا سودا نہیں ہے بلکہ حقانیت کے انوار جس کی نظر میں جچ گئے وہ مسلمان ہوا اور جو دنیا کے خس و خاشاک میں الجھا وہی ایمان سے محروم ہوا۔

آج بحمدہ تعالیٰ ۱۴/ اکتوبر ۱۹۵۵ء بروز جمعہ اٹھارہواں پارہ ختم ہوا

پارہ نمبر ۱۹

بامحاورہ ترجمہ تیسرا رکوع - سورۃ فرقان - پ ۱۹

وَقَالَ الَّذِيْنَ لَا يَرْجُوْنَ لِقَآءَنَا لَوْلَآ اُنْزِلَ عَلَيْنَا الْمَلٰٓئِكَةُ اَوْ نَرٰى رَبَّنَا ؕ لَقَدِ اسْتَكْبَرُوْا فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ وَعَتَوْ عُتُوًّا كَبِيْرًا ﴿۲۱﴾

اور بولے وہ جو ہمارے ملنے کی امید نہیں رکھتے ہم پر کیوں نہ اتارے گئے فرشتے یا دیکھتے ہم اپنے رب کو بے شک بڑا تکبر کرتے ہیں اپنے جی میں اور بڑی سرکشی پر ہیں

يَوْمَ يَرَوْنَ الْمَلٰٓئِكَةَ لَا بُشْرٰى يَوْمَئِذٍ لِّلْمُجْرِمِيْنَ وَيَقُوْلُوْنَ حِجْرًا مَّحْجُوْرًا ﴿۲۲﴾

جس دن دیکھیں گے فرشتوں کو نہیں خوشی ہوگی اس دن مجرموں کو اور کہیں گے (الٰہی) کوئی آڑ کر دے رکی ہوئی (ہم میں ان میں)

وَقَدِمْنَآ اِلٰى مَا عَمِلُوْا مِنْ عَمَلٍ فَجَعَلْنٰهُ هَبَآءً مَّنْثُوْرًا ﴿۲۳﴾

اور متوجہ ہوں گے ان کے عملوں کی طرف تو کر دیں گے ہم انہیں هَبَآءً مَّنْثُوْرًا

اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ يَوْمَئِذٍ خَيْرٌ مُّسْتَقَرًّا وَّاَحْسَنُ مَقِيْلًا ﴿۲۴﴾

جنت والے اس دن اچھے مقام پر ہوں اور اچھی دوپہر کا ٹھکانا ہوگا

وَيَوْمَ تَشَقَّقُ السَّمَآءُ بِالْغَمَامِ وَنُزِّلَ الْمَلٰٓئِكَةُ تَنْزِيْلًا ﴿۲۵﴾

اور جس دن اپھٹ جائے آسمان بادلوں سے اور نازل ہوں فرشتے پورے نزول سے

اَلْمُلْكُ يَوْمَئِذِ ِالْحَقُّ لِلرَّحْمٰنِ ؕ وَكَانَ يَوْمًا عَلَى الْكٰفِرِيْنَ عَسِيْرًا ﴿۲۶﴾

اس دن بادشاہی سچی رحمٰن کی ہو اور وہ دن ہو کافروں پر سخت

وَيَوْمَ يَعَضُّ الظَّالِمُ عَلٰى يَدَيْهِ يَقُوْلُ يٰلَيْتَنِى اتَّخَذْتُ مَعَ الرَّسُوْلِ سَبِيْلًا ﴿۲۷﴾

اور جس دن چبائے ظالم مشرک اپنے ہاتھ کہے ہائے میں نے پکڑی ہوتی رسول کے ساتھ راہ

يٰوَيْلَتٰى لَيْتَنِىْ لَمْ اَتَّخِذْ فُلَانًا خَلِيْلًا ﴿۲۸﴾

ہائے خرابی میری کاش میں نے فلاں کو نہ پکڑا ہوتا اپنا دوست

لَقَدْ اَضَلَّنِىْ عَنِ الذِّكْرِ بَعْدَ اِذْ جَآءَنِىْ ؕ وَكَانَ الشَّيْطٰنُ لِلْاِنْسَانِ خَذُوْلًا ﴿۲۹﴾

بے شک گمراہ کیا مجھے میرے پاس آئی ہوئی نصیحت سے اور شیطان تھا آدمی کے لئے بلا مدد چھوڑنے والا

وَقَالَ الرَّسُوْلُ يٰرَبِّ اِنَّ قَوْمِى اتَّخَذُوْا هٰذَا الْقُرْاٰنَ مَهْجُوْرًا ﴿۳۰﴾

اور عرض کرے رسول اے میرے رب بے شک میری قوم نے کر دیا اس قرآن کو چھوڑنے کے قابل

وَكَذٰلِكَ جَعَلْنَا لِكُلِّ نَبِىٍّ عَدُوًّا مِّنَ الْمُجْرِمِيْنَ ؕ وَكَفٰى بِرَبِّكَ هَادِيًا وَّنَصِيْرًا ﴿۳۱﴾

اور ایسے ہی ہم نے ہر نبی کے لئے دشمن بنا دیئے مجرموں میں سے اور کافی ہے تمہارا رب ہدایت اور مدد دینے کو

وَقَالَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا لَوْلَا نُزِّلَ عَلَیْهِ الْقُرْاٰنُ جُمْلَةً وَّاحِدَةً ۚ کَذٰلِکَ ۚ لِنُثَبِّتَ بِهٖ فُؤَادَکَ وَرَتَّلْنٰهُ تَرْتِیْلًا ﴿۳۲﴾

اور بولے کافر کیوں نہ اترا ان پر قرآن ایک بار ہم نے ایسے ہی بتدریج اتارا کہ اس سے مضبوط کریں تمہارے دل اور ہم نے آہستہ آہستہ پڑھا اس کو

وَلَا یَاْتُوْنَکَ بِمَثَلٍ اِلَّا جِئْنٰکَ بِالْحَقِّ وَاَحْسَنَ تَفْسِیْرًا ﴿۳۳﴾

اور وہ نہیں لا سکتے کوئی مثال آپ کے آگے مگر ہم سچی اور اس سے بہتر لا دیں گے

اَلَّذِیْنَ یُحْشَرُوْنَ عَلٰی وُجُوْهِهِمْ اِلٰی جَهَنَّمَ ۙ اُولٰٓئِکَ شَرٌّ مَّکَانًا وَّاَضَلُّ سَبِیْلًا ﴿۳۴﴾

وہ جو محشور ہوں منہ کے بل جہنم کی طرف ان کا ٹھکانہ سب سے برا ہے اور بہکی ہوئی راہ

حل لغات تیسرا رکوع ۔ سورۃ فرقان ۔ پ ۱۹

وَ۔اور	قَالَ۔بولے	الَّذِیْنَ۔وہ جو	لَا۔نہیں
یَرْجُوْنَ۔امید رکھتے	لِقَآءَنَا۔ہماری ملاقات کی	لَوْلَآ۔کیوں نہیں	اُنْزِلَ۔اتارے گئے
عَلَیْنَا۔ہم پر	الْمَلٰٓئِکَةُ۔فرشتے	اَوْ۔یا	نَرٰی۔دیکھیں ہم
رَبَّنَا۔اپنے رب کو	لَقَدِ۔بے شک	اسْتَکْبَرُوْا۔بڑے بنے وہ	فِیْٓ۔بیچ
اَنْفُسِهِمْ۔اپنے جی کے	وَ۔اور	عَتَوْا۔سرکشی کی	عُتُوًّا۔سرکشی
کَبِیْرًا۔بڑی	یَوْمَ۔جس دن	یَرَوْنَ۔دیکھیں گے	الْمَلٰٓئِکَةَ۔فرشتوں کو
لَا۔نہیں	بُشْرٰی۔خوشی ہوگی	یَوْمَئِذٍ۔اس دن	لِّلْمُجْرِمِیْنَ۔مجرموں کو
وَ۔اور	یَقُوْلُوْنَ۔کہیں گے	حِجْرًا۔آڑ ہو	مَّحْجُوْرًا۔روکی ہوئی
وَ۔اور	قَدِمْنَآ۔متوجہ ہوں گے ہم	اِلٰی۔طرف	مَا۔اس کی جو
عَمِلُوْا۔عمل کئے انہوں نے	مِنْ عَمَلٍ۔کوئی عمل	فَجَعَلْنٰهُ۔تو بنا دیں گے ہم اس کو	
هَبَآءً۔غبار	مَّنْثُوْرًا۔پھیلا ہوا	اَصْحٰبُ۔صاحبان	الْجَنَّةِ۔جنت
یَوْمَئِذٍ۔اس دن	خَیْرٌ۔بہتر ہوں گے	مُّسْتَقَرًّا۔ٹھکانے میں	وَّ۔اور
اَحْسَنُ۔اچھے ہوں گے	مَقِیْلًا۔آرام میں	وَ۔اور	یَوْمَ۔جس دن
تَشَقَّقُ۔پھٹ جائے گا	السَّمَآءُ۔آسمان	بِالْغَمَامِ۔بادلوں سے	وَ۔اور
نُزِّلَ۔اتارے جائیں	الْمَلٰٓئِکَةُ۔فرشتے	تَنْزِیْلًا۔پوری طرح	اَلْمُلْکُ۔بادشاہی
یَوْمَئِذِ۔اس دن	الْحَقُّ۔سچی ہوگی	لِلرَّحْمٰنِ۔رحمٰن کی	وَ۔اور
کَانَ۔ہوگا	یَوْمًا۔دن	عَلَی۔اوپر	الْکٰفِرِیْنَ۔کافروں کے
عَسِیْرًا۔مشکل	وَ۔اور	یَوْمَ۔جس دن	یَعَضُّ۔کاٹے گا
الظَّالِمُ۔ظالم	عَلٰی۔اوپر	یَدَیْهِ۔اپنے ہاتھوں کے	یَقُوْلُ۔کہے گا

يٰلَيْتَنِيْ۔ ہائے افسوس	اتَّخَذْتُ۔ پکڑتا میں	مَعَ۔ ساتھ	الرَّسُوْلِ۔ رسول کے
سَبِيْلًا۔ رستہ	يٰاَ۔ اے	وَيْلَتٰى۔ کاش	لَيْتَنِيْ۔ افسوس
لَمْ۔ نہ	اَتَّخِذْ۔ پکڑتا میں	فُلَانًا۔ فلاں کو	خَلِيْلًا۔ دوست
لَقَدْ۔ بے شک	اَضَلَّنِيْ۔ گمراہ کیا مجھے	عَنِ الذِّكْرِ۔ نصیحت سے	بَعْدَ۔ بعد
اِذْ۔ اس کے کہ	جَآءَنِيْ۔ آئی میرے پاس	وَ۔ اور	كَانَ۔ ہے
الشَّيْطٰنُ۔ شیطان	لِلْاِنْسَانِ۔ انسان کو	خَذُوْلًا۔ ذلیل کرنے والا	وَ۔ اور
قَالَ۔ کہے گا	الرَّسُوْلُ۔ رسول	يٰاَ۔ اے	رَبِّ۔ میرے رب
اِنَّ۔ بے شک	قَوْمِي۔ میری قوم نے	اتَّخَذُوْا۔ پکڑا	هٰذَا۔ اس
الْقُرْاٰنَ۔ قرآن کو	مَهْجُوْرًا۔ چھوڑا ہوا	وَ۔ اور	كَذٰلِكَ۔ اسی طرح
جَعَلْنَا۔ بنائے ہم نے	لِكُلِّ۔ ہر ایک	نَبِيٍّ۔ نبی کے لئے	عَدُوًّا۔ دشمن
مِّنَ الْمُجْرِمِيْنَ۔ مجرموں سے		وَ۔ اور	كَفٰى۔ کافی ہے
بِرَبِّكَ۔ تیرا رب	هَادِيًا۔ ہدایت دینے والا	وَّ۔ اور	نَصِيْرًا۔ مددگار
وَ۔ اور	قَالَ۔ کہا	الَّذِيْنَ۔ انہوں نے	كَفَرُوْا۔ جو کافر ہیں
لَوْلَا۔ کیوں نہ	نُزِّلَ۔ اتارا گیا	عَلَيْهِ۔ اس پر	الْقُرْاٰنُ۔ قرآن
جُمْلَةً۔ ایک ہی	وَّاحِدَةً۔ دفعہ	كَذٰلِكَ۔ اسی طرح	لِنُثَبِّتَ۔ تاکہ ثابت رکھیں ہم
بِهٖ۔ اس سے	فُؤَادَكَ۔ تیرا دل	وَ۔ اور	رَتَّلْنٰهُ۔ آہستہ آہستہ پڑھا
ہم نے اس کو	تَرْتِيْلًا۔ پڑھنا، وَ۔ اور	لَا۔ نہ	يَاْتُوْنَكَ۔ لائیں گے
تیرے پاس	بِمَثَلٍ۔ کوئی مثال	اِلَّا۔ مگر	جِئْنٰكَ۔ لائیں گے ہم
تیرے پاس	بِالْحَقِّ۔ حق	وَ۔ اور	اَحْسَنَ۔ بہتر
تَفْسِيْرًا۔ تفسیر	اَلَّذِيْنَ۔ وہ جو	يُحْشَرُوْنَ۔ اکٹھے کئے جائیں	
عَلٰى۔ اوپر	وُجُوْهِهِمْ۔ اپنے مونہوں کے		اِلٰى۔ طرف
جَهَنَّمَ۔ جہنم کی	اُولٰٓئِكَ۔ یہ لوگ	شَرٌّ۔ برے ہیں	مَّكَانًا۔ جگہ میں
وَّ۔ اور	اَضَلُّ۔ زیادہ گمراہ	سَبِيْلًا۔ رستے میں	

خلاصہ تفسیر تیسرا رکوع - سورۃ فرقان - پ ١٩

يَرْجُوْنَ۔ رجا سے ہے سو اگر امید کے معنی میں مشہور ہے مگر اصل وضع واضع میں اس کے معنی امید و بیم دونوں ہیں۔ یہ لغات اضداد میں سے ہے تو لَا يَرْجُوْنَ لِقَآءَنَا کے معنی ہوئے کہ ہمارے سامنے آنے کا انہیں خوف نہیں۔

لَا بُشْرٰى۔ بشریٰ بروزن فعلیٰ ہے اور یہ مصدر اصل میں لَا يُبَشَّرُ يَوْمَئِذٍ لِّلْمُجْرِمِيْنَ ہے۔ بشریٰ کہہ کر مبالغہ کیا گیا اور لا لگا کر نفی جنس کی گئی ہے۔

وَ يَقُوْلُوْنَ حِجْرًا مَّحْجُوْرًا۔ میں حجر مصدر ہے جو غیر منصرفہ ہے اور ان مصادر سے ہے جو منصوب ہوتے ہیں اس کے لغوی معنی روکنا، منع کرنا ہے۔ لیکن محاورہ عرب میں دشمن سے مڈ بھیڑ کے موقعہ پر یا ہجوم مصیبت کے وقت اس کلمہ کو بولتے ہیں اور استعاذے کی جگہ بولتے ہیں۔ سیبویہ کے نزدیک یہ وہاں مستعمل ہوتا ہے تو اس کے لفظی معنی روک اور آڑ کے ہوئے یعنی وہ کہیں گے کہ ہم میں اور فرشتوں میں آڑ ہو جائے۔

جب کوئی کہے فُلَانٌ يَّفْعَلُ كَذَا وَ كَذَا تو دوسرا شخص کہے حِجْرًا۔ اس سے اس کی مراد ہوتی ہے اَسْاَلُ اللّٰهَ اَنْ يَّمْنَعَ ذَالِكَ مِنْهَا وَيَحْجُرُهٗ حِجْرًا۔ اس کے معنی اردو میں دور، دفان ہوئے۔

وَقَدِمْنَآ اِلٰى مَا عَمِلُوْا۔ قَدِمْنَآ کے معنی کے قَصَدْنَا کے ہیں قَادِمٌ اِلَى الشَّيْءِ درحقیقت شے کی طرف متوجہ اور قصد کرنے والا کے ہیں مَا عَمِلُوْا میں ما مصدریہ ہے تو خلاصہ معنی یہ ہوئے اَیْ قَصَدْنَا اِلٰى اَعْمَالِهِمْ۔

فَجَعَلْنٰهُ هَبَآءً مَّنْثُوْرًا۔ ہباء اس غبار کو کہتے ہیں جو روشندان میں سورج کی کرنوں کے ساتھ داخل ہوتا ہے یا وہ غبار جو جانوروں کے سموں سے اڑتا ہے یہ ہبوہ سے مشتق ہے اور ہبوہ غبار کو کہتے ہیں۔

مَّنْثُوْرًا۔ صفت ہے ہباء کی اور نثر سے ماخوذ ہے یہ بمعنی انتشار ہے یعنی بکھرا ہوا۔

خَيْرٌ مُّسْتَقَرًّا وَّاَحْسَنُ مَقِيْلًا۔ مستقر، مکان استقرار کو کہتے ہیں اور مقیل ظرف زمان ہے یعنی وقت قیلولہ جو دوپہر کو سونا ہوتا ہے۔

وَ يَوْمَ تَشَقَّقُ السَّمَآءُ بِالْغَمَامِ۔ تَشَقَّقُ اصل تتشقق تھا۔ دوتاء میں سے ایک کو حذف کر دیا۔ جیسے تتلظی کا تلظی ہو گیا۔

بِالْغَمَامِ۔ یعنی بِسَبَبِ طُلُوْعِ الْغَمَامِ۔ اور الْغَمَامِ میں الف لام عہدی ہے۔ یعنی وہ ابر جس کا ذکر آیہ کریمہ هَلْ يَنْظُرُوْنَ اِلَّآ اَنْ يَّاْتِيَهُمُ اللّٰهُ فِيْ ظُلَلٍ مِّنَ الْغَمَامِ۔

اَلْمُلْكُ يَوْمَئِذِ اِلْحَقُّ لِلرَّحْمٰنِ۔ الملک مبتدا۔ الحق اس کی صفت يَوْمَئِذِ اِلْحَقُّ کا ظرف لِلرَّحْمٰنِ خبر یعنی سچی بادشاہی اس دن رحمٰن کی ہوگی۔

وَيَوْمَ يَعَضُّ الظَّالِمُ عَلٰى يَدَيْهِ عض یدین اور عض انامل اور اکل بنان اور حرق سنان یہ سب کنایہ ہیں غیظ وغضب اور حسرت وندامت سے۔

مَهْجُوْرًا۔ اسم مفعول کا صیغہ ہے۔ ہجران سے ماخوذ ہے۔ اس کے معنی ترک کے ہیں اَیْ تَرَكُوا الْاِيْمَانَ بِهٖ وَلَمْ يَقْبَلُوْهُ۔

حل لغات کے بعد خلاصہ تفسیر پڑھیے

جہاں منکرین کھانے پینے بازاروں میں چلنے پھرنے پر اعتراض کرتے تھے اور کیا کیا باتیں بناتے تھے وہاں شروع پارہ سے ان کی اور لایعنی باتیں بتا کر اس کا جواب دیا جا رہا ہے۔ جو

وَقَالَ الَّذِيْنَ لَا يَرْجُوْنَ لِقَآءَنَا۔ سے شروع ہے یعنی منکرین ومشرکین جنہیں ہم سے ملنے ہمارے سامنے آنے کا خیال اور خوف نہیں بولے۔

لَوْلَآ اُنْزِلَ عَلَیْنَا الْمَلٰٓئِكَةُ اَوْ نَرٰى رَبَّنَا۔ کیوں نہ اترے ہم پر فرشتے یا ہم دیکھتے ہم اپنے رب کو اور یہ نہیں سمجھتے کہ مر کر جب اٹھیں گے تو اللہ کے حضور جائیں گے مگر لقاء الٰہی کو تو مومن مانتے تھے مجرمین مشرکین تو اسے ایک افسانہ تصور کرتے تھے اور استہزاء کہتے تھے کہ فرشتے اگر ہیں تو نازل ہوں اور اللہ تعالیٰ کا وجود اگر ہے تو سامنے آئے یہی خیال فاسد و کاسد کمیونسٹ پارٹی کا ہے اور عام دہریہ بھی یہی خیال رکھتے ہیں۔ اس پر ارشاد ہے:

لَقَدِ اسْتَكْبَرُوْا فِیْٓ اَنْفُسِهِمْ۔ بے شک وہ اپنے خیال میں بہت متکبر ہیں۔

جو اپنے کو اس قابل سمجھتے ہیں کہ ملائکہ ان کے پاس آئیں اور اللہ تعالیٰ کو بھی دیکھنے کی ہمت رکھتے ہیں یہ تکبر ہی نہیں کرتے بلکہ

وَعَتَوْ عُتُوًّا كَبِیْرًا۔ وَالْعُتُوُّ تَجَاوُزُ الْحَدِّ فِی الظُّلْمِ۔ عربی محاورہ میں حد سے از روئے ظلم تجاوز ہونے کو کہتے ہیں۔ تو اس کے معنی یہ ہوئے کہ عام بشر کی حد یہ ہے کہ انبیاء کرام کے واسطہ سے اللہ تعالیٰ کے احکام سنیں اور عمل کریں۔ نہ یہ کہ اپنے کو ان کا ہمسر سمجھنے لگیں۔ جیسا کہ مولانا رومی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ مشرکین

ہم سری با انبیاء برداشتند گفت مایاں ہم بشر ایشاں بشر

انبیاء کرام کے ساتھ ہمسری و مساوات کا خبط رکھتے ہیں۔ حالانکہ ان کی شان رفیع یہ ہے کہ بصورت بشر ظہور فرما کر ملائکہ سے نورانیت میں بلند ہوتے ہیں اسی وجہ میں ان کے در کے خادم ملائکہ نہیں بلکہ ملائکہ کا رسول جبریل علیہ السلام بھی ہے۔

عرش است کمیں پایہ ز ایوان محمد ﷺ جبریل امیں خادم دربان محمد ﷺ

اور ملائکہ انہی مخصوص ہستیوں کے حضور آتے ہیں ان کی دربانی کو اپنا فخر جانتے ہیں اس لئے کہ ان کی روحانیت و نورانیت ان سے بلند ہوتی ہے۔

ایسے ہی اس لطیف و خبیر کو دنیا میں کوئی نہیں دیکھ سکتا خود فرما دیا:

لَا تُدْرِكُهُ الْاَبْصَارُ ٘ وَهُوَ یُدْرِكُ الْاَبْصَارَ ۚ وَهُوَ اللَّطِیْفُ الْخَبِیْرُ۔

جیسے خفاش اپنی آنکھ سے سورج دیکھنے کی تاب نہیں رکھتا اسی طرح انسان آفتاب الوہیت کے لئے خفاش چشم ہے وہ اسے نہیں دیکھ سکتا۔

دوسرے وہ ذات واحد چونکہ انسان سے اقرب ہے بنا بریں باصول فلاسفہ غایت قرب انتہاء خفا و استتار کا مقتضی ہے اور اس دعویٰ کا ثبوت عملی ہمارے مشاہدہ میں ہے۔

یہ آنکھ جو ہمیں عطا کی گئی یہ ایک حد سے دیکھتی ہے اور ایک حد تک دیکھتی ہے اور اس سے آگے دیکھنے سے قاصر ہے اور جس حد سے دیکھتی ہے اس سے آگے اگر کوئی اسے دکھایا جائے تو وہ اس کو دیکھنے سے قاصر ہے۔

مثلاً ایک پڑھے لکھے کی آنکھ سے ایک لکھا ہوا کاغذ لگا کر پڑھوایا جائے تو وہ ہرگز اس کو نہ پڑھ سکے گا اس لئے کہ اس کاغذ کا قرب انتہا کو ہو گیا۔

سرمہ کھرل میں نظر آئے گا۔ سرمہ دانی میں نظر آئے گا سلائی میں نظر آئے گا اور جب نظر میں لگا دیا تو نظر سے مخفی ہو گیا اس لئے کہ غایت قرب انتہاء خفا و استتار کا مقتضی ہے۔

بہر حال ثابت ہوا کہ وہ ذات لم یزل ولا یزال نَحْنُ اَقْرَبُ اِلَیْہِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِیْدِ۔ اسی بناء پر فرما چکی کہ دیکھنے کی خواہش کرنے والا بہ نظر تفلسف بھی سمجھ لے کہ اس کا نظر نہ آنا ہی اس کے غایت قرب کی دلیل ہے۔

اور جس دن وہ رب جلیل ملائکہ کے دیکھنے کی نظر عطا فرمائے گا اس کا نام قیامت ہے اب اس کے متعلق ارشاد ہے:

یَوْمَ یَرَوْنَ الْمَلٰٓئِكَةَ لَا بُشْرٰى یَوْمَئِذٍ لِّلْمُجْرِمِیْنَ وَ یَقُوْلُوْنَ حِجْرًا مَّحْجُوْرًا۔ جس دن دیکھ لیں گے فرشتوں کو تو اس دن مجرمین مشرکین کو خوشی نہ ہوگی اس دن کہیں گے حِجْرًا مَّحْجُوْرًا۔ دور ہو جائیں یہ ہم سے کہ یہ تو عذاب لے کر آئے ہیں لیکن اس دن حِجْرًا مَّحْجُوْرًا کہنے سے وہ دور نہ ہوں گے بلکہ

وَ قَدِمْنَاۤ اِلٰى مَا عَمِلُوْا مِنْ عَمَلٍ فَجَعَلْنٰهُ هَبَآءً مَّنْثُوْرًا۔ اور لائیں گے ہم ان کے عملوں کو تو کر دیں گے انہیں بکھرا ہوا غبار۔

یعنی کفار بہ نیت حصول ثواب عمل کرتے تھے اور ایمان و اعتقاد باطل رکھتے تھے وہ سب عمل اکارت جائیں گے اور ہباء منثورا ہو جائیں گے کچھ کام نہ آئیں گے۔ البتہ۔

اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ یَوْمَئِذٍ خَیْرٌ مُّسْتَقَرًّا وَّ اَحْسَنُ مَقِیْلًا۔ جنتی لوگوں کے لئے اس دن بہتر ٹھکانا ہوگا اور بہترین دوپہر میں قیلولہ کرنے کا مقام جس میں وہ بے فکری سے آرام کریں گے۔

اس کے بعد چند اور حالات ہیبت ناک بیان فرمائے جاتے ہیں۔ حَیْثُ قَالَ۔

یَوْمَ تَشَقَّقُ السَّمَآءُ بِالْغَمَامِ وَ نُزِّلَ الْمَلٰٓئِكَةُ تَنْزِیْلًا۔ جس دن پھٹ جائیں گے آسمان بادلوں سے اور اتریں گے ملائکہ جوق در جوق۔

اس آیت کریمہ میں قیامت قائم ہونے کا نقشہ دکھایا گیا ہے اور غمام سے مراد ابر ہے یا ملائکہ اور دیگر روحانیت کے انوار جو بصورت ابر سفید دکھائی دیں اور بعد کی آیت سے یہ واضح ہوتا ہے کہ قیامت قائم ہونے کے وقت تو نیا آسمان اور نئی زمین ہوگی جس پر حشر کے دربار میں عدالت قائم ہوگی۔

اور یہ آسمان قیامت سے پہلے پھٹ چکا ہوگا اور اس حادثے کے آثار میں دھواں اور بادل محیط ہوں تو یَوْمَ تَشَقَّقُ السَّمَآءُ بِالْغَمَامِ سے یہ مراد ہو سکتی ہے کہ اب وہ بادل اور بخارات آسمان سے دور کئے جائیں گے پھر آسمان سے جوق در جوق ملائکہ نازل ہوں گے تاکہ حساب و کتاب اعمال ہو۔ پھر

اَلْمُلْكُ یَوْمَئِذِ ِالْحَقُّ لِلرَّحْمٰنِ ؕ وَ كَانَ یَوْمًا عَلَى الْكٰفِرِیْنَ عَسِیْرًا۔ تو حقیقی سلطنت اس دن رحمٰن ہی کی ہو اور وہ دن کافروں پر بہت سخت ہوگا۔

وَ یَوْمَ یَعَضُّ الظَّالِمُ عَلٰى یَدَیْهِ یَقُوْلُ یٰلَیْتَنِی اتَّخَذْتُ مَعَ الرَّسُوْلِ سَبِیْلًا (۲۷) یٰوَیْلَتٰى لَیْتَنِیْ لَمْ اَتَّخِذْ فُلَانًا خَلِیْلًا (۲۸) لَقَدْ اَضَلَّنِیْ عَنِ الذِّكْرِ بَعْدَ اِذْ جَآءَنِیْ ؕ وَ كَانَ الشَّیْطٰنُ لِلْاِنْسَانِ خَذُوْلًا (۲۹)۔

اس دن چبائے گا ظالم اپنے ہاتھ کہے گا اے کاش میں بھی رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ راہ پاتا۔ ہائے میری خرابی کاش میں نے فلاں کو دوست نہ بنایا ہوتا اس نے تو مجھے گمراہ کر دیا نصیحت آنے کے بعد اور شیطان تو انسان کے لئے رسوا کرنے والا ہی تھا۔

یہاں فلاں سے مراد وہ ہے جس کی صحبت نے اسے قبول ہدایت سے روکا تھا اسی لئے علامہ رومی رحمہ اللہ نے فرمایا:

صحبت صالح ترا صالح کند صحبت طالح ترا طالح کند

حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: لِلصُّحْبَةِ تَأْثِيرٌ وَلَوْ كَانَ سَاعَةً۔

معالم وغیرہ جلالین اور ابن جریر میں فلاں سے مراد ابی بن خلف اور عقبہ بن ابی معیط ہے۔

یہ عقبہ وہ ہے جس نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان قبول کر لیا تھا اس کے بعد ابی بن خلف نے اسے ملامت کی تو پھر مرتد ہو گیا یہ جب عذاب جہنم دیکھے گا تو کہے گا يٰوَيْلَتٰى لَيْتَنِىْ لَمْ اَتَّخِذْ فُلَانًا خَلِيْلًا۔

اور جب کفار کی ایذائیں حد سے بڑھ گئیں تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں عرض کیا جس کا بیان آگے آتا ہے وَقَالَ الرَّسُوْلُ۔

اور ابو مسلم اصفہانی کے نزدیک یہاں قال ماضی معنی مضارع ہے یعنی بروز قیامت حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام فرمائیں۔

وَقَالَ الرَّسُوْلُ يٰرَبِّ اِنَّ قَوْمِى اتَّخَذُوْا هٰذَا الْقُرْاٰنَ مَهْجُوْرًا۔ یعنی رسول عرض کریں الٰہی بے شک میری قوم نے تو اس قرآن کریم کو فضول سمجھ رکھا تھا۔

یہ قال بمعنی یقول ہے جیسے دوسری جگہ بھی ہے وَاِذْ قَالَ اللّٰهُ يٰعِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ ءَاَنْتَ قُلْتَ لِلنَّاسِ اتَّخِذُوْنِىْ وَاُمِّىَ اِلٰهَيْنِ الخ اس کے معنی ہیں جب فرمائے گا اللہ تعالیٰ۔

یہاں مَهْجُوْرًا اگر ہجر سے لیا جائے تو ہذیان کے معنی دے گا یعنی بہکی بہکی باتیں۔ جیسا کہ اسے مشرکین کبھی جادو کہتے کبھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنا بنایا ہوا بتاتے۔ کبھی اساطیر الاولین سے تشبیہ دیتے تھے۔ آگے ارشاد ہے:

وَكَذٰلِكَ جَعَلْنَا لِكُلِّ نَبِىٍّ عَدُوًّا مِّنَ الْمُجْرِمِيْنَ ؕ وَكَفٰى بِرَبِّكَ هَادِيًا وَّنَصِيْرًا۔ اور ایسے ہی ہم نے تمام انبیاء کے ساتھ مجرموں کی ایک جماعت دشمن بھی رکھی اور تمہارا رب تمہاری مدد کو کافی ہے اور انبیاء ہدایت کو۔

اس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی ہے کہ ان مخالفوں کی مخالفت سے نہ پہلے کچھ ہوا نہ اب کچھ ہوگا آپ اطمینان رکھیں اس کے بعد مشرکین کا ایک اعتراض بیان فرمایا گیا پھر اس کا جواب دیا:

وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَوْلَا نُزِّلَ عَلَيْهِ الْقُرْاٰنُ جُمْلَةً وَّاحِدَةً ۛ كَذٰلِكَ ۛ لِنُثَبِّتَ بِهٖ فُؤَادَكَ وَرَتَّلْنٰهُ تَرْتِيْلًا۔ اور کافروں نے کہا کیوں نہ اترا یہ قرآن مجموعی صورت میں (اس کا جواب فرمایا گیا):

كَذٰلِكَ۔ ایسے ہی نازل ہونا صحیح تھا تاکہ اس سے تمہارا دل متحمل ہوتا اور ہر چیز پختہ ہو کر جم جاتی اس لئے ہم نے ٹھہر ٹھہر کر سنایا۔

اور یہ حقیقت ہے کہ تھوڑا تھوڑا نجماً نجماً نزول سے جتنا مضمون متحضر ہو سکتا تھا یک لخت نازل ہونے سے اتنا نہیں ہو سکتا تھا۔ یہ حکمت الٰہی کا ظہور تھا جسے باقتضاء حسد قابل اعتراض سمجھتے ہیں حالانکہ یہ تو عین حکمت ہے چنانچہ آگے ارشاد ہے:

وَلَا يَاْتُوْنَكَ بِمَثَلٍ اِلَّا جِئْنٰكَ بِالْحَقِّ وَاَحْسَنَ تَفْسِيْرًا۔ اور اے محبوب نہیں لائیں گے یہ کوئی بات مگر ہم اس کا صحیح جواب اور بہترین تفسیر سے وضاحت فرما دیں گے۔

اور صاف صاف اس کی توجیہ کریں گے آخر میں توبیخاً ارشاد ہے۔

اَلَّذِیْنَ یُحْشَرُوْنَ عَلٰی وُجُوْهِهِمْ اِلٰی جَهَنَّمَ ۙ اُولٰٓئِكَ شَرٌّ مَّكَانًا وَّ اَضَلُّ سَبِیْلًا۔ وہ جو جہنم میں منہ کے بل محشور ہونے والے ہیں ان کا بہت برا مکان اور بہکی ہوئی راہ ہے۔ انہیں اعتراض ہی کرتے گزرے گی حتیٰ کہ جہنم میں ڈال دیئے جائیں گے۔

مختصر تفسیر اردو تیسرا رکوع - سورۃ فرقان - پ ۱۹

وَ قَالَ الَّذِیْنَ لَا یَرْجُوْنَ لِقَآءَنَا لَوْ لَاۤ اُنْزِلَ عَلَیْنَا الْمَلٰٓئِكَةُ اَوْ نَرٰی رَبَّنَا ؕ لَقَدِ اسْتَكْبَرُوْا فِیْۤ اَنْفُسِهِمْ وَ عَتَوْ عُتُوًّا كَبِیْرًا ﴿۲۱﴾۔

اور بولے وہ جنہیں ہمارے ملنے کا خیال نہیں کہ کیوں نہ اترے ہم پر ملائکہ یا دیکھتے ہم اپنے رب کو بے شک وہ اپنے جی میں سب متکبر ہیں اور از روئے ظلم حد سے بڑھ چکے ہیں۔

یہ قول مشرکین منجملہ دیگر تاویل باطلہ کے ہے اس میں لفظ رجا سے یَرْجُوْنَ خاص طور پر قابل تصریح و تحقیق ہے۔

اَلرَّجَاءُ فِی الْمَشْهُوْرِ الْاَمَلُ۔

۱- فروق ابن ہلال میں ہے: اَلْاَمَلُ الرَّجَاءُ یَسْتَمِرُّ۔

۲- وَ قِیْلَ الْاَمَلُ یَكُوْنُ فِی الْمُمْكِنِ وَالْمُسْتَحِیْلِ وَالرَّجَآءُ یَخُصُّ الْمُمْكِنَ۔

۳- وَ فِی الْمِصْبَاحِ الْاَمَلُ ضِدُّ الْیَاسِ وَ اَكْثَرُ مَا یُسْتَعْمَلُ فِیْمَا یَبْعُدُ حُصُوْلُهٗ وَالطَّمَعُ یَكُوْنُ فِیْمَا قَرُبَ حُصُوْلُهٗ وَالرَّجَاءُ بَیْنَ الْاَمَلِ وَالطَّمْعِ فَاِنَّ الرَّاجِیَ یَخَافُ اَنْ لَّا یَتَحَصَّلَ مَاْمُوْلُهٗ وَلِذَا اسْتُعْمِلَ بِمَعْنَی الطَّمَعِ۔

۴- وَفَسَّرَهٗ اَبُوْ عُبَیْدَةَ وَقَوْمٌ بِالْخَوْفِ۔

۵- وَقَالَ الْفَرَّاءُ هٰذِهِ الْكَلِمَةُ تِهَامِیَّةٌ وَ هِیَ اَیْضًا مِنْ لُغَةِ هُذَیْلٍ اِذَا كَانَ مَعَ الرَّجَآءِ ذَهَبُوْا بِهٖ اِلٰی مَعْنَی الْخَوْفِ فَیَقُوْلُوْنَ فُلَانٌ لَّا یَرْجُوْا رَبَّهٗ سُبْحٰنَهٗ یُرِیْدُوْنَ لَا یَخَافُ رَبَّهٗ سُبْحٰنَهٗ وَمِنْ ذَالِكَ مَا لَكُمْ لَا تَرْجُوْنَ لِلّٰهِ وَقَارًا اَیْ لَا تَخَافُوْنَ اللّٰهَ تَعَالٰی عَظْمَتَهٗ۔

۶- وَاِذَا قَالُوْا فُلَانٌ یَّرْجُوْا رَبَّهٗ عَلٰی مَعْنَی الرَّجَآءِ لَا عَلَی الْخَوْفِ - قَالَ الشَّاعِرُ:

اِذَا لَسَعَتْهُ النَّحْلُ لَمْ یَرْجُ لَسْعَهَا — وَخَالَفَهَا فِیْ بَیْتِ نَوْبٍ عَوَاسِلٍ

۷- وَذُكِرَ اَنَّ الرَّجَآءَ فِیْ مَعْنَی الْخَوْفِ مَجَازٌ لِاَنَّ الرَّاجِیَ لِاَمْرٍ یَخَافُ فُوَاتَهٗ۔

۱- وَاَصْلُ اللِّقَاءِ مُقَابَلَةُ الشَّیْءِ وَ مُصَادَفَتُهٗ۔

۲- وَ لِقَاؤُهٗ تَعَالٰی هُنَا كِنَایَةٌ عَنْ لِقَآءِ جَزَائِهٖ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ۔

۳- وَالْمَعْنٰی عَلَی التَّفْسِیْرِ الْمَشْهُوْرِ لِلرَّجَاءِ وَقَالَ الَّذِیْنَ لَا یَاْمَلُوْنَ لَقَاءَ جَزَائِنَا بِالْخَیْرِ وَالثَّوَابِ عَلَی الطَّاعَةِ لِتَكْذِیْبِهِمْ بِالْبَعْثِ۔

۴- وَعَلَی التَّفْسِیْرِ الْاٰخَرِ وَقَالَ الَّذِیْنَ لَا یَخَافُوْنَ لِقَاءَ جَزَائِنَا بِالشَّرِّ وَالْعِقَابِ عَلَی الْمَعْصِیَةِ لِتَكْذِیْبِهِمْ بِالْبَعْثِ۔

۵- وَ قِيلَ الْمُرَادُ بِهٖ رُؤْيَتُهٗ تَعَالٰى فِي الْاٰخِرَةِ۔

۶- وَقَدْ يُقَالُ نَفْيُ رِجَاءِ لِقَائِهٖ تَعَالٰى كِنَايَةٌ عَنْ اِنْكَارِ الْبَعْثِ وَالْحَشْرِ۔

رجاء ولقاء پر مندرجہ بالا جو اقوال نقل ہوئے ان میں رجاء پر سات قول ہیں اور لقاء پر چھ اور ان کا خلاصہ یہ ہے کہ اصل محض امید کے معنی دیتا ہے اور رجاء کے معنی کبھی اس معاملہ پر آتا ہے جس کا حصول ممکن ہو کہیں مایوسی کی ضد پر کہیں امید و خواہش کی جگہ استعمال ہوتا ہے۔ کہیں محض طمع حصول پر کہیں ایسے موقعہ پر مستعمل ہوتا ہے جہاں خوف بھی شامل ہو لیکن محض خوف لقاء کے موقعہ پر اس کا استعمال ہے۔

تو خلاصہ لَا يَرْجُوْنَ لِقَآءَنَا کے معنی کا یہی نکلا کہ وہ اللہ تعالیٰ کے حضور حاضری کے موقعہ سے بے خوف ہیں۔

ایسے ہی لقاء میں بھی مختلف معنی ہیں۔ لقاء مقابلۂ شے میں بھی استعمال ہوتا ہے۔ لقاء کنایہ ہے جزاء عمل سے جو قیامت کے دن ہو وغیرہ وغیرہ۔

لَوْلَآ اُنْزِلَ عَلَيْنَا الْمَلٰٓئِكَةُ۔ کیوں نہ اترے ہم پر فرشتے فَيُخْبِرُوْنَا بِصِدْقِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔ تو وہ آکر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیق کرتے۔

اَوْ نَرٰى رَبَّنَا۔ یا ہم اپنے رب کو دیکھتے تا کہ وہ خود ہمیں بتا دیتا کہ یہ (حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم) میرے رسول ہیں اس پر ارشاد ہے:

لَقَدِ اسْتَكْبَرُوْا فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ وَعَتَوْ عُتُوًّا كَبِيْرًا۔ بے شک یہ اپنے جی میں متکبر ہیں اور عتو پر علامہ آلوسی رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔

وَالْعُتُوُّ تَجَاوُزُ الْحَدِّ فِي الظُّلْمِ وَ هُوَ الْمَصْدَرُ الشَّائِعُ لُغَتاً - اَیْ وَاللّٰهِ لَقَدِ اسْتَكْبَرُوْا فِيْ شَاْنِ اَنْفُسِهِمْ وَتَجَاوَزُوا الْحَدَّ فِي الظُّلْمِ وَالطُّغْيَانِ تَجَاوُزًا كَبِيْرًا بَالِغًا اَقْصٰى غَايَةٍ حَيْثُ كَذَّبُوا الرَّسُوْلَ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ۔

لَقَدِ میں ل قسمیہ ہے گویا فرمایا قسم بخدا یہ اپنے جی میں بہت متکبر ہو گئے ہیں اور عَتَوْا یعنی اپنی حد سے ظلم وطغیان میں متجاوز ہو چکے ہیں اور اتنے متجاوز عن الحد ہو چکے ہیں کہ ہمارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی جھٹلانے لگ گئے اس تکذیب و ابطال فرمان پر رسالت پر سات پہلو ہیں جن سے ان کی گمراہی و بے دینی ثابت ہوتی ہے۔

اول یہ کہ جب قرآن کریم نے اپنی شان معجزانہ دکھائی اور یہ ثابت کر دیا کہ یہ کلام انسانی کلام نہیں اور اس کا مقابلہ انسان کی قوت میں نہیں تو جس پر یہ نازل ہوا اس کی نبوت کی صداقت میں وہی انکار کر سکتا ہے جو متکبر اور متجاوز عن الحد ہو۔

دوسرے یہ کہ نزول ملائکہ علیہم السلام بھی معجزانہ شان سے ہی ہو گا اور جب ایک معجزہ کا انکار انہیں آسان تھا تو نزول ملائکہ سے ان کے نازل ہونے کے بعد انکار ہو سکتا ہے اس لئے کہ جب انکار ہی کی ٹھان لی ہو تو نزول ملائکہ کے بعد بھی وہ انکار کر سکتے ہیں اور کہہ سکتے ہیں کہ وہ حقیقت میں ملائکہ ہی نہ تھے لہٰذا ہم تصدیق نبوت نہیں کرتے۔

تیسرے یہ کہ تصدیق رسالت کو رویت رب جل مجدہ پر موقوف کرنا مفید علم نہیں ہو سکتا اس لئے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزوں میں اگر یہ ہوتا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے الٰہی اگر تو سچا ہے تو اس میت کو زندہ کر دے اور وہ میت زندہ ہو

جاتی۔ یا حضور فرماتے الٰہی اگر تو سچا ہے تو مجھے سچا ثابت کر تو دونوں پہلوان منکرین مجرمین کے لئے از روئے عناد مفید نہیں ہو سکتے اس لئے کہ جس نے انکار کی ٹھان لی ہوا سے انکار کا پہلو بنی اسرائیل کی طرح اختیار کر لینا معمولی بات ہے۔

چوتھے یہ کہ غلام کو تو یہی زیبا ہے کہ اپنے مولا کے آگے جھکا رہے۔ اشاعرہ کہتے ہیں کہ حکم مالک کی تعمیل غلام پر لازم اور معتزلہ کہتے ہیں بحکم مصلحت اتباع لازم ہے بہر حال متبع کو معترض ہونے کا حق نہیں اور منکرین مجرمین چونکہ اعتراف غلامی کرنے سے منحرف تھے انہیں بہر صورت انکار کرنا تھا۔

پانچویں وہ معاند ہو یعنی عناداً پس پشت برا کہتا رہے وہ ادب کے خلاف ہے لہٰذا منکرین و مشرکین انہیں میں سے ہیں۔

چھٹے یہ کہ اللہ تعالیٰ کا اس فرمانے سے یہ مقصد ہے کہ اگر ہم جانتے کہ یہ متکبرین اور متجاوز عن الحدود نہیں ہیں تو ضرور ہم ان کا مطالبہ پورا کر دیتے لیکن چونکہ ہم جانتے ہیں کہ وہ یہ مطالبہ بہ سبب مکابرہ و عناد کر رہے ہیں لہٰذا لازمی طور پر ہم اسے پورا نہیں کریں گے۔

ساتویں یہ کہ اہل کتاب جانتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کو دنیا میں کوئی نہیں دیکھ سکتا اور ملائکہ کا نزول بھی عام نہیں ہو سکتا۔ تو از روئے عناد انہوں نے اپنا ایمان ان ناممکن امور پر معلق کیا ہے تو وہ طالب حق نہیں ہیں بلکہ متکبر اور ساخر اور استہزاء کرنے والے ہیں۔ اسی بنا پر انہیں جواب دیا کہ (ماخوذ از روح المعانی)

يَوْمَ يَرَوْنَ الْمَلٰٓئِكَةَ لَا بُشْرٰى يَوْمَئِذٍ لِّلْمُجْرِمِيْنَ وَيَقُوْلُوْنَ حِجْرًا مَّحْجُوْرًا۔ جس دن دیکھیں گے ملائکہ کو تو انہیں کوئی خوشی نہ ہوگی اس دن اور کہیں گے ان کے ہمارے مابین کوئی آڑ ہو جائے۔

لَا بُشْرٰى۔ پر آلوسی رحمہ اللہ رقم طراز ہیں:

فَاِنَّهٗ فِيْ مَعْنٰى لَا يَبْشِرُ يَوْمَئِذٍ الْمُجْرِمُوْنَ وَالْعَدُوْلُ اِلٰى نَفْيِ الْجِنْسِ لِلْمُبَالَغَةِ فِيْ نَفْيِ الْبُشْرٰى لَا بُشْرٰى۔ کے یہاں یہ معنی ہیں لَا يَبْشِرُ نہیں خوش ہوں گے اس دن مجرمین اور یہ نفی جنس مبالغۃً ہے یعنی جنس بشارت ہی ان کے لئے نہ ہو۔

فَكَاَنَّهٗ قِيْلَ لَا يَبْشِرُوْنَ يَوْمَ يَرَوْنَ الْمَلٰٓئِكَةَ۔ گویا فرمایا گیا کہ کوئی خوشی نہ ہوگی انہیں جس دن وہ ملائکہ کو دیکھیں گے۔

اور اس سے یہ بھی ثابت ہوا کہ مومنین کے لئے اس دن بشریٰ ہے جیسا کہ فرمایا تَتَنَزَّلُ عَلَيْهِمُ الْمَلٰٓئِكَةُ اَلَّا تَخَافُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَبْشِرُوْا۔ تو عدم بشریٰ ان عصاۃ و کفار کے لئے ہے جو لقاء الٰہی سے نہیں ڈرتے۔

وَ يُفِيْدُ الْكَلَامُ سَلْبَ الْبُشْرٰى عَنِ الْكُفَّارِ عَلٰى اَتَمِّ وَجْهٍ۔ تو کلام الٰہی سے یہ مستفاد ہوا کہ سلب بشریٰ علیٰ اتم الوجہ کفار سے ہے اور وہ جب دیکھیں کہ ملائکہ عذاب لے کر آ رہے ہیں تو بولیں۔

حِجْرًا مَّحْجُوْرًا۔ انہیں ہم سے اوٹ میں رکھو ان کے ہمارے مابین آڑ لگا دو۔

حجر اور محجور۔ هِيَ كَلِمَةٌ تَقُوْلُهَا الْعَرَبُ عِنْدَ لِقَاءِ عَدُوٍّ مَّوْفُوْرٍ وَ هُجُوْمِ نَازِلَةٍ هَائِلَةٍ يَضَعُوْنَهَا مَوْضِعَ الْاِسْتِعَاذَةِ – حَيْثُ يَطْلُبُوْنَ مِنَ اللّٰهِ تَعَالٰى اَنْ يَّمْنَعَ الْمَكْرُوْهَ مِمَّا يَلْحَقُهُمْ۔ یہ ایسا کلمہ ہے جو عرب دشمن کے وفور و ہجوم اور نزول بلا کے موقعہ پر استعاذہ کی جگہ استعمال کرتے ہیں گویا اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے ہیں کہ اس

مصیبت کو ہم سے روک لے۔

بعض نے اس کے معنی کئے: اَیْ حَرَامٌ عَلَیْکَ التَّعَرُّضُ یعنی مصیبت میں پھنسا ہوا کہتا ہے تجھے حرام ہے مجھ پر تعرض کرنا۔

وَقَدِمْنَآ اِلٰى مَا عَمِلُوْا مِنْ عَمَلٍ فَجَعَلْنٰهُ هَبَآءً مَّنْثُوْرًا۔ اور قصد کریں ہم ان کے ان اعمال کی طرف جو دنیا میں انہوں نے کئے تو کر دیں گے ہم انہیں هَبَآءً مَّنْثُوْرًا۔

مشرکین منکرین بھی تو اعمال صالحہ کرتے تھے جو باقتضاء انسانیت انہیں کرنے پڑتے تھے جیسے صلہ رحمی حفاظت حرم، سقایۃ الحاج، اعانت مسافرین لیکن ان کے متعلق دوسری جگہ صاف فیصلہ فرما دیا گیا: فَلَنْ يُّقْبَلَ مِنْ اَحَدِهِمْ مِلْءُ الْاَرْضِ ذَهَبًا وَّلَوِ افْتَدٰى بِهٖ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ وَمَا لَهُمْ مِّنْ نّٰصِرِيْنَ۔ ہرگز ہرگز قبول نہ کیا جائے گا سونا بھری زمین ان سے اگر چہ وہ صدقہ کریں یہ ہیں جن کے لئے دردناک عذاب ہے اور نہیں ہے ان کا کوئی مددگار۔

تو ان کے اعمال صالحہ اکرام ضیف، صلہ رحمی، سقایۃ الحاج ایسے عمل ہوں گے کہ ان کے انکار بعثت اور تکذیب نبوت، میدان حشر کے حضور کا انکار انہیں ہباء منثورا کر دے گا۔

یہ ایسے ہے جیسے ایک شخص کسی کی مدد ایک پیسہ سے کر کے اس کے گھر کا سب مال لوٹ کر گرفتار ہو تو اس ایک پیسہ کی اعانت اسے اس جرم کی سزا سے کیسے محفوظ رکھ سکتی ہے اسی لئے فرمایا:

فَجَعَلْنٰهُ هَبَآءً مَّنْثُوْرًا۔ هَبَآ حقارت کے موقع پر آتا ہے۔

عبد الرزاق، فریابی، ابن ابی حاتم رحمہم اللہ، علی کرم اللہ وجہہ سے راوی ہیں: وَهَجُ الْغُبَارِ يَسْطَعُ ثُمَّ يَذْهَبُ غبار اڑتا ہے اور غائب ہو جاتا ہے۔

ابن ابی حاتم رحمہ اللہ سید المفسرین ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اس کی تعریف میں فرماتے ہیں: اِنَّهُ الشَّرَرُ الَّذِىْ يَطِيْرُ مِنَ النَّارِ اِذَا اضْطَرَمَتْ۔ ہباء وہ شرارہ ہے جو آگ میں سے اڑ کر غائب ہو جاتا ہے۔

یعلی بن عباد رحمہ اللہ کہتے ہیں اِنَّهُ الرَّمَادُ وہ ریت کے ذرات ہیں۔

اور مجاہد، حسن اور عکرمہ ابی مالک اور عامر علیہم رضوان کہتے ہیں اِنَّهُ شُعَاعُ الشَّمْسِ فِى الْكُوَّةِ وَ كَاَنَّهُمْ اَرَادُوْا مَا يُرٰى فِيْهِ مِنَ الْغُبَارِ كَمَا هُوَ الْمَشْهُوْرُ عِنْدَ اللُّغَوِيِّيْنَ۔ وہ جھروکے میں جو شعاع شمس کے ساتھ ذرات معلوم ہوتے ہیں اسے ہباء کہتے ہیں۔

بعض نے اس کو غبار سے تشبیہ دی ہے جیسا کہ اہل لغت میں مشہور ہے۔

علامہ راغب اصفہانی رحمہ اللہ نے نہایت واضح تعریف کی وہ کہتے ہیں اَلْهَبَآءُ دِقَاقُ التُّرَابِ وَمَا انْبَثَّ فِى الْهَوَآءِ فَلَا يَبْدُوْا اِلَّا فِىْ اَثْنَآءِ ضَوْءِ الشَّمْسِ فِى الْكُوَّةِ۔ ہباء وہ حصہ غبار ہے جو کوٹنے کے وقت ہوا میں پھیل جاتا ہے اور نظر نہیں آتا مگر جب جھروکے اور روشندان میں شعاع شمس پڑے۔ تو وہ ذرات لایتجزی نظر آتے ہیں مگر انہیں حاصل نہیں کیا جا سکتا۔

اور منثورا میں مبالغہ ہے یعنی وہ جو نظر آتے ہیں وہ ہوا کے ساتھ جب منتشر ہو جائیں تو نظر سے بھی مخفی ہو جاتے ہیں اور

ان کا جمع کرنا ناممکن اوران سے نفع لینا محال ہوتا ہے۔ (روح المعانی)

اس کے بعد بموجب اسلوب بیان قرآن اب جنتیوں کے درجات کا ذکر کیا جاتا ہے اس لئے کہ جہنمیوں کا ذکر ہو چکا ہے۔

اَصۡحٰبُ الۡجَنَّةِ يَوۡمَئِذٍ خَيۡرٌ مُّسۡتَقَرًّا وَّ اَحۡسَنُ مَقِيۡلًا ۔ اہل جنت اس دن بہتر قیام گاہوں اوراچھے آرام کے مقام پر ہوں گے۔

اس آیت کریمہ میں مستقر اور مقیل دو لغت قابل تشریح ہیں۔

گویا فرمایا کہ مومنین جو اصحاب جنت ہیں اس دن بہترین مستقر میں ہوں گے۔

عربی میں مستقر اس مکان کو کہتے ہیں جس میں اکثر بیٹھا جائے اور باتیں ہوں جسے اردو میں بیٹھک کہتے ہیں۔

اور مقیلا۔ عربی میں مقیل اس مکان کو کہتے ہیں جہاں بے تکلفی سے اپنے بیوی بچوں میں رہا جائے۔

اور مقیل مقام قیلولہ کو کہتے ہیں جہاں دوپہر کے وقت خلوت واستراحت کی جائے۔

چنانچہ آلوسی رحمہ اللہ فرماتے ہیں هُوَ فِي الْاَصْلِ مَكَانُ الْقَيْلُوْلَةِ وَ هِيَ النَّوْمُ نِصْفُ النَّهَارِ۔ وہ قیلولہ کرنے کے مکان کو کہا جاتا ہے جہاں دوپہر کو سویا جائے۔

بعض نے کہا کہ یہ وہ مکان ہے جہاں بیوی کے ساتھ تخلیہ کیا جائے۔

خلاصہ یہ کہ مکان استراحت کو مقیل کہا جاتا ہے۔

اور وہ جو حدیث میں ہے: لَا نَوْمَ فِي الْجَنَّةِ اَصْلًا۔ جنت میں قطعاً نیند نہ ہوگی اس لئے کہ مَا تَشْتَهِيْهِ الْاَنْفُسُ کے ماتحت اگر جنتی سونا پسند کرے گا تو سو بھی سکے گا۔ قطع نظر اس کے تخلیہ میں سونا ہی شرط نہیں ہوتا استراحت بھی تخلیہ میں ہوتی ہے۔

وَ يَوۡمَ تَشَقَّقُ السَّمَآءُ بِالۡغَمَامِ وَ نُزِّلَ الۡمَلٰٓئِكَةُ تَنۡزِيۡلًا۔ اور جس دن پھٹ جائے گا آسمان بادلوں سے اور اتارے جائیں گے فرشتے پوری طرح۔

آلوسی رحمہ اللہ آیہ کریمہ پر فرماتے ہیں: يَجْمَعُ اللّٰهُ تَعَالٰى يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فِيْ صَعِيْدٍ وَّاحِدٍ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ وَالْبَهَائِمَ وَالسِّبَاعَ وَالطَّيْرَ وَ جَمِيْعَ الْخَلْقِ فَتَنْشَقُّ السَّمَآءُ الدُّنْيَا فَيَنْزِلُ اَهْلُهَا وَهُمْ اَكْثَرُ مِمَّنْ فِي الْاَرْضِ مِنَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ وَ جَمِيْعِ الْخَلْقِ فَيُحِيْطُوْنَ بِجَمِيْعِهِمْ فَتَقُوْلُ اَهْلُ الْاَرْضِ اَفِيْكُمْ رَبُّنَا فَيَقُوْلُوْنَ لَا

ثُمَّ تَنْشَقُّ السَّمَاءُ الثَّانِيَةُ فَيَنْزِلُ اَهْلُهَا وَهُمْ اَكْثَرُ مِنْ اَهْلِ السَّمَاءِ الدُّنْيَا وَمِنَ الْجِنِّ وَ الْاِنْسِ وَ جَمِيْعِ الْخَلْقِ فَيُحِيْطُوْنَ بِالْمَلَائِكَةِ الَّذِيْنَ نَزَلُوْا قَبْلَهُمْ وَالْجِنَّ وَالْاِنْسِ وَ جَمِيْعِ الْخَلْقِ۔

ثُمَّ تَنْشَقُّ السَّمَآءُ الثَّالِثَةُ فَيَنْزِلُ اَهْلُهَا وَ هُمْ اَكْثَرُ مِنْ اَهْلِ السَّمَآءِ الثَّانِيَةِ وَالدُّنْيَا وَ جَمِيْعِ الْخَلْقِ فَيُحِيْطُوْنَ بِالْمَلٰئِكَةِ الَّذِيْنَ نَزَلُوْا قَبْلَهُمْ وَالْجِنَّ وَالْاِنْسَ وَ جَمِيْعِ الْخَلْقِ۔

ثُمَّ يَنْزِلُ اَهْلُ السَّمَآءِ الرَّابِعَةِ وَ هُمْ اَكْثَرُ مِنْ اَهْلِ الثَّالِثَةِ وَالثَّانِيَةِ وَالْاُوْلٰى وَاَهْلِ الْاَرْضِ۔

ثُمَّ يَنْزِلُ اَهْلُ السَّمَآءِ الْخَامِسَةِ وَ هُمْ اَكْثَرُ مِمَّنْ تَقَدَّمَ۔

ثُمَّ يَنْزِلُ اَهْلُ السَّمَآءِ السَّادِسَةِ كَذٰلِكَ۔

ثُمَّ اَهْلُ السَّمَآءِ السَّابِعَةِ وَهُمْ اَكْثَرُ مِنْ اَهْلِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ۔

ثُمَّ يَنْزِلُ رَبُّنَا فِيْ ظُلَلٍ مِّنَ الْغَمَامِ وَ حَوْلَهُ الْكَرُّوْبِيُّوْنَ وَ هُمْ اَكْثَرُ مِنْ اَهْلِ السَّمٰوٰتِ السَّبْعِ وَالْاِنْسِ وَالْجِنِّ وَ جَمِيْعِ الْخَلْقِ لَهُمْ قُرُوْنٌ كَكُعُوْبِ الْقَنَا وَهُمْ تَحْتَ الْعَرْشِ لَهُمْ زَجَلٌ بِالتَّسْبِيْحِ وَالتَّهْلِيْلِ وَالتَّقْدِيْسِ لِلّٰهِ تَعَالٰى مَا بَيْنَ اَخْمَصِ اَحَدِ هِمْ اِلٰى كَعْبِهٖ مَسِيْرَةُ خَمْسِ مِائَةِ عَامٍ وَ مِنْ فَخِذِهٖ اِلٰى تَرْقُوَتِهٖ مَسِيْرَةُ خَمْسِ مِائَةِ عَامٍ وَ مِنْ تَرْقُوَتِهٖ اِلٰى مَوْضَعِ الْقُرْطِ مَسِيْرَةُ خَمْسِمِائَةِ عَامٍ وَ مَا فَوْقَ ذَالِكَ خَمْسُ مِائَةِ عَامٍ۔

وَ نُزُوْلُ الرَّبِّ جَلَّ جَلَالُهٗ مِنَ الْمُتَشَابِهِ۔

منقولہ مضمون کا خلاصہ یہ ہے کہ آسمان دنیا پھٹے اور اس کے تمام رہنے والے ملائکہ اتریں وہ تمام اہل دنیا اور جن وانس سے زیادہ ہوں۔

اسی طرح دوسرا آسمان پھٹے وہاں کے رہنے والے ملائکہ اتریں اور وہ پہلے آسمان کے رہنے والوں اور جن وانس سے زیادہ ہوں۔

ایسے ہی آسمان پھٹتے جائیں اور ہر آسمان کے ملائکہ کی تعداد پہلے آسمانوں کے ملائکہ اور جن وانس سے زیادہ ہو۔

حتیٰ کہ ساتواں آسمان پھٹے۔

پھر کروبی اتریں اور ان میں رب جل جلالہ کا نزول بلاتشبیہ ہو پھر حاملین عرش اتریں اور قیامت قائم ہوجائے۔

چونکہ نزول اجلال الٰہی کی تشبیہ کسی نزول سے ممکن نہیں اسی وجہ میں ارباب تاویل فرماتے ہیں:

اَلْمُرَادُ بِذٰلِكَ نُزُوْلُ الْحُكْمِ وَالْقَضَا فَكَاَنَّهٗ قِيْلَ ثُمَّ يَنْزِلُ حُكْمُ الرَّبِّ وَ حَوْلَهُ الْكَرُّوْبِيُّوْنَ۔

اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس نزول سے مراد حکم وقضا ہے گویا یوں فرمایا پھر حکم الٰہی نازل ہو اور اس کے ساتھ کروبیوں کا اجتماع ہو۔ چنانچہ ارشاد ہے:

اَلْمُلْكُ يَوْمَئِذِ ٱلْحَقُّ لِلرَّحْمٰنِ ؕ وَكَانَ يَوْمًا عَلَى الْكٰفِرِيْنَ عَسِيْرًا ۔ سلطنت قاہرہ اور استیلاء کلی اور حکومت عام ثابت اور ظاہر و باطن ایسی طرح واضح ہو جسے زوال کبھی نہیں وہ رحمٰن کے لئے ہی ہو۔

یعنی حکومت قاہرہ تو دنیا میں بھی اسی رحمٰن ہی کی ہے لیکن ان دن منکر اور معترف سب دیکھ لیں گے اور یقین کریں گے۔

اور وہ دن کافر و مشرک پر سخت ہوگا۔

اور مومن کے لئے اتنا آسان کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: يَهُوْنَ عَلَى الْمُؤْمِنِ حَتّٰى يَكُوْنَ اَخَفَّ عَلَيْهِ مِنْ صَلٰوةٍ مَّكْتُوْبَةٍ صَلَّاهَا فِي الدُّنْيَا ۔ مومن پر وہ دن اتنا آسان ہو جیسے ایک فرض نماز دنیا میں ادا کرنا۔

وَيَوْمَ يَعَضُّ الظَّالِمُ عَلٰى يَدَيْهِ يَقُوْلُ يٰلَيْتَنِي اتَّخَذْتُ مَعَ الرَّسُوْلِ سَبِيْلًا ﴿۲۷﴾ يٰوَيْلَتٰى لَيْتَنِيْ لَمْ اَتَّخِذْ فُلَانًا خَلِيْلًا ﴿۲۸﴾ لَقَدْ اَضَلَّنِيْ عَنِ الذِّكْرِ بَعْدَ اِذْ جَآءَنِيْ ؕ وَكَانَ الشَّيْطٰنُ لِلْاِنْسَانِ خَذُوْلًا ﴿۲۹﴾۔

اور جس دن ہاتھ چبائے ظالم اور کہے اے افسوس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ راہ پکڑ لیتا۔ ہائے افسوس میں فلاں کو اپنا دوست نہ بناتا بے شک گمراہ کیا مجھے نصیحت سے بعد اس کے کہ وہ نصیحت آئی۔ اور شیطان انسان کے لئے ذلت کا موجب ہے۔

اس آیۂ کریمہ میں ظالم پر جو الف لام ہے وہ جنس کا ہے جس سے ہر ظالم و مشرک کا یہ حال واضح ہوتا ہے۔

اور ابو حیان، مجاہد اور ابو رجاء رحمہم اللہ سے راوی ہیں کہ لَمْ اَتَّخِذْ فُلَانًا خَلِیْلًا میں شیطان کے علاوہ ہی کوئی ہے۔

چنانچہ فرماتے ہیں: وَالْمُرَادُ بِالظَّالِمِ عُقْبَةُ بْنُ اَبِیْ مُعَیْطٍ۔ ظالم سے مراد عقبہ بن ابی معیط ہے اور فلاں سے مراد ابی بن خلف ہے۔

فَقَدْ رُوِیَ اَنَّهٗ كَانَ عُقْبَةُ بْنُ اَبِیْ مُعَیْطٍ لَا یَقْدِمُ مِنْ سَفَرٍ اِلَّا صَنَعَ طَعَامًا فَدَعَا عَلَیْهِ اَهْلَ مَكَّةَ كُلَّهُمْ وَكَانَ یُكْثِرُ مُجَالَسَةَ النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَ یُعْجِبُهٗ حَدِیْثُهٗ وَغَلَبَ عَلَیْهِ الشَّقَاءُ فَقَدِمَ ذَاتَ یَوْمٍ مِّنْ سَفَرٍ فَصَنَعَ طَعَامًا ثُمَّ دَعَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِلٰى طَعَامِهٖ فَقَالَ مَا اَنَا بِالَّذِیْ اٰكُلُ مِنْ طَعَامِكَ حَتّٰى تَشْهَدَ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ ۔

عقبہ بن ابی معیط کسی سفر سے نہ آتا تھا مگر کھانا بنا کر تمام اہل مکہ کو بلا کر کھلاتا تھا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں زیادہ رہا کرتا تھا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی گفتگو بہت پسند کرتا تھا لیکن شقاوت اس پر غالب تھی۔ چنانچہ ایک بار ایک سفر سے آیا اور کھانا بنا کر سب کو دعوت دی اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی مدعو کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہم تیری دعوت منظور نہیں کریں گے جب تک تو کلمہ شہادت نہ پڑھے۔

ابن ابی معیط نے عرض کی: **اَطْعِمْ یَا ابْنَ اَخِیْ فَقَالَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَا اَنَا بِالَّذِیْ اَفْعَلُ حَتّٰى تَقُوْلَ فَشَهِدَ بِذَالِكَ وَ طَعِمَ عَلَیْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ مِنْ طَعَامِهٖ۔** اے میرے بھتیجے کھانا تو کھاؤ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہم اس وقت کھانا نہ کھائیں گے جب تک تو اشهد ان لا اله الا الله نہ پڑھے چنانچہ ابن ابی معیط نے کلمہ شہادت پڑھ لیا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی دعوت میں شرکت کی۔

فَبَلَغَ ذَالِكَ اُبَیَّ بْنَ خَلَفٍ فَاَتَاهُ فَقَالَ اَصَبَوْتَ یَا عُقْبَةُ وَكَانَ خَلِیْلَهٗ فَقَالَ وَاللّٰهِ مَا صَبَوْتُ وَلٰكِنْ دَخَلَ عَلَیَّ رَجُلٌ فَاَبٰى اَنْ یَّطْعَمَ مِنْ طَعَامِیْ اِلَّا اَنْ اَشْهَدَ لَهٗ فَاسْتَحْیَیْتُ اَنْ یَّخْرُجَ مِنْ بَیْتِیْ قَبْلَ اَنْ یَّطْعَمَ فَشَهِدْتُ لَهٗ فَطَعِمَ۔

اس کی اطلاع ابی بن خلف کو ملی تو وہ عقبہ کے پاس آیا اور بولا اے عقبہ کیا تو بھی صابی ہو گیا یعنی اپنا مذہب چھوڑ کر اسلام لے آیا اور ابی بن خلف عقبہ کا دوست تھا۔ عقبہ نے کہا میں صابی تو نہیں ہوا مگر بات یہ تھی کہ ایک شخص نے میرے ہاں آ کر کھانا کھانے سے انکار کر دیا جب تک کہ میں کلمہ شہادت نہ پڑھ لوں مجھے شرم آئی کہ وہ میرے ہاں سے بغیر کھانا کھائے چلا جائے تو میں نے کلمہ شہادت پڑھ لیا اور انہوں نے کھانا کھا لیا۔

فَقَالَ مَا اَنَا بِالَّذِیْ اَرْضٰى عَنْكَ حَتّٰى تَاْتِیَهٗ فَتَفْعَلَ كَذَا وَ ذَكَرَ فِعْلًا لَا یَلِیْقُ اِلَّا بِوَجْهِ الْقَائِلِ اللَّعِیْنِ فَفَعَلَ عُقْبَةُ۔ ابی بن خلف نے عقبہ سے کہا اب میں تجھ سے راضی نہیں ہوں گا جب تک تو اس دین سے واپس ہو کر

ایسا نہ کرے اور ایسی باتیں کیں جو کلام نہیں چنانچہ اس نے ویسا ہی کیا اور پھر مرتد ہو گیا۔

قَالَ الضَّحَّاکُ لَمَّا بَزَقَ عُقْبَةُ رَجَعَ بُزَاقُهٗ عَلٰی وَجْهِهٖ لَعَنَهُ اللّٰهُ تَعَالٰی وَلَمْ یَصِلْ حَیْثُ اَرَادَ فَاَحْرَقَ خَدَّیْهِ وَبَقِیَ اَثَرُ ذٰلِکَ فِیْهِمَا حَتّٰی ذَهَبَ اِلَی النَّارِ۔

ضحاک فرماتے ہیں جب عقبہ مرتد ہو گیا تو اس کے چہرے پر برص لوٹ آئی اللہ تعالیٰ کی اس پر پھٹکار ہو اور اس نے جہاں کا بھی ارادہ کیا اسے ہرگز افاقہ نہ ہوا پس اس کے دونوں رخسارے جل گئے اور اس کا اثر اس وقت تک باقی رہا جب کہ وہ جہنم واصل ہوا۔

اس کے بعد حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لَا اَلْقَاکَ خَارِجًا مِّنْ مَکَّةَ اِلَّا عَلَوْتُ رَاْسَکَ بِالسَّیْفِ۔ میں تجھے مکہ سے خارج نہ ملوں گا مگر تیرا سر تلوار پر لٹکا دوں گا۔

وَ فِیْ رِوَایَةٍ اِنْ وَجَدْتُّکَ خَارِجًا مِّنْ جِبَالِ مَکَّةَ اَضْرِبُ عُنُقَکَ صَبْرًا۔ ایک روایت میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر میں نے تجھے مکہ کے پہاڑوں سے پرے پایا تو تیری گردن مار کر تیرا ڈھیر کر دوں گا۔

صَبْرًا۔ عربی میں ڈھیر کرنے کو کہتے ہیں (بیان اللسان)

چنانچہ وہ اتنا خوفزدہ ہوا کہ

فَلَمَّا کَانَ یَوْمُ بَدْرٍ وَخَرَجَ اَصْحَابُهٗ اَبٰی اَنْ یَّخْرُجَ فَقَالَ لَهٗ اَصْحَابُهٗ اُخْرُجْ مَعَنَا قَالَ قَدْ وَعَدَنِیْ هٰذَا الرَّجُلُ اِنْ وَجَدَنِیْ خَارِجًا مِّنْ جِبَالِ مَکَّةَ اَنْ یَّضْرِبَ عُنُقِیْ صَبْرًا۔

فَقَالُوْا لَکَ جَمَلٌ اَحْمَرُ لَا یُدْرَکُ فَلَوْ کَانَتِ الْهَزِیْمَةُ طِرْتَ عَلَیْهِ۔

فَخَرَجَ مَعَهُمْ فَلَمَّا هَزَمَ اللّٰهُ تَعَالٰی الْمُشْرِکِیْنَ رَحَلَ بِهٖ جَمَلُهٗ فِیْ جُدَدٍ مِّنَ الْاَرْضِ فَاُخِذَ اَسِیْرًا فِیْ سَبْعِیْنَ مِنْ قُرَیْشٍ وَقَدِمَ اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَاَمَرَ عَلِیًّا کَرَّمَ اللّٰهُ وَجْهَهٗ۔

جب یوم بدر آیا اور ابی بن خلف کے آدمی نکلے تو انہوں نے عقبہ کو بھی کہا وہ بولا میں اس لئے نہیں چلتا کہ اس شخص نے یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب میں تجھے جبال مکہ سے باہر پاؤں گا تو تیری گردن مار کر ڈھیر کر دوں گا۔

لوگوں نے کہا تیرے پاس سرخ اونٹ ہے جسے کوئی پکڑ نہیں سکتا تو اگر بھاگنا پڑ جائے تو بھاگ جائیو اس پر۔

غرضکہ وہ ان کے ساتھ نکلا اور جب اللہ تعالیٰ نے انہیں ہزیمت دی تو وہ اونٹ پر سوار ہو کر کسی گوشۂ زمین میں جا چھپا تو اسے ستر قریشی آدمیوں کے ساتھ گرفتار کر لیا گیا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے پیش کیا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو حکم دیا کہ اسے قتل کر دیں۔

وَ فِیْ رِوَایَةٍ۔ ثابت بن ابی افلح کو حکم دیا کہ اسے قتل کریں۔

تو عقبہ کہنے لگا اَتَقْتُلُنِیْ مِنْ بَیْنِ هٰٓؤُلَآءِ۔ کیا تو مجھے ان لوگوں کے درمیان قتل کرے گا؟

آپ نے فرمایا ہاں۔ عقبہ کہنے لگا یہ کس لئے؟ ابن ابی افلح نے فرمایا:

بِکُفْرِکَ وَفُجُوْرِکَ وَعُتُوِّکَ عَلَی اللّٰهِ تَعَالٰی وَ رَسُوْلِهٖ۔ تیرے کفر اور فجور اور حد سے متجاوز ہونے کی

وجہ میں۔اس کے بعد ابی بن خلف نے عقبہ کا قتل سن کر کہا:

وَاللّٰهِ لَاَقْتُلَنَّ مُحَمَّدًا صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَبَلَغَ ذَالِكَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ بَلْ اَقْتُلُهُ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ تَعَالٰى فَاَفْزَعَهُ ذَالِكَ۔

خدا کی قسم اب میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو قتل کروں گا یہ بات حضور صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ تو کیا قتل کرے گا بلکہ اللہ نے چاہا تو میں اسے قتل کروں گا۔ یہ سن کر ابی بن خلف گھبرایا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کرنے لگا۔

لِمَنْ اَخْبَرَهٗ اَنْشُدُكَ بِاللّٰهِ تَعَالٰى، اَسَمِعْتَهٗ يَقُوْلُ ذَالِكَ قَالَ نَعَمْ۔ آپ کو کس نے یہ کہا کیا آپ نے اسے کہتے سنا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہاں۔اس پر اس کے دل میں یہ بات جمی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جو فرمایا ہے وہ ضرور ہو کر رہے گا۔

چنانچہ جب غزوۂ احد ہوا تو ابی بن خلف موقعہ تلاش کرتا رہا کہ کسی طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر حملہ کرے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر اس پر پڑ گئی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: خَلُّوْا عَنْهُ۔ اسے دفع کر دو فَاَخَذَ الْحَرْبَةَ فَرَمَاهُ فَوَقَعَتْ فِيْ تُرْقُوَتِهٖ۔ تو پس حربہ اٹھا کر اس کی طرف پھینکا۔ وہ اس کی گدی میں یعنی گردن کی ہنسلی پر لگا اور اس کا دم گھٹا تو گائے کی طرح خراٹے لیتے لیتے جہنم پہنچ گیا۔

اس کے متعلق یہ آیت کریمہ ہے کہ وہ قیامت کے دن اپنا ہاتھ چبائے گا اور کہے گا:

يٰلَيْتَنِى اتَّخَذْتُ مَعَ الرَّسُوْلِ سَبِيْلًا۔ ہائے افسوس میں رسول معظم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ راہ لے لیتا۔

اور عقبہ بن ابی معیط حسرت وندامت سے عذاب میں مبتلا ہو کر کہے گا:

يٰوَيْلَتٰى لَيْتَنِىْ لَمْ اَتَّخِذْ فُلَانًا خَلِيْلًا ﴿۲۸﴾ لَقَدْ اَضَلَّنِىْ عَنِ الذِّكْرِ بَعْدَ اِذْ جَآءَنِىْ ؕ وَكَانَ الشَّيْطٰنُ لِلْاِنْسَانِ خَذُوْلًا ﴿۲۹﴾۔

ہائے خرابی میرے لئے کاش میں فلاں کو یعنی ابی بن خلف کو اپنا دوست نہ بناتا بے شک اس نے مجھے ہدایت ونصیحت سے گمراہ کیا جبکہ وہ ہدایت مجھے مل چکی تھی اور شیطان تو انسان کے لئے ذلت ہی لاتا ہے۔

گویا اس نے تسلیم کیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد صحیح ہے۔

لِلصُّحْبَةِ تَاْثِيْرٌ وَلَوْ كَانَ سَاعَةً۔ صحبت میں بڑا اثر ہے اگر چہ وہ ایک ساعت کی ہی ہو۔

جلال الدین رومی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

صحبت صالح ترا صالح کند   صحبت طالح ترا طالح کند

وَقَالَ الرَّسُوْلُ يٰرَبِّ اِنَّ قَوْمِى اتَّخَذُوْا هٰذَا الْقُرْاٰنَ مَهْجُوْرًا۔ اور فرمائیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اے میرے رب بے شک میری قوم نے اس قرآن پاک کو چھوڑنے کے قابل سمجھ لیا۔

کسی نے اسے جادو کہا کسی نے شعر سمجھا کسی نے بہکی باتوں کا مجموعہ کہا۔ اور ایمان سے محروم ہوئے اس پر آئندہ آیتوں میں اللہ تعالیٰ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی دیتا ہے اور ارشاد فرماتا ہے:

وَكَذٰلِكَ جَعَلْنَا لِكُلِّ نَبِيٍّ عَدُوًّا مِّنَ الْمُجْرِمِيْنَ ۭ وَكَفٰى بِرَبِّكَ هَادِيًا وَّنَصِيْرًا۔ اور ایسے ہی ہم نے ہر نبی کے لئے دشمن بنادیئے مجرموں میں سے اور تمہارا رب کافی ہے ہدایت دینے اور مدد کرنے کو۔

گویا یہ ظاہر فرمایا گیا کہ بدنصیب مشرک ہمیشہ انبیاء کے دشمن رہے ہیں اور ایسے ہی آپ کے بھی ہیں۔ اس کی پرواہ نہ فرمائیں ہم ہدایت اور مدد دینے والے ہیں تو جو ایمان لایا اسے ہم نے ہی ہدایت فرمائی اور جو دشمن ہوا تو اسے ہماری ہی طرف سے بے دینی کی راہ ملی۔ عقیدہ اہل سنت یہی ہے۔

معتزلہ اگرچہ اس کے خلاف ہیں وہ کہتے ہیں کہ ہدایت اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے اور گمراہی شیطان کی طرف سے اس پر یہ اعتراض آتا ہے کہ پھر دو خدا ماننے جائیں گے ایک خدائے ہدایت اور ایک خدائے ضلالت اور یہ باطل ہے مَنْ يَّهْدِى اللّٰهُ فَهُوَ الْمُهْتَدِىْ وَمَنْ يُّضْلِلْ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْخَاسِرُوْنَ۔

اس کے بعد اباطیل کفار و یہود کا ایک باطل اعتراض بیان ہو رہا ہے اور اس کا جواب۔

وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَوْلَا نُزِّلَ عَلَيْهِ الْقُرْاٰنُ جُمْلَةً وَّاحِدَةً۔ اور کافر بولے کیوں نہ اترا قرآن ایک ساتھ۔

اس کہنے میں ایک جماعت یہود کی بھی تھی تو گویا وہ کہتے تھے: هَلَّا اُنْزِلَ الْقُرْاٰنُ عَلَيْهِ دَفْعَةً وَّاحِدَةً غَيْرَ مُفَرَّقٍ كَمَا اُنْزِلَتِ التَّوْرَاةُ وَالْاِنْجِيْلُ وَالزَّبُوْرُ۔ قرآن کریم بھی ایسے ہی کیوں نہ اترا جیسے توریت انجیل اور زبور مجموعی اتریں۔ اس پر اگرچہ ایک جماعت متفق ہے کہ وہ مجموعی صورت میں نازل ہوئیں۔

لیکن فضلاء عصر میں سے ابن کمال رحمہ اللہ کہتے ہیں اِنَّ التَّوْرَاةَ اُنْزِلَتْ مُنَجَّمَةً فِىْ ثَمَانِىْ عَشَرَةَ سَنَةً وَ يَدُلُّ عَلَيْهِ نُصُوْصُ التَّوْرَاةِ۔ توریت اٹھارہ سال میں نجماً نجماً نازل ہوئی اور اس پر توریت کے نصوص بھی شاہد ہیں۔

علاوہ اس کے مجموعی طور پر نازل ہونے کے بجائے متفرق نزول زیادہ قوی ہے جیسا کہ قرآن پاک میں انہیں جواب دیتے ہوئے ارشاد ہے:

كَذٰلِكَ ۚ لِنُثَبِّتَ بِهٖ فُؤَادَكَ وَرَتَّلْنٰهُ تَرْتِيْلًا۔ یونہی ہم نے اسے نجماً نجماً نازل فرمایا تا کہ اس سے تمہارا دل مضبوط کریں اور ہم نے ٹھہر ٹھہر اسے پڑھا۔

یعنی ہر موقعہ پر کفار کے اعتراض کا جواب بھی ملتا رہے اور آسانی سے سب کو یاد ہو سکے اور اس کا حفظ بھی آسان ہو جائے اور یک لخت سنا دینے پر جو یاد رہا وہ رہا اور جو نہ رہا وہ بھول گیا یہی وجہ ہے کہ واعظ کا وعظ اور خطیب کا خطبہ مکمل یاد نہیں رہتا۔

وَرَتَّلْنٰهُ تَرْتِيْلًا۔ پر چند قول ہیں:

اَىْ كَذٰلِكَ نَزَّلْنَاهُ وَرَتَّلْنٰهُ تَرْتِيْلًا۔

قَدَّرَهٗ وَتَرْتِيْلُهٗ تَفْرِيْقُهٗ اٰيَةً بَعْدَ اٰيَةٍ قَالَهُ النَّخْعِىُّ وَالْحَسَنُ وَقَتَادَةُ۔

وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ بَيَّنَّاهُ بَيَانًا فِيْهِ تَرَسُّلٌ۔

وَقَالَ السُّدِّىُّ فَصَّلْنَاهُ تَفْصِيْلًا۔

وَ قَالَ مُجَاهِدٌ جَعَلْنَا بَعْضَهٗ اَثَرَ بَعْضٍ۔

وَ قِيْلَ هُوَ الْاَمْرُ بِتَرْتِيْلِ قِرَاءَتِهٖ بِقَوْلِهٖ تَعَالٰى وَرَتِّلِ الْقُرْاٰنَ تَرْتِيْلًا۔

وَ قِيْلَ قَرَأْنَاهُ عَلَيْكَ بِلِسَانِ جِبْرِيْلَ عَلَيْهِ السَّلَامُ شَيْئًا فَشَيْئًا فِيْ عِشْرِيْنَ اَوْ فِيْ ثَلَاثٍ وَّ عِشْرِيْنَ سَنَةً۔

خلاصہ یہ ہوا کہ ایسی شان سے اس کا نزول ہوا کہ اس کی کیفیت سمجھ سے بالا ہے۔

آیت کے بعد آیت کا نزول ہوا۔

واضح فرمایا جو پے در پے ہے۔

تفصیل سے مفصل کر کے بیان فرمایا۔

نزول قرآن ایسی شان سے فرمایا کہ بعض کے ساتھ ہی بعض نازل ہوا۔

اس میں تجوید سے پڑھنے کا حکم ہے۔

ہم نے اسے زبان جبریل علیہ السلام سے آپ پر اس قرآن کو پڑھا تھوڑا تھوڑا بیس یا تیئس سال میں۔

وَلَا يَاْتُوْنَكَ بِمَثَلٍ اِلَّا جِئْنٰكَ بِالْحَقِّ وَاَحْسَنَ تَفْسِيْرًا۔ اور وہ کوئی مثال آپ کے پاس نہ لائیں گے مگر ہم حق اور اس سے بہتر بیان لائیں گے۔

یعنی مشرکین آپ کے دین کے خلاف یا آپ کی نبوت کے خلاف جو کچھ بھی قدح کریں گے۔ یا کوئی سوال لائیں گے اس کا جواب بہترین صورت میں پائیں گے۔

اَلَّذِيْنَ يُحْشَرُوْنَ عَلٰى وُجُوْهِهِمْ اِلٰى جَهَنَّمَ ۙ اُولٰٓئِكَ شَرٌّ مَّكَانًا وَّ اَضَلُّ سَبِيْلًا۔ وہ جو محشور ہوں جہنم کی طرف اپنے منہ کے بل ان کا ٹھکانا سب سے برا ہے اور وہ سب سے زیادہ راہ بھٹکے ہوئے ہیں۔

آلوسی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اَیْ يُحْشَرُوْنَ مَاشِيْنَ عَلٰى وُجُوْهِهِمْ۔ یعنی وہ منہ کے بل جہنم کی طرف چلیں۔

رَوَى التِّرْمِذِيُّ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُحْشَرُ النَّاسُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ ثَلَاثَةَ اَصْنَافٍ۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قیامت کے دن تین صورتوں پر لوگ محشور ہوں گے۔

صِنْفًا مُّشَاةً۔ ایک پیروں سے چلنے والے۔

وَ صِنْفًا رُكْبَانًا۔ ایک سواریوں پر چلنے والے۔

وَ صِنْفًا عَلٰى وُجُوْهِهِمْ۔ اور ایک منہ کے بل چلیں۔

قِيْلَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَ كَيْفَ يَمْشُوْنَ عَلٰى وُجُوْهِهِمْ۔ عرض کیا گیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم منہ کے بل کیسے چلیں گے۔

قَالَ اِنَّ الَّذِيْ اَمْشَاهُمْ عَلٰى اَقْدَامِهِمْ قَادِرٌ عَلٰى اَنْ يُّمْشِيَهُمْ عَلٰى وُجُوْهِهِمْ اَمَا اِنَّهُمْ يَتَّقُوْنَ بِوُجُوْهِهِمْ كُلَّ حَدَبٍ وَّ شَوْكٍ۔ فرمایا جس نے انہیں پیروں پر چلایا وہ اس پر قادر ہے کہ انہیں منہ کے بل چلائے اگرچہ وہ اپنے منہ گڑھے اور کانٹے سے بچائیں۔

وَ قِيْلَ اِنَّ الْمَلٰٓئِكَةَ عَلَيْهِمُ السَّلَامُ تَسْحَبُهُمْ وَتَجُرُّهُمْ عَلٰى وُجُوْهِهِمْ اِلٰى جَهَنَّمَ۔ ایک قول میں ہے کہ ملائکہ علیہم السلام انہیں ہانکیں اور گھسیٹ کر جہنم کی طرف منہ کے بل لے جائیں۔

بامحاورہ ترجمہ چوتھا رکوع - سورۃ فرقان - پ ۱۹

وَ لَقَدْ اٰتَیْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ وَ جَعَلْنَا مَعَهٗۤ اَخَاهُ هٰرُوْنَ وَزِیْرًاۚۖ (۳۵)	اور بے شک ہم نے موسیٰ علیہ السلام کو کتاب عطا فرمائی اور کیا ہم نے اس کے بھائی ہارون کو وزیر
فَقُلْنَا اذْهَبَاۤ اِلَى الْقَوْمِ الَّذِیْنَ كَذَّبُوْا بِاٰیٰتِنَاؕ فَدَمَّرْنٰهُمْ تَدْمِیْرًاؕ (۳۶)	تو ہم نے فرمایا تم دونوں جاؤ اس قوم کی طرف جس نے جھٹلائیں ہماری آیتیں تو ہم نے انہیں تباہ کر کے ہلاک کر دیا
وَ قَوْمَ نُوْحٍ لَّمَّا كَذَّبُوا الرُّسُلَ اَغْرَقْنٰهُمْ وَ جَعَلْنٰهُمْ لِلنَّاسِ اٰیَةًؕ وَ اَعْتَدْنَا لِلظّٰلِمِیْنَ عَذَابًا اَلِیْمًاۚۖ (۳۷)	اور قوم نوح جب جھٹلایا انہوں نے رسولوں کو تو ہم نے انہیں غرق کر دیا اور انہیں لوگوں کے لئے نشانی کر دیا اور ہم نے ظالموں کے لئے دردناک عذاب تیار کر رکھا ہے
وَّ عَادًا وَّ ثَمُوْدَاۡ وَ اَصْحٰبَ الرَّسِّ وَ قُرُوْنًۢا بَیْنَ ذٰلِكَ كَثِیْرًا (۳۸) وَ كُلًّا ضَرَبْنَا لَهُ الْاَمْثَالَ٘ وَ كُلًّا تَبَّرْنَا تَتْبِیْرًا (۳۹)	اور عاد اور ثمود اور اصحاب رس یعنی کنویں والوں کو اور ان کے درمیان کی بہت سی سنگتیں اور ہم نے سب سے مثالیں بیان فرمائیں اور سب کو تباہ کر کے مٹا دیا
وَ لَقَدْ اَتَوْا عَلَى الْقَرْیَةِ الَّتِیْۤ اُمْطِرَتْ مَطَرَ السَّوْءِؕ اَفَلَمْ یَكُوْنُوْا یَرَوْنَهَاۚ بَلْ كَانُوْا لَا یَرْجُوْنَ نُشُوْرًا (۴۰)	اور ضرور یہ ہو آئے ہیں اس بستی پر جس پر برابر ساؤ برسایا تو نہیں تھے کہ اسے دیکھتے بلکہ تھے کہ انہیں جی کر اٹھنے کی امید نہ تھی
وَ اِذَا رَاَوْكَ اِنْ یَّتَّخِذُوْنَكَ اِلَّا هُزُوًاؕ اَهٰذَا الَّذِیْ بَعَثَ اللّٰهُ رَسُوْلًا (۴۱)	اور جب تمہیں دیکھتے ہیں تو تمہیں نہیں ٹھہراتے مگر ٹھٹھا کیا یہ ہیں جن کو اللہ نے رسول بنا کر بھیجا
اِنْ كَادَ لَیُضِلُّنَا عَنْ اٰلِهَتِنَا لَوْ لَاۤ اَنْ صَبَرْنَا عَلَیْهَاؕ وَ سَوْفَ یَعْلَمُوْنَ حِیْنَ یَرَوْنَ الْعَذَابَ مَنْ اَضَلُّ سَبِیْلًا (۴۲)	قریب تھا کہ یہ ہمیں ہمارے خداؤں سے گمراہ کر دیتا اگر ایسا نہ ہوتا کہ ہم ان پر صبر کرتے اور عنقریب جان لیں گے جس دن دیکھیں گے عذاب کہ کون گمراہ تھا
اَرَءَیْتَ مَنِ اتَّخَذَ اِلٰهَهٗ هَوٰىهُؕ اَفَاَنْتَ تَكُوْنُ عَلَیْهِ وَكِیْلًاۙ (۴۳)	کیا تم نے اسے دیکھا جو اپنی خواہش نفس کو خدا بنا لے تو کیا تم اس کی نگہبانی کا ذمہ لو گے
اَمْ تَحْسَبُ اَنَّ اَكْثَرَهُمْ یَسْمَعُوْنَ اَوْ یَعْقِلُوْنَؕ اِنْ هُمْ اِلَّا كَالْاَنْعَامِ بَلْ هُمْ اَضَلُّ سَبِیْلًا (۴۴)	یا یہ سمجھتے ہو کہ ان میں بہت کچھ سنتے یا سمجھتے ہیں وہ تو نہیں مگر جیسے چوپائے بلکہ ان سے بھی گمراہ تر

حل لغات چوتھا رکوع - سورۃ فرقان - پ ۱۹

وَ - اور لَقَدْ - بے شک اٰتَیْنَا - دی ہم نے مُوْسٰی - موسیٰ کو

الْكِتٰبَ۔کتاب	وَ۔اور	جَعَلْنَا۔بنایا ہم نے	مَعَهٗٓ۔اس کے ساتھ
اَخَاهُ۔اس کے بھائی	هٰرُوْنَ۔ہارون کو	وَزِيْرًا۔وزیر	فَقُلْنَا۔تو کہا ہم نے
اذْهَبَآ۔جاؤ	اِلَى۔طرف	الْقَوْمِ۔قوم	الَّذِيْنَ۔ان لوگوں کی
كَذَّبُوْا۔جنہوں نے جھٹلایا	بِاٰيٰتِنَا۔ہماری آیتوں کو	فَدَمَّرْنٰهُمْ۔تو ہم نے ہلاک کردیا ان کو	
تَدْمِيْرًا۔برباد کرکے	وَ۔اور	قَوْمَ۔قوم	نُوْحٍ۔نوح کو
لَمَّا۔جب	كَذَّبُوا۔جھٹلایا انہوں نے	الرُّسُلَ۔رسولوں کو	اَغْرَقْنٰهُمْ۔غرق کردیا ہم
نے ان کو	وَ۔اور	جَعَلْنٰهُمْ۔بنایا ہم نے ان کو	لِلنَّاسِ۔لوگوں کے لئے
اٰيَةً۔نشانی	وَ۔اور	اَعْتَدْنَا۔تیار کیا ہم نے	لِلظّٰلِمِيْنَ۔ظالموں کے لئے
عَذَابًا۔عذاب	اَلِيْمًا۔دردناک	وَّ۔اور	عَادًا۔عاد
وَّ۔اور	ثَمُوْدَاْ۔ثمود	وَ۔اور	اَصْحٰبَ الرَّسِّ۔کنوئیں
والوں کو	وَ۔اور	قُرُوْنًا۔زمانے	بَيْنَ۔درمیان
ذٰلِكَ۔اس کے	كَثِيْرًا۔بہت	وَ۔اور	كُلًّا۔ہر ایک
ضَرَبْنَا۔بیان کیں ہم نے	لَهُ۔اس کے لئے	الْاَمْثَالَ۔مثالیں	وَ۔اور
كُلًّا۔ہر ایک کو	تَبَّرْنَا۔ہلاک کیا ہم نے	تَتْبِيْرًا۔برباد کرکے	وَ۔اور
لَقَدْ۔بے شک	اَتَوْا۔آئے	عَلَى۔اوپر	الْقَرْيَةِ۔بستی
الَّتِيْٓ۔ایسی کہ جو	اُمْطِرَتْ۔برسائی گئی	مَطَرَ۔بارش	السَّوْءِ۔بری
اَ۔کیا	فَلَمْ۔نہیں	يَكُوْنُوْا۔تھے	يَرَوْنَهَا۔دیکھتے اس کو
بَلْ۔بلکہ	كَانُوْا۔تھے وہ	لَا۔نہ	يَرْجُوْنَ۔امید رکھتے
نُشُوْرًا۔اٹھنے کی	وَ۔اور	اِذَا۔جب	رَاَوْكَ۔دیکھتے ہیں تجھے
اِنْ۔نہیں	يَّتَّخِذُوْنَكَ۔پکڑتے وہ آپ کو	اِلَّا۔مگر	
هُزُوًا۔ٹھٹھا	اَ۔کیا	هٰذَا۔یہ	الَّذِيْ۔وہ ہے جو
بَعَثَ۔بھیجا	اللّٰهُ۔اللہ نے	رَسُوْلًا۔رسول	اِنْ۔بے شک
كَادَ۔قریب تھا کہ	لَيُضِلُّنَا۔گمراہ کرتا ہم کو	عَنْ اٰلِهَتِنَا۔ہمارے معبودوں سے	
لَوْلَآ۔اگر نہ ہوتا	اَنْ۔یہ کہ	صَبَرْنَا۔صبر کرتے ہم	عَلَيْهَا۔اس پر
وَ۔اور	سَوْفَ۔جلدی	يَعْلَمُوْنَ۔جان لیں گے	حِيْنَ۔جب
يَرَوْنَ۔دیکھیں گے	الْعَذَابَ۔عذاب	مَنْ۔کہ کون	اَضَلُّ۔گمراہ ہے
سَبِيْلًا۔رستے سے	اَ۔کیا	رَءَيْتَ۔دیکھا تو نے	مَنِ۔اس کو جس نے
اتَّخَذَ۔بنایا	اِلٰهَهٗ۔اپنا خدا	هَوٰىهُ۔اپنی خواہش کو	اَفَاَنْتَ۔کیا تو

تَكُوْنُ۔ ہوگا	عَلَيْهِ۔ اس پر	وَكِيْلًا۔ کارساز	اَمْ۔ کیا
تَحْسَبُ۔ خیال کرتا ہے تو	اَنَّ۔ بے شک	اَكْثَرَهُمْ۔ ان کے اکثر	يَسْمَعُوْنَ۔ سنتے ہیں
اَوْ۔ یا	يَعْقِلُوْنَ۔ سمجھتے ہیں	اِنْ۔ نہیں	هُمْ۔ وہ
اِلَّا۔ مگر	كَالْاَنْعَامِ۔ جانوروں کی طرح	بَلْ۔ بلکہ	هُمْ۔ وہ
اَضَلُّ۔ گمراہ ہیں	سَبِيْلًا۔ رستے سے		

خلاصہ تفسیر چوتھا رکوع۔ سورۃ فرقان۔ پ ۱۹

رکوع سوم میں توحید ونفی امداد اور اثبات نبوت میں سیر حاصل دلائل آچکے منکرین کے اوہام باطل کا رد بھی ہو گیا اور اہوال قیامت کے احوال منکرین پر وبال نکال بھی بیان ہو چکا۔

اب مجملاً انبیاء علیہم السلام کا تذکرہ پھر فرمایا گیا تا کہ پڑھنے والوں پر واضح ہو کہ انکار انبیاء پر منکرین کے لئے کیسے کیسے عذاب آتے رہے ہیں اور یہاں سب سے پہلے موسیٰ علیہ السلام کا ذکر معہ ہارون علیہ السلام کے فرمایا۔ اس لئے کہ آپ کی نبوت اہل کتاب میں بہت مشہور تھی۔

پھر اگرچہ نوح علیہ السلام موسیٰ علیہ السلام سے پہلے تھے لیکن ان کا قصہ نظیر میں پیش کیا ان کی قوم کے سرکشوں کا حال اجمالاً فرمایا پھر عاد وثمود اور اصحاب رس کے حالات بیان فرما کر ان کا انجام ظاہر کیا تا کہ عبرت حاصل ہو اس رکوع میں مندرجہ ذیل لغات قابل وضاحت ہیں۔

فَدَمَّرْنٰهُمْ تَدْمِيْرًا۔ آلوسی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: عَجَبًا هَائِلًا لَا يُقَادَرُ قَدْرُهٗ وَ يُدْرَكُ كُنْهُهٗ وَالْمُرَادُ بِهٖ اَشَدُّ الْهِلَاكِ۔ یہ ایسی سزا پر ارشاد ہے جس کی کیفیت بیان سے بالا ہے اور جس کی کنہ کا ادراک نہیں ہو سکتا اس سے مراد سخت عذاب ہے یا ہلاک وَاَصْلُهٗ كَسْرُ الشَّیْءِ عَلٰی وَجْهٍ لَّا يُمْكِنُ اِصْلَاحُهٗ اور اصل میں یہ لغت ایسے توڑنے پر مستعمل ہے جس کی اصلاح ممکن نہ ہو جیسے اردو میں چور چور کر دینا کہا جا سکتا ہے۔

اَصْحٰبَ الرَّسِّ۔ عرف عرب میں دفن پر مستعمل ہے رَسَّ الْمَيِّتَ اِذَا دَفَنَ وَغَيَّبَ فِی الْحُفْرَةِ۔ میت کو جب قبر میں داخل کر کے اوپر سے مٹی ڈال دی جائے تو رس المیت بولتے ہیں۔ پھر اس کنویں کو رس کہنے لگے جس کی منڈیر اور دہانہ نہ ہو چونکہ قوم شعیب علیہ السلام کنویں کے اردگرد بستی تھی اس لئے اسے اصحاب الرس کہا گیا ہے۔

تَبَّرْنَا تَتْبِيْرًا۔ تتبیر کے اصل معنی ہیں کسی چیز کو توڑ پھوڑ کر چورا چورا کر دینا چاندی سونے کے پتروں کو اسی بنا پر تبر کہتے ہیں۔

تبر من الزرخفی اللحام۔ جیسے شاعر نے کہا
اور اسی سے پھر شیشے کے ٹکڑوں پر تبرالزجاج بولنے لگ گئے۔

خلاصہ مضمون

وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ وَجَعَلْنَا مَعَهٗۤ اَخَاهُ هٰرُوْنَ وَزِيْرًا ۝۳۵ فَقُلْنَا اذْهَبَاۤ اِلَى الْقَوْمِ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا

بِاٰیٰتِنَا ؕ فَدَمَّرْنٰهُمْ تَدْمِیْرًا ﴿۳۶﴾ وَ قَوْمَ نُوْحٍ لَّمَّا كَذَّبُوا الرُّسُلَ اَغْرَقْنٰهُمْ وَ جَعَلْنٰهُمْ لِلنَّاسِ اٰیَةً ؕ وَ اَعْتَدْنَا لِلظّٰلِمِیْنَ عَذَابًا اَلِیْمًا ﴿ۚۖ۳۷﴾ وَّ عَادًا وَّ ثَمُوْدَاۡ وَ اَصْحٰبَ الرَّسِّ وَ قُرُوْنًۢا بَیْنَ ذٰلِكَ كَثِیْرًا ﴿۳۸﴾ وَ كُلًّا ضَرَبْنَا لَهُ الْاَمْثَالَ ٘ وَ كُلًّا تَبَّرْنَا تَتْبِیْرًا ﴿۳۹﴾ ۔

ان آیات میں نظیر دے کر فرمایا کہ ہم نے موسیٰ علیہ السلام اور ان کے بھائی ہارون کو جو اگرچہ نبی تھے مگر شریعت موسوی کے متبع تھے جیسا کہ دوسری جگہ قرآن پاک میں ارشاد ہے وَ وَهَبْنَا لَهٗ مِنْ رَّحْمَتِنَاۤ اَخَاهُ هٰرُوْنَ نَبِیًّا۔ تو ارشاد ہے ہم نے موسیٰ علیہ السلام کو کتاب عطا فرمائی اور ان کے بھائی ہارون نبی علیہ السلام کو ان کا وزیر تدبیر بنایا اور ہم نے انہیں حکم دیا کہ اس قوم کی طرف تم دونوں جاؤ جو ہماری نشانیاں جھٹلا رہے ہیں یعنی فرعون اور اس کی قوم آخر انہوں نے ان کے معجزات ودلائل سے انکار کیا اور نہ مانے تو دَمَّرْنٰهُمْ تَدْمِیْرًا۔ ایسی شدید ہلاکت میں ہیں کہ اب وہ ابھر بھی نہیں سکتے۔

ان سے پہلے قوم نوح تھی انہوں نے بھی نہ صرف حضرت نوح علیہ السلام کو جھٹلایا بلکہ عموماً رسولوں کا انکار کیا اگرچہ کسی ایک کی تکذیب یعنی ایک رسول کی تکذیب وتوہین مستلزم کفر وردۃ ہے جب ان کی سرکشی اس حد کو پہنچی تو وہ بھی غرق طوفان ہوگئی۔

پھر قوم عاد وثمود جن پر حضرت ہود اور صالح علیہما السلام مبعوث ہوئے تھے ان کے انکار وتکذیب پر ان کے ساتھ جو ہوا تمہیں معلوم ہے۔

پھر اصحاب رس یعنی کچے کنویں کے گرد اگرد بسنے والی قوم۔

ابو عبیدہ رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ رس کنویں کو کہتے ہیں۔

لغت میں رس دفن کے معنیٰ میں مستعمل ہے رَسَّ الْمَیِّتَ اِذَا دَفَنَ۔ کبیر

ابو مسلم رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ رس ایک ملک کا نام ہے اور اصحاب رس اس ملک کے بسنے والے اور اگر وادی مراد لیں تو اس وادی والے ہوئے۔

رس میں مفسرین کے مختلف قول ہیں کہ یہ کس نبی کی امت میں تھے۔

اکثر اس طرف ہیں کہ اصحاب رس بت پرست قوم تھی۔ جن کے پاس بہت سے کنویں تھے اور وہ اس سے کاشت کرتے اور مواشی کو پانی پلاتے تھے اور ان کی ہدایت کے لئے حضرت شعیب علیہ السلام معبوث ہوئے اس قوم نے آپ کی مخالفت کی اور سرکشی پر اتر آئی ایذائیں پہنچائیں آخرش قہر سماوی آیا اور ہلاک ہوگئے۔

یہ مقام عرب کے شمال ومغرب میں شام سے ملحق ہے۔

علامہ آلوسی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: كَمَا قَالَ الْقَتَادَةُ هُمْ اَهْلُ قَرْیَةٍ مِّنَ الْیَمَامَةِ یُقَالُ لَهَا الرَّسُّ وَالْفَلَجُ۔ یہ یمامہ کا ایک قریہ ہے جسے رس اور فلج کہتے ہیں۔ رس تو کنویں والی آبادی ہے اور فلج چھوٹی ندی والی آبادی۔

قِیْلَ قَتَلُوْا نَبِیَّهُمْ فَهَلَكُوْا۔ کہا جاتا ہے کہ اس قوم نے اپنے نبی کو قتل کیا تو ہلاک ہوگئی وَ هُمْ بَقِیَّةُ ثَمُوْدَ وَ قَوْمِ صَالِحٍ۔ اور یہ قوم ثمود اور قوم صالح سے بچی ہوئی قوم ہے۔

کعب مقاتل اور سدی کہتے ہیں: اَهْلُ بِئْرٍ یُقَالُ لَهُ الرَّسُّ بِاَنْطَاكِیَّةِ بِالشَّامِ قَتَلُوْا فِیْهَا صَاحِبَ یٰسٓ وَ هُوَ حَبِیْبُ النَّجَّارُ۔ کنویں جنہیں رس کہتے ہیں شام کے پاس انطاکیہ کی قوم ہے اس میں اس قوم نے حبیب نجار کو قتل کیا۔

ایک قول ہے کہ هُمْ قَوْمٌ قَتَلُوْا نَبِيَّهُمْ وَ رَسُّوْهُ فِيْ بِئْرٍ اَیْ دَسُّوْهُ فِيْهِ۔ یہ وہ قوم ہے جس نے اپنے نبی کو قتل کر کے کنویں میں ڈالا اور اسے پاٹ دیا۔

وہب اور کلبی رحمہما اللہ کہتے ہیں: اَصْحٰبُ الرَّسِّ وَاَصْحَابُ الْاَيْكَةِ قَوْمَانِ اُرْسِلَ اِلَيْهِمَا شُعَيْبُ وَكَانَ اَصْحَابُ الرَّسِّ قَوْمٌ مِّنْ عَبَدَةِ الْاَصْنَامِ وَاَصْحَابُ ابَارٍ وَّ مَوَاشِيْ فَدَعَاهُمْ اِلَى الْاِسْلَامِ فَتَمَادَوْا فِيْ طُغْيَانِهِمْ وَ فِيْ اِيْذَائِهٖ عَلَيْهِ السَّلَامُ فَبَيْنَمَا هُمْ حَوْلَ الرَّسِّ وَ هِيَ الْبِئْرُ غَيْرُ الْمَطْوِيَّةِ۔

اصحاب رس اور اصحاب ایکہ دو قومیں ہیں جن پر حضرت شعیب علیہ السلام مبعوث ہوئے تھے۔ اور اصحاب رس بت پرست قوم اور کنوؤں اور مواشی والی تھی تو آپ نے انہیں اسلام کی دعوت دی تو ان کی سرکشی اتنی بڑھی کہ ایذا شعیب علیہ السلام پر اتر آئے۔

ایسے حال میں کہ وہ کچے کنویں کے گرد جمع تھے کہ ہلاک ہوگئے مزید تصریح تفسیر میں ملاحظہ فرمائیں۔

وَقُرُوْنًۢا بَيْنَ ذٰلِكَ كَثِيْرًا۔ اور بہت سے زمانے گزر گئے جن میں رسول آئے اور سرکشی و عذاب کی وجہ سے مبتلائے عذاب ہوئے۔

وَكُلًّا ضَرَبْنَا لَهُ الْاَمْثَالَ ۫ وَكُلًّا تَبَّرْنَا تَتْبِيْرًا۔ اور جتنی قومیں گزریں سب کو مثال دے کر سمجھایا اور تمام ہی کو ہم نے ہلاک کر دیا۔

وَلَقَدْ اَتَوْا عَلَى الْقَرْيَةِ الَّتِيْٓ اُمْطِرَتْ مَطَرَ السَّوْءِ ۭ اَفَلَمْ يَكُوْنُوْا يَرَوْنَهَا ۚ بَلْ كَانُوْا لَا يَرْجُوْنَ نُشُوْرًا۔

اور بے شک یہ قریش مکہ اس گاؤں سے گزر چکے ہیں جن میں انبیاء کرام آئے اور سرکشی کی وجہ میں ان پر پتھر برسے جیسے حضرت لوط علیہ السلام کی قوم بحر مردار کے کنارے تھی جو الٹ دی گئی اور یہ لوگ شام کے سفر کرنے میں اسے دیکھتے ہیں اور عبرت نہ پکڑنے کی وجہ ہی یہ ہے کہ انہیں مر کر دوبارہ اٹھنے کی امید ہی نہیں ہے۔

اور اے محبوب آپ کے دلائل کے مقابلہ میں جب یہ عاجز آ جاتے ہیں تو

وَاِذَا رَاَوْكَ اِنْ يَّتَّخِذُوْنَكَ اِلَّا هُزُوًا ۭ۔ اور جب یہ آپ کو دیکھتے ہیں تو انہیں کچھ سمجھ میں نہیں آتا تو تمسخر ہی کرتے ہیں اور کہتے ہیں:

اَهٰذَا الَّذِيْ بَعَثَ اللّٰهُ رَسُوْلًا۔ کیا یہی وہ ہیں جسے اللہ نے رسول بنا کر بھیجا اور دلائل کی قوت سے عاجز آ کر کہتے ہیں۔

اِنْ كَادَ لَيُضِلُّنَا عَنْ اٰلِهَتِنَا لَوْلَآ اَنْ صَبَرْنَا عَلَيْهَا۔ اس نے تو قریب تھا کہ ہمیں ہمارے معبودوں سے گمراہ کر دیا ہوتا اگر ہم اپنی پرانی تعلیم اور ضد پر اڑے اور جمے نہ رہتے۔

اس کا جواب اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ ملا:

وَسَوْفَ يَعْلَمُوْنَ حِيْنَ يَرَوْنَ الْعَذَابَ مَنْ اَضَلُّ سَبِيْلًا۔ اور عنقریب یہ جان لیں گے جب عذاب دیکھیں گے کہ کون گمراہ تر ہے۔

اَرَءَيْتَ مَنِ اتَّخَذَ اِلٰهَهٗ هَوٰىهُ ۭ اَفَاَنْتَ تَكُوْنُ عَلَيْهِ وَكِيْلًا۔ اے محبوب آپ نے دیکھا اسے جس نے اپنی

خواہش نفسانی کو خدا ٹھہرالیا ہے (آپ پرواہ اور فکر نہ فرمائیں) کیا آپ ان کی ہدایت و گمراہی کے ذمہ دار ہیں۔ پھر ارشاد ہوتا ہے:

اَمْ تَحْسَبُ اَنَّ اَكْثَرَهُمْ يَسْمَعُوْنَ اَوْ يَعْقِلُوْنَ ؕ اِنْ هُمْ اِلَّا كَالْاَنْعَامِ بَلْ هُمْ اَضَلُّ سَبِيْلًا۔ اے محبوب آپ ان کی ظاہری جسم و جسمانیت سے اس گمان میں ہیں کہ اکثر ان کے سنتے سمجھتے ہیں اور حقیقت یہ ہے کہ یہ آدمی ہی نہیں ہیں بلکہ آدمی کی صورت میں چار پایوں جیسے ہیں بلکہ ان سے بھی گمراہ تر ہیں۔

اور چار پایہ چونکہ مکلف نہیں اس بنا پر فقط کالانعام فرمایا کہ جس شکل و شباہت میں یہ ہیں یہ صورت مکلف بالاحکام کی ہے ورنہ انہیں ان کی گمراہی پر اُولٰٓئِكَ كَالْاَنْعَامِ بَلْ هُمْ اَضَلُّ۔ فرمانا بجا ہے۔

مختصر تفسیر اردو چوتھا رکوع ۔ سورۃ فرقان ۔ پ ۱۹

وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ وَجَعَلْنَا مَعَهٗۤ اَخَاهُ هٰرُوْنَ وَزِيْرًا۔ اور بے شک دی ہم نے موسیٰ کو کتاب اور کیا ہم نے اس کے بھائی ہارون کو وزیر۔

یعنی اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو توریت عطا فرمائی اور بقول ثانی کتاب سے مراد حکم و نبوت ہے اور جَعَلْنَا مَعَهٗۤ اَخَاهُ هٰرُوْنَ وَزِيْرًا۔ ان کے بھائی کو ان کے ساتھ جن کا نام گرامی ہارون ہے وزیر بنایا۔

وزیر لغت میں کہتے ہیں: مَنْ يُّرْجِعُ اِلَيْهِ الْوِزْرُ وَهُوَ الْمَلْجَأُ۔ جس کی طرف تمام بوجھ رجوع ہو اور دوسرا رعیت ہے۔ وَالْوِزَارَةُ لَاتُنَافِي النُّبُوَّةَ فَقَدْ كَانَ يُبْعَثُ فِي الزَّمَنِ الْوَاحِدِ اَنْبِيَآءَ وَيُؤْمَرُوْنَ بِاَنْ يُّوَازِرَ بَعْضُهُمْ بَعْضًا۔ (نسفی)

وزارت منافی نبوت نہیں اس لئے کہ ایک وقت میں بہت سے نبی ہو چکے ہیں اور وہ اجراء احکام میں بعض بعض کے وزیر ہوتے تھے اور نبی بھی ہوتے تھے چنانچہ آلوسی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

وَلَا يُنَافِيْ هٰذَا قَوْلُهٗ تَعَالٰى وَ وَهَبْنَا لَهٗ اَخَاهُ هٰرُوْنَ نَبِيًّا لِاَنَّهٗ وَاِنْ كَانَ نَبِيًّا فَالشَّرِيْعَةُ لِمُوْسٰى عَلَيْهِ السَّلَامُ وَ هُوَ تَابِعٌ لَهٗ فِيْهَا كَمَا اِنَّ الْوَزِيْرَ مُتَّبِعٌ لِسُلْطَانِهٖ۔ کسی نبی کا کسی نبی کے ساتھ وزیر ہونا منافی نبوت نہیں بنابریں یہ آیت منافی وزارت ہارون نہیں وَوَهَبْنَا لَهٗ اَخَاهُ هٰرُوْنَ نَبِيًّا بنابریں اگرچہ ہارون علیہ السلام وزیر تھے مگر نبی بھی تھے۔

تو شریعت موسیٰ علیہ السلام کی تھی اور ہارون علیہ السلام ان کی شریعت کے تابع تھے جیسے وزیر تابع ہوتا ہے سلطان کا۔ (روح المعانی)

فَقُلْنَا اذْهَبَاۤ اِلَى الْقَوْمِ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا ؕ فَدَمَّرْنٰهُمْ تَدْمِيْرًا۔ تو ہم نے فرمایا تم دونوں اس قوم کی طرف جاؤ جس نے جھٹلائیں ہماری آیتیں تو ہلاک کیا ہم نے انہیں پورا ہلاک۔

وہ قوم فرعون اور خود فرعون تھا جس نے دلائل توحید جھٹلائے یا وہ نو معجزات جن کا تذکرہ دوسرے مقام پر ہے: وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسٰى تِسْعَ اٰيٰتٍۭ بَيِّنٰتٍ تو جب اس نے قوم سے کہا جس کا مفصل تذکرہ سورہ نازعات میں آئے گا: فَكَذَّبَ وَعَصٰى ۝۲۱ ثُمَّ اَدْبَرَ يَسْعٰى ۝۲۲ فَحَشَرَ فَنَادٰى ۝۲۳ فَقَالَ اَنَا رَبُّكُمُ الْاَعْلٰى اسے ایسی ہلاکت شدید میں ڈالا کہ اس کی

کیفیت بیان سے باہر ہے اسی بنا پر ارباب لغت کہتے ہیں کہ وَ اَصۡلُهٗ كَسۡرُ الشَّیۡءِ عَلٰی وَجۡهٍ لَّایُمۡكِنُ اِصۡلَاحُهٗ - تَدۡمِیۡرٌ۔ اصل میں کسی شے کو ایسا توڑنا کہ اس کی اصلاح ناممکن ہو جائے۔

تو مفہوم آیت یہ ہوا فَقُلۡنَا اذۡهَبَا اِلَی الۡقَوۡمِ فَذَهَبَا اِلَیۡهِمۡ وَدَعَوۡهُمۡ اِلَی الۡاِیۡمَانِ فَكَذَّبُوۡهُمَا وَاسۡتَمَرُّوۡا عَلٰی ذٰلِكَ فَدَمَّرۡنَا هُمۡ فَحَكَمۡنَا بِتَدۡمِیۡرِهِمۡ۔ ہم نے فرمایا اس قوم سرکش کی طرف جاؤ وہ گئے اور اسے ایمان کی طرف بلایا تو ان دونوں کو جھٹلایا اور اپنی جہالت پر اڑا رہا تو ہم نے ہلاک کر دیا اور حکم دیا کہ ان کی تدمیر ایسی ہو کہ پھر یہ اٹھ ہی نہ سکیں۔ پھر آپ سے قبل جو اقوام تھیں ان کے حالات کو مثال کے طور پر بیان فرمایا۔

وَقَوۡمَ نُوۡحٍ لَّمَّا كَذَّبُوا الرُّسُلَ اَغۡرَقۡنٰهُمۡ وَجَعَلۡنٰهُمۡ لِلنَّاسِ اٰیَةً ؕ وَاَعۡتَدۡنَا لِلظّٰلِمِیۡنَ عَذَابًا اَلِیۡمًا ۚ۔

اور قوم نوح نے جب جھٹلایا رسولوں کو تو غرق کر دیا ہم نے انہیں اور کیا ہم نے لوگوں کے لئے انہیں نشانی اور ظالموں کے لئے تیار کر رکھا ہے ہم نے دردناک عذاب۔

اس قوم پر حضرت نوح علیہ السلام ہی تشریف لائے تھے لیکن كَذَّبُوا الرُّسُلَ جمع کر کے اس لئے فرمایا کہ تَكۡذِیۡبُهٗ عَلَیۡهِ السَّلَامُ تَكۡذِیۡبٌ لِلۡكُلِّ لِاِتِّفَاقِهِمۡ عَلَی التَّوۡحِیۡدِ۔ حضرت نوح علیہ السلام کی تکذیب تمام انبیاء کی تکذیب ہے اس لئے کہ ان کا توحید الٰہی پر اتفاق تھا۔

اور لوگوں کے لئے نشان بایں اعتبار کہ ان کا قصہ سن کر عبرت پکڑیں یہ زبردست نشانیاں ہیں پھر اسی پر عطف فرما کر ارشاد ہے:

وَّعَادًا وَّثَمُوۡدَاۡ وَاَصۡحٰبَ الرَّسِّ وَقُرُوۡنًۢا بَیۡنَ ذٰلِكَ كَثِیۡرًا۔ اور ایسے ہی ہلاک کیا ہم نے عاد و ثمود کو عذاب میں مبتلا کیا اور اصحاب رس کو اور بہت سے گروہ اس کے درمیان ہلاک ہوئے۔

اصحاب رس کی مختصر وضاحت خلاصہ تفسیر میں ہو چکی ہے اب مفصل پڑھئے۔ اس کے متعلق اٹھارہ اقوال ہیں:

۱- قتادہ رحمہ اللہ کہتے ہیں وہ یمامہ کے ایک گاؤں والے تھے جسے رس کہتے ہیں اور فلج بھی اس کا نام ہے رس تو کنواں ہے اور فلج چھوٹی نہر۔ اور کہتے ہیں کہ انہوں نے اپنے نبی کو قتل کیا تو یہ ہلاک ہوئے اور یہ ثمود قوم صالح علیہ السلام کے بقیہ لوگ تھے۔

۲- اور کعب اور مقاتل وسدی رحمہم اللہ کہتے ہیں یہ کنویں والی قوم تھی انطاکیہ میں جو شام کے پاس ہے انہوں نے ظہور اسلام کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک صحابی حبیب نجار کو بھی قتل کیا تھا۔

۳- ایک قول یہ ہے کہ یہ وہ قوم ہے جس نے اپنے نبی کو قتل کر کے کنویں میں ڈالا اور اس کنویں کو پاٹ دیا۔

۴- وہب اور کلبی رحمہما اللہ کہتے ہیں کہ اصحاب الرس اور ایکہ دو قومیں تھیں جن پر حضرت شعیب علیہ السلام مبعوث ہوئے تھے اصحاب رس بت پرست تھے اور کنویں چلا کر کھیتی باڑی کرتے اور اپنے مویشی پالتے آپ نے انہیں دعوت اسلام دی وہ قوم برہم ہو کر سرکشی وطغیان میں اتنی بڑھی کہ حضرت شعیب علیہ السلام کو ایذائیں دینے لگی ایک روز وہ اپنے کنویں کے گرد جمع تھے اور کنواں کچا تھا سب اس میں دھنس گئے۔

۵- ابی عبیدہ رحمہ اللہ کہتے ہیں یہ قوم درہم ودنانیر کی بڑی طامع تھی۔

۶- حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا قول ثعلبی نقل کرتے ہیں کہ یہ قوم ایک درخت پوجتی تھی جسے شاہ درخت کہتے تھے اور کنواں کھود کر معاش حاصل کرتی تھی۔

۷- ایک قول ہے کہ حضرت حنظلہ بن صفوان نبی (علیہ السلام) کی قوم تھی اور عنقاء کو پوجتی تھی۔ یہ جانور تمام پرندوں سے بڑا پرند ہے اور اس میں تمام رنگ ہوتے ہیں اور اسے عنقاء اس لئے کہتے تھے کہ وہ بڑی گردن والا پرند ہے اور یہ جبل فج اور منقص میں رہتا ہے اور یہ بچوں کو اچک لے جاتا ہے یہ قوم اس کے شکار سے اجتناب کرتی تھی کیونکہ وہ اس کا معبود تھا۔

۸- ایک قول ہے وہ نئی نویلی دلہن کو اچک لیتا تھا۔

۹- ایک قول ہے کہ اس کا گھونسلا مغرب شمس کے پاس ہوتا ہے اسی وجہ سے اسے عنقاء مغرب بھی کہتے ہیں۔ انہیں حضرت حنظلہ نے دعوت اسلام دی انہوں نے قبول نہ کی تو ان پر صاعقہ محرقہ پڑا تو وہ سب ہلاک ہو گئے۔

بعض کہتے ہیں کہ سرکشی میں انہوں نے حضرت حنظلہ علیہ السلام کو شہید کر دیا تو یہ ہلاک ہوئے۔

۱۰- یہ وہ قوم تھی کہ جب ان پر نبی مبعوث ہوا تو اسے کھا گئی۔

۱۱- ایک قول ہے کہ اس قوم کی عورتیں چپٹی کھیلتی تھیں۔

۱۲- ایک قول یہ ہے کہ یہ قوم ایسی تھی کہ جو نبی ان میں آیا اسے قتل کیا اور ان کی ہڈیاں کنویں میں ڈال دیں۔

۱۳- بعض کہتے ہیں اصحاب رس اصحاب الاخدود ہیں جن کا تذکرہ سورۃ بروج میں ہے۔

۱۴- ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: یہ کنواں آذربائیجان میں ہے۔

۱۵- ایک قول ہے کہ رس نجران یمن سے حضر موت تک ہے۔

۱۶- بعض کہتے ہیں بنی اسد کا پانی اور کھجور ہی رس کہلاتا ہے۔

۱۷- ایک قول ہے کہ رس ایک شہر کا نام ہے جو بلاد مشرق میں ہے یہاں اولاد یہوذا ابن یعقوب علیہ السلام سے ایک نبی تشریف لائے ایک مدت تک انہیں تبلیغ کی قوم جھٹلاتی رہی تو آپ نے اللہ تعالیٰ کے حضور اس کی شکایت کی۔ قوم نے کنواں کھود کر اس کے اندر انہیں ڈال دیا اور کہنے لگے ہمیں امید ہے کہ ہمارا رب ہم سے راضی ہو گیا۔

ایک روز انہیں رونے کی آواز آئی تو سب جمع ہوئے وہیں سب مر گئے اور بچے ہوؤں پر ایک کالا ابر آیا اور انہیں ایسا پگھلایا جیسے سیسہ پگھلتا ہے۔

۱۸- عکرمہ محمد بن کعب قرظی حدیث نبی کریم ﷺ سے واقعہ اصحاب رس بیان فرماتے ہیں: اِنَّ اَصْحَابَ الرَّسِّ اَخَذُوْا نَبِیَّھُمْ فَرَسُّوْہُ فِیْ بِئْرٍ وَاَطْبَقُوْا عَلَیْہِ صَخْرَۃً فَکَانَ عَبْدٌ اَسْوَدُ قَدْ اٰمَنَ بِہٖ یَجِیْءُ بِطَعَامٍ اِلَی الْبِئْرِ فَیُعِیْنُہُ اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی تِلْکَ الصَّخْرَۃِ فَیَرْفَعُھَا فَیُعْطِیْہِ مَا یُغْذِیْہِ بِہٖ ثُمَّ یَرُدُّ الصَّخْرَۃَ عَلٰی فَمِ الْبِئْرِ اِلٰی اَنْ ضَرَبَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی اُذُنِ ذَالِکَ الْاَسْوَدِ فَنَامَ اَرْبَعَ عَشَرَۃَ سَنَۃً۔

اصحاب رس نے اپنے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کو کنویں میں ڈال کر اوپر سے چٹان ڈھک دی تو ایک عبد اسود تھا جو ایمان لا چکا تھا وہ کھانا لاتا تو اللہ تعالیٰ اس کی مدد فرماتا وہ اس چٹان کو اٹھا لیتا اور کھانا پہنچا دیتا اور چٹان ویسے ہی ڈھک دیتا حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے اس عبد اسود کو چودہ سال سلا دیا پھر

وَاَخرَجَ اَھلُ القَریَۃِ نَبِیَّھُم فَاٰمَنُوْا بِہٖ۔ پھر اہل قریہ نے اپنے نبی کو کنویں سے نکالا پھر اس پر ایمان قبول کرلیا۔

آخر حدیث میں ہے اِنَّ ذَالِکَ الاَسوَدَ اَوَّلُ مَن یَّدخُلُ الجَنَّۃَ۔ یہ عبد اسود وہ ہے جو سب سے پہلے جنت میں داخل ہو۔

آلوسی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ دوسری روایتوں سے اس کی تطبیق یوں ممکن ہے کہ اہل الرس ایمان لے آئے ہوں اس کے بعد کفر کرنے لگے ہوں تو اللہ تعالیٰ نے ان کا ذکر مہلکین میں فرمایا۔ آگے ارشاد ہے:

وَقُرُوْنًا بَیْنَ ذٰلِكَ كَثِیْرًا۔ اور بہت سی جماعتیں اس مدت میں گزریں۔

اس پر آلوسی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: وَلَا یَبعُدُ اَن یَّکُونَ قَد عَلِمَ رَسُولُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیہِ وَسَلَّمَ مِقدَارَھَا وَقَولُہٗ تَعَالٰی وَرسلاً لَّم نَقصُصھُم عَلَیکَ لَیسَ نَصًّا فِی نَفیِ العِلمِ بِالمِقدَارِ۔ اور کچھ بعید نہیں یہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان مہلکین کی مقدار جانتے ہوں اور وَرسلاً لَّم نَقصُصھُم عَلَیکَ اس پر نفی علم کی نص نہیں ہو سکتی کہ حضور کو ان کی مقدار نہ معلوم ہو۔

وَكُلًّا ضَرَبْنَا لَهُ الْاَمْثَالَ٘ وَكُلًّا تَبَّرْنَا تَتْبِیْرًا۔ اور سب کے لئے ہم نے مثالیں دیں اور سب ہی کو ہم نے کوٹ کر مٹا دیا۔

یعنی اَی ذَکَرنَا وَاَنذَرنَا کُلَّ وَاحِدٍ مِّنَ المَذکُورِینَ۔ جتنی ہلاک شدہ اقوام ہیں سب کو ہم نے ڈر سنایا اور دعوت ہدایت دی۔

اَی بَیَّنَّا لِکُلٍّ القَصَصَ العَجِیبَۃَ الزَّاجِرَ عَمَّا ھُم عَلَیہِ مِنَ الکُفرِ وَالمَعَاصِی بِوَاسِطَۃِ الرُّسُلِ عَلَیھِمُ السَّلَامُ۔ یعنی واضح طور پر سرکشوں کی سرکشی کے حالات اور ان کے کفر و معاصی بیان فرمادیئے اور جب وہ نہ مانے تو كُلًّا تَبَّرْنَا تَتْبِیْرًا سب کو ہلاک کردیا۔

اَصلُ التَّبرِ التَّفتِیتُ۔ تبر اصل میں ریزہ ریزہ کرنے کو کہتے ہیں۔

قَالَ الزُّجَاجُ کُلُّ شَیءٍ کَسَّرتَہٗ وَ فَتَّتَّہٗ فَقَد تَبَّرتَہٗ۔ ہر وہ شے جو توڑ کر ریزہ ریزہ کردی جائے وہ تتبیر ہے۔

وَ مِنہُ التِّبرُ لِفُتَاتِ الذَّھَبِ وَالفِضَّۃِ۔ اور اسی سے تبر ہے جب کہ سونے اور چاندی کو کوٹ کر پترا کیا جائے۔

وَالمُرَادُ بِہِ التَّمزِیقُ وَالاِھلَاکُ اَی اَھلَکنَا کُلَّ وَاحِدٍ مِّنھُم اِھلَاکًا عَجِیبًا۔ اور اس سے مراد اس قوم کا عجیب شان سے ہلاک کرنا ہے۔

اس کے بعد قریش مکہ کو ارشاد ہے کہ تم بھی دیکھ چکے ہو ان علاقوں کو جن پر عذاب آئے ہیں۔

وَلَقَدْ اَتَوْا عَلَى الْقَرْیَةِ الَّتِیْۤ اُمْطِرَتْ مَطَرَ السَّوْءِؕ اَفَلَمْ یَكُوْنُوْا یَرَوْنَهَاۚ بَلْ كَانُوْا لَا یَرْجُوْنَ نُشُوْرًا۔ اور بے شک وہ آچکے ہیں ان قریوں پر جن پر عذاب کی بارش ہوئی کیا انہوں نے نہ دیکھا بلکہ وہ اپنے کفر کی ضد میں مر کر اٹھنے کی امید نہیں رکھتے۔

یہ سدوم کا ذکر ہے جو سب سے بڑی آبادی قوم لوط کی تھی۔ اس بستی کو ان کے حاکم و قاضی کے نام کی نسبت سے سدوم کہتے تھے۔ اس بستی میں قوم لوط آباد تھی۔ جسے اللہ تعالیٰ نے اول پتھروں کی بارش سے ہلاک کیا جسے مَطَرَ السَّوْءِ فرمایا۔ اسی

طرح دوسری بستیاں بھی ہلاک ہوئیں۔
یہ پانچ بستیاں تھیں جن میں سے چار ہلاک کی گئیں اور ایک بستی جسے زغر کہتے تھے ہلاکت سے محفوظ رہی اس لئے کہ اس بستی والے عمل خبیث سے مجتنب تھے۔ کمال قال ابن عباس رضی اللہ عنہما۔
تو ارشاد ہوا کیا ان بستیوں کو بحیرۂ کاہل کے پاس ہلاک شدہ نہ دیکھا ضرور دیکھا مگر وہ مرنے کے بعد کا یقین ہی نہیں رکھتے کہ وہ مر کر اٹھیں گے۔
اب جبکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی براہین قاطعہ اور دلائل ساطعہ کے جواب سے مشرکین عاجز آ گئے تو استہزاء اور لایعنی باتیں بنانے لگے چنانچہ ارشاد ہے:
وَ اِذَا رَاَوْكَ اِنْ یَّتَّخِذُوْنَكَ اِلَّا هُزُوًا ؕ اَهٰذَا الَّذِیْ بَعَثَ اللّٰهُ رَسُوْلًا ۔ اور جب وہ آپ کو دیکھتے ہیں کچھ بھی نہیں آتی سوا اس کے کہ استہزاء کریں (اور کہیں) کیا یہی ہیں جنہیں اللہ نے رسول بنا کر بھیجا۔
آلوسی فرماتے ہیں رح: وَ قَائِلُ ذَالِکَ اَبُوْ جَهْلٍ وَ مَنْ مَّعَهٗ۔ یہ بات کہنے والا ابو جہل اور اس کی جماعت تھی۔
وَرُوِیَ اَنَّ الْاٰیَةَ فِیْهِ۔ ایک روایت میں ہے کہ یہ آیت ابو جہل کے حق میں ہی اتری۔ اور حق بات بھی منہ سے نکل گئی جو اگلی آیتوں میں ہے گویا یہ بھی کہتے تھے کہ ان کے دلائل اتنے واضح اور روشن ہیں کہ اگر ہم اپنی ہٹ دھرمی پر نہ جمے رہیں تو یقیناً یہ ہم سے ہمارا دین ترک کرا دیں۔ حیث قال
اِنْ كَادَ لَیُضِلُّنَا عَنْ اٰلِهَتِنَا لَوْ لَاۤ اَنْ صَبَرْنَا عَلَیْهَا ؕ وَ سَوْفَ یَعْلَمُوْنَ حِیْنَ یَرَوْنَ الْعَذَابَ مَنْ اَضَلُّ سَبِیْلًا۔ یہاں یہ اِنْ مخففہ ہے گویا عبارت یہ ہوئی: اِنَّهٗ كَادَ لِیَصْرِفَنَا عَنْ عِبَادَتِهَا صَرْفًا كُلِّیًّا بِحَیْثُ یُبْعِدُنَا عَنْهَا لَا عَنْ عِبَادَتِهَا فَقَطْ۔
یعنی مشرکین بولے بے شک وہ (ایسے دلائل باہرہ سے ہمارے مقابل ہیں) کہ یقیناً ہمیں ان کی عبادت سے ایسا منحرف کر دیتے کہ ہم اپنے بتوں ہی سے دور ہو جاتے نہ کہ فقط ان کی عبادت سے اگر ہم جمے نہ رہتے اپنی پرانی تعلیم پر۔
گویا یہ انہیں اعتراف تھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم دعوت توحید میں اظہار معجزات میں ہم پر کامیاب ہیں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اقامت حجت اور اظہار بینات اس امر کا مقتضی ہے کہ وہ ہمیں ہمارے دین میں نہ رہنے دیں لیکن اس پر اپنے عناد میں بولے: لَیُضِلُّنَا گمراہ کر دیں ہمیں۔
اس کا جواب دیا گیا: وَ سَوْفَ یَعْلَمُوْنَ حِیْنَ یَرَوْنَ الْعَذَابَ مَنْ اَضَلُّ سَبِیْلًا۔ عنقریب یہ جان لیں گے جب عذاب دیکھیں گے کہ کون گمراہ تر ہے۔ یعنی مرنے کے بعد ان پر واضح ہو جائے گا کہ گمراہ یہ خود تھے یا ہمارے حبیب جن کی شان میں یہ بک رہے ہیں۔
اب تحییاً جناب مصطفیٰ علیہ التحیہ والثنا کو مخاطب فرما کر ان کی شفاعت حال اور حکایت قبائح اور اقوال و افعال بیان فرمائے جا رہے ہیں چنانچہ ارشاد ہے:
اَرَءَیْتَ مَنِ اتَّخَذَ اِلٰهَهٗ هَوٰىهُ ؕ اَفَاَنْتَ تَكُوْنُ عَلَیْهِ وَكِیْلًا۔ کیا دیکھا آپ نے جس نے اپنی خواہشوں کو خدا بنا رکھا ہے تو کیا آپ ان کے وکیل و محافظ ہیں۔

یعنی ان کا ہدایت پر آنا اور ہدایت پانا آپ کے ذمہ پر نہیں۔ یہ آیت حارث بن قیس سہمی کے لئے نازل ہوئی اس کا یہ حال تھا کہ جو پتھر ابھرا ہوا پاتا اسے پوجنے لگتا تھا۔

ابن ابی حاتم، ابن مردویہ رحمہما اللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے راوی ہیں آپ نے فرمایا یہ ایسے لوگ تھے کہ سپید پتھر کو ایک مدت تک پوجتے رہتے جب اس سے اچھا پتھر مل جاتا اسے پوجنے لگتے اور پہلے پتھر کو پھینک دیتے تو یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔ ابن منذر اور ابن ابی حاتم رحمہما اللہ بھی ایسا ہی روایت کرتے ہیں۔

تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ذمہ داری ہٹائی گئی اور فرمایا: اَفَاَنْتَ تَكُوْنُ عَلَيْهِ وَكِيْلًا - لِاسْتِبْعَادِ كَوْنِهٖ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَفِيْظًا عَلٰى هٰذَا الْمُتَّخِذِ يَزْجُرُهٗ عَمَّا هُوَ عَلَيْهِ مِنَ الضَّلَالِ وَ يُرْشِدُهٗ اِلَى الْحَقِّ طَوْعًا اَوْ كَرْهًا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس سے اس ذمہ داری کا استبعاد کیا گیا کہ وہ ان کے نگہبان ہوں یا انہیں زجر فرما کر انہیں ضلالت سے نکالیں اور طوعاً و کرہاً ہدایت پر لائیں۔ پھر ارشاد ہوا۔

اَمْ تَحْسَبُ اَنَّ اَكْثَرَهُمْ يَسْمَعُوْنَ اَوْ يَعْقِلُوْنَ ؕ اِنْ هُمْ اِلَّا كَالْاَنْعَامِ بَلْ هُمْ اَضَلُّ سَبِيْلًا ﴿۴۴﴾۔

کیا آپ یہ گمان فرمار ہے ہیں کہ ان کے اکثر سنتے اور عقل سے سمجھتے ہیں یہ تو نہیں مگر مثل چوپایوں کے ہیں بلکہ ان سے بھی گمراہ تر ہیں۔

یہاں استفہام انکاری ہے یعنی ان کے سننے اور عقلمند چالاک ہونے سے یہ گمان نہ فرمائیں یہ تو نرے جانور ہیں بلکہ ان سے بھی گئے گزرے۔ اس لئے کہ جانور اپنے رب کی تسبیح کرتے ہیں اور جو انہیں کھانے کو دے اس کے مطیع رہتے ہیں اور احسان کرنے والے کو پہچانتے ہیں تکلیف دینے والے سے گھبراتے ہیں مفید و مضر کو سمجھتے ہیں چراگاہوں کی راہیں جانتے ہیں۔ اور یہ وہ ہیں کہ شیطان جیسے دشمن کی ضرر رسانی کو نہیں سمجھتے اور ثواب جیسی عظیم المنفعت چیز کی طرف ملتفت تو کہاں اس کا مذاق اڑاتے اور استہزاء کرتے ہیں۔

بامحاورہ ترجمہ پانچواں رکوع - سورۃ فرقان - پ ۱۹

اَلَمْ تَرَ اِلٰى رَبِّكَ كَيْفَ مَدَّ الظِّلَّ ۚ وَلَوْ شَآءَ لَجَعَلَهٗ سَاكِنًا ۚ ثُمَّ جَعَلْنَا الشَّمْسَ عَلَيْهِ دَلِيْلًا ﴿۴۵﴾	اے محبوب کیا نہ دیکھا تم نے اپنے رب کو کہ کیسا پھیلایا سایہ اور اگر چاہتا تو اسے کر دیتا ٹھہرا ہوا پھر کیا ہم نے سورج کو اس پر دلیل
ثُمَّ قَبَضْنٰهُ اِلَيْنَا قَبْضًا يَّسِيْرًا ﴿۴۶﴾	پھر سمیٹا اس سورج کو اپنی طرف آہستہ آہستہ
وَهُوَ الَّذِيْ جَعَلَ لَكُمُ الَّيْلَ لِبَاسًا وَّالنَّوْمَ سُبَاتًا وَّجَعَلَ النَّهَارَ نُشُوْرًا ﴿۴۷﴾	اور وہی ہے وہ جس نے کیا تمہارے لئے رات کو پردہ اور نیند کو آرام اور کیا دن کو اٹھنے کے لئے
وَهُوَ الَّذِيْۤ اَرْسَلَ الرِّيٰحَ بُشْرًۢا بَيْنَ يَدَيْ رَحْمَتِهٖ ۚ وَاَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَآءِ مَآءً طَهُوْرًا ﴿۴۸﴾	اور وہی ہے وہ جس نے بھیجی ہوائیں مژدہ دیتی جس کے آگے اس کی رحمت ہے اور برسایا ہم نے آسمان سے پانی پاک

لِّنُحْیِ بِهٖ بَلْدَةً مَّیْتًا وَّ نُسْقِیَهٗ مِمَّا خَلَقْنَاۤ اَنْعَامًا وَّ اَنَاسِیَّ كَثِیْرًا ﴿۴۹﴾

تاکہ ہم زندہ کریں اس سے کسی مردہ شہر کو اور پلائیں وہ پانی اپنے پیدا کئے ہوئے چوپایوں اور سب بے شمار آدمیوں کو

وَ لَقَدْ صَرَّفْنٰهُ بَیْنَهُمْ لِیَذَّكَّرُوْا ۖ فَاَبٰۤى اَكْثَرُ النَّاسِ اِلَّا كُفُوْرًا ﴿۵۰﴾

اور بے شک ہم نے پھیرے رکھے اس پانی میں کہ ہدایت پائیں تو انکار کیا بہت سے لوگوں نے مگر ناشکری کا

وَ لَوْ شِئْنَا لَبَعَثْنَا فِیْ كُلِّ قَرْیَةٍ نَّذِیْرًا ﴿۵۱﴾

اور اگر ہم چاہتے تو بھیجتے ہر بستی میں ڈر سنانے والا

فَلَا تُطِعِ الْكٰفِرِیْنَ وَ جَاهِدْهُمْ بِهٖ جِهَادًا كَبِیْرًا ﴿۵۲﴾

تو نہ مانو کافروں کا کہنا اور جہاد کرو ان پر بڑا جہاد

وَ هُوَ الَّذِیْ مَرَجَ الْبَحْرَیْنِ هٰذَا عَذْبٌ فُرَاتٌ وَّ هٰذَا مِلْحٌ اُجَاجٌ ۚ وَ جَعَلَ بَیْنَهُمَا بَرْزَخًا وَّ حِجْرًا مَّحْجُوْرًا ﴿۵۳﴾

اور وہی ہے جس نے دو سمندر ملے ہوئے رواں کئے یہ ہے میٹھا نہایت شیریں اور یہ کھاری ہے نہایت تلخ اور کیا ان دونوں میں پردہ اور آڑ روکی ہوئی

وَ هُوَ الَّذِیْ خَلَقَ مِنَ الْمَآءِ بَشَرًا فَجَعَلَهٗ نَسَبًا وَّ صِهْرًا ؕ وَ كَانَ رَبُّكَ قَدِیْرًا ﴿۵۴﴾

اور وہی ہے جس نے پیدا کیا پانی سے بشر تو کیا اس کا نسب اور سسرال اور تمہارا رب قدرت والا ہے

وَ یَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا یَنْفَعُهُمْ وَ لَا یَضُرُّهُمْ ؕ وَ كَانَ الْكَافِرُ عَلٰى رَبِّهٖ ظَهِیْرًا ﴿۵۵﴾

اور پوجتے ہیں اللہ کے سوا ایسی چیز کو جو نہ نفع دے انہیں اور نہ نقصان دے سکے انہیں اور کافر تو اپنے رب کے مقابل شیطان کو مدد دیتا ہے

وَ مَاۤ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا مُبَشِّرًا وَّ نَذِیْرًا ﴿۵۶﴾

اور نہ بھیجا ہم نے تمہیں مگر بشارت دینے والا اور ڈر سنانے والا

قُلْ مَاۤ اَسْــٴَـلُكُمْ عَلَیْهِ مِنْ اَجْرٍ اِلَّا مَنْ شَآءَ اَنْ یَّتَّخِذَ اِلٰى رَبِّهٖ سَبِیْلًا ﴿۵۷﴾

فرما دیجئے نہیں مانگتا میں اس تبلیغ پر کوئی بدلہ مگر جو راستہ چاہے اپنے رب کی طرف راہ لے

وَ تَوَكَّلْ عَلَى الْحَیِّ الَّذِیْ لَا یَمُوْتُ وَ سَبِّحْ بِحَمْدِهٖ ؕ وَ كَفٰى بِهٖ بِذُنُوْبِ عِبَادِهٖ خَبِیْرًا ﴿۵۸﴾

اور بھروسہ کرو اس حی قدیم کا جو نہ مرے گا اور تسبیح کرو اس کی پاکی کی بولو اور وہ کافی ہے اپنے بندوں کے گناہ پر خبردار

الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ وَ مَا بَیْنَهُمَا فِیْ سِتَّةِ اَیَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ ۛ اَلرَّحْمٰنُ فَسْــٴَـلْ بِهٖ خَبِیْرًا ﴿۵۹﴾

جس نے آسمانوں کو پیدا کیا اور زمین کو اور جو کچھ اس میں ہے سب چھ دن میں بنائے پھر عرش کی طرف استوا کیا رحمٰن ہے وہ تو پوچھو جاننے والے سے

وَ اِذَا قِیْلَ لَهُمُ اسْجُدُوْا لِلرَّحْمٰنِ قَالُوْا وَ مَا الرَّحْمٰنُ ۗ اَنَسْجُدُ لِمَا تَاْمُرُنَا وَ زَادَهُمْ نُفُوْرًا ﴿۶۰﴾

اور جب کہا جائے سجدہ کرو رحمٰن کو تو بولتے ہیں کیا ہے؟ رحمٰن کیا ہم سجدہ کریں جسے تم کہو اور ان کا تنفر اور بڑھ گیا

حل لغات پانچواں رکوع-سورۃ فرقان-پ ١٩

اَلَمْ-کیا نہ	تَرَ-دیکھا تو نے	اِلٰی-طرف	رَبِّکَ-اپنے رب کی
کَیْفَ-کس طرح	مَدَّ-لمبا کیا	الظِّلَّ-سائے کو	وَ-اور
لَوْ-اگر	شَآءَ-چاہتا	لَجَعَلَهٗ-تو کرتا اسے	سَاکِنًا-ٹھہرا ہوا
ثُمَّ-پھر	جَعَلْنَا-بنایا ہم نے	الشَّمْسَ-سورج کو	عَلَیْهِ-اس پر
دَلِیْلًا-دلیل	ثُمَّ-پھر	قَبَضْنٰهُ-سمیٹ لیا ہم نے اس کو	
اِلَیْنَا-اپنی طرف	قَبْضًا-سمیٹنا	یَّسِیْرًا-آہستہ آہستہ	وَ-اور
هُوَ-وہ	الَّذِیْ-وہ ہے جس نے	جَعَلَ-بنایا	لَکُمُ-تمہارے لئے
الَّیْلَ-رات کو	لِبَاسًا-لباس	وَّ-اور	النَّوْمَ-نیند کو
سُبَاتًا-آرام	وَّ-اور	جَعَلَ-بنایا	النَّهَارَ-دن کو
نُشُوْرًا-اٹھنے کے لئے	وَ-اور	هُوَ-وہ	الَّذِیْٓ-وہ ہے جس نے
اَرْسَلَ-بھیجا	الرِّیٰحَ-ہواؤں کو	بُشْرًا-خوشخبری دیتی	بَیْنَ یَدَیْ-پہلے
رَحْمَتِهٖ-اس کی رحمت سے	وَ-اور	اَنْزَلْنَا-اتارا ہم نے	مِنَ السَّمَآءِ-آسمان سے
مَآءً-پانی	طَهُوْرًا-پاک	لِّنُحْیِ-تا کہ ہم زندہ کریں	بِهٖ-اس کے ساتھ
بَلْدَةً-شہر	مَّیْتًا-مردہ کو	وَّ-اور	نُسْقِیَهٗ-پلائیں وہ پانی
مِمَّا-ان کو جو	خَلَقْنَآ-پیدا کئے ہم نے	اَنْعَامًا-چار پائے	وَّ-اور
اَنَاسِیَّ-آدمی	کَثِیْرًا-بہت	وَ-اور	لَقَدْ-بے شک
صَرَّفْنٰهُ-پھیرا اس کو ہم نے	بَیْنَهُمْ-ان میں	لِیَذَّکَّرُوْا-تا کہ نصیحت لیں	فَاَبٰٓی-تو انکار کیا
اَکْثَرُ-اکثر	النَّاسِ-لوگوں نے	اِلَّا-مگر	کُفُوْرًا-کفر کا
وَ-اور	لَوْ-اگر	شِئْنَا-ہم چاہتے تو	لَبَعَثْنَا-بھیجتے
فِیْ-بیچ	کُلِّ-ہر	قَرْیَةٍ-بستی میں	نَّذِیْرًا-ڈرانے والا
فَلَا-تو نہ	تُطِعِ-کہا مان	الْکٰفِرِیْنَ-کافروں کا	وَ-اور
جَاهِدْهُمْ-جہاد کر ان سے	بِهٖ-اس کے ساتھ	جِهَادًا-جہاد	کَبِیْرًا-بڑا
وَ-اور	هُوَ-وہ	الَّذِیْ-وہ ہے جس نے	مَرَجَ-چلایا
الْبَحْرَیْنِ-دو دریاؤں کو	هٰذَا-یہ	عَذْبٌ-میٹھا ہے	فُرَاتٌ-خوشگوار
وَّ-اور	هٰذَا-یہ	مِلْحٌ-نمکین ہے	اُجَاجٌ-کڑوا
وَ-اور	جَعَلَ-بنایا	بَیْنَهُمَا-ان کے درمیان	بَرْزَخًا-پردہ

وَ۔اور	حِجْرًا۔آڑ	مَّحْجُوْرًا۔روکی ہوئی	وَ۔اور
هُوَ۔وہ	الَّذِيْ۔وہ ہے جس نے	خَلَقَ۔پیدا کیا	مِنَ الْمَآءِ۔پانی سے
بَشَرًا۔آدمی	فَجَعَلَهٗ۔تو کیا اس کے لئے	نَسَبًا۔نسب	وَ۔اور
صِهْرًا۔سسرال	وَ۔اور	كَانَ۔ہے	رَبُّكَ۔تیرا رب
قَدِيْرًا۔قدرت والا	وَ۔اور	يَعْبُدُوْنَ۔پوجتے ہیں	مِنْ دُوْنِ۔سوائے
اللّٰهِ۔اللہ کے ان کو	مَا۔جو	لَا۔نہ	يَنْفَعُهُمْ۔نفع دے انہیں
۔کچھ	وَ۔اور	لَا۔نہ	يَضُرُّهُمْ۔نقصان دے ان کو
وَ۔اور	كَانَ۔ہے	الْكَافِرُ۔کافر	عَلٰى۔اوپر
رَبِّهٖ۔اپنے رب کے	ظَهِيْرًا۔مددگار	وَ۔اور	مَآ۔نہیں
اَرْسَلْنٰكَ۔بھیجا ہم نے آپ کو		اِلَّا۔مگر	مُبَشِّرًا۔خوشخبری دیتا
وَ۔اور	نَذِيْرًا۔ڈراتا	قُلْ۔کہہ	مَآ۔نہیں
اَسْئَلُكُمْ۔مانگتا میں تم سے	عَلَيْهِ۔اس پر	مِنْ اَجْرٍ۔کوئی مزدوری	اِلَّا۔مگر
مَنْ۔جو	شَآءَ۔چاہے	اَنْ۔یہ کہ	يَّتَّخِذَ۔پکڑے
اِلٰى۔طرف	رَبِّهٖ۔اپنے رب کی	سَبِيْلًا۔راہ	وَ۔اور
تَوَكَّلْ۔بھروسہ کر	عَلَى۔اوپر	الْحَيِّ۔زندہ کے	الَّذِيْ۔وہ جو
لَا۔نہ	يَمُوْتُ۔مرے	وَ۔اور	سَبِّحْ۔پاکی بول
بِحَمْدِهٖ۔اس کی حمد کی	وَ۔اور	كَفٰى۔کافی ہے	بِهٖ۔وہ
بِذُنُوْبِ۔گناہوں	عِبَادِهٖ۔اپنے بندوں سے	خَبِيْرًا۔خبردار	الَّذِيْ۔وہ جس نے
خَلَقَ۔پیدا کیا	السَّمٰوٰتِ۔آسمانوں	وَ۔اور	الْاَرْضَ۔زمین کو
وَ۔اور	مَا۔جو	بَيْنَهُمَا۔ان کے درمیان ہے	فِيْ۔بیچ
سِتَّةِ۔چھ	اَيَّامٍ۔دنوں کے	ثُمَّ۔پھر	اسْتَوٰى۔قرار پکڑا
عَلَى۔اوپر	الْعَرْشِ۔عرش کے	اَلرَّحْمٰنُ۔وہ رحمٰن ہے	فَسْئَلْ۔تو پوچھ
بِهٖ۔اس کے متعلق	خَبِيْرًا۔خبر والے سے	وَ۔اور	اِذَا۔جب
قِيْلَ۔کہا جائے	لَهُمُ۔ان کو	اسْجُدُوْا۔سجدہ کرو	لِلرَّحْمٰنِ۔رحمٰن کو
قَالُوْا۔بولے	وَ۔اور	مَا۔کیا ہے	الرَّحْمٰنُ۔رحمٰن
اَ۔کیا	نَسْجُدُ۔ہم سجدہ کریں	لِمَا۔اس کو جو	تَاْمُرُنَا۔تو حکم دے ہم کو
وَ۔اور	زَادَ۔زیادہ ہوتی ہے	هُمْ۔ان کو	نُفُوْرًا۔نفرت

خلاصہ تفسیر پانچواں رکوع - سورۃ فرقان - پ ۱۹

متلوہ رکوع میں مشرکین کے شبہات کا رد فرما کر ان کی کج روی کا نتیجہ انبیاء کرام کی تکذیب کا انجام دکھا کر اب یہ چند دلائل توحید اور کمال قدرت کے نظائر شروع فرمائے اور ارشاد ہوا:

اَلَمْ تَرَ اِلٰى رَبِّكَ كَيْفَ مَدَّ الظِّلَّ۔

یہ پہلی دلیل ہے کہ تمہارے رب نے اس عالم حس میں نورانی اجسام پیدا کئے جنہیں چاند، سورج، ستارے آگ کی صورت میں ظاہر فرمایا۔

دوسرے یہ کہ سایہ کا کم زیادہ ہونا یہ بھی وجود الٰہی عزوجل کی دلیل ہے اگرچہ ظاہر سبب اس کا آفتاب ہے مگر آفتاب کے وجود کا سبب وہی رب الارباب ہے تو اَلَمْ تَرَ اِلٰى رَبِّكَ فرمانا ہی بجا ہے اس لئے کہ اگر وہ چاہتا تو سائے کو ایک ایسی چیز کر دیتا جسے آفتاب سے کچھ تعلق نہ ہوتا تو وہ قادر تھا لیکن آفتاب سے اس سایہ کو متعلق کیا جب وہ طلوع ہوا اور دوپہر تک سر پر آیا تو سایہ بھی آہستہ آہستہ ڈھلتا گیا پھر شام کے قریب خود سورج بھی سمٹ کر غروب ہو جاتا ہے اور ظلمت شب

تیسری دلیل ظاہر ہو جاتی ہے چنانچہ فرمایا:

وَلَوْ شَآءَ لَجَعَلَهٗ سَاكِنًا۔ اگر وہ چاہتا تو اسے ساکن کر دیتا اس میں گھٹنے بڑھنے کی استعداد نہ پیدا فرماتا۔ چنانچہ فرمایا:

ثُمَّ جَعَلْنَا الشَّمْسَ عَلَيْهِ دَلِيْلًا ﴿۴۵﴾ ثُمَّ قَبَضْنٰهُ اِلَيْنَا قَبْضًا يَّسِيْرًا ﴿۴۶﴾۔ اور پھر ہم نے سورج کو اس سایہ کے لئے دلیل بنا کر پھر اسے آہستہ آہستہ سمیٹا۔

پھر چوتھی دلیل بیان فرمائی وَهُوَ الَّذِيْ جَعَلَ لَكُمُ الَّيْلَ لِبَاسًا وَّالنَّوْمَ سُبَاتًا وَّجَعَلَ النَّهَارَ نُشُوْرًا ﴿۴۷﴾۔ وہی ذات قادر مطلق ہے جس نے تمہارے لئے رات بنائی اور تمہارا پردہ کیا۔

اور پانچویں دلیل یہ کہ نیند تمہارے تازہ دم ہونے کے لئے رکھی اور

چھٹی دلیل قدرت یہ کہ دن تمہارے تروتازہ ہو کر اٹھنے اور کاروبار معاش میں لگنے کے لئے بنا دیا چنانچہ وَالسُّبَاتُ الرَّاحَةُ اس کی تعریف ہے اور اسی سے یوم السبت ہے جس کے معنی یوم الراحۃ کے ہیں اس لئے کہ اس دن کاروبار سے اہل کتاب فارغ رہتے۔ (قرآن)

پھر ساتویں دلیل وَهُوَ الَّذِيْٓ اَرْسَلَ الرِّيٰحَ بُشْرًاۢ بَيْنَ يَدَيْ رَحْمَتِهٖ۔ وہی ہے جو بھیجتا ہے وہ ہوا جس کے آگے بشارت اور رحمت ہوتی ہے جیسا کہ سب دیکھتے ہیں پانی برسنے سے پہلے ہوا چلتی ہے جو بادلوں کو جمع کرتی ہے اس سے اس امر کی بشارت ہوتی ہے کہ اب پانی برسے گا۔ یہاں رحمت سے مراد باران رحمت ہے۔

پھر آٹھویں دلیل یہ کہ وہ پانی برسا کر اس سے مردہ بنجر زمین کو سرسبز و شاداب کر کے زندہ کر دیتا ہے چنانچہ ارشاد ہے:

وَاَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَآءِ مَآءً طَهُوْرًا ﴿۴۸﴾ لِّنُحْیِۦَ بِهٖ بَلْدَةً مَّيْتًا وَّنُسْقِيَهٗ مِمَّا خَلَقْنَآ اَنْعَامًا وَّاَنَاسِيَّ كَثِيْرًا ﴿۴۹﴾۔

اور نازل کیا ہم نے آسمان سے پانی پاک تاکہ زندہ کریں ہم اس کے ساتھ مردے ہوئے شہر اور پلائیں ہم انہیں جو پیدا کئے ہم نے چارپائے اور بہت سے لوگ۔

بشرا جمع ہے بشیر کی اور رحمت سے مراد بارش ہے تو اس میں بارش آنے سے پہلے جو ہوا آتی ہے وہ بارش کا مژدہ دیتی ہے

اور اسی سے بادل اٹھتے ہیں پھر وہ باران رحمت برساتے ہیں۔ یہ باران رحمت بنجر مردہ زمین کو سرسبز و شاداب کرتا ہے اور چوپایوں کو سیراب کرتا ہے اور ظاہر ہے کہ بموجب اصول فلاسفہ کوئی حرکت بلامحرک نہیں ہوتی تو یہ تمام نظام بغیر کسی ناظم کے ممکن نہیں اور وہ ناظم حقیقی خود رب الارباب ہے۔

وَلَقَدْ صَرَّفْنٰهُ بَيْنَهُمْ لِيَذَّكَّرُوْا ۖ فَاَبٰۤى اَكْثَرُ النَّاسِ اِلَّا كُفُوْرًا ﴿۵۰﴾ ۔ پھر ہم اس بارش اور باران رحمت کو تقسیم کر دیتے ہیں تا کہ تم سمجھو لیکن اکثر لوگ ناشکری کے سوا نہیں رہتے اور ایسے ہی ہدایت کے لئے فرمایا۔

وَلَوْ شِئْنَا لَبَعَثْنَا فِيْ كُلِّ قَرْيَةٍ نَّذِيْرًا ﴿۵۱﴾ فَلَا تُطِعِ الْكٰفِرِيْنَ وَجَاهِدْهُمْ بِهٖ جِهَادًا كَبِيْرًا ﴿۵۲﴾ ۔ اور اگر ہم چاہتے تو ہر گاؤں میں ایک ڈرسنانے والا مبعوث فرمادیں تو تم نہ سنو کافروں کی اور ان سے جہاد کرو بڑا جہاد۔

یعنی جیسے ہم نے باران رحمت عام کیا اور برسایا ایسے ہی نبوت بھی جو بارش روحانی ہے عام کر دیتے تو ہماری قدرت کاملہ سے یہ بعید بات نہ تھی لیکن ہماری حکمت بالغہ کے یہ بات خلاف تھی لہٰذا آپ ان کی آواز کی پرواہ نہ کریں اور ان کی استدعا کی طرف ملتفت نہ ہوں ہمارا نظام حکمت جو چاہتا ہے وہی صحیح ہے اور اس سے وَاِنْ مِّنْ اُمَّةٍ اِلَّا خَلَا فِيْهَا نَذِيْرٌ معارض نہیں اس لئے کہ اس میں من تبعیضیہ ہے تو اس کے معنی ہی یہ ہیں کہ جہاں ہماری حکمت کا مقتضی تھا وہاں کی کوئی بستی ایسی نہیں ہے جس میں ہم نے اپنا نذیر نہ بھیجا ہو۔

اور آپ ان سے جہاد اکبر دلائل کے ساتھ افہام و تفہیم کے ساتھ فرمائیں جہد عربی میں سعی اور کوشش کو کہتے ہیں تو اس کے معنی یہ ہوئے کہ ان کے سمجھانے میں سعی فرمائیں۔

پھر نویں شان قدرت کا اظہار فرمایا وَهُوَ الَّذِيْ مَرَجَ الْبَحْرَيْنِ هٰذَا عَذْبٌ فُرَاتٌ وَّهٰذَا مِلْحٌ اُجَاجٌ ۚ وَجَعَلَ بَيْنَهُمَا بَرْزَخًا وَّحِجْرًا مَّحْجُوْرًا ﴿۵۳﴾ ۔ اور وہی ذات ہے جس نے دو دریا باہم ملا دیئے یہ میٹھا خوشگوار ہے اور یہ کھاری تلخ اور کیا دونوں کے بیچ میں ایک پردہ اور مستحکم آڑ بنادی۔

یعنی یہ اس کی قدرت ہے کہ دو دریا رواں کئے یا یہ کہ دو دریا باہم ملا دیئے ان میں سے ایک دریا شیریں خوشگوار اور دوسرا کھاری تلخ پھر یہ دونوں دریا باہم چلتے ہیں اور شان قدرت یہ کہ ملنے نہیں پاتے اور ان کے مابین قدرت نے حد فاصل غیر مرئی رکھی ہے۔

چنانچہ جب یہ دریا چلتے ہیں تو دونوں کی دو دھاریں علیحدہ علیحدہ نظر آتی ہیں۔

مرج کہتے ہیں: اَلْاِرْسَالُ وَالْخَلَطُ کو جیسے فَهُمْ فِيْۤ اَمْرٍ مَّرِيْجٍ فرمایا گیا تو مَرَجَ الْبَحْرَيْنِ کے معنی دو دریا ملا دینے کے ہوئے درحقیقت یہ لغات اضداد سے ہے اس کے معنی چھوڑنے اور ملانے کے ہیں۔ چنانچہ فِيْۤ اَمْرٍ مَّرِيْجٍ میں چھوڑنے کے معنی ہیں جب جانور کو چرنے کے لئے چھوڑتے ہیں تو مَرَجَ الدّابه بولتے ہیں اور مَرَجَ الْبَحْرَيْنِ میں "دو دریا ملنے کے معنی ہیں۔

عذب شیریں کو کہتے ہیں فرات نہایت شیریں اور اجاج اس کی ضد ہے۔ جس سے پیاس نہ بجھے تو ملح نمک، اجاج نہایت کڑوا معنی ہوئے برزخ پردہ کو کہتے ہیں اور حِجْرًا مَّحْجُوْرًا کی تحقیق ہم بیان کر چکے ہیں۔ یہاں اس مناسبت سے یہ معنی ہوں گے کہ ایک دریا دوسرے دریائے اتنا مختلف ہے کہ ایک دوسرے سے پناہ مانگتا ہے۔

صوفیائے کرام نے اس کے معنی اپنے مذاق کے مطابق کئے ہیں کہ

انسان مَرَجَ الْبَحْرَيْنِ ہے اس کے اندر دو دریا آملے ہیں ایک قوائے ملکوتیہ کا دریا جو نہایت شیریں اور خوش ذائقہ ہے دوسرا قوائے حیوانیہ کا دریا جو نہایت تلخ ہے ان دونوں کے مابین حد فاصل عقل کامل ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

43B

پھر دسویں شان قدرت ظاہر فرمائی وَ هُوَ الَّذِیْ خَلَقَ مِنَ الْمَآءِ بَشَرًا فَجَعَلَهٗ نَسَبًا وَّ صِهْرًا ؕ وَ كَانَ رَبُّكَ قَدِیْرًا ۝ ۔ وہی ہے جس نے پیدا فرمایا پانی سے بشر کو تو کیا اس کا نسب اور سسرال اور تیرا رب قادر مطلق ہے۔

یہاں پانی سے مراد منی ہے اس سے اس قادر نے اپنی قدرت مطلقہ سے عورت اور مرد سب پیدا فرمائے اور فَجَعَلَهٗ نَسَبًا یعنی ذونسب اور اس سے مراد یہ ہے کہ ذکور کے ساتھ نسب ہوتا ہے جیسا کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا: اَلْاُمَّهَاتُ اَوْعَاءٌ وَلِلْاَنْسَابِ اٰبَاءٌ۔ مائیں محض برتن ہیں اور نسب کے لئے باپ ہیں۔ اسی بنا پر فلاں ابن فلانہ نہیں کہتے۔ قرآن کریم میں بھی سوائے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے کسی کو ماں سے منتسب نہیں کیا گیا۔ عیسیٰ بن مریم ہی صرف فرمایا اور صِهْرًا۔ صہر سسرال کے رشتے پر بولتے ہیں۔

اور مودت و قرابت کے دو طریقے عام ہیں ایک نسب دوسرا صہر۔ یعنی ابنیت اور دامادی تو رشتہ اور قبیلہ کے سلسلہ میں نسب و صہریت قائم کی گئی۔ اس کے بعد مشرکین کے لئے نظریات عقلی کے لحاظ سے دلائل بیان فرمائے چنانچہ ارشاد ہوا:

وَ یَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا یَنْفَعُهُمْ وَ لَا یَضُرُّهُمْ ؕ وَ كَانَ الْكَافِرُ عَلٰى رَبِّهٖ ظَهِیْرًا ۝ ۔ اور پوجتے ہیں اللہ کے سوا اسے جو نہ انہیں نفع دے سکے نہ نقصان اور کافر تو اپنے رب کے مقابلہ میں شیطان کی مدد کرتا ہے۔

اس سے مراد ابوجہل ہے جو اپنے رب سے منحرف اور شرک کا حامی ہے۔

ابومسلم رحمہ اللہ کے نزدیک اس سے مراد پیٹھ پھیرنا ہے جیسے بولتے ہیں: ظَهَرَ فُلَانٌ لِحَاجَتِیْ اِذْ اَسْنَدَهَا وَرَآءَ ظَهْرِهٖ وَ هُوَ مِنْ قَوْلِهٖ تَعَالٰی وَاتَّخَذْتُمُوْهُ وَرَآءَكُمْ ظِهْرِیًّا۔ اس کے معنی پیٹھ پیچھے ڈالنے کے ہیں یا پیٹھ پھیرنے کے۔ اگرچہ ظہیر بمعنی معاون بھی آتا ہے تو معنی یہ ہوں گے کہ کافر اپنے اس رب کا جس کے وہ خدا اور معبود ہونے کا عقیدہ رکھتا ہے اسی کا مددگار ہے یعنی بتوں کی حمایت کو ہی وہ اپنا ایمان سمجھتا ہے۔

اس پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی دی جاتی ہے اور ارشاد ہوتا ہے

وَ مَاۤ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا مُبَشِّرًا وَّ نَذِیْرًا ۝ قُلْ مَاۤ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَیْهِ مِنْ اَجْرٍ اِلَّا مَنْ شَآءَ اَنْ یَّتَّخِذَ اِلٰى رَبِّهٖ سَبِیْلًا ۝ وَ تَوَكَّلْ عَلَى الْحَیِّ الَّذِیْ لَا یَمُوْتُ وَ سَبِّحْ بِحَمْدِهٖ ؕ وَ كَفٰى بِهٖ بِذُنُوْبِ عِبَادِهٖ خَبِیْرًا ۝ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ وَ مَا بَیْنَهُمَا فِیْ سِتَّةِ اَیَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ ۛ اَلرَّحْمٰنُ فَسْـَٔلْ بِهٖ خَبِیْرًا ۝ ۔

اور اے محبوب ہم نے تو آپ کو بشارت دینے اور ڈر سنانے کے لئے بھیجا ہے انہیں فرمادیجئے کہ میں تم سے اس ہدایت و تبلیغ پر کوئی بدلہ نہیں مانگتا مگر یہ کہ جو چاہے اپنے رب کی طرف ہدایت لے اور آپ اپنے رب پر بھروسہ کریں جو زندہ ہے قدیم ازلی ہے کبھی نہیں مرتا اور اس کی تسبیح کریں اور ستائش اور اس کا اپنے بندوں کے گناہوں سے خبردار ہونا کافی ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو اور جو کچھ ان میں ہے چھ دن میں بنایا پھر تخت حکومت پر استوا فرمایا وہ رحمٰن ہے تو پوچھ لو کسی خبردار سے۔

اس میں ظاہر فرمایا گیا کہ اگر یہ بے دین کافر ہدایت پر نہ آئیں تو آپ سے اس کا جواب طلب نہ ہوگا۔ کیونکہ آپ تو

مژدہ دینے والے اور ڈر سنانے والے ہیں یہ فریضہ آپ ادا کر چکے۔

پھر ارشاد ہوا کہ ان حمقاء سے فرما دیجئے کہ میں تم سے اس تبلیغ و ہدایت کا ممنونا نہیں مانگتا مگر یہ چاہتا ہوں کہ تمہیں راہ راست ملے میں تمہارا بے غرض بہی خواہ ہوں پھر ایسے خیر اندیش سے سرتابی کرنا کس عقل کے ماتحت ہے۔

چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی دی جاتی ہے کہ آپ اپنے رب حی و قیوم پر بھروسہ کریں اور اس کی ثناء و صفت کرتے رہیں وہ اپنے بندوں کی سیہ کاری سے واقف ہے وہ آپ گرفت کرے گا اس کی قوت کاملہ اتنی زبردست ہے کہ چھ دن میں دنیا و مافیہا بنا ڈالی اور خود تخت حکومت پر قائم ہو گیا اور وہ کون ہے وہ رحمٰن ہے۔

ان صفات کی تشریح کسی باخبر سے پوچھو کہ اس میں تمہارے معبودوں کا بطلان بھی ہے وہ حی ہے وہ قیوم ہے وہ ازلی، ابدی سرمدی ہے اور تمہارے معبود حادث، فانی، متغیر اور موت کے منہ کے اندر جانے والے ہیں۔

اور وہ اپنے بندوں کے اعمال قبیحہ بھی جانتا ہے اور اچھے اعمال سے بھی واقف ہے تمہارے معبودوں میں یہ صفت کہاں ہے۔

اس نے چھ دن میں آسمان زمین اور مافیہا پیدا کر دی تمہارے معبودوں نے کیا بنایا۔

دوسرے یہاں شان تخلیق میں تدریج بتا کر اس امر کی بشارت بھی دی کہ آپ کا دین بھی بتدریج پروان چڑھے گا اگرچہ ان کی سرکشی اتنی بڑھی ہوئی ہے کہ

وَاِذَا قِيْلَ لَهُمُ اسْجُدُوْا لِلرَّحْمٰنِ قَالُوْا وَمَا الرَّحْمٰنُ ۚ اَنَسْجُدُ لِمَا تَاْمُرُنَا وَزَادَهُمْ نُفُوْرًا ﴿۶۰﴾۔

اور جب انہیں کہا جائے کہ سجدہ کرو رحمٰن کو تو بولتے ہیں کیا ہے رحمٰن کیا ہم تمہارے کہے پر سجدہ کریں اور ان کا تنفر اور زیادہ ہو جاتا ہے۔

یعنی اے محبوب آپ ہی سے یہ برگشتہ نہیں ہیں بلکہ وہ رحمٰن سے بھی پھرے ہوئے ہیں اور ایسے انجان بنے ہوئے ہیں کہ رحمٰن کا نام سن کر مَا الرَّحْمٰنُ کہتے ہیں یعنی رحمٰن کیا ہے اور تعلیم سن کر ہدایت پکڑنے کی بجائے ان میں نفرت و مخالفت ہی بڑھتی ہے۔

مختصر تفسیر اردو پانچواں رکوع - سورۃ فرقان - پ ۱۹

اَلَمْ تَرَ اِلٰى رَبِّكَ كَيْفَ مَدَّ الظِّلَّ ۚ وَلَوْ شَآءَ لَجَعَلَهٗ سَاكِنًا ۚ ثُمَّ جَعَلْنَا الشَّمْسَ عَلَيْهِ دَلِيْلًا ﴿۴۵﴾ ثُمَّ قَبَضْنٰهُ اِلَيْنَا قَبْضًا يَّسِيْرًا ﴿۴۶﴾۔

اے محبوب کیا نہ دیکھا آپ نے اپنے رب کو کہ کس طرح سایہ پھیلاتا ہے اور اگر چاہتا یقیناً اسے ساکن کر دیتا پھر ہم نے سورج کو اس پر دلیل بنایا پھر سمیٹا اسے اپنی طرف آہستہ آہستہ۔

آلوسی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: وَالْخِطَابُ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالْهَمْزَةُ لِلتَّقْرِيْرِ وَالرُّؤْيَةُ بَصَرِيَّةٌ لِاَنَّهُ الَّتِيْ تَتَعَدّٰى بِاِلٰى۔ یہ خطاب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف ہے اَلَمْ تَرَ میں ہمزہ تقریر کے لئے ہے اور رویت بصری ہے اس لئے کہ یہ متعدی ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم تک۔ یعنی یقیناً حضور صلی اللہ علیہ وسلم سایہ شمس کو ملاحظہ فرما رہے ہیں اور یہ فرمانا اس لئے کہ صنعت الٰہی کی طرف نظر کرانا مقصود ہے۔

لَیْسَ الْمَقْصُوْدُ رُؤْیَۃُ اللّٰہِ عَزَّوَجَلَّ۔ اس میں رویت الٰہی عزوجل مقصود نہیں تو گویا مفہوم آیت کا کریمہ کا یہ ہوا اَلَمْ یَنْتَہِ عِلْمُکَ اِلٰی اَنْ تَرَا اِلٰی رَبِّکَ کَیْفَ مَدَّ الظِّلَّ۔ کیا آپ کا علم اس پر منتہی نہیں کہ آپ جانتے ہیں اپنے رب کو کہ اس نے کیسے ظل شمس کو پھیلایا۔

وَلَوْشَآءَ لَجَعَلَہٗ سَاکِنًا۔ اگر وہ چاہتا تو اسے ساکن کر دیتا۔

آلوسی رحمہ اللہ فرماتے ہیں اَیْ وَلَوْ شَآءَ جَعَلَہٗ سَاکِنًا اَیْ ثَابِتًا عَلٰی حَالِہٖ ظِلًّا اَبَدًا کَمَا فَعَلَ عَزَّوَجَلَّ فِیْ ظِلِّ الْجَنَّۃِ۔ یعنی اللہ تعالیٰ اگر چاہتا ساکن کرنا تو ضرور ساکن کر دیتا یعنی ایک حال پر قائم فرما دیتا اور ظل ابدی کر دیتا جیسا کہ جنت میں سایہ ہے۔

علامہ طیبی رحمہ اللہ اس کی حکمت بیان فرماتے ہیں: وَ ھُوَ مَعْرِفَۃُ اَوْقَاتِ الصَّلٰوۃِ فَاِنَّ اِعْتِبَارَ الظِّلِّ فِیْھَا بِالْاُمَّۃِ اَرْدُنَ الْاِنْبِسَاطِ لِمَعْرِفَۃِ السَّاعَاتِ وَالْاَوْقَاتِ وَ فِیْہِ لَمْحَۃٌ مِّنْ مَعْنٰی قَوْلِہٖ تَعَالٰی یَسْئَلُوْنَکَ عَنِ الْاَھِلَّۃِ قُلْ ھِیَ مَوَاقِیْتُ لِلنَّاسِ۔ سایہ کی کمی بیشی میں اوقات صلوٰۃ کا حاصل کرنا مضمر ہے اس سے ساعتیں اور اوقات معلوم ہوتے ہیں اور لمحات لیل و نہار بھی اس میں ہیں جیسا کہ دوسری جگہ ارشاد ہے چاندوں کے متعلق آپ سے سوال کرتے ہیں فرما دیجئے وہ مقررہ وقت ہیں لوگوں کے لئے۔

ثُمَّ جَعَلْنَا الشَّمْسَ عَلَیْہِ دَلِیْلًا ﴿۴۵﴾ ثُمَّ قَبَضْنٰہُ اِلَیْنَا قَبْضًا یَّسِیْرًا ﴿۴۶﴾۔ پھر کیا ہم نے سورج کو اس پر دلیل پھر سمیٹا ہم نے اسے آہستہ آہستہ۔

گویا سورج کو دلیل طلوع فرمایا۔ آفتاب آمد دلیل آفتاب۔

آلوسی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اَیْ ثُمَّ جَعَلْنَا طُلُوْعَ الشَّمْسِ دَلِیْلًا عَلٰی ظُھُوْرِہٖ لِلْحَیِّ فَاِنَّ النَّاظِرَ اِلَی الْجِسْمِ الْمُلَوَّنِ حَالَ قِیَامِ الظِّلِّ عَلَیْہِ لَا یَظْھَرُ الشَّیْءُ سِوَی الْجِسْمِ وَلَوْنِہٖ۔

علامہ رازی اور طبری رحمہما اللہ کہتے ہیں: ثُمَّ جَعَلْنَاھَا دَلِیْلًا عَلٰی وُجُوْدِہٖ۔

یعنی پھر ہم نے سورج کے طلوع کو دلیل بنایا ظہور حسی پر اس لئے کہ دیکھنے اس کے جسم کو ملون وہاں بھی دیکھتا ہے جہاں وہ سایہ میں ہو حالانکہ وہاں کچھ نظر نہیں آتا سوائے رنگ کے۔

ایسے ہی رازی اور طبری رحمہما اللہ نے کہا کہ پھر سورج کو اس کے وجود پر دلیل بنایا۔

پھر اس نے ظاہر کر کے اس کا سایہ پھیلا کر شعاع شمسی ڈال کر اسے بتدریج سمیٹا۔

وَھُوَ الَّذِیْ جَعَلَ لَکُمُ الَّیْلَ لِبَاسًا وَّالنَّوْمَ سُبَاتًا وَّ جَعَلَ النَّھَارَ نُشُوْرًا ﴿۴۷﴾۔ اور وہی ہے جس نے تمہارے لئے رات کو لباس بنایا۔ آلوسی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اَیْ وَھُوَ الَّذِیْ جَعَلَ لِنَفْعِکُمُ اللَّیْلَ کَاللِّبَاسِ یَسْتُرُکُمْ بِظَلَامِہٖ کَمَا یَسْتُرُکُمُ اللِّبَاسُ۔ یعنی اس کے یہ معنی ہیں کہ اس ذات نے تمہارے نفع اور فائدے کے لئے رات کو لباس کی طرح بنایا کہ وہ اندھیرے میں تمہیں ایسے چھپاتی ہے جیسے لباس تمہارا ستر کرتا ہے۔

وَالنَّوْمَ سُبَاتًا۔ اور رات کو تمہاری راحت کے لئے تمہارے بدنوں کی تکان دفع کرنے کو تم پر مستولی کیا اور انجرات کا استیلا فرما کر تمہیں سلایا۔

وَ اَصْلُ السَّبْتِ الْقَطْعُ۔ اور سبت کی اصل قطع ہے یعنی چھوڑنا۔

وَ قِيْلَ يَوْمُ السَّبْتِ لِمَا جَرَتِ الْعَادَةُ مِنَ الْاِسْتِرَاحَةِ فِيْهِ۔ اور یوم سبت کو یوم سبت اسی لئے کہا گیا کہ یہ دن استراحت کے لئے عام کرلیا گیا۔

وَالسَّبْتُ الْاِقَامَةُ فِى الْمَكَانِ فَكَانَ النَّوْمُ سُكُوْنًا مَّا۔ اور سبت مکان میں اقامت کے معنی دیتا ہے پس نیز تو راحت ہے اس میں خواہ ہو یا نہ ہو۔

وَجَعَلَ النَّهَارَ نُشُوْرًا۔ اور کیا دن تمہارے اٹھنے کے لئے۔

يَنْتَشِرُ فِيْهِ النَّاسُ لِطَلَبِ الْمَعَاشِ فَهُوَ كَقَوْلِهٖ تَعَالٰى وَ جَعَلْنَا النَّهَارَ مَعَاشًا۔ کہ اس میں لوگ منتشر ہوکر طلب معاش کریں اور اسی وجہ میں دوسری جگہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کیا ہم نے دن کو معاش کے لئے۔

وَ جُوِّزَ اَنْ يُّرَادَ السُّبَاتُ الْمَوْتُ لِمَا فِيْهِ مِنْ قَطْعِ الْاِحْسَاسِ اَوِ الْحَيَاةِ وَ عُبِّرَ عَنِ النَّوْمِ بِهٖ لِمَا بَيْنَهُمَا مِنَ الْمُشَابِهَةِ التَّامَّةِ فِىْ اِنْقِطَاعِ اَحْكَامِ الْحَيٰوةِ وَ عَلَيْهِ قَوْلُهٗ تَعَالٰى وَ هُوَ الَّذِىْ يَتَوَفّٰكُمْ بِاللَّيْلِ وَ قَوْلُهٗ سُبْحٰنَهٗ اَللّٰهُ يَتَوَفَّى الْاَنْفُسَ حِيْنَ مَوْتِهَا وَالَّتِىْ لَمْ تَمُتْ فِىْ مَنَامِهَا۔

بعض نے سبات کو موت کے معنی میں جائز رکھا ہے اس لئے کہ اس میں قطع احساس یا قطع حیات ہوتی ہے۔

اور بعض نے نوم بمعنی نیند کو موت کے معنی میں بھی مانا ہے اس لئے کہ سونے والے پر سے احساس اور احکام حیات منقطع ہو جاتے ہیں اور اسی وجہ میں دوسرے مقام پر اللہ تعالیٰ نے وَهُوَ الَّذِىْ يَتَوَفّٰكُمْ بِالَّيْلِ فرمایا۔ اور اَللّٰهُ يَتَوَفَّى الْاَنْفُسَ حِيْنَ مَوْتِهَا بھی فرمایا اور اس کے مقابل وَ جَعَلَ النَّهَارَ زَمَانَ بَعْثٍ مِّنْ ذَالِكَ الثُّبَاتِ۔ دن کو زمانہ بعث فرمایا۔ آگے ارشاد ہے:

وَهُوَ الَّذِىْٓ اَرْسَلَ الرِّيٰحَ بُشْرًاۢ بَيْنَ يَدَىْ رَحْمَتِهٖ۔ اور وہی ہے جو بھیجتا ہے ریاح کو بشارت والی جس کے بعد بارش ہوتی ہے۔

یہاں ریح اور ریاح پر آلوسی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اِنَّ الرِّيْحَ مَتٰى وَرَدَتْ فِى الْقُرْاٰنِ مُفْرَدَةً فَهِىَ لِلْعَذَابِ وَ مَتٰى كَانَتْ لِلْمَطَرِ وَالرَّحْمَةِ جَاءَتْ مَجْمُوْعَةً۔ ریح جب قرآن میں مفرد استعمال کی گئی ہے تو وہ عذاب کے لئے ہوتی ہے۔

اور جب بارش اور رحمت کے لئے استعمال کی ہے تو جمع کے ساتھ۔

اس لئے کہ ریح مطر شاخ در شاخ ہوتی ہے اور ابروں کو پگھلاتی ہے اور نرم نرم طریقہ سے پانی لاتی ہے۔

اور ریح عذاب ایک جسم کے ساتھ آتی ہے اسے بادلوں کے پگھلانے سے تعلق نہیں ہوتا۔

چنانچہ علامہ امانی رحمہ اللہ بھی یہی کہتے ہیں: جُمِعَتْ رِيَاحُ الرَّحْمَةِ لِاَنَّهَا ثَلٰثَةٌ لَّوَاقِحُ الْجَنُوْبِ وَالصَّبَا وَالدَّبُوْرُ۔ ریاح جمع کے ساتھ ہوتی ہے رحمت کے لئے اور وہ تین ہیں۔ جنوب، صبا، دبور

اور عذاب کے لئے ایک ہوا ہوتی ہے جسے دبور کہتے ہیں۔

چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق آتا ہے: اِذَا هَبَّتِ الرِّيْحُ يَقُوْلُ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْهَا رِيَاحًا وَّ لَا تَجْعَلْهَا

رِیٰحًا۔ جب ہوا چلتی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے الٰہی اس ہوا کو ریاح کر اور ریح نہ کر۔

بُشۡرًۢا بَیۡنَ یَدَیۡ رَحۡمَتِهٖ۔ مژدہ دیتی کہ اس کے آگے رحمت ہے۔

یعنی اللہ تعالیٰ ریاح کو بشارت باران رحمت بنا کر بھیجتا ہے اور محض بشارت ہی نہیں کرتا بلکہ اس کے آگے آگے باران رحمت ہی ہوتا ہے جیسے ریح صرصر کے آگے عذاب ہی ہوتا ہے اور ارشاد ہے:

وَاَنۡزَلۡنَا مِنَ السَّمَآءِ مَآءً طَهُوۡرًا ﴿۴۸﴾۔ اور اتارتے ہیں ہم آسمان سے پاک پانی۔

باران رحمت پر ثعلبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: طَاهِرًا فِیۡ نَفۡسِهٖ مُطَهِّرًا لِغَیۡرِهٖ۔ یہ پانی خود پاک ہوتا ہے اور اپنے غیر کا مطہر ہے۔ اسی بناء پر جنت کے شربت پر طہور کا لفظ استعمال کیا جاتا ہے تاکہ نجس اور ناپاک اس سے خارج رہے حَیۡثُ قَالَ سَقٰهُمۡ رَبُّهُمۡ شَرَابًا طَهُوۡرًا۔

چنانچہ مٹی پر بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے طہور کا لفظ فرمایا: اَلتُّرَابُ طَهُوۡرُ الۡمُؤۡمِنِ۔ اور جو پاک ہوگا وہ مطہر للغیر ہوگا اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: لَا صَلٰوةَ اِلَّا بِطَهُوۡرٍ۔

لِّنُحۡیِۦَ بِهٖ بَلۡدَةً مَّیۡتًا۔ تاکہ زندہ کرے اس پانی سے مرے ہوئے شہر۔

وہ بستیاں جہاں سبزہ نہ ہو بنجر زمین پڑی ہو اس پر سبزہ اگنا اس کے زندہ ہونے کی طرف اشارہ ہے۔

وَنُسۡقِیَهٗ مِمَّا خَلَقۡنَاۤ اَنۡعَامًا وَّاَنَاسِیَّ كَثِیۡرًا ﴿۴۹﴾۔ اور اس پانی سے سیراب کرتے ہیں ہم جنگل کے چار پائے جو ہم نے پیدا فرمائے اور بہت سے لوگوں کو۔

اناسی جمع ہے انسان کی۔

وَلَقَدۡ صَرَّفۡنٰهُ بَیۡنَهُمۡ لِیَذَّكَّرُوۡا ۖ فَاَبٰۤی اَكۡثَرُ النَّاسِ اِلَّا كُفُوۡرًا ﴿۵۰﴾۔ اور بے شک ہم پھیرتے ہیں اس بارش کو لوگوں میں تاکہ عبرت حاصل کریں تو اکثر اس سے منحرف ہی ہوئے مگر کفران نعمت کرنے والے۔

کبھی کسی شہر میں بارش ہوا اور کبھی کسی شہر میں کبھی کہیں زیادہ ہو کہیں کم۔

ایک حدیث میں ہے کہ آسمان سے روز و شب کی تمام ساعتوں میں بارش ہوتی رہتی ہے اور اللہ تعالیٰ جس خطہ کی جانب چاہتا ہے اسے پھیر دیتا ہے اور جس زمین کو چاہتا ہے سیراب کرتا ہے چنانچہ

ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: مَا مِنۡ عَامٍ بِاَقَلَّ مَطَرًا مِّنۡ عَامٍ وَّلٰكِنَّ اللّٰهَ یَصۡرِفُهٗ حَیۡثُ یَشَآءُ۔

مشرکین کے عقیدہ میں ستارہ کی مرضی پر بارش ہوتی تھی چنانچہ وہ کہتے تھے: مُطِرۡنَا بِنَوۡءِ كَذَا مُعۡتَقِدًا اَنَّ النُّجُوۡمَ فَاعِلَةٌ لِذٰلِكَ وَ مُؤَثِّرَةٌ بِذَاتِهَا فِیۡهِ وَهٰذَا الۡاِعۡتِقَادُ وَالۡعِیَاذُ بِاللّٰهِ تَعَالٰی كُفۡرٌ۔ بارش کی ہم پر فلاں ستارے نے اور ایسے ہی وہ عقیدہ رکھتے تھے کہ فاعل حقیقی یہی ستارے ہیں اور بالذات مؤثر ہیں اور یہ عقیدہ معاذ اللہ صریح کفر ہے۔

اور کشاف میں ہے: مَنِ اعۡتَقَدَ اَنَّ اللّٰهَ عَزَّ وَ جَلَّ خَالِقُ الۡاَمۡطَارِ وَ قَدۡ نَصَبَ الۡاَنۡوَاءَ دَلَائِلَ وَاَمَارَاتٍ عَلَیۡهَا وَاَرَادَ بِقَوۡلِهٖ مُطِرۡنَا بِنَوۡءِ كَذَا مُطِرۡنَا فِیۡ وَقۡتِ سُقُوۡطِ النَّجۡمِ الۡفُلَانِیِّ فِی الۡمَغۡرِبِ مَعَ الۡفَجۡرِ لَا یُكَفَّرُ وَ ظَاهِرُهٗ اَنَّهٗ لَا یَاۡثَمُ۔

جو یہ عقیدہ رکھے کہ اللہ عزوجل خالق الامطار ہے اور اس نے ستاروں کو دلائل اور نشانیاں بنایا ہے اور اس بنا پر جو یہ کہے

کہ فلاں ستارہ کے طلوع کی وجہ میں ہم پر بارش ہوئی فلاں وقت سقوط نجم مغرب میں فجر کے ساتھ ہوا تو کافر نہ ہوگا بلکہ گنہ گار بھی نہ ہوگا۔ کیونکہ وہ نجوم کو بالذات مؤثر نہیں مانتا اور نہ ہی انہیں فاعل حقیقی سمجھتا ہے۔

وَلَوْ شِئْنَا لَبَعَثْنَا فِیْ كُلِّ قَرْیَةٍ نَّذِیْرًا ﴿۵۱﴾ فَلَا تُطِعِ الْكٰفِرِیْنَ وَ جَاهِدْهُمْ بِهٖ جِهَادًا كَبِیْرًا ﴿۵۲﴾۔

اور اگر ہم چاہتے تو ہر بستی میں نذیر بھیج دیتے تو آپ کفار کی پرواہ نہ کریں اور تبلیغ قرآن کے ساتھ کرنے میں کوشش فرمائیں کہ یہ جہاد کبیر ہے۔

یعنی ہر بستی میں نذیر بھیج کر آپ پر سے بار انذار و تبلیغ ہم کم کر سکتے تھے لیکن ہم نے آپ سے پہلے ایسا کیا اور آپ کی رونق افروزی کے بعد تمام بستیوں کے انذار کا بار کلیۃً ہم نے آپ پر ہی رکھا تاکہ آپ كَآفَّةً لِّلنَّاسِ بَشِیْرًا وَّ نَذِیْرًا ہو کر تمام رسولوں کی فضیلت کے جامع ہوں اور آپ پر نبوت ختم ہو کہ آپ کے بعد پھر کوئی نبی من حیث النبی نہ آئے۔

رہا عیسیٰ علیہ السلام کا نزول تو وہ نزول ہوگا نہ بعثت اور اس نزول میں آپ متبع خاتم نبوت ہو کر تشریف لائیں گے اور جو حکم انہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے مل چکا ہے اس کا اجرا نیابتاً فرمائیں گے تو ان کا نزول ختم نبوت کے خلاف نہ ہوگا۔ بلکہ من حیث المتبع نازل ہو کر اتنا اتباع حکم فرمائیں کہ نبی ہو کر امتی کی اقتدا کریں اور جب امام مہدی علیہ الرحمۃ عرض کریں کہ آپ نبی و رسول تھے لہٰذا امامت آپ کریں تو آپ جواب دیں جن کا میں آج متبع ہو کر آیا ہوں ان کا حکم ہے: اِمَامُكُمْ مِّنْكُمْ تَكْرِمَةً لِّهٰذِهِ الْاُمَّةِ۔ بنابریں مجھے اقتداء کرنی ہے اور آپ امام ہوں گے۔

لہٰذا اے محبوب! آپ تلاوت کلام پاک فرما کر جو براہین و قوارع و زواجر و مواعظ ہیں اور جو تذکیر احوال امم مکذبہ ہیں وہ بیان فرمائیں کہ یہ دعوت تمام عالم کے لئے فرماتا ہے جہاد کبیر ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر ہی قصر رسالت فرمانا ایک جلیلہ و جمیلہ اس شان کی ہے کہ ہم پر اس کا شکر لازم ہے۔

گویا آیت کریمہ میں فرمایا گیا: بَعَثْنَاكَ نَذِیْرًا لِّجَمِیْعِ الْقُرٰی وَفَضَّلْنَاكَ وَ عَظَّمْنَاكَ وَ لَمْ نَبْعَثْ فِیْ كُلِّ قَرْیَةٍ نَّذِیْرًا۔ اے محبوب ہم نے آپ کو تمام بستیوں کی طرف نذیر بنا کر بھیجا اور آپ کی فضیلت و عظمت اتنی بلند کی کہ آپ کے ہوتے ہر بستی میں نذیر نہیں بھیجا۔

اس کے بعد اپنی قدرت کاملہ کا ایک اور منظر پیش فرمایا چنانچہ ارشاد ہوا:

وَ هُوَ الَّذِیْ مَرَجَ الْبَحْرَیْنِ هٰذَا عَذْبٌ فُرَاتٌ وَّ هٰذَا مِلْحٌ اُجَاجٌ ۚ وَ جَعَلَ بَیْنَهُمَا بَرْزَخًا وَّ حِجْرًا مَّحْجُوْرًا ﴿۵۳﴾ ۔ اور وہی ہے جس نے دو دریا ملا کر علیحدہ علیحدہ کئے یہ میٹھا خوشگوار اور یہ نمکین کڑوا اور دونوں میں ایک آڑ قدرت کی کر دی۔

وَاَصْلُ الْمَرَجِ كَمَا قَالَ الرَّاغِبُ الْخَلْطُ وَیُقَالُ مَرَجَ اَمْرُهُمْ اَیِ اخْتَلَطَ وَسُمِّیَ الْمَرْعٰی مَرَجًا لِاخْتِلَاطِ النَّبَاتِ فِیْهِ وَالْمُرَادُ بِالْبَحْرَیْنِ اَلْمَاءُ الْكَثِیْرُ الْعَذْبُ وَالْمَاءُ الْكَثِیْرُ الْمِلْحُ۔ مرج کے معنی راغب ملنے کے کہتے ہیں چنانچہ محاورہ میں بولتے ہیں: مَرَجَ اَمْرُهُمْ یعنی ان کا کام ملا جلا ہے اور چراگاہ کی سبزی جب مل جائے تو بولتے ہیں: مَرَجَ الْمَرْعٰی۔

اور بحرین کے ساتھ مرج سے مراد یہ ہے کہ میٹھا اور کڑوا پانی دریا میں ملا ہوا۔

عَذْبٌ فُرَاتٌ۔ شدید العذ وبت، بہت میٹھا خوشگوار کے معنی دیتا ہے۔
مِلْحٌ اُجَاجٌ۔ نمکین اور اجاج شدید الملو حت بہت کھاری تلخ کے معنی میں مستعمل ہے۔
وَجَعَلَ بَيْنَهُمَا بَرْزَخًا۔ اَیْ حَاجِزًا وَ هُوَ لَفْظٌ عَرَبِیٌّ۔ حاجز آڑ کے معنی میں مستعمل ہے یہ عربی لفظ ہے۔
حِجْرًا مَّحْجُوْرًا۔ کی تعریف اول بیان ہو چکی ہے۔ لیکن دو دریاؤں میں حِجْرًا مَّحْجُوْرًا سے مراد تمیز تام اور عدم اختلاط ہے۔

آلوسی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: آیۂ کریمہ کے حاصل معنی یہ ہوئے کہ
اِنَّهٗ تَعَالٰی هُوَ الَّذِیْ جَعَلَ الْبَحْرَیْنِ مُخْتَلِطَیْنِ فِیْ مَرْاٰی الْعَیْنِ وَمُنْفَصِلَیْنِ فِی التَّحْقِیْقِ بِقُدْرَتِهٖ عَزَّوَجَلَّ۔ وہ ذات بلند پایہ وہ ہے جس نے دو دریا ظاہری نظروں میں ملا کر حقیقتاً منفصل کیا جو قدرت الٰہی کا ایک کرشمہ ہے۔
یعنی ایک دریا میں دو دریا دو ذائقہ والے میٹھا اور تلخ جاری فرمایا اور دونوں علیحدہ علیحدہ ہیں یہ اس کی کمال قدرت کا کرشمہ ہے۔

پھر ایک اور قدرت کاملہ کا اظہار ہے۔ چنانچہ ارشاد ہے:
وَهُوَ الَّذِیْ خَلَقَ مِنَ الْمَآءِ بَشَرًا فَجَعَلَهٗ نَسَبًا وَّصِهْرًا ؕ وَكَانَ رَبُّكَ قَدِیْرًا ﴿۵۴﴾۔ اور وہی ہے جس نے پانی سے بشر پیدا کیا اور اسے نسب وصہر بنایا اور تمہارا رب قادر مطلق ہے۔
مِنَ الْمَآءِ بَشَرًا۔ سے مراد حضرت آدم ابو البشر علیہ السلام ہیں اور بشراً پر تنوین تعظیم کی ہے۔
یا یہ تنوین جنسی ہے جس میں آدم صفی علیہ السلام اور آپ کی تمام ذریت داخل ہے۔
اور پانی سے مراد نطفہ بھی ہو سکتا ہے۔
اور فَجَعَلَهٗ نَسَبًا وَّصِهْرًا۔ فرما کر بتایا ہے کہ اسے ہم نے دو قسموں پر تقسیم کیا۔
ذی نسب سے ذکور جن کی طرف نسب قائم ہو۔
اور صہر سے مراد اناث کہ ان سے رشتۂ زوجیت قائم ہو جیسے قرآن پاک میں فرمایا: فَجَعَلَ مِنْهُ الزَّوْجَیْنِ الذَّكَرَ وَالْاُنْثٰی۔
چنانچہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا: اِنَّ النَّسَبَ مَا لَا یَحِلُّ نِكَاحُهٗ وَالصِّهْرُ مَا یَحِلُّ نِكَاحُهٗ۔
دوسرا قول ہے: اَلنَّسَبُ مَا لَا یَحِلُّ نِكَاحُهٗ وَالصِّهْرُ قِرَابَةُ الرَّضَاعَةِ۔
نسب وہ ہے جس سے نکاح حلال نہیں اور صہر وہ ہے جس سے نکاح جائز ہے۔
اور فرمایا نسب وہ ہے جس سے نکاح حلال نہیں اور صہر قرابت رضاعت ہے۔
اس کے بعد مشرکین کی حمایت اور تعبد لغیر اللہ کی مذمت ہے چنانچہ ارشاد ہے:
وَیَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا یَنْفَعُهُمْ وَلَا یَضُرُّهُمْ ؕ وَكَانَ الْكَافِرُ عَلٰی رَبِّهٖ ظَهِیْرًا ﴿۵۵﴾۔ اور پوجتے ہیں اللہ کے سوا ان چیزوں کو جو نہ نفع پہنچا سکیں اور نہ نقصان اور کافر اپنے رب کے مقابل شیطان سے تعاون کرتا ہے۔
آلوسی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: وَالْمُظَاهَرَةُ الْمُعَاوَنَةُ اَیْ یُعَاوِنُ الشَّیْطَانُ عَلٰی رَبِّهٖ سُبْحٰنَهٗ بِالْعَدَاوَةِ وَالشِّرْكِ وَالْمُرَادُ بِالْكَافِرِ الْجِنْسُ۔

ظَهِيْرًا۔ سے مراد معاونت ہے یعنی کافر شیطان کی رب جل مجدہ کے مقابلہ میں عداوت وشرک کی وجہ میں مدد کرتا ہے۔

اب سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا منصب جلیل ظاہر فرمایا اور تسلی بھی۔

وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا مُبَشِّرًا وَّنَذِيْرًا ﴿۵۶﴾ قُلْ مَآ اَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ اَجْرٍ اِلَّا مَنْ شَآءَ اَنْ يَّتَّخِذَ اِلٰى رَبِّهٖ سَبِيْلًا ﴿۵۷﴾ وَتَوَكَّلْ عَلَى الْحَيِّ الَّذِيْ لَا يَمُوْتُ وَسَبِّحْ بِحَمْدِهٖ ۭ وَكَفٰى بِهٖ بِذُنُوْبِ عِبَادِهٖ خَبِيْرَا ﴿۵۸﴾ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا فِيْ سِتَّةِ اَيَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ ۚ اَلرَّحْمٰنُ فَسْئَلْ بِهٖ خَبِيْرًا ﴿۵۹﴾۔

اور اے محبوب ہم نے آپ کو نہیں بھیجا مگر بشارت دینے اور ڈر سنانے والا۔ فرما دیجئے کہ میں تم سے تعلیم قرآن اور تبلیغ اسلام پر کوئی اجر نہیں مانگتا مگر یہی کہ جو ہدایت قبول کر کے رب حقیقی کی راہ اختیار کر لے اور اے محبوب آپ اس پر بھروسہ کریں جو حی ہے لا یموت ہے اور اپنے رب کی تسبیح وتنزیہ بیان کریں اور کافی ہے وہ اپنے بندوں کے گناہوں کی خبر رکھنے کو وہ جس نے آسمانوں اور زمین کو اور جو کچھ ان میں ہے چھ دن میں پیدا فرمایا۔ پھر استویٰ علی العرش کیا وہ رحمٰن ہے پوچھ لے اس کی تعریف خبر رکھنے والے سے۔

اس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس کو بشارت دینے والا مومنین کے لئے کہا اور ڈر سنانے والا کافروں کے لئے فرمایا۔ آلوسی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

وَالْمُرَادُ مَا اَرْسَلْنَاکَ اِلَّا مُبَشِّرًا لِّلْمُؤْمِنِيْنَ وَ نَذِيْرًا لِّلْكَافِرِيْنَ فَلَا تَحْزَنْ عَلٰى عَدَمِ اِيْمَانِهِمْ۔ اس میں حصر فرما کر فرمایا گیا کہ اے محبوب آپ کو نہیں بھیجا مگر مبشر مومنین کے لئے اور نذیر کافروں کے لئے تو آپ ان کافروں کے ایمان نہ لانے پر غمگین نہ ہوں بلکہ فرما دیجئے کہ مجھے کسی قسم کا تم سے طمع نہیں میں تبلیغ رسالت کر کے تم سے بری ہوں۔

میرا تبلیغ قرآن واحکام دین کا صرف اور صرف یہی بدلہ ہے کہ تم میں سے جو بھی ہدایت قبول کر کے اللہ کی راہ قبول کر لے پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی کو تسلیۃً فرمایا کہ اے محبوب آپ اس حی وقیوم پر بھروسہ رکھیں جس نے اتنی کم مدت میں زمین وآسمان اور جو کچھ اس میں ہے سب بنا ڈالے جو سننے والے کے ذہن نشین کرنے کو چھ دن کی مدت فرما دی گئی۔

چنانچہ بیہقی شعب الایمان میں عقبہ بن ابی تبست سے راوی ہیں کہ اس نے کہا توریت میں لکھا ہوا ہے لَا تَوَكَّلْ عَلَى ابْنِ اٰدَمَ فَاِنَّ ابْنَ اٰدَمَ لَيْسَ لَهٗ قِوَامٌ وَّلٰكِنْ تَوَكَّلْ عَلَى الْحَيِّ الَّذِيْ لَا يَمُوْتُ۔ ابن آدم پر بھروسہ نہ کر اس لئے کہ ابن آدم کو دوام وقیام نہیں لیکن بھروسہ اس حی پر کر جو مرنے والا نہیں۔

اور اس کی تسبیح وتحمید کر اور اس کی صفات کمال پر ایمان رکھ کر اس سے انعام حاصل کر۔

چنانچہ حدیث میں ہے کہ جو سُبْحٰنَ اللّٰهِ وَ بِحَمْدِهٖ پڑھے اللہ تعالیٰ اس کے تمام گناہ بخش دیتا ہے اگرچہ وہ سمندر کی جھاگوں کی مقدار ہی کیوں نہ ہوں۔

اور وہی رب تعالیٰ شانہ اپنے بندوں کے گناہوں سے خبردار ہے اسی کو کافی جانو۔

اس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی ہے اور کفار کے لئے وعید شدید ہے کہ وہ عزوجل ذنوب عباد سے خبردار ہے اور ہونا بھی چاہئے اس لئے کہ لَا يَخْفٰى عَلَيْهِ شَيْءٌ مِّنْهَا فَيُجَازِيْهِمْ عَلَيْهَا۔ اس سے کوئی شے پوشیدہ نہیں تو وہی اس پر سزا وجزا دے گا۔

اور وہ رحمٰن ہے جس کی پہلی صفت حی ہے اور انہیں فرما دیجئے اِنْ شَكَكْتَ فِيْهِ فَاسْئَلْ بِهٖ خَبِيْرًا۔ اس پر چند اقوال ہیں:

عَلٰى اَنَّ الْخِطَابَ لَهٗ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔ پہلا یہ کہ یہ مخاطبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے۔

دوسرا قول ہے: وَالْمُرَادُ غَيْرُهٗ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔ اس سے مراد غیر سرکار ابد قرار صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے۔

اور خبیر سے مراد اللہ تعالیٰ ہے كَمَا قَالَ الْكَلْبِيُّ۔

اور ابن جریج ابن عباس سے ناقل ہیں اَلْخَبِيْرُ هُوَ جِبْرِيْلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ۔ خبیر سے مراد جبریل علیہ السلام ہیں۔

تیسرا قول ہے کہ اس سے مراد وہ ہیں جنہوں نے کتب قدیمہ توریت، انجیل، زبور پڑھی ہے یعنی وہ اہل کتاب ہیں۔

اس کے بعد ان کی سرکشی اور بغاوت کی کیفیت ظاہر فرمائی چنانچہ ارشاد ہے:

وَاِذَا قِيْلَ لَهُمُ اسْجُدُوْا لِلرَّحْمٰنِ قَالُوْا وَمَا الرَّحْمٰنُ ۗ اَنَسْجُدُ لِمَا تَاْمُرُنَا وَزَادَهُمْ نُفُوْرًا ﴿۶۰﴾ ۔

اور جب انہیں کہا جائے کہ رحمٰن کو سجدہ کرو تو بولتے ہیں رحمٰن کون ہے کیا ہم سجدہ کریں اسے جس کا تم حکم کرتے ہو اور ان کی نفرت اور زیادہ بڑھ جاتی ہے۔

اس لئے کہ یمامہ کا کذاب مسیلمہ بھی اپنے کو رحمٰن کہلاتا تھا تو رحمٰن حقیقی سے اس بنا پر بھی انہیں مخاصمت تھی اور اسی وجہ میں ایمان سے نفور تھے۔

چنانچہ روایت ہے کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب سجدہ کرتے تو مشرکین استہزاء کرتے ہوئے دور ہو کر مسخری کرتے تھے۔

بامحاورہ ترجمہ چھٹا رکوع ـ سورۃ فرقان ـ پ ۱۹

تَبٰرَكَ الَّذِيْ جَعَلَ فِي السَّمَآءِ بُرُوْجًا وَّ جَعَلَ فِيْهَا سِرٰجًا وَّ قَمَرًا مُّنِيْرًا ﴿۶۱﴾

بڑی برکت والا ہے وہ جس نے آسمان میں برج بنائے اور ان میں چراغ رکھا اور چمکتا چاند

وَ هُوَ الَّذِيْ جَعَلَ الَّيْلَ وَ النَّهَارَ خِلْفَةً لِّمَنْ اَرَادَ اَنْ يَّذَّكَّرَ اَوْ اَرَادَ شُكُوْرًا ﴿۶۲﴾

اور وہی ہے جس نے رات اور دن کی بدلی رکھی اس کے لئے جو دھیان کرنا چاہے یا ارادہ شکر کا کرے

وَ عِبَادُ الرَّحْمٰنِ الَّذِيْنَ يَمْشُوْنَ عَلَى الْاَرْضِ هَوْنًا وَّ اِذَا خَاطَبَهُمُ الْجٰهِلُوْنَ قَالُوْا سَلٰمًا ﴿۶۳﴾

اور بندے رحمٰن کے وہ ہیں جو زمین پر نرم چلتے ہیں اور جب جاہل ان سے بات کرتے ہیں تو کہہ دیتے ہیں بس سلام

وَ الَّذِيْنَ يَبِيْتُوْنَ لِرَبِّهِمْ سُجَّدًا وَّ قِيَامًا ﴿۶۴﴾

اور وہ جو رات جاگتے ہیں اپنے رب کے لئے سجدہ اور قیام میں

وَ الَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا اصْرِفْ عَنَّا عَذَابَ جَهَنَّمَ ۖ اِنَّ عَذَابَهَا كَانَ غَرَامًا ﴿۶۵﴾

اور وہ جو عرض کرتے ہیں اے ہمارے رب پھیر دے ہم سے جہنم کا عذاب بے شک وہ عذاب گلے کا ہار ہے

اِنَّهَا سَآءَتْ مُسْتَقَرًّا وَّ مُقَامًا ﴿۶۶﴾

بے شک وہ بہت ہی بری ٹھہرنے کی جگہ ہے

وَالَّذِيْنَ اِذَآ اَنْفَقُوْا لَمْ يُسْرِفُوْا وَلَمْ يَقْتُرُوْا وَكَانَ بَيْنَ ذٰلِكَ قَوَامًا ﴿۶۷﴾

اور وہ جب خرچ کرتے ہیں تو فضول خرچ نہیں کرتے اور نہ بخل کرتے ہیں اور رہتے ہیں دونوں کے درمیان اعتدال پر

وَ الَّذِيْنَ لَا يَدْعُوْنَ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ وَ لَا يَقْتُلُوْنَ النَّفْسَ الَّتِيْ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ وَلَا يَزْنُوْنَ ۚ وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ يَلْقَ اَثَامًا ﴿۶۸﴾

اور وہ جو نہیں پوجتے اللہ کے ساتھ دوسرا خدا اور نہیں قتل کرتے اس جان کو جسے حرام کیا مگر حق پر اور نہیں زنا کرتے اور جو ایسا کرے وہ گناہ میں پڑا

يُّضٰعَفْ لَهُ الْعَذَابُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَ يَخْلُدْ فِيْهٖ مُهَانًا ﴿۶۹﴾

دو چند کیا جائے گا اس کے لئے عذاب قیامت کے دن اور ہمیشہ رہے گا اس میں ذلت سے

اِلَّا مَنْ تَابَ وَاٰمَنَ وَعَمِلَ عَمَلًا صَالِحًا فَاُولٰٓئِكَ يُبَدِّلُ اللّٰهُ سَيِّاٰتِهِمْ حَسَنٰتٍ ؕ وَ كَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ﴿۷۰﴾

مگر جو توبہ کرلے اور ایمان لائے اور نیک عمل کرے تو ایسوں کی برائیاں اللہ نیکیوں سے بدل دے گا اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے

وَمَنْ تَابَ وَعَمِلَ صَالِحًا فَاِنَّهٗ يَتُوْبُ اِلَى اللّٰهِ مَتَابًا ﴿۷۱﴾

اور جو توبہ کرے اور نیک عمل تو وہ رجوع ہوا اللہ کی طرف جیسا چاہئے تھا

وَ الَّذِيْنَ لَا يَشْهَدُوْنَ الزُّوْرَ ۙ وَ اِذَا مَرُّوْا بِاللَّغْوِ مَرُّوْا كِرَامًا ﴿۷۲﴾

اور وہ جو جھوٹی گواہی نہیں دیتے اور جب گزریں بیہودہ جگہ سے تو گزر جاتے ہیں اپنی آبرو سے

وَ الَّذِيْنَ اِذَا ذُكِّرُوْا بِاٰيٰتِ رَبِّهِمْ لَمْ يَخِرُّوْا عَلَيْهَا صُمًّا وَّعُمْيَانًا ﴿۷۳﴾

اور وہ کہ جب پڑھی جائیں آیتیں تمہارے رب کی تو نہیں گرتے ان پر بہرے اندھے ہوکر

وَالَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا هَبْ لَنَا مِنْ اَزْوَاجِنَا وَذُرِّيّٰتِنَا قُرَّةَ اَعْيُنٍ وَّ اجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِيْنَ اِمَامًا ﴿۷۴﴾

اور وہ جو عرض کرتے ہیں اے ہمارے رب دے ہمیں ہماری بیویوں سے اور ہماری اولاد سے آنکھوں کی ٹھنڈک اور ہمیں بنا پرہیزگاروں کا امام

اُولٰٓئِكَ يُجْزَوْنَ الْغُرْفَةَ بِمَا صَبَرُوْا وَ يُلَقَّوْنَ فِيْهَا تَحِيَّةً وَّسَلٰمًا ﴿۷۵﴾

یہ ہیں جنہیں ملے گا اونچا جھروکہ ان کے صبر کے بدلے اور ملیں گے مجرے اور سلام کے ساتھ

خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ؕ حَسُنَتْ مُسْتَقَرًّا وَّمُقَامًا ﴿۷۶﴾

ہمیشہ اس میں رہیں بہترین ٹھہرنے کا مقام اور رہنے کی جگہ

قُلْ مَا يَعْبَؤُا بِكُمْ رَبِّيْ لَوْ لَا دُعَآؤُكُمْ ۚ فَقَدْ كَذَّبْتُمْ فَسَوْفَ يَكُوْنُ لِزَامًا ﴿۷۷﴾

فرما دیجئے نہیں تمہاری قدر میرے رب کے حضور اگر تم اسے نہ پوجو تو تم نے جھٹلایا تو عنقریب لپٹ کر رہے گا

حل لغات چھٹا رکوع ۔ سورۃ فرقان ۔ پ ۱۹

تَبٰرَكَ ۔ برکت والا ہے　الَّذِیْ ۔ وہ جس نے　جَعَلَ ۔ بنایا　فِیْ ۔ بیچ

السَّمَآءِ۔آسمان کے بُرُوْجًا۔برجوں کو وَّ۔اور جَعَلَ۔بنایا
فِيْهَا۔اس میں سِرٰجًا۔چراغ وَّ۔اور قَمَرًا۔چاند
مُّنِيْرًا۔روشن وَ۔اور هُوَ۔وہ الَّذِيْ۔وہ ہے جس نے
جَعَلَ۔بنایا الَّيْلَ۔رات وَ۔اور النَّهَارَ۔دن کو
خِلْفَةً۔بدل لِّمَنْ۔اس کے لئے جو اَرَادَ۔چاہے اَنْ۔یہ کہ
يَّذَّكَّرَ۔نصیحت لے اَوْ۔یا اَرَادَ۔چاہے شُكُوْرًا۔شکرگزاری
وَ۔اور عِبَادُ۔بندے الرَّحْمٰنِ۔رحمٰن کے الَّذِيْنَ۔وہ ہیں جو
يَمْشُوْنَ۔چلتے ہیں عَلَى۔اوپر الْاَرْضِ۔زمین کے هَوْنًا۔نرم چال
وَّ۔اور اِذَا۔جب خَاطَبَهُمُ۔کلام کرتے ہیں ان سے
الْجٰهِلُوْنَ۔جاہل قَالُوْا۔کہتے ہیں سَلٰمًا۔سلام وَ۔اور
الَّذِيْنَ۔وہ جو يَبِيْتُوْنَ۔رات گزارتے ہیں لِرَبِّهِمْ۔اپنے رب کے سامنے
سُجَّدًا۔سجدہ کرتے وَّ۔اور قِيَامًا۔قیام کرتے وَ۔اور
الَّذِيْنَ۔وہ جو يَقُوْلُوْنَ۔کہتے ہیں رَبَّنَا۔اے ہمارے رب اصْرِفْ۔پھیر دے
عَنَّا۔ہم سے عَذَابَ۔عذاب جَهَنَّمَ۔دوزخ کا اِنَّ۔بے شک
عَذَابَهَا۔اس کا عذاب كَانَ۔ہے غَرَامًا۔گلے کا ہار اِنَّهَا۔بے شک وہ
سَآءَتْ۔برا ہے مُسْتَقَرًّا۔ٹھکانا وَّ۔اور مُقَامًا۔جگہ
وَ۔اور الَّذِيْنَ۔وہ کہ اِذَآ۔جب اَنْفَقُوْا۔خرچ کرتے ہیں
لَمْ۔نہیں يُسْرِفُوْا۔زیادہ خرچ کرتے وَ۔اور لَمْ۔نہ
يَقْتُرُوْا۔بخل کرتے ہیں وَ۔اور كَانَ۔ہے بَيْنَ۔درمیان
ذٰلِكَ۔اس کے قَوَامًا۔اعتدال کی راہ وَ۔اور الَّذِيْنَ۔وہ جو
لَا۔نہیں يَدْعُوْنَ۔پکارتے مَعَ۔ساتھ اللّٰهِ۔اللہ کے
اِلٰهًا۔معبود اٰخَرَ۔دوسرا وَ۔اور لَا۔نہیں
يَقْتُلُوْنَ۔قتل کرتے النَّفْسَ۔کسی جان کو الَّتِيْ۔جو حَرَّمَ۔حرام کی
اللّٰهُ۔اللہ نے اِلَّا۔مگر بِالْحَقِّ۔حق کے ساتھ وَ۔اور
لَا۔نہیں يَزْنُوْنَ۔زنا کرتے وَ۔اور مَنْ۔جو
يَّفْعَلْ۔کرے ذٰلِكَ۔ایسا يَلْقَ۔وہ پڑا اَثَامًا۔گناہ میں
يُّضٰعَفْ۔دگنا کیا جائے گا لَهُ۔اس کے لئے الْعَذَابُ۔عذاب يَوْمَ۔دن
الْقِيٰمَةِ۔قیامت کے وَ۔اور يَخْلُدْ۔ہمیشہ رہے فِيْهٖ۔اس میں

مُهَانًا۔ ذلیل ہوکر	اِلَّا۔ مگر	مَنْ۔ جو	تَابَ۔ توبہ کرے
وَ۔ اور	اٰمَنَ۔ ایمان لائے	وَ۔ اور	عَمِلَ۔ عمل کرے
عَمَلًا۔ عمل	صَالِحًا۔ اچھے	فَاُولٰٓئِكَ۔ تو یہ لوگ	یُبَدِّلُ۔ بدل دے گا
اللّٰهُ۔ اللہ	سَیِّاٰتِهِمْ۔ ان کی برائیاں	حَسَنٰتٍ۔ نیکیوں سے	وَ۔ اور
كَانَ۔ ہے	اللّٰهُ۔ اللہ	غَفُوْرًا۔ بخشنے والا	رَّحِیْمًا۔ رحم کرنے والا
وَ۔ اور	مَنْ۔ جو	تَابَ۔ توبہ کرے	وَ۔ اور
عَمِلَ۔ عمل کرے	صَالِحًا۔ نیک	فَاِنَّهٗ۔ تو وہ	یَتُوْبُ۔ پھرتا ہے
اِلَى۔ طرف	اللّٰهِ۔ اللہ کی	مَتَابًا۔ پورا پھرنا	وَ۔ اور
الَّذِیْنَ۔ وہ جو	لَا۔ نہیں	یَشْهَدُوْنَ۔ گواہی دیتے	الزُّوْرَ۔ جھوٹی
وَ۔ اور	اِذَا۔ جب	مَرُّوْا۔ گزرتے ہیں	بِاللَّغْوِ۔ بیہودگی سے
مَرُّوْا۔ گزرتے ہیں	كِرَامًا۔ شرافت سے	وَ۔ اور	الَّذِیْنَ۔ وہ کہ
اِذَا۔ جب	ذُكِّرُوْا۔ نصیحت کئے جائیں	بِاٰیٰتِ۔ آیات	رَبِّهِمْ۔ اپنے رب سے
لَمْ۔ نہیں	یَخِرُّوْا۔ گر پڑتے	عَلَیْهَا۔ اس پر	صُمًّا۔ بہرے
وَّ۔ اور	عُمْیَانًا۔ اندھے ہوکر	وَ۔ اور	الَّذِیْنَ۔ وہ جو
یَقُوْلُوْنَ۔ کہتے ہیں	رَبَّنَا۔ اے ہمارے رب	هَبْ۔ عطا کر	لَنَا۔ ہم کو
مِنْ اَزْوَاجِنَا۔ ہماری بیویوں سے		وَ۔ اور	ذُرِّیّٰتِنَا۔ ہماری اولاد سے
قُرَّةَ۔ ٹھنڈک	اَعْیُنٍ۔ آنکھوں کی	وَّ۔ اور	اجْعَلْنَا۔ بنا ہم کو
لِلْمُتَّقِیْنَ۔ پرہیزگاروں کا	اِمَامًا۔ پیشوا	اُولٰٓئِكَ۔ یہ لوگ	یُجْزَوْنَ۔ بدلہ دیئے جائیں
الْغُرْفَةَ۔ بالاخانے	بِمَا۔ بدلے	صَبَرُوْا۔ صبر کے	وَ۔ اور
یُلَقَّوْنَ۔ ملیں	فِیْهَا۔ اس میں	تَحِیَّةً۔ تحفے	وَّ۔ اور
سَلٰمًا۔ سلام	خٰلِدِیْنَ۔ ہمیشہ رہیں	فِیْهَا۔ اس میں	حَسُنَتْ۔ اچھا ہے
مُسْتَقَرًّا۔ ٹھکانا	وَّ۔ اور	مُقَامًا۔ جگہ	قُلْ۔ کہہ
مَا۔ نہیں	یَعْبَؤُا۔ پرواہ کرتا	بِكُمْ۔ تمہاری	رَبِّیْ۔ میرا رب
لَوْلَا۔ اگر نہ ہو	دُعَآؤُكُمْ۔ تمہاری پکار	فَقَدْ۔ تو بے شک	كَذَّبْتُمْ۔ تم نے جھٹلایا
فَسَوْفَ۔ تو جلدی ہو	یَكُوْنُ۔ جائے گا	لِزَامًا۔ چمٹنے والا	

خلاصہ تفسیر چھٹا رکوع۔ سورۃ فرقان۔ پ ۱۹

پہلے رکوع میں مشرکین نے وَمَا الرَّحْمٰنُ کہہ کر اظہار منافرت کیا تھا اس کا جواب اس رکوع میں دیا گیا کہ جس کے متعلق تم مَا الرَّحْمٰنُ کہہ رہے ہو وہ برکت والا ہے اور اس قدرت کا مالک ہے کہ اس نے آسمان میں برج بنائے اور سراج یعنی

آفتاب و ماہتاب کی روشنی پھیلائی۔ اگر شمس و قمر نہ بناتا تو دنیا میں ظلمت ہی ظلمت ہوتی۔

خلاصہ یہ کہ رحمٰن جسے تم جان بوجھ کر تجاہل عارفانہ کر کے کہتے ہو مَا الرَّحْمٰنُ رحمٰن کیا ہے سنو وہ ایسی برکت والا ہے جس نے خانۂ دنیا میں آفتاب و ماہتاب کے قندیلیں آویزاں کر کے چپہ چپہ روشن کر دیا اور تمہاری عیش کے لئے سامان معیشت بہم پہنچایا اس پر بھی وَمَا الرَّحْمٰنُ کہہ کر جہالت سے بکواس کر رہے ہو اور اسے سجدہ کرنے سے منحرف ہوتے ہو۔

پھر اس نے رات تمہارے آرام لینے کو بنائی اور دن معاش کے لئے رکھا تو روزانہ آتا جاتا ہے رات کے بعد دن اور دن کے بعد رات۔

مجاہد و قتادہ و کسائی رحمہم اللہ کہتے ہیں: جَعَلَ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ خِلْفَةً اسی محاورہ سے فرمایا جیسے کہتے ہیں لِكُلِّ شَيْءٍ اِخْتَلَفَاهُمَا خِلْفَانِ فَقَوْلُهُ خِلْفَةً اَیْ مُخْتَلِفَیْنِ هٰذَا اَسْوَدُ وَ هٰذَا اَبْيَضُ وَ هٰذَا طَوِيْلٌ وَهٰذَا قَصِيْرٌ۔ ہر شے بدلتی رہتی ہے ایک کے بعد ایک تو اللہ تعالیٰ کا خِلْفَةً فرمانا بایں معنی ہے کہ دونوں مختلف ہیں یہ رات کالی اور یہ دن روشن یہ دن بڑا یہ رات چھوٹی پھر رات بڑی اور دن چھوٹا چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

تَبٰرَكَ الَّذِيْ جَعَلَ فِي السَّمَآءِ بُرُوْجًا وَّجَعَلَ فِيْهَا سِرٰجًا وَّقَمَرًا مُّنِيْرًا ﴿۶۱﴾ وَهُوَ الَّذِيْ جَعَلَ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ خِلْفَةً لِّمَنْ اَرَادَ اَنْ يَّذَّكَّرَ اَوْ اَرَادَ شُكُوْرًا ﴿۶۲﴾ ۔

جو ان تبدیلیوں اور اوراق لیل و نہار کی ورق گردانیوں سے سمجھنا چاہے وہ سمجھے اور جو شکر گزار ہونا چاہے شکر کرے اور جَعَلَ فِي السَّمَآءِ بُرُوْجًا سے مراد آسمان کے تاروں کے اجتماع کی مختلف صورتیں جو بنائی گئی ہیں ان کا نام بروج ہے۔

جو شیر کی صورت میں ظاہر ہوئی اسے برج اسد کہہ دیا گیا۔

جو ترازو کی شکل میں نظر آئے اسے برج میزان کے نام سے ظاہر کیا۔

جو بیل کی شکل میں نظر آئے اسے برج ثور کہہ دیا۔

جو بچھو کی صورت پر ملا اسے برج عقرب بنا دیا۔

جو مچھلی کی صورت میں واقع ہوئے اس کا نام برج حوت رکھ دیا۔

غرضکہ ہیئت والوں نے ان بروج کے بارہ حصے خیال کئے چنانچہ سب کے نام ارباب ہیئت نے یہ رکھے اور یہ سب فلک ہشتم میں مانتے ہیں۔

ان میں تین ربیعیہ ہیں وہ حمل، ثور اور جوزا ہیں اور انہیں تو اُم مانتے ہیں۔

تین بروج صیفیہ ہیں وہ سرطان، اسد اور سنبلہ ہیں انہیں عذرا کہتے ہیں۔

یہ چھ بروج شمالیہ ہیں۔

تین خریفیہ ہیں وہ میزان، عقرب اور قوس ہیں انہیں رامی کہتے ہیں۔

اور تین برجیں شتویہ ہیں وہ جدی، دلو اور حوت ہیں۔

صاحب تفسیر نسفی رحمہ اللہ کہتے ہیں:

هِيَ مَنَازِلُ الْكَوَاكِبِ السَّيَّارَةِ لِكُلِّ كَوْكَبٍ بَيْتَانِ يَقْوِيْ حَالُهٗ فِيْهِمَا وَلِلشَّمْسِ بَيْتٌ وَّ لِلْقَمَرِ

بَيْتٌ فَالْحَمَلُ وَالْعَقْرَبُ بَيْتُ الْمِرِّيْخِ وَالثَّوْرُ وَالْمِيْزَانُ بَيْتَا الزُّهْرَةِ وَالْجَوْزَاءُ وَالسُّنْبُلَةُ بَيْتَا عُطَارِدٍ وَالسَّرْطَانُ بَيْتُ الْقَمَرِ وَالْاَسَدُ بَيْتُ الشَّمْسِ وَالْقَوْسُ وَالْحُوْتُ بَيْتَا الْمُشْتَرِيِّ وَالْجَدْيُ وَالدَّلْوُ بَيْتَا زُحَلَ۔

بروج منازل کواکب سیارہ کو کہتے ہیں اور ہر کوکب کے لئے دو گھر ہیں جس سے ان کی کیفیات کو قوت ملتی ہے۔

شمس کے لئے ایک گھر ہے جسے قرآن کریم میں فلک فرمایا کُلٌّ فِیْ فَلَكٍ یَّسْبَحُوْنَ۔

قمر کے لئے بھی ایک گھر ہے۔

حمل، عقرب کا گھر مریخ ہے۔

ثور، میزان کا گھر مشتری ہے۔

جوزا، سنبلہ کا گھر عطارد ہے۔

سرطان کا گھر قمر ہے۔

جدی، دلو کا گھر زحل ہے۔

اسد کا گھر شمس ہے۔

قوس اور حوت کا گھر مشتری ہے۔

پھر ان کے مزاج کی تشریح فرمائی اور کہا:

وَ هٰذِهِ الْبُرُوْجُ مَقْسُوْمَةٌ عَلَى الطَّبَائِعِ الْاَرْبَعِ۔ پھر بروج چار طبیعتوں پر منقسم ہیں۔

فَیُصِیْبُ کُلَّ وَاحِدٍ مِّنْهَا ثَلٰثَةُ بُرُوْجٍ۔ تو ہر طبیعت کے ساتھ تین برج ملتے ہیں۔

فَالْحَمَلُ وَالْاَسَدُ وَالْقَوْسُ مُثَلَّثَةٌ نَارِیَّةٌ۔ برج حمل، برج اسد اور برج قوس یہ تینوں ناری طبیعت رکھتے ہیں۔

وَالثَّوْرُ وَالسُّنْبُلَةُ وَالْجَدْیُ مُثَلَّثَةٌ اَرْضِیَّةٌ۔ برج ثور، برج سنبلہ اور برج جدی یہ تینوں ارضی ہیں۔

وَالْجَوْزَآءُ وَالْمِیْزَانُ وَالدَّلْوُ مُثَلَّثَةٌ هَوَائِیَّةٌ۔ برج جوزا، برج میزان اور برج دلو یہ تینوں ہوائی ہیں۔

وَالسَّرْطَانُ وَالْعَقْرَبُ وَالْحُوْتُ مُثَلَّثَةٌ مَائِیَّةٌ۔ برج سرطان، برج عقرب اور برج حوت یہ تینوں بروج مائی ہیں۔

یہ بارہ بروج ہیں۔

سُمِّیَتِ الْمَنَازِلُ بِالْبُرُوْجِ الَّتِیْ هِیَ الْقُصُوْرُ الْعَالِیَةُ لِاَنَّهَا لِهٰذِهِ الْکَوَاکِبِ کَالْمَنَازِلِ لِسُکَّانِهَا۔ ان کی منزلوں کا نام بروج رکھا گیا۔ اور یہ منزلیں بلند محل کی طرح ہیں۔ اس لئے کہ ان کواکب کے لئے ان میں رہنے کو منزلیں ہیں۔

اور بروج کا مبدأ اشتقاق تبرج ہے اور تبرج ظہور کو کہتے ہیں۔

اور حسن اور قتادہ اور مجاہد رحمہم اللہ کہتے ہیں: اَلْبُرُوْجُ هِیَ النُّجُوْمُ الْکِبَارُ لِظُهُوْرِهَا۔ برجیں یہ بڑے ستارے ہیں اور چونکہ یہ سب ستاروں پر روشن ہوتے ہیں اس لئے انہیں بروج کہا گیا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

چنانچہ تَبٰرَكَ الَّذِيْ جَعَلَ فِي السَّمَآءِ بُرُوْجًا وَّ جَعَلَ فِيْهَا سِرٰجًا وَّ قَمَرًا مُّنِيْرًا ﴿۶۱﴾ وَ هُوَ الَّذِيْ جَعَلَ الَّيْلَ وَ النَّهَارَ خِلْفَةً لِّمَنْ اَرَادَ اَنْ يَّذَّكَّرَ اَوْ اَرَادَ شُكُوْرًا ﴿۶۲﴾

ان کی مختصر تفسیر مع خلاصہ بیان ہو چکا اب

وَ عِبَادُ الرَّحْمٰنِ الَّذِيْنَ يَمْشُوْنَ عَلَى الْاَرْضِ هَوْنًا۔ سے آخر رکوع تک ۹ خواص مومنین کے بیان فرمائے گئے

چنانچہ مومن کا پہلا خاصہ تو یہ ہے:

۱- اور رحمٰن کے بندے وہ ہیں کہ چلتے ہیں زمین پر تو تواضع اور فروتنی اختیار کرتے ہیں تکبر اور غرور اور نخوت اختیار نہیں کرتے جس کی ممانعت دوسری جگہ فرمائی گئی: وَلَا تَمْشِ فِي الْاَرْضِ مَرَحًا ۚ اِنَّكَ لَنْ تَخْرِقَ الْاَرْضَ وَلَنْ تَبْلُغَ الْجِبَالَ طُوْلًا۔ زمین پر اکڑ کر نہ چل بے شک تو زمین ہرگز نہ چیر سکے گا اور پہاڑوں سے بلند نہ ہو سکے گا۔

۲- وَ اِذَا خَاطَبَهُمُ الْجٰهِلُوْنَ قَالُوْا سَلٰمًا ﴿۶۳﴾۔ اور جب جاہلوں سے مخاطبہ کریں تو سلام کہہ دیتے ہیں۔ یعنی سلامتی اور سکوت اختیار کرتے ہیں جیسے اردو محاورہ میں درشت کلامی کے مقابل بولا کرتے ہیں معاف کرو۔ اور ان سے الجھتے نہیں اور سلامتی و آبرو سے گزر جاتے ہیں۔

۳- وَ الَّذِيْنَ يَبِيْتُوْنَ لِرَبِّهِمْ سُجَّدًا وَّ قِيَامًا ﴿۶۴﴾ اور شب بیدار رہتے ہیں اپنے رب کے لئے سجدے اور قیام کے ساتھ۔

پہلے تمدن اور تدبیر منزل کی دو صورتیں بیان کیں اس تیسری شرط میں تہذیب اخلاق اور عبادت الٰہی کی کیفیت بیان فرمائی اور بتایا کہ تمام رات کا بڑا حصہ اللہ تعالیٰ کی یاد میں صرف کرتے نماز پڑھتے اور عجز و نیاز کے ساتھ اپنے رب کے حضور سربسجود رہتے ہیں۔

بعض مفسرین کہتے ہیں اس آیت کریمہ میں تہجد کی طرف اشارہ ہے۔

اور دوسری جگہ بھی اسی مضمون کو قرآن کریم میں ارشاد فرمایا: تَتَجَافٰى جُنُوْبُهُمْ عَنِ الْمَضَاجِعِ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ خَوْفًا وَّ طَمَعًا۔ الایۃ

۴- وَ الَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا اصْرِفْ عَنَّا عَذَابَ جَهَنَّمَ ۖ اِنَّ عَذَابَهَا كَانَ غَرَامًا ﴿۶۵﴾۔ اور وہ ہیں جو کہتے ہیں اے ہمارے رب عذاب جہنم کو ہم سے دور رکھ کیونکہ وہ عذاب دردناک اور بہت برا ہے۔ یعنی اپنی عبادت و ریاضت پر غرور و تکبر نہیں کرتے اور اپنے رب کی بے نیازی سے خائف ہو کر اس کی رحمت سے دعا کرتے ہیں۔

۵- وَ الَّذِيْنَ اِذَآ اَنْفَقُوْا لَمْ يُسْرِفُوْا وَ لَمْ يَقْتُرُوْا وَ كَانَ بَيْنَ ذٰلِكَ قَوَامًا ﴿۶۷﴾۔ وہ جب خرچ کرتے ہیں تو نہ فضول خرچ ہوں نہ بخل کریں۔ کھانے پینے لباس مکان سب میں درمیانہ روی رکھتے ہیں۔

اسراف کی تعریف کار معصیت میں صرف کرنا کی ہے اور اللہ واسطے دینے میں بخل کرنا اقتار ہے جس کے معنی تنگدلی ہوتے ہیں۔

۶- وَ الَّذِيْنَ لَا يَدْعُوْنَ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ۔ اور وہ لوگ نہیں پوجتے اللہ کے ساتھ دوسرے معبود یعنی شرک نہیں کرتے۔

۷- وَ لَا يَقْتُلُوْنَ النَّفْسَ الَّتِيْ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ۔ اور اس جان کے قتل کی طرف نہیں جاتے جسے قتل کرنا حرام کیا

گیا ہو مگر حق میں یعنی بلا وجہ قتل پر آمادہ نہیں ہوتے مگر شریعت کے حکم کی تعمیل میں جیسے قتل قصاص وغیرہ۔

۸- وَلَا يَزْنُوْنَ ۚ وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ يَلْقَ اَثَامًا ﴿۶۸﴾ يُّضٰعَفْ لَهُ الْعَذَابُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَيَخْلُدْ فِيْهٖ مُهَانًا ﴿۶۹﴾ ۔ اور وہ زنا نہیں کرتے خواہ اس کا نام متعہ ہو اور جو ایسا کرے وہ اپنے گناہ کا خمیازہ بھگتے گا اس کے لئے دوچند عذاب ہے اور ہمیشہ اس میں ذلیل ہوگا۔

اس کے بعد اپنی وسعت رحمت سے استثناء فرمایا گیا۔

اِلَّا مَنْ تَابَ وَاٰمَنَ وَعَمِلَ عَمَلًا صَالِحًا فَاُولٰٓئِكَ يُبَدِّلُ اللّٰهُ سَيِّاٰتِهِمْ حَسَنٰتٍ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ﴿۷۰﴾ وَمَنْ تَابَ وَعَمِلَ صَالِحًا فَاِنَّهٗ يَتُوْبُ اِلَى اللّٰهِ مَتَابًا ﴿۷۱﴾ ۔

مگر جو توبہ کرے اور ایمان لا کر نیک عمل کرے تو یہ وہ ہیں جن کے گناہ نیکیوں سے اللہ تعالیٰ بدل دے گا اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے اور جو توبہ کر کے نیک عمل کرے وہ درحقیقت اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع ہوا۔ یعنی توبہ کے بعد سابقہ گناہوں کی گرفت نہیں رہتی اَلتَّائِبُ مِنَ الذَّنْبِ كَمَنْ لَّا ذَنْبَ لَهٗ ۔ توبہ کرنے والا وہ ہے جو گویا بے گناہ ہے۔ پھر اور علامات ارشاد ہو رہی ہیں۔

۹- وَالَّذِيْنَ لَا يَشْهَدُوْنَ الزُّوْرَ ۔ اور نیک بندے وہ ہیں جو زور کے موقع پر نہیں موجود ہوتے یعنی زور جسے جھوٹ کہتے ہیں۔ نیک بندے جھوٹی گواہی نہیں دیتے اور سچی گواہی سے اعراض نہیں کرتے۔

۱۰- وَاِذَا مَرُّوْا بِاللَّغْوِ مَرُّوْا كِرَامًا ﴿۷۲﴾ ۔ اور مومن جب اتفاقاً کسی بے ہودہ مشغلہ میں سے گزریں تو اپنی وضع داری سے گزر جاتے ہیں اور ان لغو، بے ہودہ خرافات سے بچ جاتے ہیں۔

۱۱- وَالَّذِيْنَ اِذَا ذُكِّرُوْا بِاٰيٰتِ رَبِّهِمْ لَمْ يَخِرُّوْا عَلَيْهَا صُمًّا وَّعُمْيَانًا ﴿۷۳﴾ ۔ اور مومن وہ ہیں کہ جب ان کے آگے اللہ کی آیتیں سنائی جائیں تو اندھے بہرے ہو کر نہیں گرتے۔ یعنی احترام و عظمت سے اسے سنتے ہیں مشرکین کی طرح اندھے بہرے ہو کر بے حس ہو کر نہیں گزرتے۔

۱۲- وَالَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا هَبْ لَنَا مِنْ اَزْوَاجِنَا وَذُرِّيّٰتِنَا قُرَّةَ اَعْيُنٍ وَّاجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِيْنَ اِمَامًا ﴿۷۴﴾ ۔ اور مومن وہ ہیں جو اپنے رب کے حضور دعا کرتے ہیں کہ ہمارے رب بخش دے ہمیں ہماری بیویوں اور اولاد سے ہماری آنکھوں کی ٹھنڈک اور کر ہمیں پرہیزگاروں کا امام۔ یعنی حلال طریقہ سے بیٹے پوتے ہونے کی دعا کرتے ہیں اور پرہیزگاری میں وہ اعلیٰ مقام مانگتے ہیں جس سے وہ امام الاتقیا بن جائیں۔

اس قسم کے مومنین کے حق میں ارشاد ہے:

اُولٰٓئِكَ يُجْزَوْنَ الْغُرْفَةَ بِمَا صَبَرُوْا وَيُلَقَّوْنَ فِيْهَا تَحِيَّةً وَّسَلٰمًا ﴿۷۵﴾ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۭ حَسُنَتْ مُسْتَقَرًّا وَّمُقَامًا ﴿۷۶﴾ ۔ یہی وہ ہیں جنہیں بخشا جائے گا بہشت میں بلند بالا خانہ اور وہاں دعا و سلام کے ساتھ ان کا استقبال کیا جائے گا ہمیشہ رہیں گے وہ جنت میں جو بہترین مقام ہے اور نفیس ترین جگہ ہے۔

اس کے بعد منکرین کے لئے توبیخ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے تسلی ہے۔

قُلْ مَا يَعْبَؤُا بِكُمْ رَبِّيْ لَوْلَا دُعَآؤُكُمْ ۚ فَقَدْ كَذَّبْتُمْ فَسَوْفَ يَكُوْنُ لِزَامًا ﴿۷۷﴾ ۔ اے محبوب فرما دیجئے کہ اللہ

تمہاری پرواہ نہیں کرتا اگر اس کی پوجا نہ کرو بے شک تم نے جھٹلایا حق کو تو اب تم پر اس کا وبال لازم ہے۔ یعنی جیسی کرنی ویسی بھرنی مثل مشہور ہے لہٰذا تکذیب رسالت و توحید کا عذاب تم پر لازماً آئے گا۔

مختصر تفسیر اردو چھٹا رکوع - سورۃ فرقان - پ ۱۹

تَبٰرَكَ الَّذِیْ جَعَلَ فِی السَّمَآءِ بُرُوْجًا بڑی برکت والا ہے جس نے آسمان میں برجیں بنائیں۔

آلوسی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اَلظَّاهِرُ اِنَّهَا الْبُرُوْجُ الْاِثْنَا عَشَرَ الْمَعْرُوْفَةُ۔ ظاہر معنی اس کے یہی ہیں کہ وہ بارہ برج ہیں جو مشہور ہیں۔

وَ اَخْرَجَ ذَالِکَ الْخَطِیْبُ فِیْ کِتَابِ النُّجُوْمِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا وَ هِیَ فِی الْاَصْلِ الْقُصُوْرُ الْعَالِیَةُ۔ خطیب کتاب النجوم میں سید المفسرین ابن عباس رضی اللہ عنہما سے راوی ہیں کہ بروج اصل میں بلند محلوں سے مراد ہے۔

وَاُطْلِقَتْ عَلَیْهَا عَلٰی طَرِیْقِ التَّشْبِیْهِ لِكَوْنِهَا لِلْكَوَاكِبِ كَالْمَنَازِلِ الرَّفِیْعَةِ لِسَاكِنِیْهَا ثُمَّ شَاعَ فَصَارَ حَقِیْقَةً فِیْهَا۔

اور بطریق تشبیہ بروج کا اس پر اطلاق ہو گیا اس لئے کہ سیاروں کے رہنے کی جگہ بلند عمارتوں کی سی ہے پھر یہ بمعنی حقیقی شائع ہو گیا۔

زجاج رحمہ اللہ کہتے ہیں: اِنَّ الْبُرْجَ كُلُّ مُرْتَفِعٍ فَلَاحَاجَةَ اِلَی التَّشْبِیْهِ اَوِ النَّقْلِ وَاشْتِقَاقِهٖ مِنَ التَّبَرُّجِ بِمَعْنَی الظُّهُوْرِ۔ برج ہر بلند کو کہتے ہیں تو تشبیہ دینے کی کوئی حاجت نہیں اور اس کا مبدأ اشتقاق برج سے ہے اور تبرج ظاہر و بلند کو کہتے ہیں۔

اور اس کی تفصیل کہ بروج کتنی قسم پر منقسم ہیں مختصراً ہم خلاصہ میں لکھ چکے ہیں اور تفصیلاً اب بیان کرتے ہیں:

وَ قَدْ جَعَلَ اللّٰهُ تَعَالٰی ثَلَاثَةً مِنْهَا رَبِیْعِیَّةً - وَ هِیَ الْحَمَلُ وَالثَّوْرُ وَ الْجَوْزَآءُ وَ تُسَمَّی التَّوْاَمَیْنِ اَیْضًا۔ اللہ تعالیٰ نے ان بروج میں سے تین ربیعیہ کئے اور وہ حمل، ثور اور جوزاء ہیں اور ان کا نام توأمین بھی ہے۔

وَ ثَلَاثَةٌ صَیْفِیَّةٌ وَّ هِیَ السَّرْطَانُ وَالْاَسَدُ وَالسُّنْبُلَةُ وَتُسَمَّی الْعَذْرَاءُ اَیْضًا۔ اور تین صیفیہ ہیں اور وہ سرطان، اسد اور سنبلہ ہیں اور عذرا بھی انہیں کہتے ہیں۔

اور یہ چھ برج شمالیہ ہیں۔

وَ ثَلَاثَةٌ خَرِیْفِیَّةٌ وَهِیَ الْمِیْزَانُ وَالْعَقْرَبُ وَالْقَوْسُ وَسُمِّیَ الرَّامِیْ اَیْضًا۔ تین برج خریفیہ ہیں وہ میزان، عقرب اور قوس ہیں انہیں رامی بھی کہتے ہیں۔

وَثَلَاثَةٌ شَتَوِیَّةٌ وَ هِیَ الْجَدْیُ وَالدَّلْوُ وَالْحُوْتُ وَیُسَمَّی الدَّالِیْ وَسَاكِبُ الْمَآءِ اَیْضًا وَ تُسَمَّی السَّمْكَتَیْنِ۔ اور تین شتویہ ہیں یعنی دشمن پیدا کرنے والے ہیں وہ جدی دلو اور حوت ہیں انہیں دالی اور ساکب الماء بھی کہتے ہیں اور ان بروج کا نام سمکتین بھی ہے۔

یہ چھ برج جنوبیہ ہیں۔

اورحلول شمس کے لئے ان بارہ برجوں سے زمانی کیفیات میں حرارت و برودت رات اوردن اوران کا بڑا چھوٹا ہوتا ہے۔ اوراس سے بموجب عادت عالم کون وفساد آثار جلیلہ کا ظہور ہوتا ہے جیسے پھلوں کا پکنا کھیتوں کا پھلنا پھولنا وغیرہ وغیرہ اوریہی بروج ان کے لئے موجب برکت ہیں۔

وَلَهُمْ فِيْ تَقْسِيْمِهَا اِلٰى مُذَكَّرٍ وَ مُؤَنَّثٍ وَ لَيْلِيِّ وَ نَهَارِيِّ وَ حَارٍ وَّ بَارِدٍ وَّ سَعْدٍ وَّ نَحْسٍ اِلٰى غَيْرِ ذَالِكَ كَلَامٌ طَوِيْلٌ۔

اوران کی تقسیم میں مذکر ومونث اورلیلی ونہاری اورگرم سرد اورسعد ونحس تک ہے جس پر بہت طویل بحث ارباب ہیئت نے کی ہے۔

اوراس فن کا اول موجد ہرمس ہے اورانہیں کو بعض نے ادریس علیہ السلام کہا ہے۔

اورعبد بن حمید قتادہ سے راوی ہیں کہ اِنَّ الْبُرُوْجَ قُصُوْرٌ عَلٰى اَبْوَابِ السَّمَآءِ فِيْهَا الْحَرَسُ۔ برجیں یہ بڑے محل ہیں آسمانوں کے دروازوں پران میں محافظ ہیں۔ انتہی مختصراً۔ آگے ارشاد ہے:

وَجَعَلَ فِيْهَا سِرٰجًا وَّ قَمَرًا مُّنِيْرًا ۝ ۔ اوران برجوں میں آسمانوں پر سراج یعنی سورج اور چاند روشن فرمائے سراج سے مراد سورج تفسیر القرآن بالقرآن کے ماتحت لیا گیا جیسا کہ ارشاد ہے: وَجَعَلَ الشَّمْسَ سِرَاجًا اور قَمَرًا مُّنِيْرًا چاند کو روشن۔ آیۂ کریمہ میں یہی فرمایا گیا اس لئے کہ منیر خود روشن ہونے والا ہوتا ہے اورشمس اپنے کمال نور کے سبب خود بھی منور اوراپنے ماسوا کے لئے منور بھی ہے۔ لِكَمَالِ مَزِيَّتِهَا عَلٰى مَاسِوَاهَا آگے ارشاد ہے:

وَهُوَ الَّذِيْ جَعَلَ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ خِلْفَةً لِّمَنْ اَرَادَ اَنْ يَّذَّكَّرَ اَوْ اَرَادَ شُكُوْرًا ۝ ۔ اوروہی ہے جس نے رات اوردن کو آگے پیچھے آنے کے لئے کیا نشان اس کے لئے جو ارادہ کرے سمجھنے کا یا ارادہ کرے شکر گزار ہونے کا۔

وَالْمُرَادُ الْاِخْتِلَافُ فِي الزِّيَادَةِ وَالنُّقْصَانِ۔ خلفۃ سے مراد اختلاف لیل ونہار ہے کمی اورزیادتی کے ساتھ اَوْ فِي الْبَيَاضِ وَالسَّوَادِ۔ یا اندھیری اورچاندنی کا اختلاف مراد ہے۔

وَ فِي الْبَحْرِ يُقَالُ بِفُلَانٍ خِلْفَةٌ وَّ اخْتِلَافٌ اِذَا اخْتَلَفَ كَثِيْرًا اِلٰى مُتَبَرَّزِهٖ۔ محاورہ میں کہتے ہیں فلاں خلفہ ہے جبکہ وہ ظہور میں مختلف ہو۔

وَ فِي الْقَامُوْسِ الْخِلْفُ وَالْخِلْفَةُ بِالْكِسْرِ الْمُخْتَلِفُ۔ قاموس میں خلف اورخلفہ زیر کے ساتھ مختلف کے معنی دیتا ہے۔

بیان اللسان میں ہے خلیفہ اورخلائف جانشین اورنائب کو کہتے ہیں کہ وہ ایک کے بعد دوسرا ہوتا ہے۔

خلف۔ مختلف صورت میں بن کر آنے والا خلف بعد میں آنے والا۔

لِمَنْ اَرَادَ اَنْ يَّذَّكَّرَ اَوْ اَرَادَ شُكُوْرًا اَنْ يَّشْكُرَ اللّٰهَ تَعَالٰى بِاَدَاءِ نَوْعٍ مِّنَ الْعِبَادَةِ۔ اس کے لئے جو ارادہ کرے سمجھنے کا یا ارادہ کرے اس کا کہ شکر گزار ہو اللہ تعالیٰ کا عبادتوں کے ادا کرنے میں۔

مجمع البیان میں ہے: اَلْمَعْنٰى لِمَنْ اَرَادَ النَّافِلَةَ بَعْدَ اَدَاءِ الْفَرِيْضَةِ۔ اس کے یہ معنی ہیں کہ فرائض کی ادائیگی کے بعد جو ارادہ عبادت نافلہ کا کرے۔

وَ يَجُوْزُ اَنْ يَّكُوْنَ الْمَعْنٰى لِمَنْ اَرَادَ اَنْ يَّتَذَكَّرَ وَيَتَفَكَّرَ فِيْ بَدَائِعِ صُنْعِ اللّٰهِ تَعَالٰى۔ جوارادہ کرے نصیحت حاصل کرنے کا بدائع صنع اللہ سے اور غور کرنے کا انواع صنعت میں تا کہ وہ غور وفکر کے بعد صانع حکیم واجب الذات ذی رحمت کو پہچانے کہ اس کا کرم بندوں پر کیا گیا ہے۔ پھر علامات عباد الرحمٰن فرمائیں۔

وَعِبَادُ الرَّحْمٰنِ الَّذِيْنَ يَمْشُوْنَ عَلَى الْاَرْضِ هَوْنًا۔ اور اللہ کے بندے وہ ہیں جو چلتے ہیں زمین پر جھک کر۔ عباد عبد کی جمع ہے وَ هِيَ اَنْ يَّفْعَلَ مَا يَرْضَاهُ الرَّبُّ اور وہ اسے کہتے ہیں جو ایسے کاموں میں رہے جس سے اللہ تعالیٰ راضی ہو۔

قَالَ الرَّاغِبُ الْعُبُوْدِيَّةُ اِظْهَارُ التَّذَلُّلِ وَالْعِبَادَةُ اَبْلَغُ مِنْهَا لِاَنَّهَا غَايَةُ التَّذَلُّلِ۔ راغب کہتے ہیں عبودیت نام ہے اظہار تذلل کا اور عبادت اس کے لئے لفظ ابلغ ہے اس لئے کہ غایت تذلل کا مظاہرہ ہے اور بعض نے کہا:

اِنَّ الْعِبَادَةَ فِعْلُ الْمَاْمُوْرَاتِ وَ تَرْكُ الْمَنْهِيَّاتِ رِجَاءَ الثَّوَابِ وَالنَّجَاةِ مِنَ الْعِقَابِ بِذٰلِكَ۔ عبادت اس فعل کو کہتے ہیں جس کا حکم شارع نے دیا اور منہیات سے اجتناب بھی عبادت ہے اس امید پر کہ اس سے ثواب ملے گا اور عذاب آخرت سے نجات حاصل ہوگی۔

وَالْعُبُوْدِيَّةُ فِعْلُ الْمَاْمُوْرَاتِ وَ تَرْكُ الْمَنْهِيَّاتِ۔ عبودیت مامورات پر عمل کرنے اور منہیات کے ترک کا نام ہے۔

اور يَمْشُوْنَ عَلَى الْاَرْضِ هَوْنًا میں ہون مصدر ہے جو بمعنی لین اور رفق کے مستعمل ہے۔ نرم اور بلا فتنہ قدم اٹھانے کے معنی دیتا ہے۔

وَالْمُرَادُ يَمْشُوْنَ هَيِّنِيْنَ فِيْ تُؤَدَةٍ وَ سَكِيْنَةٍ وَّ وَقَارٍ وَّ حُسْنِ سَمْتٍ لَا يَضْرِبُوْنَ بِاَقْدَامِهِمْ وَلَا يَخْفِقُوْنَ بِنِعَالِهِمْ۔ اس سے مراد یہ ہے کہ نرم، آسان ہلکا ملائم قدم محبت وسکون اور عزت ووقار اور حسن سمت سے قدم اٹھا کر چلیں نہ اپنے قدم زور سے ماریں نہ اپنے جوتوں کی آوازیں سنا کر تکبر وتبختر کا مظاہرہ کریں۔ چنانچہ

ابن عباس اور مجاہد اور عکرمہ اور فضل بن عباس رحمہم اللہ وغیرہ امام ابو عبداللہ رضی اللہ عنہ سے راوی ہیں: اِنَّ الْهَوْنَ مَشْيُ الرَّجُلِ بِسَجِيَّةِ الَّتِيْ جُبِلَ عَلَيْهَا لَا بِتَكَلُّفٍ وَّ لَا بِتَبَخْتُرٍ۔ ہون ایسے چلنے کو کہتے ہیں جس میں تکلف اور بناوٹ اور تکبر وتبختر نہ ہو۔

آمدی شرح دیوان الاعشی میں اپنی سند سے عمر رضی اللہ عنہ سے راوی ہیں: اَنَّهٗ رَاٰى غُلَامًا يَتَبَخْتَرُ فِيْ مَشْيِهٖ فَقَالَ اِنَّ الْخَبَرَةَ مَشْيَةٌ تُكْرَهُ اِلَّا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى وَ قَدْ مَدَحَ اللّٰهُ تَعَالٰى اَقْوَامًا بِقَوْلِهٖ سُبْحَانَهٗ وَ عِبَادُ الرَّحْمٰنِ الَّذِيْنَ يَمْشُوْنَ عَلَى الْاَرْضِ هَوْنًا – وَ قَالَ تَعَالٰى وَ اقْصِدْ فِيْ مَشْيِكَ۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک لڑکے کو اکڑ کر چلتے دیکھا تو آپ نے فرمایا کہ رفتار میں تکبر وتبختر مکروہ ہے سوائے جہاد فی سبیل اللہ کے موقعہ کے اور قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے مخلصین مومنین کی رفتار کی تعریف میں فرمایا ہے: وَعِبَادُ الرَّحْمٰنِ الَّذِيْنَ يَمْشُوْنَ عَلَى الْاَرْضِ هَوْنًا۔ اور وَاقْصِدْ فِيْ مَشْيِكَ بھی ارشاد ہوا اور

وَ قِيْلَ الْمَشْيُ الْهَوْنُ مُقَابِلُ السَّرِيْعِ وَ هُوَ مَذْمُوْمٌ فَقَدْ اَخْرَجَ اَبُوْ نُعَيْمٍ فِي الْحِلْيَةِ عَنْ اَبِيْ

هُرَيْرَةَ وَابْنُ النَّجَارِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَا قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سُرْعَةُ الْمَشْيِ تُذْهِبُ بَهَاءَ الْمُؤْمِنِ۔

وَاَخْرَجَ ابْنُ اَبِیْ حَاتِمٍ عَنْ مَيْمُوْنَ بْنِ مَهْرَانَ اَنَّ هَوْنًا بِمَعْنٰى حِلْمًا بِالسُّرْيَانِيَّةِ وَالظَّاهِرُ اَنَّهٗ عَرَبِيٌّ بِمَعْنَى اللِّيْنِ وَالرِّفْقِ وَ فَسَّرَهُ الرَّاغِبُ بِتَذَلُّلِ الْاِنْسَانِ فِیْ نَفْسِهٖ لِمَا لَا يَلْحَقُ بِهٖ غَضَاضَةٌ وَ هُوَ الْمَمْدُوْحُ وَ مِنْهُ الْحَدِيْثُ الْمُؤْمِنُ هَيِّنٌ لَيِّنٌ۔

ایک قول ہے مشی ہون مقابل سریع اور تیز کے ہے اور وہ مذموم ہے۔

چنانچہ حلیہ میں ابن عباس سے ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا رفتار میں تیزی کرنا مومن کی قیمت گھٹا دیتا ہے۔

ابن ابی حاتم کہتے ہیں سریانی میں ہون حلم اور درمیانہ روی کو کہتے ہیں۔

اور ظاہر یہ ہے کہ ہون عربی لغت ہے اس کے معنی نرم اور صلح کے ہیں۔

اور علامہ راغب کہتے ہیں کہ ہون کے معنی یہ ہیں کہ انسان اپنے میں انکسار و تذلل پیدا کرے اور غضاضت و خضوضت اور سختی اور متکبرانہ اخلاق کا مظاہرہ نہ کرے اور جو اس صفت کا مالک ہو وہ ممدوح ہے اور اسی کی تائید میں حدیث ہے کہ مومن منکسر اور نرم ہوتا ہے۔

وَ اِذَا خَاطَبَهُمُ الْجٰهِلُوْنَ قَالُوْا سَلٰمًا ﴿۶۳﴾ ۔اور جب مخاطبہ کریں ان سے جاہل جہالت کے ساتھ تو کہہ دیں باوا معاف کرو تمہیں سلام ہے۔

یہ وہی تعلیم ہے جو دوسری جگہ قرآن کریم میں دی گئی ہے: قَالَ سَلٰمٌ عَلَيْكَ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے باپ (چچا) کو فرمایا۔ اور سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ لَا نَبْتَغِي الْجٰهِلِيْنَ۔ چنانچہ اِذَا خَاطَبَهُمُ الْجٰهِلُوْنَ اس سے مراد گمراہ بے وقوف بے ادب ہیں اور یہ سلام تو دیع ہے نہ کہ سلام تحیہ جو متارکہ اور تبری کے موقعہ پر استعمال ہوتا ہے۔

وَالظَّاهِرُ اِنَّ الْمُرَادَ مَدْحُهُمْ بِالْاِغْضَآءِ عَنِ السُّفَهَآءِ وَتَرْكِ مُقَابَلَتِهِمْ فِي الْكَلَامِ۔ آیت کریمہ کا ظاہر مفہوم یہ ہے کہ سلام کر کے ٹل جانے والوں کی جو مدحت ہے وہ بایں معنی ہے کہ بے وقوف کج بحث اور جاہلوں سے نیچی نگاہ کر کے گزر جائیں اور ان کے مقابلہ سے اعراض کریں اور کلام نہ کریں۔

۳- وَالَّذِيْنَ يَبِيْتُوْنَ لِرَبِّهِمْ سُجَّدًا وَّقِيَامًا ﴿۶۴﴾ ۔اور مومنوں کی تیسری صفت یہ ہے کہ رات میں اپنے رب کے لئے سجدہ اور قیام کریں۔

بیتوتہ یہ ہے کہ رات کا کچھ حصہ عبادت کے ساتھ جگائیں عام اس سے کہ تمام رات جگائیں یا کم۔

تو خلاصہ یہ ہوا کہ مومن يَبِيْتُوْنَ سَاجِدِيْنَ وَ قَائِمِيْنَ لِرَبِّهِمْ سُبْحٰنَهٗ اَیْ يُحْيُوْنَ اللَّيْلَ كُلًّا اَوْ بَعْضًا بِالصَّلٰوةِ۔ جاگتا ہے رات کو سجدے اور قیام میں اپنے رب کے لئے یعنی رات بھر جاگتے ہیں تمام رات یا بعض رات نماز میں۔

ایک روایت میں ہے: مَنْ قَرَاَ شَيْئًا مِّنَ الْقُرْاٰنِ بِاللَّيْلِ فِیْ صَلٰوةٍ فَقَدْ بَاتَ سَاجِدًا اَوْ قَائِمًا۔ جو قرآن کریم سے کچھ حصہ رات میں نماز کے اندر پڑھ لے وہ شب بھر ساجد و قائم رہا۔

بعض نے کہا: اُرِيْدَ بِذٰلِكَ الرَّكْعَتَيْنِ بَعْدَ الْمَغْرِبِ وَالرَّكْعَتَيْنِ بَعْدَ الْعِشَآءِ۔ اس سے مراد یہ ہے کہ

بعد مغرب دو رکعت اور بعد عشاء دو رکعت نفل پڑھنے والا قائم اللیل ہے۔

۴- وَالَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا اصْرِفْ عَنَّا عَذَابَ جَهَنَّمَ ۖ إِنَّ عَذَابَهَا كَانَ غَرَامًا ﴿۶۵﴾ اور مومن وہ ہیں جو کہیں اے ہمارے رب پھیر دے ہم سے جہنم کا عذاب بے شک اس کا عذاب بڑی ذلت کا ہے۔

إِنَّهَا سَاءَتْ مُسْتَقَرًّا وَّمُقَامًا ﴿۶۶﴾۔ بے شک وہ جہنم بہت برا مقام اور ٹھہرنے کی جگہ ہے۔

غَرَامًا سے ہی غریم ہے اور غریم قرض دار کو کہتے ہیں چونکہ قرض دار بھی قرض خواہ کے آگے ذلیل ہوتا ہے۔ اس لئے غریم کہا۔ تو مومن باوجود اس کے کہ اوقات پنجگانہ پر عامل ہوتا ہے لیکن عذاب الٰہی عزوجل سے خائف ہوتا ہے کہ باوجود عبادت کے اور اوقات کی پابندی کے یہی دعا کرتا ہے کہ الٰہی عذاب جہنم ہم سے پھیر دے جیسا کہ بشر بن ابی حاتم کہتے ہیں:

وَ يَوْمَ النِّسَارِ وَ يَوْمَ الْجِفَارِ كَانَا عَذَابًا وَّ كَانَ غَرَامًا

خلاصہ یہ کہ غرام کی تفسیر قطیع شدید سخت ذلت کے معنی میں مستعمل ہے۔

بعض نے غراماً کا ترجمہ مہلک ہلاک ہونے کی جگہ کہا۔

اس آیہ کریمہ میں مومن کی صفت بیان فرمائی کہ وہ باوجود اس کے حسن معاملہ حسن خلق اور اطاعت الٰہی عزوجل میں کوشش کرتے اور عبادت حق میں سرگرم عمل رہتے ہیں تب بھی عذاب الٰہی عزوجل سے خوف کرتے ہیں۔

جیسا کہ دوسری جگہ فرمایا: وَالَّذِيْنَ يُؤْتُوْنَ مَا آتَوا وَّقُلُوْبُهُمْ وَجِلَةٌ أَنَّهُمْ إِلٰى رَبِّهِمْ رٰجِعُوْنَ۔

اور وہ جانتے ہیں کہ جہنم بہت بری جگہ اور مقام ہے۔

بعض نے کہا: اَلْمُسْتَقَرُّ لِلْعُصَاةِ وَالْمُقَامُ لِلْكَفَرَةِ۔ مستقر گنہگاران امت کے لئے ہے اور مقام کفار و مشرکین کے لئے۔

۵- وَالَّذِيْنَ إِذَا أَنْفَقُوْا لَمْ يُسْرِفُوْا وَلَمْ يَقْتُرُوْا وَكَانَ بَيْنَ ذٰلِكَ قَوَامًا ﴿۶۷﴾۔ اور وہ لوگ جب خرچ کرتے ہیں تو اسراف اور فضول خرچی نہیں کرتے اور بخل بھی نہیں کرتے اور دونوں کے درمیان رہتے ہیں۔

آلوسی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اَیْ لَمْ يَتَجَاوَزُوْا عَنِ الْحَدِّ وَلَمْ يُضَيِّقُوْا ضِيْقَ الشَّحِيْحِ۔ حد جواز سے آگے نہیں بڑھتے اور بخیلوں کی طرح تنگی نہیں کرتے۔

عبدالرحمٰن الحبل رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اَلْإِسْرَافُ هُوَ الْإِنْفَاقُ فِي الْمَعَاصِيْ۔ اسراف ناجائز کاموں میں صرف کرنے کو کہتے ہیں جیسے شادی بیاہ میں باجہ، آتش بازی یا حیثیت سے زیادہ انصرام قرض دام کر کے کرنا لغویات، سینما، تھیٹر، ناچ رنگ ڈانس میں خرچ کرنا وغیرہ وغیرہ۔

وَالْقَتْرُ الْإِمْسَاكُ عَنْ طَاعَةٍ۔ قتر عربی میں طاعت حق میں خرچ سے ہاتھ روکنا ہے جیسے زکوٰۃ نہ دینا۔ حج نہ کرنا وغیرہ وغیرہ۔

وَكَانَ بَيْنَ ذٰلِكَ قَوَامًا ﴿۶۷﴾۔ یعنی مومن کا خرچ اسراف واقتار کے بین بین رہتا ہے۔

وَالْمُرَادُ بِهٖ هٰهُنَا مَا يُقَامُ بِهِ الْحَاجَةُ لَا يَفْضُلُ عَنْهَا وَلَا يَنْقُصُ۔ مراد یہ ہے کہ ضرورت جائزہ سے زیادہ بھی خرچ نہ ہو اور کم بھی نہ ہو۔

چنانچہ ایسا ہی قرآن کریم میں ارشاد ہے: وَالَّذِيْنَ اِذَآ اَنْفَقُوْا لَمْ يُسْرِفُوْا وَلَمْ يَقْتُرُوْا۔
احمد وطبرانی ابی الدرداء سے راوی ہیں: عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ فِقْهِ الرَّجُلِ رِفْقُهٗ فِيْ مَعِيْشَتِهٖ۔ سمجھدار آدمی وہ ہے جو اپنی معاش متوسط رکھے۔

وَ حُكِيَ عَنْ عَبْدِالْمَلِكِ بْنِ مَرْوَانَ اَنَّهٗ قَالَ لِعُمَرَ بْنِ عَبْدِالْعَزِيْزِ عَلَيْهِ الرَّحْمَةُ حِيْنَ زَوَّجَهُ ابْنَتَهٗ فَاطِمَةَ نَفَقَتُكَ ؟ فَقَالَ لَهٗ عُمَرُ الْحَسَنَةُ بَيْنَ السَّيِّئَتَيْنِ ثُمَّ تَلَا۔ عبدالملک بن مروان نے حضرت عمر بن عبدالعزیز سے کہا جب انہوں نے اپنی بیٹی کو بیاہا تو فرمایا تمہارا انفقہ کیا ہے تو عمر بن عبدالعزیز نے کہا دو گناہوں کے بیچ میں نیکی پھر یہ آیت تلاوت کی۔

۶- وَالَّذِيْنَ لَا يَدْعُوْنَ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ۔ اور مومن صالح وہ ہیں جو اللہ کے ساتھ کسی غیر کو نہ پوجیں۔ یعنی شرک نہ کریں۔

۷- وَلَا يَقْتُلُوْنَ النَّفْسَ الَّتِيْ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ۔ اور کسی جان کو قتل نہ کریں جن کا قتل اللہ نے حرام کیا مگر حد شرعی میں یعنی حدود شرع میں مثل زنا یا کفر بعد الایمان کے کسی کے قتل کا ارادہ نہ کریں۔

۸- وَلَا يَزْنُوْنَ۔ اور نہ زنا کریں۔

اور زنا کہتے ہیں فرج محارم میں دخول کو گویا یہ ارشاد ہے کہ وہ جنہیں اللہ نے پاک اور بری کر دیا اشراک وقتل نفس محرمہ اور موؤدہ اور زنا سے۔ موؤدہ زندہ درگور لڑکیاں کرنے کو کہتے ہیں۔

بخاری شریف اور مسلم شریف اور ترمذی میں ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے: قَالَ سَاَلْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَيُّ الذَّنْبِ اَكْبَرُ۔ فرماتے ہیں میں نے سوال کیا کہ سب سے بڑا گناہ کیا ہے؟

قَالَ اَنْ تَجْعَلَ لِلّٰهِ نِدًّا وَ هُوَ خَلَقَكَ۔ سب سے بڑا گناہ یہ ہے کہ اللہ کا ہمسر کسی کو بنائے با آنکہ اس نے تجھے پیدا کیا۔

قُلْتُ ثُمَّ قَالَ اَنْ تَقْتُلَ وَلَدَكَ خَشْيَةَ اَنْ يَّطْعَمَ مَعَكَ۔ میں نے عرض کی اس کے بعد کون سا گناہ ہے فرمایا یہ کہ اپنی اولاد اس خوف سے قتل کرے کہ وہ تیرے ساتھ کھائے گا۔

قُلْتُ ثُمَّ اَيٌّ قَالَ اَنْ تُزَانِيَ حَلِيْلَةَ جَارِكَ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ تَصْدِيْقَ ذٰلِكَ وَالَّذِيْنَ لَا يَدْعُوْنَ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ۔ الخ

میں نے عرض کی اس کے بعد کیا گناہ ہے فرمایا یہ کہ اپنے ہمسایہ کی عورت سے زنا کرے تو اللہ تعالیٰ نے تصدیق کے لئے اَلَّذِيْنَ لَا يَدْعُوْنَ مَعَ اللّٰهِ الخ نازل فرمائی۔ اور ارشاد ہوا:

وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ يَلْقَ اَثَامًا ﴿۶۸﴾ يُّضٰعَفْ لَهُ الْعَذَابُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَيَخْلُدْ فِيْهٖ مُهَانًا ﴿۶۹﴾۔ اور جو ایسا کرے بڑا گناہ میں جس کا عذاب مضاعف ہے اور ہمیشہ اس میں ذلت سے رہے گا۔

آثام۔ جمع اثم کی ہے یعنی گناہ۔

حسن رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ جہنم کے ناموں میں سے ایک نام ہے۔

ایک قول ہے وہ جہنم میں ایک کنواں ہے۔

ایک قول ہے وہ جہنم کا ایک پہاڑ ہے۔

اور عبداللہ بن عمر اور مجاہد کہتے ہیں وہ جہنم میں ایک جنگل ہے جسے اثام کہتے ہیں۔

اور مجاہد کا یہ قول بھی ہے کہ اثام وہ جگہ جہنم کی ہے جہاں خون اور پیپ جہنمیوں کا جمع ہے۔

ابن مبارک فرماتے ہیں اثام وہ حصہ جہنم ہے جس میں سانپ اور بچھو ہوں اور ایسے ہوں ستر قلہ عرض کا دہانہ ہو اور بچھو ہوں جو سواری کے خچروں کے برابر ہوں۔

عکرمہ کہتے ہیں جہنم میں ایک جنگل ہے جس میں زانی ہوں گے۔

جس میں عذاب پر عذاب ہو كُلَّمَا نَضِجَتْ جُلُوْدُهُمْ بَدَّلْنٰهُمْ جُلُوْدًا غَيْرَهَا لِيَذُوْقُوا الْعَذَابَ وَيَخْلُدْ فِيْهِ مُهَانًا۔ اور ہمیشہ اس عذاب مضاعف میں رہیں۔

مُهَانًا۔ ذَلِيْلًا مُّسْتَحْقِرًا فَيَجْتَمِعُ لَهُ الْعَذَابُ الْجِسْمَانِيُّ وَالرُّوْحَانِيُّ۔ ذلیل و خوار اس میں رہیں اور عذاب جسمانی و روحانی دونوں ہوں آگے ارشاد ہے جس میں استثناء فرمایا گیا:

اِلَّا مَنْ تَابَ وَاٰمَنَ وَعَمِلَ عَمَلًا صَالِحًا فَاُولٰٓئِكَ يُبَدِّلُ اللّٰهُ سَيِّاٰتِهِمْ حَسَنٰتٍ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ۝ ۔ مگر جو توبہ کرے اور ایمان لاکر نیک عمل کرے تو یہ وہ ہیں جن کے گناہ اللہ تعالیٰ نیکیوں سے بدل دے گا اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

آلوسی فرماتے ہیں: وَالْمَعْنٰى يَعْفُوْ جَلَّ وَعَلَا عَنْ عِقَابِهِمْ وَيَتَفَضَّلُ سُبْحَانَهٗ عَلَيْهِمْ بَدْلَهٗ بِالثَّوَابِ وَاِلٰى هٰذَا ذَهَبَ الْقَفَّالُ وَالْقَاضِيُّ۔ اس کے یہ معنی ہیں کہ اللہ تبارک وتعالیٰ اس کے گناہ معاف فرما کر اپنے فضل سے ان کی جگہ ثواب عطا فرمادے اسی طرف قفال اور قاضی ہیں۔

اور سعید بن مسیب اور عمرو بن میمون اور مکحول کہتے ہیں: اِنَّ ذٰلِكَ بِاَنْ تُمْحَى السَّيِّئَاتُ نَفْسُهَا يَوْمَ الْقِيَامَةِ مِنْ صَحِيْفَةِ اَعْمَالِهِمْ وَيُكْتَبُ بَدْلَهَا الْحَسَنَاتُ لَهُمْ۔ تبدل یوں ہوگا کہ گناہ مٹا کر بروز قیامت اس کے صحیفۂ اعمال میں اس کے بدلہ نیکیاں لکھ دی جائیں اور اس پر یہ حدیث حجت میں لاتے ہیں رَوَاهُ مُسْلِمٌ فِي الصَّحِيْحِ عَنْ اَبِيْ ذَرٍّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُؤْتٰى بِالرَّجُلِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فَيُقَالُ اَعْرِضُوْا عَلَيْهِ صِغَارَ ذُنُوْبِهٖ وَيُنَحّٰى عَنْهُ كِبَارُهَا فَيُقَالُ عَمِلْتَ يَوْمَ كَذَا وَكَذَا كَذَا وَكَذَا وَهُوَ يُقِرُّ لَا يُنْكِرُ وَهُوَ مُشْفِقٌ مِّنَ الْكَبَائِرِ فَيُقَالُ اَعْطُوْهُ مَكَانَ كُلِّ سَيِّئَةٍ عَمِلَهَا حَسَنَةً فَيَقُوْلُ اِنَّ لِيْ ذُنُوْبًا لَمْ اَرَهَا هُنَا قَالَ وَلَقَدْ رَاَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ضَحِكَ حَتّٰى بَدَتْ نَوَاجِذُهٗ۔

حضرت ابوذر فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قیامت کے دن ایک شخص لایا جائے تو حکم ہو اس کے صغیرہ گناہ پیش کرو اور کبائر ظاہر نہ کئے جائیں تو اس سے کہا جائے فلاں دن تو نے یہ کیا اور یہ کیا اور یہ کیا تو وہ لرزتا ہوا کبائر سے ڈرتا ہوا اقرار کرے تو حکم ہو اس کے تمام گناہوں کی جگہ اسے نیکیاں دی جائیں۔

تو وہ ہمت کر کے عرض کرے میرے بہت سے گناہ ہیں جو اس جگہ نہیں دکھائے گئے۔ ابوذر فرماتے ہیں میں نے حضور

صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ اتنے ہنسے کہ آپ کے دانت مبارک ظاہر ہو گئے۔

اور اسی قسم کی دوسری حدیث ہے جسے ابن ابی حاتم اور ابن مردویہ حضرت ابوہریرہ سے راوی ہیں کہ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيَاْتِيَنَّ نَاسٌ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَدُّوْا اَنَّهُمْ اسْتَكْثَرُوْا مِنَ السَّيِّئَاتِ قِيْلَ مَنْ هُمْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الَّذِيْنَ يُبَدِّلُ اللّٰهُ سَيِّئَاتِهِمْ حَسَنَاتٍ۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بہت سے لوگ بروز قیامت ایسے ہوں جو یہ چاہیں کہ ہمارے گناہ زیادہ پیش ہوں صحابہ نے عرض کی حضور وہ کون ہوں گے فرمایا جن کے گناہ نیکیوں سے بدلے جائیں گے آگے فرماتے ہیں:

هٰذَا التَّبَدُّلُ كَرَمُ الْعَفْوِ۔ یہ تبدل کرم اور بخشش سے ہوگا۔ ابونواس کہتا ہے:

تَعَضُّ نَدَامَةً كَفَّيْكَ مِمَّا تَرَكْتَ مَخَافَةَ الذَّنْبِ السُّرُوْرَا

وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ۝ ۔ اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

پھر فرمایا کہ وہ اس تائب کا بدلہ ہے جو تائب ہو کر ایمان لا کر عمل صالح کرے۔ لیکن وہ بھی تو ہیں جنہوں نے توبہ کی اور توبہ کے عمل صالح کے علاوہ اور کچھ نہ کر سکے ان کے حق میں ارشاد ہے:

وَمَنْ تَابَ وَعَمِلَ صَالِحًا فَاِنَّهٗ يَتُوْبُ اِلَى اللّٰهِ مَتَابًا ۝ ۔ اور جو توبہ کا عمل صالح کرے تو وہ بھی قبول ہے مقبولیت کی جگہ۔ آلوسی فرماتے ہیں:

اَیْ عَنْ جِنْسِ الْمَعَاصِیْ وَاِنْ لَّمْ يَفْعَلْهُ وَدَخَلَ فِي الطَّاعَاتِ فَاِنَّهٗ يَتُوْبُ اِلَى اللّٰهِ اَیْ يَرْجِعُ اِلَيْهِ سُبْحَانَهٗ بِذٰلِكَ مَتَابًا اَیْ رُجُوْعًا عَظِيْمَ الشَّانِ مَرْضِيًّا عِنْدَهٗ تَعَالٰى مَاحِيًا لِلْعِقَابِ مُحَصِّلًا لِلثَّوَابِ۔ یعنی جنس معاصی سے توبہ کرنے کے بعد اگرچہ کوئی اور عمل صالح نہ کر سکا اور طاعت والوں میں آ گیا تو اللہ تعالیٰ اس کی توبہ قبول کرے گا اور اس کی طرف عظیم رحمت کے ساتھ رجوع فرمائے گا کہ یہ توبہ ہی اللہ کی رضا کی موجب ہو گی اور گناہوں کو مٹا کر ثواب دلانے کی موجب بنے گی۔

یا یہ معنی ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کی توبہ اس کے لطف واسع کا سبب ہے اس لئے کہ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ التَّوَّابِيْنَ ارشاد ہے۔

اس کے بعد صفات مومنین سے نویں صفت کا بیان ہے:

۹- وَالَّذِيْنَ لَا يَشْهَدُوْنَ الزُّوْرَ۔ اور وہ جو جھوٹی گواہی پر نہیں آتے۔

اَیْ لَا يُقِيْمُوْنَ الشَّهَادَةَ الْكَاذِبَةَ۔ یعنی جھوٹی گواہی پر کھڑے نہیں ہوتے۔

اَخْرَجَ عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ وَابْنُ اَبِیْ حَاتِمٍ عَنْهُ اَنَّهٗ قَالَ اَیْ لَا يُسَاعِدُوْنَ اَهْلَ الْبَاطِلِ عَلٰى بَاطِلِهِمْ وَلَا يُؤَمِّلُوْنَ هُمْ فِيْهِ۔ عبد بن حمید اور ابن ابی حاتم کہ اہل باطل کی ان کی باطل باتوں پر مدد نہیں کرتے اور ان میں میلان نہیں کرتے۔

اور مجاہد کہتے ہیں: اِنَّ الْمُرَادَ بِالزُّوْرِ الْغِنَا۔ زور سے مراد گانا بجانا ہے۔

اور قتادہ کہتے ہیں: اِنَّهُ الْكِذْبُ۔ وہ جھوٹ بولنا ہے۔

عکرمہ کہتے ہیں: اِنَّهُ لَعِبٌ كَانَ فِي الْجَاهِلِيَّةِ۔ وہ ایک کھیل تھا زمانہ جاہلیت میں جو کھیلا جاتا تھا۔

ابن عباس فرماتے ہیں اِنَّهُ صَنَمٌ۔ یہ بت کا نام ہے۔

قَالَ الرَّاغِبُ وَ سُمِّيَ الصَّنَمُ الزُّوْرُ كَانُوْا يَلْعَبُوْنَ حَوْلَهُ سَبْعَةَ اَيَّامٍ۔ راغب بھی یہی کہتے ہیں کہ بت کا نام زور تھا۔ اس کے گرد سات دن کھیلتے تھے۔

ایک روایت میں ہے کہ زور عید مشرکین کو کہتے تھے۔

ضحاک کہتے ہیں اس سے مراد شرک ہے تو مومن ان کے شرک کی تصدیق نہیں کرتا۔

ایک قول یہ بھی ہے کہ زور سے مراد ہر باطل فعل ہے جو جہت حقہ سے منحرف ہو خواہ وہ شرک ہو خواہ کذب غنا ہو خواہ بکھان اور نوحہ سب کو حاوی ہے۔

۱۰- وَاِذَا مَرُّوْا بِاللَّغْوِ مَرُّوْا كِرَامًا ۝۷۲ ۔ اور جب ان کا اتفاقاً گزر ہو کسی لغو کی طرف سے تو بلا مزاحمت عزت کے ساتھ گزر جاتے ہیں۔

ابن ابی حاتم لغو کی تعریف معاصی کرتے ہیں۔

ابن عساکر ابراہیم بن میسرہ سے راوی ہیں کہ بَلَغَنِيْ اَنَّ ابْنَ مَسْعُوْدٍ مَرَّ بِلَهْوٍ مُعْرِضًا وَّ لَمْ يَقِفْ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَقَدْ اَصْبَحَ ابْنُ مَسْعُوْدٍ وَّ اَمْسٰى كَرِيْمًا ثُمَّ تَلَا اِبْرَاهِيْمُ وَاِذَا مَرُّوْا بِاللَّغْوِ مَرُّوْا كِرَامًا۔ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کسی لہو ولعب پر سے گزرے تو آپ منہ پھیر کر گزر گئے اور نہ ٹھہرے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا صبح ابن مسعود نے کی اور شام کریم ہو کر تو حضرت ابراہیم بن میسرہ نے یہ آیت پڑھی: وَاِذَا مَرُّوْا بِاللَّغْوِ مَرُّوْا كِرَامًا ۝۷۲ ۔

ایک قول ہے کہ اَلْمُرَادُ بِاللَّغْوِ الْكَلَامُ الْبَاطِلُ لغو سے مراد کلام باطل ہے جو ایذا دینے والا ہو۔

۱۱- وَالَّذِيْنَ اِذَا ذُكِّرُوْا بِاٰيٰتِ رَبِّهِمْ لَمْ يَخِرُّوْا عَلَيْهَا صُمًّا وَّ عُمْيَانًا ۝۷۳ ۔ اور مومن وہ ہیں کہ جب ان کے آگے رب کی آیتیں بیان ہوں تو وہ بہرے اندھے ہو کر نہیں گرتے۔

خرور۔ سقوط کے معنی میں آتا ہے۔

گویا اہل ایمان جب اس ذکر کی طرف گرتے ہیں تو سننے کے لئے قبولیت کے کانوں سے اور بصیرت کی آنکھوں سے مشرکوں کی طرح نہیں کہ وہ سن کر ایسے ہو جاتے ہیں کہ گویا انہوں نے نہ سنا نہ دیکھا۔

۱۲- وَالَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا هَبْ لَنَا مِنْ اَزْوَاجِنَا وَذُرِّيّٰتِنَا قُرَّةَ اَعْيُنٍ وَّاجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِيْنَ اِمَامًا ۝۷۴ ۔ اور وہ کہتے ہیں اے ہمارے رب ہمیں بخش دے ہماری بیویوں اور اولادوں سے ہماری آنکھوں کی ٹھنڈک اور کر ہمیں پرہیز گاروں کا امام۔

آلوسی فرماتے ہیں کہ مجاہد، عکرمہ، حسن، ابن عباس سے راوی ہیں: اِنَّ الْمُؤْمِنَ الصَّادِقَ اِذَا رَاٰى اَهْلَهٗ قَدْ شَارَكُوْهُ فِي الطَّاعَةِ قُرَّتْ بِهِمْ عَيْنُهٗ وَسَرَّ قَلْبُهٗ وَ تَوَقَّعَ نَفْعَهُمْ لَهٗ فِي الدُّنْيَا حَيًّا وَّ مَيِّتًا وَ لُحُوْقَهُمْ بِهٖ فِي الْاُخْرٰى۔ کہ مومن صادق جب اپنے اہل وعیال کو دیکھتا ہے تو انہیں طاعت الٰہی میں شریک کر کے اپنی آنکھیں ٹھنڈی

اور دل مسرور کرتا ہے اور نفع آخرت و دنیا کی توقع کرتا ہے حیات اور بعد ممات میں اور آخرت میں ان کے ملنے کی۔

ایک روایت ہے کہ اِنَّهٗ كَانَ فِيْ اَوَّلِ الْاِسْلَامِ يَهْتَدِى الْاَبُ وَالْاِبْنُ كَافِرٌ وَالزَّوْجُ مُؤْمِنٌ وَّ الزَّوْجَةُ كَافِرَةٌ فَلَا يَطِيْبُ عَيْشُ ذَالِكَ الْمُهْتَدِيْ فَكَانَ يَدْعُوْا بِمَا ذُكِرَ۔ ابتداء اسلام میں باپ مسلمان ہو گیا اور بیٹا کافر، میاں مومن اور بیوی کافر تو اس تفریق سے ان کی زندگی بدمزہ ہو جاتی تھی تو انہوں نے وہ دعا کی جس کا ذکر آیہ کریمہ میں ہوا۔

وہ قُرَّةَ اَعْيُنٍ کنایہ ہے سرور سے یا فرحت سے اور یہ قر سے ماخوذ ہے اور قر عربی میں برودت کو کہتے ہیں جیسے لَا حَرٌّ وَلَا قَرٌّ یعنی نہ گرم نہ سرد۔ لِاَنَّ دَمْعَةَ السُّرُوْرِ بَارِدَةٌ۔ اس لئے کہ خوشی کے آنسو سرد ہوتے ہیں۔

اسی بنا پر اس کی ضد میں اَسْخَنَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَيْنَهٗ بولا گیا۔ اور ابی تمام مشہور شاعر نے بھی کہا:

فَاَمَّا عُيُوْنُ العاشِقِين فَاَسْخَنَتْ وَاَمَّا عُيُوْنُ الشَّامِتِيْنَ فَقَرَّتِ

ایک قول ہے: هُوَ مَاخُوْذٌ مِّنَ الْقَرَارِ لِاَنَّ مَا يُسِرُّ يَقَرُّ النَّظْرُ بِهٖ وَلَا يَنْظُرُ اِلٰى غَيْرِهٖ۔ یہ ماخوذ ہے۔ قرار سے اس لئے کہ جس سے خوشی ہو نظر قرار پکڑتی ہے اور ادھر ادھر نہیں دیکھتی۔

وَ قِيْلَ فِى الضِّدِّ اَسْخَنَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَيْنَهٗ عَلٰى مَعْنٰى جَعَلَهٗ خَائِفًا مُّتَرَقِّبًا مَا يُحْزِنُهٗ يَنْظُرُ يَمِيْنًا وَّ شِمَالًا وَ اَمَامًا وَّ وَرَائَهٗ لَا يَدْرِىْ مِنْ اَيْنَ يَاْتِيْهِ ذٰلِكَ بِحَيْثُ تَسْخَنُ عَيْنَهٗ تَمُرُّ بِهِ الْحَرْكَةُ الَّتِىْ تُوْرِثُ السَّخُوْنَةَ۔

قر کے خلاف سخن ہے جیسے بولتے ہیں: سَخَنَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَيْنَهٗ۔ اللہ اس کی آنکھ سخت کرے بایں معنی کہ خوفزدہ ہو کر غمگین نظریں دائیں بائیں آگے پیچھے ڈالتا ہے یہ نہیں سمجھتا کہ کہاں سے وہ کیفیت آئی جس نے آنکھیں پتھرا دیں۔ اور نظر جب چاروں طرف پھرتی ہے تو سخونت متوارث ہو جاتی ہے۔

وَّاجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِيْنَ اِمَامًا ﴿٧٤﴾ ۔ اور ہمیں متقیوں کا امام کر دے۔

یعنی ہمارا تقویٰ اتنا بڑھا دے کہ ہم سب کے امام ہو جائیں۔

اُولٰٓئِكَ يُجْزَوْنَ الْغُرْفَةَ بِمَا صَبَرُوْا وَ يُلَقَّوْنَ فِيْهَا تَحِيَّةً وَّ سَلٰمًا ﴿٧٥﴾ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ؕ حَسُنَتْ مُسْتَقَرًّا وَّ مُقَامًا ﴿٧٦﴾ ۔ یہ ہیں جنہیں دے گا اللہ بلند درجہ اور بلند محل بہ سبب ان کے صبر کے اور ملیں گے انہیں ملائکہ دعا دیتے درازی عمر کی اور سلامتی کی ہمیشہ رہیں گے بہترین جگہ ٹھہرنے کی اور اچھے مقام میں۔

عربی میں غرفہ منازل میں درجۂ عالی کو کہتے ہیں اور ہر بلند عمارت کو بھی غرفہ کہتے ہیں۔

چنانچہ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: بُيُوْتٌ مِّنْ زَبَرْجَدٍ وَّ دُرٍّ وَّ يَاقُوْتٍ۔ وہ گھر زبرجد اور موتی اور یاقوت کے ہوں گے۔

اور حکیم ترمذی نوادر الاصول میں سہل بن سعد سے روایت کرتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے غرفہ کی تعریف میں فرمایا: فِيْهَا بُيُوْتٌ مِّنْ يَاقُوْتَةٍ حَمْرَاءَ اَوْ زَبَرْجَدَةٍ خَضْرَاءَ اَوْ دُرَّةٍ بَيْضَآءَ لَيْسَ فِيْهَا فَصْمٌ وَّلَا وَصْمٌ۔ جنت میں غرفہ ایک محل ہوگا سرخ یاقوت کا یا سبز زبرجد کا یا سفید موتی کا جس میں نہ جوڑ ہو نہ درز۔

وَيُلَقَّوْنَ فِيهَا تَحِيَّةً وَّسَلٰمًا۝ ۔اور پیشوائی کی جائے ان کی تحیہ وسلام سے۔

اَیْ یُحَیِّیْهِمُ الْمَلٰئِکَةُ عَلَیْهِمُ السَّلَامُ وَ یَدْعُوْنَ لَهُمْ بِطُوْلِ الْحَیَاةِ وَالسَّلَامَةِ عَنِ الْاٰفَاتِ۔ یعنی ملائکہ علیہم السلام ان کا استقبال کریں اور دعا کریں طول حیات اور سلامتی آفات سے۔

خٰلِدِيْنَ فِيْهَا۔ ہمیشہ رہیں اس جنت میں۔

لَا یَمُوْتُوْنَ وَلَا یُخْرَجُوْنَ۔ نہ وہاں مریں نہ جنت سے نکالے جائیں۔

حَسُنَتْ مُسْتَقَرًّا وَّمُقَامًا۝ ۔ بہترین جگہ ٹھہرنے کی اور مقام کرنے کی۔

اس کے بعد حضور سید یوم النشور صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم ہے۔

قُلْ مَا يَعْبَؤُا بِكُمْ رَبِّيْ لَوْلَا دُعَآؤُكُمْ ۚ فَقَدْ كَذَّبْتُمْ فَسَوْفَ يَكُوْنُ لِزَامًا۝ ۔اے محبوب فرمادیجئے نہیں پرواہ تمہاری میرے رب کو اگر تم اس کی پوجا نہ کرو تو یقیناً تم نے تکذیب کی تو عنقریب اس کا عذاب تم پر لازم ہے۔ آلوسی فرماتے ہیں:

اُمِرَ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ بِاَنْ یُّبَیِّنَ لِلنَّاسِ اَنَّ الْفَائِزِیْنَ بِتِلْکَ النُّعَمَاءِ الْجَلِیْلَةِ۔ تم پر ظاہر کر دیا کہ کامیاب مومنین ان جلیل نعمتوں سے متمتع ہیں۔

یَعْبَؤُ۔ عَبْءٌ سے ہے وَاَصْلُ الْعَبْءِ الثِّقْلُ۔ عب ء کے اصل معنی بھاری ہونے کے ہیں۔ محاورہ میں بولتے ہیں: مَا عَبَأْتُ بِهٖ مَا اعْتَرَتْ لَهٗ مِنْ قَوَادِحِ هَمِّیْ۔ مجھے بھاری نہیں یا مجھے پرواہ نہیں جو میرے غمگین کرنے کی تیاری کی ہے۔

تو گویا یوں فرمایا کہ تمہارے اللہ کی طرف نہ جھکنے اور اس کی پرستاری نہ کرنے کی اللہ تعالیٰ کو پرواہ نہیں اللہ تمہارے جھٹلانے اور تکذیب کرنے پر عنقریب جزا تکذیب تم پر لازم ہوگی حَتّٰی یَکُبَّکُمْ فِی النَّارِ۔ یہاں تک کہ تم اوندھے جہنم میں ڈالے جاؤ گے۔

وَصَحَّ عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ اَنَّ اللِّزَامَ قَتْلُ یَوْمَ بَدْرٍ۔ اور یہ پیش گوئی دنیا میں قتل یوم بدر میں پوری ہوگئی تھی۔

سُوْرَةُ الشُّعَرَآءِ

اس سورۃ مبارکہ کا نام تفسیر امام مالک میں سورۃ الجامعہ ہے۔

ابن مردویہ ابن عباس اور عبداللہ بن زبیر علیہم رضوان سے راوی ہیں کہ یہ تمام کی تمام مکی ہے۔

اور دوسری روایت ابن عباس سے یہ بھی ہے کہ اس سورۃ مبارکہ کا نزول مکہ میں ہوا مگر پانچ آیتیں آخر کی مدنی ہیں وَالشُّعَرَآءُ يَتَّبِعُهُمُ الْغَاوٗنَ سے آخر تک۔

ایک روایت ہے کہ اَوَلَمْ يَكُنْ لَّهُمْ اٰيَةً سے مدنی ہے۔

علامہ طبرسی رحمہ اللہ اس سورۃ کی ۲۲۷ آیتیں شمار کرتے ہیں جو کوفی شامی اور مدنی ہیں اور اس میں کل گیارہ رکوع ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

طٰسٓمّٓ سے اس کی ابتدا ہے۔ اس پر ابن ابی حاتم محمد بن کعب سے راوی ہیں کہ ''طا'' ذی الطول کے معنی میں ہے۔ ''س'' ۔قدوس کا ہے۔ ''میم'' رحمٰن سے ہے۔

بامحاورہ ترجمہ پہلا رکوع ۔سورۃ الشعراء ۔پ ۱۹

طٰسٓمٓ ﴿۱﴾ تِلْكَ اٰیٰتُ الْكِتٰبِ الْمُبِیْنِ ﴿۲﴾
طٰسٓمٓ یہ آیتیں ہیں کتاب مبین کی

لَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفْسَكَ اَلَّا یَكُوْنُوْا مُؤْمِنِیْنَ ﴿۳﴾
شاید تم اے محبوب تنگدل ہو کر جان کھونے کو تیار ہو کہ یہ لوگ مومن نہیں ہوتے

اِنْ نَّشَاْ نُنَزِّلْ عَلَیْهِمْ مِّنَ السَّمَآءِ اٰیَةً فَظَلَّتْ اَعْنَاقُهُمْ لَهَا خٰضِعِیْنَ ﴿۴﴾
اگر ہم چاہیں تو اتار دیں ان پر آسمان سے ایسے نشان کہ جھک جائیں ان کی گردنیں ڈر کر

وَ مَا یَاْتِیْهِمْ مِّنْ ذِكْرٍ مِّنَ الرَّحْمٰنِ مُحْدَثٍ اِلَّا كَانُوْا عَنْهُ مُعْرِضِیْنَ ﴿۵﴾
اور نہیں آتی ذکر رحمٰن سے کوئی آواز نئی مگر یہ اعراض و انحراف ہی کرتے رہے

فَقَدْ كَذَّبُوْا فَسَیَاْتِیْهِمْ اَنْۢبٰٓؤُا مَا كَانُوْا بِهٖ یَسْتَهْزِءُوْنَ ﴿۶﴾
تو بے شک جھٹلایا انہوں نے تو عنقریب ان کو اس خبر کی تصدیق ہو جائے گی جس کو وہ استہزاء کر رہے ہیں

اَوَ لَمْ یَرَوْا اِلَى الْاَرْضِ كَمْ اَنْۢبَتْنَا فِیْهَا مِنْ كُلِّ زَوْجٍ كَرِیْمٍ ﴿۷﴾
کیا نہ دیکھا زمین کو کہ کتنی اگائیں ہم نے اس میں جوڑا والی چیزیں

اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیَةً ؕ وَ مَا كَانَ اَكْثَرُهُمْ مُّؤْمِنِیْنَ ﴿۸﴾
بے شک اس میں ہماری نشانی ہے اور نہیں ہیں اکثر ان کے مومن

وَ اِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِیْزُ الرَّحِیْمُ ﴿۹﴾
اور بے شک تمہارا رب زبردست ہے اور رحم کرنے والا

حل لغات پہلا رکوع ۔سورۃ الشعراء ۔پ ۱۹

طٰسٓمٓ	تِلْكَ ۔یہ	اٰیٰتُ ۔آیتیں ہیں	الْكِتٰبِ ۔کتاب
الْمُبِیْنِ ۔روشن کی	لَعَلَّكَ ۔شاید آپ	بَاخِعٌ ۔ہلاک کرنے والے ہیں	
نَّفْسَكَ ۔اپنی جان کو	اَلَّا ۔یہ کہ نہیں	یَكُوْنُوْا ۔ ہوئے وہ	مُؤْمِنِیْنَ ۔ایمان لانے والے
اِنْ ۔اگر	نَّشَاْ ۔ہم چاہیں تو	نُنَزِّلْ ۔اتاریں	عَلَیْهِمْ ۔ان پر
مِّنَ السَّمَآءِ ۔آسمان سے	اٰیَةً ۔ایسی نشانی کہ	فَظَلَّتْ ۔ہو جائیں	اَعْنَاقُهُمْ ۔ان کی گردنیں
لَهَا ۔اس کے لئے	خٰضِعِیْنَ ۔جھکنے والی	وَ ۔اور	مَا ۔نہیں
یَاْتِیْهِمْ ۔آتا ان کے پاس	مِّنْ ذِكْرٍ ۔کوئی ذکر	مِّنَ الرَّحْمٰنِ ۔رحمٰن سے	مُحْدَثٍ ۔نیا
اِلَّا ۔مگر	كَانُوْا ۔ہوتے ہیں	عَنْهُ ۔اس سے	مُعْرِضِیْنَ ۔ منہ پھیرنے
والے	فَقَدْ ۔تو بے شک	كَذَّبُوْا ۔جھٹلا چکے	فَسَیَاْتِیْهِمْ ۔تو جلدی آئیں
گی ان کے پاس	اَنْۢبٰٓؤُا ۔خبریں	مَا ۔اس کی جو	كَانُوْا ۔تھے
بِهٖ ۔اس کو	یَسْتَهْزِءُوْنَ ۔ٹھٹھا کرتے	اَوَ ۔کیا	لَمْ ۔نہ

یَرَوْا۔ دیکھا انہوں نے	اِلَی۔ طرف	الْاَرْضِ۔ زمین کی	کَمْ۔ کتنے
اَنْۢبَتْنَا۔ اگائے ہم نے	فِیْهَا۔ اس میں	مِنْ كُلِّ۔ ہر طرح کے	زَوْجٍ۔ جوڑے
كَرِیْمٍ۔ اچھے	اِنَّ۔ بے شک	فِیْ۔ بیچ	ذٰلِكَ۔ اس کے
لَاٰیَةً۔ نشان ہیں	وَ۔ اور	مَا۔ نہیں	كَانَ۔ ہیں
اَكْثَرُهُمْ۔ اکثر ان کے	مُّؤْمِنِیْنَ۔ ایمان لانے والے		وَ۔ اور
اِنَّ۔ بے شک	رَبَّكَ۔ تیرا رب	لَهُوَ۔ وہی ہے	الْعَزِیْزُ۔ غالب
الرَّحِیْمُ۔ رحم والا			

خلاصہ تفسیر پہلا رکوع۔ سورۃ شعراء۔ پ۱۹

بَاخِعٌ۔ بخع سے ہے اور بخع غصے اور رنج میں اپنے کو ہلاک کر دینے کے معنی میں مستعمل ہے۔
اس کے اصلی معنی چھری سے کسی کو ذبح کر دینے کے ہیں۔ بخاع ایک رگ ہے جو گردن کے باطنی حصہ میں ہوتی ہے۔
مفسرین کی تحقیق ہے کہ یہ سورۂ مبارکہ اس وقت نازل ہوئی۔
جب کفار مشرکین کا اسلام کی مخالفت کے لئے ہجوم تھا اور اسلامی جواہر پارے اور اس کے روح افزا چمکارے دیکھ کر بجائے اس کے کہ ایمان لاتے اس پر متعجبانہ نظر ڈالتے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت پر انواع واقسام کے شبہات وارد کرتے اور جب جواب سن کر گونگے ہو جاتے تو ہر ایک اپنی خواہش کے موافق معجزات طلب کرنے لگا۔ کسی نے کہا:
اس پہاڑ کو یہاں سے ہٹا دیں تو ہم جانیں کہ یہ سچے نبی ہیں۔
کوئی بولا: اس خشک اور پہاڑی زمین میں نہر جاری کر دیں تو جانیں کہ یہ نبی ہیں۔
ان کے ساتھ خزانہ ہوتا کہ اس سے ہر ضرورت مند کی ضرورت پوری کرتا۔
ان کا باغ ہونا چاہئے جس کے پھل عوام کھائیں۔
ان کی تصدیق کے لئے فرشتہ آنا چاہئے۔
اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قلب اقدس میں اصلاح قوم کا بے حد جذبہ تھا ان کی تکذیب کرنے اور کج بحثیاں سامنے لانے سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم غمگین ہوتے۔
اس سورۂ مبارکہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی وتسکین دی گئی اور فرمایا اے محبوب اگر یہ ایمان نہ لائیں گے تو کیا آپ اپنے کو ہلاک کر دیں گے۔ پھر چند انبیاء کرام اور ان کی سرکش امتوں کا قصہ بیان فرمایا تا کہ یہ امر واضح ولائح ہو جائے کہ یہ مخالفت آپ ہی کی نہیں کر رہے بلکہ پہلے نبیوں کے ساتھ بھی ایسا ہی ہوتا رہا ہے اور ان کے معجزات کو جادو کہا گیا۔
چونکہ عہد رسالت مآب میں بلاغت وفصاحت کے دریا موجیں لے رہے تھے لہٰذا حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر قرآن کریم ایسا بلیغ وفصیح نازل فرمایا کہ بڑے بڑے فصحاء عرب اس کے مقابل دبے لپے رہ گئے اور گونگے ہو گئے۔
مشرکین کو جب کچھ جواب نہ بن آیا تو انہوں نے قرآن کریم کو بھی شعر کہہ ڈالا۔ اس سورۃ مبارکہ میں اس کا بھی رد آخر

میں فرمادیا کہ یہ ان کی حماقت وسفاہت ہے جواسے شعر کہتے ہیں ہماری نظر میں تو شعر گوئی یاوہ گوئی سے انہیں وہ اپنے اشعار میں واہی تواہی باتیں کرتے اور ہر وادیٔ سخن میں حیران و پریشان پھرتے ہیں۔

برخلاف قرآن مجید کے کہ جس کے ہر جملہ میں سراسر راستی اور مکارم اخلاق اور توحید وغیرہ کے مضامین عالیہ موجود ہیں۔

اس مناسبت سے اس سورۃ مبارکہ میں تمام کفریات کا رد کرتے ہوئے شعروشاعری کا رد بھی فرمادیا حتیٰ کہ اس کا نام ہی سورۃ شعراء رکھا گیا۔

ربط مضمون سابقہ سورۃ فرقان سے یہ ہے کہ اس کے آخر میں فَقَدْ كَذَّبْتُمْ فَسَوْفَ يَكُوْنُ لِزَامًا آیا تھا لیکن تم جھٹلا چکے اب دیکھو تم پر کیسا عذاب لازم آتا ہے تو اگر چہ ان کے غور کرنے کو یہی فرمان کافی تھا لیکن اس سورۃ مبارکہ میں بطریق اتمام حجت گزشتہ انبیاء کرام اور ان کے حالات بیان فرما کر ان کے مآل دکھائے جس سے خاص مقصد حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی دینا ہے اور قلب مبارک سے ملال دفع کرنا ہے اور مغضوب اقوام کو عبرت دلانا بھی اسی ضمن میں ہے۔

سورۂ مبارکہ کے شروع میں۔

طٰسٓمّٓ حروف مقطعات لائے گئے جس میں ط سے طرب مراد ہے س سے سرور دائمی، میم سے محمد صلی اللہ علیہ وسلم۔

جس کے معنی یہ ہوئے کہ اے محمد! صلی اللہ علیک وسلم آپ کے لئے طرب وسرور ابدی حاصل ہے یہ موجودہ غم چندروزہ ہے اس کی پروانہ کیجئے۔

تِلْكَ اٰيٰتُ الْكِتٰبِ الْمُبِيْنِ یہ آیتیں روشن اور کھلی کتاب یعنی قرآن حکیم کی ہیں۔

جن کے حق ہونے میں عقل سلیم کو تردد کی گنجائش ہی نہیں البتہ جو کور ازلی اور بدنصیب ابدی ہے۔ وہ انواع واقسام کے لایعنی شبہات ظاہر کرتا ہے اور مضمون الہامی اس کے دل میں نہیں اترتا۔

تو اے محبوب! ایسے کور باطنوں کے ایمان نہ لانے سے آپ کیوں غمگین ہو کر جی میں گھٹتے ہیں۔

لَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفْسَكَ۔ تو کیا ان کی حرص میں آپ اپنی جان ہلاک کردیں گے۔ اگر چہ ہم قادر علی الاطلاق ہیں۔

اِنْ نَّشَاْ نُنَزِّلْ عَلَيْهِمْ مِّنَ السَّمَآءِ اٰيَةً فَظَلَّتْ اَعْنَاقُهُمْ لَهَا خٰضِعِيْنَ ۝ ۔ اگر ہم چاہیں تو ان پر ایسی نشانی نازل فرمائیں کہ ان کی گردنیں جھک جائیں اور اس کے آگے خضوع سے گریں۔

مگر ان کا تو یہ حال ہے کہ ہمیشہ بے معنی اعتراض ہی کریں گے اور کرتے رہیں گے ان کا بے دین کافر ہونا علم اللہ میں ہے۔ چنانچہ

وَمَا يَاْتِيْهِمْ مِّنْ ذِكْرٍ مِّنَ الرَّحْمٰنِ مُحْدَثٍ اِلَّا كَانُوْا عَنْهُ مُعْرِضِيْنَ ۝ ۔ ان پر کوئی آیت رحمٰن کی طرف سے نہ آئی مگر اس سے اعراض ہی کرتے رہے اور جو نئی آیت سنی اس سے منحرف رہے۔ اور قبول حق انہیں نصیب ہی نہ ہوا۔

فَقَدْ كَذَّبُوْا۔ اے محبوب! یہ جھٹلا چکے ہیں انہیں کبھی ماننا ہے نہ مانیں گے۔

فَسَيَاْتِيْهِمْ اَنْۢبٰٓؤُا مَا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ ۝ ۔ تو عنقریب اس کی حقیقت انہیں معلوم ہو جائے گی اور جو خبر دی ہے اور جس کا یہ مذاق کرتے ہیں جان لیں گے۔

اَوَلَمْ يَرَوْا اِلَى الْاَرْضِ كَمْ اَنْۢبَتْنَا فِيْهَا مِنْ كُلِّ زَوْجٍ كَرِيْمٍ ۝ ۔ کیا انہوں نے زمین نہ دیکھی کہ اس میں کس

قدر ہم نے قسم قسم کی عمدہ چیزیں اگائیں۔

کہیں بیلا ہے کہیں چنبیلی، کہیں گلاب ہے کہیں نرگس، کہیں جوہی کہیں موتیا۔ پھلوں میں آم، سنگترہ، انگور، انار، خرما اور کیا کیا اگائے، جڑی بوٹیاں کیسے کیسے خواص والی پیدا کیں اگر دیکھتے تو اس نشوونما میں بھی ہمارے چند نمونہائے قدرت ہیں۔

اول یہ کہ برسات میں ہزاروں قسم کی جڑی بوٹیاں اگتی ہیں اور موسم خزاں میں ان کا وجود ہی نہیں رہتا پھر دوسرے سال اسی طرح برآمد ہو جاتی ہیں نہ کسی کی تخم پاشی کی محتاج ہیں نہ پانی دینے کی۔ اس میں حشر ونشر کا نشان موجود ہے سمجھنے والے سمجھتے ہیں کہ ایسے ہی بعد مرنے کے ہمیں اٹھایا جائے گا۔

دوسرے یہ کہ جب عالم حس میں ان کا ایک بار مٹ کر وجود نہیں ہوتا بلکہ بار بار یہ فضل ہے تو وہ رحیم و کریم، انسان کو دوبارہ حیات تازہ دینے پر کیوں قادر نہیں۔ مگر سیہ کاران ازلی ہدایت نہیں پاتے چنانچہ فرمایا:

اِنَّ فِیۡ ذٰلِکَ لَاٰیَۃً ؕ وَ مَا کَانَ اَکۡثَرُہُمۡ مُّؤۡمِنِیۡنَ ﴿۸﴾ وَ اِنَّ رَبَّکَ لَہُوَ الۡعَزِیۡزُ الرَّحِیۡمُ ﴿۹﴾ ۔ اس میں بھی یقیناً نشانیاں ہیں مگر ان کے اکثر ایمان لانے والے نہیں اور اے محبوب تیرا رب زبردست اور رحمت فرمانے والا ہے۔

اس لئے ان پر عذاب میں جلدی نہیں کرتا اور اس کا رحم عام ہے کہ جیسے بارش سے سبزہ اگایا ویسے ہی ابر رحمت اور بارش نبوت سے انسانوں کو متمتع فرماتا ہے۔

مختصر تفسیر پہلا رکوع - سورۃ شعراء - پ ۱۹

طٰسٓمّٓ ابن ابی حاتم محمد بن کعب سے راوی ہیں کہ ط، س، م سے معنی تاویلی یہ ہو سکتے ہیں کہ طا سے ذی الطول مراد ہے۔

س۔ سے قدوس مراد ہے۔

م۔ سے رحمٰن مراد ہے۔

جیسا کہ ہم نے معنی تاویلی خلاصہ تفسیر میں پیش کئے ویسے ہی یہاں آلوسی بروایت ابی حاتم رحمہما اللہ یہ تاویلی معنی فرماتے ہیں آگے ارشاد ہے:

تِلۡکَ اٰیٰتُ الۡکِتٰبِ الۡمُبِیۡنِ ﴿۲﴾ ۔ یہ آیات مخصوصہ قرآن کریم کی ہیں۔

اس سے مراد کتاب فرما کر قرآن کریم لیا اور مبین فرما کر بتایا کہ اس کا اعجاز ظاہر ہے۔ آلوسی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

وَالْمَعْنٰی اٰیَاتُ هٰذَا الْقُرْاٰنِ الْمُؤَلَّفِ مِنَ الْحُرُوْفِ الْمَبْسُوْطَةِ کَاٰیَاتِ هٰذِهِ السُّوْرَةِ الْمُتَحَدّٰی بِهَا فَاَنْتُمْ عَجَزْتُمْ عَنِ الْاِتْیَانِ بِمِثْلِ هٰذِهِ السُّوْرَةِ۔ اس کے معنی ہیں کہ یہ آیات اس قرآن کریم کی ہیں جو مؤلف حروف مبسوط سے ہے جیسے اس سورت کی آیتیں متحد ہیں تو اس کی مثل لانے سے سب عاجز ہو۔

لَعَلَّکَ بَاخِعٌ نَّفۡسَکَ اَلَّا یَکُوۡنُوۡا مُؤۡمِنِیۡنَ ﴿۳﴾ ۔ کیا آپ اپنی جان ہلاک کر دیں گے اگر یہ ایمان نہ لائے۔

بَخَعَ - یَبْخَعُ بَخْعًا وَّ بُخُوْعًا کے معنی ہلاک کرنے کے ہیں۔ شدۃ غم اور وجدان میں اس کی اصلی جہد اور کوشش ہے۔

اور حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: بَخَعَ الْاَرْضَ اَیْ جَهَدَهَا حَتّٰی اَخَذَ مَا فِیْهَا۔ زمین پر محنت کر کے جو کچھ اس میں ہو لینا اس کے معنی ہیں۔

کسائی رحمہ اللہ کہتے ہیں: بَخَعَ الْاَرْضَ بِالزِّرَاعَةِ جَعَلَهَا ضَعِيفَةً بِسَبَبِ مُتَابَعَةِ الْحَرَاثَةِ۔ زمین جوت کو نرم کر دینا اس پر بھی بخع کا استعمال ہے۔

زمخشری اور مطرزی رحمہما اللہ کہتے ہیں: اَلْبَخْعُ اَنْ تَبْلُغَ بِالذَّبْحِ الْبِخَاعَ بِكَسْرِ الْبَآءِ وَ هُوَ عِرْقٌ مُسْتَبْطِنُ الْفِقَارِ وَ ذٰلِكَ اَقْصٰى حَدِّ الذَّبْحِ۔ بخع یہ ہے کہ ذبح میں بخاع تک چھری پہنچ جائے اور وہ ایک رگ ہے فقرات اندرونی میں ہوتی ہے اور وہی ذبح کی انتہائی جگہ ہے۔

تو اس کے حاصل معنی آلوسی رحمہ اللہ یہ کرتے ہیں: فَكَاَنَّهٗ قِيلَ اَشْفِقْ عَلٰى نَفْسِكَ اَنْ تَقْتُلَهَا وَجْدًا وَّ حَسْرَةً عَلٰى مَا فَاتَكَ مِنْ اِسْلَامِ قَوْمِكَ۔ گویا یہ فرمایا گیا کہ آپ اپنی جان پر اس قدر جبر نہ کریں کہ اس کو ہلاک کر دیں آپ کی قوم کے اسلام نہ قبول کرنے سے۔ تو لَعَلَّكَ موضع استفہام میں ہے تو معنی یہ ہوئے: هَلْ اَنْتَ بَاخِعٌ نَّفْسَكَ کیا آپ اپنی جان ہلاک فرما دیں گے۔

ابن عطیہ رحمہ اللہ کہتے ہیں: اَلْمُرَادُ الْاِنْكَارِيُّ اَيْ لَا تَكُنْ بَاخِعًا نَّفْسَكَ۔ یہ استفہام انکاری ہے یعنی نہ ہلاک کریں اپنی جان اس پر کہ

اَلَّا يَكُوْنُوْا مُؤْمِنِيْنَ۔ وہ مومن نہیں ہوتے۔ اور کتاب مبین پر ایمان نہیں لاتے اس پر آگے ارشاد خداوندی ہے۔

اِنْ نَّشَاْ نُنَزِّلْ عَلَيْهِمْ مِّنَ السَّمَآءِ اٰيَةً فَظَلَّتْ اَعْنَاقُهُمْ لَهَا خٰضِعِيْنَ ۝ ۔ اگر ہم چاہتے تو ان پر ایسی نشانی نازل فرماتے کہ اطاعت کی طرف خضوع و خشوع کے ساتھ جھک جاتے۔

جیسے نتق جبل بنی اسرائیل پر کیا وَاِذْ نَتَقْنَا الْجَبَلَ فَوْقَهُمْ تذکرہ فرمایا۔ یعنی اگر ہم ان کا ایمان چاہتے تو پہاڑ ان کے سروں پر اٹھا دیتے کہ وہ خود بخود جھکتے ہوئے ایمان لے آتے لیکن ہماری مشیت میں ان کے لئے ایمان ہی نہیں ہے سَوَآءٌ عَلَيْهِمْ ءَاَنْذَرْتَهُمْ اَمْ لَمْ تُنْذِرْهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ۔

ابن عباس، مجاہد، ابن زید، اخفش کہتے ہیں: اَلْاَعْنَاقُ الْجَمَاعَاتُ يُقَالُ جَاءَ نِيْ عُنُقٌ مِّنَ النَّاسِ اَيْ جَمَاعَةٌ۔ اعناق سے مراد جماعتیں ہیں جیسے بولتے ہیں: جَاءَ نِيْ عُنُقٌ مِّنَ النَّاسِ۔ میرے پاس لوگوں کی ایک جماعت آئی۔

وَالْمَعْنٰى ظَلَّتْ جَمَاعَتُهُمْ اَيْ جُمْلَتُهُمْ۔ جھک جائیں جماعتیں یعنی سب کے سب۔

وَ قِيلَ الْمُرَادُ بِهَا الرُّءُ وْسَاءُ۔ ایک قول ہے کہ اعناق سے مراد مشرکین کے رؤسا ہیں۔

اور آیہ کریمہ کے نزول پر کشاف میں ہے جو ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے نَزَلَتْ هٰذِهِ الْاٰيَةُ فِيْنَا وَ فِيْ بَنِيْ اُمَيَّةَ سَتَكُوْنُ لَنَا عَلَيْهِمُ الدَّوْلَةُ فَتَذِلُّ اَعْنَاقُهُمْ بَعْدَ صَعُوْبَةٍ وَ يَلْحَقُهُمْ هَوَانٌ بَعْدَ عِزَّةٍ۔ یہ آیت ہمارے اور بنی امیہ کے حق میں نازل ہوئی کہ عنقریب ہمارے لئے دولت و تمول ہوگا۔ پھر ان کی گردنیں جھک جائیں گی صعوبتوں کے بعد اور ان کو عزت کے بعد ذلت نصیب ہوگی۔

وَ عَنْ اَبِيْ حَمْزَةَ الثُّمَالِيِّ اَنَّ الْاٰيَةَ يُسْمَعُ مِنَ السَّمَآءِ فِيْ نِصْفِ شَهْرِ رَمَضَانَ وَ تَخْرُجُ لَهُ الْعَوَاتِقُ مِنَ الْبُيُوْتِ وَ هٰذَا قَوْلٌ يَتَحَقَّقُ الْاِنْزَالُ بَعْدُ وَكَانَ ذَالِكَ زَمَانُ الْمَهْدِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ۔ یہ آیت زمانہ نزول مہدی علیہ السلام میں نصف رمضان پر ایک آواز کے ساتھ آسمان سے سنائی جائے جسے سن کر جماعتیں

گھروں سے باہر نکل آئیں۔

وَمَا يَأْتِيهِم مِّن ذِكْرٍ مِّنَ الرَّحْمَٰنِ مُحْدَثٍ إِلَّا كَانُوا عَنْهُ مُعْرِضِينَ ۝ ۔اور نہیں آئیں اللہ کے ذکر سے کوئی آیتیں نئی مگر یہ اس سے منحرف ہی رہے۔

اس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا رجحان اوران کے ایمان لانے پر حرص دکھائی گئی ہے اور بتایا گیا ہے کہ ان کے ایمان لانے کی امید نہ فرمائیں یہ تو ازلی ابدی بے ایمان اور مشرک ہیں۔

فَقَدْ كَذَّبُوا فَسَيَأْتِيهِمْ أَنبَاءُ مَا كَانُوا بِهِ يَسْتَهْزِئُونَ ۝ ۔بے شک انہوں نے جھٹلایا تو عنقریب آجائیں گی وہ خبریں سامنے جن کا استہزاء کررہے ہیں۔

یعنی وہ پیشگوئی جو قرآن کریم میں ان کے متعلق ہے اسے جھٹلاتے جھٹلاتے استہزاء پر اتر آتے ہیں اور فقط انحراف و اعراض ہی نہیں کرتے بلکہ کبھی اسے جادو کہتے ہیں کبھی اساطیر الاولین پرانے افسانے بتاتے ہیں کبھی شعر کہتے ہیں۔

تو عنقریب وہ خبریں جس کے مطابق ان پر عذاب عاجل یا آجل آئے گا جیسا کہ یوم بدر میں آیا یا بروز قیامت نازل ہو گا یہ دیکھ لیں گے پھر تنبیہا ارشاد ہے:

أَوَلَمْ يَرَوْا إِلَى الْأَرْضِ كَمْ أَنبَتْنَا فِيهَا مِن كُلِّ زَوْجٍ كَرِيمٍ ۝ ۔یہاں أَوَلَمْ يَرَوْا میں ہمزہ انکار توبیخی ہے یعنی یہ ضرور دیکھتے ہیں کہ کتنی سبزی ہم نے اس میں اگائی اور جوڑا جوڑا کر کے۔

یہ سب کچھ دیکھ کر بھی مصر علی الکفر ہیں اور دعوت اسلام کی تکذیب کررہے ہیں اور عجائب ارضی کو نہیں دیکھتے گویا اس کے یہ معنی ہوئے: اَوَ لَمْ يَتَاَمَّلُوْا فِيْ عَجَائِبِ قُدْرَتِهٖ تَعَالٰى یہ کیا غور و تامل نہیں کرتے عجائبات قدرت الٰہی میں۔

كَمْ أَنبَتْنَا فِيهَا مِن كُلِّ زَوْجٍ كَرِيمٍ ۝ ۔کتنے اگائے ہم نے اس زمین میں جوڑے۔

يَعْنِى الْمَعْنٰى اَوَلَمْ يَنْظُرُوْا اِلٰى نَفْسِ الْاَرْضِ الَّتِىْ هِىَ طَبِيْعَةٌ وَاحِدَةٌ كَيْفَ جَعَلْنٰهَا مُنْبِتًا لِنَبَاتٍ كَثِيْرَةٍ مُخْتَلِفَةِ الطَّبَائِعِ۔آیہ کریمہ کے یہ معنی ہوئے کہ نفس زمین کو بھی یہ نہیں دیکھتے کہ اس کی طبیعت ایک ہے اور اس میں مختلف الطبیعۃ پھل پھول جڑی بوٹی ہم نے اگائیں۔انار، سیب، خربوزہ چھوہارا، کھجور، مولی، گاجر، شلغم، پالک وغیرہ وغیرہ۔

ایسے ہی پھول گلاب، سیوتی، نسرین، نسرن، نرگس، بیلا کو کہ کسب کے مزاج گرم سرد و معتدل ہیں پھر انہیں اسی زمین میں اگا کر سرسبز کر کے موسم خزاں میں خشک کردیتے ہیں اسی طرح انسان کو مار کر پھر زندہ کرلیں گے تو منکرین بعث و نشر اس سے ہی سبق حاصل کرسکتے ہیں۔مگر ایسا نہیں کرتے چنانچہ ارشاد ہے:

إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَةً ۖ وَمَا كَانَ أَكْثَرُهُم مُّؤْمِنِينَ ۝ وَإِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِيزُ الرَّحِيمُ ۝ ۔اس میں یقیناً ہماری شان قدرت کے نشان ہیں۔اور ان کے اکثر ایمان نہیں لاتے اور بے شک تمہارا رب زبردست اور رحم والا ہے چنانچہ کسی نے یہ رباعی خوب کہی:

تَاَمَّلْ فِىْ رِيَاضِ الْوَرْدِ وَانْظُرْ اِلٰى اٰثَارِ مَا صَنَعَ الْمَلِيْكُ
عُيُوْنٌ مِّنْ لُّجَيْنٍ شَاخِصَاتٌ عَلٰى اَهْدَا بِهَا ذَهَبٌ سَبِيْكُ
عَلٰى قُضُبِ الزَّبَرْجَدِ شَاهِدَاتٌ بِاَنَّ اللّٰهَ لَيْسَ لَهٗ شَرِيْكُ

وَ مَا كَانَ اَكْثَرُهُمْ مُّؤْمِنِيْنَ مَعَ عَظِيْمِ الْاٰيَةِ الْمُوْجِبَةِ لِلْاِيْمَانِ لِغَايَةِ تَمَادِيْهِمْ فِي الْكُفْرِ وَالضَّلَالَةِ وَ اِنْهِمَاكِهِمْ فِي الْغَيِّ وَالْجَهَالَةِ۔ تو خلاصہ مفہوم یہ ہوا کہ اتنی عظیم نشانیوں کا مشاہدہ کرنے کے باوجود اپنی غایت شدت اور کفر وضلالت اور انہماک سرکشی و جہالت کے یہ ایمان نہیں لا سکتے۔

وَ اِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِيْزُ۔ اور تمہارا رب زبردست قوت والا ہے اور اتنا غالب ہے کہ جو ارادہ فرمائے وہ کر سکتا ہے۔ لیکن الرَّحِيْمُ ۝۹۔ وہ رحیم ہے اسی وجہ میں انہیں مہلت دیتا ہے اور اچانک ان کی گرفت نہیں فرماتا۔

بامحاورہ ترجمہ دوسرا رکوع۔ سورۃ شعراء۔ پ ۱۹

وَ اِذْ نَادٰى رَبُّكَ مُوْسٰۤى اَنِ ائْتِ الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ۝۱۰
اور یاد فرمائیے جب ندا کی تیرے رب نے موسیٰ کو کہ جا ظالم قوم کی طرف

قَوْمَ فِرْعَوْنَ ؕ اَلَا يَتَّقُوْنَ ۝۱۱
جو فرعون کی قوم ہے کیا وہ نہ ڈریں گے

قَالَ رَبِّ اِنِّیْۤ اَخَافُ اَنْ يُّكَذِّبُوْنِ ۝۱۲
عرض کی اے میرے رب میں ڈرتا ہوں کہ وہ مجھے جھٹلائیں گے

وَ يَضِيْقُ صَدْرِیْ وَ لَا يَنْطَلِقُ لِسَانِیْ فَاَرْسِلْ اِلٰى هٰرُوْنَ ۝۱۳
اور میرا دل تنگ ہوتا ہے اور میری زبان نہیں چلتی تو تو ہارون کو بھی رسول کر

وَ لَهُمْ عَلَیَّ ذَنْۢبٌ فَاَخَافُ اَنْ يَّقْتُلُوْنِ ۝۱۴
اور ان کا مجھ پر ایک الزام ہے تو مجھے خوف ہے کہ کہیں وہ مجھے قتل کر دیں

قَالَ كَلَّا ۚ فَاذْهَبَا بِاٰيٰتِنَاۤ اِنَّا مَعَكُمْ مُّسْتَمِعُوْنَ ۝۱۵
فرمایا نہیں تم دونوں جاؤ ہماری آیتیں لے کر ہم تمہارے ساتھ سنتے ہیں

فَاْتِيَا فِرْعَوْنَ فَقُوْلَاۤ اِنَّا رَسُوْلُ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝۱۶
تو جاؤ فرعون کے پاس اور کہو ہم دونوں رسول ہیں اس کے جو رب ہے جہانوں کا

اَنْ اَرْسِلْ مَعَنَا بَنِیْۤ اِسْرَآءِيْلَ ۝۱۷
یہ کہ تو ہمارے ساتھ بنی اسرائیل کو چھوڑ دے

قَالَ اَلَمْ نُرَبِّكَ فِيْنَا وَلِيْدًا وَّ لَبِثْتَ فِيْنَا مِنْ عُمُرِكَ سِنِيْنَ ۝۱۸
بولا کیا ہم نے تمہیں اپنے یہاں بچپن میں نہ پالا اور تم نے ہم میں اپنی عمر کے کئی سال گزارے

وَ فَعَلْتَ فَعْلَتَكَ الَّتِیْ فَعَلْتَ وَ اَنْتَ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ ۝۱۹
اور تم نے کیا وہ کام جو تم نے کیا اور تم ناشکرے ہو

قَالَ فَعَلْتُهَاۤ اِذًا وَّ اَنَا مِنَ الضَّآلِّيْنَ ۝۲۰
فرمایا میں نے وہ کام کیا جبکہ میں اپنی قوت سے بےخبر تھا

فَفَرَرْتُ مِنْكُمْ لَمَّا خِفْتُكُمْ فَوَهَبَ لِیْ رَبِّیْ حُكْمًا وَّ جَعَلَنِیْ مِنَ الْمُرْسَلِيْنَ ۝۲۱
تو میں تمہارے ملک سے نکل گیا جبکہ تم سے ڈرا تو بخشا مجھے میرے رب نے حکم اور کیا مجھے رسولوں میں سے

وَ تِلْكَ نِعْمَةٌ تَمُنُّهَا عَلَيَّ اَنْ عَبَّدْتَّ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ ۲۲

اور یہ کوئی نعمت ہے جس کا تو احسان جتاتا ہے کہ تو نے غلام بنا کر رکھے بنی اسرائیل

قَالَ فِرْعَوْنُ وَمَا رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ ۲۳

بولا فرعون کیا ہے وہ رب العالمین

قَالَ رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ وَ مَا بَيْنَهُمَا اِنْ كُنْتُمْ مُّوْقِنِيْنَ ۲۴

فرمایا وہ رب آسمانوں اور زمین کا ہے اور جو کچھ ان کے درمیان ہے اگر تمہیں یقین ہو

قَالَ لِمَنْ حَوْلَهٗٓ اَلَا تَسْتَمِعُوْنَ ۲۵

بولا اپنے حاشیہ نشینوں سے کیا تم نہیں سن رہے

قَالَ رَبُّكُمْ وَرَبُّ اٰبَآىِٕكُمُ الْاَوَّلِيْنَ ۲۶

موسیٰ نے فرمایا وہ تمہارا رب ہے اور تمہارے باپ دادا کا رب ہے

قَالَ اِنَّ رَسُوْلَكُمُ الَّذِيْٓ اُرْسِلَ اِلَيْكُمْ لَمَجْنُوْنٌ ۲۷

بولا بے شک وہ رسول جو تمہاری طرف بھیجے گئے ضرور مجنون ہیں

قَالَ رَبُّ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ وَمَا بَيْنَهُمَا اِنْ كُنْتُمْ تَعْقِلُوْنَ ۲۸

فرمایا وہ رب ہے مشرق و مغرب کا اور جو اس میں ہے اگر تم میں عقل ہو

قَالَ لَىِٕنِ اتَّخَذْتَ اِلٰهًا غَيْرِيْ لَاَجْعَلَنَّكَ مِنَ الْمَسْجُوْنِيْنَ ۲۹

بولا اے موسیٰ اگر تم نے میرے سوا کسی اور کو خدا مانا تو میں ضرور تمہیں قیدیوں میں ڈال دوں گا

قَالَ اَوَلَوْ جِئْتُكَ بِشَيْءٍ مُّبِيْنٍ ۳۰

فرمایا اگرچہ میں تیرے سامنے کوئی روشن چیز لاؤں

قَالَ فَاْتِ بِهٖٓ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ ۳۱

بولا تو، لا وہ چیز اگر تم ہو سچوں سے

فَاَلْقٰى عَصَاهُ فَاِذَا هِيَ ثُعْبَانٌ مُّبِيْنٌ ۳۲

تو موسیٰ نے عصا ڈال دیا تو وہ اژدھا ہو گیا

وَّنَزَعَ يَدَهٗ فَاِذَا هِيَ بَيْضَآءُ لِلنّٰظِرِيْنَ ۳۳

اور اپنا ہاتھ نکالا تو وہ جگمگانے لگا دیکھنے والوں کی نگاہ میں

حل لغات دوسرا رکوع ـ سورۃ شعراء ـ پ ۱۹

وَ ـ اور	اِذْ ـ جب	نَادٰى ـ پکارا	رَبُّكَ ـ تیرے رب نے
مُوْسٰى ـ موسیٰ کو	اَنِ ـ یہ کہ	ائْتِ ـ جا	الْقَوْمَ ـ قوم
الظّٰلِمِيْنَ ـ ظالم کے پاس	قَوْمَ ـ قوم	فِرْعَوْنَ ـ فرعون کی	اَلَا ـ کیا نہیں
يَتَّقُوْنَ ـ ڈرتے وہ	قَالَ ـ بولا	رَبِّ ـ اے میرے رب	اِنِّيْٓ ـ بے شک میں
اَخَافُ ـ ڈرتا ہوں	اَنْ ـ یہ کہ	يُّكَذِّبُوْنِ ـ مجھے جھٹلائیں	وَ ـ اور
يَضِيْقُ ـ تنگ ہوتا ہے	صَدْرِيْ ـ میرا سینہ	وَ ـ اور	لَا ـ نہیں
يَنْطَلِقُ ـ چلتی	لِسَانِيْ ـ میری زبان	فَاَرْسِلْ ـ تو بھیج	اِلٰى ـ طرف
هٰرُوْنَ ـ ہارون کی	وَ ـ اور	لَهُمْ ـ ان کا	عَلَيَّ ـ مجھ پر

ذَنْبٌ۔ الزام ہے	فَاَخَافُ۔ تو میں ڈرتا ہوں	اَنْ۔ یہ کہ	یَّقْتُلُوْنِ۔ مجھے قتل کریں
قَالَ۔ فرمایا	كَلَّا۔ ہرگز نہیں	فَاذْهَبَا۔ جاؤ	بِاٰيٰتِنَآ۔ ہماری آیتیں لے کر
اِنَّا۔ ہم	مَعَكُمْ۔ تمہارے ساتھ	مُّسْتَمِعُوْنَ۔ سنتے ہیں	فَاْتِيَا۔ تو جاؤ
فِرْعَوْنَ۔ فرعون کے پاس	فَقُوْلَآ۔ تو کہو	اِنَّا۔ بے شک ہم	رَسُوْلُ۔ رسول ہیں
رَبِّ۔ رب	الْعٰلَمِيْنَ۔ جہانوں کے	اَنْ۔ یہ کہ	اَرْسِلْ۔ بھیج
مَعَنَا۔ ہمارے ساتھ	بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ۔ اولاد اسرائیل کو		قَالَ۔ بولا
اَلَمْ۔ کیا نہیں	نُرَبِّكَ۔ پالا تجھ کو ہم نے	فِيْنَا۔ اپنے گھر میں	وَلِيْدًا۔ بچپن میں
وَّ۔ اور	لَبِثْتَ۔ رہا تو	فِيْنَا۔ ہمارے اندر	مِنْ عُمُرِكَ۔ اپنی عمر کے
سِنِيْنَ۔ کئی سال	وَ۔ اور	فَعَلْتَ۔ کیا تو نے	فَعْلَتَكَ۔ وہ کام
الَّتِيْ۔ جو	فَعَلْتَ۔ تو نے کیا	وَ۔ اور	اَنْتَ۔ تو ہے
مِنَ الْكٰفِرِيْنَ۔ ناشکروں سے		قَالَ۔ کہا	فَعَلْتُهَآ۔ میں نے کیا تھا
اِذًا۔ اس وقت	وَّ۔ اور	اَنَا۔ میں تھا	مِنَ الضَّآلِّيْنَ ۔ بے خبر
اپنی قوت سے	فَفَرَرْتُ۔ تو میں بھاگ گیا	مِنْكُمْ۔ تم میں سے	لَمَّا۔ جب
خِفْتُكُمْ۔ میں تم سے ڈرا	فَوَهَبَ۔ تو دے دیا	لِيْ۔ مجھے	رَبِّيْ۔ میرے رب نے
حُكْمًا۔ حکم	وَّ۔ اور	جَعَلَنِيْ۔ بنایا مجھے	مِنَ الْمُرْسَلِيْنَ۔ پیغمبروں
سے	وَ۔ اور	تِلْكَ۔ یہ	نِعْمَةٌ۔ نعمت ہے
تَمُنُّهَا۔ کہ تو احسان رکھتا ہے	عَلَيَّ۔ مجھ پر	اَنْ۔ یہ کہ	عَبَّدْتَّ۔ تو نے غلام بنایا
بَنِيْٓ۔ اولاد	اِسْرَآءِيْلَ۔ یعقوب کو	قَالَ۔ کہا	فِرْعَوْنُ۔ فرعون نے
وَ۔ اور	مَا۔ کون ہے	رَبُّ۔ رب	الْعٰلَمِيْنَ۔ جہانوں کا
قَالَ۔ فرمایا	رَبُّ۔ رب	السَّمٰوٰتِ۔ آسمانوں	وَ۔ اور
الْاَرْضِ۔ زمین کا	وَ۔ اور	مَا۔ جو	بَيْنَهُمَا۔ ان کے درمیان ہے
اِنْ۔ اگر	كُنْتُمْ۔ ہو تم	مُّوْقِنِيْنَ۔ یقین کرنے والے	قَالَ۔ بولا
لِمَنْ۔ ان سے	حَوْلَهٗٓ۔ جو اس کے ارد گرد تھے		اَلَا۔ کیا نہیں
تَسْتَمِعُوْنَ۔ تم سنتے	قَالَ۔ فرمایا	رَبُّكُمْ۔ رب تمہارا	وَ۔ اور
رَبُّ۔ رب	اٰبَآئِكُمُ۔ تمہارے باپ دادا	الْاَوَّلِيْنَ۔ پہلوں کا	قَالَ۔ بولا
اِنَّ۔ بے شک	رَسُوْلَكُمُ۔ تمہارا رسول	الَّذِيْٓ۔ وہ جو	اُرْسِلَ۔ بھیجا گیا
اِلَيْكُمْ۔ طرف تمہاری	لَمَجْنُوْنٌ۔ یقیناً دیوانہ ہے	قَالَ۔ فرمایا	رَبُّ۔ رب
الْمَشْرِقِ۔ مشرق	وَ۔ اور	الْمَغْرِبِ۔ مغرب کا	وَ۔ اور

مَا۔ جو	بَيْنَهُمَا۔ ان کے درمیان ہے		اِنْ۔ اگر
كُنْتُمْ۔ ہو تم	تَعْقِلُوْنَ۔ سمجھتے	قَالَ۔ بولا	لَئِنِ۔ اگر
اتَّخَذْتَ۔ پکڑا تو نے	اِلٰهًا۔ کوئی خدا	غَيْرِيْ۔ میرے سوا	لَاَجْعَلَنَّكَ۔ تو کر دوں گا
میں تجھے	مِنَ الْمَسْجُوْنِيْنَ۔ قیدیوں میں سے		قَالَ۔ فرمایا
اَوَ۔ کیا	لَوْ۔ اگرچہ	جِئْتُكَ۔ لاؤں تیرے پاس	بِشَيْءٍ۔ کوئی دلیل
مُّبِيْنٍ۔ روشن	قَالَ۔ بولا	فَاْتِ۔ لا	بِهٖٓ۔ وہ
اِنْ۔ اگر	كُنْتَ۔ ہے تو	مِنَ الصّٰدِقِيْنَ۔ سچے لوگوں سے	
فَاَلْقٰى۔ تو ڈالا	عَصَاهُ۔ اپنی لاٹھی کو	فَاِذَا۔ تو ناگہاں	هِيَ۔ وہ
ثُعْبَانٌ۔ اژدھا تھا	مُّبِيْنٌ۔ ظاہر	وَّ۔ اور	نَزَعَ۔ کھینچا
يَدَهٗ۔ اپنا ہاتھ	فَاِذَا۔ تو اچانک	هِيَ۔ وہ	بَيْضَآءُ۔ سفید تھا
لِلنّٰظِرِيْنَ۔ دیکھنے والوں کے لئے			

خلاصہ تفسیر دوسرا رکوع۔ سورۃ شعراء۔ پ ۱۹

وَاِذْ نَادٰى رَبُّكَ مُوْسٰٓى اَنِ ائْتِ الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ۝ قَوْمَ فِرْعَوْنَ ۭ اَلَا يَتَّقُوْنَ ۝ ۔ اور جب آپ کے رب نے پکارا موسیٰ کو کہ تم ظالم قوم فرعون کے پاس جاؤ وہ کیوں نہیں ڈرتے۔

یہاں سے انبیاء علیہم السلام کے تذکرے شروع ہیں جن میں عبرت انگیز حالات کا بیان ہے۔

یہ قصہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا ہے جس میں آپ کا بحکم الٰہی عزوجل فرعون کے پاس بغرض تبلیغ تشریف لے جانا اور انواع واقسام کے معجزات سے اسے لاجواب کرنے کا بیان ہے اور اس کی ڈھٹائی اور ضد کی سزا میں انجام کار اس کا دریائے قلزم میں معہ اپنے لشکریوں کے غرق ہونے کا حال مذکور ہے۔

اَنِ ائْتِ الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ۝ قَوْمَ فِرْعَوْنَ فرما کر ان کا حال بتایا گیا کہ وہ ظالم قوم قبطی تھی جنہوں نے بنی اسرائیل کی اولاد نرینہ ہزارہا کی تعداد میں قتل کرائی حتیٰ کہ جناب موسیٰ علیہ السلام کی بھی اس سلسلہ میں باری آئی لیکن اللہ تعالیٰ نے آپ کو فرعون کے گھر ہی پرورش کرایا اور آپ تینتیس سال فرعون کے یہاں رہے جس کا مفصل بیان اپنی جگہ پر آئے گا۔

یہاں اجمالاً ذکر ہے کہ آپ مدین سے جب مصر تشریف لائے تو مقام طویٰ پہنچنے پر آپ کو نبوت عطا ہوئی اور فرعون کو تبلیغ کا حکم ہوا کہ وہ کیوں نہیں ڈرتے آپ نے عرض کیا:

قَالَ رَبِّ اِنِّيْٓ اَخَافُ اَنْ يُّكَذِّبُوْنِ ۝ وَيَضِيْقُ صَدْرِيْ وَلَا يَنْطَلِقُ لِسَانِيْ فَاَرْسِلْ اِلٰى هٰرُوْنَ ۝ ۔ الٰہی مجھے خوف ہے کہ وہ مجھے جھٹلائیں گے اور میرا دل اس سے بھی تنگ ہے کہ میری زبان نہیں چلتی تو ہارون کو بھی رسالت عطا فرمادے۔

یہ اس واقعہ کی طرف اشارہ ہے جب آپ فرعون کے یہاں فرزندوں کی طرح پرورش پا رہے تھے ایک روز وہ اپنی تعلیوں کی لے رہا تھا کہ آپ نے اس کی داڑھی پکڑ لی۔ فرعون غضب ناک ہو گیا اور قتل کا حکم جاری کر دیا تو فرعون کی بیوی

حضرت آسیہ نے آکر آپ کی جان بچائی اور فرعون سے کہا بچے عموماً نادان ہوتے ہیں ان کے نزدیک آگ اور جواہرات برابر ہوتے ہیں۔ چنانچہ امتحان کے لئے ایک طشت میں آگ ایک میں یاقوت رکھ کر موسیٰ علیہ السلام کو ان کی طرف چھوڑا۔ آپ تو یاقوت کی طرف چلے لیکن بحکم الٰہی عزوجل جبریل امین علیہ السلام نے آپ کے ہاتھ میں آگ دے دی اور آپ نے اسے منہ میں لیا تو زبان پر داغ آ گیا اور ہاتھ جو جلا تھا وہ ید بیضا ہو گیا۔

تو وَلَا يَنْطَلِقُ لِسَانِيْ۔ زبان کا نہ چلنا اس کی وجہ میں تھا۔ اسی کو بعض نے لکنت سے تشبیہ دی ہے۔

بعض اس طرف گئے کہ لکنت نہیں تھی مگر آپ کے مزاج میں غضب ناکی تھی اسی کی وجہ سے آپ زیادہ نہیں بول سکتے تھے اسی وجہ میں وَلَا يَنْطَلِقُ لِسَانِيْ فرمایا کہ جب غصہ سے میرا دل تنگ ہو گا میں بات نہ کر سکوں گا تو میرے ساتھ ہارون کو بھی نبی بنایا جائے۔ پھر عرض کیا:

وَلَهُمْ عَلَيَّ ذَنْبٌ فَاَخَافُ اَنْ يَّقْتُلُوْنِ ﴿۱۴﴾ ۔اور ان کا مجھ پر ایک الزام ہے جس سے مجھے خوف ہے کہ وہ مجھے قتل نہ کر دیں۔

یہ الزام وہی ہے جو آپ نے ایک قبطی کو طمانچہ مار دیا تھا اور وہ مر گیا تھا۔ اس کا جواب من جانب اللہ عزوجل یہ ملا کہ قَالَ كَلَّا ۚ فَاذْهَبَا بِاٰيٰتِنَآ اِنَّا مَعَكُمْ مُّسْتَمِعُوْنَ ﴿۱۵﴾ فرمایا یہ ہرگز نہ ہو گا تم دونوں ہماری نشانیاں لے کر جاؤ ہم تم دونوں کے ساتھ ہیں اور سننے والے ہیں۔

چنانچہ امتثالاً للامر حضرت موسیٰ علیہ السلام روانہ ہوئے حتیٰ کہ وہاں پہنچنے پر حکم ہوا:

فَاْتِيَا فِرْعَوْنَ فَقُوْلَآ اِنَّا رَسُوْلُ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۱۶﴾ اَنْ اَرْسِلْ مَعَنَا بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ ﴿۱۷﴾

کہ فرعون کے پاس جا کر کہو ہم اللہ رب العالمین کے رسول ہیں۔ (اس لئے آئے ہیں کہ) تو بنی اسرائیل کو ہمارے ساتھ بھیج دے۔

چنانچہ آپ نے فرمایا ہم دونوں بھائی رب العالمین کے رسول ہیں۔ اس پر فرعون غضب ناک ہو کر بولا:

قَالَ اَلَمْ نُرَبِّكَ فِيْنَا وَلِيْدًا وَّلَبِثْتَ فِيْنَا مِنْ عُمُرِكَ سِنِيْنَ ﴿۱۸﴾ وَفَعَلْتَ فَعْلَتَكَ الَّتِيْ فَعَلْتَ وَاَنْتَ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ۔ کیا تم ہمارے زیر پرورش نہ رہے اور اپنی عمر کا حصہ سالوں تم نے ہم میں نہ گزارا اور تم نے وہ کام کیا جو کیا (یعنی قبطی جو ہماری قوم کا تھا اسے مارا) اور تم ہمارے ناشکر گزار ہو۔

آپ نے قانونی پہلو سے جواب دیا۔ حَیْثُ قَالَ:

قَالَ فَعَلْتُهَآ اِذًا وَّاَنَا مِنَ الضَّآلِّيْنَ ﴿۲۰﴾ ۔فرمایا ہاں وہ قبطی مر گیا۔ مگر میں نے عمداً اسے قتل نہیں کیا بلکہ بطریق فہمائش اس کے طمانچہ مارا تھا اور مجھے اپنی قوت کا علم نہ تھا کہ وہ قبطی میرے طمانچہ کو بھی برداشت نہ کر سکے گا اور وہ مر گیا۔ پھر جب تو نے مجھ سے بدلہ لینا چاہا۔

فَفَرَرْتُ مِنْكُمْ لَمَّا خِفْتُكُمْ۔ تو میں اس خوف سے تمہارے پاس سے نکل آیا اور مدین چلا گیا۔

فَوَهَبَ لِيْ رَبِّيْ حُكْمًا وَّجَعَلَنِيْ مِنَ الْمُرْسَلِيْنَ ﴿۲۱﴾ ۔تو اللہ تعالیٰ نے مجھے حکم و قوت عطا کی اور مجھے اپنے رسولوں میں داخل فرمایا۔

اور تو احسان کر رہا ہے تو یہ کیا احسان ہے جو تو جتا رہا ہے چنانچہ آپ نے فرمایا:

وَ تِلْكَ نِعْمَةٌ تَمُنُّهَا عَلَيَّ اَنْ عَبَّدْتَّ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ ﴿۲۲﴾ ۔ یہ بھی کوئی احسان ہے جو تو مجھ پر رکھتا ہے کہ تو بنی اسرائیل کو غلامی کی قید میں رکھے ہوئے ہے۔

مصر کے لوگ عموماً بت پرست تھے۔ ستارہ پرستی میں مبتلا تھے اور فرعون اپنے کو رب العالمین کہلاتا تھا جیسے آج تک ہندو راجہ مہاراجہ اپنے کو ان داتا کہلواتے ہیں تو رب العالمین کا لفظ سن کر چونک اٹھا اور کہنے لگا:

قَالَ فِرْعَوْنُ وَمَا رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۲۳﴾ ۔ کہا فرعون نے کیا ہے رب العالمین؟ تو موسیٰ علیہ السلام نے جواب دیا کہ

قَالَ رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا ۭ اِنْ كُنْتُمْ مُّوْقِنِيْنَ ﴿۲۴﴾ ۔ وہ پالنے والا آسمانوں اور زمین کا ہے اور جو کچھ ان دونوں میں ہے اگر تو یقین کرے۔

تو فرعون نے اپنے حاشیہ نشینوں کو مخاطب کرتے ہوئے کہا کیا تم سن رہے ہو کہ کیا کہہ رہے ہیں۔ جس کا ذکر آگے آتا ہے۔

قَالَ لِمَنْ حَوْلَهٗٓ اَلَا تَسْتَمِعُوْنَ ﴿۲۵﴾ ۔ جب فرعون نے حیرت سے تمام حاشیہ نشینوں سے کہا تو موسیٰ علیہ السلام نے اس پر زور دیا اور فرمایا:

قَالَ رَبُّكُمْ وَرَبُّ اٰبَآىِٕكُمُ الْاَوَّلِيْنَ ﴿۲۶﴾ ۔ فرمایا (موسیٰ علیہ السلام نے ہاں ہاں) وہ تمہارا سب کا اور تمہارے پہلے آباء واجداد کا رب ہے۔

تو فرعون کو اور غصہ آیا اور کہنے لگا:

قَالَ اِنَّ رَسُوْلَكُمُ الَّذِيْٓ اُرْسِلَ اِلَيْكُمْ لَمَجْنُوْنٌ ﴿۲۷﴾ ۔ کہ یہ تمہارا رسول جو تمہاری طرف بھیجا گیا یقیناً مجنون ہے

تو موسیٰ علیہ السلام نے جواب دیا:

قَالَ رَبُّ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ وَمَا بَيْنَهُمَا ۭ اِنْ كُنْتُمْ تَعْقِلُوْنَ ﴿۲۸﴾ ۔ فرمایا (موسیٰ علیہ السلام نے) وہ رب مشرق ومغرب ہے اور جو کچھ ان میں ہے سب کا پروردگار ہے اگر تم میں عقل ہو۔

گویا فرعون کو فرمایا کہ بے عقل، مجنون اور پاگل تو ہے اگر عقل سے سوچے اور غور کرے تو تجھے مشرق ومغرب کا رب وہی ثابت ہو جائے۔

اس کے بعد فرعون نے اپنی زبردستی کا مظاہرہ کرتے ہوئے موسیٰ علیہ السلام سے کہا:

قَالَ لَىِٕنِ اتَّخَذْتَ اِلٰهًا غَيْرِيْ لَاَجْعَلَنَّكَ مِنَ الْمَسْجُوْنِيْنَ ﴿۲۹﴾ ۔ اگر تم نے میرے سوا کسی کو خدا مانا تو میں تجھے قیدیوں میں مقید کر دوں گا۔

تو موسیٰ علیہ السلام نے بھی اپنی قوت معجزانہ کا زور ظاہر کیا اور فرمایا:

قَالَ اَوَلَوْ جِئْتُكَ بِشَيْءٍ مُّبِيْنٍ ﴿۳۰﴾ ۔ اگرچہ میں تیرے سامنے روشن چیز لاؤں۔

جب بھی تو ہمیں جیل خانہ میں بھیج دے گا۔ تو فرعون نے کہا:

قَالَ فَاْتِ بِهٖٓ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ ﴿۳۱﴾ ۔ اچھا لاؤ وہ روشن چیز اگر تم سچے ہو۔

تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے آیاتِ الٰہی عزوجل کا اس طرح مظاہرہ فرمایا:

فَاَلْقٰى عَصَاهُ فَاِذَا هِيَ ثُعْبَانٌ مُّبِيْنٌ ﴿۳۲﴾ وَّنَزَعَ يَدَهٗ فَاِذَا هِيَ بَيْضَآءُ لِلنّٰظِرِيْنَ ﴿۳۳﴾۔

تو آپ نے اپنا عصا مبارک ڈال دیا تو وہ فوراً اژدھا خونخوار کھلم کھلا ہو گیا اور اپنا دستِ اقدس نکالا تو دیکھنے والوں کی نظروں کو خیرہ کرنے والا سپید نور تھا۔

فرعونی جیل خانہ

عجب ظلم کا پیمانہ تھا کنواں جو اوپر سے تنگ دہاں اور نیچے سے فراخ اس میں ڈال کر اس کنویں کا منہ بند کر دیا جاتا تھا یہ تھا فرعونی جیل خانہ۔

اور بِشَيْءٍ مُّبِيْنٍ عصا اور ید بیضا تھا تو جب وہ عصا اژدھا بن کر لہرانے لگا تو فرعون اور درباری سب بھاگ پڑے اور اس کی خدائی کی قلعی وہیں کھل گئی۔ پھر ید بیضا نے سورج کا نور ماند کر دیا۔

یہ دونوں معجزے دیکھ کر ایمان تو نہ لایا مگر یہ کہنے لگا یہ بڑا جادوگر ہے اور اس کے زور سے یہ تمہارا ملک لینا چاہتا ہے۔

تواریخ اور سیر میں مذکور ہے کہ فرعون کو درباریوں نے مشورہ دیا کہ اس جادو کا مقابلہ ایک دن مقرر کر کے ہونا چاہئے چنانچہ میلے کا دن یا ان کی عید کا دن مقرر ہوا اور اس روز مقابلہ ہوا آخر کار اس میں بھی وہ ذلیل ہوا جس کا مفصل حال اپنی جگہ بیان ہوگا۔

مختصر تفسیر اردو دوسرا رکوع ۔ سورۃ شعراء ۔ پ ۱۹

وَاِذْ نَادٰى رَبُّكَ مُوْسٰٓى۔ اور یاد فرمائیں جب آپ کے رب نے موسیٰ کو پکارا۔

آلوسی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: وَالتَّقْدِيْرُ عِنْدَ بَعْضِهِمْ وَاذْكُرْ فِيْ نَفْسِكَ وَقْتَ نِدَائِهٖ تَعَالٰى اَخَاكَ مُوْسٰى عَلَيْهِ السَّلَامُ وَمَا جَرٰى لَهٗ مَعَ قَوْمِهٖ مِنَ التَّكْذِيْبِ مَعَ تَكْذِيْبِ الْاُمَمِ لِاَنْبِيَائِهِمْ۔

بعض کے نزدیک اس میں مقدر ہے وَاذْكُرْ فِيْ نَفْسِكَ یعنی اے محبوب اپنے دل میں یاد فرمائیں وہ ندا جو اللہ تعالیٰ نے آپ کے بھائی موسیٰ علیہ السلام کو دی تھی اور جو کچھ گزرا ان کی قوم کے ساتھ اظہار معجزات کے بعد تا کہ آپ سمجھ لیں کہ تکذیب انبیاء پرانی امتوں سے جاری ہے اور اس سے آپ مطمئن ہو سکیں اور بلبال یعنی شدت غم آپ کے قلب مبارک سے دفع ہو۔ واقعہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو حکم دیا کہ:

اَنِ ائْتِ الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۱۰﴾ قَوْمَ فِرْعَوْنَ ؕ اَلَا يَتَّقُوْنَ ﴿۱۱﴾ ۔ ظالم قوم کی طرف جا جو قوم فرعون ہے۔ یہ کیوں نہیں پرہیزگار بنتے۔

یعنی موسیٰ علیہ السلام کو حکم ہوا۔ گویا یہ کہا گیا: اِئْتِهِمْ قَائِلًا قَوْلِيْ اَلَا تَتَّقُوْنَ انہیں جا کر فرمایئے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ تم مجھ سے کیوں نہیں ڈرتے۔

تو اس پر موسیٰ علیہ السلام نے تین عذر بارگاہ الٰہی عزوجل میں عرض کئے حَيْثُ قَالَ

قَالَ رَبِّ اِنِّيْٓ اَخَافُ اَنْ يُّكَذِّبُوْنِ ﴿۱۲﴾ ۔ پہلا عذر کیا کہ مجھے ان سے خوف تکذیب ہے۔

وَ یَضِیۡقُ صَدۡرِیۡ۔ اور میرا دل تنگ ہوگا جبکہ وہ تکذیب کریں گے۔

وَ لَا یَنۡطَلِقُ لِسَانِیۡ۔ اور میری زبان نہیں چلتی۔

گویا آپ نے عرض کیا رَبِّ اِنِّیۡ اَخَافُ تَکۡذِیۡبَهُمۡ اِیَّایَ وَیَضِیۡقُ صَدۡرِیۡ اِنۡفِعَالًا مِّنۡهُ وَلَا یَنۡطَلِقُ لِسَانِیۡ مِنۡ سَجۡنِ اللُّکۡنَةِ وَقَیۡدِ الۡعَیِّ بِاِنۡقِبَاضِ الرُّوۡحِ الۡحَیۡوَانِیِّ الَّذِیۡ تَتَحَرَّکُ بِهِ الۡعَضَلَاتُ الۡحَاصِلُ عَنۡدَ ضِیۡقِ الصَّدۡرِ وَاغۡتِمَامِ الۡقَلۡبِ۔ الٰہی مجھے ان کے جھٹلانے کا خوف ہے اور اس سے میرا دل تنگ ہوگا اور لکنت کی وجہ سے زبان بھی نہ چلے گی لہٰذا

فَاَرۡسِلۡ اِلٰی هٰرُوۡنَ ﴿۱۳﴾ ۔ تو بھیج جبریل امین علیہ السلام کو ہارون علیہ السلام کی طرف۔

اور انہیں بھی نبی بنادے اور ان کے ذریعہ میرا بازو مضبوط کردے۔ چنانچہ یہ حال مفصل سورہ قصص میں آیا ہے وَاَخِیۡ هٰرُوۡنُ هُوَ اَفۡصَحُ مِنِّیۡ لِسَانًا فَاَرۡسِلۡهُ مَعِیَ رِدۡاً یُّصَدِّقُنِیۡۤ۔ اس میں مفصل حال بیان ہوگا چنانچہ حدیث میں آیا ہے:

اِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰی اَرۡسَلَ مُوۡسٰی اِلٰی هٰرُوۡنَ وَکَانَ بِمِصۡرَ حِیۡنَ بَعَثَ اللّٰهُ تَعَالٰی مُوۡسٰی نَبِیًّا بِالشَّامِ۔

اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو ہارون کی طرف بھیجا آپ مصر میں تھے اور موسیٰ علیہ السلام شام میں نبی بنائے گئے۔

ابن ابی حاتم سدی رحمہما اللہ سے راوی ہیں: قَالَ اَقۡبَلَ مُوۡسٰی عَلَیۡهِ السَّلَامُ اِلٰی اَهۡلِهٖ فَسَارَ بِهِمۡ نَحۡوَ مِصۡرَ حَتّٰی اَتَاهَا لَیۡلًا فَتَضَیَّفَ عَلٰی اُمِّهٖ وَهُوَ لَا یَعۡرِفُهُمۡ فِیۡ لَیۡلَةٍ کَانُوۡا یَاۡکُلُوۡنَ الطُّفَیۡشَلَ فَنَزَلَتۡ فِیۡ جَانِبِ الدَّارِ فَجَاءَ هٰرُوۡنُ عَلَیۡهِ السَّلَامُ فَلَمَّا اَبۡصَرَ ضَیۡفَهٗ سَاَلَ عَنۡهُ اُمَّهٗ فَاَخۡبَرَتۡهُ اَنَّهٗ ضَیۡفٌ فَارۡعَاهُ فَاَکَلَ مَعَهٗ فَلَمَّا قَعَدَا تَحَدَّثَا فَسَاَلَهٗ هٰرُوۡنُ مَنۡ اَنۡتَ قَالَ اَنَا مُوۡسٰی فَقَامَ کُلُّ وَاحِدٍ مِّنۡهُمَا اِلٰی صَاحِبِهٖ فَاعۡتَنَقَهٗ فَلَمَّا اَنۡ تَعَارَفَا قَالَ لَهٗ مُوۡسٰی یَا هٰرُوۡنُ انۡطَلِقۡ مَعِیَ اِلٰی فِرۡعَوۡنَ فَاِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰی قَدۡ اَرۡسَلَنَا اِلَیۡهِ قَالَ هٰرُوۡنُ سَمۡعًا وَّ طَاعَةً فَقَامَتۡ اُمُّهُمۡ فَصَاحَتۡ وَ قَالَتۡ اُنۡشِدُکُمَا بِاللّٰهِ تَعَالٰی اَنۡ لَّا تَذۡهَبَا اِلٰی فِرۡعَوۡنَ فَیَقۡتُلُکُمَا فَاَبَیَا فَانۡطَلَقَا اِلَیۡهِ لَیۡلًا۔ الخبر

موسیٰ علیہ السلام اپنی بیوی کے ساتھ مصر تشریف لائے اور شب اپنی والدہ رعیہ بنت ثعلبہ کے یہاں اترے لیکن آپ کی والدہ نے رات کی وجہ سے ان کو نہ پہچانا۔ محض مہمان کی حیثیت سے طفیشل جو سالن کی طرح ایک ترکاری ہوتی ہے ان کو کھلائی۔ ابھی یہ گھر کے ایک کونہ میں ٹک رہے تھے کہ حضرت ہارون علیہ السلام آگئے آپ نے گھر میں نوواردوں کو دیکھ کر اپنی والدہ سے پوچھا انہوں نے فرمایا یہ مہمان ہیں حضرت ہارون علیہ السلام بھی ان کے ساتھ کھانے پر بیٹھ گئے اور گفتگو کرتے رہے۔ اثناء گفتگو آپ نے پوچھا کہ آپ کون ہیں۔ موسیٰ علیہ السلام نے اپنا نام بتایا تو پھر معانقہ کیا۔

اور موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا ہارون میرے ساتھ فرعون کی طرف چلو اللہ تعالیٰ نے تمہیں بھی نبی بنادیا ہے۔ حضرت ہارون علیہ السلام نے فرمایا مجھے امتثال امر میں کوئی عذر نہیں۔ آپ کی والدہ نے جب سنا وہ پکاریں اور بولیں تم دونوں کو میں اللہ کی قسم دیتی ہوں کہ فرعون کی طرف نہ جانا وہ تمہیں قتل کردے گا۔ یہ سن کر موسیٰ و ہارون علیہما السلام نے والدہ سے عرض کیا ایسا ہرگز نہیں ہوسکتا ہم تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے مبعوث ہیں۔

غرضکہ رات ہی میں فرعون کے محل کا دروازہ جا کر کھٹکھٹایا۔

اور وَلَهُمْ عَلَيَّ ذَنْبٌ فَاَخَافُ اَنْ يَّقْتُلُوْنِ ﴿۱۴﴾ سے مراد وہ قتل قبطی کے واقعہ کی طرف اشارہ ہے جو فرعون کا طباخ تھا اور سبطی جو آپ کی جماعت کا ایک آدمی تھا لکڑیوں کا گٹھا لے کر آ رہا تھا تو اس قبطی نے اسے مجبور کیا کہ یہ گٹھا مطبخ میں لے چلو۔ فَاسْتَغَاثَهُ الَّذِيْ مِنْ شِيْعَتِهٖ عَلَى الَّذِيْ مِنْ عَدُوِّهٖ۔ تو اس نے موسیٰ علیہ السلام کو آتے دیکھ کر استغاثہ کیا آپ نے اسے سمجھایا کہ اگر یہ گٹھا لینا ہے تو اس کی قیمت ادا کر کے لے لو اس نے کہا آپ کو معلوم نہیں میں فرعون کے مطبخ کا داروغہ ہوں مجھے حق ہے کہ میں بیگار میں اسے پکڑ لوں آپ کو غصہ آیا اور اس کے طمانچہ رسید کر دیا چنانچہ ارشاد ہے:

فَوَكَزَهٗ مُوْسٰى فَقَضٰى عَلَيْهِ۔ آپ کے طمانچہ سے وہ وہیں ڈھیر ہو کر رہ گیا اور مر گیا آپ نے اس کی موت دیکھ کر فرمایا: هٰذَا مِنْ عَمَلِ الشَّيْطٰنِ ؕ اِنَّهٗ عَدُوٌّ مُّضِلٌّ مُّبِيْنٌ۔ یہ تو شیطانی کام ہو گیا اور وہ تو کھلم کھلا دشمن ہے یہ مفصل قصہ سورہ قصص میں مذکور ہے۔

مختصر یہ کہ باری تعالیٰ کی طرف تسلی دی گئی اور ارشاد ہوا:

قَالَ كَلَّا ۚ فَاذْهَبَا بِاٰيٰتِنَآ اِنَّا مَعَكُمْ مُّسْتَمِعُوْنَ ﴿۱۵﴾۔ ایسا ہرگز نہیں ہو سکتا تم دونوں جاؤ ہماری نشانیوں کے ساتھ ہم تمہارے ساتھ ہیں سب کچھ سننے والے ہیں۔

اس آیۂ کریمہ میں روع خوف اور مزید تسلیہ اور کمال حفظ کی ضمانت ہے جیسے دوسری جگہ اِنَّنِيْ مَعَكُمَآ اَسْمَعُ وَاَرٰى فرمایا گیا ہے چنانچہ اس کے بعد حکم الٰہی عز و جل ہوا۔

فَاْتِيَا فِرْعَوْنَ فَقُوْلَآ اِنَّا رَسُوْلُ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۱۶﴾۔ تو دونوں (بے خوف و خطر) فرعون کے پاس جاؤ اور کہو ہم اللہ رب العالمین کے بھیجے ہوئے ہیں اور ہم چاہتے ہیں کہ

اَنْ اَرْسِلْ مَعَنَا بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ ﴿۱۷﴾۔ ہمارے ساتھ بنی اسرائیل کو بھیج دے۔ آلوسی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

وَ كَانَ بَنُوْ اِسْرَائِيْلَ قَدِ اسْتَعْبَدُوْا اَرْبَعَمِائَةِ سَنَةٍ۔ اس سے یہ مراد تھی کہ بنی اسرائیل کو آزاد کرا کر اپنے مسکن فلسطین میں لے جائیں اور بنی اسرائیل کو مسکن (مطن) سے علیحدہ ہوئے چار سو سال گزر چکے تھے۔

وَالْمُرَادُ خَلِّهِمْ يَذْهَبُوْا مَعَنَا اِلٰى فَلَسْطِيْنَ وَ كَانَ مَسْكَنُهُمَا عَلَيْهِمَا السَّلَامُ۔

تو جب موسیٰ و ہارون علیہما السلام فرعون کے دروازے پر پہنچے تو فرعون نے ایک سال تک ملنے کی اجازت نہیں دی حتیٰ کہ بواب یعنی چوکیدار نے فرعون سے کہا:

اِنَّ هٰهُنَا اِنْسَانًا يَّزْعَمُ اَنَّهٗ رَسُوْلُ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ فَقَالَ ائْذَنْ لَهٗ لَعَلَّنَا نَضْحَكُ مِنْهُ فَاَذِنَ لَهٗ فَدَخَلَا فَاَدَّيَا اِلَيْهِ الرِّسَالَةَ فَعَرَفَ مُوْسٰى عَلَيْهِ السَّلَامُ فَقَالَ عِنْدَ ذٰلِكَ۔

یہاں ایک آدمی آیا ہوا ہے جو دعویٰ کرتا ہے کہ رب العالمین کا رسول ہے۔ فرعون بولا اچھا اسے آنے دو ذرا اس سے مذاق ہی رہے گا تو انہیں اجازت دی اور دونوں دربار میں تشریف لائے اور فرائض رسالت اس تک پہنچائے تو فرعون نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو پہچان لیا اور کہنے لگا:

قَالَ اَلَمْ نُرَبِّكَ فِيْنَا وَلِيْدًا وَّلَبِثْتَ فِيْنَا مِنْ عُمُرِكَ سِنِيْنَ ﴿۱۸﴾ وَفَعَلْتَ فَعْلَتَكَ الَّتِيْ فَعَلْتَ وَاَنْتَ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ ﴿۱۹﴾۔ کیا تم وہی نہیں ہو جسے ہم نے بچپن سے پالا اور تم ہم میں اپنی عمر کے کئی سال گزار چکے ہو اور تم نے وہ کام کیا جو

کیا اور تم ناشکرے ہو۔

روایت ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو جب تابوت میں لٹا کر دریائے نیل میں آپ کی والدہ نے ڈالا تو وہ تابوت فرعون کے ہاتھ آ گیا اس نے دیکھا کہ اس میں نہایت قوی تنومند ایک بچہ ہے اس کا ذہن تو صحیح نتیجہ اخذ کر چکا تھا اس نے فوراً ارباب مجلس اور درباریوں سے کہہ دیا تھا کہ یہ وہی بچہ ہے جس کی خبر مجھے نجومی دے چکے ہیں اسے ابھی قتل کر ڈالیں لیکن آسیہ جو فرعون کی بیوی تھی حائل ہوئیں اور انہوں نے کہا کہ تیری تو اولاد نہ ہوئی ہے نہ ہوگی اور اتنی زبردست سلطنت کے لئے تجھے ولی عہد کرنا ہے۔

لہٰذا اگر یہ بچہ وہی ہے جس کی نجومی پیشگوئی کر چکے ہیں تو کیا حرج ہے تو اسے پرورش کر وہ تیرے مقابلہ میں حصول سلطنت کے لئے ہی آتا جب اسے بلا کسی مقابلہ کے سلطنت مل جائے گی تو وہ تیرا کیوں مقابلہ کرے گا ادھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

وَاَلْقَيْتُ عَلَيْكَ مَحَبَّةً مِّنِّيْ۔ ہم نے محبت و تسخیر کی قوت موسیٰ میں ڈال دی تھی۔ چنانچہ فرعون نے ارادہ قتل ترک کر کے دایہ تلاش کرائیں تو وَحَرَّمْنَا عَلَيْهِ الْمَرَاضِعَ ہم نے تمام دودھ پلانے والیاں ان پر حرام کر دی تھیں چنانچہ آپ نے کسی کا دودھ نہ لیا آخرش آپ کی بہن جو اس تابوت کے ساتھ ساتھ کنارے کنارے نیل کے گئی تھیں وہ بولیں:

هَلْ اَدُلُّكُمْ عَلٰۤى اَهْلِ بَيْتٍ يَّكْفُلُوْنَهٗ کیا میں تمہیں بتاؤں جو اس بچے کی کفالت کر سکے اس کی تفصیل سورہ قصص میں آ رہی ہے۔

مختصر یہ کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام فرعون کے پاس تیس سال رہے پھر مدین تشریف لے آئے۔ یہاں دس سال قیام فرما کر واپس ہوئے اور بنی اسرائیل کو تیس سال تبلیغ فرمائی پھر آپ بعد مقابلہ ساحرین و غرق فرعون پچاس سال انہیں میں رہے۔

اس روایت کو آلوسی رحمہ اللہ ان الفاظ میں نقل فرماتے ہیں:

قِيْلَ لَبِثَ فِيْهِمْ ثَلَاثِيْنَ سَنَةً ثُمَّ خَرَجَ اِلٰى مَدْيَنَ وَاَقَامَ بِهٖ عَشْرَ سِنِيْنَ ثُمَّ عَادَ اِلَيْهِمْ يَدْعُوْهُمْ اِلَى اللّٰهِ تَعَالٰى ثَلَاثِيْنَ سَنَةً ثُمَّ بَقِيَ بَعْدَ الْغَرَقِ خَمْسِيْنَ۔

اور ایک قول یہ ہے:

لَبِثَ فِيْهِمْ اثْنَيْ عَشَرَةَ سَنَةً فَفَرَّ بَعْدَ اَنْ وَكَزَ الْقِبْطِيَّ اِلٰى مَدْيَنَ فَاَقَامَ بِهٖ عَشْرَ سِنِيْنَ يَرْعٰى غَنَمَ شُعَيْبٍ عَلَيْهِ السَّلَامُ ثُمَّ ثَمَانِيَ عَشَرَ سَنَةً بَعْدَ بِنَائِهٖ عَلٰى اِمْرَاَتِهٖ بِنْتِ شُعَيْبٍ فَكَمُلَ لَهٗ اَرْبَعُوْنَ سَنَةً فَبَعَثَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى وَ عَادَ اِلَيْهِمْ يَدْعُوْهُمْ اِلَيْهِ عَزَّ وَ جَلَّ وَاللّٰهُ تَعَالٰى اَعْلَمُ۔

آپ بارہ سال فرعون کے یہاں رہے پھر ایک قبطی کے طمانچہ مارا وہ مر گیا تو مدین کی طرف تشریف لے آئے یہاں دس سال شعیب علیہ السلام کی بکریاں چراتے رہے پھر اٹھارہ سال شادی کے بعد، جب کہ شعیب علیہ السلام کی صاحبزادی سے عقد ہو چکا، رہے اس طرح چالیس سال پورے کر کے وہاں سے واپس ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے وادی طویٰ میں آپ کو تاج نبوت سے مشرف کیا پھر آپ مصر تشریف لائے اور اللہ تعالیٰ کی عبودیت کی دعوت دیتے رہے۔ واللہ اعلم۔

تو آج فرعون نے وَفَعَلْتَ فَعْلَتَكَ الَّتِيْ فَعَلْتَ کہہ کر وہ واقعہ یاد دلایا آپ نے اس کا جواب قانونی طور پر دیا نہایت

سنجیدہ طریق سے۔

قَالَ فَعَلْتُهَآ اِذًا وَّاَنَا مِنَ الضَّآلِّيْنَ ۝ ۔فرمایا موسیٰ علیہ السلام نے وہ میں نے کیا اس وقت کہ میں بے خبر تھا۔

آلوسی رحمہ اللہ روح المعانی میں فرماتے ہیں:

وَ اَقَرَّ عَلَيْهِ السَّلَامُ بِالْقَتْلِ ثِقَةً بِحِفْظِ اللّٰهِ تَعَالٰى لَهٗ وَ قَيَّدَ الْفِعْلَ بِمَا يَدْفَعُ كَوْنَهٗ قَادِحًا فِى النُّبُوَّةِ وَ هِىَ جُمْلَتُهٗ وَاَنَا مِنَ الضَّآلِّيْنَ۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اقرار فرمایا اپنے پاک ہونے کی بنا پر اور اس مضبوطی پر جو اللہ تعالیٰ کی حفاظت پر آپ کو حاصل تھی اور اس فعل کو ایسی صورت کے ساتھ مقید کیا جس سے نبوت پر کوئی حرف نہ آئے اور وہ اَنَا مِنَ الضَّآلِّيْنَ تھا۔

اور لفظ ضَالِّيْنَ پر آلوسی بارہ توجیہات فرماتے ہیں اور اس سے قبل ضالین کی لغوی تحقیق ہم کسی جگہ کر چکے ہیں۔

۱- ضَالِّيْنَ - اَىْ جَاهِلِيْنَ۔ یعنی ہم بے خبر تھے۔ ابن عباس ابن مسعود علیہم رضوان۔

۲- مَرْوِىٌّ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَاقُرْاٰتُهٗ تَفْسِيْرَ وَلَا الضَّالِّيْنَ۔

۳- وَاَرَادَ عَلَيْهِ السَّلَامُ بِذٰلِكَ مَا رُوِىَ عَنْ قَتَادَةَ اَنَّهٗ فَعَلَ ذٰلِكَ جَاهِلًا بِهٖ غَيْرَ مُعْتَمِدٍ اِيَّاهُ فَاِنَّهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ اِنَّمَا يَعْتَمِدُ الْوَكْزَ لِلتَّادِيْبِ فَاَدّٰى اِلٰى مَا اَدّٰى۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنے طمانچہ کی قوت سے بے خبر تھے آپ نے وہ طمانچہ بغرض تادیب مارا تھا مگر اس کا نتیجہ قتل ہو گیا۔ یہ جرم قتل نہیں ہوا۔

۴- ابن زید رحمہ اللہ کہتے ہیں: اَنَا مِنَ الضَّآلِّيْنَ کے معنی وَ اَنَا مِنَ الْجَاهِلِيْنَ بِاَنَّ وَكْزَتِىْ تَاْتِىْ عَلٰى نَفْسِهٖ مجھے یہ خیال بھی نہ تھا کہ میرا طمانچہ اس کی جان پر پڑ جائے گا۔

۵- وَ قِيْلَ الْمَعْنٰى فَعَلْتُهَا مُقْدِمًا عَلَيْهَا مِنْ غَيْرِ مُبَالَاةٍ بِالْعَوَاقِبِ عَلٰى اَنَّ الْجَهْلَ بِمَعْنَى الْاِقْدَامِ مِنْ غَيْرِ مُبَالَاةٍ۔

۶- کسی نے اس محاورہ کو شعر میں ادا کیا ہے:

اَلَا لَايَجْهَلَنْ اَحَدٌ عَلَيْنَا فَنَجْهَلَ فَوْقَ جَهْلِ الْجَاهِلِيْنَا

۷- قِيْلَ اِنَّ الضَّلَالَ هٰهُنَا الْمَحَبَّةُ كَمَا فِىْ قَوْلِهٖ تَعَالٰى اِنَّكَ لَفِىْ ضَلٰلِكَ الْقَدِيْمِ۔ ضلال بمعنی محبت ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔

۸- وَ عَنْ عَلِىٍّ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّهٗ قَتَلَ الْقِبْطِىَّ غَيْرَةً لِلّٰهِ حَيْثُ كَانَ عَلَيْهِ السَّلَامُ مِنَ الْمُحِبِّيْنَ لَهٗ عَزَّوَجَلَّ۔ آپ نے وہ طمانچہ غیرت الٰہی سے مارا کہ وہ مشرک تھا اور سبطی مسلمان اور آپ محبین الٰہی سے تھے۔

۹- بعض نے کہا: اَرَادَ مِنَ الضَّالِّيْنَ بِالشَّرَائِعِ وَ فَسَّرَ الضَّلَالَ بِذٰلِكَ فِىْ قَوْلِهٖ تَعَالٰى وَوَجَدَكَ ضَآلًّا فَهَدٰى۔ ضالین سے مراد احکام شرعیہ سے بے خبری مراد ہے۔ جیسے وَوَجَدَكَ ضَآلًّا فَهَدٰى میں۔

۱۰- ابو عبیدہ رحمہ اللہ اس سے مراد محض نسیان لیتے ہیں جیسے اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ اَنْ تَضِلَّ اِحْدٰىهُمَا فَتُذَكِّرَ اِحْدٰىهُمَا الْاُخْرٰى۔

۱۱۔ بعض نے کہا: اَلْمُرَادُ فَعَلْتُهَا نَاسِيًا حُرْمَتَهَا۔ یہ کام بھولے سے ہوا کہ مارنا حرام تھا۔

۱۲۔ بعض نے کہا میں بھول گیا کہ میرا طمانچہ یہ برداشت نہ کر سکے گا اور مر جائے گا۔

اور اس کی بقیہ تفصیل انشاء اللہ عزوجل سورہ قصص میں آجائے گی۔ آگے ارشاد ہے:

فَفَرَرْتُ مِنْكُمْ لَمَّا خِفْتُكُمْ -اَیْ خَرَجْتُ هَارِبًا۔ میں نکل بھاگا اس خوف سے کہ تو مجھے تکلیف پہنچائے گا اس لئے کہ مجھے معلوم ہو چکا تھا اِنَّ الْمَلَاَ يَاْتَمِرُوْنَ بِكَ لِيَقْتُلُوْكَ۔ بے شک دربار والے میرے قتل کا مشورہ کر رہے ہیں۔ تو یہ خوف مجھے ہوا۔

فَوَهَبَ لِيْ رَبِّيْ حُكْمًا وَّ جَعَلَنِيْ مِنَ الْمُرْسَلِيْنَ ﴿۲۱﴾ ۔ تو اللہ تعالیٰ نے مجھے نبوت عطا فرما کر مجھے رسولوں سے کیا۔

حُكْمًا پر آلوسی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

اَیْ نُبُوَّةً اَوْ عِلْمًا – وَ فَهْمًا لِلْاَشْيَآءِ عَلٰى مَا هِيَ عَلَيْهِ وَالْاَوَّلُ مَرْوِيٌّ عَنِ السُّدِّيْ۔ حکم سے مراد نبوت یا علم یا فہم اشیاء ہے یہ قول سدی رحمہ اللہ سے مروی ہے۔

وَ تَاَوَّلَ بَعْضُهُمْ ذٰلِكَ بِاَنَّهٗ اَرَادَ عِلْمًا هُوَ مِنْ خَوَاصِ النُّبُوَّةِ فَيَكُوْنُ الْحُكْمُ بِهٰذَا الْمَعْنٰى اَخَصُّ مِنْهُ۔ بعض نے کہا اس سے مراد وہ علم ہے جو خواص نبوت سے ہے تو حکم اس معنی میں اخص ہے۔

وَجَعَلَنِيْ مِنَ الْمُرْسَلِيْنَ اِشَارَةٌ اِلٰى ظَاهِرِ الْاَوَّلِ مِنْ تَفْسِيْرِ الْحُكْمِ دَلَّ تَفَضَّلَهٗ تَعَالٰى عَلَيْهِ بِرُتْبَةٍ هِيَ فَوْقَ رُتْبَةِ النُّبُوَّةِ اَعْنِيْ رُتْبَةَ الرِّسَالَةِ۔ اس میں اس طرف اشارہ ہے کہ حکم وہ فضیلت علم ہے جو نبوت کے رتبہ سے بلند ہے اس لئے یوں نہیں فرمایا فَوَهَبَ لِيْ رَبِّيْ حُكْمًا وَّ رِسَالَةً اَوْ وَ جَعَلَنِيْ رَسُوْلًا عِظَامًا لِاَمْرِ الرِّسَالَةِ۔ کہ مجھے اللہ نے حکم اور رسالت عطا فرمائی اور مجھے امر رسالت پر عظمت بخشی۔

اور فرعون پر یہ بھی ظاہر فرما دیا کہ رسالت موسیٰ علیہ السلام کوئی نئی بات نہیں بلکہ یہ سنت الٰہی عزوجل سے ہے۔

خلاصہ یہ ہوا کہ آپ نے فرعون سے فرما دیا کہ قتل مسلم کی نسبت میری طرف نہیں ہو سکتی۔

دوسرے میری نبوت پر اس سے قدح نہیں آتی اس لئے کہ یہ قبل نبوت کا فعل ہے اور وہ بھی بلا عمد قتل ہے اس لئے کہ میرا طمانچہ بغرض تادیب تھا نہ کہ بغرض قتل کافر۔

وَتِلْكَ نِعْمَةٌ تَمُنُّهَا عَلَيَّ اَنْ عَبَّدْتَّ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ ﴿۲۲﴾ ۔ اور یہ بھی کوئی احسان ہے جو تو جتا رہا ہے باآنکہ تو نے بنی اسرائیل کو غلامی کی ذلت میں رکھا۔

یعنی یہ تو تیرا احسان نہیں کہ مجھے پرورش کیا۔ نہ تو بنی اسرائیل کو غلامی کی ذلت دیتا اور نہ تو ان کی اولاد ذکور کو قتل کراتا نہ میں تجھ تک آتا۔ تو آیہ کریمہ کے یہ معنی ہوئے: تِلْكَ نِعْمَةٌ تَعُدُّهَا عَلَيَّ فَلَيْسَ هُنَاكَ جو یہ احسان تو جتا رہا ہے یہ احسان نہیں بلکہ ظلم ہے کہ عَلَيَّ اَنْ عَبَّدْتَّ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ اس لئے کہ تو نے بنی اسرائیل کو ذلیل کیا انہیں غلام بنایا۔ تو حاصل معنی یہ ہوئے:

اِنَّ مَا ذَكَرْتَ نِعْمَةً ظَاهِرَةً وَ هِيَ فِي الْحَقِيْقَةِ نَقْمَةٌ حَيْثُ كَانَتْ بِسَبَبِ اِذْلَالِ قَوْمِيْ وَقَصْدِكَ اِيَّاهُمْ بِذِبْحِ اَبْنَائِهِمْ وَلَوْلَا ذَالِكَ لَمْ اَحْصِلْ بَيْنَ يَدَيْكَ وَلَمْ اَكُنْ فِيْ مَهْدِ تَرْبِيَتِكَ۔

یعنی تو جو بات کر رہا ہے وہ ظاہر میں اگر چہ تیرا احسان ہے لیکن حقیقتاً وہ عذاب تھا اس لئے کہ تو نے بنی اسرائیل کو ذلیل کیا اور ان کی اولا د ذکور کو قتل کرایا اگر ایسا نہ ہوتا تو میں تیری زیر پرورش نہ آتا اپنے ہی والدین کے یہاں پلتا اور رہتا۔

تو میں ناشکرا نہیں البتہ تو ظالم اور خاطی تھا۔ یعنی فرعون نے جب موسیٰ علیہ السلام کی پرورش کا احسان رکھا تو آپ نے اس کا جواب دیا کہ اگر خالص احسان ہوتا تو احسان تھا میری پرورش تیرے یہاں خاص وجہ سے ہوئی وہ یہ کہ تو نے بنی اسرائیل کو ذلیل کر کے انہیں غلامی کی زنجیروں میں جکڑا ان پر قانون چلایا کہ ان میں جو لڑکا ہو وہ مار دیا جائے۔

اگر چہ وہ محض نجومیوں کے توہمات کے ماتحت ہی ایسا کیا کہ انہوں نے تجھے کہا کہ اس سال ایک لڑکا ایسا پیدا ہوگا جو تجھ سے تیری سلطنت کو غارت کر دے گا۔ تو نے قادر مطلق کی تقدیر کو نہ مانا اور اپنا نظام مقدم رکھ کر بچے قتل کرا ڈالے اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت یہ دکھائی کہ جس سے تجھے اپنی سلطنت کا خطرہ تھا اس نے تیرے ہی گھر میں پرورش کرایا اور تیرا نظام قتل درہم برہم ہو گیا۔

میری پیدائش اس سال ہوئی کہ میری والدہ نے صندوق میں رکھ کر مجھے دریائے نیل میں ڈال دیا اور وہ صندوق تیرے محل سرا میں بہتا ہوا پہنچا تیری بیوی آسیہ کے دل میں اللہ تعالیٰ نے رحم ڈالا اور اس نے مجھے اس صندوق سے نکال کر پرورش کیا۔

تو یہ تمام باتیں بنی اسرائیل کے ساتھ ظلم واستبداد کی وجہ میں ہوئیں نہ بنی اسرائیل پر تیرا یہ ظلم ہوتا نہ میں تیرے ملک میں پیدا ہوتا نہ میری والدہ مجھے دریا میں ڈالتیں نہ میں تیرے محل تک پہنچتا نہ تیرے یہاں میری پرورش ہوتی تو میری پرورش کی اصل وجہ تیرا ظلم ہے جو تو نے بنی اسرائیل پر کیا تو جب ظلم اصل وجہ پرورش ہوا تو ایسی پرورش کا احسان رکھنا بے عقلی ہے۔ بلکہ قدرت قادر پر ایمان لانا چاہئے۔ اس کا جواب فرعون کچھ نہ دے سکا اور بطریق تحکم اپنی جابرانہ شان میں کہنے لگا:

قَالَ فِرْعَوْنُ وَمَا رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۲۳﴾ ۔ بولا فرعون رب العالمین کیا ہے۔

گویا فرعون نے کہا: ءَ اَنْتَ الرَّسُوْلُ وَمَا رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ۔ کیا تم رسول ہو اور رب العالمین کیا ہے؟

اس واقعہ کو اول سورہ طٰہٰ میں بیان فرمایا پھر سورۂ شعراء کا ذکر آیا پھر سورہ قصص میں بیان ہوا۔ تو اس کا جواب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا۔

قَالَ رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا ؕ اِنْ كُنْتُمْ مُّوْقِنِيْنَ ﴿۲۴﴾ ۔ وہ آسمانوں اور زمین اور جو کچھ ان میں ہے سب کا رب ہے اگر تم یقین کرنے والے ہو۔

یعنی وہ رب عناصر وعنصریات کا ہے اگر تو یقین کرنے والا ہو تو مان ورنہ بے ایمان کا بے ایمان ہے۔

تو یہ جواب سن کر فرعون چکرایا کہ اس سے میری قوم منحرف نہ ہو تو کہنے لگا جس کا ذکر آ گے ہے:

قَالَ لِمَنْ حَوْلَهٗۤ اَلَا تَسْتَمِعُوْنَ ﴿۲۵﴾ ۔ اپنے درباریوں کو مخاطب کر کے بولا کیا تم نہیں سنتے۔ اس پر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اور وضاحت سے فرمایا:

قَالَ رَبُّكُمْ وَرَبُّ اٰبَآئِكُمُ الْاَوَّلِيْنَ ﴿۲۶﴾ ۔ وہ تمہارا رب ہے اور تمہارے پہلے باپ دادوں کا ہے تو فرعون جھنجھلا کر کہنے لگا اور استہزاء کرنے لگا:

قَالَ اِنَّ رَسُوْلَكُمُ الَّذِيْۤ اُرْسِلَ اِلَيْكُمْ لَمَجْنُوْنٌ ﴿۲۷﴾ ۔ بے شک تمہارا وہ رسول جو آیا ہے یقیناً مجنون ہے تو

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس کا رد کرنے کو فرمایا۔

قَالَ رَبُّ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ وَمَا بَيْنَهُمَا ۖ إِنْ كُنْتُمْ تَعْقِلُونَ ﴿٢٨﴾ ۔فرمایا وہی رب مشرق اور مغرب کا ہے اور جو کچھ ان میں ہے اگر تجھے عقل ہو۔

اس میں تصریح فرمائی گئی کہ تغیرات احوال واوضاع کہ کبھی روشن ہو کبھی مظلم یہ سب شروق الشمس وغروب پر موقوف ہے اور یہ سب حرکات سماویہ سے وابستہ ہیں مگر تجھے عقل ہو تو سمجھے اور جبکہ تو بے عقل ہے تو تیری سمجھ میں یہ کیسے آئے۔

وَلَمَّا سَمِعَ اللَّعِيْنُ مِنْهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ تِلْكَ الْمَقَالَاتِ الْمَبْنِيَّةِ عَلٰى اَسَاسِ الْحِكَمِ الْبَالِغَةِ وَشَاهَدَ شِدَّةَ حَزْمِهٖ وَ قُوَّةَ عَزْمِهٖ عَلٰى تَمْشِيَةِ اَمْرِهٖ۔ جب فرعون لعین نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے یہ بیان سنا جو اساس نبوت تھا اور آپ کا حزم وعزم دیکھا تو اس نے بھی اپنی قوت حاکمہ کا ڈراوا دیا اور کہا:

قَالَ لَئِنِ اتَّخَذْتَ إِلٰهًا غَيْرِي لَأَجْعَلَنَّكَ مِنَ الْمَسْجُونِينَ ﴿٢٩﴾ ۔(موسیٰ) اگر تم نے میرے سوا کوئی خدا ٹھہرایا تو میں آپ کو قید کر دوں گا۔

فرعونی جیل خانہ کی نسبت آلوسی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: وَ كَانَ عَلَيْهِ اللَّعْنَةُ يَطْرَحُهُمْ فِيْ هُوَّةٍ عَمِيْقَةٍ قِيْلَ عُمْقُهَا خَمْسُمِائَةِ ذِرَاعٍ وَ فِيْهَا حَيَّاتٌ وَ عَقَارِبُ حَتّٰى يَمُوْتُوْا هٰذَا۔

اس خبیث نے جیل خانہ دنیا سے انوکھا رکھا تھا۔

یہ ایک گہرے کنویں میں ڈال دیتا تھا۔ ہوہ عربی میں گہرے گڑھے کو کہتے ہیں۔

کہا جاتا ہے فرعونی جیل خانہ پانچ سو گز گہرا تھا اور اس میں سانپ اور بچھو تھے جو اس میں ڈالا جاتا وہ مر جاتا تھا۔

اس میں اختلاف ہے کہ

اِنَّ اللَّعِيْنَ هَلْ كَانَ يَعْلَمُ اَنَّ لِلْعَالَمِ رَبًّا هُوَ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ اَوْ لَا۔ فرعون لعین کیا یہ جانتا تھا کہ عالم کا رب ہے اور وہ اللہ عزوجل ہے یا نہیں؟

فَقَالَ بَعْضُهُمْ كَانَ يَعْلَمُ ذٰلِكَ بِدَلِيْلِ قَوْلِهٖ لَقَدْ عَلِمْتَ مَاۤ اَنْزَلَ هٰۤؤُلَاۤءِ اِلَّا رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ۔

وَ مِنْهُمْ مَنِ اسْتَدَلَّ بَطَلَبِهٖ شَرْحَ الْمَاهِيَّةِ زَعْمًا مِنْهُ اَنَّ فِيْهِ الْاِعْتِرَافُ بِاَصْلِ الْوُجُوْدِ۔

بعض نے کہا وہ اللہ کو جانتا تھا جب ہی تو اس نے کہا جس کا ذکر قرآن کریم میں ہے لَقَدْ عَلِمْتَ مَاۤ اَنْزَلَ هٰۤؤُلَاۤءِ اِلَّا رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ۔

اور بعض نے کہا کہ وہ اللہ تعالیٰ کو جانتا تھا لیکن اس کی ماہیت وجود معلوم کرنے کے لئے مَا رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ کہا۔

اور بعض نے کہا: اِنَّ اِدِّعَاءَهُ الْاُلُوْهِيَّةَ وَ قَوْلَهٗ اَنَا رَبُّكُمُ الْاَعْلٰى اِنَّمَا كَانَ لَاهًا بِالْقَوْمِ الَّذِيْنَ اسْتَحَقَّهُمْ وَلَمْ يَكُنْ ذٰلِكَ عَنِ اعْتِقَادٍ وَّ كَيْفَ يَعْتَقِدُ اَنَّهٗ رَبُّ الْعَالَمِ وَهُوَ يَعْلَمُ بِالضَّرُوْرَةِ اَنَّهٗ وُجِدَ بَعْدَ اَنْ لَّمْ يَكُنْ وَ مَضٰى عَلَى الْعَالَمِ اُلُوْفٌ مِّنَ السِّنِيْنَ وَ هُوَ لَيْسَ فِيْهِ وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ اِلَّا مُلْكُ مِصْرَ وَلِذَا قَالَ شُعَيْبٌ لِمُوْسٰى عَلَيْهِ السَّلَامُ لَمَّا جَاءَهٗ فِيْ مَدْيَنَ لَا تَخَفْ بَخَوْتَ مِنَ الْقَوْمِ الظَّالِمِيْنَ۔

فرعون کا دعویٰ الوہیت اور اَنَا رَبُّكُمُ الْاَعْلٰى کہنا محض رعب تھا تا کہ اس قوم پر غالب رہے جسے دبا کر رکھ چھوڑا تھا اور اس کا یہ عقیدہ نہیں تھا اور وہ کیسے یہ عقیدہ رکھتا کہ وہ رب عالم ہے جبکہ اسے لازمی طور پر علم تھا کہ اس سے قبل بھی رب العالمین تھا اور ہزاروں سال ایسے گزرے کہ اس کا وجود ہی نہ تھا اور وہ جب تھا تو صرف مصر کا بادشاہ تھا اسی وجہ میں حضرت شعیب علیہ السلام نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے فرمایا جبکہ وہ مصر سے مدین آئے کہ لَا تَخَفْ ٛ نَجَوْتَ مِنَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ تو معلوم ہوا کہ حکومت فرعونی مدین میں نہ تھی۔

وَ قَالَ بَعْضُهُمْ اَنَّهٗ كَانَ جَاهِلًا بِاللّٰهِ تَعَالٰى وَ مَعَ ذٰلِكَ لَا يَعْتَقِدُ فِيْ نَفْسِهٖ اَنَّهٗ خَالِقُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَ مَا فِيْهِمَا بَلْ كَانَ دَهْرِيًّا نَافِيًا لِلصَّانِعِ سُبْحَانَهٗ مُعْتَقِدًا وُجُوْبَ الْوُجُوْدِ بِالذَّاتِ لِلْاَفْلَاكِ وَاِنَّ حَرْكَتَهَا اَسْبَابٌ لِحُصُوْلِ الْحَوَادِثِ۔

بعض نے کہا وہ اللہ تعالیٰ کی ذات سے جاہل تھا اور اس کے ساتھ ہی اپنے کو بھی خالق سماوات والارض نہیں مانتا تھا بلکہ وہ خالص دہریہ تھا اور صانع کا منکر اس کا عقیدہ وجوب وجود بالذات کا تھا آسمانوں کے ساتھ اور حرکت سماوی کو ہی اسباب حصول حوادث جانتا تھا۔

وَ يَعْتَقِدُ اَنَّ مَنْ مَّلَكَ قُطْرًا وَّ تَوَلّٰى اَمْرَهٗ لِقُوَّةِ طَالِعَةٍ اِسْتَحَقَّ الْعِبَادَةَ مِنْ اَهْلِهٖ وَ كَانَ رَبًّا لَّهُمْ وَ لِهٰذَا خَصَّصَ الْاُلُوْهِيَّةَ وَ الرُّبُوْبِيَّةَ وَلَمْ يَعُمَّهَا حَيْثُ قَالَ مَا عَلِمْتُ لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرِيْ - وَاَنَا رَبُّكُمُ الْاَعْلٰى۔ اور فرعون کا عقیدہ تھا کہ جو ایک چپہ زمین کا مالک ہو اور حکومت اس کے طالع سے حاصل ہو جائے وہ مستحق عبادت ہے اپنی رعایا سے اور فرعون بھی ایسا ہی رب تھا اور اسی بنا پر اس نے الوہیت و ربوبیت کو والیان ملک کے لئے مختص کر رکھا تھا اور اس منصب کو ایسوں کے علاوہ کسی کے لئے عام نہیں کیا جیسا کہ اس نے کہا مَا عَلِمْتُ لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرِيْ اور اَنَا رَبُّكُمُ الْاَعْلٰى۔

وَ جُوِّزَ اَنْ يَّكُوْنَ حُلُوْلِيَّةَ اَلْقَائِلِيْنَ بِحُلُوْلِ الرَّبِّ سُبْحٰنَهٗ وَتَعَالٰى فِيْ بَعْضِ الذَّوَاتِ وَ يَكُوْنُ مُعْتَقِدًا حُلُوْلَهٗ عَزَّوَجَلَّ وَلِذٰلِكَ سَمّٰى نَفْسَهٗ اِلٰهًا۔ بعض نے یہ مانا کہ وہ حلولیہ تھا اور اس کا قائل کہ اللہ تعالیٰ بعض وجودوں میں حلول کرتا ہے اور اپنے لئے بھی حلول مانتا تھا اسی بنا پر اس نے اپنے کو الہ کہلوانا چاہا۔

جب موسیٰ علیہ السلام نے انانیت فرعون دیکھی اور اس کی کج خلقی صاف نظر آنے لگی تو فرمایا:

قَالَ اَوَلَوْ جِئْتُكَ بِشَیْءٍ مُّبِیْنٍ ﴿۳۰﴾ ۔تو جیل میں ڈالے گا اگرچہ میں تجھے اپنے دعویٰ کی تصدیق پر واضح چیز پیش کروں۔

اس سے مراد آپ کی اظہار معجزہ تھی گویا آپ نے فرمایا: اَتُقِرُّ بِالْوَحْدَانِيَّةِ وَبِرِسَالَتِيْ اِنْ جِئْتُكَ بَعْدَ الْاِحْتِجَاجِ بِالْبَرَاهِيْنِ الْقَاهِرَةِ وَالْمُعْجِزَاتِ الْبَاهِرَةِ الظَّاهِرَةِ۔ کیا تو واحدانیت الٰہی اور میری رسالت تسلیم کر لے گا اگر میں براہین قاہرہ اور معجزات باہرہ ظاہر طور پر پیش کروں۔

یہی مضمون سورۃ اعراف میں بھی آچکا ہے: قَدْ جِئْتُكُمْ بِبَیِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ فَاَرْسِلْ مَعِیَ بَنِیْۤ اِسْرَآءِیْلَ ﴿۱۰۵﴾ قَالَ اِنْ كُنْتَ جِئْتَ بِاٰیَةٍ فَاْتِ بِهَاۤ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِیْنَ ﴿۱۰۶﴾ ۔تو جب فرعون نے یہ جواب سنا تو کہنے لگا جس کا تذکرہ آگے

ہے۔

قَالَ فَأْتِ بِهٖٓ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ ۝۳۱ ۔ کہنے لگا اگر تم سچے ہو تو لاؤ وہ برہان کیا ہے۔

تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنا عصا مبارک اٹھایا اور

فَاَلْقٰى عَصَاهُ فَاِذَا هِيَ ثُعْبَانٌ مُّبِيْنٌ ۝۳۲ ۔ اسے ڈال دیا تو وہ اژدھا خونخوار ہو گیا۔

ثعبان، اعظم حیات سے ہوتا ہے اس کا مبداء اشتقاق ثَعَبَ مَاءٌ سے ہے جب کہ پانی نہایت تیزی سے بہنے لگے۔

اور یہ عصا کا اژدھا ہو جانا محض تخیل میں نہ تھا جیسا کہ جادو کے ذریعہ ہوتا ہے بلکہ حقیقتاً وہ اپنی عصا کی شان سے ثعبان کی صورت میں منقلب ہوا اور یہ قدرت الٰہی سے کچھ بعید نہیں کہ وصف عصائی سلب فرما کر اس میں ثعبانی صفت عطا فرما دے۔

ایک روایت ہے کہ عصا اژدھا بن کر آسمان کی طرف بقدر ایک میل کے اڑا پھر اتر کر فرعون کی طرف متوجہ ہوا اور بولا اے موسیٰ! (علیہ السلام) کیا حکم ہے اسے فنا کردوں یہ سن کر فرعون گھبرایا اور بولا موسیٰ (علیہ السلام) اس کی قسم جس نے تمہیں رسول بنا کر بھیجا اسے پکڑو آپ نے پکڑ لیا وہ عصا ہو گیا۔

یہ معجزہ دیکھ کر درباری معہ اپنے خدا فرعون کے بھاگ پڑے۔ پھر آپ نے

وَنَزَعَ يَدَهٗ فَاِذَا هِيَ بَيْضَآءُ لِلنّٰظِرِيْنَ ۝۳۳ ۔ اپنی بغل سے دست اقدس نکالا تو وہ اتنا منور تھا کہ دیکھنے والوں کی آنکھیں خیرہ ہو گئیں۔

روایت ہے کہ عصا کا اژدھا دیکھ کر فرعون بولا: هَلْ لَّكَ غَيْرُهَا۔ اس کے سوا کچھ اور بھی ہے۔

اس وقت آپ نے اپنی بغل سے ہاتھ نکالا فرعون بولا یہ کیا ہے آپ نے فرمایا: يَدِيْ فَاَدْخَلَهَا فِيْ اِبِطِهٖ ثُمَّ نَزَعَهَا وَلَهَا شُعَاعٌ يَكَادُ يُغْشِي الْاَبْصَارَ۔ یہ میرا ہاتھ ہے پھر اسے بغل سے نکالا تو اس کی شعاعیں اتنی جگمگائیں کہ آنکھیں بند ہو گئیں۔

اس کی مفصل کیفیت بیان ہو چکی دیکھو سورہ اعراف

بامحاورہ ترجمہ تیسرا رکوع - سورۃ شعراء - پ ۱۹

قَالَ لِلْمَلَاِ حَوْلَهٗٓ اِنَّ هٰذَا لَسٰحِرٌ عَلِيْمٌ ۝۳۴	بولا اپنے سردار قوم سے بے شک یہ علم سحر میں بڑا فائق ہے
يُّرِيْدُ اَنْ يُّخْرِجَكُمْ مِّنْ اَرْضِكُمْ بِسِحْرِهٖ ۖ فَمَاذَا تَاْمُرُوْنَ ۝۳۵	یہ چاہتا ہے کہ تمہیں نکال دے تمہارے ملک سے جادو کے ذریعہ تو تمہارا کیا خیال ہے
قَالُوْٓا اَرْجِهْ وَاَخَاهُ وَابْعَثْ فِي الْمَدَآئِنِ حٰشِرِيْنَ ۝۳۶	بولے مہلت دے اسے اور اس کے بھائی کو اور بھیج شہروں میں جمع کرنے کے لئے
يَاْتُوْكَ بِكُلِّ سَحَّارٍ عَلِيْمٍ ۝۳۷	تا کہ آئیں تیرے پاس بڑے ماہر جادوگر لے کر
فَجُمِعَ السَّحَرَةُ لِمِيْقَاتِ يَوْمٍ مَّعْلُوْمٍ ۝۳۸	تو جمع کئے گئے جادوگر ایک مقررہ دن کے لئے
وَّقِيْلَ لِلنَّاسِ هَلْ اَنْتُمْ مُّجْتَمِعُوْنَ ۝۳۹	اور کہا گیا لوگوں کو کیا تم جمع ہو گے
لَعَلَّنَا نَتَّبِعُ السَّحَرَةَ اِنْ كَانُوْا هُمُ الْغٰلِبِيْنَ ۝۴۰	شاید ہم اتباع کریں جادوگروں کا اگر وہ غالب آگئے

فَلَمَّا جَآءَ السَّحَرَةُ قَالُوْا لِفِرْعَوْنَ اَىِٕنَّ لَنَا لَاَجْرًا اِنْ كُنَّا نَحْنُ الْغٰلِبِیْنَ ﴿۴۱﴾	تو جب جادوگر آئے تو بولے فرعون سے کہ اگر ہم غالب آ گئے تو انعام عظیم کے مستحق ہیں
قَالَ نَعَمْ وَ اِنَّكُمْ اِذًا لَّمِنَ الْمُقَرَّبِیْنَ ﴿۴۲﴾	بولا یہی نہیں بلکہ تم میرے مقربین سے ہو گے
قَالَ لَهُمْ مُّوْسٰۤى اَلْقُوْا مَاۤ اَنْتُمْ مُّلْقُوْنَ ﴿۴۳﴾	فرمایا انہیں موسیٰ نے ڈالو جو تم ڈالنے والے ہو
فَاَلْقَوْا حِبَالَهُمْ وَ عِصِیَّهُمْ وَ قَالُوْا بِعِزَّةِ فِرْعَوْنَ اِنَّا لَنَحْنُ الْغٰلِبُوْنَ ﴿۴۴﴾	تو ڈال دیں انہوں نے اپنی رسیاں اور لاٹھیاں اور بولے عزت فرعون کی قسم بے شک ہم ہی غالب آئیں گے
فَاَلْقٰى مُوْسٰى عَصَاهُ فَاِذَا هِیَ تَلْقَفُ مَا یَاْفِكُوْنَ ﴿۴۵﴾	تو ڈال دیا موسیٰ نے اپنا عصا تو وہ لقمہ کر گیا ان کے مکر
فَاُلْقِیَ السَّحَرَةُ سٰجِدِیْنَ ﴿۴۶﴾	اور گرے جادوگر سجدہ میں
قَالُوْۤا اٰمَنَّا بِرَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ﴿۴۷﴾	بولے ایمان لائے ہم رب العالمین پر
رَبِّ مُوْسٰى وَ هٰرُوْنَ ﴿۴۸﴾	جو موسیٰ اور ہارون کا رب ہے
قَالَ اٰمَنْتُمْ لَهٗ قَبْلَ اَنْ اٰذَنَ لَكُمْ اِنَّهٗ لَكَبِیْرُكُمُ الَّذِیْ عَلَّمَكُمُ السِّحْرَ فَلَسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ	بولا تم ایمان لائے قبل اس کے کہ اجازت دوں میں تمہیں بے شک یہ تمہارا وہ بڑا ہے جس نے تمہیں جادو سکھایا تو اب تم جانو گے
لَاُقَطِّعَنَّ اَیْدِیَكُمْ وَ اَرْجُلَكُمْ مِّنْ خِلَافٍ وَّ لَاُوصَلِّبَنَّكُمْ اَجْمَعِیْنَ ﴿۴۹﴾	میں کاٹوں گا تمہارے ہاتھ اور پیر مختلف سمت سے اور ضرور تمہیں سولی دوں گا سب کو
قَالُوْا لَا ضَیْرَ اِنَّاۤ اِلٰى رَبِّنَا مُنْقَلِبُوْنَ ﴿۵۰﴾	بولے کوئی فکر نہیں ہم اپنے رب کے حضور پھریں گے
اِنَّا نَطْمَعُ اَنْ یَّغْفِرَ لَنَا رَبُّنَا خَطٰیٰنَاۤ اَنْ كُنَّاۤ اَوَّلَ الْمُؤْمِنِیْنَ ﴿۵۱﴾	ہم تو یہی چاہتے ہیں کہ وہ ہماری خطائیں بخش دے تاکہ ہم پہلے ایمان لانے والوں میں ہوں

حل لغات تیسرا رکوع۔سورۃ شعراء۔پ ۱۹

قَالَ۔بولا لِلْمَلَاِ۔سرداروں سے حَوْلَهٗ۔جو اس کے ارد گرد تھے

اِنَّ۔بے شک هٰذَا۔یہ لَسٰحِرٌ۔جادوگر ہے عَلِیْمٌ۔جاننے والا

یُّرِیْدُ۔چاہتا ہے اَنْ۔یہ کہ یُّخْرِجَكُمْ۔نکالے تم کو مِّنْ اَرْضِكُمْ۔تمہاری

زمین سے بِسِحْرِهٖ۔اپنے جادو سے فَمَاذَا۔تو کیا تَاْمُرُوْنَ۔فیصلہ کرتے ہو

قَالُوْۤا۔بولے اَرْجِهْ۔چھوڑ دے اس کو وَ۔اور اَخَاهُ۔اس کے بھائی کو

وَ۔اور ابْعَثْ۔بھیج فِی الْمَدَآىِٕنِ۔شہروں میں حٰشِرِیْنَ۔اکٹھا کرنے والے

یَاْتُوْكَ۔لائیں تیرے پاس بِكُلِّ۔ہر ایک سَحَّارٍ۔بڑے جادوگر عَلِیْمٍ۔ماہر کو

فَجُمِعَ۔ تو جمع کیے گئے
السَّحَرَةُ۔ جادوگر
لِمِیْقَاتِ۔ وقت
یَوْمٍ۔ دن
مَّعْلُوْمٍ۔ مقرر کے
وَّ۔ اور
قِیْلَ۔ کہا گیا
لِلنَّاسِ۔ لوگوں کو
هَلْ۔ کیا
اَنْتُمْ۔ تم
مُّجْتَمِعُوْنَ۔ اکٹھے ہوگے
لَعَلَّنَا۔ تاکہ ہم
نَتَّبِعُ۔ پیچھے لگیں
السَّحَرَةَ۔ جادوگروں کے
اِنْ۔ اگر
كَانُوْا۔ ہوں
هُمُ۔ وہ
الْغٰلِبِیْنَ۔ غالب
فَلَمَّا۔ پھر جب
جَآءَ۔ آئے
السَّحَرَةُ۔ جادوگر
قَالُوْا۔ بولے
لِفِرْعَوْنَ۔ فرعون سے
اَىِٕنَّ۔ کیا بے شک
لَنَا۔ ہمارے لئے
لَاَجْرًا۔ مزدوری ہوگی
اِنْ۔ اگر
كُنَّا۔ ہوں
نَحْنُ۔ ہم
الْغٰلِبِیْنَ۔ غالب
قَالَ۔ کہا
نَعَمْ۔ ہاں
وَ۔ اور
اِنَّكُمْ۔ بے شک تم
اِذًا۔ اس وقت
لَّمِنَ الْمُقَرَّبِیْنَ۔ مقربین
میں ہوگے
قَالَ۔ کہا
لَهُمْ۔ ان سے
مُّوْسٰی۔ موسیٰ نے
اَلْقُوْا۔ ڈالو
مَاۤ۔ جو
اَنْتُمْ۔ تم
مُّلْقُوْنَ۔ ڈالنے والے ہو
فَاَلْقَوْا۔ تو ڈالیں انہوں نے
حِبَالَهُمْ۔ اپنی رسیاں
وَ۔ اور
عِصِیَّهُمْ۔ اپنی لاٹھیاں
وَ۔ اور
قَالُوْا۔ بولے
بِعِزَّةِ۔ قسم عزت
فِرْعَوْنَ۔ فرعون کی
اِنَّا۔ بے شک
لَنَحْنُ۔ ہم ہی
الْغٰلِبُوْنَ۔ غالب ہوں گے
فَاَلْقٰی۔ تو ڈالا
مُوْسٰی۔ موسیٰ نے
عَصَاهُ۔ اپنا عصا
فَاِذَا۔ تو ناگہاں
هِیَ۔ وہ
تَلْقَفُ۔ نگل گیا
مَا۔ جو
یَاْفِكُوْنَ۔ وہ بناتے تھے
فَاُلْقِیَ۔ تو ڈال دیے
السَّحَرَةُ۔ جادوگر
سٰجِدِیْنَ۔ سجدے میں
قَالُوْۤا۔ بولے
اٰمَنَّا۔ ہم ایمان لائے
بِرَبِّ۔ رب
الْعٰلَمِیْنَ۔ جہانوں پر
رَبِّ۔ جو رب ہے
مُوْسٰی۔ موسیٰ
وَ۔ اور
هٰرُوْنَ۔ ہارون کا
قَالَ۔ بولا
اٰمَنْتُمْ۔ تم ایمان لائے
لَهٗ۔ اس پر
قَبْلَ۔ پہلے
اَنْ۔ اس سے کہ
اٰذَنَ۔ اجازت دوں میں
لَكُمْ۔ تم کو
اِنَّهٗ۔ بے شک وہ
لَكَبِیْرُ۔ بڑا ہے
كُمْ۔ تمہارا
الَّذِیْ۔ جس نے
عَلَّمَكُمُ۔ سکھایا تمہیں
السِّحْرَ۔ جادو
فَلَسَوْفَ۔ تو جلدی
تَعْلَمُوْنَ۔ جانو گے تم
لَاُقَطِّعَنَّ۔ ضرور کاٹوں گا میں
اَیْدِیَكُمْ۔ تمہارے ہاتھ
وَ۔ اور
اَرْجُلَكُمْ۔ تمہارے پاؤں
مِّنْ خِلَافٍ۔ الٹے کر کے
وَّ۔ اور
لَاُوصَلِّبَنَّكُمْ ۔ ضرور سولی
دوں گا تم
اَجْمَعِیْنَ۔ سب کو
قَالُوْا۔ بولے
لَا۔ نہیں
ضَیْرَ۔ کوئی فکر
اِنَّاۤ۔ بے شک ہم
اِلٰی۔ طرف
رَبِّنَا۔ اپنے رب کی
مُنْقَلِبُوْنَ۔ پھرنے والے ہیں
اِنَّا۔ بے شک ہم
نَطْمَعُ۔ امید رکھتے ہیں
اَنْ۔ یہ کہ
یَّغْفِرَ۔ بخش دے
لَنَا۔ ہمیں
رَبُّنَاۤ۔ ہمارا رب

خَطٰیٰنَآ۔ ہماری خطائیں اَنۡ۔ یہ کہ کُنَّآ۔ ہوں ہم اَوَّلَ۔ پہلے
الْمُؤْمِنِيْنَ۔ ایمان والے

خلاصہ تفسیر تیسرا رکوع۔سورۃ شعراء۔پ ۱۹

سَحَرَہ۔ جمع ساحر کی ہے جیسے ظَلَمَه جمع ظالم کی ہے اور طَلَبَه جمع طالب کی آتی ہے۔

مِیْقَات، وَالْمِيْقَاتُ مَا وُقِّتَ بِهٖ اَیْ عَدٍّ وَ مِنْ مَّكَانٍ وَ زَمَانٍ وَّ مِنْهُ مَوَاقِيْتُ الْإِحْرَامِ۔ اس سے مقررہ وقت مراد لیا جاتا ہے اور بعض نے اسے چاشت کا وقت بھی بتایا۔

يَوْمٍ مَّعْلُوْمٍ۔ سے مراد یوم الزینہ ہے جس کا تذکرہ سورہ طٰہٰ میں ہے: قَالَ مَوْعِدُكُمْ يَوْمُ الزِّيْنَةِ وَاَنْ يُّحْشَرَ النَّاسُ ضُحًى۔ فرعون بولا ہمارا تم سے وعدہ یوم زینت کا ہے اور اس دن چاشت کے وقت لوگ جمع ہوں گے۔

لَاضَيْرَ۔ ضَيْر اور ضَرّ دونوں کے ایک ہی معنی ہیں: اَیْ لَا حَرَجَ وَلَا نُقْصَانَ فِيْهِ عَلَيْنَا۔

لَشِرْذِمَةٌ۔ اصل میں کسی چیز کے ٹکڑے کو کہتے ہیں۔ پرانا کپڑا جب ٹکڑے ٹکڑے ہوجاتا ہے تو اسے ثوب شراذم کہتے ہیں یہاں قلیل جماعت کے معنی استعاری کئے گئے ہیں۔

تَلْقَفُ۔ اَیْ تَبْلَعُ بِسُرْعَةٍ۔ لقمہ فوراً کرگیا۔ ابتلاع نگلنے کو کہتے ہیں۔

يَأْفِكُوْنَ۔ افک سے ہے بمعنی تزویر، دھوکہ یعنی جو دھوکہ بنایا تھا۔

حِبَال۔ حبل کی جمع ہے، رسی، رسیاں۔

اَرْجِهْ۔ اَخِّرْ کے معنی دیتا ہے کام کو مؤخر کردینا۔

عِصِیّ۔ عصا کی جمع ہے۔ لکڑیاں

الْمَدَآئِنِ۔ جمع مدین کی ہے مدین بستی کو کہتے ہیں۔

وَاَرْجُلَكُمْ مِّنْ خِلَافٍ۔ ایک طرف کے ہاتھ اور دوسری طرف سے پیر کاٹنا۔ یہ ظلم کی سزا فرعون کے یہاں تھی۔

فرعون لعین معجزہ عصا و ید بیضا دیکھ ایمان تو نہ لایا اور ڈھٹائی سے کہنے لگا:

قَالَ لِلْمَلَاِ حَوْلَهٗٓ اِنَّ هٰذَا لَسٰحِرٌ عَلِيْمٌ ﴿۳۴﴾ ۔ اپنے اشراف اور درباریوں سے کہنے لگا یہ بڑا جادوگر ہے اور اس فن میں ماہر و فائق ہے۔

يُّرِيْدُ اَنْ يُّخْرِجَكُمْ مِّنْ اَرْضِكُمْ بِسِحْرِهٖ ۖ فَمَاذَا تَاْمُرُوْنَ ﴿۳۵﴾ ۔ وہ اپنے جادو کے زور سے تمہیں تمہاری زمین سے نکالنا چاہتا ہے۔

اس دور میں جادو اور طلسمیات کا بڑا زور تھا اور اس عہد کی یادگار مسلمانوں کے ابتداء عہد کے وقت باقی تھی تاریخ مصر وغیرہ میں اس کا ذکر آتا ہے غرضکہ فرعونی مشیر بولے:

قَالُوْٓا اَرْجِهْ وَاَخَاهُ وَابْعَثْ فِي الْمَدَآئِنِ حٰشِرِيْنَ ﴿۳۶﴾ يَاْتُوْكَ بِكُلِّ سَحَّارٍ عَلِيْمٍ ﴿۳۷﴾ ۔

بولے موسیٰ اور اس کے بھائی کو برائے چندے مؤخر کرو اور بستیوں میں آدمی بھیجو کہ وہاں سے لوگ جمع کریں۔ یہ تھوڑے سے لوگ ہیں اور تیرے ملک میں بڑے بڑے نامور جادوگر ہیں وہ لائیں ماہرین فن کو اور جادو کے جاننے والوں کو

تا کہ وہ عاجز آجائیں اور جھک جائیں۔

فَجُمِعَ السَّحَرَةُ لِمِيقَاتِ يَوْمٍ مَّعْلُومٍ ﴿٣٨﴾ ۔تو جمع کئے گئے جادوگر وقت معین اور روز مقررہ کے لئے۔

یعنی اس یوم زینت میں یا فرعونیوں کی عید یا میلے کا دن مقرر ہوا جس میں سب لوگ شریک ہوتے تھے۔ چنانچہ مقررہ دن جادوگر جمع ہوئے اور ظلم کار بھی آئے ایک میدان میں فرعون اور اس کے امراء اور عوام جمع ہوئے اور وہاں موسیٰ اور ہارون علیہما السلام بھی تشریف لے آئے۔

اس سے قبل فرعون اور جادوگروں کے مابین یہ عہد ہو چکا تھا کہ اگر تم غالب آگئے تو ہم سب ہی تمہارے پیرو ہو جائیں گے۔ چنانچہ ارشاد ہے:

وَقِيلَ لِلنَّاسِ هَلْ أَنتُم مُّجْتَمِعُونَ ﴿٣٩﴾ لَعَلَّنَا نَتَّبِعُ السَّحَرَةَ إِن كَانُوا هُمُ الْغَالِبِينَ ﴿٤٠﴾۔

لوگوں سے کہا گیا تم جمع ہوگے اس دن شاید ہم پیروی کریں جادوگروں کی اگر وہ غالب آگئے۔

اس سے یہ بھی ثابت ہوا کہ فرعون اپنی خدائی کے دعویٰ میں ہار چکا تھا اور بصورت غالب آجانے جادوگروں کے ان کی پیروی کو تیار تھا لیکن یہ بدباطنی تھی کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی پیروی کو پھر بھی آمادہ نہ ہوا۔ خَسِرَ الدُّنْيَا وَالْآخِرَةَ ۔ کے قعر مذلت میں پڑا۔ چنانچہ

فَلَمَّا جَاءَ السَّحَرَةُ قَالُوا لِفِرْعَوْنَ أَئِنَّ لَنَا لَأَجْرًا إِن كُنَّا نَحْنُ الْغَالِبِينَ ﴿٤١﴾ ۔ جب جادوگر آئے تو بولے فرعون سے کیا ہمارے لئے انعام ہوگا اگر ہم موسیٰ و ہارون پر غالب آگئے تو فرعون نے جواب دیا:

قَالَ نَعَمْ وَإِنَّكُمْ إِذًا لَّمِنَ الْمُقَرَّبِينَ ﴿٤٢﴾ ۔ بولا فرعون ہاں اور اس حال میں تم لوگ میرے مقربین میں سے ہوگے۔

اس رکوع میں چونکہ تفصیلی ذکر نہیں ہے بنابریں بالاختصار و بالاجمال فرمایا جا رہا ہے کہ جب روز مقررہ پر جادوگر اور اعیان و عمال دولت اور معہ رعایا و برایا جمع ہوگئے تو موسیٰ و ہارون علیہما السلام بھی تشریف لے آئے اور

قَالَ لَهُم مُّوسَىٰ أَلْقُوا مَا أَنتُم مُّلْقُونَ ﴿٤٣﴾ ۔ موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا ڈالو تم کیا ڈالنے والے ہو۔

فَأَلْقَوْا حِبَالَهُمْ وَعِصِيَّهُمْ وَقَالُوا بِعِزَّةِ فِرْعَوْنَ إِنَّا لَنَحْنُ الْغَالِبُونَ ﴿٤٤﴾ ۔ تو انہوں نے اپنی رسیاں اور لکڑیاں ڈالیں اور کہا عزت فرعون کی قسم ہم ضرور غالب آئیں گے۔ تو موسیٰ علیہ السلام نے بھی بحکم الٰہی عزوجل،

فَأَلْقَىٰ مُوسَىٰ عَصَاهُ فَإِذَا هِيَ تَلْقَفُ مَا يَأْفِكُونَ ﴿٤٥﴾ ۔ موسیٰ علیہ السلام نے بھی، اپنا عصا مبارک ڈال دیا تو وہ لقمہ کر گیا جو وہ مکر کر کے لائے تھے۔

مختصر قصہ یہ ہے کہ یوم مقررہ پر میدان میں سب جمع ہوئے مقابلہ کی ٹھہری ان کی رسیاں لکڑیاں جو زمین پر ڈال رکھی تھیں۔ لوگوں کو سانپ اژدھے کی صورت میں دوڑتی نظر آئیں کہ موسیٰ علیہ السلام نے اپنا عصا ڈال دیا وہ ایک ثعبان عظیم کی صورت میں سب کو لقمہ کر گیا اور جادوگروں نے علی الفور جان لیا کہ یہ مقابلہ جادو سے نہیں ہوا بلکہ قدرت الٰہی کا نشان ہے۔

چنانچہ وہ سب کے سب سجدے میں گر گئے جس کا تذکرہ آگے فرمایا گیا:

فَأُلْقِيَ السَّحَرَةُ سَاجِدِينَ ﴿٤٦﴾ قَالُوا آمَنَّا بِرَبِّ الْعَالَمِينَ ﴿٤٧﴾ رَبِّ مُوسَىٰ وَهَارُونَ ﴿٤٨﴾۔

تو گرے جادوگر سجدہ کرتے اور بولے ہم ایمان لائے رب العالمین پر جو رب موسیٰ و ہارون کا ہے۔

اور رب موسیٰ وہارون اس لئے کہا کہ فرعون بھی اَنَا رَبُّكُمُ الْاَعْلٰی کا مدعی تھا۔ چنانچہ انہوں نے اپنے ایمان میں تصریح کردی کہ رب العالمین سے ہماری مراد رب موسیٰ وہارون ہے۔

بس پھر کیا تھا فرعون کو ادھر ذلت ہوئی رعایا سے آنکھیں ملانے کے قابل نہ رہا ادھر اس کی خدائی کرکری ہوگئی آخرش غضب ناک ہو کر جادوگروں سے خطاب کیا اور اپنا غصہ یوں اتارا:

قَالَ اٰمَنْتُمْ لَهٗ قَبْلَ اَنْ اٰذَنَ لَكُمْ ۚ اِنَّهٗ لَكَبِیْرُكُمُ الَّذِیْ عَلَّمَكُمُ السِّحْرَ ۚ فَلَسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ؕ لَاُقَطِّعَنَّ اَیْدِیَكُمْ وَ اَرْجُلَكُمْ مِّنْ خِلَافٍ وَّ لَاُوصَلِّبَنَّكُمْ اَجْمَعِیْنَ ﴿۴۹﴾ ۔

فرعون بولا میرے حکم سے قبل تم ایمان لائے اس سے معلوم ہوا کہ موسیٰ تمہارے استاد ہیں اور یہ تمہاری باہمی سازش تھی جس سے تم نے مجھے ذلیل کیا تو اب تمہیں معلوم ہوگا کہ اس کا کیا بدلہ ہے میں تمہارے ایک طرف کے ہاتھ اور دوسری طرف کے پاؤں کٹواؤں گا پھر دار پر چڑھاؤں گا۔

قَالُوْا لَا ضَیْرَ ۫ اِنَّاۤ اِلٰی رَبِّنَا مُنْقَلِبُوْنَ ﴿۵۰﴾ اِنَّا نَطْمَعُ اَنْ یَّغْفِرَ لَنَا رَبُّنَا خَطٰیٰنَاۤ اَنْ كُنَّاۤ اَوَّلَ الْمُؤْمِنِیْنَ ﴿۵۱﴾ ۔

سب بولے کچھ پروا نہیں ہم اپنے رب کے حضور لوٹ جائیں گے ہم تو یہی چاہتے ہیں کہ دنیا کی چند ساعت تکلیف ہو گی گزر جائے گی آخر ہم اپنے رب کے حضور پہنچیں گے ہمیں امید ہے کہ وہ ہمیں ضرور بخش دے گا اور ہم سب سے پہلے ایمان لانے والوں میں شمار ہوں گے۔

مختصر تفسیر اردو تیسرا رکوع - سورۃ شعراء - پ ۱۹

قَالَ لِلْمَلَاِ حَوْلَهٗۤ اِنَّ هٰذَا لَسٰحِرٌ عَلِیْمٌ ﴿۳۴﴾ ۙ یُّرِیْدُ اَنْ یُّخْرِجَكُمْ مِّنْ اَرْضِكُمْ بِسِحْرِهٖ ۖ فَمَاذَا تَاْمُرُوْنَ ﴿۳۵﴾ ۔

کہا فرعون نے اپنے اشراف سے جو درباری تھے کہ یہ علم سحر کا بڑا عالم ہے چاہتا ہے کہ تمہیں تمہارے ملک سے جادو کے ذریعہ نکال دے تو تم کیا کہتے ہو۔

گویا فرعون نے اہل الرائے جمع کئے اور مشورہ کیا کہ جس زمین میں تم نے نشو ونما پائی اس سے یہ جادو کے ذریعہ نکالنا چاہتا ہے تو کیا کرنا چاہئے۔ اس پر سب نے متفق الرائے ہو کر یہ فیصلہ دیا اور

قَالُوْۤا اَرْجِهْ وَ اَخَاهُ وَ ابْعَثْ فِی الْمَدَآئِنِ حٰشِرِیْنَ ﴿۳۶﴾ ۙ یَاْتُوْكَ بِكُلِّ سَحَّارٍ عَلِیْمٍ ﴿۳۷﴾

بولے انہیں کچھ دن رہنے دے اَرْجِهْ کے معنی اَخِّرْ اَمْرَهُمَا کے ہیں گویا سب نے کہا: اَخِّرْ اَمْرَهُمَا اِلٰی اَنْ تَاْتِیَكَ السَّحَرَةُ مِنْ اَرْجَأْتَهٗ اِذَا اَخَّرْتَهٗ وَ مِنْهُ الْمُرْجِئَةُ وَ هُمُ الَّذِیْنَ لَیُؤَخِّرُوْنَ الْعَمَلَ لَا یَاْتُوْنَهٗ وَیَقُوْلُوْنَ لَا یَضُرُّ مَعَ الْاِیْمَانِ مَعْصِیَةٌ كَمَا لَا یَنْفَعُ مَعَ الْكُفْرِ طَاعَةٌ۔

ان دونوں کا معاملہ اس وقت تک معرض التوا میں رکھو جب تک جادوگر جمع نہ ہو جائیں اَرْجِهْ۔ اَرْجَأْتَهٗ یعنی ان کی امید اقرار تک مؤخر رکھو۔ اسی سے مرجئہ فرقہ ہے وہ فرقہ عمل کو مؤخر کرنا جائز جانتا ہے اور اعمال کی طرف نہیں آتا۔ ان کا اعتقاد ہے کہ ایمان کے ہوتے معصیت نقصان نہیں دیتی جیسے کہ کفر کے ہوتے طاعت مفید نہیں ہوتی۔

وَ قَالَ بَعْضُهُمُ الْمَعْنٰی اَحْبِسْهُ۔ بعض کے نزدیک اَرْجِهْ کے معنی یہ ہیں ابھی انہیں روکے رہو اور پولیس کو بھیج کہ وہ جادوگروں کو جمع کر کے لائے کَمَا قَالَ الْاٰلُوْسِیُ وَابْعَثْ شُرَطَاءَ یَحْشُرُوْنَ السَّحَرَةَ وَ یَجْمَعُوْنَ

عِنْدَکَ۔ تاکہ بڑے بڑے جادوگر ماہر فن آئیں چنانچہ ایسا ہی کیا اور۔

فَجُمِعَ السَّحَرَةُ لِمِيقَاتِ يَوْمٍ مَّعْلُومٍ ۝ ۔جمع کئے گئے جادوگر وقت مقررہ کے لئے۔

وَ هُوَ وَقْتُ الْفَجْرِ مِنْ يَوْمِ الزِّيْنَةِ عَلٰى اَنَّ الْمِيقَاتَ مِنْ صِفَاتِ الزَّمَانِ۔ اور وہ ان کے یوم زینت والے دن چاشت کا وقت تھا۔

وَقِيلَ لِلنَّاسِ هَلْ اَنْتُمْ مُّجْتَمِعُوْنَ ۝ لَعَلَّنَا نَتَّبِعُ السَّحَرَةَ اِنْ كَانُوْا هُمُ الْغٰلِبِيْنَ ۝ ۔

اور لوگوں کو کہا گیا کہ تم جمع ہو جانا اس دن شاید ہم جادوگروں کے دین کی پیروی کریں اگر وہ غالب آجائیں۔

چنانچہ آلوسی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: لَا مُوْسٰى عَلَيْهِ السَّلَامُ وَ لَيْسَ مُرَادُهُمْ بِذٰلِكَ اِلَّا اَنْ لَّا يَتَّبِعُوْا مُوْسٰى عَلَيْهِ السَّلَامُ فِيْ دِيْنِهٖ لٰكِنْ سَاقُوْا كَلَامَهُمْ مَسَاقَ الْكِنَايَةِ حَمْلًا لِلسَّحَرَةِ عَلَى الْاِهْتِمَامِ وَالْجَدِّ فِي الْغَالِبَةِ۔ اس میں فرعون نے صاف بتایا کہ جادوگروں کا دین قبول کیا جا سکتا ہے اگر وہ غالب آگئے نہ کہ موسیٰ علیہ السلام کا اور یہ درحقیقت جادوگروں کو، کنایہ اس لئے کیا تاکہ وہ اہتمام وسعی سے غلبہ حاصل کریں۔

چنانچہ بعض نے اسی وجہ میں کہا: لَعَلَّنَا نَتَّبِعُ السَّحَرَةَ کہنے والوں میں خود فرعون نہ تھا۔

بعض نے کہا: قَالَ ذَالِكَ لَمَّا اسْتَوْلٰى عَلَيْهِ مِنَ الدَّهْشَةِ مِنْ اَمْرِ مُوْسٰى عَلَيْهِ السَّلَامُ۔ یہ بات فرعون نے اس وقت کہی جب اس پر موسیٰ علیہ السلام کے معجزہ کی دہشت غالب آگئی اور خدائی کا دعویٰ دھرا کا دھرا رہ گیا۔

فَلَمَّا جَآءَ السَّحَرَةُ قَالُوْا لِفِرْعَوْنَ اَئِنَّ لَنَا لَاَجْرًا اِنْ كُنَّا نَحْنُ الْغٰلِبِيْنَ ۝ ۔

تو جب جادوگر آگئے تو وہ فرعون سے کہنے لگے حضور! یہ کام بہت بھاری ہے ہم مقابلہ کرتے ہیں لیکن اس کے بدلے ہمیں اجر عظیم ملنا چاہئے اگر ہم ان پر غالب آگئے تو

قَالَ نَعَمْ وَ اِنَّكُمْ اِذًا لَّمِنَ الْمُقَرَّبِيْنَ ۝ ۔فرعون بولا بے شک تمہیں انعام ہی نہیں ملے گا بلکہ تم میرے مقربین سے ہو جاؤ گے حتیٰ کہ تم وہ ہو گے کہ اول جو مجھ تک آئے اور آخر وہ جو میرے پاس سے جائے یعنی میرے مشیران تدبیر سے ہو جاؤ گے۔

اس کے بعد یوم زینت آیا۔ اجتماع عوام وخواص ہوا جادوگر جمع ہو گئے انہوں نے اپنی رسیاں لکڑیاں میدان میں پھیلا دیں۔ ادھر حضرت موسیٰ و ہارون علیہما السلام تشریف لے آئے اور جادوگروں سے آپ نے فرمایا:

قَالَ لَهُمْ مُّوْسٰۤى اَلْقُوْا مَاۤ اَنْتُمْ مُّلْقُوْنَ ۝ ۔فرمایا انہیں موسیٰ علیہ السلام نے ڈالو کیا تم ڈالنے والے ہو۔ اس میں موسیٰ علیہ السلام کی طرف سے جادوگروں کو حکم نہیں ہوا تھا اس لئے کہ سحر حرام ہے اور کبھی کفر بھی ہو جاتا ہے تو ایک معصوم ہستی کی طرف سے فعل حرام کا حکم کیسے جائز ہو سکتا ہے بلکہ جیسا کہ الہاماً یا فراست صادقہ یا قرینۂ حال سے آپ کو معلوم تھا کہ یہ لازمی طور پر میرے مقابلہ کو تیاری کر کے آئے ہیں اسی لئے آپ نے فرمایا: مَاۤ اَنْتُمْ مُّلْقُوْنَ جو تم ڈالنے والے ہو وہ ڈال دو تاکہ اس کے ابطال کا مظاہرہ کیا جائے جیسے کسی زندیق کو حجت قاہرہ بیان کرنے کے بعد جواب کا موقع دیا جاتا ہے۔

یہاں رضا ممتنع لازم نہیں آتی اس لئے کہ رَضَا بِالْكُفْرِ كُفْرٌ مسلمہ اصول ہے چنانچہ اَلْقُوْا مَاۤ اَنْتُمْ مُّلْقُوْنَ فرمانا مطلق رضا تھی اور مطلق رضا ممنوع نہیں۔ (روح المعانی)

فَاَلْقَوْا حِبَالَهُمْ وَعِصِيَّهُمْ وَقَالُوْا بِعِزَّةِ فِرْعَوْنَ اِنَّا لَنَحْنُ الْغٰلِبُوْنَ ﴿۴۴﴾۔

تو جادوگروں نے رسیاں اور لکڑیاں ڈالیں اور کہا عزت فرعون کی قسم ہم بے شک ضرور غالب آئیں گے۔

یہ قسم زمانۂ جاہلیت میں مروج تھی اور اسلام میں اس قسم کی قسم شنیع ہے جیسے کہا جائے بِنِعْمَتِ سُلْطَانٍ اَوْ بِرَاْسِهٖ اَوْ بِلِحْيَتِهٖ اَوْ بِتُرَابِ قَبْرِهٖ۔ بادشاہ کی سلطنت کی قسم، کسی کے سر کی قسم، کسی کی ڈاڑھی کی قسم یا خاک قبر کی قسم یہ سب ممنوع ہے سوا اللہ تعالیٰ کی قسم کے۔

بعض اس طرف گئے کہ وہ بھی چونکہ فرعون کے پجاری تھے اس لئے انہوں نے تبریکاً و تعظیماً یہ قسم کھائی۔

فَاَلْقٰى مُوْسٰى عَصَاهُ فَاِذَا هِيَ تَلْقَفُ مَا يَاْفِكُوْنَ ﴿۴۵﴾۔

تو موسیٰ علیہ السلام نے اپنا عصا ڈال دیا تو جیسے وہ نگل گیا ان کے مکر کو۔

اَيْ تَبْتَلِعُ بِسُرْعَةٍ وَاَصْلُ التَّلَقُّفِ الْاَخْذُ بِسُرْعَةٍ۔ یعنی جلدی سے نگل گیا۔ تلقف اصل میں جلدی سے پکڑنے کے معنی میں مستعمل ہے۔

اور مَا يَاْفِكُوْنَ ﴿۴۵﴾۔ اِفْک سے ہے تَقَلُّبَ مِنْ حَالِهِ الْاَوَّلِ کے معنی میں مستعمل ہے اس وجہ میں تزویر اور اتہام کے معنی بھی استعارۃً لے لئے جاتے ہیں۔

فَاُلْقِيَ السَّحَرَةُ سٰجِدِيْنَ ﴿۴۶﴾ قَالُوْٓا اٰمَنَّا بِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۴۷﴾ رَبِّ مُوْسٰى وَهٰرُوْنَ ﴿۴۸﴾۔

تو گر گئے جادوگر سجدہ کرنے کو بولے ایمان لائے ہم رب العالمین پر جو رب موسیٰ و ہارون علیہما السلام کا ہے۔

اس لئے کہ انہوں نے جس شان معجزنما کا مشاہدہ کیا وہ ان کی حدود ساحری سے بالا تھا اس لئے کہ جادو محض تخیل وتوہم کی حد تک رہتا ہے اس میں حقیقت کچھ نہیں ہوتی اور یہ جادوگر جو جادو لائے تھے وہ عام جادو سے اقویٰ تھا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جو کیا وہ معجزہ تھا یہی وجہ تھی کہ ان کا جادو اڑ گیا اور موسیٰ علیہ السلام کا عصا سارے جادو کا لقمہ کر کے عصا کی صورت میں پھر لوٹ آیا۔

چنانچہ شیخ اکبر قدس سرہ فتوحات سولہویں باب میں اور چالیسویں باب میں فرماتے ہیں: اِنَّ الْعَصَا لَمْ تَلْقَفْ اِلَّا صُوَرَ الْحَيَّاتِ مِنَ الْحِبَالِ وَالْعِصِيِّ۔ عصا موسوی نے صور حیات کا لقمہ کیا اور رسیاں اور لکڑیاں پڑی رہ گئیں۔

وَ اَمَّا هِيَ فَقَدْ بَقِيَتْ وَلَمْ تَعْدِمْ كَمَا تَوَهَّمَهُ بَعْضُ الْمُفَسِّرِيْنَ۔ لیکن عصا ثعبان مبین بن کر اسی صورت میں رہا اور ان کے جادو سے معدوم نہیں ہوا اسی بناء پر قرآن کریم میں بھی ارشاد ہے تَلْقَفْ مَا صَنَعُوْا۔ لقمہ کر گیا اسے جو انہوں نے بنایا اور رسیاں لکڑیاں ان کی بنائی ہوئی نہ تھیں۔

پھر جب آپ نے اسے پکڑا تو وہ عصا ہو گیا۔

اسی وجہ میں انہیں یقین ہوا کہ یہ سچے نبی ہیں اور سب نے اٰمَنَّا بِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ کہا پھر عطف بیان بِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ پر رَبِّ مُوْسٰى وَهٰرُوْنَ کیا یا بدل کیا۔ اس لئے کہ جہال مشرکین فرعون کو بھی رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ کہتے تھے تو اس سے انہوں نے وضاحت کر دی کہ ہماری مراد موسیٰ و ہارون علیہما السلام کا رب ہے جس پر ہم ایمان لائے یا اس طرف اشارہ کیا جو موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا تھا رَبُّكُمْ وَرَبُّ اٰبَآئِكُمُ الْاَوَّلِيْنَ اور رَبُّ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ وَمَا بَيْنَهُمَا۔ گویا انہوں نے کہا

اٰمَنَّا بِرَبِّ الْعٰلَمِیْنَ الَّذِیْ وَصَفَهٗ مُوْسٰی وَهٰرُوْنَ۔ ہم اس رب العالمین پر ایمان لائے جس کی صفت موسیٰ وہارون نے بیان کی۔

اس کے بعد جب فرعون ذلیل ہوگیا اور جادوگروں نے سجدہ کر کے رب موسیٰ وہارون کو مان لیا تو شرم وخجالت اٹھانے کی سعی ناکام کے اور غضب ناک ہو کر بولا:

قَالَ اٰمَنْتُمْ لَهٗ قَبْلَ اَنْ اٰذَنَ لَكُمْ ۚ اِنَّهٗ لَكَبِیْرُكُمُ الَّذِیْ عَلَّمَكُمُ السِّحْرَ ۚ فَلَسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ۬ؕ

تم ایمان لائے موسیٰ (علیہ السلام) کے لئے قبل اس کے کہ میں اجازت دوں بے شک وہ تمہارا بڑا ہے جس نے تم کو جادو سکھایا تو اب تمہیں معلوم ہو جائے گا۔

اس کے یہ معنیٰ نہیں کہ میں اجازت دے دیتا یا اس کی طرف سے اجازت ممکن تھی بلکہ وہ ثابت کرنا چاہتا تھا کہ اِنَّ هٰذَا لَمَكْرٌ مَّكَرْتُمُوْهُ یہ تمہاری چال تھی جو تم چلے گویا ملی بھگت یا سازباز تھی تو اس کی سزا تمہیں معلوم ہوگی۔

لَاُقَطِّعَنَّ اَیْدِیَكُمْ وَ اَرْجُلَكُمْ مِّنْ خِلَافٍ وَّ لَاُوصَلِّبَنَّكُمْ اَجْمَعِیْنَ ﴿۴۹﴾۔

میں ضرور کاٹوں گا تمہارے ہاتھ ایک طرف سے اور دوسری طرف سے پیر کاٹوں گا اور تمہیں دار پر چڑھاؤں گا سب کو۔

یہ گویا بیان مفعول ہے محذوف کا تَعْلَمُوْنَ سے اور ایسی سزا عہد فرعونی میں مروج تھی۔

قَالُوْا لَا ضَیْرَ ۫ اِنَّاۤ اِلٰی رَبِّنَا مُنْقَلِبُوْنَ ﴿۵۰﴾ۚ

جادوگر بولے: لَا ضَرَرَ عَلَیْنَا ہمیں اس کی پرواہ نہیں تو ایسا کرے گا تو ہم ابھی رب سے جا ملیں گے جس پر ایمان لائے ہیں۔ضیر مصدر ہے ضار کا۔

گویا انہوں نے کہا موت تو لازمی آنی تھی اسباب میں کوئی سبب ہو سکتا ہے اور انقلاب الی اللہ لازمی تھا کسی شاعر نے خوب کہا ہے:

وَ مَنْ لَّمْ یَمُتْ بِالسَّیْفِ مَاتَ بِغَیْرِهٖ تَعَدَّدَتِ الْاَسْبَابُ وَالْمَوْتُ وَاحِدٗ

جو تلوار سے نہ مرا وہ اس کے علاوہ کسی اور ذریعہ سے مرے گا۔اسباب موت تو متعدد ہو سکتے ہیں مگر موت ایک ہی ہے۔

اِنَّا نَطْمَعُ اَنْ یَّغْفِرَ لَنَا رَبُّنَا خَطٰیٰنَاۤ اَنْ كُنَّاۤ اَوَّلَ الْمُؤْمِنِیْنَ ﴿۵۱﴾ؕ۔

ہم تو یہ چاہتے ہیں کہ اللہ ہماری خطائیں معاف کر دے تا کہ ہم اول مومنین میں داخل ہو جائیں۔

اور ان کا اول مومنین ہونے کی طمع کرنا۔

وہ یا تو اتباع فرعون سے اول مومنین ہے۔

یا اہل یوم الزینۃ سے اول مومنین مراد ہے۔

یا اول مومنین اہل زمانہ سے مراد ہے۔

ایک قول ہے کہ جناب آسیہ زوجۂ فرعون سب سے پہلے ایمان لا چکی تھیں اس کے بعد کفاح حزقیل ایمان لائے اور اس واقعہ کے بعد سب سے پہلے ایمان لانے والے یہ جادوگر ہی تھے تو اول مومنین کی طمع ان کی طرف سے صحیح ہے۔اس کے بعد حضرت موسیٰ علیہ السلام ان میں رہے لیکن ان کی سرکشی بڑھتی ہی رہی۔واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ اتم واحکم۔

بامحاورہ ترجمہ چوتھا رکوع ۔ سورۃ شعراء ۔ پ ۱۹

وَ اَوْحَیْنَاۤ اِلٰى مُوْسٰۤى اَنْ اَسْرِ بِعِبَادِیْۤ اِنَّكُمْ مُّتَّبَعُوْنَ ﴿۵۲﴾ — اور ہم نے وحی کی موسیٰ کو کہ راتوں رات میرے بندوں کو لے کر نکل جاؤ تمہارا تعاقب ہونا ہے

فَاَرْسَلَ فِرْعَوْنُ فِی الْمَدَآئِنِ حٰشِرِیْنَ ﴿۵۳﴾ — تو فرعون نے جمع کر کے بھیجے بستیوں میں جمع کرنے والے

اِنَّ هٰۤؤُلَآءِ لَشِرْذِمَةٌ قَلِیْلُوْنَ ﴿۵۴﴾ — کہ یہ تھوڑے سے آدمی ہیں

وَ اِنَّهُمْ لَنَا لَغَآئِظُوْنَ ﴿۵۵﴾ — اور بے شک وہ ہمارا دل جلاتے ہیں

وَ اِنَّا لَجَمِیْعٌ حٰذِرُوْنَ ﴿۵۶﴾ — اور ہم سب چوکنے ہیں

فَاَخْرَجْنٰهُمْ مِّنْ جَنّٰتٍ وَّ عُیُوْنٍ ﴿۵۷﴾ — تو ہم نے انہیں نکالا باغوں اور چشموں سے

وَّ كُنُوْزٍ وَّ مَقَامٍ كَرِیْمٍ ﴿۵۸﴾ — اور خزانوں اور عمدہ مکانوں سے

كَذٰلِكَ وَ اَوْرَثْنٰهَا بَنِیْۤ اِسْرَآءِیْلَ ﴿۵۹﴾ — ہم نے ایسا ہی کیا اور ان کا وارث کر دیا بنی اسرائیل کو

فَاَتْبَعُوْهُمْ مُّشْرِقِیْنَ ﴿۶۰﴾ — تو تعاقب کیا انہوں نے صبح ہوتے

فَلَمَّا تَرَآءَ الْجَمْعٰنِ قَالَ اَصْحٰبُ مُوْسٰۤى اِنَّا لَمُدْرَكُوْنَ ﴿۶۱﴾ — پھر جب مقابل ہو گئے دونوں گروہ موسیٰ والے بولے دشمن نے ہمیں آلیا

قَالَ كَلَّا اِنَّ مَعِیَ رَبِّیْ سَیَهْدِیْنِ ﴿۶۲﴾ — فرمایا موسیٰ نے ہرگز نہیں بے شک میرا رب میرے ساتھ ہے وہ مجھے ابھی راہ دے گا

فَاَوْحَیْنَاۤ اِلٰى مُوْسٰۤى اَنِ اضْرِبْ بِّعَصَاكَ الْبَحْرَ فَانْفَلَقَ فَكَانَ كُلُّ فِرْقٍ كَالطَّوْدِ الْعَظِیْمِ ﴿۶۳﴾ — تو وحی کی ہم نے موسیٰ کو کہ ماریں اپنا عصا دریا میں تو پھٹ گیا تو ہو گیا دونوں طرف مثل پہاڑ کے

وَ اَزْلَفْنَا ثَمَّ الْاٰخَرِیْنَ ﴿۶۴﴾ — اور پھر ہم نے داخل کیا اس جگہ دوسروں (دشمنوں) کو

وَ اَنْجَیْنَا مُوْسٰى وَ مَنْ مَّعَهٗۤ اَجْمَعِیْنَ ﴿۶۵﴾ — اور نجات دی ہم نے موسیٰ کو اور جو اس کے ساتھ تھے سب کو

ثُمَّ اَغْرَقْنَا الْاٰخَرِیْنَ ﴿۶۶﴾ — پھر غرق کر دیا ہم نے دشمن کو

اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیَةً وَ مَا كَانَ اَكْثَرُهُمْ مُّؤْمِنِیْنَ ﴿۶۷﴾ — بے شک اس میں نشانی ہے اور اکثر ان میں سے مومن نہیں تھے

وَ اِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِیْزُ الرَّحِیْمُ ﴿۶۸﴾ — اور بے شک تمہارا رب عزت والا رحم فرمانے والا ہے

حل لغات چوتھا رکوع ۔ سورۃ شعراء ۔ پ ۱۹

وَ ۔ اور	اَوْحَیْنَاۤ ۔ وحی کی ہم نے	اِلٰى ۔ طرف	مُوْسٰى ۔ موسیٰ کی
اَنْ ۔ یہ کہ	اَسْرِ ۔ رات کو لے جا	بِعِبَادِیْۤ ۔ میرے بندوں کو	اِنَّكُمْ ۔ بے شک تم

مُّتَّبَعُوْنَ۔پیچھا کیے جاؤ گے | فَاَرْسَلَ۔تو بھیجے | فِرْعَوْنُ۔فرعون نے
فِی۔بیچ | الْمَدَآئِنِ۔شہروں کے | حٰشِرِیْنَ۔اکٹھے کرنے والے | اِنَّ۔بے شک
هٰٓؤُلَآءِ۔یہ | لَشِرْذِمَةٌ۔جماعت ہے | قَلِیْلُوْنَ۔تھوڑی | وَ۔اور
اِنَّهُمْ۔بے شک وہ | لَنَا۔ہمیں | لَغَآئِظُوْنَ۔غصہ دلاتے ہیں | وَ۔اور
اِنَّا۔ہم | لَجَمِیْعٌ۔سب | حٰذِرُوْنَ۔چوکنے ہیں | فَاَخْرَجْنٰهُمْ۔تو ہم نے
انہیں نکالا | مِّنْ جَنّٰتٍ۔باغوں | وَّ۔اور | عُیُوْنٍ۔چشموں سے
وَّ۔اور | كُنُوْزٍ۔خزانوں | وَّ۔اور | مَقَامٍ۔جگہ
كَرِیْمٍ۔اچھی سے | كَذٰلِكَ۔ایسا ہی ہے | وَ۔اور | اَوْرَثْنٰهَا۔وارث کیا ہم
نے اس کا | بَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ۔اولاد یعقوب کو | فَاَتْبَعُوْهُمْ۔تو پیچھے لگے
ان کے | مُّشْرِقِیْنَ۔صبح ہوتے | فَلَمَّا۔پھر جب | تَرَآءَ۔دیکھ لیا
الْجَمْعٰنِ۔دونوں نے | قَالَ۔کہا | اَصْحٰبُ مُوْسٰٓی۔موسیٰ کے ساتھیوں نے
اِنَّا۔بے شک ہم | لَمُدْرَكُوْنَ۔پکڑے گئے | قَالَ۔کہا موسیٰ نے | كَلَّا۔ہرگز نہیں
اِنَّ۔بے شک | مَعِیَ۔میرے ساتھ | رَبِّیْ۔میرا رب ہے | سَیَهْدِیْنِ۔وہ جلدی راہ
دکھائے گا مجھے | فَاَوْحَیْنَآ۔تو وحی کی ہم نے | اِلٰی۔طرف | مُوْسٰٓی۔موسیٰ کی
اَنِ۔یہ کہ | اضْرِبْ۔مار | بِّعَصَاكَ۔اپنا عصا | الْبَحْرَ۔سمندر کو
فَانْفَلَقَ۔تو پھٹ گیا | فَكَانَ۔تو ہو گیا | كُلُّ۔ہر | فِرْقٍ۔حصہ
كَالطَّوْدِ۔مثل پہاڑ | الْعَظِیْمِ۔بڑے کی | وَ۔اور | اَزْلَفْنَا۔قریب کیا ہم نے
ثَمَّ۔اس جگہ | الْاٰخَرِیْنَ۔دوسروں کو | وَ۔اور | اَنْجَیْنَا۔نجات دی ہم نے
مُوْسٰی۔موسیٰ کو | وَ۔اور | مَنْ۔جو | مَّعَهٗٓ۔ان کے ساتھ تھے
اَجْمَعِیْنَ۔سب کو | ثُمَّ۔پھر | اَغْرَقْنَا۔غرق کیا ہم نے | الْاٰخَرِیْنَ۔دوسروں کو
اِنَّ۔بے شک | فِیْ۔بیچ | ذٰلِكَ۔اس کے | لَاٰیَةً۔یقیناً نشانی ہے
وَ۔اور | مَا كَانَ۔نہیں تھے | اَكْثَرُهُمْ۔اکثر ان کے | مُّؤْمِنِیْنَ۔ایمان لانے
والے | وَ۔اور | اِنَّ۔بے شک | رَبَّكَ۔تیرا رب
لَهُوَ۔وہی ہے | الْعَزِیْزُ۔عزت والا | الرَّحِیْمُ۔رحم کرنے والا

خلاصہ تفسیر چوتھا رکوع۔سورۃ شعراء۔پ ۱۹

وَاَوْحَیْنَآ اِلٰی مُوْسٰٓی اَنْ اَسْرِ بِعِبَادِیْٓ اِنَّكُمْ مُّتَّبَعُوْنَ ﴿۵۲﴾۔

یہاں درمیانی قصہ حذف فرما کر صرف وہ تذکرہ جو مصر سے بنی اسرائیل کے جانے کا ہے اسے بیان کیا ہے اس لئے کہ قدرت کاملہ کا نشان اور فرعونیوں کے کفر و انکار کا انجام ظاہر فرمانا مقصود ہے۔ چنانچہ ارشاد ہے:

"ہم نے وحی کی موسیٰ کو کہ میرے بندوں کو لے کر راتوں رات چل دو تمہارا تعاقب ہوگا۔"

چنانچہ حضرت موسیٰ علیہ السلام بنی اسرائیل کو مع زن و فرزند کسی عید کے بہانہ باذن فرعون نکل گئے اور بنی اسرائیل نے فرعونیوں سے عید کے بہانے زیورات بھی مستعار لئے۔ جب یہ سب نکل گئے تو فرعون کو خبر ہوئی کہ عید کا محض بہانہ تھا یہ تو ملک شام جارہے ہیں یہ خبر پا کر فرعون نے ہرکارے گاؤں گاؤں بھیج دیئے کہ ہر بستی سے مدد کو آئیں اور ساتھ ہی اطمینان بھی دلا دیا کہ یہ تھوڑی سی جماعت ہے اس سے خائف نہ ہوں چنانچہ فرمایا جاتا ہے:

فَاَرْسَلَ فِرْعَوْنُ فِی الْمَدَآىٕنِ حٰشِرِیْنَ ﴿۵۳﴾ اِنَّ هٰۤؤُلَآءِ لَشِرْذِمَةٌ قَلِیْلُوْنَ ﴿۵۴﴾ وَ اِنَّهُمْ لَنَا لَغَآىٕظُوْنَ ﴿۵۵﴾

تو بھیجے فرعون نے بستیوں میں جمع کرنے والے ہرکارے (اور ساتھ ہی اطمینان دلایا کہ) مختصر سی جماعت ہے جو ہمیں غصہ دلا رہی ہے۔

کہ ہم سے عید کا بہانہ کیا اور ہماری حکومت سے ہجرت کر رہے ہیں پھر ہمارے زیورات بھی مستعار مانگ کر لے گئے ہیں۔

وَ اِنَّا لَجَمِیْعٌ حٰذِرُوْنَ ﴿۵۶﴾ ۔ اور ہم ان سے بے خبر نہیں بلکہ سب کے حال سے چوکنے ہیں۔

چنانچہ فرعون مع جمع کئے ہوئے لشکر جرار کے ان کے تعاقب کو نکلا تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

فَاَخْرَجْنٰهُمْ مِّنْ جَنّٰتٍ وَّ عُیُوْنٍ ﴿۵۷﴾ وَّ كُنُوْزٍ وَّ مَقَامٍ كَرِیْمٍ ﴿۵۸﴾ كَذٰلِكَ ۔

تو بظاہر ہم نے انہیں نکالا باغیچوں اور چشموں اور خزانوں اور اچھے رہنے کی جگہوں سے یہ جا رہے تھے تو بحیرۂ قلزم کے پاس پہنچے تو

فَاَتْبَعُوْهُمْ مُّشْرِقِیْنَ ﴿۶۰﴾ ۔ تو فرعونیوں نے صبح ہوتے انہیں آلیا۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ہماری حکمتیں خاص ہوتی ہیں بظاہر انہیں سخت نظر آتی ہیں اور ان کے پس پردہ فراخیاں ہوتی ہیں۔ چنانچہ ارشاد ہے:

كَذٰلِكَ ؕ وَ اَوْرَثْنٰهَا بَنِیْۤ اِسْرَآءِیْلَ ﴿۵۹﴾ ۔ ایسے ہی طریقہ سے ہم نے انہیں فرعونیوں کا وارث کیا۔

تو جب وہ صبح اپنا لشکر لے کر آ گیا تو بنی اسرائیل عجب کشمکش میں مبتلا تھے کہ نہ جائے رفتن نہ پائے ماندن پیچھے لشکر فرعون اس طرح سے تعاقب میں آ چکا تھا کہ اس میں سات لاکھ دس ہزار تو محض نوجوان ہی تھے اور ہامان کے زیر قیادت اس کے علاوہ علیحدہ علیحدہ صوبوں کے راجے دس دس ہزار مسلح جوان لئے آ رہے تھے اور موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ بنی اسرائیل کل چھ لاکھ بیس ہزار تھے۔ ان میں اکثر غیر مسلم تھے۔

وَ اَوْرَثْنٰهَا کی تفسیر اور دفع مغالطہ

بعض مفسرین نے ہا کی ضمیر کو فرعونیوں کے خاص باغات اور چشموں و خزانوں کی طرف راجع مانا ہے۔ چنانچہ وہ کہتے ہیں کہ فرعونیوں کے غرق کے بعد واپس مصر آ گئے اور ان کے باغ چشمے اور خزانوں پر قبضہ کر لیا حالانکہ ایسا نہیں ہوا بلکہ تاریخ سے ثابت ہوتا ہے کہ بحیرۂ قلزم کو عبور کر کے بنی اسرائیل چالیس برس تک تیہ کی وادی سے ٹکراتے پھرے اور مصر واپس نہ آئے۔

اور فرعون معہ اپنے لشکر کے جب غرق ہو گیا تو اس کے بعد دوسرا فرعون تخت نشین ہوا جس کی سلطنت کو بخت نصر بابلی

نے تباہ کیا۔ چنانچہ بیضاوی شریف میں صحیح تفسیر بیان ہوئی جو تاریخ سے بھی منطبق ہے۔ حَیْثُ قَالَ۔ وَ مِثْلُ ذٰلِکَ الْمَقَامِ الَّذِیْ کَانَ لَهُمْ عَلٰی اَنَّهٗ صِفَةُ مَقَامٍ۔ جس سے معنی صاف ہوگئے کہ ایسے ہی مقامات کا ہم نے بنی اسرائیل کو وارث کیا ملک شام و فلسطین میں کہ جو ویسے ہی عمدہ اور پر فضاء تھے جیسے کہ مصر میں وہاں باغ بھی تھے اور چشمے بھی اور انہیں خزانے بھی ویسے ہی عطا کئے جیسے فرعونیوں کے پاس تھے۔ چنانچہ سورہ دخان میں بھی ایسا ہی فرمایا کَمْ تَرَكُوْا مِنْ جَنّٰتٍ وَّ عُیُوْنٍ ۙ﴿۲۵﴾ وَّ زُرُوْعٍ وَّ مَقَامٍ كَرِیْمٍ ۙ﴿۲۶﴾ وَّ نَعْمَةٍ كَانُوْا فِیْهَا فٰكِهِیْنَ ۙ﴿۲۷﴾ كَذٰلِكَ ۫ وَ اَوْرَثْنٰهَا قَوْمًا اٰخَرِیْنَ ﴿۲۸﴾۔

دوسرے یہ نا قابل انکار حقیقت ہے کہ غرق کے بعد سلطنت فراعنہ پر اور کوئی بنی اسرائیلی مصر کا بادشاہ نہیں ہوا خصوصاً وہ اسرائیلی جو موسیٰ علیہ السلام کے ہمراہ تھے وہ تو برسوں تیہ میں ٹکراتے پھرے پھر ان پر من وسلویٰ نازل ہوا اور کیا کیا ہوا تفصیل سب کی اپنے اپنے مقام پر آچکی اور آئے گی۔ غرضکہ

فَلَمَّا تَرَآءَ الْجَمْعٰنِ قَالَ اَصْحٰبُ مُوْسٰۤى اِنَّا لَمُدْرَكُوْنَ ﴿۶۱﴾ۚ۔

تو جب دونوں جماعتیں آمنے سامنے ہوئیں تو موسیٰ والے بولے موسیٰ (علیہ السلام) ہمیں تو دشمن نے آلیا۔

اب ہم کہاں جائیں کیا کریں تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے انہیں تسلی دی اور فرمایا جیسا کہ اللہ عزوجل فرماتا ہے:

قَالَ كَلَّا ۚ اِنَّ مَعِیَ رَبِّیْ سَیَهْدِیْنِ ﴿۶۲﴾ ۔

آپ نے فرمایا ہرگز ایسا نہیں بے شک میرا رب میرے ساتھ ہے وہ اب کوئی راہ دکھاتا ہے۔

جس سے ہم تم فرعون سے نجات پائیں گے۔ چنانچہ ارشاد ہے:

فَاَوْحَیْنَاۤ اِلٰى مُوْسٰۤى اَنِ اضْرِبْ بِّعَصَاكَ الْبَحْرَ ؕ فَانْفَلَقَ فَكَانَ كُلُّ فِرْقٍ كَالطَّوْدِ الْعَظِیْمِ ﴿۶۳﴾ۚ ۔

تو ہم نے وحی کی موسیٰ کو کہ اپنا عصا دریا میں مارو تو پھٹ گیا وہ دریا اور دونوں طرف پانی زبردست ٹیلے ہو گئے۔

جس میں سے بنی اسرائیل عبور کر کے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ پار ہوگئے۔

وَ اَزْلَفْنَا ثَمَّ الْاٰخَرِیْنَ ﴿۶۴﴾ۚ ۔ اور ان کی جگہ ہم دشمن کو لے آئے۔

جب وہ اسی پھٹے دریا میں آگئے تو

وَ اَنْجَیْنَا مُوْسٰى وَ مَنْ مَّعَهٗۤ اَجْمَعِیْنَ ﴿۶۵﴾ۚ ثُمَّ اَغْرَقْنَا الْاٰخَرِیْنَ ﴿۶۶﴾ؕ ۔

ہم نے موسیٰ (علیہ السلام) کو معہ ان کے ساتھیوں کے نجات دی فرعونیوں کو پھر اسی پھٹے ہوئے دریا میں غرق کردیا۔

اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیَةً ؕ وَ مَا كَانَ اَكْثَرُهُمْ مُّؤْمِنِیْنَ ﴿۶۷﴾ وَ اِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِیْزُ الرَّحِیْمُ ﴿۶۸﴾ ۔

اس میں ہمارے نشان قدرت ہیں اور اکثر ان کے ایمان والے نہیں اور بے شک تمہارا رب زبردست ہے اور رحم والا۔

مختصر تفسیر اردو چوتھا رکوع ۔ سورۃ شعراء ۔ پ ۱۹

وَ اَوْحَیْنَاۤ اِلٰى مُوْسٰۤى اَنْ اَسْرِ بِعِبَادِیْۤ اِنَّكُمْ مُّتَّبَعُوْنَ ﴿۵۲﴾ ۔

اور وحی کی ہم نے موسیٰ (علیہ السلام) کو کہ راتوں رات یہاں سے میرے بندوں کو لے کر چلے جاؤ بے شک تم تعاقب کئے جاؤ گے۔

اس کے متعلق آلوسی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: وَ ذٰلِکَ بَعْدَ سِنِیْنَ اَقَامَ بَیْنَ ظَهْرَانِیْهِمْ یَدْعُوْهُمْ اِلَی الْحَقِّ وَ

يُظْهِرُ لَهُمُ الْاٰيَاتِ فَلَمْ يَزِيْدُوْا اِلَّا عُتُوًّا وَّ عِنَادًا حَسْبَمَا فُصِّلَ فِيْ سُوْرَةِ الْاَعْرَافِ بِقَوْلِهٖ تَعَالٰى وَلَقَدْ اَخَذْنَآ اٰلَ فِرْعَوْنَ بِالسِّنِيْنَ۔

اِنَّكُمْ مُّتَّبَعُوْنَ۔ تَعْلِيْلٌ لِلْاَمْرِ بِالْاِسْرَآءِ اَیْ يَتْبَعُكُمْ فِرْعَوْنُ وَجُنُوْدُهٗ مُصْبِحِيْنَ فَاسْرِ لَيْلًا بِمَنْ مَّعَكَ حَتّٰى لَا يُدْرِكُوْكُمْ قَبْلَ الْوُصُوْلِ اِلَى الْبَحْرِ بَلْ يَكُوْنُوْا عَلٰى اِثْرِكُمْ حِيْنَ تَلِجُوْنَ الْبَحْرَ فَيَدْخُلُوْنَ مَدَاخِلَكُمْ فَاُطْبِقُهٗ عَلَيْهِمْ فَاُغْرِقُهُمْ۔

اوراس کوچ کے چند سال بعد مقابلہ جادوگروں سے ہوااورآپ فرعونیوں میں رہ کردعوت اسلام دیتے رہےاورمعجزات سے ان پر غالب رہے مگران میں سوائے نافرمانی اورعناد پروری کے کوئی ہدایت نہ آئی۔ جس کی تفصیل سورۂ اعراف میں گزر چکی۔ وَلَقَدْ اَخَذْنَآ اٰلَ فِرْعَوْنَ بِالسِّنِيْنَ۔ جیسا کہ فرمایا ہم نے متبعین فرعون کوقحط کے ساتھ پکڑا۔

یہاں جوحکم ہے کہ ہم نے وحی فرمائی کہ آپ مع اپنے متبعین کے راتوں رات نکل جائیں ان کی تعلیل بتائی کہ پھرفرعون معہ لشکر کے آپ کا تعاقب کرے گا صبح کے وقت لہٰذا آپ راتوں رات چل دیں تا کہ کسی کوخبر نہ ہواور وہ آپ کو نہ پاسکے دریائے نیل کے پہنچنے تک بلکہ وہ کھوج لیتا ہوا آپ کے پاس آئے دریا میں داخل ہوچکے ہوتو وہ بھی اسی راہ سے دریاعبور کرے گا جس سے آپ داخل ہوں گے توانہیں پانی گھیر کرغرق کردے گا۔

فَاَرْسَلَ فِرْعَوْنُ فِي الْمَدَآئِنِ حٰشِرِيْنَ ﴿۵۳﴾۔

(توجب فرعون نے سنا کہ وہ راتوں رات یہاں سے نکل گئے) توفرعون نے ہرکارے قریہ قریہ بھیجے تا کہ اس کی مدد کے لئے لوگ جمع ہوجائیں۔ اوران کو پورااطمینان دلایا کہ

اِنَّ هٰٓؤُلَآءِ لَشِرْذِمَةٌ قَلِيْلُوْنَ ﴿۵۴﴾

یہ لوگ مختصر سے ہیں يَعْنِيْ طَآئِفَةٌ مِّنَ النَّاسِ۔ لوگوں میں سے چھوٹی سی ایک جماعت ہے۔

ایک قول ہے: هِيَ السَّفَلَةُ مِنْهُمْ یہ معمولی نیچے درجے کے لوگ ہیں۔

ایک قول ہے: شِرْذِمَةٌ قَلِيْلَةٌ بَقِيَّةُ كُلِّ شَيْءٍ خَسِيْسٌ۔ ذلیل لوگوں کے بچے ہوئے۔ محاورہ میں کہتے ہیں: ثَوْبٌ شِرْذَامٌ وَ شِرْذَامَةٌ۔ کپڑے کی دھجیریں جو بیکار ہوتی ہیں۔ خلاصہ یہ کہ بہت تھوڑے اور کمزورلوگ ہیں۔

گویافرعون نے قریہ کےلوگوں کے حوصلہ بڑھانے کو لَشِرْذِمَةٌ کہہ کر قَلِيْلُوْنَ اور کہا تا کہ سب کومعلوم ہوجائے اور باطمینان تیار ہوکر آئیں۔

چنانچہ ابن ابی حاتم سدی رحمہما اللہ سے راوی ہیں: اِنَّ مُوْسٰى عَلَيْهِ السَّلَامُ خَرَجَ فِيْ سِتِّمِائَةِ اَلْفٍ وَ عِشْرِيْنَ اَلْفًا لَا يُعَدُّ فِيْهِمْ اِبْنُ عِشْرِيْنَ لِصِغْرِهٖ وَلَا ابْنُ سِتِّيْنَ لِكِبْرِهٖ۔ موسیٰ علیہ السلام جب نکلے تو چھ لاکھ اور بیس ہزار کی ایسی جمعیت آپ کے ساتھ تھی جن میں خوردبیس سال کی عمر سے کم نہ تھے اور بڑوں میں ساٹھ سالہ کوئی نہ تھا۔

اورفرعون کا مقدمۃ الجیش ہامان سات لاکھ دس ہزار نو جوانوں کے ساتھ چلا تھا اوراس کے پیچھے پانچ لاکھ دس ہزار سونے کے کنگن والے راجے مہاراجے تھے اور ہرایک کے ساتھ ہزار ہزار مسلح فوج تھی۔ پھر خود ایک جمع عظیم لے کر نکلا تھا جس میں سات لاکھ ستر ہزار نو جوان تھے جن کے سروں پر موتی کے بیضے تھے اورارباب سیر نے اس سے بھی زیادہ مبالغے کئے ہیں۔

واللہ اعلم۔

اور یہود میں جو روایت مشہور ہے وہ یہ ہے کہ اِنَّ بَنِیْ اِسْرَائِیْلَ کَانُوْا حِیْنَ خَرَجُوْا مِنْ مِصْرَ سِتَّمِائَةِ اَلْفِ رَجُلٍ خَلَا الْاَطْفَالِ وَ هُوَ صَرِیْحٌ مَا فِی التَّوْرَاةِ الَّتِیْ بِاَیْدِیْهِمْ۔ بنی اسرائیل جب مصر سے نکلے چھ لاکھ مرد تھے علاوہ بچوں کے اور یہ اس تورات میں صراحۃً موجود ہے جو آج کل ان میں موجود ہے۔

بہر حال تعاقب فرعون یقینی ہے اور موسیٰ علیہ السلام کا مصر سے مع اپنے متبعین کے نکلنا قطعی ہے اس سے انکار نہیں ہوتا اب یہ کہ وہ کتنے تھے اور فرعونی کتنے ان پر سیر کی روایات کے سوا اور کوئی سند نہیں اس تعداد کو اللہ عزوجل جانتا ہے یا اس کا حبیب صلی اللہ علیہ وسلم۔

وَ اِنَّهُمْ لَنَا لَغَآئِظُوْنَ ﴿۵۵﴾ وَ اِنَّا لَجَمِیْعٌ حٰذِرُوْنَ ﴿۵۶﴾۔

(اور فرعون نے یہ بھی کہا) موسیٰ کی جمعیت نے ہم کو غضب ناک کر دیا ہے حالانکہ ہم سب مسلح ہیں۔

لَغَآئِظُوْنَ۔ غیظ سے ہے۔ یعنی ہمارے حکم کی خلاف ورزی کرنے اور مصر سے چلے جانے کی وجہ میں ہمیں ان پر غصہ ہے۔

حٰذِرُوْنَ۔ یَعْنِیْ اِنَّا لَجَمْعٌ مِّنْ عَادَاتِنَا الْحَذَرُ۔ ہم اس جماعت سے ہیں کہ ہماری عادت میں ہمیشہ ہشیار رہنا ہے۔

پھر یہ غصہ اس وجہ میں بھی ہے کہ وَالْخُرُوْجُ بِغَیْرِ اِذْنِنَا مَعَ مَا عِنْدَ هُمْ مِّنْ اَمْوَالِنَا الْمُسْتَعَارَةِ۔ اول بلا اجازت چل دینا دوسرے ہمارے زیورات مستعار لے کر چل دینا۔ اس واقعہ کو یوں روایت کیا ہے کہ اِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰی اَمَرَهُمْ اَنْ یَّسْتَعِیْرُوا الْحُلٰی مِنَ الْقِبْطِ فَاسْتَعَارُوْهُ وَ خَرَجُوْا بِهٖ۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ حکم تھا کہ چلتے وقت قبطیوں سے زیور مستعار لے کر جانا تاکہ وہ مال کی محبت میں غضبناک ہو کر تعاقب کریں۔

حَاذِرٌ۔ پر ابن عباس اور ابن جبیر اور ضحاک علیہم رضوان یہی کہتے ہیں: اِنَّ الْحَاذِرَ التَّامُّ السَّلَاحِ جیسا کہ خُذُوْا حِذْرَكُمْ قرآن کریم میں ہے۔

فَاَخْرَجْنٰهُمْ مِّنْ جَنّٰتٍ وَّ عُیُوْنٍ ﴿۵۷﴾ وَّ كُنُوْزٍ وَّ مَقَامٍ كَرِیْمٍ ﴿۵۸﴾۔

تو نکالا ہم نے فرعون اور اس کے لشکر کو باغیچوں اور چشموں سے اور خزانوں اور اچھی رہنے کی جگہ سے۔

آلوسی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اَیْ فِرْعَوْنَ وَجُنُوْدَهٗ اَیْ خَلَقْنَا فِیْهِمْ دَاعِیَةَ الْخُرُوْجِ بِهٰذَا السَّبَبِ الَّذِیْ تَضَمَّنَتْهُ الْاٰیَاتُ الثَّلَاثُ فَحَمَلْنٰهُمْ عَلَیْهِ۔ یعنی فرعون اور اس کے لشکر کے نکلنے کے اسباب ان کے باغیچوں اور چشموں سے ہم نے پیدا فرما دیئے جو ان کے نکلنے کی طرف مقتضی تھے اور وہ اسباب وہی ہیں جو گزشتہ تین آیتوں میں بیان ہو چکے۔ اس کے محل نیل کے کنارے پر تھے اور وہیں باغ تھے اور ان میں چشمے اور کنوز خزانے یہ زمین کے اندر دفن تھے اس لئے کہ باہر کا مال تو ضرورت معاش پر خرچ ہوتا رہتا ہے اور کنز وہی ہے جو زمین میں محفوظ ہو۔

چنانچہ آلوسی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: وَ اَكْثَرُ جَهَلَةِ اَهْلِ الْمِصْرِ یَزْعُمُوْنَ اَنَّ هٰذَا الْكُنُوْزَ فِی الْمَقْطَمِ مِنْ

اَرْضِ مِصْرَ وَاِنَّهَا مَوْجُوْدَةٌ اِلَى الْاٰنِ وَ قَدْ بَذَلُوْا عَلٰى اِخْرَاجِهَا اَمْوَالًا كَثِيْرَةً شَيَاطِيْنُ الْغَرْبِيَّةِ وَغَيْرِهِمْ فَلَمْ يَظْفَرُوْا اِلَّا بِالتُّرَابِ اَوْ حَجَرِ الْكِذَانِ۔ اکثر جہلاء مصر اب تک اس گمان میں ہیں کہ وہ خزانے مصر کی زمین کے چوبچوں میں آج تک موجود ہیں اور اس کے نکالنے پر شیاطین غربیہ بہت کچھ مال خرچ کرتے ہیں مگر آج تک کامیاب نہیں ہوئے سوا مٹی اور پتھر کے۔

مقام کریم سے مراد وہ مکانات ہیں جس میں مصر کے حسین رہتے تھے كَمَا قَالَ النَّقَّاشُ۔

ایک قول ہے کہ اس سے مراد امراء قوم کی کوٹھیاں ہیں جس میں اشراف مصر اور حکام رہتے تھے۔

كَذٰلِكَ ؕ وَاَوْرَثْنٰهَا بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ ﴿۵۹﴾

ایسے ہی انہیں نکالا اور اس پر وارث کیا ہم نے بنی اسرائیل کو۔

واحدی رحمہ اللہ کہتے ہیں: اِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى رَدَّ بَنِيْٓ اِسْرَائِيْلَ اِلٰى مِصْرَ بَعْدَ مَا اَغْرَقَ فِرْعَوْنَ وَ قَوْمَهٗ فَاَعْطَاهُمْ جَمِيْعَ مَا كَانَ لِقَوْمِ فِرْعَوْنَ مِنَ الْاَمْوَالِ وَالْعَقَارِ وَالْمَسَاكِنِ۔ اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کو مصر میں بعد غرق واپس آباد کیا اور انہیں جو کچھ قوم فرعون کے مال اور زمین اور محل تھے سب عطا کئے۔

لیکن یہ واقعہ تاریخ کے خلاف ہے اور قاضی بیضاوی رحمہ اللہ بھی اس کے مخالف ہیں۔

ایک روایت حسن سے ہے کہ جب دریائے نیل عبور کر کے بنی اسرائیل پار ہو گئے اور فرعون معہ لشکر غرق دریا ہو گیا تو وہ واپس لوٹ کر مصر آ گئے اور قطبیوں کے گھر باغات اور مال سب پر قابض ہو گئے۔ لیکن یہ روایت بھی ویسی ہی ہے جیسی پہلی تھی۔

آلوسی فرماتے ہیں: رَاَيْتُ فِيْ بَعْضِ الْكُتُبِ اَنَّهُمْ رَجَعُوْا مَعَ مُوْسٰى عَلَيْهِ السَّلَامُ وَ بَقُوْا مَعَهٗ فِيْ مِصْرَ عَشْرَ سِنِيْنَ۔ میں نے بعض کتابوں میں دیکھا کہ یہ لوگ معہ موسیٰ علیہ السلام لوٹ کر آئے اور مصر میں دس سال رہے۔

ایک قول یہ بھی ہے کہ اَنَّهٗ رَجَعَ بَعْضُهُمْ بَعْدَ اِغْرَاقِ فِرْعَوْنَ وَهُمُ الَّذِيْنَ اُوْرِثُوْا اَمْوَالَ الْقِبْطِ وَ ذَهَبَ الْبَاقُوْنَ مَعَ مُوْسٰى عَلَيْهِ السَّلَامُ اِلٰى اَرْضِ الشَّامِ۔ بعض ان میں سے لوٹ کر مصر آ گئے جب فرعون غرق ہو گیا یہ وہ ہیں جو اموال قبط کے وارث بنے اور باقی حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ ارض شام چلے گئے۔ واللہ اعلم بالصواب

اور وہ روایت جو تاریخ کے موافق ہے وہ یہ ہے:

اَنَّهُمْ بَعْدَ اَنْ جَاوَزُوا الْبَحْرَ ذَهَبُوْا اِلَى الشَّامِ وَلَمْ يَدْخُلُوْا مِصْرَ فِيْ حَيَاتِ مُوْسٰى عَلَيْهِ السَّلَامُ وَ مَلَكُوْهَا زَمَنَ سُلَيْمَانَ عَلَيْهِ السَّلَامُ۔ بنی اسرائیل عبور قلزم کے بعد شام چلے گئے اور مصر نہیں آئے حین حیات موسیٰ علیہ السلام میں اور اماکن فرعونیہ پر حضرت سلیمان علیہ السلام کے عہد میں وارث بنے اور قابض ہوئے۔

اور کتب یہود میں اور توریت میں بھی جو آج یہودیوں کے پاس ہے یہی ہے:

اِنَّهُمْ بَعْدَ اَنْ جَاوَزُوا الْبَحْرَ تَوَجَّهُوْا اِلٰى اَرْضِ الشَّامِ وَقَدْ فُصِّلَتْ قِصَّةُ ذَهَابِهِمْ اِلَيْهَا وَاَكْثَرُ التَّوَارِيْخِ عَلٰى هٰذَا۔ بنی اسرائیل دریا عبور کر کے ارض شام کی طرف چلے گئے اور ان کے جانے کا مفصل حال بھی لکھا ہے اور اکثر تواریخ بھی اسی کی شاہد ہیں۔

اور آلوسی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: وَ ظَوَاهِرُ كَثِيْرٍ مِّنَ الْاٰيَاتِ تَقْتَضِيْ مَا ذَكَرَهُ الْوَاحِدِيُّ وَاللّٰهُ تَعَالٰى

اَعْلَمُ۔ زیادہ ظاہر آیات قرآنی اسی کی مقتضی ہیں جو علامہ واحدی رحمہ اللہ نے ذکر کیا۔ پھر لشکر فرعون کا تذکرہ ہے۔

فَاَتْبَعُوْهُمْ مُّشْرِقِيْنَ ۝ ۔ تو تعاقب کیا فرعونیوں نے صبح ہوتے۔

اَشْرَقَ۔ اس وقت بولتے ہیں جب کوئی صبح کے وقت آئے اس کے معنی اَصْبَحَ ہوتے ہیں یعنی دَخَلَ فِیْ وَقْتِ الصَّبَاحِ۔ اور اَمْسٰی کے معنی ہوتے ہیں دَخَلَ فِیْ وَقْتِ الْمَسَآءِ۔

47B

ابوعبیدہ رحمہ اللہ اس کے معنی تَوَجَّهَ لیتے ہیں یعنی صبح کو وہ متوجہ ہوئے۔

سدی اس واقعہ کی یہ تفصیل کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے قبطیوں پر رات موت کی کیفیت طاری فرما دی تو موسیٰ علیہ السلام اپنی قوم کے ساتھ نکلتے رہے اور وہ ان کے دفن میں رہے حتیٰ کہ سورج طلوع ہو گیا۔ اور اسی کے مثل توریت میں ہے کہ ان کے جانور مر گئے۔ مختصر یہ کہ

فَلَمَّا تَرَآءَ الْجَمْعٰنِ۔ جب قریب ہو گئیں دونوں جماعتیں اور ایک نے دوسرے کو دیکھا۔

چنانچہ توریت بھی ایسا ہی کہتی ہے: فَلَمَّا طَلَبَهُمْ فِرْعَوْنُ وَرَآءَ جُنُوْدِهٖ خَافُوْا جِدًّا وَّ لَامُوْا مُوْسٰی عَلَيْهِ السَّلَامُ فِی الْخُرُوْجِ وَ قَالُوْا لَهٗ اَمِنْ عَدَمِ الْقُبُوْرِ بِمِصْرَ اَخْرَجْتَنَا لِنَمُوْتَ فِی الْبَرِّ اَمَا قُلْنَا لَكَ دَعْنَا نَخْدِمُ الْمِصْرِيِّيْنَ فَهُوَ خَيْرٌ مِّنْ مَّوْتِنَا فِی الْبَرِّ۔

تو جب فرعون انہیں ڈھونڈتا آ گیا اور اس کے پیچھے اس کا لشکر تھا تو بنی اسرائیل خوفزدہ ہو کر حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ملامت کرتے ہوئے کہنے لگے کہ تم نے ہمیں مصر سے نکال کر جنگل میں مارا کیا ہم نہ کہتے تھے کہ ہمیں چھوڑ دو کہ ہم مصریوں کی خدمت کریں گے یہ ہمیں بہتر ہے جنگل کی موت سے۔ تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا:

لَا تَخَافُوْا وَانْظُرُوْا اِغَاثَةَ اللّٰهِ تَعَالٰی لَكُمْ۔ تم خوف نہ کرو اور اللہ عزوجل کی مدد کی طرف نظر رکھو۔

ثُمَّ اَوْحَی اللّٰهُ تَعَالٰی اِلٰی مُوْسٰی اَنْ يَّضْرِبَ بِعَصَاهُ الْبَحْرَ۔ پھر اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو وحی کی کہ اپنا عصا دریا میں ماریں۔

فَتَحَوَّلَ عُمُوْدُ الْغَمَامِ اِلٰی وَرَائِهِمْ وَ صَارَ بَيْنَهُمْ وَ بَيْنَ فِرْعَوْنَ وَجُنُوْدِهٖ وَ دَخَلَ اللَّيْلُ وَ لَمْ يَتَقَدَّمْ اَحَدٌ مِّنْ جُنُوْدِهٖ فِرْعَوْنَ طُوْلَ اللَّيْلِ وَ شَقَّ الْبَحْرُ ثُمَّ دَخَلَ بَنُوْ اِسْرَائِيْلَ۔

پھر اللہ تعالیٰ نے ان کے اور فرعونیوں کے مابین ایک کالا ابر حائل کر دیا اور رات ہو گئی جس سے لشکر فرعون رات بھر آگے نہ بڑھ سکا اور دریا شق ہو گیا پھر بنی اسرائیل اس سے پار ہو گئے۔ جس کا تذکرہ یوں بیان فرمایا:

قَالَ اَصْحٰبُ مُوْسٰۤى اِنَّا لَمُدْرَكُوْنَ ۝ ۔

بولے بنی اسرائیل موسیٰ علیہ السلام سے ہم کو تو فرعون نے آلیا۔ اب ہم کیا کریں اب تو بری طرح پھنسے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جواب دیا:

قَالَ كَلَّا ۚ اِنَّ مَعِیَ رَبِّیْ سَيَهْدِيْنِ ۝ ۔

فرمایا موسیٰ نے ہرگز ایسا نہیں بے شک میرے ساتھ میرا رب ہے جو اب راستہ دیتا ہے تم گھبراؤ نہیں۔

اس جواب میں موسیٰ علیہ السلام نے اِنَّ مَعِیَ رَبِّیْ فرمایا۔ اِنَّ مَعَنَا رَبَّنَا نہیں کہا اس لئے کہ اب بنی اسرائیل میں وہی

تھے جن پر قبطیوں کا ساتھ دینے کے باعث قحط آیا، خون برسا اور کیا کیا ہوا۔

یہ مضمون بھی خلیفہ اول صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی فضیلت پر دال ہے۔ کہ موسیٰ علیہ السلام نے اِنَّ مَعِیَ رَبِّیْ فرمایا اور بنی اسرائیل کو شامل نہ کیا۔

اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اِنَّ اللّٰہَ مَعَنَا فرما کر صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو اپنے ساتھ شامل رکھا۔ چنانچہ علامہ آلوسی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: فِیْ تَوْجِیْہِ عَدَمِ اِشْتِرَاکِھِمْ اَنَّہٗ لِلْحَصْرِ بِالنِّسْبَۃِ اِلَیْھِمْ اَیْضًا عَلٰی مَعْنٰی اِنَّ مَعِیَ اَوَّلًا وَّ بِالذَّاتِ رَبِّیْ لَا مَعَکُمْ کَذٰلِکَ۔

وَقِیْلَ قَدَّمَ الْمَعِیَّۃَ ھٰھُنَا وَ اُخِّرَتْ فِیْ قَوْلِہٖ تَعَالٰی اِنَّ اللّٰہَ مَعَنَا لِاَنَّ الْمُخَاطَبَ ھٰھُنَا بَنُوْ اِسْرَائِیْلَ وَ ھُمْ اَغْبِیَآءُ یَعْرِفُوْنَ اللّٰہَ عَزَّوَجَلَّ بَعْدَ النَّظْرِ وَالسِّمَاعِ مِنْ مُوْسٰی عَلَیْہِ السَّلَامُ۔ وَالْمُخَاطِبُ ھٰھُنَا الصِّدِّیْقُ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ وَ ھُوَ مِمَّنْ یَرَی اللّٰہَ تَعَالٰی قَبْلَ کُلِّ شَیْءٍ وَلِاخْتِلَافِ الْمَقَامِ نَظَمَ نَبِیُّنَا صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ صَاحِبَہٗ مَعَہٗ فِی الْمَعِیَّۃِ وَلَمْ یُقَدِّمْ لَہٗ وَدْعًا وَزَجْرًا وَ خَاطَبَہٗ عَلٰی نَحْوِ مُخَاطَبَۃِ اللّٰہِ تَعَالٰی لَہٗ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عِنْدَ تَسْلِیَتِہٖ بِمَا صُوْرَتُہُ النَّھْیُ عَنِ الْحَزْنِ اِنْتَھٰی مُخْتَصَرًا۔

فَاَوْحَیْنَآ اِلٰی مُوْسٰٓی اَنِ اضْرِبْ بِّعَصَاکَ الْبَحْرَ ؕ

تو وحی کی ہم نے موسیٰ علیہ السلام کو یہ کہ مار اپنا عصا دریا میں۔

یعنی قلزم میں صحیح یہی ہے۔

اور ایک قول ہے کہ وہ دریا مصر کے پیچھے تھا جسے اساف کہتے تھے۔

اور ایک قول ہے کہ وہ نیل تھا۔

فَقَدْ اَخْرَجَ ابْنُ عَبْدِالْحَکَمِ عَنْ مُجَاھِدٍ اَنَّہٗ لَمَّا انْتَھٰی مُوْسٰی عَلَیْہِ السَّلَامُ وَ بَنُوْ اِسْرَائِیْلَ اِلَی الْبَحْرِ قَالَ مُؤْمِنُ اٰلِ فِرْعَوْنَ یَا نَبِیَّ اللّٰہِ اَیْنَ اُمِرْتَ فَاِنَّ الْبَحْرَ اَمَامَکَ وَ قَدْ غَشِیَنَا اٰلُ فِرْعَوْنَ فَقَالَ اُمِرْتُ بِالْبَحْرِ فَاقْتَحَمَ مُؤْمِنُ اٰلِ فِرْعَوْنَ فَرَسَہٗ فَرَدَّہُ التَّیَّارُ فَجَعَلَ مُوْسٰی عَلَیْہِ السَّلَامُ لَا یَدْرِیْ کَیْفَ یَصْنَعُ وَکَانَ اللّٰہُ قَدْ اَوْحٰی اِلَی الْبَحْرِ اَنْ اَطِعْ مُوْسٰی وَاٰیَتُہٗ ذٰلِکَ اِذَا ضَرَبَکَ بِعَصَاہُ فَاَوْحَی اللّٰہُ اِلٰی مُوْسٰی اَنِ اضْرِبْ بِعَصَاکَ الْبَحْرَ۔

جب موسیٰ علیہ السلام اور بنی اسرائیل دریا تک آ گئے تو مومن آل فرعون بولا یا نبی اللہ! اب کہاں کا حکم دیتے ہیں اس لئے کہ دریا آپ کے آگے ہے اور لشکر فرعون نے ہمیں گھیر لیا ہے۔ آپ نے فرمایا مجھے حکم دریا کا ہے تو مومن آل فرعون نے اپنا گھوڑا دریا میں ڈال دیا تو اسے موجوں نے رد کر دیا تو موسیٰ علیہ السلام حیران تھے کہ کیا کریں اور اللہ تعالیٰ نے دریا کو حکم دیا ہے کہ موسیٰ (علیہ السلام) کی اطاعت کرو اور اس کی نشانی یہ ہے کہ جب وہ تجھے اپنے عصا سے ماریں (تو ان کی اطاعت کرنا) تو اللہ تعالیٰ نے وحی کی کہ عصا مبارک دریا میں مارو۔

ابن جریر اور ابن ابی حاتم محمد بن حمزہ بن یوسف رحمہم اللہ سے راوی ہیں: اِنَّ مُوْسٰی عَلَیْہِ السَّلَامُ لَمَّا انْتَھٰی اِلَی الْبَحْرِ قَالَ "یَا مَنْ کَانَ قَبْلَ کُلِّ شَیْءٍ وَالْمُکَوِّنَ لِکُلِّ شَیْءٍ وَالْکَائِنُ بَعْدَ کُلِّ شَیْءٍ اِجْعَلْ لَنَا

مَخۡرَجًا" فَاَوۡحٰی اللّٰہُ اِلَیۡہِ اَنِ اضۡرِبۡ بِّعَصَاكَ الۡبَحۡرَ۔

جب موسیٰ علیہ السلام دریا پر پہنچ گئے تو آپ نے یہ دعا کی جس کے الفاظ نقل ہو چکے تو اللہ تعالیٰ نے وحی فرمائی کہ اپنا عصا دریا میں مارو۔

اور ایک روایت میں ہے کہ آپ نے یہ دعا کی: اَللّٰھُمَّ لَکَ الۡحَمۡدُ وَاِلَیۡکَ الۡمُشۡتَکٰی وَاِلَیۡکَ الۡمُسۡتَغَاثُ وَاَنۡتَ الۡمُسۡتَعَانُ وَلَا حَوۡلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰہِ الۡعَلِیِّ الۡعَظِیۡمِ۔

اور درمنثور میں ہے بروایت ابن مردویہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مرفوعا کہ یہ دعا انفلاق بحر کے وقت کی

فَانۡفَلَقَ فَکَانَ کُلُّ فِرۡقٍ کَالطَّوۡدِ الۡعَظِیۡمِ ﴿۶۳﴾۔

تو دریا پھٹ کر دونوں طرف بھاری پہاڑ کی طرح ہو گیا۔

طود عربی میں پہاڑ کو کہتے ہیں اور صحاح میں بھی اَلطَّوۡدُ الۡجَبَلُ ہی آیا ہے۔

وَالۡمُرَادُ بِالۡفِرۡقِ قِطۡعَةٌ مِّنَ الۡمَاءِ ارۡتَفَعَتۡ فَصَارَ مَا تَحۡتَهَا کَالسِّرۡدَابِ عَلٰی مَا ذَکَرَہٗ بَعۡضُ الۡاَجِلَّةِ۔ ٹکڑے ہو جانے سے یہ مراد ہے کہ پانی کا حصہ بلند ہو کر نیچے سے راستہ بن گیا اور پانی سرنگ یا درہ کی صورت جم گیا جیسا کہ بعض اکابر نے بیان کیا ہے۔

پھر اس پر بھی بحث کی گئی کہ وہ ایک راستہ بنا، یا بارہ راستے ہوئے۔

اس پر محققین فرماتے ہیں کہ بنی اسرائیل بارہ اسباط میں منقسم تھے اور ہر ایک اپنے لئے راستہ علیحدہ چاہتا تھا اس لئے بارہ راستے بنے۔

اور ہر ایک قبیلہ برابر چلنا چاہتا تھا اس لئے بارہ راستے ضروری تھے۔

پھر ایک روایت ہے کہ بنی اسرائیل نے یہ بھی حضرت موسیٰ علیہ السلام سے عرض کیا ہمیں خوف ہے کہ ہمارا دوسرا قبیلہ جس راہ سے جائے وہ غرق نہ ہو جائے تو اللہ تعالیٰ نے ان پانی کی دیواروں میں جھروکے نکال دیئے تاکہ ایک دوسرے کو دیکھتے چلیں۔

تو جب یہ پار ہو گئے تو اس راہ سے فرعون معہ لشکر تعاقب کو چلا۔

فَخَرَجُوۡا وَ غَشِیَ اَعۡدَائَهُمۡ مِّنَ الۡیَمِّ مَا غَشِیَهُمۡ۔ تو جب وہ سب نکلنے لگے تو پانی نے گھیر لیا جس کا تذکرہ آگے فرمایا:

وَاَزۡلَفۡنَا ثَمَّ الۡاٰخَرِیۡنَ ﴿۶۴﴾۔ اَزۡلَفۡنَا اَدۡخَلۡنَا۔

پھر داخل کیا ہم نے پچھلوں کو اسی راہ میں یعنی فرعون اور اس کے لشکر کو۔

اَزۡلَفۡنَا کے بعض نے معنی جَمَعۡنَا کئے۔ بعض نے قَرَّبۡنَا۔ علامہ آلوسی رحمہ اللہ نے اَدۡخَلۡنَا کئے ہیں۔

وَاَنۡجَیۡنَا مُوۡسٰی وَمَنۡ مَّعَهٗۤ اَجۡمَعِیۡنَ ﴿۶۵﴾ ثُمَّ اَغۡرَقۡنَا الۡاٰخَرِیۡنَ ﴿۶۶﴾۔

اور نجات دی ہم نے موسیٰ علیہ السلام کو اور ان کے ساتھیوں کو سب کو۔ پھر غرق کیا ہم نے پچھلوں کو یعنی فرعون اور اس کے لشکریوں کو۔

اِنَّ فِیۡ ذٰلِکَ لَاٰیَۃً ؕ وَ مَا کَانَ اَکۡثَرُہُمۡ مُّؤۡمِنِیۡنَ ﴿۶۷﴾ وَ اِنَّ رَبَّکَ لَہُوَ الۡعَزِیۡزُ الرَّحِیۡمُ ﴿۶۸﴾۔

ان تمام میں یقیناً نشانیاں ہیں اور اکثر ان قبطیوں میں ایمان نہیں لائے اور بے شک اے محبوب تیرا رب زبردست اور رحم فرمانے والا ہے۔

یعنی عصا کا ثعبان مبین ہونا، دست موسوی کا ید بیضا بننا، فلق بحر اور عبور بنی اسرائیل قلزم سے یہ سب ایسی چیزیں ہیں جن میں اللہ تعالیٰ کی قدرت کی نشانیاں ہیں۔ لیکن قوم فرعون کی اکثریت جسے قبطی کہا جاتا ہے امر موسیٰ علیہ السلام پر ایمان نہیں لائی۔

اور وہ بڑھیا جس کا نام مریم بنت یاموث تھا جس نے قبر یوسف علیہ السلام کا پتہ دیا تھا وہ ضرور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ تھی اور یہ یوسف علیہ السلام کے بھائی کی بیٹی تھی اور یہ موسیٰ علیہ السلام سے بھی رشتہ میں قریب تھی اور اکثر بنی اسرائیل بھی یقین کرنے میں مذبذب تھے اسی وجہ میں انہوں نے بچھڑا پوجا انہیں مومن نہیں کہا جا سکتا۔ چنانچہ آلوسی فرماتے ہیں۔

وَاَمَّا مَا قِيْلَ مِنْ اَنَّ ضَمِيْرَ اَكْثَرُهُمْ لِاَهْلِ عَصْرِ فِرْعَوْنَ مِنَ الْقِبْطِ وَغَيْرِهِمْ وَاِنَّ الْمَعْنٰى وَمَا كَانَ اَكْثَرُهُمْ لِاَهْلِ مِصْرَ مُؤْمِنِيْنَ حَيْثُ لَمْ يُؤْمِنْ مِنْهُمْ اِلَّا اٰسِيَةُ وَمُؤْمِنُ اٰلِ فِرْعَوْنَ وَالْعَجُوْزُ الَّتِىْ دَلَّتْ عَلٰى قَبْرِ يُوْسُفَ عَلَيْهِ السَّلَامُ وَ بَنُوْ اِسْرَائِيْلَ بَعْدَ مَا نَجَوْا۔ اور حزقیل جو خفیہ مومن تھے۔

اور یہ جو قرآن پاک میں وَمَا کَانَ اَکۡثَرُہُمۡ مُّؤۡمِنِیۡنَ ہے اس میں ضمیر اہل عصر فرعون قبطی وغیرہ کی طرف ہے اور وَمَا کَانَ اَکۡثَرُہُمۡ سے مراد اہل مصر ہیں جو ایمان نہیں لائے۔ سوائے حضرت آسیہ، آل فرعون کا مومن اور وہ بڑھیا جس نے قبر یوسف علیہ السلام کا پتہ دیا تھا اور بنی اسرائیل جو بعد نجات مومن رہے۔ اور تمام منکرین کی ہلاکت اس لئے نہیں ہوئی کہ

اِنَّ رَبَّکَ لَہُوَ الۡعَزِیۡزُ الرَّحِیۡمُ ﴿۶۸﴾۔

بے شک تمہارا رب زبردست قوت والا ہے اور بڑا رحم فرمانے والا ہے۔

بامحاورہ ترجمہ پانچواں رکوع۔سورۃ شعراء۔پ ۱۹

وَ اتۡلُ عَلَیۡہِمۡ نَبَاَ اِبۡرٰہِیۡمَ ﴿۶۹﴾ اِذۡ قَالَ لِاَبِیۡہِ وَ قَوۡمِہٖ مَا تَعۡبُدُوۡنَ ﴿۷۰﴾	اور پڑھو ان پر خبر ابراہیم کی جب اس نے اپنے باپ اور قوم سے فرمایا تم کیا پوجتے ہو
قَالُوۡا نَعۡبُدُ اَصۡنَامًا فَنَظَلُّ لَہَا عٰکِفِیۡنَ ﴿۷۱﴾	بولے ہم تو بتوں کو پوجتے ہیں ان کے سامنے آسن مارے رہتے ہیں
قَالَ ہَلۡ یَسۡمَعُوۡنَکُمۡ اِذۡ تَدۡعُوۡنَ ﴿ۙ۷۲﴾ اَوۡ یَنۡفَعُوۡنَکُمۡ اَوۡ یَضُرُّوۡنَ ﴿۷۳﴾	فرمایا کیا وہ تمہاری سنتے ہیں جب تم پکارو یا تمہیں نفع ونقصان دیتے ہیں
قَالُوۡا بَلۡ وَجَدۡنَاۤ اٰبَآءَنَا کَذٰلِکَ یَفۡعَلُوۡنَ ﴿۷۴﴾	بولے یہ تو کچھ نہیں بلکہ ہم نے اپنے باپ دادا کو ایسا ہی کرتے پایا
قَالَ اَفَرَءَیۡتُمۡ مَّا کُنۡتُمۡ تَعۡبُدُوۡنَ ﴿ۙ۷۵﴾	فرمایا کیا تم دیکھتے ہو یہ جنہیں پوج رہے ہو
اَنۡتُمۡ وَ اٰبَآؤُکُمُ الۡاَقۡدَمُوۡنَ ﴿۫ۖ۷۶﴾	تم اور تمہارے پہلے باپ دادا
فَاِنَّہُمۡ عَدُوٌّ لِّیۡۤ اِلَّا رَبَّ الۡعٰلَمِیۡنَ ﴿ۙ۷۷﴾	بے شک وہ میرے دشمن ہیں مگر وہ رب العالمین

الَّذِيْ خَلَقَنِيْ فَهُوَ يَهْدِيْنِ ﴿٧٨﴾
جس نے مجھے پیدا کیا تو وہی مجھے راہ دے گا

وَالَّذِيْ هُوَ يُطْعِمُنِيْ وَيَسْقِيْنِ ﴿٧٩﴾
اور وہ جو کھلاتا اور پلاتا ہے

وَإِذَا مَرِضْتُ فَهُوَ يَشْفِيْنِ ﴿٨٠﴾
اور جب میں بیمار ہوتا ہوں تو وہی شفا دیتا ہے

وَالَّذِيْ يُمِيْتُنِيْ ثُمَّ يُحْيِيْنِ ﴿٨١﴾
اور وہ جو مجھے مارے گا اور زندہ کرے گا

وَالَّذِيْٓ اَطْمَعُ اَنْ يَّغْفِرَ لِيْ خَطِيْٓـَٔتِيْ يَوْمَ الدِّيْنِ ﴿٨٢﴾
اور وہ جس کی مجھے آس لگی ہے کہ میری خطائیں قیامت کے دن معاف کرے گا

رَبِّ هَبْ لِيْ حُكْمًا وَّاَلْحِقْنِيْ بِالصّٰلِحِيْنَ ﴿٨٣﴾
اے میرے رب دے مجھے حکم اور ملا مجھے نیکوں میں

وَاجْعَلْ لِّيْ لِسَانَ صِدْقٍ فِي الْاٰخِرِيْنَ ﴿٨٤﴾
اور کر میری ناموری پچھلوں میں

وَاجْعَلْنِيْ مِنْ وَّرَثَةِ جَنَّةِ النَّعِيْمِ ﴿٨٥﴾
اور کر مجھے ان میں سے جو نعمت کے باغیچوں کے وارث ہیں

وَاغْفِرْ لِاَبِيْٓ اِنَّهٗ كَانَ مِنَ الضَّآلِّيْنَ ﴿٨٦﴾
اور بخش دے میرے باپ کو بے شک وہ گمراہوں میں سے ہے

وَلَا تُخْزِنِيْ يَوْمَ يُبْعَثُوْنَ ﴿٨٧﴾
اور نہ رسوا کر مجھے جس دن اٹھائے جائیں گے

يَوْمَ لَا يَنْفَعُ مَالٌ وَّلَا بَنُوْنَ ﴿٨٨﴾
جس دن مال کام آئے نہ اولاد

اِلَّا مَنْ اَتَى اللّٰهَ بِقَلْبٍ سَلِيْمٍ ﴿٨٩﴾
مگر جو اللہ کے حضور حاضر ہو قلب سلیم سے

وَاُزْلِفَتِ الْجَنَّةُ لِلْمُتَّقِيْنَ ﴿٩٠﴾
اور قریب لائی جائے جنت پرہیزگاروں کے لئے

وَبُرِّزَتِ الْجَحِيْمُ لِلْغٰوِيْنَ ﴿٩١﴾
اور ظاہر کیا جائے جہنم کو گمراہوں پر

وَقِيْلَ لَهُمْ اَيْنَمَا كُنْتُمْ تَعْبُدُوْنَ ﴿٩٢﴾
اور ان سے کہا جائے کہاں ہیں وہ جنہیں تم پوجتے تھے

مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ۭ هَلْ يَنْصُرُوْنَكُمْ اَوْ يَنْتَصِرُوْنَ ﴿٩٣﴾
اللہ کے سوا کیا وہ تمہاری مدد کریں گے یا بدلہ لیں گے

فَكُبْكِبُوْا فِيْهَا هُمْ وَالْغَاوٗنَ ﴿٩٤﴾
تو اوندھے ڈالے جائیں جہنم میں وہ اور سب گمراہ

وَجُنُوْدُ اِبْلِيْسَ اَجْمَعُوْنَ ﴿٩٥﴾
اور ابلیس کا لشکر بھی تمام

قَالُوْا وَهُمْ فِيْهَا يَخْتَصِمُوْنَ ﴿٩٦﴾
کہیں گے اور وہ اس میں جھگڑتے ہوں گے

تَاللّٰهِ اِنْ كُنَّا لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ﴿٩٧﴾
خدا کی قسم بے شک ہم کھلی گمراہی میں تھے

اِذْ نُسَوِّيْكُمْ بِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿٩٨﴾
جبکہ ہم تمہیں رب العالمین کے برابر ٹھہراتے تھے

وَمَآ اَضَلَّنَآ اِلَّا الْمُجْرِمُوْنَ ﴿٩٩﴾
اور ہمیں گمراہ نہ کیا مگر مجرموں نے

فَمَا لَنَا مِنْ شَافِعِيْنَ ﴿١٠٠﴾
تو اب نہیں کوئی ہمارا سفارشی

وَلَا صَدِيْقٍ حَمِيْمٍ ﴿١٠١﴾
اور نہ غمخوار دوست

فَلَوْ اَنَّ لَنَا كَرَّةً فَنَكُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿١٠٢﴾
تو اگر ہمارے لئے پھر جانا ہوتا تو ہم مومن ہو جاتے

اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً ۭ وَمَا كَانَ اَكْثَرُهُمْ
بے شک اس میں ضرور نشانی ہے اور ان میں سب ایمان

مُّؤْمِنِيْنَ﴿۱۰۳﴾ — والے نہ تھے

وَاِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ﴿۱۰۴﴾ ع — اور تمہارا رب عزت والا مہربان ہے

حل لغات پانچواں رکوع - سورۃ شعراء - پ۱۹

وَ-اور	اتْلُ-پڑھ	عَلَيْهِمْ-ان پر	نَبَاَ-خبر
اِبْرٰهِيْمَ-ابراہیم کی	اِذْ-جب	قَالَ-کہا اس نے	لِاَبِيْهِ-اپنے باپ
وَ-اور	قَوْمِهٖ-اپنی قوم کو	مَا-کیا	تَعْبُدُوْنَ-پوجتے ہو تم
قَالُوْا-بولے	نَعْبُدُ-ہم پوجتے ہیں	اَصْنَامًا-بتوں کو	فَنَظَلُّ-تو ہوتے ہیں
لَهَا-ان پر	عٰكِفِيْنَ-دھرنا مارنے والے	قَالَ-فرمایا	هَلْ-کیا
يَسْمَعُوْنَكُمْ-سنتے ہیں وہ تمہاری		اِذْ-جب	تَدْعُوْنَ-تم پکارتے ہو
اَوْ-یا	يَنْفَعُوْنَكُمْ-فائدہ دیتے ہیں تم کو		اَوْ-یا
يَضُرُّوْنَ-نقصان	قَالُوْا-بولے	بَلْ-بلکہ	وَجَدْنَآ-ہم نے پایا
اٰبَآءَنَا-اپنے باپ دادا کو	كَذٰلِكَ-ایسا ہی	يَفْعَلُوْنَ-کرتے تھے	قَالَ-فرمایا
اَفَرَءَيْتُمْ-کیا دیکھا تم نے	مَّا-جو	كُنْتُمْ-ہو تم	تَعْبُدُوْنَ-پوجتے
اَنْتُمْ-تم	وَ-اور	اٰبَآؤُكُمُ-تمہارے باپ دادا	الْاَقْدَمُوْنَ-پہلے
فَاِنَّهُمْ-تو وہ	عَدُوٌّ-دشمن ہیں	لِّيْٓ-میرے	اِلَّا-مگر
رَبَّ-رب	الْعٰلَمِيْنَ-جہانوں کا	الَّذِيْ-وہ جس نے	خَلَقَنِيْ-مجھے پیدا کیا
فَهُوَ-تو وہی	يَهْدِيْنِ-مجھے راہ دے گا	وَ-اور	الَّذِيْ هُوَ-وہ جو
يُطْعِمُنِيْ-مجھے کھلاتا ہے	وَ-اور	يَسْقِيْنِ-پلاتا ہے	وَ-اور
اِذَا-جب	مَرِضْتُ-میں بیمار ہوتا ہوں	فَهُوَ-تو وہ	يَشْفِيْنِ-مجھے شفا دیتا ہے
وَ-اور	الَّذِيْ-وہ جو	يُمِيْتُنِيْ-مجھے مارے گا	ثُمَّ-پھر
يُحْيِيْنِ-زندہ کرے گا	وَ-اور	الَّذِيْٓ-وہ کہ	اَطْمَعُ-میں امید رکھتا ہوں
اَنْ-یہ کہ	يَّغْفِرَ-بخشے گا	لِيْ-مجھے	خَطِيْٓئَتِيْ-میرے گناہ
يَوْمَ-دن	الدِّيْنِ-قیامت کے	رَبِّ-اے میرے رب	هَبْ-دے دے
لِيْ-مجھے	حُكْمًا-حکم	وَّ-اور	اَلْحِقْنِيْ-ملا مجھ کو
بِالصّٰلِحِيْنَ-نیکوں سے	وَ-اور	اجْعَلْ-بنا	لِّيْ-میرے لئے
لِسَانَ-زبان	صِدْقٍ-سچی	فِي-بیچ	الْاٰخِرِيْنَ-پچھلوں کے
وَ-اور	اجْعَلْنِيْ-بنا مجھے	مِنْ وَّرَثَةِ-وارثوں	جَنَّةِ-جنت

النَّعِیْمِ۔نعمتوں والی سے	وَ۔اور	اغْفِرْ۔بخش	لِاَبِیْٓ۔میرے باپ کو
اِنَّهٗ۔بے شک وہ	كَانَ۔ہے	مِنَ الضَّآلِّیْنَ۔گمراہوں سے	وَ۔اور
لَا۔نہ	تُخْزِنِیْ۔ذلیل کرنا مجھے	یَوْمَ۔جس دن	یُبْعَثُوْنَ۔اٹھائے جائیں
یَوْمَ۔جس دن	لَا۔نہ	یَنْفَعُ۔نفع دے گا	مَالٌ۔مال
وَّ۔اور	لَا۔نہ	بَنُوْنَ۔بیٹے	اِلَّا۔مگر
مَنْ۔جو	اَتَى۔لایا	اللّٰهَ۔اللہ کے پاس	بِقَلْبٍ۔دل
سَلِیْمٍ۔سلامتی والا	وَ۔اور	اُزْلِفَتِ۔قریب کی جائے	الْجَنَّةُ۔جنت
لِلْمُتَّقِیْنَ۔پرہیزگاروں کے لئے		وَ۔اور	بُرِّزَتِ۔ظاہر کی جائے
الْجَحِیْمُ۔دوزخ	لِلْغٰوِیْنَ۔گمراہوں کے لئے	وَ۔اور	قِیْلَ۔کہا جائے
لَهُمْ۔ان کو	اَیْنَ۔کہاں ہے	مَا۔جو	كُنْتُمْ۔تھے تم
تَعْبُدُوْنَ۔پوجتے	مِنْ دُوْنِ۔سوا	اللّٰهِ۔اللہ کے	هَلْ۔کیا
یَنْصُرُوْنَكُمْ۔وہ مدد کرتے ہیں تمہاری		اَوْ۔اور یا	یَنْتَصِرُوْنَ۔بدلہ لیتے ہیں
فَكُبْكِبُوْا۔تو اوندھے ہوں	فِیْهَا۔اس میں	هُمْ۔وہ	وَ۔اور
الْغَاوٗنَ۔گمراہ	وَ۔اور	جُنُوْدُ۔لشکر	اِبْلِیْسَ۔ابلیس کا
اَجْمَعُوْنَ۔سارا	قَالُوْا۔کہیں گے	وَ۔اور	هُمْ۔وہ
فِیْهَا۔اس میں	یَخْتَصِمُوْنَ۔جھگڑیں گے	تَاللّٰهِ۔اللہ کی قسم	اِنْ۔بے شک
كُنَّا۔ہم تھے	لَفِیْ۔بیچ	ضَلٰلٍ۔گمراہی	مُّبِیْنٍ۔ظاہر کے
اِذْ۔جب	نُسَوِّیْكُمْ۔ہم برابر کرتے تھے تم کو		بِرَبِّ۔رب
الْعٰلَمِیْنَ۔جہانوں کے ساتھ	وَ۔اور	مَآ۔نہ	اَضَلَّنَآ۔گمراہ کیا ہم کو
اِلَّا۔مگر	الْمُجْرِمُوْنَ۔مجرموں نے	فَمَا۔تو نہیں	لَنَا۔ہمارے لئے کوئی
مِنْ شَافِعِیْنَ۔سفارش کرنے والا		وَ۔اور	لَا۔نہ
صَدِیْقٍ۔دوست	حَمِیْمٍ۔غمخوار	فَلَوْ۔اگر	اَنَّ۔ہو
لَنَا۔ہمارے لئے	كَرَّةً۔دوبارہ جانا	فَنَكُوْنَ۔تو ہوں ہم	مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ۔ایمان
لانے والے	اِنَّ۔بے شک	فِیْ۔بیچ	ذٰلِكَ۔اس کے
لَاٰیَةً۔نشانی ہے	وَ۔اور	مَا۔نہیں	كَانَ۔ہیں
اَكْثَرُهُمْ۔اکثر ان کے	مُّؤْمِنِیْنَ۔ایمان والے	وَ۔اور	اِنَّ۔بے شک
رَبَّكَ۔تیرا رب	لَهُوَ۔وہی ہے	الْعَزِیْزُ۔غالب	الرَّحِیْمُ۔رحم کرنے والا

خلاصہ تفسیر پانچواں رکوع - سورۃ شعراء - پ ۱۹

اب حضرت خطیب الانبیاء سیدنا ابراہیم علیہ السلام کا قصہ شروع ہے۔

اس میں حضور سید یوم النشور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی دی گئی ہے کہ ابراہیم علیہ السلام کا باپ اور ان کی تمام قوم بھی گمراہی میں مبتلا تھی بت پرستی کرتی تھی۔

اور ابراہیم علیہ السلام کو اپنے باپ کے جہنمی ہونے کا کیا کچھ غم نہ تھا مگر بجز دعا کے اور کچھ نہ کر سکے۔ لہٰذا آپ کیوں اس قدر غمگین ہیں۔

اور جب ابراہیم علیہ السلام کے ساتھ ان بت پرستوں نے نہ صرف مقابلہ ہی کیا بلکہ مخالفت یہاں تک کی کہ آپ کو آگ میں ڈالا اور کیا کیا کیا۔

حتیٰ کہ جب آپ پر آتش گلزار ہوگئی اور سلامت تشریف لے آئے تو اِنِّیْ ذَاهِبٌ اِلٰی رَبِّیْ سَیَهْدِیْنِ ہی کہہ کر ملک ترک فرمانا پڑا۔

تو موجودہ مصائب وآلام پر جو مشرکین کی طرف سے آپ پر ہیں یہ کوئی نئے نہیں بلکہ انبیاء کرام پر آتے رہے ہیں۔

چنانچہ خلیل اللہ بھی دنیا سے بیزار رہ کر اپنی دعا میں آخرت کے لئے جنت نعیم کی دعا اور قیامت کی رسوائی سے پناہ طلب کرتے رہے باآنکہ نبی کو نہ رسوائی ہے نہ جنت نعیم کے سوا کوئی آخرت میں مقام۔

گویا انبیاء سابقین بھی دوسری زندگی کے معتقد تھے۔ جنت و دوزخ تسلیم کرتے تھے۔

ان قریش مکہ کے جاہلوں کو فرمائیے کہ تمہارے جد امجد سیدنا ابراہیم علیہ السلام کا بھی یہی عقیدہ تھا۔ میں نے تمہیں کسی نئے اعتقاد کی تعلیم نہیں دی۔

اس کے بعد اسی مناسبت سے مسئلہ معاد وحشر نشر کی کیفیت بھی بیان فرمادی کہ اس روز بدکاروں کے لئے جہنم اور ابرار کے لئے جنت لائی جائے گی۔

وہ دن وہ ہوگا کہ مال وبنین کام نہ آئیں گے۔

سوا پرہیز گاری کے جو حب شہوات اور کفر ومعصیت سے پاک دل ہو۔

یا اس کی نیک اولاد جس کے اعمال صالح ہوں۔

یا وہ مال جو اللہ عزوجل کی راہ میں صرف کیا گیا ہو۔

اس روز بت پرستوں سے پوچھا جائے گا کہ تم دنیا میں جنہیں پوجتے تھے وہ آج کہاں ہیں۔

اپنے باطل معبودوں سے اپنے نفع کی خواہش کرو۔

اس کے بعد انہیں مع ان کے جھوٹے معبودوں کے اور ارواح خبیثہ وشیاطین کے سب کو جہنم میں جھونک دیا جائے گا پھر یہ جہنم میں آپس میں جھگڑیں گے اور کہیں گے ہمیں فلاں نے گمراہ کیا اس کی وجہ سے ہم نے شرک کیا آج اس کے نتیجہ میں ہمارا کوئی حمایتی اور سفارشی نہیں ہے۔

کاش دوبارہ ہمیں دنیا میں بھیجا جاتا تو ہم ایمان لاتے۔ مومن بنتے جنت کے حقدار ہو کر دار آخرت میں آتے چنانچہ

ارشاد ہے:

وَاتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَاَ اِبْرٰهِيْمَ ﴿٦٩﴾ اِذْ قَالَ لِاَبِيْهِ وَقَوْمِهٖ مَا تَعْبُدُوْنَ ﴿٧٠﴾۔

"اے محبوب ان پر ابراہیم علیہ السلام کی خبر پڑھیے جبکہ انہوں نے اپنے باپ اور اپنی قوم کو کہا کس چیز کی تم پوجا کر رہے ہو۔" تو انہوں نے معقول جواب نہ ہونے کی صورت میں یہ جواب دیا:

قَالُوْا نَعْبُدُ اَصْنَامًا فَنَظَلُّ لَهَا عٰكِفِيْنَ ﴿٧١﴾۔

بولے ہم بتوں کے پرستار ہیں اور انہیں کے آگے آسن مارے رہتے ہیں۔

نَظَلُّ لَهَا کے معنی علامہ رازی رحمہ اللہ کبیر میں فرماتے ہیں: نَظَلُّ لِاَنَّهُمْ كَانُوْا يَعْبُدُوْنَهَا بِالنَّهَارِ دُوْنَ اللَّيْلِ ہم دن میں انہیں پوجتے ہیں رات میں نہیں۔

اور عٰكِفِيْنَ کے معنی فرماتے ہیں: وَالْعُكُوْفُ الْاِقَامَةُ عَلَى الشَّيْءِ۔ عکوف کسی شے پر قائم ہو جانے کو کہتے ہیں۔

سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی قوم بابل اور اس کے اطراف میں تھی۔

یہ سب کے سب مذہب صابی رکھتے تھے جو ستاروں اور دیگر نورانی آسمانی چیزوں کی پوجا کرتے تھے پھر انہوں نے انہیں کے بت بنا رکھے تھے۔

تقریباً سو سال کے قریب گزرے کہ شہر نینویٰ کے بعض تودوں کو فرانس کی ایک جماعت نے عجائب قدیمہ دریافت کرنے کے لئے کھودا تو بہت گہری کھدائی کے بعد سنگ مرمر کا ایک مکان نکلا جس کی دیواروں پر ہر طرف عجیب و غریب مورتیں کھدی ہوئی تھیں اور اس کے بیچ میں ایک اونچا بت جو دو قد آدم تھا جس کی صورت انسان کی تھی اور پیر ہاتھی کے تھے اور باز و عقاب جیسے تھے وہ نکال لیا اور اسے میوزیم فرانس کے اندر لا کر رکھ دیا۔

اس کی دیواروں پر کچھ لکھا ہوا تھا جو پڑھا نہیں گیا۔

غالباً یہ بت حضرت ابراہیم علیہ السلام کی قوم کا تھا۔ آپ نے ان سے سوال فرمایا:

قَالَ هَلْ يَسْمَعُوْنَكُمْ اِذْ تَدْعُوْنَ ﴿٧٢﴾ اَوْ يَنْفَعُوْنَكُمْ اَوْ يَضُرُّوْنَ ﴿٧٣﴾۔

کیا یہ سنتے ہیں جب تم انہیں پکارتے ہو یا نفع پہنچاتے ہیں یا نقصان دے سکتے ہیں۔

تو اس کا جواب وہ کیا دیتے یہی کہہ کر پیچھا چھڑایا جس کا ذکر آگے ہے:

قَالُوْا بَلْ وَجَدْنَا اٰبَآءَنَا كَذٰلِكَ يَفْعَلُوْنَ ﴿٧٤﴾۔

(نفع نقصان یا سننا دیکھنا تو نہیں) بلکہ ہم نے اپنے آباء و اجداد کو ایسا ہی کرتے پایا ہے (ہم بھی وہی کرتے ہیں) تو سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے اب ذرا سختی اختیار فرمائی۔

قَالَ اَفَرَءَيْتُمْ مَّا كُنْتُمْ تَعْبُدُوْنَ ﴿٧٥﴾ اَنْتُمْ وَاٰبَآؤُكُمُ الْاَقْدَمُوْنَ ﴿٧٦﴾ فَاِنَّهُمْ عَدُوٌّ لِّيْۤ اِلَّا رَبَّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿٧٧﴾ الَّذِيْ خَلَقَنِيْ فَهُوَ يَهْدِيْنِ ﴿٧٨﴾۔

فرمایا کیا تم نے دیکھ لیا کہ تم اور تمہارے پہلے باپ دادا جس چیز کو پوجتے رہے وہ باطل اور بے معنی تھی یہ سب چیزیں نفرت و عداوت کے قابل ہیں سوا رب العالمین کے جس نے مجھے پیدا کیا اور وہی میرا ہدایت کرنے والا ہے۔

اس کے بعد مشرکین کو رب العالمین کی چند صفات سنائیں:

وَالَّذِیْ هُوَ یُطْعِمُنِیْ وَ یَسْقِیْنِ ﴿۷۹﴾ ۔ وہ ذات وہ ہے جو مجھے کھلاتی پلاتی ہے۔

وَ اِذَا مَرِضْتُ فَهُوَ یَشْفِیْنِ ﴿۸۰﴾ ۔ اور جب میں بیمار ہو جاؤں تو وہی ذات مجھے شفا دیتی ہے۔

وَالَّذِیْ یُمِیْتُنِیْ ثُمَّ یُحْیِیْنِ ﴿۸۱﴾ ۔ اور وہی جو مجھے مارے گا پھر جلائے گا۔

وَالَّذِیْۤ اَطْمَعُ اَنْ یَّغْفِرَ لِیْ خَطِیْٓــٴَـتِیْ یَوْمَ الدِّیْنِ ﴿۸۲﴾ ۔

وہی ہے جس سے مجھے امید ہے کہ مجھے بخش دے میری خطائیں بروز قیامت۔

نوٹ

یہ ناقابل انکار حقیقت ہے کہ نبی من حیث النبی معصوم ہوتا ہے اور معصوم سے خطا ناممکن ہے ہر چند کہ حضرت خلیل علیہ السلام انہیں معصوموں میں ہیں مگر بالنسبت الی التواضع جو خاصان حق کا خاصہ ہے آپ یہ فرمارہے ہیں یا مقام عبدیت کا یہی مقتضا ہے کہ ذراسی فروگذاشت کو بھی وہ بڑا گناہ تصور کریں لہٰذا آپ کا یہ فرمانا بریں معنی ہے۔

یہ صفات بیان فرما کر انہیں بتادیا کہ عبادت کے لائق ایسا ہوتا ہے نہ کہ وہ بے جان جماد لا یعقل۔ پھر اپنے لئے دعا فرمائی:

رَبِّ هَبْ لِیْ حُكْمًا ۔ الٰہی مجھے کمال قوت مدرکہ عطا فرما جس سے میں ادراک میں کامل رہوں اور یا میری نبوت مکمل فرما۔

وَّ اَلْحِقْنِیْ بِالصّٰلِحِیْنَ ﴿۸۳﴾ ۔ اور مجھے صالحین میں ملائے رکھ۔

صالح کہتے ہیں جو قوت عملیہ میں اور نیک کاموں میں پیش پیش ہو۔

وَاجْعَلْ لِّیْ لِسَانَ صِدْقٍ فِی الْاٰخِرِیْنَ ﴿۸۴﴾ ۔ اور کردے میرے لئے دنیا میں میری سچائی کی آواز میرے بعد یعنی مجھے ایسا کردے کہ میرے بعد قیامت تک میرے حق میں موافق مخالف اچھے الفاظ ہی استعمال کرے چنانچہ آپ کے متعلق کسی کی زبان پر کوئی حرف خلاف نہیں آتا۔

وَاجْعَلْنِیْ مِنْ وَّرَثَةِ جَنَّةِ النَّعِیْمِ ﴿۸۵﴾ ۔ اور کر مجھے جنت نعیم کا وارث۔ ساتھ ہی اپنے باپ کے لئے حسب وعدہ دعا فرمائی۔

وَاغْفِرْ لِاَبِیْۤ اِنَّهٗ كَانَ مِنَ الضَّآلِّیْنَ ﴿۸۶﴾ ۔ اور میرے باپ کی بخشش فرما کہ وہ گمراہوں میں ہے۔

وَلَا تُخْزِنِیْ یَوْمَ یُبْعَثُوْنَ ﴿۸۷﴾ ۔ اور قیامت کے روز مجھے رسوا نہ کیجیو۔

اب قیامت کا حال بھی اسی سلسلہ میں ضمناً بیان فرمادیا۔

یَوْمَ لَا یَنْفَعُ مَالٌ وَّ لَا بَنُوْنَ ﴿۸۸﴾ اِلَّا مَنْ اَتَى اللّٰهَ بِقَلْبٍ سَلِیْمٍ ﴿۸۹﴾ ۔

وہ دن جس دن مال واولاد کام نہ آئے مگر جو اس کے حضور قلب سلیم لائے۔

قلب سلیم وہ قلب ہے جس میں توحید واخلاص کے سوا کچھ نہ ہو۔

پھر جنت و دوزخ کے متعلق فرمایا:

وَ اُزْلِفَتِ الْجَنَّةُ لِلْمُتَّقِیْنَ ﴿۹۰﴾ ۔ اور قریب لائی جائے جنت پرہیزگاروں کے لئے۔

وَبُرِّزَتِ الْجَحِيْمُ لِلْغٰوِيْنَ ﴿۹۱﴾ ۔اور ظاہر کی جائے نار جہنم سرکش اور غاویوں کے لئے۔

وَقِيْلَ لَهُمْ اَيْنَمَا كُنْتُمْ تَعْبُدُوْنَ ﴿۹۲﴾ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ۔ اور کہا جائے کہاں ہیں جنہیں تم اللہ کے سوا پوجتے تھے۔

هَلْ يَنْصُرُوْنَكُمْ اَوْ يَنْتَصِرُوْنَ ﴿۹۳﴾ ۔کیا وہ تمہاری مدد کر سکتے ہیں یا بدلہ لے سکتے ہیں۔

فَكُبْكِبُوْا فِيْهَا هُمْ وَالْغَاوٗنَ ﴿۹۴﴾ ۔تو وہ اوندھے منہ ڈالے جائیں اس جہنم میں اور تمام گمراہ۔

وَجُنُوْدُ اِبْلِيْسَ اَجْمَعُوْنَ ﴿۹۵﴾ ۔اور شیطانی لشکر بھی تمام ڈال دیا جائے۔

قَالُوْا وَهُمْ فِيْهَا يَخْتَصِمُوْنَ ﴿۹۶﴾ ۔بولیں اور وہ اس جہنم میں آپس میں جھگڑیں اور کیا کہیں۔

تَاللّٰهِ اِنْ كُنَّا لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ﴿۹۷﴾ ۔قسم بخدا ہم کھلی گمراہی میں تھے۔

اِذْ نُسَوِّيْكُمْ بِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۹۸﴾ وَمَاۤ اَضَلَّنَاۤ اِلَّا الْمُجْرِمُوْنَ ﴿۹۹﴾ فَمَا لَنَا مِنْ شَافِعِيْنَ ﴿۱۰۰﴾ وَلَا صَدِيْقٍ حَمِيْمٍ ﴿۱۰۱﴾۔
جبکہ ہم نے اے جھوٹے معبودو! تم کو برابر مانا رب العالمین کے اور ہمیں گمراہ نہ کیا مگر مجرموں نے تو آج ہمارے لئے نہ کوئی سفارشی ہے نہ غمخوار دوست۔

فَلَوْ اَنَّ لَنَا كَرَّةً فَنَكُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۱۰۲﴾ ۔تو اگر دوبارا ہمارا دنیا میں جانا ہو جائے تو ہم مومنین میں ہوں اور یہ ناممکن اور محال ہے۔

اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً ۚ وَمَا كَانَ اَكْثَرُهُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿۱۰۳﴾ وَاِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ ﴿۱۰۴﴾۔
ان میں بھی ہماری نشانی ہے اور نہیں اکثر ان کے ایمان والے اور اے محبوب تمہارا رب قوت والا اور رحم کرنے والا ہے اور اسی وجہ میں مشرکین مجرمین اور ظالموں پر عذاب میں جلدی نہیں کرتا۔

مختصر تفسیر اردو پانچواں رکوع-سورۃ شعراء-پ۱۹

وَاتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَاَ اِبْرٰهِيْمَ ﴿۶۹﴾ ۔اور پڑھئے ان پر خبر ابراہیم علیہ السلام کی۔یعنی وہ خبر عظیم الشان جس کی بذریعہ وحی آپ کو اطلاع ہو چکی ہے ان مشرکین کو سنائیں۔

اِذْ قَالَ لِاَبِيْهِ وَقَوْمِهٖ مَا تَعْبُدُوْنَ ﴿۷۰﴾ ۔جبکہ فرمایا انہوں نے اپنے باپ اور اپنی قوم کو تم کیا پوجتے ہو۔تمہیں اتنی بھی عقل نہیں کہ بے جان جماد محض کی پوجا کہاں معقول ہے۔

قَالُوْا نَعْبُدُ اَصْنَامًا فَنَظَلُّ لَهَا عٰكِفِيْنَ ﴿۷۱﴾ ۔بولے ہم بتوں کو پوجتے ہیں اور ان کے ہی گرد ہم آسن مارے رہتے ہیں۔

وَالْمُرَادُ بِالظُّلُوْلِ الدَّوَامُ كَمَا فِيْ قَوْلِهِمْ لَوْ ظَلَّ الظُّلْمُ هَلَكَ النَّاسُ وَ تَكُوْنُ ظَلَّ عَلٰى هٰذَا تَامَّةً۔ظلول سے مراد ہمیشگی ہے جیسے کہتے ہیں: لَوْ ظَلَّ الظُّلْمُ اگر ظلم ہمیشہ کا ہو جائے تو لوگ ہلاک ہو جائیں اور ظَلَّ سے مراد اس موقعہ پر ہیشگی ہوتا ہے اور یہی مراد تام ہے۔

وَ قِيْلَ فِعْلُ الشَّيْءِ نَهَارًا۔ ظَلَّ دن میں کسی کام کے کرنے کو کہتے ہیں وَ قَدْ كَانُوْا يَعْبُدُوْنَهَا بِالنَّهَارِ دُوْنَ اللَّيْلِ فَتَكُوْنُ ظَلَّ عَلٰى هٰذَا نَاقِصَةً۔چونکہ وہ لوگ بت پرستی دن میں کرتے تھے رات میں نہیں تو اس صورت میں ظل سے مراد تام نہیں ناقصہ ہوئی کہ مکمل رات دن میں نہیں۔تو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ان سے بالکل معقول سوال فرمائے:

قَالَ هَلْ يَسْمَعُوْنَكُمْ اِذْ تَدْعُوْنَ ﴿۷۲﴾ ۔فرمایا کیا وہ سنتے ہیں جب تم انہیں پکارتے ہو۔یہاں سماع بمعنی اجابت ہے جیسے اِنَّ رَبِّیْ لَسَمِیْعُ الدُّعَآءِ ۔یعنی آپ کے فرمانے کا یہ مقصد تھا کہ وہ بتائیں کہ کیا یہ بت ان کی پکار سن کر ان کی مدد کرتے ہیں یعنی هَلْ يُجِيبُكُمْ۔

"اَوْ يَنْفَعُوْنَكُمْ" بِسَبَبِ عِبَادَتِكُمْ لَهُمْ "اَوْ يَضُرُّوْنَ" اَیْ يَضُرُّوْنَكُمْ بِتَرْكِكُمْ لِعِبَادَتِهِمْ۔ یا وہ تمہاری عبادتوں کے صلہ میں تمہیں نفع دیتے ہیں یا ان کی پوجا ترک کر دینے کی صورت میں وہ تمہیں نقصان پہنچاتے ہیں اس کا جواب نفی میں دیا اور کہہ دیا یہ تو نہیں۔

قَالُوْا بَلْ وَجَدْنَآ اٰبَآءَنَا كَذٰلِكَ يَفْعَلُوْنَ ﴿۷۴﴾ ۔سب نے کہا دونوں نہیں بلکہ ہم نے اپنے آباء واجداد کو پایا کہ وہ ایسا ہی کرتے تھے اور ان کی عبادت کا طریقہ یہی تھا جیسا ہمارا ہے تو ہم نے ان کی تقلید کی اور ایسی ہی اندھی تقلید ہے جو حرام ہے۔ایسی ہی تقلید پر مولانا رومی رحمہ اللہ نے ایک قصہ میں دوسو لعنت کی ہے۔فرماتے ہیں:

مر مرا تقلید شاں برباد داد   کہ دو صد لعنت براں تقلید باد

پھر آپ نے جب ان سے اعتراف بطلان کرالیا تو حجت قائم کی۔

قَالَ اَفَرَءَيْتُمْ مَّا كُنْتُمْ تَعْبُدُوْنَ ﴿۷۵﴾ اَنْتُمْ وَاٰبَآؤُكُمُ الْاَقْدَمُوْنَ ﴿۷۶﴾ ۔فرمایا کیا تم نے دیکھ لیا اور سمجھ لیا کہ تمہارا یہ طریقہ عبادت کسی دلیل پر مبنی نہیں ہے۔بلکہ تمہارے آباؤ اجداد کی تقلید اور اندھی تقلید پر ہے اور ظاہر ہے کہ ایسی تقلید کورانہ جس پر کوئی دلیل شرعی نہ ہو باطل بے سود اور لغو ہے۔تو اب سنو۔

فَاِنَّهُمْ عَدُوٌّ لِّیْۤ اِلَّا رَبَّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۷۷﴾ ۔کہ ان سے میرے دل میں عداوت ہے مگر رب العالمین سے۔میں انہیں نہیں پوج سکتا اور ان کی پوجا کسی طرح صحیح بھی نہیں۔یہاں عَدُوٌّ لِّیْۤ بمعنی عداوت ہے اِلَّا رَبَّ الْعٰلَمِيْنَ میں استثناء منقطع ہے يَعْنِیْ لٰكِنْ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ لَيْسَ كَذٰلِكَ فَاِنَّهٗ جَلَّ وَ عَلَا وَلِیُّ مَنْ عَبَدَهٗ فِی الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ۔رب العالمین ایسا نہیں وہ بلند و بالا اپنے بندے کا ولی و ناصر ہے دنیا و آخرت میں اور وہ وہ ہے کہ

الَّذِیْ خَلَقَنِیْ فَهُوَ يَهْدِيْنِ ﴿۷۸﴾ وَالَّذِیْ هُوَ يُطْعِمُنِیْ وَيَسْقِيْنِ ﴿۷۹﴾ وَاِذَا مَرِضْتُ فَهُوَ يَشْفِيْنِ ﴿۸۰﴾ وَالَّذِیْ يُمِيْتُنِیْ ثُمَّ يُحْيِيْنِ ﴿۸۱﴾ وَالَّذِیْۤ اَطْمَعُ اَنْ يَّغْفِرَ لِیْ خَطِيْٓئَتِیْ يَوْمَ الدِّيْنِ ﴿۸۲﴾ ۔

جس نے مجھے پیدا کیا اور وہی راہ دکھاتا ہے۔

وہی مجھے کھلاتا پلاتا ہے۔

اور جب میں بیمار ہوتا ہوں تو وہی مجھے شفا دیتا ہے۔

اور وہی ہے جو وفات دے گا پھر زندہ کرے گا۔

اور وہی وہ ہے جس سے میری آس لگی ہوئی ہے کہ وہ میری خطائیں قیامت کے دن معاف کرے گا۔

اس کے متعلق یہ اہل سنت کا عقیدہ ہے کہ

حضرت خلیل اللہ علیہ السلام اور ان کے علاوہ تمام انبیاء عظام معصوم ہیں اور اَنْ يَّغْفِرَ لِیْ خَطِيْٓئَتِیْ خلیل اللہ علیہ السلام کا فرمانا محض اظہار عبودیت اور تواضع کے تھا۔

بعض اس طرف گئے کہ اَرَادَ بِهَا مَا صَدَرَ عَنْهُ عِنْدَ رُؤْيَةِ الْكَوْكَبِ وَالْقَمَرِ وَالشَّمْسِ مِنْ قَوْلِهٖ هٰذَا رَبِّیْ وَكَانَ ذٰلِكَ قَبْلَ هٰذِهِ الْمُقَاوَلَةِ وَقَدْ تَقَدَّمَ اَنَّ ذٰلِكَ لَيْسَ مِنَ الْخَطِيْئَةِ فِیْ شَیْءٍ۔ اس استغفار سے بالنسبت الی الرتبۃ آپ نے استغفار فرمائی حالانکہ وہ آپ کی کسی طرح خطا نہ تھی جو آپ نے فَلَمَّا جَنَّ عَلَيْهِ الَّيْلُ رَاٰ كَوْكَبًا ۚ قَالَ هٰذَا رَبِّیْ فرمایا تھا اس پر پہلے مفصل تقریر ہو چکی ہے بہرحال آپ نے اَطْمَعُ اَنْ يَّغْفِرَ لِیْ خَطِيْٓـَٔتِیْ فرمایا۔

یا جیسے بولتے ہیں اللہ عزوجل ہمارے گناہ معاف کرے اور اس سے مراد قوم کے گناہ کی معافی مانگنا ہوتی ہے ایسے ہی آپ نے خطا کی نسبت اپنی طرف فرما کر قوم کے لئے بخشش طلب کی تھی۔

رَبِّ هَبْ لِیْ حُكْمًا وَّاَلْحِقْنِیْ بِالصّٰلِحِيْنَ ﴿٨٣﴾ وَاجْعَلْ لِّیْ لِسَانَ صِدْقٍ فِی الْاٰخِرِيْنَ ﴿٨٤﴾ وَاجْعَلْنِیْ مِنْ وَّرَثَةِ جَنَّةِ النَّعِيْمِ ﴿٨٥﴾ وَاغْفِرْ لِاَبِیْٓ اِنَّهٗ كَانَ مِنَ الضَّآلِّيْنَ ﴿٨٦﴾ وَلَا تُخْزِنِیْ يَوْمَ يُبْعَثُوْنَ ﴿٨٧﴾۔

پھر یہ پانچ دعائیں آپ نے رب عزوجل کے حضور کیں:

۱- اے میرے رب مجھے حکم عطا فرما اور مجھے صالحین میں ملا۔

آلوسی رحمہ اللہ حکم پر چھ قول فرما رہے ہیں:

۱- وَالْمُرَادُ بِالْحُكْمِ عَلٰی مَا اخْتَارَهُ الْإِمَامُ الْحِكْمَةُ الَّتِیْ هِیَ كَمَالُ الْقُوَّةِ الْعِلْمِيَّةِ بِاَنْ يَّكُوْنَ عَالِمًا بِالْخَيْرِ لِاَجْلِ الْعَمَلِ۔ حکم سے مراد کمال قوت علمیہ ہے بایں طور کہ عالم بالخیر ہو عمل کے سبب۔

۲- وَ قِيْلَ الْاَوْلٰی اَنْ يُّفَسَّرَ بِكَمَالِ الْعِلْمِ الْمُتَعَلِّقِ بِالذَّاتِ وَالصِّفَاتِ وَسَائِرِ شُئُوْنِهٖ عَزَّوَ جَلَّ وَ اَحْكَامِهِ الَّتِیْ يُتَعَبَّدُ بِهَا۔ حکم کمال علم ہے جو متعلق ہے ذات وصفات اور تمام شیون باری عزوجل کو اور اس کے وہ احکام جس سے اس کی عبادت کی جائے۔

۳- وَ قِيْلَ هِیَ النُّبُوَّةُ۔ ایک قول ہے حکم سے مراد نبوت ہے۔ لیکن اس کا رد کیا گیا۔ اس لئے کہ آپ کو یہ چیز حاصل تھی اور حاصل شدہ کی طلب محال ہے اسی کو تحصیل حاصل کہتے ہیں۔

اور اگر کہا جائے کہ نبوت پر نبوت کی طلب ہے تو یہ بھی محال ہے کہ ایک شخص دو مرتبہ نبوت نہیں لے سکتا۔

۴- ایک قول یہ ہے کہ اَلْمُرَادُ طَلَبُ كَمَالِهَا وَ يَكُوْنُ بِمَزِيْدِ الْقُرْبِ وَالْوُقُوْفِ عَلَی الْاَسْرَارِ الْاِلٰهِيَّةِ وَالْاَنْبِيَآءُ عَلَيْهِمُ السَّلَامُ مُتَفَاوِتُوْنَ بِذٰلِكَ۔ حکم سے مراد طلب کمال ہے جو موجب مزید قرب اور وقوف علی الاسرار الالہیۃ کا ہو اور ظاہر ہے انبیاء علیہم السلام اپنے مراتب قرب میں مختلف ہیں۔

۵- ایک قول یہ ہے کہ حکم سے مراد طلب ثبات ہے۔

وَاَلْحِقْنِیْ بِالصّٰلِحِيْنَ ﴿٨٣﴾ - کمال قوت عملیہ کی طلب کے بعد بذریعہ عمل اس درجہ کا طلب کرنا ہے جو زمرہ کاملین و راسخین میں پہنچائے جو اپنی صلاحیت سے منزہ ہوں صغائر سے۔

اور حکم کا مطالبہ رکھنے میں مقدم سب سے یہ حکمت ہے کہ قوت علمیہ قوت عملیہ پر مقدم ہے اس لئے کہ ممکن ہے علم حق ہو اور عمل نہ ہو اور اس کا عکس ناممکن ہے۔

اس لئے کہ علم صفت روح ہے اور عمل صفت بدن، تو جیسے روح بدن سے اشرف ہے ایسے ہی علم عمل سے افضل ہے۔ پھر

اس کے تحت بھی علامہ آلوسی رحمہ اللہ پانچ قول نقل فرماتے ہیں:

۱- وَ قِيلَ الْمُرَادُ بِالْحُكْمِ الْحِكْمَةُ الَّتِيْ هِيَ الْكَمَالُ فِي الْعِلْمِ وَالْعَمَلِ۔ حکم سے مراد وہ حکمت ہے جو کمال علم وعمل کی حامل ہو۔

اور اَلْحِقْنِیْ بِالصّٰلِحِیْنَ سے وہ طلب کمال فی العمل ہے جو نتیجہ اور ثمرہ علم کا ہے۔

۲- وَ قِيلَ الْمُرَادُ بِالْاَوَّلِ مَا يَتَعَلَّقُ بِالْمَعَاشِ وَ بِالثَّانِيْ مَا يَتَعَلَّقُ بِالْمَعَادِ۔ حکم سے مراد وہ ہے جو زندگی سے متعلق ہے اور اَلْحِقْنِیْ بِالصّٰلِحِیْنَ سے مراد وہ درجہ ہے جو معاد سے متعلق ہے۔

۳- وَ قِيلَ الْمُرَادُ بِالْحُكْمِ رِيَاسَةُ الْخَلْقِ وَ بِالْاِلْحَاقِ بِالصَّالِحِيْنَ التَّوفِيْقُ لِلْعَدْلِ۔ حکم سے مراد ریاست خلق ہے اور اَلْحِقْنِیْ بِالصّٰلِحِیْنَ سے مراد توفیق عدل ہے جس سے مراعاۃ حقوق اللہ بھی ہو۔

۴- ایک قول ہے کہ اَلْمُرَادُ بِهٰذَا الْجَمْعِ بَيْنَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ وَ بَيْنَ الصَّالِحِيْنَ فِي الْجَنَّةِ۔ ان دونوں دعاؤں سے مراد جمعیت کا مطالبہ ہے خلیل اللہ علیہ السلام اور صالحین کا جنت میں۔

۵- وَالْاَوْلٰى عِنْدِيْ اَنَّ تَفْسِيْرَ الْحُكْمِ بِالْحِكْمَةِ بِمَعْنَى الْكَمَالِ فِي الْعِلْمِ وَالْعَمَلِ وَالْاِلْحَاقِ بِالصَّالِحِيْنَ بِجَعْلِ مَنْزِلَتِهٖ كَمَنْزِلَتِهِمْ عِنْدَهٗ عَزَّوَجَلَّ۔ آلوسی رحمہ اللہ فرماتے ہیں میرے نزدیک رَبِّ هَبْ لِیْ حُكْمًا وَّ اَلْحِقْنِیْ بِالصّٰلِحِیْنَ۔ کی تفسیر کمال علم وعمل ہے اور الحاق بالصالحین سے منزل خلیل مثل منازل صلحاء ہیں جو اللہ تعالیٰ کے نزدیک ہوں۔

وَاجْعَلْ لِّیْ لِسَانَ صِدْقٍ فِی الْاٰخِرِیْنَ ﴿۸۴﴾ ۔ اور کر میرے لئے زبان سچی پچھلی امتوں میں قیامت تک اس کا خلاصہ یہ ہے کہ آپ کا دوامی ذکر جمیل دنیا میں رہنے کی دعا ہے اور بتوفیق الٰہی عزوجل آثار حسنہ اور سنن مرضیہ کے ماتحت ہوتا ہے جس کے باعث یاد ذکر حسن سے ہوتی ہے۔

وَالْمُرَادُ اَنْ يُّرَادَ بِالْاٰخِرِيْنَ اٰخِرَ اُمَّةٍ يُّبْعَثُ فِيْهَا نَبِيٌّ وَّ اِنَّهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ طَلَبَ الصِّيْتَ الْحَسَنَ وَالذِّكْرَ الْجَمِيْلَ فِيْهِمْ بِبِعْثَةِ نَبِيٍّ فِيْهِمْ يُجَدِّدُ اَصْلَ دِيْنِهٖ وَ يَدْعُوا النَّاسَ اِلٰى مَا كَانَ يَدْعُوْهُمْ اِلَيْهِ مِنَ التَّوْحِيْدِ مُعَلِّمًا لَّهُمْ اِنَّ ذَالِكَ مِلَّةُ اِبْرَاهِيْمَ عَلَيْهِ السَّلَامُ۔

اور آخرین سے مراد وہ آخر امت ہے جس میں نبی آخر الزمان مبعوث ہوئے اور حضرت خلیل علیہ السلام اپنے لئے صوت حسن اور ذکر جمیل چاہتے تھے اس امت میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے بعد جس میں اصل دین ابراہیم علیہ السلام کی تجدید ہوئی اور لوگوں کو دین ابراہیم علیہ السلام کی دعوت دی گئی توحید کی تعلیم کے ساتھ اور اعلان فرمایا: مِلَّةَ اَبِیْكُمْ اِبْرٰهِیْمَ هُوَ سَمّٰىكُمُ الْمُسْلِمِیْنَ یہ ملت تمہارے باپ ابراہیم علیہ السلام کی ہے۔ انہوں نے ہی تمہارا نام مسلمان رکھا ہے۔

اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اس کی تخصیص اس وجہ میں ہے کہ وَ لَيْسَ ذَالِكَ اِلَّا نَبِيًّا مُحَمَّدًا صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَدْ طَلَبَ بِعْثَتَهٗ عَلَيْهِمَا السَّلَامُ بِمَا هُوَ اَصْرَحُ مِمَّا ذُكِرَ اَعْنِيْ قَوْلَهٗ رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِكَ وَلِذَا قَالَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَا دَعْوَةُ اَبِيْ اِبْرَاهِيْمَ عَلَيْهِ السَّلَامُ۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا اور کوئی نبی اس مدت میں نہیں آیا اور حضرت خلیل علیہ السلام نے ان کی بعثت کی دعا بھی کی

رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيهِمْ رَسُولًا مِّنْهُمْ يَتْلُوا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِكَ اسی بنا پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی فرمایا میں دعاء ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام ہوں۔

اور حسن رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: لَابَاْسَ اَنْ يُحِبَّ الرَّجُلُ اَنْ يُثْنٰى عَلَيْهِ صَالِحًا۔ اس میں حرج نہیں کہ انسان اسے پسند کرے کہ اس کی صالحیت کی تعریف ہو۔

وَاجْعَلْنِيْ مِنْ وَّرَثَةِ جَنَّةِ النَّعِيْمِ ﴿۸۵﴾ ۔ اور مجھے نعمتوں والی جنت کا وارث کردے۔

چنانچہ بعض احادیث سے ثابت ہوتا ہے کہ وارث جنت نعیم بننے کے لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اِذَا تَوَضَّاَ الْعَبْدُ لِصَلٰوةِ الْمَكْتُوْبَةِ فَاَسْبَغَ الْوُضُوْءَ ثُمَّ خَرَجَ مِنْ بَابِ دَارِهٖ يُرِيْدُ الْمَسْجِدَ فَقَالَ حِيْنَ يَخْرُجُ بِسْمِ اللّٰهِ الَّذِيْ خَلَقَنِيْ فَهُوَ يَهْدِيْنِ هَدَاهُ اللّٰهُ لِلصَّوَابِ وَالَّذِيْ هُوَ يُطْعِمُنِيْ وَيَسْقِيْنِ اَطْعَمَهُ اللّٰهُ مِنْ طَعَامِ الْجَنَّةِ وَسَقَاهُ مِنْ شَرَابِ الْجَنَّةِ وَاِذَا مَرِضْتُ فَهُوَ يَشْفِيْنِ شَفَاهُ اللّٰهُ تَعَالٰى وَجَعَلَ مَرَضَهٗ كَفَّارَةً لِذُنُوْبِهٖ وَالَّذِيْ يُمِيْتُنِيْ ثُمَّ يُحْيِيْنِ اَحْيَاهُ اللّٰهُ حَيَاةَ السُّعَدَاءِ وَاَمَاتَهٗ مِيْتَةَ الشُّهَدَآءِ وَالَّذِيْٓ اَطْمَعُ اَنْ يَّغْفِرَ لِيْ خَطِيْٓئَتِيْ يَوْمَ الدِّيْنِ غَفَرَ اللّٰهُ خَطَايَاهُ كُلَّهَا وَلَوْ كَانَتْ مِثْلَ زَبَدِ الْبَحْرِ - رَبِّ هَبْ لِيْ حُكْمًا وَّاَلْحِقْنِيْ بِالصّٰلِحِيْنَ وَهَبَ اللّٰهُ لَهٗ حُكْمًا وَاَلْحَقَهٗ بِصَالِحِ مَنْ مَّضٰى وَصَالِحِ مَنْ بَقِيَ وَاجْعَلْ لِّيْ لِسَانَ صِدْقٍ فِي الْاٰخِرِيْنَ كُتِبَ فِيْ وَرَقَةٍ بَيْضَآءَ اِنَّ فُلَانَ بْنَ فُلَانٍ مِّنَ الصَّادِقِيْنَ ثُمَّ يُوَفِّقُهُ اللّٰهُ تَعَالٰى بَعْدَ ذٰلِكَ لِلصِّدْقِ وَاجْعَلْنِيْ مِنْ وَّرَثَةِ جَنَّةِ النَّعِيْمِ جَعَلَ اللّٰهُ لَهُ الْقُصُوْرَ وَالْمَنَازِلَ فِي الْجَنَّةِ وَكَانَ الْحَسَنُ يَزِيْدُ فِيْهِ وَاغْفِرْ لِوَالِدَيَّ كَمَا رَبَّيَانِيْ صَغِيْرًا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب بندہ فرض نمازوں کا پورا وضو کر کے گھر سے مسجد کی طرف آئے اور کہے:

بِسْمِ اللّٰهِ الَّذِيْ خَلَقَنِيْ فَهُوَ يَهْدِيْنِ وَالَّذِيْ هُوَ يُطْعِمُنِيْ وَيَسْقِيْنِ وَاِذَا مَرِضْتُ فَهُوَ يَشْفِيْنِ وَالَّذِيْ يُمِيْتُنِيْ ثُمَّ يُحْيِيْنِ وَالَّذِيْٓ اَطْمَعُ اَنْ يَّغْفِرَ لِيْ خَطِيْٓئَتِيْ يَوْمَ الدِّيْنِ رَبِّ هَبْ لِيْ حُكْمًا وَّاَلْحِقْنِيْ بِالصّٰلِحِيْنَ وَاجْعَلْ لِّيْ لِسَانَ صِدْقٍ فِي الْاٰخِرِيْنَ وَاجْعَلْنِيْ مِنْ وَّرَثَةِ جَنَّةِ النَّعِيْمِ وَاغْفِرْ لِوَالِدَيَّ كَمَا رَبَّيَانِيْ صَغِيْرًا۔

۱- تو اللہ تعالیٰ اسے صحیح ہدایت پر رکھتا ہے۔

۲- اور نعم جنت سے کھلائے گا اور شراب جنت پلائے گا۔

۳- اور مرض سے شفا دے گا اور اس کی بیماری کو کفارۂ گناہ فرمائے گا۔

۴- اور حیات سعداء اور موت شہداء عطا فرمائے گا۔

۵- اس کے تمام گناہ بخش دے گا اگرچہ سمندر کی جھاگوں کے برابر ہوں۔

۶- اسے حکم عطا فرمائے گا اور پچھلے اور آئندہ صلحاء میں داخل کرے گا۔

۷- اس کا نام ایک سپید ورق پر لکھے گا کہ فلاں، فلاں کا بیٹا سچوں سے ہے۔ اور اسے سچ کی توفیق بخشے گا۔

۸- جنت میں اس کے لئے ایک محل ہوگا اور جنت کے منازل۔

اور حضرت حسن بصری اس میں یہ دعا اور زائد فرماتے تھے میرے والدین کو بخش دے جیسے انہوں نے مجھے بچپن میں پالا۔

وَاغْفِرْ لِاَبِیْۤ اِنَّهٗ كَانَ مِنَ الضَّآلِّیْنَ ﴿۸۶﴾۔ اور میرے باپ کو بخش دے وہ بے شک گمراہ ہے۔

آلوسی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ابن عباس رضی اللہ عنہما اس کا ترجمہ یہ کرتے ہیں۔ اُمْنُنْ عَلَيْهِ بِتَوْبَةٍ يَسْتَحِقُّ بِهَا مَغْفِرَتَکَ۔ اس پر توبہ کرنے کی توفیق کا احسان فرمادے تاکہ تیری بخشش کا وہ مستحق ہو۔ وَ حَاصِلُهٗ وَفِّقْهُ لِلْاِيْمَانِ۔

وَ هٰذَا ظَاهِرٌ اِذَا كَانَ هٰذَا الدُّعَاءُ قَبْلَ مَوْتِهٖ وَاِنْ كَانَ بَعْدَ الْمَوْتِ فَالدُّعَاءُ بِالْمَغْفِرَةِ عَلٰى ظَاهِرِهٖ وَجَازَ الدُّعَآءُ بِهَا لِمُشْرِکٍ وَاللّٰهُ تَعَالٰى لَا يَغْفِرُ اَنْ يُّشْرَکَ بِهٖ لِاَنَّهٗ لَمْ يُوْحَ اِلَيْهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ بِذٰلِکَ اِذْ ذَاکَ وَالْعَقْلُ لَا يَحْكُمُ بِالْاِمْتِنَاعِ۔

اور یہ ظاہری صورت میں یوں ہے کہ اگر یہ دعا قبل موت کی تھی تو ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت کے مطابق صحیح ہے۔ اور اگر موت کے بعد کی تھی تو دعاء مغفرت کرنا آپ کے لئے جائز تھا اگر چہ اللہ تعالیٰ مشرک کو نہیں بخشتا لیکن سیدنا حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اس وقت تک وحی نہیں ہوئی ہوگی اور عقل سے امتناع کا حکم نہیں ہو سکتا۔

اور شرح مسلم نووی سے علامہ شہاب رحمہ اللہ نے نقل فرمایا کہ اِنَّ كَوْنَهٗ عَزَّوَجَلَّ لَا يَغْفِرُ الشِّرْکَ مَخْصُوْصٌ بِهٰذِهِ الْاُمَّةِ وَكَانَ قَبْلَهُمْ قَدْ يَغْفِرُ اللّٰهُ تَعَالٰى۔ شرک کا نہ بخشنا اس امت کے لئے مخصوص ہے اور اس سے قبل مشرک کی بخشش تھی۔

وَ قِيْلَ لِاَنَّهٗ كَانَ يُخْفِي الْاِيْمَانَ تَقِيَّةً مِّنْ نَمْرُوْدَ وَ بِذٰلِکَ وَعَدَ بِالْاِسْتِغْفَارِ فَلَمَّا تَبَيَّنَ عَدَاوَتُهٗ لِلْاِيْمَانِ فِي الدُّنْيَا بِالْوَحْيِ اَوْ فِي الْاٰخِرَةِ تَبَرَّاَ مِنْهُ۔

ایک قول یہ بھی ہے کہ وہ نمرود کے خوف سے تقیۃً ایمان مخفی کئے ہوئے تھا اسی وجہ میں حضرت خلیل علیہ السلام نے اس کے لئے وعدہ استغفار فرمایا جب ظاہر ہو گیا کہ اسے ایمان سے عداوت ہے دنیا میں یا آخرت میں تو آپ نے تبری فرمائی۔

اور یہی قرآن کریم میں ہے وَمَا كَانَ اسْتِغْفَارُ اِبْرٰهِیْمَ لِاَبِیْهِ اِلَّا عَنْ مَّوْعِدَةٍ وَّعَدَهَاۤ اِیَّاهُ ۚ فَلَمَّا تَبَیَّنَ لَهٗۤ اَنَّهٗ عَدُوٌّ لِّلّٰهِ تَبَرَّاَ مِنْهُ۔

وَلَا تُخْزِنِیْ یَوْمَ یُبْعَثُوْنَ ﴿۸۷﴾ یَوْمَ لَا یَنْفَعُ مَالٌ وَّلَا بَنُوْنَ ﴿۸۸﴾ اِلَّا مَنْ اَتَی اللّٰهَ بِقَلْبٍ سَلِیْمٍ ﴿۸۹﴾۔

اور نہ رسوا کر مجھے اس دن جب سب اٹھائے جائیں یعنی بروز قیامت جس دن نہ فائدہ دے کسی کا مال نہ اولاد مگر جو لائے اللہ کے حضور قلب سلیم۔

یہ خذلان جس کے متعلق آپ نے دعا کی اس پر چند قول ہیں:

بِتَعْذِيْبِ اَبِيْ۔ باپ پر عذاب ہونے سے۔

اَوْ بِبَعْثِهٖ فِيْ عِدَادِ الضَّالِّيْنَ بِعَدَمِ تَوْفِيْقِهٖ لِلْاِيْمَانِ۔ یا آپ کی بعثت کے بعد گمراہوں میں اس کا رہنا بوجہ عدم توفیق ایمان۔

اَوْ يُعَاتِبُنِيْ عَلٰى مَا فَرَّطْتُ۔ یا مجھ پر عتاب کرے اس وجہ سے جو مجھ سے ہوا۔

وَ قِيْلَ يَكُوْنُ ذٰلِکَ تَعْلِيْمًا لِغَيْرِهٖ۔ ایک قول یہ ہے کہ یہ دعائیہ جملے آپ کی طرف سے غیروں کی تعلیم کے لئے تھے۔

گویا آپ نے بارگاہ الٰہی عزوجل میں عرض کیا کہ۔ لَا تُخْزِنِیْ یَوْمَ یُبْعَثُ الضَّالُّوْنَ وَاَبِیْ فِیْهِمْ۔ اس دن مجھے شرمندہ نہ کرنا جبکہ گمراہ اٹھائے جائیں اور میرا باپ بھی ان ہی میں ہو۔

یَوْمَ لَا یَنْفَعُ مَالٌ وَّ لَا بَنُوْنَ ﴿۸۸﴾ ۔ کے متعلق آلوسی رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔ کہ ابن عطیہ رحمہ اللہ کہتے ہیں:

اِنَّ هٰذِهِ الْاٰیَاتُ عِنْدِیْ مُنْقَطِعَةٌ عَنْ کَلَامِ اِبْرَاهِیْمَ عَلَیْهِ السَّلَامُ وَهِیَ اِخْبَارٌ مِّنَ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ تَتَعَلَّقُ بِصِفَةِ ذَالِکَ الْیَوْمِ الَّذِیْ طَلَبَ اِبْرَاهِیْمُ اَنْ لَّا یُخْزِیَهُ اللّٰهُ تَعَالٰی فِیْهِ۔ یہ آیتیں میرے نزدیک کلام ابراہیم علیہ السلام سے علیحدہ ہیں یہ خبریں ہیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے اور ان میں اس دن کی صفت بیان فرمائی گئی جس دن کے لئے اللہ تعالیٰ سے خلیل علیہ السلام نے دعا کی کہ شرمندہ نہ فرمائے۔

لَا یَنْفَعُ مَالٌ وَّ لَا بَنُوْنَ ﴿۸۸﴾ سے مراد محاسن دنیا اور اس کی زینت ہے اور مال اور بنون ہی صرف اس لئے بیان ہوئے کہ محاسن وزینت میں بھی سب سے زیادہ ہوتے ہیں۔

اِلَّا مَنْ اَتَی اللّٰهَ بِقَلْبٍ سَلِیْمٍ ﴿۸۹﴾ ۔ قلب سلیم کی تعریف میں ۹ / اقوال ہیں:

۱- اِلَّا مَنْ اَتَی اللّٰهَ بِقَلْبٍ سَلِیْمٍ عَنْ مَرَضِ الْکُفْرِ وَالنِّفَاقِ۔ قلب سلیم وہ قلب ہے جو مرض کفر ونفاق سے صحت مند ہو۔

۲- اَیْ لَا یَنْفَعُ مَالٌ وَّ لَا بَنُوْنَ اِلَّا مَالُ وَ بَنُوْ مَنْ اَتَی اللّٰهَ بِقَلْبٍ سَلِیْمٍ حَیْثُ اَنْفَقَ مَالَهٗ فِیْ سَبِیْلِ الْبِرِّ وَاَرْشَدَ بَنِیْهِ اِلَی الْحَقِّ وَ حَثَّهُمْ عَلَی الْخَیْرِ وَ قَصَدَ بِهِمْ اَنْ یَّکُوْنُوْا عِبَادَ اللّٰهِ تَعَالٰی مُطِیْعِیْنَ شُفَعَآءَ لَهٗ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ۔

لَا یَنْفَعُ مَالٌ وَّ لَا بَنُوْنَ ﴿۸۸﴾ ۔ میں الا جو استثناء ہے وہ اس مال اور اولاد کا ہے جو قلب سلیم رکھے اس حیثیت سے کہ اپنا مال اللہ کی راہ میں خرچ کرے اپنی اولاد کو حق کی طرف رکھے اور اسے نیکیوں پر برانگیختہ کرے اور ارادہ رکھے کہ وہ اللہ تعالیٰ کا بندہ بنے مطیع ہو شفاعت کرنے والا ہو بروز قیامت۔

۳- کَاَنَّهٗ قِیْلَ یَوْمَ لَا یَنْفَعُ غِنًی اِلَّا غِنٰی مِمَّنْ اَتَی اللّٰهَ بِقَلْبٍ سَلِیْمٍ وَ غِنَاهُ سَلَامَةُ قَلْبِهٖ وَ هِیَ مِنَ الْغِنَی الدِّیْنِ۔ گویا اس میں فرمایا گیا ہے کہ اس دن کوئی غنا کام نہ آئے گا مگر وہ غنا جو اللہ عزوجل کے حضور قلب سلیم لائے اور غنا نام ہی سلامتی قلب کا ہے اور وہ غنا غناء دین ہے۔

۴- اَخْرَجَ اَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِیُّ وَابْنُ مَاجَةَ عَنْ ثَوْبَانَ قَالَ لَمَّا نَزَلَتْ وَالَّذِیْنَ یَکْنِزُوْنَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ قَالَ بَعْضُ اَصْحَابِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَوْ عَلِمْنَا اَیُّ الْمَالِ خَیْرٌ ناتَّخَذْنَاهُ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَفْضَلُهٗ لِسَانٌ ذَاکِرٌ وَّ قَلْبٌ شَاکِرٌ وَّ زَوْجَةٌ صَالِحَةٌ تُعِیْنُ الْمُؤْمِنَ عَلٰی اِیْمَانِهٖ۔

جب آیہ کریمہ وَالَّذِیْنَ یَکْنِزُوْنَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ الخ نازل ہوئی تو بعض اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بولے اگر ہمیں معلوم ہو جائے کہ کون سا مال بہتر ہے تو ہم اسی کو اختیار کریں تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: افضل مال لسان ذاکر اور قلب شاکر اور نیک بیوی ہے جو مومن کے ایمان میں مدد کرے۔

۵- وَ کَوْنُ الْمُرَادِ مِنَ الْقَلْبِ السَّلِیْمِ مِنْ مَرَضِ الْکُفْرِ وَالنِّفَاقِ۔ قلب سلیم سے مراد وہ دل ہے جو کفر ونفاق سے پاک ہو۔

۶- حدیث میں ہے: عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ وَّ مُجَاهِدٍ وَقَتَادَةَ وَ ابْنِ سِیْرِیْنَ هُوَ الْخَالِیْ عَنِ الْعَقَائِدِ الْفَاسِدَةِ وَالْمَیْلِ اِلٰی شَهَوَاتِ الدُّنْیَا وَلَذَّاتِهَا وَ یَتْبَعُ ذَالِکَ الْاَعْمَالَ الصَّالِحَاتِ وَمِنْ عَلَامَةِ سَلَامَةِ الْقَلْبِ تَاثِیْرُهَا فِی الْجَوَارِحِ۔

قلب سلیم وہ ہے جو عقائد فاسدہ سے پاک ہو اور شہوات دنیا اور اس کی لذت سے متنفر اور اعمال صالحات کی طرف راغب ہو اس لئے کہ سلامتی قلب کی یہی علامت ہے اور اس کا اثر تمام اعضاء پر ہوتا ہے۔

۷- حضرت سفیان ثوری رحمہ اللہ فرماتے ہیں قلب سلیم وہ ہے: لَیْسَ فِیْهِ غَیْرُ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ۔ جس میں اللہ عزوجل کے سوا کچھ نہ ہو۔

۸- حضرت جنید بغدادی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: هُوَ اللَّدِیْغُ مِنْ خَشْیَةِ اللّٰهِ تَعَالٰی الْقَلَقُ الْمُنْزَعِجُ مِنْ مَخَافَةِ الْقَطْعِیَّةِ۔ قلب سلیم وہ ہے کہ غم آخرت اور خوف الٰہی عزوجل سے گھلا رہے اور زخمی ہو۔

۹- ایک قول ہے: هُوَ الَّذِیْ سَلِمَ مِنَ الشِّرْکِ وَالْمَعَاصِیْ وَسَلَّمَ نَفْسَهٗ لِحُکْمِ اللّٰهِ تَعَالٰی وَ سَالَمَ اَوْلِیَائَهٗ وَ حَارَبَ اَعْدَائَهٗ۔ قلب سلیم وہ ہے جو شرک و معاصی کی خرابی سے سالم ہو اور اپنی جان حکم الٰہی عزوجل کے لئے وقف کردے اور اللہ عزوجل کے دوستوں سے محبت اور اس کے دشمنوں سے عداوت ومحاربہ رکھے۔

وَاُزْلِفَتِ الْجَنَّةُ لِلْمُتَّقِیْنَ ﴿۹۰﴾ وَبُرِّزَتِ الْجَحِیْمُ لِلْغٰوِیْنَ ﴿۹۱﴾ ۔

اور جنت قریب کی جائے پرہیزگاروں کے لئے اور جہنم ظاہر کیا جائے گمراہوں کے لئے۔

اَیْ قُرِّبَتِ الْجَنَّةُ لِلْمُتَّقِیْنَ عَنِ الْکُفْرِ۔ یعنی جنت پرہیزگاروں کے قریب کی جائے اور کافروں کو نظر آئے۔

وَ قِیْلَ عَنْهُ وَعَنْ سَائِرِ الْمَعَاصِیْ بِحَیْثُ یُشَاهِدُوْنَهَا مِنَ الْمَوْقِفِ وَ یَقِفُوْنَ عَلٰی مَا فِیْهَا مِنْ فُنُوْنِ الْمَحَاسِنِ فَیَسْتَحِبُّوْنَ بِاَنَّهُمُ الْمَحْشُوْرُوْنَ اِلَیْهَا۔ ایک قول ہے تمام عصیان شعار اپنے موقف سے اس کا مشاہدہ کریں گے اور اس کی خوبیاں دیکھ کر للچائیں گے کہ کاش ہم بھی اس طرف محشور ہوتے۔ (روح المعانی)

وَبُرِّزَتِ الْجَحِیْمُ لِلْغٰوِیْنَ ﴿۹۱﴾ ۔ اَلضَّالِّیْنَ عَنْ طَرِیْقِ الْحَقِّ وَ هُوَ التَّقْوٰی وَالْاِیْمَانُ۔ اور ظاہر کیا جائے جہنم گمراہوں کے لئے جو طریق حق سے بھٹک گئے ہیں اور طریق حق تقویٰ اور ایمان ہے۔

اَیْ جُعِلَتْ بَارِزَةً لَهُمْ بِحَیْثُ یَرَوْنَهَا مَعَ مَا فِیْهَا مِنْ اَنْوَاعِ الْاَحْوَالِ الْهَائِلَةِ وَیَتَحَسَّرُوْنَ عَلٰی اَنَّهُمُ الْمَسُوْقُوْنَ اِلَیْهَا۔ یعنی جہنم ان پر ظاہر ہو بایں طور کہ اسے ایسے دیکھیں کہ اس میں جو کچھ مصیبتیں ہیں سب نظر آئیں اور افسوس کریں کہ آج ہم اپنے کرنے کی وجہ سے اس طرف چلائے جائیں گے۔

اِزْلَاف اور اِبْرَاز کا فرق

اَلْاِزْلَافُ و هُوَ غَایَةُ التَّقْرِیْبِ یُشِیْرُ اِلٰی قُرْبِ الدُّخُوْلِ وَتَحَقُّقِهٖ وَلِذَا قَدَّمَ سَبْقَ رَحْمَتِهٖ تَعَالٰی۔ ازلاف غایت قرب کو کہتے ہیں جو دخول کے قریب ہو اور اس پر اطمینان ہو اسی لئے اس کے بیان کو سبقت رحمت الٰہی کے

اعتبار سے مقدم کیا۔

بخلاف ابراز کے کہ وہ نظر آتا ہے اگرچہ بعد میں اس میں جانا پڑے۔ اس لئے کہ اس سے نجات کی طمع کرنے والا امید رکھتا ہے۔

ابن کمال رحمہ اللہ کہتے ہیں دونوں فعلوں کا اختلاف دلالت کرتا ہے کہ ارض حشر جہنم سے قریب ہوگی۔ تو خلاصہ یہ ہوا کہ اِنَّ الْجَنَّةَ بَعِيْدَةٌ مِّنْ اَرْضِ الْمَحْشَرِ بُعْدًا مَكَانِيًّا وَالنَّارَ قَرِيْبَةٌ مِّنْهَا قُرْبًا مَكَانِيًّا فَلِذَا اُسْنِدَ الْاِزْلَافُ اَیِ التَّقْرِيْبُ اِلَی الْجَنَّةِ دُوْنَ الْجَحِيْمِ ۔ جنت ارض محشر سے بعید ہوگی اور یہ بعد بعد مکانی ہوگا اور جہنم قریب ہوگا بہ اعتبار قرب مکانی اسی وجہ میں ازلاف یعنی تقرب کو جنت کی طرف مسند کیا نہ کہ جہنم کی طرف۔

اور ایک بات یہ ہے کہ یہ تحقیق اس بنا پر بھی صحیح ہے کہ اِنَّ الْجَنَّةَ فِی السَّمَآءِ وَاِنَّ النَّارَ تَحْتَ الْاَرْضِ وَاِنَّ تَبْدِيْلَ الْاَرْضِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ بِمَدِّهَا وَ اِذْهَابِ كُرِّيَّتِهَا اِذْ حِيْنَئِذٍ يَّظْهَرُ۔ اَمْرُ الْبُعْدِ وَ الْقُرْبِ لٰكِنْ لَّا يَخْفٰى اَنَّ كَوْنَ الْجَنَّةِ فِی السَّمَآءِ مِمَّا يَعْتَقِدُهٗ اَهْلُ السُّنَّةِ وَلَيْسَ فِیْ ذٰلِکَ خِلَافٌ يُعْتَدُّ بِهٖ۔

جنت آسمان میں ہے اور جہنم زمین کے نیچے اور تبدیل ارض قیامت کے دن اس کا تمدد اور ذہاب کریت سے ہوگا۔ يَوْمَ تُبَدَّلُ الْاَرْضُ غَيْرَ الْاَرْضِ وَالسَّمٰوٰتُ وَبَرَزُوْا لِلّٰهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ۔

اور یہ حقیقت ہے کہ جنت آسمان میں ہے اور یہ عقیدہ اہلسنّت کا ایسا ہے جس کے خلاف کوئی نہیں اور جہنم کا زمین کے نیچے ہونا اس میں توقف ہے۔

علامہ جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ اپنی تالیف اتمام الدرایہ میں فرماتے ہیں: نَعْتَقِدُ اَنَّ الْجَنَّةَ فِی السَّمَآءِ وَ نَقِفُ عَنِ النَّارِ وَ نَقُوْلُ مَحَلُّهَا حَيْثُ لَا يَعْلَمُهٗ اِلَّا اللّٰهُ تَعَالٰى فَلَمْ يَثْبُتْ عِنْدِیْ حَدِيْثٌ اَعْتَمِدُهٗ فِیْ ذٰلِکَ وَقِيْلَ تَحْتَ الْاَرْضِ۔ اِنْتَهٰى۔

ہمارا یہ عقیدہ ہے کہ جنت آسمان میں ہے اور جہنم کے متعلق ہم متوقف ہیں اور یہی کہتے ہیں کہ اس کے محل کے متعلق ہم متوقف ہیں ہمیں کچھ علم نہیں سوا اللہ تعالیٰ کے۔ اس لئے کہ ہمیں حدیث سے یہ ثابت ہی نہیں ہوتا کہ وہ کس جگہ ہے۔ البتہ کہتے ہیں کہ وہ زمین کے نیچے ہے۔

اور امام قرطبی رحمہ اللہ اپنی کتاب تذکرہ میں بہت سی حدیثیں نقل کر کے فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ایک ایسی نئی زمین سپید مثل چاندی کے پیدا فرمائے گا جس میں کبھی سفک دم نہ ہوا نہ اس پر کبھی ظلم ہوا۔

اور اولیٰ ترین بات یہ ہے کہ کہا جائے بعد جنت اور قرب نار ارض محشر سے ہے۔ اس لئے کہ جنت تک پہنچنا عبور پل صراط کے بعد ہے اور وہ جہنم کے اوپر قائم ہے جیسا کہ احادیث سے پتہ چلتا ہے اور قرآن کریم بھی شاہد ہے: وَاِنْ مِّنْكُمْ اِلَّا وَارِدُهَا ۚ كَانَ عَلٰى رَبِّكَ حَتْمًا مَّقْضِيًّا

اور اُزْلِفَتِ الْجَنَّةُ کا مقتضیٰ یہ ہے کہ اس دن جنت منتقل ہو کر عرصات محشر میں آئے گی۔ اِذِ التَّقْرِيْبُ يَسْتَدْعِی النَّقْلَ۔ اس لئے کہ جنت کا قریب ہونا نقل مکانی چاہتا ہے۔ اس پر کوئی حدیث نہیں ملتی۔

ہاں جہنم کی نقل مکانی پر تذکرہ میں مسلم رحمہ اللہ، عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے راوی ہیں: قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُؤْتٰى بِجَهَنَّمَ يَوْمَئِذٍ لَهَا سَبْعُوْنَ اَلْفُ زِمَامٍ مَعَ كُلِّ زِمَامٍ سَبْعُوْنَ اَلْفُ مَلَكٍ۔

حضور ﷺ نے فرمایا جہنم روز قیامت لایا جائے ستر ہزار لگاموں میں ہر لگام پر ستر ہزار فرشتے ہوں۔ آگے ارشاد ہے:

وَقِيْلَ لَهُمْ اَيْنَمَا كُنْتُمْ تَعْبُدُوْنَ ﴿۹۲﴾ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ؕ هَلْ يَنْصُرُوْنَكُمْ اَوْ يَنْتَصِرُوْنَ ﴿۹۳﴾ ۔

اور انہیں کہا جائے کہاں ہیں تمہارے معبود اللہ کے سوا کیا وہ تمہاری مدد کرتے ہیں یا اپنے لئے بدلہ چاہتے ہیں۔

یعنی جن کی پوجا تم دنیا میں کرتے تھے اور تمہارا گمان یہ تھا کہ وہ تمہارے حمایتی ہیں تو کیا اب وہ عذاب جہنم کا مشاہدہ کر کے تمہاری مدد کریں گے یا اپنے لئے تم سے مدد لیں گے جب اس کا جواب ان کی طرف سے کچھ نہ ہو تو

فَكُبْكِبُوْا فِيْهَا هُمْ وَالْغَاوٗنَ ﴿۹۴﴾ وَجُنُوْدُ اِبْلِيْسَ اَجْمَعُوْنَ ﴿۹۵﴾ ۔اَیِ اُلْقُوْا فِیْ جَهَنَّمَ عَلٰی وُجُوْهِهِمْ۔

وہ سب جہنم میں منہ کے بل ڈال دیئے جائیں۔ یعنی وہ بت اور ان کے پجاری گمراہ اور لشکر شیطان سب جہنم میں ڈال دیئے جائیں۔ غاوون سے مراد تمام مشرکین ہیں۔

بعض نے کہا مشرکین انس اور غاوون شیاطین ہیں۔

اَیْ يُخَاصِمُوْنَ مَنْ مَّعَهُمْ مِّنَ الْاَصْنَامِ وَالشَّيَاطِيْنِ حَيْثُ يَجْعَلُهَا اللّٰهُ اَهْلاً لِّلْخَطَابِ۔ یعنی وہ آپس میں بتوں اور شیاطین سے جھگڑیں گے۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ ان بتوں کو بولنے کی استعداد بخش دے گا تو سب کہیں گے:

تَاللّٰهِ اِنْ كُنَّا لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ﴿۹۷﴾ اِذْ نُسَوِّيْكُمْ بِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۹۸﴾ وَمَا اَضَلَّنَا اِلَّا الْمُجْرِمُوْنَ ﴿۹۹﴾ ۔

خدا کی قسم ہم نہیں تھے مگر تھے کھلی گمراہی میں جبکہ ہم نے برابر ٹھہرایا بتوں کو رب العالمین کے اور ہمیں گمراہ نہ کیا مگر مجرمین شیاطین نے۔

یعنی اے بتو! ہم اس وقت انتہائی گمراہی میں تھے جبکہ ہم نے تمہیں اللہ عزوجل کے برابر مانا باآنکہ تم ادنیٰ مخلوق اور ارزل ترین عاجز تھے اور ہماری گمراہی کا سبب یہی شیاطین مجرمین بنے۔

بعض کے نزدیک مجرمین سے مراد روسا و کبراء قوم تھے۔ چنانچہ قرآن پاک میں بھی تصریح ہے کہ جہنمی کہیں رَبَّنَآ اِنَّآ اَطَعْنَا سَادَتَنَا وَكُبَرَآءَنَا فَاَضَلُّوْنَا السَّبِيْلَا ﴿۶۷﴾ رَبَّنَآ اٰتِهِمْ ضِعْفَيْنِ

الٰہی ہم نے ان اپنے سرداروں اور بڑوں کی پیروی کی تو انہوں نے ہمیں گمراہ کیا اے رب ہمارے ان پر عذاب دوچندلا۔

وَجَوَّزَ اَيْضًا اَنْ يَّكُوْنَ مِنَ الْاَصْنَامِ يُنْطِقُهُمُ اللّٰهُ تَعَالٰى فَيُخَاصِمُوْنَ الْعَبَدَةَ نَحْنُ جَمَادَاتٌ مُتَبَرِّءُوْنَ عَنْ جَمِيْعِ الْمَعَاصِيْ وَاَنْتُمْ اتَّخَذْتُمُوْنَا اٰلِهَةً فَاَلْقَيْتُمُوْنَا فِيْ هٰذِهِ الْوَرْطَةِ۔

بعض نے یہ مانا کہ بتوں کو اللہ تعالیٰ قوت نطق بخشے گا تو وہ اپنے پوجنے والوں سے جھگڑیں گے اور کہیں گے ہم تو بے جان جماد تھے بری تھے تمہارے تمام معاصی سے تم نے ہی ہمیں معبود بنایا اور تم نے ہی ہمیں بھی اس ورطۂ بلا میں ڈالا۔ پھر جہنمی کہیں:

فَمَا لَنَا مِنْ شَافِعِيْنَ ﴿۱۰۰﴾ وَلَا صَدِيْقٍ حَمِيْمٍ ﴿۱۰۱﴾ ۔تو اب ہمارا کوئی حمایتی ہے نہ گہرا دوست۔

یعنی وہ حسرت سے کہیں کہ آج ہم کس سے استمداد کریں۔ شافعین جمع شافع کی ہے تو جب مسلمانوں کے سفارشی اور حمایتی وہ دیکھیں تو اس طرح حسرت کریں کہ ہم ان بتوں کو هٰٓؤُلَآءِ شُفَعَآؤُنَا عِنْدَ اللّٰهِ کہ کر ذلیل ہوئے آج ان میں سے

ہماری شفاعت وسفارش کیا کرتا اپنی ہی مصیبت نہیں ٹال سکتے۔

فَلَوْ اَنَّ لَنَا كَرَّةً فَنَكُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۱۰۲﴾ ۔ وَالْمَعْنٰى فَلَيْتَ لَنَا كَرَّةً رَجْعِيَّةً اِلَى الدُّنْيَا فَاِنْ نَّكُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ۔ یعنی کاش ہمیں دنیا میں لوٹا مل جاتا تو ہم مومنین میں ہو کر آتے۔ مگر یہ حسرت بالمحال ہوگی نہ وہ دنیا میں آ سکتے ہیں نہ ایسا ہو سکتا ہے۔

اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیَةً ؕ وَمَا كَانَ اَكْثَرُهُمْ مُّؤْمِنِیْنَ ﴿۱۰۳﴾ وَاِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِیْزُ الرَّحِیْمُ ﴿۱۰۴﴾ ۔

بے شک اس میں نشانی ہے اور نہیں ہیں اکثر ان کے ایمان والے اور بے شک تیرا رب وہ زبردست ہے اور بڑا مہربان۔

بامحاورہ ترجمہ چھٹا رکوع ۔ سورۃ شعراء ۔ پ ۱۹

كَذَّبَتْ قَوْمُ نُوْحِ ِۨالْمُرْسَلِیْنَ ﴿۱۰۵﴾	جھٹلایا قوم نوح نے رسولوں کو
اِذْ قَالَ لَهُمْ اَخُوْهُمْ نُوْحٌ اَلَا تَتَّقُوْنَ ﴿۱۰۶﴾	جبکہ کہا انہیں ان کے بھائی نوح نے کیا تم نہیں ڈرتے
اِنِّیْ لَكُمْ رَسُوْلٌ اَمِیْنٌ ﴿۱۰۷﴾	میں تمہارے لئے رسول امین ہوں
فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَطِیْعُوْنِ ﴿۱۰۸﴾	تو ڈرو اللہ سے اور پیروی کرو میری
وَمَاۤ اَسْئَلُكُمْ عَلَیْهِ مِنْ اَجْرٍ ۚ اِنْ اَجْرِیَ اِلَّا عَلٰى رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ﴿۱۰۹﴾	اور میں تم سے کچھ اجرت نہیں مانگتا میرا اجر تو نہیں مگر رب العالمین پر
فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَطِیْعُوْنِ ﴿۱۱۰﴾	تو ڈرو اللہ سے اور پیروی کرو میری
قَالُوْۤا اَنُؤْمِنُ لَكَ وَاتَّبَعَكَ الْاَرْذَلُوْنَ ﴿۱۱۱﴾	بولے کیا ہم ایمان لائیں تجھ پر اور تیرے تابع تو ذلیل لوگ ہیں
قَالَ وَمَا عِلْمِیْ بِمَا كَانُوْا یَعْمَلُوْنَ ﴿۱۱۲﴾	تو کہا نوح نے مجھے معلوم نہیں کہ وہ کیا کرتے تھے
اِنْ حِسَابُهُمْ اِلَّا عَلٰى رَبِّیْ لَوْ تَشْعُرُوْنَ ﴿۱۱۳﴾	ان کا معاملہ تو نہیں مگر میرے رب پر ہے۔ کاش تمہیں شعور ہوتا
وَمَاۤ اَنَا بِطَارِدِ الْمُؤْمِنِیْنَ ﴿۱۱۴﴾	اور نہیں میں علیحدہ کرنے والا مومنوں کو
اِنْ اَنَا اِلَّا نَذِیْرٌ مُّبِیْنٌ ﴿۱۱۵﴾	میں تو نہیں مگر کھلا ڈرانے والا ہوں
قَالُوْا لَىِٕنْ لَّمْ تَنْتَهِ یٰنُوْحُ لَتَكُوْنَنَّ مِنَ الْمَرْجُوْمِیْنَ ﴿۱۱۶﴾	بولے اے نوح اگر تم باز نہ آئے تو ضرور تم سنگسار کئے جاؤ گے
قَالَ رَبِّ اِنَّ قَوْمِیْ كَذَّبُوْنِ ﴿۱۱۷﴾	فرمایا اے میرے رب میری قوم مجھے جھٹلا رہی ہے
فَافْتَحْ بَیْنِیْ وَبَیْنَهُمْ فَتْحًا وَّنَجِّنِیْ وَمَنْ مَّعِیَ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ ﴿۱۱۸﴾	تو کھول دے میرے اور ان کے مابین کھولنا اور نجات دے مجھے اور جو میرے ساتھ ہیں مومنوں سے
فَاَنْجَیْنٰهُ وَمَنْ مَّعَهٗ فِی الْفُلْكِ الْمَشْحُوْنِ ﴿۱۱۹﴾	تو نجات دی ہم نے اسے اور جو اس کے ساتھ تھے کشتی بھری ہوئی میں

ثُمَّ اَغْرَقْنَا بَعْدُ الْبٰقِیْنَ ﴿۱۲۰﴾ پھر غرق کر دیا ہم نے بعد میں باقیوں کو

اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیَةً ؕ وَ مَا كَانَ اَكْثَرُهُمْ مُّؤْمِنِیْنَ ﴿۱۲۱﴾ اس میں نشانی ہے اور اکثر ان میں مومن نہیں

وَ اِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِیْزُ الرَّحِیْمُ ﴿۱۲۲﴾ اور بے شک تمہارا رب زبردست عزت والا مہربان ہے

حل لغات چھٹا رکوع - سورۃ شعراء - پ ۱۹

كَذَّبَتْ - جھٹلایا	قَوْمُ - قوم	نُوْحٍ - نوح نے	الْمُرْسَلِیْنَ - پیغمبروں کو
اِذْ - جب	قَالَ - کہا	لَهُمْ - ان کو	اَخُوْهُمْ - ان کے بھائی
نُوْحٌ - نوح نے	اَلَا - کیوں نہیں	تَتَّقُوْنَ - ڈرتے تم	اِنِّیْ - بے شک میں
لَكُمْ - تمہارے لئے	رَسُوْلٌ - رسول ہوں	اَمِیْنٌ - امانت دار	فَاتَّقُوا - تو ڈرو
اللّٰهَ - اللہ سے	وَ - اور	اَطِیْعُوْنِ - پیروی کرو میری	وَ - اور
مَا - نہیں	اَسْئَلُكُمْ - مانگتا میں تم سے	عَلَیْهِ - اس پر	مِنْ اَجْرٍ - کوئی اجر
اِنْ - نہیں	اَجْرِیَ - میرا اجر	اِلَّا - مگر	عَلٰی - اوپر
رَبِّ - رب	الْعٰلَمِیْنَ - جہانوں کے	فَاتَّقُوا - تو ڈرو	اللّٰهَ - اللہ سے
وَ - اور	اَطِیْعُوْنِ - کہا مانو میرا	قَالُوْٓا - بولے	اَ - کیا
نُؤْمِنُ - ایمان لائیں ہم	لَكَ - تجھ پر	وَ - اور	اتَّبَعَكَ - پیرو ہوئے تیرے
الْاَرْذَلُوْنَ - کمینے لوگ	قَالَ - فرمایا	وَ - اور	مَا - نہیں
عِلْمِیْ - مجھے معلوم	بِمَا - جو	كَانُوْا - ہیں وہ	یَعْمَلُوْنَ - کرتے
اِنْ - نہیں	حِسَابُهُمْ - ان کا حساب	اِلَّا - مگر	عَلٰی - اوپر
رَبِّیْ - میرے رب کے	لَوْ - کاش	تَشْعُرُوْنَ - تم سمجھو	وَ - اور
مَا - نہیں	اَنَا - میں	بِطَارِدِ - چھوڑنے والا	الْمُؤْمِنِیْنَ - مومنوں کو
اِنْ - نہیں	اَنَا - میں	اِلَّا - مگر	نَذِیْرٌ - ڈرانے والا
مُّبِیْنٌ - کھلا	قَالُوْا - بولے	لَئِنْ - اگر	لَمْ - نہ
تَنْتَهِ - باز آیا تو	یٰنُوْحُ - اے نوح		لَتَكُوْنَنَّ - تو ہو گا ضرور
مِنَ الْمَرْجُوْمِیْنَ - سنگسار کئے گیوں سے		قَالَ - کہا	رَبِّ - اے میرے رب
اِنَّ - بے شک	قَوْمِیْ - میری قوم نے	كَذَّبُوْنِ - مجھے جھٹلایا	فَافْتَحْ - تو فیصلہ کر دے
بَیْنِیْ - میرے	وَ - اور	بَیْنَهُمْ - ان کے درمیان	فَتْحًا - آخری فیصلہ
وَّ - اور	نَجِّنِیْ - نجات دے مجھے	وَ - اور	مَنْ - ان کو جو

مَّعِيَ۔ میرے ساتھ ہیں مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ۔ ایمان والے لوگ فَاَنْجَيْنٰهُ۔ تو ہم نے اسے نجات دی وَ۔ اور مَنْ۔ ان کو مَّعَهٗ۔ جو اس کے ساتھ تھے فِي۔ بیچ الْفُلْكِ۔ کشتی الْمَشْحُوْنِ۔ بھری ہوئی کے ثُمَّ۔ پھر اَغْرَقْنَا۔ ہم نے غرق کیا بَعْدُ۔ اس کے بعد الْبٰقِيْنَ۔ باقی لوگوں کو اِنَّ۔ بے شک فِيْ۔ بیچ ذٰلِكَ۔ اس کے لَاٰيَةً۔ البتہ نشانی ہے وَ۔ اور مَا۔ نہیں كَانَ۔ تھے اَكْثَرُهُمْ۔ اکثر ان کے مُّؤْمِنِيْنَ۔ ایمان والے وَ۔ اور اِنَّ۔ بے شک رَبَّكَ۔ تیرا رب لَهُوَ۔ وہ الْعَزِيْزُ۔ غالب ہے الرَّحِيْمُ۔ رحم کرنے والا

خلاصہ تفسیر چھٹا رکوع۔ سورۃ شعراء۔ پ ۱۹

حضرت سیدنا خلیل اللہ علیہ السلام کے قصہ کے بعد حضرت نوح علیہ السلام کا قصہ بیان فرمایا گیا۔

حالانکہ سورۂ اعراف اور سورۂ ہود میں یہ قصہ مفصل بیان ہو چکا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ قرآن کریم کا اسلوب بیان خطیبانہ ہے مؤرخانہ نہیں۔

مؤرخوں میں ایک واقعہ کو مکرر لانا معیوب سمجھتے ہیں لیکن خطیبانہ انداز میں وعظ و خطیب عموماً عبرت دلانے کے لئے قصوں کو بہ مقتضائے حالات قوم مکرر سہ کرر بیان کرنے کو عین حکمت قرار دیتے ہیں۔ خصوصاً نئے نئے اسلوب سے دہرانا تفنن بیان سمجھتے ہیں۔ اس لئے اس قصہ کا اعادہ فرمانا صحیح ہے۔

حضرت نوح علیہ السلام ساڑھے نو سو برس اپنی قوم میں ہدایت فرماتے رہے لیکن وہ ہدایت پر نہ آئے اس ذکر سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی دی گئی کہ ان کا آخر نتیجہ غرق ہوا اور اس میں قریش کو تہدید و توبیخ بھی ہے۔ چنانچہ ارشاد ہے:

كَذَّبَتْ قَوْمُ نُوْحِ ِۨالْمُرْسَلِيْنَ ﴿۱۰۵﴾ ۔ جھٹلایا قوم نوح نے رسولوں کو۔

حضرت نوح علیہ السلام اپنی قوم کے ایک ہی رسول تھے لیکن چونکہ تمام انبیائے کرام دین میں ایک ہی تعلیم دیتے رہے ہیں بنابریں ایک کی تکذیب تمام انبیاء کی تکذیب ہے اس لئے مرسلین جمع کا صیغہ لایا گیا تاکہ ان کی شناعت اور اعتقادی قباحت واضح ہو جائے۔ اس کے بعد کے قصوں میں بھی صیغہ جمع ہی استعمال کیا گیا۔

اِذْ قَالَ لَهُمْ اَخُوْهُمْ نُوْحٌ اَلَا تَتَّقُوْنَ ﴿۱۰۶﴾ ۔ جبکہ فرمایا انہیں ان کے بھائی نوح نے تم کیوں نہیں ڈرتے۔

اِنِّيْ لَكُمْ رَسُوْلٌ اَمِيْنٌ ﴿۱۰۷﴾ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوْنِ ﴿۱۰۸﴾ ۔ میں تمہارے لئے امانت دار رسول ہوں۔ تو اللہ سے ڈرو اور اطاعت کرو۔

یہ قوم بت پرست تھی اور آپ انہیں شرک چھڑا کر توحید کی طرف بلا رہے تھے اور اس کے ساتھ ہی یہ بھی فرمادیا کہ:

وَمَاۤ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ اَجْرٍ ۚ اِنْ اَجْرِيَ اِلَّا عَلٰى رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۱۰۹﴾ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوْنِ ﴿۱۱۰﴾ ۔

اور میں اس تبلیغ و راہنمائی کا تم سے کچھ بدلہ نہیں چاہتا میرا بدلہ تو میرے رب پر ہے تو ڈرو اللہ سے اور پیروی کرو میری۔

اس ہدایت پر بجائے اس کے کہ وہ جھکتے اور پیروی کرتے طنز کرنے لگے اور بولے:

قَالُوْٓا اَنُؤْمِنُ لَكَ وَاتَّبَعَكَ الْاَرْذَلُوْنَ ﴿١١١﴾ ۔ کہنے لگے کیا ہم تم پر ایمان لے آئیں با آنکہ تمہارے پیرو تو ذلیل لوگ ہیں۔

چونکہ آپ کے پیرو عموماً غرباہی تھے اور ہمیشہ ایسا ہی ہوتا آتا ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی بَدَأَ الْاِسْلَامُ غَرِيبًا وَ سَيَعُوْدُ غَرِيبًا۔ فرمایا ہے۔ اسلام غریبوں سے شروع ہوا اور لوٹ کر غریبوں میں ہی آجائے گا فَطُوبٰى لِلْغُرَبَآءِ تو مبارک ہو غریبوں کو۔ تو قوم نوح نے آپ سے کہا یہ ذلیل لوگ جو ایمان لائے ہیں کسی غرض سے ایمان لائے ہیں دل سے یہ بھی مومن نہیں ہیں تو آپ نے جواب دیا:

قَالَ وَمَا عِلْمِيْ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿١١٢﴾ ۔

فرمایا اس کا مجھے علم نہیں کہ یہ کیسے اور کس طرح ایمان لائے ہیں اس کی حقیقت حال اللہ تعالیٰ پر روشن ہے مجھے ان کے باطن سے بحث نہیں نَحْنُ نَحْكُمُ بِظَوَاهِرِكُمْ۔ ہم تو تمہارے ظاہر پر حکم لگائیں گے جب بظاہر یہ مومن ہیں اور تم مشرک تو انہیں مومن کہا جائے گا اور تمہیں مشرک تمہاری خاطر میں ان مومنوں کو دور نہیں کر سکتا۔

اِنْ حِسَابُهُمْ اِلَّا عَلٰى رَبِّيْ لَوْ تَشْعُرُوْنَ ﴿١١٣﴾ ۔ ان کا حساب اللہ جانتا ہے کاش تمہیں شعور اور سمجھ ہو۔

وَمَآ اَنَا بِطَارِدِ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿١١٤﴾ ۔ اور میں ان مومنوں کو دور نہیں کر سکتا۔

اِنْ اَنَا اِلَّا نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ ﴿١١٥﴾ ۔ میں تو کھلم کھلا ڈرانے والا ہوں۔

جو بھی قبول کر لے آجائے غریب ہو یا امیر اس بے نیازی کا جواب سن کر قوم چڑ گئی اور غضبناک لب ولہجہ میں کہنے لگی:

قَالُوْا لَئِنْ لَّمْ تَنْتَهِ يٰنُوْحُ لَتَكُوْنَنَّ مِنَ الْمَرْجُوْمِيْنَ ﴿١١٦﴾ ۔ بولے اگر تم ایسی باتیں کرنے سے باز نہ آئے تو ہم تمہیں سنگسار کر دیں گے۔

جب آپ نے دیکھا کہ معقولیت کا جواب نامعقولیت سے دے رہے ہیں تو آپ نے جناب باری میں عرض کی:

قَالَ رَبِّ اِنَّ قَوْمِيْ كَذَّبُوْنِ ﴿١١٧﴾ فَافْتَحْ بَيْنِيْ وَبَيْنَهُمْ فَتْحًا وَّنَجِّنِيْ وَمَنْ مَّعِيَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿١١٨﴾ ۔

عرض کی اے میرے رب یہ میری قوم مجھے جھٹلا رہی ہے تو فیصلہ کر دے میرے اور ان کے مابین کوئی قطعی فیصلہ اور مجھے ان سے نجات دے اور انہیں جو میرے ساتھ مومنین ہیں۔ چنانچہ ارشاد ہے:

فَاَنْجَيْنٰهُ وَمَنْ مَّعَهٗ فِي الْفُلْكِ الْمَشْحُوْنِ ﴿١١٩﴾ ثُمَّ اَغْرَقْنَا بَعْدُ الْبٰقِيْنَ ﴿١٢٠﴾ ۔

تو ہم نے نجات دی انہیں اور ان کے ساتھیوں کو بھری ہوئی کشتی میں پھر غرق کر دیا ہم نے باقیوں کو۔

فَافْتَحْ۔ بمعنی فاحکم ہے۔ فَتَاحَةٌ۔ حکومت۔ فَتَّاحٌ۔ حاکم۔

مَشْحُوْن۔ بھری ہوئی۔ مملو۔ شَحَنَا عَلَيْهِمْ خَيْلًا وَّ رَجِلًا۔

اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً ۭ وَمَا كَانَ اَكْثَرُهُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿١٢١﴾ وَاِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ ﴿١٢٢﴾ ۔

یہ آیت چند بار آچکی ہے اور چند بار آئے گی۔ لہٰذا اس کا مطلب وہی ہے جو ہم بیان کر چکے۔

مختصر تفسیر اردو چھٹا رکوع ۔ سورۃ شعراء ۔ پ ۱۹

كَذَّبَتْ قَوْمُ نُوْحِ ِۨ الْمُرْسَلِيْنَ ﴿١٠٥﴾ اِذْ قَالَ لَهُمْ اَخُوْهُمْ نُوْحٌ اَلَا تَتَّقُوْنَ ﴿١٠٦﴾ اِنِّيْ لَكُمْ رَسُوْلٌ اَمِيْنٌ ﴿١٠٧﴾

فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَ اَطِيْعُوْنِ ﴿۱۰۸﴾ وَ مَاۤ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ اَجْرٍ ۚ اِنْ اَجْرِيَ اِلَّا عَلٰى رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۱۰۹﴾ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَ اَطِيْعُوْنِ ﴿۱۱۰﴾۔

جھٹلایا قوم نوح نے رسولوں کو جبکہ کہا انہیں ان کے بھائی نوح نے تم کیوں نہیں خوف کرتے۔ میں تمہارے لئے رسول امین ہوں تو ڈرو اللہ سے اور اطاعت کرو میری اور میں نہیں مانگتا تم سے اس تبلیغ پر کوئی اجر میرا اجر تو رب العالمین پر ہے تو ڈرو اللہ سے اور میری پیروی کرو۔

مصباح میں ہے کہ قوم کا لفظ مذکر و مونث پر یکساں مستعمل ہوتا ہے وَ كُلٌّ اِسْمُ جَمْعٍ لَا وَاحِدَ لَهٗ مِنْ لَفْظِهٖ۔ اور تمام اسم جمع ہیں ان کا واحد لفظوں میں نہیں ہوتا جیسے رھط اور نفر۔ اور اس کا واحد بھی یہی ہے یعنی قوم۔

یہاں تکذیب مرسلین باعتبار اجماع کل کے ہے توحید پر اس لئے کہ اصول شرائع میں اختلاف زمان سے اختلاف نہیں ہوتا۔ حَيْثُ قَالَ الْاٰلُوْسِيُّ:

وَ تَكْذِيْبُهُمُ الْمُرْسَلِيْنَ بِاِعْتِبَارِ اجْمَاعِ الْكُلِّ عَلَى التَّوْحِيْدِ وَ اُصُوْلِ الشَّرَائِعِ الَّتِيْ لَا تَخْتَلِفُ بِاِخْتِلَافِ الْاَزْمِنَةِ وَالْاَعْصَارِ۔

اِذْ قَالَ لَهُمْ اَخُوْهُمْ نُوْحٌ اَلَا تَتَّقُوْنَ ﴿۱۰۶﴾۔ جبکہ کہا ان کے بھائی نوح نے تم کیوں خوف نہیں کرتے۔ اس لئے کہ زمانہ مدید سے تمہیں تبلیغ کر رہا ہوں حتیٰ کہ نو سو پچاس برس گزر گئے مگر اول سے لے کر اب تک تم جھٹلاتے ہی رہے ہو اور اللہ عزوجل کا تمہیں خوف نہیں۔

اِنِّيْ لَكُمْ رَسُوْلٌ اَمِيْنٌ ﴿۱۰۷﴾ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَ اَطِيْعُوْنِ ﴿۱۰۸﴾۔ اور میں تمہارے لئے رسول امین ہوں امانتداری میری مشہور ہے تمہارے اندر بھی مجھے سب امین مانتے ہیں تو میں جو حکم الٰہی تمہیں پہنچا رہا ہوں وہ بھی امانتداری سے پہنچا رہا ہوں۔ تو اللہ سے ڈرو اور اس کے احکام کی پیروی کرو۔ یہاں پھر تقویٰ کی تاکید فرمائی اس لئے کہ تقویٰ ہی سبب اطاعت رسول ہوتا ہے۔ پھر انہیں اس بات سے مطمئن کیا کہ قبول احکام رسالت پر تم سے کچھ طلب نہ کیا جائے گا۔ چنانچہ فرمایا:

وَ مَاۤ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ اَجْرٍ ۚ اِنْ اَجْرِيَ اِلَّا عَلٰى رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۱۰۹﴾ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَ اَطِيْعُوْنِ ﴿۱۱۰﴾۔ اور میں تم سے اس خدمت کا کوئی بدلہ نہیں طلب کرتا میرا بدلہ تو رب العالمین پر ہے تو تم ڈرو اللہ سے اور اطاعت کرو میری۔

اس میں آپ نے ان کو اپنے منزہ عن الطمع بتا کر پھر تقویٰ کی طرف بلایا۔ لیکن ان کی جہالت اس درجہ بڑھی ہوئی تھی کہ بجائے قبول ہدایت بولے تو یہ بولے:

قَالُوْۤا اَنُؤْمِنُ لَكَ وَ اتَّبَعَكَ الْاَرْذَلُوْنَ ﴿۱۱۱﴾۔ بولے کیا ہم آپ پر ایمان لائیں حالانکہ آپ کے پیرو چند ذلیل لوگ ہیں۔

الْاَرْذَلُوْنَ۔ اَرْذَل کی جمع ہے۔ رذیل کہتے ہیں احمق بیوقوف کو۔

ان کا منشاء اس سے یہ ظاہر کرنا تھا کہ اگر ہم بھی ایمان لانے میں شامل ہو گئے تو یہ ہمارے ساتھ برابری کا دعویٰ کریں گے لہٰذا انہیں علیحدہ کر دو تو پھر ہم سے بات کرو۔ آپ نے فرمایا:

قَالَ وَ مَا عِلْمِيْ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۱۱۲﴾۔ فرمایا مجھے یہ علم نہیں کہ وہ کیا کرتے ہیں۔

اِنْ حِسَابُهُمْ اِلَّا عَلٰى رَبِّیْ لَوْ تَشْعُرُوْنَ ﴿۱۱۳﴾۔ان کا حساب اعمال کا میرے ذمہ نہیں مگر میرے رب کے سپرد ہے اگر تمہیں شعور عقل ہو۔

یعنی اگر اہل شعور ہوتو سمجھ سکتے ہو لیکن تم خود بے شعور ہو اس وجہ میں ان کے کاموں کی وجہ سے انہیں رذیل کہہ رہے ہو۔

عکرمہ رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ یہ لوگ جلاہے کا اور موچی کا کام کرتے تھے اور ان کی نظر میں یہ پیشہ خسیس تھا اور یہ ان کی سخافت عقل اور قصور نظر کا سبب تھا۔ اس لئے کہ کسی صنعت میں پڑنا موجب رذالت نہیں اور ذاتی شرافت پر اس کا کوئی اثر نہیں ہوتا۔ ابوالعتاہیہ رحمہ اللہ کا شعر ہے:

وَ لَيْسَ عَلٰى عَبْدٍ تَقِيٍّ نَقِيْصَةٌ اِذَا صَحَّ التَّقْوٰى وَاِنْ حَاكَ اَوْ حَجَمَ

متقی پر ہیزگار پر عیب نہیں لگتا جبکہ اس کا تقویٰ صحیح ہے تو اگر چہ کپڑا بنے یا پچھنے لگائے۔

اور مسئلہ کفایت میں فقہاء نے تصریح کی ہے:

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: کسی پیشہ کا شرافت پر اصلا اثر نہیں ہوتا وَاِنَّ الْمُسْلِمِيْنَ كَيْفَمَا كَانُوْا اَكْفَاءٌ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ۔ اور مسلمان کس حال میں ہوں ہم کفو ہیں آپس میں۔

گویا وہ یہ وہم کر رہے تھے کہ اِنَّ اِيْمَانَهُمْ لَمْ يَكُنْ عَنْ نَظَرٍ وَّ بَصِيْرَةٍ وَاِنَّمَا كَانَ لِحَظٍّ نَّفْسَانِيٍّ كَحُصُوْلِ شَوْكَةٍ بِالْاِجْتِمَاعِ يَنْتَظِمُوْنَ بِهَا فِيْ سِلْكِ ذَوِي الشَّرَفِ۔ ان کا ایمان تحقیق وتبصرہ سے نہیں ہے بلکہ حصول شوکت کے لئے ہے کہ یہ شریفوں میں شریک ہو جائیں گے۔ لہٰذا آپ انہیں دور کر دیجئے آپ نے فرمایا:

وَمَآ اَنَا بِطَارِدِ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۱۱۴﴾ اِنْ اَنَا اِلَّا نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ ﴿۱۱۵﴾۔ تمہاری خاطر میں ان ایمان والوں کو علیحدہ نہیں کر سکتا میں تو کھلا نذیر ہوں۔

یہی وہ بیماری تھی جو رؤساء قریش میں آئی كَمَا طَلَبَ رُؤَسَآءُ قُرَيْشٍ مِّنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ طَرْدَ مَنْ اٰمَنَ بِهٖ مِنَ الضُّعَفَاءِ فَنَزَلَتْ وَلَا تَطْرُدِ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدٰوةِ وَالْعَشِيِّ۔ جیسے قریش مالداروں نے بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے مطالبہ کیا تھا کہ یہ میلہ پوش غربا و مساکین اگر آپ دور کر دیں تو ہم آپ کی مجلس میں شریک ہوں تو حکم الٰہی عزوجل نازل ہوا وَلَا تَطْرُدِ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ الخ اے محبوب انہیں اپنے سے دور نہ کرنا جو اخلاص سے اپنے رب کی پوجا کر رہے ہیں صبح وشام۔

تو حضرت نوح علیہ السلام نے انہیں زجراً فرمایا:

وَمَآ اَنَا بِطَارِدِ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۱۱۴﴾ اِنْ اَنَا اِلَّا نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ ﴿۱۱۵﴾۔ تو جب وہ اپنا مطالبہ پورا نہ کرا سکے تو اب سختی سے عناد وحسد کا مظاہرہ کیا اور بولے:

قَالُوْا لَئِنْ لَّمْ تَنْتَهِ يٰنُوْحُ لَتَكُوْنَنَّ مِنَ الْمَرْجُوْمِيْنَ ﴿۱۱۶﴾ ۔ سب نے کہا اب اگر آپ اے نوح (علیہ السلام) اپنی تبلیغ سے باز نہ آئے تو تم سنگسار کئے جاؤ گے۔

قتادہ کہتے ہیں: تُوْعَدُ بِالْقَتْلِ۔ آپ کے قتل کا فیصلہ کیا۔

حسن ابن ابی حاتم سدی سے راوی ہیں: اِنَّ الْمَعْنٰى مِنَ الْمَشْتُوْمِيْنَ عَلٰى اَنَّ الرَّجْمَ مُسْتَعَارٌ لِلشَّتْمِ

کَالطَّعْنِ۔ مرجومین کے معنی یہ ہیں کہ ہم آپ کو گالیاں دیں گے۔ رجم شتم سے مستعار کیا۔ جیسے طعن۔

تو جب حضرت نوح علیہ السلام نے دیکھا کہ ساڑھے نو سو برس کی تبلیغ کا یہ نتیجہ ہے کہ اب بھی رجم پر آمادہ ہیں تو آپ نے بارگاہ حق میں دعا کی۔ اگرچہ سیر کی روایتیں تو رطب و یابس اس قدر ہیں۔ کہ ایک طویل دفتر کی ضرورت ہے ہم نے یہاں تفسیر کو اس کی شان تفسیر پر ہی رکھا ہے اور روایات سیر سے ملوث نہیں ہونے دیا۔ چنانچہ آپ کی اس کے بعد یہ دعا ہوئی:

قَالَ رَبِّ اِنَّ قَوْمِیْ كَذَّبُوْنِ ﴿۱۱۷﴾ فَافْتَحْ بَیْنِیْ وَ بَیْنَهُمْ فَتْحًا وَّ نَجِّنِیْ وَ مَنْ مَّعِیَ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ ﴿۱۱۸﴾ ۔ کہا نوح نے اے میرے رب! بے شک میری قوم نے مجھے جھٹلا دیا تو اب ایک فیصلہ کر دے میرے ان کے مابین اور مجھے اور جو میرے ساتھ ایمان والے ہیں انہیں نجات دے۔

اس دعا میں گویا آپ نے دعائے عذاب کی اور عرض کیا: اُحْكُمْ بَیْنَنَا بِمَا یَسْتَحِقُّهٗ كُلُّ وَاحِدٍ مِّنَّا مِنَ الْفَتَاحَةِ بِمَعْنَى الْحُكُوْمَةِ۔ یعنی ہم میں اور ان سرکش مشرکوں میں وہ فیصلہ کر جس کے یہ مستحق ہیں اور مجھے نجات دے اور مومنین کو جو میرے ساتھ ہیں انہیں بھی چنانچہ ارشاد ہے:

فَاَنْجَیْنٰهُ وَ مَنْ مَّعَهٗ فِی الْفُلْكِ الْمَشْحُوْنِ ﴿۱۱۹﴾ ۔ تو ہم نے نجات دی نوح اور اس کی معیت والوں کو بھری کشتی میں۔ مَشْحُوْنٌ ـ یَعْنِیْ مَمْلُوٌّ بِهِمْ وَبِمَا یَحْتَاجُوْنَ اِلَیْهِ حَالًا كَالطَّعَامِ اَوْ مَالًا كَالْحَیَوَانِ۔ یعنی وہ کشتی مال مویشی اور کھانے کے سامان سے بھری ہوئی تھی اور آپ اور آپ کے امتی بھی اس میں تھے جس کی تفصیل اول گزر چکی ہے۔

ثُمَّ اَغْرَقْنَا بَعْدُ الْبٰقِیْنَ ﴿۱۲۰﴾ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیَةً ؕ وَ مَا كَانَ اَكْثَرُهُمْ مُّؤْمِنِیْنَ ﴿۱۲۱﴾ وَ اِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِیْزُ الرَّحِیْمُ ﴿۱۲۲﴾ ۔ پھر غرق کر دیا ہم نے بعد ان کے کشتی میں بیٹھ جانے کے باقیوں کو بے شک اس میں نشانی ہے اور نہیں اکثر ان کے ایمان لانے والے اور تمہارا رب زبردست اور مہربان ہے۔

بامحاورہ ترجمہ ساتواں رکوع۔ سورۃ شعراء۔ پ ۱۹

كَذَّبَتْ عَادُ ۨالْمُرْسَلِیْنَ ﴿۱۲۳﴾	عاد نے بھی جھٹلایا رسولوں کو
اِذْ قَالَ لَهُمْ اَخُوْهُمْ هُوْدٌ اَلَا تَتَّقُوْنَ ﴿۱۲۴﴾	جب کہا ان کے بھائی ہود نے کیا تم نہیں ڈرتے
اِنِّیْ لَكُمْ رَسُوْلٌ اَمِیْنٌ ﴿۱۲۵﴾	میں تمہارے لئے رسول امین ہوں
فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَ اَطِیْعُوْنِ ﴿۱۲۶﴾	تو ڈرو اللہ سے اور پیروی کرو میری
وَ مَاۤ اَسْــٴَـلُكُمْ عَلَیْهِ مِنْ اَجْرٍ ۚ اِنْ اَجْرِیَ اِلَّا عَلٰی رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ﴿۱۲۷﴾	اور میں تم سے تبلیغ کا بدلہ نہیں مانگتا میرا اجر تو میرے رب پر ہے جو تمام عالموں کا پروردگار ہے
اَتَبْنُوْنَ بِكُلِّ رِیْعٍ اٰیَةً تَعْبَثُوْنَ ﴿۱۲۸﴾	کیا تم ہر اونچی جگہ عمارتیں اور نشان بناتے ہو
وَ تَتَّخِذُوْنَ مَصَانِعَ لَعَلَّكُمْ تَخْلُدُوْنَ ﴿۱۲۹﴾	اور بڑی صنعت کے محل یا حوض بناتے ہو تا کہ تم ہمیشہ رہو
وَ اِذَا بَطَشْتُمْ بَطَشْتُمْ جَبَّارِیْنَ ﴿۱۳۰﴾	اور جب کسی کو پکڑتے ہو پکڑتے ہو جابرانہ
فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَ اَطِیْعُوْنِ ﴿۱۳۱﴾	تو ڈرو اللہ سے اور میری پیروی کرو
وَ اتَّقُوا الَّذِیْۤ اَمَدَّكُمْ بِمَا تَعْلَمُوْنَ ﴿۱۳۲﴾	اور ڈرو اس سے جس نے تمہاری مدد کی ان چیزوں سے

	کہ تمہیں معلوم ہیں
اَمَدَّكُمْ بِاَنْعَامٍ وَّ بَنِیْنَ ﴿۱۳۳﴾	اس نے مدد کی تمہاری چوپایوں اور اولاد سے
وَ جَنّٰتٍ وَّ عُیُوْنٍ ﴿۱۳۴﴾	اور باغ اور چشموں سے
اِنِّیْۤ اَخَافُ عَلَیْكُمْ عَذَابَ یَوْمٍ عَظِیْمٍ ﴿۱۳۵﴾	مجھے خوف ہے کہ تم پر عذاب بڑے دن کا نہ آجائے
قَالُوْا سَوَآءٌ عَلَیْنَاۤ اَوَعَظْتَ اَمْ لَمْ تَكُنْ مِّنَ الْوٰعِظِیْنَ ﴿۱۳۶﴾	بولے برابر ہے ہمارے اوپر تم نصیحت کرو یا خاموش رہو
اِنْ هٰذَاۤ اِلَّا خُلُقُ الْاَوَّلِیْنَ ﴿۱۳۷﴾	یہ ڈر اور کچھ نہیں جو تم ہمیں دیتے ہو یہ اگلے لوگوں کی عادت ہے
وَ مَا نَحْنُ بِمُعَذَّبِیْنَ ﴿۱۳۸﴾	اور نہیں ہم عذاب میں پھنسنے والے
فَكَذَّبُوْهُ فَاَهْلَكْنٰهُمْ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیَةً وَ مَا كَانَ اَكْثَرُهُمْ مُّؤْمِنِیْنَ ﴿۱۳۹﴾	تو جھٹلایا انہوں نے تو ہلاک کیا ہم نے انہیں بے شک اس میں بھی نشانی ہے اور نہیں اکثر ان کے ایمان لانے والے
وَ اِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِیْزُ الرَّحِیْمُ ﴿۱۴۰﴾	اور تمہارا رب زبردست اور رحم والا ہے

حل لغات ساتواں رکوع ۔ سورۃ شعراء ۔ پ ۱۹

كَذَّبَتْ ۔ جھٹلایا	عَادُ ۔ عاد نے	الْمُرْسَلِیْنَ ۔ رسولوں کو	اِذْ ۔ جب
قَالَ ۔ کہا	لَهُمْ ۔ ان کو	اَخُوْ ۔ بھائی	هُمْ ۔ ان کے
هُوْدٌ ۔ ہود نے	اَلَا ۔ کیا نہیں	تَتَّقُوْنَ ۔ ڈرتے تم	اِنِّیْ ۔ بے شک میں
لَكُمْ ۔ تمہارے لئے	رَسُوْلٌ ۔ رسول ہوں	اَمِیْنٌ ۔ امانت دار	فَاتَّقُوا ۔ تو ڈرو
اللّٰهَ ۔ اللہ سے	وَ ۔ اور	اَطِیْعُوْنِ ۔ پیروی کرو میری	وَ ۔ اور
مَا ۔ نہیں	اَسْـَٔلُكُمْ ۔ مانگتا میں تم سے	عَلَیْهِ ۔ اس پر	مِنْ اَجْرٍ ۔ کوئی اجر
اِنْ ۔ نہیں	اَجْرِیَ ۔ میرا اجر	اِلَّا ۔ مگر	عَلٰی ۔ اوپر
رَبِّ ۔ رب	الْعٰلَمِیْنَ ۔ جہانوں کے	اَ ۔ کیا	تَبْنُوْنَ ۔ بناتے ہو تم
بِكُلِّ ۔ ہر	رِیْعٍ ۔ ٹیلے پر	اٰیَةً ۔ نشان	تَعْبَثُوْنَ ۔ کھیل کے لئے
وَ ۔ اور	تَتَّخِذُوْنَ ۔ بناتے ہو تم	مَصَانِعَ ۔ محل	لَعَلَّكُمْ ۔ تاکہ تم
تَخْلُدُوْنَ ۔ ہمیشہ رہو	وَ ۔ اور	اِذَا ۔ جب	بَطَشْتُمْ ۔ تم پکڑتے ہو
بَطَشْتُمْ ۔ پکڑتے ہو	جَبَّارِیْنَ ۔ جابرانہ	فَاتَّقُوا ۔ تو ڈرو	اللّٰهَ ۔ اللہ سے
وَ ۔ اور	اَطِیْعُوْنِ ۔ کہا مانو میرا	وَ ۔ اور	اتَّقُوا ۔ ڈرو

الَّذِیۡۤ۔اس سے جس نے　　اَمَدَّ۔مدد دی　　کُمۡ۔تم کو　　بِمَا۔جو
تَعۡلَمُوۡنَ۔تم جانتے ہو　　اَمَدَّ۔مدد دی　　کُمۡ۔تم کو　　بِاَنۡعَامٍ۔چوپایوں
وَّ۔اور　　بَنِیۡنَ۔بیٹوں　　وَ۔اور　　جَنّٰتٍ۔باغوں
وَّ۔اور　　عُیُوۡنٍ۔چشموں سے　　اِنِّیۡۤ۔بے شک　　اَخَافُ۔میں ڈرتا ہوں
عَلَیۡکُمۡ۔تم پر　　عَذَابَ۔عذاب　　یَوۡمٍ۔دن　　عَظِیۡمٍ۔بڑے سے
قَالُوۡا۔بولے　　سَوَآءٌ۔برابر ہے　　عَلَیۡنَاۤ۔ہم پر　　اَ۔کیا
وَعَظۡتَ۔وعظ کرے تو　　اَمۡ۔یا　　لَمۡ۔نہ　　تَکُنۡ۔ہو تو
مِّنَ الۡوٰعِظِیۡنَ۔وعظ کرنے والوں سے　　اِنۡ۔نہیں　　ھٰذَاۤ۔یہ
اِلَّا۔مگر　　خُلُقُ۔عادت ہے　　الۡاَوَّلِیۡنَ۔پہلوں کی　　وَ۔اور
مَا۔نہیں　　نَحۡنُ۔ہم　　بِمُعَذَّبِیۡنَ۔عذاب کئے جائیں گے
فَکَذَّبُوۡهُ۔تو جھٹلایا انہوں نے اس کو　　فَاَهۡلَکۡنٰهُمۡ۔تو ہلاک کیا ہم نے ان کو
اِنَّ۔بے شک　　فِیۡ۔بیچ　　ذٰلِکَ۔اس کے　　لَاٰیَۃً۔نشانی ہے
وَ۔اور　　مَا۔نہیں　　کَانَ۔تھے　　اَکۡثَرُهُمۡ۔اکثر ان کے
مُّؤۡمِنِیۡنَ۔ایمان لانے والے　　وَ۔اور　　اِنَّ۔بے شک
رَبَّکَ۔تیرا رب　　لَهُوَ۔وہی ہے　　الۡعَزِیۡزُ۔غالب　　الرَّحِیۡمُ۔رحم والا

خلاصہ تفسیر ساتواں رکوع۔سورۃ شعراء۔پ ۱۹

یہ چوتھا واقعہ حضرت ہود علیہ السلام کا ہے۔
اس کے شروع میں وہی الفاظ ہیں جو حضرت نوح علیہ السلام کے قصہ کی ابتدا میں تھے۔لہٰذا ان کا دہرانا تحصیل حاصل ہے۔

كَذَّبَتۡ عَادُ ۨالۡمُرۡسَلِیۡنَ ﴿۱۲۳﴾ اِذۡ قَالَ لَهُمۡ اَخُوۡهُمۡ هُوۡدٌ اَلَا تَتَّقُوۡنَ ﴿۱۲۴﴾ اِنِّیۡ لَکُمۡ رَسُوۡلٌ اَمِیۡنٌ ﴿۱۲۵﴾ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَ اَطِیۡعُوۡنِ ﴿۱۲۶﴾ وَ مَاۤ اَسۡـَٔلُکُمۡ عَلَیۡهِ مِنۡ اَجۡرٍ ۚ اِنۡ اَجۡرِیَ اِلَّا عَلٰی رَبِّ الۡعٰلَمِیۡنَ ﴿۱۲۷﴾ اَتَبۡنُوۡنَ بِکُلِّ رِیۡعٍ اٰیَۃً تَعۡبَثُوۡنَ ﴿۱۲۸﴾ ۔آپ نے فرمایا کیا تعمیر کرتے ہو ہر بلند مقام پر اپنے نشان یہ فضول وعبث کام کرتے ہو۔

قوم عاد بڑی متمول قوم تھی۔اس کی سلطنت بھی بڑی وسیع تھی ایک زمانہ تو اس کی سلطنت کا ایسا گزرا کہ مصر سے لے کر ترکستان اور ہند تک چھا گئے تھے اور ایشیاء کے اکثر ملکوں میں انہیں کا پھریرا لہراتا تھا۔جب مال واقبال انتہا کو پہنچ گیا تو اس کے ساتھ ہی حرام کاری وغیرہ افعال شنیعہ بھی حد درجہ کو پہنچ گئے تو اللہ تعالیٰ نے ان میں حضرت ہود علیہ السلام مبعوث فرمائے۔ ان میں منجملہ اور عیبوں کے یہ بھی ایک عیب تھا کہ یہ نام آوری کے لئے اپنی یادگار چھوڑ کر مرنا پسند کرتے تھے اور یہ عموماً متمول طبقہ میں ہوتا ہے یہ پہاڑیوں پر اور اونچے اونچے ٹیلوں پر اپنی یادگار کے لئے بلند منارے بناتے تھے جو ان کے نشان خیال کئے جاتے تھے۔

چونکہ یہ کام عبث اور بے فائدہ اسراف محض تھا اس لئے آپ نے سب سے اول اسی کا رد فرمایا اور ارشاد ہوا:

وَتَتَّخِذُوْنَ مَصَانِعَ لَعَلَّكُمْ تَخْلُدُوْنَ ﴿۱۲۹﴾ ۔اور تم پانی حوض مضبوط بناتے ہو شاید تمہارا خیال ہے کہ تم ہمیشہ رہو گے حالانکہ دنیا فانی ہے اور تم بھی فنا ہونے والے ہو۔ یہ دنیا چندروزہ ہے اس پر بھول کر خدا کو ہرگز نہ بھولو۔

وَاِذَا بَطَشْتُمْ بَطَشْتُمْ جَبَّارِيْنَ ﴿۱۳۰﴾ ۔اور جب تم کسی پر گرفت کرتے ہو تو بڑی بیدردی سے گرفت کرتے ہو۔

یعنی باوجود اس حب دنیا کے تمہارا جابرانہ معاملہ جو کمزوروں سے ہے جیسا کہ آج بھی جابر و ظالم قوم کی عادت ہے کہ جس غریب کو چاہا بیگار میں پکڑ لیا ذرا اس نے حیلہ بہانہ کیا تو پیٹ دیا کسی کا کچھ دینا ہوا نہ دیا اس کو ڈرا کر خاموش کر دیا کسی کی عورت یا اچھی چیز دیکھی تو زبردستی چھین لی اس پر آپ نے فرمایا کہ بطش الٰہی سے ڈرو۔ بطش عربی میں گرفت کو کہتے ہیں۔

آگے فرمایا:

فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوْنِ ﴿۱۳۱﴾ ۔اللہ سے ڈرو اور میری اطاعت کرو۔

مگر یہ ہوش میں نہ آئے آپ نے انہیں پھر فرمایا:

وَاتَّقُوا الَّذِيْٓ اَمَدَّكُمْ بِمَا تَعْلَمُوْنَ ﴿۱۳۲﴾ اَمَدَّكُمْ بِاَنْعَامٍ وَّبَنِيْنَ ﴿۱۳۳﴾ اور ڈرو اس سے جس نے تمہاری مدد کی ان چیزوں سے کہ تمہیں معلوم ہیں تمہاری مدد کی چوپایوں اور بیٹوں سے۔

یہ بھی ایک نمائشی بات تھی اس سے بھی منع کیا۔ علامہ نسفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

مِنَ النِّعَمِ ثُمَّ عَدَّدَهَا عَلَيْهِمْ فَقَالَ اَمَدَّكُمْ بِاَنْعَامٍ وَّبَنِيْنَ قَرَنَ الْبَنِيْنَ بِالْاَنْعَامِ لِاَنَّهُمْ يُعِيْنُوْنَهُمْ عَلٰى حِفْظِهَا وَالْقِيَامِ عَلَيْهَا۔

وَجَنّٰتٍ وَّعُيُوْنٍ ﴿۱۳۴﴾ اِنِّيْٓ اَخَافُ عَلَيْكُمْ عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيْمٍ ﴿۱۳۵﴾ ۔اور باغ اور چشمے تو مجھے خوف ہے کہ تم پر عذاب، قیامت کے دن نافرمانیوں کے باعث، نہ ہو۔

یہ سن کر وہ سرکش بجائے ہدایت قبول کرنے کے اور متکبر ہو گئے اور کہنے لگے:

قَالُوْا سَوَآءٌ عَلَيْنَآ اَوَعَظْتَ اَمْ لَمْ تَكُنْ مِّنَ الْوٰعِظِيْنَ ﴿۱۳۶﴾ اِنْ هٰذَآ اِلَّا خُلُقُ الْاَوَّلِيْنَ ﴿۱۳۷﴾ وَمَا نَحْنُ بِمُعَذَّبِيْنَ ﴿۱۳۸﴾ فَكَذَّبُوْهُ فَاَهْلَكْنٰهُمْ ۔

بولے برابر ہے ہمارے لئے آپ نصیحت کریں یا نصیحت نہ کریں یہ کچھ نہیں مگر اول سے ایسے ہی ہوتے مٹتے رہے ہیں اور ہم پر کوئی عذاب نہیں ہو سکتا تو جھٹلایا انہوں نے تو ہم نے انہیں ہلاک کر دیا۔

یعنی ہمیں آپ نصیحت کریں تو بے سود ہے ہم سمجھ چکے ہیں کہ یہ دنیا ایسے ہی چلی آرہی ہے اور عذاب ثواب بعث ونشر ہمارے نزدیک کچھ نہیں ہے آپ بیکار ہمیں وعظ و پند کر رہے ہیں یہ سب پرانے قصہ ہیں تو ان پر ریح صرصر آئی اور انہیں ہلاک کر گئی۔ فَاُهْلِكُوْا بِرِيْحٍ صَرْصَرٍ عَاتِيَةٍ— نسفی۔

اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً ۭ وَمَا كَانَ اَكْثَرُهُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿۱۳۹﴾ وَاِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ ﴿۱۴۰﴾ ۔

مختصر تفسیر اردو ساتواں رکوع — سورۃ شعراء — پ ۱۹

كَذَّبَتْ عَادُ ۨالْمُرْسَلِيْنَ ﴿۱۲۳﴾ اِذْ قَالَ لَهُمْ اَخُوْهُمْ هُوْدٌ اَلَا تَتَّقُوْنَ ﴿۱۲۴﴾ اِنِّيْ لَكُمْ رَسُوْلٌ اَمِيْنٌ ﴿۱۲۵﴾ فَاتَّقُوا

اللّٰہَ وَاَطِیْعُوْنِ ﴿۱۲۶﴾ وَمَآ اَسْـَٔلُکُمْ عَلَیْہِ مِنْ اَجْرٍ ۚ اِنْ اَجْرِیَ اِلَّا عَلٰی رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ﴿۱۲۷﴾

قوم عاد نے بھی جھٹلایا رسولوں کو جبکہ انہیں ان کے بھائی ہود نے فرمایا کہ کیا تمہیں خوف نہیں میں تمہارے لئے رسول امین ہوں تو ڈرو اللہ سے اور اس کی پیروی کرو اور میں تم سے اس خدمت تبلیغ پر کوئی بدلہ نہیں مانگتا۔ میرا بدلہ تو رب العالمین پر ہے۔

یہ وہی مضمون ہے جو پہلے رکوعوں میں گزر چکا اس کے بعد آپ نے فرمایا:

اَتَبْنُوْنَ بِکُلِّ رِیْعٍ۔ مَکَانٍ مُّرْتَفِعٍ۔ اٰیَۃً۔ بُرْجُ حَمَّامٍ اَوْ بِنَاءٌ یَکُوْنُ لِاِرْتِفَاعِہٖ کَالْعَلَامَۃِ یَسْخَرُوْنَ بِمَنْ مَرَّبِھِمْ۔ تَعْبَثُوْنَ۔ تَلْعَبُوْنَ۔ وَتَتَّخِذُوْنَ مَصَانِعَ۔ مَا اَخَذَا لْمَآءَ اَوْ قُصُوْرًا مُّشَیَّدَۃً اَوْ حُصُوْنًا لَعَلَّکُمْ تَخْلُدُوْنَ تَرْجُوْنَ الْخُلُوْدَ فِی الدُّنْیَا۔ وَاِذَا بَطَشْتُمْ بَطَشْتُمْ جَبَّارِیْنَ۔ اَخَذْتُمْ اَخْذَ الْعُقُوْبَۃِ قَتْلًا بِالسَّیْفِ وَّ ضَرْبًا بِالسَّوْطِ وَالْجَبَّارُ الَّذِیْ یَقْتُلُ وَ یَضْرِبُ عَلَی الْغَضَبِ۔ فَاتَّقُوا اللّٰہَ وَاَطِیْعُوْنِ ﴿۱۳۱﴾۔ (نسفی)۔

کیا بناتے ہو تم ہر بلند جگہ نشان یا برج حمام جس پر کبوتر بازی کرو یا ایسا منارہ جس پر چڑھ کر آنے جانے والوں سے تمسخر کرو اور لہو ولعب کرو اور حوض یا مضبوط محل یا قلعہ بناتے ہو تا کہ تم ہمیشہ رہو۔ پھر تم امید رکھتے ہو دنیا میں ہمیشہ جینے کی حالانکہ یہ دار فنا ہے اور تم پکڑتے ہو کسی غریب کمزور کو تو پکڑتے ہو جبر و تشدد سے اور قتل کر ڈالتے ہو تلوار سے یا کوڑے مارتے ہو جبار وہ ہے جو قتل کرے یا غصہ وغضب سے مارے تو اللہ سے ڈرو اور اس کی اطاعت کرو۔

وَاتَّقُوا الَّذِیْٓ اَمَدَّکُمْ بِمَا تَعْلَمُوْنَ۔ مِنَ النِّعَمِ ثُمَّ عَدَّدَھَا عَلَیْھِمْ۔

اَمَدَّکُمْ بِاَنْعَامٍ وَّبَنِیْنَ۔ قَرَنَ الْبَنِیْنَ بِالْاَنْعَامِ لِاَنَّھُمْ یُعِیْنُوْنَھُمْ عَلٰی حِفْظِھَا اَوِ الْقِیَامِ عَلَیْھَا۔

وَجَنّٰتٍ وَّعُیُوْنٍ ﴿۱۳۴﴾ اِنِّیْٓ اَخَافُ عَلَیْکُمْ عَذَابَ یَوْمٍ عَظِیْمٍ۔ اِنْ عَصَیْتُمُوْنِیْ۔

یعنی اس نافرمانی سے ڈرو جو تم میں بڑھ رہی ہے جسے تم جانتے ہو اور بڑھاتے ہو چوپایوں اور ان کی نسلوں کو۔ ان کی حفاظت و قیام کے لئے باغیچے اور چشمے بنانے میں مشغول ہو۔ مجھے خوف ہے کہ اس نافرمانی کی وجہ سے تم پر قیامت کے دن عذاب نہ ہو۔ اس پر وہ بولے:

قَالُوْا سَوَآءٌ عَلَیْنَآ اَوَعَظْتَ اَمْ لَمْ تَکُنْ مِّنَ الْوٰعِظِیْنَ ﴿۱۳۶﴾۔ بولے حضرت برابر ہے ہمارے لئے آپ کا پند و نصیحت کرنا یا نہ کرنا۔

ہمارے خیال میں مذہب وملت بیکار ہے اور ہم اس دنیا کو خود رو جانتے ہیں لَا نَقْبَلُ کَلَامَکَ وَدَعْوَتَکَ وَعَظْتَ اَمْ سَکَتَّ۔ ہم آپ کی بات کبھی قبول نہ کریں گے اور آپ کی دعوت ہمیں منظور نہیں آپ نصیحت کریں یا خاموش رہیں۔

اِنْ ھٰذَآ اِلَّا خُلُقُ الْاَوَّلِیْنَ ﴿۱۳۷﴾۔ یہ نہیں مگر پچھلوں کی سی ریت ہے یَعْنِیْ مَا ھٰذَا الَّذِیْ نَحْنُ عَلَیْہِ مِنَ الْحَیٰوۃِ وَالْمَوْتِ وَاتِّخَاذِ الْاِبْتِنَآءِ اِلَّا عَادَۃُ الْاَوَّلِیْنَ۔ جس زندگی اور موت میں ہم ہیں اور عمارتیں بنا رہے ہیں یہ سب پرانوں کے طریقہ پر ہیں۔

وَمَا نَحْنُ بِمُعَذَّبِیْنَ۔ فِی الدُّنْیَا وَلَا بَعْثٍ وَّ لَا حِسَابٍ فَکَذَّبُوْہُ۔ ھُوْدًا فَاَھْلَکْنٰھُمْ۔ بِرِیْحٍ صَرْصَرٍ عَاتِیَۃٍ۔

اور ہمیں نہ دنیا میں عذاب ہونا ہے اور نہ مر کر اٹھنے پر اور نہ ہمارا حساب ہوگا۔ تو انہوں نے حضرت ہود علیہ السلام کی تکذیب کی تو اللہ عزوجل نے انہیں ریح صرصر کے ذریعہ ہلاک کر دیا۔

فَاُهْلِكُوْا بِرِیْحٍ صَرْصَرٍ عَاتِیَةٍ ۝ سَخَّرَهَا عَلَیْهِمْ سَبْعَ لَیَالٍ وَّ ثَمٰنِیَةَ اَیَّامٍ حُسُوْمًا فَتَرَى الْقَوْمَ فِیْهَا صَرْعٰى كَاَنَّهُمْ اَعْجَازُ نَخْلٍ خَاوِیَةٍ ۝ فَهَلْ تَرٰى لَهُمْ مِّنْۢ بَاقِیَةٍ ۝ ۔ سورہ حاقہ میں اس کی تفصیل پارہ ۲۹ میں آئے گی۔

تو وہ ہلاک کئے گئے نہایت سخت گرجتی آندھی سے گھیرے ہوئے رہی انہیں سات راتیں اور آٹھ دن لگا تار تو تو دیکھے گا ان میں پچھڑے ہوئے گویا وہ کھجور کے جھنڈ میں گرے ہوئے تو تم ان میں سے کسی کو باقی پاتے ہو۔

اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیَةً ؕ وَ مَا كَانَ اَكْثَرُهُمْ مُّؤْمِنِیْنَ ۝۱۳۹ وَ اِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِیْزُ الرَّحِیْمُ ۝۱۴۰ ۔

یہ وہی آیت ہے جو پہلے تین رکوعوں میں آچکی ہے۔

بامحاورہ ترجمہ آٹھواں رکوع ۔ سورۃ شعراء ۔ پ ۱۹

كَذَّبَتْ ثَمُوْدُ الْمُرْسَلِیْنَ ۝۱۴۱	ثمود نے پیغمبروں کو جھٹلایا
اِذْ قَالَ لَهُمْ اَخُوْهُمْ صٰلِحٌ اَلَا تَتَّقُوْنَ ۝۱۴۲	جب کہا ان سے ان کے بھائی صالح نے کیا نہیں ڈرتے تم
اِنِّیْ لَكُمْ رَسُوْلٌ اَمِیْنٌ ۝۱۴۳	بے شک میں تمہارے لئے رسول ہوں امانتدار
فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَ اَطِیْعُوْنِ ۝۱۴۴	تو ڈرو اللہ سے اور کہا مانو میرا
وَ مَاۤ اَسْــٴَـلُكُمْ عَلَیْهِ مِنْ اَجْرٍ ۚ اِنْ اَجْرِیَ اِلَّا عَلٰى رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ۝۱۴۵	اور نہیں مانگتا میں تم سے اس پر کوئی اجرت میری اجرت تو اللہ رب العالمین پر ہے
اَتُتْرَكُوْنَ فِیْ مَا هٰهُنَاۤ اٰمِنِیْنَ ۝۱۴۶	کیا تم چھوڑے جاؤ گے یہاں کی نعمتوں میں چین سے
فِیْ جَنّٰتٍ وَّ عُیُوْنٍ ۝۱۴۷	باغوں اور چشموں میں
وَّ زُرُوْعٍ وَّ نَخْلٍ طَلْعُهَا هَضِیْمٌ ۝۱۴۸	اور کھیتوں اور کھجوروں میں جن کے خوشے نرم ہیں
وَ تَنْحِتُوْنَ مِنَ الْجِبَالِ بُیُوْتًا فٰرِهِیْنَ ۝۱۴۹	اور تم تراشتے ہو پہاڑوں میں گھر تبختر سے
فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَ اَطِیْعُوْنِ ۝۱۵۰	تو ڈرو اللہ سے اور اطاعت کرو میری
وَ لَا تُطِیْعُوْۤا اَمْرَ الْمُسْرِفِیْنَ ۝۱۵۱	اور نہ پیروی کرو حد سے بڑھنے والوں کی
الَّذِیْنَ یُفْسِدُوْنَ فِی الْاَرْضِ وَ لَا یُصْلِحُوْنَ ۝۱۵۲	وہ جو زمین میں فساد پھیلاتے ہیں اور اصلاح نہیں کرتے
قَالُوْۤا اِنَّمَاۤ اَنْتَ مِنَ الْمُسَحَّرِیْنَ ۝۱۵۳	بولے تم پر تو جادو ہوا ہے
مَاۤ اَنْتَ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا ۖۚ فَاْتِ بِاٰیَةٍ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِیْنَ ۝۱۵۴	تم تو ہمارے جیسے بشر ہو تو لاؤ کوئی نشانی اگر تم سچے ہو
قَالَ هٰذِهٖ نَاقَةٌ لَّهَا شِرْبٌ وَّ لَكُمْ شِرْبُ یَوْمٍ	فرمایا یہ ناقہ ہے اس کے لئے ایک دن پینے کی باری ہے

مَّعْلُوْمٍ ﴿۱۵۵﴾	اور ایک دن تمہارے لئے
وَ لَا تَمَسُّوْهَا بِسُوْٓءٍ فَيَاْخُذَكُمْ عَذَابُ يَوْمٍ عَظِيْمٍ ﴿۱۵۶﴾	اور نہ برائی سے اسے چھونا ورنہ تمہیں بڑے دن کا عذاب آلے گا
فَعَقَرُوْهَا فَاَصْبَحُوْا نٰدِمِيْنَ ﴿۱۵۷﴾ فَاَخَذَهُمُ الْعَذَابُ	تو انہوں نے اس کی کونچیں کاٹ دیں تو انہیں عذاب نے پکڑ لیا پھر وہ نادم ہوئے
اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً وَ مَا كَانَ اَكْثَرُهُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿۱۵۸﴾	اس میں نشانی ہے اکثر ان کے ایمان نہیں لاتے
وَ اِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ ﴿۱۵۹﴾	اور تمہارا رب زبردست اور رحم والا ہے

491

حل لغات آٹھواں رکوع-سورۃ شعراء-پ ۱۹

كَذَّبَتْ-جھٹلایا	ثَمُوْدُ-ثمود نے	الْمُرْسَلِيْنَ-پیغمبروں کو	اِذْ-جب
قَالَ-کہا	لَهُمْ-ان کو	اَخُوْ-بھائی	هُمْ-ان کے
صٰلِحٌ-صالح نے	اَلَا-کیا نہیں	تَتَّقُوْنَ-ڈرتے تم	اِنِّيْ-بے شک میں
لَكُمْ-تمہارے لئے	رَسُوْلٌ-رسول ہوں	اَمِيْنٌ-امانتدار	فَاتَّقُوا-تو ڈرو
اللّٰهَ-اللہ سے	وَ-اور	اَطِيْعُوْنِ-کہا مانو میرا	وَ-اور
مَآ-نہیں	اَسْئَلُكُمْ-مانگتا میں تم سے	عَلَيْهِ-اس پر	مِنْ اَجْرٍ-کوئی بدلہ
اِنْ-نہیں ہے	اَجْرِيَ-میرا بدلہ	اِلَّا-مگر	عَلٰى-اوپر
رَبِّ-رب	الْعٰلَمِيْنَ-جہانوں کے	اَ-کیا	تُتْرَكُوْنَ-چھوڑے جاؤ گے
فِيْ مَا-اس میں	هٰهُنَآ-اس جگہ	اٰمِنِيْنَ-چین سے	فِيْ-بیچ
جَنّٰتٍ-باغوں	وَّ-اور	عُيُوْنٍ-چشموں کے	وَّ-اور
زُرُوْعٍ-کھیتیوں	وَّ-اور	نَخْلٍ-کھجوروں میں	طَلْعُهَا-جن کے خوشے
هَضِيْمٌ-ٹوٹے پڑتے ہیں	وَ-اور	تَنْحِتُوْنَ-کھودتے ہو تم	مِنَ الْجِبَالِ-پہاڑوں سے
بُيُوْتًا-گھر	فٰرِهِيْنَ-اکڑتے ہوئے	فَاتَّقُوا-تو ڈرو	اللّٰهَ-اللہ سے
وَ-اور	اَطِيْعُوْنِ-اطاعت کرو میری	وَ-اور	لَا-نہ
تُطِيْعُوْٓا-اطاعت کرو	اَمْرَ-حکم	الْمُسْرِفِيْنَ-حد سے بڑھنے والوں کی	
الَّذِيْنَ-وہ جو	يُفْسِدُوْنَ-فساد کرتے ہیں	فِي-بیچ	الْاَرْضِ-زمین کے
وَ-اور	لَا-نہیں	يُصْلِحُوْنَ-درستی کرتے	قَالُوْٓا-بولے
اِنَّمَآ-اس کے سوا نہیں	اَنْتَ-تو ہے	مِنَ الْمُسَحَّرِيْنَ-جادو کئے گیوں سے	

مَآ۔نہیں	اَنْتَ۔تو	اِلَّا۔مگر	بَشَرٌ۔بشر
مِّثْلُنَا۔ہمارے جیسا	فَأْتِ۔تو لے آ	بِاٰيَةٍ۔کوئی نشانی	اِنْ۔اگر
كُنْتَ۔ہے تو	مِنَ الصّٰدِقِيْنَ۔سچے لوگوں سے		قَالَ۔فرمایا
هٰذِهٖ۔یہ	نَاقَةٌ۔اونٹنی ہے	لَّهَا۔اس کے لئے	شِرْبٌ۔پینا ہے
وَّ۔اور	لَكُمْ۔تمہارے لئے	شِرْبُ۔پینا ہے	يَوْمٍ۔دن
مَّعْلُوْمٍ۔مقرر کا	وَ۔اور	لَا۔نہ	تَمَسُّوْهَا۔چھوؤاس کو
بِسُوْٓءٍ۔برائی سے	فَيَاْخُذَكُمْ۔تو پکڑے گا تم کو	عَذَابُ۔عذاب	يَوْمٍ۔دن
عَظِيْمٍ۔بڑے کا	فَعَقَرُوْهَا۔تو کونچیں کاٹیں انہوں نے اس کی		فَاَصْبَحُوْا۔تو ہو گئے
نٰدِمِيْنَ۔نادم	فَاَخَذَهُمُ۔تو پکڑا ان کو	الْعَذَابُ۔عذاب نے	اِنَّ۔بے شک
فِيْ۔بیچ	ذٰلِكَ۔اس کے	لَاٰيَةً۔نشانی ہے	وَ۔اور
مَا۔نہیں	كَانَ۔ہیں	اَكْثَرُهُمْ۔اکثر ان کے	مُّؤْمِنِيْنَ۔ایمان والے
وَ۔اور	اِنَّ۔بے شک	رَبَّكَ۔تیرا رب	لَهُوَ۔وہ ہے
الْعَزِيْزُ۔غالب	الرَّحِيْمُ۔رحم کرنے والا		

خلاصہ مختصر تفسیر اردو آٹھواں رکوع ۔ سورۃ شعراء ۔ پ ۱۹

اَتُتْرَكُوْنَ۔ میں ہمزہ استفہام انکاری کا ہے۔ اس کے حاصل معنی یہ ہوئے: اَتُتْرَكُوْنَ فِي الَّذِي اسْتَقَرَّ فِيْ هٰذَا الْمَكَانِ۔

طَلْعُهَا هَضِيْمٌ ﴿۱۴۸﴾ ۔طلع خوشہ کو کہتے ہیں۔ هَضِيْمٌ، ہضم سے ہے اور ہضم بمعنی کسر آتا ہے یعنی اس کے خوشے نرم و نازک ٹوٹے پڑتے ہیں۔

وَتَنْحِتُوْنَ۔ یہ مشتق ہے نحت سے اور نحت کہتے ہیں کسی چیز کے تراشنے کو۔

فٰرِهِيْنَ ﴿۱۴۹﴾ ۔فَرَاهَةٌ سے مشتق ہے اور فراہت کہتے ہیں تبختر فخر کو، اترانے کو۔

مُسَحَّرِيْنَ۔ اس شخص کو کہتے ہیں جس پر جادو اتنا کیا جائے کہ اس کی عقل مغلوب و مقہور ہو جائے۔

عُقْر۔ کہتے ہیں پاؤں کے پیچھے ایڑی کے نیچے کے پٹھے کاٹنے کو جسے اردو میں کونچ کہتے ہیں اس کے کاٹ دینے سے جانور چل نہیں سکتا اور آخرکار پڑا پڑا ہلاک ہو جاتا ہے۔

یہ پانچواں قصہ حضرت صالح علیہ السلام کا ہے۔

قوم ثمود پر حضرت صالح علیہ السلام مبعوث ہوئے تھے۔

یہ قوم عاد کے بعد عرب کے شمالی کنارے پر تھی۔

اس قوم کے پاس باغ اور کھیتی اور چشمے تھے۔ عمدہ کھجوریں یہاں پیدا ہوتی تھیں۔ غرضکہ ان کا ملک نہایت شاداب اور سرسبز تھا اور یہ قوم نہایت فارغ البال اور مرفہ الحال تھی۔

یہ بدبخت بھی بت پرست تھے اور راہزنی، غارت گری، چوری اور فواحشات میں رہنے کے عادی تھے۔ آج کل کے بالشویزم کی طرح یہ بھی قیامت، سزاو جزا، حشر ونشر سب کے منکر تھے۔ چنانچہ اول تو ارشاد فرمایا:

كَذَّبَتْ ثَمُوْدُ الْمُرْسَلِيْنَ ﴿١٤١﴾ ۔قوم ثمود نے رسولوں کو جھٹلایا۔

اِذْ قَالَ لَهُمْ اَخُوْهُمْ صٰلِحٌ اَلَا تَتَّقُوْنَ ﴿١٤٢﴾ ۔جب کہا ان کے بھائی صالح نے کیا تم اللہ سے نہیں ڈرتے۔

اِنِّیْ لَكُمْ رَسُوْلٌ اَمِیْنٌ ﴿١٤٣﴾ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَ اَطِیْعُوْنِ ﴿١٤٤﴾ ۔میں تمہارے لئے رسول امین ہوں تو اللہ سے ڈرو اور میری پیروی کرو۔

وَ مَاۤ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَیْهِ مِنْ اَجْرٍ ۚ اِنْ اَجْرِیَ اِلَّا عَلٰی رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ﴿١٤٥﴾ ۔اور میں تم سے کوئی اجرت نہیں مانگتا میری اجرت تو میرے رب پر ہے۔

اس کے بعد ان کے جو عیب تھے اس کی اصلاح کے لئے خطبہ دیا۔ چنانچہ فرمایا:

اَتُتْرَكُوْنَ فِیْ مَا هٰهُنَاۤ اٰمِنِیْنَ ﴿١٤٦﴾ فِیْ جَنّٰتٍ وَّ عُیُوْنٍ ﴿١٤٧﴾ وَّ زُرُوْعٍ وَّ نَخْلٍ طَلْعُهَا هَضِیْمٌ ﴿١٤٨﴾ ۔

کیا تم دنیا میں ہی اس جگہ چھوڑے جاؤ گے امن میں باغوں، کھیتیوں اور چشموں میں اور ایسی کھجوروں میں جن کے خوشے نرم وگداز ٹوٹے پڑتے ہیں۔

یعنی یہ ناز ونعم دوامی نہیں ایک دن سب چھوڑ جانا ہے۔

وَ تَنْحِتُوْنَ مِنَ الْجِبَالِ بُیُوْتًا فٰرِهِیْنَ ﴿١٤٩﴾ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَ اَطِیْعُوْنِ ﴿١٥٠﴾ وَ لَا تُطِیْعُوْۤا اَمْرَ الْمُسْرِفِیْنَ ﴿١٥١﴾ الَّذِیْنَ یُفْسِدُوْنَ فِی الْاَرْضِ وَ لَا یُصْلِحُوْنَ ﴿١٥٢﴾ ۔

اور کیا تم تبختر اور فخر سے پہاڑوں میں گھر تراشتے ہو تو ڈرو اللہ سے اور پیروی کرو میری۔ اور نہ مانو ان کا حکم جو حد سے گزرے ہوئے ہیں جو زمین میں فساد پھیلاتے ہیں اور اصلاح نہیں کرتے۔

اس ہدایت آمیز کلام سے ان پر الٹا اثر ہوا اور وہ گمراہی سے کہنے لگے:

قَالُوْۤا اِنَّمَاۤ اَنْتَ مِنَ الْمُسَحَّرِیْنَ ﴿١٥٣﴾ ۔بولے آپ پر تو زبردست جادو ہوا ہے جس کی وجہ سے معاذ اللہ عزوجل یہ باتیں کررہے ہو۔

مَاۤ اَنْتَ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا ۚۖ فَاْتِ بِاٰیَةٍ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِیْنَ ﴿١٥٤﴾ ۔آپ ہمارے جیسے تو ایک بشر ہیں تو لاؤ کوئی نشانی اگر اپنے دعوئی میں سچے ہو۔

حضرت صالح علیہ السلام نے پہاڑ کی چٹان سے ان کے مطالبہ کے مطابق ناقہ نکال دیا اور ایسا زبردست ناقہ نکالا کہ اس کے سینہ کی پیائش ساٹھ گز تھی۔ چنانچہ آپ نے فرمایا:

قَالَ هٰذِهٖ نَاقَةٌ لَّهَا شِرْبٌ وَّ لَكُمْ شِرْبُ یَوْمٍ مَّعْلُوْمٍ ﴿١٥٥﴾ ۔فرمایا یہ ناقہ میری صداقت کی دلیل ہے اس کے پینے کا ایک دن ہے جس میں یہ تمام پانی پی لیتا ہے اور تمہارے سب کے لئے ایک دن ہے۔

وَ لَا تَمَسُّوْهَا بِسُوْٓءٍ فَیَاْخُذَكُمْ عَذَابُ یَوْمٍ عَظِیْمٍ ﴿١٥٦﴾ ۔(اب یہ بھی سن لو کہ) اس ناقہ کے ساتھ برائی سے پیش نہ آنا اور اسے اذیت نہ دینا ورنہ تمہیں عذاب پکڑ لے گا بڑے دن کا۔

وہ بھلا کہاں ماننے والے تھے یہ قصہ تو مفصل تیسویں پارہ کی سورۃ والشمس میں ہے مختصر یہ کہ
فَعَقَرُوْهَا فَاَصْبَحُوْا نٰدِمِيْنَ ۝ فَاَخَذَهُمُ الْعَذَابُ ۔ آخرش انہوں نے اس کی کونچیں کاٹ دیں تو صبح ان پر آثار عذاب نمودار ہوئے تو نادم ہونے لگے لیکن اب ندامت سودمند نہ تھی۔

فَاَخَذَهُمُ الْعَذَابُ ۔ تو انہیں عذاب نے پکڑ لیا اور ہلاک ہو گئے۔

اس کے بعد پھر وہی آیتیں فرمائی گئیں جن کا خلاصہ ہم لکھ چکے ہیں۔

اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً ۭ وَمَا كَانَ اَكْثَرُهُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ۝ وَاِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ ۝ ۔

مختصر تفسیر اردو آٹھواں رکوع - سورۃ شعراء - پ ۱۹

كَذَّبَتْ ثَمُوْدُ الْمُرْسَلِيْنَ ۝ اِذْ قَالَ لَهُمْ اَخُوْهُمْ صٰلِحٌ اَلَا تَتَّقُوْنَ ۝ اِنِّيْ لَكُمْ رَسُوْلٌ اَمِيْنٌ ۝ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوْنِ ۝ وَمَا اَسْـَٔلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ اَجْرٍ ۚ اِنْ اَجْرِيَ اِلَّا عَلٰي رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝ ۔

ثمود اسم عجمی ہے عِنْدَ الْبَعْضِ وَالْاَكْثَرُوْنَ عَلٰى اَنَّهٗ عَرَبِيٌّ ۔ اور اکثر اسی پر ہیں کہ یہ اسم عربی ہے یہ ایک قبیلہ کا نام ہے۔ یہ ثمد سے مشتق ہے۔ ماء قلیل کے معنی میں مستعمل ہے۔

قاموس میں ہے: ثَمُوْدُ قَبِيْلَةٌ ۔ اس قوم میں ان کی برادری سے حضرت صالح علیہ السلام مبعوث ہوئے۔ باقی مضمون آیات وہی ہے جو پہلے ہو چکا۔ اب آگے ارشاد ہے:

اَتُتْرَكُوْنَ فِيْ مَا هٰهُنَا اٰمِنِيْنَ ۝ فِيْ جَنّٰتٍ وَّعُيُوْنٍ ۝ وَّزُرُوْعٍ وَّنَخْلٍ طَلْعُهَا هَضِيْمٌ ۝ ۔

آپ نے فرمایا تم جن نعمتوں میں ہو ان میں کیا تمہارا گمان ہے یہاں ہی چھوڑ دیئے جاؤ گے باغوں، چشموں اور کھیتیوں میں اور کھجوروں میں جن کے خوشے ٹوٹے پڑتے ہیں۔

گویا فرمایا کہ تم ان نعمتوں میں ہمیشہ نہیں رہو گے۔ طَلْعُهَا هَضِيْمٌ پر آلوسی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

وَالْهَضِيْمُ الدَّاخِلُ بَعْضُهٗ فِيْ بَعْضٍ ۔ ہضیم ایسے خوشوں کو کہتے ہیں جو ایک پر ایک گرا پڑتا ہو۔

وَسَاَلَ عَنْهُ ابْنُ الْاَزْرَقِ ابْنَ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ فَقَالَ لَهُ الْمُنْضَمُّ بَعْضُهٗ اِلٰى بَعْضٍ ۔ فرمایا طلع ہضیم وہ گچھا پھل کا ہے جو ایک دوسرے سے ملا ہوا ہو۔ آپ سے سوال ہوا کہ عرب میں اس کی تعریف بھی کسی نے کی ہے۔ فرمایا ہاں۔ امراء القیس کا یہ شعر نہیں سنا۔

دَارٌ لِبَيْضَاءَ الْعَوَارِضِ طِفْلَةٌ   مَهْضُوْمَةُ الْكَشْحَيْنِ رَيًّا لِلْعَصَمِ

اور زہری رحمہ اللہ کہتے ہیں: هُوَ اللَّطِيْفُ اَوَّلُ مَا يَخْرُجُ ۔ وہ لطیف خوشہ جو اول نکلے۔

وَ قِيْلَ هُوَ النَّضِجُ مِنَ الرُّطَبِ ۔ ایک قول ہے وہ پکی ہوئی کھجور ہے۔

وَرُوِيَ عَنْ يَزِيْدَ بْنِ اَبِيْ زِيَادٍ فَوُصِفَ الطَّلْعُ بِالْهَضِيْمِ ۔ خوشہ کی تعریف پر طلع ہضیم بولتے ہیں۔

اور تَنْحِتُوْنَ پر ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: اَيْ اَشِرِيْنَ بَطِرِيْنَ ۔

دوسری روایت میں ابن عباس رضی اللہ عنہما ہی نے مُنْشِطِيْنَ مُهْتَمِّيْنَ فرمایا۔

اور ابو صالح رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اَيْ حَاذِقِيْنَ ۔

خلاصہ یہ کہ نہایت کاریگری سے پہاڑوں میں پتھر تراش کر مکان بنانے پر تَنۡحِتُوۡنَ بولا جاتا ہے۔

اور فٰرِهِيۡنَ پر فرماتے ہیں: اَلْفَرَاهَةُ فِي النَّشَاطِ۔ فراہت نشاط میں مستعمل ہے یعنی بنا کر خوش ہوتے ہیں اور فخر کرتے ہیں۔

فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَطِيۡعُوۡنِ ۝ ۔ تو اللہ سے ڈرو اور ایسے افتخار و تکبر سے باز آؤ اور میری اطاعت کرو۔

اس لئے کہ كَاَنَّهٗ عَنٰى بِالۡخِطَابِ جَمۡهُوۡرَ قَوۡمِهٖ وَبِالۡمُسۡرِفِيۡنَ كُبَرَآءَ هُمۡ وَاَغۡلَامَهُمۡ فِي الۡكُفۡرِ وَالۡاِضَلَالِ وَكَانُوۡا تِسۡعَةَ رَهۡطٍ۔ چنانچہ آگے فرمایا۔

وَلَا تُطِيۡعُوۡۤا اَمۡرَ الۡمُسۡرِفِيۡنَ ۝ الَّذِيۡنَ يُفۡسِدُوۡنَ فِي الۡاَرۡضِ وَلَا يُصۡلِحُوۡنَ ۝ ۔ اور نہ پیروی کرو حد سے متجاوز ہو جانے والوں کی جو زمین میں فساد پھیلاتے ہیں اور اصلاح پر نہیں آتے۔ آلوسی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

وَلَعَلَّ الۡمُرَادَ ذَمُّهُمۡ بِالضَّلَالِ فِي الۡقِسۡمِ بِالۡكُفۡرِ وَالۡمَعَاصِيۡ وَاِضۡلَالِهِمۡ غَيۡرَهُمۡ بِالدَّعۡوَةِ لِذٰلِكَ۔ اس سے مراد ان کی مذمت ہے ان کی گمراہی اور ان کے اندر کفر و معاصی ہونے کی سبب اور دوسروں کو دعوت دے کر گمراہ کرنے سے۔

تو ان میں اتنا فساد پیدا ہو چکا تھا کہ اس ہدایت کے جواب میں وہ کہنے لگے:

قَالُوۡۤا اِنَّمَاۤ اَنۡتَ مِنَ الۡمُسَحَّرِيۡنَ ۝ ۔ بولے تم تو مسحور ہو چکے ہو اَيِ الَّذِيۡنَ سُحِرُوۡا كَثِيۡرًا حَتّٰى غَلَبَ عَلٰى عُقُوۡلِهِمۡ۔ یعنی ایسے ہو چکے ہو جیسے جادو تمہاری عقل پر بھی غالب ہو چکا ہے۔

ایک قول ہے: اَيۡ مِنۡ ذَوِي السَّحَرَةِ۔ یعنی آپ جادوگر ہیں اور بولے:

مَاۤ اَنۡتَ اِلَّا بَشَرٌ مِّثۡلُنَا ۚ فَاۡتِ بِاٰيَةٍ اِنۡ كُنۡتَ مِنَ الصّٰدِقِيۡنَ ۝ ۔ نہیں تم مگر ہماری مثل بشر (اگر ہماری مثل بشر نہیں ہو تو) فَاۡتِ بِاٰيَةٍ لاؤ کوئی نشانی اگر (اپنے دعوئی میں) سچے ہو۔

یہاں یہ امر بھی ذہن نشین رکھنا چاہئے کہ اپنے جیسا بشر کہنے والے انبیاء کرام کو جہاں بھی قرآن پاک میں ملیں گے وہ عموماً مشرکین ہی ہوں گے۔

چنانچہ آپ نے جواب میں اشارۃً یہی فرمایا کہ تمہاری مثل اگر میں بشر ہوں تو تم بھی پہاڑ کی چٹان سے ایسا ناقہ نکال دو جس کے سینہ کی پیمائش ساٹھ گز ہو۔ حَيۡثُ قَالَ

قَالَ هٰذِهٖ نَاقَةٌ لَّهَا شِرۡبٌ وَّلَكُمۡ شِرۡبُ يَوۡمٍ مَّعۡلُوۡمٍ ۝ ۔ آلوسی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

اَيۡ بَعۡدَ مَا اَخۡرَجَهَا اللّٰهُ تَعَالٰى۔ جب اللہ تعالیٰ نے آپ کے لئے وہ ناقہ نکال دیا۔

وَرُوِيَ اَنَّهُمۡ اقۡتَرَحُوۡا عَلَيۡهِ نَاقَةً عَشَرَآءَ تَخۡرُجُ مِنۡ صَخۡرَةٍ عَيَّنُوۡهَا ثُمَّ تَلِدُ سَقۡبًا فَقَعَدَ عَلَيۡهِ السَّلَامُ يَتَذَكَّرُ فَقَالَ لَهٗ جِبۡرَئِيۡلُ عَلَيۡهِ السَّلَامُ صَلِّ رَكۡعَتَيۡنِ وَسَلۡ رَبَّكَ فَفَعَلَ فَخَرَجَتِ النَّاقَةُ وَبَرَكَتۡ بَيۡنَ اَيۡدِيۡهِمۡ وَ نَتَجَتۡ سَقۡبًا مِّثۡلَهَا فِي الۡعُظۡمِ فَعِنۡدَ ذٰلِكَ قَالَ هٰذِهٖ نَاقَةٌ لَّهَا شِرۡبٌ وَّلَكُمۡ شِرۡبُ يَوۡمٍ مَّعۡلُوۡمٍ۔

اور روایت ہے جب انہوں نے کہا فَاۡتِ بِاٰيَةٍ اور نشانی یہ طلب کی کہ ہمارے دیکھتے دیکھتے اس چٹان سے اونٹنی نکلے پھر

وہ بچہ دے تو یہ سن کر آپ بیٹھ کر اللہ تعالیٰ کے حضور عرض پیرا ہوئے۔ کہ جبریل امین علیہ السلام حاضر ہوئے اور عرض کی آپ دو رکعت نفل پڑھ کر اپنے رب سے مانگیں آپ نے ایسا ہی کیا تو ناقہ چٹان سے نکلا اور بڑھا ان کے آگے پھر اونٹنی نے بچہ دیا اور وہ بھی فوراً بڑھ کر ناقہ کے برابر ہو گیا۔ تو آپ نے انہیں فرمایا:

یہ ناقہ ہے ایک دن اسے پانی پینا ہے اور ایک دن تم سب کا حصہ ہے اور یہ ایک چشمہ تھا جس سے سب پانی لیتے تھے۔

اور مجمع البیان میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے مروی ہے: اِنَّ تِلْكَ الْعَيْنَ اَوَّلُ عَيْنٍ نَبَعَتْ فِي الْاَرْضِ وَقَدْ فَجَرَهَا اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ لِصَالِحٍ عَلَيْهِ السَّلَامُ۔ روئے زمین پر یہ پہلا چشمہ تھا جو زمین سے ابلا اور اللہ تعالیٰ نے حضرت صالح علیہ السلام کے لئے جاری فرمایا۔ تو آپ نے فرمایا: فَاقْتَنِعُوْا لِشِرْبِكُمْ وَلَا تُزَاحِمُوْهَا عَلٰى شِرْبِهَا۔ اپنی باری کے پانی پر قناعت کرو اور ناقہ سے اس چشمہ پر کوئی کسی قسم کی ہرگز مزاحمت نہ کرنا۔

وَلَا تَمَسُّوْهَا بِسُوْٓءٍ فَيَاْخُذَكُمْ عَذَابُ يَوْمٍ عَظِيْمٍ ۝۱۵۶ ۔اور اسے کسی برائی کی نیت سے نہ چھونا کہ تمہیں عذاب پکڑے اور دن بھاری ہو جائے۔

آلوسی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: وُصِفَ الْيَوْمُ بِالْعُظْمِ بِعُظْمِ مَا يَحِلُّ فِيْهِ۔ عذاب والے دن کو بھاری فرمایا اس لئے کہ اس میں جو کچھ ہوگا وہ عذاب کی صورت میں بھاری ہوگا۔

لیکن ان بدنصیبوں پر بلا آنی تھی آپ کے فرمانے کی پرواہ نہ کی اور

فَعَقَرُوْهَا فَاَصْبَحُوْا نٰدِمِيْنَ ۝۱۵۷ ۔اس ناقہ کی کونچیں کاٹ دیں تو صبح ندامت میں کی۔

اس کی اصلیت یہ ہے کہ عاقر ناقۂ صالح تو صرف ایک شخص قدار بن سالف تھا لیکن جرم عقر سب کی طرف منسوب کرنے کی وجہ یہ تھی کہ مشورہ میں سب متفق تھے۔ یہ قدار بن سالف نساج تھا یعنی کپڑا بننے کا کام کرتا تھا۔

وَ فِيْ رِوَايَةٍ اِنَّ مِسْطَعًا اَلْجَاهَا اِلٰى مَضِيْقٍ فِيْ شَعْبٍ فَرَمَاهَا بِهٖ سَهْمٌ فَاَصَابَ رِجْلَهَا فَسَقَطَتْ ثُمَّ ضَرَبَهَا قُدَارُ۔ ایک روایت میں ہے کہ مسطع ایک شخص تھا اس نے اس ناقہ کو گھیر کر ایک تنگ جگہ پر کیا کسی گھاٹی کے پاس اور اس کے تیر مارا جو اس کے پیر پر لگا اور وہ گرا اور پھر قدار بن سالف نے اس کی کونچیں کاٹیں۔

ایک روایت یہ بھی ہے کہ قدار نے کہا تھا میں اسے عقر نہ کروں گا جب تک اس پر سب راضی نہ ہوں تو یہ ایک عورت کے یہاں نشہ میں تھے سب جمع ہوئے اور اس سے کہا: اَتَرْضَيْنَ فَتَقُوْلُ نَعَمْ وَكَذٰلِكَ الصِّبْيَانُ فَرَضُوْا جَمِيْعًا۔ کیا تو اس سے راضی ہے کہ ناقہ کے ساتھ ایسا کیا جائے اس نے کہا ہاں اور ایسے ہی تمام بچے بھی راضی تھے تو پھر سب اس کام پر رضامند ہو گئے۔

ایک قول میں ہے کہ لِاَنَّ الْعُقْرَ كَانَ بِاَمْرِهِمْ وَمُعَاوَنَتِهِمْ جَمِيْعًا۔ عقر ناقہ میں سب کا مشورہ تھا اور سب اس کام میں معاون تھے۔ چنانچہ قرآن مجید میں بھی ہے فَنَادَوْا صَاحِبَهُمْ فَتَعَاطٰى فَعَقَرَ۔

فَاَصْبَحُوْا نٰدِمِيْنَ ۝۱۵۷ ۔خَوْفًا مِّنْ حُلُوْلِ الْعَذَابِ۔ تو صبح ندامت میں کی عذاب کے خوف سے۔

اور ایک قول میں ہے کہ عقر ناقہ کے بعد سب حضرت صالح علیہ السلام کے پاس آ کر بولے: يٰصٰلِحُ ائْتِنَا بِمَا تَعِدُنَآ اِنْ كُنْتَ مِنَ الْمُرْسَلِيْنَ۔ اے صالح اب آپ وہ عذاب لائیں جس سے آپ نے ہمیں ڈرایا تھا اگر فی الواقع آپ رسول

ہیں۔

ایک قول ہے: نَدِمُوْا كُلُّهُمْ اَوَّلًا خَوْفًا ثُمَّ قَسَتْ قُلُوْبُهُمْ وَزَالَ خَوْفُهُمْ اول اول تو شرمندہ ہوئے خوف عذاب سے پھر ان کے دل سخت ہو گئے اور خوف جاتا رہا۔

ایک قول یہ ہے کہ ناقہ کے پانی پینے کی جس دن باری ہوتی تھی اس دن وہ اتنا دودھ دیتا تھا کہ ساری قوم کی ضرورت سے زائد ہوتا تھا تو اب وہ دودھ نہ ملنے کی وجہ سے نادم ہوئے۔ مختصر یہ کہ

فَاَخَذَهُمُ الْعَذَابُ ۔ انہیں عذاب نے پکڑ لیا۔

وَ كَانَ صَيْحَةً خَمَدَتْ لَهَا اَبْدَانُهُمْ وَانْشَقَّتْ قُلُوْبُهُمْ وَمَاتُوْا مِنْ اٰخِرِهِمْ وَاَمْطَرْنَا عَلَيْهِمْ مَطَرًا وَصَبَّ عَلَيْهِمْ حِجَارَةً۔ وہ عذاب ایک چنگھاڑ تھی جس سے ان کے بدن سن ہو گئے اور کلیجے پھٹ گئے اور مر گئے پھر ان پر پتھروں کی بارش کی گئی اور انہیں کچل کر رکھ دیا۔

اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً ۗ وَمَا كَانَ اَكْثَرُهُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿۱۵۸﴾ وَاِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ ﴿۱۵۹﴾ ۔

اس میں بھی نشان قدرت قدیر ہے مگر وہ اکثریت میں ایمان لانے والے نہ تھے اور بے شک اے محبوب آپ کا رب زبردست قوت والا اور مہربان ہے۔

بامحاورہ ترجمہ نواں رکوع۔ سورۃ شعراء۔ پ ۱۹

كَذَّبَتْ قَوْمُ لُوْطِ ِۨالْمُرْسَلِيْنَ ﴿۱۶۰﴾	جھٹلایا قوم لوط نے رسولوں کو
اِذْ قَالَ لَهُمْ اَخُوْهُمْ لُوْطٌ اَلَا تَتَّقُوْنَ ﴿۱۶۱﴾	جبکہ کہا ان سے ان کے بھائی لوط نے تم کیوں نہیں خوف کرتے
اِنِّيْ لَكُمْ رَسُوْلٌ اَمِيْنٌ ﴿۱۶۲﴾	بے شک میں تمہارے لئے رسول امین ہوں
فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوْنِ ﴿۱۶۳﴾	تو اللہ سے ڈرو اور میری پیروی کرو
وَمَاۤ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ اَجْرٍ ۚ اِنْ اَجْرِيَ اِلَّا عَلٰى رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۱۶۴﴾	اور میں نہیں مانگتا تم سے اس خدمت کا بدلہ میرا بدلہ تو رب العالمین پر ہے
اَتَاْتُوْنَ الذُّكْرَانَ مِنَ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۱۶۵﴾	کیا مردوں سے بدفعلی کرتے ہو مخلوق میں
وَتَذَرُوْنَ مَا خَلَقَ لَكُمْ رَبُّكُمْ مِّنْ اَزْوَاجِكُمْ ؕ بَلْ اَنْتُمْ قَوْمٌ عٰدُوْنَ ﴿۱۶۶﴾	اور چھوڑتے ہو وہ جو تمہارے لئے تمہارے رب نے پیدا کیں تمہاری بیویاں بلکہ تم حد سے بڑھنے والے ہو
قَالُوْا لَئِنْ لَّمْ تَنْتَهِ يٰلُوْطُ لَتَكُوْنَنَّ مِنَ الْمُخْرَجِيْنَ ﴿۱۶۷﴾	بولے اگر تم باز نہ آئے اے لوط تو تم ضرور نکال دیئے جاؤ گے
قَالَ اِنِّيْ لِعَمَلِكُمْ مِّنَ الْقَالِيْنَ ﴿۱۶۸﴾	فرمایا میں تمہارے کام سے بیزار ہوں
رَبِّ نَجِّنِيْ وَاَهْلِيْ مِمَّا يَعْمَلُوْنَ ﴿۱۶۹﴾	اے میرے رب مجھے اور میرے گھر والوں کو ان کے کام سے نجات دے

فَنَجَّيْنٰهُ وَاَهْلَهٗۤ اَجْمَعِيْنَ ﴿۱۷۰﴾ — تو ہم نے اسے اور اس کے گھر والوں کو سب کو نجات دی

اِلَّا عَجُوْزًا فِي الْغٰبِرِيْنَ ﴿۱۷۱﴾ — مگر ایک بڑھیا کہ پیچھے رہ گئی

ثُمَّ دَمَّرْنَا الْاٰخَرِيْنَ ﴿۱۷۲﴾ — پھر ہم نے کچل دیا دوسروں کو

وَاَمْطَرْنَا عَلَيْهِمْ مَّطَرًا ۚ فَسَآءَ مَطَرُ الْمُنْذَرِيْنَ ﴿۱۷۳﴾ — اور ہم نے ان پر ایک برساؤ برسایا تو برا تھا برساؤ ان ڈرائے ہوؤں کا

اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً ۭ وَمَا كَانَ اَكْثَرُهُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿۱۷۴﴾ — بے شک اس میں نشانی ہے اور نہیں اکثر ان کے ایمان لانے والے

وَاِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ ﴿۱۷۵﴾ — اور بے شک تمہارا رب زبردست بڑا مہربان ہے

حل لغات نواں رکوع ۔ سورۃ شعراء ۔ پ ۱۹

كَذَّبَتْ ۔ جھٹلایا | قَوْمُ ۔ قوم | لُوْطِ ۔ لوط نے | الْمُرْسَلِيْنَ ۔ رسولوں کو

اِذْ ۔ جب | قَالَ ۔ کہا | لَهُمْ ۔ ان کو | اَخُوْهُمْ ۔ ان کے بھائی

لُوْطٌ ۔ لوط نے | اَلَا ۔ کیا نہیں | تَتَّقُوْنَ ۔ ڈرتے تم | اِنِّيْ ۔ بے شک میں

لَكُمْ ۔ تمہارے لئے | رَسُوْلٌ ۔ رسول ہوں | اَمِيْنٌ ۔ امانت دار | فَاتَّقُوا ۔ تو ڈرو

اللّٰهَ ۔ اللہ سے | وَ ۔ اور | اَطِيْعُوْنِ ۔ کہا مانو میرا | وَ ۔ اور

مَا ۔ نہیں | اَسْئَلُكُمْ ۔ مانگتا میں تم سے | عَلَيْهِ ۔ اس پر | مِنْ اَجْرٍ ۔ کوئی بدلہ

اِنْ ۔ نہیں | اَجْرِيَ ۔ میرا بدلہ | اِلَّا ۔ مگر | عَلٰى ۔ اوپر

رَبِّ ۔ رب | الْعٰلَمِيْنَ ۔ جہانوں کے | اَ ۔ کیا | تَاْتُوْنَ ۔ آتے ہو تم

الذُّكْرَانَ ۔ مردوں کے پاس | مِنَ الْعٰلَمِيْنَ ۔ جہان والوں سے | وَ ۔ اور

تَذَرُوْنَ ۔ چھوڑتے ہو تم | مَا ۔ جو | خَلَقَ ۔ پیدا کیں | لَكُمْ ۔ تمہارے لئے

رَبُّكُمْ ۔ تمہارے رب نے | مِّنْ اَزْوَاجِكُمْ ۔ تمہاری بیویاں | بَلْ ۔ بلکہ

اَنْتُمْ ۔ تم | قَوْمٌ ۔ قوم ہو | عٰدُوْنَ ۔ حد سے گزرنے والی | قَالُوْا ۔ بولے

لَئِنْ ۔ اگر | لَّمْ ۔ نہ | تَنْتَهِ ۔ باز آیا تو | يٰلُوْطُ ۔ اے لوط | لَتَكُوْنَنَّ ۔ تو ہوگا

مِنَ الْمُخْرَجِيْنَ ۔ نکالا گیا | قَالَ ۔ کہا | اِنِّيْ ۔ بے شک میں | لِعَمَلِكُمْ ۔ تمہارے کام کو

مِّنَ الْقَالِيْنَ ۔ برا سمجھتا ہوں | رَبِّ ۔ اے میرے رب | نَجِّنِيْ ۔ مجھے نجات دے | وَ ۔ اور

اَهْلِيْ ۔ میرے گھر والوں کو | مِمَّا ۔ اس سے | يَعْمَلُوْنَ ۔ جو وہ کرتے ہیں | فَنَجَّيْنٰهُ ۔ تو نجات دی ہم

نے اس کو | وَ ۔ اور | اَهْلَهٗۤ ۔ اس کے گھر والوں | اَجْمَعِيْنَ ۔ سب کو

اِلَّا ۔ مگر | عَجُوْزًا ۔ بڑھیا کو | فِيْ ۔ بیچ | الْغٰبِرِيْنَ ۔ پچھلوں کے

ثُمَّ۔ پھر	دَمَّرْنَا۔ کچل دیا ہم نے	الْاٰخَرِيْنَ۔ پچھلوں کو	وَ۔ اور
اَمْطَرْنَا۔ برسایا ہم نے	عَلَيْهِمْ۔ ان پر	مَّطَرًا۔ ایک برسانا	فَسَآءَ۔ تو برا تھا
مَطَرُ۔ برساؤ	الْمُنْذَرِيْنَ۔ ڈرائے گیوں کا	اِنَّ۔ بے شک	فِيْ۔ بیچ
ذٰلِكَ۔ اس کے	لَاٰيَةً۔ البتہ نشانی ہے	وَ۔ اور	مَا۔ نہیں
كَانَ۔ تھے	اَكْثَرُهُمْ۔ اکثر ان کے	مُّؤْمِنِيْنَ۔ ایمان والے	وَ۔ اور
اِنَّ۔ بے شک	رَبَّكَ۔ تیرا رب	لَهُوَ۔ وہ ہے	الْعَزِيْزُ۔ غالب
الرَّحِيْمُ۔ رحم کرنے والا			

خلاصہ تفسیر نواں رکوع۔ سورۃ شعراء۔ پ ۱۹

یہ چھٹا قصہ حضرت لوط علیہ السلام کا ہے جو حضرت ابراہیم علیہ السلام کے حقیقی بھتیجے ہیں اور انہیں کے حکم سے آپ اس سرزمین میں تشریف لائے جو ملک شام کے جنوب میں بحیرہ مردار کے قریب شہر سدوم اور عمورہ آباد تھے۔

یہاں کے لوگ بت پرست ہونے کے علاوہ لوطی فعل کے بھی مرتکب رہتے تھے انہیں عورتوں سے رغبت نہیں تھی لڑکوں پر مرتے تھے۔

حضرت لوط علیہ السلام نے انہیں اس فعل شنیع سے منع فرمایا اور اس پر وہ آپ کو بستی سے نکالنے پر تل گئے آپ نے فرمایا میں تو تمہیں اس بے حیائی سے منع ہی کرتا رہوں گا اور میں تمہارے اس فعل اور بے حیائی سے بیزار ہوں اور اپنے رب کے حضور دست بدعا ہوں کہ وہ مجھے اور میرے گھر والوں کو اس عذاب سے محفوظ رکھے۔

چنانچہ آپ کو حکم ہوا کہ آپ اپنے گھر والوں کو لے کر اندھیری اندھیری صبح ان کی بستی سے نکل جائیں۔ اور مڑ کر نہ دیکھیں جس کا مفصل واقعہ پہلے گزر چکا ہے۔

چنانچہ آپ جب نکلے تو آپ کی ایک بیوی جو انہیں میں سے تھی محبت اہل وطن میں مڑ کر دیکھنے لگی وہ بھی ہلاک ہو گئی اور تمام بستی پر ایسی پتھروں کی بارش ہوئی کہ سب الٹ دیئے گئے اور اس تباہ شدہ ملک کے آثار عہد رسالت تک باقی تھے۔ اب بھی بحر مردار دیکھنے والے اس جگہ اور اس معذب زمین کو دیکھ کر آتے ہیں۔

كَذَّبَتْ قَوْمُ لُوْطِ ِالْمُرْسَلِيْنَ ﴿۱۶۰﴾ اِذْ قَالَ لَهُمْ اَخُوْهُمْ لُوْطٌ اَلَا تَتَّقُوْنَ ﴿۱۶۱﴾ اِنِّيْ لَكُمْ رَسُوْلٌ اَمِيْنٌ ﴿۱۶۲﴾ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوْنِ ﴿۱۶۳﴾ وَمَآ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ اَجْرٍ ۚ اِنْ اَجْرِيَ اِلَّا عَلٰى رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۱۶۴﴾

قوم لوط نے بھی رسولوں کو جھٹلایا۔ جبکہ ان کی برادری والے حضرت لوط علیہ السلام نے انہیں فرمایا کیا تمہیں خوف خدا نہیں میں تمہارے لئے رسول امین ہوں تو اللہ سے ڈرو اور میری پیروی کرو اور میں نہیں مانگتا تم سے اس تبلیغ پر کوئی بدلہ میرا بدلہ تو رب العالمین پر ہے۔

اَتَاْتُوْنَ الذُّكْرَانَ مِنَ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۱۶۵﴾ وَتَذَرُوْنَ مَا خَلَقَ لَكُمْ رَبُّكُمْ مِّنْ اَزْوَاجِكُمْ ؕ بَلْ اَنْتُمْ قَوْمٌ عٰدُوْنَ ﴿۱۶۶﴾ ۔ کیا تم مردوں سے بدفعلی کرتے ہو مخلوق میں اور چھوڑتے ہو وہ جو تمہارے لئے پیدا کیں تمہارے رب نے بیویاں بلکہ تم حد سے متجاوز لوگ ہو۔

اس کے صاف یہ معنی ہیں کہ آپ نے انہیں نصیحتاً فرمایا کہ کیا مخلوق میں ایسے قبیح اور بے حیا فعل کے لئے تمہیں رہ گئے ہو دنیا میں اور لوگ بھی تو ہیں انہیں دیکھ کر تمہیں شرم کرنی چاہئے حالانکہ تمہارے لئے بکثرت عورتیں ہیں جنہیں تم بیوی بنا سکتے ہو مگر تم حلال طریقہ چھوڑ کر حرام وخبیث افعال میں مبتلا ہو کر حد سے متجاوز ہو گئے ہو۔ تو جب انہوں نے اپنی خواہشات کی مخالفت کرتے دیکھا تو وہ سب حضرت لوط علیہ السلام کے خلاف ہو گئے۔

قَالُوْا لَىِٕنْ لَّمْ تَنْتَهِ یٰلُوْطُ لَتَكُوْنَنَّ مِنَ الْمُخْرَجِیْنَ ﴿۱۶۷﴾ ۔ بولے اگر آپ اس مخالفت سے باز نہ آئے تو تم ضرور نکال دیئے جاؤ گے۔ آپ نے جواب دیا:

قَالَ اِنِّیْ لِعَمَلِكُمْ مِّنَ الْقَالِیْنَ ﴿۱۶۸﴾ ۔ قَالِیْنَ۔ قَلٰی سے مشتق ہے اور قَلٰی کہتے ہیں بغض شدید کو چنانچہ آپ نے فرمایا میں تمہارے ایسے افعال شنیعہ سے بیزار ہوں۔ یہ لغت قرآن کریم میں سورۃ ضحیٰ میں بھی مَا وَدَّعَكَ رَبُّكَ وَمَا قَلٰی۔ فرما کر استعمال کیا گیا ہے۔ پھر آپ نے اپنے رب کے حضور دعا کی:

رَبِّ نَجِّنِیْ وَ اَهْلِیْ مِمَّا یَعْمَلُوْنَ ﴿۱۶۹﴾ فَنَجَّیْنٰهُ وَ اَهْلَهٗۤ اَجْمَعِیْنَ ﴿۱۷۰﴾ اِلَّا عَجُوْزًا فِی الْغٰبِرِیْنَ ﴿۱۷۱﴾ ثُمَّ دَمَّرْنَا الْاٰخَرِیْنَ ﴿۱۷۲﴾ وَ اَمْطَرْنَا عَلَیْهِمْ مَّطَرًا ۚ فَسَآءَ مَطَرُ الْمُنْذَرِیْنَ ﴿۱۷۳﴾ ۔ اے میرے رب مجھے اور میرے گھر والوں کو ان کے کام سے نجات دے اور بچا۔ تو ہم نے اسے اور اس کے سب گھر والوں کو نجات بخشی مگر ایک بڑھیا کہ پیچھے رہ گئی پھر ہم نے باقیوں کو ہلاک کر دیا اور ہم نے برسایا ان پر برساؤ تو برا تھا وہ برساؤ ڈرائے ہوؤں کے لئے۔

یہ بڑھیا آپ کی بیوی تھی جو اپنی قوم کے اس فعل پر راضی تھی اس لئے وہ بھی گرفتار عذاب ہوئی اور وہ برساؤ پتھروں کا یا گندھک کا یا آگ کا تھا اس کے بعد وہی سابقہ آیت ہے۔

اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیَةً ؕ وَمَا كَانَ اَكْثَرُهُمْ مُّؤْمِنِیْنَ ﴿۱۷۴﴾ وَ اِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِیْزُ الرَّحِیْمُ ﴿۱۷۵﴾ ۔

اس آیت کا وہی ترجمہ ہے جو پہلے بیان ہو چکا۔

مختصر تفسیر اردو نواں رکوع - سورۃ شعراء - پ ۱۹

كَذَّبَتْ قَوْمُ لُوْطِ ِۣالْمُرْسَلِیْنَ ﴿۱۶۰﴾ اِذْ قَالَ لَهُمْ اَخُوْهُمْ لُوْطٌ اَلَا تَتَّقُوْنَ ﴿۱۶۱﴾ اِنِّیْ لَكُمْ رَسُوْلٌ اَمِیْنٌ ﴿۱۶۲﴾ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَ اَطِیْعُوْنِ ﴿۱۶۳﴾ وَ مَاۤ اَسْــٴَـلُكُمْ عَلَیْهِ مِنْ اَجْرٍ ۚ اِنْ اَجْرِیَ اِلَّا عَلٰی رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ﴿۱۶۴﴾

جھٹلایا قوم لوط نے رسولوں کو جبکہ کہا ان کو ان کے بھائی لوط نے تم کیوں نہیں ڈرتے میں تمہارے لئے رسول امین ہوں۔ تو اللہ سے ڈرو اور میری پیروی کرو اور میں اس خدمت تبلیغ کا تم سے کچھ اجر نہیں مانگتا میرا اجر تو اللہ پر ہے جو رب العالمین ہے۔

آلوسی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: وَكَانُوْا مِنْ اَصْهَارِهٖ عَلَیْهِ السَّلَامُ۔ آپ قوم لوط سے قرابت سسرال کی رکھتے تھے۔ چنانچہ ان میں سے ایک آپ کی بیوی معذب بھی ہوئی۔ پھر آپ نے انہیں ان کی بے حیائی سے روکا اور ان سے فرمایا:

اَتَاْتُوْنَ الذُّكْرَانَ مِنَ الْعٰلَمِیْنَ ﴿۱۶۵﴾ ۔ کیا تم نرینہ مخلوق کے ساتھ بدفعلی کرتے ہو اللہ کی مخلوق میں سے۔

یَعْنِیْ اَتَاْتُوْنَ الذُّكْرَانَ مِنْ اَوْلَادِ بَنِیْ اٰدَمَ عَلٰی فَرْطِ كَثْرَتِهِمْ وَ تَفَاوُتِ اَجْنَاسِهِمْ وَ غَلَبَةِ اِنَاثِهِمْ یعنی بنی آدم میں آخر عورتیں کافی ہیں لیکن تم ارتکاب غیر فطری کی طرف مائل ہو۔

وَ اَوَّلُ مَنْ سَنَّ هٰذِهِ السُّنَّةَ السَّيِّئَةَ كَمَا يَفْصَحُ عَنْهُ قَوْلُهٗ تَعَالٰى مَا سَبَقَكُمْ بِهَا مِنْ اَحَدٍ مِّنَ الْعٰلَمِيْنَ۔ دنیا میں سب سے پہلے جس قوم نے یہ بے حیائی شروع کی وہ یہی قوم تھی۔ چنانچہ قرآن کریم میں بھی یہی ارشاد ہے مَاسَبَقَكُمْ بِهَا مِنْ اَحَدٍ مِّنَ الْعٰلَمِيْنَ۔ ایسے کام کی طرف دنیا میں کوئی تم سے پہلے نہ آیا۔

وَتَذَرُوْنَ مَا خَلَقَ لَكُمْ رَبُّكُمْ مِّنْ اَزْوَاجِكُمْ ۭ بَلْ اَنْتُمْ قَوْمٌ عٰدُوْنَ ﴿۱۶۶﴾ ۔اور چھوڑے ہوئے ہو جو اللہ تعالیٰ نے پیدا کیں تمہارے لئے تمہاری بیویاں بلکہ تم حد سے گزر جانے والی قوم ہو۔

یعنی عورت کی جنس تمہارے استمتاع شہوانی کے لئے اللہ تعالیٰ نے بنائی جس میں عضو مباح تمہارے لئے مقرر فرمایا۔ چنانچہ نسوانی طبقہ سے بھی استمتاع بالقبل رکھا گیا اور دبر سے بقول مشہور حرام اور گناہ کبیرہ ہے یہی مسلک اہل سنت ہے۔

اور جنہوں نے اس کی اباحت امام شافعی رحمہ اللہ سے لکھی ہے جو ابن الحکم کے قول سے منقول ہے۔ اس پر حضرت ربیع رحمہ اللہ فرماتے ہیں: كَذَبَ وَاللّٰهِ ابْنُ الْحَكَمِ وَقَدْ نَصَّ الْإِمَامُ عَلٰى تَحْرِيْمِهٖ فِيْ سِتِّ كُتُبٍ۔ خدا کی قسم ابن الحکم نے جھوٹ کہا اور امام شافعی رحمہ اللہ نے تو اس کی حرمت چھ کتابوں میں لکھی ہے۔

اور امام مالک رحمہ اللہ کی طرف جو حلت و اباحت بتاتے ہیں وہ بھی غلط ہے وَلَمْ يُحْفَظْ عَنْ مَالِكٍ شَيْءٌ فِيْ اِبَاحَتِهٖ اَلْبَتَّةَ۔

اور نِسَآؤُكُمْ حَرْثٌ لَّكُمْ فَاْتُوْا حَرْثَكُمْ اَنّٰى شِئْتُمْ سے بھی قبل ہی ثابت ہے اس لئے کہ حرث کھیتی کو کہتے ہیں اور کھیتی بار آور زمین پر ہوتی ہے تو قبل سے بار آوری کی امید ہے اور دبر خلاف وضع فطری ہے تو اس سے بھی اباحت نہیں ملتی۔

بلکہ حقیقت یہی ہے کہ تم اس قوم سے ہو جو حد سے متجاوز ہو چکی ہے۔

اس پر قوم مائل بہ ہدایت نہ ہوئی بلکہ اپنی شہوات کے نشے میں آپ سے بگڑ گئی اور کہنے لگی:

قَالُوْا لَئِنْ لَّمْ تَنْتَهِ يٰلُوْطُ لَتَكُوْنَنَّ مِنَ الْمُخْرَجِيْنَ ﴿۱۶۷﴾ ۔ بولے اگر آپ اے لوط ہمیں روکنے سے باز نہ آئے تو ضرور ہم تمہیں اپنی بستی سے نکال دیں گے۔ تو آپ نے ان کی دیدہ دلیری پر جواب دیا:

قَالَ اِنِّيْ لِعَمَلِكُمْ مِّنَ الْقَالِيْنَ ﴿۱۶۸﴾ ۔ فرمایا میں تمہارے اس عمل سے بیزار ہوں۔

قَالِيْنَ۔ قلی سے ہے جو بیزاری کے معنی دیتا ہے۔ راغب اصفہانی رحمہ اللہ کہتے ہیں: يُقَالُ قَلَاهُ وَيَقْلِيْهِ فَمَنْ جَعَلَهٗ مِنَ الْوَاوِ فَهُوَ مِنَ الْقَلْوِ اَىِ الرَّمْيِ مِنْ قَوْلِهِمْ قَلَتِ النَّاقَةُ بِرَكْبِهَا قَلْوًا وَقَلَوْتُ بِالْقَلَةِ اِذًا فَكَانَ الْمَقْلُوُّ يَقْذِفُهُ الْقَلْبُ مِنْ بُغْضِهٖ فَلَا يَقْبَلُهٗ فَمَنْ جَعَلَهٗ مِنَ الْيَاءِ فَهُوَ مِنْ قَلَيْتُ السَّوِيْقَ عَلَى الْمِقْلَاةِ فَكَانَ شِدَّةُ الْبُغْضِ۔

خلاصہ یہ ہے کہ اس کے معنی بغض شدید و بیزاری دل سے علیحدگی کرنا ہے۔ چنانچہ آپ نے اسی بیزاری کے ماتحت دعا کی:

رَبِّ نَجِّنِيْ وَاَهْلِيْ مِمَّا يَعْمَلُوْنَ ﴿۱۶۹﴾ ۔ اے میرے رب مجھے اور میرے اہل کو ان کے عملوں سے نجات دے۔ یعنی ان کی شومئ عمل اور اس پر جو عذاب دنیوی ہو اس سے مجھے معہ میرے اہل کے محفوظ رکھ۔

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ نبی تو معصوم ہوتا ہے تو حضرت لوط علیہ السلام کی یہ دعا کس معنی کی متحمل ہے وَ قِيْلَ قَدْ يَدْعُو الْمَعْصُوْمُ بِالْحِفْظِ عَنِ الْوُقُوْعِ فِيْمَا عُصِمَ عَنْهُ لَمَا يَدُلُّ عَلَيْهِ قَوْلُهٗ تَعَالٰى حِكَايَةَ اِبْرَاهِيْمَ عَلَيْهِ

السَّلَامُ وَاجْنُبْنِيْ وَ بَنِيَّ اَنْ نَعْبُدَ الْاَصْنَامَ وَ هُوَ مُسَلَّمٌ۔ کبھی معصوم حفظ عن الوقوع کی دعا کرتا ہے اس عصمت میں جو اسے عطا ہوئی جیسے ابراہیم علیہ السلام کے واقعہ میں وَّاجْنُبْنِيْ وَبَنِيَّ اَنْ نَّعْبُدَ الْاَصْنَامَ آپ نے دعا کی یعنی محفوظ رکھ مجھے اور میرے بیٹوں کو اس سے کہ ہم بتوں کی پوجا کریں چنانچہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی دعا مستجاب فرمائی۔

فَنَجَّيْنٰهُ وَ اَهْلَهٗۤ اَجْمَعِيْنَ ﴿۱۷۰﴾ اِلَّا عَجُوْزًا فِي الْغٰبِرِيْنَ ﴿۱۷۱﴾۔ تو نجات دی ہم نے لوط کو اور ان کے اہل کو مگر ایک بڑھیا جو پیچھے رہنے والوں میں رہی۔

اس سے مراد اہل بیت ہیں یا اس سے مراد وہ سب ہیں جنہوں نے آپ کے دین کا اتباع کیا فَيَشْمَلُ اَهْلُ بَيْتِهِ الْمُؤْمِنِيْنَ وَ سَائِرَ مَنْ اٰمَنَ بِهٖ۔ تو اہل بیت کا لفظ تمام ایمان والوں اور جو ایمان لائے ان کو بھی شامل ہے۔

اور اس تعمیم کی یہاں حاجت بھی نہیں اس لئے کہ اہل بیت سے ایک کے ایمان نہ لانے کا استثناء آیت ہی میں ہے۔

وَالْمُرَادُ مِنْهُ الْعَجُوْزُ اِمْرَاَتُهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ وَكَانَتْ كَافِرَةً مَائِلَةً اِلَى الْقَوْمِ رَاضِيَةً بِفِعْلِهِمْ۔

اور بڑھیا سے مراد وہ بیوی آپ کی ہے جو کافرہ تھی اور قوم لوط علیہ السلام کی طرف مائل تھی اور ان کے افعال شنیعہ سے راضی تھی۔

وَالْمُرَادُ فَنَجَّيْنَاهُ وَاَهْلَهٗ مِنَ الْعَذَابِ بِاِخْرَاجِهِمْ مِّنْ بَيْنِهِمْ لَيْلًا عِنْدَ مُشَارَفَةِ حُلُوْلِهٖ بِهِمْ اِلَّا عَجُوْزًا مُقَدَّرَةً فِي الْبَاقِيْنَ فِي الْعَذَابِ بَعْدَ سَلَامَةِ مَنْ خَرَجَ لِمَا رُوِيَ اَنَّهَا خَرَجَتْ مَعَ لُوْطٍ عَلَيْهِ السَّلَامُ فَاَصَابَهَا حَجَرٌ فِي الطَّرِيْقِ فَهَلَكَتْ۔

فَنَجَّيْنٰهُ۔ سے مراد آپ کے اہل ہیں جو عذاب سے محفوظ رہے کہ انہیں راتوں رات صبح ہونے سے قبل ہی نکلنے کا حکم ہو چکا تھا مگر وہ بڑھیا جس کے لئے عذاب مقدر تھا باقیوں کے ساتھ بعد ان کی سلامتی کے جو نکلے چنانچہ روایت ہے کہ یہ بڑھیا بھی نکلی تو ایک پتھر اسے راستہ میں لگا اور وہ ہلاک ہوگئی۔

بعض کہتے ہیں وہ آپ کے ساتھ نہیں نکلی اور ہلاک ہوگئی۔

ثُمَّ دَمَّرْنَا الْاٰخَرِيْنَ ﴿۱۷۲﴾ ۔يَعْنِيْ اَهْلَكْنٰهُمْ اَشَدَّ الْهِلَاكِ۔ دَمَّرْنَا کے معنی اَهْلَكْنَا ہیں یعنی ہلاک کیا ہم نے پچھلوں کو شدید ہلاکت سے اور وہ ہلاکت کیسے ہوئی ارشاد ہے۔

وَ اَمْطَرْنَا عَلَيْهِمْ مَّطَرًا ۚ فَسَآءَ مَطَرُ الْمُنْذَرِيْنَ ﴿۱۷۳﴾ ۔ ہم نے ان پر بارش کی مخصوص بارش جس میں پتھر کنکر تھے جس کی تصریح دوسری جگہ فرمائی ہے: فَلَمَّا جَآءَ اَمْرُنَا جَعَلْنَا عَالِيَهَا سَافِلَهَا وَ اَمْطَرْنَا عَلَيْهَا حِجَارَةً مِّنْ سِجِّيْلٍ۔

اور جب ہمارا حکم آیا کر دیا ہم نے اونچوں کو نیچا اور برسائے ہم نے ان پر پتھر سنگریزوں سے۔

مقاتل رحمہ اللہ فرماتے ہیں: لِلَّذِيْنَ كَانُوْا خَارِجِيْنَ مِنَ الْقَرْيَةِ لِبَعْضِ حَوَائِجِهِمْ۔ ایک بارش ان کے اوپر بھی ہوئی جو اپنی ضروریات کے لئے بستی سے باہر گئے ہوئے تھے۔

فَسَآءَ مَطَرُ الْمُنْذَرِيْنَ ﴿۱۷۳﴾ ۔ تو بہت بری بارش تھی ڈرائے ہوئے لوگوں کے لئے۔ اس کے بعد وہی آیت کریمہ دہرائی گئی جو گزشتہ رکوعوں میں آچکی ہے۔

اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً ۭ وَمَا كَانَ اَكْثَرُهُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿۱۷۴﴾ وَاِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ ﴿۱۷۵﴾ ۔

بامحاورہ ترجمہ دسواں رکوع-سورۃ شعراء-پ ۱۹

كَذَّبَ اَصْحٰبُ لْئَيْكَةِ الْمُرْسَلِيْنَ ﴿۱۷۶﴾	جھٹلایا اصحاب ایکہ نے رسولوں کو
اِذْ قَالَ لَهُمْ شُعَيْبٌ اَلَا تَتَّقُوْنَ ﴿۱۷۷﴾	جب کہا انہیں شعیب نے کیوں نہیں ڈرتے
اِنِّيْ لَكُمْ رَسُوْلٌ اَمِيْنٌ ﴿۱۷۸﴾	میں تمہارے لئے رسول امین ہوں
فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوْنِ ﴿۱۷۹﴾	تو ڈرو اللہ سے اور میری پیروی کرو
وَمَآ اَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ اَجْرٍ ۚ اِنْ اَجْرِيَ اِلَّا عَلٰى رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۱۸۰﴾	اور میں نہیں مانگتا تم سے اس خدمت پر کوئی کچھ اجر میرا اجر تو اللہ رب العالمین پر ہے
اَوْفُوا الْكَيْلَ وَلَا تَكُوْنُوْا مِنَ الْمُخْسِرِيْنَ ﴿۱۸۱﴾	پورا پیمانہ دیا کرو اور کسی کو نقصان دینے والے نہ بنو
وَزِنُوْا بِالْقِسْطَاسِ الْمُسْتَقِيْمِ ﴿۱۸۲﴾	اور تو لو سیدھی تکڑی سے
وَلَا تَبْخَسُوا النَّاسَ اَشْيَآءَهُمْ وَلَا تَعْثَوْا فِي الْاَرْضِ مُفْسِدِيْنَ ﴿۱۸۳﴾	اور نہ دو لوگوں کو وزن سے کم چیزیں اور نہ برپا کرو زمین میں فساد
وَاتَّقُوا الَّذِيْ خَلَقَكُمْ وَالْجِبِلَّةَ الْاَوَّلِيْنَ ﴿۱۸۴﴾	اور ڈرو اس سے جس نے تمہیں پیدا کیا اور پہلی مخلوق پیدا کی
قَالُوْٓا اِنَّمَآ اَنْتَ مِنَ الْمُسَحَّرِيْنَ ﴿۱۸۵﴾	بولے تم تو مسحور ہو
وَمَآ اَنْتَ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا وَاِنْ نَّظُنُّكَ لَمِنَ الْكٰذِبِيْنَ ﴿۱۸۶﴾	اور نہیں تم مگر بشر ہمارے جیسے اور ہم تو گمان کرتے ہیں تمہیں جھوٹا
فَاَسْقِطْ عَلَيْنَا كِسَفًا مِّنَ السَّمَآءِ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ ﴿۱۸۷﴾	تو ہم پر سلیں گرادو آسمان سے اگر تم سچے ہو
قَالَ رَبِّيْٓ اَعْلَمُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ﴿۱۸۸﴾	فرمایا میرا رب خوب جانتا ہے جو تم کرتے ہو
فَكَذَّبُوْهُ فَاَخَذَهُمْ عَذَابُ يَوْمِ الظُّلَّةِ ۭ اِنَّهٗ كَانَ عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيْمٍ ﴿۱۸۹﴾	تو جھٹلایا انہوں نے تو پکڑا انہیں عذاب نے سایہ کے دن بے شک وہ عذاب بڑے دن کا تھا
اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً ۭ وَمَا كَانَ اَكْثَرُهُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿۱۹۰﴾	اس میں بھی ہماری نشانی ہے اور نہیں اکثر ان کے ایمان لانے والے
وَاِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ ﴿۱۹۱﴾	اور بے شک تیرا رب زبردست اور مہربان ہے

حل لغات دسواں رکوع-سورۃ شعراء-پ ۱۹

كَذَّبَ-جھٹلایا	اَصْحٰبُ لْئَيْكَةِ-جھنگی والوں نے	الْمُرْسَلِيْنَ-رسولوں کو
اِذْ-جب	قَالَ-کہا	لَهُمْ-ان کو
		شُعَيْبٌ-شعیب نے

اَلَا۔کیوں نہیں	تَتَّقُوْنَ۔تم ڈرتے	اِنِّیْ۔بے شک میں	لَكُمْ۔تمہارے لئے
رَسُوْلٌ۔رسول ہوں	اَمِیْنٌ۔امانت دار	فَاتَّقُوا۔تو ڈرو	اللّٰهَ۔اللہ سے
وَ۔اور	اَطِیْعُوْنِ۔کہا مانو میرا	وَ۔اور	مَآ۔نہیں
اَسْئَلُكُمْ۔مانگتا میں تم سے	عَلَیْهِ۔اس پر	مِنْ اَجْرٍ۔کوئی بدلہ	اِنْ۔نہیں
اَجْرِیَ۔میرا بدلہ	اِلَّا۔مگر	عَلٰی۔اوپر	رَبِّ۔رب
الْعٰلَمِیْنَ۔جہانوں کے	اَوْفُوا۔پورا کرو	الْكَیْلَ۔ماپ	وَ۔اور
لَا۔نہ	تَكُوْنُوْا۔ہو	مِنَ الْمُخْسِرِیْنَ۔خسارہ دینے والوں سے	
وَ۔اور	زِنُوْا۔تولو	بِالْقِسْطَاسِ۔ترازو	الْمُسْتَقِیْمِ۔سیدھی سے
وَ۔اور	لَا۔نہ	تَبْخَسُوا۔کم دو	النَّاسَ۔لوگوں کو
اَشْیَآءَ۔چیزیں	هُمْ۔ان کی	وَ۔اور	لَا۔نہ
تَعْثَوْا۔پھرو	فِی۔بیچ	الْاَرْضِ۔زمین کے	مُفْسِدِیْنَ۔فساد کرنے والے
وَ۔اور	اتَّقُوا۔ڈرو	الَّذِیْ۔اس سے جس نے	خَلَقَكُمْ۔تمہیں پیدا کیا
وَ۔اور	الْجِبِلَّةَ۔پیدائش	الْاَوَّلِیْنَ۔پہلی کو	قَالُوْٓا۔بولے
اِنَّمَآ۔تو	اَنْتَ۔ہے تو	مِنَ الْمُسَحَّرِیْنَ۔جادو کئے گیوں سے	
وَ۔اور	مَآ۔نہیں	اَنْتَ۔تو	اِلَّا۔مگر
بَشَرٌ۔آدمی	مِّثْلُنَا۔ہمارے جیسا	وَ۔اور	اِنْ۔بے شک
نَّظُنُّكَ۔خیال کرتے ہیں تجھ کو	لَمِنَ الْكٰذِبِیْنَ۔جھوٹے لوگوں سے		فَاَسْقِطْ۔تو گرا
عَلَیْنَا۔ہم پر	كِسَفًا۔ٹکڑا	مِّنَ السَّمَآءِ۔آسمان سے	اِنْ۔اگر
كُنْتَ۔ہے تو	مِنَ الصّٰدِقِیْنَ۔سچے لوگوں سے		قَالَ۔فرمایا
رَبِّیْٓ۔میرا رب	اَعْلَمُ۔خوب جانتا ہے	بِمَا۔جو	تَعْمَلُوْنَ۔تم عمل کرتے ہو
فَكَذَّبُوْهُ۔تو جھٹلایا انہوں نے اس کو		فَاَخَذَهُمْ۔تو پکڑا ان کو	عَذَابُ۔عذاب
یَوْمِ۔دن	الظُّلَّةِ۔سائے کے نے	اِنَّهٗ۔بے شک وہ	كَانَ۔تھا
عَذَابَ۔عذاب	یَوْمٍ۔دن	عَظِیْمٍ۔بڑے کا	اِنَّ۔بے شک
فِیْ۔بیچ	ذٰلِكَ۔اس کے	لَاٰیَةً۔البتہ نشانی ہے	وَ۔اور
مَا۔نہیں	كَانَ۔تھے	اَكْثَرُهُمْ۔اکثر ان کے	مُّؤْمِنِیْنَ۔ایمان والے
وَ۔اور	اِنَّ۔بے شک	رَبَّكَ۔تیرا رب	لَهُوَ۔وہی
الْعَزِیْزُ۔غالب	الرَّحِیْمُ۔مہربان ہے		

خلاصہ تفسیر دسواں رکوع - سورۃ شعراء - پ ۱۹

یہ ساتواں قصہ اصحاب ایکہ کا ہے۔ ایکہ سے مراد کنویں والے یا، بن والے ہیں۔ مدین کے پاس کچھ کنویں آب پاشی کے لئے تھے اور وہاں کچھ درخت تھے یہاں جو قوم رہتی تھی اسے اصحاب ایکہ کہا جاتا تھا ان میں حضرت شعیب علیہ السلام نبی بھیجے گئے۔

یہ قوم بھی بت پرست تھی اور ان میں بڑا عیب کم تولنے، لین دین میں فریب کرنے کا تھا۔ راہزن، چور اور بدکار بھی تھے۔ حضرت شعیب علیہ السلام نے انہیں فرمایا:

اَوْفُوا الْكَيْلَ وَ لَا تَكُوْنُوْا مِنَ الْمُخْسِرِيْنَ ﴿۱۸۱﴾ وَزِنُوْا بِالْقِسْطَاسِ الْمُسْتَقِيْمِ ﴿۱۸۲﴾ وَ لَا تَبْخَسُوا النَّاسَ اَشْيَآءَهُمْ وَلَا تَعْثَوْا فِي الْاَرْضِ مُفْسِدِيْنَ ﴿۱۸۳﴾ ۔ پورا ناپو اور نقصان دینے والے نہ بنو۔ وزن پورا دو اور لوگوں کو ان کے مالوں میں نقصان نہ پہنچاؤ۔ اور زمین میں فساد نہ پھیلاؤ۔

وَاتَّقُوا الَّذِيْ خَلَقَكُمْ وَ الْجِبِلَّةَ الْاَوَّلِيْنَ ﴿۱۸۴﴾ ۔ اور اس خالق مطلق سے ڈرو جس نے تمہیں پیدا کیا اور تم سے پہلوں کو۔ تو سرکش کہنے لگے:

قَالُوْٓا اِنَّمَآ اَنْتَ مِنَ الْمُسَحَّرِيْنَ ﴿۱۸۵﴾ وَمَآ اَنْتَ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا وَاِنْ نَّظُنُّكَ لَمِنَ الْكٰذِبِيْنَ ﴿۱۸۶﴾ ۔

بولے آپ تو سحر زدہ ہیں اور آپ کیا نہیں مگر ہمارے جیسے بشر اور ہم تو آپ کو جھوٹا گمان کرتے ہیں۔

فَاَسْقِطْ عَلَيْنَا كِسَفًا مِّنَ السَّمَآءِ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ ﴿۱۸۷﴾ ۔ تو ہم پر گرا دو آسمان سے چٹانیں اگر تم سچے ہو۔

آپ نے جواب دیا:

قَالَ رَبِّيْٓ اَعْلَمُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ﴿۱۸۸﴾ ۔ فرمایا میرا رب تمہارے کرتوتوں سے خوب واقف ہے۔

فَكَذَّبُوْهُ فَاَخَذَهُمْ عَذَابُ يَوْمِ الظُّلَّةِ ۭ اِنَّهٗ كَانَ عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيْمٍ ﴿۱۸۹﴾ ۔ تو انہوں نے آپ کو جھٹلایا تو پکڑ لیا انہیں عذاب ابر والے دن کے نے۔ وہ دن عذاب کا بڑا بھاری تھا۔

چنانچہ انجام کار یہی ہوا کہ آسمان سے ایک دھواں کا بادل سایہ کرتا ہوا نمودار ہوا اسی وجہ میں اسے يَوْمِ الظُّلَّةِ کہا گیا۔ اور پہاڑ نے آتش فشانی کی جس کے صدمہ سے سب مر کر رہ گئے۔ یہ ابر اس آتش فشاں پہاڑ کا دھواں تھا۔

اَيْكَةُ۔ درختوں کے بن کو کہتے ہیں یا جہاں کنویں ہوں۔

قِسْطَاس۔ ترازو کو کہتے ہیں مُسْتَقِيْم برابر کے معنی میں ہے۔

لَا تَبْخَسُوا۔ بخس کہتے ہیں کم کرنے کو بَخَسَ حَقَّهٗ اِذَا انْقَصَهٗ اِيَّاهُ۔

جِبِلَّةَ۔ اور جَبْلَة اور جِبِلَّة تینوں کے معنی مخلوق کے ہیں۔

كِسَف۔ اور كِسْف دونوں كسفة کی جمع ہیں۔ ٹکڑے کے معنی میں آتا ہے۔

ظُلَّة۔ اسے کہتے ہیں جو سر کے اوپر سائبان کی طرح چھا جائے۔

اَصْحٰبُ لْئَيْكَةِ۔ کو اہل مدین بھی کہا گیا ہے اس لئے کہ مدین ان کا بڑا شہر تھا اور بن والے بھی یہی ہیں اس لئے کہ ان کی بستیوں کے قریب ایک بڑا جنگل تھا۔

مختصر تفسیر اردو دوسواں رکوع - سورۃ شعراء - پ ۱۹

كَذَّبَ اَصْحٰبُ لْـَٔيْكَةِ الْمُرْسَلِيْنَ ﴿۱۷۶﴾ - اَلْاَيْكَةُ الْغَيْضَةُ الَّتِىْ تُنْبِتُ نَاعِمَ الشَّجَرِ وَ هِىَ غَيْضَةٌ مِنْ سَاحِلِ الْبَحْرِ اِلٰى مَدْيَنَ يَسْكُنُهَا طَائِفَةٌ وَّ كَانُوْا مِمَّنْ بُعِثَ اِلَيْهِمْ شُعَيْبٌ عَلَيْهِ السَّلَامُ وَ كَانَ اَجْنَبِيًّا مِنْهُمْ وَ لِذٰلِكَ قِيْلَ "اِذْ قَالَ لَهُمْ شُعَيْبٌ اَلَا تَتَّقُوْنَ" - وَلَمْ يَقُلْ اَخُوْهُمْ۔

ایکہ وہ جنگل تھا جس میں درخت تھے اور یہ بن ساحل بحر پر تھا مدین کی طرف یہاں ایک جماعت آباد تھی اور یہی وہ ہیں جن میں حضرت شعیب علیہ السلام مبعوث ہوئے اور آپ ان کی برادری یا قوم سے نہیں تھے بلکہ اجنبی تھے اور اسی وجہ میں ہر رکوع پر اِذْ قَالَ لَهُمْ اَخُوْهُمْ فرمایا گیا اور یہاں اِذْ قَالَ لَهُمْ شُعَيْبٌ صرف فرمایا اَخُوْهُمْ نہیں فرمایا۔

اِنِّىْ لَكُمْ رَسُوْلٌ اَمِيْنٌ ﴿۱۷۸﴾ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوْنِ ﴿۱۷۹﴾ وَمَآ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ اَجْرٍ ۚ اِنْ اَجْرِىَ اِلَّا عَلٰى رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۱۸۰﴾ - یہاں تک تمہید تبلیغ ہے جو انبیاء کرام فرماتے تھے اس کے بعد جو اس قوم میں عیب تھا اس کی ہدایت کی طرف زمام تبلیغ لوٹائی چنانچہ ارشاد ہوا:

اَوْفُوا الْكَيْلَ وَلَا تَكُوْنُوْا مِنَ الْمُخْسِرِيْنَ ﴿۱۸۱﴾ - پیمانہ پورا ناپو اور کم دینے والوں میں نہ ہو۔

وَزِنُوْا بِالْقِسْطَاسِ الْمُسْتَقِيْمِ ﴿۱۸۲﴾ - اور وزن کے وقت ڈنڈی نہ مارو برابر ترازو تولو۔

وَلَا تَبْخَسُوا النَّاسَ اَشْيَآءَهُمْ - اور نہ نقصان کرو لوگوں کا ان کی چیزوں میں

يَعْنِىْ لَا تَبْخَسُوْا اَحَدًا شَيْئًا فَاِنَّهُمْ كَانُوْا يَبْخَسُوْنَ كُلَّ شَىْءٍ جَلِيْلًا كَانَ اَوْ حَقِيْرًا - یعنی کسی کو نقصان نہ دو کچھ اس لئے کہ یہ لوگ ہر شے میں نقصان دیتے تھے خواہ وہ قیمتی ہو یا معمولی۔

وَلَا تَعْثَوْا فِى الْاَرْضِ مُفْسِدِيْنَ ﴿۱۸۳﴾ - عثو عربی میں فساد کو کہتے ہیں۔ اور نہ فساد کرو زمین میں فساد ڈالنے کے لئے۔ قتل سے یا غارت سے اور راہزنی سے۔

وَاتَّقُوا الَّذِىْ خَلَقَكُمْ وَالْجِبِلَّةَ الْاَوَّلِيْنَ ﴿۱۸۴﴾ - اَىْ وَذَوِى الْجِبِلَّةِ اَىِ الْخِلْقَةِ وَالطَّبِيْعَةِ - اور ڈرو اس سے جس نے تمہیں پیدا کیا اور تم سے پہلی مخلوق کو۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: اِنَّ الْجِبِلَّةَ الْجَمَاعَةُ اِذَا كَانَتْ عَشْرَةُ الْاٰفٍ - ایسی صورت میں اس کے معنی ہوں گے اور تم سے پہلے ہزارہا۔

یہ چار نصیحتیں سن کر وہ بجائے جھکنے کے اور اکڑ گئے اور جواب دیا:

قَالُوْٓا اِنَّمَآ اَنْتَ مِنَ الْمُسَحَّرِيْنَ ﴿۱۸۵﴾ وَمَآ اَنْتَ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا وَاِنْ نَّظُنُّكَ لَمِنَ الْكٰذِبِيْنَ ﴿۱۸۶﴾ - کہنے لگے آپ تو مسحور ہیں یا آپ پر جادو ہوا ہے اور آپ میں کوئی ممتاز صفت نہیں مگر یہی کہ آپ ہمارے جیسے بشر ہی تو ہیں۔

تو ایک پہلو تو اس میں یہ ہے کہ ان کے عقیدہ میں جادو ہونا اور بشر ہونا منافی نبوت تھا اس لئے انہوں نے یہ کہا۔ یا یہ کہ ان کا مقصد اس کہنے سے یہ تھا کہ آپ میں کوئی ممتاز ایسی شان نہیں جو موجب فضیلت ہو اسی وجہ میں انہوں نے فَاْتِ بِاٰيَةٍ کہا کہ لاؤ کوئی نشانی صداقت نبوت پر تو ثابت ہوا کہ وہ بشریت کو تو منافی نبوت نہیں سمجھتے تھے لیکن امتیاز اڑا کر اپنے مماثل قرار دینے کو یہ کہا اور پھر یہ بھی کہہ دیا کہ

وَ اِنْ نَّظُنُّكَ لَمِنَ الْكٰذِبِیْنَ ﴿۱۸۶﴾ ۔اور ہم گمان کرتے ہیں کہ آپ جھوٹے ہیں (معاذ اللہ) لہٰذا فَاَسْقِطْ عَلَیْنَا كِسَفًا مِّنَ السَّمَآءِ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِیْنَ ﴿۱۸۷﴾ ۔جیسے مشرکین مکہ نے کہا اِنْ كَانَ هٰذَا هُوَ الْحَقَّ مِنْ عِنْدِكَ فَاَمْطِرْ عَلَیْنَا حِجَارَةً مِّنَ السَّمَآءِ اَوِ ائْتِنَا بِعَذَابٍ اَلِیْمٍ ۔تو ڈال دے ہمارے اوپر کوئی ٹکڑا آسمان سے اگر تو سچا ہے۔

كِسَفًا ۔اَیْ قِطْعًا ۔یعنی ٹکڑا۔

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا وَ قَتَادَةَ جَمْعُ كِسْفَةٍ كَقِطْعَةٍ ۔ كِسَف جمع کسفہ کی ہے قطعہ کے معنی میں آتا ہے۔

تو آپ نے انہیں جواب دیا:

قَالَ رَبِّیْۤ اَعْلَمُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ﴿۱۸۸﴾ ۔اَیْ هُوَ تَعَالٰی اَعْلَمُ بِاَعْمَالِكُمْ مِّنَ الْكُفْرِ وَالْمَعَاصِیْ وَ بِمَا تَسْتَوْجِبُوْنَ عَلَیْهَا مِنَ الْعَذَابِ فَسَیُنْزِلُهٗ عَلَیْكُمْ حَسْبَمَا تَسْتَوْجِبُوْنَ فِیْ وَقْتِهِ الْمُقَدَّرِ لَهٗ لَا مُحَالَةَ ۔

فرمایا میرا رب خوب جانتا ہے جو کچھ تم کر رہے ہو کفر و معاصی اور جس طرح تم اپنے اوپر عذاب لازم کر رہے ہو تو عنقریب وہ عذاب تم پر نازل فرمائے گا جس صورت میں تم اپنے اوپر لازم کر رہے ہو وقت مقررہ پر لازمی۔ لیکن اس تہدید و توبیخ سے بھی خائف نہ ہوئے۔

فَكَذَّبُوْهُ ۔اور جھٹلانے پر اڑے رہے اور تکذیب پر تکذیب کرتے رہے۔

فَاَخَذَهُمْ عَذَابُ یَوْمِ الظُّلَّةِ ۔تو پکڑا انہیں عذاب سیاہ والے دن نے۔

قصہ عذاب اصحاب الایکہ

عبد بن حمید، ابن جریر، ابن المنذر، ابن ابی حاتم، حاکم رحمہم اللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے راوی ہیں:

اِنَّ اللّٰهَ بَعَثَ عَلَیْهِمْ حَرًّا شَدِیْدًا فَاَخَذَ بِاَنْفَاسِهِمْ فَدَخَلُوْا اَجْوَافَ الْبُیُوْتِ فَدَخَلَ عَلَیْهِمْ فَخَرَجُوْا مِنْهَا هِرَابًا اِلَی الْبَرِیَّةِ فَبَعَثَ اللّٰهُ عَلَیْهِمْ سَحَابَةً فَاَظَلَّتْهُمْ مِّنَ الشَّمْسِ وَ هِیَ الظُّلَّةُ فَوَجَدُوْا لَهَا بَرْدًا وَّلَذَّةً فَنَادٰی بَعْضُهُمْ بَعْضًا حَتّٰی اجْتَمَعُوْا تَحْتَهَا اَسْقَطَهَا اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ عَلَیْهِمْ نَارًا فَاَكَلَتْهُمْ جَمِیْعًا ۔

اس قوم پر اللہ تعالیٰ نے شدید گرمی بھیجی حتیٰ کہ دم گھٹنے لگے تو یہ گھروں کے اندر جا کر چھپے تو وہاں بھی وہ گرمی پہنچ گئی تو یہ وہاں سے بھاگ نکلے اور جنگل میں آ گئے تو اللہ تعالیٰ نے ایک ابر بھیجا جس نے ان پر سورج سے سایہ کر لیا یہ وہ ظلہ تھا۔ تو انہیں اس میں ٹھنڈ اور آرام محسوس ہوا تو ایک نے دوسرے کو پکارا حتیٰ کہ سب اس ظلہ کے نیچے جمع ہو گئے تو اللہ تعالیٰ نے ان پر آگ ڈال دی اس نے ان سب کو کھا لیا۔

وَجَآءَ فِیْ كَثِیْرٍ مِّنَ الرِّوَایَاتِ اِنَّ اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ سَلَّطَ عَلَیْهِمُ الْحَرَّ سَبْعَةَ اَیَّامٍ وَلَیَالِیْهِنَّ ثُمَّ كَانَ مَا كَانَ مِنَ الْخُرُوْجِ اِلَی الْبَرِیَّةِ وَمَا بَعْدَهٗ ۔

اور بہت سی روایتوں میں یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان پر سات دن اور سات رات گرمی شدید مسلط فرمائی پھر وہی ہوا جو ہوا جس کا ذکر اوپر کی روایت میں ہے۔

اِنَّهٗ كَانَ عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيْمٍ ﴿١٨٩﴾ -

بے شک وہ عذاب بڑا بھاری دن کا تھا۔ یہ مفصل واقعہ سورۂ اعراف اور سورۂ ہود میں آچکا ہے۔

اس کے بعد وہی آیات دہرائی گئیں جن کا ترجمہ وتفسیر ہم بیان کر چکے ہیں۔

اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً ؕ وَمَا كَانَ اَكْثَرُهُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿١٩٠﴾ وَاِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ ﴿١٩١﴾ -

بامحاورہ ترجمہ گیارہواں رکوع - سورۂ شعراء - پ ۱۹

وَاِنَّهٗ لَتَنْزِيْلُ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿١٩٢﴾ ط
اور بے شک یہ قرآن اتارا ہوا ہے رب العالمین کا

نَزَلَ بِهِ الرُّوْحُ الْاَمِيْنُ ﴿١٩٣﴾ لا
اسے لے کر اترا روح الامین

عَلٰى قَلْبِكَ لِتَكُوْنَ مِنَ الْمُنْذِرِيْنَ ﴿١٩٤﴾ لا
تمہارے دل پر کہ تم ڈر سناؤ

بِلِسَانٍ عَرَبِيٍّ مُّبِيْنٍ ﴿١٩٥﴾ ط
زبان عربی روشن میں

وَاِنَّهٗ لَفِيْ زُبُرِ الْاَوَّلِيْنَ ﴿١٩٦﴾
اور بے شک اس کا ذکر پہلی کتابوں میں ہے

اَوَلَمْ يَكُنْ لَّهُمْ اٰيَةً اَنْ يَّعْلَمَهٗ عُلَمٰٓؤُا بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ ﴿١٩٧﴾ ط
اور کیا یہ ان کے لئے نشانی نہ تھی کہ اس بندے کو علماء بنی اسرائیل جانتے ہیں

وَلَوْ نَزَّلْنٰهُ عَلٰى بَعْضِ الْاَعْجَمِيْنَ ﴿١٩٨﴾ لا
اور اگر ہم اسے کسی غیر عربی پر اتارتے

فَقَرَاَهٗ عَلَيْهِمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ مُؤْمِنِيْنَ ﴿١٩٩﴾ ط
کہ وہ انہیں پڑھ کر سناتا جب بھی اس پر ایمان نہ لاتے

كَذٰلِكَ سَلَكْنٰهُ فِيْ قُلُوْبِ الْمُجْرِمِيْنَ ﴿٢٠٠﴾ ط
ہم نے یونہی جھٹلانا ان میں ڈالا ہے مجرموں کے دلوں میں

لَا يُؤْمِنُوْنَ بِهٖ حَتّٰى يَرَوُا الْعَذَابَ الْاَلِيْمَ ﴿٢٠١﴾ لا
وہ اس پر ایمان نہ لائیں گے جب تک عذاب نہ دیکھیں

فَيَاْتِيَهُمْ بَغْتَةً وَّهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ ﴿٢٠٢﴾ لا
تو وہ اچانک ان پر آجائے گا اور خبر بھی نہ ہوگی

فَيَقُوْلُوْا هَلْ نَحْنُ مُنْظَرُوْنَ ﴿٢٠٣﴾ ط
تو کہیں گے کیا ہمیں مہلت ملے گی

اَفَبِعَذَابِنَا يَسْتَعْجِلُوْنَ ﴿٢٠٤﴾
تو کیا ہمارے عذاب کی جلدی کرتے ہیں

اَفَرَءَيْتَ اِنْ مَّتَّعْنٰهُمْ سِنِيْنَ ﴿٢٠٥﴾ لا
بھلا دیکھو تو اگر کچھ برس ہم انہیں برتنے دیں

ثُمَّ جَآءَهُمْ مَّا كَانُوْا يُوْعَدُوْنَ ﴿٢٠٦﴾ لا
پھر آئے ان پر وہ جس کا وہ وعدہ دیئے گئے

مَآ اَغْنٰى عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يُمَتَّعُوْنَ ﴿٢٠٧﴾ ط
تو کیا مستغنی کرے گا ان کا وہ زمانہ جس میں رہے

وَمَآ اَهْلَكْنَا مِنْ قَرْيَةٍ اِلَّا لَهَا مُنْذِرُوْنَ ﴿٢٠٨﴾ ق
اور نہیں ہلاک کی ہم نے کوئی بستی جسے ڈر سنانے والا کوئی نہ ہو

ذِكْرٰى ۛ وَمَا كُنَّا ظٰلِمِيْنَ ﴿٢٠٩﴾
نصیحت کے لئے اور نہیں تھے ہم ظالم

وَمَا تَنَزَّلَتْ بِهِ الشَّيٰطِيْنُ ﴿٢١٠﴾
اور اس قرآن کو لے کر شیطان نہ اترتے

وَمَا يَنْۢبَغِيْ لَهُمْ وَمَا يَسْتَطِيْعُوْنَ ﴿٢١١﴾ ط
اور وہ اس قابل نہیں اور نہ ان میں اس کی طاقت

اِنَّهُمْ عَنِ السَّمْعِ لَمَعْزُوْلُوْنَ ﴿۲۱۲﴾	وہ سننے کی جگہ سے علیحدہ کر دیئے گئے ہیں
فَلَا تَدْعُ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ فَتَكُوْنَ مِنَ الْمُعَذَّبِیْنَ ﴿۲۱۳﴾	تو آپ اللہ کے سوا کسی کو نہ پوجیں ورنہ عذاب ہوگا
وَ اَنْذِرْ عَشِیْرَتَكَ الْاَقْرَبِیْنَ ﴿۲۱۴﴾	اور اے محبوب اپنے قریبی رشتہ داروں کو ڈرائیے
وَ اخْفِضْ جَنَاحَكَ لِمَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ ﴿۲۱۵﴾	اور بچھائے رکھیے اپنی رحمت کا بازو اپنے پیرو مومنین کے لئے
فَاِنْ عَصَوْكَ فَقُلْ اِنِّیْ بَرِیْٓءٌ مِّمَّا تَعْمَلُوْنَ ﴿۲۱۶﴾	تو اگر تمہارا حکم نہ مانیں تو فرما دو میں بری ہوں تمہارے عملوں سے
وَ تَوَكَّلْ عَلَى الْعَزِیْزِ الرَّحِیْمِ ﴿۲۱۷﴾	اور بھروسہ رکھو اللہ عزت والے مہربان پر
الَّذِیْ یَرٰىكَ حِیْنَ تَقُوْمُ ﴿۲۱۸﴾	جو تمہیں دیکھتا ہے جب تم کھڑے ہوتے ہو
وَ تَقَلُّبَكَ فِی السّٰجِدِیْنَ ﴿۲۱۹﴾	اور تمہارا سجدہ کرنے والوں میں پھرنا
اِنَّهٗ هُوَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ ﴿۲۲۰﴾	بے شک وہ سنتا جانتا ہے
هَلْ اُنَبِّئُكُمْ عَلٰى مَنْ تَنَزَّلُ الشَّیٰطِیْنُ ﴿۲۲۱﴾	کیا میں تمہیں بتادوں کہ کس پر اترتے ہیں شیطان
تَنَزَّلُ عَلٰى كُلِّ اَفَّاكٍ اَثِیْمٍ ﴿۲۲۲﴾	اترتے ہیں ہر بڑے بہتان والے گناہگار پر
یُّلْقُوْنَ السَّمْعَ وَ اَكْثَرُهُمْ كٰذِبُوْنَ ﴿۲۲۳﴾	ان پر ڈالتا ہے شیطان اپنی سنی ہوئی اور ان میں اکثر جھوٹے ہیں
وَ الشُّعَرَآءُ یَتَّبِعُهُمُ الْغَاوٗنَ ﴿۲۲۴﴾	اور شاعروں کی پیروی گمراہ ہی کرتے ہیں
اَلَمْ تَرَ اَنَّهُمْ فِیْ كُلِّ وَادٍ یَّهِیْمُوْنَ ﴿۲۲۵﴾	کیا تم نے نہ دیکھا کہ ہر نالے میں سرگرداں ہیں
وَ اَنَّهُمْ یَقُوْلُوْنَ مَا لَا یَفْعَلُوْنَ ﴿۲۲۶﴾	اور وہ کہتے ہیں جو نہیں کرتے
اِلَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَ ذَكَرُوا اللّٰهَ كَثِیْرًا وَّ انْتَصَرُوْا مِنْۢ بَعْدِ مَا ظُلِمُوْا ؕ وَ سَیَعْلَمُ الَّذِیْنَ ظَلَمُوْۤا اَیَّ مُنْقَلَبٍ یَّنْقَلِبُوْنَ ﴿۲۲۷﴾	مگر وہ جو ایمان لائے اور اچھے کام کئے اور اللہ کی یاد بکثرت کریں اور بدلہ لیا بعد اس کے کہ ان پر ظلم ہوا اور جلدی جان لیں گے ظالم کہ کس کروٹ پر پلٹا کھائیں گے

حل لغات گیارہواں رکوع۔سورۃ شعراء۔پ ۱۹

وَ۔اور	اِنَّهٗ۔بے شک وہ	لَتَنْزِیْلُ۔اتارا گیا ہے	رَبِّ۔پروردگار
الْعٰلَمِیْنَ۔جہانوں سے	نَزَلَ۔اترا	بِهِ۔اس کو لے کر	الرُّوْحُ۔روح
الْاَمِیْنُ۔الامین	عَلٰى۔اوپر	قَلْبِكَ۔تیرے دل کے	لِتَكُوْنَ۔تاکہ ہو تو
مِنَ الْمُنْذِرِیْنَ۔ڈرانے والوں سے		بِلِسَانٍ۔زبان	عَرَبِیٍّ۔عربی

مُّبِيْنٍ۔روشن میں　وَ۔اور　اِنَّهٗ۔بے شک وہ　لَفِيْ۔بیچ
زُبُرِ۔کتابوں　الْاَوَّلِيْنَ۔پہلی میں ہے　اَوَلَمْ۔کیا نہیں　يَكُنْ۔تھی
لَّهُمْ۔ان کے لئے　اٰيَةً۔نشانی　اَنْ۔یہ کہ　يَّعْلَمَهٗ۔جانیں اس کو
عُلَمٰٓؤُا۔عالم　بَنِيْٓ۔بنی　اِسْرَآءِيْلَ۔اسرائیل کے　وَ۔اور
لَوْ۔اگر　نَزَّلْنٰهُ۔اتارتے ہم اس کو　عَلٰى۔اوپر　بَعْضِ۔بعض
الْاَعْجَمِيْنَ۔عجمی کے　فَقَرَاَهٗ۔تو وہ پڑھتا اس کو　عَلَيْهِمْ۔ان پر　مَّا۔نہیں
كَانُوْا۔تھے　بِهٖ۔اس پر　مُؤْمِنِيْنَ۔ایمان لانے والے　كَذٰلِكَ۔اسی طرح
سَلَكْنٰهُ۔چلایا ہم نے اس کو　فِيْ۔بیچ　قُلُوْبِ۔دلوں
الْمُجْرِمِيْنَ۔مجرموں کے　لَا۔نہیں　يُؤْمِنُوْنَ۔ایمان لائیں گے　بِهٖ۔ساتھ اس کے
حَتّٰى۔یہاں تک کہ　يَرَوُا۔دیکھیں　الْعَذَابَ۔عذاب　الْاَلِيْمَ۔دردناک
فَيَاْتِيَهُمْ۔تو آئے ان کے پاس　بَغْتَةً۔ناگہاں　وَّ۔اور
هُمْ۔وہ　لَا۔نہیں　يَشْعُرُوْنَ۔سمجھتے　فَيَقُوْلُوْا۔تو کہیں
هَلْ۔کیا　نَحْنُ۔ہم　مُنْظَرُوْنَ۔مہلت دیئے جائیں گے
اَ۔کیا　فَبِعَذَابِنَا۔ہمارے عذاب کی　يَسْتَعْجِلُوْنَ۔جلدی کرتے ہیں
اَ۔کیا　فَرَءَيْتَ۔دیکھا تو نے　اِنْ۔اگر　مَّتَّعْنٰهُمْ۔فائدہ دیں ہم ان کو
سِنِيْنَ۔کئی سال　ثُمَّ۔پھر　جَآءَ۔آئے　هُمْ۔ان کے پاس
مَّا۔جو　كَانُوْا۔وہ تھے　يُوْعَدُوْنَ۔وعدہ دیئے جاتے　مَآ۔نہ
اَغْنٰى۔کام آتا　عَنْهُمْ۔ان کے　مَّا۔جو　كَانُوْا۔وہ تھے
يُمَتَّعُوْنَ۔فائدہ دیئے جاتے　وَ۔اور　مَآ۔نہیں　اَهْلَكْنَا۔ہلاک کی ہم نے
مِنْ قَرْيَةٍ۔کوئی بستی　اِلَّا۔مگر　لَهَا۔اس کے لئے تھے　مُنْذِرُوْنَ۔ڈرانے والے
ذِكْرٰى۔نصیحت ہے　وَ۔اور　مَا۔نہیں　كُنَّا۔ہم
ظٰلِمِيْنَ۔ظالم　وَ۔اور　مَا۔نہیں　تَنَزَّلَتْ بِهِ۔لائے اس کو
الشَّيٰطِيْنُ۔شیطان　وَ۔اور　مَا۔نہیں　يَنْۢبَغِيْ۔لائق
لَهُمْ۔ان کو　وَ۔اور　مَا۔نہیں　يَسْتَطِيْعُوْنَ۔طاقت رکھتے
اِنَّهُمْ۔بے شک وہ　عَنِ السَّمْعِ۔سننے سے　لَمَعْزُوْلُوْنَ۔الگ کئے گئے ہیں
فَلَا۔تو نہ　تَدْعُ۔پکار　مَعَ۔ساتھ　اللّٰهِ۔اللہ کے
اِلٰهًا۔معبود　اٰخَرَ۔دوسرا　فَتَكُوْنَ۔تو ہوگا تو　مِنَ الْمُعَذَّبِيْنَ۔سزا دیئے
ہوؤں سے　وَ۔اور　اَنْذِرْ۔ڈرا　عَشِيْرَتَكَ۔اپنے قبیلے

الْاَقْرَبِيْنَ۔قریبی کو	وَ۔اور	اخْفِضْ۔جھکا	جَنَاحَكَ۔اپنے بازو
لِمَنِ۔ان کے لئے جو	اتَّبَعَكَ۔تیرے پیرو ہیں	مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ۔مومنوں میں سے	
فَاِنْ۔پھر اگر	عَصَوْكَ۔نافرمانی کریں تیری	فَقُلْ۔تو کہہ	اِنِّيْ۔بے شک میں
بَرِيْٓءٌ۔بیزار ہوں	مِّمَّا۔اس سے	تَعْمَلُوْنَ۔جو تم کرتے ہو	وَ۔اور
تَوَكَّلْ۔بھروسہ کر	عَلَى۔اوپر	الْعَزِيْزِ۔غالب	الرَّحِيْمِ۔مہربان کے
الَّذِيْ۔وہ جو	يَرٰىكَ۔دیکھتا ہے تجھ کو	حِيْنَ۔جبکہ	تَقُوْمُ۔تو کھڑا ہوتا ہے
وَ۔اور	تَقَلُّبَكَ۔تیرا چلنا پھرنا	فِيْ۔بیچ	السّٰجِدِيْنَ۔سجدہ کرنے
والوں کے	اِنَّهٗ۔بے شک ہے	هُوَ۔وہ	السَّمِيْعُ۔سننے والا
الْعَلِيْمُ۔جاننے والا	هَلْ۔کیا	اُنَبِّئُكُمْ۔بتاؤں میں تم کو	عَلٰى۔اوپر
مَنْ۔کس کے	تَنَزَّلُ۔اترتے ہیں	الشَّيٰطِيْنُ۔شیطان	تَنَزَّلُ۔اترتے ہیں
عَلٰى۔اوپر	كُلِّ۔ہر ایک	اَفَّاكٍ۔جھوٹے	اَثِيْمٍ۔گنہگار کے
يُّلْقُوْنَ۔ڈالتے ہیں	السَّمْعَ۔کان	وَ۔اور	اَكْثَرُ۔اکثر
هُمْ۔ان کے	كٰذِبُوْنَ۔جھوٹے ہیں	وَ۔اور	الشُّعَرَآءُ۔شاعر لوگ
يَتَّبِعُهُمُ۔پیروی کرتے ہیں ان کی		الْغَاوٗنَ۔گمراہ لوگ	اَلَمْ۔کیا نہیں
تَرَ۔دیکھا تو نے	اَنَّهُمْ۔کہ وہ	فِيْ۔بیچ	كُلِّ۔ہر
وَادٍ۔وادی کے	يَّهِيْمُوْنَ۔پریشان پھرتے ہیں		وَ۔اور
اَنَّهُمْ۔بے شک وہ	يَقُوْلُوْنَ۔کہتے ہیں	مَا۔جو	لَا۔نہیں
يَفْعَلُوْنَ۔کرتے	اِلَّا۔مگر	الَّذِيْنَ۔وہ جو	اٰمَنُوْا۔ایمان لائے
وَ۔اور	عَمِلُوا۔عمل کئے	الصّٰلِحٰتِ۔اچھے	وَ۔اور
ذَكَرُوا۔ذکر کیا	اللّٰهَ۔اللہ کا	كَثِيْرًا۔بہت	وَّ۔اور
انْتَصَرُوْا۔بدلہ لیا	مِنْۢ بَعْدِ۔بعد اس کے	مَا۔جو	ظُلِمُوْا۔ظلم کئے گئے
وَ۔اور	سَيَعْلَمُ۔جلدی جان لیں گے		الَّذِيْنَ۔وہ جو
ظَلَمُوْٓا۔ظالم ہیں	اَيَّ۔کون سی	مُنْقَلَبٍ۔کروٹ	يَّنْقَلِبُوْنَ۔پھریں گے

خلاصہ تفسیر گیارہواں رکوع۔سورۃ شعراء۔پ۱۹

وَ اِنَّهٗ لَتَنْزِيْلُ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۱۹۲﴾ نَزَلَ بِهِ الرُّوْحُ الْاَمِيْنُ ﴿۱۹۳﴾ عَلٰى قَلْبِكَ لِتَكُوْنَ مِنَ الْمُنْذِرِيْنَ ﴿۱۹۴﴾ بِلِسَانٍ عَرَبِيٍّ مُّبِيْنٍ ﴿۱۹۵﴾۔

اور وہ قرآن کریم رب العالمین کا نازل کیا ہوا ہے اسے لے کر روح الامین آئے اور آپ کے قلب اقدس میں اتارا تاکہ آپ ڈرانے والے ہوں۔عربی روشن زبان میں۔

اس رکوع میں سات نبیوں کے قصے بیان فرما کر اب پانچ باتیں ردمنکرین میں فرمائیں:

۱- وَاِنَّهٗ لَتَنْزِيْلُ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۱۹۲﴾ - اور یہ قرآن کریم رب العالمین کا نازل کیا ہوا ہے۔

یہاں رب العالمین میں دو باتوں کی طرف اشارہ ہے اول یہ کہ جس طرح ہم تمہاری جسمانی پرورش فرمانے والے ہیں۔ رزق اور روزی دیتے ہیں اسی طرح روحانی تربیت بھی بذریعہ وحی اور پیغمبران اولوالعزم کتاب نازل فرما کر کرتے ہیں۔

دوم یہ کہ تم جو اس نعمت آسمانی کا مقابلہ کرتے ہو اس پر تمہارے معذب ہو جانے میں جو تعویق ہے اور تم اب تک عذاب سے محفوظ ہو اس کا سبب یہی ہے کہ یہ اس رب العالمین کا کلام ہے جس کا شیوہ رحمت عام ہے ورنہ دیکھتے کیا ہوتا۔

اسی وجہ میں گزشتہ سات رکوعوں کا مقطع یہی رکھا وَاِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ. جس سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مخاطبوں کو جتا دیا کہ ہم قوت میں اتنے زبردست ہیں کہ دم زدن میں ہلاک کر سکتے ہیں لیکن ہماری شان رحیمی اس کی مانع رہی غَلَبَتْ رَحْمَتِيْ عَلٰى غَضَبِيْ اسی وجہ میں تمہارے تمرد و قساوت پر بھی ہم رحم ہی کرتے ہیں۔

۲- نَزَلَ بِهِ الرُّوْحُ الْاَمِيْنُ ﴿۱۹۳﴾ عَلٰى قَلْبِكَ لِتَكُوْنَ مِنَ الْمُنْذِرِيْنَ ﴿۱۹۴﴾ بِلِسَانٍ عَرَبِيٍّ مُّبِيْنٍ ﴿۱۹۵﴾

اس بیان میں دفع دخل مقدر فرمایا کہ یہ کتاب لکھی لکھائی صحیفہ میں نازل نہیں ہوئی بلکہ اسے ہم نے روح الامین فرشتہ کے ذریعہ نازل کی آپ کے قلب اقدس پر۔

کیونکہ انکشاف غیبی انسان کے دل پر ہوا کرتے ہیں اور جبریل امین چونکہ روح لطیف ہیں ان کی سرایت و رسائی بخوبی ہر دل پر ہو سکتی ہے اور ایسی روحانی اور لطیف چیزیں اپنے الفاظ سے جو مضمون چاہتے ہیں قلب بشر پر القا کر دیتے ہیں جن کا لوگوں پر بارہا مشاہدہ ہوا ہے۔

چنانچہ جن لوگوں پر جن یا کسی خبیث روح کا اثر ہوتا ہے ان کے دل میں وہ دور دراز کی باتیں القاء کرتے ہیں جن کا کئی بار مشاہدہ ہوتا ہے۔

لیکن ارواح قدسیہ اور ان میں سے بھی خاص روح الامین جس کے دل میں القا کریں اس کا مقابلہ وہ القا نہیں کر سکتے۔

یہی وجہ ہے کہ حضرت روح الامین نے قرآن کریم کا جو القا قلب اقدس پر کیا وہ الفاظ کے ساتھ تھا۔ پھر اسے جناب مصطفیٰ علیہ السلام بموجب تعلیم جبریل علیہ السلام اسے جمع بھی کرتے رہتے تھے اور درحقیقت یہ نزول قرآن کی کیفیت ہے۔

۳- پھر قرآن کریم کی صداقت و حقانیت کے ثبوت میں ارشاد ہوا کہ اس کے نزول سے قبل ہی اس کا چرچا پہلی آسمانی کتابوں میں تھا۔

وَاِنَّهٗ لَفِيْ زُبُرِ الْاَوَّلِيْنَ ﴿۱۹۶﴾ - اور اس قرآن کا چرچا تو اور نبیوں کی سابقہ کتابوں میں ہے جو اس کی حقانیت کی بڑی دلیل ہے باوجود یہ کہ آج وہ کتابیں محرف ہیں مگر پھر بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق اکثر پیشگوئیاں ان محرف کتابوں میں بھی ملتی ہیں۔

۴- اَوَلَمْ يَكُنْ لَّهُمْ اٰيَةً اَنْ يَّعْلَمَهٗ عُلَمٰٓؤُا بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ ﴿۱۹۷﴾

چوتھی بات یہ ہے کہ اس کی حقانیت کی یہ بھی نشانی ہے کہ علما بنی اسرائیل مثل عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ وغیرہ کے علماء یہود سے توریت میں پڑھ کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو سچا نبی مان کر ایمان لائے۔

۵- پھر بے دینوں کا یہ کہنا کہ یہ تو ہماری زبان میں ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم بھی عرب ہیں اگر کسی اور زبان میں ہوتا تو ہم مانتے اس کا جواب فرمایا:

وَلَوْ نَزَّلْنٰهُ عَلٰى بَعْضِ الْاَعْجَمِیْنَ ﴿۱۹۸﴾ فَقَرَاَهٗ عَلَیْهِمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ مُؤْمِنِیْنَ ﴿۱۹۹﴾۔

اگر ہم اس کلام کو کسی دوسری عجمی زبان میں نازل فرماتے اور وہ ان پر پڑھا جاتا تو بھی یہ ایمان نہ لاتے۔

كَذٰلِكَ سَلَكْنٰهُ فِیْ قُلُوْبِ الْمُجْرِمِیْنَ ﴿۲۰۰﴾ لَا یُؤْمِنُوْنَ بِهٖ حَتّٰى یَرَوُا الْعَذَابَ الْاَلِیْمَ ﴿۲۰۱﴾ فَیَاْتِیَهُمْ بَغْتَةً وَّ هُمْ لَا یَشْعُرُوْنَ ﴿۲۰۲﴾۔

ایسے ہی ہم نے اس انکار کا رد یہ مجرموں کے دل میں پیدا کر دیا ہے وہ کسی طرح ایمان نہیں لاتے جب تک عذاب دردناک نہ دیکھ لیتے تو وہ ان پر اچانک آتا کہ انہیں شعور بھی نہ ہوتا۔

تو ایسے موقعہ پر بھی ان کی توبہ عبث ہوتی ہے اس لئے کہ وَ اِنَّهُمْ اٰتِیْهِمْ عَذَابٌ غَیْرُ مَرْدُوْدٍ۔ میرا عذاب واپس ہونے والا نہیں ہے۔

فَیَقُوْلُوْا هَلْ نَحْنُ مُنْظَرُوْنَ ﴿۲۰۳﴾۔ تو کہیں گے کیا ہمیں مہلت ملے گی۔ تو عذاب کے دن ان کا یہ کہنا بیکار ہے۔

اَفَبِعَذَابِنَا یَسْتَعْجِلُوْنَ ﴿۲۰۴﴾۔ کیا یہ ہمارے عذاب کی جلدی کرتے تھے۔

اَفَرَءَیْتَ اِنْ مَّتَّعْنٰهُمْ سِنِیْنَ ﴿۲۰۵﴾ ثُمَّ جَآءَهُمْ مَّا كَانُوْا یُوْعَدُوْنَ ﴿۲۰۶﴾ مَاۤ اَغْنٰى عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا یُمَتَّعُوْنَ ﴿۲۰۷﴾ وَ مَاۤ اَهْلَكْنَا مِنْ قَرْیَةٍ اِلَّا لَهَا مُنْذِرُوْنَ ﴿۲۰۸﴾ ذِكْرٰى وَ مَا كُنَّا ظٰلِمِیْنَ ﴿۲۰۹﴾۔

بھلا دیکھئے اگر ہم انہیں کچھ سال برتنے دیں پھر جس کا وعدہ دیا وہ آ جائے تو انہیں ان کا وہ برتنا کس کام آئے گا اور ہم نے کسی بستی کو ہلاک نہ کیا مگر ان کے لئے ڈرانے والا آیا ذکر کے لئے اور ہم ظالم نہیں۔

پھر مجرمین و مشرکین کہنے لگے کہ یہ کیسے اطمینان ہو کہ یہ القا کرنے والے جبریل علیہ السلام ہی ہیں اور شیطان نہیں اس کا نہایت متین جواب دیا گیا:

وَ مَا تَنَزَّلَتْ بِهِ الشَّیٰطِیْنُ ﴿۲۱۰﴾۔ اس کلام پاک کو شیطانوں نے نہیں اتارا۔

وَ مَا یَنْۢبَغِیْ لَهُمْ وَ مَا یَسْتَطِیْعُوْنَ ﴿۲۱۱﴾۔ اور یہ ان کو چاہئے بھی نہ تھا اور ان میں اس کی طاقت بھی نہیں۔

اس لئے کہ شیاطین اور ارواح خبیثہ تو مضامین خبیثہ سے رغبت کرتے ہیں اور ناپاک باتیں ہی ان کی غذا ہیں روحانی مضامین اور توحید و معرفت کے اسالیب سے انہیں کیا واسطہ۔ ترک دنیا اور حب آخرت اللہ تعالیٰ سے رغبت، شہوات ولذات دنیا سے نفرت وغیرہ مضامین عالیہ اس قرآن پاک میں ہیں اور شیاطین کو ایسی باتوں سے دلی نفرت ہے تو جس کام اور باتوں سے انہیں نفرت ہو وہی باتیں وہ کیسے لا سکتے ہیں اسی لئے فرمایا: وَمَا یَسْتَطِیْعُوْنَ ان میں اس کی قوت ہی نہیں۔

علاوہ اس کے شیاطین کی رسائی ملأ اعلیٰ اور خطیرۂ قدس تک ممکن نہیں ہے اسی لئے فرمایا۔

اِنَّهُمْ عَنِ السَّمْعِ لَمَعْزُوْلُوْنَ ﴿۲۱۲﴾۔ وہ تو وہاں کی باتیں سننے سے معزول یعنی دور ہیں۔

ترمذی شریف میں سید المفسرین ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ پہلے جن آسمان تک چڑھ کر وہاں سے کچھ بات سن کر آتے اور اپنے کاہنوں کو پہنچا دیتے تھے وہ سب صحیح نہیں ہوتی تھیں ان میں بہت سے جھوٹ ملا کر کہہ دیتے تھے۔

جب عہد ہمایوں مہد سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم آیا تو ان کا استراق اور چڑھنا روک دیا گیا جس کا مفصل ذکر سورۃ جن میں ہے۔ اِلَّا مَنِ اسْتَرَقَ السَّمْعَ فَاَتْبَعَهٗ شِهَابٌ مُّبِيْنٌ اس کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب کر کے ارشاد فرمایا کہ ان مشرکوں کو فرما دیجئے:

فَلَا تَدْعُ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ فَتَكُوْنَ مِنَ الْمُعَذَّبِيْنَ ﴿۲۱۳﴾۔ نہ پوجو اللہ کے ساتھ دوسرا معبود (اگر ایسا کرو گے) تو تم عذاب دیئے گئے ہو جاؤ گے۔

قوم عرب کے تمام افراد بلکہ عام طور پر اس عہد کے بنی آدم ہندوسندھ۔ روم و چین۔ ایران۔ طہران اور ترکستان میں عیسائی یہودیوں سے لے کر دوسری اقوام تک سب ہی بت پرستی کی بلا میں مبتلا تھے۔ بنا بریں یہ ہدایت لازمی تھی۔

اس کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی قرابتوں کے واسطے علیحدہ حکم دیا گیا۔ چنانچہ فرمایا:

وَاَنْذِرْ عَشِيْرَتَكَ الْاَقْرَبِيْنَ ﴿۲۱۴﴾۔ اے محبوب اپنے قرابتداروں کو بھی ڈرائیں کہ ایسے برے افعال کے ارتکاب سے تم پر بھی عذاب آجائے گا۔

چنانچہ بخاری میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ جب آیت کریمہ نازل ہوئی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کوہ صفا پر چڑھ کر اپنے قریبی قبائل کو پکارا اور فرمایا اے آل فہر! اے آل بنی عدی! اے قریشیو! جب سب جمع ہو گئے اور ابولہب بھی آ گیا تو آپ نے فرمایا:

لوگو! تم مجھے سچا جانتے ہو یا جھوٹا؟

سب نے یک زبان ہو کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو صادق اور امین کہا۔ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اگر میں تمہیں خبر دوں کہ اس وادی کے نیچے سے تم پر چھاپہ مارنے کو لشکر جمع ہو رہا ہے تو تم میری تصدیق کرو گے؟

سب نے جواب دیا ضرور تصدیق کریں گے۔ اس لئے کہ ہم بارہا تجربہ کر چکے ہیں کہ آپ کی کوئی بات جھوٹی نہیں ہوتی۔

تو آپ نے فرمایا میں تمہیں مطلع کرتا ہوں کہ ایک سخت عذاب آنے والا ہے لہٰذا یہ بت پرستی اور شرک چھوڑ دو۔

اس پر ابولہب عرب کے محاورہ میں بولا: تَبًّا لَکَ اَلِھٰذَا دَعَوْتَنَا۔ تیرے ہاتھ ٹوٹیں تجھے ہلاکت ہو کیا اسی لئے ہمیں جمع کیا تھا۔

اس کا جواب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھ نہ دیا مگر غیرت الٰہی عزوجل جوش میں آئی اور انہیں الفاظ میں نام لے کر ابولہب کو فرمایا: تَبَّتْ يَدَآ اَبِيْ لَهَبٍ وَّتَبَّ

بخاری شریف میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی فرما دیا کہ اے قریشیو! تم اپنا بندوبست کر لو میں تمہارے اوپر سے عذاب الٰہی دور نہ کر سکوں گا۔

اے بنی عبدمناف میں خدا کی مخالفت میں تمہارے کام نہیں آسکتا۔

اے عباس بن عبدالمطلب میں تمہارے لئے اللہ تعالیٰ کے مقابلہ میں کچھ نہیں کر سکتا۔

اے صفیہ (یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پھوپھی ہیں) میں تمہارے لئے اللہ تعالیٰ کے مقابلہ میں کچھ نہ کر سکوں گا۔

اے فاطمہ بنت محمد تو جو چاہے مجھ سے مال طلب کر لے لیکن اللہ تعالیٰ کے مقابلہ میں میں تیرا کچھ نہ بنا سکوں گا۔

افسوس آج ہم خاندانوں پر ناز کر رہے ہیں اور اسے آخرت کا سرمایہ سمجھے ہوئے ہیں۔

اس کے بعد جہاں نافرمان اقارب کو ڈرسنانے کا حکم ہوا وہاں مومنین کے ساتھ حسن سلوک اور حسن اخلاق کا بھی حکم فرمایا وَاخْفِضْ جَنَاحَكَ لِمَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ ﴿۲۱۵﴾ ۔ اپنی محبت کے بازوان کے لئے جھکا دیجئے جو آپ کی اتباع کرنے والے مومن ہیں۔ پھر ارشاد ہوا:

فَإِنْ عَصَوْكَ فَقُلْ إِنِّي بَرِيءٌ مِّمَّا تَعْمَلُونَ ﴿۲۱۶﴾ ۔ تو اگر اس ہدایت وانذار کے بعد بھی وہ آپ کی نافرمانی کریں تو فرما دیجئے میں تمہارے عملوں سے بیزار ہوں۔

اور پھر ان کی مخالفت کی پرواہ نہ کیجئے۔

وَتَوَكَّلْ عَلَى الْعَزِيزِ الرَّحِيمِ ﴿۲۱۷﴾ الَّذِي يَرَاكَ حِينَ تَقُومُ ﴿۲۱۸﴾ وَتَقَلُّبَكَ فِي السَّاجِدِينَ ﴿۲۱۹﴾ ۔

اور اللہ پر توکل فرمائیں جو زبردست قوت والا مہربان ہے (اس کے مقابل ان کا کچھ زور نہ چلے گا) اور یہ آپ کو دیکھ رہا ہے جب آپ تنہا عبادت میں قیام فرماتے ہیں اور جب آپ نمازیوں میں آتے ہیں۔

تقلب اٹھنے بیٹھنے کو کہتے ہیں تو نمازی کبھی رکوع میں ہوتا ہے کبھی سجدے میں کبھی قیام میں کبھی قعدے میں یہ تقلب ہے۔

مقاتل رحمہ اللہ کے نزدیک حِينَ تَقُومُ سے نماز تہجد جو تنہا حضور صلی اللہ علیہ وسلم پڑھتے تھے وہ مراد ہے اور تقلب سے مراد جماعت کے ساتھ رکوع و سجود ہے۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما کے نزدیک ساجدین سے مراد مصلین ہے۔

مجاہد رحمہ اللہ کہتے ہیں: تقلب سے مراد حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا مقتدیوں کو ملاحظہ فرمانا مراد ہے اَیْ تَقَلُّبُ بَصَرِکَ فِی الْمُصَلِّیْنَ ۔ جیسا کہ امام مالک رحمہ اللہ نے مؤطا میں روایت کیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں جیسے آگے سے دیکھتا ہوں پیچھے سے بھی دیکھتا ہوں مجھ پر تمہارا رکوع اور خشوع مخفی نہیں۔

آگے کفار کے اس قول کا جواب ہے جو وہ کہتے ہیں کہ یہ قرآن کوئی جن حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر لاتا ہے جیسے کاہنوں کے پاس شیاطین لاتے تھے۔ یا حضور صلی اللہ علیہ وسلم شاعر ہیں اور وَالشُّعَرَآءُ تَلَامِیْذُ الرَّحْمٰنِ مشہور ہے لہٰذا ان پر اشعار القاہوتے ہیں۔ ان دونوں وہموں کا جواب اللہ تعالیٰ کی طرف سے مکمل دیا گیا۔

هَلْ أُنَبِّئُكُمْ عَلَىٰ مَن تَنَزَّلُ الشَّيَاطِينُ ﴿۲۲۱﴾ تَنَزَّلُ عَلَىٰ كُلِّ أَفَّاكٍ أَثِيمٍ ﴿۲۲۲﴾ يُلْقُونَ السَّمْعَ وَأَكْثَرُهُمْ كَاذِبُونَ ﴿۲۲۳﴾ وَالشُّعَرَاءُ يَتَّبِعُهُمُ الْغَاوُونَ ﴿۲۲۴﴾ أَلَمْ تَرَ أَنَّهُمْ فِي كُلِّ وَادٍ يَهِيمُونَ ﴿۲۲۵﴾ وَأَنَّهُمْ يَقُولُونَ مَا لَا يَفْعَلُونَ ﴿۲۲۶﴾ ۔

کیا میں تمہیں بتاؤں کہ کس پر شیاطین اترتے ہیں وہ اترتے ہیں ہر بڑے بہتان تراش سیہ کار پر ڈالتا ہے وہ شیطان اپنی سنی ہوئی اور ان میں اکثر جھوٹے ہوتے ہیں۔ مثل مسیلمہ کذاب وغیرہ کے۔

رہے شاعر تو شعراء کی پیروی گمراہ کرتے ہیں کیا تم نے نہ دیکھا کہ وہ ہر نالے میں سرگرداں ہیں مارے مارے پھرتے ہیں اور وہ ایسی باتیں کرتے ہیں جو خود نہیں کرتے۔

یہ آیات کافر مشرکین کے شعراء کے حق میں نازل ہوئیں جو سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین میں اشعار کہتے تھے اور لغو وباطل تک بندی سے اپنے اشعار موزون کرتے تھے۔

چنانچہ ایسے لغو، یاوہ گو شعراء کے لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کسی کا جسم اگر پیپ سے پر ہو تو اس سے اچھا ہے کہ لغو اور جھوٹے مبالغہ کے اشعار سے پر ہو۔

اس آیت کریمہ کے آگے اِلَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فرما کر ان شعراء کو مستثنیٰ کیا جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نعت اور اللہ جل وعلا شانہ کی مدحت میں لکھتے ہیں۔ جیسے حضرت حسان، فرزدق، ابوالفراس، جامی اور اعلیٰ حضرت قدس سرہ، حافظ پیلی بھیتی اور نعت خواں اور مدحت سرایان حق ہیں۔ چنانچہ ارشاد ہے:

اِلَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَذَكَرُوا اللّٰهَ كَثِیْرًا وَّانْتَصَرُوْا مِنْۢ بَعْدِ مَا ظُلِمُوْا ؕ وَسَیَعْلَمُ الَّذِیْنَ ظَلَمُوْۤا اَیَّ مُنْقَلَبٍ یَّنْقَلِبُوْنَ ﴿۲۲۷﴾ ۔ مگر وہ جو ایمان لائے اور نیک عمل کئے اور اللہ کا ذکر بکثرت کریں اور بدلہ لیں بعد مظلوم ہونے کے اور ظالم عنقریب جان لیں گے کہ کس کروٹ پلٹا کھائیں گے۔

چنانچہ ایسی شاعری عبادت ہے جس میں توحید الٰہی عزوجل اور نعت رسالت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پناہی ہو۔

بخاری شریف میں ہے کہ مسجد نبوی میں حضرت حسان کے لئے منبر بچھایا جاتا تھا اور آپ اس پر کھڑے ہو کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی منقبت فرماتے اور کفار کی ہجو اور بدگوئیوں کا جواب دیتے تھے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے حق میں دعا فرمائی: اَللّٰهُمَّ اَیِّدِ الْحَسَّانَ بِرُوْحِ الْقُدُسِ۔

بخاری شریف میں ایک اور حدیث ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اِنَّ مِنَ الشِّعْرِ لَحِكْمَةٌ۔ بعض شعر حکمت ہوتے ہیں۔

علاوہ بریں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں اشعار پڑھے جاتے تھے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم محظوظ ہوتے تھے۔

ترمذی شریف میں حضرت جابر بن سمرہ سے مروی ہے کہ حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا شعر کلام ہے بعض اچھا ہوتا ہے بعض برا اچھے کلام کو لو اور برے کو چھوڑ دو۔

شعبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ شعر فرمایا کرتے تھے۔

اور حضرت مولائے کائنات اسد اللہ رضی اللہ عنہ سب سے زیادہ اشعار فرماتے تھے۔

اور ایسے پاک اشعار کہنا ذکر الٰہی عزوجل سے کم نہیں جیسے اعلیٰ حضرت قدس سرہ فرماتے ہیں:

سر تا بقدم ہے تن سلطان زمن پھول ۔۔۔ لب پھول بدن پھول دہن پھول ذقن پھول
کیا بات رضا اس چمنستان کرم کی ۔۔۔ زہرا ہے کلی جس میں حسین اور حسن پھول!

رضی اللہ عنہم

حسان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

مَا اِنْ مَدَحْتُ مُحَمَّدًا بِمَقَالَتِیْ ۔۔۔ لٰكِنْ مَدَحْتُ مَقَالَتِیْ بِمُحَمَّدٖ

حافظ کہتے ہیں:

کوئی سب حجاب اٹھا دے مجھے ہند میں دکھا دے ۔۔۔ یہ نجف یہ کربلا ہے یہ ہے مکہ اور مدینہ

میرا شعر ہے:

نگارے ز کنج تدلی برآمد قرارے ز قرب مع اللہ برآمد
ملیک العرب تاجدار دوعالم گل حسن و خوبی محلے برآمد

وللہ الحمد والمنۃ۔

مختصر تفسیر اردو گیارھواں رکوع۔سورۃ شعراء۔پ ۱۹

وَ اِنَّهٗ لَتَنْزِيْلُ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۱۹۲﴾ نَزَلَ بِهِ الرُّوْحُ الْاَمِيْنُ ﴿۱۹۳﴾۔اور بے شک یہ اترا ہوا ہے رب العالمین کا اسے روح الامین لے کر اترا۔

روح الامین سے مراد حضرت جبریل علیہ السلام ہیں جو امین وحی ہیں۔

عَلٰى قَلْبِكَ لِتَكُوْنَ مِنَ الْمُنْذِرِيْنَ ﴿۱۹۴﴾ بِلِسَانٍ عَرَبِيٍّ مُّبِيْنٍ ﴿۱۹۵﴾۔آپ کے دل پر تا کہ آپ ڈر سنائیں روشن عربی زبان میں۔

قلب اقدس پر اس لئے نازل ہوا تا کہ آپ اسے محفوظ رکھیں اور نہ بھولیں دل کی تخصیص اس لئے فرمائی کہ درحقیقت مخاطب وہی ہے اور تمیز وعقل واختیار کا مقام بھی وہی ہے اور تمام اعضاء اسی کے مطیع ومسخر ہیں حدیث میں بھی یہی ہے کہ دل کے درست ہونے سے تمام بدن درست ہو جاتا ہے اور دل کے خراب ہو جانے سے سب جسم خراب۔

اور فرح وسرور اور رنج وغم کا مقام بھی یہی ہے۔جب دل کو خوشی ہوتی ہے تو تمام اعضاء پر اس کا اثر پڑتا ہے اسی وجہ میں اسے رئیس جسم واعضاء کہتے ہیں اور یہی موضع عقل ہے گویا دنیائے جسم کا امیر مطلق دل ہی ہے۔چنانچہ آلوسی فرماتے ہیں:

وَ اِنَّهٗ لَتَنْزِيْلُ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ۔عَوْدٌ لِّمَا فِيْ مَطْلَعِ السُّوْرَةِ الْكَرِيْمَةِ۔آخر رکوع میں اسی مضمون کو دہرایا جو سورۂ مبارکہ کے شروع میں تھا۔شروع سورۃ میں تِلْكَ اٰيٰتُ الْكِتٰبِ الْمُبِيْنِ تھا تو آخر سورۃ میں اِنَّهٗ لَتَنْزِيْلُ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ فرمایا۔

اس میں مشرکین کا رد ہے اسی وجہ میں وَ اِنَّهٗ کی ضمیر قرآن کریم کی طرف راجع ہے۔

ایک قول ہے کہ هُوَ تَقْرِيْرٌ بِحَقِيْقَةِ تِلْكَ الْقَصَصِ وَتَنْبِيْهٌ عَلٰى اِعْجَازِ الْقُرْاٰنِ وَ نُبُوَّةُ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاِنَّ الْاِخْبَارِ عَنْهَا مِمَّنْ لَمْ يَتَعَلَّمْهَا لَا يَكُوْنُ اِلَّا وَحْيًا مِّنَ اللّٰهِ تَعَالٰى فَالضَّمِيْرُ لِمَا ذُكِرَ مِنَ الْاٰيَاتِ الْكَرِيْمَةِ النَّاطِقَةِ بِتِلْكَ الْقَصَصِ الْمَحْكِيَّةِ۔

یہ تقریر ہے گزشتہ قصوں پر کہ یہ قصص جو ہم نے زبان مصطفیٰ سے تمہیں سنائے یہ اعجاز قرآنی پر دلالت کرتے ہیں اور ہمارے محبوب کی نبوت صادقہ کی تصدیق،اس لئے کہ جو قصص انبیائے کرام بیان ہوئے وہ ایسے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی سے نہیں سنے نہ وہ زمانہ ایسا تھا کہ کتابیں مل جاتیں تو ان قصوں کا علم سوا وحی الٰہی حضور کو اور کہیں سے نہیں ہو سکتا تو ظاہر ہوا کہ وَالْمُرَادُ اَنَّهٗ مُنَزَّلٌ مِّنَ اللّٰهِ تَعَالٰى کہ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہی نازل کیا گیا ہے۔

اور اللہ تعالیٰ نے اپنی صفت،رب العالمین کے ساتھ اس لئے فرمائی کہ رب العالمین رب اجسام وارواح ہے جہاں جسم کی نشوونما کے لئے رزق دیتا ہے وہاں تربیت ارواح کے لئے علم عطا فرماتا ہے اس کا ذریعہ فرمایا:

نَزَلَ بِهِ الرُّوْحُ الْاَمِيْنُ ﴿۱۹۳﴾۔اَیْ نَزَّلَهُ الرُّوْحُ الْاَمِيْنُ۔اسے روح الامین یعنی جبریل جو امین وحی ہے وہ لے کر

اترا۔

اور روح امین اس لئے فرمایا: لِاَنَّهٗ يُحْيٰى بِهِ الْخَلْقُ فِيْ بَابِ الدِّيْنِ اَوْ لِاَنَّهٗ رُوْحٌ كُلُّهٗ لَا كَالنَّاسِ الَّذِيْنَ فِيْ اَبْدَانِهِمْ رُوْحٌ۔ اس لئے کہ ان کے ذریعہ دین کی زندگی مخلوق میں پہنچی یا یہ کہ وہ روح بِکُلِّہٖ ہیں لوگوں کی طرح نہیں کہ ان کے بدنوں میں روح ہوتی ہے۔

اور امین بایں معنی فرمایا: لِاَنَّهٗ اَمِيْنُ وَحْيِهٖ تَعَالٰى وَ مُوْصِلُهٗ اِلٰى مَنْ شَآءَ مِنْ عِبَادِهٖ جَلَّ شَانُهٗ مِنْ غَيْرِ تَغَيُّرٍ وَّ تَحْرِيْفٍ اَصْلًا۔ کہ وہ امین وحی الٰہی ہیں جن کے لئے اللہ تعالیٰ چاہے اپنے بندوں میں سے اسے بلاتغیر وتحریف کے وہ پہنچاتے ہیں۔

اور عَلٰى قَلْبِكَ فرما کر اس امر کو واضح کیا کہ یہ نزول روح اقدس پر ہوا اس لئے کہ لَمَّا كَانَ لَهٗ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جِهَتَانِ جِهَةٌ مَلَكِيَّةٌ يَسْتَفِيْضُ بِهَا وَ جِهَةٌ بَشَرِيَّةٌ يُفِيْضُ بِهَا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے دو جہت ہیں:

ایک جہت ملکیہ جس سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کسب فیض کریں۔

اور ایک جہت بشریہ جس سے لوگوں کو فیض پہنچائیں۔

اور نزول کو قلب اقدس کے ساتھ مختص فرمایا نہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم مبارک کے ساتھ اس میں بھی حکمت بالغہ ہے اور وہ یہ کہ

روح اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی متصف بصفات ملکیہ ہے اور وہ استفاضہ کرتی ہے روح امین سے۔

اور ذات اقدس متصف بصفات بشریہ ہے جو افاضہ فرماتی ہے عامۂ خلائق پر۔

لِاَنَّ الْقُرْاٰنَ لَمْ يُنْزَلْ فِى الصُّحُفِ كَغَيْرِهٖ مِنَ الْكُتُبِ۔ اس لئے کہ قرآن کریم اور صحف منزلہ کی طرح نازل نہیں ہوا بلکہ نجماً نجماً اس کا نزول ہوا ہے۔ اسی لئے انزال قرآن کریم خصوصی صورت میں ہوا اور یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے کمال تعقل وفہم کا سبب تھا۔

اور یہ نزول ایسی حیثیت سے ہے کہ اس میں قلب اقدس تک وصول ہونے کے لئے کسی واسطہ کا اعتبار نہیں کیا گیا۔

اور اس پر بہت سی احادیث اور عقل شاہد ہے کہ قلب ہی محل عقل ہے لِمَنْ كَانَ لَهٗ قَلْبٌ اَوْ اَلْقَى السَّمْعَ وَهُوَ شَهِيْدٌ۔

اور صلاحیت قلب اور تقدس ذات اقدس سرور عالم پر یہ بھی دلیل ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر اللہ تعالیٰ کا کلام ایسی حیثیت سے نازل ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس کے تمام اجزا کا حال جانتے تھے۔ فَاِنَّ الْقَلْبَ رَئِيْسُ جَمِيْعِ الْاَعْضَآءِ اَوْ مَلِكُهَا وَ مَتٰى صَلُحَ الْمَلِكُ صَلُحَتِ الرَّعِيَّةُ وَ فِى الْحَدِيْثِ اَلَا وَاِنَّ فِى الْجَسَدِ مُضْغَةٌ اِذَا صَلُحَتْ صَلُحَ الْجَسَدُ كُلُّهٗ وَاِذَا فَسَدَتْ فَسَدَ الْجَسَدُ كُلُّهٗ اَلَا وَهِيَ الْقَلْبُ۔ قلب رئیس جمیع اعضاء اور بادشاہ ہے اور جب بادشاہ صحیح ہوتا ہے تو رعایا خودبخود صحیح ہو جاتی ہے چنانچہ حدیث میں ہے خبردار رہو جسم میں ایک مضغہ ہے جب وہ صحیح ہو تو تمام جسم صحیح ہوتا ہے اور جب وہ خراب ہو تو تمام جسم خراب ہو جاتا ہے خبردار وہ قلب ہے۔

اور بعض نے یہ بھی کہا: يَجُوْزُ اَنْ يَّكُوْنَ التَّخْصِيْصُ لِاَنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى جَعَلَ لِقَلْبِ رَسُوْلِهٖ صَلَّى اللّٰهُ

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَمْعًا مَّخْصُوْصًا يَّسْمَعُ بِهٖ مَا يَنْزِلُ عَلَيْهِ مِنَ الْقُرْاٰنِ تَمْيِيْزًا لِشَانِهٖ عَلٰى سَآئِرِ مَا يَسْمَعُهٗ وَ يُعِيْدُ عَلٰى حَدِّ مَا قِيْلَ۔ تخصیص قلب اقدس یہ بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قلب مبارک کو مخصوص سماعت کی قوت عطا کی ہے جس سے وہ سنتا ہے جو کچھ قرآن کریم سے نازل ہوا اور اسے اس کی شان کا امتیاز خصوصی حاصل ہے جو کچھ وہ سنتا ہے اور یاد رکھتا ہے اپنی حد میں۔

اور علامہ نووی شرح مسلم میں آیہ کریمہ مَا كَذَبَ الْفُؤَادُ مَا رَاٰی کی تفسیر میں فرماتے ہیں: اِنَّ اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ جَعَلَ لِفُؤَادِهٖ عَلَيْهِ السَّلَامُ بَصَرًا فَرَاٰهُ بِهٖ سُبْحَانَهٗ لَيْلَةَ الْمِعْرَاجِ۔ اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قلب اقدس کو بھی آنکھیں عطا فرمائی ہیں اور حضور علیہ السلام نے لیلۃ المعراج میں انہیں آنکھوں سے جمال الٰہی کا مشاہدہ فرمایا۔

اور کیفیت نزول قرآن پر تصریح فرماتے ہیں کہ بِاَنَّ جِبْرِيْلَ عَلَيْهِ السَّلَامُ يَنْزِلُ بِالْاَلْفَاظِ الْقُرْاٰنِيَّةِ الْمَحْفُوْظَةِ لَهٗ بَعْدَ اَنْ نَزَلَ الْقُرْاٰنُ جُمْلَةً مِّنَ اللَّوْحِ الْمَحْفُوْظِ اِلٰى بَيْتِ الْعِزَّةِ۔ جبریل امین علیہ السلام نے قرآن کریم اس کے اپنے الفاظ کے ساتھ نازل کیا جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو حفظ ہوا بعد اس کے کہ قرآن کریم تمام کا تمام لوح محفوظ سے بیت العزت کی طرف آیا۔

اور اس کے علاوہ بہت سے اقوال مرجوحہ بھی ہیں جو ہم نے یہاں نقل نہیں کیے بہر حال بقول راجح یہی امر ثابت ہے کہ قرآن کریم کے تمام الفاظ اللہ تبارک وتعالیٰ کی طرف سے ایسی شان کے ساتھ نازل ہوئے کہ لَا مَدْخَلَ لِجِبْرِيْلَ عَلَيْهِ السَّلَامُ فِيْهَا اَصْلًا۔ حضرت روح الامین اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو الفاظ قرآن لائے اس میں روح الامین علیہ السلام کا اصلاً دخل نہیں تھا۔

اور اس سے اس امر کا واہمہ بھی نہیں تھا کہ روح الامین سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم متلمذ تھے۔ وَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَسْمَعُهَا وَ يَعِيْهَا بِقُوَى اِلٰهِيَّةٍ قُدْسِيَّةٍ لَا كَسِمَاعِ الْبَشَرِ اِيَّاهَا مِنْهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ وَ تَنْفَعِلُ عِنْدَ ذٰلِكَ قُوَاهُ الْبَشَرِيَّةُ وَلِهٰذَا يَظْهَرُ عَلٰى جَسَدِهِ الشَّرِيْفِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا يَظْهَرُ۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس کلام کو سنتے اور یاد رکھتے تھے الٰہی قوت قدسیہ سے نہ کہ سماع بشریہ کے ساتھ اور اس سے اس وقت قوائے بشریہ پر جو کیفیت طاری ہوتی تھی وہ ہوتی تھی جس کی کیفیت مختلف احادیث میں آتی ہے۔

جیسے ایک واقعہ نزول کوثر کا ہے جسے حضرت انس رضی اللہ عنہ روایت فرماتے ہیں قَالَ بَيْنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْنَ اَظْهُرِنَا اِذَا اُغْفِيَ اِغْفَآءً ثُمَّ رَفَعَ رَاْسَهٗ مُتَبَسِّمًا فَقُلْنَا مَا اَضْحَكَكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ فَقَالَ اُنْزِلَ عَلَيَّ اٰنِفًا سُوْرَةٌ فَقَرَاَ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ اِنَّآ اَعْطَيْنٰكَ الْكَوْثَرَ ﴿١﴾ فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ ﴿٢﴾ اِنَّ شَانِئَكَ هُوَ الْاَبْتَرُ ﴿٣﴾۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھے کہ اچانک حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر غشی سی آئی پھر سر اقدس اٹھایا تبسم ریز صورت میں تو ہم نے عرض کیا حضور علیک صلی اللہ وسلم کس چیز نے حضرت صلی اللہ علیک وسلم کو متبسم کیا فرمایا ایسی اچانک مجھ پر ایک سورۃ نازل ہوئی پھر سورۃ کوثر تلاوت فرمائی۔

اور یہ نزول بحالت بیداری بھی ہوا اور بحالت نوم بھی۔

اور اگر دیکھا جائے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا نوم و یقظہ یعنی سونا جاگنا برابر تھا اس لئے کہ آپ کو قوائے قدسیہ الٰہیہ حاصل تھے بنا بریں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو سونے کی حالت میں بھی وہ حضوری حاصل تھی وَقَدْ صَحَّ عَنْهُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهُ قَالَ تَنَامُ عَيْنِيْ وَلَا يَنَامُ قَلْبِيْ۔ سونے میں میری آنکھیں سوتی ہیں اور میرا دل جاگتا رہتا ہے۔

اور بعض متصدرین محافل حکمت متاخرین نے کیفیت نزول الکلام اور ہبوط وحی اللہ تعالیٰ کی طرف سے بواسطہ ملک قلب شہنشاہ کونین صلی اللہ علیہ وسلم پر یہ بیان کی کہ روح انسانی جب بدن سے مجرد ہو کر بیت قالب اور موطن طبع سے ہجرت الی رب الاعلیٰ کرتی ہے مشاہدہ آیات کبریٰ کے لئے اور درن معاصی ولذات وشہوات ووساوس عادیہ اور اس کے متعلقات سے اپنے کو پاک کر لیتی ہے تو اس پر نور معرفت اور ایمان باللہ لائح وروشن ہو جاتا ہے۔

اور یہ نور جوہر قدس کا ہوتا ہے اسے اصطلاح حکماء میں نظریہ بالعقل الفعال کہتے ہیں اور زبان شرعی میں نبویہ بالروح القدس نام رکھتے ہیں پھر اس نور عقلی کے ساتھ چمک دمک ایسی شان اختیار کرتی ہے کہ زمین وآسمان میں جو کچھ ہے اس کے اسرار اور حقائق اشیاء ایسے روشن ہو جاتے ہیں جیسے نور حسی بصری سے اشباح مثالیہ دیکھے جاتے ہیں۔

تو جب نفس پاک ہو جاتا ہے دواعی طبعیہ اور شہوات وغضب وتخیل باطلہ سے تو پھر وہ متوجہ بجانب حق ہوتا ہے اور عالم ملکوت اعلیٰ سے مل کر سعادۃ قصویٰ سے جاملتا ہے۔

تو پھر روشن ومبرہن ہوتے ہیں اس پر اسرار ملکوت اور قدس لاہوتی منعکس ہو جاتے ہیں اور عجائب آیات اللہ کا مشاہدہ کر لیتا ہے پھر یہ روح قدسیہ ہو جاتی ہے پھر کوئی شان کسی شان سے اسے اپنی طرف مشغول نہیں کر سکتی تو پھر وہ کلام حق مسموع کرتا ہے اور اسی کا نام وحی ہے اور یہ درجہ سوا نبی کے اور کسی کو حاصل نہیں ہوتا۔

لِتَكُوْنَ مِنَ الْمُنْذِرِيْنَ ﴿١٩٤﴾ بِلِسَانٍ عَرَبِيٍّ مُّبِيْنٍ ﴿١٩٥﴾ ۔ تاکہ آپ ڈرانے والے ہوں روشن عربی زبان میں۔ اور اپنی قوم اور کافۃ الخلق کو ہدایت کریں۔

وَ اِنَّهٗ لَفِيْ زُبُرِ الْاَوَّلِيْنَ ﴿١٩٦﴾ ۔ اور بے شک اس کا چرچا اگلی کتابوں میں ہے۔ یہاں اِنَّهٗ کی ضمیر کا مرجع اگر قرآن ہو تو اس کے معنی یہ ہوں گے کہ اس قرآن کا ذکر تمام کتب سماویہ میں ہے اور اگر اِنَّهٗ کی ضمیر کا مرجع حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف ہے تو یہ معنی ہوں گے کہ پہلی کتابوں میں آپ کے اوصاف مذکور ہیں۔

اَوَلَمْ يَكُنْ لَّهُمْ اٰيَةً اَنْ يَّعْلَمَهٗ عُلَمٰٓؤُا بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ ﴿١٩٧﴾ ۔ کیا ان کے لئے نشان نہ تھا کہ اس نبی ابطحی کو علماء بنی اسرائیل جانتے ہیں۔

علامہ ثعلبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ اَهْلَ مَكَّةَ بَعَثُوْا اِلٰى اَحْبَارِ يَثْرِبَ يَسْاَلُوْنَهُمْ عَنِ النَّبِيِّ فَقَالُوْا هٰذَا زَمَانُهٗ وَ ذَكَرُوْا نَعْتَهٗ۔ الخ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ اہل مکہ نے احبار مدینہ کے پاس اپنے معتمدین کو یہ دریافت کرنے بھیجا کہ کیا نبی آخر الزمان حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور ان کی نسبت ان کی کتابوں میں کوئی خبر ہے۔ علماء یہود نے جواب دیا کہ یہی ان کا زمانہ ہے اور ان کی نعت وصفت توریت میں موجود ہے۔

اور علماء یہود میں سے حضرت عبداللہ بن سلام اور ابن یامین اور ثعلبہ اور اسد اور اسید حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائے۔

وَلَوْ نَزَّلْنٰهُ عَلٰى بَعْضِ الْاَعْجَمِيْنَ ﴿١٩٨﴾ فَقَرَاَهٗ عَلَيْهِمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ مُؤْمِنِيْنَ ﴿١٩٩﴾ ۔

اور اگر ہم اسے نازل کرتے کسی غیر عربی پر کہ وہ انہیں پڑھ کرسنا تا جب بھی وہ اس پر ایمان نہ لاتے۔

یعنی ہم نے اس قرآن کریم کو ایک فصیح و بلیغ عربی نبی پر اتارا جس کی فصاحت و بلاغت اہل عرب کو مسلم ہے اور وہ جانتے ہیں کہ قرآن کریم معجز ہے کہ اس کی مثل ایک سورت بنانے سے بھی دنیا عاجز ہے علاوہ برایں علماء یہود اور اہل کتاب کا بھی اس پر اتفاق ہے کہ اس کے نزول سے قبل اس کے نازل ہونے کی بشارت اور اس نبی پاک کی صفت انہیں ان کتابوں سے مل چکی ہے جو قطعی طور پر واضح کرتا ہے کہ یہ نبی مبعوث من اللہ ہیں اور یہ کتاب یقیناً منزل من اللہ ہے اور کفار جو بکواس کرتے ہیں اور اس کتاب مقدس کے متعلق بیہودہ گوئی سے کام لیتے ہیں سب باطل ہیں بلکہ خود کفار بھی متحیر ہیں کہ اس کے خلاف کیا کہیں اس کے مقابل مضمون کہاں سے لائیں آخر یونہی بے معنی باتیں بک رہے ہیں کہ یہ اساطیر الاولین ہیں یعنی پہلوں کی داستانیں کبھی شعر کبھی سحر کہہ ڈالتے ہیں۔ کبھی جل کر کہتے ہیں کہ معاذ اللہ اس کو خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بنایا ہے کبھی کہتے ہیں کہ یہ جنوں اور شیاطین کی عبارتیں ہیں۔

تو ارشاد ہوا کہ بالفرض اگر یہ قرآن کسی غیر عربی عجمی پر نازل کیا جاتا جو عربی کی مہارت نہ رکھتا اور باوجود اس کے وہ ایسا معجز قرآن پڑھ کرسناتا تب بھی یہ اپنے عناد اور حسد تمرد و قساوت سے کفر پر اڑے رہتے اور ایمان نہ لاتے۔

كَذٰلِكَ سَلَكْنٰهُ فِيْ قُلُوْبِ الْمُجْرِمِيْنَ ﴿۲۰۰﴾ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِهٖ حَتّٰى يَرَوُا الْعَذَابَ الْاَلِيْمَ ﴿۲۰۱﴾ فَيَاْتِيَهُمْ بَغْتَةً وَّهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ ﴿۲۰۲﴾ فَيَقُوْلُوْا هَلْ نَحْنُ مُنْظَرُوْنَ ﴿۲۰۳﴾۔

ایسے ہی ہم نے اس قوم کے دل میں سما دیا ہے کہ یہ مجرم رہیں اور ایمان نہ لائیں حتیٰ کہ عذاب دیکھیں دردناک تو وہ عذاب اچانک ان پر آجائے اور انہیں شعور بھی نہ ہو تو اس وقت کہیں گے کیا ہمیں کچھ مہلت ملے گی۔

یعنی ان مشرکین کا کافر رہنا اور اپنے عناد پر قائم رہنا ہمارے علم قدیم میں ہے تو ان کے لئے ہدایت کا کوئی طریقہ اختیار کیا جائے کسی حال میں وہ کفر سے ہٹنے والے نہیں خَتَمَ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ وَعَلٰى سَمْعِهِمْ ؕ وَعَلٰۤى اَبْصَارِهِمْ غِشَاوَةٌ ؗ وَّلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ﴿۷﴾۔ اور سَوَآءٌ عَلَيْهِمْ ءَاَنْذَرْتَهُمْ اَمْ لَمْ تُنْذِرْهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ ﴿۶﴾۔

اور عذاب مفاجیہ جب انہیں آئے گا تو کہیں گے: هَلْ نَحْنُ مُنْظَرُوْنَ کیا ہمیں مہلت ملے گی تاکہ ہم ایمان لائیں اور تصدیق کریں لیکن نزول عذاب کے بعد انہیں مہلت نہ ملے گی۔

روایت ہے کہ جب حضور سید یوم النشور صلی اللہ علیہ وسلم نے کفار کو اس عذاب کی خبر دی تو استہزاءً کہنے لگے کہ یہ عذاب کب آئے گا اس پر اللہ تعالیٰ نے جواب دیا: كَذٰلِكَ سَلَكْنَا تَكْذِيْبَ الْقُرْاٰنِ وَالْكُفْرَ بِهٖ فِيْ قُلُوْبِ مُشْرِكِيْ مَكَّةَ وَ قُلْنَاهُ فِيْهَا۔

اَفَبِعَذَابِنَا يَسْتَعْجِلُوْنَ ﴿۲۰۴﴾۔ کیا یہ ہمارے عذاب کی جلدی کرتے ہیں۔

ثُمَّ جَآءَهُمْ مَّا كَانُوْا يُوْعَدُوْنَ ﴿۲۰۶﴾۔ پھر آئے ان پر وہ جس کا وعدہ دیئے گئے ہیں۔

مَاۤ اَغْنٰى عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يُمَتَّعُوْنَ ﴿۲۰۷﴾۔ تو کیا کام آئے گا ان کا جینا اور متمتع ہونا۔

اس لئے کہ اس وقت بھی عذاب دفع نہ کرسکیں گے اَیْ يَطْلُبُوْنَهٗ قَبْلَ اَوَانِهٖ وَ ذٰلِكَ قَوْلُهُمْ فَاَمْطِرْ عَلَيْنَا حِجَارَةً مِّنَ السَّمَآءِ اَوِ ائْتِنَا بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ۔ وَ قَوْلُهُمْ فَاْتِنَا بِمَا تَعِدُنَا۔

وَمَآ اَهْلَكْنَا مِنْ قَرْيَةٍ اِلَّا لَهَا مُنْذِرُوْنَ ﴿۲۰۸﴾ ذِكْرٰى ﵘ وَمَا كُنَّا ظٰلِمِيْنَ ﴿۲۰۹﴾۔

اور ہم نے کوئی بستی ہلاک نہ کی جس میں ڈر سنانے والا نہ ہو نصیحت کے لئے اور ہم ظلم کرنے والے نہیں۔

بلکہ اول حجت قائم کر دیتے ہیں۔ ڈر سنانے والا بھیجتے ہیں اس کے بعد بھی جو لوگ راہ پر نہیں آتے اور حق قبول نہیں کرتے ان پر عذاب نازل کرتے ہیں۔

اس کے بعد کفار کے اس واہمہ کا رد ہے جو کہتے ہیں کہ جس طرح شیاطین کاہنوں کے پاس آسمانی خبریں لاتے تھے اسی طرح معاذ اللہ عزوجل حضرت سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس قرآن لے آتے ہیں آیۂ کریمہ میں ان کے اس خیال باطلہ کا رد کر دیا اور فرما دیا اس وہم میں نہ پڑو۔

وَمَا تَنَزَّلَتْ بِهِ الشَّيٰطِيْنُ ﴿۲۱۰﴾ وَمَا يَنْۢبَغِيْ لَهُمْ وَمَا يَسْتَطِيْعُوْنَ ﴿۲۱۱﴾ اِنَّهُمْ عَنِ السَّمْعِ لَمَعْزُوْلُوْنَ ﴿۲۱۲﴾۔

اور قرآن کو لے کر شیاطین نہیں اترے اور وہ اس قابل بھی نہیں اور نہ وہ ایسا کر سکتے ہیں وہ تو سننے کی جگہ سے دور کر دیئے گئے ہیں۔

قرآن لے کر اترنے کے قابل شیطان اس لئے نہیں کہ یہ کام ان کی قدرت سے باہر ہے اس لئے کہ انبیاء علیہم السلام کی طرف جو وحی ہوتی ہے اسے اللہ تعالیٰ نے محفوظ فرما دیا ہے جب تک فرشتہ اسے بارگاہ رسالت میں پہنچائے اس سے قبل شیاطین اسے لانا تو کہاں سن بھی نہیں سکتے۔

آلوسی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: هُوَرَدٌّ لِقَوْلِ مُشْرِكِيْ قُرَيْشٍ اِنَّ لِمُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَابِعًا مِّنَ الْجِنِّ يُخْبِرُهٗ كَمَا تُخْبِرُ الْكَهَنَةَ وَاِنَّ الْقُرْاٰنَ مِمَّا اَلْقَاهُ اِلَيْهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ۔

اِنَّهُمْ عَنِ السَّمْعِ لَمَعْزُوْلُوْنَ۔ يَعْنِي الشَّيَاطِيْنَ لِمَا يَتَكَلَّمُ بِهِ الْمَلٰئِكَةُ عَلَيْهِمُ السَّلَامُ فِي السَّمَآءِ لَمَعْزُوْلُوْنَ – اَيْ مَمْنُوْعُوْنَ بِالشُّهُبِ بَعْدَ اَنْ كَانُوْا مُتَمَكِّنِيْنَ كَمَا يَدُلُّ عَلَيْهِ قَوْلُهٗ تَعَالٰى وَّاَنَّا لَمَسْنَا السَّمَآءَ فَوَجَدْنٰهَا مُلِئَتْ حَرَسًا شَدِيْدًا وَّشُهُبًا ﴿۸﴾ وَّاَنَّا كُنَّا نَقْعُدُ مِنْهَا مَقَاعِدَ لِلسَّمْعِ ۭ فَمَنْ يَّسْتَمِعِ الْاٰنَ يَجِدْ لَهٗ شِهَابًا رَّصَدًا وَالْمُرَادُ تَعْلِيْلُ مَا تَقَدَّمَ عَلٰى اَبْلَغِ وَجْهٍ لِاَنَّهُمْ اِذَا كَانُوْا مَمْنُوْعِيْنَ عَنْ سِمَاعِ مَا تَكَلَّمَ بِهِ الْمَلٰئِكَةُ فِي السَّمَآءِ كَانُوْا مَمْنُوْعِيْنَ مِنْ دُفَّةِ الْقُرْاٰنِ الْمَجِيْدِ يَعْنِي اللَّوْحَ الْمَحْفُوْظَ اَوْ مِنْ بَيْتِ الْعِزَّةِ اَوْ مِنْ سِمَاعِهٖ۔

وَ قِيْلَ الْمَعْنٰى اِنَّهُمْ لَمَعْزُوْلُوْنَ عَنِ السَّمْعِ بِكَلَامِ الْمَلٰئِكَةِ عَلَيْهِمُ السَّلَامُ لِاَنَّهٗ مَشْرُوْطٌ بِالْمُشَارَكَةِ فِيْ صِفَاتِ الذَّاتِ وَ قُبُوْلِ فِيْضَانِ الْحَقِّ وَالْاِنْتِقَاشِ بِالصُّوَرِ الْمَلَكُوْتِيَّهِ وَ نُفُوْسُهُمْ خَبِيْثَةٌ ظُلْمَانِيَّةٌ شَرِيْرَةٌ بِالذَّاتِ لَا تَقْبَلُ ذٰلِكَ۔

وَالْقُرْاٰنُ الْكَرِيْمُ مُشْتَمِلٌ عَلٰى حَقَائِقَ وَ مَغِيْبَاتٍ لَّا يُمْكِنُ تَلَقِّيْهَا اِلَّا مِنَ الْمَلٰئِكَةِ عَلَيْهِمُ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ۔

اس کے بعد اللہ تعالیٰ کی طرف سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم مخاطب کئے گئے باآنکہ آپ کی طرف سے صدور منہی عنہ حرام ہے لیکن اس سے اہتمام و اہمیت حکم بڑھانا مقصود ہے تاکہ سننے والا سمجھ سکے کہ جس ہستی مقدس سے منہیات کا صدور محال تھا

اسے جب یہ حکم ہے تو فَكَيْفَ بِمَنْ عَدَاهُ تو دوسروں کے لئے تو ظاہر ہے کہ کیا ہوگا۔ چنانچہ ارشاد ہے:

فَلَا تَدْعُ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ فَتَكُوْنَ مِنَ الْمُعَذَّبِیْنَ ۔تو تو اللہ کے سوا دوسرا خدا نہ پوج تا کہ تجھ پر عذاب نہ ہو اور اگر ایسا کرلیا تو تو معذب ہو جائے گا۔

آلوسی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: خُوْطِبَ بِهِ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَعَ اسْتِحَالَةِ صُدُوْرِ الْمَنْهِيِّ عَنْهُ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ تَهْيِيْجًا وَ حَثًّا لِاِزْدِيَادِ الْاِخْلَاصِ۔

اس کے بعد دوسرا حکم گھر والوں کے لئے ہوا۔

وَاَنْذِرْ عَشِیْرَتَكَ الْاَقْرَبِیْنَ ۔اور اے محبوب اپنے قریب تر رشتہ داروں کو ڈرائیے۔

یعنی بنی ہاشم اور بنی مطلب یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قریبی تھے چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں انذار فرمایا اور خدا کا خوف دلایا اور انساب کے چھ طبقات ہوتے ہیں حَيْثُ قَالَ الْاٰلُوْسِيُّ رَحِمَهُ اللّٰهُ۔

وَاشْتَهَرَ اَنَّ طَبَقَاتِ الْاَنْسَابِ سِتَّةٌ۔ عام طور پر یہ مشہور ہے کہ نسب کے لئے چھ طبقات ہیں۔

اَلْاُوْلٰى اَلشَّعْبُ بِفَتْحِ شِيْنٍ وَ هُوَ النَّسَبُ الْاَبْعَدُ كَعَدْنَانَ۔ پہلے شعب ہے یہ نسب بعید ہے جیسے عدنان۔

اَلثَّانِيَةُ لِلْقَبِيْلَةِ وَ هِيَ مَا انْقَسَمَ الشَّعْبُ فِيْهِ كَرَبِيْعَةَ وَ مُضَرَ۔ دوسرے قبیلہ وہ ہے جس میں شعب تقسیم ہوتے ہیں جیسے ربیعہ اور مضر۔

اَلثَّالِثَةُ الْعِمَارَةُ وَ هِيَ مَا انْقَسَمَ فِيْهِ اَنْسَابُ الْقَبِيْلَةِ كَقُرَيْشٍ وَ كِنَانَةَ۔ تیسرے عمارۃ ہے وہ یہ ہے جس سے قبیلہ کے انساب تقسیم ہوتے ہیں جیسے قریش اور کنانہ۔

وَالرَّابِعَةُ الْبَطْنُ وَ هُوَ مَا انْقَسَمَ فِيْهِ اَنْسَابُ الْعِمَارَةِ – كَبَنِيْ عَبْدِ مَنَافٍ وَّ بَنِيْ مَخْزُوْمٍ۔ چوتھے بطن ہے اور وہ ہے جس میں نسب عمارہ تقسیم ہوتے ہیں جیسے عبد مناف اور بنی مخزوم۔

وَالْخَامِسَةُ الْفَخِذُ وَ هُوَ مَا انْقَسَمَ فِيْهِ اَنْسَابُ الْبَطْنِ كَبَنِيْ هَاشِمٍ وَّ بَنِيْ اُمَيَّةَ۔ پانچویں قسم فخذ ہے وہ ہے جس میں انساب بطن تقسیم ہوتے ہیں۔

وَالسَّادِسَةُ الْفَصِيْلَةُ وَ هِيَ مَا انْقَسَمَ فِيْهِ اَنْسَابُ الْفَخِذِ كَبَنِيْ عَبَّاسٍ وَّ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ وَ لَيْسَ دُوْنَ الْفَصِيْلَةِ اِلَّا الرَّجُلُ وَوَلَدُهُ۔ چھٹے فیصلہ ہے اور وہ وہ ہے کہ اس میں انساب فخذ تقسیم ہوتے ہیں جیسے بنی عباس اور بنی عبد المطلب اور فیصلہ کے علاوہ مرد اور بیٹا ہی ہوتا ہے۔

وَ حُكِيَ عَنِ ابْنِ الْكَلْبِيِّ عَنْ اَبِيْهِ تَقْدِيْمُ الشَّعْبِ ثُمَّ الْقَبِيْلَةُ ثُمَّ الْفَصِيْلَةُ ثُمَّ الْعِمَارَةُ ثُمَّ الْفَخِذُ۔ مقدم نسبوں میں شعب پھر قبیلہ پھر فصیلہ پھر عمارہ پھر فخذ رکھے گئے ہیں۔ اور عشیرہ کا تذکرہ نہیں کیا گیا اس کی وجہ بعد میں بیان کی۔

اِنَّهَا تَحْتَ الْفَخِذِ فَوْقَ الْفَصِيْلَةِ۔ کہ عشیرہ فخذ کے نیچے اور فصیلہ کے اوپر ہے۔

اور امام نووی علیہ الرحمۃ نے تحریر التنبیہ میں فرمایا: وَ زَادَ بَعْضُهُمُ الْعَشِيْرَةَ قَبْلَ الْفَصِيْلَةِ وَ يُفْهَمُ مِنْ كَلَامِ الْبَعْضِ اَنَّ الْعَشِيْرَةَ اِذَا وُصِفَتْ بِالْاَقْرَبِ اِتَّحَدَتْ مَعَ الْفَصِيْلَةِ الَّتِيْ هِيَ سَادِسَةُ الطَّبَقَاتِ۔

بعض نے عشیرہ کو فیصلہ سے پہلے بڑھایا اور بعض کے کلام سے یہ سمجھا جاتا ہے کہ عشیرہ جب قریبی رشتہ داروں کے معنی میں لیا جاتا ہے تو وہ فصیلہ کے ساتھ متحد ہو جاتے ہیں جو چھٹا طبقہ ہے اور کیفیت انذار پر بہت سی احادیث وارد ہیں منجملہ ان کے یہ بھی ہے:

مَا اَخْرَجَهُ الْبُخَارِیُّ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ لَمَّا نَزَلَتْ وَ اَنْذِرْ عَشِیْرَتَكَ الْاَقْرَبِیْنَ صَعِدَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ عَلَی الصَّفَا فَجَعَلَ یُنَادِیْ یَا بَنِیْ فِهْرٍ یَا بَنِیْ عَدْنَانَ یَا بَنِیْ عَدِیٍّ لِبُطُوْنِ قُرَیْشٍ حَتّٰی اجْتَمَعُوْا فَجَعَلَ الرَّجُلُ اِذَا لَمْ یَسْتَطِعْ اَنْ یَّخْرُجَ اَرْسَلَ رَسُوْلًا یَنْظُرُ مَا هُوَ فَجَاءَ اَبُوْ لَهَبٍ وَ قُرَیْشٌ فَقَالَ اَرَاَیْتَكُمْ لَوْ اَخْبَرْتُكُمْ اَنَّ خَیْلًا بِالْوَادِیْ تُرِیْدُ اَنْ تُغِیْرَ عَلَیْكُمْ اَكُنْتُمْ مُصَدِّقِیَّ قَالُوْا نَعَمْ مَا جَرَّبْنَا عَلَیْكَ اِلَّا صِدْقًا وَّ قَالَ اِنِّیْ نَذِیْرٌ لَّكُمْ بَیْنَ یَدَیْ عَذَابٍ شَدِیْدٍ فَقَالَ اَبُوْلَهَبٍ تَبًّا لَكَ سَائِرَ الْیَوْمِ اَلِهٰذَا جَمَعْتَنَا فَنَزَلَتْ تَبَّتْ یَدَاۤ اَبِیْ لَهَبٍ وَّ تَبَّ ﴿۱﴾ مَاۤ اَغْنٰی عَنْهُ مَالُهٗ وَمَا كَسَبَ۔

جب آیۂ کریمہ وَ اَنْذِرْ عَشِیْرَتَكَ الْاَقْرَبِیْنَ نازل ہوئی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کوہ صفا پر تشریف لے گئے اور آواز دی اے بنی فہر اے بنی عدنان اے بنی عدی بطون قریش والوں کو حتیٰ کہ سب جمع ہو گئے یہاں تک کہ جو آنے سے معذور تھا اس نے بھی اپنا نمائندہ بھیج دیا کہ معلوم کرے کیا بات ہے تو ابولہب اور قریش بھی جمع ہو گئے۔

تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تمہارا کیا خیال ہے اگر میں تم کو خبر دوں کہ لشکر اس وادی میں جمع ہے اور چاہتا ہے کہ تم میں تغیر ڈالے تو تم میری تصدیق کرو گے؟ سب نے یک زبان ہو کر جواب دیا یقیناً ہم تصدیق کریں گے اس لئے کہ ہمارے تجربہ میں آپ کی سچائی آچکی ہے۔

فرمایا تو میں تمہیں ڈراتا ہوں کہ تمہارے سامنے شدید عذاب آرہا ہے۔ یہ سن کر ابولہب کہنے لگا: تَبًّا لَكَ سَائِرَ الْیَوْمِ تمہیں ہمیشہ ہلاکت ہو کیا اسی لئے ہمیں جمع کیا تھا۔ تو اس پر سورۃ تَبَّتْ یَدَاۤ اَبِیْ لَهَبٍ نازل ہوئی

دوسری حدیث احمد اور ایک جماعت نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے بیان کی۔

قَالَ لَمَّا نَزَلَتْ وَاَنْذِرْ عَشِیْرَتَكَ الْاَقْرَبِیْنَ دَعَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قُرَیْشاً وَ عَمَّ وَ خَصَّ۔ جب وَ اَنْذِرْ عَشِیْرَتَكَ الْاَقْرَبِیْنَ نازل ہوئی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے قریش کے عوام وخواص جمع فرمائے اور فرمایا:

یَا مَعْشَرَ قُرَیْشٍ اَنْقِذُوْا اَنْفُسَكُمْ مِّنَ النَّارِ فَاِنِّیْ لَا اَمْلِكُ لَكُمْ ضَرًّا وَّ لَا نَفْعًا۔

اے قریش کے لوگو اپنی جانیں آگ سے بچاؤ میں بالذات تمہارے ضرر و نفع کا مالک نہیں۔

یَا مَعْشَرَ بَنِیْ كَعْبِ بْنِ لُؤَیٍّ اَنْقِذُوْا اَنْفُسَكُمْ مِنَ النَّارِ فَاِنِّیْ لَا اَمْلِكُ لَكُمْ ضَرًّا وَّ لَا نَفْعًا۔

اے کعب بن لوی اپنے کو آگ سے بچاؤ میں تمہارے معاملہ میں نفع وضرر کا مالک نہیں۔

یَا مَعْشَرَ بَنِیْ قُصَیٍّ اَنْقِذُوْا اَنْفُسَكُمْ مِّنَ النَّارِ فَاِنِّیْ لَا اَمْلِكُ لَكُمْ ضَرًّا وَّ لَا نَفْعًا۔

اے بنی قصی اپنی جان آگ سے بچاؤ۔ الخ

يَا مَعْشَرَ بَنِیْ عَبْدِ مَنَافٍ اَنْقِذُوْا اَنْفُسَكُمْ مِّنَ النَّارِ فَاِنِّیْ لَا اَمْلِکُ لَكُمْ ضَرًّا وَّ لَا نَفْعًا۔

اے بنی عبد مناف اپنے کو آگ سے بچاؤ۔ الخ

يَا مَعْشَرَ بَنِیْ عَبْدِالمُطَّلِبِ اَنْقِذُوْا اَنْفُسَكُمْ مِّنَ النَّارِ فَاِنِّیْ لَا اَمْلِکُ لَكُمْ ضَرًّا وَّ لَا نَفْعًا۔

اے بنی عبدالمطلب اپنی جان آگ سے بچاؤ الخ۔ پھر اپنی لخت جگر فلذہ کبد کو فرمایا

يَا فَاطِمَةَ بِنْتَ مُحَمَّدٍ اَنْقِذِیْ نَفْسَکِ مِنَ النَّارِ فَاِنِّیْ لَا اَمْلِکُ لَكُمْ ضَرًّا وَّ لَا نَفْعًا۔

اے فاطمہ بنت محمد اپنی جان آتش جہنم سے بچائیں اس معاملہ میں تمہارے نفع وضرر کا مالک نہیں۔

اَلَا اَنَّ لَكُمْ رَحْمًا وَ سَاَبُلُّهَا بِبَلَالِهَا۔

خبردار تمہارے صلہ رحمی ہے اور میں عنقریب اس کو نرمی کے ساتھ تر رکھوں گا۔

وَجَآءَ فِیْ بَعْضِ الرِّوَایَاتِ اَنَّهٗ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَمَّا نَزَلَتِ الْاٰیَةُ جَمَعَ عَلَیْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ بَنِیْ هَاشِمٍ فَاَجْلَسَهُمْ عَلَی الْبَابِ وَ جَمَعَ نِسَائَهٗ وَاَهْلَهٗ فَاَجْلَسَهُمْ فِی الْبَیْتِ ثُمَّ اطَّلَعَ عَلَیْهِمْ فَاَنْذَرَهُمْ۔

بعض روایات سے ہے کہ جب یہ آیہ کریمہ نازل ہوئی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بنی ہاشم کو جمع فرمایا اور عورتیں بھی بلائیں اور انہیں انذار فرمایا۔

وَ فِیْ بَعْضِ اُخَرَ مِنْهَا اَنَّهٗ عَلَیْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ اَمَرَ عَلِیًّا کَرَّمَ اللّٰهُ وَجْهَهٗ اَنْ یَّصْنَعَ طَعَامًا وَ یَجْمَعَ لَهٗ بَنِیْ عَبْدِالْمُطَّلِبِ فَفَعَلَ وَجَمَعَهُمْ وَهُمْ یَوْمَئِذٍ اَرْبَعُوْنَ رَجُلًا فَبَعْدَ اَنْ اَکَلُوْا اَرَادَ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَنْ یُّکَلِّمَهُمْ بَدَرَهٗ اَبُوْ لَهَبٍ اِلَی الْکَلَامِ فَقَالَ لَقَدْ سَحَرَکُمْ صَاحِبُکُمْ فَتَفَرَّقُوْا ثُمَّ دَعَاهُمْ مِّنَ الْغَدِ اِلٰی مِثْلِ ذٰلِکَ ثُمَّ بَدَرَهُمْ بِالْکَلَامِ فَقَالَ یَا بَنِیْ عَبْدِالْمُطَّلِبِ اِنِّیْ اَنَا النَّذِیْرُ لَکُمْ مِّنَ اللّٰهِ تَعَالٰی وَالْبَشِیْرُ قَدْجِئْتُکُمْ بِمَا لَمْ یَجِیْٔ بِهٖ اَحَدٌ جِئْتُکُمْ بِالدُّنْیَا وَالْاٰخِرَةِ فَاَسْلِمُوْا تَسْلَمُوْا وَاَطِیْعُوْا تَهْتَدُوْا اِلٰی غَیْرِ ذَالِکَ مِنَ الْاَخْبَارِ وَالرِّوَایَاتِ۔

ایک روایت میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو کھانا بنانے کا حکم دیا اور بنی عبدالمطلب کو جمع کیا اس دن چالیس آدمی جمع ہوئے پھر بعد اکل وشرب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے کلام کرنے کا ارادہ فرمایا تو ابولہب جلدی سے بول پڑا کہ یہ ہم پر جادو کردیں گے تو سب متفرق ہوگئے پھر دوسرے دن ایسا ہی انتظام کیا گیا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جلدی سے گفتگو شروع فرمادی اور فرمایا اے بنی عبدالمطلب میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے تمہاری طرف ڈرانے والا آیا ہوں اور بشارت بھی دینے والا ہوں میں وہ تعلیم لایا ہوں جو کوئی دنیا میں نہیں لایا میں تمہارے پاس دنیا وآخرت کی بھلائی لایا ہوں لہٰذا تم مانو امن میں رہو گے میری پیروی کرو ہدایت پاجاؤ گے۔

اس کے علاوہ اور بہت سی روایات ہیں۔

اگر یہ روایات صحیح ہیں تو سمجھنا یہ ضروری ہے کہ یہ اجتماع حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے انذار کے لئے فرمایا تھا۔

پھر حضرات شیعہ کا اس سے یہ تمسک کہ یہ اجتماع خلافت حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے لئے کیا گیا تھا کیونکر صحیح ہوسکتا ہے

سوائے اس کے کہ ان کی روایتیں قول ہیں یا ضعیف یا موضوع۔

وَاخْفِضْ جَنَاحَكَ لِمَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۲۱۵﴾ ۔ اور جھکائے رہو اپنی رحمت کا بازو ان کے لئے جو آپ کے پیرو مومن ہیں۔

اس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو تواضع اور وداد و محبت سے مومنین کے ساتھ پیش آنے کا حکم ہے آلوسی رحمہ اللہ نے اس پر متعدد توجیہات فرمائی ہیں ہم اس کی بجائے ابن جریر ابن منذر ابن جریج رحمہم اللہ کی روایت نقل کرنا مناسب سمجھتے ہیں۔

قَالَ لَمَّا نَزَلَتْ وَ اَنْذِرْ عَشِيْرَتَكَ الْاَقْرَبِيْنَ بَدَاَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِاَهْلِ بَيْتِهٖ وَ فَصِيْلَتِهٖ فَشَقَّ ذٰلِکَ عَلَى الْمُسْلِمِيْنَ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ تَعَالٰى وَاخْفِضْ جَنَاحَكَ لِمَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بحکم الٰہی انذار کی ابتداء اپنے اہل بیت سے کی یہ بات مسلمانوں پر شاق سی گزری تو وَاخْفِضْ جَنَاحَكَ عامۂ مومنین کے لئے نازل ہوئی۔

فَاِنْ عَصَوْكَ فَقُلْ اِنِّيْ بَرِيْٓءٌ مِّمَّا تَعْمَلُوْنَ ﴿۲۱۶﴾ ۔ تو اگر وہ آپ کا حکم نہ مانیں تو فرما دیں میں تمہارے کاموں سے بیزار ہوں۔

يَعْنِيْ فَاِنْ عَصَوْکَ وَلَمْ يَتَّبِعُوْکَ بَعْدَ اِنْذَارِهِمْ فَقُلْ اِنِّيْ بَرِيْءٌ مِّنْ عَمَلِكُمْ۔

وَتَوَكَّلْ عَلَى الْعَزِيْزِ الرَّحِيْمِ ﴿۲۱۷﴾ ۔ اور بھروسہ کیجئے اس غالب اور رحم والے پر۔

وہ انہیں ذلیل فرمائے گا جو آپ کی نافرمانی کرتے ہیں اور آپ کی مدد فرمائے گا اپنی شان عزیز سے اور آپ کی مدد کرے گا اپنی رحمت سے۔ اس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی بھی فرمائی گئی۔

اب توکل کے متعلق بعض عارفین کاملین فرماتے ہیں کہ توکل لوگوں میں کئی درجہ کا ہے۔

پہلا درجہ تو یہ ہے: اَلتَّوَكُّلُ مَعَ الطَّلَبِ وَ مُعَاطَاةِ السَّبَبِ عَلٰى نِيَّةِ شُغْلِ النَّفْسِ وَ نَفْعِ الْخَلْقِ وَتَرْكِ الدَّعْوٰى۔

توکل طلب اجر کے لئے ہو اسباب سے بے نیاز ہو کر شغل نفس اور نفع خلق اور ترک دعویٰ کے ساتھ۔

دوسرا درجہ یہ ہے: اَلتَّوَكُّلُ مَعَ اِسْقَاطِ الطَّلَبِ وَغَضِّ الْعَيْنِ عَنِ السَّبَبِ اِجْتِهَادًا فِيْ تَصْحِيْحِ التَّوَكُّلِ وَ قَمْعِ تَشَرُّفِ النَّفْسِ تَفَرُّغًا فِيْ حِفْظِ الْوَاجِبَاتِ۔

دوسرا درجہ توکل کا یہ ہے کہ طلب وخواہش کے بغیر ہو اور نظر اسباب سے علیحدہ ہو اور نفس کی بلندی سے خالی ہو واجبات کی محافظت میں۔

تیسرا درجہ یہ ہے: اَلتَّوَكُّلُ مَعَ مَعْرِفَةِ التَّوَكُّلِ النَّازِعَةِ اِلَى الْخَلَاصِ عَنْ عِلَّةِ التَّوَكُّلِ۔ توکل کو جانے کہ یہ اخلاص کی طرف کھینچنے والا ہے وَلَمْ يُلَاحِظْ فِيْ تَوَكُّلِهٖ سِوٰى خَالِصِ حَقِّ اللّٰهِ تَعَالٰى۔ اور اس توکل میں سوا اللہ تعالیٰ کے حق کے کچھ نہ دیکھے۔

الَّذِيْ يَرٰىكَ حِيْنَ تَقُوْمُ ﴿۲۱۸﴾ وَتَقَلُّبَكَ فِي السّٰجِدِيْنَ ﴿۲۱۹﴾ ۔

جو تمہیں دیکھتا ہے جب تم کھڑے ہوتے ہو اور تمہارا نمازیوں میں دورا۔

اس کے اندر تقوم مطلق ہے جس کے یہ معنی ہوئے کہ جس مقام پر جہاں تم کھڑے ہو وہ عزیز و رحیم تمہیں دیکھتا ہے اور جب تم اپنے تہجد پڑھنے والے اصحاب کے احوال ملاحظہ فرمانے کے لئے شب میں دورا کرتے ہو۔

بعض مفسرین نے کہا اس کے یہ معنی ہیں کہ جب تم امام ہو کر نماز پڑھاتے ہو اور قیام و رکوع اور سجود و قعود میں گزرتے ہو۔

بعض مفسرین نے اس کے معنی یہ کئے ہیں کہ اللہ تعالیٰ آپ کی گردش چشم کو دیکھتا ہے نمازوں میں کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پس و پیش یکساں ملاحظہ فرماتے تھے۔

اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بخدا مجھ پر تمہارا خشوع و رکوع مخفی نہیں میں تمہیں پس پشت بھی دیکھتا ہوں جیسا سامنے سے فَاِنَّهُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَرٰى مِنْ خَلْفِهٖ فَفِيْ صَحِيْحِ الْبُخَارِيِّ عَنْ اَنَسٍ قَالَ اُقِيْمَتِ الصَّلٰوةُ فَاَقْبَلَ عَلَيْنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِوَجْهِهٖ فَقَالَ اَقِيْمُوْا صُفُوْفَكُمْ وَتَرَاصُّوا فَاِنِّيْ اَرَاكُمْ مِّنْ وَّرَآءِ ظَهْرِيْ۔

وَ فِيْ رِوَايَةِ اَبِيْ دَاوٗدَ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَقُوْلُ اِسْتَوُوْا اِسْتَوُوْا اِسْتَوُوْا وَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهٖ وَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهٖ اِنِّيْ لَاَرَاكُمْ مِّنْ خَلْفِيْ كَمَا اَرَاكُمْ مِنْ بَيْنِ يَدَيَّ۔

بعض اس طرف گئے کہ ساجدین سے عامہ مومنین مراد ہیں اور معنی یہ ہیں کہ زمانہ حضرت آدم و حوا علیہما السلام سے لے کر حضرت عبداللہ اور حضرت آمنہ خاتون تک مومنین کے اصلاب و ارحام میں آپ کے دورے کو اللہ تعالیٰ ملاحظہ فرماتا ہے اس سے ثابت ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام اصول یعنی آباء و اجداد حضرت آدم علیہ السلام تک سب کے سب مومن ہیں كَمَا قَالَ الْآلُوْسِيُّ فِيْ رُوْحِ الْمَعَانِيْ حَيْثُ قَالَ

رَوَاهُ جَمَاعَةٌ مِنْهُمُ الطِّبْرَانِيُّ وَالْبَزَّارُ وَاَبُوْنُعَيْمٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّهٗ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ فَسَّرَ التَّقَلُّبَ فِيْهِمْ بِالتَّنَقُّلِ فِيْ اَصْلَابِهِمْ حَتّٰى وَلَدَتْهُ اُمُّهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ۔

وَ جُوِّزَ عَلٰى حَمْلِ التَّقَلُّبِ عَلَى التَّنَقُّلِ فِي الْاَصْلَابِ اَنْ يُّرَادَ بِالسَّاجِدِيْنَ الْمُؤْمِنُوْنَ وَ اسْتَدَلَّ بِالْاٰيَةِ عَلٰى اِيْمَانِ اَبَوَيْهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَمَا ذَهَبَ اِلَيْهِ كَثِيْرٌ مِّنْ اَجِلَّةِ اَهْلِ السُّنَّةِ۔

اس کے بعد اپنی رائے آلوسی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

وَاَنَا اَخْشَى الْكُفْرَ عَلٰى مَنْ يَّقُوْلُ فِيْهِمَا رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا عَلٰى رَغْمِ اَنْفِ عَلِيِّ نِ الْقَارِيِّ وَ اَحْزَابِهٖ نَصَّهٗ ذٰلِكَ۔

اِنَّهٗ هُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ﴿۲۲۰﴾ ۔ بے شک وہ سنتا جانتا ہے۔

هَلْ اُنَبِّئُكُمْ عَلٰى مَنْ تَنَزَّلُ الشَّيٰطِيْنُ ﴿۲۲۱﴾ کیا میں تمہیں بتادوں کہ کس پر اترتے ہیں شیاطین۔

یہ اس کا جواب ہے جو مشرکین نے کہا تھا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر شیاطین اترتے ہیں اور جو وہ کہہ دیتے ہیں اسی کو یہ معاذ اللہ کہہ دیتے ہیں۔

تَنَزَّلُ عَلٰى كُلِّ اَفَّاكٍ اَثِيْمٍ ﴿۲۲۲﴾ ۔ اترتے ہیں وہ ہر بڑے بہتان تراش گنہگار پر۔

جیسے مسیلمہ کذاب اور اس جیسے دوسرے کاہن جو کثیر الافک اور جھوٹے ہیں ان میں شق بن رہم بن نذیر اور سطیح بن

ربیعہ بن عدی بھی ہے۔

یُّلْقُوْنَ السَّمْعَ وَاَكْثَرُهُمْ كٰذِبُوْنَ ۔ ان پر ڈالتے ہیں شیطان اپنی سنی ہوئی اور ان میں اکثر جھوٹے ہیں۔

اس لئے کہ وہ فرشتوں سے سنی ہوئی باتوں میں اپنی طرف سے جھوٹ ملا دیتے ہیں یعنی اِنَّ هٰٓؤُلَآءِ قَلَّمَا يَصْدُقُوْنَ فِيْ اَقْوَالِهِمْ وَاِنَّمَا هُمْ اَكْثَرُهُمْ كٰذِبُوْنَ۔

چنانچہ بخاری و مسلم میں ابن مردویہ رحمہ اللہ حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا سے راوی ہیں: قَالَ سَاَلَ اُنَاسٌ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْكُهَّانِ فَقَالَ اِنَّهُمْ لَيْسُوْا بِشَيْءٍ فَقَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّهُمْ يُحَدِّثُوْنَ اَحْيَانًا بِالشَّيْءِ يَكُوْنُ حَقًّا قَالَ تِلْكَ الْكَلِمَةُ مِنَ الْحَقِّ يَحْفَظُهَا الْجِنُّ فَيَقْذِفُهَا فِيْ اُذُنِ وَلِيِّهٖ فَيَخْلِطُوْنَ فِيْهَا اَكْثَرَ مِنْ مِّائَةِ كَذِبَةٍ۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کاہنوں کے متعلق لوگوں نے سوال کیا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ کچھ نہیں ہیں عرض کیا حضور! صلی اللہ علیک وسلم اکثر باتیں وہ ایسی کرتے ہیں کہ سچی ہوتی ہیں فرمایا یہ وہ جملے ہوتے ہیں جسے جن ملأ اعلیٰ سے سن کر یاد کر لیتا ہے اور کاہن کے دل میں ڈال دیتا ہے اور اس میں سو فی صدی جھوٹ بھی ملا دیتا ہے اور یہ بھی جب تک تھا جب کہ وہ آسمان پر جانے سے روکے نہ گئے تھے۔

چنانچہ عبدالرزاق، عبد بن حمید اور ابن جریر، ابن منذر اور ابن ابی حاتم قتادہ رحمہم اللہ سے راوی ہیں: كَانَتِ الشَّيَاطِيْنُ تَصْعَدُ اِلَى السَّمَآءِ فَتَسْمَعُ ثُمَّ تَنْزِلُ اِلَى الْكَهَنَةِ فَتُخْبِرُهُمْ فَتُحَدِّثُ الْكَهَنَةُ بِمَا اَنْزَلَتْ بِهِ الشَّيَاطِيْنُ مِنَ السَّمْعِ وَ تَخْتَلِطُ بِهَا الْكَهَنَةُ كَذِبًا كَثِيْرًا فَيَتَحَدَّثُوْنَ بِهِ النَّاسَ فَاَمَّا مَا كَانَ مِنْ سَمْعِ السَّمَاءِ فَيَكُوْنُ حَقًّا وَ اَمَّا مَا خَلَطُوْا بِهٖ مِنَ الْكَذِبِ فَيَكُوْنُ كَذِبًا۔

شیاطین آسمان کی طرف چڑھتے تھے اور جو کچھ سنتے کاہنوں کی طرف آ کر خبر دیتے تھے پھر کاہن جو کچھ سنتے اس میں بہت سے جھوٹ ملا کر کہتے تو جو وہاں سے سنتے وہ تو صحیح خبر ہوتی اور جو اس میں جھوٹ ملا دیتے وہ جھوٹ ہوتا۔

وَالْمَعْنٰى يُلْقِي الشَّيَاطِيْنُ الْمَسْمُوْعَ مِنَ الْمَلَاءِ الْاَعْلٰى قَبْلَ اَنْ يُّرْجَمُوْا مِنْ بَعْضِ مَغِيْبَاتٍ اِلٰى اَوْلِيَائِهِمْ وَاَكْثَرُهُمْ كَاذِبُوْنَ فِيْمَا يُوْحُوْنَ بِهٖ اِلَيْهِمْ اِذْ لَا يُسْمِعُوْنَ هُمْ عَلٰى نَحْوِمَا تَكَلَّمَتْ بِهِ الْمَلٰٓئِكَةُ عَلَيْهِمُ السَّلَامُ لِشَرَارَتِهِمْ اَوْ لِقُصُوْرِ فَهْمِهِمْ وَضَبْطِهِمْ اَوْ اِفْهَامِهِمْ۔

اس کے یہ معنی ہیں کہ شیاطین وہ سنی ہوئی باتیں جو ملاء اعلیٰ سے لاتے تھے وہ انتظام رجم سے پہلے لاتے تھے اور وہ بعض مغیبات اپنے متعلق کاہن کو پہنچا دیتے تھے اور اکثر ان میں جھوٹ ہوتی تھیں جو وہ اپنے کاہنوں کو پہنچاتے تھے محض اس لئے کہ وہ ملائکہ علیہم السلام کی مکمل باتیں نہیں سن سکتے تھے اپنی شرارت اور قصور فہم اور عدم ضبط افہام کے باعث پھر جب کہ وہ جب سے معزول کر دیئے گئے اور سننے سے رہ گئے پھر کچھ بھی خبر نہ لا سکے۔

اِلَّا مَنْ خَطِفَ الْخَطْفَةَ فَاَتْبَعَهٗ شِهَابٌ ثَاقِبٌ۔ مگر جو چوری چھپے ان میں پہنچتا ہے اس کے پیچھے شہاب ثاقب لگ جاتا ہے۔

پھر اس شہاب ثاقب سے تین حالتیں ہو جاتی ہیں۔

ایک یہ کہ يَهْلِكُ بِالشِّهَابِ الثَّاقِبِ الَّذِيْ لَحِقَهٗ جسے وہ لگ گیا تو اس سے وہ ہلاک ہو گیا۔

دوسری یہ کہ وہ شہاب ثاقب زجراً آیا اور وہ اس سے بچ کر نکل گیا۔

تیسری یہ کہ اس شہاب سے زخمی ہوا یہ غول بیابانی ہے تُضِلُّ النَّاسَ فِي الْبَرَارِيْ جو جنگل میں لوگوں کو راستہ بھلاتا ہے جسے اردو اصطلاح میں چھلاوہ کہتے ہیں۔

چنانچہ عبدالرحمٰن بن خلدون اپنی تاریخ کے مقدمہ میں فرماتے ہیں:

إِنَّ الْاٰيَاتِ إِنَّمَا دَلَّتْ عَلٰى مَنْعِ الشَّيَاطِيْنِ مِنْ نَّوْعٍ وَّاحِدٍ مِّنْ اَخْبَارِ السَّمَآءِ وَ هُوَ مَا يَتَعَلَّقُ بِخَبَرِ الْبِعْثَةِ۔ آیتیں اس امر پر دلالت کرتی ہیں کہ شیاطین اخبار سماوی کے لینے سے روک دیئے گئے جو بعثت و رسالت کے متعلق ہیں۔

اور یواقیت الجواہر فی عقائد الاکابر میں حضرت علامہ عبدالوہاب شعرانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

اَلصَّحِيْحُ اِنَّ الشَّيَاطِيْنَ مَمْنُوْعُوْنَ مِنَ الْبَعْثِ مُنْذُ بُعِثَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ وَ بِتَقْدِيْرِ اِسْتِرَاقِهِمْ فَلَايَتَوَصَّلُوْنَ اِلَى الْاِنْسِ لِيُخْبِرُوْهُمْ بِمَا اسْتَرَقُوْهُ بَلْ تُحْرِقُهُمُ الشُّهُبُ وَتُفْنِيْهِمْ۔

صحیح یہ ہے کہ شیاطین روک دیئے گئے ہیں بعثت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے قیامت تک اور ان کے چڑھنے کی صورت میں وہ انس تک خبر نہیں دے سکتے اس لئے کہ وہ شہاب ثاقب سے جلا دیئے جاتے ہیں اور فنا ہو جاتے ہیں۔

وَلِهٰذَا قَالَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِابْنِ صَيَّادٍ حِيْنَ سَاَلَهٗ كَاشِفًا عَنْ حَالِهٖ بِقَوْلِهٖ عَلَيْهِ السَّلَامُ كَيْفَ يَاْتِيْكَ هٰذَا الْاَمْرُ فَقَالَ يَاْتِيْنِيْ صَادِقًا وَّ كَاذِبًا خُلِطَ عَلَيْكَ الْاَمْرُ يُرِيْدُ عَلَيْهِ السَّلَامُ نَفْيَ النُّبُوَّةِ عَنْهُ۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ابن صیاد سے اس کا حال دریافت فرماتے ہوئے پوچھا تیرے پاس یہ باتیں کیسے آتی ہیں بولا میرے پاس سچا جھوٹا آتا ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تیرا معاملہ مخلوط ہو گیا اس سے اس پر نفی نبوت فرمانی مقصود تھی۔

وَالشُّعَرَآءُ يَتَّبِعُهُمُ الْغَاوٗنَ ﴿۲۲۴﴾۔ اور شعراء کی پیروی گمراہ کرتے ہیں۔

اس میں ابطال زعم کفار مقصود ہے وہ کہتے تھے کہ قرآن کریم اشعار کے قبیل سے ہے اور اس سے کلام منظوم مقفیٰ ملتا ہے چنانچہ وہ قرآن کریم کی وہ آیتیں پیش کرتے تھے جو ادنیٰ تصرف سے موزون ہوتی ہیں جیسے: وَلَا تَقْتُلُوا النَّفْسَ الَّتِيْ حَرَّمَ اللّٰهُ وہ کہتے یہ بحر شطر طویل سے ہے اور اِنَّ قَارُوْنَ كَانَ مِنْ قَوْمِ مُوْسٰى یہ بحر مدید سے ہے اور فَاَصْبَحُوْا لَا يُرٰٓى اِلَّا مَسٰكِنُهُمْ یہ بحر بسیط ہے اور اَلَا بُعْدًا لِّعَادٍ قَوْمِ هُوْدٍ یہ بحر وافر ہے اور صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا بحر کامل سے ہے۔ اسی طرح تمام بحریں نکال کر پیش کرتے تھے وَيَنْصُرْكُمْ عَلَيْهِمْ وَيَشْفِ صُدُوْرَ قَوْمٍ مُّؤْمِنِيْنَ کو بناتے۔

حالانکہ اس قسم کی بحریں عام گفتگو میں بلا قصد و ارادہ بھی نکل آتی ہیں۔

اور یہی شان قرآن کریم کی بلاغت کی ہے کہ وہ اسالیب شعر پر ہرگز نہیں لیکن غایت فصیح اور سلیس ہے اس میں نظم کا قصد قطعی نہیں اور اگر اسی کا نام شعر ہے تو اکثر بچوں کی باتوں سے بھی مصرعے بن جاتے ہیں۔

درحقیقت مشرکین مکہ جہاں جادو جن وغیرہ کے ساتھ اہمیت کلام الٰہی عزوجل کو کم کرنا چاہتے تھے وہاں شعر کہہ کر بھی اس کی اہمیت کم کرنا ہی مقصود تھا ورنہ حقیقت میں اس کی کوئی حقیقت نہ تھی۔

چنانچہ دوسرا جواب دیا کہ شعراء کے پیرو عموماً گمراہ ہوتے ہیں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پیرو تو اہل رشد و ہدایت ہیں۔ چنانچہ ارشاد ہوا:

اَلَمْ تَرَ اَنَّهُمْ فِیْ كُلِّ وَادٍ یَّهِیْمُوْنَ ﴿۲۲۵﴾ ۔ کیا نہ دیکھا تم نے اے محبوب کہ وہ وادی قیل وقال کے ہر شعبہ وہم وخیال اور ہر مسلک غی وضلال میں سر کے بل سرگرداں ہیں۔

اور متحیر ہیں اپنی غوایت وسفاہت میں اور مبہوت ہیں تیہ صلف ووحاحت میں حتیٰ کہ ان کے قول وفعل بھی یکساں نہیں چنانچہ فرمایا:

وَ اَنَّهُمْ یَقُوْلُوْنَ مَا لَا یَفْعَلُوْنَ ﴿۲۲۶﴾ ۔ وہ کہتے کچھ ہیں اور کرتے کچھ ہیں۔

یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس کی تنزیہ ہے کہ شعراء کے پیرو گمراہ اور بہکے ہوئے ہیں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے متبعین ایسے نہیں ہیں۔

غَاوُوْنَ۔ پر ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: اَلْغَاوُوْنَ هُمُ الرُّوَاةُ الَّذِیْنَ یَحْفَظُوْنَ شِعْرَ الشُّعَرَآءِ وَیَرْوُوْنَ عَنْهُمْ مُبْتَهِجِیْنَ بِهٖ۔ وہ ایسے راوی ہیں جو شعر ہی یاد کر لیتے ہیں اور انہیں کو عام طور پر لوگوں کو سناتے پھرتے ہیں۔

قتادہ اور مجاہد رحمہما اللہ کہتے ہیں: اِنَّهُمْ هُمُ الشَّیَاطِیْنُ وہ شیاطین ہیں۔

اور اس آیہ کریمہ کا شان نزول ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں اِنَّ الْاٰیَةَ نَزَلَتْ فِیْ شُعَرَآءِ الْمُشْرِكِیْنَ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ الزِّبَعْرِیِّ وَ هُبَیْرَةَ بْنِ اَبِیْ وَهْبٍ الْمَخْزُوْمِیِّ وَ مُسَافِعِ بْنِ عَبْدِ مَنَافٍ وَاَبُوْ عِزَّةَ الْجُمَحِیِّ وَ اُمَیَّةَ ابْنِ اَبِی الصَّلْتِ قَالُوْا نَحْنُ نَقُوْلُ مِثْلَ قَوْلِ مُحَمَّدٍ وَّ كَانُوْا یَهْجُوْنَهٗ وَ یَجْتَمِعُ اِلَیْهِمُ الْاَعْرَابُ مِنْ قَوْمِهِمْ یَسْتَمِعُوْنَ اَشْعَارَهُمْ وَاَهَاجِیَهُمْ وَ هُمُ الْغَاوُوْنَ الَّذِیْنَ یَتَّبِعُوْنَهُمْ۔

یہ آیت شعراء مشرکین عبداللہ بن زبعری اور ہبیرۃ بن ابی وہب مخزومی اور مسافع بن عبد مناف اور ابو عزہ جمحی اور امیہ بن ابی الصلت کے حق میں اتری وہ کہتے تھے ہم بھی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی طرح بولتے ہیں اور وہ ہجو کرنے کے لئے جمع ہوتے تھے جو اعراب میں سے تھے اور ان کے اشعار اور ہجو سنتے تھے یہی وہ گمراہ تھے جو ان کی اتباع میں رہتے تھے۔

وَ اَخْرَجَ ابْنُ جَرِیْرٍ وَ ابْنُ اَبِیْ حَاتِمٍ وَّ ابْنُ مَرْدَوَیْهِ۔ وغیرہ سے بھی یہی روایت ہے۔

ایک روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں دو آدمی انصار اور دوسری قوم کا ایک آدمی تھا۔ اور ان دونوں کے ساتھ ان کی قوم کے گمراہ لوگ تھے اور وہ سب بیوقوف لوگ تھے فَاَنْزَلَ اللّٰهُ تَعَالٰی وَالشُّعَرَآءُ یَتَّبِعُهُمُ الْغَاوٗنَ ﴿۲۲۴﴾۔

اس کے ساتھ دوسرے مہذب متدین شعراء کا استثناء فرمایا گیا۔

اِلَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَ ذَكَرُوا اللّٰهَ كَثِیْرًا وَّ انْتَصَرُوْا مِنْۢ بَعْدِ مَا ظُلِمُوْا۔ مگر وہ جو ایمان لائے اور اچھے کام کئے اور بکثرت اللہ کی یاد کی اور بدلہ لیا بعد اس کے کہ ان پر ظلم ہوا۔

اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ۔ میں شعراء اسلام کی مدح کی گئی کہ وہ نعت لکھتے ہیں اللہ عزوجل کی حمد کرتے ہیں۔ اسلام

کی مدحت میں اپنا کلام سناتے ہیں اس پر اجر وثواب پاتے ہیں یہ وہ شاعر ہیں جن کے پیرو ہدایت یافتہ ہیں۔

بخاری شریف میں ہے کہ حضرت حسان رضی اللہ عنہ کے لئے مسجد نبوی میں منبر بچھایا جاتا آپ اس پر کھڑے ہوکر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مفاخر پڑھتے اور کفار کی ہجو اور بکواس کا جواب دیتے تھے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان کے حق میں دعا فرماتے تھے۔

وَذَكَرُوا اللّٰهَ كَثِيْرًا۔اور وہ اللہ کا ذکر بکثرت کرتے ہیں۔اس لئے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نعت، اسلام کی حمایت اور توحید کے مضامین یقیناً ذکر الٰہی عزوجل ہیں۔

اور جو شعر ایسا ہو جس سے اللہ عزوجل کی یاد اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت بڑھے وہ یقیناً ذکر الٰہی عزوجل ہے چنانچہ حضرت صدیق حضرت علی کرم اللہ وجہہ فاروق اعظم رضی اللہ عنہم کے ایسے اشعار بکثرت موجود ہیں۔

وَّانْتَصَرُوْا۔اور بدلہ لیا کفار سے ان کی ہجو کا۔**مِنْۢ بَعْدِ مَا ظُلِمُوْا**۔بعد اس کے کہ ان پر ظلم ہوا۔

یعنی کفار نے ہجو سید اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کر کے جو ظلم کیا اس کا بدلہ ان لوگوں نے ان سے لیا۔چنانچہ حدیث میں ہے کہ مومن اپنی تلوار سے بھی جہاد کرتا ہے اور اپنی زبان سے بھی اور یہ دونوں طریقے جہاد کے ہیں۔

اس پر آلوسی رحمۃ اللہ علیہ نے مفصل بحث کی ہے جو نقل کی جاتی ہے۔

اِسْتِثْنَآءٌ لِلشُّعَرَآءِ الْمُؤْمِنِيْنَ الصَّالِحِيْنَ الَّذِيْنَ يُكْثِرُوْنَ ذِكْرَ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ وَ يَكُوْنُ اَكْثَرُ اَشْعَارِهِمْ فِي التَّوْحِيْدِ وَالثَّنَآءِ عَلَى اللّٰهِ سُبْحٰنَهٗ وَ تَعَالٰى وَالْحِثِّ عَلَى الطَّاعَةِ وَالْحِكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ وَالزُّهْدِ فِي الدُّنْيَا وَالتَّرْهِيْبِ عَنِ الرُّكُوْنِ اِلَيْهَا وَالْاِغْتِرَارِ بِزَخَارِفِهَا وَالْاِفْتِتَانِ بِمَلَاذِهَا الْفَانِيَةِ وَالتَّرْغِيْبِ فِيْمَا عِنْدَ اللّٰهِ تَعَالٰى وَ نَشْرِ مَحَاسِنِ رَسُوْلِهٖ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَ مَدْحِهٖ وَ ذِكْرِ مُعْجِزَاتِهٖ لِيَتَغَلْغَلَ حُبُّهٗ فِيْ سُوَيْدَآءِ قُلُوْبِ السَّامِعِيْنَ وَ تَزْدَادُ رَغَبَاتُهُمْ فِي اتِّبَاعِهٖ وَ نَشْرِ مَدَائِحِ اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَ صُلَحَآءِ اُمَّتِهٖ۔

یہ استثناء ہے ان شعراء کا جو مومنین صالحین اپنے اشعار میں بکثرت ذکر الٰہی عزوجل کرتے اور ان کے اکثر اشعار توحید و ثناء الٰہی ہوتے ہیں اور اطاعت اور حکمت و موعظت اور زہد فی الدنیا اور اس سے اجتناب اور اس کے خزانوں سے تنفر کی طرف آمادہ کرتے ہیں اور دنیائے فانی کی لذتوں سے تنفر اور اللہ تعالیٰ کی محبت کی ترغیب اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے محاسن کا نشر اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مدحت اور معجزات کا ذکر ہوتا ہے تا کہ سننے والوں کی محبت جوش مارنے لگے اور اتباع انبیاء و متبعین کی طرف رغبتیں بڑھیں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مدحت آل اطہار کی منقش اور صلحاء امت کی مناقب ہوں۔

وَ قِيْلَ الْمُرَادُ بِالْمُسْتَثْنَيِيْنَ شُعَرَآءُ الْمُؤْمِنِيْنَ الَّذِيْنَ كَانُوْا يُدَافِعُوْنَ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَيُدَافِعُوْنَ هُجَاةَ الْمُشْرِكِيْنَ۔ایک قول یہ ہے کہ مستثنیٰ وہ شعراء مومنین ہیں جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب میں ہجو کرنے والے مشرکین کو جواب دیتے تھے۔

اور عبد بن حمید اور ابن ابی حاتم قتادہ سے راوی ہیں: **اِنَّ هٰذِهِ الْاٰيَةَ نَزَلَتْ فِيْ رَهْطٍ مِّنَ الْاَنْصَارِ هَاجُوْا عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْهُمْ كَعْبُ بْنُ مَالِكٍ وَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ رَوَاحَةَ وَ حَسَّانُ بْنُ ثَابِتٍ۔**

یہ آیت انصار کی ایک جماعت کے حق میں نازل ہوئی جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حمایت میں ان کی ہجو کا جواب دیتے تھے ان میں سے حضرت کعب بن مالک اور عبداللہ بن رواحہ اور حسان بن ثابت علیہم رضوان ہیں۔

ایک روایت ابی حسن سالم البزار سے ہے: اِنَّهٗ قَالَ لَمَّا نَزَلَتْ وَالشُّعَرَآءُ الْاٰیَةَ جَآءَ عَبْدُاللّٰهِ بْنُ رَوَاحَةَ وَ حَسَّانُ بْنُ ثَابِتٍ وَ كَعْبُ بْنُ مَالِكٍ وَ هُمْ يَبْكُوْنَ فَقَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ لَقَدْ اَنْزَلَ اللّٰهُ تَعَالٰى هٰذِهِ الْاٰيَةَ وَ هُوَ يَعْلَمُ اِنَّا شُعَرَآءُ هَلَكْنَا فَاَنْزَلَ اللّٰهُ تَعَالٰى اِلَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَ ذَكَرُوا اللّٰهَ كَثِيْرًا۔ فَدَعَاهُمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَتَلَا هٰذِهِ الْاٰيَةَ عَلَيْهِمْ۔

جب یہ آیت نازل ہوئی: وَالشُّعَرَآءُ يَتَّبِعُهُمُ الْغَاوٗنَ۔ تو عبداللہ بن رواحہ اور حسان بن ثابت اور کعب بن مالک علیہم رضوان روتے ہوئے بارگاہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر ہوئے اور عرض کیا حضور! صلی اللہ علیک وسلم ہم تو ہلاک ہو گئے اس لئے کہ ہم شعراء میں سے ہیں۔

تو یہ استثناء نازل ہوا: اِلَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا الخ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں بلایا اور ان پر یہ آیت کریمہ تلاوت کی۔

اور آگے اصول فرماتے ہیں: وَاَنْتَ تَعْلَمُ اَنَّ الْعِبْرَةَ لِعُمُوْمِ اللَّفْظِ لَا لِخُصُوْصِ السَّبَبِ۔ اور یہ مسلمہ امر ہے کہ عموم الفاظ کا اعتبار ہے نہ کہ خصوص سبب کا۔

اور ابن مردویہ اور ابن عساکر ابن عباس رضی اللہ عنہما سے راوی ہیں: اِنَّهٗ قَرَأَ قَوْلَهٗ تَعَالٰى اِلَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فَقَالَ هُمْ اَبُوْبَكْرٍ وَ عُمَرُ وَ عَلِيٌّ وَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ رَوَاحَةَ۔ آیت تلاوت فرما کر حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا یہ ابوبکر، عمر، علی اور عبداللہ بن رواحہ ہیں۔

اور حدیث میں ہے: اِنَّ مِنَ الشِّعْرِ لَحِكْمَةً بعض شعر حکمت والے ہوتے ہیں۔

وَ قَدْ سَمِعَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَ اَجَازَ عَلَيْهِ۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے شعر سنے اور ایسے پر حکمت اور مفید اشعار کو جائز رکھا۔

وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ لِحَسَّانَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اُهْجُهُمْ يَعْنِي الْمُشْرِكِيْنَ فَاِنَّ رُوْحَ الْقُدُسِ يُعِيْنُكَ۔ حضور ﷺ نے حضرت حسان رضی اللہ عنہ کو فرمایا مشرکین کی ہجو کر بے شک روح القدس تیری مدد کرے گا۔

اور ایک روایت میں ہے: اُهْجُهُمْ وَ جِبْرِيْلُ مَعَكَ۔ مشرکین کی ہجو کر جبریل علیہ السلام تیرے ساتھ ہے۔

وَ اَخْرَجَ ابْنُ سَعْدٍ عَنِ ابْنِ بُرَيْدَةَ اَنَّ جِبْرِيْلَ عَلَيْهِ السَّلَامُ اَعَانَ حَسَّانًا عَلٰى مَدْحَةِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِسَبْعِيْنَ بَيْتًا۔ حضرت جبریل امین علیہ السلام نے حسان کی مدد کی مدحت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم میں ستر بیتوں میں۔

اور احمد و بخاری اپنی تاریخ میں اور ابو یعلی اور ابن مردویہ کعب بن مالک سے راوی ہیں: اَنَّهٗ قَالَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى اَنْزَلَ فِي الشُّعَرَآءِ مَا اَنْزَلَ فَكَيْفَ تَرٰى فِيْهِ فَقَالَ اِنَّ الْمُؤْمِنَ يُجَاهِدُ بِسَيْفِهٖ وَ لِسَانِهٖ وَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهٖ لَكَاَنَ مَا تَرْمُوْنَهُمْ بِهٖ نَضْحُ النَّبْلِ۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا اللہ تعالیٰ نے شعراء کے لئے جو کچھ نازل فرمایا وہ فرمایا اس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی کیا رائے ہے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم

نے فرمایا مومن جہاد کرتا ہے تلوار اور زبان سے اور قسم ہے اس ذات کی جس کے ید قدرت میں میری جان ہے جو تم شعروں کے تیر مارتے ہو وہ دشمن پر نیزے مارنے سے زیادہ کاٹ کرتے ہیں۔

چنانچہ حضرت مولائے کائنات علی شیر خدا اسد اللہ فرماتے ہیں:

جَرَاحَاتُ السِّنَانِ لَهَا الْتِيَامُ ۔۔۔ وَلَا يَلْتَامُ مَا جَرَحَ اللِّسَانُ

برچھی کے زخم مندمل ہو سکتے ہیں لیکن زبان کا زخم مندمل نہیں ہوتا۔

ابن سعد رضی اللہ عنہ سے ایک روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حسان رضی اللہ عنہ کو بلا کر ایک سفر میں رجز پڑھوائے اور فرمایا: لَهٰذَا اَشَدُّ عَلَيْهِمْ مِّنْ وَ قْعِ النَّبْلِ یہ زیادہ سخت اور شدید ہیں دشمنوں پر تیر کے مقابلہ میں۔

حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَنٰی لِحَسَّانَ مِنْبَرًا فِی الْمَسْجِدِ يَنْشُدُ عَلَيْهِ الشِّعْرَ۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں حضرت حسان کے لئے منبر لگواتے جس پر وہ اشعار فرماتے۔

اور خلفاء راشدین رضوان اللہ علیہم اجمعین اشعار فرماتے تھے۔ چنانچہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا کلام ہے:

خُذْ بِلُطْفِکَ يَا اِلٰهِیْ مَنْ لَّهٗ زَادٌ قَلِيْلٌ ۔۔۔ مُفْلِسٌ بِالصِّدْقِ يَاْتِیْ عِنْدَ بَابِکَ يَا جَلِيْلُ

ذَنْبُهٗ ذَنْبٌ عَظِيْمٌ فَاغْفِرِ الذَّنْبَ الْعَظِيْمَ ۔۔۔ اِنَّهٗ شَخْصٌ غَرِيْبٌ مُذْنِبٌ عَبْدٌ ذَلِيْلٌ

اَيْنَ مُوْسٰی اَيْنَ عِيْسٰی اَيْنَ يَحْيٰی اَيْنَ نُوْحٌ ۔۔۔ اَنْتَ يَا صِدِّيْقُ عَاصٍ تُبْ اِلَی الْمَوْلَی الْجَلِيْلِ

حضرت زین العابدین رضی اللہ عنہ کا کلام ہے:

اِنْ نِلْتِ يَارِيْحَ الصَّبَا يَوْمًا اِلٰی اَرْضِ الْحَرَمِ ۔۔۔ بَلِّغْ سَلَامِیْ رَوْضَةً فِيْهَا النَّبِیُّ الْمُحْتَرَمُ

يَا رَحْمَةً لِّلْعَالَمِيْنَ اَدْرِکْ لِزَيْنِ الْعَابِدِيْنَ ۔۔۔ مَحْبُوْسِ اَيْدِی الظَّالِمِيْنَ فِی الْمُوْکِبِ وَالْمُزْدَحَمِ

حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا کلام ہے:

وَ مَا بِیَ خَوْفُ الْمَوْتِ اَنّٰی سُمِّيْتُ ۔۔۔ وَلٰكِنَّ خَوْفَ الذَّنْبِ يَتْعَبُهُ الذَّنْبُ

حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ کا کلام ہے:

غِنَی النَّفْسِ يُغْنِی النَّفْسَ حَتّٰی يَكُفُّهَا ۔۔۔ وَاِنْ عَضَّهَا حَتّٰی يَضُرِبَهَا الْفَقْرُ

حضرت شیر خدا اسد اللہ کرم اللہ وجہہ کا کلام ہے:

تُغَيِّرُهُ الْمَوَدَّةُ وَالْاِخَاءُ ۔۔۔ وَ قَلَّ الصِّدْقُ وَانْقَطَعَ الرَّجَاءُ

اِنِ افْتَخَرْتَ بِاٰبَآءٍ مَضَوْا سَلَفًا ۔۔۔ قُلْتُ صَدَقْتَ وَلٰكِنْ بِئْسَمَا دَارَ

حضرت سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا نے فرمایا:

مَا ذَا عَلٰی مَنْ شَمَّ تُرْبَةَ اَحْمَدِ ۔۔۔ اَنْ لَّا يَشُمَّ مُدَی الزَّمَانِ غَوَالِيَا

صُبَّتْ عَلَیَّ مَصَائِبُ لَوْ اَنَّهَا ۔۔۔ صُبَّتْ عَلَی الْاَيَّامِ صِرْنَ لَيَالِيَا

امام محمد بوصیری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

كَالزَّهْرِ فِیْ تَرَفٍ وَالْبَدْرِ فِیْ شَرَفٍ ۔۔۔ وَالْبَحْرِ فِیْ كَرَمٍ وَالدَّهْرِ فِیْ هِمَمِ

يَا اَكْرَمَ الْخَلْقِ مَا لِيْ مَنْ اَلُوْذُ بِهٖ سِوَاكَ عِنْدَ حُلُوْلِ الْحَادِثِ الْعَمَمِ
مَارَنَّحَتْ عَذَبَاتَ الْبَانِ رِيْحُ صَبَا حَاوِى الْعَيْنِ بِالنِّعَمِ
مُحَمَّدٌ سَيِّدُ الْكَوْنَيْنِ وَالثَّقَلَيْنِ وَالْفَرِيْقَيْنِ مِنْ عُرْبٍ وَّ مِنْ عَجَمٍ

حضرت عباس رضی اللہ عنہ کا کلام ہے:

نَصَرْنَا رَسُوْلَ اللّٰهِ فِى الْحَرْبِ سَعْيَةً وَقَدْ فَرَّ مَنْ قَدْ فَرَّعَنْهُ فَافْشَعُوْا

حضرت امام شافعی رضی اللہ عنہ کا کلام ہے:

وَلَوْلَا الشِّعْرُ بِالْعُلَمَاءِ يُذْرِىْ لَكُنْتُ الْيَوْمَ اَشْعَرُ مِنْ لَبِيْدٖ

اور لغو و فحش اشعار کے متعلق حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لَاَنْ يَّمْتَلِئَ جَوْفُ اَحَدِكُمْ قِيْحًا خَيْرٌ لَّهٗ مِنْ اَنْ يَّمْتَلِئَ شِعْرًا مِنَ الشِّعْرِ الَّذِىْ هَجَتْ بِهٖ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔ کسی کے پیٹ میں راد پیپ بھر جانا بہتر ہے اس سے کہ اس کے اندر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجو کے اشعار ہوں۔

چنانچہ علامہ ماوردی رحمہ اللہ نے بہت اچھا فیصلہ فرمایا۔

اَلشِّعْرُ فِىْ كَلَامِ الْعَرَبِ مُسْتَحَبٌّ وَّ مُبَاحٌ وَّ مَحْظُوْرٌ۔

فَالْمُسْتَحَبُّ مَا حَذَّرَ مِنَ الدُّنْيَا وَرَغَّبَ فِى الْاٰخِرَةِ وَحَثَّ عَلٰى مَكَارِمِ الْاَخْلَاقِ۔ مستحب وہ ہے جس میں تحذیر دنیا اور رغبت فی الآخرۃ ہو اور مکارم اخلاق کی طرف برانگیختہ کرنا۔

وَالْمُبَاحُ مَا تَسْلَمُ مِنْ فُحْشٍ اَوْ كِذْبٍ۔ اور مباح وہ ہے جس میں فحش اور جھوٹ نہ ہو۔

وَالْمَحْظُوْرُ نَوْعَانِ كِذْبٌ وَّ فُحْشٌ۔ اور ناجائز وہ ہے جو خالص جھوٹ اور فواحشات سے مملو ہو۔

پھر اس میں بھی متعدد مسائل ہیں۔

اول یہ کہ کافر کی مروت اور حربی کی ہجو جائز ہے اور اس جواز میں مشرکین بھی ہیں۔

دوسرے یہ کہ زانی فاسق و فاجر جاہر کی مذمت برائے اصلاح۔ لیکن فاسق فاجر جاہر کی ہجو نہیں چاہیے۔

وَسَيَعْلَمُ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْٓا اَيَّ مُنْقَلَبٍ يَّنْقَلِبُوْنَ ﴿۲۲۷﴾ ۔ اور عنقریب جان لیں گے ظالم کہ کیسی بری جگہ وہ لوٹیں گے۔

اس آیت کریمہ میں تہدید شدید اور وعید اکید ہے۔

اور وَسَيَعْلَمُ الَّذِيْنَ کی تفسیر میں محی السنۃ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اَشْرَكُوْا وَهَجَوْا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔ ظالم وہ ہیں جو شرک کریں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجو کریں۔

سُوْرَۃ نَمل

اس میں ترانوے آیات اور سات رکوع ہیں اور یہ مکی ہے۔

بامحاورہ ترجمہ پہلا رکوع -سورۃ نمل- پ ۱۹

طٰسٓ
اے طاہر وسید الطاہرین

تِلْكَ اٰيٰتُ الْقُرْاٰنِ وَكِتَابٍ مُّبِيْنٍ ۙ﴿۱﴾
یہ آیتیں ہیں قرآن اور کتاب روشن کی

هُدًى وَّبُشْرٰى لِلْمُؤْمِنِيْنَ ۙ﴿۲﴾
ہدایت وخوشخبری ہے ایمان والوں کی

الَّذِيْنَ يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَهُمْ بِالْاٰخِرَةِ هُمْ يُوْقِنُوْنَ ﴿۳﴾
جونماز قائم رکھتے ہیں اور زکوٰۃ دیتے ہیں اور وہ آخرت پر یقین رکھتے ہیں

اِنَّ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ زَيَّنَّا لَهُمْ اَعْمَالَهُمْ فَهُمْ يَعْمَهُوْنَ ؕ﴿۴﴾
وہ جو آخرت پر ایمان نہیں لاتے ہم نے ان کے کوتک ان کی نگاہ میں بھلے کر دکھائے ہیں تو وہ بھٹک رہے ہیں

اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ لَهُمْ سُوْٓءُ الْعَذَابِ وَهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ هُمُ الْاَخْسَرُوْنَ ﴿۵﴾
یہ وہ ہیں جن کے لئے بہت برا عذاب ہے اور وہ آخرت میں سب سے زیادہ نقصان میں ہیں

وَاِنَّكَ لَتُلَقَّى الْقُرْاٰنَ مِنْ لَّدُنْ حَكِيْمٍ عَلِيْمٍ ﴿۶﴾
اور بے شک تم قرآن سکھائے جاتے ہو حکمت اور علم والے کی طرف سے

اِذْ قَالَ مُوْسٰى لِاَهْلِهٖٓ اِنِّيْٓ اٰنَسْتُ نَارًا ؕ سَاٰتِيْكُمْ مِّنْهَا بِخَبَرٍ اَوْ اٰتِيْكُمْ بِشِهَابٍ قَبَسٍ لَّعَلَّكُمْ تَصْطَلُوْنَ ﴿۷﴾
جبکہ موسیٰ نے اپنی بیوی سے کہا مجھے ایک آگ نظر آئی ہے تو ابھی میں تمہارے پاس اس کی خبر لاتا ہوں یا لاتا ہوں تمہارے پاس کوئی چمکتی چنگاری تا کہ تم تاپو

فَلَمَّا جَآءَهَا نُوْدِيَ اَنْۢ بُوْرِكَ مَنْ فِي النَّارِ وَمَنْ حَوْلَهَا ؕ وَسُبْحٰنَ اللّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۸﴾
تو جب آیا آگ کے پاس ندا دی گئی کہ تو برکت دیا گیا جو اس آگ کی جلوہ گاہ میں ہے یعنی موسیٰ اور فرشتے جو اس کے گرد ہیں اور پاکی ہے اللہ کو جو رب العالمین ہے

يٰمُوْسٰٓى اِنَّهٗٓ اَنَا اللّٰهُ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ۙ﴿۹﴾
اے موسیٰ بات یہ ہے کہ میں ہی ہوں اللہ عزت والا حکمت والا

وَاَلْقِ عَصَاكَ ؕ فَلَمَّا رَاٰهَا تَهْتَزُّ كَاَنَّهَا جَآنٌّ وَّلّٰى مُدْبِرًا وَّلَمْ يُعَقِّبْ ؕ يٰمُوْسٰى لَا تَخَفْ ۫ اِنِّيْ لَا يَخَافُ لَدَيَّ الْمُرْسَلُوْنَ ۖ﴿۱۰﴾
اور اپنا عصا ڈال دے تو جب موسیٰ نے اسے دیکھا لہراتا ہوا سانپ ہے تو پیٹھ پھیر کر چلا اور نہ دیکھا مڑ کر اے موسیٰ ڈر نہیں بے شک میرے حضور رسول ڈرا نہیں کرتے

اِلَّا مَنْ ظَلَمَ ثُمَّ بَدَّلَ حُسْنًۢا بَعْدَ سُوْٓءٍ فَاِنِّيْ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۱﴾
مگر جو ظلم کرے پھر بدل لے بھلائی برائی سے تو بے شک میں بخشنے والا مہربان ہوں

وَ اَدْخِلْ یَدَكَ فِیْ جَیْبِكَ تَخْرُجْ بَیْضَآءَ مِنْ غَیْرِ سُوْٓءٍ فِیْ تِسْعِ اٰیٰتٍ اِلٰى فِرْعَوْنَ وَ قَوْمِهٖ اِنَّهُمْ كَانُوْا قَوْمًا فٰسِقِیْنَ ﴿۱۲﴾	اور داخل کر اپنا ہاتھ گریبان میں نکلے گا سفید چمکتا بغیر تکلیف کے نو آیتوں میں فرعون اور اس کی قوم کی طرف بے شک وہ قوم فاسق ہے
فَلَمَّا جَآءَتْهُمْ اٰیٰتُنَا مُبْصِرَةً قَالُوْا هٰذَا سِحْرٌ مُّبِیْنٌ ﴿۱۳﴾	تو جب آئیں ان میں ہماری نشانیاں آنکھیں کھولتی ہوئی تو بولے یہ کھلا جادو ہے
وَ جَحَدُوْا بِهَا وَ اسْتَیْقَنَتْهَآ اَنْفُسُهُمْ ظُلْمًا وَّ عُلُوًّا فَانْظُرْ كَیْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُفْسِدِیْنَ ﴿۱۴﴾	تو منکر ہوئے وہ اس سے اور ان کے دلوں میں اس کا یقین تھا ظلم اور تکبر سے تو دیکھو کیسا انجام ہوا فساد کرنے والوں کا

حل لغات پہلا رکوع - سورۃ نمل - پ ۱۹

طٰسٓ ۔	تِلْكَ ۔ یہ	اٰیٰتُ ۔ آیتیں ہیں	الْقُرْاٰنِ ۔ قرآن
وَ ۔ اور	كِتَابٍ ۔ کتاب	مُّبِیْنٍ ۔ روشن کی	هُدًى ۔ ہدایت
وَّ ۔ اور	بُشْرٰى ۔ خوشخبری	لِلْمُؤْمِنِیْنَ ۔ مومنوں کیلئے	الَّذِیْنَ ۔ وہ جو
یُقِیْمُوْنَ ۔ قائم کرتے ہیں	الصَّلٰوةَ ۔ نماز	وَ ۔ اور	یُؤْتُوْنَ ۔ دیتے ہیں
الزَّكٰوةَ ۔ زکوٰۃ	وَ ۔ اور	هُمْ ۔ وہ	بِالْاٰخِرَةِ ۔ قیامت پر
هُمْ ۔ وہ	یُوْقِنُوْنَ ۔ یقین کرتے ہیں	اِنَّ ۔ بے شک	الَّذِیْنَ ۔ وہ جو
لَا ۔ نہیں	یُؤْمِنُوْنَ ۔ ایمان لاتے	بِالْاٰخِرَةِ ۔ قیامت پر	زَیَّنَّا ۔ ہم نے خوشنما بنایا
لَهُمْ ۔ ان کے لئے	اَعْمَالَهُمْ ۔ ان کے عملوں کو	فَهُمْ ۔ تو وہ	یَعْمَهُوْنَ ۔ حیران پھرتے ہیں
اُولٰٓئِكَ ۔ یہی	الَّذِیْنَ ۔ وہ ہیں کہ	لَهُمْ ۔ ان کے لئے	سُوْٓءُ ۔ برا
الْعَذَابِ ۔ عذاب ہے	وَ ۔ اور	هُمْ ۔ وہ	فِی ۔ بیچ
الْاٰخِرَةِ ۔ آخرت کے	هُمُ ۔ وہ	الْاَخْسَرُوْنَ ۔ سب سے زیادہ خسارے والے ہیں	
وَ ۔ اور	اِنَّكَ ۔ بے شک تو	لَتُلَقَّى ۔ سکھایا جاتا ہے	الْقُرْاٰنَ ۔ قرآن
مِنْ لَّدُنْ ۔ نزدیک	حَكِیْمٍ ۔ حکمت والے	عَلِیْمٍ ۔ جاننے والے سے	اِذْ ۔ جب
قَالَ ۔ کہا	مُوْسٰى ۔ موسیٰ نے	لِاَهْلِهٖٓ ۔ اپنی بیوی سے	اِنِّیْٓ ۔ بے شک میں نے
اٰنَسْتُ ۔ دیکھی ہے	نَارًا ۔ آگ	سَاٰتِیْكُمْ ۔ جلدی لاؤں میں تمہارے لئے	
مِّنْهَا ۔ اس سے	بِخَبَرٍ ۔ کوئی خبر	اَوْ ۔ یا	اٰتِیْكُمْ ۔ لاؤں گا تمہارے لئے
بِشِهَابٍ ۔ انگارا	قَبَسٍ ۔ روشن	لَّعَلَّكُمْ ۔ تاکہ تم	تَصْطَلُوْنَ ۔ تاپو
فَلَمَّا ۔ پھر جب	جَآءَ ۔ آیا	هَا ۔ اس کے پاس	نُوْدِیَ ۔ آواز دی گئی

اَنۢ۔ یہ کہ	بُوْرِكَ۔ برکت دیا گیا	مَنْ۔ جو	فِي۔ بیچ
النَّارِ۔ آگ کے ہے	وَ۔ اور	مَنْ۔ جو	حَوْلَهَا۔ اس کے اردگرد ہے
وَ۔ اور	سُبْحٰنَ۔ پاک ہے	اللّٰهِ۔ اللہ	رَبِّ۔ رب
الْعٰلَمِيْنَ۔ جہانوں کا	يٰٓا۔ اے	مُوْسٰى۔ موسیٰ	اِنَّهٗٓ۔ بے شک
اَنَا۔ میں	اللّٰهُ۔ اللہ	الْعَزِيْزُ۔ غالب	الْحَكِيْمُ۔ حکمت والا ہوں
وَ۔ اور	اَلْقِ۔ ڈال	عَصَاكَ۔ اپنی لاٹھی	فَلَمَّا۔ پھر جب
رَاٰهَا۔ دیکھا اس کو	تَهْتَزُّ۔ لہراتا	كَاَنَّهَا۔ گویا کہ وہ	جَآنٌّ۔ سانپ ہے
وَّلّٰى۔ پھر گیا	مُدْبِرًا۔ پیٹھ دے کر	وَّ۔ اور	لَمْ۔ نہ
يُعَقِّبْ۔ پیچھے دیکھا	يٰٓا۔ اے	مُوْسٰى۔ موسیٰ	لَا۔ نہ
تَخَفْ۔ ڈر	اِنِّيْ۔ بے شک	لَا۔ نہیں	يَخَافُ۔ ڈرتے
لَدَيَّ۔ میرے پاس	الْمُرْسَلُوْنَ۔ پیغمبر	اِلَّا۔ مگر	مَنْ۔ جو
ظَلَمَ۔ ظلم کرے	ثُمَّ۔ پھر	بَدَّلَ۔ بدل دے	حُسْنًۢا۔ بعد اس کے نیکی
بَعْدَ۔ بعد	سُوْٓءٍ۔ برائی کے	فَاِنِّيْ۔ تو میں	غَفُوْرٌ۔ بخشنے والا
رَّحِيْمٌ۔ مہربان ہوں	وَ۔ اور	اَدْخِلْ۔ داخل کر	يَدَكَ۔ اپنا ہاتھ
فِيْ۔ بیچ	جَيْبِكَ۔ اپنے گریبان کے	تَخْرُجْ۔ نکلے گا	بَيْضَآءَ۔ سفید
مِنْ غَيْرِ۔ بغیر کسی	سُوْٓءٍ۔ برائی کے	فِيْ۔ بیچ	تِسْعِ۔ نو
اٰيٰتٍ۔ آیتوں کے	اِلٰى۔ طرف	فِرْعَوْنَ۔ فرعون کی	وَ۔ اور
قَوْمِهٖ۔ اس کی قوم کی	اِنَّهُمْ۔ بے شک	كَانُوْا۔ تھے	قَوْمًا۔ قوم
فٰسِقِيْنَ۔ بدکردار	فَلَمَّا۔ پھر جب	جَآءَتْهُمْ۔ آئیں ان کے پاس	
اٰيٰتُنَا۔ ہماری نشانیاں	مُبْصِرَةً۔ آنکھ کھولنے والی	قَالُوْا۔ بولے	هٰذَا۔ یہ
سِحْرٌ۔ جادو ہے	مُّبِيْنٌ۔ کھلا ہوا	وَ۔ اور	جَحَدُوْا۔ انکار کیا انہوں نے
بِهَا۔ اس کا	وَ۔ اور	اسْتَيْقَنَتْهَآ۔ یقین کر لیا تھا اس کا	
اَنْفُسُهُمْ۔ ان کے دلوں نے	ظُلْمًا۔ ظلم	وَّ۔ اور	عُلُوًّا۔ سرکشی سے
فَانْظُرْ۔ تو دیکھ	كَيْفَ۔ کیسا	كَانَ۔ ہوا	عَاقِبَةُ۔ انجام
الْمُفْسِدِيْنَ۔ فسادیوں کا			

خلاصہ تفسیر پہلا رکوع۔ سورۂ نمل۔ پ ۱۹

زَيَّنَّا لَهُمْ اَعْمَالَهُمْ۔ کے یہ معنی ہوتے ہیں کہ ہم نے ان کی طبیعتیں ہی ایسی بنادی ہیں کہ جو کچھ بھی کرتے ہیں انہیں بھلا ہی بھلا نظر آتا ہے۔

وَ اِنَّكَ لَتُلَقَّى الْقُرْاٰنَ۔ تلقی مضارع مجہول ہے واحد حاضر کا صیغہ ہے یہ اصل میں تتلقیٰ تھا ایک ت کو تخفیفاً حذف کر دیا آخر کی ی ماقبل کی فتحہ کی وجہ سے الف میں بدل گئی۔

اٰنَسْتُ نَارًا ؕ۔ آنست کے معنی ابصرت اور رأیت کے ہیں۔ آنست بصری اور رأیت بصری دونوں کے معنی دیکھنے کے ہیں۔

اٰتِيْكُمْ بِشِهَابٍ قَبَسٍ۔ شہاب آگ کے شعلہ کو کہتے ہیں اور قبس، مقبوس، اقتباس کسی شے سے چننے کو کہتے ہیں۔

لَعَلَّكُمْ تَصْطَلُوْنَ ۞ ۔ اصطلاء سے ہے آگ سے گرمی حاصل کرنا اس کے معنی ہیں۔

تَهْتَزُّ كَاَنَّهَا جَآنٌّ۔ تتحرک کے معنی دیتا ہے۔ لہرا رہا تھا گویا کہ وہ سٹک ہے جو پتلے سانپ کو کہتے ہیں۔

جَانٌّ بایں معنی کہا کہ وہ باریک ہونے کے باعث نظر سے مخفی ہوتا ہے۔

وَّلَمْ يُعَقِّبْ ؕ ۔ يَعْنِيْ وَلَمْ يَرْجِعْ عَلٰى عَقِبَيْهِ۔ یعنی اس کا پیچھا نہ کیا۔

وَّلّٰى مُدْبِرًا۔ پھر گیا پیٹھ دے کر۔

طٰسٓ سے مراد حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب ہے يَا طَاهِرُ عَنِ الْكِذْبِ وَالْبُهْتَانِ ہے۔

س سے مراد سید الانس والجان ہے یہ معنی تاویلی ہیں۔

اور حقیقت معنی پر اَللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ اَعْلَمُ بِمُرَادِهٖ سب کہہ رہے ہیں۔

تِلْكَ اٰيٰتُ الْقُرْاٰنِ وَكِتَابٍ مُّبِيْنٍ ۞ ۔ یہ آیتیں ہیں قرآن اور روشن کتاب کی۔

جو حق و باطل میں امتیاز کرتی ہے جس میں علوم و حکم ودیعت رکھے گئے ہیں۔

هُدًى وَّبُشْرٰى لِلْمُؤْمِنِيْنَ ۞ الَّذِيْنَ يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ۔ ہدایت اور بشارت ہے ایمان والوں کو وہ جو نماز قائم رکھتے ہیں۔

اور اس پر مداومت کرتے ہیں اور اس کے شرائط و آداب اور جملہ حقوق کی حفاظت کرتے ہیں۔

اس سے یہ مستفاد ہوا کہ جو معترف ایمان ہے وہ لازمی طور پر احکام کا اتباع کرے گا صوم و صلوٰۃ کا پابند ہوگا اور جو ایسا نہ کرے وہ ایمان میں کامل نہیں اگرچہ ایک درجہ کا اسے مومن باللسان مانا جائے گا لیکن ایمان باللسان عمل بالارکان تصدیق بالجنان میں سے اگر ایک درجہ کم ہے تو اتنا ہی ایمان کا کمال کم ہے۔

وَيُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ۔ اور زکوٰۃ ادا کرتے ہیں۔

زکوٰۃ شریعت اسلامیہ کی اصطلاح میں اس صدقہ واجبہ کو کہتے ہیں جو حولان حول کے بعد اپنے مال سے چالیسواں حصہ خدا کے نام پر کسی مسلمان کو ادا کیا جائے اور اس کا اسے مالک بنا دیا جائے اس کے علاوہ ہر ایک قسم کی خیرات بھی زکوٰۃ ہے لیکن یہ زکوٰۃ مستحب ہے۔ عبادت زکوٰۃ بدنی ہے اور خیرات صدقات زکوٰۃ مالی ہے۔

اس کے بعد مومن کے عقیدہ میں یہ بھی لازم ہے کہ

وَهُمْ بِالْاٰخِرَةِ هُمْ يُوْقِنُوْنَ ۞ ۔ اور وہ آخرت پر یقین رکھتے ہیں۔

اس قید کو اس وجہ میں بھی بڑھایا گیا کہ مکہ کے لوگ برائے نام اللہ تعالیٰ کو مانتے تھے اس کی بعض صفات بھی تسلیم کرتے

تھے لیکن آخرت کے بالکل منکر تھے اس لئے یہ قید ضروری تھی تا کہ قوۃ عملیہ اور نظریہ کی تکمیل ہو جائے اس کے بعد ارشاد ہے:

اِنَّ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ زَيَّنَّا لَهُمْ اَعْمَالَهُمْ فَهُمْ يَعْمَهُوْنَ ۝۴ ۔ وہ جو آخرت پر ایمان نہیں لاتے ہم نے ان کے اعمال ان کی نگاہ میں بھلے بنا دیئے ہیں تو وہ اس خیال میں بھٹک رہے ہیں۔

اس میں منکرین آخرت پر وعید شدید اور ان کا نتیجہ بیان فرمایا چنانچہ ارشاد ہے:

اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ لَهُمْ سُوْٓءُ الْعَذَابِ وَهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ هُمُ الْاَخْسَرُوْنَ ۝۵ ۔ "یہ وہ ہیں جن کے لئے برا عذاب ہے۔" کہ وہ اپنی برائیاں شہوات کے سبب بھلائیاں سمجھے ہوئے ہیں۔ "تو وہ آخرت میں سب سے زیادہ نقصان میں ہیں"۔

یعنی دنیا میں تو ان پر عذاب ہوگا قتل اور گرفتار ہوں گے جیسے بدر وغیرہ میں ہوئے اور ان کا انجام دائمی عذاب آخرت ہے۔

اس کے بعد سید اکرم نبی محترم صلی اللہ علیہ وسلم سے خطاب ہے:

وَاِنَّكَ لَتُلَقَّى الْقُرْاٰنَ مِنْ لَّدُنْ حَكِيْمٍ عَلِيْمٍ ۝۶ ۔ اور اے محبوب بے شک تم قرآن سکھائے جاتے ہو اس کی طرف سے جو حکمت والا علم والا ہے۔

یعنی اس کی کوئی بات علم و حکمت سے خالی نہیں اور قرآن کریم نجماً نجماً نازل کرنے والا وہی ہے۔

یہاں وَاِنَّكَ میں اِنَّ اور لَتُلَقّٰى میں لام تاکید لایا گیا تا کہ آئندہ بیان کے لئے تمہید ہوں۔ اور اس کی حکمت کا ثبوت قوۃ نظریہ عملیہ سے ہو نہ کہ احکام سے جس پر نجات کا مدار ہے۔

اس کے بعد اس امر کا ثبوت دیا گیا کہ انبیاء علیہم السلام کو گزشتہ واقعات کا علم بھی دیا گیا ہے جس کا تذکرہ آگے فرمایا گیا:

اِذْ قَالَ مُوْسٰى لِاَهْلِهٖٓ اِنِّيْٓ اٰنَسْتُ نَارًا ۭ سَاٰتِيْكُمْ مِّنْهَا بِخَبَرٍ اَوْ اٰتِيْكُمْ بِشِهَابٍ قَبَسٍ لَّعَلَّكُمْ تَصْطَلُوْنَ ۝۷ ۔

اور اے محبوب وہ واقعہ یاد کیجئے جب موسیٰ نے اپنی بیوی کو کہا کہ میں نے آگ دیکھی ہے ابھی تمہارے پاس اس کی خبر لاتا ہوں یا کوئی انگارہ اس میں سے تا کہ تم تاپو۔

اس مجمل قصہ کا خلاصہ یہ ہے کہ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنے خسر حضرت شعیب علیہ السلام کے دس سال خدمت کے رہ کر اپنی بیوی کا مہر پورا کر چکے تو وہاں سے اپنی بیوی لے کر مصر جا رہے تھے سردی کا موسم تھا راستہ بھی بھول گئے کہ ایک طرف آگ کی روشنی نظر آئی تو بیوی سے فرمایا مجھے ایک طرف آگ نظر آ رہی ہے میں وہاں سے تمہارے تاپنے کو آگ بھی لاتا ہوں تو وہاں سے اگر کوئی ہو تو راستہ بھی معلوم کروں گا۔

جب وہاں آئے تو دیکھا سرسبز شاداب ہرا بھرا درخت ہے اور نور سے بقعہ بنا ہوا ہے یہ درحقیقت آگ نہ تھی بلکہ تجلی حق تھی جسے آج کل کے جدید تعلیم یافتہ گیس کہتے ہیں۔ گیس وہ مادہ ہے جو رات میں چمکتا ہے اور اس قسم کا گیس فاسفورس سے گھاس میں بھی ہوتا ہے بعض جانوروں میں ہوتا ہے کرم شب تاب جسے جگنو بھی کہتے ہیں اس میں بھی ہوتا ہے۔ دریا کی مچھلیاں اکثر بلکہ بے شمار دیکھی گئیں کہ ان کے منہ سے وہ روشنی نکلتی ہے کہ سفر حجاز کے موقعہ پر مجھے شبہ ہوا کہ یہ ٹارچ سمندر میں کون لئے پھر رہا ہے لیکن جب مچھلی کے مقابل اور مچھلی آئی اور اس نے اپنے منہ کی روشنی سے دوسری مچھلی کو روشن کیا تو سمجھ میں آیا پھر جہاز کے کیپٹن نے بتایا کہ ایسی مچھلیاں سمندر میں لاکھوں ہیں جن کے منہ سے فاسفورس چمکتا ہے۔

چنانچہ مادہ پرست افراد یہاں بھی یہی تاویلی رنگ دیکھ کر اپنی تسلی کر لیتے ہیں لیکن یہاں تو فقط روشنی ہی نہ تھی بلکہ اس کے

ساتھ حضرت کلیم اللہ علیہ السلام سے گفتگو بھی ہوئی۔ ممکن ہے اس پر بھی کچھ اینچ تان کر کے کوئی تاویلی نیکر پہنا دیں بہرحال قرآن کریم تو یہ فرماتا ہے:

فَلَمَّا جَآءَهَا نُوْدِيَ اَنْۢ بُوْرِكَ مَنْ فِي النَّارِ وَمَنْ حَوْلَهَا ؕ وَسُبْحٰنَ اللّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۸﴾ يٰمُوْسٰۤى اِنَّهٗۤ اَنَا اللّٰهُ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ﴿۹﴾ ۔ تو جب موسیٰ اس روشنی کے پاس آئے تو آواز آئی کہ جو اس روشنی میں ہیں برکت والے ہیں اور جو اس کے گردا گرد ہیں وہ بھی مبارک ہیں اور پاکی ہے اللہ تعالیٰ کے وجہ منیر کو جو تمام عالموں کا پالنے والا ہے اے موسیٰ میں اللہ زبردست اور حکمت والا ہوں۔

اور یہ آواز ایسی آواز تھی جسے حضرت موسیٰ علیہ السلام ہی سمجھے اس کے لئے حروف و جہت اور تأخر و تقدم مقرر کرنا بھی بے معنی ہے۔

وہ ایک روحانی ندا تھی جو روح ہی سن سکتی اور سمجھ سکتی ہے۔ جس کی حقیقت نہ ہم قلم سے لکھ سکتے ہیں نہ ہی زبان سے بیان کر سکتے ہیں گویا وہ کلام کرنے والا جیسا بے مثل ہے اس کا کلام بھی بے مثل تھا۔ پھر ارشاد ہوا:

وَاَلْقِ عَصَاكَ ؕ ۔ موسیٰ اپنا عصا ڈال دو۔

اس کا دوسری جگہ کچھ تفصیلی بیان ہو چکا ہے: وَمَا تِلْكَ بِيَمِيْنِكَ يٰمُوْسٰى ﴿۱۷﴾ قَالَ هِيَ عَصَايَ ۚ اَتَوَكَّؤُا عَلَيْهَا وَاَهُشُّ بِهَا عَلٰى غَنَمِيْ وَلِيَ فِيْهَا مَاٰرِبُ اُخْرٰى ﴿۱۸﴾ قَالَ اَلْقِهَا يٰمُوْسٰى ﴿۱۹﴾ فَاَلْقٰىهَا فَاِذَا هِيَ حَيَّةٌ تَسْعٰى ﴿۲۰﴾ قَالَ خُذْهَا وَلَا تَخَفْ ٝ سَنُعِيْدُهَا سِيْرَتَهَا الْاُوْلٰى ﴿۲۱﴾

یہاں صرف بر سبیل تذکرہ فرما دیا کہ وَاَلْقِ عَصَاكَ ۔ موسیٰ اپنا عصا ڈال دو۔ آپ نے جب ڈال دیا تو

فَلَمَّا رَاٰهَا تَهْتَزُّ كَاَنَّهَا جَآنٌّ وَّلّٰى مُدْبِرًا وَّلَمْ يُعَقِّبْ ۔ دیکھا تو وہ لہرا رہا ہے گویا کہ سانپ ہے تو پیٹھ پھیر کر چلے اور پیچھے کی طرف نہ دیکھا۔ تو جناب باری کی طرف سے ارشاد ہوا:

يٰمُوْسٰى لَا تَخَفْ ٝ اِنِّيْ لَا يَخَافُ لَدَيَّ الْمُرْسَلُوْنَ ﴿۱۰﴾ ۗ اِلَّا مَنْ ظَلَمَ ثُمَّ بَدَّلَ حُسْنًۢا بَعْدَ سُوْٓءٍ فَاِنِّيْ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۱﴾ ۔ اے موسیٰ نہ خوف کرو میرے حضور میرے رسول ڈرا نہیں کرتے لیکن جس نے ظلم کیا ہو پھر برائی کے بعد اس نے اس کو نیکی سے بدل دیا ہو تو میں غفور رحیم ہوں۔

یہ اس طرف اشارہ ہے کہ آپ کے ہاتھ سے جو قبطی مارا جا چکا تھا اگرچہ وہ منکر اسلام فرعونی جماعت کا ایک فرد تھا لیکن باوجود اس کے آپ اپنے منصب جلیل کے لحاظ سے اسے بھی گناہ محسوس فرما رہے تھے اس کی صفائی کے لئے فرمایا کہ آپ پر تو اس فعل کے ارتکاب سے گناہ کا الزام ہی نہیں لیکن اگر کوئی گناہ کے بعد نیکوکار ہو جائے تو ہم اس کے حق میں بھی غفور رحیم ہیں۔

عصا کا سانپ بن جانا یہ ایک معجزہ عطا فرما کر دوسرے معجزے کے لئے ارشاد ہوا:

وَاَدْخِلْ يَدَكَ فِيْ جَيْبِكَ تَخْرُجْ بَيْضَآءَ مِنْ غَيْرِ سُوْٓءٍ ٝ فِيْ تِسْعِ اٰيٰتٍ اِلٰى فِرْعَوْنَ وَقَوْمِهٖ ؕ اِنَّهُمْ كَانُوْا قَوْمًا فٰسِقِيْنَ ﴿۱۲﴾ ۔ اور داخل کیجئے اپنا ہاتھ اپنے گریبان میں تو پھر نکالو تو وہ سفید نکلے گا بے عیب یہ ایک نشانی ہے منجملہ نو نشانیوں کے جو فرعون اور اس کی قوم کی طرف ہیں بے شک وہ قوم فاسقوں میں ہے۔

چنانچہ ایسا ہی ہوا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام حسب الحکم ان میں تشریف لے گئے۔ معجزات دکھائے حتیٰ کہ دل میں تو مان

گئے مگر اپنی سرکشی سے

قَالَ لِلْمَلَاِ حَوْلَهٗۤ اِنَّ هٰذَا لَسٰحِرٌ عَلِیْمٌۙ(۳۴) یُّرِیْدُ اَنْ یُّخْرِجَكُمْ مِّنْ اَرْضِكُمْ بِسِحْرِهٖ ﳓ فَمَا ذَا تَاْمُرُوْنَ(۳۵)۔

کہنے لگا جس کی تفسیر اس سے پہلی سورۃ شعراء میں گزر گئی اس لئے یہاں تمثیلاً بیان فرما کر قصہ کو مختصر فرمایا گیا اور ارشاد ہوا:

فَلَمَّا جَآءَتْهُمْ اٰیٰتُنَا مُبْصِرَةً قَالُوْا هٰذَا سِحْرٌ مُّبِیْنٌۚ(۱۳) وَ جَحَدُوْا بِهَا وَ اسْتَیْقَنَتْهَاۤ اَنْفُسُهُمْ ظُلْمًا وَّ عُلُوًّاؕ فَانْظُرْ كَیْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُفْسِدِیْنَ۠(۱۴)۔

تو جب ان کے پاس وہ آئے آنکھیں کھول دینے والا نشان لے کر تو کہنے لگے یہ تو صاف جادو ہے اور سختی سے انکار کیا حالانکہ دل میں مان چکے تھے تو دیکھو فسادیوں کا کیا انجام ہوا

مختصر تفسیر اردو رکوع اول-سورۃ نمل-پ ۱۹

اس سورۃ مبارکہ کا نام درمنثور میں سورۃ سلیمان علیہ السلام بھی ہے۔

یہ سورۃ مکیہ ہے جیسا کہ ابن عباس اور ابن زبیر علیہم رضوان سے مروی ہے۔

بعض اس طرف ہیں کہ اس کی بعض آیتیں مدنیہ ہیں۔

اور اس کی آیتوں میں سے ۹۰ آیت حجازی اور چار بصری وشامی اور تین کوفی گنائی ہیں۔

اس میں قصہ داؤد علیہ السلام اور سلیمان علیہ السلام کے ساتھ قصہ لوط علیہ السلام کو بھی مفصل بیان کیا ہے اور یہ سب قصے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے تسلیہ کے لئے بیان کئے گئے ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

طٰسٓ۔ یہ فواتح کلام کے لئے مقطعات سے لایا گیا۔

اس کے تاویلی معنی ہو سکتے ہیں جیسا کہ ہم خلاصہ تفسیر میں بیان کر چکے ہیں۔ حقیقی معنی کے لئے مفسرین یہی فرماتے ہیں کہ اَللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ اَعْلَمُ بِمُرَادِهٖ اللہ اور اس کا رسول ہی اس کی مراد جانتے ہیں یا وہ جانتے ہیں جن کی شان عَلَّمَ الْقُرْاٰنَ فرمایا گیا۔ یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم۔

تِلْكَ اٰیٰتُ الْقُرْاٰنِ وَ كِتَابٍ مُّبِیْنٍۙ(۱)۔ یہ آیتیں قرآن اور روشن کتاب کی ہیں۔

اس میں اشارہ اس سورہ مبارکہ کی طرف ہے گویا فرمایا کہ یہ آیات قرآنی اس قرآن کریم سے ہیں جس کے کمالات وہ ہیں جس کی نہایت نہیں۔

وَ كِتَابٍ مُّبِیْنٍ(۱)۔ اور کتاب مبین فرما کر اس قرآن کریم کے ساتھ عطف فرمایا۔

هُدًى وَّ بُشْرٰى لِلْمُؤْمِنِیْنَۙ(۲)۔ اس میں ہدایت اور مومنین کے لئے بشارت ہے۔

جیسے دوسری جگہ فرمایا: فَاَمَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا فَزَادَتْهُمْ اِیْمَانًا وَّ هُمْ یَسْتَبْشِرُوْنَ۔ گویا فرمایا کہ یُبَشِّرُهُمْ رَبُّهُمْ بِرَحْمَةٍ مِّنْهُ وَ رِضْوَانٍ وَّ جَنّٰتٍ لَّهُمْ فِیْهَا نَعِیْمٌ مُّقِیْمٌ۔

اور اس ہدایت و بشارت میں مومنین کی تخصیص اس لئے فرمائی کہ وہی منتفع ہو سکتے ہیں اگر چہ ہدایت عام ہوتی ہے لیکن مومنین کا ایمان میں خاص حصہ ہوتا ہے پھر ان کی صفت فرمائی:

الَّذِیْنَ یُقِیْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَ یُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَ هُمْ بِالْاٰخِرَةِ هُمْ یُوْقِنُوْنَ ۝۳ ۔ وہ جو نماز قائم رکھیں اور زکوٰۃ دیں اور آخرت پر یقین کریں۔

یہ صفت مومنین فرمائی گئی کہ وہ اقامت صلوٰۃ اور ایتاء زکوٰۃ کے پابند ہوتے ہیں کہ یہ عمل صالح ہے کہ اس میں عبادت بدنیہ اور مالیہ دونوں ہیں اور یقین بالآخرت اس لئے کہ ایقان بالآخرت ہی مستلزم خوف ہے اگر آخرت پر ایمان نہ ہو تو خوف کس چیز کا تو عبادت بدنی کے ساتھ عبادت مالی اور ان کے ساتھ ایمان بالآخرت لازمی ہوا۔

گویا فرمایا کہ یہ وہ لوگ ہیں جو ایمان بالآخرت کے ساتھ اعمال صالحہ اقامت صلوٰۃ و ایتاء زکوٰۃ بھی کرتے ہیں۔

اسی بنا پر اشارۃً یہ بھی مستفاد ہوا کہ اِنَّ الْمُؤْمِنَ الْعَاصِیَ لَمْ یُوْقِنْ بِالْاٰخِرَةِ حَقَّ الْاِیْقَانِ۔

مومن عاصی آخرت پر پورا ایقان و ایمان نہیں رکھتا اگرچہ یہ معتزلہ کا عقیدہ ہے لیکن بظاہر یہ امر قرین تسلیم ہے جس کی تائید آئندہ آیتوں سے ہوتی ہے۔

اِنَّ الَّذِیْنَ لَا یُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ زَیَّنَّا لَهُمْ اَعْمَالَهُمْ فَهُمْ یَعْمَهُوْنَ ۝۴ ۔ وہ لوگ جو آخرت پر ایمان نہیں لاتے ان کے کوتک انہیں پسندیدہ کر دیئے گئے ہیں اور وہ اسی وہم باطل میں متردد و متحیر ہیں۔

یہاں زَیَّنَّا لَهُمْ اَعْمَالَهُمْ فرمایا گیا جس کے یہ معنی ہوئے کہ ہم نے انہیں ان کے عمل ان کی نظروں میں جچا دیئے ہیں کہ وہ اس بدعملی میں متردد و متحیر ہیں۔

لیکن دوسری آیات میں ارشاد ہے وَ زَیَّنَ لَهُمُ الشَّیْطٰنُ اَعْمَالَهُمْ اور زُیِّنَ لِلنَّاسِ حُبُّ الشَّهَوٰتِ اور زُیِّنَ لِلَّذِیْنَ كَفَرُوا الْحَیٰوةُ الدُّنْیَا اور زَیَّنَ لِكَثِیْرٍ مِّنَ الْمُشْرِكِیْنَ اور مومنین کے حق میں ارشاد ہوا حَبَّبَ اِلَیْكُمُ الْاِیْمَانَ وَ زَیَّنَهٗ فِیْ قُلُوْبِكُمْ اور کافروں کے لئے زَیَّنَّا لَهُمْ اَعْمَالَهُمْ فرمایا یہ باعتبار تخلیق ارشاد ہے اس لئے کہ خالق خیر و شر اللہ تعالیٰ ہی ہے تو جنہیں برائی جچی وہ بھی باعتبار تخلیق اور جنہیں نیکیاں پسند آئیں وہ بھی باعتبار تخلیق ہیں۔ اس کے بعد مشرکین کا اخروی مقام بیان فرمایا:

اُولٰٓىِٕكَ الَّذِیْنَ لَهُمْ سُوْٓءُ الْعَذَابِ وَ هُمْ فِی الْاٰخِرَةِ هُمُ الْاَخْسَرُوْنَ ۝۵ ۔

یہ کافر وہ ہیں جن کے لئے دنیا اور آخرت میں برا عذاب ہے اور آخرت میں وہ بڑے نقصان میں ہیں۔

دنیا میں تو یہ کہ وہ قتل کئے جائیں اور قید ہوں یا سکرات موت کی شدت میں مبتلا ہوں اور آخرت میں اخسر باین اعتبار کہ مِنْ حَیْثُ اِنَّ عَذَابَهُمْ فِی الْاٰخِرَةِ غَیْرُ مُنْقَطِعٍ اَصْلًا وَ عَذَابَهُمْ فِی الدُّنْیَا مُنْقَطِعٌ عذاب آخرت کبھی منقطع نہ ہوگا یہ بڑا خسران ہے اور عذاب دنیا منقطع ہے۔

اس کے بعد ارشاد ہے۔ قرآن کریم کا قطعی یقینی من جانب اللہ عزوجل ہونے پر ارشاد ہے:

وَ اِنَّكَ لَتُلَقَّى الْقُرْاٰنَ مِنْ لَّدُنْ حَكِیْمٍ عَلِیْمٍ ۝۶ ۔ اور بے شک اے محبوب آپ کو قرآن عطا کیا گیا حکیم و علیم کے پاس سے۔

حَیْثُ قَالَ وَ اِنَّكَ لَتُعْطَی الْقُرْاٰنَ۔ اور یہ بذریعہ روح الامین نازل کیا گیا۔ اس کے بعد اجمالاً قصہ موسیٰ علیہ السلام کی طرف توجہ فرما کر بتایا کہ ان پر بھی ہماری وحی اور معجزات نازل ہوئے۔

اِذْ قَالَ مُوْسٰى لِاَهْلِهٖٓ اِنِّيْٓ اٰنَسْتُ نَارًا۔ یاد فرمایئے جبکہ کہا موسیٰ نے اپنی بیوی سے میں نے آگ دیکھی ہے۔

آلوسی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: خُوْطِبَ بِهِ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَ اُمِرَ بِتِلَاوَةِ بَعْضٍ مِّنَ الْقُرْاٰنِ الَّذِيْ تَلَقَّاهُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنَ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ۔ اس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب کیا اور تلاوت قرآن کریم کا حکم دیا جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے عطا ہوا اور فرمایا: اُذْكُرْ وَقْتَ قَوْلِ مُوْسٰى عَلَيْهِ السَّلَامُ لِاَهْلِهٖ یاد کیجئے اس وقت کو جبکہ موسیٰ علیہ السلام نے اپنی بیوی کو کہا:

اِنِّيْٓ اٰنَسْتُ نَارًا۔ میں نے آگ دیکھی ہے۔

گویا اللہ تعالیٰ کی طرف سے فرمایا گیا جو آپ جانتے ہیں کہ موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ ہم نے کیا کیا۔

سَاٰتِيْكُمْ مِّنْهَا بِخَبَرٍ اَوْ اٰتِيْكُمْ بِشِهَابٍ قَبَسٍ لَّعَلَّكُمْ تَصْطَلُوْنَ۝۷۔

ابھی لاتا ہوں وہاں سے کوئی خبر یا لاتا ہوں تمہارے لئے چنگاری چمکتی۔ تاکہ تم تاپ سکو۔ اس پر واقعہ یہ بیان ہے:

كَانَ فِيْ اَثْنَاءِ سَيْرِهٖ خَارِجًا مِّنْ مَّدْيَنَ عِنْدَ وَادِيْ طُوًى وَ كَانَ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَدْ حَادَ عَنِ الطَّرِيْقِ فِيْ لَيْلَةٍ بَارِدَةٍ مُّظْلِمَةٍ فَقَدَحَ فَاَصْلَا زَنْدُهٗ فَبَدَا لَهٗ مِنْ جَانِبِ الطُّوْرِ نَارًا وَالْمُرَادُ بِالْخَبَرِ الَّذِيْ يَاْتِيْهِمْ بِهٖ مِنْ جِهَةِ النَّارِ اَلْخَبَرُ عَنْ حَالِ الطَّرِيْقِ لِاَنَّ مَنْ يَّذْهَبُ بِضَوْءِ نَارٍ عَلَى الطَّرِيْقِ يَكُوْنُ كَذٰلِكَ۔

آپ جب مدین سے بہ اجازت شعیب علیہ السلام نکلے تو وادیٔ طویٰ میں آ گئے اور آپ اندھیری رات میں راستہ بھول گئے سردرات تھی سخت اندھیری تھی تو آپ نے ادھر نظر دوڑائی تو طور کی طرف آگ نظر آئی۔ اور آپ کا یہ فرمانا کہ سَاٰتِيْكُمْ مِّنْهَا بِخَبَرٍ اس بنا پر تھا کہ اندھیری رات میں جب کہیں روشنی نظر آ جائے تو اس کے ذریعہ راستہ کا حال معلوم کر لیا کرتے ہیں۔ تو آپ نے بیوی کے توحش اور پریشانی کے دور کرنے کے لئے فرمایا:

اَوْ اٰتِيْكُمْ بِشِهَابٍ قَبَسٍ۔ اگر خبر نہ ملی اور راستہ کا پتہ نہ چلا تو تمہارے لئے چنگاری لے آؤں گا۔

اس لئے کہ یہ واقعہ چلتے ہوئے ہوا وَقَدْ ضَلَّ عَنِ الطَّرِيْقِ فَمَقْصُوْدُهٗ اَنْ يَّجِدَ اَحَدًا يَّهْدِيْ اِلَى الطَّرِيْقِ فَيَسْتَمِرُّ فِيْ سَفَرِهٖ۔ اور آپ راستہ بھول گئے تھے تو مقصود بیان یہ تھا کہ اگر کوئی آدمی مل گیا تو راستہ بتا دے گا اور آپ سفر کرتے رہیں گے۔

فَاِنْ لَّمْ يَجِدْ يَقْتَبِسِ النَّارَ وَ يُوْقِدُهَا وَيَدْفَعُ ضَرَرًا لُّبَرْدٍ فِي الْاِقَامَةِ۔ اور اگر کوئی آدمی نہ ملا تو کم از کم وہاں سے آگ کا انگارا لا کر یہاں آگ سلگا لیں گے جس سے سردی کی تکلیف رفع ہو سکے گی۔

قَدْ وَرَدَ فِي الْقِصَّةِ اَنَّهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ كَانَ قَدْ وُلِدَ لَهٗ عِنْدَ الطُّوْرِ ابْنٌ فِيْ لَيْلَةٍ شَاتِيَةٍ وَ ظُلْمَةٍ مُّثْلَجَةٍ وَ قَدْ ضَلَّ الطَّرِيْقَ وَانْفَرَقَتْ مَا شِيَتُهٗ فَرَاَى النَّارَ فَقَالَ لِاَهْلِهٖ مَا قَالَ۔

اور اس قصہ میں یہ بھی واقعہ ہوا کہ آپ کے صاحبزادے طور کے پاس متولد ہو گئے اور رات سخت سرد اور اندھیری تھی جس پر برف پڑ رہی تھی اور راستہ بھی بھلا چکے تھے اور راہ چلنے والوں سے علیحدہ بھی ہو چکے تھے آپ نے آگ روشن دیکھی تو اپنی بیوی کو فرمایا جو فرمایا۔

لَّعَلَّكُمْ تَصْطَلُوْنَ۝۔ اَيْ رِجَاءَ اَوْ لِاَجَلِ اَنْ تَسْتَدْفِئُوْا بِهَا۔ اور صَلٰوة بِالْكَسْرِ اَوْ بِالْفَتْحِ الدُّنُوُّ

مِنَ النَّارِ لِتَسْخِيْنِ الْبَدَنِ۔ صلوۃ عربی میں آگ کے قریب ہونے کو کہتے ہیں۔ بدن گرم کرنے کو۔ پھر کیا ہوا اسے فرماتے ہیں:

فَلَمَّا جَآءَهَا نُوْدِيَ اَنْۢ بُوْرِكَ مَنْ فِي النَّارِ وَمَنْ حَوْلَهَا ؕ وَسُبْحٰنَ اللّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝۸ ۔

توجب آئے موسیٰ اس آگ پرتو آواز دی گئی اے موسیٰ (علیہ السلام) برکت دیا گیا وہ جو اس آگ کی جلوہ گاہ میں ہے اور جو اس کے آس پاس ہے یعنی فرشتے اور پاکی ہے اللہ کو جو رب ہے سارے جہان کا۔

يٰمُوْسٰۤى اِنَّهٗۤ اَنَا اللّٰهُ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ۝۹ ۔ اے موسیٰ بات یہ ہے کہ میں ہی ہوں اللہ عزت والا اور حکمت والا پھر حکم ہوا۔

وَ اَلْقِ عَصَاكَ۔ اور اپنا عصا ڈال دے۔ چنانچہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بحکم الٰہی عصا ڈال دیا اور پھر اس کو دیکھا۔

فَلَمَّا رَاٰهَا تَهْتَزُّ كَاَنَّهَا جَآنٌّ۔ تو اسے دیکھا لہراتا ہوا گویا سانپ ہے۔

وَّلّٰى مُدْبِرًا وَّ لَمْ يُعَقِّبْ۔ پیٹھ پھیر کر چلے اور مڑ کر نہ دیکھا تو باری تعالیٰ سے حکم ہوا:

يٰمُوْسٰى لَا تَخَفْ ۫ اِنِّيْ لَا يَخَافُ لَدَيَّ الْمُرْسَلُوْنَ ۝۱۰ ۔ اے موسیٰ ڈر نہیں بے شک میرے حضور رسولوں کو ڈر نہیں ہوتا۔ یعنی جب میں امن دے چکا تو پھر سانپ کا یا اور کسی چیز کا خوف نہیں ہونا چاہئے۔

اِلَّا مَنْ ظَلَمَ ثُمَّ بَدَّلَ حُسْنًۢا بَعْدَ سُوْٓءٍ فَاِنِّيْ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝۱۱ ۔ ہاں جو کوئی زیادتی کرے اس کو ڈر ہوگا اور وہ بھی جب توبہ کرے اور اپنی برائی بھلائی سے بدل لے تو بے شک میں بخشنے والا مہربان ہوں۔ اور توبہ قبول فرما کر بخش دیتا ہوں۔

اس کے متعلق متعدد قول ہیں:

۱۔ اِلَّا مَنْ ظَلَمَ۔ میں استثناء منقطع ہے چنانچہ فراء اور زجاج رحمہما اللہ کہتے ہیں: اِنَّ الْمُرَادَ بِمَنْ ظَلَمَ مَنْ اَظْلَمَ مِنْ غَيْرِ الْاَنْبِيَاءِ عَلَيْهِمُ السَّلَامُ۔ اس جگہ مَنْ ظَلَمَ سے مراد غیر انبیاء علیہم السلام ہیں۔

۲۔ قَالَ صَاحِبُ الْمَطْلَعِ وَالْمَعْنٰى عَلَيْهِ لٰكِنْ مَنْ اَظْلَمَ مِنْ سَائِرِ الْعُصَاةِ ثُمَّ تَابَ فَاِنِّيْ اَغْفِرُ لَهٗ۔ جو بھی بندوں میں سے ظلم یا گناہ کرے پھر توبہ کرلے تو میں معاف کر دیتا ہوں۔

۳۔ اور ایک جماعت اس طرف ہے: اِنَّ الْمُرَادَ بِهٖ مَنْ فَرَطَتْ مِنْهُ صَغِيْرَةٌ مَّا وَصَدَرَ مِنْهُ خِلَافُ الْاَوْلٰى بِالنِّسْبَةِ اِلٰى شَانِهٖ مِنَ الْمُرْسَلِيْنَ عَلَيْهِمُ السَّلَامُ۔ اس سے یہ مراد لینا کہ کسی صغیرہ کا ارتکاب ہو گیا ہو کسی نبی سے یہ خلاف اولیٰ ہے شان نبوت کی طرف ایسی بات منسوب کرنا۔

۴۔ چوتھا قول یہ ہے: مَا يَخْتَلِجُ فِي الصَّدْرِ مِنْ نَفْيِ الْخَوْفِ عَنْ كُلِّهِمْ وَ فِيْهِمْ مَّنْ صَدَرَ فِيْهِ ذَالِكَ وَ الْمَعْنٰى عَلَيْهِ لٰكِنْ مَّنْ صَدَرَ مِنْهُ مِنْهُمْ مَّا هُوَ فِيْ صُوْرَةِ الظُّلْمِ ثُمَّ تَابَ فَاِنِّيْ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ فَلَا يَنْبَغِيْ اَنْ يَّخَافَ۔ دل میں کوئی ایسا وسوسہ آیا اس کے خائف ہونے کی نفی کی گئی تو معنی یہ ہوئے کہ اگر دل میں سے ایسی بات کا صدور ہو جو مرتبۂ نبوت کے اعتبار سے انصاف وعدل نہ ہو اور اس سے وہ اپنے مرتبہ کے موافق توبہ کرے تو میں غفور رحیم ہوں۔ اور ایسا توسوس بھی اگر ہوا ہو تو قبل نبوت ہی ہوگا وَ خَصَّ بَعْضُهُمْ بِمَنْ صَدَرَ مِنْهُ شَيْءٌ مِّنْ ذَالِكَ قَبْلَ النُّبُوَّةِ۔

۵- ایک قول یہ ہے کہ یہ تعریضاً فرمایا گیا جو موسیٰ علیہ السلام سے ایک قبطی کے طمانچہ مار دینے کا واقعہ ہو گیا تھا جسے آپ اپنے خیال میں بالنسبۃ الی المرتبہ گناہ تصور فرما رہے تھے اور استغفار کر رہے تھے اور آپ نے ظَلَمْتُ نَفْسِیْ فرمایا تھا اس سے مطمئن کیا گیا ہے۔ اس لئے کہ اول تو آپ نے اسے بارادہ قتل طمانچہ نہیں مارا۔ دوسرے ایسے حال میں مارا کہ آپ کو اپنی قوت کا علم نہ تھا۔ تیسرے ایک فرعونی سرکش کو مارا تھا تو یہ گناہ کسی طرح نہ تھا مگر باوجود اس کے آپ اسے بھی اپنے مرتبہ عصمت کے خلاف تصور فرما رہے تھے تو گویا آپ کو ارشاد ہوا: اِلَّا مَنْ فَرَطَتْ مِنْهُ صَغِيْرَةٌ فَاِنَّهٗ يَخَافُ فَمَنْ فَرَطَ ثُمَّ تَابَ غُفِرَ لَهٗ فَلَا يَخَافُ۔

تو خلاصہ یہ ہوا کہ انبیاء کرام سے قبل اعلان نبوت اور بعد اعلان نبوت قصداً صغیرہ کبیرہ گناہ کسی قسم کا ارتکاب نہیں ہو سکتا۔ آگے ارشاد ہے:

وَاَدْخِلْ يَدَكَ فِيْ جَيْبِكَ تَخْرُجْ بَيْضَآءَ مِنْ غَيْرِ سُوْٓءٍ ۫ فِيْ تِسْعِ اٰيٰتٍ اِلٰى فِرْعَوْنَ وَقَوْمِهٖ ؕ اِنَّهُمْ كَانُوْا قَوْمًا فٰسِقِيْنَ ﴿۱۲﴾ ۔ اور ڈالو اپنا ہاتھ اپنے گریبان میں نکلے گا سفید چمکتا بغیر کسی تکلیف کے۔

فِيْ جَيْبِكَ پر آلوسی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اَیْ جَیْبِ قَمِیْصِکَ وَ هُوَ مَدْخَلُ الرَّأْسِ مِنْهُ الْمَفْتُوْحُ اِلَى الصَّدْرِ۔ قمیص کا گریبان جس سے سر داخل کرتے ہیں جو سینہ تک کھلا ہوتا ہے لَا مَا یُوْضَعُ فِیْهِ الدَّرَاهِمُ۔ نہ کہ وہ جیب جس میں روپیہ پیسہ رکھا جاتا ہے۔

وَلَمْ يَقُلْ سُبْحٰنَهٗ فِىْ كُمِّكَ لِاَنَّهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ كَانَ لَابِسًا اِذْ ذَاكَ دِرْعَةً مِّنْ صُوْفٍ لَا كُمَّ لَهَا۔ اس میں اللہ تعالیٰ نے یہ نہیں فرمایا کہ اپنا ہاتھ اپنی آستین میں ڈالو اس لئے کہ آپ اس وقت پشمینہ کی چادر پہنے ہوئے تھے اس میں آستین نہیں ہوتی۔

اور ایک قول میں ہے جسے سدی رحمہ اللہ نے کہا: فِیْ جَیْبِکَ اَیْ تَحْتَ اِبِطِکَ۔ جیب سے مراد بغل میں ہاتھ داخل کرنا ہے۔

تَخْرُجْ بَيْضَآءَ۔ نکلے گا سفید چمکتا ہوا۔ مِنْ غَيْرِ سُوْٓءٍ۔ بغیر کسی تکلیف کے فِيْ تِسْعِ اٰيٰتٍ۔ نو معجزوں میں۔ اور وہ نو معجزے یہ ہیں: فلق بحر، طوفان، جراد، قمل، ضفادع، دم، طمس (یعنی صورت مسخ ہو جانا)، عصا، ید بیضا۔

اِلٰى فِرْعَوْنَ وَقَوْمِهٖ ؕ۔ فرعون کی طرف اور اس کی قوم کے لئے۔

اِنَّهُمْ كَانُوْا قَوْمًا فٰسِقِيْنَ ﴿۱۲﴾۔ بے شک وہ قوم فاسق تھی۔

وَالْمُرَادُ بِالْفِسْقِ اَمَّا الْخُرُوْجُ عَمَّا اَلْزَمَهُمْ وَاَمَّا الْخُرُوْجُ عَمَّا اَلْزَمَهُ الْعَقْلُ وَاقْتِضَاءُ الْفِطْرَةِ۔ فسق سے مراد یا تو خروج ہے ان احکام سے جو ان پر لازم کئے گئے تو گویا بے حکمی جماعت یا عقل و فطرت جو ان پر لازم کر رہی تھی اس سے خارج ہونا۔

فَلَمَّا جَآءَتْهُمْ اٰيٰتُنَا مُبْصِرَةً قَالُوْا هٰذَا سِحْرٌ مُّبِيْنٌ ﴿ۚ۱۳﴾ ۔ تو جب آئیں ان کے پاس ہماری نشانیاں آنکھیں کھول دینے والی بولے یہ تو کھلا جادو ہے۔ (تو معجزہ کو جادو کہہ دیا)

وَجَحَدُوْا بِهَا وَاسْتَيْقَنَتْهَآ اَنْفُسُهُمْ ظُلْمًا وَّعُلُوًّا ؕ فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُفْسِدِيْنَ ﴿۱۴﴾ ۔

اور انکار کیا اس سے اور ان کے دلوں میں اس کا یقین تھا اور وہ جانتے تھے کہ بے شک یہ نشانیاں اللہ کی طرف سے ہیں لیکن باوجود اس کے اپنی زبانوں سے انکار کرتے رہے از روئے ظلم اور تکبر کے تو دیکھو کیسا انجام ہوا فسادیوں کا۔ (کہ غرق سے ہلاک ہوئے) اور انواع واقسام کے عذابوں میں مبتلا کئے گئے۔

بامحاورہ ترجمہ دوسرا رکوع ۔سورۂ نمل ۔پ ۱۹

وَلَقَدْ اٰتَيْنَا دَاوٗدَ وَسُلَيْمٰنَ عِلْمًا ۚ وَقَالَا الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ فَضَّلَنَا عَلٰى كَثِيْرٍ مِّنْ عِبَادِهِ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۱۵﴾

اور بے شک دیا ہم نے سلیمان کو بڑا علم اور دونوں نے کہا سب خوبیاں اللہ کو ہیں جس نے ہمیں اپنے بہت سے ایمان والے بندوں پر فضیلت بخشی

وَوَرِثَ سُلَيْمٰنُ دَاوٗدَ وَقَالَ يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ عُلِّمْنَا مَنْطِقَ الطَّيْرِ وَاُوْتِيْنَا مِنْ كُلِّ شَيْءٍ ؕ اِنَّ هٰذَا لَهُوَ الْفَضْلُ الْمُبِيْنُ ﴿۱۶﴾

اور جانشین ہوئے، سلیمان داؤد کے اور کہا اے لوگو ہمیں سکھائی گئی پرندوں کی بولی اور ہر چیز میں سے ہمیں عطا ہوا بے شک یہی ہے اس کا بڑا فضل

وَحُشِرَ لِسُلَيْمٰنَ جُنُوْدُهٗ مِنَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ وَالطَّيْرِ فَهُمْ يُوْزَعُوْنَ ﴿۱۷﴾

اور جمع کئے گئے سلیمان کے لئے اس کے لشکر جنوں اور آدمیوں اور پرندوں سے تو وہ روکے جاتے تھے

حَتّٰۤى اِذَاۤ اَتَوْا عَلٰى وَادِ النَّمْلِ ۙ قَالَتْ نَمْلَةٌ يّٰۤاَيُّهَا النَّمْلُ ادْخُلُوْا مَسٰكِنَكُمْ ۚ لَا يَحْطِمَنَّكُمْ سُلَيْمٰنُ وَجُنُوْدُهٗ ۙ وَهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ ﴿۱۸﴾

حتیٰ کہ جب گئے چیونٹیوں کے نالہ پر ایک چیونٹی بولی اے چیونٹیو اپنے بلوں میں چلی جاؤ تمہیں کچل نہ ڈالے سلیمان اور ان کا لشکر بے خبری میں

فَتَبَسَّمَ ضَاحِكًا مِّنْ قَوْلِهَا وَقَالَ رَبِّ اَوْزِعْنِيْۤ اَنْ اَشْكُرَ نِعْمَتَكَ الَّتِيْۤ اَنْعَمْتَ عَلَيَّ وَعَلٰى وَالِدَيَّ وَاَنْ اَعْمَلَ صَالِحًا تَرْضٰىهُ وَاَدْخِلْنِيْ بِرَحْمَتِكَ فِيْ عِبَادِكَ الصّٰلِحِيْنَ ﴿۱۹﴾

تو متبسم ہوا ہنسنے والا اور عرض کی اے میرے رب مجھے توفیق دے کہ میں شکر کروں تیرے احسان کا جو تو نے مجھ پر کیا اور میرے والدین پر اور یہ کہ میں نیک عمل کروں جو تیری رضا کا موجب ہوں اور مجھے اپنی رحمت سے اپنے نیک بندوں میں شامل کر

وَتَفَقَّدَ الطَّيْرَ فَقَالَ مَا لِيَ لَاۤ اَرَى الْهُدْهُدَ ۖ اَمْ كَانَ مِنَ الْغَآئِبِيْنَ ﴿۲۰﴾

اور پرندوں کا جائزہ لیا تو بولا مجھے کیا ہوا کہ میں ہدہد کو نہیں دیکھتا یا وہ واقعی حاضر نہیں

لَاُعَذِّبَنَّهٗ عَذَابًا شَدِيْدًا اَوْ لَاَاذْبَحَنَّهٗۤ اَوْ لَيَاْتِيَنِّيْ بِسُلْطٰنٍ مُّبِيْنٍ ﴿۲۱﴾

میں ضرور اسے سخت عذاب کروں گا یا ذبح کر دوں گا یا کوئی روشن سند میرے پاس لائے

فَمَكَثَ غَيْرَ بَعِيْدٍ فَقَالَ اَحَطْتُّ بِمَا لَمْ تُحِطْ بِهٖ وَجِئْتُكَ مِنْ سَبَاٍ بِنَبَاٍ يَّقِيْنٍ ﴿۲۲﴾

تو ہدہد کو زیادہ دیر نہ لگی اور آ کر بولا میں وہ بات لایا ہوں سبا سے ایک یقینی خبر

اِنِّيْ وَجَدْتُّ امْرَاَةً تَمْلِكُهُمْ وَاُوْتِيَتْ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ وَّلَهَا عَرْشٌ عَظِيْمٌ ﴿۲۳﴾

میں نے ایک عورت دیکھی کہ ان پر بادشاہی کر رہی ہے اور اسے ہر چیز سے ملا ہے اور اس کا تخت بہت بڑا ہے

وَجَدْتُّهَا وَقَوْمَهَا يَسْجُدُوْنَ لِلشَّمْسِ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَزَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطٰنُ اَعْمَالَهُمْ فَصَدَّهُمْ عَنِ السَّبِيْلِ فَهُمْ لَا يَهْتَدُوْنَ ﴿۲۴﴾

میں نے اسے پایا اور اس کی قوم کو کہ اللہ کے سوا سورج کو سجدہ کرتے ہیں اور شیطان نے ان کا یہ عمل ان کی نظر میں جچادیا اور انہیں سیدھی راہ سے روک دیا تو وہ راہ نہیں پاتے

اَلَّا يَسْجُدُوْا لِلّٰهِ الَّذِيْ يُخْرِجُ الْخَبْءَ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَيَعْلَمُ مَا تُخْفُوْنَ وَمَا تُعْلِنُوْنَ ﴿۲۵﴾

اور کیوں نہیں سجدہ کرتے اللہ کو جو نکالتا ہے چھپی ہوئی چیزیں آسمانوں اور زمین کی اور جانتا ہے جو تم چھپاتے ہو اور ظاہر کرتے ہو

اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ ﴿۲۶﴾

اللہ ہے نہیں کوئی معبود اس کے سوا وہ رب عرش عظیم ہے

قَالَ سَنَنْظُرُ اَصَدَقْتَ اَمْ كُنْتَ مِنَ الْكٰذِبِيْنَ ﴿۲۷﴾

سلیمان نے فرمایا اب ہم دیکھتے ہیں کہ تو نے سچ کہا یا تو جھوٹا ہے

اِذْهَبْ بِّكِتٰبِيْ هٰذَا فَاَلْقِهْ اِلَيْهِمْ ثُمَّ تَوَلَّ عَنْهُمْ فَانْظُرْ مَاذَا يَرْجِعُوْنَ ﴿۲۸﴾

لے جا یہ میرا نامہ اور ڈال اس پر پھر الگ ہو کر دیکھ کہ وہ کیا جواب دیتے ہیں

قَالَتْ يٰۤاَيُّهَا الْمَلَؤُا اِنِّيْۤ اُلْقِيَ اِلَيَّ كِتٰبٌ كَرِيْمٌ ﴿۲۹﴾

بولی شہزادی اے میرے سردارو بے شک میری طرف ڈالا گیا ایک عزت والا خط

اِنَّهٗ مِنْ سُلَيْمٰنَ وَاِنَّهٗ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ﴿۳۰﴾

کہ وہ سلیمان کی طرف سے ہے اور بے شک وہ اللہ کے نام سے جو مہربان رحم والا ہے

اَلَّا تَعْلُوْا عَلَيَّ وَاْتُوْنِيْ مُسْلِمِيْنَ ﴿۳۱﴾

کہ مجھ پر بلندی نہ چاہو اور گردن جھکا کر میرے حضور حاضر آؤ

حل لغات دوسرا رکوع-سورۂ نمل-پ ۱۹

وَ-اور	لَقَدْ-بے شک	اٰتَيْنَا-دیا ہم نے	دَاوٗدَ-داؤد
وَ-اور	سُلَيْمٰنَ-سلیمان کو	عِلْمًا-علم	وَ-اور
قَالَا-کہا دونوں نے	اَلْحَمْدُ-سب تعریفیں	لِلّٰهِ-اللہ کو ہیں	الَّذِيْ-جس نے
فَضَّلَنَا-بزرگی دی ہم کو	عَلٰى-اوپر	كَثِيْرٍ-بہت سے	مِّنْ عِبَادِهٖ-اپنے بندوں
الْمُؤْمِنِيْنَ-مومنوں پر	وَ-اور	وَرِثَ-وارث ہوا	سُلَيْمٰنُ-سلیمان
دَاوٗدَ-داؤد کا	وَ-اور	قَالَ-کہا	يٰۤاَيُّهَا-اے
النَّاسُ-لوگو	عُلِّمْنَا-ہم سکھائے گئے	مَنْطِقَ-بولی	الطَّيْرِ-پرندوں کی
وَ-اور	اُوْتِيْنَا-دیئے گئے ہم	مِنْ كُلِّ-ہر ایک	شَيْءٍ-چیز
اِنَّ-بے شک	هٰذَا-یہ	لَهُوَ-وہ ہے	الْفَضْلُ-بزرگی
الْمُبِيْنُ-ظاہر	وَ-اور	حُشِرَ-اکٹھا کیا گیا	لِسُلَيْمٰنَ-سلیمان کے لئے

جُنُوْدُهٗ۔اس کا لشکر مِنَ الْجِنِّ۔جنوں وَ۔اور الْاِنْسِ۔انسانوں
وَ۔اور الطَّیْرِ۔پرندوں سے فَهُمْ۔تو وہ یُوْزَعُوْنَ۔روکے جاتے تھے
حَتّٰۤى۔یہاں تک کہ اِذَآ۔جب اَتَوْا۔آئے عَلٰى۔اوپر
وَادِ۔وادی النَّمْلِ۔چیونٹیوں کے قَالَتْ۔بولی نَمْلَةٌ۔ایک چیونٹی
یٰۤاَیُّهَا۔اے النَّمْلُ۔چیونٹیو ادْخُلُوْا۔داخل ہو جاؤ مَسٰكِنَكُمْ۔اپنے بلوں میں
لَا۔نہ یَحْطِمَنَّكُمْ۔روندے تم کو سُلَیْمٰنُ۔سلیمان وَ۔اور
جُنُوْدُهٗ۔اس کا لشکر وَ۔اور هُمْ۔وہ لَا۔نہ
یَشْعُرُوْنَ۔جانتے ہوں فَتَبَسَّمَ۔تو تبسم کیا ضَاحِكًا۔ہنستے ہوئے مِّنْ قَوْلِهَا۔اس کی بات سے
وَ۔اور قَالَ۔کہا رَبِّ۔اے میرے رب اَوْزِعْنِیْۤ۔مجھے توفیق دے
اَنْ۔یہ کہ اَشْكُرَ۔میں شکر کروں نِعْمَتَكَ۔تیری نعمت کا الَّتِیْۤ۔وہ جو
اَنْعَمْتَ۔تو نے انعام کیا عَلَیَّ۔مجھ پر وَ۔اور عَلٰى۔اوپر
وَالِدَیَّ۔میرے ماں باپ کے وَ۔اور اَنْ۔یہ کہ اَعْمَلَ۔میں کام کروں
صَالِحًا۔نیک تَرْضٰىهُ۔جسے تو پسند کرے وَ۔اور اَدْخِلْنِیْ۔داخل کر مجھے
بِرَحْمَتِكَ۔اپنی رحمت سے فِیْ۔بیچ عِبَادِكَ۔اپنے بندوں الصّٰلِحِیْنَ۔نیکوں کے
وَ۔اور تَفَقَّدَ۔جائزہ لیا الطَّیْرَ۔پرندوں کا فَقَالَ۔تو کہا
مَا۔کیا ہے لِیَ۔مجھے کہ لَاۤ۔نہیں اَرَى۔دیکھتا میں
الْهُدْهُدَ۔ہدہد کو اَمْ۔یا كَانَ۔ہے وہ مِنَ الْغَآىٕبِیْنَ۔غیر حاضروں
میں سے لَاُعَذِّبَنَّهٗ۔ضرور سزا دوں گا میں اسے عَذَابًا۔سزا
شَدِیْدًا۔سخت اَوْ۔یا لَاَاذْبَحَنَّهٗۤ۔ذبح کردوں گا میں اسے
اَوْ۔یا لَیَاْتِیَنِّیْ۔وہ لائے گا میرے پاس بِسُلْطٰنٍ۔کوئی دلیل
مُّبِیْنٍ۔روشن فَمَكَثَ۔تو ٹھہرا وہ غَیْرَ بَعِیْدٍ۔تھوڑا سا
فَقَالَ۔تو کہا اَحَطْتُّ۔میں نے معلوم کیا بِمَا۔وہ جو لَمْ تُحِطْ۔نہ جانا آپ نے
بِهٖ۔اس کو وَ۔اور جِئْتُكَ۔لایا میں آپ کے پاس مِنْ سَبَاٍ۔سبا سے
بِنَبَاٍ۔خبر یَّقِیْنٍ۔یقینی اِنِّیْ۔بے شک میں نے وَجَدْتُّ۔دیکھی
امْرَاَةً۔ایک عورت تَمْلِكُهُمْ۔جو ان پر حکومت کرتی ہے وَ۔اور
اُوْتِیَتْ۔دی گئی ہے مِنْ كُلِّ۔ہر ایک شَیْءٍ۔چیز وَّ۔اور
لَهَا۔اس کا عَرْشٌ۔تخت ہے عَظِیْمٌ۔بہت بڑا وَجَدْتُّهَا۔میں نے پایا
اس کو وَ۔اور قَوْمَهَا۔اس کی قوم کو یَسْجُدُوْنَ۔سجدہ کرتے ہیں

لِلشَّمْسِ۔سورج کو مِنْ دُوْنِ۔سوائے اللّٰهِ۔اللہ کے وَ۔اور
زَيَّنَ۔خوشنما بنایا لَهُمُ۔ان کے لئے الشَّيْطٰنُ۔شیطان نے اَعْمَالَهُمْ۔ان کے عملوں کو
فَصَدَّهُمْ۔تو روک دیا اس نے ان کو عَنِ السَّبِيْلِ۔راہ سے فَهُمْ۔تو وہ
لَا۔نہیں يَهْتَدُوْنَ۔راہ پاتے اَلَّا۔کیوں نہیں يَسْجُدُوْا۔سجدہ کرتے
لِلّٰهِ۔اللہ کو الَّذِيْ۔جو يُخْرِجُ۔نکالتا ہے الْخَبْءَ۔پوشیدہ چیزوں کو
فِي۔بیچ السَّمٰوٰتِ۔آسمانوں وَ۔اور الْاَرْضِ۔زمین کے
وَ۔اور يَعْلَمُ۔جانتا ہے مَا۔جو تُخْفُوْنَ۔تم چھپاتے ہو
وَ۔اور مَا۔جو تُعْلِنُوْنَ۔ظاہر کرتے ہو اَللّٰهُ۔اللہ ہے
لَآ۔نہیں اِلٰهَ۔کوئی معبود اِلَّا۔مگر هُوَ۔وہی
رَبُّ۔رب ہے الْعَرْشِ۔عرش الْعَظِيْمِ۔بڑے کا قَالَ۔فرمایا
سَنَنْظُرُ۔ہم ابھی دیکھتے ہیں کہ اَ۔کیا صَدَقْتَ۔تو نے سچ کہا
اَمْ۔یا كُنْتَ۔ہے تو مِنَ الْكٰذِبِيْنَ۔جھوٹوں میں سے
اِذْهَبْ۔لے جا بِّكِتٰبِيْ۔میرا خط هٰذَا۔یہ فَاَلْقِهْ۔تو ڈال اس کو
اِلَيْهِمْ۔ان کی طرف ثُمَّ۔پھر تَوَلَّ۔الگ ہو عَنْهُمْ۔ان سے
فَانْظُرْ۔تو دیکھ مَاذَا۔کیا يَرْجِعُوْنَ۔جواب دیتے ہیں قَالَتْ۔بولی
يٰاَيُّهَا۔اے الْمَلَؤُا۔سردارو اِنِّيْٓ۔بے شک اُلْقِيَ۔ڈالا گیا ہے
اِلَيَّ۔میری طرف كِتٰبٌ۔ایک خط كَرِيْمٌ۔عزت والا اِنَّهٗ۔بے شک وہ
مِنْ سُلَيْمٰنَ۔سلیمان کی طرف سے ہے وَ۔اور اِنَّهٗ۔بے شک وہ
بِسْمِ۔ساتھ نام اللّٰهِ۔اللہ الرَّحْمٰنِ۔مہربان الرَّحِيْمِ۔رحم والے کے ہے
اَلَّا۔یہ کہ نہ تَعْلُوْا۔سرکشی کرو عَلَيَّ۔مجھ پر وَ۔اور
اْتُوْنِيْ۔آجاؤ میرے پاس مُسْلِمِيْنَ۔فرمانبردار ہوکر

خلاصہ تفسیر دوسرا رکوع۔سورۃ نمل۔پ ۱۹

وَلَقَدْ اٰتَيْنَا دَاوٗدَ وَسُلَيْمٰنَ عِلْمًا ۚ وَقَالَا الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ فَضَّلَنَا عَلٰى كَثِيْرٍ مِّنْ عِبَادِهِ الْمُؤْمِنِيْنَ ۝۱۵

اور بے شک دیا ہم نے داؤد اور سلیمان علیہما السلام کو علم اور دونوں نے کہا سب تعریف اس اللہ کے لئے ہے جس نے ہمیں فضیلت عطا کی بہت سے نیک ایمان والے بندوں پر۔

یہ اس سورۂ مبارکہ میں دوسرا قصہ حضرت داؤد اور سلیمان علیہما السلام کا فرمایا گیا۔

قرآن کریم میں یہ قصہ اتنی وضاحت سے بیان ہوا کہ یہود و نصاریٰ کو ان کی کتابوں سے معلوم نہ تھا اس علیم و حکیم نے اس قصہ کی ابتداء فرمائی اور ان الفاظ میں شروع کیا کہ ہم نے داؤد و سلیمان علیہما السلام کو علم دیا اور آپ کا علم اور آپ کی دانش مندی

ضرب المثل ہے آپ نے اس کے شکریہ میں اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ فَضَّلَنَا عَلٰی كَثِیْرٍ مِّنْ عِبَادِهِ الْمُؤْمِنِیْنَ فرمایا۔

یہاں تک تو بیان میں اجمال تھا اس کے بعد تفصیل شروع فرمائی۔

وَوَرِثَ سُلَیْمٰنُ دَاوٗدَ۔ اور وارث ہوئے سلیمان علیہ السلام داؤد علیہ السلام کے۔

اس وراثت میں مفسرین کے چند اقوال ہیں:

ایک جماعت تو اس طرف ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام حضرت داؤد علیہ السلام کے بایں معنی وارث ہوئے کہ جو علم و دانش حضرت داؤد علیہ السلام کو عطا ہوا وہ جو نبوت آپ کو ملی وہی سب کچھ سلیمان علیہ السلام کو ملا۔

لیکن یہ حقیقت ہے کہ علم و دانش، نبوت یہ ورثہ نہیں ہو سکتے بلکہ مبداء فیاض سے ان کا افاضہ ہوتا ہے بنا بریں اسے ورثہ کہنا بایں معنی صحیح ہو سکتا ہے جیسے باپ کے کمالات اگر بیٹے میں ہوں تو بول دیتے ہیں کہ باپ دادا کا ورثہ ہے جو انہیں بھی ملا ورنہ یہ وہ ورثہ نہیں جو شرعی اصطلاح میں متروکہ اب سے ملتا ہے۔

یہی قول جمہور کے نزدیک بھی پسندیدہ ہے۔

ایک جماعت اس طرف ہے کہ ورثہ میں حضرت سلیمان علیہ السلام کو ملک و سلطنت کا ورثہ ملا مگر فِیْهِ مَا فِیْهِ وَلَا یَخْفٰی عَلَی الْفَقِیْهِ۔

پھر ارباب سیر نے اس میں بہت کچھ رنگ آمیزی کی جسے ہم تفسیر سے متعلق نہیں سمجھتے۔

وَقَالَ یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ عُلِّمْنَا مَنْطِقَ الطَّیْرِ وَاُوْتِیْنَا مِنْ كُلِّ شَیْءٍ ؕ اِنَّ هٰذَا لَهُوَ الْفَضْلُ الْمُبِیْنُ ﴿۱۶﴾۔

اور فرمایا لوگو ہم سکھائے گئے ہیں پرندوں کی بولیاں اور دیئے گئے ہیں ہر شے میں سے بے شک یہ فضل ہے روشن۔

اس کی تفصیل آئندہ آیتوں میں فرمائی جاتی ہے۔

وَحُشِرَ لِسُلَیْمٰنَ جُنُوْدُهٗ مِنَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ وَالطَّیْرِ فَهُمْ یُوْزَعُوْنَ ﴿۱۷﴾۔

اور جمع کیا گیا سلیمان کے لئے اس کا لشکر جن وانس اور طیور سے تو وہ سب صف بستہ حاضر تھے۔

یعنی حکومت سلیمانی میں تین طرح کے لشکر تھے ایک جنوں کا دوسرا آدمیوں کا تیسرا پرندوں کا۔ جو تخت سلیمانی پر سایہ کرتا تھا ان کا سب کا جائزہ لینے کے لئے یہ سب محشور یعنی جمع کئے گئے۔

حَتّٰۤی اِذَاۤ اَتَوْا عَلٰی وَادِ النَّمْلِ ۙ قَالَتْ نَمْلَةٌ یّٰۤاَیُّهَا النَّمْلُ ادْخُلُوْا مَسٰكِنَكُمْ ۚ لَا یَحْطِمَنَّكُمْ سُلَیْمٰنُ وَجُنُوْدُهٗ ۙ وَهُمْ لَا یَشْعُرُوْنَ ﴿۱۸﴾۔ حتیٰ کہ جب وہ لشکر چیونٹیوں کے نالے میں آیا بولی ایک چیونٹی اے چیونٹیو اپنے بلوں میں داخل ہو جاؤ کہیں تمہیں روندنہ ڈالے سلیمانی لشکر اور اسے علم بھی نہ ہو۔

یہ ایک واقعہ کا ذکر ہے کہ ایک بار آپ کا لشکر کسی ایسے مقام پر سے گزرا جہاں چیونٹیوں کے بکثرت بل تھے اور وہ زمین پر پھر رہی تھیں تو ان میں سے ایک چیونٹی نے کہا کہ تم سب اپنے بلوں میں داخل ہو جاؤ کہیں بے خبری میں ان کے پاؤں کے روندن میں تم نہ روندی جاؤ۔

یہ بات حضرت سلیمان علیہ السلام کو مسموع ہوگئی اس لئے کہ آپ کو اللہ تعالیٰ نے بہت سے علوم عطا فرمائے تھے۔

فَتَبَسَّمَ ضَاحِكًا مِّنْ قَوْلِهَا۔ تو آپ متبسم ہوئے اس کی اس بات پر۔

یہ تبسم اس پر تھا کہ چیونٹی یہ سمجھ رہی تھی کہ اس کی بات کو کوئی نہ سن سکے گا۔
دوسرے اس پر کہ اسے یہ معلوم ہی نہیں کہ سلیمان علیہ السلام کو اللہ عزوجل نے کیا کیا علوم عطا فرمائے۔
تیسرے یہ تبسم اس مسرت پر تھا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے اتنا بلند فرمایا کہ چیونٹی کی بات سے بھی میں خبردار ہو جاتا ہوں۔ اور آپ نے ان نعمتوں، رحمتوں اور عنایتوں پر بارگاہ رحمت میں عرض کیا:

وَقَالَ رَبِّ أَوْزِعْنِيٓ أَنْ أَشْكُرَ نِعْمَتَكَ الَّتِيٓ أَنْعَمْتَ عَلَيَّ وَعَلٰى وَالِدَيَّ وَأَنْ أَعْمَلَ صَالِحًا تَرْضٰىهُ وَأَدْخِلْنِي بِرَحْمَتِكَ فِي عِبَادِكَ الصّٰلِحِينَ ﴿۱۹﴾ ۔

"اور کہا اے میرے رب مجھے پابند کر دے اس پر کہ میں تیری نعمتوں کا شکر ادا کرتا رہوں جو نعمتیں تو نے مجھ پر اور والدین کو عطا کیں اور ایسے نیک عمل کرتا رہوں جسے تو پسند کرے اور راضی ہو اور مجھے داخل کر اپنی رحمت سے اپنے نیک بندوں میں۔"

گویا اس تذکرے سے اس امر کا اظہار فرمایا کہ منعم کا شکر منعم علیہ کو کرنا چاہئے اور یہ سنت انبیاء کرام ہے۔
اسی وجہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے جب سوال ہوا کہ حضور! صلی اللہ علیک وسلم معصوم و مغفور ہیں پھر عبادات و نوافل میں اتنی محنت کیوں فرماتے ہیں تو فرمایا أَفَلَا أَكُونُ عَبْدًا شَكُورًا۔ کیا میں اللہ کا شکر گزار بندہ نہ بنوں؟
اور اسی بنا پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے انسان کو انسان کے احسان کا شکر گزار ہونے کی تعلیم دی اور فرمایا: مَنْ لَّمْ يَشْكُرِ النَّاسَ لَمْ يَشْكُرِ اللّٰهَ جو آدمی آدمی کا شکر گزار اور احسان مند نہیں وہ اللہ تعالیٰ کا بھی شکر گزار نہ ہوگا۔ اس کے بعد اصلی قصہ شروع فرمایا:

وَتَفَقَّدَ الطَّيْرَ فَقَالَ مَا لِيَ لَآ أَرَى الْهُدْهُدَ ۖ أَمْ كَانَ مِنَ الْغَآئِبِينَ ﴿۲۰﴾ لَأُعَذِّبَنَّهٗ عَذَابًا شَدِيدًا أَوْ لَأَاذْبَحَنَّهٗٓ أَوْ لَيَأْتِيَنِّي بِسُلْطٰنٍ مُّبِينٍ ﴿۲۱﴾ ۔

اور حضرت سلیمان علیہ السلام نے پرندوں کی حاضری لی تو فرمایا کیا بات ہے کہ میں ہدہد کو نہیں دیکھتا کیا وہ غائب اور غیر حاضر ہے (اگر وہ نہیں ہے تو) میں اسے سخت سزا دوں گا یا ذبح کر ڈالوں گا یا وہ میرے پاس غیر حاضری کی کوئی نہایت روشن وجہ بیان کرے۔
یعنی آپ کے لشکر میں پرند بھی تھے ان کے تفقد و تتبع میں آپ کو معلوم ہوا کہ ہدہد آج غائب ہے تو آپ نے فرمایا وہ یا تو معقول عذر پیش کرے ورنہ میں اسے سزا دوں گا بلکہ ذبح ہی کر ڈالوں گا۔ یعنی سزائے موت دوں گا۔

فَمَكَثَ غَيْرَ بَعِيدٍ فَقَالَ أَحَطتُّ بِمَا لَمْ تُحِطْ بِهٖ وَجِئْتُكَ مِنْ سَبَإٍۭ بِنَبَإٍ يَّقِينٍ ﴿۲۲﴾ إِنِّي وَجَدتُّ امْرَأَةً تَمْلِكُهُمْ وَأُوتِيَتْ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ وَّلَهَا عَرْشٌ عَظِيمٌ ﴿۲۳﴾ وَجَدتُّهَا وَقَوْمَهَا يَسْجُدُونَ لِلشَّمْسِ مِنْ دُونِ اللّٰهِ وَزَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطٰنُ أَعْمَالَهُمْ فَصَدَّهُمْ عَنِ السَّبِيلِ فَهُمْ لَا يَهْتَدُونَ ﴿۲۴﴾ أَلَّا يَسْجُدُوا لِلّٰهِ الَّذِي يُخْرِجُ الْخَبْءَ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ وَيَعْلَمُ مَا تُخْفُونَ وَمَا تُعْلِنُونَ ﴿۲۵﴾ اَللّٰهُ لَآ إِلٰهَ إِلَّا هُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيمِ ﴿۲۶﴾ ۔

فَمَكَثَ تو ٹھہرے بہت کم غَيْرَ بَعِيدٍ یعنی لمبا وقت نہیں۔ یعنی تھوڑی دیر میں ہدہد حاضر ہو گیا اور اس نے عرض کیا میں وہ معلومات لے کر آیا ہوں جو حضور کو اس سے پہلے نہیں تھیں اور ملک سبا سے آپ کے پاس ایک یقینی خبر لایا ہوں۔ یعنی وہاں میں نے ایک عورت پائی جو سبا پر حکمران ہے اور اسے ہر قسم کی چیزیں دی گئی ہیں اور اس کا تخت تو بہت ہی بڑا ہے۔ میں نے

اس عورت کو اور اس کی قوم کو پایا کہ اللہ کے سوا سورج کو سجدہ کرتی ہے اور شیطان نے ان کے دل میں اسی عبادت کو جچا دیا ہے اور سیدھے راستہ سے ان کو روک رکھا ہے تو وہ راہ نہیں پاتے اور اس طرف خیال بھی نہیں آتا کہ وہ اللہ کو سجدہ کیوں نہ کریں کہ جو آسمان اور زمین کی چھپی ہوئی چیزوں کا آشکارا فرمانے والا ہے۔ اور ظاہر اور مخفی باتوں کا جاننے والا ہے وہ اللہ ہے، جس کے سوا کوئی معبود نہیں اور وہ عرش عظیم کا رب ہے۔

ہدہد نے آ کر ملک سبا کی ملکہ بلقیس کا حال بیان کیا کہ اس کے پاس تمام ساز و سامان سلطنت ہے اور تخت تو اس کا نہایت ہی شاندار ہے، جس پر وہ جلوس کرتی ہے اور اس میں سب سے بڑا عیب یہ ہے کہ وہ آفتاب کی پوجا کرتی ہے اور اس کی رعایا بھی اسی شرک میں مبتلا ہے۔

اس لحاظ سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ قوم صابی تھی یا اسی قسم کا مروجہ مذہب تھا جو شیطانی مذہب تھا اسی لئے وَزَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطٰنُ اَعْمَالَهُمْ کہا کہ ان کے اعمال خبیثہ شیطان نے ان کے دل میں جچا دیئے تھے۔

اور اللہ تعالیٰ کو سجدہ نہیں کرتے جو آسمان اور زمین کی چھپی ہوئی چیزوں کو ظاہر کرتا ہے۔ جب آسمانوں کے چھپے ہوئے ستارے اور آفتاب و ماہتاب چھپ جاتے ہیں۔ لیکن یہ سب کچھ دیکھ کر بھی انہیں کو سجدہ کرتے ہیں حالانکہ اللہ تعالیٰ کو سجدہ کرنا چاہیے۔

اور وہی قادر مطلق ہے کہ زمین کی چھپی ہوئی چیزیں انواع و اقسام کی جڑی بوٹیاں اور چنا، گندم، جوار، باجرہ، موٹھ، مٹر وغیرہ وغیرہ ظاہر فرماتا ہے اس میں ہدہد نے اپنی خوراک کی بھی وضاحت کر دی۔ اور

اَللّٰهُ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ ﴿۲۶﴾ ۔ کہہ کر وجود الٰہی پر دلائل بیان کئے۔

ملک سبا کی حقیقت از تاریخ ابو الفداء عن ابی سعید المغربی

سبا یشجب کا بیٹا تھا اور وہ یعرب کا اور وہ قحطان کا بیٹا تھا اور قحطان تمام قبائل یمن کا باپ تھا۔ سبا کی بہت سی اولاد تھی اسی کے نام سے یمن میں ایک شہر سبا آباد ہوا جو صنعاء سے تین دن کے فاصلے پر ہے۔

بلقیس الہہ باد کی بیٹی تھی اور الہہ باد خرقیل کا بیٹا تھا وہ ذوی الاذعار کا وہ امریقشی کا وہ ذوی انمار کا جسے ابرہہ بھی کہتے تھے اور ابرہہ ضعب کا بیٹا تھا جسے ذوالقرنین کہتے تھے وہ حارث الارش کا بیٹا تھا جسے تبع اول کہتے۔ یہ حمیر کا حکمران تھا کئی پشت آگے چل کر اس کا نسب نامہ حمیر سے مل جاتا ہے۔

یہ سبا کا بیٹا تھا اسی سبا نے مآرب کی زمین پر ایک پختہ بند بنایا تھا اس میں پانی جمع کیا تھا اس سے چھوٹی چھوٹی نہریں نکالی تھیں جس کے ذریعے ملک میں بڑی سرسبزی تھی۔ جس کا تذکرہ سورۃ سبا میں ہے:

لَقَدْ كَانَ لِسَبَاٍ فِىْ مَسْكَنِهِمْ اٰيَةٌ ۚ جَنَّتٰنِ عَنْ يَّمِيْنٍ وَّشِمَالٍ ۔

لیکن اب اس فراوانی پر قوم نے ناشکری کی تو ان پر عذاب آیا کہ جس کی وجہ سے ملک برباد ہو گیا۔

اور شداد بن عاد بن سبا بھی سبا کی نسل میں سے تھا۔

بلقیس انہیں کے تخت پر بیٹھی تھی۔

اس قوم کی سلطنت بڑی شان و شوکت کی گزری ان کے آثار ابھی تک ملک یمن میں پائے جاتے ہیں۔ ہدہد کا بیان سن

کر حضرت سلیمان علیہ السلام نے فرمایا:

قَالَ سَنَنْظُرُ اَصَدَقْتَ اَمْ كُنْتَ مِنَ الْكٰذِبِيْنَ ﴿٢٧﴾۔

فرمایا میں دیکھتا ہوں کہ تو سچا ہے یا جھوٹا۔ یعنی ملک سبا کی شہزادی کا حال بیان کرنے میں تو صادق ہے یا کاذب۔

اِذْهَبْ بِّكِتٰبِيْ هٰذَا فَاَلْقِهْ اِلَيْهِمْ ثُمَّ تَوَلَّ عَنْهُمْ فَانْظُرْ مَاذَا يَرْجِعُوْنَ ﴿٢٨﴾۔

میرا نامہ یہ لے اور جا کر اس کی طرف ڈال دے پھر ان سے الگ ہٹ کر دیکھ کہ وہ کیا جواب لوٹاتی ہے۔

قَالَتْ يٰۤاَيُّهَا الْمَلَؤُا اِنِّيْۤ اُلْقِيَ اِلَيَّ كِتٰبٌ كَرِيْمٌ ﴿٢٩﴾۔

نامہ کو پڑھ کر بلقیس نے کہا اے سردارو میری طرف ڈالا گیا ایک عزت والا نامہ جس کا یہ مضمون ہے۔

حضرت سلیمان علیہ السلام کا بلقیس ملکہ سبا کو نامہ

اِنَّهٗ مِنْ سُلَيْمٰنَ وَاِنَّهٗ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ﴿٣٠﴾۔

یہ نامہ سلیمان کی طرف سے ہے اور اللہ رحمٰن و رحیم کے نام کے ساتھ ہے۔

اَلَّا تَعْلُوْا عَلَيَّ وَاْتُوْنِيْ مُسْلِمِيْنَ ﴿٣١﴾ ۔ مجھ پر تکبر اور بڑائی نہ کرو اور میرے پاس اسلام لا کر آ جاؤ۔

یعنی آپ نے سرنامہ پر اپنا نام لکھا جو عربی کے قاعدے میں لکھا کرتے ہیں جیسے حضور کے فرامین میں ہوتا تھا: مِنْ مُحَمَّدٍ رَّسُوْلِ اللّٰهِ اِلٰى عَظِيْمِ الرُّوْمِ یا ہرقل یا کسریٰ۔

اسی طرح حضرت سلیمان علیہ السلام نے اپنے عہد میں اِنَّهٗ مِنْ سُلَيْمٰنَ تحریر فرمایا اور پھر دعوت اسلام دی اور لکھا: اَلَّا تَعْلُوْا عَلَيَّ وَاْتُوْنِيْ مُسْلِمِيْنَ ﴿٣١﴾ ۔ تکبر نہ کرو اور گردن جھکا کر مسلمان ہو کر آ جاؤ۔

یہاں یہ بات بھی سمجھنے کے قابل ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کی زبان عبرانی تھی تو یہ نامہ عربی میں کیسے لکھا اس کا جواب یہ ہے کہ آپ نے عبرانی میں نامہ لکھا ہو قرآن کریم نے عربی ہونے کی وجہ میں اس کا مفہوم عربی میں بیان فرما دیا لیکن سرنامہ پر بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ضرور لکھا گیا۔

اور یہ بھی ظاہر آیت سے واضح ہے کہ نامہ نامی ہدہد پرندلے کر گیا اور اس نے ملکہ سبا پر ڈالا اور اس شان کی ڈاک رسانی کی اہمیت سے متاثر ہو کر بلقیس نے سوچا کہ جس کی یہ اہمیت ہے کہ پرند اس کے زیر نگیں ہیں اس کی سلطنت بھی بڑی زبردست ہو گی اسی وجہ میں اِنِّيْۤ اُلْقِيَ اِلَيَّ كِتٰبٌ كَرِيْمٌ کہا۔

اس کے بعد آئندہ رکوع میں اعیان دولت سے شوریٰ بلا کر مشورہ کرنے کا ذکر ہے۔

مختصر تفسیر اردو دوسرا رکوع ۔ سورۂ نمل ۔ پ ۱۹

وَلَقَدْ اٰتَيْنَا دَاوٗدَ وَسُلَيْمٰنَ عِلْمًا ۔ اور بے شک دیا ہم نے داؤد اور سلیمان علیہما السلام کو علم۔

یہاں سے کلام مستانف ہے کہ جیسے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو قرآن کریم اللہ تعالیٰ کی طرف سے عطا ہوا ہے حَيْثُ قَالَ وَ اِنَّكَ لَتُلَقَّى الْقُرْاٰنَ مِنْ لَّدُنْ حَكِيْمٍ عَلِيْمٍ گویا یوں ارشاد ہوا کہ

اٰتَيْنَا كُلَّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا طَائِفَةً مِّنَ الْعِلْمِ لَائِقَةً بِهٖ مِنْ عِلْمِ الشَّرَائِعِ وَالْاَحْكَامِ وَ غَيْرِ ذٰلِكَ مِمَّا

يَخْتَصُّ بِكُلٍّ مِّنْهُمَا كَصَنْعَةِ لَبُوْسٍ لَّكُمْ وَ مَنْطِقَ الطَّيْرِ۔

یعنی ہم نے ہر ایک انبیاء کی جماعت میں ان کے لائق علم شرائع اور احکام عطا فرمائے اس کے علاوہ جس کے ساتھ جو فن مختص تھا مثل لباس بنانے یا جانوروں کی زبان جاننے وغیرہ کے وہ بھی عطا کیے۔

وَقَالَا الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ فَضَّلَنَا عَلٰى كَثِيْرٍ مِّنْ عِبَادِهِ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۱۵﴾۔

اور دونوں نے کہا سب تعریف اللہ تعالیٰ کو جس نے ہمیں فضیلت دی بہت سے مومن بندوں پر۔

صاحب کشاف فرماتے ہیں: اِنَّ فِيْ قَوْلِهٖ تَعَالٰى عَلٰى كَثِيْرٍ اَنَّهُمَا فُضِّلَا عَلٰى كَثِيْرٍ وَ فُضِّلَ عَلَيْهِمَا كَثِيْرٌ۔ فَضَّلَنَا عَلٰى كَثِيْرٍ میں یہ حقیقت واضح فرمائی گئی ہے کہ داؤد و سلیمان علیہما السلام کو بہت سوں پر فضیلت عطا کی اور ان پر بہت سے انبیاء کو فضیلت دی۔

وَوَرِثَ سُلَيْمٰنُ دَاوٗدَ۔ اور وارث ہوئے سلیمان داؤد کے۔

اس وراثت پر چند اقوال ہیں:

۱- اَيْ قَامَ مَقَامَهٗ فِي النُّبُوَّةِ وَالْمُلْكِ وَ صَارَ نَبِيًّا مَّلِكًا بَعْدَ مَوْتِ اَبِيْهِ دَاوٗدَ عَلَيْهِمَا السَّلَامُ فَوِرَاثَتُهٗ اِيَّاهُ مَجَازًا عَنْ قِيَامِهٖ مَقَامَهٗ فِيْمَا ذُكِرَ بَعْدَ مَوْتِهٖ۔

یعنی آپ قائم مقام ہوئے نبوت و ملک میں اور آپ بادشاہ نبی ہوئے بعد وفات اپنے باپ حضرت داؤد علیہما السلام تو گویا آپ مجازاً وارث ہوئے باعتبار قیام مقام داؤد علیہ السلام کے جیسا کہ ذکر بعد موت فرمایا گیا۔

۲- دوسرا قول یہ ہے کہ اس سے مراد وراثت نبوت ہے مطلقاً فقط۔

۳- تیسرا قول یہ ہے کہ ملک کی وراثت مراد ہے فقط۔

۴- چوتھا قول حضرت حسن طبرسی سے ناقل ہیں کہ ائمہ اہل بیت تک یہ اصول رہا کہ وہ وارث اموال ہوئے۔ لیکن اس پر یہ تعقب کیا گیا کہ صحیح حدیث میں جب نَحْنُ مَعَاشِرُ الْاَنْبِيَآءِ لَا نُوْرَثُ موجود ہے کہ ہم انبیاء کی جماعت کسی کے وارث نہیں ہوتے تو پھر مالی وراثت کیسے صحیح ہو سکتی ہے۔

وَ قَدْ ذَكَرَهُ الصِّدِّيْقُ وَالْفَارُوْقُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا بِحَضْرَةِ جَمْعٍ مِّنَ الصَّحَابَةِ وَهُمُ الَّذِيْنَ لَا يَخَافُوْنَ فِي اللّٰهِ تَعَالٰى لَوْمَةَ لَائِمٍ وَلَمْ يُنْكِرْهُ اَحَدٌ مِّنْهُمْ عَلَيْهِمَا۔

اور یہ حدیث صحابہ کرام میں حضرت صدیق و فاروق رضی اللہ عنہما نے بیان فرمائی اور یہ وہ لوگ تھے کہ اللہ تعالیٰ کے معاملہ میں کسی ملامت کنندہ کا خطرہ دل میں نہ لاتے تھے۔ صحابہ میں سے کسی نے اس حدیث سے انکار نہ کیا۔

اور ابوداؤد اور ترمذی حضرت ابودرداء سے راوی ہیں کہ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اِنَّ الْعُلَمَآءَ وَرَثَةُ الْاَنْبِيَآءِ وَاِنَّ الْاَنْبِيَآءَ لَمْ يُوَرِّثُوْا دِيْنَارًا وَّ لَا دِرْهَمًا وَلٰكِنْ وَرَّثُوا الْعِلْمَ فَمَنْ اَخَذَهٗ اَخَذَ بِحَظٍّ وَافِرٍ۔

ابودرداء فرماتے ہیں کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا کہ فرماتے تھے بے شک علماء انبیاء کرام علیہم السلام کے وارث ہیں اور انبیاء کرام درہم و دینار کی وراثت نہیں چھوڑتے لیکن وہ علم کی وراثت چھوڑتے ہیں تو جس نے علم دین سے لے

لیا اس نے کافی حصہ لے لیا۔

اور حضرات شیعہ کی حدیث کی کتاب کافی میں بھی محمد بن یعقوب رازی ابی البختری سے اور وہ حضرت عبداللہ بن جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے ایسا ہی روایت کرتے ہیں۔

اس سے ثابت ہوا کہ یہ وراثت وراثت مالی نہیں تھی۔

اور علامہ کلینی ابوعبداللہ سے راوی ہیں: اِنَّ سُلَيْمَانَ وَرِثَ دَاوٗدَ وَاِنَّ مُحَمَّدًا وَرِثَ سُلَيْمَانَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔ سلیمان علیہ السلام حضرت داؤد علیہ السلام کے وارث ہوئے اور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم سلیمان علیہ السلام کے وارث ہوئے۔

وَ اَيْضًا وِرَاثَةُ الْمَالِ لَا تَخْتَصُّ بِسُلَيْمَانَ عَلَيْهِ السَّلَامُ فَاِنَّهٗ كَانَ لِدَاوٗدَ عَلَيْهِ السَّلَامُ عِدَّةُ اَوْلَادٍ غَيْرَهٗ كَمَا رَوَاهُ الْكُلَيْنِيُّ عَنْهُ۔ اور کلینی یہ بھی روایت کرتے ہیں کہ وراثت سلیمان علیہ السلام کی مال کے ساتھ مختص نہ تھی اس لئے کہ داؤد علیہ السلام کی متعدد اولادیں تھیں۔

اور اس کے علاوہ دوسری روایتیں بھی بتاتی ہیں کہ اِنَّهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ تُوُفِّيَ عَنْ تِسْعَةَ عَشَرَ اِبْنًا۔ حضرت داؤد علیہ السلام کی وفات کے وقت انیس صاحبزادے تھے۔

تو حضرت داؤد علیہ السلام کے انیس صاحبزادے تھے تو صرف حضرت سلیمان علیہ السلام کے لئے تنہا میراث مالی کیونکر صحیح ہوسکتی ہے۔

اور لفظ وراثت غیر مال پر قرآن کریم میں شائع ہے جیسے ارشاد ہے:

ثُمَّ اَوْرَثْنَا الْكِتٰبَ۔

فَخَلَفَ مِنْۢ بَعْدِهِمْ خَلْفٌ وَّرِثُوا الْكِتٰبَ۔

اور اس وقت حضرت سلیمان علیہ السلام کی عمر مبارک بارہ یا تیرہ سال کی تھی حَيْثُ قَالَ الْاٰلُوْسِيُّ وَكَانَ عُمْرُهٗ يَوْمَ تُوُفِّيَ دَاوٗدُ عَلَيْهِ السَّلَامُ اِثْنَتَيْ عَشْرَةَ سَنَةً اَوْ ثَلَاثَ عَشْرَةَ۔ اور حضرت داؤد علیہ السلام نے وصیت ملک فرمادی تھی جب کہ آپ کی عمر وہ تھی جوذکر ہوئی۔

وَقَالَ يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ عُلِّمْنَا مَنْطِقَ الطَّيْرِ وَاُوْتِيْنَا مِنْ كُلِّ شَيْءٍ ؕ اِنَّ هٰذَا لَهُوَ الْفَضْلُ الْمُبِيْنُ ۝۱۶ ۔

اور آپ نے تمام لوگوں میں اعلان فرمایا کہ اے لوگو ہمیں علم دیا گیا جانوروں کی زبان سمجھنے کا اور ہمیں ہر شے سے عطا ہوا بے شک یہ کھلا فضل ہے۔

چنانچہ آپ کے علم منطق الطیر کے متعلق روایتیں ہیں:

اِنَّهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ مَرَّ عَلٰى بُلْبُلٍ فِيْ شَجَرَةٍ يُّحَرِّكُ رَاْسَهٗ وَ يُمِيْلُ ذَنْبَهٗ فَقَالَ لِاَصْحَابِهٖ اَتَدْرُوْنَ مَا يَقُوْلُ قَالُوا اللّٰهُ وَ نَبِيُّهٗ اَعْلَمُ قَالَ يَقُوْلُ اَكَلْتُ نِصْفَ ثَمَرِهٖ فَعَلَى الدُّنْيَا الْعَفَآءُ۔

حضرت سلیمان علیہ السلام بلبل پر سے گزرے وہ ایک درخت پر بیٹھا اپنا سر ہلا کر دم اونچی نیچی کررہا تھا۔ آپ نے اپنے ساتھیوں سے فرمایا تمہیں معلوم ہے یہ کیا کہہ رہا ہے سب نے عرض کیا اللہ اور اس کا نبی خوب جانتا ہے۔ فرمایا وہ کہہ رہا ہے میں

نے آدھا پھل کھایا تو دنیا کے ذمہ اس کی معافی ہے۔

وَصَاحَتْ فَاخِتَةٌ فَاَخْبَرَ اَنَّهَا تَقُوْلُ لَيْتَ ذَالْخَلْقُ لَمْ يُخْلَقُوْا۔

فاختہ کو بولتے سن کر فرمایا یہ کہتی ہے کاش میں مخلوق نہ ہوتی۔

وَ صَاحَ طَاوُسٌ فَقَالَ يَقُوْلُ كَمَا تُدِيْنُ تُدَانُ۔

مُور کو بولتے دیکھ کر فرمایا کہتا ہے جیسا کرے گا ویسا بھرے گا۔

وَ صَاحَ هُدْهُدٌ فَقَالَ يَقُوْلُ اسْتَغْفِرُوا اللّٰهَ تَعَالٰى يَا مُذْنِبُوْنَ۔

ہدہد کو بولتے فرمایا یہ کہہ رہا ہے اللہ سے بخشش مانگو اے گنہگارو!۔

وَ صَاحَ طَيْطَوٰى فَقَالَ يَقُوْلُ كُلُّ حَيٍّ مَيِّتٌ وَكُلُّ جَدِيْدٍ بَالٍ۔

طیطوٰی بولا تو فرمایا کہ یہ کہتا ہے ہر زندہ مرنے والا اور ہر جدید پرانا ہوگا۔

وَ صَاحَ خَطَّافٌ فَقَالَ يَقُوْلُ قَدِّمُوْا خَيْرًا تَجِدُوْهُ۔

چمگاڈر کو بولتے سنا تو فرمایا کہتا ہے بھلائیاں آگے بھیجو گے تو پاؤ گے۔

وَ صَاحَتْ رَخْمَةٌ فَقَالَ تَقُوْلُ سُبْحَانَ رَبِّيَ الْاَعْلٰى مِلَا سَمَآئِهٖ وَاَرْضِهٖ۔

فاختہ پکاری تو فرمایا یہ کہتی ہے تسبیح کرتی ہوں اپنے رب بلند و بالا کی زمین و آسمان پر کر کے۔

وَ صَاحَ قُمْرِيٌّ فَاَخْبَرَ اَنَّهٗ يَقُوْلُ سُبْحَانَ رَبِّيَ الْاَعْلٰى۔

قمری بولی تو آپ نے فرمایا یہ کہتی ہے تسبیح بیان کرتی ہوں میں اپنے رب اعلیٰ کی۔

وَ قَالَ الْحُدَّاةُ يَقُوْلُ كُلُّ شَيْءٍ هَالِكٌ اِلَّا اللّٰهُ تَعَالٰى۔

چیل کہتی ہے ہر شے مٹنے والی ہے سوا اللہ تعالیٰ کے۔

وَالْقُسْطَاةُ تَقُوْلُ مَنْ سَكَتَ سَلِمَ۔

چڑیا کہتی ہے جو خاموش رہا اس نے امن کو پایا۔

وَالْبُبْغَاةُ تَقُوْلُ وَيْلٌ لِمَنِ الدُّنْيَا هَمُّهٗ۔

کوئل کہتی ہے افسوس ہے اس پر جسے صرف دنیا ہی کا غم ہے۔

وَالدِّيْكُ يَقُوْلُ اذْكُرُوا اللّٰهَ يَا غَافِلُوْنَ۔

مرغ کہتا ہے اللہ کی یاد کرو اے غافلو!۔

وَالنَّسْرُ يَقُوْلُ يَا ابْنَ اٰدَمَ عِشْ مَا شِئْتَ اٰخِرُكَ الْمَوْتُ۔

نسر کہتا ہے اے انسان! جتنا چاہے جی لے آخر مرنا ہے۔

وَالْعُقَابُ يَقُوْلُ فِي الْبُعْدِ مِنَ النَّاسِ اُنْسٌ۔

مینڈک کہتا ہے پاکی ہے میرے رب پاک کے لئے۔

وَالْقُنْبَرَةُ يَقُوْلُ اللّٰهُمَّ الْعَنْ مُبْغِضَ مُحَمَّدٍ وَاٰلِ مُحَمَّدٍ۔

قنبرہ کہتا ہے الٰہی جو حضور ﷺ اور آپ کی آل سے بغض رکھے اس پر لعنت فرما۔

وَالزَّارُوْرُ يَقُوْلُ اللّٰهُمَّ اِنِّىْ اَسْاَلُكَ قُوْتَ يَوْمٍ بِيَوْمٍ يَا رَزَّاقُ۔

زارور کہتا ہے الٰہی مجھے ہر دن میں رزق دے۔

وَالدُّرَّاجُ يَقُوْلُ الرَّحْمٰنُ عَلَى الْعَرْشِ اسْتَوٰى۔ تیتر کہتا ہے۔ رحمٰن نے عرش پر استواء فرمایا ہے۔

وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِصِحَّةِ هٰذِهِ الْحِكَايَةِ۔

اُوْتِيْنَا مِنْ كُلِّ شَيْءٍ۔ اور ہمیں دی گئی ہر شے۔

اِشَارَةٌ اِلَى الْمُلْكِ۔ یہ مملکت کی طرف اشارہ ہے۔

مقاتل رحمہ اللہ کہتے ہیں: اِنَّهُ اُرِيْدَ بِمَا اُوْتِيَهُ النُّبُوَّةُ وَالْمُلْكُ وَ تَسْخِيْرُ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ وَ الشَّيَاطِيْنِ وَالرِّيْحِ۔ اس سے مراد نبوت ملنا ہے اور ملک اور تسخیر اجنہ اور انسان اور شیاطین اور ہوا ہیں۔

اِنَّ هٰذَا لَهُوَ الْفَضْلُ الْمُبِيْنُ ⑯ ۔ بے شک یہ اللہ تعالیٰ کا کھلا فضل ہے۔

یہ آپ کا فرمانا بہ ارادۂ تشکر تھا نہ کہ بہ خیال تفاخر جیسے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اَنَا سَيِّدُ وُلْدِ اٰدَمَ وَلَا فَخْرَ۔ میں ابن آدم کا سردار ہوں اور اس پر فخر نہیں کرتا۔

وَحُشِرَ لِسُلَيْمٰنَ جُنُوْدُهٗ مِنَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ وَالطَّيْرِ فَهُمْ يُوْزَعُوْنَ ⑰ ۔

اور جمع کیا گیا سلیمان کے لئے ان کا لشکر جن اور انسان اور پرندوں سے صف بستہ۔

وزع کے معنی ہوتے ہیں: اَىْ يُحْبَسُ اَوَّلُهُمْ لِيَلْحَقَ اٰخِرُهُمْ فَيَكُوْنُوْا مُجْتَمِعِيْنَ لَا يَتَخَلَّفُ مِنْهُمْ اَحَدٌ۔ ایسے جمع کیے گئے کہ پہلے سے پچھلے ملے ہوئے تھے تاکہ سب جمع ہوں اور کوئی ان میں سے علیحدہ نہ ہو۔ وَاَصْلُ الْوَزْعِ الْكَفُّ وَالْمَنْعُ۔ وزع اصل میں روکنے اور منع کرنے کے معنی دیتا ہے۔

آلوسی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اس سے یہ مراد نہیں کہ تمام جن وانس اور طیور مسخر کردیئے گئے تھے بلکہ اس سے یہ مراد ہے کہ اس وقت کے سب جن وانس اور پرند مسخر کردیئے گئے۔

بلقیس ملکۂ سبا آپ کی خدمت میں کب حاضر آئی

وَقَدْ ذَكَرَ بَعْضُ الْمُؤَرِّخِيْنَ اِنَّ بِلْقِيْسَ اِنَّمَا دَخَلَتْ تَحْتَ طَاعَتِهٖ فِى السَّنَةِ الْخَامِسَةِ وَ الْعِشْرِيْنَ مِنْ مُلْكِهٖ وَكَانَتْ مِنْ مُلْكِهٖ عَلَيْهِ السَّلَامُ اَرْبَعِيْنَ سَنَةً وَ كَذَا كَانَتْ مُدَّةُ مُلْكِ اَبِيْهِ دَاوٗدَ عَلَيْهِ السَّلَامُ۔

بعض مؤرخین کہتے ہیں کہ بلقیس آپ کی اطاعت میں بادشاہ ہونے کے پچیس سال بعد آئی اور آپ کی سلطنت چالیس سال رہی اور آپ کے والد حضرت داؤد علیہ السلام کی سلطنت بھی چالیس سال رہی۔

سلیمانی دربار کی یہ شان تھی

ابن ابی حاتم رحمہ اللہ سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ سے راوی ہیں: قَالَ كَانَ يُوْضَعُ لِسُلَيْمَانَ عَلَيْهِ السَّلَامُ ثَلٰثُ

مِائَةَ اَلْفِ کُرْسِیٍّ یَجْلِسُ مُؤمِنُ الْاِنْسِ مِمَّا یَلِیْهِ وَ مُؤمِنُ الْجِنِّ مِنْ وَّرَآئِهِمْ ثُمَّ یَاْمُرُ الطَّیْرَ فَتُظِلُّهٗ ثُمَّ یَاْمُرُ الرِّیْحَ فَتَحْمِلُهٗ فَیَمُرُّوْنَ عَلَی السَّهْلَةِ فَلَا یُحَرِّکُوْنَهَا۔

آپ کی سواری میں تین لاکھ کرسیاں لگائی جاتیں آپ کے قریب آدمی ایمان والے بیٹھتے پھر مومن جن ان کے پیچھے بیٹھتے پھر پرندوں کو حکم ہوتا کہ وہ سایہ کریں پھر ہوا کو حکم دیتے وہ اٹھا کر چلتی ایسی شان سے کہ سواروں میں کوئی حرکت نہ ہو۔ جیسے ایروپلین کہ اس پر جب سب سوار ہو جاتے ہیں تو وہ ایسے لے کر اڑتا ہے کہ سواریوں کو اپنی بلند پروازی کا جب ہی علم ہوتا ہے جب وہ پندرہ سولہ ہزار فٹ کی بلندی پر پہنچ جاتے ہیں۔

اور فی گھنٹہ تین سو میل سے زائد رفتار پر اڑتے ہیں اور نیچے کے کھیت چینی کی ٹائلوں کے برابر اور بڑی بڑی نہریں موریوں جیسی نظر آتی ہیں اور گائے بیل خرگوش جتنے نظر آتے ہیں۔ ابر آلود فضا میں بادل نیچے رہ جاتے ہیں اور یہ ہوائی سواری اس سے کہیں بلند ہوتی ہے۔

اس ہوائی سواری نے عقل کی آنکھیں کھول دیں اور عقلمندوں کے منہ پر مہر لگا دی جو سلیمانی ہوائی سواری کو محض افسانہ سمجھتے تھے اور کہتے تھے کہ یہ کیسے ممکن ہے کہ ایک ماہ کی بعد مسافت صبح کی سیر میں پوری ہو جائے اور اتنی ہی شام کی سیر میں۔ جیسا کہ قرآن کریم میں ارشاد ہے۔ وَلِسُلَیْمٰنَ الرِّیْحَ غُدُوُّهَا شَهْرٌ وَّ رَوَاحُهَا شَهْرٌ۔

لیکن جب لاہور سے ڈھاکہ تین گھنٹہ میں انسان پہنچ جاتا ہے اور اس سواری کے ذریعہ جس کی پرواز اسٹیم اور پٹرول سے ہے تو وہ معجزانہ ہوائی سواری جو صرف اور صرف ہوا سے ہی پرواز کرتی تھی اس کی سرعت سیر کا کیا اندازہ ہو سکتا ہے۔

اور اس سے براق کی برق رفتاری بھی عقل تسلیم کرنے پر آ گئی کہ جو براق ہی تھا تو اس کی برق رفتاری بجلی کی کرنٹ سے کتنی تیز ہو گی جبکہ یہ بجلی پاور ہاؤس سے چل کر لاکھوں بلب ایسی سرعت سے منور کر دیتی ہے کہ اس کی سرعت کو پلک جھپکنے کی مدت سے ہی تعبیر کر سکتے ہیں۔

تو سیاح لامکان کی سواری تو براق ہی تھا اس کی برق رفتاری کو اس برق کی رفتار سے کوئی مماثلت ہی نہیں پھر اب جدید ایروپلین وہ بھی آ رہے ہیں جو سورج کی رفتار اور آواز کی رفتار پر اڑیں گے تو جب اختراع انسانی کا یہ حال ہے تو خالق کائنات تو علی کل شی قدیر ہے۔

سلیمانی لشکر کا عرض وطول جو آپ کے ساتھ چلتا تھا

حاکم محمد بن کعب رحمہما اللہ سے راوی ہیں: اِنَّ سُلَیْمَانَ عَلَیْهِ السَّلَامُ کَانَ مَعَسْکَرُهٗ مِائَةَ فَرْسَخٍ خَمْسَةٌ وَّ عِشْرُوْنَ لِلْاِنْسِ وَ خَمْسَةٌ وَّ عِشْرُوْنَ لِلْجِنِّ وَ خَمْسَةٌ وَّ عِشْرُوْنَ لِلْوُحُوْشِ وَ خَمْسَةٌ وَّ عِشْرُوْنَ لِلطَّیْرِ وَ کَانَ لَهٗ اَلْفُ بَیْتٍ مِّنْ قَوَارِیْرَ عَلَی الْخَشَبِ فِیْهَا ثَلٰثُ مِائَةٍ مَّنْکُوْحَةٌ وَ سَبْعُ مِائَةٍ سَرِیَّةٌ فَیَاْمُرُ الرِّیْحَ الْعَاصِفَ فَتَرْفَعُهٗ ثُمَّ یَاْمُرُ الرُّخَآءَ فَتَسِیْرُ بِهٖ وَ اَوْحَی اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ اِلَیْهِ وَ هُوَ یَسِیْرُ بَیْنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ اِنِّیْ قَدْ زِدْتُکَ فِیْ مُلْکِکَ اِنَّهٗ لَا یَتَکَلَّمُ اَحَدٌ مِنَ الْخَلَآئِقِ بِشَیْءٍ اِلَّا جَآءَتْ بِهِ الرِّیْحُ اِلَیْکَ وَاَلْقَتْهُ فِیْ سَمْعِکَ۔

حضرت سلیمان علیہ السلام کا لشکر سو فرسخ میں تھا اور ایک فرسخ اونٹ کے بارہ ہزار قدم سے زیادہ ہوتا ہے۔

پچیس فرسخ میں انسان رہتے اور پچیس فرسخ میں جن اور پچیس فرسخ میں وحشی جانور اور پچیس فرسخ میں پرندا اور ایک ہزار شیشے کے محل تھے اس میں۔ سے تین سو محل منکوحہ بیویوں کے لئے اور سات سو محل سریوں (لونڈیوں) کے لئے پھر ہوا کو حکم ملتا تو ریح عاصف اس سواری کو بلند کرتی پھر ریح رخا سیر کراتی اس پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے آپ کو وحی ہوئی کہ میں اس سے زیادہ تجھے اور زیادہ دیتا ہوں اور آپ کی سلطنت بڑھا تا ہوں وہ یہ کہ آپ کی رعایا میں کوئی بات نہ کرے گا مگر ہوا اس آواز کو آپ تک لا کر آپ کے کان میں ڈال دے گی۔

وَ یُرْوٰی اَنَّ الْجِنَّ نَسَجَتْ لَهٗ عَلَیْهِ السَّلَامُ بَسَاطًا مِّنْ ذَهَبٍ وَ اِبْرِیْشَمِ فَرْسَخًا فِیْ فَرْسَخٍ وَ مِنبَرُهٗ فِیْ وَسْطِهٖ مِنْ ذَهَبٍ فَیَقْعُدُ عَلَیْهِ وَ حَوْلَهٗ سِتُّ مِائَةِ اَلْفِ كُرْسِیٌّ مِنْ ذَهَبٍ وَّ فِضَّةٍ فَیَقْعُدُ الْاَنْبِیَآءُ عَلَیْهِمُ السَّلَامُ عَلٰی كَرَاسِی الذَّهَبِ وَالْعُلَمَآءُ عَلٰی كَرَاسِی الْفِضَّةِ وَ حَوْلَهُمُ النَّاسُ وَ حَوْلَ النَّاسِ الْجِنُّ وَالشَّیَاطِیْنُ وَ تَظِلُّهُ الطَّیْرُ بِاَجْنِحَتِهَا وَتَرْفَعُ رِیْحُ الصَّبَا الْبَسَاطَ فَتَسِیْرُ بِهٖ مَسِیْرَةَ شَهْرٍ۔

ایک روایت ہے کہ جنوں نے ایک چادر سونے کے تاروں اور ابریشم سے بنی تھی جو ایک فرسخ مربع تھی اس کے وسط میں سونے کا منبر تھا جس پر حضرت سلیمان علیہ السلام جلوہ آرا ہوتے اور آپ کے گرد چھ لاکھ کرسیاں سونے چاندی کی لگائی جاتی تھیں تو انبیاء کرام سنہری کرسیوں پر اور علماء چاندی کی کرسیوں پر ہوتے اور ان کے گردا گرد آدمی اور ان کے گرد جن و شیاطین اور آدمی بیٹھ جاتے اور ان پر پرندا اپنے پروں کا سایہ کرتے اور بادصبا اس چادر کو لے اڑاتی تو ایک مہینہ کی بعد مسافت کی سیر صبح کو کی جاتی اور اتنی ہی سیر شام کو ہو جاتی تھی۔

اور اس قسم کی بہت سی روایات ہیں جو تواریخ وقصص سے تعلق رکھتی ہیں فَعَلَیْكَ بِالْاِیْمَانِ بِمَا نَطَقَ بِهِ الْقُرْاٰنُ وَدَلَّتْ عَلَیْهِ الْاَخْبَارُ الصَّحِیْحَةُ۔ بہر حال ہمارا عقیدہ اس حد تک ہونا چاہئے جتنا قرآن کریم اور احادیث صحیحہ سے ثابت ہے۔

حَتّٰۤی اِذَاۤ اَتَوْا عَلٰی وَادِ النَّمْلِ ۙ قَالَتْ نَمْلَةٌ یّٰۤاَیُّهَا النَّمْلُ ادْخُلُوْا مَسٰكِنَكُمْ ۚ لَا یَحْطِمَنَّكُمْ سُلَیْمٰنُ وَ جُنُوْدُهٗ ۙ وَ هُمْ لَا یَشْعُرُوْنَ ﴿۱۸﴾ ۔ حتیٰ کہ جب سلیمان علیہ السلام وادی نملہ پر آئے تو ایک چیونٹی بولی اے چیونٹیو! اپنے بلوں میں داخل ہو جاؤ کہ تمہیں بے خبری میں سلیمان علیہ السلام اور ان کا لشکر روند نہ ڈالے۔ اس پر آلوسی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

كَاَنَّهٗ قِیْلَ فَسَارُوْا حَتّٰۤی اِذَاۤ اَتَوْا عَلٰی وَادِ النَّمْلِ۔

تو گویا فرمایا گیا کہ سیر کرتے ہوئے جب چلے تو وادی نمل میں آئے۔

وادی نمل زمین شام میں ایک جنگل ہے جہاں چیونٹیاں بکثرت ہیں جیسا کہ قتادہ اور مقاتل رحمہما اللہ کا قول ہے۔

وَ قَالَ كَعْبٌ هُوَ وَادِی السَّدِیْرِ مِنْ اَرْضِ الطَّآئِفِ۔

بقول کعب رحمہ اللہ وہ ایک جنگل ہے جس کا نام سدیر ہے اور طائف کے علاقہ میں ہے۔

وَ قِیْلَ وَادٍ بِاَقْصَی الْیَمَنِ وَ هُوَ مَعْرُوْفٌ عِنْدَ الْعَرَبِ۔ یہ جنگل یمن میں ہے اور عرب والوں میں مشہور ہے۔

وَ یَحْتَمِلُ اَنَّهُمْ كَانُوْا یَسِیْرُوْنَ فِی الْهَوَآءِ فَاَرَادُوْا اَنْ یَّنْزِلُوْا هُنَاكَ فَاَحَسَّتِ النَّمْلَةُ بِنُزُوْلِهِمْ فَاَنْذَرَتِ النَّمْلَةُ۔

آپ ہوا میں سیر فرماتے جا رہے تھے کہ اس جنگل میں اترنے کا ارادہ فرمایا ایک چیونٹی نے محسوس کیا کہ ان کے اترنے سے ہم پس جائیں گی تو اس نے چیونٹیوں کو ڈرایا چنانچہ ارشاد ہے:

قَالَتْ نَمْلَةٌ۔ بولی ایک چیونٹی۔

یہ ظاہر آیت سے واضح ہے کہ چیونٹی ایسے طریقہ پر بولی جسے حضرت سلیمان علیہ السلام سمجھ گئے جیسے عام پرندوں کی زبان آپ سمجھ لیتے تھے۔

یہاں یہ اعتراض نہیں ہو سکتا کہ آپ منطق الطیر کا علم رکھتے تھے چیونٹی کی زبان کیسے سمجھی ہوگی اس لئے کہ عبدالرزاق اور عبد بن حمید اور ابن منذر قتادہ رحمہم اللہ سے راوی ہیں: **وَكَمْ رَأَيْنَا نَمْلَةً لَهَا جَنَاحَانِ تَطِيْرُ بِهِمَا**۔ کہ بہت سی چیونٹیاں ہم نے ایسی دیکھی ہیں جو پروں سے اڑتی ہیں۔

وَ قَدْ سَمِعَ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَوْلَهَا مِنْ ثَلٰثَةِ اَمْيَالٍ۔

اور یہ آواز چیونٹی کی حضرت سلیمان علیہ السلام نے تین میل کے بعد سے سنی۔

آگے آلوسی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: **وَمَنْ تَتَبَّعَ اَحْوَالَ النَّمْلِ لَا يَسْتَبْعِدُ اَنْ تَكُوْنَ لَهٗ نَفْسٌ نَاطِقَةٌ فَاِنَّهٗ يَدَّخِرُ فِى الصَّيْفِ مَا يَقْتَاتُ بِهٖ فِى الشِّتَاءِ**۔

احوال نمل کے تتبع سے ثابت ہوتا ہے کہ چیونٹی کے لئے نفس ناطقہ مان لیا جائے تو استبعاد عقل نہیں ہے اس لئے کہ وہ موسم گرما میں موسم سرما کے لئے ذخیرہ کر لیتی ہے جو سری سردی کے لئے کافی ہو سکے۔

لَا يَحْطِمَنَّكُمْ سُلَيْمٰنُ وَجُنُوْدُهٗ۔ عربی میں حطم سے مراد اہلاک ہے۔

فَتَبَسَّمَ ضَاحِكًا مِّنْ قَوْلِهَا۔ تو آپ متبسم ہوئے ہنستے ہوئے چیونٹی کی بات سے۔

یعنی آپ نے جب اس کی بات سنی تو آپ متبسم ہوئے اور ضَاحِكًا اس لئے فرمایا کہ تبسم۔ آپ ہنسنے تک متجاوز ہو گئے۔

ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں: **اَلتَّبَسُّمُ مَبَادِى الضِّحْكِ مِنْ غَيْرِ صَوْتٍ وَالضِّحْكُ اِنْبِسَاطُ الْوَجْهِ حَتّٰى تَظْهَرَ الْاَسْنَانُ مِنَ السُّرُوْرِ مَعَ صَوْتٍ خَفِيٍّ فَاِنْ كَانَ فِيْهِ صَوْتٌ يُّسْمَعُ مِنْ بَعِيْدٍ فَهُوَ الْقَهْقَهَةُ**۔

تبسم مبادی ضحک بلا آواز کا نام ہے اور ضحک انبساط چہرہ کو کہتے ہیں حتیٰ کہ دانت ظاہر ہو جائیں سرور سے جس میں ہلکی آواز ہو اور اگر اس میں ایسی آواز بھی ہو کہ دور سے سن لی جائے تو وہ قہقہہ ہے۔

وَ خُصَّ ذٰلِكَ بِمَا كَانَ مِنَ الْاَنْبِيَآءِ عَلَيْهِمُ السَّلَامُ فَاِنَّ ضِحْكَهُمْ تَبَسُّمٌ۔

اور یہ بلا صوت ضحک انبیائے کرام علیہم السلام کے لئے مختص ہے اس لئے کہ ان کا ہنسنا تبسم تک ہوتا ہے۔

چنانچہ حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: **مَا رَأَيْتُهٗ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُسْتَجْمِعًا قَطُّ ضَاحِكًا اَىْ مُقْبِلًا عَلَى الضِّحْكِ بِكُلِّيَّتِهٖ اِنَّمَا كَانَ يَتَبَسَّمُ**۔ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو کبھی نہ دیکھا کہ آپ کے تبسم میں ضحک جمع ہوا ہو۔ یعنی آپ متبسم ہی ہوتے تھے۔

اور جن احادیث میں آیا ہے: **ضَحِكَ حَتّٰى بَدَتْ نَوَاجِذُهٗ** اس کے معنی تبسم ہی ہیں۔

اور مطلق ضحک تو کفار و مشرکین استہزاء کیا کرتے تھے حَیْثُ قَالَ تَعَالٰی۔

اِنَّ الَّذِیْنَ اَجْرَمُوْا کَانُوْا مِنَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا یَضْحَکُوْنَ۔ مجرم لوگ ایمان والوں سے استہزاء کرتے ہیں جیسے صہیب رومی خباب بن الارت سے مشرکین استہزاء کرتے تھے۔ اس پر ایمان والے بروز قیامت ان کا استہزاء کریں گے فَالْیَوْمَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مِنَ الْکُفَّارِ یَضْحَکُوْنَ۔

قَالَ رَبِّ اَوْزِعْنِیْۤ اَنْ اَشْكُرَ نِعْمَتَكَ الَّتِیْۤ اَنْعَمْتَ عَلَیَّ وَ عَلٰى وَالِدَیَّ وَ اَنْ اَعْمَلَ صَالِحًا تَرْضٰىهُ وَ اَدْخِلْنِیْ بِرَحْمَتِكَ فِیْ عِبَادِكَ الصّٰلِحِیْنَ ﴿۱۹﴾۔

تو عرض کیا سلیمان نے اے میرے رب مجھے خوگر بنا دے اس کا کہ میں شکر گزار رہوں تیری ان نعمتوں کا جو تو نے مجھے اور میرے ماں باپ کو انعام کیں اور یہ کہ میں نیک عمل کروں جس سے تو راضی ہو اور مجھے داخل فرما اپنی رحمت سے اپنے نیک بندوں میں۔

علامہ آلوسی رحمہ اللہ آیہ کریمہ پر فرماتے ہیں: اَیْ اجْعَلْنِیْ اَزَعُ شُکْرَ نِعْمَتِکَ یعنی مجھے پابند کر دے شکر کرنے کا اپنی نعمت پر۔

فَکَاَنَّهٗ قِیْلَ رَبِّ اجْعَلْنِیْ مُدَاوِمًا عَلٰی شُکْرِ نِعْمَتِکَ۔ گویا یہ عرض کیا کہ اے میرے رب مجھے اپنی نعمت کا ہمیشہ شکر گزار رکھ۔

تو اَوْزِعْنِیْۤ کے یہ معنی ہوئے: رَبِّ یَسِّرْ لِیْ اَنْ اَشْکُرَ نِعْمَتَکَ وَاَزَعَاهُ۔ اے میرے رب مجھے آسان کر دے کہ میں تیری نعمت کا شکر کرتا رہوں اور اس پر پابند رہوں۔

سید المفسرین ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: اِنَّ الْمَعْنَی اجْعَلْنِیْ اَشْکُرُ۔ اس کے معنی یہ ہیں کہ مجھے ایسا کر دے کہ میں تیرا شکر کرتا رہوں۔

وَ تَفَقَّدَ الطَّیْرَ فَقَالَ مَا لِیَ لَاۤ اَرَى الْهُدْهُدَ ﳲ اَمْ كَانَ مِنَ الْغَآىٕبِیْنَ۔ اَیْ اَرَادَ مَعْرِفَتَهٗ الْمَوْجُوْدَ مِنْهَا۔ اور تمام موجودین کا تفقد کیا تو ایک پرندہ نہ پایا تو فرمایا کیا بات ہے میں ہدہد کو نہیں پاتا کیا وہ غیر حاضر ہے۔

عبداللہ بن سلام رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اِنَّ سُلَیْمَانَ عَلَیْهِ السَّلَامُ نَزَلَ بِمَفَازَةٍ لَّا مَآءَ فِیْهَا وَکَانَ الْهُدْهُدُ یَرَی الْمَآءَ فِیْ بَاطِنِ الْاَرْضِ فَیُخْبِرُ سُلَیْمَانَ بِذٰلِکَ فَیَاْمُرُ الْجِنَّ فَتَسْلُخُ الْاَرْضَ عَنْهُ فِیْ سَاعَتِهٖ کَمَا تُسْلَخُ الشَّاةُ فَاحْتَاجُوْا اِلَی الْمَآءِ فَتَفَقَّدَ لِذَالِکَ الطَّیْرَ فَلَمْ یَرَ الْهُدْهُدَ فَقَالَ مَا لِیَ لَا اَرَی الْهُدْهُدَ وَ هُوَ طَائِرٌ مَّعْرُوْفٌ مُنْتِنٌ یَاْکُلُ الدَّمَ فِیْمَا قِیْلَ وَ یُکَنّٰی بِاَبِی الْاَخْبَارِ وَاَبِی الرَّبِیْعِ وَاَبِیْ تَمَامٍ وَ بِغَیْرِ ذَالِکَ مِمَّا ذَکَرَهُ الدُّمَیْرِیُّ۔

سلیمان علیہ السلام ایسی جگہ تشریف لائے جہاں پانی نہ تھا اور ہدہد پانی کو زمین کے اندر دیکھ لیتا ہے اور آپ کو اس کی خبر تھی تو آپ نے جنوں کو حکم دیا انہوں نے تھوڑی دیر میں تمام زمین کھود ڈالی جیسے بکری اپنے کھروں سے کرید لیتی ہے مگر پانی نہ پایا تو آپ نے ہدہد کو تلاش کیا اور فرمایا ہدہد کہاں ہے یہ ایک بدبودار پرندہ ہے جو خون کھاتا ہے اور اس کی کنیت ابوالاخبار اور ابوالربیع اور ابوتمام ہے جیسا کہ علامہ دمیری نے فرمایا۔

تو آپ نے فرمایا: مَا لِهُدْهُدَ لَا اَرَاهُ میں ہدہد کو نہیں پاتا۔ چنانچہ ابن ابی شیبہ اور عبد بن حمید اور ابن المنذر اور ابن ابی حاتم اور حاکم رحمہم اللہ، ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بھی یہی نقل فرماتے ہیں: اِنَّ اِسْمَ هٰذَا الْهُدْهُدَ يَعْفُوْرُ وَ كَوْنُ الْهُدْهُدَ يَرَى الْمَآءَ تَحْتَ الْاَرْضِ۔ اس ہدہد کا نام یعفور ہے اور یہ پانی کو زمین کے نیچے دیکھ لیتا ہے۔

لَاُعَذِّبَنَّهٗ عَذَابًا شَدِیْدًا اَوْ لَاَاذْبَحَنَّهٗۤ اَوْ لَیَاْتِیَنِّیْ بِسُلْطٰنٍ مُّبِیْنٍ ﴿۲۱﴾ ۔

ضرور میں اسے سخت سزا دوں گا یا اسے ضرور ذبح کروں گا یا وہ لائے گا ضرور میرے پاس کھلی سند۔

اس کے یہ معنی ہیں کہ

اس کے پر اکھاڑ ڈالوں گا۔ ابن عباس اور مجاہد اور ابن جریج سے یہی مروی ہے۔

یزید بن رومان کہتے ہیں: يَنْتِفُ رِيْشَ جَنَاحَيْهِ اس کے بازوؤں کے پر اکھاڑ ڈالوں گا۔

علامہ سیوطی رحمہ اللہ اس آیہ کریمہ سے استدلال فرماتے ہیں جواز تادیب حیوانات پر ضرب و توبیخ کا حَيْثُ قَالَ فِي الْإِكْلِيْلِ قَدْ يُسْتَدَلُّ بِالْاٰيَةِ عَلٰى جَوَازِ تَادِيْبِ الْحَيْوَانَاتِ وَالْبَهَائِمِ بِالضَّرْبِ عِنْدَ تَقْصِيْرِهَا فِي الْمَشْيِ اَوْ اِسْرَاعِهَا اَوْ نَحْوَ ذَالِكَ۔

اَوْ لَاَاذْبَحَنَّهٗۤ۔ یہ سزا میں ترقی ہے۔ سزا کی حد یہاں تک ہو کہ ذبح کر دیا جائے۔

اَوْ لَیَاْتِیَنِّیْ بِسُلْطٰنٍ مُّبِیْنٍ ﴿۲۱﴾ ۔ یا میرے پاس لائے کوئی ایسا کھلا عذر جو اس کی سزا معاف کرا دے چنانچہ یہاں لَیَاْتِیَنِّیْ اور لَاُعَذِّبَنَّهٗ میں لام قسم نہیں ہے بلکہ یہ بمعنی اِلَّا ہے۔

اور بعض نے کہا یہ لام قسمیہ ہے اس لئے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کو بذریعہ وحی علم ہو چکا تھا کہ وہ یہ خبر لائے گا اور جب وہ خبر لے آیا تو قسم مشروط اٹھ گئی۔

بعض نے کہا لَاُعَذِّبَنَّهٗ اور لَاَذْبَحَنَّهٗ میں بزيادة الف بين الذال و الالف المتصله باللام ہے۔ یہ مختص اسم معروف ہے۔

بعض نے کہا: هُوَ التَّنْبِيْهُ۔ یہ محض تنبیہاً فرمایا گیا تھا۔

اور ابن خلدون رحمہ اللہ اپنی تاریخ کے مقدمہ میں فرماتے ہیں: اِنَّ الْكِتَابَةَ الْعَرَبِيَّةَ كَانَتْ فِيْ غَايَةِ الْاِتْقَانِ وَالْجُوْدَةِ فِيْ حِمْيَرَ وَ مِنْهُمْ تَعَلَّمَهَا مُضَرُ۔ الخ عربی کتابت اول رسم حمیر سے ہے اور انہیں سے قبیلہ مضر نے سیکھی۔

چنانچہ ابن الانباری عبداللہ بن فروخ رحمہما اللہ سے راوی ہیں: قَالَ قُلْتُ لِابْنِ عَبَّاسٍ يَا مَعْشَرَ قُرَيْشٍ اَخْبِرُوْنِيْ عَنْ هٰذَا الْكِتَابِ الْعَرَبِيِّ هَلْ كُنْتُمْ تَكْتُبُوْنَهٗ قَبْلَ اَنْ يَبْعَثَ اللّٰهُ تَعَالٰى مُحَمَّدًا صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَجْمَعُوْنَ مِنْهُ مَا اجْتَمَعَ وَ تَفَرَّقُوْنَ مِنْهُ مَا افْتَرَقَ مِثْلَ الْاَلِفِ وَاللَّامِ قَالَ نَعَمْ۔ فرماتے ہیں میں نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے عرض کیا اے قریشیو! مجھے یہ تو بتاؤ کہ یہ عربی کتابت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے قبل تم کرتے تھے اور ایسے ہی الف لام وغیرہ جمع کرنا اور علیحدہ علیحدہ لکھنا تم میں مروج تھا تو آپ نے فرمایا ہاں۔

قُلْتُ وَ مِمَّنْ اَخَذْتُمُوْهُ قَالَ مِنْ حَرْبِ بْنِ اُمَيَّةَ۔

میں نے کہا یہ طریقہ کس سے لیا گیا فرمایا حرب بن امیہ سے۔

قُلْتُ وَ مِمَّنْ اَخَذَهُ حَرْبٌ قَالَ مِنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ جَدْعَانَ۔

میں نے کہا حرب نے کس سے لیا فرمایا عبداللہ بن جدعان سے۔

قُلْتُ وَ مِمَّنْ اَخَذَهُ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ جَدْعَانَ قَالَ مِنْ اَهْلِ الْاَنْبَارِ۔

میں نے پوچھا عبداللہ بن جدعان نے کس سے لیا فرمایا اہل انبار سے۔

قُلْتُ وَ مِمَّنْ اَخَذَهُ اَهْلُ الْاَنْبَارِ قَالَ مِنْ طَارَهُ طَيْرًا عَلَيْهِمْ مِنْ اَهْلِ الْيَمَنِ۔

میں نے عرض کیا اہل انبار نے کس سے حاصل کیا فرمایا جو اڑان بھر کے پہنچ گیا اس نے اہل یمن سے حاصل کیا۔

قُلْتُ وَ مِمَّنْ اَخَذَ قَالَ مِنَ الْخَلْجَانِ بْنِ الْقٰسِمِ كَاتِبِ الْوَحْيِ لِهُوْدٍ النَّبِيِّ عَلَيْهِ السَّلَامُ۔

میں نے کہا انہوں نے کس سے لیا فرمایا خلجان بن قاسم سے جو حضرت ہود علیہ السلام کے کاتب وحی تھے۔

اور کتاب محاضرۃ الاوائل ومسامرۃ الاواخر میں ہے:

اِنَّ اَوَّلَ مَنِ اشْتَهَرَ بِالْكِتَابَةِ فِي الْاِسْلَامِ مِنَ الصَّحَابَةِ اَبُوْبَكْرٍ وَّ عُمَرُ وَ عُثْمَانُ وَ عَلِيٌّ وَ اُبَيُّ بْنُ كَعْبٍ وَّ زَيْدُ بْنُ ثَابِتٍ رَّضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ۔

اسلام میں کتابت سے تشہیر کرنے والے صحابہ میں سب سے اول ابوبکر وعمر وعثمان وعلی اور ابی بن کعب اور زید بن ثابت رضی اللہ عنہم ہیں۔

فَمَكَثَ غَيْرَ بَعِيْدٍ۔ تو تھوڑی دیر ہی ٹھہرے تھے۔

یعنی اگر ضمیر ہدہد کی طرف مانی جائے تو معنی ہوگا ہدہد تھوڑی دیر میں حاضر ہوا اور اگر سلیمان علیہ السلام کی طرف ہو تو یہ معنی ہوں گے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام تھوڑی ہی دیر ٹھہرے تھے۔ غیر بعید صفت مکان ہو تو ہدہد کی طرف ضمیر مانی جائے گی اور یہ معنی ہوں گے: فَمَكَثَ الْهُدْهُدُ فِيْ مَكَانٍ غَيْرَ بَعِيْدٍ مِّنْ سُلَيْمَانَ عَلَيْهِ السَّلَامُ۔

اور اگر صفت زمانی لی جائے تو یہ مضمون بن گیا اَيْ مَكَثَ سُلَيْمَانُ زَمَانًا غَيْرَ مَدِيْدٍ۔

بعض روایتوں سے ثابت ہوتا ہے کہ جب آپ نے ہدہد کو نہ پایا تو نسر (گدھ) پرند کو حکم دیا۔ اس نے بعد تلاش بسیار حاضر ہو کر عرض کیا کہ وہ مجھے نہیں ملا۔

پھر پرندوں کے سردار عقاب کو حکم دیا اس نے بلند ہو کر دیکھا کہ وہ آ رہا ہے تو اس نے اسے گرفتار کر کے لے جانا چاہا تو اس نے کہا: بِحَقِّ اللّٰهِ الَّذِيْ قَوَّاكَ وَاَقْدَرَكَ عَلَيَّ اِلَّا رَحِمْتَنِيْ فَتَرَكْتَهُ۔ اس اللہ کے واسطے سے مجھے چھوڑ دے جس نے تجھے یہ قوتیں دی ہیں اور مجھ پر رحم کر تو اس نے اسے چھوڑ دیا اور کہا: ثَكِلَتْكَ اُمُّكَ اَنَّ نَبِيَّ اللّٰهِ تَعَالٰى قَدْ حَلَفَ لَيُعَذِّبَنَّكَ۔ تیری ماں تجھے روئے اللہ کے نبی نے تجھے عذاب دینے کی قسم کھائی ہے۔

قَالَ وَ مَا اسْتَثْنٰى؟ ہدہد بولا قسم میں استثناء نہیں فرمایا؟

عقاب نے کہا ہاں اَوْ لَيَاْتِيَنِّيْ بِسُلْطٰنٍ مُّبِيْنٍ یہ بھی فرمایا ہے کہ یا وہ کوئی کھلی سند لائے۔

فَقَالَ نَجَوْتُ اِذًا۔ ہدہد بولا اب میں نجات پا گیا۔

حتیٰ کہ جب وہ دربار سلیمانی کے قریب ہوا اپنی دم جھکائی اور پر بچھائے اور نہایت عاجزانہ طور پر سامنے حاضر آیا۔

تو آپ نے اسے پکڑ کر اپنی طرف کھینچا وہ عرض کرنے لگا حضور! خدا کے دربار میں اپنا پیش ہونا بھی یاد فرمائیں یہ سن کر آپ لرز گئے اور اسے معاف فرمادیا۔ پھر وہ عرض پیرا ہوا:

فَقَالَ اَحَطْتُّ بِمَا لَمْ تُحِطْ بِهٖ وَ جِئْتُكَ مِنْ سَبَاٍۭ بِنَبَاٍ یَّقِیْنٍ ﴿۲۲﴾۔

میں وہ جان کر آیا ہوں جو آپ کو معلوم نہیں اور میں لایا ہوں آپ کی خدمت میں ملک سبا سے ایک یقینی خبر۔

سبا منصرف ہے اس لئے کہ وہ ایک جماعت کا نام ہے جو ان کے باپ کے نام پر رکھا گیا ہے اس کا شجرۂ نسب یہ ہے:

سبا بن یشجب بن یعرب بن قحطان۔

اور حدیث فروہ وغیرہ میں ہے: عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّ سَبَا اِسْمُ رَجُلٍ وَلَدَ عَشْرَةً مِّنَ الْوَلَدِ تَيَامَنَ مِنْهُمْ سِتَّةٌ وَ تَشَاءَ مَ اَرْبَعَةٌ وَالسِّتَّةُ حِمْيَرُ وَ كِنْدَةُ وَالْاَزْدُ وَالْاَشْعَرُ وَخَثْعَمُ وَالْاَرْبَعَةُ لَخْمٌ وَّ جُذَامٌ وَ عَامِلَةٌ وَ غَسَّانُ۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ سبا ایک آدمی کا نام ہے جس سے دس بیٹے ہوئے چھ بابرکت اور چار بدخصلت جو بابرکت تھے وہ چھ یہ ہیں حمیر اور کندہ اور ازد اور اشعر اور خثعم۔ اور چار یہ ہیں لخم اور جذام اور عاملہ اور غسان۔

اور ابن کثیر کہتے ہیں: اِنَّهٗ اِسْمٌ لِلْقَبِيْلَةِ ثُمَّ سُمِّيَتْ مَارِبُ سَبَا وَ بَيْنَهَا وَ بَيْنَ صَنْعَاءَ مَسِيْرَةُ ثَلَاثٍ۔

اِنِّیْ وَجَدْتُّ امْرَاَةً تَمْلِكُهُمْ وَ اُوْتِیَتْ مِنْ كُلِّ شَیْءٍ وَّ لَهَا عَرْشٌ عَظِیْمٌ ﴿۲۳﴾۔

میں نے ایک عورت کو دیکھا جو مملکت پر حکمران ہے اور اسے ہر شے ملی ہے اور تخت تو اس کا بہت ہی بڑا ہے۔

یہاں عورت کہہ کر ہدہد نے بلقیس کا تذکرہ کیا۔ یہ بلقیس بنت شراحیل بن مالک بن ریان تھی جو نسل یعرب بن قحطان سے تھی۔

اور بعض نے کہا: یہ تبع حمیری کی نسل سے تھی۔

اور ابن عساکر حسن رحمہما اللہ سے راوی ہیں کہ بلقیس کا نام لیلیٰ تھا لیکن یہ غیر مشہور روایت ہے۔

ایک قول ہے کہ آپ کے باپ کا نام سرح ابن ہداہد تھا۔

بلقیس کی تخت نشینی کی داستان بھی عجیب ہے

بعض روایتوں میں ہے کہ جب بلقیس کا باپ مر گیا تو اس نے مملکت کی خواہش کی اور اپنی قوم کے لوگوں سے بیعت مانگی ایک جماعت بیعت ہو گئی دوسری جماعت نے بیعت سے انکار کر دیا ان پر ایک شخص سخت بدچلن تھا جسے بلقیس کا ابن عم کہتے تھے یہ خبیث اپنی مملکت میں عورتوں پر جبری زنا کا ارتکاب کرتا تھا۔ رعایا اس سے نجات حاصل کرنا چاہتی تھی لیکن مجبور تھی۔ بلقیس کو غیرت آئی اور اس نے اپنے کو پیش کیا وہ سن کر بڑا خوش ہوا اور کہنے لگا مجھے چونکہ آپ کی طرف سے مایوسی تھی اسی وجہ میں میں پیام دینے سے رکا رہا۔ بلقیس نے کہا میں تجھ سے اس لئے خوش ہوں کہ تو میرا کفو ہے تو اپنے آدمی جمع کر اور مجھے پیام دے۔

اس نے سب کو جمع کر کے اپنا خیال ظاہر کیا سب نے کہا ہمیں امید نہیں کہ وہ تجھے منظور کرے اس نے کہا نہیں وہ میری طرف راغب ہے۔

چنانچہ انہوں نے بلقیس سے استمزاج کیا اس نے کہا ہاں میں اس سے عقد کو تیار ہوں۔

غرضکہ عقد ہو گیا جب شب زفاف ہوئی تو بلقیس اپنے جاہ وحشم اور خدام ادب کی معیت میں اس کے گھر گئی جب تخلیہ ہو گیا تو بلقیس نے اسے خوب شراب پلا کر مدہوش کر دیا پھر اسے قتل کر کے اس کا سر کاٹ لیا اور گھر آ گئی۔

جب صبح ہوئی تو بلقیس نے اس کے وزراء کو بلا کر اس امر سے مطلع کر دیا اور کہا تم میں یہ خبیث شریف لڑکیوں کی عصمت دری کرتا تھا میں نے اسے قتل کر دیا اور تم جسے چاہو اپنے لئے حکمران چن لو جو تمہارا بادشاہ ہو سب نے جواب دیا۔

لَا نَرْضٰی غَیْرَکِ۔ ہم تو سوا آپ کے کسی سے راضی نہیں۔

فَمَلَّکُوْھَا۔ تو بلقیس تنہا سارے ملک پر حکمران ہو گئی اور اب لوگ سمجھے کہ یہ نکاح نہ تھا بلکہ ایک سیاسی چال تھی۔

وَاشْتَھَرَ اَنَّ اُمَّھَا جِنِّیَّۃٌ۔ اور یہ بھی مشہور ہے کہ بلقیس کی والدہ جنیہ تھی۔ اس پر

ابن ابی شیبہ اور ابن منذر مجاہد اور حکیم ترمذی سے اور ابن مردویہ عثمان بن حاضر رحمہم اللہ سے روایت کرتے ہیں: اِنَّ اُمَّھَا اِمْرَاَۃٌ مِّنَ الْجِنِّ یُقَالُ لَھَا بَلْقَمَۃُ بِنْتُ شِیْصَا۔ بلقیس کی ماں جنوں سے تھی اور اس کا نام بلقمہ بنت شیصا تھا۔

اور ابن ابی حاتم زہیر بن محمد رحمہما اللہ سے راوی ہیں: اِنَّ اُمَّھَا فَارِعَۃُ الْجِنِّیَّۃُ۔ بلقیس کی ماں فارعہ جنیہ تھی۔

اور تفسیر خازن میں اس طرح ہے کہ اِنَّ اَبَاھَا شَرَاحِیْلَ کَانَ یَقُوْلُ لِمُلُوْکِ الْاَطْرَافِ لَیْسَ اَحَدٌ مِّنْکُمْ کُفُوًا لِّیْ وَاَبٰی اَنْ یَّتَزَوَّجَ فِیْھِمْ فَخَطَبَ اِلَی الْجِنِّ فَزَوَّجُوْہُ اِمْرَاَۃً یُقَالُ لَھَا رَیْحَانَۃُ بِنْتُ السَّکَنِ۔ بلقیس کا باپ شراحیل اپنے اردگرد کے تاجداروں سے کہہ دیتا تھا کہ تم میں سے کوئی میرا ہم کفو نہیں اس لئے میں تم سے رشتہ نہیں کرتا پھر اس نے ایک جن کو پیام دیا اس نے رشتہ کر دیا اس لڑکی کا نام ریحانہ بنت سکن تھا۔

اور جن سے رشتہ کے مبادیات یہ ہوئے کہ

شراحیل بڑا شکاری تھا اکثر جنوں کا شکار بھی کر لیتا تھا جبکہ وہ ہرن کی صورت میں ہوتے پھر انہیں چھوڑ دیتا تھا کہ ایک جنوں کا بادشاہ بھی ظاہر ہو گیا اس نے شکر کیا اور اسے اپنا دوست بنا لیا بعد میں اس کی بیٹی کے لئے اس نے پیام دیا ملک الجن نے اس سے اپنی بیٹی کا رشتہ کر دیا۔ اس سے بلقیس پیدا ہوئی یہ وہی ہے ملکہ ملک سبا۔

اگرچہ شریعت مطہرہ میں عورت کی حکمرانی جائز نہیں لیکن یہاں بلقیس کی حکمرانی بحالت کفر تھی۔

چنانچہ صحیح بخاری میں ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے: اِنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَمَّا بَلَغَہٗ اَنَّ اَھْلَ فَارِسَ قَدْ مَلَّکُوْا بِنْتَ کِسْرٰی قَالَ لَنْ یُّفْلِحَ قَوْمٌ وَلَّوْا اَمْرَھُمْ اِمْرَاَۃً۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ خبر ملی کہ اہل فارس نے کسریٰ کی بیٹی کو حکمران بنا دیا ہے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہرگز وہ قوم فلاح نہیں پا سکتی جن کے حکم کی باگ ڈور عورت کے ہاتھ میں ہو۔

وَاُوْتِیَتْ مِنْ کُلِّ شَیْءٍ۔ اور دی گئی اسے ہر شے۔

یعنی اشیاء میں سے وہ اشیاء جن کی ارباب حکومت کو ضرورت ہوتی ہے۔

وَلَھَا عَرْشٌ عَظِیْمٌ ﴿۲۳﴾۔ اور اس کا تخت تو بہت ہی بڑا ہے۔

سید المفسرین ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں جسے ابن جریر اور ابن منذر رحمہما اللہ نقل کرتے ہیں: اَیْ سَرِیْرٌ کَرِیْمٌ مِّنْ ذَھَبٍ وَّ قَوَائِمُہٗ مِنْ جَوْھَرٍ وَّ لُؤْلُؤٍ حَسَنُ الصَّنْعَۃِ۔ تخت عظیم بلقیس کا سونے کا تھا اس کے پائے

جواہرات کے تھے اور نہایت حسین صنعت کاری سے موتی جڑے ہوئے تھے۔

دوسری روایت ہے: اِنَّهٗ كَانَ ثَلَاثِيْنَ ذِرَاعًا فِيْ ثَلَاثِيْنَ ذِرَاعًا مُرَبَّعًا وَ كَانَ طُوْلُهٗ فِي السَّمَآءِ ثَلَاثِيْنَ ذِرَاعًا۔ وہ تیس گز تھا مربع اور اس کی بلندی بھی تیس گز کی تھی۔

ایک قول میں ہے: كَانَ طُوْلُهٗ ثَمَانِيْنَ فِيْ ثَمَانِيْنَ وَ ارْتِفَاعُهٗ ثَمَانِيْنَ۔ اس کا طول وعرض اسی گز تھا اور بلندی بھی اسی گز تھی۔

ابن ابی حاتم زہیر بن محمد رحمہما اللہ سے راوی ہیں: اِنَّهٗ سَرِيْرٌ مِّنْ ذَهَبٍ وَّ صَفْحَتَاهُ مُرَصَّعَتَانِ بِالْيَاقُوْتِ وَالزَّبَرْجَدِ طُوْلُهٗ ثَمَانُوْنَ ذِرَاعًا فِيْ عَرْضِ اَرْبَعِيْنَ ذِرَاعًا۔ وہ تخت سونے کا تھا اور اس پر یاقوت وزبرجد جڑے ہوئے تھے اس کا طول اسی گز اور عرض چالیس تھا۔

اس کے علاوہ اور بھی روایات بہت سی ہیں وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِحَقِيْقَةِ الْحَالِ۔

اس کے بعد ہدہد نے اس قوم کی مذہبی ملی حالت بیان کی حَيْثُ قَالَ۔

وَجَدْتُّهَا وَقَوْمَهَا يَسْجُدُوْنَ لِلشَّمْسِ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ۔ میں نے اسے اور اس کی قوم کو پایا کہ سجدہ کرتے ہیں سورج کو اللہ کے سوا۔

یعنی وہ عبادت میں اللہ تعالیٰ کی عبادت سے متجاوز ہو کر غیر اللہ کی پوجا کرتے ہیں۔

حسن رحمہ اللہ فرماتے ہیں: كَانُوْا مَجُوْسًا يَّعْبُدُوْنَ الْاَنْوَارَ۔ وہ مجوسی تھے نورانی چیزوں کو پوجتے تھے۔

بعض نے کہا وہ از قوم زنادقہ تھے اور وہ ایسا کیوں کرتے تھے اس کی وجہ بیان کی گئی:

وَزَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطٰنُ اَعْمَالَهُمْ۔ اور شیطان نے ان کی نظروں میں ان کے عمل جچا دیئے تھے۔ یعنی شیطانی اثرات سے اس طرز عبادت کو پسند کرتے تھے۔

فَصَدَّهُمْ عَنِ السَّبِيْلِ فَهُمْ لَا يَهْتَدُوْنَ ﴿۲۴﴾ ۔ اور اس شیطان نے انہیں راہ ہدایت سے روک رکھا ہے اور وہ ہدایت پر نہیں آتے۔

اَلَّا يَسْجُدُوْا لِلّٰهِ الَّذِيْ يُخْرِجُ الْخَبْءَ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَيَعْلَمُ مَا تُخْفُوْنَ وَمَا تُعْلِنُوْنَ ﴿۲۵﴾ اَللّٰهُ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ ﴿۲۶﴾ ۔

اور یہ کہ نہیں سجدہ کرتے اس اللہ تعالیٰ کے لئے جو ہر چھپی چیز ظاہر فرماتا ہے آسمانوں اور زمین میں اور جانتا ہے جو تم چھپاتے ہو یا علانیہ کرتے ہو وہ اللہ ہے کہ کوئی معبود نہیں مگر وہی جو رب عرش عظیم ہے۔

اسے کلام ہدہد ظاہر فرمایا گیا تو اس صورت میں یہ خطاب قوم حضرت سلیمان علیہ السلام سے ہوگا تا کہ انہیں عبادت الٰہی کی طرف ابھارا جائے۔ یا یہ خطاب قوم بلقیس کے لئے غائبانہ ہو سکتا ہے۔

خَبْءَ کے معنی آلوسی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اَيْ يُظْهِرُ الشَّيْءَ الْمَخْبُوْءَ فِيْهِمَا كَائِنًا مَّا كَانَ۔ ہر چھپی دبی شے کو ظاہر کرنے والا۔

وَ فَسَّرَهٗ بَعْضُهُمْ هٰهُنَا بِالْمَطَرِ وَالنَّبَاتِ۔ بعض نے اس کی تفسیر میں بارش اور سبزی بتایا۔

یہ سب بیان سن کر حضرت سلیمان علیہ السلام کی طرف سے جواب ہوا:

قَالَ سَنَنْظُرُ اَصَدَقْتَ اَمْ كُنْتَ مِنَ الْكٰذِبِیْنَ ﴿۲۷﴾ ۔آپ نے فرمایا اب میں دیکھتا ہوں کہ تو سچا ہے یا جھوٹا۔لہٰذا اِذْهَبْ بِّكِتٰبِیْ هٰذَا فَاَلْقِهْ اِلَیْهِمْ ثُمَّ تَوَلَّ عَنْهُمْ فَانْظُرْ مَاذَا یَرْجِعُوْنَ ﴿۲۸﴾۔

لے جا میرا یہ نامہ اور ڈال دے اس کی طرف اور علیحدہ ہو کر دیکھ وہ کیا بات پلٹتی ہے۔

چنانچہ ایسا ہی ہدہد نے بہ تعمیل حکم کیا نامۂ سلیمانی لے کر اڑا۔ یہ نامہ سربمہر تھا اس پر مشک کی مہر لگی ہوئی تھی۔ جب ہدہد نامہ لے کر پہنچا تو اس نے شہزادی کو سویا ہوا پایا۔ اور محل کی محافظت کا یہ عالم تھا کہ جب وہ سوتی تو تمام دروازے بند کر کے مقفل کردیئے جاتے تھے اور چابیاں ایک جھروکے سے شہزادی کو دے دی جاتیں وہ انہیں اپنے تکیہ کے نیچے رکھ کر سوتی تھی۔

ہدہد اس جھروکے سے داخل ہوا تو نامۂ سلیمانی اس کے سینہ پر ڈال دیا جب وہ اٹھی تو محافظین و خدام ادب کو بدستور پہرے پر پایا۔ جب سر اٹھایا تو گود میں نامہ مبارک گرا جب اس نے دیکھا تو مشکیں مہر سے اس کو مزین پایا۔

یہ دیکھ کر کہ ایسی سخت حفاظت کی صورت میں جس کا نامہ مجھ تک آیا وہ خود کیسی قوت کا مالک ہوگا۔ لرز گئی اور علی الفور اعیان دولت کو جمع کیا۔ یہ خود چونکہ نسل حمیر سے تھی اور نامۂ سلیمانی عربی تھا اسے یہ پڑھ سکتی تھی۔

چنانچہ علامہ ابن خلدون رحمہ اللہ بھی یہی فرماتے ہیں:

اَلْقَوْلُ بِاَنَّهٗ تَعَلَّمَ الْكِتَابَةَ الْعَرَبِيَّةَ مِنَ التَّبَابِعَةِ وَ حِمْيَرَ اَهْلِ الْحِيْرَةِ وَ تَعَلَّمَهَا مِنْهُمْ اَهْلُ الْحِجَازِ۔ بلقیس کتابت عربی اس لئے جانتی تھی کہ وہ تبع حمیری کی نسل سے تھی اور حمیر اہل حیرہ سے ہیں اور اس نے اہل حجاز سے عربی لکھنا سیکھا تھا۔

اور اگرچہ حضرت سلیمان علیہ السلام عرب نہ تھے مگر آپ عربی جانتے تھے۔ بہر حال بلقیس نے اعیان دولت اور عمال حکومت سے گفتگو کی۔ اور

قَالَتْ یٰۤاَیُّهَا الْمَلَؤُا اِنِّیْۤ اُلْقِیَ اِلَیَّ كِتٰبٌ كَرِیْمٌ ﴿۲۹﴾ ۔بولی اے سردارو میری طرف ایک عزت والا نامہ ڈالا گیا ہے۔

یعنی ایلچی لے کر نہیں آیا بلکہ میری خواب گاہ میں میرے اوپر ڈالا گیا ہے اور اس میں یہ تحریر ہے:

اِنَّهٗ مِنْ سُلَیْمٰنَ وَ اِنَّهٗ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ﴿۳۰﴾ اَلَّا تَعْلُوْا عَلَیَّ وَ اْتُوْنِیْ مُسْلِمِیْنَ ﴿۳۱﴾ ۔

یہ نامہ سلیمان کی طرف سے ہے اور وہ اللہ کے نام سے شروع ہے جو رحمٰن و رحیم ہے مضمون یہ ہے کہ مجھ پر تکبر نہ کرو اور اسلام لاکر آجاؤ۔

اَیْ مَضْمُوْنُهٗ تَعْلُوْا عَلَیَّ اَیْ لَا تَتَكَبَّرُوْا عَلَیَّ كَمَا یَفْعَلُ الْجَبَابِرَةُ مِنَ الْمُلُوْكِ۔

یعنی اس کا مضمون یہ تھا کہ مجھ پر تکبر نہ کر جیسے جابر اہل سلطنت کرتے ہیں اور سیدھی طرح ایمان و اسلام لاکر ادھر آجا۔

ابن ابی حاتم یزید بن رومان رحمہما اللہ سے راوی ہیں کہ نامہ میں سلیمان علیہ السلام نے یہ تحریر فرمایا تھا:

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ مِنْ سُلَیْمَانَ بْنِ دَاوٗدَ اِلٰی بِلْقِیْسَ بِنْتِ ذِیْ شَرَحٍ وَ قَوْمِهَا اَلَّا تَعْلُوْا عَلَیَّ وَ اْتُوْنِیْ مُسْلِمِیْنَ۔

اور نامہ میں بسم اللہ سے ابتداء حضور صلی اللہ علیہ وسلم بھی اس آیۂ کریمہ کے نزول کے بعد سے فرماتے تھے۔

اور اس سے قبل کے متعلق عبدالرزاق اور ابن منذر شعبی رحمہم اللہ سے راوی ہیں کہ

كَانَ فِي الْجَاهِلِيَّةِ يَكْتُبُوْنَ بِاسْمِكَ اللّٰهُمَّ فَكَتَبَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَوَّلَ مَا كَتَبَ بِاسْمِكَ اللّٰهُمَّ حَتّٰى نَزَلَتْ بِسْمِ اللّٰهِ مَجْرٖىهَا وَمُرْسٰىهَا فَكَتَبَ بِسْمِ اللّٰهِ ثُمَّ نَزَلَتْ ادْعُوا اللّٰهَ اَوِ ادْعُوا الرَّحْمٰنَ فَكَتَبَ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ ثُمَّ نَزَلَتْ اٰيَةُ النَّمْلِ اِنَّهُ مِنْ سُلَيْمَانَ اِنَّهٗ مِنْ سُلَيْمٰنَ وَ اِنَّهٗ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ فَكَتَبَ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۔ اور ایسا ہی ابوداؤد میں ہے۔

زمانہ جاہلیت میں بِاسْمِكَ اللّٰهُمَّ سے کتابت شروع کرتے تھے چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم بھی بِاسْمِكَ اللّٰهُمَّ تحریر فرماتے حتیٰ کہ بِسْمِ اللّٰهِ مَجْرٖىهَا وَمُرْسٰىهَا نازل ہوئی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بسم اللہ تحریر فرمائی پھر ادْعُوا اللّٰهَ اَوِ ادْعُوا الرَّحْمٰنَ نازل ہوئی ہوئی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ تحریر فرمانا شروع پھر آیات نمل اتریں اِنَّهٗ مِنْ سُلَيْمٰنَ وَ اِنَّهٗ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ تحریر فرمائی۔

اس پر حضرت جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ تفسیر اتقان میں ترتیب نزول ظاہر فرماتے ہیں۔

اُخْتُلِفَ فِيْ اَوَّلِ مَا نَزَلَ مِنَ الْقُرْاٰنِ عَلٰى اَقْوَالٍ اَحَدُهَا وَ هُوَ الصَّحِيْحُ اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ۔

قرآن کریم سے اول جو نازل ہوا اس میں متعدد قولوں میں سے ایک یہ ہے جو صحیح ہے کہ پہلے اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ نازل ہوئی۔

اور شیخین کی متعدد احادیث سے بدء الوحی میں ہے جو صحیح ہے کہ اِقْرَاْ کے بعد يٰۤاَيُّهَا الْمُدَّثِّرُ پھر الحمد شریف پھر چوتھے نمبر میں بسم اللہ شریف کا نزول ہوا۔

اور امام جلال الدین رحمہ اللہ فرماتے ہیں: وَعِنْدِيْ اَنَّ هٰذَا لَا يُعَدُّ قَوْلًا بِرَاْسِهٖ فَاِنَّهٗ مِنْ ضَرُوْرَةِ نُزُوْلِ السُّوْرَةِ نُزُوْلُ الْبَسْمَلَةِ مَعَهَا فَهُوَ اَوَّلُ اٰيَةٍ نَزَلَتْ۔

میرے نزدیک بے گنتی اقوال سے ثابت ہے کہ ہر سورۃ کے نزول کے ساتھ بسم اللہ ضرور نازل ہوئی ہے تو اول آیت بسم اللہ ہے۔ اور یہ مفتاح کتاب اللہ کی ہے۔

اَلَّا تَعْلُوْا عَلَيَّ وَاْتُوْنِيْ مُسْلِمِيْنَ ﴿۳۱﴾ ۔ یہ کہ نہ بلند ہو مجھ پر اور مسلمان ہو کر آجا۔

يَعْنِيْ اَيْ لَا تَتَكَبَّرُوْا عَلَيَّ كَمَا يَفْعَلُ جَبَابِرَةُ الْمُلُوْكِ۔ یعنی تکبر نہ کرو جیسے جابر اہل سلطنت کرتے ہیں اور ایمان لاکر مسلمان ہو کر آجا۔

اس میں حضرت سلیمان علیہ السلام کی طرف سے اول دعوت ایمان دی گئی اگرچہ ہدہد کا نامہ لے جانا معجزہ تھا لیکن حسب عادت انبیائے کرام آپ نے وہ معجزہ جتایا نہیں بلکہ اول دعوت ہی دی۔

اور عادت انبیاء یہی ہے کہ اَلدَّعْوَةُ اِلَى الْاِيْمَانِ اَوَّلًا فَاِذَا عُوْرِضُوْا اَقَامُوا الدَّلِيْلَ عَلَيْهِ وَاَظْهَرُوا الْمُعْجِزَةَ۔ اول ایمان کی دعوت دیتے ہیں جب وہ معارضہ کریں تو دلیل قائم فرمانے کے لئے معجزہ دکھاتے ہیں۔

اور سلیمان علیہ السلام نے تو نامہ مبارک ہی معجزانہ شان سے ہدہد کے ذریعہ بھیجا تھا جو معجزۂ باہرہ تھا لیکن اسے واضح نہیں

فرمایا تھا اس کے بعد جو کچھ ہوا وہ آئندہ رکوع میں مذکور ہے۔

با محاورہ ترجمہ تیسرا رکوع-سورۃ نمل-پ ۱۹

قَالَتْ یٰۤاَیُّهَا الْمَلَؤُا اَفْتُوْنِیْ فِیْۤ اَمْرِیْۚ مَا كُنْتُ قَاطِعَةً اَمْرًا حَتّٰى تَشْهَدُوْنِ ﴿۳۲﴾

بلقیس بولی اے سردارو میرے اس معاملہ میں رائے دو میں نہیں اس معاملہ میں کوئی قطعی فیصلہ کرتی جب تک کہ تم میرے پاس حاضر نہ ہو

قَالُوْا نَحْنُ اُولُوْا قُوَّةٍ وَّ اُولُوْا بَاْسٍ شَدِیْدٍ ۙ۬ وَّ الْاَمْرُ اِلَیْكِ فَانْظُرِیْ مَا ذَا تَاْمُرِیْنَ ﴿۳۳﴾

بولے ہم طاقتور ہیں اور سخت لڑنے والے اور اختیار تیرا ہے تو غور کر کہ تو کیا حکم دیتی ہے

قَالَتْ اِنَّ الْمُلُوْكَ اِذَا دَخَلُوْا قَرْیَةً اَفْسَدُوْهَا وَ جَعَلُوْۤا اَعِزَّةَ اَهْلِهَاۤ اَذِلَّةًۚ وَ كَذٰلِكَ یَفْعَلُوْنَ ﴿۳۴﴾

بولی بے شک جب بادشاہ کسی بستی میں داخل ہوتے ہیں اسے تباہ کر دیتے ہیں اور کر دیتے ہیں عزت والوں کو ذلیل اور وہ ایسا ہی کرتے ہیں

وَ اِنِّیْ مُرْسِلَةٌ اِلَیْهِمْ بِهَدِیَّةٍ فَنٰظِرَةٌۢ بِمَ یَرْجِعُ الْمُرْسَلُوْنَ ﴿۳۵﴾

اب میں ان کی طرف ایک تحفہ بھیجتی ہوں تو دیکھتی ہوں کیا جواب لے کر ایلچی آتے ہیں

فَلَمَّا جَآءَ سُلَیْمٰنَ قَالَ اَتُمِدُّوْنَنِ بِمَالٍ٘ فَمَاۤ اٰتٰىنَ اللّٰهُ خَیْرٌ مِّمَّاۤ اٰتٰىكُمْۚ بَلْ اَنْتُمْ بِهَدِیَّتِكُمْ تَفْرَحُوْنَ ﴿۳۶﴾

تو جب وہ سلیمان کے پاس آیا فرمایا کیا تم مدد کرتے ہو میری مال کے ساتھ تو جو کچھ دیا ہے مجھے اللہ نے وہ بہتر ہے اس سے جو تمہیں دیا بلکہ تم ہی اپنے تحفہ پر خوش ہوتے ہو

اِرْجِعْ اِلَیْهِمْ فَلَنَاْتِیَنَّهُمْ بِجُنُوْدٍ لَّا قِبَلَ لَهُمْ بِهَا وَ لَنُخْرِجَنَّهُمْ مِّنْهَاۤ اَذِلَّةً وَّ هُمْ صٰغِرُوْنَ ﴿۳۷﴾

پلٹ جا ان کی طرف تو ضرور ہم لائیں گے ان پر وہ لشکر جس کے مقابلہ کی ان میں طاقت نہیں اور ضرور ہم نکال دیں گے انہیں اس شہر سے ذلیل کر کے اور وہ شکست پائیں گے

قَالَ یٰۤاَیُّهَا الْمَلَؤُا اَیُّكُمْ یَاْتِیْنِیْ بِعَرْشِهَا قَبْلَ اَنْ یَّاْتُوْنِیْ مُسْلِمِیْنَ ﴿۳۸﴾

فرمایا سلیمان نے اے درباریو کون ہے تم میں سے جو میرے پاس اس کا تخت لائے قبل اس کے کہ وہ مطیع ہو کر میرے پاس آئے

قَالَ عِفْرِیْتٌ مِّنَ الْجِنِّ اَنَا اٰتِیْكَ بِهٖ قَبْلَ اَنْ تَقُوْمَ مِنْ مَّقَامِكَۚ وَ اِنِّیْ عَلَیْهِ لَقَوِیٌّ اَمِیْنٌ ﴿۳۹﴾

بولا ایک سرکش جن کہ میں وہ تخت آپ کے پاس لا سکتا ہوں قبل اس کے کہ آپ یہاں سے اٹھیں اور میں بے شک قوت والا امین ہوں

قَالَ الَّذِیْ عِنْدَهٗ عِلْمٌ مِّنَ الْكِتٰبِ اَنَا اٰتِیْكَ بِهٖ قَبْلَ اَنْ یَّرْتَدَّ اِلَیْكَ طَرْفُكَؕ فَلَمَّا رَاٰهُ مُسْتَقِرًّا عِنْدَهٗ قَالَ هٰذَا مِنْ فَضْلِ رَبِّیْ ۫ۗ

عرض کی اس نے جس کے پاس علم تھا کتاب کا کہ میں اسے حاضر کر سکتا ہوں پلک مارنے سے پہلے تو جب دیکھا سلیمان نے اسے رکھا ہوا اپنے پاس کہا یہ میرے رب کا

لِيَبْلُوَنِيْٓ ءَاَشْكُرُ اَمْ اَكْفُرُ ؕ وَمَنْ شَكَرَ فَاِنَّمَا يَشْكُرُ لِنَفْسِهٖ ۚ وَمَنْ كَفَرَ فَاِنَّ رَبِّيْ غَنِيٌّ كَرِيْمٌ ﴿۴۰﴾

فضل ہے تاکہ مجھے آزمائے کہ میں شکر کرتا ہوں یا ناشکری اور جو شکر کرے وہ شکر کرے گا اپنے لئے اور جو ناشکر ہو تو بے شک میرا رب بے پرواسب خوبیوں والا ہے

قَالَ نَكِّرُوْا لَهَا عَرْشَهَا نَنْظُرْ اَتَهْتَدِيْٓ اَمْ تَكُوْنُ مِنَ الَّذِيْنَ لَا يَهْتَدُوْنَ ﴿۴۱﴾

سلیمان نے حکم دیا عورت کا تخت اس کے سامنے وضع بدل کر بے گانہ کردو کہ ہم دیکھیں کہ وہ راہ پاتی ہے یا ان میں سے ہوتی ہے جو ناواقف رہے

فَلَمَّا جَآءَتْ قِيْلَ اَهٰكَذَا عَرْشُكِ ؕ قَالَتْ كَاَنَّهٗ هُوَ ۚ وَاُوْتِيْنَا الْعِلْمَ مِنْ قَبْلِهَا وَكُنَّا مُسْلِمِيْنَ ﴿۴۲﴾

تو جب بلقیس آئی کہا گیا کیا تیرا تخت ایسا ہی ہے بولی گویا کہ یہ وہی ہے اور ہمیں علم ہو چکا تھا اس سے قبل اور ہم مسلمان فرمانبردار ہوئے

وَصَدَّهَا مَا كَانَتْ تَّعْبُدُ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ؕ اِنَّهَا كَانَتْ مِنْ قَوْمٍ كٰفِرِيْنَ ﴿۴۳﴾

اور اسے روکا اس چیز سے جسے وہ پوجتی تھی اللہ کے سوا بے شک وہ قوم کافر سے تھی

قِيْلَ لَهَا ادْخُلِي الصَّرْحَ ۚ فَلَمَّا رَاَتْهُ حَسِبَتْهُ لُجَّةً وَّكَشَفَتْ عَنْ سَاقَيْهَا ؕ قَالَ اِنَّهٗ صَرْحٌ مُّمَرَّدٌ مِّنْ قَوَارِيْرَ ۬ؕ قَالَتْ رَبِّ اِنِّيْ ظَلَمْتُ نَفْسِيْ وَاَسْلَمْتُ مَعَ سُلَيْمٰنَ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۴۴﴾ ع

اس سے کہا گیا صحن میں داخل ہو تو جب دیکھا اسے، گہرا پانی سمجھی اور کھولیں اس نے اپنی پنڈلیاں فرمایا سلیمان نے بے شک یہ تو صحن ہے چکنا شیشوں جڑا ہوا۔ بلقیس بولی اے میرے رب میں نے ظلم کیا اپنی جان پر اور اب اسلام لائی ساتھ سلیمان کے اللہ پر جو سارے جہان کا رب ہے

حل لغات تیسرا رکوع - سورۂ نمل - پ ۱۹

قَالَتْ - بولی	يٰٓاَيُّهَا - اے	الْمَلَؤُا - سردارو	اَفْتُوْنِيْ - جواب دو مجھے
فِيْٓ - بیچ	اَمْرِيْ - میرے کام کے	مَا - نہیں	كُنْتُ - ہوں میں
قَاطِعَةً - طے کرنے والی	اَمْرًا - کوئی کام	حَتّٰى - جب تک	تَشْهَدُوْنِ - تم حاضر نہ ہو
قَالُوْا - بولے	نَحْنُ - ہم	اُولُوْا - صاحب	قُوَّةٍ - قوت
وَّ - اور	اُولُوْا - صاحب	بَاْسٍ - لڑائی	شَدِيْدٍ - سخت کے ہیں
وَّ - اور	الْاَمْرُ - فیصلہ	اِلَيْكِ - تیرے پاس ہے	فَانْظُرِيْ - سو تو دیکھ
مَاذَا - کیا	تَاْمُرِيْنَ - حکم دیتی ہے	قَالَتْ - بولی	اِنَّ - بے شک
الْمُلُوْكَ - بادشاہ	اِذَا - جب	دَخَلُوْا - داخل ہوتے ہیں	قَرْيَةً - کسی بستی میں
اَفْسَدُوْهَا - برباد کردیتے ہیں اس کو		وَ - اور	جَعَلُوْٓا - بناتے ہیں

اَعِزَّةَ۔ معززین　اَهْلِهَاۤ۔ اس کے رہنے والوں کو　اَذِلَّةً۔ ذلیل
وَ۔ اور　كَذٰلِكَ۔ ایسا ہی　يَفْعَلُوْنَ۔ وہ کرتے ہیں　وَ۔ اور
اِنِّیْ۔ بے شک میں　مُرْسِلَةٌ۔ بھیجنے والی ہوں　اِلَيْهِمْ۔ ان کی طرف　بِهَدِيَّةٍ۔ تحفے
فَنٰظِرَةٌۢ۔ تو دیکھتی ہوں　بِمَ۔ کیسے　يَرْجِعُ۔ لوٹتے ہیں　الْمُرْسَلُوْنَ۔ بھیجے ہوئے
فَلَمَّا۔ تو جب　جَآءَ۔ آیا　سُلَيْمٰنَ۔ سلیمان کے پاس　قَالَ۔ فرمایا
اَ۔ کیا　تُمِدُّوْنَنِ۔ مدد دینا چاہتے ہو مجھے　بِمَالٍ۔ مال کی
فَمَاۤ۔ تو جو　اٰتٰىنِۦَ۔ دیا مجھے　اللّٰهُ۔ اللہ نے　خَيْرٌ۔ بہتر ہے
مِّمَّاۤ۔ اس سے جو　اٰتٰىكُمْ۔ دیا تم کو　بَلْ۔ بلکہ　اَنْتُمْ۔ تم
بِهَدِيَّتِكُمْ۔ اپنے تحفے پر　تَفْرَحُوْنَ۔ خوش ہوتے ہو　اِرْجِعْ۔ لوٹ جا　اِلَيْهِمْ۔ ان کی طرف
فَلَنَاْتِيَنَّهُمْ۔ ہم ضرور لائیں گے ان کے مقابل　بِجُنُوْدٍ۔ لشکر　لَا۔ نہیں
قِبَلَ۔ مقابلہ　لَهُمْ۔ ان کا　بِهَا۔ اس سے　وَ۔ اور
لَنُخْرِجَنَّهُمْ۔ نکالیں گے ہم ان کو　مِّنْهَاۤ۔ اس سے　اَذِلَّةً۔ ذلیل کر کے
وَّ۔ اور　هُمْ۔ وہ　صٰغِرُوْنَ۔ خوار ہوں گے　قَالَ۔ فرمایا
يٰۤاَيُّهَا۔ اے　الْمَلَؤُا۔ سردارو　اَيُّكُمْ۔ کون تم میں سے　يَاْتِيْنِیْ۔ لائے گا میرے
پاس　بِعَرْشِهَا۔ اس کا تخت　قَبْلَ۔ پہلے　اَنْ۔ اس سے کہ
يَاْتُوْنِیْ۔ آئیں میرے پاس　مُسْلِمِيْنَ۔ مسلمان ہو کر　قَالَ۔ بولا　عِفْرِيْتٌ۔ ایک سرکش
مِّنَ الْجِنِّ۔ جن　اَنَا۔ میں　اٰتِيْكَ۔ لاؤں گا آپ کے پاس
بِهٖ۔ وہ تخت　قَبْلَ۔ پہلے　اَنْ۔ اس سے کہ　تَقُوْمَ۔ آپ اٹھیں
مِنْ مَّقَامِكَ۔ اپنی جگہ سے　وَ۔ اور　اِنِّیْ۔ بے شک میں　عَلَيْهِ۔ اس پر
لَقَوِیٌّ۔ طاقتور ہوں　اَمِيْنٌ۔ امانت دار　قَالَ۔ کہا　الَّذِیْ۔ اس نے
عِنْدَهٗ۔ جس کے پاس　عِلْمٌ۔ علم تھا　مِّنَ الْكِتٰبِ۔ کتاب کا　اَنَا۔ میں
اٰتِيْكَ۔ لاؤں گا تمہارے پاس　بِهٖ۔ وہ تخت　قَبْلَ۔ پہلے
اَنْ۔ اس سے کہ　يَّرْتَدَّ۔ واپس آئے　اِلَيْكَ۔ تیری طرف　طَرْفُكَ۔ تیری نظر
فَلَمَّا۔ پھر جب　رَاٰهُ۔ اسے دیکھا　مُسْتَقِرًّا۔ پڑا ہوا　عِنْدَهٗ۔ اپنے پاس
قَالَ۔ کہا　هٰذَا۔ یہ ہے　مِنْ فَضْلِ۔ فضل　رَبِّیْ۔ میرے رب کا
لِيَبْلُوَنِیْۤ۔ تاکہ مجھے آزمائے　ءَ۔ کیا　اَشْكُرُ۔ میں شکر کرتا ہوں　اَمْ۔ یا
اَكْفُرُ۔ ناشکری　وَ۔ اور　مَنْ۔ جو　شَكَرَ۔ شکر کرے
فَاِنَّمَا۔ تو اس کے سوا نہیں　يَشْكُرُ۔ شکر کرے گا　لِنَفْسِهٖ۔ اپنی جان کے لئے　وَ۔ اور

مَنْ۔جو	كَفَرَ۔ناشکری کرے	فَاِنَّ۔تو بے شک	رَبِّیْ۔میرا رب
غَنِیٌّ۔بے پرواہے	كَرِیْمٌ۔بزرگ مہربان	قَالَ۔فرمایا	نَكِّرُوْا۔تبدیل کردو
لَهَا۔اس کے لئے	عَرْشَهَا۔اس کا تخت	نَنْظُرْ۔ہم دیکھتے ہیں	اَ۔کیا
تَهْتَدِیْٓ۔پہچانتی ہے	اَمْ۔یا	تَكُوْنُ۔ہوتی ہے	مِنَ الَّذِیْنَ۔ان سے جو
لَا۔نہیں	یَهْتَدُوْنَ۔راہ پاتے	فَلَمَّا۔پھر جب	جَآءَتْ۔آئی
قِیْلَ۔پوچھا گیا	اَ۔کیا	هٰكَذَا۔اسی طرح ہے	عَرْشُكِ۔تیرا تخت
قَالَتْ۔بولی	كَاَنَّهٗ۔گویا کہ وہ	هُوَ۔وہی ہے	وَ۔اور
اُوْتِیْنَا۔دیئے گئے ہم	الْعِلْمَ۔علم	مِنْ قَبْلِهَا۔اس سے قبل	وَ۔اور
كُنَّا۔ تھے ہم	مُسْلِمِیْنَ۔مسلمان	وَ۔اور	صَدَّهَا۔روکا اس کو
مَا۔جو	كَانَتْ۔تھی وہ	تَّعْبُدُ۔عبادت کرتی	مِنْ دُوْنِ۔سوا
اللّٰهِ۔اللہ کے	اِنَّهَا۔بے شک وہ	كَانَتْ۔تھی	مِنْ قَوْمٍ۔قوم
كٰفِرِیْنَ۔کافر سے	قِیْلَ۔کہا گیا	لَهَا۔اس کو	ادْخُلِی۔داخل ہوجا
الصَّرْحَ۔صحن میں	فَلَمَّا۔پھر جب	رَاَتْهُ۔دیکھا اس کو	حَسِبَتْهُ۔خیال کیا اس کو
لُجَّةً۔گہرا پانی	وَّ۔اور	كَشَفَتْ۔کھول دیں اس نے	عَنْ سَاقَیْهَا۔اپنی پنڈلیاں
قَالَ۔کہا	اِنَّهٗ۔بے شک وہ	صَرْحٌ۔صحن ہے	مُّمَرَّدٌ۔چکنا صاف
مِّنْ قَوَارِیْرَ۔شیشے کا	قَالَتْ۔بولی	رَبِّ۔اے میرے رب	اِنِّیْ۔بے شک میں نے
ظَلَمْتُ۔ظلم کیا	نَفْسِیْ۔اپنی جان پر	وَ۔اور	اَسْلَمْتُ۔میں اسلام لائی
مَعَ۔ساتھ	سُلَیْمٰنَ۔سلیمان کے	لِلّٰهِ۔اللہ کے لئے جو	رَبِّ۔رب ہے
الْعٰلَمِیْنَ۔سارے جہانوں کا			

خلاصہ تفسیر تیسرا رکوع۔سورۃ نمل۔پ ۱۹

قَالَتْ یٰۤاَیُّهَا الْمَلَؤُا اَفْتُوْنِیْ فِیْۤ اَمْرِیْ ۚ مَا كُنْتُ قَاطِعَةً اَمْرًا حَتّٰى تَشْهَدُوْنِ ﴿۳۲﴾ ۔بلقیس نے اپنے درباریوں سے کہا کہ مجھے مشورہ دو اس معاملہ میں اس لئے کہ میں تمہارے بغیر کوئی قطعی فیصلہ کرنا نہیں چاہتی۔

قَالُوْا نَحْنُ اُولُوْا قُوَّةٍ وَّ اُولُوْا بَاْسٍ شَدِیْدٍ ۙ۬ وَّ الْاَمْرُ اِلَیْكِ فَانْظُرِیْ مَاذَا تَاْمُرِیْنَ ﴿۳۳﴾ ۔

درباریوں نے کہا ہم طاقتور سخت جنگ کرنے کے قابل ہیں لیکن حکم تیرا ہی مقدم ہے لہٰذا سوچ کر ہمیں حکم دے۔ یعنی ہم جنگ کرنے کے لئے تیار ہیں بہادر اور شجاع ہیں قوت و توانائی و دلیری ہم میں ہے لیکن اے ملکہ مطیع تیرے ہیں اگر جنگ کا خیال ہے تو ہمیں حکم دے اور اگر مشورہ لینا ہے تو ہم اس کے اہل نہیں یہ کام تیرا ہے اپنی عقل و تدبیر سے غور کر لے ہم لوگ مشورہ کے اہل نہیں۔

بلقیس نے جب دیکھا کہ یہ لوگ لڑنے مرنے کے لئے تیار ہیں اور رائے دینے کی ان میں اہلیت نہیں ہے تو

قَالَتْ اِنَّ الْمُلُوْكَ اِذَا دَخَلُوْا قَرْیَةً اَفْسَدُوْهَا وَ جَعَلُوْۤا اَعِزَّةَ اَهْلِهَاۤ اَذِلَّةًۚ وَ كَذٰلِكَ یَفْعَلُوْنَ ﴿۳۴﴾ ۔

بولی بادشاہ جب کسی بستی میں داخل ہوتے ہیں اسے تباہ کر دیتے ہیں اور اس بستی کے عزت والوں کو ذلیل کر دیتے ہیں ان کا ایسا ہی رویہ ہوتا ہے۔ وہ غلبہ وقوت سے ملک فتح کر کے قتل وقید اور اہانت کے ساتھ اپنا تسلط جمایا کرتے ہیں۔ میرے خیال میں یہ ہے کہ سردست میں خود نہ جاؤں اور نہ ہی جنگ کی تیاری کروں بلکہ۔

وَ اِنِّیْ مُرْسِلَةٌ اِلَیْهِمْ بِهَدِیَّةٍ فَنٰظِرَةٌۢ بِمَ یَرْجِعُ الْمُرْسَلُوْنَ ﴿۳۵﴾ ۔ میں ان کی طرف تحفہ بھیج کر دیکھوں گی کہ ایلچی وہاں سے کیا جواب لاتے ہیں۔ اس سے معلوم ہو جائے گا کہ وہ بادشاہ ہیں یا نبی۔

اس لئے کہ بادشاہ ہدیہ قبول کرتے اور عزت واحترام سے ایلچیوں کو واپس کرتے ہیں اور نبی تحفہ تحائف کی پروا نہیں کرتے وہ صرف اور صرف قبول دعوت سے خوش ہوتے ہیں۔

چنانچہ بلقیس نے حضرت سلیمان علیہ السلام کی طرف پانچ سو غلام پانچ سو باندیاں بہترین لباس اور زیورات سے آراستہ کر کے زرنگار زینوں پر سوار کر کے روانہ کئے اور پانچ سو اینٹیں سونے کی جواہرات سے مرصع کر کے ایک تاج زریں مکلل بجواہر اور مشک وعنبر وغیرہ ساتھ بھیجے اور ایک خط لکھ کر قاصد کو روانہ کر دیا۔

ہدہد یہ سب کچھ دیکھ کر چلا اور حضرت سلیمان علیہ السلام کی خدمت میں سب حال عرض کر دیا۔ آپ نے حکم دیا کہ بلقیس کے فرستادوں کے آنے سے قبل نو فرسخ کے میدان میں سونے چاندی کی اینٹیں بچھا دی جائیں اور اس کے گرد سونے چاندی کی کنگا جمنی دیوار کا احاطہ کر دیا جائے اور وہاں بحر وبر کے خوبصورت جانور پرند اور چرند آباد ہوں اور جنوں کے نوجوان بچے احاطہ کے دائیں بائیں رکھے جائیں۔

حسب الحکم تمام نظام بلقیس کے فرستادوں کے آنے سے قبل مکمل ہو گیا۔

فَلَمَّا جَآءَ سُلَیْمٰنَ قَالَ اَتُمِدُّوْنَنِ بِمَالٍ٘ فَمَاۤ اٰتٰىنِ َۧ اللّٰهُ خَیْرٌ مِّمَّاۤ اٰتٰىكُمْۚ بَلْ اَنْتُمْ بِهَدِیَّتِكُمْ تَفْرَحُوْنَ ﴿۳۶﴾ ۔

تو جب وہ ایلچی بلقیس کے سلیمان علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ نے فرمایا کہ تم لوگ مال سے میری مدد کرتے ہو تو جو کچھ اللہ نے مجھے عطا فرمایا ہے وہ تمہارے مال سے بہتر ہے تم تو اپنے تحفوں میں ہی خوش ہو۔

مگر میں اپنے رب کے فضل پر راضی ہوں اور اس وفد کے امیر منفر بن عمرو سے فرمایا:

اِرْجِعْ اِلَیْهِمْ فَلَنَاْتِیَنَّهُمْ بِجُنُوْدٍ لَّا قِبَلَ لَهُمْ بِهَا وَ لَنُخْرِجَنَّهُمْ مِّنْهَاۤ اَذِلَّةً وَّ هُمْ صٰغِرُوْنَ ﴿۳۷﴾ ۔

واپس جاؤ (اور بلقیس کو کہہ دو کہ یا تو اسلام لا کر حاضر ہو جائے ورنہ) ہم ضرور ان پر وہ لشکر کشی کریں گے جن کے مقابلہ کی انہیں طاقت نہ ہوگی اور ضرور ہم انہیں ان کے شہر سے ذلیل کر کے نکال دیں گے اور وہ پست ہوں گے۔ ادھر یہ تہدید فرما کر ایلچیوں کو ملک سبا واپس کیا ادھر آپ نے اپنے علم سے جانا کہ اب وہ ملکہ ہمارے حضور اسلام کے ساتھ آئے گی۔ چنانچہ آپ نے حکم دیا:

قَالَ یٰۤاَیُّهَا الْمَلَؤُا اَیُّكُمْ یَاْتِیْنِیْ بِعَرْشِهَا قَبْلَ اَنْ یَّاْتُوْنِیْ مُسْلِمِیْنَ ﴿۳۸﴾ ۔

اور فرمایا اے ہمارے درباریو تم میں کون ایسا ہے کہ اس کا تخت یہاں لے آئے اس سے قبل کہ وہ مسلمان ہو کر ہمارے حضور حاضر آئے۔

اس کے جواب میں ایک عفریت جنوں میں سے بولا (عفریت کہتے ہیں طاقتور یا شریر کو) کہ وہ تخت میں حاضر کر سکتا ہوں اجلاس برخاست کرنے سے قبل، چنانچہ ارشاد ہے:

قَالَ عِفْرِيْتٌ مِّنَ الْجِنِّ اَنَا اٰتِيْكَ بِهٖ قَبْلَ اَنْ تَقُوْمَ مِنْ مَّقَامِكَ ۚ وَ اِنِّيْ عَلَيْهِ لَقَوِيٌّ اَمِيْنٌ ﴿۳۹﴾ ۔اور حضور بے شک میں یہ قوت رکھتا ہوں اور امانت دار ہوں۔

یہ تخت بلقیس نے آپ کی خدمت میں حاضر ہوتے وقت اپنے سات محلوں میں سے سب سے پچھلے محل میں محفوظ رکھ کر اس کے تمام دروازے مقفل کر کے اس پر پہرے دار قائم کر دیئے تھے پھر خدمت سلیمانی کی حاضری کا ارادہ کیا تھا۔

جب یہ روانہ ہوئی تو اس شان سے کہ بارہ ہزار نواب اس کے جلو میں تھے۔ اور ہر نواب کے ساتھ ہزاروں لشکری تھے۔

یہاں عفریت کی پیشکش بھی منظور نہ ہوئی اس لئے کہ آپ کا اجلاس صبح سے دوپہر تک ہوتا تھا آپ نے فرمایا ہم اس سے جلدی چاہتے ہیں تو

قَالَ الَّذِيْ عِنْدَهٗ عِلْمٌ مِّنَ الْكِتٰبِ اَنَا اٰتِيْكَ بِهٖ قَبْلَ اَنْ يَّرْتَدَّ اِلَيْكَ طَرْفُكَ ؕ ۔

وہ بولا جسے علم کتاب حاصل تھا کہ میں اس تخت کو پلک جھپکنے سے پہلے حاضر کر سکتا ہوں۔

یہ آپ کے وزیر آصف بن برخیا تھے جو اسم اعظم جانتے تھے حضرت سلیمان علیہ السلام نے فرمایا لاؤ حاضر کرو آصف نے عرض کی حضور آپ نبی ہیں نبی زادے ہیں آپ سے زیادہ قوت کس کو حاصل ہے آپ دعا فرمائیں تو وہ تخت آپ کے سامنے ہو گا۔

حضرت نے فرمایا تم سچ کہتے ہو چنانچہ آپ نے دعا کی وہ تخت قدرت الٰہی عزوجل سے زمین کے نیچے نیچے چل کر آپ کی کرسی کے پاس نمودار ہو گیا یا حضرت آصف نے بہ تعمیل حکم دمِ زدن میں پیش کر دیا۔

فَلَمَّا رَاٰهُ مُسْتَقِرًّا عِنْدَهٗ ۔ تو جب سلیمان نے تخت کو اپنے پاس دیکھا تو

قَالَ هٰذَا مِنْ فَضْلِ رَبِّيْ ۫ لِيَبْلُوَنِيْٓ ءَاَشْكُرُ اَمْ اَكْفُرُ ؕ وَمَنْ شَكَرَ فَاِنَّمَا يَشْكُرُ لِنَفْسِهٖ ۚ وَمَنْ كَفَرَ فَاِنَّ رَبِّيْ غَنِيٌّ كَرِيْمٌ ﴿۴۰﴾ ۔فرمایا یہ میرے رب کا فضل ہے تا کہ وہ مجھے آزمائے کہ میں شکر کرتا ہوں یا ناشکری اور جو اس کا شکر کرے وہ اس کے اپنے لئے ہے اور جو ناشکری کرے تو میرا رب بے شک بے پروا کرم والا ہے۔

اس کے بعد حضرت سلیمان علیہ السلام نے بلقیس کی ذہانت و فطانت کا توازن فرمانے کا حکم دیا کہ اس تخت کی جڑ اول بدل دی جائے۔

قَالَ نَكِّرُوْا لَهَا عَرْشَهَا نَنْظُرْ اَتَهْتَدِيْٓ اَمْ تَكُوْنُ مِنَ الَّذِيْنَ لَا يَهْتَدُوْنَ ﴿۴۱﴾ ۔

فرمایا سلیمان نے بلقیس کا تخت اس کے سامنے وضع بدل کر بیگانہ کر دو تا کہ ہم دیکھیں کہ وہ پاتی ہے راہ یا ان میں ہوتی ہے جو ناواقف ہیں۔

چنانچہ ان کی جڑت ادل بدل دی گئی پھر جب وہ حاضر ہوئی۔

فَلَمَّا جَآءَتْ قِيْلَ اَهٰكَذَا عَرْشُكِ ؕ جب وہ آئی تو اس سے کہا گیا کیا تیرا تخت ایسا ہی ہے۔

قَالَتْ كَاَنَّهٗ هُوَ ۚ ۔ بلقیس بولی گویا کہ یہ وہی ہے۔

یہ جواب بلقیس کی کمال ذہانت کے ماتحت تھا کہ اس نے جڑا ول بدلی ہوئی کو بھی جان لیا اور آپ نے اسے اپنی قوت کا بھی مظاہرہ فرمادیا اور بتادیا کہ تیری حفاظت اور قفل لگا کر پہرہ دار اسے نہ روک سکے تو خدائی قوت کے مقابلہ میں اسباب کی قوت کچھ نہیں ہوتی۔ چنانچہ بلقیس نے ساتھ ہی کہہ دیا:

وَاُوْتِيْنَا الْعِلْمَ مِنْ قَبْلِهَا وَكُنَّا مُسْلِمِيْنَ ﴿۴۲﴾ ۔

اور ہمیں تو حضور اس سے قبل ہی معلوم ہو چکا تھا اور ہم مسلمان ہو چکے تھے۔ جبکہ آپ کا نامہ مبارک مجھ تک آیا میں سمجھ چکی تھی کہ آپ نبی ہیں اور آپ کے ساتھ قدرت الٰہی کی قوت ہے۔

وَصَدَّهَا مَا كَانَتْ تَّعْبُدُ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ؕ اِنَّهَا كَانَتْ مِنْ قَوْمٍ كٰفِرِيْنَ ﴿۴۳﴾ ۔

اور اسے روکا اس چیز سے جسے وہ اللہ کے سوا پوجتی تھی بے شک وہ کافر قوم سے تھی۔ یعنی ایمان لانے سے، اس کی بت پرستی اور قوم کی جمعیت مانع تھی اس وجہ میں وہ کافروں میں ہی تھی۔ ورنہ معجزانہ شان سے نامۂ سلیمانی دیکھ کر وہ سمجھ چکی تھی کہ جس کا یہ نامہ ہے وہ یقیناً مؤید من اللہ عزوجل نبی ہے۔

اب اس کا دوسرا امتحان اس طرح کیا گیا کہ حضرت سلیمان علیہ السلام نے محل میں ایک صحن شیشہ کا بنوایا تھا جس کے نیچے پانی تھا اس میں رنگین مچھلیاں تیر رہی تھیں اس کے اندر کے رخ آپ کا تخت لگا ہوا تھا کہ آنے والا اس زجاجی صحن کو عبور کر کے آپ تک پہنچے۔ چنانچہ

قِيْلَ لَهَا ادْخُلِي الصَّرْحَ ۚ فَلَمَّا رَاَتْهُ حَسِبَتْهُ لُجَّةً وَّكَشَفَتْ عَنْ سَاقَيْهَا ؕ ۔

بلقیس کو کہا گیا کہ صحن میں آئے تو جب وہ آئی تو دیکھ کر گمان کیا کہ وہ پانی ہے گہرا اور اپنی پنڈلیاں کھولیں۔

تا کہ اس پانی میں سے چل کر آپ تک پہنچے تو حضرت سلیمان علیہ السلام نے یہ سمجھ لیا کہ جس کی عقل اسے نہ پہچان سکی وہ اللہ تعالیٰ کے عرفان تک کیسے پہنچ سکتی ہے چنانچہ آپ نے فرمایا جیسا کہ ارشاد ہے:

قَالَ اِنَّهٗ صَرْحٌ مُّمَرَّدٌ مِّنْ قَوَارِيْرَ ؕ۔ سلیمان نے فرمایا یہ تو ایک چکنا صحن ہے شیشوں جڑا ہوا۔

یعنی یہ پانی نہیں ہے۔ یہ سن کر بلقیس نے اپنی پنڈلیاں چھپالیں اور اپنی بے سمجھی پر منفعل ہوئی۔ اور سمجھ گئی کہ اللہ تعالیٰ نے سلیمان علیہ السلام کو ایسے ایسے عجائبات کے ساتھ حکومت اور نبوت عطا فرمائی۔ پھر حضرت سلیمان علیہ السلام نے اسے دعوت توحید دی اس نے علی الفور جواب دیا جس کا تذکرہ یہ ہے:

قَالَتْ رَبِّ اِنِّيْ ظَلَمْتُ نَفْسِيْ وَاَسْلَمْتُ مَعَ سُلَيْمٰنَ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۴۴﴾ ۔

بلقیس کہنے لگی اے میرے رب میں نے اپنی جان پر ظلم کیا کہ تیرے سوا غیر کی پرستش کی اور اب میں سلیمان کے ساتھ اللہ کے حضور گردن اطاعت جھکاتی ہوں جو رب سارے جہان کا ہے۔

مختصر یہ کہ بلقیس نے اخلاص کے ساتھ اسلام قبول کیا اور خالص اللہ تعالیٰ کی عبادت اختیار کی۔

اب چند ضروری تصریحات بھی سمجھ لیں۔

۱۔ قرآن کریم حضرت سلیمان علیہ السلام اور بلقیس ملکہ سبا کے قصہ میں جو واضح بیان کرتا ہے وہ صرف اور صرف یہ ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام اپنے والد کریم حضرت داؤد علیہ السلام کی نبوت وسلطنت کے وارث ہوئے۔

۲- حضرت سلیمان علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے منطق الطیر کا بھی علم عطا فرمایا۔
۳- حضرت سلیمان علیہ السلام کی متابعت میں انسان، جن اور جانور مسخر فرمائے گئے اور ہوا بھی آپ کے حکم میں مسخر تھی۔
۴- حضرت سلیمان علیہ السلام کی سواری ہوائی تھی جسے آج کل کے زمانہ میں ایروپلین کہہ سکتے ہیں۔
۵- ہدہد کے ذریعہ حضرت سلیمان علیہ السلام کو ملک سبا کی اطلاع ملی اور آپ نے اسی کے ذریعہ اپنا فرمان دعوت بھیجا۔
۶- بلقیس نے اپنے درباریوں سے نامۂ سلیمانی کا تذکرہ کر کے کچھ تحفے بھیجنا مناسب سمجھا اور جنگ کرنا پسند نہ کیا۔
۷- جب ایلچی تحفے لے کر آئے تو سلیمان علیہ السلام نے وہ واپس کر دیئے اور فرما دیا کہ اگر اسلام قبول نہ کیا تو ہم لشکر کشی کر کے تمہارا ملک تباہ کر دیں گے۔
۸- ایلچیوں سے یہ حال معلوم کر کے بلقیس نے حاضر دربار سلیمانی ہونے کا عزم کر لیا۔
۹- دربار سلیمانی میں شیشہ کی چھت جس میں پانی نہ تھا وہاں سے بلقیس آئی پنڈلیاں کھولیں پھر اطمینان کر کے کہ یہ پانی نہیں پنڈلی چھپالی۔
۱۰- اس شان وشوکت کو دیکھ کر بلقیس ایمان لائی اور اپنا تخت پچی کاری بدلا ہوا پا کر مرعوب ہو گئی۔
۱۱- پھر بلقیس ایمان لے آئی۔

ارباب سیر کی سیر کرنے سے بہت سی رنگ آمیزیاں اس قصہ میں ملتی ہیں مثلاً

۱- بلقیس کی شادی سلیمان علیہ السلام سے ہوئی۔ اس کی اصل قرآن کریم میں نہیں اگر ہوئی ہو تو ہوئی اور نہ ہوئی ہو تو نہ ہوئی۔
۲- حضرت سلیمان علیہ السلام بلقیس پر فریفتہ تھے یہ الزام اور خرافات خالص ہے جس کی کوئی اصل نہیں اور ایسا الزام نبی کی ذات پر نازیبا بھی ہے۔
۳- بلقیس جنیہ کی اولاد تھی یہ بھی سیر کی سیرانی شان ہے یا بعض غیر مستند احادیث سے پتہ چلتا ہے۔
۴- بلقیس کے متعلق بتایا گیا تھا کہ اس کی پنڈلیوں میں بال ہیں اس لئے آپ نے صرح ممرد بالقواریر تیار کرائی تا کہ وہ پانی کا حوض سمجھ کر پنڈلیاں کھول کر اس میں اترے اور آپ اس کی پنڈلیاں دیکھ لیں۔ یہ بھی محض بے اصل اور غیر ذمہ دار بات ہے جسے ایک نبی کی طرف منسوب کرنا بڑی جرأت کرنا ہے۔

پھر معتزلہ نے اس میں کھینچ تان جو کی ہے وہ بھی محض زائد امر ہے اور بے معنی ہے۔

اب اصل تفسیر ملاحظہ فرمائیں

مختصر تفسیر اردو تیسرا رکوع - سورۂ نمل - پ ۱۹

اس رکوع میں جو نادر لغات ہیں اول وہ سمجھ لیں۔

لَا قِبَلَ لَهُمْ ۔قبل کے معنی طاقت کے ہیں اور اصل میں قبل کہتے ہیں مقابلہ کو **وَالْمَعْنٰى لَا يَقْدِرُوْنَ اَنْ يُّقَابِلُوْهُمْ**۔

عِفْرِيْتٌ۔آدمیوں میں سے وہ جو خبیث و منکر ہو اور شیاطین میں سے وہ جو خبیث و سرکش ہو۔

اَنْ یَّرْتَدَّ اِلَیْكَ طَرْفُكَ۔ طرف کہتے ہیں دیکھنے کے وقت پلک جھپکانے کو اس سے کمال سرعت میں مبالغہ مقصود ہے۔ اور تخت بلقیس کو پلک جھپکنے میں لا دینا قدرت الٰہی عزوجل سے بعید نہیں وَمَا ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ بِعَزِیْزٍ۔

نَكِّرُوْا لَهَا۔ یَعْنِیْ اِجْعَلُوا الْعَرْشَ مُنْكَرًا وَ مُغَیَّرًا عَنْ شَكْلِهٖ۔

كَاَنَّهٗ هُوَ۔ بلقیس نے هُوَ هُوَ نہیں بلکہ كَاَنَّهٗ هُوَ کہا گویا کہ وہ ویسا ہی ہے۔

اِنَّهٗ صَرْحٌ مُّمَرَّدٌ مِّنْ قَوَارِیْرَ۔ صَرْحٌ محل۔ مُّمَرَّدٌ۔ صاف چکنا۔ قَوَارِیْرَ۔ جمع قارورہ کی ہے اور قارورہ وہ شیشہ ہے جو صاف و مجلی ہو۔

تفسیر رکوع سوم۔ سورۃ نمل۔ پ ۱۹

قَالَتْ یٰۤاَیُّهَا الْمَلَؤُا اَفْتُوْنِیْ فِیْۤ اَمْرِیْ ۚ مَا كُنْتُ قَاطِعَةً اَمْرًا حَتّٰى تَشْهَدُوْنِ ﴿۳۲﴾ ۔

بلقیس بولی اے درباریو! مجھے مشورہ دو میرے معاملہ میں میں قطعی فیصلہ نہیں کرتی کسی بات کا جب تک تم جمع نہ ہو۔

آلوسی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: وَالْاِفْتَاءُ عَلٰى مَا قَالَ صَاحِبُ الْمَطْلَعِ الْاِشَارَةُ عَلَى الْمُسْتَفْتِیْ فِیْمَا حَدَثَ لَهٗ مِنَ الْحَادِثَةِ بِمَا عِنْدَ الْمُفْتِیْ مِنَ الرَّأْیِ وَالتَّدْبِیْرِ وَ هُوَ اِزَالَةُ مَا هُوَ لَهٗ مِنَ الْاِشْكَالِ۔

صاحب مطلع فرماتے ہیں اس میں اشارہ ہے مستفتی پر جو کوئی حادثہ ہوا سے مفتی سے رائے اور تدبیر کے متعلق دریافت کرنا ہے اور ازالہ کرنا ہے اس مشکل کا۔

وَ فِی الْمُغْرِبِ اِشْتِقَاقُ الْفَتْوٰى مِنَ الْفَتٰى لِاَنَّهَا جَوَابٌ فِیْ حَادِثَةٍ اَوْ اِحْدَاثُ حُكْمٍ اَوْ تَقْوِیَةُ بَیَانِ الْمُشْكِلِ۔ اور مغرب میں ہے کہ فتویٰ فتی سے مشتق ہے اس لئے کہ وہ جواب ہوتا ہے حادثہ میں یا حکم لینا ہوتا ہے کسی احداث میں یا تقویت ہوتی ہے کسی بیان مشکل میں۔

تو اس کے معنی یہ ہوئے کہ مجھے مشورہ دو جو تمہاری رائے میں ہو اس معاملہ میں جو مجھ پر آیا ہے۔

مَا كُنْتُ قَاطِعَةً اَمْرًا حَتّٰى تَشْهَدُوْنِ ﴿۳۲﴾ ۔ میں کسی معاملہ میں قطعی فیصلہ نہیں کرتی جب تک تم نہ موجود ہو۔

آلوسی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اَیْ مَا اَقْطَعُ اَمْرًا مِّنَ الْاُمُوْرِ الْمُتَعَلِّقَةِ بِالْمُلْكِ اِلَّا بِمَحْضَرِكُمْ وَ بِمُوْجِبِ اٰرَائِكُمْ وَاسْتَدَلَّ بِالْاٰیَةِ عَلٰى اِسْتِحْبَابِ الْمُشَاوَرَةِ وَالْاِسْتِعَانَةِ بِالْاٰرَاءِ فِی الْاُمُوْرِ الْمُهِمَّةِ۔ اس آیت سے استحباب مشورہ اور استعانت امور مہمہ میں آرائے اہل الرائے ثابت ہوتا ہے۔ اس پر اعیان دولت نے جواب دیا:

قَالُوْا نَحْنُ اُولُوْا قُوَّةٍ وَّاُولُوْا بَاْسٍ شَدِیْدٍ ۙ۬ وَّالْاَمْرُ اِلَیْكِ فَانْظُرِیْ مَاذَا تَاْمُرِیْنَ ﴿۳۳﴾ ۔

بولے سب کہ ہم تعداد اور جسم میں پوری قوت والے ہیں اور جنگ میں کامل جانباز اور شجاع ہیں مگر حال یہ ہے کہ حکم تو تمہارا ہی ہے لہٰذا دیکھ لو اور سوچ کر حکم دو ہمیں تعمیل میں عذر نہیں۔

یعنی سب نے کہا اگر جنگ کرنا ہے تو ہم ہر طرح تیار ہیں۔ آلوسی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: قِیْلَ كَانَ اَهْلُ مَشْوَرَتِهَا ثَلٰثُ مِائَةٍ وَّ اِثْنٰى عَشَرَ رَجُلًا كُلُّ وَاحِدٍ عَلٰى عَشَرَةِ الْاٰفٍ۔ یہ اہل مشورہ تین سو بارہ آدمی تھے اور ہر ایک دس دس ہزار پر حکمران تھا۔

اس کے علاوہ اور روایتیں ہیں جن میں اتنا مبالغہ ہے کہ ارض یمن کی آبادی سے بھی فوج کی تعداد بڑھ جاتی ہے بہر حال

جتنے بھی تھے انہوں نے فیصلہ بلقیس کے ہاتھ میں دے دیا اور اپنی طرف سے جنگ کے لئے حوصلہ افزا جواب دے دیا۔ لیکن بلقیس عقیلہ فہیمہ تھی اس نے سوچ کر اعیان دولت کو جواب دیا:

قَالَتْ اِنَّ الْمُلُوْكَ اِذَا دَخَلُوْا قَرْیَةً اَفْسَدُوْهَا وَ جَعَلُوْۤا اَعِزَّةَ اَهْلِهَاۤ اَذِلَّةً ۚ وَ كَذٰلِكَ یَفْعَلُوْنَ ﴿۳۴﴾۔

بولی بلقیس کہ بادشاہ جب کسی بستی میں داخل ہوتے ہیں تو اسے برباد کر دیتے ہیں اور اس بستی کے معززین کو ذلیل کر دیتے ہیں اور ایسا ہی عام طور پر دیکھا گیا ہے کہ وہ کرتے ہیں۔

لہٰذا میں جنگ پسند نہیں کرتی بلکہ دوسرا طریقہ بہتر سمجھتی ہوں وہ یہ کہ

وَ اِنِّیْ مُرْسِلَةٌ اِلَیْهِمْ بِهَدِیَّةٍ فَنٰظِرَةٌۢ بِمَ یَرْجِعُ الْمُرْسَلُوْنَ ﴿۳۵﴾۔

کہ میں کچھ تحفے ہدیۂ حضرت سلیمان علیہ السلام کی طرف بھیجتی ہوں اور دیکھتی ہوں کہ وہ کس حال میں واپس آتے ہیں۔

اور بلقیس نے قوم سے کہا کہ اگر وہ دنیاوی بادشاہ ہیں تو ہمارے تحفے لے کر راضی ہو جائیں گے پھر ہم بھی ان کے ساتھ دنیا والوں کی طرح برتاؤ کریں گے۔

اور اگر وہ فی الواقع نبی ہیں تو ہمارے تحفوں سے ہرگز راضی نہ ہوں گے پھر ہمیں بھی چاہئے کہ ہم ان کے دین کا اتباع کریں۔

ہدیہ عربی میں اسے کہتے ہیں جو عطیہ کی شکل میں تعظیماً پیش کیا جائے۔ چنانچہ ہدایا کی تفصیل بروایت ابن عباس رضی اللہ عنہما یہ ہے: اِنَّهَا كَانَتْ مِائَةُ وَ صِیْفٍ وَ مَائَةُ وَ صِیْفَةٍ۔ یعنی سو غلام اور سو لونڈیاں تھیں۔

اور وہب رحمہ اللہ کہتے ہیں پانچ سو غلام اور پانچ سو لونڈیاں بھیجیں اور لونڈیوں کو غلاموں کے لباس میں ملبوس کر کے قبائیں پہنائیں اور کمر پٹکے لگائے اور غلاموں کو لونڈیوں کا لباس پہنا کر ان کے ہاتھوں میں سونے کے کنگن گلے میں سنہری طوق کانوں میں سونے کی بالیاں جن میں جڑاؤ جھمکے تھے، پہنائے پھر لونڈیوں کو پانچ سو چھیروں پر سوار کیا اور غلاموں کو پانچ سو تاتاری گھوڑوں پر سوار کیا اور ہر ایک سواری پر سنہری جھولیں تھیں جو جواہرات سے مرصع تھیں اور ان پر پردہ دیباج کے تھے۔

اور بہت سی اینٹیں سونے کی اور بہت سی چاندی کی تھیں۔

اور ایک تاج بھیجا جو موتیوں سے مکلل اور یاقوت سے مرصع تھا۔

اور مشک اور عنبر اور عود اور ایک چار سالہ اونٹ کے بچے پر موتی اصلی اور ایک گھونگا جس کے سوراخ ٹیڑھے تھے۔ پھر اشراف قوم سے ایک شخص کو بلایا جس کا نام منذر بن عمرو تھا اور اس کے ساتھ اپنی قوم کے اہل الرائے اور ذی عقل لوگ کئے اور ایک نامہ لکھا جس میں ان تمام تحائف کا ذکر تھا۔

اور آخر میں لکھا تھا: اِنْ كُنْتَ نَبِیًّا مَیِّزْ بَیْنَ الْغِلْمَانِ وَ الْجَوَارِیْ اگر آپ نبی ہیں تو پہچان لیں کنیز اور غلمان کو۔

اور اپنے ایلچی کو کہا جب وہ کنیز اور غلمان میں فرق فرما دیں تو یہ موتی دینا کہ اس میں سوراخ کرا دیں۔

اور اس گھونگے پر ڈورا پروا دیں۔

اور غلاموں کو حکم دیا کہ وہ حضرت سلیمان علیہ السلام سے زنانی طرز پر گفتگو کریں۔

اور کنیزوں کو کہا کہ تم مردانہ طرز پر بولنا۔

اور قاصد کو ہدایت کی کہ تم دیکھنا کہ وہ تم سے سختی اور ہیبت کے ساتھ گفتگو کرتے ہیں اگر غصہ و غضب سے گفتگو کریں ڈرنا نہیں کہ ہم ان سے قوت میں بہت زیادہ ہیں اور سمجھ لینا کہ یہ صرف بادشاہ ہے۔

اور اگر تم سے ہشاش بشاش طریقہ پر لطف و کرم سے پیش آئیں تو سمجھ لینا یہ نبی ہیں۔

مختصر یہ کہ قاصد تحفے تحائف لے کر ادھر روانہ ہوا۔

ادھر ہد ہد جو سب کچھ دیکھ رہا تھا تیزی سے چلا اور حضرت سلیمان علیہ السلام کی خدمت میں سارا حال آ کر سنا دیا۔

آپ نے اسی وقت حکم دیا کہ سونے کی اینٹیں بنائی جائیں اور چاندی کی بھی تیار کی جائیں۔

جنوں نے حکم سنتے ہی تیار کر دیں پھر حکم دیا یہ اینٹیں نو فرسخ تک بچھا کر سڑک بنا دو اور سونے چاندی کی اینٹوں کی دونوں طرف دیوار بنا دو۔ جب یہ کام ہو جائے تو آپ نے فرمایا: اَیُّ الدَّوَابِّ الْبَرِّ وَالْبَحْرِ اَحْسَنُ فَقَالُوْا یَا نَبِیَّ اللّٰہِ مَا رَاَیْنَا مِنْ دَوَابٍّ فِی الْبَحْرِ یُقَالُ لَھَا کَذَا وَ کَذَا مُخْتَلِفًا اَلْوَانُھَا لَھَا اَجْنِحَۃٌ وَّ اَعْرَافٌ وَ نَوَاصِیْ قَالَ عَلَیَّ بِھَا السَّاعَۃَ فَاَتَوْہُ بِھَا قَالَ شُدُّوْھَا عَنْ یَمِیْنِ الْمَیْدَانِ وَ عَلٰی شِمَالِہٖ۔ کہاں کہاں کے جانور دریائی اور جنگلی خوبصورت ہیں عرض کیا حضور فلاں فلاں جگہ سے بہتر ہم نے خوبصورت جانور نہیں دیکھے ان کے بازو ایسے پیشانیاں ایسی ہیں فرمایا فوراً حاضر کرو۔

چنانچہ سب حاضر کئے گئے حکم ہوا انہیں اس جنگل میں باندھ دو۔

پھر آپ نے جن و شیاطین اور انسانوں کو اور وحوش و طیور کو حکم دیا کہ وہ اپنی اولادیں جمع کریں چنانچہ سب جمع ہو گئیں۔

پھر آپ اپنے تخت پر جلوہ فرما ہوئے اور چار ہزار کرسی اپنے دائیں بائیں لگائی۔

اب وہ فرستادہ آئے تو انہوں نے دیکھا کہ جانور بھی ایسے خوبصورت ہیں کہ اس سے قبل ہم نے نہ دیکھے۔

آگے چلے تو سڑک سونے چاندی کی اینٹوں کی دیکھی دورویہ دیوار بھی گنگا جمنی اینٹوں سے کھڑی پائی تو انہیں اپنے دل میں شرم آئی تو جو کچھ سونا چاندی لائے تھے اسے راستہ میں ہی چھپا دیا۔

اور بارگاہ سلیمانی میں پہنچ کر نامہ بلقیس پیش کیا آپ نے اسے پڑھ کر فرمایا۔

اَیْنَ الْحُقُّ؟۔ وہ ڈبیا کہاں ہے؟ قاصدوں نے پیش کی آپ نے اسے ہلایا کہ جبریل امین علیہ السلام نے حاضر ہو کر عرض کیا اس میں موتی ہے اس کے اندر یہ چھید کرانا چاہتے ہیں اور ایک گھونگا ہے جس میں ٹیڑھا سوراخ ہے اس میں ڈورا پروانا مطلوب ہے۔

چنانچہ ایک دیمک جسے ارضہ کہتے ہیں کو حکم ہوا اس نے ڈورا پکڑا ایک طرف سے چل کر ٹیڑھے رخ سے باہر آ گئی۔

پھر موتی میں سوراخ کے لئے دودۂ بیضا کو حکم ہوا اس نے سوراخ کر دیا۔

پھر کنیز و غلام کے امتیاز کی باری آئی وہ بھی آپ نے ممیّز فرما لئے۔

اس کے بعد آپ نے ہدایا تمام واپس فرما دیئے اور اس قسم کی سیر کی روایتیں بہت سی ہیں جو بخوف طوالت نقل نہیں کی گئیں۔

علاوہ اس کے علامہ آلوسی رحمہ اللہ نے ان روایات میں اپنی رائے یہ دی ہے کہ وَ کُلُّ ذَالِکَ الْاَخْبَارِ لَا

يُدْرٰى صِحَّتُهَا وَلَا كِذْبُهَا۔ بہرحال قرآن کریم اتنا فرماتا ہے کہ

فَلَمَّا جَآءَ سُلَيْمٰنَ قَالَ اَتُمِدُّوْنَنِ بِمَالٍ ۫ فَمَاۤ اٰتٰىنِۦَ اللّٰهُ خَيْرٌ مِّمَّاۤ اٰتٰىكُمْ ۚ بَلْ اَنْتُمْ بِهَدِيَّتِكُمْ تَفْرَحُوْنَ ﴿۳۶﴾۔

جب وہ فرستادے حضرت سلیمان کی خدمت میں آئے (اور لائے ہوئے تحفے پیش کئے تو) فرمایا کیا تم میری مدد مال سے کرتے ہو تو جو اللہ نے مجھے عطا فرمایا ہے (نبوت و مملکت سے وہ) بہتر ہے اس سے جو تمہارے پاس ہے بلکہ تم تو اس قسم کے تحفے تحائف سے راضی ہو۔

فَكَاَنَّهٗ قِيْلَ اُنْكِرُ اِمْدَادَكُمْ اِيَّایَ بِمَالٍ لِاَنَّ مَا عِنْدِیْ خَيْرٌ مِّنْهُ فَلَاحَاجَةَ لِیْ اِلٰى هَدِيَّتِكُمْ۔

گویا آپ نے فرمایا کہ مجھے تمہاری امداد کی ضرورت نہیں ایسے تحفے تحائف سے تم لوگ ہی اپنی پست ہمتی سے خوش ہوتے ہو کیونکہ تمہارے دل محبت دنیا میں منہمک ہیں اور فرمایا:

اِرْجِعْ اِلَيْهِمْ فَلَنَاْتِيَنَّهُمْ بِجُنُوْدٍ لَّا قِبَلَ لَهُمْ بِهَا وَلَنُخْرِجَنَّهُمْ مِّنْهَاۤ اَذِلَّةً وَّهُمْ صٰغِرُوْنَ ﴿۳۷﴾۔

آپ نے فرستادوں کو حکم دیا کہ جاؤ اور اپنے تحفے لے جاؤ اور (بلقیس کو کہہ دو کہ یا تو اسلام لا کر آئے ورنہ) یقیناً ہم وہ لشکر لائیں گے جس کے مقابلہ کی قوت نہ ہوگی اور ہم ضرور تمہیں ملک سبا سے نکال دیں گے اور تمہاری عزت و تمکنت سب جاتی رہے گی اور بلندی سے پستی میں آجاؤ گے۔

چنانچہ فرستادے بلقیس کے پاس پہنچے اور سطوت سلیمانی کا مفصل حال اور آپ کی مال سے بے پرواہی کا سب واقعہ سنا دیا۔ بلقیس نے سن کر فیصلہ کیا کہ وہ یقیناً نبی اللہ ہیں اور ان سے مقابلہ محال ہے لہٰذا مجھے ان کی خدمت میں حاضر ہونا چاہئے۔

اس کا علم بھی انوار نبوت یا کسی ذریعہ سے حضرت سلیمان علیہ السلام کو ہوگیا اور آپ نے اپنے دربار میں فرمایا:

قَالَ يٰۤاَيُّهَا الْمَلَؤُا اَيُّكُمْ يَاْتِيْنِیْ بِعَرْشِهَا قَبْلَ اَنْ يَّاْتُوْنِیْ مُسْلِمِيْنَ ﴿۳۸﴾۔

فرمایا اے درباریو تم میں کون ایسا ہے جو میرے پاس بلقیس کا تخت اس کے مسلمان ہو کر یہاں آنے سے پہلے لادے۔

ادھر یہاں یہ انتظام کیا گیا ادھر بلقیس نے روانگی کا اہتمام کیا۔

چنانچہ آلوسی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اِذَا عَلِمَتْ اَنَّهٗ نَبِیٌّ وَلَا طَاقَةَ لَهَا بِقِتَالِهٖ۔ جب بلقیس نے جان لیا کہ وہ نبی ہیں اور اس کے مقابلہ کی اس میں طاقت نہیں۔ تو سب سے پہلے اس نے اپنے تخت کو محفوظ جگہ رکھوایا اور مقفل کر کے پاسبان مقرر کر دیئے پھر یہ روانہ ہوئی اور حضرت سلیمان علیہ السلام کو اطلاع دی اِنِّیْ قَادِمَةٌ عَلَيْكَ بِمُلُوْكِ قَوْمِیْ حَتّٰى اَنْظُرَ مَا اَمْرُكَ وَمَا تَدْعُوْا اِلَيْهِ مِنْ دِيْنِكَ۔ میں اپنی قوم کے نوابوں کے ساتھ آپ کی خدمت میں آرہی ہوں تاکہ میں دیکھوں آپ اپنے دین کے لئے مجھے کیا دعوت دیتے ہیں۔

غرضکہ آپ کے اس فرمان پر ایک طاقتور جن جسے عفریت کہا جاتا ہے کھڑا ہوا اور کہنے لگا:

قَالَ عِفْرِيْتٌ مِّنَ الْجِنِّ اَنَا اٰتِيْكَ بِهٖ قَبْلَ اَنْ تَقُوْمَ مِنْ مَّقَامِكَ ۚ وَاِنِّیْ عَلَيْهِ لَقَوِیٌّ اَمِيْنٌ ﴿۳۹﴾۔

ایک عفریت طاقتور جن عرض کرنے لگا حضور! میں اس تخت کو آپ کی خدمت میں پیش کر سکتا ہوں قبل اس کے کہ آپ اپنے دربار سے اٹھیں اور میں اس تمام کام کی قوت رکھتا ہوں اور پورا امانت دار ہوں۔

عفریت عربی میں خبیث سرکش کو کہتے ہیں۔ چنانچہ آلوسی رحمہ اللہ قَالَ عِفْرِيْتٌ پر اسے خبیث مارد جن فرماتے ہیں۔

اس عفریت کے نام میں اختلاف ہے۔

ابن جریر ابن منذر ابن ابی حاتم رحمہم اللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اس کا نام صخر فرماتے ہیں۔

اور ابن ابی حاتم، ابن جریر شعیب الجبائی رحمہم اللہ سے ناقل ہیں: اِنَّ اِسْمَهٗ کُوْزَنُ اس کا نام کوزن تھا۔

اور ایک روایت میں اس کا نام کوزی بتایا ہے۔

ایک روایت سے اس کا نام ذکوان ملتا ہے۔

آپ کی مجلس احکام جاری کرنے کے لئے صبح سے ظہر تک ہر روز ہوتی تھی۔

چنانچہ ذکوان عفریت نے اتنا وقت تخت لانے کے لئے مانگا اور عرض کیا میں یہ طاقت رکھتا ہوں کہ اس مدت میں وہ تخت لے آؤں اور امانت دار ہوں اس میں سے کچھ نہ نکالوں گا نہ تبدیل کروں گا کہ اتنے میں ایک وہ بولے جنہیں علم کتاب حاصل تھا:

قَالَ الَّذِیْ عِنْدَهٗ عِلْمٌ مِّنَ الْكِتٰبِ اَنَا اٰتِیْكَ بِهٖ قَبْلَ اَنْ یَّرْتَدَّ اِلَیْكَ طَرْفُكَ ؕ۔

بولا وہ جس کے پاس کتاب کا علم تھا کہ میں آپ کی خدمت میں پلک جھپکنے سے پہلے حاضر کر سکتا ہوں۔

یہ علم کتاب رکھنے والے کون تھے اس کے متعلق جمہور میں سے

حضرت ابن عباس اور یزید بن امان اور حسن علیہم رضوان فرماتے ہیں کہ وہ آصف بن برخیا ابن شعیا ابن منکیل تھے ان کی والدہ کا نام باطورا تھا جو بنی اسرائیل سے تھیں اور یہ حضرت سلیمان علیہ السلام کے وزیر تھے۔

اور مجمع البیان میں یہ ہے کہ اِنَّهٗ وَزِیْرُهٗ وَابْنُ اُخْتِهٖ وَكَانَ صِدِّیْقًا یَعْلَمُ الْاِسْمَ الْاَعْظَمَ۔ یہ وزیر تھے حضرت سلیمان علیہ السلام کے اور آپ کے بھانجے تھے اور آپ کے دوست تھے اور اسم اعظم جانتے تھے۔

ایک قول ہے کہ آپ کا کاتب تھا۔

اس کے علاوہ اور اقوال بھی ہیں جس میں ان کا نام اسطوریا یا اسطورس بھی ہے۔ کسی نے کہا ذوالنور نام تھا۔ کسی نے کہا وہ حضرت خضر ہی تھے۔ کسی نے کہا ان کا نام ملیخا تھا۔ ایک قول ہے کہ ان کا نام ملخ تھا۔ ایک قول ہے کہ ان کا نام تملیخا ہے۔ کسی نے کہا ان کا نام ہود تھا کسی نے کہا ان کا نام ضبہ ابن اودحبہ کسی نے کہا وہ حضرت جبریل امین ہی تھے۔

بہر حال جمہور اسی طرف ہیں کہ وہ حضرت آصف بن برخیا تھے۔

اب قدرتاً یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام آصف بن برخیا کے تخت منگوانے میں معاذ اللہ محتاج تھے جب ہی تو آپ نے اَیُّكُمْ یَاْتِیْنِیْ بِعَرْشِهَا فرمایا۔ اور عفریت کے دیر میں لانے کے سبب دوسری طرف توجہ کی اور آصف کے ذریعہ وہ تخت چشم زدن میں آ گیا۔

اس پر علامہ تقی موسیٰ بن محمد بن علی بن موسیٰ اور یحییٰ بن اکثم رحمہم اللہ فرماتے ہیں کہ یہ سوال ہم نے آپس میں کیا تو یحییٰ بن اکثم نے جواب نہ دیا حتیٰ کہ انہوں نے اپنے بھائی علی بن محمد سے یہ سوال کیا کہ کیا سلیمان علیہ السلام علم آصف کے محتاج تھے کہ وہ خود تخت نہ لا سکے اور آصف سے منگوایا۔

تو آپ نے فرمایا: لَمْ یَعْجِزْ سُلَیْمَانُ عَنْ مَعْرِفَةِ مَا عَرَفَ اٰصَفُ لٰكِنَّهٗ عَلَیْهِ السَّلَامُ اَحَبَّ اَنْ یُّعَرِّفَ اُمَّتَهٗ مِنَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ اَنَّهُ الْحُجَّةُ مِنْ بَعْدِهٖ وَ ذٰلِكَ مِنْ عِلْمِ سُلَیْمَانَ اَوْدَعَهٗ اٰصَفَ بِاَمْرِ اللّٰهِ

فَفَهَّمَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى لِئَلَّا يُخْتَلَفَ فِيْ اِمَامَتِهٖ۔

حضرت سلیمان علیہ السلام اس علم سے ہرگز عاجز نہ تھے لیکن آپ کو یہ پسند تھا کہ آپ کی امت جن وانس سے جان لے کہ آصف آپ کے بعد امام قوم ہیں اور یہ علم علم سلیمان علیہ السلام سے آصف کو بہ حکم الٰہی عزوجل ودیعت کیا گیا تھا تاکہ آپ کے بعد آپ کی امامت میں کوئی اختلاف نہ کرے۔

اور وہ اسم اعظم جو آپ نے آصف بن برخیا کو تعلیم فرمایا تھا وہ یہ تھا: يَا حَيُّ يَا قَيُّوْمُ۔

ایک قول ہے وہ اسم اعظم تھا: يَا ذَا الْجَلَالِ وَالْاِكْرَامِ۔

ایک قول ہے وہ اسم تھا: اَللّٰهُ الرَّحْمٰنُ۔

ایک قول ہے کہ وہ اسم عبرانی تھا: اَهْيَا اَشْرَاهْيَا۔

اور ابن جریر اور ابن ابی حاتم زہری رحمہم اللہ سے راوی ہیں کہ حضرت آصف نے یہ دعا پڑھی تھی: يَا اِلٰهَنَا وَاِلٰهَ كُلِّ شَيْءٍ اِلٰهًا وَّاحِدًا لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ ائْتِنِيْ بِعَرْشِهَا۔

اور طرف عربی میں تحریک اجفان یعنی پلک جھپکنے کو کہتے ہیں۔

چنانچہ آپ نے پلک جھپکائی جب کھولی تو۔

فَلَمَّا رَاٰهُ مُسْتَقِرًّا عِنْدَهٗ۔ اور دیکھا تو وہ تخت آپ کے سامنے تھا تو آپ نے شکریہ الٰہی عزوجل کیا۔

قَالَ هٰذَا مِنْ فَضْلِ رَبِّيْ ۔ اور کہا یہ میرے رب کا فضل ہے۔

لِيَبْلُوَنِيْٓ ءَاَشْكُرُ اَمْ اَكْفُرُ ۔ تاکہ وہ میرا امتحان لے کہ میں شکر کرتا ہوں یا ناشکری۔

اس کے بعد آپ نے عام اصولی بات ظاہر کی وہ یہ کہ اللہ تبارک وتعالیٰ کا شکر کرنے والا نعمتوں میں زیادہ حقدار ہوجاتا ہے اور ناشکرا عذاب میں مبتلا ہوتا ہے جیسا کہ ارشاد عالی ہے لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَاَزِيْدَنَّكُمْ وَلَئِنْ كَفَرْتُمْ اِنَّ عَذَابِيْ لَشَدِيْدٌ۔ اگر تم شکر کرو تو ہماری نعمتیں تمہیں زیادہ ملیں گی اور ناشکری کرو گے تو ہمارا عذاب بہت سخت ہے۔

ورنہ تمہارا شکر ہمیں کوئی نفع نہیں دیتا اور تمہاری ناشکری سے ہمیں نقصان نہیں ہوتا اور وہی حضرت سلیمان علیہ السلام نے فرمایا:

وَمَنْ شَكَرَ فَاِنَّمَا يَشْكُرُ لِنَفْسِهٖ ۚ وَمَنْ كَفَرَ فَاِنَّ رَبِّيْ غَنِيٌّ كَرِيْمٌ ۝ ۔

اور جو شکر کرے گا وہ اپنا ہی بھلا کرے گا اور جو ناشکری کرے گا تو میرا رب بے پروا کریم ہے۔

یعنی ان کی شکر گزاری ان کے نفع کا موجب اور ناشکری میں اللہ تعالیٰ بے پرواہ ہے اور وہ تو پھر بھی کرم فرماتا ہے البتہ ناشکرا نعمتوں سے محروم ہوجاتا ہے۔

اب آگے کے قصہ کی طرف رجوع فرمایا گیا۔

قَالَ نَكِّرُوْا لَهَا عَرْشَهَا نَنْظُرْ اَتَهْتَدِيْٓ اَمْ تَكُوْنُ مِنَ الَّذِيْنَ لَا يَهْتَدُوْنَ ۝ ۔ فرمایا سلیمان نے بیگانہ کردو اس کے تخت کو ہم دیکھتے ہیں وہ صحیح عقل سے اسے پہچانتی ہے یا ویسے ہی ہوتی ہے جیسے نہ جاننے والے ہوتے ہیں۔

یعنی اس تخت کی پچی کاری اور جڑاول بدل دو تاکہ اس تخت کی شکل وہ نہ رہے ہر نگینہ اکھاڑ کر اس کی جگہ دوسرا نگینہ جڑدو۔

بعض نے کہا اس کے نیچے کی جڑ اول اوپر کردو اور اوپر کی نیچے۔

ہم دیکھنا چاہتے ہیں کہ وہ کتنی ذہین ہے چنانچہ تعمیل حکم ہوئی اور وہ تمام جواہرات بدل گئے۔

فَلَمَّا جَآءَتْ قِيْلَ اَهٰكَذَا عَرْشُكِ ؕ۔ تو وہ جب آ گئی اس سے پوچھا گیا کیا تیرا تخت ایسا ہی ہے۔

یعنی وہ تخت جسے تو مقفل کر کے محفوظ کر آئی تھی تو اس نے تخت دیکھ کر جواب دیا:

قَالَتْ كَاَنَّهٗ هُوَ۔ بولی بلقیس یہ گویا کہ وہی ہے۔

یعنی اگرچہ وہ نہیں ہے، لیکن ویسا ہی ہے اس کی پچی کاری میں اور اس کی پچی کاری میں فرق ہے لیکن طول وعرض اور ساخت میں بالکل یہ ویسا ہی ہے اور اس تخت پر کیا منحصر ہے۔

وَاُوْتِيْنَا الْعِلْمَ مِنْ قَبْلِهَا وَكُنَّا مُسْلِمِيْنَ ﴿۴۲﴾ ۔حضور! مجھے اس سے پہلے ہی علم ہو چکا تھا اور میں اسلام لا چکی تھی۔

یعنی آپ کی صحت نبوت اور کمال قدرت کا مجھے جب ہی علم ہو چکا تھا جب آپ کا نامہ عالی ہدہد لایا تھا اب اس معجزہ کے مشاہدہ کی مجھے ضرورت نہیں میں تو اول ہی آپ کو مان چکی تھی اور ایمان لا چکی تھی چنانچہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ارشاد ہے:

وَصَدَّهَا مَا كَانَتْ تَّعْبُدُ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ؕ اِنَّهَا كَانَتْ مِنْ قَوْمٍ كٰفِرِيْنَ ﴿۴۳﴾۔

اور روکا اس کو اس کے مذہب قدیم سے جو وہ پوجتی تھی اللہ کے سوا اور بے شک وہ قوم کفار سے تھی۔

یعنی دعوات اسلامیہ علانیہ قبول کرنے سے اس کی قدیم طرز عبادت اور شرک نے روک رکھا تھا اس لئے کہ وہ کافروں کی قوم سے تھی۔

بعض روایتوں میں ہے کہ جنوں نے جب بلقیس کے آنے کی خبر سنی تو اس سے خائف ہوئے کہ اگر آپ نے بلقیس سے عقد فرما لیا اور اس سے اولاد ہوگئی تو وہ جنوں کو ذلت سے دیکھے گا اور انسانوں کے حقوق زیادہ ملحوظ رکھے گا تو انہوں نے نہایت خفیہ سازش کر کے اول بلقیس کی طرف جنون کا الزام لگایا اور اس کے ساتھ ہی نفرت پیدا کرنے کی غرض سے عرض کیا: اِنَّ رِجْلَهَا كَحَوَافِرِ الْبَهَائِمِ بلقیس کی پنڈلیاں ایسی ہیں جیسے جانوروں کی کہ بالوں سے بھری ہوئی ہیں اس وجہ سے شیشے کی چھت بنوائی گئی اور اس کے نیچے پانی رکھا تا کہ بلقیس پنڈلی کھول کر جب آگے بڑھے گی تو پنڈلیوں کے بال معلوم ہو جائیں گے۔

اگرچہ اس کے مان لینے میں کوئی مضائقہ شرعی نہیں اس لئے کہ ابھی وہ مشرکہ تھی اور مشرکہ اور انعام میں کیا فرق ہے اُولٰٓئِكَ كَالْاَنْعَامِ بَلْ هُمْ اَضَلُّ۔

لیکن باوجود اس رخصت شرعی کے ہم اس قسم کی روایات کو بھی تسلیم کرنے کے لئے تیار نہیں۔

بہر حال جو الزام جنون اجنہ نے رکھا تھا اس کا امتحان تو تخت کے ذریعہ ہو گیا کہ بلقیس نے اس کے جواب میں كَاَنَّهٗ هُوَ کہہ کر اپنی ذہانت وفطانت کا پورا ثبوت دے دیا۔

دوسرا امتحان پنڈلی کے بالوں کا یا بلقیس کی مزید ذہانت کا یہ ہوا کہ اِنَّ سُلَيْمَانَ عَلَيْهِ السَّلَامُ اَمَرَ الْجِنَّ قَبْلَ قُدُوْمِهَا فَبَنَوْا لَهٗ عَلٰى طَرِيْقِهَا قَصْرًا مِّنْ زُجَاجٍ اَبْيَضَ وَ اُجْرِىَ مِنْ تَحْتِهِ الْمَاءُ وَاُلْقِىَ فِيْهِ مِنْ دَوَابِّ الْبَحْرِ السَّمَكُ۔ حضرت سلیمان علیہ السلام نے جنوں کو حکم دیا کہ اس کے آنے سے پہلے راستہ میں ایک محل سفید شیشہ کا

بنایا جائے اور اس کے آنے سے پہلے اس کے نیچے پانی جاری کیا جائے اس پانی میں دریا سے مچھلیاں ڈالی جائیں چنانچہ جنوں نے فوراً وہ محل تیار کر دیا۔

آپ نے اس کے صدر میں اپنا تخت لگایا آپ اس پر جلوہ فرما ہوئے اور آپ کے گرداگرد پرند اور جن وانس حاضر تھے اور اس لئے محل بنوایا گیا کہ اس کی ذہانت کا مزید امتحان ہو اور جنوں نے جو کہا تھا: اِنَّهَا شَعْرَاءُ السَّاقَيْنِ وَالرِّجْلَيْنِ وَرِجْلُهَا كَحَافِرِ الْحِمَارِ۔ وہ بہت بالوں والی پنڈلیاں رکھتی ہے اور اس کے پیر گدھے کے سموں کی طرح ہیں واللہ اعلم

آلوسی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ چھت بھی اس کی ذہانت وفطانت کے لئے ہی بنوائی تھی اور اتنے شفاف شیشے کی بنائی گئی تھی کہ اس پر شیشے کا شبہ ہی نہیں ہو سکتا تھا اور

قِيْلَ لَهَا ادْخُلِي الصَّرْحَ۔ اور اسے کہا گیا محل میں داخل ہو۔

اور اگر پنڈلی دیکھنے والی روایت تسلیم بھی کر لی جائے تو اباحت نظر قبل الخطبہ پر یہ آیت دلیل ہو سکتی ہے جس کی تفصیل کتب فقہ میں موجود ہے۔

فَلَمَّا رَاَتْهُ حَسِبَتْهُ لُجَّةً وَّكَشَفَتْ عَنْ سَاقَيْهَا۔ تو جب بلقیس نے دیکھا تو وہ سمجھی کہ یہ پانی کا حوض ہے تو اس نے پائنچے چڑھا کر پنڈلیاں کھولیں۔

صرح عربی میں بناء عالی کو بھی کہتے ہیں اور صحن قصر کو بھی کہتے ہیں۔

تو پائنچے اس لئے چڑھائے کہ پانی سے کپڑے نہ بھیگیں تو حضرت سلیمان علیہ السلام نے اسے جتایا اور

قَالَ اِنَّهٗ صَرْحٌ مُّمَرَّدٌ مِّنْ قَوَارِيْرَ ۬۔ فرمایا یہ چھت ہے چکنے شیشوں کی۔

قارورہ کی جمع قواریر ہے۔ پھر جبکہ اس نے یہ امر عظیم دیکھا تو علی الفور بول اٹھی۔

قَالَتْ رَبِّ اِنِّيْ ظَلَمْتُ نَفْسِيْ وَاَسْلَمْتُ مَعَ سُلَيْمٰنَ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝۴۴ ع۔ بلقیس بولی اے میرے رب میں نے اپنی جان پر ظلم کیا کہ سورج کی پوجا کی اور میں سلیمان کے ساتھ ایمان لائی رب العالمین پر اور غیر خدا کی پرستش اب ترک کر دی۔

اس کے بعد اب روایات سیر کی رنگ آمیزیاں بھی ملاحظہ کر لیں۔

وَاخْتُلِفَ فِيْ اَمْرِهَا بَعْدَ الْاِسْلَامِ فَقِيْلَ اِنَّهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ تَزَوَّجَهَا وَاَحَبَّهَا وَاَقَرَّهَا عَلٰى مُلْكِهَا وَاَمَرَ الْجِنَّ فَبَنَوْا لَهَا سَلِيْحِيْنَ وَغَمْدَانَ وَكَانَ يَزُوْرُهَا فِي الشَّهْرِ مَرَّةً فَيُقِيْمُ عِنْدَهَا ثَلٰثَةَ اَيَّامٍ وَوَلَدَتْ لَهٗ۔

بلقیس کے اسلام لانے کے بعد کے حالات میں اختلاف ہے۔

یہ بھی کہا جاتا ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام نے اس سے عقد فرمایا اور وہ محبوب بیوی بنی اور اس کی مملکت پر مختار فرمایا اور جنوں کو حکم دیا کہ اس کے لئے مسلح دو لشکر رکھیں اور تلواروں کا سایہ رکھیں گویا قلعہ میں محفوظ رکھیں اور آپ ایک ماہ میں ایک بار اس کے پاس آتے اور تین دن رہتے آپ سے اس کے اولاد بھی ہوئی۔

اور ابن عساکر سلمہ بن عبداللہ ربعی رحمہما اللہ سے راوی ہیں: اَنَّهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ اَمْهَرَهَا بَعْلَبَكَّ۔ بلقیس کے مہر

میں آپ علیہ السلام نے بعلبک شہر دیا تھا۔

اور اس کے غسل کے لئے حمام تعمیر کرایا اور یہ پہلا حمام تھا جو حضرت سلیمان علیہ السلام نے بنوایا اور نورہ یعنی ہڑتال چونہ سے بال اڑانا بھی آپ ہی کے زمانہ سے جاری ہوا۔

پھر ان روایتوں کے ساتھ یہ بھی روایت ہے۔

عَنْ وَهْبٍ اَنَّهٗ قَالَ زَعَمُوْا اَنَّ بِلْقِيْسَ لَمَّا اَسْلَمَتْ قَالَ لَهَا سُلَيْمَانُ اخْتَارِیْ رَجُلًا مِّنْ قَوْمِکِ اُزَوِّجُكِهٖ فَقَالَتْ اَمِثْلِیْ يَا نَبِیَّ اللّٰهِ تَنْكِحُ الرِّجَالَ وَقَدْ كَانَ فِیْ قَوْمِیْ مِنَ الْمُلْکِ وَالسُّلْطَانِ مَا كَانَ قَالَ نَعَمْ اِنَّهٗ لَا يَكُوْنُ فِی الْاِسْلَامِ اِلَّا ذٰلِکَ وَمَا يَنْبَغِیْ لَکِ اَنْ تُحَرِّمِیْ مَا اَحَلَّ اللّٰهُ لَکِ فَقَالَتْ زَوِّجْنِیْ اِنْ كَانَ لَا بُدَّ مِنْ ذٰلِکَ ذَا تُبَّعٍ مَلِکَ هَمْدَانَ فَزَوَّجَهَا اِيَّاهُ ثُمَّ رَدَّهَا اِلَی الْيَمَنِ وَسَلَّطَ زَوْجَهَا ذَاتُبَّعٍ وَ دَعَا زُوْبَعَةَ اَمِيْرَ جِنِّ الْيَمَنِ۔

بلقیس کو بعد از اسلام حضرت سلیمان علیہ السلام نے فرمایا اپنی قوم میں سے کسی کا انتخاب کر لے تو میں اس سے تیرا نکاح کر دوں اس نے عرض کیا حضور! میں کس کا انتخاب کروں۔ میری قوم سے ایک نواب تھا اس نے اقرار نہ کیا اور وہ مسلمان بھی نہیں۔ اب حضور کو یہ زیبا نہیں کہ آپ مجھے اس نعمت سے محروم فرمائیں جو اللہ نے آپ پر حلال کی ہے گو اس نے حضرت سلیمان علیہ السلام سے عقد کی خواہش کی اور اگر یہ کسی طرح ممکن نہیں تو اس تبع سے کر دیجئے جو ہمدان کا بادشاہ ہے پھر آپ نے بلقیس کو یمن بھیج دیا اور زوبعہ تبع امیر الجن سے اس کا عقد ہو گیا۔

پھر بیہقی اوزاعی رحمہما اللہ سے راوی ہیں کہ ایک برج ٹوٹی اس میں سے ایک حسین عورت کی لاش ملی جس کے سر پر ایک عمامہ اسی گز لمبا تھا اس کے ایک پلہ پر لکھا ہوا تھا سنہری خط میں:

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ اَنَا بِلْقِيْسُ مَلِكَةُ سَبَا زَوْجَةُ سُلَيْمَانَ بْنِ دَاوٗدَ عَلَيْهِمَا السَّلَامُ مَلِكْتُ مِنَ الدُّنْيَا كَافِرَةً وَّ مُؤْمِنَةً مَّا لَمْ يَمْلِكْهُ اَحَدٌ بَعْدِیْ صَارَ مَصِيْرِیْ اِلَی الْمَوْتِ فَاقْصُرُوْا يَا طَالِبِی الدُّنْيَا – وَاللّٰهُ اَعْلَمُ۔

میں بلقیس ملکہ سبا زوجہ سلیمان بن داؤد ہوں جب کافرہ تھی تو دنیا کی مالک ہوئی اور مومنہ ہو کر وہ ملک ملا کہ مجھ سے پہلے کسی کو نہ ملا اور میرے بعد بھی کسی کو نہ ملے گا اور انجام میرا موت پر ہوا تو اے طالب دنیا طلب دنیا میں کمی کرو۔ واللہ تعالیٰ اعلم

یہ وہ روایتیں ہیں جن پر صحیح و غلط ہونے کا احتمال ہے بہر حال سیر میں ایسے ایسے بہت سے واقعات ہیں جو بخوف طوالت نقل نہیں کئے اور تفسیر کو ان روایتوں سے تعلق بھی مناسب نہیں۔

بامحاورہ ترجمہ چوتھا رکوع – سورۂ نمل – پ ۱۹

وَ لَقَدْ اَرْسَلْنَاۤ اِلٰى ثَمُوْدَ اَخَاهُمْ صٰلِحًا اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ فَاِذَا هُمْ فَرِیْقٰنِ یَخْتَصِمُوْنَ ﴿۴۵﴾

اور بے شک بھیجا ہم نے ثمود کی طرف ان کی برادری سے صالح کو کہ اللہ کی عبادت کرو تو جس سے وہ دو گروہ ہوئے جھگڑا کرتے

قَالَ يٰقَوْمِ لِمَ تَسْتَعْجِلُوْنَ بِالسَّيِّئَةِ قَبْلَ الْحَسَنَةِ ۚ لَوْ لَا تَسْتَغْفِرُوْنَ اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ﴿۴۶﴾

صالح نے فرمایا اے میری قوم کیوں جلدی کرتے ہو برائی کی بھلائی سے پہلے کیوں نہیں بخشش مانگتے اللہ سے تا کہ تم پر رحم ہو

قَالُوا اطَّيَّرْنَا بِكَ وَبِمَنْ مَّعَكَ ؕ قَالَ طٰٓئِرُكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ بَلْ اَنْتُمْ قَوْمٌ تُفْتَنُوْنَ ﴿۴۷﴾

بولے ہم نے برا شگون لیا تم سے اور جو تمہارے ساتھ ہیں ان سے فرمایا تمہاری بدشگونی اللہ کے یہاں ہے بلکہ تم لوگ فتنہ میں ہو

وَكَانَ فِي الْمَدِيْنَةِ تِسْعَةُ رَهْطٍ يُّفْسِدُوْنَ فِي الْاَرْضِ وَلَا يُصْلِحُوْنَ ﴿۴۸﴾

اور شہر میں نو شخص تھے جو زمین میں فساد کرتے اور اصلاح نہیں چاہتے تھے

قَالُوْا تَقَاسَمُوْا بِاللّٰهِ لَنُبَيِّتَنَّهٗ وَاَهْلَهٗ ثُمَّ لَنَقُوْلَنَّ لِوَلِيِّهٖ مَا شَهِدْنَا مَهْلِكَ اَهْلِهٖ وَاِنَّا لَصٰدِقُوْنَ ﴿۴۹﴾

بولے آپس میں اللہ کی قسم کھا کر ہم ضرور ان کو چھاپہ ماریں گے صالح اور آپ کے گھر والوں پر پھر کہیں گے ان کے وارث سے کہ ہم موجود نہ تھے قتل کے وقت اور بے شک ہم سچے ہیں

وَمَكَرُوْا مَكْرًا وَّمَكَرْنَا مَكْرًا وَّهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ ﴿۵۰﴾

اور انہوں نے اپنا سا مکر کیا اور ہم نے اپنی خفیہ تدبیر فرمائی اور وہ بے خبر رہے

فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ مَكْرِهِمْ ۙ اَنَّا دَمَّرْنٰهُمْ وَقَوْمَهُمْ اَجْمَعِيْنَ ﴿۵۱﴾

تو دیکھو کیسا انجام ہوا ان کے مکر کا ہم نے ہلاک کر دیا انہیں اور ان کی ساری قوم کو۔

فَتِلْكَ بُيُوْتُهُمْ خَاوِيَةًۢ بِمَا ظَلَمُوْا ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ ﴿۵۲﴾

تو یہ ان کے گھر ہیں ڈھے پڑے بدلہ ان کے ظلم کا بے شک اس میں نشانی ہے جاننے والوں کے لئے

وَاَنْجَيْنَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَكَانُوْا يَتَّقُوْنَ ﴿۵۳﴾

اور بچالیا ہم نے انہیں جو ایمان لائے اور وہ پرہیزگار تھے

وَلُوْطًا اِذْ قَالَ لِقَوْمِهٖۤ اَتَاْتُوْنَ الْفَاحِشَةَ وَاَنْتُمْ تُبْصِرُوْنَ ﴿۵۴﴾

اور لوط کو جب اس نے قوم سے کہا کیا بے حیائی پر آتے ہو اور تم دیکھ رہے ہو

اَئِنَّكُمْ لَتَاْتُوْنَ الرِّجَالَ شَهْوَةً مِّنْ دُوْنِ النِّسَآءِ ؕ بَلْ اَنْتُمْ قَوْمٌ تَجْهَلُوْنَ ﴿۵۵﴾

کیا تم مردوں کے پاس شہوت سے جاتے ہو عورتیں چھوڑ کر بلکہ تم جاہل ہو

فَمَا كَانَ جَوَابَ قَوْمِهٖۤ اِلَّاۤ اَنْ قَالُوْۤا اَخْرِجُوْۤا اٰلَ لُوْطٍ مِّنْ قَرْيَتِكُمْ ۚ اِنَّهُمْ اُنَاسٌ يَّتَطَهَّرُوْنَ ﴿۵۶﴾

تو نہیں تھا جواب اس کی قوم کا مگر یہ کہ بولے نکال دو لوط کو اور اس کے گھر والوں کو اپنی بستی سے یہ لوگ ستھرا پن چاہتے ہیں

فَاَنْجَيْنٰهُ وَاَهْلَهٗۤ اِلَّا امْرَاَتَهٗ ۫ قَدَّرْنٰهَا مِنَ الْغٰبِرِيْنَ ﴿۵۷﴾

تو ہم نے اسے اور اس کے گھر والوں کو نجات دی مگر اس کی عورت کو تو کیا ہم نے اس کی عورت کو پیچھے رہ جانے

والوں میں

وَ اَمْطَرْنَا عَلَیْهِمْ مَّطَرًا ۚ فَسَآءَ مَطَرُ الْمُنْذَرِیْنَ ﴿۵۸﴾ ع

اور ہم نے بارش کی ان پر ایک قسم کی تو بہت ہی بری بارش تھی ڈرائے ہوؤں کی

قُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ وَ سَلٰمٌ عَلٰى عِبَادِهِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰى ؕ آٰللّٰهُ خَیْرٌ اَمَّا یُشْرِكُوْنَ ﴿۵۹﴾

تم کہو سب خوبیاں اللہ کو اور سلام اس کے چنے ہوئے بندوں پر کیا اللہ بہتر ہے یا ان کے بنائے ہوئے شریک

حل لغات چوتھا رکوع۔سورۃ نمل۔پ ۱۹

وَ۔اور	لَقَدْ۔بے شک	اَرْسَلْنَآ۔ہم نے بھیجا	اِلٰی۔طرف
ثَمُوْدَ۔ثمود کی	اَخَاهُ۔بھائی	هُمْ۔ان کے	صٰلِحًا۔صالح کو
اَنِ۔یہ کہ	اعْبُدُوا۔عبادت کرو	اللّٰهَ۔اللہ کی	فَاِذَا۔تو ناگہاں
هُمْ۔وہ	فَرِیْقٰنِ۔دو فریق تھے	یَخْتَصِمُوْنَ۔جھگڑتے	قَالَ۔فرمایا
یٰقَوْمِ۔اے میری قوم	لِمَ۔کیوں	تَسْتَعْجِلُوْنَ۔جلدی کرتے ہو	
بِالسَّیِّئَةِ۔برائی کی	قَبْلَ۔پہلے	الْحَسَنَةِ۔بھلائی سے	لَوْلَا۔کیوں نہیں
تَسْتَغْفِرُوْنَ۔بخشش مانگتے	اللّٰهَ۔اللہ سے	لَعَلَّكُمْ۔تاکہ تم	تُرْحَمُوْنَ۔رحم کیے جاؤ
قَالُوا۔بولے	اطَّیَّرْنَا۔شگون لیا ہم نے	بِكَ۔تجھ سے	وَ۔اور
بِمَنْ۔ان سے جو	مَّعَكَ۔تیرے ساتھ ہیں	قَالَ۔فرمایا	طٰٓئِرُكُمْ۔تمہارا شگون تو
عِنْدَ۔پاس	اللّٰهِ۔اللہ کے ہے	بَلْ۔بلکہ	اَنْتُمْ۔تم
قَوْمٌ۔قوم ہو	تُفْتَنُوْنَ۔فتنہ میں پڑی ہوئی	وَ۔اور	كَانَ۔تھے
فِی۔بیچ	الْمَدِیْنَةِ۔شہر کے	تِسْعَةُ۔نو	رَهْطٍ۔آدمی
یُّفْسِدُوْنَ۔فساد کرتے تھے		فِی۔بیچ	الْاَرْضِ۔زمین کے
وَ۔اور	لَا۔نہیں	یُصْلِحُوْنَ۔اصلاح کرتے تھے	
قَالُوْا۔بولے	تَقَاسَمُوْا۔قسمیں کھا کر	بِاللّٰهِ۔اللہ کی	لَنُبَیِّتَنَّهٗ۔ضرور ہم شبخون
ماریں گے اس پر	وَ۔اور	اَهْلَهٗ۔اس کے گھر والوں پر	ثُمَّ۔پھر
لَنَقُوْلَنَّ۔ہم کہیں گے	لِوَلِیِّهٖ۔اس کے وارث کو	مَا۔نہیں	شَهِدْنَا۔حاضر تھے ہم
مَهْلِكَ۔وقت ہلاک ہونے	اَهْلِهٖ۔اس کے اہل کے	وَ۔اور	اِنَّا۔یقیناً ہم
لَصٰدِقُوْنَ۔سچے ہیں	وَ۔اور	مَكَرُوْا۔مکر کیا انہوں نے	مَكْرًا۔ایک مکر
وَّ۔اور	مَكَرْنَا۔ہم نے تدبیر کی	مَكْرًا۔ایک تدبیر	وَّ۔اور
هُمْ۔وہ	لَا۔نہیں	یَشْعُرُوْنَ۔سمجھتے تھے	فَانْظُرْ۔تو دیکھ

كَيْفَ-کیسا	كَانَ-ہوا	عَاقِبَةُ-انجام	مَكْرِهِمْ-ان کے مکر کا
اَنَّا-کہ ہم نے	دَمَّرْنٰهُمْ-ان کو برباد کر دیا	وَ-اور	قَوْمَهُمْ-ان کی قوم کو
اَجْمَعِيْنَ-سب کو	فَتِلْكَ-تو یہ	بُيُوْتُهُمْ-ان کے گھر ہیں	خَاوِيَةً-ویران
بِمَا-بدلے	ظَلَمُوْا-ان کے ظلم کے	اِنَّ-بے شک	فِيْ-بیچ
ذٰلِكَ-اس کے	لَاٰيَةً-نشان ہیں	لِّقَوْمٍ-اس قوم کے لئے جو	يَّعْلَمُوْنَ-جانیں
وَ-اور	اَنْجَيْنَا-نجات دی ہم نے	الَّذِيْنَ-ان کو جو	اٰمَنُوْا-ایمان لائے
وَ-اور	كَانُوْا-تھے	يَتَّقُوْنَ-پرہیزگار	وَ-اور
لُوْطًا-لوط کو	اِذْ-جب	قَالَ-کہا اس نے	لِقَوْمِهٖٓ-اپنی قوم کو
اَ-کیا	تَاْتُوْنَ-آتے ہو تم	الْفَاحِشَةَ-بے حیائی کو	وَ-اور
اَنْتُمْ-تم	تُبْصِرُوْنَ-دیکھتے ہو.	ءَ-کیا	اِنَّكُمْ-تم
لَتَاْتُوْنَ-آتے ہو تم	الرِّجَالَ-مردوں کے پاس	شَهْوَةً-شہوت سے	مِّنْ دُوْنِ-سوائے
النِّسَآءِ-عورتوں کے	بَلْ-بلکہ	اَنْتُمْ-تم	قَوْمٌ-قوم ہو
تَجْهَلُوْنَ-جاہلوں کی	فَمَا-تو نہیں	كَانَ-تھا	جَوَابَ-جواب
قَوْمِهٖٓ-اس کی قوم کا	اِلَّآ-مگر	اَنْ-یہ کہ	قَالُوْٓا-بولے
اَخْرِجُوْٓا-نکال دو	اٰلَ-آل	لُوْطٍ-لوط کو	مِّنْ قَرْيَتِكُمْ-اپنی بستی سے
اِنَّهُمْ-بے شک وہ	اُنَاسٌ-لوگ ہیں	يَّتَطَهَّرُوْنَ-پاک رہنا چاہتے ہیں	
فَاَنْجَيْنٰهُ-تو ہم نے اسے نجات دی		وَ-اور	اَهْلَهٗٓ-اس کے گھر والوں کو
اِلَّا-مگر	امْرَاَتَهٗ-اس کی عورت کو	قَدَّرْنٰهَا-ہم نے چھوڑا اس کو	
مِنَ الْغٰبِرِيْنَ-پیچھے رہنے والوں میں		وَ-اور	اَمْطَرْنَا-بارش کی ہم نے
عَلَيْهِمْ-ان پر	مَّطَرًا-ایک بارش	فَسَآءَ-تو بری ہوئی	مَطَرُ-بارش
الْمُنْذَرِيْنَ-ڈرائے ہوؤں کی		قُلِ-کہہ	الْحَمْدُ-سب تعریف
لِلّٰهِ-اللہ کو ہے	وَ-اور	سَلٰمٌ-سلام	عَلٰى-اوپر
عِبَادِهِ-اس کے بندوں کے		الَّذِيْنَ-جو	اصْطَفٰى-برگزیدہ ہیں
آ-کیا	اَللّٰهُ-اللہ	خَيْرٌ-بہتر ہے	اَمَّا-یا وہ جو
يُشْرِكُوْنَ-شریک بناتے ہیں			

خلاصہ تفسیر چوتھا رکوع-سورۂ نمل-پ ۱۹

وَلَقَدْ اَرْسَلْنَآ اِلٰى ثَمُوْدَ اَخَاهُمْ صٰلِحًا اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ فَاِذَا هُمْ فَرِيْقٰنِ يَخْتَصِمُوْنَ ۝٤٥ -

اور بے شک بھیجا ہم نے قوم ثمود کی طرف ان کی برادری سے صالح کو (اس لئے کہ وہ انہیں ہدایت کریں) کہ اللہ کی پوجا

کرو تو جبھی ان میں دو فریق جھگڑنے لگ گئے۔

یہ تیسرا قصہ سورہ نمل میں حضرت صالح علیہ السلام کا ہے۔

اس کی تفصیل بیان ہو چکی ہے یہاں فَاِذَا هُمْ فَرِیْقٰنِ یَخْتَصِمُوْنَ فرما کر اس امر کا اظہار اجمالاً فرمایا گیا کہ جب حضرت صالح علیہ السلام نے پندونصائح فرمائے اور انہیں دعوت اسلام دی تو ان میں دو فریق ہو گئے ایک توحید پرست دوسرا گمراہ مشرک۔

تو آپ نے فرمایا:

قَالَ یٰقَوْمِ لِمَ تَسْتَعْجِلُوْنَ بِالسَّیِّئَةِ قَبْلَ الْحَسَنَةِ ۚ لَوْلَا تَسْتَغْفِرُوْنَ اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ﴿۴۶﴾۔

اے میری قوم والو! کیوں گناہ کرنے میں نیکی سے پہلے جلدی کرتے ہو کیوں نہیں اللہ سے بخشش مانگتے تاکہ تم رحم کئے جاؤ اور اگر ایسے ہی تم جھگڑتے رہے اور ہدایت قبول نہ کی تو تم پر عذاب نازل ہو جائے گا۔ اس پر وہ بضد ہو کر بولے کہ عذاب کیوں نہیں آتا آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ سے عذاب نہ مانگو خیر و رحمت طلب کرو اس کے حضور استغفار کرو تو کہنے لگے:

قَالُوا اطَّیَّرْنَا بِكَ وَبِمَنْ مَّعَكَ ؕ۔

بولے ہم آپ سے بدشگونی لیتے ہیں اور جو آپ کے ساتھ ہیں انہیں بھی منحوس سمجھتے ہیں آپ نے جواب دیا:

قَالَ طٰٓئِرُكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ بَلْ اَنْتُمْ قَوْمٌ تُفْتَنُوْنَ ﴿۴۷﴾۔ فرمایا تمہاری بدشگونی اللہ کے پاس ہے بلکہ تم فتنے میں مبتلا ہو۔

ان کی بدشگونی لینے کی وجہ یہ تھی کہ جب انہوں نے دعوت صالح علیہ السلام قبول نہ کی تو ان پر خشک سالی نمودار ہوئی۔ قحط قائم ہو گیا تو انہوں نے اوندھی سمجھ کر یہ کہنا شروع کر دیا کہ یہ تنگی آپ کی اور آپ کے ساتھیوں کی نحوست سے آئی ہے۔ آپ نے جواب دیا کہ تمہارا یہ وہم غلط ہے بلکہ یہ تمہارے اعمال کی نحوست ہے جو خدا کے یہاں تمہارے لئے مقدر تھی اور اس سے ابتلا و مصائب تم پر آئے۔

وَكَانَ فِی الْمَدِیْنَةِ تِسْعَةُ رَهْطٍ یُّفْسِدُوْنَ فِی الْاَرْضِ وَلَا یُصْلِحُوْنَ ﴿۴۸﴾۔

اور شہر میں تھے نو شخص جو فساد پھیلاتے تھے زمین میں اور اصلاح نہ کرتے تھے۔

یہ نو آدمی بدمعاش شرپسند تھے انہوں نے باہمی معاہدہ کیا اور

قَالُوْا تَقَاسَمُوْا بِاللّٰهِ لَنُبَیِّتَنَّهٗ وَاَهْلَهٗ ثُمَّ لَنَقُوْلَنَّ لِوَلِیِّهٖ مَا شَهِدْنَا مَهْلِكَ اَهْلِهٖ وَاِنَّا لَصٰدِقُوْنَ ﴿۴۹﴾۔

بولے قسم کھاؤ اللہ کی کہ ہم ضرور شب خون ماریں گے اور انہیں مع ان کے گھر والوں کے ماردیں گے پھر ان کے رشتہ داروں سے کہہ دیں گے کہ ہم اس وقت موجود ہی نہ تھے اور بالکل سچے ہیں۔

چنانچہ انہوں نے یہ مکر گانٹھا اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کی محافظت کی اور ان پر آسمانی بلا آئی جس نے انہیں ہلاک کر دیا جیسا کہ ارشاد ہے:

وَمَكَرُوْا مَكْرًا وَّمَكَرْنَا مَكْرًا وَّهُمْ لَا یَشْعُرُوْنَ ﴿۵۰﴾۔

اور انہوں نے مکر گانٹھا اپنے مقدور بھر اور ہم نے اس کا بدلہ اور مکر کی ایسی سزا دی کہ انہیں اس کا شعور ہی نہ ہوا۔

مکر ایک ایسا محاورہ ہے جو فارسی میں بھی بولا جاتا ہے۔ مصرع ''بدی را بدی سہل باشد جزا۔'' بدی کی بدی کے ساتھ سزا

آسان ہوتی ہے۔ یہاں پہلی بدی بمعنی برائی کے اور دوسری بدی بمعنی جزا ہے۔

ایسے ہی عربی میں وَمَكَرُوْا وَمَكَرَ اللّٰهُ کا محاورہ قرآن پاک میں استعمال ہوا جس کے یہ معنی ہوئے کہ دشمنان مسیح نے مکر گانٹھا اور اللہ نے اس کے مقابل اپنی تدبیر فرمائی وَاللّٰهُ خَيْرُ الْمٰكِرِيْنَ۔ اللہ بہترین مدبر ہے۔

یہ دونوں لفظ تلفظ میں ایک طرح بولے گئے اس بنا پر عوام اس محاورہ کو عام طور پر نہیں سمجھتے۔ اور قرآن کریم پر الزام تراشی کی جرأت کر بیٹھتے ہیں اور کہہ دیتے ہیں کہ مشرکین یا شریروں کا مکر تو ٹھیک ہے مگر اللہ تعالیٰ کا مکر اور خیر الماکرین ہونا غلط محاورہ ہے۔

یہ علی سبیل المشاکلہ ایک لفظ دو معنی میں آتا ہے جیسے اردو میں بھی بولتے ہیں: "تیری چال تو تو چل چکا اب میری چال بھی دیکھ۔" یہاں پہلی چال دھوکے کے معنی میں ہے اور دوسری چال اس کی سزا کے معنی میں مستعمل ہے۔

محاورہ ہے: "اچھا تیرا داؤ تو چل گیا اب میرے داؤ کا انتظار کر" یعنی تیری مکاری تو ہو گئی اب اس کا جواب بھی دیکھ ایسے وَمَكَرُوْا مَكْرًا کے معنی میں انہوں نے چالبازی کی وَمَكَرْنَا مَكْرًا اور ہم نے بھی اس کی محافظت کی وَّهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ ایسے حال میں کہ انہیں خبر بھی نہ ہوئی۔

فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ مَكْرِهِمْ ۙ اَنَّا دَمَّرْنٰهُمْ وَقَوْمَهُمْ اَجْمَعِيْنَ ﴿۵۱﴾ فَتِلْكَ بُيُوْتُهُمْ خَاوِيَةًۢ بِمَا ظَلَمُوْا ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ ﴿۵۲﴾ وَاَنْجَيْنَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَكَانُوْا يَتَّقُوْنَ ﴿۵۳﴾۔

تو دیکھو ان کے مکر کا کیا انجام ہوا کہ ہم نے انہیں اور ان کی ساری قوم کو غارت کر دیا تو یہ ان کے گھر ہیں خالی پڑے ہوئے ہیں ان کے ظلم کے سبب بے شک اس میں ایک بڑی نشانی ہے اس قوم کے لئے جو جانتی ہے اور نجات دی ہم نے انہیں جو ایمان لائے اور پرہیزگار تھے۔

لَنُبَيِّتَنَّهٗ۔ تبییت سے ماخوذ ہے۔ رات کے وقت چھاپہ مارنے اور بے خبری میں قتل کرنے کو کہتے ہیں۔

مَهْلِكَ۔ ظرف مکان ہے یا ظرف زمان۔ اس کے معنی ہیں مَا حَضَرْنَا وَقْتَ هِلَاكِهِمْ۔

خَاوِيَةً۔ کے معنی خَالِيَةً کے ہیں یا سَاقِطٌ کے، خالی پڑے ہوئے یا گرے پڑے ہیں۔

یہ مختصر قصہ بیان فرما کر اب چوتھا قصہ حضرت لوط علیہ السلام کا شروع فرمایا گیا حَيْثُ قَالَ۔

وَلُوْطًا اِذْ قَالَ لِقَوْمِهٖۤ اَتَاْتُوْنَ الْفَاحِشَةَ وَاَنْتُمْ تُبْصِرُوْنَ ﴿۵۴﴾ اَئِنَّكُمْ لَتَاْتُوْنَ الرِّجَالَ شَهْوَةً مِّنْ دُوْنِ النِّسَآءِ ؕ بَلْ اَنْتُمْ قَوْمٌ تَجْهَلُوْنَ ﴿۵۵﴾۔ اور لوط نے جب کہا اپنی قوم کو کہ تم بے حیائی کے مرتکب ہوتے ہو اور دیکھتے بھالتے ایسا کرتے ہو کہ مردوں پر شہوت سے آتے ہو عورتوں کے علاوہ تم جاہل اور نرے جاہل ہو۔

یعنی حضرت لوط علیہ السلام نے انہیں جتایا اور بتایا کہ جو کام تم کر رہے ہو وہ بے حیائی ہے اور تم خود بھی جانتے ہو کہ یہ بے حیائی ہے تو اس کا جواب ان کے پاس کچھ نہ تھا سوا اس کے کہ بگڑ گئے۔

چنانچہ ارشاد ہے:

فَمَا كَانَ جَوَابَ قَوْمِهٖۤ اِلَّاۤ اَنْ قَالُوْۤا اَخْرِجُوْۤا اٰلَ لُوْطٍ مِّنْ قَرْيَتِكُمْ ۚ اِنَّهُمْ اُنَاسٌ يَّتَطَهَّرُوْنَ ﴿۵۶﴾۔

اس کے پاس اس کا جواب کچھ نہ تھا سوا اس کے کہ کہنے لگے کہ لوط کو اور اس کے گھرانے والوں کو اپنی بستی سے نکال دو یہ تو بہت ہی ستھرے اور پاک بنتے ہیں۔

چنانچہ جب وہ اپنی سرکشی پر اتر آئے تو اللہ تعالیٰ نے حضرت لوط علیہ السلام کو حکم دیا کہ آپ راتوں رات شہر چھوڑ کر چلے جائیں جو پیچھے رہے گا وہ ہلاک ہوگا۔ چنانچہ ارشاد ہے:

فَاَنْجَیْنٰهُ وَ اَهْلَهٗۤ اِلَّا امْرَاَتَهٗ٘ قَدَّرْنٰهَا مِنَ الْغٰبِرِیْنَ ﴿۵۷﴾ ۔

تو ہم نے نجات دی لوط اور اس کے گھر والوں کو سوا اس کی بیوی کے کہ جس کا پیچھے رہ جانا ہم نے مقدر کر دیا تھا۔ یعنی اس کے لئے مقدر ہو چکا تھا کہ وہ پیچھے رہے۔

وَ اَمْطَرْنَا عَلَیْهِمْ مَّطَرًاۚ فَسَآءَ مَطَرُ الْمُنْذَرِیْنَ ﴿۵۸﴾ ۔

اور ہم نے ان پر بارش کی خاص بارش تو یہ بہت بری بارش تھی ڈرائے ہوؤں کے لئے۔

اس کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب فرما کر تعلیم دی کہ آپ حمد ہی کریں جیسا کہ ارشاد ہے:

وَ قُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ وَ سَلٰمٌ عَلٰى عِبَادِهِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰى ؕ آٰللّٰهُ خَیْرٌ اَمَّا یُشْرِكُوْنَ ﴿۵۹﴾ ۔

اے محبوب آپ فرمائیں سب تعریفیں اللہ کو ہیں اور سلام اس کے چنے ہوئے بندوں پر (بتاؤ) کیا اللہ بہتر ہے یا وہ جنہیں شریک ٹھہرا رہے ہیں۔

یعنی وہ بندے جنہوں نے اللہ کی راہ میں مخالفوں کے کیسے کیسے جور و جفا برداشت کئے اور جادۂ مستقیم سے متزلزل نہیں ہوئے۔ یہ مضمون درحقیقت قصص سابقہ کا تتمہ ہے لیکن یہ بلاغت کلام ہے کہ ایسی خوبی سے اسے ختم کیا گیا ہے کہ زبان دان حضرات ہی اس کا لطف لے سکتے ہیں۔

اس کے بعد وہی عجائب قدرت ظاہر فرما کر ان سے سوال فرمایا گیا ہے کہ بتاؤ اللہ ان قدرتوں میں بہتر ہے یا یہ پتھر کے بت جنہیں تم شریک ٹھہرا رہے ہو۔

اس کے بعد آئندہ بیسویں پارہ میں

آسمانوں اور زمین کا پیدا کرنا۔

اور آسمان سے پانی برسا کر اس سے باغ و بہار کی نشو و نما فرمانا۔

زمین کو ٹھہرنے کی جگہ بنانا اس پر پہاڑوں اور نہروں کو جاری فرمانا۔

مصیبت و بیقراری کے وقت فریاد رسی کرنا۔

انسان کو زمین کا خلیفہ بنانا۔

غرضکہ سات طرح کے دلائل توحید سے بیسویں پارہ شروع فرمایا گیا ہے۔

مختصر تفسیر اردو چوتھا رکوع - سورۃ نمل - پ ۱۹

وَ لَقَدْ اَرْسَلْنَاۤ اِلٰى ثَمُوْدَ اَخَاهُمْ صٰلِحًا اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ فَاِذَا هُمْ فَرِیْقٰنِ یَخْتَصِمُوْنَ ﴿۴۵﴾ ۔

اور بے شک ہم نے بھیجا قوم ثمود کی طرف ان کے بھائی برادری والے صالح کو اس لئے (کہ وہ فرمائیں) کہ اللہ کو پوجا کرو تو وہیں ان میں دو فریق الجھنے لگے۔

یعنی جب حضرت صالح علیہ السلام ان میں دعوت توحید دینے تشریف لے گئے تو ایک فریق ایمان لے آیا اور دوسرا

فریق کفر پر مصر رہا اور کہنے لگا جس کا تذکرہ گزر چکا اَتَعْلَمُوْنَ اَنَّ صٰلِحًا مُّرْسَلٌ مِّنْ رَّبِّهٖ کیا تم سمجھ رہے ہو کہ صالح اللہ کے بھیجے ہوئے ہیں۔

اور جب انکار کے عذاب ونکال میں پھنسے اور قحط وخشک سالی نے گھیرا تو کہنے لگے یہ ان کی نحوست ہے جس کا ذکر آگے آ رہا ہے تو حضرت صالح علیہ السلام نے انہیں سمجھانا چاہا اور

قَالَ یٰقَوْمِ لِمَ تَسْتَعْجِلُوْنَ بِالسَّیِّئَةِ قَبْلَ الْحَسَنَةِ ۚ لَوْلَا تَسْتَغْفِرُوْنَ اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ﴿۴۶﴾۔

فرمایا اے میری قوم کیوں جلدی کر رہے ہو گناہ کے ساتھ نیکیوں سے پہلے کیوں نہیں بخشش چاہتے اللہ سے تاکہ تم رحم کئے جاؤ۔

یعنی آپ نے اپنی قوم کے متکبروں اور کافروں کو فرمایا جبکہ آپ نے ان کا عناد وتکبر ملاحظہ فرمالیا حتیٰ کہ قوم مطالبہ عذاب کے لئے کہنے لگی جیسا کہ ارشاد ہے: قَالُوْا یٰصٰلِحُ ائْتِنَا بِمَا تَعِدُنَآ اِنْ كُنْتَ مِنَ الْمُرْسَلِیْنَ اے صالح جو عذاب ہمارے لئے بتلا رہے ہو وہ لاؤ اگر تم رسول ہو۔

تو آپ نے انہیں فرمایا کہ اے میری قوم سیہ کاری میں عجلت نہ کرو نیکیوں سے قبل توبہ کرو گناہوں کی بخشش مانگو تاکہ تم پر رحم ہو۔ تو اس کے جواب میں وہ بولے:

قَالُوا اطَّیَّرْنَا بِكَ وَبِمَنْ مَّعَكَ۔ کہنے لگے ہم آپ سے اور آپ کے ساتھیوں سے بدشگون لے چکے ہیں۔

اطَّیَّرْنَا۔ اصل میں تَطَیَّرْنَا ہے۔ ت ط میں مدغم کر کے ہمزۂ وصل بڑھا دیا ہے اور تَطَیُّرْ عربی میں تَشَاءُم کو کہتے ہیں یعنی برا شگون لینے کو۔

اس قوم میں یہ عیب بھی تھا کہ جب یہ سفر کو نکلتے اور کوئی پرند راستہ میں آجاتا تو اسے اڑا دیتے اور اگر کوئی اس کے دائیں سے بائیں نکل جاتا تو اچھا شگون لیتے اور اگر بائیں سے دائیں نکل گیا تو بدشگونی سمجھتے گویا ہر قدم پر ان کے اندر شگون لئے جاتے تھے۔

جیسے آج کل بہت سے توہم پرست بلی راستہ کاٹ جائے تو بدشگونی لیتے ہیں گھر سے نکلتے وقت چوڑھی میلا (کوڑا کرکٹ) اٹھائے نکل جائے تو اچھا شگون لیتے ہیں۔ گھوڑے کی نعل راستہ میں پڑی مل جائے مبارک جانتے ہیں۔ انگریزوں میں سنہرہ گھر یا کمرہ یا مکان برا سمجھتے ہیں۔ رنگوں میں ہرے رنگ کی کاربری جانتے ہیں۔ کوا اگر صبح بولنے لگے تو سمجھتے ہیں کوئی مہمان آئے گا اور بوم (الو) کو منحوس تصور کرتے ہیں۔ کوئل بولتی آجائے یا پپیہا کی آواز کو موجب مسرت تصور کرتے ہیں یہ تمام توہمات باطلہ عاطلہ فاسدہ کاسدہ ہیں۔

اسی طرح وہ اسلام کی تعلیم دینے والے نبی حضرت صالح علیہ السلام کو معہ ان کے متبعین کے منحوس خیال کرتے تھے اس کی وجہ یہ تھی کہ جب انہوں نے ہدایت قبول نہ کی تو اللہ تعالیٰ نے ان پر قحط ڈالا۔ اپنے نبی کی مخالفت کے باعث ان پر پہلا تازیانہ عبرت یہ لگا۔ انہوں نے بجائے ہدایت کی طرف مائل ہونے کے کہہ دیا کہ یہ معاذ اللہ آپ کی اور آپ کے متبعین کی نحوست ہے۔ حالانکہ وَمَا كُنَّا مُعَذِّبِیْنَ حَتّٰى نَبْعَثَ رَسُوْلًا۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد تھا کہ ہم کبھی عذاب دینے والے نہیں جب تک اپنا نبی رسول بھیج کر انہیں دعوت اسلام نہ دیں۔

چنانچہ حضرت صالح علیہ السلام نے سنت انبیاء کے مطابق انہیں نہایت متین جواب دیا کہ اس خیال کو چھوڑ دو اور یہ سمجھو کہ یہ نحوست تمہاری بداعمالی کی ہے نہ کہ میری اور میرے متبعین کی۔ اگر معاذ اللہ آپ کی نبوت بھی خود ساختہ ہوتی تو غضب ناک ہو کر گالی دینے پر اتر آتے اور فرضی نبی کی طرح کہہ دیتے کہ میرے نہ ماننے والے جنگلی سور ہیں اور نہ ماننے والیاں کتی ہیں یا میرے منکر ذریۃ البغایا یا حرامزادے ہیں۔ مگر چونکہ اللہ کے سچے نبی تھے آپ نے نہایت تحمل اور متانت سے جواب دیا:

قَالَ طٰٓئِرُكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ بَلْ اَنْتُمْ قَوْمٌ تُفْتَنُوْنَ ﴿۴۷﴾ ۔فرمایا یہ نحوست جس کی وجہ سے تم قحط میں مبتلا ہو یہ اللہ تعالیٰ کے پاس سے تمہارے اعمال طالحہ اور سرکشی کی وجہ سے ہے بلکہ تم فتنہ میں مبتلا ہو۔ یا پھر شیطان نے تمہیں فتنہ میں ڈال رکھا ہے۔

وَكَانَ فِي الْمَدِيْنَةِ تِسْعَةُ رَهْطٍ يُّفْسِدُوْنَ فِي الْاَرْضِ وَلَا يُصْلِحُوْنَ ﴿۴۸﴾ ۔

اور شہر میں نو آدمی تھے جو زمین میں فساد کرتے تھے اور اصلاح نہیں کرتے تھے۔

مدینہ شہر کو کہتے ہیں یعنی وہ شہر جس میں قوم ثمود آباد تھی جس کا نام حجر تھا اور رہط عربی میں اس جماعت کو کہتے ہیں جو دس سے کم ہو۔ كَمَا قَالَ الرَّاغِبُ

کشاف میں ہے: هُوَ مِنَ الثَّلَاثَةِ اَوْ مِنَ السَّبْعَةِ اِلَى الْعَشْرِ۔ رہط تین یا سات سے لے کر دس تک بولا جاتا ہے۔

اور ایک قول ہے کہ یہ نو رؤساء قوم تھے اور ہر ایک کے ساتھ رہط یعنی جماعت تھی۔ اس لئے تِسْعَةُ رَهْطٍ فرمایا گیا۔

اور ان کے نام وہب کی روایت میں یہ ہیں:

۱- ہذیل بن عبدرب
۲- غنم بن غنم
۳- دباب بن مہرج
۴- عمیر بن کرویہ
۵- عاصم بن مخزمہ
۶- سبط بن صدقہ
۷- سمعان بن صفی
۸- قدار بن سالف

اور قدار بن سالف وہی ہے جس نے عقر ناقۂ صالح کیا تھا اور اشراف قوم کی اولاد سے تھا۔

وَاَخْرَجَ ابْنُ اَبِيْ حَاتِمٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ اَسْمَآءَ هُمْ۔

ابن ابی حاتم ابن عباس رضی اللہ عنہما سے راوی ہیں کہ ان کے نام یہ تھے:

۱- دعمی
۲- دعیم
۳- ہرمس

۴- ہریم

۵- دواب

۶- صواب

۷- دیاب

۸- مسطح

۹- قدار

اور قدار وہی ہے جس نے ناقۂ صالح علیہ السلام کی کونچیں کاٹیں۔

يُفْسِدُوْنَ فِي الْاَرْضِ وَلَا يُصْلِحُوْنَ ۔ یہ زمین میں فساد کرتے اور اصلاح کی طرف نہ آتے تھے۔

یہ ایسے فسادی تھے کہ حجر میں ہی فساد نہ کرتے تھے بلکہ ان کی جبلت کا یہ مقتضیٰ تھا کہ کسی کام میں اصلاح کی طرف مائل نہ تھے یعنی ان کی عادت مستمرہ ہی یہ تھی۔

تو انہوں نے جب سنا کہ حضرت صالح علیہ السلام نے عقر ناقہ کے بعد فرمادیا ہے: تَمَتَّعُوْا فِيْ دَارِكُمْ ثَلٰثَةَ اَيَّامٍ ۭ ذٰلِكَ وَعْدٌ غَيْرُ مَكْذُوْبٍ ۔ تین دن اب تم رہ بس لو یہ وعدۂ غیر مکذوب ہے اس کے خلاف ہرگز نہ ہوگا۔

چنانچہ سید المفسرین ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں۔ بَعْدَ اَنْ عَقَرُوا النَّاقَةَ اَنْذَرَهُمْ بِالْعَذَابِ وَقَوْلُهٗ تَمَتَّعُوْا فِيْ دَارِكُمْ ثَلٰثَةَ اَيَّامٍ ۭ ذٰلِكَ وَعْدٌ غَيْرُ مَكْذُوْبٍ اَمْرٌ مِنَ التَّقَاسُمِ اَیِ التَّحَالُفِ۔ تو انہوں نے آپس میں قسما دھری کی کہ صالح کا عذاب تین دن بعد آئے گا ہم آج ہی آپس میں قسما دھری کرلیں کہ حضرت صالح علیہ السلام کو معہ ان کے گھر والوں کے راتوں رات ختم کردیں چنانچہ ارشاد ہے:

قَالُوْا تَقَاسَمُوْا بِاللّٰهِ۔ بولے قسم کھالو اللہ کی۔

یعنی بعض نے اپنے بعض سے مشورہ کرتے ہوئے آپس میں عہد کیا کہ

لَنُبَيِّتَنَّهٗ وَاَهْلَهٗ۔ رات میں ضرور خفیہ طور پر قتل کردیں گے ہم صالح کو اور ان کے اہل کو۔

آلوسی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: وَالْبَيَاتُ مُبَاغَتَةُ الْعَدُوِّ مُفَاجَاةً بِالْاِيْقَاعِ بِهٖ لَيْلًا وَهُوَ غَافِلٌ وَاَرَادُوْا قَتْلَهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ وَ اَهْلَهٗ لَيْلًا وَ هُمْ غَافِلُوْنَ۔

بیات عربی میں دشمن پر مفاجاۃً اچانک پڑجانے کو کہتے ہیں ایسی حالت میں کہ وہ بے خبر ہو۔ اور ان لوگوں نے آپ کی اور آپ کے اہل وعیال کے قتل کی ٹھان لی تھی ایسی صورت میں کہ حضرت صالح علیہ السلام بالکل بے خبر ہوں۔

ایک روایت میں ہے کہ حضرت صالح علیہ السلام کے شہر حجر میں ایک گھاٹی پر مسجد تھی جس میں آپ عبادت کیا کرتے تھے تو انہوں نے مشورہ کیا کہ صالح تو ہمارا کام تین دن بعد تمام کریں گے ہم آج ہی ان کا اور ان کے اہل کا کام کیوں نہ تمام کردیں چنانچہ وہ بے خبری میں اس مسجد کی طرف رات میں نکلے اور منتظر رہے کہ جب آپ یہاں عبادت کو تشریف لائیں تو اول انہیں قتل کردیں پھر ہم ان کے گھر کی طرف آکر تمام اہل وعیال کو ختم کردیں۔

فَبَعَثَ اللّٰهُ تَعَالٰى صَخْرَةً مِّنَ الْهَضْبِ حِيَالَهُمْ فَبَادَرُوْا فَطُبِقَتْ عَلَيْهِمْ فَمُ الشِّعْبِ فَلَمْ يَدْرِ

قَوْمُهُمْ اَیْنَ هُمْ وَ لَمْ یَدْرُوْا مَا فُعِلَ بِقَوْمِهِمْ وَ عَذَّبَ اللّٰهُ تَعَالٰی كُلًّا مِنْهُمْ فِیْ مَكَانِهٖ وَ نَجّٰی صَالِحًا وَّ مَنْ مَّعَهٗ۔

تو جب یہ وہاں پہنچے تو اللہ تعالیٰ نے ایک چٹان ان پر اسی گھاٹی کے میدان میں بھیجی۔ یہ جلدی سے اس سے بچنے کو ایک طرف ہوئے تو اس چٹان نے انہیں ڈھانپ لیا اب قوم کو یہ خبر بھی نہیں کہ وہ کہاں ہیں اور نہ انہیں یہ معلوم کہ ان کی قوم کا حشر کیسا ہوا۔ بعد میں سب پر ان کے گھروں میں عذاب آیا اور حضرت صالح اور ان کی قوم جو ایمان لا چکی تھی سب کو نجات دے دی چنانچہ ان کی قسما دھرمی کا بقیہ حال ارشاد ہے:

ثُمَّ لَنَقُوْلَنَّ لِوَلِیِّهٖ مَا شَهِدْنَا مَهْلِكَ اَهْلِهٖ وَ اِنَّا لَصٰدِقُوْنَ ﴿۴۹﴾ ۔ پھر ہم کہہ دیں گے ان کے ولی اور رشتہ والوں سے کہ ہم تو ان کے قتل کے وقت موجود ہی نہ تھے اور ہم اس بات میں بالکل سچے ہیں۔

یعنی اعزہ و اقرباء صالح اگر ہم سے پوچھیں گے تو ہم صاف کہہ دیں گے کہ ہم تو اس وقت موجود نہ تھے تو انتقامی جذبہ ان کی طرف سے ہم پر مشتعل نہ ہو سکے گا۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَ مَكَرُوْا مَكْرًا وَّ مَكَرْنَا مَكْرًا وَّ هُمْ لَا یَشْعُرُوْنَ ﴿۵۰﴾ ۔

انہوں نے ایک داؤ گانٹھا اور ہم نے بھی ایک داؤ کیا کہ انہیں شعور بھی نہ ہوا۔

یعنی انہوں نے جو داؤ گانٹھا وہ تو نہ چلا اور ہمارا یعنی ان کی بے دینی کی سزا انہیں مل گئی جس کا انہیں ہوش بھی نہ ہوا۔

یہاں پہلا لفظ مکر شرارت کے معنی میں مستعار ہے اور دوسرا مکر جو منتسب الی اللہ ہے جزاء شرارت کے معنی میں مستعار ہے اَیْ اَهْلَكْنَاهُمْ اِهْلَاكًا غَیْرَ مَعْهُوْدٍ اَوْ جَازَیْنَا مَكْرَهُمْ مِنْ حَیْثُ لَا یَحْتَسِبُوْنَ۔

جیسا کہ دوسرے مقام پر ارشاد ہے وَ مَكَرُوْا وَ مَكَرَ اللّٰهُ اور انہوں نے مکر گانٹھا تو اللہ نے ان کے مکر کا بدلہ دیا۔

فَانْظُرْ كَیْفَ كَانَ عَاقِبَةُ مَكْرِهِمْ اَنَّا دَمَّرْنٰهُمْ وَ قَوْمَهُمْ اَجْمَعِیْنَ ﴿۵۱﴾ ۔

تو دیکھو کیسا ہوا انجام داؤ گانٹھنے والوں کا کہ ہلاک کر دیا ہم نے انہیں اور ان کی قوم کو سب کو۔

پہلی سزا مکر تو بیان ہو چکی اور دوسری سزا کی یہ روایت ہے جو انہیں ملی کہ وہ رات میں تلواریں سونتے ہوئے حضرت صالح علیہ السلام کی طرف آئے تو اللہ تعالیٰ نے ملائکہ حضرت صالح علیہ السلام کے گھر میں بھر دیئے انہوں نے ان خبثا حمقاء کو پتھر مارے یہ پتھر آتا دیکھتے اور مارنے والے انہیں نظر نہ آتے بعد میں ایک چنگھاڑ سے سب کے کلیجے پھٹ گئے اور سب ہلاک ہو گئے اور یہ عذاب اتوار کے دن آیا تھا۔ چنانچہ آگے ارشاد ہے:

فَتِلْكَ بُیُوْتُهُمْ خَاوِیَةًۢ بِمَا ظَلَمُوْا ؕ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیَةً لِّقَوْمٍ یَّعْلَمُوْنَ ﴿۵۲﴾ ۔

تو یہ ان کے گھر خالی پڑے ہیں ان کے ظلم کے سبب اس میں اللہ تعالیٰ کی نشانیاں ہیں جاننے والی قوم کے لئے۔

خاویۃ کے معنی خالیہ بھی ہیں جو ویران کے معنی میں مستعمل ہے اور خاویۃ کے معنی ساقط منہدم کے بھی ہیں جو کھنڈر کے معنی دیتا ہے۔

چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم عام تبوک میں ادھر سے گزرے تو اپنے اصحاب علیہم رضوان کو فرمایا: لَا تَدْخُلُوْا عَلٰی هٰؤُلَاءِ الْمُعَذَّبِیْنَ اِلَّا اَنْ تَكُوْنُوْا بَاكِیْنَ۔ اس معذب مقام حجر میں نہ داخل ہونا یہ معذبین کا علاقہ ہے اور اگر گزرو تو

روتے ہوئے گزرنا۔ یہ مقام مدینہ اور شام کے مابین اب وادی قریٰ کے نام سے موسوم ہے۔

اور لَاٰیَۃً کے معنی لَعِبۡرَۃٌ عَظِیۡمَۃٌ ہیں یعنی وہ مقام سمجھنے والوں کے لئے مقام عبرت ہے۔

اور لِّقَوۡمٍ یَّعۡلَمُوۡنَ۔ یعنی وہ قوم جو علم رکھتی ہے یعنی یہود ونصاریٰ۔

چنانچہ توریت میں ہے جسے ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: اَجِدُ فِیۡ کِتَابِ اللّٰہِ تَعَالٰی اِنَّ الظُّلۡمَ یُخَرِّبُ الۡبُیُوۡتَ وَتَلَا ھٰذِہِ الۡاٰیَۃَ۔ بے شک ظلم گھروں کو تباہ کر دیتا ہے اور یہ آیت فَتِلۡکَ بُیُوۡتُھُمۡ خَاوِیَۃً تلاوت فرمائی۔

وَ فِی التَّوۡرَاۃِ یَابۡنَ اٰدَمَ لَا تَظۡلِمۡ فَاِنَّہٗ یُخَرِّبُ۔ بے شک اے انسان ظلم نہ کر کہ وہ شہروں کو تباہ کر دیتا ہے۔

وَاَنۡجَیۡنَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا وَکَانُوۡا یَتَّقُوۡنَ ﴿۵۳﴾۔

اور نجات دی ہم نے انہیں جو حضرت صالح پر ایمان لائے اور وہ کفر ومعاصی سے پرہیز کرتے تھے۔

اس کی تحقیق میں علامہ آلوسی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: رُوِیَ اِنَّ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا بِہٖ عَلَیۡہِ السَّلَامُ کَانُوۡا اَرۡبَعَۃَ اٰلَافٍ خَرَجَ بِھِمۡ صَالِحٌ اِلٰی حَضۡرَ مَوۡتَ وَ حِیۡنَ دَخَلَھَا مَاتَ وَلِذٰلِکَ سُمِّیَتۡ بِھٰذَا الۡاِسۡمِ وَ بَنَی الۡمُؤۡمِنُوۡنَ بِھَا مَدِیۡنَۃً یُقَالُ لَھَا حَاضُوۡرَا۔

مروی ہے کہ جو لوگ حضرت صالح علیہ السلام پر ایمان لائے ان کی تعداد چار ہزار تھی۔ یہ حضرت صالح علیہ السلام کے ساتھ حضرموت کی طرف گئے اور یہاں پہنچتے ہی آپ کی وفات ہوگئی۔ اسی وجہ میں اس جگہ کا نام حضرموت رکھا گیا۔ پھر ایمان والوں نے اس بستی کو آباد کر کے رہنا بسنا شروع کر دیا اسے حاضورا کے نام سے موسوم کیا۔

اب اس کے بعد چوتھا قصہ حضرت لوط علیہ السلام کا مختصراً بیان کیا:

وَلُوۡطًا اِذۡ قَالَ لِقَوۡمِہٖۤ اَتَاۡتُوۡنَ الۡفَاحِشَۃَ وَاَنۡتُمۡ تُبۡصِرُوۡنَ ﴿۵۴﴾۔

اور لوط کو ہم نے بھیجا تو یاد فرمائیں وہ واقعہ جبکہ انہوں نے اپنی قوم کو کہا کہ کیا بے حیائی کی طرف آتے ہو حالانکہ تم خود دیکھ رہے ہو۔

وَلُوۡطًا۔ منصوب بمضمر معطوف اَرۡسَلۡنَا پر ہے۔ اس بنا پر ترجمہ میں ہم نے "لوط کو بھیجا" لکھا ہے۔

اور لوط علیہ السلام کی بعثت قوم ثمود کی طرف نہیں ہوئی بلکہ سلسلۂ بیان میں یہاں اجمالاً لوط علیہ السلام کا ذکر آیا ہے۔ آپ نے قوم کو فرمایا:

اَتَاۡتُوۡنَ الۡفَاحِشَۃَ۔ کیا تم بے حیائی کا ارتکاب کرتے ہو۔

یَعۡنِیۡ اَتَفۡعَلُوۡنَ الۡفِعۡلَۃَ الۡمُتَنَاھِیَۃَ فِی الۡقُبۡحِ وَالسَّمَاحَۃِ وَالۡاِسۡتِفۡھَامُ اِنۡکَارِیٌّ۔

وَاَنۡتُمۡ تُبۡصِرُوۡنَ۔ یَعۡنِیۡ اَنۡتُمۡ تَعۡلَمُوۡنَ عَلٰی یَقِیۡنِھَا۔

تُبۡصِرُوۡنَ۔ کے یہاں معنی یہ ہیں کہ تم جانتے ہو کہ یہ فعل قبیح ہے اور تم دیدہ ودانستہ ایسا کر رہے ہو۔

اَئِنَّکُمۡ لَتَاۡتُوۡنَ الرِّجَالَ شَھۡوَۃً مِّنۡ دُوۡنِ النِّسَآءِ ؕ بَلۡ اَنۡتُمۡ قَوۡمٌ تَجۡھَلُوۡنَ ﴿۵۵﴾۔

کیا مردوں کی طرف تم اپنی شہوت نکال رہے ہو عورتوں کو چھوڑ کر بلکہ تم جاہل قوم سے ہو۔

یعنی قوم لوط نے سب سے پہلے فعل لواطت کیا یعنی مرد مردوں کے ساتھ شہوت رانی کرے اسے فعل لواطت کہتے ہیں۔

اٰیِنَّکُمْ میں استفہام انکاری ہے۔

فَمَا كَانَ جَوَابَ قَوْمِهٖۤ اِلَّاۤ اَنْ قَالُوْۤا اَخْرِجُوْۤا اٰلَ لُوْطٍ مِّنْ قَرْیَتِكُمْ ۚ اِنَّهُمْ اُنَاسٌ یَّتَطَهَّرُوْنَ ﴿۵۶﴾۔

تو نہ تھا ان کا جواب مگر یہ کہ (چڑ گئے) اور بولے نکال دو آل لوط کو اپنی بستی سے یہ لوگ بہت ستھرے بنے ہوئے ہیں۔

یعنی استہزاءً کہنے لگے یہ اپنے گمان میں ستھرے اور پاک ہیں اور ہمارے اعمال وافعال پر نکتہ چینی کرتے رہتے ہیں۔

فَاَنْجَیْنٰهُ وَ اَهْلَهٗۤ اِلَّا امْرَاَتَهٗ ٘ قَدَّرْنٰهَا مِنَ الْغٰبِرِیْنَ ﴿۵۷﴾۔

تو ہم نے نجات دی لوط علیہ السلام کو اور ان کے اہل کو مگر اس کی بیوی کے لئے ہماری طرف سے مقدر تھا کہ وہ عذاب والوں میں رہے۔

آلوسی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اَلْمُرَادُ بِاٰلِ لُوْطٍ هُوَ عَلَيْهِ السَّلَامُ وَ مَنْ تَبِعَ دِيْنَهٗ كَمَا يُرَادُ مِنْ بَنِيْ اٰدَمَ اٰدَمُ وَ بَنُوْهُ۔ آل لوط سے مراد لوط علیہ السلام اور وہ سب ہیں جس نے آپ کے دین کو قبول کیا جیسے بنی آدم سے مراد آدم علیہ السلام اور ان کی نسل تمام ہے۔

وَ اَيًّامَّا كَانَ فَلَا تَدْخُلُ اِمْرَاَتُهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ فِيْهِمْ۔ بہرکیف بیوی نجات یافتہ طبقہ میں داخل نہیں ہو سکی۔ بلکہ وہ معذبین میں پیچھے ہی رہی اور اب آگے نوعیت عذاب بیان فرمائی جا رہی ہے:

وَ اَمْطَرْنَا عَلَیْهِمْ مَّطَرًا ۚ فَسَآءَ مَطَرُ الْمُنْذَرِیْنَ ﴿۵۸﴾ ع۔

اور برسائے ہم نے ان پر خاص برساؤ تو بہت برا تھا وہ برساؤ ڈرائے ہوؤں کے لئے۔

اس کا مفصل حال سورۃ اعراف میں گزر چکا ہے یہاں اجمالاً بر سبیل تذکرہ بیان فرما دیا۔

اس کے بعد کہ قصص انبیاء کرام علیہم السلام بیان فرما کر اپنی کمال قدرت اور عظمت شان اور آیات قاہرہ اور معجزات باہرہ بیان فرما دیئے اور صحت اسلام وتوحید اور بطلان کفر واشراک واضح کر دیا اور بتا دیا کہ جو ان انبیاء کرام کا پیرو ہوا وہ ہدایت یافتہ رہا اور جس نے اعراض وانحراف کیا وہ ہلاک وبرباد ہوا۔

یہ سب کچھ بیان فرمانے کا مقصد شرح صدر شریف صلی اللہ علیہ وسلم تھا۔ اور حضور کے قلب انور کو انوار ملکات سبحانیہ سے منور کرنا منظور تھا جن کا عالم قدس سے آپ پر افاضہ ہوا۔

پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم ہوا کہ اب آپ بوجہ اتم ان نعمتوں کا شکر ادا فرمائیں اور ہماری حمد کیجئے اور ان تمام انبیاء کرام پر سلام بھیجئے جن کا حال ہم نے آپ کو سنایا۔ حَیْثُ قَالَ

قُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ وَ سَلٰمٌ عَلٰى عِبَادِهِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰى ط۔

اے محبوب! اللہ کی حمد فرمائیں اور ہمارے چنے ہوئے بندوں پر سلام بھیجئے۔

بعض کے نزدیک یہ ہے کہ هٰذَا اَمْرٌ لَهٗ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِحَمْدِهٖ تَعَالٰى عَلٰى هِلَاكِ الْهَالِكِيْنَ مِنْ كُفَّارِ الْاُمَمِ وَالسَّلَامِ عَلَى الْاَنْبِيَآءِ وَ اَتْبَاعِهِمُ النَّاجِيْنَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔ یہ حکم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ہے کہ اللہ کی حمد کریں ہلاک کفار سابقین پر اور سلام بھیجیں انبیاء کرام اور ان کے نجات یافتہ متبعین پر۔

اور ابن عساکر وغیرہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے راوی ہیں: هُمْ اَصْحَابُ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

اِصْطَفَاهُمُ اللّٰهُ لِنَبِيِّهٖ عَلَيْهِ السَّلَامُ۔ کہ اس سے مراد حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام صحابہ کرام ہیں جنہیں اللہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فیض صحبت کے لئے چنا۔

حنابلہ رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ اس آیت سے غیر انبیاء کرام کے لئے سلام کا جواب بھی واضح ہوتا ہے۔

علامہ زمخشری فرماتے ہیں: كَاَنَّهٗ خُطْبَةٌ مُّبْتَدَاةٌ حَيْثُ قَالَ اٰمِرًا رَسُوْلَهٗ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ يَّتْلُوَ هٰذِهِ الْاٰيَاتِ النَّاطِقَةِ بِالْبَرَاهِيْنِ عَلٰى وَحْدَانِيَّتِهٖ تَعَالٰى وَ قُدْرَتِهٖ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ وَّ حِكْمَتِهٖ۔

گویا کہ یہ خطبہ کے ابتدائی لفظ ہیں جن کا حکم اپنے حبیب پاک کو ہوا کہ اول یہ آیتیں تلاوت فرمائیں جو براہین وحدانیت اور قدرت علی کل شی اور اس کی حکمت پر ناطق ہیں پھر ارشاد ہو:

آٰللّٰهُ خَيْرٌ اَمَّا يُشْرِكُوْنَ ﴿۵۹﴾ ۔ بتاؤ اب اللہ بہتر ہے یا وہ جنہیں شریک ٹھہراتے ہو۔

یعنی جس کی شئون عظمت بیان ہوئیں وہ بہتر ہے یا وہ جنہیں تم بتوں میں سے شریک ٹھہرا رہے ہو۔

اس کے بعد بیسواں پارہ شروع ہے۔

بفضلہٖ تعالیٰ انیسویں پارہ کی تفسیر مکمل ہوئی اور بیسواں پارہ سورۂ نمل پانچواں رکوع شروع ہوا اللہ تعالیٰ اپنے حبیب پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقے میں قبول فرمائے اور سرمایہ آخرت بنائے (آمین) بحرمت نبی الکریم

فقیر قادری امین الحسنات سید خلیل احمد قادری

پارہ نمبر ۲۰

بامحاورہ ترجمہ پانچواں رکوع - سورۃ نمل - پ ۲۰

اَمَّنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَاَنْزَلَ لَكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ مَآءً ۚ فَاَنْۢبَتْنَا بِهٖ حَدَآئِقَ ذَاتَ بَهْجَةٍ ۚ مَا كَانَ لَكُمْ اَنْ تُنْۢبِتُوْا شَجَرَهَا ؕ ءَاِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ ؕ بَلْ هُمْ قَوْمٌ يَّعْدِلُوْنَ ؕ ﴿۶۰﴾

کیا وہ جس نے آسمان بنائے اور زمین بنائی اور نازل کیا تمہارے لئے آسمان سے پانی تو ہم نے اس سے اگائے باغ رونق والے نہ تھی تم میں طاقت کہ اگاتے ان کے درخت کیا اللہ کے ساتھ کوئی الٰہ ہے بلکہ وہ قوم راہ سے منحرف ہے

اَمَّنْ جَعَلَ الْاَرْضَ قَرَارًا وَّ جَعَلَ خِلٰلَهَآ اَنْهٰرًا وَّ جَعَلَ لَهَا رَوَاسِيَ وَ جَعَلَ بَيْنَ الْبَحْرَيْنِ حَاجِزًا ؕ ءَاِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ ؕ بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ؕ ﴿۶۱﴾

کیا وہ جس نے زمین بسنے کو بنائی اور اس میں نہریں جاری کیں اور کیا اس زمین کے لئے لنگر اور کیا دو دریاؤں میں پردہ کیا اللہ کے ساتھ کوئی الٰہ ہے بلکہ اکثر ان کے جاہل ہیں

اَمَّنْ يُّجِيْبُ الْمُضْطَرَّ اِذَا دَعَاهُ وَ يَكْشِفُ السُّوْٓءَ وَ يَجْعَلُكُمْ خُلَفَآءَ الْاَرْضِ ؕ ءَاِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ ؕ قَلِيْلًا مَّا تَذَكَّرُوْنَ ؕ ﴿۶۲﴾

کون ہے جو سنتا ہے مضطر کی جب وہ اسے پکارے اور دور کرتا ہے تکلیف اور بناتا ہے تمہیں زمین کا وارث کیا اللہ کے ساتھ کوئی الٰہ ہے۔ بہت ہی کم وہ ہیں جو غور کریں

اَمَّنْ يَّهْدِيْكُمْ فِيْ ظُلُمٰتِ الْبَرِّ وَ الْبَحْرِ وَ مَنْ يُّرْسِلُ الرِّيٰحَ بُشْرًۢا بَيْنَ يَدَيْ رَحْمَتِهٖ ؕ ءَاِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ ؕ تَعٰلَى اللّٰهُ عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ؕ ﴿۶۳﴾

کون ہے جو تمہیں راہ دکھائے اندھیریوں میں خشکی اور تری کے اور کون ہے جو بھیجتا ہے ہوائیں خوشخبری دیتی اپنی رحمت کے آگے کیا اللہ کے ساتھ کوئی الٰہ ہے بلند ہے وہی اللہ جس کا وہ شریک ٹھہراتے ہیں

اَمَّنْ يَّبْدَؤُا الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيْدُهٗ وَ مَنْ يَّرْزُقُكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ وَ الْاَرْضِ ؕ ءَاِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ ؕ قُلْ هَاتُوْا بُرْهَانَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿۶۴﴾

کون ہے جو خلق ابتدا فرمائے پھر اسے دوبارہ بنائے گا اور کون تمہیں رزق دیتا ہے آسمان سے اور زمین سے کیا اللہ کے ساتھ کوئی الٰہ ہے فرما دیجئے لاؤ دلیل اپنی اگر تم سچے ہو

قُلْ لَّا يَعْلَمُ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ الْغَيْبَ اِلَّا اللّٰهُ ؕ وَ مَا يَشْعُرُوْنَ اَيَّانَ يُبْعَثُوْنَ ﴿۶۵﴾

فرما دیجئے کوئی خود نہیں جانتا جو آسمانوں میں اور زمین میں ہے غیب کو مگر اللہ اور نہیں انہیں شعور کہ کب اٹھائے جائیں گے

بَلِ ادّٰرَكَ عِلْمُهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ ۫ بَلْ هُمْ فِيْ شَكٍّ مِّنْهَا ۫ بَلْ هُمْ مِّنْهَا عَمُوْنَ ﴿۶۶﴾

بلکہ وہ سمجھتے ہیں کہ ان کا علم آخرت کے جاننے تک پہنچ گیا بلکہ وہ شک میں ہیں اس کی طرف سے بلکہ وہ اندھے ہیں

حل لغات پانچواں رکوع۔سورۃ نمل۔پ ۲۰

اَمَّنْ۔کیا وہ جس نے خَلَقَ۔پیدا کیا السَّمٰوٰتِ۔آسمانوں وَ۔اور
الْاَرْضَ۔زمین کو وَ۔اور اَنْزَلَ۔اتارا لَکُمْ۔تمہارے لئے
مِّنَ السَّمَآءِ۔آسمان سے مَآءً۔پانی فَاَنْۢبَتْنَا۔تو اگائے ہم نے بِهٖ۔اس کے ساتھ
حَدَآئِقَ۔باغ ذَاتَ بَهْجَةٍ۔بارونق مَا۔نہیں كَانَ۔تھا
لَكُمْ۔تمہارے لئے اَنْ۔یہ کہ تُنْۢبِتُوْا۔اگاؤ تم شَجَرَهَا۔اس کا درخت
ءَ۔کیا اِلٰهٌ۔کوئی الٰہ ہے مَّعَ۔ساتھ اللّٰهِ۔اللہ کے
بَلْ۔بلکہ هُمْ۔وہ قَوْمٌ۔قوم ہیں يَّعْدِلُوْنَ۔بے انصاف
اَمَّنْ۔کیا وہ جس نے جَعَلَ۔بنایا الْاَرْضَ۔زمین کو قَرَارًا۔رہنے کی جگہ
وَّ۔اور جَعَلَ۔بنائیں خِلٰلَهَآ۔اس کے درمیان اَنْهٰرًا۔نہریں
وَّ۔اور جَعَلَ۔بنائے لَهَا۔اس کے لئے رَوَاسِيَ۔لنگر
وَ۔اور جَعَلَ۔بنایا بَيْنَ۔درمیان الْبَحْرَيْنِ۔دو دریاؤں کے
حَاجِزًا۔پردہ ءَ۔کیا اِلٰهٌ۔کوئی الٰہ ہے مَّعَ۔ساتھ
اللّٰهِ۔اللہ کے بَلْ۔بلکہ اَكْثَرُ۔اکثر هُمْ۔ان کے
لَا۔نہیں يَعْلَمُوْنَ۔جانتے اَمَّنْ۔کیا وہ جو يُّجِيْبُ۔سنتا ہے
الْمُضْطَرَّ۔بیقرار کی اِذَا۔جب دَعَاهُ۔پکارتا ہے اس کو وَ۔اور
يَكْشِفُ۔دور کرتا ہے السُّوْٓءَ۔تکلیف وَ۔اور يَجْعَلُكُمْ۔بناتا ہے تم کو
خُلَفَآءَ۔جانشین الْاَرْضِ۔زمین میں ءَ۔کیا اِلٰهٌ۔کوئی الٰہ ہے
مَّعَ۔ساتھ اللّٰهِ۔اللہ کے قَلِيْلًا۔تھوڑا ہے مَّا۔جو
تَذَكَّرُوْنَ۔نصیحت لیتے ہو اَمَّنْ۔کیا وہ جو يَّهْدِيْكُمْ۔راہ دکھاتا ہے تم کو فِيْ۔بیچ
ظُلُمٰتِ۔اندھیریوں الْبَرِّ۔خشکی وَ۔اور الْبَحْرِ۔تری کے
وَ۔اور مَنْ۔کون يُّرْسِلُ۔بھیجتا ہے الرِّيٰحَ۔ہواؤں کو
بُشْرًا۔خوشخبری دیتی بَيْنَ يَدَيْ۔آگے رَحْمَتِهٖ۔اس کی رحمت کے ءَ۔کیا
اِلٰهٌ۔کوئی الٰہ ہے مَّعَ۔ساتھ اللّٰهِ۔اللہ کے تَعٰلَى۔بلند ہے
اللّٰهُ۔اللہ عَمَّا۔اس سے يُشْرِكُوْنَ۔جو وہ شریک بناتے ہیں
اَمَّنْ۔کون ہے وہ جو يَّبْدَؤُا۔پہلی بار پیدا کرتا ہے الْخَلْقَ۔مخلوق ثُمَّ۔پھر
يُعِيْدُهٗ۔لوٹائے گا اس کو وَ۔اور مَنْ۔کون يَّرْزُقُكُمْ۔رزق دیتا ہے تم کو
مِّنَ السَّمَآءِ۔آسمان سے وَ۔اور الْاَرْضِ۔زمین سے ءَ۔کیا

اِلٰهٌ۔کوئی الٰہ ہے	مَّعَ۔ساتھ	اللّٰهِ۔اللہ کے	قُلْ۔کہہ دیجئے
هَاتُوْا۔لاؤ	بُرْهَانَكُمْ۔اپنی دلیل	اِنْ۔اگر	كُنْتُمْ۔ہوتم
صٰدِقِيْنَ۔سچے	قُلْ۔کہہ دیجئے	لَّا۔نہیں	يَعْلَمُ۔جانتا
مَنْ۔جو	فِي۔بیچ	السَّمٰوٰتِ۔آسمانوں	وَ۔اور
الْاَرْضِ۔زمین کے ہے	الْغَيْبَ۔غیب	اِلَّا۔مگر	اللّٰهُ۔اللہ
وَ۔اور	مَا۔نہیں	يَشْعُرُوْنَ۔سمجھتے کہ	اَيَّانَ۔کب
يُبْعَثُوْنَ۔اٹھائے جائیں گے	بَلِ۔بلکہ	ادّٰرَكَ۔ختم ہوگیا	عِلْمُهُمْ۔ان کا علم
فِي۔بیچ	الْاٰخِرَةِ۔آخرت کے	بَلْ۔بلکہ	هُمْ۔وہ
فِيْ۔بیچ	شَكٍّ۔شک کے ہیں	مِّنْهَا۔اس سے	بَلْ۔بلکہ
هُمْ۔وہ	مِّنْهَا۔اس سے	عَمُوْنَ۔اندھے ہیں	

خلاصہ تفسیر پانچواں رکوع۔سورۂ نمل۔پ ۲۰

یہاں سے آٰللّٰهُ خَيْرٌ اَمَّا يُشْرِكُوْنَ کے بعد عظیم ترین اشیاء جو مشاہدے میں آتی ہیں اور واجب تعالیٰ شانہ کی قدرت عظیمہ جلیلہ پر دلالت کرتی ہیں ان کا ذکر شروع ہے۔گویا مقابلہ میں بتوں کے اپنی ہستی پاک پیش فرماتے ہوئے استفہام انکاری کی صورت میں ارشاد ہے:

۱۔ اَمَّنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ۔کیا (بت بہتر ہیں یا) وہ جس نے آسمان وزمین بنائے۔
یعنی یہ بت کسی چیز کے خالق نہیں اور وہ جل جلالہ وہ ہے جس نے آسمان وزمین جیسی عظیم اور عجیب مخلوق بنائی پھر فرمایا:

۲۔ وَاَنْزَلَ لَكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ مَآءً ۚ فَاَنْۢبَتْنَا بِهٖ حَدَآئِقَ ذَاتَ بَهْجَةٍ ۚ مَا كَانَ لَكُمْ اَنْ تُنْۢبِتُوْا شَجَرَهَا اور وہی قادر ہے جس نے تمہارے لئے آسمان سے پانی اتارا اور ہم نے اس سے باغ اگائے رونق والے تم میں یہ قوت نہ تھی کہ ان کے درخت اگاتے۔
یعنی یہ تمہاری قدرت سے بالا تھا۔
ءَاِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ ؕ۔کیا اللہ کے ساتھ کوئی اور خدا ہے۔
یعنی اس کے سوا ہرگز کوئی الٰہ نہیں ہوسکتا۔بنا بریں یہ دلائل قدرت دیکھ کر تمہیں ماننا چاہئے لیکن نہ ماننے والے سیدھی راہ سے عدول ونافرمانی کرتے ہیں۔چنانچہ ارشاد ہے:
بَلْ هُمْ قَوْمٌ يَّعْدِلُوْنَ ﴿۶۰﴾۔بلکہ وہ لوگ راہ راست سے انحراف کرتے ہیں۔
عربی میں عدل لغات اضداد سے ہے اس کے معنی انصاف وحق پرستی بھی ہے اور عدول سے اگر اشتقاق کیا جائے تو نافرمان منحرف کے معنی ہیں۔

۳۔ اَمَّنْ جَعَلَ الْاَرْضَ قَرَارًا وَّجَعَلَ خِلٰلَهَآ اَنْهٰرًا وَّجَعَلَ لَهَا رَوَاسِيَ۔(بت بہتر ہیں) یا وہ جس نے زمین بسنے کو بنائی اور اس کے درمیان نہریں نکالیں اور اس کے قائم رکھنے کو لنگر ڈالے۔

وزنی پہاڑوں کے جو اسے ہلنے نہ دیں۔

۴۔ وَجَعَلَ بَيْنَ الْبَحْرَيْنِ حَاجِزًا۔ اور کر دی دو سمندروں کے بیچ میں آڑ۔

کہ کھاری میٹھے سے نہ ملے اور میٹھا کھاری سے علیحدہ رہے هٰذَا عَذْبٌ فُرَاتٌ وَّ هٰذَا مِلْحٌ اُجَاجٌ۔ اس کی تفسیر پہلے گزر چکی۔ پھر وہی سوال بطور انکار فرمایا گیا۔

ءَاِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ۔ کیا اللہ تعالیٰ کے ساتھ کوئی اور الٰہ ہے۔ پھر توبیخاً ارشاد ہوا:

بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۶۱﴾۔ بلکہ ان میں اکثر جاہل ہیں۔

جو اپنے رب کی توحید اور اس کی قدرت و اختیار کو نہیں جانتے اور ایمان نہیں لاتے۔ پھر پانچویں دلیل قدرت بیان فرمائی جس میں اجابت دعاء مضطر اور کشف سوء اور خلافت فی الارض کو بیان کیا:

۵۔ اَمَّنْ يُّجِيْبُ الْمُضْطَرَّ اِذَا دَعَاهُ وَيَكْشِفُ السُّوْٓءَ وَيَجْعَلُكُمْ خُلَفَآءَ الْاَرْضِ۔ (یہ بت بہتر ہیں) یا وہ جو تمہاری اضطراری ولاچاری میں تمہاری سنتا ہے جب اسے پکارتے ہو اور دور کر دیتا ہے تمہاری تکلیف کو اور تمہیں زمین کا وارث کرتا ہے۔

تا کہ تم اس میں رہو بسو اور قرناً بعد قرن اس میں متصرف رہو۔ باوجود اس کے بھی

ءَاِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ ؕ۔ کیا کوئی اللہ کے ساتھ الٰہ ہے۔

قَلِيْلًا مَّا تَذَكَّرُوْنَ ﴿۶۲﴾۔ بہت کم ہیں وہ جو دھیان کریں۔

۶۔ اَمَّنْ يَّهْدِيْكُمْ فِيْ ظُلُمٰتِ الْبَرِّ وَالْبَحْرِ۔ (وہ بت بہتر ہیں) یا وہ جو تمہیں راہ دکھاتا ہے (تمہارے مقاصد میں ترقی کی) اندھیریوں میں خشکی اور تری کے اندر۔

یعنی جنگل سے مفاد حاصل کرنے کی راہ اور دریا سے موتی مونگا حاصل کرنے کا طریقہ وہی اللہ تعالیٰ بتاتا ہے۔

۷۔ وَمَنْ يُّرْسِلُ الرِّيٰحَ بُشْرًاۢ بَيْنَ يَدَيْ رَحْمَتِهٖ۔ اور (اس کے سوا) کون ہے جو ہوائیں بھیجتا ہے اپنی رحمت کے آگے خوشخبری سناتی۔ یہاں رحمت سے مراد بارش ہے۔

ءَاِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ ؕ تَعٰلَى اللّٰهُ عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ﴿۶۳﴾۔ کیا اللہ کے ساتھ کوئی اور الٰہ ہے جس کو اللہ کا شریک ٹھہراتے ہیں۔

۸۔ اَمَّنْ يَّبْدَؤُا الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيْدُهٗ۔ (بت بہتر ہیں) یا وہ جو خلق کی ابتداء فرما کر پھر اسے دوبارہ بنائے گا۔

یعنی پیدا فرما کر موت دیتا ہے اور موت کے بعد پھر زندہ کرے گا۔ یہ وہ دعویٰ ہے جس کے کفار معترف و مقر نہ تھے۔ لیکن جب اس پر براہین قائم ہیں تو ان کا انکار کرنا باطل ہے۔ اس لئے کہ وہ ابتدائی پیدائش کے جب قائل ہیں تو انہیں اعادہ کا قائل ہونا پڑے گا اس لئے کہ ابتداء جو مشکل تھی اسے جب مان لیا تو اعادہ کا تسلیم کرنا ان پر لازم ہو گیا اس میں کسی قسم کا عذر قابل سماعت نہیں ہو سکتا۔

۹۔ وَمَنْ يَّرْزُقُكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ۔ اور وہ کون ہے جو تمہیں آسمانوں اور زمین سے روزی دیتا ہے یعنی آسمان سے بارش کر کے پھل پھول سبزہ ترکاری رزق ہے اور زمین سے نباتات وغیرہ۔

ءَاِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ ؕ قُلْ هَاتُوْا بُرْهَانَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿۶۴﴾۔ کیا اللہ کے ساتھ کوئی اور الٰہ ہے۔ اے حبیب! فرما

دیجئے کہ اپنی دلیل لاؤ اگر تم سچے ہو۔

اس کے بعد علم غیب پر مختصر تقریر ہے:

۱۰۔ قُلْ لَّا یَعْلَمُ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ الْغَیْبَ اِلَّا اللّٰهُ۔ فرما دیجئے اپنے آپ کوئی غیب نہیں جانتا جو آسمانوں اور زمین میں ہیں مگر اللہ تعالیٰ۔

یعنی علم غیب ذاتی اس اللہ تعالیٰ کے پاس ہے وہی عالم الغیب والشہادۃ ہے اسے اختیار ہے جسے چاہے جتنا چاہے علم غیب عطا فرمائے اس اختیار ذاتی میں کوئی اس کا مانع نہیں۔

چنانچہ خود ہی اپنے پیارے انبیاء کرام کے حق میں ارشاد فرمایا: سورہ آل عمران وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِیُطْلِعَكُمْ عَلَى الْغَیْبِ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ یَجْتَبِیْ مِنْ رُّسُلِهٖ مَنْ یَّشَآءُ۔ یعنی اللہ تعالیٰ کی یہ شان نہیں کہ تم سب کو غیب کا علم دے لیکن جسے چاہے اسے اس علم کے لئے وہ چن لیتا ہے اپنے رسولوں میں سے اس کے علاوہ بہت سی آیات ہیں جو واضح کر رہی ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے پیارے رسولوں کو غیبی علوم عطا فرمائے اور اس پارے میں اس سے اگلے رکوع میں وارد ہے:

وَمَا مِنْ غَآىِٕبَةٍ فِی السَّمَآءِ وَ الْاَرْضِ اِلَّا فِیْ كِتٰبٍ مُّبِیْنٍ ۝۷۵۔

یعنی جتنے غیب ہیں آسمان اور زمین کے سب ایک بتانے والی کتاب میں ہیں انتہی مختصراً

وَمَا یَشْعُرُوْنَ اَیَّانَ یُبْعَثُوْنَ ۝۶۵۔

اور انہیں خبر نہیں کہ کب اٹھائے جائیں گے۔ اس کے بعد مشرکین پر زجراً توبیخ فرمائی گئی۔

بَلِ ادّٰرَكَ عِلْمُهُمْ فِی الْاٰخِرَةِ۔ کیا ان کے علم کا سلسلہ آخرت کے جاننے تک پہنچ گیا۔

گویا استفہام انکاری کے طور پر ارشاد ہوا کہ انہیں خبر تو کچھ نہیں آج تک قیامت کا وقت دریافت کر رہے ہیں ویسے ظاہر کر رہے ہیں کہ انہیں قیامت قائم ہونے کا علم حاصل ہو گیا ہے۔ پھر اس کے علاوہ یہ کہ

بَلْ هُمْ فِیْ شَكٍّ مِّنْهَا بَلْ هُمْ مِّنْهَا عَمُوْنَ ۝۶۶۔

بلکہ وہ اس کی طرف سے شک میں ہیں (انہیں ابھی تک قیامت ہونے کا یقین نہیں) بلکہ وہ اس سے اندھے ہیں۔

اور کہتے ہیں ءَاِذَا كُنَّا تُرٰبًا وَّ اٰبَآؤُنَآ اَىِٕنَّا لَمُخْرَجُوْنَ۔ کیا جب ہم اور ہمارے باپ دادا مٹی ہو جائیں گے کیا ہم پھر نکالے جائیں گے۔

اس کی تفسیر آئندہ رکوع میں آرہی ہے۔

مختصر تفسیر اردو پانچواں رکوع ۔ سورۃ نمل ۔ پ ۲۰

اَمَّنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ۔ (بت بہتر ہیں) یا وہ جس نے آسمانوں کو پیدا کیا اور زمین کو

یعنی وہ بت جو جماد محض بے حس ہیں وہ بہتر ہیں یا وہ ہستی پاک جس نے عالم جسمانی میں آسمانوں اور زمین کی تخلیق فرمائی اور ان دونوں کے مبادی منافع کے لئے تمہارے واسطے آسمان سے پانی اتارا جیسا کہ ارشاد باری ہے:

وَ اَنْزَلَ لَكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ مَآءً۔

اور اتارا تمہارے لئے آسمان سے پانی۔ یعنی تمہارے فائدے کے لئے بارش نازل کی۔

فَاَنْۢبَتْنَا بِهٖ حَدَآىِٕقَ ذَاتَ بَهْجَةٍ ۚ مَا كَانَ لَكُمْ اَنْ تُنْۢبِتُوْا شَجَرَهَا۔

تو اگائے ہم نے اس بارش سے بہ مقتضائے حکمت باغیچے۔

حَدَآىِٕقَ۔ جمع حدیقہ کی ہے جو بموجب قول بحر بستان کے معنی میں مستعمل ہے عام اس سے کہ اس کے گرد دیوار ہو یا نہ ہو۔

اور تفسیر ابن عباس رضی اللہ عنہما میں حدائق بموجب قول ابن ازرق محض بستان کے معنی میں آتا ہے۔

اور علامہ زمخشری رحمہ اللہ لکھتے ہیں: هِيَ الْبُسْتَانُ عَلَيْهِ حَائِطٌ مِّنَ الْإِحْدَاقِ وَ هُوَ الْإِحَاطَةُ۔ وہ باغیچہ ہے جس کے گرد دیوار ہو۔ یہ احداق سے ہے اور احداق احاطہ کو کہتے ہیں اور یہی قول علامہ ضحاک رحمہ اللہ کا ہے۔

اور علامہ راغب اصفہانی رحمہ اللہ کہتے ہیں: هِيَ قِطْعَةٌ مِّنَ الْاَرْضِ ذَاتُ مَآءٍ سُمِّيَتْ حَدِيْقَةً تَشْبِيْهًا بِحَدْقَةِ الْعَيْنِ فِي الْهَيْئَةِ وَ حُصُوْلِ الْمَاءِ فِيْهَا۔ حدیقہ اس قطعہ زمین کو کہتے ہیں جو پانی والی ہو اور حدیقہ تشبیہاً نام رکھا گیا ہے آنکھ کی پتلی کی ہیئت کے ساتھ اور اس سے پانی بھی حاصل ہوتا ہے تو حدیقہ پانی کے تالاب پر بھی استعمال ہوتا ہے۔

اور باغ کو حدیقہ اس وجہ میں کہا گیا کہ اس پر حدیقہ حیطان یعنی چار دیواری ہوتی ہے۔

ذَاتَ بَهْجَةٍ۔ خوشگوار اَیْ ذَاتَ حُسْنٍ وَّ رَوْنَقٍ يَتَبَهَّجُ بِهِ النَّاظِرُ وَيَسُرُّ۔ یعنی خوبصورت سبزہ کی رونق سے دیکھنے والا مسرور ہو اور اسے فرحت ملے۔

مَا كَانَ لَكُمْ نہیں ممکن تم سے اَیْ مَا صَحَّ وَ اَمْكَنَ لَكُمْ۔

اَنْ تُنْۢبِتُوْا شَجَرَهَا۔ کہ اگا لو تم اپنی قوت سے اس کے درختوں کو۔

اس میں اپنی فضیلت تخلیق شجر و ثمر سے ظاہر فرما کر گویا فرمایا یہ شان تخلیق ثمر اور اس کی تمام صفات بدیعہ کے ساتھ اللہ تعالیٰ بہتر ہے یا وہ جنہیں تم شریک ٹھہراتے ہو۔

ءَاِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ۔ کیا ان صفات کے ساتھ کوئی الٰہ ہے اللہ تعالیٰ کے ساتھ۔ یہ استفہام انکاری ہے۔ یعنی ہرگز نہیں۔ گویا ارشاد ہے: ءَ اِلٰهٌ اٰخَرُ كَائِنٌ مَّعَ اللّٰهِ تَعَالٰى الَّذِيْ ذُكِرَ بَعْضُ اَفْعَالِهِ الَّتِيْ لَا يَكَادُ يَقْدِرُ عَلَيْهَا غَيْرُهٗ حَتّٰى يَتَوَهَّمَ جَعْلَهٗ شَرِيْكًا لَّهٗ تَعَالٰى فِي الْعِبَادَةِ۔ کیا کوئی دوسرا خدا اللہ تعالیٰ کے ساتھ ایسا ممکن ہے جس میں یہ قدرت ہو جس کی بعض شانیں بیان کی گئیں یہ وہ شانیں ہیں کہ ان پر سوا اس ذات مستجمع الصفات کے غیر قادر ہی نہیں ہو سکتا حتیٰ کہ یہ وہم بھی ممکن نہیں کہ اس ذات والا کا کسی کو عبادت میں شریک بھی کیا جا سکے۔

بَلْ هُمْ قَوْمٌ يَّعْدِلُوْنَ ۞ ۔ بلکہ وہ لوگ منحرف ہیں۔

يَّعْدِلُوْنَ۔ عدول سے اگر لیا جائے تو اس کے معنی انحراف کے ہوں گے یعنی ان کی عادت میں انحراف عن الحق ہے حَيْثُ قَالَ الْاٰلُوْسِيُّ اَيْ بَلْ هُمْ قَوْمٌ عَادَتُهُمُ الْعُدُوْلُ عَنْ طَرِيْقِ الْحَقِّ بِالْكُلِّيَّةِ وَالْاِنْحِرَافُ عَنِ الْاِسْتِقَامَةِ فِيْ كُلِّ اَمْرٍ مِّنَ الْاُمُوْرِ۔

اور ایک قول ہے کہ يَّعْدِلُوْنَ عدل سے ہے بمعنی مساوات اَيْ يُسَاوُوْنَ بِهٖ غَيْرَهٗ تَعَالٰى مِنَ اٰلِهَتِهِمْ۔ یہ قوم، خدا اور غیر خدا میں مساوات ماننے والے ہیں یعنی اللہ تعالیٰ کی قدرت کمال کے ساتھ بتوں کو بھی ایسا ہی خیال کرتے ہیں اور یہ باطل ہے۔

اَمَّنْ جَعَلَ الْاَرْضَ قَرَارًا۔ (یہ بت بہتر ہیں) یاوہ قادروخالق جس نے زمین کوتمہارے لئے قرار کی جگہ بنایا جس پرانسان اور حیوان رہتے بستے ہیں اور آرام سے اس پر چلتے پھرتے ہیں اور اس لرزہ کوروکنے کے لئے اس پرمیخیں پہاڑوں کی قائم کیں اور اس میں نہریں رواں فرمائیں جیسا کہ آگے ارشاد ہے:

وَّ جَعَلَ خِلٰلَهَاۤ اَنْهٰرًا وَّ جَعَلَ لَهَا رَوَاسِیَ وَ جَعَلَ بَیْنَ الْبَحْرَیْنِ حَاجِزًا ؕ ۔

اور کیا اس زمین میں نہروں کو اور اس زمین کے لئے رواسی یعنی لنگر یا میخیں قائم کیں اور کیا دوسمندروں میں پردہ۔

یہ حقیقت ناقابل انکار ہے کہ اگر زمین پر میخ کوہ قائم نہ کی جاتیں تو یہ قائم نہیں رہ سکتی تھی۔ سعدی علیہ الرحمۃ بھی کہتے ہیں

زمیں از تپ و لرزہ آمد ستوہ بروکوفت بر دامنش میخ کوہ

تو رواسی پر آلوسی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اَیْ جِبَالًا ثَوَابِتَ یعنی پہاڑ قائم کردیئے کہ لنگر کا کام دیں جیسے آگ بوٹ جہاز کو جب سمندر کی سطح پر قائم کرتے ہیں تو دونوں لنگر ڈالتے ہیں وہ سطح آب پر ٹھہرارہتا ہے ایسے ہی زمین کا جہاز بھی پانی پر ہے اس کے قائم کرنے کو پہاڑوں کو لنگر یا میخوں کی صورت میں قائم فرمادیا کہ وہ قائم رہ سکے۔

پھر ایک سمندر میں پانی ایک ہی ذائقہ کا ہوسکتا ہے لیکن هٰذَا عَذْبٌ فُرَاتٌ وَّ هٰذَا مِلْحٌ اُجَاجٌ ایک سمندر میں دو ذائقہ کے پانی ایسے رکھے کہ ایک طرف نہایت شیریں اور ایک طرف نہایت کڑوا کھاری موجود ہے۔

جیسا بحیرہ فارس اور بحیرہ روم کا پانی ہے۔ حاجز۔ فاصل کے معنی میں مستعمل ہے جو دونوں کو ملنے سے روک رکھے۔

یہ سمندر بعض کے نزدیک بحر عراق وشام ہیں۔

سدی رحمہ اللہ کہتے ہیں اس سے مراد بحر السماء اور بحر الارض ہے۔

ءَاِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ فرما کر ارشاد ہے یعنی ایسی چیزوں کے وجود وابداع کو دیکھ کر بھی ہمارے ساتھ دوسرا شریک کہتے ہو۔

بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا یَعْلَمُوْنَ ﴿۶۱﴾ ۔ بلکہ اکثر ان کے جاہل ہیں۔ اور اپنے باطل خیال کی حقیقت نہیں سمجھتے۔ پھر ارشاد ہے۔

اَمَّنْ یُّجِیْبُ الْمُضْطَرَّ اِذَا دَعَاهُ وَ یَكْشِفُ السُّوْٓءَ۔

(وہ بت بہتر ہیں) یا وہ جو سنتا ہے مضطر اور لاچار کی جب وہ اسے پکارتا ہے اور اس کی تکلیف دور فرمادیتا ہے۔

کشف کا محاورہ دفع اور رفع دونوں معنی دیتا ہے گویا فرمایا: اَیْ یَرْفَعُ مِنَ الْاِنْسَانِ مَا یَعْتَرِیْهِ مِنَ الْاُمُوْرِ الَّذِیْ یَسُوْءُ هٗ۔ انسان سے اس چیز کو دفع فرمادیتا ہے جو اس کی تکلیف کا موجب ہو۔

وَ یَجْعَلُكُمْ خُلَفَآءَ الْاَرْضِ۔ اور کرتا ہے تمہیں زمین کا وارث۔ تاکہ اس میں اس پر تصرف کرو۔

بعض نے کہا: اَلْمُرَادُ بِالْخِلَافَةِ الْمُلْكُ وَالتَّسَلُّطُ۔ خلافت سے مراد ملکیت اور تسلط ہے۔

ءَاِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ ؕ قَلِیْلًا مَّا تَذَكَّرُوْنَ ﴿۶۲﴾ ۔ کیا اس قوت کے ساتھ کوئی اور خدا اللہ کے ساتھ ہے بہت کم ہیں وہ جو نعمت الٰہی کو یاد کریں یا بہت کم ہیں وہ جو اس پر دھیان کریں۔

تَذَكَّرُوْنَ۔ ذکر سے ہے۔ یاد رکھنے خیال کرنے کے معنی میں مستعمل ہے۔

اَمَّنْ یَّهْدِیْكُمْ فِیْ ظُلُمٰتِ الْبَرِّ وَ الْبَحْرِ وَ مَنْ یُّرْسِلُ الرِّیٰحَ بُشْرًۢا بَیْنَ یَدَیْ رَحْمَتِهٖ ۔

(وہ بت بہتر ہیں) یا وہ جو خشکی تری کی اندھیریوں میں راہ دیتا ہے اور وہ جو ہوائیں بھیجتا ہے خوشگوار جس کے آگے

رحمت ہے۔

آلوسی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اَیْ یُرْشِدُکُمْ فِیْ ظُلُمَاتِ اللَّیَالِیْ فِی الْبَرِّ وَالْبَحْرِ بِالنُّجُوْمِ وَ غَیْرِھَا مِنَ الْعَلَامَاتِ۔ یعنی وہ راہ نمائی فرماتا ہے اندھیری راتوں میں خشک اور تر راستوں میں ستاروں اور دیگر علامتوں سے۔ جیسے دوسری جگہ ارشاد ہے وَ بِالنَّجْمِ هُمْ يَهْتَدُوْنَ اور جب سرد ہوائیں گھٹاؤں کو لے کر آتی ہیں تو ان کے آگے رحمت ہوتی ہے۔ یعنی بارش۔

ءَاِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ ؕ تَعٰلَى اللّٰهُ عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ﴿۶۳﴾۔

یَعْنِیْ تَعَالٰی وَ تَنَزَّہَ بِذَاتِہِ الْمُنْفَرِدَۃِ بِالْاُلُوْھِیَّۃِ الْمُسْتَجْمِعَۃِ لِجَمِیْعِ صِفَاتِ الْکَمَالِ وَ نُعُوْتِ الْجَلَالِ وَالْجَمَالِ الْمُقْتَضِیَۃِ لِکَوْنِ جَمِیْعِ الْمَخْلُوْقَاتِ مَقْھُوْرَۃً تَحْتَ قُدْرَتِہٖ عَمَّا یُشْرِکُوْنَ اَیْ عَنْ وُجُوْدِ مَا یُشْرِکُوْنَہٗ بِہٖ سُبْحٰنَہٗ بِعُنْوَانِ کَوْنِہٖ اِلٰھًا وَّ شَرِیْکًا لَّہٗ تَعَالٰی۔

گویا فرمایا گیا کہ کیا کوئی خدا ایسا ہے جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ ہو یعنی وہ ذات منزہ ہے اپنی ذات منفردہ میں الوہیت کے ساتھ اور جمیع صفات کمال اور نعوت جلال و جمال میں جو مقتضی ہے اس کی کہ تمام مخلوق مقہور ہو اس کی قدرت کے آگے۔ اور اس سے جو شریک ٹھہراتے ہیں اس لئے کہ وہ ذات پاک کسی دوسرے الٰہ اور شریک سے منزہ و مبرا ہے۔

اَمَّنْ يَّبْدَؤُا الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيْدُهٗ وَمَنْ يَّرْزُقُكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ۔

(وہ بت بہتر ہیں) یا وہ جو ایجاد خلق فرماتا ہے پھر بعد موت دوبارہ زندہ کرتا ہے یعنی بعث بعد الموت فرماتا ہے۔ مشرکین بدء خلق کو تو مانتے تھے لیکن بعث بعد الموت پر کہتے تھے: ءَاِذَا مِتْنَا وَكُنَّا تُرَابًا ۚ ذٰلِكَ رَجْعٌۢ بَعِيْدٌ۔ کیا ہم جب مر جائیں گے اور مٹی ہو جائیں گے یہ رجع بعید ہے یعنی عقلاً مستبعد ہے۔ حالانکہ عدم سے وجود میں لانا مشکل ہوتا ہے اور وجود کے بعد دوبارہ موجود کر دینا مستبعد نہیں۔ تو ان کا یہ اعتراض باطل اور لایعنی ہے۔

وَمَنْ يَّرْزُقُكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ۔ اور وہ جو رزق دیتا ہے تمہیں آسمان اور زمین سے۔

یعنی آسمان سے بارش کر کے سبزہ اگاتا ہے اور سبزہ سے دانہ پیدا کرتا ہے اور درختوں میں پھل پیدا فرماتا ہے اور زمین سے بھی اسی طرح تمہیں رزق پہنچاتا ہے۔

ءَاِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ ؕ قُلْ هَاتُوْا بُرْهَانَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿۶۴﴾۔

کیا کوئی خدا ہے اللہ کے ساتھ فرما دیجئے اپنی دلیل لاؤ اگر تم سچے ہو۔

اس کے بعد غیب کی بحث شروع فرمائی

قِیْلَ سَاَلَ الْکُفَّارُ عَنْ وَقْتِ الْقِیَامَۃِ الَّتِیْ وَعَدَھَا الرَّسُوْلُ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَاَصَرُّوْا عَلَیْہِ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ فَنَزَلَ قَوْلُہٗ تَعَالٰی۔

روایت ہے کہ کفار وقت قیامت کے متعلق حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کرتے تھے جس کا وعدہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں دیا تھا اس پر اصرار کر کے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے بار بار پوچھتے يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ السَّاعَةِ اَيَّانَ مُرْسٰىهَا۔ جس کی بابت فرمایا گیا چنانچہ یہاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ارشاد ہوا کہ یہ بار بار آپ سے قیامت کے وقت کی بابت سوال کرتے

ہیں۔ فرمادیجئے:

قُلْ لَّا یَعْلَمُ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ الْغَیْبَ اِلَّا اللّٰہُ۔

فرمادیجئے خودکوئی نہیں جانتا جوبھی آسمانوں اورزمین میں ہے غیب کومگر اللہ تعالیٰ۔

یہ مبحث علم غیب کا ہے اورعلم غیب پر ہزاروں مؤلفات تالیف ہوئی ہیں اور ہرایک مؤلف نے اپنے اپنے خیال کا اظہار کیا ہے کسی نے علم جزئی مانا کسی نے علم کلی کسی نے تفصیل واجمال اور حصولی وحضوری کی بحث کرکے الجھایا کوئی ذاتی عطائی کی بحث میں رہ گیا۔ چنانچہ علامہ آلوسی نے اپنی تفسیر روح المعانی میں اس آیۂ کریمہ پر بحث کی ہے لیکن میرے خیال میں وہ بھی تشنۂ تکمیل ہے۔

اور یہ مبحث کیا ہے ایک بحر ذخار ہے جس میں غوطہ زنی کرنا بھی کسی غواص کا کام ہے مجھ جیسا ہیچ میرز وہیچمدان اس دریا کو دیکھ کر بھی سراسیمہ ہے۔ لہٰذا اس مبحث کو میں اپنی تحقیق سے منقح نہیں کرسکتا۔ لیکن جب بحث آ گئی ہے تو اس پر کچھ نہ کچھ لکھنا لازمی تھا۔

لہٰذا میں اس بحث کو اعلیٰ حضرت مجدد مائۂ حاضرہ قدس سرہ کی تحقیق پر چھوڑتا ہوں۔ میرے خیال میں وہ بحث جو مکہ معظمہ میں حرم کے پردوں سے لپٹی ہوئی ممدوح نے ایک دن میں مکمل فرمائی۔ اورشریف مکہ کو سنائی جس پر علماء الحرمین الشریفین اور اجلہ علماء مصروشام نے اسی (۸۰) تقریظ تحریر فرمائیں اور سب نے اسے حق مانا جسے المکتبہ اندرون نیو نہام کھناڈ مارکیٹ نیو تھانہ کراچی نے بصرف زرکثیر طبع کرایا میں بھی اسی سے اکتساب فیض کرنا مناسب سمجھتا ہوں۔

اصل عبارت عربی اعلیٰ حضرت قدس سرہ کی ہے اس کا ترجمہ صاحبزادہ اکبر حضرت حجۃ الاسلام فاضل یلمعی عالم لوزعی ادیب الادباء مخدومنا المکرم حامد رضا رحمہ اللہ نے فرمایا تبرکا اسی سے عبارات اعلیٰ حضرت اور ترجمہ حجۃ الاسلام حامد میاں قدس سرہ نقل کرتا ہوں:

اس تالیف منیف کا نام نامی اَلدَّوْلَةُ الْمَکِّیَّةُ بِالْمَادَةِ الْغَیْبِیَّةِ ہے۔ وَ هَا اَنَا اَشْرَعُ بِالْمَقْصُوْدِ بِعَوْنِ اللّٰهِ الْوَدُوْدِ۔

اَلنَّظُرُ الْاَوَّلُ اِعْلَمْ اَنَّ مِلَاکَ الْاَمْرِ وَ مَنَاطَ النَّجَاةِ الْاِیْمَانُ بِالْکِتَابِ کُلِّهٖ وَمَا ضَلَّ اَکْثَرُ مَنْ ضَلَّ اِلَّا اَنَّهُمْ یُؤْمِنُوْنَ بِبَعْضِ الْکِتَابِ وَ یَکْفُرُوْنَ بِبَعْضٍ۔

کَالْقَدْرِیَةِ اٰمَنُوْا بِقَوْلِهٖ تَعَالٰی وَمَا ظَلَمَهُمُ اللّٰهُ وَلٰکِنْ کَانُوْٓا اَنْفُسَهُمْ یَظْلِمُوْنَ وَ کَفَرُوْا بِقَوْلِهٖ تَعَالٰی وَ اللّٰهُ خَلَقَکُمْ وَمَا تَعْمَلُوْنَ۔

نظر اول میں تمہید ارشاد فرماتے ہیں۔

کہ اول اس امر کا سمجھنا ضروری ہے کہ امر دین کا مدار اور وہ باتیں جن پر نجات موقوف ہے وہ پورے قرآن عظیم پر ایمان لانا ہے اور جو اکثر گمراہ ہوئے وہ اسی وجہ میں کہ بعض آیتوں پر ایمان لائے اور بعض کے منکر ہو گئے جیسے فرقہ قدریہ کہ اپنے آپ کو ہی افعال کا خالق جانتا ہے اور اس آیت پر ایمان لایا جو ارشاد الٰہی عزوجل ہے: وَمَا ظَلَمَهُمُ اللّٰهُ وَلٰکِنْ کَانُوْٓا اَنْفُسَهُمْ یَظْلِمُوْنَ ہم نے ان پر ظلم نہ کیا بلکہ وہ خود اپنی جانوں پر ظلم کرتے ہیں اور اس آیت سے کفر کیا جو ارشاد ہے وَاللّٰهُ

خَلَقَكُمْ وَمَا تَعْمَلُوْنَ اللہ تمہارا بھی خالق ہے اور تمہارے اعمال کا بھی۔

وَالْجَبَرِيَّةُ اٰمَنُوْا بِقَوْلِهٖ تَعَالٰى وَمَا تَشَآءُوْنَ اِلَّآ اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ وَ كَفَرُوْا بِقَوْلِهٖ تَعَالٰى ذٰلِكَ جَزَيْنٰهُمْ بِبَغْيِهِمْ ۖ وَاِنَّا لَصٰدِقُوْنَ۔ اور فرقہ جبریہ جو انسان کو پتھر کی طرح مجبور محض سمجھتا ہے وہ اس آیت پر تو ایمان لایا: وَمَا تَشَآءُوْنَ اِلَّآ اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ تم کیا چاہتے ہو مگر یہ کہ اللہ چاہے جو تمام عالم کا پالنے والا ہے۔ اور اس آیت سے کفر کرتا ہے جو ارشاد ہے ذٰلِكَ جَزَيْنٰهُمْ بِبَغْيِهِمْ ۖ وَاِنَّا لَصٰدِقُوْنَ۔ یہ ہم نے ان کی سرکشی کا بدلہ دیا اور بے شک ضرور سچے ہیں۔

وَالْخَوَارِجُ اٰمَنُوْا بِقَوْلِهٖ تَعَالٰى وَاِنَّ الْفُجَّارَ لَفِيْ جَحِيْمٍ ﴿١٤﴾ يَّصْلَوْنَهَا يَوْمَ الدِّيْنِ وَ كَفَرُوْا بِقَوْلِهٖ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ وَيَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَآءُ۔

اور خارجی فرقہ اس آیت پر تو ایمان لایا کہ بے شک فاجر لوگ ضرور جہنم میں ہیں قیامت کے دن اور اس آیت کی طرف سے کافر ہوئے جو ارشاد ہے بے شک اللہ شرک کو نہیں بخشتا اور اس کے نیچے جتنے گناہ ہیں ان میں سے جسے چاہے بخش دیتا ہے

وَالْمُرْجِيَّةُ الضُّلَّالُ اٰمَنُوا بِقَوْلِهٖ تَعَالٰى لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِيْعًا ۭ اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ وَ كَفَرُوْا بِقَوْلِهٖ تَعَالٰى مَنْ يَّعْمَلْ سُوْٓءًا يُّجْزَ بِهٖ۔

اور فرقہ مرجیہ گمراہ جو کہتا ہے کہ مسلمان کو کوئی گناہ ضرر نہیں دیتا وہ اس آیت کریمہ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ الخ پر ایمان لایا کہ اللہ کی رحمت سے ناامید نہ ہو بے شک اللہ سب گناہ بخش دے گا۔ وہ بخشنے والا مہربان ہے اور اس آیہ کریمہ سے کفر کیا جو ارشاد ہے مَنْ يَّعْمَلْ سُوْٓءًا يُّجْزَ بِهٖ جو کوئی برا کام کرے گا اسے بدلا دیا جائے گا۔

علاوہ اس کے بہت سی مثالیں ہیں اور علم کلام میں موجود ہیں۔

چنانچہ آیہ کریمہ قُلْ لَّا يَعْلَمُ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ الْغَيْبَ اِلَّا اللّٰهُ اگر کلام پاک میں ہے۔ جس کے معنی ہیں فرما دیجئے زمین و آسمان والوں میں کوئی غیب نہیں جانتا سوا اللہ تعالیٰ کے وہاں فَلَا يُظْهِرُ عَلٰى غَيْبِهٖٓ اَحَدًا ﴿٢٦﴾ اِلَّا مَنِ ارْتَضٰى مِنْ رَّسُوْلٍ بھی ہے جس کے معنی ہیں اللہ مسلط نہیں کرتا اپنے غیب پر کسی کو مگر جسے رسولوں میں سے مرتضیٰ فرمائے۔ یعنی اپنے محبوب اور پسندیدہ رسولوں کو علم غیب پر مسلط فرما لیتا ہے۔

اور یہ بھی فرمایا: وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُطْلِعَكُمْ عَلَى الْغَيْبِ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَجْتَبِيْ مِنْ رُّسُلِهٖ مَنْ يَّشَآءُ یعنی اللہ ایسا نہیں کہ اے لوگو! تمہیں غیب پر مطلع کرے البتہ اپنے رسولوں میں سے جسے چاہے (اس غیب کے لئے) چن لیتا ہے۔

اور یہ بھی فرمایا: وَمَا هُوَ عَلَى الْغَيْبِ بِضَنِيْنٍ۔ یعنی وہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم غیب پر بخیل نہیں۔ یعنی وہ تمہیں غیب کی باتیں بتانے میں بخل نہیں فرماتے۔ اور جو غیب تمہیں وہ بتائیں اس میں ان پر غلطی کرنے کی تہمت نہیں ہے۔

اور یہ بھی ارشاد ہوا: وَعَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ ۭ وَكَانَ فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكَ عَظِيْمًا۔ یعنی اے محبوب تمہیں سکھایا تمہارے رب نے جو کچھ تم نہ جانتے تھے اور اللہ تعالیٰ کا فضل و کرم تم پر بہت ہی بڑا ہے۔ اور یہ بھی ارشاد ہے:

ذٰلِكَ مِنْ اَنْۢبَآءِ الْغَيْبِ نُوْحِيْهِ اِلَيْكَ ۚ وَمَا كُنْتَ لَدَيْهِمْ اِذْ اَجْمَعُوْٓا اَمْرَهُمْ وَهُمْ يَمْكُرُوْنَ۔ یہ غیب کی خبریں ہیں جو ہم تمہاری طرف وحی کرتے ہیں اور تم ان کے پاس نہ تھے جب انہوں نے اپنے ارادے میں ایسا کیا (اور

یوسف علیہ السلام کے ساتھ) داؤ کھیلے۔

اور یہ بھی ہے: ذٰلِكَ مِنْ اَنْۢبَآءِ الْغَیْبِ نُوْحِیْهِ اِلَیْكَؕ وَ مَا كُنْتَ لَدَیْهِمْ اِذْ یُلْقُوْنَ اَقْلَامَهُمْ اَیُّهُمْ یَكْفُلُ مَرْیَمَ۪ وَ مَا كُنْتَ لَدَیْهِمْ اِذْ یَخْتَصِمُوْنَ۔ یہ غیب کی خبریں ہیں جن کی وحی ہم تمہاری طرف بھیجتے ہیں اور تم ان کے پاس نہ تھے جب وہ اپنی قلموں کا قرعہ ڈالتے تھے کہ ان میں کون مریم کی پرورش کرے اور تم ان کے پاس نہ تھے جب وہ جھگڑ رہے تھے۔

اور یہ بھی آیۂ کریمہ ہے: تِلْكَ مِنْ اَنْۢبَآءِ الْغَیْبِ نُوْحِیْهَاۤ اِلَیْكَ یہ غیب کی خبریں ہیں جن کی وحی ہم تمہاری طرف بھیجتے ہیں۔

ان کے سوا اور بہت سی آیتیں ہیں اس کے بعد اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

فَهٰذَا رَبُّنَا تَبَارَکَ وَتَعَالٰی قَدْ نَفٰی نَفْیًا لَّا مَرَدَّلَهٗ وَ اَثْبَتَ اِثْبَاتًا لَا رَیْبَ فِیْهِ فَالْکُلُّ حَقٌّ وَالْکُلُّ اِیْمَانٌ وَ مَنْ اَنْکَرَ شَیْئًا مِّنْهَا فَقَدْ کَفَرَ بِالْقُرْاٰنِ فَمَنْ نَفٰی مُطْلَقًا وَ لَمْ یُثْبِتْ بِوَجْهٍ فَقَدْ کَفَرَ بِاٰیَاتِ الْاِثْبَاتِ وَ مَنْ اَثْبَتَ مُطْلَقًا وَ لَمْ یَنْفِ بِوَجْهٍ فَقَدْ کَفَرَ بِاٰیَاتِ النَّافِیَاتِ وَالْمُؤْمِنُ یُؤْمِنُ بِالْکُلِّ وَلَا تَتَفَرَّقُ بِهِ السُّبُلُ وَهُمَا لَا یُمْکِنُ لَهُمَا مَوْرِدٌ وَّاحِدٌ فَوَجَبَ الْفَحْصُ عَنِ الْمَوَارِدِ۔

تو یہ ہے ہمارا رب تبارک وتعالیٰ جس نے نفی بھی ایسی کی کہ ٹل نہیں سکتی اور ثابت بھی ایسا کیا جس میں اصلاً شبہ نہیں تو نفی و اثبات دونوں حق ہیں دونوں ایمان ہیں اور ان دونوں میں سے جو کوئی کسی بات کا انکار کرے وہ منکر قرآن ہوگا تو جو غیر خدا کے لئے علم غیب کی مطلقاً ایسی نفی کردے کہ کسی طرح ثابت ہی نہ مانے وہ ان آیتوں سے کافر ہوگا جو غیر خدا کے لئے غیب ثابت کر رہی ہیں۔

اور جو مطلقاً اس طرح ثابت کرے کہ کسی وجہ سے نفی مانے ہی نہیں وہ ان آیتوں سے کافر ہوگا جو نفی غیب کر رہی ہیں اور مومن وہ ہے جو سب پر ایمان لائے اور ادھر ادھر مختلف راہوں میں نہ پڑے۔

اور ظاہر ہے کہ نفی غیب اور اثبات غیب دونوں ایک چیز پر تو وارد نہیں ہو سکتے تو ان کے مورد جدا جدا تلاش کرنا واجب ہوا۔

تو اول اس علم کی تقسیم دو طرح ہوگی ایک تقسیم باعتبار مصدر ہے جہاں سے وہ صادر ہوا۔

اور ایک تقسیم متعلق سے ہے یعنی جس سے وہ علم متعلق ہوا اس سے ایک تقسیم نکلتی ہے۔

پھر اس اعتبار سے کہ تعلق کس طرح کا ہوا۔

پہلی تقسیم تو یہ ہے کہ علم یا تو ذاتی ہے اور وہ جب ہوگا جبکہ نفس ذات عالم سے صادر ہوا اور اس کے غیر کو اس میں کچھ دخل نہ ہو۔ یعنی اس میں نہ غیر کی عطا سے ہو نہ اس میں کسی طرح غیر سبب پڑے۔

یا وہ علم عطائی ہو یعنی غیر کی عطا سے ہو جیسے استاد شاگرد کے علم کا سبب ہے اگرچہ اس میں بھی معطی حقیقی وہی اللہ سبحانہ و تعالیٰ ہے تو یہ متصور نہیں ہو سکتا کہ جو بسبب غیر ہو وہ بہ عطائے غیر نہ ہو۔

بنابریں پہلی قسم صرف اور صرف واجب تعالیٰ کے ساتھ خاص ہے اور اس کے غیر کے لئے محال ہے حتیٰ کہ اس میں سے کوئی حصہ جہان بھر میں کسی کے لئے کوئی ثابت کرے اگرچہ وہ ذرہ سے بھی کم تر ہو وہ یقیناً مشرک ہے۔

رہی دوسری قسم وہ صرف اللہ تعالیٰ کے بندوں کے ساتھ خاص ہے اور حق سبحانہ وتعالیٰ کے لئے ممکن نہیں۔

حتیٰ کہ اگر کوئی ایسا علم اللہ تعالیٰ کے لئے ثابت کرے تو وہ کافر ہے اور ایسا عقیدہ رکھنا شرک اکبر سے بھی زیادہ خبیث و شنیع ہے اس لئے کہ مشرک تو وہ ہے جو اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات میں کسی غیر کو خدا کے برابر جانے۔ اور یہاں تو اس نے غیر خدا کو خدا سے برتر سمجھا یا اس نے اپنے علم وخبر کا فیض خدا تعالیٰ کو پہنچا دیا۔

دوسری تفصیل یہ ہے کہ علم دو قسم پر ہے۔

ایک مطلق العلم اس سے مراد وہ مطلق ہے جو علم اصول کی اصطلاح ہے جس کا ثابت کرنا کسی ایک فرد کا ثبوت چاہتا ہے اور نفی کرنا کل افراد کی نفی کو لازم ہے اور یہ مطلق یا تو فرد معین ہے یا نفس ماہیت جو کسی فرد میں ہو کر پائی جائے۔

تو یہاں قضیہ موجبہ، موجبہ جزئیہ ہے اس لئے کہ موجبہ کلیہ کو عام ہے اور قضیہ سالبہ۔ سالبہ کلیہ ہے۔

دوسرا علم مطلق جو عموم واستغراق حقیقی کا مفاد ہے۔

اس کا ثبوت نہیں ہوتا جب تک کہ جملہ افراد موجود نہ ہوں اور وہ کسی ایک فرد کی نفی سے منتفی ہو جاتا ہے تو یہاں موجبہ کلیہ ہوگا اور سالبہ جزئیہ اور یہ علم کا تعلق دو وجہ پر ہوتا ہے۔

ایک اجمال، دوسرے تفصیل۔ جس میں ہر معلوم جدا اور ہر مفہوم دوسرے سے ممتاز ہو یعنی عالم کو جتنے معلومات ہوں عام اس سے کہ وہ کل ہوں یا بعض تو اس دوسری تقسیم میں یہ چار قسمیں ہیں۔

ان میں سے ایک اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے ساتھ خاص ہے جسے علم مطلق تفصیلی کہتے ہیں جس پر آیۂ کریمہ وَكَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمًا دلالت کرتی ہے یعنی اللہ ہر شے کا جاننے والا ہے۔

اس لئے کہ حق سبحانہ وتعالیٰ ہر شے کا جاننے والا ہے وہ اپنی ذات اور اپنی غیر متناہی صفتوں اور ان سب حادثوں کو جو موجود ہوئے اور ان کو جو ازل سے ابد تک موجود ہوتے رہیں گے اور تمام ممکنات کو جو نہ کبھی موجود ہوئے اور نہ کبھی موجود ہوں بلکہ تمام محالات کو بھی وہ جانتا ہے۔

تو تمام مفہومات میں سے کوئی چیز علم الٰہی سے باہر نہیں وہ ان سب کو تفصیل کے ساتھ جانتا ہے ازل سے ابد تک سب اس کے علم میں ہے۔

اور اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی ذات غیر متناہی اور اس کی صفات غیر متناہی اور ان میں سے ہر صفت غیر متناہی اور عدد کے سلسلے جو غیر متناہی میں ہیں اور ابد کے دن اور اس کی گھڑیاں اور اس کی آنیں اور جنت کی نعمتوں سے ہر نعمت اور جہنم کے عذابوں سے ہر عذاب اور جنتی جہنمیوں کی سانسیں اور ان کی پلک جھپکنا اور ان کی جنبشیں اور ان کے سوا اور چیزیں یہ سب غیر متناہی ہیں اور اللہ تعالیٰ کو ازل وابد میں سب پوری تفصیل اور احاطہ کے ساتھ معلوم ہیں۔

بلکہ اس ذات پاک کے لئے ہر ہر ذرہ میں غیر متناہی علم ہیں۔ اس لئے کہ ہر ذرہ کو ہر ذرہ سے جو گزرا، یا آئندہ ہوگا یا ممکن ہے کہ ہو، کوئی نہ کوئی نسبت قرب وبعد اور جہت میں ہوگی جو زمانوں میں بدلے گی پھر ان مکانوں کے بدلنے سے جو واقع ہوئے یا ممکن ہے روز اول سے زمانۂ نامحدود تک اور یہ سب اللہ عزوجل کو بالفعل معلوم ہیں۔

تو اللہ تعالیٰ کا علم غیر متناہی در غیر متناہی در غیر متناہی ہے۔

اور یہ باتیں ہر اس شخص پر واضح ہیں جو اسلام میں حصہ رکھتا ہے۔

اور یہ حقیقت واضح اور روشن ہے کہ کسی مخلوق کا علم آن واحد میں غیر متناہی بالفعل کو پوری تفصیل کے ساتھ ایسی طرح سے کہ ہر فرد دوسرے سے بروجہ کامل ممتاز ہو محیط نہیں ہوسکتا۔

اس لئے کہ امتیاز جب ہوگا جبکہ ہر فرد کی جانب خصوصیت کے ساتھ لحاظ کیا جائے اور غیر متناہی لحاظ ایک آن میں حاصل نہیں ہوسکتے۔

تو ثابت ہوا کہ علم مخلوق اگرچہ کتنا ہی کثیر ہو حتیٰ کہ عرش وفرش میں روز اول سے روز آخر تک اور اس کے کروڑوں مثل سب کو محیط ہو جائے جب بھی نہ ہوگا مگر محدود بالفعل۔

اس لئے کہ عرش وفرش دو کنارے گھیرنے والے ہیں اسی طرح روز اول سے روز آخر تک یہ بھی دو حدیں ہیں اور جو چیز دو گھیرنے والوں میں گھری ہو وہ لازمی طور پر متناہی ہوگی۔

البتہ علم مخلوق میں غیر متناہی ہونا بایں معنیٰ ٹھیک ہوسکتا ہے کہ آئندہ کسی حد پر اس کی روک نہ کردی جائے بلکہ ہمیشہ بڑھتا رہے اور بایں معنیٰ اللہ سبحٰنہ وتعالیٰ کے علم میں لا تناہی محال ہے۔

اس واسطے کہ اس کی سب صفتیں نئی پیدا ہونے سے بالاتر ہیں تو ثابت ہوا کہ غیر متناہی بالفعل ہونا اللہ تعالیٰ کے علموں سے خاص ہے۔

اور وہ عدم متناہی کہ بڑھنا کسی حد پر نہ رکے اس کے بندوں کے لئے خاص ہے۔

قطع نظر اس کے ہمارے دعویٰ پر آیہ کریمہ بھی دلیل قاطع ہے حَیۡثُ قَالَ وَكَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَیۡءٍ مُّحِیۡطًا اللہ تعالیٰ ہر شے کو محیط ہے۔ اس لئے کہ ذات واجب تعالیٰ شانہ محدود نہیں تو اس کی مخلوق میں کسی کو ممکن نہیں کہ اللہ عزوجل کو جیسا کہ وہ ہے تمام وکمال پہچان لے اور اس کا یہ کہنا صحیح ہو جائے کہ اب اللہ تعالیٰ کی معرفت ایسی حاصل ہوگئی کہ اس کے بعد اس کی معرفت سے کچھ باقی نہ رہا۔ اس لئے کہ اگر ایسا ہوتا تو یہ علم اللہ تعالیٰ کی ذات کو محیط ہو جاتا اور اللہ تبارک وتعالیٰ محاط ہو کر اس کے احاطہ میں آ جاتا اور وہ ذات کسی کے احاطہ میں آ کر محاط ہونے سے بالاتر ہے وہ ہر چیز پر محیط ہے۔

تو اس تقریر سے یہ امر بھی روشن اور واضح ہوگیا کہ اللہ عزوجل کے عرفان میں انبیاء، اولیاء، صالحین ومومنین میں جو فرق ہے وہ اللہ تعالیٰ کے عرفان میں ہی فرق ہے اور اسی سے باہمی مراتب کا فرق مرتب ہے۔

جو جتنا زیادہ اللہ تعالیٰ کو جانتا ہے اتنا ہی زیادہ اس کا مرتبہ ہے اور یہ درجہ عرفان ابد الآباد تک بڑھتا ہی رہے گا اور جتنا عرفان بڑھتا جائے گا اتنا ہی مرتبہ بڑھتا رہے گا لیکن کبھی اس کے علم میں سے قادر نہ ہوں گے مگر قدر متناہی پر اور معرفت الٰہی ہمیشہ غیر متناہی رہے گی۔

تو ثابت ہوا کہ جمیع معلومات الٰہیہ کو پوری تفصیل کے ساتھ کسی مخلوق کا محیط ہو جانا عقلاً اور شرعاً محال ہے بلکہ اگر تمام اولین وآخرین کے علوم جمع کر لئے جائیں تو ان کا مجموعہ بھی علوم الٰہیہ سے قطعاً کوئی نسبت نہیں رکھتا حتیٰ کہ وہ نسبت بھی نہیں جو قطرہ کے دس لاکھ حصوں میں سے ایک حصہ کو دس لاکھ سمندروں سے ہے۔ اس لئے کہ قطرہ کا یہ حصہ بھی محدود ہے اور وہ دریائے ذخار بھی متناہی ہیں اور متناہی کو متناہی سے ضرور کوئی نسبت ہوتی ہے۔

اس لئے کہ سمندروں سے اگر ہم بوند کے اس حصہ کے برابر یکے بعد دیگرے لیتے رہیں تو ضرور ان سمندروں پر ایک ایسا دن آئے گا کہ سب ختم اور فنا ہو جائیں گے اس لئے کہ آخر متناہی ہیں۔

لیکن غیر متناہی میں سے کتنے ہی بڑے متناہی حصے لیتے جائیں تو حاصل شدہ ہمیشہ متناہی ہوگا اور غیر متناہی ہمیشہ غیر متناہی رہے گا تو ماننا پڑے گا کہ غیر متناہی سے متناہی کو کوئی نسبت نہیں ہو سکتی۔

اور یہ ہمارا ایمان ہے کہ ذات واجب تعالیٰ غیر متناہی ہے اور اس کی صفات بھی غیر متناہی تو عرفان حاصل کرنے والے سب متناہی تو متناہی کو غیر متناہی سے کبھی نسبت نہیں ہو سکتی۔

اور حضرت خضر علیہ السلام نے موسیٰ علیہ السلام کو جو اشارہ فرمایا تھا جبکہ چڑیا نے سمندر سے ایک چونچ بھر کر پانی لیا تو یہ وہ درجہ ہے جو اللہ عزوجل کے ساتھ خاص ہے۔

اب رہیں باقی تین قسمیں یعنی

علم مطلق اجمالی

مطلق علم اجمالی

علم تفصیلی

یہ تینوں اقسام اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص نہیں۔

یہاں سیدی محمد بکری نے اس قول پر جو جواب دیا وہ غلط نہیں ہے جو آپ سے پوچھا گیا کہ علامہ عمر حلبی کا محصل یہ ہے کہ **اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کَانَ یَعْلَمُ جَمِیْعَ عِلْمِ اللّٰہِ تَعَالٰی**۔ کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم تمام علم اللہ جانتے تھے؟

تو آپ نے جواب دیا اس کا ماحصل یہ ہے کہ **هٰذِهٖ صَحِیْحَةٌ اِذْ یَجُوْزُ اَنَّ تَعَالٰی یَهَبُهٗ عِلْمَهٗ وَتَطْلِیْعَهٗ عَلَیْهِ وَلَا یَلْزَمُ مِنْ ذٰلِکَ اَنْ یُّدْرِکَ مُحَمَّدٌ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَقَامَ الرَّبُوْبِیَّةِ اِذِ الْعِلْمُ ثَابِتٌ لِلّٰهِ تَعَالٰی بِذَاتِهٖ وَ لِلْمُصْطَفٰی صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ بِتَعْلِیْمِ اللّٰهِ تَعَالٰی اِیَّاهُ**۔

یہ صحیح ہے اس لئے کہ ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنا کل علم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو عطا فرما دیا ہو اور آپ کو اس پر مطلع کر دیا ہو۔ اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم مقام ربوبیت تک پہنچ جائیں اس لئے کہ علم الٰہی بالذات ثابت ہے اور مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے علم تعلیم الٰہی سے حاصل ہونا ثابت ہے۔

پھر علامہ سخاوی رحمہ اللہ نے فرمایا: **وَ قَدْ ذَکَرَ لِیْ بَعْضُ الْاَصْحَابِ اَنَّهٗ یَلْزَمُ اَنْ یُّسَاوِیَ عِلْمُهٗ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ عِلْمَ اللّٰهِ تَعَالٰی اِذْ قُلْنَا اَنَّهٗ یَعْلَمُ کُلَّ شَیْءٍ فَاَجَبْتُهٗ اَنَّهٗ لَا یَلْزَمُ شَیْءٌ مِنْ ذٰلِکَ لِاَنَّ ذٰلِکَ لِلّٰهِ تَعَالٰی بِالْاِصَالَةِ وَلَهٗ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ بِالتَّبْعِیَّةِ**۔

میرے بعض احباب نے ذکر کیا کہ جب ہم کہیں گے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہر شے کا علم رکھتے ہیں تو لازم آئے گا کہ علم الٰہی سے مساوی مانا جائے تو میں نے جواب دیا کہ یہ لازم نہیں آتا اس لئے کہ علم خداوند تعالیٰ ذاتی ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا علم عطائی ہے۔

بلکہ اگر اجمالی کو ہم مرتبہ بشرط لاشی ء میں لیں یعنی وہ جس میں ایک معلوم دوسرے سے پورے طور پر ممتاز نہ ہو تو اجمالی کی دونوں قسمیں اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے لئے محال ہوں گی اور بندوں کے ساتھ ان کا خاص ہونا واجب ہوگا۔

اب رہا علم مطلق اجمالی اس کے بندوں کے لئے حاصل ہونا عقلاً بدیہی اور ضروریات دین سے ہے اس لئے کہ ہم ایمان لائے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہر شے جانتا ہے تو ہر شے کہنے میں ہم نے جمیع معلومات الٰہیہ کا لحاظ کرلیا اور ان سب کو اجمالی طور پر جان لیا تو جسے اپنے لئے ثابت نہ جانے وہ اپنے نفس سے اس آیت کریمہ پر ایمان کی نفی کرتا ہے تو وہ خود اپنے کفر کا مقر ہوا اور معاذ اللہ ایسا عقیدہ خالص کفر ہے۔

اور ظاہر ہے کہ جب علم مطلق اجمالی بندوں کے لئے ثابت ہے تو مطلق علم اجمالی خود بخود بندوں کے لئے ثابت ہے۔

اسی طرح مطلق علم تفصیلی ہے۔ اس لئے کہ ہم قیامت و جنت اور جہنم اور اللہ تعالیٰ اور اس کی صفات میں سے ساتوں صفات پر ایمان لائے جو اصول ایمان سے ہیں۔ تو یہ سب غیب ہی ہے۔

اور ان میں سے ہر ایک کو ہم نے علیحدہ علیحدہ دوسرے سے ممتاز طور پر جانا تو واجب ہوا کہ غیبوں کا مطلق علم تفصیلی ہر مسلمان کو حاصل ہو۔

چنانچہ تفسیر کبیر میں ہے: لَا یَمْتَنِعُ اَنْ نَّقُوْلَ نَعْلَمُ مِنَ الْغَیْبِ مَا لَنَا عَلَیْهِ دَلِیْلٌ۔ یہ کہنا ممنوع نہیں کہ غیب سے ہم وہ جانتے ہیں جس پر ہمارے لئے دلیل ہے۔

اور نسیم الریاض شرح شفا قاضی عیاض میں ہے: لَمْ یُکَلِّفْنَا اللّٰهُ الْاِیْمَانَ بِالْغَیْبِ اِلَّا وَقَدْ فَتَحَ لَنَا بَابَ غَیْبِهٖ۔ اللہ نے ہمیں ایمان بالغیب کی تکلیف نہیں دی مگر اتنی جو ہمارے لئے اپنے غیب کا دروازہ کھول دیا۔

اور علامہ ابن جریر رحمہ اللہ تحت آیت مَاهُوَ عَلَى الْغَیْبِ بِضَنِیْنٍ فرماتے ہیں۔ جو ابن زید رحمہ اللہ سے منقول ہے: اَلْغَیْبُ الْقُرْاٰنُ۔ غیب قرآن کریم ہے۔

وَ عَنْ زِرٍّ اَلضَّنِیْنُ الْبَخِیْلُ وَالْغَیْبُ الْقُرْاٰنُ۔ اور زر سے مروی ہے کہ ضنین بخیل کو کہتے ہیں اور غیب قرآن کریم ہے۔

اور مجاہد رحمہ اللہ کہتے ہیں: مَا یَضُنُّ عَلَیْکُمْ مِمَّا یَعْلَمُهٗ۔ وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تم سے بخل نہیں فرماتے اس سے جو انہیں علم ہے۔

اور قتادہ رحمہ اللہ کہتے ہیں: اِنَّ هٰذَا الْقُرْاٰنَ غَیْبٌ فَاَعْطَاهُ اللّٰهُ مُحَمَّدًا صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَبَذَلَهٗ وَ عَلَّمَهٗ۔ بلاشبہ یہ قرآن کریم غیب ہے اسے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے عطا فرمایا۔ اور انہوں نے ہمیں بخشا اور تعلیم فرمایا۔

پھر انبیاء کرام علیہم السلام کا کیا کہنا اور کیونکر نہ ہو حالانکہ ہمیں اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے غیب پر ایمان لانے کا حکم دیا ہے اور ایمان تصدیق ہے اور تصدیق علم ہے۔

تو جو غیب کو جانتا نہیں وہ اس کی تصدیق کیونکر کرے گا اور جو تصدیق نہ کرے گا وہ اس پر ایمان کیونکر لائے گا تو ثابت ہوا کہ وہ علم جو اللہ عزوجل کے ساتھ خاص ہونے کے لائق ہے وہ نہیں مگر علم ذاتی اور علم تفصیلی جو جمیع معلومات الٰہیہ کو استغراق حقیقی کے ساتھ محیط ہو۔

تو جن آیتوں میں غیر خدا سے نفی فرمائی ہے ان میں ضرور ہے کہ یہی دونوں معنی مراد ہیں اور یہ بھی ثابت ہوا کہ وہ علم جسے بندوں کے لئے ثابت کر سکتے ہیں وہ علم عطائی ہے خواہ وہ علم مطلق اجمالی ہو یا مطلق علم تفصیلی ہو۔

اور مدح اس علم اخیر سے ہوتی ہے۔

اور اللہ تعالیٰ نے جہاں علم کے ساتھ اپنے بندوں کی مدح فرمائی اس سے یہی قسم مراد ہے جس میں بندوں کے لئے علم غیب دیا جانا ثابت فرمایا ہے۔ اور یہ ہرگز مقربین اور نہ ان کے غیر کا امکان ہے۔ چنانچہ وہ آیات جن میں بندوں کے لئے غیب کا علم دیا جانا ثابت ہے وہ ہیں یہ۔

وَبَشَّرُوْهُ بِغُلٰمٍ عَلِيْمٍ ملائکہ نے ابراہیم علیہ السلام کو ایک علم والے لڑکے کی بشارت دی۔

وَاِنَّهٗ لَذُوْ عِلْمٍ لِّمَا عَلَّمْنٰهُ۔ بے شک یعقوب ہمارے علم دیئے ہوئے سے ضرور علم والا ہے۔

وَعَلَّمْنٰهُ مِنْ لَّدُنَّا عِلْمًا۔ ہم نے خضر کو علم لدنی عطا کیا۔

وَعَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ۔ اور اے محبوب اللہ تعالیٰ نے تمہیں سکھا دیا جو کچھ تم نہ جانتے تھے۔

اور ان کے سوا اور قرآن کریم میں بکثرت آیات ہیں۔

اب یہ امر واضح اور روشن ہو گیا کہ جو کچھ ہم نے یہاں تک بیان کیا وہ سب دین متین سے ثابت ہے اور جو ان میں سے کسی کا انکار کرے وہ منکر دین متین ہے اور جماعت مسلمین سے علیحدہ ہے۔

اور یہ وہ تطبیق ہے جسے معتمد علماء نے آیات نفی واثبات میں کی ہے جیسے امام اجل ابوزکریا نووی نے اپنے فتویٰ میں فرمایا امام ابن حجر مکی رحمہ اللہ نے فتویٰ حدیثیہ میں بیان کیا اور دیگر علماء کرام نے بھی فرمایا:

"کہ غیر خدا سے نفی علم غیب کے معنی ہیں کہ اپنی ذات سے کوئی نہیں جانتا اور نہ کسی کا علم جمیع معلومات الٰہیہ کو محیط ہے۔"

تو اب اظہر من الشمس اور بین من الامس روشن ولائح ہو گیا کہ جو نبی علیم علیہ الصلوٰۃ وافضل التسلیم سے غیبوں کی مطلق علم کی نفی کرتا ہے اگرچہ وہ خدا کی عطا سے ہو وہ منکر آیات الٰہی ہے اور اس کا یہ انکار موجب ردت ہے۔ اس لئے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر اپنے خاتمہ اور امت کے خاتمہ کا علم بھی روشن تھا حَيْثُ قَالَ۔

وَلَلْاٰخِرَةُ خَيْرٌ لَّكَ مِنَ الْاُوْلٰى۔ بے شک آخرت تمہارے لئے دنیا سے بہتر ہے اور ارشاد ہے۔

وَلَسَوْفَ يُعْطِيْكَ رَبُّكَ فَتَرْضٰى۔ بے شک عنقریب تمہیں تمہارا رب اتنا دے گا کہ تم راضی ہو جاؤ گے اور ارشاد ہے:

يَوْمَ لَا يُخْزِى اللّٰهُ النَّبِيَّ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ ۚ نُوْرُهُمْ يَسْعٰى بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَبِاَيْمَانِهِمْ

جس دن اللہ رسوا نہ کرے گا نبی کو نہ ان ایمان والوں کو جو اس کے ساتھ ہیں ان کا نور دوڑتا ہو گا ان کے آگے اور ان کے دائیں اور ارشاد ہے۔

عَسٰۤى اَنْ يَّبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا۔ عنقریب تمہارا رب تمہیں حمد والے مقام پر بھیجے گا۔ اور ارشاد ہے

اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيْرًا۔

اللہ یہی چاہتا ہے کہ اے نبی کے گھر والو! کہ تم سے ناپاکی دور رکھے اور تمہیں خوب پاک کر دے اور ارشاد ہے:

اِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِيْنًا ۝ لِّيَغْفِرَ لَكَ اللّٰهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْۢبِكَ وَمَا تَاَخَّرَ وَيُتِمَّ نِعْمَتَهٗ عَلَيْكَ وَ

يَهْدِيَكَ صِرَاطًا مُّسْتَقِيْمًا ۙ﴿۲﴾ وَّ يَنْصُرَكَ اللّٰهُ نَصْرًا عَزِيْزًا ﴿۳﴾ هُوَ الَّذِيْٓ اَنْزَلَ السَّكِيْنَةَ فِيْ قُلُوْبِ الْمُؤْمِنِيْنَ لِيَزْدَادُوْٓا اِيْمَانًا مَّعَ اِيْمَانِهِمْ ؕ وَ لِلّٰهِ جُنُوْدُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ ؕ وَ كَانَ اللّٰهُ عَلِيْمًا حَكِيْمًا ۙ﴿۴﴾ لِّيُدْخِلَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَ الْمُؤْمِنٰتِ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا وَ يُكَفِّرَ عَنْهُمْ سَيِّاٰتِهِمْ ؕ وَ كَانَ ذٰلِكَ عِنْدَ اللّٰهِ فَوْزًا عَظِيْمًا ۙ﴿۵﴾

بے شک ہم نے تمہارے لئے روشن فتح فرمادی تا کہ اللہ تمہارے سبب سے گناہ بخشے تمہارے اگلوں اور تمہارے پچھلوں کے اور تمام کردے تم پر اپنی نعمتیں اور تمہیں سیدھی راہ دکھائے اور اللہ مدد فرمائے تمہاری زبردست وہی ہے جس نے ایمان والوں کے دلوں میں اطمینان اتارا تا کہ انہیں یقین پر یقین بڑھے اور اللہ ہی کی ملک ہیں تمام لشکر آسمانوں اور زمین کے اور اللہ علم و حکمت والا ہے تا کہ ایمان والے مردوں اور ایمان والی عورتوں کو ان باغوں میں داخل کرے جن کے نیچے نہریں رواں ہیں ان میں ہمیشہ رہیں اور ان کی برائیاں ان سے اتار دے اور یہ اللہ کے یہاں بڑی کامیابی ہے۔

اور پھر ارشاد باری ہے:

تَبٰرَكَ الَّذِيْٓ اِنْ شَآءَ جَعَلَ لَكَ خَيْرًا مِّنْ ذٰلِكَ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ۙ وَ يَجْعَلْ لَّكَ قُصُوْرًا۔

برکت والا ہے وہ کہ اگر چاہے تو تمہارے لئے اس سے بہتر کردے جنتیں کہ جن کے نیچے نہریں رواں ہیں اور کرے گا تمہارے لئے اونچے اونچے محل۔

علاوہ اس کے اس بات میں بکثرت احادیث متحد المعنی اور متواتر اتنی ہیں کہ وہ ایک عمیق دریا ہیں جن کا گھراؤ پانا مشکل ہے۔

لیکن جب اللہ اور اس کی آیتوں سے مقصد ثابت ہو چکا تو اس کے بعد فَبِاَيِّ حَدِيْثٍۭ بَعْدَ اللّٰهِ وَاٰيٰتِهٖ يُؤْمِنُوْنَ۔

مضمون سابقہ سے مسئلہ اتنا منقح اور صاف ہو چکا ہے کہ اب مسلمان کے دل میں نبی الانبیاء علیہ التحیۃ والثناء کا علم ذات واجب تعالیٰ شانہ کے مساوی علم ہونے کا شبہ بھی نہیں ہو سکتا اس لئے کہ دلائل سے واضح اور روشن ہو گیا کہ

اللہ تعالیٰ کا علم ذاتی ہے اور مخلوق کا علم عطائی۔

اللہ تعالیٰ کا علم واجب ہے اور مخلوق کا علم ممکن۔

اللہ تعالیٰ کا علم ازلی، سرمدی، قدیم حقیقی ہے اور مخلوق کا علم حادث اس لئے کہ تمام مخلوقات حادث ہے اور صفت موصوف سے مقدم نہیں ہو سکتی۔

اللہ تعالیٰ کا علم مخلوق نہیں اور خلق کا علم مخلوق ہے۔

اللہ تعالیٰ کا علم کسی کے تحت قدرت نہیں اور خلق کا علم اللہ تعالیٰ کے تحت قدرت ہے بلکہ اس کا زیر دست۔

علم الٰہی کا ہمیشہ رہنا واجب ہے اور علم مخلوق کی فنا ممکن۔

علم الٰہی کسی طرح بدل نہیں سکتا اور علم خلق میں تغیر و تبدل روا ہے۔

ان تمام فرقوں کے ہوتے ہوئے سوا جاہل کے کون وہم کر سکتا ہے کہ علم نبی الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم ذات واجب تعالیٰ شانہ کے مساوی ہے۔

اب بھی جو علم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو جمیع معلومات الٰہیہ کا محیط جانے وہ محض باطل پرست ہے۔

اور ہماری اس تصریح کے مطابق اجلہ علماء کرام بھی فرمارہے ہیں۔ چنانچہ امام قاضی عیاض شفا شریف میں فرماتے ہیں:

یُعْتَقَدُ اَنَّ اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ فِیْ عَظْمَتِهٖ وَ كِبْرِیَائِهٖ وَ مَلَكُوْتِهٖ وَ حُسْنِ اَسْمَآئِهٖ وَ عُلَا صِفَاتِهٖ لَا یُشْبِهُ شَیْئًا مِّنْ مَّخْلُوْقَاتِهٖ وَلَا یَشْبَهُ بِهٖ وَاِنَّ مَا جَاءَ مِمَّا اَطْلَقَهُ الشَّرْعُ عَلَى الْخَالِقِ وَ عَلَى الْمَخْلُوْقِ فَلَا تَشَابُهَ بَیْنَهُمَا فِی الْمَعْنَى الْحَقِیْقِیِّ اِذْ صِفَاتُ الْقَدِیْمِ بِخِلَافِ صِفَاتِ الْمَخْلُوْقِ فَكَمَا اِنَّ ذَاتَهٗ لَا یَشْبَهُ الذَّوَاتِ كَذٰلِكَ صِفَاتُهٗ لَا تَشْبَهُ صِفَاتَ الْمَخْلُوْقِیْنَ۔ الخ

یہ اعتقاد رکھا جائے کہ اللہ تعالیٰ اپنی بزرگی اور بڑائی میں اور اپنی سلطنت اور اپنے اسماء حسنیٰ اور اپنی بلند و بالا صفات میں مخلوقات میں سے نہ وہ کسی کے مثل ہے نہ اس جیسا اور کوئی ہوسکتا ہے اور یقیناً وہ الفاظ جن کا اطلاق شریعت مطہرہ نے خالق و مخلوق دونوں پر کیا اس میں بمعنی حقیقی کوئی تشابہ نہیں اس لئے کہ صفات قدیم مخالف صفات حادث ہیں تو جس طرح اس کی ذات اور ذاتوں کے مشابہ نہیں اسی طرح اس کی صفات بھی مخلوق کی صفات کے مشابہ نہیں۔ الخ

پھر امام واسطی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

لَیْسَ كَذَاتِهٖ ذَاتٌ وَلَا كَاِسْمِهٖ اِسْمٌ وَلَا كَفِعْلِهٖ فِعْلٌ وَلَا كَصِفَتِهٖ صِفَةٌ اِلَّا مِنْ جِهَةِ مُوَافَقَةِ اللَّفْظِ قَالَ هٰذَا كُلُّهٗ مَذْهَبُ اَهْلِ الْحَقِّ وَالسُّنَّةِ وَالْجَمَاعَةِ۔ نہیں کوئی ذات اس کی ذات کی مثل اور نہ کوئی نام اس کے نام کی مثل اور نہ کوئی کام اس کے کام کے مشابہ نہ کوئی صفت اس کی صفت کے مشابہ مگر باعتبار موافقت لفظی کے اور فرمایا یہ سب مذہب اہل سنت و جماعت ہے۔

پھر امام حجۃ الاسلام کی املاعلی الاحیاء میں سید المفسرین ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ہے: **لَیْسَ عِنْدَ النَّاسِ مِنْ عِلْمِ الْاٰخِرَةِ اِلَّا الْاَسْمَاءُ** اھ **فَمَاظَنُّكَ بِصِفَاتِ الْمَوْلٰى عَزَّوَجَلَّ۔** عالم آخرت میں سے لوگوں کے پاس فقط نام ہیں اھ تو صفات مولیٰ عزوجل کے ساتھ تمہارا کیا گمان ہے۔

چنانچہ ہمارا ایمان یہی ہے کہ ع، ل، م سے جو علم بنتا ہے اس میں بھی مراد صرف موافقت اسمی ہے اور یہ ترقی ہے تفرقہٗ صفات جانب تباینٗ باعتبار حقیقت و نفس ذات کے۔

چنانچہ ہمارا عقیدہ پروردگار عالم کے ساتھ یہ ہے کہ

اس کا کوئی ساجھی نہیں۔

وہ نہ جنا نہ اس سے کوئی جنا گیا۔

اس کی مثال کوئی نہیں۔

اس کی صفات میں بھی کوئی شریک نہیں۔

اس کے لئے تمام حمد اور خوبیاں ہیں۔

اس جیسا کوئی نہیں۔

لَا ضِدٌّ وَلَا نِدٌّ وَلَا حَدٌّ لِرَبِّیْ   اَلْاٰنَ كَمَا كَانَ وَلَمْ یَلْقَ زَوَالًا

اس کے اسماء اسی کے اسماء ہیں اس کے نام سے من حیث ہو ہو کوئی نام والا نہیں۔

اس کے حکم میں کوئی شریک نہیں۔

اس کی سلطنت میں کسی کا دخل نہیں۔

سب کچھ اللہ تعالیٰ ہی کا ہے جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے۔

اور جسے ہم پکارتے ہیں اگرچہ پکارتے ہیں مگر مالک حقیقی اس کے سوا کوئی نہیں۔

وہی خالق ہے وہی رازق ہے وہی محیی ہے وہی ممیت ہے۔

اور جو ایک ہی نام کا اطلاق اس پر اور اس کی کسی مخلوق پر بولا جاتا ہے جیسے علیم، حکیم، حلیم، کریم، سمیع، بصیر، رؤف، رحیم وغیرہ وغیرہ تو اس میں محض لفظی موافقت ہے معنی میں شرکت ہرگز نہیں بلکہ مجاز و حقیقت کا فرق ہے۔ چنانچہ فتویٰ سراجیہ فتویٰ تاتارخانیہ اور منح الغفار در مختار وغیرہ میں ہے:

اَلتَّسْمِيَةُ بِاسْمٍ يُوْجَدُ فِيْ كِتَابِ اللّٰهِ تَعَالٰى كَالْعَلِيِّ وَالْكَبِيْرِ وَالرَّشِيْدِ وَالْبَدِيْعِ جَائِزٌ لِاَنَّهٗ مِنَ الْاَسْمَآءِ الْمُشْتَرَكَةِ وَ يُرَادُ فِيْ حَقِّ الْعِبَادِ غَيْرَ مَا يُرَادُ فِيْ حَقِّ اللّٰهِ تَعَالٰى۔ الخ ایسا نام رکھنا جو کتاب اللہ میں اللہ تعالیٰ کے لئے ہے جیسے علی، کبیر، رشید، بدیع جائز ہے کہ یہ اسماء مشترکہ ہیں اور بندے کے حق میں وہ معنی مراد نہیں ہوتے جو رب العباد کے لئے مراد ہے۔

اور امام قاضی ابو یوسف رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اِنَّ اَفْعَلَ وَ فَعِيْلًا فِيْ صِفَاتِ اللّٰهِ تَعَالٰى سَوَآءٌ كَمَا فِي الْهِدَايَةِ۔ صیغہ افعل اور فعیل صفات الٰہی میں ایک معنی پر ہیں جیسا کہ ہدایہ میں ہے۔

قَالَ فِي الْعِنَايَةِ لِاَنَّ اِثْبَاتَ الزِّيَادَةِ لَيْسَ بِمُرَادٍ فِيْ صِفَاتِ اللّٰهِ تَعَالٰى كَعَدَمِ مُسَاوَاتِ اَحَدٍ اِيَّاهُ فِيْ اَصْلِ الْكِبْرِيَآءِ حَتّٰى يَكُوْنَ اَفْعَلُ لِلزِّيَادَةِ كَمَا يَكُوْنُ فِيْ اَوْصَافِ الْعِبَادِ فَكَانَ اَفْعَلُ وَ فَعِيْلٌ سَوَآءً۔ اھ

عنایہ میں فرمایا کہ صفات الٰہی میں کوئی زیادتی ثابت کرنا مقصود نہیں کہ کسی کو اس کے ساتھ نفس عظمت اور بڑائی میں برابری نہیں یہاں تک کہ افعل زیادتی کے لئے ہو جیسا کہ صفات عباد میں ہوتا ہے تو افعل اور فعیل برابر ہیں۔

بَلْ قَدْ قَالَ الْعُلَمَآءُ فِيْ غَيْرِ مَا مَوْضَعٍ اِنَّ اِسْمَ التَّفْضِيْلِ كَثِيْرًا مَّا يُرَادُ بِهٖ اَصْلُ الْفِعْلِ مِنْ دُوْنِ شِرْكَةٍ مِّنْهَا۔ بلکہ بلاشبہ علماء نے متعدد مقامات میں فرمایا کہ افعل التفضیل سے نفس فعل بلا شرکت مراد ہوتا ہے۔

وَ قَوْلُهٗ تَعَالٰى اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ يَوْمَىٕذٍ خَيْرٌ مُّسْتَقَرًّا وَّ اَحْسَنُ مَقِيْلًا۔ جیسے ارشاد ہے جنت والے آج کے دن بہتر مسکن اور بہتر خواب گاہ میں ہیں۔

اور ارشاد ہے: آٰللّٰهُ خَيْرٌ اَمَّا يُشْرِكُوْنَ۔ کیا اللہ بہتر ہے یا وہ جو شریک ٹھہراتے ہیں۔

اور فرمایا: فَاَيُّ الْفَرِيْقَيْنِ اَحَقُّ بِالْاَمْنِ ۚ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ۔ تو کون سا فریق زیادہ حقدار امن ہے اگر تمہیں علم ہے۔

اور اس کے بعد ہی فرمایا: اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَلَمْ يَلْبِسُوْٓا اِيْمَانَهُمْ بِظُلْمٍ اُولٰٓىٕكَ لَهُمُ الْاَمْنُ وَهُمْ مُّهْتَدُوْنَ۔ وہ جو

ایمان لائے اور انہوں نے اپنے ایمان کو ظلم سے آلودہ نہ کیا انہیں کے لئے امن ہے اور وہی راہ پائے ہوئے ہیں۔

مذکورہ تفصیلات کے بعد اس مسئلہ غیب کی مصرح بحث سمجھ لینی ضروری ہے وَھُوَ ھٰذَا۔

علم ذاتی اور مطلق محیط تفصیلی اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص ہے اور بندہ کے لئے نہیں مگر مطلق علم عطائی یہ ہر مسلمان کو حاصل ہے چہ جائیکہ انبیاء کرام اس لئے کہ اگر یہ علم نہ ہو تو ایمان ہی صحیح نہیں جیسا کہ ہم اول بیان کر چکے چنانچہ قرآن کریم میں ارشاد ہے:

عٰلِمُ الْغَیْبِ فَلَا یُظْهِرُ عَلٰى غَیْبِهٖۤ اَحَدًا ﴿۲۶﴾ اِلَّا مَنِ ارْتَضٰى مِنْ رَّسُوْلٍ۔ اللہ غیب کا جاننے والا ہے تو اپنے غیب پر مطلع نہیں کرتا مگر اپنے پسندیدہ رسولوں کو۔

وَ مَا كَانَ اللّٰهُ لِیُطْلِعَكُمْ عَلَى الْغَیْبِ وَ لٰكِنَّ اللّٰهَ یَجْتَبِیْ مِنْ رُّسُلِهٖ مَنْ یَّشَآءُ۔ خدا یوں نہیں کہ تم کو اپنے غیب پر مطلع کر دے البتہ اللہ چن لیتا ہے اپنے رسولوں میں سے جسے چاہے۔

تو ان کے غیر کو جو علم حاصل ہوگا وہ انہیں کے فیض اور مدد اور فائدہ عطا فرمانے اور راہ دکھانے سے ملے گا تو برابری نہیں۔

علاوہ بریں علوم انبیاء میں سے ان کے غیر نہیں جانتے مگر تھوڑا جو انبیاء کے علوم غیب کے جو سمندر چھلک رہے ہیں ان کے سامنے کسی گنتی اور شمار میں نہیں اس لئے کہ انبیاء علیہم السلام روز ازل سے روز آخر تک کے تمام ما کان و ما یکون کو جانتے بلکہ دیکھ رہے ہیں چنانچہ ارشاد الٰہی عزوجل ہے:

وَ كَذٰلِكَ نُرِیْۤ اِبْرٰهِیْمَ مَلَكُوْتَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ۔ اور اسی طرح ہم دکھاتے ہیں ابراہیم کو ساری سلطنت آسمانوں اور زمین کی۔

پھر طبرانی نے معجم کبیر اور نعیم بن حماد نے کتاب الفتن اور ابو نعیم نے حلیۃ الاولیاء میں عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کی: قَالَ اِنَّ اللّٰهَ رَفَعَ لِیَ الدُّنْیَا فَاَنَا اَنْظُرُ اِلَیْهَا وَاِلٰی مَا هُوَ كَائِنٌ فِیْهَا اِلٰی یَوْمِ الْقِیٰمَةِ كَاَنَّمَا اَنْظُرُ اِلٰی كَفِّیْ هٰذِهٖ۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بے شک یقیناً اللہ تعالیٰ نے میرے سامنے دنیا اٹھائی تو میں اسے اور اس میں قیامت تک جو کچھ ہونے والا ہے سب کو اس طرح دیکھ رہا ہوں جیسے اپنی اس ہتھیلی کو۔

اس پر آگے چل کر فرماتے ہیں:

جِلْیَانًا مِنَ اللّٰهِ تَعَالٰی جَلَّاهُ لِنَبِیِّهٖ كَمَا جَلَّاهُ لِلنَّبِیِّیْنَ مِنْ قَبْلِهٖ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ۔ یہ ایک روشنی ہے اللہ کی طرف سے جو اللہ نے اپنے نبی کے لئے چمکائی جس طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے انبیاء کے لئے چمکائی تھی۔

صحیح بخاری میں امیر المومنین فاروق اعظم رضی اللہ عنہ سے ہے: قَالَ قَامَ فِیْنَا النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَقَامًا فَاَخْبَرَنَا عَنْ بَدْءِ الْخَلْقِ حَتّٰی دَخَلَ اَهْلُ الْجَنَّةِ مَنَازِلَهُمْ وَ اَهْلُ النَّارِ مَنَازِلَهُمْ۔ فرمایا ہم میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کھڑے ہو کر ابتداء آفرینش سے بیان فرمایا حتیٰ کہ جنتی اپنی منزلوں میں اور جہنمی اپنی منازل میں پہنچا دیئے۔

مسلم شریف میں حضرت عمر بن اخطب انصاری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: فِیْ خُطْبَتِهٖ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مِنَ الْفَجْرِ اِلَی الْغُرُوْبِ وَ فِیْهِ فَاَخْبَرَنَا بِمَا كَانَ وَ بِمَا هُوَ كَائِنٌ فَاَعْلَمُنَا اَحْفَظُنَا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے خطبہ میں فجر سے غروب تک بیان فرما کر جو کچھ ہو چکا اور جو کچھ ہونا ہے سب کچھ فرما دیا اب ہم میں زیادہ علم والا وہ ہے

جسے زیادہ یاد رہا۔

اور صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے ہے انہوں نے فرمایا: قَامَ فِیْنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَقَامًا مَّا تَرَکَ شَیْئًا یَکُوْنُ فِیْ مَقَامِهٖ ذٰلِکَ اِلٰی قِیَامِ السَّاعَةِ اِلَّا حَدَّثَ بِهٖ۔ ایک بار حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں کھڑے ہو کر قیام کے وقت سے قیامت تک جو کچھ ہونے والا ہے کچھ نہ چھوڑا سب کچھ بیان فرما دیا۔

اور ترمذی شریف میں حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے ہے: فَرَاَیْتُهٗ عَزَّوَجَلَّ وَضَعَ کَفَّهٗ بَیْنَ کَتِفَیَّ فَوَجَدْتُّ بَرْدَ اَنَامِلِهٖ بَیْنَ ثَدْیَیَّ فَتَجَلّٰی لِیْ کُلُّ شَیْءٍ وَّ عَرَفْتُ۔ میں نے رب عزوجل کو دیکھا اس نے اپنا دست قدرت میرے دونوں شانوں کے بیچ میں رکھا جس کی ٹھنڈک میں نے اپنے سینہ میں پائی تو مجھ پر ہر چیز روشن ہو گئی اور میں نے پہچان لیا۔

اس حدیث کی تصحیح بخاری اور ترمذی اور ابن خزیمہ اور ان کے بعد کے ائمہ نے فرمائی۔

اور ترمذی کی حدیث میں عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ اور ہے: فَعَلِمْتُ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ۔ اور میں نے سب جان لیا جو کچھ آسمان و زمین میں ہے۔

اور دوسری روایت میں ہے: فَعَلِمْتُ مَا بَیْنَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ۔ تو میں نے مشرق و مغرب کے مابین جو کچھ ہے سب جان لیا۔

اور مسند امام احمد اور طبقات ابن سعد اور کبیر طبرانی میں بسند صحیح حضرت ابوذر غفاری اور حدیث ابو یعلی اور ابن منیع اور طبرانی میں ابو درداء رضی اللہ عنہم سے ہے: قَالَا لَقَدْ تَرَکَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَ مَا یُحَرِّکُ طَائِرٌ جَنَاحَیْهِ فِی السَّمَآءِ اِلَّا ذَکَرَ لَنَا مِنْهُ عِلْمًا۔ فرماتے ہیں ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حال میں چھوڑا کہ ہوا میں کوئی پرندہ پر مارنے والا نہیں جس کا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں ذکر نہ فرمایا ہو۔

وَ قَالَ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰهَ قَدْ رَفَعَ لِیَ الدُّنْیَا فَاَنَا اَنْظُرُ اِلَیْهَا۔ الخ پہلے بیان ہو چکی اس کی متعدد سندیں ہیں۔

پھر قصیدہ بردہ میں امام بوصیری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

فَاِنَّ مِنْ جُوْدِکَ الدُّنْیَا وَ ضَرَّتَهَا ۔۔۔ وَ مِنْ عُلُوْمِکَ عِلْمَ اللَّوْحِ وَالْقَلَمِ

یعنی آپ کے جود سے دنیا اور اس کی وسعت ہے اور آپ کے علم سے لوح و قلم کے علم ایک ٹکڑا ہے۔

یہاں علامہ بوصیری مِنْ جُوْدِکَ میں مِنْ کا لفظ لائے اور یہ من تبعیضیہ ہے جو بعض پر دلالت کرتا ہے۔

علامہ علی قاری رحمہ اللہ زبدہ شرح بردہ میں اس شعر کے ماتحت فرماتے ہیں:

اِنَّ الْمُرَادَ فَعِلْمُ اللَّوْحِ مَا اَثْبَتَ فِیْهِ مِنَ النُّقُوْشِ الْقُدْسِیَّةِ وَالصُّوَرِ الْغَیْبِیَّةِ وَ بِعِلْمِ الْقَلَمِ مَا اَثْبَتَ فِیْهِ کَمَا شَآءَ وَالْاِضَافَةُ لِاَدْنٰی مُلَابَسَةٍ وَ کَوْنُ عِلْمِهِمَا مِنْ عُلُوْمِهٖ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ عُلُوْمَهٗ تَتَنَوَّعُ اِلَی الْکُلِّیَّاتِ وَالْجُزْئِیَّاتِ وَحَقَائِقَ وَ دَقَائِقَ وَ عَوَارِفَ وَ مَعَارِفَ تَتَعَلَّقُ بِالذَّاتِ وَالصِّفَاتِ وَ عِلْمُهُمَا اِنَّمَا یَکُوْنُ سَطْرًا مِّنْ سُطُوْرِ عِلْمِهٖ وَ نَهْرًا مِّنْ بُحُوْرِ عِلْمِهٖ ثُمَّ مَعَ هٰذَا هُوَ مِنْ بَرَکَتِهٖ وَجُوْدِهٖ

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔

اس شعر میں جو مطلب ہے اس کی وضاحت یہ ہے کہ علم لوح سے مراد وہ قدسی نقش اور غیبی صورتیں ہیں جو اس میں ثبت کی گئیں اور علم قلم سے مراد وہ ہے جو اللہ تعالیٰ نے جس طرح چاہا اس میں ودیعت رکھا اور یہ اضافت ادنیٰ علاقہ کے سبب ہے اور لوح و قلم کے علوم علم نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک حصہ ہونے کی وجہ یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے علموں میں بہت اقسام ہیں۔

کلیات اور جزئیات اور حقائق اور دقائق، عوارف و معارف کہ ذات وصفات الٰہیہ سے متعلق ہیں اور لوح و قلم کا علم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے مکتوب علوم سے نہیں مگر ایک سطر اور علم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سمندروں سے ایک نہر پھر با این ہمہ ان کا علم حضور والا ہی کی برکت سے ہے۔

امام احمد قسطلانی مواہب میں فرماتے ہیں: وَلَا شَكَّ اِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى قَدِ اطَّلَعَهٗ عَلٰى اَزْيَدَ مِنْ ذٰلِكَ وَ اَلْقٰى عَلَيْهِ عُلُوْمَ الْاَوَّلِيْنَ وَالْاٰخِرِيْنَ۔ اور کچھ شک نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اس سے زیادہ اطلاع دی (جو احادیث سے ثابت ہوا) اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر تمام اگلوں پچھلوں کے علم القاء فرمائے۔

اسی وجہ میں امام محمد بوصیری رحمہ اللہ فرماتے ہیں: وَ سَعَ الْعَالَمِيْنَ عِلْمًا وَّ حِلْمًا۔

اس کی شرح امام ابن حجر مکی ''افضل القریٰ لقراء ام القریٰ'' میں فرماتے ہیں:

لِاَنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى اِطَّلَعَهٗ عَلَى الْعَالَمِ فَعَلِمَ عِلْمَ الْاَوَّلِيْنَ وَالْاٰخِرِيْنَ وَمَا يَكُوْنُ وَ مَا كَانَ۔ یہ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو سارے جہان کا علم دیا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جان لیا تمام اگلوں پچھلوں کا علم اور جو کچھ ہو گزرا اور جو کچھ ہونے والا ہے سب جہان میں۔

اور نسیم الریاض شرح شفا قاضی عیاض میں ہے: اِنَّهٗ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عُرِضَتْ عَلَيْهِ الْخَلَائِقُ مِنْ لَّدُنْ اٰدَمَ عَلَيْهِ السَّلَامُ اِلٰى قِيَامِ السَّاعَةِ فَعَرَفَهُمْ كُلَّهُمْ كَمَا عَلَّمَ اٰدَمَ الْاَسْمَآءَ۔ بے شک حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر آدم علیہ السلام سے لے کر قیام قیامت تک سب پیش کیا گیا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سب کو پہچان لیا جیسا کہ آدم علیہ السلام کو سب نام سکھائے گئے۔

اور امام قاضی عیاض پھر علامہ علی القاری پھر علامہ مناوی رحمہم اللہ نے تیسیر شرح جامع صغیر امام جلال الدین سیوطی رحمہم اللہ میں فرمایا: اَلنُّفُوْسُ الْقُدْسِيَّةُ اِذَا تَجَرَّدَتْ عَنِ الْعَلَائِقِ الْبَدَنِيَّةِ اتَّصَلَتْ بِالْمَلَاءِ الْاَعْلٰى وَلَمْ يَبْقَ لَهَا حِجَابٌ فَتَرٰى وَتَسْمَعُ الْكُلَّ كَالْمُشَاهِدِ۔ پاک جانیں جب بدن کے علاقوں سے جدا ہوتی ہیں تو عالم بالا سے مل جاتی ہیں اور ان کے لئے کچھ پردہ نہیں رہتا تو سب کچھ ایسا دیکھتی اور سنتی ہیں جیسا سامنے ہو رہا ہے۔

اور امام ابن الحاج مکی نے مدخل میں اور امام قسطلانی نے مواہب میں فرمایا: قَدْ قَالَ عُلَمَائُنَا رَحِمَهُمُ اللّٰهُ تَعَالٰى لَافَرْقَ بَيْنَ مَوْتِهٖ وَ حَيَاتِهٖ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ مُشَاهَدَتِهٖ لِاُمَّتِهٖ وَ مَعْرِفَتِهٖ بِاَحْوَالِهِمْ وَ نِيَّاتِهِمْ وَ عَزَائِمِهِمْ وَ خَوَاطِرِهِمْ وَ ذٰلِكَ جَلِيٌّ عِنْدَهٗ لَا خِفَاءَ بِهٖ۔اھ

بے شک ہمارے علماء رحمہم اللہ فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات و وفات میں اس بات کا کچھ فرق نہیں کہ حضور

صلی اللہ علیہ وسلم اپنی امت کو دیکھ رہے ہیں اور ان کی حالتوں، نیتوں اور ارادوں کو جانتے ہیں اور یہ سب حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر ایسا روشن ہے جس میں پوشیدگی نہیں۔ انتہی

اور جب خود اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشاد ہے تو اس میں شک کیا ہے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: یَآ اَیُّهَا النَّبِیُّ اِنَّآ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا الخ اے نبی ہم نے تمہیں بھیجا حاضر وناظر۔

اسی بنا پر علی قاری نے شرح شفا شریف میں یہ مسئلہ لکھا ہے: فِیْ تَوْجِیْهِ السَّلَامِ عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ عِنْدَ الدُّخُوْلِ فِیْ بُیُوْتٍ خَالِیَةٍ لَا اَحَدَ فِیْهَا لِاَنَّ رُوْحَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ حَاضِرَةٌ فِیْ بُیُوْتِ اَهْلِ الْاِسْلَامِ۔ جب خالی گھروں میں جاؤ جس میں کوئی نہ ہو تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر سلام عرض کرو۔ اس پر علامہ علی قاری اس کی شرح میں اس کی وجہ بتاتے ہیں کہ اس لئے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی روح اقدس تمام مسلمانوں کے گھر میں تشریف فرما ہے۔

شیخ محقق علامہ مدقق عبدالحق بخاری دہلوی مدارج النبوۃ میں فرماتے ہیں: دنیا میں آدم علیہ السلام سے لے کر صور پھنکنے تک جو کچھ ہے سب اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر ظاہر کر دیا حتیٰ کہ اول سے آخر تک تمام احوال نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جان لئے"۔

پھر اسی مدارج میں ہے:

نبی صلی اللہ علیہ وسلم تمام اشیاء کو جانتے ہیں اللہ تعالیٰ کے کام اور احکام اور صفات اور اسماء اور افعال و آثار تمام علوم ظاہر و باطن اور اول و آخر کا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے احاطہ فرما لیا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس آیت کریمہ کے مصداق ہوئے جو ارشاد ہے: وَفَوْقَ كُلِّ ذِیْ عِلْمٍ عَلِیْمٌ۔ وہ ہر علم والے سے اوپر علم والا ہے۔

اور چونکہ آیت عام غیر مخصوص منہ شیء ہے تو اگر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا تمام جہان میں جس کی طرف نظر کی جائے گی تو ہمارے حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہر علم والے سے بلند و بالا علم والے ہیں۔

اور جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف نظر کی جائے گی تو اللہ جل شانہ ہی وہ علم والا ہوگا جس سے اوپر کوئی علم والا نہیں ہے۔

اور ذی علم کا اطلاق اللہ سبحانہ وتعالیٰ پر نہیں ہو سکتا اس لئے کہ تنکیر بعضیت پر دلالت کرتی ہے تو تخصیص کی کچھ حاجت نہیں۔

چنانچہ علامہ بیہقی اپنی کتاب "الاسماء والصفات" میں استاذ ابوالنصر بغدادی سے نقل فرماتے ہیں: اِنَّا لَا نَقُوْلُ اِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰی ذُوْعِلْمٍ عَلَی التَّنْكِیْرِ وَ اِنَّمَا نَقُوْلُ اِنَّهٗ ذُوالْعِلْمِ عَلَی التَّعْرِیْفِ كَمَا نَقُوْلُ اِنَّهٗ ذُوالْجَلَالِ وَالْاِكْرَامِ عَلَی التَّعْرِیْفِ وَلَا نَقُوْلُ ذُوْجَلَالٍ وَاِكْرَامٍ عَلَی التَّنْكِیْرِ۔ ہم اللہ تعالیٰ کو تنکیر کے ساتھ ذو علم نہ کہیں گے بلکہ ذوالعلم ہی کہیں گے (الف لام تعریف کے ساتھ) جیسے ہم ذوجلال واکرام نکرہ نہ کہیں گے۔

تنبیہ ضروری

مذکورہ دلائل میں اس امر کو ملحوظ رکھنا ضروری ہے کہ وسعت علم رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم میں عرش وفرش دو محدود

حدیں بیان ہوئی ہیں اسی طرح روز اول سے روز آخر میں دو حدیں ہیں تو جو گھرا ہوا ہو وہ لازمی طور پر متناہی ہوگا اور اسے غیر متناہی سے کچھ نسبت نہیں ہے۔

اب ان آیات کے علاوہ جو گزر چکیں اور چند آیات یاد رکھیں کہ مانحن فیہ میں بھی مفید ہیں اس لئے کہ کلام رب عزوجل قول وفعل اور حکم عدل ہے اور اس کا قول حق واحق ہے۔

وَنَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْكِتٰبَ تِبْيَانًا لِّكُلِّ شَيْءٍ۔ ہم نے تم پر یہ قرآن اتارا جو ہر چیز کا روشن بیان ہے۔

مَا كَانَ حَدِيْثًا يُّفْتَرٰى وَلٰكِنْ تَصْدِيْقَ الَّذِيْ بَيْنَ يَدَيْهِ وَتَفْصِيْلَ كُلِّ شَيْءٍ۔ قرآن بناوت کی بات نہیں بلکہ اگلی کتابوں کی تصدیق اور ہر شے کی تفصیل ہے۔

مَا فَرَّطْنَا فِي الْكِتٰبِ مِنْ شَيْءٍ۔ ہم نے اس کتاب میں کوئی چیز اٹھا نہیں رکھی۔

یہ اللہ تعالیٰ کی گواہی ہے اور گواہی بھی کس درجہ اعظم ہے کہ فرماتا ہے وہ ہر چیز کا تبیان ہے اور تبیان اس روشن اور واضح چیز کو کہتے ہیں جو کوئی پوشیدگی باقی نہ رکھے اور زیادت لفظ زیادت معنی پر دلیل ہوتی ہے۔

تبیان میں ایک تو بیان کرنے والا چاہئے اور وہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ ہے۔

اور دوسرا وہ جس پر بیان کیا جائے اور وہ وہ ہستی ہے جس پر قرآن اتارا یعنی جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔

اور اہل سنت کے نزدیک شے ہر موجود کو کہتے ہیں۔ اور اس تبیان سے تبیان جملہ موجودات لازم ہوا جو فرش سے عرش تک اور شرق سے غرب تک ذاتیں، حالتیں اور حرکات وسکنات بلکہ جنبش پلک حرکت نظر خطرات قلوب اور ارادات مخلوق اور ان کے سوا جو کچھ ہے اور انہی موجودات میں سے لوح محفوظ کی تحریر ہے تو ماننا پڑے گا کہ قرآن عظیم میں اس تمام موجودات کا روشن بیان اور تفصیل کامل ہے۔

پھر اس حکمت والے قرآن سے ہی ہم پوچھیں کہ لوح میں کیا کیا لکھا ہوا ہے تو ارشاد ہے:

كُلُّ صَغِيْرٍ وَّكَبِيْرٍ مُّسْتَطَرٌ۔ ہر چھوٹی بڑی چیز لکھی ہوئی ہے۔

وَكُلَّ شَيْءٍ اَحْصَيْنٰهُ فِيْٓ اِمَامٍ مُّبِيْنٍ۔ ہر چیز ہم نے گنا دی ایک پیشوا کتاب میں۔

وَلَا حَبَّةٍ فِيْ ظُلُمٰتِ الْاَرْضِ وَلَا رَطْبٍ وَّلَا يَابِسٍ اِلَّا فِيْ كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ۔ زمین کی اندھیریوں میں کوئی دانہ نہیں اور نہ کوئی تر اور خشک مگر ایک روشن کتاب میں ہے۔

اور صحیح حدیثوں میں ہے کہ اِنَّ اللَّوْحَ مَكْتُوْبٌ فِيْهِ كُلُّ كَائِنٍ مِّنْ اَوَّلِ يَوْمٍ اِلَى الْيَوْمِ الْاٰخِرِ بَلْ اِلٰى دُخُوْلِ اَهْلِ الدَّارَيْنِ مَنَازِلَهُمْ۔ روز اول سے آخر تک جو کچھ ہوا اور جو کچھ ہوگا سب لوح محفوظ میں لکھا ہے بلکہ یہاں تک کہ جنت والے اور دوزخی اپنے اپنے ٹھکانے میں جائیں۔

اور ارباب اصول نے تصریح کی کہ نکرہ مقام نفی میں عام ہوتا ہے تو جائز نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں کوئی چیز بیان سے چھوڑی ہو۔

اور تِبْيَانًا لِّكُلِّ شَيْءٍ میں کُلّ کا لفظ تو عموم پر ہر نص سے زیادہ نص ہے تو روا نہیں کہ بیان روشن اور تفصیل کل شے سے کوئی چیز رہ جائے۔

اور یہ کہ عام زیادہ استغراق میں یقین ہے اور یہ کہ نصوص کو ظاہر پر حمل کرنا واجب ہے جب تک کوئی صحیح دلیل اس کو نہ پھیرے۔

چنانچہ ابن جریر اور ابن ابی حاتم نے اپنی تفاسیر میں سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا: اِنَّ اللّٰهَ اَنْزَلَ هٰذَا الْكِتٰبَ تِبْيَانًا لِّكُلِّ شَيْءٍ وَلَقَدْ عَلِمْنَا بَعْضًا مِمَّا بَيَّنَ لَنَا فِي الْقُرْاٰنِ ثُمَّ تَلَا وَنَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْكِتٰبَ تِبْيَانًا لِّكُلِّ شَيْءٍ۔ بے شک اللہ تعالیٰ نے یہ کتاب نازل کی ہر شے کا روشن بیان اور جو کچھ قرآن کریم میں بیان کیا گیا اس میں سے ہمیں اتنے حصہ کا علم ہوا جس کا بیان فرمادیا پھر یہ آیت تلاوت کی وَنَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْكِتٰبَ تِبْيَانًا لِّكُلِّ شَيْءٍ۔

اور جب یہ امر بھی واضح ہوگیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا علم قرآن عظیم سے مستفاد ہے اور ہر چیز کا روشن بیان اور ہر شے کی تفصیل بیان کرنا اس کتاب کریم کی صفت ہے اور قرآن کریم دفعۃً نہ اترا بلکہ تقریباً تیئیس سال میں تھوڑا تھوڑا نازل ہوا۔

تو جب کوئی آیت یا سورت اترتی تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے علموں پر اور علم بڑھاتی حتیٰ کہ جب قرآن عظیم کا نزول پورا ہوا تو ہر چیز کا مفصل و روشن بیان پورا ہوگیا اور اللہ عزوجل۔ نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم پر اپنی نعمت تمام کردی جیسا کہ قرآن کریم میں اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ فرما کر وعدہ فرمایا تھا تو تمام نزول قرآن سے قبل اگر نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے بعض انبیاء علیہم السلام کے بارے میں فرمایا گیا کہ ہم نے مِنْ قَبْلُ وَرُسُلًا لَّمْ نَقْصُصْهُمْ عَلَيْكَ کہ ہم نے ان کا ذکر تم سے نہ کیا اور منافقوں کے بارے میں فرمایا لَا تَعْلَمُهُمْ ؕ نَحْنُ نَعْلَمُهُمْ تم انہیں نہیں جانتے اور ہم بھی۔

یا خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی قصہ یا معاملہ میں توقف فرمایا حتیٰ کہ وحی اتری اور علم لائی تو یہ نہ ان آیتوں کے منافی ہے اور نہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے احاطۂ علم کا نافی۔

اس لئے کہ ہوسکتا ہے کہ وہ قصہ تمامی نزول سے پہلے کا ہو۔

اب علم خمس کے متعلق بحث باقی ہے جو ارشاد الٰہی عزوجل میں ہے۔

اِنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗ عِلْمُ السَّاعَةِ ۚ وَيُنَزِّلُ الْغَيْثَ ۚ وَيَعْلَمُ مَا فِي الْاَرْحَامِ ؕ وَمَا تَدْرِيْ نَفْسٌ مَّاذَا تَكْسِبُ غَدًا ؕ وَمَا تَدْرِيْ نَفْسٌۢ بِاَيِّ اَرْضٍ تَمُوْتُ۔

بے شک اللہ کے پاس ہے قیامت کا علم، اور وہی مینہ برساتا ہے، اور وہی جانتا ہے جو رحموں میں ہے، اور کوئی نہیں جانتا کہ کل کیا کرے گا، اور کوئی نہیں جانتا کہ کس زمین پر مرے گا۔

یہ پانچ باتیں ہیں اسے علم الخمس کہتے ہیں۔

یہ پانچ باتیں جن کی تفصیل قرآن کریم میں ہے اس کی بابت جن کا یہ خیال ہے کہ سب غیبوں میں ان پانچ غیوب کو زیادہ خصوصیت ہے۔

تو سوال طلب یہ امر ہے کہ وہ اس سے کیا مراد لیتے ہیں؟

اس میں سلب عموم ہے یا عموم سلب؟

سلب عموم کا یہ معنی ہے کہ ان کا علم محیط دوسرے کو نہیں۔

اور عموم سلب کے یہ معنی ہیں کہ دوسرا ان میں سے کچھ نہیں جانتا۔

تو پہلی تقدیر پر یہ ثابت ہوگا کہ ان پانچ غیبوں کے سوا اللہ تعالیٰ کے جتنے غیب ہیں سب بتا دیئے گئے تو ماننا پڑے گا کہ علوم خمس کے علاوہ اللہ تعالیٰ نے انبیاء کرام یا علی الخصوص ہمارے حضور سید الانام صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے تمام غیب بتا دیئے۔ صرف یہ پانچ غیب ہی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو نہ بتائے۔ اگرچہ ان میں سے بعض بتا دیئے۔

اور تقدیر ثانی پر یہ حاصل ہوگا کہ ان پانچ میں سے اصلاً کوئی علم کبھی کسی کو نہ بتایا۔ برخلاف باقی غیبوں کے کہ ان سے جن کو چاہا بتا دیا۔

پہلے معنی تو یقیناً باطل ہیں اس لئے کہ اگر یہ تسلیم کرلیا جائے تو لازم آتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا علم رب الارباب تبارک وتعالیٰ کی ذات اور اس کی جملہ صفات کو ایسے کامل احاطہ کے ساتھ محیط ہے جس کے آگے اصلاً پردہ نہیں۔

نیز حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا علم جملہ سلاسل غیر متناہیہ کو محیط ہے جو غیر متناہی در غیر متناہی ہو جاتا ہے اور ہم اہل سنت اس کے قائل نہیں ہیں۔

اور دوسرے معنی بھی واضح طور پر باطل ہیں کہ ان پانچ میں سے بعض کا علم اس کے لئے ضرور ثابت ہوگا۔ جسے اللہ تعالیٰ نے دینا چاہا۔

اب ہم سب سے اول بافی الارحام کا علم غیر خدا کے لئے ثابت کرتے ہیں۔

ابونعیم رحمہ اللہ نے دلائل النبوۃ میں عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ حدیث بیان کی:

حَدَّثَتْنِیْ اُمُّ الْفَضْلِ قَالَتْ مَرَرْتُ بِالنَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اِنَّکِ حَامِلٌ بِغُلَامٍ فَاِذَا وَلَدْتِّہٖ فَاْتِیْنِیْ بِہٖ قَالَتْ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اَنّٰی لِیْ ذَالِکَ وَ قَدْ تَحَالَفَتْ قُرَیْشٌ اَنْ لَّا یَاْتُوا النِّسَآءَ قَالَ مَا اَخْبَرْتُکِ فَلَمَّا وَلَدْتُّہٗ اَتَیْتُہٗ فَاَذَّنَ فِیْ اُذُنِہِ الْیُمْنٰی وَاَقَامَ فِی الْیُسْرٰی وَاَلْھَاہُ مِنْ رِیْقِہٖ وَسَمَّاہُ عَبْدَ اللّٰہِ وَقَالَ اذْھَبِیْ بِاَبِی الْخُلَفَاءِ فَاَخْبَرْتُ الْعَبَّاسَ فَاَتَاہُ فَذَکَرَ لَہٗ فَقَالَ ھُوَ مَا اَخْبَرْتُھَا ھٰذَا اَبُوالْخُلَفَآءِ مِنْھُمُ السَّفَّاحُ حَتّٰی یَکُوْنَ مِنْھُمُ الْمَھْدِیُّ۔

مجھ سے حضرت ام الفضل رضی اللہ عنہا نے یہ حدیث بیان کی کہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے سے گزری حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تو حاملہ ہے اور تیرے شکم میں لڑکا ہے جب وہ پیدا ہو تو اسے میرے حضور لانا۔

ام الفضل نے عرض کیا یا رسول اللہ! صلی اللہ علیک وسلم میرے حمل کہاں؟ اس لئے کہ قریش نے قسمیں کھالی ہیں کہ عورتوں کے پاس نہ جائیں گے، ارشاد ہوا ہم نے جو فرمایا ہے وہ ضرور ہوگا۔

ام الفضل فرماتی ہیں جب لڑکا ہوا میں خدمت اقدس میں لے کر حاضر آئی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے داہنے کان میں اذان اور بائیں میں تکبیر فرمائی اور اپنا لعاب دہن ان کے منہ میں ڈالا اور اس کا نام عبداللہ رکھا اور فرمایا لے جا یہ ابوالخلفاء ہے۔

میں نے حضرت عباس سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد بیان کیا وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر آئے اور ام الفضل کا بیان عرض کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی تصدیق کی اور فرمایا یہ ابوالخلفاء ہے۔ حتیٰ کہ ان میں سے سفاح ہوگا

اوران سے ہی خلیفہ مہدی ہوگا۔

اس حدیث سے سات قسم کے غیب ثابت ہوئے جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ظاہر کئے۔

اول مافی الارحام کا علم۔

دوسرے پیدا ہونے والے کی پشت میں جو ہے اس کا علم۔

تیسرے پیدا ہونے والے کی پشت سے جو پیدا ہوا اس کی پشت سے پیدا ہونے والا جانا۔

چوتھے پیدا ہونے والے کی تیسری پشت کے پیدا ہونے والے کو جانا۔

پانچویں پیدا ہونے والے سے چوتھی پشت سے جو ہونا تھا اسے جانا۔

چھٹے سفاح کی پیدائش بھی اسی کی چھٹی پشت میں جانی۔

ساتویں مہدی کی پیدائش بھی ظاہر فرمادی۔

تو اب يَعْلَمُ مَا فِي الْاَرْحَامِ کے یہی معنی صحیح ہو سکتے ہیں کہ بالذات اللہ تعالیٰ ہی علم رکھتا ہے لیکن بالعطاء جسے چاہے عطا فرمائے۔

عالم مدینہ امام مالک رضی اللہ عنہ نے ام المومنین صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی کہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے مقام غابہ میں جوان کی جائیداد تھی اس میں سے بیس وسق چھوہارے ام المومنین کو ہبہ فرمائے تھے کہ درختوں سے اتروالیں جب حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کے وصال کا وقت آیا تو ام المومنین سے فرمایا اے پیاری بیٹی خدا کی قسم کسی شخص کی تونگری مجھے تم سے زیادہ عزیز نہیں اور اپنے بعد کسی کی محتاجی مجھے تمہارے برابر گراں نہیں اور میں نے تجھ کو بیس وسق چوہارے ہبہ کئے تھے کہ درختوں سے اتروالو تو اگر وہ تم اتروا کر قبضے میں کر لیتیں تو وہ تمہارے تھے اور آج تو میرا متروکہ ورثا کا ہے اور وارث تمہارے دو بھائی اور تمہاری دو بہنیں ہیں تو اسے حسب فرائض اللہ تقسیم کر لینا۔ (اب ہبہ نافذ نہیں رہا کہ قبل القبض ہبہ باطل ہے)۔

ام المومنین نے عرض کیا ابا جان قسم بخدا اگر اتنا مال اور ہوتا تو بھی میں چھوڑ دیتی میری بہن تو صرف اسماء ہے اور دوسری کون ہے؟

فرمایا دوسری بہن بنت خارجہ کے پیٹ میں ہے۔ میرے علم میں وہ لڑکی ہے۔

اس سے ثابت ہوا کہ مافی الارحام کا علم بعطاء الٰہی غیر نبی کو بھی ہے چنانچہ حضرت ام کلثوم کی ولادت ہوئی۔

پھر یہ علم مافی الارحام نہ صرف انبیاء تک محدود ہے بلکہ ملائکہ کو بھی یہ علم حاصل ہے۔ بکثرت احادیث میں ہے:

اِنَّ بِالرِّحْمِ مَلِکًا مُوَکَّلًا يُصَوِّرُ الْوَلَدَ ذَکَرًا اَوْ اُنْثٰی وَ حَسَنًا وَّ قَبِيْحًا وَ يَکْتُبُ اَجَلَهٗ وَرِزْقَهٗ وَشَقِیٌّ اَمْ سَعِيْدٌ فَهُوَ يَعْلَمُ مَا فِی الْاَرْحَامِ وَيَعْلَمُ مَا يَجْرِیْ عَلَيْهِ۔

ایک فرشتہ رحم پر مقرر ہے کہ وہ بحکم سبحانہ وتعالیٰ۔

۱۔ بچہ کی صورت بناتا ہے۔

۲۔ نر مادہ کرتا ہے۔

۳- بدصورت خوبصورت بناتا ہے۔

۴- عمر لکھتا ہے۔

۵- رزق مقرر کرتا ہے۔

۶- نیک بخت بد بخت ہونا لکھتا ہے۔

۷- اسے علم ہوتا ہے شکم مادر میں کیا ہے۔

۸- اسے علم ہوتا ہے کہ اس پر اس کی عمر میں کیا کیا حوادث گزریں گے۔

مَّاذَا تَكْسِبُ غَدًا کا علم بھی حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو تھا۔

صحیحین میں سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے ہے کہ واقعہ خیبر پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لَاُعْطِيَنَّ هٰذَا الرَّايَةَ غَدًا رَجُلًا يَفْتَحُ اللّٰهُ عَلٰى يَدَيْهِ يُحِبُّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَ يُحِبُّهُ اللّٰهُ وَ رَسُوْلُهٗ فَاَعْطَاهَا عَلِيًّا كَرَّمَ اللّٰهُ وَجْهَهٗ۔

واللہ کل ضرور یہ علم ہم اس آدمی کو دیں گے جس کے ہاتھ پر اللہ فتح کرے۔

وہ اللہ اور اس کے رسول کو دوست رکھتے ہیں۔

اور اللہ ورسول اسے دوست رکھتے ہیں۔

دوسرے دن حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ علم حضرت مولیٰ علی کرم اللہ وجہہ کو عطا فرمایا۔

تو یہ دعویٰ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے قسم کی روش پر لام تاکید اور نون تاکید سے مؤکد کر کے بیان فرمایا۔ جس سے واضح ہوتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو کل کا علم تھا۔

اور اس امر کا بھی علم تھا کہ قلعہ خیبر کس کے ہاتھ پر فتح ہوگا۔

اور یہ بھی علم تھا کہ وہ اللہ ورسول کو دوست رکھتا ہے اور اللہ ورسول اسے دوست رکھتے ہیں۔

اور بِاَيِّ اَرْضٍ تَمُوْتُ کا علم بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو حاصل تھا۔

چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم جانتے تھے کہ ہمارا وصال مدینہ طیبہ میں ہوگا۔

قَالَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِلْاَنْصَارِ الْكِرَامِ اَلْمَحْيَا مَحْيَاكُمْ وَالْمَمَاتُ مَمَاتُكُمْ رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

انصار سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہماری حیات وہاں ہے جہاں تم ہو اور ہمارا وصال وہاں ہے جہاں تم انتقال کرو گے۔ (مسلم) عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جب معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو یمن بھیجا تو ان سے فرمایا:

يَا مُعَاذُ اِنَّكَ عَسٰى اَنْ لَّا تَلْقَانِيْ بَعْدَ عَامِيْ هٰذَا وَ لَعَلَّكَ اَنْ تَمُرَّ بِمَسْجِدِيْ هٰذَا اَوْ قَبْرِيْ رَوَاهُ اَحْمَدُ فِيْ مُسْنَدِهٖ۔

اے معاذ قریب ہے کہ تو مجھ سے اس سال کے بعد دنیا میں نہ ملے گا۔

اور امید ہے کہ تو میری قبر پر اس مسجد سے گزرے۔

اور انس رضی اللہ عنہ سے ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام کو حکم دیا تو وہ بدر کی طرف چلے۔ وہاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے زمین پر جگہ جگہ دست اقدس میں شاخ لے کر بنا دیا کہ فلاں کا فر یہاں مرے گا۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جس کی جگہ جو بیان کی وہیں اس کی لاش گری اور اس خطہ سے اصلاً متجاوز نہ ہوئی۔

حَیْثُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ھٰذَا مَصْرَعُ فُلَانٍ وَیَضَعُ یَدَہٗ عَلَی الْاَرْضِ ھٰھُنَا وَ ھٰھُنَا قَالَ فَمَا مَاطَ اَیْ مَازَالَ وَ مَا تَجَاوَزَ اَحَدُھُمْ عَنْ مَوْضِعِ یَدِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ رَوَاہُ مُسْلِمٌ۔

وَیُنَزِّلُ الْغَیْثَ۔ اس کا علم بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو تھا۔

امام جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ خصائص کبریٰ میں فرماتے ہیں:

اَخْرَجَ الْبَیْھَقِیُّ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمَا قَالَ اَصَابَتْنَا سَحَابَۃٌ فَخَرَجَ عَلَیْنَا النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اِنَّ مَلَکًا مُّوَکَّلًا بِالسَّحَابِ دَخَلَ عَلَیَّ اٰنِفًا فَسَلَّمَ عَلَیَّ وَاَخْبَرَنِیْ اَنَّہٗ یَسُوْقُ السَّمَآءَ اِلٰی وَادٍ بِالْیَمَنِ یُقَالُ لَہٗ ضَرِیْحٌ فَجَاءَ نَا رَاکِبٌ بَعْدَ ذٰالِکَ فَسَاَلْنَاہُ عَنِ السَّحَابَۃِ فَاَخْبَرَ اَنَّھُمْ مُطِرُوْا فِیْ ذٰلِکَ الْیَوْمِ۔

فرماتے ہیں ہم پر بادل چھایا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے آئے اور فرمایا ایک فرشتہ بادلوں کا موکل میرے پاس آیا اور سلام کیا پھر خبر دی کہ وہ ان بادلوں کو یمن کے ایک نالہ کی طرف لے جا رہا ہے اس نالہ کا نام ضریح ہے۔ اس کے بعد ایک سوار یمن کی طرف سے آیا ہم نے اس سے اس دن کے بادل کے متعلق پوچھا اس نے کہا اس دن وہاں وہ بادل برسا۔

علامہ قاضی بیضاوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں

تحت آیہ کریمہ وَکُلَّ شَیْءٍ اَحْصَیْنٰہُ فِیْٓ اِمَامٍ مُّبِیْنٍ – یَعْنِی اللَّوْحَ الْمَحْفُوْظَ وَ قَالَ تَعَالٰی وَمَا مِنْ غَآئِبَۃٍ فِی السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ اِلَّا فِیْ کِتٰبٍ مُّبِیْنٍ۔

قَالَ الْبَغْوِیُّ فِیْ مَعَالِمِ التَّنْزِیْلِ اَیْ فِی اللَّوْحِ الْمَحْفُوْظِ۔

وَ قَالَ الْاِمَامُ النَّسَفِیُّ فِیْ مَدَارِکِ التَّنْزِیْلِ الْمُبِیْنُ الظَّاھِرُ الْمُبِیْنُ۔

تو رب عزوجل نے فرمادیا کہ آسمان وزمین کا کوئی غیب ایسا نہیں جو کتاب مبین میں نہ ہو۔

اور امام بغوی رحمہ اللہ نے معالم التنزیل میں فرمایا اس سے مراد لوح محفوظ ہے۔

امام نسفی نے مدارک میں فرمایا اس سے مراد لوح مبین ہے۔ یعنی جو ملائکہ اسے دیکھتے ہیں ان کے لئے ظاہر اور روشنی ہے۔

اور علامہ علی قاری رحمہ اللہ نے مرقاۃ میں فرمایا:

کُلُّ مَا کَانَ وَمَا یَکُوْنُ وَ ھٰذِہِ الْمُثْبَتَاتُ فِی اللَّوْحِ مَوْجُوْدَۃٌ فِیْہِ قَطْعًا عِنْدَ نُزُوْلِ الْاٰیَاتِ الْکَرِیْمَۃِ لَمَادَتِ الْاٰیَاتُ الْاَعْلٰی جَمِیْعِ الْاَشْیَآءِ الْمَوْجُوْدَۃِ فِی الْعَالَمِ عِنْدَ نُزُوْلِھَا۔ الخ

تمام ما کان و ما یکون کا اثبات علم اس چیز سے لوح میں مثبت ہے۔ لوح میں اس سبب سے کہ اس میں اشیاء موجود فی العالم بوقت نزول آیات ایسے تھے جیسے نقوش مرسومہ کتاب میں موجود ہیں:

اور یقیناً یہ امر نا قابل انکار ہے کہ لوح ہر آنے والے کو ابھی تک متناول ہیں اس لئے کہ متناہی کا احاطہ غیر متناہی کو صحیح نہیں اور لوح میں وہی ثبت ہے جو پہلے دن سے تھا اور قیامت تک ہوگا۔ آگے فرماتے ہیں۔

بِاَنَّ عِلْمَهٗ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَنْحَصِرُ فِيْمَا اُثْبِتَ فِي اللَّوْحِ وَاِنَّمَا هُوَ نَهْرٌ بَلْ مَوْجٌ عَنْ بِحَارِ عِلْمِهٖ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔ اس لئے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا علم مکتوم لوح محفوظ میں منحصر نہیں بلکہ وہ ایک نہر ہے بلکہ ایک موج ہے سمندروں میں سے حضور کے۔

اب رہا علم ساعت اس کے متعلق

خصائص کبریٰ میں امام جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ ایک خاص باب میں فصل لکھتے ہیں اور فرماتے ہیں:

ذَهَبَ بَعْضُهُمْ اِلٰى اَنَّهٗ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اُوْتِيَ عِلْمَ الْخَمْسِ اَيْضًا وَعِلْمَ وَقْتَ السَّاعَةِ وَ الرُّوْحِ وَاَنَّهٗ اُمِرَ بِكِتْمِ ذٰلِكَ۔ بعض علماء کرام ادھر گئے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو علم خمس بھی دیا گیا اور علم وقت قیامت اور علم روح بھی دیا گیا لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کے مخفی رکھنے کا حکم تھا۔

بضرورت تفسیر آیہ کریمہ مبحث علم غیب بیان ہوا۔ مزید تفصیل کی ضرورت ہو تو ''الدولة المكية بالمادة الغيبية'' مصنفہ اعلیٰ حضرت امام اہل سنت مولانا احمد رضا خان قدس سرہ ملاحظہ فرمائیں۔

وَمَا يَشْعُرُوْنَ اَيَّانَ يُبْعَثُوْنَ ۝ ۶۵۔ اور انہیں شعور نہیں کہ وہ قبروں سے کب اٹھیں گے۔

اَيَّانَ۔ اسم استفہام عن الزمان ہے۔ اسی بنا پر اس کی تفسیر میں فرمایا: اِنَّ اَصْلَهَا اَيٌّ اٰنٍ اَيْ اَيُّ زَمَانٍ يُبْعَثُوْنَ۔ یعنی انہیں یہ بھی شعور نہیں کہ کس آن اور کس زمان میں اٹھیں گے۔

بَلِ ادّٰرَكَ عِلْمُهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ بَلْ هُمْ فِيْ شَكٍّ مِّنْهَا بَلْ هُمْ مِّنْهَا عَمُوْنَ ۝ ۶۶۔

کیا ان کے علم کا سلسلہ آخرت کے جاننے تک پہنچ گیا (یہ نہیں) بلکہ وہ اس کی طرف سے شک میں ہیں۔

آیہ کریمہ کا شان نزول ظاہر کرتا ہے کہ آیہ کریمہ ان مشرکین کے لئے نازل ہوئی ہے جو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے قیامت کے آنے کا وقت دریافت کرتے تھے اس کے جواب میں ارشاد ہوا کہ کیا وہ قیامت کے علم کا ادراک کر چکے ہیں جو وقت دریافت کرتے ہیں حالانکہ انہیں تو ابھی قیامت کے آنے میں بھی شک ہے۔

بَلْ هُمْ مِّنْهَا عَمُوْنَ ۝ ۶۶۔ بلکہ وہ مشرک اس سے اندھے ہیں۔

بَلِ ادّٰرَكَ۔ میں اِدّٰرَكَ اصل میں تَدَارَكَ ہے۔ ت کو دال سے بدل کر دال کو دال میں ادغام کر دیا اور ابتداء بسکون متعذر تھا اس لئے ہمزۂ وصل اول لے آئے اِدّٰرَكَ ہوگیا۔

بامحاورہ ترجمہ چھٹا رکوع - سورۂ نمل - پ ۲۰

وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا ءَاِذَا كُنَّا تُرٰبًا وَّاٰبَآؤُنَآ اَئِنَّا لَمُخْرَجُوْنَ ۝ ۶۷	اور کافر بولے کیا جب ہم اور ہمارے باپ دادا مٹی ہو جائیں گے کیا ہم نکالے جائیں گے
لَقَدْ وُعِدْنَا هٰذَا نَحْنُ وَاٰبَآؤُنَا مِنْ قَبْلُ ۙ اِنْ	بے شک وعدہ دیا گیا ہم کو اس کا اور ہم سے پہلے ہمارے

هٰذَآ اِلَّآ اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ ﴿۶۸﴾
باپ دادوں کو یہ نہیں ہے مگر پہلوں کی کہانیاں

قُلْ سِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ فَانْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُجْرِمِيْنَ ﴿۶۹﴾
فرما دیجئے سیر کرو زمین میں تو دیکھو کیسا ہوا انجام مجرموں کا

وَ لَا تَحْزَنْ عَلَيْهِمْ وَ لَا تَكُنْ فِيْ ضَيْقٍ مِّمَّا يَمْكُرُوْنَ ﴿۷۰﴾
اور تم غمگین نہ ہو ان پر اور نہ دل تنگ ہو ان کے مکروں سے

وَ يَقُوْلُوْنَ مَتٰى هٰذَا الْوَعْدُ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿۷۱﴾
اور کہتے ہیں کب ہوگا یہ وعدہ پورا اگر تم سچے ہو

قُلْ عَسٰٓى اَنْ يَّكُوْنَ رَدِفَ لَكُمْ بَعْضُ الَّذِيْ تَسْتَعْجِلُوْنَ ﴿۷۲﴾
فرما دیجئے قریب ہے کہ ہوں پیچھے ہی لگی ہوئی بعض وہ چیزیں جس کی تم جلدی کر رہے ہو

وَ اِنَّ رَبَّكَ لَذُوْ فَضْلٍ عَلَى النَّاسِ وَ لٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَشْكُرُوْنَ ﴿۷۳﴾
اور بے شک تیرا رب فضل والا ہے آدمیوں پر لیکن اکثر آدمی حق نہیں مانتے

وَ اِنَّ رَبَّكَ لَيَعْلَمُ مَا تُكِنُّ صُدُوْرُهُمْ وَ مَا يُعْلِنُوْنَ ﴿۷۴﴾
اور بے شک تمہارا رب جانتا ہے جو ان کے سینوں میں پوشیدہ ہے اور جو وہ ظاہر کرتے ہیں

وَ مَا مِنْ غَآئِبَةٍ فِي السَّمَآءِ وَ الْاَرْضِ اِلَّا فِيْ كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ ﴿۷۵﴾
اور جتنے غائب ہیں آسمانوں اور زمین میں سب ایک کتاب روشن میں ہیں

اِنَّ هٰذَا الْقُرْاٰنَ يَقُصُّ عَلٰى بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ اَكْثَرَ الَّذِيْ هُمْ فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ ﴿۷۶﴾
بے شک یہ قرآن قصہ کرتا ہے بنی اسرائیل پر اکثر ایسے جس میں وہ اختلاف کرتے ہیں

وَ اِنَّهٗ لَهُدًى وَّ رَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۷۷﴾
اور بے شک وہ ہدایت اور رحمت ہے ایمان والوں کے لئے

اِنَّ رَبَّكَ يَقْضِيْ بَيْنَهُمْ بِحُكْمِهٖ ۚ وَ هُوَ الْعَزِيْزُ الْعَلِيْمُ ﴿۷۸﴾
بے شک فیصلہ کرتا ہے تمہارا رب ان کے آپس کا اپنے حکم سے اور وہی عزت والا علم والا ہے

فَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ ؕ اِنَّكَ عَلَى الْحَقِّ الْمُبِيْنِ ﴿۷۹﴾
تو تم بھروسہ کرو اللہ پر بے شک تم روشن حق پر ہو

اِنَّكَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتٰى وَ لَا تُسْمِعُ الصُّمَّ الدُّعَآءَ اِذَا وَلَّوْا مُدْبِرِيْنَ ﴿۸۰﴾
بے شک تمہارے سنائے نہیں سنتے مرنے والے اور نہ تمہارے سنائے بہرے پکار سنیں جب وہ پھریں پیٹھ دے کر

وَ مَآ اَنْتَ بِهٰدِي الْعُمْيِ عَنْ ضَلٰلَتِهِمْ ؕ اِنْ تُسْمِعُ اِلَّا مَنْ يُّؤْمِنُ بِاٰيٰتِنَا فَهُمْ مُّسْلِمُوْنَ ﴿۸۱﴾
اور تم ہدایت کرنے والے نہیں اندھوں کو ان کی گمراہی سے بے شک وہی سنتے ہیں جو ایمان لائے ہماری آیتوں پر اور وہ مسلمان ہیں

وَ اِذَا وَقَعَ الْقَوْلُ عَلَيْهِمْ اَخْرَجْنَا لَهُمْ دَآبَّةً
اور جب آ پڑے گی ان پر بات نکالیں گے ہم ان کے

مِّنَ الْاَرْضِ تُکَلِّمُهُمْ ۙ اَنَّ النَّاسَ کَانُوْا بِاٰیٰتِنَا لَا یُوْقِنُوْنَ ۝۸۲

لئے چوپایہ زمین سے جو کلام کرے گا لوگوں سے اس لئے کہ لوگ ہماری آیتوں پر یقین نہ کرتے تھے

حل لغات چھٹا رکوع۔سورۃ نمل۔پ ۲۰

وَ۔اور	قَالَ۔بولے	الَّذِیْنَ۔وہ جو	کَفَرُوْٓا۔کافر ہیں
ءَ۔کیا	اِذَا۔جب	کُنَّا۔ہو جائیں گے ہم	تُرٰبًا۔مٹی
وَّ۔اور	اٰبَآؤُنَآ۔ہمارے باپ دادا	ءَ۔کیا	اِنَّا۔ہم
لَمُخْرَجُوْنَ۔نکالے جائیں گے	لَقَدْ۔بے شک	وُعِدْنَا۔وعدہ دیئے گئے ہم	
هٰذَا۔یہ	نَحْنُ۔ہم	وَ۔اور	اٰبَآؤُنَا۔ہمارے باپ دادا
مِنْ قَبْلُ۔پہلے سے	اِنْ۔نہیں	هٰذَآ۔یہ	اِلَّآ۔مگر
اَسَاطِیْرُ۔کہانیاں	الْاَوَّلِیْنَ۔پہلوں کی	قُلْ۔کہہ	سِیْرُوْا۔چلو
فِی۔بیچ	الْاَرْضِ۔زمین کے	فَانْظُرُوْا۔تو دیکھو	کَیْفَ۔کیسا
کَانَ۔ہوا	عَاقِبَةُ۔انجام	الْمُجْرِمِیْنَ۔مجرموں کا	وَ۔اور
لَا۔نہ	تَحْزَنْ۔غم کھا	عَلَیْهِمْ۔ان پر	وَ۔اور
لَا۔نہ	تَکُنْ۔ہو تو	فِیْ۔بیچ	ضَیْقٍ۔تنگی کے
مِّمَّا۔اس سے جو	یَمْکُرُوْنَ۔وہ مکر کرتے ہیں	وَ۔اور	یَقُوْلُوْنَ۔کہتے ہیں
مَتٰی۔کب ہوگا	هٰذَا۔یہ	الْوَعْدُ۔وعدہ	اِنْ۔اگر
کُنْتُمْ۔ہو تم	صٰدِقِیْنَ۔سچے	قُلْ۔کہہ	عَسٰٓی۔قریب ہے
اَنْ۔یہ کہ	یَّکُوْنَ۔ہو	رَدِفَ۔پیچھے	لَکُمْ۔تمہارے
بَعْضُ۔بعض	الَّذِیْ۔اس کا جو	تَسْتَعْجِلُوْنَ۔جلدی کرتے ہو تم	
وَ۔اور	اِنَّ۔بے شک	رَبَّکَ۔تیرا رب	لَذُوْ۔صاحب
فَضْلٍ۔فضل ہے	عَلَی۔اوپر	النَّاسِ۔لوگوں کے	وَ۔اور
لٰکِنَّ۔لیکن	اَکْثَرَ۔اکثر	هُمْ۔ان کے	لَا۔نہیں
یَشْکُرُوْنَ۔شکر کرتے	وَ۔اور	اِنَّ۔بے شک	رَبَّکَ۔تیرا رب
لَیَعْلَمُ۔جانتا ہے	مَا۔جو	تُکِنُّ۔چھپاتے ہیں	صُدُوْرُ۔سینے
هُمْ۔ان کے	وَ۔اور	مَا۔جو	یُعْلِنُوْنَ۔ظاہر کرتے ہیں
وَ۔اور	مَا۔نہیں	مِنْ غَآئِبَةٍ۔کوئی چھپی ہوئی	فِی۔بیچ
السَّمَآءِ۔آسمان	وَ۔اور	الْاَرْضِ۔زمین کے	اِلَّا۔مگر

فِیْ۔بیچ	كِتٰبٍ۔کتاب	مُّبِیْنٍ۔روشن کے ہے	اِنَّ۔بے شک
هٰذَا۔یہ	الْقُرْاٰنَ۔قرآن	یَقُصُّ۔بیان کرتا ہے	عَلٰی۔اوپر
بَنِیْٓ۔اولاد	اِسْرَآءِیْلَ۔یعقوب کے	اَكْثَرَ۔اکثر	الَّذِیْ۔وہ باتیں جو
هُمْ فِیْهِ۔وہ اس میں	یَخْتَلِفُوْنَ۔اختلاف کرتے ہیں	وَ۔اور	اِنَّهٗ۔بے شک وہ
لَهُدًى۔ہدایت	وَّ۔اور	رَحْمَةٌ۔رحمت ہے	لِّلْمُؤْمِنِیْنَ۔ایمان والوں
کے لئے	اِنَّ۔بے شک	رَبَّكَ۔تیرا رب	یَقْضِیْ۔فیصلہ کرے گا
بَیْنَهُمْ۔ان کے درمیان	بِحُكْمِهٖ۔اپنے حکم سے	وَ۔اور	هُوَ۔وہ
الْعَزِیْزُ۔غالب	الْعَلِیْمُ۔جاننے والا ہے	فَتَوَكَّلْ۔تو بھروسہ کر	عَلَی۔اوپر
اللّٰهِ۔اللہ کے	اِنَّكَ۔بے شک تو	عَلَى۔اوپر	الْحَقِّ۔حق
الْمُبِیْنِ۔ظاہر کے ہے	اِنَّكَ۔بے شک تو	لَا۔نہیں	تُسْمِعُ۔سنا سکتا
الْمَوْتٰى۔مردوں کو	وَ۔اور	لَا۔نہیں	تُسْمِعُ۔سنا سکتا
الصُّمَّ۔بہروں کو	الدُّعَآءَ۔آواز	اِذَا۔جب	وَلَّوْا۔پھریں وہ
مُدْبِرِیْنَ۔پیٹھ دے کر	وَ۔اور	مَآ۔نہیں	اَنْتَ۔تو
بِهٰدِی۔راہ دکھانے والا	الْعُمْیِ۔اندھوں کو	عَنْ ضَلٰلَتِهِمْ۔ان کی گمراہی سے	
اِنْ۔نہیں	تُسْمِعُ۔سنا سکتا تو	اِلَّا۔مگر	مَنْ۔اسے جو
یُّؤْمِنُ۔ایمان لاتا ہے	بِاٰیٰتِنَا۔ہماری آیتوں پر	فَهُمْ۔تو وہ	مُّسْلِمُوْنَ۔فرمانبردار ہیں
وَ۔اور	اِذَا۔جب	وَقَعَ۔واقع ہوگی	الْقَوْلُ۔بات
عَلَیْهِمْ۔ان پر	اَخْرَجْنَا۔نکالیں گے ہم	لَهُمْ۔ان کے لئے	دَآبَّةً۔چوپایہ
مِّنَ الْاَرْضِ۔زمین سے	تُكَلِّمُهُمْ۔بولے گا ان سے	اَنَّ۔بے شک	النَّاسَ۔لوگ
كَانُوْا۔تھے	بِاٰیٰتِنَا۔ہماری آیتوں پر	لَا۔نہ	یُوْقِنُوْنَ۔یقین کرتے

خلاصہ تفسیر اردو چھٹا رکوع۔سورۂ نمل۔پ ۲۰

وَقَالَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْٓا ءَاِذَا كُنَّا تُرٰبًا وَّاٰبَآؤُنَآ اَىِٕنَّا لَمُخْرَجُوْنَ ﴿۶۷﴾۔اور کافر بولے کیا جب ہم اور ہمارے باپ دادا مٹی ہو جائیں گے کیا پھر ہم اپنی قبروں سے نکالے جائیں گے زندہ کر کے۔

لَقَدْ وُعِدْنَا هٰذَا نَحْنُ وَاٰبَآؤُنَا مِنْ قَبْلُ ۙ اِنْ هٰذَآ اِلَّآ اَسَاطِیْرُ الْاَوَّلِیْنَ ﴿۶۸﴾۔

بے شک اس کا وعدہ دیا گیا ہم کو اور ہم سے پہلے ہمارے باپ دادا کو۔ یہ کچھ نہیں مگر اگلوں کی کہانیاں اور جھوٹی باتیں ہیں معاذ اللہ۔ اس لئے کہ کہانیاں یعنی اساطیر الاولین من گھڑت باتوں کو ہی محاورہ عرب میں کہتے ہیں تو اس کا جواب اللہ تعالٰی نے زبان مصطفٰی علیہ التحیۃ والثنا دلوایا اور ارشاد ہوا:

قُلْ سِیْرُوْا فِی الْاَرْضِ فَانْظُرُوْا كَیْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُجْرِمِیْنَ ﴿۶۹﴾۔

اے محبوب آپ فرمادیں کہ بیوقوفو! یہ اساطیر الاولین نہیں بلکہ سچی سچی باتیں ہیں تم زمین میں پھر کر دیکھو کہ تمہارے جیسے منکرین مجرمین کا تم سے پہلے کیا کچھ انجام ہوا اور وہ انکار کے سبب کس طرح عذاب سے ہلاک کئے گئے۔

اس کے بعد اپنے محبوب سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی دینے کے لئے ارشاد ہوا کہ حضور کا قلب اقدس تنگ اور غمگین نہ ہو چنانچہ ارشاد ہے:

وَلَا تَحْزَنْ عَلَيْهِمْ وَلَا تَكُنْ فِي ضَيْقٍ مِّمَّا يَمْكُرُونَ ۝۷۰ ۔

اور اے محبوب آپ ان پر غمگین نہ ہوں ان کے اعراض وتکذیب کرنے پر اور دل تنگ نہ ہو ان کے اسلام سے محروم رہنے کے سبب اور ان کی خفیہ تدابیر کرنے اور مکر کرنے سے اس لئے کہ اللہ آپ کا حافظ وناصر ہے۔

وہ تو ایسے اندھے اور بے عقل ہیں کہ ہمارے حتمی قطعی اور اذعانی وعدہ سے بھی منحرف ہیں اور بکتے ہیں استہزاء کرتے ہیں۔

وَيَقُولُونَ مَتَىٰ هَٰذَا الْوَعْدُ إِن كُنتُمْ صَادِقِينَ ۝۷۱ ۔ اور کہتے ہیں کب آئے گا یہ وعدۂ عذاب ہم تو اسے غلط سمجھتے ہیں اگر آپ سچے ہیں تو حسب وعدہ وہ عذاب لائیں۔ اس کا جواب دیا گیا:

قُلْ عَسَىٰ أَن يَكُونَ رَدِفَ لَكُم بَعْضُ الَّذِي تَسْتَعْجِلُونَ ۝۷۲ ۔ فرمادیجئے وعدہ قریب ہی نہیں۔ بلکہ تمہارے پیچھے لگی ہوئی بلا کی طرح ہے بعض وہ جس کی تم عجلت کر رہے ہو یعنی عذاب الٰہی۔ اگر سمجھو کہ کیا بدر میں تم پر نہ نازل ہو گیا اور عنقریب تمہارے مرنے کے بعد تم پر آئے گا اور اس تعویق وتاخیر کی وجہ ظاہر فرمائی۔ چنانچہ ارشاد ہوا:

وَإِنَّ رَبَّكَ لَذُو فَضْلٍ عَلَى النَّاسِ ۔ اور بے شک تیرا رب صاحب فضل ہے آدمیوں پر اس وجہ میں جلدی سے سارا عذاب نازل نہیں فرماتا بلکہ تمہاری حماقت وجہالت پر چشم پوشی فرماتا ہے۔

وَلَٰكِنَّ أَكْثَرَهُمْ لَا يَشْكُرُونَ ۝۷۳ ۔ لیکن ان کے اکثر اس پر شکر گزار نہیں ہوتے۔ بلکہ عذاب کی عجلت کرتے ہیں۔ اس کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے مخاطبہ فرمایا گیا اور ارشاد ہوا:

وَإِنَّ رَبَّكَ لَيَعْلَمُ مَا تُكِنُّ صُدُورُهُمْ وَمَا يُعْلِنُونَ ۝۷۴ ۔ اور بے شک تمہارا رب ضرور جانتا ہے جو ان کے سینوں میں مخفی عداوت ہے اور جو شرارتیں علانیہ کرتے ہیں۔ یعنی حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ عداوت رکھنا اور آپ کی مخالفت علانیہ کرنا یہ سب اللہ تعالیٰ کے علم میں ہے اس کی سزا انہیں دی جائے گی۔

وَمَا مِنْ غَائِبَةٍ فِي السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ إِلَّا فِي كِتَابٍ مُّبِينٍ ۝۷۵ ۔

اور جو کچھ غائب امور آسمان وزمین میں ہیں سب ایک روشن کتاب میں ہیں۔

یعنی لوح محفوظ میں یا قرآن کریم میں جو واضح بیان کرنے والا ہے جن پر اللہ تعالیٰ کا فضل ہے ان پر وہ ظاہر ہیں۔

إِنَّ هَٰذَا الْقُرْآنَ يَقُصُّ عَلَىٰ بَنِي إِسْرَائِيلَ أَكْثَرَ الَّذِي هُمْ فِيهِ يَخْتَلِفُونَ ۝۷۶

بے شک یہ قرآن بیان فرماتا ہے بنی اسرائیل کی اکثر وہ باتیں جس میں وہ اختلاف کرتے ہیں۔

یعنی امور دین میں اہل کتاب نے آپس میں اختلاف کیا حتیٰ کہ ان میں بہت سے فرقے ہو گئے اور آپس میں لعن طعن کرنے لگے تو قرآن کریم نے اس کا بیان فرمایا اور ایسا بیان فرمایا کہ اگر وہ انصاف کے ساتھ اسے سنیں اور قبول کریں اور

اسلام لائیں تو ان میں اختلاف باقی نہ رہے۔

وَ اِنَّهٗ لَهُدًى وَّ رَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ ۝ اِنَّ رَبَّكَ يَقْضِيْ بَيْنَهُمْ بِحُكْمِهٖ ۚ وَ هُوَ الْعَزِيْزُ الْعَلِيْمُ ۝ فَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ ؕ اِنَّكَ عَلَى الْحَقِّ الْمُبِيْنِ ۝۔

اور بے شک وہ قرآن ہدایت اور رحمت ہے مومنوں کے لئے بے شک تمہارا رب ان کے آپس میں فیصلہ فرماتا ہے اپنے حکم سے اور بے شک وہ عزت والا علم والا ہے تو اے محبوب آپ اللہ پر بھروسہ کریں بے شک آپ روشن اور واضح حق پر ہیں۔

اس میں بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی فرمائی گئی اور تصدیق کی گئی کہ آپ کا دین اور آپ کی تعلیم ہی حق اور واضح ہے اس کے بعد ان کے مردہ دل اور حق نیوشی پر حق پوشی کا اظہار فرمایا جاتا ہے جسے بعض ناواقف عدم سماع موتی پر محمول کر کے اس سے استدلال کر لیتے ہیں حالانکہ واضح اور صاف بیان ہے کہ اے محبوب آپ کی ہدایت آفرینی ان کو مفید ہے جو دل رکھتے اور کان سے سنتے ہیں اور کان بھی وہ جس میں قبولیت کے ساتھ سماعت ہو ورنہ

لَهُمْ قُلُوْبٌ لَّا يَفْقَهُوْنَ بِهَا ۖ وَلَهُمْ اَعْيُنٌ لَّا يُبْصِرُوْنَ بِهَا وَلَهُمْ اٰذَانٌ لَّا يَسْمَعُوْنَ بِهَا۔ ان کے دل ہیں مگر بے سمجھ اور ان کے کان ہیں مگر حق نہ سننے والے چنانچہ ارشاد ہے۔

اِنَّكَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتٰى وَ لَا تُسْمِعُ الصُّمَّ الدُّعَآءَ اِذَا وَلَّوْا مُدْبِرِيْنَ ۝ وَ مَاۤ اَنْتَ بِهٰدِي الْعُمْيِ عَنْ ضَلٰلَتِهِمْ ؕ اِنْ تُسْمِعُ اِلَّا مَنْ يُّؤْمِنُ بِاٰيٰتِنَا فَهُمْ مُّسْلِمُوْنَ ۝۔

بے شک تمہارے سنائے یہ مردے نہیں سنتے یعنی یہ کافر سرکش جن کے دل مردہ ہو چکے ہیں آپ کی ہدایت گوش قبول سے نہیں سنتے اگرچہ ویسے کان رکھتے ہیں مگر قبولیت کے ساتھ ہدایت نہیں سنتے چنانچہ آگے ارشاد ہے:

اور نہ تمہارے سنائے بہرے کان سنیں جب پھریں پیٹھ دے کر اور آپ ہدایت کرنے والے نہیں گمراہی سے بے شک آپ کی آواز تو وہی سنتے ہیں جو ہماری آیتوں پر ایمان لاتے ہیں اور وہ مسلمان ہیں۔

آیات متلوہ میں مردہ کفار کو فرمایا گیا ہے اور پھر ان سے بھی مطلقاً ہر کلام کے سننے کی نفی نہیں فرمائی بلکہ صرف پند و موعظت اور کلام ہدایت کے بسمع قبول سننے کی نفی ہے۔ گویا یہ فرمایا کہ کافر اتنے مردہ دل ہو چکے ہیں کہ آواز ہدایت سے منتفع نہیں ہوتے اور مومن اسے گوش قبول سے سنتے ہیں۔

اور اگر مردوں کی سماعت کی نفی مراد لی جائے تو بہت سی احادیث خلاف نص ماننی پڑیں گی جیسے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: يَسْمَعُ صَرِيْرَ نِعَالِكُمْ۔ یعنی جب تم دفنا کر واپس ہوتے ہو تو مردہ تمہارے قدموں کی آواز سنتا ہے اور قبور مومنین پر اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ يَا اَهْلَ الدِّيَارِ وَالْقُبُوْرِ وَالْمُؤْمِنِيْنَ وَ اِنَّا اِنْ شَآءَ اللّٰهُ بِكُمْ لَاحِقُوْنَ پڑھنے والی حدیث بیکار ہوگی۔ سَلَامَ دَارَ قَوْمٍ مُّؤْمِنِيْنَ پڑھنا لغو ہوگا وَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهٖ لَسْتُمْ بِاَسْمَعَ مِنْهُمْ جو مقتولین بدر کے متعلق فرمایا یہ غلط قرار پائے گا۔ اور یہ جواب حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے سوال پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دیا تھا۔

جبکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم قلیب بدر پر تشریف لائے جس میں ابو جہل اور صنادید قریش کی لاشیں تھیں وہاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سب کے نام لے کر فرمایا کہ ہم سے ہمارے رب نے جو وعدہ فرمایا وہ ہم نے پالیا تو تم نے بھی وہ پالیا جو تمہارے رب نے تم سے وعدہ فرمایا تھا۔ اس پر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ عرض کرنے لگے: حضور! کن کو مخاطب فرما رہے ہیں اَجْسَادٌ

لَا اَرْوَاحَ فِیْھِمْ۔ ان لاشوں کو جن میں روح نہیں ہے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب میں قسم کے ساتھ فرمایا کہ اس ذات کی قسم جس کے ید قدرت میں میری جان ہے تم ان سے زیادہ نہیں سنتے۔

بنابریں ثابت ہوا کہ آیات متلوہ میں یقیناً مجرمین، منحرفین، مردہ دلوں، حق سے بہروں کا ذکر ہے اور جو اس سے عدم سماع موتی مراد لیتا ہے وہ جاہل ہے بلکہ مفہوم آیت واضح ولائح ہے کہ کفار اپنے غایت اعراض وروگردانی سے مردے اور بہرے کی مثل ہو گئے ہیں کہ سب کچھ سن کر بھی ان سنی کرتے ہیں۔ لہٰذا انہیں پکارنا اور دعوت حق دینا کسی طرح نافع نہیں ہے یہ آپ کی آواز وہی سنتے اور قبول کرتے ہیں جو آیات ربانیہ پر ایمان لا کر مسلمان ہوں۔ جو سمجھنے والے دل رکھتے ہوں وہ ہی سعادت ایمان سے بہرہ اندوز ہونے والے ہیں۔ ماخوذ از بیضاوی، کبیر، مدارک۔

وَاِذَا وَقَعَ الْقَوْلُ عَلَیْھِمْ اَخْرَجْنَا لَھُمْ دَآبَّةً مِّنَ الْاَرْضِ تُكَلِّمُھُمْ اَنَّ النَّاسَ كَانُوْا بِاٰیٰتِنَا لَا یُوْقِنُوْنَ ﴿۸۲﴾۔

اور جب اللہ تعالیٰ کا وعدۂ قیامت ان لوگوں پر پورا ہونے کو ہوگا تو ہم زمین سے ان کے لئے ایک جانور نکالیں گے کہ وہ ان سے کلام کرے گا کہ فلاں فلاں آدمی ہماری باتوں کا یقین نہیں رکھتے۔

اس آیات میں دابۃ الارض کے نکلنے کا ذکر ہے۔

گویا ارشاد ہے کہ آثار قیامت میں سے یہ بھی ہے کہ مکہ معظمہ کے پہاڑ کوہ صفا سے ایک جانور نکلے گا۔ جس کا نام احادیث میں دابۃ الارض بتایا گیا ہے۔ اس کے پاس مہر سلیمانی اور عصائے موسوی ہوگا وہ اس کے ذریعہ ایک خاص نشان ایسا لگائے گا جس سے مسلمانوں اور کافروں میں علانیہ امتیاز ہو جائے گا۔

یہ پیشین گوئی احادیث میں مفصل موجود ہے اور اجمالاً آیات کریمہ میں ہے۔

اس کی عینی تصدیق تو مشاہدہ کے بعد ہی ہوگی لیکن قدرت الٰہیہ کی وسعت کے آگے یہ ایسی چیزیں نہیں جس سے انکار کی جرأت ہو۔ آگے خدا کی باتیں خدا ہی جانے۔ مسلمان کو کسی قسم کی چوں وچرا کرنا کفر ہے اور سر تسلیم خم کرنا ایمان۔

اب اس رکوع کی نادر لغات کے بیان کے بعد مفصل تفسیر اردو پیش ہے۔

وَلَا تَكُنْ فِیْ ضَیْقٍ — ضِیْق بِالْكَسْرِ اور بِالْفَتْح آتا ہے معنی ایک ہی ہیں یعنی تنگ دلی۔ جیسے بولتے ہیں ضَاقَ الشَّیْءُ ضَیْقًا وَّ ضِیْقًا۔

رَدِفَ لَكُمْ — رَدِفَ تَبِعَ اور لَحِقَ کے معنی میں مستعمل ہے۔ شعر میں ردیف کو اسی لئے ردیف کہتے ہیں کہ وہ ہر قافیے کے پیچھے لگی چلی آتی ہیں۔ سوار کے پیچھے جو آدمی بیٹھے اسے بھی ردیف اسی بنا پر کہتے ہیں۔

عَسٰی۔ افعال مقاربہ سے ہے ایسے ہی لَعَلَّ یہ دونوں ترجی کیلئے وضع کئے گئے ہیں۔ اس کے معنی قریب کے ہیں اور لَعَلَّ کے معنی شاید کے۔

مَا تُكِنُّ صُدُوْرُھُمْ۔ تُكِنُّ۔ اکنان سے ہے اور کن واکنان دونوں کے معنی چھپانے کے ہیں كَنَنْتُ الشَّیْءَ وَاَكْنَنْتُهٗ اِذَا اسْتَرْتَهٗ وَاَخْفَیْتَهٗ۔

وَمَا مِنْ غَآئِبَةٍ۔ جو کچھ آنکھ سے اوجھل ہوا سے غائبہ اور خافیہ کہتے ہیں۔

اِنَّكَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتٰی۔ موتی کے معنی میں امام راغب رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔ از مفردات:

اَنْوَاعُ الْمَوْتِ بِحَسْبِ اَنْوَاعِ الْحَيَاةِ فَالْاَوَّلُ مَا هُوَ بِاَزَآءِ الْقُوَّةِ النَّامِيَةِ الْمَوْجُوْدَةِ فِي الْاِنْسَانِ وَ الْحَيْوَانَاتِ وَالنَّبَاتِ۔ موت کے اقسام بموجب انواع حیات ہیں۔

چنانچہ انسان وحیوان ونباتات پر ازالہ قوت نامیہ کے معنی میں مستعمل ہے۔ اس کی مثالیں قرآن کریم میں ہیں جیسے:

يُحْيِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا۔

وَاَحْيَيْنَا بِهٖ بَلْدَةً مَّيْتًا۔

ان میں عدم تخضر پر موت کا استعمال ہے۔

يٰلَيْتَنِيْ مِتُّ قَبْلَ هٰذَا۔

اِذَا مَا مِتُّ لَسَوْفَ اُخْرَجُ حَيًّا۔

ان میں زوال قوت حاسیہ پر موت کا استعمال ہے۔

اَوَمَنْ كَانَ مَيْتًا فَاَحْيَيْنٰهُ۔

اس میں زوال قوت عاقلہ پر موت کا استعمال ہے یعنی جہالت کے معنی میں۔

اِنَّكَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتٰى۔

وَيَاْتِيْهِ الْمَوْتُ مِنْ كُلِّ مَكَانٍ وَّمَا هُوَ بِمَيِّتٍ۔

اس میں حزن مکدر حیات پر موت کا استعمال ہے۔

ثُمَّ لَا يَمُوْتُ فِيْهَا وَلَا يَحْيٰى۔

وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتًا ؕ بَلْ اَحْيَآءٌ۔

اَللّٰهُ يَتَوَفَّى الْاَنْفُسَ حِيْنَ مَوْتِهَا وَالَّتِيْ لَمْ تَمُتْ فِيْ مَنَامِهَا۔

اس میں منام پر موت کا استعمال ہے جیسے کہا گیا: اَلنَّوْمُ مَوْتٌ خَفِيْفٌ وَالْمَوْتُ نَوْمٌ ثَقِيْلٌ اور اس کا نام وفات رکھا۔

كُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ۔

اس میں ربانت روح عن الجسد اور زوال قوت حیوانیہ کے معنی لئے گئے۔

اِنَّكَ مَيِّتٌ وَّاِنَّهُمْ مَّيِّتُوْنَ۔

یہاں تحلیل ونقص کے معنی میں استعمال ہوا۔ پہلا میت بمعنی تحلل ہے دوسرا بمعنی نقص۔

علاوہ ازیں سُقْنٰهُ لِبَلَدٍ مَّيِّتٍ - بَلْدَةً مَّيْتًا - حُرِّمَتْ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةُ۔

وَالْمُوْتَةُ شِبْهُ الْجُنُوْنِ كَاَنَّهٗ مِنْ مَوْتِ الْعِلْمِ وَالْعَقْلِ۔

وَ مِنْهُ رَجُلٌ مَوْتَانُ الْقَلْبِ وَامْرَاَةٌ مَوْتَانَةٌ۔

مختصر تفسیر اردو چھٹا رکوع - سورۂ نمل - پ ۲۰

وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا ءَاِذَا كُنَّا تُرٰبًا وَّاٰبَآؤُنَآ اَئِنَّا لَمُخْرَجُوْنَ ﴿۶۷﴾۔

اور کافر بولے کیا جب ہم مر کر مٹی ہو جائیں گے اور ہمارے باپ دادا، کیا ہم پھر نکالے جائیں گے۔

یہ ان کا جاہلانہ، معاندانہ بیان تھا اور اس میں انہوں نے استفہام انکاری کیا۔ گویا انہوں نے یوں کہا:

أَنُخْرَجُ إِذَا كُنَّا تُرَابًا۔ اور اس سے ان کی مراد اخراج سے اخراج من القبور تھی۔ یا ان کے اخراج سے مراد اخراج من الفنا الی الحیوۃ تھی۔ اس لئے کہ إِنَّهُمْ مُنْكِرُونَ لِلْاِحْيَآءِ بَعْدَ الْمَوْتِ مُطْلَقًا۔ وہ زندہ ہونے سے بعد موت کے مطلقاً منکر تھے۔

وَآبَآؤُنَا کا عطف اسی پر ہے اس لئے کہ ان کے باپ دادا ان سے پہلے مر کر مٹی میں مل چکے تھے اس پر وہ اس خبر کی تردید پر کہتے تھے۔

لَقَدْ وُعِدْنَا هٰذَا نَحْنُ وَآبَآؤُنَا۔

بے شک یہی وعدہ دیئے گئے تھے ہم سے پہلے ہمارے باپ دادا یعنی وَعَدَ مُحَمَّدٌ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے جو ہمیں وعدہ دیا ہے وہی ہمارے باپ دادا کو دیا تھا مگر اب تک وہ پورا نہ ہوا لہٰذا

إِنْ هٰذَآ إِلَّآ أَسَاطِيرُ الْأَوَّلِينَ ۝ ۔ یہ نہیں مگر پرانے قصے ہیں۔

یہاں ان نافیہ ہے گویا کافروں نے کہا اگر صحیح ہوتا تو ظاہر ہوتا مگر در حقیقت یہ وعدہ ہی وعدہ ہے اور کچھ نہیں اس لئے کہ اساطیر الاولین محاورہ میں پرانی کہانی کے معنی میں بولا جاتا ہے۔ اس پر جناب مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثنا کے ذریعہ جواب دیا گیا:

قُلْ سِيرُوا فِي الْأَرْضِ فَانْظُرُوا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُجْرِمِينَ ۝ ۔

اے محبوب! فرما دیجئے زمین میں سیر کرو تو دیکھو کیسا ہوا انجام مجرموں کا۔

بِسَبَبِ تَكْذِيبِهِمُ الرُّسُلَ عَلَيْهِمُ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ۔ ان کے جھٹلانے کے سبب جو انہوں نے انبیاء کرام کی تکذیب کی۔ جب انہوں نے انہیں ایمان باللہ اور ایمان یوم آخرت کی طرف بلایا۔ تو وہ جو آخرت اور بعثت کا انکار کرنے سے ہلاک کر دیئے گئے۔ ان کا مشاہدہ کرنے سے ان کا انجام دیکھ کر سمجھنے والوں کو عبرت ہوگی۔ اس کے بعد حضور کو تسلیہ کے طور پر ارشاد ہوا:

وَلَا تَحْزَنْ عَلَيْهِمْ۔ اے محبوب! آپ غم نہ کریں ان کے اصرار علی الکفر اور تکذیب پر۔

وَلَا تَكُنْ فِي ضَيْقٍ مِّمَّا يَمْكُرُونَ ۝ ۔ اور آپ دل تنگ نہ ہوں ان کے داؤ اور مکاری سے۔

اس لئے کہ اللہ تعالیٰ تمہارا محافظ ہے اور وَاللّٰهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ آپ کے لئے وعدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ تمہیں اپنی حفاظت میں لوگوں سے رکھے گا۔ آیہ کریمہ میں ضیق کا لغت جو ہے وہ بکسر ضاد اور بفتح ضاد ہے۔ بکسر ضاد مصدر ہے اور بفتح ضاد مخفف ہے۔

وَيَقُولُونَ مَتٰى هٰذَا الْوَعْدُ إِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِينَ ۝ ۔ اور کہتے ہیں کب آئے گا یہ وعدہ اگر تم سچے ہو۔

یعنی عذاب میں عجلت چاہتے تھے وَ كَأَنَّهُمْ فَهِمُوا وَعْدًا هُمْ بِالْأَمْرِ بِالسَّيْرِ وَ النَّظْرِ فِي عَاقِبَةِ أَمْثَالِهِمُ الْمُكَذِّبِينَ۔ گویا وہ یہ سمجھتے تھے کہ یہ عذاب آئے تو ہم اس کی سیر کریں گے اور یہ یقین نہ تھا کہ جب وہ وعدہ آئے گا تو ہلاک ہونے والے کیا دیکھیں گے۔

گویا یہ کافر بر سبیل استہزاء وانکار یہ کہتے تھے اسی وجہ میں تو اِنْ کُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ بھی کہتے تھے یعنی ان کا مقصد یہ تھا کہ اگر تم اپنی بات میں سچے ہو تو ہم پر ظاہر کرو اس کا وقت چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہوا۔

قُلْ عَسٰۤى اَنْ یَّكُوْنَ رَدِفَ لَكُمْ بَعْضُ الَّذِیْ تَسْتَعْجِلُوْنَ ۝۷۲۔

اے محبوب فرما دیجئے قریب ہے کہ وہ وعدہ تمہارے پیچھے ہی آ رہا ہو بعض اس کا جس کی تم جلدی کر رہے ہو۔

رَدِفَ۔ تَبِعَ۔ کے معنی میں ہے اور اس جگہ اس سے مراد لحق ہیں یعنی تمہارے ساتھ ہی لگا ہوا ہے یا بمعنی ونا ہے یعنی بالکل قریب ہے تو خلاصہ معنی یہ ہوئے۔

قُلْ عَسٰۤى اَنْ یَّكُوْنَ لَحِقَكُمْ وَوَصَلَ اِلَیْكُمْ بَعْضُ الَّذِیْ تَسْتَعْجِلُوْنَ حُلُوْلَهٗ وَ تَطْلُبُوْنَهٗ وَقْتًا فَوَقْتًا۔ فرما دیجئے ممکن ہے کہ وہ تمہیں لگ گیا ہو یا بعض اس کا تم سے مل چکا ہو جس کی تم جلدی کر رہے ہو۔ اور وقتاً فوقتاً طلب کر رہے ہو۔

چنانچہ اس بعض سے مراد عذاب یوم بدر ہے۔

وَ قِیْلَ عَذَابُ الْقَبْرِ۔ بعض نے کہا وہ عذاب قبر ہے لیکن یہ ان کے مطالبہ کے جواب میں نہیں ہو سکتا۔ علامہ زمخشری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

اِنَّ عَسٰى وَ لَعَلَّ وَسَوْفَ فِیْ وَعْدِ الْمُلُوْكِ وَوَعِیْدِهِمْ تَدُلُّ عَلٰى صِدْقِ الْاَمْرِ وَجِدِّهٖ وَ لَا مَجَالَ لِلشَّكِّ بَعْدَهٗ۔ عسیٰ اور لعل اور سوف بادشاہوں کے وعدو وعید ہیں صداقت حکم پر ایسے دلالت کرتے ہیں کہ وہاں مجال شک نہیں ہوتی۔

چنانچہ اس ملیک الملک کا عسیٰ، لعل، سوف کے ساتھ وعدو وعید اتنا قطعی ہے کہ قرآن کریم میں جہاں سَوْفَ اَسْتَغْفِرُ آیا وہ قطعی یقینی ہے ایسے ہی جہاں عسیٰ فرمایا وہ بھی اذعانی ہے اور لَعَلَّ اللّٰهَ یُحْدِثُ بَعْدَ ذٰلِكَ اَمْرًا۔ بھی حتمی ہے۔ اس میں ذرہ بھر شک کی مجال نہیں۔ اس کے بعد ارشاد ہے کہ ہماری طرف سے جو عذاب میں تاخیر ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ

وَ اِنَّ رَبَّكَ لَذُوْ فَضْلٍ عَلَى النَّاسِ وَ لٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا یَشْكُرُوْنَ ۝۷۳۔

اور بے شک آپ کا رب افضال وانعام والا ہے جو کافۃ الناس پر فرماتا ہے لیکن اکثر ان کے شکر گزار نہیں بنتے۔

اور اس افضال وانعام کا ہی یہ سبب ہے کہ عقوبت وعذاب میں تعویق وتاخیر ہے اور ان کے ارتکاب معاصی پر چشم پوشی کی جاتی ہے۔

وَ اِنَّ رَبَّكَ لَیَعْلَمُ مَا تُكِنُّ صُدُوْرُهُمْ وَ مَا یُعْلِنُوْنَ ۝۷۴۔

اور بے شک تمہارا رب جانتا ہے جو ان کے سینوں میں مخفی ہے اور جو وہ علانیہ کرتے ہیں۔

ظاہر تو یہ ہے کہ اپنے اقوال وافعال میں عناد وحسد سے مخالفت کریں اور خفیہ وہ جو ان کے دلوں میں بغض وعناد اور تکذیب ہے یا بظاہر مخالفوں کے ہمنوا ہیں لیکن دل میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیق اور محبت ہے۔

تکن کے معنی ستر واستہزاء کے ہیں۔

وَ مَا مِنْ غَآىِٕبَةٍ فِی السَّمَآءِ وَ الْاَرْضِ اِلَّا فِیْ كِتٰبٍ مُّبِیْنٍ ۝۷۵۔

اورنہیں غیب سے کچھ جو آسمان اور زمین میں ہے مگر وہ کتاب روشن میں ہے۔

غَآىِٕبَةٍ۔ سے مراد مَا يَغِيبُ وَمَا يَخْفٰى ہے۔ جو مخفی و مستتر ہے۔ اور غائبۃ عموم کے ساتھ اس لئے فرمایا کہ جو کچھ ہو چکا ہوگا اَىْ مَا مِنْ غَائِبَةٍ كَائِنَةٍ مَّا كَانَتْ وہ سب کتاب میں ہے۔ یعنی قرآن کریم میں بین ہے یا قرآن کریم مبین ہے آلوسی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: لِمَا فِيهِ لِمَنْ يُطَالِعُهُ وَ يَنْظُرُ فِيهِ مِنَ الْمَلَائِكَةِ عَلَيْهِمُ السَّلَامُ وَ هُوَ اللَّوْحُ الْمَحْفُوظُ۔

اس پر متعدد اقوال ہیں:

اَلْمَرَادُ بِالْكِتَابِ الْمُبِيْنِ عِلْمُهٗ تَعَالٰى الْاَزَلِيُّ الَّذِىْ هُوَ مَبْدَأٌ لِإِظْهَارِ الْاَشْيَآءِ بِالْإِرَادَةِ وَالْقُدْرَةِ۔

کتاب مبین سے علم الٰہی ازلی مراد ہے جو مبدأ ہے اظہار اشیاء کا بالارادۃ اور بالقدرۃ۔

دوسرا قول ہے: حُكْمُهٗ سُبْحَانَهُ الْاَزَلِيُّ۔ اللہ تعالیٰ کا حکم ازلی ہے۔

تیسرا قول ہے: اَلْمُرَادُ الْقُرْاٰنُ وَاشْتِمَالُهٗ عَلٰى كُلِّ غَائِبَةٍ۔ کتاب مبین سے مراد قرآن حکیم ہے جو تمام غیوب پر مشتمل ہے۔

وَقَدْ ذُكِرَ اَنَّ بَعْضَ الْعَارِفِيْنَ اسْتَخْرَجَ مِنَ الْفَاتِحَةِ اَسْمَاءَ السَّلَاطِيْنِ الْعُثْمَانِيَّةِ وَ مُدَّةَ سَلْطَنَتِهِمْ اِلٰى اٰخِرِ مَنْ يَتَسَلَّطُ مِنْهُمْ۔ بعض عارفوں نے الحمد شریف سے سلاطین عثمانیہ کے نام نکال کر ان کی سلطنت کی مدت بھی نکالی حتیٰ کہ آخر جو مسلط ہوگا وہ بھی بتایا۔

علامہ حسن فرماتے ہیں: اَلْغَائِبَةُ هُوَ يَوْمُ الْقِيَامَةِ۔ غائب سے مراد یوم قیامت ہے۔

صاحب غنیان فرماتے ہیں غائبہ سے مراد حوادث ونوازل ہیں۔

ایک قول ہے اس سے مراد اعمال عباد ہیں۔

وَ قِيْلَ مَا غَابَ مِنْ عَذَابِ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ۔ ایک قول ہے عذاب سماوی وارضی جو انسان سے مخفی ہیں وہ مراد ہیں۔

اِنَّ هٰذَا الْقُرْاٰنَ يَقُصُّ عَلٰى بَنِىْۤ اِسْرَآءِيْلَ اَكْثَرَ الَّذِىْ هُمْ فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ ۝۷۶

بے شک یہ قرآن ذکر کرتا ہے بنی اسرائیل پر اکثر ان کے وہ ہیں جو اختلاف کرتے ہیں۔

اس پر علامہ آلوسی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لَمَّا ذَكَرَ سُبْحٰنَهٗ مَا يَتَعَلَّقُ بِالْمَبْدَأِ وَالْمَعَادِ۔ اس قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے مبدأ و معاد کے ساتھ جو متعلق تھا وہ سب بیان فرما دیا۔

وَ مَا يَتَعَلَّقُ بِالنُّبُوَّةِ فَاِنَّ الْقُرْاٰنَ اَعْظَمُ مَا تُثْبَتُ بِهٖ نُبُوَّةُ نَبِيِّنَا صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرَ جَلَّ مَجْدُهٗ اِخْتِلَافَهُمْ فِيْهِ۔ اور ذکر فرمادیا جو کچھ نبوت سے متعلق تھا اس لئے کہ قرآن کریم اعظم ہے ان امور میں جن سے ہمارے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت ثابت ہو تو اللہ تعالیٰ نے ان کے اندر جو اختلافات حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق تھے سب بیان فرمادیئے اور بنی اسرائیل پر واضح فرمادیئے۔

اور بنی اسرائیل سے کون مراد ہیں؟ اس کے متعلق بروایت قتادہ رحمہ اللہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ یہود اور نصاریٰ ہیں اسلئے

کہ ان میں نئی نئی جماعتیں بنیں اور یہی ہمیشہ اختلاف میں رہے ان پر ہی حقیقت الامر واضح کی گئی اگر یہ انصاف کرتے اور ذرا غور و تامل سے کام لیتے تو ضرور اسلام لے آتے لیکن انہوں نے ایسا نہ کیا بلکہ مشرکوں کی طرح الجھے رہے حتیٰ کہ حضرت مسیح علیہ السلام کے بارے میں بھی بجائے متفق ہونے کے مختلف رہے۔

فَمِنْ قَائِلٍ هُوَ اللّٰهُ تَعَالٰی۔ بعض تو کہنے لگ گئے کہ مسیح ہی اللہ تعالیٰ ہے۔

فَمِنْ قَائِلٍ اِبْنُ اللّٰهِ سُبْحٰنَهٗ۔ بعض کہنے لگے وہ خدا تعالیٰ کے بیٹے ہیں حالانکہ وہ ایسی باتوں سے پاک ہے۔

فَمِنْ قَائِلٍ ثٰلِثُ ثَلٰثَةٍ۔ بعض بولے اللہ اور مسیح اور روح القدس تین خدا ہیں۔

وَ مِنْ قَائِلٍ هُوَ نَبِیٌّ كَغَیْرِهٖ مِنَ الْاَنْبِیَآءِ عَلَیْهِمُ السَّلَامُ۔ بعض اس عقیدہ پر رہے کہ وہ بھی نبی ہیں مثل دوسرے نبیوں علیہم السلام کے۔

ایک جماعت نے کہہ دیا کہ مریم اللہ تعالیٰ کی بیوی ہے اور مسیح خدا کے بیٹے ہیں حالانکہ وہ ذات والا صفات ان تمام امور سے منزہ ہے۔

اس عقیدہ میں یہودی بھی ایسے ہی گمراہ ہیں۔

بعض نے کہہ دیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بشارت جو توریت میں ہے اس سے مراد حضرت یوشع علیہ السلام ہیں۔

بعض کہنے لگے اس سے مراد عیسیٰ علیہ السلام ہیں۔

بعض بولتے رہے جن کے لئے یہ بشارت ہے وہ ابھی تشریف نہیں لائے۔ عنقریب آخر زمانہ میں تشریف لائیں گے۔

اور

ایسے ہی وہ سور کی حلت و حرمت میں مختلف الخیال رہے۔

چنانچہ یہودی اس کا کھانا حرام کہتے اور نصاریٰ اسے حلال جانتے ہیں۔

یہ اختلافات ان میں تھے جسے اللہ تعالیٰ نے واضح فرما دیا۔

وَ اِنَّهٗ لَهُدًى وَّ رَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِیْنَ ﴿۷۷﴾ ۔ اور بے شک یہ قرآن ہدایت و رحمت ہے مومنین کے لئے اور اللہ تعالیٰ کی ذات پاک رحمۃ للعالمین ہے چنانچہ ارشاد ہے کہ

اِنَّ رَبَّكَ یَقْضِیْ بَیْنَهُمْ بِحُكْمِهٖ ۚ وَ هُوَ الْعَزِیْزُ الْعَلِیْمُ ﴿۷۸﴾ ۔

بے شک آپ کا رب ان کے مابین فیصلہ فرمائے گا اپنے حکم سے اور وہ عزت والا جاننے والا ہے۔

یعنی مومنین اور بنی اسرائیل کے اختلافات کا فیصلہ اللہ تعالیٰ فرما دے گا اپنے حکم سے اپنے اختیار سے اس لئے کہ وہ عزت والا علیم جمیع اشیاء ہے۔ لہٰذا اے محبوب!

فَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ ؕ اِنَّكَ عَلَى الْحَقِّ الْمُبِیْنِ ﴿۷۹﴾ ۔ آپ تو اللہ پر بھروسہ رکھیں بے شک آپ روشن حق پر ہیں۔

یعنی ایسے واضح حق پر ہیں جس میں ان اندھوں کے سوا کسی کو شک نہیں ہو سکتا۔ اسی وجہ میں آپ ان مردوں کو جن کے دل مر چکے جن کے کان حق سننے سے بہرے ہو چکے انہیں آپ اپنا آوازۂ حق کیسے سنائیں گے۔ چنانچہ ارشاد خداوندی ہے:

اِنَّكَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتٰى۔ بے شک نہیں سنانے والے ان مردوں کو۔

اس سے یہ مراد نہیں کہ مرے ہوئے مقبوروں کو اپنی آواز نہیں سنا سکتے۔ چنانچہ علامہ آلوسی رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔

اِنَّمَا شُبِّهُوْا بِالْمَوْتٰى عَلٰى مَا قِيْلَ لِعَدَمِ تَاَثُّرِهِمْ بِمَا يُتْلٰى عَلَيْهِمْ مِّنَ الْقَوَارِعِ۔ موتی سے یہاں تشبیہ دی گئی اس وجہ میں کہ جو کچھ ان پر تلاوت کی جاتی ہے اس کا اثر قبول نہیں کرتے۔

بعض کا قول ہے: لَعَلَّ الْمُرَادَ تَشْبِيْهُ قُلُوْبِهِمْ بِالْمَوْتٰى فِيْمَا ذُكِرَ مِنْ عَدَمِ الشُّعُوْرِ۔ اس سے مراد یہ ہے کہ ان کے دل ایسے مر چکے ہیں کہ انہیں قبول حق کا شعور ہی نہیں رہا۔

اَیْ مَوْتَى الْقُلُوْبِ اَوْ شُبِّهُوْا بِالْمَوْتٰى لِاَنَّهُمْ لَا يَنْتَفِعُوْنَ بِمَا يُتْلٰى عَلَيْهِمْ فَقَدَّمَ احْتِمَالَ نِسْبَةِ الْمَوْتِ اِلٰى قُلُوْبِهِمْ۔ یعنی مردہ دل ہو چکے ہیں یا تشبیہ موتی سے اس لئے دی گئی کہ جو کچھ ان پر تلاوت کیا جاتا ہے اس سے انتفاع نہیں کرتے تو موت سے موت قلب کی نسبت احتمال ظاہر کیا گیا۔

وَ جُوِّزَ اَنْ يَّكُوْنَ التَّشْبِيْهُ لِطَوَائِفَ عَلٰى مَرَاتِبِهِمْ فِى الضَّلَالِ فَمِنْهُمْ مَّنْ هُوَ كَالْمَيِّتِ وَ مَنْ هُوَ كَالْاَصَمِّ وَ مَنْ هُوَ كَالْاَعْمٰى۔ بعض نے کہا یہ تشبیہ مرتبہ بمرتبہ گمراہی کے درجات پر ہے۔

بعض تو وہ ہیں جو مثل میت ہو چکے ہیں۔

اور بعض وہ ہیں جو مثل بہروں کے ہیں۔

اور بعض وہ ہیں جو مثل اندھوں کے ہیں۔ چنانچہ ارشاد ہے:

وَلَا تُسْمِعُ الصُّمَّ الدُّعَآءَ۔

اور نہیں آپ سنانے والے اپنی پکار بہروں کو۔ ایسے بہرے جو سنتے ہیں اور ان سنی کر کے پیٹھ پھیر کر واپس چلے جاتے ہیں۔ اور یہ حقیقت ہے کہ بہرے کو اپنی آواز صماخ اذن کے پاس بھی پکارنے سے نہیں پہنچ سکتی جبکہ وہ بہرا ہی ہو اسی وجہ میں آگے فرمایا:

وَمَآ اَنْتَ بِهٰدِى الْعُمْىِ عَنْ ضَلٰلَتِهِمْ ؕ اِنْ تُسْمِعُ اِلَّا مَنْ يُّؤْمِنُ بِاٰيٰتِنَا فَهُمْ مُّسْلِمُوْنَ ﴿۸۱﴾۔ اور آپ اے محبوب اندھے کو راہ بتانے والے نہیں بے راہی سے نہیں سناتے آپ مگر اسے جو ہماری آیتوں پر ایمان لایا تو وہ مسلمان ہے۔

تو نہ سننے والے مثل مردے کے ہیں مثل بہرے کے ہیں مثل اندھے کے ہیں اور جو ایمان لے آئے۔ هُمُ الَّذِيْنَ لَيْسُوْا مَوْتٰى وَلَا صُمًّا وَلَا عُمْيًا۔ نہ وہ مردے ہیں نہ بہرے نہ گونگے۔

اس بیان کے بعد اب قرب قیامت کی خبر میں دابۃ الارض کے ظہور کی خبر دی جاتی ہے چنانچہ ارشاد ہے:

وَاِذَا وَقَعَ الْقَوْلُ عَلَيْهِمْ اَخْرَجْنَا لَهُمْ دَآبَّةً مِّنَ الْاَرْضِ تُكَلِّمُهُمْ ۙ اَنَّ النَّاسَ كَانُوْا بِاٰيٰتِنَا لَا يُوْقِنُوْنَ ﴿۸۲﴾۔ اور جب واقعہ ہو جائے گی بات ان پر نکالیں گے ہم ان کے لئے ایک چوپایہ زمین سے جو ان سے بات کرے گا کہ لوگ ہماری آیتوں پر یقین نہیں کرتے۔

اس آیت کریمہ سے خروج دابہ مبادیات قیامت سے ثابت ہے۔ چنانچہ حدیث ابی سعید خدری رحمہ اللہ میں مرفوعاً اس کے مبادیات اس طرح بیان ہوئے ہیں جنہیں ابن عمر رضی اللہ عنہما سے موقوفاً روایت کیا گیا۔

حِيْنَ يُتْرَكُ الْاَمْرُ بِالْمَعْرُوْفِ وَالنَّهْىُ عَنِ الْمُنْكَرِ۔ جبکہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر چھوڑ دی جائے

اس وقت اس دابہ کا خروج ہوگا۔ چنانچہ

ابن ابی حاتم رحمہ اللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے راوی ہیں کہ آپ نے فرمایا: اَکْثِرُوا الطَّوَافَ بِالْبَیْتِ مِنْ قَبْلِ اَنْ یُّرْفَعَ وَ یَنْسَی النَّاسُ مَکَانَہٗ۔ طواف اس سے پہلے بکثرت کرو کہ کعبہ اٹھ جائے اور لوگ اس کی جگہ بھول جائیں۔

وَ اَکْثِرُوْا تِلَاوَۃَ الْقُرْاٰنِ مِنْ قَبْلِ اَنْ یُّرْفَعَ۔ اور تلاوت قرآن اس کے اٹھنے سے پہلے بکثرت رکھو۔

قِیْلَ وَ کَیْفَ یُرْفَعُ مَا فِیْ صُدُوْرِ الرِّجَالِ۔ عرض کیا گیا قرآن پاک کیسے مرتفع ہوسکتا ہے جب کہ وہ لوگوں کے سینہ میں محفوظ ہے۔

قَالَ یُسْرٰی عَلَیْہِمْ لَیْلًا فَیُصْبِحُوْنَ مِنْہُ فُقَرَآءَ وَ یَنْسَوْنَ قَوْلَ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَ یَقَعُوْنَ فِیْ قَوْلِ الْجَاہِلِیَّۃِ وَاَشْعَارِہِمْ فَذٰلِکَ حِیْنَ یَقَعُ الْقَوْلُ عَلَیْہِمْ۔ فرمایا رات کو وہ قرآن ان پر آسان ہوگا تو صبح ہوتے ہوتے جب پڑھیں تو بھول جائیں اور لا الہ الا اللہ کی بجائے ان کے دلوں پر اقوال جاہلیت جم جائیں اور سب اشعار جاہلیت میں ہوں تو یہی ہے وَاِذَا وَقَعَ الْقَوْلُ کا مفہوم۔

وَ ہٰذَا ظَاہِرٌ فِیْ اَنَّ خُرُوْجَ الدَّابَّۃِ حِیْنَ لَا یَبْقٰی فِی الْاَرْضِ خَیْرٌ۔ اور یہ ظاہر ہے کہ خروج دابۃ جب ہی ہوگا جبکہ زمین میں نیکی و بھلائی قطعاً باقی نہ رہے گی۔

اور اس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ یہ سب بعد موت عیسیٰ علیہ السلام اور مہدی علیہ الرحمۃ والرضوان کے بعد ہوگا اس وقت آپ کے متبعین بھی ختم ہوچکے ہوں گے۔

نعیم بن حماد وہب بن منبہ رضی اللہ عنہما سے راوی ہیں کہ انہوں نے فرمایا کہ قیامت سے اول چھ نشانیاں ظاہر ہوں گی۔

اَوَّلُ الْاٰیَاتِ الرُّوْمُ – وَالثَّانِیَۃُ الدَّجَّالُ وَالثَّالِثَۃُ یَاْجُوْجُ وَ مَاْجُوْجُ وَالرَّابِعَۃُ عِیْسٰی وَالْخَامِسَۃُ الدُّخَانُ وَالسَّادِسَۃُ الدَّابَّۃُ۔

پہلی نشانی روم میں ظاہر ہوگی۔

دوسری خروج دجال ہے۔

تیسری خروج یاجوج و ماجوج۔ جس کی تحقیق سورہ کہف میں مفصل بیان ہوچکی۔

چوتھی علامت نزول عیسیٰ علیہ السلام منارۂ دمشق سے۔

پانچویں۔ ایک دھواں نکلے گا۔

چھٹے۔ خروج دابۃ الارض جو زمین سے نکلے گا۔

اور یہ بھی صحیح ہے کہ جب دابۃ الارض کا خروج ہوگا تو اس وقت مومن و کافر موجود ہوں گے۔ اس کے متعلق احمد اور طیالسی اور نعیم بن حماد اور عبد بن حمید اور ترمذی بسند حسن اور ابن ماجہ اور ابن جریر اور ابن المنذر اور ابن ابی حاتم اور ابن مردویہ اور بیہقی رحمہم اللہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے راوی ہیں:

قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ تَخْرُجُ دَابَّۃُ الْاَرْضِ وَ مَعَہَا عَصَا مُوْسٰی وَ خَاتَمُ سُلَیْمَانَ عَلَیْہِمَا السَّلَامُ فَتَجْلُوْ وَجْہُ الْمُؤْمِنِ بِالْخَاتَمِ وَتَخْطِمُ اَنْفَ الْکَافِرِ بِالْعَصَا حَتّٰی یَجْتَمِعَ

النَّاسُ عَلَى الْخِوَانِ يُعْرَفُ الْمُؤْمِنُ مِنَ الْكَافِرِ۔

فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دابۃ الارض نکلے گا اس کے ساتھ عصائے موسیٰ اور خاتم سلیمان علیہما السلام ہوں گی جس سے وہ مہر سلیمانی کے ذریعہ مومن کے چہرہ روشن کرے گا اور کافر کے ناک پر عصائے موسیٰ کے ذریعہ داغ لگادے گا۔

حتیٰ کہ لوگ جمع ہو جائیں گے خوان پر مومن اور کافر کو جان لیں گے۔ خوان عربی میں اس میز کو کہتے ہیں کہ جس پر آدمی بیٹھ کر کھانا کھائیں یہاں استعاری معنی میدان یا ٹیلے کے ہو سکتے ہیں اور فَتَجْلُوْ وَجْه الْمُؤْمِنِ۔

علامہ طیبی فرماتے ہیں: بِالْحَاءِ الْمُهْمَلَةِ وَ فَتْحِ اللَّامِ وَالْهَمْزَةِ مِنْ جَلَاتُ الْاَدِيْمَ اِذَا قَشَرْتَهٗ۔ ایسی کھال کو کہتے ہیں جسے چھیل کر صاف کیا جائے جسے اردو میں دھوڑی استر کہتے ہیں۔ بہر کیف استعاری معنی یہ ہوئے کہ خاتم سلیمانی سے مومنین کے چہرے چمک اٹھیں گے۔

پھر دابۃ الارض کے مسلم شریف میں عبداللہ بن عمر سے جو مروی ہے وہ یہ ہے کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا کہ قیامت کی اول نشانی آفتاب کا مغرب سے طلوع ہونا ہے۔

دوسری نشانی دابۃ الارض کا دن چڑھے ظاہر ہونا ہے۔

ان میں سے جو بھی پہلے ہو تو اس کے ساتھ ساتھ ہی سب نشان ظاہر ہوں گے۔

اب مختصر تحقیق حقیق تو یہ ہے کہ قرآن کریم اور احادیث نبی رحیم صلی اللہ علیہ وسلم سے قرب قیامت میں دابہ کا نکلنا تو یقینی ہے جو لوگوں سے کلام کرے گا اور وہ قدرت الٰہی کا نمونہ ہوگا اور بس۔

اس کے بعد وہ روایات بھی ہم پیش کئے دیتے ہیں جن میں مفسرین علماء کی تحقیقات منقول ہیں:

معالم میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے منقول ہے کہ وہ ایسا جانور نہ ہوگا جس کی دم ہو بلکہ اس کی داڑھی ہوگی۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ انسان ہوگا۔

سُئِلَ عَلِيٌّ كَرَّمَ اللّٰهُ وَجْهَهٗ عَنِ الدَّابَّةِ فَقَالَ اَمَا وَاللّٰهِ اِنَّهَا لَيْسَتْ بِدَابَّةٍ لَهَا ذَنَبٌ وَلٰكِنْ لَهَا لِحْيَةٌ۔ (ترجمہ اوپر ہو چکا)

عام تحقیق محققین یہ ہے کہ وہ جانور ہوگا جو کوہ صفا سے زلزلہ آنے کے بعد اس کی کھوہ سے نکلے گا اور لوگوں سے کلام کرے گا اور اس کا عام چرچا ہو جائے گا۔

اس کے بعد جو مختلف اقوال ہیں ان کے متعلق ہم کوئی فیصلہ کرنے سے قاصر ہیں۔ لہٰذا بغرض تفکر وہ بھی ہم نقل کئے دیتے ہیں۔

اول حضرات شیعہ کی وہ روایت منقول ہے جس سے وہ ثابت کرتے ہیں کہ اس دابہ سے مراد حضرت علی کرم اللہ وجہہ ہیں چنانچہ وہ اپنی تفسیر میں جو علی بن ابراہیم کی ہے ابی عبداللہ سے روایت کرتے ہیں:

قَالَ رَجُلٌ لِعَمَّارِ بْنِ يَاسِرٍ يَا اَبَا الْيَقْظَانِ اٰيَةٌ فِيْ كِتَابِ اللّٰهِ اَفْسَدَتْ قَلْبِيْ۔ ایک شخص نے حضرت عمار بن یاسر سے جنہیں ابوالیقظان کہتے ہیں عرض کیا یا ابا الیقظان ایک آیت نے قرآن عظیم سے میرے دل میں فساد پیدا کر دیا۔

قَالَ عَمَّارٌ وَ اَیَّةُ اٰیَةٍ هِیَ۔ آپ نے فرمایا ایسی وہ کون سی آیت ہے؟

قَالَ قَوْلُهٗ تَعَالٰی وَ اِذَا وَقَعَ الْقَوْلُ عَلَیْهِمْ اَلْاٰیَةَ۔ عرض کیا وہ وَ اِذَا وَقَعَ الْقَوْلُ عَلَیْهِمْ اَخْرَجْنَا لَهُمْ دَآبَّةً مِّنَ الْاَرْضِ تُكَلِّمُهُمْ اَنَّ النَّاسَ الخ ہے۔

فَاَیَّةُ دَابَّةٍ هٰذِهٖ۔ تو یہ کون سا دابہ ہے؟

قَالَ عَمَّارٌ وَاللّٰهِ مَا اَجْلِسُ وَلَا اٰكُلُ وَلَا اَشْرَبُ حَتّٰی اُرِیَكَهَا۔ عمار نے فرمایا قسم بخدا میں نہ بیٹھوں گا نہ کھاؤں گا نہ پیوں گا حتیٰ کہ تجھے وہ دابہ دکھادوں۔

فَجَاءَ عَمَّارٌ مَعَ الرَّجُلِ اِلٰی اَمِیْرِ الْمُؤْمِنِیْنَ عَلِیٍّ كَرَّمَ اللّٰهُ وَجْهَهٗ وَهُوَ یَاْكُلُ تَمْرًا وَّ زُبْدًا فَقَالَ هَلُمَّ یَا اَبَا الْیَقْظَانِ فَجَلَسَ عَمَّارٌ یَاْكُلُ مَعَهٗ فَتَعَجَّبَ الرَّجُلُ مِنْهُ۔ غرضیکہ حضرت عمار اس سوال کرنے والے کو ساتھ لے کر حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی خدمت میں آئے اس وقت آپ کھجور اور مکھن تناول فرمارہے تھے تو حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا آؤ اے ابوالیقظان تو حضرت عمار بیٹھ کر کھانے لگے تو سائل متعجب ہو گیا کہ یہ تو قسم کھاچکے تھے کہ جب تک تجھے وہ دابہ نہ دکھاؤں اس وقت تک کھانا پینا سب چھوڑے رہوں گا اور یہاں آتے ہی کھانے بیٹھ گئے۔

قَالَ الرَّجُلُ سُبْحَانَ اللّٰهِ حَلَفْتَ اَنَّكَ لَا تَجْلِسُ وَلَا تَاْكُلُ وَلَا تَشْرَبُ حَتّٰی تُرِیَنِیْهَا۔ وہ بولا سبحان اللہ ابھی آپ نے قسم کھائی تھی کہ آپ نہ بیٹھیں گے اور نہ کھائیں گے اور نہ کچھ پیئں گے جب تک مجھے وہ دابہ نہ دکھادیں۔

قَالَ عَمَّارٌ قَدْ اَرَیْتُكَهَا اِنْ كُنْتَ تَعْقِلُ۔ عمار نے فرمایا اگر تجھے عقل ہوتی تو سمجھ لیتا میں نے تو تجھے وہ دابہ دکھادیا۔

تو وہ دابہ معاذ اللہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ ہوں گے۔

اور عیاش نے بھی یہی قصہ حضرت ابوذر سے بیان کیا۔

اس پر علامہ آلوسی روح المعانی میں فرماتے ہیں: وَكُلُّ مَا یَرْوُوْنَهٗ فِیْ ذَالِكَ كِذْبٌ صَرِیْحٌ۔ اور تمام اس قسم کی جتنی روایتیں بھی ہیں وہ کذب صریح ہیں۔

ایسے ہی کسی نے کہا ہے: هِیَ الثُّعْبَانُ الَّذِیْ كَانَ فِیْ جَوْفِ الْكَعْبَةِ وَاخْتَطَفَتْهُ الْعُقَابُ حِیْنَ اَرَادَتْ قُرَیْشٌ بِنَاءَ الْبَیْتِ الْحَرَامِ فَمَنَعَهُمْ وَاِنَّ الْعُقَابَ الَّذِیْ اخْتَطَفَهٗ اَلْقَتْهُ بِالْحَجُوْنِ فَالْتَقَمَتْهُ الْاَرْضُ۔ دابۃ الارض وہ ایک اژدھا ہے جو کعبہ شریف کے اندر تھا۔ جب قریش نے بناء بیت کا ارادہ کیا تو اسے عقاب اچک کر لے گیا پس اس نے انہیں روکا اور اس نے اسے میدان میں ڈال دیا اور زمین نے اسے نگل لیا كَمَا نَقَلَ الْاٰلُوْسِیُّ فِیْ رُوْحِ الْمَعَانِیْ۔

صاحب تفسیر نسفی فرماتے ہیں: تُكَلِّمُهُمْ هِیَ الْجَسَّاسَةُ۔ وہ دابہ جساسہ ہے۔

وَ فِی الْحَدِیْثِ طُوْلُهَا سِتُّوْنَ ذِرَاعًا لَا یُدْرِكُهَا طَالِبٌ وَّ لَا یَفُوْتُهَا هَارِبٌ وَلَهَا اَرْبَعُ قَوَائِمَ وَّزَغَبٌ وَّ رِیْشٌ وَّ جَنَاحَانِ — وَ قِیْلَ لَهَا رَاسُ ثَوْرٍ وَ عَیْنُ خِنْزِیْرٍ وَ اُذُنُ فِیْلٍ وَ قَرْنُ اِیِّلٍ وَ عُنُقُ نَعَامَةٍ وَصَدْرُ اَسَدٍ وَلَوْنُ نَمِرٍ وَ خَاصِرَةُ هِرَّةٍ وَ ذَنَبُ كَبْشٍ وَ خُفُّ بَعِیْرٍ وَمَا بَیْنَ مِفْصَلَیْنِ اِثْنَا عَشَرَ ذِرَاعًا تَخْرُجُ مِنَ الصَّفَا فَتُكَلِّمُهُمْ بِالْعَرَبِیَّةِ۔

حدیث میں اس کا طول ساٹھ ذراع ہے اور ذراع گیارہ گرہ کا ہوتا ہے جو مروجہ گز کے حساب سے سوا اکتالیس گز

ہوتے ہیں۔ اس کے چار پیر ہوں گے اور اس پر زغب یعنی پشمینہ کا سارواں ہوگا اور پروں سے بدن پر بازو ہوں گے دو طرف کے اڑنے کے پر بھی ہوں گے۔

ایک قول ہے کہ اس کا سر بیل کا سا ہوگا۔ آنکھ خنزیر کی سی کان ہاتھی جیسے بھویں اونٹ جیسی۔ گردن شتر مرغ جیسی سینہ شیر سا رنگ تیندوے کا سا کر بلی جیسی، دم بکرے کی سی اور پیر کے سم اونٹ جیسے اور دونوں بازوؤں کے مابین بارہ ذراع یعنی نو گز کا فاصلہ ہو۔ یہ جبل صفا سے نکل کر لوگوں سے عربی میں گفتگو کرے گا اور کہے گا:

اَنَّ النَّاسَ كَانُوْا بِاٰيٰتِنَا لَا يُوْقِنُوْنَ ﴿۸۲﴾ ۔لوگوں کو اللہ کی آیتوں پر یقین نہ تھا۔

اَیْ لَا یُوْقِنُوْنَ بِخُرُوْجِیْ لِاَنَّ خُرُوْجَهَا مِنَ الْاٰیَاتِ وَتَقُوْلُ اَلَا لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَی الظّٰلِمِیْنَ۔ یعنی لوگ میرے نکلنے کا یقین نہیں کرتے تھے اس لئے کہ میرا خروج بھی آیات الٰہیہ سے ہے پھر کہے گی اَلَا لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الظّٰلِمِيْنَ۔ خبردار رہو اللہ کی لعنت ہے مشرکوں پر۔

اس روایت کو علامہ آلوسی نے بھی ابن ابی حاتم اور ابن مردویہ رحمہم اللہ سے عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ سے نقل کیا اور یہ اور بڑھایا کہ صَوْتُهَا صَوْتُ الْحَمِیْرِ عن کعب کہ اس کی آواز گدھے کی سی ہوگی۔

پھر اس کے نکلنے کے مقام میں بھی بہت کچھ مختلف روایتیں ہیں۔

کسی نے کہا جبل جیاد سے نکلے گا اور ایام تشریق میں اس کا خروج ہوگا۔

کسی نے کہا لوط علیہ السلام کے مغرب شہر سے نکلے گا۔

کسی نے کہا وہ پہلے انبیاء کرام کے عہد میں پیدا ہو چکا ہے اب وہ نکل کر ابلیس کو قتل کردے گا۔

غرضیکہ اس دابہ کے متعلق بہت سی روایات ہیں۔ ہمیں اس کے متعلق یہ عقیدہ رکھنا لازمی ہے کہ

اِنَّهَا دَابَّةٌ عَظِیْمَةٌ ذَاتُ قَوَائِمِ لَیْسَتْ مِنْ نَوْعِ الْاِنْسَانِ اَصْلًا یُخْرِجُهَا اللّٰهُ تَعَالٰی فِیْ اٰخِرِ الزَّمَانِ مِنَ الْاَرْضِ۔ وہ ایک زبردست دابہ ہے جس کے چار پیر ہیں انسانی نوع سے ہرگز نہیں اللہ تعالیٰ اسے زمین سے آخر زمانہ میں نکالے گا۔

بامحاورہ ترجمہ ساتواں رکوع - سورۂ نمل - پ ۲۰

وَ يَوْمَ نَحْشُرُ مِنْ كُلِّ اُمَّةٍ فَوْجًا مِّمَّنْ يُّكَذِّبُ بِاٰيٰتِنَا فَهُمْ يُوْزَعُوْنَ ﴿۸۳﴾	اور جس دن اٹھائیں گے ہم ہر گروہ میں سے ایک فوج جو ہماری آیتوں کو جھٹلاتی ہے تو ان کے اگلے روکے جائیں گے کہ پچھلے ان سے آملیں
حَتّٰۤى اِذَا جَآءُوْ قَالَ اَكَذَّبْتُمْ بِاٰيٰتِيْ وَ لَمْ تُحِيْطُوْا بِهَا عِلْمًا اَمَّا ذَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿۸۴﴾	حتیٰ کہ جب آجائیں گے فرمائے گا کیا تم نے میری آیتیں جھٹلائیں حالانکہ تمہارا علم ان آیتوں کا احاطہ نہیں کر سکتا تھا یا کیا تھے تم کام کرتے
وَ وَقَعَ الْقَوْلُ عَلَيْهِمْ بِمَا ظَلَمُوْا فَهُمْ لَا يَنْطِقُوْنَ ﴿۸۵﴾	اور بات واقع ہو چکی ان پر ان کے ظلم کے سبب تو اب وہ نہیں بولتے

أَلَمْ يَرَوْا أَنَّا جَعَلْنَا اللَّيْلَ لِيَسْكُنُوا فِيهِ وَالنَّهَارَ مُبْصِرًا ۚ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَاتٍ لِقَوْمٍ يُؤْمِنُونَ ﴿٨٦﴾

کیا نہ دیکھا انہوں نے کہ ہم نے بنائی رات کہ اس میں سکون لیں اور دن بنایا سوجھانے والا بے شک اس میں نشانیاں ہیں اس قوم کے لئے جو ایمان رکھتی ہے

وَيَوْمَ يُنْفَخُ فِي الصُّورِ فَفَزِعَ مَنْ فِي السَّمَاوَاتِ وَمَنْ فِي الْأَرْضِ إِلَّا مَنْ شَاءَ اللَّهُ ۚ وَكُلٌّ أَتَوْهُ دَاخِرِينَ ﴿٨٧﴾

اور جس دن پھونکا جائے گا صور تو گھبرا جائیں گے جو آسمانوں میں ہیں اور جو زمین میں ہیں مگر جسے خدا چاہے اور سب اس کے حضور حاضر ہوں جھکتے ہوئے

وَتَرَى الْجِبَالَ تَحْسَبُهَا جَامِدَةً وَهِيَ تَمُرُّ مَرَّ السَّحَابِ ۚ صُنْعَ اللَّهِ الَّذِي أَتْقَنَ كُلَّ شَيْءٍ ۚ إِنَّهُ خَبِيرٌ بِمَا تَفْعَلُونَ ﴿٨٨﴾

اور آپ دیکھیں گے پہاڑوں کو گمان کریں گے انہیں کہ وہ ٹھہرے ہوئے ہیں اور وہ چلتے ہوں گے بادل کی طرح یہ کام ہے اس اللہ کا جس نے بنائی ہر شے بے شک وہ خبردار ہے تمہارے کاموں سے

مَنْ جَاءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهُ خَيْرٌ مِنْهَا وَهُمْ مِنْ فَزَعٍ يَوْمَئِذٍ آمِنُونَ ﴿٨٩﴾

جو لائے نیکی تو اس کے لئے بہتر بدلہ ہے اور انہیں اس دن کی گھبراہٹ سے امن ہے

وَمَنْ جَاءَ بِالسَّيِّئَةِ فَكُبَّتْ وُجُوهُهُمْ فِي النَّارِ هَلْ تُجْزَوْنَ إِلَّا مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ ﴿٩٠﴾

اور جو بدی لائے تو ان کے منہ اوندھائے گئے آگ میں کیا بدلہ ملے گا تمہیں مگر وہی جیسا کرتے تھے

إِنَّمَا أُمِرْتُ أَنْ أَعْبُدَ رَبَّ هَٰذِهِ الْبَلْدَةِ الَّذِي حَرَّمَهَا وَلَهُ كُلُّ شَيْءٍ ۖ وَأُمِرْتُ أَنْ أَكُونَ مِنَ الْمُسْلِمِينَ ﴿٩١﴾

مجھے تو یہی حکم ہے کہ پوجوں اس شہر کے رب کو جس نے اسے حرمت دی اور اسی کا ہے سب کچھ اور مجھے حکم ہوا ہے کہ فرمانبرداروں میں رہوں

وَأَنْ أَتْلُوَ الْقُرْآنَ ۖ فَمَنِ اهْتَدَىٰ فَإِنَّمَا يَهْتَدِي لِنَفْسِهِ ۖ وَمَنْ ضَلَّ فَقُلْ إِنَّمَا أَنَا مِنَ الْمُنْذِرِينَ ﴿٩٢﴾

اور یہ کہ قرآن پڑھوں تو جو ہدایت پائے تو اس نے اپنی جان کی بھلائی کو ہدایت پائی اور جو بہک گیا تو فرما دیجئے میں تو ڈر سنانے والا ہوں

وَقُلِ الْحَمْدُ لِلَّهِ سَيُرِيكُمْ آيَاتِهِ فَتَعْرِفُونَهَا ۚ وَمَا رَبُّكَ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُونَ ﴿٩٣﴾

اور فرما دیجئے سب خوبیاں اللہ کے لئے ہیں عنقریب وہ تمہیں اپنی نشانیاں دکھائے گا تو جان لو گے انہیں اور نہیں اے محبوب تمہارا رب ان لوگوں کے اعمال سے بے خبر

حل لغات ساتواں رکوع۔ سورۃ نمل۔ پ ۲۰

وَ۔ اور
يَوْمَ۔ جس دن
نَحْشُرُ۔ اکٹھا کریں گے ہم
مِنْ كُلِّ۔ ہر ایک
أُمَّةٍ۔ جماعت سے
فَوْجًا۔ فوج
مِمَّنْ۔ ان سے جو
يُكَذِّبُ۔ جھٹلاتے ہیں
بِآيَاتِنَا۔ ہماری آیتیں
فَهُمْ۔ تو وہ
يُوزَعُونَ۔ الگ الگ جماعتیں بنائی جائیں

حَتّٰى۔ یہاں تک کہ	إِذَا۔ جب	جَآءُوْ۔ آئیں گے	قَالَ۔ کہے گا
اَ۔ کیا	كَذَّبْتُمْ۔ تم نے جھٹلایا	بِاٰيٰتِيْ۔ میری آیتوں کو	وَ۔ اور
لَمْ۔ نہ	تُحِيْطُوْا۔ گھیرا تم نے	بِهَا۔ ان کو	عِلْمًا۔ علم سے
اَمَّاذَا۔ یا کیا	كُنْتُمْ۔ تھے تم	تَعْمَلُوْنَ۔ عمل کرتے	وَ۔ اور
وَقَعَ۔ واقع ہوئی	الْقَوْلُ۔ بات	عَلَيْهِمْ۔ ان پر	بِمَا۔ بسبب
ظَلَمُوْا۔ ان کے ظلم کے	فَهُمْ۔ تو وہ	لَا۔ نہیں	يَنْطِقُوْنَ۔ بولتے
اَ۔ کیا	لَمْ۔ نہ	يَرَوْا۔ دیکھا انہوں نے	اَنَّا۔ کہ ہم نے
جَعَلْنَا۔ بنائی	الَّيْلَ۔ رات	لِيَسْكُنُوْا۔ تاکہ آرام پائیں	فِيْهِ۔ اس میں
وَ۔ اور	النَّهَارَ۔ دن	مُبْصِرًا۔ دکھانے والا	اِنَّ۔ بے شک
فِيْ۔ بیچ	ذٰلِكَ۔ اس کے	لَاٰيٰتٍ۔ نشانیاں ہیں	لِّقَوْمٍ۔ قوم
يُّؤْمِنُوْنَ۔ مومن کے لئے	وَ۔ اور	يَوْمَ۔ جس دن	يُنْفَخُ۔ پھونکا جائے گا
فِي۔ بیچ	الصُّوْرِ۔ صور کے	فَفَزِعَ۔ تو گھبرا جائے گا	مَنْ۔ جو
فِي۔ بیچ	السَّمٰوٰتِ۔ آسمانوں کے ہے	وَ۔ اور	مَنْ۔ جو
فِي۔ بیچ	الْاَرْضِ۔ زمین کے ہے	اِلَّا۔ مگر	مَنْ۔ جسے
شَآءَ۔ چاہے	اللّٰهُ۔ اللہ	وَ۔ اور	كُلٌّ۔ ہر ایک
اَتَوْهُ۔ آئیں گے اس کے پاس		دٰخِرِيْنَ۔ جھک کر	وَ۔ اور
تَرَى۔ تو دیکھے گا	الْجِبَالَ۔ پہاڑوں کو	تَحْسَبُهَا۔ خیال کرے گا ان کو	جَامِدَةً۔ ٹھہرے ہوئے
وَّ۔ اور	هِيَ۔ وہ	تَمُرُّ۔ چلتے ہوں گے	مَرَّ۔ چلنا
السَّحَابِ۔ بادلوں کا	صُنْعَ۔ کام ہے	اللّٰهِ۔ اللہ کا	الَّذِيْۤ۔ جس نے
اَتْقَنَ۔ مضبوط کیا	كُلَّ۔ ہر	شَيْءٍ۔ چیز کو	اِنَّهٗ۔ بے شک وہ
خَبِيْرٌ۔ خبردار ہے	بِمَا۔ اس سے جو	تَفْعَلُوْنَ۔ تم کرتے ہو	مَنْ۔ جو
جَآءَ۔ لایا	بِالْحَسَنَةِ۔ نیکی	فَلَهٗ۔ تو اس کے لئے	خَيْرٌ۔ بہتر ہے
مِنْهَا۔ اس سے	وَ۔ اور	هُمْ۔ وہ	مِّنْ فَزَعٍ۔ گھبراہٹ
يَوْمَئِذٍ۔ اس دن سے	اٰمِنُوْنَ۔ امن میں ہوں	وَ۔ اور	مَنْ۔ جو
جَآءَ۔ لایا	بِالسَّيِّئَةِ۔ برائی	فَكُبَّتْ۔ تو اوندھے کئے گئے	وُجُوْهُهُمْ۔ ان کے منہ
فِي۔ بیچ	النَّارِ۔ آگ کے	هَلْ۔ نہیں	تُجْزَوْنَ ۔ بدلہ دیئے جاؤ
گے تم	اِلَّا۔ مگر	مَا۔ جو	كُنْتُمْ۔ تھے تم
تَعْمَلُوْنَ۔ عمل کرتے	اِنَّمَاۤ۔ اس کے سوا نہیں	اُمِرْتُ۔ میں حکم کیا گیا ہوں	اَنْ۔ یہ کہ

اَعْبُدَ۔ میں عبادت کروں | رَبَّ۔ رب | هٰذِهِ۔ اس | الْبَلْدَةِ۔ شہر کی
الَّذِیْ۔ وہ جس نے | حَرَّمَهَا۔ عزت دی اسے | وَ۔ اور | لَهٗ۔ اسی کی ہے
كُلُّ۔ ہر | شَیْءٍ۔ چیز | وَّ۔ اور | اُمِرْتُ۔ میں حکم دیا گیا ہوں
اَنْ۔ یہ کہ | اَكُوْنَ۔ ہوں میں | مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ۔ مسلمانوں میں سے
وَ۔ اور | اَنْ۔ یہ کہ | اَتْلُوَا۔ میں پڑھوں | الْقُرْاٰنَ۔ قرآن
فَمَنِ۔ تو جس نے | اهْتَدٰی۔ ہدایت پائی | فَاِنَّمَا۔ تو اس کے سوا نہیں کہ | یَهْتَدِیْ۔ ہدایت پائے گا
لِنَفْسِهٖ۔ اپنے لئے | وَ۔ اور | مَنْ۔ جو | ضَلَّ۔ گمراہ ہوا
فَقُلْ۔ تو کہہ دیں | اِنَّمَآ۔ اس کے سوا نہیں | اَنَا۔ میں ہوں | مِنَ الْمُنْذِرِیْنَ ۔ ڈر سنانے والا
وَ۔ اور | قُلِ۔ کہہ | الْحَمْدُ۔ سب تعریف
لِلّٰهِ۔ اللہ کو ہے | سَیُرِیْكُمْ۔ جلدی دکھائے گا تم کو | اٰیٰتِهٖ۔ اپنی نشانیاں
فَتَعْرِفُوْنَهَا۔ تو پہچان لو گے تم ان کو | وَ۔ اور | مَا۔ نہیں
رَبُّكَ۔ تیرا رب | بِغَافِلٍ۔ بے خبر | عَمَّا۔ اس سے | تَعْمَلُوْنَ۔ جو تم کرتے ہو عمل

خلاصہ تفسیر رکوع ساتواں۔ سورۃ نمل۔ پ ۲۰

دابۃ الارض کے ذکر کے بعد اب روز قیامت کا تذکرہ فرمایا گیا۔ چنانچہ ارشاد ہے:

وَيَوْمَ نَحْشُرُ مِنْ كُلِّ اُمَّةٍ فَوْجًا مِّمَّنْ يُّكَذِّبُ بِاٰيٰتِنَا فَهُمْ يُوْزَعُوْنَ ﴿۸۳﴾۔

اور جس دن اٹھائیں گے ہم ہر جماعت سے ایک فوج ان کی جو ہماری آیتوں کو جھٹلاتے تھے تو وہ روکے جائیں گے۔

عربی میں وزع کہتے ہیں روکنے کو جیسے وَحُشِرَ لِسُلَيْمٰنَ جُنُوْدُهٗ مِنَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ وَالطَّيْرِ فَهُمْ يُوْزَعُوْنَ۔ فرمایا یُوْزَعُوْنَ جس کے معنی ہیں کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کے لئے ان کا لشکر حاضر کیا گیا تو وہ رکا رہا۔

جیسے بولتے ہیں: وَزَعْتُهٗ عَنْ كَذَا اَیْ اَنْصَفْتُهٗ عَنْهُ۔ روکا میں نے اسے اس حال سے۔ جیسے لشکر ایک جگہ جمع ہوتا ہے کہ پچھلی جماعت کے انتظار میں رکا رہتا ہے تو یُوْزَعُوْنَ کے معنی یہاں ہوں گے: اَیْ حُبِسَ اَوَّلُهُمْ عَلٰی اٰخِرِهِمْ۔ روکے جائیں تا کہ اول ان کے آخر سے مل جائیں۔

اب لفظ وزع عَلٰی سَبِیْلِ الْعُقُوْبَتِ پر بھی آسکتا ہے تو محض روکے رکھنے کے معنی میں آسکتا۔ تو آیہ کریمہ میں علی سبیل العقوبت فَهُمْ يُوْزَعُوْنَ فرمایا کہ سب کے سب جمع کر لئے جائیں تا کہ مجموعی طور پر ان پر حجت قائم ہو اور وہ جہنم میں جائیں۔

اور قصہ سلیمان علیہ السلام میں برائے اطاعت و حاضری روکنے کے معنی دیتا ہے یہاں عقاب و عذاب میں جیسے قَالَ رَبِّ اَوْزِعْنِیْٓ اَنْ اَشْكُرَ نِعْمَتَكَ الَّتِیْٓ اَنْعَمْتَ عَلَیَّ یہاں رکنے سے پابند رہنا مراد ہے یعنی سلیمان علیہ السلام نے عرض کیا اے میرے رب مجھے پابند کر دے خوگر بنا دے اس کا کہ میں شکر نعمت کرتا رہوں۔ چنانچہ علامات قیامت بیان فرمانے کے بعد حشر کی کیفیت کا بیان شروع کیا گیا اور وَيَوْمَ نَحْشُرُ فرمایا۔ آگے ارشاد ہے:

حَتّٰٓى اِذَا جَآءُوْ۔ یہاں تک کہ جب اگلے پچھلے مکذبین ومنکرین جمع ہو جائیں۔

قَالَ اَكَذَّبْتُمْ بِاٰیٰتِیْ وَلَمْ تُحِیْطُوْا بِهَا عِلْمًا اَمَّاذَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿۸۴﴾ ۔تو سب کو جمع کر کے فرمایا جائے گا کیا تم ہی ہماری آیتیں جھٹلاتے تھے حالانکہ تمہارا علم ان آیتوں کا احاطہ نہیں کر سکتا تھا تو بے سوچے سمجھے تم یہ کیا کرتے رہے؟

وَوَقَعَ الْقَوْلُ عَلَیْهِمْ بِمَا ظَلَمُوْا فَهُمْ لَا یَنْطِقُوْنَ ﴿۸۵﴾ ۔

تو پڑ گئی ان پر بات ان کے ظلم کے باعث تو وہ بات نہ کر سکیں گے۔

اَلَمْ یَرَوْا اَنَّا جَعَلْنَا الَّیْلَ لِیَسْكُنُوْا فِیْهِ وَالنَّهَارَ مُبْصِرًا ؕ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ یُّؤْمِنُوْنَ ﴿۸۶﴾ ۔

کیا انہوں نے نہ دیکھا کہ ہم نے ان کے سکون کے لئے رات اور کاروبار دیکھ کر کرنے کے لئے دن بنایا بے شک اس میں نشانیاں ہیں اس قوم کے لئے جو ایمان لائیں۔

اس میں منکرین کو الزام دیا گیا ہے کہ دنیا میں ہم نے اپنی قدرت وکمال کے بہت سے نشانات دکھائے منجملہ ان کے رات اور دن ہیں جو کسی سے بھی مخفی نہیں ان میں ہماری قدرت اور کمال کے بہت سے مظاہر تھے۔

اول یہ کہ اوراق لیل ونہار سوا اللہ تعالیٰ کے کسی کے قبضہ میں نہیں وہی جیسے چاہے ان پر متصرف ہے اگرچہ زمانہ کا اوپر چیزوں پر تصرف ہے اور جوانی وپیری زمانہ کے آثار ہیں مگر زمانہ اسی واحد قہار کے قبضہ میں ہے۔

برخلاف مشرکین کے معبودوں کے کہ وہ زمانہ کے قبضہ میں ہیں۔

دوسرے لیل ونہار کا دور، قیامت اور فنا کا نمونہ ہے۔رات میں ایسا سناٹا ہوتا ہے کہ دوست دشمن سب عالم بے خودی میں ہوتے ہیں صبح ہوتے ہی سب بیدار ہو جاتے ہیں طائران خوش الحان کے چہچہے، مرغان آبی کی حرکتیں، بلبلوں کی نغمہ سرائی اور ہر قسم کی چہل پہل شور وشغب برپا ہو جاتا ہے۔

تیسرے رات میں ظلمت اور دن میں نور کا ہونا اس امر کا سبق دیتا ہے کہ یہ دنیا متغیر ہے حادث ہے اور جو متغیر وحادث ہے وہ ضرور فانی ہے اَلْعَالَمُ مُتَغَیِّرٌ وَ كُلُّ مُتَغَیِّرٍ حَادِثٌ فَالْعَالَمُ حَادِثٌ ۔نظریہ مناطقہ ہے۔

یہ دنیا ظلمت کدہ ہے اس میں شہوات کی ایسی تاریکیاں محیط ہیں کہ نیک و بد بھلائی برائی کا امتیاز نہیں ہوتا آخرش صبح قیامت میں سب کچھ روشن ومستنیر ومبرہن ہو جائے گا۔

قطع نظر اس کے کہ اگر ان حقائق سے اندھے تھے تو کم ازکم یہ تو جانتے تھے کہ رات آرام کے لئے ہے اور دن حصول معاش کے لئے ہوتا ہے بہر حال اس تبدل وتغیر میں جو حرکت ہے اس کا محرک اول وہی ایک محرک عالم ہے جو سب کو متحرک کرتا ہے اور حرکت کے لئے زمانہ حرکت بھی لازم ہے اور مبدأ حرکت بھی ضروری ہے اور منتہائے حرکت بھی اس کی شرط ہے یہ سب اس محرک اول کے نشان اور آیات ہیں۔آگے ارشاد ہے:

وَ یَوْمَ یُنْفَخُ فِی الصُّوْرِ فَفَزِعَ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَ مَنْ فِی الْاَرْضِ اِلَّا مَنْ شَآءَ اللّٰهُ ؕ وَ كُلٌّ اَتَوْهُ دٰخِرِیْنَ ﴿۸۷﴾ ۔اور جس دن پھونکا جائے صور تو گھبرا اٹھیں جو آسمانوں میں ہیں اور جو زمین میں ہیں مگر وہ جسے اللہ چاہے اور حاضر آئیں اس کے حضور سرنگوں۔

دٰخِرِیْنَ۔ کے معنی صَاغِرِیْنَ کے ہیں یعنی تذلل وعبودیت کے اعتراف کے ساتھ سب حاضر ہوں۔

یہ پہلا صور ہے جس کا تذکرہ فرمایا گیا اس کا اثر یہ ہوگا کہ سب مردے اپنی اپنی قبروں سے باہر آجائیں گے۔

ثُمَّ نُفِخَ فِيْهِ اُخْرٰى۔ پھر دوبارہ نفخ صور کے بعد کا حال اس طرح ظاہر کیا گیا:

وَتَرَى الْجِبَالَ تَحْسَبُهَا جَامِدَةً وَّهِيَ تَمُرُّ مَرَّ السَّحَابِ۔

اور تم دیکھو گے پہاڑوں کو کہ تمہارے گمان میں وہ جمے ہوئے ہوں حالانکہ وہ چلتے ہوں گے ابر کی طرح۔ اس پر اگر یہ خیال ہو کہ اس طرح کیونکر چلتے ہوں گے تو اس کا ازالہ اس طرح فرمایا۔

صُنْعَ اللّٰهِ الَّذِيْٓ اَتْقَنَ كُلَّ شَيْءٍ۔ یہ کام اس اللہ کا ہے جس نے ہر شے مستحکم کی تو جو استحکام اشیاء پر قادر ہے وہی اس کے اکھاڑنے اور چلانے کی بھی قدرت رکھتا ہے۔

اِنَّهٗ خَبِيْرٌۢ بِمَا تَفْعَلُوْنَ ۝۸۸۔ اور وہی جانتا ہے جو کچھ تم کرتے ہو۔

مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهٗ خَيْرٌ مِّنْهَا ۚ وَهُمْ مِّنْ فَزَعٍ يَّوْمَئِذٍ اٰمِنُوْنَ ۝۸۹ وَمَنْ جَآءَ بِالسَّيِّئَةِ فَكُبَّتْ وُجُوْهُهُمْ فِي النَّارِ ۭ هَلْ تُجْزَوْنَ اِلَّا مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ۝۹۰۔

جو کوئی نیکی لائے گا تو اس کو بہتر بدلہ ملے گا اور وہ اس دن کی گھبراہٹ سے امن میں ہوں گے اور جو بدی لائے تو وہ منہ کے بل آگ میں ڈالے جائیں گے (اور یہ کہا جائے گا) تمہارا بدلہ کیا ہے وہی جیسا تم کرتے تھے۔

گویا فرمایا گیا کہ جو نیکی لے کر آئے گا اور ایمان و عمل نیک پیش کرے گا اسے اس سے بہتر بدلہ ملے گا اور اس دن کی پریشانی سے امن پائے گا اور جو برائیوں، سیہ کاریوں اور کفر و شرک کی گندگی لائے گا وہ جہنم میں اوندھا ڈالا جائے گا اور اسے فرشتے کہیں گے یہ تمہارے عمل بد کے نتائج ہیں۔

اِنَّمَآ اُمِرْتُ اَنْ اَعْبُدَ رَبَّ هٰذِهِ الْبَلْدَةِ الَّذِيْ حَرَّمَهَا وَلَهٗ كُلُّ شَيْءٍ ۡ وَّاُمِرْتُ اَنْ اَكُوْنَ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ ۝۹۱ وَاَنْ اَتْلُوَا الْقُرْاٰنَ ۚ فَمَنِ اهْتَدٰى فَاِنَّمَا يَهْتَدِيْ لِنَفْسِهٖ ۚ وَمَنْ ضَلَّ فَقُلْ اِنَّمَآ اَنَا مِنَ الْمُنْذِرِيْنَ ۝۹۲۔ (فرمادیجئے) مجھ کو تو یہی حکم ہے کہ میں پرستش کروں اس شہر (مکہ) کے رب کی جس نے اسے محترم کیا ہے اور اسی کی ملک میں سب شے ہے اور یہ کہ میں اسلام کے ساتھ مسلمان رہوں اور یہ کہ قرآن سناتا رہوں تو جو راہ پر آیا تو وہ اپنی جان کو راہ پر لایا اور جو گمراہ ہوا تو میں ڈر سنانے والا ہوں۔

میرے ذمہ یہ نہیں کہ میں جواب دہ بنوں کہ فلاں ہدایت پر کیوں نہ آیا وَمَا عَلَيْنَآ اِلَّا الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ۔

وَقُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ سَيُرِيْكُمْ اٰيٰتِهٖ فَتَعْرِفُوْنَهَا ۭ وَمَا رَبُّكَ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ ۝۹۳۔

اور فرمادیجئے سب تعریفیں اللہ تعالیٰ کو ہیں عنقریب دکھادے گا تمہیں اپنی نشانیاں تو تم انہیں جان لوگے اور اے محبوب! تیرا رب ان کے فعلوں سے بے خبر نہیں ہے۔

آیات متلوہ میں مبدأ و معاد و نبوت پر نہایت واضح بیان فرما کر خاتمہ میں تمام مضمون کا خلاصہ بیان فرمادیا اور بتادیا کہ اول لوگوں کو بتادیا جائے کہ میں کسی بت یا غیر خدا کا پرستار نہیں ہوسکتا اس لئے کہ مجھے حکم ہے کہ اس شہر مکہ کے رب کا پجاری رہوں اور میرا وظیفہ توحید خالص ہے اور رب کعبہ کہنے سے یہ مطلب نہیں کہ وہ صرف کعبہ کا ہی رب ہے بلکہ وَلَهٗ كُلُّ شَيْءٍ اسی کی تمام کائنات ہے رَبَّ هٰذِهِ الْبَلْدَةِ فرمانے سے صرف یہ مقصد ہے کہ قریش سمجھ سکیں کہ اس رب کے نام نے شہر مکہ

متبرک ہو اور نہ وہ تو تمام کائنات کا رب ہے اور اسی کی پرستش ہر ایک پر لازم ہے۔

دوسرے اَنْ اَكُوْنَ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ۔ توحید نام ہی اسی کا ہے کہ اللہ کے حضور جھکے لہٰذا میں اسی کی طرف جھکا ہوا ہوں اور جو اس کی طرف جھکے وہی مسلمان ہے۔

تیسرے وَاَنْ اَتْلُوَا الْقُرْاٰنَ میں تمہیں قرآن کریم سناؤں تبلیغ احکام کروں پھر جو ہدایت پر آیا تو اس نے اپنے لئے بھلا کیا اور جو گمراہی میں رہا اپنا برا کرے گا۔

آخر میں فرمایا قُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ سب خوبیاں اللہ کے لئے ثابت ہیں وہ تمہیں اپنی نشانیاں دکھائے گا جس کی تم جلدی کر رہے ہو اور اللہ تعالیٰ تمہارے کردار گفتار سے بے خبر نہیں۔

مختصر تفسیر اردو ساتواں رکوع ۔ سورۃ نمل ۔ پ ۲۰

وَيَوْمَ نَحْشُرُ مِنْ كُلِّ اُمَّةٍ فَوْجًا مِّمَّنْ يُّكَذِّبُ بِاٰيٰتِنَا فَهُمْ يُوْزَعُوْنَ ﴿۸۳﴾۔ اور جس دن ہر امت سے فوجیں محشور کی جائیں ان کی جو ہماری آیتوں کی تکذیب کرتے ہیں تو وہ سب کے جمع ہونے تک روک لئے جائیں۔

یہ اجمالی بیان ہے مکذبین کے احوال کا بروز قیامت۔ بعد بیان مبادیات کے آلوسی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

خُوْطِبَ بِهٖ نَبِيُّنَا صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَىْ اُذْكُرْ يَوْمَ نَحْشُرُ۔ اس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب کیا گیا اور فرمایا اے محبوب وہ وقت یاد فرمائیں جب ہم محشور کریں گے۔

وَالْمُرَادُ بِالْحَشْرِ اَلْحَشْرُ لِلتَّوْبِيْخِ وَالْعَذَابِ بَعْدَ الْحَشْرِ الْكُلِّيِّ الشَّامِلِ لِكَافَّةِ الْخَلْقِ۔ یہ حشر حشر توبیخ ہے اور یہ بعد حشر کلی کے ہوگا جس میں کافۃ الخلق محشور ہوگی۔

یعنی اول حشر کافۃ الخلق ہوگا اس کے بعد مکذبین کو جمع ہونے کا حکم ہوگا اس لئے فَهُمْ يُوْزَعُوْنَ فرمایا۔ وزع کہتے ہیں روکنے کو تو پہلی جماعت جو آئے وہ رکی رہے حتیٰ کہ جماعت جماعت آکر سب جمع ہو جائیں۔

اسی وجہ میں مِنْ كُلِّ اُمَّةٍ میں من تبعیضیہ مانا گیا اس لئے کہ ہر امت منقسم ہوگی مصدقین و مکذبین میں تو یہ دوسرا حشر مکذبین کا ہوگا۔

فَهُمْ يُوْزَعُوْنَ۔ اَىْ يُحْبَسُ اَوَّلُهُمْ عَلٰى اٰخِرِهِمْ حَتّٰى يَتَلَاحَقُوْا وَ يَجْتَمِعُوْا فِىْ مَوْقَفِ التَّوْبِيْخِ۔ يُوْزَعُوْنَ۔ کے معنی یہ ہیں کہ اول جو جمع ہوں وہ پچھلوں کے آنے تک روکے جائیں حتیٰ کہ اول آنے والے پچھلوں سے مل جائیں اور موقف توبیخ میں سب یکجا ہو جائیں۔

چنانچہ بعض نے کہا کہ اس سے مراد جماعت رؤساء کفار ہے جن کے متبع عام مکذبین تھے۔

چنانچہ سید المفسرین ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں اس سے مراد ابوجہل اور ولید بن مغیرہ اور عتبہ بن ربیعہ ہے کہ یہ اہل مکہ کے سامنے چلائے جائیں گے اور اسی طرح تمام انبیاء کرام کے مکذبین محشور ہوں گے۔

وَالْمَعْرُوْفُ مِنَ الْاٰيَاتِ لِمِثْلِ ذٰلِكَ هُوَ يَوْمُ الْقِيٰمَةِ۔ اور معروف مفہوم آیات قرآنیہ اسی کے مثل ہے اور سب اس سے روز قیامت ہی کو ایسا ہونا مراد لیتے ہیں۔

البتہ جماعت امامیہ اس سے مراد رجعیت بعد الموت دنیا میں کہتی ہے اس عقیدہ کو سب سے اول عبداللہ بن سبا یہودی

نے پیش کیا۔ اس کی پیروی میں جابر جعفی دوسری صدی کی ابتداء میں کھڑا ہوا اور اسی طرح بہت سے اس عقیدہ باطلہ پر پیدا ہوئے۔ آلوسی رحمہ اللہ اس کے رد میں فرماتے ہیں:

وَاَنْتَ تَعْلَمُ لَا يَكَادُ يَصِحُّ اِرَادَةُ الرَّجْعِيَةِ اِلَى الدُّنْيَا مِنَ الْاٰيَةِ لِاِفَادَتِهَا اَنَّ الْحَشْرَ الْمَذْكُوْرَ لِتَوْبِيْخِ الْمُكَذِّبِيْنَ۔ تجھے سمجھ لینا چاہئے کہ رجعت الی الدنیا آیات کے مفہوم کے ماتحت کسی طرح صحیح نہیں۔ اس لئے کہ حشر مذکورہ توبیخ مکذبین کے لئے ہے۔ چنانچہ اس حشر کے بعد مکذبین کا تذکرہ دوسری جگہ مذکور ہے کہ وہ کہیں گے:

رَبِّ ارْجِعُوْنِ ﴿۹۹﴾ لَعَلِّيْۤ اَعْمَلُ صَالِحًا فِيْمَا تَرَكْتُ كَلَّا ؕ اِنَّهَا كَلِمَةٌ هُوَ قَآئِلُهَا ؕ وَ مِنْ وَّرَآئِهِمْ بَرْزَخٌ اِلٰى يَوْمِ يُبْعَثُوْنَ۔ تو اس کا آخری مضمون بھی عدم رجعت پر مطلقاً ظاہر ہے۔

اگرچہ احیاء بعد الاماتت اور ارجاع الی الدنیا امور مقدورۂ الٰہی سے ہے وہ چاہے تو مستبعد نہیں لیکن ان آیات سے یہ مستفاد نہیں ہوتا۔

حَتّٰۤى اِذَا جَآءُوْ قَالَ اَكَذَّبْتُمْ بِاٰيٰتِيْ وَلَمْ تُحِيْطُوْا بِهَا عِلْمًا اَمَّاذَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿۸۴﴾ ۔ حتیٰ کہ جب وہ حاضر ہو جائیں تو ان سے اللہ فرمائے کیا تم ہی جھٹلاتے تھے میری آیتوں کو حالانکہ تم نے ان آیتوں کو سمجھا ہی نہ تھا۔ یہ نہیں کیا اور کیا کرتے تھے۔

آلوسی رحمہ اللہ اس کا مفہوم فرماتے ہیں: اَیْ اَكَذَّبْتُمْ بِهَا بَادِیَ الرَّأْیِ غَيْرَ نَاظِرِيْنَ فِيْهَا نَظَرًا يُؤَدِّیْ اِلَى الْعِلْمِ بِكُنْهِهَا۔ یعنی کیا تم ہی جھٹلاتے تھے بغیر سوچے سمجھے اپنی رائے سے بغیر علم حاصل کئے۔

اَمَّاذَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ۔ یہاں ام متصلہ ہے اصل میں اَكَذَّبْتُمْ بِاٰيَاتِیْ اَمْ صَدَّقْتُمُوْهَا یعنی کیا جھٹلاتے تھے تم میری آیتیں یا تصدیق کرتے تھے۔ اور یہ تمہارا عمل اسی کا مقتضی ہے کہ تمہیں جہنم میں اوندھایا جائے۔

یعنی جب موقف سوال و جواب اور مناقشہ حساب پر سب آ جائیں تو انہیں توبیخاً ارشاد ہوا نہ کہ سائلانہ صورت میں اس لئے کہ سائلانہ طرز پر باری تعالیٰ کی طرف سے بغرض حصول علم کوئی استفسار محال اور ناممکن ہے۔

وَوَقَعَ الْقَوْلُ عَلَيْهِمْ بِمَا ظَلَمُوْا فَهُمْ لَا يَنْطِقُوْنَ ﴿۸۵﴾ ۔

اور واقع ہو گیا ان پر قول الٰہی یعنی عذاب محقق ہو گیا ان کے ظلم و شرک کے باعث تو وہ کچھ بول نہ سکیں گے۔

یہ نہ بولنا دو صورت میں ہو سکتا ہے ایک تو یہ کہ اَلْيَوْمَ نَخْتِمُ عَلٰۤى اَفْوَاهِهِمْ اس دن مہر لگا دیں گے ہم ان کے مونہوں پر تو وہ بولنے کی طاقت ہی نہ رکھیں گے یا اثبات جرم کے بعد ان میں جواب دینے کی طاقت ہی نہ ہوگی۔

اَلَمْ يَرَوْا اَنَّا جَعَلْنَا الَّيْلَ لِيَسْكُنُوْا فِيْهِ وَالنَّهَارَ مُبْصِرًا ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ﴿۸۶﴾ ۔

کیا نہیں دیکھتے وہ کہ ہم نے رات ان کے سکون کے لئے بنائی اور دن دیکھنے اور تلاش معاش کو بے شک اس میں نشانیاں ہیں اس قوم کے لئے جو ایمان لائیں۔

یہ رویت رویت قلبی ہے نہ کہ بصری اس لئے کہ اگرچہ رات دن مبصرات سے ہیں لیکن من قبیل المعقولات رات میں اندھیرے کا رکھنا استراحت اور قرار نوم کے لئے ہے یہ رویت قلبی سے ہی متعلق ہے چنانچہ کسی شاعر نے بھی کہا ہے:

اَلنَّوْمُ رَاحَةُ الْقُوٰى الْحِسِّيَّةُ مِنْ حَرَكَاتِ وَالْقُوٰى النَّفْسِيَّةُ

اور وَالنَّهَارَ مُبْصِرًا اباں معنی فرمایا کہ امور معاش کی تلاش روشنی میں ہی کی جاسکتی ہے۔

چنانچہ آلوسی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: وَالتَّقْدِيرُ جَعَلْنَا اللَّيْلَ مُظْلِمًا لِتَسْكُنُوا فِيهِ وَالنَّهَارَ مُبْصِرًا لِتَنْتَشِرُوا فِيهِ۔ اوران دونوں کے تبدل وتغیر میں ان کے منافع ومصالح ہیں جو اللہ تعالیٰ کی آیات عظیمہ ایمان والوں کے حق میں ہیں اس سے وہ عقیدہ بعث ونشر کو بھی مضبوط کرتے ہیں اور وَّاَنَّ السَّاعَةَ اٰتِيَةٌ لَّا رَيْبَ فِيْهَا وَاَنَّ اللّٰهَ يَبْعَثُ مَنْ فِي الْقُبُوْرِ کا نقشہ دیکھ لیتے ہیں۔

وَ يَوْمَ يُنْفَخُ فِي الصُّوْرِ فَفَزِعَ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَ مَنْ فِي الْاَرْضِ اِلَّا مَنْ شَآءَ اللّٰهُ ؕ وَ كُلٌّ اَتَوْهُ دٰخِرِيْنَ ﴿۸۷﴾ ۔ اور جس دن صور پھونکا جائے گا تو گھبرا اٹھیں جو آسمانوں میں ہیں اور جو زمین میں ہیں مگر جسے اللہ چاہے اور سب اللہ کے حضور سرنگوں حاضر ہوں گے داخرین کے معنی صاغرین ہیں۔ بمعنی ذلیل۔

نفخ صور کی تحقیق اور صور کی حقیقت

وَالصُّوْرُ عَلٰى مَا فِي التَّذْكِرَةِ قَرْنٌ مِّنْ نُّوْرٍ۔ صور۔ صاحب تذکرہ فرماتے ہیں وہ ایک نوری سینگ ہے۔

وَ ذَكَرَ الْبُخَارِيُّ عَنْ مُجَاهِدٍ اَنَّهٗ كَالْبُوْقِ۔ بخاری شریف میں حضرت مجاہد سے مذکور ہے کہ وہ مثل بوق کے ہے اور بوق عربی میں بگل یا سینگ کو کہتے ہیں۔

وَ اَخْرَجَ التِّرْمِذِيُّ عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ قَالَ جَآءَ اَعْرَابِيٌّ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ مَا الصُّوْرُ قَالَ قَرْنٌ يُنْفَخُ فِيْهِ۔ ایک اعرابی نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا صور کیا ہے فرمایا وہ ایک سینگ ہے جس سے پھونکا جائے گا۔

وَالْمَشْهُوْرُ اَنَّ صَاحِبَ الصُّوْرِ هُوَ اِسْرَافِيْلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ۔ اور صاحب صور حضرت اسرافیل علیہ السلام ہیں۔

اور علامہ قرطبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں مَنْ اَنْكَرَ اَنْ يَّكُوْنَ الصُّوْرُ قَرْنًا فَهُوَ كَمَنْ اَنْكَرَ الْعَرْشَ وَالصِّرَاطَ وَالْمِيْزَانَ وَطَلَبَ لَهَا تَاوِيْلَاتٍ وَّ هٰذَا النَّفْخُ قِيْلَ الْمُرَادُ بِهِ النَّفْخَةُ الثَّانِيَةُ۔ جو صور کے سنکھ ہونے سے انکار کرے وہ ایسے ہی ہے جو انکار کرے عرش اور صراط ومیزان کا اور اس کے لئے تاویلات چاہے اور یہ نفخ نفخہ ثانیہ ہے۔

فَفَزِعَ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِي الْاَرْضِ۔ تو گھبرا اٹھیں جو آسمانوں میں ہیں اور جو زمین میں ہیں۔ اور اسی کا تذکرہ دوسری جگہ بھی ہے۔ وَ نُفِخَ فِي الصُّوْرِ فَفَزِعَ۔

بعض کہتے ہیں یہ نفخہ اولیٰ ہے اور وَ يَوْمَ يُنْفَخُ فِي الصُّوْرِ فَفَزِعَ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِي الْاَرْضِ یہ نفخہ ثانیہ ہے اور وَنُفِخَ فِي الصُّوْرِ فَصَعِقَ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِي الْاَرْضِ یہ نفخہ ثالثہ ہے۔

چنانچہ اس کی تفصیل یوں بھی کی گئی کہ

اول نفخہ بعث ہوگا۔

دوبارہ نفخہ فزع ہوگا۔

اور تیسرا نفخہ صعق ہوگا۔

بہر حال اس میں اختلاف ہے۔

بعض نے کہا دو بار ہوگا۔

بعض نے کہا تین بار ہوگا۔

بعض کہتے ہیں تین نفخہ ہوں گے۔ پہلا نفخہ فزع، دوسرا نفخہ صعق جو موت ہے۔ تیسرا نفخہ بعث

بعض کہتے ہیں چار نفخہ ہوں گے۔ پہلا نفخ ہوگا جس میں اللہ تعالیٰ سب کو مار دے گا اس کے بعد اللہ تعالیٰ کی طرف سے ندا ہوگی لِمَنِ الْمُلْكُ الْيَوْمَ اور كُلُّ شَيْءٍ هَالِكٌ اِلَّا وَجْهَهٗ۔

پھر نفخہ ثانی نفخہ بعث ہو جیسا کہ ارشاد ہے وَنُفِخَ فِي الصُّوْرِ فَاِذَا هُمْ مِّنَ الْاَجْدَاثِ اِلٰى رَبِّهِمْ يَنْسِلُوْنَ اور پھونکا جائے صور تو ایک دم سب کے سب قبروں سے نکل کر اپنے رب کی طرف چل دیں۔

پھر نفخہ ثالث نفخہ صعق ہو وَنُفِخَ فِي الصُّوْرِ فَصَعِقَ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِي الْاَرْضِ۔ تیسری بار جب نفخ ہو تو بے ہوش ہو جائیں آسمان وزمین والے۔

پھر نفخہ رابعہ۔ یہ نفخ افاقہ کے لئے ہو جیسے ارشاد ہے ثُمَّ نُفِخَ فِيْهِ اُخْرٰى فَاِذَا هُمْ قِيَامٌ يَّنْظُرُوْنَ۔ چوتھے نفخہ میں سب کھڑے ہو کر اپنے رب کی طرف دیکھیں۔

بعض نے کہا نفخ پانچ ہوں گے لیکن محقق قول یہی ہے کہ تین نفخہ ہوں گے۔

اول نفخہ صعق بمعنی موت حَيْثُ قَالَ تَعَالٰى وَنُفِخَ فِي الصُّوْرِ فَصَعِقَ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِي الْاَرْضِ۔

ثانی نفخہ بعث ثُمَّ نُفِخَ فِيْهِ اُخْرٰى فَاِذَا هُمْ قِيَامٌ يَّنْظُرُوْنَ۔

ثالثہ۔ يَوْمَ يُنْفَخُ فِي الصُّوْرِ فَفَزِعَ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ۔ الخ

اور یہ سب قیاس آرائیاں ہیں جو مقتضیات محض سے استنباطاً ظاہر کی ہے حقیقت حال تو اللہ تعالیٰ یا اس کا حبیب صلی اللہ علیہ وسلم ہی جانتے ہیں۔

بہر کیف ہمیں نفخ صور کا ماننا ضروری ہے عام اس سے کہ ایک بار ہو یا دو بار یا تین بار ہو یا چار بار یا پانچ بار نفخ صور کا منکر آیۂ کلام پاک کا منکر ہوگا اور رہی تعداد نفخ اس پر تو ہم یہ کہہ کر ختم کریں گے۔

شد پریشاں خواب من از کثرت تعبیر ہا

بڑوں کی باتیں ہیں انہیں بڑے ہی سمجھ سکتے ہیں۔ علامہ آلوسی رحمہ اللہ نے اس مبحث پر اس کے علاوہ اور بھی بہت کچھ لکھا ہے ہم نے بخیال ملال ناظرین اسے چھوڑ دیا ہے۔

اِلَّا مَنْ شَآءَ اللّٰهُ ؕ وَكُلٌّ اَتَوْهُ دٰخِرِيْنَ ﴿۸۷﴾۔

مگر جسے اللہ چاہے اور سب کے سب حاضر ہوں سرنگوں، عاجزی و امتثال امر میں۔

یہاں اِلَّا مَنْ شَآءَ میں استثناء متصل ہے۔ اس کے معنی یہ ہوں گے اَیْ اِلَّا مَنْ شَآءَ اللّٰهُ تَعَالٰی اَنْ لَّا یفزع جیسا کہ ارشاد ہے وَهُمْ مِّنْ فَزَعٍ يَّوْمَئِذٍ اٰمِنُوْنَ۔

اس پر بھی بحث ہے کہ صعق جسے موت کہا گیا اور فزع سے محفوظ کون سے رہیں گے۔

فَقِیْلَ هُمْ جِبْرِیْلُ وَ مِیْكَائِیْلُ وَ اِسْرَافِیْلُ وَ عِزْرَائِیْلُ رُوِیَ ذٰلِکَ عَنْ مُقَاتِلٍ وَّا لسُّدِّیِّ۔

اورضحاک رحمہ اللہ کہتے ہیں: هُمُ الْوِلْدَانُ وَالْحُوْرُ الْعِیْنُ وَ خَزَنَةُ الْجَنَّةِ وَ حَمَلَةُ الْعَرْشِ۔

اس کی وجہ یہ بھی بیان کی کہ اِنَّ حَمَلَةَ الْعَرْشِ لَیْسُوْا مِنْ سُكَّانِ السَّمٰوَاتِ وَالْاَرْضِ لِاَنَّ السَّمٰوَاتِ فِیْ دَاخِلِ الْكُرْسِیِّ وَ نِسْبَتُهَا اِلَیْهِ كَنِسْبَةِ حَلْقَةٍ فِیْ فَلَاةٍ وَ نِسْبَةُ الْكُرْسِیِّ اِلَی الْعَرْشِ كَهٰذِهِ النِّسْبَةِ اَیْضًا فَكَیْفَ یَكُوْنُ حَمَلَتُهٗ فِی السَّمٰوَاتِ وَ كَذَا الْوِلْدَانُ وَالْحُوْرُ وَ خَزَنَةُ الْجَنَّةِ لِاَنَّ هٰؤُلَآءِ كُلُّهُمْ فِی الْجَنَّةِ وَالْجَنَانُ جَمِیْعُهَا فَوْقَ السَّمٰوَاتِ وَ دُوْنَ الْعَرْشِ عَلٰی مَا اَفْصَحَ عَنْهُ قَوْلُهٗ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ سَقْفُ الْجَنَّةِ عَرْشُ الرَّحْمٰنِ۔

حملۃ العرش سکان ساویہ وارض سے نہیں اس لئے کہ سماوات کرسی میں داخل ہیں اوران کی نسبت ایک ٹکڑا کی سی ہے جو میدان میں ہواور کرسی عرش تک ایسی ہی نسبت سے ہے تو حملۃ العرش کیسے آسمانوں میں ہو سکتے ہیں اور ایسے ہی ولدان اور حور اور خزنہ الجنۃ ہیں اس لئے کہ وہ سب جنت میں ہیں اور جنتیں تمام آسمان سے اوپر ہیں اور عرش سے نیچے ہیں جیسے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سَقْفُ الْجَنَّةِ عَرْشُ الرَّحْمٰنِ جنت کی چھت عرش الٰہی ہے۔

تو جو جنت میں ولدان اور حور اور خزنہ ہیں ان کا استثناء مَنۡ فِی السَّمٰوٰتِ وَمَنۡ فِی الۡاَرۡضِ سے متعلق ہی نہیں۔ رہے جبریل علیہ السلام اور ان کی محبت والے ملائکہ مقربین وہ صافین الحجسین سے حول عرش ہیں۔ اور جب عرش فوق السموات ہوا تو ان کا ذکر اس میں لانا کسی طرح صحیح نہیں۔

اور جب حور و ولدان اور خزنہ جنت اس سے مستثنیٰ ہوئے تو موسیٰ و عیسیٰ و انبیاء علیہم السلام سب کے سب اس سے مستثنیٰ رہے اسلئے کہ ان کا مقام حضور صلی اللہ علیہ نے حول عرش علیٰ فرمایا ہے۔ جیسا کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا: اِنَّهُمُ الشُّهَدَآءُ عِنْدَ رَبِّهِمْ یُرْزَقُوْنَ۔ اور علامہ قاضی ابوبکر ابی العربی رحمہ اللہ نے اس کی تصحیح کی۔

اور ابن جبیر رحمہ اللہ نے بھی کہا: هُمُ الشُّهَدَآءُ مُتَقَلِّدُوا السُّیُوْفِ حَوْلَ الْعَرْشِ۔

اب رہا یہ سوال کہ پہلے نفخہ کے مابین کتنی مدت کا فاصلہ ہوگا؟

اس کے متعلق وَنُفِخَ فِی الصُّوۡرِ فَصَعِقَ یہ پہلا نفخہ ہے وَالنَّفْخَةُ الثَّانِیَةُ نَفْخَةُ الْبَعْثِ حَیْثُ قَالَ ثُمَّ نُفِخَ فِیْهِ اُخْرٰی فَاِذَا هُمْ قِیَامٌ یَّنْظُرُوْنَ وَ بَیْنَهُمَا فِی الْمَشْهُوْرِ اَرْبَعُوْنَ سَنَةً۔ دونوں نفخوں کے مابین چالیس سال کا فرق ہوگا۔

صحیحین میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے بھی یہی مرفوعاً آیا ہے: اَرْبَعُوْنَ سَنَةً۔ چالیس سال۔

وَکُلٌّ اَتَوۡهُ دٰخِرِیۡنَ – اَیْ كُلُّ وَاحِدٍ مِّنَ الْفَازِعِیْنَ الْمَبْعُوْثِیْنَ عِنْدَ النَّفْخَةِ اَتَوْهُ اَیْ حَضَرُوا الْمَوْقِفَ بَیْنَ یَدَیِ اللّٰهِ تَعَالٰی لِلسُّوَالِ وَالْجَوَابِ وَالْمُنَاقَشَةِ وَالْحِسَابِ دَاخِرِیْنَ اَذِلَّآءَ۔ اور سب حاضر ہوں جھکے ہوئے نفخہ اولیٰ کے بعد اللہ تعالیٰ کے حضور سوال و جواب اور حساب و کتاب کے لئے ذلیل اور سرنگوں۔

وَتَرَی الۡجِبَالَ تَحۡسَبُهَا جَامِدَةً وَّهِیَ تَمُرُّ مَرَّ السَّحَابِ ؕ

اور تم دیکھو گے پہاڑوں کو اپنے گمان میں ٹھہرا ہوا اور وہ چل رہے ہوں گے بادلوں کی طرح۔

يَعْنِيْ تَرَى الْجِبَالَ رَأْيَ الْعَيْنِ سَاكِنَةً وَالْحَالُ اِنَّهَا تَمُرُّ فِي الْجَوِّ مَرَّ السَّحَابِ الَّتِيْ تُسَيِّرُهَا الرِّيَاحُ سَيْرًا حَثِيْثًا۔ یعنی بظاہر دیکھنے میں وہ ٹھہرے ہوئے نظر آئیں حالانکہ وہ فضا میں بادلوں کی طرح ہوا کے ساتھ چل رہے ہوں۔

جیسا کہ قرآن کریم میں ہے: وَتَكُوْنُ الْجِبَالُ كَالْعِهْنِ الْمَنْفُوْشِ اور ہو جائیں گے پہاڑ دھنکی ہوئی اون کی طرح۔ عہن اون کو کہتے ہیں۔

اس کے بعد

يَوْمَ تُبَدَّلُ الْاَرْضُ غَيْرَ الْاَرْضِ کا ظہور ہوگا یعنی حشر خلق کے وقت زمین اس زمین سے بدل جائے گی۔ اس کا نقشہ قرآن کریم میں اس طرح ظاہر فرمایا گیا۔

وَيَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الْجِبَالِ فَقُلْ يَنْسِفُهَا رَبِّيْ نَسْفًا ﴿۱۰۵﴾ فَيَذَرُهَا قَاعًا صَفْصَفًا ﴿۱۰۶﴾ لَّا تَرٰى فِيْهَا عِوَجًا وَّلَاۤ اَمْتًا ﴿۱۰۷﴾ يَوْمَىٕذٍ يَّتَّبِعُوْنَ الدَّاعِيَ لَا عِوَجَ لَهٗ۔

اور يَوْمَ تُبَدَّلُ الْاَرْضُ غَيْرَ الْاَرْضِ وَالسَّمٰوٰتُ وَ بَرَزُوْا لِلّٰهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ۔

یہ سب کچھ نفخہ ثانیہ کے بعد ہوگا جیسا کہ ارشاد الٰہی ہے: وَيَوْمَ نُسَيِّرُ الْجِبَالَ وَتَرَى الْاَرْضَ بَارِزَةً ۙ وَّحَشَرْنٰهُمْ۔

اس کے علاوہ قرآن کریم میں اس کا نقشہ متعدد لفظوں میں کھینچا ہے۔

چنانچہ ارشاد ہے۔ يَوْمَ تَرْجُفُ الْاَرْضُ وَالْجِبَالُ وَكَانَتِ الْجِبَالُ كَثِيْبًا مَّهِيْلًا۔

اور ارشاد ہے۔ وَتَرَى الْاَرْضَ بَارِزَةً ۙ وَّحَشَرْنٰهُمْ

اور وَيَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الْجِبَالِ فَقُلْ يَنْسِفُهَا رَبِّيْ نَسْفًا۔

اور يَوْمَ تُبَدَّلُ الْاَرْضُ غَيْرَ الْاَرْضِ۔

اور فَاِذَا نُفِخَ فِي الصُّوْرِ نَفْخَةٌ وَّاحِدَةٌ ﴿۱۳﴾ وَّحُمِلَتِ الْاَرْضُ وَالْجِبَالُ فَدُكَّتَا دَكَّةً وَّاحِدَةً ﴿۱۴﴾ فَيَوْمَىٕذٍ وَّقَعَتِ الْوَاقِعَةُ – يَوْمَىٕذٍ تُعْرَضُوْنَ

اس کی تفصیل بحر میں اس طرح منقول ہے۔

اِنَّ اَوَّلَ الصِّفَاتِ اِرْتِجَافُهَا۔ زلزلہ ہو پھر

ثُمَّ صَيْرُوْرَتُهَا كَالْعِهْنِ الْمَنْفُوْشِ۔ اون دھنکی ہوئی کی طرح۔

ثُمَّ كَالْهَبَاءِ۔ پھر غبار کی طرح ہو جائے۔

ثُمَّ كَوْنُهَا سَرَابًا۔ پھر ریت کی طرح ہو جائے۔

اور یہ سب کچھ قبل نفخہ ثانیہ ہو۔

صُنْعَ اللّٰهِ الَّذِيْۤ اَتْقَنَ كُلَّ شَيْءٍ۔ یہ اللہ تعالیٰ کی صنعت ہے جس نے ہر شے پیدا کی۔

اَتْقَنَ کے معنی خَلَقَهٗ وَ سَوَّاهُ عَلٰى مَا تَقْتَضِيْهِ الْحِكْمَةُ ہیں۔ یعنی پیدا کیا اور برابر بنایا باقتضاء حکمت۔

چنانچہ حدیث میں طبرانی اور حاکم نے نقل کیا: اِتَّقُوا اللّٰهَ تَعَالٰى فَاِنَّ اللّٰهَ فَاتِحٌ لَّكُمْ وَ صَانِعٌ۔ اللہ سے ڈرتے رہو اس

لئے کہ وہ تمہارے لئے ہر چیز کھولنے اور بنانے والا ہے۔

اِنَّهٗ خَبِیْرٌۢ بِمَا تَفْعَلُوْنَ ﴿۸۸﴾ ۔وہ خبردار ہے تمہارے ہر فعل کا۔ عام اس سے کہ علانیہ کرو یا خفیہ اور برا کرو یا بھلا۔

مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهٗ خَیْرٌ مِّنْهَا ۚ وَ هُمْ مِّنْ فَزَعٍ یَّوْمَىٕذٍ اٰمِنُوْنَ ﴿۸۹﴾ ۔

جو آیا نیکیوں کے ساتھ تو اس کے لئے ہی وہ بہتر ہے اور وہ اس دن کی گھبراہٹ سے امن میں ہوں گے۔

یعنی وہ فزع عظیم جس کی کیفیت و مقدار کوئی نہیں بتا سکتا اس سے امن میں رہے گا جیسا کہ دوسری جگہ ارشاد ہے لَا یَحْزُنُهُمُ الْفَزَعُ الْاَكْبَرُ۔ انہیں فزع اکبر غمگین نہ کرے گا۔

وَ مَنْ جَآءَ بِالسَّیِّئَةِ فَكُبَّتْ وُجُوْهُهُمْ فِی النَّارِ۔ اور جو آئے بدی کے ساتھ تو وہ اوندھا منہ جہنم میں ہے۔

سیئہ سے مراد شرک و کبائر ہیں جیسے حسنہ سے مراد کلمۂ شہادت ہے۔ کُبَّتْ کے معنی ہیں: اَیْ كُبُّوْا فِیْهَا عَلٰی وُجُوْهِهِمْ مُّنْكُوْسِیْنَ۔ یعنی وہ اوندھے منہ جہنم میں ڈالے جائیں گے۔ محاورہ میں كَبَّهٗ وَ اَكَبَّهٗ جب بولتے ہیں جبکہ اسے اوندھا پھینکا جائے۔

هَلْ تُجْزَوْنَ اِلَّا مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿۹۰﴾ ۔کیا بدلہ ہے تمہارے لئے مگر وہی جو تم نے کیا۔

چنانچہ ابن جریج سے مروی ہے: اِنَّهٗ حِیْنَ یُذْبَحُ الْمَوْتُ وَ یُنَادٰی یَا اَهْلَ الْجَنَّةِ خُلُوْدٌ فَلَا مَوْتَ وَ یَا اَهْلَ النَّارِ خُلُوْدٌ فَلَا مَوْتَ۔ جب موت ذبح کر دی جائے اور اعلان ہو جائے کہ اہل جنت ہمیشہ جنت میں ہیں انہیں موت نہیں اور اہل نار ہمیشہ جہنم میں ہیں انہیں بھی موت نہیں اس کے بعد جہنم ڈھانپ دیا جائے اس وقت وہ گھبرائیں۔ اور مومن عاصی اس سے پہلے اگر سزا بھی پائے گا تو بری کر دیا جائے گا۔ حَیْثُ قَالَ فِیْ رُوْحِ الْمَعَانِیْ وَ الْعَذَابُ الَّذِیْ یَكُوْنُ لِبَعْضِ عُصَاةِ الْمُؤْمِنِیْنَ اِنَّمَا هُوَ قَبْلَ ذٰلِكَ۔ اس سے یہ بھی واضح ہو گیا کہ کبّ فی جہنم صرف مشرک کے لئے ہے اس حکم میں مومن عاصی داخل نہیں والحمد للّٰہ العلی الرحیم الرحمن۔

اِنَّمَاۤ اُمِرْتُ اَنْ اَعْبُدَ رَبَّ هٰذِهِ الْبَلْدَةِ الَّذِیْ حَرَّمَهَا وَ لَهٗ كُلُّ شَیْءٍ٘ وَّ اُمِرْتُ اَنْ اَكُوْنَ مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ ﴿۹۱﴾ وَ اَنْ اَتْلُوَا الْقُرْاٰنَ ۚ فَمَنِ اهْتَدٰی فَاِنَّمَا یَهْتَدِیْ لِنَفْسِهٖ ۚ وَ مَنْ ضَلَّ فَقُلْ اِنَّمَاۤ اَنَا مِنَ الْمُنْذِرِیْنَ ﴿۹۲﴾ ۔ میں تو یہی حکم دیا گیا ہوں کہ اس شہر کے رب کی پرستش کروں جس نے اسے عزت و حرمت دی اور اسی کی ہے ہر شے اور حکم دیا گیا ہوں میں کہ مسلمانوں میں رہوں اور یہ قرآن سناتا رہوں تو جو ہدایت پر آجائے تو وہ اپنی ہی جان کو ہدایت کرے گا اور جو گمراہ رہے تو میں ڈر سنانے والا ہوں۔

اس سے یہ بھی واضح ہو گیا کہ اس میں استیناف کلام ہے اور اس کی ابتداء قل کے ساتھ ہے جو اس میں مقدر ہے گویا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم ہے کہ آپ فرمادیں کہ مجھے یہ تین حکم ملے ہیں۔

پہلا حکم یہ ہے کہ میں رب بلد مکہ کا پرستار رہوں جس نے اسے حرمت دی اور یوں اس کی ملکیت میں ساری کائنات ہے۔

دوسرا حکم یہ ہے کہ میں اللہ تعالیٰ کے حکم کے آگے جھکا رہوں جو اسلام کی شرط اولیں ہے۔

تیسرا حکم یہ ہے کہ تلاوت کلام پاک کی مواظبت کرتا رہوں تا کہ اس کے حقائق رائقہ مخزونہ دن بدن مجھ پر اور منکشف ہوں اس لئے کہ کلام پاک کی مواظبت فتح باب فیوض الٰہی اور اسرار قدسیہ کے انکشاف کا سبب ہے۔

چنانچہ حدیث میں ہے: اِنَّهٗ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَامَ لَيْلَةً يُصَلِّیْ فَقَرَأَهَا اِنْ تُعَذِّبْهُمْ فَاِنَّهُمْ عِبَادُكَ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے بار بار دہرایا اس دہرانے سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر اس کے اسرار منکشف ہوتے رہے حتیٰ کہ صبح ہوگئی حَيْثُ قَالَ فَمَازَالَ يُكَرِّرُهَا وَيَظْهَرُ لَهٗ مِنْ اَسْرَارِهَا مَا يَظْهَرُ حَتّٰى طَلَعَ الْفَجْرُ۔

بعض نے اس کے معنی کئے: اِتَّبِعِ الْقُرْاٰنَ یعنی قرآن کریم کی پیروی کرو۔

بعض نے کہا اس کے معنی ہیں: وَاتْلُ عَلَيْهِمُ الْقُرْاٰنَ ان پر قرآن پڑھتے رہیں۔

تو اس کے بعد جو ہدایت پالے وہ نجات یافتہ ہے اس لئے کہ اس نے اس کا اتباع احکام و شرائع کا کرلیا۔ اور جو ضلال و گمراہی میں رہا اور کفر و اعراض کرتا رہا اسے فرما دیجئے کہ میں ڈرانے والا ڈر سنانے والا ہوں فَلَيْسَ عَلَيَّ مِنْ وَبَالِ ضَلَالَتِهِمْ شَيْءٌ۔ مجھ پر وبال ضلالت ذرہ بھر نہیں گویا فرمادیا: مَنْ ضَلَّ فَوَبَالُ ضَلَالِهٖ مُخْتَصٌّ بِهٖ جو گمراہ رہا تو وبال ضلالت اسی کے ساتھ مختص ہے۔

اس کے بعد ارشاد ہے:

وَقُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ سَيُرِيْكُمْ اٰيٰتِهٖ فَتَعْرِفُوْنَهَا ؕ وَمَا رَبُّكَ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ ﴿۹۳﴾۔

فرمادیجئے سب تعریفیں اللہ کی ہیں وہی عنقریب تمہیں بتادے گا اور تمہارا رب تمہارے اعمال سے غافل اور بے خبر نہیں۔

اگر نیک عمل کرو گے تو وہ جانتا ہے اور برے عمل کرو گے تو اس کے علم میں ہے۔ یہ گمان نہ کرنا کہ تاخیر و تعویق عذاب اس کی غفلت کی وجہ میں ہے۔ نہیں اس کی چشم پوشی شان رحمان کی بنا پر ہے ورنہ وہ سب کچھ جانتا ہے۔ وَاللّٰهُ خَبِيْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ۔

سُوْرَةُ الْقَصَصِ

بامحاورہ ترجمہ پہلا رکوع۔ سورۃ قصص۔ پ ۲۰

طٰسٓمّٓ ﴿۱﴾

تِلْكَ اٰيٰتُ الْكِتٰبِ الْمُبِيْنِ ﴿۲﴾

یہ سورت بھی کتاب کی آیتوں سے ہے جس کے مطالب واضح ہیں

نَتْلُوْا عَلَيْكَ مِنْ نَّبَاِ مُوْسٰى وَ فِرْعَوْنَ بِالْحَقِّ لِقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ﴿۳﴾

اے محبوب! ہم آپ پر پڑھتے ہیں موسیٰ کی خبروں سے اور فرعون کے صحیح حالات ان کے لئے جو ایمان والے ہیں

اِنَّ فِرْعَوْنَ عَلَا فِي الْاَرْضِ وَ جَعَلَ اَهْلَهَا شِيَعًا يَّسْتَضْعِفُ طَآئِفَةً مِّنْهُمْ يُذَبِّحُ اَبْنَآءَهُمْ وَ يَسْتَحْيٖ نِسَآءَهُمْ ؕ اِنَّهٗ كَانَ مِنَ الْمُفْسِدِيْنَ ﴿۴﴾

بے شک فرعون نے سرزمین مصر میں سر اٹھایا اور کیا ان کی ایک جماعت کو کمزور اور اس گروہ میں سے ذبح کرتا تھا ان کی اولادوں کو اور زندہ رکھتا تھا ان کی عورتوں کو بے شک وہ فسادی تھا

وَ نُرِيْدُ اَنْ نَّمُنَّ عَلَى الَّذِيْنَ اسْتُضْعِفُوْا فِي

اور ہم نے ارادہ کیا یہ کہ احسان کریں ان پر جو ضعیف

الْاَرْضِ وَ نَجْعَلَهُمْ اَىٕمَّةً وَّ نَجْعَلَهُمُ الْوٰرِثِیْنَ ۙ﴿۵﴾

کئے گئے زمین میں اور کریں ہم انہیں امام اور کریں ہم انہی کو وارث

وَ نُمَكِّنَ لَهُمْ فِی الْاَرْضِ وَ نُرِیَ فِرْعَوْنَ وَ هَامٰنَ وَ جُنُوْدَهُمَا مِنْهُمْ مَّا كَانُوْا یَحْذَرُوْنَ ﴿۶﴾

اور متمکن کریں انہیں زمین میں اور فرعون اور ہامان اور ان کے لشکروں کو دکھا دیں جس کا انہیں اس کی طرف سے خطرہ ہے

وَ اَوْحَیْنَاۤ اِلٰۤى اُمِّ مُوْسٰۤى اَنْ اَرْضِعِیْهِ ۚ فَاِذَا خِفْتِ عَلَیْهِ فَاَلْقِیْهِ فِی الْیَمِّ وَ لَا تَخَافِیْ وَ لَا تَحْزَنِیْ ۚ اِنَّا رَآدُّوْهُ اِلَیْكِ وَ جَاعِلُوْهُ مِنَ الْمُرْسَلِیْنَ ﴿۷﴾

اور ہم نے موسیٰ کی ماں کو الہام کیا کہ اسے دودھ پلا تو جب تجھے اس سے اندیشہ ہو تو اسے دریا میں ڈال دے اور خوف نہ کر ہم اسے تیری طرف پھیر لائیں گے اور اسے رسول بنائیں گے

فَالْتَقَطَهٗۤ اٰلُ فِرْعَوْنَ لِیَكُوْنَ لَهُمْ عَدُوًّا وَّ حَزَنًا ؕ اِنَّ فِرْعَوْنَ وَ هَامٰنَ وَ جُنُوْدَهُمَا كَانُوْا خٰطِـٕیْنَ ﴿۸﴾

تو اسے اٹھا لیا فرعون کے گھر والوں نے کہ وہ ان کا دشمن اور ان پر ہو غم دینے والا بے شک فرعون اور ہامان اور ان کا لشکر خطا کار تھا

وَ قَالَتِ امْرَاَتُ فِرْعَوْنَ قُرَّتُ عَیْنٍ لِّیْ وَ لَكَ ؕ لَا تَقْتُلُوْهُ ۖۗ عَسٰۤى اَنْ یَّنْفَعَنَاۤ اَوْ نَتَّخِذَهٗ وَلَدًا وَّ هُمْ لَا یَشْعُرُوْنَ ﴿۹﴾

اور کہا فرعون کی بیوی نے آنکھوں کی ٹھنڈک ہے میرے اور تیرے لئے اسے قتل نہ کرو شاید یہ ہمیں نفع دے یا ہم اسے بیٹا بنالیں اور وہ بے خبر تھے

وَ اَصْبَحَ فُؤَادُ اُمِّ مُوْسٰى فٰرِغًا ؕ اِنْ كَادَتْ لَتُبْدِیْ بِهٖ لَوْ لَاۤ اَنْ رَّبَطْنَا عَلٰى قَلْبِهَا لِتَكُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ ﴿۱۰﴾

اور صبح کو دل موسیٰ کی ماں کا بے قرار ہو گیا ضرور قریب تھا کہ وہ اس کا حال کھول دیتی اگر ہم ڈھارس نہ بندھاتے اس کے دل کو تا کہ وہ ہو ایمان والوں سے

وَ قَالَتْ لِاُخْتِهٖ قُصِّیْهِ ٘ فَبَصُرَتْ بِهٖ عَنْ جُنُبٍ وَّ هُمْ لَا یَشْعُرُوْنَ ۙ﴿۱۱﴾

اور کہا اس کی ماں نے موسیٰ کی بہن سے اس کے پیچھے چلی جا تو وہ اسے کنارے کنارے سے دیکھتی رہی اور انہیں خبر نہ تھی

وَ حَرَّمْنَا عَلَیْهِ الْمَرَاضِعَ مِنْ قَبْلُ فَقَالَتْ هَلْ اَدُلُّكُمْ عَلٰۤى اَهْلِ بَیْتٍ یَّكْفُلُوْنَهٗ لَكُمْ وَ هُمْ لَهٗ نٰصِحُوْنَ ﴿۱۲﴾

اور ہم نے حرام کر دیں اس پر دودھ پلانے والیاں پہلے ہی تو بولی بہن موسیٰ کی کیا میں تمہیں بتاؤں ایسے گھر والے کہ اس بچہ کو پال دیں تمہارے لئے اور وہ اس کے خیر خواہ ہیں

فَرَدَدْنٰهُ اِلٰۤى اُمِّهٖ كَیْ تَقَرَّ عَیْنُهَا وَ لَا تَحْزَنَ وَ لِتَعْلَمَ اَنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ وَّ لٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا یَعْلَمُوْنَ ۠﴿۱۳﴾

تو ہم نے اس کو اس کی ماں کی طرف پھیرا تا کہ ٹھنڈی ہو اس کی آنکھ اور غم نہ کھائے اور جان لے کہ بے شک اللہ کا وعدہ سچا ہے لیکن اکثر ان کے نہیں جانتے

حل لغات پہلا رکوع ۔ سورۃ قصص ۔ پ ۲۰

طٰسٓمٓ۔ طسم	تِلْكَ۔ یہ	اٰيٰتُ۔ آیتیں ہیں	الْكِتٰبِ۔ کتاب
الْمُبِيْنِ۔ روشن کی	نَتْلُوْا۔ پڑھتے ہیں ہم	عَلَيْكَ۔ تجھ پر	مِنْ نَّبَاِ۔ خبر
مُوْسٰى۔ موسیٰ	وَ۔ اور	فِرْعَوْنَ۔ فرعون کی	بِالْحَقِّ۔ سچی سچی
لِقَوْمٍ۔ واسطے قوم	يُّؤْمِنُوْنَ۔ مومن کے	اِنَّ۔ بے شک	فِرْعَوْنَ۔ فرعون نے
عَلَا۔ سر اٹھایا	فِي۔ بیچ	الْاَرْضِ۔ زمین کے	وَ۔ اور
جَعَلَ۔ بنایا	اَهْلَهَا۔ اس کے رہنے والوں کو	شِيَعًا۔ ٹکڑے ٹکڑے	يَّسْتَضْعِفُ۔ وہ کمزور کرتا
چاہتا تھا	طَآىِٕفَةً۔ ایک جماعت کو	مِّنْهُمْ۔ ان میں سے	يُذَبِّحُ۔ ذبح کرتا
اَبْنَآءَ۔ بیٹے	هُمْ۔ ان کے	وَ۔ اور	يَسْتَحْيٖ۔ زندہ رکھتا
نِسَآءَ۔ بیٹیاں	هُمْ۔ ان کی	اِنَّهٗ۔ بیشک وہ	كَانَ۔ تھا
مِنَ الْمُفْسِدِيْنَ۔ فسادیوں سے		وَ۔ اور	نُرِيْدُ۔ ہم چاہتے تھے
اَنْ۔ یہ کہ	نَّمُنَّ۔ احسان کریں ہم	عَلَى۔ اوپر	الَّذِيْنَ۔ ان کے
اسْتُضْعِفُوْا۔ جو کمزور بنائے گئے		فِي۔ بیچ	الْاَرْضِ۔ زمین کے
وَ۔ اور	نَجْعَلَهُمْ۔ بنائیں ہم ان کو	اَىِٕمَّةً۔ پیشوا	وَّ۔ اور
نَجْعَلَهُمُ۔ بنائیں ہم ان کو	الْوٰرِثِيْنَ۔ وارث	وَ۔ اور	نُمَكِّنَ۔ جگہ دیں ہم
لَهُمْ۔ ان کو	فِي۔ بیچ	الْاَرْضِ۔ زمین کے	وَ۔ اور
نُرِيَ۔ دکھائیں ہم	فِرْعَوْنَ۔ فرعون	وَ۔ اور	هَامٰنَ۔ ہامان
وَ۔ اور	جُنُوْدَهُمَا۔ ان کے لشکروں کو		مِنْهُمْ۔ ان سے
مَّا۔ جو	كَانُوْا۔ تھے	يَحْذَرُوْنَ۔ ڈرتے	وَ۔ اور
اَوْحَيْنَآ۔ وحی کی ہم نے	اِلٰٓى۔ طرف	اُمِّ۔ ماں	مُوْسٰٓى۔ موسیٰ کے
اَنْ۔ یہ کہ	اَرْضِعِيْهِ۔ دودھ پلا اس کو	فَاِذَا۔ تو جب	خِفْتِ۔ تو ڈرے
عَلَيْهِ۔ اس پر	فَاَلْقِيْهِ۔ تو ڈال اس کو	فِي۔ بیچ	الْيَمِّ۔ دریا کے
وَ۔ اور	لَا۔ نہ	تَخَافِيْ۔ ڈر	وَ۔ اور
لَا۔ نہ	تَحْزَنِيْ۔ غم کھا	اِنَّا۔ بے شک ہم	رَآدُّوْهُ۔ لوٹائیں گے اس کو
اِلَيْكِ۔ تیری طرف	وَ۔ اور	جَاعِلُوْ۔ بنانے والے ہیں	هُ۔ اس کو
مِنَ الْمُرْسَلِيْنَ۔ پیغمبروں سے		فَالْتَقَطَهٗ۔ تو پکڑا اس کو	اٰلُ۔ بیوی
فِرْعَوْنَ۔ فرعون کی نے	لِيَكُوْنَ۔ تا کہ ہو	لَهُمْ۔ ان کے لئے	عَدُوًّا۔ دشمن
وَّ۔ اور	حَزَنًا۔ غم کا باعث	اِنَّ۔ بے شک	فِرْعَوْنَ۔ فرعون

وَ-اور	هَامٰنَ-ہامان	وَ-اور	جُنُوْدَ-لشکر
هُمَا-ان کے	كَانُوْا-تھے	خٰطِئِيْنَ-خطا کار	وَ-اور
قَالَتِ-کہا	امْرَاَتُ-بیوی	فِرْعَوْنَ-فرعون کی نے	قُرَّتُ-ٹھنڈک ہے
عَيْنٍ-آنکھوں کی	لِّيْ-میرے لئے	وَ-اور	لَكَ-تیرے لئے
لَا-نہ	تَقْتُلُوْهُ-قتل کرو اس کو	عَسٰى-قریب ہے	اَنْ-یہ کہ
يَّنْفَعَنَآ-نفع دے ہمیں	اَوْ-یا	نَتَّخِذَهٗ-بنائیں ہم اس کو	وَلَدًا-اولاد
وَّ-اور	هُمْ-وہ	لَا-نہ	يَشْعُرُوْنَ-سمجھتے تھے
وَ-اور	اَصْبَحَ-ہوگیا	فُؤَادُ-دل	اُمِّ-ماں
مُوْسٰى-موسیٰ کا	فٰرِغًا-بے قرار	اِنْ-بے شک	كَادَتْ-قریب تھی
لَتُبْدِيْ-کہ ظاہر کرتی	بِهٖ-اس کو	لَوْلَآ-اگر نہ ہوتا	اَنْ-یہ کہ
رَّبَطْنَا-بند لگاتے ہم	عَلٰى-اوپر	قَلْبِهَا-اس کے دل کے	لِتَكُوْنَ-تا کہ ہو
مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ-یقین کرنے والوں سے		وَ-اور	قَالَتْ-اس نے کہا
لِاُخْتِهٖ-اس کی بہن کو	قُصِّيْهِ-پیچھا کر اس کا	فَبَصُرَتْ-تو وہ دیکھتی تھی	بِهٖ-اس کو
عَنْ جُنُبٍ-دور دور رہ کر	وَّ-اور	هُمْ-وہ	لَا-نہ
يَشْعُرُوْنَ-سمجھتے تھے	وَ-اور	حَرَّمْنَا-حرام کردیں ہم نے	عَلَيْهِ-اس پر
الْمَرَاضِعَ-دودھ پلانے والیاں	مِنْ قَبْلُ-پہلے سے	فَقَالَتْ-تو کہا اس نے	هَلْ-کیا
اَدُلُّكُمْ-بتاؤں میں تم کو	عَلٰٓى-ایک	اَهْلِ-رہنے والے	بَيْتٍ-گھر کے
يَّكْفُلُوْنَهٗ-جو اس کو پالیں	لَكُمْ-تمہارے لئے	وَ-اور	هُمْ-وہ
لَهٗ-اس کے	نٰصِحُوْنَ-خیر خواہ ہیں	فَرَدَدْنٰهُ-تو لوٹایا ہم نے اس کو	
اِلٰى-طرف	اُمِّهٖ-اس کی ماں کے	كَيْ-تا کہ	تَقَرَّ-ٹھنڈی ہو
عَيْنُهَا-اس کی آنکھ	وَ-اور	لَا-نہ	تَحْزَنَ-غم کرے
وَ-اور	لِتَعْلَمَ-تا کہ جانے	اَنَّ-کہ بے شک	وَعْدَ-وعدہ
اللّٰهِ-اللہ کا	حَقٌّ-سچا ہے	وَّ-اور	لٰكِنَّ-لیکن
اَكْثَرَ-اکثر	هُمْ-ان کے	لَا-نہیں	يَعْلَمُوْنَ-جانتے

خلاصہ تفسیر اردو پہلا رکوع-سورۃ قصص-پ ۲۰

اس سے قبل سورۃ نمل کے خاتمہ پر ارشاد تھا وَاَنْ اَتْلُوَا الْقُرْاٰنَ- یعنی مجھے حکم ہے کہ میں قرآن سناؤں خواہ کوئی مانے یا نہ مانے اس لئے اس سورۃ مبارکہ کی ابتداء طٰسٓمّٓ فرما کر حروف مقطعات سے کی گئی جس کے تاویلی معنی یہ ہوتے ہیں ط سے طور اورس سے موسیٰ اور میم سے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف اشارہ ہے۔ جس کا خلاصہ مفہوم یہ ہوتا ہے کہ جس طرح کوہ

طور پر ہم نے موسیٰ علیہ السلام پر کتاب توریت نازل کی اسی طرح اپنے محبوب خاتم نبوت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر تِلْكَ اٰيٰتُ الْكِتٰبِ الْمُبِيْنِ یہ روشن کتاب کی آیتیں نازل فرمائیں۔

مطلب یہ کہ یہ کتاب اپنی صداقت پر آپ ہی گواہ ہے۔ جیسے آفتاب آمد دلیل آفتاب۔ آفتاب اپنے وجود کی آپ دلیل ہے۔ ایسے ہی مبین یعنی ظاہر ہونے کے لئے یہ بھی اپنی آپ ہی دلیل ہے۔ اور جو اسے کلام الٰہی کی بجائے کلام انسانی سمجھتا ہے وہ خطیب ہو یا ادیب، فصیح ہو یا بلیغ، عالم ہو یا عاطل، جاہل ہو یا زاہل، قریشی ہو یا بدوی، شہری ہو یا دہقانی اس کے مقابل کی ایک آیت بنا لائے مگر ہم بانگ دہل یہ اعلان کرتے ہیں کہ لَا يَاْتُوْنَ بِمِثْلِهٖ وَلَوْ كَانَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ ظَهِيْرًا۔ کبھی نہ لا سکیں گے۔ اگر ایک دوسرے کے مددگار جمع ہو کر بھی لانا چاہیں۔ پھر حروف مقطعات کی مناسبت سے ہی اول ذکر موسیٰ و فرعون کا شروع فرمایا اور ارشاد ہوا:

نَتْلُوْا عَلَيْكَ مِنْ نَّبَاِ مُوْسٰى وَفِرْعَوْنَ بِالْحَقِّ۔ سناتے ہیں ہم تمہیں خبر موسیٰ اور فرعون کی سچی سچی۔

لِقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ﴿۳﴾ ۔ ایمان والوں کے لئے۔

اِنَّ فِرْعَوْنَ عَلَا فِي الْاَرْضِ وَجَعَلَ اَهْلَهَا شِيَعًا يَّسْتَضْعِفُ طَآئِفَةً مِّنْهُمْ يُذَبِّحُ اَبْنَآءَهُمْ وَيَسْتَحْيٖ نِسَآءَهُمْ ؕ اِنَّهٗ كَانَ مِنَ الْمُفْسِدِيْنَ ﴿۴﴾۔

بے شک فرعون بلند ہوا تھا زمین میں یعنی سرکشی پر آ گیا تھا اور وہاں کے لوگوں کے کئی گروہ کر ڈالے تھے ان میں سے ایک گروہ کو کمزور کر رکھا تھا۔ ان کے لڑکوں کو ذبح کرتا اور لڑکیوں کو زندہ رکھتا بے شک وہ فسادیوں میں سے تھا۔

تفسیر نیشاپوری میں ہے: شِيَعًا فِرَقًا يُّشَيِّعُوْنَهٗ عَلٰى مَا يُرِيْدُ وَ يُطِيْعُوْنَهٗ وَجَعَلَهُمْ اَصْنَافًا فِي اِسْتِخْدَامِهٖ فَمِنْ بَانٍ وَّ حَارِثٍ۔ یعنی مصر کے لوگوں کے مختلف گروہ کر دیئے تھے۔ اپنی قوم جس کا نام قبط تھا اسے تو معزز عہدوں پر مامور کر رکھا تھا اور بنی اسرائیل جسے قوم سبط کہتے تھے انہیں محنت و مشقت اور ذلیل پیشوں میں ڈال رکھا تھا۔ پھر ان میں بھی مختلف فرقے تھے کوئی معماری کے کام پر تھا کوئی کاشتکاری میں لگایا ہوا تھا۔

يَسْتَضْعِفُ طَآئِفَةً مِّنْهُمْ کی تفسیر یہی ہے کہ ان کے جدا جدا گروہ کر ڈالے تھے پھر ان پر ظلم بالائے ظلم یہ اور تھا کہ ان بے چارے کمزوروں کی اولاد نرینہ قتل کر ڈالتا تھا اس کی وجہ یہ بھی ہو سکتی ہے کہ ایسا بایں خیال کرتا تھا کہ ان کی نسل نہ بڑھے یا اس خوف سے کہ نجومیوں نے ان میں ہی حضرت موسیٰ علیہ السلام کے مبعوث ہونے کی خبر دی تھی اور لڑکیوں کو زندہ رہنے دیتا تھا اس لئے کہ ان سے کوئی خوف نہ تھا بلکہ ان کے جوان ہو جانے پر ان سے اپنے لئے شہوت رانی کا فائدہ بھی حاصل کرتا تھا اور بنی اسرائیل کے لئے یہ سخت ترین ذلت تھی۔

اِنَّهٗ كَانَ مِنَ الْمُفْسِدِيْنَ ﴿۴﴾ ۔ بے شک وہ بڑا فسادی تھا۔ آگے ارشاد ہے:

وَنُرِيْدُ اَنْ نَّمُنَّ عَلَى الَّذِيْنَ اسْتُضْعِفُوْا فِي الْاَرْضِ وَنَجْعَلَهُمْ اَئِمَّةً وَّنَجْعَلَهُمُ الْوٰرِثِيْنَ ﴿۵﴾ ۙ ۔ اور ہم نے ارادہ کیا ہے کہ ہم احسان کریں ان پر جو کمزور کر دیئے گئے ہیں زمین میں اور بنائیں انہیں سردار اور ان کا وارث (ملک شام میں) بنا دیں۔

ملک شام میں ہی بنی اسرائیل سردار بنائے گئے۔

وَنُمَكِّنَ لَهُمْ فِي الْأَرْضِ وَنُرِيَ فِرْعَوْنَ وَهَامَانَ وَجُنُودَهُمَا مِنْهُمْ مَّا كَانُوا يَحْذَرُونَ ۝

اور انہیں قبضہ دیں زمین شام میں اور دکھا دیں فرعون اور ہامان اور ان کے لشکر کو جس کا وہ خطرہ محسوس کرتے تھے۔ یعنی فرعون اور اس کا وزیر ہامان اور ان کا لشکر اس کا خطرہ محسوس کرتے تھے کہ کہیں یہ زور پکڑ گئے تو آزاد ہو کر ہماری حکومت تباہ کر دیں گے اس لئے وہ انہیں ذلیل پیشوں میں ڈال کر ان کی اولا د نرینہ کو قتل کر کے لڑکیاں زندہ رکھ کر اور بھی کمزور کر رہے تھے۔

لیکن غیرت وحمیت الٰہی سے خائف نہ ہوتے تھے کہ وہ اگر ارادہ فرمالے تو کیا ہوگا۔

چنانچہ جب ارادۃ اللہ غالب آیا تو ان کے سب داؤ رکھے کے رکھے رہ گئے۔

اس آیت کریمہ میں قیامت تک کا نظام ظاہر ہے کہ جو فرعون منش کسی حکومت میں اہل حق سے ٹکرائے گا اور شریعت اسلامیہ کے متبعین کو کمزور کرنے کا خیال کرے گا وہ ایسے ہی ذلیل ہوگا جیسے فرعون اور اس کا وزیر ہوا۔

حمیت حق اور قوت الٰہی کا مقابلہ نہ کوئی کر سکا نہ کر سکے گا۔ مہا بھارت ہو یا پاکستان ترکی ہو یا ایران۔ ملا ازم ہو یا کمیونزم، وزارت ہو یا امارات، عسکریت ہو یا آمریت بموجب ارشاد الٰہی وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِينَ انجام پرہیزگاروں کے ہی حق میں ہے۔ بنابریں ظالموں، فرعونیت منش لوگوں کی گڈی چند دن چڑھتی ہے اور پھر انجام نیکوکاروں کے حق میں ہی ہوتا ہے۔

وَأَوْحَيْنَا إِلَىٰ أُمِّ مُوسَىٰ أَنْ أَرْضِعِيهِ ۖ فَإِذَا خِفْتِ عَلَيْهِ فَأَلْقِيهِ فِي الْيَمِّ وَلَا تَخَافِي وَلَا تَحْزَنِي ۖ إِنَّا رَادُّوهُ إِلَيْكِ وَجَاعِلُوهُ مِنَ الْمُرْسَلِينَ ۝

اور الہام کیا ہم نے ام موسیٰ کو کہ اسے دودھ پلا تو جب تجھے خوف ہو اس پر تو اسے دریا میں ڈال دینا اور کچھ خوف اور غم نہ کرنا ہم اسے تمہاری طرف واپس لوٹائیں گے اور اس بچہ کو رسولوں میں سے ایک رسول بنائیں گے۔

یہاں سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کا اصل قصہ شروع ہے چنانچہ ارشاد ہے:

کہ ہم نے موسیٰ علیہ السلام کی والدہ کو وحی کی یعنی اس کے دل میں القا کیا۔ یہاں وحی بمعنی وحی انبیاء نہیں بلکہ غیر نبی کو جہاں وحی کا ذکر آیا ہے وہاں اس کے معنی القاء کے ہی ہوتے ہیں اور اس سے مراد وحی لغوی ہوتی ہے یعنی خفیہ پیغام۔ تو وہ القاء یہ تھا:

أَنْ أَرْضِعِيهِ۔ کہ تم موسیٰ کو دودھ پلاؤ۔

فَإِذَا خِفْتِ عَلَيْهِ فَأَلْقِيهِ فِي الْيَمِّ۔ تو جب تو اس سے خوف کرے تو اسے دریا میں ڈال دے۔

یعنی جب تمہیں فرعونی جماعت سے ان پر خوف ہو تو موسیٰ کو دریا میں ڈال دینا۔ اور فرعونیوں میں یہ دستور تھا کہ لڑکے کی خبر پاتے ہی آتے اور اس بچہ کو وہیں قتل کر دیتے یا لے جا کر ہلاک کر ڈالتے۔

چنانچہ آپ کی والدہ ماجدہ جن کا نام یوحانذ تھا اس خوف سے کہ اسے میری آنکھیں ہلاک ہوتا نہ دیکھیں ایک تابوت بنوایا اور اس میں آپ کو لٹا کر دریائے نیل میں ڈال دیا اور آپ کی ہمشیرہ حضرت مریم کو فرمایا تم کنارے کنارے اس تابوت کو دیکھو کہ کہاں جاتا ہے چنانچہ اس کا واقعہ بیان فرمایا گیا۔

وَلَا تَخَافِي وَلَا تَحْزَنِي ۖ إِنَّا رَادُّوهُ إِلَيْكِ وَجَاعِلُوهُ مِنَ الْمُرْسَلِينَ ۝۔ اور دریا میں ڈالتے ہوئے تم کوئی خوف اور غم نہ کرنا ہم اسے تمہاری طرف لوٹائیں گے اور اسے رسولوں میں سے ایک رسول کریں گے۔

چنانچہ آپ نے اپنے بیٹے کو اس تابوت میں رکھ کر دریا میں ڈال دیا وہ تابوت دریا میں بہتا بہتا فرعون کے محل کے پاس آبشاروں سے گزرا۔

فَالْتَقَطَهٗۤ اٰلُ فِرْعَوْنَ لِیَكُوْنَ لَهُمْ عَدُوًّا وَّ حَزَنًا۔

تو اٹھالیا فرعون والوں نے اس لئے کہ وہ تھا ان کے لئے دشمن اور غم دینے والا۔

اِنَّ فِرْعَوْنَ وَ هَامٰنَ وَ جُنُوْدَهُمَا كَانُوْا خٰطِـٕیْنَ ⑧ ۔ بے شک فرعون اور ہامان اور ان دونوں کا لشکر خطا کار تھا۔

التقاط عربی میں اٹھانے کو کہتے ہیں اور اسی وجہ سے گری پڑی چیز کو لقطہ بولتے ہیں اور گرے پڑے بچے کو لقیط کہتے ہیں۔ اور لِیَكُوْنَ لَهُمْ میں لام عاقبت ہے نہ کہ لام غرض۔ تو جنہوں نے تابوت موسیٰ علیہ السلام اٹھایا وہ بھی سمجھے کہ ہم نے اپنا دشمن پا لیا۔

مختصر یہ کہ جب تابوت کھولا تو اسے میں ایک حسین بچہ دیکھا فرعون نے آپ کو اپنا دشمن ہی جان کر جلاد بلالیا تا کہ قتل کر دے تو اللہ تعالیٰ نے حضرت آسیہ زوجہ فرعون کو حمایتی بنا دیا۔ یہ ایک شریف نیک بیوی تھیں۔ چنانچہ ارشاد ہے:

وَ قَالَتِ امْرَاَتُ فِرْعَوْنَ قُرَّتُ عَیْنٍ لِّیْ وَ لَكَؕ لَا تَقْتُلُوْهُ ۖ عَسٰۤى اَنْ یَّنْفَعَنَاۤ اَوْ نَتَّخِذَهٗ وَلَدًا وَّ هُمْ لَا یَشْعُرُوْنَ ⑨ ۔ اور بولی فرعون کی بیوی یہ لڑکا تیری اور میری آنکھ کی ٹھنڈک ہے اسے قتل نہ کر شاید کہ یہ ہمیں نفع دے یا ہم اسے متبنیٰ کر لیں اور انہیں شعور نہ ہوا کہ یہی بڑا ہو کر اس کی ہلاکت کا موجب ہوگا۔

چنانچہ فرعون نے اس رائے سے اتفاق کر کے آیائیں تلاش کرائیں۔ موسیٰ علیہ السلام فرعون کے محل میں ہیں دودھ پلانے والیاں آیائیں آئیں لیکن آپ نے کسی کا دودھ نہ پیا اور پیتے کیسے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: وَ حَرَّمْنَا عَلَیْهِ الْمَرَاضِعَ مِنْ قَبْلُ ہم نے تمام اناؤں کا دودھ پہلے ہی موسیٰ علیہ السلام پر حرام فرما دیا تھا۔

بہر حال اب فرعون پریشان ہے کہ اس بچے کی پرورش کیسے ہو۔ ادھر یہ ہوا کہ

وَ اَصْبَحَ فُؤَادُ اُمِّ مُوْسٰى فٰرِغًاؕ اِنْ كَادَتْ لَتُبْدِیْ بِهٖ لَوْ لَاۤ اَنْ رَّبَطْنَا عَلٰى قَلْبِهَا لِتَكُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ ⑩۔

کہ صبح حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ کا صبر ہاتھ سے جاتا رہا اور بے قرار ہونے لگیں اور قریب تھا کہ وہ اس راز کو ظاہر ہی کر دیتیں اگر ہم ان کی ڈھارس نہ بندھاتے تا کہ وہ یقین والی ہوں۔

چنانچہ بجائے آہ وبکا اضطرار واضطراب کے آپ نے اپنی صاحبزادی حضرت مریم کو فرمایا جس کا ذکر فرمایا جاتا ہے۔

وَ قَالَتْ لِاُخْتِهٖ قُصِّیْهِ٘ فَبَصُرَتْ بِهٖ عَنْ جُنُبٍ وَّ هُمْ لَا یَشْعُرُوْنَ ⑪۔

اور کہا ام موسیٰ نے ان کی بہن سے کہ اس تابوت کے پیچھے پیچھے جا اور اسے دیکھتی رہ کنارے کنارے سے کہ وہ سمجھ نہ سکیں۔

چنانچہ آپ کی ہمشیرہ چلیں تو یہ تماشا دیکھا کہ موسیٰ علیہ السلام کے لئے انائیں آرہی ہیں مگر آپ کسی کا دودھ نہیں لیتے اس کی وجہ یہ تھی جو ارشاد ہے:

وَ حَرَّمْنَا عَلَیْهِ الْمَرَاضِعَ مِنْ قَبْلُ۔ اور ہم نے حرام کر دیا تھا پہلے ہی تمام اناؤں کا دودھ حضرت موسیٰ علیہ السلام پر۔

فَقَالَتْ هَلْ اَدُلُّكُمْ عَلٰۤى اَهْلِ بَیْتٍ یَّكْفُلُوْنَهٗ لَكُمْ وَ هُمْ لَهٗ نٰصِحُوْنَ ⑫۔

تو کہا (آپ کی بہن نے اجنبیانہ طور پر) کیا میں ایسے گھرانے والی بتاؤں جو اس بچے کی پرورش کرے تمہارے لئے اور وہ اس بچے کے لئے دردمند بھی ہو۔

اس وقت سب کو فکر تھی چنانچہ سنتے ہی سب نے کہا اس سے بہتر کیا ہے لاؤ اور جلدی لاؤ چنانچہ وہ لے گئیں اور حضرت یوحانذ پہنچ گئیں۔

فَرَدَدْنٰهُ اِلٰۤى اُمِّهٖ كَیْ تَقَرَّ عَیْنُهَا وَ لَا تَحْزَنَ۔

تو ہم نے لوٹا دیا موسیٰ کو ان کی والدہ کے پاس تاکہ اس کی آنکھ ٹھنڈی ہو اور آزردہ خاطر نہ ہو۔

وَ لِتَعْلَمَ اَنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ وَّ لٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا یَعْلَمُوْنَ ﴿۱۳﴾۔

اور تاکہ وہ جان لے کہ بے شک اللہ کا وعدہ سچا ہے لیکن اکثر نہیں جانتے۔

چنانچہ جیسے ہی والدہ ماجدہ نے چھاتی دی آپ نے فوراً دودھ پینا شروع کر دیا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنی والدہ کے پاس زمانہ رضاعت رہے اور فرعون نے دودھ پلائی کے عوض ایک اشرفی روزانہ کی مقرر کر دی جو ان کو ملتی رہی۔

پھر آپ ایام رضاعت کے بعد موسیٰ علیہ السلام کو فرعون کے پاس لے آئیں آپ وہاں پرورش پاتے رہے حتیٰ کہ عمر مبارک تیس سال سے زائد ہو گئی باقی مضمون رکوع آئندہ میں آئے گا۔

مختصر تفسیر اردو پہلا رکوع - سورۃ قصص - پ ۲۰

اس سورۃ مبارکہ کا نام سورۃ القصص ہے۔

مَكِّیَّةٌ كُلُّهَا عَلٰى مَارُوِیَ عَنِ الْحَسَنِ وَعَطَا وَ طَاؤُسَ وَ عِكْرِمَةَ۔ بروایت حسن وعطا اور طاؤس رحمہم اللہ یہ تمام کی تمام مکی ہے۔

وَ قَالَ مُقَاتِلُ فِیْهَا مِنَ الْمَدَنِیِّ قَوْلُهٗ تَعَالٰى اَلَّذِیْنَ اٰتَیْنٰهُمُ الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِهٖ اِلٰى قَوْلِهٖ تَعَالٰى لَا نَبْتَغِی الْجٰهِلِیْنَ۔ بقول مقاتل اس میں اَلَّذِیْنَ اٰتَیْنٰهُمُ الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِهٖ سے لَا نَبْتَغِی الْجٰهِلِیْنَ تک مدنی ہے۔

اور طبرانی ابن عباس سے روایت کرتے ہیں کہ مذکورہ آئتیں اور آخر سورہ حدید ان اصحاب نجاشی کے حق میں نازل ہوئی جو احد میں شہید ہوئے۔ اس کے علاوہ اور بھی روائتیں ہیں۔ خلاصہ اور محقق یہ ہے کہ

چار آیتوں کے سوا جو اَلَّذِیْنَ اٰتَیْنٰهُمُ الْكِتٰبَ سے لَا نَبْتَغِی الْجٰهِلِیْنَ تک ہیں سب مکی ہے اور ایک آیت ایسی ہے جو مدینہ طیبہ اور مکہ مکرمہ کے درمیان نازل ہوئی جحفہ پر ہویا اس سے آگے اور وہ یہ آیت ہے اِنَّ الَّذِیْ فَرَضَ عَلَیْكَ الْقُرْاٰنَ۔

اس سورۃ میں نو رکوع۔ اٹھاسی آیتیں۔ چار سو اکتالیس کلمات ہیں اور پانچ ہزار آٹھ سو حرف ہیں۔

طٰسٓمٓ ﴿۱﴾ تِلْكَ اٰیٰتُ الْكِتٰبِ الْمُبِیْنِ ﴿۲﴾ نَتْلُوْا عَلَیْكَ مِنْ نَّبَاِ مُوْسٰى وَ فِرْعَوْنَ بِالْحَقِّ لِقَوْمٍ یُّؤْمِنُوْنَ ﴿۳﴾۔

حروف مقطعات کے ایک تاویلی معنی خلاصہ تفسیر میں بیان ہو چکے۔ دوسرے معنی یہ بھی ہو سکتے ہیں ط سے یَا طَاهِرُ عَنْ كُلِّ دَنَسٍ وَّ اِلْزَامٍ۔ س سے اَنْتَ سَیِّدُ الْعَالَمِ۔ م سے وَ اَنْتَ مُحَمَّدٌ وَ مَحْمُوْدٌ عَلٰى لِسَانِ الْمَلٰٓئِكَةِ وَ الْاِنْسِ وَ الْجِنِّ۔

تِلْكَ اٰيٰتُ الْكِتٰبِ الْمُبِيْنِ ۝ - یہ آیتیں کتاب روشن کی ہیں یا قرآن کریم کی۔

نَتْلُوْا عَلَيْكَ مِنْ نَّبَاِ مُوْسٰى وَ فِرْعَوْنَ بِالْحَقِّ لِقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ۝ -

ہم آپ کو سناتے ہیں خبر موسیٰ علیہ السلام اور فرعون کی سچی واسطے ایمان والوں کے۔

اس میں من تبعیضیہ اس لئے لایا گیا کہ تمام قصہ یہاں بھی بیان نہیں ہوا ہے گویا یوں فرمایا: نَتْلُوْا عَلَيْكَ مِنْ نَّبَاِ - یعنی ہم بعض خبر موسیٰ علیہ السلام کی وہ سناتے ہیں جو عجیب اور عظیم الشان ہیں اور وہ تمام کی تمام خبریں صحیح اور حق ہیں اور مومنین کی تخصیص اس لئے کی گئی کہ وَ هُمْ مُنْتَفِعُوْنَ وہ ہی اس سے زیادہ منتفع ہوں گے۔

اس کے بعد فرعون کی سرکشی اور کفر وطغیان کا تذکرہ شروع فرمایا چنانچہ ارشاد ہے:

اِنَّ فِرْعَوْنَ عَلَا فِي الْاَرْضِ - بے شک فرعون جبر وظلم میں مصر کی زمین کے اندر حدود سے متجاوز ہو کر ظلم وعدوان میں بلند اور اونچا ہو گیا تھا حتیٰ کہ اس نے مصر والوں میں بھی تفریق کر دی تھی حَيْثُ قَالَ۔

وَجَعَلَ اَهْلَهَا شِيَعًا - اور کر دیا وہاں کے رہنے والوں کو جماعت جماعت۔

شیعہ در حقیقت جماعت کو کہتے ہیں۔ جیسے۔

وَاِنَّ مِنْ شِيْعَتِهٖ لَاِبْرٰهِيْمَ - انہیں کی جماعت سے ابراہیم علیہ السلام تھے۔

اور هٰذَا مِنْ شِيْعَتِهٖ وَهٰذَا مِنْ عَدُوِّهٖ - یہ ان کی جماعت سے ہے اور یہ دشمن کی جماعت سے

اور فَاسْتَغَاثَهُ الَّذِيْ مِنْ شِيْعَتِهٖ - استغاثہ کیا اس نے جو ان کی جماعت سے تھا۔

چنانچہ فرعون نے اپنے شر وفساد کے لئے علیحدہ علیحدہ جماعتیں بنا ڈالیں۔

بعض کو اپنی اطاعت کے لئے چھانٹا۔

بعض کو اپنی خدمت کے لئے۔

بعض کو تعمیر کے لئے۔

بعض کو کاشتکاری کے لئے۔

بعض کو زمین کھودنے کے لئے۔

غرض کہ مشقتوں میں ایک جماعت کو ایسا ڈالا کہ وہ تنگ آ گئے تھے اس پر یہ اور ظلم تھا کہ جو نہ کر سکتا تھا اس پر جزیہ لگا دیتا۔

يَّسْتَضْعِفُ طَآئِفَةً مِّنْهُمْ - پھر بنی اسرائیل پر یہ ظلم تھا کہ اسے مقہور اور کمزور کر رکھا تھا اور ان کو ذلیل پیشوں پر مجبور کرتا تھا۔ حتیٰ کہ نجومیوں کاہنوں نے ایک بار فرعون سے کہہ دیا کہ يُوْلَدُ فِيْ بَنِيْ اِسْرَائِيْلَ مَوْلُوْدٌ يَذْهَبُ مُلْكُكَ عَلٰى يَدِهٖ - بنی اسرائیل میں ایک لڑکا ہو گا جو تیری سلطنت لے جائے گا۔ چنانچہ

يُذَبِّحُ اَبْنَآءَهُمْ وَيَسْتَحْيٖ نِسَآءَهُمْ ۭ -

اس نے بنی اسرائیل کی اولاد نرینہ کا قتل عام شروع کر دیا اور لڑکیاں زندہ رکھتا تھا۔ علامہ سدی رحمہ اللہ کہتے ہیں:

اِنَّهٗ رَاٰى فِيْ مَنَامِهٖ اَنَّ نَارًا اَقْبَلَتْ مِنْ بَيْتِ الْمُقَدَّسِ حَتّٰى اشْتَمَلَتْ عَلٰى بُيُوْتِ مِصْرَ فَاَحْرَقَتِ الْقِبْطَ وَتَرَكَتْ بَنِيْ اِسْرَائِيْلَ فَسَاَلَ عُلَمَآءَ قَوْمِهٖ فَقَالُوْا يَخْرُجُ مِنْ هٰذَا الْبَيْتِ رَجُلٌ يَكُوْنُ هِلَاكُ

مِصْرَ عَلٰی یَدِہٖ فَاَخَذَ یَفْعَلُ مَا یَفْعَلُ۔

فرعون نے خواب میں دیکھا کہ بیت المقدس کی طرف سے ایک آگ آئی حتیٰ کہ وہ مصر کے گھروں پر چھا گئی اور قبطیوں کو جلا دیا اور بنی اسرائیل کو چھوڑ دیا تو اس نے اپنی قوم کے علماء سے تعبیر مانگی انہوں نے کہا کہ اس شہر سے ایک ایسا آدمی نکلے گا جس کے ہاتھ سے مصر ہلاک ہو جائے گا تو اس نے اس تعبیر کے تدارک کے لئے جو کچھ کیا سو کیا۔

وَلَا یَخْفٰی اَنَّہٗ مِنَ الْحُمْقِ بِمَکَانٍ اِذْ لَوْصَدَقَ الْکَاھِنُ اَوِ الرُّؤْیَا فَمَا فَائِدَۃُ الْقَتْلِ وَاِلَّا فَمَا وَجْھُہٗ۔ اور یہ ظاہر ہے کہ یہ جو کچھ فرعون نے کیا محض بر بنائے حماقت کیا اس لئے کہ اگر کاہن سچے تھے یا خواب صحیح تھا تو قتل عام کا کچھ فائدہ نہ تھا جو ہونا تھا وہ ہو کر رہتا۔ اور اگر خواب وخیال یا کاہنوں کا بیان محض وہم تھا تو بھی ایسے ظلم کی کوئی وجہ نہ تھی۔

یہ آیت اس امر کی دلیل ہے کہ محافظت ملکی کے لئے قتل اولاد اور مظالم عام شریعت فرعون تھی اور جو قیامت تک محافظت ملک کے لئے قتل وقتال کرے گا اور رعایا پر ظلم وجور روا رکھے گا وہ شریعت فرعونی ہی کا متبع ہوگا۔ پھر اس کا انجام بھی وہی ہوگا جو فرعون کا ہوا۔ چنانچہ ارشاد الٰہی عزوجل ہے:

اِنَّہٗ کَانَ مِنَ الْمُفْسِدِیْنَ ۝۴ ۔ بے شک وہ فسادی تھا۔

یعنی وہ راسخ تھا افساد میں اس پر حمیت حق حرکت میں آئی۔

وَنُرِیْدُ اَنْ نَّمُنَّ عَلَی الَّذِیْنَ اسْتُضْعِفُوْا فِی الْاَرْضِ۔

اور ہم نے ارادہ کیا کہ احسان کریں ان پر جو ضعیف تھے زمین مصر میں۔

اور انہیں اس کے مظالم و جبر و تشدد سے نجات دیں۔

وَنَجْعَلَھُمْ اَئِمَّۃً وَّنَجْعَلَھُمُ الْوٰرِثِیْنَ ۝۵ وَنُمَکِّنَ لَھُمْ فِی الْاَرْضِ۔

اور کریں ہم ان ضعیفوں کمزوروں کو سردار دین ودنیا میں اور کر دیں انہیں ملک فرعون اور اس کی قوم کا ارض مصر میں وارث

آلوسی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: وَنُمَکِّنَ لَھُمْ فِی الْاَرْضِ اَیْ فِیْ اَرْضِ مِصْرَ فَالْمَعْنٰی نُسَلِّطُھُمْ عَلٰی اَرْضِ مِصْرَ یَتَصَرَّفُوْنَ وَ یَنْفُذُ اَمْرُھُمْ فِیْھَا کَیْفَمَا یَشَآءُوْنَ۔ یعنی ارض مصر میں اس کے یہ معنی ہیں کہ ہم زمین مصر پر ان کو مسلط کریں گے اور ان کا حکم نافذ ہوگا اس میں جیسے وہ چاہیں۔

اور اس تسلط سے مراد مصر و شام کا تسلط ہے اس لئے کہ بنی اسرائیل کا مسکن تو شام تھا لہٰذا دونوں جگہ ان کا تسلط رہے گا۔

وَنُرِیَ فِرْعَوْنَ وَھَامٰنَ وَجُنُوْدَھُمَا مِنْھُمْ مَّا کَانُوْا یَحْذَرُوْنَ ۝۶ ۔

اور دکھائیں گے ہم فرعون اور ہامان اور ان کے لشکر کو وہی جس کا انہیں ان سے خطرہ تھا۔

یعنی فرعونی منجموں کاہنوں نے فرعون سے جو کہا تھا کہ بنی اسرائیل میں ایک فرزند ایسا ہوگا جس کے ہاتھ سے ان کے ملک کا زوال اور ان کی ہلاکت ہے۔ کَذَا قَالَ الْاٰلُوْسِیُ اَیْ یَتَوَقَّوْنَ مِنْ ذَھَابِ مُلْکِھِمْ وَ ھَلَکُھُمْ عَلٰی یَدِ مَوْلُوْدٍ مِّنْھُمْ۔

وَاَوْحَیْنَآ اِلٰٓی اُمِّ مُوْسٰٓی اَنْ اَرْضِعِیْہِ۔ اور ہم نے موسیٰ کی والدہ کو الہام کیا کہ اسے دودھ پلا۔

والدۂ موسیٰ علیہ السلام کے نام میں اختلاف ہے چنانچہ

قِیْلَ هِیَ مِحْیَانَه بِنْتُ یَصْهَرَ بْنِ لَاوِیْ۔ ایک قول ہے کہ وہ محیانہ بنت یصہر بن لاوی تھیں۔

وَ قِیْلَ یُوْخَابِذُ۔ ایک اور قول ہے کہ ان کا نام یوخابذ تھا۔

وَ قِیْلَ یَارِخَا۔ ایک قول ہے کہ ان کا نام یارخا تھا۔

وَ قِیْلَ یَارَخْت۔ ایک قول ہے کہ وہ یارخت تھیں۔

اس کے علاوہ اعمال کی کتابوں میں رعبہہ بنت ثعلبہ بھی نام آیا ہے۔

اب سوال یہ ہے کہ وہ وحی کیسے ہوئی؟

جبکہ یہ اجماع سے ثابت ہے کہ وہ نبی نہیں ہوسکتیں اس لئے کہ نبوت عورتوں میں نہیں ہوتی۔ البتہ یہ مسلم ہے کہ ملائکہ علیہم السلام غیر انبیاء کی طرف بھی بھیجے گئے اور انہوں نے کلام بھی فرمایا۔

اس بنا پر یہ وحی لغوی معنی یعنی خفیہ پیغام کے ہے بذریعہ ملک آیا ہو جیسا کہ قطرب اور ایک جماعت کا خیال ہے۔ اور سید المفسرین ابن عباس فرماتے ہیں: اِنَّهٗ کَانَ اِلْهَامًا۔ کہ وہ الہام تھا۔

وَ قَالَ قَوْمٌ اِنَّهٗ کَانَ رُؤْیَا مَنَام صَادِقَةٍ قَصَّ فِیْهَا اَمْرَهٗ عَلَیْهِ السَّلَامُ وَاَوْقَعَ اللّٰهُ فِیْ قَلْبِهَا الْیَقِیْنَ۔

ایک جماعت کی رائے ہے کہ وہ خواب رویاء صادقہ تھا جس میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کا معاملہ بیان ہوا اور اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ کے دل میں اس امر کا یقین پیدا کردیا۔

وَحُکِیَ عَنِ الْجُبَّائِیِّ اَنَّهَا رَاَتْ فِیْ ذٰلِکَ رُؤْیَا فَقَصَّتْهَا عَلٰی مَنْ تَثِقُ بِهٖ مِنْ عُلَمَآءِ بَنِیْٓ اِسْرَآئِیْلَ فَعَبَّرُوْهَا لَهَا۔ ایک روایت جبائی سے ہے کہ آپ کی والدہ نے خواب دیکھا آپ نے علماء بنی اسرائیل میں سے انہیں سنایا جن پر یقین تھا تو اس نے یہ تعبیر دی۔

آلوسی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: وَ ضَعَتْ مُوْسٰی اُمُّهٗ فِیْ زَمَنِ الذَّبْحِ فَلَمْ تَدْرِ مَا تَصْنَعُ فِیْ اَمْرِهٖ وَ اَوْحَیْنَا اِلَیْهَا۔ جبکہ فرعون بچے ذبح کرا رہا تھا اسی زمانہ میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ولادت ہوئی تو آپ کی سمجھ میں نہیں آتا تھا کہ اسے کیسے محفوظ کریں تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَاَوْحَیْنَآ اِلٰٓی اُمِّ مُوْسٰٓی اَنْ اَرْضِعِیْهِ۔ ہم نے الہام کیا موسیٰ کی والدہ کو کہ وہ دودھ پلائیں۔

چنانچہ آپ نے تین ماہ دودھ پلایا اس مدت میں آپ بالکل نہ روئے اور یہ راز ماں بہن میں مرموز رہا۔ پھر وحی الہامی ہوئی کہ

فَاِذَا خِفْتِ عَلَیْهِ فَاَلْقِیْهِ فِی الْیَمِّ وَلَا تَخَافِیْ وَلَا تَحْزَنِیْ ۚ اِنَّا رَآدُّوْهُ اِلَیْكِ وَجَاعِلُوْهُ مِنَ الْمُرْسَلِیْنَ ۝

تو جب تجھے اس پر اندیشہ ہو تو اسے بے خوف و خطر اور بلا اندیشہ و غم دریا میں ڈال دے بے شک ہم اسے تیری طرف واپس لائیں گے اور اسے رسولوں میں کریں گے۔

چنانچہ جب ہمسائے واقف ہوگئے اور آپ کو خوف ہوا کہ اب ان میں سے کوئی مخبری نہ کردے تو آپ نے دریا میں ڈالنے کی سوچی۔ چنانچہ مفصل قصہ روح البیان میں اس طرح ہے:

رُوِیَ اَنَّهَا لَمَّا ضَرَبَهَا الطَّلْقُ دَعَتْ قَابِلَةً مِّنَ الْمُوَکَّلَاتِ بِحُبَالٰی بَنِیْٓ اِسْرَآئِیْلَ فَعَالَجَتْهَا فَلَمَّا

وَقَعَ مُوْسٰی عَلَیْهِ السَّلَامُ عَلَی الْاَرْضِ هَالَهَا نُوْرٌ بَیْنَ عَیْنَیْهِ وَارْتَعَشَ کُلُّ مِفْصَلٍ مِّنْهَا وَدَخَلَ حُبُّهٗ قَلْبَهَا بِحَیْثُ مَنَعَهَا مِنَ السِّعَایَةِ فَقَالَتْ لِاُمِّهٖ اَحْفَظِیْهِ فَلَمَّا خَرَجَتْ جَآءَ عُیُوْنُ فِرْعَوْنَ فَلَفَّتْهُ فِیْ خِرْقَةٍ وَاَلْقَتْهُ فِیْ تَنُّوْرٍ مَّسْعُوْرٍ لَمْ تَعْلَمْ مَا تَصْنَعُ لِمَا طَاشَ مِنْ عَقْلِهَا فَطَلَبُوْا فَلَمْ یَجِدُوْا شَیْئًا فَخَرَجُوْا وَهِیَ لَا تَدْرِیْ مَکَانَهٗ فَسَمِعَتْ بُکَائَهٗ مِنَ التَّنُّوْرِ فَانْطَلَقَتْ اِلَیْهِ وَقَدْ جَعَلَ اللّٰهُ تَعَالٰی النَّارَ عَلَیْهِ بَرْدًا وَّ سَلَامًا فَاَخَذَتْهُ۔

جب وضع حمل کا وقت آ گیا تو آپ نے قابلہ کو بلایا جو حاملہ بنی اسرائیل پر مقرر تھیں۔ اس نے جنایا جب موسیٰ علیہ السلام کو زمین پر ڈال دیا اسے آپ کی دونوں آنکھوں کے درمیان سے ایک نور نے گھیر لیا اس کی نظر جب اس معجزانہ شان پر پڑی تو اس کا بدن کانپ گیا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کی محبت اس کے دل میں پیدا ہو گئی جس سے وہ مارنے سے باز رہ گئی اور آپ کی والدہ سے کہنے لگی اسے حفاظت سے محفوظ رکھو۔

جب وہ چلی گئی تو سی آئی ڈی فرعون کے آ گئے آپ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ایک کپڑے میں لپیٹ کر دہکتے تنور میں ڈال دیا اور آپ کچھ نہ کر سکیں عقل جاتی رہی۔

جواسیس فرعون نے گھر میں دیکھا بھالا اور کچھ نہ پایا تو چلے گئے اور آپ اس قدر بے حواس تھیں کہ آپ کو یہ بھی خیال نہ رہا کہ موسیٰ علیہ السلام کہاں ہیں۔

کہ آپ کے رونے کی آواز تنور سے سنی اور اس طرف گئیں تو اللہ تعالیٰ نے آپ پر وہ تنور کی آگ بردوسلام کر دی تھی۔

فَلَمَّا اَلَحَّ فِرْعَوْنُ فِیْ طَلَبِ الْوِلْدَانِ وَاجْتَهَدَ الْعُیُوْنُ فِیْ تَفَحُّصِهَا اَوْحَی اللّٰهُ تَعَالٰی اِلَیْهَا مَا اَوْحٰی وَاَرْضَعَتْهُ ثَلَاثَةَ اَشْهُرٍ اَوْ اَرْبَعَةً اَوْ ثَمَانِیَةً عَلٰی اِخْتِلَافِ الرِّوَایَاتِ۔

جب فرعون کی تاکید بچوں کی تلاش میں بڑھی اور جواسیس زیادہ کوشاں ہوئے تفحص و تجسس میں تو اللہ تعالیٰ نے الہام فرمایا آپ کی والدہ کو۔ اس وقت آپ تین ماہ یا چار ماہ یا آٹھ ماہ دودھ پلا چکی تھیں اس معاملہ میں روایات میں اختلاف ہے۔

فَلَمَّا خَافَتْ عَلَیْهِ عَمِدَتْ اِلٰی بَرْدِیٍّ فَصَنَعَتْ مِنْهُ تَابُوْتًا اَیْ صَنْدُوْقًا فَطَلَّتْهُ بِالْقَارِ مِنْ دَاخِلِهٖ۔

تو جب آپ کو ان پر خوف ہوا تو آپ نے ترکھان کو طلب کیا اس سے ایک صندوق بنوا کر اس کے اندر روغن کرایا۔

وَوَضَعَتْ مُوْسٰی عَلَیْهِ السَّلَامُ فِیْهِ وَاَلْقَتْهُ فِی النِّیْلِ بَیْنَ اَحْجَارٍ عِنْدَ بَیْتِ فِرْعَوْنَ۔ اور اس میں موسیٰ علیہ السلام کو لٹایا اور اسے بند کر کے دریائے نیل میں ایسی جگہ ڈال دیا جہاں فرعون کے محل کے پاس کچھ روڑے تھے۔

فَخَرَجَ جَوَارِیْ اٰسِیَةَ اِمْرَأَةِ فِرْعَوْنَ یَغْتَسِلْنَ فَوَجَدْنَهٗ فَاَدْخَلْنَهٗ اِلَیْهَا وَظَنَنَّ اَنَّ فِیْهِ مَالًا فَلَمَّا فَتَحَتْهُ رَاَتْهُ اٰسِیَةُ وَوَقَعَتْ عَلَیْهِ رَحْمَتُهَا فَاَحَبَّتْهُ وَاَرَادَ فِرْعَوْنُ قَتْلَهٗ فَلَمْ تَزَلْ تُکَلِّمُهٗ حَتّٰی تَرَکَهٗ لَهَا۔

تو آسیہ کی ہمسایہ عورتیں غسل کے لئے جب آئیں تو انہوں نے وہ صندوق دیکھا تو وہ دریا میں داخل ہوئیں اسے لینے کے لئے اور گمان کیا کہ اس میں مال ہے تو جب کھولا تو ایک حسین بچہ پایا تو انہوں نے حضرت آسیہ کو دکھایا آپ کی جب نظر بچے پر پڑی تو رحم آیا اور وہ محبت کرنے لگی اب فرعون تو قتل پر آمادہ تھا حضرت آسیہ حضرت موسیٰ کی حمایت میں آپ بولتی ہی رہیں یہاں تک کہ آپ نے قتل کا ارادہ فرعون کا ترک نہ کرا لیا۔

وَرُوِیَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ وَغَیْرِہٖ اَنَّہٗ کَانَ لِفِرْعَوْنَ یَوْمَئِذٍ بِنْتٌ لَمْ یَکُنْ لَہٗ وَلَدٌ غَیْرُھَا وَکَانَ مِنْ اَکْرَمِ النَّاسِ اِلَیْہِ وَکَانَ بِھَا بَرَصٌ شَدِیْدٌ اَعْیَا الْاَطِبَّاءَ وَکَانَ قَدْ ذُکِرَ لَہٗ اَنَّھَا لَا تَبْرَأُ اِلَّا مِنْ قِبَلِ الْبَحْرِ یُؤْخَذُ مِنْہُ شِبْہُ الْاِنْسِیِّ یَوْمَ کَذَا مِنْ شَھْرِ کَذَا حِیْنَ تَشْرَقُ الشَّمْسُ فَیُؤْخَذُ مِنْ رِیْقِہٖ فَیُلْطَخُ بِہٖ بَرَصُھَا فَتَبْرَأُ۔

ابن عباس وغیرہ سے مروی ہے کہ فرعون کی ایک لڑکی تھی اس کے سوا کوئی اولاد نہ تھی اور وہ فرعون کو بہت محبوب تھی اور اسے برص کا مرض تھا۔ علاج سے اطباء تھک چکے تھے انہوں نے کہہ دیا تھا کہ یہ درست نہیں ہو سکتی مگر جب دریا سے انسانی شبیہ میں فلاں دن فلاں مہینہ آفتاب کے طلوع کے وقت نکلے گا اس کا لعاب دہن یہ ملے گی تو آرام ہوگا۔

چنانچہ جب یہ تابوت ملا تو بنت فرعون نے لعاب دہن اقدس ملنا شروع کر دیا اور وہ اس سے تندرست ہوگئی۔ اس کے علاوہ بھی روایتیں ہیں مَنْ شَآءَ فَلْیَنْظُرْ فِیْ رُوْحِ الْمَعَانِیْ لِلْاٰلُوْسِیِّ الْبَغْدَادِیِّ۔

غرضکہ اِنَّا رَآدُّوْہُ اِلَیْکِ جو وعدہ تھا وہ اس طرح پورا ہوا۔

فَالْتَقَطَہٗۤ اٰلُ فِرْعَوْنَ لِیَکُوْنَ لَھُمْ عَدُوًّا وَّحَزَنًا ؕ اِنَّ فِرْعَوْنَ وَھَامٰنَ وَجُنُوْدَھُمَا کَانُوْا خٰطِئِیْنَ ۝۸۔

تو اٹھالیا اسے فرعون والوں نے تا کہ وہ ان کا دشمن اور موجب غم ہو بے شک فرعون اور ہامان اوران کے لشکر خطا کار تھے۔

آلوسی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اَلْاِلْتِقَاطُ الْوِجْدَانُ مِنْ غَیْرِ قَصْدٍ۔ التقاط عربی میں بلا قصد وتتبع کسی چیز کے پانے کو کہتے ہیں اور اسی سے لقطہ گری پڑی چیز کے پانے کو کہا جاتا ہے۔

اور فرعون اور ہامان اوراس کے لشکریوں کو خاص اس لئے کہا کہ رُوِیَ اَنَّہٗ ذَبَحَ فِیْ طَلَبِہٖ عَلَیْہِ السَّلَامُ تِسْعُوْنَ اَلْفَ وَلِیْدٍ۔ اس نے موسیٰ علیہ السلام کے تتبع میں نوے ہزار بچے قتل کر ڈالے تھے۔

اور خاطئین خطا سے ہے اور خطا ذنب سے ہے۔ اساس میں ہے: یُقَالُ خَطِئَ خَطَأً اِذَا تَعَمَّدَ الذَّنْبَ۔ آگے اجمال فرما کر تذکرہ شروع ہے۔

وَقَالَتِ امْرَاَتُ فِرْعَوْنَ قُرَّتُ عَیْنٍ لِّیْ وَلَکَ ؕ لَا تَقْتُلُوْہُ ۖ عَسٰۤی اَنْ یَّنْفَعَنَاۤ اَوْ نَتَّخِذَہٗ وَلَدًا وَّھُمْ لَا یَشْعُرُوْنَ ۝۹۔ اور کہا فرعون کی بیوی نے ٹھنڈک ہے میری آنکھ کی اور تیرے لئے بھی اسے قتل نہ کرو کہ شاید یہ ہمیں نفع دے یا ہم اسے متبنیٰ کر لیں اور وہ بے خبر تھے۔

کہ اس سے کیا کیا حقائق منکشف ہوں گے۔ امرأۃ فرعون سے مراد آسیہ بنت مزاحم بن عبید بن ریان بن ولید ہے کَانَ فِرْعَوْنُ مِصْرَ فِیْ زَمَنِ یُوْسُفَ الصِّدِّیْقِ عَلَیْہِ السَّلَامُ وَعَلٰی ھٰذَا لَمْ تَکُنْ مِنْ بَنِیْ اِسْرَآئِیْلَ۔ یہ فرعون مصر زمانہ حضرت یوسف علیہ السلام میں تھا اسی بنا پر یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ یہ بنی اسرائیل سے نہ تھا۔

فرعون عموماً مصر کے بادشاہ کو کہا جاتا ہے چنانچہ فراعنہ مصر بہت سے ہوئے ہیں۔

اور حضرت آسیہ رضی اللہ عنہا اسباط موسیٰ علیہ السلام سے تھیں۔

اور سہیلی کہتے ہیں: اِنَّھَا کَانَتْ عَمَّتَہٗ عَلَیْہِ السَّلَامُ۔ حضرت آسیہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی پھوپھی تھیں۔

تو جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کو تابوت سے نکالا گیا تو حضرت آسیہ نے فرمایا: لَا تَقْتُلُوْہُ ۖ عَسٰۤی اَنْ یَّنْفَعَنَاۤ۔ اور

یہ وہ وقت تھا جب بنت فرعون صحت یاب ہوگئیں تو آسیہ کے دل میں ان کی طرف سے محبت جوش زن ہوئی۔ یہاں کا تو یہ قصہ ہے اب آپ کی والدہ کا کیا حال ہوا وہ بیان کیا جاتا ہے۔

وَاَصْبَحَ فُؤَادُ اُمِّ مُوْسٰى فٰرِغًا ؕ۔

اور صبح یعنی صبح کی والدہ موسیٰ علیہ السلام نے اس حال میں کہ ان کا دل تمام باتوں سے فارغ تھا۔

سوائے ذکر موسیٰ علیہ السلام کے یَعْنِیْ صَارَ خَالِیًا مِّنْ کُلِّ شَیْءٍ غَیْرِ ذِکْرِ مُوْسٰی عَلَیْهِ السَّلَامُ۔

اور فریابی اور ابن ابی شیبہ اور عبد بن حمید اور ابن جریر اور ابن منذر اور ابن ابی حاتم اور حاکم بطریقہ ابن عباس راوی ہیں اور ایسا ہی ابن مسعود اور حسن مجاہد حضرت عکرمہ سے راوی ہیں: قَالَ فِرْقَةٌ فَارِغًا مِّنَ الصَّبْرِ۔ یعنی آپ سے دامن صبر چھوٹ گیا تھا۔

اور ابن زید فرماتے ہیں: فَارِغًا مِّنْ وَعْدِ اللّٰهِ تَعَالٰی وَوَحْیِهٖ سُبْحَانَهٗ اِلَیْهَا تَنَاسَتْ ذَالِکَ مِنَ الْهَمِّ۔

آپ بھول گئیں تھیں اس وقت فرط غم کی وجہ سے تمام وعدہ ہائے الٰہی اور وحی اللہ تعالیٰ کی۔

اِنْ كَادَتْ لَتُبْدِیْ بِهٖ۔ قریب تھا کہ وہ اس کا حال کھول دیتی۔ یعنی غم واندوہ میں رونا شروع کر دیتی۔

لَوْلَاۤ اَنْ رَّبَطْنَا عَلٰى قَلْبِهَا لِتَكُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ ﴿۱۰﴾۔

اگر ہم اس کے دل کو ڈھارس نہ بندھاتے کہ اسے ہمارے وعدہ پر یقین ہے یعنی اِنَّا رَآدُّوْهُ اِلَیْكِ جو ہم نے وعدہ دیا تھا وہ ہماری طرف سے اس پر ایمان و یقین دلاتا تھا۔ ورنہ عام خواتین کی طرح رو پڑتیں۔ اور وَا اِبْنَاهُ وَ اِبْنَاهُ کہہ کر پکارنے لگتیں۔ لیکن صبر وتحمل کی وجہ ہی یہ تھی کہ ان کے دل کو ہم نے ڈھارس بندھادی تھی۔

وَقَالَتْ لِاُخْتِهٖ قُصِّیْهِ ٘ فَبَصُرَتْ بِهٖ عَنْ جُنُبٍ وَّهُمْ لَا یَشْعُرُوْنَ ﴿۱۱﴾ۙ۔

اور والدہ موسیٰ نے آپ کی بہن مریم کو فرمایا قُصِّیْهِ پیچھے پیچھے اس تابوت کے جا کنارے کنارے ایسے کہ فرعونیوں کو خبر نہ ہو۔

قُصِّیْهِ۔ کا ترجمہ آلوسی کرتے ہیں: اَیْ اِتَّبِعِیْ اَثَرَهٗ وَ تَبْتَغِیْ خَبَرَهٗ كَاَنَّكِ لَا تُرِیْدُهٗ۔ اس کے پیچھے لگ اور خبر لگاتی رہ۔

عَنْ جُنُبٍ- اَیْ عَنْ بُعْدٍ۔ یعنی دور دور سے دیکھتی رہ وَ قِیْلَ النَّظْرُ اِلٰی جُنُبٍ اَنْ تَنْظُرَ اِلَی الشَّیْءِ كَاَنَّكَ لَا تُرِیْدُهٗ۔ ایک قول ہے کنکھیوں سے کسی شے کو دیکھنا گویا کہ اس کا ارادہ نہیں ہے۔

چنانچہ آپ کنارہ کنارہ دریا کے چلتی رہیں اور تابوت پانی کی موجوں میں جاتا رہا۔ حتیٰ کہ فرعون کے محل میں پہنچ گیا۔ اور سفارش آسیہ سے آپ کے قتل کی بجائے اناؤں کی تلاش شروع ہوئی اور قدرت نے یہ نظام کیا کہ وَحَرَّمْنَا عَلَیْهِ الْمَرَاضِعَ مِنْ قَبْلُ۔ ہم نے موسیٰ پر تمام دودھ والیوں کا دودھ پہلے ہی حرام کر دیا تھا۔

یہ حرمت تحریم شرعی نہ تھی اس لئے کہ حرمت وحلت کے احکام مکلّف بالا حکام کے لئے ہیں بلکہ یہ حرمت طبعی تھی کہ موسیٰ علیہ السلام کے قلب میں تمام مرضعہ عورتوں سے نفرت ڈال دی تھی۔

مَرَاضِعَ۔ جمع ہے مرضعہ کی اور مرضعہ دودھ پلانے والی آیا کو کہتے ہیں۔

مِنۡ قَبۡلُ۔ سے یہ مراد ہے کہ اناؤں کے آنے سے پہلے ہی ہم نے قلب موسیٰ میں نفرت پیدا کردی تھی۔ جب آپ کی بہن حضرت مریم نے یہ نقشہ دیکھا کہ آپ کسی کا دودھ نہیں لیتے ہیں تو آپ آگے بڑھیں۔ جس کا تذکرہ فرمایا:

فَقَالَتۡ هَلۡ اَدُلُّكُمۡ عَلٰۤى اَهۡلِ بَيۡتٍ يَّكۡفُلُوۡنَهٗ لَـكُمۡ وَهُمۡ لَهٗ نٰصِحُوۡنَ ﴿۱۲﴾۔

تو بولیں آپ کی بہن حضرت مریم کیا میں ایک ایسی آیا بتاؤں جو ایک گھرانے کی شریف خاندان ہے جو اس بچے کو پرورش کردے تمہارے لئے اور وہ اس کی خیرخواہ ہو۔

اور اس کی پرورش اور خدمت میں کوتاہی نہ کرے گی۔ اور یہ مکالمہ آپ نے عربی میں ہی کیا اس لئے کہ اِنَّ الۡفَرَاعِنَةَ مِنۡ بَقَايَا الۡعَمَالِقَةِ وَ كَانُوۡا يَتَكَلَّمُوۡنَ فِى الۡعَرَبِيَّةِ۔ فراعنہ مصر عمالقہ سے بچے ہوئے تھے اور وہ عربی میں گفتگو کرتے تھے۔ غرضیکہ انہوں نے جب سنا تو کہا جاؤ اور جلدی لاؤ۔ چنانچہ آپ وہاں سے۔

فَرَدَدۡنٰهُ اِلٰٓى اُمِّهٖ كَىۡ تَقَرَّ عَيۡنُهَا وَلَا تَحۡزَنَ وَلِتَعۡلَمَ اَنَّ وَعۡدَ اللّٰهِ حَقٌّ وَّلٰـكِنَّ اَكۡثَرَهُمۡ لَا يَعۡلَمُوۡنَ ﴿۱۳﴾۔

تو واپس کیا ہم نے ان کو ان کی والدہ کی طرف کہ آنکھیں ٹھنڈی کریں اور غمگین نہ ہوں اور یہ اس لئے کہ وہ جان لے کہ اللہ کا وعدہ حق ہے لیکن اکثر ان کے نہیں جانتے۔

روح المعانی میں اس پر یوں روایت ہے: رُوِیَ اَنَّ اُخۡتَهٗ لَمَّا قَالَتۡ مَا قَالَتۡ اَمَرَهَا فِرۡعَوۡنُ بِاَنۡ تَاۡتِیَ بِمَنۡ يَّكۡفُلُهٗ فَاَتَتۡ بِاُمِّهٖ وَ مُوۡسٰى عَلَيۡهِ السَّلَامُ عَلٰى يَدِ فِرۡعَوۡنَ يَبۡكِیۡ وَ هُوَ يُعَلِّلُهٗ فَدَفَعَهٗ اِلَيۡهَا فَلَمَّا وَجَدَ رِيۡحَهَا اسۡتَاۡنَسَ وَالۡتَقَمَ ثَدۡيَهَا۔

جب آپ کی بہن نے فرعون سے کہا تو فرعون نے حکم دیا کہ اسے جلدی سے لا تو وہ آپ کی والدہ کے پاس آئیں اور موسیٰ علیہ السلام فرعون کے ہاتھ میں رو رہے تھے اور وہ بہلا رہا تھا فرعون نے آپ کو ان کی گود میں دے دیا آپ نے جب اپنی والدہ کی بو پائی تو فوراً مانوس ہوئے اور ماں کی چھاتی منہ میں لے لی۔

تو فرعون متعجب ہوا کہ اتنی انائیں بلائیں اس بچے نے کسی کا دودھ نہ لیا اس کا دودھ کیسے لے لیا۔

فَقَالَ مَنۡ اَنۡتِ مِنۡهُ فَقَدۡ اَبٰى كُلَّ ثَدۡیٍ اِلَّا ثَدۡيَكِ۔ اور کہنے لگا تم اس بچے کی کیا ہو اس نے تمام انائیں رد کر دیں مگر تمہارا دودھ لے لیا۔

فَقَالَتۡ اِنِّیۡ اِمۡرَاَةٌ طَيِّبَةُ الرِّيۡحِ طَيِّبَةُ اللِّبۡنِ لَا اُوۡتٰى بِصَبِیٍّ اِلَّا قَبِلَنِیۡ فَقَرَّرَهٗ فِیۡ يَدِهَا فَرَجَعَتۡ بِهٖ اِلٰى بَيۡتِهَا مِنۡ يَوۡمِهَا وَاَمَرَ اَنۡ يُّجۡرٰى عَلَيۡهَا النَّفَقَةُ وَلَيۡسَ اَخۡذَهَا ذٰلِكَ مِنۡ اَخۡذِ الۡاُجۡرَةِ عَلٰى اِرۡضَاعِهَا اِيَّاهُ۔

آپ نے فرمایا میں ایک خاتون طیبۃ الریحہ اور طیبۃ اللبین ہوں میرے پاس جو بھی بچہ لایا جائے وہ ضرور میرا دودھ پی لیتا ہے۔ غرضیکہ فرعون نے آپ کو مقرر کرلیا اور آپ موسیٰ علیہ السلام کو لے کر گھر آگئیں اور فرعون نے کچھ خرچ مقرر کردیا اور اس سے قبل آپ نے کبھی دودھ پلانے کی اجرت پر کسی کی ملازمت نہ کی تھی سوائے اپنے لخت جگر کے۔

وَ كَانَتِ النَّفَقَةُ عَلٰى مَا فِى الۡبَحۡرِ دِيۡنَارًا فِیۡ كُلِّ يَوۡمٍ۔ اور بحر کی روایت سے ثابت ہوتا ہے کہ آپ کا نفقہ ایک دینار طلائی مقرر ہوا۔ بقیہ قصہ دوسرے رکوع میں ہے۔

بامحاورہ ترجمہ دوسرا رکوع - سورۃ قصص - پ ۲۰

وَ لَمَّا بَلَغَ اَشُدَّهٗ وَ اسْتَوٰۤى اٰتَیْنٰهُ حُكْمًا وَّ عِلْمًا ؕ وَ كَذٰلِكَ نَجْزِی الْمُحْسِنِیْنَ ﴿۱۴﴾

اور جب موسیٰ اپنی جوانی پر آئے اور پورے زور آور ہو گئے ہم نے اسے حکم اور علم عطا فرمایا اور ہم ایسا ہی صلہ دیتے ہیں نیکوں کو

وَ دَخَلَ الْمَدِیْنَةَ عَلٰى حِیْنِ غَفْلَةٍ مِّنْ اَهْلِهَا فَوَجَدَ فِیْهَا رَجُلَیْنِ یَقْتَتِلٰنِ ۗ هٰذَا مِنْ شِیْعَتِهٖ وَ هٰذَا مِنْ عَدُوِّهٖ ۚ فَاسْتَغَاثَهُ الَّذِیْ مِنْ شِیْعَتِهٖ عَلَى الَّذِیْ مِنْ عَدُوِّهٖ ۙ فَوَكَزَهٗ مُوْسٰى فَقَضٰى عَلَیْهِ ۗ قَالَ هٰذَا مِنْ عَمَلِ الشَّیْطٰنِ ؕ اِنَّهٗ عَدُوٌّ مُّضِلٌّ مُّبِیْنٌ ﴿۱۵﴾

اور داخل ہوا موسیٰ اس شہر میں جبکہ وہاں والے دوپہر کی خواب میں تھے تو اس میں دو آدمی پائے لڑتے ہوئے ایک موسیٰ کے گروہ کا اور دوسرا ان کے دشمنوں سے تو وہ جو اس کے گروہ سے تھا اس نے موسیٰ سے مدد مانگی اس پر جو موسیٰ کے دشمنوں سے تھا تو موسیٰ نے اس کے گھونسا مارا تو اس کا کام تمام کر دیا فرمایا یہ کام شیطان کی طرف سے ہوا بے شک وہ دشمن گمراہ کرنے والا کھلم کھلا ہے

قَالَ رَبِّ اِنِّیْ ظَلَمْتُ نَفْسِیْ فَاغْفِرْ لِیْ فَغَفَرَ لَهٗ ؕ اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِیْمُ ﴿۱۶﴾

عرض کی موسیٰ نے اے میرے رب میں نے ظلم کیا اپنی جان پر تو مجھے معاف کر تو رب نے اسے بخش دیا بے شک وہ بخشنے والا مہربان ہے

قَالَ رَبِّ بِمَاۤ اَنْعَمْتَ عَلَیَّ فَلَنْ اَكُوْنَ ظَهِیْرًا لِّلْمُجْرِمِیْنَ ﴿۱۷﴾

عرض کی اے میرے رب جیسا تو نے مجھ پر احسان کیا تو اب ہرگز میں مجرموں کا مددگار نہ بنوں گا

فَاَصْبَحَ فِی الْمَدِیْنَةِ خَآىٕفًا یَّتَرَقَّبُ فَاِذَا الَّذِی اسْتَنْصَرَهٗ بِالْاَمْسِ یَسْتَصْرِخُهٗ ؕ قَالَ لَهٗ مُوْسٰۤى اِنَّكَ لَغَوِیٌّ مُّبِیْنٌ ﴿۱۸﴾

تو صبح کی اس شہر میں ڈرتے ہوئے اس انتظار میں کہ کیا ہوتا ہے تو جبھی دیکھا کہ وہ جس نے مدد چاہی تھی کل فریاد کر رہا ہے۔ موسیٰ نے اس سے فرمایا بے شک تو کھلا گمراہ ہے

فَلَمَّاۤ اَنْ اَرَادَ اَنْ یَّبْطِشَ بِالَّذِیْ هُوَ عَدُوٌّ لَّهُمَا ۙ قَالَ یٰمُوْسٰۤى اَتُرِیْدُ اَنْ تَقْتُلَنِیْ كَمَا قَتَلْتَ نَفْسًۢا بِالْاَمْسِ ۖ اِنْ تُرِیْدُ اِلَّاۤ اَنْ تَكُوْنَ جَبَّارًا فِی الْاَرْضِ وَ مَا تُرِیْدُ اَنْ تَكُوْنَ مِنَ الْمُصْلِحِیْنَ ﴿۱۹﴾

تو جب موسیٰ نے چاہا کہ اس پر گرفت کرے جو ان دونوں کا دشمن ہے تو وہ بولا اے موسیٰ کیا تم مجھے بھی قتل کرنا چاہتے ہو جیسا تم نے کل ایک شخص کو قتل کر دیا تم تو یہی چاہتے ہو کہ سخت گیر بنو زمین میں اور آپ اصلاح نہیں چاہتے

وَ جَآءَ رَجُلٌ مِّنْ اَقْصَا الْمَدِیْنَةِ یَسْعٰى ۫ قَالَ یٰمُوْسٰۤى اِنَّ الْمَلَاَ یَاْتَمِرُوْنَ بِكَ لِیَقْتُلُوْكَ فَاخْرُجْ اِنِّیْ لَكَ مِنَ النّٰصِحِیْنَ ﴿۲۰﴾

اور آیا ایک شخص شہر کنارے سے دوڑتا ہوا بولا اے موسیٰ دربار والے آپ کے قتل کا مشورہ کر رہے ہیں تو نکل جائیے یہاں سے میں آپ کا خیرخواہ ہوں

فَخَرَجَ مِنْهَا خَآئِفًا يَّتَرَقَّبُ ۫ قَالَ رَبِّ نَجِّنِيْ مِنَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۲۱﴾

تو نکلے موسیٰ اس شہر سے ڈرتے ہوئے اس انتظار میں کہ کیا ہوتا ہے اور عرض کی اے میرے رب مجھے ظالموں سے نجات دے

حل لغات دوسرا رکوع-سورۃ قصص-پ ۲۰

وَ-اور	لَمَّا-جب	بَلَغَ-پہنچا	اَشُدَّهٗ-اپنی جوانی کو
وَ-اور	اسْتَوٰى-زور پر آیا	اٰتَيْنٰهُ-دیا ہم نے اس کو	حُكْمًا-حکمت
وَّ-اور	عِلْمًا-علم	وَ-اور	كَذٰلِكَ-اسی طرح
نَجْزِي-بدلہ دیتے ہیں ہم	الْمُحْسِنِيْنَ-نیکوں کو	وَ-اور	دَخَلَ-داخل ہوا
الْمَدِيْنَةَ-شہر میں	عَلٰى-اوپر	حِيْنِ-وقت	غَفْلَةٍ-بے خبری کے
مِّنْ اَهْلِهَا-اس کے رہنے والوں سے		فَوَجَدَ-تو پائے	فِيْهَا-اس میں
رَجُلَيْنِ-دو آدمی	يَقْتَتِلٰنِ-لڑتے	هٰذَا-یہ تو	مِنْ شِيْعَتِهٖ - اس کی
جماعت کا تھا	وَ-اور	هٰذَا-یہ	مِنْ عَدُوِّهٖ-اس کا دشمن تھا
فَاسْتَغَاثَهُ-تو مدد مانگی اس سے		الَّذِيْ-اس نے	مِنْ شِيْعَتِهٖ - جو اس کی
جماعت کا تھا	عَلَى-اوپر	الَّذِيْ-اس کے	مِنْ عَدُوِّهٖ - جو اس کا
دشمن تھا	فَوَكَزَهٗ-تو گھونسہ مارا اس کو	مُوْسٰى-موسیٰ نے	فَقَضٰى-تو کام ہوگیا
عَلَيْهِ-اس کا	قَالَ-کہا	هٰذَا-یہ ہے	مِنْ عَمَلِ-کام
الشَّيْطٰنِ-شیطانی	اِنَّهٗ-بے شک وہ	عَدُوٌّ-دشمن ہے	مُّضِلٌّ-گمراہ کرنے والا
مُّبِيْنٌ-کھلا کھلا	قَالَ-کہا	رَبِّ-اے میرے رب	اِنِّيْ-بے شک میں نے
ظَلَمْتُ-ظلم کیا	نَفْسِيْ-اپنی جان پر	فَاغْفِرْ-تو بخش دے	لِيْ-مجھ کو
فَغَفَرَ-تو بخش دیا	لَهٗ-اس کو	اِنَّهٗ-بے شک	هُوَ-وہ
الْغَفُوْرُ-بخشنے والا	الرَّحِيْمُ-مہربان ہے	قَالَ-کہا	رَبِّ-اے میرے رب
بِمَآ-اس وجہ سے کہ	اَنْعَمْتَ-احسان کیا تو نے	عَلَيَّ-مجھ پر	فَلَنْ-تو کبھی نہ
اَكُوْنَ-ہوں گا میں	ظَهِيْرًا-مددگار	لِّلْمُجْرِمِيْنَ-مجرموں کا	فَاَصْبَحَ-تو صبح کی
فِي-بیچ	الْمَدِيْنَةِ-شہر کے	خَآئِفًا-ڈرتے ہوئے	يَّتَرَقَّبُ-انجام کا منتظر
فَاِذَا-تو ناگہاں	الَّذِي-وہ جس نے	اسْتَنْصَرَهٗ-مدد مانگی تھی آپ سے	
بِالْاَمْسِ-کل	يَسْتَصْرِخُهٗ-وہ آپ کو چیخ کر بلا رہا تھا		قَالَ-کہا
لَهٗ-اس کو	مُوْسٰى-موسیٰ نے	اِنَّكَ-بے شک تو	لَغَوِيٌّ-گمراہ ہے
مُّبِيْنٌ-ظاہر	فَلَمَّآ-تو جب		اَنْ اَرَادَ-اس نے ارادہ کیا

اَنْ۔ یہ کہ	یَّبْطِشَ۔ پکڑے	بِالَّذِیْ۔ اس کو	هُوَ۔ کہ وہ
عَدُوٌّ۔ دشمن تھا	لَّهُمَا۔ ان کا	قَالَ۔ بولا	یٰمُوْسٰٓی۔ اے موسیٰ
اَ۔ کیا	تُرِیْدُ۔ چاہتا ہے تو	اَنْ۔ یہ کہ	تَقْتُلَنِیْ۔ قتل کرے مجھ کو
كَمَا۔ جیسے	قَتَلْتَ۔ قتل کیا تو نے	نَفْسًا۔ ایک آدمی	بِالْاَمْسِ۔ کل
اِنْ۔ نہیں	تُرِیْدُ۔ چاہتا تو	اِلَّآ۔ مگر	اَنْ۔ یہ کہ
تَكُوْنَ۔ ہو تو	جَبَّارًا۔ سرکش	فِی۔ بیچ	الْاَرْضِ۔ زمین کے
وَ۔ اور	مَا۔ نہیں	تُرِیْدُ۔ چاہتا تو	اَنْ۔ یہ کہ
تَكُوْنَ۔ ہو تو	مِنَ الْمُصْلِحِیْنَ۔ اصلاح کرنے والوں سے		وَ۔ اور
جَآءَ۔ آیا	رَجُلٌ۔ ایک آدمی	مِّنْ اَقْصَا۔ دور کنارے	الْمَدِیْنَةِ۔ شہر سے
یَّسْعٰی۔ دوڑتا ہوا	قَالَ۔ کہا	یٰٓا۔ اے	مُوْسٰٓی۔ موسیٰ
اِنَّ۔ بے شک	الْمَلَاَ۔ سردار	یَاْتَمِرُوْنَ۔ مشورہ کرتے ہیں	بِكَ۔ تیرے متعلق
لِیَقْتُلُوْ۔ کہ قتل کردیں	كَ۔ تجھ کو	فَاخْرُجْ۔ تو نکل جا	اِنِّیْ۔ بے شک میں
لَكَ۔ تیرے لئے	مِنَ النّٰصِحِیْنَ۔ خیرخواہوں سے ہوں		فَخَرَجَ۔ تو نکلا
مِنْهَا۔ اس سے	خَآئِفًا۔ ڈرتا ہوا	یَّتَرَقَّبُ۔ پیچھے دیکھتا	قَالَ۔ کہا
رَبِّ۔ اے میرے رب	نَجِّنِیْ۔ نجات دے مجھے	مِنَ الْقَوْمِ۔ قوم	الظّٰلِمِیْنَ۔ ظالم سے

خلاصہ تفسیر اردو دوسرا رکوع۔ سورۃ قصص۔ پ ۲۰

وَلَمَّا بَلَغَ اَشُدَّهٗ وَاسْتَوٰٓی اٰتَیْنٰهُ حُكْمًا وَّعِلْمًا ؕ وَكَذٰلِكَ نَجْزِی الْمُحْسِنِیْنَ ﴿۱۴﴾ ۔ اور جب پہنچا موسیٰ اپنی جوانی کو اور پورے شباب میں آیا ہم نے اسے حکمت اور علم عطا فرمایا اور ہم ایسا ہی صلہ دیتے ہیں نیکوں کو۔

یعنی حکمت و علم تو عطا کیا مگر ابھی نبوت پر سرفراز نہیں ہوئے۔ اشد اور استویٰ کے بعض نے ایک ہی معنی کئے ہیں لیکن محقق قول یہی ہے کہ دونوں کے معنی علیحدہ ہیں۔

اشد کے معنی محض بلوغ کے ہیں اور

استویٰ کے معنی شباب اور حد بلوغ کی انتہا کے ہیں۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: اشد اٹھارہ سال سے تیس سال کی عمر تک ہے اور

استویٰ تیس سے چالیس سال تک کے زمانہ کو کہتے ہیں کما فی تفسیر نیشا پوری۔

اس کے علاوہ اور بھی قول ہیں جو تفسیر میں مفصل بیان ہوں گے۔

وَدَخَلَ الْمَدِیْنَةَ عَلٰی حِیْنِ غَفْلَةٍ مِّنْ اَهْلِهَا فَوَجَدَ فِیْهَا رَجُلَیْنِ یَقْتَتِلٰنِ ۫ هٰذَا مِنْ شِیْعَتِهٖ وَهٰذَا مِنْ عَدُوِّهٖ ۔ اور اس شہر میں موسیٰ (علیہ السلام) داخل ہوئے جس وقت شہر والے دوپہر کے خواب میں بے خبر تھے تو پائے وہاں دو آدمی لڑ رہے تھے ایک موسیٰ کی جماعت سے تھا اور دوسرا اس کے دشمنوں سے۔

اور مدینہ سے مراد وہ شہر ہے جو مصر سے دو فرسخ کے فاصلے پر فرعون نے اپنے رہنے کو آباد کیا تھا۔

اس آبادی کا نام منف تھا اس کی اصل مافہ ہے۔ زبان قبطی میں اس لفظ کے معنی تیس ہیں۔ یہ پہلا شہر ہے جس میں تیس گھر طوفان نوح کے بعد آباد ہوئے اس سرزمین میں مصر بن حام نے اقامت کی تھی۔

ایک قول ہے کہ اس بستی کا نام حابین تھا۔

ایک قول ہے کہ اس شہر کا نام عین الشمس تھا (جمل خازن)

آپ کا اس شہر میں خفیہ داخل ہونے کا سبب یہ تھا کہ جب آپ جوان ہوئے تو آپ نے توحید عقلی کے ماتحت حق بیان فرمانا شروع کر دیا اور فرعون کی گمراہی کا اظہار کیا اس پر بنی اسرائیل آپ کی بات سننے لگے حتیٰ کہ آپ کے متبع ہو گئے۔

شدہ شدہ یہ چرچا پھیلنے لگا فرعونی آپ کی جستجو میں لگ گئے۔

آپ نے بھی ان کی جستجو بیکار کرنے کے لئے یہ کیا کہ جہاں آپ جاتے خفیہ خفیہ جاتے اور انہیں پتہ نہ ہونے دیتے۔

اور یہ خفیہ جانے کا وقت یا دوپہر ہوتا تھا یا عشاء و مغرب کے مابین چنانچہ عَلٰی حِیْنِ غَفْلَةٍ سے بھی دو وقت مراد ہیں یا عَلٰی حِیْنِ غَفْلَةٍ سے مراد نگہبانوں سے آنکھ بچا کر جانا مراد ہے۔

بہر حال آپ جب یہاں تشریف لائے تو یہاں یہ قصہ پیش آیا کہ دو آدمی آپس میں لڑ بھڑ رہے تھے ان میں سے ایک وہ تھا جو آپ کی جماعت سے تھا اور دوسرا داروغہ مطبخ فرعون تھا۔ آپ کی قوم کا سبطی جنگل سے لکڑیوں کا گٹھا لا رہا تھا یہ قبطی اپنی قومی شوکت کے گھمنڈ میں اسے بیگار میں پکڑ رہا تھا۔

سبطی نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے فریاد کی آپ نے اس کی حمایت میں اسے روکا وہ کہنے لگا میں آپ کے باپ فرعون کے مطبخ کا داروغہ ہوں آپ نے فرمایا لکڑیاں اس کی ملک ہیں معاوضہ دے دو وہ اس پر بضد ہوا کہ نہیں ویسے ہی لے جانے کا حق حاصل ہے۔

آپ کو اس کی ڈھٹائی اور ہٹ دھرمی پر غصہ آیا تو آپ نے اسے دھکا مار دیا گھونسہ سینہ پر رسید کیا۔ وکز عربی میں گھونسہ سینہ پر مارنے کو کہتے ہیں۔ غرضکہ آپ کی قوت خداداد کی وہ تاب نہ لا سکا اور مر گیا۔ جس کا تذکرہ قرآن پاک میں اس طرح ہے:

فَاسْتَغَاثَهُ الَّذِیْ مِنْ شِیْعَتِهٖ عَلَى الَّذِیْ مِنْ عَدُوِّهٖ ۙ فَوَكَزَهٗ مُوْسٰى فَقَضٰى عَلَیْهِ۔ تو مدد مانگی اس نے جو موسیٰ کی جماعت سے تھا اس پر جو اس کے دشمنوں سے تھا تو موسیٰ علیہ السلام نے اس کے گھونسہ مارا تو اس کا کام تمام ہو گیا۔

قَالَ هٰذَا مِنْ عَمَلِ الشَّیْطٰنِ ؕ اِنَّهٗ عَدُوٌّ مُّضِلٌّ مُّبِیْنٌ ﴿۱۵﴾۔

آپ نے کہا یہ کام تو شیطانی ہوا بے شک وہ دشمن ہے کھلا گمراہ کرنے والا۔

گویا آپ کو اس کے مرنے کا خیال ہوا اس لئے کہ فرعون آپ کی حق گوئی حق کوشی حق نیوشی سے بہانہ تلاش کرتا تھا کہ کسی طرح گرفت میں لے اس پر آپ کو خطرہ لاحق ہوا۔

آپ نے باوجود اس کے کہ آپ کی طرف سے کوئی گناہ نہ تھا اس لئے کہ اول تو وہ کافر و مشرک تھا اور دوسرے آپ کا ارادہ قتل نہ تھا بلکہ یہ قتل اتفاقی تھا جس پر قانون انگریزی میں بھی جرم نہیں۔ اس پر بھی آپ نے بارگاہ حق میں استغفار کی جیسا کہ ارشاد ہے:

قَالَ رَبِّ اِنِّیْ ظَلَمْتُ نَفْسِیْ فَاغْفِرْ لِیْ فَغَفَرَ لَهٗ ؕ اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِیْمُ ﴿۱۶﴾ ۔

عرض کی الٰہی میں نے اپنی جان پر زیادتی کی تو مجھے بخش دے تو اللہ نے معاف فرما دیا بے شک وہ بخشنے والا مہربان ہے۔

یہ استغفار آپ کی عصمت پر دال ہے کہ بلا قصور بھی بخشش مانگی۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے بخشش بھی ہوگئی۔ بنا بریں جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرف اسے خطا منسوب کرے وہ خود خاطی و عاصی ہے بلکہ یہ تو ان کی عصمت پر دلیل واضح ہے۔

اس کے بعد

قَالَ رَبِّ بِمَاۤ اَنْعَمْتَ عَلَیَّ فَلَنْ اَكُوْنَ ظَهِیْرًا لِّلْمُجْرِمِیْنَ ﴿۱۷﴾ ۔

آپ نے عرض کیا الٰہی! جیسا تو نے مجھ پر احسان فرمایا تو اب ہرگز میں مجرموں کا مددگار نہ ہوں گا۔

یہ کلام بھی آپ نے اللہ تعالیٰ کے حضور تواضعاً کیا اس لئے کہ آپ سے کوئی معصیت سرزد نہ ہوئی تھی آپ نے قبطی کو جو گھونسہ مارا تھا وہ بھی دفع ظلم تھا اور اعانت مظلوم مگر باوجود اس کے آپ کا اپنی طرف قصور کی نسبت کرنا اور استغفار کرنا یہ طریقۂ مقربین کا ایک مظاہرہ تھا۔

فَاَصْبَحَ فِی الْمَدِیْنَةِ خَآئِفًا یَّتَرَقَّبُ فَاِذَا الَّذِی اسْتَنْصَرَهٗ بِالْاَمْسِ یَسْتَصْرِخُهٗ ؕ قَالَ لَهٗ مُوْسٰۤی اِنَّكَ لَغَوِیٌّ مُّبِیْنٌ ﴿۱۸﴾ ۔ تو صبح کی اس شہر میں اس انتظار میں کہ کیا ہوتا ہے کہ ناگاہ دیکھا اسی کو جس نے کل مدد مانگی تھی کہ فریاد کر رہا ہے موسیٰ نے کہا اس سے بے شک تو کھلا گمراہ ہے۔

یعنی حضرت موسیٰ علیہ السلام صبح کو اس خوف میں تھے کہ اس قبطی کے مارے جانے کا دیکھئے کیا اثر ہوتا ہے اور اس کی قوم کے لوگ کیا کرتے ہیں کہ آپ نے دیکھا کہ جس کی کل مدد کی تھی آج بھی وہ کسی قبطی سے لڑ رہا اور فریاد کر رہا ہے کہ موسیٰ علیہ السلام اسے نظر آئے تو یہ پھر فریاد کرنے لگا آپ نے فرمایا تو بڑا بے ہودہ ہے روزانہ کسی نہ کسی سے لڑائی لے لیتا ہے اور خود تو پریشان ہوتا ہے دوسروں کو بھی پریشانی میں ڈالتا ہے۔

فَلَمَّاۤ اَنْ اَرَادَ اَنْ یَّبْطِشَ بِالَّذِیْ هُوَ عَدُوٌّ لَّهُمَا ۙ ۔

آخرش آپ نے جب ارادہ فرمایا کہ اسے یعنی قبطی کو پکڑیں جو موسیٰ اور سبطی کا دشمن تھا۔

قَالَ یٰمُوْسٰۤی اَتُرِیْدُ اَنْ تَقْتُلَنِیْ كَمَا قَتَلْتَ نَفْسًۢا بِالْاَمْسِ۔

تو سبطی کہنے لگا اے موسیٰ علیہ السلام کیا مجھے بھی ویسے ہی قتل کرنا چاہتے ہو جیسے کل آپ نے ایک جان قتل کر دی ہے۔

اس لئے کہ اسے یہ گمان ہو کہ آج موسیٰ علیہ السلام مجھ پر ناراض ہیں۔

اِنْ تُرِیْدُ اِلَّاۤ اَنْ تَكُوْنَ جَبَّارًا فِی الْاَرْضِ وَ مَا تُرِیْدُ اَنْ تَكُوْنَ مِنَ الْمُصْلِحِیْنَ ﴿۱۹﴾ ۔

آپ تو یہی چاہتے ہیں کہ زمین میں جبر و تشدد کریں اور اصلاح نہیں چاہتے۔

یہ بات جاسیس فرعون نے بھی سن لی اور جا کر ڈائری دے دی کہ قبطی کے قاتل حضرت موسیٰ علیہ السلام ہیں۔ فرعون نے فوراً حضرت موسیٰ علیہ السلام کے قتل کا حکم دے دیا اور لوگ آپ کی تلاش میں نکلے۔

وَ جَآءَ رَجُلٌ مِّنْ اَقْصَا الْمَدِیْنَةِ یَسْعٰی ۫ قَالَ یٰمُوْسٰۤی اِنَّ الْمَلَاَ یَاْتَمِرُوْنَ بِكَ لِیَقْتُلُوْكَ فَاخْرُجْ اِنِّیْ لَكَ مِنَ النّٰصِحِیْنَ ﴿۲۰﴾ ۔

اور شہر کے کنارے سے ایک شخص دوڑتا ہوا آیا اور کہا موسیٰ بے شک فرعون اور دربار والے مشورہ کر رہے ہیں آپ کے قتل کا تو نکل جائیے میں آپ کا خیر اندیش ہوں۔

یہ وہ شخص تھا جسے مومن آل فرعون کہتے ہیں۔ چنانچہ آپ وہاں سے چل دیئے اور مدین کو روانہ ہو گئے جو مصر سے آٹھ یوم کی مسافت پر تھا اور فرعون کی قلمرو سے خارج تھا۔

بقیہ قصہ تیسرے رکوع میں آتا ہے

مختصر تفسیر اردو دوسرا رکوع - سورۃ قصص - پ ۲۰

وَلَمَّا بَلَغَ اَشُدَّهٗ۔ اور جب پہنچا موسیٰ بلوغ کو۔

آلوسی فرماتے ہیں اَیِ الْمَبْلَغَ الَّذِیْ لَا یَزِیْدُ عَلَیْهِ نَشْوُهٗ۔ اشد اس درجہ عمر کو کہتے ہیں جس کے بعد نشوونما نہ ہو۔

وَاسْتَوٰی۔ اور برابر ہو گیا۔ اَیْ کَمُلَ وَتَمَّ۔ مکمل اور تمام ہو گیا۔

وَاخْتُلِفَ فِیْ زَمَانِ بُلُوْغِ الْاَشُدِّ وَالْاِسْتِوَآءِ۔ بلوغ اور استواء میں اختلاف ہے۔

اَخْرَجَ اِبْنُ اَبِی الدُّنْیَا مِنْ طَرِیْقِ الْکَلْبِیِّ عَنْ اَبِیْ صَالِحٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّهٗ قَالَ۔

اَلْاَشُدُّ مَا بَیْنَ الثَّمَانِیْ عَشَرَةَ اِلَی الثَّلَاثِیْنَ۔ اشد اٹھارہ سال سے تیس تک کو کہتے ہیں۔

وَالْاِسْتِوَاءُ مَا بَیْنَ الثَّلَاثِیْنَ اِلَی الْاَرْبَعِیْنَ۔ اور استواء کا اطلاق تیس سے چالیس سال کی عمر تک ہے۔

فَاِذَازَادَ عَلَی الْاَرْبَعِیْنَ اَخَذَ فِی النُّقْصَانِ۔ جب چالیس سال سے زائد عمر میں آ جائے تو وہ نقصان کی عمر ہے۔

وَاَخْرَجَ عَبْدُ بْنُ حُمَیْدٍ وَابْنُ الْمُنْذِرِ وَابْنُ اَبِیْ حَاتِمٍ عَنْ مُجَاهِدٍ اَنَّهٗ قَالَ اَلْاَشُدُّ ثَلَاثٌ وَّ ثَلَاثُوْنَ سَنَةً وَالْاِسْتِوَاءُ اَرْبَعُوْنَ سَنَةً۔ ابن ابی حاتم مجاہد سے راوی ہیں کہ اشد تینتیس سال تک اور استواء چالیس تک ہے اور یہی قرآن کریم میں ہے:

حَتّٰۤی اِذَا بَلَغَ اَشُدَّهٗ وَبَلَغَ اَرْبَعِیْنَ سَنَةً وَ هِیَ سِنُّ الْوُقُوْفِ۔ یہ چالیسواں سال سن وقوف ہے۔

محققین نے خلاصہ یہی بتایا۔ بدن کی قوتوں کا درجہ اٹھارہ سال سے شروع ہے اور اعتدال عقل عمر استواء یعنی چالیس سال میں ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ انبیاء کرام پر نزول وحی چالیس کی عمر کے بعد ہوتا ہے۔

اٰتَیْنٰهُ حُكْمًا وَّ عِلْمًا ؕ وَ كَذٰلِكَ نَجْزِی الْمُحْسِنِیْنَ۔ عطا کیا ہم نے موسیٰ کو حکمت و علم اور ایسے ہی ہم بدلہ دیتے ہیں اپنے نیک بندوں کو۔

جیسا کہ سدی رحمہ اللہ نے کہا عِلْمًا - هُوَ مِنْ خَوَاصِّ النُّبُوَّةِ عَلٰی مَا تَاَوَّلَ بِهٖ بَعْضُهُمْ کَلَامَهٗ۔ حکمت سے وہ علم مراد ہے جو خواص نبوت سے ہے جس کے ذریعے کلام کی تاویل کی جا سکے۔ وَّ عِلْمًا سے مراد علوم دین اور شرعی ہیں۔ صاحب کشاف کہتے ہیں: اَلْعِلْمُ التَّوْرٰاةُ وَالْحُكْمُ السُّنَّةُ وَحِكْمَةُ الْاَنْبِیَاءِ عَلَیْهِمُ السَّلَامُ سُنَّتُهُمْ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی وَاذْكُرْنَ مَا یُتْلٰی فِیْ بُیُوْتِكُنَّ مِنْ اٰیٰتِ اللّٰهِ وَالْحِكْمَةِ۔ علم سے مراد علم تورات ہے اور حکمت سے مراد طریقہ اور حکمت انبیاء علیہم السلام ان کا طریقہ ہے۔

وَدَخَلَ الْمَدِيْنَةَ عَلٰى حِيْنِ غَفْلَةٍ مِّنْ اَهْلِهَا۔

اور داخل ہوئے موسیٰ علیہ السلام شہر میں ان کے غافل ہو جانے کے وقت۔ یہاں مدینہ کے متعلق متعدد قول ہیں:

قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ عَلٰى مَا فِي الْبَحْرِ هِيَ مَنْفُ۔ ابن عباس کا قول بحر میں ہے کہ وہ مدینہ تھا جس کا نام منف تھا۔

اور حِيْنِ غَفْلَةٍ سے مراد وقت قیلولہ تھا یعنی دو پہر کو۔

بعض کے نزدیک وہ وقت مغرب وعشا کے مابین تھا۔

ابن اسحاق رحمہ اللہ کہتے ہیں: مدینہ وہ مصر میں تھا۔

عَلٰى حِيْنِ غَفْلَةٍ سے یہ مراد ہے کہ اس وقت آپ داخل شہر ہوئے جبکہ وہ عید کے دن لہو ولعب میں مشغول تھے۔

ایک قول ہے: خَرَجَ مِنْ قَصْرِ فِرْعَوْنَ وَدَخَلَ مِصْرَ وَقْتَ الْقَيْلُوْلَةِ اَوْبَيْنَ الْعِشَائَيْنِ۔ فرعون کے محل سے نکل کر مصر میں دو پہر کے وقت تشریف لائے یا مغرب وعشاء کے مابین۔

بعض کہتے ہیں: مدینہ سے مراد عین شمس ہے وَ قِيْلَ قَرْيَةٌ عَلٰى فَرْسَخَيْنِ مِنْ مِّصْرَ يُقَالُ لَهَا حَابِيْنَ۔

ایک قول ہے وہ ایک گاؤں تھا مصر سے دو فرسخ پر اس کا نام حابین تھا۔

وَ قِيْلَ هِيَ الْاَسْكَنْدَرِيَّةُ۔ بعض کہتے ہیں وہ اسکندریہ تھا۔

وَالْاَشْهَرُ اِنَّهَا مِصْرُ۔ زیادہ مشہور یہ ہے کہ وہ مصر ہی تھا۔

فَوَجَدَ فِيْهَا رَجُلَيْنِ يَقْتَتِلٰنِ ۙ هٰذَا مِنْ شِيْعَتِهٖ وَهٰذَا مِنْ عَدُوِّهٖ۔

تو آپ نے پائے اس آبادی میں دو آدمی جو لڑ رہے تھے ایک آپ کے گروہ سے تھا اور دوسرا فرعون کی جماعت سے۔

یعنی ایک بنی اسرائیل سے جنہیں سبطی کہا جاتا تھا دوسرا فرعون کی جماعت سے تھا جسے قبطی کہتے تھے اس کا نام سامری تھا اور سبطی اسرائیلی کا نام قانون تھا كَمَا فِي الْاِتْقَانِ۔

اور لڑتے کس بات پر تھے اس کے متعلق بھی کئی قول ہیں:۔

وَاخْتُلِفَ فِيْ سَبَبِ تَقَاتُلِ هٰذَيْنِ الرَّجُلَيْنِ۔ سبب مقاتلہ رجلین میں اختلاف ہے۔

فَقِيْلَ كَانَ اَمْرًا دِيْنِيًّا۔ ایک قول تو یہ ہے کہ دونوں کا جھگڑا دین کے معاملہ میں تھا۔

وَ قِيْلَ كَانَ اَمْرًا دُنْيَوِيًّا۔ ایک قول ہے کہ دنیوی معاملہ میں جھگڑ رہے تھے۔

رُوِيَ اَنَّ الْقِبْطِيَّ كَلَّفَ الْاِسْرَائِيْلِيَّ حَمْلَ الْحَطَبِ اِلٰى مَطْبَخِ فِرْعَوْنَ فَاَبٰى فَاقْتَتَلَا لِذٰلِكَ وَكَانَ الْقِبْطِيُّ عَلٰى مَا اَخْرَجَ ابْنُ اَبِيْ حَاتِمٍ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ جُبَيْرٍ خَبَّازًا لِفِرْعَوْنَ۔

ایک روایت ہے کہ قبطی نے بیگار میں اسرائیلی کو لکڑیاں اٹھا کر مطبخ فرعون تک لے جانے پر مجبور کیا اس نے بیگار دینے سے انکار کیا تو دونوں جھگڑ پڑے اور قبطی بقول ابن جبیر خباز باورچی تھا فرعون کا۔

فَاسْتَغَاثَهُ الَّذِيْ مِنْ شِيْعَتِهٖ عَلَى الَّذِيْ مِنْ عَدُوِّهٖ ۙ۔

تو فریاد کی اس نے جو آپ کی جماعت سے تھا اس پر جو فرعونی تھا۔

آپ نے اسے منع کیا کہ ایسا ظلم نہ کرو وہ اور زیادہ بھڑ گیا تو

فَوَكَزَهٗ مُوْسٰى فَقَضٰى عَلَيْهِ۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے وکز مارا۔
وکز عربی میں کہتے ہیں گھونسے کو اَلْوَكْزُ الضَّرْبُ بِالْيَدِ مَجْمُوْعَةً اَصَابِعُهَا۔ وکز اس ہاتھ کی ضرب کو کہتے ہیں جس میں انگلیاں جمع ہوں۔

بہر حال ہاتھ سے مارنا نص سے واضح ہے پھر لغت عربی میں اس امر کی تصریح ہے کہ وکز وہ ہے جو دل پر ماری جائے اور لکز وہ ہے جو داڑھی پر ضرب ہو۔ چنانچہ وکز اور لکز اور نکز قاموس میں علیحدہ علیحدہ معنی کے ساتھ مذکور ہے فَلَكَزَهٗ بِاللَّامِ وَنَكَزَهٗ بِالنُّوْنِ وَوَكَزَهٗ بِالْوَاوِ – اَلْوَكْزُ وَالْوَجُّ فِي الصَّدْرِ وَالْحَنَكِ۔ وکز اور وج اس ضرب کو کہتے ہیں جو سینہ اور ٹھوڑی پر ہو۔

وَالنَّكْزُ عَلٰى مَا فِيْهِ۔ اور نکز ان دونوں کے درمیانی ضرب کو کہتے ہیں۔ پھر ضرب اور دفع میں بھی فرق ہے۔
چنانچہ فرماتے ہیں: اَلْوَكْزُ وَالنَّكْزُ وَاللَّكْزُ الدَّفْعُ بِاَطْرَافِ الْاَصَابِعِ۔ وکز اور نکز اور لکز انگلیوں کے سروں سے دفع کرنے کو کہتے ہیں۔

بہر حال حضرت موسیٰ علیہ السلام نے چونکہ اسے دفع فرمانا چاہا تھا اس لئے قرآن کریم میں فَوَكَزَهٗ مُوْسٰى فرمایا۔
چنانچہ ایک روایت میں ہے: لَمَّا اشْتَدَّ التَّنَاكُرُ قَالَ الْقِبْطِيُّ لِمُوْسٰى عَلَيْهِ السَّلَامُ وَلَقَدْ هَمَمْتُ اَنْ اُحْمِلَهٗ يَعْنِي الْحَطَبَ عَلَيْكَ فَاشْتَدَّ غَضَبُ مُوْسٰى عَلَيْهِ السَّلَامُ۔ جب باہمی ردوقدح بڑھی تو قبطی اپنی حکومت کے نشہ میں حضرت موسیٰ علیہ السلام سے بولا کہ اب میں یہ گٹھا آپ پر رکھوں گا اس پر آپ کو غصہ آیا اور چونکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو قوت دی تھی فَوَكَزَهٗ تو اس کے سینہ پر ہاتھ مارنا پیچھے دھکیلنے کے لئے تھا وہ اس کی بھی تاب نہ لاسکا فَقَضٰى عَلَيْهِ۔ اور کام تمام ہو گیا یعنی مر گیا تو آپ نے فرمایا:

هٰذَا مِنْ عَمَلِ الشَّيْطٰنِ ؕ اِنَّهٗ عَدُوٌّ مُّضِلٌّ مُّبِيْنٌ ﴿۱۵﴾۔
یہ تو شیطان نے کام کر دیا بے شک وہ دشمن کھلا گمراہ کرنے والا ہے۔

اور اس تمام واقعہ کی تفصیل سے واضح ہوتا ہے کہ اس میں حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کوئی معصیت سرزد نہیں ہوئی آپ نے تو ایک ظالم کو ظلم سے روکا تھا یہ دفع ظلم اور امداد مظلوم ہے اور یہ کسی ملت میں بھی گناہ نہیں لیکن بایں ہمہ آپ نے تواضعاً بارگاہ حق میں استغفار فرمائی جو مقربین و محسنین کا دستور ہے چنانچہ

قَالَ رَبِّ اِنِّيْ ظَلَمْتُ نَفْسِيْ فَاغْفِرْ لِيْ فَغَفَرَ لَهٗ ؕ اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ ﴿۱۶﴾۔
آپ نے عرض کی الٰہی! میں نے اپنی جان پر ظلم کیا تو مجھے معاف کر دے تو اللہ نے معاف کر دیا۔
اور فرعون سے آپ کو مستور کر لیا فَغَفَرَ لَهٗ کے معنی اس جگہ یہی بنتے ہیں جیسا کہ آلوسی رحمہ اللہ نے فرمایا: فَاغْفِرْ لِيْ اَيْ فَاسْتُرْ لِيْ عَلٰى ذٰلِكَ یعنی مخفی کر میرے لئے یہ مقتول۔ چنانچہ اس کی لاش کو آپ نے وہیں ریتے میں دبا دیا حیث قال وَ كَانَ عَلَيْهِ السَّلَامُ فِيْمَا يُرْوٰى قَدْ دَفَنَ الْقِبْطِيَّ بَعْدَ اَنْ مَاتَ فِي الرَّمْلِ۔
بعض نے کہا قبطی اور سبطی کی نزاع پر علی الفور وکز کرنے میں عجلت خلاف اولیٰ تھی اور یہ شان موسیٰ علیہ السلام کے خلاف تھی اس لئے کہ آپ نے خلاف اولیٰ عجلت پر بھی استغفار کی اور اللہ تعالیٰ نے اس کی معافی دے دی۔ پھر آپ نے بارگاہ حق

میں دعا کی کہ الٰہی مجھ پر یہ کرم بھی فرما کہ میں فرعون کی صحبت اور اس کے یہاں رہنے سے بھی محفوظ ہو جاؤں اور اس کی کسی قسم کی حمایت کا الزام مجھ پر نہ رہے چنانچہ وہ دعا اس طرح فرمائی:

قَالَ رَبِّ بِمَآ اَنْعَمْتَ عَلَیَّ فَلَنْ اَكُوْنَ ظَهِیْرًا لِّلْمُجْرِمِیْنَ ﴿۱۷﴾۔

عرض کی اے میرے رب جیسا تو نے مجھ پر احسان کیا تو اب ہرگز میں مجرموں کا مددگار نہ ہوں گا۔

عربی میں ظہیر معین کو کہتے ہیں گویا آپ نے اسے بھی اعانت سمجھا کہ فرعون کے یہاں آپ رہیں۔ چنانچہ آلوسی فرماتے ہیں: اَرَادَ بِالْمُجْرِمِیْنَ فِرْعَوْنَ وَقَوْمَهٗ۔ اس سے آپ کی مراد فرعون اور اس کی قوم تھی۔ اور آیہ کریمہ کے معنی یہ ہوئے: اُقْسِمُ بِاِنْعَامِکَ عَلَیَّ لَاتُوْبَنَّ فَلَنْ اَکُوْنَ مُعِیْنًا لِّلْکُفَّارِ بِاَنْ اَصْحَبَهُمْ وَاُکَثِّرَ سَوَادَهُمْ وَ قَدْ کَانَ عَلَیْهِ السَّلَامُ یَصْحَبُ فِرْعَوْنَ وَیَرْکَبُ بِرُکُوْبِهٖ کَالْوَلَدِ مَعَ الْوَالِدِ وَکَانَ یُسَمّٰی ابْنُ فِرْعَوْنَ۔ میں تیرے انعام کے ساتھ عہد کرتا ہوں کہ میں اب ہرگز اعانت کفار ان کی صحبت میں رہ کر ان کی جماعت میں شرکت کرنے کی صورت میں بھی نہ کروں گا اور اس سے قبل حضرت موسیٰ علیہ السلام فرعون کے ساتھ سوار ہو کر بھی تشریف لے جاتے جیسے بیٹا باپ کے ساتھ ہو اور آپ ابن فرعون کے نام سے ہی مسمی تھے۔

فَاَصْبَحَ فِی الْمَدِیْنَةِ خَآىِٕفًا یَّتَرَقَّبُ۔ تو آپ نے صبح کی شہر میں خوفزدہ اس انتظار میں کہ کیا ہوتا ہے۔

یَّتَرَقَّبُ- یَتَرَصَّدُ ذٰلِکَ الْاَخْبَارَ وَ قِیْلَ خَائِفًا وُقُوْعَ الْمَکْرُوْهِ مِنْ فِرْعَوْنَ۔ غور کرنا، سوچنا اور ایک قول ہے خائف ہو کر دیکھنا کسی تکلیف کا۔

بہرحال ترقب اچھے انجام اور برے انجام کی طرف سوچنا اور فکر کرنا ہے۔ چنانچہ آپ کا ترقب فرعون کی طرف سے یہ تھا کہ قتل قبطی پر وہ اب کیا کرتا ہے۔

بعض نے کہا: یَتَرَقَّبُ اَنْ یُّسْلِمَهٗ قَوْمَهٗ – وَ قِیْلَ یَتَرَقَّبُ عَلٰی هِدَایَةِ قَوْمِهٖ وَ قِیْلَ خَائِفًا مِّنْ رَّبِّهٖ وَ قِیْلَ یَتَرَقَّبُ الْمَغْفِرَةَ۔ بہرحال تجسس وتفحص خیر وشر دونوں پر ترقب کا استعمال ہوتا ہے۔ تو آپ صبح ہوتے ہی فکر مند تھے کہ دیکھیں اب کیا ہوتا ہے۔ کہ

فَاِذَا الَّذِی اسْتَنْصَرَهٗ بِالْاَمْسِ یَسْتَصْرِخُهٗ ؕ۔

اچانک وہی نظر آیا جس کی کل مدد فرمائی تھی اور قبطی سے چھڑایا تھا کہ فریاد کر رہا ہے۔

یَسْتَصْرِخُهٗ۔ کے معنی یَسْتَغِیْثُهٗ ہیں اَیْ یَسْتَغِیْثُهٗ مِنْ قِبْطِیٍّ وہ ایک قبطی کے ظلم پر فریاد کر رہا تھا۔ اور فریاد پر جب یَسْتَصْرِخُهٗ کہیں تو اس کے معنی ہوتے ہیں: یَرْفَعُ الصَّوْتَ مِنَ الصُّرَاخِ وَ هُوَ فِی الْاَصْلِ الصِّیَاحُ۔ بلند آواز سے چیخنا اور فریاد کرنا۔

تو یہ دیکھ کر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اسے بیوقوف، جاہل، حماقت مآب فرمایا جیسا کہ ارشاد ہے۔

قَالَ لَهٗ مُوْسٰۤى اِنَّكَ لَغَوِیٌّ مُّبِیْنٌ ﴿۱۸﴾۔ فرمایا اسے موسیٰ علیہ السلام نے بے شک تو کھلا بیوقوف احمق ہے۔

گویا آپ نے فرمایا کہ تو روز لوگوں سے لڑ کر اپنے کو بھی مصیبت میں ڈالتا ہے اور اپنی مدد کرنے والوں کو بھی پریشان کرتا ہے اب تیری مدد کہاں کہاں کی جائے۔ پھر آپ کو اس پر رحم آیا تو آپ اسے اس قبطی سے چھڑانے کو بڑھے تا کہ اسے اس

کے ظلم سے چھڑائیں۔ وہ غوی مبین یہ سمجھا کہ موسیٰ علیہ السلام مجھ پر غضب ناک ہوکر بڑھے ہیں تو وہ پکار پڑا چنانچہ اس کا ذکر فرمایا گیا:

فَلَمَّآ اَنْ اَرَادَ اَنْ یَّبْطِشَ بِالَّذِیْ هُوَ عَدُوٌّ لَّهُمَا ۙ قَالَ یٰمُوْسٰۤى اَتُرِیْدُ اَنْ تَقْتُلَنِیْ كَمَا قَتَلْتَ نَفْسًۢا بِالْاَمْسِ ۖۗ اِنْ تُرِیْدُ اِلَّاۤ اَنْ تَكُوْنَ جَبَّارًا فِی الْاَرْضِ وَ مَا تُرِیْدُ اَنْ تَكُوْنَ مِنَ الْمُصْلِحِیْنَ ۝۱۹۔

تو جب موسیٰ علیہ السلام نے ارادہ کیا کہ اسے پکڑیں جو ان دونوں کا دشمن ہے (یعنی قبطی) تو وہ (غلط فہمی سے) کہنے لگا اے موسیٰ کیا آپ مجھے بھی اسی طرح مارنا چاہتے ہیں جیسے کل ایک آدمی آپ نے مار ڈالا آپ تو نہیں چاہتے مگر یہ کہ آپ زمین میں سخت گیر جابر ہو کر رہنا چاہتے ہیں اور آپ اصلاح کرنا نہیں چاہتے۔

آلوسی فرماتے ہیں: وَالْبَطْشُ الْاَخْذُ بِصَوْلَةٍ وَّ سَطْوَةٍ۔ بطش کہتے ہیں اپنی قوت اور طاقت سے پکڑنے کو۔ وَ كَاَنَّهٗ تَوَهَّمَ اِرَادَةَ الْبَطْشِ بِهٖ دُوْنَ الْقِبْطِیِّ مِنْ تَسْمِیَتِهٖ مُوْسٰی عَلَیْهِ السَّلَامُ اِیَّاهُ غَوِیًّا۔ تو آپ کے آگے بڑھنے سے اسرائیلی کو یہ وہم ہوا کہ موسیٰ علیہ السلام نے مجھے غوی احمق فرمایا ہے یہ میری ہی طرف بڑھ رہے ہیں۔

تو وہ پکارا کہ کیا آپ مجھے بھی ویسے ہی مار ڈالنا چاہتے ہیں جیسے کل دوسرے قبطی کو آپ نے مار دیا تھا۔

یہ کلام اسرائیلی کا جواسیس فرعون کے سی آئی ڈی والے نے سن لیا اور وہاں تک پہنچا دیا اور اس پر فرعونی درباری بارادۂ قتل حضرت موسیٰ علیہ السلام کے تعاقب میں نکل کھڑے ہوئے۔ ان درباریوں میں ایک شخص جن کا نام شمعان تھا یا شمعون بن اسحاق، یا حزقیل یا کوئی اور نام وہ ہمدردی میں دوڑتے ہوئے موسیٰ علیہ السلام کے پاس آئے اور سب خبر دے کر مشورہ دیا کہ آپ یہاں سے کسی طرف نکل جائیں چنانچہ اس واقعہ کا بیان فرمایا جاتا ہے۔

وَ جَآءَ رَجُلٌ مِّنْ اَقْصَا الْمَدِیْنَةِ یَسْعٰى ۫ قَالَ یٰمُوْسٰۤى اِنَّ الْمَلَاَ یَاْتَمِرُوْنَ بِكَ لِیَقْتُلُوْكَ فَاخْرُجْ اِنِّیْ لَكَ مِنَ النّٰصِحِیْنَ ۝۲۰۔ اور شہر کے کنارے سے ایک شخص (شمعان یا شمعون یا حزقیل) دوڑے ہوئے آئے اور کہا اے موسیٰ علیہ السلام بے شک فرعون کے درباری آپ کے قتل کا مشورہ کر رہے ہیں تو فوراً آپ یہاں سے نکل جائیں میں آپ کے لئے خیر خواہانہ مشورہ دے رہا ہوں۔

عربی زبان میں یَاْتَمِرُوْنَ کے معنی یَتَشَاوَرُوْنَ ہیں چنانچہ مجلس شوریٰ کو مؤتمر کہتے ہیں یعنی اجتماع متشاورین کو مؤتمر کہتے ہیں۔ آپ نے اس کے خیر خواہانہ مشورہ پر عمل کیا اور

فَخَرَجَ مِنْهَا خَآئِفًا یَّتَرَقَّبُ ۫ قَالَ رَبِّ نَجِّنِیْ مِنَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ ۝۲۱۔ اس شہر سے موسیٰ علیہ السلام نکلے خوفزدہ ادھر ادھر دیکھتے یعنی ترقب کرتے اور دعا کی الٰہی مجھے ان ظالم لوگوں سے نجات دے۔

بقیہ قصہ رکوع آئندہ میں مذکور ہے

بامحاورہ ترجمہ تیسرا رکوع – سورۃ قصص – پ ۲۰

وَ لَمَّا تَوَجَّهَ تِلْقَآءَ مَدْیَنَ قَالَ عَسٰى رَبِّیْۤ اَنْ یَّهْدِیَنِیْ سَوَآءَ السَّبِیْلِ ۝۲۲	اور جب مدین کی طرف موسیٰ متوجہ ہوا کہا قریب ہے کہ میرا رب مجھے سیدھی راہ بتائے

وَلَمَّا وَرَدَ مَآءَ مَدْيَنَ وَجَدَ عَلَيْهِ اُمَّةً مِّنَ النَّاسِ يَسْقُوْنَ ۫

اور جب آئے مدین کے پانی پر پایا اس پر ایک جماعت کو وہاں کے لوگوں سے کہ پلا رہے ہیں اپنے جانوروں کو پانی

وَوَجَدَ مِنْ دُوْنِهِمُ امْرَاَتَيْنِ تَذُوْدٰنِ ۚ

اور پائیں دو عورتیں کہ اپنے جانوروں کو روکے ہوئے ہیں

قَالَ مَا خَطْبُكُمَا ؕ قَالَتَا لَا نَسْقِيْ حَتّٰى يُصْدِرَ الرِّعَآءُ ٜ وَاَبُوْنَا شَيْخٌ كَبِيْرٌ ﴿۲۳﴾

موسیٰ نے کہا تم دونوں کا کیا حال ہے بولیں ہم پانی نہیں پلاتیں جب تک یہ چرواہے نہ جائیں اس لئے کہ ہمارے باپ بہت بوڑھے ہیں

فَسَقٰى لَهُمَا ثُمَّ تَوَلّٰٓى اِلَى الظِّلِّ فَقَالَ رَبِّ اِنِّيْ لِمَآ اَنْزَلْتَ اِلَيَّ مِنْ خَيْرٍ فَقِيْرٌ ﴿۲۴﴾

تو پلایا موسیٰ نے ان دونوں کے جانوروں کو پھر پلٹے سایہ کی طرف عرض کی الٰہی! میں محتاج ہوں جو اتارے تو میری طرف بھلائی

فَجَآءَتْهُ اِحْدٰىهُمَا تَمْشِيْ عَلَى اسْتِحْيَآءٍ ۫ قَالَتْ اِنَّ اَبِيْ يَدْعُوْكَ لِيَجْزِيَكَ اَجْرَ مَا سَقَيْتَ لَنَا ؕ فَلَمَّا جَآءَهٗ وَقَصَّ عَلَيْهِ الْقَصَصَ ۙ قَالَ لَا تَخَفْ ٚ نَجَوْتَ مِنَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۲۵﴾

تو آئی ان میں سے ایک شرماتی ہوئی بولی میرے باپ نے تجھے بلایا ہے تاکہ تمہیں اجرت دے اس پانی پلانے کی اور جب وہ آئے اور سب قصہ سنایا تو فرمایا خوف نہ کر نجات پائی تو نے قوم ظالم سے

قَالَتْ اِحْدٰىهُمَا يٰٓاَبَتِ اسْتَاْجِرْهُ ۫ اِنَّ خَيْرَ مَنِ اسْتَاْجَرْتَ الْقَوِيُّ الْاَمِيْنُ ﴿۲۶﴾

ان میں سے ایک بولی ابا جان انہیں اجرت دیجئے نوکر رکھ کر بے شک طاقتور امانت دار نوکر اچھا ہوتا ہے

قَالَ اِنِّيْٓ اُرِيْدُ اَنْ اُنْكِحَكَ اِحْدَى ابْنَتَيَّ هٰتَيْنِ عَلٰٓى اَنْ تَاْجُرَنِيْ ثَمٰنِيَ حِجَجٍ ۚ فَاِنْ اَتْمَمْتَ عَشْرًا فَمِنْ عِنْدِكَ ۚ وَمَآ اُرِيْدُ اَنْ اَشُقَّ عَلَيْكَ ؕ سَتَجِدُنِيْٓ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ مِنَ الصّٰلِحِيْنَ ﴿۲۷﴾

فرمایا میں چاہتا ہوں کہ نکاح میں دوں ایک لڑکی ان میں سے اس مہر پر کہ تم میری آٹھ سال خدمت کرو تو اگر دس سال پورے کرو تو تمہاری مہربانی ہے اور میں نہیں چاہتا کہ تم پر مشقت ڈالوں خدا نے چاہا تو آپ مجھے خیر اندیش پائیں گے

قَالَ ذٰلِكَ بَيْنِيْ وَبَيْنَكَ ؕ اَيَّمَا الْاَجَلَيْنِ قَضَيْتُ فَلَا عُدْوَانَ عَلَيَّ ؕ وَاللّٰهُ عَلٰى مَا نَقُوْلُ وَكِيْلٌ ﴿۲۸﴾ ع

موسیٰ نے کہا یہ اقرار میرے اور آپ کے مابین ہوا جو بھی دونوں مدتوں سے پوری کروں تو مجھ پر کوئی مطالبہ نہیں اور اللہ ہمارے اس بیان کا وکیل ہے

حل لغات تیسرا رکوع۔سورۃ قصص۔پ ۲۰

وَ۔اور	لَمَّا۔جب	تَوَجَّهَ۔توجہ کی	تِلْقَآءَ۔طرف
مَدْيَنَ۔مدین کی	قَالَ۔کہا	عَسٰى۔قریب ہے	رَبِّيْ۔میرا رب

اَنْ۔ یہ کہ | یَّھْدِیَنِیْ۔ راہ دکھائے مجھے | سَوَآءَ۔ سیدھے | السَّبِیْلِ۔ راہ کی
وَ۔ اور | لَمَّا۔ جب | وَرَدَ۔ پہنچا | مَآءَ۔ پانی
مَدْیَنَ۔ مدین پر | وَجَدَ۔ پایا | عَلَیْہِ۔ اس پر | اُمَّۃً۔ ایک جماعت کو
مِّنَ النَّاسِ۔ لوگوں سے | یَسْقُوْنَ۔ پانی پلاتے | وَ۔ اور | وَجَدَ۔ پائیں
مِنْ دُوْنِہِمُ۔ ان سے پرے | امْرَاَتَیْنِ۔ دو عورتیں | تَذُوْدٰنِ۔ جو روک رہی تھیں | قَالَ۔ پوچھا
مَا۔ کیا | خَطْبُکُمَا۔ حال ہے تمہارا | قَالَتَا۔ بولیں | لَا۔ نہیں
نَسْقِیْ۔ پلاتیں ہم | حَتّٰی۔ یہاں تک کہ | یُصْدِرَ۔ چلے جائیں | الرِّعَآءُ۔ چرواہے
وَ۔ اور | اَبُوْنَا۔ ہمارا باپ | شَیْخٌ۔ بوڑھا ہے | کَبِیْرٌ۔ بڑا
فَسَقٰی۔ تو پلادیا | لَہُمَا۔ ان کو | ثُمَّ۔ پھر | تَوَلّٰی۔ پھرا
اِلَی۔ طرف | الظِّلِّ۔ سائے کی | فَقَالَ۔ تو کہا | رَبِّ۔ اے میرے رب
اِنِّیْ۔ بے شک میں | لِمَآ۔ اس کے لئے جو | اَنْزَلْتَ۔ اتارے تو | اِلَیَّ۔ میری طرف
مِنْ خَیْرٍ۔ بھلائی سے | فَقِیْرٌ۔ محتاج ہوں | فَجَآءَتْہُ۔ تو آئی اسکے پاس | اِحْدٰىهُمَا۔ ایک ان میں سے
تَمْشِیْ۔ چلتی ہوئی | عَلَی۔ اوپر | اسْتِحْیَآءٍ۔ شرم کے | قَالَتْ۔ کہنے لگی
اِنَّ۔ بے شک | اَبِیْ۔ میرا باپ | یَدْعُوْ۔ بلاتا ہے | کَ۔ تجھ کو
لِیَجْزِیَکَ۔ تاکہ بدلے دے تجھے | اَجْرَ۔ مزدوری | مَا۔ اس کی جو
سَقَیْتَ۔ پلایا تو نے | لَنَا۔ ہمارے لئے | فَلَمَّا۔ تو جب | جَآءَہٗ۔ آیا اس کے پاس
وَ۔ اور | قَصَّ۔ بیان کیا | عَلَیْہِ۔ اس پر | الْقَصَصَ۔ واقعہ
قَالَ۔ فرمایا | لَا۔ نہ | تَخَفْ۔ ڈر | نَجَوْتَ۔ نجات پائی تو نے
مِنَ الْقَوْمِ۔ قوم | الظّٰلِمِیْنَ۔ ظالم سے | قَالَتْ۔ بولی | اِحْدٰىهُمَا۔ ایک ان سے
یٰٓاَ۔ اے | اَبَتِ۔ میرے باپ | اسْتَاْجِرْہُ۔ اجرت پر رکھ لو اس کو
اِنَّ۔ بے شک | خَیْرَ۔ بہتر | مَنِ۔ ان کا جو | اسْتَاْجَرْتَ۔ تو اجرت
پر رکھا | الْقَوِیُّ۔ طاقتور ہے | الْاَمِیْنُ۔ امانت دار | قَالَ۔ فرمایا
اِنِّیْٓ۔ میں | اُرِیْدُ۔ چاہتا ہوں | اَنْ۔ یہ کہ | اُنْکِحَکَ۔ نکاح کر دوں
تجھ سے | اِحْدَی۔ ایک کا | ابْنَتَیَّ۔ اپنی دونوں بیٹیوں | ھٰتَیْنِ۔ ان میں سے
عَلٰٓی۔ اس شرط پر | اَنْ۔ کہ تو | تَاْجُرَنِیْ۔ مزدوری کرے میری | ثَمٰنِیَ۔ آٹھ
حِجَجٍ۔ برس | فَاِنْ۔ پھر اگر | اَتْمَمْتَ۔ پورے کرے تو | عَشْرًا۔ دس سال
فَمِنْ عِنْدِکَ۔ تو تیرا احسان | وَ۔ اور | مَآ۔ نہیں | اُرِیْدُ۔ چاہتا میں
اَنْ۔ یہ کہ | اَشُقَّ۔ سختی کروں | عَلَیْکَ۔ تجھ پر | سَتَجِدُنِیْٓ۔ پائے گا تو مجھے

اِنْ۔اگر	شَآءَ۔چاہا	اللّٰہُ۔اللہ نے	مِنَ الصّٰلِحِیْنَ ۔ نیک
لوگوں سے	قَالَ۔کہا	ذٰلِكَ۔یہ ہے معاہدہ	بَیْنِیْ۔میرے
وَ۔اور	بَیْنَكَ۔آپ کے درمیان	اَیَّمَا۔جو بھی	الْاَجَلَیْنِ۔دونوں مدتوں
سے	قَضَیْتُ۔میں پوری کروں	فَلَا۔تو نہ ہو	عُدْوَانَ۔زیادتی
عَلَیَّ۔مجھ پر	وَ۔اور	اللّٰہُ۔اللہ	عَلَیَّ۔اوپر
مَا۔اس کے جو	نَقُوْلُ۔ہم کہتے ہیں	وَكِیْلٌ۔ضامن رہا	

خلاصہ تفسیر تیسرا رکوع۔سورۃ قصص۔پ ۲۰

وَلَمَّا تَوَجَّهَ تِلْقَآءَ مَدْیَنَ قَالَ عَسٰى رَبِّیْۤ اَنْ یَّهْدِیَنِیْ سَوَآءَ السَّبِیْلِ ﴿۲۲﴾۔

جب موسیٰ علیہ السلام مدین کی طرف متوجہ ہوئے (تو راستہ نہ جاننے کی وجہ سے) فرمایا قریب ہے کہ میرا رب مجھے صحیح راستہ پر لگادے گا۔

مدین ایک بستی ہے قلزم کے پار فرعون کی علم داری سے علیحدہ عرب میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اولاد یہاں آباد تھی۔حضرت شعیب علیہ السلام اس بستی میں رہتے تھے ان کی دو صاحبزادیاں تھیں ان کی گزر بکریوں گایوں پر تھی۔چنانچہ ارشاد ہے:

وَلَمَّا وَرَدَ مَآءَ مَدْیَنَ وَجَدَ عَلَیْهِ اُمَّةً مِّنَ النَّاسِ یَسْقُوْنَ۔

جب آپ کنویں پر آئے تو ایک جماعت دیکھی کہ پانی نکال رہی ہے۔اور اپنے مویشیوں کو پلا رہے ہیں۔

وَوَجَدَ مِنْ دُوْنِهِمُ امْرَاَتَیْنِ تَذُوْدٰنِ۔اور دیکھا دو لڑکیوں کو کہ اپنے جانوروں کو روکے ہوئے علیحدہ کھڑی ہیں۔

ان کا یہی طریقہ تھا کہ علیحدہ جانوروں کو لئے کھڑی رہتیں جب سب لوگ پانی پلا کر چلے جاتے تو پھر یہ بچا ہوا پانی اپنی بکریوں کو پلالیتیں۔حضرت موسیٰ علیہ السلام ایسے حال میں یہاں تشریف لائے تو راستہ تمام فاقہ میں گزرا اور یہاں تک آنے میں آپ کو آٹھ یوم لگے تھے آپ ایک درخت کے سایہ میں تشریف فرما ہوئے اور یہ سب منظر دیکھتے رہے۔کچھ ستانے کے بعد آپ نے ان لڑکیوں سے پوچھا:

قَالَ مَا خَطْبُكُمَا قَالَتَا لَا نَسْقِیْ حَتّٰى یُصْدِرَ الرِّعَآءُ وَاَبُوْنَا شَیْخٌ كَبِیْرٌ ﴿۲۳﴾۔

آپ نے ان لڑکیوں سے پوچھا تمہارا کیا معاملہ ہے پانی کیوں نہیں پلاتیں۔انہوں نے جواب دیا ہم جب پلائیں گی جب یہ تمام چرواہے اپنے جانوروں کو سیراب کر کے چلے جائیں گے اور ہمارے باپ ایک بوڑھے آدمی ہیں۔

فَسَقٰى لَهُمَا ثُمَّ تَوَلّٰۤى اِلَى الظِّلِّ۔

آپ نے فرمایا آؤ ہم پانی پلاتے ہیں آپ نے چلسا بھر کر بکریوں کو سیر کر دیا پھر سایہ میں آبیٹھے اور دعا کی:

فَقَالَ رَبِّ اِنِّیْ لِمَاۤ اَنْزَلْتَ اِلَیَّ مِنْ خَیْرٍ فَقِیْرٌ ﴿۲۴﴾۔

اے میرے رب! تو جو کچھ میرے پاس بھیجے میں اس کا محتاج ہوں۔

یہ دونوں لڑکیاں آج جلدی گھر پہنچیں تو آپ نے جلدی آنے کی وجہ دریافت کی انہوں نے باپ سے سارا ماجرا سنا دیا کہ ایک نوجوان مسافر نے پانی کھینچ کر ہماری بکریاں سیراب کرا دیں۔ ابا جان وہ جوان نیک دل اور نہایت شریف ہے اسے بلا کر آپ نوکر رکھ لیں۔ باپ نے کہا جاؤ اور اسے بلاؤ۔

فَجَآءَتْهُ اِحْدٰىهُمَا تَمْشِیْ عَلَى اسْتِحْیَآءٍ٘ قَالَتْ اِنَّ اَبِیْ یَدْعُوْكَ لِیَجْزِیَكَ اَجْرَ مَا سَقَیْتَ لَنَا

پھر ان دونوں میں سے ایک آئی شرماتی ہوئی بولی میرے باپ نے تجھے بلایا ہے تاکہ وہ تمہیں اس خدمت کا معاوضہ دے جو تم نے پانی نکال کر ہماری بکریوں کو سیراب کیا۔ چنانچہ آپ ان کے ساتھ چلے۔

فَلَمَّا جَآءَهٗ وَ قَصَّ عَلَیْهِ الْقَصَصَ ۙ قَالَ لَا تَخَفْ ٙ نَجَوْتَ مِنَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ ﴿۲۵﴾۔

تو جب آپ آ گئے تو آپ نے تمام قصہ سنایا حضرت شعیب علیہ السلام نے فرمایا اب خوف نہ کرو۔ ظالم قوم سے آپ نجات پا گئے۔

تو ایک صاحبزادی حضرت شعیب علیہ السلام سے عرض کرنے لگیں:

قَالَتْ اِحْدٰىهُمَا یٰۤاَبَتِ اسْتَاْجِرْهُ٘ اِنَّ خَیْرَ مَنِ اسْتَاْجَرْتَ الْقَوِیُّ الْاَمِیْنُ ﴿۲۶﴾۔

ابا جان! انہیں نوکر رکھ لیجئے اس لئے کہ جو نوکر ہو وہ قوت والا امانت دار ہو تو بہتر ہے۔

قَالَ اِنِّیْۤ اُرِیْدُ اَنْ اُنْكِحَكَ اِحْدَى ابْنَتَیَّ هٰتَیْنِ عَلٰۤى اَنْ تَاْجُرَنِیْ ثَمٰنِیَ حِجَجٍ ۚ فَاِنْ اَتْمَمْتَ عَشْرًا فَمِنْ عِنْدِكَ ۚ وَ مَاۤ اُرِیْدُ اَنْ اَشُقَّ عَلَیْكَ ؕ سَتَجِدُنِیْۤ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ مِنَ الصّٰلِحِیْنَ ﴿۲۷﴾۔

شعیب علیہ السلام نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے فرمایا میں چاہتا ہوں کہ اپنی ان دونوں بیٹیوں میں سے ایک آپ کے نکاح میں دے دوں اس مہر پر کہ تم آٹھ سال میری خدمت کرو تو اگر دس پورے کر دو تو تمہاری مہربانی ہے اور میں تم پر مشقت ڈالنا نہیں چاہتا تم مجھے انشاءاللہ اچھا ہی پاؤ گے۔

آپ نے آٹھ سال کی خدمت منظور فرمائی یہ مہر عہد شعیبی میں مہر کی بجائے خدمت بھی ہوا کرتا تھا۔ بعض مفسرین نے آج بھی مال کی بجائے خدمات کو مہر میں جائز مانا ہے جیسے فرقہ ظاہریہ کا مذہب ہے لیکن ہمارے امام ابوحنیفہ نعمان رضی اللہ عنہ نے مال ہی مہر مانا ہے جس کے دلائل کتب فقہ اور اصول میں موجود ہیں اور تفسیر میں ہم بھی بیان کریں گے۔ مختصر یہ کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے حضرت شعیب علیہ السلام کی یہ شرط مان لی۔ جیسا کہ ارشاد ہے:

قَالَ ذٰلِكَ بَیْنِیْ وَ بَیْنَكَ ؕ اَیَّمَا الْاَجَلَیْنِ قَضَیْتُ فَلَا عُدْوَانَ عَلَیَّ ؕ وَ اللّٰهُ عَلٰى مَا نَقُوْلُ وَكِیْلٌ ﴿۲۸﴾ ع۔

فرمایا یہ میرے اور آپ کے درمیان عہد ہے ان دونوں مدتوں میں سے جو بھی مدت پوری کر دوں تو مجھ پر اور بار نہ ہو گا اور اللہ ہمارے اس قول و قرار پر گواہ ہے۔

غرضکہ نکاح ہو گیا اور بعد نکاح آپ نے وہ مدت پوری کر دی اور اس کے بعد کا حال چوتھے رکوع میں مذکور ہے۔

مختصر تفسیر اردو تیسرا رکوع۔ سورۃ قصص۔ پ ۲۰

وَ لَمَّا تَوَجَّهَ تِلْقَآءَ مَدْیَنَ قَالَ عَسٰى رَبِّیْۤ اَنْ یَّهْدِیَنِیْ سَوَآءَ السَّبِیْلِ ﴿۲۲﴾۔

اور جب مدین کی سمت متوجہ ہوا بولا عنقریب میرا رب مجھے سیدھا راستہ دکھا دے گا۔

وَ مَدْيَنُ قَرْيَةُ شُعَيْبٍ سُمِّيَتْ بِاسْمِ مَدْيَنَ بْنِ اِبْرَاهِيْمَ عَلَيْهِ السَّلَامُ وَلَمْ يَكُنْ فِيْ سُلْطَانِ فِرْعَوْنَ وَلِذَا تَوَجَّهَ لِقَرْيَتِهٖ۔ مدین ایک قریہ ہے حضرت شعیب علیہ السلام کا اسے مدین بن ابراہیم علیہ السلام کے نام سے موسوم کیا گیا تھا اور یہ قریہ فرعونی قلمرو سے خارج تھا اسی لئے آپ بھی اسی طرف متوجہ ہوئے کہ فرعون کے تصرف اور جبر وتشدد سے نجات پائیں۔

وَ قِيْلَ لِقَرَابَتِهٖ مِنْهُ عَلَيْهِمَا السَّلَامُ وَكَانَ بَيْنَهَا وَ بَيْنَ مِصْرَ مَسِيْرَةُ ثَمَانٍ۔ ایک قول ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت شعیب علیہ السلام کے مابین قرابت تھی اس وجہ سے آپ نے مدین کی طرف رخ کیا اور مصر اور مدین کے مابین آٹھ یوم کی مسافت تھی۔ اور

عَسٰى رَبِّيْۤ اَنْ يَّهْدِيَنِيْ سَوَآءَ السَّبِيْلِ ﴿۲۲﴾۔ اس بنا پر فرمایا کہ آپ کو مدین کی راہ معلوم نہ تھی حَيْثُ قَالَ الْاَلُوْسِيْ وَكَانَ عَلَيْهِ السَّلَامُ لَا يَعْرِفُ الطُّرُقَ وَلَا يَسْلُكُ الطَّرَائِقَ فَعَنَّ ثَلَاثُ طَرَائِقَ فَاَخَذَ فِي الْوُسْطٰى۔ آپ کو راستہ معلوم نہ تھا اور یہاں سے تین راہیں نکلتی تھیں آپ نے درمیانی راستہ اختیار فرمایا۔

وَ هُوَ حَافٍ لَا يَطْعَمُ اِلَّا وَرَقَ الشَّجَرَةِ۔ اور آپ ننگے پاؤں تھے اور آپ کے لئے درختوں کے پتوں سے سوا کچھ بھی کھانے کو نہ تھا۔

آپ جا رہے تھے مگر معلوم نہ تھا کہ کدھر جا رہے ہیں اس لئے کہ اس زمانہ میں نہ سڑکیں تھیں نہ سنگ منزل نہ رہنما بورڈ فَهَدَاهُ جِبْرَائِيْلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ اِلٰى مَدْيَنَ تو آپ کو حضرت جبریل علیہ السلام نے مدین کا راستہ دکھایا۔

ایک روایت میں ہے کہ آپ جا رہے تھے کہ جَاءَ مَلَكٌ عَلٰى فَرَسٍ بِيَدِهٖ عَنَزَةٌ فَلَمَّا رَاٰهُ مُوْسٰى عَلَيْهِ السَّلَامُ سَجَدَ لَهٗ اَيْ خَضَعَ مِنَ الْفَرَقِ فَقَالَ لَا تَسْجُدْنِيْ وَلٰكِنِ اتَّبِعْنِيْ فَتَبِعَهٗ وَانْطَلَقَ حَتّٰى انْتَهٰى بِهٖ اِلٰى مَدْيَنَ۔ ایک فرشتہ گھوڑے پر سوار آیا اس کے ہاتھ میں عنزہ تھا۔ عنزہ اس دستی لاٹھی کو کہتے ہیں جس کے ایک طرف برچھا، یا نوکدار شام لگی ہو تو جب موسیٰ علیہ السلام نے اسے دیکھا تو تواضعاً اس کی طرف جھکے فرشتہ بولا میری طرف نہ جھکو لیکن میرے پیچھے پیچھے آ جاؤ چنانچہ آپ اس کے پیچھے چلے حتیٰ کہ مدین پہنچ گئے۔

وَلَمَّا وَرَدَ مَآءَ مَدْيَنَ وَجَدَ عَلَيْهِ اُمَّةً مِّنَ النَّاسِ يَسْقُوْنَ۔

تو جب آپ وہاں پہنچے تو مدین کا کنواں دیکھا اس پر ایک جماعت پائی جو اپنے مویشیوں کو پانی پلا رہی تھی۔

یعنی مختلف قسم کے لوگ دیکھے (ماء مدین سے مراد کنواں ہے) کہ اپنے مویشیوں کو پانی پلا رہے تھے۔ کوئی اپنے اونٹ سیراب کر رہا تھا کوئی بکریاں لے کر پانی پلا رہا تھا۔

وَوَجَدَ مِنْ دُوْنِهِمُ امْرَاَتَيْنِ تَذُوْدٰنِ۔

اور ان سے علیحدہ دو عورتیں پائیں کہ وہ اپنی بکریاں گھیرے ہوئے کھڑی تھیں۔

یہ دونوں لڑکیاں یا عورتیں حضرت شعیب علیہ السلام کی صاحبزادیاں تھیں ایک کا نام لیّا تھا یا عبرا، یا شرفا۔ اور دوسری کا نام صفوریا یا صفورا یا صفرا تھا۔ کشاف میں ہے چھوٹی صاحبزادی کا نام صفیرا تھا اور بڑی کا صفرا۔

تَذُوْدٰنِ - كَانَتَا تَمْنَعَانِ غَنَمَهُمَا عَنِ الْمَآءِ خَوْفًا مِّنَ السُّقَاةِ الْاَقْوِيَا۔ تَذُوْدٰنِ کے یہ معنی ہیں کہ وہ

دونوں اپنی بکریوں کو روکے ہوئے کھڑی تھیں اس خوف سے کہ اور پانی دینے والے قوت مند تھے۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما تَذُوْدٰنِ کے معنی فرماتے ہیں تَمْنَعَانَ غَنَمَهُمَا عَنِ التَّقَدُّمِ اِلَی الْبِئْرِ لِئَلَّا تَخْتَلِطَ بِغَیْرِهَا۔ تَذُوْدٰنِ کے یہ معنی ہیں کہ وہ بکریوں کو گھیرے کھڑی تھیں آگے بڑھنے سے تاکہ وہ کنویں کے پاس جا کر مل نہ جائیں۔ زجاج رحمہ اللہ بھی یہی کہتے ہیں۔

اور قتادہ رحمہ اللہ کہتے ہیں: تَمْنَعَانِ النَّاسَ غَنَمَهُمَا۔ تَذُوْدٰنِ کے یہ معنی ہیں کہ لوگوں کو اپنی بکریوں سے روکے رہیں غرضکہ اپنی بکریوں کو غیروں کی دستبرد سے اور غیروں کو ان پر قبضہ کرنے کے معنی میں تَذُوْدٰنِ کا لفظ مستعمل ہے۔

قَالَ مَا خَطْبُكُمَا۔ تو موسیٰ نے کہا تمہارا کیا مقصد ہے۔

یعنی یہاں علیحدہ کھڑے رہنے کے کیا معنی ہیں۔ خَطْبُكُمَا کے معنی مَا خَطْبُكُمَا وَ مَطْلُوْبُكُمَا ہوتے ہیں گویا موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ پانی نہ پلانے کا کیا مطلب ہے۔

قَالَتَا لَا نَسْقِیْ حَتّٰی یُصْدِرَ الرِّعَآءُ وَ اَبُوْنَا شَیْخٌ كَبِیْرٌ ﴿۲۳﴾۔

بولیں ہم نہیں پلایا کرتیں جب تک کہ تمام چرواہے نہ گزر جائیں اور ہمارے باپ ضعیف العمر ہیں۔

یہ اس لئے کہا کہ ہماری حیا مانع ہے کہ اجانب میں خلا ملا ہو کر ہم اپنے مویشی سیراب کریں۔ رعاء راعی کی جمع ہے یعنی جب سب چرواہے پانی پلا کر چلے جاتے ہیں تو ہم اپنی بکریوں کو اس کے بعد سیراب کرتی ہیں۔

گویا انہوں نے کہا: اِنَّا اِمْرَأَتَانِ ضَعِیْفَتَانِ مَسْتُوْرَتَانِ لَا نَقْدِرُ عَلٰی مُعَاجَلَةِ الرِّجَالِ وَ مُزَاحَمَتِهِمْ وَمَا لَنَا رَجُلٌ یَّقُوْمُ بِذٰلِكَ وَ اَبُوْنَا شَیْخٌ كَبِیْرُ السِّنِّ قَدْ اَضْعَفَهُ الْكِبَرُ فَلَا بُدَّ لَنَا مِنْ تَاخِیْرِ السَّقْیِ اِلٰی اَنْ یَّقْضِیَ النَّاسُ حَوَائِجَهُمْ مِنَ الْمَآءِ۔

ہم دونوں ضعیف کمزور عورتیں ہیں اور پردہ نشین ہیں ہم میں قدرت نہیں کہ مردوں کی طرح ڈول کھینچیں اور ان سے مقابلہ کریں اور ہمارے ساتھ کوئی مرد بھی نہیں جو اس کام لئے ہو اور ہمارے باپ ضعیف اور بڈھے ہیں تو ہمیں لازمی ہے کہ ہم تاخیر سے پانی پلائیں۔ حتیٰ کہ یہ لوگ پانی پلا کر چلے جائیں اپنا کام کر کے یعنی پانی پلا کر۔

بعض روایتوں سے یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ یہ لڑکیاں حضرت شعیب علیہ السلام کی نہ تھیں بلکہ بھتیجیاں تھیں اور آپ کے بھائی کا نام عاویل تھا۔

لیکن آلوسی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: وَالْمَشْهُوْرُ الَّذِیْ عَلَیْهِ اَكْثَرُ الْمُفَسِّرِیْنَ وَهُوَ اَنَّ اَبَاهُمَا عَلَی الْحَقِیْقَةِ شُعَیْبٌ عَلَیْهِ السَّلَامُ۔ مشہور یہی ہے اور اس پر اکثر مفسرین متفق ہیں کہ ان لڑکیوں کے والد حضرت شعیب علیہ السلام ہی تھے۔

غرضکہ ان کی یہ کمزوری سن کر آپ نے رحم کرتے ہوئے خود اٹھ کر انہیں چلسا پانی کا کھینچ کر بکریوں کو سیراب کر دیا جیسا کہ آیہ کریمہ میں ارشاد ہے:

فَسَقٰی لَهُمَا۔ تو آپ نے ان کی بکریوں کو پانی پلا دیا۔

ابن ابی شیبہ اپنی مصنف میں اور عبد بن حمید اور ابن المنذر اور ابن ابی حاتم اور حاکم رحمہم اللہ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ

سے راوی ہیں: اِنَّ مُوْسٰی عَلَیْهِ السَّلَامُ لَمَّا وَرَدَ مَآءَ مَدْیَنَ وَجَدَ عَلَیْهِ اُمَّةً مِّنَ النَّاسِ یَسْقُوْنَ فَلَمَّا فَرَغُوْا اَعَادُوْا الصَّخْرَةَ عَلَی الْبِئْرِ وَلَا یُطِیْقُ رَفْعَهَا اِلَّا عَشْرَةُ رِجَالٍ فَاِذَا هُوَ بِامْرَاَتَیْنِ قَالَ مَا خَطْبُكُمَا فَحَدَّثَتَاهُ فَاَتَی الصَّخْرَةَ فَرَفَعَهَا وَحْدَهٗ ثُمَّ اسْتَسْقٰی فَلَمْ یَسْتَسْقِ اِلَّا دَلْوًا وَّاحِدًا۔

موسیٰ علیہ السلام جب مدین کے کنویں پر تشریف لائے تو وہاں لوگوں کو دیکھا کہ اپنے مویشیوں کو پانی پلا رہے ہیں جب وہ فارغ ہو گئے تو چٹان کو کنویں کی منڈیر پر ڈھانپ دیا اب اس کے کھولنے اور چٹان ہٹانے کی کسی میں طاقت نہ تھی بغیر دس آدمیوں کے تو وہاں دو عورتیں دیکھیں فرمایا تمہارا کیا حال ہے انہوں نے سب حال سنا دیا تو آپ اس کنویں کی چٹان پر آئے اور تنہا اس چٹان کو اٹھا کر تمام بکریاں سیراب کیں۔

ثُمَّ تَوَلّٰۤی اِلَی الظِّلِّ فَقَالَ رَبِّ اِنِّیْ لِمَاۤ اَنْزَلْتَ اِلَیَّ مِنْ خَیْرٍ فَقِیْرٌ ﴿۲۴﴾۔

پھر پلٹ کر آئے سایہ کی طرف اور عرض کی الٰہی جو کچھ تو نازل فرمائے اپنے خزانہ کرم سے میں اس کا حاجتمند ہوں۔ یعنی کم زیادہ جو تو عطا فرمائے میں اس کا حاجتمند ہوں۔

ابن مردویہ رحمہ اللہ انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے راوی ہیں: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَمَّا سَقٰی مُوْسٰی عَلَیْهِ السَّلَامُ لِلْجَارِیَتَیْنِ تَوَلّٰۤی اِلَی الظِّلِّ فَقَالَ رَبِّ اِنِّیْ لِمَاۤ اَنْزَلْتَ اِلَیَّ مِنْ خَیْرٍ فَقِیْرٌ اِنَّهٗ یَوْمَئِذٍ فَقِیْرٌ اِلٰی كَفٍّ مِّنْ تَمْرٍ۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب موسیٰ علیہ السلام لڑکیوں کے لئے پانی دے چکے تو پھر آپ سایہ میں تشریف لا کر عرض پیرا ہوئے الٰہی جو بھی تو نازل فرمائے اپنے کرم سے میں اس کا حاجتمند ہوں اس لئے کہ آپ اس دن ایک مٹھی کھجور کے بھی حاجتمند تھے۔

ابن سعید بن منصور اور ابن ابی شیبہ اور ابن ابی حاتم اور ضیا مختار میں ابن عباس رضی اللہ عنہما سے راوی ہیں بے شک موسیٰ علیہ السلام نے رَبِّ اِنِّیْ لِمَاۤ اَنْزَلْتَ اِلَیَّ مِنْ خَیْرٍ فَقِیْرٌ فرمایا حالانکہ آپ بڑے خلق والے تھے لیکن اس دن ایک کھجور کے ٹکڑے کے بھی محتاج تھے اور آپ کا شکم مبارک شدت جوع سے پشت کو لگ گیا تھا۔ ایک روایت میں ہے:

اِنَّهٗ عَلَیْهِ السَّلَامُ سَاَلَ فَلَقًا مِّنَ الْخُبْزِ یَشُدُّ بِهَا صُلْبَهٗ مِنَ الْجُوْعِ۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ایک ٹکڑا روٹی اللہ تعالیٰ سے مانگا اس لئے کہ آپ کی پشت مبارک بھوک کی وجہ سے اکڑ گئی تھی۔

بعض اس طرف بھی گئے کہ خیر مانگنے سے آپ کی مراد نجات طلب کرنا تھا ظالموں سے۔

بعض نے کہا اس سوال میں علم و حکمت کی زیادتی مطلوب تھی۔

اور ایک روایت ہے ابن عباس سے کہ جب وہ دونوں صاحبزادیاں واپس ہوئیں تو انہوں نے مِنْ خَیْرٍ فَقِیْرٌ سن لیا تھا تو اپنے باپ کے پاس جب آئیں تو حضرت شعیب علیہ السلام نے جلدی آنے کی وجہ دریافت کی فَاَخْبَرَتَاهُ فَقَالَ لِاِحْدٰهُمَا انْطَلِقِیْ فَادْعِیْهِ۔ تو انہوں نے سب کچھ سنا دیا تو آپ نے فرمایا تم میں سے ایک جا کر انہیں بلا لائے۔

فَجَآءَتْهُ اِحْدٰىهُمَا تَمْشِیْ عَلَی اسْتِحْیَآءٍ قَالَتْ اِنَّ اَبِیْ یَدْعُوْكَ لِیَجْزِیَكَ اَجْرَ مَا سَقَیْتَ لَنَا

تو ان میں سے ایک آئی شرماتی ہوئی اور بولی ہمارے باپ نے آپ کو بلایا ہے تا کہ آپ کے پانی پلانے کا معاوضہ آپ

کودیں۔

موسیٰ علیہ السلام نے منظور فرمایا اور اس لڑکی کے ساتھ روانہ ہوئے۔

رُوِیَ اَنَّهٗ عَلَیْهِ السَّلَامُ اَجَابَهَا فَقَامَ مَعَهَا فَقَالَ امْشِیْ خَلْفِیْ وَانْعِتِیْ لِیَ الطَّرِیْقَ فَاِنِّیْ اَکْرَهُ اَنْ تُصِیْبَ الرِّیَاحُ ثِیَابَکِ فَتَصِفُ لِیْ جَسَدَکِ فَفَعَلَتْ۔ روایت ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس لڑکی کے ساتھ جانا منظور فرما کر اسے کہا: تم میرے پیچھے چلو اور راستہ بتاتی جاؤ مجھے یہ پسند نہیں کہ ہوا کا جھونکا تمہارا کپڑا اڑا دے اور جسم تیرے کا کوئی حصہ مجھے نظر آ جائے۔

اور ایک روایت میں ہے کہ آپ نے فرمایا: تم میرے پیچھے ہو جاؤ اس لئے کہ میں عورتوں کو پیچھے سے دیکھنا پسند نہیں کرتا اور مجھے راستہ دائیں بائیں سے بتاتی رہو۔ چنانچہ وہ ایسے ہی چلیں۔

فَلَمَّا جَآءَهٗ وَقَصَّ عَلَیْهِ الْقَصَصَ ۙ قَالَ لَا تَخَفْ ٝ نَجَوْتَ مِنَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ ﴿۲۵﴾۔

تو جب موسیٰ علیہ السلام آ گئے تو آپ نے تمام قصہ فرعون کا سنایا تو شعیب علیہ السلام نے فرمایا اب تم خوف نہ کرو تم ظالموں سے نجات پا چکے۔

اس لئے کہ مدین اس کے تحت حکومت نہیں تھا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام یہاں بغرض زیارت تشریف لائے تھے نہ اس لئے کہ یہاں آ کر کھانا کھائیں۔

چنانچہ ابن عساکر ابن ابی حازم سے راوی ہیں: **قَالَ لَمَّا دَخَلَ مُوْسٰی عَلٰی شُعَیْبٍ عَلَیْهِمَا السَّلَامُ اِذَا هُوَ بِالْعَشَاءِ فَقَالَ لَهٗ شُعَیْبٌ کُلْ قَالَ مُوْسٰی اَعُوْذُ بِاللّٰهِ قَالَ وَلِمَ اَلَسْتَ بِجَائِعٍ قَالَ بَلٰی وَلٰکِنْ اَخَافُ اَنْ یَّکُوْنَ هٰذَا عِوَضًا لِّمَا سَقَیْتُ لَهُمَا وَاَنَا مِنْ اَهْلِ بَیْتٍ لَا نَبِیْعُ شَیْئًا مِّنْ عَمَلِ الْاٰخِرَةِ بِمِلْءِ الْاَرْضِ ذَهَبًا قَالَ لَا وَ اللّٰهِ وَلٰکِنَّهَا عَادَتِیْ وَعَادَةُ اٰبَائِیْ نُقْرِی الضَّیْفَ وَ نُطْعِمُ الطَّعَامَ فَجَلَسَ مُوْسٰی عَلَیْهِ السَّلَامُ فَاَکَلَ مَعَهٗ۔**

جب موسیٰ علیہ السلام وہاں پہنچے تو شام کے کھانے کا وقت تھا۔

حضرت شعیب علیہ السلام نے فرمایا کھائیں۔

موسیٰ علیہ السلام نے اعوذ باللہ کہہ کر انکار کر دیا۔

حضرت شعیب علیہ السلام نے فرمایا کیوں کیا آپ کو بھوک نہیں؟

موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا ہاں بھوک تو ہے مگر میں اس سے ڈرتا ہوں کہ یہ میری اس خدمت کا معاوضہ نہ ہو جائے جو میں نے پانی کھینچ کر پلایا تھا اس لئے کہ ہم اس گھرانہ کے لوگ ہیں کہ آخرت کا اجر کبھی نہیں بیچتے اگرچہ روئے زمین سونے سے پر ملے۔

حضرت شعیب علیہ السلام نے فرمایا واللہ یہ بات نہیں ہے بلکہ میری عادت ہے کہ مہمان کو بلا کر کھانا کھلاتا ہوں اور یہی عادت ہمارے آباء واجداد کی تھی۔

تو حضرت موسیٰ علیہ السلام کھانے پر بیٹھے اور کھایا۔

قَالَتْ اِحْدٰىهُمَا يٰۤاَبَتِ اسْتَاْجِرْهُ ؗ اِنَّ خَيْرَ مَنِ اسْتَاْجَرْتَ الْقَوِيُّ الْاَمِيْنُ ﴿۲۶﴾ -

صاحبزادیوں میں سے ایک بولی ابا جان انہیں ملازم رکھ لیں بے شک بہتر نوکر وہ جو طاقتور امانت دار ہو۔

استیجار عربی میں طلب شے بالا جرت کو کہتے ہیں۔ (راغب)

اس پر ایک روایت ہے کہ حضرت شعیب علیہ السلام نے اپنی صاحبزادی سے پوچھا تم نے انہیں قوی وامین کیسے جانا؟

تو انہوں نے بتایا کہ کنویں کی چٹان جو دس آدمی نہیں ہٹا سکتے انہوں نے تنہا اٹھادی اور چلسی جسے چالیس آدمی کھینچتے ہیں انہوں نے تنہا کھینچ لیا۔

تو آپ نے فرمایا امین کیسے سمجھا؟

تو انہوں نے راہ میں آنے کا واقعہ اور اپنے کو پیچھے چلنے کا واقعہ سنایا۔ تو حضرت شعیب علیہ السلام نے قوت وامانت کا حال سن کر فرمایا:

قَالَ اِنِّيْۤ اُرِيْدُ اَنْ اُنْكِحَكَ اِحْدَى ابْنَتَيَّ هٰتَيْنِ عَلٰۤى اَنْ تَاْجُرَنِيْ ثَمٰنِيَ حِجَجٍ ۚ فَاِنْ اَتْمَمْتَ عَشْرًا فَمِنْ عِنْدِكَ ۚ وَمَاۤ اُرِيْدُ اَنْ اَشُقَّ عَلَيْكَ ؕ سَتَجِدُنِيْۤ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ مِنَ الصّٰلِحِيْنَ ﴿۲۷﴾ ۔ کہا شعیب علیہ السلام نے میرا ارادہ ہے کہ میں نکاح کر دوں تم سے ان دونوں بیٹیوں میں سے ایک کا اس مہر کے بدلہ میں کہ تم میری خدمت آٹھ سال کرو تو اگر دس پورے کر دو تو یہ تمہاری مہربانی ہے اور میں تم پر مشقت ڈالنا نہیں چاہتا ان شاء اللہ تم مجھے خیر خواہ پاؤ گے۔

ابن منذر کہتے ہیں: اِنَّ لَهُمَا اَرْبَعُ اَخَوَاتٍ صِغَارٍ۔ ان دونوں بہنوں کی چار چھوٹی بہنیں بھی تھیں۔

بقاعی کہتے ہیں: اِنَّ لَهٗ سَبْعُ بَنَاتٍ اُخَرُ كَمَا فِي التَّوْرَاةِ۔ توریت میں ہے کہ آپ کی ان کے علاوہ سات صاحبزادیاں اور بھی تھیں۔

وَالْحِجَجُ جَمْعُ حِجَّةٍ بِالْكَسْرِ السَّنَةُ۔ حِجج۔ حِج کی جمع ہے جو سال یا برس کے معنی میں ہے۔

گویا آٹھ سال تو آپ نے لازم فرمائے اور دو سال اور پورے کرنے کے لئے بطور رواداری فرمایا۔

سَتَجِدُنِيْۤ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ۔ فرما کر تسلی دی کہ میرے آپ کے مابین حسن معاملہ اور نرمی رہے گی۔ موسیٰ علیہ السلام نے یہ سن کر جواب دیا:

قَالَ ذٰلِكَ بَيْنِيْ وَبَيْنَكَ ؕ اَيَّمَا الْاَجَلَيْنِ قَضَيْتُ فَلَا عُدْوَانَ عَلَيَّ ؕ وَاللّٰهُ عَلٰى مَا نَقُوْلُ وَكِيْلٌ ﴿۲۸﴾ ۔

فرمایا جو آپ نے فرمایا اس پر میں قائم ہوں اور میرے آپ کے مابین یہ معاہدہ ہے دونوں مدتوں میں سے جو میں پوری کر دوں تو پھر مجھ پر کوئی اور ذمہ نہیں اور اس معاہدہ میں جو میں آپ سے کر رہا ہوں اللہ تعالیٰ وکیل ہے۔

وکیل کے معنی شاہد بھی ہیں بقول ابن عباس رضی اللہ عنہما۔

اور قتادہ حفیظ اس کے معنی کرتے ہیں۔

اور بحر میں ہے اَلْوَكِيْلُ الَّذِيْ وُكِّلَ اِلَيْهِ الْاَمْرُ۔ وکیل وہ ہے جس پر اپنا کام موقوف کیا جائے اور اس سے مراد توثیق عہد ہے۔

تحقیق حق مہر شرعی

يَجُوزُ اَنْ يَكُوْنَ جَرٰى عَلٰى مُعَيَّنَةٍ بِمَهْرِ الْخِدْمَةِ الْمَذْكُوْرَةِ وَلَا فَسَادَ فِيْ جَعْلِ الرَّعْيَةِ مَهْرًا فَاِنَّهٗ جَائِزٌ عِنْدَ الشَّافِعِيِّ۔ اس قسم کا مہر مبہم شریعت شعیب علیہ السلام میں جائز تھا۔

ہمارے امام ہمام سیدنا ابوحنیفہ النعمان رضی اللہ عنہ کے مذہب میں مہر مال کے ساتھ ہی ہے۔ محیط برہانی میں ہے: لَوْتَزَوَّجَهَا عَلٰى اَنْ يَّرْعٰى غَنَمًا سَنَةً لَمْ يَجُزْ عَلٰى رِوَايَةِ الْاَصْلِ۔ اگر اس شرط پر نکاح کرے کہ ایک سال وہ بیوی کی بکریاں چرائے گا تو یہ جائز نہیں (روح المعانی) انتہٰی مختصراً۔ اس کے بعد کا قصہ آئندہ رکوع میں ہے۔

بامحاورہ ترجمہ چوتھا رکوع - سورۂ قصص - پ ۲۰

فَلَمَّا قَضٰى مُوْسَى الْاَجَلَ وَسَارَ بِاَهْلِهٖۤ اٰنَسَ مِنْ جَانِبِ الطُّوْرِ نَارًا ۚ قَالَ لِاَهْلِهِ امْكُثُوْۤا اِنِّيْۤ اٰنَسْتُ نَارًا لَّعَلِّيْۤ اٰتِيْكُمْ مِّنْهَا بِخَبَرٍ اَوْ جَذْوَةٍ مِّنَ النَّارِ لَعَلَّكُمْ تَصْطَلُوْنَ ﴿۲۹﴾

تو جب پوری کر دی موسیٰ نے اپنی میعاد اور چلا معہ اپنی بیوی کے طور کی طرف تو ایک آگ دیکھی کہا اپنی بیوی کو ٹھہرو میں نے آگ دیکھی ہے شاید میں لاؤں تمہارے پاس خبر یا کوئی چنگاری آگ سے تاکہ تم تاپ سکو

فَلَمَّاۤ اَتٰىهَا نُوْدِيَ مِنْ شَاطِئِ الْوَادِ الْاَيْمَنِ فِي الْبُقْعَةِ الْمُبٰرَكَةِ مِنَ الشَّجَرَةِ اَنْ يّٰمُوْسٰۤى اِنِّيْۤ اَنَا اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۳۰﴾

تو جب آیا آگ کے پاس ندا کی گئی میدان کے داہنے کنارے سے برکت والی جگہ میں درخت سے یہ کہ اے موسیٰ میں ہوں اللہ رب سارے جہان کا

وَاَنْ اَلْقِ عَصَاكَ ؕ فَلَمَّا رَاٰهَا تَهْتَزُّ كَاَنَّهَا جَآنٌّ وَّلّٰى مُدْبِرًا وَّلَمْ يُعَقِّبْ ؕ يٰمُوْسٰۤى اَقْبِلْ وَلَا تَخَفْ ۫ اِنَّكَ مِنَ الْاٰمِنِيْنَ ﴿۳۱﴾

اور یہ کہ ڈال دے اپنا عصا تو جب دیکھا موسیٰ نے اسے لہراتا ہوا گویا سانپ ہے پیٹھ پھیر کر چلا اور مڑ کر نہ دیکھا اے موسیٰ سامنے آ اور ڈر نہیں بے شک تجھے امان ہے

اُسْلُكْ يَدَكَ فِيْ جَيْبِكَ تَخْرُجْ بَيْضَآءَ مِنْ غَيْرِ سُوْٓءٍ ۫ وَّاضْمُمْ اِلَيْكَ جَنَاحَكَ مِنَ الرَّهْبِ فَذٰنِكَ بُرْهَانٰنِ مِنْ رَّبِّكَ اِلٰى فِرْعَوْنَ وَمَلَا۟ئِهٖ ؕ اِنَّهُمْ كَانُوْا قَوْمًا فٰسِقِيْنَ ﴿۳۲﴾

ڈال اپنا ہاتھ گریبان میں نکلے گا سفید چمکتا بے تکلیف اور ملا اپنا ہاتھ سینہ پر خوف دور کرنے کو تو یہ دو معجزے ہیں تیرے رب کے فرعون اور اس کے درباریوں کی طرف بے شک وہ فاسق ہیں

قَالَ رَبِّ اِنِّيْ قَتَلْتُ مِنْهُمْ نَفْسًا فَاَخَافُ اَنْ يَّقْتُلُوْنِ ﴿۳۳﴾

عرض کی الٰہی میں نے ان میں سے ایک جان ماردی ہے تو میں ڈرتا ہوں کہ مجھے قتل کر دیں

وَاَخِيْ هٰرُوْنُ هُوَ اَفْصَحُ مِنِّيْ لِسَانًا فَاَرْسِلْهُ مَعِيَ رِدْاً يُّصَدِّقُنِيْۤ ۫ اِنِّيْۤ اَخَافُ اَنْ يُّكَذِّبُوْنِ ﴿۳۴﴾

اور میرا بھائی ہارون وہ مجھ سے زبان میں صاف ہے تو رسول بنا دے اسے میری مدد کے لئے کہ میری تصدیق کرے مجھے ڈر ہے کہ وہ مجھے جھٹلائیں گے

قَالَ سَنَشُدُّ عَضُدَكَ بِاَخِيْكَ وَنَجْعَلُ لَكُمَا

فرمایا عنقریب قوی کر دیں گے ہم تیرا بازو تیرے بھائی

سُلْطٰنًا فَلَا یَصِلُوْنَ اِلَیْكُمَا ۚۛ بِاٰیٰتِنَا ۚۛ اَنْتُمَا وَ مَنِ اتَّبَعَكُمَا الْغٰلِبُوْنَ ﴿۳۵﴾

کے ساتھ اور کریں گے ہم تم دونوں کو غالب تو نہ پہنچ سکے گا وہ تم دونوں تک ہماری نشانیوں کے سبب تم دونوں اور تمہارے پیرو غالب رہیں گے

فَلَمَّا جَآءَهُمْ مُّوْسٰی بِاٰیٰتِنَا بَیِّنٰتٍ قَالُوْا مَا هٰذَاۤ اِلَّا سِحْرٌ مُّفْتَرًی وَّ مَا سَمِعْنَا بِهٰذَا فِیْۤ اٰبَآىِٕنَا الْاَوَّلِیْنَ ﴿۳۶﴾

تو جب موسیٰ آئے ہماری نشانیوں کے ساتھ تو بولے یہ کچھ نہیں مگر جادو اور بناوٹ اور نہیں سنا ہم نے باپ دادوں سے جو پہلے گزر گئے

وَ قَالَ مُوْسٰی رَبِّیْۤ اَعْلَمُ بِمَنْ جَآءَ بِالْهُدٰی مِنْ عِنْدِهٖ وَ مَنْ تَكُوْنُ لَهٗ عَاقِبَةُ الدَّارِ ؕ اِنَّهٗ لَا یُفْلِحُ الظّٰلِمُوْنَ ﴿۳۷﴾

اور کہا موسیٰ نے میرا رب خوب جانتا ہے جو لایا ہو ہدایت اس کے پاس سے اور جس کے لئے آخرت کا گھر ہوگا بے شک فلاح کو نہیں پہنچتے ظالم

وَ قَالَ فِرْعَوْنُ یٰۤاَیُّهَا الْمَلَاُ مَا عَلِمْتُ لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَیْرِیْ ۚ فَاَوْقِدْ لِیْ یٰهَامٰنُ عَلَی الطِّیْنِ فَاجْعَلْ لِّیْ صَرْحًا لَّعَلِّیْۤ اَطَّلِعُ اِلٰۤی اِلٰهِ مُوْسٰی ۙ وَ اِنِّیْ لَاَظُنُّهٗ مِنَ الْكٰذِبِیْنَ ﴿۳۸﴾

اور بولا فرعون اے درباریو میں تمہارے لئے اپنے سوا کوئی خدا نہیں جانتا تو اے ہامان میرے لئے گارا پکا کر ایک محل بنا شاید کہ میں خدا کو دیکھوں اور میں گمان کرتا ہوں کہ وہ جھوٹا ہے

وَ اسْتَكْبَرَ هُوَ وَ جُنُوْدُهٗ فِی الْاَرْضِ بِغَیْرِ الْحَقِّ وَ ظَنُّوْۤا اَنَّهُمْ اِلَیْنَا لَا یُرْجَعُوْنَ ﴿۳۹﴾

اور تکبر کیا اس نے اور اس کے لشکریوں نے زمین میں ناحق اور سمجھے کہ انہیں ہماری طرف پھرنا نہیں

فَاَخَذْنٰهُ وَ جُنُوْدَهٗ فَنَبَذْنٰهُمْ فِی الْیَمِّ ۚ فَانْظُرْ كَیْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الظّٰلِمِیْنَ ﴿۴۰﴾

تو ہم نے اسے پکڑا اور اس کے لشکر کو تو پھینک دیا ہم نے ان کو دریا میں تو دیکھو کیسا ہوا انجام ظالموں کا

وَ جَعَلْنٰهُمْ اَىِٕمَّةً یَّدْعُوْنَ اِلَی النَّارِ ۚ وَ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ لَا یُنْصَرُوْنَ ﴿۴۱﴾

اور کیا ہم نے انہیں پیشوا دوزخیوں کا اور قیامت کے دن ان کی مدد نہ ہوگی

وَ اَتْبَعْنٰهُمْ فِیْ هٰذِهِ الدُّنْیَا لَعْنَةً ۚ وَ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ هُمْ مِّنَ الْمَقْبُوْحِیْنَ ﴿۴۲﴾ ع

اور پیچھے لگائی ہم نے ان کے اس دنیا میں لعنت اور بروز قیامت وہ مصیبت میں ہیں

حل لغات چوتھا رکوع - سورۃ قصص - پ ۲۰

فَلَمَّا - پھر جب	قَضٰی - پوری کردی	مُوْسَی - موسیٰ نے	الْاَجَلَ - مدت
وَ - اور	سَارَ - لے چلا	بِاَهْلِهٖ - اپنی بیوی کو	اٰنَسَ - دیکھا
مِنْ جَانِبِ - طرف	الطُّوْرِ - طور کی	نَارًا - آگ	قَالَ - کہا
لِاَهْلِهِ - اپنی بیوی سے	امْكُثُوْٓا - ٹھہرو	اِنِّیْٓ - بے شک میں نے	اٰنَسْتُ - دیکھی ہے
نَارًا - آگ	لَعَلِّیْٓ - تاکہ میں	اٰتِیْكُمْ - لاؤں تمہارے پاس	مِّنْهَا - اس سے

بِخَبَرٍ۔ کوئی خبر	اَوْ۔ یا	جَذْوَۃٍ۔ کوئی انگارا	مِّنَ النَّارِ۔ آگ کا
لَعَلَّکُمْ۔ تاکہ تم	تَصْطَلُوْنَ۔ تاپو	فَلَمَّآ۔ پھر جب	اَتٰهَا۔ آئے اس کے پاس
نُوْدِیَ۔ پکارے گئے	مِنْ شَاطِئِ۔ کنارے	الْوَادِ۔ میدان	الْاَیْمَنِ۔ دائیں سے
فِی۔ بیچ	الْبُقْعَۃِ۔ ٹکڑے	الْمُبٰرَکَۃِ۔ برکت والے کے	مِنَ الشَّجَرَۃِ۔ درخت سے
اَنْ۔ یہ کہ	یٰمُوْسٰۤی۔ اے موسیٰ	اِنِّیْۤ۔ بے شک	اَنَا۔ میں
اللّٰهُ۔ اللہ ہوں	رَبُّ۔ رب	الْعٰلَمِیْنَ۔ جہانوں کا	وَ۔ اور
اَنْ۔ یہ کہ	اَلْقِ۔ ڈال دے	عَصَاكَ۔ اپنی لاٹھی	فَلَمَّا۔ تو جب
رَاٰهَا۔ دیکھا اس کو	تَهْتَزُّ۔ حرکت کرتی	كَاَنَّهَا۔ گویا کہ وہ	جَآنٌّ۔ سانپ ہے
وَّلّٰی۔ پھرے	مُدْبِرًا۔ پیٹھ دے کر	وَّ۔ اور	لَمْ۔ نہ
یُعَقِّبْ۔ پیچھے دیکھا	یٰۤاَ۔ اے	مُوْسٰی۔ موسیٰ	اَقْبِلْ۔ آ جا
وَ۔ اور	لَا۔ نہ	تَخَفْ۔ ڈر	اِنَّكَ۔ بے شک تو
مِنَ الْاٰمِنِیْنَ۔ امن والوں سے ہے		اُسْلُكْ۔ داخل کر	یَدَكَ۔ اپنا ہاتھ
فِیْ۔ بیچ	جَیْبِكَ۔ اپنے گریبان کے	تَخْرُجْ۔ نکلے گا	بَیْضَآءَ۔ سفید
مِنْ غَیْرِ۔ بغیر کسی	سُوْٓءٍ۔ تکلیف کے	وَّ۔ اور	اضْمُمْ۔ ملا
اِلَیْكَ۔ اپنی طرف	جَنَاحَكَ۔ اپنا بازو	مِنَ الرَّهْبِ۔ ڈر سے	فَذٰنِكَ۔ تو یہ
بُرْهَانٰنِ۔ دو نشان ہیں	مِنْ رَّبِّكَ۔ تیرے رب سے	اِلٰی۔ طرف	فِرْعَوْنَ۔ فرعون
وَ۔ اور	مَلَا۠ىِٕهٖ۔ اس کے سرداروں کی	اِنَّهُمْ۔ بے شک وہ	كَانُوْا۔ تھے
قَوْمًا۔ قوم	فٰسِقِیْنَ۔ بدکردار	قَالَ۔ کہا	رَبِّ۔ اے میرے رب
اِنِّیْ۔ بے شک میں نے	قَتَلْتُ۔ قتل کیا ہے	مِنْهُمْ۔ ان کا	نَفْسًا۔ ایک آدمی
فَاَخَافُ۔ تو ڈرتا ہوں میں	اَنْ۔ یہ کہ	یَّقْتُلُوْنِ۔ مجھے قتل کر دیں	وَ۔ اور
اَخِیْ۔ میرا بھائی	هٰرُوْنُ۔ ہارون	هُوَ۔ وہ	اَفْصَحُ۔ صاف ہے
مِنِّیْ۔ مجھ سے	لِسَانًا۔ زبان میں	فَاَرْسِلْهُ۔ تو بھیج اسے	مَعِیَ۔ میرے ساتھ
رِدْاً۔ مددگار جو	یُّصَدِّقُنِیْۤ۔ میری تصدیق کرے	اِنِّیْۤ۔ بے شک میں	اَخَافُ۔ ڈرتا ہوں
اَنْ۔ یہ کہ	یُّكَذِّبُوْنِ۔ مجھے جھٹلائیں	قَالَ۔ فرمایا	سَنَشُدُّ۔ عنقریب مضبوط
کریں گے ہم	عَضُدَ۔ بازو	كَ۔ تیرا	بِاَخِیْكَ۔ تیرے بھائی سے
وَ۔ اور	نَجْعَلُ۔ کریں گے ہم	لَكُمَا۔ تمہارے لئے	سُلْطٰنًا۔ غلبہ
فَلَا۔ تو نہ	یَصِلُوْنَ۔ پہنچ سکیں گے	اِلَیْكُمَا۔ تمہاری طرف	بِاٰیٰتِنَاۤ۔ ہماری آیتوں سے
اَنْتُمَا۔ تم	وَ۔ اور	مَنِ۔ جو	اتَّبَعَكُمَا۔ تمہارا پیرو ہوگا

الْغٰلِبُوْنَ۔غالب رہو گے فَلَمَّا۔پھر جب جَآءَ۔آیا هُمْ۔ان کے پاس

مُّوْسٰی۔موسیٰ بِاٰیٰتِنَا۔ہماری آیتیں بَیِّنٰتٍ۔روشن لے کر قَالُوْا۔بولے

مَا۔نہیں هٰذَآ۔یہ اِلَّا۔مگر سِحْرٌ۔جادو

مُّفْتَرًی۔بنایا گیا وَّ۔اور مَا۔نہیں سَمِعْنَا۔سنا ہم نے

بِهٰذَا۔یہ فِیْٓ۔بیچ اٰبَآئِنَا۔اپنے باپ دادا الْاَوَّلِیْنَ۔پہلوں کے

وَ۔اور قَالَ۔کہا مُوْسٰی۔موسیٰ نے رَبِّیْٓ۔میرا رب

اَعْلَمُ۔خوب جانتا ہے بِمَنْ۔اس کو جو جَآءَ۔لایا

بِالْهُدٰی۔ہدایت مِنْ عِنْدِهٖ۔اس کی طرف سے وَ۔اور

مَنْ۔جس کے لئے تَكُوْنُ۔ہوتا ہے لَهٗ۔اس کے لئے عَاقِبَةُ۔آخرت کا

الدَّارِ۔گھر اِنَّهٗ۔بے شک وہ لَا یُفْلِحُ۔نہیں کامیاب ہوتے الظّٰلِمُوْنَ۔ظالم

وَ۔اور قَالَ۔کہا فِرْعَوْنُ۔فرعون نے یٰٓاَیُّهَا۔اے

الْمَلَاُ۔سردارو مَا۔نہیں عَلِمْتُ۔جانتا میں لَكُمْ۔تمہارے لئے

مِّنْ۔کوئی اِلٰهٍ۔معبود غَیْرِیْ۔سوا اپنے فَاَوْقِدْ۔تو آگ جلا

لِیْ۔میرے لئے یٰٓ۔اے یٰهَامٰنُ۔ہامان عَلَی۔اوپر

الطِّیْنِ۔مٹی کے فَاجْعَلْ۔تو بنا لِّیْ۔میرے لئے صَرْحًا۔ایک محل

لَّعَلِّیْٓ۔تاکہ میں اَطَّلِعُ۔دیکھوں اِلٰٓی۔طرف اِلٰهِ۔خدا

مُوْسٰی۔موسیٰ کے وَ۔اور اِنِّیْ۔بے شک میں لَاَظُنُّهٗ۔خیال کرتا ہوں

مِنَ الْكٰذِبِیْنَ۔جھوٹے لوگوں سے وَ۔اور اسْتَكْبَرَ۔تکبر کیا

هُوَ۔اس نے وَ۔اور جُنُوْدُهٗ۔اس کے لشکر نے فِی۔بیچ

الْاَرْضِ۔زمین کے بِغَیْرِ۔بغیر الْحَقِّ۔حق کے وَ۔اور

ظَنُّوْٓا۔خیال کیا انہوں نے اَنَّهُمْ۔کہ وہ اِلَیْنَا۔ہماری طرف لَا۔نہ

یُرْجَعُوْنَ۔لوٹائے جائیں گے فَاَخَذْنٰهُ۔تو پکڑا ہم نے اس کو

وَ۔اور جُنُوْدَهٗ۔اس کے لشکروں کو فَنَبَذْنَا۔توڑ ڈالا ہم نے هُمْ۔ان کو

فِی۔بیچ الْیَمِّ۔دریا کے فَانْظُرْ۔تو دیکھ كَیْفَ۔کیسا

كَانَ۔ہوا عَاقِبَةُ۔انجام الظّٰلِمِیْنَ۔ظالموں کا وَ۔اور

جَعَلْنٰهُمْ۔بنایا ہم نے ان کو اَئِمَّةً۔پیشوا یَّدْعُوْنَ۔بلاتے ہیں اِلَی۔طرف

النَّارِ۔آگ کی وَ۔اور یَوْمَ۔دن الْقِیٰمَةِ۔قیامت کے

لَا۔نہ یُنْصَرُوْنَ۔مدد دیے جائیں گے وَ۔اور

اَتْبَعْنٰهُمْ۔ پیچھے لگائی ہم نے ان کے فِیْ۔ بیچ هٰذِهٖ۔اس
الدُّنْیَا۔ دنیا کے لَعْنَةً۔لعنت وَیَوْمَ۔اور دن الْقِیٰمَةِ۔قیامت کے
هُمْ۔وہ مِّنَ الْمَقْبُوْحِیْنَ۔ بدشکلوں سے ہوں گے

خلاصہ تفسیر چوتھا رکوع۔سورۃ قصص۔پ ۲۰

فَلَمَّا قَضٰى مُوْسَى الْاَجَلَ وَسَارَ بِاَهْلِهٖۤ اٰنَسَ مِنْ جَانِبِ الطُّوْرِ نَارًاۚ قَالَ لِاَهْلِهِ امْكُثُوْۤا اِنِّیْۤ اٰنَسْتُ نَارًا لَّعَلِّیْۤ اٰتِیْكُمْ مِّنْهَا بِخَبَرٍ اَوْ جَذْوَةٍ مِّنَ النَّارِ لَعَلَّكُمْ تَصْطَلُوْنَ (۲۹)۔

جب پوری کر چکے موسیٰ اپنی مدت تو روانہ ہوئے اپنی بیوی کے ساتھ تو راہ میں طور کی جانب سے آگ کی روشنی دیکھی فرمایا اپنی بیوی کو ٹھہرو میں نے آگ دیکھی ہے میں راستہ کی خبر بھی لاتا ہوں اور چنگاری بھی جلتی ہوئی لاؤں گا تاکہ تم تاپ سکو۔

اس میں اختلاف ہے کہ آپ نے آٹھ سال پورے کئے یا دس سال بہر حال آٹھ یا دس سال پورے کر کے آپ نے مصر کا ارادہ کیا حضرت شعیب علیہ السلام سے اجازت طلب کی۔

حضرت شعیب علیہ السلام نے آپ کو ایک عصا عطا فرمایا یہ وہ عصا تھا جو حضرت آدم علیہ السلام جنت سے لائے تھے اور اجازت روانگی دی۔

سید المفسرین ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: آپ نے حضرت شعیب علیہ السلام سے دس سال پورے کر کے اجازت حاصل کی تھی چلتے چلتے راستہ بھول گئے اور وادی طور کی طرف آنکلے سردی سخت تھی رات اندھیری سونا جنگل تھا کہ آپ کو ایک طرف آگ روشن نظر آئی۔ آپ نے بیوی سے کہا تم ٹھہرو مجھے آگ نظر پڑی ہے وہاں سے کم از کم راستے کی خبر لے آؤں اور آگ کی چنگاری بھی لاؤں تاکہ تم تاپ لو۔

فَلَمَّاۤ اَتٰىهَا نُوْدِیَ مِنْ شَاطِئِ الْوَادِ الْاَیْمَنِ فِی الْبُقْعَةِ الْمُبٰرَكَةِ مِنَ الشَّجَرَةِ اَنْ یّٰمُوْسٰۤى اِنِّیْۤ اَنَا اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِیْنَ (۳۰) ۔تو جب روشنی کی طرف آیا ندا کی گئی میدان کے داہنے کنارے سے برکت والے مقام میں درخت سے کہ اے موسیٰ بے شک میں ہی اللہ رب العالمین ہوں۔

اس درخت میں بھی اختلاف ہے کسی نے عناب لکھا ہے کسی نے عوسج کہا ہے عوسج ایک خاردار درخت ہے جو جنگلوں میں ہوتا ہے۔ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے دیکھا کہ سرسبز درخت سے آگ نکل رہی ہے تو آپ نے جان لیا کہ درخت سرسبز شاداب میں سے آگ نکلنا یہ یقیناً خدائی نشان ہے پھر اس میں سے آواز آنا یہ بھی من جانب اللہ عزوجل ہے اور یقیناً یہ کلام الٰہی عزوجل کی آواز ہے۔

بعض نے یہ بھی کہا کہ وہ آواز حضرت موسیٰ علیہ السلام کے جسم کے ہر عضو سے آرہی تھی اور اس آواز میں ہماری آوازوں کی طرح حروف نہ تھے بلکہ وہ کلام نفسی تھا جس کا تحمل آپ ہی کو عطا ہوا۔

غرضکہ آپ اللہ تعالیٰ سے ہم کلام ہوئے، کیسے ہوئے، کیونکر ہوئے، کس طرح ہوئے اس پر متکلمین اپنی کلام کر رہے ہیں اور دوسرے اپنی اپنی بولیاں بول رہے ہیں مگر حقیقت کلام کو وہ جانیں جو کلیم اللہ بنے یا وہ جانے جس نے کلیم اللہ بنایا۔

مختصر یہ کہ آپ کو جہاں روشنی یا آگ نظر آئی وہ وادی طور تھی قلزم کے قریب مدین سے ایک دو روز کے فاصلہ پر مصر جاتے ہوئے یہ وادی ملتی ہے۔

خدا کی شان، آئے تو آگ لینے کو تھے مگر نور نبوت سے سرفراز ہو گئے کسی پرانے شاعر نے خوب تاریخی نقشہ ایک شعر میں کھینچا ہے:

خدا کے دین کا موسیٰ سے پوچھئے احوال کہ آگ لینے کو جائیں پیغمبری مل جائے

یہیں عصا اور ید بیضا کے معجزے بھی ملے جس کی تفصیل آ رہی ہے:

وَاَنْ اَلْقِ عَصَاكَ ؕ فَلَمَّا رَاٰهَا تَهْتَزُّ كَاَنَّهَا جَآنٌّ وَّلّٰى مُدْبِرًا وَّلَمْ يُعَقِّبْ ؕ ۔ کہ موسیٰ اپنا عصا ڈال دے تو جب دیکھا اسے تو لہرا رہا تھا گویا کہ سانپ ہے پیٹھ پھیر کر پلٹا اور مڑ کر نہ دیکھا۔

خوف کی وجہ سے تو ارشاد ہوا:

يٰمُوْسٰۤى اَقْبِلْ وَلَا تَخَفْ ۫ اِنَّكَ مِنَ الْاٰمِنِيْنَ ﴿۳۱﴾ ۔

اے موسیٰ! (علیہ السلام) آگے بڑھ اور خوف نہ کر تو بے شک امن والوں میں ہے۔

آپ نے وہ عصا پکڑ لیا جو سانپ ہو گیا تھا تو پکڑتے ہی حسب سابق عصا ہی ہو گیا۔ دوسرے معجزہ کی عطایوں ہوئی کہ حکم الٰہی عزوجل ہوا:

اُسْلُكْ يَدَكَ فِيْ جَيْبِكَ تَخْرُجْ بَيْضَآءَ مِنْ غَيْرِ سُوْٓءٍ ۫ وَّاضْمُمْ اِلَيْكَ جَنَاحَكَ مِنَ الرَّهْبِ فَذٰنِكَ بُرْهَانٰنِ مِنْ رَّبِّكَ اِلٰى فِرْعَوْنَ وَمَلَاۡئِهٖ ؕ اِنَّهُمْ كَانُوْا قَوْمًا فٰسِقِيْنَ ﴿۳۲﴾ ۔ اپنا ہاتھ ڈال کر گریبان میں وہ بغیر کسی تکلیف کے چمکتا ہوا سفید نکلے گا اور دونوں ہاتھ اپنے سینہ سے ملاؤ کہ خوف نہ رہے تو یہ دونوں معجزے تمہارے رب کی طرف سے ہیں فرعون اور اس کے درباریوں کی طرف بے شک وہ جماعت متجاوز عن الحدود ہے۔

اس پر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بارگاہ رب العزت میں عرض کی جس کا ذکر مندرجہ آیات میں ہے:

قَالَ رَبِّ اِنِّيْ قَتَلْتُ مِنْهُمْ نَفْسًا فَاَخَافُ اَنْ يَّقْتُلُوْنِ ﴿۳۳﴾ وَاَخِيْ هٰرُوْنُ هُوَ اَفْصَحُ مِنِّيْ لِسَانًا فَاَرْسِلْهُ مَعِيَ رِدْاً يُّصَدِّقُنِيْٓ ۫ اِنِّيْٓ اَخَافُ اَنْ يُّكَذِّبُوْنِ ﴿۳۴﴾ ۔

عرض کی الٰہی! میں ان میں سے ایک جان کو ہلاک کر چکا ہوں تو مجھے خوف ہے کہ وہ مجھے قتل کر دیں گے اور میرا بھائی ہارون از روئے زبان مجھ سے صاف بولنے والا ہے تو اسے بھی رسالت عطا فرما کر میرے ساتھ کر کہ مددگار رہے اور میری تصدیق کرے میں ڈرتا ہوں کہ وہ مجھے جھٹلائیں گے۔

یہ درخواست موسیٰ علیہ السلام کی منظور ہوئی جس کا دوسری جگہ ذکر ہو چکا ہے قَالَ قَدْ اُوْتِيْتَ سُؤْلَكَ يٰمُوْسٰى۔ ہم نے موسیٰ تمہارے سوال کے مطابق تمہیں دے دیا تمہارا بھائی۔ اور یہاں بھی بطور مژدہ جواب میں ارشاد ہے۔

قَالَ سَنَشُدُّ عَضُدَكَ بِاَخِيْكَ وَنَجْعَلُ لَكُمَا سُلْطٰنًا فَلَا يَصِلُوْنَ اِلَيْكُمَا ۚۛ بِاٰيٰتِنَآ ۚۛ اَنْتُمَا وَمَنِ اتَّبَعَكُمَا الْغٰلِبُوْنَ ﴿۳۵﴾ ۔ فرمایا ہم عنقریب مضبوط فرمائیں گے تمہارا بازو تمہارے بھائی کے ساتھ اور تمہیں غلبہ دیں گے تو وہ تم تک پہنچ بھی نہ سکیں گے ہماری نشانیوں کے سبب تم اور تمہارے پیرو ہی غالب رہو گے۔

چنانچہ اب آپ کا فرعون کے مقابل آنے کا تذکرہ مختصراً بیان فرما کر ان کا انجام بتایا گیا:

فَلَمَّا جَآءَهُمْ مُّوْسٰى بِاٰيٰتِنَا بَيِّنٰتٍ قَالُوْا مَا هٰذَآ اِلَّا سِحْرٌ مُّفْتَرًى وَّمَا سَمِعْنَا بِهٰذَا فِيْٓ اٰبَآئِنَا الْاَوَّلِيْنَ ﴿۳۶﴾

تو جب موسیٰ ہماری نشانیوں کے ساتھ فرعونیوں میں تشریف لائے وہ تو بولے یہ کچھ نہیں مگر بنایا ہوا جادو ہے اور نہیں سنا ہم نے اپنے باپ دادا سے بھی پہلے۔

اس کا جواب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے دیا:

وَقَالَ مُوْسٰى رَبِّيْٓ اَعْلَمُ بِمَنْ جَآءَ بِالْهُدٰى مِنْ عِنْدِهٖ وَمَنْ تَكُوْنُ لَهٗ عَاقِبَةُ الدَّارِ ۭ اِنَّهٗ لَا يُفْلِحُ الظّٰلِمُوْنَ ﴿۳۷﴾ ۔ اور فرمایا موسیٰ نے میرا رب خوب جانتا ہے جو اس کی طرف سے ہدایت لے کر آیا ہے اور اسے بھی خوب جانتا ہے جس کے لئے دار آخرت آخرت میں ہوگا اور بے شک ظالم لوگ فلاح نہیں پاتے۔

پھر فرعون نے ہٹ دھرمی سے کہا کہ میرے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں پھر بھی اے ہامان ایک بلند محل بنا تا کہ میں موسیٰ (علیہ السلام) کے خدا کو دیکھوں چنانچہ اسے قرآن کریم اپنی زبان میں اس طرح بیان فرماتا ہے:

وَقَالَ فِرْعَوْنُ يٰٓاَيُّهَا الْمَلَاُ مَا عَلِمْتُ لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرِيْ ۚ فَاَوْقِدْ لِيْ يٰهَامٰنُ عَلَى الطِّيْنِ فَاجْعَلْ لِّيْ صَرْحًا لَّعَلِّيْٓ اَطَّلِعُ اِلٰٓى اِلٰهِ مُوْسٰى ۙ وَاِنِّيْ لَاَظُنُّهٗ مِنَ الْكٰذِبِيْنَ ﴿۳۸﴾ ۔

اور فرعون بولا اے میرے درباریو! میں تمہارا خدا اپنے سوا کسی کو نہیں مانتا تو اے ہامان میرے لئے گارا پکوا کر (اینٹوں کا پزاوہ پختہ کر) پھر ایک بلند محل تیار کر اکہ میں اس پر چڑھ کر موسیٰ کے خدا کو دیکھوں اور میں تو اسے جھوٹا ہی خیال کرتا ہوں۔

اس سے ثابت ہوا کہ اینٹوں کی پہلی ایجاد فرعون نے کی اس سے پہلے اینٹ کی ایجاد نہیں ہوئی۔ چنانچہ ہامان وزیر فرعون نے ہزارہا کاریگر اور مزدور لگا کر اینٹیں بنوائیں اور انہیں پزاوہ میں پکا کر ایک بلند عمارت ایسی بنوائی کہ اس کے برابر بلند عمارت دنیا میں نہیں تھی۔

یہ وہم فرعون کو خدا کے دیکھنے کا اس وجہ میں ہوا کہ اس کے گمان میں اللہ تعالیٰ بھی کسی مکان میں ہے اور وہ بھی ہمارے جیسا جسم رکھتا ہے تو اس ذریعہ سے اسے دیکھا جاسکے گا۔ چنانچہ قرآن کریم میں ان کا تکبر اور اس کا انجام اس طرح بیان فرمایا گیا:

وَاسْتَكْبَرَ هُوَ وَجُنُوْدُهٗ فِي الْاَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ وَظَنُّوْٓا اَنَّهُمْ اِلَيْنَا لَا يُرْجَعُوْنَ ﴿۳۹﴾ فَاَخَذْنٰهُ وَجُنُوْدَهٗ فَنَبَذْنٰهُمْ فِي الْيَمِّ ۚ فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۴۰﴾ وَجَعَلْنٰهُمْ اَئِمَّةً يَّدْعُوْنَ اِلَى النَّارِ ۚ وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ لَا يُنْصَرُوْنَ ﴿۴۱﴾ وَاَتْبَعْنٰهُمْ فِيْ هٰذِهِ الدُّنْيَا لَعْنَةً ۚ وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ هُمْ مِّنَ الْمَقْبُوْحِيْنَ ﴿۴۲﴾ ۔

اور تکبر کیا اس نے اور اس کے لشکر نے زمین میں ناحق اور گمان کیا کہ وہ ہماری طرف لوٹ کر نہ آئیں گے تو ہم نے پکڑا انہیں اور ان کے لشکر کو یم یعنی دریائے نیل میں پھینک دیا تو دیکھو کیا انجام ہوا جھٹلانے والوں کا اور کر دیا ہم نے انہیں اور ان کے لشکر کو دوزخیوں کا پیشوا کہ پکارتے ہیں آگ کی طرف اور قیامت کے دن ان کی مدد نہ ہوگی۔ اور اس دنیا میں ہم نے ان کے پیچھے لعنت لگائی اور قیامت کے دن وہ سخت قباحتوں میں ہوں گے۔

اور اس امر کی تفصیل اور مقامات پر ہے کہ وہ کیسے غرق ہوا اور اسے کیا کیا ذلتیں اٹھانی پڑیں اور اس میں جو نادر لغات ہیں ان کی تصریح تفسیر میں ملاحظہ کریں۔

نادر لغات

قَضٰی۔ پوری کرلی۔ اَیْ اَتَمَّ۔

اَجَلَ۔ مدت۔

اٰنَسَ۔ اَبْصَرَ۔ دیکھا اِیْنَاس۔ بمعنی احساس ہے لیکن یہ بمعنی ابصار بھی مستعمل ہے۔

اُمْکُثُوْا۔ یَعْنِیْ اَقِیْمُوْا۔ ٹھہرو۔

جَذْوَۃٍ۔ اَلْجَذْوَۃُ مَا یَبْقٰی مِنَ الْحَطَبِ بَعْدَ الْاِلْتِہَابِ۔ جذوہ اس چنگاری کو کہتے ہیں جو دہک کر جل کر باقی رہ جائے۔

شَاطِئِ الْوَادِیْ۔ کنارہ جنگل کا۔

اَیْمَنِ۔ داہنا۔

بُقْعَہ۔ قِطْعَۃ۔

تَھْتَزُّ۔ تَتَحَرَّکُ۔ لرز رہا تھا۔ لہرا رہا تھا

جَآنٌّ۔ چتلا کُمَلَاءُ الْعَیْنِ۔ وہ سانپ جو گھروں میں ہوتا ہے۔

مُدْبِرًا۔ پیٹھ پھیر کر بھاگنا۔

لَمْ یُعَقِّبْ۔ لوٹ کر نہ دیکھنا

اُسْلُکْ۔ اُدْخِلْ۔ داخل کر۔

جَیْب۔ گریبان۔

رَھْب۔ خوف۔

فَذٰنِکَ۔ یہ یَعْنِیْ ھٰذَیْنِ ہے۔ اس کے معنی ذلک اس اور یہ کے ہیں۔

رِدْاً۔ اَیْ عَوْنًا۔ مددگار یُقَالُ رَدَاْتُہٗ عَلٰی عَدُوِّہٖ اَیْ اَعَنْتُہٗ۔

سَنَشُدُّ۔ سَنُقَوِّیْکَ۔ جلدی قوت دیں گے اور سَنُعِیْنُکَ۔ اور جلدی مدد کریں گے ہم۔

فَاَوْقِدْ لِیْ۔ اِصْنَعْ لِیْ۔ بنا میرے لئے۔ یا وقد سے ہے پکا میرے لئے۔

صَرْحًا۔ بِنَاءً۔ محل بلند

فَنَبَذْنٰھُمْ۔ نَبْذ۔ پھینکنے کو کہتے ہیں۔

یَمّ۔ دریا۔

مَقْبُوْحِیْنَ۔ مَطْرُوْدِیْنَ۔ ذلیل دھتکارے ہوئے۔

اصل تفسیر چوتھا رکوع۔ سورۃ قصص۔ پ ۲۰

فَلَمَّا قَضٰی مُوْسَی الْاَجَلَ۔ جب پوری کردی موسیٰ نے اپنی مقررہ مدت۔

یعنی حضرت شعیب علیہ السلام نے جو آٹھ سال مقرر فرمائی تھی اور دس سال ان کی مرضی پر رکھے تھے اور اس پر آلوسی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

وَالْمُرَادُ بِهِ الْاَجَلُ الْاٰخِرُ۔ اس سے مراد دوسری مدت یعنی دس سال ہے۔ ایسا ہی ابن مردویہ، مقسم اور حسن بن علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا:

وَ اَخْرَجَ الْبُخَارِیُّ وَ جَمَاعَةٌ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّهٗ سُئِلَ اَیُّ الْاَجَلَیْنِ قَضٰی مُوْسٰی عَلَیْهِ السَّلَامُ فَقَالَ اَكْثَرَهُمَا وَ اَطْیَبَهُمَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ اِذَا قَالَ فَعَلَ۔ ابن عباس سے پوچھا گیا کہ دونوں مدتوں میں سے کون سی مدت حضرت موسیٰ علیہ السلام نے پوری کی فرمایا دونوں میں سے زیادہ مدت پوری کی اور نہایت پاک طریقہ سے پوری کی اس لئے کہ شعیب علیہ السلام جو کچھ فرماتے پورا کرتے تھے۔ گویا نبی جب کوئی وعدہ کرتا ہے تو پورا کرتا ہے۔

وَسَارَ بِاَهْلِهٖٓ۔ اور روانہ ہوئے اپنی بیوی کے ساتھ۔

یعنی بہ اجازت حضرت شعیب علیہ السلام جب آپ مصر کو روانہ ہوئے اپنی بیوی کو ساتھ لے کر اس لئے کہ آپ کی والدہ اور بھائی اور بہن اور تمام رشتہ دار مصر میں ہی تھے۔ ان سے ملنے کی غرض سے آپ مصر تشریف لا رہے تھے۔

تو راستہ آپ نے عام راستہ کے علاوہ اختیار فرمایا تو کوہ طور راستہ میں آیا۔

اور آپ کے ساتھ روانگی کے وقت آپ کے دو صاحبزادے بھی تھے۔

بڑے کا نام جیرشوم تھا اور چھوٹے کا نام یعاذر۔ یہ دونوں صاحبزادے زمانہ قیام مدین میں ہی پیدا ہو چکے تھے۔ عبد بن حمید اور ابن المنذر اور ابن ابی حاتم مجاہد رحمہم اللہ سے راوی ہیں: قَضٰی مُوْسٰی عَشْرَ سِنِیْنَ ثُمَّ مَكَثَ بَعْدَ ذٰلِكَ عَشْرًا اُخْرٰی۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام دس سال عہد کے مطابق رہے اور بعد اس مدت کے دس سال اور قیام کیا۔

اور راستہ میں یہ تیسرا بچہ پیدا ہوا۔

اور بحر میں ہے: اِنَّهٗ عَلَیْهِ السَّلَامُ خَرَجَ بِاَهْلِهٖ وَ مَالِهٖ فِیْ فَصْلِ الشِّتَآءِ وَاَخَذَ عَلٰی غَیْرِ الطَّرِیْقِ مَخَافَةَ مُلُوْكِ الشَّامِ وَ اِمْرَاَتُهٗ حَامِلٌ لَّا یَدْرِیْ اَلَیْلًا تَضَعُ اَمْ نَهَارًا مِّنْهَا فِی السَّیْرِ لَا یَعْرِفُ طُرُقَهَا فَاَلْجَاهُ السَّیْرُ اِلٰی جَانِبِ الطُّوْرِ الْغَرْبِیِّ الْاَیْمَنِ فِیْ لَیْلَةٍ مُّظْلِمَةٍ مُّثْلَجَةٍ شَدِیْدَةِ الْبَرْدِ۔

آپ جب مدین سے چلے تو بیوی اور مال وغیرہ ساتھ تھا اور سردی کا موسم تھا پھر آپ عام راستے سے علیحدہ روانہ ہوئے ملوک شام کے خوف سے اور آپ کی بیوی حاملہ تھیں اور یہ معلوم نہ تھا کہ رات بچہ ہو یا صبح آپ جنگل جنگل چلے اور رستہ معلوم نہ تھا چلتے چلتے کوہ طور کی طرف نکل آئے پھر رات اندھیری اور برف والی تھی سخت سردی تھی۔

ایک قول ہے: كَانَ لِغَیْرَتِهٖ عَلٰی حَرَمِهٖ یَصْحَبُ الرِّفْقَةَ لَیْلًا وَّ یُفَارِقُهُمْ نَهَارًا فَاَضَلَّ الطَّرِیْقَ یَوْمًا حَتّٰی اَدْرَكَهُ اللَّیْلُ فَاَخَذَ اِمْرَاَتَهُ الطَّلْقُ فَقَدَحَ زَنْدَهٗ فَاَصْلَدَ فَنَظَرَ فَاِذَا رَاٰی نَارًا تَلُوْحُ مِنْ بُعْدٍ فَقَالَ امْكُثُوْا۔

آپ بوجہ غیرت رات میں ساتھ رہتے اور دن میں علیحدہ رہ کر چلتے کہ راہ بھول گئے دن بھر چلتے رہے کہ شام ہو گئی کہ اچانک آپ کی بیوی کو دردزہ ہو گیا اور سردی نے پریشان کیا آپ نے آگ کے لئے دوڑ دھوپ کی کہ اچانک ایک طرف روشنی

نظر آئی جو دور تھی پھر فرمایا تم ٹھہرو میں نے روشنی دیکھی ہے۔

حَیْثُ قَالَ اِنِّیْۤ اٰنَسْتُ نَارًا لَّعَلِّیْۤ اٰتِیْكُمْ مِّنْهَا بِخَبَرٍ اَوْ جَذْوَةٍ مِّنَ النَّارِ لَعَلَّكُمْ تَصْطَلُوْنَ ﴿۲۹﴾۔

میں نے آگ دیکھی ہے تاکہ میں اس سے خبر لاؤں راستہ کی یا چنگاری آگ کی تاکہ تم تاپ سکو۔

تَصْطَلُوْنَ۔ کے معنی تَسْتَدْفِئُوْنَ وَ تَتَسَخَّنُوْنَ ہیں۔ گرمی حاصل کرنا اور سخونت لینا۔

فَلَمَّاۤ اَتٰىهَا نُوْدِیَ مِنْ شَاطِئِ الْوَادِ الْاَیْمَنِ فِی الْبُقْعَةِ الْمُبٰرَكَةِ مِنَ الشَّجَرَةِ اَنْ یّٰمُوْسٰۤى اِنِّیْۤ اَنَا اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِیْنَ ﴿۳۰﴾۔ جب آیا موسیٰ ندا دی گئی کنارہ سے داہنی طرف کے برکت والے حصہ سے درخت سے کہ اے موسیٰ میں رب العالمین ہوں۔

بقعہ عربی میں قطعہ کو کہتے ہیں۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ یہ درخت عناب کا تھا۔

ابن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں وہ درخت سمرہ تھا اور سمرہ عربی میں جھاؤ کے درخت کو کہتے ہیں۔

ابن جریج اور کلبی اور وہب رحمہم اللہ عوسجہ بتاتے ہیں اور عوسجہ عربی میں ایک درخت ہے جس کی اردو نہیں ملتی۔ اور قتادہ و مقاتل رحمہما اللہ کہتے ہیں علیقہ تھا یہ نام توریت میں مذکور ہے۔

یّٰمُوْسٰۤى اِنِّیْۤ اَنَا اللّٰهُ۔ یَعْنِیْ اِعْلَمْ یّٰمُوْسٰۤى اِنِّیْۤ اَنَا اللّٰهُ۔ جیسے سورہ نمل میں ہے نُوْدِیَ اَنْۢ بُوْرِكَ مَنْ فِی النَّارِ۔ اور سورہ طٰہٰ میں ہے نُوْدِیَ یٰمُوْسٰى ﴿۱۱﴾ اِنِّیْۤ اَنَا رَبُّكَ۔

اب اس امر کی تحقیق کہ وہ ندا کیسی تھی یہ ہے

خَلَقَهُ اللّٰهُ فِی الشَّجَرَةِ بِلَا اِتِّحَادٍ وَّ حُلُوْلٍ۔ یہ آواز درخت میں پیدا فرمائی گئی۔ اس سے اتحاد و حلول لازم نہیں آتا۔

امام غزالی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اِنَّهٗ عَلَیْهِ السَّلَامُ سَمِعَ كَلَامَهُ النَّفْسِیَّ الْقَدِیْمَ بِلَا صَوْتٍ وَّ لَا حَرْفٍ۔ موسیٰ علیہ السلام نے کلام نفسی سنا جس میں نہ صوت ہوتی ہے نہ حرف۔

وَ هٰذَا كَمَا تَرٰى ذَاتَهٗ عَزَّوَجَلَّ بِلَا كَیْفٍ وَّلَا كَمٍّ۔ یہ ایسی ہے جیسے اللہ تعالیٰ کی ذات بلا کیف وکم دیکھنا۔

بعض نے کہا اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کلام بالوحی فرمایا لیکن ظاہر نص اس کے خلاف ہے اگر فاوحی فرمایا جاتا تو یہ قول تسلیم ہو جاتا۔ نص میں ندا من جانب اللہ واضح ہے اور اسی وجہ میں آپ کلیم اللہ کے خطاب سے ممتاز ہوئے۔

بنابریں یہ قول مطابق ظاہر نص ہے اور یہی قابل ترجیح ہے۔ بِاَنَّهٗ عَلَیْهِ السَّلَامُ سَمِعَ صَوْتًا دَالًّا عَلٰى كَلَامِهٖ تَعَالٰى بِلَا وَاسِطَةِ مَلَكٍ اَوْ كِتَابٍ سَوَآءٌ كَانَ مِنْ جَانِبٍ وَّاحِدٍ لٰكِنْ بِصَوْتٍ غَیْرِ مُكْتَسَبٍ لِّلْعِبَادِ عَلٰى مَا هُوَ شَاْنُ سِمَاعَتِهٖ اَوْ مِنْ جَمِیْعِ الْجِهَاتِ لِمَا فِیْ كُلٍّ مِّنْ خَرْقِ الْعَادَةِ۔ وہ یہ کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے آواز مسموع فرمائی جو اللہ تعالیٰ کی طرف دلالت کر رہی تھی اور یہ آواز بلا وساطت ملک اور کتاب کے تھی عام اس کے کہ وہ آواز ایک جانب سے ہی آئی لیکن اس کی سماعت غیر مکتسب للعباد تھی اور وہ آواز ایسی تھی جیسی کہ اللہ تعالیٰ کی شان ہے یا وہ آواز ہر جہت سے آئی ہو بہر حال یہ خرق عادت سے مسموع ہوئی اور اس میں حکم ملا۔

وَاَنْ اَلْقِ عَصَاكَ۔ یہ کہ اے موسیٰ آپ اپنا عصا ڈال دیجئے۔
اس حکم کی تصریح دوسری جگہ اس طرح فرمائی: قَالَ اَلْقِهَا يٰمُوْسٰى ﴿۱۹﴾ فَاَلْقٰىهَا۔ حکم ہوا اے موسیٰ اسے ڈال دو تو آپ نے ڈال دیا۔

فَلَمَّا رَاٰهَا تَهْتَزُّ كَاَنَّهَا جَآنٌّ وَّلّٰى مُدْبِرًا وَّلَمْ يُعَقِّبْ۔

تو جب اسے دیکھا لہراتا ہوا گویا کہ سانپ ہے تو پیٹھ دے کر چلے اور پلٹ کر نہ دیکھا تو حکم ہوا۔
يٰمُوْسٰٓى اَقْبِلْ وَلَا تَخَفْ ۖ اِنَّكَ مِنَ الْاٰمِنِيْنَ ﴿۳۱﴾۔ اے موسیٰ آگے بڑھو اور خوف نہ کرو تم امن میں ہو۔
اس لئے کہ اِنِّىْ لَا يَخَافُ لَدَىَّ الْمُرْسَلُوْنَ۔ ہمارے بھیجے ہوئے نہیں ڈرا کرتے ان کے لئے ہر خوف سے امن ہوتا ہے پھر حکم ہوا:

اُسْلُكْ يَدَكَ فِىْ جَيْبِكَ تَخْرُجْ بَيْضَآءَ مِنْ غَيْرِ سُوْٓءٍ۔

داخل کرو اپنا ہاتھ اپنے کرتے کے گریبان میں نکلے گا سفید چمکتا بلا کسی تکلیف و مرض کے۔
جیب کے معنی آلوسی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: هُوَ فَتْحُ الْجُبَّةِ مِنْ حَيْثُ يُخْرَجُ الرَّأْسُ۔ جیب اس حصہ کو کہتے ہیں جس میں سے سر نکالا کرتے ہیں اسے اردو میں گلا یا گریبان کہتے ہیں۔
اور اُسْلُكْ کے معنی اَدْخِلْهَا لکھے ہیں۔ داخل کر اپنا ہاتھ۔
مِنْ غَيْرِ سُوْٓءٍ۔ اَىْ عَيْبٍ۔ یعنی وہ ہاتھ بغیر کسی مرض اور تکلیف کے نکلے گا۔ چونکہ اس وقت ان خارق عادات امور سے حضرت موسیٰ علیہ السلام خوفزدہ تھے اور خوف کا اثر پہلے دل پر ہوتا ہے بنابریں ان کو حکم ہوا:
وَّاضْمُمْ اِلَيْكَ جَنَاحَكَ مِنَ الرَّهْبِ۔ اور ملا لو اپنے سینہ سے اپنے دونوں ہاتھ خوف دور کرنے کو۔
آلوسی فرماتے ہیں اور زید سے ناقل ہیں: اَمَرَ سُبْحٰنَهٗ بِضَمِّ عَضُدِهٖ وَ ذِرَاعِهٖ وَ هُوَ الْجَنَاحُ اِلٰى جَنْبِهٖ لِيَخِفَّ بِذٰلِكَ فَزَعُهٗ وَ مِنْ شَاْنِ الْاِنْسَانِ اِذَا فَعَلَ ذٰلِكَ فِىْ وَقْتِ فَزَعِهٖ اَنْ يُّقَوِّىَ قَلْبَهٗ۔ اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو اپنے دونوں ہاتھ سینہ پر رکھنے کا حکم دیا اور وہ جناح یعنی بازو ہیں انسان کے دونوں پہلوؤں پر تاکہ جو گھبراہٹ اس اجنبی بات سے پیدا ہوگئی وہ خفیف اور ہلکی ہو جائے اور عام طور پر انسان گھبراہٹ میں جب ایسا کر لیتا ہے تو اس کا دل قوی ہو جاتا ہے۔
رہب عربی میں خوف کو کہتے ہیں۔
چنانچہ علامہ ثوری رحمہ اللہ فرماتے ہیں: خَافَ مُوْسٰى عَلَيْهِ السَّلَامُ اَنْ يَّكُوْنَ حَدَثَ بِهٖ سُوْٓءٌ فَاَمَرَ سُبْحٰنَهٗ اَنْ يُّعِيْدَ يَدَهٗ اِلٰى جَنْبِهٖ لِتَعُوْدَ اِلٰى حَالَتِهَا الْاُوْلٰى فَيَعْلَمُ اَنَّهٗ لَمْ يَكُنْ ذٰلِكَ سُوْٓءً ا بَلْ اٰيَةٌ مِّنَ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ۔ موسیٰ علیہ السلام ایک نئی بات کے ظہور سے خوفزدہ ہو گئے۔ تو اللہ تعالیٰ نے حکم دیا اپنے ہاتھ سینہ پر رکھ لو تاکہ سکون پا کر اپنی پہلی حالت پر آجائیں اور سمجھ لیں کہ یہ کوئی تکلیف والی بات نہیں ہے بلکہ اللہ کی طرف سے نشانی ہے۔
فَذٰنِكَ بُرْهَانٰنِ مِنْ رَّبِّكَ اِلٰى فِرْعَوْنَ وَمَلَا۠ئِهٖ ۭ اِنَّهُمْ كَانُوْا قَوْمًا فٰسِقِيْنَ ﴿۳۲﴾۔
تو یہ دو معجزے اور برہان ہیں تمہارے رب کے فرعون کی طرف اور اس کی جماعت کے لئے بے شک وہ حدود ظلم سے

اور دائرہ عدوان وسرکشی سے تجاوز کر چکا ہے۔

فَذٰنِكَ اور فَذٰلِکَ ایک معنی میں مستعمل ہے۔

قَالَ الْمُبَرِّدُ اَنَّهٗ بُدِّلَ مِنْ لَامِ ذٰلِکَ كَاَنَّهُمْ اَدْخَلُوْهَا بَعْدَ نُوْنِ التَّثْنِيَةِ ثُمَّ قُلِبَتِ اللَّامُ نُوْنًا لِقُرْبِ الْمَخْرَجِ وَ اُدْغِمَتْ۔ مبرد کہتے ہیں ذلک کا لام نون تثنیہ میں گویا داخل کر دیا پھر لام کو نون سے بوجہ قرب مخرج بدل دیا اور ادغام کر دیا۔

اس حکم کو سن کر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا:

قَالَ رَبِّ اِنِّیْ قَتَلْتُ مِنْهُمْ نَفْسًا فَاَخَافُ اَنْ یَّقْتُلُوْنِ ﴿۳۳﴾۔

عرض کیا موسیٰ علیہ السلام نے الٰہی مجھ سے ان کا ایک آدمی مارا گیا ہے تو مجھے خوف ہے کہ وہ مجھے قتل کر دیں گے۔

اس گزارش سے آپ کی مراد طلب حفظ تھی اور تائید حق ابلاغ رسالت میں، نہ کہ حکم کی تعمیل سے معذوری اور یہ خیال یہود کا ہے کہ موسیٰ علیہ السلام نے یہ عرض کر کے تبلیغ رسالت سے استعفیٰ دے دیا تھا۔ معاذ اللہ عزوجل بلکہ تائید ابلاغ رسالت کے لئے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنے بھائی کی معیت بھی چاہی یہ ہمارے اعتقاد پر مزید مؤید ہے حَیْثُ قَالَ۔

وَاَخِیْ هٰرُوْنُ هُوَ اَفْصَحُ مِنِّیْ لِسَانًا فَاَرْسِلْهُ مَعِیَ رِدْاً یُّصَدِّقُنِیْۤ اِنِّیْۤ اَخَافُ اَنْ یُّكَذِّبُوْنِ ﴿۳۴﴾۔

اور میرا بھائی ہارون از روئے زبان مجھ سے زیادہ فصیح ہے تو اسے میرے ساتھ بھیج کر میرا مددگار بنا دے کہ وہ میری تصدیق کرے مجھے ڈر ہے کہ وہ مجھے جھٹلائیں گے۔

رِدْاً۔ کے معنی آلوسی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اَیْ عَوْنًا كَمَا رُوِیَ عَنْ قَتَادَةَ۔

اور ابو عبیدہ رحمہ اللہ بھی یہی فرماتے ہیں اور عرف بتاتے ہیں: یُقَالُ رَدَاْتُهٗ عَلٰی عَدُوِّهٖ اَعَنْتُهٗ میں نے فلاں کی دشمن پر اعانت کی۔

ابو حیان رحمہ اللہ کہتے ہیں: اَلرِّدْءُ الْمُعِیْنُ الَّذِیْ یَشْتَدُّ بِهِ الْاَمْرُ۔ ردا اس معین کو کہتے ہیں جو کسی کے کلام کو مضبوط کرنے میں اعانت کرے۔ اور محاورہ بتاتے ہیں رَدَاْتُ الْحَائِطَ اَرْدَءُهٗ اِذَا وَعَمْتَهٗ بِخَشْبَةٍ لِئَلَّا یَسْقُطَ۔ دیوار کو میں نے قوت دی جبکہ اسے لکڑیوں تھونیوں سے روک دیا جائے کہ وہ گرے نہیں۔

اَفْصَحُ مِنِّیْ۔ مجھ سے زیادہ صاف زبان ہے۔

اس کے معنی یہ ہیں کہ ہارون علیہ السلام کی زبان صاف تھی اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کی زبان مبارک میں لکنت تھی یہ لکنت زبان مبارک میں فرعون کے یہاں آگ اٹھانے اور زبان سے لگانے کی وجہ میں تھی جس کا واقعہ کسی جگہ مفصل آ چکا ہے۔

یُّصَدِّقُنِیْۤ۔ وہ میری تصدیق کریں گے۔

اَیْ یَفْحَصُ بِلِسَانِهِ الْحَقَّ وَ یَبْسُطُ الْقَوْلَ فِیْهِ وَ یُجَادِلُ بِهِ الْكُفَّارَ۔ یعنی وہ خلاصہ کر کے بیان کر سکیں گے کہ یہ پیام حق ہے اور اپنے بیان کو واضح کر کے کفار سے پورا مقابلہ کریں گے اس لئے کہ

اِنِّیْۤ اَخَافُ اَنْ یُّكَذِّبُوْنِ ﴿۳۴﴾۔ مجھے خطرہ ہے کہ وہ جھٹلائیں گے۔

اور یہ تصدیق ایسی ہوگی جیسے اللہ تعالیٰ کی تصدیق انبیاء کرام کے حق میں معجزات وغیرہ سے ہے اس پر جناب باری تعالیٰ

عز اسمہ کی طرف سے بشارت قبولیت ملی چنانچہ۔

قَالَ سَنَشُدُّ عَضُدَكَ بِاَخِيْكَ وَ نَجْعَلُ لَكُمَا سُلْطٰنًا فَلَا يَصِلُوْنَ اِلَيْكُمَا ۚۛ بِاٰيٰتِنَاۤ ۚۛ اَنْتُمَا وَ مَنِ اتَّبَعَكُمَا الْغٰلِبُوْنَ ﴿۳۵﴾ ۔ ارشاد ہوا عنقریب ہم مضبوط کریں گے تمہارے بازو تمہارے بھائی کے ساتھ اور کردیں گے تمہیں غالب فرعون پر تو وہ تم تک نہ پہنچ سکے گا اور تم اور تمہارے متبع غالب ہی رہیں گے۔

اس آیت کریمہ میں چار بشارتیں دی گئیں۔

پہلی یہ کہ تمہارے بھائی ہارون تمہارے قوت بازو کئے جائیں گے اور انہیں رسالت ملے گی۔

دوسرے تمہیں فرعونیوں پر مسلط کر کے غلبہ ملے گا۔ چنانچہ آلوسی رحمہ اللہ نَجْعَلُ لَكُمَا سُلْطٰنًا تَسَلُّطًا عَظِيْمًا وَ غَلَبَةً فرمارہے ہیں۔

تیسرے لشکر فرعون و ہامان تمہارا اتعاقب کرے گا مگر وہ تم تک نہ پہنچ سکے گا بلکہ غرق دریا ہوگا اور تم قلزم نیل سے پار ہو جاؤ گے۔

چوتھے یہ کہ اس کے غرق کے بعد تم ہی سب پر غالب رہو گے۔

چنانچہ یہ چاروں بشارتیں پوری ہوئیں اور موسیٰ علیہ السلام بعد غرق فرعون مصر و شام پر حکمران رہے پھر اس کے بعد کا واقعہ اجمالاً ارشاد ہے:

فَلَمَّا جَآءَهُمْ مُّوْسٰى بِاٰيٰتِنَا بَيِّنٰتٍ قَالُوْا مَا هٰذَاۤ اِلَّا سِحْرٌ مُّفْتَرًى وَّ مَا سَمِعْنَا بِهٰذَا فِيْۤ اٰبَآىِٕنَا الْاَوَّلِيْنَ ﴿۳۶﴾ ۔ جب موسیٰ ہماری نشانیاں لے کر فرعون اور فرعونیوں میں آئے تو ید بیضا اور عصا کی شانیں دیکھ کر بولے یہ کیا ہے سوائے گھڑے ہوئے جادو کے اور ہم نے اپنے پہلے آباء و اجداد میں بھی یہ تعلیم نہ سنی۔

افتراء کہتے ہیں ایسی بات کو جو اس سے پہلے نہ ہو اور مادی طور پر پیش کیا جائے یا وہ جادو جسے ظاہر کر کے اللہ تعالیٰ کی طرف منتسب کیا جائے

اور ایک قول ہے: اَلْاِفْتِرَآءُ التَّمْوِيْهُ اَیْ هُوَ سِحْرٌ مُّمَوَّهٌ لَاحَقِيْقَةَ لَهٗ كَسَائِرِ اَنْوَاعِ السِّحْرِ اور وَّمَا سَمِعْنَا بِهٰذَا فِيْۤ اٰبَآىِٕنَا الْاَوَّلِيْنَ ﴿۳۶﴾ ۔ سے یہ مراد ہے کہ باپ دادا سے جو طریقہ ہمارا چلا آتا ہے اس سے یہ تعلیم انوکھی ہے جو ہم نے کسی سے نہ سنی تو ایسی انوکھی تعلیم کیسے قابل قبول ہو سکتی ہے اس کا جواب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے دیا:

قَالَ رَبِّيْۤ اَعْلَمُ بِمَنْ جَآءَ بِالْهُدٰى مِنْ عِنْدِهٖ وَ مَنْ تَكُوْنُ لَهٗ عَاقِبَةُ الدَّارِ ؕ اِنَّهٗ لَا يُفْلِحُ الظّٰلِمُوْنَ ﴿۳۷﴾ ۔ فرمایا میرا رب خوب جانتا ہے جو اس کے پاس سے ہدایت لایا اور جس کے لئے آخرت کا گھر ہوگا بے شک ظالم مراد کو نہیں پہنچتے۔

یعنی جو حق پر ہے اور جسے اللہ تعالیٰ نے نبوت کے ساتھ سرفراز فرمایا اور اسے بھی جانتا ہے جس کے لئے دار آخرت ہے اور وہ وہاں کی نعمتوں سے اور وہاں کی رحمتوں سے نوازا جائے گا اور یہ بھی اسی کا قانون ہے کہ ظالم، مشرک، بے دین، کافر کے لئے آخرت کی فلاح میسر نہیں۔

یہ سن کر فرعون نے سوچا کہ موسیٰ جس خدا کی طرف مجھے بلا رہا ہے اسے دیکھنا تو چاہئے کہ وہ کیسا ہے چونکہ یہ مادہ پرست

مادہ پرستوں کا معبود بنا ہوا تھا اس لئے اللہ تعالیٰ کے دیکھنے کے لئے مادیات کو ہی ذریعہ بنانے کی تجویز کی۔ چنانچہ

وَقَالَ فِرْعَوْنُ يَاَيُّهَا الْمَلَاُ مَا عَلِمْتُ لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرِيْ ۚ فَاَوْقِدْ لِيْ يٰهَامٰنُ عَلَى الطِّيْنِ فَاجْعَلْ لِّيْ صَرْحًا لَّعَلِّيْٓ اَطَّلِعُ اِلٰٓى اِلٰهِ مُوْسٰى ۙ وَاِنِّيْ لَاَظُنُّهٗ مِنَ الْكٰذِبِيْنَ ۝۳۸ -

اور فرعون بولا اے میرے درباریو میں تمہارے لئے اپنے سوا کوئی خدا نہیں جانتا تو اے ہامان (وزیر فرعون) میرے لئے پکا مٹی کا گارا پھر ایک محل بنا تا کہ شاید میں موسیٰ کے خدا کو دیکھ سکوں اور بے شک میں گمان کرتا ہوں موسیٰ کو جھوٹا۔

اَوْقِدْ صیغہ امر ہے وقد سے پکا یا دھکا اور حاصل معنی ہوئے اِصْنَعْ لِیْ اٰجُراً میرے لئے اینٹیں بنایا پکا اس سے قبل اینٹ کی ایجاد نہیں ہوئی تھی۔

فَاجْعَلْ لِّيْ صَرْحًا۔ تو کر میرے لئے صرح یعنی بناء مکشوف یا بلند محل۔

لَّعَلِّيْٓ اَطَّلِعُ۔ تا کہ میں دیکھوں اَیْ اَطَّلِعَ وَاَصْعَدَ اور چڑھوں اس بلند عمارت پر۔

آلوسی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: كَاَنَّهٗ يُوْهِمُ قَوْمَهٗ اَنَّهٗ تَعَالٰی لَوْ كَانَ كَمَا يَقُوْلُ مُوْسٰى لَكَانَ جِسْمًا فِي السَّمَاءِ كَوْنَ الْاَجْسَامِ فِيْهَا يُمْكِنُ الرُّقِيُّ اِلَيْهِ۔ گویا وہ اس وہم میں تھا کہ موسیٰ جس کو خدا کہتے ہیں وہ ضرور جسم ہوگا جس کا مقام آسمان میں ہے جیسے عام جسمانی لوگ دنیا میں رہتے ہیں تو بلند عمارت پر چڑھنے سے اس تک پہنچنا ممکن ہوگا۔

وَاِنِّيْ لَاَظُنُّهٗ مِنَ الْكٰذِبِيْنَ ۝۳۸ - اور میں تو اسے یعنی موسیٰ کو جھوٹا گمان کرتا ہوں۔

ابن منذر ابن جریر رحمہما اللہ سے راوی ہیں: قَالَ فِرْعَوْنُ اَوَّلُ مَنْ اَمَرَ بِصَنْعَةِ الْاٰجُرِ وَبِنَاءِ هٖ۔ سب سے پہلے فرعون نے اینٹ بنانا جاری کیا اور اس سے عمارت مکمل کرنا۔

اور حضرت قتادہ سے مروی ہے فرماتے ہیں: بَلَغَنِيْ اَنَّ اَوَّلَ مَنْ طَبَخَ الْاٰجُرَ وَصُنِعَ لَهُ الصَّرْحُ فِرْعَوْنُ۔ سب سے پہلے جس نے اینٹ پکائی وہ فرعون ہے اور سب سے پہلے اینٹوں کا محل بھی فرعون نے بنایا۔

اور ابن ابی حاتم سدی رحمہما اللہ سے راوی ہیں: قَالَ لَمَّا بُنِيَ لَهُ الصَّرْحُ ارْتَقٰى فَوْقَهٗ فَاَمَرَ بِنَشَّابَةٍ فَرَمٰى بِهَا نَحْوَ السَّمَآءِ فَرُدَّتْ اِلَيْهِ وَهِيَ مُتَلَطِّخَةٌ دَمًا فَقَالَ قَتَلْتُ اِلٰهَ مُوْسٰى۔ جب فرعون نے وہ بلند محل بنا لیا تو اس پر چڑھا اور حکم دیا تیر مارنے کا تو وہ تیر خون میں بھرا ہوا واپس آیا تو کہنے لگا میں نے موسیٰ کے خدا کو قتل کر دیا ہے۔

بہر حال قدرت نے اس واہمہ کو مضبوط کر دیا تا کہ اس کی ہلاکت کی وجہ جواز واضح ہو جائے۔

یا یہ کہ تحقیقات جدیدہ میں ستاروں میں بھی آبادیاں ہیں ممکن ہے وہ تیر کسی ستارے کی آبادی کے کسی ذی جان کو لگ گیا ہو اور یہ بلید الذہن مادہ پرست اپنے وہم میں اور پختہ ہو گیا ہو۔ چنانچہ ارشاد ہے:

وَاسْتَكْبَرَ هُوَ وَجُنُوْدُهٗ فِي الْاَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ وَظَنُّوْٓا اَنَّهُمْ اِلَيْنَا لَا يُرْجَعُوْنَ ۝۳۹ -

فرعون نے تکبر کیا اور اس کے لشکر نے ناحق زمین میں اپنے کو بلند سمجھ لیا اور گمان کیا کہ وہ ہماری طرف واپس نہ لوٹیں گے۔

اور حقیقت یہ ہے کہ استکبار سوائے ذات واجب تعالیٰ شانہ کے کسی کے لئے جائز نہیں ہے۔ حدیث قدسی میں ہے اَلْكِبْرِيَاءُ رِدَائِيْ وَالْعَظَمَةُ اِزَارِيْ فَمَنْ نَازَعَنِيْ وَاحِدًا مِّنْهَا اَلْقَيْتُهٗ فِي النَّارِ۔ تکبر اور بلندی میری چادر ہے

اور عظمت وحشمت میرا ستر ہے تو جو میرے ساتھ اس میں نزاع کرے میں اسے آگ میں ڈال دیتا ہوں چنانچہ ارشاد ہے:

فَاَخَذْنٰهُ وَ جُنُوْدَهٗ فَنَبَذْنٰهُمْ فِی الْیَمِّ ۚ فَانْظُرْ كَیْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الظّٰلِمِیْنَ ﴿۴۰﴾ وَ جَعَلْنٰهُمْ اَىِٕمَّةً یَّدْعُوْنَ اِلَى النَّارِ ۚ وَ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ لَا یُنْصَرُوْنَ ﴿۴۱﴾ وَ اَتْبَعْنٰهُمْ فِیْ هٰذِهِ الدُّنْیَا لَعْنَةً ۚ وَ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ هُمْ مِّنَ الْمَقْبُوْحِیْنَ ﴿۴۲﴾ ۔

تو پکڑا ہم نے فرعون اور اس کے لشکر کو تو پھینک دیا ہم نے انہیں دریا میں تو اے محبوب دیکھو کیا حشر ہوا ظالموں کا اور کیا ہم نے انہیں پیشوا کہ بلائیں جہنم کی طرف اور قیامت کے دن وہ مدد نہ کئے جائیں گے اور پیچھے لگا دی ہم نے ان کے اس دنیا میں لعنت اور قیامت کے دن وہ منہ جھلسے اور سیاہ رو ہیں۔

فَنَبَذْنَا هُمْ اَیْ اَلْقَیْنَاهُمْ وَاَغْرَقْنٰهُمْ۔ عربی میں نبذ کہتے ہیں القاء شے حقیر کو یعنی بے کار چیز کے پھینک دینے کو۔

فَانْظُرْ میں حضور ﷺ سے مخاطبہ ہے یَعْنِیْ فَانْظُرْ یَا مُحَمَّدُ وَبَیِّنْهَا لِلنَّاسِ۔ ملاحظہ فرمائیں اور لوگوں پر ظاہر کریں کہ ان ظالموں کا کیا انجام ہوا۔

وَجَعَلْنٰهُمْ اَىِٕمَّةً۔ اور کیا ہم نے انہیں گمراہوں کا امام جو ایسے اعتقاد و اعمال کی طرف بلاتے ہیں جو موجبات جہنم سے ہیں۔

اور لَا یُنْصَرُوْنَ۔ دفع عذاب میں کسی پہلو سے ان کی مدد نہ ہو گی۔

اور دنیا میں لعنت ان پر رہے گی خلف و سلف سب ہی انہیں ملعونین و مطرودین کہیں گے۔

مَقْبُوْحِیْن۔ کے معنی دھتکارے گئے دور کئے گئے بھی ہیں اور

اور جنت سے دور کئے گئے بھی ہیں۔

اخفش کے نزدیک مقبوحین مہلکین کے معنی دیتا ہے۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: اَیْ مِنَ الْمَشُوْهِیْنَ فِی الْخِلْقَةِ بِسَوَادِ الْوُجُوْهِ وَزَرَاقَةِ الْعُیُوْنِ۔

جھلسے ہوئے سیاہ رو ہوں۔

ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: خَلَقَ اللّٰهُ یَحْیٰی بْنَ زَكَرِیَّا فِیْ بَطْنِ اُمِّهٖ مُؤْمِنًا وَ خَلَقَ فِرْعَوْنَ فِیْ بَطْنِ اُمِّهٖ كَافِرًا۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت زکریا کے صاحبزادے حضرت یحییٰ کو ماں کے پیٹ سے مومن پیدا کیا اور فرعون کو ماں کے بطن سے نکالا مگر کافر ہوا۔

بامحاورہ ترجمہ پانچواں رکوع - سورۃ قصص - پ ۲۰

وَ لَقَدْ اٰتَیْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ مِنْۢ بَعْدِ مَاۤ اَهْلَكْنَا الْقُرُوْنَ الْاُوْلٰى بَصَآىِٕرَ لِلنَّاسِ وَ هُدًى وَّ رَحْمَةً لَّعَلَّهُمْ یَتَذَكَّرُوْنَ ﴿۴۳﴾

اور بے شک عطا کی ہم نے موسیٰ کو کتاب بعد اس کے کہ اگلی جماعتیں ہم نے ہلاک کیں یہ لوگوں کے دل کی آنکھیں کھولنے والی باتیں اور ہدایت و رحمت تا کہ وہ نصیحت مانیں

وَ مَا كُنْتَ بِجَانِبِ الْغَرْبِیِّ اِذْ قَضَیْنَاۤ اِلٰى مُوْسَى الْاَمْرَ وَ مَا كُنْتَ مِنَ الشّٰهِدِیْنَ ﴿۴۴﴾

اور تم طور کی غربی جانب حاضر نہ تھے جبکہ ہم نے حکم دیا موسیٰ کو رسالت کا اور نہیں تھے تم اس وقت حاضر

وَلٰكِنَّاۤ اَنْشَاْنَا قُرُوْنًا فَتَطَاوَلَ عَلَيْهِمُ الْعُمُرُ ۚ وَمَا كُنْتَ ثَاوِيًا فِيْۤ اَهْلِ مَدْيَنَ تَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِنَا ۙ وَلٰكِنَّا كُنَّا مُرْسِلِيْنَ ﴿۴۵﴾

لیکن ہوا یہ کہ ہم نے پیدا کیں سنگتیں تو ان کی عمریں لمبی ہوئیں اور تم نہ تھے مقیم اور نہ تھے اہل مدین میں مقیم ان پر ہماری آیتیں پڑھتے ہوئے لیکن ہم رسول بنانے والے تھے

وَمَا كُنْتَ بِجَانِبِ الطُّوْرِ اِذْ نَادَيْنَا وَلٰكِنْ رَّحْمَةً مِّنْ رَّبِّكَ لِتُنْذِرَ قَوْمًا مَّاۤ اَتٰىهُمْ مِّنْ نَّذِيْرٍ مِّنْ قَبْلِكَ لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُوْنَ ﴿۴۶﴾

اور نہ تھے آپ جانب طور جب ہم نے ندا دی لیکن ان پر رحمت ہے ہماری کہ تمہیں یہ غیبی باتیں بتائیں تا کہ تم ڈر سناؤ اس قوم کو جن کے پاس نہ آیا کوئی ڈر سنانے والا تم سے پہلے تا کہ انہیں نصیحت ہو

وَلَوْلَاۤ اَنْ تُصِيْبَهُمْ مُّصِيْبَةٌ ۢ بِمَا قَدَّمَتْ اَيْدِيْهِمْ فَيَقُوْلُوْا رَبَّنَا لَوْلَاۤ اَرْسَلْتَ اِلَيْنَا رَسُوْلًا فَنَتَّبِعَ اٰيٰتِكَ وَنَكُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۴۷﴾

اور اگر نہ ہوتا یہ کہ نہ پہنچتی انہیں مصیبت ان کی کرنیوں کے سبب تو کہتے اے رب کیوں نہ بھیجا تو نے ہماری طرف کوئی رسول تو پیروی کرتے ہم تیری آیتوں کی اور ہوتے ہم ایمان والے

فَلَمَّا جَآءَهُمُ الْحَقُّ مِنْ عِنْدِنَا قَالُوْا لَوْلَاۤ اُوْتِيَ مِثْلَ مَاۤ اُوْتِيَ مُوْسٰى ؕ اَوَلَمْ يَكْفُرُوْا بِمَاۤ اُوْتِيَ مُوْسٰى مِنْ قَبْلُ ۚ قَالُوْا سِحْرٰنِ تَظٰهَرَا ۗ وَقَالُوْۤا اِنَّا بِكُلٍّ كٰفِرُوْنَ ﴿۴۸﴾

تو جب آیا ان کے پاس حق ہماری طرف سے بولے کیوں نہ دیا گیا جو موسیٰ کو دیا گیا کیا نہیں کفر کیا انہوں نے اس سے جو موسیٰ کو دیا گیا پہلے بولے دو جادو ہیں ایک دوسرے کی مدد کو اور بولے ہم دونوں کے منکر ہیں

قُلْ فَاْتُوْا بِكِتٰبٍ مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ هُوَ اَهْدٰى مِنْهُمَاۤ اَتَّبِعْهُ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿۴۹﴾

فرمادیجئے تو لے آؤ کوئی کتاب اللہ کے پاس سے جو ان دونوں کتابوں سے زیادہ ہدایت والی ہو میں اس کی پیروی کروں گا اگر تم سچے ہو

فَاِنْ لَّمْ يَسْتَجِيْبُوْا لَكَ فَاعْلَمْ اَنَّمَا يَتَّبِعُوْنَ اَهْوَآءَهُمْ ؕ وَمَنْ اَضَلُّ مِمَّنِ اتَّبَعَ هَوٰىهُ بِغَيْرِ هُدًى مِّنَ اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۵۰﴾

تو اگر وہ آپ کا فرمان نہ مانیں تو جان لو کہ بس وہ اپنی خواہشوں کے پیرو ہیں اور کون ہے اس سے بڑھ کر گمراہ جو خواہشات کا پیرو ہو اللہ کی ہدایت سے جدا بے شک اللہ راہ نہیں دکھاتا ظالم لوگوں کو

حل لغات پانچواں رکوع۔سورۃ قصص۔پ ۲۰

وَ۔اور	لَقَدْ۔بے شک	اٰتَيْنَا۔دی ہم نے	مُوْسَى۔موسیٰ کو
الْكِتٰبَ۔کتاب	مِنْۢ بَعْدِ۔بعد	مَاۤ۔اس کے کہ	اَهْلَكْنَا۔ہلاک کئے ہم نے
الْقُرُوْنَ۔زمانے	الْاُوْلٰى۔پہلے	بَصَآئِرَ۔دکھانے والی راہ	لِلنَّاسِ۔لوگوں کو
وَ۔اور	هُدًى۔ہدایت	وَّ۔اور	رَحْمَةً۔رحمت

لَعَلَّهُمْ۔تاکہ وہ   یَتَذَکَّرُوْنَ۔نصیحت لیں   وَ۔اور   مَا۔نہیں
کُنْتَ۔تھا تو   بِجَانِبِ۔طرف   الْغَرْبِیِّ۔غربی کے   اِذْ۔جبکہ
قَضَیْنَآ۔حکم بھیجا   اِلٰی۔طرف   مُوْسَی۔موسیٰ کی   الْاَمْرَ۔رسالت کا
وَ۔اور   مَا۔نہیں   کُنْتَ۔تھا تو   مِنَ الشّٰهِدِیْنَ ۔ حاضر
لوگوں سے   وَ۔اور   لٰکِنَّآ۔لیکن   اَنْشَاْنَا۔پیدا کئے ہم نے
قُرُوْنًا۔زمانے   فَتَطَاوَلَ۔تو لمبی ہوئی   عَلَیْهِمُ۔ان پر   الْعُمُرُ۔زندگی
وَ۔اور   مَا۔نہیں   کُنْتَ۔تھا تو   ثَاوِیًا۔ٹھہرنے والا
فِیْ۔بیچ   اَهْلِ۔اہل   مَدْیَنَ۔مدین کے   تَتْلُوْا۔پڑھتا
عَلَیْهِمْ۔ان پر   اٰیٰتِنَا۔ہماری آیتیں   وَ۔اور   لٰکِنَّا۔لیکن
کُنَّا۔ہم ہیں   مُرْسِلِیْنَ۔بھیجنے والے   وَ۔اور   مَا۔نہیں
کُنْتَ۔تھا تو   بِجَانِبِ۔جانب   الطُّوْرِ۔طور کی   اِذْ۔جب
نَادَیْنَا۔ہم نے پکارا   وَ۔اور   لٰکِنْ۔لیکن   رَّحْمَةً۔رحمت
مِّنْ رَّبِّكَ۔تیرے رب کی   لِتُنْذِرَ۔تا کہ تو ڈرائے   قَوْمًا۔اس قوم کو کہ   مَّآ۔نہیں
اَتٰهُمْ۔آیا ان کے پاس   مِّنْ نَّذِیْرٍ۔ڈرانے والا   مِّنْ قَبْلِكَ۔تجھ سے پہلے   لَعَلَّهُمْ۔تاکہ وہ
یَتَذَکَّرُوْنَ۔نصیحت پکڑیں   وَ۔اور   لَوْلَآ۔اگر نہ ہوتا   اَنْ۔یہ کہ
تُصِیْبَهُمْ۔پہنچتی ان کو   مُّصِیْبَةٌ۔مصیبت   بِمَا۔بسبب اس کے جو   قَدَّمَتْ۔آگے بھیجا
اَیْدِیْهِمْ۔ان کے ہاتھوں نے   فَیَقُوْلُوْا۔تو کہتے   لَوْلَآ۔کیوں نہ   اَرْسَلْتَ۔بھیجا تو نے
اِلَیْنَا۔ہماری طرف   رَسُوْلًا۔رسول   فَنَتَّبِعَ۔تو پیروی کرتے ہم   اٰیٰتِكَ۔تیری آیتوں کی
وَ۔اور   نَكُوْنَ۔ہوتے ہم   مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ۔ایمان والوں سے
فَلَمَّا۔تو جب   جَآءَ۔آیا   هُمُ۔ان کے پاس   الْحَقُّ۔حق
مِنْ عِنْدِنَا۔ہماری طرف سے   قَالُوْا۔بولے   لَوْلَآ۔کیوں نہ
اُوْتِیَ۔دیا گیا   مِثْلَ۔مثل   مَآ۔اس کے جو   اُوْتِیَ۔دیا گیا
مُوْسٰی۔موسیٰ کو   اَوَ۔کیا   لَمْ۔نہ   یَكْفُرُوْا۔انکار کیا انہوں نے
بِمَآ۔اس کا جو   اُوْتِیَ۔دیا گیا   مُوْسٰی۔موسیٰ کو   مِنْ قَبْلُ۔پہلے سے
قَالُوْا۔بولے   سِحْرٰنِ۔دو جادو ہیں   تَظٰهَرَا۔مددگار آپس میں   وَ۔اور
قَالُوْٓا۔بولے   اِنَّا۔ہم   بِكُلٍّ۔ہر ایک کا   كٰفِرُوْنَ۔انکار کرتے ہیں
قُلْ۔کہو   فَاْتُوْا۔لاؤ   بِكِتٰبٍ۔کوئی کتاب   مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ ۔ اللہ کی
طرف سے   هُوَ۔کہ وہ   اَهْدٰی۔زیادہ ہدایت والی ہو

مِنْهُمَآ۔ ان دونوں سے	اَتَّبِعْهُ۔ میں اس کی پیروی کروں		اِنْ۔ اگر
كُنْتُمْ۔ ہو تم	صٰدِقِيْنَ۔ سچے	فَاِنْ۔ پھر اگر	لَّمْ۔ نہ
يَسْتَجِيْبُوْا۔ قبول کریں	لَكَ۔ تیری بات	فَاعْلَمْ۔ تو جان لے	اَنَّمَا۔ اس کے سوا نہیں
يَتَّبِعُوْنَ۔ پیروی کرتے ہیں	اَهْوَآءَ۔ خواہشوں	هُمْ۔ اپنی کی	وَ۔ اور
مَنْ۔ کون	اَضَلُّ۔ زیادہ گمراہ ہے	مِمَّنِ۔ اس سے	اتَّبَعَ۔ جو پیروی کرے
هَوٰىهُ۔ اپنی خواہش کی	بِغَيْرِ۔ بغیر	هُدًى۔ علم کے	مِّنَ اللّٰهِ۔ اللہ سے
اِنَّ۔ بے شک	اللّٰهَ۔ اللہ	لَا۔ نہیں	يَهْدِي۔ ہدایت دیتا
الْقَوْمَ۔ قوم	الظّٰلِمِيْنَ۔ ظالم کو		

خلاصہ تفسیر رکوع پانچواں۔ سورۃ قصص۔ پ ۲۰

وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ مِنْۢ بَعْدِ مَاۤ اَهْلَكْنَا الْقُرُوْنَ الْاُوْلٰى بَصَآىِٕرَ لِلنَّاسِ وَهُدًى وَّرَحْمَةً لَّعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُوْنَ ﴿۴۳﴾ ۔ بے شک ہم نے موسیٰ کو کتاب دی بعد اس کے کہ ہلاک کر چکے ہم پہلی جماعتوں کو وہ کتاب لوگوں کے لئے بینائی اور ہدایت اور رحمت تھی تا کہ وہ لوگ سمجھیں۔

اس بیان میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلی قوموں کا تذکرہ فرما کر بتایا کہ جیسے عاد و ثمود کی ہلاکت کے بعد ہم نے خلق کی راہنمائی کے لئے موسیٰ علیہ السلام کو مبعوث فرمایا ایسے ہی اے محبوب آپ کو قرآن کریم عطا فرما کر مبعوث کیا۔

موسیٰ علیہ السلام کو ید بیضا، عصا جیسے معجزات دے کر توریت عطا کی آپ کو تمام اختیارات کے ساتھ فائز فرما کر قرآن دیا۔ آپ شق قمر بھی فرما سکتے ہیں، رجعت شمس بھی کر سکتے ہیں، مردہ گوہ کو زندہ کر کے کلمہ پڑھوا سکتے ہیں، کنکریوں سے تسبیح کرا سکتے ہیں غرضکہ

سَلَكَ الشَّجَرُ نَطَقَ الْحَجَرُ شَقَّ الْقَمَرُ بِاِشَارَتِهٖ

آپ کے اختیارات میں سے ہے اور جس طرح موسیٰ علیہ السلام کے بعد گمراہی کا ایک زمانہ گزر گیا ان سے پہلے بھی ایک زمانہ گزر گیا تھا۔ ہم نے ان سب کا بیان آپ پر ظاہر فرما دیا۔ حالانکہ

وَمَا كُنْتَ بِجَانِبِ الْغَرْبِيِّ اِذْ قَضَيْنَاۤ اِلٰى مُوْسَى الْاَمْرَ وَمَا كُنْتَ مِنَ الشّٰهِدِيْنَ ﴿۴۴﴾ وَلٰكِنَّاۤ اَنْشَاْنَا قُرُوْنًا فَتَطَاوَلَ عَلَيْهِمُ الْعُمُرُ ۚ وَمَا كُنْتَ ثَاوِيًا فِيْۤ اَهْلِ مَدْيَنَ تَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِنَا ۙ وَلٰكِنَّا كُنَّا مُرْسِلِيْنَ ﴿۴۵﴾ وَمَا كُنْتَ بِجَانِبِ الطُّوْرِ اِذْ نَادَيْنَا وَلٰكِنْ رَّحْمَةً مِّنْ رَّبِّكَ لِتُنْذِرَ قَوْمًا مَّاۤ اَتٰىهُمْ مِّنْ نَّذِيْرٍ مِّنْ قَبْلِكَ لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُوْنَ ﴿۴۶﴾ ۔

اور اے محبوب آپ نہیں تھے غربی جانب طور پر جبکہ ہم نے نبوت کا حکم دیا تھا موسیٰ کے لئے اور نہیں تھے آپ ان کو دیکھنے والے لیکن ہم نے بہت سی سنگتیں پیدا کیں تو ان پر عمریں دراز گزر گئیں اور نہیں تھے آپ ان کے بعد مدین والوں میں جو انہیں ہماری آیتیں سناتے تھے لیکن ہم رسول بھیجتے رہے اور نہیں تھے آپ اس وقت جب ہم نے طور پر ایک جانب سے ندا دی لیکن

یہ ہماری رحمت ہے کہ آپ کو سب حال معلوم ہوا تاکہ آپ اس قوم کو تنبیہ کریں جس کے پاس آپ سے قبل کوئی ڈر سنانے والا نہیں آیا تاکہ وہ نصیحت پکڑیں۔

آیات بینات میں نہایت نفیس پہلو سے یہ امر ثابت کیا ہے کہ موقع پر موجود ہونے والا جو کچھ بیان کرتا ہے وہ مشاہدہ ہے اور جو موقع پر موجود نہ ہو اور پھر سب کچھ من وعن بیان کر دے وہ علم غیب کے سوا اور کچھ نہیں اسی وجہ میں کلام الٰہی عزوجل کو بھی بَصَآئِرَ لِلنَّاسِ فرمایا۔ اور تِبْیَانًا لِّكُلِّ شَیْءٍ بھی اس کو بتایا۔

چنانچہ جاہل اور اہل جاہلیت پر واضح فرما کر ہمارے حبیب جانب غربی میں نہ تھے جہاں ہم نے موسیٰ علیہ السلام کو وحی بھیجی لیکن وہ تمام حال سنا رہے ہیں۔

جانب غرب سے مراد کوہ طور کی وہ وادی ہے جو عرب کی غربی سمت پر واقع ہے۔ تو فرمایا تم وہاں نہیں تھے۔ اور وَمَا كُنْتَ مِنَ الشّٰهِدِیْنَ ﴿۴۴﴾ ۔ نہ آپ اس تمام کے دیکھنے والوں میں تھے۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: اس کے یہ معنی ہوئے کہ آپ اس جگہ موجود بھی نہ تھے اور اگر موجود ہوتے تو ان وقائع کو نہ دیکھ سکتے لیکن عہد موسیٰ سے آپ کے زمانہ تک ہم نے بہت سے قرن پیدا فرمائے۔ اور فَتَطَاوَلَ عَلَیْهِمُ الْعُمُرُ۔ بعد زمانہ کی وجہ سے پہلے علوم اور شرائع معدوم ہو گئے تھے تو قوم کی اصلاح کے لئے ہم نے تمہیں بھیجا۔

تحقیق لفظ قرن

عربی میں قرن سینگ کو بھی کہتے ہیں اور زمانہ کو بھی۔ آیہ کریمہ دوسرے معنی یعنی زمانہ کے لئے ہے۔

اور قرن کی مدت میں دو قول ہیں:

ایک قول ہے کہ بارہ سال کو قرن کہتے ہیں۔

ایک قول ہے کہ بارہ سال سے زائد کو قرن کہتے ہیں۔

ہندی میں قرن کا ترجمہ جگ ہے محاورہ میں بولتے ہیں اس پر کئی جگ بیت گئے یعنی مدتیں گزر گئیں تو جہاں قرآن کریم میں اَهْلَكْنَا الْقُرُوْنَ الْاُوْلٰى وغیرہ آیا ہے اس سے مراد بہت سے قرنوں کی سنگتیں جماعتیں ہیں۔

وَمَا كُنْتَ ثَاوِیًا فِیْۤ اَهْلِ مَدْیَنَ۔ اور نہیں تھے آپ ان میں مقیم اہل مدین میں ثَاوِیًا کے معنی مقیماً ہیں گویا ارشاد ہے کہ اے محبوب آپ ان میں مقیم نہ تھے لیکن آپ اہل مدین کے حالات بھی انہیں یعنی اہل مکہ کو سنا رہے ہیں۔

وَمَا كُنْتَ بِجَانِبِ الطُّوْرِ اِذْ نَادَیْنَا۔ اور آپ کوہ طور پر بھی نہ تھے جبکہ ہم نے موسیٰ علیہ السلام کو ندا دی۔

وَلٰكِنْ رَّحْمَةً مِّنْ رَّبِّكَ لِتُنْذِرَ قَوْمًا مَّاۤ اَتٰىهُمْ مِّنْ نَّذِیْرٍ مِّنْ قَبْلِكَ لَعَلَّهُمْ یَتَذَكَّرُوْنَ ﴿۴۶﴾ ۔

لیکن یہ رحمت ہے تمہارے رب کی تاکہ تم اس قوم کو ڈراؤ جس کے پاس کوئی ڈرانے والا نہیں آیا تاکہ وہ نصیحت پکڑیں۔

یعنی ہماری رحمت سے آپ پر تمام غیبی امور منکشف ہوئے اور آپ قوم کو فرمانے لگے کہ فَاَنَا اَنْظُرُ اِلَیْهَا وَاِلٰی مَاهُوَ كَائِنٌ فِیْهَا اِلٰی یَوْمِ الْقِیٰمَةِ كَاَنَّمَا اَنْظُرُ اِلٰی كَفِّیْ هٰذِهٖ۔ میں تمام دنیا کو دیکھ رہا ہوں اور جو کچھ اس میں ہوگا ایسے جیسے اس ہاتھ کی ہتھیلی کو دیکھ رہا ہوں۔

وَلَوْلَآ اَنْ تُصِيْبَهُمْ مُّصِيْبَةٌۢ بِمَا قَدَّمَتْ اَيْدِيْهِمْ فَيَقُوْلُوْا رَبَّنَا لَوْلَآ اَرْسَلْتَ اِلَيْنَا رَسُوْلًا فَنَتَّبِعَ اٰيٰتِكَ وَنَكُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ۝ ۔اور اگر یہ بات نہ ہوتی کہ ان پر مصیبت نازل ہوجائے ان کے اپنے ہی بداعمال کے سبب تو کہتے اے ہمارے رب ہمارے پاس تو نے کیوں رسول نہ بھیجے کہ ہم اتباع کرتے تیرے حکموں کا اور مومن ہوجاتے۔

لَوْلَآ کلمہ شرط ہے اَنْ تُصِيْبَهُمْ میں اَنْ مصدریہ ہے تو اس کی عبارت یوں ہوئی: لَوْلَا اَصَابَتُهُ الْمُصِيْبَةُ عَلَيْهِمْ بِسَبَبِ مَا اَىْ اَعْمَالٍ سَيِّئَةٍ قَدَّمَتْ وَالْعَائِدُ مَحْذُوْفٌ اَىْ اَعْمَالٍ كَسَبُوْهَا فَيَقُوْلُوْا۔اور ف تفریع یا تعقیب کے لئے ہے پورے جملہ سے يَعْنِىْ لَوْ وَقَعَ عَلَيْهِمُ الْمُصِيْبَةُ بِاَعْمَالِهِمْ لَقَالُوْا رَبَّنَا۔الخ یہ تمام جملے حیز شرط میں ہیں اور جواب محذوف ہے یعنی ارشاد ہے کہ ہم رسول اس لئے ہی بھیجتے ہیں کہ جب لوگ۔

فَلَمَّا جَآءَهُمُ الْحَقُّ مِنْ عِنْدِنَا قَالُوْا لَوْلَآ اُوْتِيَ مِثْلَ مَآ اُوْتِيَ مُوْسٰى ؕ۔

جب آیا ان کے پاس حق ہماری طرف سے تو کہتے ہیں کیوں نہ ملا انہیں موسیٰ علیہ السلام کی مثل۔

یعنی جب ان کے پاس دین حق آیا تو اس میں شبہات کرنے لگے اور بولے لَوْلَآ اُوْتِيَ الخ اس رسول کے معجزے ویسے کیوں نہیں جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے تھے۔یعنی عصا کا سانپ بن جانا ید بیضا کا روشن ہونا اس کا جواب اللہ تعالیٰ دیتا ہے:

اَوَلَمْ يَكْفُرُوْا بِمَآ اُوْتِيَ مُوْسٰى مِنْ قَبْلُ ۚ قَالُوْا سِحْرٰنِ تَظٰهَرَا ۫ وَقَالُوْٓا اِنَّا بِكُلٍّ كٰفِرُوْنَ ۝۔

کیا نہیں کفر کیا اس سے جو موسیٰ کو دیا گیا پہلے اسے بھی تو کہا تھا یہ دونوں بھائی جادوگر ہیں ایک دوسرے کی مدد کرتے ہیں اور بولے ہم سب کے ساتھ منکر ہیں۔

واقعہ یہ ہے کہ یہود مدینہ کے کہنے سے قریش بولے کہ موسیٰ کی مانند آپ معجزات کیوں نہیں لائے تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے جواب دیا گیا کہ موسیٰ کو کب ان لوگوں نے مانا تھا انہیں بھی تو جادوگر بتایا تھا اور صاف کہہ دیا تھا کہ ہم تو ان دونوں بھائیوں کے خلاف ہیں۔

اس کے معنی یا تو یہ ہیں کہ توریت اور قرآن کریم دونوں سے ہم کفر کرتے ہیں یا موسیٰ اور ہارون علیہما السلام سے کفر کرتے ہیں۔

سِحْرٰنِ۔مبالغہ پر محمول ہوگا جیسے زَيْدٌ عَدْلٌ اور تَظٰهَرَا کے معنی باہمی مدد کرتے ہیں۔

حالانکہ ایک دلیل واضح یہ بھی ہے کہ

ہر انسان جانتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر لطف فرماتا ہے اور ان کی ضرورتوں کو پورا کرتا ہے حتیٰ کہ ماں کے پیٹ سے نکلتے ہی بچہ کے لئے دودھ ماں کی چھاتیوں سے پیدا فرماتا ہے۔خشک سالی میں بارش کر کے سبزہ زار کرتا ہے۔پرندوں کو پر۔درندوں کو چیر پھاڑ کے لئے کیلے اور پنجہ عطا کرتا ہے۔انسان کو بتیس دانت چبانے اور کھانے کے لئے بخشتا ہے۔اس کی اصلاح اخلاق اور انجام میں آخرت کی نجات کے لئے رسول اور کتاب عطا فرماتا ہے یہ سب کچھ اس کے سوا کون ہے جو دیتا ہے۔چنانچہ حضور انور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو ارشاد ہے کہ

قُلْ فَاْتُوْا بِكِتٰبٍ مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ هُوَ اَهْدٰى مِنْهُمَآ اَتَّبِعْهُ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ۝۔

فرمادیجئے اگر تم اپنے دعوے میں سچے ہو تو خدا کے پاس سے کوئی ایسی کتاب لاؤ جو ان دونوں سے (یعنی توریت اور

قرآن سے) ہدایت میں بڑھ کر ہو تو میں اس کا اتباع کروں گا۔

یعنی کوری باتیں بنانے اور بے معنی باتیں کرنے سے کچھ فائدہ نہیں اگر تم انبیاء کرام کی ہدایت اور توریت و انجیل غیر محرف کے مقابلہ میں یا قرآن کریم کے مقابلہ میں ایسی کتاب پیش کر سکتے ہو تو لاؤ لیکن لَا یَاْتُوْنَ بِمِثْلِهٖ ہرگز اس کی مثل نہ لاسکو گے۔

فَاِنْ لَّمْ یَسْتَجِیْبُوْا لَكَ فَاعْلَمْ اَنَّمَا یَتَّبِعُوْنَ اَهْوَآءَهُمْ ؕ وَ مَنْ اَضَلُّ مِمَّنِ اتَّبَعَ هَوٰىهُ بِغَیْرِ هُدًى مِّنَ اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا یَهْدِی الْقَوْمَ الظّٰلِمِیْنَ ﴿۵۰﴾۔

تو اگر وہ آپ کا فرمان نہ مانیں تو جان لو کہ وہ صرف اپنی خواہشات کے تابع ہیں اور ان سے زیادہ گمراہ کون ہوگا جو اللہ تعالیٰ کی ہدایت چھوڑ کر اپنی خواہشوں پر چلتا ہو بے شک اللہ ایسے ظالموں کو قبول ہدایت کی راہ نہیں دیتا۔

یعنی ہٹ دھرم بے انصافوں کو قبول ہدایت کی توفیق اللہ تعالیٰ نہیں دیتا۔

مختصر تفسیر اردو پانچواں رکوع - سورۃ قصص - پ ۲۰

وَ لَقَدْ اٰتَیْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ مِنْۢ بَعْدِ مَاۤ اَهْلَكْنَا الْقُرُوْنَ الْاُوْلٰى بَصَآىٕرَ لِلنَّاسِ وَ هُدًى وَّ رَحْمَةً لَّعَلَّهُمْ یَتَذَكَّرُوْنَ ﴿۴۳﴾۔

اور بے شک ہم نے عطا کی موسیٰ کو کتاب بعد اس کے کہ اگلی سنگتیں ہلاک فرمادیں جس میں دل کی آنکھیں کھولنے والی باتیں لوگوں کے لئے تھیں اور ہدایت و رحمت تا کہ وہ نصیحت مانیں۔

الکتاب سے مراد توریت ہے اور اہلاک قرون الاولیٰ سے مراد اقوام نوح و ہود اور صالح و لوط علیہم السلام ہیں۔

تو گویا مقصود بیان یہ ہے کہ قرون ماضیہ کی مذکورہ اقوام کی ہلاکت کے بعد اختلاف نظام عالم اور فساد احوال امم کا مقتضیٰ تھا کہ ہماری طرف سے نبی الانبیاء امام الامم مالک رقاب عالم کی بعثت ہو۔ کہ ان کی برکت سے بصائر قلوب انوار ہدایت سے روشن ہوں تا کہ وہ حقیقت حقہ کا مشاہدہ کریں اور حق و باطل میں انہیں تمیز آئے۔

چنانچہ بصیرت اور بصارت اور بصائر سے مراد وہ نور قلب مراد ہے جس سے انکشاف حقیقت ہو جیسے بصر نور چشم کے لئے مستعمل ہے۔ چنانچہ تعلیم الاسلام اور نور قرآن کے بعد ایک مسلمان کو کسی غیر کی تعلیم لینے اور اس کی تبلیغ سننے کی قطعی ممانعت ہے۔ چنانچہ صحیح حدیث ہے:

اِنَّ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ اِسْتَاذَنَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فِیْ جَوَامِعِ کُتُبِهَا مِنَ التَّوْرَاةِ لِیَقْرَأَهَا وَ یَزْدَادَ عِلْمًا اِلٰی عِلْمِهٖ فَغَضِبَ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ حَتّٰی عُرِفَ فِیْ وَجْهِهٖ ثُمَّ قَالَ لَوْ کَانَ مُوْسٰی حَیًّا لَمَا وَسِعَهٗ اِلَّا اتِّبَاعِیْ فَرَمٰی بِهَا عُمَرُ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ مِنْ یَدِهٖ وَنَدِمَ عَلٰی ذَالِکَ۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت طلب کی تا کہ توریت سے کچھ حاصل فرما کر اپنی معلومات بڑھائیں لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس قدر غضب ناک ہوئے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے چہرۂ اقدس سے جان لیا پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر موسیٰ اس وقت ہوتے تو یقیناً انہیں میری اتباع کے بغیر کوئی گنجائش نہ ہوتی تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے وہ مجموعہ ہاتھ سے پھینک دیا اور اس پر اپنی شرمندگی کا اعتراف کیا۔

اس پر علامہ آلوسی فرماتے ہیں: اِنَّ غَضَبَهٗ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ ذَالِكَ لِمَا اَنَّ التَّوْرَاةَ الَّتِیْ بِاَيْدِی الْيَهُوْدِ اِذْ ذَاكَ كَانَتْ مُحَرَّفَةً وَ فِيْهَا الزِّيَادَةُ وَالنَّقْصُ وَلَيْسَتْ عَيْنُ التَّوْرَاةِ الَّتِیْ اُنْزِلَتْ عَلٰى مُوْسٰى عَلَيْهِ السَّلَامُ۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا غضب ناک ہونا اس وجہ میں تھا کہ توریت جو یہود کے ہاتھ میں ہے وہ محرف ہے اور اس میں زیادتی ونقصان اس درجہ ہے کہ وہ صحیح توریت جو موسیٰ علیہ السلام پر نازل ہوئی تھی وہ نہیں رہی تھی۔

وَ كَانَ النَّاسُ حَدِيْثِیْ عَهْدٍ بِكُفْرٍ فَلَوْ فُتِحَ بَابُ الْمُرَاجَعَةِ اِلَى التَّوْرَاةِ وَ مُطَالَعَتِهَا فِیْ ذَالِكَ الزَّمَانِ لَاَدّٰى اِلٰى فَسَادٍ عَظِيْمٍ فَالنَّهْیُ عَنْ قِرَآءَتِهَا حَيْثُ الْاِسْلَامِ حَدِيْثٌ وَالْخُرُوْجُ عَنِ الْكُفْرِ جَدِيْدٌ۔ اور لوگ نئے نئے کفر سے اسلام میں آئے تھے تو اگر مراجعت الی التوراۃ کا دروازہ کھول دیا جاتا اور اس کے مطالعہ کی اجازت اس زمانہ میں مل جاتی تو بڑا فساد پھیل جاتا بنا بریں تلاوت توریت کی نفی بایں وجہ مناسب بھی تھی کہ من حیث الاسلام وہ نئے تھے اور من حیث الخروج عن الکفر بھی جدید تھے۔

اور قرآن کریم کا یہ ارشاد کہ قُلْ فَاْتُوْا بِالتَّوْرٰىةِ فَاتْلُوْهَاۤ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ۔ جو ارشاد ہے وہ اس وقت کا ہے جبکہ اہل کتاب کے علماء میں سے مثل عبداللہ بن سلام اور کعب احبار مشرف بہ اسلام ہو چکے تھے تو اس وقت اگر یہودی کچھ غلط بیان کرتے تو یہ اس کا جواب دے سکتے تھے اور ان کا مقابلہ یہودی نہیں کر سکتے تھے۔

اسی بنا پر تحفۃ المحتاج میں ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں: يُحَرَّمُ عَلٰى غَيْرِ عَالِمٍ مُّتَبَحِّرٍ مُطَالَعَتُهٗ نَحْوُ تَوْرَاةٍ عِلْمٌ تُبْدِّلُهَا اَوْشُكٌّ فِيْهِ وَ هُوَ اَقْرَبُ اِلَى التَّحْقِيْقِ وَمَنْ سَيَّرَ التَّوْرَاةَ الَّتِیْ بِاَيْدِی الْيَهُوْدِ الْيَوْمَ اَوْ اَكْثَرَهَا مُبَدَّلًا لَا تَوَافُقَ بَيْنَهٗ وَ بَيْنَ مَا فِی الْقُرْاٰنِ الْعَظِيْمِ اَصْلًا۔ غیر عالم متبحر پر مطالعہ کتاب توریت حرام ہے یہ وہ علم ہے جو بدل دیا گیا یا شک میں ڈالا گیا اور یہی اقرب الی التحقیق ہے اور جو اس توریت کی سیر کرے جو آج یہود کے پاس ہے تو اس میں اکثر حصہ بدلا ہوا دیکھے گا کہ اس کی تعلیم قرآن کریم کی تعلیم سے بدلی ہوئی ملے گی۔

اور لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُوْنَ کے یہاں معنی یہ ہیں تا کہ وہ نصیحت حاصل کریں چنانچہ ابن ابی حاتم طریق سدی رحمہما اللہ سے ناقل ہیں: عَنْ اَبِیْ مَالِكٍ قَالَ لَعَلَّ فِی الْقُرْاٰنِ بِمَعْنٰى كَیْ غَيْرَ اٰيَةٍ فِی الشُّعَرَآءِ لَعَلَّكُمْ تَخْلُدُوْنَ۔ ابی مالک سے مروی ہے آپ نے فرمایا تمام قرآن میں لعل بمعنی کے آیا ہے سوا ایک آیت کے جو سورۃ شعراء میں ہے لَعَلَّكُمْ تَخْلُدُوْنَ کہ یہاں لعل بمعنی شاید ہے۔

اور ایسا ہی واقدی بغوی سے ناقل ہیں: اِنَّهٗ قَالَ جَمِيْعُ مَا فِی الْقُرْاٰنِ مِنْ لَعَلَّ لِلتَّعْلِيْلِ اِلَّا لَعَلَّكُمْ تَخْلُدُوْنَ۔

وَمَا كُنْتَ بِجَانِبِ الْغَرْبِیِّ اِذْ قَضَيْنَاۤ اِلٰى مُوْسَى الْاَمْرَ۔

اور تم طور کی جانب مغرب میں نہ تھے جبکہ ہم نے موسیٰ کو رسالت کا حکم بھیجا۔

یہ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطبہ ہے اور جانب غربی کوہ طور پر حضرت موسیٰ علیہ السلام کا میقات تھا اور اِذْ قَضَيْنَاۤ اِلٰى مُوْسٰى سے مراد اللہ تعالیٰ کا آپ سے کلام فرمانا اور انہیں مقرب بنانا مراد ہے۔

اس کے معنی آلوسی رحمہ اللہ یوں کرتے ہیں: وَ مَا كُنْتَ حَاضِرًا بِجَانِبِ الْجَبَلِ الْغَرْبِیِّ اَوِ الْمَكَانِ الْغَرْبِیِّ الَّذِیْ وَقَعَ فِيْهِ الْمِيْقَاتُ وَاَعْطَى اللّٰهُ تَعَالٰى فِيْهِ اَلْوَاحَ التَّوْرَاةِ لِمُوْسٰى عَلَيْهِ السَّلَامُ۔ یعنی اے

محبوب آپ اس جگہ موجود نہ تھے جب کوہ طور پر غربی جانب یا غربی مقام پر جو میقات تھا موسیٰ علیہ السلام کا اور جہاں اللہ تعالیٰ نے انہیں الواح توریت عطا فرمائیں۔ لیکن آپ اسے رحمت سے جانتے ہیں اور مفصل بیان فرمارہے ہیں۔

وَمَا كُنْتَ مِنَ الشّٰهِدِيْنَ ﴿۴۴﴾ ۔اور آپ اس وقت حاضر نہ تھے۔

یعنی آپ وہاں حاضر نہ تھے کہ نزول وحی ملاحظہ فرماتے۔

وَ قِيْلَ الْمُرَادُ بِالشَّاهِدِيْنَ الْمَلٰئِكَةُ عَلَيْهِمُ السَّلَامُ فَقَدْ جَاءَ الشَّاهِدُ اِسْمًا لِلْمَلَكِ كَمَا فِي الْقَامُوْسِ فَكَاَنَّهُ قِيْلَ مَا كُنْتَ حَاضِرًا بِجَانِبِ الْغَرْبِيِّ اِذْ قَضَيْنَا اِلٰى مُوْسٰى اَمْرَ نُبُوَّتِهٖ بِالْوَحْيِ وَمَا كُنْتَ مِنَ الْمَلٰئِكَةِ الَّذِيْنَ يَنْزِلُوْنَ وَيَصْعَدُوْنَ بِاَمْرِ اللّٰهِ تَعَالٰى وَوَحْيِهٖ اِلٰى اَنْبِيَآئِهٖ عَلَيْهِمُ السَّلَامُ۔

ایک قول یہ ہے کہ شاہدین سے مراد ملائکہ علیہم السلام ہیں اس لئے کہ شاہد ایک فرشتہ کا نام ہے۔ جیسا قاموس میں ہے۔ تو گویا یوں فرمایا گیا کہ اے محبوب آپ بھی وہاں موجود نہ تھے جب ہم نے موسیٰ کو حکم نبوت دیا وحی کے ذریعہ اور نہ آپ ملائکہ میں سے تھے جو اترتے اور چڑھتے ہیں احکام لے کر اور انبیاء کی طرف وحی لاتے ہیں وَلَهُمْ مِّنَ الْاِطِّلَاعِ عَلَى الْحَوَادِثِ مَا لَيْسَ لِغَيْرِهِمْ مِّنَ الْبَشَرِ۔ اور وہ فرشتے حوادث پر اطلاع رکھتے ہیں ان کا غیر بشر سے کوئی نہیں جانتا۔

اس تفصیل میں دونوں باتوں کی نفی کر کے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات کو عالم علوم غیب ظاہر فرمایا۔ اس لئے کہ اگر موقعہ پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو جود ہوتے تو پھر علم غیب نہیں ہوتا۔

اور اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم مشاہدہ فرماتے تو بھی علم غیب نہ ہوتا تو دونوں کی نفی کر کے فرمایا آپ کو وہ غیبی علم ملا جسے آپ نے بیان کیا۔ پھر اس کی مزید تصریح فرمائی کہ اس واقعہ میں اور آپ کے زمانہ میں مدت مدید بھی تھی حَيْثُ قَالَ۔

وَلٰكِنَّاۤ اَنْشَاْنَا قُرُوْنًا فَتَطَاوَلَ عَلَيْهِمُ الْعُمُرُ۔

مگر ہوا یہ کہ ہم نے بہت سی سنگتیں پیدا کیں اور ان پر دراز زمانہ گزر گیا۔

یعنی بعد موسیٰ علیہ السلام بہت سی امتیں پیدا کیں اور وہ اللہ تعالیٰ کا عہد بھول گئے اور انہوں نے اطاعت الٰہی عزوجل ترک کردی واقعہ یہ ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام سے اللہ تعالیٰ نے عہد لیا تھا کہ آپ کی امت اور جو ان کے بعد ہو سب میرے حبیب جناب مصطفیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام پر ایمان لائیں گے۔

لیکن زمانہ طویل گزر جانے کی وجہ سے سب اس عہد کو بھول گئے اور وفاء عہد ترک کر دیا چنانچہ اہل مدین میں جب شعیب علیہ السلام آئے۔

وَمَا كُنْتَ ثَاوِيًا فِيْۤ اَهْلِ مَدْيَنَ تَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِنَا۔ اس وقت بھی آپ ان میں مقیم نہ تھے۔

ثَاوِيًا۔ کے معنی ہیں مقیم کے۔ کہ ان پر ہماری آیتیں پڑھتے۔

لیکن ہم نے آپ کو علم دیا اور گزشتہ اقوام کے حالات سے مطلع فرمایا حَيْثُ قَالَ۔

وَلٰكِنَّا كُنَّا مُرْسِلِيْنَ ﴿۴۵﴾ ۔لیکن ہم نے آپ کو رسول بنا کر غیبی علوم سے مطلع فرمادیا جیسا کہ ہمارا ارشاد ہے:

وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُطْلِعَكُمْ عَلَى الْغَيْبِ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَجْتَبِيْ مِنْ رُّسُلِهٖ مَنْ يَّشَآءُ۔ پھر دوبارہ ارشاد ہے:

وَمَا كُنْتَ بِجَانِبِ الطُّوْرِ اِذْ نَادَيْنَا وَلٰكِنْ رَّحْمَةً مِّنْ رَّبِّكَ لِتُنْذِرَ قَوْمًا مَّاۤ اَتٰىهُمْ مِّنْ نَّذِيْرٍ مِّنْ

قَبْلِكَ لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُوْنَ ۝٤٦۔

اور نہ تم طور کے کنارے تھے جب ہم نے ندا فرمائی ہاں تمہارے رب کی رحمت ہے (کہ تمہیں غیب کے علم دیئے) تا کہ تم ایسی قوم کو ڈر سناؤ جس کے پاس تم سے پہلے کوئی ڈر سنانے والا نہ آیا تا کہ انہیں نصیحت ہو۔

یعنی موسیٰ علیہ السلام کو جب ہم نے توریت عطا فرمائی اس وقت بھی آپ وہاں نہ تھے کہ وہ حالات دیکھ کر آپ بیان فرماتے تو یہ آپ کی نبوت کی صریح دلیل ہے کہ بغیر دیکھے غیبی امور ہماری رحمت سے بیان کرتے ہیں۔ اس لئے کہ اہل مکہ جو زمانۂ فترت میں تھے اور یہ زمانہ عہد عیسیٰ علیہ السلام سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم تک پانچ سو پچاس سال کا ہے اس کے حالات سن کر ہدایت وتذکیر حاصل کریں۔

علامہ آلوسی رحمہ اللہ اس پر فرماتے ہیں: اَیْ عَلَّمْنٰکَ رَحْمَةً۔ سکھلا دیا تمہیں اپنی رحمت سے وَ لَعَلَّ الرَّحْمَةَ عَلَیْهِ مَفْعُوْلٌ ثَانٍ لِعَلَّمَ وَالْمُرَادُ بِهَا الْقُرْاٰنُ۔ رحمت سے مراد قرآن کریم ہے۔

وَجَوَّزَ اَبُوْحَیَّانَ اَنْ یَّکُوْنَ التَّقْدِیْرُ وَلٰکِنْ اَنْتَ رَحْمَةٌ وَلِتُنْذِرَ عَلٰی هٰذِهِ الْقِرَاءَ ةِ مُتَعَلِّقٌ بِمَا هُوَ صِفَةٌ لِرَحْمَةٍ۔

لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُوْنَ۔ اَیْ یَتَّعِظُوْنَ بِاِنْذَارِکَ۔ تا کہ وہ نصیحت پکڑیں آپ کی تذکیر سے۔

تو تمام آیات کا مفہوم یہ ہوا: اِنَّهُمْ لَمْ یُبْعَثْ اِلَیْهِمْ رَسُوْلٌ قَبْلَ نَبِیِّنَا صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَصْلًا۔ کہ ان میں کوئی نبی حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے قبل مبعوث ہی نہیں ہوا۔

اور بخاری میں سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے جو روایت ہے اس سے ثابت ہوتا ہے کہ وہ چھ سو سال کی مدت ہے۔

وَ فِیْ کَثِیْرٍ مِّنَ الْکُتُبِ اَنَّهٗ خَمْسُ مِائَةٍ وَّ خَمْسُوْنَ سَنَةً۔ اور بہت کتابوں سے ثابت ہے کہ پانچ سو پچاس سال کی مدت ہے۔

اور یہ بھی حدیث سے ثابت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: لَا نَبِیَّ بَیْنِیْ وَ بَیْنَ عِیْسٰی میرے اور عیسیٰ علیہ السلام کے مابین کوئی نبی نہیں آیا۔

اور مَا كُنْتَ ثَاوِيًا فِيٓ اَهْلِ مَدْيَنَ کے معنی ہیں وَ مَا کُنْتَ مُقِیْمًا فِیْ اَهْلِ مَدْیَنَ۔

ضحاک رحمہ اللہ کہتے ہیں اس کے یہ معنی ہیں: یَقُوْلُ سُبْحٰنَهٗ اِنَّکَ یَا مُحَمَّدُ لَمْ تَکُنِ الرَّسُوْلُ اِلٰی اَهْلِ مَدْیَنَ تَتْلُوْا عَلَیْهِمْ اٰیَاتِ الْکِتَابِ وَاِنَّمَا کَانَ غَیْرُکَ وَلٰکِنَّا کُنَّا مُرْسِلِیْنَ فِیْ کُلِّ زَمَانٍ رَّسُوْلًا فَاَرْسَلْنَا اِلٰی اَهْلِ مَدْیَنَ شُعَیْبًا وَ اَرْسَلْنَاکَ اِلَی الْعَرَبِ لِتَکُوْنَ خَاتَمَ الْاَنْبِیَآءِ۔

وَلَوْلَآ اَنْ تُصِيْبَهُمْ مُّصِيْبَةٌۢ بِمَا قَدَّمَتْ اَيْدِيْهِمْ فَيَقُوْلُوْا رَبَّنَا لَوْلَآ اَرْسَلْتَ اِلَيْنَا رَسُوْلًا فَنَتَّبِعَ اٰيٰتِكَ وَنَكُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ۝٤٧۔

اور اگر ایسا نہ ہوتا تو انہیں جو کوئی مصیبت ان کے کرتوتوں سے پہنچے تو کہتے اے ہمارے رب تو نے کیوں نہ بھیجا ہماری طرف کوئی رسول کہ ہم تیری آیتوں کی پیروی کرتے اور ایمان لاتے۔

یعنی اگر ان پر عذاب بلا تبلیغ مبلغ پہنچتا تو وہ کہتے الٰہی اگر تو ہم پر رسول بھیجتا تو اس کی پیروی کرتے اور ایمان لاتے چنانچہ

آگے ارشاد ہے:

فَلَمَّا جَآءَهُمُ الْحَقُّ مِنْ عِنْدِنَا قَالُوْا لَوْلَآ اُوْتِیَ مِثْلَ مَآ اُوْتِیَ مُوْسٰی۔

توجب آیا ان کے پاس حق ہماری طرف سے بولے کیوں نہ دیا گیا انہیں جو موسیٰ کو دیا گیا۔

یعنی جیسے موسیٰ علیہ السلام کو توریت کے صحیفے مل گئے انہیں ایسے کیوں نہ ملے موسیٰ علیہ السلام کو عصا ملا انہیں کیوں نہ ملا۔ انہیں ید بیضا ملا انہیں کیوں نہ ملا۔ اس کا جواب دیا گیا:

اَوَلَمْ یَكْفُرُوْا بِمَآ اُوْتِیَ مُوْسٰی مِنْ قَبْلُ۔ کیا انہوں نے کفر نہ کیا اس سے جو پہلے موسیٰ کو دیا گیا تھا۔

وہاں بھی تو یہ حضرت موسیٰ و ہارون علیہما السلام کی شان میں کیا کیا کہہ چکے ہیں اس کا ذکر آگے فرمایا جارہا ہے:

قَالُوْا سِحْرٰنِ تَظٰهَرَا ۫ وَقَالُوْٓا اِنَّا بِكُلٍّ كٰفِرُوْنَ ﴿۴۸﴾۔

بولے دونوں جادوگر ہیں ایک دوسرے کے معاون اور بولے ہم سب کے ساتھ انکار کرتے ہیں۔

یعنی موسیٰ و ہارون معاذ اللہ دونوں جادوگر ہیں ایک دوسرے کی اعانت اور تصدیق میں ہیں اور ہم تو دونوں سے کافر و منکر ہیں اس کے بعد ارشاد ہے:

قُلْ فَاْتُوْا بِكِتٰبٍ مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ هُوَ اَهْدٰی مِنْهُمَآ اَتَّبِعْهُ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ ﴿۴۹﴾۔

فرمادیجئے لاؤ اللہ کی طرف سے کوئی ایسی کتاب جو توریت اور قرآن سے زیادہ ہدایت والی ہو کہ میں اس کی پیروی کروں اگر تم سچے ہو۔ یعنی جب تمہارے گمان باطل میں توریت اور قرآن کریم جادو ہیں تو تم اللہ کی طرف سے کوئی ایسی کتاب لاؤ جو ان سے زیادہ ہدایت کرنے والی ہو۔

فَاِنْ لَّمْ یَسْتَجِیْبُوْا لَكَ فَاعْلَمْ اَنَّمَا یَتَّبِعُوْنَ اَهْوَآءَهُمْ

تو اگر وہ آپ کا مطالبہ پورا نہ کریں تو سمجھ لو کہ وہ اپنی خواہشات کے ہی پیرو ہیں۔ ان کے پاس ان کے دعوے پر کوئی دلیل نہیں ہے بلکہ زیغ وزاغ کے خواہشمند ہیں۔

وَمَنْ اَضَلُّ مِمَّنِ اتَّبَعَ هَوٰىهُ بِغَیْرِ هُدًی مِّنَ اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا یَهْدِی الْقَوْمَ الظّٰلِمِیْنَ ﴿۵۰﴾۔

اور اس سے زیادہ گمراہ تر کون ہے جو گمراہ ہوا اتباع ہوا و نفسانیت کا اللہ کی ہدایت کے مقابلہ میں بے شک اللہ ظالموں کو راہ نہیں دیتا۔ کہ وہ قبول حق کی طرف جھکیں اور اتباع کریں اور وہ تو اتباع ہوس میں منہمک ہیں اور زیارت الٰہی سے اعراض کرتے ہیں۔

بامحاورہ ترجمہ چھٹا رکوع - سورۃ قصص - پ ۲۰

وَلَقَدْ وَصَّلْنَا لَهُمُ الْقَوْلَ لَعَلَّهُمْ یَتَذَكَّرُوْنَ ﴿۵۱﴾	اور بے شک مسلسل اتارا ہم نے ان کے لئے اپنا قول تاکہ وہ نصیحت پکڑیں
اَلَّذِیْنَ اٰتَیْنٰهُمُ الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِهٖ هُمْ بِهٖ یُؤْمِنُوْنَ ﴿۵۲﴾	جن کو دی ہم نے کتاب اس سے قبل وہ اس پر ایمان لاتے ہیں
وَاِذَا یُتْلٰی عَلَیْهِمْ قَالُوْٓا اٰمَنَّا بِهٖٓ اِنَّهُ الْحَقُّ مِنْ	اور جب پڑھی جاتی ہیں ان پر کہتے ہیں ایمان لائے ہم

رَبِّنَآ اِنَّا کُنَّا مِنۡ قَبۡلِہٖ مُسۡلِمِیۡنَ ﴿۵۳﴾

اس پر بے شک یہی حق ہے ہمارے رب کی طرف سے ہم اس سے قبل ہی گردن جھکا چکے تھے

اُولٰٓئِکَ یُؤۡتَوۡنَ اَجۡرَہُمۡ مَّرَّتَیۡنِ بِمَا صَبَرُوۡا وَ یَدۡرَءُوۡنَ بِالۡحَسَنَۃِ السَّیِّئَۃَ وَ مِمَّا رَزَقۡنٰہُمۡ یُنۡفِقُوۡنَ ﴿۵۴﴾

یہ وہ ہیں جنہیں اجر دو چند دیا جائے گا بدلہ ان کے صبر کا اور وہ ٹالتے ہیں نیکیوں سے برائیوں کو اور جو ہم دیتے ہیں اس سے خرچ کرتے ہیں

وَ اِذَا سَمِعُوا اللَّغۡوَ اَعۡرَضُوۡا عَنۡہُ وَ قَالُوۡا لَنَآ اَعۡمَالُنَا وَ لَکُمۡ اَعۡمَالُکُمۡ ۫ سَلٰمٌ عَلَیۡکُمۡ ۫ لَا نَبۡتَغِی الۡجٰہِلِیۡنَ ﴿۵۵﴾

اور جب سنتے ہیں کوئی لغو بات اعراض کرتے ہیں اس سے اور کہتے ہیں ہمارے لئے ہمارے عمل اور تمہارے لئے تمہارے عمل بس سلام ہے تمہیں ہم جاہلوں سے غرض نہیں رکھتے

اِنَّکَ لَا تَہۡدِیۡ مَنۡ اَحۡبَبۡتَ وَ لٰکِنَّ اللّٰہَ یَہۡدِیۡ مَنۡ یَّشَآءُ ۚ وَ ہُوَ اَعۡلَمُ بِالۡمُہۡتَدِیۡنَ ﴿۵۶﴾

بے شک اے محبوب یہ نہیں کہ آپ ہدایت دیں جسے چاہیں لیکن اللہ ہدایت دیتا ہے جسے چاہے اور وہ خوب جانتا ہے ہدایت والوں کو

وَ قَالُوۡۤا اِنۡ نَّتَّبِعِ الۡہُدٰی مَعَکَ نُتَخَطَّفۡ مِنۡ اَرۡضِنَا ؕ اَوَ لَمۡ نُمَکِّنۡ لَّہُمۡ حَرَمًا اٰمِنًا یُّجۡبٰۤی اِلَیۡہِ ثَمَرٰتُ کُلِّ شَیۡءٍ رِّزۡقًا مِّنۡ لَّدُنَّا وَ لٰکِنَّ اَکۡثَرَہُمۡ لَا یَعۡلَمُوۡنَ ﴿۵۷﴾

اور کہتے ہیں اگر ہم پیروی کریں تمہارے ساتھ ہدایت پر اچک لیں گے ہمیں لوگ ہماری زمین سے کیا ہم نے انہیں جگہ نہ دی حرم میں جو امان والا ہے لائے جاتے ہیں اس کی طرف پھل ہر شے کے رزق ہماری طرف سے لیکن اکثر ان کے نہیں جانتے

وَ کَمۡ اَہۡلَکۡنَا مِنۡ قَرۡیَۃٍۭ بَطِرَتۡ مَعِیۡشَتَہَا ۚ فَتِلۡکَ مَسٰکِنُہُمۡ لَمۡ تُسۡکَنۡ مِّنۡۢ بَعۡدِہِمۡ اِلَّا قَلِیۡلًا ؕ وَ کُنَّا نَحۡنُ الۡوٰرِثِیۡنَ ﴿۵۸﴾

اور کتنی بستیاں ہلاک کر دیں ہم نے جو خراب ہو چکے تھے اپنی عیاشی میں تو یہ ان کے مسکن ہیں کہ ان میں نہ رہے ان کے بعد مگر تھوڑے اور ہم ہی ان کے وارث ہیں

وَ مَا کَانَ رَبُّکَ مُہۡلِکَ الۡقُرٰی حَتّٰی یَبۡعَثَ فِیۡۤ اُمِّہَا رَسُوۡلًا یَّتۡلُوۡا عَلَیۡہِمۡ اٰیٰتِنَا ۚ وَ مَا کُنَّا مُہۡلِکِی الۡقُرٰۤی اِلَّا وَ اَہۡلُہَا ظٰلِمُوۡنَ ﴿۵۹﴾

اور نہیں تمہارا رب بستیوں کو ہلاک کرنے والا جب تک نہ بھیجے ان کے اصل مرجع میں رسول کہ پڑھے ان پر ہماری آیتیں اور نہیں ہم ہلاک کرنے والے بستیوں کو مگر وہاں ظالم ہو گئے ان کے رہنے والے

وَ مَاۤ اُوۡتِیۡتُمۡ مِّنۡ شَیۡءٍ فَمَتَاعُ الۡحَیٰوۃِ الدُّنۡیَا وَ زِیۡنَتُہَا ۚ وَ مَا عِنۡدَ اللّٰہِ خَیۡرٌ وَّ اَبۡقٰی ؕ اَفَلَا تَعۡقِلُوۡنَ ﴿۶۰﴾ ع

اور جو کچھ تمہیں دیا گیا کسی شے سے تو وہ زندگی کا سامان اور سنگار ہے اور جو اللہ کے پاس ہے وہ بہتر اور باقی رہنے والا ہے تو کیا تمہیں عقل نہیں

حل لغات چھٹا رکوع۔سورۃ قصص۔پ ۲۰

وَ۔اور لَقَدْ۔بے شک وَصَّلْنَا۔مسلسل اتارا ہم نے لَهُمُ۔ان کے لئے
الْقَوْلَ۔قول لَعَلَّهُمْ۔تاکہ وہ يَتَذَكَّرُوْنَ۔نصیحت پکڑیں اَلَّذِيْنَ۔وہ کہ
اٰتَيْنٰهُمُ۔دی ہم نے ان کو الْكِتٰبَ۔کتاب مِنْ قَبْلِهٖ۔اس سے پہلے هُمْ۔وہ
بِهٖ۔اس پر يُؤْمِنُوْنَ۔ایمان لاتے ہیں وَ۔اور اِذَا۔جب
يُتْلٰى۔پڑھی جاتی ہے عَلَيْهِمْ۔ان پر قَالُوْٓا۔کہتے ہیں اٰمَنَّا۔ہم ایمان لائے
بِهٖٓ۔اس پر اِنَّهُ۔بے شک وہ الْحَقُّ۔حق ہے مِنْ رَّبِّنَآ۔ہمارے رب
کی طرف سے اِنَّا۔بے شک ہم كُنَّا۔تھے مِنْ قَبْلِهٖ۔اس سے پہلے ہی
مُسْلِمِيْنَ۔فرمانبردار اُولٰٓئِكَ۔یہ وہ ہیں جو يُؤْتَوْنَ۔دیئے جائیں گے
اَجْرَهُمْ۔اپنا اجر مَّرَّتَيْنِ۔دگنا بِمَا۔بدلہ صَبَرُوْا۔ان کے صبر کا
وَ۔اور يَدْرَءُوْنَ۔وہ ٹالتے ہیں بِالْحَسَنَةِ۔نیکی سے السَّيِّئَةَ۔برائی کو
وَ۔اور مِمَّا۔اس سے جو رَزَقْنٰهُمْ۔ہم نے دیا ان کو
يُنْفِقُوْنَ۔وہ خرچ کرتے ہیں وَ۔اور اِذَا۔جب سَمِعُوا۔سنتے ہیں
اللَّغْوَ۔بیہودہ بات اَعْرَضُوْا۔منہ پھیرتے ہیں عَنْهُ۔اس سے وَ۔اور
قَالُوْا۔کہتے ہیں لَنَآ۔ہمارے لئے اَعْمَالُنَا۔ہمارے عمل وَ۔اور
لَكُمْ۔تمہارے لئے اَعْمَالُكُمْ۔تمہارے عمل سَلٰمٌ۔سلام ہو عَلَيْكُمْ۔تم پر
لَا۔نہیں نَبْتَغِي۔چاہتے ہیں الْجٰهِلِيْنَ۔جاہلوں کو اِنَّكَ۔بے شک تو
لَا۔نہیں تَهْدِيْ۔ہدایت دیتا مَنْ۔جسے اَحْبَبْتَ۔تو چاہتا ہے
وَ۔اور لٰكِنَّ۔لیکن اللّٰهَ۔اللہ يَهْدِيْ۔ہدایت دیتا ہے
مَنْ۔جسے يَّشَآءُ۔چاہے وَ۔اور هُوَ۔وہ
اَعْلَمُ۔خوب جانتا ہے بِالْمُهْتَدِيْنَ۔ہدایت پانے والوں کو وَ۔اور
قَالُوْٓا۔بولے اِنْ۔اگر نَّتَّبِعِ۔پیروی کریں الْهُدٰى۔ہدایت کی
مَعَكَ۔تیرے ساتھ تو نُتَخَطَّفْ۔اچکے جائیں ہم مِنْ اَرْضِنَا۔اپنی زمین سے اَوَ۔کیا
لَمْ۔نہ نُمَكِّنْ۔جگہ دی ہم نے لَّهُمْ۔ان کو حَرَمًا۔حرم
اٰمِنًا۔امن والے میں کہ يُّجْبٰٓى۔کھنچے آتے ہیں اِلَيْهِ۔اس کی طرف ثَمَرٰتُ۔پھل
كُلِّ۔ہر شَيْءٍ۔چیز کے رِّزْقًا۔رزق ہے مِّنْ لَّدُنَّا۔ہماری طرف سے
وَ۔اور لٰكِنَّ۔لیکن اَكْثَرَ۔اکثر هُمْ۔ان کے
لَا۔نہیں يَعْلَمُوْنَ۔جانتے وَ۔اور كَمْ۔کتنی

اَهْلَكْنَا۔ہلاک کیں ہم نے	مِنْ قَرْيَةٍۭ۔بستیاں	بَطِرَتْ۔جواکڑیں	مَعِيْشَتَهَا۔اپنی معیشت پر
فَتِلْكَ۔تو یہ ہیں	مَسٰكِنُهُمْ۔ ان کے گھر	لَمْ۔نہ	تُسْكَنْ۔آباد ہوئے
مِّنْۢ بَعْدِ۔بعد	هِمْ۔ان کے	اِلَّا۔مگر	قَلِيْلًا۔تھوڑے
وَ۔اور	كُنَّا۔تھے	نَحْنُ۔ہم ہی	الْوٰرِثِيْنَ۔وارث
وَ۔اور	مَا۔نہیں	كَانَ۔ہے	رَبُّكَ۔تیرارب
مُهْلِكَ۔ہلاک کرنے والا	الْقُرٰى۔بستیوں کو	حَتّٰى۔یہاں تک کہ	يَبْعَثَ۔بھیجیں ہم
فِيْٓ۔بیچ	اُمِّهَا۔مرکزاس کے کے	رَسُوْلًا۔رسول جو	يَّتْلُوْا۔پڑھے
عَلَيْهِمْ۔ان پر	اٰيٰتِنَا۔ہماری آیتیں	وَ۔اور	مَا۔نہیں
كُنَّا۔ہم	مُهْلِكِي۔ہلاک کرنے والے	الْقُرٰٓى۔بستیوں کو	اِلَّا۔مگر
وَ۔اس حال میں کہ	اَهْلُهَا۔اس کے رہنے والے	ظٰلِمُوْنَ۔ظالم ہوں	وَ۔اور
مَآ۔جو	اُوْتِيْتُمْ۔دیئے گئے تم	مِّنْ شَيْءٍ۔کوئی بھی چیز	فَمَتَاعُ۔تو سامان ہے
الْحَيٰوةِ۔زندگی	الدُّنْيَا۔دنیا کا	وَ۔اور	مَا۔جو
عِنْدَ۔پاس	اللّٰهِ۔اللہ کے ہے	خَيْرٌ۔بہتر ہے	وَّ۔اور
اَبْقٰى۔باقی رہنے والا	اَفَلَا۔کیا پھر نہیں	تَعْقِلُوْنَ۔سوچتے تم	

خلاصہ تفسیر چھٹا رکوع۔سورۃ قصص۔پ ۲۰

وَلَقَدْ وَصَّلْنَا لَهُمُ الْقَوْلَ لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُوْنَ ﴿٥١﴾ اَلَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِهٖ هُمْ بِهٖ يُؤْمِنُوْنَ ﴿٥٢﴾ وَاِذَا يُتْلٰى عَلَيْهِمْ قَالُوْٓا اٰمَنَّا بِهٖٓ اِنَّهُ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّنَآ اِنَّا كُنَّا مِنْ قَبْلِهٖ مُسْلِمِيْنَ ﴿٥٣﴾۔

اور بے شک ہم نے مسلسل ان کے لئے اپنا کلام اتارا تا کہ نصیحت پکڑیں جنہیں ہم نے عطا کی کتاب اس سے قبل وہ اس پر ایمان لاتے ہیں اور جب پڑھی جاتی ہیں ان پر ہماری آیتیں کہتے ہیں ہم ایمان لائے اس پر بے شک یہی حق ہے ہمارے رب کی طرف سے ہم تو پہلے ہی اس کے آگے گردن جھکائے ہوئے ہیں۔

وَصَّلْنَا۔یعنی پے بہ پے یا مسلسل ان پر قرآن کریم آیا جس میں وعد و وعید، قصص وعبر اور مواعظ غرّا ہیں تا کہ انہیں نصیحت ہو اور وہ ایمان لائیں۔

وَاِذَا يُتْلٰى عَلَيْهِمْ قَالُوْٓا اٰمَنَّا بِهٖ۔

جب ان پر پڑھا گیا قرآن کریم تو وہ بولے ہم تو ایمان لائے ہوئے ہیں ہمارے عقیدہ میں یہی حق ہے ہمارے رب کی طرف سے ہم تو اس سے یعنی قرآن سے یا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے قبل ہی جھک چکے تھے۔

مُسْلِمِيْنَ ﴿٥٣﴾۔اسلام سے ہے اور اسلام گردن بہ طاعت نہادن کو کہتے ہیں۔

آیات کریمہ کا شان نزول مومنین اہل کتاب کے حق میں ہے جیسے حضرت عبداللہ بن سلام اور ان کے اصحاب رضی اللہ عنہم۔

ایک قول یہ ہے کہ یہ آیتیں اہل انجیل کے حق میں نازل ہوئیں جو حبشہ سے حاضر ہو کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائے یہ چالیس اہل کتاب تھے حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے ہمراہ حبشہ سے آئے تھے اور انہوں نے عرض کیا کہ ہم تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر پہلے ہی ایمان لا چکے تھے۔ یعنی نزول قرآن سے قبل ہی ہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان رکھتے تھے اور جانتے تھے کہ وہ نبی برحق ہیں اس لئے کہ انجیل میں ان کی صفتیں ہم پڑھ چکے تھے۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے ان کا مرتبہ فرمایا ہے:

أُولَٰئِكَ يُؤْتَوْنَ أَجْرَهُم مَّرَّتَيْنِ بِمَا صَبَرُوا وَيَدْرَءُونَ بِالْحَسَنَةِ السَّيِّئَةَ وَمِمَّا رَزَقْنَاهُمْ يُنفِقُونَ ۝ ـ

یہی وہ ہیں جو دو چند اجر پائیں گے بدلہ ان کے صبر کا (اس لئے کہ ان کا ایمان انجیل غیر محرف پر بھی تھا اور قرآن کریم پر بھی) اور وہ بھلائی سے برائی کو کاٹتے ہیں یعنی نیکی سے (کہ انہوں نے اپنے دین پر بھی صبر کیا اور مشرکین کی ایذا رسانی پر بھی صابر رہے) اور جو کچھ ہم انہیں دیتے ہیں اس میں سے ہماری راہ میں خرچ کرتے ہیں۔

بخاری و مسلم میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تین قسم کے لوگ ایسے ہیں جنہیں دوہرے اجر ملیں گے۔

ایک وہ اہل کتاب جو اپنے نبی پر ایمان لایا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر بھی۔

دوسرے وہ غلام جس نے اللہ کا حق بھی ادا کیا اور مولیٰ کا بھی۔

تیسرے وہ جس کے پاس کنیز شرعی تھی جس سے مقاربت بھی کرتا تھا اور ادب بھی سکھاتا، تعلیم دیتا پھر آزاد کر کے اس سے نکاح بھی کر لیا۔

عربی میں يَدْرَءُونَ۔ دَرَءَ سے ہے۔ دَرَءَ عربی میں دفع کے معنی میں مستعمل ہے۔ اور نیکی سے برائی کا دفع یہ ہے کہ عبادت سے معصیت دفع کرے اور حلم سے ایذاء کو۔

سید المفسرین ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: توحید سے شرک دفع کرے یعنی کلمۂ شہادت سے شرک کو دفع کرے۔

اور حبشہ والوں کی تعریف میں وَمِمَّا رَزَقْنَاهُمْ يُنفِقُونَ یوں آیا کہ جب یہ چالیس مومن ہو کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حبشہ سے آئے تو انہوں نے مسلمانوں میں عسرت دیکھی۔ تنگی معاش پائی تو بارگاہ رسالت میں عرض کی کہ حضور ہمیں اجازت دیں کہ ہم واپس حبشہ جا کر اپنے مال سے لائیں اور تنگدست مسلمانوں کی اعانت کریں تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں اجازت دی چنانچہ وہ گئے اور مال لے کر آئے ان کی تعریف میں ارشاد ہوا: وَمِمَّا رَزَقْنَاهُمْ يُنفِقُونَ۔

وَإِذَا سَمِعُوا اللَّغْوَ أَعْرَضُوا عَنْهُ وَقَالُوا لَنَا أَعْمَالُنَا وَلَكُمْ أَعْمَالُكُمْ سَلَامٌ عَلَيْكُمْ لَا نَبْتَغِي الْجَاهِلِينَ ۝ ـ اور جب وہ سنتے ہیں بیہودہ بات اعراض کرتے ہیں اور کہتے ہیں ہمارے لئے ہمارے عمل اور تمہارے لئے تمہارے عمل بس سلام ہے تمہیں ہم جاہلوں سے غرض نہیں رکھتے۔

مشرکین مکہ عامہ مؤمنین کو ان کا دین ترک کرنے پر مجبور کرتے اور ان سے اسلام لانے کی وجہ میں بیہودہ سب و شتم پر اتر آتے تو وہ ان کی گالیاں سن کر اعراض کرتے ہوئے جواب دے دیتے کہ ہمارا عمل ہمارے لئے ہے اور تمہارے عمل تمہارے لئے ہم تمہاری بدزبانی کا جواب بدزبانی سے نہیں دیں گے ہم سلامت رو ہیں تم سے بھی سلامت ہی رکھیں گے۔ البتہ تم سے ہماری غرض نہیں اس لئے کہ عیسیٰ بدین خود موسیٰ بدین خود پر ہم اس وقت تک عمل پیرا رہیں گے جب تک ہمیں تمہارے مقابلہ کا حکم نہیں ملتا۔ چنانچہ اس آیۂ کریمہ کے حکم پر مفسرین نے فرمایا: نُسِخَ ذٰلِكَ بِاٰيٰتِ الْقِتَالِ جہاد والی

آیتوں سے اس آیت کریمہ کا حکم منسوخ ہوگیا۔ پھر ارشاد ہے:

اِنَّكَ لَا تَهْدِیْ مَنْ اَحْبَبْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ یَهْدِیْ مَنْ یَّشَآءُ ۚ وَهُوَ اَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِیْنَ ۝۵۶

بے شک آپ اے محبوب جسے چاہیں اپنی طرف سے ہدایت نہیں دے سکتے (البتہ ہدایت فرمائیں) لیکن اللہ جسے چاہے ہدایت دے گا اور وہ خوب جانتا ہے ہدایت والوں کو۔

یعنی من جانب اللہ جس کے لئے ہدایت مقدر ہو چکی ہے وہ دلائل حقہ سن کر ایمان لائیں گے اس آیہ کریمہ کا شان نزول یہ ہے:

مسلم شریف میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ یہ آیۂ کریمہ حضرت ابوطالب کے حق میں نازل ہوئی اس لئے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ان سے محبت تھی اور اسی محبت کی بناء پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان کی موت کے وقت ان سے فرمانے لگے چچا کلمۂ شہادت پڑھ لو تا کہ میں بروز قیامت تمہاری شہادت دے سکوں۔

اس پر آپ نے جواب دیا کہ اگر قریش کی ملامت کا مجھے اندیشہ نہ ہوتا تو میں ضرور آپ پر ایمان لا کر آپ کی آنکھیں ٹھنڈی کرتا اس کے بعد انہوں نے یہ رباعی پڑھی:

وَلَقَدْ عَلِمْتُ بِاَنَّ دِیْنَ مُحَمَّدٍ مِنْ خَیْرِ اَدْیَانِ الْبَرِیَّةِ دِیْنًا
لَوْلَا الْمَلَامَةُ اَوْ حَذَارُ مُسَبَّةٍ لَوَجَدْتَنِیْ سَمَحًا بِذَاكَ مُبِیْنًا

یعنی میں جانتا ہوں کہ دین محمدی تمام جہانوں کے دینوں سے بہتر ہے۔

اگر ملامت قریش کا مجھے اندیشہ نہ ہوتا تو میں نہایت صفائی کے ساتھ اس دین کو قبول کر لیتا۔

اس کے بعد آپ کا انتقال ہو گیا۔ علامہ ابن عابدین اور دیگر محققین نے اسی وجہ میں آپ کا اسلام پر انتقال تسلیم کیا ہے۔

لیکن شان نزول کے لحاظ سے واقعہ نقل کر دیا گیا۔ واللہ اعلم بالصواب۔

وَقَالُوْٓا اِنْ نَّتَّبِعِ الْهُدٰى مَعَكَ نُتَخَطَّفْ مِنْ اَرْضِنَا ؕ۔

مشرکین بولے اگر ہم آپ کے دین کا اتباع کر لیں تو لوگ ہمیں ہمارے ملک سے اچک لیں۔

تخطف کے معنی اچک لینے کے ہیں اس کے معنی یہ ہوتے ہیں کہ اگر ہم دین اسلام قبول کر لیں تو لوگ ہمیں سرزمین عرب سے ایک دم نکال دیں گے اس کا جواب فرمایا گیا:

اَوَلَمْ نُمَكِّنْ لَّهُمْ حَرَمًا اٰمِنًا یُّجْبٰٓى اِلَیْهِ ثَمَرٰتُ كُلِّ شَیْءٍ رِّزْقًا مِّنْ لَّدُنَّا وَلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا یَعْلَمُوْنَ ۝۵۷۔

کیا ہم نے انہیں جگہ نہ دی امان والی حرم میں جس کی طرف ہر چیز کے پھل لائے جاتے ہیں ہماری طرف سے ان کے رزق کے لئے لیکن ان میں اکثر نہیں جانتے۔

یُجْبٰٓى کے معنی عربی زبان میں یُجْمَعُ کے ہیں۔ یُجْبٰی۔ جَبیٌ سے مشتق ہے۔ جمع کرنے کے معنی میں بولتے ہیں۔

جَبَیْتُ الْمَآءَ فِی الْحَوْضِ۔ یعنی حوض میں پانی جمع کیا۔

خَطْفٌ۔ عربی میں کسی چیز کو جلدی سے اچک لینے کو کہتے ہیں۔

شان نزول: اس آیہ کریمہ کا یہ ہے کہ

حارث بن عثمان بن نوفل بن عبد مناف نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ ہم یہ تو یقیناً جانتے ہیں کہ آپ کی تعلیم حق ہے اور آپ سچے نبی ہیں لیکن ہمیں یہ خوف ہے کہ اگر ہم اتباع کر لیں تو عرب کے لوگ ہمیں زمین مکہ سے نکال دیں گے اور ہمارے وطن میں نہ رہنے دیں گے۔

اس کا جواب دیا گیا کہ ہم نے تمہیں ارض حرم میں متمکن کیا ہے جو امن والی جگہ ہے جہاں کے رہنے والے قتل و غارت سے امن میں ہیں حتیٰ کہ یہاں کے جانور اور گھاس بھی امن میں ہے لیکن یہ تمام عذر صرف جاہلانہ ہیں۔ اگر وہ سمجھنا چاہتے تو سمجھ لیتے کہ خوف و امن بھی منجانب اللہ ہوتا ہے تو بلا رضاء و مشیت الٰہی وہ کیسے شہر بدر ہو سکتے ہیں لیکن سمجھتے نہیں۔ آگے ارشاد ہے:

وَكَمْ اَهْلَكْنَا مِنْ قَرْيَةٍۭ بَطِرَتْ مَعِيْشَتَهَا ۚ فَتِلْكَ مَسٰكِنُهُمْ لَمْ تُسْكَنْ مِّنْۢ بَعْدِهِمْ اِلَّا قَلِيْلًا ؕ وَكُنَّا نَحْنُ الْوٰرِثِيْنَ ۝۵۸ ۔

اور کتنے شہر ہم نے ہلاک کر دیئے جو اپنی عیش پر اترا گئے تھے (بطرت عربی میں عیاشی اور خوشی میں ابھرنے کو کہتے ہیں) تو یہ ہیں ان کے مکان اور مسکن کہ ان کے بعد ان میں سکونت ہی نہ ہوئی مگر بہت کم اور ہم ہی اس کے وارث ہیں۔

یعنی جو عیاشی بدمعاشی میں ہمیں بھولے اور ہماری روزی کھا کر بتوں کی پوجا کرتے رہے وہ ہلاک کر دیئے گئے گویا اس میں اہل مکہ کو خوف دلایا گیا ہے کہ ان کا جو برا انجام ہوا کہیں تمہارا بھی ایسا ہی انجام نہ ہو۔

آج دیکھ لو جو قومیں ہلاک کی گئیں ان کے مساکن کے آثار نظر آ رہے ہیں اور یہ عرب کے لوگ سفر شام کرتے ہوئے ان کا مشاہدہ کرتے ہیں۔

وَمَا كَانَ رَبُّكَ مُهْلِكَ الْقُرٰى حَتّٰى يَبْعَثَ فِيْۤ اُمِّهَا رَسُوْلًا يَّتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِنَا ۚ وَمَا كُنَّا مُهْلِكِي الْقُرٰۤى اِلَّا وَاَهْلُهَا ظٰلِمُوْنَ ۝۵۹ ۔

اور تمہارا رب ایسا نہیں کہ بستیاں ہلاک کر دے حتیٰ کہ ان کے اصل مرجع میں رسول نہ بھیجے جو ان پر ہماری آیتیں پڑھے اور ہم کسی بستی کو ہلاک نہیں کرتے مگر جبکہ اس کے رہنے بسنے والے ظالم نہ ہوں۔

حَتّٰى يَبْعَثَ فِيْۤ اُمِّهَا۔ سے مراد مرکزی مقام ہے تو گویا واضح فرمایا کہ جب تک ہماری طرف سے کوئی ہادی اور رسول نہ پہنچے کہ انہیں ہدایت کرے پھر اگر وہ نہ مانیں تو ان پر حجت قائم ہونے کے بعد وہ ہلاک کئے جاتے ہیں۔

وَمَاۤ اُوْتِيْتُمْ مِّنْ شَيْءٍ فَمَتَاعُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَزِيْنَتُهَا ۚ وَمَا عِنْدَ اللّٰهِ خَيْرٌ وَّاَبْقٰى ؕ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ۝۶۰ ع ۔

اور جو کچھ چیز تمہیں دی گئی ہے وہ دنیوی زندگی کا برتاؤ اور سنگار ہے اور جو اللہ پاس ہے وہ بہتر و باقی ہے تو کیا تمہیں عقل نہیں۔

یعنی مال دنیا مآل کے لئے نہیں ہوتا آخرت کے لئے صدقہ و خیرات بہتر و باقی ہے اور نیکیاں ہی تمام کدورتوں سے صاف اور دائم غیر منقطع ہیں تو اگر عقل سے کام لیں تو سمجھ سکتے ہیں کہ باقی باقی ہے اور فانی فانی۔ حضرت مولانا حسن رحمہ اللہ نے خوب فرمایا:

قول حسن سن قول حسن ہے باقی باقی فانی فانی

تو عقلمند انجام پر نظر رکھتا ہے۔ "مرد آخر بیں مبارک بندہ ایست"۔

مختصر تفسیر اردو چھٹا رکوع۔سورۃ قصص۔پ ۲۰

وَلَقَدْ وَصَّلْنَا لَهُمُ الْقَوْلَ لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُوْنَ ﴿۵۱﴾۔

اور بے شک ہم نے مسلسل اپنا کلام پہنچایا تا کہ وہ نصیحت پکڑیں۔

وَصَّلْنَا لَهُمُ۔میں جو ضمیر ہے وہ اہل مکہ کی طرف ہے۔

وَ اَصْلُ التَّوَصُّلِ ضَمُّ قَطْعِ الْحَبْلِ بَعْضُهَا بِبَعْضٍ۔توصل اصل میں اس کے پکڑنے کو کہتے ہیں جو کر رہی ہو۔تو اس معنی میں استعمال کرتے ہیں۔

وَالْمَعْنٰى وَلَقَدْ اَنْزَلْنَا الْقُرْاٰنَ عَلَيْهِمْ مُتَوَاصِلًا بَعْضَهُ اَثَرَ بَعْضٍ حَسْبَمَا تَقْتَضِيْهِ الْحِكْمَةُ اَوْمُتَتَابِعًا وَعْدًا وَّ وَعِيْدًا وَّ قِصَصًا وَّ عِبَرًا وَّ مَوَاعِظَ وَنَصَائِحَ۔آیہ کریمہ کے معنی یہ ہیں کہ ہم نے ان پر قرآن پے در پے ایک آیت کے بعد دوسری آیت کے طور پر بمقتضائے حکمت نازل فرمایا۔یا مسلسل وعدہ وعید، قصص و عبر اور مواعظ ونصائح کی صورت میں نازل کیا۔

لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُوْنَ ﴿۵۱﴾۔تا کہ وہ نصیحت حاصل کر کے اس پر ایمان لائیں جو اس میں ہے۔

اَلَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِهٖ هُمْ بِهٖ يُؤْمِنُوْنَ ﴿۵۲﴾۔

وہ جنہیں کتاب ہم نے قرآن سے قبل عطا فرمائی وہ اس پر ایمان لاتے ہیں۔

یعنی اہل کتاب توریت وانجیل والے اس قرآن کریم پر اگر ایمان لائیں۔یہ لوگ اہل کتاب سے تھے ان کے متعلق چار قول ہیں:

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ مُؤْمِنُوْا اَهْلِ الْكِتٰبِ مُطْلَقًا۔

اس سے مراد مطلقاً وہ اہل کتاب ہیں جو اپنی کتاب کے ساتھ قرآن کریم پر بھی ایمان لائے۔

وَ قِيْلَ هُمْ اَبُوْرِفَاعَةَ فِيْ عَشْرَةٍ مِّنَ الْيَهُوْدِ اٰمَنُوْا فَاُوْذُوْا۔یہ ابو رفاعہ اور ان کے ہمراہی دس آدمی ہیں یہود سے کہ ایمان لائے اور تکلیف دیئے گئے۔

وَ اَخْرَجَ ابْنُ مَرْدَوَيْهِ بِسَنَدٍ جَيِّدٍ وَ جَمَاعَةٌ عَنْ رِفَاعَةَ الْقُرَظِيِّ۔

وَ قِيْلَ هُمْ اَرْبَعُوْنَ مِنْ اَهْلِ الْاِنْجِيْلِ كَانُوْا مُؤْمِنِيْنَ بِالرَّسُوْلِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَبْلَ مَبْعَثِهٖ اِثْنَانِ وَثَلَاثُوْنَ مِنَ الْحَبَشَةِ اَقْبَلُوْا مَعَ جَعْفَرِ بْنِ اَبِيْ طَالِبٍ وَ ثَمَانِيَةٌ قَدِمُوا الشَّامَ بَحِيْرَا وَ اَبْرَهَةُ وَ اَشْرَفُ وَ عَامِرٌ وَاَيْمَنُ وَ اِدْرِيْسُ وَ نَافِعٌ وَتَمِيْمٌ۔

ایک قول ہے اس سے مراد وہ چالیس اہل انجیل ہیں جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر قبل بعثت ہی انجیل کی خبروں کے ذریعے ایمان لا چکے تھے ان میں سے ۳۲ حبشہ والے ہیں جو حضرت جعفر بن ابو طالب کے ساتھ آئے اور آٹھ وہ ہیں جو ملک شام سے آئے ان کے نام یہ ہیں:

۱- بحیرا

۲- ابرہۃ

۳- اشرف

۴- عامر

۵- ایمن

۶- ادریس

۷- نافع

۸- تمیم

وَ قِیْلَ۔ اور ایک قول ہے کہ وہ

۱- ابن سلام

۲- تمیم داری

۳- جارود العبدی

۴- سلمان فارسی تھے

اب آگے ارشاد ہے:

وَ اِذَا یُتْلٰى عَلَیْهِمْ قَالُوْۤا اٰمَنَّا بِهٖۤ اِنَّهُ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّنَاۤ اِنَّا كُنَّا مِنْ قَبْلِهٖ مُسْلِمِیْنَ ﴿۵۳﴾۔

اور جب پڑھا گیا ان پر قرآن تو کہنے لگے ہم اس پر ایمان لائے کہ وہ حق ہے ہمارے رب کی طرف سے بے شک ہم تو اس کے نزول سے پہلے ہی ایمان لا چکے ہیں۔

گویا انہوں نے بیان کر دیا کہ ہم نے اس سے پہلی کتابوں میں صفت پڑھی اس پر ہم پہلے ہی ایمان لا چکے ہیں۔ قاضی بیضاوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

وَ جوِّزَ اَنْ یُّرَادَ بِالْاِسْلَامِ الْاِنْقِیَادُ اَیْ اِنَّا كُنَّا مِنْ قَبْلِ نُزُوْلِهٖ مُنْقَادِیْنَ لِاَحْكَامِ اللّٰهِ تَعَالٰی النَّاطِقِ بِهَا كِتَابُهُ الْمُنَزَّلُ اِلَیْنَا وَ مِنْهَا وُجُوْبُ الْاِیْمَانِ بِهٖ فَنَحْنُ مُؤْمِنُوْنَ بِهٖ قَبْلَ نُزُوْلِهٖ۔

مِنْ قَبْلِهٖ مُسْلِمِیْنَ ﴿۵۳﴾۔ سے یہ مراد ہے کہ ہم جھکے ہیں یعنی ہم اس کے نزول سے قبل اتباع کی طرف مائل تھے اور احکام الٰہی کی طرف ہم جھک چکے تھے اور اس اعتراف سے ایمان کا وجوب ہو چکا تھا تو ہم اس پر ایمان لا چکے تھے اس کے نزول سے قبل، چنانچہ ارشاد ہے:

اُولٰٓىٕكَ یُؤْتَوْنَ اَجْرَهُمْ مَّرَّتَیْنِ۔ یہ وہ ہیں جنہیں دوہرا اجر دیا جائے گا۔

مَرَّةً عَلٰی اِیْمَانِهِمْ بِكِتَابِهِمْ وَمَرَّةً عَلٰی اِیْمَانِهِمْ بِالْقُرْاٰنِ۔ ایک اجر ان کی کتابوں پر ایمان لانے کا اور دوسرا اجر قرآن کریم پر ایمان لانے کا۔

بِمَا صَبَرُوْا وَ یَدْرَءُوْنَ بِالْحَسَنَةِ السَّیِّئَةَ وَ مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ یُنْفِقُوْنَ ﴿۵۴﴾۔

بدلہ ان کے صبر کا اور دفع کرتے ہیں وہ نیکیوں سے گناہوں کو اور ہمارے دیئے ہوئے میں سے خرچ کرتے ہیں۔

دَرْءٌ۔ سے یَدْرَءُوْنَ ہے یہ دفع کے معنی میں مستعمل ہے۔ چنانچہ آلوسی رحمہ اللہ بھی یہی فرماتے ہیں: وَ یَدْرَءُوْنَ

اَیْ یَدْفَعُوْنَ بِالْحَسَنَةِ اَیْ بِالطَّاعَةِ السَّیِّئَةَ اَیِ الْمَعْصِیَةَ۔ فرماتے ہیں: فَاِنَّ الْحَسَنَةَ تَمْحُوا السَّیِّئَةَ اس لئے کہ نیکی گناہ مٹادیتی ہے۔

قرآن کریم میں اِنَّ الْحَسَنٰتِ یُذْهِبْنَ السَّیِّاٰتِ فرمایا گیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو فرمایا: اِتْبِعِ السَّیِّئَةَ الْحَسَنَةَ تَمْحُهَا۔ اطاعت کر اس لئے کہ گناہوں کو نیکیاں دفع کرتی اور مٹادیتی ہیں۔

بعض نے کہا: یَدْفَعُوْنَ بِالْحِلْمِ الْاَذٰی۔ مومن حلم کے ذریعہ اذیت دفع کرتا ہے۔

ابن جریر رحمہ اللہ فرماتے ہیں: بِالْمَعْرُوْفِ الْمُنْكَرَ۔ شریعت کا اتباع حرام چیزیں مٹادیتا ہے۔

ابن زید رحمہ اللہ فرماتے ہیں: بِالْخَیْرِ الشَّرَّ بھلائیاں شروں کو دفع کردیتی ہیں۔

ابن سلام فرماتے ہیں: بِالْعِلْمِ الْجَهْلَ وَ بِالْكَظْمِ الْغَیْظَ علم سے جہل اور برداشت سے غصہ کو دفع کرتے ہیں۔

ابن مسعود رحمہ اللہ فرماتے ہیں: تمام فتنہ شرک وکفر کے شہادت لا الہ الا اللہ سے دفع ہوجاتے ہیں۔

وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ یُنْفِقُوْنَ ﴿۵۴﴾۔ اور ہمارے دیئے ہوئے سے خرچ کرتے ہیں۔ یعنی نیک راہ میں خرچ کرتے ہیں۔

وَاِذَا سَمِعُوا اللَّغْوَ اَعْرَضُوْا عَنْهُ۔ اور جب سنتے ہیں بیہودہ بات اس سے اعراض کرتے ہیں۔

مجاہد رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اس سے مراد اذیت ناک گفتگو اور سب وشتم ہے۔

ضحاک رحمہ اللہ کہتے ہیں: اس سے مراد شرک ہے۔

ابن زید رحمہ اللہ کہتے ہیں: اس سے وہ صفات مراد ہیں جو یہود نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شان سے توریت میں تحریف کردی تھیں۔

اَعْرَضُوْا عَنْهُ۔ سے مراد چشم پوشی یا منہ پھیر کر سنی ان سنی کرلینا ہے جیسے دوسری جگہ قرآن کریم میں ارشاد ہے: وَاِذَا مَرُّوْا بِاللَّغْوِ مَرُّوْا كِرَامًا۔

وَقَالُوْا لَنَآ اَعْمَالُنَا وَلَكُمْ اَعْمَالُكُمْ سَلٰمٌ عَلَیْكُمْ لَا نَبْتَغِی الْجٰهِلِیْنَ ﴿۵۵﴾۔

اور کہہ دیتے ہیں ان سرکشوں کو ہمارے لئے ہمارے عمل ہیں اور تمہارے لئے تمہارے عمل سلام ہی بہتر ہے تم پر ہم جاہلوں سے غرض نہیں رکھتے۔

یہ سلام انہیں تو دیعاً بولا گیا نہ کہ سلام تحیہ یا یہ سلام متارکہ ہے جیسے قرآن کریم میں ارشاد ہے: اِذَا خَاطَبَهُمُ الْجٰهِلُوْنَ قَالُوْا سَلٰمًا۔ اس سے یہ دلیل ہرگز صحیح نہیں کہ کافر کو سلام جائز ہے۔

چنانچہ جصاص رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اِذْ لَیْسَ الْغَرَضُ مِنْ ذَالِكَ اِلَّا الْمُتَارَكَةُ اَوِ التَّوْدِیْعُ۔ چنانچہ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: فِی الْكُفَّارِ لَا تَبْدَءُ وْهُمْ بِالسَّلَامِ وَاِذَا سَلَّمَ عَلَیْكُمْ اَهْلُ الْكِتَابِ فَقُوْلُوْا وَ عَلَیْكُمْ۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ہے کہ کافر کے ساتھ ابتداء السلام علیک سے کرلی جائے لیکن بایں معنیٰ اللہ تَعَالٰی عَلَیْكَ۔ یعنی اللہ تعالیٰ تجھ پر۔ اس لئے کہ سلام اسم الٰہی ہے۔ لیکن یہ قول ضعیف ہے۔

لَا نَبْتَغِی الْجٰهِلِیْنَ ﴿۵۵﴾۔ ہم جاہلوں سے غرض نہیں رکھتے۔

آلوسی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اَیْ لَا نَطْلُبُ صُحْبَةَ الْجَاهِلِیْنَ وَلَا نُرِیْدُ مُخَالَطَتَهُمْ۔ یعنی ہم تمہاری صحبت

نہیں چاہتے اور نہ تم سے میل جیل کا ارادہ رکھتے ہیں۔

اِنَّكَ لَا تَهْدِیْ مَنْ اَحْبَبْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ یَهْدِیْ مَنْ یَّشَآءُ ۚ وَهُوَ اَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِیْنَ ﴿۵۶﴾۔

بے شک اے محبوب آپ ہدایت نہیں دے سکتے جسے ہدایت پر لانا چاہیں لیکن اللہ جسے چاہے ہدایت دے سکتا ہے۔

ایک تو ہدایت کرنا ہوتا ہے اور ایک ہدایت دینا۔ یعنی وہ ہدایت جو موصل الے الحق ہو گمراہی سے یہ اللہ تعالیٰ کی شان ہے۔

مَنْ اَحْبَبْتَ۔ یعنی ہر وہ شخص جو آپ کی قوم سے ہونے کی وجہ سے آپ کو پسند آئے اور آپ اسے ہدایت پر لانا چاہیں وَلَا تَقْدِرُ اَنْ تُدْخِلَهٗ فِی الْاِسْلَامِ یہ بالذات آپ قدرت نہیں رکھتے کہ جسے چاہیں اسلام میں لے آئیں اگرچہ حد غایت تک سعی ہو لیکن یہ قوت ذاتی اللہ تعالیٰ کی ہے کہ وہ جسے چاہے ہدایت دے یا آپ کو ہدایت دینے کی جس کے لئے قوۃ عطا فرمائے۔

وَهُوَ اَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِیْنَ ﴿۵۶﴾ ۔ اور وہی اللہ خوب جانتا ہے قبول کرنے والوں کو۔

یعنی جنہیں جبلی استعداد قبول ہدایت کی ہے اور جس میں نہیں انہیں اللہ خوب جانتا ہے اس پر متعدد اقوال ہیں جن سے شان نزول آیت بھی واضح ہوتا ہے وہ یہ ہیں:

قِیْلَ الْمَعْنٰی اِنَّکَ لَا تَقْدِرُ اَنْ تُدْخِلَ فِی الْاِسْلَامِ کُلَّ مَنْ اَحْبَبْتَ لِاَنَّکَ عَبْدٌ لَّا تَعْلَمُ الْمَطْبُوْعَ عَلٰی قَلْبِهٖ مِنْ غَیْرِهٖ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰی یَقْدِرُ عَلٰی اَنْ یُّدْخِلَ مَنْ یَّشَآءُ بِاِدْخَالِهٖ۔

وَالْاٰیَةُ عَلٰی مَا نَطَقَتْ بِهٖ كَثِیْرٌ مِّنَ الْاَخْبَارِ نَزَلَتْ فِیْ اَبِیْ طَالِبٍ۔ اور یہ آیت بکثرت احادیث واخبار سے اس امر کی طرف ہے کہ اس کا نزول حضرت ابوطالب کے حق میں ہو۔

اَخْرَجَ عَبْدُ بْنُ حُمَیْدٍ وَمُسْلِمٌ وَالتِّرْمِذِیُّ وَابْنُ اَبِیْ حَاتِمٍ وَابْنُ مَرْدَوَیْهِ وَالْبَیْهَقِیُّ فِی الدَّلَآئِلِ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ لَمَّا حَضَرَ وَفَاةُ اَبِیْ طَالِبٍ اَتَاهُ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ یَا عَمَّاهُ قُلْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ اَشْهَدُ لَکَ بِهَا عِنْدَ اللّٰهِ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ فَقَالَ لَوْلَا اَنْ یُّعَیِّرُوْنِیْ قُرَیْشٌ یَقُوْلُوْنَ مَا حَمَلَهٗ عَلَیْهَا اِلَّا جَزْعٌ مِّنَ الْمَوْتِ لَاَقْرَرْتُ بِهَا عَیْنَکَ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ تَعَالٰی اِنَّكَ لَا تَهْدِیْ مَنْ اَحْبَبْتَ الاٰیة۔

جب ابوطالب کے انتقال کا وقت قریب آیا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پاس تشریف لائے اور فرمایا چچا! لا الہ الا اللہ کہہ لو میں تمہاری شہادت بروز قیامت اللہ تعالیٰ کے حضور دے سکوں گا ابوطالب بولے اگر قریش کی ملامت کا خطرہ نہ ہوتا کہ وہ کہیں گے ابوطالب موت سے گھبرا کر ایمان لے آیا تو میں ضرور تمہاری آنکھیں ٹھنڈی کر دیتا تو یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔

یہی ابو سہیلی سری بن سہل بطریق عبد القدوس ابی صالح سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت ابن عباس نے بھی یہی فرمایا کہ یہ آیت ابی طالب کے حق میں جب نازل ہوئی جبکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ پر زور دیا کہ وہ اسلام لائیں لیکن انہوں نے انکار کر دیا تو یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔

لیکن حضرات شیعہ اور ان کے بہت سے مفسرین اسلام ابوطالب پر زور دیتے ہیں اور ان میں اس پر اجماع ہے کہ وہ اہل بیت سے ہیں اور ان کے بہت سے اشعار نعت میں ایسے ہیں کہ جو ان کے اسلام پر شاہد ہیں۔

اور اہل سنت بھی اسے پسند کرتے ہیں کہ ان کا اسلام نہ لانا معلوم کر کے ان پر سب وشتم زیبا نہیں۔

دوسرے ان کی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ محبت مسلم ہے جس پر بہت سی روایات شاہد ہیں لہٰذا ان کے معاملہ میں کف لسان ہی مناسب ہے۔ (روح)

وَقَالُوْٓا اِنْ نَّتَّبِعِ الْهُدٰى مَعَكَ نُتَخَطَّفْ مِنْ اَرْضِنَا۔

اور بولے اگر ہم آپ کی ہدایت کی پیروی کر لیں اور آپ کے ساتھ ہو جائیں تو ہم اچک لئے جائیں اپنی زمین سے۔

خطف عربی میں جلدی سے اٹھانے کو کہتے ہیں چنانچہ آلوسی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اَیْ نُخْرَجُ مِنْ بِلَادِنَا وَ مَقَرِّنَا۔ ہم نکال دیئے جائیں گے اپنے شہروں اور مسکنوں سے۔

چنانچہ یہ آیت کریمہ حرث بن عثمان بن نوفل بن عبد مناف کے حق میں نازل ہوئی: حَیْثُ اَتَی النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَقَالُوْا نَحْنُ نَعْلَمُ اِنَّکَ عَلَی الْحَقِّ وَ لٰکِنَّا نَخَافُ اِنِ اتَّبَعْنَاکَ وَ خَالَفْنَا الْعَرَبُ وَاِنَّمَا نَحْنُ اٰکِلَةُ رَأْسٍ اَنْ یَّتَخَطَّفُوْنَا مِنْ اَرْضِنَا فَرَدَّ اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِمْ خَوْفَ التَّخَطُّفِ۔

حرث بن عثمان حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آیا اور بولا حضور ہم لوگ جانتے ہیں کہ آپ حق پر ہیں لیکن ہمیں خوف ہے کہ اگر ہم آپ کی اتباع کر لیں گے تو فوراً عرب ہمارے مخالف ہو جائیں گے اور ہم تو مثل ایسے لقمہ کے ہیں جو سر پر ہو وہ ہمیں مثل لقمہ کے اچک لیں گے ہماری زمین سے تو اللہ تعالیٰ نے ان کا وہم دفع کرنے کے لئے ارشاد فرمایا:

اَوَلَمْ نُمَكِّنْ لَّهُمْ حَرَمًا اٰمِنًا يُّجْبٰٓى اِلَيْهِ ثَمَرٰتُ كُلِّ شَيْءٍ رِّزْقًا مِّنْ لَّدُنَّا وَلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۵۷﴾۔

کیا ہم نے انہیں جگہ نہ دی امان والی حرم میں جس کی طرف ہر قسم کے پھل لائے جاتے ہیں ہماری طرف سے ان کے رزق کے لئے لیکن اکثر ان میں نہیں جانتے۔

یعنی کیا ہم نے انہیں محفوظ نہیں کیا اور ان کے رہنے کی جگہ کو حرم نہ بنایا بیت اللہ کی حرمت سے جہاں ہر قسم کے پھل لائے جاتے ہیں جو ان کا رزق ہیں ہماری طرف سے۔

یُجْبٰی کے معنی یُحْمَلُ وَیُجْمَعُ کے ہیں اور زمین پاک جسے حرم فرمایا وہ ایسی محفوظ ہے کہ انسان تو انسان جانور اور گھاس بھی محفوظ ہے اور اس میں ہر قسم کے پھل جمع کئے جاتے ہیں تو حاصل معنی آیۂ کریمہ یہ ہوئے کہ اِنَّهٗ لَا وَجْهَ لِخَوْفِ مِنَ التَّخَطُّفِ اِنْ اٰمَنُوْا فَاِنَّهُمْ لَا یَخَافُوْنَ مِنْهُ وَهُمْ عَبَدَةُ اَصْنَامٍ فَکَیْفَ یَخَافُوْنَ اِذَا اٰمَنُوْا وَ ضَمُّوْا حُرْمَةَ الْاِیْمَانِ اِلٰی حُرْمَةِ الْمُقَامِ۔ اچک لئے جانے کے خوف کی کوئی وجہ نہیں ہو سکتی جبکہ وہ ایمان لے آئیں اس لئے کہ انہیں تو خوف اس حال میں نہیں جبکہ وہ بت پرستی کر رہے ہیں تو جب وہ ایمان لے آئیں گے اور حرمت ایمان کے ساتھ حرمت مقام بھی انہیں حاصل ہوگی لیکن بے سمجھ ہیں اور اکثر ان کے اس حقیقت کو نہیں جانتے۔ آگے ارشاد ہے:

وَكَمْ اَهْلَكْنَا مِنْ قَرْيَةٍۢ بَطِرَتْ مَعِيْشَتَهَا ۚ فَتِلْكَ مَسٰكِنُهُمْ لَمْ تُسْكَنْ مِّنْۢ بَعْدِهِمْ اِلَّا قَلِيْلًا ۭ وَكُنَّا نَحْنُ الْوٰرِثِيْنَ ﴿۵۸﴾۔

اور کتنی بستیاں ہم نے ہلاک کر دیں جو مغرور ہو گئے تھے اپنی فراخی رزق سے تو یہ ان کے گھر ہیں جو آج تک ہلاک و ویران ہونے کے بعد آباد نہیں ہوئے مگر تھوڑے اور ہم ہی اس کے وارث ہوئے۔

اور تم ان کے ویران مساکن دیکھتے ہوئے گزرتے ہو اپنے سفروں میں جیسے حجر اور ثمود جو اپنے غرور و نخوت سے ہلاک

ہوئے۔

وَمَا كَانَ رَبُّكَ مُهْلِكَ الْقُرٰى حَتّٰى يَبْعَثَ فِيْۤ اُمِّهَا رَسُوْلًا يَّتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِنَا ۚ وَمَا كُنَّا مُهْلِكِي الْقُرٰۤى اِلَّا وَاَهْلُهَا ظٰلِمُوْنَ ﴿۵۹﴾۔

اور آپ کا رب ایسا نہیں کہ بستیاں ہلاک کر دے جب تک ان کی اصل بستی میں رسول نہ بھیجے کہ ان پر ہماری آیتیں پڑھے اور ہم بستیاں ہلاک کرنے والے نہیں مگر جبکہ اس کے رہنے والے ظالم نہ ہو جائیں۔

یعنی بلا تبلیغ مبلغ ہم کسی پر حجت قائم نہیں فرماتے البتہ جب رسولوں کی تکذیب اور مخالفت ہو تو پھر عذاب آتا ہے ان کے ظلم و تمرد کے باعث۔

وَمَاۤ اُوْتِيْتُمْ مِّنْ شَيْءٍ فَمَتَاعُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَزِيْنَتُهَا ۚ وَمَا عِنْدَ اللّٰهِ خَيْرٌ وَّاَبْقٰى ؕ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ﴿۶۰﴾۔

اور جو کچھ تم دیئے گئے دنیا میں اسباب دنیا سے وہ دنیا کے تمتع کے لئے اور اس کا سنگار ہے جو چند روزہ ہے اور جو اللہ تعالیٰ کے پاس ہے وہ بہتر ہے اور باقی رہنے والا ہے تو تم عقل سے کیوں کام نہیں لیتے۔

یعنی تمہیں سوچنا چاہئے کہ جس رزاق مطلق نے حیات دنیا کے لئے تمہیں اسباب حیات عطا فرمائے باآنکہ جب حیات ہی چند روزہ ہے تو اس کے اسباب دوامی کیسے ہو سکتے ہیں تو آخرت کی حیات جو تمہیں ملے گی وہ ابدی دوامی ہے اس کے اسباب بھی ابدی اور دوامی ہیں اور عقل سے کام لو اور ہوش کرو۔

بامحاورہ ترجمہ ساتواں رکوع ۔ سورۃ قصص ۔ پ ۲۰

اَفَمَنْ وَّعَدْنٰهُ وَعْدًا حَسَنًا فَهُوَ لَاقِيْهِ كَمَنْ مَّتَّعْنٰهُ مَتَاعَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ثُمَّ هُوَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ مِنَ الْمُحْضَرِيْنَ ﴿۶۱﴾

تو کیا جسے ہم نے وعدہ دیا جنت کا تو وہ اسے ملے گا وہ ایسے ہے جیسے ہم نے دنیوی زندگی کا برتاؤ دنیا میں پھر وہ قیامت کے دن حاضر لایا جاوے

وَيَوْمَ يُنَادِيْهِمْ فَيَقُوْلُ اَيْنَ شُرَكَآءِيَ الَّذِيْنَ كُنْتُمْ تَزْعُمُوْنَ ﴿۶۲﴾

اور اس دن انہیں ندا کرے گا تو فرمائے گا کہاں ہیں میرے وہ شریک جنہیں تم گمان کرتے تھے

قَالَ الَّذِيْنَ حَقَّ عَلَيْهِمُ الْقَوْلُ رَبَّنَا هٰۤؤُلَآءِ الَّذِيْنَ اَغْوَيْنَا ۚ اَغْوَيْنٰهُمْ كَمَا غَوَيْنَا ۚ تَبَرَّاْنَاۤ اِلَيْكَ ۫ مَا كَانُوْۤا اِيَّانَا يَعْبُدُوْنَ ﴿۶۳﴾

کہیں گے وہ جن پر پوری ہو گئی ہماری بات اے ہمارے رب یہ وہ ہیں جنہوں نے ہمیں گمراہ کیا اور جنہیں ہم نے گمراہ کیا وہ گمراہ ہوئے خود ہم ان سے بیزار ہیں تیری طرف رجوع لاتے ہیں وہ ہمیں پوجنے والے نہ تھے

وَقِيْلَ ادْعُوْا شُرَكَآءَكُمْ فَدَعَوْهُمْ فَلَمْ يَسْتَجِيْبُوْا لَهُمْ وَرَاَوُا الْعَذَابَ ۚ لَوْ اَنَّهُمْ كَانُوْا يَهْتَدُوْنَ ﴿۶۴﴾

اور کہا جاوے گا اپنے شریکوں کو پکارو تو وہ پکاریں گے تو وہ نہ سنیں گے ان کی اور دیکھیں گے عذاب کیا اچھا ہوتا اگر وہ راہ پاتے

وَيَوْمَ يُنَادِيْهِمْ فَيَقُوْلُ مَاذَاۤ اَجَبْتُمُ الْمُرْسَلِيْنَ ﴿۶۵﴾

اور جس دن انہیں ندا کرے گا تو فرمائے گا تم نے رسولوں کو کیا جواب دیا

فَعَمِيَتْ عَلَيْهِمُ الْأَنْبَاءُ يَوْمَئِذٍ فَهُمْ لَا يَتَسَاءَلُونَ ﴿٦٦﴾	تو اندھی ہو جائیں خبریں ان پر اس دن تو وہ کچھ نہ پوچھ سکیں گے
فَأَمَّا مَنْ تَابَ وَآمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا فَعَسَىٰ أَنْ يَكُونَ مِنَ الْمُفْلِحِينَ ﴿٦٧﴾	تو وہ جس نے توبہ کی اور ایمان لایا اور نیک عمل کیے تو قریب ہے کہ وہ راہ فلاح پانے والوں سے ہو
وَرَبُّكَ يَخْلُقُ مَا يَشَاءُ وَيَخْتَارُ ۗ مَا كَانَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ ۚ سُبْحَانَ اللَّهِ وَتَعَالَىٰ عَمَّا يُشْرِكُونَ ﴿٦٨﴾	اور تمہارا رب پیدا کرتا ہے جسے چاہے اور پسند کرتا ہے ان کا کچھ اختیار نہیں پاکی اور برتری ہے اللہ کو ان کے شرک سے
وَرَبُّكَ يَعْلَمُ مَا تُكِنُّ صُدُورُهُمْ وَمَا يُعْلِنُونَ ﴿٦٩﴾	اور تمہارا رب جانتا ہے جو ان کے سینوں میں ہے اور جو علانیہ کرتے ہیں
وَهُوَ اللَّهُ لَا إِلَٰهَ إِلَّا هُوَ ۖ لَهُ الْحَمْدُ فِي الْأُولَىٰ وَالْآخِرَةِ ۖ وَلَهُ الْحُكْمُ وَإِلَيْهِ تُرْجَعُونَ ﴿٧٠﴾	اور وہی اللہ ہے کہ کوئی معبود نہیں مگر سب تعریفیں اس کے لئے دنیا اور آخرت میں اور اسی کا حکم ہے اور اسی کی طرف پھرو گے
قُلْ أَرَأَيْتُمْ إِنْ جَعَلَ اللَّهُ عَلَيْكُمُ اللَّيْلَ سَرْمَدًا إِلَىٰ يَوْمِ الْقِيَامَةِ مَنْ إِلَٰهٌ غَيْرُ اللَّهِ يَأْتِيكُمْ بِضِيَاءٍ ۖ أَفَلَا تَسْمَعُونَ ﴿٧١﴾	فرمائیں بھلا دیکھو تو اگر کرے اللہ تم پر رات ہمیشہ قیامت تک تو کون ہے اللہ کے سوا جو روشنی لائے تو کیا تم نہیں سنتے
قُلْ أَرَأَيْتُمْ إِنْ جَعَلَ اللَّهُ عَلَيْكُمُ النَّهَارَ سَرْمَدًا إِلَىٰ يَوْمِ الْقِيَامَةِ مَنْ إِلَٰهٌ غَيْرُ اللَّهِ يَأْتِيكُمْ بِلَيْلٍ تَسْكُنُونَ فِيهِ ۖ أَفَلَا تُبْصِرُونَ ﴿٧٢﴾	فرما دیجئے بھلا دیکھو تو اگر کر دے اللہ تم پر دن ہمیشہ قیامت تک تو کون ہے اللہ کے سوا جو تمہیں رات لا دے جس میں تم آرام کرو تو کیا تمہیں سوجھتا نہیں
وَمِنْ رَحْمَتِهِ جَعَلَ لَكُمُ اللَّيْلَ وَالنَّهَارَ لِتَسْكُنُوا فِيهِ وَلِتَبْتَغُوا مِنْ فَضْلِهِ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ ﴿٧٣﴾	اور اس نے اپنی رحمت سے کیا تم پر رات اور دن کہ اس میں آرام کرو اور اللہ کا فضل ڈھونڈو اور تا کہ تم شکر گزار ہو
وَيَوْمَ يُنَادِيهِمْ فَيَقُولُ أَيْنَ شُرَكَائِيَ الَّذِينَ كُنْتُمْ تَزْعُمُونَ ﴿٧٤﴾	اور جس دن پکارے گا انہیں اور کہے گا کہاں ہیں میرے وہ شریک جن کا تمہیں زعم تھا
وَنَزَعْنَا مِنْ كُلِّ أُمَّةٍ شَهِيدًا فَقُلْنَا هَاتُوا بُرْهَانَكُمْ فَعَلِمُوا أَنَّ الْحَقَّ لِلَّهِ وَضَلَّ عَنْهُمْ مَا كَانُوا يَفْتَرُونَ ﴿٧٥﴾ ع	اور نکال دیا ہم نے ہر گروہ سے ایک گواہ تو کہیں گے ہم لاؤ اپنی دلیل تو جان لیں گے کہ حق اللہ کا ہے اور گم ہوں ان سے ان کی افترا پردازی

حل لغات ساتواں رکوع ـ سورۃ قصص ـ پ ۲۰

أَ ـ کیا   فَمَنْ ـ پھر وہ آدمی   وَّعَدْنٰهُ ـ کہ جس کو وعدہ دیا ہم نے

وَعْدًا۔وعدہ حَسَنًا۔اچھا فَهُوَ۔تووہ لَاقِيْهِ۔ملنے والا ہے اس کو
كَمَنْ۔اس جیسا ہے مَّتَّعْنٰهُ۔کہ فائدہ دیا ہم نے ان کو مَتَاعَ۔سامان
الْحَيٰوةِ۔زندگی الدُّنْيَا۔دنیا کا ثُمَّ۔پھر هُوَ۔وہ
يَوْمَ۔دن الْقِيٰمَةِ۔قیامت کے مِنَ الْمُحْضَرِيْنَ۔حاضر کیا جائے گا
وَ۔اور يَوْمَ۔جس دن يُنَادِيْهِمْ۔پکارے گا ان کو فَيَقُوْلُ۔تو کہے گا
اَيْنَ۔کہاں ہیں شُرَكَآءِيَ۔میرے شریک الَّذِيْنَ۔وہ كُنْتُمْ۔کہ تھے تم
تَزْعُمُوْنَ۔خیال کرتے قَالَ۔کہیں گے الَّذِيْنَ۔وہ کہ حَقَّ۔حق ہوئی
عَلَيْهِمُ۔ان پر الْقَوْلُ۔بات رَبَّنَا۔اے ہمارے رب هٰٓؤُلَآءِ۔یہ
الَّذِيْنَ۔وہ ہیں جنہیں اَغْوَيْنَا۔ہم نے گمراہ کیا اَغْوَيْنَا۔گمراہ کیا ہم نے هُمْ۔ان کو
كَمَا۔جیسے غَوَيْنَا۔ہم گمراہ تھے تَبَرَّاْنَآ۔ہم بیزار ہیں اِلَيْكَ۔تیری طرف
مَا۔نہیں كَانُوْٓا۔تھے وہ اِيَّانَا۔ہماری يَعْبُدُوْنَ۔پوجا کرتے
وَ۔اور قِيْلَ۔کہا جائے گا ادْعُوْا۔پکارو شُرَكَآءَ۔شریکوں
كُمْ۔اپنے کو فَدَعَوْ۔تو پکاریں گے هُمْ۔ان کو فَلَمْ۔تو نہ
يَسْتَجِيْبُوْا۔جواب دیں گے لَهُمْ۔ان کو وَ۔اور رَاَوُا۔دیکھیں گے
الْعَذَابَ۔عذاب لَوْ۔کاش اَنَّهُمْ۔وہ كَانُوْا۔ہوتے
يَهْتَدُوْنَ۔راہ پاتے وَ۔اور يَوْمَ۔جس دن يُنَادِيْهِمْ۔پکارے گا ان کو
فَيَقُوْلُ۔تو کہے گا مَاذَآ۔کیا اَجَبْتُمُ۔جواب دیا تم نے الْمُرْسَلِيْنَ۔پیغمبروں کو
فَعَمِيَتْ۔تو اندھی ہو جائیں عَلَيْهِمُ۔ان پر الْاَنْۢبَآءُ۔خبریں يَوْمَئِذٍ۔اس دن
فَهُمْ۔تو وہ لَا۔نہ يَتَسَآءَلُوْنَ۔سوال کریں گے فَاَمَّا۔تو وہ
مَنْ۔جس نے تَابَ۔توبہ کی وَ۔اور اٰمَنَ۔ایمان لایا
وَ۔اور عَمِلَ۔عمل کئے صَالِحًا۔اچھے فَعَسٰٓى۔تو قریب ہے
اَنْ۔یہ کہ يَّكُوْنَ۔ہو مِنَ الْمُفْلِحِيْنَ۔نجات پانے والوں سے
وَ۔اور رَبُّكَ۔تیرا رب يَخْلُقُ۔پیدا کرتا ہے مَا۔جو
يَشَآءُ۔چاہے وَ۔اور يَخْتَارُ۔پسند کرتا ہے مَا۔نہیں
كَانَ۔ہے لَهُمُ۔ان کا الْخِيَرَةُ۔کوئی اختیار سُبْحٰنَ۔پاک ہے
اللّٰهِ۔اللہ وَ۔اور تَعٰلٰى۔بلند ہے عَمَّا۔اس سے
يُشْرِكُوْنَ۔جو شرک کرتے تھے وَ۔اور رَبُّكَ۔تیرا رب يَعْلَمُ۔جانتا ہے
مَا۔جو تُكِنُّ۔چھپاتے ہیں صُدُوْرُ۔سینے هُمْ۔ان کے

وَ۔اور مَا۔جو يُعْلِنُوْنَ۔ظاہر کرتے ہیں وَ۔اور
هُوَ۔وہ اللّٰهُ۔اللہ ہے لَآ۔نہیں اِلٰهَ۔کوئی معبود
اِلَّا۔مگر هُوَ۔وہی لَهُ۔اسی کی الْحَمْدُ۔تعریف ہے
فِي۔بیچ الْاُوْلٰى۔دنیا وَ۔اور الْاٰخِرَةِ۔آخرت کے
وَ۔اور لَهُ۔اسی کا الْحُكْمُ۔حکم ہے وَ۔اور
اِلَيْهِ۔طرف اس کی تُرْجَعُوْنَ۔پھیرے جاؤ گے قُلْ۔کہہ اَ۔کیا
رَءَيْتُمْ۔دیکھا تم نے اِنْ۔اگر جَعَلَ۔بنا دے اللّٰهُ۔اللہ
عَلَيْكُمُ۔تم پر الَّيْلَ۔رات سَرْمَدًا۔ہمیشہ کی اِلٰى۔طرف
يَوْمِ۔دن الْقِيٰمَةِ۔قیامت کے مَنْ۔کون اِلٰهٌ۔خدا ہے
غَيْرُ۔سوا اللّٰهِ۔اللہ کے جو يَاْتِيْكُمْ۔لا دے تم کو بِضِيَآءٍ۔روشنی
اَ۔کیا فَلَا۔پھر نہیں تَسْمَعُوْنَ۔سنتے تم قُلْ۔کہہ
اَ۔کیا رَءَيْتُمْ۔دیکھا تم نے اِنْ۔اگر جَعَلَ۔بنا دے
اللّٰهُ۔اللہ عَلَيْكُمُ۔تم پر النَّهَارَ۔دن سَرْمَدًا۔ہمیشہ کا
اِلٰى۔طرف يَوْمِ۔دن الْقِيٰمَةِ۔قیامت کی مَنْ۔کون
اِلٰهٌ۔خدا ہے غَيْرُ۔سوا اللّٰهِ۔اللہ کے جو يَاْتِيْكُمْ۔لا دے تم کو
بِلَيْلٍ۔رات کہ تَسْكُنُوْنَ۔آرام پاؤ تم فِيْهِ۔اس میں اَفَلَا۔کیا پھر نہیں
تُبْصِرُوْنَ۔دیکھتے تم وَ۔اور مِنْ رَّحْمَتِهٖ۔اس کی رحمت ہے کہ
جَعَلَ۔بنایا لَكُمُ۔تمہارے لئے الَّيْلَ۔رات وَ۔اور
النَّهَارَ۔دن کو کہ لِتَسْكُنُوْا۔آرام پاؤ فِيْهِ۔اس میں وَ۔اور
لِتَبْتَغُوْا۔تاکہ ڈھونڈو مِنْ فَضْلِهٖ۔اس کا فضل وَ۔اور لَعَلَّكُمْ۔تاکہ تم
تَشْكُرُوْنَ۔شکر کرو وَ۔اور يَوْمَ۔جس دن يُنَادِيْهِمْ۔پکارے گا ان کو
فَيَقُوْلُ۔تو کہے گا اَيْنَ۔کہاں ہیں شُرَكَآءِيَ۔میرے شریک الَّذِيْنَ۔وہ جو
كُنْتُمْ۔تھے تم تَزْعُمُوْنَ۔خیال کرتے وَ۔اور نَزَعْنَا۔نکالیں گے ہم
مِنْ كُلِّ۔ہر ایک اُمَّةٍ۔امت سے شَهِيْدًا۔گواہ فَقُلْنَا۔تو کہیں گے ہم
هَاتُوْا۔لاؤ بُرْهَانَكُمْ۔اپنی دلیل فَعَلِمُوْٓا۔تو جان لیں گے اَنَّ۔بے شک
الْحَقَّ۔حق لِلّٰهِ۔اللہ کے لئے ہے وَ۔اور ضَلَّ۔بھول جائے گا
عَنْهُمْ۔ان سے مَّا۔جو كَانُوْا۔تھے وہ يَفْتَرُوْنَ۔جھوٹ بناتے

خلاصہ تفسیر ساتواں رکوع -سورۃ قصص- پ ۲۰

اَفَمَنْ وَّعَدْنٰهُ وَعْدًا حَسَنًا فَهُوَ لَاقِیْهِ كَمَنْ مَّتَّعْنٰهُ مَتَاعَ الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا ثُمَّ هُوَ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ مِنَ الْمُحْضَرِیْنَ ﴿۶۱﴾ -تو کیا وہ جسے ہم نے اچھا وعدہ دیا یعنی جنت کا تو وہ اس سے ملے گا اس جیسا ہے کہ جسے ہم نے دنیوی زندگی کا برتاؤ برتنے دیا پھر وہ بروز قیامت گرفتار ہو کر حاضر لایا جائے گا۔

یہ دونوں ہرگز برابر نہیں ہو سکتے ان میں پہلا جسے وعدہ حسن جنت کا دیا گیا وہ مومن ہے اور دوسرا کافر۔ خلاصہ یہ ہے کہ مومن کافر برابر نہیں ہو سکتے۔

وَیَوْمَ یُنَادِیْهِمْ فَیَقُوْلُ اَیْنَ شُرَكَآءِیَ الَّذِیْنَ كُنْتُمْ تَزْعُمُوْنَ ﴿۶۲﴾-

اور جس دن انہیں ندا دی جائے تو اللہ تعالیٰ فرمائے کہاں ہیں میرے وہ شریک جنہیں تم گمان کرتے تھے۔

یہ ندا بطریق توبیخ دی جائے گی اور ارشاد ہوگا آج وہ کہاں ہیں جنہیں تم اپنے زعم باطل میں میرا شریک ٹھہراتے تھے۔

قَالَ الَّذِیْنَ حَقَّ عَلَیْهِمُ الْقَوْلُ رَبَّنَا هٰۤؤُلَآءِ الَّذِیْنَ اَغْوَیْنَا ۚ اَغْوَیْنٰهُمْ كَمَا غَوَیْنَا ۚ تَبَرَّاْنَاۤ اِلَیْكَ ٞ مَا كَانُوْۤا اِیَّانَا یَعْبُدُوْنَ ﴿۶۳﴾ -

کہیں گے وہ جن پر بات حق ہو گئی اے ہمارے رب یہ ہیں وہ جنہیں ہم نے گمراہ کیا۔ ہم نے انہیں گمراہ کیا جیسے خود گمراہ ہوئے تھے ہم ان سے بیزار ہو کر تیری طرف رجوع کرتے ہیں وہ ہم کو نہ پوجتے تھے۔

یعنی جن پر عذاب واجب ہو چکا تھا یہ وہی ائمہ کفر و ضلالت تھے یہ ہمارے بہکانے سے باختیار خود گمراہ ہوئے ہماری اور ان کی گمراہی میں کوئی فرق نہیں ہم نے انہیں مجبور نہ کیا تھا بلکہ وہ اپنی خواہشوں کے پرستار اور اپنی شہوت کے مطیع تھے ہم تو ان سے خود بیزار ہیں۔

وَقِیْلَ ادْعُوْا شُرَكَآءَكُمْ فَدَعَوْهُمْ فَلَمْ یَسْتَجِیْبُوْا لَهُمْ وَرَاَوُا الْعَذَابَ ۚ لَوْ اَنَّهُمْ كَانُوْا یَهْتَدُوْنَ ﴿۶۴﴾-

اور ان سے فرمایا جائے گا کہ اپنے شریکوں کو پکارو (یعنی کفار سے فرمایا جائے گا کہ اپنے بتوں کو پکارو وہ تمہیں عذاب سے بچائیں) تو وہ پکاریں گے تو وہ ان کی نہ سنیں گے اور عذاب دیکھیں گے کیا ہی اچھا ہوتا اگر وہ راہ پاتے۔ (دنیا میں تاکہ آخرت میں عذاب سے محفوظ رہتے۔)

وَیَوْمَ یُنَادِیْهِمْ فَیَقُوْلُ مَاذَاۤ اَجَبْتُمُ الْمُرْسَلِیْنَ ﴿۶۵﴾ -

اور جس دن انہیں پکارا جائے تو فرمائے تم نے رسولوں کو کیا جواب دیا تھا۔ یعنی جب اللہ تعالیٰ کفار سے پوچھے کہ جو رسول تمہاری طرف بھیجے گئے اور انہوں نے تم کو دعوت حق دی تو تم نے انہیں کیا جواب دیا یہ سن کر تمام کفار سراسیمہ و پریشاں ہوں اور

فَعَمِیَتْ عَلَیْهِمُ الْاَنْۢبَآءُ یَوْمَىٕذٍ فَهُمْ لَا یَتَسَآءَلُوْنَ ﴿۶۶﴾ -

تو اس دن ان پر خبریں اندھی ہو جائیں گی تو وہ کچھ پوچھ گچھ نہ کر سکیں گے۔

اور کوئی عذر اور حجت انہیں نظر نہیں آئے گی اور دہشت و خوف کے مارے ایسے سراسیمہ ہو جائیں گے اور گمراہ جماعت اور گمراہ کرنے والے سب برابر ہو جائیں گے اس وقت تابع اور متبوع دونوں یکساں ہوں گے۔ لیکن

فَاَمَّا مَنْ تَابَ وَاٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا فَعَسٰۤى اَنْ یَّكُوْنَ مِنَ الْمُفْلِحِیْنَ ﴿۶۷﴾ -

جو توبہ کرے اور ایمان لے آئے اور نیک عمل کرے تو قریب ہے کہ وہ فلاح یافتہ ہو۔

یعنی شرک سے جو توبہ کر لے اور ہر اس چیز پر ایمان لے آئے اور اللہ تعالیٰ کو مان لے اور جان لے کہ سب اسی کی طرف سے ہے وہ نجات یافتہ ہے۔

اس کے بعد جو آیۂ کریمہ ہے وہ مشرکین کے جواب میں ہے جو وہ کہتے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو نبوت کے لئے کیوں چنا۔

یہ قرآن مکہ اور طائف کے کسی بڑے آدمی پر کیوں نہ اترا۔

یہ کہنے والا ولید بن مغیرہ تھا اور بڑے آدمی سے مراد عروہ بن مسعود ثقفی تھا۔ چنانچہ اس کا جواب دیا گیا ارشاد ہے:

وَرَبُّكَ يَخْلُقُ مَا يَشَآءُ وَيَخْتَارُ ۗ مَا كَانَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ ۗ سُبْحٰنَ اللّٰهِ وَتَعٰلٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ﴿۶۸﴾ وَرَبُّكَ يَعْلَمُ مَا تُكِنُّ صُدُوْرُهُمْ وَمَا يُعْلِنُوْنَ ﴿۶۹﴾ وَهُوَ اللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۗ لَهُ الْحَمْدُ فِى الْاُوْلٰى وَالْاٰخِرَةِ ۫ وَلَهُ الْحُكْمُ وَاِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ﴿۷۰﴾۔

اور تمہارا رب پیدا کرتا ہے جو چاہے اور پسند فرماتا ہے ان (بکنے والوں) کو کچھ اختیار نہیں پاکی اور برتری ہے اللہ کو ان کے شرک سے اور تمہارا رب جانتا ہے جو ان کے سینوں میں مخفی ہے اور جو ظاہر کرتے ہیں اور وہی اللہ ہے کہ اس کے سوا کوئی خدا نہیں اسی کی تعریف ہے دنیا اور آخرت میں اور اسی کا حکم ہے اور اسی کی طرف لوٹنا ہے۔

اس آیت کریمہ میں ارشاد ہے کہ رسولوں کا بھیجنا ان لوگوں کے اختیار سے نہیں اللہ تعالیٰ کی مرضی سے ہے اپنی حکمت وہی جانتا ہے کسی کو اس کی مرضی میں دخیل ہونے کی مجال نہیں اور مشرکین کی خفیہ خباثت اور علانیہ شرارت اے محبوب آپ کا رب خوب جانتا ہے کہ ہمارے رسول کی کتنی عداوت رکھتے ہیں اور ان کی مخالفت ان کے دلوں میں کتنی ہے اور اس کے محبوب بندے اس کی حمد دنیا میں بھی کرتے ہیں اور آخرت میں بھی اسی کی حمد سے لطف اندوز ہوتے ہیں اسی کا حکم ہر جگہ اسی کی قضا ہر چیز میں نافذ ہے۔ سید المفسرین ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ اپنے فرمانبرداروں کے لئے مغفرت کا فرمان اور نافرمانوں کے لئے سزا کا حکم وہی دیتا ہے پھر ارشاد ہے:

قُلْ اَرَءَيْتُمْ اِنْ جَعَلَ اللّٰهُ عَلَيْكُمُ الَّيْلَ سَرْمَدًا اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ مَنْ اِلٰهٌ غَيْرُ اللّٰهِ يَاْتِيْكُمْ بِضِيَآءٍ ۗ اَفَلَا تَسْمَعُوْنَ ﴿۷۱﴾ قُلْ اَرَءَيْتُمْ اِنْ جَعَلَ اللّٰهُ عَلَيْكُمُ النَّهَارَ سَرْمَدًا اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ مَنْ اِلٰهٌ غَيْرُ اللّٰهِ يَاْتِيْكُمْ بِلَيْلٍ تَسْكُنُوْنَ فِيْهِ ۗ اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ ﴿۷۲﴾ وَمِنْ رَّحْمَتِهٖ جَعَلَ لَكُمُ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ لِتَسْكُنُوْا فِيْهِ وَلِتَبْتَغُوْا مِنْ فَضْلِهٖ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ﴿۷۳﴾۔

فرما دیجئے انہیں بھلا بتاؤ تو اگر اللہ ہمیشہ تم پر قیامت تک رات رکھے اور دن نہ نکالے تو اللہ کے سوا کون خدا ہے جو تمہیں روشنی لا دے (جس میں تم اپنے معاش کا کام کر سکو) تو کیا تم سنتے نہیں (تاکہ تم گوش ہوش سے سن کر شرک ترک کرو) فرما دیجئے بھلا دیکھو تو اگر اللہ قیامت تک ہمیشہ دن رکھے (اور رات نہ ہونے دے) تو کون سا خدا ہے جو تمہیں رات لا دے جس میں تم آرام و سکون پکڑو (اور دن کی محنت سے جو تکان چڑھی تھی اسے اتارو) تو کیا تمہیں اتنی بھی سوجھ بوجھ نہیں (تم سخت غلطی میں ہو جو یہ نشانیں دیکھ کر بھی بے سمجھی سے شرک کر رہے ہو) اور اس نے اپنی رحمت سے تمہارے لئے دن اور رات بنائے کہ

رات میں سکون لو اور دن میں اس کا فضل ڈھونڈو یعنی کسب معاش کرو کماؤ دھماؤ (اور یہ سب چیزیں اس لئے اللہ تعالیٰ نے تمہیں دیں) تا کہ تم شکر گزار بنو۔

64A

وَ يَوْمَ يُنَادِيهِمْ فَيَقُولُ اَيْنَ شُرَكَآءِيَ الَّذِيْنَ كُنْتُمْ تَزْعُمُوْنَ ﴿۷۴﴾ وَنَزَعْنَا مِنْ كُلِّ اُمَّةٍ شَهِيْدًا فَقُلْنَا هَاتُوْا بُرْهَانَكُمْ فَعَلِمُوْٓا اَنَّ الْحَقَّ لِلّٰهِ وَضَلَّ عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ ﴿۷۵﴾۔

اور جس دن انہیں پکارا جائے اور فرمائے گا کہاں ہیں میرے وہ شریک جو تم گمان کرتے تھے اور ہر گروہ میں سے ہم ایک گواہ نکال کر فرمائیں اپنی دلیل لاؤ تو جان لیں گے کہ حق اللہ کا ہے اور گم ہو جائیں گی جو وہ بناوٹیں کیا کرتے تھے۔

شہداء سے یہاں مراد رسول ہیں جو اپنی اپنی امتوں پر شہادت دیں گے اور اس امر پر ان سے دلیل طلب ہوگی کہ تم کس اصول پر خدا کا شریک بناتے تھے تو اس وقت وہ جان لیں گے کہ حق حق ہی ہے۔ جو اللہ تعالیٰ کے لئے ثابت ہے اور جو شرک و کفر کرتے ہیں وہ سب بھول جائیں گے۔

مختصر تفسیر اردو ساتواں رکوع۔ سورۃ قصص۔ پ ۲۰

اَفَمَنْ وَّعَدْنٰهُ وَعْدًا حَسَنًا فَهُوَ لَاقِيْهِ كَمَنْ مَّتَّعْنٰهُ مَتَاعَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا۔

کیا وہ جس سے وعدہ حسن کیا جو اسے ملے گا اس کے مثل ہو سکتا ہے جسے ہم نے دنیا میں رچنے پچنے کو اسباب حیات دنیا دیئے۔ اس پر آلوسی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

اَیْ وَعْدًا بِالْجَنَّةِ وَ مَا فِيهَا مِنَ النَّعِيْمِ الصَّرْفِ الدَّائِمِ فَاِنَّ حُسْنَ الْوَعْدَةِ بِحُسْنِ الْمَوْعُوْدِ۔ یعنی جس سے جنت کا وعدہ فرمایا اور جو کچھ اس میں نعمتیں ہیں دائم رہنے والی اس لئے کہ حسن وعدہ حسن موعود کے ساتھ ہوتا ہے۔

فَهُوَ لَاقِيْهِ۔ تو وہ اسے ملے گا۔ اَیْ مُدْرِكَةٌ لَا مُحَالَةَ یعنی وہ ضرور اسے پائے گا اور یہاں وعدہ الٰہی ہونے کی وجہ میں خلف محال تھا اس لئے یہ قسم نہیں فرمایا بلکہ فَهُوَ لَاقِيْهِ فرما دیا۔ اور بتایا کہ وہ جس سے ہمارا وعدہ حسن جنت کا ہو چکا ہے وہ اور كَمَنْ مَّتَّعْنٰهُ مَتَاعَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وہ جسے دنیا کی عیش دے جو مشوب بالآلام منغص بالا کدار ہے جو مستتبع بالجبروت ہے جس کے انقطاع کا خطرہ ہر گھڑی لگا رہتا ہے دونوں برابر کیسے ہو سکتے ہیں۔

ثُمَّ هُوَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ مِنَ الْمُحْضَرِيْنَ ﴿۶۱﴾۔ پھر وہ قیامت کے دن حاضر کئے جائیں گے۔

آلوسی رحمہ اللہ فرماتے ہیں كَمَنْ مَّتَّعْنٰهُ مَتَاعَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ثُمَّ نُحْضِرُهٗ اَوْ اَحْضَرْنَاهُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ لِلنَّارِ اَوِ الْعَذَابِ۔ مثل اس کے جسے ہم نے دنیاوی سامان کے ساتھ متمتع کیا دنیا میں پھر اسے حاضر کریں گے ہم قیامت کے دن آگ یا عذاب کے لئے۔ گویا با قتضاء ثم تراخی کے بعد ہم اسے گرفتار کریں گے اور عذاب جہنم کی طرف لے جائیں گے تو عذاب جہنم اور ثواب جنت دونوں برابر نہیں ہو سکتے۔

آیہ کریمہ کا شان نزول

ابن جریر مجاہد سے ناقل ہیں: وَالْاٰيَةُ نَزَلَتْ عَلٰى مَا اَخْرَجَ ابْنُ جَرِيْرٍ عَنْ مُجَاهِدٍ فِیْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَ فِیْ اَبِیْ جَهْلٍ۔ یہ آیت حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور ابوجہل لعین کے مقابلہ کے متعلق نازل ہوئی۔

وَاَخْرَجَ مِنْ وَجْهٍ اٰخَرَ اَنَّهَا نَزَلَتْ فِیْ حَمْزَةَ وَاَبِیْ جَهْلٍ۔ ایک روایت ہے کہ یہ آیت حضرت حمزہ اور

ابوجہل کے حق میں آئی۔

وَ قِیْلَ نَزَلَتْ فِیْ عَلِیٍّ کَرَّمَ اللّٰہُ وَجْھَہٗ وَ اَبِیْ جَھْلٍ۔ ایک قول ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ اور ابوجہل کے حق میں نازل ہوئی یہ قول محمد بن کعب اور سدی سے منقول ہے۔

وَ قِیْلَ فِیْ عَمَّارٍ وَالْوَلِیْدِ بْنِ الْمُغِیْرَۃِ۔ ایک قول ہے کہ اس کا نزول حضرت عمار بن یاسر اور ولید بن مغیرہ کے معاملہ میں ہوا۔

وَ قِیْلَ نَزَلَتْ فِی الْمُؤْمِنِ وَالْکَافِرِ مُطْلَقًا۔ ایک قول یہ ہے کہ اس آیۂ کریمہ کا نزول مطلقاً مومن اور کافر کے حق میں ہوا۔

وَیَوْمَ یُنَادِیْهِمْ فَیَقُوْلُ اَیْنَ شُرَكَآءِیَ الَّذِیْنَ كُنْتُمْ تَزْعُمُوْنَ ﴿۶۲﴾۔

اور جس دن پکارا جائے اور ارشاد الٰہی ہو کہاں ہیں وہ میرے شریک جنہیں تم گمان کرتے تھے۔

یہ ندا اہانۃً اور توبیخاً ہوگی اور یہ شرکاء جن وانس اور کواکب واصنام وغیرہ تھے جن کے متعلق مشرکین گمان کرتے اور کہتے تھے کہ یہ اللہ تعالیٰ کے شریک ہیں۔ معاذ اللہ عزوجل۔

قَالَ الَّذِیْنَ حَقَّ عَلَیْهِمُ الْقَوْلُ رَبَّنَا هٰۤؤُلَآءِ الَّذِیْنَ اَغْوَیْنَا ۚ اَغْوَیْنٰهُمْ كَمَا غَوَیْنَا ۚ تَبَرَّاْنَاۤ اِلَیْكَ ۫ مَا كَانُوْۤا اِیَّانَا یَعْبُدُوْنَ ﴿۶۳﴾۔

کہیں گے وہ جن پر جرم ثابت ہو چکا کہ اے ہمارے رب یہ ہیں وہ جن کو ہم نے گمراہ کیا ہم نے انہیں تو کیا مگر جیسے وہ خود گمراہ ہوئے تھے ہم ان سے بیزار ہیں تیری طرف رجوع لاتے ہیں وہ ہمیں نہ پوجتے تھے۔

یعنی یہ لوگ جن کی گمراہی ہمارے ذمہ ہے یہ ہمارے بہکائے سے ضرور گمراہ ہوئے لیکن ان کی گمراہی کا سبب ان کی عیش پرستی اور خود غرضی تھی ہم نے انہیں مجبور نہ کیا تھا لہٰذا ان کی اور ہماری گمراہی میں کوئی فرق نہیں یہ اور ہم جرم میں برابر ہیں ہم اپنی خواہشوں کے پیچھے لگے ہوئے تھے اور یہ اپنی خواہشات کے پیرو تھے ہم ان کے معبود نہ تھے۔

وَقِیْلَ ادْعُوْا شُرَكَآءَكُمْ فَدَعَوْهُمْ فَلَمْ یَسْتَجِیْبُوْا لَهُمْ وَرَاَوُا الْعَذَابَ ۚ لَوْ اَنَّهُمْ كَانُوْا یَهْتَدُوْنَ ﴿۶۴﴾۔

اور ان سے فرمایا جائے گا اپنے شریکوں کو پکارو تو وہ پکاریں گے تو وہ ان کی پکار نہ سنیں گے اور دیکھیں گے عذاب کیا اچھا ہوتا اگر یہ ہدایت قبول کر لیتے۔

یعنی کفار کو تشدیداً حکم ہوگا کہ جنہیں تم خدا کا شریک سمجھتے تھے اب انہیں پکارو تو وہ فرط حیرت سے پکاریں گے تاکہ ان کی مدد کو پہنچیں لیکن وہ جماد محض بے جان یا مجبور ہوں گے جواب نہ دے سکیں گے بلکہ بقول ضحاک رحمہ اللہ داعی و مدعو دونوں عذاب کا نقشہ دیکھیں گے۔

لَوْ اَنَّهُمْ كَانُوْا یَهْتَدُوْنَ ﴿۶۴﴾ ۔ اور زبان حال سے کہیں گے کاش ہم ہدایت قبول کر لیتے تو اچھا ہوتا۔ آلوسی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: لَوْ كَانُوْا یَهْتَدُوْنَ۔ لِوَجْهٍ مِّنْ وُجُوْهِ الْحِیَلِ یَدْفَعُوْنَ بِهِ الْعَذَابَ لَدَفَعُوْا بِهِ الْعَذَابَ۔ وہ کہیں گے اگر ہوتے ہم ہدایت پر کسی وجہ میں تو یہ عذاب دفع کر لیتے یا عذاب دفع ہو جاتا۔ یا لَوْ اَنَّهُمْ كَانُوْا فِی الدُّنْیَا مُهْتَدِیْنَ مُؤْمِنِیْنَ لَمَّا رَاَوُا الْعَذَابَ۔ اگر ہوتے وہ دنیا میں ایمان لائے ہوئے تو عذاب کبھی نہ دیکھتے یہاں لَو تمنی کے لئے ہے

یعنی لَوْ اَنَّهُمْ كَانُوْا يَهْتَدُوْنَ۔ یعنی لو تمنی کے لئے اس لئے مانا گیا کہ لَوْ اَنَّهُمْ كَانُوْا يَهْتَدُوْنَ مَوْضَعُ تَحَيُّرٍ وَالرُّوْيَةِ كَاَنَّ كُلَّ اَحَدٍ يَتَمَنّٰى لَهُمُ الْهِدَايَةَ عِنْدَ ذٰلِكَ الْهَوْلِ وَالتَّحَيُّرِ تَرَحُّمًا عَلَيْهِمْ۔ وہ تمنا کریں گے اے کاش ہم ہدایت پر ہوتے اور ان میں سے ہر ایک یہ آرزو کرے گا۔

وَيَوْمَ يُنَادِيْهِمْ فَيَقُوْلُ مَاذَآ اَجَبْتُمُ الْمُرْسَلِيْنَ ﴿۶۵﴾۔

اور جس دن انہیں ندا دی جائے اور ارشاد ہو تم نے ہمارے رسولوں کو کیا جواب دیا تھا۔

جبکہ وہ تمہیں دعوت توحید دینے آئے۔ اس سے پہلے سوال ان کے اشراک پر تھا اور دوسرا سوال رسولوں کو جواب دینے کا۔ ان دونوں سوالوں سے وہ جواب دینے میں مبہوت ہو گئے اور ان سے کچھ جواب نہ بن پڑا۔ چنانچہ ارشاد ہے:

فَعَمِيَتْ عَلَيْهِمُ الْاَنْۢبَآءُ يَوْمَئِذٍ۔ تو اندھی ہو گئیں ان پر خبریں۔

آلوسی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اَصْلُهٗ فَعَمُوْا عَنِ الْاَنْبَآءِ اَیْ لَمْ يَهْتَدُوْا اِلَيْهَا۔ اصل یہ عبارت بہ ایں معنی ہے کہ وہ اندھے ہو گئے خبروں سے ایسے کہ انہیں بولنے کی کوئی راہ ہی نہ ملی۔ اور فرماتے ہیں: اُسْتُعِيْرَ الْعَمٰى لِعَدَمِ الْاِهْتِدَآءِ۔ اندھے پن کو استعارۃً راہ نہ ملنے کے معنی میں استعمال کیا گیا۔

فَهُمْ لَا يَتَسَآءَلُوْنَ ﴿۶۶﴾ ۔ تو پوچھ بھی نہ سکیں گے۔ اَیْ لَا يَسْاَلُ بَعْضُهُمْ بَعْضًا لِفَرْطِ الدَّهْشَةِ۔ یعنی آپس میں بھی کوئی کسی سے نہ پوچھ سکے گا بوجہ انتہاء دہشت کے۔

فَاَمَّا مَنْ تَابَ وَاٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا فَعَسٰٓى اَنْ يَّكُوْنَ مِنَ الْمُفْلِحِيْنَ ﴿۶۷﴾ ۔

لیکن جو تائب ہو گیا شرک سے اور عمل صالح کرنے لگا تو قریب ہے کہ وہ کامیاب ہو۔

مُفْلِحِيْنَ کے معنی فَائِزِيْنَ بِالْمَطْلُوْبِ عِنْدَهٗ عَزَّوَجَلَّ ہیں۔ پہنچنے والا مطلوب کو یعنی اللہ عزوجل کے پاس الناجین نجات یافتہ ہو کر۔

اس کے مشرکین کی طرف سے جو اعتراض ہوا تھا کہ لَوْلَا نُزِّلَ هٰذَا الْقُرْاٰنُ عَلٰى رَجُلٍ مِّنَ الْقَرْيَتَيْنِ عَظِيْمٍ اس کا جواب وہاں بھی دے دیا گیا کہ اَهُمْ يَقْسِمُوْنَ رَحْمَتَ رَبِّكَ ؕ نَحْنُ قَسَمْنَا بَيْنَهُمْ مَّعِيْشَتَهُمْ فِى الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا۔ اور یہاں بھی دیا گیا حیث قال

وَرَبُّكَ يَخْلُقُ مَا يَشَآءُ وَيَخْتَارُ ؕ مَا كَانَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ ؕ سُبْحٰنَ اللّٰهِ وَتَعٰلٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ﴿۶۸﴾۔

اور تمہارا رب پیدا فرماتا ہے جو چاہے اور پسند کرتا ہے جسے چاہے نہیں اس میں کسی کو کوئی اختیار پاک ہے وہ اور بلند ہے ان کے شرک سے۔

آلوسی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ظَاهِرُ الْاٰيَةِ نَفْیُ الْاِخْتِيَارِ عَنِ الْعَبْدِ۔ آیت کریمہ کے ظاہر حکم میں بندے کے لئے اختیار کی نفی ثابت ہے۔

ایک قول یہ ہے کہ اَلْمُرَادُ لَا يَلِيْقُ وَلَا يَنْبَغِیْ لَهُمْ اَنْ يَّخْتَارُوْا عَلَيْهِ تَعَالٰى اَیْ لَا يَنْبَغِیْ لَهُمُ التَّحَكُّمُ عَلَيْهِ سُبْحٰنَهٗ بِاَنْ يَّقُوْلُوْا لِمَ لَمْ يَفْعَلِ اللّٰهُ تَعَالٰى كَذَا۔ اس سے یہ مراد ہے کہ کسی کو یہ حق نہیں پہنچتا نہ یہ کسی کو مناسب ہے کہ اللہ تعالیٰ کے معاملہ میں تحکم کرے کہ ایسا اللہ تعالیٰ نے کیوں کیا۔

شانِ نزول: آیت پر چند قول ہیں۔

۱- اِنَّ الْاٰیَةَ نَزَلَتْ حِیْنَ قَالَ الْوَلِیْدُ بْنُ الْمُغِیْرَةَ لَوْلَا نُزِّلَ هٰذَا الْقُرْاٰنُ عَلٰی رَجُلٍ مِّنَ الْقَرْیَتَیْنِ عَظِیْمٍ
ولید بن مغیرہ بولا کہ یہ قرآن طائف کے سردار یا مکہ کے صنادید پر نازل کیوں نہ ہوا۔

۲- اَوْ حِیْنَ قَالَ الْیَهُوْدُ لَوْکَانَ الرَّسُوْلُ اِلٰی مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ غَیْرَ جِبْرِیْلَ عَلَیْهِ السَّلَامُ لَاٰمَنَّا بِهٖ عَلٰی مَا قِیْلَ۔ یہود بولے اگر حضور کے پاس جبریل علیہ السلام کے علاوہ کوئی اور آتا تو ہم ان پر ایمان لے آتے۔

اس کا جواب دیا گیا کہ اللہ تعالیٰ مختار علی الاطلاق ہے اس کی مشیت میں کسی کو دخل نہیں اور ولید بن مغیرہ یا عروہ بن مسعود ثقفی ان جیسوں کو محاکمہ کرنے کا کوئی حق نہیں۔

وَرَبُّكَ یَعْلَمُ مَا تُكِنُّ صُدُوْرُهُمْ وَمَا یُعْلِنُوْنَ ﴿۶۹﴾ وَهُوَ اللّٰهُ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ؕ لَهُ الْحَمْدُ فِی الْاُوْلٰی وَالْاٰخِرَةِ ۫ وَلَهُ الْحُكْمُ وَاِلَیْهِ تُرْجَعُوْنَ ﴿۷۰﴾۔

اور اے محبوب تمہارا رب جانتا ہے جو وہ اپنے سینہ میں مخفی کئے ہوئے ہیں اور جو علانیہ کرتے ہیں اور وہی اللہ ہے کہ کوئی معبود نہیں مگر وہی اور اسی کے لئے حکم ہے اور اسی کی طرف سب لوٹیں گے۔

مَا تُكِنُّ صُدُوْرُهُمْ اَیْ مَا یُكِنُّوْنَ وَ یُخْفُوْنَ فِیْ صُدُوْرِهِمْ مِنَ الْاِعْتِقَادَاتِ الْبَاطِلَةِ وَمِنْ عَدَاوَتِهِمْ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَا یُعْلِنُوْنَ وَ مَا یُظْهِرُوْنَهٗ مِنَ الْاَفْعَالِ الشَّنِیْعَةِ وَالطَّعْنِ فِیْهِ عَلَیْهِ السَّلَامُ۔

مَا تُكِنُّ صُدُوْرُهُمْ۔ کے یہ معنی ہیں کہ جو کچھ وہ خفیہ اپنے سینوں میں باطل اعتقاد رکھتے ہیں حضور کی عداوت وغیرہ سے اور جو کچھ وہ اپنے افعال شنیعہ اور طعن و تشنیع علانیہ حضور پر کرتے ہیں یہ سب اللہ تعالیٰ کے علم میں ہیں اور یہ انہیں سمجھ لینا چاہئے کہ اللہ تو وہی ایک اللہ ہے اور اسی کا حکم ہر شے پر نافذ و صادر ہے۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: اَیْ لَهُ الْحُكْمُ بَیْنَ عِبَادِهٖ تَعَالٰی فَیَحْكُمُ لِاَهْلِ طَاعَتِهٖ بِالْمَغْفِرَةِ وَالْفَضْلِ وَلِاَهْلِ مَعْصِیَتِهٖ بِالشَّقَاءِ وَالْوَیْلِ۔ اللہ تعالیٰ ہی کا حکم ہے اہل طاعت کے لئے مغفرت اور فضیلت کا اور اہل معصیت کے لئے سزا و شقاوت اور جہنم کا۔

اور اسی کی طرف سب کی بعثت ہے مر کر اٹھنے کے بعد اور اسی کی طرف پلٹ کر اٹھنا ہے۔ اس کے بعد اپنے شیون قدرت کی خاص شان ظاہر فرمائی گئی:

قُلْ اَرَءَیْتُمْ اِنْ جَعَلَ اللّٰهُ عَلَیْكُمُ الَّیْلَ سَرْمَدًا اِلٰی یَوْمِ الْقِیٰمَةِ مَنْ اِلٰهٌ غَیْرُ اللّٰهِ یَاْتِیْكُمْ بِضِیَآءٍ ؕ اَفَلَا تَسْمَعُوْنَ ﴿۷۱﴾۔ فرمادیجئے بھلا بتاؤ تو اگر اللہ تم پر رات ہمیشہ رکھے قیامت تک تو کون ہے ایسا الٰہ سوائے اللہ تعالیٰ کے جو تمہیں روشنی لادے کیا تم نہیں سنتے۔

بعض کے نزدیک سرمداً سرد ہے جو تتابع اور دوام کے معنی میں مستعمل ہے اور میم مزید ہے دلالت اشتقاق کے لئے ہے۔
اَفَلَا تَسْمَعُوْنَ۔ سے مراد سماع فہم و قبول ہے۔

قُلْ اَرَءَیْتُمْ اِنْ جَعَلَ اللّٰهُ عَلَیْكُمُ النَّهَارَ سَرْمَدًا اِلٰى یَوْمِ الْقِیٰمَةِ مَنْ اِلٰهٌ غَیْرُ اللّٰهِ یَاْتِیْكُمْ بِلَیْلٍ تَسْكُنُوْنَ فِیْهِؕ اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ ۝ ۔ فرمایئے بھلا دیکھو تو اگر اللہ تعالیٰ تم پر دن دوامی طور پر قیامت تک رکھے تو کون خدا ہے سوائے اللہ کے جو رات تم پر لائے سکون کے لئے تو کیا تم نہیں دیکھتے۔

کہ یہ سب کچھ اسی کی قدرت کاملہ کا ظہور ہے اس کے سوا یہ کسی میں قدرت نہیں کہ رات کو دن اور دن کو رات کر سکے۔

وَمِنْ رَّحْمَتِهٖ جَعَلَ لَكُمُ الَّیْلَ وَالنَّهَارَ لِتَسْكُنُوْا فِیْهِ وَلِتَبْتَغُوْا مِنْ فَضْلِهٖ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ۝ ۔

اور یہ اسی کی رحمت ہے کہ اس نے تمہارے لئے رات بنائی کہ تم سکون لو اس میں اور دن میں اللہ کے فضل سے معاش تلاش کرو تا کہ تم شکر گزار رہو۔

وَیَوْمَ یُنَادِیْهِمْ فَیَقُوْلُ اَیْنَ شُرَكَآءِیَ الَّذِیْنَ كُنْتُمْ تَزْعُمُوْنَ ۝ ۔

اور جس دن انہیں پکارا جائے اور فرمایا جائے کہاں ہیں میرے شریک جن کا تمہیں گمان تھا۔

وَنَزَعْنَا مِنْ كُلِّ اُمَّةٍ شَهِیْدًا فَقُلْنَا هَاتُوْا بُرْهَانَكُمْ فَعَلِمُوْۤا اَنَّ الْحَقَّ لِلّٰهِ وَضَلَّ عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا یَفْتَرُوْنَ ۝ ۔

اور نکالیں گے ہم ہر جماعت سے ایک گواہ تو کہیں ہم ہر امتی سے لاؤ اپنی دلیل جس پر تم قائم تھے تو جان جائیں سب کہ حق اللہ تعالیٰ کے لئے ہے اور رائیگاں ہو جائیں ان سے جس پر وہ دنیا میں افترا کرتے تھے۔

بامحاورہ ترجمہ آٹھواں رکوع۔سورۃ قصص۔پ ۲۰

اِنَّ قَارُوْنَ كَانَ مِنْ قَوْمِ مُوْسٰى فَبَغٰى عَلَیْهِمْ۪ وَاٰتَیْنٰهُ مِنَ الْكُنُوْزِ مَاۤ اِنَّ مَفَاتِحَهٗ لَتَنُوْٓاُ بِالْعُصْبَةِ اُولِی الْقُوَّةِۗ اِذْ قَالَ لَهٗ قَوْمُهٗ لَا تَفْرَحْ اِنَّ اللّٰهَ لَا یُحِبُّ الْفَرِحِیْنَ ۝

بے شک قارون موسیٰ کی قوم سے تھا تو اس نے ان پر زیادتی کی اور ہم نے اسے اتنے خزانے دیئے کہ جن کی کنجیاں ایک زور آور جماعت پر بھاری تھیں جب کہا اس سے اس کی قوم نے نہ اترا بے شک اللہ اِترانے والوں کو دوست نہیں رکھتا

وَابْتَغِ فِیْمَاۤ اٰتٰىكَ اللّٰهُ الدَّارَ الْاٰخِرَةَ وَلَا تَنْسَ نَصِیْبَكَ مِنَ الدُّنْیَا وَاَحْسِنْ كَمَاۤ اَحْسَنَ اللّٰهُ اِلَیْكَ وَلَا تَبْغِ الْفَسَادَ فِی الْاَرْضِؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا یُحِبُّ الْمُفْسِدِیْنَ ۝

اور جو مال تجھے دیا اللہ نے اس سے آخرت کا گھر تلاش کر اور نہ بھول اپنا حصہ دنیا سے اور احسان کر جیسے احسان کیا اللہ نے تجھ پر اور نہ ڈھونڈ فساد زمین میں بے شک اللہ نہیں پسند کرتا فسادیوں کو

قَالَ اِنَّمَاۤ اُوْتِیْتُهٗ عَلٰى عِلْمٍ عِنْدِیْؕ اَوَلَمْ یَعْلَمْ اَنَّ اللّٰهَ قَدْ اَهْلَكَ مِنْ قَبْلِهٖ مِنَ الْقُرُوْنِ مَنْ هُوَ اَشَدُّ مِنْهُ قُوَّةً وَّاَكْثَرُ جَمْعًاؕ وَلَا یُسْــٴَـلُ عَنْ ذُنُوْبِهِمُ الْمُجْرِمُوْنَ ۝

بولا یہ تو مجھے جو ملا ہے اس علم پر ملا ہے جو میرے پاس ہے کیا وہ نہیں جانتا کہ بے شک اللہ نے اس سے پہلے بہت سی سنگتیں ایسی ہلاک کر دیں جو قوت میں اس سے زیادہ تھیں اور اس سے زیادہ جمع تھیں اور نہیں پوچھا ان کے گناہوں کی جو مجرم ہیں

فَخَرَجَ عَلٰى قَوْمِهٖ فِیْ زِیْنَتِهٖ ؕ قَالَ الَّذِیْنَ یُرِیْدُوْنَ الْحَیٰوةَ الدُّنْیَا یٰلَیْتَ لَنَا مِثْلَ مَاۤ اُوْتِیَ قَارُوْنُ ۙ اِنَّهٗ لَذُوْ حَظٍّ عَظِیْمٍ ﴿۷۹﴾

تو نکلا وہ اپنی قوم پر بن سنور کر بولے وہ جو چاہتے تھے زندگی دنیا کی اے کاش ہمیں بھی اس جیسا مال ملتا جو قارون کو ملا بے شک اس کا حصہ بڑا ہے زبردست

وَقَالَ الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ وَیْلَكُمْ ثَوَابُ اللّٰهِ خَیْرٌ لِّمَنْ اٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا ۚ وَلَا یُلَقّٰىهَاۤ اِلَّا الصّٰبِرُوْنَ ﴿۸۰﴾

اور بولے وہ جنہیں علم دیا گیا خرابی ہو تمہاری اللہ کا ثواب بہتر ہے اس کے لئے جو ایمان لایا اور اچھے کام کئے اور نہیں ملتا وہ ثواب مگر صبر والوں کو

فَخَسَفْنَا بِهٖ وَبِدَارِهِ الْاَرْضَ ۫ فَمَا كَانَ لَهٗ مِنْ فِئَةٍ یَّنْصُرُوْنَهٗ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ۗ وَمَا كَانَ مِنَ الْمُنْتَصِرِیْنَ ﴿۸۱﴾

تو ہم نے اسے دھنسا دیا زمین میں اور اس کے گھر کو تو نہ تھی اس کے پاس کوئی جماعت کہ مدد کرتی اس کی اللہ کے سوا اور نہ وہ بدلہ لے سکا

وَاَصْبَحَ الَّذِیْنَ تَمَنَّوْا مَكَانَهٗ بِالْاَمْسِ یَقُوْلُوْنَ وَیْكَاَنَّ اللّٰهَ یَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ یَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ وَیَقْدِرُ ۚ لَوْلَاۤ اَنْ مَّنَّ اللّٰهُ عَلَیْنَا لَخَسَفَ بِنَا ؕ وَیْكَاَنَّهٗ لَا یُفْلِحُ الْكٰفِرُوْنَ ﴿۸۲﴾

اور صبح کی اس نے جو تمنا کرتا تھا اس کے مرتبہ کی شام کہنے لگے عجیب بات ہے وسیع کرتا ہے اللہ رزق جس کے لئے چاہے اپنے بندوں میں سے اور تنگی فرماتا ہے اگر نہ احسان کرتا ہم پر بھی تو ہمیں دھنسا دیتا عجیب شان ہے اس کی کافروں کا بھلا نہیں

حل لغات آٹھواں رکوع۔سورۃ قصص۔پ ۲۰

اِنَّ۔بے شک	قَارُوْنَ۔قارون	كَانَ۔تھا	مِنْ قَوْمِ۔قوم
مُوْسٰى۔موسیٰ سے	فَبَغٰى۔تو سرکشی کی اس نے	عَلَیْهِمْ۔ان پر	وَ۔اور
اٰتَیْنٰهُ۔دیئے تھے ہم نے اس کو اتنے		مِنَ الْكُنُوْزِ۔خزانے	مَاۤ۔کہ
اِنَّ۔بے شک	مَفَاتِحَهٗ۔اس کی کنجیاں	لَتَنُوْٓاُ۔بوجھل ہوتیں	بِالْعُصْبَةِ۔جماعت
اُولِی۔صاحب	الْقُوَّةِ۔قوت پر	اِذْ۔جب	قَالَ۔کہا
لَهٗ۔اس کو	قَوْمُهٗ۔اس کی قوم نے	لَا۔نہ	تَفْرَحْ۔اترا
اِنَّ۔بے شک	اللّٰهَ۔اللہ	لَا۔نہیں	یُحِبُّ۔پسند کرتا
الْفَرِحِیْنَ۔اترانے والوں کو		وَ۔اور	ابْتَغِ۔ڈھونڈ
فِیْمَاۤ۔اس کو جو	اٰتٰا۔دیا	كَ۔تجھ کو	اللّٰهُ۔اللہ نے
الدَّارَ۔گھر	الْاٰخِرَةَ۔آخرت کا	وَ۔اور	لَا۔نہ
تَنْسَ۔بھول	نَصِیْبَكَ۔اپنا حصہ	مِنَ الدُّنْیَا۔دنیا سے	وَ۔اور
اَحْسِنْ۔احسان کر	كَمَاۤ۔جیسے	اَحْسَنَ۔احسان کیا	اللّٰهُ۔اللہ نے
اِلَیْكَ۔تجھ پر	وَ۔اور	لَا۔نہ	تَبْغِ۔ڈھونڈ

الْفَسَادَ۔فساد	فِي۔بیچ	الْاَرْضِ۔زمین کے	اِنَّ۔بےشک
اللّٰهَ۔اللہ	لَا۔نہیں	يُحِبُّ۔پسند کرتا	الْمُفْسِدِيْنَ۔فساد کرنے
والوں کو	قَالَ۔بولا	اِنَّمَآ۔اس کے سوا نہیں	اُوْتِيْتُهٗ۔دیا گیا ہوں میں
یہ مال	عَلٰى۔بوجہ	عِلْمٍ۔علم	عِنْدِيْ۔اپنے کے
اَوَ۔کیا	لَمْ۔نہ	يَعْلَمْ۔جانا اس نے	اَنَّ۔کہ بےشک
اللّٰهَ۔اللہ نے	قَدْ۔یقیناً	اَهْلَكَ۔ہلاک کردیں	مِنْ قَبْلِهٖ۔اس سے پہلے
مِنَ الْقُرُوْنِ۔کئی سنگتیں	مَنْ۔کہ	هُوَ۔وہ	اَشَدُّ۔زیادہ سخت تھیں
مِنْهُ۔اس سے	قُوَّةً۔طاقت میں	وَّ۔اور	اَكْثَرُ۔زیادہ تھیں
جَمْعًا۔جتھے میں	وَ۔اور	لَا۔نہیں	يُسْـَٔلُ۔پوچھے جائیں گے
عَنْ ذُنُوْبِهِمُ۔اپنے گناہوں سے		الْمُجْرِمُوْنَ۔مجرم لوگ	فَخَرَجَ۔تو نکلا
عَلٰى۔اوپر	قَوْمِهٖ۔اپنی قوم کے	فِيْ۔بیچ	زِيْنَتِهٖ۔اپنی زینت کے
قَالَ۔کہا	الَّذِيْنَ۔ان لوگوں نے جو	يُرِيْدُوْنَ۔چاہتے تھے	الْحَيٰوةَ۔زندگی
الدُّنْيَا۔دنیا کی	يٰلَيْتَ۔اے کاش	لَنَا۔ہمیں بھی ملتا	مِثْلَ۔مثل
مَآ۔اس کے جو	اُوْتِيَ۔دیا گیا	قَارُوْنُ۔قارون	اِنَّهٗ۔بےشک وہ
لَذُوْ۔صاحب ہے	حَظٍّ۔جصے	عَظِيْمٍ۔بڑے کا	وَ۔اور
قَالَ۔کہا	الَّذِيْنَ۔ان لوگوں نے جو	اُوْتُوا۔دیے گئے	الْعِلْمَ۔علم
وَيْلَكُمْ۔افسوس تم پر	ثَوَابُ۔ثواب	اللّٰهِ۔اللہ کا	خَيْرٌ۔بہتر ہے
لِّمَنْ۔اس کے لئے جو	اٰمَنَ۔ایمان لائے	وَ۔اور	عَمِلَ۔کام کرے
صَالِحًا۔نیک	وَ۔اور	لَا۔نہیں	يُلَقّٰىهَآ۔دیا جاتا وہ
اِلَّا۔مگر	الصّٰبِرُوْنَ۔صبر والوں کو	فَخَسَفْنَا۔تو دھنسا دیا ہم نے	بِهٖ۔اس کو
وَ۔اور	بِدَارِهِ۔اس کے گھر کو	الْاَرْضَ۔زمین میں	فَمَا۔تو نہ
كَانَ۔تھی	لَهٗ۔اس کی	مِنْ فِئَةٍ۔کوئی جماعت جو	يَّنْصُرُوْنَهٗ۔مدد کرتی اس کی
مِنْ دُوْنِ۔سوا	اللّٰهِ۔اللہ کے	وَ۔اور	مَا۔نہ
كَانَ۔ہوا وہ	مِنَ الْمُنْتَصِرِيْنَ۔بدلہ لینے والوں سے		وَ۔اور
اَصْبَحَ۔صبح کی	الَّذِيْنَ۔انہوں نے جو	تَمَنَّوْا۔خواہش کرتے تھے	مَكَانَهٗ۔اس کے مرتبہ کی
بِالْاَمْسِ۔کل	يَقُوْلُوْنَ۔کہتے تھے	وَيْكَاَنَّ۔عجیب بات ہے کہ	اللّٰهَ۔اللہ
يَبْسُطُ۔پھیلاتا ہے	الرِّزْقَ۔رزق	لِمَنْ۔جس کے لئے	يَّشَآءُ۔چاہے
مِنْ۔اپنے	عِبَادِهٖ۔بندوں سے	وَ۔اور	يَقْدِرُ۔تنگ کرتا ہے

لَوْ۔اگر	لَآ۔نہ ہوتا	اَنْ۔یہ کہ	مَّنَّ۔احسان کرتا
اللّٰهُ۔اللہ	عَلَيْنَا۔ہم پر	لَخَسَفَ۔تو دھنسا دیتا	بِنَا۔ہم کو بھی
وَيْكَاَنَّهٗ۔عجیب معاملہ ہے	لَا۔نہیں	يُفْلِحُ۔خلاصی پاتے	الْكٰفِرُوْنَ۔کافر لوگ

خلاصہ تفسیر آٹھواں رکوع۔سورۃ قصص۔پ ۲۰

اِنَّ قَارُوْنَ كَانَ مِنْ قَوْمِ مُوْسٰى۔ بے شک قارون قوم موسیٰ سے تھا۔

یہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے چچا یصہر کا بیٹا نہایت حسین وجمیل آدمی تھا اس کے حسن و جمال کی وجہ میں اسے منور کہتے تھے اور بنی اسرائیل میں توریت کا سب سے بہتر قاری تھا۔ زمانہ افلاس میں نہایت متواضع اور با اخلاق آدمی تھا۔ دولت مند ہوتے ہی مزاج بدل گیا اور سامری کی طرح منافق ہو گیا۔ روایت ہے کہ یہ بحکم فرعون بنی اسرائیل پر حاکم ہو گیا تھا۔

فَبَغٰى عَلَيْهِمْ ۪ وَاٰتَيْنٰهُ مِنَ الْكُنُوْزِ مَاۤ اِنَّ مَفَاتِحَهٗ لَتَنُوْٓاُ بِالْعُصْبَةِ اُولِي الْقُوَّةِ ۗ۔

تو اس نے بغاوت کی قوم پر اور ہم نے اسے اتنے خزانے دیئے کہ جن کی کنجیاں ایک زور آور جماعت پر بھاری تھیں۔

تو بنی اسرائیل کے مومنین نے کہا جس کا ذکر آگے ہے:

اِذْ قَالَ لَهٗ قَوْمُهٗ لَا تَفْرَحْ۔ جب اس کی قوم نے اسے کہا نہ اترا۔

یعنی اپنی کثرت مال پر غرور و تکبر نہ کر اس لئے کہ

اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْفَرِحِيْنَ ﴿۷۶﴾ وَابْتَغِ فِيْمَاۤ اٰتٰىكَ اللّٰهُ الدَّارَ الْاٰخِرَةَ وَلَا تَنْسَ نَصِيْبَكَ مِنَ الدُّنْيَا وَاَحْسِنْ كَمَاۤ اَحْسَنَ اللّٰهُ اِلَيْكَ

بے شک اللہ متکبر اترانے والوں کو پسند نہیں کرتا اور ڈھونڈ اس مال سے جو اللہ نے تجھے دیا ہے آخرت کا گھر اور نہ بھول اپنا حصہ دنیا میں اور احسان کر لوگوں پر جیسے احسان کیا تجھ پر اللہ نے۔

یعنی اللہ عزوجل کی نعمتوں کا شکر کر اور اپنے مال سے اس کی راہ میں خرچ کر کے لوگوں پر احسان کر یعنی دنیا کی فراخی میں آخرت کو نہ بھول بلکہ وہاں کے لئے عمل کر تا کہ اخروی عذاب سے نجات پائے اس لئے کہ انسان پر فرض ہے کہ دنیا میں آخرت کے لئے عمل کرے اَلدُّنْيَا مَزْرَعَةُ الْاٰخِرَةِ۔ دنیا آخرت کی کھیتی ہے اور اس کھیتی میں صدقہ، صلہ رحمی اعمال خیر کے بیج ڈال کر سبزہ اجر حاصل کیا جاتا ہے۔

بعض نے یہ بھی کہا کہ انسان اپنی صحت وقوت اور جوانی اور دولت پر نہ پھولے اور آخرت کو نہ بھولے چنانچہ حدیث میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا پانچ چیزوں کو پانچ سے پہلے غنیمت سمجھو:

جوانی کو بڑھاپے سے پہلے۔

تندرستی کو بیماری سے پہلے۔

ثروت ودولت کو ناداری وافلاس سے پہلے۔

فارغ البالی کو مشغولیت وتنگی سے پہلے۔

زندگی کو موت سے پہلے۔

وَلَا تَبْغِ الْفَسَادَ فِی الْاَرْضِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا یُحِبُّ الْمُفْسِدِیْنَ ﴿۷۷﴾۔

اور نہ فساد برپا کر زمین میں بے شک اللہ فسادیوں کو محبوب نہیں رکھتا۔

یعنی معصیت وسیہ کاری کا ارتکاب اور ظلم و بغاوت کر کے فساد نہ پھیلا اس پر قارون نے جواب دیا:

قَالَ اِنَّمَاۤ اُوْتِیْتُهٗ عَلٰی عِلْمٍ عِنْدِیْ ؕ۔ بولا (قارون) یہ تو مجھے ایک علم کے ذریعہ ملا ہے جو میرے پاس ہے۔

اس سے مراد اس کی علم توریت تھا یا علم کیمیا جو اس نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے حاصل کیا تھا۔ وہ اس کے ذریعہ رانگ کو چاندی اور تانبہ کو سونا بنا لیتا تھا یا علم تجارت وزراعت یا کسی پیشہ یا فن کے ذریعہ وہ دولت مند ہوا۔ گویا اس نے وہی کہا جو دولت مند آج بھی کہا کرتے ہیں جب اس سے کہا جائے کہ میاں اللہ عزوجل نے تمہیں مال دیا ہے اس کا شکر کر کے غرباء کی خدمت کرو تو وہ کہا کرتے ہیں کہ جناب یہ مال یونہی تو نہیں آ گیا نہ معلوم میں نے کیا کیا محنتیں مشقتیں برداشت کی تھیں یہ اس لئے تو نہیں کہ ان ہڈحراموں بیکار لوگوں کو تقسیم کر دوں ان کا میں قرض دار نہیں ہوں جو انہیں دوں وغیرہ وغیرہ۔ چنانچہ حضرت سہل نے فرمایا جس نے خود بینی کی وہ فلاح سے محروم ہوا اس کا جواب اللہ تعالیٰ نے دیا۔

اَوَلَمْ یَعْلَمْ اَنَّ اللّٰهَ قَدْ اَهْلَكَ مِنْ قَبْلِهٖ مِنَ الْقُرُوْنِ مَنْ هُوَ اَشَدُّ مِنْهُ قُوَّةً وَّ اَكْثَرُ جَمْعًا ؕ وَلَا یُسْـَٔلُ عَنْ ذُنُوْبِهِمُ الْمُجْرِمُوْنَ ﴿۷۸﴾۔

اور کیا وہ نہیں جانتا کہ اللہ تعالیٰ نے اس سے پہلے وہ سنگتیں ہلاک فرما دیں جن کی قوتیں اس سے زیادہ اقوی تھیں اور جماعت کے لحاظ سے بہت زیادہ تھیں اور (کیا وہ نہیں جانتا ہے) کہ مجرموں سے ان کے گناہوں کی پوچھ نہیں۔

یعنی جو اس قارون سے قوۃ میں مال میں، جمعیت میں بہت زیادہ تھے ہم نے انہیں ہلاک کر دیا تو اس کی کیا حیثیت ہے اور کیا وہ اس غلط فہمی میں ہے کہ مجرموں سے ان کے کرتوت نہ پوچھے جائیں گے اسے اپنے مال پر غرور نہیں چاہیئے ورنہ اس کا حشر بھی وہی ہوگا جو اس سے پہلوں کا ہوا اور اس سے دریافت کرنے کی بھی ضرورت نہیں اس لئے کہ سوال استعلام کے لئے ہوتا ہے اور ایسوں پر توزجر وتوبیخ ہی ہے۔

فَخَرَجَ عَلٰی قَوْمِهٖ فِیْ زِیْنَتِهٖ ؕ قَالَ الَّذِیْنَ یُرِیْدُوْنَ الْحَیٰوةَ الدُّنْیَا یٰلَیْتَ لَنَا مِثْلَ مَاۤ اُوْتِیَ قَارُوْنُ ۙ اِنَّهٗ لَذُوْ حَظٍّ عَظِیْمٍ ﴿۷۹﴾۔

تو نکلا وہ اپنی قوم پر بن ٹھن کر (تو دنیا دار لوگ) جو دنیا کی زندگی چاہتے تھے کہنے لگے اے کاش ہمیں بھی ایسا ہی ملتا جیسا قارون کو ملا بے شک اس کا نصیب بڑا ہے۔

فِیْ زِیْنَتِهٖ۔ یہ تھی کہ یہ بہت سے سوار جلو میں لئے ہوئے زیوروں سے آراستہ ریشمی لباس پہنے نکلا تو دنیا طلب لوگ اسے حسرت کی نظر سے دیکھتے اور رشک کرتے اور کہتے یہ قسمت کا دھنی ہے کاش اللہ ہمیں بھی اس جیسا مالدار کر دیتا۔ دوسری طرف خداترس مومنین کہتے جس کا ذکر آگے ہے:

وَقَالَ الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ وَیْلَكُمْ ثَوَابُ اللّٰهِ خَیْرٌ لِّمَنْ اٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا ۚ وَلَا یُلَقّٰىهَاۤ اِلَّا الصّٰبِرُوْنَ ﴿۸۰﴾۔

اور بولے وہ جنہیں علم دیا گیا (یعنی بنی اسرائیل کے علماء) خرابی ہو تمہیں اللہ کا ثواب بہتر ہے اس کے لئے جو ایمان لائے اور نیک عمل کرے (اس دولت سے جو قارون کو ملی) اور یہ ثواب آخرت انہیں کو ملتا ہے جو صبر والے ہیں۔

اس کے بعد قارون کا جوحشر ہوا اسے اشارۃً بیان فرمایا ہے۔

فَخَسَفْنَا بِهٖ وَ بِدَارِهِ الْاَرْضَ ﻗﻒ فَمَا كَانَ لَهٗ مِنْ فِئَةٍ یَّنْصُرُوْنَهٗ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ﻗ وَ مَا كَانَ مِنَ الْمُنْتَصِرِیْنَ ﴿۸۱﴾۔

تو ہم نے دھنسا دیا اسے اور اس کے گھر کو زمین میں تو اس کے پاس کوئی جماعت نہ تھی کہ اللہ سے بچالیتی اس کی مدد کرتی اور نہ وہ بدلہ لے سکا۔

قارون اور اس کے گھر کو دھنسانے کا واقعہ علماء سیر واخبار نے یہ لکھا ہے کہ

جب حضرت موسیٰ علیہ السلام دریائے نیل عبور فرما کر معہ بنی اسرائیل تشریف لے آئے تو آپ نے آکر ریاست جس کا مذبح تھا حضرت ہارون علیہ السلام کو تفویض کر دی یہاں بنی اسرائیل اپنی قربانیاں حضرت ہارون علیہ السلام کے پاس لاتے اور مذبح میں رکھتے آسمان سے آگ اتر کر اسے کھالیتی اور قارون کو حضرت ہارون علیہ السلام کا یہ منصب بار گزرا۔

اسے رشک ہوا اس نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے عرض کیا کہ رسالت تو آپ کی ہوئی اور قربانی کی ساری مد حضرت ہارون کی اس صورت میں مجھے کیا ملا با آنکہ میں توریت کا قاری اور حافظ ہوں میں اسے کیسے گوارا کر سکتا ہوں۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ یہ منصب میرا دیا ہوا نہیں یہ سب کچھ من جانب اللہ عزوجل ہے۔ اس پر قارون بگڑ گیا اور بولا خدا کی قسم میں آپ کی تصدیق نہ کروں گا جب تک آپ مجھے اس کا ثبوت نہ دکھا دیں۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا: تمام رؤساء بنی اسرائیل اپنی لاٹھیاں لا کر ہمارے قبضہ میں رکھیں چنانچہ سب اپنی اپنی لاٹھیاں لے آئے اور شب بھر پہرہ دیتے رہے صبح دیکھا تو حضرت ہارون علیہ السلام کا عصا سرسبز تھا اس میں پتے بھی نکلے ہوئے تھے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے قارون سے فرمایا تو نے دیکھا قارون بولا یہ کچھ نہیں سوا اس کے کہ آپ نے جادو سے اسے سرسبز کر دیا۔

موسیٰ علیہ السلام قارون کے ساتھ نرمی فرماتے تھے لیکن قارون کی عداوت آپ سے دمبدم بڑھتی ہی رہی۔

قارون نے ایک محل بنوایا تھا جس کا دروازہ طلائی تھا اور دیواروں پر سونے کے تختے چسپاں کئے تھے اور بنی اسرائیل اس کے پاس صبح وشام آتے اور ہم پیالہ وہم نوالہ رہتے ہنسی مذاق کر کے اسے خوش کرتے رہتے تھے۔

جب حکم زکوٰۃ نافذ ہوا تو قارون گھبرایا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس آکر طے کیا کہ سب درہم ودینار اور مویشی کی مالیت سے ہزارواں حصہ زکوٰۃ دے گا لیکن جب گھر آکر حساب کیا تو اس کے سب مال میں سے اتنا بھی نکلنا اسے گوارا نہ ہوا۔

اور بنی اسرائیل کو جمع کر کے انہیں ورغلایا کہ تم نے موسیٰ علیہ السلام کا ہر حکم مان کر ان کی جرأت اتنی بڑھا دی ہے کہ اب وہ تمہارے مال بھی لینے پر آمادہ ہو گئے ہیں لہٰذا اب بتاؤ تمہاری کیا رائے ہے سب نے جواب دیا کہ تو ہمارا بڑا ہے جو فیصلہ کرے گا ہمیں منظور ہے۔

قارون نے سوچ کر کہا کہ فلاں فاحشہ عورت کے پاس جاؤ اور اس سے ایک معاوضہ طے کرو کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام پر تہمت لگائے۔

غرضکہ اس عورت کو اس جرأت پر آمادہ کر لیا۔ قارون نے اسے ایک ہزار اشرفی اور ایک ہزار نقد روپیہ دیا۔ اور اس کے

علاوہ بہت سے وعدے کر کے اور وقت کے لئے تیار کر لیا۔

دوسرے روز بنی اسرائیل کو جمع کر کے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو بلایا کہ مجمع حاضر ہے آپ سے نصیحت سننا چاہتا ہے۔ آپ تشریف لے آئے اور قوم کو ہدایت کرنی شروع کی چنانچہ آپ نے فرمایا جو چوری کرے گا اس کے ہاتھ کاٹ دیئے جائیں گے جو بہتان تراشی کرے گا اس کی اسی کوڑے سزا ہے جو زنا کرے گا وہ اگر بغیر بیوی کے ہے تو سو کوڑے اور اگر بیوی والا ہے تو اتنا سنگسار کیا جائے گا کہ وہ مر جائے۔

یہ سن کر قارون بولا یہ حکم سب کے لئے ہے یا آپ اس سے مستثنیٰ ہیں؟

موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا اس حکم میں کسی کا استثناء نہیں اگر میں بھی ہوں تو میرے لئے بھی یہی سزا ہے۔

قارون کہنے لگا بنی اسرائیل کا خیال ہے کہ آپ نے فلاں عورت سے بدکاری کی ہے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا سب یہیں ٹھہریں اور اس عورت کو بلائیں چنانچہ وہ عورت اس مجمع میں لائی گئی۔

آپ نے اس عورت سے مخاطبہ کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

اے عورت تجھے اس ذات بے نیاز کی قسم جس نے بنی اسرائیل کے لئے دریا پھاڑا اور اس میں راستے بنائے اور توریت نازل کی سچ کہہ دے جو واقعہ ہے۔

یہ سن کر مہابت نبوت موسیٰ علیہ السلام سے وہ عورت لرز گئی اور دل میں کہنے لگی کہ اللہ کے رسول پر بہتان لگا کر اپنی عاقبت خراب کرنا اور عذاب الٰہی اپنے سر لینا ہے اس سے بہتر ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ہاتھ پر اپنی بدچلنی سے تائب ہو جاؤں۔

یہ سوچ کر وہ عرض پیرا ہوئی کہ حضور! قارون مجھ سے جو کہلانا چاہتا ہے وہ سراسر جھوٹ ہے۔ اس نے حضور پر تہمت لگانے کے لئے مجھے مال کثیر دینے کا وعدہ کیا ہے لیکن میں ایسا کرنے کے لئے تیار نہیں۔

یہ سن کر حضرت موسیٰ علیہ السلام سربسجود ہوئے اور بارگاہ حق میں عرض کی الٰہی اگر میں تیرا رسول ہوں تو میری وجہ سے قارون پر غضب فرما۔ اللہ تعالیٰ نے وحی فرمائی کہ ہم نے زمین کو آپ کی اطاعت کا حکم دیا ہے آپ اسے جو حکم دیں گے وہ تعمیل کرے گی۔

موسیٰ علیہ السلام نے بنی اسرائیل کو فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے قارون کے لئے ویسے ہی مبعوث کیا ہے جیسا فرعون کے لئے لہٰذا جوان کی اطاعت کرے وہ اس کے ساتھ رہے اور جو میرا مطیع ہو وہ میری طرف آ جائے۔

چنانچہ سب حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرف آ گئے صرف دو آدمی اس کے ساتھ رہے۔

پھر موسیٰ علیہ السلام نے زمین کو حکم دیا: خُذِيْهِ يَا اَرْضُ خُذِيْهِ يَا اَرْضُ اے زمین اسے پکڑ لے اے زمین اسے پکڑ لے۔

مختصر یہ کہ وہ زمین میں دھنسنے لگا۔ جب گھٹنوں تک دھنس گیا تو وہ الامان الامان کہنے لگا۔ آپ نے اس کی ایک نہ سنی اور خُذِيْهِ يَا اَرْضُ فرماتے رہے حتیٰ کہ گردن تک جب دھنس گیا تو منت وسماجت کرنے لگا اور قارون آپ کو خدا کی قسمیں دینے لگا۔ رشتہ وقرابت کے واسطے دیتا رہا مگر آپ نے کچھ نہ سنا حتیٰ کہ وہ زمین میں فنا ہو گیا۔

قتادہ رحمہ اللہ کہتے ہیں وہ قیامت تک ایسے ہی دھنستا رہے گا۔

اس کے بعد آپ نے خیال فرمایا کہ بنی اسرائیل کہیں یہ نہ کہیں کہ اس کے مکان اور خزانے لینے کے لئے موسیٰ علیہ السلام نے ایسا کیا تو آپ نے اس کے مکان اور خزانے بھی دھنسنے کی دعا فرمائی وہ بھی دھنس گئے اور فتنہ قارونی دفع ہو گیا۔

چنانچہ ارشاد ہے:

وَ اَصْبَحَ الَّذِیْنَ تَمَنَّوْا مَكَانَهٗ بِالْاَمْسِ یَقُوْلُوْنَ وَیْكَاَنَّ اللّٰهَ یَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ یَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ وَ یَقْدِرُۚ لَوْ لَاۤ اَنْ مَّنَّ اللّٰهُ عَلَیْنَا لَخَسَفَ بِنَاؕ وَیْكَاَنَّهٗ لَا یُفْلِحُ الْكٰفِرُوْنَ۠ (۸۲)۔

اور صبح جن لوگوں نے اس کے مرتبہ کی آرزو کی تھی کل شام کو بولے عجیب بات ہے کہ اللہ رزق دیتا ہے اسے کشادہ فرماتا ہے جسے چاہے اپنے بندوں میں اور تنگی فرماتا ہے اگر ہم پر اللہ احسان نہ فرماتا تو ہمیں بھی دھنسا دیتا عجیب شان ہے اور کافر کبھی فلاح نہیں پاتے۔

گویا یہ حشر قارون کا دیکھ کر جو صبح اس جیسا مالدار ہونے کی آرزو رکھتے تھے شام کو نادم ہوئے اور کہنے لگے اللہ کا ہم پر احسان نہ ہوتا تو ہم بھی دھنس جاتے۔

مختصر تفسیر اردو آٹھواں رکوع ۔ سورۃ قصص ۔ پ ۲۰

اِنَّ قَارُوْنَ كَانَ مِنْ قَوْمِ مُوْسٰى ۔ بے شک قارون موسیٰ کی قوم سے تھا۔

یعنی بنی اسرائیلی تھا۔ اس پر سب کا اجماع ہے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کا رشتہ میں کیا تھا۔ اس میں اختلاف ہے۔

فَرُوِیَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا وَ ابْنِ جُرَیْجٍ وَقَتَادَةَ وَ اِبْرَاهِیْمَ اَنَّهٗ ابْنُ عَمِّ مُوْسٰی عَلَیْهِ السَّلَامُ فَمُوْسَی ابْنُ عِمْرَانَ بْنِ قَاهِثِ بْنِ لَاوِیْ بْنِ یَعْقُوْبَ عَلَیْهِ السَّلَامُ وَ هُوَ ابْنُ یَصْهَرَ بْنِ قَاهِثِ بْنِ لَاوِیْ بْنِ یَعْقُوْبَ عَلَیْهِ السَّلَامُ۔

ابن عباس، ابن جریج، قتادہ اور ابراہیم سے مروی ہے کہ موسیٰ علیہ السلام عمران کے بیٹے تھے اور وہ قاہث کا بیٹا تھا اور وہ لاوی کا اور وہ یعقوب علیہ السلام کا بیٹا تھا۔ اور قارون یصہر کا بیٹا تھا اور وہ قاہث کا اور وہ لاوی کا اور وہ یعقوب علیہ السلام کا۔

اس شجرہ سے قاہث کے عمران اور یصہر دو بیٹے ہوتے ہیں۔ تو عمران سے تو موسیٰ علیہ السلام ہیں اور یصہر سے قارون، تو قارون اور موسیٰ علیہ السلام چچا کے بیٹے بھائی ہوتے ہیں۔

اور مجمع البیان میں عطا ابن عباس سے مروی ہے کہ اِنَّهٗ ابْنُ خَالَةِ مُوْسٰی عَلَیْهِ السَّلَامُ کہ قارون موسیٰ علیہ السلام کی خالہ کا بیٹا تھا اور یہی ابو عبد اللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

وَ حُكِیَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ اِسْحَاقَ اَنَّهٗ عَمُّ مُوْسٰی عَلَیْهِ السَّلَامُ وَ هُوَ ظَاهِرٌ عَلٰی قَوْلِ مَنْ قَالَ اِنَّ مُوْسٰی عَلَیْهِ السَّلَامُ ابْنُ عِمْرَانَ بْنِ یَصْهَرَ بْنِ قَاهِثِ وَ هُوَ ابْنُ یَصْهَرَ بْنِ قَاهِثِ۔ محمد بن اسحاق سے مروی ہے کہ قارون موسیٰ علیہ السلام کا چچا تھا اور یہ اس قول سے ظاہر ہے جو کہتا ہے کہ موسیٰ علیہ السلام عمران کے بیٹے ہیں اور عمران یصہر کے اور یصہر قاہث کے بیٹے تھے اور قارون ابن یصہر ہے اور یصہر قاہث کا بیٹا ہے۔

وَ كَانَ یُسَمَّی الْمُنَوَّرُ لِحُسْنِ صُوْرَتِهٖ وَ كَانَ اَحْفَظَ بَنِیْ اِسْرَائِیْلَ لِلتَّوْرَاةِ وَ اَقْرَاُهُمْ لٰكِنَّهٗ نَافَقَ

كَمَا نَافَقَ السَّامِرِیُّ۔ اسے منور کہتے تھے کہ حسین بہت تھا اور بنی اسرائیل میں توریت کا بڑا حافظ اور قاری مانا جاتا تھا لیکن سامری کی طرح یہ بھی منافق ہو گیا۔ اس کی وجہ یہ ہوئی کہ نبوت حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ملی اور مذبح اور قربان دونوں مقام حضرت ہارون علیہ السلام کو ملے تو قارون کو اس سے حسد ہوا۔ اور کہنے لگا: اِذَا كَانَتِ النُّبُوَّةُ لِمُوْسٰى وَالْمَذْبَحُ وَالْقُرْبَانُ لِهٰرُوْنَ فَمَا لِیُ جب نبوت موسیٰ علیہ السلام کے لئے ہوگئی اور مذبح وقربان حضرت ہارون کو مل گئے تو میرے لئے کیا رہا۔

ایک روایت یوں ہے:

لَمَّا جَاوَزَ بِهِمْ مُوْسٰى عَلَيْهِ السَّلَامُ الْبَحْرَ وَصَارَتِ الرِّسَالَةُ وَالْحَبُوْرَةُ لِهٰرُوْنَ يُقَرِّبُ الْقُرْبَانَ وَ بِكَوْنِهٖ رَأْسًا فِيْهِمْ وَكَانَ الْقُرْبَانُ اِلٰى مُوْسٰى عَلَيْهِ السَّلَامُ فَجَعَلَهٗ لِاَخِيْهِ هٰرُوْنَ وَجَدَ قَارُوْنُ فِیْ نَفْسِهٖ فَحَسَدَهُمَا فَقَالَ لِمُوْسَى الْاَمْرُ لَكُمَا وَلَسْتُ عَلٰى شَیْءٍ اِلٰى مَتٰى اَصْبِرُ؟۔

قَالَ مُوْسٰى عَلَيْهِ السَّلَامُ هٰذَا صُنْعُ اللّٰهِ تَعَالٰى۔

قَالَ وَاللّٰهِ تَعَالٰى لَا اُصَدِّقُكَ حَتّٰى تَاْتِیَ بِاٰيَةٍ۔

فَاَمَرَ رُءُوْسَاءَ بَنِیْ اِسْرَآئِيْلَ اَنْ يَّجِیْءَ كُلُّ وَاحِدٍ بِعَصَاهُ فَخَرَّ لَهَا وَاَلْقٰهَا فِی الْبُقْعَةِ الَّتِیْ كَانَ الْوَحْیُ يَنْزِلُ عَلَيْهِ فِيْهَا وَكَانُوْا يَحْرُسُوْنَ عِصِيَّهُمْ بِاللَّيْلِ فَاَصْبَحُوْا وَاِذَا بِعَصَا هٰرُوْنَ تَهْتَزُّ وَلَهَا وَرَقٌ اَخْضَرُ وَكَانَتْ مِنْ شَجَرَةِ اللَّوْزِ فَقَالَ قَارُوْنُ مَا هُوَ بِاَعْجَبَ مِمَّا تَصْنَعُ مِنَ السِّحْرِ فَبَغٰى عَلَيْهِمْ فَطَلَبَ الْفَضْلَ عَلَيْهِمْ وَاَنْ يَّكُوْنُوْا تَحْتَ اَمْرِهٖ اَوْ تَكَبَّرَ عَلَيْهِمْ وَعَدَّ مِنْ تَكَبُّرِهٖ اِنَّهٗ زَادَ فِیْ ثِيَابِهٖ شِبْرًا اَوْ ظَلَمَهُمْ وَطَلَبَ مَا لَيْسَ حَقَّهٗ قِيْلَ وَ ذَالِكَ حِيْنَ مَلَّكَهٗ فِرْعَوْنُ عَلٰى بَنِیْ اِسْرَائِيْلَ – وَ قِيْلَ حَسَدَهُمْ وَطَلَبَ زَوَالَ نِعَمِهِمْ۔

جب موسیٰ علیہ السلام دریائے نیل عبور فرما چکے اور رسالت آپ کو مل گئی اور حبورۃ حضرت ہارون علیہ السلام کو مل گیا جہاں قربانیاں لائی جاتی تھیں اور آپ ان میں سردار مقرر ہو گئے اور جہاں قربانیاں موسیٰ علیہ السلام کے لئے آتی تھیں وہ آپ نے اپنے بھائی ہارون علیہ السلام کے لئے نامزد کر دیں تو قارون کو دل میں احساس ہوا اور موسیٰ و ہارون علیہما السلام سے حسد کرنے لگا۔

اور موسیٰ علیہ السلام سے کہنے لگا حکومت تو آپ دونوں نے اپنے لئے کر لی اور میں کچھ بھی نہ رہا۔ اس صورت میں میں کہاں تک صبر کروں گا؟

موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا یہ اللہ تعالیٰ کی شان ہے۔

قارون بولا خدا کی قسم میں آپ کی تصدیق کے لئے تیار نہیں جب تک آپ کوئی نشانی نہ دکھائیں۔

آپ نے رؤساء بنی اسرائیل کو حکم دیا کہ وہ ایک ایک لاٹھی لائیں اور اس قبہ میں رکھ دیں جہاں وحی آتی ہے۔ چنانچہ ایسا ہی کیا گیا اور ان لوگوں نے اپنی لاٹھیوں کی شب بھر نگرانی رکھی جب صبح ہوئی تو دیکھا کہ حضرت ہارون علیہ السلام کا عصا سرسبز تھا اور اس میں ہرے پتے نکلے ہوئے تھے وہ عصا بادام کے درخت سے تھا۔

یہ دیکھ کر قارون بولا یہ آپ کے جادو سے تعجب ناک نہیں۔
فَبَغٰی عَلَیۡہِمۡ۔تو اس نے دونوں سے بغاوت کی۔
اور ایسا مخالف ہوا کہ فَطَلَبَ الْفَضْلَ عَلَيْهِمْ وَاَنْ يَّكُوْنُوْا تَحْتَ اَمْرِهٖ کہ آپ پر اپنی فضیلت کا خواہاں ہوا اور چاہتا تھا کہ وہ اس کے حکم کے ماتحت رہیں۔
وَ قِيْلَ حَسَدَ هُمْ وَ طَلَبَ زَوَالَ نِعَمِهِمْ۔ایک قول ہے کہ حسد میں ان کے اعزاز و اکرام کے زوال کے درپے ہو گیا پھر ارشاد ہے:
وَاٰتَیۡنٰہُ مِنَ الۡکُنُوۡزِ۔اور عطا کئے ہم نے قارون کو خزانے۔
یعنی دفینے۔آلوسی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اَیِ الْاَمْوَالَ الْمُدَّخِرَةَ فَهُوَ مَجَازٌ كَالْمَدْفُوْنِ۔
اور عطار رحمہ اللہ سے روایت ہے قَدْ ظَفَرَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى بِكَنْزٍ عَظِيْمٍ مِّنْ كُنُوْزِ يُوْسُفَ عَلَيْهِ السَّلَامُ۔
قارون کو اللہ تعالیٰ نے حضرت یوسف علیہ السلام کے خزانوں میں سے ایک خزانہ پر فتحیاب کیا تھا اس کی کنجیاں اس زمانہ کے لحاظ سے اتنی تھیں کہ
مَاۤ اِنَّ مَفَاتِحَہٗ لَتَنُوۡٓاُ بِالۡعُصۡبَۃِ اُولِی الۡقُوَّۃِ۔یعنی جن صندوقوں میں وہ خزانے تھے اس کی کنجیاں اتنی تھیں کہ لَتَنُوۡٓاُ بار تھیں ایک جماعت پر کہ اٹھا سکیں مِنْ نَآءَ بِهِ الْحَمْلُ اِذَا اَثْقَلَهٗ حَتّٰى اَمَالَهٗ یعنی جو اٹھاتا تو وزن اتنا ہوتا کہ جھک جاتا۔
اور عصبہ جماعت کثیر کو کہتے ہیں جس کی تعداد معین نہیں اور اس میں اختلاف ہے کہ کتنے آدمیوں پر عصبہ کا اطلاق ہوتا ہے۔
فَقِيْلَ مِنْ عَشْرٍ اِلٰى خَمْسَةَ عَشَرَ وَ هُوَ مَرْوِيٌّ عَنِ الْمُجَاهِدِ۔دس سے پندرہ تک بقول مجاہد عصبہ کہلاتی ہے۔
وَ قِيْلَ مَا بَيْنَ الْخَمْسَةِ عَشَرَ اِلَى الْاَرْبَعِيْنَ۔بعض نے کہا پندرہ سے چالیس تک پر عصبہ بولتے ہیں۔
کلبی کی تحقیق میں تین سے دس تک پر عصبہ بولا جاتا ہے۔
وَ قِيْلَ مِنَ الْعَشْرَةِ اِلٰى اَرْبَعِيْنَ۔ایک قول ہے کہ دس سے چالیس تک پر عصبہ کا اطلاق ہوتا ہے۔
قتادہ کے نزدیک چالیس پر عصبہ کا اطلاق ہوتا ہے۔
اور بقول ابن عباس بھی یہی صحیح ہے۔
اور ایک قول ہے کہ ستر پر عصبہ بولتے ہیں جیسا کہ ابی صالح معری مولی ام ہانی کا قول ہے۔
علامہ خفاجی کے نزدیک عصبہ مطلقاً جماعت پر بولا جاتا ہے۔
اور تنو کی تعریف میں ابوزید کہتے ہیں: تَنُوْءُ مِنْ نُوْثَ بِالْحَمْلِ اِذَا الْتَفَتَّ بِهٖ تَنُوْءُ اس وزن کے اٹھانے پر بولتے ہیں جسے اٹھاتے ہوئے آدمی ادھر ادھر ہوتا جائے۔ نَاءَ يَنُوْءُ سے ہے اَنَاءَ بِهِ الْحَمْلُ اِذَا اَثْقَلَهٗ حَتّٰى اَمَا لَهٗ۔
جب وزن اٹھاتے ہوئے بوجھ سے دہرا ہو جائے تو ینوء کہتے ہیں۔
چنانچہ قارون کے خزانہ کی کنجیوں پر خیثمہ کہتے ہیں: اَنَّهَا كَانَتْ وِقْرُ سِتِّيْنَ بَغْلًا غُرًّا مُّحَجَّلًا مَّا يَزِيْدُ مِنْهَا

مِفْتَاحٌ عَلٰی اِصْبَعٍ لِکُلِّ مِفْتَاحٍ کَنْزٌ۔ ساٹھ موٹے تازے خچروں پر وہ کنجیاں لادی جاتی تھیں اور کوئی کنجی ایک انگلی سے زائد نہ تھی ہر کنجی ایک خزانہ کی علیحدہ تھی۔

ایک قول ہے کہ قارون کے خزانوں کی کنجیاں چمڑے کے تھیلوں میں تھیں تو جب وہ سب کنجیاں اٹھائی جاتیں تو ستر موٹے تازے خچروں پر لادی جاتی تھیں۔

اور بقول ابن عباس اتنی ہلکی کنجیاں تھیں کہ ہر آدمی دس ہزار کنجیاں اٹھا سکتا تھا اور قارون کے اتنے خزانے تھے۔

اور بعض نے کہا کہ مفتاح سے مراد اس کا علم تھا جس پر وہ حاوی تھا جیسے قرآن کریم میں ہے وَعِنْدَهٗ مَفَاتِحُ الْغَيْبِ۔

آگے ارشاد ہے۔

اِذْ قَالَ لَهٗ قَوْمُهٗ لَا تَفْرَحْ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْفَرِحِيْنَ ۝۷۶۔

جب کہا اس کی قوم نے اس کو نہ اِترا بے شک اللہ اترانے والوں کو پسند نہیں کرتا۔

اس لئے کہ وَالْفَرْحُ بِالدُّنْيَا لِذَاتِهَا مَذْمُوْمَةٌ لِاَنَّهٗ نَتِيْجَةُ جِهَادِ الرِّضَا بِهَا وَالذُّهُوْلِ عَنْ ذَهَابِهَا۔

اِترانا دنیا اور اس کی لذتوں پر مذموم ہے اس لئے کہ اس کی محبت کا نتیجہ اللہ کی یاد کو بھلا دینا ہے۔

وَابْتَغِ فِيْمَا اٰتٰىكَ اللّٰهُ الدَّارَ الْاٰخِرَةَ وَلَا تَنْسَ نَصِيْبَكَ مِنَ الدُّنْيَا

اور ڈھونڈ اس میں جو اللہ نے تجھے دیا آخرت کا گھر اور نہ بھلا دنیا کی عیش و فراخی سے آخرت کا حصہ۔

لَا تَنْسَ۔ اَیْ لَا تَتْرُکْ نَصِیْبَکَ مِنَ الدُّنْیَا اَیْ حَظَّکَ مِنْهَا۔

ابن ابی حاتم ابن عباس سے راوی ہیں: اَنْ تَعْمَلَ لِاٰخِرَتِکَ۔ اس مال کو آخرت کے لئے کام میں لا۔

عبد بن حمید کہتے ہیں کہ قتادہ نے فرمایا: هُوَ اَنْ تَاْخُذَ مِنَ الدُّنْيَا مَا اَحَلَّ اللّٰهُ تَعَالٰی لَکَ وہ یہ کہ دنیا سے وہ حاصل کرے جو اللہ تعالیٰ نے اسے حلال کیا۔

وَاَحْسِنْ كَمَاۤ اَحْسَنَ اللّٰهُ اِلَيْكَ وَلَا تَبْغِ الْفَسَادَ فِی الْاَرْضِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْمُفْسِدِيْنَ ۝۷۷۔

اور احسان کر بندوں پر جیسے احسان کیا اللہ نے تجھ پر اور زمین میں فساد نہ کر بے شک اللہ فسادی کو پسند نہیں فرماتا۔

یعنی اللہ نے تجھ پر احسان کیا تیرا فرض ہے کہ اس کے بندوں پر جہاں تک ہو سکے احسان کر اور ظلم و بغی سے زمین میں فساد نہ پھیلا۔ اس پر قارون نے موسوی مسلمانوں کو جواب دیا جس کا ذکر فرمایا جاتا ہے:

قَالَ اِنَّمَاۤ اُوْتِيْتُهٗ عَلٰی عِلْمٍ عِنْدِیْ ؕ

قارون بولا وہ تو جو مجھے ملا ہے وہ میرے اس مخصوص علم کے ذریعہ ملا ہے جو میرے پاس ہے۔

یعنی اس میں معاذ اللہ، اللہ کا کیا احسان ہے یہ تو میں نے اپنے علم کے ذریعہ حاصل کیا ہے۔ اب وہ علم کیا تھا اس پر مختلف اقوال ہیں۔

اول یہ کہ اِنَّ الْمُرَادَ بِهٰذَا الْعِلْمِ عِلْمُ التَّوْرَاةِ فَاِنَّهٗ كَانَ اَعْلَمَ بَنِیْ اِسْرَائِيْلَ بِهَا۔ علم سے مراد علم توریت ہے کہ وہ بنی اسرائیل میں سب سے زیادہ توریت کا عالم تھا۔

اور ابو سلیمان درانی کہتے ہیں: عِلْمُ التِّجَارَةِ وَوُجُوْهُ الْمَكَاسِبِ۔ وہ تجارت کا علم اور کسب مال کا فن جانتا تھا۔

اور ابن مسیب رحمہ اللہ کہتے ہیں: اس سے مراد علم کیمیا ہے۔

وَ كَانَ مُوْسٰى عَلَيْهِ السَّلَامُ يَعْلَمُ ذٰلِكَ فَاَفَادَ يُوْشَعَ بْنَ نُوْنٍ ثُلُثَهٗ وَ كَالِبَ بْنَ يُوْحَنَّا ثُلُثَهٗ وَ قَارُوْنَ ثُلُثَهٗ فَخَدَعَهُمَا قَارُوْنُ حَتّٰى اَضَافَ عِلْمَهُمَا اِلٰى عِلْمِهٖ فَكَانَ يَاْخُذُ الرَّصَاصَ وَالنُّحَاسَ فَيَجْعَلُهُمَا ذَهَبًا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام اس فن سے واقف تھے تو آپ نے ایک تہائی یوشع بن نون کو بتایا اور تہائی کالب بن یوحنا کو اور تہائی قارون کو۔ پھر قارون نے چالاکی سے ان کو دھوکہ دیا اور دونوں سے اس علم کو حاصل کر کے کامل کر لیا تو وہ رانگ اور تانبہ دونوں سے سونا بناتا تھا۔

ایک روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو یہ علم دیا اور موسیٰ علیہ السلام نے اپنی بہن کو بتایا اور انہوں نے قارون کو بتادیا۔

ایک قول ہے کہ دفینوں کے معلوم کرنے کا علم اسے حاصل ہوا۔

بہر حال اسے دولت کمانے کا علم حاصل تھا اور فن کیمیا کے متعلق تو مولانا روم مثنوی میں جو فیصلہ فرما گئے وہی حق ہے۔

کیمیا و ریمیا و سیمیا این نہ داند جز بذات اولیاء

چنانچہ مجمع البیان میں کلبی رحمہ اللہ سے بھی یہی مروی ہے کہ یہ فن کسی کو معلوم نہیں صرف باتیں ہی باتیں ہیں۔

اور علامہ زجاج رحمہ اللہ کہتے ہیں: **لَا يَصِحُّ لِاَنَّ عِلْمَ الْكِيْمَيَاءِ بَاطِلٌ۔** اس کا مدعی سچا نہیں اس لئے کہ یہ علم باطل ہے **لَا حَقِيْقَةَ لَهٗ** اس کی کچھ حقیقت نہیں۔

علامہ طیبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: **بِاَنَّهٗ لَعَلَّهٗ كَانَ مِنْ قَبِيْلِ الْمُعْجِزَةِ۔** ممکن ہے یہ فن از قبیل معجزہ ہو اور کیمیاء کا لفظ یونانی ہے اس کے معنی حیلہ کے ہیں۔

یا عبرانی ہے اس کی اصل **كَيْمَ يَهٗ** ہے جس کے معنی ہوتے ہیں: **اِنَّهٗ مِنَ اللّٰهِ تَعَالٰى** یعنی یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے جسے مل جائے مل جائے۔

یا فارسی لفظ ہے جس کی اصل کے میا ہے یعنی **مَتٰى يَجِيْئُ عَلٰى سَبِيْلِ الْاِسْتِبْعَادِ۔** یعنی کب آتا ہے بر سبیل استبعاد کہا جاتا ہے اس بحث کو علامہ آلوسی رحمہ اللہ نے آٹھ صفحوں میں تقریباً بیان کیا جس کا خلاصہ یہی ہے کہ یہ علم وہ ہے جس کے تجسس میں حریص بیوقوف لوگ لگے رہتے ہیں۔

اور فرماتے ہیں کہ جہاں اس خبط میں حریص مبتلا ہیں وہاں اس فن کے ائمہ اس کی مخالفت کر رہے ہیں۔ چنانچہ ہرمس، سقراط، افلاطون، اغاریمون، فیثاغورس، ہرقل، فرفوریوس، ماریہ، ذوسیموسی، اوس، ذومقراط، سفیدوس، بلیناس، مہراریس، جابر بن حیان، مجریطی، ابوبکر بن وحشیہ، محمد بن زکریا رازی وغیرہ سب نے اس خبط سے اعراض کیا اور تحقیق کے بعد بتایا: **اِنَّ الذَّهَبَ اِنَّمَا يَتِمُّ كَوْنُهٗ فِيْ مَعْدَنِهٖ بَعْدَ اَلْفٍ وَّ ثَمَانِيْنَ دَوْرَةِ الشَّمْسِ الْكُبْرٰى۔** سونا اپنی کان میں ایک ہزار اسی برس کے بعد دورۂ شمس کبریٰ ختم کر کے سونے کا رنگ لاتا ہے۔

لہٰذا مہوسین مخبوطین کو اس سے سبق عبرت حاصل کرنا چاہئے اور اس کے تجسس میں اپنا وقت اور مال ضائع نہ کرنا چاہئے اس کے بعد قارون کی شیخی کا جواب ہے:

اَوَلَمْ يَعْلَمْ اَنَّ اللّٰهَ قَدْ اَهْلَكَ مِنْ قَبْلِهٖ مِنَ الْقُرُوْنِ مَنْ هُوَ اَشَدُّ مِنْهُ قُوَّةً وَّ اَكْثَرُ جَمْعًا ؕ وَ لَا يُسْـَٔلُ عَنْ ذُنُوْبِهِمُ الْمُجْرِمُوْنَ ﴿۷۸﴾۔

کیا وہ نہیں جانتا کہ اللہ تعالیٰ نے اس سے پہلے وہ سنگتیں ہلاک کر دیں جو اس سے کہیں زیادہ طاقت والی اور مجتمع تھیں اور مجرم ان کے گناہوں سے نہیں پوچھے جائیں گے۔

اس کے دعویٰ علم پر اس میں ارشاد ہے کہ جب تو جانتا ہے تو کیا تجھے معلوم نہیں کہ منکر جماعتیں تجھ سے پہلے ایسی ایسی ہم ہلاک کر چکے ہیں جو تجھ سے قوت اور جمعیت میں زیادہ تھیں اور سزا دیتے وقت مجرم ان کے گناہوں کے متعلق پوچھے نہ جائیں گے کہ تم نے یہ جرم کیا یا نہیں اسلئے کہ اللہ تعالیٰ کو سب کا علم ہے اور سوال بغرض استعلام جو ہوتا ہے اس کی یہاں حاجت نہیں۔

یا ملائکہ ان کے اعمال نہ پوچھیں گے لِاَنَّهُمْ مُّطَّلِعُوْنَ عَلٰى صَحَائِفِهِمْ اَوْعَارِفُوْنَ اِيَّاهُمْ بِسِيْمَاهُمْ۔ آلوسی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اس لئے کہ ملائکہ کو ان کے صحائف کا علم ہوگا یا وہ ان کی پیشانیوں سے انہیں جان لیں گے اور يُعْرَفُ الْمُجْرِمُوْنَ بِسِيْمٰهُمْ فَيُؤْخَذُ بِالنَّوَاصِيْ وَ الْاَقْدَامِ پہچانے جائیں گے مجرم پیشانیوں سے تو وہ پکڑے جائیں گے پیشانیوں اور پیروں کے بل۔

یہاں سے یہ امر بھی واضح ہو جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے منبیان عمل کو سب علم ہوگا تو اللہ تعالیٰ کے نبیوں کو کتنا علم ہوگا اور جب نبیوں کو علم ہوگا تو اللہ تعالیٰ کے محبوب نبی الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کو کتنا وسیع علم ہوگا۔

اس کے بعد قارون کی ہلاکت کا قصہ بیان ہوتا ہے:

فَخَرَجَ عَلٰى قَوْمِهٖ فِيْ زِيْنَتِهٖ تو نکلا قارون اپنی قوم پر اپنی زینت کے ساتھ۔

اس پر قتادہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں خَرَجَ هُوَ وَحَشَمُهٗ عَلٰى اَرْبَعَةِ الْاٰفِ دَابَّةٍ عَلَيْهِمْ ثِيَابٌ حُمْرٌ مِّنْهَا اَلْفُ بَغْلَةٍ بَيْضَآءَ وَ عَلٰى دَوَابِّهِمْ قَطَائِفُ الْاُرْجُوَانِ۔ قارون اس شان سے نکلا کہ اس کے حشم میں چار ہزار سواریاں تھیں جن پر سرخ کپڑا پڑا ہوا تھا ان میں سے ایک ہزار سپید خچر تھے جن پر بانات ارغوانی کی جھولیں پڑی تھیں۔

وَ قَالَ السُّدِّيُّ خَرَجَ فِيْ جَوَارٍ بِيْضٍ عَلٰى سُرُوْجٍ مِّنْ ذَهَبٍ عَلٰى قُطُفِ اُرْجُوَانٍ وَ هُنَّ عَلٰى بِغَالٍ بِيْضٍ عَلَيْهِنَّ ثِيَابٌ حُمْرٌ وَ حُلِيٌّ ذَهَبٍ۔ سدی کہتے ہیں قارون جب نکلا تو گوری گوری کنیزیں اس کے گرد تھیں سونے کی زینیں ان کے اوپر ارغوانی بانات کی جھولیں جن پر وہ کنیزیں سفید خچروں پر سوار جن پر سرخ لباس اور زیور سونے کا تھا۔

وَ قِيْلَ خَرَجَ عَلٰى بَغْلَةٍ شَهْبَآءَ عَلَيْهَا الْاُرْجُوَانُ وَعَلَيْهَا سُرُجٌ مِّنْ ذَهَبٍ وَ مَعَهٗ اَرْبَعَةُ الْاٰفِ خَادِمٍ وَ عَلٰى خُيُوْلِهِمُ الدِّيْبَاجُ الْاَحْمَرُ وَ عَلٰى يَمِيْنِهٖ ثَلٰثُ مِائَةِ غُلَامٍ وَ عَلٰى يَسَارِهٖ ثَلٰثُ مِائَةِ جَارِيَةٍ بِيْضٍ عَلَيْهِنَّ الْحُلِيُّ وَالدِّيْبَاجُ۔ قارون سبز رنگ خچر پر سوار تھا اس پر ارغوانی رنگ کی چادر اس پر سونے کی زین تھی اور اس کے ساتھ چار ہزار خدام گھوڑے سوار جن پر سرخ دیبا پڑا ہوا تھا اس کے داہنی طرف تین سو غلام اور بائیں طرف تین سو کنیزیں گوری گوری سنہری زیورات سے آراستہ اور دیبا پہنے ہوئے تھیں۔

اور ابن ابی حاتم زید بن اسلم رحمہما اللہ سے راوی ہیں: اَنَّهٗ خَرَجَ فِيْ سَبْعِيْنَ اَلِفًا عَلَيْهِمُ الْمُعَصْفَرَاتُ وَ

كَانَ ذٰلِكَ الْخُرُوْجُ عَلٰى مَا قِيْلَ يَوْمَ السَّبْتِ۔ قارون ستر ہزار سواروں میں نکلا جن پر معصفر چادریں تھیں اور اس کے نکلنے کا دن ہفتہ کا تھا۔ اور تمام بنی اسرائیل جمع کر کے چلا تو دنیا طلب لوگ اسے حسرت بھری نظر سے دیکھتے تھے۔

قَالَ الَّذِيْنَ يُرِيْدُوْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا يٰلَيْتَ لَنَا مِثْلَ مَآ اُوْتِيَ قَارُوْنُ ۙ اِنَّهٗ لَذُوْ حَظٍّ عَظِيْمٍ ۝ ۔

اور وہ لوگ جو دنیا کی زندگی عیش کی چاہتے تھے بولے اے کاش ہمیں بھی قارون کی مثل دولت ملتی بے شک وہ بڑا نصیبہ ور ہے۔

اس پر ایک قول تو یہ ہے کہ مومنین کی جماعت نے یہ آرزو کی۔

اور ایک قول ہے کہ جو جبلت بشری سے عشرت اور فراخی پسند کرتے تھے وہ حسرت کرنے لگے۔

قتادہ رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ یہ تمنا مومنین نے کی اس لئے کہ فراخی مال کے ذریعہ تقرب الی اللہ انفاق فی اللہ کر کے ثواب حاصل کریں۔

بعض کہتے ہیں یہ آرزو کرنے والے کفار ومنافقین بنی اسرائیل تھے۔

اور کسی کے مال اور فراخی کی حسرت دو حال میں ہوتی ہے۔

ایک بطور غبطہ اور دوسرے بطور حسد۔

غبطہ میں جو حسرت ہوتی ہے اس میں دوسرے کے مال کے زوال کی خواہش نہیں ہوتی بلکہ اس جیسا اپنے لئے حاصل کرنے کی تمنا ہوتی ہے اور حسد ورشک کے ساتھ جو تمنا ہوتی ہے اس میں اپنا تمول اور دوسرے کی فراخی کا سلب ملحوظ ہوتا ہے۔

تو اگر یہ مومنین تھے تو ان کی تمنا بطور غبطہ تھی اور اگر کفار ومنافق تھے تو ان کی تمنا حسد ورشک میں تھی۔ بہر حال اِنَّهٗ لَذُوْ حَظٍّ عَظِيْمٍ ضرور کہا جس کے معنی بقول ضحاک یہ ہیں: اِنَّهٗ دَرَجَةٌ عَظِيْمَةٌ یا نَصِيْبٌ كَثِيْرٌ مِنَ الدُّنْيَا۔ اور عربی حظ بخت وسعد کو کہتے ہیں۔ محاورہ میں بولتے ہیں: فُلَانٌ ذُوْ حَظٍّ وَّ حَظِيْظٍ وَّ مَحْظُوْظٍ۔ اس پر اہل علم کا جواب یہ تھا:

قَالَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ وَيْلَكُمْ ثَوَابُ اللّٰهِ خَيْرٌ لِّمَنْ اٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا ۚ وَلَا يُلَقّٰىهَآ اِلَّا الصّٰبِرُوْنَ ۝ ۔

بولے وہ جنہیں دیا گیا علم (دنیا و آخرت کا مثل یوشع بن نون علیہ السلام کے) تمہیں ہلاکت ہو اللہ کا ثواب اس سے بہتر ہے جس کی تم تمنا کرتے ہو اس کے لئے جو ایمان لائے اور نیک عمل کرے (اسے ایسی آرزو اور تمنا مناسب نہیں) اور وہ ثواب نہیں ملتا مگر صبر والوں کو۔ پھر ارشاد ہے:

فَخَسَفْنَا بِهٖ وَبِدَارِهِ الْاَرْضَ ۟ ۔ تو دھنسا دیا ہم نے اسے اور اس کے گھر کو زمین میں۔

یہ اس کا انجام بتایا گیا جس کا ابن ابی شیبہ رحمہ اللہ اپنی مصنف میں اور ابن منذر اور ابن ابی حاتم اور حاکم اور ابن مردویہ رحمہم اللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے راوی ہیں: اِنَّ قَارُوْنَ كَانَ ابْنُ عَمِّ مُوْسٰى عَلَيْهِ السَّلَامُ وَ كَانَ يَتَّبِعُ الْعِلْمَ حَتّٰى جَمَعَ عِلْمًا فَلَمْ يَزَلْ فِيْ ذٰلِكَ حَتّٰى بَغٰى عَلٰى مُوْسٰى عَلَيْهِ السَّلَامُ وَحَسَدَهٗ۔ قارون چچا کا بیٹا بھائی حضرت موسیٰ علیہ السلام کا تھا اور یہ علم حاصل کرنے میں مصروف رہا حتیٰ کہ موسیٰ علیہ السلام سے بغاوت وحسد کرنے لگا۔

ادھر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اعلان فرمایا:

اِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى اَمَرَنِيْ اَنْ اٰخُذَ الزَّكٰوةَ فَاَبٰى وَقَالَ اِنَّ مُوْسٰى عَلَيْهِ السَّلَامُ يُرِيْدُ اَنْ يَّاْكُلَ اَمْوَالَكُمْ

جَآءَ کُم بِالصَّلٰوۃِ وَجَآءَ کُم بِاَشْیَآءَ فَاحْتَمَلْتُمُوْھَا اَفَتَحْتَمِلُوْہُ اَنْ تُعْطُوْہُ اَمْوَالَکُمْ قَالُوْا لَا نَحْتَمِلُ فَمَا تَرٰی۔

مجھے اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے کہ میں تم سے زکوٰۃ لوں تو قارون نے زکوٰۃ دینے سے انکار کیا اور بنی اسرائیل سے کہا موسیٰ اب یہ چاہتے ہیں کہ تمہارا مال بھی کھائیں۔

تم ان کے حکم کی تعمیل میں نماز کی طرف آ گئے اب تمہاری چیزیں بھی لینا چاہتے ہیں تو کیا تم اس بار کے متحمل ہو؟ اگر متحمل ہو تو بھگتو اور جو وہ مانگیں انہیں دو اپنے مالوں سے سب نے کہا ہم سے تو اس کا تحمل نہ ہوگا لہٰذا ابتا کیا کریں؟

قارون بولا میرا خیال ہے کہ کسی زانیہ عورت کو بلایا جائے اور اس سے کہا جائے کہ وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام پر تہمت زنا لگائے۔ چنانچہ وہ عورت لائی گئی اور اسے کہا گیا کہ اس کام کے بدلے جو تو چاہے گی وہ تجھ کو ملے گا۔

اس نے مال کے لالچ میں اقرار کر لیا۔

پھر قارون حضرت موسیٰ علیہ السلام کی خدمت میں آیا اور کہنے لگا میں بنی اسرائیل کو جمع کرتا ہوں تو آپ انہیں بتائیں جو آپ کو آپ کے رب نے حکم دیا۔ موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا اچھا۔ غرضیکہ قارون نے مجمع کیا اور کہا جو آپ کے رب نے حکم دیا وہ سنائیں۔

آپ نے فرمایا: اَمَرَنِیْ اَنْ تَعْبُدُوا اللّٰہَ تَعَالٰی وَلَا تُشْرِکُوْا بِہٖ شَیْئًا۔ مجھے حکم ملا ہے کہ تم اللہ کی پوجا کرو اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراؤ۔

وَاَنْ تَصِلُوا الرَّحِمَ اور یہ کہ تم صلہ رحمی کرو وَکَذَا وَ کَذَا۔ اور ایسا ایسا حکم ہے وغیرہ وغیرہ۔

وَ قَدْ اَمَرَنِیْ فِی الزَّانِیْ اِذَا زَنٰی وَقَدْ اُحْصِنَ اَنْ یُّرْجَمَ۔ اور مجھے زانی کے متعلق حکم ملا ہے کہ جب وہ زنا کرے اور بیوی والا ہو تو سنگسار کیا جائے۔

اس پر قارون بولا:

وَ اِنْ کُنْتَ اَنْتَ۔ حضور اگر آپ ہی ہوں؟ موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا اگرچہ میں ہی کیوں نہ ہوں۔ تو اس پر قارون بولا:

فَاِنَّکَ قَدْ زَنَیْتَ قَالَ اَنَا؟ فَاَرْسَلُوْا اِلَی الْمَرْاَۃِ فَجَاءَتْ فَقَالُوْا مَا تَشْھَدِیْنَ عَلٰی مُوْسٰی عَلَیْہِ السَّلَامُ۔ تو بے شک آپ نے زنا کیا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے حیرت سے فرمایا میں نے!!! تو قارونی جماعت کے لوگ اس عورت کو لائے اور کہنے لگے تو نے موسیٰ علیہ السلام کے متعلق کیا شہادت دی ہے۔

تو حضرت موسیٰ علیہ السلام اس عورت کی طرف متوجہ ہو کر فرمانے لگے:

اُنْشِدُکِ بِاللّٰہِ تَعَالٰی اِلَّا مَا صَدَقْتِ۔ میں تجھے اللہ کی قسم دیتا ہوں سچ سچ بیان کر۔

فَقَالَتْ اَمَّا اِذَا اَنْشَدْتَّنِیْ بِاللّٰہِ تَعَالٰی فَاِنَّھُمْ دَعَوْنِیْ وَجَعَلُوْا لِیْ جُعْلًا عَلٰی اَنْ اَقْذِفَکَ بِنَفْسِیْ وَاَنَا اَشْھَدُ اَنَّکَ بَرِیْءٌ وَاَنَّکَ رَسُوْلُ اللّٰہِ۔

عورت بولی حضور آئی تو تھی الزام ہی رکھنے لیکن جب آپ نے اللہ تعالیٰ کی قسم مجھے دی ہے تو صحیح یہ ہے کہ انہوں نے مجھے بلا کر بہت کچھ مال کا لالچ دیا تھا اس بات پر کہ میں آپ پر اتہام زنا لگاؤں اور اب میں گواہی دیتی ہوں کہ آپ اس فعل

سے بری ہیں اور بے شک آپ اللہ کے رسول ہیں۔

جب وہ عورت ان کی مرضی کے خلاف بیان دے چکی اور آپ کو بری کر کے آپ کی تصدیق رسالت کر چکی تو فَخَرَّ مُوْسٰی عَلَیْهِ السَّلَامُ یَبْکِیْ سَاجِدًا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام روتے ہوئے سجدے میں گرے۔

فَاَوْحَی اللّٰهُ تَعَالٰی اِلَیْهِ مَا یُبْکِیْکَ قَدْ سَلَّطْنَاکَ عَلَی الْاَرْضِ فَمُرْهَا تُطِعْکَ فَرَفَعَ رَاْسَهٗ۔ تو اللہ تعالیٰ نے وحی فرمائی کہ موسیٰ کیوں رو رہے ہو۔ ہم نے زمین پر تمہیں مسلط کیا تم حکم کرو وہ تمہاری اطاعت کرے گی۔ تو آپ نے سر اٹھا کر فرمایا:

خُذِیْهِمْ فَاَخَذَتْهُمْ اِلٰی اَعْقَابِهِمْ۔ پکڑ لے انہیں تو زمین نے انہیں ان کی ایڑیوں تک دھنسا دیا۔

فَجَعَلُوْا یَقُوْلُوْنَ یَا مُوْسٰی یَا مُوْسٰی فَقَالَ خُذِیْهِمْ۔ تو انہوں نے یا موسیٰ یا موسیٰ کہہ کر پکارنا شروع کیا مگر آپ برابر خُذِیْهِمْ یعنی پکڑ انہیں فرماتے رہے حتیٰ کہ کمر تک دھنسے اور وہ برابر یا موسیٰ یا موسیٰ پکارتے رہے حتیٰ کہ زمین میں غائب ہو گئے۔

بعض روایات سے ثابت ہے کہ اس زانیہ عورت کو ایک ہزار دینار دینے کئے تھے۔

اور ایک قول ہے کہ ایک طشت سونے سے بھر کر دینے کا وعدہ کیا تھا۔ آگے ارشاد ہے:

فَمَا كَانَ لَهٗ مِنْ فِئَةٍ یَّنْصُرُوْنَهٗ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ۗ وَ مَا كَانَ مِنَ الْمُنْتَصِرِیْنَ ﴿۸۱﴾۔

تو نہیں تھی کوئی جماعت کہ اس کی مدد کرے اللہ کے سوا اور نہیں تھا کوئی اسے بچانے والا۔

یعنی دفع عذاب میں اس کی مدد کرنے والا کوئی نہ تھا اور کوئی اس کے اعوان و انصار اسے بچانے والے نہ تھے۔

وَ اَصْبَحَ الَّذِیْنَ تَمَنَّوْا مَكَانَهٗ بِالْاَمْسِ یَقُوْلُوْنَ وَیْكَاَنَّ اللّٰهَ یَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ یَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ وَ یَقْدِرُ ۚ۔

اور صبح جو لوگ تمنا کر رہے تھے اس کی مثل دولت مند ہونے کی شام کو بولے عجیب شان ہے کہ اللہ جس پر چاہے رزق کشادہ کرے اپنے بندوں پر اور تنگ کرے۔

وَیْ۔ عربی میں اظہار ندامت یا تعجب پر بولتے ہیں۔

لَوْ لَاۤ اَنْ مَّنَّ اللّٰهُ عَلَیْنَا لَخَسَفَ بِنَا ؕ وَیْكَاَنَّهٗ لَا یُفْلِحُ الْكٰفِرُوْنَ ﴿۸۲﴾۔

اگر اللہ تعالیٰ ہم پر احسان نہ فرماتا تو ہم بھی دھنس جاتے عجیب شان ہے بے شک وہ کافروں کو فلاح و ظفر نہیں دیتا۔

یعنی جو اللہ تعالیٰ کی تکذیب کرے اور رسولوں کو جھٹلائے وہ فلاح نہیں پا سکتا۔

بامحاورہ ترجمہ نواں رکوع۔ سورۃ قصص۔ پ ۲۰

تِلْكَ الدَّارُ الْاٰخِرَةُ نَجْعَلُهَا لِلَّذِیْنَ لَا یُرِیْدُوْنَ عُلُوًّا فِی الْاَرْضِ وَ لَا فَسَادًا ؕ وَ الْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِیْنَ ﴿۸۳﴾

یہ آخرت کا گھر ہم ان کے لئے کرتے ہیں جو زمین میں تکبر نہیں چاہتے اور نہ فساد اور انجام پرہیزگاروں کا ہی ہے

مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهٗ خَیْرٌ مِّنْهَا ۚ وَ مَنْ جَآءَ بِالسَّیِّئَةِ فَلَا یُجْزَى الَّذِیْنَ عَمِلُوا السَّیِّاٰتِ اِلَّا مَا كَانُوْا یَعْمَلُوْنَ ﴿۸۴﴾

جو لائے نیکی اس کے لئے اس سے بہتر ہے اور جو بدی لائے تو بدی لانے والوں کو بدلہ نہیں ملے گا مگر جتنا کیا تھا

اِنَّ الَّذِیْ فَرَضَ عَلَیْكَ الْقُرْاٰنَ لَرَآدُّكَ اِلٰى مَعَادٍ ؕ قُلْ رَّبِّیْۤ اَعْلَمُ مَنْ جَآءَ بِالْهُدٰى وَ مَنْ هُوَ فِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ ﴿۸۵﴾

بے شک جس نے تم پر قرآن فرض کیا وہ تمہیں پھیر لے گا جہاں پھرنا چاہتے ہو فرمادیجئے میرا رب خوب جانتا ہے جو لائے ہدایت اور جو کھلی گمراہی میں ہے

وَ مَا كُنْتَ تَرْجُوْۤا اَنْ یُّلْقٰۤى اِلَیْكَ الْكِتٰبُ اِلَّا رَحْمَةً مِّنْ رَّبِّكَ فَلَا تَكُوْنَنَّ ظَهِیْرًا لِّلْكٰفِرِیْنَ٘ ﴿۸۶﴾

اور تم امید نہ رکھتے تھے کہ کتاب تم پر بھیجی جائے گی مگر رحمت کی تمہارے رب نے تو نہ ہونا کبھی تم کافروں کے مددگار

وَ لَا یَصُدُّنَّكَ عَنْ اٰیٰتِ اللّٰهِ بَعْدَ اِذْ اُنْزِلَتْ اِلَیْكَ وَ ادْعُ اِلٰى رَبِّكَ وَ لَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الْمُشْرِكِیْنَ ۚ ﴿۸۷﴾

اور نہ روکیں تمہیں اللہ کی آیتوں سے بعد اس کے کہ وہ اتاری گئیں تمہاری طرف اور بلاؤ اپنے رب کی طرف اور شرک والوں میں نہ ہونا

وَ لَا تَدْعُ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ ۘ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۫ كُلُّ شَیْءٍ هَالِكٌ اِلَّا وَجْهَهٗ ؕ لَهُ الْحُكْمُ وَ اِلَیْهِ تُرْجَعُوْنَ۠ ﴿۸۸﴾

اور نہ پوج اللہ کے ساتھ دوسرا معبود اس کے سوا نہیں کوئی معبود ہر شے فانی ہے مگر وہ اللہ اسی کا حکم ہے اور اسی کی طرف پھر جاؤ گے

حل لغات نواں رکوع ۔ سورۃ قصص ۔ پ ۲۰

تِلْكَ ۔ یہ ہے	الدَّارُ ۔ گھر	الْاٰخِرَةُ ۔ آخرت کا	نَجْعَلُهَا ۔ کرتے ہیں ہم یہ
لِلَّذِیْنَ ۔ ان کے لئے جو	لَا ۔ نہیں	یُرِیْدُوْنَ ۔ چاہتے	عُلُوًّا ۔ بلندی
فِی ۔ بیچ	الْاَرْضِ ۔ زمین کے	وَ ۔ اور	لَا ۔ نہ
فَسَادًا ۔ فساد	وَ ۔ اور	الْعَاقِبَةُ ۔ انجام	لِلْمُتَّقِیْنَ ۔ پرہیزگاروں
کے لئے ہے	مَنْ ۔ جو	جَآءَ ۔ لائے گا	بِالْحَسَنَةِ ۔ نیکی
فَلَهٗ ۔ تو اس کے لئے	خَیْرٌ ۔ بہتر ہے	مِّنْهَا ۔ اس سے	وَ ۔ اور
مَنْ ۔ جو	جَآءَ ۔ لائے گا	بِالسَّیِّئَةِ ۔ برائی	فَلَا ۔ تو نہ
یُجْزَى ۔ بدلہ دیا جائے گا	الَّذِیْنَ ۔ ان کو جنہوں نے	عَمِلُوا ۔ عمل کئے	السَّیِّاٰتِ ۔ برے
اِلَّا ۔ مگر	مَا ۔ وہی جو	كَانُوْا ۔ تھے وہ	یَعْمَلُوْنَ ۔ کرتے
اِنَّ ۔ بے شک	الَّذِیْ ۔ وہ جس نے	فَرَضَ ۔ فرض کیا	عَلَیْكَ ۔ تجھ پر
الْقُرْاٰنَ ۔ قرآن	لَرَآدُّ ۔ یقیناً پھیرنے والا ہے	كَ ۔ تجھ کو	اِلٰى ۔ طرف
مَعَادٍ ۔ پھرنے کی جگہ کے	قُلْ ۔ کہہ	رَبِّیْۤ ۔ میرا رب	اَعْلَمُ ۔ خوب جانتا ہے

مَنْ۔ جو	جَآءَ۔ لایا	بِالْهُدٰى۔ ہدایت	وَ۔ اور
مَنْ۔ جو کہ	هُوَ۔ وہ	فِيْ۔ بیچ	ضَلٰلٍ۔ گمراہی
مُّبِيْنٍ۔ ظاہر کے ہے	وَ۔ اور	مَا۔ نہیں	كُنْتَ۔ تھا تو
تَرْجُوْٓا۔ امید رکھتا	اَنْ۔ یہ کہ	يُّلْقٰٓى۔ ڈالی جائے گی	اِلَيْكَ۔ تیری طرف
الْكِتٰبُ۔ کتاب	اِلَّا۔ مگر	رَحْمَةً۔ رحمت ہے	مِّنْ رَّبِّكَ۔ تیرے رب کی
فَلَا۔ تو نہ	تَكُوْنَنَّ۔ ہو تو	ظَهِيْرًا۔ مددگار	لِّلْكٰفِرِيْنَ۔ کافروں کا
وَ۔ اور	لَا۔ نہ	يَصُدُّنَّكَ۔ روکیں تجھ کو	عَنْ اٰيٰتِ۔ آیات
اللّٰهِ۔ الٰہی سے	بَعْدَ۔ بعد	اِذْ۔ اس کے کہ	اُنْزِلَتْ۔ اتاری گئیں
اِلَيْكَ۔ تیری طرف	وَادْعُ۔ بلاؤ	اِلٰى۔ طرف	رَبِّكَ۔ تیرے رب کی
وَلَا۔ اور نہ	تَكُوْنَنَّ۔ ہو تو	مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ۔ مشرکوں سے	
وَ۔ اور	لَا۔ نہ	تَدْعُ۔ پکار	مَعَ۔ ساتھ
اللّٰهِ۔ اللہ کے	اِلٰهًا۔ معبود	اٰخَرَ۔ دوسرے کو	لَآ۔ نہیں
اِلٰهَ۔ کوئی معبود	اِلَّا۔ مگر	هُوَ۔ وہی	كُلُّ۔ ہر
شَيْءٍ۔ چیز	هَالِكٌ۔ ہلاک ہونے والی ہے	اِلَّا۔ مگر	وَجْهَهٗ۔ اس کی ذات
لَهُ۔ اسی کا	الْحُكْمُ۔ حکم ہے	وَ۔ اور	اِلَيْهِ۔ اسی کی طرف
تُرْجَعُوْنَ۔ تم لوٹائے جاؤ گے			

خلاصہ تفسیر نواں رکوع۔ سورۃ قصص۔ پ ۲۰

تِلْكَ الدَّارُ الْاٰخِرَةُ۔ یہ آخرت کا گھر یعنی جنت۔

نَجْعَلُهَا لِلَّذِيْنَ لَا يُرِيْدُوْنَ عُلُوًّا فِي الْاَرْضِ وَلَا فَسَادًا ؕ وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِيْنَ ﴿۸۳﴾۔

ہم ان کے لئے کرتے ہیں جو زمین میں تکبر نہیں کرتے اور نہ فساد اور عاقبت محمود پرہیزگاروں کے لئے ہے۔

مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهٗ خَيْرٌ مِّنْهَا ۚ۔ جو نیکی لائے اس کے لئے اس سے بہتر ہے یعنی دس گنا اجر ہے جیسے دوسری جگہ ارشاد ہے: مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهٗ عَشْرُ اَمْثَالِهَا۔

وَمَنْ جَآءَ بِالسَّيِّئَةِ فَلَا يُجْزَى الَّذِيْنَ عَمِلُوا السَّيِّاٰتِ اِلَّا مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۸۴﴾۔

اور جو بدی لائے تو اسے بدلہ نہ ملے گا مگر جتنا کیا تھا۔ یعنی نیکی کا بدلہ دس گنا اور بدی کا بدلہ جتنی کی تھی۔

اِنَّ الَّذِيْ فَرَضَ عَلَيْكَ الْقُرْاٰنَ۔

بے شک جس نے تم پر قرآن فرض کیا یعنی اس کی تلاوت و تبلیغ اور اس کے احکام پر عمل لازم کیا۔

لَرَآدُّكَ اِلٰى مَعَادٍ ؕ۔ وہ ضرور تمہیں پھیر کر لے جائے گا معاد تک یعنی مکہ مکرمہ میں۔

اس سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کو فتح مکہ کے دن مکہ مکرمہ میں بڑی شان اور زبردست شکوہ اور عزت و وقار اور غلبہ و

اقتدار کے ساتھ داخل کرے گا وہاں کے رہنے والے سب آپ کے زیر فرمان ہوں گے اور مشرک اور حامیان شرک ذلیل و رسوا ہوں گے۔

آیہ کریمہ کا شان نزول یہ ہے کہ:

یہ آیت کریمہ مقام جحفہ میں نازل ہوئی۔ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ کو ہجرت فرماتے ہوئے جحفہ میں پہنچے اور وہاں سے مدینہ تشریف لائے تو آپ کو مکہ یاد آیا اور آباء واجداد کی جگہ کا شوق ہوا تو روح الامین حاضر آئے اور عرض کیا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ محبوب تمہیں مکہ کا شوق ہے تو وہاں عنقریب آپ کو پہنچا دیا جائے گا۔

بعض نے معاد کی تفسیر موت اور قیامت اور جنت بھی کی ہے۔

قُلْ رَّبِّيْٓ اَعْلَمُ مَنْ جَآءَ بِالْهُدٰى وَمَنْ هُوَ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ﴿۸۵﴾۔

فرمادیجئے میرا رب خوب جانتا ہے اسے جو ہدایت لایا اور جو کھلی گمراہی میں ہے۔

یعنی میرا رب جانتا ہے کہ میں ہدایت لایا اور میرے لئے اس کا اجر و ثواب ہے اور مشرکین گمراہی میں ہیں اور عذاب کے لائق۔ یہ آیت کریمہ کفار مکہ کے جواب میں نازل ہوئی جنہوں نے سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں اِنَّكَ لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ کہہ دیا تھا۔ یعنی آپ بے شک گمراہی میں ہیں معاذ اللہ عزوجل۔

وَمَا كُنْتَ تَرْجُوْٓا اَنْ يُّلْقٰٓى اِلَيْكَ الْكِتٰبُ اِلَّا رَحْمَةً مِّنْ رَّبِّكَ فَلَا تَكُوْنَنَّ ظَهِيْرًا لِّلْكٰفِرِيْنَ ﴿۸۶﴾۔

اور تم امید نہ رکھتے تھے کہ کتاب تم پر بھیجی جائے گی۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ یہ خطاب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ہے لیکن اس سے مراد مومنین ہیں۔ مگر تمہارے رب نے رحمت کی اور کتاب اپنے حبیب پاک پر نازل فرما کر تمہیں اس کی تعلیم دی۔ تو تم ہرگز مشرک و کفار کی مدد پر نہ ہونا۔ یعنی ہم وطن یا برادری کی وجہ سے مسلمان ہو کر ان کے معین و مددگار نہ بننا۔

وَلَا يَصُدُّنَّكَ عَنْ اٰيٰتِ اللّٰهِ بَعْدَ اِذْ اُنْزِلَتْ اِلَيْكَ وَادْعُ اِلٰى رَبِّكَ وَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ﴿۸۷﴾۔

مشرکین تمہیں اللہ کی آیتوں سے نہ روکیں بعد اس کے کہ وہ تمہاری طرف اتاری گئیں۔ یعنی کفار کی گمراہ کن باتوں کی طرف التفات نہ کرنا بلکہ انہیں ٹھکرا دینا اور اللہ عزوجل کی عبادت کرو اور اسی کی طرف بلاؤ اور شرک والوں میں نہ ہو۔

وَلَا تَدْعُ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ ۘ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۟ كُلُّ شَيْءٍ هَالِكٌ اِلَّا وَجْهَهٗ ؕ لَهُ الْحُكْمُ وَاِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ﴿۸۸﴾۔

اور نہ پوج اللہ کے ساتھ دوسرے خدا کو اس لئے کہ کوئی معبود نہیں مگر وہی اللہ ہے ہر چیز فانی ہے سوا اس کی ذات کے اسی کا حکم ہے اور اسی کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔

یعنی خلق کو اللہ عزوجل کی توحید اور اس کی عبادت کی طرف بلاؤ اس کے سوا سب فنا ہوگا اور اسی کی طرف پھرنا ہے وہی ہر ایک کو نیکی و بدی کا بدلہ دے گا۔

مختصر تفسیر اردو نواں رکوع ۔ سورۃ قصص ۔ پ ۲۰

تِلْكَ الدَّارُ الْاٰخِرَةُ نَجْعَلُهَا لِلَّذِيْنَ لَا يُرِيْدُوْنَ عُلُوًّا فِي الْاَرْضِ وَلَا فَسَادًا ؕ وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِيْنَ ﴿۸۳﴾۔

یہ آخرت کا گھر (اور اس کی نعمتیں) ہم نے ان لوگوں کے لئے خاص کی ہیں جو دنیا میں کسی طرح کی شیخی نہیں چاہتے اور نہ فساد کا ارادہ رکھتے ہیں اور انجام محمود تو پرہیزگاروں کے لئے ہے۔

آیہ کریمہ میں گویا یہ فرمایا کہ دنیا کی نعمتیں تو ہر کس و ناکس کو مل جاتی ہیں مگر جنت جو آخرت کا گھر ہے اور اس کی نعمتیں ہم نے صرف ان کے لئے رکھی ہیں جو دنیا میں کسی قسم کے علو اور تکبر و نخوت اور فسادات کے خواہاں نہ ہوں اور انجام بخیر تو پرہیزگاروں کے لئے ہے۔

آلوسی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اَیْ نَعِیْمُ الدَّارِ وَالْمُرَادُ بِهَا الْجَنَّةُ (لَا یُرِیْدُوْنَ عُلُوًّا) اَیْ غَلَبَةً وَ تَسَلُّطًا وَ لَا فَسَادًا اَیْ ظُلْمًا وَّ عُدْوَانًا عَلَی الْعِبَادِ کَدَاْبِ فِرْعَوْنَ وَ قَارُوْنَ۔

عبد بن حمید، ابن ابی حاتم، عکرمہ رحمہم اللہ سے راوی ہیں: اَلْعُلُوُّ فِی الْاَرْضِ التَّکَبُّرُ وَ طَلَبُ الشَّرَفِ وَالْمَنْزِلَةِ عِنْدَ السَّلَاطِیْنِ وَالْمُلُوْکِ وَالْفَسَادُ الْعَمَلُ بِالْمَعَاصِیْ وَاَخْذُ الْمَالِ بِغَیْرِ حَقِّهٖ۔ یعنی علو کے معنی تکبر اور طلب شرف و منزلت ہیں جو سلاطین و حکمرانوں میں جائیں اور فساد عمل بالمعاصی اور بغیر حق کے پرایا مال لینا۔

کلبی رحمہ اللہ کہتے ہیں: اَلْعُلُوُّ الْاِسْتِکْبَارُ عَنِ الْاِیْمَانِ وَالْفَسَادُ الدُّعَآءُ اِلٰی عِبَادَةِ غَیْرِ اللّٰهِ۔ علو تکبر کرنا ہے ایمان باللہ پر اور فساد لوگوں کو غیر اللہ کی طرف بلانا ہے۔

چنانچہ ابن عساکر ابن مردویہ رحمہما اللہ علی کرم اللہ وجہہ کا واقعہ بیان کرتے ہیں: اِنَّهٗ کَانَ یَمْشِیْ فِی الْاَسْوَاقِ وَحْدَهٗ وَهُوَ وَالٍ یُرْشِدُ الضَّالَّ وَیُعِیْنُ الضَّعِیْفَ وَیَمُرُّ بِالْبَقَّالِ وَالْبَیَّاعِ فَیَفْتَحُ عَلَیْهِ الْقُرْاٰنَ وَیَقْرَاُ تِلْکَ الدَّارُ الْاٰخِرَةُ اِلٰی اٰخِرِهَا وَیَقُوْلُ نَزَلَتْ هٰذِهِ الْاٰیَةُ تِلْکَ الدَّارُ الْاٰخِرَةُ فِیْ اَهْلِ الْعَدْلِ وَالتَّوَاضُعِ مِنَ الْوُلَاةِ وَاَهْلِ الْقُدْرَةِ مِنْ سَائِرِ النَّاسِ۔

آپ تنہا بازاروں میں تشریف لے جاتے حالانکہ آپ والی ملک تھے اور گمراہوں کو ہدایت فرماتے اور ضعیفوں کی مدد کرتے اور بنئے بقالوں اور خرید و فروخت کرنے والوں پر گزرتے تو ان کے سامنے قرآن کریم سے تِلْکَ الدَّارُ الْاٰخِرَةُ تلاوت فرماتے اور بتاتے کہ یہ آیت اہل عدل و تواضع کے حق میں نازل ہوئی جو حکمران ہوں یا لوگوں پر اپنا اثر رکھتے ہوں۔

اور ابن ابی شیبہ، ابن جریر ابن المنذر، ابن ابی حاتم رحمہم اللہ حضرت علی کرم علی اللہ وجہہ سے راوی ہیں: اِنَّهٗ قَالَ اِنَّ الرَّجُلَ لَیُعْجِبُ اَنْ یَّکُوْنَ شِسْعُ نَعْلِهٖ اَجْوَدُ مِنْ شِسْعِ نَعْلِ صَاحِبِهٖ فَیَدْخُلُ فِیْ هٰذِهِ الْاٰیَةِ۔ اگر چاہے کہ میری جوتی اپنے ساتھی کی جوتی سے زیادہ چمک دمک والی ہو تو وہ بھی اس آیت کریمہ کے تحت آتا ہے لیکن یہ جب ہے کہ جب تفاخراً ایسا کرے۔

چنانچہ ابوداؤد میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے: اِنَّ رَجُلًا اَتَی رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَکَانَ جَمِیْلًا فَقَالَ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنِّیْ رَجُلٌ حُبِّبَ اِلَیَّ الْجَمَالُ وَاُعْطِیْتُ مَا تَرٰی حَتّٰی مَا اُحِبُّ اَنْ یَفُوْقَنِیْ اَحَدٌ اِمَّا قَالَ بِشِرَاکِ النَّعْلِ وَ اِمَّا قَالَ بِشِسْعِ نَعْلٍ اَفَمِنَ الْکِبْرِ ذٰلِکَ قَالَ لَا وَلٰکِنَّ الْکِبْرَ مَنْ بَطَرَ الْحَقَّ وَغَمَطَ النَّاسَ۔

ایک حسین و جمیل آدمی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر آیا اور عرض کی حضور میں حسن و جمال اور خوش پوشاکی کو پسند کرتا ہوں اور مجھے بھی اللہ تعالیٰ نے جمال بخشا ہے اور میں یہ نہیں چاہتا کہ مجھ پر کسی کو فوقیت حاصل ہو۔ راوی کہتے ہیں یا تو اس نے کہا تھا کہ جوتی کے تسمہ پر مجھ پر فوقیت کرے یا جوتی کی چمک دمک میں مجھ سے زیادہ ہو۔ تو کیا یہ بھی تکبر ہے؟

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نہیں لیکن تکبر یہ ہے کہ حق سے سرتابی کرے اور لوگوں کو اپنے سے کم تر جانے۔

چنانچہ مسلم، ابوداؤد ترمذی میں ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا یَدْخُلُ الْجَنَّةَ مَنْ كَانَ فِیْ قَلْبِهٖ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ مِّنْ كِبْرٍ فَقَالَ رَجُلٌ اِنَّ الرَّجُلَ یُحِبُّ اَنْ یَّكُوْنَ ثَوْبُهٗ حَسَنًا وَ نَعْلُهٗ حَسَنًا قَالَ اِنَّ اللّٰهَ جَمِیْلٌ یُحِبُّ الْجَمَالَ اَلْكِبْرُ بَطْرُ الْحَقِّ وَ غَمْطُ النَّاسِ۔

وہ جنت میں داخل نہ ہوگا جس کے دل میں ذرہ برابر تکبر ہو تو عرض کیا گیا ایک آدمی اچھا لباس پسند کرتا ہے اور اچھی جوتی پہنتا ہے فرمایا اللہ تعالیٰ جمیل ہے جمال کو پسند کرتا ہے لیکن تکبر یہ ہے کہ قبول حق سے اعراض کرے اور لوگوں میں تبختر کرے اور ذلت سے دیکھے۔

وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِیْنَ ﴿۸۳﴾ ۔اور انجام نیک پرہیزگاروں کے لئے ہے۔

اور پرہیزگاروں کا آخر ضرور اچھا ہے۔

مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهٗ خَیْرٌ مِّنْهَا ۚ وَ مَنْ جَآءَ بِالسَّیِّئَةِ فَلَا یُجْزَی الَّذِیْنَ عَمِلُوا السَّیِّاٰتِ اِلَّا مَا كَانُوْا یَعْمَلُوْنَ ﴿۸۴﴾ ۔جو آئے نیکی کے ساتھ اسے اس سے بہتر ہے اور جو آئے بدی کے ساتھ تو کچھ بدلہ نہیں ان برے فعلوں کا مگر جتنا وہ کریں۔

آلوسی رحمہ اللہ اس کی تفسیر میں فرماتے ہیں: اَیْ اِلَّا مِثْلَ مَا كَانُوْا یَعْمَلُوْنَ۔یعنی برائی کا بدلہ وہی ہوگا جیسا کہ انہوں نے کیا۔

اور تَاَبُّد كُفَّار فِی الْعَذَابِ کی وجہ یہ ہے کہ

وَ عَذَابُ الْاَبَدِ بِاَنَّ ذٰلِكَ لِاَنَّ الْكَافِرَ كَانَ عَازِمًا اَنَّهٗ لَوْ عَاشَ اِلَی الْاَبَدِ لَبَقِیَ عَلٰی ذٰلِكَ الْكُفْرِ۔دوامی عذاب بایں وجہ ضروری ہے کہ کافر جبکہ عزم کر چکا ہے کہ اگر وہ ابد تک زندہ رہے گا تو اس کفر پر قائم رہے گا۔

اِنَّ الَّذِیْ فَرَضَ عَلَیْكَ الْقُرْاٰنَ لَرَآدُّكَ اِلٰی مَعَادٍ ؕ ۔

بے شک وہ ذات جس نے تم پر قرآن لازم کیا وہ ضرور تمہیں لوٹائے گا تمہارے معاد کو۔

اِنَّ الَّذِیْ فَرَضَ کی تفسیر روح المعانی میں یہ ہے: اَیْ اَوْجَبَ عَلَیْكَ الْعَمَلَ بِهٖ یعنی واجب کیا تم پر اس کے ماتحت عمل۔

اور لَرَآدُّكَ اِلٰی مَعَادٍ ؕ پر فرماتے ہیں: اِیْ اِلٰی مَحَلٍّ عَظِیْمِ الْقَدْرِ اُعْتُدَّتْ بِهٖ وَ اُلْفَتُهٗ عَلٰی اَنَّهٗ مِنَ الْعَادَةِ لَا مِنَ الْعَوْدِ۔یعنی وہ مقام ذی عظمت جس کی طرف جانے کی آپ تیاری فرمائیں اور اس کی محبت عادت آپ کے دل میں ہے نہ کہ لوٹنا۔

اور وہ مقام مکہ معظمہ ہے جیسا کہ بخاری شریف میں ہے اور ابن ابی شیبہ اور عبد بن حمید اور نسائی اور ابن جریر اور ابن المنذر، اور ابن ابی حاتم اور ابن مردویہ اور بیہقی رحمہم اللہ دلائل میں بطریق ابن عباس رضی اللہ عنہما راوی ہیں وَجُوِّزَ اَنْ یَّكُوْنَ مِنَ الْعَوْدِ – لَرَآدُّكَ اِلٰی مَعَادٍ۔ سے یہ بھی جائز ہے کہ واپس جانا بھی مانا جائے اور اس سے مراد مکہ ہے اور عرف میں بھی مکہ کو لوٹنا مراد لیتے ہیں لِاَنَّ الْعَرَبَ كَانَتْ تَعُوْدُ اِلٰی مَكَّةَ فِیْ كُلِّ سَنَةٍ لِمَكَانِ الْبَیْتِ فِیْهَا۔اس لئے

کہ عرب ہمیشہ سالانہ بیت اللہ کی طرف لوٹا کرتے تھے۔

اور یہ وعدہ اللہ عزوجل نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے مکہ کا ہی کیا اس لئے کہ اِنَّهٗ عَلَیْهِ السَّلَامُ یُهَاجِرُ مِنْهَا وَ یَعُوْدُ اِلَیْهَا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے وہاں سے ہجرت فرمائی اور وہاں ہی لوٹ کر تشریف لائے۔

اور متعدد روایات سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ اِنَّ الْاٰیَةَ نَزَلَتْ بِالْجُحْفَةِ بَعْدَ اَنْ خَرَجَ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مِنْ مَکَّةَ مُهَاجِرًا وَاشْتَاقَ اِلَیْهَا۔ یہ آیت کریمہ جحفہ میں نازل ہوئی جبکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم مکہ سے ہجرت فرما کر تشریف لائے اور مکہ کا شوق فرمایا۔

ایک قول یہ ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے قصہ موسیٰ علیہ السلام اور ان کی قوم کا معہ قارون کے بیان فرمایا اور اس کی بغاوت و ہلاکت اور نصرت اہل حق ظاہر فرمائی تو

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قصہ ہجرت کی طرف ضمناً اشارہ فرما کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب اور مشرکین مکہ کی زیادتیاں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا وہاں سے ہجرت فرمانا بتاتے ہوئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا عزت وشرف کے ساتھ مکہ فتح کرنا اور منصور ومکرم ہو کر واپس جانا بھی بیان فرمایا اور لَرَآدُّكَ اِلٰی مَعَادٍ سے اسی طرف اشارہ ہے۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت فرمایا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے معاد کی تفسیر جنت فرمائی۔

اور اس پر بہت سی بحث کے بعد مفسرین نے بھی تسلیم کیا کہ معاد سے مراد جنت ہی ہے اور معاد کی تنوین اس کی عظمت شان کے لئے لائی گئی اس لئے کہ جنت میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے وہ عظیم نعمتیں تیار کی گئیں کہ مَا لَا عَیْنٌ رَاَتْ وَلَا اُذُنٌ سَمِعَتْ وَلَا خَطَرَ عَلٰی قَلْبِ بَشَرٍ۔

اور فریابی اور عبد بن حمید ابن منذر ابن ابی حاتم مجاہد سے نقل فرماتے ہیں: فِی الْاٰیَةِ اِنَّ لَهٗ مَعَادًا یَبْعَثُهُ اللّٰهُ تَعَالٰی یَوْمَ الْقِیٰمَةِ ثُمَّ یُدْخِلُهُ الْجَنَّةَ۔ معاد سے مراد قیامت کے دن اٹھانا اور اس کے بعد جنت میں داخل کرنا ہے۔

اور بعض نے اس سے یہ بھی مراد لیا کہ مقام محمود مراد ہے جو مقام شفاعت عظمیٰ ہے بروز قیامت اس کے بعد مشرکین اور ذات اقدس کا فرق ظاہر کرایا۔

قُلْ رَّبِّیْٓ اَعْلَمُ مَنْ جَآءَ بِالْهُدٰی وَمَنْ هُوَ فِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ ﴿۸۵﴾ ۔

فرما دیجئے میرا رب خوب جانتا ہے جو ہدایت لایا اور اسے جو کھلی گمراہی میں ہے۔

یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے منصب نبوت کو بھی وہی جانتا ہے اور مشرکین کو بھی وہی جانتا ہے جن کی طرف سے حضور علیہ السلام مبعوث ہوئے۔

معالم التنزیل میں اس کی تفسیر یوں ہے: هٰذَا جَوَابٌ لِکُفَّارِ مَکَّةَ لَمَّا قَالُوْا لِلنَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِنَّکَ فِیْ ضَلَالٍ۔ یہ کفار مکہ کو جواب ہے جبکہ انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ضلال مبین کہا۔

پھر ارشاد ہوا:

وَمَا کُنْتَ تَرْجُوْٓا اَنْ یُّلْقٰٓی اِلَیْكَ الْکِتٰبُ اِلَّا رَحْمَةً مِّنْ رَّبِّكَ۔

اور اے محبوب تمہیں امید نہ تھی کہ تم پر کتاب نازل کی جائے گی مگر اللہ کی رحمت سے تم پر قرآن نازل ہوا۔

فَلَا تَكُونَنَّ ظَهِيرًا لِّلْكَٰفِرِينَ ﴿٨٦﴾ ۔ تو ہر گز نہ ہونا کافروں کے حمایتی۔

مقاتل رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ کفار مکہ حضور ﷺ کو اپنے آباء واجداد کے دین کی طرف لانے کی ناکام کوشش کرتے تھے تو اللہ تعالیٰ نے یہاں ان نعمتوں کا اظہار فرمایا جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو عطا ہوئیں اور مشرکین کی حمایت سے منع فرمایا۔

وَلَا يَصُدُّنَّكَ عَنْ ءَايَٰتِ ٱللَّهِ بَعْدَ إِذْ أُنزِلَتْ إِلَيْكَ وَٱدْعُ إِلَىٰ رَبِّكَ وَلَا تَكُونَنَّ مِنَ ٱلْمُشْرِكِينَ ﴿٨٧﴾ ۔

اور نہ روکیں تمہیں کفار اللہ کی آیتیں بیان کرنے سے بعد اس کے کہ آپ پر نازل ہوئیں اور آپ لوگوں کو اپنے رب کی عبادت کی طرف بلائیں اور مشرکوں سے میل جول نہ کریں۔ بلکہ انہیں اللہ کا اور اپنا دشمن جانیں۔

وَلَا تَدْعُ مَعَ ٱللَّهِ إِلَٰهًا ءَاخَرَ ۘ لَآ إِلَٰهَ إِلَّا هُوَ ۚ كُلُّ شَىْءٍ هَالِكٌ إِلَّا وَجْهَهُۥ ۚ لَهُ ٱلْحُكْمُ وَإِلَيْهِ تُرْجَعُونَ ﴿٨٨﴾ ۔

اور نہ عبادت کرو اللہ کے ساتھ کسی دوسرے مفروضہ خدا کی۔ حضرت محی السنۃ رحمہ اللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے راوی ہیں کہ اَلْخِطَابُ فِي الظَّاهِرِ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالْمُرَادُ بِهٖ اَهْلُ دِيْنِهٖ۔ اس میں بظاہر خطاب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ہے اور اس سے مراد امت کے لوگوں کو نصیحت ہے۔

لَآ إِلَٰهَ إِلَّا هُوَ ۔ اس لئے کہ سوا ذات واجب تعالیٰ شانہ کوئی معبود نہیں۔

كُلُّ شَىْءٍ هَالِكٌ إِلَّا وَجْهَهُۥ ۔

ہر شے جو موجود ہے وہ فانی وہالک ہے مگر سوائے ذات عزاسمہ کے یہاں وجہہ سے مراد ذات واجب تعالیٰ شانہ ہے۔

ابن مردویہ راوی ہیں: لَمَّا نَزَلَتْ كُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ قِيْلَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ فَمَا بَالُ الْمَلٰئِكَةِ فَنَزَلَتْ كُلُّ شَيْءٍ هَالِكٌ اِلَّا وَجْهَهٗ فَبَيَّنَ فِيْ هٰذِهِ الْاٰيَةِ فَنَاءَ الْمَلٰئِكَةِ وَالثَّقَلَيْنِ مِنَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ وَسَائِرِ عَالَمِ اللّٰهِ تَعَالٰى وَ بَرِيَّتِهٖ مِنَ الطَّيْرِ وَالْوُحُوْشِ وَالسِّبَاعِ وَالْاَنْعَامِ وَ كُلِّ ذِيْ رُوْحٍ اِنَّهٗ هَالِكٌ مَّيِّتٌ۔

جب كُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ نازل ہوئی تو عرض کیا گیا حضور ملائکہ نفس میں نہیں تو کیا یہ باقی رہیں گے تو آیت کریمہ نازل ہوئی كُلُّ شَىْءٍ هَالِكٌ نفوس واشیاء سب فنا ہوں گے سوائے ذات واجب تعالیٰ کے تو اس سے ظاہر ہوا کہ فناء ملائکہ اور ثقلین جن وانس اور تمام عالم پرند اور چرند اور سباع اور انعام اور ہر ذی روح سب فنا ہوں گی۔

وَلَهُ ٱلْحُكْمُ وَإِلَيْهِ تُرْجَعُونَ ﴿٨٨﴾ ۔ اور اسی کا حکم رہے گا اور اسی کی طرف سب کو لوٹنا ہے۔

سُوْرَةُ الْعَنْكَبُوْتِ

مکیہ۔ اس میں سات رکوع، انہتر آیتیں، نوسو اسی کلمے چار ہزار ایک سو پینسٹھ حرف ہیں۔

ابن الفریس، نحاس، ابن مردویہ اور بیہقی دلائل میں ابن عباس رضی اللہ عنہما سے راوی ہیں: اِنَّهَا نَزَلَتْ بِمَكَّةَ۔

شان نزول سورۃ مبارکہ اپنے مقام پر بیان ہوگا۔

اس سورت مبارکہ کا پہلی سورت سے ربط یہ ہے کہ پہلی سورت میں إِنَّ فِرْعَوْنَ عَلَا فِى ٱلْأَرْضِ وَجَعَلَ أَهْلَهَا شِيَعًا يَسْتَضْعِفُ طَآئِفَةً مِّنْهُمْ يُذَبِّحُ أَبْنَآءَهُمْ وَيَسْتَحْىِۦ نِسَآءَهُمْ فرمایا۔

اس سورۃ مبارکہ میں مومنین کا ذکر فرماتے ہوئے فتنہ کفار اور ان کے عذاب مومنین پر بوجہ ایمان بیان کئے تا کہ پہلے

مشرکین کی فرعونیت معلوم کر کے تسلی حاصل کریں اور صبر کی طرف مائل ہوں اور اس لئے اس سورۃ مبارکہ میں وَلَقَدْ فَتَنَّا الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ فرما کر مزید تسلی دی گئی۔

بامحاورہ ترجمہ پہلا رکوع - سورۃ عنکبوت - پ ۲۰

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

الٓمّٓ ۚ﴿۱﴾

الٓمّٓ ﴿۱﴾

اَحَسِبَ النَّاسُ اَنْ يُّتْرَكُوْۤا اَنْ يَّقُوْلُوْۤا اٰمَنَّا وَهُمْ لَا يُفْتَنُوْنَ ﴿۲﴾

کیا لوگ اس گھمنڈ میں ہیں کہ اتنی بات پر چھوڑ دیئے جائیں گے کہ کہیں ہم ایمان لائے اور ان کی آزمائش نہ ہوگی

وَلَقَدْ فَتَنَّا الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَلَيَعْلَمَنَّ اللّٰهُ الَّذِيْنَ صَدَقُوْا وَلَيَعْلَمَنَّ الْكٰذِبِيْنَ ﴿۳﴾

اور بے شک ہم نے ان کے اگلوں کو جانچا تو ضرور اللہ سچوں کو دیکھے گا اور ضرور جھوٹوں کو دیکھے گا

اَمْ حَسِبَ الَّذِيْنَ يَعْمَلُوْنَ السَّيِّاٰتِ اَنْ يَّسْبِقُوْنَا ؕ سَآءَ مَا يَحْكُمُوْنَ ﴿۴﴾

یا یہ گمان کرتے ہیں وہ جو برے کام کریں کہ ہم سے کہیں نکل جائیں گے بہت برا حکم کرتے ہیں

مَنْ كَانَ يَرْجُوْا لِقَآءَ اللّٰهِ فَاِنَّ اَجَلَ اللّٰهِ لَاٰتٍ ؕ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ﴿۵﴾

جو ہو امید کرنے والا اللہ کی تو بے شک وہ وقت آنے والا ہے اور وہ سنتا جانتا ہے

وَمَنْ جَاهَدَ فَاِنَّمَا يُجَاهِدُ لِنَفْسِهٖ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَغَنِيٌّ عَنِ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۶﴾

اور جو کوشش کرے تو وہ کوشش اپنے ہی لئے کرے گا بے شک اللہ تمام عالم سے غنی ہے

وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَنُكَفِّرَنَّ عَنْهُمْ سَيِّاٰتِهِمْ وَلَنَجْزِيَنَّهُمْ اَحْسَنَ الَّذِيْ كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۷﴾

اور وہ جو ایمان لائے اور نیک عمل کئے ہم ضرور ان کی برائیاں اتار دیں گے اور ضرور انہیں اس کام پر بدلہ دیں گے جو ان کے سب کاموں میں اچھا ہے

وَوَصَّيْنَا الْاِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ حُسْنًا ؕ وَاِنْ جَاهَدٰكَ لِتُشْرِكَ بِيْ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ فَلَا تُطِعْهُمَا ؕ اِلَيَّ مَرْجِعُكُمْ فَاُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿۸﴾

اور ہم نے آدمی کو تاکید کی اپنے ماں باپ کے ساتھ بھلائی کی اور اگر وہ تجھ سے کوشش کریں کہ تو میرا شریک ٹھہرائے جس کا تجھے علم نہیں تو ان کا کہنا نہ مان میری ہی طرف پلٹ کر آنا ہے تو میں بتا دوں گا تمہیں جو تم کرتے تھے

وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَنُدْخِلَنَّهُمْ فِي الصّٰلِحِيْنَ ﴿۹﴾

اور جو ایمان لائے اور اچھے کام کئے ضرور ہم اسے نیکوں میں داخل کریں گے

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّقُوْلُ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ فَاِذَاۤ اُوْذِيَ فِي اللّٰهِ جَعَلَ فِتْنَةَ النَّاسِ كَعَذَابِ اللّٰهِ ؕ وَلَئِنْ جَآءَ نَصْرٌ مِّنْ رَّبِّكَ لَيَقُوْلُنَّ اِنَّا كُنَّا مَعَكُمْ ؕ

اور بعض لوگ کہتے ہیں ہم اللہ پر ایمان لائے تو جب اللہ کی راہ میں انہیں کوئی تکلیف دی جاتی ہے تو کرتے ہیں لوگوں کے فتنہ کو اللہ کے عذاب کے برابر اور اگر تمہارے

اَوَلَيْسَ اللّٰهُ بِاَعْلَمَ بِمَا فِيْ صُدُوْرِ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۱۰﴾	رب کے پاس سے مدد آئے تو ضرور کہیں گے ہم تو تمہارے ساتھ ہی تھے کیا اللہ نہیں ہے خوب جاننے والا جو جہاں بھر کے دلوں میں ہے
وَلَيَعْلَمَنَّ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَلَيَعْلَمَنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ ﴿۱۱﴾	اور ضرور اللہ ظاہر کر دیگا ایمان والوں کو اور ضرور ظاہر کر دے گا منافقوں کو
وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّبِعُوْا سَبِيْلَنَا وَلْنَحْمِلْ خَطٰيٰكُمْ ؕ وَمَا هُمْ بِحٰمِلِيْنَ مِنْ خَطٰيٰهُمْ مِّنْ شَيْءٍ ؕ اِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ ﴿۱۲﴾	اور بولے کافر مسلمانوں سے ہماری راہ کی پیروی کرو ہم تمہارے گناہ اٹھائیں گے اور نہیں وہ اٹھانے والے ان کی خطائیں ذرہ بھر بے شک وہ جھوٹے ہیں
وَلَيَحْمِلُنَّ اَثْقَالَهُمْ وَاَثْقَالًا مَّعَ اَثْقَالِهِمْ ۫ وَلَيُسْـَٔلُنَّ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ عَمَّا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ ﴿۱۳﴾	اور بے شک وہ اپنے بوجھ اٹھائیں گے اور اپنے بوجھوں کے ساتھ اور بوجھ بھی اور ضرور پوچھے جائیں گے قیامت کے دن جو کچھ افتراء کرتے تھے

حل لغات پہلا رکوع ـ سورۃ عنکبوت ـ پ ۲۰

الٓمّٓ ـ	اَ ـ کیا	حَسِبَ ـ خیال کیا ہے	النَّاسُ ـ لوگوں نے
اَنْ ـ یہ کہ	يُّتْرَكُوْٓا ـ چھوڑے جائیں گے		اَنْ ـ یہ کہ
يَّقُوْلُوْٓا ـ کہیں	اٰمَنَّا ـ ہم ایمان لائے	وَ ـ اور	هُمْ ـ وہ
لَا ـ نہ	يُفْتَنُوْنَ ـ آزمائے جائیں گے		وَ ـ اور
لَقَدْ ـ بے شک	فَتَنَّا ـ آزمایا ہم نے	الَّذِيْنَ ـ ان کو	مِنْ قَبْلِهِمْ ـ جو ان سے
پہلے تھے	فَلَيَعْلَمَنَّ ـ تو ضرور ظاہر کرے گا		اللّٰهُ ـ اللہ
الَّذِيْنَ ـ ان کو جو	صَدَقُوْا ـ سچے ہیں	وَ ـ اور	لَيَعْلَمَنَّ ـ ضرور ظاہر
کرے گا	الْكٰذِبِيْنَ ـ جھوٹوں کو	اَمْ ـ کیا	حَسِبَ ـ گمان کرتے ہیں
الَّذِيْنَ ـ وہ جو	يَعْمَلُوْنَ ـ کرتے ہیں	السَّيِّاٰتِ ـ برے کام	اَنْ ـ یہ کہ
يَّسْبِقُوْ ـ عاجز کر دیں گے	نَا ـ ہم کو	سَآءَ ـ برا ہے	مَا ـ جو
يَحْكُمُوْنَ ـ فیصلہ کرتے ہیں	مَنْ ـ جو	كَانَ ـ ہے	يَرْجُوْا ـ امید رکھتا
لِقَآءَ ـ ملاقات	اللّٰهِ ـ اللہ کی کا	فَاِنَّ ـ تو بے شک	اَجَلَ ـ وقت مقرر
اللّٰهِ ـ اللہ کا	لَاٰتٍ ـ آنے والا ہے	وَ ـ اور	هُوَ ـ وہ
السَّمِيْعُ ـ سنتا	الْعَلِيْمُ ـ جانتا ہے	وَ ـ اور	مَنْ ـ جو
جَاهَدَ ـ کوشش کرے	فَاِنَّمَا ـ تو اس کے سوا نہیں	يُجَاهِدُ ـ وہ کوشش کرے گا	لِنَفْسِهٖ ـ اپنی جان کے لئے
اِنَّ ـ بے شک	اللّٰهَ ـ اللہ	لَغَنِيٌّ ـ بے پرواہ ہے	عَنِ الْعٰلَمِيْنَ ـ جہان

والوں سے — وَ-اور — الَّذِیْنَ-وہ جو — اٰمَنُوْا-ایمان لائے

وَ-اور — عَمِلُوا-کام کئے — الصّٰلِحٰتِ-اچھے — لَنُكَفِّرَنَّ - تو دور کریں

گے ہم — عَنْهُمْ-ان سے — سَيِّاٰتِهِمْ-ان کی برائیاں — وَ-اور

لَنَجْزِيَنَّهُمْ-ضرور بدلہ دیں گے ہم ان کو — اَحْسَنَ-اچھا — الَّذِیْ-اس کا جو

كَانُوْا-تھے — يَعْمَلُوْنَ-عمل کرتے — وَ-اور — وَصَّيْنَا-ہم نے حکم دیا

الْاِنْسَانَ-انسان کو — بِوَالِدَيْهِ-اس کے ماں باپ کے لئے — حُسْنًا-بھلائی کا

وَ-اور — اِنْ-اگر — جَاهَدٰ-جھگڑا کریں — كَ-تجھ سے

لِتُشْرِكَ-کہ شرک کرے تو — بِیْ-میرے ساتھ — مَا-کہ — لَيْسَ-نہیں

لَكَ-تجھ کو — بِهٖ-اس کا — عِلْمٌ-کوئی علم — فَلَا-تو نہ

تُطِعْهُمَا-کہا مان ان کا — اِلَيَّ-میری طرف ہے — مَرْجِعُكُمْ-تمہارا پھرنا — فَاُنَبِّئُكُمْ-تو بتاؤں گا تم کو

بِمَا-جو — كُنْتُمْ-تھے تم — تَعْمَلُوْنَ-عمل کرتے — وَ-اور

الَّذِیْنَ-وہ جو — اٰمَنُوْا-ایمان لائے — وَ-اور — عَمِلُوا-کام کئے

الصّٰلِحٰتِ-اچھے — لَنُدْخِلَنَّهُمْ-ضرور داخل کریں گے ہم ان کو — فِیْ-بیچ

الصّٰلِحِيْنَ-نیکوں کے — وَ-اور — مِنَ النَّاسِ-لوگوں میں سے بعض

مَنْ-وہ ہے جو — يَّقُوْلُ-کہتا ہے — اٰمَنَّا-ہم ایمان لائے — بِاللّٰهِ-اللہ پر

فَاِذَآ-تو جب — اُوْذِیَ-تکلیف دیا جاتا ہے — فِی-بیچ — اللّٰهِ-اللہ کے

جَعَلَ-تو کرتا ہے — فِتْنَةَ-فتنے — النَّاسِ-لوگوں کو — كَعَذَابِ-مثل عذاب

اللّٰهِ-اللہ کے — وَ-اور — لَئِنْ-اگر — جَآءَ-آئے

نَصْرٌ-مدد — مِّنْ رَّبِّكَ-تیرے رب کی — لَيَقُوْلُنَّ-تو ضرور کہیں گے — اِنَّا-بے شک ہم

كُنَّا-تھے — مَعَكُمْ-تمہارے ساتھ — اَوَ-کیا — لَيْسَ-نہیں

اللّٰهُ-اللہ — بِاَعْلَمَ-جاننے والا — بِمَا-اس کو جو — فِیْ-بیچ

صُدُوْرِ-سینوں — الْعٰلَمِيْنَ-جہان والوں کے ہے — وَ-اور

لَيَعْلَمَنَّ-ضرور ظاہر کرے گا — اللّٰهُ-اللہ — الَّذِیْنَ-ان کو

اٰمَنُوْا-جو ایمان لائے — وَ-اور — لَيَعْلَمَنَّ-ضرور ظاہر کرے گا

الْمُنٰفِقِيْنَ-منافقوں کو — وَ-اور — قَالَ-کہا — الَّذِیْنَ-انہوں نے جو

كَفَرُوْا-کافر ہیں — لِلَّذِیْنَ-ان کو جو — اٰمَنُوْا-مومن ہیں — اتَّبِعُوْا-پیروی کرو

سَبِيْلَنَا-ہمارے راستہ کی — وَ-اور — لْنَحْمِلْ-ہم اٹھالیں گے — خَطٰيٰكُمْ-تمہارے گناہ

وَ-اور — مَا-نہیں — هُمْ-وہ — بِحٰمِلِيْنَ-اٹھانے والے

مِنْ خَطٰیٰھُمْ۔ گناہ ان کے	مِّنْ شَیْءٍ۔ کچھ بھی	اِنَّھُمْ۔ بے شک وہ
لَکٰذِبُوْنَ۔ جھوٹے ہیں	وَ۔ اور	لَیَحْمِلُنَّ۔ ضرور اٹھائیں گے وہ
اَثْقَالًا۔ بوجھ	مَّعَ۔ ساتھ	اَثْقَالِھِمْ۔ اپنے بوجھ کے / وَ۔ اور
لَیُسْئَلُنَّ۔ ضرور پوچھے جائیں گے	یَوْمَ۔ دن	الْقِیٰمَۃِ۔ قیامت کے
عَمَّا۔ اس سے جو	کَانُوْا۔ تھے وہ	یَفْتَرُوْنَ۔ جھوٹ باندھتے

خلاصہ تفسیر پہلا رکوع۔ سورۃ عنکبوت۔ پ ۲۰

الٓمّٓ۔ یہ تو سورت کے شروع پر مقطعات میں سے ہے اس کے معنی تاویلی ہم پہلے پارہ کے پہلے رکوع میں بیان کر چکے ہیں۔ دوسرے معنی تاویلی یہ بھی ہو سکتے ہیں کہ الف سے اَنَا اللّٰہُ۔ ل سے لَمْ یَزَلْ وَلَا یَزَالُ۔ م سے مَحْمُوْدٌ وَّ مُتَعَالٍ۔

اَحَسِبَ النَّاسُ اَنْ یُّتْرَکُوْٓا اَنْ یَّقُوْلُوْٓا اٰمَنَّا وَھُمْ لَا یُفْتَنُوْنَ ۝۲۔

کیا یہ لوگ اس گمان اور گھمنڈ میں ہیں کہ انہیں چھوڑ دیا جائے گا محض اس بات پر کہ وہ کہہ دیں ہم ایمان لائے اور ان کی آزمائش نہ ہوگی۔

اور شدائد و تکالیف میں اور انواع و اقسام کے مصائب میں مبتلا نہ ہوں گے اور انہیں جان و مال کے امتحان سے نہ پرکھا جائے گا تا کہ ان کی ایمانی شان واضح ہو اور مومن و منافق میں امتیاز ہو۔ منافق اس امتحان کے بعد لِمَ کَتَبْتَ عَلَیْنَا الْقِتَالَ۔ اور کیا کیا کہہ دے گا اور مومن اپنے ایمان پر قائم اور ثابت قدم رہ کر ہمارے حضور حاضر ہو کر ابدی عیش و آرام میں آئے گا۔

شانِ نزول

اس آیہ کریمہ کے متعلق چار شان نزول ہیں:

اول یہ کہ آیت ان حضرات کرام کے متعلق نازل ہوئی جو مکہ مکرمہ میں تھے اور اقرار اسلام کے بعد ہجرت کے موقعہ پر وہیں رہ گئے تھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں فرمان جاری کیا کہ تمہارا اقرار ایمانی کافی نہیں جب تک ہجرت کر کے یہاں نہ آؤ وہ حکم پڑھتے ہی روانہ ہوئے اور مدینہ کی طرف چل دیئے مشرکین نے ان کا تعاقب کیا حتیٰ کہ مقاتلہ و مقابلہ ہوا اور بعض ان میں سے شہید ہوئے بعض بچ کر دامن مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم میں آپہنچے۔ ان کی شان میں یہ آیت نازل ہوئی۔

دوسرا قول یہ ہے جسے ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ اس سے مراد سلمہ بن ہشام اور عیاش بن ابی ربیعہ اور ولید بن ولید اور عمار بن یاسر وغیرہ رضی اللہ عنہم ہیں جو مکہ مکرمہ میں ایمان لائے تھے۔

تیسرا قول یہ ہے کہ یہ آیت صرف حضرت عمار بن یاسر کے حق میں نازل ہوئی جو ایسے مستانہ توحید تھے کہ ایمان کے جرم میں مشرکین کے ہاتھوں ستائے گئے۔

چوتھا قول یہ ہے کہ یہ آیت حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے غلام حضرت مہجع بن عبداللہ کے حق میں نازل ہوئی جو بدر میں سب سے پہلے میدان میں گئے اور شہید ہوئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے حق میں فرمایا کہ مہجع سید الشہداء ہیں

اوراس امت میں سب سے پہلے وہی باب جنت کی طرف پکارے جائیں گے۔

اس کے بعد پہلے مومنین کے حالات کی طرف اشارہ فرما کرامت مرحومہ کے مومنین کوتسلی دی گئی چنانچہ ارشاد ہے:

وَلَقَدْ فَتَنَّا الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَلَيَعْلَمَنَّ اللّٰهُ الَّذِيْنَ صَدَقُوْا وَلَيَعْلَمَنَّ الْكٰذِبِيْنَ ۞۔

اور بے شک ہم نے ان سے اگلوں کو جانچا تو ضرور اللہ سچوں کو دیکھے گا اور ضرور جھوٹوں کو دیکھے گا۔

انواع واقسام کی آزمائشوں سے تم ہی نہیں جانچے گئے بلکہ تم سے پہلے بھی آزمائے گئے بعض تو وہ ہیں جو آرے سے چیرے گئے بعض کو لوہے کی کنگھیوں سے ان کے گوشت نوچے گئے مگر وہ مقام صدق ووفا میں ثابت قدم رہے اوران کے مقابل منافق مذبذب ہوئے۔ دونوں میں امتیاز عوام کو ہوگیا۔

اَمْ حَسِبَ الَّذِيْنَ يَعْمَلُوْنَ السَّيِّاٰتِ اَنْ يَّسْبِقُوْنَا ؕ سَآءَ مَا يَحْكُمُوْنَ ۞ مَنْ كَانَ يَرْجُوْا لِقَآءَ اللّٰهِ فَاِنَّ اَجَلَ اللّٰهِ لَاٰتٍ ؕ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ۞۔

کیا سمجھے ہوئے ہیں وہ جو سیہ کاری کرتے ہیں کہ ہم سے کہیں نکل جائیں گے بہت برا حاکمہ کرتے ہیں جسے اللہ سے ملنے کی امید ہو تو بے شک وہ وقت اللہ کا مقرر کردہ آنے والا ہے اور وہ سنتا جانتا ہے۔

اعمال سیئہ سے مراد شرک اور بدکاریاں ہیں۔ يَّسْبِقُوْنَا سے مراد یہ ہے کہ وہ اس گمان میں ہیں کہ ہم ان سے انتقام نہ لیں گے اور صاف بچ جائیں گے حالانکہ ایسا نہیں ہوسکتا۔

يَرْجُوْا۔ کے معنی امید اور خوف دونوں ہیں تو حاصل معنی یہ ہوئے کہ اللہ عزوجل کے حضور حاضری کا یقین کر کے خائف ہے اور اعمال حسنہ کا امیدوار ہے اس کے لئے جیسا وعدہ ہے وہ پورا ہوگا اور وہ مقرر کردہ ساعت آنے والی ہے لہٰذا اس کا خوف دل میں رکھ کر اعمال حسنہ میں سبقت کرنی چاہئے وہ سب کے عمل دیکھتا اور اقوال سنتا ہے۔

وَمَنْ جَاهَدَ فَاِنَّمَا يُجَاهِدُ لِنَفْسِهٖ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَغَنِيٌّ عَنِ الْعٰلَمِيْنَ ۞۔

اور جو اللہ کی راہ میں کوشش کرے تو وہ اپنے ہی لئے کوشش کرتا ہے بے شک اللہ سارے جہان سے بے پرواہ ہے۔

یہاں جَاهَدَ سے مراد اعداء دین سے جہاد اور نفس امارہ سے مقابلہ دونوں ہیں یعنی جو خواہشات نفسانیہ کا مقابلہ کرنے میں ساعی ہو یا اعداء دین سے جہاد کرے اور صبر وشکر کرے وہ اس کے اپنے ہی لئے ہے کہ اس کا اچھا اجر پائے گا اور اللہ عزوجل کی ذات اس کی ضرورت مند نہیں وہ تو انس وجن ملائکہ اور ان کے اعمال وعبادات سے بے نیاز ہے اس کے امر ونہی کی پابندی کرنا بندے کے لئے ہی مفید ہے اوراس کی طرف سے اوامر ونواہی کا نفاذ یہ اس کی رحمت ہے۔

وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَنُكَفِّرَنَّ عَنْهُمْ سَيِّاٰتِهِمْ وَلَنَجْزِيَنَّهُمْ اَحْسَنَ الَّذِيْ كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۞۔

اور جو ایمان لائے اور نیک عمل کرے ہم ضرور ان کی برائیاں اتار دیں گے اور ضرور انہیں اس کام پر بدلہ دیں گے جو ان کے سب کاموں میں اچھا تھا۔

یعنی اعمال صالحہ کے سبب ان کے گناہ مٹا دیں گے اور نیک عملوں میں جو سب سے بہتر ہوگا اس کے مطابق اسے اجر دیں گے۔

وَوَصَّيْنَا الْاِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ حُسْنًا ؕ وَاِنْ جَاهَدٰكَ لِتُشْرِكَ بِيْ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ فَلَا تُطِعْهُمَا ؕ اِلَيَّ

مَرْجِعُكُمْ فَاُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ۞۔

اور ہم نے آدمی کو تاکید فرمائی کہ اپنے ماں باپ کے ساتھ بھلائی کرے اور اگر وہ تجھ سے کوشش کریں کہ تو میرا شریک ٹھہرائے جس کا تجھے علم نہیں تو ان کی پیروی نہ کر میری طرف تمہارا لوٹنا ہے تو میں بتادوں گا تمہیں جو تم کرتے تھے۔

شانِ نزول میں

یہ آیت اور سورۂ لقمان میں ہے: وَ وَصَّيْنَا الْاِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ ۚ حَمَلَتْهُ اُمُّهٗ وَهْنًا عَلٰى وَهْنٍ وَّ فِصٰلُهٗ فِيْ عَامَيْنِ اَنِ اشْكُرْ لِيْ وَ لِوَالِدَيْكَ ؕ اِلَيَّ الْمَصِيْرُ ۞ وَ اِنْ جَاهَدٰكَ عَلٰۤى اَنْ تُشْرِكَ بِيْ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ ۙ فَلَا تُطِعْهُمَا وَ صَاحِبْهُمَا فِي الدُّنْيَا مَعْرُوْفًا۔

اور ہم نے آدمی کو تاکید کی ماں باپ کے بارے میں اس کی ماں نے اسے پیٹ میں رکھا کمزوری پر کمزوری جھیلتے ہوئے اور اس کا دودھ چھوٹنا دو برس میں ہے یہ کہ حق مان میرا اور اپنے ماں باپ کا آخر میری طرف ہی آنا ہے اور اگر وہ دونوں تجھ سے کوشش کریں کہ میرا شریک ٹھہرائے ایسی چیز کو جس کا تجھے علم نہیں تو ان کی پیروی نہ کر۔

اور سورۂ احقاف میں ہے: وَوَصَّيْنَا الْاِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ اِحْسٰنًا ؕ حَمَلَتْهُ اُمُّهٗ كُرْهًا وَّوَضَعَتْهُ كُرْهًا ؕ وَحَمْلُهٗ وَفِصٰلُهٗ ثَلٰثُوْنَ شَهْرًا۔ یہ آیتیں حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کے حق میں نازل ہوئیں۔ اور ابن اسحاق رحمہ اللہ کے نزدیک سعد بن مالک رضی اللہ عنہ زہری کے حق میں نازل ہوئیں ان کی والدہ حمنہ بنت ابی سفیان بن امیہ بن عبد شمس تھی۔ حضرت سعد سابقین اولین سے تھے جب آپ سلام لائے تو آپ کی والدہ نے کہا تو نے یہ نیا کام کیا خدا کی قسم اگر تو اس سے باز نہ آیا تو میں نہ کھاؤں گی نہ پیوں گی یعنی مرن برت رکھوں گی یہ مشرکین کی پرانی رسم تھی جو آج بھی جاری ہے۔

چنانچہ اس نے ایسا ہی کیا ایک دن ایک رات بھوکی پیاسی رہی اور سایہ میں نہ بیٹھی ضعف و ناتوانی آ گئی آخر آپ نے ماں سے کہا کہ اسلام کے مقابلہ میں تیرے جیسی سو جانیں بھی ہوں تو مجھے پرواہ نہیں میں دین اسلام ہرگز نہ چھوڑوں گا جب وہ مایوس ہوگئی تو پھر کھانے پینے لگی اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَنُدْخِلَنَّهُمْ فِي الصّٰلِحِيْنَ ۞۔

اور وہ جو ایمان لائے اور اچھے عمل کئے ضرور ہم انہیں نیکوں میں شامل کریں گے۔

یعنی نیک عمل کرنے والا صالحین یعنی انبیاء کرام کے ساتھ محشور ہوگا۔

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّقُوْلُ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ فَاِذَاۤ اُوْذِيَ فِي اللّٰهِ جَعَلَ فِتْنَةَ النَّاسِ كَعَذَابِ اللّٰهِ ؕ وَلَئِنْ جَآءَ نَصْرٌ مِّنْ رَّبِّكَ لَيَقُوْلُنَّ اِنَّا كُنَّا مَعَكُمْ ؕ اَوَلَيْسَ اللّٰهُ بِاَعْلَمَ بِمَا فِيْ صُدُوْرِ الْعٰلَمِيْنَ ۞۔

اور بعض آدمیوں سے وہ ہیں جو کہتے ہیں ہم ایمان لائے تو جب اللہ کی راہ میں انہیں کوئی تکلیف دی جائے تو لوگوں کے فتنے کو اللہ کے عذاب کے برابر سمجھتے ہیں اور اگر آئے کوئی مدد تمہارے رب کی طرف سے تو ضرور کہیں گے ہم تو تمہارے ہی ساتھ تھے کیا اللہ خوب نہیں جانتا جو کچھ جہان بھر کے دلوں میں ہے۔

یعنی دین کے سبب سے اگر کوئی تکلیف پہنچتی ہے جیسے کہ کفار کا ایذاء پہنچانا اور اس ایذاء کو دیکھ کر ایسے خائف ہوتے ہیں جیسے اللہ عزوجل کے عذاب سے ڈرنا چاہئے تھا یعنی ترک ایمان سے عذاب الٰہی کا خوف انہیں کرنا چاہئے تھا لیکن وہ قبول

ایمان سے ایسے ہی خائف ہیں اور کفر اختیار کر لیتے ہیں یہ حال منافقین کا تھا۔

جیسا انہوں نے کہا تھا جو سورہ قصص میں چھٹے رکوع کے اندر ہے: وَقَالُوْٓا اِنْ نَّتَّبِعِ الْهُدٰى مَعَكَ نُتَخَطَّفْ مِنْ اَرْضِنَا۔ اگر ہم آپ کی ہدایت قبول کر لیں تو زمین مکہ سے اچک لئے جائیں اور شہر بدر کر دیئے جائیں۔

اور جب مسلمانوں کو فتح اور کامیابی دیکھتے ہیں تو مال حاصل کرنے کے لالچ میں کہہ دیتے ہیں کہ ہم تو تمہارے ہی ساتھ تھے اور اللہ سب کچھ جانتا ہے جو ایمان والے اور بے ایمان کے دل میں ہے۔

وَلَيَعْلَمَنَّ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَلَيَعْلَمَنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ ﴿۱۱﴾۔

اور ضرور اللہ ظاہر کر دے گا ایمان والوں کو اور ضرور ظاہر کر دے گا منافقوں کو۔

بعض صدق اخلاص سے ایمان لائے اور بلا و مصائب میں اپنے ایمان پر ثابت قدم رہے انہیں بھی صاف ظاہر فرمادیگا اور جو منافقین ہیں وہ بھی سزا پا کر ظاہر ہوں گے۔

وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّبِعُوْا سَبِيْلَنَا وَلْنَحْمِلْ خَطٰيٰكُمْ ؕ وَمَا هُمْ بِحٰمِلِيْنَ مِنْ خَطٰيٰهُمْ مِّنْ شَيْءٍ ؕ اِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ ﴿۱۲﴾۔

اور کافر بولے ایمان والوں سے پیروی کرو ہماری راہ کی اور ہم تمہارے گناہ اٹھا لیں گے حالانکہ وہ ان کے گناہوں میں سے کچھ نہ اٹھا سکیں گے بے شک وہ جھوٹے ہیں۔

کفار مکہ نے مومنین سے کہا تھا کہ تم ہمارا اور ہمارے باپ دادا کا دین اختیار کرو تو اگر تمہیں اللہ کی طرف سے کوئی مصیبت آئی تو اس کے ہم کفیل ہیں اور تمام گناہ ہماری گردن پر تو اس کی تردید اللہ تعالیٰ نے فرمادی اور ارشاد ہوا:

وَلَيَحْمِلُنَّ اَثْقَالَهُمْ وَاَثْقَالًا مَّعَ اَثْقَالِهِمْ ۫ وَلَيُسْـَٔلُنَّ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ عَمَّا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ ﴿۱۳﴾۔

اور بے شک ضرور اپنے بوجھ اٹھائیں گے اور اپنے بوجھوں کے ساتھ اور بوجھ اور ضرور بروز قیامت پوچھے جائیں گے جو کچھ وہ بہتان پراشتے تھے۔

یعنی ان کے گناہوں کے ساتھ ان کا گناہ بھی ان کی گردن پر ہے جو ان کی وجہ سے گمراہ ہوئے چنانچہ حدیث میں ہے:

مَنْ سَنَّ سُنَّةً حَسَنَةً فَلَهٗ اَجْرُهَا وَاَجْرُ مَنْ عَمِلَ بِهَا مِنْ غَيْرِ اَنْ يُّنْقَصَ مِنْ اُجُوْرِهِمْ شَيْءٌ وَمَنْ سَنَّ سُنَّةً سَيِّئَةً فَلَهٗ وِزْرُهَا وَ وِزْرُ مَنْ عَمِلَ بِهَا مِنْ غَيْرِ اَنْ يُّنْقَصَ مِنْ اَوْزَارِ هِمْ شَيْءٌ۔ (مسلم شریف)

یعنی جس نے اسلام میں کوئی اچھا طریقہ نکالا اسے اس کا اجر ہے اور جو اس پر عمل کرے ان کا بھی اجر ہے اور جو برا طریقہ جاری کرے تو اس کا گناہ اس پر ہے اور جو اس کا مرتکب ہو ان سب کا گناہ اس پر ہے اور اللہ ان کی افترا پردازی خوب جانتا ہے۔

مختصر تفسیر اردو پہلا رکوع - سورہ عنکبوت - پ ۲۰

الٓمّٓ ﴿۱﴾ اَحَسِبَ النَّاسُ اَنْ يُّتْرَكُوْٓا اَنْ يَّقُوْلُوْٓا اٰمَنَّا وَهُمْ لَا يُفْتَنُوْنَ ﴿۲﴾۔

حروف مقطعات کے معنی تاویلی خلاصہ تفسیر میں بیان ہو چکے۔

کیا گمان کئے ہوئے ہیں لوگ اس پر کہ وہ چھوڑ دیئے جائیں گے اس پر کہ کہہ دیں ہم ایمان لائے اور وہ امتحان نہ لئے

جائیں گے۔

اَحَسِبَ میں استفہام انکاری ہے۔یعنی یہ گمان اور گھمنڈ غلط ہے کہ ایمان زبانی بلا امتحان ان کی رہائی کو کافی ہوگا۔

اس کے شان نزول پر آلوسی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: وَالْاٰیَةُ عَلٰی مَا اَخرَ جَ عَبدُ بنُ حُمَیدٍ وَابنُ جَرِیرٍ وَابنُ الْمُنْذِرِ وَ ابنُ اَبِیْ حَاتِمٍ عَنِ الشَّعْبِیْ نَزَلَتْ فِیْ اُنَاسٍ کَانُوْا بِمَکَّةَ قَدْ اَقَرُّوْا بِالْاِسْلَامِ فَکَتَبَ اِلَیْھِمْ اَصْحَابُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مِنَ الْمَدِیْنَةِ لَمَّا نَزَلَتْ اٰیَةُ الْھِجْرَةِ اَنَّهٗ لَا یُقْبَلُ مِنْکُمْ اِقْرَارٌ وَّ لَا اِسْلَامٌ حَتّٰی تُھَاجِرُوْا فَخَرَجُوْا عَامِدِیْنَ اِلَی الْمَدِیْنَةِ فَاتَّبَعَھُمُ الْمُشْرِکُوْنَ فَرَدُّوْھُمْ فَنَزَلَتْ فِیْھِمْ ھٰذِہِ الْاٰیَةُ فَکَتَبُوْا اِلَیْھِمْ اُنْزِلَتْ فِیْکُمْ اٰیَةٌ کَذَا وَ کَذَا فَقَالُوْا نَخْرُجُ فَاِنْ تَبِعَنَا اَحَدٌ قَاتَلْنَاهُ فَخَرَجُوْا فَاتَّبَعَھُمُ الْمُشْرِکُوْنَ فَقَاتَلُوْھُمْ فَمِنْھُمْ مَّنْ قُتِلَ وَ مِنْھُمْ مَّنْ نَّجَا فَاَنْزَلَ اللّٰهُ تَعَالٰی فِیْھِمْ۔

یہ آیت کریمہ ان لوگوں کے حق میں نازل ہوئی جو مکہ میں ہی اسلام لا کر رہ گئے تھے۔

تو انہیں مدینہ سے اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لکھا جبکہ آیات ہجرت نازل ہوئیں کہ تمہارا اقرار اسلام اس وقت تک قبول نہیں جب تک تم ہجرت نہ کرو حتیٰ کہ انہوں نے ہجرت کی اور مدینہ منورہ کی نیت سے نکلے تو مشرکین نے ان کا تعاقب کیا تو وہ واپس مکہ میں آگئے۔

پھر ان کے معاملہ میں یہ آیت نازل ہوئی تو انہیں لکھا کہ تمہارے حق میں یہ یہ حکم آیا ہے تو وہ بولے اب ہم مکہ سے نکلتے ہیں اگر ہمارا تعاقب مشرکین نے کیا تو اب ہم مقاتلہ کریں گے غرضکہ وہ نکلے تو مشرکین نے ان کا تعاقب کیا تو انہوں نے مقاتلہ کیا تو بعض ان میں سے شہید ہوگئے اور بعض بچ کر نکل آئے تو یہ آیت کریمہ نازل ہوئی اور یہ آیت بھی آئی۔

ثُمَّ اِنَّ رَبَّكَ لِلَّذِیْنَ هَاجَرُوْا مِنْۢ بَعْدِ مَا فُتِنُوْا ثُمَّ جٰهَدُوْا وَ صَبَرُوْۤا ۙ اِنَّ رَبَّكَ مِنْۢ بَعْدِهَا لَغَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ۔

اور ابن منذر ابن جریج رحمہما اللہ سے راوی ہیں: قَالَ سَمِعْتُ ابْنَ عُمَرَ وَغَیْرَہٗ یَقُوْلُوْنَ کَانَ اَبُوْجَھْلٍ یُعَذِّبُ عَمَّارَ بْنَ یَاسِرٍ وَاُمَّهٗ وَیَجْعَلُ عَلٰی عَمَّارٍ مِّنْ حَدِیْدٍ فِی الْیَوْمِ الصَّائِفِ وَطَعَنَ فِیْ فَرْجِ اُمِّهٖ بِرُمْحٍ فَفِیْ ذٰلِکَ نَزَلَتْ اَحَسِبَ النَّاسُ اَنْ یُّتْرَکُوْا۔

ابوجہل حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہما کو اتنی سزائیں دیتا تھا کہ سخت گرمی میں لوہے کی زرہ گرم کر کے پہناتا اور آپ کی والدہ کے اندام نہانی میں برچھا مارا اس پر یہ آیت کریمہ اَحَسِبَ النَّاسُ اَنْ یُّتْرَکُوْۤا نازل ہوئی۔

ایک قول ہے کہ مہجع غلام آزاد شدہ فاروق اعظم رضی اللہ عنہما بدر میں شہید ہوئے تو ان کے والدین نے جزع فزع کیا اور ان کی بیوی بھی سخت غمگین ہوئیں تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سَیِّدُ الشُّھَدَآءِ مِھْجَعٌ وَ ھُوَ اَوَّلُ مَنْ یُّدْعٰی اِلٰی بَابِ الْجَنَّةِ۔وہ سید الشہداء ہیں اور وہ اول ان کے ہیں جنہیں جنت کے دروازے پر پکارا جائے گا۔

اور ایک قول ہے کہ یہ آیت حضرت عیاش رضی اللہ عنہ کی شان میں نازل ہوئی یہ ابوجہل کے بھائی تھے انہیں ابوجہل نے تقریر بھی کی اور تکلیفیں بھی پہنچائیں تا کہ یہ مرتد ہوجائیں لیکن یہ ثابت قدم رہے۔

وَلَقَدْ فَتَنَّا الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَلَیَعْلَمَنَّ اللّٰهُ الَّذِیْنَ صَدَقُوْا وَ لَیَعْلَمَنَّ الْكٰذِبِیْنَ ۝۳ ۔

اور بے شک جانچا ہم نے انہیں جوان سے پہلے تھے تو ضرور اللہ ظاہر فرمائے گا انہیں جو سچے ہیں اور ضرور ظاہر فرمائے گا انہیں جو جھوٹے ہیں۔

اس کے حاصل معنی آلوسی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اَیْ فَلَیُظْهِرَنَّ اللّٰهُ تَعَالٰی الصَّادِقِیْنَ مِنَ الْكَاذِبِیْنَ حَتّٰی یُوْجَدَ لِاَنَّ اللّٰهَ تَعَالٰی عَالِمٌ بِهِنَّ۔ یعنی ضرور اللہ ظاہر فرمادے گا سچوں کو جھوٹوں سے یہاں تک کہ سب کو معلوم ہو جائے کہ سب اللہ تعالیٰ کے علم میں ہے۔

دوسری توجیہ فرماتے ہیں: اَیْ فَلَیَعْلَمَنَّ اللّٰهُ النَّاسَ الَّذِیْنَ صَدَقُوْا وَلَیَعْلَمَنَّهُمُ الْكَاذِبِیْنَ اَیْ یُشْهِدُهُمْ هٰٓؤُلَآءِ فِی الْخَیْرِ وَ هٰٓؤُلَآءِ فِی الشَّرِّ۔ یعنی اللہ تعالیٰ ظاہر فرمادے گا انہیں بھی جو سچے ہیں اور انہیں بھی جو جھوٹے ہیں یعنی خیر وشر کی شہادت دونوں پر گزر جائے گی۔

اَمْ حَسِبَ الَّذِیْنَ یَعْمَلُوْنَ السَّیِّاٰتِ اَنْ یَّسْبِقُوْنَا۔

کیا انہیں یہ گمان ہے جو برے عمل کر رہے ہیں کہ ہم سے بچ کر نکل جائیں گے۔

اَیْ یُعْجِزُوْنَا فَلَا نَقْدِرُ عَلٰی مُجَازَاتِهِمْ عَلٰی اَعْمَالِهِمْ وَالْاِنْتِقَامِ مِنْهُمْ وَاَصْلُ السَّبْقِ الْفَوْتُ۔ یعنی کیا وہ ہمیں عاجز کر دیں گے کہ ہم انہیں سزا دینے پر قدرت ہی نہ رکھیں۔ یَّسْبِقُوْنَا۔ سبق سے ہے اور سبق بمعنی فوت ہے۔

اور آیت کریمہ کا شان نزول یہ ہے: هٰذِهِ الْاٰیَةُ نَزَلَتْ فِیْ شَاْنِ الْكَفَرَةِ۔ یہ آیت کافروں کی شان میں نازل ہوئی۔ فَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا اَنَّهٗ قَالَ سُبْحٰنَهٗ یُرِیْدُ بِالَّذِیْنَ یَعْمَلُوْنَ السَّیِّئَاتِ الْوَلِیْدَ بْنَ الْمُغِیْرَةِ وَاَبَا جَهْلٍ وَالْاَسْوَدَ وَالْعَاصَ بْنَ هِشَامٍ وَ شَیْبَةَ وَ عُتْبَةَ وَالْوَلِیْدَ بْنَ عُتْبَةَ وَ عُقْبَةَ بْنَ اَبِیْ مُعَیْطٍ وَ حَنْظَلَةَ بْنَ وَائِلٍ وَاَنْظَارَهُمْ مِّنْ صَنَادِیْدِ قُرَیْشٍ۔

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ ان لوگوں پر توبیخ فرمارہا ہے جو سیہ کار ہیں جیسے ولید بن مغیرہ، ابوجہل، اسود، عاص بن ہشام، شیبہ، عتبہ، ولید بن عتبہ، عقبہ بن ابی معیط، حنظلہ بن وائل اور مثل ان کی صنادید قریش سے۔

سَآءَ مَا یَحْكُمُوْنَ ۝ ۔ برا ہے ان کا فیصلہ اَیْ سَیِّئٌ نِالَّذِیْ یَحْكُمُوْنَهٗ حُكْمُهُمْ ذٰلِكَ۔ یعنی برا ہے وہ فیصلہ جو انہوں نے کیا۔

مَنْ كَانَ یَرْجُوْا لِقَآءَ اللّٰهِ فَاِنَّ اَجَلَ اللّٰهِ لَاٰتٍ ؕ وَهُوَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ ۝۔

جو امید رکھے اللہ سے ملنے کی تو بے شک وہ وقت ضرور آنے والا ہے اور وہ سنتا جانتا ہے۔

یہاں لفظ یَرْجُوْ۔ اِرْجَاء سے ہے اس کے معنی خوف کے بھی آتے ہیں اور امید کے بھی۔ چنانچہ ابن ابی حاتم سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ سے راوی ہیں: اَنَّهٗ قَالَ اَیْ مَنْ كَانَ یَخْشَی الْبَعْثَ فِی الْاٰخِرَةِ فَالرَّجَاءُ بِمَعْنَی الْخَوْفِ۔ کہ فرمایا جو خوف کرے مر کر اٹھنے کا آخرت میں تو رجا بمعنی خوف ہے۔

اور اگر کلام بہ تقدیر مضاف لیا جائے تو بھی جائز ہے تو معنی یہ ہوں گے: مَنْ كَانَ یَتَوَقَّعُ جَزَآءَ اللّٰهِ تَعَالٰی ثَوَابًا اَوْ عِقَابًا اَوْ مُلَاقَاةَ حُكْمِهٖ عَزَّوَجَلَّ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ۔ جو امید رکھے اللہ کی جزا کی ثواب وعذاب میں یا اس ملاقات کی

جس کا حکم بروز قیامت منجاب اللہ عزوجل ہے۔

تو وہ وقت یقیناً آنے والا ہے اور وہ لامحالہ آئے گا۔

اور اللہ تعالیٰ سمیع وعلیم ہے بندوں کی ہر بات سنتا اور ان کا ہر خطرہ جانتا ہے اس کے اعمال ظاہر اور عقائد باطن اس سے مخفی نہیں۔

وَمَنْ جَاهَدَ فَإِنَّمَا يُجَاهِدُ لِنَفْسِهِ ۚ إِنَّ اللَّهَ لَغَنِيٌّ عَنِ الْعَالَمِينَ ۝ ۔

اور جو جہاد و کوشش کرے اطاعت میں تو وہ اپنے ہی لئے کوشش کرے گا بے شک اللہ بے نیاز ہے تمام عالم سے۔

اسے کسی کی طاعت وعبادت کی حاجت نہیں اور جہاد بالعدو اور جہاد بالنفس دو طرح کا ہوتا ہے اگر اعلاء کلمۃ الحق کے لئے دفع شر کفار پر ہو تو جہاد ہے اور اگر خواہشات نفسانیہ اور اساءت کی مخالفت میں ہو تو بھی جہاد ہے دونوں انسان اپنے ہی بھلے کے لئے کرتا ہے اللہ تعالیٰ کو نہ اس جہاد وطاعت کی حاجت ہے نہ اسے اس سے فائدہ۔

وَالَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ لَنُكَفِّرَنَّ عَنْهُمْ سَيِّئَاتِهِمْ وَلَنَجْزِيَنَّهُمْ أَحْسَنَ الَّذِي كَانُوا يَعْمَلُونَ ۝ ۔

اور وہ جو ایمان لائے اور نیک عمل کئے ضرور ہم ان سے ان کے گناہ اتار دیں گے اور ضرور بدلہ دیں گے ان کے بہترین عملوں کا۔

ایمان کفر کے مقابلہ میں اور عمل صالح معاصی کے مقابلہ میں اگر ہوں تو وہ ان کے گناہوں کا کفارہ ہوگا اور نیک اعمال کا بہترین بدلہ ملے گا۔ اور بہترین بدلہ یہ کہ مَنْ جَاءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهُ عَشْرُ أَمْثَالِهَا جو نیکی لائے تو ایک کے بدلے دس گنا زیادہ ہے۔

وَوَصَّيْنَا الْإِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ حُسْنًا ۖ وَإِنْ جَاهَدَاكَ لِتُشْرِكَ بِي مَا لَيْسَ لَكَ بِهِ عِلْمٌ فَلَا تُطِعْهُمَا ۚ إِلَيَّ مَرْجِعُكُمْ فَأُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ ۝ ۔

اور حکم دیا ہم نے آدمی کو والدین کے ساتھ حسن سلوک کا اور اگر وہ سعی کریں تیرے ساتھ کہ شریک ٹھہرائے میرا جس کا تجھے علم نہیں تو پیروی نہ کر ان کی میری طرف تمہارا پلٹ کر آنا ہے تو ہم بتا دیں گے جو کچھ وہ کرتے تھے۔

علامہ زمخشری رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اَیْ وَصَّیْنَا بِاِیْتَاءِ وَالِدَیْهِ اَوْ بِاِیْلَاءِ وَالِدَیْهِ حُسْنًا۔ یعنی ہمارا حکم ہے والدین کے ساتھ اچھے سلوک کا لیکن چونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم ہے: اَلَا لَا طَاعَةَ لِمَخْلُوْقٍ فِیْ مَعْصِیَةِ الْخَالِقِ۔ خبردار اللہ کی نافرمانی میں کسی کی اطاعت نہیں۔ لہٰذا اگر والدین میں سے جو بھی شرک پر مجبور کرے اس کی اطاعت نہ کی جائے چنانچہ آیہ کریمہ کا شان نزول بھی اسی کا مؤید ہے۔

نَزَلَتْ فِیْ سَعْدِ بْنِ اَبِیْ وَقَّاصٍ وَ ذٰلِکَ اَنَّهٗ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ حِیْنَ اَسْلَمَ قَالَتْ اُمُّهٗ حَمْنَةُ بِنْتُ اَبِیْ سُفْیَانَ بْنِ اُمَیَّةَ بْنِ عَبْدِ شَمْسٍ یَا سَعْدُ بَلَغَنِیْ اَنَّکَ صَبَأْتَ فَوَ اللّٰهِ لَا یُظِلُّنِیْ سَقْفُ بَیْتٍ مِنَ الضَّحِّ وَالرِّیْحِ وَاِنَّ الطَّعَامَ وَالشَّرَابَ عَلَیَّ حَرَامٌ حَتّٰی تُکَفِّرَ بِمُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَکَانَ اَحَبَّ وَلَدِهَا فَاَبٰی سَعْدٌ وَ بَقِیَتْ ثَلَاثَةَ اَیَّامٍ کَذٰلِکَ فَجَآءَ سَعْدٌ اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَشَکَا اِلَیْهِ فَنَزَلَتْ هٰذِهِ الْاٰیَةُ۔

یہ آیت کریمہ حضرت سعد بن ابی وقاص کے معاملہ میں نازل ہوئی جبکہ آپ اسلام لائے تو آپ کی ماں حمنہ بنت ابی سفیان بن امیہ بن عبد شمس نے کہا: اے سعد! مجھے معلوم ہوا ہے کہ تو صابی یعنی اپنے مذہب سے پھر گیا ہے تو قسم بخدا میں تپتی دھوپ سے سایہ نہ لوں گی اور ہوا میں بھی نہ بیٹھوں گی۔ اور کھانا پینا مجھ پر حرام ہے جب تک تو حضور سے کفر نہ کرے۔

اور یہ بیٹوں میں بیٹے محبوب ترین تھے چنانچہ حضرت سعد نے انکار کر دیا اور اس حال میں حمنہ تین دن بھوکی پیاسی رہی تو سعد نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں یہ واقعہ عرض کیا تو یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔

وَالَّتِیْ فِیْ لُقْمَانَ وَالَّتِیْ فِی الْاَحْقَافِ فَاَمَرَهٗ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَنْ یُّدَارِیَهَا وَیَتَرَضَّاهَا بِالْاِحْسَانِ۔

اور وہ آیت جو سورۃ لقمان میں ہے: وَ اِنْ جَاهَدٰكَ عَلٰۤى اَنْ تُشْرِكَ بِیْ مَا لَیْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ ۙ فَلَا تُطِعْهُمَا وَ صَاحِبْهُمَا فِی الدُّنْیَا مَعْرُوْفًا۔ یعنی اگر وہ دونوں تجھ سے کوشش کریں کہ میرا شریک ٹھہرائے ایسی چیز کو جس کا تجھے علم نہیں تو ان کا کہنا نہ مان اور دنیا میں اچھی طرح ان کا ساتھ دے۔

اور وہ آیت جو سورہ احقاف میں ہے: وَ وَصَّیْنَا الْاِنْسَانَ بِوَالِدَیْهِ اِحْسٰنًا ؕ حَمَلَتْهُ اُمُّهٗ كُرْهًا۔ اور ہم نے آدمی کو حکم کیا کہ اپنے ماں باپ سے بھلائی کرے اس کی ماں نے اسے پیٹ میں رکھا تکلیف سے اور جنا اسے تکلیف سے۔

فَاَمَرَهُ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَنْ یُّدَارِیَهَا۔ الخ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے یعنی حضرت سعد کو حکم دیا کہ اس کی خدمت کرے اور حسن سلوک سے راضی رکھے۔

وَ رُوِیَ اَنَّهَا نَزَلَتْ فِیْ عَیَّاشِ بْنِ رَبِیْعَةَ الْمَخْزُوْمِیِّ وَ ذٰلِكَ اَنَّهٗ هَاجَرَ مَعَ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا مُتَوَافِقَیْنِ حَتّٰی نَزَلَا الْمَدِیْنَةَ فَخَرَجَ اَبُوْجَهْلِ بْنُ هِشَامٍ وَالْحَرْثُ بْنُ هِشَامٍ اَخَوَاهُ لِاُمِّهٖ اَسْمَاءَ بِنْتِ مَخْرَمَةَ اِمْرَأَةٍ مِنْ تَمِیْمٍ مِنْ بَنِیْ حَنْظَلَةَ فَنَزَلَا بِعَیَّاشٍ وَقَالَا لَهٗ اِنَّ مِنْ دِیْنِ مُحَمَّدٍ صِلَةُ الْاَرْحَامِ وَبِرُّ الْوَالِدَیْنِ وَقَدْ تَرَكْتَ اُمَّكَ لَا تَطْعَمُ وَلَا تَشْرَبُ وَلَا تَاْوِیْ بَیْتًا حَتّٰی تَرَاكَ وَ هِیَ اَشَدُّ حُبًّا لَكَ مِنَّا فَاخْرُجْ مَعَنَا وَفَتَلَامِنْهُ فِی الزَّارَةِ وَالْغَارِبِ۔

فَاسْتَشَارَ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ فَقَالَ هُمَا یَخْدَعَانِ وَلَكَ اَنْ اُقْسِمَ مَالِیْ بَیْنِیْ وَ بَیْنَكَ نِصْفَیْنِ۔ فَمَازَا لَا بِهٖ حَتّٰی اَطَاعَهُمَا وَ عَصٰی عُمَرَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ فَقَالَ عُمَرُ اَمَّا اِذَا عَصَیْتَنِیْ فَخُذْ نَاقَتِیْ فَلَیْسَ فِی الدُّنْیَا بَعِیْرٌ یَّلْحَقُهَا فَاِنْ رَابَكَ مِنْهُمْ رَیْبٌ فَارْجِعْ۔

فَلَمَّا انْتَهَوْا اِلَی الْبَیْدَآءِ قَالَ اَبُوْجَهْلٍ اِنَّ نَاقَتِیْ قَدْ كَلَّتْ فَاحْمِلْنِیْ مَعَكَ قَالَ نَعَمْ فَنَزَلَ لِیُوْطِیَّ لِنَفْسِهٖ وَلَهٗ فَاَخَذَاهُ فَشَدَّاهُ وَثَاقًا وَجَلَدَهٗ كُلُّ وَاحِدٍ مِائَةَ جَلْدَةٍ وَّذَهَبَا بِهٖ اِلٰی اُمِّهٖ فَقَالَتْ لَا تَزَالُ بِعَذَابٍ حَتّٰی تَرْجِعَ عَنْ دِیْنِ مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَنَزَلَتْ هٰذِهِ الْاٰیَةُ۔

یہ آیت حضرت عیاش بن ربیعہ مخزومی کے حق میں نازل ہوئی۔

اور اس کا واقعہ یہ ہے کہ انہوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ اسلام میں موافقت کرتے ہوئے مکہ سے ہجرت کر لی اور مدینہ آ گئے تو ابوجہل اور حرث جو آپ کے اخیافی بھائی تھے ان کی ماں اسماء بنت مخرمہ قبیلہ تمیم سے تھی یہ قبیلہ بنی حنظلہ کی

شاخ ہے تو دونوں حضرت عیاش کے پاس آئے اور کہنے لگے اسلام میں صلہ رحمی اور برالوالدین ہے اور ہم تیری ماں کو ایسے حال میں چھوڑ کے آئے ہیں کہ وہ نہ کھاتی ہے نہ پیتی ہے اور نہ سایہ میں گھر کے اندر رہتی ہے اور تمہیں معلوم ہے کہ انہیں تیرے ساتھ سخت محبت ہے لہٰذا تو ہمارے ساتھ چل تا کہ اسے تجھے دیکھ کر سکون ہو۔

حضرت عیاش نے فاروق اعظم رضی اللہ عنہ سے مشورہ کیا آپ نے فرمایا یہ تمہیں دھوکہ دیں گے اور یہ کہ ان دونوں نے طے کر رکھا ہے کہ وہ تیرے مال کو آدھا آدھا تقسیم کرلیں اور یہ اس وقت تک نہیں کرسکیں گے جب تک کہ تم ان کی پیروی نہ کرلو۔

حضرت عیاش نے ماں کی محبت میں مشورہ فاروق نہ مانا حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا اچھا اگر تم میرا مشورہ نہیں مانتے تو خیر جاؤ لیکن یہ میری اونٹنی لے جاؤ کہ اس کے برابر دنیا میں کوئی تیز اونٹنی نہیں ہے۔ تو اگر آپ کو شبہ ہو اور ان کی نیت معلوم ہو تو اس پر سوار ہوکر یہاں آجانا۔

غرضکہ جب حضرت عیاش، ابوجہل اور حرث مدینہ سے نکل کر جنگل میں آگئے تو ابوجہل بولا میری اونٹنی تھک گئی ہے تو مجھے اپنے ساتھ سوار کرلے حضرت عیاش نے اسے سوار کرلیا۔

اس پر حضرت عیاش کے پیچھے بیٹھ کر آپ کو باندھ لیا اور دونوں نے سو سو کوڑے مارے۔ اور ان کی ماں کے پاس پہنچے تو ماں نے بحالت غضب کہا اس حال میں اسے مارو جب تک یہ اسلام سے منحرف نہ ہو جائے تو یہ آیت نازل ہوئی۔

وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَنُدْخِلَنَّهُمْ فِي الصّٰلِحِيْنَ ۝۹ ۔

اور جو ایمان لائے اور نیک عمل کرے اسے ہم ضرور نیکوں میں داخل کریں گے۔

آلوسی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اَیْ فِیْ زُمْرَۃِ الرَّاسِخِیْنَ فِی الصَّلَاحِ الْکَامِلِیْنَ فِیْهِ وَلِذَا طَلَبَهَا الْاَنْبِیَآءُ عَلَیْهِمُ السَّلَامُ کَمَا قَالَ سُلَیْمَانُ عَلَیْهِ السَّلَامُ وَاَدْخِلْنِیْ بِرَحْمَتِکَ فِیْ عِبَادِکَ الصَّالِحِیْنَ – وَ یَحْتَمِلُ انْ یَکُوْنَ الْکَلَامُ بِتَقْدِیْرِ مُضَافٍ اَیْ فِیْ مَدْخَلِ الصَّالِحِیْنَ وَ هِیَ الْجَنَّةُ۔

یعنی اس جماعت میں اسے داخل کریں گے جو راسخین کاملین ہیں اسی لئے اس جماعت میں داخلہ کی آرزو انبیاء علیہم السلام نے کی جیسے سلیمان علیہ السلام نے کہا مجھے اپنی رحمت سے صالحین میں داخل کر اور یہ بھی احتمال ہے کہ کلام الٰہی بتقدیر مضاف ہو تو یہ معنی ہوں گے صالحین کی جگہ مجھے عطا کر یعنی جنت۔

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّقُوْلُ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ فَاِذَآ اُوْذِيَ فِي اللّٰهِ جَعَلَ فِتْنَةَ النَّاسِ كَعَذَابِ اللّٰهِ ؕ وَلَئِنْ جَآءَ نَصْرٌ مِّنْ رَّبِّكَ لَيَقُوْلُنَّ اِنَّا كُنَّا مَعَكُمْ ؕ اَوَلَيْسَ اللّٰهُ بِاَعْلَمَ بِمَا فِيْ صُدُوْرِ الْعٰلَمِيْنَ ۝۱۰ وَلَيَعْلَمَنَّ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَلَيَعْلَمَنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ ۝۱۱ ۔

اور بعض لوگ وہ ہیں جو کہتے ہیں ہم ایمان لائے اللہ پر تو جب انہیں تکلیف ہو اللہ کے معاملہ میں تو لوگوں کے فتنے کو اللہ کے عذاب جیسا کر دیتے ہیں اور اگر آئے کوئی مدد تیرے رب کی طرف سے تو ضرور کہہ دیتے ہیں ہم تو تمہارے ساتھ تھے کیا اللہ نہیں جانتا جو کچھ دنیا کے دلوں میں ہے اور ضرور اللہ جانتا ہے جو ایمان لائے اور ضرور اللہ جانتا ہے منافقوں کو۔

یہاں من تبعیضیہ ہے جس کے معنی ہوتے ہیں بعض۔ گویا ارشاد ہے کہ بعض لوگ کہتے ہیں کہ ہم اللہ پر ایمان لائے تو

شریک تھے تاکہ مال غنیمت میں حصہ حاصل کریں۔ حالانکہ وہ شریک نہ تھے۔

شان نزول

وَالْاٰیَۃُ نَزَلَتْ فِیْ اُنَاسٍ مِنْ ضَعَفَۃِ الْمُسْلِمِیْنَ کَانُوْا اِذَا مَسَّھُمْ اَذًی مِنَ الْکُفَّارِ وَافَقُوْھُمْ وَکَانُوْا یَکْتُمُوْنَہٗ مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ وَ بِذٰلِکَ یَکُوْنُوْنَ مُنَافِقِیْنَ وَ لِذَا قَالَ ابْنُ زَیْدٍ وَالسُّدِّیُ اِنَّ الْاٰیَۃَ فِی الْمُنَافِقِیْنَ۔

یہ آیت ان کمزور ایمان مسلمانوں کے حق میں نازل ہوئی جن کا رد یہ یہ تھا کہ جب انہیں کفار سے کوئی تکلیف پہنچتی تو کفار سے مل جاتے اور مسلمانوں سے اس ملنے کو چھپاتے اسی وجہ میں یہ منافق کہلائے۔

اور اسی وجہ میں ابن زید اور سدی نے کہا کہ یہ آیت منافقوں کے لئے اتری۔

وَقَالَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا لِلَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّبِعُوْا سَبِیْلَنَا وَلْنَحْمِلْ خَطٰیٰکُمْ ؕ وَمَا ھُمْ بِحٰمِلِیْنَ مِنْ خَطٰیٰھُمْ مِّنْ شَیْءٍ ؕ اِنَّھُمْ لَکٰذِبُوْنَ ﴿۱۲﴾۔

اور کافر بولے ایمان والوں سے ہمارے مذہب کی پیروی کرو اور ہم ضرور تمہاری خطا کا بوجھ اٹھالیں گے حالانکہ وہ ان کی خطا کا کچھ بھی بوجھ نہیں اٹھا سکتے بے شک وہ جھوٹے ہیں۔

علامہ آلوسی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اَیْ اُسْلُکُوْا طَرِیْقَتَنَا الَّتِیْ نَسْلُکُھَا فِی الدِّیْنِ اَوِ اتَّبِعُوْنَا فِیْ طَرِیْقَتِنَا اَیْ اِذَا کَانَ ذٰلِکَ الْاِتِّبَاعُ خَطِیْئَۃً یُؤَاخَذُ عَلَیْھَا یَوْمَ الْقِیَامَۃِ کَمَا تَقُوْلُوْنَ اَوْ وَ لْنَحْمِلْ مَا عَلَیْکُمْ مِنَ الْخَطَایَا اِنْ کَانَ بَعْثٌ وَّ مُؤَاخَذَۃٌ۔

یعنی مشرکین بعث ونشر کے اتنے شدید مخالف تھے کہ مسلمانوں سے کہتے کہ ہمارے طریقہ پر چلو جس پر ہم چلتے ہیں دین بنا کر، یا گویا وہ کہتے تھے کہ ہمارے طریقہ کی پیروی کرو یعنی اگر یہ اتباع گناہ ہے اور اس پر قیامت کے دن مواخذہ ہوگا جیسا کہ تم کہتے ہو تو ہم تمہاری خطاؤں کے ذمہ دار ہیں اگر مرنے کے بعد اٹھے اور مواخذہ ہوا۔

شان نزول آیہ کریمہ یہ ہے:

وَالْاٰیَۃُ عَلٰی مَا اَخْرَجَ جَمَاعَۃٌ عَنْ مُجَاھِدٍ نَزَلَتْ فِیْ کُفَّارِ قُرَیْشٍ قَالُوْا لِمَنْ اٰمَنَ مِنْھُمْ لَا نُبْعَثُ نَحْنُ وَلَا اَنْتُمْ فَاتَّبِعُوْنَا فَاِنْ کَانَ عَلَیْکُمْ شَیْءٌ فَعَلَیْنَا۔ مجاہد رحمہ اللہ سے ہے کہ یہ آیت کفار قریش کے لئے نازل ہوئی وہ ایمان والوں کو کہتے تھے کہ مرکر نہ ہمیں اٹھنا ہے نہ تمہیں لہٰذا ہمارے طریقہ کی پیروی کرو اور اگر ایسا ہوا اور تم سے مواخذہ ہوا تو ہم تمہاری خطاؤں کے ذمہ دار ہیں اگر ہم مرنے کے بعد اٹھے اور مواخذہ ہوا۔

وَاَخْرَجَ ابْنُ اَبِیْ شَیْبَۃَ وَابْنُ الْمُنْذِرِ عَنِ ابْنِ الْحَنَفِیَّۃِ قَالَ کَانَ اَبُوْجَھْلٍ وَصَنَادِیْدُ قُرَیْشٍ یَتَلَقَّوْنَ النَّاسَ اِذَا جَآءُوْا اِلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یُسْلِمُوْنَ یَقُوْلُوْنَ اِنَّہٗ یُحَرِّمُ الْخَمْرَ وَیُحَرِّمُ الزِّنَا وَ یُحَرِّمُ مَا کَانَتْ تَصْنَعُ الْعَرَبُ فَارْجِعُوْا فَنَحْنُ نَحْمِلُ اَوْزَارَکُمْ فَنَزَلَتْ ھٰذِہِ الْاٰیَۃُ۔

ابوجہل اور صنادید قریش ان لوگوں کو سمجھاتے جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اسلام لانے آتے اور کہتے وہ تو

شراب حرام کریں گے زنا حرام کریں گے اور جو کچھ عرب کا رواج ہے سب حرام کریں گے لہٰذا تم واپس آ جاؤ اور ہم تمہارے گناہوں کے ذمہ دار ہیں تو یہ آیہ کریمہ نازل ہوئی۔

وَ قِيْلَ قَائِلُ ذَالِكَ اَبُوْسُفْيَانَ بْنُ حَرْبٍ وَ اُمَيَّةُ بْنُ خَلْفٍ قَالَ لِعُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اِنْ كَانَ فِي الْاِقَامَةِ عَلٰى دِيْنِ ابَائِكُمْ اِثْمٌ فَنَحْنُ نَحْمِلُهٗ عَنْكَ۔ ابوسفیان بن حرب اور امیہ بن خلف دونوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کہا اگر آپ کو اپنے باپ دادا کے دین پر قائم رہنے میں کوئی گناہ ہے تو ہم اس گناہ کا بوجھ اپنے اوپر لیتے ہیں۔

وَ قِيْلَ قَائِلُهُ الْوَلِيْدُ بْنُ الْمُغِيْرَةِ۔ ایک قول ہے کہ ایسی بکواس ولید بن مغیرہ کرتا تھا۔ تو اس کا جواب وَمَاهُمْ بِحٰمِلِيْنَ مِنْ خَطٰيٰهُمْ مِّنْ شَيْءٍ ۭ اِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ ⑫ ۔ میں دیا گیا۔ آگے ارشاد ہے:

وَلَيَحْمِلُنَّ اَثْقَالَهُمْ وَاَثْقَالًا مَّعَ اَثْقَالِهِمْ ۡ وَلَيُسْـَٔلُنَّ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ عَمَّا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ ⑬ ۔

اور ضرور اٹھائیں گے وہ اپنے بوجھ اور اپنے بوجھ کیساتھ اور بوجھ بھی ہوگا جنہیں گمراہ کیا تھا ان سب کا گناہ بھی اور ضرور پوچھے جائیں گے بروز قیامت جو افتراء پردازی کرتے تھے۔

چنانچہ اپنے بوجھ کے ساتھ اور بوجھ یہ ہوگا کہ جنہیں گمراہ کیا گیا تھا ان سب کا گناہ بھی ایسی شان سے اس پر ہوگا کہ گمراہ ہونے والے کے عذاب میں کوئی کمی نہ آئے گی۔

اَخْرَجَ عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ وَابْنُ الْمُنْذِرِ عَنِ الْحَسَنِ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَيُّمَا دَاعٍ دَعَا اِلٰى هُدًى فَاتُّبِعَ عَلَيْهِ وَعَمِلَ بِهَا فَلَهٗ مِثْلُ اُجُوْرِ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُ وَلَا يُنْقِصُ ذٰلِكَ مِنْ اُجُوْرِهِمْ شَيْئًا وَاَيُّمَا دَاعٍ دَعَا اِلٰى ضَلَالَةٍ فَاتُّبِعَ عَلَيْهَا وَ عَمِلَ بِهَا فَعَلَيْهِ مِثْلُ اَوْزَارِ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُ وَلَا يُنْقِصُ ذٰلِكَ مِنْ اَوْزَارِهِمْ شَيْئًا۔

کوئی بلانے والا ہدایت کی طرف بلائے اور اس کا اتباع کر کے اس پر عمل پیرا ہو تو اسے عمل کرنے والوں کے ثوابوں کے برابر بلا نقص اجر عاملین ثواب ہے۔

اور کوئی بلانے والا گمراہی کی طرف بلائے اور اس پر اتباع کرنے والے عمل کریں تو اس پر سب کے برابر عذاب ہے بلا نقص عذاب کسی فرد کے۔

دوسری حدیث میں: مَنْ سَنَّ سُنَّةً حَسَنَةً فَلَهٗ اَجْرُهَا وَاَجْرُ مَنْ عَمِلَ بِهَا مِنْ غَيْرِ اَنْ يُّنْقَصَ مِنْ اُجُوْرِهِمْ شَيْئًا وَ مَنْ سَنَّ سُنَّةً سَيِّئَةً فَلَهٗ وِزْرُهَا وَوِزْرُ مَنْ عَمِلَ بِهَا مِنْ غَيْرِ اَنْ يُّنْقَصَ مِنْ اَوْزَارِهِمْ شَيْئًا۔

بامحاورہ ترجمہ دوسرا رکوع۔ سورۃ عنکبوت۔ پ ۲۰

وَ لَقَدْ اَرْسَلْنَا نُوْحًا اِلٰى قَوْمِهٖ فَلَبِثَ فِيْهِمْ اَلْفَ سَنَةٍ اِلَّا خَمْسِيْنَ عَامًا ۭ فَاَخَذَهُمُ الطُّوْفَانُ وَهُمْ ظٰلِمُوْنَ ⑭

اور بے شک ہم نے بھیجا نوح کو ان کی قوم کی طرف تو وہ رہا ان میں پچاس کم ہزار برس تو پکڑا انہیں طوفان نے اور وہ ظالم تھے

فَاَنْجَیْنٰهُ وَ اَصْحٰبَ السَّفِیْنَةِ وَ جَعَلْنٰهَاۤ اٰیَةً لِّلْعٰلَمِیْنَ ﴿۱۵﴾
تو ہم نے نجات دی اسے اور کشتی والوں کو اور کیا ہم نے اسے نشانی عالم کے لئے

وَ اِبْرٰهِیْمَ اِذْ قَالَ لِقَوْمِهِ اعْبُدُوا اللّٰهَ وَ اتَّقُوْهُ ؕ ذٰلِكُمْ خَیْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿۱۶﴾
اور ابراہیم جبکہ اس نے کہا اپنی قوم کو اللہ کی پوجا کرو اور اسی سے ڈرو یہ تمہارے لئے بہتر ہے اگر تم سمجھو

اِنَّمَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَوْثَانًا وَّ تَخْلُقُوْنَ اِفْكًا ؕ اِنَّ الَّذِیْنَ تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ لَا یَمْلِكُوْنَ لَكُمْ رِزْقًا فَابْتَغُوْا عِنْدَ اللّٰهِ الرِّزْقَ وَ اعْبُدُوْهُ وَ اشْكُرُوْا لَهٗ ؕ اِلَیْهِ تُرْجَعُوْنَ ﴿۱۷﴾
تم تو پوجتے ہو اللہ کے سوا بتوں کو اور بناتے ہو نرا جھوٹ بے شک وہ جو پوجتے ہیں اللہ کے سوا نہیں مالک تمہاری روزی کے تو ڈھونڈو اللہ کے پاس سے رزق اور پوجو اسی کو اور اسی کا شکر کرو اسی کی طرف تم لوٹائے جاؤ گے

وَ اِنْ تُكَذِّبُوْا فَقَدْ كَذَّبَ اُمَمٌ مِّنْ قَبْلِكُمْ ؕ وَ مَا عَلَى الرَّسُوْلِ اِلَّا الْبَلٰغُ الْمُبِیْنُ ﴿۱۸﴾
اور اگر وہ تمہیں جھٹلائیں تو تم سے پہلے بہت سی جماعتیں جھٹلا چکی ہیں اور رسول کے ذمہ نہیں مگر صاف پہنچانا

اَوَ لَمْ یَرَوْا كَیْفَ یُبْدِئُ اللّٰهُ الْخَلْقَ ثُمَّ یُعِیْدُهٗ ؕ اِنَّ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ یَسِیْرٌ ﴿۱۹﴾
کیا انہوں نے نہ دیکھا کہ کیسے پیدا فرماتا ہے اللہ خلق کو پھر اسے دوبارہ بنائے گا بے شک یہ آسان ہے اللہ کو

قُلْ سِیْرُوْا فِی الْاَرْضِ فَانْظُرُوْا كَیْفَ بَدَاَ الْخَلْقَ ثُمَّ اللّٰهُ یُنْشِئُ النَّشْاَةَ الْاٰخِرَةَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ﴿۲۰﴾ ۚ
فرمادیجئے زمین میں سیر کرو تو دیکھو کیسے پہلے پیدا وار کی خلق پھر اللہ دوسری اٹھان اٹھائے گا بے شک اللہ ہر شے پر قادر ہے

یُعَذِّبُ مَنْ یَّشَآءُ وَ یَرْحَمُ مَنْ یَّشَآءُ ۚ وَ اِلَیْهِ تُقْلَبُوْنَ ﴿۲۱﴾
عذاب دیتا ہے جسے چاہے اور رحم فرماتا ہے جس پر چاہے اور اسی کی طرف تمہیں پھرنا ہے

وَ مَاۤ اَنْتُمْ بِمُعْجِزِیْنَ فِی الْاَرْضِ وَ لَا فِی السَّمَآءِ ۫ وَ مَا لَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ وَّلِیٍّ وَّ لَا نَصِیْرٍ ﴿۲۲﴾ ع
اور نہیں تم زمین میں اللہ کو سزا دینے سے عاجز کرنے والے نہ آسمان میں اور نہیں تمہارا اللہ کے سوا کوئی والی نہ مددگار

حل لغات دوسرا رکوع - سورۃ عنکبوت - پ ۲۰

وَ۔ اور	لَقَدْ۔ بے شک	اَرْسَلْنَا۔ بھیجا ہم نے	نُوْحًا۔ نوح کو
اِلٰی۔ طرف	قَوْمِهٖ۔ اس کی قوم کے	فَلَبِثَ۔ تو رہا وہ	فِیْهِمْ۔ اس میں
اَلْفَ۔ ہزار	سَنَةٍ۔ برس	اِلَّا۔ مگر	خَمْسِیْنَ۔ پچاس
عَامًا۔ سال کم	فَاَخَذَ۔ تو پکڑا	هُمُ۔ ان کو	الطُّوْفَانُ۔ طوفان نے
وَ۔ اور	هُمْ۔ وہ	ظٰلِمُوْنَ۔ ظالم تھے	فَاَنْجَیْنٰهُ۔ تو نجات دی ہم
نے ان کو	وَ۔ اور	اَصْحٰبَ السَّفِیْنَةِ۔ کشتی والوں کو	
وَ۔ اور	جَعَلْنَا۔ بنایا ہم نے	هَا۔ اس کو	اٰیَةً۔ نشانی

لِلْعٰلَمِيْنَ۔جہانوں کے لئے وَ۔اور اِبْرٰهِيْمَ۔ابراہیم کو اِذْ۔جب
قَالَ۔کہا لِقَوْمِهِ۔اپنی قوم سے اعْبُدُوا۔عبادت کرو اللّٰهَ۔اللہ کی
وَ۔اور اتَّقُوْهُ۔ڈرو اس سے ذٰلِكُمْ۔یہ خَيْرٌ۔بہتر ہے
لَّكُمْ۔تمہارے لئے اِنْ۔اگر كُنْتُمْ۔ہو تم تَعْلَمُوْنَ۔جانتے
اِنَّمَا۔اس کے سوا نہیں تَعْبُدُوْنَ۔پوجتے ہیں مِنْ دُوْنِ۔سوا اللّٰهِ۔اللہ کے
اَوْثَانًا۔بتوں کو وَّ۔اور تَخْلُقُوْنَ۔بناتے ہو تم اِفْكًا۔جھوٹ
اِنَّ۔بے شک الَّذِيْنَ۔وہ جن کو تَعْبُدُوْنَ۔پوجتے ہو تم مِنْ دُوْنِ۔سوا
اللّٰهِ۔اللہ کے لَا۔نہیں يَمْلِكُوْنَ۔مالک ہیں لَكُمْ۔تمہارے
رِزْقًا۔رزق کے فَابْتَغُوْا۔تو ڈھونڈو عِنْدَ۔پاس اللّٰهِ۔اللہ کے
الرِّزْقَ۔رزق وَ۔اور اعْبُدُوْ۔عبادت کرو هُ۔اس کی
وَ۔اور اشْكُرُوْا۔شکر کرو لَهٗ۔اس کا اِلَيْهِ۔اسی کی طرف
تُرْجَعُوْنَ۔پھیرے جاؤ گے تم وَ۔اور اِنْ۔اگر
تُكَذِّبُوْا۔تم جھٹلاؤ فَقَدْ۔تو بے شک كَذَّبَ۔جھٹلایا اُمَمٌ۔کئی امتوں نے
مِّنْ قَبْلِكُمْ۔تم سے پہلے وَ۔اور مَا۔نہیں عَلَى۔اوپر
الرَّسُوْلِ۔رسول کے اِلَّا۔مگر الْبَلٰغُ۔پہنچانا الْمُبِيْنُ۔ظاہر
اَوَ۔کیا لَمْ۔نہ يَرَوْا۔دیکھا انہوں نے كَيْفَ۔کیسے
يُبْدِئُ اللّٰهُ۔پیدا کرتا ہے اللہ الْخَلْقَ۔مخلوق کو ثُمَّ۔پھر يُعِيْدُ۔لوٹائے گا
هٗ۔اس کو اِنَّ۔بے شک ذٰلِكَ۔یہ عَلَى۔اوپر
اللّٰهِ۔اللہ کے يَسِيْرٌ۔آسان ہے قُلْ۔کہہ سِيْرُوْا۔چلو پھرو
فِي۔بیچ الْاَرْضِ۔زمین کے فَانْظُرُوْا۔پھر دیکھو كَيْفَ۔کیسے
بَدَاَ۔شروع کیا اس نے الْخَلْقَ۔مخلوق کو ثُمَّ۔پھر اللّٰهُ۔اللہ
يُنْشِئُ۔پیدا کرے گا النَّشْاَةَ۔پیدائش الْاٰخِرَةَ۔دوسری اِنَّ۔بے شک
اللّٰهَ۔اللہ عَلٰى۔اوپر كُلِّ۔ہر شَيْءٍ۔چیز کے
قَدِيْرٌ۔قادر ہے يُعَذِّبُ۔سزا دیتا ہے مَنْ۔جسے يَّشَآءُ۔چاہے
وَ۔اور يَرْحَمُ۔رحم کرتا ہے مَنْ۔جس پر يَّشَآءُ۔چاہے
وَ۔اور اِلَيْهِ۔اسی کی طرف تُقْلَبُوْنَ۔پھیرے جاؤ گے وَ۔اور
مَآ۔نہیں اَنْتُمْ۔تم بِمُعْجِزِيْنَ۔عاجز کرنے والے فِي۔بیچ
الْاَرْضِ۔زمین کے وَ۔اور لَا۔نہ فِي۔بیچ

السَّمَآءِ۔آسمان کے	وَ۔اور	مَا۔نہیں	لَكُمْ۔تمہارے لئے
مِّنْ دُوْنِ۔سوا	اللّٰهِ۔اللہ کے	مِنْ وَّلِيٍّ۔کوئی دوست	وَّ۔اور
لَا۔نہ	نَصِيْرٍ۔مددگار		

خلاصہ تفسیر دوسرا رکوع۔سورۃ عنکبوت۔پ ۲۰

وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا نُوْحًا اِلٰى قَوْمِهٖ فَلَبِثَ فِيْهِمْ اَلْفَ سَنَةٍ اِلَّا خَمْسِيْنَ عَامًا۔

اور بے شک بھیجا ہم نے نوح کو اس کی قوم کی طرف تو وہ ان میں پچاس کم ہزار سال رہے۔

اس مدت میں آپ نے ہر طرح عقلی ونقلی دلائل سے انہیں سمجھایا۔ پند ونصیحت کی مگر نہ مانے اور سرکش رہے۔آپ کی تمام عمر اور مفصل کیفیت تو مفصل تفسیر میں آگے آئے گی۔ یہاں مختصراً مجملاً ارشاد ہے۔

فَاَخَذَهُمُ الطُّوْفَانُ وَهُمْ ظٰلِمُوْنَ ﴿۱۴﴾ ۔تو ان سرکشوں کو طوفان نے آلیا اس لئے کہ وہ ظالم تھے۔

یعنی جب طوفان آیا اس وقت وہ اپنی فحش کاری اور بے دینی میں تھے اور

فَاَنْجَيْنٰهُ وَاَصْحٰبَ السَّفِيْنَةِ وَجَعَلْنٰهَآ اٰيَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ ﴿۱۵﴾۔

اور بچالیا ہم نے نوح اور کشتی والوں کو اور اس کشتی کو دنیا کے لئے ہم نے نشانی بنادیا۔

آیہ کریمہ میں وَاَهْلَهٗ جو فرمایا ہے وہ اس لئے کہ آل اور اہل تبع اور خونی رشتہ دونوں پر مستعمل ہے یہاں اہل سے مراد بیوی بچے بیٹے اور دیگر متبعین مراد ہیں اس لئے کہ کشتی والے صرف بیوی بچے ہی نہ تھے بلکہ قوم کے بعض متبعین بھی جن کی کل تعداد کسی نے ۷۸ لکھی ہے کسی نے ۸۰ بتائی ہے۔

ان میں آدھے مرد اور آدھی عورتیں تھیں جو اولاد نوح سام، حام، یافث سے تھے۔

اور یہ کشتی آج طبقات الارض کے محققین بتاتے ہیں کہ آدھی برف سے باہر نکلی ہوئی ہے۔لیکن قرآن کریم اول ہی فرما چکا ہے کہ وَجَعَلْنٰهَآ اٰيَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ ہم نے اس کشتی کو زمانہ کے لئے نشانی بنایا ہے تا کہ لوگ اسے دیکھ کر عبرت حاصل کریں اور ان کی نوعیت عذاب پڑھ کر اپنی بداعمالیوں سے باز آئیں۔

اور حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ واقعہ اس لئے سنایا گیا کہ کفار مکہ اسے سن کر سمجھیں کہ پہلے انبیاء کرام کی مخالفت کا یہ حشر ہو چکا ہے کہ کہیں ایسا ہی عذاب انہیں نہ پکڑ لے اور گرداب بلا کے شکار نہ ہوں۔

حضرت نوح علیہ السلام کا آدم صفی اللہ علیہ السلام سے جو شجرۂ نسب ہے وہ توریت سفر الخلیفہ کے پانچویں اور چھٹے باب میں مذکور ہے وہو ہذا۔

حضرت آدم علیہ السلام کی عمر جب ایک سو تیس سال ہوئی تو ان کے یہاں حضرت شیث پیدا ہوئے اور حضرت آدم علیہ السلام کی کل عمر ۹۳۰ سال ہوئی۔

پھر حضرت شیث علیہ السلام جب ایک سو پانچ سال کے ہوئے تو آپ کے یہاں انوس پیدا ہوئے اور حضرت شیث کی عمر ۹۱۲ سال ہوئی۔

انوس جب نوے سال کے ہوئے تو ان سے قینان پیدا ہوا۔اور انوس کی کل عمر ۹۰۰ سال ہوئی۔

قینان ستر سال کی عمر میں جب آیا تو اس سے محلل ایل پیدا ہوا۔ اور قینان کی کل عمر ۹۱۰ سال کی ہوئی۔
محلل ایل جب پینسٹھ سال میں آیا تو اس سے یاور پیدا ہوا اور محلل ایل کی کل عمر ۸۹۰ سال کی ہوئی۔
یارو جب ایک سو باسٹھ سال کا ہوا تو اس سے انوک پیدا ہوا اور یارو کی کل عمر ۹۶۳ برس کی ہوئی۔
انوک سے پینسٹھ سال کی عمر میں متوشلخ پیدا ہوا اور انوک کی کل عمر ۳۶۰ سال کی ہوئی۔ اسے خدا نے لیا اور غائب ہو گیا۔
جب متوشلخ ایک سو ستاسی سال کی عمر میں آیا تو اس سے ملک پیدا ہوا اور متوشلخ کی کل عمر ۹۷۸ سال کی ہوئی۔
جب ملک ایک سو بیاسی سال کا ہوا تو اس سے حضرت نوح علیہ السلام کی ولادت ہوئی اور ملک کی عمر ۷۷۷ سال کی ہوئی۔

جب حضرت نوح کی عمر پانچ سو سال کی ہوئی تو آپ سے سام، حام، یافث ہوئے۔
اور جب آپ کی عمر ۶۰۰ برس کی ہوئی تو طوفان آیا۔
اور طوفان کے بعد آپ ۳۵۰ سال زندہ رہے۔
یہ تحقیق توریت کے منقولہ مضامین سے ہے اور روح المعانی میں علامہ آلوسی نے جو تفصیل لکھی ہے وہ اس طرح ہے:

اَخْرَجَ ابْنُ اَبِیْ شَیْبَةَ وَ عَبْدُ بْنُ حُمَیْدٍ وَابْنُ الْمُنْذِرِ وَابْنُ اَبِیْ حَاتِمٍ وَابْنُ مَرْدَوَیْهِ وَالْحَاكِمُ وَصَحَّحَهُ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ بَعَثَ اللّٰهُ تَعَالٰی نُوْحًا عَلَیْهِ السَّلَامُ وَ هُوَ ابْنُ اَرْبَعِیْنَ سَنَةً وَلَبِثَ فِیْهِمْ اَلْفَ سَنَةٍ اِلَّا خَمْسِیْنَ عَامًا یَدْعُوْهُمْ اِلَی اللّٰهِ تَعَالٰی وَ عَاشَ بَعْدَ الطُّوْفَانِ سِتِّیْنَ سَنَةً حَتّٰی كَثُرَ النَّاسُ وَ فَشَوْا۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت نوح علیہ السلام کو چالیس سال کی عمر میں مبعوث فرمایا اور آپ ان میں ساڑھے نو سو سال تبلیغ فرماتے رہے پھر طوفان کے بعد آپ ساٹھ سال بقید حیات رہے۔ اس حساب سے ایک ہزار پچاس سال عمر مبارک ہوئی۔
دوسری روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت نوح علیہ السلام کو تین سو پچاس سال کی عمر میں رسول بنایا پھر آپ قوم میں ساڑھے نو سو سال رہے پھر بعد طوفان آپ تین سو سال زندہ رہے اس حساب سے آپ کی عمر مبارک ۱۶۵۰ سال ہوتی ہے۔
ایک روایت اور ہے جس سے عمر نوح علیہ السلام کل ایک ہزار سات سو سال ثابت ہوتی ہے۔
ایک روایت سے ثابت ہوتا ہے کہ آپ کی عمر مبارک چودہ سو سال تھی۔
اور ابراہیم علیہ السلام کا ذکر فرماتے ہوئے ارشاد ہے:

وَ اِبْرٰهِیْمَ اِذْ قَالَ لِقَوْمِهِ اعْبُدُوا اللّٰهَ وَ اتَّقُوْهُ ؕ ذٰلِكُمْ خَیْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿۱۶﴾ اِنَّمَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَوْثَانًا وَّ تَخْلُقُوْنَ اِفْكًا ؕ اِنَّ الَّذِیْنَ تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ لَا یَمْلِكُوْنَ لَكُمْ رِزْقًا فَابْتَغُوْا عِنْدَ اللّٰهِ الرِّزْقَ وَ اعْبُدُوْهُ وَ اشْكُرُوْا لَهٗ ؕ اِلَیْهِ تُرْجَعُوْنَ ﴿۱۷﴾۔

اور ابراہیم کا بھی (حال انہیں سنائیں) جبکہ انہوں نے اپنی قوم کو فرمایا کہ اللہ کی عبادت کرو اور اسی سے ڈرو یہ تمہارے لئے بہتر ہے اگر تم جانو۔ تم تو اس چیز کے پجاری ہو اللہ کے سوا جو بت بے جان ہیں اور پیدا کر لی ہیں تم نے جھوٹی باتیں بے

شک وہ جو پوجتے ہیں اللہ کے سوا کسی کو وہ اختیار نہیں رکھتے رزق پہنچانے کا تمہیں۔ تو مانگو اللہ سے ہی رزق اور اسی کو پوجو اور اسی کا شکر کرو اور اسی کی طرف تم لوٹائے جاؤ گے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کا واقعہ حضرت نوح علیہ السلام کے بعد اس لئے بیان فرمایا کہ آپ حضرت نوح علیہ السلام کے بیٹے سام کی نسل سے ہیں اور آپ کے اور نوح علیہ السلام کے مابین آٹھ پشتوں کا تفاصل ہے۔

طوفان کے بعد حضرت نوح علیہ السلام کی اولاد ایشیائے کوچک سے یورپ کی طرف عراق عرب میں آباد ہوگئی تھی اس جگہ انہوں نے شہر بابل آباد کیا اور آئندہ اس قسم کے طوفان سے بچنے کے خیال سے ایک بلند برج تعمیر کیا تھا۔ پھر آپ کی اولاد یہاں سے تمام دنیا میں پھیلی۔

گویا ان کا قدیم وطن بابل تھا۔ حضرت نوح علیہ السلام اور حضرت خطیب الانبیاء ابراہیم علیہ السلام کے مابین سیکڑوں برس کا تفاصل ہے اس مدت میں ان کے اندر بت پرستی حد سے زیادہ بڑھ گئی تھی۔ یہ لوگ صابی مذہب کے پیرو ہو گئے تھے ان میں عناصر اور کواکب اور دیگر روحانیات کی مورتیں بنا کر پوجی جاتی تھیں۔

یہ قوم اپنے وہم میں انہیں مورتیوں کو اپنے رزق وراحت کا مالک جانتی تھی۔

اور آخرت اور بعث بعد الموت کے یہ قائل نہ تھے۔

حضرت خلیل اللہ علیہ السلام ان کی طرف مبعوث ہوئے آپ نے انہیں بہت سی پند ونصیحت فرمائی اور دلائل عقلیہ سے ان کا وہم دور کرنے کی کوشش کی اور فرمایا میں جو تعلیم تمہیں دے رہا ہوں یہ ہی تمہارے لئے بہتر ہے لیکن وہ ماننے اور تسلیم کرنے کی بجائے جھٹلانے لگے آخر اللہ تعالیٰ کی طرف سے حضرت خلیل کی نظیر دے کر آپ کو تسلی دی گئی اور ارشاد ہوا:

وَ اِنْ تُكَذِّبُوْا فَقَدْ كَذَّبَ اُمَمٌ مِّنْ قَبْلِكُمْ ؕ وَ مَا عَلَى الرَّسُوْلِ اِلَّا الْبَلٰغُ الْمُبِیْنُ ﴿۱۸﴾۔

اگر وہ آپ کو جھٹلائیں تو (بڑی بات نہیں) آپ سے پہلے امتیں بھی جھٹلاتی رہی ہیں (آدم ونوح، شیث اور ادریس علیہم السلام کو بھی اس وقت کی قوم نے جھٹلایا تھا) اور رسول کے ذمہ یہ نہیں کہ ہدایت پر لائے بلکہ اس کا کام صاف حکم پہنچا دینا ہے۔

پھر یہ قوم جہاں بتوں کی قائل تھی وہاں اللہ تعالیٰ کو بھی مانتی تھی۔

احکم الحاکمین اللہ تعالیٰ کو مانتی تھی اور اس کے کارخانۂ قدرت میں مختار وعہدے دار بتوں کو سمجھتی تھی اس وجہ میں وہ انہیں پوجتی تھی۔

چنانچہ ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام نے ان کے آگے حکومت وقدرت الٰہی عزوجل کے چند دلائل پیش فرمائے حَیْثُ قَالَ۔

اَوَ لَمْ یَرَوْا كَیْفَ یُبْدِئُ اللّٰهُ الْخَلْقَ ثُمَّ یُعِیْدُهٗ ؕ اِنَّ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ یَسِیْرٌ ﴿۱۹﴾۔

کیا وہ نہیں دیکھتے کہ اللہ تعالیٰ نے کس طرح اول پیدا کیا پھر دوبارہ پیدا کرے گا یہ اللہ پر بہت آسان ہے۔

یعنی وہ برہان عقلی سے دیکھتے نہیں کہ اللہ تعالیٰ وہ خالق مطلق ہے کہ نئے سرے سے معدوم کو وجود میں لاتا ہے حجر وشجر، بحر ومدر اور حیوان وانسان ہمیشہ سے تو نہ تھے پھر اس نے کتم عدم سے کس طرح منصۂ شہود پر ظاہر فرمایا از خود تو ان کا وجود عقلاً محال ہے تو جو شے حادث ہو اس کے وجود کی ابتداء لازمی ہے اور جس کی ابتداء لازمی ہے اس کی انتہا بھی ضروری ہے۔

اگر وہ موجود تھا مگر اس کا ظہور کسی نے روک رکھا تھا تو جس نے روک رکھا تھا اسی کو خالق الکل فی الکل اور مبدأ الخلق اور

معید الخلق کہتے ہیں اور وہی اللہ عزوجل ہے اور جسے تم بھی مانتے ہو اسی کے متعلق بطور استفہام ارشاد ہے: اَوَلَمْ یَرَوْا۔ اس کے بعد پھر ارشاد ہے:

قُلْ سِیْرُوْا فِی الْاَرْضِ فَانْظُرُوْا كَیْفَ بَدَاَ الْخَلْقَ ثُمَّ اللّٰهُ یُنْشِئُ النَّشْاَةَ الْاٰخِرَةَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ۚ۝۲۰ ۔

فرما دیجئے زمین میں چل پھر کر دیکھو کہ اللہ تعالیٰ نے کس طرح خلق کی پھر اللہ آخرت میں بھی دوبارہ پیدا کرے گا بے شک اللہ ہر شے پر قادر ہے۔

یعنی زمین کے موالید ثلاثہ معادن ونباتات وحیوانات کے پیدا ہونے کی کیفیت معلوم کرو اور جو قادر علی الاطلاق اول بار پیدا کرنے میں قادر ہے تو اسے دوبارہ پیدا کرنا کیا مشکل ہے۔

انسان کو دیکھو کہ ایک قطرہ سے بنا کر پروان چڑھایا۔ درختوں کو دیکھو کہ ایک چھوٹے سے بیج سے کتنا بلند و بالا کیا تو جو ایک خشخاش کے دانہ سے بڑھ اور پیپل جیسا درخت پیدا کر سکتا ہے اسے تمہارے مرنے کے بعد تمہیں دوبارہ پیدا کرنا کیوں مشکل ہے وہ ہر شے پر قادر ہے۔

یُعَذِّبُ مَنْ یَّشَآءُ وَ یَرْحَمُ مَنْ یَّشَآءُ ۚ وَ اِلَیْهِ تُقْلَبُوْنَ ۝۲۱ وَ مَاۤ اَنْتُمْ بِمُعْجِزِیْنَ فِی الْاَرْضِ وَ لَا فِی السَّمَآءِ ۫ وَ مَا لَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ وَّلِیٍّ وَّ لَا نَصِیْرٍ ۚ۝۲۲ ۔

عذاب دے جسے چاہے اور رحم فرمائے جس پر چاہے اور تم اسی کی طرف لوٹ کر جاؤ گے اور تم زمین و آسمان میں اللہ تعالیٰ کو گرفت فرمانے سے عاجز نہیں کر سکتے اور تمہارا اللہ کے سوا کوئی حمایتی اور مددگار نہیں۔

یعنی اپنے معبودوں کی حمایت سے تم اللہ تعالیٰ کو عذاب کرنے میں روک کر عاجز نہیں کر سکتے وہی مختار مطلق ہے جسے چاہے عذاب دے اور جس پر چاہے رحم کرے اس کے سوا کوئی تمہارا حمایتی اور مددگار نہیں اس کے حضور تم سب کو حاضر ہونا اور واپس جانا ہے۔

مختصر تفسیر اردو دوسرا رکوع۔ سورۃ عنکبوت۔ پ ۲۰

وَ لَقَدْ اَرْسَلْنَا نُوْحًا اِلٰى قَوْمِهٖ فَلَبِثَ فِیْهِمْ اَلْفَ سَنَةٍ اِلَّا خَمْسِیْنَ عَامًا ۔

اور بے شک بھیجا ہم نے نوح کو اس کی قوم کی طرف تو وہ ان میں رہا پچاس کم ہزار برس۔

یہاں سے پھر انبیاء کرام پر ان کی قوم نے جو زیادتیاں کیں ان کا ذکر شروع فرمایا۔ تاکہ اَحَسِبَ النَّاسُ اَنْ یُّتْرَكُوْۤا پر مزید دلائل واضح ہو جائیں اور سب پر ظاہر ہو جائے کہ مجرد ایمان بغیر امتیلاء موجب نجات نہیں اور مومنین کو اس سے آمادہ کیا گیا کہ وہ صبر سے کام لیں اس لئے کہ انبیاء کرام علیہم السلام امتوں کے ہاتھ ایذائیں پا کر صبر کرتے رہے ہیں تو مومنین کو بطریقہ اولیٰ مصائب پر صبر کرنا سنت انبیاء کی اتباع میں اولیٰ ہے۔

چنانچہ حضرت نوح علیہ السلام کے ساتھ جو قوم نے کیا پہلے اس کا ذکر فرمایا گیا۔

چنانچہ ابن ابی شیبہ، عبد بن حمید اور ابن المنذر، ابن ابی حاتم، ابن مردویہ اور حاکم رحمہم اللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے راوی ہیں: قَالَ بَعَثَ اللّٰهُ تَعَالٰی نُوْحًا عَلَیْهِ السَّلَامُ وَ هُوَ ابْنُ اَرْبَعِیْنَ سَنَةً وَلَبِثَ فِیْهِمْ اَلْفَ سَنَةٍ اِلَّا

خَمْسِيْنَ عَامًا يَدْعُوْهُمْ اِلَى اللّٰهِ تَعَالٰى وَ عَاشَ بَعْدَ الطُّوْفَانِ سِتِّيْنَ سَنَةً حَتّٰى كَثُرَ النَّاسُ وَ فَشَوْا۔ اللہ تعالیٰ نے نوح علیہ السلام کو مبعوث کیا جبکہ آپ چالیس سال کے تھے اور آپ اپنی قوم میں ساڑھے نوسو سال رہے قوم کو بلاتے اللہ تعالیٰ کی طرف اور آپ بعد طوفان ساٹھ سال زندہ رہے حتیٰ کہ آبادی بہت ہوگئی تھی۔

آلوسی فرماتے ہیں کہ اس روایت کی بنا پر آپ کی عمر ایک ہزار پچاس سال ہوئی۔

وَ قِيْلَ اَنَّهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ عُمِرَ اَكْثَرَ مِنْ ذٰلِكَ۔ ایک قول ہے کہ آپ اس سے زیادہ مدت حین حیات رہے۔

اَخْرَجَ ابْنُ جَرِيْرٍ عَنْ عَوْنِ بْنِ اَبِيْ شَدَّادٍ قَالَ اِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى اَرْسَلَ نُوْحًا عَلَيْهِ السَّلَامُ اِلٰى قَوْمِهٖ وَ هُوَ ابْنُ خَمْسِيْنَ وَ ثَلٰثِمِائَةِ سَنَةٍ فَلَبِثَ فِيْهِمْ اَلْفَ سَنَةٍ اِلَّا خَمْسِيْنَ عَامًا ثُمَّ عَاشَ بَعْدَ ذٰلِكَ خَمْسِيْنَ وَ ثَلٰثِمِائَةِ سَنَةٍ فَيَكُوْنُ عُمْرُهٗ اَلْفَ سَنَةٍ وَ سِتُّمِائَةٍ وَّ خَمْسِيْنَ سَنَةً۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت نوح علیہ السلام کو قوم کی طرف تین سو پچاس سال کی عمر میں مبعوث کیا اور آپ ان میں ساڑھے نو سو سال سرگرم تبلیغ رہے پھر آپ بعد طوفان تین سو پچاس سال رہے اس حساب سے آپ کی تمام عمر ایک ہزار چھ سو پچاس سال ہوتی ہے۔

وَ اَخْرَجَ عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ عَنْ عِكْرِمَةَ قَالَ كَانَ عُمْرُ نُوْحٍ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَبْلَ اَنْ يُّبْعَثَ اِلٰى قَوْمِهٖ وَ بَعْدَ مَا بُعِثَ اَلْفًا وَّ سَبْعُمِائَةِ سَنَةٍ۔ عکرمہ فرماتے ہیں حضرت نوح علیہ السلام کی عمر قبل بعثت سے وفات تک ایک ہزار سات سو سال کی تھی۔

وَ عَنْ وَهْبٍ اَنَّهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ عَاشَ اَلْفًا وَّ اَرْبَعُمِائَةِ سَنَةٍ۔ وہب سے مروی ہے کہ آپ کی عمر مبارک چودہ سو سال تھی۔

وَ فِيْ جَامِعِ الْاُصُوْلِ كَانَتْ مُدَّةُ نُبُوَّتِهٖ تِسْعُمِائَةٍ وَّ خَمْسِيْنَ سَنَةً وَعَاشَ بَعْدَ الْغَرَقِ خَمْسِيْنَ سَنَةً۔ جامع الاصول میں ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام کی مدت نبوت نوسو پچاس سال تھی اور بعد غرق آپ پچاس سال رہے۔

وَ قِيْلَ مِائَتَيْ سَنَةٍ وَكَانَتْ مُدَّةُ الطُّوْفَانِ سِتَّةَ اَشْهُرٍ اٰخِرُهَا يَوْمُ عَاشُوْرَآءَ۔ ایک قول ہے کہ بعد طوفان دو سو سال رہے اور مدت طوفان چھ ماہ تھی جس کا آخری دن یوم عاشوراء تھا۔ تو اس حساب سے ساڑھے نوسو سال ایک اور دو سو سال ایک اور چھ ماہ ایک قبل بعثت کی عمر ساڑھے تین سو سال تو کل مدت پندرہ سو سال چھ ماہ ہوئی۔

اور اگر قبل بعثت چالیس سال لئے جائیں تو کل مدت گیارہ سو چھیانوے سال ہوتی ہے۔

وَجَآءَ فِيْ بَعْضِ الْاٰثَارِ اَنَّهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ اَطْوَلُ الْاَنْبِيَآءِ عَلَيْهِمُ السَّلَامُ عُمْرًا۔ بعض احادیث میں آیا ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام تقریباً انبیاء کرام سے عمر میں زیادہ تھے۔

اس اعتبار سے وہی روایتیں مسلم ہونی چاہئیں جن میں پندرہ سو سولہ سو سال عمر آئی ہے۔

اس لئے کہ تورات کی روایات آدم صفی علیہ السلام کی عمر نوسو تیس بتاتی ہے۔

اور حضرت شیث علیہ السلام کی نوسو بارہ۔

تو ان سے زیادہ عمر تو حضرت نوح علیہ السلام کی بہرحال قرآن کریم سے بھی ثابت ہے لیکن یہ طویل عمری اور اطول اس

سے بھی بہت زیادہ کو کہا جا سکتا ہے تو بایں اعتبار آپ کی عمر کی زیادہ مدت والی روایت ہی صحیح مانی جائے گی۔

لیکن باوجود اطول عمر ہونے کے جب ملک الموت نے آپ سے سوال کیا کہ حضور کی عمر مبارک سب نبیوں سے طویل رہی ہے لہٰذا فرمائیں کہ دنیا اور اس کی لذتیں کیسی پائیں۔ فرمایا عمر دنیا ایسے ہے جیسے ایک گھر کے دو دروازے تو آدمی ایک دروازے سے خوش خوش داخل ہو کر دوسرے دروازے سے باہر نکل جائے۔

چنانچہ ابن ابی الدنیا رحمہ اللہ کتاب ذم الدنیا میں انس رضی اللہ عنہ سے راوی ہیں: قَالَ جَاءَ مَلَکُ الْمَوْتِ اِلٰی نُوحٍ عَلَیْہِمَا السَّلَامُ فَقَالَ یَا اَطْوَلَ النَّبِیِّیْنَ عُمْرًا کَیْفَ وَجَدْتَّ الدُّنْیَا وَلَذَّتَهَا قَالَ رَجُلٌ دَخَلَ بَیْتًا لَهٗ بَابَانِ فَقَامَ وَسْطَ الْبَابِ هُنَیْئَةً ثُمَّ خَرَجَ مِنْ بَابِ الْاٰخَرِ۔

فَاَخَذَهُمُ الطُّوْفَانُ وَهُمْ ظٰلِمُوْنَ ﴿۱۴﴾ ۔تو پکڑ لیا انہیں طوفان نے اور وہ ظالم تھے۔

طوفان کی تعریف آلوسی رحمہ اللہ لکھتے ہیں: وَالطُّوْفَانُ قَدْ یُطْلَقُ عَلٰی کُلِّ مَا یَطُوْفُ بِالشَّیْءِ عَلٰی کَثْرَةٍ وَّ شِدَّةٍ مِّنَ السَّیْلِ وَالرِّیْحِ وَالظَّلَامِ۔

اور وَهُمْ ظٰلِمُوْنَ میں واؤ حالیہ ہے یعنی وہ طوفان ایسے حال میں آیا کہ نصائح نوح کے خلاف وہ اپنے ظلم وعدوان پر مستمر تھے اور آپ کی ہدایت کا ان پر کچھ اثر نہ تھا۔

فَاَنْجَیْنٰهُ وَاَصْحٰبَ السَّفِیْنَةِ وَجَعَلْنٰهَاۤ اٰیَةً لِّلْعٰلَمِیْنَ ﴿۱۵﴾ ۔

تو ہم نے بچا لیا نوح علیہ السلام کو اور کشتی والوں کو اور اس کشتی کو کر دیا ہم نے زمانہ کے لئے نشانی۔

یعنی جو اس کشتی میں سوار ہوئے انہیں بھی نجات دی آپ کی اولاد سے اور متبعین سے چنانچہ اہل اور آل کا اطلاق اولاد اور اتباع دونوں پر ہوتا ہے۔

جیسا کہ فرعون کے قصہ میں بھی ارشاد ہے: وَاِذْ نَجَّیْنٰکُمْ مِّنْ اٰلِ فِرْعَوْنَ یَسُوْمُوْنَکُمْ اور یہ کشتی والے کتنے تھے اس کے متعلق روح المعانی میں ہے: وَ کَانُوْا ثَمَانِیْنَ وَقِیْلَ ثَمَانِیَةٌ وَّ سَبْعِیْنَ – نِصْفُهُمْ ذُکُوْرٌ وَ نِصْفُهُمْ اُنَاثٌ مِنْهُمْ اَوْلَادُ نُوْحٍ سَامُ وَ حَامُ وَ یَافِثُ وَ نِسَاؤُهُمْ۔ وہ کل اسی آدمی تھے اور ایک قول ہے کہ اٹھتر آدمی تھے جن میں آدھے مرد اور آدھی عورتیں تھیں جو اولاد نوح علیہ السلام سے سام حام یافث وغیرہ تھے اور ان کی بیویاں تھیں۔

وَجَعَلْنٰهَاۤ۔ یعنی اس کشتی کو ہم نے عالم کے لئے نشان کر دیا۔

جیسے فرعون کے لئے فرمایا تھا: فَالْیَوْمَ نُنَجِّیْکَ بِبَدَنِکَ لِتَکُوْنَ لِمَنْ خَلْفَکَ اٰیَةً۔ فرمایا تھا۔ اور بدن فرعون آج تک مصر میں میوزم کے اندر ہے جو قرآنی پیشگوئی کی تصدیق کرتا ہے۔

ایسے ہی کشتی نوح کا قصہ اس لئے صحیح ماننا پڑتا ہے کہ وَجَعَلْنٰهَاۤ اٰیَةً لِّلْعٰلَمِیْنَ جو فرمایا وہ بھی صحیح نکلا۔ آج ہزار ہا سال کے بعد محققین طبقات الارض اور سیاح کہہ رہے ہیں کہ جودی پہاڑ پر برف میں دبی ہوئی کشتی کا کنارہ نکل آیا ہے کسی دن وہ ساری بھی سامنے آ جائے گی۔ چنانچہ علامہ آلوسی فرماتے ہیں: عِبْرَةً وَعِظَةً لَّهُمْ لِبَقَائِهَا زَمَانًا طَوِیْلًا عَلَی الْجُوْدِیِّ یُشَاهِدُهَا الْمَارَّةُ وَلِاِشْتِهَارِهَا فِیْمَا بَیْنَ النَّاسِ۔ کشتی کو نشانی اس لئے کہا کہ اسے دیکھ کر اہل زمانہ عبرت ونصیحت حاصل کریں اور جودی پہاڑ پر گزرنے والے دیکھ کر لوگوں میں مشتہر کریں۔

اس کے بعد دوسرا قصہ حضرت خطیب الانبیاء ابراہیم علیہ السلام کا ہے۔

وَ اِبْرٰهِیْمَ اِذْ قَالَ لِقَوْمِهِ اعْبُدُوا اللّٰهَ وَ اتَّقُوْهُ ؕ ذٰلِكُمْ خَیْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿۱۶﴾۔

اور ابراہیم کا قصہ یاد فرمائیں جبکہ آپ نے اپنی قوم کو فرمایا کہ اللہ کی پرستش کرو اور اسی سے ڈرو یہ تمہارے لئے بہتر ہے اگر تم سمجھو۔

یہاں ابراہیم پر نصب بہ اضمار اُذْكُرْ ہے جو معطوف ماقبل پر ہے یعنی قصہ ابراہیم علیہ السلام کا عطف قصہ نوح علیہ السلام پر کیا گیا۔

اِذْ قَالَ لِقَوْمِهِ۔ بدل الاشتمال ہے۔

گویا ارشاد ہے: اَرْسَلْنَاهُ حِیْنَ تَكَامَلَ عَقْلُهٗ وَقَدَرَ عَلَى النَّظْرِ وَالْاِسْتِدْلَالِ وَتَرَقّٰى رُتْبَةَ الْكَمَالِ اِلٰى دَرَجَةِ التَّكْمِیْلِ۔ ہم نے ابراہیم علیہ السلام کو اس وقت مبعوث فرمایا جبکہ عقل میں کامل اور نظر و استدلال میں درجۂ کمال تک ترقی فرما چکے تھے۔ تو آپ نے قوم کو اعْبُدُوا اللّٰهَ وَ اتَّقُوْهُ فرمایا یعنی اللہ کی توحید کے اختیار کرنے اور شرک و کفر سے اجتناب کا حکم دیا اور بتایا کہ جو میں تمہیں راہ بتا رہا ہوں وہ تمہارے لئے بہتر ہے اگر برائی بھلائی کی تمہیں تمیز ہے پھر فرمایا:

اِنَّمَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَوْثَانًا۔ تم تو پوج رہے ہو اللہ کے سوا بتوں کو۔

جو تمہارے ہاتھ کے گھڑے ہوئے ہیں ان میں کوئی صفت نہیں جو ان کے پوجنے کی طرف ایک سمجھدار آدمی کو بلائے۔

وَّ تَخْلُقُوْنَ اِفْكًا۔ بلکہ تم نرا جھوٹ بنا رہے ہو۔

اور بتوں کو خدا کا شریک کہتے ہو اور ان کا نام خدا رکھتے ہو۔ آلوسی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: وَاِطْلَاقُهٗ عَلَى الْاَوْثَانِ لِاَنَّهَا مَصْنُوْعَةٌ وَ هُمْ یَجْعَلُوْنَهَا صَانِعًا۔ بتوں پر اوثان کا اطلاق اس لئے کیا گیا کہ وہ گھڑے ہوئے تھے اور مشرکین انہیں صانع و خالق اعتقاد کرتے تھے۔

اِنَّ الَّذِیْنَ تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ لَا یَمْلِكُوْنَ لَكُمْ رِزْقًا فَابْتَغُوْا عِنْدَ اللّٰهِ الرِّزْقَ وَ اعْبُدُوْهُ وَ اشْكُرُوْا لَهٗ ؕ اِلَیْهِ تُرْجَعُوْنَ ﴿۱۷﴾۔

بے شک وہ جنہیں تم اللہ کے سوا پوجتے ہو وہ قطعاً تمہارے رزق کے مالک نہیں لہٰذا اللہ سے یہ رزق مانگو اور اسی کو پوجو اور اس کی نعمتوں پر شکر کرو۔ اسی کی طرف تم کو لوٹ کر جانا ہے۔

یعنی جو رزق دینے کی استطاعت نہیں رکھتے وہ تمہارے دیگر نفع و نقصان کے کیونکر مالک ہو سکتے ہیں لہٰذا اسی ایک ذات واجب تعالیٰ شانہ سے رزق طلب کرو اور اسی کی پرستش اور شکر نعمت کا حق ادا کرو اور تمہیں اسی کی طرف واپس جانا ہے لہٰذا اس کے حضور اس کے عابد و شاکر بن کر تیار رہو تاکہ جب اس کی طرف لوٹو تو ذلیل و خوار نہ ہو۔ یہ ہدایت ایک معقول ہدایت تھی اور دلیل وجود باری تعالیٰ عز اسمہ پر تھی۔ اب آگے ارشاد ہے:

وَ اِنْ تُكَذِّبُوْا فَقَدْ كَذَّبَ اُمَمٌ مِّنْ قَبْلِكُمْ ؕ وَ مَا عَلَى الرَّسُوْلِ اِلَّا الْبَلٰغُ الْمُبِیْنُ ﴿۱۸﴾۔

اور اگر وہ آپ کی تکذیب کریں تو (یہ نئی بات نہیں) آپ سے پہلے رسولوں کی پہلی امتیں تکذیب کر چکی ہیں اور رسول کے ذمہ تو اس درجہ روشن تبلیغ کر دینا ہے۔

کہ اس میں سننے والے کو شک وشبہ نہ رہے اس کے وہ فریضہ تبلیغ سے سبکدوش ہے۔ رہا معاملہ ہدایت تو یہ اللہ تعالیٰ کے ید قدرت میں ہے۔ اس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی بھی فرمائی اور کہا کہ آپ کی تکذیب ہی نہیں کی گئی آپ سے قبل جو رسول تشریف لائے ان کی بھی اس وقت کی جماعتیں پورے زور سے تکذیب کر چکی ہیں اور عذاب سے ہلاک بھی ہو چکی ہیں۔ سیدنا خلیل خطیب الانبیاء جو سب کے باپ ہیں ان کی بھی قوم نے تکذیب کی تو جب ان کی بھی تکذیب سے وہ امت باز نہ آئی تو آپ کو غم نہ فرمانا چاہئے۔

اس کے بعد دلائل قدرت بہ طریقہ استفہام انکار ظاہر فرمائے گئے۔ چنانچہ ارشاد ہے:

اَوَلَمْ یَرَوْا كَیْفَ یُبْدِئُ اللّٰهُ الْخَلْقَ ثُمَّ یُعِیْدُهٗ ؕ اِنَّ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ یَسِیْرٌ ﴿۱۹﴾ -

کیا وہ نہیں دیکھتے کہ کس طرح اللہ تعالیٰ نے خلق کی ابتداء فرمائی پھر وہ اسے دوبارہ بنائے گا بے شک یہ اللہ پر آسان ہے۔

اس لئے کہ جو بدء خلق میں کسی کا محتاج نہ تھا وہ دوبارہ بنانے میں کیوں محتاج ہو اسی بنا پر باعتبار نسبت فرمایا: اِنَّ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ یَسِیْرٌ۔ پھر ارشاد ہے:

قُلْ سِیْرُوْا فِی الْاَرْضِ فَانْظُرُوْا كَیْفَ بَدَاَ الْخَلْقَ ثُمَّ اللّٰهُ یُنْشِئُ النَّشْاَةَ الْاٰخِرَةَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ﴿۲۰﴾ یُعَذِّبُ مَنْ یَّشَآءُ وَیَرْحَمُ مَنْ یَّشَآءُ ۚ وَاِلَیْهِ تُقْلَبُوْنَ ﴿۲۱﴾ وَمَاۤ اَنْتُمْ بِمُعْجِزِیْنَ فِی الْاَرْضِ وَلَا فِی السَّمَآءِ ۫ وَمَا لَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ وَّلِیٍّ وَّلَا نَصِیْرٍ ﴿۲۲﴾ -

فرما دیجئے زمین میں سفر کر کے دیکھو (گزشتہ اقوام کی آبادیاں اور ان کی عمارات تاکہ تمہیں معلوم ہو کہ) اللہ تعالیٰ کیونکر پہلے بناتا ہے مخلوق کو (پھر اسے موت دے کر) پھر اللہ دوسری بار ان کی اٹھان اٹھاتا ہے (یعنی جب اس امر پر یقین ہو گیا کہ پہلی مرتبہ سب کو اللہ نے ہی پیدا کیا جیسا کہ منکرین مشرکین کا عقیدہ تھا تو دوبارہ اس خالق مطلق کو مخلوقات پیدا کر دینا یعنی موت دے کر پھر اٹھانا متعذر نہیں) بے شک اللہ ہر شے پر قادر ہے۔

جسے چاہتا ہے عذاب دیتا ہے جسے چاہتا ہے اس پر رحم فرماتا ہے (اپنے فضل اور کرم سے) اور اسی کی طرف تمہیں واپس لوٹنا ہے۔

اور تم اس کی گرفت سے زمین و آسمان میں نکل نہ سکو گے (اس سے بچ کر بھاگنے چھپنے کی کوئی جگہ نہیں اور تم اسے اپنی تدبیر کے ذریعہ عاجز نہیں کر سکتے۔)

اور تمہارا اللہ کے سوا کوئی مددگار نہیں۔ بالذات سب کا والی و مددگار وہی ہے۔ البتہ اولیاء و انبیاء ملائکہ میں سے جسے چاہے تمہاری مدد کے لئے متصرف فرما دے تو یہ تصرف بھی بعطاء الٰہی ہوگا تو خلاصہ مفہوم آیت یہ ہوا کہ اس کے سوا تمہارا والی و کارساز اور مددگار زمین و آسمان میں حقیقتاً کوئی نہیں کہ وہ ہی ولی حقیقی اور ناصر تحقیقی ہے۔

دنیا میں جو کسی کا مددگار و معین ہوتا ہے وہ محض مجازاً ہے ورنہ حقیقتاً ہر اعانت و نصرت اسی کی ہے اور وہی نعم المولیٰ اور نعم النصیر ہے۔

بامحاورہ ترجمہ تیسرا رکوع — سورۃ عنکبوت — پ ۲۰

وَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا بِاٰیٰتِ اللّٰهِ وَ لِقَآىِٕهٖۤ اُولٰٓىِٕكَ — اور وہ جنہوں نے میری آیتوں اور میرے ملنے کو نہ مانا وہ

يَئِسُوْا مِنْ رَّحْمَتِيْ وَ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۲۳﴾

ہیں جنہیں میری رحمت سے مایوسی ہے اور یہ وہ ہیں جن کے لئے دردناک عذاب ہے

فَمَا كَانَ جَوَابَ قَوْمِهٖٓ اِلَّآ اَنْ قَالُوا اقْتُلُوْهُ اَوْ حَرِّقُوْهُ فَاَنْجٰىهُ اللّٰهُ مِنَ النَّارِ ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ﴿۲۴﴾

اور اس کی قوم کو کچھ جواب نہ بن آیا مگر یہ کہ بولے انہیں قتل کر دو یا جلا دو تو اللہ نے اسے (یعنی ابراہیم کو) آگ سے بچا لیا بے شک اس میں ضرور نشانیاں ہیں ایمان والوں کے لئے

وَ قَالَ اِنَّمَا اتَّخَذْتُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَوْثَانًا ۙ مَّوَدَّةَ بَيْنِكُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۚ ثُمَّ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ يَكْفُرُ بَعْضُكُمْ بِبَعْضٍ وَّ يَلْعَنُ بَعْضُكُمْ بَعْضًا ۫ وَّ مَاْوٰىكُمُ النَّارُ وَ مَا لَكُمْ مِّنْ نّٰصِرِيْنَ ﴿۲۵﴾

اور فرمایا ابراہیم نے کہ تم نے تو اللہ کے سوا پکڑے ہیں بت جن سے تمہاری دوستی دنیا کی زندگی تک ہے پھر روز قیامت کفر کرے گا بعض تمہارا بعض پر اور تمہارا ٹھکانا جہنم ہے اور تمہارا کوئی مددگار نہ ہو

فَاٰمَنَ لَهٗ لُوْطٌ ۘ وَ قَالَ اِنِّيْ مُهَاجِرٌ اِلٰى رَبِّيْ ؕ اِنَّهٗ هُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ﴿۲۶﴾

تو ایمان لایا اس پر لوط اور کہا ابراہیم نے میں اپنے رب کی طرف ہجرت کرتا ہوں بیشک وہی عزت و حکمت والا ہے

وَ وَهَبْنَا لَهٗٓ اِسْحٰقَ وَ يَعْقُوْبَ وَ جَعَلْنَا فِيْ ذُرِّيَّتِهِ النُّبُوَّةَ وَ الْكِتٰبَ وَ اٰتَيْنٰهُ اَجْرَهٗ فِي الدُّنْيَا ۚ وَ اِنَّهٗ فِي الْاٰخِرَةِ لَمِنَ الصّٰلِحِيْنَ ﴿۲۷﴾

اور بخشا ہم نے اسے اسحاق اور یعقوب اور کی ہم نے اس کی ذریت میں نبوت اور کتاب اور عطا کیا ہم نے اس کا ثواب دنیا میں اور بے شک آخرت میں وہ ہمارے صالحین میں ہوں گے

وَ لُوْطًا اِذْ قَالَ لِقَوْمِهٖٓ اِنَّكُمْ لَتَاْتُوْنَ الْفَاحِشَةَ ۫ مَا سَبَقَكُمْ بِهَا مِنْ اَحَدٍ مِّنَ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۲۸﴾

اور لوط جبکہ وہ بولے اپنی قوم سے بے شک تم آتے ہو اس بے حیائی کے ساتھ کہ تم سے پہلے کوئی دنیا میں ایسا نہ کرتا تھا

اَئِنَّكُمْ لَتَاْتُوْنَ الرِّجَالَ وَ تَقْطَعُوْنَ السَّبِيْلَ ۙ۬ وَ تَاْتُوْنَ فِيْ نَادِيْكُمُ الْمُنْكَرَ ؕ فَمَا كَانَ جَوَابَ قَوْمِهٖٓ اِلَّآ اَنْ قَالُوا ائْتِنَا بِعَذَابِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ ﴿۲۹﴾

کیا تم مردوں سے بدفعلی کرتے ہو اور صحیح راہ کو قطع کرتے ہو اور اپنی مجلسوں میں بری بات کرتے ہو تو نہ تھا جواب اس کی قوم کا مگر یہ کہ کہنے لگے لاؤ ہم پر اللہ کا عذاب اگر تم سچے ہو

قَالَ رَبِّ انْصُرْنِيْ عَلَى الْقَوْمِ الْمُفْسِدِيْنَ ﴿۳۰﴾ ع

بولا اے میرے رب میری مدد کر ان فسادی لوگوں پر

حل لغات تیسرا رکوع - سورۃ عنکبوت - پ ۲۰

وَ - اور | الَّذِيْنَ - وہ جنہوں نے | كَفَرُوْا - انکار کیا | بِاٰيٰتِ - آیات

اللّٰهِ - الٰہی کا | وَ - اور | لِقَآئِهٖ - اس کی ملاقات کا | اُولٰٓئِكَ - یہ لوگ

یَئِسُوْا۔ مایوس ہوئے	مِنْ رَّحْمَتِیْ۔ میری رحمت سے	وَ۔ اور	اُولٰٓئِكَ۔ یہ لوگ
لَهُمْ۔ ان کے لئے	عَذَابٌ۔ عذاب ہے	اَلِیْمٌ۔ دردناک	فَمَا۔ تو نہ
كَانَ۔ تھا	جَوَابَ۔ جواب	قَوْمِهٖٓ۔ اس کی قوم کا	اِلَّآ۔ مگر
اَنْ۔ یہ کہ	قَالُوا۔ بولے	اقْتُلُوْ۔ مار ڈالو	هُ۔ اس کو
اَوْ۔ یا	حَرِّقُوْ۔ جلا دو	هُ۔ اس کو	فَاَنْجٰىهُ۔ تو نجات دی اسے
اللّٰهُ۔ اللہ نے	مِنَ النَّارِ۔ آگ سے	اِنَّ۔ بے شک	فِیْ۔ بیچ
ذٰلِكَ۔ اس کے	لَاٰیٰتٍ۔ نشانیاں ہیں	لِّقَوْمٍ۔ واسطے قوم	یُّؤْمِنُوْنَ۔ مومن کے
وَ۔ اور	قَالَ۔ فرمایا	اِنَّمَا۔ اس کے سوا نہیں	اتَّخَذْتُمْ۔ پکڑا تم نے
مِّنْ دُوْنِ۔ سوا	اللّٰهِ۔ اللہ کے	اَوْثَانًا۔ بتوں کو	مَّوَدَّةَ۔ دوستی
بَیْنِكُمْ۔ آپس میں	فِیْ۔ بیچ	الْحَیٰوةِ۔ زندگی	الدُّنْیَا۔ دنیا کے
ثُمَّ۔ پھر	یَوْمَ۔ دن	الْقِیٰمَةِ۔ قیامت کے	یَكْفُرُ۔ انکار کرے گا
بَعْضُكُمْ۔ بعض تمہارا	بِبَعْضٍ۔ بعض کا	وَّ۔ اور	یَلْعَنُ۔ لعنت کرے گا
بَعْضُكُمْ۔ بعض تمہارا	بَعْضًا۔ بعض پر	وَّ۔ اور	مَاْوٰىكُمُ۔ تمہارا ٹھکانہ
النَّارُ۔ آگ ہے	وَ۔ اور	مَا۔ نہیں	لَكُمْ۔ تمہارے لئے
مِّنْ نّٰصِرِیْنَ۔ کوئی مددگار	فَاٰمَنَ۔ تو ایمان لایا	لَهٗ۔ اس پر	لُوْطٌ۔ لوط
وَ۔ اور	قَالَ۔ فرمایا	اِنِّیْ۔ بے شک میں	مُهَاجِرٌ۔ ہجرت کرنے
والا ہوں	اِلٰی۔ طرف	رَبِّیْ۔ اپنے رب کی	اِنَّهٗ۔ بے شک وہ
هُوَ۔ وہی ہے	الْعَزِیْزُ۔ غالب	الْحَكِیْمُ۔ حکمت والا	وَ۔ اور
وَهَبْنَا۔ دیا ہم نے	لَهٗٓ۔ اس کو	اِسْحٰقَ۔ اسحاق	وَ۔ اور
یَعْقُوْبَ۔ یعقوب	وَ۔ اور	جَعَلْنَا۔ رکھی ہم نے	فِیْ۔ بیچ
ذُرِّیَّتِهِ۔ اس کی اولاد کے	النُّبُوَّةَ۔ نبوت	وَ۔ اور	الْكِتٰبَ۔ کتاب
وَ۔ اور	اٰتَیْنٰهُ۔ دیا ہم نے اس کو	اَجْرَهٗ۔ اس کا بدلہ	فِیْ۔ بیچ
الدُّنْیَا۔ دنیا کے	وَ۔ اور	اِنَّهٗ۔ بے شک وہ	فِیْ۔ بیچ
الْاٰخِرَةِ۔ آخرت کے	لَمِنَ الصّٰلِحِیْنَ۔ نیکوں سے ہے		وَ۔ اور
لُوْطًا۔ لوط	اِذْ۔ جب	قَالَ۔ اس نے کہا	لِقَوْمِهٖٓ۔ اپنی قوم کو
اِنَّكُمْ۔ بے شک تم	لَتَاْتُوْنَ۔ آتے ہو	الرِّجَالَ۔ مردوں کے پاس	وَ۔ اور
تَقْطَعُوْنَ۔ کاٹتے ہو	السَّبِیْلَ۔ رستہ	وَ۔ اور	تَاْتُوْنَ۔ آتے ہو
فِیْ۔ بیچ	نَادِیْكُمُ۔ اپنی مجلسوں کے	الْمُنْكَرَ۔ بے حیائی کو	فَمَا۔ تو نہ

کَانَ۔تھا	جَوَابَ۔جواب	قَوْمِهٖٓ۔اس کی قوم کا	اِلَّآ۔مگر
اَنْ۔یہ کہ	قَالُوا۔بولے	ائْتِنَا۔لے آہم پر	بِعَذَابِ۔عذاب
اللّٰهِ۔اللہ کا	اِنْ۔اگر	كُنْتَ۔ہے تو	مِنَ الصّٰدِقِيْنَ ۔ سچے
لوگوں سے	قَالَ۔کہا	رَبِّ۔اے میرے رب	انْصُرْ۔مدد کر
نِيْ۔میری	عَلَى۔اوپر	الْقَوْمِ۔قوم	الْمُفْسِدِيْنَ۔فسادی کے

خلاصہ تفسیر تیسرا رکوع۔سورۃ عنکبوت۔پ ۲۰

وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَلِقَآئِهٖٓ۔یعنی وہ جنہوں نے کفر کیا اللہ کی آیتوں اور اس سے ملنے کا۔
یعنی قرآن کریم اور مرنے کے بعد اٹھنے کا انکار کیا اور ایمان نہ لائے۔

اُولٰٓئِكَ يَئِسُوْا مِنْ رَّحْمَتِيْ وَاُولٰٓئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۲۳﴾۔
یہ میری رحمت سے مایوس ہو چکے ہیں اور ان کے لئے دردناک عذاب ہے۔
یعنی حضرت ابراہیم علیہ السلام کی پند و نصیحت سے انکار کر کے کفر کرتے رہے آپ نے انہیں فرمایا کہ میرے دلائل ساطعہ واضحہ کا جواب دو تو ان کے پاس جواب نہ تھا حَیْثُ قَالَ۔

فَمَا كَانَ جَوَابَ قَوْمِهٖٓ اِلَّآ اَنْ قَالُوا اقْتُلُوْهُ اَوْ حَرِّقُوْهُ۔
تو کچھ جواب اس کی قوم کے پاس نہ تھا سوا اس کے کہ وہ بولے انہیں قتل کر دو یا جلا دو۔
سب نے مل کر آپ کو آگ میں جلا ڈالنے کا فیصلہ کیا اگرچہ ان میں بعض وہ بھی تھے کہ اس فعل سے ناراض تھے مگر سرداروں کی اکثریت کے ماتحت متفق ہی ہونا پڑا غرضکہ سب قائلین کے حکم میں ہی داخل تھے اس لئے اِلَّآ اَنْ قَالُوْا فرمایا گیا۔

فَاَنْجٰىهُ اللّٰهُ مِنَ النَّارِ۔تو اللہ نے اسے یعنی ابراہیم علیہ السلام کو آگ سے بچا لیا۔
یعنی جب ان کی سرکش قوم نے آپ کو آگ میں ڈالا تو اللہ تعالیٰ نے اس آگ سے آپ کو بچا لیا اور اس آگ کو گلزار بنا کر آپ کو سلامت رکھا۔

اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ﴿۲۴﴾۔بے شک اس میں ضرور نشانیاں ہیں ایمان والوں کے لئے۔
نشانیاں یقیناً ہیں اول تو یہ نشانی کہ آگ کا مشتعل ہونا اور اس اشتعال کے باوجود آپ پر اثر نہ ہونا اور سرد ہو کر رہ جانا۔ دوسرے عین حرارت میں آگ کا گلزار ہو جانا اور اس میں گلشن پیدا ہو جانا اور یہ سب کچھ پل بھر میں ہونا۔اور نمرود کا ایک بلند مکان پر چڑھ کر دیکھنا کہ حضرت خلیل علیہ السلام آگ کے بیچ میں جلوہ افروز ہیں۔پھر آپ کا اس آگ سے باہر تشریف لا کر اپنی قوم کو ہدایت فرمانا اور حق پرستی کے ساتھ حق گوئی سے نہ رکنا۔چنانچہ ارشاد ہے:

وَقَالَ اِنَّمَا اتَّخَذْتُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَوْثَانًا ۙ مَّوَدَّةَ بَيْنِكُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۚ ثُمَّ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ يَكْفُرُ بَعْضُكُمْ بِبَعْضٍ وَّيَلْعَنُ بَعْضُكُمْ بَعْضًا ۡ وَّمَاْوٰىكُمُ النَّارُ وَمَا لَكُمْ مِّنْ نّٰصِرِيْنَ ﴿۲۵﴾۔
اور فرمایا ابراہیم نے اپنی قوم سے کہ تم نے تو اللہ کے سوا یہ بت بنا لئے ہیں جن سے تمہاری محبت دنیا کی زندگی تک ہے (پھر یہ وداد منقطع ہو جائے گا اور تمہاری آپس میں ایسی میں میں تو تو چلے گی کہ) تم میں ایک دوسرے سے انکار و کفر کریگا اور

ایک دوسرے پر لعنت بھیجے گا۔ یعنی بروز قیامت ایک دوسرے سے کہے گا کہ تو ملعون وخبیث تھا۔ تیری وجہ میں مجھ پر بھی یہ مصیبت آئی ایک پجاری دوسرے سے بیزار ہو کر لعنت کرے گا اور سردار جو قوم کو گمراہ کرتے تھے اپنے متبعین سے بیزار ہو کر لعنت کریں گے اور وہ دن ہو گا کہ ان سب کی جگہ جہنم ہو گا اور (اللہ تعالیٰ فرماتا ہے) تمہارا اس دن کوئی مددگار نہ ہو گا۔ جو تمہیں عذاب جہنم سے بچالے۔

جب یہ نقشہ معجزانہ حضرت لوط علیہ السلام نے دیکھا جو حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بھتیجے تھے آپ پر ایمان لے آئے جس کا ذکر آگے کی آیتوں میں مذکور ہے۔

فَاٰمَنَ لَهٗ لُوْطٌ۔ تو لوط اس پر ایمان لایا۔

آپ حضرت ابراہیم علیہ السلام پر سب سے پہلے ایمان لائے۔ یہاں ایمان سے مراد تصدیق رسالت ہے اس لئے کہ اعتقاد توحید آپ کو ہمیشہ سے حاصل تھا کہ آپ نبی تھے اور نبی ہمیشہ ہی مومن ہوتا ہے اور ان کی ذات سے تو کفر کسی حال میں بھی متصور نہیں پھر ابراہیم علیہ السلام اپنی قوم کو چھوڑ کر بحکم الٰہی عزوجل حران اطراف کوفہ کی طرف تشریف لے آئے پھر یہاں سے ملک شام میں رونق افروز ہوئے اب اس کا ذکر فرمایا جارہا ہے:

وَقَالَ اِنِّيْ مُهَاجِرٌ اِلٰى رَبِّيْ ؕ اِنَّهٗ هُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ﴿۲۶﴾۔

اور کہا ابراہیم نے میں اپنے رب کی طرف ہجرت کرتا ہوں بے شک وہی عزت وحکمت والا ہے۔

مُهَاجِرٌ اِلٰى رَبِّيْ۔ سے مراد ہے کہ یہ میری ہجرت اللہ تعالیٰ شانہ کے حکم سے ہے جہاں وہ لے جاتا ہے جاتا ہوں اس ہجرت میں آپ کے ہم سفر آپ کی بیوی حضرت سارہ اور حضرت لوط علیہ السلام تھے۔ یہ واقعہ نار نمرود کا بابل میں ہوا۔ پھر ارشاد ہے:

وَوَهَبْنَا لَهٗۤ اِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ وَجَعَلْنَا فِيْ ذُرِّيَّتِهِ النُّبُوَّةَ وَالْكِتٰبَ وَاٰتَيْنٰهُ اَجْرَهٗ فِي الدُّنْيَا ۚ وَاِنَّهٗ فِي الْاٰخِرَةِ لَمِنَ الصّٰلِحِيْنَ ﴿۲۷﴾۔

اور ہم نے اسے یعنی ابراہیم کو اسحاق اور یعقوب عطا فرمائے اور اس کی نسل میں نبوت اور کتاب کی اور دیا ہم نے انہیں دنیا میں بدلہ (مال ودولت، اولاد اور عزت) اور آخرت میں بھی وہ صالحین مقربین میں ہے۔

نسل میں کتاب توریت، انجیل، زبور اور قرآن کریم عطا فرمایا۔ اس کے بعد حضرت لوط علیہ السلام کا تیسرا قصہ شروع فرمایا۔ چنانچہ ارشاد ہے:

وَلُوْطًا اِذْ قَالَ لِقَوْمِهٖۤ اِنَّكُمْ لَتَاْتُوْنَ الْفَاحِشَةَ ۫ مَا سَبَقَكُمْ بِهَا مِنْ اَحَدٍ مِّنَ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۲۸﴾ اَئِنَّكُمْ لَتَاْتُوْنَ الرِّجَالَ وَتَقْطَعُوْنَ السَّبِيْلَ ۙ۬ وَتَاْتُوْنَ فِيْ نَادِيْكُمُ الْمُنْكَرَ ؕ۔

اور لوط کا قصہ یہ ہے جبکہ اس نے کہا اپنی قوم کو کہ تم لوگ ایسی بے حیائی پر آئے ہو کہ تم سے پہلے دنیا میں کسی نے بھی اتنی سبقت نہ کی کیا تم لڑکوں پر آتے ہو اور صحیح راہ کو قطع کرتے ہو اور اپنی مجلس میں بری طرح آتے ہو۔

واقعہ یہ ہے کہ حضرت خلیل اللہ علیہ السلام کے ساتھ بابل سے ہجرت کرنے میں حضرت لوط علیہ السلام بھی ہم سفر تھے۔ عراق کوفہ سے جب آپ شام میں تشریف لائے تو یہ مشورہ ہوا کہ دونوں یہاں سے علیحدہ علیحدہ قیام کریں۔

خلیل اللہ اور لوط علیہما السلام کے ساتھ ان کے مویشی بھی تھے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کنعان میں مقیم ہو گئے۔

اور حضرت لوط علیہ السلام دریائے اردن کے پاس شہر سدوم میں سکونت پذیر ہوئے۔

سدوم شہر اس جھیل کے کنارے آباد تھا جسے بحر المیت (Dead Sea) کہتے ہیں۔

یہ کنعان سے جنوب کی طرف تھوڑے فاصلہ پر واقع تھا۔

یہاں کے لوگ بڑے بدکار بد فعلی میں اغلام تک پہنچ چکے تھے۔

اور راہزنی میں بھی پورے بدنام تھے حتیٰ کہ راہ گیر مسافروں کے لڑکوں سے چھیڑ چھاڑ کرتے۔ اِنہیں پکڑ کر اغلام بازی کرتے حتیٰ کہ یہ راستہ ہی بند ہو گیا تھا۔

نَادِيكُمُ الْمُنْكَرَ۔ نَادِ ـ نَدٰی ـ نَدْوَةٌ۔ تینوں کے معنی مجلس کے آتے ہیں۔ اسی سے قصی نے مکہ معظمہ میں ندوہ جو بنایا تھا وہ اسی لئے کہ اس میں بیٹھ کر مجالس و مشورے منعقد ہوں۔

حضرت لوط علیہ السلام نے انہیں سمجھایا۔ ہدایت اور نصیحت کی لیکن بداخلاقی کے پیکر شیطنت کے مجسمہ نہ مانے بلکہ چڑ گئے۔ چنانچہ ارشاد ہے:

فَمَا كَانَ جَوَابَ قَوْمِهٖٓ اِلَّآ اَنْ قَالُوا ائْتِنَا بِعَذَابِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ ﴿۲۹﴾۔

(تو جب انہیں ہدایت منظور نہ ہوئی) تو جواب تو کیا دیتے مگر ڈھٹائی سے بولے ہم پر اللہ کا عذاب لے آ اگر تو سچا ہے۔

چنانچہ لوط علیہ السلام نے بارگاہ الٰہی عز و جل میں عرض کی جیسا کہ ارشاد ہے:

قَالَ رَبِّ انْصُرْنِيْ عَلَى الْقَوْمِ الْمُفْسِدِيْنَ ﴿۳۰﴾۔ عرض کی اے میرے رب میری مدد فرما اس فسادی قوم پر۔

چنانچہ اس دعا کی اجابت یوں ظاہر ہوئی کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنے خیمہ میں دوپہر کے وقت تشریف فرما تھے کہ اچانک تین اجنبی نوجوان نظر آئے آپ نے انہیں مرحباً فرما کر بٹھایا اور روٹیاں اور تلا ہوا بچھڑا ان کے آگے رکھا انہوں نے کھانے سے انکار کیا حضرت ابراہیم علیہ السلام کو ان سے خطرہ محسوس ہوا خیال ہوا جب یہ کھانا نہیں کھاتے تو ضرور کسی برے خیال سے آئے ہیں تو انہوں نے کہا:

لَا تَخَفْ اِنَّآ اَرْسِلْنَآ اِلٰى قَوْمِ لُوْطٍ۔ آپ خائف نہ ہوں ہم تو قوم لوط کی طرف بھیجے گئے ہیں۔

آپ نے فرمایا وہاں تو میرا بھتیجا لوط بھی ہے۔

انہوں نے عرض کیا ہم آپ کو بشارت دیتے ہیں کہ سارہ سے فرزند ارجمند ہوگا فَبَشَّرْنٰهَا بِاِسْحٰقَ ۙ وَمِنْ وَّرَآءِ اِسْحٰقَ يَعْقُوْبَ۔ اور جب سدوم کو ہم غارت کریں گے تو لوط اور اس کے کنبے کو بچالیں گے مگر اس کی بیوی نہ بچے گی کیونکہ وہ اس معذب بستی کو مڑ کر دیکھے گی اور ہلاک ہوگی۔

چنانچہ حضرت لوط علیہ السلام شہر سدوم کے دروازے پر تشریف فرما تھے کہ یہ مہمان وہاں پہنچے۔ آپ انہیں اپنے ساتھ گھر لے آئے لیکن دل میں غمزدہ تھے کہ یہ مہمان حسین و جمیل امرد ہیں۔ لیکن مہمان نوازی کے لحاظ سے گھر لے آئے۔

غرضکہ ابھی سونے کے لئے لیٹے بھی نہ تھے کہ آوارگان سدوم کے جوان اور بوڑھے آ پہنچے اور آپ کے مکان کو گھیر لیا اور

پکارے ان مہمانوں کو ہمارے سپرد کرو تا کہ ہم اپنی بری عادت کے موافق ان سے برتاؤ کریں۔

حضرت لوط علیہ السلام گھر سے باہر تشریف لائے اور فرمایا یہ میرے مہمان ہیں اگر تم ایسے ہی مغلوب الشہوت ہو تو قوم کی لڑکیاں موجود ہیں مگر وہ نہ مانے فرشتوں نے ہاتھ بڑھا کر حضرت لوط علیہ السلام کو اندر لے لیا اور ایک پر جو ہاتھ مارا تو سب اندھے ہو گئے۔

تو وہ ڈکراڈکرا کر رونے لگے اور ٹکراتے ہوئے ادھر ادھر پھرنے لگے۔

فرشتوں نے حضرت سے عرض کی حضرت ہم فرشتے ہیں اس قوم پر عذاب لے کر آئے ہیں آپ صبح ہوتے ہوئے اس بستی سے نکل جائیں اور اپنے متبعین کو بھی لے جائیں انہیں ہدایت فرما دیں کہ وہ مڑ کر نہ دیکھیں۔

چنانچہ حضرت لوط علیہ السلام اندھیرے سویرے معہ اپنے متبعین کے نکل آئے اور سورج نکلتے سدوم اور عمورہ پر گندھک اور آگ برسنی شروع ہو گئی اس بستی کے نشان ابھی تک بحر الکاہل کے کنارے پر موجود ہیں۔

مفصل حال پہلے گزر چکا ہے فَانْظُرْ فِیْ سُوْرَۃِ الْاَعْرَافِ وَالْحَجَرِ وَالنَّمْلِ۔

مختصر تفسیر اردو تیسرا رکوع - سورۃ عنکبوت - پ ۲۰

وَالَّذِیْنَ كَفَرُوْا بِاٰیٰتِ اللّٰهِ وَلِقَآىٕهٖۤ اُولٰٓىٕكَ یَىٕسُوْا مِنْ رَّحْمَتِیْ وَاُولٰٓىٕكَ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ ﴿۲۳﴾۔

اور وہ جنہوں نے اللہ تعالیٰ کی آیتوں سے کفر کیا اور اس کے حضور جانے سے منکر ہوئے یہ وہ ہیں جو میری رحمت سے ناامید ہو چکے ہیں اور یہ ہی وہ ہیں جن کے لئے دردناک عذاب ہے۔

یعنی جو دلائل تکوینیہ وتنزیلیہ سے کفر کرے جو صفات وذات اور افعال حقہ پر دلیل ہیں اور لقاء الٰہی جو آیات الٰہی عزوجل سے ثابت ہے اس کا منکر ہو اس قسم کے لوگ کفر و انکار کی وجہ سے قیامت کے دن رحمت الٰہی سے مایوس ہیں۔ یہ یاس و ناامیدی رحمت سے ان کے لئے ہے جو کفر و انکار پر مرے ہوں۔ اس لئے کہ جب تک وہ زندہ ہیں ان سے امید ایمان لانے کی رہتی ہے تو جو کفر و انکار پر مراد وہ اس جماعت میں ہے جن پر عذاب اور دردناک عذاب لازم ہے چنانچہ آلوسی فرماتے ہیں:

اِنَّ فِی الْاٰیَةِ عَلٰی هٰذَا دَلَالَةٌ عَلٰی سُوْٓءِ حَالِهِمْ اَیْضًا لِاِفَادَتِهَا اَنَّهُمْ حُرِمُوْا تِلْكَ الرَّحْمَةَ الْعَظِیْمَةَ بِمَا ارْتَكَبُوْهُ مِنَ الْعَظَآىٕمِ۔ آیہ کریمہ مشرکین ومنکرین کے سوء حال پر دلیل واضح ہے اور ظاہر کرتی ہے کہ رحمت عظیمہ ان کے ارتکاب عظائم کی وجہ میں ان پر حرام ہے۔ تو انہوں نے جب دلائل قاہرہ سنے اور جواب نہ دے سکے تو چڑ کر بولے جس کا ذکر آیات کریمہ میں ہے:

فَمَا كَانَ جَوَابَ قَوْمِهٖۤ اِلَّاۤ اَنْ قَالُوا اقْتُلُوْهُ اَوْ حَرِّقُوْهُ فَاَنْجٰىهُ اللّٰهُ مِنَ النَّارِؕ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ یُّؤْمِنُوْنَ ﴿۲۴﴾۔

تو کچھ نہ تھا جواب ان کی قوم کے پاس مگر یہ کہ کہنے لگے انہیں قتل کر دو یا جلا دو تو اللہ نے انہیں (یعنی ابراہیم کو) آگ سے نجات دی بے شک اس میں بہت سی نشانیاں ہیں عقل والوں کے لئے۔

یہ کہنے والے یا تو آپس میں تھے یا سرداران قوم اپنے متبعین کو کہہ رہے تھے چنانچہ روح المعانی میں ہے:

وَالْاٰمِرُوْنَ بِذٰلِكَ اِمَّا بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ اَوْ كُبَرَآئُهُمْ قَالُوْا لِاَتْبَاعِهِمْ اقْتُلُوْهُ فَتَسْتَرِیْحُوْا مِنْهُ

عَاجِلًا اَوْ حَرِّقُوْهُ بِالنَّارِ فَاِمَّا اَنْ يَّرْجِعَ اِلٰى دِيْنِكُمْ اِذَا لَفَحَتْهُ النَّارُ وَاِمَّا اَنْ يَّمُوْتَ بِهَا اِنْ اَصَرَّ عَلٰى قَوْلِهٖ وَدِيْنِهٖ۔

یہ فیصلہ اس لئے کیا تھا کہ اگر جلدی سے قصہ کوتاہ کرنا ہو توقتل کرڈالو ورنہ آگ میں ڈالو جب آپ کو آگ پہنچے گی تو یا واپس تمہارے دین کی طرف آجائیں گے اور اگر اپنے دین ودعویٰ پر مصر رہے تو مرجائیں گے۔

چنانچہ جب انہوں نے آگ میں ڈال دیا تو:

فَاَنْجٰىهُ اللّٰهُ مِنَ النَّارِ ؕ۔ اللہ نے اس آگ سے انہیں نجات دے دی۔

اَیْ فَاَلْقَوْهُ فِي النَّارِ فَاَنْجَاهُ اللّٰهُ تَعَالٰى مِنْهَا بِاَنْ جَعَلَهَا بَرْدًا وَّ سَلَامًا۔ تو انہوں نے جب آگ میں ڈال دیا تو اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم خلیل کو اس شان سے بچایا کہ اس آگ کو بردوسلام کردیا۔ اس واقعہ کی مفصل کیفیت اول بیان ہوچکی اور یہ واقعہ کوفہ کے ایک ٹیلہ پر ہوا جو آبادی میں میدان تھا۔ اور منجنیق یعنی گوپیا کے ذریعہ آپ کو آگ میں ڈالا گیا۔

اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ﴿۲۴﴾۔ اس نجات میں نشانیاں ہیں یعنی

حَفِظَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى اِيَّاهُ مِنْ حَرِّهَا وَاِخْمَادِهَا فِيْ زَمَانٍ يَسِيْرٍ وَاِنْشَآءِ رَوْضٍ فِيْ مَكَانِهَا۔

آگ کی حرارت سے اللہ نے محفوظ رکھا اور آگ کو فوری طور پر سرد کردیا اور آگ کی جگہ باغیچہ پیدا فرمادیا۔

حضرت کعب رضی اللہ عنہ سے ایک روایت ہے: اَنَّهٗ لَمْ يَحْتَرِقْ بِالنَّارِ اِلَّا الْحَبْلُ الَّذِيْ اَوْثَقُوْا تَقُوْهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ۔ آگ نے حضرت خلیل اللہ علیہ السلام پر کوئی اثر نہ کیا مگر وہ رسیاں جن سے آپ کو باندھا تھا وہ سب جلادیں۔

لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ﴿۲۴﴾۔ میں مومنین کے ذکر کی تخصیص اس لئے فرمائی کہ وہ تفحص وتحقیق میں زیادہ نفع حاصل کرنے والے ہیں۔ آگ سے باہر تشریف لاکر حضرت خلیل اللہ علیہ السلام نے واشگاف الفاظ میں قوم سے تخاطب فرمایا۔

وَقَالَ اِنَّمَا اتَّخَذْتُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَوْثَانًا ۙ مَّوَدَّةَ بَيْنِكُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۚ۔

اور ارشاد کیا تم تو اللہ کے سوا بتوں کو پکڑے ہوئے ہو اور آپس میں باہمی مودت ومحبت سے پوجتے ہو یہ صرف دنیا کی زندگی میں ہے۔ آلوسی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

اِنَّ الْاَوْثَانَ اَوَّلَ مَا اتُّخِذَتْ بِسَبَبِ الْمَوَدَّةِ وَ ذٰلِكَ اَنَّهٗ كَانَ اُنَاسٌ صَالِحُوْنَ فَمَاتُوْا وَ اَسِفَ عَلَيْهِمْ اَهْلُ زَمَانِهِمْ فَتَصَوَّرُوْا اَحْجَارًا بِصُوَرِهِمْ حُبًّا لَهُمْ فَكَانُوْا يُعَظِّمُوْنَهَا فِي الْجُمْلَةِ وَلَمْ يَزَلْ تَعْظِيْمُهَا يَزْدَادُ جِيْلًا فَجِيْلًا حَتّٰى عُبِدَتْ۔

بتوں کی پوجا سب سے پہلے محبت وعقیدت سے ہوئی اور وہ اس طرح ہوئی کہ کچھ نیک بندے تھے جن سے عقیدت تھی وہ مرگئے اس پر لوگوں کو افسوس ہوا تو انہوں نے ان کی یاد پتھروں کے بتوں سے قائم کی پھر ان کی تعظیم ہونے لگی حتیٰ کہ تعظیم کرتے کرتے کئی نسلوں کے بعد ان کی پوجا ہونے لگی۔

فی زماننا یہی حال ہمارے لیڈروں کی محبت کا ہے چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ قائداعظم کی تصویروں پر پھول چڑھاتے اور اسے جھک جھک کر سلام کرتے ہیں۔ اگر یہی عقیدت جاری رہی تو وہ دن دور نہیں کہ جناح مرحوم پوجے جانے لگیں۔ اسی وجہ میں شریعت مطہرہ نے تصاویر سے گھر مزین کرنے کو حرام کیا ہے حتیٰ کہ فوٹوگرافی حرام قراردی کہ کہیں وہی دور نہ عود کرآئے جو

مشرکین کے عہد میں تھا کہ کعبۃ اللہ کی دیواروں پر خلیل اللہ نبی اللہ علیہ السلام کی تصویر بنائی اسے پوجا گیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جب تک اسے مٹا نہ دیا کعبہ مقدس میں داخل نہ ہوئے۔

عوام اس قسم کی مصلحتوں اور حکمتوں کو تو سمجھتے نہیں اور فقہاء محققین پر زبان طعن دراز کر دیتے ہیں کوئی کہہ دیتا ہے کہ صاحب یہ شریعت میں سخت تنگی ہے بھلا کسی دوست کی یادگار تصویر کے ذریعہ کوئی رکھ لے تو اس میں کیا حرج ہے اسے کون پوچھ سکتا ہے۔

کوئی کہہ دیتا ہے کہ صاحب تصویر کے بغیر حاجی حج سے محروم رہ جاتا ہے حالانکہ مجسٹریٹ کی تصدیق کے بعد فوٹو کی احتیاج ہی نہیں رہتی۔

بہر حال شریعت مطہرہ نے شرک کے مظنہ کو بھی بند کیا ورنہ ظاہر ہے کہ ہزاروں تصاویر پیروں میں روندی جاتی ہیں اس سے کیا شرک ہو جاتا۔

لیکن ایسے ہی ہوتے ہوتے تصویر پرستی کی راہ کھل جاتی ہے لہٰذا شریعت نے اسے بھی حرام فرمایا۔ جس سے ادنیٰ واہمہ بھی شرک و کفر کا پیدا ہو۔ تو آیہ کریمہ کا مفہوم یہ ہوا: اِنَّمَا اتَّخَذَ اَسْلَافُکُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَوْثَانًا۔ تمہارے پہلوں نے اللہ کے سوا بتوں کو معبود بنا لیا اور اس کی مثالیں قرآن کریم میں متعدد مقام پر ہیں جیسے اِنَّ الَّذِیْنَ اتَّخَذُوا الْعِجْلَ سَیَنَالُهُمْ غَضَبٌ۔

لیکن یہ سب باہمی جتھے بندی کے ماتحت اتحاد کر کے کیا جاتا ہے جس کا نتیجہ یہ ہے جو حضرت خلیل علیہ السلام نے بتایا۔

ثُمَّ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ یَكْفُرُ بَعْضُكُمْ بِبَعْضٍ وَّ یَلْعَنُ بَعْضُكُمْ بَعْضًا ۫ ۔

پھر وہ بروز قیامت اس کے پجاری ان بتوں سے انکار کریں گے ایک دوسرے کے ساتھ اور ایک دوسرے پر لعنت کریں گے۔

یعنی ایک سے دوسرا کہے گا کہ میں ان بتوں کو کبھی نہ پوجتا لیکن تو نے مجھے گمراہ کیا اور ایک سے دوسرا کہے گا تجھ پر لعنت ہو تو نے مجھے بھی خراب کیا۔ لیکن اس دن یہ انکار اور لعن طعن بے کار ہوں گے۔

وَّ مَاْوٰىكُمُ النَّارُ وَ مَا لَكُمْ مِّنْ نّٰصِرِیْنَ ﴿۲۵﴾ ۔

اس دن تمہارا مقام جہنم ہوگا اور تمہارا کوئی بھی مددگار نہ ہوگا۔ جو تمہیں جہنم سے خلاصی دلائے جیسے مجھے میرے رب نے اس آگ سے نجات دلائی جس میں تم نے مجھے ڈالا تھا۔

اس کے بعد حضرت لوط علیہ السلام کی تصدیق کا ذکر ہے جو آپ نے حضرت خلیل اللہ علیہ السلام کے فرامین اور نبوت پر فرمائے چنانچہ ارشاد ہے:

فَاٰمَنَ لَهٗ لُوْطٌ ۔ تو ایمان لائے آپ کے فرمان اور معجزات پر لوط۔

اس کے یہ معنی ہرگز نہیں کہ آپ اس سے قبل مومن نہ تھے اس لئے کہ فَاِنَّهٗ عَلَیْهِ السَّلَامُ كَانَ یَتَنَزَّهُ عَنِ الْكُفْرِ۔ حضرت لوط علیہ السلام خود نبی تھے اور نبی کفر سے منزہ ہوتا ہے تو آپ کفر سے پہلے ہی منزہ تھے۔ صاحب جامع الاصول فرماتے ہیں:

هُوَ ابْنُ اَخِيْهِ هَارَانَ بْنِ تَارِخ۔ حضرت لوط علیہ السلام حضرت خلیل اللہ علیہ السلام کے بھائی ہاران بن تارخ کے بیٹے تھے اس لحاظ سے آپ خلیل اللہ علیہ السلام کے بھتیجے ہوئے۔

بعض قول یہ بھی ہے کہ اِنَّهٗ ابْنُ اُخْتِهٖ۔ آپ ہمشیرہ زادے تھے حضرت خلیل اللہ علیہ السلام کے جسے بھانجا کہتے ہیں۔

وَقَالَ اِنِّيْ مُهَاجِرٌ اِلٰى رَبِّيْ ؕ اِنَّهٗ هُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ﴿۲۶﴾۔

اور فرمایا ابراہیم نے میں چھوڑ کر، اپنی قوم یعنی ہجرت کر کے، اپنے رب کے حکم کی طرف جاتا ہوں وہ عزوجل تمام امور پر غالب اور حکمت والا ہے۔

لہٰذا اس کا حکم میری بہبود وسود کے لئے ہوگا اور وہ کوئی کام نہیں کرتا مگر اس میں حکمت و مصلحت ہوتی ہے۔ چنانچہ آپ کی ہجرت کا قصہ یہ ہے:

اِنَّهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ هَاجَرَ مِنْ كُوْثٰى مِنْ سَوَادِ الْكُوْفَةِ مَعَ لُوْطٍ وَّ سَارَةَ ابْنَةِ عَمِّهٖ اِلٰى حَرَّانَ ثُمَّ مِنْهَا اِلَى الشَّامِ فَنَزَلَ قَرْيَةً مِّنْ اَرْضِ فَلَسْطِيْنَ وَنَزَلَ لُوْطٌ سَدُوْمَ وَ هِيَ الْمُؤْتَفِكَةُ عَلٰى مَسِيْرَةِ يَوْمٍ وَّ لَيْلَةٍ مِّنْ قَرْيَةِ اِبْرَاهِيْمَ عَلَيْهِمَا السَّلَامُ وَكَانَ عُمْرُهٗ اِذْ ذَاكَ عَلٰى مَا فِي الْكَشَّافِ وَالْبَحْرِ خَمْسًا وَّ سَبْعِيْنَ سَنَةً وَ هُوَ اَوَّلُ مَنْ هَاجَرَ فِي اللّٰهِ تَعَالٰى۔

حضرت خطیب الانبیاء خلیل علیہ السلام کوفہ سے معہ لوط علیہ السلام اور حضرت سارہ چچا کی صاحبزادی کے حران تشریف لائے پھر وہاں سے ملک شام آئے تو آپ ایک گاؤں میں اتر پڑے فلسطین کی ایک زمین پر اور حضرت لوط علیہ السلام سدوم میں مقیم ہو گئے اور یہی موتفکہ یعنی الٹائی گئی آبادی تھی اور حضرت خلیل کے گاؤں سے اس کا بعد ایک دن رات کی مسافت پر تھا۔

اس وقت آپ کی عمر مبارک بموجب روایت کشاف اور بحر کے ۷۵ سال تھی اور آپ دنیا میں سب سے پہلے ہجرت فرمانے والے ہیں۔

وَوَهَبْنَا لَهٗ اِسْحٰقَ وَ يَعْقُوْبَ وَ جَعَلْنَا فِيْ ذُرِّيَّتِهِ النُّبُوَّةَ وَ الْكِتٰبَ وَ اٰتَيْنٰهُ اَجْرَهٗ فِي الدُّنْيَا ۚ وَ اِنَّهٗ فِي الْاٰخِرَةِ لَمِنَ الصّٰلِحِيْنَ ﴿۲۷﴾۔

اور بخشا ہم نے اسے اسحاق اور ولد نافلہ یعقوب اور کیا ہم نے ان کی ذریت میں نبوت اور کتاب اور دیا ہم نے انہیں بدلہ دنیا میں اور وہ آخرت میں کاملین وصالحین سے ہیں۔

علامہ آلوسی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: وَلَدًا وَّ نَافِلَةً حِيْنَ اَيِسَ مِنْ عَجُوْزٍ عَاقِرٍ۔ اسحاق علیہ السلام بیٹے اور نافلہ یعنی پوتے حضرت یعقوب علیہ السلام عطا فرمائے۔ وَلَمْ يَذْكُرْ سُبْحٰنَهٗ اِسْمَاعِيْلَ عَلَيْهِ السَّلَامُ۔ اور اسماعیل علیہ السلام کا ذکر اس لئے نہ فرمایا کہ یہاں احسان فرمانا ظاہر کرنا تھا اور یہ حضرت اسحاق و یعقوب علیہما السلام کے ساتھ تھا۔

اور اسماعیل علیہ السلام پر ابتلاء فراق ہوا اور انہیں مکہ معظمہ میں رکھا گیا اور آپ کی والدہ حضرت ہاجرہ بھی ان کے ساتھ رہیں اور ایسے مقام پر رہیں جہاں کوئی انیس و رفیق نہ تھا اور نبوت کا ذریت کے اندر رکھنا حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم تک رہا۔

اور حضور اولاد اسماعیل علیہ السلام میں اعلم و اشرف تھے۔

اور کتاب حضور تک قرآن کریم پر ختم ہوئی۔

اوران کے علم صالح کا اجر دنیا میں یہ ہے کہ نجات من النار اور نجات ملک جبار نمرود کے علاوہ آپ کی ثناء حسن ہر طبقہ میں ایسی رہی کہ ہر امت آپ کے ساتھ محبت کرتی ہے۔ اور وَ اِنَّهٗ فِی الْاٰخِرَةِ لَمِنَ الصّٰلِحِیْنَ کے یہ معنی ہیں: اَیْ لَفِیْ عِدَادِ الْكَامِلِیْنَ فِی الصَّلَاحِ۔ یعنی صلاحیت ونیکی میں آپ صالح شمار ہوں گے بروز قیامت۔

اس کے بعد حضرت لوط علیہ السلام کی ہدایت کا اجمالاً تذکرہ ہے:

وَلُوْطًا اِذْ قَالَ لِقَوْمِهٖۤ اِنَّكُمْ لَتَاْتُوْنَ الْفَاحِشَةَ٘ مَا سَبَقَكُمْ بِهَا مِنْ اَحَدٍ مِّنَ الْعٰلَمِیْنَ ﴿۲۸﴾۔

اور لوط نے جب کہا اپنی قوم کو تم تو ایسی بے حیائی پر آ چکے ہو کہ تم سے پہلے دنیا زمانہ میں کوئی بے حیائی اور فحش کاری پر نہ آیا۔

وہ فحش کاری ایسی ہے کہ طبائع سلیمہ اس سے متنفر اور نفوس کریمہ اس سے مجتنب ہیں اور وہ کیا تھی؟ اس کا ذکر آگے ہے حَیْثُ قَالَ۔

اَىِٕنَّكُمْ لَتَاْتُوْنَ الرِّجَالَ وَ تَقْطَعُوْنَ السَّبِیْلَ ۙ۬ وَ تَاْتُوْنَ فِیْ نَادِیْكُمُ الْمُنْكَرَ ؕ۔

کیا تم عورتوں کی بجائے لڑکوں پر آتے ہو اور لواطت کرتے ہو اور راہزنی کرتے ہو یا نسل کی راہ کاٹتے ہو اور اپنی مجلسوں میں ناگفتہ بہ بکواس اور افعال شنیعہ کے مرتکب ہوتے ہو۔

نادی عربی میں مجلس کو کہتے ہیں جہاں ہم چشم جمع ہوں اور منکر کی تفسیر احمد اور ترمذی اور حاکم اور طبرانی وبیہقی رحمہم اللہ شعب الایمان میں حضرت ام ہانی بنت ابی طالب سے روایت کرتے ہیں: قَالَتْ سَاَلْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ عَنْ قَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى وَ تَاْتُوْنَ فِیْ نَادِیْكُمُ الْمُنْكَرَ فَقَالَ كَانُوْا یَجْلِسُوْنَ بِالطَّرِیْقِ فَیَقْذِفُوْنَ اَبْنَآءَ السَّبِیْلِ وَ یَسْخَرُوْنَ مِنْهُمْ - نَادِیْكُمُ الْمُنْكَرَ کے معنی حضور سے پوچھے تو فرمایا یہ خبثاء راستے میں بیٹھ کر مسافروں پر کنکریاں پھینکتے اور تمسخر کرتے۔

وَ عَنْ مُجَاهِدٍ وَ مَنْصُوْرٍ وَ قَاسِمِ بْنِ مُحَمَّدٍ وَ قَتَادَةَ وَ ابْنِ زَیْدٍ هُوَ اِتْیَانُ الرِّجَالِ فِیْ مَجَالِسِهِمْ یَرٰى بَعْضُهُمْ بَعْضًا۔ منکر سے یہ مراد ہے کہ وہ بے حیا لڑکوں سے مجلس میں لواطت کرتے اور ایک کو دوسرا دیکھا رہتا۔

اور ایک روایت مجاہد رحمہ اللہ سے یہ بھی ہے: هُوَ لَعْبُ الْحَمَامِ وَ تَطْرِیْفُ الْاَصَابِعِ بِالْحِنَّآءِ وَالصَّفِیْرِ وَالْخَذْفِ وَ نَبْذِ الْحَیَآءِ فِیْ جَمِیْعِ اُمُوْرِهِمْ۔ وہ کبوتر بازی کرتے انگلیاں مہندی سے رنگتے سیٹیاں بجاتے، کنکریاں لوگوں پر مارتے اور حیا سوزیاں تمام امور میں کرتے۔

تو لوط علیہ السلام کی معقول نصیحت سن کر لاجواب ہوئے اور اپنی فحش کاریوں پر مصر رہنے کے سبب چڑ کر بولے جس کا ذکر آگے آتا ہے:

فَمَا كَانَ جَوَابَ قَوْمِهٖۤ اِلَّاۤ اَنْ قَالُوا ائْتِنَا بِعَذَابِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِیْنَ ﴿۲۹﴾۔

تو آپ کی قوم کے پاس کچھ جواب نہ تھا مگر یہ کہ کہنے لگے اچھا اب ہم پر اللہ کا عذاب لے آیئے اگر آپ سچے ہیں۔

جب انہوں نے یہ کہا تو حضرت لوط علیہ السلام نے بھی بارگاہ حق میں ان پر عذاب آنے کی دعا کر دی جیسا کہ ارشاد ہے۔

قَالَ رَبِّ انْصُرْنِیْ عَلَى الْقَوْمِ الْمُفْسِدِیْنَ ﴿۳۰﴾۔

عرض کیا بارگاہ مستعان میں کہ اے میرے رب ان فسادیوں پر میری مدد فرما۔

کہیں یہ میرے خلاف اَخْرِجُوْٓا اٰلَ لُوْطٍ مِّنْ قَرْیَتِكُمْ کہتے ہیں۔ کہیں ائْتِنَا بِعَذَابِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِیْنَ کہتے ہیں۔

اب اس کی تصریح کہ پھر یہ دعا کس صورت میں مستجاب ہوئی آئندہ رکوع میں اس کی تفصیل مذکور ہے۔

بامحاورہ ترجمہ چوتھا رکوع۔سورۂ عنکبوت۔ پ ۲۰

وَلَمَّا جَآءَتْ رُسُلُنَآ اِبْرٰهِیْمَ بِالْبُشْرٰى ۙ قَالُوْٓا اِنَّا مُهْلِكُوْٓا اَهْلِ هٰذِهِ الْقَرْیَةِ ۚ اِنَّ اَهْلَهَا كَانُوْا ظٰلِمِیْنَ ﴿۳۱﴾

جب ہمارے بھیجے ہوئے آئے ابراہیم کے پاس مژدہ لے کر بولے ہم ضرور ہلاک کریں گے اس بستی کے لوگوں کو بے شک اس کے رہنے والے ظالم ہیں

قَالَ اِنَّ فِیْهَا لُوْطًا ؕ قَالُوْا نَحْنُ اَعْلَمُ بِمَنْ فِیْهَا ﱟ لَنُنَجِّیَنَّهٗ وَ اَهْلَهٗۤ اِلَّا امْرَاَتَهٗ ۗ كَانَتْ مِنَ الْغٰبِرِیْنَ ﴿۳۲﴾

بے شک کہا ابراہیم نے اس میں تو لوط بھی ہیں فرشتے بولے ہمیں معلوم ہے جو اس میں ہیں ہم انہیں اور ان کے گھر والوں کو نجات دیں گے مگر ان کی بیوی کہ وہ پیچھے رہ جانے والی ہے

وَ لَمَّاۤ اَنْ جَآءَتْ رُسُلُنَا لُوْطًا سِیْٓءَ بِهِمْ وَ ضَاقَ بِهِمْ ذَرْعًا وَّ قَالُوْا لَا تَخَفْ وَ لَا تَحْزَنْ ﱏ اِنَّا مُنَجُّوْكَ وَ اَهْلَكَ اِلَّا امْرَاَتَكَ كَانَتْ مِنَ الْغٰبِرِیْنَ ﴿۳۳﴾

اور جب آئے ہمارے بھیجے ہوئے لوط کے پاس ناگوار ہوا انہیں ان کا آنا اور دل تنگ ہوا لوط تو بولے آپ خوف نہ کریں اور غمگین نہ ہوں ہم تمہارے رب کے بھیجے ہوئے ہیں ہم تمہیں نجات دیں گے اور تمہارے اہل کو مگر تمہاری بیوی کو کہ وہ رہ جانے والوں میں ہے

اِنَّا مُنْزِلُوْنَ عَلٰۤى اَهْلِ هٰذِهِ الْقَرْیَةِ رِجْزًا مِّنَ السَّمَآءِ بِمَا كَانُوْا یَفْسُقُوْنَ ﴿۳۴﴾

یقیناً ہم نازل کرنے والے ہیں اس بستی والوں پر عذاب آسمان سے بدلہ ان کی نافرمانیوں کا

وَ لَقَدْ تَّرَكْنَا مِنْهَاۤ اٰیَةًۢ بَیِّنَةً لِّقَوْمٍ یَّعْقِلُوْنَ ﴿۳۵﴾

اور بے شک ہم نے اس سے اس کی نشانی رکھی عقل والوں کے لئے

وَ اِلٰى مَدْیَنَ اَخَاهُمْ شُعَیْبًا ۙ فَقَالَ یٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ وَ ارْجُوا الْیَوْمَ الْاٰخِرَ وَ لَا تَعْثَوْا فِی الْاَرْضِ مُفْسِدِیْنَ ﴿۳۶﴾

اور مدین کی طرف ان کی برادری سے شعیب کو بھیجا تو انہوں نے کہا اے قوم اللہ کی بندگی کرو اور ڈرو آخر دن سے اور نہ پھیلاؤ زمین میں فساد

فَكَذَّبُوْهُ فَاَخَذَتْهُمُ الرَّجْفَةُ فَاَصْبَحُوْا فِیْ دَارِهِمْ جٰثِمِیْنَ ﴿۳۷﴾

تو پکڑا انہیں زلزلے نے تو صبح اپنے گھروں میں گھٹنوں کے بل تھے

وَ عَادًا وَّ ثَمُوْدَاۡ وَ قَدْ تَّبَیَّنَ لَكُمْ مِّنْ مَّسٰكِنِهِمْ ﱏ وَ زَیَّنَ لَهُمُ الشَّیْطٰنُ اَعْمَالَهُمْ فَصَدَّهُمْ عَنِ السَّبِیْلِ وَ كَانُوْا مُسْتَبْصِرِیْنَ ﴿۳۸﴾

اور عاد اور ثمود کو ہلاک کیا اور تم پر ان کی بستیاں واضح ہیں اور انہیں اچھے جچائے شیطان نے اعمال ان کے تو روکا انہیں راہ سے اور وہ دیکھتے ہوئے گمراہ ہیں

وَقَارُوْنَ وَفِرْعَوْنَ وَهَامٰنَ ۟ وَلَقَدْ جَآءَهُمْ مُّوْسٰى بِالْبَيِّنٰتِ فَاسْتَكْبَرُوْا فِي الْاَرْضِ وَمَا كَانُوْا سٰبِقِيْنَ ۝٣٩

اور قارون اور فرعون اور ہامان کو اور بے شک آئے ان کے پاس موسیٰ نشانیاں لے کر تو انہوں نے تکبر کیا زمین میں اور وہ ہم سے نکل کر نہیں جا سکتے

فَكُلًّا اَخَذْنَا بِذَنْۢبِهٖ ۚ فَمِنْهُمْ مَّنْ اَرْسَلْنَا عَلَيْهِ حَاصِبًا ۚ وَمِنْهُمْ مَّنْ اَخَذَتْهُ الصَّيْحَةُ ۚ وَمِنْهُمْ مَّنْ خَسَفْنَا بِهِ الْاَرْضَ ۚ وَمِنْهُمْ مَّنْ اَغْرَقْنَا ۚ وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيَظْلِمَهُمْ وَلٰكِنْ كَانُوْا اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ ۝٤٠

تو ہر ایک کو پکڑا ہم نے ان کے گناہوں پر تو ان میں سے کسی پر ہم نے پتھراؤ کیا اور اس میں سے کسی کو چنگھاڑ نے آلیا اور ان میں سے کسی کو دھنسا دیا زمین میں اور ان میں سے کسی کو ہم نے غرق کر دیا اور اللہ نے ان پر ظلم نہ کیا لیکن وہی اپنی جانوں پر ظلم کرتے تھے

مَثَلُ الَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَوْلِيَآءَ كَمَثَلِ الْعَنْكَبُوْتِ ۚ اِتَّخَذَتْ بَيْتًا ۭ وَاِنَّ اَوْهَنَ الْبُيُوْتِ لَبَيْتُ الْعَنْكَبُوْتِ ۘ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ ۝٤١

ان کی مثال جنہوں نے اللہ کے سوا مالک بنا لئے مکڑی کی سی ہے اس نے جالا تانا گھر بنایا اور بے شک سب گھروں میں کمزور گھر مکڑی کا ہے کاش وہ جانتے

اِنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ مِنْ شَيْءٍ ۭ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ۝٤٢

بے شک اللہ جانتا ہے جس چیز کی اس کے سوا پوجا کرتے ہیں اور وہ عزت وحکمت والا ہے

وَتِلْكَ الْاَمْثَالُ نَضْرِبُهَا لِلنَّاسِ ۚ وَمَا يَعْقِلُهَآ اِلَّا الْعٰلِمُوْنَ ۝٤٣

اور یہ مثالیں ہم لوگوں کے لئے بیان کرتے ہیں اور انہیں نہیں سمجھتے مگر علم والے

خَلَقَ اللّٰهُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِالْحَقِّ ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّلْمُؤْمِنِيْنَ ۝٤٤

اللہ نے پیدا فرمائے آسمان و زمین حق کے ساتھ بے شک اس میں نشانی ہے مومنوں کے لئے

حل لغات چوتھا رکوع - سورۂ عنکبوت - پ ۲۰

وَ۔اور	لَمَّا۔جب	جَآءَتْ۔آئے	رُسُلُنَآ۔ہمارے بھیجے ہوئے
اِبْرٰهِيْمَ۔ابراہیم کے پاس	بِالْبُشْرٰى۔خوشخبری لے کر	قَالُوْٓا۔بولے	اِنَّا۔بے شک ہم
مُهْلِكُوْٓا۔ہلاک کرنے والے ہیں		اَهْلِ۔رہنے والے	هٰذِهِ۔اس
الْقَرْيَةِ۔بستی والوں کو	اِنَّ۔بے شک	اَهْلَهَا۔اس کے رہنے والے	كَانُوْا۔تھے
ظٰلِمِيْنَ۔ظالم	قَالَ۔فرمایا	اِنَّ۔بے شک	فِيْهَا۔اس میں
لُوْطًا۔لوط ہے	قَالُوْا۔بولے	نَحْنُ۔ہم	اَعْلَمُ۔خوب جانتے ہیں
بِمَنْ۔جو	فِيْهَا۔اس میں ہے	لَنُنَجِّيَنَّهٗ۔ہم ضرور نجات دیں گے اس کو	
وَ۔اور	اَهْلَهٗٓ۔اس کے گھر والوں کو	اِلَّا۔مگر	امْرَاَتَهٗ۔اس کی بیوی کو
كَانَتْ۔وہ تھی	مِنَ الْغٰبِرِيْنَ۔پیچھے رہنے والوں میں		وَ۔اور

لَمَّآ۔جب　اَنْ۔یہ کہ　جَآءَتْ۔آئے　رُسُلُنَا۔ہمارے رسول
لُوْطًا۔لوط کے پاس　سِیْٓءَ۔ناگوار ہوا　بِهِمْ۔ان کو　وَ۔اور
ضَاقَ۔تنگ دل ہوا　بِهِمْ۔ان کی وجہ سے　ذَرْعًا۔دل میں　قَالُوْا۔بولے
لَا۔نہ　تَخَفْ۔ڈر　وَ۔اور　لَا۔نہ　تَحْزَنْ۔غم کھا
اِنَّا۔بے شک ہم　مُنَجُّوْ۔نجات دیں گے　كَ۔تجھ کو　وَ۔اور
اَهْلَكَ۔تیرے گھر والوں کو　اِلَّا۔مگر　امْرَاَتَكَ۔تیری بیوی　كَانَتْ۔ہے
مِنَ الْغٰبِرِيْنَ۔پیچھے رہنے والوں میں　اِنَّا۔بے شک ہم　مُنْزِلُوْنَ۔اتارنے والے ہیں
عَلٰٓى۔اوپر　اَهْلِ۔رہنے والوں　هٰذِهِ۔اس　الْقَرْيَةِ۔بستی کے
رِجْزًا۔عذاب　مِّنَ السَّمَآءِ۔آسمان سے　بِمَا۔اس وجہ سے کہ　كَانُوْا۔تھے
يَفْسُقُوْنَ۔نافرمانی کرتے　وَ۔اور　لَقَدْ۔بے شک　تَّرَكْنَا۔چھوڑیں ہم نے
مِنْهَآ۔اس سے　اٰيَةً۔نشانیاں　بَيِّنَةً۔ظاہر　لِّقَوْمٍ۔واسطے قوم
يَّعْقِلُوْنَ۔عقل مند کے　وَ۔اور　اِلٰى۔طرف　مَدْيَنَ۔مدین کی
اَخَا۔بھائی　هُمْ۔ان کے　شُعَيْبًا۔شعیب کو　فَقَالَ۔تو کہا
يٰقَوْمِ۔اے میری قوم　اعْبُدُوا۔عبادت کرو　اللّٰهَ۔اللہ کی　وَ۔اور
ارْجُوا۔ڈرو　الْيَوْمَ۔دن　الْاٰخِرَ۔پچھلے سے　وَ۔اور
لَا۔نہ　تَعْثَوْا۔پھرو　فِي۔بیچ　الْاَرْضِ۔زمین کے
مُفْسِدِيْنَ۔فساد کرتے　فَكَذَّبُوْ۔تو جھٹلایا　هُ۔اس کو　فَاَخَذَتْهُمُ۔تو پکڑا ان کو
الرَّجْفَةُ۔زلزلے نے　فَاَصْبَحُوْا۔تو گرے وہ　فِيْ۔بیچ
دَارِ۔گھروں　هِمْ۔اپنے کے　جٰثِمِيْنَ۔منہ کے بل　وَ۔اور
عَادًا۔عاد　وَّ۔اور　ثَمُوْدَاۡ۔ثمود　وَ۔اور
قَدْ۔بے شک　تَّبَيَّنَ۔ظاہر ہو گیا　لَكُمْ۔تمہارے لئے　مِّنْ۔ان کے
مَّسٰكِنِهِمْ۔گھروں سے　وَ۔اور　زَيَّنَ۔خوشنما بنایا　لَهُمُ۔ان کے لئے
الشَّيْطٰنُ۔شیطان نے　اَعْمَالَهُمْ۔ان کے اعمال　فَصَدَّ۔تو روکا　هُمْ۔ان کو
عَنِ السَّبِيْلِ۔راہ سے　وَ۔اور　كَانُوْا۔تھے　مُسْتَبْصِرِيْنَ۔دیکھنے والے
وَ۔اور　قَارُوْنَ۔قارون　وَ۔اور　فِرْعَوْنَ۔فرعون
وَ۔اور　هَامٰنَ۔ہامان　وَ۔اور　لَقَدْ۔بے شک
جَآءَهُمْ۔لائے ان کے پاس　مُّوْسٰى۔موسیٰ　بِالْبَيِّنٰتِ۔کھلے نشان　فَاسْتَكْبَرُوْا۔تو تکبر کیا
انہوں نے　فِي۔بیچ　الْاَرْضِ۔زمین کے　وَ۔اور

مَا۔نہ	كَانُوْا۔تھے	سٰبِقِيْنَ۔بھاگنے والے	فَكُلًّا۔تو ہر ایک کو
اَخَذْنَا۔ہم نے پکڑا	بِذَنْۢبِهٖ۔اس کے گناہ کے بدلے		فَمِنْهُمْ۔تو اس سے بعض
مَّنْ۔وہ ہیں کہ	اَرْسَلْنَا۔بھیجی ہم نے	عَلَيْهِ۔اس پر	حَاصِبًا۔پتھروں کی بارش
وَمِنْهُمْ۔اور ان میں سے وہ ہیں	مَّنْ اَخَذَتْهُ الصَّيْحَةُ۔جن کو پکڑ لیا چنگھاڑ نے		وَمِنْهُمْ مَّنْ۔اور ان میں سے جن کو
خَسَفْنَا۔دھنسا دیا ہم نے	بِهِ۔اس کو	الْاَرْضَ۔زمین میں	وَ۔اور
مِنْهُمْ۔بعض	مَّنْ۔وہ ہیں کہ	اَغْرَقْنَا۔غرق کئے ہم نے	وَ۔اور
مَا۔نہیں	كَانَ۔ہے	اللّٰهُ۔اللہ	لِيَظْلِمَهُمْ۔کہ ظلم کرتا ان پر
وَ۔اور	لٰكِنْ۔لیکن	كَانُوْا۔تھے وہ	اَنْفُسَهُمْ۔اپنی جانوں پر
يَظْلِمُوْنَ۔ظلم کرتے	مَثَلُ۔مثال	الَّذِيْنَ۔ان کی جنہوں نے	اتَّخَذُوْا۔بنالئے
مِنْ دُوْنِ۔سوائے	اللّٰهِ۔اللہ کے	اَوْلِيَآءَ۔دوست	كَمَثَلِ۔جیسے
الْعَنْكَبُوْتِ۔مکڑی	اِتَّخَذَتْ۔کہ اس نے بنایا	بَيْتًا۔گھر	وَ۔اور
اِنَّ۔بے شک	اَوْهَنَ۔کمزور ترین	الْبُيُوْتِ۔گھروں میں سے	لَبَيْتُ۔گھر ہے
الْعَنْكَبُوْتِ۔مکڑی کا	لَوْ۔کاش	كَانُوْا۔کہ وہ	يَعْلَمُوْنَ۔جانتے
اِنَّ۔بے شک	اللّٰهَ۔اللہ	يَعْلَمُ۔جانتا ہے	مَا۔جن کو
يَدْعُوْنَ۔پکارتے ہیں	مِنْ دُوْنِهٖ۔اس کے سوا	مِنْ شَيْءٍ۔کوئی چیز نہیں	وَ۔اور
هُوَ۔وہ ہے	الْعَزِيْزُ۔غالب	الْحَكِيْمُ۔حکمت والا	وَ۔اور
تِلْكَ۔یہ	الْاَمْثَالُ۔مثالیں ہیں	نَضْرِبُهَا۔بیان کرتے ہیں ہم	لِلنَّاسِ۔لوگوں کے لئے
وَ۔اور	مَا۔نہیں	يَعْقِلُهَآ۔سمجھتے ان کو	اِلَّا۔مگر
الْعٰلِمُوْنَ۔علم والے	خَلَقَ۔پیدا کیا	اللّٰهُ۔اللہ نے	السَّمٰوٰتِ۔آسمانوں
وَ۔اور	الْاَرْضَ۔زمین کو	بِالْحَقِّ۔ساتھ حق کے	اِنَّ۔بے شک
فِيْ۔بیچ	ذٰلِكَ۔اس کے	لَاٰيَةً۔نشانی ہے	لِّلْمُؤْمِنِيْنَ۔مومنوں کیلئے

خلاصہ تفسیر چوتھا رکوع۔سورۃ عنکبوت۔پ ۲۰

وَلَمَّا جَآءَتْ رُسُلُنَآ اِبْرٰهِيْمَ بِالْبُشْرٰى۔ جب آئے ہمارے بھیجے ہوئے فرشتے ابراہیم کے پاس مژدہ لے کر۔

ان کے بیٹے اور پوتے حضرت اسحٰق و حضرت یعقوب علیہما السلام کا۔

قَالُوْٓا اِنَّا مُهْلِكُوْٓا اَهْلِ هٰذِهِ الْقَرْيَةِ۔ کہنے لگے ہم ہلاک کریں گے اس بستی والوں کو۔

یہ بستی شہر سدوم تھی۔

اِنَّ اَهْلَهَا كَانُوْا ظٰلِمِيْنَ ۝۳۱ ۔ بے شک اس کے رہنے والے ظالم ہیں۔

تو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے یہ سن کر ان سے فرمایا:

قَالَ اِنَّ فِیْهَا لُوْطًا ؕ۔ اس بستی میں حضرت لوط علیہ السلام بھی ہیں۔

اور وہ اللہ کے نبی ہیں اور برگزیدہ الٰہی ہیں تو فرشتوں نے جواب دیا:

قَالُوْا نَحْنُ اَعْلَمُ بِمَنْ فِیْهَا ٝ لَنُنَجِّیَنَّهٗ وَ اَهْلَهٗۤ اِلَّا امْرَاَتَهٗ ٘ كَانَتْ مِنَ الْغٰبِرِیْنَ ﴿۳۲﴾۔

اور عرض کرنے لگے ہمیں خوب معلوم ہے جو کوئی اس بستی میں ہے ہم ضرور اسے اور اس کے گھر والوں کو نجات دیں گے مگر اس کی بیوی کہ وہ رہ جانے والوں میں ہے۔

یعنی ہم جانتے ہیں کہ وہاں حضرت لوط علیہ السلام ہیں انہیں ہم بچالیں گے اور ان کے متبعین کو بھی محفوظ رکھیں گے لیکن ان کی بیوی اس قوم میں رہے گی جس پر عذاب ہوگا۔

وَ لَمَّاۤ اَنْ جَآءَتْ رُسُلُنَا لُوْطًا سِیْٓءَ بِهِمْ وَ ضَاقَ بِهِمْ ذَرْعًا۔

اور جب آئے ہمارے بھیجے ہوئے فرشتے حضرت لوط کے پاس (خوبصورت امرد لڑکوں کی شبیہ میں) تو ان کا آنا ان پر گراں گزرا۔ اور آپ ان کی طرف سے دل تنگ ہوئے۔

اس لئے کہ آپ اپنی قوم کے افعال وحرکات اور ان کی بے حیائیوں سے واقف تھے تو فرشتوں نے آپ کو مطمئن کیا اور عرض کیا:

وَ قَالُوْا لَا تَخَفْ وَ لَا تَحْزَنْ ٙ اِنَّا مُنَجُّوْكَ وَ اَهْلَكَ اِلَّا امْرَاَتَكَ كَانَتْ مِنَ الْغٰبِرِیْنَ ﴿۳۳﴾ اِنَّا مُنْزِلُوْنَ عَلٰۤى اَهْلِ هٰذِهِ الْقَرْیَةِ رِجْزًا مِّنَ السَّمَآءِ بِمَا كَانُوْا یَفْسُقُوْنَ ﴿۳۴﴾ وَ لَقَدْ تَّرَكْنَا مِنْهَاۤ اٰیَةًۢ بَیِّنَةً لِّقَوْمٍ یَّعْقِلُوْنَ ﴿۳۵﴾۔

عرض کرنے لگے آپ خوف نہ کریں (اور قوم کی بے حیائی کا خطرہ نہ فرمائیں) اور غم نہ کریں (ہمارا یہ لوگ کچھ نہ بگاڑ سکیں گے ہم فرشتے ہیں) ہم آپ کو اور آپ کے گھر والوں کو نجات دیں گے مگر آپ کی بیوی کہ وہ پیچھے رہنے والوں میں ہے۔ ہم اس شہر کے لوگوں پر آسمان سے عذاب اتاریں گے ان کی نافرمانیوں کا بدلہ دینے کے لئے اور بے شک ہم نے اس سے روشن نشانی چھوڑی ہے عقل والوں کے لئے۔

سید المفسرین ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ وہ روشن نشان شہر سدوم میں قوم لوط کے ویران مکان ہیں۔

اس کے بعد چوتھا قصہ حضرت شعیب علیہ السلام کا ہے آپ بھی حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اولاد میں سے ہیں۔ مدین کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ مدین حضرت ابراہیم علیہ السلام کا بیٹا قتورہ کے شکم سے تھا۔ اس کے نام پر اس بستی کو مدین کہنے لگے۔ یہ مقام عرب کے شمال وغرب میں قلزم کے پار آکر آباد ہوئے اور انہی کی اولاد یہاں بستی رہی اور حضرت شعیب علیہ السلام بھی انہی میں سے تھے اور آپ اس گروہ کے نبی ہو کر تشریف لائے اور قتورہ کی اولاد بھی وہاں بستی تھی اور حضرت شعیب علیہ السلام بھی انہیں میں سے تھے۔

یہ قوم بت پرست اور منکر قیامت تھی۔ لوٹ مار، راہزنی ان کا پیشہ تھا۔ چنانچہ آپ نے بت پرستی، انکار آخرت، راہزنی تینوں باتوں سے انہیں روکا چنانچہ اس قصہ کا مذاکرہ اس طرح شروع ہوا:

وَ اِلٰى مَدْیَنَ اَخَاهُمْ شُعَیْبًا ۙ فَقَالَ یٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ وَ ارْجُوا الْیَوْمَ الْاٰخِرَ وَ لَا تَعْثَوْا فِی الْاَرْضِ

مُفْسِدِيْنَ ﴿۳۶﴾۔

اور مدین کی طرف ان کے بھائی شعیب کو بھیجا انہوں نے فرمایا اے میری قوم اللہ کی عبادت کرو اور قیامت کے دن کا خوف کرو اور ملک میں فساد نہ کرتے رہو۔

پہلی تعلیم توحید کی تھی جس میں بت پرستی سے روک کر ایک وحدہ لاشریک لہ کا پرستار بنانا مقصود تھا۔

دوسری تعلیم ایمان بالبعث کی تھی جس کے وہ منکر تھے یعنی انہیں فرمایا کہ مر کر اٹھنے پر یقین رکھو۔ اور قیامت کو حق جانو۔

تیسری تعلیم اصلاح اخلاق پر تھی یعنی پرائے مال نہ کھاؤ، کسی کا حق نہ دباؤ، لوٹ مار نہ کرو جس سے تمہاری معاشرت درست ہو۔

مگر انہوں نے ان تعلیموں کو قبول کرنے کی بجائے آپ کو بھی جھٹلانا شروع کر دیا چنانچہ ارشاد ہے:

فَكَذَّبُوْهُ فَاَخَذَتْهُمُ الرَّجْفَةُ فَاَصْبَحُوْا فِيْ دَارِهِمْ جٰثِمِيْنَ ﴿۳۷﴾۔

تو انہوں نے آپ کی تکذیب کی تو پکڑا انہیں زلزلے نے تو وہ صبح اپنے گھروں میں اوندھے پڑے رہ گئے۔

یعنی بلائے آسمانی زلزلے کی صورت میں آئی اور مرے کے مرے رہ گئے۔

اس کے بعد پانچواں واقعہ بطور اجمال عاد و ثمود کا بیان فرمایا۔

قوم عاد عرب کے جنوبی حصہ یمن میں آباد تھے۔ اور

ثمود ان کے بعد اٹھے جو عرب کے شمالی حصہ میں آباد تھے۔

ان دونوں قوموں کی بڑی سلطنت اور جاہ و حشمت تھی۔ ان کا مفصل حال قرآن کریم میں چند مقامات پر بیان ہو چکا ہے۔

ان کے غارت ہونے کے بعد عہد رحمت سرکار ابد قرار صلی اللہ علیہ وسلم تک ان کی عمارات کے کھنڈر ان کی ہلاکت کے مرثیہ خوان رہے۔

اہل مکہ سفر میں آتے جاتے ان کو دیکھتے تھے چنانچہ ارشاد ہے:

وَعَادًا وَّثَمُوْدَا۠ وَقَدْ تَّبَيَّنَ لَكُمْ مِّنْ مَّسٰكِنِهِمْ ۫ وَزَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطٰنُ اَعْمَالَهُمْ فَصَدَّهُمْ عَنِ السَّبِيْلِ وَكَانُوْا مُسْتَبْصِرِيْنَ ﴿۳۸﴾۔

اور عاد و ثمود کو ہم نے ہلاک کیا اور یقیناً تم پر ان کے رہنے کے مساکن کے کھنڈر ظاہر ہیں اور یقیناً شیطان نے ان کے اعمال بد پسندیدہ کر دیئے تھے اور انہیں راہ پر آنے سے روک دیا تھا حالانکہ وہ سمجھ بوجھ رکھنے والے تھے۔

اپنے دنیاوی کاموں میں بڑے ہشیار تھے۔ لیکن انسان جب اپنی دنیا طلبی میں منہمک ہو جاتا ہے تو اسے برے بھلے کا امتیاز نہیں رہتا اور یہ مرض کچھ ایسا لا دوا ہے کہ اس کا انجام سوا ہلاکت کے اور کچھ نہیں۔

اس کے بعد چھٹا تذکرہ عہد موسیٰ علیہ السلام کے تین سرکش متکبر لوگوں کا ہے۔

پہلا سرکش فرعون شاہ مصر تھا۔

دوسرا سرکش ہامان وزیر فرعون تھا۔

تیسرا سرکش قارون تھا جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کی برادری سے بڑا مالدار تھا۔

ان تینوں کے رسول حضرت موسیٰ علیہ السلام تھے جنہوں نے انہیں ہدایت فرمائی اور معجزات بھی دکھائے لیکن انہوں نے نصیحت قبول کرنے کی بجائے تکبر اور سرکشی و غرور کیا اور اس بدعادت نے انہیں مطیع نہ ہونے دیا چنانچہ ارشاد ہے:

وَ قَارُوْنَ وَ فِرْعَوْنَ وَ هَامٰنَ ۫ وَ لَقَدْ جَآءَهُمْ مُّوْسٰى بِالْبَیِّنٰتِ فَاسْتَكْبَرُوْا فِی الْاَرْضِ وَ مَا كَانُوْا سٰبِقِیْنَ ۝۳۹ۚۖ۔

اور قارون و فرعون اور ہامان کو بھی (ہلاک کیا) اور یقیناً ان کے پاس موسیٰ اپنے معجزات کے ساتھ آئے تو انہوں نے تکبر کیا زمین میں حالانکہ وہ بھاگ کر اللہ کی گرفت سے نہیں جا سکتے تھے۔

یہاں بعض یہ شبہ کرتے ہیں کہ ہامان تو اخیوبرس شاہ ایران کا وزیر تھا اسے فرعون کا وزیر کیسے کہا جا سکتا ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ

ایک نام کے دو شخص بھی ہوتے ہیں۔ بنا بریں اس سے ہمیں انکار نہیں کہ اخیوبرس شاہ ایران کے وزیر کا نام بھی ہامان تھا اور فرعون کے وزیر کا نام بھی ہامان تھا۔ اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ اگر ایران کے بادشاہ کے وزیر کا نام ہامان ہو تو اس کے علاوہ کسی اور بادشاہ کا وزیر ہامان نہیں ہو سکتا۔ اس کے بعد ارشاد ہے:

فَكُلًّا اَخَذْنَا بِذَنْۢبِهٖ۔ تو سب کو ہم نے پکڑا ان کے گناہوں سے۔

یعنی عاد و ثمود، قارون و فرعون اور ہامان سب کو ہم نے سزا دی اور ان کے گناہ کے سبب سب کی گرفت کی۔ اس کے بعد اس کی تفصیل بیان فرمائی:

فَمِنْهُمْ مَّنْ اَرْسَلْنَا عَلَیْهِ حَاصِبًا۔ ان میں وہ ہیں جس پر ہم نے آندھی بھیجی۔

حاصب اس آندھی کو کہتے ہیں جس میں کنکریاں ہوں۔ عربی میں حاصب اور ریح عاصف اس آندھی کو کہتے ہیں جس میں کنکریاں اڑ کر آئیں۔ جلالین میں ہے: حَاصِبًا رِيْحًا عَاصِفًا فِيْهَا حَصْبَآءُ۔ یہ ہوا قوم عاد پر آئی تھی۔

وَ مِنْهُمْ مَّنْ اَخَذَتْهُ الصَّیْحَةُ۔

بعض ان سے وہ ہیں جنہیں چنگھاڑ سے ہلاک کیا۔ اس سے مراد قوم ثمود ہے۔

وَ مِنْهُمْ مَّنْ خَسَفْنَا بِهِ الْاَرْضَ۔ بعض ان سے وہ ہیں جنہیں زمین میں دھنسا دیا جیسے قارون۔

وَ مِنْهُمْ مَّنْ اَغْرَقْنَا۔

اور بعض ان سے وہ ہیں جسے ہم نے غرق کیا۔ اس سے مراد فرعون اور ہامان ہے۔ یہ نظیر عذاب کی نہایت بلاغت سے دی گئی۔

وَ مَا كَانَ اللّٰهُ لِیَظْلِمَهُمْ وَ لٰكِنْ كَانُوْۤا اَنْفُسَهُمْ یَظْلِمُوْنَ ۝۴۰۔

اور اللہ کی یہ شان نہیں کہ ان پر ظلم کرے لیکن وہ اپنی جانوں پر ظلم کر رہے تھے۔

یعنی اپنے برے اعمال کی وجہ میں ہلاک ان کا اپنی جانوں پر ظلم کرنا ہے اور سزائے جرم تو عین عدل ہے۔ بنا بریں اللہ تعالیٰ نے عدل فرمایا اور انہوں نے اپنے پر ظلم کر کے اپنے کو ہلاک کیا اس لئے کہ نتیجہ کار بدکا بد ہے آگے مثال میں ارشاد ہے:

مَثَلُ الَّذِیْنَ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَوْلِیَآءَ كَمَثَلِ الْعَنْكَبُوْتِ ۖۚ اِتَّخَذَتْ بَیْتًا ؕ وَ اِنَّ اَوْهَنَ الْبُیُوْتِ

لَبَيْتُ الْعَنْكَبُوْتِ ۘ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ ۝
ان کی مثال جو اللہ کے سوا اپنا کارساز پکڑتے ہیں (بتوں کو) وہ مثل مکڑی کے ہیں کہ گھر بنایا (جالا پھیلا کرتانا بانا کیا) اور بے شک سب گھروں سے کمزور مکڑی کا گھر ہے کاش وہ جانتے سمجھتے۔

کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں عقل دی فہم وفراست عطا کی ہوش اور ادراک بخشا لیکن انہوں نے اس عزت خداداد کو ایسا مٹایا کہ اپنے ہاتھ کے تراشے ہوئے بتوں کو پوجنے لگے۔ سجدہ کرنے لگے اور اتنا عقل سے کام نہ لیا کہ ذی عقل وادراک ہو کر سمجھیں بے شعور جماد محض کے پجاری بنیں کیسے معقول ہے۔ تو ان کے یہ اوہام باطلہ فاسدہ کا سدہ کی عمارت مکڑی کے جالے کی طرح ہے جس میں نہ دھوپ سے کوئی حفاظت نہ بارش سے امن۔

کاش وہ عقل سے فائدہ حاصل کر کے سمجھتے۔

اِنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ مِنْ شَيْءٍ ؕ۔ بے شک اللہ جانتا ہے جسے وہ اس کے سوا پوجتے ہیں۔

یہ ارشاد بطور تہدید ہے یعنی پرستش کے قابل بت اور ارواح جن ملائکہ حتیٰ کہ انبیاء کرام بھی نہیں ہیں۔

وَ هُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ۝ وَ تِلْكَ الْاَمْثَالُ نَضْرِبُهَا لِلنَّاسِ ۚ وَ مَا يَعْقِلُهَاۤ اِلَّا الْعٰلِمُوْنَ ۝ خَلَقَ اللّٰهُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ بِالْحَقِّ ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّلْمُؤْمِنِيْنَ ۝۔

اور وہی ایک اللہ عزت والا حکمت والا ہے اور اس حقیقت کو نہیں سمجھتے مگر عالم، اللہ نے پیدا فرمائے آسمان و زمین حق کے ساتھ بے شک اس میں ایمان والوں کے لئے نشان ہے۔

یہاں تک انبیاء کرام کے واقعات اور مذمت شرک اور مشرکین کے مقابلہ میں دلائل۔ اور ان کی بت پرستی کی تحقیر ظاہر فرما کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی فرمائی گئی۔

اور شروع سپارہ اکیس میں نماز اور ذکر الٰہی عزوجل کا حکم دیا گیا تا کہ وَلَذِكْرُ اللّٰهِ اَكْبَرُ ؕ اور اَلَا بِذِكْرِ اللّٰهِ تَطْمَىٕنُّ الْقُلُوْبُ کا مظاہرہ ہو۔

مختصر تفسیر اردو چوتھا رکوع ۔سورۃ عنکبوت۔ پ ۲۰

وَ لَمَّا جَآءَتْ رُسُلُنَاۤ اِبْرٰهِيْمَ بِالْبُشْرٰى ۙ۔
اور جب آئے ہمارے بھیجے ہوئے فرشتے ابراہیم کے پاس بشارت لے کر۔

اور بشارت پر آلوسی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اَىْ بِالْبَشَارَةِ بِالْوَلَدِ وَالنَّافِلَةِ۔ آپ کے پاس بشارت صاحبزادہ اسحٰق علیہ السلام اور ولد نافلہ یعقوب علیہ السلام کی بشارت لے کر آئے۔

قَالُوْۤا اِنَّا مُهْلِكُوْۤا اَهْلِ هٰذِهِ الْقَرْيَةِ ۚ۔ بولے ہم ہلاک کرنے والے ہیں اس بستی کے لوگوں کو۔

اَىْ قَرْيَةَ سَدُوْمِ وَ هِىَ اَكْبَرُ قُرٰى قَوْمِ لُوْطٍ وَّ فِيْهَا نَشَاَتِ الْفَاحِشَةُ اَوَّلًا۔ قریہ سدوم جو قوم لوط کا بڑا شہر تھا اور اس میں سب سے پہلے فواحشات ولواطت کی ابتداء ہوئی۔

اور اَهْلِ هٰذِهِ الْقَرْيَةِ میں هٰذِهٖ کے ساتھ اشارہ شہر سدوم کی طرف ہے اس لئے کہ وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی قیام گاہ سے قریب تھا۔ ایک دن ایک رات کے فاصلہ پر شہر سدوم تھا۔

اِنَّ اَهْلَهَا كَانُوْا ظٰلِمِيْنَ ۝ ۔بے شک وہ بستی والے ظالم تھے۔

گویا اس وجہ میں وہ بستی ہلاک کی گئی کہ اس کے رہنے بسنے والے ظالم ہیں۔اس پر حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اپنے بھتیجے حضرت لوط علیہ السلام کا خیال آیا۔

قَالَ اِنَّ فِيْهَا لُوْطًا۔فرمایا اس بستی میں لوط بھی ہیں۔

یعنی جہاں نبی ہوں وہاں عذاب کیونکر ہوگا یا یہ فرمایا کہ تم ان بستی والوں کو ظالم کہہ رہے ہو اور نبی اس صفت سے منزہ ہوتا ہے تو فرشتوں نے جواب دیا:

قَالُوْا نَحْنُ اَعْلَمُ بِمَنْ فِيْهَا ٭ لَنُنَجِّيَنَّهٗ وَاَهْلَهٗۤ۔

بولے ہم خوب جانتے ہیں جو جو اس میں ہیں۔ہم ضرور حضرت لوط علیہ السلام اور ان کے متبعین کو نجات دے کر بچالیں گے۔

یعنی ہم حضرت لوط علیہ السلام اور ان کے متبعین کو خوب جانتے ہیں اور ان کے لئے یہ عذاب نہیں بلکہ ان کی دعا سے یہ عذاب ہے۔یہاں بھی اہل سے مراد متبعین لوط علیہ السلام ہیں اور حضرت ابراہیم علیہ السلام یہ سمجھتے تھے کہ آپ ہلاک ہونے والوں میں نہیں لیکن علیٰ سبیل التحزن آپ نے فرمایا اور فرشتوں کے جواب سے اطمینان حاصل کیا۔

اِلَّا امْرَاَتَهٗ ٭ كَانَتْ مِنَ الْغٰبِرِيْنَ ۝ ۔مگر اس کی بیوی ان بستی والوں میں ہی رہے گی۔

غَابِرِيْنَ کا ترجمہ بَاقِيْنَ فِي الْقَرْيَةِ بھی کیا گیا اور بَاقِيْنَ فِي الْعَذَابِ بھی کیا گیا ہے۔اور اہل کی تفسیر اس جگہ اتباع لوط علیہ السلام ہے یعنی جو آپ پر ایمان لائے تھے۔پھر ارشاد ہے:

وَلَمَّاۤ اَنْ جَآءَتْ رُسُلُنَا لُوْطًا سِیْٓءَ بِهِمْ

اور جب کہ آئے ہمارے بھیجے ہوئے فرشتے لوط کے پاس تو آپ پر بار گزرے۔

اس لئے کہ آپ قوم کی عادت و بے حیائی سے واقف تھے وَ قَدْ جَآءُ وْا اِلَيْهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ بِصُوْرَةٍ حَسَنَةٍ اِنْسَانِيَّةٍ۔اور یہ فرشتے خوبصورت انسانوں کی شبیہ میں تشریف لائے تھے۔تو آپ کو خطرہ لاحق ہوا کہ اس بستی والے فحش کار لوطی زانی ہیں تو آپ قدرے پریشان ہوئے۔

وَضَاقَ بِهِمْ ذَرْعًا۔اور تنگ ہوا ان کے باعث آپ کا دل۔

آلوسی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اَیْ وَضَاقَ بِشَأْنِهِمْ وَتَدْبِيْرِ اَمْرِهِمْ ذَرْعَهٗ طَاقَتَهٗ۔یعنی ان کے حسن و جمال سے آپ کی تدبیر محافظت تنگ ہوگئی۔ذرع،طاقت کے معنی میں مستعمل ہے تو جب فرشتوں نے آپ کی پریشانی محسوس کی تو

وَّقَالُوْا لَا تَخَفْ وَلَا تَحْزَنْ ٭ اِنَّا مُنَجُّوْكَ وَاَهْلَكَ اِلَّا امْرَاَتَكَ كَانَتْ مِنَ الْغٰبِرِيْنَ ۝ ۔

اور بولے آپ خوف نہ کریں اور غمگین نہ ہوں ہم آپ کو بچالیں گے اور آپ کے متبعین کی محافظت کریں گے مگر آپ کی بیوی وہ علم اللہ میں رہ جانے والی ہے۔

یعنی وہ علم اللہ میں نجات سے محروم ہے باقی آپ اور آپ کے متبعین سب محفوظ رہیں گے مگر آپ کی عورت عذاب میں مبتلا ہوگی۔

اِنَّا مُنۡزِلُوۡنَ عَلٰۤى اَهۡلِ هٰذِهِ الۡقَرۡيَةِ رِجۡزًا مِّنَ السَّمَآءِ بِمَا كَانُوۡا يَفۡسُقُوۡنَ ﴿۳۴﴾

ہم نازل کرنے والے ہیں اس بستی کے لوگوں پر عذاب آسمان سے ان کے کرتوت کے بدلے میں۔

یعنی ان کے فسق و فجور کے بدلے میں عذاب ہوگا۔ رجز عربی میں اس عذاب کو کہتے ہیں جو انسان پر قلق کو موجب ہو وَالرِّجۡزُ الۡعَذَابُ الَّذِیۡ یُقۡلِقُ الۡمُعَذَّبَ اَیۡ یُزۡعِجُهٗ مِنۡ قَوۡلِهِمۡ اِرۡتَجَزَ اِذَا ارۡتَجَسَ وَاضۡطَرَبَ۔

وَلَقَدۡ تَّرَكۡنَا مِنۡهَاۤ اٰيَةًۢ بَيِّنَةً لِّقَوۡمٍ يَّعۡقِلُوۡنَ ﴿۳۵﴾۔

اور چھوڑیں ہم نے اس بستی سے روشن نشانیاں عقلمند لوگوں کے لئے۔

اَیۡ مِنَ الۡقَرۡیَةِ۔ یعنی اس آبادی کی ہلاکت کے بعد نشانیاں چھوڑیں۔ قَالَ ابۡنُ عَبَّاسٍ هِیَ اٰثَارُ دِیَارِهَا الۡخَرِبَةِ۔ ابن عباس فرماتے ہیں وہ نشان ان کی خراب اور کھنڈر مکانوں کے نشان ہیں۔

مجاہد رحمہ اللہ کہتے ہیں وہ کالا پانی ہے زمین پر۔

وَ قَالَ قَتَادَةُ هِیَ الۡحِجَارَةُ الَّتِیۡ اُمۡطِرَتۡ عَلَیۡهِمۡ وَقَدۡ اَدۡرَکَتۡهَا اَوَائِلُ هٰذِهِ الۡاُمَّةِ۔ وہ پتھر ہیں جو ان پر برسائے گئے جنہیں اس زمانہ کی امتوں نے پائے۔

ابو سلیمان دمشقی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: هِیَ اَنَّ اَسَاسَهَا اَعۡلَاهَا وَ سُقُوۡفَهَا اَسۡفَلَهَا اِلَی الۡاٰنِ۔ وہ بنیادیں جو اوپر آئی ہوئی ہیں اور چھتیں نیچی ہیں آج تک۔ یعنی ساری بستی پلٹ دی گئی ہے۔

علامہ آلوسی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: وَ فِی الۡاٰیَاتِ مِنَ الدَّلَالَةِ عَلٰی ذَمِّ اللِّوَاطَةِ وَ قُبۡحِهَا مَا لَا یَخۡفٰی فَهِیَ کَبِیۡرَةٌ بِالۡاِجۡمَاعِ وَنَصُّوۡا عَلٰی اَنَّهَا اَشَدُّ حُرۡمَةً مِّنَ الزِّنَا۔ ان آیتوں میں ذم لواطت اور اس کی قباحت کے دلائل ہیں جو مخفی نہیں کہ وہ بالاجماع کبیرہ گناہ ہے اور اس سے یہ بھی ثابت ہوا کہ عام زنا سے اشد لواطت کی حرمت ہے۔

وَ فِیۡ شَرۡحِ الۡمَشَارِقِ لِلۡاَکۡمَلِ اِنَّهَا مُحَرَّمَةٌ عَقۡلًا وَّ شَرۡعًا وَّ طَبۡعًا۔ شرح مشارق میں ہے کہ لواطت حرام شرعی و عقلی اور طبعی ہے۔

وَ عَدَمُ وُجُوۡبِ الۡحَدِّ فِیۡهَا عِنۡدَ الۡاِمَامِ اَبِیۡ حَنِیۡفَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنۡهُ بِالدَّلِیۡلِ عِنۡدَهٗ عَلٰی ذٰلِکَ لَا لِخِفَّتِهَا۔

وَ قَالَ بَعۡضُ الۡعُلَمَآءِ اِنَّ عَدَمَ وُجُوۡبِ الۡحَدِّ لِلتَّغۡلِیۡظِ لِاَنَّ الۡحَدَّ مُطَهِّرٌ۔ لواطت پر حد کا عدم وجوب بوجہ اس کی غلاظت کے ہے اس لئے کہ حد پاک کرنے والی ہے جرم سے اور اس سے پاک ہونا نہیں اس لئے اس کی حد بھی نہیں۔

اسی بنا پر اس عمل کو خبیث فرمایا حَیۡثُ قَالَ کَانَتۡ تَعۡمَلُ الۡخَبَائِثَ وَالۡجَنَّةُ مُنَزَّهَةٌ عَنۡهَا۔ لوطی کے لئے جنت نہیں اس لئے کہ جنت خباثت سے منزہ ہے اور لوطی حد لگانے سے بھی پاک نہیں ہوتا۔

اس کے بعد حضرت شعیب علیہ السلام کا ذکر ہے:

وَ اِلٰى مَدۡيَنَ اَخَاهُمۡ شُعَيۡبًا ۙ فَقَالَ يٰقَوۡمِ اعۡبُدُوا اللّٰهَ وَارۡجُوا الۡيَوۡمَ الۡاٰخِرَ وَلَا تَعۡثَوۡا فِى الۡاَرۡضِ مُفۡسِدِيۡنَ ﴿۳۶﴾۔

اور مدین کی طرف ہم نے بھیجا ان کی برادری سے شعیب کو تو انہوں نے فرمایا اے میری قوم اللہ کی پوجا کرو اور آخرت

کے دن کا خوف رکھو اور زمین میں فساد نہ پھیلاتے پھرو۔

ابوعبیدہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: وَ الرِّجَآءُ هٰهُنَا بِمَعْنَى الْخَوْفِ وَالْمَعْنٰى وَ خَافُوْا جَزَآءَ الْيَوْمِ الْاٰخِرِ مِنْ اِنْتِقَامِ اللّٰهِ تَعَالٰى مِنْكُمْ۔

اور عثو نہ کرو۔ عثو فساد کو کہتے ہیں۔ تباہ کرنے کو بھی کہتے ہیں۔

فَكَذَّبُوْهُ فَاَخَذَتْهُمُ الرَّجْفَةُ فَاَصْبَحُوْا فِيْ دَارِهِمْ جٰثِمِيْنَ ﴿۳۷﴾۔

تو اس قوم نے آپ کی تکذیب کی تو پکڑا انہیں رجفہ نے تو صبح کی اپنے گھروں میں اوندھے پڑے ہوئے۔

رَجْفَةُ الزَّلْزَلَةُ الشَّدِيْدَةُ۔ جیسا کہ سورۃ ہود میں ہے: وَاَخَذَتِ الَّذِيْنَ ظَلَمُوا الصَّيْحَةُ۔ صیحہ چیخ چنگھاڑ کو کہتے ہیں جو حضرت جبریل علیہ السلام کی طرف سے تھی اور اس کے سبب سے زلزلہ شدیدہ ہوا۔

اور صبح کی انہوں نے اپنے گھر میں یعنی اپنی بستی میں فِيْ دَارِهِمْ کی تفسیر اَیْ بَلَدِهِمْ فَاِنَّ الدَّارَ تُطْلَقُ عَلَى الْبِلَادِ وَلِذَا قِيْلَ لِلْمَدِيْنَةِ دَارُ الْهِجْرَةِ — فِيْ دَارِهِمْ۔ سے مراد ان کی بستی ہے اس لئے کہ دار کا اطلاق شہروں پر بھی ہوتا ہے اسی بنا پر مدینہ کو دار الہجرت کہا گیا۔

اور جٰثِمِيْنَ سے مراد میتین بھی ہے یعنی مرے ہوئے اور بَارِكِيْنَ عَلَى الرُّكَبِ۔ گھٹنوں کے بل جھکنا اور مر جانا بھی اس کے معنی ہیں۔

اس کے بعد عاد و ثمود کا حال بیان فرمایا جاتا ہے۔

وَعَادًا وَّثَمُوْدَاۡ وَقَدْ تَّبَيَّنَ لَكُمْ مِّنْ مَّسٰكِنِهِمْ ۫ وَزَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطٰنُ اَعْمَالَهُمْ فَصَدَّهُمْ عَنِ السَّبِيْلِ وَكَانُوْا مُسْتَبْصِرِيْنَ ﴿۳۸﴾۔

اور ہلاک کیا ہم نے عاد و ثمود کو اور بے شک تم پر ظاہر ہیں ان کے مسکنوں میں سے اور شیطان نے انہیں ان کی بداعمالیاں مرغوب کر دیں تھیں تو انہیں روک دیا سیدھی راہ سے اور وہ سمجھ بوجھ رکھتے تھے۔

اس کی تفسیر آلوسی رحمہ اللہ اس طرح کرتے ہیں: اَیْ وَقَدْ اَهْلَكْنَا عَادًا وَّ ثَمُوْدَ۔ بے شک ہلاک کیا ہم نے عاد و ثمود کو وَقَدْ ظَهَرَ لَكُمْ اَتَمَّ ظُهُوْرٍ اِهْلَاكُنَا اِيَّاهُمْ مِّنْ جِهَةِ مَسَاكِنِهِمْ۔ اور بے شک تم پر پوری طرح واضح اور ظاہر ہے ہمارا ہلاک کرنا انہیں ان کے گھروں کے کھنڈروں سے۔

وَ ذَالِكَ بِالنَّظْرِ اِلَيْهَا عِنْدَ اجْتِيَازِكُمْ بِهَا ذَهَابًا اِلَى الشَّامِ وَاِيَابًا مِّنْهُ۔ اور تمہاری آنکھوں کے سامنے ظاہر ہے ملک شام کی طرف آتے جاتے۔ اور

وَ زَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطٰنُ۔ کے معنی یہ ہیں کہ بِوَسْوَسَتِهٖ وَاِغْوَائِهٖ اَعْمَالَهُمُ الْفَضِيْحَةَ مِنَ الْكُفْرِ وَالْمَعَاصِیْ۔ یعنی تو سوس شیطانی و اغوا سے ان کے اعمال قبیحہ کفر یہ انہیں اچھے نظر آئے۔

فَصَدَّهُمْ عَنِ السَّبِيْلِ۔ تو روکا انہیں سیدھی راہ سے جو موصل الی الحق تھی۔

وَكَانُوْا مُسْتَبْصِرِيْنَ۔ اَیْ عُقَلَاءَ يُمْكِنُهُمُ التَّمِيْزُ بَيْنَ الْحَقِّ وَالْبَاطِلِ بِالْاِسْتِدْلَالِ وَالنَّظْرِ وَ لٰكِنَّهُمْ اَغْفَلُوْا وَلَمْ يَتَدَبَّرُوْا۔ یعنی وہ اتنی عقل رکھتے تھے کہ حق و باطل میں تمیز کر سکیں استدلالی اور نظریہ عقلی سے لیکن غفلت میں پڑ

کر غور و تدبر نہیں کرتے تھے۔ وَلٰكِنَّهُمْ كَفَرُوْا عِنَادًا وَّ جُحُوْدًا۔ بلکہ عناد اور انکار سے کفر پر مصر رہے۔

مجمع البیان میں ہے: اِنَّ الْمَعْنٰى كَانُوْا مُسْتَبْصِرِيْنَ عِنْدَ اَنْفُسِهِمْ فِيْمَا كَانُوْا عَلَيْهِ مِنَ الضَّلَالَةِ يَحْسَبُوْنَ اَنَّهُمْ عَلٰى هُدًى۔ اس کے یہ معنی ہیں کہ وہ اپنے دل میں سمجھتے تھے کہ یہ گمراہی ہے مگر ان کا گمان یہی تھا کہ وہ ہدایت پر ہیں۔

چنانچہ ابن منذر اور ایک جماعت قتادہ سے راوی ہیں: اِنَّهُ قَالَ مُعْجِبِيْنَ بِضَلَالَتِهِمْ۔ وہ اپنی گمراہی پر نازاں تھے۔

اس کے بعد تین سرکشوں کا بیان ہے جو عہد موسیٰ علیہ السلام میں تھے۔

وَقَارُوْنَ وَفِرْعَوْنَ وَهَامٰنَ۔ اور ہلاک کیا ہم نے قارون اور فرعون اور ہامان کو۔

یہاں قارون کے ذکر کو مقدم کرنا اس لئے مناسب ہے کہ ان تمام بیانات سے مقصود حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی دینا ہے۔

تو جس طرح آپ کی قوم آپ کی ذات اقدس سے حسد کرتی تھی ایسے ہی قارون حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قوم سے تھا بلکہ آپ کا رشتہ دار تھا جس کا ذکر اول ہو چکا۔

یہ ابصر الناس اور اعلم توریت تھا لیکن اسے بصارت و علم سے فائدہ نہ پہنچا۔

یا اس لئے اس کا ذکر مقدم فرمایا کہ لِاَنَّهُ اَشْرَفُ مِنْ فِرْعَوْنَ وَ هَامَانَ لِاِيْمَانِهٖ فِي الظَّاهِرِ وَ عِلْمِهٖ بِالتَّوْرَاةِ وَ كَوْنِهٖ ذَاقَرَابَةٍ مِّنْ مُّوْسٰى عَلَيْهِ السَّلَامُ۔ کہ وہ فرعون اور ہامان سے ظاہری ایمان اور علم تورات میں اشرف تھا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کا رشتہ دار تھا۔

وَلَقَدْ جَآءَهُمْ مُّوْسٰى بِالْبَيِّنٰتِ فَاسْتَكْبَرُوْا فِي الْاَرْضِ وَمَا كَانُوْا سٰبِقِيْنَ ﴿۳۹﴾۔

اور بے شک آئے اس قوم میں موسیٰ روشن دلائل کے ساتھ تو تکبر کیا انہوں نے اور نہیں تھے وہ اللہ کی حکومت سے نکل جانے والے۔

وَمَا كَانُوْا سٰبِقِيْنَ ﴿۳۹﴾ کے معنی روح المعانی میں ہیں: اَىْ فَائِتِيْنَ اَمْرَ اللّٰهِ۔ یعنی وہ اللہ کے حکم کو ختم نہیں کر سکتے۔

اور ابو حیان رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ پہلی امتوں کی طرح کفر میں رہ کر سلامت نہیں رہ سکتے یعنی امم سابقہ کی بھی عادت تھی کہ وہ انبیاء کرام کی تکذیب کرتی تھیں۔

گویا مطلب یہ ہے کہ قارون اور فرعون اور ہامان بھی ویسے ہی ہلاک ہوئے اور تمام منکر ہلاک ہی ہونے والے ہیں چنانچہ ارشاد ہے:

فَكُلًّا اَخَذْنَا بِذَنْۢبِهٖ۔ تو سب کو پکڑا ہم نے ان کے گناہ پر (یعنی پہلے ہوں یا یہ تینوں سرکش)

فَمِنْهُمْ مَّنْ اَرْسَلْنَا عَلَيْهِ حَاصِبًا۔ تو ان میں سے وہ ہیں جس پر ہم نے حاصب بھیجے۔

اَىْ رِيْحًا عَاصِفًا فِيْهَا حَصْبَآءُ۔ یعنی ایسی آندھی جس میں کنکر برسے۔

وَ قِيْلَ مَلَكًا رَمَاهُمْ بِالْحَصْبَآءِ وَ هُمْ قَوْمُ لُوْطٍ۔ ایک قول ہے کہ فرشتہ آیا جس نے کنکر پتھر برسائے اور یہ قوم معذب قوم لوط تھی۔

اور قوم عاد پر بھی ایسا ہی عذاب آیا کہ وہ آندھی سے ہلاک ہوئے عام اس سے کہ پتھر کنکر برسے یا اور کچھ بہر حال اس

میں ایسی اذیت تھی کہ سب ہلاک ہو گئے۔

آلوسی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: وَالْحَاصِبُ هُوَ الْعَارِضُ مِنْ رِيْحٍ اَوْسَحَابٍ اِذَا اَرْمٰى بِشَىْءٍ۔ حاصب اس آندھی کو کہتے ہیں یا ابر کو جس کے ذریعہ ہلاک کرنے کو کچھ مارا جائے۔

وَمِنْهُمْ مَّنْ اَخَذَتْهُ الصَّيْحَةُ۔ اور ان میں سے وہ قوم ہے جسے چنگھاڑ نے آلیا۔ جیسے قوم مدین اور قوم ثمود۔

وَمِنْهُمْ مَّنْ خَسَفْنَا بِهِ الْاَرْضَ۔ اور انہیں میں سے وہ ہے جسے ہم نے زمین میں دھنسایا۔ وَ هُوَ قَارُوْنُ اور وہ قارون تھا۔

وَمِنْهُمْ مَّنْ اَغْرَقْنَا۔ اور بعض اس قوم میں سے وہ ہے جسے ہم نے غرق کیا وَ هُوَ فِرْعَوْنُ وَمَنْ مَّعَهٗ۔ یہ فرعون اور اس کے ساتھی تھے۔

وَ ذَكَرَ بَعْضُهُمْ قَوْمَ نُوْحٍ عَلَيْهِ السَّلَامُ۔ بعض نے کہا وہ قوم نوح علیہ السلام ہے۔

خلاصہ یہ کہ ان کی ہلاکت عناصر اربعہ میں سے ایک سے ہوئی۔ فَالْحَاصِبُ وَ هُوَ حِجَارَةٌ مُّحْمَاةٌ تَقَعُ عَلٰى كُلِّ وَاحِدٍ مِّنْهُمْ فَنَفَذَ مِنَ الْجَانِبِ الْاٰخَرِ اِشَارَةٌ اِلَى التَّعْذِيْبِ بِعُنْصُرِ النَّارِ۔ حاصب وہ گرم پتھر ہے جو ہر ایک معذب پر پڑا اور ایک جانب لگا اور دوسری جانب پار ہو گیا اس میں عنصر ناری سے عذاب کی طرف اشارہ ہے۔

وَالصَّيْحَةُ وَهِيَ تَمَوُّجٌ شَدِيْدٌ فِي الْهَوَآءِ اِشَارَةٌ اِلَى التَّعْذِيْبِ بِعُنْصُرِ الْهَوَآءِ۔ چنگھاڑ وہ ایک موج شدید ہے ہوا میں اس میں اشارہ ہے کہ یہ عذاب عنصر ہوا کے ذریعہ ہوا۔

وَالْخَسْفُ اِشَارَةٌ اِلَى التَّعْذِيْبِ بِعُنْصُرِ التُّرَابِ۔ اور خسف یعنی دھنسانے میں اشارہ ہے عذاب کا عنصر ترابی سے۔

وَالْغَرَقُ اِشَارَةٌ اِلَى التَّعْذِيْبِ بِعُنْصُرِ الْمَآءِ۔ اور غرق میں اشارہ ہے عذاب کا عنصر مائی کے ذریعہ۔

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ یہ عذاب کیوں ہوا پہلے بنایا اور پھر خود ہی ہلاک کر دیا۔ اس میں واہمہ ظلم ہوتا ہے اس کا جواب فرمایا گیا:

وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيَظْلِمَهُمْ وَلٰكِنْ كَانُوْٓا اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ ﴿۴۰﴾۔

اور اللہ تعالیٰ کی یہ شان نہیں کہ ان پر ظلم کرتا لیکن وہ خود اپنی جانوں پر ظلم کرتے تھے۔

کفر و معاصی کے ارتکاب سے اور بتوں کی پوجا سے، فواحشات کے ارتکاب سے۔

اب ان کے اعتقاد باطلہ فاسدہ اور اعمال کاسدہ کی مثال فرمائی جاتی ہے۔

مَثَلُ الَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَوْلِيَآءَ كَمَثَلِ الْعَنْكَبُوْتِ ۚ اِتَّخَذَتْ بَيْتًا ۭ وَاِنَّ اَوْهَنَ الْبُيُوْتِ لَبَيْتُ الْعَنْكَبُوْتِ ۘ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ ﴿۴۱﴾۔

ان کی مثال جو اللہ کے سوا اپنا کارساز پکڑتے ہیں مکڑی کی سی ہے کہ گھر بناتی ہے اور سب سے کمزور گھر مکڑی کا گھر ہے اگر وہ سمجھ والے ہوتے۔

اس آیہ کریمہ میں ان ہلاک ہونے والوں کے حال کی تقبیح فرمائی گئی ہے اور بتایا گیا ہے کہ جو غیر خدا کا پوجنے والا اور

مشرک ہے۔ بت پرست ہے اس کی مثال مکڑی کی سی ہے کہ وہ اپنی دانست میں جالا تان کر پوری عمارت بناتی ہے لیکن اس کی عمارت اسے کچھ نفع نہیں دیتی نہ سورج سے بچاتی ہے نہ بارش سے محفوظ کرتی ہے نہ ہوا آندھی جھکڑ میں اسے فائدہ دیتی ہے۔

گویا آیۂ کریمہ میں اشارۃً یہ فرمایا کہ جو بتوں پر عقیدہ رکھ کر اپنا مذہب بت پرستی بنا رہے ہیں وہ ایسے ہی ہیں جیسے مکڑی کا جالا کہ اسے قیام اور مضبوطی نہیں۔

مکڑی دو قسم کی ہوتی ہے۔

یہاں وہ مکڑی مراد ہے جو ہوا میں اپنا جالا بناتی ہے اور مکھی کا شکار کرتی ہے نہ کہ وہ مکڑی جو زمین کھود کر اس میں رہتی ہے اور رات کو باہر نکلتی ہے یہ ذوات السموم سے ہے تو اس کا مارنا مسنون ہے۔

اور وہ مکڑی جو جالا تانتی ہے اس کے متعلق ابوداؤد رحمہ اللہ اپنی مراسیل میں یزید بن مرشد رحمہ اللہ سے راوی ہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: اَلْعَنْكَبُوْتُ شَيْطَانٌ مَسَخَهَا اللّٰهُ تَعَالٰى فَمَنْ وَجَدَهَا فَلْيَقْتُلْهَا فَاِنَّهٗ كَمَا ذَكَرَ الدُّمَيْرِيُّ ضَعِيْفٌ۔ اس حدیث کو علامہ دمیری رحمہ اللہ نے ضعیف فرمایا۔

اور خطیب حضرت علی رضی اللہ عنہ سے اخراج فرماتے ہیں:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَخَلْتُ اَنَا وَ اَبُوْبَكْرٍ نِالْغَارَ فَاجْتَمَعَتِ الْعَنْكَبُوْتُ فَنَسَجَتْ بِالْبَابِ فَلَا تَقْتُلُوْهُنَّ – ذَكَرَ هٰذَا الْجُزْءَ جَلَالُ الدِّيْنِ السُّيُوْطِيُّ فِي الدُّرِّ الْمَنْثُوْرِ۔

حضور علیہ السلام نے فرمایا ہم اور ابوبکر غار میں داخل ہوئے تو مکڑی آئی اور اس نے غار کا منہ اپنے جالے سے بنا تو اسے قتل نہ کرو۔

اس کے علاوہ مکڑی کے جالے سے گھر پاک رکھنے کا حکم ہے۔ ویسے مولانا روم علیہ الرحمۃ نے بھی مثنوی میں لکھا ہے۔

دور کن از خانہ تار عنکبوت!

وَنَصُّوْا عَلٰى طَهَارَةِ بَيْتِهَا لِعَدَمِ تَحْقِيْقِ كَوْنِ مَا تُنْسِجُ بِهٖ مِنْ غِذَائِهَا الْمُسْتَحِيْلِ فِيْ جَوْفِهَا۔
جالے سے گھر پاک رکھنا اس بنا پر ہے کہ جس چیز سے وہ جالا پارتی ہے اس کی تحقیق نہیں کہ وہ غذاء مستحیل فی جوف ہوتی ہے یا کیا۔

علامہ دمیری رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اِنَّ ذَالِکَ لَا تُخْرِجُهٗ مِنْ جَوْفِهَا بَلْ مِنْ خَارِجِ جِلْدِهَا۔ وہ لعاب اپنے جوف بطن سے نہیں نکالتی بلکہ خارج جلد سے لاتی ہے۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں: طَهِّرُوْا بُيُوْتَكُمْ مِنْ نَسْجِ الْعَنْكَبُوْتِ فَاِنَّ تَرْكَهٗ فِي الْبُيُوْتِ يُوْرِثُ الْفَقْرَ۔ اپنے گھروں کو مکڑی کے جالے سے پاک کرو اس لئے کہ جالا گھر میں رکھنا مورث فقر ہے۔

لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ ﴿۴۱﴾۔ کاش وہ کچھ ہی سمجھتے (تو بت پرستی نہ کرتے)۔

اِنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ مِنْ شَيْءٍ ۭ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ﴿۴۲﴾۔
(یعنی اے محبوب آپ فرما دیجئے کہ) کہ بے شک اللہ جانتا ہے جس چیز کو وہ پوجتے ہیں اس کے سوا اور وہ عزت والا حکمت والا ہے۔

آلوسی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: قُلْ لِلْكَفَرَةِ إِنَّ اللَّهَ يَعْلَمُ۔

وَتِلْكَ الْأَمْثَالُ نَضْرِبُهَا لِلنَّاسِ ۚ وَمَا يَعْقِلُهَا إِلَّا الْعٰلِمُوْنَ ﴿۴۳﴾۔

یہ مثالیں ہیں جو لوگوں کے لئے دی ہیں اور اسے نہیں سمجھتے مگر عالم۔

وَالرَّاسِخُ فِي الْعِلْمِ۔ جو تدبر فی الاشیاء کے ماہر ہیں۔

خَلَقَ اللّٰهُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِالْحَقِّ ۗ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّلْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۴۴﴾۔

اللہ تعالیٰ نے آسمان اور زمین حق طریقہ سے پیدا فرمائے بے شک اس میں نشانی ہے ایمان والوں کے لئے۔

تمت پارہ بستم بِحَمْدِ اللّٰهِ الْعَزِيْزِ الْحَكِيْمِ

اَلْيَوْمُ يَوْمُ الْجُمُعَةِ ۲۴ فروری ۱۹۵۶ء

الحمد للہ بیسواں پارہ ختم ہوا

مکتبہ ضیاء القرآن گنج بخش روڈ لاہور

تفسیر الحسنات

تفسیر الحسنات، مفسر قرآن حضرت علامہ ابوالحسنات سید محمد احمد قادری چشتی اشرفی نور اللہ مرقدۂ کی تصنیف ہے۔ جسے آپ نے آسان اور سلیس اردو میں تحریر کیا ہے۔ علاّمہ مغفور اپنے دور کے عظیم علماء میں سے تھے۔

تقریر وتحریر، سیاست وتدبر میں یگانہ تھے۔ نامور طبیب بھی تھے اور بے مثل خطیب بھی۔ حین حیات مسجد وزیر خاں کے خطیب رہے۔ اور تقریباً نصف صدی تک لوگوں کی علمی تشنگی کو روحانی وایمانی سیرابی سے مالا مال کرتے رہے۔ آپ مرجع خلائق عالم تھے اور اپنے دور میں حنفیوں کی ریاست کے والی تھے۔

فقہ، اصول فقہ (مسائل فقیہ)، تفسیر، اصول تفسیر، تشریح آیات میں آپ اپنا ثانی نہیں رکھتے تھے۔ علم حدیث پر گہری اور عمیق نگاہ تھی۔ طب، فلسفہ، ادب، شعر تو گویا ان کا عمومی مذاق تھا ان کی مجلس پر بہار ہوتی تھی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بے پناہ عشق تھا۔ مقام مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم، شان مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم، احترام مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم، عظمت اولیاء، تصرفات اولیاء، اصلاح عقائد اور اصلاح معاشرہ ان کے پسندیدہ موضوعات تھے۔ وہ بیک وقت صاحب نسبت صوفی، شیخ طریقت، طبیب حاذق، مفسر قرآن، محدث، فقیہ ومفتی، شاعر وادیب، نثار وقلمکار، شیریں بیان مقرر، بے باک خطیب، اور منجھے ہوئے اسلامی ذہن کے بلند پایہ سیاستدان بھی تھے۔ انہوں نے جہاد کشمیر میں عملی حصہ لیا اور تحریک ختم نبوت کے مرکزی صدر اور روح رواں تھے اور جمعیۃ العلماء پاکستان ان کے ہی زیر قیادت وسیاست پروان چڑھی۔

ان کی تصانیف میں طیب الوردہ فی شرح قصیدہ بردہ، کلام المرغوب ترجمہ کشف المحجوب، اوراق غم، شمیم رسالت بہت مشہور ہیں لیکن تفسیر قرآن میں ان کی یادگار تفسیر الحسنات ایک خاص عظمت کی حامل ہے۔ تحریک ختم نبوت کے دوران آپ سکھر جیل میں کچھ عرصہ قید رہے۔ اسی دوران آپ نے اس تفسیر کا آغاز کیا اور تادم آخر اس میں مصروف رہے۔

اس تفسیر کے لکھتے وقت آپ کے پیش نظر وہ تمام حالات وواقعات ومشاہدات تھے جس کا آپ کو نصف صدی سے اوپر کا عملی تجربہ تھا۔ چنانچہ آپ نے اس تفسیر میں اس امر کی طرف خصوصی توجہ دی ہے کہ یہ تفسیر صرف علماء ہی تک محدود نہ رہے بلکہ عوام بھی اس سے کماحقہٗ استفادہ کر سکیں۔ آپ نے اس سلسلہ میں بڑی کامیاب کوشش کی اور آپ کی تفسیر عصر حاضر کی متداول تفاسیر میں سے ایک اہم تفسیر ہے جسے تمام حلقوں میں مکمل پذیرائی حاصل ہوئی ہے اور خدا کے کثیر بندوں کو تفہیم قرآن کے سلسلہ میں ٹھوس مدد ملی۔ اس تفسیر کی بنیادی خصوصیات حسب ذیل ہیں:

۱- یہ تفسیر تمام سابقہ تفسیروں سے استفادہ کر کے لکھی گئی ہے لیکن اس پر علامہ محمود آلوسی بغدادی رحمۃ اللہ علیہ صاحب روح المعانی کی گہری چھاپ ہے۔

۲- تفسیر میں مسلک اہل سنت (حنفی) کی واضح ترجمانی ہے اور انداز انتہائی مدلل اور معقول ہے جس میں نہ تو کسی پر بے جا تنقید ہے اور نہ ہی الزام تراشی بلکہ اپنے مسلک کی بے لاگ اور حسین ومؤثر ترجمانی ہے اور اختلافی مسائل میں اپنے نکتہ نظر کی دلکش وضاحت ہے۔

۳- اردو زبان میں ہے اور انتہائی سلیس اور عام فہم ہے۔
۴- ہر آیت کا لفظی، بامحاورہ ترجمہ، حل لغات، شان نزول، تاریخی واقعات، اقوال مفسرین اور احادیث نبوی ﷺ کے پیش نظر جامع تشریح ہے۔
۵- مسائل فقہیہ جہاں بھی آئے ہیں پوری تشریح کے ساتھ بیان کئے گئے ہیں۔
۶- تفسیر میں اہل علم، صاحب ذوق اور طالبان علم، عوام کے مذاق کا پورا پورا خیال رکھا گیا ہے۔
۷- بحث کا انداز کہیں منطقی ہے اور کہیں فلسفیانہ مگر نتیجہ وہی ہے جو کتاب وسنت سے مستفاد ہے۔
۸- بعض مسائل پر نہ صرف تحقیق کی ہے بلکہ محققانہ فیصلہ بھی دیا ہے اور اسے علماء متقدمین ومتاخرین کے اقوال سے مؤید اور مؤکد کیا ہے۔
۹- تفسیر میں انداز محض ناصحانہ نہیں کہ قاری اس سے اکتا جائے بلکہ یہ کوشش کی گئی ہے کہ پڑھنے والے کی توجہ ہمہ وقت ادھر ہی رہے اور وہ تفسیر کے اندر داخل ہوتا چلا جائے اور اس کے ذوق کو کوئی امر گراں نہ گزرے۔
۱۰- عصر حاضر کے بے شمار مسائل کا حل بھی پیش کیا گیا ہے۔

69B

تفسیر الحسنات بآیات بینات" مؤلفہ مفسر قرآن حضرت علامہ ابوالحسنات سید محمد احمد قادری رحمۃ اللہ علیہ کے مطالعہ کا شرف حاصل ہوا سبحان اللہ، تفسیری محاسن کا حسین وجمیل مرقع ہے۔ کیوں نہ ہو جس کے مؤلف فاضل اجل عالم بے بدل حافظ قاری علامہ ابوالحسنات سید محمد احمد قدس اللہ سرہ العزیز جو آباً عن جداً وارث علوم قرآن وحدیث ہیں۔ فنون متداولہ عقلیہ و نقلیہ کے ماہر قرآن کریم حافظ اور قاری تفسیر وحدیث فقہ اور تصوف کے علوم کے جامع بلکہ طب یونانی کے بھی عظیم فاضل طبیب حاذق صالح متقی شریعت وطریقت کے حامل تصنیف وتالیف میں بے مثال ان کی لکھی ہوئی تفسیر کیسی نفیس اور عمدہ ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ صحیح معنی جسے تفسیر کہا جا سکتا ہے۔ وہ تفسیر الحسنات ہے لفظی ترجمہ میں لغات قرآن کو حل کر دیا اور بامحاورہ ترجمہ فرما کر قرآن پاک کو آسان کر دیا شان نزول تحریر فرما کر مطالب قرآن کو مزید واضح فرما دیا افسوس ہے کہ تاحال فقیر کو بالاستیعاب مطالعہ کا موقع نہیں ملا جو کچھ دیکھا جہاں تک دیکھا صفحات اوراق پر جواہر پارے اور دریائے نایاب بکھرے ہوئے پائے سورۃ ق تک حضرت مولف قدس سرہ تفسیر الحسنات لکھنے پائے تھے کہ رب العلمین کی بارگاہ عظمت میں حاضری کا وقت آ گیا۔ اے کاش بقیہ تفسیر بھی مکمل ہو جاتی تو ہمارے اس دینی علمی سرمایہ میں مزید نعمتیں نصیب ہوتیں۔ بہر نوع اور جتنا بفضلہ اللہ جو کچھ ہمیں ملا ہم اس پر اللہ کا شکر ادا کرتے ہیں۔ اور حضرت مولف علیہ الرحمۃ کے لخت جگر صاحبزادہ سید خلیل احمد قادری دامت برکاتہم العالیہ کے اس احسان عظیم پر ان کا شکریہ ادا کرتے ہیں کہ انہوں نے اپنے والد ماجد علیہ الرحمۃ کے اس علمی خزانہ کو محفوظ رکھا اور تفسیر الحسنات کو بحسن وخوبی کے ساتھ زیور تصحیح وترتیب سے آراستہ کر کے تشنگان علوم تک پہنچا دیا اللہ حضرت مولف رحمۃ اللہ علیہ کو ان کے اسلاف کرام کے ساتھ جنات الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے اور صاحبزادہ امین الحسنات سید محمد خلیل احمد قادری اشرفی دامت برکاتہم العالیہ کو صحت وعافیت کے ساتھ زندہ وسلامت رکھے کہ وہ اپنے اسلاف کرام کی چمکتی ہوئی نشانی ہیں۔

فقیر سید احمد سعید کاظمی غفرلہ